خبیث
1
انوار صدیقی

ختم نبوت ﷺ زندہ باد　　　　　　　　　　عظمت صحابہ زندہ باد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

معزز ممبران: آپ کا وٹس ایپ گروپ ایڈ من **اردو بکس** آپ سے مخاطب ہے۔

آپ تمام ممبران سے گزارش ہے کہ:

1۔ گروپ میں یا گروپ ایڈ من سے کوئی بھی بات / درخواست / فرمائش کرتے وقت **السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ** کو فروغ دیں۔

2۔ ایڈ منز یا دیگر ممبرز جو بھی اچھی پوسٹ کریں اس پر کمنٹس / شکرز / رائے لازمی کریں تا کہ ان کی حوصلہ افزائی ہو اور دیگر ممبران کو بھی اس کتاب / پوسٹ کی اہمیت کا اندازہ ہو۔

3۔ گروپ ایڈ منز سے پرسنل سوالات مت کیجئے۔ صرف کتب کے متعلق دریافت کریں یا درخواست کریں۔

4۔ ایڈ منز اور ممبرز سے اخلاق سے پیش آئیں۔ اگر ہم ادبی گروپ میں موجود ہیں لیکن ہماری اخلاقیات معیاری نہیں تو ہمیں ادبی گروپ کا ممبر کہلانے کا بھی کوئی حق نہیں۔

5 گروپ میں یا ایڈ من کے انباکس میں وائس میسیج، ویڈیوز بھیجنے کی حرکت مت کریں ورنہ بلاک کر دیئے جائیں گے۔

6۔ سب سے اہم بات:

گروپ میں کسی بھی قادیانی، مرزائی، احمدی، گستاخِ رسول، گستاخِ امہات المؤمنین، گستاخِ صحابہ و خلفائے راشدین حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت حسنین کریمین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین، گستاخ اہلبیت یا ایسے غیر مسلم جو اسلام کے خلاف پراپیگنڈا میں مصروف ہیں یا ان کے روحانی و ذہنی سپورٹرز کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے لہذا ایسے اشخاص بالکل بھی گروپ جوائن کرنے کی زحمت نہ کریں۔ معلوم ہونے پر فوراً ریمو کر دیا جائے گا۔

7۔ تمام کتب انٹرنیٹ سے تلاش / ڈاؤنلوڈ کر کے فری آف کاسٹ وٹس ایپ گروپ میں شیئر کی جاتی ہیں۔ جو کتاب نہیں ملتی اس کے لئے معذرت کر لی جاتی ہے۔ جس میں محنت بھی صرف ہوتی ہے لیکن ہمیں آپ سے صرف دعاؤں کی درخواست ہے۔

7۔ ہمارا گروپ جوائن کرنے کے لئے درج ذیل لنکس پر کلک کریں اور وٹس ایپ سلیکٹ کر کے جوائن کر لیں۔ صرف ایک ہی گروپ جوائن کریں اگر پہلے سے "اردو بکس" جوائن ہیں تو اس کو سکپ کر دیں۔

1. https://chat.whatsapp.com/EFrs3uGTgEm2319kK0wfu2
2. https://chat.whatsapp.com/Koqfq0iOsCm0F88xfiaLQ1
3. https://chat.whatsapp.com/IEl5cejf7Xc0b1HjApSyxI

گروپ فل ہونے کی صورت میں ایڈ من سے وٹس ایپ پر میسیج کریں۔ برائے مہربانی اخلاقیات کا خیال رکھتے ہوئے موبائل پر کال یا ایم ایس کرنے کی کوشش ہر گز نہ کریں۔

0343-7008883　　　　0333-8033313

اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو

تعارف.........!

اس پر آشوب زمانہ میں کہ جب درس و تدریس کی کتابیں شائع کرنا بھی جوئے شیر لانے سے کم نہیں، میرے کرم فرما جناب محمد علی قریشی "مکتبہ القریش" .... کا یہ ارادہ کہ "خبیث" کو کتابی شکل میں شائع کیا جائے کسی خوشگوار دھماکے سے کم نہ تھا۔ میں نے موصوف کو تمام اونچ نیچ سے آگاہ کرنے کی کوشش کی لیکن ان کا ارادہ اٹل تھا چنانچہ میں نے برادرم مشتاق احمد قریشی صاحب سے رابطہ کیا، کتابی صورت میں کسی اور ادارے سے "خبیث" کی اشاعت کے لئے ان کی اجازت ضروری تھی، مجھے خوشی ہے کہ مشتاق احمد قریشی صاحب نے حسب روایت مجھے مایوس نہیں کیا اور "خبیث" کے ساتھ سیاہ و سفید کے مکمل حقوق سے نواز دیا جس کے لئے میں ان کا شکر گزار ہوں۔

"خبیث" کے سلسلے میں محمد علی قریشی صاحب کا اصرار ہے کہ میں بطور تعارف کچھ تحریر کروں۔ اس ضمن میں عرض ہے کہ آپ میں سے بیشتر خواتین و افراد "خبیث" کی خباثتوں کو ماہ بہ ماہ اپنے دلچسپ اور تفریحی میگزین "نئے افق" کراچی میں پڑھ چکے ہوں گے۔ قسط وار کہانی کا یہ سلسلہ تقریباً" تین سال تک جاری رہا اور اس طویل عرصے میں آپ کی قیمتی آراء اور تجاویز میرے ذوق و شوق کو مہمیز کرتی رہیں۔ مجھے اس سلسلے کے بارے میں جو خطوط موصول ہوئے اس میں ایک بات مشترک تھی کہ میں "انکا" .... "اقابلا" اور "سوناگھاٹ کا پجاری" کے پر اسرار ماحول کے حصار سے باہر نہیں نکل سکا۔ آپ کا خیال صرف اس حد تک درست ہے کہ میں نے "خبیث" کا سلسلہ برادرم مشتاق احمد قریشی کے صاحب زادے برخودار عمران احمد کی فرمائش پر لکھنا شروع کیا تھا اور ان کی پہلی شرط یہی تھی کہ یہ سلسلہ بھی طاغوتی قوتوں، ماورائی طاقتوں اور دیو مالائی ماحول کے پیچ و خم سے ہو کر اپنی منزلیں طے کرے چنانچہ میں "حسب فرمائش" کی پاداش میں آپ کی تنقید کا شکار ہو گیا۔

بہر حال ایک بات بغیر کسی شک و شبے کے حقیقت پر مبنی ہے کہ طاغوتی قوتوں اور

دیومالائی ماحول کے پس منظر میں اب تک جتنے سلسلے شائع ہوئے ہیں وہ سب بے حد کامیاب ثابت ہوئے ہیں۔ ان کی حیثیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا "انکا"....... "اقابلا"......اور...... "سوناگھاٹ کا پجاری" کے سلسلے میں یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے اب تک پاکستان اور ہندوستان کے بہت سارے ادارے اور ان کے کہنہ مشق لکھاری ان ہی مقبول عام سلسلوں کو سہارا بنا کر اپنا نام اور دکانداری چمکانے کی کوشش کر چکے ہیں۔

گزشتہ دنوں علاج کی غرض سے امریکہ جانا ہوا تو وہاں بھی نیویارک سے شائع ہونے والے ہفت روزہ "ایشیاء انٹرنیشنل" میں "اقابلا" کو بغیر کسی اجازت کے بڑے دھڑلے سے شامل اشاعت پایا۔ "خبیث" کو بھی یہ شرف حاصل ہے کہ ہندوستان سے شائع ہونے والا "ہماڈائجسٹ" نہایت دیدہ دلیری سے بغیر کسی اخلاقی اجازت نامہ کے "نئے افق" کے شانہ بشانہ شائع کرتا رہا ہے۔ کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ برصغیر میں میری دوسری قسط وار کہانیوں کی طرح "خبیث" کو بھی قارئین کی پسندیدگی کی سند حاصل ہے؟

انوار صدیقی

۳۰ مارچ ۱۹۹۷ء

ازل ہی سے خیر و شر ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہیں اور جب تک یہ جہانِ رنگ و بو قائم ہے، یہ قوتیں بھی برسرِ پیکار رہیں گی کہ انجمنِ جہان کی رنگینی اور رعنائی بھی اسی کشاکش کی مرہونِ منت ہے؛ حق و باطل کی جنگ کے درمیان جنم لینے والی کتھا جو اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ بدی کی قوتوں کا دائرۂ اثر کتنا ہی وسیع کیوں نہ ہو۔ خیر کی ایک لرزتی کرن بھی اس تاریک دنیا میں حشر برپا کرنے کے لیے کافی ہوتی ہے۔

قدم قدم ایک منظرِ حیرت آثار، لمحہ لمحہ رنگ بدلتے اطوار
گناہ کی داسیوں کی مستیاں، حرص و ہوس کے پجاریوں کے چمتکار

انکا، اقابلا، سوناگھاٹ کا پجاری اور غلام روحیں جیسی لازوال کہانیوں کے خالق کا نیا ہنگامہ۔ ایک چونکا دینے والی اچھوتی کہانی؛

آخری دسمبر کی وہ سرد رات مجھے اچھی طرح یاد ہے جب میں اپنے ریشمی لحاف میں گھسا لیٹا سرد ہواؤں سے خود کو محفوظ کیے ہوا تھا۔ مقابلے کا امتحان دینے کے بعد راوی نے میرے حق میں چین لکھ دیا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میں اس امتحان میں ضرور کامیابی حاصل کر لوں گا۔ جس کے بعد مجھے اپنی عملی زندگی کا آغاز کرنا تھا۔

سونے سے پیشتر کسی کتاب یا کہانی کا مطالعہ کرنا میری عادت تھی بالخصوص ہندو دیومالائی کہانیوں سے مجھے جنون کی حد تک شوق تھا جبکہ میرے والد میرے اس لگاؤ کو ہمیشہ ناپسندیدہ نظروں سے دیکھتے تھے اس لیے کہ وہ ایک مذہبی آدمی تھے چنانچہ متعدد بار وہ مجھے سختی سے تلقین کر چکے تھے کہ میں اس قسم کے لغو اور بیہودہ قصّے کہانیوں کو پڑھنے سے گریز کروں مبادا کہ میں گمراہ ہو جاؤں۔ والد صاحب کی دلجوئی کی خاطر میں نے دیومالائی قصّے کہانیوں کی کتابیں چھپا کر رکھی تھیں اور انہیں ہمیشہ کمرہ بند کر کے چھپ کر پڑھا کرتا تھا۔

اس رات بھی میں دیومالائی کہانیوں کی ایک کتاب کے اوراق الٹ پلٹ رہا تھا جب میری نظری گنیش دیوتا کی عجیب الخلقت تصویر پر جم کر رہ گئی۔ اس تصویر میں گنیش دیوتا کا جسم انسانوں جیسا دکھایا گیا تھا جبکہ سر ہاتھی کا تھا۔ اس موٹے پیٹ والے دیوتا کے چار ہاتھ تھے اور ایک عدد ہاتھی دانت تھا ایک روایت کے مطابق وہ چڑھاوے کے پھل فروٹ بہت شوق سے کھاتا تھا۔

گنیش دیوتا کی شخصیت اور ہاتھی والے سر کے بارے میں مختلف روایات تھیں۔ ایک روایت کے مطابق یہ مشہور تھا کہ شیوا جی کی عادت تھی کہ وہ پاروتی دیوی کو نہاتے وقت بہت تنگ کیا کرتا تھا۔ شیوا کی یہ عادت پاروتی کو ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی۔ چنانچہ ایک روز پاروتی نے رگڑ رگڑ کر اپنے جسم کا میل کچیل جمع کیا جسے تیل اور مختلف روغنیات سے گوندھ کر ایک انسانی پتلے کی شکل میں ڈھالا گیا پھر پاروتی نے اپنی مہان شکتی کو بروئے کار لاتے ہوئے گنگا جل چھڑک کر اس پتلے کے اندر روح پھونک دی جس کے بعد اسے غسل خانے کے دروازے پر تعینات کر دیا گیا تاکہ نہاتے وقت کوئی پاروتی کو پریشان نہ کر سکے۔ روایت کے مطابق جب شیوا جی نے ایک نوجوان کو اپنے راستے میں حائل دیکھا تو غصّے میں آکر گنیش دیوتا کا سر قلم کر دیا۔ پاروتی کو جب حالات کا علم ہوا تو اسے سخت افسوس ہوا چنانچہ شیوا جی نے آدمی دوڑائے کہ وہ کسی دوسرے سر کا بندوبست کریں پھر جب پہلا سر ایک ہاتھی کا دستیاب ہوا تو شیوا جی نے اسے اپنی ماورائی طاقت کے ذریعہ اس ہاتھی کے سر کو پاروتی کے تخلیق کردہ نوجوان کے جسم پر لگا کر اس میں نئے سرے سے روح پھونک دی۔

ایک دوسری روایت کے مطابق پاروتی ایک مدت سے شیوا جی سے ایک عدد بچے کی خواہش کا اظہار کر رہی تھی چنانچہ جب وہ اس دولت سے نوازی گئی تو اس کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا اس نے تمام دیوتاؤں کو جمع کر کے حکم دیا کہ وہ اس بچے کی پیدائش پر خوشی منائیں چنانچہ دیوی کے حکم پر تمام دیوتاؤں نے اس کے خوبصورت بچے کو بغور دیکھا لیکن سانی دیوتا (Saturn) کی نظر اس وقت بھی زمین پر جمی ہوئی تھی اس لیے کہ اسے اس کی دھرم پتنی نے کسی بات پر جل کر یہ بددعا دی تھی کہ وہ جس چیز کو بھی نظر بھر کر دیکھے وہ جل کر خاکستر ہو جائے۔ پاروتی کا خیال تھا کہ اس کی اولاد پر سانی دیوتا کی نگاہوں کا کوئی اثر نہیں ہوگا چنانچہ اس نے سانی کو حکم دیا کہ سانی بھی اس کے بچے کو دیکھے۔ سانی نے ڈرتے ڈرتے نظر اٹھا کر پاروتی کے اس خوبصورت بچے کی جانب غور سے دیکھا۔ پھر وہی ہوا جس کا ڈر تھا سانی کی نظر پڑتے ہی پاروتی کے حسین بچے کا سر جل کر راکھ کا

ڈھیر بن گیا۔ پاروتی غصّے سے دیوانی ہو گئی اس نے بددعا دی کہ سانی لنگڑا ہو جائے لیکن برہما (Brahma) نے پاروتی کے غصّے کو ٹھنڈا کرنے کی خاطر کہا کہ اگر پہلا ملنے والا کوئی دوسرا سر اس کے بیٹے کے جسم پر لگا دیا جائے تو وہ دوبارہ حیات پا سکتا ہے۔ چنانچہ وشنو مہاراج نے پرندوں کے دیوتا گروڑا (Garuda) کو کسی سر کی فوری تلاش کا حکم دیا۔ گروڑا کو جو پہلا سر دستیاب ہوا وہ ایک ہاتھی کے بچے کا تھا جو دریا کے کنارے محو خواب تھا اور اسی سر کو وشنو مہاراج نے گنیش دیوتا کے مردہ جسم پر لگا کر اسے اپنی شکتی کے زور سے ایک نئی زندگی بخش دی۔ ان دو روایتوں کے علاوہ کچھ اور روایتیں بھی اس کتاب میں درج تھیں لیکن نیند کا خمار چونکہ میری آنکھوں کے پپوٹوں کو بوجھل کر رہا تھا اس لیئے میں نے کتاب سائڈ ٹیبل پر رکھی۔ ٹیبل لیمپ آف کیا اور ایک طویل جماہی لے کر لحاف کو سر تک کھینچا اور سونے کے ارادے سے آنکھیں موند لیں لیکن میرے ذہن کے گوشوں میں عجیب الخلقت گنیش دیوتا کا تصوّر اور اس سے منسوب روایتیں گونج رہی تھیں۔

مجھے اپنی یادداشت پر ہمیشہ بڑا اعتماد رہا ہے۔ مجھے بہت اچھی طرح یاد ہے کہ بتی بند کرنے کے کچھ دیر بعد ہی میں محو خواب ہو گیا تھا گہری نیند سونے کے باوجود شاید دیومالائی کہانیوں کا اثر میرے لاشعور پر قابض تھا چنانچہ میں نے دیکھا کہ میں ایک لق و دق صحرا میں سفر کر رہا ہوں۔ پیاس کی شدت سے میرے حلق میں کانٹے پڑ رہے تھے۔ سراب کے دھوکے میں، میں ادھر ادھر بھٹک رہا تھا کہ میں نے بادل کے ایک ٹکڑے کو دیکھا کہ جو میرے سر کے اوپر آ کر مسلط ہو گیا پھر بارش شروع ہو گئی اور میں نے جی بھر کر اپنی پیاس بجھائی۔ میری پیاس ختم ہو چکی تھی لیکن گرمی کی حدت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ تپتی ہوئی زمین پر قدم جما کر چلنا میرے لیے دشوار ہو رہا تھا لیکن میں تیز تیز قدم اٹھا رہا تھا وہاں میرے سوا کوئی آدمی یا آدم زاد نہیں تھا ہر طرف ویرانی ہی ویرانی تھی منزل کا کوئی نشان دور دور تک نظر نہیں آ رہا تھا۔ یہ بات میری سمجھ سے بالاتر تھی کہ میں اچانک بھٹک کر اس صحرا میں کس طرح آ گیا۔ سورج جوں جوں بلند ہو رہا تھا گرمی شدت اختیار کرتی جا رہی تھی پھر اچانک ہی ہواؤں اور فضا میں اڑتے تپتے ذرّات کا زور و شور ایک لمحے کے لیے رک گیا میں نے آستین سے اپنی آنکھیں صاف کیں پھر دوبارہ قدم آگے بڑھانے کے لیئے خود کو آمادہ کر ہی رہا تھا کہ یکلخت میرے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی، میری آنکھوں سے خوف و دہشت کے ملے جلے تاثرات عیاں ہو گئے۔ میں پھٹی پھٹی نظروں سے اس کوبرا سانپ کو دیکھ رہا تھا جو عین میرے سامنے دو قدم کے فاصلے پر کنڈلی مارے بیٹھا فضا میں اس طرح لہرا رہا تھا جیسے اسے اپنا شکار مل گیا ہو۔

کسی لق و دق ویران صحرا میں موت کا تصوّر بھی میرے لیے بڑا ہولناک ثابت ہو رہا تھا۔ میں نے سانپ پر نظریں جمائے ہوئے آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنا شروع کیا پھر کچھ فاصلہ زیادہ ہونے کے بعد میں تیزی سے پلٹا اور میں نے دیوانوں کی طرح بھاگنا شروع کر دیا۔ میں کب تک اور کس طرح ریت کے تپتے ذرّات پر دوڑتا رہا مجھے کچھ یاد نہیں لیکن جب میں یہ سوچ کر رکا کہ میں موت کو بہت پیچھے چھوڑ آیا ہوں تو میرے حلق سے گھٹی گھٹی چیخ نکل گئی۔ موت کا وہی ہرکارہ سیاہ رنگ کا کوبرا عین میری نگاہوں کے سامنے بیٹھا مجھے غضبناک نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی مکروہ زبان تیز تیز لپلپا رہی تھی میرے اندر اب بھاگنے کی ہمت نہیں تھی لیکن اس بے سروسامانی کی حالت میں مجھے خاموشی سے مر جانا بھی گوارا نہیں تھا۔ میں نے ایک بار پھر پلٹنا چاہا لیکن اس کوبرا کو جیسے میرے ارادے کا علم ہو گیا تھا، وہ تیزی سے ریت کے ذرّوں پر سرسراتا ہوا لپکا، میرے قریب آ کر اس نے پھن کاڑھا پھر میری پنڈلی پر ڈس کر اپنی فتح کا جشن منانے کی خاطر ایک بار پھر کنڈلی مار کر بیٹھ گیا اور فضا میں جھومنے لگا۔

جو لوگ سانپ کی اقسام سے واقف ہیں وہ یہ بھی بخوبی جانتے ہوں گے کہ کوبرا کے کاٹے کا منتر تقریباً ”ناممکن ہی ہوتا ہے پھر اس ویرانے میں کسی جنتر منتر یا علاج معالجے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ سانپ کے ڈس لینے کے بعد مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرا ذہن بڑی سرعت کے ساتھ غنودگی کی کیفیتوں سے دوچار ہو رہا ہے۔ میں جانتا تھا کہ وہ منحوس کوبرے کا زہر تھا جس کے اثرات تیزی سے میری رگ و پے میں سرایت کر رہے تھے۔ میرے منہ سے جھاگ نکلنا شروع ہو گیا۔ میرے لیے اپنے قدموں پر کھڑا رہنا دشوار ہو رہا تھا۔ میں کسی لمحے بھی چکرا کر گر سکتا تھا۔ میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی تو میرے قدم ڈگمگانے لگے۔ میری غنودگی کی کیفیت میں تیزی سے اضافہ ہو رہا تھا۔ میں شدید نشے کی حالت میں لڑکھڑانے لگا۔ میری بینائی رفتہ رفتہ دھندلانے لگی تھی۔ میرے سوچنے سمجھنے کی قوتیں آہستہ آہستہ میرا ساتھ چھوڑ رہی تھیں۔ موت اور زندگی کی کشمکش ابھی جاری تھی کہ میں نے سانپ کو ریت پر گر کر تڑپتے دیکھا جیسے وہ شدید کرب سے دوچار ہو پھر وہ بھاپ بن کر فضا میں تحلیل ہو گیا۔ میں نے سوچا کہ شاید میرا ڈوبتا ذہن میری بینائی کو تسلی دینے کی خاطر کوئی حسین فریب دے رہا ہو، مجھے اس سانپ کی جگہ اب ایک خوبصورت اور حسین عورت کا ہیولا فضا میں لہراتا نظر آ رہا تھا۔ میں ابھی اپنی جگہ کھڑا خود کو گرنے سے بچانے کی خاطر لڑکھڑا رہا تھا کہ اس عورت نے تیزی سے آگے بڑھ کر اپنے خوبصورت ہونٹ میری پنڈلی پر عین اس جگہ جما دیئے جہاں سانپ نے ڈسا تھا شاید وہ اپنی زندگی موت کے حوالے کر کے مجھے بچانے کی خاطر سانپ کا زہر میرے جسم سے چوس رہی تھی میرا اندازہ غلط ثابت نہیں ہوا، کچھ دیر بعد ہی میرے ذہن پر طاری غنودگی کے اثرات زائل ہونے لگے، میرے قدموں کی لڑکھڑاہٹ بھی رفتہ رفتہ دور ہوتی چلی گئی، ایک لمحے بعد میں ہوش میں آیا تو مجھے اپنی قوت بینائی پر یقین نہیں آ رہا تھا، شاید میں مر چکا تھا اور مرنے کے بعد خواب کی کیفیت سے دوچار تھا۔ میری نظریں اس خوبصورت اور نازک اندام عورت پر مرکوز تھیں جو میرے سامنے کھڑی مسکرا رہی تھی۔ تپتے صحرا میں گرمی کی ناقابل برداشت شدت کے باوجود اس کے تراشیدہ ہونٹوں پر کھیلنے والی ہوش ربا مسکراہٹ جیسے مجھے زندگی کی نوید دے رہی تھی میں چند ساعت گم صم کھڑا اسے حیرت بھری نظروں سے دیکھتا رہا پھر میرے خشک ہونٹوں میں آہستہ سے جنبش ہوئی۔

”کون ہو تم......؟“ میں نے مدھم آواز میں اسے مخاطب کیا۔

”تم نے نہیں پہچانا مجھے“ وہ مترنم آواز میں بولی۔ ”تعجب ہے...... حالانکہ ابھی کچھ دیر پہلے تم میرے وجود کے بارے میں شکوک و شبہات میں مبتلا تھے۔ تمہارا خیال تھا کہ میرا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ میرا وجود صرف دیومالائی قصّے اور کہانیوں تک محدود ہے لیکن ایسا نہیں ہے۔ مجھے غور سے دیکھو میں تمہارے سامنے جیتی جاگتی حیثیت میں موجود ہوں۔“

”ہم...... میں تمہاری باتوں کا مطلب نہیں سمجھا۔“ میں نے اسے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

”گنیش دیوتا کے بارے میں مشہور روایات پر غور کرو۔ شاید اس کے حوالے سے تم جان لو کہ میں کون ہوں؟“

”پاروتی......“ میں نے اپنے ذہن پر زور دیتے ہوئے کہا۔

”ہاں......“ وہ مسکرائی ”میں پاروتی ہوں لیکن میرے بہت سارے روپ ہیں جن کے بارے میں تم ابھی زیادہ نہیں جانتے لیکن اس وقت میں تمہارے سامنے اوما (Uma) کے روپ میں موجود ہوں جسے محبت کی دیوی کہا جاتا ہے۔“

”میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے مجھے موت کے منہ سے بچا لیا ورنہ......“

”تمہارا انت (خاتمہ) ہو جاتا اور اس ویرانے میں پڑے پڑے تمہارا کومل شریر جل بھن کر کوئلے کا روپ دھار لیتا۔“ وہ میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بڑے پیار سے بولی۔ ”ایک اپرادھی نے ناگ کی شکل میں تمہیں ڈس لیا تھا۔ تم انت کال (جانکنی) کی کیفیت سے دوچار تھے۔ میں ادھر سے گزر رہی تھی مجھے تمہاری حالت پر دیا آ گئی اور میں نے تمہارے شریر سے سارا زہر نکال کر تمہیں ایک نیا جیون دان کر دیا ہے...... کیا تم میرا شکریہ بھی ادا نہیں کرو گے۔“

”میں تمہارا مشکور ہوں کہ تم نے مجھے موت کے منہ سے بچا لیا لیکن......“ میں کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

”تم خاموش ہو گئے پرنتو میں جانتی ہوں کہ تمہارے من میں کیا ہے۔“ پاروتی نے مسکرا کر کہا۔ ”تم اس وچار میں گم ہو کہ اس تپتے صحرا سے کون تمہیں مکتی دلائے گا۔“

”ہاں......ہاں......“ میں نے تیزی سے کہا ”میں یہی سوچ رہا تھا۔“

”چنتا مت کرو......“ وہ بڑی اپنائیت اور محبت سے بولی۔ ”جب میں تمہیں ایک نیا جیون دان کر سکتی ہوں، تمہاری بیاکل آتما کو چین پہنچا سکتی ہوں تو تمہیں اس نرک (دوزخ) سے مکتی بھی دلا سکتی ہوں۔“

”لیکن تم یہ سب کچھ کیوں کر رہی ہو۔“ میں نے تجسس آمیز لہجے میں پوچھا۔ ”جب میرا تمہارے دھرم سے کوئی تعلق نہیں تو پھر تم مجھ پر اس قدر مہربان کیوں ہو......“

”ابھی تم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے“ وہ معنی خیز لہجے میں بولی۔ ”کل کیا ہو گا...... یہ کیول دیوتاؤں کے اور کوئی نہیں جانتا تم صرف اتنا سمجھ لو کہ دھرم کا دھرم سے نہ سہی لیکن شریر کا شریر سے کوئی نہ کوئی سمبندھ ضرور ہوتا ہے جو چیز اچھی لگتی ہے منش اسے حاصل کرنے کی کوشش ضرور کرتا ہے...... یہی ایک کارن تھا کہ مجھے تم پر دیا آ گئی۔“

”اور وہ کوبرا......“ میں نے جھرجھری لے کر سوال کیا۔

”وہ شیش ناگ تھا جسے دیوتاؤں نے کشٹ دیا ہے اسی کارن وہ تمہیں ڈس کر اپنے من کو شانتی دینا چاہتا تھا لیکن دیوتاؤں کی کچھ اور ہی اچھا تھی اس لیئے مجھے تمہاری سہائتا کے لیے بھیج دیا گیا۔“

پاروتی کی باتیں میری سمجھ سے بالاتر تھیں وہ ڈھکے چھپے الفاظ میں ایسی باتیں کر رہی تھی اور میں بڑی سنجیدگی سے سوچ رہا تھا کہ اس صحرا سے نجات کس طرح حاصل کروں گا۔ پاروتی کی خوبصورت آنکھیں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں وہ اپنے وجود میں بے حد حسین لگ رہی تھی۔ سر سے پاؤں تک کسی ماہر سنگتراش کا ایک انمول شاہکار نظر آ رہی تھی کوئی اور وقت ہوتا تو شاید میں اس کی شان میں قصیدے لکھنے بیٹھ جاتا اور اس کے حسین قرب سے لطف اندوز ہوئے بغیر نہ رہ سکتا لیکن اس وقت تپتے صحرا میں موت کا تصوّر مجھے پریشان کر رہا تھا وہ میرے دل کا بھید سمجھ رہی تھی چنانچہ ایک دل ربا انداز میں لچکتی بل کھاتی میرے اتنے قریب آ گئی کہ میں اس کی سانسوں کو اپنے چہرے پر محسوس کر رہا تھا۔

”تمہیں شاید ابھی تک میرے پاروتی ہونے پر وشواس نہیں آیا۔“ اس کے لہجے میں شکوہ تھا۔

”ہاں...... شاید اس لیے کہ مجھے دیومالائی قصّے کہانیوں پر کبھی یقین نہیں آیا۔“

”تم مورکھ ہو جو ایسا سوچتے ہو“ پاروتی نے اس بار قدرے

سنجیدگی سے کہا۔ "ہم شاید ابھی تک انگریزوں کی غلامی سے اپنی سوچوں کو آزاد نہیں کر سکے۔ وہ بڑے سے بڑا جھوٹ لکھ دیں ہم اس پر آنکھ بند کرکے وشواس کر لیتے ہیں۔ ان کے الٹے سیدھے قصّے اور بے سروپا کہانیاں ہمارے من کو موہ لیتی ہیں اس لیے کہ ہم انہیں خود سے زیادہ بلوان اور سچا سمجھتے ہیں پرنتو اصلیت یہ نہیں ہے۔ اصلیت یہ ہے کہ ابھی تک ہمارے ذہنوں پر ان ہی سفید چمڑی والوں کا راج ہے۔ ہم نے ابھی تک وہ شکتی پراپت نہیں کی ہے جو تمہیں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کرنے کا طریقہ بتا سکے...... ہم ان کی تمام باتوں پر آنکھ بند کرکے وشواس کر لیتے ہیں لیکن اپنے سچے قصّے اور کہانیوں کو جھوٹ جان کر ٹھکرا دیتے ہیں۔"

وہ مجھے سچ اور جھوٹ کا فلسفہ سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی اس کی باتیں اپنی جگہ درست تھیں لیکن اس وقت مجھے غلامی اور آزادی کے فلسفے سے زیادہ اپنی زندگی کی فکر لاحق تھی۔ دھوپ کی شدت اور تپتی ریت کی حدت میرے وجود کو جھلسائے دے رہی تھی۔ میں پاروتی کی قوت کے بارے میں کتابی صورت میں بہت کچھ پڑھ چکا تھا لیکن مجھے ان بے سروپا باتوں پر یقین کبھی نہیں آیا تھا یہ اور بات ہے کہ اس قسم کی کہانیوں کو پڑھنے میں مجھے ایک خاص لطف محسوس ہوتا تھا۔ میں ابھی اپنے خیالات میں محو تھا کہ پاروتی کی مترنم آواز میرے کانوں میں رس گھولتی ہوئی سنائی دی۔

"میں تمہارے من کا بھید دیکھ رہی ہوں...... تمہیں دیوی دیوتاؤں کے قصّے کہانیوں سے زیادہ اپنے جیون کی چنتا پریشان کر رہی ہے...... تم بڑے بھاگوان ہو جو تمہیں میری سہائتا حاصل ہو گئی۔ میں تمہیں وشواس دلاؤں گی کہ میری شکتی اپرم پار (لامحدود) ہے اور میں سندر سپنوں کو بھی سچائی کا روپ دے سکتی ہوں...... تم میرا ہاتھ مضبوطی سے تھام کر آنکھیں بند کر لو پھر شاید تمہیں پاروتی کی قوت کا اندازہ ہو جائے گا۔"

میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا پھر اس کا نرم و نازک ہاتھ تھام لیا جس میں زندگی کی تمام تر حرارتیں موجود تھیں۔ مجھے جھرجھری سی آگئی۔ میری رگوں میں دوڑنے والے خون نے لاوے کی شکل اختیار کر لی جو بے اختیار پھٹ کر ابل پڑنے کو بے چین تھا مگر یہ وقت ان باتوں کا نہیں تھا۔

میں پاروتی کی قوت آزمانا چاہتا تھا چنانچہ میں نے اس کا ہاتھ پوری قوت سے تھام کر آنکھیں بند کر لیں دوسرے ہی لمحے مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں فضا میں اڑ رہا ہوں کچھ دیر تک میں اسی کیفیت سے دوچار رہا پھر میرے قدم دوبارہ زمین پر پڑے اس کے ساتھ ہی میں نے پاروتی کے کہنے پر آنکھیں دوبارہ کھول دیں۔ مجھے اپنی قوت بینائی پر شبہ ہو رہا تھا اس لیے کہ اب میں کسی تپتے ہوئے صحرا کے بجائے ایک قبرستان کے اندر موجود تھا

جہاں بے شمار کچی پکی اور مسمار قبریں نظر آ رہی تھیں اور درختوں کے جھنڈ بھی موجود تھے جن کی ہوا میرے جسم کو تازگی بخش رہی تھی۔

"کیا اب بھی تمہیں پاروتی کی شکتی کا وشواس نہیں آیا۔"

اس کی آواز سن کر میں چونکا، میں نے نظریں گھما کر اس کی طرف دیکھا تو دہشت سے میرا برا حال ہو گیا، پاروتی کے حسن میں اب بھی کوئی فرق نہیں آیا تھا لیکن وہ منظر ناقابل یقین ہونے کے ساتھ ساتھ بڑا کربناک تھا۔ اس کا سر جسم سے علیحدہ تھا جسے پاروتی نے بالوں سے پکڑ کر سیدھے ہاتھ میں تھام کر فضا میں معلق کر رکھا تھا۔ اس کی کٹی ہوئی گردن سے خون کے تازہ تازہ قطرے ٹپک رہے تھے لیکن اس کے چہرے کے حسن اور خوبصورت آنکھوں کے سحر میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ اس کے تراشیدہ ہونٹ اس وقت بھی مسکرا رہے تھے۔ میں اس کی کیفیت اور اس وحشت ناک منظر کو پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھ رہا تھا کہ اس کے ہونٹوں میں دوبارہ جنبش ہوئی۔

"میں اب تمہیں چھوڑ کر جا رہی ہوں پرنتو اتنا دھیان میں رکھنا کہ دھرتی کی کوئی شکتی بھی مجھ سے زیادہ طاقت ور نہیں ہے۔"

پھر وہ نگاہوں کے سامنے سے ہوا کے کسی شریر جھونکے کی طرح غائب ہو گئی۔ ایک ثانیے تک میں گنگ کھڑا رہا پھر میں نے قبروں کے درمیان سے گزرنا شروع کیا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ جگہ زمین کے کس خطے پر واقع تھی۔ زندگی بچانے کی فکر نے میرے قدموں کی رفتار تیز کر دی۔ میں جلد از جلد کسی آبادی تک پہنچنا چاہتا تھا اس لیے کہ بھوک اور پیاس کی شدت نے مجھے پھر پریشان کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس وقت شام کے سائے گہرے ہوتے جا رہے تھے اور تاریکی کی چادر اپنا تسلط قائم کر رہی تھی۔ میں نے اپنی رفتار اور تیز کر دی۔ گھپ اندھیرا پھیل جانے کی وجہ سے مجھے ہر چیز واضح طور پر نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں اب قدم سنبھال سنبھال کر اٹھا رہا تھا کہ اچانک اندھیرے میں مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی دبے قدموں میرا تعاقب کر رہا ہو۔ قبرستان کے ویرانے اور گھپ اندھیرے میں اس بات کا احساس ہی میرے دل کی دھڑکنیں تیز کر دینے کے لیے بہت کافی تھا کہ کوئی میرا تعاقب کر رہا تھا۔ وہ کون ہو سکتا تھا؟ کوئی چور، ڈاکو، لٹیرا یا پھر وہ کوئی بدروح تھی جو مجھے، اپنے کسی انتقامی جذبے کا نشانہ بنانے کو مضطرب تھی۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز سے تیز تر ہونے لگیں۔ میں نے تاریکی کے باوجود اپنی رفتار بڑھانے کی کوشش کی لیکن غالباً" وہ کسی لاوارث قبر کا ٹوٹا ہوا کتبہ ہی تھا جس سے ٹکرا کر میں اوندھے منہ زمین پر گر پڑا میں نے برق رفتاری سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن تاریکی میں ابھرنے والے ایک مکروہ قہقہے کی آواز سن کر اچھل پڑا۔ میں نے بیٹھے ہی بیٹھے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا۔ اندھیرے میں کوئی نامعلوم شخص میرے سامنے کھڑا قہقہہ لگا رہا تھا۔ تاریکی کی وجہ سے مجھے ٹھیک طور پر اس کے خدوخال نظر نہیں آ رہے تھے مگر میں نے یہ ضرور دیکھ لیا تھا کہ وہ دبلا پتلا دراز قد کا مالک تھا۔

"ک...... کون ہو تم۔" میں نے اپنے دل کی دھڑکنوں پر قابو پاتے ہوئے ہمت کرکے پوچھ ہی لیا۔

"میں کون ہوں اس کا اندازہ تمہیں وقت آنے پر ہوگا۔" وہ منمناتے ہوئے انداز میں بولا۔

"مجھ سے کیا چاہتے ہو۔" میں نے ڈرتے ڈرتے سوال کیا۔

"میں چاہوں تو ایک پل میں تمہیں موت کے گھاٹ اتار سکتا ہوں لیکن میں ایسا نہیں کروں گا اس لیے کہ ایک طویل مدت کے بعد مجھے وہ شخصیت مل گئی جس کی مجھے ایک عرصے سے تلاش تھی۔"

"ت...... تمہیں...... کس کی تلاش تھی۔"

"تمہاری......"

"میری......" میں سہم کر بولا۔ "تمہیں میری تلاش کس لیے تھی۔"

"اس لیے کہ تم میرے لیے دنیا کے سب سے کارآمد آدمی ثابت ہو سکتے ہو۔"

"م...... میں...... سمجھا نہیں۔" میں نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"فی الحال صرف اتنا سمجھ لو کہ میں پاروتی کے مقابلے میں زیادہ پراسرار اور خطرناک قوتوں کا مالک ہوں۔" اس کی منمناتی ہوئی خوفناک آواز ابھری۔

"میرا خیال ہے کہ تمہیں دھوکا ہوا ہے۔" میں نے ہمت کرکے کہا۔ "میں وہ شخص نہیں ہوں جس کی تمہیں تلاش ہے۔ ممکن ہے تاریکی کی وجہ سے تم مجھے شناخت کرنے میں غلطی کی ہو......"

"نہیں......" وہ پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ ٹھوس آواز میں بولا۔ "تاریکی اور گھپ اندھیرے میرے لیے کوئی حقیقت نہیں رکھتے میں فاصلوں کی قید سے آزاد ہوں۔ میرا علم میرے لیے کسی طاقت ور روشنی سے بھی زیادہ کارآمد ثابت ہوتا رہا ہے۔ میں زمین کے اندر اور گہرے سمندروں میں غوطہ لگائے بغیر بھی اس کے تحت الثریٰ کا احوال جان سکتا ہوں۔"

"میں تمہاری قوتوں پر شبہ نہیں کر رہا لیکن یہ بات میری سمجھ سے بالاتر ہے کہ میں کس طرح تمہارے لیے کارآمد ثابت ہو سکتا ہوں۔"

"یہ سوچنا تمہارا نہیں میرا کام ہے۔" اس نے تیزی سے کہا۔ "میرے علم نے آج تک کبھی مجھے دھوکا نہیں دیا...... اگر پاروتی نے درمیان میں آکر تمہیں موت سے نجات دلانے کی کوشش نہ کی ہوتی تو میں تمہارے کام آتا...... میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اس نے میرا راستہ کاٹنے کی کوشش کیوں کی ہے۔ وقت آنے پر میں اس کے ساتھ بھی پنجہ لڑانے سے دریغ نہیں کروں گا۔"

"یہ تمہارا اور پاروتی کا ذاتی معاملہ ہے لیکن میں کس جرم کی پاداش میں چکی کی دو پاٹوں کے درمیان پیسا جا رہا ہوں۔" میں نے عاجز آکر کہا۔

"ابھی رات کا اندھیرا طاری ہے۔ پو پھٹنے دے پھر تجھے سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔" اس نے میری پریشانی سے لطف اندوز ہوتے ہوئے کہا پھر یکلخت کہیں دور سے کھٹ...... کھٹ...... کھٹ کی آواز سنائی دی تو تلملا کر بولا......

"یہ...... یہ اس وقت کہاں سے آگیا۔" اس کے لہجے میں اضطراب تھا پھر اس کا ہیولا اندھیرے میں بل کھاتا ہوا گم ہو گیا۔

کھٹ کھٹ کی آوازیں بدستور میری قوت سماعت سے ٹکرا رہی تھیں میں نے آواز کی سمت پلٹ کر دیکھا تو اندھیرے میں ٹمٹماتی ہوئی روشنی کا ایک مختصر سا دائرہ فضا میں معلق میری جانب بڑھ رہا تھا میں جلدی سے کپڑے جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا مجھے اس بات کو سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی کہ منمناتی آواز میں بولنے والا نامعلوم شخص اسی کھٹ کھٹ کی آواز سے جھلا کر تاریکی میں گم ہو گیا تھا۔

میری کیفیت اس وقت کسی خوفناک اور ہولناک فلم کے اس ہیرو سے مختلف نہیں تھی جسے حالات کے پراسرار گورکھ دھندوں میں الجھا کر فلم بینوں کے دلوں کی دھڑکنوں سے کھیلا جاتا ہے فرق صرف اتنا تھا کہ ہیرو اپنے چہرے کے مصنوعی تاثرات سے تماش بینوں کو نقل کو اصل اور جھوٹ کو سچ ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے جبکہ میں واقعی ایسے حالات سے دوچار تھا جنہوں

نے مجھے بری طرح خوفزدہ کر دیا تھا۔

میری نگاہیں اس روشنی پر جم کر رہ گئی تھیں جو میری طرف بڑھ رہی تھی پھر جب فاصلے ختم ہوئے تو میں نے دیکھا کہ وہ ایک سفید ریش بوڑھا شخص تھا جس نے سردی کی شدت سے بچنے کی خاطر اپنے جسم کو ایک پھٹے پرانے کمبل سے لپیٹ رکھا تھا اور وہ روشنی اس دیے کی لو کی تھی جسے بوڑھے نے اپنے ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا مجھے اسے دیکھ کر تقویت ہوئی اس لیے کہ نہ تو وہ کوئی دیو مالائی کردار تھا نہ ہی اندھیرے میں چھپ کر وہ مجھے خوفزدہ کرنے والی کوئی شخصیت تھی' البتہ مجھے اس بات پر تعجب ضرور ہوا تھا کہ وہ ننھا سا چراغ سرد ہوا کے یخ بستہ جھونکوں کے باوجود کس طرح روشن تھا۔ میرے قریب آکر وہ بوڑھا ٹھہر گیا۔ اس کی عمر پچھتر اور اسّی سے تجاوز کرتی نظر آرہی تھی لیکن اس کی آنکھوں میں بلا کی چمک اور عجیب سی کشش موجود تھی۔ چند لمحے تک وہ چراغ ہاتھ میں لیے کھڑا مجھے سپاٹ نظروں سے گھورتا رہا پھر نرم آواز میں بولا۔

"اتنی رات گئے بستی سے دور اس ویران قبرستان میں کیا کر رہا ہے۔"

"مم...... میں شاید راستہ بھٹک کر ادھر آنکلا ہوں۔" میں نے پرامید آواز میں کہا۔ "کیا آپ میری مدد کرسکتے ہیں۔"

"بندہ بن...... بندہ" بوڑھے نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "بندہ ہو کر بندے سے مدد مانگ رہا ہے۔ مدد مانگنی ہے تو اس سے طلب کر جس نے مجھے' تجھے اور اس کائنات کو تخلیق کیا ہے...... کائنات' جس میں ہزاروں پراسرار زمرو اشارے موجود ہیں...... ہاں دیکھنے والی آنکھیں ہونا شرط ہیں۔"

"میں آپ کا مقصد سمجھ رہا ہوں لیکن اس کے باوجود مجھے آپ کی رہنمائی کی ضرورت درپیش ہے۔"

"تو نے بھٹکنے کی کوشش ہی کیوں کی تھی۔ جو اب رہنمائی کے لیے ہاتھ پھیلا رہا ہے۔" اس بار بوڑھے نے نفرت سے کہا۔

"آپ کا ارشاد بجا ہے قبلہ لیکن بھول چوک بھی تو انسانوں ہی سے ہوتی ہے۔"

"آیت الکرسی کا ورد کیا کر......" بوڑھے نے ایک بار پھر الجھے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ "جس مکان کی چہار دیواری منہدم ہو جائے وہاں چوری اور ڈکیتی کا خدشہ بڑھ جاتا ہے۔"

"محترم...... اس وقت مجھے آپ کے وعظ کی نہیں بلکہ مدد کی ضرورت ہے۔" میں نے قدرے ناخوشگوار انداز اختیار کیا۔

"روشنی دیکھ کر بدک رہا ہے بدبخت" بوڑھے کا لہجہ اور خشک اور حقارت آمیز ہوگیا۔ "اندھیرے میں قلانچیں بھرتے ہوئے تجھے ڈر نہیں لگ رہا تھا...... اپنی اوقات بھول گیا تھا اور اب وعظ سے کترا رہا ہے۔"

"گستاخی معاف قبلہ محترم لیکن اس عمر میں آپ کو اس قسم کی باتیں زیب نہیں دیتیں۔" میں نے بوڑھے کو گھورتے ہوئے جواب دیا۔ "آپ اگر میری رہنمائی نہیں کرسکتے تو اپنی راہ لیں' میں اپنا راستہ خود ہی تلاش کرلوں گا۔"

"گھر واپس جانا چاہتا ہے ......جا' واپس پلٹ جا۔" بوڑھے نے جلال کی کیفیت میں کہا پھر اس نے اپنے سیدھے ہاتھ میں جو ٹیڑھی میڑھی لکڑی پکڑ رکھی تھی گھما کر اچانک اتنے زور سے میرے سیدھے پاؤں کی ہڈی پر ماری کہ میں درد سے بلبلا اٹھا۔

پھر اچانک میری آنکھ کھل گئی' میں نے سائڈ لیمپ روشن کرکے سہمی سہمی نظروں سے ماحول کا جائزہ لیا۔ میں اس وقت اپنے کمرے میں ہی اپنے بستر پر موجود تھا البتہ سردی کے باوجود میرا سارا جسم پسینے سے شرابور ہو رہا تھا میں نے اٹھ کر تھرماس سے پانی نکال کر پیا پھر اس خیال سے کہ ہندو دیو مالائی کہانیاں پڑھنے کے سبب شاید میں نے سوتے میں کوئی بھیانک خواب دیکھا تھا مجھے ہنسی آگئی۔ میں نے ان خیالات کو ذہن سے جھٹکا اور دوبارہ سونے کے ارادے سے لحاف میں دبک گیا۔ میرے ذہن سے خواب کی تمام باتیں مٹ چکی تھیں لیکن میں اپنی داہنی ٹانگ میں اس جگہ ہلکا ہلکا درد ضرور محسوس کر رہا تھا جہاں خواب میں نظر آنے والے بوڑھے نے لکڑی ماری تھی...... شاید وہ بھی اس بھیانک خواب کا نفسیاتی ردعمل تھا جسے میں نے کچھ دیر پہلے دیکھا تھا۔

❑

مقابلے کے امتحان کا نتیجہ نکلا تو میرے علاوہ میرے گھر والوں کی بھی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ میں نے پورے صوبے کے طلبا اور طالبات میں تیسری پوزیشن حاصل کی تھی۔ والد صاحب ڈی آئی جی کے عہدے پر پہنچ کر ریٹائر ہوئے تھے اس لیے ان کی دیرینہ آرزو تھی کہ میں بھی پولیس سروس میں نام روشن کروں جبکہ میری والدہ نہ جانے کیوں اس ملازمت کے خلاف تھیں۔ بہرحال پولیس سروس میں ایک الگ رعب' دبدبہ' شان و شوکت' تجسس اور پھر سب سے بڑا صاحب اختیار ہونے کا نشہ ہوتا ہے چنانچہ میں بھی ایسے نشے سے سرشار تھا اور نتیجہ دیکھنے کے بعد ہی میں نے طے کرلیا تھا کہ قانون کے تقاضوں کو پورا کرنے میں کبھی بخل سے کام نہیں لوں گا خواہ اس کے لیے مجھے بڑی سے بڑی قربانی ہی کیوں نہ دینی پڑے۔ لیکن یہ وقتی جذبہ تھا جو غالباً میرے علاوہ دوسرے تمام کامیاب ہونے والے طلباء کے دل میں بھی ضرور ابھرتا ہوگا لیکن مستقبل کا حال خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اگر انسان کو آنے والے کل کا حال قبل از وقت ہو جائے تو شاید دنیا کے تمام جھگڑے و فساد یکسر ختم ہو جائیں اور یہ دنیا جنت کا گہوارہ بن جائے۔

بہرحال بزرگوں کی دعاؤں اور اپنی لگن سے میں نے زبانی تحان میں بھی جس میں اکثر طلباً یا تو کوئی تگڑی سفارش نہ ہونے ے سبب ناکام ہو جاتے ہیں یا پھر صوبائیت کا گھناؤنا جراثیم ان ے مستقبل کو دیمک کی طرح چاٹ جاتا ہے لیکن مجھے خدا کی ت سے پوری امید تھی اور اسی کی کرم نوازی تھی جو اس نے یک بار پھر مجھے سرخرو کیا تھا اس روز خاص طور پر میرے والد ت مسرور تھے۔ دن بھر محلے کے لوگوں اور غریب غرباء میں مٹھائی تسیم ہوتی رہی پھر شام کو جب گھر کے سارے فرد جمع ہو کر بیٹھے تو رے والد صاحب نے کہا۔

"شہباز بیٹے' خدا کا شکر ہے کہ تم بغیر کسی سہارے کے آج پنے پیروں پر کھڑے ہونے کے قابل ہو گئے ہو لیکن میری دو اتیں ہمیشہ یاد رکھنا ایک تو یہ کہ پولیس کی ملازمت صرف پھولوں ی سیج نہیں ہوتی' اس میں خار دار راستوں سے بھی ہو کر گزرنا تا ہے جس کے لیے بڑے حوصلے اور ہمت کی ضرورت ہوتی ہے' رض کی ادائگی کرتے وقت ایک سچے پولیس آفیسر کو اپنے اور ائے کی شناخت کیے بغیر قانونی تقاضوں کو پورا کرنا پڑتا ہے۔ جرم ر قانون کا رشتہ بہت نازک ہوتا ہے ایک ذرا سی غفلت انسان کامیابیوں سے قریب تر لا کر اکثر بہت دور لے جاتی ہے۔ اس ے جب بھی کوئی فیصلہ کرنا بہت سوچ سمجھ کر کرنا اور ان فیصلوں ں بھی کوئی لچک نہ آنے دینا۔ ہمیشہ ثابت قدم رہنا' آہنی ادے ہمیشہ کامیابی اور کامرانی کی دلیل ثابت ہوتے ہیں اور سری بات یہ کبھی نہ بھولنا کہ تم ایک ریٹائرڈ ڈی آئی جی کی اولاد جس نے اپنی زندگی میں کبھی اپنے سر کو سوائے خدا کے اور کسی ے سامنے جھکانا نہیں سیکھا۔"

"ایک بات اور اس کی کھوپڑی میں بٹھا دو۔" میری والدہ ے جنہیں میری پولیس کی نوکری کی ملازمت ایک آنکھ نہیں بھا ی تھی قدرے تنک کر کہا۔ "یہ کہ تم ایک خالص پٹھان کی لاد ہو جس کی رگوں میں پٹھانی خون دوڑ رہا ہے اور پٹھان وہ ہوتا ہے جو ہمیشہ سینے پر گولی کھاتا ہے' پیٹھ دکھانا مردوں کا شیوہ نہیں وتا۔ چاہے توپ کے دہانے میں بھی چھلانگ لگانی پڑے اور بردستی خود اپنی موت کو خدانخواستہ دعوت کیوں نہ دینی ے۔"

"مردانگی اور شجاعت کے کاموں میں خطرات سے تو بہرحال یلنا پڑتا ہے۔" والد صاحب نے مسکرا کر جواب دیا۔

"لیکن خدا نے عقل بھی دی ہے۔ یہ بھی کہا ہے کہ مصلحت روقت کی نزاکت کو بھی پیش نظر رکھو' عقل کو استعمال کرنا سیکھو ر خوامخواہ ہر معاملے میں ٹانگ نہ پھنساتے رہا کرو۔" میری لدہ نے کہا۔

"تم آخر شہباز کو عملی زندگی میں قدم رکھنے سے کیوں روکنا ہتی ہو۔"

"ضروری تو نہیں ہے کہ ڈاکٹر کا بیٹا ہمیشہ ڈاکٹر یا حکیم کی سند کی خاطر لاٹھی لیے اس کے پیچھے دوڑتا رہے۔" والدہ نے الجھتے ہوئے جواب دیا۔ "دنیا میں اور بھی ہزاروں راستے ہیں جن پر چل کر انسان نام اور روزی دونوں کما سکتا ہے۔ جان بوجھ کر خطرات سے کھیلنا بھلا کہاں کی دور اندیشی ہے پھر تم نے یہ بھی نہ سوچا کہ میرا ایک ہی بیٹا ہے۔"

"آپ فکر نہ کریں امّی جان۔" میں نے ماں کا دل رکھنے کی خاطر کہا۔ "میں پولیس کی ملازمت کے دوران ہمیشہ آپ کی نصیحت کو فوقیت دوں گا اور اس بات کا وعدہ بھی کرتا ہوں کہ بغیر سوچے سمجھے کوئی قدم کبھی نہ اٹھاؤں گا۔"

بہرحال جب تک میری تعیناتی کے حکم نہیں آگئے تب تک یہ چشمک ابّو اور امّی کے درمیان برابر جاری رہی۔ میں یہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ زبانی امتحان میں کامیابی کے بعد مجھے پولیس ٹریننگ کا کورس بھی مکمل کرنا پڑا تھا اور خدا کے فضل و کرم سے میں نے اس میں بھی نمایاں کامیابی حاصل کی تھی۔

میں نے جب والد صاحب سے اپنے پوسٹنگ آرڈر کا ذکر کیا تو وہ بہت خوش ہوئے لیکن جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ میں تحصیل روپ نگر میں تعینات کیا گیا ہوں تو وہ ایک لمحے کو کسی سوچ میں گم ہوگئے۔

"خیریت تو ہے ابّو...... " میں نے پوچھا۔ "کیا آپ کو اس بات کی خوشی نہیں ہوئی کہ آج میری عملی زندگی کا پہلا دن ہے۔"

"میں بہت خوش ہوں شہباز بیٹے۔" والد صاحب نے فوراً ہی اپنے چہرے کے تاثرات پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "روپ نگر یوں تو ایک چھوٹی سی تحصیل ہے جو پچیس تیس مربع میل کے رقبے پر پھیلی ہوئی ہے یہ بھی ایک فائدے کی بات ہے کہ اس تحصیل میں اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ہی اپنے محکمے کا سربراہ ہوتا ہے ہر طرف اس کی بادشاہت ہوتی ہے لیکن ......" میرے والد صاحب کچھ کہتے کہتے چپ ہوگئے تو میں نے پرتجسس لہجے میں پوچھا۔

"کیا بات ہے ابّو...... آپ خاموش کیوں ہوگئے۔"

"کوئی خاص بات نہیں لیکن میں چاہتا تھا کہ تمہاری پہلی پوسٹنگ شہر کے اندر ہی ہوتی تو زیادہ مناسب تھا۔" والد صاحب نے بڑی خوبصورتی سے بات ٹالنے کی کوشش کی تھی لیکن میری رگوں میں ان ہی کا خون دوڑ رہا تھا اس لیے میں نے اس بات کا اندازہ لگا لیا تھا کہ کوئی نہ کوئی بات ایسی ضرور ہے جو والد صاحب مجھ سے چھپانا چاہتے تھے۔

"کیا آپ ملازمت کے دوران کبھی روپ نگر میں ڈیوٹی سر انجام دے چکے ہیں۔" میں نے والد صاحب کو کریدنے کی خاطر بھولپن سے دریافت کیا۔

"نہیں...... اس کا اتفاق نہیں ہوا لیکن اس تحصیل کا نام

روپ نگر اس لیے رکھا گیا ہے کہ وہاں قدرتی مناظر قدم قدم پر بکھرے پڑے ہیں، آبادی کے ساتھ ساتھ پہاڑ اور جنگلات کا سلسلہ بھی ہے، ان جنگلات میں خاص طور پر ہرن کا شکار کرنے کی خاطر شکاری حضرات دور دراز کے علاقوں سے آتے رہتے ہیں۔ ایک بڑی جھیل بھی ہے جو آبادی کے ساتھ ہی واقع ہے۔ ڈاک بنگلہ بھی ہے جہاں افسران جا کر ٹھہرتے ہیں اس تحصیل میں مسلمانوں کے مقابلے میں چونکہ ہندوؤں کی تعداد زیادہ ہے اس لیے تمہیں ہر معاملے میں بڑی دور اندیشی سے کام لینا ہوگا۔" والد صاحب نے آخری جملہ نہایت سنجیدگی سے کہا پھر یکلخت مسکرا کر بولے۔ "تحصیل سے ملحق پہاڑی سلسلوں کے بارے میں وہاں کے مقامی لوگوں نے عجیب و غریب پراسرار قصے اور کہانیاں گھڑ رکھی ہیں۔"

"مثلاً....."

"مثلاً یہ کہ ان پہاڑیوں کے اندر کہیں انگریزوں کے دور کا سونے اور چاندی کا بہت بڑا ذخیرہ دفن ہے جو کسی ارب پتی ہندو کی ملکیت ہے لیکن جب انگریزوں نے اس ریاست پر بھی اپنا تسلط جمایا تو اس ہندو ارب پتی نے اس خوف سے کہ کہیں گوری چمڑی والے اس کے مال و زر کو بھی سرکاری تحویل میں نہ لے لیں اس پہاڑی سلسلے میں کہیں چھپا دیا..... میرے خیال میں یہ سب من گھڑت کہانیاں ہیں۔ لیکن آج بھی بے شمار لوگ اس خزانے کو حاصل کرنے کی خاطر سرگرداں اور پریشان سنگلاخ پتھروں پر مارے مارے پھرتے ہیں۔"

"پھر تو روپ نگر کی پوسٹنگ میرے لیے کافی ایڈونچرس ثابت ہوگی۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔"

"ایک بات پوچھوں اگر آپ برا نہ مانیں۔" میں نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"پوچھو....."

"ہو سکتا ہے کہ میرا اندازہ غلط ہو لیکن میرا خیال ہے کہ آپ روپ نگر میں میری تعیناتی کے حکم سے خوش نہیں ہیں۔"

"ایک حد تک تمہارا خیال درست بھی ہے۔" والد صاحب نے تھوڑے توقف کے بعد کہا۔

"کوئی خاص وجہ۔"

"مجھے براہ راست ان واقعات سے واسطہ نہیں پڑا لیکن میں نے سن رکھا ہے کہ روپ نگر کے باسی نہ صرف یہ کہ جادو ٹونے پر یقین رکھتے ہیں بلکہ ان لوگوں سے بھی بہت زیادہ خوفزدہ نظر آتے ہیں جنہوں نے خود کو گندے عملیات کا ماہر بنا کر روزی کمانے کا ایک پراسرار طریقہ اختیار کر رکھا ہے۔"

"کیا اس میں کوئی اصلیت بھی ہے۔" میں نے تجسس بھرے انداز میں کہا۔ "ظاہر ہے کہ ریاست میں کوئی نہ کوئی ایسے پراسرار واقعات ضرور رونما ہوئے ہوں گے جس کی وجہ سے لوگوں میں خوف و ہراس پیدا ہوا ہوگا۔"

"تم نے اس سلسلے میں کبھی زیادہ دلچسپی نہیں لی لیکن اس کے باوجود تمہیں میرا مشورہ ہے کہ ریاست میں رہ کر تمہیں پھونک پھونک کر قدم اٹھانا ہوگا۔ ویسے میں کوشش کروں گا کہ تمہارا تبادلہ کسی مناسب جگہ ہو جائے اور ہاں..... ان جادو ٹونے اور پراسرار واقعات والی بات کا ذکر اپنی ماں کے سامنے زبان پر نہ لانا ورنہ وہ تمہیں کسی قیمت پر روپ نگر جانے کی اجازت نہیں دیں گی۔"

"مجھے معلوم ہے کہ وہ ماں ہونے کے ناتے میرا ضرورت سے کچھ زیادہ ہی خیال رکھتی ہیں۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ "آپ مطمئن رہیں، اس وقت جو باتیں ہمارے درمیان ہوئی ہیں اس کا علم کسی اور کو نہیں ہوگا۔"

"ڈیوٹی جوائن کرنے کے لیے تمہیں کتنی مہلت دی گئی ہے۔" والد صاحب نے دریافت کیا۔

"ایک ہفتہ، لیکن میرا خیال ہے کہ میں ایک دو روز پہلے وہاں پہنچ جاؤں تاکہ اچھی طرح سے تمام صورتحال کا جائزہ لے سکوں۔"

"نہایت مناسب خیال ہے..... میں بھی تمہیں یہی مشورہ دینے والا تھا۔" والد صاحب نے میری رائے سے اتفاق کرتے ہوئے کہا پھر کچھ یاد کرتے ہوئے بولے۔ "روپ نگر میں ایک شخص تمہارے لیے بہت مفید ثابت ہو سکتا ہے..... دھرم داس۔ کسی زمانے میں میرے ماتحت ایس پی کی حیثیت سے کام کر چکا ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ کچھ عرصے کے لیے اس ریاست میں بھی اپنے فرائض منصبی انجام دے چکا ہے۔ اگر میری یادداشت مجھے دھوکا نہیں دے رہی تو شاید اس نے ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد روپ نگر ہی میں اپنا ڈیرہ جما رکھا ہے اور وہاں کے بااثر زمینداروں میں شمار کیا جاتا ہے اسے یقیناً یہ جان کر خوشی ہوگی کہ تم نادر خان کے بیٹے ہو۔"

چار روز تک میں اپنی روانگی اور پرانے ساتھیوں سے ملنے ملانے میں مصروف رہا۔ پھر جب چلتے وقت میں نے اپنی ماں کی خواہش پر پہلی بار وردی پہنی اور اس پر اپنے رینک بیج لگا کر ماں کو زوردار سلیوٹ کیا تو ان کی آنکھیں خوشی کے احساس اور ممتا کے جذبوں سے چھلک اٹھی تھیں۔ انہوں نے مجھے ہزاروں بلائیں لینے اور دعائیں دینے کے بعد رخصت کیا تھا پھر ان ہی کے بے حد اصرار پر مجھے آخری وقت پر اپنے پرانے ملازم احمد علی کو بھی ساتھ لینا پڑا تھا۔

✥

والد صاحب کی اطلاع کے عین مطابق روپ نگر کی تحصیل میرے لیے ایک پرفضا اور دلچسپ مقام ثابت ہوئی۔ میں چونکہ والد صاحب کے ساتھ اکثر شکار پر بھی جایا کرتا تھا۔ اس لیے مجھے بڑی خوشی تھی کہ اب میں روپ نگر سے ملحق جنگلات میں تنہا بھی شکار کے شوق سے لطف اندوز ہو سکوں گا جہاں والد صاحب کی اطلاع کے مطابق ہرن کثرت سے پائے جاتے تھے۔ روپ نگر چونکہ زیادہ بڑی جگہ نہیں تھی اس لیے میں نے تین روز کے اندر اندر گھوم پھر کر اس کا بخوبی جائزہ لے لیا۔ ان دنوں میرا قیام ایک اوسط درجے کے ہوٹل میں تھا۔ اسی دوران میں نے والد صاحب کے دوست دھرم داس جی سے بھی ملاقات کی جو زمینداری کے کاموں میں مصروف تھے اور ان کا شمار بلاشبہ بڑے زمینداروں کی فہرست میں شامل کیا جا سکتا تھا۔ دھرم داس جی کا اصرار تھا کہ میں ان کے ساتھ قیام کروں بلکہ انہوں نے اس بات کا شکوہ بھی کیا تھا کہ میں نے ان کے ہوتے ہوئے ہوٹل میں قیام کے بارے میں کیوں سوچا۔

بہرحال چوتھے روز میں نے اپنے عہدے کا چارج سنبھال لیا اور اس رہائش گاہ میں منتقل ہو گیا جو میرے لیے مخصوص تھی۔ اس عمارت میں جو ایک بڑے بنگلے کی شکل میں تھی کل پانچ کمرے تھے جن میں سے تین کمرے میری رہائش کے لیے تھے جبکہ ایک کمرہ بطور آفس استعمال ہوتا تھا اور پانچویں کمرے میں جو خاصا وسیع و عریض تھا وہاں میرے عملے کے افراد بیٹھتے تھے۔ پولیس چوکی میری رہائش گاہ سے تقریباً چار فرلانگ کے فاصلے پر تھی۔

میرا عملہ کل آٹھ افراد پر مشتمل تھا جن میں ہندو اور مسلمان دونوں شامل تھے۔ انسپکٹر کا نام بدر اقبال تھا جو ابھی حال ہی میں تعینات ہوا تھا اس کے علاوہ ایک اے ایس آئی رام دیال تھا جو تقریباً دو سال سے وہاں ڈیوٹی سرانجام دے رہا تھا، چھ عدد پولیس والے تھے جس میں موہن لال بطور اردلی میرے کاموں پر مامور تھا بقیہ پولیس والوں میں سے تین ہندو اور دو مسلمان تھے۔

میرے لیے ملازمت کا وہ پہلا تجربہ تھا۔ میں مردم شناس ہونے کا دعویٰ بھی نہیں کرتا لیکن ہر شخص کے اندر ایک چھٹی حس ضرور ہوتی ہے جو اسے اچھے اور برے کی نشاندہی کرتی رہتی ہے چنانچہ میں نے بہت جلد اس بات کا اندازہ لگا لیا کہ رام دیال کو وہاں میری تعیناتی شاق گزری تھی بظاہر وہ ایک اچھے اور فرمانبردار ماتحت کی طرح میرے حکم کی تعمیل کرتا تھا لیکن اس کے باوجود نہ جانے کیوں یہ احساس میرے دل میں پختہ ہوتا چلا گیا کہ وہ کچھ پراسرار شخصیت کا مالک ہے لیکن میں نے اس سلسلے میں زیادہ کھوج لگانے کی ضرورت یوں محسوس نہیں کی کہ ہر شخص کو کسی چیز کو پسند یا ناپسند کرنے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ چھ سپاہیوں میں چار ہندو اور دو مسلمان تھے اور مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ وہ اپنا فرض نبھانے میں کبھی کوتاہی سے کام نہیں لیتے تھے۔

دو مہینے کے اندر اندر میں نے پوری تحصیل کو نہ صرف یہ کہ اچھی طرح سمجھ لیا تھا بلکہ تحصیل دار، اس کے عملے اور دیگر مقامی افسران سے بھی اچھی خاصی صاحب سلامت پیدا کر لی تھی اور اس سلسلے میں والد صاحب کے پرانے دوست دھرم داس نے خاص طور پر میرا بہت ساتھ دیا تھا روپ نگر تحصیل میں جو واحد اسسٹنٹ سٹی مجسٹریٹ، راکیش ورما تعینات تھے وہ بھی میرے والد کو اچھی طرح جانتے تھے اس لیے وہ بھی جلد مجھ پر مہربان ہو گئے۔ راکیش ورما ویسے تو ذات پات کے اعتبار سے ہندو تھے لیکن بے حد ملنسار اور نیک آدمی تھے۔ کشادہ ذہن کے مالک ہونے کی وجہ سے انہوں نے کبھی خود کو نہ تو کسی کیس میں پارٹی بنایا نہ ہی صوبائیت اور فرقہ پرستی کا مظاہرہ کیا۔ مجھے موہن لال نامی جو اردلی ملا تھا وہ روپ نگر کے باسیوں کے علاوہ وہاں کے چپے چپے سے واقف تھا اور ہر معاملے میں اپنی حد کے اندر رہتے ہوئے میری رہنمائی کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا، میرے لیے کھانا پکانا اور گھریلو کام کاج میرے دیرینہ ملازم احمد علی نے سنبھال رکھا تھا غرضیکہ مجھے روپ نگر میں کسی قسم کی کوئی دشواری نہیں تھی۔ پندرہ روز میں ایک بار میں موہن لال کو ساتھ لے کر جنگلات کی طرف نکل جاتا اور ایک آدھ خرگوش مار لیتا۔

ایک روز میں شام کی وقت شکار سے واپس لوٹ رہا تھا کہ ایک نوجوان عورت نے جس کی عمر پچیس سال اور چہرے کے نقوش تیکھے اور جاذب نظر تھے میرا راستہ روک لیا، کمر پر ہاتھ جما کر اس نے ایک لمحے کو مجھے گھورا پھر بڑی روکھائی سے قدرے درشت لہجے میں بولی۔

"مجھے تم سے ایک شخص کی شکایت کرنی ہے جو کئی بار میرا راستہ روک کر مجھے تنگ کر چکا ہے 'ایک نمبر کا...... آدمی ہے۔"

"اے مورکھ...... ہٹ راستے سے۔" میرے اردلی نے اسے ڈانٹ کر کہا۔ "اگر تجھے کسی کے خلاف پرچی کٹوانی ہے تو دفتر آکر بات کرنا۔"

"میں جانتی ہوں...... تو بھی اس کے ساتھ ملا ہوا ہے اس لیے کہ وہ سیٹھ ساہوکار ہے...... کاپلا' دوسروں کی طرح تیری مٹھی بھی گرم کرتا ہوگا۔ جبھی تو بھی مجھ پر غرا رہا ہے۔"

"ہٹتی ہے راستے سے یا لگاؤں ایک الٹے ہاتھ کا۔" موہن لال غصے سے بولا۔ "بڑی آئی کہیں کی ستی ساوتری بن کر۔"

قریب تھا کہ اس عورت اور میرے اردلی کے درمیان تو تو میں میں طول پکڑ جاتی لیکن میں نے ہاتھ اٹھا کر دونوں کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا پھر عورت کو گھورتے ہوئے بولا۔

"تمہیں کس کی شکایت کرنی ہے۔"

"پٹواری کے...... منشی پریم چندر کی۔" وہ ایک بار پھر گندی زبان میں بولی۔ "آئے دن مجھے اکیلا پا کر اس...... کو مستی سوجھنے لگتی ہے' کسی دن میرا دماغ پلٹ گیا تو اس کے کھوپڑی کی سارے کیڑے جھاڑ کر رکھ دوں گی۔"

"ٹھیک ہے......" میں نے معاملہ وقتی طور پر رفع دفع کرنے کی خاطر کہا۔ "میں کل ہی کسی وقت پریم چندر کو بلا کر سختی سے سمجھا دوں گا۔ وہ آئندہ تمہیں تنگ نہیں کرے گا۔"

"سبق تو اسے میں بھی ٹھیک ٹھاک پڑھا سکتی ہوں لیکن تم نئے آئے ہو اس لیے میں نے سوچا کہ تمہیں بھی آزمالوں۔"

"تمہیں میری بات کا اعتبار نہیں ہے۔" میں نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"عورت جوان ہو اور غریب ہو تو اسے کسی کا وشواس نہیں کرنا چاہیے۔" وہ بغیر میری شخصیت یا عہدے سے مرعوب ہوتے ہوئے بڑی نفرت اور حقارت سے بولی۔ "تم سے پہلے جو بڑا افسر یہاں آیا تھا وہ...... بھی مجھے دیکھ کر اپنی مونچھوں کو بل دینے لگتا تھا۔"

"کیا تم بغیر گالی بکے کوئی بات نہیں کر سکتیں۔" میں نے اس بار قدرے سختی سے کہا۔

"تم نے ابھی یہاں صرف انسانوں کو دیکھا ہے ان...... کتوں کو نہیں دیکھا جو کسی اکیلی عورت کو دیکھ کر زبان لپلپانے لگتے ہیں۔" اس نے پھر ایک گندی گالی بکتے ہوئے جواب دیا۔

"شٹ اپ......" میرا لہجہ یکلخت درشت اور افسرانہ ہو گیا۔ "اب کی بار اگر تم نے فضول بکواس کی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔"

جواب میں اس نے مجھے گھور کر دیکھا' وہ میرے لب و لہجے سے مرعوب نہیں ہوئی تھی لیکن اس نے جواب میں کچھ نہیں کہا مجھے سر سے پاؤں تک عجیب نظروں سے گھورتے
کولیے منکاتی جھیل کی سمت قدم اٹھانے لگی۔ میں نے کچھ دیر تک خاموشی سے اپنا سفر جاری رکھا پھر موہن لال کو مخاطب کر کے پوچھا۔

"کون تھی یہ عورت......"

"جمنا......" موہن لال نے دبی زبان میں کہا۔ "بڑی گندی اور خرانٹ عورت ہے۔ تحصیل کے بھلے مانس تو دور سے دیکھ کر ہی اپنا راستہ بدل دیتے ہیں۔"

"کرتی کیا ہے......؟"

"جھیل کے کنارے اپنی ایک اندھی اور بوڑھی ماں کے ساتھ رہتی ہے۔" موہن لال نے معنی خیز انداز میں کہا۔ "کام دھندا بھی نہیں کرتی لیکن اچھے سے اچھا کھاتی اور پہنتی ہے۔ بڑی کم ذات عورت ہے سرکار' جب چاہتی ہے بھرے بازار کسی کی بھی پگڑی اچھال دیتی ہے...... آپ میرا مطلب سمجھ رہے ہیں نا۔"

"ہوں......" میں نے مختصراً جواب دیا اور بولا۔ "پٹواری کے منشی پریم چندر سے اس کا کیا جھگڑا ہے؟"

"جس زمین پر جمنا نے جھونپڑی بنا رکھی ہے وہ سرکاری زمین ہے سرکار' وہ چاہتی ہے کہ کاغذوں میں الٹ پھیر کر کے زمین کا ٹکڑا اس کے نام کر دیا جائے اسی کارن اس نے پریم چندر کو اپنے جال میں پھانسنے کی کوشش کی لیکن وہ شادی شدہ آدمی ہے اور ایماندار بھی...... جب سے اس نے ٹکا سا جواب دیا ہے وہ پنجے جھاڑ کر اس کے پیچھے پڑ گئی ہے۔"

"تمہارا اپنا کیا خیال ہے جمنا کے سلسلے میں؟"

"میں سمجھا نہیں سرکار۔" موہن لال نے کہا۔

"کسی مرض کے جراثیم جب زیادہ پھیلنے لگیں اور دوسروں کے لیے مہلک ثابت ہونے لگیں تو اس کا کوئی نہ کوئی علاج کرنا چاہیے۔"

"اب میں سمجھ گیا سرکار...... لیکن میں آپ کے آگے ڈھول ہوں اس لیے ہاتھ باندھ کر بنتی کرتا ہوں کہ آپ اس کم ذات کو اسی کے حال پر چھوڑ دیں۔"

"اس طرح تو وہ اور زیادہ خود سری پر اتر آئے گی۔"

"آپ مالک ہیں...... مجھ سے زیادہ بڑے اور زیادہ جانکاری رکھتے ہیں لیکن......"

"لیکن کیا......" میں نے وضاحت چاہی اس لیے کہ موہن لال کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گیا تھا۔

"مجھ سے اگر کوئی بھول ہو جائے تو شما کر دیجیے گا سرکار میں نے اپنے بڑوں کو بھی یہی کہتے سنا ہے کہ گند میں پتھر مارنا ٹھیک نہیں ہوتا...... منش کے اپنے اجلے اور پوتر کپڑے بھی گندے ہو جاتے ہیں۔"

"اوکے...... میں سوچوں گا اس سلسلے میں۔" میں نے جمنا کے ذکر کو ختم کرتے ہوئے کہا۔

گھر آکر میں نے غسل کر کے لباس تبدیل کیا پھر اس وارنڈے میں آکر بیٹھ گیا جس کے سامنے ایک مختصر مگر ہرا بھرا لان موجود تھا احمد علی نے میری پسند کے مطابق کافی تیار کر کے برتن میرے سامنے بید کی میز پر سجا دیئے۔ میں بہت تھکا ہوا تھا اس لیے غسل کرنے کے بعد جب میں نے کافی کا پہلا گھونٹ لیا تو بڑی فرحت محسوس ہوئی۔ کافی ختم کرنے کے بعد میں اٹھ کر اپنے کمرے میں جانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ موہن لال نے آکر اطلاع دی کہ انسپکٹر بدر اقبال کسی کام سے آئے ہیں' میں نے انسپکٹر کو وہیں وارنڈے میں بلا لیا اور احمد علی کو کافی بنانے کا اشارہ کیا۔

بدر اقبال ایک کم سخن مگر بے حد ذہین افسر تھا اور قانون کی پیچیدگیوں کے علاوہ اپنے فرائض سے بھی بخوبی واقف تھا' مجھے سیلوٹ کرنے کے بعد وہ دوسری کرسی پر بیٹھ گیا۔ کافی پینے کے دوران ہمارے درمیان رسمی بات چیت کا سلسلہ جاری رہا پھر بدر اقبال نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔

"میں اس وقت آپ تک ایک پیغام پہنچانے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔" اس نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "اے سی ایم راکیش ورما صاحب نے آپ کو رات کے کھانے کی دعوت دی ہے۔"

"کوئی خاص بات......"

"ان کی باتوں سے میں نے یہی اندازہ لگایا ہے کہ وہ آپ پر خاصے مہربان ہیں شاید اس لیے کہ وہ آپ کے والد کے پرانے واقف کاروں میں سے ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ وہ آپ کو ایک اہم ذمہ داری سونپنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔"

"اہم ذمہ داری سے آپ کی کیا مراد ہے۔"

"ممکن ہے میرا اندازہ غلط ہی ثابت ہو مگر ہو سکتا ہے کہ وہ پٹواری اوم پرکاش کی کیس فائل تفتیش کی غرض سے آپ کے سپرد کرنا چاہتے ہوں۔"

"پٹواری اوم پرکاش۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "مدپ نگر کے پٹواری کا نام تو منوہر ہے پھر یہ اوم پرکاش......"

"منوہر کو یہ ذمہ داری اوم پرکاش کی پراسرار موت کے بعد سونپی گئی ہے۔"

"پراسرار موت سے آپ کی کیا مراد ہے۔" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"آپ کے یہاں آنے سے کوئی دو ماہ پیشتر کی بات ہے کہ اوم پرکاش ایک صبح اپنے بستر پر مردہ پایا گیا تھا۔ عام خیال یہی تھا کہ وہ حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے مرا ہے لیکن پوسٹ مارٹم کی رپورٹ نے ایک عجیب و غریب کہانی بیان کی ہے۔"

"وہ کیا......؟"

"رپورٹ کے مطابق اوم پرکاش جسم میں خون کی کمی کے سبب ہلاک ہوا تھا۔"

"آئی سی...... مگر اس میں پراسرار بات کیا ہے؟"

"اوم پرکاش کی لاش جس بستر پر پڑی ملی تھی وہیں تقریباً سولہ فٹ لمبا ایک کچا دھاگا بھی ملا تھا جو خون سے تر تھا اور میڈیکل رپورٹ کے مطابق اوم پرکاش کے جسم میں ایک قطرہ خون بھی باقی نہیں بچا تھا۔"

"کیا مطلب......" میں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔ "کیا وہ کچا دھاگا اس کے جسم کا تمام خون چوس گیا تھا؟"

"جی ہاں......" بدر اقبال نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے جواب دیا۔ "بذات خود میں بھی کالے علم پر یقین نہیں رکھتا لیکن اوم پرکاش کی موت سے مقامی لوگوں میں یہ تاثر لیا گیا ہے کہ وہ سفلی کے گندے علم کا شکار ہوا ہے...... مقامی پنڈت اور پجاریوں کا بھی یہی خیال ہے کہ سفلی کے علم کے کسی ماہر نے اس کچے دھاگے پر کوئی ہلاکت خیز منتر پڑھ کر دم کیا ہوگا پھر اسے کسی طرح اوم پرکاش کے جسم پر ڈال دیا تھا اور وہ دھاگا رات بھر میں اوم پرکاش کے جسم کا سارا خون پی گیا۔"

"پولیس کی تفتیش کیا کہتی ہے۔"

"اوم پرکاش صبح سویرے اٹھ کر نہانے اور پوجا پاٹ کرنے کا عادی تھا۔" بدر اقبال نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "وقوعہ والے روز جب وہ دن چڑھے تک اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلا تو گھر والوں کو تشویش لاحق ہوئی۔ انہوں نے بند دروازے کو بہتیرا پیٹا لیکن اندر سے کوئی جواب نہیں ملا چنانچہ انہوں نے پولیس سے مدد کی اپیل کی۔"

"پھر......" میں نے تجسس سے دریافت کیا۔

"پولیس کی تفتیشی رپورٹ میں بھی یہی درج ہے کہ اوم پرکاش کی خوابگاہ کا دروازہ پولیس نے توڑا تھا جس کے بعد مرنے والے کی لاش ہی دستیاب ہو سکتی تھی۔ قرب و جوار میں سوائے اس خونی دھاگے کے اور کوئی ایسے نشانات نہیں مل سکے تھے جو اوم پرکاش کی موت کے سلسلے میں کار آمد سمجھے جاتے۔ پولیس نے پوری طرح چھان بین کی پھر پوسٹ مارٹم کی رپورٹ ملنے کے بعد فائل کو داخل دفتر کر دیا گیا۔"

"آپ نے ذاتی طور پر کیا اندازہ لگایا تھا۔"

"میں اس حادثے کے دس بارہ روز بعد یہاں تعینات کیا گیا تھا۔"

"ٹھیک ہے...... لیکن کیا آپ نے بعد میں اس بات کی تفتیش کی تھی کہ اوم پرکاش کی موت کے اور کیا اسباب ہو سکتے تھے۔"

"مجھے اس کام پر مامور نہیں کیا گیا تھا لیکن میں نے اپنے

طور پر کچھ چھان بین ضرور کی تھی۔" بدر اقبال نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔

"اوم پرکاش کی موت واقعی پراسرار تھی کوئی ایسی شہادت یا نشان بھی نہیں ملے تھے جن کے سہارے قاتل یا قاتلوں تک پہنچا جا سکتا مگر اس کے باوجود مجھے یقین ہے کہ اسے قتل کیا گیا ہے۔"

"قتل......" میں نے تعجب سے کہا۔ "میں سمجھا نہیں۔"

"روپ نگر میں جادو ٹونا' جنتر منتر اور سفلی کرنے والے لوگوں کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے۔ ہو سکتا ہے وہ کچا دھاگا کسی سفلی کے ماہر ہی کا کرشمہ ہو لیکن اوم پرکاش کو کسی نے بلاوجہ محض تفریح طبع کی خاطر تو نہیں مارا ہوگا' اس کے موت کی پشت پر یقیناً کوئی مقصد کارفرما ہوگا۔ جس کی خاطر کسی کی زبان ہمیشہ کے لیے بند کرا دی جاتی ہے' بہرحال ایسے کیسز میں کسی کو شبے کی بنیاد پر تفتیش کی خاطر حراست میں تو لیا جا سکتا ہے مگر بغیر کسی شہادت یا عینی گواہ کے پھانسی کے پھندے تک نہیں پہنچایا جا سکتا۔"

"ون منٹ" میں نے پوچھا۔ "کیا اوم پرکاش کے علاوہ بھی روپ نگر میں اس قسم کی پراسرار اموات ہوتی رہی ہیں۔"

"جی نہیں' میری معلومات کے مطابق یہ پہلا واقعہ ہے لیکن اس کے محرکات کو بھی بہرحال نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔"

"گڈ......" میں نے بدر اقبال کو تعریفی نگاہوں سے دیکھا۔ "میں بھی ان ہی خطوط پر سوچ رہا تھا مگر آپ کو یہ خیال آگیا کہ راکیش ورما نے مجھے اسی فائل کو ڈسکس کرنے کی خاطر کھانے کی دعوت دی ہوگی۔"

"میرا خیال یہی ہے جناب۔"

"اس کی کوئی خاص وجہ بھی ہوگی۔"

"جی ہاں...... ابھی کوئی دس روز پہلے کی بات ہے جب ورما صاحب نے اس فائل کو ریکارڈ روم سے نکلوا کر اپنی تحویل میں لیا ہے' ہو سکتا ہے کہ اوم پرکاش کی موت کے سلسلے میں کوئی آدمی ان کی فہرست پر آگیا ہو اور وہ اس مشکوک فرد کے بارے میں تفصیلی چھان بین کا ارادہ رکھتے ہوں۔"

"یہاں کل کتنے زمیندار ہیں۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے سوال کیا۔

"بڑے زمیندار تو دو تین ہی ہوں گے لیکن......"

"لیکن یہ ممکن نہیں ہے اوم پرکاش کی موت کے پیچھے کسی زمیندار کا ہاتھ ہو۔" میں پرجوش لہجے میں اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔ "پٹواری چونکہ زمینوں کے حساب کتاب رکھتا ہے اس لیے ممکن ہے کسی نے اپنے کاغذات میں ہیرا پھیری کرانے کی خاطر اوم پرکاش کو خریدنے کی کوشش کی ہو۔ اور اس کے انکار کے بعد اسے راستے سے ہٹا دیا ہو۔"

"اور بھی بہت سے امکانات ہو سکتے ہیں جناب لیکن محض امکانات کی بنا پر ہم کسی کی آزادی کو قید میں تو نہیں بدل سکتے۔"

انسپکٹر بدر اقبال میری معلومات کے مطابق پولیس کے محکمے میں گزشتہ آٹھ دس سال سے وابستہ تھا اس لیے ظاہر ہے کہ اس کا تجربہ مجھ سے کہیں زیادہ تھا چنانچہ میں نے اس سلسلے میں مزید کسی پہلو کو کریدنے کی کوشش نہیں کی۔ لیکن بدر اقبال کا قیاس اپنی جگہ سو فیصد درست ثابت ہوا۔ رات کو راکیش ورما نے کھانے کے بعد اسی کیس کی فائل کو میرے حوالے کرتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"میں چاہتا ہوں کہ تم ذاتی طور پر اس طرح اوم پرکاش کی موت کی چھان بین کرو کہ کسی کو شبہ نہ ہو سکے کہ تم کیس پر کام کر رہے ہو۔ مجھے وشواس ہے کہ یہ فائل تمہارے لیے دلچسپ ثابت ہوگی بلکہ تمہارے تجربات میں اضافہ بھی کرے گی۔"

"میں اپنی طرف سے پوری پوری کوشش کروں گا کہ اوم پرکاش کے قاتل یا قاتلوں کو قرار واقعی سزا دلوا سکوں۔" میں نے پراعتماد انداز میں کہا۔

"تمہارے والد بھی اسی قسم کے پیچیدہ کیسز میں خاصی دلچسپی کا مظاہرہ کرتے تھے اسی کارن میں نے تمہارا انتخاب کیا ہے۔" راکیش ورما نے کہا۔ "نادر خان صاحب مجھ سے بہت سینئر افسر ہیں' مجھے ان کے ساتھ کبھی کوئی براہ راست واسطہ نہیں پڑا لیکن میں نے دوسروں کی زبانی تمہارے پتا کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا ہے۔"

"میں بھی آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔"

"مجھے تمہارے اوپر پورا پورا وشواس ہے لیکن ایک بات کا خیال رکھنا"۔ انہوں نے بڑی رازداری سے کہا۔ "اس بات کا علم کسی اور کو نہیں ہونا چاہیے کہ یہ فائل میں نے تمہارے حوالے کی ہے۔"

"میں ایک سوال کرنا چاہوں گا۔"

"پوچھو......"

"اوم پرکاش کے قتل یا موت کے بارے میں اتنی رازداری کی کیا ضرورت ہے۔"

"مجھے یقین تھا کہ تم کوئی ایسا ہی سوال کرو گے۔" ورما جی نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا پھر بولے۔ "جو لوگ پٹواری جیسی حیثیت کے افسر کو اپنا راز چھپانے کی خاطر ٹھکانے لگوا سکتے ہیں وہ تمہاری جان کے دشمن بھی بن سکتے ہیں۔"

"لیکن......"

"تم ابھی جوان ہو' تمہاری رگوں میں جوان خون دوڑ رہا ہے۔" ورما نے تیزی سے کہا۔ "لیکن جوانی اور تجربے میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے تم وشواس نہ کرو لیکن یہ حقیقت ہے کہ اوم پرکاش کو کسی پلید اور گندے عمل کے ذریعے ہی موت کے گھاٹ اتارا گیا ہے۔"

"کیا آپ ان باتوں کے قائل ہیں۔" میں نے دبی زبان میں پوچھا۔

"دنیا میں ہزاروں اور لاکھوں ایسی پراسرار باتیں اور کہانیاں آئے دن مشہور ہوتی رہتی ہیں جس کا کوئی کارن سمجھ میں نہیں آتا لیکن پھر بھی وہ سچی ہوتی ہیں...... ہم جس دھرتی پر سانس لے رہے ہیں وہاں ہر بات ممکن ہو سکتی ہے اور کھوجی ایسی باتوں کا کھوج بھی لگا لیتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ کوئی ان کھوجیوں کی باتوں پر دھیان نہ دے۔" ورما جی نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "اس تحصیل میں بھی کچھ ایسے لوگ بستے ہیں جو اوپر سے کچھ نظر آتے ہیں لیکن اندر سے بڑے بلوان ہوتے ہیں۔ مہان شکتی کے مالک ہمیشہ بہت سادہ اور معصوم نظر آتے ہیں اسی لیے ہر کوئی ان کا بھید بھاؤ نہیں جان سکتا...... انہیں بغیر کسی ٹھوس ثبوت کے کوئی سزا نہیں دی جا سکتی اور مشکل یہ ہے کہ وہ اپنے اچھے یا برے علم کے زور سے تمام ثبوت مٹا دیتے ہیں۔"

ورما جی کی باتیں بھی مجھے کچھ عجیب پراسرار سی لگ رہی تھیں لیکن میں نے ان سے اس موضوع پر بحث مناسب نہیں سمجھی اور ادم پرکاش کی کیس فائل لے کر گھر آگیا۔ فائل کا مطالعہ میں نے اسی رات کیا لیکن جو کاغذات' گواہوں کے بیانات اور پوسٹ مارٹم کی رپورٹ اس میں موجود تھی اس سے کوئی نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا تھا' فائل کو میں نے پڑھنے کے بعد سیف میں بند کیا اور سونے کے ارادے سے لیٹ گیا۔

دوسری صبح میں حسب دستور اپنے آفس میں بیٹھا معروف کار تھا کہ رام دیال اے ایس آئی نے اندر داخل ہو کر مجھے سیلوٹ کیا پھر سپاٹ آواز میں بولا۔

"سر...... پٹواری کا منشی پریم چندر آیا ہے اس کے ساتھ دو گواہ اور ہمارا ایک سپاہی بھی ہے' پریم چندر کی رپورٹ کے مطابق جمنا نامی عورت نے اس کی جیب کاٹی ہے لیکن بروقت پکڑ لی گئی اور......"

"اور کیا......؟"

"خود جمنا نے بھی اس بات کا اقرار کیا ہے اس نے پریم چندر کی جیب کاٹی ہے۔"

"پھر......" میں نے رام دیال کو وضاحت طلب نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "اگر عینی شاہد موجود ہیں اور جمنا نے بھی اقرار جرم کر لیا ہے تو پریم چندر کی رپورٹ درج کر کے جمنا کو پکڑ کر بند کر دیجیے' مجھ سے مشورہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"جو حکم جناب......" رام دیال واپسی کے ارادے سے مڑا تو میں نے اسے روک کر پوچھا۔

"جمنا کے بارے میں آپ کی کیا رپورٹ ہے۔"

"وہ اچھے کردار کی مالک نہیں جناب...... ہم اس سے پیشتر بھی اسے کوئی چھوٹی موٹی وارداتوں کے سلسلے میں بند کر [illegible] ہیں لیکن وہ ہر بار کسی نہ کسی طرح سزا سے بچ جاتی ہے۔"

"کیا مطلب......"

"مطلب تو آج تک ہماری سمجھ میں بھی نہیں آسکا [illegible] بہرحال ہم عدالت کے فیصلے پر عمل کرنے پر مجبور ہیں۔" [illegible] دیال نے تھوڑے توقف سے کہا۔ "اسی لیے میرا مشورہ یہ [illegible] جناب کہ آپ اسے ڈانٹ ڈپٹ کر چھوڑ دیں۔"

"نہیں......" میں نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔ "اگر اس نے کسی کی جیب کاٹی ہے اور گواہ موجود ہیں تو اسے [illegible] ضرور ملنی چاہیے' آپ قانونی کارروائی کریں اور منشی پریم چندر [illegible] میرے پاس بھیج دیں میں اس سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

جواب میں رام دیال نے مجھے دوبارہ سیلوٹ کیا اور دفتر سے باہر چلا گیا اس کے جانے کے تقریباً پینتالیس منٹ بعد منشی پریم چندر میرے کمرے میں داخل ہوا اور میرے اشارے پر ایک کرسی پر بیٹھ گیا' بظاہر وہ بہت نیک اور شریف آدمی تھا لیکن اس وقت کچھ گھبرایا گھبرایا سا لگ رہا تھا کچھ دیر تک ہمارے درمیان رسمی گفتگو ہوتی رہی پھر میں نے اصل مقصد کی طرف آتے ہوئے کہا۔

"کچھ دنوں پیشتر جمنا نے مجھ سے شکایت کی تھی کہ آپ اسے چھیڑتے بھی ہیں۔"

"رام...... رام......" پریم چندر نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔ "میں بال بچوں والا آدمی ہوں جناب! آپ جس سے چاہیں اس بات کی تصدیق کر لیں کہ میں نے کبھی تحصیل کی کسی لڑکی کو میلی نظر سے نہیں دیکھا۔"

"پھر خاص طور پر جمنا آپ ہی کے پیچھے کیوں پڑی ہوئی ہے۔" میں نے کہا۔ "آج اسی نے آپ کی جیب پر بھی ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کی۔"

"میں اس واردات کی رپورٹ بھی درج نہیں کرانا چاہتا تھا لیکن آپ کے سپاہی نے مجھے مجبور کر دیا۔" منشی پریم چندر نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ منشی جی" میں نے پریم چندر کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ "وہ آپ پر الزام تراشی کر چکی ہے۔ اسی نے آپ کی پاکٹ ماری جس کے گواہ موجود ہیں اور ان تمام باتوں کے باوجود آپ اس کے خلاف اپنی مرضی سے رپورٹ درج کرانے کو آمادہ نہیں تھے...... کیا ایسا کوئی خاص وجہ ہے جو آپ اس سے گھبراتے ہیں۔"

"آپ ابھی یہاں نئے نئے آئے ہیں سرکار اس لیے جمنا کے بارے میں آپ کو زیادہ جانکاری نہیں ہے۔" وہ دبی زبان میں بولا۔

"کھل کر بات کریں منشی جی۔" میں نے اسے کریدنے کی خاطر دوستانہ انداز اختیار کیا۔ "آپ مجھے جمنا کے بارے میں تفصیل سے بتائیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ جو باتیں میرے اور آپ کے درمیان ہوں گی وہ اس کمرے تک ہی محدود رہیں گی۔"

پریم چندر نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ کچھ دیر خاموش رہا پھر بڑی رازداری سے بولا۔

"جمنا کی رسائی کافی اوپر تک ہے سرکار...... وہ کسی بازاری ویشیا سے بھی زیادہ پلید عورت ہے' بڑے بڑے سیٹھ ساہوکاروں اور زمینداروں کی رکھیل بھی رہ چکی ہے اس لیے بہت زیادہ سرچڑھ گئی ہے۔"

"میں آپ کی بات سے اتفاق کرتا ہوں۔" میں نے منشی کو اپنے اعتماد میں لینے کی خاطر کہا۔ "پہلی نظر میں میرا بھی یہی اندازہ تھا کہ وہ ایک خوبصورت بازاری عورت ہے لیکن ایک سوال پھر بھی وضاحت طلب رہ جاتا ہے...... تحصیل میں آپ کے علاوہ اور بھی بہت سارے شکار اسے مل سکتے ہیں لیکن وہ خاص طور پر آپ ہی پر دانت کیوں تیز کر رہی ہے۔"

"منش کے من کا بھید کیول بھگوان کے اور کون جان سکتا ہے...... میں بھلا کیا کہہ سکتا ہوں سرکار کہ اس گندی ناری کے دل میں کیا ہے۔"

پریم چندر نے جھلّائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ بظاہر وہ خود کو انجان ثابت کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن میری چھٹی حس گواہی دے رہی تھی کہ کوئی نہ کوئی بات ایسی ضرور ہے جو پریم چندر زبان تک لانے سے کترا رہا تھا۔ میں نے گھنٹی بجا کر سپاہی کو چائے لانے کا آرڈر دیا پھر جمنا کے ذکر کو دیدہ و دانستہ نظر انداز کر کے تحصیل کے بارے میں گفتگو شروع کر دی' بڑی دیر تک میں زندگی کے مختلف شعبوں کے بارے میں بات کرتا رہا پھر اچانک میں نے پریم چندر کو معنی خیز نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"کیا آپ ادم پرکاش کے ساتھ بھی کام کر چکے ہیں......؟"

"ج...... جی ہاں" پریم چندر اس طرح سے گڑبڑا گیا جیسے میں نے اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا ہو۔

"پولیس کی رپورٹ کے مطابق ادم پرکاش کی موت پراسرار قرار دی گئی ہے لیکن میرا ذاتی خیال ہے کہ کچھ لوگوں نے جان بوجھ کر اسے راستے سے ہٹانے کی خاطر کسی شیطانی قوت سے کام لیا ہے۔"

"ادم پرکاش جی بڑے بھلے مانس اور ایماندار منش تھے سرکار' ان کا کسی سے کوئی جھگڑا بھی نہیں تھا پھر نہ جانے کس دشمن نے ان پر [illegible] عمل کرا کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔"

"پریم چندر جی......" اس بار میں نے بڑے ٹھوس انداز میں ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "کیا یہ درست ہے کہ زمینوں کا سارا حساب کتاب پٹواری کے ذمہ ہوتا ہے۔"

"جی ہاں سرکار......"

"اور اگر پٹواری چاہے تو زمینوں کے کاغذات میں ہیرا پھیری بھی کر سکتا ہے۔" میں بدستور سنجیدہ تھا۔

"ج...... جی ہاں۔" پریم چندر نے قدرے سہمے ہوئے انداز میں جواب دیا۔ "لمبا مال پانی دے کر تو کسی کا بھی دھرم ایمان خریدا جا سکتا ہے۔"

"کیا ادم پرکاش کو بھی تو ایسی ہی کسی سازش کا نشانہ نہیں بنایا گیا...... میرا مطلب ہے کہ کوئی شخص زمینوں کے حساب کتاب کے سلسلے میں ایسے کاغذات میں الٹ پھیر کرانا چاہتا ہو...... اس نے ادم پرکاش کو پہلے خریدنے کی کوشش کی ہو پھر اس کے انکار پر اپنے راستے سے ہٹا دیا ہو۔"

"ہو سکتا ہے سرکار......" پریم چندر نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "زر' زن اور زمین کے سلسلے میں سب کچھ ہو سکتا ہے۔"

"ادم پرکاش کی موت کے سلسلے میں کس چیز کو دخل تھا۔ زر' زن یا زمین کو۔" میں نے پریم چندر کو گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"میں شما چاہتا ہوں سرکار۔" پریم چندر نے ہاتھ باندھ کر کہا۔ "میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ ادم پرکاش کی موت کے سلسلے میں کسی اہم نکتے سے واقف ہیں۔"

"یہ میں نے کب کہا۔" وہ بوکھلا گیا۔

"اگر میں آپ کو تحفظ کی پوری پوری ضمانت دوں تو......"

"مجھ غریب پر دیا کریں سرکار۔" پریم چندر نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے خوفزدہ لہجے میں کہا۔ "اگر کسی کو اس بات کی بھنک بھی مل گئی کہ میرے اور آپ کے درمیان ادم پرکاش جی کی بات چیت ہوئی ہے تو میرا انجام بہت بھیانک ہوگا اور میں ابھی مرنا نہیں چاہتا۔"

"گویا آپ قاتل یا قاتلوں سے خوفزدہ ہیں۔"

"نہیں...... میں کسی کو نہیں جانتا۔" اس نے جلدی سے کہا۔ "جس کو مرنا تھا وہ مر چکا...... اس کی آتما دوبارہ اس کے شریر میں نہیں ڈالی جا سکتی اس لیے گڑے مردے اکھاڑنے سے کیا حاصل ہوگا۔"

"آئی سی......" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے خشک لہجے میں کہا۔ "آپ حکومت کے کارندے ہونے کے باوجود قانون کی مدد کرنے سے کترا رہے ہیں...... اس لیے کہ آپ قاتل سے ڈرتے ہیں...... کیوں مسٹر پریم چندر۔"

"مجھے کچھ نہیں معلوم جناب......" پریم چندر نے تیزی سے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں اب آگیا چاہتا ہوں۔"

پھر اس سے پیشتر کہ میں اسے روکتا وہ تیز تیز قدم اٹھاتا میرے کمرے سے نکل گیا لیکن جاتے جاتے وہ اپنی بوکھلاہٹ اور الجھی الجھی باتوں سے مجھے یہ ضرور باور کرا گیا تھا کہ وہ اوم پرکاش کی موت کی کسی اہم کڑی سے واقف ہے لیکن کسی خوف کی وجہ سے کھل کر سامنے آنے سے گھبرا رہا ہے۔ میں اگر چاہتا تو اسے حراست میں بھی لے سکتا تھا لیکن جان بوجھ کر میں نے اس اقدام سے گریز کیا اس لیے کہ اول تو اس بات کی امید بہت کم تھی کہ وہ اس سلسلے میں موت کے خوف کی وجہ سے زبان کھولے گا دوسرے یہ کہ تحصیل کا معاملہ شہری معاملات سے قدرے مختلف ہوتا ہے۔ پریم چندر کو حراست میں لینے سے قبل مجھے تحصیل دار لالہ بناری اور اے سی ایم راکیش سے بھی صلاح و مشورے کرنے ضروری تھے۔ غرضیکہ ایک بات میرے ذہن میں بیٹھ چکی تھی کہ اوم پرکاش کی پراسرار موت میں کسی نہ کسی زمین دار کا ہاتھ ضرور شامل ہے مجھے اب صرف اس زمیندار کا نام اور طریقۂ واردات کا سراغ لگانا تھا۔

دفتر سے اٹھ کر گھر جاتے ہوئے میں نے حسب معمول تھانے کا ایک چکر لگایا جہاں میرے حکم کے مطابق جمنا کو ایک علیحدہ لاک اپ میں رکھا گیا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے بڑی حقارت سے زمین پر تھوک دیا۔ اس کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ لاک اپ میں ہونے کے باوجود جیسے خود کو آزاد سمجھ رہی ہو۔ میں نے اس کی بیہودگی کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ اس کے منہ لگنے سے کچھ فائدہ بھی نہیں تھا چنانچہ میں نے رام دیال سے جو اس وقت آفیسر آن ڈیوٹی تھا مل کر گھر آگیا۔ میرا اردلی میرے ساتھ تھا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتا ہے لیکن دوسروں کی موجودگی کی وجہ سے اس نے چپ سادھ رکھی تھی میرا اندازہ غلط نہیں ہوا۔ گھر پہنچتے ہی جیسے ہی اسے تنہائی میسر آئی اس نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

"سرکار، آپ مجھ پر مہربان ہیں، میں آپ کا نمک کھاتا ہوں، آپ کی سیوا کرنا میری ڈیوٹی ہے، آپ بہت نیک دیالو اور اچھے افسر ہیں......"

"جو کچھ کہنا ہے جلدی کہہ ڈالو۔" میں نے کہا۔ "میرے پاس وقت کم ہے۔ ابھی نہا دھو کر اور لباس تبدیل کر کے مجھے کسی سے ملنے بھی جانا ہے۔"

"سرکار...... میں بنتی کرتا ہوں کہ آپ کلنکنی جمنا کو آزاد کر دیں۔"

میں نے چونک کر حیرت سے موہن لال کو دیکھا، وہ جمنا کو گالی بھی دے رہا تھا اور اس کی آزادی کی سفارش بھی کر رہا تھا، میں نے ذہن پر زور دیا۔ رام دیال نے بھی ہرچند کہ جمنا کو لاک

اپ میں بند کرنے کے سلسلہ میں کھل کر کچھ نہیں کہا تھا لیکن اس کی باتوں سے بھی میں نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ وہ جمنا کو گرفتار کرنے کے حق میں نہیں تھا اس لیے کہ وہ پہلے بھی متعدد موقعوں پر گرفتار ہو چکی تھی لیکن بقول رام دیال کے ہر بار عدالت سے اسے رہائی کا پروانہ مل جاتا تھا۔

"موہن لال......" میں نے اپنے اردلی کو تیز نظروں سے گھورا۔ "تم جمنا کی سفارش کیوں کر رہے ہو۔"

"بھگوان کی سوگند لے لیجیے سرکار جو میں نے کبھی اس کلموہی اور پلید عورت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا ہو۔"

"پھر تم اس کی حمایت کیوں کر رہے تھے؟"

"آپ ابھی نئے نئے آئے ہیں سرکار اس لیے یہاں کی اونچ، نیچ سے جانکاری نہیں رکھتے پرنتو میں جانتا ہوں مالک کہ عدالت کے تمام کارندے بھی نوٹوں سے زیادہ اس کرارنی عورت کے چکر میں لگے رہتے ہیں، اسی کارن وہ ہمیشہ مکھن میں سے بال کی طرح نکل جاتی ہے۔ اس کے علاوہ بھی اس کلنکنی کا اٹھنا بیٹھنا اچھے لوگوں کے ساتھ نہیں ہے۔"

"میری ایک بات غور سے سنو موہن لال۔" اس بار میرا لہجہ سخت ہو گیا۔ "دوبارہ میں تمہاری زبان سے جمنا کا نام کبھی نہ سنوں۔"

"کبھی نہیں سنیں گے سرکار۔" وہ ہاتھ جوڑ کر کچھ عجیب الجھے ہوئے انداز میں بولا۔ "آپ کا سیوک ہوں اسی لیے آپ کے اچھے برے کا خیال رکھنا اپنا دھرم سمجھتا ہوں۔"

میں نے جواب میں اسے غور سے دیکھا پھر قدم اٹھاتا بنگلے میں چلا گیا۔ نہا دھو کر میں نے کپڑے بدلے پھر کچھ سوچ کر دھرم داس جی کی طرف چلا گیا۔ وہ نہ صرف یہ کہ بڑے زمین داروں میں شمار کیے جاتے تھے بلکہ اپنی سابقہ حیثیت کی وجہ سے بھی دوسروں کے مقابلے میں ان کا اثر و رسوخ مقامی افسران سے بھی کچھ زیادہ ہی تھا۔ وہ والد صاحب کے واقف کاروں میں سے تھے اور والد صاحب نے روانگی کے وقت مجھ سے خاص طور پر کہا بھی کہ میں دھرم داس جی پر بھروسہ کر سکتا تھا۔ پریم چندر کے بارے میں ایک نتیجہ اخذ کرنے کے بعد ہی میں نے دھرم داس جی سے ملنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ مجھے یقین تھا وہ اس سلسلے میں بہتر طور پر میری رہنمائی کر سکتے تھے۔ وہ ایس پی کے عہدے پر پہنچ کر ملازمت سے سبکدوش ہوئے تھے اور کچھ عرصہ ان کی تعیناتی روپ نگر میں بھی رہ چکی تھی اس لیے وہ بلاشبہ میرے لیے سب سے زیادہ کارآمد ثابت ہو سکتے تھے۔

دھرم داس جی نے اس روز بھی مجھے بڑی محبت سے خوش آمدید کہا۔ کچھ دیر تک وہ مجھ سے میرے والد اور گھر والوں کی خیر و عافیت پوچھتے رہے پھر سنجیدگی سے بولے۔

"اب تو تمہیں یہاں اپنی ڈیوٹی کا چارج لیے دو مہینے سے کچھ اوپر ہو گئے ہیں...... کیسا لگا تمہیں پولیس کی ملازمت کا یہ تجربہ۔"

"بہت شاندار۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "خاص طور پر روپ نگر، یہاں کی آب و ہوا، پہاڑی سلسلے اور جنگلات جہاں میرا من پسند ہرن کا شکار بہ آسانی مل جاتا ہے۔"

"گڈ...... مجھے خوشی ہے کہ تمہارا جی یہاں لگ گیا ورنہ پرانے آفیسر ہمیشہ اس تحصیل کی پوسٹنگ سے کتراتے ہیں مگر تمہیں کوئی چنتا کرنے کی ضرورت نہیں، جب بھی میری کسی خدمت کی ضرورت پیش آئے بلا تکلف کھل کر کہہ دینا۔ میں تمہارے والد کی طرح زیادہ تجربہ کار نہ سہی لیکن پولیس کے معاملات کی کچھ سوجھ بوجھ ضرور رکھتا ہوں۔"

"میں اس وقت اسی مقصد سے حاضر ہوا ہوں اور مجھے امید ہے کہ کم از کم آپ مجھے مایوس نہیں کریں گے۔"

"کہو...... کیا بات ہے۔"

جواب میں، میں نے اوم پرکاش کی پراسرار موت سے لے کر پریم چندر اور جمنا تک کی تمام تفصیل دہرائی تو دھرم داس جی کے چہرے کے تاثرات یکسر تبدیل ہو گئے، کچھ دیر تک وہ خاموش بیٹھے اپنے خیالوں میں ڈوبے رہے پھر اپنے لیے ایک سگار سلگاتے ہوئے بولے۔

"میرا خیال ہے کہ تم نے جو واقعات مجھے سنائے ہیں اس میں میری ایک کوتاہی کو سب سے زیادہ دخل ہے۔"

"میں سمجھا نہیں......"

"میرا خیال تھا کہ اوم پرکاش والی فائل بند ہو چکی ہوگی۔" دھرم داس جی نے سگار کا طویل کش لے کر دھواں اڑاتے ہوئے کہا۔ "اگر مجھے اس بات کا علم ہوتا کہ راکیش ورما نے وہ فائل اپنی تحویل میں لے لی ہے اور اس پر نئے سرے سے کھوج لگانا چاہتے ہیں تو میں ان سے خاص طور پر یہ سفارش کر دیتا کہ وہ فائل کم از کم تمہارے حوالے نہ کی جائے۔"

"اس فائل میں ایسی کیا خاص بات ہے جو اس قدر راز داری سے کام لیا جا رہا ہے۔"

"تحصیل کے معاملات ابھی تمہاری سمجھ میں اتنی جلدی نہیں آ سکتے...... شہر کے مقابلے میں یہاں قدم قدم پر ہزاروں پیچیدگیاں ہوتی ہیں اور...... اور راکیش ورما وہ فائل تمہارے بجائے لالہ بناری کے حوالے بھی کر سکتے تھے۔ وہ روپ نگر کا بہت پرانا تحصیل دار اور گھاگ آدمی ہے...... مال گزاری کے معاملات میں تمہاری معلومات ابھی صفر کے برابر ہیں اس لیے ان الجھاؤں میں تمہارا پڑنا میرے خیال سے زیادہ مناسب نہیں رہے گا۔"

"بہرحال، راکیش ورما صاحب نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی وہ فائل میرے حوالے کی ہوگی۔"

"ہو سکتا ہے کہ وہ تم کو ایک بلند ہمت اور حوصلہ مند آفیسر سمجھتے ہوں اور تمہارے اوپر انہیں اعتماد بھی ہو لیکن......" دھرم داس جی کچھ کہتے کہتے خاموش ہو کر خلاء میں گھورنے لگے۔

"لیکن کیا......" میں نے پرتجسس انداز میں پوچھا۔

"کیا راکیش ورما نے وہ فائل تمہارے حوالے کرتے وقت اس بات کی تاکید کی تھی کہ تم اس کی بھنک بھی کسی اور کو نہیں ہونے دو گے۔"

"جی ہاں......"

"پھر تم نے مجھ کو قابل اعتماد کیوں سمجھ لیا؟"

"اس لیے کہ آپ نہ صرف یہ کہ میرے بزرگ ہیں بلکہ والد صاحب کے دیرینہ ساتھی بھی۔" میں نے وضاحت کی۔ "روپ نگر میں مجھے قدم قدم پر آپ کی مدد اور رہنمائی کی ضرورت پیش آتی رہے گی۔"

"میری ایک بات مانو گے۔"

"آپ مجھے حکم دیجیے...... میں خلاف ورزی نہیں کروں

گا۔" میں نے نہایت سعادتمندی سے کہا۔

"تم کچھ دنوں تک اوم پرکاش کی فائل بے شک اپنے پاس رکھو پھر اس پر کوئی کارروائی کیے بغیر راکیش ورما کو یہ کہہ کر واپس کر دو کہ اس کیس میں بظاہر کوئی جان نہیں ہے اس لیے اسے داخل دفتر کر دینا ہی زیادہ مناسب رہے گا۔"

"لیکن......."

"ہو سکتا ہے کہ تم پریم چندر کی باتیں سن کر زیادہ جذباتی ہو گئے ہو۔" دھرم داس جی نے کہا پھر سگار کا کش لیتے ہوئے بولے۔ "مجھے ایک بات بتاؤ کیا تم کسی پرچھائیں یا سائے کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال سکتے ہو۔"

"گویا آپ کا بھی یہی خیال ہے کہ اوم پرکاش سفلی کے گندے اور ناپاک عمل کا شکار ہوا ہے۔"

"یہی سمجھ لو......."

"لیکن ایک سوال پھر بھی تشنہ رہ جاتا ہے۔" میں نے پرجوش انداز میں کہا۔ "وہ شخص کون تھا جس نے اوم پرکاش کو راستے سے ہٹانے کی خاطر کسی سفلی کرنے والے کی خدمات حاصل کی تھیں۔"

"وہ کوئی بھی ہو سکتا ہے....... تم مجھ پر بھی شبہ کر سکتے ہو لیکن ثبوت اور گواہ کے بغیر تم ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتے ہو۔"

"میں آپ کے پاس بڑی امیدیں لے کر آیا تھا انکل....... لیکن......."

"میں تمہارے احساسات کو سمجھ رہا ہوں لیکن حالات کی روشنی میں تمہیں وہی مشورہ دے رہا ہوں جو تمہارے حق میں بہتر ہے۔" دھرم داس جی نے بڑے پیار اور اپنائیت سے کہا پھر دبی زبان میں بولے "بلکہ میری رائے ہے کہ جمنا کو بھی لاک اپ سے رہا کر دو....... اس کو گرفتار کرنے اور اپنی تحویل میں رکھے بغیر بھی تم اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی کر سکتے ہو....... مجھے پورا وشواس ہے کہ پریم چندر کی رپورٹ یا چشم دید گواہوں کے بیانات کے باوجود وہ اس تحصیل سے فرار ہونے کی کوشش نہیں کرے گی....... میں تفصیل میں جانا پسند نہیں کروں گا لیکن تمہیں اتنا ضرور بتا سکتا ہوں کہ اوم پرکاش والے کیس میں جمنا پریم چندر سے زیادہ کارآمد ثابت ہو سکتی ہے۔"

میں جس وقت دھرم داس جی کی حویلی سے روانہ ہوا اس وقت میرے ذہن میں ہزاروں خیالات ابھر ابھر کر آپس میں گڈمڈ ہو رہے تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ انہوں نے بھی پریم چندر کو نظرانداز کر کے اوم پرکاش کی فائل کو داخل دفتر کرنے کا مشورہ کیوں دیا تھا اور پھر دھرم داس جی جیسی حیثیت کے مالک نے بھی جمنا کو لاک اپ سے رہا کرنے کی سفارش کی تھی۔

وہ رات میں نے بڑی بے چینی سے گزاری، اوم پرکاش اور جمنا کے بارے میں ساری رات سوچتا رہا پھر حسب عادت ایک کتاب کا مطالعہ کرتے کرتے میری آنکھ لگ گئی۔ دوسری صبح بیدار ہوا تو ذہن بوجھل بوجھل سا ہو رہا تھا۔ میں دیر تک نیم گرم پانی سے غسل کرتا رہا پھر غسل سے فارغ ہو کر حسب معمول ڈرائنگ روم میں بیٹھا چائے پی رہا تھا کہ موہن لال نے اطلاع دی کہ انسپکٹر بدر اقبال کا فون آیا ہے، میں نے اندر جا کر فون اٹینڈ کیا تو ایک لمحے کے لیے میرا ذہن چکرا کر رہ گیا۔ بدر اقبال کے بیان کے مطابق جس لاک اپ میں جمنا کو قید کیا گیا تھا اس کی چار سلاخیں ٹوٹ چکی تھیں لیکن جمنا نے فرار ہونے کی کوشش نہیں کی تھی۔

میں نے فوری طور پر لباس تبدیل کیا اور لاک اپ کی طرف روانہ ہو گیا، بدر اقبال کے بیان نے میرے ذہن کو کچھ اور منتشر اور پراگندہ کر دیا تھا۔

چوکی پہنچ کر میں نے حوالات کا جائزہ لیا تو میری آنکھیں فرط حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ مجھے ایسا لگا جیسے میں جاگتے میں کوئی بھیانک خواب دیکھ رہا تھا۔ بدر اقبال نے مجھے فون پر اطلاع دی تھی۔ لاک اپ کی چار سلاخیں ٹوٹی پائی گئی ہیں لیکن شاید اس نے فون پر اختصار سے کام لیا تھا۔ لاک اپ کی چار مضبوط سلاخیں ٹوٹی نہیں تھیں بلکہ پگھلے ہوئے رانگے کی طرح زمین پر ڈھیر کی صورت میں پڑی تھیں یہ ایک ایسا واقعہ تھا جس میں مخصوص مشینوں کے استعمال کے بغیر کامیابی ممکن نہیں تھی لیکن چوکی پر تعینات پولیس والوں کا بیان تھا کہ انہوں نے اس قسم کی کوئی نقل و حرکت نہیں دیکھی تھی۔ انسپکٹر بدر اقبال رات کی ڈیوٹی پر تعینات تھا اس کا بیان بھی یہی تھا کہ اس نے رات میں کسی وقت بھی کسی توڑ پھوڑ یا مشینوں کی آمد و رفت کی کوئی آواز نہیں سنی لیکن صبح جب راؤنڈ لیا تو اس کی عقل بھی دنگ رہ گئی تھی۔

اوم پرکاش کی موت کو اس کی کیس فائل میں پراسرار قرار دیا گیا تھا لیکن اس وقت خود میری نظریں جو منظر دیکھ رہی تھیں وہ ناقابل یقین، لوہے کی سلاخوں کو موم کی طرح پگھلا دیا گیا تھا۔ کسی کو کان و کان خبر تک نہیں ہو سکی تھی اور اس پر تعجب کی بات یہ تھی کہ جمنا نے فرار ہونے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ وہ بدستور پگھلی ہوئی سلاخوں کے پیچھے زمین پر دھرنا جمائے بیٹھی فاتحانہ انداز میں مسکرا رہی تھی۔

میرے ذہن میں ایک ہی وقت میں بے شمار باتیں صدائے بازگشت بن کر گونج رہی تھیں۔ میرے اردلی، اے ایس آئی، رام دیال اور دھرم داس جی نے بھی مجھے دبی زبان میں یہی مشورہ دیا تھا کہ میں جمنا کے سلسلے میں درگزر سے کام لوں۔ میں نے ان کی باتیں نہیں سنی تھیں جس کا نتیجہ میرے سامنے تھا۔ دھرم داس جی نے یہ بھی کہا تھا کہ اوم پرکاش والے کیس میں منشی پریم چندر سے زیادہ جمنا میرے لیے کارآمد ثابت ہو سکتی ہے۔ میرے ذہن میں والد صاحب کی باتیں بھی ابھریں۔ انہوں نے کہا تھا کہ روپ

نگر تحصیل کے پہاڑی سلسلوں میں کہیں سونے اور چاندی کا ذخیرہ دفن ہے جس کی تلاش میں لوگ لگے ہوئے تھے۔ "تو کیا اوم پرکاش کا پراسرار انجام بھی اسی پوشیدہ خزانے سے منسلک تھا اور جمنا .... کیا وہی سفلی کے گندے عمل کی ماہر تھی۔" میرے اندر لاوا ابل رہا تھا۔ لاک اپ کا حیرت انگیز انجام اور جمنا کے ہونٹوں پر کھیلنے والی فاتحانہ مسکراہٹ جیسے میرا مذاق اڑا رہی تھی۔

انسپکٹر بدر اقبال کے علاوہ دو سپاہی بھی لاک اپ کے سامنے کھڑے اپنے اپنے خیالات میں گم تھے۔ شاید میری طرح ان کے ذہنوں میں بھی کچھ نکتے سر اٹھا رہے ہوں گے۔ میں کچھ دیر تک گنگ سا کھڑا رہا پھر میں نے بدر اقبال کو مخاطب کیا۔

"آپ کا خیال ہے....... کیا ان لوہے کی سلاخوں کو موم کی طرح پگھلانے کا کام بغیر مشین کے ممکن ہے۔" میں نے جان بوجھ کر انگریزی زبان میں سوال کیا تھا تاکہ جمنا کو ہماری باتوں کا علم نہ ہو سکے۔

"میں خود حیران ہوں جناب کہ یہ سب کچھ اس قدر خاموشی سے کس طرح ہوا کہ نائٹ ڈیوٹی پر مامور کسی سپاہی کو بھی اس کا علم نہیں ہو سکا خود میں بھی آن ڈیوٹی تھا لیکن......."

"کیا اس سے پیشتر بھی ایسا کوئی حادثہ ہوا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"جی نہیں......."

"پھر....... آپ کی ذاتی رائے اور تجربہ کیا کہتا ہے۔"

"سر....... " بدر اقبال نے مدھم لہجے میں کہا۔ "میرا خیال ہے کہ ہم نے جمنا کو قید کر کے اچھا نہیں کیا۔"

"کیا مطلب....... کیا آپ کا خیال ہے کہ یہ سب ایک عورت کی وجہ سے ہوا جس کی ریپوٹیشن کے متعلق لوگوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ وہ کسبی پھر اس سے زیادہ خراب پوزیشن کی مالک ہے۔"

"میں آپ کے خیال سے متفق ہوں جناب مگر اس کے باوجود میرا خیال ہے کہ کچھ غیر مرئی قوتیں آپ کو جمنا کے خلاف کسی اقدام سے باز رکھنے کی کوشش کر رہی ہیں۔"

"اور ہم ان قوتوں کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہیں....... نان سینس۔" میں نے جھلا کر کہا۔ "مجھے تعجب ہے کہ آپ جیسا تجربہ کار افسر بھی اس گتھی کو سلجھانے سے قاصر ہے کہ وہ کون شخص ہے جو قانون کے ساتھ چوہے بلی کا کھیل، کھیل رہا ہے....... کوئی نہ کوئی ایسی شخصیت تو ضرور ہو گی جو ان تمام حیرت انگیز وارداتوں کے پیچھے موجود ہے۔"

"آپ کا خیال سو فیصد درست ہے۔" بدر اقبال نے کہا۔ "لیکن ہم بغیر کسی ٹھوس ثبوت کے کسی کو گرفتار کرنے یا زیر حراست لینے سے بھی قاصر ہیں......."

"گویا اس قسم کی وارداتیں ہوتی رہیں گی اور پولیس کی حیثیت محض ایک خاموش تماشائی سے زیادہ نہیں ہو گی۔" میں نے سپاٹ آواز میں کہا۔

بدر اقبال نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا پھر اس سے پیشتر کہ میں مزید کچھ کہتا جمنا اپنی جگہ سے اٹھی اور اٹھلاتی بل کھاتی میرے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے ہونٹوں پر کھیلنے والی مسکراہٹ اس بات کی ترجمانی کر رہی تھی کہ وہ ہماری بے بسی کا مذاق اڑا رہی ہے۔ میری شخصیت اس کے لیے جیسے کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی تھی۔ ایک ثانیے تک وہ مجھے گھورتی رہی پھر میرا مضحکہ اڑانے کی خاطر ہاتھ باندھ کر بولی۔

"اب کیا آگیا (حکم) ہے سرکار اس پاپن کے لیے، تمہارے اس ٹوٹے ہوئے پنجرے میں بیٹھی رہوں یا گھر واپس چلی جاؤں۔" اس نے لاک اپ کی پگھلی ہوئی سلاخوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے دریافت کیا۔

میں نے بڑے صبر و تحمل سے کام لیا، وہ روپ نگر کی سب سے کم ذات عورت علاقے کے سب سے بڑے پولیس آفیسر کے ساتھ تفریح لینے کی کوشش کر رہی تھی اور میں خاموش کھڑا خون کے گھونٹ پینے پر مجبور تھا۔ میں لاک اپ کی موجودہ حیثیت کو فوری طور پر پھر سے اس کی اصلی حالت میں تبدیل کرنے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ٹوٹے ہوئے لاک اپ کی کہانی اگر روپ نگر کے باسیوں تک پھیل جاتی تو پولیس کی ساکھ کو شدید دھچکہ پہنچنے کا اندیشہ بھی لاحق تھا۔

اس وقت میری پوزیشن اس شکاری سے مختلف نہیں تھی جس کا شکار اس کے سامنے تھا لیکن وہ اس پر ہاتھ میں بندوق ہونے کے باوجود گولی چلانے سے مجبور تھا۔ میری رگوں میں دوڑتے ہوئے خون کی گردش تیز ہو رہی تھی، وقت کی نزاکت نے مجھے زبان بند رکھنے پر مجبور کر دیا تھا۔ میں ابھی کوئی فیصلہ صادر کرنے کے بارے میں غور کر رہا تھا کہ جمنا نے اس بار بڑی بے تکلفی سے پوچھا۔

"کس وچار میں گم ہو سرکار۔ تم نے اس کلنکنی کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔"

"کیا تم مجھے بتاؤ گی کہ جیل کی سلاخیں کس طرح ٹوٹیں۔" میں نے بڑے ضبط سے کام لیتے ہوئے اس سے دریافت کیا۔

"تمہیں شاید اس ابھاگن کی بات پر وشواس نہیں آئے گا۔" اس نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔ "آدھی رات گئے ادھر کی بات ہے جب میں نے یوں محسوس کیا کہ میرے گندے شریر میں جیسے آگ بھر گئی ہو، مجھے اچنبھا ہو رہا تھا پھر میری آنکھ کھل گئی مجھے اپنی آنکھوں پر وشواس نہیں آ رہا تھا میرے شریر سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے اور تمہاری اس جیل کی لوہے کی طاقتور سلاخیں موم کی طرح پگھل رہی تھیں،

میں اسے کوئی بھیانک سپنا سمجھ رہی تھی پرنتو اصل جو بھی ہے تمہارے سامنے ہے۔"

وہ دو ٹکے کی عورت شاید مجھ سے ٹھٹھول کرنے کی کوشش کر رہی تھی' میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو کے چھلکنے والا تھا کہ انسپکٹر بدر اقبال کی آواز میرے کانوں میں گونجی' وہ سپاٹ لہجے میں جمنا سے کہہ رہا تھا۔

"ہم نے تجھے اپنی مرضی سے بند نہیں کیا تھا۔"

"ہاں......یاد آیا۔" جمنا نے ایک بار پھر ہماری بے بسی کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔ "منشی پریم چندر نے میرے خلاف پاکٹ مارنے کی پرچی کٹوائی تھی اور دو آدمیوں نے میرے خلاف گواہی بھی دی تھی۔"

"ہم تجھے ذاتی مچلکے پر چھوڑ سکتے ہیں۔" بدر اقبال نے اس سے سودے بازی کرنی چاہی شاید وہ بھی اس نکتے پر غور کر رہا تھا کہ اگر لاک اپ کی ناقابل یقین کہانی لوگوں تک پہنچ گئی تو نہ صرف یہ کہ پولیس کی بدنامی ہوگی بلکہ لوگوں میں خوف و ہراس بھی پھیل جانے کا اندیشہ تھا۔

"یہ جاتی مچلکا کیا ہوتا ہے۔" جمنا نے حیرت سے دریافت کیا۔ میری نگاہیں اس کے منحوس چہرے پر مرکوز تھیں۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ سب کچھ سمجھنے کے باوجود انجان بننے کا ناٹک رچا رہی تھی۔ بدر اقبال کی جگہ اگر میں ہوتا تو شاید اپنے غصے پر قابو نہ پا سکتا لیکن بدر اقبال نے ایک بار پھر بڑے صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"تجھے یہ لکھ کر دینا ہوگا کہ تو اب کوئی جرم نہیں کرے گی اور جب تک تیرا اور پریم چندر کا کیس ختم نہیں ہو جاتا تو تحصیل سے کہیں اور جانے کی کوشش بھی نہیں کرے گی۔"

"پریم چندر......" اس نے اس قدر تعجب سے اس نام کو دہرایا جیسے پہلی بار سنا ہو پھر بڑے بازاری انداز میں مسکراتے ہوئے بولی۔ "اگر میں اتنی پڑھی لکھی ہوتی مالک تو تمہاری جگہ تین پھول لگائے کھڑی ہوتی...... ایک کام کرو' جو تمہارے من میں آئے سادے کاغذ پر لکھ دو میں اس پر انگوٹھا لگا دوں گی اور اس بات کا وچن بھی دیتی ہوں کہ روپ نگر سے باہر نہیں جاؤں گی لیکن ایک بات کا وعدہ نہیں کر سکتی۔"

"وہ کیا......"

"اگر میں نے کوئی جرم نہیں کیا تو اپنا اور اپنی بوڑھی لاوارث ماں کا پیٹ کہاں سے بھروں گی؟"

"لیکن کسی کی جیب کاٹنا اچھی بات تو نہیں ہے۔"

"پھر اچھی بات کیا ہے سرکار۔" وہ طنز بھرے انداز میں بولی۔ "پیٹ پر پتھر باندھ کر گھومنا اور پاپی لوگوں کی گندی گندی باتیں ہنس ہنس کر ٹالنا۔"

"تو کوئی اور شریفانہ دھندا کیوں نہیں کر لیتی۔" میں نے جھلا کر کہا۔

"میں تو کیول دھندا کرنا جانتی ہوں بڑے سرکار۔" وہ مجھے گھورتے ہوئے بڑے فلسفیانہ لہجے میں بولی۔ "اچھے اور برے کی پہچان کیا ہوتی ہے یہ مجھے نہیں معلوم۔"

"اچھا اب زیادہ بک بک نہ کر۔" بدر اقبال نے معاملہ رفع دفع کرنے کی خاطر کہا۔ "چل' میں ذاتی مچلکے کے کاغذات تیار کیے دیتا ہوں۔ تو شرافت سے انگوٹھا لگا اور دفع ہو جا یہاں سے۔"

جمنا نے کوئی جواب نہیں دیا خاموشی سے آ کر بدر اقبال کے کمرے میں کھڑی ہو گئی۔ جتنا وقت بدر اقبال نے کاغذات تیار کرنے میں لیا اتنی دیر تک وہ دم سادھے چپ چاپ کھڑی رہی پھر انگوٹھا لگانے کے بعد بولی۔

"سرکار...... اگر وہ پریم چندر اپنا مقدمہ واپس لے لے تو کیا میں چھوٹ جاؤں گی۔"

"ہاں......" بدر اقبال نے اسے ٹالنے کی خاطر کہا۔ "پریم چندر سے اگر تیرا راضی نامہ ہو جائے تو تجھے آزادی کا پروانہ مل جائے گا۔"

جمنا نے غالباً" خوشی کا اظہار کرنے کی خاطر ہونٹ کشادہ کیے تھے لیکن پھر وہ اچانک کسی پتھر کے بے جان بت کی طرح اس طرح اپنی جگہ جم کر کھڑی ہو گئی جیسے اس میں زندگی کی کوئی حرارت نہ ہو' اس کی پتھرائی ہوئی آنکھیں خلاء میں گھور رہی تھیں لیکن اس کی پلکوں یا پتلیوں میں زندگی کے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے تھے۔ میں بدستور اس کے بدلتے ہوئے رویے پر غور کر رہا تھا' وہ کسی فلم کی طرح چلتے چلتے اچانک غیر متحرک ہو کر رہ گئی تھی۔ کچھ دیر تک وہ اسی کیفیت سے دوچار رہی پھر اس نے پلٹ کر بدر اقبال کی طرف دیکھا۔ انداز بالکل ایسا ہی تھا جیسے وہ سوتے سے ابھی ابھی جاگی ہو۔

"سرکار...... اگر پریم چندر کا کانٹا ہی سرے سے نکل جائے تو قانونی پوزیشن کیا ہوگی۔"

میں نے اور بدر اقبال نے ایک ساتھ اسے حیرت سے دیکھا' وہ آواز یقیناً جمنا ہی کی آواز تھی لیکن اس کا لب و لہجہ یکسر تبدیل ہو گیا تھا۔ اس وقت وہ پوری طرح سنجیدہ دکھائی دے رہی تھی۔

"تم نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔" اس نے بدر اقبال کو خالی خالی نظروں سے گھورتے ہوئے سوال کیا۔ "اگر پریم چندر کو راستے سے ہٹا دیا جائے تو کیا اس کے بعد تمہارے مقدمے کی کوئی حیثیت باقی رہ جائے گی۔" اس نے کسی ایسے روبوٹ کی طرح پوچھا جس کا کنٹرول کسی اور کے ہاتھ میں ہو۔

"تو نے منشی پریم چندر کو اگر راستے سے ہٹانے کی کوشش کی تو تیرے اوپر قتل کا مقدمہ بن جائے گا۔" بدر اقبال نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "تجھے پھانسی کی سزا بھی ہو سکتی ہے۔"

"پھانسی کی سزا...... تم دو گے۔" جمنا کے ہونٹ پھر جنبش

کرنے لگے لیکن اس کا چہرہ کسی قسم کے اندرونی جذبات کی ترجمانی سے یکسر عاری تھا۔

"جا...... خاموشی سے گھر چلی جا...... کیوں اپنا اور قانون کا وقت برباد کر رہی ہے۔" بدر اقبال نے جھلا کر کہا۔

"نہیں سرکار...... اگر جمنا اس سمے تمہارے سامنے سے ہٹ گئی تو پھر سارا کھیل بگڑ جائے گا۔" وہ بدستور خوابیدہ آواز میں بولی۔ "ابھی تم دونوں اس بات کی گواہی کے لیے موجود ہو کہ میں نے تھانے چوکی سے باہر قدم نہیں نکالا۔ ایسی صورت میں اگر اس...... منشی پریم چندر کا پتا صاف ہو جائے تو پھر کوئی مائی کا لال مجھ پر قاتل ہونے کا الزام نہیں لگا سکتا۔"

"تیرا دماغ چل گیا ہے شاید' جو قانون کے ساتھ ناٹک کر رہی ہے۔" بدر اقبال نے کہا۔ "جب ہم نے تجھے فی الحال آزاد کر دیا تو کیوں بات بڑھانے کی کوشش کر رہی ہے۔"

"بات تو اب بڑھ چکی ہے مہاراج......" جمنا نے زہر خند لہجے میں سے جواب دیا۔ "تم نے مجھے ابلا اور کمزور سمجھ کر بڑی بھول کی ہے' تمہارے دھیان سے شاید اوم پرکاش کی پراسرار موت کا خیال نکل گیا۔"

"کیا مطلب......" میں نے چونک کر تیزی سے کہا۔ "کیا تو اوم پرکاش کے قاتلوں کو جانتی ہے۔"

"اسے کسی منش نے نہیں...... کسی بلوان کی مہان شکتی نے موت کے گھاٹ اتارا تھا اور اب میں تمہیں بتاؤں گی کہ جمنا کے کومل شریر کے اندر بھی ایک مہان شکتی موجود ہے......" وہ خواب بیداری کی کیفیت سے دوچار تھی ایک ثانیے تک خلاء میں گھورتے رہنے کے بعد اس کے ہونٹ پھر متحرک ہوئے۔ "اب میں اپنی مہان شکتی سے منشی پریم چندر کو سراپ (بددعا) دیتی ہوں کہ وہ خون کی الٹی کرتا ہوا اس دھرتی سے اپنا ناتا ترک دے...... اس نے جمنا کے چاروں اور جو قانون کی دیوار کھڑی کر دی تھی وہ اب ٹوٹ چکی ہے...... اسے اپنے کیے کی سزا اوش ملے گی...... اس کا انت بھی تم سب کے لیے بڑا پراسرار ثابت ہوگا۔ یہی میری آشا ہے جسے اب دھرتی کی کوئی شکتی ختم نہیں کر سکتی۔"

اپنا جملہ مکمل کرنے کے بعد جمنا اس طرح چونکی تھی جیسے کوئی بھیانک خواب دیکھتے دیکھتے اچانک سہم کر اس کی آنکھ کھل گئی ہو۔ اس نے مجھے اور پھر بدر اقبال کو غور سے دیکھا پھر بڑی معصومیت سے بولی۔

"میں اب جاؤں سرکار......"

بدر اقبال نے جمنا کو دھتکارنے کے لیے ہاتھ اٹھانے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے اسے اشارے سے روک دیا۔ میری چھٹی حس اس بات کی گواہی دے رہی تھی کہ چند ساعت پہلے جمنا کے جسم کے اندر کوئی بدروح سرایت کر گئی تھی' اس نے پریم چندر کو موت کی جو بددعا دی تھی اس میں اس کے ذاتی ارادے کو کوئی دخل نہیں تھا بلکہ وہ فیصلہ کسی نادیدہ قوت کا تھا جس نے وقتی طور پر جمنا کے جسم پر اپنا قبضہ جما لیا تھا۔

"جمنا......" میں نے اسے بغور دیکھتے ہوئے قدرے نرم لہجے میں کہا۔ "کیا تمہیں یاد ہے کہ تم نے ابھی کیا کہا تھا۔"

"کیا کہا تھا میں نے۔" اس نے تعجب سے سوال کیا۔ "کیا اس ابھاگن سے کوئی غلط بات ہو گئی تھی۔"

"کیا تم یہ چاہتی ہو کہ منشی پریم چندر مر جائے۔" میں نے بے حد سنجیدگی سے پوچھا۔

"جمنا کے چاہنے یا نہ چاہنے سے کیا ہوتا ہے سرکار پرنتو میں اتنا ضرور جانتی ہوں کہ اس نے میرے خلاف پرچی کٹوا کر اچھا نہیں کیا۔"

"ٹھیک ہے...... اب تم جا سکتی ہو۔" میں نے اسے جانے کی اجازت دے دی اور وہ بل کھاتی کمرے سے نکل گئی۔

"بدر اقبال......" میں نے انسپکٹر سے سوال کیا۔ "آپ کا کیا خیال ہے جمنا کی بددعا کے سلسلے میں۔"

"وہ محض ناٹک تھا جناب۔" بدر اقبال نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ وہ ڈرامہ رچا کر ہمیں مرعوب کرنا چاہتی تھی۔"

"لیکن میرا خیال اس کے بالکل برعکس ہے...... میں پولیس کی ملازمت میں زیادہ تجربہ کار نہ سہی لیکن میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ جمنا نے منشی پریم چندر کے سلسلے میں جو کچھ کہا ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔"

"میں...... سمجھا نہیں جناب۔" بدر اقبال نے مجھے کچھ ایسی نظروں سے دیکھا جیسے اسے میری ذہنی حالت پر شبہ ہو رہا ہو۔

"آپ فوری طور پر لاک اپ کی سلاخوں کو درست کرنے کا بندوبست کریں۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پوری تحصیل کے طول و عرض میں پھیل جائے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "اس کام کے لیے ایسے لوگوں کا انتخاب کرنا ضروری ہے جو نہ صرف یہ کہ قابل اعتماد ہوں بلکہ اپنی زبان بند رکھنے کی ہمت بھی رکھتے ہوں۔"

"آپ مطمئن رہیں جناب...... ہر کام نہایت رازداری اور خاموشی سے ہوگا۔"

"اب میں بھی محسوس کر رہا ہوں کہ ہم نے جمنا پر ہاتھ ڈال کر دور اندیشی کا ثبوت نہیں دیا۔"

"کوئی خاص بات......"

"نہیں......" میں نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "جمنا کی اپنی کوئی حیثیت نہ سہی لیکن کوئی پراسرار اور نادیدہ قوت ایسی ضرور ہے جو اس کے جسم پر قبضہ جما کر اپنا مقصد پورا کر لیتی ہے۔"

"ہو سکتا ہے آپ کا اندازہ درست ہو؟" بدر اقبال نے بھی اس بار سنجیدگی سے دبی زبان میں جواب دیا۔ "مجھے بھی اب کچھ ایسا ہی محسوس ہو رہا ہے لیکن کیا منشی پریم چندر کے سلسلے میں بھی اس کی بددعا پوری ہوگی؟"

"اس کا جواب آنے والا وقت ہی دے سکتا ہے۔" میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا پھر میں کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔

"انسپکٹر بدر اقبال اسپیکنگ۔" بدر اقبال نے ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں کہا پھر یکلخت اس کے چہرے پر حیرت اور تعجب کے اثرات پھیل کر گہرے ہوتے چلے گئے۔ "آپ کی کال ہے سر......" اس نے ریسیور میری جانب بڑھاتے ہوئے عجیب انداز میں کہا۔

"ہیلو......"

"میں پٹواری منوہر بول رہا ہوں جناب...... آپ کو ایک اہم اطلاع دینی ہے۔"

"فرمایئے......"

"منشی پریم چندر کا دیہانت (انتقال) ہوگیا۔"

"موت کس طرح واقع ہوئی ہے۔" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"پریم چندر کی دھرم پتنی کا بیان ہے کہ وہ ناشتے کی میز پر بیٹھا تھا کہ اچانک اسے خون کی الٹی شروع ہوگئی اور بس دیکھتے ہی دیکھتے آتما اور شریر کا سمبندھ ہمیشہ کے لیے ختم ہوگیا۔"

"کتنی دیر پہلے کی بات ہے......"

"مجھے ابھی ابھی فون پر خبر ملی ہے۔" منوہر نے جواب دیا۔ "میں اسی طرف جا رہا ہوں، سوچا آپ کو بھی اطلاع کر دوں۔"

"تھینکس......" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "آپ پہنچئے، میں بھی آ رہا ہوں۔"

پندرہ منٹ بعد ہی میں منشی پریم چندر کی لاش کے قریب کھڑا اسے حیرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا، گھر والوں کے بیان کے مطابق مرنے والے کو کسی قسم کی کوئی بیماری لاحق نہیں تھی۔ وہ روزانہ صبح ہوا خوری کے لیے نکلتا تھا اور تھوڑی بہت ورزش بھی پابندی سے کرتا تھا۔ خود میں بھی اس بات کا گواہ تھا کہ پریم چندر ایک صحت مند آدمی تھا لیکن اس کی موت عین اسی حالت سے دوچار ہو کر واقع ہوئی تھی جس کا فیصلہ جمنا نے کچھ دیر پہلے ہی میرے اور انسپکٹر بدر اقبال کی موجودگی میں خوابیدہ حالت میں سنایا تھا۔ رسمی کارروائی کے بعد میں نے لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے روانہ کر دیا لیکن میرے ذہن میں جمنا کے کہے ہوئے جملے صدائے بازگشت بن کر گونج رہے تھے۔

محض تین چار گھنٹے کے اندر اندر جو پراسرار واقعات رونما ہوئے تھے وہ صرف پراسرار ہی نہیں بلکہ باعث حیرت بھی تھے، اوم پرکاش کی موت نے اب ایک مثلث کی شکل اختیار کر لی تھی۔ پریم چندر اس کا منشی رہ چکا تھا اور اسی کی جیب پر ہاتھ صاف کرنے کی وجہ سے جمنا کو لاک اپ میں بند کیا گیا تھا مگر اب پریم چندر اس دنیا میں نہیں تھا۔ صرف جمنا باقی رہ گئی تھی اور جمنا کے بارے میں میرے ذہن نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ یا تو وہ بذات خود گندے عمل کی ماہر ہے یا پھر اس کی حیثیت ایک معمول سے زیادہ نہیں تھی۔ بہرحال ان واقعات نے میرے ذہن کو بری طرح پراگندہ کر دیا تھا۔ میرے اردلی موہن لال نے بتایا تھا کہ جمنا نے جھیل کے کنارے ایک سرکاری زمین پر جھونپڑی ڈال رکھی ہے جہاں وہ اپنی بوڑھی اور اندھی ماں کے ساتھ رہتی ہے۔ زمین کے اسی ٹکڑے کے غیر قانونی حصول کی خاطر اس نے پریم چندر کو کاغذات میں الٹ پھیر کرنے کو اکسایا تھا لیکن پریم چندر کے انکار کرنے کے بعد وہ کسی جونک ہی کی طرح اس کا خون چوستے رہنے پر تل گئی تھی اور اب اس کا انجام پریم چندر کی موت کی صورت میں سامنے آ چکا تھا۔

دن بھر میں اپنے آفس میں بیٹھا فائلیں الٹتا پلٹتا رہا پھر دفتر سے اٹھ کر میں سیدھا پٹواری منوہر کی طرف چلا گیا۔ منوہر نے یوں تو بڑی گرم جوشی سے میرا استقبال کیا لیکن میں یہ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا اسے میرا اس وقت اس کے پاس آنا کچھ زیادہ اچھا بھی نہیں لگا تھا۔ منوہر مجھے دیکھتے ہی تیزی سے اٹھا پھر میرا سواگت کرتے ہوئے بولا۔

"پدھاریئے مہاراج...... میرے بڑے بھاگ جو آپ نے یہاں آنے کی تکلیف کی، کسی سپاہی کو بھیج کر مجھے بلا لیا ہوتا۔"

"میں یہاں روپ نگر میں راج کرنے نہیں بلکہ آپ لوگوں کی سیوا کرنے کی غرض سے آیا ہوں۔" میں نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بڑی کرپا آپ کی جو آپ کے وچار اتنے اچھے ہیں ورنہ آپ سے پہلے جو افسر یہاں تعینات تھے وہ تو ناک پر مکھی بھی نہیں بیٹھنے دیتے تھے۔" اس نے قدرے ناخوشگوار لہجے میں سابقہ افسر کی تعریف کی پھر بولا۔ "آپ کیا پینا پسند کریں گے چائے یا ٹھنڈا۔"

"تکلف کی ضرورت نہیں۔" میں نے کہا۔ "ادھر سے گزر رہا تھا سوچا آپ کے درشن بھی کرتا چلوں۔"

"آپ سیوک کو شرمندہ کر رہے ہیں جناب ورنہ کہاں آپ اور کہاں میں۔"

پٹواری کے دفتر میں میرے جاتے ہی اس کے دوسرے کارندے اٹھ کر کمرے سے باہر چلے گئے تھے میں یقین سے نہیں کہہ سکتا لیکن میرا خیال ہے کہ انہیں منوہر ہی نے باہر جانے کا اشارہ کیا ہوگا۔ ممکن ہے وہ عملے کے سامنے کھل کر مجھ سے بات

ت سے کترا رہا ہو کچھ دیر تک ہمارے درمیان تحصیل سے لق ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں پھر میں نے دبی زبان میں ل مقصد کی طرف آتے ہوئے کہا۔

"یہ جو زمین جھیل کے کنارے ہے وہ کس کی ملکیت ہے۔"

"سرکار کی ہے جناب۔" منوہر نے تیزی سے کہا پھر فوراً ہی مل کر بولا۔ "دو چار پریوار وہاں جھونپڑی ڈالے پڑے ہیں ن اس میں چنتا کی کوئی بات نہیں، سرکار جب چاہے گی ان کا نا ٹپر پھکوا کر زمین خالی کرا لے گی۔"

"آپ کی اطلاع شاید پرانی ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ آج دوپہر میں نے اس طرف کا چکر لگایا تھا وہاں صرف ایک بدہ سے جھونپڑی پڑی ہے جہاں جمنا نامی ایک عورت اپنی ھی ماں کے ساتھ رہتی ہے۔"

"دوسرے لوگوں نے شاید اپنا ٹھکانہ بدل دیا ہوگا۔" پٹواری جلدی سے بات بنا دی۔

"جمنا کے بارے میں آپ کی ذاتی رائے کیا ہے۔" میں نے ری کو کریدنے کی خاطر کہا۔ "آپ یہاں کے پرانے باسی ہیں لیے مجھ سے زیادہ یہاں کے لوگوں کے بارے میں جانتے تے ہوں گے۔"

"میں نے کبھی اس کے بارے میں زیادہ معلوم کرنے کی شش نہیں کی پرنتو دوسروں سے سنا ہے کہ وہ اچھے لچھن کی نہیں ہے۔" منوہر نے گھما پھرا کر جواب دیا۔

"میری اطلاع کے مطابق اس نے سورگ باشی منشی پریم رکو اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی تھی کہ زمین کا وہ جہاں اس نے جھونپڑی ڈال رکھی ہے اس کے نام کر دیا ئے۔"

"یہ بھلا کیسے ہو سکتا ہے جناب...... ہم آخر کس لیے ا بیٹھے ہیں، تحصیل کے ایک ایک چپے کا حساب ہمارے تے میں درج ہے کہ کون کس کا مالک ہے۔"

"مجھے آپ کی کارکردگی کے بارے میں کوئی شکایت نہیں، رجی لیکن میرا خیال ہے کہ اگر نچلا عملہ کسی سے مل جائے تو وں میں تھوڑی بہت الٹ پھیر بھی کی جا سکتی ہے۔"

"میرے زمانے میں ایسا کبھی نہیں ہوا۔" پٹواری پر اعتماد میں بولا۔ "آپ چاہیں تو ایک ایک کاغذ کی جانچ پڑتال کر لیں مجھ سے پہلے اگر کوئی ایسی الٹ پھیر ہوئی ہو تو اس کے بارے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"ایک بات پوچھوں منوہر جی۔" میں نے دوستانہ انداز رکھنے کی کوشش کی۔

"دو پوچھئے جناب۔" اس نے ایک بار پھر ٹھوس آواز میں "جب میرے ہاتھ صاف ہیں تو پھر ڈر کس بات کا۔"

"آپ کے بارے میں میری اور تحصیل دار لالہ بنارسی کی بات ہو چکی ہے۔" میں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ "انہیں آپ پر پورا وشواس ہے، وہ آپ کے کام کی تعریف بھی کر رہے تھے۔"

"ان کی بڑی کرپا ہے جناب ورنہ پٹواری لوگ تو اکثر بدنام ہوتے ہیں۔"

"ایسی بات نہیں ہے...... دنیا میں اچھے لوگوں کی بھی کمی نہیں ہے اور پھر پانچوں انگلیاں برابر بھی نہیں ہوتیں۔" میں نے اسے بانس پر چڑھانے کی خاطر اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا پھر دوبارہ اصل مقصد کی جانب آتے ہوئے بولا۔ "کیا آپ کے علم میں یہ بات ہے کہ جمنا نامی عورت منشی پریم چندر سے یہی چاہتی تھی کہ جھیل والی زمین وہ ٹکڑا اس کے نام کر دیا جائے۔"

"اگر آپ نے یہ سنا ہے تو یہ بھی ضرور جانتے ہوں گے کہ میرے سورگ باشی منشی نے جمنا کو کیا جواب دیا تھا۔"

"مجھے وہ بھی معلوم ہے لیکن میرا خیال ہے اب آپ کی پوزیشن کو بھی خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔"

"کیا مطلب......" پٹواری نے چونک کر پوچھا۔

"اوم پرکاش اور منشی پریم چندر کی اموات ایک ہی سلسلے کی دو کڑیاں معلوم ہوتی ہیں۔"

"میں...... میں سمجھا نہیں۔" پٹواری اب کچھ نروس دکھائی دے رہا تھا۔

"ہو سکتا ہے کہ جمنا جو میری معلومات کے مطابق اچھے کردار کی مالک نہیں ہے اب آپ سے بھی وہی مطالبہ کرے جو پہلے دوسرے لوگوں سے کر چکی ہے۔"

"آپ کہنا کیا چاہ رہے ہیں سرکار...... کیا اوم پرکاش اور پریم چندر کی موت کا یہی کارن تھا۔"

"ہو سکتا ہے کہ آپ کو نہ معلوم ہو لیکن پولیس کی رپورٹ کے مطابق اوم پرکاش اور پریم چندر کی اموات نہایت پراسرار حالات میں واقع ہوئی ہیں اور ان دونوں وارداتوں میں جمنا کے ساتھ ساتھ کسی سفلی کے ماہر کا ذکر بھی فائلوں میں موجود ہے۔"

منوہر کے چہرے کی رنگت ایک لمحے کو زرد پڑ گئی۔ وہ شاید میری باتوں کا مفہوم سمجھ چکا تھا کچھ دیر خاموشی کے بعد بولا۔

"میں آپ کا اشارہ سمجھ رہا ہوں سرکار لیکن جمنا نے آج تک کبھی میرے ساتھ ایسی بات نہیں کی۔"

"پہلے نہ سہی لیکن اب تو کر سکتی ہے۔"

"جینا اور مرنا منش کے بھاگ میں لکھا جا چکا ہے اور جو بھگوان کو منظور ہوتا ہے وہ اوش پورا ہوتا ہے، دھرتی کی کوئی شکتی مقدر کے لکھے کو بدل نہیں سکتی لیکن......" منوہر کچھ کہتے کہتے خاموش ہوگیا۔

"لیکن کیا......" میں نے وضاحت طلب کی۔

"اگر جمنا نے میرے ساتھ بھی ایسی کوئی سودے بازی کرنی

چاہی تو میں بھی اسے دھتکار دوں گا...... پھر جو بھاگ میں لکھا ہو۔"

"میں جانتا ہوں منوہر جی کہ آپ کا شمار ان لوگوں میں نہیں کیا جا سکتا جو دولت کی لالچ میں آ کر اپنا ایمان بیچ دیتے ہیں لیکن آپ کو شاید پریم چندر کی موت کے سلسلے میں ایک بات کا علم نہیں ہے۔"

"وہ کیا......"

"میں اس بات کا گواہ موجود ہوں کہ جمنا نے ذاتی مچلکے پر رہائی حاصل کرنے کے بعد کیا کہا تھا۔"

"کک...... کیا کہا تھا؟" منوہر نے جلدی سے سوال کیا۔ اس کی آواز میں اب کسی انجانے خوف کا عنصر بھی شامل تھا۔

"جمنا نے پورے وشواس سے کہا تھا کہ پریم چندر خون کی الٹی کر کے مرے گا اور پھر کچھ دیر بعد ہی آپ کا غریب منشی جمنا کی دی ہوئی بددعا کے مطابق اس دنیا سے سدھار گیا۔"

"ایسی صورت میں تو اس کلنکنی کو آپ کو ترنت گولی مار دینی چاہیے تھی۔" منوہر نے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔

"نہیں......" میں نے پٹواری کے چہرے پر تیزی سے بدلتے تاثرات کا بغور جائزہ لیتے ہوئے جواب دیا۔ "اول تو بغیر کسی جرم کے ثبوت کے کسی کو سزا نہیں دی جا سکتی اس کے علاوہ میرا خیال کہ ہے جمنا کو گولی مار دینے سے بھی مسئلہ حل نہیں ہو سکتا تھا۔"

"وہ کیوں......"

"کیا میں اس بات کا یقین کر لوں کہ جو باتیں اس وقت ہمارے درمیان ہو رہی ہیں وہ اس کمرے کی حد سے باہر نہیں جائیں گی۔"

"آپ مجھ پر وشواس کریں جناب...... میں آپ کو بھگوان کی سوگند کھا کر وچن دیتا ہوں کہ آپ کی بات کسی اور کے سامنے زبان پر نہیں لاؤں گا۔"

"دراصل میں ایک خاص سلسلے میں آپ کی مدد چاہتا ہوں۔"

"آپ حکم دیں جناب۔"

"میرا خیال ہے کہ کوئی گندی شکتی پردے کے پیچھے رہ کر جمنا کے شریر کو استعمال کر رہی ہے۔" میں نے جان بوجھ کر ہندی کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے کہا۔ تحصیل میں چونکہ مسلمانوں کے مقابلے میں ہندوؤں کی تعداد زیادہ تھی اس لیے میں جیسا دیس ویسا بھیس کی پالیسی پر کاربند تھا۔

"میں اب بھی نہیں سمجھ سکا جناب۔"

جواب میں، میں نے تھوڑے توقف کے بعد جمنا کے لاک اپ سے باہر آنے والی کیفیت کی مکمل تفصیل دہرائی تو پٹواری کا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا، میں نے اسے صرف جمنا کی

کیفیت کے بارے میں بتایا تھا۔ لاک اپ کی مضبوط سلاخوں کے پگھلنے کے بارے میں کوئی بات نہیں کی تھی۔

"آپ کہہ رہے ہیں تو وشواس کیے لیتا ہوں ورنہ میں نے یہ سنا تھا کہ پلید آتمائیں کیول مردہ شریر پر قبضہ کرتی ہیں۔"

"سفلی کے بارے میں، میں نے کچھ زیادہ تو نہیں پڑھا البتہ ضرور سنا ہے کہ یہ سب سے زیادہ پلید اور بلاکت خیز ثابت ہوتا ہے۔"

"آپ مجھ سے کس قسم کی مدد چاہتے ہیں۔"

"میری اطلاع کے مطابق روپ نگر میں پنڈت پجاریوں کے علاوہ سفلی کرنے والے بھی بہت سارے لوگ ہیں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں چاہتا ہوں کہ آپ خاص طور پر مجھے ایسے لوگوں کے نام بتائیں جو سفلی کے عمل میں مہارت رکھتے ہوں اور کسی نہ کسی زاویے سے ان کا تعلق جمنا سے بھی ہو۔"

"اس کام کے لیے آپ نے خاص طور پر میرا ہی چناؤ کیا ہے۔"

"شاید اس لیے کہ آپ کا تعلق بھی زمینوں کے حساب کتاب سے ہے اور اس لیے بھی کہ میں آپ کو قابل اعتماد سمجھتا ہوں۔"

"کرپا ہے آپ کی پرنتو میں......" منوہر کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گیا، میں اس کے چہرے پر خوف کے سائے لرزتے دیکھ رہا تھا۔

"آپ غالباً قانون کے ساتھ تعاون کرنے سے گریز کر رہے ہیں۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے اکسانے کی کوشش کی۔

"شما کیجئے گا جناب...... جان بوجھ کر موت کے اندھے کنوئیں میں کوئی بھی چھلانگ لگانا پسند نہیں کرتا۔" پٹواری نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔ "میں بھی چھوٹے چھوٹے بچوں کا باپ ہوں۔"

"پھر تو یہ پراسرار اموات کا سلسلہ اسی طرح جاری رہے گا۔"

"آپ لالہ بنارسی جی سے معلوم کریں۔" اس نے اپنی جان چھڑاتے ہوئے کہا۔ "وہ اس تحصیل کے سب سے پرانے افسر ہیں، دوسروں کے بارے میں مجھ سے زیادہ جانکاری رکھتے ہیں۔"

"کیا آپ کسی ایک بھی ایسے شخص کا نام نہیں بتا سکتے جو سفلی کے عمل کا کام کرتا ہو اور جمنا کا واقف کار بھی ہو۔"

"اس سے کیا فائدہ ہو گا۔"

"ممکن ہے اس شخص کے روشنی میں آجانے کے بعد یہ پراسرار حادثے ختم ہو جائیں۔"

"شما کیجئے گا جناب...... کیا آپ کسی گندے عمل کا توڑ کرنے کی شکتی رکھتے ہیں۔" اس کے لہجے میں طنز تھا۔

"آئی سی۔" میں نے سرد مہری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ "میں نے شاید آپ کا انتخاب کرنے میں غلطی سے کام لیا ہے۔" وہ خاموش رہا تو میں تیزی سے اٹھتے ہوئے بولا۔

"اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو آپ کسی ایسے شخص سے ضرور واقف ہیں جو جمنا کو اپنا آلۂ کار بنا کر تحصیل میں خوف و ہراس پھیلانے کی کامیاب کوشش کر رہا ہے۔"

"ہر شخص کو اپنی جان پیاری ہوتی ہے جناب۔" اس نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ "میں اس معاملے میں آپ کی کوئی سیوا نہیں کر سکتا۔"

"او کے مسٹر منوہر، میں جا رہا ہوں لیکن آپ اپنا وعدہ یاد رکھیے گا جو باتیں ہمارے درمیان ہوئی ہیں اس کی بھنک کسی اور کو نہیں ملنی چاہیے ورنہ......" میں نے جملہ ادھورا چھوڑ کر پٹواری کو تیز نظروں سے گھورا پھر اس کے دفتر سے باہر آ گیا۔ میرے ذہن میں گرم آندھیوں کے تیز جھکڑ چل رہے تھے۔ مجھے یقین ہو چلا تھا کہ تحصیل کے اکثر لوگ جمنا اور کسی سفلی کے ماہر کے تعلقات سے ضرور واقف ہیں لیکن وہ اس کا نام ظاہر کرنے سے ڈرتے تھے۔

"آخر کیوں......؟" یہ سوال میرے ذہن میں گنبد کی صدا کی طرح گونج رہا تھا۔

شام کو انسپکٹر بدر اقبال نے مجھے اطلاع دی کہ اس نے اپنے اعتماد کے آدمیوں سے لاک اپ کی حالت درست کرا لی ہے۔ اس رات میں کھانا کھانے کے بعد ٹہلنے کے ارادے سے باہر نکلنے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ دھرم داس آ گئے۔ میں صرف چوبیس گھنٹے پہلے ہی ان سے مل چکا تھا۔ اس لیے اس وقت ان کی آمد میرے لیے خلاف توقع ہی تھی۔ خاص طور پر ان کے چہرے پر طاری گمبھیر سنجیدگی مجھے اس بات کا پتا دے رہی تھی کہ ان کی آمد بلا مقصد نہیں تھی۔ میں انہیں لے کر اپنے ڈرائنگ روم میں آ گیا۔ کچھ دیر بعد احمد علی نے کافی کے برتن لا کر ہمارے سامنے سجا دیئے، کافی ہم دونوں کی کمزوری تھی۔ جتنی دیر کافی کا دور چلتا رہا ہمارے درمیان خاندانی باتوں کا پرانا سلسلہ جاری رہا پھر دھرم داس نے حسب عادت اپنے لیے ایک سگار سلگایا اس کے دو تین کش لیے پھر مجھے غور سے دیکھتے ہوئے بے حد سنجیدگی سے بولے۔

"میں اس وقت تم سے ایک ضروری بات کرنے آیا ہوں۔"

"آپ نے ناحق زحمت کی، فون کر کے مجھے بلا لیا ہوتا۔"

"میرا ایک مشورہ مانو گے......" وہ بدستور سنجیدگی سے بولے۔

"آپ میرے بزرگ ہیں" میں نے سعادت مندی سے کہا۔ "حکم دیجئے......"

"روپ نگر کی آب و ہوا تمہیں سازگار نہیں آ رہی ہے اس لیے میری مانو تو اپنا تبادلہ کروا لو، میں آئی جی سے واقف ہوں، مجھے یقین ہے کہ تمہارے سلسلے میں وہ میری سفارش رد نہیں کرے گا۔"

"تبادلہ کروا لوں...... مگر کیوں؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"مجھے کچھ حالات کی اطلاع مل چکی ہے اس لیے موجودہ صورتحال میں تمہاری ساکھ خراب بھی ہو سکتی ہے۔" دھرم داس کے لہجے میں خلوص تھا۔ "تم میرے دوست کے بیٹے ہو اس لیے بتا رہا ہوں کہ پولیس کے محکمے میں اگر ایک بار کسی کی ساکھ بگڑ جائے تو اس کا بحال ہونا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ تم ایسے کسی حادثے سے دوچار ہو۔"

"میں آپ کی محبت کی قدر کرتا ہوں لیکن جو حادثات رونما ہو رہے ہیں وہ میرے لیے ایک چیلنج ہیں اور میں اسے ہر قیمت پر قبول کرنے کا تہیہ کر چکا ہوں۔" میں نے پراعتماد لہجے میں کہا۔ "یوں بھی محض ایک بدکار عورت سے ڈر کر میدان چھوڑ دینا کم از کم ایک پٹھان کی شان کے خلاف ہے۔"

"وہ صرف ایک عورت نہیں ہے۔" دھرم داس نے پہلو بدل کر کہا۔ "اس کے پیچھے نادیدہ قوتیں بھی کام کر رہی ہیں اور پراسرار قوتوں کا مقابلہ صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اس کے توڑ سے واقف ہوں۔"

"ہر مشکل کا کوئی نہ کوئی حل ضرور ہوتا ہے اور مجھے خدا کی ذات سے امید ہے کہ وہ میری رہنمائی ضرور کرے گا۔"

"ایز یو وش......" دھرم داس نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "ویسے میں ہر طرح سے تمہاری مدد کو تیار رہوں۔"

"تھینکس اے لاٹ سر......" میں نے گرمجوشی سے کہا

پھر انہیں گاڑی تک چھوڑنے باہر تک چلا گیا۔

اس رات میں سونے کے لیے لیٹا تو میرے ذہن پر جمنا کا تصور بری طرح سوار تھا۔ میں پٹھان ہوں' میری رگوں میں اس باپ کا خون ٹھاٹھیں مار رہا تھا جس نے سنگلاخ چٹانوں کے سامنے بھی کبھی سر کو جھکانا نہیں سیکھا تھا۔ پھر میں ایسی عورت سے خوفزدہ ہو کر میدان کس طرح چھوڑ دیتا جو پوری تحصیل میں سب سے زیادہ بدنام تھی۔

میری آنکھ کب لگی اور کب میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوا مجھے کچھ یاد نہیں لیکن اتنا ضرور یاد ہے کہ اس رات خواب میں بھی جمنا کے تصور نے میرا پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ میرے سامنے کھڑی مسکراتی نظروں سے مجھے دیکھ رہی ہے اس کے چہرے سے اعتماد جھلک رہا تھا۔ ہمیشہ کی طرح وہ اس وقت بھی بڑی بے باک اور خود سر دکھائی دے رہی تھی البتہ ایک بات جو میں نے خاص طور پر محسوس کی۔ وہ اس کی آنکھوں کی سرخی تھی جس کے اندر کچھ عجیب سے سائے رقص کرتے نظر آ رہے تھے کچھ دیر تک وہ تیکھی نگاہوں سے گھورتی رہی پھر اس کے تراشیدہ ہونٹوں میں ارتعاش پیدا ہوا اور ایک نسوانی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"میرے ساتھ دوستی کر لو...... بڑے فائدے میں رہو گے۔"

"جو فائدہ کسی بدکار عورت کے ذریعے حاصل ہو میں اس پر ہزار بار لعنت بھیجتا ہوں۔" میں نے حقارت سے کہا۔

"بڑے مورکھ ہو جو گھر آئی لکشمی کو ٹھکرا رہے ہو۔"

"کیا مطلب......"

"ایک بار آگے بڑھ کر میرا ہاتھ تھام لو پھر تمہیں معلوم ہو گا کہ یہ دھرتی کتنی بڑی ہے۔ پولیس کی معمولی ملازمت تمہیں کچھ نہیں دے سکتی لیکن میں تمہیں دھن' دولت اور ایسی شکتی سے مالا مال کر سکتی ہوں جسے تم نے سپنے میں بھی کبھی نہ دیکھا ہو گا۔" وہ قدم بڑھاتی میرے بالکل قریب آ گئی...... "صرف ایک بار میرا ہاتھ تھام لو پھر تمہیں خود ہی میری باتوں پر وشواس آ جائے گا۔"

میں اسے دھتکار دینا چاہتا تھا اس کا قرب مجھے بڑا مکروہ محسوس ہو رہا تھا' مجھے اس بات کا خطرہ بھی لاحق تھا کہ اگر کسی اور نے مجھے اس کے ساتھ دیکھ لیا تو میں بلاوجہ بدنام ہو جاؤں گا۔

"کس وچار میں گم ہو بھولے ناتھ...... ایسے سمے کسی منش کے جیون میں بار بار نہیں آتے" میں تمہیں اتنا بلوان بنا سکتی ہوں کہ اگر تم مٹی کو ہاتھ لگاؤ تو وہ بھی سونا بن سکتی ہے۔"

"مجھے کیا کرنا ہو گا۔" مٹی اور سونے والی بات سن کر میرے لہجے میں نرمی آ گئی لیکن یہ ایسی کوئی تعجب یا اچنبھے کی بات نہیں تھی۔ دنیا کا ہر انسان بڑا آدمی بننے کے خواب ضرور دیکھتا ہے دھن دولت وہ طاقت ہے جس نے بڑے بڑے رشی منی کو راہ سے بھٹکا دیا ہے۔

میں ایک لمحے تک جمنا کو گھورتا رہا' اس کی سرخ نظروں میں لمبے لمبے انسانی سائے گڈمڈ ہو کر چکرا رہے تھے منظر عجیب تھا' کوئی نادیدہ قوت مجھے اکسا رہی تھی۔ میں نے سنبھلنے کی کوشش کی لیکن میرے قدم ڈگمگا گئے میں نے ہاتھ بڑھا کر جمنا کی کلائی پوری قوت سے تھام لی۔ مجھے ایک ثانیے کو بالکل ایسا ہی لگا جیسے میں نے کسی دہکتی ہوئی سلاخ پر ہاتھ رکھ دیا ہو لیکن یہ احساس جلدی ختم ہو گیا پھر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرا ذہن تیزی سے گھوم رہا ہو' وہ گردش اتنی تیز تھی کہ میری قوت بینائی دھندلانے لگی۔ میں خود کو کسی بھنور کی زد میں آئے ہوئے بگولے کی مانند محسوس کر رہا تھا جو پوری شدت سے چکرا رہا تھا' مجھے ہر منظر گرد آلود اور دھندلا دھندلا نظر آ رہا تھا پھر یہ کیفیت تبدیل ہوئی تو میں نے دیکھا کہ میں کسی پہاڑ کے غار میں موجود ہوں جہاں نیم تاریکی ہونے کے باوجود سونے اور چاندی کے خزینے میری نظروں کے سامنے بکھرے پڑے تھے ان کی چمک دمک میری آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر رہی تھی۔ ابھی میں ان زر و جواہرات کو للچائی للچائی نظروں سے دیکھ رہا تھا کہ جمنا کی آواز میری قوت سماعت سے ٹکرائی۔

"کیا تم اس خزانے کو حاصل کرنا چاہتے ہو؟"

"ہاں...... ہاں" میں نے تیزی سے جواب دیا۔

"اسے پانے کے لیے تمہیں کچھ بلیدان بھی کرنا ہو گا......"

"وہ کیا......"

"تمہیں اپنے دھرم سے منہ موڑنا ہو گا۔"

"نہیں...... نہیں...... یہ ناممکن ہے" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"پھر تمہیں ایک اور کام کرنا ہو گا۔"

"کیا......" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا' میری نگاہیں بار بار سونے چاندی کے ذخیرے کی جانب اٹھ رہی تھیں۔

"تمہیں مہان شکتی پراپت کرنے کی خاطر مجھے جان سے مارنا ہو گا۔"

"اس کے بعد کیا ہو گا۔"

"اس کے بعد تمہیں دھات کی یہ چھوٹی سی مورتی مل جائے گی۔" جمنا کی سحر انگیز آواز میرے کانوں میں گونج رہی تھی۔ "اس مورتی کو پانے کے بعد تمہاری ہر اچھا (خواہش) پوری ہو گی تم جو چاہو گے وہی ہو گا۔ تمہارے سپنے کبھی ادھورے نہیں رہیں گے...... آؤ میرے ساتھ میں تمہیں اس مورتی کے درشن بھی کرا دوں۔"

جمنا نے میرا ہاتھ تھاما' ناہموار راستے اور تاریکی کے باوجود وہ اس طرح قدم اٹھا رہی تھی جیسے وہ بار بار وہاں آ چکی ہو کچھ دیر تک ہم نے اسی طرح اپنا سفر جاری رکھا۔ ایک دو بار مجھے ٹھوکر بھی لگی لیکن میں نے خود کو گرنے سے سنبھال لیا پھر ایک جگہ پہنچ کر جمنا رک گئی۔

"کیا تمہیں اس اندھیرے میں کچھ دکھائی دے رہا ہے۔" اس نے پوچھا۔

"نہیں......"

"ٹھہرو...... میں تمہارے لیے اجیارہ کیے دیتی ہوں۔" اس نے بڑے اعتماد سے کہا پھر اس وقت میری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہی جب میں نے غار کے اس تاریک حصے کو روشن ہوتے دیکھا' ہم اس وقت ایک اونچے حصے پر کھڑے تھے جس کے سامنے زمین کا ایک حصہ قدرے گہرائی میں کٹورے کی شکل میں موجود تھا۔ زمین کا وہ ٹکڑا سنگلاخ نہیں تھا بلکہ دلدل کی طرح میلا اور نرم نظر آ رہا تھا۔

"دھرتی کے اسی ٹکڑے میں وہ دھات کی چھوٹی مورتی دفن ہے جو مہان شکتیوں کی مالک ہے۔" جمنا نے کہا۔ "آگے بڑھو اور ہاتھ ڈال کر اسے باہر نکال لو پھر میں تمہیں اس کا چمتکار دکھاؤں گی۔"

"کیا تم اسے حاصل نہیں کر سکتیں۔" میں نے جرح کی۔ "مجھے درمیان میں لانے کی کیا ضرورت تھی۔"

"یہی کٹھنائی تو آن پڑی ہے کہ ہم اس مورتی کو اس کی جگہ سے باہر نہیں نکال سکتے۔"

"ہم سے تمہاری مراد کیا ہے۔" میں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔ "کیا اس کام میں کوئی اور بھی تمہارے ساتھ شریک ہے۔"

"تمہیں ان باتوں سے کوئی سمبندھ نہیں ہونا چاہیے۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔ "سمے برباد مت کرو' مورتی کو صرف تم ہی اس دلدل سے نکال سکتے ہو۔"

"میں اب بھی اس معمے کو نہیں سمجھ سکا۔" میں نے دوبارہ کہا۔ "جب تم اس مورتی اور اس کی طاقت سے واقف ہو تو پھر مجھے اس راز میں شامل کرنے کا کیا سبب ہے۔"

وہ ایک ثانیے تک مجھے سپاٹ نظروں سے گھورتی رہی پھر دبی زبان میں بولی۔

"ہم چونکہ نیچ ذات کے لوگ ہیں اس لیے اس پوتر مورتی کو اس کی اصلی جگہ سے نہیں ہٹا سکتے لیکن اس کے باہر آنے کے تین سورج ڈوبنے کے بعد ہم بھی اسے ہاتھ لگا سکتے ہیں۔"

جمنا نے ایک بار پھر جمع کا صیغہ اختیار کیا تھا لیکن میں نے اس سے دوبارہ وضاحت نہیں طلب کی پھر دل کڑا کر کے دلدل کی طرف بڑھا۔ نرم مٹی کے کنارے پہنچ کر میں گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ پھر اس کیچڑ میں ہاتھ ڈال کر ادھر ادھر اس مورتی کو تلاش کرنے لگا۔ مجھے زیادہ محنت نہیں کرنی پڑی۔ آٹھ دس منٹ بعد ہی میرا ہاتھ کسی ٹھوس شے سے ٹکرایا تھا۔ میں نے اسے باہر نکال کر دیکھا تو وہ دھات کی بنی ہوئی ایک عورت کی شکل کی مورتی ہی ثابت ہوئی جو گیلی مٹی میں لتھڑی دکھائی دے رہی تھی۔ جمنا نے اسے دیکھا تو اس کی نگاہیں فاتحانہ انداز میں چمک اٹھیں۔ وہ خوشی سے سرشار لہجے میں بولی۔

"تین سورج ابھرنے اور ڈوبنے تک یہ تمہارے پاس رہے گی اور اس کے بعد......" وہ کچھ کہتے کہتے اچانک خاموش ہو گئی۔

"اس کے بعد کیا ہو گا۔" میں نے وضاحت طلب نظروں سے جمنا سے پوچھا۔

"اس کے بعد اس کی مہان شکتی تمہاری مٹھی میں ہو گی اور تم جو چاہو گے وہ اوش پورا ہو گا۔"

"میرا خیال ہے تم میرے ساتھ ایک دلچسپ مذاق کر رہی ہو۔" میں نے کیچڑ میں لتھڑی ہوئی مورتی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "بھلا یہ دھات کی مورتی پراسرار قوتوں کی مالک کس طرح ہو سکتی ہے۔"

"تم چاہو تو اس سمے میں بھی اس کی مہان شکتی کو آزما سکتے ہو۔" جمنا نے سنجیدگی سے کہا۔ "اپنے من میں کچھ سوچو...... مورتی کی شکتی تمہاری اچھا کو اوش پورا کرے گی۔"

مجھے جمنا کی باتیں ناقابل یقین اور فرضی کہانیوں جیسی لگ رہی تھیں پھر بھی میں نے مورتی کی طرف دیکھ کر دل میں یہ سوچا کہ ہم جس پہاڑی غار میں کھڑے ہیں کیا وہ کسی بھیانک زلزلے کا شکار ہو سکتا ہے؟ ابھی میں نے اپنے دل میں وہ خیال کیا ہی تھا کہ میرے قدم زمین پر ڈگمگانے لگے' پورا ماحول جیسے یکلخت بھیانک اور ہولناک زلزلے کی لپیٹ میں آ گیا تھا بڑے بڑے پتھر روئی کے گالوں کی طرح ادھر ادھر لڑھک رہے تھے اور زمین جگہ جگہ سے شق ہو رہی تھی۔

"یہ تم نے کیا سوچ لیا......" جمنا کی خوفزدہ آواز میرے کانوں میں گونجی۔

میں نے جواب دینے کی کوشش کی تھی لیکن ایک وزنی پتھر اتنی شدت سے مجھ سے ٹکرایا کہ میں اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ مورتی پھسل کر میرے ہاتھ سے نکل چکی تھی پھر وہ جسمانی درد کا احساس ہی تھا جس سے بوکھلا کر میں ہڑبڑا کر جاگ گیا......! میں اس وقت اپنے کمرے میں اپنے بستر پر موجود تھا میری سانس اس بری طرح پھول رہی تھی جیسے میں نے میلوں کا سفر گھنٹوں کے بجائے منٹوں میں طے کرنے کی کوشش کی ہو۔ میرا سارا بدن بری طرح ٹوٹ رہا تھا وہ یقیناً جمنا کے مکروہ وجود کا تصور ہی تھا جس نے سوتے میں بھی میرا پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔

نے انگڑائی لینے کی خاطر اپنے بازو پھیلائے تو یہ دیکھ کر گنگ رہ گیا کہ میرا سیدھا ہاتھ تقریباً" کہنی تک کیچڑ میں لت پت نظر آرہا تھا۔ میں نے جلدی سے اٹھ کر اپنا ہاتھ دھویا پھر دوسرا نائٹ گاؤن پہن کر سونے کے ارادے سے لیٹ گیا لیکن نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ رہ رہ کر مجھے دھات کی وہ مورتی ذہنی طور پر پریشان کر رہی تھی جو میرے قبضے میں آکر نکل گئی تھی .... میرے سیدھے ہاتھ کا کیچڑ میں لتھڑ جانا اس بات کی تردید کر رہا تھا کہ میں نے جو کچھ دیکھا تھا وہ محض خواب ہی تھا۔

"پھر......... وہ سب کچھ کیا تھا؟"

☆

اس روز جمعہ تھا اس لیے میں دیر تک سوتا رہا۔ میں یہاں یہ بتاتا چلوں کہ میں کم از کم جمعہ کی نماز بڑی پابندی سے پڑھتا تھا۔ چنانچہ اس روز بھی نہا دھو کر مسجد گیا۔ جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ روپ نگر میں مسلمانوں کے مقابلے میں ہندوؤں کی تعداد بہت زیادہ تھی اس لیے وہاں صرف ایک ہی جامع مسجد تھی جہاں دور دور سے لوگ نماز ادا کرنے کے لیے آتے تھے۔ عام دنوں میں وہ اپنی اپنی علاقائی مسجدوں میں خدا کے حضور سر بسجود ہوا کرتے تھے چنانچہ اس روز بھی جامع مسجد میں تحصیل کے بیشتر مسلمان اکٹھا تھے۔ نماز سے فارغ ہو کر ایک دوسرے سے ملنا اور خیریت دریافت کرنا ایک روایت بن چکا تھا۔ میں چونکہ نیا نیا آیا تھا اس لیے بہت زیادہ لوگوں سے واقف نہیں تھا جبکہ اکثر لوگ مجھ سے واقفیت رکھتے تھے بہرحال میں لوگوں سے ملتا ملاتا مسجد سے رخصت ہوا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی دبے قدموں میرا تعاقب کر رہا ہے۔ ان دنوں جس قسم کے حالات میرے ساتھ پیش آرہے تھے انہوں نے مجھے خاص طور پر بہت زیادہ محتاط رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔ چنانچہ کسی کے تعاقب کے تصور سے میں نے چلتے چلتے تیزی سے گھوم کر دیکھا' جس راستے سے میں گزر رہا تھا وہاں بس اکا دکا آدمی ہی نظر آرہے تھے اور وہ بھی خاصے فاصلے پر تھے میں نے تعاقب کے خیال کو اپنا وہم سمجھ کر ذہن سے جھٹکا اور پھر قدم آگے بڑھانے لگا۔ اس بار میں نے تعاقب میں آنے والی چاپ کی آواز کے ساتھ ہی اس سائے کو دیکھا جو میرے سامنے کی جانب زمین پر پڑ رہا تھا۔

ایک پولیس آفیسر ہونے کے ناتے میرا چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی دھیان دینا بہت ضروری تھا اور خاص طور پر ایسی صورت میں جبکہ پے درپے پراسرار واقعات سے میرا سابقہ پڑ رہا تھا چنانچہ میں نے قدموں کی چاپ سن کر ایک بار پھر تیزی سے گھوم کر دیکھا لیکن میرے قرب و جوار میں کوئی دوسرا شخص موجود نہیں تھا پھر یکلخت ایک خیال بڑی سرعت سے میرے ذہن میں

ابھرا اور سردی کی ایک لہر میرے پورے جسم میں دوڑ گئی' میں جس سمت جا رہا تھا سورج عین میرے سامنے تھا اور ایسی صورت میں سائے کو میرے سامنے بجائے پشت کی سمت پڑنا چاہیے تھا جبکہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے اسے اپنے سامنے دیکھا تھا لیکن جب میں نے دوبارہ پلٹ کر سامنے دیکھا تو سایہ غائب ہو چکا تھا۔ میں اتنے کمزور دل کا بھی نہیں ہوں کہ ایسی چھوٹی موٹی باتوں سے خوفزدہ ہو جاؤں لیکن جو کچھ میرے ساتھ پیش آرہا تھا وہ بلاشبہ پراسرار اور حیرت انگیز تھا۔ بھوت پریت' عفریت اور اجنا کا ذکر مختلف مذہبی کتابوں میں موجود ہے اس لیے اس سائے کا اس طرح نمودار ہو کر غائب ہو جانا میرے لیے باعث حیرت تھا۔ میں نے خود کو فوری طور پر کسی نادیدہ قوت کے شر سے محفوظ رکھنے کی خاطر آیت الکرسی پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا پھر دوبارہ قدم بڑھانے لگا۔

بڑے بازار کے قریب پہنچ کر میں نے اپنی رہائش گاہ کی طرف تو میری نظر ایک بوڑھے فقیر پر پڑی جو اپنی دھن میں مست فٹ پاتھ پر بیٹھا کوئلے سے آڑی ترچھی لکیریں کھینچ رہا تھا وہ اپنی دھن میں اس قدر مگن تھا کہ اسے قرب و جوار کا بھی کوئی ہوش نہیں تھا۔ وہ خاصا عمر رسیدہ دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے چہرے اور داڑھی کے بال جھاڑ جھنکار کی طرح بڑھے ہوئے تھے۔ جسم پر میل کی موٹی موٹی تہیں نظر آرہی تھیں۔ کہیں کہیں زخم کے نشان بھی موجود تھے۔ شاید وہ برسوں سے نہیں نہایا تھا۔

اس کے منہ سے جو رال ٹپک رہی تھی اس پر مکھیاں بھنبھنا رہی تھیں لیکن وہ اس قدر انہماک سے لکیریں کھینچنے میں مصروف تھا جیسے کوئی بہت بڑا مصور کسی حسین شاہکار کو جنم دے رہا ہو۔ میں نے اس بوڑھے فقیر کو اس روز پہلی بار دیکھا تھا۔ اس کے پھٹے پرانے لباس اور اس کی حالت دیکھ کر مجھے اس پر ترس آگیا۔ میرے قدم خود بخود اس کی طرف اٹھنے لگے۔ میں اس کے بالکل قریب جا کر کھڑا ہو گیا لیکن اس نے شاید میری موجودگی کو بھی محسوس نہیں کیا تھا اور بدستور بے ہنگم اور بے مقصد سی لکیروں سے فٹ پاتھ کو سیاہ کرنے میں محو تھا۔ اس کے قریب ہی کچھ سکے پڑے تھے جو غالباً" لوگوں نے ترس کھا کر ڈال دیے تھے۔ میں نے بھی اس کی مدد کی خاطر جیب سے پانچ روپے کا نوٹ نکالا اور اس کے سامنے ڈال دیا۔ میرا خیال تھا کہ وہ اس نوٹ پر کوئی توجہ نہیں دے گا لیکن اس کا تیزی سے چلنے والا ہاتھ یکلخت رک گیا۔ اس نے نظریں گھما کر میری جانب بہت غور سے دیکھا۔ اس کے چہرے پر آنکھوں کے نیچے کہیں کہیں کھرنڈ جمی نظر آرہی تھی۔

"اسے رکھ لو بابا........." میں نے نوٹ کی سمت اشارہ کرتے ہوئے ہمدردی کا اظہار کیا۔ "تمہارے کام آئیں گے۔"

"یہ......... یہ کاغذ کا حقیر ٹکڑا میرے کس کام آئے گا۔"

اس نے مجھے وحشت بھری نگاہوں سے دیکھا' اس کے چہرے سے دیوانگی مترشح تھی۔

"تم اس سے کھانے پینے کا سامان خرید سکتے ہو......... اپنی بھوک مٹا سکتے ہو۔"

"تو شاید میرے ساتھ مذاق کر رہا ہے۔" وہ بڑی حسرت سے بولا۔ "بھوک کبھی نہیں مٹتی۔ جتنا مٹانے کی کوشش کرو اور بھڑک اٹھتی ہے۔ میں بہت دنوں سے فاقہ کر رہا ہوں......... تو بھی شروع کر دے۔"

"میں نے آج تمہیں پہلی بار روپ نگر میں دیکھا ہے۔" میں نے یوں ہی پوچھ لیا۔ "کہاں رہتے ہو.........؟"

"کہاں رہتا ہوں؟" اس نے اپنی داڑھی کے الجھے ہوئے بالوں کو کھجلاتے ہوئے اپنے آپ سے سوال کیا۔ "میں......... کہاں رہتا ہوں۔"

"روپ نگر میں شاید نئے نئے آئے ہو۔"

"مجھے کچھ یاد نہیں لیکن تم......... تم کون ہو۔"

"میں بھی تمہاری طرح خدا کا ایک حقیر بندہ ہوں۔"

"بندہ........." اچانک اس نے دیوانوں جیسے انداز میں قہقہے لگانے شروع کر دیے۔

"کیوں......... اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔" میں نے سپاٹ آواز میں اسے مخاطب کیا۔ "کیا میں تمہیں بندہ نظر نہیں آتا۔"

"نہیں........." وہ یکلخت سنجیدہ ہو گیا اس کے قہقہوں کو

جیسے اچانک بریک لگ گیا تھا پھر وہ مجھے دیوانوں کی طرح سر سے پاؤں تک گھورتے ہوئے بولا۔ "تو شتر مرغ ہو سکتا ہے......... اود بلاؤ ہو سکتا ہے لیکن بندہ نہیں ہو سکتا۔"

وہ شاید ذہنی مریض تھا جو الٹی سیدھی باتیں کر رہا تھا۔ میں نے اسے نظر انداز کر کے آگے بڑھنے کی کوشش کی تو اس نے کچھ عجیب خوفزدہ لہجے میں مجھے روکتے ہوئے کہا۔

"مجھے چھوڑ کر نہ جا......... ورنہ میں شاید پھر بھٹک جاؤں گا اور وہ......... وہ میرا مکان کہاں ہے۔" اس نے مجھے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"پریشان مت ہو بابا۔" میں نے اسے تسلی چاہی۔ "تمہیں تمہارا مکان بھی مل جائے گا۔"

"مل جائے گا........." وہ خوشی سے تالی بجانے لگا پھر اچانک اس نے زمین پر پڑا ہوا پانچ کا نوٹ اٹھا لیا۔ چند لمحے اسے پاگلوں جیسے انداز میں الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا پھر اس نے بڑے وحشت بھرے انداز میں نوٹ کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

"یہ......... یہ تم نے کیا کیا۔" میں نے اسے تعجب سے دیکھا مجھے اس کے صحیح العقل ہونے پر شبہ ہو رہا تھا۔

"کھوٹے سکے اللہ کی راہ میں نہیں چلتے۔ اس لیے میں نے تیرا نوٹ پھاڑ دیا۔" وہ سپاٹ آواز میں بولا پھر اس نے پھٹے ہوئے نوٹ کی ٹکڑے ہوا میں اڑا دیے۔ اس کا جواب مجھے نہ جانے کیوں الجھن میں مبتلا کر رہا تھا۔

"بابا........." میں نے اسے ٹٹولتی نظروں سے دیکھا۔ "کیا تمہیں کھوٹے اور کھرے کی پہچان ہے۔"

"تو کیا معلوم کرنا چاہتا ہے۔" اس بار اس نے ہوش مندوں کی طرح پوچھا۔

"میں آج کل کچھ مشکلات میں گھرا ہوں۔" میں نے اسے کوئی بزرگ سمجھتے ہوئے اپنا مدعا بیان کیا۔ "کیا تم مجھے اس الجھن سے نجات دلا سکتے ہو۔"

"کسی چمار سے دوستی گانٹھ لے' تیرے سارے دلدر دور ہو جائیں گے۔" بوڑھے نے بڑی رازداری سے جواب دیا۔

میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے کس خانے میں فٹ کروں۔ میرے اندازے کے مطابق یا تو وہ کوئی دیوانہ مجذوب تھا یا بزرگ تھا یا پھر سی آئی ڈی کا کوئی افسر تھا جس نے خود کو لوگوں کی نظروں سے چھپانے کی خاطر بھیس بدل رکھا تھا۔ ابھی میں اسے گھور ہی رہا تھا اور کسی آخری نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس نے برہمی کا اظہار کیا۔

"دیدے پھاڑے کیا دیکھ رہا ہے......... جا اپنا راستہ ناپ۔"

"تم........." میں نے قدرے جھک کر مدھم لہجے میں کہا۔ "وہ نہیں ہو جو نظر آرہے ہو۔"

"ہاں" وہ دیوانوں کی طرح ہونٹوں پر انگلی جما کر بولا۔ "میں دم دار ستارہ ہوں اگر ٹوٹ کر کسی اور سیارے سے ٹکرا گیا تو تباہی اور بربادی بھی پھیل سکتی ہے......... مگر یہ بات اپنی ذات تک محدود رکھنا' کسی اور کو پتا چل گیا تو مجھے وہ کسی اور سیارے کی مخلوق سمجھ کر مار ڈالیں گے......... زندگی اور موت کا کیا بھروسہ......... نظر نہ آنے والا دھاگا اگر ٹوٹ گیا تو کٹھ پتلی کا تماشہ ٹھپ ہو جائے گا۔ دنیا کا کاروبار جس طرح چل رہا ہے چلنے دے......... زیادہ اچھل کود کی تو' تو بھی چمگادڑ کی طرح کسی درخت سے الٹا لٹکا نظر آئے گا۔"

"پڑھے لکھے معلوم ہوتے ہو........." میں نے آہستہ سے پوچھا۔

"ہاں......... میں نے چوتھے آسمان تک پڑھ لیا ہے۔" اس نے دیدے نچاتے ہوئے رازداری سے کہا۔ "پانچویں کا امتحان دیا تھا لیکن نقل کرتے ہوئے پکڑا گیا۔ اسی لیے یہ حلیہ بن گیا ہے۔"

"کیا تم مجھے یہ بتانا پسند کرو گے کہ تمہاری اصلیت کیا ہے؟" میں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"میری اصلیت" وہ چند لمحوں تک خلاء میں آنکھیں پھاڑے تکتا رہا پھر داڑھی کھجلاتے ہوئے بولا۔ "خاک' دھول اور مٹی......... میری مان تو تو بھی اپنے ہاتھ کیچڑ سے سان لے......... دوبارہ ہو جائیں گے......... آنکھ کھول کر چلے گا تو آسمانوں پر نہیں اڑ سکے گا' زمین پر ہی ٹانک ٹوئیاں مارتا رہ جائے گا......... عقل کے ناخن بڑھا کر خود کو زخمی کر لے......... وقت ہاتھ سے نکل گیا تو تمام زندگی پچھتانا پڑے گا۔"

اس بوڑھے کی باتیں میری سمجھ سے بالاتر تھیں' کبھی وہ دیوانوں کی طرح واہی تباہی بکنا شروع کر دیتا تھا اور کبھی بڑے فلسفیانہ انداز میں گہری گہری باتیں کرنے لگتا میرا اس کے پاس زیادہ دیر رکنا بھی مناسب نہیں تھا چنانچہ میں جانے کے ارادے سے پلٹا ہی تھا کہ اس نے آواز دے کر مجھے روک لیا۔

"اتنی جلدی کہاں جا رہا ہے......... فٹ پاتھ پر دو چار لکیریں تو بھی مار دے ورنہ لکشمی ہاتھ سے نکل جائے گی۔"

"تم خواہ کوئی بھی ہو لیکن میرا وقت برباد کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔" میں نے قدرے درشت لہجے میں کہا۔

"اکھڑ گیا بیٹے سے........." وہ دیوانوں کی طرح ہنسنے لگا۔ "پنجرے کی طرف بھی ایک نظر دیکھ لے......... چڑیا آزاد ہو گئی ہے۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا۔" میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہونے لگا۔ "کیا چاہتے ہو۔"

"نہیں نہیں........." وہ تیزی سے خوفزدہ انداز میں اٹھا۔ اس کی کیفیت سہمی سہمی نظر آ رہی تھی' گڑگڑا کر بولا۔ "مجھے گرفتار نہ کرنا۔ میں پہلے ہی گرفتار ہوں........."

"کیا........." میں چونکا۔ "کیا تم کوئی مجرم ہو جو قانون کی نگاہوں سے بچنے کے لیے یہ حلیہ اختیار کر لیا ہے۔"

"ہاں.........ہاں........." وہ دیدے نچاتے ہوئے مدھم آواز میں بولا۔ "میں نے ایک مورتی چرا لی تھی دھات کی بنی ہوئی مورتی' وہ میری منزل کے راستے میں آ گئی تھی اور پھر......... پھر میں بھٹک گیا۔"

میں دھات کی مورتی کے حوالے پر چونکا' وہ یقیناً کوئی پہنچا ہوا بزرگ تھا جو اشارے کنایوں میں مجھے کچھ سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا' میں نے اسے غور سے دیکھا میرے چہرے کے کھنچاؤ میں کمی آ گئی۔ وہ دلوں کے بھید پڑھ سکتا ہے۔ چنانچہ میں نے بڑی عاجزی سے کہا۔

"بابا......... کیا تم میری رہنمائی کر سکتے ہو........."

"پولیس پولیس......... دوڑو.........دوڑو......... بچاؤ"

وہ چلاتا ہوا بھاگ کر ایک گلی میں مڑ گیا۔ میں نے برق رفتاری سے اس کا تعاقب کرنے کی کوشش کی۔ میں اس سے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اسے میرے رات والے خواب اور دھات کی مورتی کے بارے میں' اور کیا کچھ معلوم ہے لیکن گلی میں داخل ہوتے ہی مجھے ایک دھچکہ سا لگا۔ وہاں دور دور تک کسی آدم زاد کا کوئی نشان نہیں تھا۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں مجھے اس بات کا شدید ملال تھا کہ میں نے اسے شناخت کرنے میں غلطی سے کام لیا تھا لیکن تیر اب کمان سے نکل چکا تھا۔

میں پلٹ کر اپنی رہائش گاہ کی سمت قدم اٹھانے لگا۔ میرے ذہن میں اس بوڑھے کی باتیں گونج رہی تھیں۔ اس نے مجھ کو کسی چمار سے دوستی گانٹھنے کا مشورہ دیا تھا اور کسی چڑیا کی آزادی کی اطلاع بھی تھی میں نے اس کی بات پر بہت غور کیا لیکن کوئی آخری نتیجہ اخذ نہ کر سکا۔ اس کی باتیں معنی خیز تھیں لیکن میں ان کی باریکیوں کو سمجھنے سے قاصر رہا۔

دوسرے دن میں اپنے دفتر میں بیٹھا مصروف کار تھا۔ دوپہر کے وقت اے ایس آئی رام دیال نے میرے کمرے میں قدم رکھا کر سیلوٹ کیا پھر میرے اشارے پر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

"کوئی خاص بات........." میں نے اس کے آنے کا سبب معلوم کیا۔

"آج جمنا والے کیس کی پیشی تھی سر........."

"کیا فیصلہ ہوا........." میں نے دلچسپی لیتے ہوئے سوال کیا۔

"منشی پریم چندر کی موت اور عدم ثبوت کی وجہ سے کیس خارج کر دیا گیا۔"

"عدم ثبوت سے آپ کی کیا مراد ہے۔" میں نے تیزی سے

پوچھا۔ "کیا آپ نے دونوں گواہوں کو عدالت میں پیش نہیں کیا!"

"کیا تھا سر......... لیکن ان دونوں نے اپنے تحریری بیان سے انکار کر دیا۔"

"کیا مطلب........."

"گواہوں کا کہنا ہے کہ انہوں نے منشی پریم چندر کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے زبردستی بیان دیا تھا ورنہ انہوں نے جمنا کو آنجہانی کی جیب کاٹتے نہیں دیکھا تھا........." رام دیال نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ قانون کا محافظ ہونے کے باوجود جمنا کے چھوٹ جانے پر بڑا مطمئن نظر آ رہا تھا۔

"آل رائٹ........." میں نے خشک آواز میں کہا۔ "آپ جا سکتے ہیں۔"

میرا جواب سن کر رام دیال خاموشی سے اٹھا اور سیلوٹ کر کے دفتر سے باہر چلا گیا۔ اس وقت میرے ہاتھ میں ایک پنسل موجود تھی' جمنا کی آزادی کی اطلاع سن کر میں نے اپنی مٹھی کو اتنی زور سے بھینچا کہ پنسل دو ٹکڑوں میں منقسم ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی بوڑھے کے الفاظ میرے ذہن میں گونجنے لگے۔

"پنجرے کی طرف بھی ایک نظر دیکھ لے......... چڑیا آزاد ہو گئی ہے۔"

جب سے میں روپ نگر آیا تھا اس کے دو ماہ بعد ہی سے والدہ کا فون پر اصرار بڑھتا جا رہا تھا کہ میں دو چار روز کی چھٹی لے کر ان سے ملنے چلا جاؤں۔ ایک دو بار والد صاحب نے بھی اسی قسم کی بات کی تھی۔ اوم پرکاش کی فائل میری سیف میں بند تھی' منشی پریم چندر جمنا کی بددعا کا شکار ہو کر ہو گیا تھا۔ جمنا کو جیب کاٹنے والے کیس سے باعزت طور پر رہا کر دیا گیا تھا۔ اس کیس کے دونوں گواہ منحرف ہو گئے تھے پھر بوڑھے سے میری ملاقات اور اس کی پراسرار باتوں نے مجھے ذہنی طور پر الجھا رکھا تھا چنانچہ میں نے دو روز کی چھٹی لی اور والدہ سے ملنے گھر چلا گیا۔ والد صاحب نے میری توقع کے عین مطابق مجھ سے روپ نگر کے حالات کے بارے میں دریافت کیا لیکن میں نے اپنی کسی بات سے آگاہ کرنا مناسب نہیں سمجھا ورنہ اگر بات والدہ کے کانوں تک پہنچ جاتی تو شاید وہ مجھے واپس ملازمت پر جانے کی اجازت بھی نہ دیتیں۔ روپ نگر سے چلتے وقت میں نے خاص طور پر انکل دھرم داس سے بھی یہی درخواست کی تھی کہ اگر ان کی والد صاحب سے فون پر گفتگو ہو تو مجھے پیش آنے والے حالات سے آگاہ نہ کریں۔

ایک روز سکون سے گزر گیا لیکن دوسرے دن رات کے کھانے کے بعد جب سب لوگ ساتھ بیٹھے تو میری والدہ نے روپ نگر میں میری تعیناتی کے بارے میں ذکر چھیڑ دیا۔ میں یہاں یہ بات ضروری سمجھتا ہوں کہ میرے پرنانا بہت بڑے بزرگ تھے۔ ہرچند کہ ان کے انتقال کو ایک طویل عرصہ گزر گیا تھا لیکن میری والدہ روحانی طور پر ان سے اس قدر وابستہ تھیں کہ ان کا ذکر ہمیشہ ہوتا رہتا تھا۔ بہرحال اس وقت ہم سب لوگ ڈرائنگ روم میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔

"شہباز بیٹے' تمہیں روپ نگر میں کسی قسم کی کوئی تکلیف یا پریشانی تو لاحق نہیں ہے۔" والد صاحب نے پوچھا۔

"جی نہیں........." میں نے والدہ کی موجودگی کے سبب خاص طور پر بڑے اطمینان اور سکون کا مظاہرہ کرتے ہوئے جواب دیا۔ "روپ نگر ہر اعتبار سے ایک خوبصورت جگہ ہے' مجھے وہاں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہے' ہر قسم کا آرام اور آسائش حاصل ہے پھر خاص طور پر انکل دھرم داس میرا بہت خیال رکھتے ہیں چھوٹی جگہ ہے اس لیے میری عزت بھی بہت کی جاتی ہے۔"

"یہ اوم پرکاش کا کیا قصہ ہے۔" والد صاحب نے پوچھا تو میں ایک لمحے کو چونکا پھر جلدی سے بات ٹالتے ہوئے کہا۔

"یہ میرے زمانے کا نہیں بلکہ پرانا کیس ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔" والد صاحب نے میری بات کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن مجھے جو اطلاع ملی ہے اس کے مطابق پٹواری اوم پرکاش کی موت انتہائی پراسرار طور پر واقع ہوئی تھی اور آج تک قاتل یا قاتلوں کا کوئی سراغ نہیں مل سکا۔"

"آپ کی اطلاع درست ہے لیکن وہ کیس اب فائل ہو چکا ہے۔"

"اچھا ہوا۔" والد صاحب نے سکون کا سانس لیا پھر تھوڑے توقف سے بولے۔ "اس قسم کی پیچیدہ وارداتوں میں زیادہ ملوث ہونے کی کوشش کبھی نہ کرنا ورنہ بلاوجہ بنی بنائی ساکھ خطرے میں پڑ جاتی ہے۔"

"یہ آپ کہہ رہے ہیں" میں نے مسکرا کر کہا۔ "آپ نے تو مجھے پہلے یہ مشورہ دیا تھا کہ قانونی تقاضوں کو ہر قیمت پر پورا کرنا ایک اچھے اور فرض شناس پولیس افسر کا کام ہے۔"

"اب بھی میرا یہی مشورہ ہے لیکن بعض حالات ایسے پیچیدہ اور پراسرار ہوتے ہیں جن سے دامن بچانا بھی اشد ضروری ہوتا ہے۔" والد صاحب نے سنجیدگی سے کہا۔ "اب تم اوم پرکاش کی موت ہی کو لے لو......... کیا تم اس بات پر یقین کر سکتے ہو کہ کوئی کچا دھاگا کسی انسان کے پورے جسم کا خون پی سکتا ہے۔"

"ہو سکتا ہے اصلیت کچھ اور ہو۔" میں نے والدہ کو چونکتے دیکھ کر جلدی سے بات بنائی۔ "یہ بھی ممکن ہے کہ اوم پرکاش کا قاتل پولیس کی نگاہوں میں آ چکا ہو لیکن اسے کسی خاص بنا پر بچانے کی خاطر خون میں لتھڑا ہوا دھاگا لاش کے قریب ڈال کر اسے پراسرار بنانے کی کوشش کی گئی ہو......... مجھ سے پہلے جو

افسر وہاں تعینات تھا اس کی شہرت کچھ اچھی نہیں تھی کسی اہم واردات کے کاغذات میں الٹ پھیر کرنے کی وجہ سے ہی اس کا ٹرانسفر روپ نگر سے ہوا تھا۔"

"بہرحال یہ مت بھولنا کہ تم ریٹائرڈ ڈی آئی جی نادر خان کی اولاد ہو اور تمہاری رگوں میں ایک معزز پٹھان گھرانے کا خون گردش کر رہا ہے۔" والد صاحب نے ٹھوس لہجے میں تلقین کی۔ "دولت میں بڑی کشش ہوتی ہے' مفت میں بیٹھے بٹھائے کاغذات میں معمولی سی ردّ و بدل کے عوض اگر لاکھوں کی آفر ملے تو بیشتر لوگوں کی رال ٹپکنے لگتی ہے لیکن ایک بار اگر انسان کے قدم لڑکھڑا جائیں تو پھر اس کا سنبھالنا مشکل ہوتا ہے۔ شیر کی مثال لے لو' ہر شیر آدم خور نہیں ہوتا بلکہ میرے تجربے کے مطابق شیر جنگل کا بادشاہ ہونے کے باوجود انسانوں کے ساتھ بڑی مفاہمت سے کام لیتا ہے۔ لیکن جب نا تجربے کار شکاری اناڑی پن کا مظاہرہ کر کے شیر کو زخمی کر دیتے ہیں تو وہ اپنے زخم کو بھرنے کی خاطر زبان سے اس جگہ کو چاٹتا ہے پھر اس کے منہ کو خون لگ جاتا ہے اور وہ آدم خور بن جاتا ہے۔ ایمانداری اور بے ایمانی کے درمیان بھی یہی فرق ہے لالچ اور دولت کی ہوس انسان کو گھن بن کر اندر ہی اندر چاٹ جاتی ہے۔ ہر شخص طاقت ور بننے کے خواب ضرور دیکھتا ہے اور اسی خواب کی تکمیل کی خاطر وہ مال و زر کے سنہرے جال میں پھنس جاتا ہے۔ پولیس کے محکمے میں اس قسم کے مواقع چونکہ زیادہ میسر آتے رہتے ہیں اس لیے ایک دیانتدار افسر کو ہر قدم پھونک پھونک کر اٹھانا چاہیے۔"

"اب ان نصیحتوں سے کیا فائدہ" میری والدہ نے والد کو گھورتے ہوئے کہا۔ "جب میں نے پولیس کی ملازمت کی مخالفت کی تھی تو تم نے شہباز کو اسی بات پر اکسایا تھا کہ پولیس کی ملازمت ہی کی جائے۔"

"میں اب بھی یہی کہتا ہوں لیکن........"

"لیکن ویکن کچھ نہیں۔" والدہ نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "یا تو تم روپ نگر سے شہباز کا تبادلہ کہیں اور کرا دو یا پھر ملازمت سے استعفیٰ دلوا دو' نہیں چاہیے مجھے ایسی عزت اور وقار جس میں ہر وقت جان کو خطرہ لگا رہے۔"

"روپ نگر پر ہی کیا منحصر ہے امی حضور۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "خطرات تو کسی وقت بھی کسی ملازمت میں بھی پیش آسکتے ہیں۔"

"میں تمہاری ایک نہیں سنوں گی۔" والدہ نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "اگر تمہیں پولیس کی ہی ملازمت کرنی ہے تو پھر روپ نگر سے تبادلہ کروالو۔"

"کیوں........" میرے والد نے دبی زبان میں پوچھا۔ "یہ آپ کو بیٹھے بٹھائے روپ نگر سے کیا بیر ہو گیا ہے۔"

"جب سے تم نے روپ نگر میں اپنے عہدے کا چارج لیا ہے میں بڑے ابا کو کئی بار خواب میں دیکھ چکی ہوں۔" والدہ نے والد صاحب کے سوال کو نظرانداز کرتے ہوئے براہ راست مجھے مخاطب کیا۔ "بڑے ابا مجھے ہر بار پریشان پریشان سے نظر آئے ہیں۔ انہوں نے دبی زبان میں تمہارے لیے اس بات کا خیال بھی ظاہر کیا تھا کہ تمہیں فوری طور پر روپ نگر سے ہٹا لیا جائے۔"

"پلیز امی........" میں نے اپنے اندر کے تجسس کو چھپاتے ہوئے کہا۔ "خواب کی باتوں میں کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔"

"خبردار جو تو نے بڑے ابا کی شان میں کوئی نازیبا بات کی۔" والدہ نے مجھے سرزنش کی۔

"آپ کے بڑے ابا نے شہباز کے سلسلے میں کس خطرے کا اظہار کیا ہے۔" والد صاحب نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"پہلے وعدہ کرو کہ تم ان کی باتوں کا مذاق نہیں اڑاؤ گے۔"

"یہ خیال تمہارے ذہن میں کیسے آگیا جبکہ میں نے ہمیشہ تمہارے بڑے ابا کی بزرگی کا اعتراف کیا ہے۔" والد صاحب بولے۔ "میں نے ہمیشہ ان کی عزت اور احترام بھی کیا ہے۔ بلاشبہ وہ ایک پہنچے ہوئے بزرگ تھے اور ان کو روحانی قوتیں بھی حاصل تھیں۔"

"بتایئے نا امی حضور۔" میں نے دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔ "آپ کے بڑے ابا نے میرے بارے میں کیا اظہار کیا ہے۔"

"ان کا اشارہ یہ ملا ہے کہ روپ نگر کی تعیناتی تمہیں راستے سے بھٹکا دے گی۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"بڑے ابا نے خواب میں مجھے بتایا ہے کہ کچھ بد روحیں اور گندی قوتیں تمہارا تعاقب کر رہی ہیں اس لیے وہاں سے تمہارا دور رہنا ہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔"

والدہ کی بات سن کر نہ صرف میں بلکہ والد صاحب بھی چونکے تھے اپنے پرنانا کے بارے میں' میں نے بھی بہت کچھ سن رکھا تھا۔ وہ خدا کے برگزیدہ بندے اور اس پائے کے بزرگوں میں شمار کیے جاتے تھے جن کی زبان سے نکلا ہوا کوئی لفظ کبھی غلط نہیں ہوتا تھا روپ نگر کے بارے میں بھی انہوں نے امی کو جو اشارہ دیا تھا وہ اپنی جگہ درست تھا لیکن میں ان پراسرار باتوں کو اپنے لیے ایک چیلنج سمجھ کر قبول کرنے کا تہیہ کر چکا تھا چنانچہ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جب ہمارے پرنانا کا سایہ ہمارے سر پر ہے تو پھر مجھے کسی سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"یہ بات اپنی جگہ........ لیکن بزرگوں کی باتوں کو نظرانداز کرنا بھی کوئی دانشمندی نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے........" میں نے بات ختم کرنے کی خاطر کہا۔ "اگر آپ کا مشورہ یہی ہے کہ میں روپ نگر سے دور رہوں تو میں ایک دو ماہ بعد وہاں سے اپنا تبادلہ کسی اور جگہ کروالوں گا۔"

"ایک دو ماہ بھی وہاں رہنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"مجھے ایک دو ضروری کیس نمٹانے ہیں امی حضور۔" میں نے جرح کی۔ "اگر میں نے ان کیسز کو ادھورا چھوڑ دیا تو میری بڑی بدنامی ہوگی۔"

"میں تمہیں صرف پندرہ بیس دن کی مہلت دے سکتی ہوں۔" امی نے بمشکل تمام الجھتے ہوئے کہا۔ "اس کے بعد یا تو تم ملازمت سے مستعفی ہو جاؤ یا پھر کسی دوسری جگہ بدلی کرالو۔"

میں نے امی کو مطمئن کرنے کی خاطر بڑی سعادت مندی سے ہامی بھر لی لیکن میں اندر ہی اندر اس بات کا معترف بھی تھا کہ پرنانا نے خواب میں جو اشارہ کیا تھا وہ اپنی جگہ صد فی صد درست تھا۔ میرے والد صاحب بھی امی کی باتیں سن کر کسی سوچ میں ڈوبے نظر آرہے تھے۔ چنانچہ ماحول پر طاری سنجیدگی کو ختم کرنے کی خاطر میں نے گفتگو کا رخ دوسری طرف موڑ دیا۔

دو روز بعد جب میں روپ نگر جانے کے لیے تیار ہوا تو اس وقت بھی میری والدہ نے مجھ سے اس بات کا وعدہ لیا کہ میں پندرہ بیس روز کے اندر اندر روپ نگر کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خیرباد کہہ دوں گا۔ والد صاحب مجھے چھوڑنے گاڑی تک آئے پھر دبی زبان میں نہایت سنجیدگی سے بولے۔

"تمہارے پرنانا کا شمار بہت پہنچے ہوئے بزرگوں میں ہوتا تھا اگر ان کا اشارہ تمہاری ماں کو مل چکا ہے تو پھر میں بھی تم سے یہی کہوں گا کہ جتنی جلدی ممکن ہو روپ نگر سے دور ہو جاؤ۔ میں نے تم سے پہلے بھی یہی کہا تھا کہ میں تمہاری پوسٹنگ سے کچھ زیادہ خوش نہیں ہوں۔ روپ نگر کے پراسرار واقعات کے بہت سارے ایسے قصے مشہور ہیں جن کو عقل تسلیم نہیں کرتی لیکن عینی شاہدوں اور پولیس کی تفتیشی رپورٹ کی روشنی میں انہیں غلط بھی نہیں کہا جا سکتا۔"

"بہتر ہے........ جو آپ کی مرضی ہوگی میں اسی پر عمل کروں گا۔" میں نے والد صاحب سے کہا پھر اپنی کار میں بیٹھ گیا........!!

*

آٹھ نو گھنٹے کی ڈرائیونگ کے بعد میں روپ نگر پہنچا تو بری طرح تھکا ہوا تھا۔ رات کا کھانا کھانے کے بعد میں سونے کے ارادے سے لیٹا ہی تھا کہ اے سی ایم راکیش ورما صاحب کا فون آگیا۔ کچھ دیر تک وہ گھر کی خیریت دریافت کرتے رہے پھر بولے۔ "میرا خیال ہے کہ تم نے اوم پرکاش والی فائل اسٹڈی کر لی ہوگی۔"

"جی ہاں" میں نے دھرم داس کے دیے ہوئے مشورے کے عین مطابق جواب دیا۔ "میں اسے دوبارہ دیکھ چکا ہوں لیکن کوئی ایسی بات نظر نہیں آئی جس سے نئے سرے سے کسی تفتیش کا آغاز کیا جائے۔"

"میرا ذاتی خیال بھی یہی ہے کہ اب گڑے مردے اکھاڑنے سے سوائے وقت کی بربادی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوگا لیکن مقتول کے ورثا خاصے اوپر تک پہنچ گئے ہیں۔"

"پھر' میرے لیے کیا حکم ہے۔"

"تم ایسا کرو کہ ایک دو دن میں وہ فائل مجھے واپس کر دو۔ میں اسے اوپر والوں کے حوالے کر دیتا ہوں پھر وہ جانیں اور ان کا کام۔"

"بہتر ہے.....میں پہلی فرصت میں اسے واپس لوٹا دوں گا۔"

فون بند کر کے میں سونے کے ارادے سے لیٹا تو احمد علی میرا سر دبانے بیٹھ گیا۔ اس نے مجھے گودوں کھلا رکھا تھا اس لیے ابھی تک بچوں کی طرح میرا خیال رکھتا تھا۔ میں نے اسے منع بھی کیا لیکن اس نے جواب میں یہی کہا کہ آپ سو جائیں گے تو میں چلا جاؤں گا۔ میں اس کی دل شکنی نہیں چاہتا تھا اس لیے کروٹ بدل کر آنکھیں موند لیں اس وقت درحقیقت اس کے سر دبانے سے مجھے بڑا سکون اور آرام مل رہا تھا۔ میرے ذہن پر غنودگی طاری ہونے لگی پھر میں پوری طرح نیند سے دوچار بھی نہیں ہونے پایا تھا کہ مجھے سانپ کے پھنکارنے کی آواز سنائی دی۔ وہ آواز اس قدر صاف اور واضح تھی کہ میں اچھل کر بیٹھ گیا۔ کمرے میں میرے اور احمد علی کے سوا کوئی تیسرا شخص موجود نہیں تھا۔

"کیا بات ہے چھوٹے سرکار" احمد علی نے مجھے حیرت سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"کیا تم نے کسی سانپ کے پھنکارنے کی آواز سنی تھی؟"

"سانپ.....؟" احمد علی نے تعجب سے چاروں طرف دیکھا پھر بولا۔ "یہاں اس کمرے میں بھلا سانپ کا کیا کام آپ کو وہم ہوا ہوگا' ہو سکتا ہے کہ زیادہ تھکن کی وجہ سے۔"

"ہاں..... آں.....ہو سکتا ہے۔" میں نے سرسری نظروں سے کمرے کا جائزہ لیا پھر دوبارہ لیٹ گیا۔ میں نے آنکھیں دوبارہ بند کر لیں لیکن سانپوں کے سرسرانے اور پھنکارنے کی آوازیں بدستور میرے کانوں میں گونجتی رہیں۔ احمد علی میرے قریب بیٹھا میرے بالوں میں انگلیاں پھیر رہا تھا اور ہولے ہولے سر دبا جا رہا تھا۔ میں بہت دیر جاگتا رہا پھر مجھے نیند آگئی۔

صبح میں دفتر جانے کے ارادے سے تیار ہوا تو حسب دستور میرا اردلی موہن لال گاڑی کے دروازے کے پاس کھڑا تھا۔ میں گاڑی میں بیٹھنے لگا تو مجھے اچانک اوم پرکاش کی فائل یاد آگئی۔ راکیش ورما کی کچہری میرے دفتر کے راستے میں پڑتی تھی اس لیے میں نے سوچا کہ کیوں نہ اس فائل کو بھی ہاتھ کے ہاتھ ان

کے حوالے کرتا جاؤں چنانچہ میں تیزی سے واپس پلٹا۔ اپنے کمرے میں آکر سیف کھولا تو میں بوکھلا کر رہ گیا۔ سیف میں اس فائل کے علاوہ میری اور بھی بہت ساری قیمتی چیزیں رکھی تھیں۔ مجھے اچھی طرح یاد تھا کہ میں نے وہ فائل بڑی احتیاط اور رازداری سے اسی سیف میں رکھی تھی لیکن اس وقت مجھے اس فائل کے سوا تمام دوسری اشیاء نظر آرہی تھیں۔ سیف کے علاوہ دوسری الماری کھول کر اس کے تمام خانے بھی اچھی طرح دیکھ ڈالے لیکن اوم پرکاش والی فائل کا کوئی پتا نہ چلا۔ میں بری طرح بوکھلایا ہوا تھا۔ راکیش ورما نے رات ہی کہا تھا کہ وہ فائل اوپر والوں نے طلب کی تھی اور ایسی صورت میں اس فائل کا غائب ہو جانا میری ملازمت پر نہ صرف یہ کہ ایک بدنما داغ بن سکتا تھا بلکہ میری جواب طلبی بھی ہو سکتی تھی۔ میں احمد علی کو چھوڑ کر گیا تھا چنانچہ میں نے اس سے بھی پوچھا کہ کیا میری غیر موجودگی میں کسی نے سیف کھولنے کی کوشش کی تھی لیکن احمد علی نے جو جواب دیا اس سے مجھے شرمندگی بھی ہوئی۔ جاتے وقت میں اس کمرے کو باہر سے لاک کر گیا تھا اور واپسی کے بعد میں نے خود اپنے ہاتھوں سے خوابگاہ کا قفل کھولا تھا۔ میں اسے چوری کی واردات قرار دینے کو تیار نہیں تھا اس لیے کہ اگر وہ کسی چور کا کام ہوتا تو اس نے پہلی فرصت میں سیف میں موجود قیمتی اشیاء پر ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کی ہوتی۔ فائل اور اس میں موجود دس بارہ کاغذات سے بھلا اسے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی؟ پھر کمرے کی باقی تمام چیزیں بھی اپنی اپنی جگہ موجود تھیں۔

میرا ذہن بری طرح الجھ رہا تھا فائل کی گم شدگی مجھے اس کیس میں براہ راست ملوث بھی کر سکتی تھی اس لیے کہ وہ میری تحویل سے غائب ہوئی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس کی گمشدگی کی کیا وجوہ راکیش ورما کو مطمئن کر سکتی تھیں اور ایسی صورت میں جب کہ فائل اوپر والوں نے طلب کی تھی اس کا غائب ہو جانا میرے لیے، بے شمار پریشانیوں کا سبب بھی بن سکتا تھا۔ میرے ذہن میں ایک بار رات والی سانپ کی پھنکار گونجی لیکن میں نے اس خیال کو دل سے جھٹک دیا کہ بھلا کسی سانپ کو ایک فائل سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔

اس روز میں دن بھر دفتر میں بھی اسی فائل کے بارے میں سوچ سوچ کر پریشان ہوتا رہا۔ شام کو دفتر سے واپس لوٹ کر میں نے حسب معمول غسل کر کے لباس تبدیل کیا اور ورانڈے میں آکر بیٹھ گیا جہاں چائے کے برتن پہلے سے سجے ہوئے تھے۔ احمد علی کے ساتھ موہن لال کو بھی وہاں موجود دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی۔ عام طور پر وہ مجھے باہر ہی سے نمستے کر کے لوٹ جاتا تھا لیکن اس روز احمد علی کے ساتھ وہ بھی ورانڈے میں موجود تھا۔

"کیا بات ہے موہن لال؟" میں نے دریافت کیا۔ "تم گھر نہیں گئے۔"

"سرکار....." وہ ہاتھ جوڑ کر بولا۔ "میں سارا دن آپ کو دفتر میں پریشان دیکھتا رہا ہوں لیکن وہاں کچھ پوچھنے کی ہمت نہیں پڑی اسی لیے رک گیا تھا کہ شاید یہ سیوک آپ کے کسی کام آسکے۔"

"نہیں۔" میں نے موہن لال کو تحسین آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم میری موجودہ پریشانی میں کوئی مدد نہیں کر سکو گے۔"

"انسان انسان کا دارو ہوتا ہے سرکار۔ مجھے اپنی پریشانی کا کارن بتا دیں۔ اگر یہ سیوک آپ کے کسی کام آسکا تو اسے اپنی خوش قسمتی سمجھے گا۔"

"میری ایک فائل گم ہو گئی ہے۔" میں نے کافی کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔ "اگر وہ ایک دو روز میں نہ ملی تو میری پریشانی بڑھ سکتی ہے اب بولو تم میری اس سلسلے میں کیا مدد کر سکتے ہو؟"

"میں ان پڑھ آدمی ہوں سرکار بھلا کسی دفتری فائل کے معاملے میں آپ کی کیا سہائتا کر سکتا ہوں۔ پرنتو ایک آدمی روپ نگر میں ایسا موجود ہے جو آپ کی پریشانی دور کر سکتا ہے لیکن آپ شاید اس سے ملنا پسند نہ کریں۔"

"کون ہے وہ آدمی؟"

"شنکر....." موہن لال نے کچھ گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "جنگل کے قریب اس نے اپنا کچا پکا مکان ڈال رکھا ہے وہیں پڑا رہتا ہے لیکن ہے بہت کام کا آدمی۔"

"کیا مطلب؟"

"لوگوں کا خیال ہے سرکار کہ وہ سفلی کے گندے عمل کا ماہر ہے ہر ناممکن کو ممکن بنا سکتا ہے۔ جمنا سے بھی اس کی بہت گاڑھی چھنتی ہے۔ پر ہے ذات کا چمار۔"

"چمار۔" میں چونک اٹھا میرے ذہن میں فٹ پاتھ والے بوڑھے کے الفاظ گونج اٹھے۔ "کسی چمار سے دوستی گانٹھ لے تیرے سارے دلدر دور ہو جائیں گے۔"

"آدمی کم ذات ضرور ہے سرکار لیکن ایک بار مل لینے سے کیا جاتا ہے۔" موہن لال نے کہا۔ "آپ کے چرنوں میں بیٹھ کر بات کرے گا اور نہ جانے کیوں میرا من یہی کہتا ہے کہ وہ آپ کی سہائتا کر سکتا ہے۔ آگے آپ کی جو اچھا۔"

"تم نے ابھی کہا تھا اس کی اور جمنا کی دوستی بھی ہے۔" میں نے موہن لال کو گھورتے ہوئے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"ہاں۔ میں نے غلط نہیں کہا تھا سرکار۔"

موہن لال کی بات سن کر میرے خون کی گردش تیز ہو گئی میں نے متعدد افراد سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی تھی کہ وہ کسی ایسے آدمی کا نام بتائیں جو گندے عمل سے بھی واقف ہو اور جمنا سے میل جول بھی رکھتا ہو لیکن ہر شخص نے اس کے جواب سے کترانے کی کوشش کی تھی چنانچہ موہن لال کی زبانی

سے شنکر کا نام سن کر مجھے اندھیرے میں امید کی کرن نظر آنے لگی۔ میرے لیے فائل کی دستیابی کا مسئلہ بھی درپیش تھا جس کے نہ ملنے کی صورت میں حالات کوئی سنگین صورت بھی اختیار کر سکتے تھے۔

"موہن لال۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "تم شنکر کو کب سے جانتے ہو۔"

"دس بارہ سال سے سرکار۔"

"تمہارے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ وہ سفلی عمل کا ماہر ہے۔"

"میں نے آنکھوں سے کبھی کچھ نہیں دیکھا لیکن کانوں سے یہ بات ضرور سنی ہے کہ وہ جو چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے۔" موہن لال نے بڑی سادگی سے کہا۔ "یہی وجہ ہے سرکار کہ روپ نگر کے بڑے بڑے سیٹھ ساہوکار بھی اس کے سائے سے ڈرتے ہیں۔"

"جمنا سے اس کے تعلقات کب سے ہیں۔" میں نے پوچھا۔

"یہ بھی بڑی پرانی بات ہے سرکار۔ میرا خیال ہے کہ وہ کم ذات شنکر ہی کے بل بوتے پر سب سے سینہ تان کر اور گردن اکڑ کر بات کرتی ہے یہی کارن تو ہے جو دھن دولت اور اثر و رسوخ والے بھی اس کمینی کے خلاف عدالت کچہری کرتے ہوئے ڈرتے ہیں۔" موہن لال نے اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے بڑی وزن دار بات کہی تھی۔ "منشی پریم چندر کا ہی معاملہ لے لیجیے۔ بھلا چنگا آدمی تھا لیکن اس کے خلاف پرچی کٹواتے ہی لوٹ پوٹ ہو گیا۔"

"تمہارا کیا خیال ہے کیا شنکر کا نام اوم پرکاش کی پراسرار موت کے سلسلے میں بھی لیا جا سکتا ہے۔"

"میں وشواس سے نہیں کہہ سکتا سرکار لیکن ہو بھی سکتا ہے۔"

"ایک اور بات....." میں نے اسے گھورتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔ "جب تمہیں معلوم ہے کہ شنکر اپنے خلاف تمام جھوٹ مٹانے کی قوت رکھتا ہے اور دوسرے بڑے بڑے لوگ بھی اس کا نام زبان پر لانے سے ڈرتے ہیں تو تم نے اس کا اور جمنا کا ذکر خاص طور پر کیوں کیا تھا؟"

"میری زبان پر آگیا۔ آپ کی سیوا کرتے ہوئے اگر مجھے موت بھی آگئی تو میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ میرے بلانے سے یہاں آجائے گا۔"

"کیوں نہیں سرکار آپ پورے علاقے کے مالک ہیں آپ کا حکم سن کر اس کے اچھوں کو بھی آنا پڑے گا۔"

"ہو سکتا ہے تمہارا اندازہ ٹھیک ہو لیکن یہ بھی ممکن ہے میری جانب سے طلبی کا حکم سن کر وہ میرے خلاف بھی کوئی گندا عمل شروع کر دے۔"

"ایسا نہیں ہوگا سرکار۔" موہن لال نے بڑے پراعتماد لہجے میں جواب دیا۔ "وہ نیچ ذات کا ضرور ہے لیکن اس وقت تک کسی کے خلاف اپنی شکتی استعمال نہیں کرتا جب تک کوئی اسے کشٹ پہنچانے کی کوشش نہ کرے۔"

"ٹھیک ہے، اگر تمہیں یقین ہے کہ وہ آجائے گا تو اسی وقت جا کر اسے ساتھ لے آؤ۔" میں نے کہا۔ "جو فائل گم ہو گئی ہے اس کا ملنا بہت ضروری ہے ورنہ میری بہت بدنامی ہو گی۔"

"بدنامی ہو آپ کے دشمنوں کی سرکار، آپ تو بہت بھلے افسر ہیں۔" وہ اٹھتے ہوئے بولا۔ "میں ابھی جاتا ہوں اور شنکر کو ساتھ لیے آتا ہوں۔ میرا من کہتا ہے کہ وہ آپ کی سہائتا اوش کرے گا۔"

موہن لال کے جانے کے بعد میں اپنے روز مرہ کے معمول میں مصروف ہو گیا پھر کوئی دو گھنٹے بعد احمد علی نے مجھے اطلاع دی کہ موہن لال میرے مطلوبہ آدمی کو ساتھ لے کر دروازے پر موجود ہے، میں نے انہیں باہر لان پر بٹھانے کو کہا پھر کچھ دیر بعد باہر گیا تو موہن لال کے ساتھ ساتھ شنکر بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ دونوں نے مجھے ہاتھ جوڑ کر نمسکار کیا تھا پھر میرے سامنے لان پر بیٹھ گئے۔ موہن لال جس شخص کو ساتھ لایا تھا وہ دبلا پتلا اور دراز قد تھا۔ صورت شکل واجبی سی تھی، رنگ کالا تھا لیکن اس کی آنکھوں میں مجھے ایک خاص قسم کی چمک نظر آرہی تھی۔

"کیا تمہارا ہی نام شنکر ہے؟" میں نے بید کی کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"جی سرکار..... شنکر آپ کے اسی سیوک کا نام ہے۔" اس نے ناک میں بولنے والے انداز میں بڑی سعادتمندی سے کہا۔

"جانتے ہو میں نے تمہیں کس لیے بلایا ہے؟"

"جانتا ہوں مہاراج۔" وہ بڑے پراعتماد اور ٹھوس لہجے میں بولا۔ "آپ کی فائل جہاں بھی ہو گی مل جائے گی۔ لیکن آپ کو اس کے لیے میرے ساتھ میرے ٹوٹے پھوٹے گھر تک چلنا ہو گا۔"

شنکر نے دوسری بار بھی ناک سے منمناتی آواز میں جواب دیا تو میرے لاشعور میں ایک چھناکا سا ہوا۔ میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ میں اس قد و قامت کے آدمی اور اس منمناتی آواز کو پہلے بھی کہیں دیکھ اور سن چکا ہوں۔

"لیکن کہاں.....؟" میرے ذہن میں یہ سوال بڑی تیزی سے گردش کرنے لگا۔

پھر میرے ذہن کے دریچوں پر پڑے پردے تیزی سے سرکتے چلے گئے۔ مجھے یاد آگیا کہ میں نے وہ آواز پہلی بار کہاں سنی تھی۔ اس کے ساتھ ہی مجھے وہ خواب بھی یاد آگیا جب میں کسی لق و دق صحرا میں موت اور زندگی کی حالت سے دوچار تھا۔ ایک زہریلے سیاہ رنگ کے کوبرا نے مجھے ڈسنے کی کوشش کی تھی، پھر

ایک خوبصورت اور حسین عورت جس نے پاروتی ہونے کا دعویٰ کیا تھا' مجھے اس کوبرا سے نجات دلائی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ وہ بے پناہ غیر مرئی قوتوں کی مالک ہے۔ ایک نہ ایک دن مجھے اپنی طاقت کا کرشمہ ضرور دکھائے گی۔ اسی کا ہاتھ تھام کر میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں اور ایک ویران قبرستان میں پہنچ گیا تھا جہاں تاریکی کے سبب میں کسی قبر کے کتبے سے ٹکرا کر گرا تھا' وہیں مجھے وہ منمناتی ہوئی آواز میں بات کرنے والا پراسرار آدمی ملا تھا جو دبلا پتلا اور دراز قد تھا۔ اس نے مجھے باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ وہ پاروتی کے مقابلے میں زیادہ ناقابل یقین اور حیرت انگیز شکتیوں کا مالک ہے' اس نے یہ بھی کہا تھا کہ میں ہی وہ شخصیت ہوں جس کی اسے برسوں سے تلاش تھی اور میں دنیا میں اس کے لیے سب سے کارآمد ثابت ہو سکتا ہوں۔ تاریکی کے سبب میں اس کے چہرے کے خدوخال نہیں دیکھ سکا تھا لیکن اس کی آواز میرے لاشعور میں جم کر رہ گئی تھی۔ اس نے دعویٰ کیا تھا کہ تاریکی' گھپ اندھیرے اور فاصلے اس کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتے۔ وہ زمین کے اندر اور گہرے سمندروں میں غوطے لگائے بغیر بھی اس کے تحت الثریٰ کا احوال جان سکتا تھا پھر ایک کمبل پوش بزرگ کے آجانے سے وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔

اور آج جب میں نے اسے اس کے اصلی روپ میں باتیں کرتے سنا تو چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ شنکر ہی وہ پراسرار شخصیت کا مالک ہے جسے میں قبرستان میں دیکھ چکا تھا اور اب وہ میرے سامنے بیٹھا مجھے میری گمشدہ فائل کے دوبارہ مل جانے کا یقین دلا رہا تھا۔ میں ابھی اپنے دل کی دھڑکنوں پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس نے بڑی سنجیدگی سے منمناتی آواز میں پوچھا۔

"کس وچار میں گم ہو مہاراج۔"

"ہم' میں ...... میں اپنی فائل کے بارے میں سوچ رہا تھا۔" میں نے بات بناتے ہوئے کہا۔

"وہ آپ کو اوش مل جائے گی سرکار مگر اس کے لیے آپ کو اس سیوک کے جھونپڑے تک چلنا ہوگا۔"

"کیوں؟" میں نے پہلو بدل کر پوچھا۔ "کیا تم یہاں بیٹھے بیٹھے اس فائل کے بارے میں نہیں بتا سکتے۔"

"ہر بات کے پورا ہونے کا ایک سے ہوتا ہے اور ہر چیز کی اپنی ایک جگہ ہوتی ہے جہاں وہ زیادہ شوبھا دیتی ہے۔" وہ سادگی سے بولا۔ "شاید آپ کو ایک کم ذات کے ٹھکانے تک چلنے سے خوشی نہیں ہوگی۔"

"نہیں۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"پھر دیر کس بات کی ہے سرکار؟" وہ معنی خیز انداز میں بولا۔ "میرے دوار تک چلنے کے بعد آپ کو خالی ہاتھ نہیں آنا پڑے گا۔"

"کیا یہ درست ہے کہ تم سفلی عمل سے واقفیت رکھتے ہو؟"

"اپنے پرکھوں سے جو کچھ سیکھا ہے اسی سے کام چلا لیتا ہوں۔" وہ زیر لب مسکراتے ہوئے بولا۔ اس کی مسکراہٹ کے اندر بھی مجھے ہزاروں اسرار پوشیدہ نظر آرہے تھے۔

"سنا ہے جمنا سے بھی تمہاری بہت دوستی ہے۔"

"کبھی کبھی مل لیتا ہوں سرکار۔ وہ بھی میری طرح کم ذات ہے اس لیے ہماری نبھ رہی ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اندر جا کر تیار ہوا اور شنکر کے ساتھ چل پڑا۔ اس وقت روپ نگر پر گہرا سکوت اور سناٹا طاری تھا اس لیے مجھے اس بات کا بھی کوئی خوف نہیں تھا کہ بستی کا کوئی آدمی مجھے شنکر کے ساتھ دیکھ کر نہ جانے کیا خیال کرے گا۔ چلتے وقت میں نے احتیاطاً اپنا سروس ریوالور بھی ساتھ لے لیا تھا۔ میرا اردلی موہن لال بھی میرے ساتھ تھا۔ کچھ دیر تک ہم خاموشی سے آگے پیچھے قدم اٹھاتے رہے پھر میں نے شنکر کو کریدنے کی خاطر پوچھا۔

"تم آبادی سے اتنی دور کیوں رہتے ہو؟"

"ذات کا چمار ہوں مہاراج' اس لیے بستی والے مجھے اپنے بیچ رکھنا پسند نہیں کرتے۔"

"جنگل کے قریب تنہا رہتے ہوئے تمہیں ڈر نہیں لگتا۔"

"ہر منش کے انت کا ایک دن اس کے بھاگ میں لکھا جا چکا ہے۔ اپنا سمے پورا کرنے سے پہلے کوئی واپس نہیں جاتا پھر ڈر کس بات کا؟" اس نے بے پروائی سے کہا۔ "ہو سکتا ہے مہاراج کہ آپ میری بات کا وشواس نہ کریں لیکن آج کل منش کی ذات جانوروں سے بھی زیادہ خطرناک ہو گئی ہے۔"

"پڑھے لکھے معلوم ہوتے ہو؟" میں نے اس کی بات کی گہرائی کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

"دو چار جماعتیں پڑھی ہیں مہاراج' اسی سے کام چلا لیتا ہوں۔"

"یہ تم بار بار مجھے مہاراج کہہ کر کیوں مخاطب کر رہے ہو؟"

"آپ روپ نگر کے مالک ہیں سرکار اس لیے۔" اس نے جھجکے بغیر جواب دیا۔

تقریباً" ایک گھنٹے تک پیدل چلنے کے بعد میں اس کے کچے پکے مکان کے سامنے کھڑا تھا جو جنگل سے زیادہ دور نہیں تھا۔ اس نے مجھے اندر آنے کی دعوت دی لیکن میرے اردلی کو مکان کے باہر ہی روک دیا' میں اس بات پر چونکا تھا لیکن میں نے موہن لال کو اپنے ساتھ اندر لے جانے پر اصرار بھی نہیں کیا۔

شنکر کا وہ کچا پکا مکان دو کمروں پر مشتمل تھا' ایک کمرا باہر تھا اس کے بعد کھلا ہوا صحن تھا۔ صحن کے بعد دوسرا کمرا تھا۔ وہ مجھے دوسرے کمرے میں لے گیا جہاں ایک لالٹین جل رہی تھی۔ کمرا خاصا کشادہ تھا' ایک سمت ایک جھلنگا سا پلنگ نظر آرہا تھا جس پر پھٹی پرانی سی گدڑی پڑی نظر آرہی تھی۔ دروازے کے ساتھ ہی ایک گھڑونچی رکھی تھی جس پر پانی کا مٹکا موجود تھا۔ وہاں اس ٹوٹے پھوٹے پلنگ کے علاوہ بیٹھنے کی کوئی اور چیز نظر نہیں آرہی تھی البتہ پلنگ کے ساتھ ٹین کا ایک صندوق ضرور موجود تھا۔

"شما کیجئے گا مہاراج' میں اس جھونپڑے میں ٹھیک طرح سے آپ کا سواگت نہیں کر سکتا۔"

"کوئی بات نہیں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم مجھے فائل کے بارے میں بتا دو اس کے بعد میں زیادہ دیر یہاں نہیں رکوں گا۔"

"ایک چھوٹی سی بنتی ہے مہاراج۔" شنکر ہاتھ باندھ کر بولا۔

"کہو۔"

"جو کچھ آپ یہاں دیکھیں گے اس کا ذکر کسی اور کے سامنے نہیں کریں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے فائل کی خاطر ہامی بھر لی۔ مجھے وہاں کسی قسم کا کوئی خوف یا ڈر نہیں لگ رہا تھا لیکن وہاں کی ہر شے مجھے کچھ پراسراری نظر آرہی تھی۔

شنکر نے مجھے غور سے دیکھا پھر خاموشی سے صندوق کے قریب جا کر اس میں سے ایک دیا اور روئی نکال کر کمرے کے بیچوں بیچ آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ مجھے یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ اس نے صندوق سے جو روئی نکالی تھی اس کا رنگ سفید ہونے کے بجائے گہرا سرخ تھا' مگر میں نے فوری طور پر شنکر سے اس کے بارے میں کوئی استفسار نہیں کیا۔ لالٹین چونکہ کمرے کے درمیان چھت کی لکڑی سے بندھی لٹک رہی تھی۔ اس لیے اس کے نیچے اندھیرا تھا۔ اس نے روئی کا چھوٹا سا ٹکڑا علیحدہ کر کے اس کی بتی بنائی اور مٹی کے دیئے میں جما دیا پھر اس نے میری سمت غور سے دیکھا۔

"آپ چاہیں تو اس صندوق پر بیٹھ سکتے ہیں۔" اس نے دیا سلائی سے ایک تیلی نکالتے ہوئے مجھ سے کہا۔

"نہیں۔ میں یہیں ٹھیک ہوں۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ شنکر کی ایک ایک حرکت مجھے بڑی پراسرار لگ رہی تھی۔

"ایک بنتی اور کروں گا مہاراج۔" اس نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "یہ سفلی کا پلید عمل بڑا جان جوکھم کا ہوتا ہے۔ ایک بار پلٹ جائے تو اسے کرنے والا مر بھی سکتا ہے اس لیے جتنی دیر تک دیا جلتا رہے اتنی دیر تک آپ اپنی زبان سے کوئی شبد یا آواز نہیں نکالیں گے۔ جو کچھ نظر آئے اسے بس خاموشی سے دیکھتے رہیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ تم اپنا کام شروع کرو۔"

شنکر نے میرا جواب سن کر دیا سلائی جلا کر دیا روشن کر دیا' پھر اس نے اپنا جسم اکڑا کر دونوں ہاتھ گھٹنوں پر جما لیے۔ دیئے کی کپکپاتی روشنی میں اس کا وجود کچھ اور مکروہ اور بھیانک نظر آرہا تھا۔ اس کی نظریں پلکوں کی ایک معمولی سی جنبش کے بغیر دیئے پر مرکوز تھیں اور ہونٹ متحرک تھے۔ شاید وہ کوئی جنتر منتر پڑھ رہا تھا۔ کچھ دیر تک کمرے میں خوفناک خاموشی طاری رہی پھر میں نے ایسا محسوس کیا جیسے وہاں ایک سے زیادہ سانپ پھنکار

رہے ہوں۔ میں اپنی جگہ بت بنا کھڑا تھا لیکن سیدھے ہاتھ کی گرفت میں نے اپنے سروس ریوالور کے دستے پر مضبوطی سے جما رکھی تھی تاکہ اگر ضرورت پڑے تو اس کے استعمال میں زیادہ دیر نہ لگے۔

دیئے کی کپکپاتی روشنی ایک ہالے کی شکل میں نظر آرہی تھی۔ شنکر کے علاوہ میری نگاہیں بھی اس دیئے پر مرکوز تھیں' پھر میں نے روشنی کے ہالے کے گرد ایک بچے کے سائے کو نمودار ہو کر گروش کرتے دیکھا۔ شنکر کے متحرک ہونٹوں میں کچھ اور تیزی آگئی۔ وہ پلکیں جھپکائے بغیر بچے کے سائے کو دیکھ رہا تھا۔ مجھے کمرے میں مسلسل سانپوں کے پھنکارنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ بالکل ویسی ہی جیسی میں نے گزشتہ رات سنی تھی۔ ماحول پر کچھ عجیب سا اسرار طاری تھا پھر یکلخت شنکر نے تیزی سے ہاتھ بڑھا کر دیئے کی ٹمٹماتی لو پر رکھ دیا اور اسے بجھانے کے بعد اس نے اٹھ کر لالٹین کی روشنی دوبارہ تیز کر دی۔ دیئے اور سرخ روئی کو لے جا کر بڑی احتیاط سے صندوق میں بند کیا' پھر میرے قریب آکر نحوس آواز میں بولا۔

"مبارک ہو سرکار۔ آپ کی کھوئی ہوئی فائل کا پتا چل گیا ہے۔"

"کہاں ہے وہ؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"آپ کے ماتحت رام دیال کے سونے کے کمرے میں جو کتابوں کی الماری رکھی ہے وہ فائل ان کتابوں کے پیچھے موجود ہے۔" شنکر نے سرسراتی آواز میں کہا۔ "آپ چاہیں تو اسے ابھی سے برآمد کر سکتے ہیں۔ پرنتو ایک بات اور بتا دوں۔ وہ فائل رام دیال نے اپنی مرضی سے آپ کے سیف سے نہیں نکالی تھی بلکہ اسے تو خود بھی اس بات کا علم نہیں ہے کہ وہ فائل اس کے کمرے میں موجود ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے وضاحت طلب لہجے میں دریافت کیا۔ "چھٹی سے واپس آنے کے بعد میں نے اپنی خوابگاہ اور سیف دونوں کو مقفل پایا تھا' پھر وہ فائل وہاں سے کس طرح نکالی گئی۔"

"ہر بات کا کوئی نہ کوئی کارن ضرور ہوتا ہے سرکار۔" شنکر نے معنی خیز انداز میں جواب دیا۔ "آپ کی چنتا اب دور ہو گئی ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ آپ اس فائل کو پہلی فرصت میں برآمد کر کے راکیش ورما جی کو لوٹا دیں۔"

"حیرت ہے؟" میں نے قدرے الجھتے ہوئے کہا۔ "تم کہتے ہو کہ رام دیال نے وہ فائل غائب نہیں کی اور اسے اس بات کا بھی علم نہیں ہے کہ وہ اہم فائل اس کی کتابوں کے ریک میں موجود ہے' پھر وہ فائل وہاں تک کس طرح پہنچ گئی۔"

"آپ کیول آم کھانے سے مطلب رکھیں مہاراج' پیڑ گننے سے کیا فائدہ۔" شنکر نے معنی خیز انداز میں جواب دیا۔

"ایک اور بات۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم یہ بتانا پسند کرو گے کہ جس روئی سے تم نے دیا روشن کیا اس کا رنگ سرخ کیسے ہو گیا؟"

"خون کا رنگ ہمیشہ سرخ ہی ہوتا ہے سرکار۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔

"دھیرج سے کام لیں مہاراج' ابھی تو آپ کی اور سیوک کی پہلی ملاقات ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے اسے تیز نظروں سے گھورا۔

"منش کا کام منش سے پڑتا رہتا ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ "ہم دونوں روپ نگر میں موجود ہیں۔ مجھے وشواس ہے کہ آپ مجھے سیوا کا موقع دیتے رہیں گے۔"

"لیکن وہ خون آلود روئی۔"

"اس کے چکر میں نہ پڑیں مہاراج۔" شنکر سپاٹ آواز میں بولا۔ "ہم جو گندا اور پلید عمل کرتے ہیں اس کے لیے بہت جان مارنی پڑتی ہے۔ مہینوں اور برسوں کی کٹھن تپسیا کے بعد کہیں جا کر کچھ حاصل ہوتا ہے۔ کیا آپ وشواس کریں گے کہ میں نے تین چندرما اترنے اور چڑھنے تک مردہ انسان کی کھوپڑی میں چاول ابال کر کھائے ہیں تب کہیں جا کر تھوڑی بہت شکتی پراپت ہوئی ہے۔"

"کیا تم مجھے اوم پرکاش کی پراسرار موت کے بارے میں بھی......؟"

"نہیں۔" شنکر نے تیزی سے خشک لہجے میں کہا۔ "میں نے کسی کو وچن دیا ہے کہ میں اس دشٹ (بے رحم ظالم) کے بارے میں اپنی زبان بند ہی رکھوں گا۔"

میں نے اس وقت شنکر کو زیادہ کریدنا مناسب نہیں سمجھا اور اپنے اردلی کے ساتھ واپس چل پڑا۔ اس وقت رات کے ساڑھے دس بجے تھے لیکن اس کے باوجود میں سیدھا رام دیال کے گھر جا پہنچا۔ مجھے دیکھ کر اسے سخت حیرت ہوئی تھی۔ شاید وہ خواب میں بھی اس بات کی توقع نہیں کر سکتا تھا کہ میں پوری تحصیل کا سب سے بڑا پولیس آفیسر ہو کر اتنی رات گئے اس کے دروازے پر دستک دے سکتا ہوں۔

"خیریت تو ہے سر؟" اس نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"میں نے سنا ہے کہ تم نے اپنی خواب گاہ میں کتابوں کی ایک الماری بھی رکھی ہوئی ہے۔ جس میں بڑا اچھا کلکشن موجود ہے۔"

"جی...... جی ہاں سر' لیکن......؟"

"اگر تم اجازت دو تو میں اس الماری کو ایک نظر دیکھنا پسند کروں گا' ہو سکتا ہے کہ اس میں میری پسند کی کوئی کتاب مل جائے۔"

رام دیال مجھے عجیب نظروں سے دیکھ رہا تھا لیکن اس نے میری بات سے انکار نہیں کیا۔ ایک لمحے کے تامل کے بغیر مجھے اپنی خوابگاہ میں لے گیا پھر جب میں نے کتابوں کے پیچھے سے اوم پرکاش کی فائل برآمد کی تو اس پر جیسے سکتہ طاری ہو گیا ہو۔ وہ اس فائل کو پہچانتا تھا اس لیے پھٹی پھٹی سی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ خود بھی اس اہم فائل کو اپنی کتابوں کی الماری سے برآمد ہوتا دیکھ کر ششدر رہ گیا تھا اور کچھ عجیب کیفیت سے دوچار تھا۔

"رام دیال۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "کیا تم اس فائل کو پہچانتے ہو؟"

"یس...... یس سر۔" وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔ "یہ اوم پرکاش والے کیس کی فائل ہے جسے کچھ عرصہ پہلے راکیش ورما صاحب نے طلب کر لیا تھا لیکن یہ میرے پاس کس طرح آگئی۔"

"پریشان مت ہو۔" میں نے نرم آواز میں کہا۔ "میں جانتا ہوں کہ تم یہاں نہیں لائے تھے۔"

"پھر...... یہ...... یہاں پہنچی کس طرح؟"

"بالکل اسی طرح جس طرح اوم پرکاش کی موت کا کیس پولیس کے لیے ابھی تک پراسرار بنا ہوا ہے۔"

"ہم...... میں سمجھا نہیں سر۔"

"ذہنی جمناسٹک کی کوشش مت کرو۔ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔"

"لیکن سر......"

"بھول جاؤ اس بات کو۔" میں نے اس کی پریشانی کو محسوس کرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا پھر بولا۔ "ہاں ایک بات کا سختی سے خیال رکھنا اور وہ یہ کہ تم اس فائل کے سلسلے میں اپنی زبان بند ہی رکھو گے۔ اس کی بھنک بھی کسی اور کو نہیں ہونی چاہیے۔"

"او کے' سر۔"

"گڈ نائٹ۔" میں اسے حیران و پریشان چھوڑ کر واپس گھر آگیا۔ میں نے اپنے اردلی موہن لال کو بھی سمجھا دیا تھا کہ وہ ان باتوں کا تذکرہ کسی اور سے نہ کرے۔

دوسری صبح دفتر جاتے ہوئے میں نے وہ فائل راکیش ورما کے حوالے کر دی جو کچھ ہوا تھا وہ میرے لیے بھی ناقابل یقین تھا۔ میں کئی دنوں تک اس پراسرار معمے کو حل کرنے کی ناکام کوشش کرتا رہا۔ ویسے مجھے اس بات کا یقین آچکا تھا کہ شنکر بہرحال کچھ پراسرار قوتوں کا مالک ضرور ہے اور یہ بھی ممکن تھا کہ اوم پرکاش کی پراسرار موت میں بھی اس کے گندے عمل کا دخل رہا ہو اور اس نے محض مجھے ٹالنے کی خاطر کسی کو وچن دینے والی بات کہی ہو۔ اس کی تحویل میں موجود خون آلود روئی بھی میرے لیے کسی معمے سے کم نہ تھی۔

☆

اوم پرکاش کی فائل کا بوجھ میرے ذہن سے اتر چکا تھا لیکن شنکر کی پراسرار شخصیت کا تاثر بدستور میرے ذہن پر طاری تھا۔ اوم پرکاش کے کیس کے سلسلے میں اس نے بڑی خوبصورتی سے بات ٹال دی تھی لیکن میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ یا تو اس کیس میں براہ راست شنکر کا ہاتھ شامل تھا یا پھر وہ مجرموں سے ضرور واقفیت رکھتا تھا۔ منشی پریم چندر کی موت جمنا کی بددعا کے عین مطابق ہوئی تھی لیکن جس وقت اس نے بددعا دی تھی اس وقت میرے مشاہدے کے مطابق اس کی شخصیت پر کسی اور پراسرار اور نادیدہ قوت کا قبضہ تھا۔ میرے ڈیوٹی اردلی نے بھی یہی کہا تھا کہ شنکر اور جمنا کے درمیان بڑے پرانے تعلقات ہیں اور وہ اسی کے بل بوتے پر اکڑتی ہے۔ لاک اپ کی آہنی سلاخوں کا موم کی طرح پگھل جانا اور پھر وہ خون آلود روئی جس سے شنکر نے دیا روشن کیا تھا یہ تمام باتیں ایسی نہیں تھیں جسے نظرانداز کیا جا سکتا۔ بحیثیت ایک پولیس آفیسر کے مجھے اس بات کا بھی بخوبی علم تھا کہ کسی سائے یا نادیدہ قوت کے ہاتھوں میں قانون کی زنجیریں نہیں ڈالی جا سکتیں۔ محض مفروضوں کی بنا پر دنیا کی کوئی بھی عدالت کسی شخص کو پھانسی کے پھندے تک نہیں پہنچا سکتی تھی۔ سزا دینے کے لیے ٹھوس دلائل اور شہادتوں کی ضرورت اور اہمیت ہوتی ہے۔

اس روز بھی میں دفتر میں بیٹھا بظاہر فائلوں سے سر کھپا رہا تھا لیکن میرے ذہن میں شنکر کی پراسرار شخصیت کے مختلف پہلو کروٹیں لے رہے تھے جس کا جواب معلوم کرنے کے لیے میں بری طرح مضطرب تھا۔ مثلاً یہ کہ پریم چندر کی موت میں شنکر کی شخصیت کا کس حد تک دخل تھا۔ لاک اپ کے معاملے میں اس

کا ہاتھ کتنا شامل تھا۔ کیا اس نے وہ سب جمنا کی خاطر کیا تھا یا اس کے پشت پر کوئی اور سازش کارفرما تھی اور وہ سایہ کس معصوم بچے کا تھا جو دیا روشن ہونے کے بعد اس کے ہالے کے گرد چکرا رہا تھا۔ کیا شنکر نے اسی بچے کی مدد سے اوم پرکاش کی فائل کا کھوج لگایا تھا یا محض مجھے مرعوب کرنے کی خاطر ڈھونگ رچایا تھا؟ وہ فائل جو میرے سیف میں محفوظ تھی وہ تمام تالے بند ہونے کے باوجود رام دیال کی خواب گاہ تک کس طرح پہنچ گئی اور سانپ کی پھنکار کی آوازوں کا بار بار میرے کانوں میں گونجنا۔ یہ سب ایسے پیچیدہ سوالات تھے جن کا جواب حاصل کیے بغیر قانون کے تقاضوں کو پورا نہیں کیا جا سکتا تھا۔ میں چاہتا تو شنکر کو حراست میں لے سکتا تھا۔ اس کی گرفتاری کا جواز پیش کرنے کی خاطر بے شمار فرضی کہانیاں بنائی جا سکتی تھیں اور پیشہ ور گواہوں کی مدد حاصل کی جا سکتی تھی لیکن میں کسی ایسے اقدام سے گریز کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے کہ جمنا کو رنگے ہاتھوں گرفتار کرنے کے بعد جو واقعات پیش آ چکے تھے اس کے پیش نظر جلد بازی میں کوئی قدم اٹھانا مناسب نہیں تھا۔

میرے ذہن میں میری والدہ کی باتیں بھی گونج رہی تھیں۔ میرے والد، دھرم داس جی اور میری والدہ کا بھی یہی مشورہ تھا کہ میں یا تو فوری طور پر روپ نگر سے اپنا تبادلہ کرا لوں یا پھر پولیس کی ملازمت سے سبکدوش ہو جاؤں۔ والدہ کے بیان کے مطابق میرے پرنانا نے بھی اسی امر کی جانب اشارہ کیا تھا کہ کچھ بدروحیں اور گندی قوتیں میرے گرد جال بن رہی تھیں۔ میں نے خوابوں میں بھی ایسے واقعات سے خود کو دوچار ہوتے دیکھا تھا جس کی کوئی توجیہہ پیش نہیں کی جا سکتی تھی لیکن خوابوں کے اشارے اب ایک ایک کر کے حقیقت کے روپ میں رونما ہونے لگے تھے۔ گھر سے روانگی کے وقت میری والدہ نے بڑی مشکلوں سے مجھے پندرہ بیس روز کی مہلت دی تھی۔ میرے ذہن میں مختلف سوالات ابھر کر گڈمڈ ہو رہے تھے۔

"وہ کمبل پوش بوڑھا کون تھا جس نے پہلی بار خواب میں مجھے شنکر کے مکروہ وجود سے نجات دلائی تھی؟"

"شنکر نے یہ بات کیوں کہی تھی کہ میں ہی وہ شخصیت ہوں جس کی اسے برسوں سے تلاش تھی۔ اسے میری تلاش کس لیے تھی؟"

"خواب میں نظر آنے والی خوبصورت عورت نے خود کو پاروتی ظاہر کیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ لازوال قوتوں کی مالک ہے لیکن شنکر نے اس کے برعکس خود کو پاروتی سے زیادہ بلوان کہا تھا۔ ان دونوں کی اصلیت کیا تھی؟"

"وہ روئی جو خون آلود تھی اس کے لیے کس کا خون استعمال کیا گیا تھا؟ کسی انسان کا یا درندے کا؟"

"اس بچے کی کیا کہانی تھی جو دیا جلنے کے بعد اس کے ہالے کے گرد چکرانے لگا تھا۔ کیا وہ شنکر کے کسی پلید جنتر منتر کا موکل تھا؟"

"اور وہ مورتی کس کی تھی جس کے لیے جمنا نے مجھ سے خواب میں کہا تھا کہ اسے حاصل کر لینے کے بعد جو چاہوں گا وہ پورا ہو گا۔ اس کے علاوہ یہ بھی کہا تھا کہ اس مورتی کے حصول کی خاطر مجھے اسے جان سے مارنا ہو گا؟"

"کیا .... کیا میں واقعی نادیدہ قوتوں کے زیر اثر آ کر جمنا کا خون کر دینے پر مجبور ہو سکتا تھا؟"

قدموں کی آہٹ سن کر میں نے نظریں اٹھائیں تو رام دیال سامنے موجود تھا۔ اس وقت اس کے چہرے سے عیاں تھا کہ وہ کسی شدید ذہنی الجھن کا شکار ہے۔ میرا اشارہ پا کر وہ میرے سامنے کرسی پر بیٹھا تو میں نے اس کے چہرے کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

"اور سناؤ رام دیال خیریت سے تو ہو؟"

"آپ کی بڑی کرپا ہے سر۔"

"کوئی خاص کام۔"

"دراصل میں رات بھر سو نہیں سکا۔" اس نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے جواب دیا۔

"کیوں؟" میں نے سپاٹ آواز میں پوچھا۔ "جاگتے رہنے کی کوئی وجہ؟"

"سر ...." وہ عجیب انداز میں بولا۔ "میں بھگوان کی سوگند کھا کر کہتا ہوں کہ وہ فائل۔"

"ٹیک اٹ ایزی۔" میں نے اس کا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ وہ فائل تم نے غائب نہیں کی تھی۔"

"پھر وہ میری کتابوں کی الماری تک کس طرح پہنچی؟"

"تم شاید بھول رہے ہو کہ اس فائل کا تعلق اوم پرکاش کی پراسرار موت سے ہے۔"

"میں جانتا ہوں مگر۔"

"کوئی دوسری بات کرو۔" میں نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "ویسے تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اس لیے کہ میں جانتا ہوں کہ اس فائل کی میرے سیف سے گم ہونے کی وجہ کیا تھی۔"

"میں سمجھا نہیں سر۔"

"میں بھی ابھی تک ٹھیک طور پر حالات کی تہ تک نہیں پہنچ سکا ہوں مگر میرا اندازہ ہے کہ اس فائل کی گمشدگی مجھے ٹریپ کرنے کی خاطر کی گئی تھی۔"

"وہ کون لوگ ہیں سر؟" رام دیال نے تیزی سے دریافت کیا۔ "کیا آپ ان سے واقف ہیں۔"

"کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں رام دیال جس کے سلسلے میں زبان بند رکھنا ہی مناسب ہوتا ہے۔"

"سر" رام دیال نے ایک بار پھر غیر یقینی کی حالت میں پوچھا۔ "آپ کو میرے اوپر تو کوئی شبہ نہیں ہے۔"

"بالکل نہیں۔" میں نے اسے یقین دلانے کی کوشش کی۔

"مگر ایک بات ابھی تک مجھے رہ رہ کر پریشان کر رہی ہے؟"

"وہ کیا؟"

"آپ کو اس بات کی خبر کس طرح ملی کہ وہ فائل میری کتابوں کے ریک میں ہی رکھی ہے۔"

"سوری، فی الحال میں اس کا جواب دینا مناسب نہیں سمجھتا۔"

رام دیال مجھے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا رہا پھر وہ جانے کے ارادے سے اٹھنے کی خاطر پر تول ہی رہا تھا کہ ڈیوٹی آفیسر ہیڈ کانسٹیبل گنگا رام نے کمرے میں داخل ہو کر زوردار سلیوٹ مارا اور پھر بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"سر، زمیندار حشمت خان کا دیہانت ہو گیا ہے۔ ابھی ابھی فون پر اطلاع ملی ہے۔ اے، سی، ایم صاحب نے آپ کو بلایا ہے۔"

حشمت خان کا شمار بھی روپ نگر کے بڑے زمینداروں میں ہوتا تھا۔ میری اور اس کی زیادہ واقفیت نہیں تھی بس واجبی سی علیک سلیک تھی لیکن اس کے بارے میں میرا اندازہ یہی تھا کہ وہ خاصی مضبوط قوت ارادی کا مالک تھا۔ آدمی ملنسار بھی تھا لیکن حسب مراتب لوگوں سے فاصلہ بھی برقرار رکھنا اس کی سرشت میں داخل تھا۔ مجھے اس کی موت کی اطلاع پا کر دکھ ہوا لیکن بات میری سمجھ میں نہیں آ سکی کہ گنگا رام نے وہ خبر اس قدر بوکھلاہٹ میں کیوں سنائی تھی اور راکیش ورما صاحب نے مجھے وہاں کس مقصد کے تحت طلب کیا تھا۔ چنانچہ میں نے گنگا رام کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"تم اس قدر بوکھلائے ہوئے کیوں نظر آ رہے ہو؟"

"وہ .... وہ دراصل بات ہی ایسی ہے سرکار کہ مجھے سن کر اچنبھا ہوا ہے۔"

"کیا بات ہے؟" میں نے گنگا رام کو گھورتے ہوئے سنجیدگی سے سوال کیا۔

"وہ جی .... جو اپنے زمیندار صاحب تھے نا! ان کی لاش کے پاس سے ایک سانپ بھی ملا ہے۔ ربر کا سانپ۔"

"واٹ نان سنس۔" میں نے جھلا کر کہا۔ "بھلا ربر کا سانپ کسی کی موت کا باعث کیسے بن سکتا ہے۔"

"یہی تو حیرت کی بات ہے سر۔"

"ربر کے سانپ والی اطلاع تمہیں کس نے دی ہے؟"

"میرے ایک جوڑی دار نے سر۔ وہ مرنے والے کے قریب ہی رہتا ہے۔"

مجھے وہ خبر جو گنگا رام کی زبانی ملی تھی خاصی مضحکہ خیز لگی

لیکن راکیش ورما کی حشمت خان کے گھر پر موجودگی یقیناً اہمیت کی حامل تھی۔ میں نے رام دیال کو ساتھ آنے کا اشارہ کیا پھر دفتر سے باہر آ کر اپنی جیپ میں بیٹھ گیا۔

"حشمت خان بڑے بھلے آدمی تھے سر۔" رام دیال نے مجھے بتایا۔ "روپ نگر کے تمام چھوٹے بڑے ان کی عزت کرتے تھے۔ بڑے مشہور شکاری تھے اور خاص طور پر شکار کھیلنے والے

سیاحوں کی بڑی آؤ بھگت کرتے تھے۔ بہت بڑی حویلی کے مالک تھے۔"

رام دیال مجھے حشمت خان کے سلسلے میں اپنی معلومات سے آگاہ کر رہا تھا لیکن میرا ذہن ربر کے اس سانپ کے بارے میں الجھ رہا تھا جو گنگا رام کی اطلاع کے مطابق لاش کے قریب ہی ملا تھا۔ پندرہ منٹ بعد ہم اس شاندار حویلی کے اس کمرے میں موجود تھے جہاں حشمت خان کی لاش مسہری پر پڑی تھی۔ راکیش درما کے علاوہ وہاں روپ نگر کے دوسرے بہت سارے ذمہ دار لوگ بھی موجود تھے۔ میرے پہنچنے تک لاش کو کسی نے ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ انسپکٹر بدر اقبال بھی وہاں پہلے سے موجود تھا۔ اندر زنان خانے سے رونے پیٹنے کی آوازیں آرہی تھیں۔

گنگا رام نے جو اطلاع دی تھی وہ غلط نہیں تھی۔ حشمت خان کے مردہ جسم کے ساتھ ہی ربر کا ایک کوڑیالے رنگ کا سانپ بھی موجود تھا۔ یہ بات ناقابل یقین تھی کہ ربر کے سانپ کے ڈسنے سے کسی کی موت واقع ہو سکتی تھی لیکن سب سے حیرت انگیز بات یہ تھی کہ حشمت خان کا پورا جسم ہلکا نیلا ہو کر رہ گیا تھا اور فوری طور پر یہی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ موت کسی سریع التاثیر زہر ہی کی وجہ سے واقع ہوئی تھی۔ میرے علاوہ راکیش درما اور دھرم داس نے بھی یہی نتیجہ اخذ کیا تھا۔ بہرحال ضروری کارروائی کے بعد لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے روانہ کر دیا گیا۔

تفتیش کے دوران یہی پتا چل سکا تھا کہ لاش کو سب سے پہلے حشمت خان کے دیرینہ ملازم نے دریافت کیا تھا پھر وہ خبر جنگل کی آگ کے مانند روپ نگر کے کونے کونے تک پہنچ گئی تھی۔ لاش پر ایسے کچھ نشانات بھی نہیں ملے تھے جن کو تفتیش کے لیے اہم کہا جا سکتا۔ حشمت خان کی موت پر بیشتر آنکھیں نمناک تھیں لیکن خان دلاور جو مرحوم کا واحد وارث تھا۔ کسی بے جان بت ہی کی طرح اپنے خیالوں میں گم دکھائی دے رہا تھا۔ جس وقت لاش حویلی سے اٹھی اس وقت بھی اس کی آنکھوں سے ایک آنسو بھی نہیں ٹپکا تھا۔ میرے ذہن میں ایک خیال نے تیزی سے سر ابھارا' طاقت اور اقتدار کے حصول کی خاطر انسان اپنے اور پرایوں کی شناخت کو بھی کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ حشمت خاں کے انتقال کے بعد خان دلاور ہی قانونی طور پر تمام منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد کا مالک تھا اور یہ نکتہ بعید از قیاس نہیں تھا کہ اس نے اقتدار اور دولت کی ہوس میں وہ سب کچھ کر ڈالا ہو جو اسے نہیں کرنا چاہئے تھا اور بعد میں جب اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا تو وہ سکتے کی کیفیت سے دوچار ہو گیا ہو۔

واپسی میں رام دیال کے علاوہ انسپکٹر بدر اقبال بھی میرے ہمراہ تھا۔ کچھ دیر تک ہمارا سفر خاموشی سے جاری رہا پھر میں نے بدر اقبال سے پوچھا۔ "حشمت خان کی موت کے سلسلے میں آپ نے کیا نتیجہ اخذ کیا ہے؟"

"بظاہر یہی لگتا ہے کہ موت کسی زہر کی وجہ سے واقع ہوئی ہے۔"

"خان دلاور کے بارے میں آپ کا مشاہدہ کیا کہتا ہے؟" میں نے اپنے جملے پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"مجھے بھی حیرت ہوئی ہے جناب۔" بدر اقبال نے دبی زبان میں کہا۔ "باپ کی موت پر اس کے اکلوتے وارث کی آنکھوں سے ایک آنسو کا بھی نہ ٹپکنا بہت سارے شبہات کو جنم دیتا ہے۔"

"کیا یہ ممکن ہے کہ خان دلاور ہی نے حشمت خان کو اپنے راستے سے ہٹانے کی خاطر اسے کسی طرح سے زہر دے کر ہلاک کر دیا ہو۔"

"ہو سکتا ہے لیکن پوسٹ مارٹم کی رپورٹ آنے تک ہم کوئی حتمی فیصلہ نہیں کر سکتے۔"

"میں اس خیال سے اتفاق نہیں کرتا سر۔" رام دیال نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "یہ اور بات ہے کہ موت کا سبب زہر ہی ثابت ہو لیکن خان دلاور ایسا نہیں کر سکتا۔"

"اس یقین کی کوئی وجہ؟" میں نے رام دیال کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"میری معلومات کے مطابق حشمت خان نے اپنی زندگی میں بھی کئی بار زمینداری کے کاغذات کی منتقلی خان دلاور کے نام کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا لیکن خان دلاور نے مرحوم کو ایسا کرنے سے باز ہی رکھا تھا۔"

"دولت اور ہوس کا نشہ کسی وقت بھی انسان کی سوچوں کے دھاروں کا رخ تبدیل کر سکتا ہے۔" بدر اقبال نے جواز پیش کیا۔

"لیکن لاش کے قریب کسی ربر کے سانپ کی موجودگی فی الحال ایک معمہ ہی ہے۔" میں نے حالات پر غور کرتے ہوئے کہا۔ "کوئی ہوش مند آدمی کسی کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد اتنی مضحکہ خیز حرکت کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔"

"مجھے ایک شبہ اور بھی ہے سر۔" رام دیال نے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "تحصیل دار لالہ بناری جی مرنے والے کے بارے میں زیادہ روشنی ڈال سکتے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے کہا۔ "لالہ بناری جی کا حشمت خان کی موت سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟"

"ایک بار گرداور (پٹواریوں کے حلقہ یا چنگی کے علاقے کا افسر) جان محمد نے یہ بات بتائی تھی کہ زمیندار حشمت خان نے لالہ بناری جی سے اس زمین کا سودا کرنے کی بات کی تھی جو جھیل کے کنارے خالی پڑی ہے اور......"

"اور کیا......؟" میں نے رام دیال کے اچانک خاموش ہو جانے کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔ "تم کچھ کہتے کہتے خاموش

واقع ہوا کیوں ہو گئے؟"

"میں جس زمین کی بات کر رہا ہوں سر اسی پر جمنا نے اپنی جھونپڑی ڈال رکھی ہے۔" رام دیال نے معنی خیز لہجے میں جواب دیا تو میرے علاوہ انسپکٹر بدر اقبال بھی چونکے بغیر نہ رہ سکا۔

"آئی سی۔" میں نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "گویا تمہارا خیال ہے کہ حشمت خان کی موت کا سبب بھی وہی زمین ہے جس کی خاطر اب تک پراسرار حالات میں اوم پرکاش اور منشی پریم چندر کی موت واقع ہو چکی ہے۔"

"میں پورے وشواس سے نہیں کہہ سکتا جناب لیکن میرا خیال ہے کہ جب تک جمنا اس زمین پر آباد ہے کوئی بھی اسے حاصل نہیں کر سکتا۔"

"کیا جمنا کے پاس ایسی کوئی شکتی موجود ہے جو وہ اپنے راستے میں آنے والوں کو ختم کر دیتی ہے۔" میں نے دیدہ دانستہ رام دیال کو کریدنے کی کوشش کی۔

"حالات تو یہی بتاتے ہیں۔"

"کیا تم یہ نہیں جانتے کہ وہ کس کی قوت پر سر اٹھا کر دیدہ دلیری سے چلتی ہے۔"

"کوئی نہ کوئی ضرور ہو گا۔"

"میرا خیال ہے کہ تم بھی کھل کر شنکر کا نام لینے سے گھبرا رہے ہو؟" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

میری زبان سے شنکر کا نام سن کر رام دیال کے علاوہ انسپکٹر بدر اقبال بھی چونکا' خاص طور پر رام دیال کے چہرے پر شنکر کا نام سن کر خوف کی لہر دوڑ گئی تھی لیکن میں نے اسے مزید کریدنا مناسب نہیں سمجھا۔ ویسے میرا خیال تھا کہ اگر رام دیال کی وہ اطلاع درست تھی کہ حشمت خان نے جھیل کے قریب والی زمین خریدنے کی بات لالہ بناری سے کی تھی تو پھر اس کی موت میں شنکر کا ہاتھ بھی کسی نہ کسی زاویے سے شامل ہو سکتا تھا۔ میرے ذہن میں شنکر کا خیال ابھرا تو ایک بار پھر بے شمار سوالات میرے دماغ میں کلبلانے لگے۔

دو روز بعد پوسٹ مارٹم کی رپورٹ آئی۔ رپورٹ کے مطابق حشمت خان کی موت کسی سانپ کے زہر ہی سے واقع ہوئی تھی لیکن اس کے جسم پر ایسی کوئی علامت نہیں مل سکی تھی۔ جس سے اس خیال کی تصدیق ہو سکتی کہ سانپ کا زہر حشمت خان کو انجکٹ کیا گیا ہے۔ البتہ ربر کا وہ سانپ لاش کے جس حصے کے قریب پایا گیا تھا وہاں جسم پر بالکل ویسے ہی نشانات ملے تھے جیسے کہ سانپ کے ڈسنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ جو صورت حال سامنے آئی تھی اس کے پیش نظر کسی کو حشمت خان کا قاتل قرار نہیں دیا جا سکتا تھا لیکن میں نے کاغذی کارروائی مکمل کرنے کی خاطر اس کیس کی تفتیش رام دیال کے سپرد کر دی۔ میں نے اس بات کو خاص طور پر محسوس کیا تھا کہ رام دیال نے اس کیس کی انویسٹیگیشن سے کترانے کی کوشش کی تھی لیکن پھر میرے حکم سے مجبور ہو کر وہ فائل اسے لینی ہی پڑی تھی۔

پوسٹ مارٹم رپورٹ آنے کے دوسرے ہی دن خان دلاور میرے آفس میں موجود تھا۔ اس وقت اس کے تیور مجھے خطرناک نظر آرہے تھے۔ وہ مجھ سے ہمکلام ہوئے بغیر ایک کرسی گھسیٹ کر اس پر اس طرح بیٹھ گیا جیسے کسی اہم بات کا فیصلہ کر کے آیا ہو۔ اس کی آنکھوں میں تیرنے والی خون کی سرخی اس بات کی غمازی کر رہی تھی کہ وہ بڑی مشکل سے اپنے غصے کو ضبط کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے کہیں سے جھگڑ کر آیا ہو۔ ابھی میں اس کے آنے کا مقصد اور چہرے کے تاثرات سمجھنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ وہ بڑے برہم اور کھردرے لہجے میں مجھ سے مخاطب ہوا۔

"میں نے سنا ہے بابا جانی کی پوسٹ مارٹم رپورٹ آگئی ہے۔" بابا جانی سے اس کا اشارہ حشمت خان کی طرف تھا۔

"ہاں۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "رپورٹ کے مطابق موت سانپ کے زہر ہی کی وجہ سے واقع ہوئی ہے اور مرحوم کے جسم کے ایک دو حصوں پر سانپ کے ڈسنے کے نشانات بھی ملے ہیں۔"

"کیا ربر کا وہ سانپ ڈسنے کی صلاحیت رکھتا تھا؟" خان دلاور نے حقارت سے کہا۔

"میں نے مرحوم کی کیس فائل رام دیال کو بغرض تفتیش مارک کر دی ہے۔" میں نے خان دلاور کو سمجھانے کی کوشش کی۔ "یہ بات ایک بچہ بھی جانتا ہے کہ ربر کا کوئی مصنوعی سانپ اپنے اندر ڈسنے کی صلاحیت نہیں رکھتا لیکن تفتیش مکمل ہوئے بغیر کسی کو مورد الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ ویسے بائی دی وے کیا آپ کو کسی پر شبہ ہے؟"

"جی ہاں۔" خان دلاور دانت پیس کر بولا۔

"کون ہے وہ؟"

"شنکر۔" خان دلاور کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ وہ اپنے آپے سے باہر ہو رہا تھا۔ میز پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا۔ "وہی چمار کی اولاد جس سے روپ نگر کے بڑے بڑے سورماؤں کی جان نکلتی ہے لیکن خان دلاور اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ بابا جانی کی موت کا انتقام لینے کی خاطر میں اس مکروہ انسان کا پورا جسم گولیوں سے چھلنی کر دوں گا۔"

"جو اقدام اشتعال کی حالت میں کیا جائے وہ دیوانگی کہلاتا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں تمہیں صبر کی تلقین کروں گا۔"

"میں جانتا ہوں کہ قانون کو کسی کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنانے کی خاطر کسی ٹھوس ثبوت کی ضرورت ہوتی ہے۔ خان دلاور یہ تحریری بیان دینے کو تیار ہے کہ بابا جانی کو اسی حرام

زادے نے مارا ہے۔" وہ جھلا کر بولا۔ "میں چشم دید گواہ ہوں۔"

"میرا خیال ہے تم اس وقت بہت زیادہ جذباتی ہو رہے ہو۔"

"یہ میرا قطعی ذاتی اور نجی معاملہ ہے لیکن کیا میرے تحریری بیان کی روشنی میں اس مردود کو گرفتار نہیں کیا جا سکتا؟"

"تم کیا بیان دو گے؟" میں نے پوچھا۔ "کیا ربر کا سانپ......؟"

"یہ سب بکواس ہے۔" وہ میرا جملہ کاٹتے ہوئے بولا۔ "میرا تحریری بیان بڑا مدلل ہو گا۔ شنکر ایک سانپ کی پٹاری لیے بابا جانی کی خواب گاہ میں داخل ہوا تھا۔ پٹاری میں موجود زہریلے سانپ سے بابا جانی کو ڈسوایا گیا پھر قانون کی نگاہوں میں دھول جھونکنے کی خاطر لاش کے قریب ایک ربر کا سانپ ڈال دیا گیا۔"

"تم نے یہ سب کچھ اپنی نگاہوں سے دیکھا تھا؟"

"جی ہاں۔"

"پھر تم نے شنکر کو اسی وقت رنگے ہاتھوں پکڑنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟" میں نے خان دلاور سے جرح کی۔ ویسے یہ دیگر بات تھی کہ اس نے جو دلیل پیش کی تھی اسے بعید از قیاس نہیں کہا جا سکتا تھا بلکہ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کی روشنی میں بھی خان دلاور کی کہانی میں بڑی جان نظر آ رہی تھی۔ اس نے یقیناً وہ خیال شنکر کو ہتھکڑی لگوانے کی خاطر ظاہر کیا تھا لیکن اس کی بات کے امکان سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ سرجن کی رپورٹ کے بعد وہ امکانی پہلو مجھے زیادہ ٹھوس محسوس ہو رہا تھا۔

"میں اس...... کتے کے پلے کو پکڑنا چاہتا تھا لیکن مجھے بابا جانی کے پاس پہنچنے میں دیر ہو گئی۔" خان دلاور نے شنکر کے خلاف زہر اگلتے ہوئے بڑے سفاک لہجے میں کہا۔ "بابا جانی کی آواز سن کر جس وقت میں ان کی خوابگاہ میں داخل ہوا اس وقت میں نے خود اپنی آنکھوں سے اس ولدالحرام کو عقبی کھڑکی کے راستے لان میں چھلانگ لگاتے دیکھا تھا اور...... اور اس کے ہاتھوں میں سانپوں والی پٹاری بھی موجود تھی۔"

"تم نے مرحوم کی موت کا جواز پیش کرنے کی خاطر جو تانے بانے بنے ہیں وہ بہت ٹھوس اور مضبوط ہیں۔ میں تمہاری ذہانت کی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ تمہیں کسی زمیندار کی اولاد ہونے کے بجائے ایک کامیاب جاسوس یا بڑے پائے کا وکیل ہونا چاہیے تھا لیکن تم سے بہرحال ایک غلطی ہو گئی ہے۔"

"کیا......؟" اس نے مجھے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"جس وقت روپ نگر کے تمام ذمہ دار افسران مرحوم کی لاش کے گرد جمع تھے اس وقت تم نے کوئی بیان نہیں دیا نہ ہی کسی ایسے خیال کا شبہ ظاہر کیا تھا جو شنکر کو قاتل قرار دے سکتا۔"

"اس وقت بابا جانی کی موت کے سبب مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا تھا۔" اس نے ایک بار پھر معقول دلیل پیش کی۔ "میں پوری طرح سے ہوش و حواس میں نہیں تھا لیکن اب میں اپنا تحریری بیان دینے کی غرض سے آیا ہوں کیا پولیس میرا بیان ریکارڈ نہیں کرے گی۔"

"خان دلاور، کیا تم میرے ایک سوال کا جواب ماحول میں دینا پسند کرو گے؟" میں نے اس کی بات نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

"آپ کیا دریافت کرنا چاہتے ہیں؟" اس مرتبہ پہلی بار اس نے نرم لہجہ اختیار کیا تھا۔

"کیا تم جو بیان دینا چاہتے ہو وہ حقیقت پر مبنی ہے؟"

خان دلاور نے فوراً ہی میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔ تھوڑی دیر تک کسی گہری سوچ میں ڈوبا رہا پھر ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا۔

"مجھے یقین ہے وہی بدذات بابا جانی کی موت کا ذمہ دار ہے۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"بابا جانی نے جھیل والی زمین کو خریدنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا جہاں روپ نگر کی سب سے بدچلن اور بدکردار جمنا نامی عورت رہتی ہے اور یہ بات ہر مرد کو معلوم ہے کہ شنکر کی گندی قوتوں کی آڑ میں وہ سب کو دھونس دھڑلا دیتی رہتی ہے لیکن میں مسلمان ہوں، شنکر کی ناپاک طاقت میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتی۔"

"میری ایک بات مانو گے؟"

"کیا؟"

"تم اپنا تحریری بیان دے دو لیکن دو تین روز تک تم براہ راست شنکر سے الجھنے کی کوشش نہیں کرو گے۔"

"اور اس کے بعد......"

"اس کے بعد میں وہی کروں گا جو تم چاہو گے...... اے ڈیل۔"

"ٹھیک ہے لیکن......"

"میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔" میں نے اسے نرم پڑتا دیکھ کر جلدی سے کہا۔ "میں جانتا ہوں کہ ایمان کی قوت کے آگے کوئی دوسری طاقت نہیں ٹھہر سکتی لیکن جان بوجھ کر خطرات کے منہ میں چھلانگ لگانا بھی دانشمندی کے خلاف ہے۔"

"میں موت سے نہیں ڈرتا مسٹر شہباز۔"

"میں تمہارے جذبات سمجھ رہا ہوں تم شنکر سے خائف نہیں ہو لیکن ہمیں کسی امکانی پہلو کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیے۔" میں اسے سمجھاتے ہوئے بولا۔ "کیا یہ ممکن نہیں؟ کہ جس زمین میں تمہارے مرحوم والد دلچسپی لے رہے ہوں اس پر کسی دوسرے کی نظر بھی ہو اور اسی شخص نے تمہارے والد کو

پر سکتہ طا ہم درمیان سے ہٹانے کے لیے ایک ایسا طریقہ اختیار کیا ہو جو قانون
کی۔ ہم کر شنکر کے خلاف بدظن ثابت کرنے کے لیے مؤثر ہو...... میں
لیکن اب شماری اس بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ حشمت خان کی موت
کیا پولیس اسی اصلی اور زہریلے سانپ کے ڈسنے سے ہی واقع ہوئی ہوگی
لیکن ہمیں ٹھنڈے دل سے یہ سوچنا ضروری ہے کہ اس واردات
جواب لائے پیچھے کس کا ہاتھ کارفرما ہو سکتا ہے اور اس کے دو تین روز کا
بات نظرانداز وقت بہرحال درکار ہوگا۔ فوری طور پر جلدبازی میں اٹھایا ہوا کوئی
قدم قانون کے لیے نئی مشکلات بھی پیدا کر سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے...... میں آپ کے کہنے کے مطابق اپنا تحریری بیان لکھ کر دے رہا ہوں لیکن اگر تین روز کے اندر اندر بابا جانی کے قاتلوں کا سراغ نہ ملا تو پھر شنکر کو میرے عتاب سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں بچا سکے گی خواہ اس کے نتیجے میں مجھے پھانسی کا پھندا کیوں نہ نصیب ہو۔" دلاور خان نے فیصلہ کن لہجے میں کہا پھر تیزی سے اٹھا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا میرے دفتر سے باہر نکل گیا۔

خان دلاور کے جانے کے بعد بھی میں بڑی دیر تک حشمت خان کے کیس کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتا رہا مجھے اس بات کا اندازہ تھا کہ خان دلاور جو کچھ کہہ کر میرے دفتر سے اٹھا تھا وہ اسے کر گزرنے کی طاقت بھی رکھتا ہے۔ میرے پاس قاتل کو تلاش کرنے کے لیے صرف دو دن تھے میں نے انسپکٹر بدر اقبال کو بلا کر اسے کیس کے نئے امکانات اور خان دلاور کی گفتگو سے آگاہ کیا پھر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

اسی رات کھانے کے بعد میں جیپ پر بیٹھ کر تنہا شنکر سے ملنے چلا گیا، اس وقت رات کے دس بجے ہوں گے، شنکر نے میری آواز پر تیزی سے گھر سے نکل کر میرا استقبال کیا تھا لیکن اس کے ناخنوں پر جو غلاظت موجود تھی وہ اس بات کی نشاندہی کر رہی تھی کہ میرے آنے سے پہلے وہ کھانے میں مصروف تھا۔ مجھے دیکھ کر حسب دستور اس نے ہاتھ جوڑ کر پرنام کیا پھر مجھے اندر آنے کو کہا نہ جانے کیوں اس کی آنکھوں میں نظر آنے والی چمک دیکھ کر مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے میری آمد شنکر کے لیے غیر متوقع نہیں تھی۔

"میں اس وقت جلدی میں ہوں۔" میں نے جیپ میں بیٹھے بیٹھے کہا۔ "تم سے ایک ضروری بات کہنے کے لیے آیا ہوں۔"

"مجھے وشواس تھا مہاراج کہ آپ سیوک کو ایک بار پھر اپنی سیوا کا موقع ضرور دیں گے۔"

"کیا مطلب......"

"میرا من گواہی دے رہا تھا کہ آپ حشمت خان کی موت کا کھوج لگانے کی خاطر میرے دوار اوش آئیں گے۔"

"اور مجھے بھی یقین ہے کہ تم گم شدہ قاتل کی طرح اس معاملے میں بھی میری مدد ضرور کرو گے۔"

تاریخی ناول

خالد بن ولید	الماس ایم۔اے	200/-
سلطان ٹیپو شہید	الماس ایم۔اے	200/-
نواب حیدر علی خاں	الماس ایم۔اے	200/-
سلطان صلاح الدین ایوبی	الماس ایم۔اے	450/-

مکتبہ القریش اُردو بازار۔ لاہور 2

"سیوک آپ کے چرنوں کی دھول ہے سرکار...... بھلا میں اور آپ کی آگیا کا پالن نہ کروں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" شنکر بدستور میرے قریب کھڑے کھڑے بولا۔ "پرنتو ایک بنتی میری بھی ہے آپ مرنے والے کے بالک کو سمجھائیں کہ وہ زیادہ اچھل کود کرنے کی کوشش نہ کرے۔" شنکر نے قدرے معنی خیز لہجے میں اپنا مافی الضمیر واضح کرتے ہوئے کہا۔ "اب شنکر منی کا مادھو بھی نہیں ہے کہ کل کے چھوکرے اسے موت کی دھمکی دینا شروع کر دیں۔"

"وہ جذباتی نوجوان ہے۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "باپ کی موت نے اسے دیوانہ کر دیا ہے اس لیے وہ الٹی سیدھی باتیں کر رہا ہے۔"

"میں جانتا ہوں سرکار کہ وہ مورکھ مجھے دوشی سمجھ رہا ہے۔ اس نے مجھے دو روز بعد جان سے مار دینے کی سوگند بھی اٹھائی ہے۔" شنکر نے سرسراتے انداز میں کہا۔ "میں نے کالی کے نام پر اسے شما کر دیا ہے ورنہ اگر میں چاہوں تو اسکے باپ کی طرح اس کا کریا کرم بھی ہو سکتا ہے، ذات کا چمار ضرور ہوں سرکار لیکن پرکھوں سے جو کچھ سیکھا ہے وہ کم از کم اس نوجوان چھوکرے کا دماغ ٹھکانے لگانے کے لیے بہت کافی ہے۔"

شنکر ایک طرح سے مجھ پر اپنی قوت کا سکہ جمانے کی کوشش کر رہا تھا، اوم پرکاش کی فائل کے سلسلے میں اس کی طاقت کا ایک مظاہرہ دیکھ چکا تھا اس لیے میں نے بات کو ٹالنے کی خاطر کہا۔

"میری خاطر خان دلاور کی جذباتی باتوں کو بھول جاؤ۔"

"اگر آپ کی اچھا ہے تو بھول گیا سرکار......" شنکر نے مسکرا کر کہا لیکن اس کی مسکراہٹ بھی بڑی پراسرار تھی۔

"میں اس وقت حشمت خان کی موت کے سلسلے میں مدت مدد لینے کی خاطر آیا ہوں۔"

"سیوک جانتا ہے سرکار۔" اس نے پھر ہاتھ جوڑ کر جواب دیا پھر تھوڑے توقف کے بعد بولا۔ "حشمت خان کو اسی زمین کے ٹکڑے کے کارن مارا گیا ہے جس پر جمنا نے اپنا مین ہیٹر ڈال رکھا ہے۔ مجھے خبر تھی کہ جمنا کا نام آنے کے ساتھ ساتھ میرا نام بھی ضرور آئے گا اس لیے کہ میرا اور اس کا بڑا پرانا سمبندھ ہے اسی لیے میں نے بڑے زمیندار کے مرنے کی خبر سنتے ہی اپنے جنتر منتر اور ودّیا کے ذریعے اس دشٹ کا نام معلوم کر لیا ہے جس نے ایک تیر سے دو شکار کھیلنے کی کوشش کی ہے۔"

"کیا تم قاتل کا نام اور پتہ جانتے ہو۔" میں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"آپ اس سے نہ آتے سرکار تو شکر اپنی شکتی کے زور سے اس حرامی کا کریا کرم کر دیتا پرنتو اب آپ اسے ثبوت سمیت ہتھکڑی پہنا سکتے ہیں۔" شکر کا لہجہ پھر معنی خیز ہو گیا۔ "آپ کی جے جے کار ہوگی تو آپ سیوک کا بھی ضرور خیال رکھیں گے۔ میں آپ کو اس بات کا بھی وشواس دلاتا ہوں کہ جس نے کوڑیالے ناگ کے ذریعے حشمت خان کو ٹھکانے لگایا تھا وہ گرفتار ہونے کے بعد اپنے سنگی ساتھیوں کا نام بھی اگل دے گا۔"

"کیا نام ہے اس کا۔" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"میں آپ کا سیوک ہوں مہاراج ...... پرنتو ایک بنتی میری بھی ہے۔"

"وہ کیا......"

"آپ پورن ماشی کی رات سیوک کو اس کے دوار ایک بار پھر درشن دیں گے۔"

"ٹھیک ہے...... میں آجاؤں گا۔" میں نے وعدہ کرتے ہوئے کہا۔ "اب تم مجھے اس شخص کا نام بتاؤ جس نے حشمت خان کو مارا ہے۔"

"وہ ایک نہیں...... دو ہیں سرکار۔" شکر بڑے مکروہ انداز میں مسکراتے ہوئے بولا۔ "ایک ہتیارے نے دوسرے کی جیب گرم کی اور دوسرے نے حشمت خان کو کنارے لگا دیا۔"

"کیا مطلب......" میں چونک اٹھا۔

"اس دھرتی کا چکر بھی منش کو مایا جال میں پھنسا دیتا ہے۔" شکر نے کہا۔ "روپ نگر کا چھوٹا (نائب) تحصیل دار نہیں چاہتا تھا کہ جھیل کنارے والی زمین حشمت خان کو ملے...... وہ اس کا سودا کسی اور سے طے کر رہا تھا' حشمت خان کے درمیان میں آجانے سے اس کے سپنے پورے نہیں ہو سکتے تھے اس لیے اس نے رامو کی مٹھی گرم کر دی اور کھیل ختم ہو گیا۔"

"رامو کون ہے......؟"

"سپیرا ہے سرکار۔" شکر نے اس کے بارے م[ایں] تفصیل سے آگاہ کرتے ہوئے بڑے ٹھوس لہجے میں جواب [دیا]۔ "اسی نے کوڑیالے ناگ سے حشمت خان کے شریر کو ڈ[سوایا] پھر قانون کو چکر دینے اور مجھے جال میں الجھانے کے کارن ربر کا سانپ چھوڑ آیا۔"

"تمہیں ان باتوں کا علم کس طرح ہوا۔"

"اسی گندے علم سے سرکار جو میں نے اپنے پرکھوں سے سیکھا ہے۔" وہ بڑی معنی خیز مسکراہٹ ہونٹوں پر بکھیرتا ہوا بولا۔ "بڑے جھمیلوں سے گزرنا پڑا۔ بڑی کٹھن تپسیا کرنی پڑی تب جا کر گھور اندھیاروں میں جھانکنے کی شکتی پراپت کی ہے۔"

"کیا تمہیں اس بات کا بھی یقین ہے کہ رامو گرفتار[ی کے] بعد اپنے جرم کا اقرار کرلے گا۔"

"اوش کرے گا سرکار۔" شکر نے پورے اعتماد سے [کہا۔ "]ناگ اور پٹاری بھی اس کی جھونپڑی میں موجود...... گر[دن] پر چوٹ لگے تو وہ بھی ٹیڑھے سے سیدھا ہو جاتا ہے۔ رام[و] کھیت کی مولی ہے' پولیس کی سختی اسے سب کچھ اگلنے پر [مجبور کر] دے گی...... پرنتو آپ خان دلاور کو سمجھا دینا...... [کہ اس کے] ساتھ پنجہ لڑانے کا دھیان اپنے من سے نکال دے ورنہ سارا جیون پچھتانا پڑے گا۔"

شکر کی فراہم کردہ معلومات میرے لیے بہت قیمتی تھ[یں۔ میں] نے جیپ کا انجن اسٹارٹ کیا پھر اچانک میرے ذہن میں [خون] آلود روئی ابھر آئی جس کے جلانے کے بعد اس نے ام[ام] والی گمشدہ فائل کا سراغ لگایا تھا۔

"ایک بات پوچھوں شکر...... سچ سچ بتاؤ گے۔" [میں نے] اسٹیرنگ پر ہاتھ جماتے ہوئے کہا۔

"پوچھو سرکار...... یہ سیوک آپ کے ساتھ کو[ئی] کپٹ نہیں کرے گا۔"

"تم نے جس روئی سے چراغ جلایا تھا وہ کس کے [خون سے] سرخ ہوئی تھی۔"

"دھیرج سے کام لو مہاراج...... پورن ماشی میں ا[بھی] ہی کتنے باقی رہ گئے ہیں۔" شکر نے نہ جانے کیوں بڑے ا[لمناک] سانس لیتے ہوئے کہا۔ "اس روز میں آپ کو اور بہت [سی] باتوں سے بھی آگاہ کروں گا...... یہ میرا وچن ہے۔"

میں اس وقت چونکہ بہت جلدی میں تھا اس لیے شکر کو زیادہ کریدنا مناسب نہیں سمجھا۔ وہ رات میرے صبر آزما رات تھی مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ شکر مایوس نہیں کیا تھا بلکہ چلتے چلتے اس نے اس بات کی آگ[اہی] دی تھی کہ میں حشمت خان کے کیس میں اس کا نام در[میان میں] نہ لاؤں' میں نے وہ رات تقریباً جاگ کر گزاری' دوسری

جو شہرت ملنے والی تھی اس کے خیال نے ہی مجھے بے حد مسرور کر رکھا تھا۔ میں نے رات ہی کو انسپکٹر بدر اقبال کو فون کر دیا تھا کہ وہ صبح' وقت پر دفتر آجائیں اور پولیس کے عملے کو تیار رکھیں چنانچہ جب میں صبح کو تیار ہو کر دفتر پہنچا تو بدر اقبال پولیس کے مسلح دستے کے ساتھ بالکل تیار تھا اور پوری طرح چاق و چوبند نظر آرہا تھا میں نے اسے ایک طرف لے جا کر کہا۔

"انسپکٹر...... خان دلاور کا غصہ اور حشمت خان کی موت کے سبب میں تمام رات سوچتا رہا ہوں' یہ کیس پولیس ڈپارٹمنٹ کے لیے بڑی اہمیت کا حامل ہے...... ہمیں ہر قیمت پر قاتل یا قاتلوں کا سراغ لگانا ہے اور اگر اس کام میں ہم نے دیر کی تو ممکن ہے قاتل پولیس کی دسترس سے دور نکل جائے۔"

"لیکن......"

بدر اقبال نے جواب میں کچھ کہنا چاہا لیکن میں نے اس کا جملہ کاٹتے ہوئے اپنی ذہنی صلاحیتوں کا سکہ جمانے کی خاطر بڑے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"رات بھر کی ذہنی جمناسٹک کے بعد میں اسی نتیجے پر پہنچا ہوں کہ حشمت خان کی موت کسی سانپ کے ڈسنے سے ہی واقع ہوئی ہے' پوسٹ مارٹم کی رپورٹ نے بھی یہی نتیجہ اخذ کیا ہے۔ رہا ربر کا سانپ تو وہ اس کیس کو بھی پراسرار بنانے کی خاطر بطور حربہ استعمال کیا گیا ہے۔"

"پھر...... اب آپ کا کیا فیصلہ ہے۔"

"ہمیں روپ نگر کے سپیروں کو راؤنڈ اپ کرنا پڑے گا۔" میں نے جذباتی لہجہ اختیار کیا۔ "سانپ سے کسی کو ڈسوانے کا کام کوئی تجربے کار سپیرا ہی کر سکتا ہے۔"

"میں رامو نام کے ایک ایسے سپیرے سے واقف ہوں جناب جس نے آج سے پانچ سال پہلے ایک پرانے کوڑیالے ناگ کو پکڑ کر بڑی شہرت حاصل کی تھی...... اس کے علاوہ دو تین سپیرے اور بھی ہیں لیکن وہ بھی رامو کو اپنا سردار مانتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے...... اگر یہ بات ہے تو ہم سب سے پہلے رامو ہی کو اٹھاتے ہیں۔"

ایک گھنٹے بعد رامو مع کوڑیالے ناگ کے پولیس لاک اپ کے اندر تھا۔ اس نے شکر کے کہنے کے بموجب پولیس کے معمولی "ڈرائنگ روم ٹریٹمنٹ" کے بعد ہی نہ صرف یہ کہ اپنے جرم کا اقرار کر لیا تھا بلکہ یہ بیان بھی دیا کہ حشمت خان کی موت کی خاطر روپ نگر کے نائب تحصیل دار اونکار ناتھ نے دس ہزار کے عوض اس کی خدمات حاصل کی تھیں' رامو کے بتائے ہوئے پتے پر اس کے جھونپڑے میں زمین کے ایک حصے کو کھودنے پر دس ہزار کی رقم بھی برآمد کی گئی۔

رامو کے بیان پر اس کا انگوٹھا لگوانے کے بعد ہم نے نائب تحصیل اونکار ناتھ کو بھی اس کے دفتر سے اٹھوا لیا' پہلے تو اس نے سرے سے اس الزام کو ماننے سے انکار کر دیا لیکن تھوڑی سی سختی کے بعد اس نے بھی' اپنے جرم کا اقبال کر لیا چنانچہ اسے بھی گرفتار کر لیا گیا' رامو اور اونکار ناتھ کے بیان چونکہ ایس' پی' راکیش ورما کی موجودگی میں ہوئے تھے اس لیے مقامی ہندوؤں نے اسے اپنی عزت کا مسئلہ نہیں بنایا۔ میں نے اسی خیال کے پیش نظر راکیش ورما کو بطور خاص درخواست کر کے پولیس چوکی پر بلوا لیا تھا۔ قاتلوں کی گرفتاری پر تفتیشی افسر رام دیال نے بھی بڑا سکون کا سانس لیا تھا۔

اصلی قاتلوں کا سراغ مل جانے اور ان کے اقرار جرم کر لینے کے بعد خان دلاور کسی زخمی درندے کے مانند تڑپ اٹھا وہ راکیش ورما کے جاتے ہی پوری طرح لیس ہو کر پولیس چوکی پہنچ گیا۔ وہ اپنے باپ کے قاتلوں کو ٹھکانے لگانے کا مصمم ارادہ کر چکا تھا اگر بروقت مجھے اطلاع نہ ملی ہوتی اور میں نے اسے سمجھا بجھا کر واپس نہ کیا ہوتا تو وہ یقیناً" رامو اور اونکار ناتھ کے جسم چھلنی کر ڈالنے سے دریغ نہ کرتا۔ میں نے اسے یقین دلایا تھا کہ اس کے باپ کے قاتل پھانسی کے پھندے سے کسی قیمت پر نہیں بچ سکیں گے۔

دوسرے روز تحصیل کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک میری شہرت پھیل گئی' دھرم داس جی کے علاوہ والد صاحب نے بھی مجھے اپنی ملازمت کی پہلی شاندار کامیابی پر فون کر کے

مبارک باد دی۔ مجھے وہ شہرت شنکر کی وجہ سے حاصل ہوئی تھی' وہ یقیناً "سفلی کے علاوہ اور کچھ گندے علوم پر بھی دسترس رکھتا تھا۔ اس کی پراسرار قوت میرے کام آرہی تھی میں بہت خوش تھا لیکن کاش مجھے معلوم ہوتا کہ شنکر کی دوستی میرے لیے آگے چل کر اتنی مہنگی ثابت ہوگی کہ میں اپنے ہوش وحواس اور عقل و خرد سے بالکل بیگانہ ہو جاؤں گا تو میں کبھی بھول کر بھی اس کے قریب نہ پھٹکتا۔

پورن ماشی کی وہ رات میری زندگی کا سب سے بڑا المیہ تھی۔ اس رات میں حسب وعدہ شنکر کے ڈیرے پر چلا گیا۔ وہ شاید میرا ہی منتظر تھا۔ مجھے دیکھتے ہی اس کے گندے ہونٹوں پر ایسی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی جیسے اس کی من مانگی مراد حاصل ہوگئی تھی اس نے بڑے پرتپاک انداز میں میرا خیرمقدم کیا اور اصرار کر کے مکان کے اسی حصے میں لے گیا جہاں میں ایک بار پہلے بھی جا چکا تھا۔ اس روز وہ گھر پر تنہا نہیں تھا جمنا بھی اس کے ساتھ موجود تھی۔ جس نے ضرورت سے کچھ زیادہ ہی بناؤ سنگھار کر رکھا تھا۔ نہ جانے کیوں مجھے اس روز وہاں کی ہر چیز بڑی پراسرار نظر آرہی تھی۔ شنکر کے اصرار پر مجھے اس کمرے میں پڑے صندوق پر بیٹھنا پڑا جسے جمنا نے اپنی اوڑھنی سے میری خاطر صاف کیا تھا۔

مجھے اس وقت جمنا کی وہاں موجودگی گراں گزر رہی تھی۔ ایک پولیس آفیسر ہونے کی حیثیت سے مجھے ان دو بدنام شخصیتوں کی ایک جگہ موجودگی کے پیش نظر وہاں نہیں رکنا چاہئے تھا ایسی صورت میں اگر کسی اور کو اس بات کا علم ہو جاتا تو میری شہرت کو دھچکا بھی پہنچ سکتا تھا میری بنی بنائی ساکھ' عزت اور شہرت سب برباد ہو سکتی تھی۔ میں جمنا کو وہاں دیکھ کر ہچکچایا بھی تھا میں نے الٹے قدموں واپس لوٹ جانے کا ارادہ بھی کیا تھا لیکن کوئی غیر مرئی قوت ایسی ضرور تھی جس نے مجھے وہاں رکنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"مجھے وشواس تھا سرکار کہ آپ اپنا وچن ضرور نبھائیں گے۔" شنکر نے مسکراتے ہوئے کہا پھر پوچھا "کچھ جل پانی چلے گا مہاراج"

"نہیں ...... میں گھر سے کھانا کھا کر نکلا ہوں اس لیے تکلف کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

"آپ کی مرضی سرکار...... سیوک کے لیے تو یہی بہت ہے کہ آپ نے اپنا دیا ہوا وچن پورا کر دیا۔"

"تم نے مجھے کس مقصد سے بلایا تھا۔" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ شنکر میرے بالکل سامنے کچے فرش پر آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا۔ جبکہ جمنا کمرے کے مشرقی گوشے میں رکھی ہوئی چارپائی کے قریب موجود تھی۔

"اتنی جلدی کیا ہے مہاراج۔" وہ میری نگاہوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔ "ابھی تو سیوک کو آپ کے بہت سارے سوالوں کے جواب دینے ہیں' آپ شاید بھول گئے اس روز آپ نے پوچھا تھا کہ جس روئی سے میں نے دیا روشن کیا تھا اس کا رنگ سرخ کیوں تھا۔"

"تم نے کہا تھا کہ وہ خون سے سرخ کی گئی تھی۔" میں سنجیدگی سے بولا۔

"میں نے غلط نہیں کہا تھا۔" شنکر کے ہونٹوں پر ایک پراسرار مسکراہٹ پھیل کر گہری ہوتی چلی گئی' اس کی آنکھوں میں مجھے دائرے سے چکراتے نظر آرہے تھے۔

"وہ خون کس کا تھا......" میں نے پوچھا۔

"ایک نردوش بالک کا مہاراج۔" شنکر نے یکلخت سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔ "دھرتی کے اندر چھپے ہوئے خزانوں کا کھوج لگانے اور مہان شکتی پراپت کرنے کی کارن مجھے اس بالک کی تلاش تھی جس کے بغیر مجھے کالی کا آشیرباد حاصل نہیں ہو سکتا تھا اور کالی کو رام کیے بغیر میرے بھاگ نہیں جاگ سکتے تھے' میری بھاونائیں کبھی پوری نہیں ہو سکتی تھیں اسی کارن میں نے اپنے پرکھوں کے بتائے ہوئے عمل پر' عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا اور بھگوان کی دیا اور کالی کی کرپا سے وہ شکتی حاصل کر لی جو بڑے بڑے بلوانوں کو بھی نصیب نہیں ہو سکتی۔"

"گویا تم ایک معصوم اور بے گناہ بچے کا خون کرنے کا اعتراف کر رہے ہو......" میں نے قدرے خشک اور سخت لہجے میں کہا۔

"ہاں ...... میں انکار نہیں کروں گا۔" شنکر نے بڑی بے پروائی سے کہنا شروع کیا۔ "میں نے اس چھ سات سال کے بالک کو بڑی کوششوں کے بعد حاصل کیا تھا...... میں نے اپنے پرکھوں کے بتائے ہوئے عمل کے انوسار اس کو ایک ایسے کمرے میں رکھا جہاں ہلکے سرخ رنگ کی روشنی ہوتی تھی' میں اسے کھانے کے لیے صرف مٹھائی دیتا تھا' نمک کی بنی ہوئی کوئی چیز میں نے اسے نہیں کھانے دی۔ تم پڑھے لکھے ہو مہاراج تمہیں معلوم ہوگا کہ میٹھا کھانے کے بعد منش کی پیاس بھڑک اٹھتی ہے۔ اس بالک کے ساتھ بھی یہی ہوا اکیس روز تک میٹھا کھاتے رہنے کے بعد اس کی آتما بھی پانی کے لیے تڑپنے لگی پرنتو مجھے معلوم تھا کہ اگر اسے پانی کی ایک بوند بھی مل گئی تو میری ساری تپسیا اور تمام جتن برباد ہو جائیں گے' میں اسے زبردستی کر کے مٹھائی کھلاتا رہا۔ گھپ اندھیرے میں ٹمٹماتی سرخ اور مدھم روشنی ہر سمے اسے تڑپاتی رہتی تھی میں جب بھی اس کے سامنے جاتا وہ تڑپ تڑپ کر مجھ سے پانی کی بھیک مانگتا اور میں ہربار اس سے انکار کر دیتا پھر وہ سمے آگیا جس کا مجھے انتظار تھا...... بالک کی حالت خراب ہوتی جا رہی تھی۔ اس کے اندر بولنے کی شکتی بھی باقی نہیں رہی تھی اس کے ہونٹوں پر پپڑیاں جم گئی تھیں' اس کی آتما پانی کے لیے ترس رہی تھی پھر جب میں نے محسوس کیا کہ وہ انت کال کے قریب ہے تو میں نے اس کے گلے پر چھری پھیر دی اسے ذبح کر کے میں نے سینے سے اس کا دل نکالا اور دل کو چیر کر اس کے خون سے روئی بھگولی...... اب جب بھی میں اس روئی کی بتی سے دیا جلاتا ہوں تو اس کی بیاکل آتما روشنی کے منڈل کے چاروں اور سائے کے روپ میں چکرانے لگتی ہے وہ مجھ سے کیول پانی...... پانی...... پانی اور پانی کی درخواست کرتی ہے۔ اس کی آواز میرے علاوہ کسی اور منش کو نہیں سنائی دے سکتی' میں اس کو پانی دینے کا وعدہ کرتا ہوں لیکن اس سے پہلے اس کی آتما سے اپنا سارا کام نکلوا لیتا ہوں...... اس روز بھی میں نے اسی بالک کی پراسرار آتما کے ذریعے اوم پرکاش کی ہاتکل کا کھوج لگوایا تھا۔ حشمت خان اور اس کے قاتلوں کے سلسلے میں بھی اسی کی بیاکل آتما نے میری سہائتا کی تھی...... پرکھوں کا سکھایا ہوا یہ عمل ہر کوئی نہیں کر سکتا مہاراج پرنتو میں نے کالی کے چرنوں میں بہت کچھ بلیدان کرنے کے بعد اس کا آشیرواد لیا تھا اور اس کی کرپا سے میری تپسیا بیکار نہیں گئی وہ روئی بڑے کام کی چیز ہے لیکن اس کا فائدہ صرف وہی اٹھا سکتا ہے جو اس کی آتما کو اپنے جنتر منتر سے قابو کرنے کے راز سے بھی واقف ہو۔ سفلی کا عمل کرنا بڑے جان جوکھم کا کام ہے اس کے لیے منش کو بڑے بڑے کٹھن جاپ کرنے پڑتے ہیں' گند کھانا پڑتا ہے مرگھٹ کی مٹی سے اشنان کرنا پڑتا ہے' مردہ کھوپڑیوں کے اندر برسوں بھوجن کرنا پڑتا ہے...... سونے کو کندن بنانے کا کام ہر کوئی تو نہیں کر سکتا۔"

شنکر اپنی مکروہ داستان بڑی بے پروائی سے مزے لے لے کر سنا رہا تھا مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ سب کچھ خواب کی باتیں ہوں' میں نے کئی بار شنکر کو درمیان میں روک کر ذہن میں ابھرنے والے سوالات کی وضاحت طلب کرنے کی کوشش کی تھی لیکن کسی نادیدہ قوت نے میری قوت گویائی چھین لی تھی میں خاموش بیٹھا شنکر کی زندگی کے ایک ایک پہلو کی داستان سنتا رہا پھر جب وہ خاموش ہوا تو میں نے کہا۔

"تم نے ایک پولیس افسر کے سامنے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ ایک معصوم بچے کو تم نے بھوکا پیاسا رکھا پھر اپنی ہوس کی خاطر اسے مار کر اس کے دل کے خون سے اپنے گندے عمل کی تکمیل بھی کی۔"

"ہاں مہاراج...... میں نے کوئی غلط بات تو نہیں کی۔" وہ سپاٹ آواز میں بولا۔

"اس اقرار جرم کے بعد تم پر قاتل ہونے کا الزام بھی لگ سکتا ہے۔"

"پھر پہنا دو شنکر کے ہاتھوں میں بھی لوہے کی ہتھکڑی۔" وہ عجیب معنی خیز انداز میں مسکرایا پھر جمنا کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "تم نے اسے بھی تو پاکٹ مارنے کے جرم میں لوہے کی سلاخوں کے پیچھے ڈال دیا تھا پر اس کا انجام کیا ہوا...... لوہے کی سلاخیں موم بن کر پگھل گئی تھیں اور پریم چند اس سندر نار کے کہنے کے انوسار خون کی الٹیاں کرتے ہوئے پرلوک سدھار گیا تھا...... ایک بات کہوں مہاراج' شنکر سے پنجہ لڑانے کا دھیان من میں کبھی نہ لانا ...... ذات کا چمار ضرور ہوں پر اپنے دشمنوں کے دماغ کے کیڑے جھاڑنے بھی اچھی طرح جانتا ہوں۔" آخری جملہ ادا کرتے وقت اس کی پتلیوں کی گردش اپنے حلقوں میں تیز ہو گئی۔ اس نے دبی زبان میں مجھے دھمکی دینے کی کوشش کی تھی۔ میں بمشکل خون کا گھونٹ پی کر رہ گیا۔ شنکر کے اقرار جرم کے بعد بھی اسے گرفتار نہیں کیا جا سکتا تھا اس لیے کہ اس کے زبانی بیان کا کوئی گواہ نہیں تھا اور میں جمنا کو گرفتار کرنے

کے بعد اس کا انجام بھی خود اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔

میں شنکر کے جواب پر تلملا کر رہ گیا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا خونخوار نظروں سے اسے گھورنے لگا۔ میرا سروس ریوالور اس وقت بھی میری جیب میں تھا میں چاہتا تو طیش میں آ کر اسے استعمال کر سکتا تھا لیکن ایسی صورت میں جمنا یقینی شاہد کا کردار ادا کرنے سے کبھی دریغ نہ کرتی۔

"لوہے کے بے جان کھلونوں کا دھیان من سے نکال دو سرکار۔" شنکر نے سرد آواز میں کہا۔ "میں من کے اندر کا حال بھی پڑھنے کی شکتی رکھتا ہوں...... ہم سے دوستی کر لو...... سارا جیون عیش کرو گے۔"

"اور اگر میں تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے سے انکار کر دوں تو......"

"ایسا نہیں ہو سکتا......" شنکر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اس لیے کہ تم میرے لیے بہت کام کے آدمی ہو...... بڑے جتن کرنے اور پاپڑ بیلنے کے بعد میں نے تمہارا کھوج لگایا ہے' بھول گئے' یہی باتیں تو میں نے تم سے قبرستان میں کی تھیں میں اسی روز تمہیں اپنی شکتی کا چمکار دکھا کر اپنے اشاروں پر ناچنے کو مجبور کر سکتا تھا پرنتو اس کمبل پوش بوڑھے نے میرا راستہ کاٹ دیا۔"

"وہ......" میں نے حیرت سے کہا۔ "وہ سب تو خواب کی باتیں تھیں۔"

"کبھی سپنے جھوٹے نہیں ہوتے بھولے ناتھ...... کچھ سچ بھی ہوتے ہیں۔" شنکر آہستہ آہستہ مجھے اپنی برتری کا احساس دلا رہا تھا اس کے تیور بھی رفتہ رفتہ بدل رہے تھے' میرے لیے فرار کے راستے مسدود ہو چکے تھے میں اس کی خوابگاہ میں تھا اور وہ دلوں کا بھید جاننے کی صلاحیت رکھتا تھا چنانچہ میں نے دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے نرم لہجہ اختیار کیا۔

"مجھے یاد ہے...... اس روز خواب میں تم نے مجھ سے کہا تھا کہ ایک مدت کی تلاش کے بعد تمہیں اس دھرتی پر اپنے کام کا آدمی ملا ہے۔"

"ہاں...... میں نے یہی کہا تھا۔" وہ سپاٹ آواز میں بولا۔ اس کی نگاہیں میرے چہرے پر مرکوز تھیں اور مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ان آنکھوں میں کوئی سحر تھا جو مجھے مغلوب کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے شنکر کی پراسرار آنکھوں سے بچنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔

"تت...... تم مجھ سے کیا چاہتے ہو......" میں نے مدھم آواز میں پوچھا۔

"میں...... میں تمہیں اپنے بعد سب سے زیادہ بلوان دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں...... مجھے یقین ہے کہ اگر تمہاری پراسرار قوتیں میرے ساتھ رہیں تو پھر کامیابیاں میرے قدم چومیں گی لیکن معصوم اور بے گناہ بچہ......"

"اسے بھول جاؤ۔" شنکر نے حقارت سے جواب دیا۔ "اب تو شمشان گھاٹ پر اس کی راکھ کا بھی کوئی نشان باقی بچا ہو گا۔"

"کیا یہ ظلم نہیں ہے۔"

"اچھا اور برا کیا ہوتا ہے اس روگ کو من سے [illegible] دو...... کیول اتنا یاد رکھو کہ منش صرف اسی کے آگے [illegible] کرتا ہے جو اس سے زیادہ مہان شکتی کا مالک ہوتا ہے۔" [illegible] نے بڑے فلسفیانہ انداز میں کہا پھر اچانک جمنا کی طرف پلٹ کر بولا۔ "بیٹھی بیٹھی دیدے نچا نچا کر ہماری باتیں کیا سن رہی ہے...... اٹھ...... جا' جا کر ہمارے مِتر کے لیے سوم رس لے آ۔"

جمنا بالکل مشینی انداز میں اٹھی اور کمرے سے باہر چلی گئی۔ شنکر کی نظریں میری طرف سے ہٹیں تو مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں خواب دیکھتے دیکھتے اچانک بیدار ہو گیا ہوں۔ میں تیزی سے اٹھ کر اس گورکھ دھندے سے دور نکل جانا چاہتا [illegible] شنکر نے جیسے دل کا ارادہ بھانپ لیا تھا اس نے دوبارہ اپنی نظریں میرے چہرے پر جماتے ہوئے کہا۔

"اب بھاگنے کا دھیان من سے نکال دو مہاراج۔ صرف اتنا جانتے ہو کہ آج پورن ماشی کی رات ہے لیکن یہ [illegible] جانتے کہ اس رات کالی اپنے سیوکوں پر کس قدر مہربان [illegible] ہے...... اس رات کالی کی کرپا سے ہماری ہر اچھا پوری [illegible] ہے۔"

اس کی منحوس آنکھوں کے سحر نے ایک بار پھر مجھے [illegible] کر لیا۔ میں جیسے عضو معطل بن کے رہ گیا تھا۔ مجھے اس بات کا کوئی علم نہیں تھا کہ چودھویں کی شب سفلی یا دوسرے جادو کرنے والوں کے لیے کس قدر اہم ہوتی ہے۔ اگر مجھے [illegible] وقت اس بات کا ذرہ برابر بھی پتا ہوتا تو شاید اس رات شنکر کے جھونپڑے نما مکان کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کرتا۔ اب تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ مجھے اس وقت بھی یہ [illegible] ضرور تھا کہ میری رگوں میں پٹھان کا خون دوڑ رہا ہے اور [illegible] کہ میں روپ نگر کی تحصیل کا سب سے بڑا پولیس آفیسر تھا۔ ان تمام حقیقتوں کے باوجود میں خود کو بڑا بے بس اور مجبور [illegible] کر رہا تھا۔

شنکر کچھ دیر تک میری آنکھوں میں جھانکتا رہا پھر اس [illegible] آواز کمرے پر طاری سکوت کا سینہ چیرتی ہوئی ابھری۔

"اس سپنے کو یاد کرو جب تمہیں تپتے صحرا میں ایک ناگ نے ڈس لیا تھا۔"

"مجھے یاد ہے۔" میں نے خوابیدہ آواز میں کہا۔

"اور پاروتی نے شیش ناگ کا زہر چوس کر تمہیں ایک نیا جیون دان کیا تھا۔"

"ہاں۔"

"شکتی کی اس دیوی نے کیول میرے لیے تمہاری سہائتا کی تھی۔"

"میں تمہارے کس کام آ سکتا ہوں؟" میں نے پوچھا

"تم ابھی سونا ہو۔ تمہیں شنکر کندن بنائے گا۔" اس نے مسکراتے ہوئے اپنے غلیظ دانتوں کی نمائش کی۔

"میں سمجھا نہیں۔"

"اتنی جلدی بھی کیا ہے۔ دھیرج سے کام لو۔ سمے خود تمہیں بتائے گا کہ میں تم سے کیا چاہتا ہوں۔"

"میں تمہاری جانب دوستی کا ہاتھ بڑھانے کو تیار ہوں۔" میں نے حالات کے پیش نظر مفاہمت کا راستہ اختیار کیا۔

"مجھے پورا وشواس تھا کہ تم شنکر کی دوستی سے منہ نہیں پھیرو گے۔"

"لیکن میں تمہارے لیے کوئی غیر قانونی کام نہیں کروں گا۔" میں نے قدرے جسارت سے کام لیا۔

"اتنی جلدی کوئی فیصلہ مت کرو مہاراج۔" وہ طنزیہ آواز میں بولا۔ "کل کیا ہو گا اور کیا ہونے والا ہے۔ یہ تم نہیں جانتے۔"

"تم جانتے ہو کہ کل کیا ہو گا؟"

"ہاں......" وہ یکلخت سنجیدہ ہو گیا۔ "مہان شکتیوں کے ان گنت روپ ہوتے ہیں۔ ایک روپ میں اسے کالکا کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ کالکا جسے پانے کے کارن اب تک نہ جانے کتنے بلوان اپنا جیون بلیدان کر چکے ہیں۔ میں نے اپنے پرکھوں سے یہی سنا ہے کہ جو کالکا پا لے گا وہ اس دھرتی پر راج کرے گا۔ وہ جو چاہے گا وہ اوش پورا ہو گا۔ اس کے ہر سپنے پورے ہوں گے۔ وہ سب سے زیادہ بلوان ہو گا اور تم...... تم...... اسے میرے لیے حاصل کرو گے۔"

"کالکا......؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "کالکا کیا چیز ہوتی ہے اور اس کو حاصل کرنے کے لیے تم نے میرا انتخاب کیوں کیا ہے؟"

"یہ سب جنتر منتر کی باتیں ہیں۔ ابھی تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گی۔"

میں کوئی سوال کرنا چاہتا تھا کہ جمنا لہراتی بل کھاتی ہاتھوں میں مٹی کا ایک پیالہ لیے کمرے میں داخل ہوئی پھر میرے قریب آ کر بولی۔ "لو...... اسے پی لو' تم قسمت کے بڑے دھنی ہو جو تمہیں سوم رس پینے کو مل رہا ہے۔"

"سوم رس......؟" میں نے شنکر کی طرف وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔ "یہ کیا شے ہوتی ہے؟"

"یہ ایک ایسی بوٹی کا رس ہے جسے پی کر منش امر ہو جاتا ہے۔"

"لیکن......"

"شنکر سے دوستی چاہتے ہو تو سوم رس پینے سے انکار نہ کرنا۔" اس کا لہجہ تحکمانہ تھا۔

میں نے غیر اختیاری طور پر مٹی کا پیالہ جمنا کے ہاتھ سے لے لیا۔ اس میں گہرے بادامی رنگ کا سیال مادہ موجود تھا۔ جس میں سے بڑی ناخوشگوار بیک پھوٹ رہی تھی۔ میرا دل چاہا کہ میں اس کو اٹھا کر پھینک دوں لیکن میرے ہاتھوں نے میرے ذہن کا ساتھ نہیں دیا۔ میری کیفیت اس نوجوان کی سی تھی جو بظاہر پوری طرح چاق و چوبند نظر آ رہا تھا لیکن اس کی تمام جسمانی قوتیں مفلوج ہو کر رہ گئی تھیں۔ شاید وہ شنکر کے جنتر منتر کا اثر تھا جس نے وقتی طور پر مجھ سے میری صلاحیتیں چھین لی تھیں۔ میں بہت کچھ کر گزرنے کا خواہش مند تھا۔ مجھے موت سے کبھی ڈر نہیں لگا۔ میں شکار کا شوقین تھا اس لیے خطرات کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کھیلنے کا عادی تھا۔ میں نے کبھی کسی محاذ پر ہار نہیں مانی تھی لیکن اس وقت میں ایک ایسا مشینی انسان بن کر رہ گیا تھا جس کا ریموٹ کسی اور کے ہاتھوں میں تھا۔ میں پیالہ ہاتھ میں لیے عجیب شش و پنج میں مبتلا تھا جب شنکر کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"کس وچار میں گم ہو؟ پیالہ اٹھاؤ اور سوم رس کو حلق کے

نیچے اتارلو۔"

میں نے اس کے حکم کی تعمیل میں کسی حیل وحجت سے کام نہیں لیا۔ سیال مادہ کی بدبو سے میرا دماغ پھٹا جا رہا تھا لیکن میں نے سانس روکی اور ایک دو گھونٹ میں ہی پیالہ خالی کردیا' ایک لمحے کو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میری رگوں میں خون کے بجائے لاوا دوڑنے لگا ہو۔ اس کی حدت میرے وجود کو جھلسائے دے رہی تھی۔ مجھے اپنے جسم کے مسامات سے چنگاریاں سی ابلتی محسوس ہو رہی تھیں لیکن پھر آہستہ آہستہ میری کیفیت اعتدال کی صورت اختیار کرنے لگی۔ شنکر کی سحر آلود نگاہیں بدستور میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ اس کے اندر چکراتے ہوئے دائروں کی گردش اور تیز ہونے لگی تھی۔ جمنا نے میرے ہاتھ سے پیالہ لے کر ایک طرف رکھا پھر شنکر ہی کے قریب زمین پر پھسکڑا مار کر بیٹھ گئی' شنکر کے ہونٹوں پر بڑی فاتحانہ مسکراہٹ ابھر رہی تھی۔

"سوم رس پی لینے کے بعد اب تم میرے لیے کالکا کو حاصل کرسکتے ہو' میری ودیا نے مجھے یہی بتایا تھا کہ اگر سوم رس لیے بغیر تم کالکا کو ہاتھ لگاتے تو جل کر بھسم ہو جاتے۔"

"اسے حاصل کرنے کے لیے مجھے کیا کرنا ہو گا؟" میں نے پوچھا' سیال مادہ میرے ذہن پر ہلکی ہلکی غنودگی کی کیفیت طاری کر رہا تھا۔

"کچھ بھی نہیں۔" شنکر نے بے پروائی سے کہا۔ "میں تمہیں اس جگہ لے چلوں گا جہاں کالکا موجود ہے اور تم اسے میرے لیے اس کے استھان سے باہر نکال لوگے۔"

"میں ہی کیوں؟ کیا تم خود اسے حاصل نہیں کرسکتے۔"

"اگر کر سکتا تو تمہارے ساتھ متھا ماری کرنے کی کیا ضرورت تھی۔" شنکر نے سنجیدگی سے کہا۔

"تم...... کہیں اس خزانے کی بات تو نہیں کر رہے جو روپ نگر کے قریب والی پہاڑیوں میں کہیں دفن ہے۔" میں نے اپنی یادداشت کو کریدتے ہوئے کہا۔ "یہاں اپنا چارج سنبھالنے سے پہلے میں اس خزانے کے بارے میں بہت کچھ سن چکا ہوں' میری اطلاع کے مطابق اب تک بہت سارے لوگ اسے حاصل کرنے کے چکر میں اپنی جان گنوا چکے ہیں۔"

"یہ کیول بدھی مانوں کی من گھڑت کہانی ہے۔" شنکر نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ایک بار میں نے بھی خون آلود روئی سے دیا جلا کر اس خزانے کی جانکاری کی کوشش کی تھی لیکن کچھ حاصل نہیں ہوا۔"

"پھر یہ سب کہانیاں کیوں مشہور ہیں؟" میں نے سادگی سے دریافت کیا۔

"غیر ملکی سیاحوں کو الجھانے کی خاطر۔ دھن دولت کمانے کی خاطر بھی منش کو بڑے جتن کرنا پڑتے ہیں۔"

"شنکر......" میں نے گفتگو کا رخ بدلنے کی خاطر پوچھا۔ "کیا تم مجھے اس کمبل پوش بوڑھے کے بارے میں بتاؤ گے؟ آجانے سے تم مجھے قبرستان میں چھوڑ کر چلے گئے تھے۔"

"میرا اور اس کا جنم جنم کا بیر ہے۔" شنکر نے [illegible] کھاتے ہوئے کہا۔

"لیکن تم تو لازوال قوتوں کے مالک ہو۔"

"ہاں...... میں چاہوں تو اپنی شکتی سے پہاڑوں کو ان کی جگہ سے سرکا سکتا ہوں لیکن......"

"لیکن کیا؟"

"اپنے اپنے دھرم اور ایمان کی بات ہے۔" [illegible] کاٹتے ہوئے بولا۔ "وہ بوڑھا کئی بار میرا راستہ کاٹ چکا ہے میرے بس میں ہوتا تو اسے ایسا کشٹ دیتا کہ وہ سارا جیون [illegible] رہتا لیکن ہمارے درمیان پوتر تا آڑے آجاتی ہے۔"

میں نے محسوس کیا کہ اس بوڑھے کے ذکر نے شنکر [illegible] چین کردیا تھا' کچھ دیر تک وہ خاموش بیٹھا اپنا نچلا ہونٹ [illegible] تلے چباتا رہا پھر بل کھا کر بولا۔

"ہم دونوں مہان ہیں۔ ہماری شکتیاں اپرم پار ہیں [illegible] مسلا (مسلمان) ہے اس نے میری طرح گند نہیں کھائی [illegible] لیے میں نے اس کے ساتھ پنجہ لڑانے کی کوشش کبھی نہ [illegible] پرنتو ہمارے راستے الگ الگ ہیں۔"

"کیا تم مجھے ایک بات بتاؤ گے؟" میں نے دوسرا پہلو [illegible] کیا "اوم پرکاش کی پراسرار موت کا کیا راز ہے؟"

"نہیں......" شنکر نے کن انکھیوں سے جمنا کی [illegible] دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ میں اپنی زبان بند رکھنے کا وچن دے چکا ہوں۔"

"کیا جمنا اور اوم پرکاش کا کوئی چکر تھا۔" میں نے [illegible] لہراتے ہوئے اظہار خیال کیا' سیال مادہ کی وجہ سے میری [illegible] کی کیفیت بڑھتی جا رہی تھی۔

"نہیں۔ تم پولیس آفیسر ضرور ہو لیکن شنکر کی زبان کھلوا سکتے۔"

"کیا ہم ایک دوسرے کے دوست نہیں ہیں۔"

"ہاں...... میں نے تمہیں متر کہا ہے لیکن جانتے [illegible] کا کارن کیا ہے؟"

"نہیں۔"

"کالکا۔" شنکر نے جواب دیا۔ "جسے تم میرے لیے [illegible] کرو گے پھر ہم دونوں مل کر ایک ایسی مہان شکتی کے مالک [illegible] گے کہ منش اس کے بارے میں سپنوں میں بھی نہیں [illegible] سکتا۔"

"مجھے نیند آرہی ہے۔" میں نے جماہی لیتے ہوئے [illegible] "میں اب گھر جاؤں گا۔"

"جانتے ہو تمہیں کالکا کو حاصل کرنے کے کارن کیا [illegible] کہا؟" شنکر نے میری بات سنی ان سنی کرتے ہوئے گہری سنجیدگی سے پوچھا۔

"نہیں......" میں نے نیند کے جھونکوں کی وجہ سے مختصراً کہا۔

"تمہیں جمنا کو موت کے گھاٹ اتارنا ہو گا۔" شنکر نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "کالی کے چرنوں میں جمنا کی بلی (قربانی) دیے بغیر ہم کالکا کو نہیں حاصل کرسکتے۔"

"مت...... تمہارا اشارہ دھات کی اس مورتی کی طرف تو نہیں ہے جسے میں نے جمنا کے کہنے پر پہاڑوں کے ایک غار میں دلدل سے نکالا تھا لیکن وہ میرے ہاتھ سے پھسل کر نکل گئی تھی۔" میں نے ذہن کو بیدار کرتے ہوئے اس خواب کا حوالہ دیا جو میں کچھ دنوں پہلے دیکھ چکا تھا۔ جمنا نے بھی مجھ سے یہی کہا تھا کہ اس مورتی کو حاصل کرنے کے لیے مجھے اسے جان سے مارنا ہو گا۔

"ہاں......" شنکر نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔ "وہی کالکا ہے۔ مہان شکتیوں کی مالک۔ تم قسمت کے بڑے دھنی ہو۔ جو اس کا درشن کر چکے ہو' مجھے وشواس تھا کہ کالکا تم پر مہربان ہوگی اسی کارن میں نے برسوں تمہاری کھوج لگائی ہے۔"

"لیکن جمنا کے خون سے کالکا کی ذات کا کیا تعلق ہو سکتا ہے۔" میں نے نشیلی آواز میں پوچھا۔

"بہت گہرا سمبندھ ہے پرنتو تم ابھی اس راز کو نہیں سمجھ سکتے۔"

"نان سنس۔" میں لہراتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ میری کیفیت اس شرابی جیسی تھی جس نے ضرورت سے کچھ زیادہ ہی پی رکھی ہو۔ میری ٹانگیں میرے وجود کو سہارنے سے انکار کررہی تھیں۔ میں نے ڈگمگاتے ہوئے بڑی حقارت سے کہا۔ "دیوی دیوتاؤں کے پتھروں کے بت کے بے جان قدموں پر انسانی زندگی کی بھینٹ چڑھانا۔ یہ سب بکواس ہے...... ای...... مان [illegible]...... کم...... زوری کی...... علامت ہے...... ایک [illegible]...... نان سنس......" میرے چکراتے وجود کی طرح میری زبان بھی لڑکھڑانے لگی تھی۔ مجھے ہر شے دھندلی دھندلی نظر آرہی تھی۔

"شہباز خان۔" شنکر کی منحوس اور بلند آواز میری قوت سماعت سے ٹکرائی۔ "تمہیں شنکر کی آگیا کا پالن کرنا ہو گا۔ تمہارے بھاگ میں جو کچھ لکھا جا چکا ہے اسے اب دھرتی کی کوئی شکتی نہیں مٹا سکتی۔ میری بات دھیان سے سنو۔ ختم کردو جمنا کو' دیوتاؤں کو یہی منظور ہے۔"

میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن غنودگی کا اثر تیز تر ہوتا گیا' پھر میں نے نظروں کے سامنے طاری دھند میں جمنا کو اٹھتے دیکھا۔ وہ لہراتی بل کھاتی 'اپنے ہونٹوں پر مسکان سجائے میرے بالکل قریب آکر رک گئی۔ اس نے اپنی بانہیں پھیلاتے ہوئے کہا۔ "مجھے اپنے بازوؤں میں سمیٹ لو اور اتنی طاقت سے بھینچو کہ شریر اور آتما کا سمبندھ ٹوٹ جائے۔ جمنا کالکا کے کارن اپنے جیون کا بلیدان دے کر امر ہو جائے گی۔ اس کے سارے پاپ دھل جائیں گے۔ دیر مت کرو میرے کرشن کنہیا سمیٹ لو مجھے اپنی بانہوں میں۔"

جمنا کی گرم گرم سانسیں مجھے اپنے چہرے پر محسوس ہو رہی تھیں۔ اس کا قرب مجھے بڑا مکروہ لگ رہا تھا۔ میرے سوچنے سمجھنے کی قوتیں آہستہ آہستہ میرا ساتھ چھوڑ رہی تھیں۔ مجھے کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ میں کسی ڈوبتی ہوئی کشتی کے مانند لہروں کے رحم وکرم پر ہچکولے کھا رہا تھا۔ پھر اچانک پے در پے فائرنگ کی آوازیں سن کر مجھ پر طاری غنودگی دور ہوگئی۔ میں جیسے کوئی سہانا خواب دیکھتے دیکھتے اچانک بیدار ہوگیا تھا لیکن وہ سب کچھ خواب نہیں تھا۔ بڑی المناک حقیقت تھی۔ جمنا کا خون میں لت پت جسم میرے سامنے کچے فرش پر پڑا تھا اور میرا سروس ریوالور میرے ہاتھ میں تھا۔

میں نے حیرت سے پلکیں جھپکاتے ہوئے شنکر کی سمت دیکھا جس کے غلیظ ہونٹوں پر بڑی خباثت آمیز مسکراہٹ پھیل کر گہری ہوتی جا رہی تھی اور اس کی آنکھیں کسی روشن دیے کی طرح چمک رہی تھیں۔

شنکر کے کہے ہوئے جملے بازگشت بن کر میرے کانوں میں گونج رہے تھے۔ جمنا کی خون میں لت پت لاش میرے سامنے فرش پر پڑی ہوئی تھی اور میں اپنا سروس ریوالور تھامے کھڑا تھا۔ سوم رس کا سارا نشہ ہرن ہو چکا تھا' میں پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس عورت کی بے جان لاش کو دیکھ رہا تھا' جس کی خاطر روپ نگر میں اب تک کئی پراسرار وارداتیں رونما ہو چکی تھیں لیکن ان کا کوئی سراغ نہیں ملا تھا شاید اس لیے کہ سب شنکر کی وجہ سے جمنا سے خائف رہتے تھے اس کا نام زبان پر لاتے ہوئے ڈرتے تھے۔ وہ بڑے بڑے سیٹھ اور ساہو کاروں کے سامنے سینہ تان کر چلتی تھی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ترکی بہ ترکی ان کی باتوں کا کھرا جواب دیتی تھی۔ جو بات اس کی زبان سے نکل جائے وہ پتھر کی لکیر بن جاتی تھی۔

شنکر کی گندی قوتیں وقتاً فوقتاً جمنا کے جسم پر اپنا قبضہ جمائے رہتی تھیں پھر اسے خود بھی ہوش نہیں رہتا تھا کہ وہ کیا کر رہی ہے۔ کیے کہہ رہی ہے؟ لیکن جو وہ کہتی تھی وہ ہر قیمت پر پورا ہوتا تھا' حوالات کی سلاخوں کو موم کی طرح پگھلانے کے بعد میں ایک بار جمنا کو اس کیفیت سے دوچار ہوتا دیکھ چکا تھا۔ وہ پتھر کی کوئی بے جان بت بن کر رہ گئی تھی پھر اسی حالت میں اس نے منشی پریم چندر کو بد دعا دی تھی اور اس کی دی ہوئی بد دعا کے مطابق پریم چندر اچھا خاصا بیٹھا بیٹھا خون کی الٹیاں کرتے ہوئے

لوٹ پوٹ ہو گیا تھا۔

لالہ بناری اور دھرم داس جی سے لے کر میرے اپنے ماتحتوں تک سب ہی کھل کر جمنا کا نام لینے سے کتراتے تھے۔ وہ ایک بدنام اور بدکردار عورت ہونے کے باوجود نادیدہ خطروں اور پراسرار اموات کی علامت سمجھی جاتی تھی' دانشمند افراد اسے سامنے سے آتا دیکھ کر اپنا راستہ بدل لیتے تھے' کترا کر گزر جاتے تھے لیکن اس وقت اسی جمنا کا لہو میں لتھڑا بے جان جسم میرے سامنے کچے فرش پر بکھرا پڑا تھا۔

میں نے بوکھلا کر اپنا سروس ریوالور چیک کیا جس میں سے چار گولیاں جمنا کے وجود کو چاٹ گئی تھیں' میں روپ نگر کا سب سے بڑا پولیس آفیسر ایک قاتل کے روپ میں اس وقت شنکر کی جھونپڑی میں موجود تھا اور شنکر کے ہونٹوں پر بے حد غلیظ مگر فاتحانہ مسکراہٹ کھیل رہی تھی' وہی اس قتل کا واحد عینی گواہ بھی تھا۔ اسی بدبخت نے مجھ سے غنودگی کی حالت میں کہا تھا کہ میں کالی کے قدموں میں جمنا کی قربانی پیش کر کے اپنے اور کاکا کے درمیان تمام رکاوٹوں کو دور کر دوں۔

کاکا۔ دھات کی بنی ہوئی وہ مورتی جو ایک بار خواب میں میرے ہاتھ میں آ کر نکل گئی تھی' شنکر کے کہنے کے بموجب وہ بے جان مورتی لازوال اور پراسرار قوتوں کی مالک تھی جسے حاصل کرنے والا دھرتی پر راج کر سکتا تھا لیکن...... میں نے جمنا کو تو اپنے اور کاکا کے درمیان سے ہٹا دیا تھا مگر اب مجھے پھانسی کا پھندا اور رسوائی اپنے اور کاکا کے درمیان حائل نظر آ رہی تھی۔ ایک بار میرے دل میں آیا کہ میں جمنا کے قتل کے اس واحد گواہ کو بھی موت کی نیند سلا دوں جس نے مجھے سوم رس پلا کر ہوش و حواس سے بیگانہ کر دیا تھا' ایک جھوٹ چھپانے کی خاطر انسان کو دس جھوٹ اور بولنے پڑتے ہیں۔ میں نے ایک قتل بے ہوشی کی حالت میں کیا تھا اسے چھپانے کی خاطر اگر دوسرا قتل ہوش مندی کی حالت میں بھی کر دیتا تو اسے دانشمندی کے منافی نہیں کہا جا سکتا تھا' اس طرح میں شنکر کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد روپ نگر سے اس دہشت اور خوف و ہراس کو دور کر سکتا تھا جس نے چھوٹے بڑوں سب کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ میں نے نظریں اٹھا کر شنکر کی جانب دیکھا وہ بدستور بڑے اطمینان سے آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا' جمنا کی لاش اس کے مکان میں موجود تھی اگر اس وقت پولیس موقع واردات پر آ جاتی تو میرے ساتھ ساتھ وہ بھی قانونی چکروں سے نہیں بچ سکتا تھا لیکن اسے اس کی مطلق کوئی فکر نہیں تھی۔

"کس وچار میں گم ہو مہاراج" اس نے جیسے میرے دل میں ابھرنے والا خیال پڑھ لیا تھا۔ "شنکر کوئی جنگلی خرگوش نہیں ہے جو تیز روشنی آنکھ پر پڑنے سے سہم کر رک جاتا ہے اور پھر شکاری کا نشانہ بن جاتا ہے۔ میں نے اپنے چاروں اور جو منڈل باندھ رکھا ہے اس سے گزر کر تمہاری گولی بھی میرے شریر تک نہیں پہنچ سکتی۔ میری بات پر وشواس نہیں ہے تو اپنے کھلونے کو ایک دوبار اور داغ کر دیکھ لو' تمہیں شنکر کی شکتی کا اندازہ بھی ہو جائے گا۔"

میں نے جواب دینا چاہا لیکن زبان نے میرا ساتھ نہیں دیا' آنے والے کل کی بدنامی اور رسوائیوں نے جیسے مجھے گنگ کر دیا تھا۔ شنکر صرف پراسرار گندی قوتوں کا مالک ہی نہیں تھا بلکہ اس قتل کا عینی گواہ بھی تھا جو مجھ سے نہ جانے کس طرح سرزد ہو گیا' اس نے منڈل باندھنے (حصار کھینچنے) والی جو بات کہی تھی وہ بھی غلط نہیں کہی ہو گی۔ اس کے منحوس اور مکروہ وجود سے ہر بات کی توقع کی جا سکتی تھی چنانچہ میں نے دوسرے قتل کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

"مجھے وشواس تھا کہ تم اپنی بدھی (عقل) ہی سے کام لینے کا فیصلہ کرو گے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "جو کچھ ہو چکا ہے اسے ایک سپنا سمجھ کر بھول جاؤ' میں تمہیں وچن دیتا ہوں کہ جمنا کی موت کا کارن میرے سینے کی گہرائیوں میں دفن رہے گا' تمہارے خلاف میری زبان بند ہی رہے گی۔"

"لیکن جمنا کی لاش اور اس پر میرے ریوالور سے چلائی ہوئی گولیوں کے نشانات......" میرا چہرہ پسینے سے شرابور ہو رہا تھا۔ دل کی دھڑکنیں پورے شباب پر تھیں' تلخ حقائق نے میرے اعصاب کو جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا' میں اپنا جملہ پورا نہ کر سکا۔

"کوئی چنتا مت کرو....." شنکر نے بے پروائی سے کہا "روپ نگر کے باسی جس کی چنک منک سے خوفزدہ رہتے تھے اس کی آتما پرلوک سدھار چکی ہے' جو باقی بچا ہے وہ سب بھی اس طرح نشٹ ہو جائے گا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہو گی' شنکر اس دھرتی کے ٹکڑے کے جھگڑے ہی کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دے گا جس نے روپ نگر کے باسیوں کی نیندیں حرام کر رکھی ہیں۔"

"م...... میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔" میں نے مردہ سی آواز میں اس سے وضاحت چاہی۔

"تم کیول اتنا سمجھ لو کہ شنکر جو چاہتا ہے وہ پورا ہو جاتا ہے۔" وہ معنی خیز لہجے میں بولا۔ "کالی کو راضی کرنے میں جو کٹھن تپسیا جاپ اور بیٹھک لگائی ہے وہ شنکر کو کبھی نراش نہیں کر سکتی۔"

"مگر جمنا کی لاش اور میرے ریوالور سے نکلی ہوئی گولیاں۔"

"میں نے کہا نا......! سب کچھ بھول جاؤ۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔ "پل بھر و ٹھہرا کر ریوالور کو صاف کر ڈالو اور ریوالور کی گولیوں کی تعداد کو پورا کر لو..... میرا آشیرباد تمہارے ساتھ ہے' کوئی مائی کا لال تمہاری طرف نظریں اٹھانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ جب تک تمہیں شنکر کی سہائتا حاصل ہے دھرتی کی کوئی شکتی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی اور ابھی تو تمہیں کاکا کو میرے لیے حاصل کرنا ہے جس کے کارن میں نے جمنا کی بھینٹ دی ہے۔"

"میں..... کاکا کو کس طرح حاصل کروں گا۔" میں نے خوابیدہ آواز میں سوال کیا۔

"ابھی تمہیں کیول آرام کی ضرورت ہے۔ اس سے پورے روپ نگر پر خاموشی اور سناٹا طاری ہے' بھور ہونے سے پہلے پہلے اپنی جیپ میں بیٹھ کر خاموشی سے نکل جاؤ۔ باقی شنکر پر چھوڑ دو۔ پرنتو اس بات کا دھیان رہے کہ تم شنکر کے ساتھ کوئی چال چلنے کا دھیان بھی من میں نہیں لاؤ گے ورنہ ہو سکتا ہے کہ تمہیں سارا جیون اپنی بھول پر پچھتانا پڑے' میں نے تمہیں اپنا متر کہا ہے اور متر وہی ہوتا ہے جو چھل کپٹ سے کام نہ لے۔ ہم نے ایک دوسرے کے ساتھ جو پرتگیا (عہد و پیمان) کی ہے ہمیں ہر حال میں اس کا پالن کرنا ہو گا۔"

"شنکر....." میں نے ریوالور جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔ "کیا تمہیں یقین ہے کہ میں کسی قتل کے کیس میں ملوث نہیں ہوں گا۔"

"جب تک شنکر تمہارے ساتھ ہے ایسا ہی ہو گا۔"

"ایک بات اور......"

"پوچھو مہاراج۔" وہ میری کیفیت سے محظوظ ہو رہا تھا۔

"تم کاکا کو خود کیوں نہیں حاصل کر لیتے۔" میں نے ہمت کر کے کہا۔ "تمہیں کالی کے قدموں کے لیے جو نذرانہ پیش کرنا تھا وہ جمنا کے خون کی شکل میں پیش کیا جا چکا ہے۔"

"تم شاید بھول رہے ہو کہ میں نے کیا کہا تھا۔" وہ خلا میں گھورتے ہوئے بولا۔ "اگر میں کاکا کو خود حاصل کرنے کی شکتی رکھتا تو ان تمام جھمیلوں میں کیوں پڑتا۔"

"کاکا کو تمہارے حوالے کر دینے کے بعد کیا میں آزادی کا سانس لے سکوں گا۔"

"ہاں..... میرا خیال ہے کہ ایسا ہی ہو گا لیکن......" شنکر کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گیا' اس کی آنکھیں بڑی بے چینی سے خلا میں کچھ تلاش کرنے کی خاطر اپنے حلقوں میں گردش کر رہی تھیں۔

"لیکن کیا......" میں نے اس کے تذبذب کی کیفیت کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

"کاکا کو پا لینے کے بعد تمہیں اسے کچھ دنوں اپنے پاس رکھنا ہو گا پھر سمے آنے پر میں اسے تم سے حاصل کر لوں گا۔" شنکر نے بدستور الجھے ہوئے انداز میں کہا۔ "کل کیا ہو گا۔ مجھے معلوم ہے لیکن کچھ سیاہ بادل کے ٹکڑے میری نظروں کے سامنے آ جاتے ہیں' میں ابھی تک اس کے پار نہیں دیکھ سکا۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے تیزی سے کہا۔

"شانت رہو....." شنکر نے مجھے تسلی دی۔ "ان سیاہ بادلوں

کا کوئی سمبندھ تمہاری ذات سے نہیں ہے۔"

"میں اب چلتا ہوں۔" میں نے کہا۔ "مگر تم اپنا وعدہ یاد رکھنا' جمنا کی موت کے سلسلے میں میرا نام نہیں آنا چاہیے۔"

"نہیں آئے گا۔" اس نے پورے اعتماد سے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

اس وقت رات کے تقریباً" دو بجے کا عمل رہا ہو گا جب میں شنکر کے جھونپڑے سے باہر نکلا' روپ نگر پر شنکر کے کہنے کے مطابق گہرا سکوت اور سناٹا طاری تھا' میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے جیپ اسٹارٹ کی پھر شنکر پر ایک آخری نظر ڈالتا ہوا واپسی کے لیے چل پڑا' گھر تک پہنچنے میں' میں نے خاصی تیز رفتاری کا مظاہرہ کیا تھا لیکن گھر میں قدم رکھتے ہی میں چونکے بغیر نہ رہ سکا' دھرم داس جی کو اس وقت خلاف توقع وہاں دیکھ کر مجھے تعجب ہی ہوا تھا۔

"آپ....."

"کہاں چلے گئے تھے۔" دھرم داس نے مجھ سے استفسار کرتے ہوئے جواب دیا۔ "دو گھنٹے سے تمہاری راہ دیکھ رہا ہوں۔"

"چودھویں کا چاند میری کمزوری ہے۔" میں نے فوری طور پر بڑی خوبصورتی سے بہانہ کرتے ہوئے کہا۔ "میں یونہی ذرا چاندنی رات سے لطف اندوز ہونے کی خاطر چلا گیا تھا لیکن آپ....."

"تمہارے والد کا فون آیا تھا میرے پاس۔" دھرم داس نے جواب دیا۔ "احمد علی کا خیال تھا کہ تم میرے پاس ہو گے اس لیے خان صاحب نے میرے نمبر بھی کھڑکا دیے۔"

"سب خیریت تو ہے۔"

"باقی تو سب خیریت ہے لیکن تمہاری ماتا جی کا حکم ہے کہ تم یا تو فوری طور پر لمبی چھٹی لے کر واپس چلے جاؤ یا پھر سروس سے ریزائن کر دو۔"

"اوہ....." میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ "آپ کو میری وجہ سے زحمت اٹھانی پڑی اس کے لیے معافی کا خواستگار ہوں۔ ڈیڈی اور ممی سے صبح ہی فون پر بات کر لوں گا۔"

"میں تم سے ایک بات اور کرنا چاہتا ہوں۔" دھرم داس نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔

"میرے لائق کوئی خدمت....."

جواب میں دھرم داس کچھ دیر خاموش رہے پھر بولے۔

"میں جادو ٹونے اور جنتر منتر کو زیادہ نہیں مانتا لیکن پھر بھی ایک بات کا ذکر تم سے کرنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ اگر بعد میں کوئی انہونی ہو جائے تو تم اس بات کی گواہی دے سکو۔"

"میں سمجھا نہیں....."

"جھیل کے کنارے والی زمین کسی بھی مقامی زمیندار کے لیے سونے کی کان سے کم اہمیت نہیں رکھتی۔"

"اور اسی زمین کے ایک ٹکڑے کی خاطر اب تک کئی پراسرار حادثے رونما ہو چکے ہیں جن کو پولیس کوشش بسیار کے باوجود ابھی تک حل کرنے سے قاصر ہے۔"

"قسمت میں اگر موت لکھی ہے تو وہ کسی بہانے سے بھی آ سکتی ہے۔" دھرم داس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اس زمین کی خاطر اب تک جو کچھ ہو چکا ہے۔ میں اس سے بھی جانکاری رکھتا ہوں لیکن ان تمام باتوں کے باوجود میں نے آج شام ہی لالہ بناری سے بات کی ہے۔"

"مگر میں آپ کو اس کا مشورہ نہیں دوں گا انکل اس لیے کہ منشی پریم چندر کی موت ابھی تک پولیس کے لیے معمہ بنی ہوئی ہے۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "جان بوجھ کر جلتی ہوئی آگ میں کودنا میرے نزدیک دانشمندی کے خلاف ہے اور....."

"ریلیکس مائی بوائے۔" دھرم داس جی نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "اب تو اوکھلی میں سر دے چکا ہوں' جو ہو گا دیکھا جائے گا۔"

دھرم داس کے جانے کے بعد میں لباس تبدیل کر کے سونے کے ارادے سے لیٹ گیا لیکن جمنا کی خون میں لت پت لاش میرے تصور میں بار بار ابھرتی رہی پھر کب مجھے نیند آئی اور کب میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوا مجھے کچھ یاد نہیں' ویسے اتنا ضرور یاد ہے کہ سونے سے پیشتر میں نے اپنے سروس ریوالور کی صفائی اس قدر احتیاط سے کی تھی کہ اسے دیکھ کر کوئی اس بات کا اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ اسے حال ہی میں بھی استعمال کیا گیا ہو گا۔

دوسری صبح میں اپنے دفتر میں بیٹھا ضروری کام نبٹا رہا تھا لیکن میرے ذہن کی اسکرین پر گزشتہ رات پیش آنے والے واقعات رہ رہ کر ابھر رہے تھے' دھرم داس سے ہونے والی ملاقات کے بعد خود میں نے بھی ارادہ کیا تھا کہ فوری طور پر اپنا تبادلہ کسی دوسری جگہ کرا لوں گا یا پھر کسی بہانے طویل چھٹی منظور کرا لوں' حالات اور حادثات نے میرے ذہن کو بری طرح الجھا رکھا تھا' شنکر نے مجھے نہ صرف اپنا دوست کہا تھا بلکہ اس بات کا وعدہ بھی کیا تھا کہ وہ جمنا کے قتل کے سلسلے میں اپنی زبان بند رکھے گا لیکن میں اس کی بات پر آنکھ بند کر کے یقین نہیں کر سکتا تھا وہ شخص جو گند کھا سکتا ہے وہ کچھ بھی کر سکتا ہے اور یہ بھی ممکن تھا کہ شنکر نے وہ وعدہ محض کالکا کی پراسرار مورتی حاصل کرنے کی وجہ سے کیا ہو اور مورتی حاصل کرنے کے بعد اپنے وعدے سے منحرف ہو جائے۔ حالات کے پیش نظر یہ ساری باتیں ممکن ہو سکتی تھیں میں ان ہی ممکنات کے مختلف پہلوؤں پر غور کر رہا تھا کہ اسسٹنٹ سب انسپکٹر رام دیال بوکھلایا ہوا میرے آفس میں داخل ہوا' "بیٹھو۔" میں نے اشارہ کیا۔ وہ میرے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا لیکن اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ کسی ایسی بات سے بہت زیادہ الجھا ہوا ہے۔

غالباً" اس کی توقع کے خلاف سرزد ہوگئی تھی۔ میں ایک لمحے تک رام دیال کے چہرے کے تاثرات کو پڑھتا رہا۔ ایک خیال یہ بھی میرے ذہن میں ابھرا تھا کہ ممکن ہے اسے جمنا کے قتل کی اطلاع کسی اور ذریعہ سے مل گئی ہو' عین ممکن تھا کہ شنکر نے جمنا کی لاش کو جنگل یا پھر کسی دوسرے ایسے محفوظ مقام پر پھینک دیا ہو جہاں سے اس کے دستیاب ہونے کی توقع نہ ہو لیکن اتفاقاً" کسی کی نظر اس پر پڑ گئی ہو۔ بہرحال میں نے اپنے دل کی دھڑکنوں پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"سناؤ رام دیال ..... کوئی خاص خبر....."

"سر.....وہ....."

"تم اس وقت ضرورت سے کچھ زیادہ ہی گھبرائے ہوئے دکھائی دے رہے ہو۔"

"سر..... وہ.....بات ہی کچھ ایسی ہے۔" رام دیال کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے بولا۔

"یہ ہمیشہ یاد رکھا کرو رام دیال کہ تم ایک پولیس آفیسر ہو اور اگر کسی حادثے یا واقعے سے خود پولیس کے ہاتھ پیر پھول جائیں تو پھر عوام کی پریشانی کا سدباب کون کرے گا۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں سر لیکن آپ شاید شنکر سے پوری طرح واقف نہیں ہیں۔"

"شنکر کون .....؟" میں نے دیدہ و دانستہ انجان بننے کی اداکاری کی۔

"وہ سفلی کے پلید علم کا ماہر ہے سر۔"

"پھر....."

"سر..... آپ شاید بھول رہے ہیں کہ اب تک روپ نگر میں جتنے پراسرار حادثات نے جنم لیا ہے۔ اس میں کسی نہ کسی طرح جمنا کا ہاتھ ضرور شامل تھا لیکن پولیس ابھی تک کسی ایک کیس کو بھی حل نہیں کر سکی۔" رام دیال نے کہا۔ "میں پورے وشواس سے کہہ سکتا ہوں سر کہ جمنا اسی شنکر کی وجہ سے کسی کو گھاس نہیں ڈالتی تھی۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا کہ آپ کہنا کیا چاہ رہے ہیں۔" میں نے خود کو پوری طرح سنبھالتے ہوئے کہا۔

"جھیل کے قریب جس ٹکڑے پر جمنا نے اپنی جھونپڑی بنا رکھی تھی اس کی وجہ سے اب تک کئی لوگ قتل ہو چکے ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے۔"

"لیکن کل رات کسی نے جمنا کی جھونپڑی کو آگ لگا دی۔" رام دیال نے ایک بار پھر قدرے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔ "آگ نے صرف جھونپڑی ہی کو نقصان نہیں پہنچایا سر' بلکہ جمنا اور اس کی اندھی بوڑھی ماں بھی جل بھن کر راکھ کا ڈھیر بن چکی ہیں' سوائے جلی ہوئی انسانی ہڈیوں کے اور کچھ باقی نہیں بچا۔"

"یہ حادثہ کس وقت پیش آیا۔" میں نے چونکتے ہوئے سوال کیا۔

"جو کچھ ہوا ہے وہ کل رات ہی کو کسی وقت ہوا ہے۔"

"آپ کو اس حادثے کی اطلاع کس طرح ہوئی۔"

"ہیڈ کانسٹیبل گنگا رام روز صبح جھیل پر اشنان کرنے جاتا ہے۔ اسی نے مجھے اس حادثے کی اطلاع دی تھی۔" رام دیال نے اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "میں ابھی اسی طرف سے آرہا ہوں سر..... وہاں اب راکھ اور جلی ہوئی ہڈیوں کے سوا اور کچھ باقی نہیں بچا۔"

"ٹھیک ہے ....." میں نے بے پروائی سے کہا۔ "آپ حادثے کی تفصیلی رپورٹ درج کر کے انکوائری شروع کر دیں۔"

"وہ تو میں ضرور کروں گا سر لیکن شنکر اس حادثے کی خبر سن کر چپ نہیں رہے گا....." رام دیال نے اپنے خوف کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "میں جانتا ہوں سر کہ جمنا اور شنکر کے درمیان کیا سمبندھ تھا اگر شنکر کا دماغ الٹ گیا تو پھر روپ نگر میں بھونچال آجائے گا۔"

"نہیں ....." میں نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا۔ "شنکر کوئی ایسی حماقت نہیں کرے گا جو اسے قانون کی نظروں میں مجرم بنا دے' میرا مطلب ہے کہ جو لوگ جنتر منتر' جادو ٹونا اور تعویذ گنڈے کرتے ہیں وہ کبھی کھل کر سامنے آنے کی کوشش نہیں کرتے' جھیل والی زمین کی خاطر اب تک جو قتل اور پراسرار حادثات رونما ہوتے رہے ہیں اس میں بھی شنکر کا ذکر کہیں نہیں آیا۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں سر' لیکن جمنا کی موت شنکر کو پاگل بنا سکتی ہے۔"

"جو کچھ ہوگا اسے بہرحال تمہیں قانون کے دائرے میں رہ کر فیس کرنا پڑے گا..... ویسے بائی دی وے تمہارا کیا خیال ہے جمنا کی جھونپڑی کو آگ لگانے کی ہمت کون کر سکتا ہے۔"

"بہت سارے زمیندار اس زمین پر دانت لگائے ہوئے ہیں' ہو سکتا ہے کہ ان ہی میں سے کسی نے یہ حرکت کی ہو۔"

"ون منٹ....." میں نے تیزی سے کہا۔ "جس آدمی نے جھونپڑی کو آگ لگائی ہے کیا وہ شنکر کی پراسرار اور گندی قوتوں سے واقف نہیں ہوگا۔"

"میں..... میں کیا کہہ سکتا ہوں جناب۔"

"او کے' آپ ضابطے کی کارروائی مکمل کر کے تفتیش شروع کر دیں لیکن ایک بات کا خاص خیال رکھیں۔ کسی ٹھوس ثبوت کو حاصل کیے بغیر آپ شنکر کو چھیڑنے کی کوشش نہیں کریں گے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے جناب کہ اس کا نام سرے سے درمیان میں نہ لایا جائے۔"

"ٹھیک ہے....." میں نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔

رام دیال کے جانے کے بعد میں سنجیدگی سے شنکر کے بارے میں سوچنے لگا اس نے گزشتہ رات مجھ سے یہی کہا تھا کہ وہ سب کچھ اس طرح تباہ و برباد کر دے گا کہ کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہوگی، شنکر نے یقیناً" جھونپڑی کی آگ کو چتا کی آگ بنا کر بڑی دور اندیشی سے کام لیا تھا' سب کچھ جل کر خاک ہو جانے کے بعد اب کوئی ثبوت باقی نہیں رہ گیا تھا اور بقول شنکر کے زمین کے اس ٹکڑے کا جھگڑا بھی ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا تھا جس نے روپ نگر کے باسیوں کی راتوں کی نیندیں حرام کر رکھی تھیں' گزشتہ رات سے میرے ذہن پر جو ایک بوجھ طاری تھا وہ بڑی حد تک ہلکا ہو گیا' جمنا کی لاش اگر دستیاب ہو جاتی تو اس کے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ قتل کی کہانی سنا سکتی تھی' اب صرف شنکر باقی رہ گیا تھا اور جھونپڑی میں آگ لگ جانے اور سب کچھ جل کر راکھ ہو جانے کے بعد اس کی گواہی بھی میری خلاف زیادہ مؤثر ثابت نہیں ہو سکتی تھی لیکن اس کے باوجود میں دل ہی دل میں شنکر کا شکریہ ادا کیے بغیر نہ رہ سکا جس نے میرے راستے کی نوے فیصد مشکلات اور پریشانیاں دور کر دی تھیں۔

کچھ دیر تک میں اپنے آفس میں بیٹھا حادثات کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتا رہا پھر کچھ سوچ کر میں نے تحصیل دار' پٹواری' دھرم داس جی اور تحصیل کے دوسرے ذمہ داروں کو اس حادثے کی اطلاع دی' خاص طور پر میں نے راکیش ورما جی سے درخواست کی تھی کہ اگر وہ بھی جائے وقوعہ پر پہنچ جائیں تو بہتر رہے گا..... ایک گھنٹے کے اندر اندر میرے علاوہ تحصیل کے دوسرے ذمہ دار آفیسر بھی جائے حادثہ پر پہنچ گئے پھر ضروری کارروائی کے بعد راکھ اور بچی کچھی ہڈیوں کو بھی دیگر بکھرے ہوئے سامان کے ساتھ ہندو رسم و رواج کے مطابق' اے' سی' ایم راکیش ورما کی ہدایت پر جھیل کے بہتے پانی میں بہا دیا گیا' میں نے تمام کارروائی مکمل ہونے کے بعد ایک بار پھر سکون کا سانس لیا۔

جمنا اور اس کی بوڑھی ماں کے خاتمے کے بعد میرا خیال تھا کہ اب حالات بھی سازگار ہو جائیں گے' مجھے اس بات کا بھی کامل یقین تھا کہ شنکر اس وقت تک میرے ساتھ دوستی ضرور نبھائے گا جب تک کالکا کی مورتی اسے حاصل نہیں ہو جاتی لیکن میرا اندازہ ٹھیک ثابت نہیں ہوا' جس روز جمنا اور اس کی ماں کی جلی ہوئی راکھ کا کریا کرم پورا کیا گیا تھا اس کے دو روز بعد ہی میں شام کو اپنے مکان کے لان پر بیٹھا ایک میگزین کی ورق گردانی کر رہا تھا کہ میرے ملازم احمد علی نے خان دلاور کی آمد کی اطلاع دی' میں نے اسے اندر بلوا لیا لیکن یہ بات میں نے پہلی ہی نظر میں بھانپ لی تھی کہ خان دلاور کے تیور اچھے نہیں تھے۔ میں نے احمد علی کو اس کے لیے چائے لانے کو کہا' چائے کے ختم ہونے تک وہ زیادہ تر خاموش ہی رہا' میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ اندر ہی اندر کسی بات پر کھول رہا تھا پھر جب احمد علی چائے کے برتن سمیٹ کر

چلا گیا تو خان دلاور نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"آپ کا کیا خیال ہے..... جمنا کی جھونپڑی کو کس نے آگ لگائی ہوگی۔"

"تفتیش جاری ہے۔" میں نے سرسری انداز میں کہا۔ "ابھی تک اس حادثے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آسکی' ہو سکتا ہے کہ کھانا پکاتے ہوئے چولہا بھڑک اٹھا ہو یا کسی چنگاری نے آہستہ آہستہ اتنے خطرناک شعلوں کا روپ اختیار کر لیا ہو کہ جمنا کو اسے بجھانے کی خاطر اپنی جان سے بھی ہاتھ دھونا پڑا....."

خان دلاور چپ چاپ بیٹھا میری بات سنتا رہا' میں خاموش ہوا تو اس نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ حالات کی روشنی میں قائم کردہ مفروضے ہیں لیکن میرا خیال اس کے برعکس ہے۔"

"وہ کیا....." میں نے میگزین ایک طرف رکھتے ہوئے خان دلاور کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"آگ لگی نہیں بلکہ جان بوجھ کر اور ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت لگائی گئی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے تعجب سے پوچھا۔ "تم اس بات کو اس قدر یقین سے کس طرح کہہ رہے ہو۔"

"میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ باقاعدہ لکھ کر دینے کو بھی تیار ہوں۔" خان دلاور نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

"کسی بات کو کہہ دینا یا لکھ کر دے دینا اور بات ہوتا ہے

لیکن اسے ثابت کرنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔"

"میں بھی ان ہی خطوط پر ابھی تک خون کا گھونٹ پی کر خاموش ہوں۔" وہ جذباتی انداز میں بولا۔

"کیا مطلب ......" میں نے اسے غور سے دیکھا اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری تھی۔

"کند ہم جنس باہم جنس پرواز ......" وہ معنی خیز آواز میں بولا۔ "ان کا تعلق چونکہ ایک ہی ذات پات سے ہے اور روپ نگر میں ان کی اکثریت بھی زیادہ ہے اس لیے ہو سکتا ہے کہ وہ دروغ گوئی سے کام لے کر ایک تلخ حقیقت کو جھٹلا دیں لیکن خان دلاور موت سے نہیں ڈرتا' وہ بھی حالات کے دھاروں کا رخ بدلنا جانتا ہے' یوں بھی ایمان کی قوت باطل کے مقابلے میں زیادہ مضبوط اور پائیدار ہوتی ہے۔"

"کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم کھل کر صاف صاف باتیں کریں۔"

"آپ بابا جانی کی موت کو فراموش نہیں کر سکتے۔" خان دلاور ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔ "اسی زمین کے حصول کی وجہ سے انہیں ہمیشہ کے لیے راستے سے ہٹا دیا گیا۔"

"مجھے معلوم ہے اور شاید تم بھی جانتے ہو کہ حشمت خان صاحب کی موت کی سازش میں شامل نائب تحصیل دار اونکار ناتھ اور رامو سپیرے کو گرفتار کیا جا چکا ہے' ان پر عدالت میں کیس چل رہا ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ دونوں لمبی سزاؤں سے نہیں بچ سکیں گے۔"

"جمنا اور اس کی بوڑھی اندھی ماں کو بھی ایک سازش کے تحت راستے سے ہٹایا گیا ہے۔" خان دلاور نے پہلو بدل کر سرد لہجے میں جواب دیا۔ "وہ آگ لگی نہیں بلکہ لگائی گئی تھی اور ان دونوں ماں بیٹیوں کو زبردستی اس میں جلا کر راکھ کر دیا گیا۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھ سکا کہ جمنا کی موت میں تم کس سازش کا ذکر کرنا چاہتے ہو۔"

"مجھے یقین ہے کہ اس سازش میں دھرم داس اور لالہ بناری برابر کے شریک ہیں۔" خان دلاور کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا۔ "ہو سکتا ہے کہ ان دونوں نے کوئی لمبی رقم دے کر اس چمار کی اولاد شنکر کو بھی خرید لیا ہو۔"

"دھرم داس ....." میں نے چونکتے ہوئے کہا۔ "یہ نام تمہارے ذہن میں کیسے آیا۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ......"

"میں یہ بھی جانتا ہوں کہ دھرم داس اور آپ کے والد بہت گہرے دوست ہیں لیکن کیا آپ اسے بھی اتفاق کہیں گے کہ جس روز شام کو لالہ بناری اور دھرم داس کے درمیان زمین کے اس ٹکڑے کی لین دین کی بات ہوئی تھی اسی رات جمنا اور اس کی ماں اپنے تمام اثاثے کے ساتھ جل بھن کر خاک ہو گئی اور وہ ولد الحرام شنکر ..... وہ گندی قوتوں کا مالک ہونے کے باوجود ابھی تک خاموش ہے۔"

خان دلاور کی بات سن کر میں سوچ میں پڑ گیا۔ اس کی بات میں وزن تھا' اگر مجھے یہ نہ معلوم ہوتا کہ جمنا کا قتل کس نے کیا ہے اور اس کی جھونپڑی کو کس نے نذر آتش کیا ہے تو شاید میں بھی اسی لائن پر پڑ جاتا جس پر خان دلاور کا ذہن کام کر رہا تھا' میں بذات خود اس بات کا گواہ تھا کہ جس روز میں جمنا کو ختم کر کے گھر واپس لوٹا تھا اسی رات دھرم داس نے زمین کے سلسلے میں تحصیل دار سے اپنی ہونے والی گفتگو کا ذکر کیا تھا' میری جگہ اور کوئی دوسرا ہوتا تو وہ دھرم داس پر یقینی طور پر شبہ کر سکتا تھا۔

"تمہیں یہ بات کس طرح معلوم ہوئی کہ دھرم داس اور تحصیل دار کے درمیان اس زمین کے سلسلے میں بات ہوئی تھی۔" میں نے تھوڑے توقف کے بعد سوال کیا۔

"میرے آباؤ اجداد کا تعلق بھی اسی تحصیل سے رہ چکا ہے۔ کچھ لوگ ہمارے بھی وفادار ہیں اور پھر زمین کے لین دین کی بات چھپی بھی نہیں رہتی۔"

"ہو سکتا ہے کہ تمہارے مخبر نے تمہیں جو اطلاع دی ہو وہ درست ہو لیکن ......"

"میں جانتا ہوں کہ آپ پرانے تعلقات کی بنا پر دھرم داس کو شامل تفتیش نہیں کریں گے۔" خان دلاور کے لہجے میں ہلکا ہلکا سا طنز بھی شامل تھا۔ وہ پہلو بدل کر بولا۔ "میں اس وقت دھرم داس کے خلاف ایف آئی آر کٹوانے نہیں آیا ہوں۔"

"پھر ....."

"میں صرف یہ بتانے کے لیے حاضر ہوا تھا کہ جس زمین کو حاصل کرنے کی خاطر بابا جانی کو زندگی سے ہاتھ دھونا پڑا ہے وہ میرے علاوہ کوئی اور حاصل نہیں کر سکے گا خواہ اس کے لیے مجھے کتنی ہی بھاری قیمت کیوں نہ ادا کرنی پڑے۔"

"میرے خیال میں تم دھرم داس کے خلاف بلاوجہ بدگمان ہو رہے ہو۔" میں نے خان دلاور کو سمجھانے کی کوشش کی۔ "ہم تحصیل دار سے بات کر لو اگر وہ تمہارے حق میں آمادہ ہو جائے تو دھرم داس کو میں سمجھا لوں گا۔"

"آپ ابھی یہاں نئے نئے تعینات ہوئے ہیں اس لیے آپ کو حالات کا صحیح اندازہ نہیں ہے۔" خان دلاور نے کہا۔ "یہاں ہر بات کو فرقہ واریت کی ترازو میں تولا جاتا ہے۔ رہا زمینداری کا مسئلہ تو اس کے چکر بھی اتنی جلدی آپ کی سمجھ میں نہیں آئیں گے۔ اس وقت تو معاملہ میرا اور دھرم داس کا ہے لیکن اکثر و بیشتر زمین کے کسی ٹکڑے کی خاطر ایک ہی ذات برادری کے لوگ بھی خون خرابے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔"

"پھر میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں؟" میں نے عاجز آتے ہوئے پوچھا اس لیے کہ میں خان دلاور کی آمد کا مطلب اور مقصد سمجھنے سے قاصر تھا۔

"میں صرف یہ درخواست کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں کہ کل کلاں کو اگر معاملہ کوئی پیچیدہ صورت اختیار کر جائے تو آپ غیر جانب داری رہیں گے۔"

"ایک بات میں بھی تم پر واضح کر دینا چاہتا ہوں۔" میں نے قدرے خشک لہجہ اختیار کیا۔ "جہاں تک زمین کے لین دین کا معاملہ ہے اس سے پولیس ڈپارٹمنٹ کا براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے لیکن اسی لین دین کے سلسلے میں اگر صورت حال کوئی سنگین صورت اختیار کر لے تو پھر وہ معاملہ قابل دست اندازی پولیس بن جاتا ہے۔"

"کیا آپ غیر جانب داری سے میرے ایک سوال کا جواب دیں گے۔"

"خان دلاور ....." میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "یہ تم جو بار بار غیر جانب داری کی بات کر رہے ہو اس سے تمہارا کیا مقصد ہے' کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں نے کسی کیس میں جانب داری سے کام لیا ہے۔"

"آپ غلط سمجھے۔" اس نے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "میں دراصل کچھ اور کہنا چاہ رہا تھا۔"

"کہو ....."

"میری جگہ آپ ہوتے اور خدانخواستہ جو حادثہ میرے والد صاحب کو پیش آچکا ہے وہی آپ کے والد کو پیش آتا تو کیا آپ زمین کے اس ٹکڑے کے سلسلے میں خاموش رہ سکتے تھے۔"

"نہیں ....." میں نے بڑی صاف گوئی سے جواب دیا۔ "اسے حاصل کرنے کے لیے میں بھی سر دھڑ کی بازی لگا دیتا لیکن اس کے باوجود کسی غیر قانونی اقدام سے گریز ہی کرتا۔"

"فرض کر لیجیے کہ لالہ بناری جانب داری سے کام لے کر وہ زمین دھرم داس کے نام کر دیتا ہے تو۔"

"ایسی صورت میں اگر تم سمجھتے ہو کہ قانونی طور پر تمہاری کوئی حق تلفی ہوئی ہے تو تم عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتے ہو۔"

"یہی تو مصیبت ہے جناب۔" خان دلاور نے تلملا کر جواب دیا۔ "میں اس زمین کی جو قیمت بھی لگاؤں گا اس کا علم دھرم داس کو تحصیل دار یا پٹواری کے ذریعے ہو جائے گا اور پھر ......"

"اب میں تمہارا مطلب سمجھ رہا ہوں۔" میں نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"پھر آپ ہی مشورہ دیں کہ مجھے اس زمین کے حصول کے سلسلے میں کون سا ایسا قدم اٹھانا چاہیے جس سے سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔"

میرے لیے فوری طور پر کوئی جواب دینا مشکل تھا' ایک طرف معاملہ دھرم داس کا تھا جو میرے والد کے دیرینہ ساتھیوں میں سے تھے اور دوسری جانب خان دلاور تھا جو مسلمان تھا اور بہت زیادہ جذباتی بھی ہو رہا تھا' اس کے علاوہ تیسری شخصیت خود میری تھی جس کی وجہ سے وہ زمین جمنا اور اس کی ماں کے وجود سے ہمیشہ کے لیے پاک ہو چکی تھی اگر خان دلاور کی جگہ میں ہوتا تو شاید میں بھی وہی کچھ کرنے کی ٹھان لیتا جو اس کے ذہن میں کلبلا رہا تھا لیکن وہ شنکر کی گندی قوتوں سے واقف نہیں تھا۔ خود شنکر نے بھی حشمت خان کے قاتلوں کی گرفتاری کے سلسلے میں میری مدد کرتے وقت یہ درخواست کی تھی کہ خان دلاور کو زیادہ اچھل کود کرنے سے روک دوں ورنہ پھر اسے اپنی نادیدہ قوتوں سے کام لینا پڑے گا۔ میں شنکر کی طاقت کا اندازہ لگا چکا تھا' اس نے جو کچھ کہا تھا اسے کر گزرنے کی طاقت بھی رکھتا تھا مگر میرے لیے دشواری یہ تھی کہ میں خان دلاور کو شنکر کے سلسلے میں محتاط روی اختیار کرنے کی تلقین بھی نہیں کر سکتا تھا۔ حالات اور واقعات نے مجھے الجھن میں مبتلا کر دیا تھا' میں اگر جانب داری سے کام لیتا تو اس سے دھرم داس کی حق تلفی ہو سکتی تھی' غیر جانب دار رہتا تو شنکر کی ماورائی قوتیں خان دلاور کو نقصان پہنچا سکتی تھیں۔ میں ابھی اسی کشمکش میں مبتلا تھا کہ خان دلاور نے میرے چہرے کے تاثرات کو پڑھتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ کو کوئی حتمی فیصلہ کرنے میں دشواری پیش آرہی ہے۔" اس کے لہجے میں ہلکے طنز کی آمیزش بھی تھی جسے موقع کی نزاکت کے پیش نظر میں نے نظر انداز کر دیا۔

"میرا مشورہ ہے کہ تم فوری طور پر کسی جذباتی قدم اٹھانے سے گریز کرو۔"

"اور دھرم داس اس زمین کو ہڑپ کر جائے۔"

"نہیں ... ایسا نہیں ہوگا۔" میں نے فوری طور پر اس معاملے کا ایک درمیانی حل تلاش کرتے ہوئے کہا۔ "میں راکیش وسانجی اور لالہ بناری سے مل کر کوشش کروں گا کہ فی الحال دو تین مہینے تک اس زمین کی فروخت کا معاملہ روک دیا جائے' اس عرصہ میں پولیس کی تفتیش بھی مکمل ہو جائے گی۔"

"اور اگر آپ کسی وجہ سے اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکے تو ......"

خان دلاور نے ایک بار پھر مجھے الجھن میں ڈال دیا تھا' میں نے ایک لمحے تک سوچنے کے بعد پوچھا۔

"کیا تم یہ چاہتے ہو کہ وہ زمین دھرم داس کو تمہارے مقابلے میں نہ مل سکے۔"

"جی ہاں ....."

"اور اگر کوئی تیسرا شخص اسے خرید لے تو۔"

"اگر اس تیسری شخصیت کا گٹھ جوڑ دھرم داس سے نہ ہوا تو پھر میں خاموش ہی رہوں گا۔"

"ٹھیک ہے ... میں کوشش کروں گا تمہارے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچ پائے لیکن تمہیں مجھ سے ایک وعدہ کرنا ہوگا۔"

"وہ کیا ....."

"تم مجھ سے مشورہ کیے بغیر اس سلسلے میں کوئی قدم نہیں اٹھاؤ گے۔" میں نے اسے سمجھاتے ہوئے نرمی سے کہا۔ "تم میری پوزیشن سمجھ رہے ہو' ایسی صورت میں تمہارا کوئی جذباتی قدم مجھے کسی سخت امتحان سے دوچار کر دے گا۔ تم غالباً" میرا مطلب سمجھ رہے ہو؟"

"ٹھیک ہے۔" خان دلاور نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں کوشش کروں گا کہ آپ کو کسی امتحان سے دوچار نہ ہونا پڑے۔" پھر اس سے پیشتر کہ میں اسے مزید سمجھانے کی کوشش کرتا وہ تیزی سے گھوما اور لمبے لمبے قدم اٹھاتا لان عبور کر کے مکان کے پھاٹک سے باہر نکل گیا!

٭

میں نے دو تین روز کی دوڑ دھوپ کے بعد راکیش ورما کے مشورے سے تحصیل دار لالہ بناری کو اس بات کے لیے پابند کر دیا تھا کہ جب تک جمنا کی موت کے کیس کی تفتیش مکمل نہ ہو جائے اس زمین کا سودا کسی بھی پارٹی کے ساتھ نہ کیا جائے' لالہ بناری نے میری بات سے اتفاق تو کر لیا تھا لیکن میں نے یہ بات خاص طور پر محسوس کی تھی کہ وہ اس فیصلے سے خوش نہیں تھا۔

تین روز بعد میں اپنے دفتر میں بیٹھا روز مرہ کے معاملات نبٹا رہا تھا کہ گھر سے والدہ کا فون آ گیا۔ میں نے ریسیور اٹھا کر "ہیلو" کہا تو دوسری جانب سے والدہ کی آواز سنائی دی۔

"خیریت سے تو ہو۔"

"جی ہاں۔ خدا کا شکر ہے' سب کچھ ٹھیک ٹھاک چل رہا ہے۔"

"تمہیں وہاں کسی قسم کی کوئی پریشانی تو لاحق نہیں ہے۔"

"قطعی نہیں۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "میں پریشان نہیں ہوں۔"

"ہو سکتا ہے کہ تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن اب روپ نگر میں تمہارا زیادہ دنوں قیام میرے خیال میں مناسب نہیں ہے۔" والدہ کی سنجیدگی میں ڈوبی ہوئی آواز ابھری۔ "جتنی جلدی ہو تم اس تحصیل کی حدود سے باہر نکل آؤ۔"

"آپ جو حکم دیں گی میں وہی کروں گا لیکن ابھی میرے کچھ کام ادھورے رہ گئے ہیں' ان کا پورا کرنا بھی میرے فرائض منصبی میں شامل ہے۔"

"کسی ایک آدمی کے ہونے نہ ہونے سے دنیا کے کام رک نہیں جاتے۔" والدہ نے کہا۔ "جب تم روپ نگر گئے تھے اس وقت بھی تمہیں بھی کچھ پرانے قصے نبٹانے پڑے ہوں گے' اب تم واپس چلے آؤ گے تو تمہاری جگہ تعینات ہونے والا اپنی ذمہ داری پوری کرے گا۔ دنیا کے کاروبار ہمیشہ اسی طرح چلتے رہتے ہیں۔"

"آپ مطمئن رہیں' میں جلد از جلد ضروری فائلوں کی خانہ پری کر کے واپس آ جاؤں گا۔"

"یہ بات تم نے پہلے بھی کہی تھی لیکن وہاں جا کر پھر بکھیڑوں میں الجھ گئے ہو۔"

"آپ تو جانتی ہیں امی حضور کہ پولیس کی نوکری میں یہ بات کوئی یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ اگلے لمحے کیا ہونے والا ہے۔"

"جہنم میں جھونکو پولیس کی ملازمت کو اور استعفیٰ دے کر واپس آ جاؤ۔" امی نے جھلائے ہوئے لہجے میں اپنا حتمی فیصلہ سنا دیا۔

"کیا کوئی خاص بات ہے۔" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"ہاں..... میں گزشتہ تین روز سے برابر خواب میں دیکھ رہی ہوں کہ تم کسی لق ودق صحرا میں بے یار و مددگار کھڑے ہو' دور دور تک بادلوں کا کوئی نام و نشان نہیں ہے لیکن ایک گہرے رنگ کا ٹکڑا تمہارے سر پر ایک دائرے کی شکل میں گردش کر رہا ہے۔" امی نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "کل رات میں نے بڑے ابا کو دیکھا' وہ بھی تمہاری طرف سے بہت پریشان دکھائی دے رہے تھے اور بار بار ہاتھ جھٹک جھٹک کر تمہیں بادل کے سیاہ ٹکڑے سے دور ہونے کا اشارہ کر رہے تھے۔"

"اگر آپ کا یہی حکم ہے تو میں ایک ہفتے کے اندر اندر واپس آ جاؤں گا خواہ مجھے ملازمت کو چھوڑنا ہی کیوں نہ پڑے۔"

"ایک ہفتے رکنے کی بھی کیا ضرورت ہے۔"

"پلیز! امی!" میں نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی۔ "میں وعدہ کرتا ہوں کہ اب روپ نگر میں میرا قیام صرف سات دن ہوگا' آٹھویں روز میں آپ کے پاس ہوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ایک ہفتہ اور انتظار کیے لیتی ہوں لیکن اس کے بعد بھی تم نے میرا حکم نہ مانا تو پھر مجھے خود آنا ہوگا۔"

"اس کی نوبت نہیں آئے گی۔" میں نے انہیں یقین دلایا۔

"اچھا خدا حافظ۔"

"خدا حافظ امی حضور۔"

میں نے اپنی والدہ سے ایک ہفتے کی مہلت مانگی تھی اور اس بات کا فیصلہ بھی کر لیا تھا کہ خواہ حالات کچھ ہی کیوں نہ ہوں میں آٹھویں روز روپ نگر کی تحصیل کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خیرباد کہہ دوں گا لیکن کاش! میں نے امی سے ضد نہ کی ہوتی اور ان کا کہا فوری طور پر مان لیا ہوتا تو ان ہولناک اور پراسرار تجربوں سے دوچار نہ ہونا پڑتا جس کا ذکر آگے چل کر آئے گا۔ امی سے بات کرنے کے بعد میرے ذہن میں والد صاحب کا وہ جملہ بھی ابھرا تھا کہ۔ "لالچ اور دولت کی ہوس انسان کو گھن کی طرح اندر ہی اندر چاٹ جاتی ہے' ہر شخص طاقت ور بننے کے خواب ضرور دیکھتا ہے اور اسی خواب کی تکمیل کی خاطر وہ مال و زر کے سنہرے جال میں پھنس جاتا ہے۔" میں ابھی ان ہی خیالوں میں

گم تھا کہ فون کی گھنٹی دوبارہ بجی اور میں نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو۔ اے ایس' پی شہباز خان اسپیکنگ۔"

"میں تمہارا 'مِتر' بول رہا ہوں۔" دوسری جانب سے شنکر کی مکروہ آواز منمناتی ہوئی سنائی دی۔ "اپنے سیوک کو پہچانا مہاراج۔"

"کہاں سے فون کر رہے ہو۔" میں نے چونکتے ہوئے سوال کیا۔

"چنتا مت کرو..... میں اتنا مورکھ بھی نہیں ہوں کہ تمہیں کسی ایسی جگہ سے فون کروں گا کہ دوسروں کو کسی قسم کا شبہ ہو۔"

"کوئی خاص بات..." میں نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"ہاں....." اس نے روکھے انداز میں جواب دیا۔ "روپ نگر سے اتنی جلدی جانے کا وچار دھیان سے نکال دو اور کیول اتنا یاد رکھو کہ بھگوان منش کے بھاگ میں جو لکھ دیتا ہے وہ اوش پورا ہوتا ہے۔ بھوش کے لکھے کو دھرتی کی کوئی شکتی نہیں مٹا سکتی۔"

"لیکن....." میں نے جواب میں کچھ کہنا چاہا تو شنکر نے میری بات کاٹتے ہوئے سرسراتی آواز میں کہا۔

"شنکر نے تم سے کہا تھا مہاراج کہ اس کی کالی طاقتیں من کے بھیتر کا حال بھی جان لیتی ہیں۔"

"میں تمہاری پراسرار قوتوں کا تماشا دیکھ چکا ہوں لیکن....."

"پھر وہی لیکن اور اگر مگر۔" وہ بڑی سنجیدگی سے مضحکہ اڑانے والے لہجے میں بولا۔ "کیا تم اپنے سیوک کی تعریف نہیں کرو گے کہ اس نے اپنے دیے ہوئے وچن کے انوسار جھیل کنارے والی دھرتی کا سارا جھگڑا ختم کر دیا اور جمنا کے قتل کا راز بھی اس کی راکھ اور بچی کھچی ہڈیوں کے ساتھ ہی بہتے ہوئے پانی میں ڈوب گیا۔"

"میں مانتا ہوں۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "تم نے بہت دور اندیشی سے حالات کا رخ بدل دیا ہے۔"

"میں اپنے وچن کا پالن کر چکا ہوں۔ اب تمہاری باری ہے۔"

"مطلب....."

"تمہیں کالکا کو میرے لیے حاصل کرنا ہے۔ اس کے بغیر تم روپ نگر سے باہر نہیں جا سکو گے۔"

"تم شاید مجھے دھمکانے کی کوشش کر رہے ہو۔" میں نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔

"نہیں مہاراج۔ تمہارا سیوک تو تم سے پرارتھنا کر رہا ہے۔" اس نے تلخ آواز میں جواب دیا۔ "پرنتو اتنا یاد رکھو کہ شنکر نے تمہاری کھوج میں جو پاپڑ بیلے ہیں اور جو سے برباد کیا ہے وہ اتنی آسانی سے اسے بھلا بھی نہیں سکتا۔"

"میرا خیال ہے کہ جمنا کے انجام کے بعد اب تم میرے خلاف قتل کا الزام ثابت نہیں کر سکو گے۔"

"یہ تمہاری بھول ہے سرکار۔" اس نے پھر منمناتی آواز میں کہا۔ "تم ابھی تک شنکر کی شکتی سے پوری طرح واقف نہیں ہو۔ میں جو چاہتا ہوں وہ اوش پورا ہوتا ہے۔ میں چاہوں تو تم سے بہت دور رہ کر بھی اپنے جنتر منتر کے ذریعہ تمہیں اس بات پر مجبور کر سکتا ہوں کہ تم خود اپنے منہ سے جمنا کو مارنے کی ذمہ داری قبول کر لو گے..... اس کے بعد جو ہوگا اس میں شنکر کا کوئی دوش نہیں ہوگا۔"

"پھر... تم کالکا کو کس طرح حاصل کر سکو گے۔" میں نے اس کی دکھتی رگ کو چھیڑا تو وہ قہقہہ لگا کر بولا۔

"مہان شکتیاں اپنا فیصلہ سنا چکی ہیں۔ کالکا کو تم ہی میرے لیے حاصل کرو گے۔"

"اسے حاصل کرنے میں کتنے دن لگیں گے۔" میں نے اکتائے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

"صرف تین دن....." وہ ٹھوس لہجے میں بولا۔ "تین روز بعد ناگ پنچمی کا تہوار ہے' اس روز بڑے بڑے پنڈت پجاری اور گیانی بھی سانپوں کی پوجا کرتے ہیں۔ اس روز کالی اپنے

سیوکوں پر مہربان ہوتی ہے ..... میری بات دھیان سے سنو آج سے چوتھے روز ٹھیک رات کے بارہ بجے تم میرے پاس آؤ گے۔ میں تمہیں اس استھان تک لے جاؤں گا جہاں ایک بار تم سپنے میں جمنا کے ساتھ جا چکے ہو ..... اسی دلدل کے بیچ سے تمہیں کالکا کی مورتی کو میرے لیے نکالنا ہو گا۔"

"ٹھیک ہے ....." میں نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔ "میں وعدے کے مطابق وہ مورتی تمہارے لیے ضرور نکال دوں گا لیکن یہ بات بھی اپنی جگہ طے ہے کہ سات روز بعد میں روپ نگر کی پراسرار حدود سے باہر نکل جاؤں گا۔"

"دھیرج سے کام لو سرکار ..... منش سوچتا کچھ ہے اور ہوتا کچھ اور ہے۔ اتنی ترنت کوئی آخری فیصلہ نہ کرو۔"

"تمہیں اپنے کام سے کام رکھنا چاہئے۔ میرے نجی معاملات سے تمہیں کوئی غرض نہیں ہونی چاہئے۔ ہمارے درمیان ایسا کوئی وعدہ بھی نہیں ہوا تھا۔"

"اگر تمہاری یہی اچھا ہے تو شنکر تمہارے اور تمہاری ماتا کے بیچ نہیں آئے گا۔"

"اور کچھ کہنا ہے۔"

"میں نے تم سے کہا تھا مہاراج کہ حشمت خان کے چھوکرے کو اچھل کود کرنے سے منع کر دو لیکن اس نے تمہارا کہا بھی نہیں سنا۔"

"کیا مطلب ....."

"وہ شنکر کے خلاف زہر اگلنے کی کوشش کر رہا ہے۔" اس بار شنکر نے بڑے سرد لہجے میں کہا۔ "کیا اس نے دھرم داس اور لالہ بنارسی والی زمین کی بات میں میری ٹانگ گھسیٹنے کی حماقت نہیں کی۔ کیا اس دودمڑی کے پرش نے تمہاری موجودگی میں میری ماتا پتا کا اپمان نہیں کیا تھا، میں مانتا ہوں کہ وہ چمار تھے لیکن میں کسی پاپ کی نشانی نہیں ہوں، انہوں نے مجھے جنم دینے میں کوئی اپرادھ نہیں کیا تھا۔"

"میں نے خان دلاور کو سمجھا دیا ہے"۔ میں نے شنکر کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔" اس نے تمہارے خلاف جو کچھ کہا وہ جذبات کی رو میں بہک کر کہا تھا لیکن اب وہ تمہارے خلاف کچھ نہ کرے گا۔"

"وہ اشبھ (منحوس) اور اشدھ (پلید) چھوکرا شنکر کے خلاف کر بھی کیا سکتا ہے۔" شنکر نے حقارت سے کہا۔ "میں جانتا ہوں کہ اس کی شریانوں میں خون دوڑ رہا ہے پرنتو وہ یہ نہیں جانتا کہ شنکر کی رگوں میں خون کے بجائے آگ دوڑتی ہے۔ اب اسے سبق دینا ضروری ہو گیا ہے، اسے بتانا ہو گا کہ شنکر کی شکتی اپرم پار ہے۔"

"نہیں شنکر۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "تم فی الحال خان دلاور کے خلاف کچھ نہیں کرو گے۔"

"سیوک شما چاہتا ہے مہاراج پرنتو اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ تیر کمان سے نکل چکا ہے۔ مجھے وشواس ہے کہ ایک دو رگڑے لگنے کے بعد اس چھوکرے کا گھمنڈ ٹوٹ جائے گا۔"

"شنکر ..... میری بات سنو ....."

"سمے بیت چکا ہے سرکار، اب کچھ نہیں ہو سکتا ہے۔" شنکر نے سپاٹ اور سرد آواز میں کہا۔ "ناگ پنچمی والی رات کی بات دھیان میں رکھنا۔ ٹھیک بارہ بجے شنکر اپنے ڈیرے پر تمہارا سواگت کرے گا۔"

پھر اس سے پہلے کہ میں کوئی جواب دیتا دوسری جانب سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ شنکر کی گفتگو نے جہاں مجھے اس سلسلے میں سکون کا سانس لینے کا موقع فراہم کیا تھا کالکا کی مورتی اس کے حوالے کرنے کے بعد مجھے اس کی گندی اور کالی قوتوں سے مکمل آزادی نصیب ہو جائے گی وہاں خان دلاور کے بارے میں اس نے مجھے الجھن میں مبتلا کر دیا تھا، شنکر سے گفتگو کرنے کے بعد مجھے اس بات کا یقین بھی آگیا تھا اس کی قوتیں فاصلوں کی قید سے آزاد ہیں، وہ دور رہ کر بھی کسی کے دل کا بھید جاننے کی قوت رکھتا تھا، ہو سکتا تھا کہ اس کے جنتر منتر کے مؤکل اس کے مطلوبہ آدمیوں پر نظر رکھتے ہوں اور اسے ہر بات سے آگاہ کرتے رہتے ہوں بہرحال شنکر سے گفتگو کرنے کے بعد مجھے خان دلاور کے سلسلہ میں تشویش لاحق ہو گئی تھی شنکر نے میرے سمجھانے پر یہی جواب دیا تھا کہ تیر کمان سے نکل چکا ہے اور وہ اپنے فیصلوں کو واپس لینے سے قاصر ہے، اس کی باتوں سے میں نے یہی نتیجہ اخذ کیا تھا کہ وہ خان دلاور کو خرافات بکنے کے عوض تھوڑی بہت سزا ضرور دے گا۔

ہندوؤں کی اکثریت رکھنے والے علاقوں میں کسی بھی مسلمان آفیسر کی تعیناتی پھولوں کی سیج کے بجائے کانٹوں کا بستر تصور کی جاتی تھی، ایسے حساس علاقوں میں کوئی قدم اٹھانے سے پیشتر بہت غور و خوض سے کام لینا پڑتا تھا، روپ نگر میں میری تعیناتی کے آرڈر لینے کے بعد والد صاحب نے بھی دبی زبان میں یہی کہا تھا وہ میری پہلی پوسٹنگ سے کچھ زیادہ مطمئن نہیں ہیں اس کے بعد ایک موقع پر دھرم داس نے بھی کہا تھا کہ میں اپنا تبادلہ کہیں اور کرا لوں اس لیے کہ روپ نگر کا ماحول مجھے سازگار آنا مشکل ہے اور سب سے زیادہ اہم وہ فون کال تھی جو شنکر سے پہلے مجھے اپنی والدہ کی طرف سے موصول ہوئی تھی انہوں نے بھی میرے پرنانا کے خواب میں نظر آنے کے حوالے سے اس بات پر زور دیا تھا کہ جتنی جلدی ممکن ہو روپ نگر کی حدود سے نکل جاؤں۔

خان دلاور بلاشبہ ایک جذباتی نوجوان تھا جس نے شنکر کے بارے میں مختلف موقعوں پر چند نازیبا جملے کہے تھے لیکن ایک پولیس آفیسر ہونے کے ناتے میرا فرض تھا کہ اسے کسی بھی

مصیبت کا شکار ہونے سے بچانے کی کوشش کروں لیکن یہاں میں اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے انکار بھی نہیں کروں گا کہ میں شنکر کی پراسرار کالی اور گندی قوتوں سے خائف بھی تھا۔ انسان انسان کا مقابلہ کر سکتا ہے لیکن نادیدہ اور ماورائی قوتوں کا مقابلہ کرنا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں ہوتی، اس خیال کے پیش نظر اور خان دلاور کی حفاظت کرنے کے سلسلے میں اس وقت میں جس ذہنی اذیت کا شکار تھا اس کا اندازہ کچھ میں ہی بہتر طور پر لگا سکتا تھا، مجھے یقین تھا کہ اگر شنکر نے خان دلاور کو رگڑا دینے کی ٹھان لی ہے تو پھر اس کے بچاؤ کی کوئی صورت نکالنا کم از کم میرے اختیار سے باہر تھا، ابھی میں اسی ذہنی چپقلش میں مبتلا تھا کہ انسپکٹر بدر اقبال کمرے میں داخل ہوا، اس کے چہرے پر بڑی گمبھیر سنجیدگی مسلط تھی۔

"کوئی خاص خبر ....." میں نے پوچھا۔

"بات کچھ سمجھ نہیں آتی سر۔ پہلے یہاں اس قسم کے واقعات رونما نہیں ہوتے تھے جیسے اب ہو رہے ہیں۔" بدر اقبال نے کہا۔ "رام دیال کا کہنا ہے کہ اب جو کچھ بھی نہ ہو جائے وہ کم ہے۔ وہ یہاں ایک طویل عرصے سے تعینات ہے لیکن ....."

"بات کیا ہے آخر۔" میں نے الجھتے ہوئے سوال کیا۔

"وہ حشمت خان کا جو بیٹا ہے نا۔ خان دلاور، وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے، عجیب بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے سر۔" بدر اقبال نے جواب دیا۔ "میں ابھی اسی کے گھر سے آرہا ہوں، لوگوں نے اسے بڑی مشکلوں سے پکڑ کر رسیوں سے باندھ دیا ہے، رام دیال سرکاری ڈاکٹر کی طرف گیا ہے، میں آپ کو خبر دینے کی خاطر ادھر آگیا۔"

"گھر والوں کا کیا بیان ہے۔" میں نے بھڑکتے ہوئے سوال کیا۔

"ابھی کوئی دو گھنٹے پہلے تک وہ بالکل ٹھیک تھا۔" بدر اقبال نے تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا۔ "صبح وہ تحصیل دار کے پاس بھی گیا تھا، حشمت خان کی زمینوں کا کچھ حساب کتاب سمجھتا تھا، لالہ بنارسی کا بھی یہی بیان ہے کہ جب وہ اس سے ملا تھا تو ہوشمندوں کی طرح باتیں کر رہا تھا، تحصیل دار سے مل کر واپس آنے کے بعد وہ زمینوں پر جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ اچانک اس پر دماغی دورہ پڑ گیا۔ اس نے دیوانوں کی طرح اپنے کپڑے پھاڑ کر واہی تباہی بکنی شروع کر دی اور جب دیواروں سے ٹکریں مارنی شروع کر دیں تو پھر گھر والوں کو قابو کرنے کی خاطر اسے رسیوں سے باندھنا پڑ گیا ..... گھر کے سارے ہی لوگ اور نوکر چاکر بھی پریشان ہیں کہ اچانک بیٹھے بٹھائے اسے کیا ہو گیا ..... اچھا خاصا ہٹا کٹا نوجوان تھا لیکن اب اس کے چہرے کی رنگت بالکل ہلدی کی طرح زرد پڑ گئی ہے، یوں لگتا ہے جیسے اس کے بدن میں خون کا ایک قطرہ بھی باقی نہ بچا ہو، کسی کو بھی نہیں پہچان رہا۔ بس پاگلوں کی طرح ایک ہی رٹ لگا رکھی ہے کہ "میں ہنومان ہوں اور دم ہلا کر راون کی لنکا ڈھا دوں گا۔ جلا کر سب کچھ بھسم کر دوں گا۔ خاک کر دوں گا۔"

بدر اقبال کی اطلاع میرے لیے کچھ زیادہ غیر متوقع نہیں تھی، شنکر نے یہی کہا تھا کہ تیر کمان سے نکل چکا ہے۔ بہرحال میں تیزی سے اٹھا اور انسپکٹر کے ہمراہ حشمت خان کی حویلی کی سمت روانہ ہو گیا، مجھے معلوم تھا کہ خان دلاور کے پاگل پن کا علاج ڈاکٹروں کے بس کی بات نہیں ہے، اسے صرف شنکر ٹھیک کر سکتا تھا جس نے اپنے دعوے کے مطابق اپنی پلید قوتوں کے ذریعہ اس کا دماغ پلٹ دیا تھا۔ میں شنکر سے مل کر اسے اس بات پر آمادہ کر سکتا تھا کہ وہ خان دلاور کو دیا ہوا سراپ (سزا، بددعا) واپس لے لے لیکن دن کے اجالے میں روپ نگر تحصیل کے سب سے بڑے پولیس آفیسر کا شنکر جیسے بدنام شخص سے ملنا مناسب بھی نہیں تھا، میرے ہاتھ میں شنکر کے سلسلے میں ایک ٹرمپ کارڈ تھا ..... "کالکا" جسے میں خان دلاور کے لیے استعمال کر سکتا تھا، مجھے یقین تھا کہ کالکا کے حصول کی خاطر شنکر میری کوئی بات بھی مان سکتا تھا لیکن دن کی روشنی میں میرا شنکر سے ملنا میری پوزیشن اور ذاتی حیثیت کے منافی تھا اور خود میں بھی اپنے علاقے کے لوگوں کی نگاہوں میں اپنا امیج (IMAGE) گرانا نہیں چاہتا تھا۔

میں جس وقت حشمت خان کی حویلی پہنچا رام دیال سرکاری ڈاکٹر کے ہمراہ وہاں موجود تھا، خان دلاور کو وسیع اور عریض صحن کے درمیان ایک درخت سے باندھ دیا گیا تھا۔ گھر کے لوگوں کے علاوہ پاس پڑوس کے افراد بھی اس کے گرد گھیرا ڈالے کھڑے تھے اور ہر شخص کے ذہن میں ایک ہی سوال گونج رہا تھا کہ خان دلاور کو اچانک کیا ہو گیا؟

سرکاری ڈاکٹر بڑے محتاط انداز میں خان دلاور کا معاینہ کر رہا تھا اور خان دلاور اسے یوں آنکھیں پھاڑے گھور رہا تھا جیسے اسے شناخت کرنے کی کوشش کر رہا ہو، بدر اقبال کے کہنے کے موجب اس کی رنگت پیلی پڑ چکی تھی لیکن اس کی آنکھیں اس وقت بھی شعلہ بار نظر آرہی تھیں، کچھ دیر تک وہ بالکل پاگلوں جیسے انداز میں دیدے نچا نچا کر ڈاکٹر کو گھورتا رہا پھر یکلخت وہ زور لگا کر خود کو رسیوں کی قید سے آزاد کرنے کی کوشش کرتا ہوا دیوانگی کی کیفیت میں چلایا۔

"کہاں چھپا رکھا ہے تم لوگوں نے راون کو ..... اسے باہر نکالو پھر میں دیکھتا ہوں کہ اس نے شری رام چندر جی کے خلاف یدھ لڑنے کی جرأت کس طرح کی ..... میں ہنومان ہوں، سیناپتی (فوج کا سپہ سالار) ہوں اس دھرتی کے کیڑے مکوڑے بھی مجھے بجرنگ بلی کے نام سے یاد کرتے ہیں ..... میں دم ہلا کر لنکا کو بھسم کر دوں گا ..... اب میرے کشٹ سے دھرتی کی کوئی شکتی بھی اس

چڑال کو نہیں بچا سکتی ..... نکالو باہر..... کہاں دبک کر بیٹھ گیا ہے ..... آئے ..... اب میرے سامنے چھاتی ٹھوک کر آئے ..... آخ تھو۔"

خان دلاور کے آخ تھو کے بعد ہی سرکاری ڈاکٹر جلدی سے اٹھ کر اس سے دور ہو گیا۔

"آپ کا کیا خیال ہے ڈاکٹر۔" میں نے ڈاکٹر کے قریب جا کر انگریزی میں پوچھا۔

"یہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے۔" ڈاکٹر نے خان دلاور کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔ "اسے کوئی ایسا ہی شاک پہنچا ہے کہ جس نے اس کے سوچنے سمجھنے کی قوت کو ڈس بیلنس کر دیا ہے ..... کیس از سیریس۔"

"پھر....."

"فوری طور پر ذہنی سکون اور آرام کی خاطر نیند کا انجکشن ہی کار آمد ہو سکتا ہے۔ باقاعدہ علاج ضروری ٹیسٹ وغیرہ کے بعد ہی شروع ہو سکے گا۔"

"آپ کا کیا مشورہ ہے۔" میں نے پوچھا۔ "کیا ایسی حالت میں مریض کو گھر پر رکھنا مناسب ہو گا۔"

"ناٹ ایٹ آل۔" ڈاکٹر نے تیزی سے کہا۔ "اسے جتنی جلدی ممکن ہو سکے اسپتال پہنچانا ہو گا جو کم از کم اس تحصیل میں نہیں ہے۔ شہر لے جانا پڑے گا۔ ابھی مرض کا حملہ زیادہ شدید نہیں ہے ورنہ یہ سر کو درخت سے ٹکرا ٹکرا کر خود کو لہولہان بھی کر سکتا ہے اور اس صورت میں اس کی ذہنی کیفیت اور زیادہ ڈینجرس ہو جائے گی۔"

"میں اسے شہر لے جانے کا بندوبست کرتا ہوں۔" انسپکٹر بدر اقبال نے جو میرے قریب ہی کھڑا تھا' جلدی سے کہا۔ "اگر ابھی روانہ ہو جائیں تو سورج ڈھلنے سے پہلے شہر پہنچ سکتے ہیں۔"

"بی کوئیک ..... " ڈاکٹر سنجیدگی سے بولا۔ "فی الحال میں اسے نیند کا انجکشن دے دیتا ہوں تاکہ اس کی حالت زیادہ تشویش ناک نہ ہو سکے۔"

میں خان دلاور کے مرض کے پس منظر کو بخوبی سمجھ رہا تھا لیکن اس وقت سوائے خاموشی کے اور کچھ کرنا میرے اختیار سے باہر تھا' شنکر کے گندے عمل نے اس کا دماغ پلٹ دیا تھا اور میں جانتا تھا کہ جب تک وہ اپنے عمل کا توڑ نہیں کرتا خان دلاور کا کسی علاج سے دوبارہ صحت مند ہونا مشکل ہی تھا۔

ڈاکٹر نیند کے انجکشن کی سرنج تیار کر رہا تھا کہ اچانک کھٹ ..... کھٹ ..... کھٹ کی آواز سن کر میں بے اختیار چونک اٹھا' یہی آواز میں ایک بار پہلے بھی خواب میں سن چکا تھا' میں تیزی سے پلٹا اور پھر میری نگاہ اس سفید ریش بوڑھے کے چہرے پر جم کر رہ گئی جو اپنے جسم کو پھٹے پرانے کمبل میں لپیٹے سیدھے ہاتھ میں ایک ٹیڑھی میڑھی لکڑی تھامے مجمع کو چیرتا ہوا خان دلاور کی سمت بڑھ رہا تھا' میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں' خواب میں نظر آنے والے قبرستان میں اسی بزرگ نے مجھے شنکر سے نجات دلائی تھی' میری پلکیں جھپکے بغیر اس کے چہرے پر مرکوز تھیں جو ماحول سے بے نیاز قدم اٹھاتا خان دلاور کی جانب بڑھ رہا تھا' میرے علاوہ کسی اور نے بھی اس بوڑھے کے راستے میں حائل ہونے کی جسارت نہیں کی۔

خان دلاور گلا پھاڑ کر دیوانوں کی طرح چیخے چلا جا رہا تھا اور رہ رہ کر مغلظات بک رہا تھا لیکن پھر اس کی نظریں جیسے ہی بوڑھے سے چار ہوئیں وہ اس طرح سہم کر اپنے وجود میں سمٹنے کی کوشش کرنے لگا جیسے وہ اچانک خوف زدہ ہو گیا ہو۔ ڈاکٹر نے سرنج تیار کرنے کے بعد بوڑھے کی سمت اشارہ کرتے ہوئے مجھ سے دریافت کیا۔

"ہو از ہی (وہ کون ہے)"

میں نے ڈاکٹر کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا' بوڑھے کے چہرے پر نظر جمائے رہا جو بڑے جلالی انداز میں خان دلاور کو گھور رہا تھا' صحن میں موجود دوسرے لوگ بھی اپنی اپنی جگہ خاموش کھڑے تھے پھر سفید ریش بوڑھے کی آواز خاموشی کا سینہ چیرتی ہوئی ابھری' وہ خان دلاور سے مخاطب ہوا۔

"اب غل غپاڑہ مچانا کیوں بند کر دیا ..... گلا پھاڑ پھاڑ کر چیخ۔"

خان دلاور نے بھی کوئی جواب نہیں دیا بس سہمی سہمی نظروں سے بوڑھے کو دیکھتا رہا۔

"کھول دو اس کی رسیاں۔" بوڑھے نے کسی کی سمت دیکھے بغیر بلند آواز میں کہا۔ "کر لینے دو اسے خود کو لہولہان۔ گندا خون جسم سے بہہ جائے گا تو یہ راہ راست پر آ جائے گا۔"

میں نے قدم آگے بڑھائے تو ڈاکٹر نے جلدی سے مجھے منع کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ نو پلیز..... اسے مت کھولیے ورنہ یہ کسی کا مرڈر بھی کر سکتا ہے۔"

میں نے ڈاکٹر کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا' خان دلاور کے ایک قریبی رشتے دار نے بھی مجھے روکنے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے اس کا کہا بھی نہیں مانا اور خان دلاور کے قریب جا کر اسے رسیوں کی قید سے آزاد کر دیا' بندشوں سے آزادی ملنے کے بعد خان دلاور آہستہ آہستہ اٹھ کر اپنے قدموں پر کھڑا ہو گیا' وہ اپنے دونوں بازوؤں کو اپنے ہاتھ سے سہلا رہا تھا لیکن اس وقت بھی وہ خوفزدہ نظر آ رہا تھا' اس کی نگاہیں بدستور بوڑھے کی آنکھوں سے چار تھیں۔

"خاموش کیوں کھڑا ہے ..... قلا بازی لگانا شروع کر دے ..... کپڑے پھاڑ کر باہر نکل جا ..... سڑکوں اور گلیوں میں جا کر ناچنا گانا شروع کر دے ..... اپنے بزرگوں کی قبروں کو پیروں تلے

روند ڈال۔ چہرے پر بھبوت مل کر کسی مرگھٹ کی طرف چلا جا۔ زمین پر گھٹنے ٹیک دے....." بوڑھے کے لہجے میں رفتہ رفتہ کرختگی پیدا ہوتی جا رہی تھی۔

"ن..... نہیں..... نہیں۔" خان دلاور نے سہمی ہوئی آواز میں کہا پھر خوفزدہ نظروں سے خلا میں گھورتے ہوئے بولا۔ "وہ..... وہ..... مجھے مار رہے ہیں....."

"گندی نالی کے کیڑوں سے بدک رہا ہے ..... بدبخت۔" بوڑھے نے غصے سے کانپتے ہوئے بڑی جلالی حالت میں کہا۔ "زمین پر جھک جا' تھوڑی سی خاک پھانک لے۔ دیوانگی کا شوق ہے تو پھر پیشانی کو زمین پر رگڑ رگڑ کر لہولہان کر لے۔"

خان دلاور بوڑھے کی آواز سن کر وہیں زمین پر سجدہ ریز ہو گیا اور پیشانی کو رگڑنے لگا' بوڑھے نے پلٹ کر ایک نظر مجھ پر ڈالی ان نظروں کی تپش مجھے اپنے جسم پر محسوس ہو رہی تھی' میں بس ایک لمحے کو لڑکھڑایا' میری نگاہوں کے سامنے ایک دھند سی طاری ہوئی پھر جب دھند کا غبار دور ہوا تو بوڑھا وہاں موجود نہیں تھا' میں تیزی سے باہر کی جانب لپکا لیکن اس کا دور دور تک کوئی نشان نظر نہیں آیا۔ کچھ دیر بعد میں دوبارہ حویلی میں داخل ہوا تو ششدر رہ گیا۔ میرے علاوہ دوسرے تمام افراد بھی خان دلاور کو حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے جو اب ہوشمندوں کی طرح باتیں کر رہا تھا۔ ڈاکٹر کے ہاتھوں میں دبی ہوئی سرنج اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر گر چکی تھی!!

❁

جس روز ناگ پنچمی کا تہوار تھا اس روز نہ جانے کیوں میرا دل صبح سے ہی دھڑک رہا تھا' وعدے کے مطابق مجھے رات ٹھیک بارہ بجے شنکر سے اس کے ڈیرے پر ملاقات کرنی تھی پھر اس کی رفاقت میں مجھے پہاڑی سلسلے کے اس حصے میں جانا تھا جہاں میں ایک بار پہلے خواب کی کیفیت میں جمنا کے ساتھ جا چکا تھا' وہاں سے مجھے کالکا کی پراسرار مورتی نکالنی تھی' اس کے بعد وہ مورتی شنکر کے حوالے کرنے کے بعد میں اس کی مکروہ اور منحوس شخصیت کے سحر سے گلو خلاصی کر سکتا تھا۔ والدہ سے کیے ہوئے عہد کے مطابق بھی اب میرے پاس صرف پانچ روز کی مہلت باقی تھی اس کے بعد مجھے ہر قیمت پر روپ نگر کی حدود سے باہر نکل جانا تھا' اپنے پرنانا کی بزرگی کے واقعات میں اپنی والدہ اور والد دونوں کی زبانی سن چکا تھا اور شنکر کے حوالے سے مجھے اب اس بات کا شبہ بھی لاحق ہو گیا تھا کہ اگر میں نے روپ نگر کو خیرباد کہنے کے سلسلے میں والدہ کا کہا نہ مانا تو کسی بڑی مصیبت سے بھی دوچار ہو سکتا تھا۔ یوں بھی خان دلاور کو پیش آنے والے حادثے نے میرے ذہن کو جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا۔ میرا ذہن اس بزرگ کی شخصیت کے بارے میں بھی الجھ رہا تھا جس نے ایک بار خواب میں مجھے شنکر سے دور رکھنے کی کوشش کی تھی اور دوسری بار اسی بزرگ نے سیکڑوں لوگوں کی موجودگی میں خان دلاور کو شنکر کے عتاب سے نجات دلائی تھی' یہ بات اس حقیقت کی ترجمان تھی کہ اس بزرگ کی قوت شنکر کے مقابلے میں زیادہ تھی۔ خان دلاور کو شنکر کی گندی قوت کے سحر سے آزاد کرنے کے بعد بزرگ نے مجھے جن تیز نگاہوں سے گھورا تھا اس کا مفہوم میری سمجھ میں پوری طرح نہیں آ سکا تھا لیکن مجھے اس بات کا احساس ضرور ہو گیا تھا کہ ان تیکھی نظروں کے انداز میں میرے لیے بھی کوئی پیغام ضرور تھا۔ جسے میں سمجھنے سے قاصر تھا وقتی طور پر میرے ذہن پر غنودگی سی طاری ہو گئی تھی' میری نگاہوں کے سامنے دھند کا ایک پردہ حائل ہو گیا تھا اور جب وہ پردہ درمیان سے ہٹا تو بزرگ میری تلاش بسیار کے باوجود نہیں مل سکے تھے البتہ خان دلاور پوری طرح ہوش میں آ چکا تھا۔ وہ ڈاکٹر جس نے خان دلاور کو خطرناک قسم کا ذہنی مریض قرار دیا تھا وہ بھی اس کے دوبارہ ہوش میں آ جانے پر ششدر رہ گیا تھا' باقی افراد بھی اس بزرگ کی آمد کو خان دلاور کے سلسلے میں قدرت کا ایک کرشمہ سمجھ رہے تھے۔ اس کرشمے کا اثر شنکر کی ذات پر بھی اثر انداز ہوا تھا یا نہیں مجھے بظاہر اس کی کوئی اطلاع نہیں تھی لیکن میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ کمبل پوش بزرگ کے مقابلے میں اسے اپنی شکست کا احساس ضرور کچوکے لگا رہا ہو گا۔ شاید اس لیے کہ

وہ دوسرا موقع تھا جب اسی بزرگ نے شنکر کو نیچا دکھایا تھا۔

اس روز میں دن بھر اسی کشمکش سے دوچار رہا کہ شنکر سے کیے ہوئے وعدے کو پورا کرنے کی خاطر اس کے ڈیرے پر جاؤں یا نہ جاؤں۔ ایک دل یہ کہتا تھا کہ پہلی فرصت میں روپ نگر کی سرحدوں کو عبور کر جاؤں اور شہر جانے کے بعد میڈیکل سرٹیفکیٹ بھیج دوں اور اس عرصے میں یا تو کہیں دوسری جگہ تبادلے کی کوشش کروں یا پھر والدہ کے کہنے کے مطابق ملازمت چھوڑ دوں لیکن دوسرا خیال یہ بھی تھا شنکر کی گندی قوتیں نہ صرف فاصلوں کی قید سے آزاد تھیں بلکہ وہ دور رہ کر بھی دلوں کا بھید جان لینے کی قوت رکھتا تھا اور ایسی صورت میں جبکہ وہ کالکا کے حصول کی خاطر برسوں مجھے تلاش کرنے میں لگا رہا تھا کیا وہ آسانی سے مجھے نظرانداز کر سکتا تھا؟

میں روپ نگر کا سب سے بڑا پولیس آفیسر ہونے کے باوجود اس روز خود کو بہت مجبور محسوس کر رہا تھا۔ قانون نے میرے ہاتھ ضرور مضبوط کر رکھے تھے لیکن شنکر کی پلید قوتوں نے مجھے بے بس کر رکھا تھا۔ نہ جانے کیوں مجھے اس بات کا یقین تھا کہ کالکا کی حصولیابی سے پہلے اس کا منحوس وجود اور اس کی مکروہ طاقتیں ایک لمحے کو بھی میرا پیچھا نہیں چھوڑیں گی چنانچہ بہت غور و خوض کرنے کے بعد میں نے یہی فیصلہ کیا کہ شنکر سے کیے ہوئے عہد کو پورا کروں اور اس کے بعد اس سے ہمیشہ کے لیے چھٹکارا حاصل کرلوں۔

میں نے روانگی کے وقت اپنی دستی گھڑی پر نگاہ ڈالی اس وقت رات کے ساڑھے گیارہ بجے کا عمل تھا' مجھے آدھے گھنٹے کے اندر اندر شنکر کے ڈیرے پر پہنچنا تھا' اس نے مجھ سے یہی کہا تھا وہ ٹھیک بارہ بجے اپنے دروازے پر میرے استقبال کو موجود ہوگا چنانچہ میں نے گاڑی اسٹارٹ کی اور روانہ ہوگیا۔ راستے بھر کبھی مجھے والدہ کی کہی ہوئی باتیں یاد آتی رہیں اور کبھی اس کمبل پوش بزرگ کی نگاہوں کی تپش کا خیال پریشان کرتا رہا' کاش میں ان ڈھکے چھپے غیبی اشاروں کا مفہوم سمجھ لیتا جو قدم قدم پر مجھے اس بات کی نشاندہی کر رہے تھے کہ میں جس راستے پر قدم آگے بڑھا رہا ہوں وہ راستے میرے لیے اتنے پرخطر تھے کہ ان پر چلنے کے بعد مجھے اپنی زندگی کا ایک طویل عرصہ بڑے پراسرار اور عجیب و غریب حالات کے بھنور میں گزارنا ہوگا۔ اگر کسی قدم پر ایک لمحے کو بھی ان خطرناک راستوں سے آگاہی ہو جاتی تو اس رات میں شنکر کے پاس کبھی نہ جاتا خواہ اس کے عوض مجھے اپنی جان کی قربانی ہی کیوں نہ دینی پڑتی لیکن دانشوروں کا یہ قول بھی اپنی جگہ غلط نہیں کہ ہر انسان کو اپنے قسمت کے لکھے کو پورا کرنا پڑتا ہے۔ شنکر نے بھی یہی کہا تھا کہ ایک بار جو بات انسان کے مستقبل میں رقم کردی جاتی ہے' پھر اسے دنیا کی کوئی طاقت حرف غلط کی طرح مٹا نہیں سکتی' اسے ہر حال میں نوشتۂ تقدیر کے ایک ایک مرحلے سے ہو کر گزرنا پڑتا ہے چنانچہ میں بھی شاید تقدیر کے چکروں سے دوچار ہونے کو مجبور تھا!

وقت کے لحاظ سے میں گاڑی کی رفتار بڑھاتا رہا پھر ٹھیک بجے میں نے شنکر کے دروازے پر پہنچ کر گاڑی روک دی۔ حسب وعدہ وہ اس وقت اپنے کچے پکے مکان کے دروازے پر ہی تھا' مجھے اپنے سامنے دیکھ کر اس کے غلیظ ہونٹوں پر بڑی مکروہ فاتحانہ مسکراہٹ ابھر آئی پھر وہ تیزی سے میرے قریب سرسراتے لہجے میں بولا۔

"مجھے وشواس تھا کہ تم اپنے دیے ہوئے وچن کو اوش پورا کرو گے' یہ اور بات ہے کہ کئی بار تمہارے من میں کھوٹ ابھارا تھا۔"

"کیا مطلب۔"

"اب چھوڑو بھی مہاراج۔۔۔" شنکر نے زہرخند لہجے میں جواب دیا۔ "میں پہلے بھی تمہیں کئی بار بتا چکا ہوں کہ میری شکتی اپرم پار ہے اور میں من کا بھید کا حال بھی جان لیتا ہوں۔ تم نے اچھا کیا جو روپ نگر کو چپ چھپاتے چھوڑ دینے کے دھیان کو من سے نکال دیا۔ اگر تم نے ایسا کیا ہوتا تو بڑی مصیبت میں پھنس جاتے ۔۔۔ تیر ایک بار کمان سے نکل جائے تو پھر اسے واپس لانا مشکل ہی ہوتا۔"

"لیکن خان دلاور کے سلسلے میں ایسا نہیں ہوا۔" میں نے اسے کریدنے کی خاطر سنجیدگی سے کہا۔ "تم نے اسے رگڑا دینے کی بات کی تھی لیکن وہ کمبل پوش بوڑھا۔۔۔"

"ہاں۔۔۔" شنکر نے بل کھا کر کہا۔ "وہ دوسری بار بھی میرا راستہ کاٹ گیا۔"

"اور تم اس کے خلاف کوئی تیر اور کمان استعمال نہیں کر سکے۔"

"ان چکروں کو بھول جاؤ۔" شنکر ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا۔ "یہ تمہاری نہیں بلکہ مہاپرشوں کے سمجھنے کی بات ہے۔ ہر دن ایک سمان نہیں ہوتے سمے بدلتا رہتا ہے اور بلوان ہمیشہ وہی کہلاتا ہے جو سمے کو دیکھ کر اور سوچ وچار کے بعد قدم اٹھاتا ہے۔"

"ایک بات پوچھوں۔۔۔"

"میں جانتا ہوں تم کیا پوچھو گے۔" شنکر نے مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "خان دلاور کی اور بات ہے لیکن میں تمہاری جنم کنڈلی تیار کرکے تمہارے بھوش میں لکھی ایک ایک بات پڑھ چکا ہوں' اس کمبل پوش بوڑھے نے تم کو جس تیز نظروں سے گھورا تھا تم اس کی تہہ تک نہیں پہنچ سکے پرنتو میں جانتا ہوں کہ اس نے تم سے کیا کہنے کی کوشش کی تھی۔"

"کیا۔۔۔" میں نے تیزی سے سوال کیا تو شنکر کے ہونٹوں پر پھر ایک مکروہ مسکراہٹ مچل اٹھی۔

"دھیرج سے کام لو سرکار۔" وہ معنی خیز آواز میں بولا۔ "ابھی تو بھوش کا چکر شروع بھی نہیں ہوا اور تم ابھی سے بیاکل ہوگئے۔ سمے کو بیتنے دو۔ آہستہ آہستہ تم سب کچھ جان جاؤ گے۔"

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ کل کیا ہونے والا ہے۔"

"ہاں۔۔۔ میں آنے والے کل کے بارے میں بھی سب کچھ جانتا ہوں لیکن۔۔۔"

"لیکن کیا۔۔۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "تم کچھ کہتے کہتے چپ کیوں ہوگئے۔"

"کیا تم میری ایک بات مانو گے۔" شنکر نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"وہ کیا۔۔۔"

"پوتر کالکا کی مورتی حاصل کرنے کے بعد تم اس وقت تک روپ نگر سے باہر نہ جاؤ جب تک میں نہ کہوں۔"

"شنکر۔" میں نے جواب دیا۔ "تم وچن دے چکے ہو کہ مجھے روکنے کی کوشش نہیں کرو گے۔"

"ہاں۔۔۔ مجھے یاد ہے۔۔۔" وہ کچھ سوچتے ہوئے بولا۔ "میں تمہیں روکنے کے لیے اپنی شکتی استعمال نہیں کروں گا۔"

"پھر کیا بات ہے۔" میں نے اسے کریدنے کی خاطر سوال کیا۔

"تمہیں کالکا کی مورتی حاصل کرنے کے بعد اسے کچھ دنوں اپنے پاس رکھنا ہوگا' دیوی دیوتاؤں کی یہی اچھا (خواہش) ہے پرنتو ایک بات مجھے پریشان کرتی رہتی ہے۔"

"وہ کیا۔۔۔"

"کالکا کی مہان مورتی میرے قبضے میں کب آئے گی۔"

"کیا مطلب۔" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔ "کیا تم اپنی شکتی کے زور سے نہیں معلوم کر سکتے۔"

"میں نے کئی بار کوشش کی ہے لیکن ہر بار سیاہ بادلوں کا ایک ٹکڑا میری نظروں کے سامنے آجاتا ہے' میں ابھی تک اس کا کارن نہیں سمجھ سکا۔ اسی لیے میں نے کہا تھا کہ جب تک میں سیاہ بادلوں کے اس پار نہ دیکھ لوں تم روپ نگر میں رہتے تو اچھا ہوتا۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میں ایسا نہیں کر سکتا۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔ "پانچ روز کے اندر اندر میں ہر قیمت پر روپ نگر کی حدود سے باہر چلا جاؤں گا۔"

"کوئی خاص وجہ۔۔۔"

"میری والدہ کا حکم ہے۔۔۔" میں نے کہا۔ "لیکن تمہیں ان باتوں سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے' مجھے کالکا کی مورتی اور لازوال قوتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ تم چاہو تو اسے آج ہی مجھ سے لے سکتے ہو۔"

"یہی تو الجھن کی بات ہے۔" شنکر نے خلا میں گھورتے ہوئے کہا۔ "جب تک کالی کی اور (جانب) سے کوئی اشارہ نہ ملے میں اس مورتی کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا۔"

"بہرحال' میں حسب وعدہ آگیا ہوں اور تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں مگر اس کے ساتھ یہ بات بھی طے ہے کہ میں روپ نگر میں پانچ روز سے زیادہ نہیں رکوں گا۔"

شنکر نے کوئی جواب نہیں دیا' اس نے اپنی آنکھیں بند کرلیں' اس کے ہونٹ متحرک ہوگئے شاید وہ کسی منتر کا جاپ کر رہا تھا یا ان سیاہ بادلوں کے اس پار دیکھنے کی کوششوں میں مصروف تھا جو اس کے اور کالکا کے درمیان حائل تھے۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی طاری تھی' چہرے کے تاثرات اس بات کی غمازی کر رہے تھے کہ وہ کسی ذہنی خلفشار میں مبتلا تھا کچھ دیر تک وہ آنکھیں بند کیے اپنے خیالوں میں گم رہا پھر جب اس نے آنکھیں کھولیں تو میں چونک اٹھا' اس کی آنکھوں کے ڈھیلے دہکتے انگاروں کی مانند روشن اور سرخ نظر آرہے تھے' آنکھ کھولنے کے بعد وہ دیر تک گھورتا رہا پھر بولا۔

"کیا تم میرے ساتھ چلنے کو تیار ہو۔"

"ہاں۔۔۔"

"اگر تم اپنا سرکاری کھلونا ساتھ لائے ہو تو اسے یہیں میرے جھونپڑے میں چھوڑ دو' کالکا کی مہان شکتی کے سامنے ان بے جان کھلونے کی کوئی حیثیت نہ ہوگی۔"

"تم مطمئن رہو۔۔۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "آج میں اپنا ریوالور نہیں لایا ہوں۔"

"سمجھا۔" وہ حقارت سے مسکرایا۔ "جمنا کے قتل نے شاید تمہیں سنبھل سنبھل کر قدم اٹھانے پر مجبور کر دیا ہے' پرنتو ایک بات ہمیشہ دھیان میں رکھنا۔ شنکر جو چاہتا ہے وہ اوش پورا ہوتا ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا، شنکر کچھ دیر تک مجھے تیز نگاہوں سے گھورتا رہا، شاید وہ میرے احساسات کو پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا پھر وہ کچھ کہے بغیر میرے ساتھ ہی اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا اور میں اس کے بتائے ہوئے راستوں پر گاڑی چلانے لگا۔ ایک لمبا چکر کاٹ کر ہم پہاڑی سلسلوں کے قریب پہنچ گئے پھر میں نے شنکر کے کہنے پر گاڑی چھوڑ دی اور اس کے ساتھ پیدل چل پڑا۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک ہم ناہموار راستوں سے گزرنے کے بعد ایک غار میں داخل ہو گئے۔ شنکر اور میرے درمیان کسی قسم کی کوئی گفتگو نہیں ہو رہی تھی۔ جمنا کی طرح وہ بھی اندھیرا ہونے کے باوجود تیز تیز قدم اٹھا رہا تھا پھر ہم ایک مقام پر پہنچ کر رک گئے، اندھیرے میں مجھے کچھ زیادہ نظر نہیں آ رہا تھا لیکن پھر وہ شاید شنکر کی گندی قوتوں کا چمتکار ہی تھا جس نے غار کے اس حصے کو روشن کر دیا۔ جمنا نے بھی خواب میں غار کو اسی طرح روشن کیا تھا، اب میں صاف طور پر ہر چیز کو بہ آسانی دیکھ سکتا تھا، میرے سامنے وہی کٹورے نما چٹان قدرے نشیب میں موجود تھی جس کے اندر دلدل نظر آ رہی تھی، شنکر کی آنکھیں ناتمانہ انداز میں چمک رہی تھیں، کچھ دیر تک وہ دلدل کو حسرت بھری نگاہوں سے گھورتا رہا پھر مجھے مخاطب کر کے بولا۔ "یہی وہ پوتر استھان ہے جہاں کالکا کی مورتی موجود ہے۔ اب تم اسے شنکر کے لیے حاصل کرو گے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور حسب سابق گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ کر دلدل میں ہاتھ گھمانے لگا پھر وہ مورتی میرے ہاتھ آ گئی، میں نے اسے دلدل سے باہر نکالا تو خود مجھے بھی حیرت سے دوچار ہونا پڑا، میرا سیدھا ہاتھ کہنی تک کیچڑ میں سن گیا تھا لیکن کالکا کی مورتی اس طرح صاف و شفاف نظر آ رہی تھی جیسے اسے دلدل سے نکال کر پانی سے دھو لیا گیا ہو۔ شنکر نے دھات کی اس مورتی کو دیکھا تو اس کی مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی وہ چٹانوں ہی پر ڈنڈوت کرنے لگا، میں نے جیب سے رومال نکال کر اپنا ہاتھ صاف کیا پھر آستین ٹھیک کر لی، کالکا کی مورتی اندھیرے کے باوجود میرے ہاتھ میں دبی چمک رہی تھی، میں نے اسے غور سے دیکھا، وہ ایک حسین عورت کی مورتی تھی جسے نہایت چابکدستی سے تراشا گیا تھا۔

شنکر ڈنڈوت سے فارغ ہو کر اٹھا تو ایک بار پھر مورتی کو للچائی نظروں سے گھورنے لگا۔ اس کا انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ اس مورتی کو جھپٹ کر میرے ہاتھوں سے چھین لینا چاہتا ہو لیکن کوئی نادیدہ قوت اسے روکے ہوئے تھی۔

"تم چاہو تو اسی وقت مورتی کو حاصل کر سکتے ہو۔" میں نے کالکا کی مورتی کو اس کی جانب بڑھایا تو وہ اچھل کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"نہیں۔۔۔" اس نے حسرت بھری آواز سے جواب دیا۔

"ابھی وہ شبھ گھڑی نہیں آئی کہ میں اس مہان مورتی کو ہاتھ لگاؤں۔"

"پھر۔۔۔"

"فی الحال تمہیں اسے اپنے پاس رکھنا ہوگا۔۔۔"

"لیکن پانچ روز بعد۔۔۔"

"مجھے معلوم ہے کہ تمہارا من روپ نگر سے اکتا گیا ہے" شنکر نے میری بات سمجھتے ہوئے کہا پھر مورتی کو گھورتے ہوئے بولا۔ "کالکا کی مورتی تمہارے پاس میری امانت ہے۔ اس بات کا دھیان رہے۔"

"مگر۔۔۔"

"تمہیں چنتا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ تیزی سے میرا جملہ کاٹتے ہوئے بولا۔ "تم دھرتی کے کسی حصے میں کہیں بھی جاؤ۔ سمے آنے پر شنکر تم سے یہ مورتی حاصل کر لے گا۔ آج میرے جنون کی ایک ایسی آشا پوری ہوئی ہے جس کے لیے بڑے بڑے بھگت، پنڈت، پجاری اور گیان دھیان والے سپنوں میں بھی نہیں سوچ سکتے تھے۔"

واپسی پر بھی میں شنکر کی بے چینی کو محسوس کر رہا تھا، اس کی نگاہیں بار بار مورتی کی جانب اٹھ رہی تھیں، وہ بار بار پہلو بدل رہا تھا، کوئی اندرونی جذبہ یا احساس ضرور ایسا تھا جو اسے پریشان کر رہا تھا، میں نے اسے اس کے ڈیرے پر اتارا تو اس نے مجھے گھورتے ہوتے کہا۔

"کالکا کے سلسلے میں جمنا نے تم سے جو کچھ کہا تھا وہ غلط نہیں تھا، اس کی مہان شکتی منش کے من کی تمام خواہشوں کو پورا کر سکتی ہے پرنتو اس کے لیے بھی کچھ جنتر منتر کرنے پڑتے ہیں، دیوی دیوتاؤں کے چرنوں میں بلی چڑھانی پڑتی ہے۔۔۔ جان لو کہ منش کو کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا بھی پڑتا ہے۔"

"مجھے ان باتوں سے کوئی سروکار نہیں ہے۔" میں نے لہجے میں جواب دیا۔ "یہ مورتی میرے پاس تمہاری امانت رہے گی، جب تم سیاہ بادلوں کے پار دیکھنے کے قابل ہو جاؤ تو آ کر لے جانا۔" پھر اس سے پیشتر کہ شنکر کوئی جواب دیتا میں گاڑی موڑ کر اپنی رہائش گاہ پر واپس آ گیا، اس وقت رات کے پونے دو بجے کا عمل تھا لیکن میرا ملازم احمد علی جاگ رہا تھا۔

"آج تو آپ نے بہت دیر لگا دی۔" اس نے دبی زبان سے پوچھا۔

"ہاں، کچھ ضروری کام تھا۔ تم جا کر آرام کرو۔" میں نے احمد علی سے کہا پھر مورتی کو جو لمبائی میں نو انچ سے زیادہ نہیں رہی ہوگی اپنی خواب گاہ میں پہنچ کر شیشے کے شوکیس میں رکھا، لباس تبدیل کر کے سونے کے ارادے سے لیٹ گیا۔

دن بھر کی ذہنی جھنجھلاہٹ اور تھکان کی وجہ سے مجھے جلد نیند آ گئی، میں کتنی دیر تک خواب خرگوش کی حالت میں رہا

مجھے یاد نہیں لیکن اتنا ضرور یاد ہے کہ وہ ایک مترنم آواز ہی تھی جس نے میری نیند میں خلل ڈالا تھا، میں نے اسے دھندلائی ہوئی آنکھوں سے دیکھا، اس کی بادامی اور خمار آلود نگاہیں میرے چہرے پر مرکوز تھیں، اس کا گداز جسم اور جسم کے نشیب و فراز اتنے حسین اور دلکش تھے کہ میں اس کے سراپے سے نظر نہ ہٹا سکا، وہ سراپا کسی ماہر سنگ تراش کا ایک انمول شاہکار نظر آ رہی تھی، اس کی سیاہ زلفیں اس کے شانوں پر بکھری ہوئی تھیں، آنکھوں میں مستی کے ساغر چھلک رہے تھے، اس کے وجود سے پھوٹتی ہوئی مہک میرے دل و دماغ کو تر و تازہ کر رہی تھی، وہ مجھ سے بس ایک قدم کے فاصلے پر کھڑی مجھے مدھ بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی اور میں اس کے حسن، اس کی رعنائیوں اور اس کی آنکھوں کے سحر میں ڈوبتا جا رہا تھا، اس کے مخروطی ہونٹوں پر کھیلنے والی مسکراہٹ میرے وجود اور احساسات کو گدگدا رہی تھی۔

"اتنے غور سے کیا دیکھ رہے ہو۔" اس کی نشیلی آواز میرے کانوں میں رس گھول گئی۔

"تم۔۔۔ تم۔۔۔" میں نے رک رک کر کہا۔ "میں شاید تم کو پہلے بھی کہیں دیکھ چکا ہوں۔"

"ہاں۔۔۔ تم ہی وہ قسمت کے دھنی ہو جس نے میرا سپنا سچ کر دیا ہے۔" وہ میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولی۔ "تم ہی میرے شریر کو چھو کر مجھے سوتے سے جگایا ہے۔"

"مم۔۔۔ میں۔۔۔ سمجھا نہیں۔" میں نے اس کے پیکر کو سراپا نہارتے ہوئے کہا۔ "میں نے تمہیں کہاں دیکھا تھا۔"

"غور سے دیکھو۔۔۔" وہ زیر لب مسکرائی۔ "تم نے مجھے کالکا کے روپ میں دیکھا تھا۔"

"کالکا۔۔۔" میں نے حیرت سے کہا۔

"ہاں۔ میں کالکا ہوں، مجھے پانے کے لیے اب تک نہ جانے کتنے سنیاسی، بھگت، مہارشی اور پنڈت پجاری اپنا سمے برباد کر چکے ہیں۔" وہ ٹھوس لہجے میں بولی۔ "بڑے بڑے گیانی میری پراپت کرنے کے کارن اپنے جیون سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ شنکر بھی اپنے مقصد میں سپھل نہیں ہو سکا پرنتو تمہاری بات اور ہے۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکرائی "تم مجھے سندر لگے تھے اسی لیے میں نے شنکر کے ذریعے تمہیں اپنے استھان پر بلا لیا۔۔۔ تم قسمت کے دھنی ہو کہ کسی جاپ اور بیٹھک کے بغیر ہی میں تمہارے ہاتھ آ گئی۔"

"لیکن شنکر۔۔۔" میں نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔ "کیا اسے اس کا علم نہیں ہوگا کہ تم مجھ پر مہربان ہو گئی ہو۔"

"نہیں۔" کالکا نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔ "تم شاید بھول رہے ہو کہ شنکر نے تم سے کیا کہا تھا، سیاہ بادلوں کا ایک پردہ اس کے اور میرے درمیان پردہ بنا ہوا ہے، وہ پردہ میں نے

ہی اس کی نگاہوں کے سامنے تان دیا ہے جب تک میں نہ چاہوں وہ اس پردے کو چاک نہیں کر سکے گا۔"

"لیکن۔۔۔ تم مجھ پر کس لیے مہربان ہو گئی ہو۔۔۔"

"میں نے کہا نا کہ تم مجھے سندر لگے تھے، اسی کارن میں تمہیں اس دھرتی کا سب سے بلوان منش بنانے کو تمہارے پاس آ گئی۔" کالکا کے لہجے میں اپنائیت تھی۔

"اور۔۔۔ اور اگر میں بلوان نہ بننا چاہوں تو۔۔۔" میں نے کسمساتے ہوئے سوال کیا۔

"اب تمہارے چاہنے یا نہ چاہنے سے کچھ نہیں ہوگا۔" اس نے مجھے پیار سے گھورتے ہوئے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔ "اب صرف وہی ہوگا جو میں چاہوں گی۔"

"لیکن۔۔۔"

"مورکھوں جیسی باتیں مت کرو۔۔۔" اس نے تیزی سے میری بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "تم ابھی کالکا کی مہان شکتی سے پوری طرح جانکاری نہیں رکھتے۔ میں جو چاہتی ہوں وہ اوش پورا ہوتا ہے، اس دھرتی کی کوئی شکتی کالکا سے زیادہ مہان نہیں ہے۔"

"ہاں۔۔۔ جمنا اور شنکر دونوں نے مجھ سے یہی کہا تھا۔"

"ابھی تم نے صرف کالکا کو دیکھا ہے، اس کی شکتی کا چمتکار دیکھو گے تو تمہاری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی پرنتو ایک بات کا دھیان رکھنا۔۔۔ مجھ سے چھل کپٹ کرنے کی کوشش نہ کرنا۔"

"مم۔۔۔ میں روپ نگر سے دور جانا چاہتا ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "کیا یہ ممکن ہوگا۔"

"تمہارے من میں جو دھیان بھی آئے گا وہ اوش پورا ہوگا۔" کالکا نے بڑے پر اعتماد لہجے میں جواب دیا پھر بولی۔ "میری مانو تو اس ملازمت سے ہاتھ کھینچ لو۔ اتنی چھوٹی حیثیت تمہیں شوبھا نہیں دیتی۔"

"پھر۔۔۔ پھر کیا کروں؟"

"یہ تم اپنی کالکا پر چھوڑ دو۔۔۔" اس کی نگاہوں میں مستی کے ساغر چھلک اٹھے، اس نے اپنی نرم انگلیوں سے میرے بالوں کو چھیڑا تو میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ کمرے میں زیرو پاور کا بلب روشن تھا، وہاں میرے علاوہ اور کوئی بھی نہیں تھا، جو کچھ میں نے دیکھا تھا وہ غالباً ایک حسین خواب تھا لیکن جب میں نے اپنے دل کی تسلی کی خاطر شوکیس کی سمت دیکھا تو میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں، میں نے تیزی سے اٹھ کر شوکیس کا کونا کونا کھنگال ڈالا لیکن کالکا کی مورتی وہاں موجود نہیں تھی۔۔۔

کالکا کی مورتی کو گم دیکھ کر میں بری طرح بوکھلا گیا، اس کی آواز کے گھنگرو اور نرم انگلیوں کا لمس جس نے میرے وجود کو گنگنانے پر مجبور کر دیا گیا تھا اب مجھے سر کے بال نوچنے پر مجبور کر

رہا تھا' شوکیس اسی طرح بند تھا جس طرح میں نے اسے بند کیا تھا۔ خواب گاہ کے دروازے بھی اندر سے مقفل تھے' ایسی صورت میں اس مورتی کا غائب ہو جانا میرے لیے کچھ کم پریشانی کا باعث نہ تھا۔

"شنکر" میرے ذہن میں اس دبلے پتلے' دراز قد اور منمنا کر بولنے والے منحوس چمار کا تصور ابھر آیا جس کے نام ہی سے روپ نگر کے لوگ کتراتے تھے' جس طرح کالکا کی مورتی غائب ہوئی تھی بالکل اسی طرح میری الماری کے بند سیف سے اوم پرکاش کی اہم فائل گم ہوئی تھی۔ ایک لمحے کو میرے ذہن میں شنکر کے خلاف نفرت کا غبار ابھرا لیکن پھر میں نے خود ہی اس خیال کی نفی کر دی۔ اگر شنکر کالکا کی مورتی کو اس طرح پراسرار انداز میں غائب کرنے کی صلاحیت رکھتا ہوتا تو اسے دلدل سے نکالنے کی خاطر میری خدمات کبھی مستعار نہ لیتا۔

"پھر..... کالکا کی وہ مورتی کہاں تھی....." میرے ذہن میں یہ سوال بازگشت بن کر گونج رہا تھا' ابھی میں اس سوال کے جواب کے لیے الجھ ہی رہا تھا کہ خواب گاہ میں رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بجی اور میں اس طرح چونک اٹھا جیسے کچی نیند سے اچانک بیدار ہو گیا ہوں۔ میں نے گھڑی کی سمت نظر اٹھائی۔ اس وقت صبح کے سوا چار کا عمل تھا۔ "اتنی صبح کون فون کر سکتا ہے؟" میں نے حیرت سے سوچا پھر تیسری گھنٹی پر ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔

"ہیلو....." میں نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "اے' ایس' پی شہباز خان۔"

"میں تمہارا سیوک بول رہا ہوں صاحب بہادر۔" دوسری جانب سے شنکر کی منمناتی ہوئی مکروہ آواز سنائی دی تو ایک بار پھر دل میں یہی وسوسے جاگ اٹھے کہ کالکا کی مورتی کی گمشدگی میں اسی منحوس کا ہاتھ شامل ہے۔

"اتنی صبح فون کرنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی۔" میں جماہی لیتے ہوئے بولا۔ "خواہ مخواہ سوتے سے جگا دیا۔"

"تم سو رہے تھے..... بڑے اچنبھے کی بات ہے۔"

"کیا مطلب....." میں نے چڑ کر کہا۔ "کیا تمہارا خیال ہے کہ رات جاگنے کے لیے ہوتی ہے۔"

"ہاں..... کالکا کی مہان مورتی جس بھاگوان کے ہاتھ لگ جائے پھر اس کی آنکھوں میں نیند کہاں باقی رہ جاتی ہے۔" شنکر نے ٹھنڈی سسکاری لیتے ہوئے کہا۔ "تم قسمت کے دھنی ہو جو کالکا کی مورتی تمہارے پاس ہے اور میں....."

"تمہیں کیا ہوا....."

"میں اس کے درشن کے خیال سے ابھی تک کروٹیں بدل دل۔"

"کیا....." میں نے کسی فوری خیال سے چونکتے ہوئے کہا۔ تم اپنے گھر سے فون کر رہے ہو۔"

"نہیں سرکار..... سیوک اس سے کہیں اور سے بول رہا" شنکر نے سرد آہ بھری۔ "جب سے کالکا رانی کو تم نے ل کیا ہے۔ میرا سکھ چین سب ختم ہو گیا ہے۔ کاش اس سے رے پاس ہوتی۔"

"تم چاہو تو اسی وقت آ کر اسے لے جاؤ۔" میں نے خالی ں کی جانب دیکھتے ہوئے شنکر کو ٹٹولنے کی خاطر کہا۔ "مجھے ی کالکا رانی یا اس کی مہان شکتیوں سے کوئی سروکار نہیں"

"اس لیے کہ تم اس کے بارے میں پوری جانکاری نہیں تے"

"مجھے اس کے بارے میں زیادہ جاننے کی خواہش بھی نہیں میں سپاٹ لہجے میں بولا۔ "میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ کر دیا۔ اب تم جانو اور تمہاری کالکا۔"

"مہاراج....." شنکر نے بڑے نرم لہجے میں کہا۔ "میری بات مانو گے؟"

"کہو....."

"اگر تم اگلے پورنماشی کے چاند تک اور رک جاؤ تو میرے پورے ہو سکتے ہیں۔"

"کیا مطلب.....؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"مجھے وشواس ہے کہ سیاہ بادلوں کو اپنے اور کالکا رانی کے ن سے ہٹانے میں مجھے زیادہ سے نہیں لگے گا۔" شنکر نے "بس' مجھے دیوی دیوتا ں کو خوش کرنے کے لیے پندرہ بیس کے لیے کسی ویرانے میں منڈل کے اندر دھونی مار کر ایک اجاپ کرنا ہو گا' اس کے بعد راستے کی تمام رکاوٹیں دور ہو ں گی۔"

"شنکر....." میں نے ٹھوس آواز میں جواب دیا۔ "کیا ے بچہ سمجھ کر بہلانے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"میں سمجھا نہیں سرکار....." اس نے وضاحت چاہی۔

"اگر تم پندرہ بیس روز کے جنتر منتر اور منڈپ منڈل کے کالکا اور اپنے درمیان منڈلاتے ہوئے سیاہ بادلوں کا سینہ کر سکتے تو مجھے اس کام کے لیے بھی منتخب نہ کرتے۔ کیا تم خود اس بات کا اقرار نہیں کیا تھا کہ میرا کھوج لگانے کی خاطر ان برسوں جنگل جنگل اور بستی بستی خاک چھاننی پڑی تھی۔"

"ہاں..... میں اس بات سے انکار نہیں کروں گا لیکن لکا ہر منش اپنے سپنوں کو پورا کرنے کی خاطر ہاتھ پاؤں ضرور مارتا ہے' دیوی دیوتا اگر مہربان ہو جائیں تو سب کچھ ممکن ہو سکتا ہے۔"

"یہ مت بھولو شنکر کہ تم نے مجھے کیا وچن دیا تھا۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔ "ٹھیک پانچ روز بعد میں روپ نگر سے دور چلا جاؤں گا اور تم میرا راستہ کھوٹا کرنے کی کوشش نہیں کرو گے۔"

"ہاں..... میں نے یہی وچن دیا تھا پرنتو....."

"شنکر....." یکلخت میرا لہجہ سرد اور خشک ہو گیا۔ "میں جانتا ہوں کہ تم سفلی علم کے ماہر ہو لیکن میں بھی اپنی دھن کا پکا ہوں' میں نے اپنی والدہ سے جو وعدہ کیا ہے اسے ہر حال میں پورا کروں گا خواہ اس کا نتیجہ کچھ بھی کیوں نہ ہو۔"

"آج بڑے اونچے سُروں میں بات کر رہے ہو مہاراج..... کیا شنکر کو بالکل ہی بھول گئے۔"

"کالکا میرے پاس تمہاری امانت ہے' تم جب چاہو اسے واپس لے سکتے ہو لیکن میں نے بھی جو فیصلہ کر لیا ہے وہ اپنی جگہ اٹل ہے۔"

"اگر شنکر نہ چاہے تو اس کی آگیا کے بغیر کوئی پتا بھی اپنی جگہ سے نہیں سرک سکتا' پرنتو تمہاری بات اور ہے میں نے تمہیں بشر کہا ہے اس لیے تمہارا راستہ کاٹنے کی کوشش نہیں کروں گا۔"

"مجھے تم سے اسی جواب کی توقع تھی۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"پر تم کو بھی اپنا وچن یاد رکھنا ہو گا..... کالکا رانی کے سلسلے میں تم شنکر کے ساتھ کوئی دھوکا نہیں کرو گے ورنہ اس کا انجام اچھا نہیں ہو گا....." شنکر کے لہجے میں دھمکی تھی۔

"کل کیا ہونے والا ہے یہ سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جانتا۔" میں نے اس بار سرد لہجے میں کہا پھر دوسری جانب سے جواب کا انتظار کیے بغیر سلسلہ منقطع کیا اور ریسیور کریڈل سے ہٹا کر نیچے رکھ دیا مبادا مجھے شنکر کی مزید حماقتوں سے دو چار ہونا پڑتا۔

فون بند کرنے کے بعد میں نے دوبارہ شوکیس کی سمت نظر اٹھائی' کالکا کی مورتی اس وقت بھی اپنی جگہ نہیں تھی' نیند کا خمار میرے پپوٹوں کو بوجھل کر رہا تھا چنانچہ میں نے ہر شے سے بے نیاز ہو کر خود کو بستر پر گرا دیا اور آنکھیں بند کر لیں پھر مجھے کب نیند آئی اور کب میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوا مجھے کچھ یاد نہیں البتہ اتنا ضرور یاد ہے کہ جب میں نیند کی آغوش میں ہلکورے کھا رہا تھا اس وقت کسی کی نرم انگلیاں آہستہ آہستہ میرے بالوں میں کنگھی کر رہی تھیں' مجھے تھپک تھپک کر سلا رہی تھیں اور میرا ذہن نیند کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبتا جا رہا تھا۔

دوسری صبح حسب معمول احمد علی نے مجھے جگانے کی خاطر

دروازے پر دستک دی تو میں جماہی لیتا ہوا اٹھ بیٹھا' اس وقت صبح کے ساڑھے آٹھ کا عمل تھا' بستر سے نیچے اترتے ہوئے میری نگاہ یونہی غیر اختیاری طور پر شوکیس کی جانب اٹھی تو میں حیرت سے اچھل پڑا۔

کالکا کی مورتی ٹھیک اسی جگہ موجود تھی جہاں میں نے اسے رکھا تھا۔ اس کے چہرے کی تراش خراش ہو بہو اس حسین دوشیزہ سے ملتی جلتی تھی جسے میں نے گزشتہ رات خواب میں دیکھا تھا۔ میرے ذہن میں ایک سوال بڑی شدت سے بار بار ابھر رہا تھا۔ جو کچھ میں نے دیکھا اور محسوس کیا تھا کیا وہ محض ایک خواب تھا یا ایک پراسرار اور حیرت انگیز حقیقت؟

*

دوسری صبح میں دفتر پہنچا تو ہیڈ کانسٹیبل گنگا رام نے مجھے بتایا کہ اے' سی' ایم راکیش ورما دوبار مجھے فون کر چکے ہیں کوئی ضروری کام ہے۔ میں نے کرسی پر بیٹھ کر ایک لمحہ سکون کا سانس لیا پھر راکیش ورما کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ ایک منٹ بعد ہی وہ لائن پر تھے۔

"آپ نے مجھے یاد کیا تھا؟" میں نے رابطہ قائم ہونے کے بعد دریافت کیا۔

"ہاں۔" راکیش ورما نے جواب دیا۔ "سنا ہے آپ روپ نگر سے واپسی کا ارادہ رکھتے ہیں۔"

"جی ہاں........"

"کہیں تبادلہ ہو گیا ہے یا چھٹی پر جانے کا ارادہ ہے؟"

"فی الحال تو چھٹی پر جانے کا خیال ہے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"کیا چھٹی منظور ہو گئی ہے؟"

"جی نہیں۔" میں نے صاف گوئی سے کہا۔ "گھر جانے سے پہلے میڈیکل دے کر جاؤں گا۔"

"کوئی خاص بات؟"

"بس یہ سمجھ لیجئے کہ اب روپ نگر سے دل بھر گیا ہے۔"

"آپ شاید بھول رہے ہیں کہ ابھی حشمت خان کے کیس کا فیصلہ نہیں ہوا۔" دوسری جانب سے سنجیدگی سے کہا گیا۔ "اس کیس کے نمٹنے تک آپ کا یہاں موجود رہنا بہت ضروری ہے۔"

"میں نے رام دیال کو انکوائری آفیسر مقرر کر رکھا ہے' وہ میری غیر موجودگی میں بھی پیشیاں بھگتتا رہے گا۔"

"لیکن اس کے باوجود آپ کی موجودگی ضروری ہے۔"

"مجھے افسوس ہے جناب میں اپنا فیصلہ ملتوی نہیں کر سکتا۔"

"اور اگر مقامی ڈاکٹر آپ کو سرٹیفکیٹ دینے سے انکار کر

"میری صحت پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ ویسے میرا خیال تھا کہ اگر آپ رک جاتے تو بہتر تھا۔"

"میری غیر موجودگی سے کیا فرق پڑ جائے گا؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"کبھی کبھی غلط فہمی کی بنا پر فرقہ وارانہ فساد بھی ہو جاتے ہیں۔" راکیش ورما نے کہا۔ "ایک طرف خان والا موت کی وجہ سے بہت جذباتی ہو رہا ہے اور دوسری جانب آپ نے رام دیال کو تفتیشی افسر مقرر کر دیا ہے۔ میرا خیال ہے آپ میرا مقصد سمجھ رہے ہوں گے۔"

"حشمت خان کے کیس کی پیشی کب ہے۔" میں نے پوچھ لیا۔

"تین روز بعد۔"

"اس وقت تو میں بہرحال موجود رہوں گا۔"

"آپ کا کیا خیال ہے؟ کیا رامو سپیرا اور اونکارناتھ پیشی پر اپنے جرم کا اقرار کر لیں گے۔"

"ہو بھی سکتا ہے۔"

"مسٹر شہباز .... آپ شاید رامو کے بارے میں نہیں جانتے .... اسے خاص طور پر شنکر کی پشت پناہی حاصل ہے' اس کے علاوہ بھی وہ پیدائشی سپیرا ہے اور بہت ہے۔ آسانی سے اپنے جرم کا اقبال نہیں کرے گا۔ اس پر نائب تحصیل دار اونکارناتھ کے فیصلے کا بھی دارومدار ہے۔ مقامی لوگ بھی اس بات کو پسند نہیں کریں گے کہ .... کے مقابلے پر........"

"میں آپ کا مطلب سمجھ رہا ہوں۔" میں نے .... لہجے میں کہا۔ "ویسے آپ کا ذاتی خیال کیا ہے' کیا اونکارناتھ سزا سے بچ جائیں گے؟"

"اس کا فیصلہ تو گواہی اور شہادت کی بنیاد پر ہوگا۔ اس وقت کیا کہا جا سکتا ہے۔"

"بہرحال اس بات کو تو آپ بھی مانتے ہیں کہ .... لکھے کو کوئی نہیں مٹا سکتا۔" میں نے پہلو بدل کر کہا۔ "........ سوال تو مجھے کم عرصے میں اس بات کا علم ہو گیا ہے کہ .... یہ کہ سفلی کے پلید عمل کا ماہر ہے بلکہ اپنے جنتر منتر .... اچھی خاصی جمی جمائی بازی بھی پلٹ سکتا ہے۔ اگر .... ساتھ ہے تو پھر فیصلہ بھی رامو کے حق میں ہوگا۔ میری .... میں ہونے نہ ہونے سے کیا فرق پڑ جائے گا۔"

"جیسی آپ کی مرضی۔" دوسری جانب سے .... دیا گیا لیکن میں اس بات کو محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا کہ راکیش ورما مجھے بھی حشمت خان کے کیس میں ....

مگر کیوں؟ میں ابھی اس کیوں کے بارے میں حالات کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لے رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے چونک کر گھنٹی پر ریسیور اٹھا لیا۔

"اے' ایس' پی شہباز خان اسپیکنگ۔" میں نے ماؤتھ پیس میں سپاٹ آواز میں کہا۔

"آئی جی صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔" دوسری جانب سے آئی جی صاحب کے پی' اے نے کہا پھر ہمارا براہ راست رابطہ قائم ہو گیا۔

"گڈ مارننگ سر........"

"مارننگ۔" آئی جی نے جس کا نام وجے چندر تھا ٹھوس لہجے میں جواب دیا پھر کسی تمہید کے بغیر پوچھا۔ "مجھے خاص ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ آپ میڈیکل گراؤنڈ پر روپ نگر سے جانے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔"

"یس سر........" میں نے بغیر جھجکے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"کیا بیماری ہے آپ کو۔" تلخ لہجے میں پوچھا گیا۔

"میں ذہنی طور پر کچھ اپ سیٹ ہوں جناب اس لیے۔"

"آئی ایم سوری۔" میرا جملہ مکمل ہونے سے پیشتر ہی دوسری جانب سے کہا گیا۔ "فی الحال آپ کی چھٹی منظور نہیں کی جا سکتی۔"

"ایسی صورت میں مجھے مجبوراً ملازمت سے استعفیٰ دینا پڑے گا۔" میں نے تیزی سے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے........ آپ اپنا استعفیٰ بھجوا دیں' میں اس پر غور کروں گا لیکن اس کی منظوری تک آپ کو روپ نگر ہی میں ڈیوٹی دینی ہوگی........ اٹ از مائی آرڈر۔"

میں نے جواب میں کچھ کہنا چاہا لیکن اس کا موقع نہیں ملا چنانچہ میں نے جھلا کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ روپ نگر سے میری روانگی کی اطلاع شنکر کے سوا کسی اور کو نہیں تھی' اس نے ہاتھ سے بتی کی تھی کہ جب تک وہ سیاہ بادلوں کے اس پار نہ دیکھ لے میں روپ نگر ہی میں قیام کروں لیکن میرے انکار کے بعد .... اس نے دوسرے ذرائع سے میری ناکہ بندی کرنے کی کوشش کی تھی' مجھے یقین تھا کہ شنکر ہی کے ذریعے میری روانگی کی بھنک راکیش ورما کے کان تک پہنچی ہوگی پھر اس کا علم آئی جی کو بھی ہو گیا۔ مجھے معلوم تھا کہ اگر میں نے فوری طور پر بھی اپنا استعفیٰ لکھ کر آئی جی آفس تک پہنچا دیا پھر بھی دفتری کارروائی میں پندرہ بیس روز ضرور صرف ہو جائیں گے جبکہ میں چار روز کے اندر اندر ہر قیمت پر روپ نگر چھوڑنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

میری طبیعت پر گھٹن سی طاری تھی' میں نے اپنی والدہ سے جو وعدہ کیا تھا اسے ہر قیمت پر پورا کرنے کا تہیہ کر چکا تھا لیکن

کچھ لوگ یقیناً" کسی سوچی سمجھی اسکیم کے تحت مجھے روپ نگر میں روکنے پر بضد تھے' میرے خیال میں اس کوشش میں شنکر کا ہاتھ کسی نہ کسی زاویے سے ضرور شامل تھا۔ وہ کالکا کی خاطر سب کچھ کر سکتا تھا۔ کالکا کے حصول کی خاطر ہی برسوں بعد اس نے میرا کھوج لگایا تھا پھر وہ اتنی آسانی سے مجھے فراموش کس طرح کر سکتا تھا؟ اس کی جگہ میں ہوتا تو شاید میں بھی وہی کرتا لیکن میں نے اب اسے اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا تھا۔ میرے خیال کے مطابق شنکر ہی میرے راستے کی دیوار بن رہا تھا' میرا دل چاہا کہ اسی وقت دفتر سے نکلوں اور شنکر کے ڈیرے پر جا کر اس کا ناپاک جسم گولیوں سے چھلنی کر دوں خواہ اس کے بعد مجھے پھانسی کا پھندا ہی کیوں نہ قبول کرنا پڑے۔ میں ابھی اندر پیچ و تاب کھا رہا تھا کہ انسپکٹر بدر اقبال نے اندر داخل ہو کر سلوٹ کیا پھر میرا اشارہ پا کر میرے سامنے پڑی خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"کوئی خاص اطلاع........؟" میں نے سرسری طور پر سوال کیا۔

"خبر زیادہ اچھی نہیں ہے جناب۔"

"کیا مطلب؟"

"اونکارناتھ پولیس لاک اپ میں مردہ پایا گیا ہے۔" انسپکٹر بدر اقبال نے کہا۔ "اس کا پورا جسم نیلا ہو رہا ہے' رام دیال کا خیال ہے کہ اسے کسی طرح زہر دے کر ہلاک کیا گیا ہے۔"

"اوہ نو........" میں حیرت سے اچھل پڑا' پولیس لاک اپ میں اونکارناتھ کا مردہ پایا جانا میری راہ میں ایک اور رکاوٹ بن سکتا تھا' میں اسی وقت بدر اقبال کے ساتھ پولیس اسپتال روانہ ہو گیا جہاں پوسٹ مارٹم کی رپورٹ تیار کرنے کے بعد مجھے یہی بتایا گیا کہ مرنے والے کے جسم میں سانپ کا مہلک زہر پایا گیا ہے۔

پولیس لاک اپ جا کر میں نے وہاں تعینات عملے سے بھی باز پرس کی لیکن یہ معلوم نہ کر سکا کہ سانپ کا زہر کس طرح اونکارناتھ کے جسم کے اندر داخل ہوا۔ لاک اپ میں' میں نے رامو سپیرے سے بھی ملاقات کی جو ایک علیحدہ کوٹھری میں قید تھا' مجھے دیکھ کر وہ جس معنی خیز انداز میں مسکرایا تھا اس سے صاف ظاہر تھا کہ اسے میری پریشانی کی وجہ معلوم ہو چکی تھی۔ اس کے چہرے پر اطمینان کی جھلک دیکھ کر میرا غصہ اور تیز ہو گیا۔

"تین روز بعد عدالت میں تمہاری پیشی ہے۔ تم حشمت خان کو قتل کرنے کے الزام سے بری نہیں ہو سکو گے۔"

"اس کا فیصلہ تو آنے والا سمے کرے گا۔" وہ بے پروائی سے بولا۔ "کل کیا ہوگا اس کا علم دیوی دیوتاؤں کے سوا کسی اور کو نہیں ہوتا۔"

"مجھے یقین ہے کہ اونکارناتھ کی موت میں بھی تمہارا گندہ ہاتھ کسی نہ کسی ذرائع سے شامل ہے۔" میں نے اسے نفسیاتی طور پر مرعوب کرنے کی خاطر کہا۔ "اس کے جسم سے بھی ویسا زہر ملا

ہے جس کے ذریعے حشمت خان کی موت واقع ہوئی تھی۔"

"اگر آپ میرا گندہ ہاتھ شامل کرنے کی کوشش کریں گے تو آپ کو اپنے ایک آدمی کی قربانی بھی دینی ہوگی۔"

"کیا مطلب......"

"ظاہر ہے کہ وہ زہر اونکار ناتھ کے شریر تک پہنچانے میں آپ ہی کے کسی کارندے نے میری مدد کی ہوگی۔" وہ زہر خند لہجے میں بولا۔ "میں نے دیوار توڑ کر تو وہ زہر وہاں تک نہیں پہنچایا ہوگا اور پھر لاک اپ میں بند ہونے کے بعد میں وہ زہر کہاں سے لا سکتا ہوں۔ اس پر بھی غور کیا ہے سرکار نے؟"

رامو جو کچھ کہہ رہا تھا اس میں وزن تھا‘ پہلی بات تو یہ تھی کہ وہ زہر رامو کو کس طرح دستیاب ہوا پھر اسے اونکار ناتھ تک کس نے پہنچایا؟ یقیناً" وہ کوئی پولیس ہی کا کارندہ ہو سکتا تھا جس نے اس سازش میں سب سے اہم رول ادا کیا ہوگا۔

"یہ روپ نگر ہے سرکار۔" رامو نے میری خاموشی کا مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔ "یہاں مہان شکتیاں اس قسم کا چمتکار دکھاتی رہتی ہیں جن کا کوئی کھوج نہیں ملتا...... آپ رام پرکاش کی موت کو ہی لے لیجیے۔ قانون نے ہزاروں قلابازیاں کھائیں لیکن ابھی تک اس کی موت کا کوئی کارن نہیں معلوم ہو سکا......"

"لیکن یہ بات اپنی جگہ طے ہے کہ حشمت خان کی موت میں تمہارا ہی ہاتھ شامل ہے۔" میں دانت پیستے ہوئے بولا۔ "تم دبی زبان میں اس کا اقرار بھی کر چکے ہو۔ تمہارا بیان پولیس کے ریکارڈ پر موجود ہے۔"

"اس کاغذ کے پرزے کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی سرکار۔" رامو نے اپنے غلیظ دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے کہا۔ "پولیس کی ڈنڈا ڈولی اور مار پیٹ سے بچنے کی خاطر اس قسم کا بیان دینا ہوتا ہے لیکن عدالت میں پہنچنے کے بعد سب دھرے کا دھرا رہ جاتا ہے۔ وہاں نئے سرے سے بیانات اور گواہی شہادت ہوتی ہے اور کوئی اتنا مورکھ نہیں ہوتا کہ خود اپنے ہاتھوں سے پھانسی کا پھندا اپنے گلے میں ڈال لے۔ رامو نے تو دنیا میں بہت کچھ دیکھ رکھا ہے۔"

"مجھے معلوم ہے کہ تم کس کے بل بوتے پر اچھل رہے ہو۔" میں نے اسے نفرت سے گھورتے ہوئے کہا۔

"اور تم اس کی شکتی کا تماشا بھی دیکھ چکے ہو......" وہ دیدے نچا کر مسکراتے ہوئے بولا۔

"شٹ اپ......" میں نے ہاتھ میں دبے بید کو پوری قوت سے جنگلے پر مارا پھر تیز تیز قدم اٹھاتا اپنے دفتر میں آگیا۔ انسپکٹر بدر اقبال بدستور میرے ساتھ تھا۔

"میرا خیال ہے جناب کہ اونکار ناتھ کی موت کسی سوچی سمجھی سازش کے تحت عمل میں لائی گئی ہے۔" بدر اقبال نے کرسی پر بیٹھنے کے بعد سنجیدگی سے کہا۔ "اور یہ بات بھی اپنی جگہ طے ہے کہ سانپ کا زہر خورد و نوش کی کسی اشیا میں ملا کر اونکار ناتھ تک پہنچایا گیا ہوگا۔"

"اور اس میں پولیس کے عملے کے کسی آدمی کا ہاتھ ضرور شامل ہوگا۔" میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا‘ میرے ذہن میں رہ رہ کر شنکر کا منحوس تصور ابھر رہا تھا۔ مجھے روپ نگر میں روکنے کی خاطر یقیناً" وہی میرے راستے مسدود کر رہا تھا اور جیسے جیسے لمحے گزر رہے تھے میری الجھنیں بڑھتی جا رہی تھیں۔ راکیش ورما اور آئی جی سے گفتگو کرنے کے بعد بھی میں اسی فیصلے پر قائم تھا کہ روپ نگر کو چار روز بعد ہمیشہ کے لیے خیرباد کہہ دوں گا لیکن اونکار ناتھ کی پولیس لاک اپ میں موت نے مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ حالات کے پیش نظر اب اس وقت تک میرا رکنا ضروری ہوگیا تھا جب تک اونکار ناتھ کی موت کا معما حل نہیں ہو جاتا‘ رامو کی لچھے دار اور خیز گفتگو نے میرے ذہن میں شنکر کے خلاف اور بھی زہر بھر دیا تھا۔

دن بھر میں بدلتے حالات کے بارے میں سوچتا رہا‘ میں نے انسپکٹر بدر اقبال کے علاوہ پولیس چوکی کی باقی تمام نفری کو بھی سخت ہدایت کر دی تھی کہ رامو سپیرے پر کڑی نگرانی رکھی جائے اور اسے ایک لمحے کو بھی نظر انداز نہ کیا جائے۔ رام دیال چونکہ حشمت خان کیس کا انکوائری آفیسر تھا اس لیے وہ مجھ سے زیادہ ہی پریشان تھا۔

میں شام کو دفتر سے گھر جانے کے لیے نکلا تو حسب معمول رام دیال اور موہن لال میرے ساتھ تھے‘ اس روز چونکہ ڈرائیور چھٹی پر تھا اس لیے گاڑی میں خود ہی ڈرائیو کر رہا تھا‘ کچھ دیر تک خاموشی سے گزرا پھر موہن لال نے دبی زبان میں کہا۔

"یہ بیٹھے بٹھائے اونکار ناتھ کی موت ہمارے لیے مصیبت بن گئی۔"

"پولیس کی ملازمت میں اس قسم کے حادثات اکثر ہوتے رہتے ہیں۔" میں نے سڑک پر نظریں جمائے جمائے کہا۔

"آپ کا شبہ کس پر ہے صاحب؟"

"کسی پر بھی نہیں......"

"آپ بڑے دیالو اور بھلے مانس ہیں جو ایسا کہہ رہے ہیں ورنہ......"

"ورنہ کیا......" میں نے وضاحت کی۔

"ہر محکمے میں کچھ کالی بھیڑیں بھی ضرور ہوتی ہیں جو دھن دولت کی لالچ میں آکر اپنا دھرم ایمان سب بیچ دیتی ہیں۔"

"تمہارا اشارہ کس کی سمت ہے؟" میں یکلخت سنجیدہ ہوگیا۔

"ہو سکتا ہے میرا خیال غلط ہو لیکن اگر اونکار ناتھ کی موت میں ہمارے کسی آدمی کا ہاتھ ہے تو وہ سپاہی رام پرشاد کے علاوہ کوئی اور نہیں ہو سکتا......"

میں موہن لال کی بات سن کر چونکے بغیر نہ رہ سکا اس لیے کہ ڈیوٹی رجسٹر کے اعتبار سے جس وقت اونکار ناتھ کی موت واقع ہوئی تھی اس وقت رام پرشاد ہی ڈیوٹی پر تھا۔

"تم اتنے یقین کے ساتھ رام پرشاد کا نام کیسے لے سکتے ہو؟" میں نے موہن لال کو کریدنے کی خاطر سوال کیا۔

"میں اسے دس سال سے جانتا ہوں مالک اور یہ بھی جانتا ہوں کہ اس کی رامو سپیرے کے ساتھ ہمیشہ بہت گاڑھی چھنتی ہے۔"

"آئی سی......" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "تم نے مجھ سے جو بات کہہ دی ہے اس کا ذکر کسی اور سے نہ کرنا ورنہ بلا وجہ آپس میں دشمنی ہوگی......"

"جیسا حکم سرکار۔" موہن لال نے نہایت فرماں برداری سے جواب دیا پھر راستے بھر ہمارے درمیان کوئی اور بات نہیں کی۔

بنگلے پہنچ کر میں کمر سیدھی کرنے کے ارادے سے لیٹا ہی تھا کہ دھرم داس کا فون آگیا‘ انھوں نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں اونکار ناتھ کے بارے میں دریافت کیا تھا۔ میں نے حقیقت بیان کی تو بولے۔

"جو بھی ہوا اچھا نہیں ہوا......"

"میں سمجھا نہیں......"

"اونکار ناتھ کے گھر والے تمہارے خلاف باقاعدہ جلوس نکالنے کے بارے میں سوچ رہے ہیں‘ ان کا خیال ہے کہ وہ مرا نہیں بلکہ اسے جان بوجھ کر مارا گیا ہے۔" دھرم داس نے مجھے صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ "لالہ بناری کے علاوہ ہمارے دوسرے تمام لوگ بھی تمہارے خلاف زہر اگل رہے ہیں‘ بات اوپر تک جا پہنچی ہے‘ لوگوں میں سخت اشتعال پایا جاتا ہے‘ مجھے ڈر ہے کہیں فرقہ وارانہ فساد نہ پھوٹ پڑے۔"

"آپ کا کیا خیال ہے؟" میں نے پوچھا۔ "کیا میں نے اونکار ناتھ کو قتل کیا ہوگا۔"

"میرے سوچنے یا نہ سوچنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تم روپ نگر کے لوگوں سے پوری طرح واقف نہیں ہو‘ یہ تن کے جتنے اجلے ہیں من کے اتنے ہی کالے بھی ہیں۔ تمہیں شاید یاد ہو کہ میں نے تم سے کہا بھی تھا کہ روپ نگر کی فضا تمہیں راس نہیں آئے گی۔ یہاں کے مقامی ہندو اپنے اوپر کسی مسلمان افسر کا وجود برداشت نہیں کر سکتے۔ اس کی کرسی ہلانے کے لیے کوئی نہ کوئی بہانہ تلاش کر لیتے ہیں‘ اونکار ناتھ کی موت ایک بڑے حادثے سے کم نہیں ہے‘ تحصیل کے سارے بڑے ہندو آپس میں سر جوڑے بیٹھے تمہارے خلاف دنگا فساد کھڑا کرنے کے بارے میں سوچ رہے ہیں‘ خاص طور پر لالہ بناری اور منوہر لوگوں کو تمہارے خلاف بھڑکانے میں پیش پیش ہیں۔ اونکار ناتھ کی موت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پوری تحصیل کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پھیل رہی ہے‘ کچھ بڑے زمینداروں نے تو آئی جی تک بات پہنچا دی ہے۔"

"پھر آپ کا کیا مشورہ ہے۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اس سے پہلے کہ آگ کے شعلے بلند ہوں تم روپ نگر سے دور نکل جاؤ؟"

"نہیں...... اب یہ ممکن نہیں ہے۔" میں نے دھرم داس کو راکیش ورما اور آئی جی سے ہونے والی گفتگو کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "ایسی صورت میں اگر میں یہاں سے چلا گیا تو لوگ مجھے مجرم سمجھنے میں حق بجانب ہوں گے۔"

"میں آئی جی کے بارے میں تو یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا پرنتو اتنا ضرور جانتا ہوں کہ روپ نگر میں تمہارا سب سے بڑا دشمن راکیش ورما ہے۔ اسی نے لوگوں کے دماغ میں یہ بات بٹھانے کی کوشش کی ہے کہ تم چونکہ مسلمان ہو اس لیے تم نے حشمت خان کی موت کا حساب چکتا کرنے کے لیے اونکار ناتھ کو راستے سے ہٹا دیا۔ صورت حال کسی وقت بھی باہر ہو سکتی ہے۔"

"لا اینڈ آرڈر کی سچویشن پیدا ہونے کی صورت میں مجھے کچھ جوابی کارروائی تو کرنی ہوگی۔" میں نے اس بار ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

"سپنوں کی بات مت کرو شہباز خان۔" دھرم داس نے تیزی سے کہا۔ "اول تو تمہارے پاس پولیس کی اتنی نفری نہیں ہے کہ تم کوئی جوابی کارروائی کر سکو اور اگر تمہارے عملے میں دو تین مسلمان ہیں بھی تو ان میں سے کوئی بھی تمہارا ساتھ نہیں دے گا۔ تم کو شاید علم نہیں آج سے آٹھ دس سال پہلے بھی روپ نگر میں ایسا ہی ایک فساد ہوا تھا اور بلوائیوں نے بے شمار بے گناہ مسلمانوں کے گھر پھونک ڈالے تھے۔ ایک عرصے تک دونوں فریقوں میں تشدد اور کھینچا تانی رہی تھی پھر کہیں جا کر بڑی مشکلوں سے حالات سازگار ہوئے تھے۔"

"ایسی پوزیشن میں تو ہنگامے کو ختم کرنے کی بس ایک ہی صورت ممکن ہے۔"

"وہ کیا......؟"

"میں جلوس کے سامنے جا کر اس بات کا اقرار کر لوں کہ اونکار ناتھ کو میں نے ہی جان بوجھ کر قتل کیا ہے۔"

"اس سے کیا فرق پڑے گا؟"

"جو لوگ مشتعل ہیں وہ میری تکا بوٹی کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکال لیں گے۔"

"حماقت کی بات مت کرو۔" دھرم داس نے کہا۔ "میں

ہے جس کے ذریعے حشمت خان کی موت واقع ہوئی تھی۔"
"اگر آپ میرا گندہ ہاتھ شامل کرنے کی کوشش کریں گے تو آپ کو اپنے ایک آدمی کی قربانی بھی دینی ہوگی۔"
"کیا مطلب......"
"ظاہر ہے کہ وہ زہر اونکار ناتھ کے شریر تک پہنچانے میں آپ ہی کے کسی کارندے نے میری مدد کی ہوگی۔" وہ زہر خند لہجے میں بولا۔ "میں نے دیوار توڑ کر تو وہ زہر وہاں تک نہیں پہنچایا ہوگا اور پھر لاک اپ میں بند ہونے کے بعد میں وہ زہر کہاں سے لا سکتا ہوں۔ اس پر بھی غور کیا ہے سرکار نے؟"
رامو جو کچھ کہہ رہا تھا اس میں وزن تھا' پہلی بات تو یہ تھی کہ وہ زہر رامو کو کس طرح دستیاب ہوا پھر اسے اونکار ناتھ تک کس نے پہنچایا؟ یقیناً" وہ کوئی پولیس ہی کا کارندہ ہو سکتا تھا جس نے اس سازش میں سب سے اہم رول ادا کیا ہوگا۔
"یہ روپ نگر ہے سرکار۔" رامو نے میری خاموشی کا مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔ "یہاں مہان شکتیاں اس قسم کا چمتکار دکھاتی رہتی ہیں جن کا کوئی کھوج نہیں ملتا...... آپ رام پرکاش کی موت کو ہی لے لیجیے۔ قانون نے ہزاروں قلابازیاں کھائیں لیکن ابھی تک اس کی موت کا کوئی کارن نہیں معلوم ہو سکا......"
"لیکن یہ بات اپنی جگہ طے ہے کہ حشمت خان کی موت میں تمہارا ہی ہاتھ شامل ہے۔" میں دانت پیستے ہوئے بولا۔ "تم دبی زبان میں اس کا اقرار بھی کر چکے ہو۔ تمہارا بیان پولیس کے ریکارڈ پر موجود ہے۔"
"اس کاغذ کے پرزے کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی سرکار۔" رامو نے اپنے غلیظ دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے کہا۔ "پولیس کی ڈنڈا ڈولی اور مار پیٹ سے بچنے کی خاطر اس قسم کا بیان دینا ہوتا ہے لیکن عدالت میں پہنچنے کے بعد سب دھرے کا دھرا رہ جاتا ہے۔ وہاں نئے سرے سے بیانات اور گواہی شہادت ہوتی ہے اور کوئی اتنا مورکھ نہیں ہوتا کہ خود اپنے ہاتھوں سے پھانسی کا پھندا اپنے گلے میں ڈال لے۔ رامو نے تو دنیا میں بہت کچھ دیکھ رکھا ہے۔"
"مجھے معلوم ہے کہ تم کس کے بل بوتے پر اچھل رہے ہو۔" میں نے اسے نفرت سے گھورتے ہوئے کہا۔
"اور تم اس کی شکتی کا تماشا بھی دیکھ چکے ہو......" وہ دیدے نچا کر مسکراتے ہوئے بولا۔
"شٹ اپ......" میں نے ہاتھ میں دبے بید کو پوری قوت سے جنگلے پر مارا پھر تیز تیز قدم اٹھاتا اپنے دفتر میں آگیا۔ انسپکٹر بدر اقبال بدستور میرے ساتھ تھا۔
"میرا خیال ہے جناب کہ اونکار ناتھ کی موت کسی سوچی سمجھی سازش کے تحت عمل میں لائی گئی ہے۔" بدر اقبال نے کرسی پر بیٹھنے کے بعد سنجیدگی سے کہا۔ "اور یہ بات بھی اپنی جگہ طے ہے کہ سانپ کا زہر خورد و نوش کی کسی اشیا میں ملا کر اونکار ناتھ تک پہنچایا گیا ہوگا۔"
"اور اس میں پولیس کے عملے کے کسی آدمی کا ہاتھ ضرور شامل ہوگا۔" میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا' میرے ذہن میں رہ رہ کر شنکر کا منحوس تصور ابھر رہا تھا۔ مجھے روپ نگر میں روکنے کی خاطر یقیناً" وہی میرے راستے مسدود کر رہا تھا اور جیسے جیسے لمحے گزر رہے تھے میری الجھنیں بڑھتی جا رہی تھیں۔ راکیش ورما اور آئی جی سے گفتگو کرنے کے بعد بھی میں اس فیصلے پر قائم تھا کہ روپ نگر کو چار روز بعد ہمیشہ کے لیے خیرباد کہہ دوں گا لیکن اونکار ناتھ کی پولیس لاک اپ میں موت نے مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ حالات کے پیش نظر اب اس وقت تک میرا رکنا ضروری ہوگیا تھا جب تک اونکار ناتھ کی موت کا معما حل نہیں ہو جاتا' رامو کی پچھلے وار اور خیز گفتگو نے میرے ذہن میں شنکر کے خلاف اور بھی زہر بھر دیا تھا۔
دن بھر میں بدلتے حالات کے بارے میں سوچتا رہا۔ میں نے انسپکٹر بدر اقبال کے علاوہ پولیس چوکی کی باقی تمام نفری کو بھی سخت ہدایت کر دی تھی کہ رامو سپیرے پر کڑی نگرانی رکھی جائے اور اسے ایک لمحے کو بھی نظر انداز نہ کیا جائے۔ رام دیال چونکہ حشمت خان کیس کا انکوائری آفیسر تھا اس لیے وہ مجھ سے زیادہ ہی پریشان تھا۔
میں شام کو دفتر سے گھر جانے کے لیے نکلا تو حسب دستور رام دیال اور موہن لال میرے ساتھ تھے' اس روز چونکہ ڈرائیور لئے ...... تھا اس لیے گاڑی میں خود ہی ڈرائیو کر رہا تھا' کچھ دیر تک ...... خاموشی سے گزرا پھر موہن لال نے دبی زبان میں کہا۔
"یہ بیٹھے بٹھائے اونکار ناتھ کی موت ہمارے لیے مصیبت بن گئی۔"
"پولیس کی ملازمت میں اس قسم کے حادثات آئے دن ہوتے رہتے ہیں۔" میں نے سڑک پر نظریں جمائے جمائے کہا۔
"آپ کا شبہ کس پر ہے صاحب؟"
"کسی پر بھی نہیں......"
"آپ بڑے دیالو اور بھلے مانس ہیں جو ایسا کہہ رہے ہیں ورنہ......"
"ورنہ کیا......" میں نے وضاحت کی۔
"ہر محکمے میں کچھ کالی بھیڑیں بھی ضرور ہوتی ہیں جو دھن دولت کی لالچ میں آکر اپنا دھرم ایمان سب بیچ دیتی ہیں۔"
"تمہارا اشارہ کس کی سمت ہے؟" میں یکلخت چونکا۔
"ہو سکتا ہے میرا خیال غلط ہو لیکن اگر اونکار ناتھ کی موت

...... کسی آدمی کا ہاتھ ہے تو وہ سپاہی رام پرشاد کے علاوہ کوئی اور نہیں ہو سکتا......"
میں موہن لال کی بات سن کر چونکے بغیر نہ رہ سکا اس لیے کہ ڈیوٹی کے اعتبار سے جس وقت اونکار ناتھ کی موت ہوئی تھی اس وقت رام پرشاد ہی ڈیوٹی پر تھا۔
"تم اتنے یقین کے ساتھ رام پرشاد کا نام کیسے لے سکتے ہو؟" میں نے موہن لال کو کریدنے کی خاطر سوال کیا۔
"میں اسے دس سال سے جانتا ہوں مالک اور یہ بھی جانتا ہوں کہ اس کی رامو سپیرے کے ساتھ ہمیشہ بہت گاڑھی چھنتی رہی ہے۔"
"آئی سی......" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "تم نے مجھ سے جو بات کہہ دی ہے اس کا ذکر کسی اور سے نہ کرنا ورنہ بلا وجہ آپس میں دشمنی ہوگی......"
"جیسا حکم سرکار۔" موہن لال نے نہایت فرماں برداری سے جواب دیا پھر راستے بھر ہمارے درمیان کوئی اور بات نہیں ہوئی۔
بنگلے پہنچ کر میں کر سیدھی کرنے کے ارادے سے لیٹا ہی تھا کہ دھرم داس کا فون آگیا' انہوں نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں اونکار ناتھ کے بارے میں دریافت کیا تھا۔ میں نے حقیقت بیان کی تو بولے۔
"جو بھی ہوا اچھا نہیں ہوا......"
"میں سمجھا نہیں......"
"اونکار ناتھ کے گھر والے تمہارے خلاف باقاعدہ جلوس نکالنے کے بارے میں سوچ رہے ہیں' ان کا خیال ہے کہ وہ مرا نہیں بلکہ اسے جان بوجھ کر مارا گیا ہے۔" دھرم داس نے مجھے صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ "لالہ بنارسی کے علاوہ ہمارے نگر کے تمام لوگ بھی تمہارے خلاف زہر اگل رہے ہیں' بات اوپر تک جا پہنچی ہے' لوگوں میں سخت اشتعال پایا جاتا ہے' خطرہ ہے کہیں فرقہ وارانہ فساد نہ پھوٹ پڑے۔"
"آپ کا کیا خیال ہے؟" میں نے پوچھا۔ "کیا میں نے اونکار ناتھ کو قتل کیا ہوگا۔"
"میرے سوچنے یا نہ سوچنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تم روپ نگر کے لوگوں سے پوری طرح واقف نہیں ہو' یہ تن کے اجلے ہیں من کے اتنے ہی کالے بھی ہیں۔ تمہیں شاید یاد ہو کہ میں نے تم سے کہا بھی تھا کہ روپ نگر کی فضا تمہیں راس نہیں آئے گی۔ یہاں کے مقامی ہندو اپنے اوپر کسی مسلمان افسر کا وجود برداشت نہیں کر سکتے۔ اس کی کرسی ہلانے کے لیے کوئی نہ کوئی بہانہ تلاش کر لیتے ہیں' اونکار ناتھ کی موت ایک بڑے حادثے سے کم نہیں ہے' تحصیل کے سارے بڑے بڑے ہندو آپس میں سر جوڑے بیٹھے تمہارے خلاف دنگا فساد کھڑا کرنے کے بارے میں سوچ رہے ہیں' خاص طور پر لالہ بنارسی اور منوہر لوگوں کو تمہارے خلاف بھڑکانے میں پیش پیش ہیں۔ اونکار ناتھ کی موت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پوری تحصیل کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پھیل رہی ہے' کچھ بڑے زمینداروں نے تو آئی جی تک بات پہنچا دی ہے۔"
"پھر! آپ کا کیا مشورہ ہے۔"
"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اس سے پہلے کہ آگ کے شعلے بلند ہوں تم روپ نگر سے دور نکل جاؤ؟"
"نہیں...... اب یہ ممکن نہیں ہے۔" میں نے دھرم داس کو راکیش ورما اور آئی جی سے ہونے والی گفتگو کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "ایسی صورت میں اگر میں یہاں سے چلا گیا تو لوگ مجھے مجرم سمجھنے میں حق بجانب ہوں گے۔"
"میں آئی جی کے بارے میں تو یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا پرنتو اتنا ضرور جانتا ہوں کہ روپ نگر میں تمہارا سب سے بڑا دشمن راکیش ورما ہے۔ اسی نے لوگوں کے دماغ میں یہ بات بٹھانے کی کوشش کی ہے کہ تم چونکہ مسلمان ہو اس لیے تم نے حشمت خان کی موت کا حساب چکتا کرنے کے لیے اونکار ناتھ کو راستے سے ہٹا دیا۔ صورت حال کسی وقت بھی باہر ہو سکتی ہے۔"
"لا اینڈ آرڈر کی سچویشن پیدا ہونے کی صورت میں مجھے کچھ جوابی کارروائی تو کرنی ہوگی۔" میں نے اس بار ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔
"سپنوں کی بات مت کرو شہباز خان۔" دھرم داس نے تیزی سے کہا۔ "اول تو تمہارے پاس پولیس کی اتنی نفری نہیں ہے کہ تم کوئی جوابی کارروائی کر سکو اور اگر تمہارے عملے میں دو تین مسلمان ہیں بھی تو ان میں سے کوئی بھی تمہارا ساتھ نہیں دے گا۔ تم کو شاید علم نہیں آج سے آٹھ دس سال پہلے بھی روپ نگر میں ایسا ہی ایک فساد ہوا تھا اور بلوائیوں نے بے شمار بے گناہ مسلمانوں کے گھر پھونک ڈالے تھے۔ ایک عرصے تک دونوں فریقوں میں تشدد اور کھینچا تانی رہی تھی پھر کہیں جا کر بڑی مشکلوں سے حالات سازگار ہوئے تھے۔"
"ایسی پوزیشن میں تو ہنگامے کو ختم کرنے کی بس ایک ہی صورت ممکن ہے۔"
"وہ کیا......؟"
"میں جلوس کے سامنے جا کر اس بات کا اقرار کر لوں کہ اونکار ناتھ کو میں نے ہی جان بوجھ کر قتل کیا ہے۔"
"اس سے کیا فرق پڑے گا؟"
"جو لوگ مشتعل ہیں وہ میری تکا بوٹی کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکال لیں گے۔"
"حماقت کی بات مت کرو۔" دھرم داس نے کہا۔ "میں تمہارے پتا کا پرانا مترہوں' اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو انہیں کیا منہ

دکھاؤں گا۔ ابھی تمہارے پاس سے باقی ہے۔ میرا کہا مانو اور خاموشی سے روپ نگر سے دور چلے جاؤ' بعد میں جو ہوگا اسے دیکھ لیا جائے گا۔"

"میں آپ کے مشورے کا شکر گزار ہوں مگر آپ یہ کیوں بھول رہے ہیں کہ میں پٹھان ہوں۔" میں نے جذباتی لہجے میں کہا۔ "پٹھان اپنی زندگی تو داؤ پر لگا سکتا ہے لیکن اپنے بچاؤ کی خاطر دوسرے بے گناہوں کی موت کبھی برداشت نہیں کر سکتا۔"

"ایک صورت اور بھی ممکن ہے۔"

"وہ کیا.........؟"

"تم خاموشی سے اسی وقت میرے گھر آجاؤ۔"

"اور مجرموں کی طرح چھپ کر بیٹھ جاؤں.........؟ نہیں دھرم داس جی' میں ایسا نہیں کر سکتا۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔ "اب مجھے جو کچھ کرنا ہے وہ اپنی مرضی کے مطابق کروں گا۔"

میں نے اپنا جملہ مکمل کرتے ہی فون بند کر دیا اور ریسیور کو نیچے رکھ دیا تاکہ کوئی دوسری کال میری پریشانیوں میں مزید اضافہ نہ کرے' دھرم داس نے مجھے جو اطلاع دی تھی وہی میرے لیے کافی تھی' میرے ذہن میں ایک بار پھر شنکر کا منحوس تصور ابھر آیا۔ نہ جانے کیوں میرا دل یہی گواہی دے رہا تھا کہ ان تمام ہنگاموں کی پشت پر اسی کی خباثت کام کر رہی ہے۔ وہ مجھے روپ نگر سے باہر جانے سے روکنا چاہتا تھا اسی لیے اس نے میرے چاروں طرف خاردار باڑھ کھینچ دی تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ کسی ٹھوس ثبوت کے بغیر مجھے اونکار ناتھ کا قاتل نہیں ٹھہرایا جا سکتا تھا لیکن یہ اسی صورت میں ممکن تھا جب مجھے اپنی صفائی کا موقع دیا جاتا' جلسے اور جلوسوں میں ہونے والی ہڑبونگ اس بات کی تمیز نہیں کرتی کہ کون مجرم ہے اور کون بے گناہ' جو بھی زد پر آجاتا ہے اسی کا صفایا کر دیا جاتا ہے۔ مشتعل افراد جب آتش فشاں کے لاوے کے مانند بپھر کر آگے بڑھتے ہیں تو گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے۔ جب تک صحیح اور غلط کے فیصلے کا وقت آتا ہے اس وقت تک ان گنت بے قصور افراد اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔

میں کسی زخمی درندے کی طرح اپنے کمرے میں ٹہل رہا تھا' روپ نگر کا سب سے بڑا پولیس آفیسر ہونے کے باوجود اس وقت مجھے دوسروں کی جان بچانے کے بجائے خود اپنی جان کے لالے پڑ گئے تھے' میں چاہتا تو دھرم داس کے مشورے پر عمل کر کے روپ نگر کی تحصیل سے نکل سکتا تھا لیکن میں چونکہ چور نہیں تھا اس لیے چوروں کی طرح پیٹھ دکھا کر راہ فرار اختیار کرنے کو آمادہ نہیں تھا۔ میرے ذہن میں گرم آندھیوں کے جھکڑ چل رہے تھے' میرے کان خواب گاہ کی دہلیز پر لگے تھے جہاں سے کسی لمحہ بھی

میرا پرانا اور وفادار ملازم احمد علی بوکھلایا ہوا اندر داخل مجھے یہ خبر سنا سکتا تھا کہ میری رہائش گاہ کو بلوائیوں نے طرح اپنے نرغے میں لے لیا ہے اور تیل چھڑک کر اسے آگ لگانے کی تاک میں ہیں کہ میرے پاس بچ راستہ نہ رہے اور میں بھڑکتی آگ کے شعلوں میں جل خاک ہو جاؤں۔

موت کے تصور سے میرے اعصاب میں تناؤ پیدا ہو نے تیزی سے لپک کر اپنا سروس ریوالور اٹھا لیا۔ چیمبر چھے گولیاں موجود تھیں' مجھے ایک لمحے کو طمانیت کا احساس پھر خود اپنے آپ پر ہنسی آگئی' ریوالور کی چھے عدد گولیاں تک میری زندگی کا تحفظ کر سکتی تھیں میں نے کچھ عجیب نظروں سے لوہے کے اس بے جان کھلونے کو دیکھا اور واپس بستر کی جانب اچھال دیا۔

اچانک میری نظر خواب گاہ میں رکھی ہوئی راکنگ چیئر جو اس طرح آگے پیچھے جھول رہی تھی جیسے کوئی اس باقاعدہ لطف اندوز ہو رہا ہو' میں آسیب اور بھوت پریت نہیں ہوں لیکن اس وقت کرسی کو جھولتا دیکھ کر ایک میرے بدن کے سارے رونگٹے کھڑے ہو گئے پھر کسی فوری کے تحت میں نے شوکیس کی جانب نظر اٹھائی تو میری دھڑکنیں تیز ہو گئیں' کالکا کی مورتی اپنی جگہ موجود نہ میرے ذہن میں گزشتہ رات خواب میں نظر آنے والی دوشیزہ کا تصور جاگ اٹھا' وہ مجھے نظر نہیں آرہی تھی لیکن گواہی دے رہا تھا کہ وہ کالکا رانی ہی تھی جو راکنگ چیئر آگے پیچھے ہچکولے کھا رہی تھی۔ مجھے شنکر کے کہے ہوئے آگئے اس نے کہا تھا کہ کالکا جس کے قبضے میں ہوتی ہے سب سے طاقتور شخص ہوتا ہے اور وہ جو چاہتا ہے وہ پورا ہوتا ہے' دنیا کی کوئی طاقت اسے کبھی نیچا نہیں دکھا میں کچھ دیر تک خالی کرسی کو آگے پیچھے ہوتا دیکھتا نے ہمت کر کے پوچھا۔

"کون ہو تم.........؟"

"تمہاری کالکا۔" ایک مترنم آواز میرے کانوں میں اس آواز کو خواب میں سن چکا تھا۔

میرے سوال کے جواب کے ساتھ ہی خالی کرسی بند ہو گئی پھر میں نے کسی کے قدموں کی چاپ کو قریب آکر تھم گئی۔ خوشبو کا ایک تیز جھونکا میری ناک سے ٹکرایا تو میں اپنی پریشانی کو یکسر بھول گیا' میرے ذہن پل بھر میں دور ہو گیا۔

"کیا تم میرے قریب موجود ہو۔" میں نے نامعلوم کو مخاطب کیا۔

"ہاں......... میں تمہارے بہت قریب موجود ہوں"

سحر انگیز آواز دوبارہ میرے کانوں میں گونجی۔

"کیا میں تمہیں دیکھ نہیں سکتا۔" میں نے دل کی دھڑکنوں پر قابو پاتے ہوئے سوال کیا۔

"نہیں......... ابھی اس کا سمے نہیں آیا۔"

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ حالات کس طرح مجھے اپنے نرغے میں لے رہے ہیں۔"

"جب تک کالکا کی شکتی تمہارے ساتھ ہے تمہیں کسی بات کی چنتا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" اس کی خوابیدہ آواز نے مجھے تسلی دی۔ "گھبراؤ نہیں......... سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"کیا تم اس جلوس کو روک سکو گی جو میرے خلاف نکالا جا رہا ہے۔"

"تمہاری خاطر میں گرتے ہوئے پہاڑوں کو بھی ایک اشارے سے روک سکتی ہوں۔" کالکا نے بڑے اطمینان سے کہا۔ "تم کوئی چنتا مت کرو......... اب کوئی جلوس تمہارے خلاف نہیں نکلے گا۔"

"لیکن اونکار ناتھ کی موت........."

"اسے رام پرشاد نے میرے ہی اشارے پر کھانے میں زہر دیا تھا۔"

"کیا........." میں حیرت سے اچھل پڑا۔

"میں یہی چاہتی تھی کہ حالات خراب ہوں اور تمہارا آئی۔ جی وجے چندر خود یہاں دوڑا چلا آئے اور اب تم دیکھنا کہ وہ کس طرح ہاتھ باندھ کر تمہاری ہر بات کو مانے گا۔"

"اور وہ جلوس.........؟"

"وہ اب نہیں نکلے گا۔" کالکا کی مترنم آواز ابھری۔ "رام پرشاد نے میرے اشارے پر اونکار ناتھ کے گھر جا کر اپنے جرم کو تسلیم کر لیا ہے' اس نے یہی کہا ہے کہ وہ زہر اس نے رامو سپیرے کے کہنے پر مرنے والے کے بھوجن میں ملایا تھا۔"

"اور اصلیت کیا تھی؟"

"اصلیت کے چکر میں مت پڑو۔" کالکا نے کہا۔ "کیول اتنا یاد رکھو کہ کالکا تمہارے اوپر مہربان ہے اور جب تک تمہیں اس کی سہائتا حاصل ہے دھرتی کی کوئی شکتی تمہیں کشٹ نہیں پہنچا سکتی۔"

"شنکر کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے کہا' پھر وضاحت کرتے ہوئے بولا۔ "میرا خیال ہے کہ اسی نے مجھے لڑکنے کی خاطر۔"

"نہیں........." کالکا نے تیزی سے کہا۔ "وہ میرے مقابلے میں تمہارے خلاف سر اٹھانے کی ہمت نہیں کر سکتا۔"

"کیا میں اپنی والدہ سے کیے ہوئے وعدے کو پورا کر سکوں گا؟" میں نے بے چینی کا مظاہرہ کیا۔

"صرف تم ہی سندر نہیں تمہارے اندر کا من بھی بڑا بھولا اور سندر ہے۔"

"کیا مطلب.........؟" میں نے یہ محسوس کرتے ہوئے پوچھا کہ کالکا مجھے بڑی محبت بھری نظروں سے دیکھ رہی ہوگی۔

"مطلب یہ کہ جب تک کالکا تمہارے ساتھ ہے تم جو چاہو گے وہ اوش پورا ہوگا۔" کالکا کے لہجے میں پیار کی آمیزش تھی۔

"کیا رامو سپیرا حشمت خان کو کوڑیالے سانپ سے ڈسوانے کا اقرار کر لے گا۔"

"ہاں......... تم دیکھنا' وہ پہلی پیشی پر ہی سب کچھ سچ سچ اگل دے گا۔" کالکا نے بڑے وثوق کے ساتھ کہا۔ "رامو اور رام پرشاد دونوں کو پھانسی کے پھندے پر لٹکنا پڑے گا۔"

"ایک بات پوچھوں.........!" میں نے کچھ سوچ کر کہا۔

"پوچھو........."

"کیا میں جب بھی تمہیں یاد کروں گا تم میرے پاس آجاؤ گی؟"

"ہاں......... پرنتو ایک بات کا خیال رکھنا' جب تک میں خود سے تمہارے سامنے نہ آؤں اس وقت تک مجھے دیکھنے کی ضد نہ کرنا۔"

"کوئی خاص وجہ.........!"

"ابھی نہیں......... سمے کا انتظار کرو' آہستہ آہستہ تم سب کچھ جان لوگے۔" کالکا نے ایک سرد آہ بھر کر جواب دیا پھر اس کے قدموں کی چاپ ابھرا ابھر کر دور ہوتی چلی گئی لیکن اس کے جسم کی خوشبو ابھی تک میرے دل و دماغ کو معطر کر رہی تھی!

اسی شام سات بجے بدر اقبال نے مجھے اس تمام صورت حال سے آگاہ کیا جو مجھے دھرم داس کی زبانی معلوم ہو چکی تھیں۔ بدر اقبال کی اطلاع کے مطابق کانسٹیبل رام پرشاد کو اقرار جرم کے بعد گرفتار کیا جا چکا تھا' میرے خلاف جلوس نکالنے اور بلوا کرنے کا پروگرام بنا تھا اسے رام پرشاد کے بیان کے بعد ملتوی کر دیا تھا لیکن لالہ بنارسی کی حویلی میں اس وقت بھی تمام بڑے بندو سیٹھ ساہوکار اور ذمے دار افسران سر جوڑے بیٹھے میرے خلاف کسی نئی سازش کا جال بُن رہے تھے' ان افراد میں ہمارے محکمے کا آئی جی وجے چندر بھی موجود تھا جو بدر اقبال کے کہنے کے مطابق ایک گھنٹا پیشتر ہی روپ نگر پہنچا تھا۔

میں نے فوری طور پر اپنا استعفیٰ تحریر کیا' لباس تبدیل کیا اور کالکا کی مورتی پر ایک نظر ڈالتے ہوئے لالہ بنارسی کی حویلی کے اس بڑے ہال میں پہنچ گیا جہاں سب لوگ جمع تھے۔ میری وہاں اچانک آمد چونکہ ان کی توقع کے خلاف تھی اس لیے ایک ثانیے کو سب ششدر رہ گئے پھر لالہ بنارسی ہی نے گفتگو کی ابتدا کی۔

"پدھاریے شہباز جی' بڑی لمبی عمر ہے آپ کی' ابھی ہم آپ ہی کو یاد کر رہے تھے۔"

"مجھے یاد کرنے کی کوئی خاص وجہ بھی ضرور ہوگی۔" میں نے ایک خالی کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا' میں محسوس کر رہا تھا وجے چندر اور راکیش ورما کے علاوہ وہاں موجود باقی افراد بھی مجھے بڑی کینہ توز نظروں سے گھور رہے تھے۔

"آپ قسمت کی دھنی ہیں جو سپاہی رام پرشاد نے اپنے جرم کا اقبال کرلیا۔"

"ورنہ ...." میں نے جان بوجھ کر خشک لہجے میں سوال کیا۔

"پولیس لاک اپ میں کسی بھی قیدی کی ہلاکت کی تمام تر ذمے داری آپ پر عائد ہوتی ہے۔" راکیش ورما نے خالص افسرانہ شان سے کہا۔ "اگر رام پرشاد اپنے جرم کا........"

"اقرار نہ کرتا تو روپ نگر کے تمام بڑے ایک جھنڈے تلے اکٹھا ہو کر میرے خلاف جلوس نکالتے اور ہنگامہ آرائی کرتے۔" میں نے بھی دبنگ لہجے میں جملہ مکمل کرتے ہوئے کہا پھر زہر خند لہجے میں بولا۔ "اور اس ہنگامہ آرائی کی ذمے داری بھی میرے سر تھوپ دی جاتی۔"

"مسٹر شہباز........" آئی' جی نے میرے لہجے کی تلخی کو محسوس کرتے ہوئے سپاٹ آواز میں کہا۔ "آپ کو یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ آپ ایک ذمے دار آفیسر ہیں۔"

"کیا مجھ سے کوئی بھول ہوگئی ہے سر۔" میں نے براہ راست آئی جی سے دریافت کیا۔

"نہیں .... لیکن اس کے باوجود آپ کو بات چیت کرتے وقت دوسروں کی پوزیشن کا خیال رکھنا چاہیے۔"

"ہم سرکار کو پورا پورا محصول' چنگی' ٹیکس اور لگان ادا کرتے ہیں۔" ایک مقامی زمیندار نے آنکھیں لال پیلی کرتے ہوئے کہا۔ "ہمارا شمار للو پنجو لوگوں میں نہیں کیا جا سکتا۔"

"آپ اس ریاست میں ہماری خدمت کرنے کے لیے تعینات کیے گئے ہیں۔" دوسرے نے تیزی سے کہا۔ "ہم پر حکم چلانے کے لیے نہیں۔"

ان کی تعداد زیادہ تھی اس لیے جو کچھ ان کے منہ میں آیا کہتے چلے گئے' وہ متعصب لوگ تھے اس لیے اپنے اپنے دل کی بھڑاس نکال رہے تھے' رام پرشاد کے اقراری بیان نے ان کے تمام منصوبے خاک میں ملا دیے تھے' ان کی حسرت چونکہ دل میں ہی رہ گئی تھی اس لیے وہ زبان سے کام لے رہے تھے لیکن میں نے ان کے جواب میں ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ خاموش بیٹھا ان کی بکواس اور لن ترانیاں سنتا رہا پھر وہ خاموش ہوئے تو میں نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"مجھے روپ نگر میں اپنے عہدے کا چارج لیے ابھی بہت زیادہ دن نہیں ہوئے لیکن میں محسوس کر رہا ہوں کہ آپ لوگ یہاں میری تعیناتی سے خوش نہیں ہیں۔ ناخوش ہونے کی کیا وجہ ہے مجھے اس کا بھی کوئی علم نہیں اونکار ناتھ کی موت نے ان حضرات کو قسمت سے میرے خلاف ہنگامہ آرائی کا ایک موقع عطا کیا تھا لیکن رام پرشاد کے اقرار جرم کر لینے کے بعد ان لوگوں کو اپنی من مانی کرنے کا موقع نہیں ملا۔"

"مسٹر شہباز۔" ایک مقامی ہندو زمیندار نے پہلو بدل کر کہا۔ "آپ ہمارے خلاف الزام تراشی کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔"

"میں یہ بھی محسوس کر رہا ہوں کہ آپ اپنی حد سے تجاوز کر رہے ہیں۔" راکیش ورما نے حقارت سے کہا۔

"میں' آپ کی رائے سے اتفاق نہیں کر سکتا۔" میں نے راکیش ورما کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔ "میں کوئی سفارشی ٹٹو نہیں ہوں جو اپنے اختیارات سے پوری طرح باخبر نہیں ہوتا' میں نے یہ مقام مقابلے کا امتحان پاس کر کے حاصل کیا ہے اس لیے مجھے اس بات کا اچھی طرح علم ہے کہ میرے دائرۂ اختیار میں کیا کچھ آتا ہے۔ میں اپنی حدود سے بھی بخوبی واقف ہوں اس لیے جو کچھ میں نے کہا ہے مجھے اس پر کوئی شرمندگی نہیں۔"

"مسٹر شہباز۔" اس بار آئی' جی' وجے چندر نے مجھے سنجیدگی سے مخاطب کیا۔ "کیا آپ کو اس بات کا بھی کوئی احساس نہیں ہے کہ اس وقت میں بھی یہاں موجود ہوں۔"

"مجھے اس بات کا احساس ہے سر........ اسی لیے میں آپ کے نالج میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ روپ نگر کے بڑے یہاں میری پوسٹنگ سے خوش نہیں ہیں ...... شاید اس لیے کہ میں آنکھ بند کر کے کاغذات پر دستخط کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ اس لیے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ میرا تبادلہ فوری طور پر کہیں اور کر دیا جائے۔"

"کسی ایسی جگہ جہاں آپ کو من مانی کرنے کی کھلی چھٹی مل جائے۔" کیلاش نامی ایک زمیندار نے مجھ پر طنز کیا تو میں چپ نہ رہ سکا۔ میں نے اسے حقارت سے گھورتے ہوئے کہا۔

"مسٹر کیلاش .... تم نے بغیر کسی ثبوت کے ایک سرکاری آفیسر پر الزام لگانے کی کوشش کی ہے' میں اگر چاہوں تو تمہیں حراست میں لے کر تمہارے خلاف ہتک عزت کا دعویٰ بھی کر سکتا ہوں لیکن میں ایسا نہیں کروں گا اس لیے کہ تم جیسے لوگوں کے منہ لگنا میں اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہوں۔"

جواب میں کیلاش اٹھ کر کھڑا ہوگیا' اس کے تیور حد درجہ خطرناک نظر آ رہے تھے وہ مجھے کوئی سخت جواب دینے کے بارے میں الفاظ کا انتخاب کر رہا تھا کہ میں نے اس کے چہرے پر ایک سایہ لہراتے دیکھا پھر دوسرے ہی لمحے وہ ہاتھ جوڑ کر بولا۔

"مجھے شما کر دو .... میں بنتی کرتا ہوں .... مجھے شما کر دو۔"

کمرے میں موجود تمام افراد کیلاش کو پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

"بیٹھ جاؤ مسٹر کیلاش ......" میں نے بڑی دریا دلی سے کہا۔ "میں تمہاری گستاخی کو معاف کرتا ہوں۔"

ایک لمحے تک کمرے میں مکمل سکوت طاری رہا' کیلاش کے چہرے پر سائے کو لہراتے دیکھ کر ہی میں سمجھ گیا تھا کہ کالکا رانی کی مہان شکتی حرکت میں آچکی ہے۔

"مسٹر شہباز۔" آئی' جی کی آواز سکون کا سینہ چیرتی ہوئی ابھری۔ "آپ کی خواہش ہے کہ آپ کا تبادلہ فوری طور پر روپ نگر سے کہیں اور کر دیا جائے۔"

"جی ہاں......"

"اور اگر میں آپ کی درخواست منظور کرنے سے انکار کردوں تو؟"

"ایسی صورت میں مجھے مجبوراً آپ کی خدمت میں اپنا استعفیٰ پیش کرنا ہوگا۔" میں نے بے فکری سے کہا اور جیب میں رکھا ہوا استعفیٰ نکال کر سامنے میز پر ڈال دیا۔

"استعفیٰ کی منظوری میں دفتری کارروائی ضروری ہے اور اس میں کچھ وقت بھی لگ سکتا تھا۔" آئی' جی نے مجھے ذہنی طور پر پریشان کرنے کی خاطر کہا۔

"دفتری کارروائی تو ہوتی ہی رہتی ہے سر لیکن میں چار روز بعد اپنا چارج چھوڑ دوں گا۔"

"یہ آپ کا ذاتی فیصلہ ہوگا...... سرکار کا نہیں۔" وجے چندر نے رعونت کا مظاہرہ کیا۔

"لیکن مجھے اس بات کا یقین ہے کہ آپ آج اور ابھی میرے استعفیٰ پر اپنے آرڈر صادر فرما دیں گے۔" میں نے دل ہی دل میں کالکا کو یاد کرتے ہوئے کہا۔ "اور آپ کا فیصلہ میرے حق میں ہوگا۔"

"ملازمت چھوڑنے کے بعد آپ کیا کریں گے؟" راکیش ورما نے پوچھا۔

"مکھیاں ماروں گا۔" میں نے حقارت سے جواب دیا۔

راکیش ورما اپنی جگہ تلملا کر رہ گیا پھر اس نے آئی' جی سے کہا۔

"ابھی عدالت میں کچھ ایسے کیس پڑے ہیں جس میں مسٹر شہباز کی موجودگی ضروری ہوگی۔"

"مثلاً.....؟" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"ایک کیس تو حشمت خان کا ہے۔" راکیش ورما نے خباثت کا مظاہرہ کیا۔ "رام پرشاد کے اقرار کر لینے کے بعد نائب تحصیل دار کے قتل کا مسئلہ تو حل ہوگیا لیکن یہ طے ہونا ابھی باقی ہے کہ حشمت خان کو کس نے مارا تھا۔"

"اس قتل کا اقرار رامو سپیرا پہلی ہی پیشی پر کر لے گا۔" میں نے بڑے وثوق سے کہا۔ "تین روز بعد اس کیس کی پیشی ہے اور رامو کے اقرار جرم کر لینے کے فوراً بعد میں ملازمت سے سبکدوش ہو جاؤں گا۔"

"مسٹر شہباز......" راکیش ورما نے چبھتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔ "کل کیا ہوگا یہ آپ وقت سے پہلے کس طرح کہہ سکتے ہیں۔"

"کسی زمانے میں مجھے پامسٹری کا شوق بھی رہ چکا ہے۔" میں نے راکیش ورما کا مضحکہ اڑاتے ہوئے نہایت سنجیدگی سے کہا۔ "رامو سپیرے کا ہاتھ دیکھنے کے بعد مجھے یہی اندازہ ہوا ہے وہ سچائی کے آگے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جائے گا۔"

آئی' جی' وجے چندر میرا استعفیٰ ہاتھ میں لیے کسی گہری سوچ میں غرق تھا' انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ کسی ذہنی کشمکش میں مبتلا ہو' کچھ دیر تک وہ اسی حالت سے دوچار رہا پھر اس نے جیب سے قلم نکالا اور میرا استعفیٰ منظور کرتے ہوئے بولا۔

"میں نے آپ کا استعفیٰ تین روز بعد کی تاریخ سے منظور کر لیا ہے' رامو سپیرے کی پیشی بھگتانے کے بعد آپ انسپکٹر بدر اقبال کو چارج دے کر جا سکتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس عرصے میں آپ کی جگہ کسی اور کی پوسٹنگ عمل میں آجائے۔"

"شکریہ سر۔" میں نے سنجیدگی سے کہا' مجھے یقین تھا کہ وجے چندر نے وہ استعفیٰ اپنی مرضی سے نہیں بلکہ کالکا رانی کی پراسرار شکتی کے زیر اثر منظور کیا ہے۔ کمرے میں جتنے لوگ موجود تھے وہ آئی' جی کے فیصلے سے خوش نہیں نظر آ رہے تھے' شاید انہیں اس بات کا دکھ تھا کہ ان کا شکار زخمی ہوئے بغیر ان کے جال سے بچ نکلا تھا۔

استعفیٰ کی منظوری کے بعد میں نے وہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا خاموشی سے اٹھا اور صرف آئی' جی کو سلام کرنے کے بعد حویلی سے باہر گیا' پھر وہی ہوا جو میری زبان سے نکلا تھا۔ تین روز بعد حشمت خان کا کیس عدالت میں پیش ہوا رامو نے بڑی دیدہ دلیری سے اس بات کا اقرار کر لیا کہ اس نے ذاتی رنجش کی بنا پر حشمت خان کو اپنے راستے سے ہٹانے کی خاطر کوڑیالے سانپ سے ڈسوا دیا تھا اور پولیس کو الجھن میں ڈالنے کی خاطر ربر کا سانپ لاش کے قریب چھوڑ گیا تھا۔ جس وقت رامو سپیرا اپنا

بیان دے رہا تھا اس وقت میں نے اس بات کو خاص طور پر محسوس کیا تھا کہ الفاظ غیر اختیاری طور پر اس کی زبان سے ادا ہو رہے تھے شاید کاکا کی ماورائی طاقت نے اس کے دل و دماغ پر اپنا تسلط جما رکھا تھا۔

حشمت خان کا کیس ختم ہوا تو میں نے چیمبر میں جا کر راکیش ورما کو چھیڑنے کی خاطر کہا۔ "میرا خیال ہے کہ اب آپ کو اس بات کا وشواس ہو گیا ہو گا کہ میں نے پامسٹری والی بات غلط نہیں کہی تھی۔"

راکیش ورما نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بڑی متعقب نظروں سے مجھے گھورا پھر میز پر پڑی فائلوں کو الٹنے پلٹنے لگا، میں وہاں رکا نہیں اور واپس گھر آگیا۔

وہ روپ نگر میں میری آخری رات تھی۔ دوسری صبح مجھے وہاں سے روانہ ہو جانا تھا، احمد علی نے میرے تمام ساز و سامان کو پیک کر رکھا تھا، میں اس بات پر بہت خوش تھا کہ روپ نگر سے میری گلو خلاصی ہو گئی تھی، اس رات میں سونے کی تیاری کر رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی، میں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا تو دوسری جانب سے شنکر کی منمناتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"کل بھور سمے تم روپ نگر سے جا رہے ہو پرنتو شنکر کی ایک بات کو ہمیشہ دھیان میں رکھنا۔ کاکا کی مہان مورتی تمہارے پاس میری امانت ہے۔ میں بہت جلد وہ مورتی تم سے واپس لے لوں گا۔"

"کیا تم کو یقین ہے کہ تم سیاہ بادلوں کے اس پار دیکھنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔ میری نظر کاکا کی مورتی پر جمی ہوئی تھی جو شوکیس میں رکھی ہوئی تھی۔

"تم اس چکر میں مت پڑو....." شنکر نے کہا۔ "جو منش اس مہان شکتی کا کھوج لگا سکتا ہے وہ ایک نہ ایک دن اسے حاصل کرنے میں بھی ضرور سپھل ہو گا۔"

"ایک بات پوچھوں شنکر۔"

"پوچھو۔"

"اگر سیاہ بادلوں کے اس پار دیکھنے سے پہلے تم نے کاکا کی مورتی کو ہاتھ لگایا تو کیا ہو گا؟"

"تم ابھی بالک ہو..... ان بکھیڑوں میں الجھنے کی کوشش مت کرنا۔"

شنکر سے گفتگو کا سلسلہ منقطع کرنے کے بعد میں سونے کے ارادے سے بستر پر لیٹ گیا۔ میری نگاہیں کاکا کی پراسرار مورتی پر جمی ہوئی تھیں۔ میں نے اسے خواب میں دیکھا تھا۔ اس کا حسن بے مثال تھا۔ میں نے ہر چند کہ شنکر سے اس بات کا وعدہ کر لیا تھا کہ وہ جب بھی چاہے اس مورتی کو واپس لے سکتا ہے لیکن میرے دل کے کسی اندرونی گوشے میں یہ تمنا مچل رہی تھی کہ کاش کاکا کی وہ مورتی کبھی میری ذات سے علیحدہ نہ ہو۔ وہ دھات کی بنی ہوئی ایک مورتی ہی تھی لیکن نہ جانے کیوں مجھے اس سے عشق ہو گیا تھا۔ میں اس سے ایک لمحہ کو بھی جدا نہیں ہونا چاہتا تھا۔

جب تک نیند کے خمار سے میرے بوجھل پپوٹے بند نہیں ہو گئے میں بڑی والہانہ نظروں سے کاکا کی مورتی کو دیکھتا رہا۔ یہ ایک دلنواز تصور تھا جو میرے احساسات کو گدگدا رہا تھا، پھر جب نیند کی وادیوں نے مجھے اپنی آغوش میں لیا تو کاکا نے ایک توبہ شکن انگڑائی لے کر ایک حسین پیکر کی صورت اختیار کر لی۔ اس کی مد بھری نظریں مجھے اپنے انگ انگ میں چبھتی محسوس ہو رہی تھیں، وہ میرے بہت قریب تھی اتنی قریب کہ میں اس کی گرم گرم سانسوں کا لمس اپنے گالوں پر محسوس کر رہا تھا۔ اس کے حسین اور گداز بدن کی خوشبو مجھ پر نشے کی کیفیت طاری کر رہی تھی۔ بہت دیر تک وہ ٹکٹکی باندھے مجھے گھورتی رہی پھر اس کے یاقوتی ہونٹوں میں جنبش ہوئی اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے بہت ساری داسیوں کی نرم و نازک انگلیوں نے مندر کی تمام گھنٹیوں کو ایک ساتھ چھیڑ دیا ہو۔

"شہباز..... کیا تم میری آواز سن رہے ہو؟"

"ہاں....." میں نے خوابیدہ لہجے میں جواب دیا۔ "میں تمہارے قرب سے بے خبر نہیں ہوں۔"

"کل ہم روپ نگر کی سرحدوں سے دور نکل جائیں گے۔" کاکا کے لہجے میں افسردگی چھلک اٹھی۔

"کیا تمہیں روپ نگر چھوڑنے کا دکھ ہو رہا ہے۔" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"تم ساتھ ہو تو پھر دکھ کس بات کا۔" اس نے بڑی اپنائیت کا اظہار کیا پھر آسمان کے دور پار خلاؤں میں گھورتے ہوئے بولی۔ "کیا تم وشواس کرو گے کہ تم نے مجھے جس دلدل سے نکالا ہے وہاں میں چالیس سال سے رہ رہی تھی۔"

"نہیں..... تم شاید میرے ساتھ چھیڑ کر رہی ہو۔"

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔" اس نے پھر میری سمت سحر انگیز نظروں سے دیکھا۔ "میرا من تمہاری اس دھرتی اور اس پر بسنے والوں سے اچاٹ ہو گیا تھا اس لیے میں نے خود کو پہاڑی گپھا میں چھپا لیا تھا۔ تم نہیں جان سکتے کہ میری شکتی کو پراپت کرنے کے کارن اب تک کتنے پنڈت پجاری، سنیاسی اور مہارشی اپنا جیون نشٹ کر چکے ہیں پرنتو میں ان سب کے جنتر منتر کا توڑ کرتی رہی۔ شنکر بھی میرے پیچھے سات آٹھ سال سے لگا ہوا ہے۔ اس نے مجھے حاصل کرنے کی خاطر نہ جانے کتنے پاپڑ بیلے ہیں۔ کیسی کیسی کٹھن تپسیا اور جاپ کیے ہیں۔ جنگل جنگل خاک چھانی ہے۔ مرگھٹ کی راکھ سے اشنان کرتا رہا ہے، شمشان گھاٹ پر منڈل کے اندر بیٹھا مہینوں میرے شبھ نام کی مالا جپتا رہا ہے۔ پرنتو مجھے اس پر بھی کوئی دیا نہیں آئی پھر ایک روز تمہارا سندر مکھڑا میرے سامنے آگیا..... وہ کاکا جسے پانے کے لیے بڑے بڑے مت اپنا جیون بلیدان کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں وہ تمہیں دیکھ کر اپنا تن من دھن سب کچھ ہار بیٹھی، پھر میں نے شنکر کے من میں تمہاری یادوں کے دیپ جلا دیے۔ میں نے اسے سپنے میں یہ کہا تھا کہ کیول تم ہی مجھے تلاش کر سکتے ہو اور اس روز سے شنکر نے تمہارا کھوج شروع کر دیا اور اب..... اب میں اپنے من کے ہاتھوں مجبور ہو کر تمہارے پاس آگئی۔ میں نے شنکر کی آنکھوں کے سامنے سیاہ بادلوں اور گھنگھور گھٹاؤں کی چادر تان دی ہے۔ جب تک میں نہ چاہوں گی وہ ان بادلوں کے دوسری طرف نہیں دیکھ سکے گا۔"

"کیا..... کیا شنکر کبھی بھی اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکے گا۔" میں نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

"تم کیا چاہتے ہو۔ کیا وہ مجھے حاصل کر لے؟"

"نہیں....." میں نے تیزی سے جواب دیا۔ "میں نے تمہیں پا لیا ہے تو اب کھونا نہیں چاہتا۔"

"مجھے تمہارے من کا حال معلوم ہے لیکن کل کیا ہونے والا ہے تم یہ نہیں جانتے۔ بھوش کے لکھے کو دیوی، دیوتاؤں اور پرماتما کے سوا کوئی اور نہیں جان سکتا۔"

"ہم..... میں سمجھا نہیں۔"

"من کے سمبندھ تن کے رشتوں سے زیادہ مضبوط ہوتے ہیں لیکن منش سندرتا کا پجاری ہوتا ہے اس لیے اس کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں..... اور" کاکا نے مجھے حسرت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "اور تم بھی کوئی دیوتا یا اوتار نہیں ہو..... منش ہمیشہ منش ہی رہتا ہے۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا۔"

"کل کیا ہو گا اور آنے والے برسوں میں کیا ہونے والا ہے یہ میں تمہیں نہیں بتا سکتی..... مہان نکھتوں پر بھی آکاش کی طرف سے پابندیاں لاگو ہوتی ہیں لیکن میں تمہیں ایک بات ضرور بتا سکتی ہوں۔"

"وہ کیا......"

"اگر تم کاکا کو سارا جیون اپنے قریب دیکھنا چاہتے ہو تو تمہیں ایک بلیدان دینا ہو گا۔"

"میں ہر قربانی دینے کو تیار ہوں......"

"سوچ لو...... میں ایسا نہ ہو کہ بعد میں تم بھی کسی عام منش کی طرح کسی ناری کی سندرتا میں گم ہو کر سب کچھ بھول جاؤ۔"

"مجھے بتاؤ..... کیا کرنا ہو گا مجھے۔"

"اگر تم کاکا سے من کا گٹھ جوڑ قائم رکھنا چاہتے ہو تو پھر تم تمہیں سارا جیون اکیلے گزارنا ہو گا۔" کاکا نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "تم کبھی کسی سے وواہ نہیں کرو گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری خاطر میں کبھی شادی نہیں کروں گا۔" میں نے جذباتی لہجے میں جواب دیا تو کاکا مسکرا دی۔

"وچن دینا آسان ہے پر اس کا نبھانا مشکل ہے..... پرنتو یاد رکھنا کہ جس روز تم نے کسی اور سندری کو من میں بسا لیا اس روز کاکا تم سے اپنے بندھن توڑ کر آزاد ہو جائے گی پھر تم مجھے کبھی نہ پا سکو گے۔" اس نے میرے بالوں میں اپنی نرم اور ملائم انگلیوں سے کنگھی کرتے ہوئے کہا۔ "کاکا کو تمہیں کھونے کا جتنا دکھ ہو گا تم اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے لیکن ایک بار بھاگ میں جو لکھ دیا جائے وہ ہر حال میں پورا ہوتا ہے۔"

"مجھے بتاؤ...... میری قسمت میں کیا لکھا ہے۔"

"تمہیں آرام کی ضرورت ہے..... اب سو جاؤ۔" کاکا کی مترنم آواز میرے کانوں میں گونجی تو اس کا حسین وجود میری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا لیکن میں اتنا ضرور محسوس کر رہا تھا کہ کوئی مجھے مدھر آواز میں لوری سنا رہا تھا۔ وہ آواز مجھے بہت دور سے آتی محسوس ہو رہی تھی اور میں اس آواز کے سحر میں ڈوبتا جا رہا تھا پھر مجھے کچھ یاد نہیں رہا!

☐

میں واپس گھر پہنچا تو میری والدہ کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا لیکن والد صاحب کو اس بات کا ملال ضرور تھا کہ میں نے جتنی تگ و دو اور محنت کے بعد مقابلے کا امتحان دے کر ملازمت حاصل کی تھی اسے اتنی جلدی چھوڑ دیا، ان کا خیال تھا کہ مجھے ملازمت چھوڑنے کے بجائے اپنا تبادلہ کسی اور جگہ کرا لینا چاہیے تھا۔ اپنے اس خیال کو ظاہر کرتے ہوئے انہوں نے بڑے خوبصورت الفاظ میں کہا تھا۔

"شہباز بیٹے...... ہر پتھر اپنی جگہ بھاری ہوتا ہے۔ اسے اس کے مقام سے ہٹا دیا جائے تو پھر اس کی قدر و منزلت باقی نہیں رہ جاتی۔"

"آپ کا کہنا بجا ہے لیکن روپ نگر میں مجھے جو حالات درپیش تھے......"

"اس کے بارے میں دھرم داس نے مجھے بتایا تھا۔" والد صاحب نے کہا۔ "بہرحال جو گزر گیا اسے بھول جاؤ پیچھے مڑ کر دیکھنے سے اب کوئی فائدہ بھی نہیں ہو گا لیکن آئندہ جو کچھ کرنا بہت سوچ سمجھ کرنا۔"

"اتنی جلدی کیا پڑی ہے۔" والدہ نے بڑی محبت سے کہا۔ "ابھی کچھ دن آرام کرو پھر کیا کرنا ہے یہ بعد میں سوچا جائے گا۔ تمہارے باپ کو تو بس ذرا ذرا سی بات پر جلال آ جاتا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں....." میں نے والدہ سے پوچھا۔ "بات کیا ہے......؟"

"تمہارے والد نے اپنے ایک پرانے دوست نرنجن لال کو کاروبار شروع کرنے کے لیے ایک معقول رقم دی تھی۔" والدہ

نے مجھے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "قسمت کی بات ہے کہ نرنجن لال اب کروڑپتی تاجروں میں شمار ہوتا ہے لیکن طبیعت کا اس قدر کنجوس ہے کہ اس نے ابھی تک تمہارے والد کی رقم واپس نہیں کی۔ ٹال مٹول کرتا رہتا ہے اور تمہارے والد......"

"ہاں میں غلط نہیں کہتا۔" والد صاحب نے جھلا کر جواب دیا۔ "اگر میں پولیس کی ملازمت سے ریٹائر نہ ہوگیا ہوتا تو نرنجن لال کے فرشتے بھی میری دہلیز پر ناک رگڑ کر میری رقم واپس کر دیتے۔"

"کتنی رقم کا معاملہ ہے؟" میں نے دبی زبان میں پوچھا۔

"شروع شروع میں تو اس نے تھوڑی بہت رقم واپس کر دی تھی لیکن اب بھی اس کی طرف پورے نوّے ہزار باقی ہیں۔" والدہ نے کہا۔

"افسوس تو اس بات کا ہے کہ میں نے دوستی کی وجہ سے اس سے کوئی قانونی دستاویز نہیں لکھوائی۔" والد صاحب نے تلملا کر کہا۔ "اگر میرے پاس رقم کی لین دین کا کوئی تحریری ثبوت ہوتا تو میں اس حرام کے تخم کو آج بھی ناکوں چنے چبوا سکتا تھا۔ نوّے ہزار کی رقم اتنی معمولی بھی نہیں کہ اسے آسانی سے فراموش کر دیا جائے...... بہرحال میرا نام بھی نادر خان ہے۔ میں نے پولیس کی ملازمت میں رہ کر صرف بھاڑ نہیں جھونکا۔ اگر میں نے اس مردود سے رقم نہ وصولی تو میرا بھی نام نہیں۔"

"لیکن آپ نے اس سے پہلے تو رقم کا کوئی ذکر نہیں کیا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں تو نرنجن انکل کو ہمیشہ آپ کا دوست سمجھتا رہا۔"

"آج بھی یہ بات زبان پر نہ آتی لیکن تمہاری ماں نے سب کچھ اگل دیا۔" والد صاحب کے چہرے پر شدید زلزلے کی کیفیت طاری تھی۔

"آپ فکر نہ کریں۔" میں نے والد صاحب کو تسلی دی۔ "رقم تو نرنجن انکل کو مع سود کے ادا کرنی پڑے گی۔"

"نہیں...." والد صاحب نے مجھے سمجھانے کی کوشش کی۔ "کروڑپتی بن جانے کے بعد اس کی آنکھوں میں سؤر کا بال آگیا ہے۔ وہ اتنی شرافت سے رقم واپس نہیں کرے گا......"

"جہنم میں جھونکو اس رقم کو۔" والدہ بولیں۔ "خدا کا دیا ہمارے پاس سب کچھ موجود ہے۔"

"بات رقم کی نہیں اصول کی ہے۔" والد صاحب نے ہاتھ مسلتے ہوئے کہا۔ "میں نے پولیس کے محکمے میں رہ کر بھی کبھی بالائی آمدنی کا تصور نہیں کیا۔ وہ رقم میرے گاڑھے پسینے کی کمائی تھی جسے میں نے تھوڑا تھوڑا کر کے جوڑا تھا......اور...... کل تک وہ بدبخت میرے دروازے کے چکر لگاتا تھا مگر اب کام نکل جانے کے بعد اپنے دفتر میں ہوتے ہوئے بھی انکار کرا دیتا ہے۔"

کچھ دیر تک اسی رقم کی بات چیت ہوتی رہی پھر والد صاحب نے موضوع بدل دیا اور مجھ سے آئندہ کے بارے میں بات کرنے میں مصروف ہوگئے۔ میں نے بھی دیدہ و دانستہ اس معاملے میں کچھ نہیں کہا لیکن دوسری ہی صبح میں تیار ہو کر گھر سے نکلا اور نرنجن لال کے دفتر پہنچ گیا۔ اس کا دفتر واقعی دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا اور دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا، دفتر کی تین منزلہ عمارت قیمتی پتھروں سے مرصع کیا گیا تھا۔ نرنجن لال خود تیسری منزل پر بیٹھتا تھا جب کہ اس کا دوسرا عملہ نچلی منزلوں پر اپنے اپنے کاموں میں مصروف رہتا تھا۔

مجھے تھوڑی بہت دشواری ضرور پیش آئی لیکن میں تیسری منزل کے اس کمرے تک پہنچ گیا جہاں نرنجن لال کی پرائیویٹ سکریٹری شمتل موجود تھی۔ وہ اتنی زیادہ حسین نہیں تھی جتنا اس نے میک اپ کے کمال سے خود کو ظاہر کر رکھا تھا۔

"کیسی ہے......" میرے کانوں میں کالکا کی آواز ابھری۔ مجھے احساس ہوا کہ وہ بھی میرے ساتھ ساتھ تھی۔ شاید اس ماورائی قوت کا کرشمہ تھا جو میں تیسری منزل تک پہنچ گیا تھا ورنہ بغیر اپوائنٹمنٹ کے کسی کو بھی نرنجن لال سے ملنے کی اجازت نہیں تھی۔

"غازے اور لپ اسٹک کی چمک دمک نے اسے جاذب نظر بنا دیا ہے ورنہ اس کی اوقات شاید دو کوڑی کی بھی نہ ہو۔"

"کالکا کو خوش کرنے کے لیے کہہ رہے ہو یا......"

"تمہاری شکتی اپرم پار ہے۔ مجھے شنکر نے یہی بتایا تھا کہ تم سمندر کی اتھاہ گہرائیوں میں بھی جھانک کر دیکھ سکتی ہو۔" میں نے عالم تصور میں اسے جواب دیا۔ "تم چاہو تو میرے دل میں بھی جھانک کر دیکھ سکتی ہو۔"

"مجھے معلوم ہے کہ تمہارے من میں کیا ہے...... صرف تمہارے منہ سے جواب سننا چاہتی تھی۔"

میں کالکا کی بات پر مسکراتا ہوا شمتل کے کمرے میں داخل ہوگیا۔ اس کے دروازے پر کھڑے ہوئے ملازم نے یا تو مجھے جان بوجھ کر نظرانداز کر دیا تھا یا پھر کالکا کی پراسرار قوت نے اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی۔ قدموں کی چاپ سن کر شمتل نے نظریں اٹھا کر میری سمت دیکھا پھر بڑے مہذب لہجے میں بولی۔

"فرمائیے...... میں آپ کی کیا سیوا کر سکتی ہوں؟"

"مجھے نرنجن لال جی سے ملاقات کرنی ہے۔" میں نے بےپروائی سے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"آپ کا شبھ نام؟" اس نے کاروباری انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"خاکسار کو شہباز کہتے ہیں۔"

جواب میں شمتل نے ایک خوبصورت سی ڈائری اٹھا کر دیکھا پھر مجھے حیرت سے گھورتی ہوئی بولی۔

"کیا آپ کا کوئی اپوائنٹمنٹ تھا؟"

"نہیں......" میں نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔

"آئی ایم سوری۔" شمتل کے چہرے کی مسکراہٹ یکلخت غائب ہوگئی۔ اس نے سرد مہری سے کہا۔ "بغیر اپوائنٹمنٹ کے آپ مسٹر نرنجن لال سے ملاقات نہیں کر سکتے۔"

"مس شمتل۔" میں نے اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "کیا آپ نے کبھی بغیر میک اپ کے بھی اپنے چہرے کی جغرافیائی حالت پر غور کیا ہے۔"

"کیا مطلب؟" اس کا چہرہ غصہ سے تمتما اٹھا۔

"مطلب یہ کہ میں یہاں تک واپس جانے کے ارادے سے نہیں آیا ہوں اور تمہیں مسٹر نرنجن لال کو یہ بتانا ہوگا کہ میں ان سے آج اسی وقت اور بغیر کسی اپوائنٹمنٹ کے ملنا چاہتا ہوں۔"

"مسٹر نرنجن لال بڑے اصول پرست آدمی ہیں۔" شمتل نے میرے لہجے کی سختی کو محسوس کرتے ہوئے مفاہمت کی راہ اختیار کی۔ "ان کا حکم ہے کہ بلاوجہ انہیں ڈسٹرب نہ کیا جائے۔"

"کیا یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے؟"

"آپ سمجھنے کی کوشش کریں جناب۔" وہ کرسی پر کسمسا کر بڑی عاجزی سے بولی۔ "یہ میری ملازمت کا مسئلہ ہے۔"

"فکر مت کرو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ نرنجن لال تمہیں تمہاری ملازمت سے برطرف نہیں کرے گا۔"

"لیکن آپ جو کچھ چاہتے ہیں وہ میں نہیں کر سکتی۔"

"میرے لیے کیا حکم ہے؟" کالکا کی آواز میرے کانوں میں سرگوشی بن کر ابھری۔ "کہو تو اس سندری کو کھڑکی سے باہر چھلانگ لگانے پر مجبور کر دوں۔"

"نہیں......" میں نے دل ہی دل میں جواب دیا۔ "میں کسی بےگناہ کے خون سے بلاوجہ اپنے ہاتھ رنگنا نہیں چاہتا۔"

"ٹھیک ہے...... پھر میں اسے مجبور کرتی ہوں کہ یہ تمہارا پیغام نرنجن تک پہنچا دے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میری نظریں بدستور شمتل کے چہرے پر مرکوز تھیں جو اپنی کرسی پر بیٹھی الجھ رہی تھی لیکن پھر اچانک اس کے چہرے کا کھنچاؤ کم ہوگیا۔ غالباً کالکا کی پراسرار قوت نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔

"آپ نے کیا نام بتایا تھا؟" شمتل نے بڑے نرم لہجے میں سوال کیا۔

"شہباز خان۔"

جواب میں اس نے سر کو خفیف سی جنبش دی پھر نہایت شرافت سے میری آمد کے بارے میں نرنجن لال کو مطلع کر دیا اس کے بعد ریسیور رکھتے ہوئے بولی۔

"آپ اندر جا سکتے ہیں سر۔ باہر نکل کر بائیں ہاتھ کا آخری کمرا نرنجن لال جی کا ہے۔"

میں اٹھ کر باہر راہداری میں آگیا تو کالکا نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

"تمہارے کہنے کے انوسار میں نے ایسا کام کیا ہے کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ میرا مطلب ہے کہ نرنجن تم سے ملنے پر بھی آمادہ ہوگیا ہے اور سندری کی نوکری پر کوئی بات بھی نہیں آئے گی۔"

"مجھے یقین ہے کہ تمہارے ہوتے ہوئے مجھے کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔"

"ایک بات بتاؤ...... تم نرنجن سے صرف نوّے ہزار کی رقم وصول کرنا چاہتے ہو یا اسے کوئی سزا بھی دینے کا ارادہ ہے؟"

"مجھے تیسری منزل تک آتے ہوئے بےشمار لوگ دیکھ چکے ہیں اور خاص طور سے شمتل مجھے نہیں بھول سکتی۔" میں نے کہا۔ "بات اگر بگڑ گئی تو میں بھی کسی مصیبت میں پھنس سکتا ہوں۔"

"جب تک کالکا تمہارے ساتھ ہے تمہیں کسی بات کی چنتا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اپنی شکتی سے ان تمام لوگوں کے ذہن سے تمہارے یہاں آنے کا دھیان اس طرح مٹا دوں گی کہ وہ سپنے میں بھی تمہاری شکل نہیں پہچان سکیں گے۔"

"رقم مجھے کیش کی صورت درکار ہوگی تاکہ اس کا کوئی ثبوت بھی نہ رہے کہ نرنجن لال نے آج کی تاریخ میں میرے یا والد صاحب کے نام پر کوئی چیک وغیرہ کاٹا تھا۔"

"جو تم چاہو گے وہی ہوگا۔" کالکا کی گنگناتی ہوئی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "تمہیں تمہارے پتا کی رقم مع بیاج کے ملے گی اور میں نرنجن لال کو بھی ایسی سزا دوں گی کہ وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے گا۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"کچھ سمجھنے کی کوشش مت کرو بس خاموشی سے تماشا دیکھتے رہو۔"

مجھے نرنجن لال کے کمرے میں داخل ہونے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ وہ ایک وسیع و عریض ائرکنڈیشنڈ ہال تھا جس کے ایک ایک گوشے کو نہایت اعلیٰ اور نایاب اشیا سے آراستہ کیا گیا تھا۔ پورے فرش پر نرم اور دبیز قالین اور قیمتی فرنیچر موجود تھا۔ نرنجن لال ایک بڑی گول میز کے پیچھے بیٹھا تھا جس پر رنگ برنگے کئی فون نظر آ رہے تھے۔ کالکا نے شاید تفریح لینے کی خاطر اس کے ذہن کو آزاد کر دیا تھا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ مجھے اپنے روبرو دیکھ کر اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا۔ میں نے اس کے چہرے کے تاثرات کو بڑی بےپروائی سے دیکھا پھر اس کی اجازت کی پروا کیے بغیر ایک آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تم......؟" نرنجن نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں کسی جنگلی درندے کی غراہٹ شامل تھی۔

"آپ نے شاید مجھے پہچانا نہیں انکل۔" میں نے سپاٹ آواز میں کہا۔ "میں نادر خان کا بیٹا شہباز خان ہوں۔"

"تمہیں اندر آنے کی اجازت کس نے دی؟" وہ دوبارہ گویا ہوا۔

"آپ کے اسٹاف نے۔"

"میں انہیں گولی مار دوں گا۔" اس نے غصے سے تلملا کر کہا پھر مجھے گھورتا ہوا بولا۔ "تم یہاں کس کارن آئے ہو؟"

"نوّے ہزار کی وہ رقم واپس لینے جو والد صاحب نے آپ کو ادھار دی تھی۔"

"کیا ثبوت ہے تمہارے پاس کہ تمہارے پتا نے مجھے رقم دی تھی؟" زنجن لال نے حقارت سے پوچھا۔

"رقم آپ کو آٹھ سال پہلے دی گئی تھی جسے آپ نے کاروبار میں لگایا اور لاکھوں کمائے۔ بہرحال نوّے ہزار کی رقم پر صرف دس فیصد سالانہ منافع لگایا جائے تو کل رقم میرے حساب کے مطابق ایک لاکھ باسٹھ ہزار بن جاتی ہے۔"

"تم یہاں سے اپنے پیروں پر چل کر جانا پسند کرو گے یا مجھے اپنے ملازموں کو بلانا ہو گا؟" زنجن لال نے غصے سے میز پر مکا مارتے ہوئے کرخت لہجے میں پوچھا۔

"میری درخواست ہے کہ آپ اگر چیک کے بجائے مطلوبہ رقم کیش کی صورت میں ادا کر دیں تو زیادہ مناسب ہو گا اور آپ بھی اپنے کھاتے میں حساب کتاب کی زحمت سے بچ جائیں گے۔" میں نے اس کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

"تم ...... تم شاید اپنے ہوش میں نہیں ہو۔" وہ منہ سے جھاگ اڑاتے ہوئے بولا۔

"اور میرا خیال ہے کہ تم میرا وقت ضائع کر رہے ہو۔" میں نے کالکا کو یاد کرتے ہوئے کہا۔ "سیدھی طرح شرافت سے اٹھو۔ تجوری کھول کر ایک لاکھ باسٹھ ہزار کی رقم نکالو اور بغیر کسی چوں وچرا کے میرے حوالے کر دو۔"

زنجن کی قوت برداشت جواب دے گئی تھی۔ جس انداز میں وہ مجھے انگریزی میں ایک بیہودہ گالی بکتا ہوا اٹھا تھا اس سے یہی اندازہ ہوا تھا کہ وہ مجھے گولی مارنے سے دریغ نہیں کرے گا لیکن شاید ٹھیک اسی وقت کالکا کی ماورائی قوتوں نے اس کے ذہن پر اپنا تسلط جما لیا۔ زنجن لال کے چہرے کے تاثرات یکلخت بدل گئے۔ اس نے کسی روبوٹ کے انداز میں دراز کھول کر ایک لمبی سی چابی نکالی۔ خاموشی سے چلتا ہوا تجوری کے قریب گیا پھر اس سے اس نے میری مطلوبہ رقم نکال کر نہایت شرافت سے ایک لفافے میں بند کر کے میرے سامنے رکھ دی اور چپ چاپ کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔

"انکل ......" میں نے اسے چھیڑنے کی خاطر کہا۔ "اب شاید آپ نے مجھے پہچان لیا ہو گا کہ میں کون ہوں؟"

"ہاں ...... آں ......" زنجن لال نے خوابیدہ لہجے میں جواب دیا۔

"شہباز ......" اسی لمحے کی کالکا کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "سے برباد مت کرو، رقم کا لفافہ اٹھاؤ اور جتنی جلدی ممکن ہو یہاں سے نکل جاؤ۔ میں نے تمہاری واپسی کے راستوں پر ایسے پردے ڈال دیے ہیں کہ کسی کو تمہارے جانے کی خبر نہیں ہو گی۔"

"لیکن شتل ......"

"بھول جاؤ اسے۔ میں نے اس کے ذہن کو بھی دھو صاف کر دیا ہے۔" کالکا نے کہا۔ "کوئی بھی اس بات کی گواہی نہیں دے سکتا کہ تم اس عمارت میں داخل بھی ہوئے تھے۔"

"تم نے زنجن لال کو سزا دینے کے بارے میں کیا سوچا ہے۔" میں نے لفافہ اٹھا کر جیب میں رکھتے ہوئے سوال کیا۔

میں اپنی کرسی سے اٹھا ہی تھا کہ زنجن لال کے شاندار آفس کا دروازہ ایک جھٹکے کے ساتھ کھلا اور اس کے ساتھ ہی آنکھیں بھی کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

ایک ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس اور انسپکٹر کے علاوہ چھ سپاہی رائفل تانے دندناتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔

"ہینڈز اپ۔" ڈی ایس پی کی کرخت آواز بازگشت بن کر گونجی۔ "اپنی جگہ سے ہلنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ میں فائر کرنے سے بھی دریغ نہیں کروں گا۔"

زنجن لال بوکھلائے انداز میں اٹھا پھر اس کے دونوں ہاتھ مشینی انداز میں فضا میں بلند ہوتے چلے گئے۔ شاید کالکا نے اسی وجہ سے مجھے وہاں سے جلد از جلد نکل جانے کو کہا تھا لیکن وقت میرے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔

ڈی ایس پی اور اس کے کارندوں کے تیور بے حد خطرناک نظر آرہے تھے اس لیے غیر اختیاری طور پر میرے ہاتھ فضا میں بلند ہوتے چلے گئے۔ اس کے سوا میرے پاس کوئی راستہ بھی نہیں تھا۔

حالات نے یک لخت ہی ایسی صورت اختیار کی تھی زنجن لال کے ساتھ میں بھی پھنس گیا تھا۔ کالکا کی پراسرار قوتوں نے شاید آنے والے خطرے کو بھانپ لیا تھا اسی لیے اس نے مجھے وہاں سے جلد از جلد نکل جانے کو کہا تھا لیکن مجھے دیر ہو گئی تھی اور اب پولیس کی مسلح نفری کو ڈاج دینا میرے اختیار میں نہیں تھی۔

ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کے تیور بہت خطرناک نظر آرہے تھے۔ عدد آتشی اسلحے ہماری جانب اٹھے ہوئے تھے۔ ہماری ایک سی لغزش بھی ہمیں گولیوں سے چھلنی بنا دینے کے لیے کافی تھی۔ میں نے زنجن لال کی جانب دیکھا۔ وہ بھی اس اچانک افتاد سے بوکھلا گیا تھا لیکن اب وہ آہستہ آہستہ نارمل ہو رہا تھا۔

برتری اور کروڑپتی ہونے کا احساس ہوا تو اس نے ریوالور اور رائفلوں کی پروا کیے بغیر اپنے ہاتھ نیچے گرا لیے۔ اس کے چہرے پر جھنجھلاہٹ کی کیفیت پیدا ہو رہی تھی۔ شاید اسے پولیس پارٹی کا اس طرح بغیر اجازت لیے اندر داخل ہونا اچھا نہیں لگا تھا۔ وہ ایک کامیاب تاجر تھا۔ اس کی رسائی آئی جی اور منسٹروں تک تھی۔ دن پارٹیوں میں وہ ملک کے سربر آوردہ لوگوں سے ملتا جلتا تھا۔ اس کی پی آر (Public Relationing) ہی کی وجہ سے بڑے بڑے آفیسر اس کی آنکھوں میں آنکھ ڈال کر بات کرنے سے کتراتے تھے۔ اس کی ساکھ بہت مضبوط تھی لیکن اس وقت حالات نے اسے گڑبڑا دیا تھا۔ یہ کوئی انوکھی بات نہیں تھی اکثر وہ شکاری جو صرف آدم خور درندوں کو شکار کرنے کے عادی ہوتے ہیں وہ نفسیاتی دباؤ کا شکار ہو کر ایک حقیر چوہے سے خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔

زنجن لال کو بہت جلد اپنی حیثیت کا احساس ہو گیا۔ وہ ایک منٹ پہلے مجرموں کی طرح دونوں ہاتھ فضا میں بلند کیے مضحکہ خیز دکھائی دے رہا تھا لیکن اب اس کے چہرے کے تاثرات بڑی تیزی سے تبدیل ہو رہے تھے۔ وہ بڑی حقارت بھری نظروں سے پولیس پارٹی اور اس کے سربراہ کو گھور رہا تھا۔

"تم ......" اچانک سکوت کا سینہ چیرتی ہوئی اس کی دار آواز کمرے میں گونجی۔ وہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ سے مخاطب تھا۔ "تمہیں اس انداز میں بغیر اجازت کے میرے آفس میں داخل ہونے کی جرأت کیسے ہوئی؟"

"میرا نام سراج ہے ...... سراج احمد۔" ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ مرعوب ہوئے بغیر کہا۔ "وہ لوگ جو جرائم کی دنیا سے تعلق رکھتے ہیں اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ سراج احمد بک جانے والے آفیسروں میں سے نہیں ہے۔ قانون کی پیروی کرنا اور جرائم پیشہ افراد کی بیخ کنی میرے فرائض منصبی میں داخل ہے اور کسی مجرم پر ہاتھ ڈالتے ہوئے میں نے کبھی اس بات پر غور نہیں کیا کہ وہ کتنا صاحب حیثیت اور کتنا قد آور ہے۔ مجرم ہر حال میں مجرم ہی کہلاتا ہے۔"

"جانتے ہو تم اس وقت کس سے بات کر رہے ہو۔" زنجن لال نے اسے حقارت سے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"اپنے شہر کے ایک کروڑپتی تاجر سے جس کی پرواز بہت ہے لیکن اس وقت وہ ایک مشتبہ شخص کی طرح میرے سامنے بے بس کھڑا ہے۔"

"تم اپنی اوقات بھول رہے ہو۔" زنجن لال کسی زخمی درندے کے مانند غرایا۔ "میری ایک فون کال ملازمت سے تمہاری برطرفی کا کارن بن سکتی ہے۔"

"تم نے آج تک کبھی اونچا ہاتھ مارنے کی کوشش نہیں کی۔" سراج احمد نے دبنگ لہجے میں جواب دیا۔ "تم اگر کسی کو فون کرنا چاہتے ہو تو اپنے دل کی یہ حسرت بھی پوری کر لو ...... لیکن ہیروئن کی اس بھاری مقدار کے بارے میں کیا جواب دو گے جو تمہارے بزنس مینیجر مسٹر شکلا کے کمرے سے برآمد ہوئی ہے۔ تمہاری اطلاع کے لیے یہ بھی بتا دوں کہ شکلا تحریری طور پر اپنے جرم کا اقرار کر چکا ہے۔"

"کیا اس نے میرا نام بھی لیا ہے۔" زنجن لال کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ مجھے یہ اندازہ لگانے میں غلطی نہیں ہوئی کہ زنجن لال وہ خبر سن کر چونکا ضرور تھا لیکن اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ ہیروئن کے کاروبار میں براہ راست ملوث نہیں ہے۔

"نہیں ......" ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ نے بڑی صاف گوئی سے جواب دیا۔ "شکلا نے تمہارا نام نہیں لیا لیکن میں نے اس سلسلے میں تمہارا بیان اس لیے لینا ضروری سمجھا ہے کہ ہیروئن تمہارے آفس کے ایک کارندے کے پاس سے برآمد ہوئی ہے۔"

"میرا اس ناجائز اور بیہودہ کاروبار سے کوئی تعلق نہیں ہے۔" زنجن لال تیوری پر بل ڈال کر بولا۔ "تم چاہو تو شکلا کو اریسٹ کر کے لے جا سکتے ہو، اصلیت کیا ہے اس کا جواب میرا وکیل عدالت میں دے گا۔"

"لیکن اس کے باوجود مجھے تمہارا بیان لینا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ شبہے کے طور پر تمہارے اس خوبصورت آفس کے فرنیچر اور الماریوں کو بھی تھوڑا بہت ڈسٹرب کرنا پڑے گا۔"

"سوچ لو ...... تمہارا یہ قدم تمہارے بھوش کو تباہ بھی کر سکتا ہے۔"

"مجھے معلوم ہے کہ انسان جب جان بوجھ کر سانپ کے بل میں ہاتھ ڈالتا ہے تو اسے ڈس لیے جانے کا خطرہ بھی لاحق ہوتا ہے۔" سراج احمد نے بے پروائی سے جواب دیا پھر بولا۔ "ایک بات کا اندازہ شاید تمہیں بھی ہو گا زنجن لال جی ...... شیشے میں ایک بار بال آجائے تو پھر ہمیشہ اپنا نشان قائم رکھتا ہے۔ دانشمندی اسی میں ہے کہ تم میرے ساتھ تعاون کرو ورنہ کل صبح کو شائع ہونے والے اخبارات تمہاری بنی بنائی ساکھ کی دھجیاں اڑا دیں گے۔"

"تم ...... تم وشواس کرو۔" زنجن لال اخبار کا حوالہ سنتے ہی جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ "میرا اس ہیروئن سے کوئی تعلق نہیں جو تم نے شکلا کے دفتر سے برآمد کی ہے۔"

"گڈ ...... مجھے یقین تھا کہ تم قانون کی راہ میں روڑے اٹکانے کی کوشش نہیں کرو گے۔" پھر سراج اور اس کے آدمیوں نے زنجن لال کا پورا آفس کھنگال ڈالا لیکن وہاں سے کوئی قابل گرفت شے برآمد نہیں ہوئی پھر جب زنجن لال سراج کو اپنا بیان لکھوا رہا تھا کالکا کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"کیا مرضی ہے تمہاری ...... زنجن لال کو الجھا دوں یا شما کر

دوں۔"

"میرا خیال ہے کہ بات اگر صرف شکلا کی ذات تک محدود رہے تو کافی ہے۔ دوسری صورت میں نرنجن لال کی بنی بنائی عزت خاک میں مل جائے گی۔"

"میرا من گواہی دے رہا تھا کہ تمہارا جواب یہی ہو گا۔" کالکا نے کہا پھر تیزی سے بولی۔ "میں نے تمہارے اور دوسروں کے بیچ جو پردے تانے تھے وہ ابھی تک برقرار ہیں لیکن تم اب یہاں سے جتنی جلدی نکل جاؤ اتنا ہی اچھا ہو گا۔" کالکا نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم سراج کو نہیں جانتے لیکن کالکا اس کے من کے اندر جھانک کر دیکھ چکی ہے۔ وہ ایک سچا اور ایماندار آفیسر ہے۔ مجھے اسے قابو کرنے میں بھی کچھ سے برباد کرنا ہو گا ورنہ تمہارے نرنجن انکل کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔"

"ہاں...... میں یہی چاہتا ہوں کہ بات زیادہ آگے نہ بڑھے تو اچھا ہے۔"

"نہیں بڑھے گی لیکن تم اب یہاں سے چلے جاؤ۔"

میں نے جواب میں نرنجن لال کی سمت دیکھا جو بدستور سراج احمد کو اپنا بیان لکھوانے میں مصروف تھا پھر تیزی سے پلٹا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا لفٹ کی طرف چل دیا۔

*

والد صاحب میز پر پڑی ایک لاکھ باسٹھ ہزار کی رقم کے بجائے میری طرف ایسی چبھتی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے جیسے میں وہ رقم کہیں سے چرا کر لایا ہوں۔ ابھی تک میرے اور ان کے درمیان کوئی گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ البتہ جس وقت میں نے نوٹ کی گڈیاں جیب سے نکال کر میز پر ڈالی تھیں اس وقت میری والدہ بھی چونکے بغیر نہیں رہ سکی تھیں۔ والد صاحب اس وقت حسب معمول لان میں بیٹھے اخبار کے مطالعے میں مصروف تھے اور والدہ ان کے لیے چائے بنا رہی تھیں۔ ناشتے کے بعد اخبار کے مطالعے کے دوران بھی ایک دو کپ چائے پینا ان کی پرانی عادت تھی۔

روپوں کی گڈی دیکھتے ہی انہوں نے اخبار ایک طرف رکھ دیا تھا اور مجھے وضاحت طلب نظروں سے گھورتے جا رہے تھے۔ انہوں نے زبان سے کچھ نہیں کہا تھا لیکن ان کی نگاہیں ایک دیانتدار اور بااصول ریٹائرڈ ڈی آئی جی کی نگاہیں تھیں جن میں بے شمار سوالات نظر آ رہے تھے۔ ان نگاہوں میں حیرت بھی تھی اور بازپرس بھی۔

"ایک کپ چائے میں بھی پیوں گا۔" میں نے بے پروائی سے بید کی ایک خالی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ مجھے معلوم تھا کہ والد صاحب کے ذہن میں یہ بات کبھی نہ آئی ہو گی کہ وہ مع منافعے کے ان کی تقریباً ڈوبی ہوئی رقم تھی۔ نرنجن لال جو ان کے ان گنت تقاضوں کے باوجود روپے کی واپسی میں لیت ول برت رہا تھا اور دفتر میں ہوتے ہوئے بھی ملنے سے گریز کرتا وہ اس رقم کو مع منافعے کے بھی ادا کر سکتا تھا۔ یہ بات ان فرشتوں کے ذہن میں بھی نہیں آ سکتی تھی۔ شاید اسی لیے ان تجربہ کار نگاہیں میرے دل کا بھید جاننے کے لیے مضطرب آ رہی تھیں۔ ممکن ہے ان کے ذہن کے کسی گوشے میں خیال یہ بھی کلبلایا ہو کہ میں نے وہ رقم ملازمت کے دورا بالائی آمدنی کے طور پر جمع کی ہو بہرحال میں اس وقت ا کیفیت سے دل ہی دل میں محظوظ ہو رہا تھا۔

"یہ رقم کیسی ہے؟" پہلے ماں نے سوال کیا۔

"سب اصلی نوٹ ہیں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "پو ایک لاکھ اور باسٹھ ہزار۔"

"کہاں سے آئی یہ رقم؟" والد صاحب نے مدھم گر انداز میں دریافت کیا۔ اس مدھم آواز کے اندر بھی میں نے محنت کش اور ایماندار پولیس آفیسر کی گھن گرج محسوس کی

"میں لایا ہوں۔" میں نے مختصراً جواب دیا تو والد صا کے چہرے کے نقوش کچھ اور تیکھے ہو گئے۔ قدرے برہمی ا سے بولے۔

"میں نے پوچھا تھا کہ کہاں سے آئی ہے یہ رقم۔" ان لہجے میں شبہے کی ہلکی سی آمیزش بھی شامل تھی۔

"انکل نرنجن لال سے لایا ہوں۔" میں نے سپاٹ آوا جواب دیا۔ "نوے ہزار اصل اور بہتر ہزار دس پرسنٹ منافع میرے حساب سے آٹھ سال کے منافعے کو شامل کر رقم یہی بنتی ہے جو آپ کے سامنے موجود ہے۔"

"تم گئے تھے اس کے دفتر؟"

"جی ہاں۔"

"اور اس بدذات نے جو مجھے اصل دینے سے بھی کتر تمہیں منافعے سمیت رقم لوٹا دی۔" والد صاحب کی تیز بدستور میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔

"جی ہاں۔"

"تم سچ کہہ رہے ہو۔"

"جی ہاں۔"

"مجھے یقین نہیں آ رہا بہرحال میں اس سے یہ بات معلوم کروں گا کہ اس بے غیرت کی غیرت اچانک کس طرح اٹھی۔" والد صاحب نے نوٹوں کی گڈی کو گھورتے ہو اچانک مجھے کالکا کی بات یاد آ گئی۔ اس نے کہا تھا کہ میرے بچاؤ کی خاطر اس نے اپنی پراسرار قوت سے کہ سب کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی بلکہ ان کے ذہن طرح دھو ڈالے تھے کہ کسی کو میرے وہاں جانے کے با کوئی علم ہی نہیں تھا۔ ایسی صورت میں والد صاحب ا

لال کے درمیان ہونے والی گفتگو میرے لیے نقصان دہ بھی ہو سکتی تھی چنانچہ میں نے کچھ سوچتے ہوئے تیزی سے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ نرنجن لال کے خیال کو ذہن سے کھرچ ڈالیں تو زیادہ مناسب ہو گا۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ وہ آپ سے اب کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتا۔"

"تو میں اس حرامزادے سے کون سا تعلق رکھنا پسند کرتا ہوں۔" والد صاحب کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

"بات کو حالات کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کیجیے۔" نے بات بناتے ہوئے کہا۔ "آپ ایک تجربہ کار پولیس آفیسر رہ چکے ہیں اور آپ کے تجربوں کی روشنی میں میں نے بھی کچھ عرصہ پولیس کی ملازمت کی ہے۔ گھی جب سیدھی انگلیوں سے نہ نکلے تو انہیں کبھی کبھی ٹیڑھا بھی کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ مجھے بھی نرنجن لال کے ساتھ اسی پالیسی پر عمل کرنا پڑا تھا۔ اس نے میرے تاؤ دلانے پر رقم مع منافعے کے تجوری سے نکال کر میرے سامنے پھینک دی پھر بڑی فرعونیت سے بولا کہ آئندہ وہ ہم سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتا۔"

"جہنم میں گیا وہ اور بھاڑ میں گیا اس کا تعلق؟" والدہ نے چائے کا کپ بنا کر میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا پھر والد صاحب سے بولیں۔ "لعنت بھیجیے آپ بھی اس پر...... اچھا ہے خس کم جہاں پاک وہ ذات کا بنیا اور ہم پٹھان بھلا ہمیں اس کے ساتھ کون سی رشتے داری قائم کرنی ہے۔"

والد صاحب نے فوری طور پر کوئی جواب نہیں دیا وہ ایک تجربے کار پولیس آفیسر تھے شاید ابھی تک میرے بیان کی صحت پر غور کر رہے تھے۔ کبھی وہ نوٹوں کی گڈی کو دیکھنے لگتے اور کبھی میری جانب۔ "ڈوبی ہوئی رقم اور وہ بھی منافعے کے ساتھ" میرے خیال میں یہی ایک جملہ ان کے ذہن میں کھٹک رہا تھا۔

"کس سوچ میں گم ہو گئے۔" امی نے کہا۔ "چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے۔"

"آں...... ہاں۔" والد نے چونکتے ہوئے کہا پھر چائے کا کپ اٹھا کر ہونٹوں سے لگا لیا۔ ایک دو گھونٹ لینے کے بعد بولے۔ "تم نے آئندہ کے لیے کیا سوچا ہے؟ میرا مطلب ہے کوئی دوسری ملازمت کرنے کا ارادہ ہے یا......؟"

"فی الحال میں نے کوئی آخری فیصلہ نہیں کیا لیکن میرا خیال ہے کہ کوئی بزنس کروں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"اچھا خیال ہے۔ ملازمت پھر ملازمت ہوتی ہے اور تجارت میں انسان خود اپنی مرضی کا مالک ہوتا ہے۔"

"کاروبار کون سا کرو گے؟" والدہ نے دریافت کیا۔

"امپورٹ ایکسپورٹ کا۔" میں نے چائے کا آخری گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

"نہایت مناسب خیال ہے تمہارا لیکن اس کے لیے تمہیں شروع شروع میں دن رات محنت کرنا پڑے گی۔" والد صاحب نے کہا۔ "ویسے مجھے یقین ہے کہ تم ایک کامیاب تاجر ثابت ہو گے۔"

"آمین......" والدہ نے ممتا کے جذبوں سے مغلوب ہو کر چہرے پر ہاتھ پھیرا۔

"آفس کے لیے کوئی جگہ وغیرہ دیکھی ہے؟"

"ایک دو روز بعد اس کی تلاش بھی شروع کر دوں گا۔"

"اندازاً شروع شروع میں تمہیں کتنے سرمائے کی ضرورت ہو گی۔" والد صاحب نے کہا۔ "یوں تو کام چھوٹے پیمانے پر بھی شروع کیا جا سکتا ہے لیکن میرا مشورہ ہے تم بڑے پیمانے پر کاروبار کی ابتدا کرو۔ کامیابی یا ناکامی مقدر کی بات ہوتی ہے لیکن مجھے اس بات کا کامل یقین ہے کہ انسان اگر نیک نیتی اور دیانتداری سے کوئی کام کرے تو اسے اس کا پھل ضرور ملتا ہے۔"

"خدا نے چاہا تو ایسا ہی ہو گا۔" والدہ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا دیتے ہوئے کہا، پھر بڑی دیر تک میرے اور والد صاحب کے درمیان کاروبار کے سلسلے میں گفت و شنید کا سلسلہ جاری رہا۔ مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ انہوں نے نرنجن لال کو ذہن سے نکال دیا تھا۔

دس بارہ روز کی تگ و دو اور بھاگ دوڑ کے بعد مجھے ایک

فوری طور پر تین ملازم بھی رکھ لیے۔ ایک کا نام عابد تھا جو ایک مشہور مقامی فرم میں دس سال کام کر چکا تھا۔ میں نے اسے مارکیٹنگ کی خاطر آؤٹ ڈور کام پر تعینات کر دیا۔ دوسرا وارثی تھا اسے بھی کم و بیش سات سال کا تجربہ تھا۔ اسے میں نے آفس ڈیوٹنز اور پارٹیز سے لین دین اور خط و کتابت کا شعبہ سونپ دیا۔ تیسری شخصیت عارفہ کی تھی جو میری پرسنل سکریٹری اور اسٹینو گرافر تھی۔ اس سے قبل وہ دو سال ایک انگلش فرم کے ساتھ کام کر چکی تھی۔ ترضیکہ ایک ماہ کے مختصر عرصے میں' میں نے اپنا کام جما لیا اور بیرونی منڈیوں کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ شروع شروع میں' میں نے ریڈی میڈ گارمنٹس سے کام کی ابتدا کی۔ عابد نے خاص طور پر میری بہت مدد کی۔ اسے بیرونی منڈیوں کے ایسے پتے بھی معلوم تھے جہاں ریڈی میڈ گارمنٹس اور اسمال انڈسٹریز کی دوسری اشیا کی کھپت ممکن تھی۔ وارثی نے شب و روز محنت کر کے خط و کتابت کے ذریعے کئی ایسے کلائنٹس بنائے تھے جو ہمارے ساتھ تجارت کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ میں نے اپنی پالیسی میں اس بات کا خاص خیال رکھا تھا کہ کاروبار زیادہ سے زیادہ پھیلے خواہ منافع کم ہی کیوں نہ ملے۔ اپنے اسٹاف کو میں نے منہ مانگی تنخواہ دی تھی اس لیے وہ میرے لیے پوری تندہی سے کام کر رہے تھے۔

والد صاحب نے کاروباری امور کے لیے مجھے دل کھول کر روپے دینے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے بڑی خوبصورتی سے ان کی پیش کش قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ میں خود اپنی صلاحیت اور اپنی قوت بازو کو آزمانا چاہتا تھا چنانچہ میں شب و روز اپنی مصروفیات میں الجھا رہتا تھا۔ میں نے کچھ ایسے آجر بھی پیدا کر لیے تھے جو صرف میرے لیے کام کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ انہوں نے بازاری ریٹ کے مقابلے میں کچھ زیادہ ہی مطالبہ کیا تھا جسے میں نے اس شرط پر قبول کر لیا تھا کہ وہ جو کام میری فرم یعنی شہباز انٹرپرائز کے لیے کریں گے وہ کسی اور کے لیے کسی قیمت پر نہیں کریں گے۔ میں نے ہر شعبے کے فرد کو چونکہ ان کے کام کے سلسلے میں مکمل آزادی اور اختیار دے رکھا تھا اس لیے ہر فرد میرے ادارے کو اپنا ادارہ سمجھ کر کام کرنے میں مصروف تھا۔

میرے ساتھ کالکا کی پراسرار قوت بھی تھی اس نے ایک بار مجھ سے شکایت بھی کی کہ میں اس کے ہوتے ہوئے بھی دن رات دوڑ دھوپ میں لگا رہتا ہوں۔ اس نے کہا تھا کہ اگر میں چاہوں تو وہ راتوں رات مجھے نرنجن لال کی صف میں کھڑا کر سکتی ہے لیکن میں نے اسے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ مجھے جب بھی اس کی ضرورت پڑی میں اس کے مدد لینے سے دریغ نہیں کروں گا۔

کاروبار شروع کرنے کے چھ ماہ کے اندر اندر مجھے خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ میرے پاس اچھے خاصے آرڈر جمع ہو گئے تھے جن میں سے بیشتر کی تکمیل ہو چکی تھی اور باقی زیر تکمیل ت
یہاں اس بات کا اعتراف کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں ک
پاس سرمائے کی کمی نہ ہوتی تو میں چھ ماہ کے مختصر عرصے
خاصے بڑے پیمانے پر کام کر سکتا تھا اور اپنے فرم کی سا
مستحکم کر سکتا تھا لیکن مجھے اس کا کوئی غم نہیں تھا بلکہ خو
بات کی تھی کہ میری محنت رنگ لا رہی تھی۔ جن کاروبار
اور بیرونی منڈیوں کے تاجروں سے میرے تعلقات استو
تھے ان کی بنیادیں ٹھوس اور مستحکم تھیں۔ میں نے کا
امور میں بھی محنت' دیانت اور ایمانداری کو اپنا پہلا ا
رکھا تھا اور یہ میری خوش قسمتی تھی کہ جو لوگ میر
میرے دفتر میں کام کر رہے تھے وہ بھی ان ہی اصولوں
تھے اور مجھے کبھی انہیں سمجھانے بجھانے کی ضرورت پ
آئی تھی۔

ایک سال کی مدت میں میرا کاروبار اتنا پھیل گیا ک
اسٹاف بھی بڑھانا پڑ گیا۔ والد صاحب اور والدہ کو بھی ا
کی بے حد خوشی تھی کہ اب میں اپنی انتھک کوشش کی
اپنے پیروں پر آپ کھڑا ہونے کے قابل ہو گیا تھا۔ ای
کے منافعے کی شرح کو دیکھتے ہوئے میں نے اپنے اسٹاف
بھی بڑھا دی جس نے ان کی کارکردگی کو دوچند کر دیا۔

ایک روز میں اپنے دفتر میں بیٹھا ایک اہم فا
مطالعے میں مصروف تھا کہ عابد تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ا
ہوا۔ اس کا چہرہ خوشی سے تمتما رہا تھا۔

"خیریت تو ہے۔" میں نے فائل سے نظر اٹھا کر ا
چہرے کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔ "آج خلاف توقع بہ
خوش نظر آ رہے ہو ورنہ تمہارے اوپر تو ہمیشہ کام' کام ک
دھن سوار رہتی ہے۔"

"سر...... میں آپ کے لیے ایک بہت بڑی اور ا
خوش خبری لایا ہوں۔"

"میرے لیے یا فرم کے لیے۔" میں نے مسکرا
انداز میں سوال کیا۔

"فرم کے لیے سر!"

"پھر وہ خوش خبری صرف میرے لیے کیسے ہوئی
میں تو تم سب کا کنٹری بیوشن شامل ہے۔ اس لیے ت
خوش خبری لائے ہو وہ ہم سب کے لیے ہے۔"

"ذرہ نوازی ہے آپ کی سر ورنہ......"

"اب تکلفات کی باتیں چھوڑو اور یہ بتاؤ کہ کیا
ہو؟" میں نے عابد کی بات کاٹتے ہوئے سوال کیا۔

"سر...... ہمیں ریڈی میڈ گارمنٹس اور کچھ اس
سے متعلق آئٹم کا ایک بہت بڑا آرڈر ملا ہے اور اگر ی
گیا تو ہماری فرم کو لاکھوں کا منافع ہو گا۔"

"تمہیں اس بات کا شبہ کیوں ہے کہ ہم اس کام کو سرانجام نہ دے سکیں گے۔" میں نے پوچھا۔

"ہمیں مال خریدنے اور سپلائی کرنے کے لیے فوری طور پر تقریباً" ایک کروڑ روپے کی ضرورت ہو گی اور میرے حساب سے ڈیڑھ ماہ کے اندر اندر ہمیں تقریباً" اٹھارہ سے بیس لاکھ کی آمدنی متوقع ہے۔"

"مال سپلائی کرنے کی آخری تاریخ کیا ہے؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"ہمیں زیادہ سے زیادہ بیس روز کے اندر اندر مال روانہ کر دینا ہو گا۔"

"فرم کا اکاؤنٹس میں اس وقت کتنا بیلنس ہے؟"

"تقریباً" آٹھ دس لاکھ ہوں گے۔"

"آئی سی۔" میں نے کہا۔ "گویا ہمیں پورے ایک کروڑ کا بندوبست کرنا ہو گا۔"

"میں نے بینک سے معلوم کیا تھا جناب؟" عابد نے میرے اگلے سوال کو قبل از وقت بھانپتے ہوئے کہا۔ "مگر ہماری فرم کی ساکھ ابھی اتنی مستحکم نہیں ہوئی ہے کہ بینک سے اوورڈرافٹ مل سکے۔"

"پھر......"

"سود پر قرضہ لیا جا سکتا ہے لیکن اس طرح منافعے کی شرح خاصی کم ہو جائے گی۔"

"نہیں......" میں نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔ "میں سود پر کوئی کاروبار کرنے کو تیار نہیں ہوں۔"

"پھر تو یہ آرڈر ہماری فرم کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔"

"تم پریشان مت ہو۔" میں نے کہا۔ "ابھی ہمارے پاس بیس روز کی مہلت باقی ہے۔ میں اس عرصے میں روپے حاصل کرنے کی کوئی سبیل نکالتا ہوں اور تم مقامی فرموں سے مال سپلائی کرنے کی بات طے کر لو۔"

"رائٹ سر......" عابد چلا گیا تو میں ایک کروڑ کی رقم کے بارے میں سوچنے لگا۔ اتنی رقم میں والد صاحب سے بھی لے سکتا تھا۔ اس رقم کے عوض ملنے والا منافع خاصا چارمنگ تھا لیکن کاروبار کرنے والے جانتے ہیں کہ کاروبار میں اکثر ایسے نشیب و فراز بھی رونما ہوتے رہتے ہیں جو ایک شخص کو راتوں رات کروڑ پتی بھی بنا دیتے ہیں اور بھکاری بھی۔ میرے سامنے ایک ایسی فرم کی مثال بھی موجود تھی جس نے کروڑوں کا مال بیرونی منڈی میں سپلائی کیا تھا لیکن برآمد شدہ مال چونکہ فراہم کردہ سیمپل (sample) کے معیار سے کم تر درجہ کا تھا اس لیے اسے ریجیکٹ کر دیا گیا اور نتیجے کے طور پر وہ کمپنی جس کا طوطی بولتا تھا ایک ہی جھٹکے میں دیوالیہ ہو گئی اور اسے اپنا مال مقامی منڈی میں لاگت سے بھی کم قیمت پر فروخت کرنا پڑا۔

خدانخواستہ کوئی ایسی صورت میرے ساتھ بھی پیش آسکتی تھی اور مجھے والد صاحب کے سامنے شرمندگی کا سامنا ہو سکتا تھا لہٰذا

میں نے والد صاحب یا کسی قریبی رشتے دار سے مطلوبہ رقم حاصل کرنے کا خیال سرے سے رد کردیا۔

تین روز تک ایک کروڑ کی رقم کا سوال میرے ذہن پر مسلط رہا۔ مجھے بیس لاکھ کے ہونے والے منافعے کی اتنی فکر نہیں تھی جتنا خیال اس بات کا لاحق تھا کہ مطلوبہ آرڈر نہ سپلائی کرنے کی صورت میں میری بزنس کی بنتی ہوئی ساکھ کو شدید دھچکا لگ سکتا تھا۔

چوتھے روز میں دفتر سے نکلا تو میری ملاقات اپنے کالج کے زمانے کے ایک دیرینہ دوست ندیم سے ہو گئی جو ایک بہت بڑے باپ کا بیٹا تھا۔ اس کے والدین تو اعلیٰ سرکاری آفیسر تھے لیکن ان کے پاس دولت کی اتنی فراوانی تھی کہ ندیم طالب علمی کے زمانے میں بھی قیمتی اور نئی نئی گاڑیوں میں کالج آتا تھا۔ کالج میں اس کی شناسائی بہت سارے طلبہ اور طالبات سے تھی اس کے دوستوں کا سرکل ضرورت سے کچھ زیادہ ہی وسیع تھا لیکن طبیعت کی ہم آہنگی کی وجہ سے وہ مجھ سے اوروں کے مقابلے میں زیادہ قریب تھا۔ چنانچہ آٹھ دس سال گزر جانے کے بعد بھی جب اس نے مجھے دیکھا تو اسی بے تکلفی اور اپنائیت سے ملا جیسے پہلے ملا کرتا تھا اس وقت بھی وہ ایک نئے ماڈل کی شارمنٹ کار میں بیٹھا تھا۔

ہمارے درمیان سڑک پر کھڑے ہی کھڑے بڑی دیر تک بے تکلفی کے ساتھ گفتگو ہوتی رہی پھر وہ زبردستی مجھے اپنے ساتھ گھسیٹ لے گیا مجھے مجبوراً اپنی گاڑی ڈرائیور کے ساتھ گھر بھیجنی پڑی۔ شام کی چائے ہم نے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں پی۔ ہمارے درمیان بہت دیر تک کالج کے زمانے کا تذکرہ رہا پھر ندیم نے پوچھا۔

"شادی کر چکے ہو یا نہیں؟"

"ابھی تک تو نہیں۔"

"گڈ......" ندیم نے بے تکلفی سے کہا۔ "جب تک انسان تنہا رہے زیادہ آزاد ہے۔ ایک سے دو ہونے کے بعد اس کی تمام آزادی سلب ہو کر رہ جاتی ہے اور پھر جب ویسے ہی انسان کی ضرورت پوری ہو سکتی ہے تو شادی بیاہ کے بکھیڑوں میں کون پڑے۔"

"اوہ...... گویا تم اب بھی اونچی ہواؤں میں اڑنے پھرنے کے قائل ہو۔"

"اور آج تمہیں بھی اپنی اس دنیا کی سیر کراؤں گا جہاں ہر طرف زندگی ہی زندگی بکھری نظر آتی ہے۔"

"لیکن......"

"لیکن ویکن کچھ نہیں۔" وہ میری بات کاٹتے ہوئے بولا۔ "اتنے عرصے بعد ملنے کی سزا تو تمہیں اب ہر حال میں بھگتنی پڑے گی۔ بارہ ایک بجے رات سے پہلے تو تمہاری چھٹی ہوتی نہیں۔ ہو سکتا ہے اس سے زیادہ وقت بھی لگ جائے۔"

میں نے اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن وہ اپنی ضد پر اڑا رہا۔ میرے پاس ہتھیار ڈالنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

"اور سناؤ آج کل کیا کر رہے ہو؟"

"شہباز انٹرپرائز کے نام سے ایک چھوٹا موٹا کاروبار شروع کر رکھا ہے۔"

"اتنی جلدی کھانے کمانے کی فکر پالنے کی کیا ضرورت تھی۔" ندیم نے برا سا منہ بنا کر کہا پھر ایک آنکھ دباتا ہوا بولا۔ "ابھی تو تمہارے کھیلنے کودنے کے دن ہیں۔ ان دنوں کی قدر کرو مائی ڈیئر ٹائم از منی (Time is money) ایک بار یہ دولت ہاتھ سے نکل جائے تو پھر واپس لوٹ کر نہیں آتی جسٹ انجوائے اٹ۔"

وہ ابھی تک بالکل نہیں بدلا تھا بالکل اسی انداز میں لاابالی پن کا مظاہرہ کر رہا تھا جیسا کالج کے زمانے میں کیا کرتا تھا۔ دولت کو دونوں ہاتھ سے لٹاتا رہتا تھا اس کی ہابی تھی۔ بیرے کو چائے کا بل ادا کرتے وقت بھی اس نے پچاس کا ایک کرارا نوٹ بطور ٹپ اس طرح دیا تھا جیسے اس کی نگاہوں میں پچاس کے نوٹ کی کوئی اہمیت نہ ہو۔ ایک لمحے کو میرے دل میں خیال آیا کہ بزنس کے سلسلے میں اپنی مطلوبہ رقم کا ذکر ندیم سے کروں وہ معنوی اعتبار سے بھی دوست اور رفیق تھا اور مجھے معلوم تھا کہ اگر وہ چاہتا تو ایک کروڑ کی رقم بھی مجھے کسی نہ کسی طرح فراہم کر سکتا تھا لیکن پھر میرے ضمیر کو یہ بات گوارا نہیں ہوئی کہ میں اس کے سامنے دست سوال دراز کروں۔

ہوٹل سے باہر نکل کر ہم گاڑی میں بیٹھے تو شام کے سائے پھیل کر تاریکی میں مدغم ہو رہے تھے۔ برقی قمقموں نے جگمگانا شروع کر دیا تھا۔ میں نے دستی گھڑی پر نظر ڈالی تو آٹھ بج رہے تھے۔

"پلیز شہباز۔" ندیم نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "اب اگر تم نے گھڑی کی سمت نظر ڈالی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔"

"او کے۔" میں نے مذاقاً جواب دیا۔ "اب میں تمہیں برا کہنے کی حماقت بھی نہیں کروں گا۔"

"گڈ۔ اچھے بچے اسی طرح بزرگوں کا احترام کرتے ہیں۔" ندیم نے بزرگانہ انداز اختیار کیا پھر معنی خیز انداز میں بولا۔ "اب کہاں چلنے کا پروگرام ہے؟"

"جہاں تمہاری مرضی۔"

"مجرا وغیرہ سننے کا شوق ہے؟" ندیم نے بڑے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "ایک پرائیویٹ ڈانسر ہے جہاں ہر عام آدمی کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ یقین کرو کمبخت غضب کا ڈانس کرتی ہے۔ میں جب بھی اسے رقص کرتے دیکھتا ہوں تو مجھے اردو ادب سے کوئی دلچسپی نہ ہونے کے باوجود جوش کی یاد ضرور آجاتی ہے۔ کیا غضب کی بات کہہ گیا ہے ظالم کہ رقص اعضا کی شاعری ہے۔ واہ۔"

"پلیز مجھے تو معاف ہی رکھو۔" میں نے کہا۔ "والد صاحب کو اگر بھنک بھی مل گئی تو کان پکڑ کر گھر سے نکال باہر کریں گے۔"

"ٹھیک ہے...... پھر کسی اچھے کیسینو میں (casino) میں چلتے ہیں۔" ندیم نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

"ندیم......پلیز۔"

"اب تمہاری کوئی بات نہیں سنی جا سکتی۔ ویسے میں تمہارے والد کو جانتا ہوں بہت ایماندار اور فرض شناس آفیسر رہ چکے ہیں۔ اس لیے مجھے یقین ہے کہ کیسینو میں کم از کم ان کا کوئی قریبی دوست نہیں ہو سکتا۔"

میں نے لاکھ انکار کرنے کی کوشش کی لیکن میری ایک نہ چلی پھر تقریباً ایک گھنٹے تک یوں ہی سڑکوں کا چکر لگانے کے بعد میں ندیم کے ساتھ ایک ایسے کیسینو میں بیٹھا تھا جہاں زندگی کی رونقیں پورے شباب پر تھیں۔ وہاں کسی چیز کی کمی نہیں تھی۔ شراب کے جام بھی گردش میں تھے۔ خوبصورت اور شوخ و شنگ کال گرلز بھی تھیں جو اپنی مصنوعی اداؤں سے لوگوں کے دلوں کو گرما رہی تھیں۔ دولت کی فراوانی تھی۔ تقریباً ہر میز پر تاش کی گڈی کے ساتھ بڑے بڑے نوٹوں کے انبار نظر آ رہے تھے۔ ماحول میں سگریٹ، سگار اور سینٹ کی خوشبوؤں کی ملی جلی مہک بھی رچی بسی تھی۔ میں نے وہاں کچھ ایسے مانوس چہرے بھی دیکھے جو عام زندگی میں بڑے متقی اور پرہیزگار نظر آتے تھے لیکن اس وقت وہ بھی ہوش و حواس سے بیگانہ تھے اور وہاں کی رنگینیوں میں ہر زاویے سے غرق نظر آ رہے تھے۔

ندیم نے کیسینو میں قدم رکھا تو بے شمار نگاہوں نے اس کا استقبال کیا۔ خاص طور پر کال گرلز کے چہرے دمک اٹھے۔ شاید وہ ان کے لیے خاصی جانی پہچانی شخصیت میں شمار کیا جاتا تھا۔ مختلف لوگوں نے اسے اپنی میز پر بیٹھنے کی دعوت دی لیکن وہ سب کو مسکرا کر ٹالتا رہا پھر وہ مغربی گوشے کی ایک میز پر جا کر خود ہی رک گیا جہاں چار آدمی پہلے سے موجود تھے۔ میز کے گرد کچھ کرسیاں خالی تھیں جس پر میں بھی ندیم کے ساتھ بیٹھ گیا۔ وہ چاروں اس کے پرانے واقف کاروں میں سے تھے۔ ندیم نے باری باری ان سے میرا تعارف کرایا لیکن مجھے خوشی تھی کہ اس نے انہیں میرا اصلی نام نہیں بتایا۔

وہ چاروں بڑے بڑے سیٹھ اور ساہوکار تھے۔ عام زندگی میں ایسے لوگ ایک ایک کوڑی کا حساب رکھنے کے عادی تھے لیکن اس وقت بڑے بڑے نوٹ نکال کر اس طرح میز پر ڈال رہے تھے جیسے وہ کرنسی نہیں ردی کاغذ کے ٹکڑے ہوں۔ چاروں ہی پینے

میں بھی ایک دوسرے کا ساتھ دے رہے تھے۔ ندیم نے میری طرف دیکھا تو میں نے انکار میں سر ہلا دیا چنانچہ اس نے صرف ایک گلاس اپنے لیے منگا لیا۔

"کیوں؟" ایک مارواڑی سیٹھ نے میری طرف دیکھتے ہوئے ندیم سے پوچھا۔ "کیا تمہارا ساتھی اپن کے ساتھ شریک نہیں ہو گا۔"

"نہیں...... یہ پہلے ہی سے فل ہے۔" ندیم نے کہا۔ "اپنا آج کا کوٹا پورا کر چکا ہے۔"

❁

مجھے فلش کھیلنے میں کوئی زیادہ مہارت نہیں تھی نہ ہی کبھی مجھے اس کا شوق رہا تھا البتہ دوستوں کو کھیلتا دیکھ کر میں بھی اس کی ابجد سے تھوڑا بہت واقف ضرور تھا۔ شراب کے سلسلے میں تو ندیم نے بہانہ کرکے مجھے ایک گناہ سے بچا لیا لیکن پھر ان سب کے بار بار کے اصرار پر مجھے بھی فلش کھیلنے میں ان کا ساتھ دینا پڑا۔ اس وقت میرے دل کی کیا کیفیت تھی یہ کچھ میں ہی بہتر جانتا تھا۔ میرے پاس زیادہ روپے بھی نہیں تھے۔ دفتر سے نکلتے وقت میرے پرس میں دو تین ہزار روپے پڑے تھے جبکہ وہاں ایک ایک بازی میں ہزاروں اور لاکھوں کا الٹ پھیر ہو رہا تھا۔ میرے لیے ان کا ساتھ دینا تقریباً ناممکن تھا لیکن ان کے پیہم اصرار کے بعد انکار کی گنجائش بھی نہیں تھی۔ چنانچہ میں یہ سوچ کر شریک ہو گیا کہ جیب میں پڑی رقم ختم ہونے کے بعد کوئی نہ کوئی بہانہ کرکے وہاں سے اٹھ لوں گا۔ ویسے بھی وہاں کے ماحول میں سانس لینا میرے لیے دوبھر ہو رہا تھا۔

بہرحال پتے بٹے اور چالیں شروع ہو گئیں۔ اس وقت میرے دل کی عجیب کیفیت تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس طرح ان لوگوں کو اس سے آگاہ کروں کہ میں ان کے ساتھ ایک بازی بھی نہیں کھیل سکتا تھا۔ بورڈ کی رقم سو روپے تھے جو میں نے بھی دوسروں کی طرح میز پر ڈال دی۔ پہلی چال میں سب نے دو دو سو روپے سے بلائنڈ کیا۔ دوسری چال میں بلائنڈ کی رقم دو سو سے بڑھ کر چار سو ہو گئی۔ تیسری چال میں میں نے پھر چار سو سے بلائنڈ کیا تو باقی پانچ آدمیوں نے پتے اٹھا لیے۔ ندیم نے پتے دیکھتے ہی پیک کر دیا لیکن جب باقی چار کھلاڑیوں نے آٹھ آٹھ سو کی چال چلی تو مجھے یقین ہو گیا کہ میں شاید ایک بازی بھی مکمل نہ کر پاؤں گا اور مجھے رقم نہ ہونے کی صورت میں شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے گا چنانچہ صورت حال کے پیش نظر میں نے چوتھی چال میں چار سو کی بلائنڈ کی رقم بڑھا کر پانچ سو کر دی۔ اس مرتبہ دو کھلاڑی اور پتا پھینک گئے۔ ایک ابھی تک مقابلے پر موجود تھا۔ میرے پاس چونکہ رقم ختم ہونے والی تھی اس لیے میں نے تن بہ تقدیر پتا اٹھانے کے بجائے ایک بار پھر پانچ سو کا بلائنڈ کر دیا۔ اس بار میرا مدمقابل کبھی میرے چہرے کی طرف

دیکھتا اور کبھی اپنے پتوں کی طرف' میں ڈر رہا تھا کہ اگر اس نے چال اور چل دی تو میرے پاس سوائے شرمندگی اٹھانے کے کوئی صورت باقی نہیں رہے گی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ آخری کھلاڑی چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر اس نے ہزار روپے بورڈ پر ڈالے اور خود شو مانگ لی۔ میں نے دھڑکتے دل سے پہلا پتا الٹا جو پھول کا نہلا تھا۔ دوسرا پتا پھول ہی کا دہلا نکلا تو میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں پھر میں نے تیسرا پتا پلٹا تو وہ حکم کا غلام تھا۔ میرے سامنے والے کھلاڑی نے اپنا پتا گڈی میں ملاتے ہوئے کہا۔

"یار ندیم...... یہ تمہارا دوست تو چھپا رستم نکلا۔"

پہلا بورڈ جب میں نے گیارہ ہزار سات سو کا اٹھایا تو میری ہمت کچھ بڑھ گئی لیکن میں بدستور محتاط انداز میں الٹا سیدھا کھیلتا رہا اور قسمت سے جیتتا بھی رہا۔ زیادہ تر میں بلائنڈ کر رہا تھا اور اتفاق سے میرے پتے بھی اچھے نکل رہے تھے پھر ایک بار جب مارواڑی سیٹھ نے جھلا کر شو کرانے کے بجائے اپنے دو چھکے گڈی میں ڈال دیے اور میں نے بیگم بیش پر تقریباً" اسّی ہزار کا بورڈ سمیٹا تو وہ تلملا کر رہ گیا۔

"سالا اپن کی تو آج کسمت ہی کھراب ہے۔"

"غلطی تمہاری تھی سیٹھ۔" ندیم نے مسکرا کر کہا۔ "تمہاری جگہ اگر میں ہوتا تو کم از کم شو ضرور کراتا۔"

مارواڑی سیٹھ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ چونکہ جھلا گیا تھا اس لیے بڑی بڑی رقمیں ہارنے لگا۔ رات کو تقریباً" ڈیڑھ بجے کھیل ختم ہوا تو میں پچھتر لاکھ کی رقم کی جیت چکا تھا۔ ندیم نے بھی میرے اندازے کے مطابق کوئی دو تین لاکھ روپے جیتے تھے۔ باقی تین کھلاڑی قریب قریب برابر ہی چھوٹ گئے تھے۔ البتہ مارواڑی سیٹھ لگ بھگ ایک کروڑ کی رقم سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا۔ میں ندیم کے ساتھ واپس ہوا تو اس نے کہا۔

"یار شہباز تو تو چھپا رستم نکلا' ایک ہی نشست میں اتنا لمبا ہاتھ مار دیا۔"

"ایک بات کہوں یقین کرو گے۔"

"کہو۔"

"آج میں نے زندگی میں پہلی بار جوا کھیلا ہے۔" میں نے اسے حقیقت سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ "اور جس وقت تم لوگوں نے مجھے کھیلنے پر مجبور کیا تھا اس وقت میرے پرس میں دو تین ہزار سے زیادہ رقم بھی نہیں تھی۔ اسی لیے میں مجبوراً" پتا اٹھانے کے بجائے بلائنڈ پر گزارہ کر رہا تھا۔"

"ہم کو دعائیں دو تمہیں قاتل بنا دیا۔" ندیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "نہ آج میری تمہاری ملاقات ہوتی نہ تم کو میں زبردستی اپنے ساتھ گھسیٹتا اور نہ تم نے اتنی لمبی رقم جیتی ہوتی اور وہ بھی اس مارواڑی سیٹھ سے جو کیسینو کے مشہور کھلاڑیوں میں شمار ہوتا ہے۔ آج رات وہ شاید ہی چین کی نیند سو سکے۔"

"لیکن میں ضرور بڑے سکون کی نیند سوؤں گا۔"

کہا۔ "اس لیے کہ مجھے کچھ روپوں کی بڑی شدید ضرورت

"کیا تمہاری ضرورت پوری ہو گئی؟"

"نہیں...... ابھی کچھ رقم کی ضرورت اور بھی ہے۔"

"بزنس کے سلسلے میں؟"

"ہاں ایک بڑا آرڈر بیرونی منڈی میں سپلائی کرنا ہے۔"

"مجھے بتاؤ......" ندیم نے بڑی اپنائیت سے کہا۔

اور کتنی رقم درکار ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ اب باقی رقم کا بندوبست بھی ہو

گا۔" میں نے اسے ٹالنے کی خاطر کہا۔

"وہ کس طرح؟"

"بینک اوورڈرافٹ۔"

"شہباز۔" یکلخت ندیم نے بڑے خلوص سے کہا۔

ایک وعدہ کرو۔"

"کیا؟"

"اگر تمہیں بینک اوورڈرافٹ نہ مل سکے تو تم مجھے

کا موقع ضرور دو گے۔ ہم پرانے دوست ہیں اور دو

حساب ہمیشہ دل میں ہوتا ہے۔ میں اگر تمہارے کسی کام

مجھے خوشی ہو گی۔ ویسے تمہاری اطلاع کے لیے اتنا عرض

کہ آٹھ دس کروڑ کی رقم بھی میرے لیے کوئی حیثیت

رکھتی۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔ "کیا تم بھی کوئی کاروبار

ہو۔"

ندیم نے معنی خیز انداز میں مسکرا کر میری طرف دیکھا

کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ اچانک ایک سیاہ رنگ کی

شیورلٹ کار نے سڑک کے بیچوں بیچ آکر ہمارا راستہ روک

اگر ندیم نے بروقت اپنی گاڑی کو بریک لگانے میں ذرا دیر

تو ایک زبردست حادثہ رونما ہو سکتا تھا۔

اس اچانک افتاد سے میں بری طرح بوکھلا گیا تھا پھر

دیکھا کہ شیورلٹ کے رکتے ہی اس میں سے چار نقاب

آتشی اسلحہ لیے تیزی سے نیچے اترے پھر پلک جھپکتے میں

نے ہمیں دونوں دروازوں کی طرف کور کر لیا۔ ممکن تھا

ایک دو ساتھی شیورلٹ میں بھی ہماری طرف سے

کسی ممکنہ جوابی کارروائی سے نمٹنے کے لیے گھات لگا

ہوں۔

عام طور پر جب تک میں پولیس کی ملازمت میں

سروس ریوالور میرے ساتھ ہی رہتا تھا۔ میرے پاس

ریوالور بھی تھا لیکن کاروباری میدان میں قدم رکھنے کے

نے کبھی ریوالور ساتھ رکھنے کی ضرورت ہی نہیں

لیکن اس وقت مجھے ریوالور پاس نہ ہونے کا بڑی شدت

احساس ہو رہا تھا۔ اگر اس وقت وہ میرے پاس ہوتا تو کم از کم میں ان چار آدمیوں کا صفایا تو بہ آسانی کر سکتا تھا جو یقیناً" کسی نیک مقصد کے تحت اتنی رات گئے ہمارے راستے میں حائل نہیں ہوئے تھے۔ بہرحال ہم پوری طرح ان کے نرغے میں تھے۔ جن دو نقاب پوشوں نے مجھے کور کیا تھا ان میں سے ایک چھریرے بدن اور دراز قد کا تھا اور دوسرا درمیانہ قد اور دہرے بدن کا مالک تھا۔ چھریرے بدن والے دراز قد نقاب پوش نے مجھے کرخت لہجے میں مخاطب کیا۔

"زندگی عزیز ہے تو شرافت سے جو کچھ تمہارے پاس ہے ہمارے حوالے کر دو۔ ہم تمہارا جسم چھلنی کر کے بھی اپنا مقصد پورا کر سکتے ہیں۔"

"تم لوگ کیا چاہتے ہو؟" میں نے قدرے بے جگری کا مظاہرہ کیا۔

"ہمیں تمہاری دعاؤں کی نہیں مال کی ضرورت ہے اور ہم جانتے ہیں کہ تمہارے جیب میں اچھی خاصی رقم موجود ہے۔"

"آئی سی۔" میں کسی مناسب موقع کی تلاش میں تھا۔ اس لیے میں نے اسے باتوں میں الجھاتے ہوئے کہا۔ "اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو تم لوگ کیسینو سے ہمارا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک پہنچے ہو۔"

"آدمی ذہین معلوم ہوتے ہو لیکن اس کے باوجود ہمارا مطالبہ پورے کیے بغیر جان نہیں بچ سکے گی۔"

"اسلحہ کے زور پر بدمعاشی کرنا مردانگی نہیں کہلاتی۔"

"تم ہمارا وقت ضائع کر رہے ہو۔"

"بہت خوب۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "گویا اب تم جیسے لوگوں کو بھی وقت کی قدر و قیمت کا اندازہ ہونے لگا ہے۔" میرا سیدھا ہاتھ دروازے پر جما تھا۔ مجھے اس بات کا انتظار تھا کہ وہ میرے ذرا اور قریب آئے اور میں ایک دم سے دروازہ کھول کر اسے ایک لمحے کے لیے بوکھلا دوں۔ وہی ایک لمحہ بساط کا رخ بھی بدل سکتا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے ندیم کی فکر تھی۔ میں نے پولیس ٹریننگ کے دوران جو کچھ سیکھا تھا اسے بروئے کار لا کر میں اپنا دفاع کر سکتا تھا لیکن ایسی صورت میں ندیم کا مارا جانا یقینی تھا۔ میرا ذہن ابھی آنے والے لمحات کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ دہرے بدن والے نے تاڑ لیا" میرا عندیہ بھانپ لیا چنانچہ اس نے ایک قدم پیچھے ہٹتے ہوئے اپنے ساتھی سے کہا۔

"استاد وقت ضائع مت کرو۔ گردن میں ہاتھ ڈال کر باہر کھینچ لو سالے کو اس کے بعد ہم اس کی مردانگی کا تماشا بھی دیکھ لیں گے۔"

چھریرے بدن والا دراز قد نقاب پوش بھی تاڑ لیا" معاملے کی اہمیت کو بھانپ چکا تھا۔ وقت ضائع ہونے کی صورت میں کوئی دوسری گاڑی بھی ادھر آ سکتی تھی اور پھر ان کو کسی نئی مصیبت کا

سامنا کرنا پڑ سکتا تھا چنانچہ وہ خود کار رائفل تانے ایک قدم آگے بڑھا تھا لیکن ٹھیک اسی وقت مجھے ندیم کی کرخت آواز پہلی بار سنائی دی۔

"راجو۔"

"یس باس۔" چھریرے بدن والا اپنی جگہ رک گیا۔

"یہ کوئی اجنبی نہیں۔ میرے پرانے ساتھیوں میں سے ہے۔" ندیم نے بدستور سخت لہجے میں کہا۔ "میرا عزیز دوست اور کلاس فیلو۔"

"سوری باس۔"

"او کے اینڈ فارگیٹ لاسٹ۔"

ندیم کے جملے کے ساتھ ہی وہ چاروں تیزی سے لپک کر شیورلٹ میں واپس بیٹھے اور کار اڑاتے ہوئے نظروں سے غائب ہو گئے۔

"یہ سب کیا تھا؟" میں نے ندیم سے وضاحت چاہی۔

"ہم اس وقت جس کیسینو سے آرہے ہیں اس میں ففٹی پرسنٹ پارٹنرشپ میری بھی ہے اور یہ لوگ اسی کیسینو کے ملازم ہیں۔ پیشہ ور بدمعاش جو ایک معقول معاوضے کے عوض کسی کو دن دہاڑے بیچ سڑک پر بھی گولی مارنے سے دریغ نہیں کرتے۔"

"آئی سی۔ گویا یہ لوگ اس وقت مجھ سے جیت کی رقم چھیننے کی غرض سے آئے تھے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ اچھا دھندا ہے۔"

"تمہیں اس وقت جو کوفت ہوئی اس کے لیے میں شرمندہ ہوں لیکن ہمارے کاروبار میں اس قسم کے حربے ناجائز نہیں سمجھے جاتے۔" ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا پھر گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا۔ "اس کاروبار کو چلانے کی خاطر ہمیں بہت ساری ایجنسیوں کا پیٹ بھرنا پڑتا ہے۔"

"گویا بڑی محنت کی کمائی پر گزارہ ہو رہا ہے۔" میں نے ہلکا سا طنز کیا۔

"ناؤ فارگیٹ اٹ۔" ندیم نے بات کا رخ بدلتے ہوئے کہا پھر دوبارہ کالج کے دور کی باتیں کرنے لگا۔ میں نے بھی کیسینو والے معاملے میں اسے زیادہ کریدنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

❁

دوسرے روز میں نے پچھتر لاکھ کی رقم بینک میں جمع کرنے کے بعد بینک مینجر سے تھوڑی سی کوشش کے بعد اوور ڈرافٹ کی رعایت حاصل کر لی۔ عابد کو جب معلوم ہوا کہ مطلوبہ رقم کا بندوبست ہو گیا ہے تو اسے بے انتہا خوشی ہوئی۔ اس نے بیس دن کے بجائے بھاگ دوڑ کر کے ایک ہفتے کے اندر ہی اندر آرڈر کا تمام مال سپلائی کر دیا اور پھر اس کی توقع کے عین مطابق میری فرم کو ڈیڑھ ماہ کے اندر اندر پورے بیس لاکھ کا منافع ہوا تھا۔ میں نے عابد کے کام سے خوش ہو کر اس کی تنخواہ میں پانچ سو روپے ماہوار کا اضافہ کر دیا اور اس کے علاوہ دوسرے تمام عملے کو بھی ایک ایک ہزار نقد دے ڈالے جس سے ان کی کارکردگی میں مزید اضافہ ہو گیا۔

کاروبار کو وسعت دینے اور عابد کے مشورے پر میں نے کنسٹرکشن کے کام کے لیے ایک علیحدہ آفس کھول لیا۔ کنسٹرکشن کے کام کو میں نے والد صاحب کے نام یعنی ناذر کنسٹرکشن کمپنی کے نام سے شروع کیا تھا اور اس کے لیے نہایت تجربہ کار افراد کو جمع کیا تھا جو اس کام کا وسیع تجربہ رکھتے تھے۔ اس دفتر کا انچارج ماسٹر ٹونی تھا جس نے نہ صرف یہ کہ بیرونی ملک سے ڈگریاں حاصل کی تھیں بلکہ اپنے کام پر پوری طرح حاوی تھا۔ میرا مشورہ تھا کہ پہلے چھوٹے پیمانے پر ہر کام کی ابتدا کی جائے۔ اس کے بعد بتدریج کام کو وسعت دی جائے۔ اب میرے پاس سرمائے کی کوئی کمی نہیں تھی لیکن اس کے باوجود میں رسک لینا نہیں چاہتا تھا مگر ماسٹر ٹونی کو میری تجویز سے اختلاف تھا۔ وہ ابتدا ہی سے بڑے پروجیکٹ پر کام کرنے کا خواہاں تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اس طرح ہماری کمپنی نہ صرف یہ کہ بہت جلد اپنی ساکھ قائم کرے گی بلکہ اسے آگے بڑھنے کا موقع بھی ان کمپنیوں کے نسبت زیادہ ملے گا جو چھوٹے کاموں سے ابتدا کرتے ہیں۔ ویسے چھوٹی موٹی کمپنیوں کو کوئی بڑا پروجیکٹ حاصل کرنے میں خاصی تگ و دو کرنی پڑتی ہے۔ بہرحال ایک دو میٹنگ کے بعد میں نے ماسٹر ٹونی کے مشورے کو مان لیا۔

ماسٹر ٹونی کا تجربہ غلط ثابت نہیں ہوا۔ صرف دو پروجیکٹ پر تسلی بخش اور معیاری کام کرنے کے بعد ہمیں حکومت کی جانب سے ایک ایسے پروجیکٹ کا آرڈر مل گیا جس کے لیے نرنجن لال کے کارکن بھی دن رات متعلقہ شعبوں میں روپیہ بریف کیسوں میں بھرے چکر لگا رہے تھے۔ میرے لیے یہ سب سے بڑی کامیابی تھی۔ جب میں نے والد صاحب کو صورت حال سے آگاہ کیا تو وہ بڑی سنجیدگی سے بولے۔

"میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ تم تجارت کے میدان میں بھی ضرور کامیابی حاصل کرو گے۔"

"اس کنٹریکٹ کے ہاتھ سے نکل جانے پر نرنجن لال کی چھاتی پر سانپ لوٹ رہے ہوں گے۔" میری والدہ نے کہا۔ "بڑے ابا کی دعائیں بھی تمہارے ساتھ ہیں تم دیکھ لینا ان کی دعائیں کیا اثر دکھاتی ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ نرنجن لال کو اس پروجیکٹ کے ہاتھ سے نکل جانے کا اتنا افسوس نہیں ہوگا جتنا دکھ اسے اس بات کا ہوگا کہ وہ تمہارے مقابلے میں ہار گیا۔ بڑا ہی کینہ اور کینہ پرور آدمی ہے۔"

ہم نے وقت ضائع کیے بغیر ہی اس پروجیکٹ پر کام شروع کر دیا۔ ماسٹر ٹونی شب و روز نہایت مہارت سے اپنے کام میں مصروف تھا۔ مطلوبہ بلڈنگ کی دو منزلیں مقررہ مدت سے پہلے ہی تیار ہو گئی تھیں۔ ہر فرد اپنی جگہ نہایت خوش تھا۔ اس پروجیکٹ کی تکمیل پر ہمیں بہت لمبا پرافٹ ملنے کی قوی امید تھی لیکن ایک دن جب میں دفتر پہنچا تو ماسٹر ٹونی خلاف توقع میرے آفس میں پہلے سے موجود تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ بہت زیادہ پریشان ہے۔

"کیا بات ہے مسٹر ٹونی؟" میں نے پوچھا۔ "تم اس قدر بوکھلائے ہوئے کیوں نظر آ رہے ہو؟"

"سر غضب ہو گیا۔ ہماری ساری محنت راتوں رات اکارت ہو گئی۔"

"کیا مطلب؟"

"تیسری منزل کی چھت بیٹھ گئی ہے جس سے نچلی دونوں منزلوں کو بھی بھاری نقصان پہنچا ہے۔"

"لیکن یہ سب ہوا کیسے؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"میری سمجھ میں کوئی وجہ نظر نہیں آ رہی ہے کہ میں نے ہر کام اپنی ذاتی نگرانی میں کرایا تھا۔ خصوصی شٹرنگ کے معاملے میں میں ہمیشہ بہت محتاط رہتا ہوں۔ اس لیے کہ بڑے پروجیکٹ میں سارا دارومدار شٹرنگ اور بھرائی کے مال پر ہوتا ہے اور میں نے ان دونوں باتوں پر خاص توجہ دی تھی۔ ایسی صورت میں تیسری منزل کا اس طرح بیٹھ جانا۔ میری عقل حیران ہے سر۔"

"کوئی جانی نقصان تو نہیں ہوا۔" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"جی نہیں۔ بلڈنگ کے چوکیدار وغیرہ اس وقت چونکہ ایک دوسری زیر تعمیر عمارت کے عملے کے ساتھ بیٹھے قہوہ پینے میں مصروف تھے اس لیے وہ بال بال بچ گئے۔ میں نے نقصان کا جو تخمینہ لگایا ہے وہ بہت زیادہ ہے۔"

"کوئی تخریبی کارروائی۔" میری ذہن میں نرنجن لال کا خیال ابھرا۔ "ہو سکتا ہے کہ کسی دوسری فرم یا کمپنی نے محض پروفیشنل جیلسی کی بنا پر ہماری ساکھ خراب کرنے کی خاطر یہ کارروائی کی ہو۔"

"ہو سکتا ہے سر لیکن اس وقت میرا ذہن کام نہیں کر رہا۔" ماسٹر ٹونی نے کہا۔ "نقصان پورا کرنے کے لیے دوسرے بہت سارے راستے بھی اختیار کیے جا سکتے ہیں لیکن۔"

"لیکن کیا؟"

"حکومت کی انسپکشن ٹیم کو حالات کا پتہ چلے گا تو ہماری ساکھ کو شدید دھچکا پہنچ سکتا ہے۔"

"پریشان مت ہو۔ جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہو چکا۔" میں نے بظاہر بے پروائی سے جواب دیا۔ "یہی کیا کم ہے کہ کوئی جانی نقصان نہیں ہوا ورنہ کیس بھی ہو سکتا تھا۔ اب تو صرف یہ سوچو کہ انسپکشن ٹیم کے ساتھ معاملات کس طرح ٹیک اپ کیے جا سکتے ہیں۔"

"میں کچھ کرتا ہوں سر لیکن یہ نقصان۔"

"ناؤ فارگیٹ اٹ۔" میں نے اسے تسلی دینے کی خاطر کہا۔ "بزنس میں نفع و نقصان ہوتے ہی رہتے ہیں۔"

اس روز میں دن بھر پریشان رہا۔ میں نے اور میرے ساتھیوں نے بھاگ دوڑ کر کے اس بات کا انتظام کر لیا تھا کہ یہ خبر اخبارات میں نہ آنے پائے۔ اس کام کے لیے ہمیں مختلف ذرائع اختیار کرنے پڑے تھے۔ شام کو دفتر سے واپسی پر میں نے والد صاحب کو حالات سے باخبر کیا تو وہ بھی پریشان ہو گئے۔ والدہ کو بھی صدمہ ہوا تھا۔

رات کا کھانا کھانے کے بعد میں اپنی خواب گاہ میں چلا گیا۔ ذہن پریشان تھا اس لیے لیٹتے ہی نیند آ گئی لیکن پھر اچانک ایسا محسوس ہوا جیسے میں کمرے میں تنہا نہیں ہوں۔ وہاں کوئی اور بھی موجود تھا جس کے قدموں کی چاپ میرے کانوں میں گونج رہی تھی۔ اس خیال سے کہ ممکن ہے وہ والد یا والدہ ہوں میں نے کوئی توجہ نہیں دی لیکن جب قدموں کی چاپ میں تیزی آ گئی تو میں نے پلٹ کر دیکھا اور پھر میرے دل کی دھڑکن یکلخت تیز ہو گئیں۔ وہ کالکا تھی جو اپنے تمام روپ اور جمال کے ساتھ میرے کمرے میں ٹہل رہی تھی۔ اس کا حسن برہم دیکھ کر مجھے اندازہ ہوا کہ وہ مجھ سے خوش نہیں ہے۔ اس کے حسین چہرے

...ن کی تمازت اس بات کی غمازی کر رہی تھی کہ وہ بڑی ...وں سے اپنے غصے کو ضبط کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس کے سیاہ اور لانبے بال اس کے شانوں پر بل کھا رہے تھے۔

کالکا کو دیکھ کر مجھے طمانیت کا احساس ہوا۔ شنکر کے بیان کے مطابق وہ پراسرار اور لازوال قوتوں کی مالک تھی اور اس کے لیے کسی ناممکن کو ممکن بنا دینا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ میں اس کی طاقت اور طلسماتی قوتوں کو نرنجن لال کے سلسلے میں دیکھ چکا تھا۔ روپ نگر میں بھی اس کی ماورائی طاقتوں نے میرا ساتھ دیا تھا۔ تجارت شروع کرتے وقت کالکا نے مجھے اپنی مدد کی پیشکش کی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ وہ راتوں رات مجھے نرنجن لال سے بڑا مقام دلا سکتی تھی لیکن میں نے اس کی پیشکش کو رد کر دیا تھا۔ میں اپنے قوت بازو آزمانا چاہتا تھا جس میں مجھے ناکامی نہیں ہوئی تھی۔

کالکا کو دیکھ کر مجھے اس بات کا بھی بڑی شدت سے احساس ہوا کہ میں نے اسے تقریباً" دو سال سے قطعی فراموش کر دیا تھا وہ محض ایک دھات کی مورتی کی شکل میں میرے خوابگاہ کے شو کیس میں سجی رکھی تھی جبکہ اس نے مجھے حاصل کرنے کی خاطر شنکر کو میری کھوج پر لگایا تھا اور چالیس سال تک ایک پہاڑی غار میں مقید رکھنے کے بعد اس نے از خود مجھے اپنانے کی راہ پیدا کی تھی۔ اسے مجھ سے پیار تھا۔ میں نے اس کی نیلگوں آنکھوں کی گہرائیوں میں جھانک کر دیکھا۔ جہاں میرے لیے محبت کے سوتے پھوٹ رہے تھے۔ میں اس کے دل کی ایک ایک دھڑکن میں شریک تھا۔ بڑے بڑے پنڈت' پجاریوں' دھرماتماؤں اور برہمچاریوں نے اسے حاصل کرنے کے لیے اپنی زندگیاں قربان کر دی تھیں لیکن اس قسمت کی دیوی کو ان میں سے کوئی بھی حاصل نہیں کر سکا۔ شنکر نے کٹھن تپسیا کرنے کے بعد اس جگہ کا کھوج لگا لیا تھا جہاں کالکا کی مورتی موجود تھی لیکن وہ ذات کا چمار تھا اس لیے ایک خاص مدت تک کالکا کو ہاتھ نہیں لگا سکتا تھا ورنہ جل کر خاک ہو جاتا اس لیے اس نے کالکا کی مورتی کو میرے پاس رہنے دیا اور پھر کالکا مجھ پر مہربان ہو گئی تھی۔ اسے مجھ سے پیار ہو گیا تھا اور اسی پیار کی خاطر وہ اپنی مرضی سے میرے پاس آگئی تھی۔ اس نے شنکر کی آنکھوں کے سامنے سیاہ بادلوں کا ایک ٹکڑا معلق کر دیا تھا تاکہ وہ ہمارے پیار میں حائل نہ ہو سکے۔ اس نے میری خاطر اپنی مہان قوتوں کی قربانی دی تھی۔ بغیر کسی جتن اور جنتر منتر کے میرے پاس پہنچ گئی تھی اور میں اپنے تجارتی مسائل میں ایسا الجھا رہا کہ اسے یکسر فراموش کر بیٹھا۔ اس کی برہمی اپنی جگہ جائز تھی۔ وہ اس وقت غصے کی حالت میں اور زیادہ حسین اور پرکشش لگ رہی تھی۔ مجھے اس پر پیار آگیا۔ میں نے ہولے سے اسے مخاطب کیا۔

"کالکا رانی...... کیا مجھ سے بہت زیادہ خفا ہو؟"

جواب میں اس نے پلٹ کر میری سمت دیکھا۔ اس کی نگاہوں میں شکوے اور شکایتوں کا ایک دفتر موجود تھا۔ اس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ سپاٹ نظروں سے مجھے گھورتی رہی۔

"مجھے اپنی غلطی کا احساس ہے۔" میں نے اعتراف کرتے ہوئے کہا۔ "مصروفیات کی بنا پر میں تمہاری طرف سے غافل ہو گیا تھا۔ چلو معاف کر دو۔"

"کالکا نے کہا تھا کہ وہ بڑے بڑے سنیاسیوں اور بھگتوں کو ٹھکرا کر تمہارے پاس آئی ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔"

"اس کے باوجود تم نے مجھے اپنے من سے نکال دیا۔"

"یہ غلط ہے۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "تمہاری شکتی من کے اندر کا حال بھی جان سکتی ہے۔ میرے دل کی گہرائیوں میں جھانک کر دیکھو وہاں تمہیں اپنے سوا کسی اور کی صورت نظر نہیں آئے گی۔"

"میں جانتی ہوں اسی کارن میں نے تمہیں معمولی سا جھٹکا دے کر سوتے میں جگانے کی کوشش کی ہے۔" کالکا نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"تمہارے سپنوں کی تیسری منزل میرے ایک ہی اشارے پر بیٹھ گئی ہے۔" کالکا نے شکوہ بھرے لہجے میں جواب دیا پھر پیار بھری نظروں سے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔ "مجھے تمہیں نقصان پہنچاتے ہوئے دکھ ہوا تھا لیکن میں تمہیں اپنے سے دور نہیں دیکھنا چاہتی۔ میں تمہاری داسی بن کر بھی تمہارے پاس رہنے کو تیار ہوں۔ پرنتو صرف اس شرط پر کہ تم اپنی کالکا سے دور رہنے کی کوشش نہیں کرو گے۔ میں نے کہا تھا کہ تم سندر ہو۔ مجھے پسند آگئے۔ اسی لیے میں تمہارے پاس ہوں ورنہ جب چاہوں تمہیں چھوڑ کر جا سکتی ہوں۔"

"نہیں...... ایسا مت کرنا۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "میں وعدہ کرتا ہوں آئندہ تمہیں فراموش نہیں کروں گا۔ ہر لحہ ہر پل تمہیں اپنے پاس رکھوں گا۔"

"میں تم سے دور ہی کب تھی۔" کالکا کا لہجہ معنی خیز ہو گیا۔ مسکرا کر بولی۔ "تمہارا کیا خیال ہے تم نے جو ترقی حاصل کی ہے، وہ صرف اپنے بل بوتے پر حاصل کی ہے؟ تم اپنی بات کے دھنی ہو' تم جیون میں بڑا نام پیدا کرنے کی شکتی رکھتے ہو لیکن میری مہان قوتوں نے بھی قدم قدم پر تمہارا ساتھ دیا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"تمہارا کیا خیال ہے بھولے ناتھ۔ کیا اس روز تم نے جو مایا جوئے میں سمیٹی تھی اس میں کالکا کا کوئی ہاتھ نہیں تھا؟"

"اوہ...... گویا تم غائبانہ طور پر میری مدد کرتی ہو۔" میں نے حیرت سے چونکتے ہوئے کہا۔

"ہاں...... میں جب تک تمہارے پاس ہوں ہر قیمت پر تمہاری سہائتا کرتی رہوں گی۔ تم کہو نہ کہو لیکن میں تمہیں کسی معاملے میں دوسروں کے مقابلے میں کم نہیں دیکھ سکتی۔ تم ایک بار حکم دے کر دیکھو۔ میں تمہیں آکاش کی بلندیوں تک لے جا سکتی ہوں۔" کالکا نے بڑی محبت اور اپنائیت سے کہا۔ "میں اپنے من سے مجبور ہوں تمہیں کبھی نراش نہیں دیکھ سکتی۔"

"اور وہ جو تیسری منزل بیٹھ گئی ہے اس کا کیا بنے گا؟"

"چنتا کیوں کرتے ہو؟ جو نقصان راتوں رات ہو سکتا ہے وہ راتوں رات پورا بھی ہو سکتا ہے۔" کالکا معنی خیز انداز میں مسکرائی۔

"لیکن......"

"لیکن ویکن چھوڑو اور ایک بات دھیان میں رکھو تمہاری کالکا جتنی مہربان ہے اتنی ہی نرم و نازک ہے۔ ایک ذرا ٹھیس لگنے سے اس کا دل کانچ کی طرح ٹوٹ کر چکنا چور بھی ہو سکتا ہے اور...... پھر جب آشا نراشا میں بدل جائے تو منش کے سارے سپنے ٹوٹ جاتے ہیں۔" وہ جذباتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی اس کے یاقوتی اور تراشیدہ ہونٹ بدستور متحرک تھے۔ "کالکا نے جیون میں کبھی ہارنا نہیں سیکھا۔ وہ تمہیں بھی آسانی سے نہیں ہارے گی۔"

"اور میں تمہیں کیا کھونا چاہتا ہوں لیکن وہ تیسری منزل۔"

"میں نے کہا نا۔ چنتا مت کرو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ مسکرا کر بولی۔ "جو کچھ ماسٹر ٹونی کی آنکھوں نے دیکھا وہ ایک سپنا بھی تو ہو سکتا ہے۔"

"مگر اس کا حال میں بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔ "میں نے اس کا تذکرہ اپنے ماں باپ سے بھی کر دیا ہے۔"

"آنکھ موند کر سونے کی کوشش کرو۔ کالکا تمہیں لوری دے کر سلائے گی اور پر جب تم بھور بھئے جاگو گے تو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔"

میں نے جواب میں کچھ کہنا چاہا لیکن کالکا کی خمار آلود آنکھیں مجھ پر غنودگی طاری کر رہی تھیں' پھر وہ لہراتی بل کھاتی میرے بالکل قریب آکر میرے سرہانے بیٹھ گئی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر میری آنکھیں بند کر دیں۔ اس کے ہاتھوں کے لمس سے میرے سارے جسم میں ایک لہری دوڑ گئی پھر وہ مدھر سُروں میں مجھے لوری سنانے لگی اور میں نیند کی آغوش میں ڈوبتا چلا گیا۔

دوسری صبح میری آنکھ کھلی تو رات کا سہانا خواب میری پلکوں پر کھیل رہا تھا۔ میں نے شوکیس کی سمت دیکھا جہاں کالکا کی مورتی رکھی تھی لیکن اس کے پتلے پتلے نرم اور گداز ہونٹوں پر اس وقت بھی مسکراہٹ نظر آ رہی تھی۔ میں دیگر ضروریات اور ناشتے سے فارغ ہو کر دفتر پہنچا تو ماسٹر ٹونی وہاں پہلے سے موجود تھا۔ اس کے چہرے پر مسرت اور حیرت کے ملے جلے تاثرات نظر آ رہے تھے۔

"سر...... وہ تیسری منزل۔ وہ...... وہ...... صحیح و سلامت ہے جبکہ کل میں نے......"

"ہو سکتا ہے کہ کل تم نے کچھ زیادہ پی رکھی ہو؟"

"اوہ نو سر...... ٹونی ڈیوٹی آورز میں شراب کو ہاتھ لگانے کا بھی عادی نہیں ہے۔"

"پھر وہ تیسری منزل۔"

"مجھے خود بھی حیرت ہے جناب۔ جن چوکیداروں نے کل اس کے بیٹھ جانے کی اطلاع دی تھی۔ آج وہ بھی میری بات کا مذاق اڑا رہے تھے اور آپ نے بھی میرے ساتھ جا کر خود اپنی آنکھوں سے سائٹ کا معاینہ کیا تھا۔"

"ہم...... میں تمہارے ساتھ کب گیا تھا۔" میں نے جان بوجھ کر ایک حقیقت سے انکار کیا تو ٹونی کچھ دیر تک آنکھیں پھاڑے حیرت سے مجھے دیکھتا رہا پھر سر کھجاتا ہوا اٹھا اور منہ ہی منہ میں بڑبڑاتا آفس سے باہر چلا گیا۔ میں اس کی بوکھلاہٹ پر مسکراتا رہا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ کالکا کی پراسرار قوت نے نہ صرف یہ کہ تیسری منزل کو ٹھیک کر دیا ہو گا بلکہ دوسروں کے ذہن سے بھی اس حادثے کو کھرچ کر صاف کر دیا گیا ہو گا۔

دوپہر بارہ بجے تک میں دفتر میں بیٹھا کاموں میں مصروف رہا پھر ایک کال اٹینڈ کر رہا تھا کہ ندیم سیٹی بجاتا ہوا دفتر میں داخل ہوا۔ اشارے اشارے میں ہمارے درمیان علیک سلیک ہوئی وہ بے تکلفی سے ایک کرسی پر بیٹھ کر بدستور سیٹی پر کوئی دھن الاپتا رہا۔ کیسینو والی ملاقات کے کوئی چھ ماہ بعد وہ اچانک میرے دفتر میں وارد ہوا تھا۔ جبکہ میں نے اسے پتا بھی نہیں بتایا تھا۔ ویسے مجھے اسے دیکھ کر خوشی ہوئی۔ ہرچند کہ وہ جس راستے کا مسافر تھا اس میں اور میرے درمیان زمین و آسمان کا فرق تھا لیکن وہ بہرحال میرا کلاس فیلو اور دوست تھا اور مجھے دوست کی دوستی سے غرض تھی۔ اس کے فعل سے کوئی سروکار نہیں تھا بلکہ ایک زاویے سے میں اس کا ممنون بھی تھا۔ اس روز اگر اچانک میری اور اس کی ملاقات نہ ہوئی ہوتی تو شاید ہی وہ آرڈر سپلائی نہ کر پاتا جس میں مجھے بیس لاکھ کا منافع ہوا تھا۔ جتنی دیر میں فون پر گفتگو کرتا رہا وہ میرے دفتر کی سجاوٹ پر غور کرتا رہا پھر میں فارغ ہوا تو اس نے کہا۔

"دفتر تو بہت زوردار بنا رکھا ہے۔"

"یہ میرا دفتر ہے۔ والد صاحب کے نام سے میں نے کنسٹرکشن کمپنی کا ایک آفس اور کھول رکھا ہے۔"

"اوہ......" وہ چونکا۔ "نادر کنسٹرکشن کمپنی تمہارے والد کی ہے۔"

"خیریت......"

"میں اس کا نام سن چکا ہوں۔" ندیم نے شوخی سے کہا۔ "وہاں جانے کا تو ابھی تک اتفاق نہیں ہوا لیکن میرا خیال ہے کہ تمہارے اس دفتر کی آب و ہوا زیادہ اچھی بھلی ہے۔"

"کیا پیو گے؟ کولڈ ڈرنک یا کافی۔" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"جو چاہو منگا لو لیکن پندرہ منٹ کے اندر اندر۔ سولہویں منٹ پر تم اپنا سارا کام نمٹا کر میرے ساتھ چلو گے اور اس پروگرام میں نہ کوئی تبدیلی ہو گی نہ تمہارا کوئی عذر سنا جائے گا۔"

"جانا کہاں ہے؟"

"حشر کے میدان میں۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آج دسمبر کی کیا تاریخ ہے۔"

"پچیس ...... لیکن پچیس تاریخ کا حشر کے میدان سے کیا تعلق ہے؟" میں نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے کہا پھر چپراسی کو بلا کر کافی کا آرڈر دیا۔

"اگر تم اتنے بھولے ہوتے جتنے شکل و صورت سے نظر آ رہے ہو تو پھر تم نے اتنی حسین، خوبصورت اور اسمارٹ لیڈی سکریٹری رکھنے یا پالنے کے بجائے کسی مرد کو ترجیح دی ہوتی۔" ندیم نے اپنا کمنٹ جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "پرائیویٹ آفس سے لے کر سپر اسٹورز اور بڑے بڑے اسٹیبلشمنٹس میں یہ خوبصورت اور رنگ برنگی تتلیاں جو نظر آتی ہیں دراصل یہ شاپنرز ہیں جو گاہکوں کو چھیلنے کا کام بڑی مہارت اور چابکدستی سے سرانجام دیتی ہیں۔ ویسے بائی دی وے ان خاتون کا نام کیا ہے؟"

"عارفہ ......" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "بڑی دیانتدار اور محنتی لڑکی ہے۔"

"لڑکی ہر حال میں لڑکی ہی ہوتی ہے چاہے دیانتدار اور محنتی ہو یا نہ ہو۔" ندیم نے اپنا فلسفہ بگھارتے ہوئے کہا۔ "اب ہمارے کیسینو کو لے لو وہاں جتنی بھی کال گرلز ہیں سب کا کام گاہکوں کو فریب دے کر لمبی لمبی رقمیں گھسینا ہے۔ لوگ ان کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے۔ ان میں سے بیشتر لڑکیاں جسم فروشی کا گھناؤنا کام کرتی ہیں لیکن دو چار ایسی بھی ہیں جو اس ماحول میں رہ کر بھی نہایت پارسا اور شریف زادیاں ہیں جو ضرورت سے مجبور ہو کر اور اپنا پیٹ پالنے کی غرض سے اس ماحول میں سانس لے رہی ہیں۔ کبھی کبھی مجھے ان پر بہت ترس آتا ہے۔ میں ان کی ضرورتوں کا خیال بھی رکھتا ہوں لیکن ایک شخص بھلا پورے معاشرے کو کیسے سنوار سکتا ہے۔"

"بہت خوب تمہارے منہ سے معاشرے کو سدھارنے کا کام سن کر مجھے حیرت بھی ہوئی اور بے اختیار قہقہہ لگانے کو بھی جی چاہ رہا ہے۔"

"ہاں کبھی کبھی میں جذباتی ہو جاتا ہوں لیکن ہمیشہ نہیں۔" ندیم نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اتنی دیر میں کافی آگئی تھی۔ اس نے جلدی جلدی کافی ختم کی پھر اٹھتے ہوئے بولا۔

"کم آن گیٹ اپ۔"

"لیکن اس وقت کہاں چلنے کا پروگرام ہے۔"

"میں نے کہا نا حشر کے میدان میں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا پھر جلدی سے بولا۔ "جیب میں دس بارہ ہزار ڈال لو۔ ضرورت بھی پیش آسکتی ہے۔"

"روپوں کی کوئی بات نہیں ہے لیکن۔"

"وقت مت برباد کرو پلیز۔"

مجھے مجبوراً ندیم کے ساتھ جانا پڑا وہ ہمیشہ سے ایسا جذباتی اور لاابالی واقع ہوا تھا۔ کیسینو کی پارٹنرشپ بھی اس کی اسی ذہلت کا سبب بنی تھی۔ وہ شروع سے ہنگامہ آرائی اور ہنگاموں میں پیش پیش رہنے کا عادی تھا۔ اس وقت بھی اس نے زبردستی مجھے اپنے ساتھ گھسیٹا تھا اور اپنی گاڑی اس نے ... تھا۔ دفتر سے روانہ ہونے کے بعد اس نے مجھ سے بڑی ... سے پوچھا تھا۔ "کبھی ریس کھیلنے کا بھی اتفاق ہوا ہے۔"

"نہیں ...... لیکن ......" میں چونک اٹھا۔

"فضول باتیں مت کیا کرو، اب تم جوان اور کاروباری آدمی بن چکے ہو اور ہر مصروف اور کاروباری آدمی کے ایک دو شوق پالنے بے حد ضروری ہوتے ہیں۔" اس نے فلسفیانہ انداز میں کہا۔ "اس سے صرف چینج ہی نہیں ملتی کچھ دیر کے لیے وہ اپنے روز مرہ کے معمول کی اکتاہٹوں سے فرار بھی حاصل کر لیتا ہے۔"

"ندیم پلیز۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "مجھے اس شوق سے دور ہی رکھو۔ کیسینو کی بات اور تھی لیکن تم مجھے جس حشر کے میدان میں لے جا رہے ہو وہاں والد کے کسی دوست سے بھی ٹکراؤ ہو سکتا ہے۔"

"اور تم ان سے بھی یہ پوچھنے کا حق محفوظ رکھتے ہو کہ آپ یہاں کس غرض سے چہل قدمی کر رہے ہیں۔"

"یار میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔" میں نے کہا۔ "تم والد صاحب کو نہیں جانتے خالص پٹھانی طبیعت کے آدمی ہیں۔ ایک بار مزاج گرم ہو جائے تو مہینوں ٹھنڈا ہونے کا نام نہیں لیتا۔"

"اور اس کے باوجود تم ......"

"کبھی کبھی قومی جذبہ مجھے وہاں کھینچ لے جاتا ہے۔" ندیم نے میرا جملہ نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔ "آج دسمبر کی پچیس تاریخ ہے اور آج کے دن قائد اعظم گولڈ کپ ریس کا انعقاد ہوتا ہے۔ ملک کے اس عظیم ترین لیڈر اور رہنما کے نام پر دس پندرہ منٹ کے اندر اندر کروڑوں روپوں کا الٹ پھیر ہو جاتا ہے۔ وہ لوگ جو ریس نہیں کھیلتے آج کے دن وہ بھی تفریح کی خاطر آتے ہیں۔"

میں نے بہت کوشش کی بڑی منت سماجت کی لیکن ندیم نے میری ایک نہ سنی اگر مجھے پہلے سے اس کے پروگرام کا علم ہوتا تو میں کسی قیمت پر اس کے ساتھ نہ آتا۔ کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے ٹال جاتا۔ بہرحال جس وقت میں ریس کلب کے جم غفیر میں داخل ہوا تو اس وقت میری کیفیت بالکل اس پاک باز کی سی تھی جو بھٹک کر عبادت گاہ کے بجائے کسی مے خانے میں آگیا ہو۔

ندیم نے ریس شروع ہوتے ہی کھیلنا شروع کر دیا تھا۔ اس کے آدمی وہاں پہلے سے موجود تھے جو اس کے اشارے پر اس کی جانب سے بڑی بڑی رقمیں لگا رہے تھے اور میں اس بات سے خوفزدہ تھا کہ کہیں والد صاحب کا کوئی شناسا مجھے وہاں دیکھ نہ لے۔ تیسری ریس میں جب ایک ادھیڑ عمر کے شخص نے ندیم سے آکر گولڈ کپ والی ریس کے ونگ ہارس کے بارے میں بات شروع کی تو میرا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔ وہ والد صاحب کے ساتھ پولیس کے محکمے میں کام کر چکا تھا۔ بڑا راشی اور چلتا پرزہ شخص تھا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ ریس کلب میں میری موجودگی کی بات کسی نہ کسی طرح والد صاحب تک ضرور پہنچائے گا۔ طبیعتاً وہ بہت کینہ پرور تھا اور دوسروں کی برائی کو اچھالنا اس کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔ وہ میرے بالکل سامنے کھڑا ندیم سے گفتگو کر رہا تھا۔ ابھی تک اس کی میری نگاہیں چار نہیں ہوئی تھیں لیکن یہ بھی ناممکنات سے تھا کہ میں اس کے سامنے صرف دو قدم کے فاصلے پر موجود تھا اور وہ مجھے دیکھ نہ پاتا۔ ابھی میں اسی ادھیڑبن میں تھا کہ کاکا کی مدھری آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"میں تمہارے ہردے کی بے چین دھڑکنوں کو سن رہی ہوں لیکن تم کسی بات کی چنتا مت کرو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں اور جب تک میں ہوں تمہیں تمہارے دوست ندیم کے سوا کوئی دوسرا تمہیں نہیں دیکھ سکتا۔"

کاکا کی آواز سن کر مجھے سکون آگیا پھر میرے دل کی کیفیت بتدریج ٹھیک ہوتی چلی گئی۔ اب میں بڑی دلچسپی سے گھڑدوڑ اور اس میں جنونی انداز میں دلچسپی لینے والوں کی حرکات اور سکنات کو دیکھ رہا تھا۔ چوتھی ریس ختم ہوئی تو ندیم اس وقت تک تیس ہزار روپے ہار چکا تھا لیکن اسے ہار کا مطلق کوئی افسوس نہیں تھا۔

"شہباز۔" کاکا کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "کیا تمہیں اپنے متر کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں ہے؟"

"میں کیا کر سکتا ہوں۔" میں نے دل ہی دل میں جواب دیا۔ "مجھے تو ریس کے بارے میں اے بی سی ڈی بھی نہیں آتی۔"

"میں جو ہوں تمہارے ساتھ۔" وہ بڑے ٹھوس اور بااعتماد آواز میں بولی۔ "تم جس گھوڑے کی طرف اشارہ کرو وہ ہر قیمت پر اول آئے گا۔"

مجھے کاکا کی پراسرار قوتوں کا اندازہ تھا چنانچہ جب پانچویں ریس میں ندیم نے دو نمبر کے گھوڑے پر پانچ ہزار لگانے چاہے تو میں نے اسے روکتے ہوئے سرسری طور پر کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا اس ریس میں آٹھ نمبر کا گھوڑا ون نہیں کر سکتا۔"

"تم نے شاید بورڈ پر اس کے بھاؤ کو نہیں دیکھا۔" ندیم نے ایک تجربے کار کھلاڑی کی طرح کہا۔ "دس دس کے بھاؤ کے گھوڑے اتنی آسانی سے نہیں جیتتے۔"

"لیکن اگر آٹھ نمبر جیت گیا تو تمہارا نقصان پورا ہو سکتا ہے۔ رسک لینے میں کیا حرج ہے؟"

"ایک شرط پر ......" ندیم نے مسکرا کر کہا۔ "اگر پانچ ہزار تم بھی لگاؤ تو میں تمہاری دوستی کی خاطر یہ رسک بھی لے سکتا ہوں۔"

میں نے کترانے کی کوشش کی لیکن کاکا کے اکسانے پر میں نے جیب سے پانچ ہزار نکال کر ندیم کے حوالے کر دیے۔ ندیم نے وعدے کے مطابق آٹھ نمبر گھوڑے پر دس ہزار کی رقم لگا دی پھر بولا۔ "ایک بات میری غور سے سن لو مائی ڈیئر آٹھ نمبر چھٹے نمبر پر بھی نہیں آسکتا لیکن تمہیں مسلمان بنانے کی خاطر پانچ تو کیا میں دس ہزار بھی خرچ کر سکتا ہوں۔"

ندیم کے لہجے میں شوخی اور شرارت تھی۔ اسے ہم دونوں کی ہار کا یقین تھا اس لیے اس نے ریس شروع ہونے کے باوجود اپنی دوربین کو ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھا سگریٹ کے مرغولے فضا میں چھوڑتا رہا لیکن جب کاکا کے کہنے کے مطابق آٹھ نمبر نے ریس جیت لی تو ندیم مجھے ایسی

نگاہوں سے دیکھنے لگا جیسے اسے میرے انسان ہونے پر شبہ تھا۔

"دیکھا تم نے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کبھی کبھی اناڑی بھی کھلاڑی پر نمبر لے جاتے ہیں۔"

"مجھے ایک بات بتاؤ۔" ندیم نے مجھے گھورتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔ "تم چار ریس تک سکون سے بیٹھے تھے پھر اچانک یہ آٹھ نمبر کا گھوڑا تمہارے ذہن میں کیسے آگیا۔"

"ستاروں کی چال مائی ڈیئر۔" میں نے اسے چڑانے کی خاطر کہا۔ "مجھے دن میں بھی تارے نظر آتے ہیں اور اس وقت جب پانچویں ریس شروع ہونے والی تھی مجھے آسمان پر پورے آٹھ ستارے جگمگ کرتے نظر آئے تھے۔"

"میں نہیں مان سکتا کہ تم یہاں پہلی بار آئے ہو۔" ندیم نے مشکوک انداز میں کہا۔ "آٹھ نمبر کا گھوڑا آؤٹ چانس میں ضرور تھا لیکن آج وہ جن گھوڑوں کے ساتھ دوڑ رہا تھا ان میں اس کی جیت ناممکن ہی تھی۔"

"بہرحال تمہیں یہ کہاوت ضرور ماننی پڑے گی کہ کبھی کبھی اناڑیوں کا تکا بھی لگ ہی جاتا ہے اور یوں بھی تم میری قسمت کو اپنے کیسینو میں بھی آزما چکے ہو۔" میں نے ایک کمزور سا جواز پیش کیا بہرحال مجھے اپنی جیت کی اتنی خوشی نہیں تھی جتنی اس بات کی تھی کہ ندیم کا نقصان پورا ہو گیا تھا۔ "مجھے بھی یہی محسوس ہو رہا ہے کہ جوئے کے معاملے میں تم بہت خوش قسمت واقع ہوئے ہو۔" ندیم نے کہا پھر مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "جن لوگوں کو دن میں تارے نظر آنے لگیں پھر وہ زندگی میں کبھی ہار نہیں سکتے۔ میری مانو تو تم بھی کسی کیسینو میں پارٹنر بن جاؤ۔ کہو تو تمہارے لیے بات کروں۔"

"تھینکس ......" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "مجھے بزنس سے جو حاصل ہو جاتا ہے وہی میرے لیے ضرورت سے کچھ زیادہ ہی ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔" ندیم نے کہا۔ "کچھ لوگ تمہاری طرح بہت قناعت پسند ہوتے ہیں اور کچھ لوگ ہم جیسے بھی ہوتے ہیں جن کو زیادہ سے زیادہ دولت مند بننے اور روپے کمانے کی ہوس رہتی ہے۔"

"اب تم شاید مجھ سے مذاق کر رہے ہو؟"

"بات مذاق کی ہو یا سنجیدگی کی لیکن ساتویں ریس میں ایک بار پھر تمہیں میری خاطر آسمان پر چمکتے تاروں کا شمار کرنا پڑے گا۔" ندیم سیریس تھا۔ "ساتویں ریس ہی قائد اعظم گولڈ کپ ریس ہے جو سیزن کی سب سے بڑی ریس شمار کی جاتی ہے اس ریس میں جیتنے والے گھوڑے کے مالک کو کپ اور انعام کی رقم دینے کی خاطر ملک کی کسی بہت ہی مشہور شخصیت کو مدعو کیا جاتا ہے۔"

"اور اس سلسلے میں اخبارات یا مذہبی رہنماؤں کی طرف سے کوئی احتجاج نہیں ہوتا۔" میں نے حیرت سے کہا۔

"قائد اعظم کے نام کے علاوہ اسماعیلیوں کے روحانی آغا خان کا گولڈ کپ بھی ہوتا ہے۔" ندیم نے کہا۔ "بلکہ دوئم آغا علی شاہ جو اسماعیلی فرقے کے سینتالیسویں امام تھے انہیں تو گھڑسواری کا بے حد شوق تھا۔ برطانیہ کی مشہور ریس میں انہوں نے متعدد انعام حاصل کیے ہیں۔ کس کس کے خلاف احتجاج کرو گے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ندیم چھٹی ریس میں گم تھا۔ مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ لوگ اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی کو اتنی بے دردی سے ریس کے گھوڑوں پر بڑھ چڑھ کر لٹا رہے تھے۔ چھٹی ریس میں قسمت نے ندیم کا ساتھ نہیں دیا۔ ساتویں ریس کے آتے ہی اس نے ریس کی کتاب میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"لو...... اس میں تمام گھوڑوں کے نام درج ہیں۔ اب ذرا تم ستاروں کی چال یا تعداد دیکھ کر بتاؤ کہ آج قائد اعظم کپ کون سا گھوڑا اٹھا رہا ہے۔"

"اور اگر اس بار بھی میری پیش گوئی درست ثابت ہو گئی تو استاد مان لو گے۔"

"منظور......" اس نے گرمجوشی سے میرے ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہا۔

میں نے ریس کی کتاب زندگی میں پہلی بار دیکھی تھی۔ اس میں گھوڑوں کے نام اور نمبر کے ساتھ جاکیوں کے نام بھی درج تھے۔ اس کے علاوہ بھی بہت ساری ایسی باتیں درج تھیں جو کم از کم میری سمجھ سے بالاتر تھیں۔ میں یوں ہی کتاب ہاتھ میں لیے اس پر نظر دوڑاتا رہا۔ ندیم میرے چہرے کے تاثرات کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ پہلے کیسینو والی جیت اور پھر میرے بتائے ہوئے گھوڑے کی جیت نے اسے یقیناً الجھن میں ڈال دیا تھا۔ وہ میرے بارے میں نہ جانے کیا سوچ رہا ہوگا؟ اس کی جگہ میں ہوتا تو شاید میرے بھی وہی تاثرات ہوتے جو اس کے چہرے سے عیاں تھے۔ میرا مشاہدہ تھا کہ عام لوگ اتنے ضعیف الاعتقاد نہیں ہوتے جتنے جواری اور شادی بیاہ کا حال معلوم کرنے والے ہوتے ہیں۔ سڑک پر بیٹھا ایک مفلوک الحال نجومی بھی جو علم نجوم کے ابجد سے بھی واقف نہیں ہوتا اپنی چرب زبانی اور لوگوں کی سادہ لوحی سے دن بھر میں اچھی خاصی رقم بٹور لیتا ہے۔ جن کے بارے میں اس کی پیش گوئی کا تکا لگ جاتا ہے وہ اس کے معتقد بن جاتے ہیں اور یہ سمجھ لیتے ہیں کہ وہ علم غیب سے بھی واقف ہے۔ یہ بھی نہیں سوچتے کہ جو شخص خود فٹ پاتھ پر بیٹھا ہے اور اپنی قسمت نہیں سنوار سکتا وہ بھلا دوسروں کے بارے میں کیا بتا سکے گا۔

بہرحال اس وقت ندیم کے دل کی جو کیفیت تھی وہ اس کے چہرے سے عیاں تھی میں خود کو ایسا پوز کر رہا تھا جیسے واقعی کوئی پہنچا ہوا آدمی ہوں۔

"تم اس ریس میں چار نمبر کے گھوڑے پر رقم لگانے کے بارے میں سوچ رہے ہو۔ کیوں۔" میں نے کالکا سے تمام صورت حال معلوم کرنے کے بعد ندیم سے سوال کیا تو وہ چونک پڑا۔

"ہاں ...... میں انکار نہیں کروں گا۔" ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ویسے پانچ نمبر کا گھوڑا بھی چانس میں ہے۔"

"میری مانو تو کسی ایک رائے پر قائم رہو یا پھر......" میں نے جان بوجھ کر اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور خلا میں یوں گھورنے لگا جیسے واقعی ستاروں کی گردش کے بارے میں غور کر رہا ہوں۔

"تم خاموش کیوں ہو گئے۔" ندیم نے پوچھا۔ "تمہاری پسند کیا ہے۔"

"بات میری پسند یا ناپسند کی نہیں بلکہ سب کچھ ساعتوں کا ہیر پھیر ہے۔" میں نے اپنی دستی گھڑی پر ایک نظر ڈالی پھر انگلیوں پر یوں ہی کچھ شمار کرتے ہوئے بولا۔ "میری مانو تو تم چار پانچ کو جمع کر کے نو نمبر پر قسمت آزمائی کر لو۔"

"نو نمبر......" ندیم نے ایک لمحے کو کچھ سوچا پھر مسکرا کر بولا۔ "نو نمبر کا اس ریس میں کوئی چانس نہیں بنتا۔ میں تم سے دس ہزار کی بٹ کر سکتا ہوں۔"

"تمہاری مرضی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم جو چاہو وہ کرو۔ میں تو پھر بھی یہی کہوں گا کہ اناڑی کھلاڑی لیکن جیتے گا بہرحال نو نمبر۔"

"نکالو دس ہزار۔"

"کیا مطلب؟"

"میں چاہتا ہوں کہ جو انجام بھی ہو دونوں کا ایک ہی ہو۔"

میں نے کالکا کے مشورے پر دس ہزار روپے نکال کر ندیم کے حوالے کر دیے۔ ریس شروع ہونے میں پانچ منٹ باقی تھے۔ نو نمبر جیسے چھتے کے بھاؤ میں کھل رہا تھا جبکہ چار اور پانچ نمبر دونوں ایک کے بھاؤ میں تھے۔ اس کے باوجود لوگ ان ہی دو گھوڑوں پر لمبی لمبی رقمیں لگا رہے تھے۔ ندیم نے مجبوراً "نو نمبر کے گھوڑے پر میری اور اپنی رقم ملا کر داؤ لگا دیا پھر جب ریس ختم ہوئی اور نو نمبر اول نمبر پر آیا تو ندیم نے بے اختیار مجھے لپٹا لیا اور بڑی گرمجوشی سے بولا۔ "مان گئے استاد کہ تمہیں ستاروں کی چال کا علم آتا ہے۔"

ہم ریس کورس سے واپس روانہ ہوئے تو راستے بھر ندیم اس بات پر زور دیتا رہا کہ میں اس کے ساتھ بزنس پارٹنر بن جاؤں اس نے نہ جانے میرے بارے میں کیا رائے قائم کر رکھی تھی بہرحال میں اتنا ضرور محسوس کر رہا تھا کہ وہ کم از کم جوئے کے بارے میں مجھے مقدر کا سکندر ضرور سمجھ رہا تھا۔ میں نے اس کی بات سے کھل کر انکار کرنا اس لیے پسند نہیں کیا کہ وہ پھر پنجے جھاڑ کر میرے پیچھے پڑ جاتا۔ شروع ہی سے وہ کچھ ایسی ہی طبیعت کا مالک تھا۔ جو بات اس کے دماغ میں سما جائے اس کا نکلنا آسان نہیں ہوتا تھا چنانچہ میں نے اس سے وقتی طور پر جان چھڑانے کے لیے وعدہ کر لیا کہ اس کے مشورے پر فرصت سے غور کروں گا۔ راستے میں کالکا نے بھی مجھے یہی مشورہ دیا تھا کہ میں ندیم کی پیش کش قبول کر لوں وہ اپنی پراسرار قوتوں کے ذریعے ہمیں کروڑپتی بنا سکتی تھی۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ ندیم کاروباری اعتبار سے میرے حق میں زیادہ کارآمد ہو سکتا ہے لیکن میں نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا تو وہ قدرے خفگی سے بولی۔

"میں محسوس کر رہی ہوں کہ تم مجھ سے کھنچے کھنچے رہنے لگے ہو۔"

"بات سمجھنے کی کوشش کرو جان من۔" میں نے اسے پیار سے مخاطب کیا۔ "مجھے معلوم ہے کہ تم میری ہمدرد ہو تم نے ہر ہر موقعے پر میری مدد کی ہے۔ میں تمہارا احسان مند ہوں۔ مجھے قوی امید ہے کہ جب بھی میرے اوپر کوئی آڑا وقت آیا تم ہی میرے کام آؤ گی لیکن میں ابھی اپنے قوت بازو کو آزمانا چاہتا ہوں۔"

"تمہاری مرضی، لیکن اتنا دھیان میں رکھنا کہ تیر ایک بار ہیت جائے تو واپس نہیں آتا۔" کالکا نے سپاٹ لہجے میں کہا پھر اس طرح اچانک چونک کر خلا میں گھورنے لگی جیسے اسے کوئی اہم چیز نظر آگئی ہو۔ اس کا چہرہ غصے سے تپ کر دہک اٹھا تھا۔ اس کی حسین اور کشادہ پیشانی پر آڑی ترچھی لکیروں کا جال پھیل کر گہرا ہوتا جا رہا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا جب وہ مجھے جاگتے میں نظر آئی تھی۔

ندیم نے مجھے میرے دفتر پر ڈراپ کیا۔ مجھے ایک دو ٹینڈر بھرنے تھے۔ کچھ ضروری کام بھی نمٹانے تھے۔ ندیم سے ہاتھ ملانے کے بعد میں لفٹ کے ذریعے اپنے آفس تک پہنچا۔ کالکا کچھ دور میرے ساتھ آئی تھی پھر نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ اس سے پیشتر وہ کسی گہری سوچ میں غرق نظر آ رہی تھی۔

پھر جب میں نے دروازہ کھول کر اپنے دفتر میں قدم رکھا تو میں بھی چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ شنکر جسے میں اپنی مصروفیات میں الجھ کر یکسر فراموش کر بیٹھا تھا اس وقت میرے دفتر میں ایک کرسی پر آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا۔ وہ تنہا نہیں تھا اس کے ساتھ ایک پنڈت نما شخص اور بھی تھا جس نے گیروے رنگ کی چادر جسم پر لپیٹ رکھی تھی۔ اس کے گلے میں متعدد مالائیں جھول رہی تھیں۔

"کیا کاکا کی الجھن کا سبب بھی شنکر تھا؟" میرے ذہن میں یہ خیال تیزی سے ابھرا پھر میں اپنی کرسی پر بیٹھا تو شنکر نے اپنے غلیظ ہونٹوں پر ایک ناگوار مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے حسب سابق ناک میں منمناتے ہوئے بولا۔

"پہچانا مہاراج، میں شنکر ہوں تمہارا جتر۔" اس کے لہجے میں اپنی برتری اور طنز شامل تھا۔ اس کے ساتھ بیٹھا ہوا پنڈت جس کا سر گھٹا ہوا تھا اور جس نے اپنے ماتھے پر سفید رنگ کی تین چار لکیریں کھینچ رکھی تھیں مجھے ایسی چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے میرے دل کا حال پڑھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ خاصا ہٹا کٹا پنڈت نظر آرہا تھا لیکن اس کے چہرے پر طاری گمبھیر سنجیدگی اس بات کی غمازی کر رہی تھی کہ اس نے زندگی کے تجربوں کا نچوڑ حاصل کرنے کی خاطر عمر کا ایک طویل عرصہ گزارا ہے۔ اس کی آنکھوں میں ایک قسم کی مقناطیسی کشش تھی جو دوسروں کو سحر زدہ کر دینے کی قوت رکھتی تھی۔ چنانچہ میں نے اس کی جانب سے توجہ ہٹاتے ہوئے شنکر کو مخاطب کیا۔

"کب آئے یہاں۔ میں تو ایک عرصے سے تمہارا انتظار کر

"تم شاید بھول رہے ہو کہ میں اپنی شکتی کے زور سے من کا ... جان سکتا ہوں۔" شنکر نے سرسراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ ... دیکھ رہا ہوں کہ تم مجھے بالکل ہی بھول گئے تھے اور اس سے اچانک دیکھ کر تمہیں اچنبھا ہوا ہے کہیں مہاشے میں نے ... تو نہیں کہا۔"

"... دراصل کام کی مصروفیات ..."

"... تمہیں دیکھ رہا ہوں۔" اس نے ایک سرسری نظر دفتر کے سامان پر ڈالتے ہوئے کہا۔ "تم بہت اونچے اڑتے دکھائی دے ... ہو۔ مایا جال کے چکروں نے تمہیں چاروں طرف سے گھیر ... ہے۔"

"تمہارے دوست کی تعریف۔" میں نے بات بدلنی ...

"پنڈت جسی دھر۔ ہمارے گرو جو بارہ سال تک تبت کی ... پہاڑی گپھاؤں میں کالی کا شبھ نام جپنے کے بعد واپس آئے ..." شنکر نے مجھے مرعوب کرنے کی خاطر کہا۔ "تم میری شکتی کا ... تو دیکھ چکے ہو۔ ذرا وچار کرو، جسے شنکر نے گرو مانا ہو وہ کتنا ... اور بلوان ہو گا۔"

"میرا خیال ہے کہ تم کاکا کی مورتی لینے آئے ہو۔"

"کچھ جل پانی کی بات نہیں کرو گے۔" اس نے میری بات ... ہوئے کہا۔

میں نے ملازم کو بلا کر کافی لانے کو کہا۔ کافی پینے کے دوران صرف شنکر مجھ سے بات کرتا رہا۔ پنڈت جسی دھر کی نظریں ... میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"جمنا یاد ہے تمہیں۔" کافی کا آخری گھونٹ لینے کے بعد ... نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "بڑی سندر اور سکھیل نار تھی۔ ... کاکا کی مورتی کو حاصل کرنے کی خاطر میں نے اسے بھی ... کے چرنوں میں بلیدان کر دیا تھا۔ یاد ہے تمہیں پورن ماشی کی ... رات جب سوم رس پینے کے بعد تم نے ..."

"کیا ہم صرف مطلب کی بات نہیں کر سکتے؟" میں نے شنکر ... مکمل ہونے سے پہلے قدرے ناخوشگوار انداز میں کہا۔ ... میں چاہتا تھا کہ پنڈت جسی دھر کی موجودگی میں وہ اس ... رات کے حادثے کو بیان کرے جب میں نے غنودگی کی ... میں نادانستہ طور پر جمنا کو گولی مار کر ہلاک کر دیا تھا۔

"کیا بات ہے مہاراج۔ اب تو تم نے اونچے سروں میں بولنا ... سیکھ لیا ہے ... پر تم اس وچار میں بھی مت رہنا کہ تم جمنا کے ... کی آتما بھی تمہارے خلاف گواہی دینے کی خاطر ایک بار ... شریر میں واپس آسکتی ہے۔" اس نے سرد مہری سے کہا۔ "شنکر چاہے ... تو کس شریر کی بات کر رہے ہو؟ وہ جو راکھ کی صورت میں ... بہا دیا گیا تھا۔" میں نے تیزی سے جواب دیا۔

"شنکر سے پنجہ لڑانے کی کوشش کبھی بھولے سے بھی مت کرنا۔ اسی میں تمہاری مکتی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ تم بات بڑھانے کی کوشش کر رہے ہو؟" میں نے سرد مہری کا مظاہرہ کیا۔ "میرے پاس وقت کم ہے۔ مطلب کی بات کرو۔"

"میری ایک امانت تمہارے پاس موجود ہے۔ یاد ہے یا کے کی اڑان میں یہ کرو وہ بھی بھول گئے۔" شنکر زہر خند لہجے میں بولا۔

"تم کالیا کاکا کی مورتی کی بات کر رہے ہو؟"

"ہاں ــــ ہم وہی مورتی لینے آئے ہیں۔"

"کیا تمہاری شکتی کالے بادلوں کے اس پار دیکھنے میں کامیاب ہو گئی ہے۔" میں نے سپاٹ آواز میں پوچھا۔

"تمہارا ان باتوں سے کوئی سمبندھ نہیں ہونا چاہیے۔" شنکر کا لہجہ تلخ ہو گیا۔ "اور یہ بات بھی دھیان میں رکھو بالک کہ شنکر اگر چاہے تو اپنی شکتی کے زور سے تمہیں اب بھی ناک سے زمین پر لکیریں نکالنے پر مجبور کر سکتا ہے۔"

"شنکر ــــ" میں اپنی توہین برداشت نہیں کر سکتا۔ "تم اب اپنی اوقات سے بڑھ رہے ہو۔"

"شانت ــــ بالک ــــ شانت۔" پنڈت جسی دھر نے پہلی بار گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔ "ہم یہاں تم سے کوئی یدھ کرنے کے کارن نہیں آئے ہیں۔ تم نے شنکر کو جو وچن دیا تھا اس کے انوسار کالا رانی کی پوتر مورتی ہمارے حوالے کر دو پھر ہمارا اور تمہارا کوئی جھگڑا نہیں رہے گا۔"

"مجھے اپنا وعدہ یاد ہے اور میں نے پوچھا بھی یہی تھا لیکن۔"

"تم شاید بھول رہے ہو کہ روپ نگر میں تمہارے پولیس لاک اپ کی لوہے کی سلاخیں پگھل کر موم بن گئی تھیں۔" شنکر نے قدرے اونچی آواز میں کہا۔ "تم تو کیول گوشت پوست کے بنے ہوئے ہو۔"

"تم کیا چاہتے ہو؟" میں نے شنکر کو تیز نظروں سے گھورا۔

"میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں مہاشے کہ تم دھرتی پر رینگنے والے کیڑوں کے انوسار ہو۔ ہوا میں اڑنے کا خیال من سے نکال دو ورنہ شنکر کی ایک پھونک ہی تمہارے لیے بہت ہو گی۔ کیا سمجھے؟" اس نے میرا مضحکہ اڑانے کی کوشش کی۔ اگر میں اس وقت روپ نگر میں ہوتا جہاں پنڈتوں کی اکثریت تھی تو میں اس کی بکواس کو پی کر خاموش ہو جاتا لیکن اس وقت مجھ سے ضبط نہ ہو سکا۔ میں نے جواب میں اسے قہر آلود نگاہوں سے گھورتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔

"شنکر ــــ شاید تمہیں بھی اس وقت اس بات کا احساس نہیں ہے کہ تم ذات کے محض ایک چمار ہو اور اس وقت ایک صاحب حیثیت آدمی کے دفتر میں بیٹھے ہو جو اگر چاہے تو تمہیں

اپنے ملازموں کے ذریعے اٹھوا کر باہر سڑک پر بھی پھنکوا سکتا ہے۔"

"تمہارے آدمی ...... اور شنکر کو ہاتھ لگانے کی ہمت کریں گے۔" اس نے بے پروائی سے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "تم شاید مجھے ہنسانے کی کوشش کر رہے ہو؟ میری مانو تو جمنا والے حادثے کو ہمیشہ یاد رکھنا۔ شنکر کی شکتی اور اس کے زبان کی ترت تم پہلے بھی کئی بار دیکھ چکے ہو۔ میں چاہوں تو تم اب بھی بھری عدالت کے سامنے وہی بیان دینے پر مجبور ہو جاؤ گے جو میں چاہوں گا۔ شریر تمہارا اپنا ہو گا لیکن تمہاری کھوپڑی تمہارے وچار اور تمہاری زبان پر شنکر کا قبضہ ہو گا۔"

"تم مجھے بلیک میل کرنے کی دھمکی دے رہے ہو؟" میرا چہرہ، غصے سے سرخ ہو گیا۔

"بلیک میلنگ کیا ہوتی ہے یہ ایک چمار کو کیا معلوم۔" وہ بل کھا کر بولا۔ "میں تو کیول اتنا جانتا ہوں کہ سچ ہمیشہ سچ ہی رہتا ہے اور جو لوگ قانون کے کٹہرے میں کھڑے ہو کر سچ اگل دیتے ہیں وہ پھانسی کے پھندے پر بھی لٹک سکتے ہیں۔ جمنا کا شریر راکھ ہو چکا ہے لیکن یہ مت بھولو کہ اس کی آتما اب بھی زندہ ہے جو اس چمار کے اشارے پر تمہارے شریر پر بھی قبضہ جما سکتی ہے اور پھر وہی ہو گا جو وہ چاہے گی۔"

"شنکر......" پنڈت جنی دھر نے ایک بار پھر گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے شنکر کو مخاطب کیا۔ "دھیرج سے کام لو بالک، ابھی ہمارے پاس بہت سمے ہے۔ تم اپنا حساب کتاب بعد میں بھی چکتا کر سکتے ہو۔ اس سمے تو ہمیں پوتر کالکا کی مورتی کی بات کرنی ہے۔"

جنی دھر کے تیور بھی مجھے کچھ ٹھیک نظر نہیں آ رہے تھے میرا خون پوری طرح جوش مار رہا تھا۔ میں نے بڑے ارمانوں سے والد صاحب کے ایک دیرینہ خواب کو پورا کرنے کی خاطر دن رات محنت کی تھی اور مقابلے کا امتحان پاس کرنے کے بعد پولیس کی ملازمت اختیار کی تھی لیکن مجھے وہ ملازمت بھی شنکر ہی کی وجہ سے چھوڑنی پڑی تھی اور اس وقت بھی وہی منحوس اور مکروہ شخصیت میرے دفتر میں بیٹھی مجھے ایک کمزور اور مفلوج شخصیت ثابت کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ میرے تن بدن میں لاوا ابل رہا تھا۔ میرے دل میں فوری طور پر یہی خیال ابھرا تھا کہ ملازموں کو آواز دوں اور شنکر اور پنڈت جنی دھر کو دھکے دے کر دفتر سے باہر پھنکوا دوں یا پھر میز پر رکھا ہوا پیپر ویٹ اٹھا کر اتنی قوت سے شنکر کو ماروں کہ اس کی کھوپڑی پاش پاش ہو کر رہ جائے لیکن ابھی میں اپنے ارادوں پر عمل کرنے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ کالکا کی سرگوشی میرے کانوں میں ابھری۔

"بدھی سے کام لینے کی کوشش کرو۔ تم نہیں جانتے لیکن میں دیکھ رہی ہوں کہ شنکر کے من میں اس سمے کھوٹ ہی کھوٹ بھرا ہے۔ وہ تمہیں غصہ دلا کر پنڈت جنی دھر ... ہے۔"

"کوئی خاص وجہ۔" میں نے دل ہی دل میں ... کیا۔

"تم جنی دھر کو نہیں جانتے۔ اسے شیو شنکر ... باد حاصل ہے۔ بہت پہنچا ہوا پنڈت ہے۔" کالکا ... دھر نے شیو شنکر اور کالی کو رام کرنے کے کارن ... تہ کر جاپ کیا ہے۔"

"لیکن شنکر مجھے جنی دھر سے کیوں لڑوانا چاہتا ..."

"من میں کھوٹ بھرا ہو تو منش کو کسی کر ... ملتا۔ شنکر میری مورتی کو ہاتھ نہیں لگا سکتا اس لیے ... ساتھ لایا ہے۔ اسے اس بات کا شبہ بھی ہے کہ میں ... سہائتا کر رہی ہوں۔"

"کیا وہ اپنی جوتش ودیا یا سفلی کے گندے عل... اصلیت نہیں جان سکتا۔"

"نہیں ...... وہ میری شکتی سے ٹکرانے کا ... دیکھ سکتے۔ لیکن یہ وہ بھی نہیں چاہتا کہ میری مو... پاس رہے۔"

"کیا جنی دھر تمہاری پراسرار اور ماورائی قو... اٹھا سکتا ہے؟" میں نے بے چینی سے دریافت کیا۔

"کل کیا ہو گا اس چکر میں مت پڑو۔ یہ ... نہیں ہے۔" کالکا نے سنجیدگی سے کہا۔ "میری مانو ... کے بجائے میری مورتی کو ان کے حوالے کر دو۔"

"لیکن میں تمہیں ایک لمحے کو بھی......"

"اس بات کی چنتا مت کرو۔ کالکا اپنی بات ... کسی طرح شنکر کو ٹالنے کی کوشش کرو ورنہ۔"

"ورنہ کیا وہ اپنے گندے اور ناپاک عمل ... کسی مصیبت میں مبتلا کر دے گا؟" میں نے پوچھا ... روح میرے جسم پر قبضہ جما کر میری زبان سے ا... کا راز اگلوا سکتی ہے؟"

"تم جنتر منتر اور سفلی کے بارے میں زیادہ نہ... لیے سمے برباد نہ کرو اور میرا کہا مانو اور میری مور... دھر کے حوالے کر دو۔"

"لیکن تمہاری مورتی......"

"پریشان مت ہو۔" کالکا کی آواز ابھری ... جانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ میں اس سمے تہہ... رکھی لوہے کی الماری میں موجود ہوں۔"

نفسیاتی طور پر میری نظر اس الماری کی جانب ... میرے دفتر میں باہر کھلنے والی کھڑکی کے ساتھ پا... تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد تھا کہ میں نے کالکا کی ...

خواب گاہ کے شوکیس سے کبھی باہر نہیں نکالا تھا پھر؟ وہ دفتر میں کس طرح پہنچ گئی؟ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا کہ پنڈت جنی دھر کی آواز ابھری وہ مجھ سے مخاطب تھا۔

"بالک...... کس وچار میں گم ہو؟"

"میں سوچ رہا ہوں کہ شنکر کی بات کا کیا جواب دوں؟" میں نے شنکر کو گھورتے ہوئے کہا۔ "یہ میرے آفس میں بیٹھا مجھے بلیک میل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"یہ مورکھ ہے۔" جنی دھر نے تیزی سے کہا۔ "کالکا رانی کے بارے میں جذباتی ہو رہا ہے تم اس کی بات پر دھیان دو۔"

"ٹھیک ہے۔" میں شنکر کو بدستور گھورتے ہوئے اپنی کرسی سے اٹھا۔ "اگر تم کہتے ہو تو میں کالکا کی مورتی اس کے حوالے کیے دیتا ہوں۔" پھر میں نے لوہے کی الماری کھولی۔ کالکا کی مورتی وہاں موجود تھی۔ میں نے اسے دھڑکتے ہوئے دل سے اٹھایا۔ میز پر واپس آیا تو شنکر کے چہرے کا تناؤ ختم ہو چکا تھا۔ وہ کسی ندیدے بچے کے مانند مورتی کو دیکھ رہا تھا۔ پنڈت جنی دھر کی آنکھیں بھی مورتی پر جمی ہوئی تھیں۔ اس کی نگاہوں میں ایک مخصوص چمک نظر آ رہی تھی۔

"اسے اٹھا لو شنکر۔" میں نے بظاہر بڑی بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "مجھے تمہاری اس مورتی سے کوئی سروکار نہیں ہے۔"

"نہیں۔" شنکر بولا۔ "جب گرو موجود ہے تو مجھ جیسے کو پہل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

پنڈت جنی دھر کچھ دیر تک کالکا کی مورتی کو اس انداز میں دیکھتا رہا جیسے اسے اپنی قوت بینائی پر شبہ ہو رہا ہو پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر مورتی کو اٹھا کر چوم لیا۔ اس کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ رقص کر رہی تھی پھر وہ جانے کے لیے اٹھے تو میں نے شنکر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"ایک بات اچھی طرح ذہن نشین کر لو یہ روپ نگر نہیں ہے۔ دوبارہ اگر مجھ سے کبھی ملنا تو اپنی حیثیت کا خیال ضرور رکھنا اور یہ بات بھی اپنے ذہن سے نکال دو کہ تم اپنے گندے اور پلید عمل کے ذریعے مجھے کوئی نقصان پہنچا سکتے ہو۔"

جواب میں شنکر کا چہرہ سرخ ہو گیا اس کی آنکھوں میں شیطانی قوت کا جنونی رقص شروع ہو گیا۔ اس کے ہونٹ متحرک ہو گئے۔ شاید وہ کوئی مجھے نقصان پہنچانے کی خاطر کسی منتر کا جاپ شروع کر چکا تھا لیکن پنڈت جنی دھر نے تیزی سے ہاتھ اٹھا کر اسے روکتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"نہیں شنکر...... نہیں تم نے اپنے من میں جو سوچا ہے وہ اس سمے پورا نہیں ہو گا۔"

"مگر...... میں سمجھا نہیں گرو دیو؟" شنکر نے حیرت کا اظہار کیا تو پنڈت جنی دھر نے معنی خیز نگاہوں سے میری جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم بڑے بھاگوان ہو بالک شنکر ابھی گھپ اندھیروں میں دور تک دیکھنے کا عادی نہیں ہوا ہے۔ اس کے لیے اسے ابھی بہت سارے جاپ کرنے ہوں گے۔ دھونی رما کر منڈل میں آلتی پالتی مار کر بیٹھنا ہو گا۔ منش کو کوئی شکتی پراپت کرنے کے کارن کٹھن تپسیا کرنی پڑتی ہے۔ سونا اتنی آسانی سے تو کندن نہیں بن جاتا۔ بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں منش تب کہیں جا کر وہ اندھیاروں میں دیکھنے کے قابل ہوتا ہے۔ پرنتو میں دیکھ رہا ہوں۔ اس پرچھائیں کو جو تمہاری رکھشا کرنے کے لیے تمہارے سر پر منڈلا رہی ہے۔"

"کیا تم اس پرچھائیں کا کوئی توڑ نہیں کر سکتے۔" میں نے یوں ہی سنجیدگی سے کہا۔

"سمے سمے کی بات ہے بالک۔" جنی دھر نے اپنا نچلا ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔ "میں دیکھ رہا ہوں کہ اس پرچھائیں کی وجہ سے تمہارا پلڑا بھاری پڑ رہا ہے لیکن ہمیشہ ایسا نہیں ہو گا۔"

پھر وہ وہاں رکا نہیں، شنکر کو ساتھ آنے کا اشارہ کر کے لمبے لمبے ڈگ بھرتا دفتر سے چلا گیا اور میں اس پرچھائیں کے بارے میں سوچنے لگا تھا جس نے جنی دھر کو بھی ششدر کر دیا تھا۔ فوری طور پر میرے ذہن میں کالکا کا خیال ابھرا۔ اس نے مجھ سے عہد کیا تھا کہ وہ ہر صورت میں میری مدد کرتی رہے گی۔

"کالکا۔" میں نے بڑی حسرت سے اسے آواز دی۔ "تم میرا ساتھ چھوڑ تو نہیں دو گی۔"

"کالکا کو اپنا وچن یاد ہے۔" اس کی مانوس آواز میرے

کانوں میں گونجی۔ "نراش مت ہو میں جیون کے ہر موڑ پر تمہاری سہائتا کرتی رہوں گی۔ تم جب بھی مجھے آواز دو گے اپنے سے بہت قریب پاؤ گے۔ جسی دھر اور شنکر مل کر بھی تمہاری کاکا کی مہان شکتی کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔"

"پھر تم میرے دشمنوں کے قبضے میں کیوں چلی گئیں؟" میں نے شکوہ کیا۔

"کیول اس لیے کہ وہ تمہارا پیچھا چھوڑ دیں۔ میں تمہارے پاس رہتی تو وہ تمہیں برابر کشٹ پہنچانے کی کوشش کرتے رہتے۔"

"پنڈت جسی دھر نے کسی پرچھائیں کا ذکر کیا تھا۔" میں نے اپنا تجسس دور کرنے کی خاطر پوچھا۔ "کیا وہ تم ہی تھیں؟"

"میری ایک بات مانو گے؟" اس نے میرے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"کہو۔"

"شنکر اور پنڈت جسی دھر سے ہمیشہ چوکنا رہنا۔ یہ دشٹ تمہیں نقصان پہنچانے سے باز نہیں آئیں گے۔"

"وہ تمہاری موتی لے گئے ہیں۔ اب میرے اور ان کے درمیان بھلا کیا دشمنی ہو سکتی ہے؟"

"تمہارے بھوش میں کیا لکھا ہے یہ تم نہیں جانتے۔"

"کیا میری کاکا رانی بھی مجھے اس بارے میں کچھ نہیں بتائے گی۔" میں نے بڑے پیار سے اس کے تصور کو مخاطب کیا۔

"سمے کا انتظار کرو۔" کاکا نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

پھر میرا بزنس اسسٹنٹ عابد اندر داخل ہوا تو میں اس کے ساتھ کاروباری باتوں میں مصروف ہو گیا لیکن میں اپنے دل کے ایک نرم گوشے میں کاکا کی موتی کے ہاتھ سے نکل جانے کی کسک بھی محسوس کر رہا تھا۔

✻

میرا بزنس روز افزوں ترقی کر رہا تھا۔ میں نے اپنے دفتر کے عملے کے ساتھ ہمیشہ دوستانہ سلوک روا رکھا تھا اور اس کے علاوہ یہ پالیسی بھی وضع کر رکھی تھی کہ ہر کام میں ہونے والے کل منافعے کی رقم کا دسواں حصہ مساوی طور پر عملے میں تقسیم کر دیتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ ہر کام میں بڑی دلچسپی کا مظاہرہ کرتے تھے۔ شہباز انٹرپرائز کا کام اتنا بڑھ چکا تھا کہ اس کے لیے مجھے ایک دفتر اور لینا پڑا جہاں میں نے عابد کو انچارج مقرر کر دیا۔ وارثی بدستور میرے ساتھ تھا۔ نادر کنسٹرکشن کمپنی کے کام میں اضافہ ہو رہا تھا لیکن وہاں کا عملہ چونکہ ماسٹر ٹونی کی نگرانی میں زیادہ تر سائٹ پر تعینات رہتا تھا اس لیے مجھے اس کے لیے کسی اضافی دفتر کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی البتہ تعمیراتی کام کے سلسلے میں میری نرنجن لال سے ضرور ٹھن گئی جس کی ایک وجہ تو یہ بھی تھی کہ ہماری کمپنی کی وجہ سے اس کے کئی ٹینڈر ہاتھ سے نکل گئے تھے

اور دوسری وجہ والد صاحب سے قرض لی ہوئی رقم تھی، بارے میں اسے یہی احساس تھا کہ وہ رقم ابھی تک اس الادا ہے حالانکہ وہ رقم میں مع منافعے کے وصول کر چکا کاکا کی پراسرار قوت نے اس حقیقت کو ہر شخص کے نکال دیا تھا۔

پنڈت جسی دھر اور شنکر کو کاکا کی موتی لے گئے بیس دن گزر چکے تھے لیکن ابھی تک ان کی طرف انتقامی جذبے کا مظاہرہ نہیں ہوا تھا۔ حالانکہ میرا خیال جسی دھر نہ سہی لیکن شنکر اپنی خباثت کا اظہار ضرور کرے ایسا بھی نہیں ہوا۔ ان بیس دنوں میں کئی بار میرا دل کاکا کو آواز دوں لیکن میں نے ایسا نہیں کیا کاکا نے ساتھ جو عہد و پیمان کیے تھے میں دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ کہاں تک سنجیدہ ہے۔

اس وقت ماسٹر ٹونی میرے دفتر میں بیٹھا مجھے بتا رہا اس نے ایک گورنمنٹ بلڈنگ کے تعمیر کے سلسلے میں داخل کیا ہے اگر وہ منظور ہو گیا تو نرنجن لال کی ساکھ کو دھچکا پہنچے گا کہ پھر اسے دوبارہ قدم جمانے میں خاصا گا۔ ایک بار میرے دل میں یہ خیال آیا کہ نرنجن لال کو بھی دکھانے کی خاطر کاکا کی ماورائی قوتوں سے کام لوں لیکن نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔

"سر۔" ماسٹر ٹونی بڑے جذباتی انداز میں مجھے بتا رہا "اگر لک نے ہمارا ساتھ دیا تو نہ صرف یہ کہ ہمیں اس سے کہیں زیادہ منافع ہوگا بلکہ نرنجن لال کی ساری ہوا نکل گی۔"

"ایک بات کا ہمیشہ خیال رکھنا ماسٹر ٹونی۔" میں نے سے کہا۔ "پرافٹ کا مارجن کم ہی کیوں نہ ہو لیکن میٹریل میں کبھی کسی ادارے کو شکایت کا موقع نہیں چاہیے۔"

"میں آپ کا مطلب سمجھ رہا ہوں سر۔ آپ اس ماسٹر ٹونی پر بھروسا کر سکتے ہیں۔"

"اچھا ایک بات بتاؤ۔" میں نے ماسٹر ٹونی کو ٹٹولنے کی پوچھا۔ "نادر کنسٹرکشن کمپنی کا سارا کام چونکہ تم نے رکھا ہے اس لیے ٹینڈر کی منظوری سے لے کر تعمیری کام ہونے تک کے تمام مراحل کا سہرا بھی تمہارے سر ہے صورت میں کیا نرنجن لال یا اس کے آدمیوں نے تمہیں ادارے سے توڑنے کی کوشش کبھی نہیں کی؟"

"کی تھی جناب۔" ماسٹر ٹونی نے قدرے ناخوشگوار جواب دیا۔ "جتنی تنخواہ مجھے یہاں ملتی ہے اس سے ایک روپے زیادہ کی آفر بھی دی لیکن ٹونی نے ان کی آفر کو سے ٹھکرا دیا۔"

"تم نے برا کیا۔" میں نے اسے مزید کریدنے کی خاطر سنجیدگی سے کہا۔ "تمہاری جگہ اگر میں ہوتا تو شاید اس آفر کو خوشی خوشی قبول کر لیتا۔ ایک ہزار ماہوار کا اضافہ کم نہیں ہوتا اور ایسی صورت میں جبکہ ہمارے اور تمہارے درمیان ایسا کوئی معاہدہ بھی نہیں ہے کہ ملازمت چھوڑنے یا ملازمت سے برطرف کرنے کے سلسلے میں کوئی نوٹس یا رقم دینی ہوگی۔"

"آپ نرنجن لال کو شاید اچھی طرح نہیں جانتے سر۔" ماسٹر ٹونی ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا۔ "انتہائی کمینہ اور مطلب پرست طبیعت کا مالک ہے اور کنجوس اس درجے کا ہے ملازموں سے براہ راست ایک ایک پائی کا حساب لیتا ہے۔ اس کا وقت پڑے تو گدھے کو بھی باپ بنا لیتا ہے اور مطلب نکل جائے تو باپ کو بھی گدھے کی طرح ڈنڈے مار کر نکال سکتا ہے۔"

"لیکن میرا خیال ہے کہ نادر کنسٹرکشن کمپنی کی موجودگی میں کم از کم تمہارے ساتھ کوئی فراڈ نہیں کرے گا۔"

"آپ کو ایک بات بتاؤں سر۔" ٹونی نے جذباتی لہجے میں جواب دیا۔ "جس زمانے میں اس نے نیا نیا کام شروع کیا تھا۔ ان دنوں وقت میں اس کے ساتھ تھا اس باسٹرڈ کو کنسٹرکشن کی اے بی سی بھی نہیں معلوم نہیں تھی نیچے سے لے کر اوپر تک تمام کام میں سنبھالتا تھا لیکن پھر وہ جب کسی قابل ہو گیا تو اس نے میری جگہ ایک اور آدمی کو سستے داموں ملازم رکھ لیا۔ ٹونی کو اس بات کا بھی افسوس نہیں ہوا۔ بزنس اور سروس دونوں میں اپ ڈاؤن آتا رہتا ہے مگر۔ اس نے میرے اوپر چار بوری سیمنٹ کی چوری کا الزام لگایا تھا۔ آپ خود فیصلہ کریں سر کیا ماسٹر ٹونی چار بوری سیمنٹ کی چوری کر سکتا ہے؟"

"نہیں، اور تمہاری محنت اور ایمانداری ہی کی وجہ سے میں نے تم کو تمام سیاہ و سفید مالک بنا رکھا ہے۔"

"تھینک یو سر۔" ٹونی نے مسرت اور احسان مندی کے ملے جلے احساسات کا اظہار کیا پھر اس سے پہلے کہ ہمارے درمیان کوئی اور بات ہوتی انٹرکام کا بزر بول اٹھا۔

"یس۔" میں نے ریسیور اٹھاتے ہوئے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"صبح سے اب تک مسٹر ندیم کا چار مرتبہ فون آ چکا ہے۔" دوسری جانب سے عارفہ کی آواز ابھری۔

"تم نے کیا جواب دیا؟"

"آپ کے حکم کے مطابق میں نے ندیم کو یہی بتایا ہے کہ آپ آؤٹ ڈور جاب پر نکلے ہوئے ہیں۔"

"گڈ، تم نے اچھا کیا۔"

"لیکن سر۔ وہ آپ کے دوست ــــــ" عارفہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"کوئی خاص بات؟" میں نے وضاحت چاہی تو عارفہ نے

"وہ ضرورت سے کچھ زیادہ ہی ماڈرن معلوم ہوتے ہیں۔ مجھ سے مستقل فری ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"ڈونٹ وری۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "دراصل وہ بڑے باپ کا بیٹا ہے اس لیے بہت آزاد خیال واقع ہوا ہے میں اسے سمجھا دوں گا، ویسے اگر تم کو ندیم کی کوئی بات ناگوار گزری ہو تو میں اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔"

"تھینک یو سر۔" عارفہ نے جواب دینے کے ساتھ ہی سلسلہ منقطع کر دیا۔

"تمہیں اپنے آفس کے سلسلے میں کوئی پرابلم تو نہیں ہے؟" میں نے ماسٹر ٹونی سے پوچھا۔

"مجھے تو کوئی پرابلم نہیں ہے سر لیکن ــــ"

"لیکن کیا؟" میں نے ٹونی کے خاموش ہو جانے کی وجہ جاننا چاہی تو وہ کرسی پر پہلو بدل کر بولا۔

"میں نے اپنے کچھ ذریعوں سے معلوم کیا تھا سر۔ ہمارے ریٹ نرنجن لال کے مقابلے میں کم ہیں لیکن نرنجن لال ایک نمبر کا چیپ آدمی ہے۔ وہ اس کام کو حاصل کرنے کی خاطر ہماری کمپنی کو بدنام کرنے کی خاطر کوئی بھی گھٹیا سے گھٹیا قدم اٹھا سکتا ہے۔"

"مثلاً۔"

"میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن سر اگر یہ ٹینڈر اس کے ہاتھ سے نکل گیا تو وہ سکون کی نیند نہیں سو سکے گا۔"

ایک بار پھر انٹرکام کا بزر بولا۔ اس بار عارفہ نے مجھے علی کی آمد کے بارے میں اطلاع دی تھی، محسن علی کسی زمانے میں ایک اور کمپنی سے وابستہ تھا لیکن پھر کسی محکماتی کارروائی کے بعد اسے ملازمت سے برطرف کر دیا گیا تھا۔ تعلیم یافتہ اور محنتی نوجوان تھا اس لیے ملازمت سے نکالے جانے کے بعد اس نے ہارڈویئر اور سینٹری کے ساز و سامان کو کمیشن ایجنٹ کے طور پر مختلف کمپنیز کو سپلائی کرنے کا کام شروع کر دیا تھا، چار پیسے پیدا کر لینے کے بعد وہ اکثر ایسے تعمیراتی سامان کو بڑی تعداد میں خرید کر اسٹور بھی کر لیا کرتا تھا جس کی قیمت بڑھنے کا امکان ہوتا ہے۔ چنانچہ اکثر کنسٹرکشن کمپنیز نے اسے ان لسٹ کر رکھا تھا، اس کی وجہ سے سب سے بڑی سہولت یہ تھی کہ تعمیر سے متعلق بیشتر سامان وہ بروقت سپلائی کر دیا کرتا تھا اور اداروں کو مختلف ڈیلرز کے پاس چکر لگانے کی پریشانی سے نجات مل جاتی تھی، اس کے ریٹ بھی چونکہ مارکیٹ کے مقابلے میں مناسب ہوتے تھے اس لیے اس نے بہت کم وقت میں خاصی ترقی کر لی تھی وہ اجیر اور تاجر دونوں کے کام کرتا تھا۔

پہلی بار جب وہ میرے پاس آیا تو مجھے اس بات کا علم تھا کہ وہ نرنجن لال کے لیے بھی کام کرتا ہے لیکن مارکیٹ میں چونکہ اس کی ساکھ بنی ہوئی تھی اس لیے میں نے بھی اسے اپنے

ادارے کے لیے ان لسٹ کرلیا۔ میں نے محسن علی میں ایک خاص خوبی جو محسوس کی تھی کہ وہ یہ تھی کہ وہ ایک ادارے کا راز دوسرے ادارے کے ہاتھ فروخت کرنے کا عادی نہیں تھا۔ اس وقت چونکہ ماسٹر ٹونی بھی موجود تھا۔ اس لیے میں نے عارفہ سے کہا کہ وہ محسن علی کو اندر بھیج دے۔ دو منٹ بعد ہی محسن علی اپنی روایتی مسکراہٹ چہرے پر بکھیرے آفس میں داخل ہوا۔ اس نے اپنے سیدھے ہاتھ میں ایک چرمی بریف کیس پکڑ رکھا تھا۔ میرا اشارہ ملنے کے بعد وہ میرے سامنے والی کرسی پر ماسٹر ٹونی کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔

"اور سناؤ محسن علی۔" میں نے کاروباری انداز میں پوچھا۔ "آج کل مارکیٹ کا کیا حال ہے؟"

"باقی تو سب ٹھیک ٹھاک ہے لیکن یہ اطلاع پوری مارکیٹ میں بڑے زور و شور سے گردش کررہی ہے کہ سیمنٹ کی بوری کے ریٹ میں اضافہ ہونے والا ہے اور اگر ایسا ہوا تو دوسرے آئٹم بھی یقینی طور پر متاثر ہوں گے۔" محسن علی نے سنجیدگی سے کہا۔ "کنسٹرکشن کمپنیز نے ابھی سے حفظ ماتقدم کے طور پر سیمنٹ اسٹاک کرنا شروع کردیا ہے۔"

"یہ اطلاع میں نے بھی سن رکھی ہے۔" ماسٹر ٹونی نے مجھ سے کہا پھر محسن علی سے مخاطب ہو کر بولا۔ "کیا تمہارے پاس سیمنٹ کا اسٹاک موجود ہے۔ میرا مطلب ہے کہ ہو سکتا ہے کہ کچھ دنوں بعد ہمیں بڑی مقدار میں سیمنٹ کی ضرورت پیش آئے۔"

"مجھے اندازہ ہے۔" محسن علی نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا پھر اپنی دستی گھڑی پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہوئے بولا۔ "بزنس کے معاملے میں' میں ہمیشہ کھری بات کرنے کا عادی ہوں۔ اگر آپ اپنا آرڈر ففٹی پرسنٹ ایڈوانس کے ساتھ بک کرادیں تو وقت مقررہ پر آپ کو سیمنٹ کی سپلائی آج ہی کے ریٹ پر مل جائے گی۔"

"تم نے تو اچھا خاصا مال اسٹاک کرلیا ہوگا۔" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اچھا خاصا مال اسٹاک کرنے کے لیے اچھے خاصے پیسوں کی ضرورت ہوتی ہے اور آپ جانتے ہیں کہ میں جس حیثیت کا آدمی ہوں وہ کم از کم آپ جیسے بڑے اداروں کے آرڈر کو بغیر ایڈوانس بکنگ کے پورا نہیں کرسکتا۔"

"محنت اور ایمانداری سے کام کرتے رہو تم بھی بڑے اداروں کا مقابلہ کرنے کے قابل ہوجاؤ گے۔" میں نے کہا پھر ماسٹر ٹونی سے پوچھا۔ "ہمارے اسٹاک میں جو سیمنٹ موجود ہے اس کے علاوہ ہمیں کتنی ضرورت پیش آئے گی؟"

ماسٹر ٹونی نے پیڈ اور پینسل لے کر حساب لگانا شروع کیا لیکن اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتا۔ ڈی ایس پی' ایک

انسپکٹر' دو مسلح سپاہیوں اور دو سادہ لباس والوں کے ساتھ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ سراج سے میری ملاقات نرنجن لال کے دفتر میں ہوئی تھی اور دوسری ملاقات رہائش گاہ پر اس وقت ہوئی تھی جب وہ والد صاحب سے کیس کے سلسلے میں کوئی ضروری قانونی مشورہ لینے آیا تھا۔ اس وقت اس کے تیور کچھ زیادہ اچھے نہیں تھے پھر ہاتھ میں اس نے اپنا ریوالور ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا اس سے سنگین صورت حال کا احساس ہورہا تھا۔ میرے علاوہ ماسٹر ٹونی کے چہرے پر بھی حیرت اور تعجب ملے جلے ابھرے تھے۔

"مسٹر شہباز۔ آپ چونکہ خود بھی پولیس آفیسر رہ چکے ہیں اور میں آپ کے والد سے بھی واقف ہوں اس لیے آپ کی عزت میرا فرض ہے لیکن قانونی تقاضے پورے کرنے کے لیے ہمیں کبھی کبھی ذاتی تعلقات کو بھی نظرانداز کرنے پڑتا ہے۔"

"مجھے بھی اس قسم کے موقعوں سے واسطہ پڑ چکا ہے۔ آپ اس وقت میرے دفتر میں کس ارادے سے تشریف لائے ہیں۔" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"آپ مسٹر محسن علی کو کب سے جانتے ہیں؟" اس نے میرے سوال کو نظرانداز کرتے ہوئے خشک لہجے میں پوچھا۔ اس کے ساتھ جو انسپکٹر اور کانسٹیبل آئے تھے انہوں نے محسن علی اور ماسٹر ٹونی کو کور کر رکھا تھا مجھے وہ پچویشن کچھ عجیب لگ رہی تھی پھر میں نے سنبھل کر جواب دیا۔

"مسٹر محسن علی سے میری ملاقات نادر کنسٹرکشن کے قیام کے عمل میں آنے کے بعد ہوئی تھی۔"

"اندازاً" کتنا عرصہ ہوا ہوگا؟"

"تقریباً" ڈیڑھ دو سال۔"

"کیا آپ جانتے ہیں کہ محسن علی موجودہ کاروبار سے پہلے کیا کرتے تھے؟" ڈی ایس پی سراج نے بدستور تیکھے انداز میں پوچھا۔

"سنا ہے کہ یہ کسی ائر کمپنی سے وابستہ تھے۔"

"ٹھیک سنا ہے آپ نے۔" سراج نے کہا۔ "اور آپ کی اطلاع کے لیے یہ بھی عرض کردوں کہ یہ اس ائر کمپنی میں برسرکام کرتے تھے اور موصوف کو منشیات اسمگلنگ کے الزام میں ملازمت سے برطرف کیا گیا تھا۔"

"ہو سکتا ہے لیکن......"

"میری اطلاع ہے کہ آپ مسٹر محسن کے ذریعے اسمگلنگ کا کاروبار کررہے ہیں۔" ڈی ایس پی سراج نے جملہ کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔ اس کے لہجے میں ایک فرض شناس اور ایماندار آفیسر کی کاٹ موجود تھی۔

"کیا میں جان سکتا ہوں کہ یہ اطلاع جو خود میرے لیے بھی باعث حیرت ہے آپ کو کس ذریعے سے ملی ہے؟"

"آئی ایم سوری مسٹر شہباز۔ مخبر کا نام اور اس کی شخصیت کا اظہار کرنا پولیس کے اصول کے خلاف ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے بڑے اطمینان سے کہا۔ "میرا دفتر حاضر ہے آپ اپنے شبہے اور مخبری کی تصدیق کرسکتے ہیں۔"

"اس کے لیے ہمیں زیادہ تگ و دو کی ضرورت نہیں ہوگی۔" ڈی ایس پی سراج نے کہا پھر وہ قہر آلود نظروں سے محسن علی کو گھورتے ہوئے بولا۔ "سچ سچ بتاؤ' تمہارے چرمی بریف کیس میں کیا چیز موجود ہے؟"

"جج...... جی...... وہ......" محسن علی بوکھلا کر ہکلانے لگا۔

"شرافت سے سب کچھ اگل دو ورنہ ہمیں دوسرے طریقوں سے بھی سچ اگلوانے کے راستے آتے ہیں۔"

"اس میں میرا کیا قصور ہے جناب۔" محسن علی نے سٹپٹاتے ہوئے کہا۔ "مجھے مسٹر شہباز نے ایک معقول معاوضے پر یہ بریف کیس ایک خاص ملک تک پہنچانے کا کام سونپا ہے۔"

میں حیرت سے اچھل پڑا ماسٹر ٹونی کی کیفیت بھی مجھ سے مختلف نہیں تھی۔ میرے ذہن میں فوری طور پر شنکر کا منحوس تصور ابھرا تھا اور ٹونی کے دماغ میں غالباً" نرنجن لال کا نام گونجا ہوگا۔

"یہ سراسر بکواس ہے۔" میں نے احتجاج کیا۔ "میرا اس بریف کیس سے کوئی تعلق نہیں اور مجھے اس بات کا بھی کوئی علم نہیں کہ اس میں کیا ہے۔"

"تم بتاؤ۔" ڈی ایس پی نے محسن علی کو مخاطب کیا۔ "اس بریف کیس میں کیا ہے؟"

"ہیروئن۔ آپ کو یقین نہیں آتا تو اسے کھول کر چیک کرلیں لیکن میں بے قصور ہوں۔" محسن علی نے بڑی کامیاب اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے اس کام کے لیے مسٹر شہباز نے مجبور کیا تھا اور اگر میں پکڑا نہ جاتا تو یہ میرا پہلا پھیرا ہوتا۔"

محسن علی نے اس قدر سنجیدگی سے جھوٹ بولا تھا کہ میں بھی گڑبڑا کر رہ گیا میرے ذہن میں ماسٹر ٹونی کے کہے ہوئے وہ جملے گونجنے لگے جو اس نے کچھ دیر پیشتر نرنجن لال کے بارے میں کہے تھے۔ شنکر کا تصور بھی نرنجن لال کے نام کے ساتھ خلط ملط ہورہا تھا پھر جب ڈی ایس پی سراج نے بریف کیس کھولا تو اس کے اور محسن علی کے چونکنے کی باری تھی۔ پولیس انسپکٹر اور سادہ لباس والے بھی حیرت بھری نظروں سے اس بریف کیس کو دیکھ رہے تھے جس کے اندر ہر طرح کھنگالنے کے باوجود سوائے کاروباری امور کے متعلق مختلف کمپنیز کے آرڈر کے سوا اور کچھ برآمد نہیں ہوسکا تھا خاص طور پر محسن علی کی آنکھیں اس طرح پھٹی کی پھٹی رہ گئیں جیسے وہ کوئی خواب دیکھ رہا ہو۔

"تم نے تو کہا تھا کہ اس بریف کیس میں ہیروئن ہے۔" سراج نے کرخت لہجے میں پوچھا۔ "کہاں گئی وہ ہیروئن؟"

"میں خود بھی...... بھلا کیا کہہ سکتا ہوں جناب۔" محسن علی بری طرح بوکھلا گیا تھا۔

اپنی مزید تسلی اور اطمینان کے لیے پولیس والوں نے اس بریف کیس کا بخیہ ادھیڑ کر بھی ہر طرح اپنا اطمینان کرلیا پھر ڈی ایس پی سراج نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے بڑے تاسف سے کہا۔

"مجھے افسوس ہے مسٹر شہباز' پولیس کی کارروائی کی وجہ سے آپ کو جو ذہنی کوفت اٹھانی پڑی ہے ہم اس کے لیے معذرت خواہ ہیں اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس حرامزادے محسن علی اور اس مخبر کو کسی قیمت پر بھی معاف نہیں کروں گا جس نے آپ کی بے داغ شخصیت پر کیچڑ اچھالنے کی جسارت کی ہے۔"

پھر پولیس والے ٹھڈا مارتے ہوئے محسن علی کو گھسیٹتے ہوئے اپنے ساتھ لے گئے۔

"سر۔" ماسٹر ٹونی نے طویل سانس لے کر کہا۔ "دیکھا آپ نے' میں نہ کہتا تھا کہ ٹینڈر ہاتھ سے نکل جانے کے بعد نرنجن لال اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آئے گا۔"

میں جواب میں کچھ کہنا ہی چاہتا تھا لیکن اسی لمحے کالکا کی مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"تم نے دیکھا۔ تمہاری کالکا تم سے دور ہونے کے باوجود تم سے کس قدر قریب ہے۔ اگر میں نے بریف کیس میں رکھی ہوئی ہیروئن کو اپنی مہان شکتی کے زور سے کاغذ کے پرزوں میں نہ بدل دیا ہوتا تو اس سے تمہاری کیا پوزیشن ہوتی۔"

"لیکن میرے خلاف یہ سازش کس نے کی تھی؟" میں نے عالم تصور میں کالکا سے پوچھا۔

"ابھی نہیں۔ سمے کا انتظار کرو۔" کالکا نے بڑے پراعتماد اور ٹھوس لہجے میں کہا۔ "جب تک میں تمہارے ساتھ ہوں تمہیں کسی بھی بات کی چنتا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

میں ہونٹ چبا کر رہ گیا پھر جیب سے رومال نکال کر اپنی پیشانی کا پسینہ خشک کرنے لگا۔

*

گزشتہ رات میں خاصی دیر سے گھر پہنچا تھا اس لیے صبح میری آنکھ دیر سے کھلی امی اور والد صاحب ناشتا کرچکے تھے اور میرے پرانے ملازم کے بیان کے مطابق اس وقت لان پر موجود تھے۔ میں نے جلدی جلدی ناشتا کیا پھر تیار ہو کر دفتر جانے کے لیے باہر پورٹیکو میں آیا تو والد صاحب نے آواز دے کر مجھے اپنے پاس بلالیا۔ میں ان کے قریب جا کر ایک خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تم کل رات بڑی دیر سے گھر واپس آئے تھے؟" والد صاحب نے ہاتھ میں دبا ہوا اخبار میز پر رکھتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں۔ آج کل مصروفیت کچھ زیادہ ہے۔" میں نے سادگی سے جواب دیا۔ "ایک خاص ٹینڈر کے سلسلے میں بھاگ دوڑ کرنی پڑ رہی ہے اسی ضمن میں ایک میٹنگ تھی جس میں دیر ہو گئی۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ تم نرنجن لال کے مقابلے پر ہونے کے باوجود وہ ٹینڈر حاصل کر لو گے۔"

"جی ہاں۔" میں نے تیزی سے جواب دیا لیکن چونک اٹھا۔ والد صاحب کو اس ٹینڈر کے بارے میں کسی بات کا علم نہیں تھا پھر اس وقت اچانک انہوں نے بطور خاص اسی کا ذکر کیوں چھیڑا تھا۔ میں والد صاحب کی طرف دیکھ ہی رہا تھا کہ انہوں نے بڑے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"اس بات کو ہمیشہ ذہن میں رکھنا کہ تم نادر خان کی اولاد ہو۔ میں نے زندگی میں بہت سارے نقصانات بھی اٹھائے ہیں لیکن اصولوں کے خلاف کسی سے سمجھوتا کرنا میری سرشت کے خلاف تھا۔"

"مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں آپ کی اولاد ہوں۔"

"لیکن تم اس موذی کو نہیں جانتے۔" والد صاحب نے اپنا نچلا ہونٹ کاٹتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔ "دولت کے حصول کی خاطر وہ شاید اپنی سگی اولاد کو بھی دھوکا دینے سے دریغ نہ کرے۔ تم تو پھر اس کے حریف ہو۔"

"آپ۔۔۔"

"نرنجن لال کی بات کر رہا ہوں جو کسی دو منہ والے سانپ کی چال چلنے کا عادی ہے۔" والد صاحب کے تیور یکلخت ہی بدل گئے۔ "وہ ٹھیٹ قسم کا بنیا ہے جو گندی نالی میں گر جانے والے نوٹ کو بھی دانتوں سے پکڑ کر نکال سکتا ہے' جہاں لاکھوں کا معاملہ درپیش ہو وہاں اپنی حیثیت کی خاطر ہر قسم کے اوچھے اور گھٹیا سے گھٹیا ہتھکنڈے استعمال کرنے سے دریغ نہیں کرے گا۔ تمہیں اس کے سائے سے بھی محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔"

"کوئی خاص بات۔" میں نے والد صاحب کی برہمی کا سبب جاننے کی کوشش کی تو وہ مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے بولے۔

"تمہارا کیا خیال ہے؟ اگر تم کوئی بات مجھ سے چھپانے کی کوشش کرو گے تو کیا وہ دوسرے ذریعے سے مجھ تک نہیں پہنچ سکتی؟"

"اوہ۔" میں نے معاملے کی نوعیت کو بھانپتے ہوئے جلدی سے کہا۔ "بزنس میں پروفیشنل جیلسی تو ہوتی ہے لیکن میں ان باتوں سے کبھی ہراساں نہیں ہوں گا۔"

"ہر شخص نادر خان یا سراج نہیں بن سکتا۔" والد صاحب نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "یہ تمہاری خوش قسمتی تھی کہ سراج نے ریڈ کیا ورنہ اس کی جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو شاید وہ بھی۔۔۔ کیا نام ہے اس کا۔۔۔ ہاں محسن علی کی طرح منہ مانگے داموں کے عوض بک سکتا تھا۔"

"لیکن اس میں میرا کیا قصور تھا؟"

"مجھے معلوم ہے کہ تمہاری رگوں میں نادر خان کا خ[ون] رہا ہے۔" والد صاحب نے ٹھوس اور پاٹ دار آواز میں [جواب] دیا۔ "تم منشیات کی تجارت کے کام میں ملوث ہونے ک[ا] میں سوچ بھی نہیں سکتے لیکن سچ اور جھوٹ کا فیصلہ [ہمارے] ہاتھوں میں نہیں ہوتا۔ انسان کو بے قصور ہونے کے [باوجود] قانون کے کٹہرے میں کھڑے ہو کر اپنی بے گناہی کا ثبوت [پیش] کرنا پڑتا ہے۔ قدرت کا انصاف اپنی جگہ اٹل ہوتا ہے [لیکن] عدالتوں کے فیصلوں نے اکثر و بیشتر شریف لوگوں کو بھی [ناکردہ] گناہوں کی سزا کے طور پر برسوں حوالات میں چکی پیسنے پر [مجبور] کر دیا ہے۔"

"کیا ڈی ایس پی سراج یہاں آئے تھے؟" میں نے دبی [آواز] میں سوال کیا۔

"ہاں۔" والد صاحب نے کہا۔ "اس نے ایک دیانتدار پولیس آفیسر کی طرح اپنا فرض ادا کیا ہے۔" نرنجن لال راتوں رات اپنا اثر و رسوخ استعمال کرکے اپنے بزنس [مین کو] ضمانت پر رہا کرالیا ہے لیکن محسن علی ابھی تک حوالات [میں] بند ہے۔ جانتے ہو محسن علی نے پولیس کو کیا بیان دیا ہے؟ [اس] نے اسے دو لاکھ کے عوض اپنی سازش کی تکمیل کی خاطر [خریدا] تھا۔"

"لیکن وہ ہیروئن۔"

"سراج کے خیال کے مطابق محسن علی غالباً" کسی جلد[بازی] کی وجہ سے وہ بریف کیس لے جانا بھول گیا جس میں [تمہیں] پھنسوانے کی خاطر ہیروئن رکھی گئی تھی لیکن ایک بات سراج [کو] بھی پریشان کر رہی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"وہ بیان جو محسن علی نے مجسٹریٹ کے روبرو لکھوایا ہے اس بیان کے مطابق وہ ہمیشہ وہی بریف کیس استعمال کرتا تھا۔ [اس] نے اس بات کا اعتراف بھی کیا ہے کہ بریف کیس میں ہیروئن کے ائر ٹائٹ پیکٹ اسی کی موجودگی میں رکھے گئے تھے اور [وہ] بریف کیس کو لے کر وہ تمہارے آفس میں داخل ہوا تھا۔" والد صاحب نے پہلو بدل کر کہا۔ "ہیروئن کا غائب ہو جانا محسن [علی] کے علاوہ سراج کو بھی الجھن میں ڈال رہا ہے۔"

"شکلا نے کیا بیان دیا ہے؟"

"اس نے جرم کی صحت سے قطعی لاعلمی کا اظہار کیا [ہے]۔ اپنے بیان میں یہ لکھوایا کہ اس کی پوزیشن کو خراب کرنے کی خاطر کسی مرتب شدہ سازش کے تحت الجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔" والد صاحب نے سوچتے ہوئے جواب دیا۔ "ایک بات خود میرے لیے پریشان کن ہے' وہ ہیروئن جو بریف کیس میں تمہیں پھنسانے کی خاطر رکھی گئی تھی وہ کہاں غائب ہو گئی؟ اس کے برآمد ہونے کی صورت میں محسن علی بھی شکلا سے ملتا جلتا کوئی بیان ریکارڈ کروا سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ آخر کیوں؟ کیا وہ بلا وجہ خود اپنے ہاتھوں سے اپنے پیر پر کلہاڑی مارنے کی حماقت کر رہا ہے۔"

"اس کا جواب تو وہی دے سکتا ہے۔" میں نے بڑی سادگی سے جواب دیا حالانکہ مجھے معلوم تھا کہ کالکا کی پراسرار قوت نے بروقت میری مدد کی تھی اور ہیروئن کو غائب کر دیا تھا۔

"کیس عدالت میں جانے کے بعد حالات کا دوسرا رخ بھی سامنے آسکتا ہے۔"

"وہ کیا؟"

"نرنجن لال بڑا کائیاں اور خبیث شخصیت کا مالک ہے۔ ہو سکتا ہے کہ عدالت کے روبرو وہ یہ بیان دے کہ محسن علی کو ساتھ ملا کر اس کی ساکھ پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی تھی۔"

"ایسا کس طرح ہو سکتا ہے۔" میں نے پہلو بدل کر کہا۔ "ڈی ایس پی سراج نے تو شکلا کا بیان لینے کے بعد ہی ریڈ کیا ہو گا۔"

"ہاں۔ سراج نے باقاعدہ شکلا کا بیان ریکارڈ کیا تھا لیکن اب وہ بیان بھی اس کی فائل سے حیرت انگیز طور پر غائب ہے۔"

"آئی سی۔" میں چونکا۔ "ایسی صورت میں خود مسٹر سراج بھی کسی پریشانی میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔"

"ہاں۔۔۔ آں۔۔۔ لیکن ایسا ہو گا نہیں۔" والد صاحب نے کہا۔ "اول تو سراج بھی اپنے میدان کا ایک تجربہ کار کھلاڑی ہے اور دوسرے یہ کہ نرنجن لال بھی اس کی دشمنی مول لینے کی حماقت نہیں کرے گا اور ایسی صورت میں جب کہ شکلا ایک بار پہلے بھی ہیروئن کے کیس میں سراج کے ہاتھوں گرفتار ہو چکا ہے۔ وہ کیس ابھی تک زیر سماعت ہے اور سراج کو قوی امید ہے کہ شکلا اس کیس سے اپنی گردن نہیں بچا سکے گا۔"

"بہرحال آپ پریشان نہ ہوں ڈیڈی۔" میں نے والد صاحب کو اطمینان دلاتے ہوئے کہا۔ "میں آئندہ کاروباری معاملات میں زیادہ محتاط رہنے کی کوشش کروں گا۔"

"میرا بھی یہی مشورہ ہے۔" والد صاحب نے خلا میں گھورتے ہوئے کہا۔ "رہا نرنجن لال کا معاملہ تو اسے میں سراج کے ساتھ مل کر دیکھ لوں گا' اب اس کی سرکوبی ضروری ہو گئی ہے۔"

میں والد صاحب سے گفتگو ختم کرکے اٹھنے لگا تو والدہ نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اب تم باپ بیٹے کی گفتگو ختم ہو گئی تو میری بھی سن لو۔"

"جی۔" میں نے دوبارہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے امی کی طرف دیکھا' والد صاحب بدستور غصے کی کیفیت سے دوچار تھے۔

"میں ادھر کئی دنوں سے بڑے ابا کو خواب میں دیکھ رہی ہوں۔"

"خیریت۔" میرے بجائے والد صاحب نے پوچھا۔

"وہ مجھے کچھ پریشان سے دکھائی دیتے ہیں۔" والدہ نے سنجیدگی سے کہا۔ "مجھے کچھ اشاروں اشاروں میں بتانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ابھی تک میں واضح طور پر ان کے اشاروں کا مطلب نہیں سمجھ سکی۔ البتہ میں نے اس بات کو خاص طور پر محسوس کیا ہے کہ وہ کسی شے کو بار بار اٹھاتے ہیں اور اسے پوری قوت سے زمین پر مارتے ہیں۔ یوں جیسے اسے ریزہ ریزہ کرنا چاہتے ہوں۔"

"وہ شے کیا ہے؟"

"میں نے اسے بھی صاف طور پر نہیں دیکھا لیکن وہ کھلونے نما کوئی شے ہے جس کی شباہت انسانوں سے ملتی جلتی ہے۔" امی نے کہا۔ "وہ مجھے بھی بار بار اسی شے کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کر چکے ہیں۔"

"کیا وہ کوئی مورتی تو نہیں تھی؟" والد صاحب نے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "نرنجن لال جس قماش کا انسان ہے وہ بدمعاشوں کے علاوہ جنتر منتر کرنے والے پنڈت پجاری اور سادھوؤں کی بھی بڑی آؤ بھگت کرتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو نقصان پہنچانے کی خاطر الٹے سیدھے عمل کرتے ہیں۔ مثلاً جس شخص سے انہیں بدلہ لینا ہو تو وہ اس کی مٹی کی شبیہہ بنا کر اس میں سوئیاں چبھو دیتے ہیں تاکہ ان کا مطلوبہ دشمن مستقل عذاب میں گرفتار رہے۔ یا پھر اسی قسم کی دوسری لغویات کرتے رہتے ہیں۔"

"ہو سکتا ہے آپ کا خیال درست ہو لیکن بڑے ابا کی پریشانی اور ان کی حرکتوں کو بار بار دیکھ کر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ مجھے بھی اسی کھلونے یا مورتی کو توڑ پھوڑ ڈالنے کی تلقین کر رہے ہوں۔"

"کالکا۔" میرے ذہن میں کالکا کی مورتی کا تصور ابھر آیا جو پراسرار قوتوں کی مالک تھی۔ والد صاحب کے ذریعے میں بارہا یہ بات بھی سن چکا ہوں کہ میرے پر نانا بڑے پائے کے بزرگ ہیں۔ چنانچہ اس وقت والدہ کی زبانی کسی مورتی کو توڑ ڈالنے کا ذکر سن کر میرے ذہن میں کالکا کی مورتی کا خیال ابھرا جسے میں خود کالکا کی ایما پر پنڈت بنسی دھر کے حوالے کر چکا تھا لیکن میرے نانا کو کالکا کی مورتی سے کیا پرخاش ہو سکتی تھی یہ بات میرے لیے تعجب خیز ہی ثابت ہوتی اس لیے کہ کالکا کی پراسرار قوتوں نے ابھی تک میرے ساتھ جو کچھ بھی کیا تھا وہ اچھا ہی کیا تھا' اسی کی حیرت انگیز اور نادیدہ قوت کا کرشمہ تھا جو محسن علی کے بریف کیس میں رکھی ہوئی ہیروئن کاروباری کاغذات میں تبدیل ہو گئے تھے ورنہ اس وقت میں آزاد اور کھلی فضا میں

سانس لینے کے بجائے شاید کسی لاک اپ میں ہوتا۔

پھر..... میرے نانا اس مورتی کو توڑ ڈالنے کے درپے کیوں ہو گئے تھے؟ کیا ان کے خیال میں کالکا کی قوتیں آگے چل کر مجھے کوئی نقصان پہنچا سکتی تھیں؟ وہ لوگ جو دنیا سے کنارہ کش ہو کر خدا کی عبادت میں غرق ہو جاتے ہیں پھر ان کے لیے زماں و مکاں کا فرق مٹ جاتا ہے۔ قدرت اپنے اس نیک اور برگزیدہ بندے کو پھر ایسی چشم بصیرت سے نواز دیتی ہے جو ماضی' حال اور مستقبل میں یکساں طور پر دیکھ سکتی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ میرے پر نانا نے کسی ایسے نقصان یا خطرے کو بھانپ لیا ہو جو مستقبل قریب میں مجھے کالکا کی مورتی سے لاحق ہو سکتا تھا اور اسی وجہ سے انہوں نے امی کے خواب میں آکر کالکا کی مورتی توڑ ڈالنے کا اشارہ دیا ہو۔ وہ نقصان کیا ہو سکتا تھا؟ اگر کالکا کو مجھے کوئی نقصان پہنچانا مقصود تھا تو پھر وہ اب تک میرے کام کیوں آرہی تھی؟ کیا وہ مجھے اپنے سحر میں مبتلا کر کے مستقبل میں کسی ناقابل تلافی نقصان سے دوچار کرنا چاہتی تھی؟

میرا ذہن بڑی سنجیدگی سے کالکا کی پراسرار مورتی اور پر نانا کے امی کے خواب میں بار بار آنے کی کڑیوں کو آپس میں ملانے کی کوشش ہی میں مصروف تھا میری والدہ نے اچانک مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"شہباز بیٹے۔ خدا کا شکر ہے کہ اب تم نہ صرف کھانے کمانے کے لائق ہو گئے ہو بلکہ تجارت کے میدان میں بھی اپنے قدم مضبوطی سے جما لیے ہیں۔"

"یہ سب آپ کی دعاؤں اور پر نانا کی بزرگی کے طفیل ہوا ہے۔" میں نے انکساری سے جواب دیا۔

"پھر۔ اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے والدہ کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"ابھی اولاد ہو اس لیے میری بات کا مفہوم نہیں سمجھ سکے' اگر صاحب اولاد ہوتے تو شاید....."

"اتنی جلدی بھی کیا ہے۔" میں نے والدہ کی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "ابھی تو مجھے آپ لوگوں کی دعا سے اور بہت ترقی کرنی ہے۔"

"خدا تمہیں دن دونی اور رات چوگنی کامیابیوں سے ہمکنار کرے لیکن ہر ماں کی طرح اب میری بھی یہی خواہش ہے کہ تمہارے سر پر سہرا باندھ کر اپنے دل کے ارمان پورے کروں۔"

"کوئی لڑکی بھی ہے تمہاری نظروں میں یا خیالی پلاؤ پکا رہی ہو۔" والد صاحب نے کہا۔

"شہباز اپنی زبان سے ایک بار ہاں کر کے تو دیکھے۔" امی نے مجھے پیار بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "اگر ایک سے ایک حسین اور اپنے خاندان کی لڑکیوں کے رشتوں کے ڈھیر نہ لگا دوں تو کہنا۔"

"کیوں شہباز بیٹے۔ تمہارا کیا خیال ہے۔" والد صا[حب نے] مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا۔ "اگر تم ہاں کر دو تو اپنا [بھلا] ہو جائے گا۔"

"تمہارا کیا بھلا ہو گا؟" امی نے پوچھا۔

"ارے بھئی جب تم ایک کے بجائے کئی کئی لڑ[کیوں کے] ڈھیر لگا دو گی تو ان میں سے ایک آدھ میرے حصے میں بھی [آ جائے] گی۔"

"بس رہنے دیجئے۔" والدہ نے شوخی سے کہا۔ "ا[ب بچوں کے] سامنے اس قسم کی باتیں کرتے ہوئے شرم بھی نہیں آتی [آپ] کی تو وہی مثل ہے کہ بوڑھے منہ مہاسے 'لوگ چلے تماشے'۔"

"مجھے اب دفتر جانے کی دیر ہو رہی ہے۔" میں [...] مسکراتا ہوا اٹھا اور پھر تیز تیز دم اٹھاتا ہوا پورٹیکو میں [آیا جہاں] میری گاڑی موجود تھی۔

گاڑی اسٹارٹ کر کے میں جیسے ہی سڑک پر آیا کالکا کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"تم نے اپنی ماتا کے سوال کا کوئی جواب نہیں دیا؟"

"اس لیے کہ مجھے تمہاری کہی ہوئی بات یاد ہے۔" م[یں نے] جلدی سے کہا۔ "ویسے بھی اتنی جلدی میں اپنی آزادی [ختم] نہیں کرنا چاہتا۔"

"کل کیا ہو گا۔ تم نہیں جانتے۔" کالکا کے لہجے میں [...] تھی۔ "پھر میں نے جو کچھ کہا تھا اسے یاد رکھنا۔ جس دن [تم نے] کسی اور سندری کو من میں بسایا اس روز کالکا تم سے [ناتا] بندھن توڑ کر آزاد ہو جائے گی پھر تم اسے کبھی نہ پا سکو گے۔"

"اپنا جی میلا مت کرو کالکا رانی۔" میں نے اس کے [...] کو جواب دیا۔ "میں بھی اتنی جلدی تمہیں کھونا نہیں چا[ہوں] گا۔"

"تمہیں کھو کر مجھے بھی دکھ ہو گا۔ پر ایک بات یاد ر[کھنا] بھوش کا لکھا ہوا ہر قیمت پر پورا ہوتا ہے۔"

"اور میرے بھوش میں کیا لکھا ہے؟"

"سمے کا انتظار کرو۔ تم آہستہ آہستہ سب کچھ جان جاؤ گے۔"

"کالکا۔" میں نے یکلخت سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے [کہا۔] "کیا تم میری ایک بات کا جواب دو گی۔"

"تم کیا معلوم کرنا چاہتے ہو۔ کالکا جانتی ہے۔" اس [نے] سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "تمہارے پرکھوں نے تمہاری [ماتا] کے سپنے میں آکر جس مورتی کو نشٹ کرنے کا کہا تھا وہ میری مورتی ہے۔"

"کیوں وہ ایسا کیوں کرنا چاہتے ہیں۔" میں نے تیزی [سے] سوال کیا۔

"یہ مہان یکتھوں اور مہا پرشوں کے سمجھنے کی باتیں ہیں۔ تم ابھی سے ان بکھیڑوں میں پڑنے کی کوشش مت کرو۔"

"مگر۔"

"میں مجبور ہوں۔" کالکا نے میری پوری بات سنے بغیر گہری سنجیدگی سے کہا۔ "آکاش دیوی دیوتاؤں کی اور سے ہمارے اوپر بھی کچھ پابندیاں ہوتی ہیں۔ ہمارے بیچ جو ریکھائیں کھینچ دی گئی ہیں ہم انہیں پھلانگ نہیں سکتے۔ پرنتو میں تمہیں وچن دیتی ہوں کہ جیون کے ہر موڑ پر تمہاری سہائتا کرتی رہوں گی۔"

کالکا سے باتیں کرتا ہوا میں آفس پہنچ گیا۔ دفتر کا عملہ وہاں پہلے سے موجود تھا۔ میں ابھی اپنے آفس میں پہنچ کر سکون سے بیٹھنے بھی نہ پایا تھا کہ عارفہ نے انٹرکام پر مجھے اطلاع دی کہ فون پر نرنجن لال مجھ سے بات کرنا چاہتا ہے۔

"کیا تم نے اسے لائن پر لے رکھا ہے؟" میں نے نرنجن لال کا نام سن کر حیرت سے پوچھا۔

"یس سر۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے انٹرکام رکھ کر فون اٹھا لیا دوسری جانب نرنجن لال ہی کی آواز سنائی دی تھی اور میں نے پلک جھپکتے میں گفتگو ریکارڈ کرنے کی خاطر ریکارڈنگ سسٹم کا پش بٹن دبا دیا۔

"مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔"

"آپ حکم دیں انکل۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"سب سے پہلے میرا دھنے باد سویکار کرو۔ گورنمنٹ پروجیکٹ کے لیے تم نے جو ٹینڈر بھرا تھا وہ منظور ہو گیا ہے۔" نرنجن لال نے مجھے مبارک باد پیش کی لیکن وہ اپنے لہجے پر پوری طرح قابو نہیں پا سکا تھا۔ اس کی آواز سے ظاہر تھا کہ اسے وہ ٹینڈر ہاتھ سے نکل جانے کا شدید صدمہ پہنچا تھا۔ ماسٹر ٹونی نے بھی مجھ سے یہی کہا تھا کہ اگر وہ ٹینڈر اس کے ہاتھ سے نکل گیا تو اس کی ساکھ کو اتنا شدید دھچکا پہنچے گا جسے میک اپ کرنے کے لیے اسے طویل عرصہ درکار ہو گا۔

"شکریہ انکل۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں نے جو کچھ سیکھا ہے آپ ہی سے سیکھا ہے۔" میرے لہجے میں طنز کی ہلکی سی آمیزش بھی تھی۔

"تمہارے پتا جی کیسے ہیں؟"

"آپ کی دعا ہے انکل۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "وہ بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں۔ کبھی آیئے نا ہمارے غریب خانے پر۔"

"سمے ملا تو ضرور آؤں گا۔"

"میرے لائق کوئی خدمت۔" میں نے پوچھا۔

"کیا تم اس سمے اپنے آفس میں اکیلے ہو؟"

"جی ہاں انکل۔" میں نے جواب دیا۔ "کرسی پر بیٹھتے ہی پہلی کال آپ ہی کی اٹینڈ کر رہا ہوں۔"

"مجھے تم سے کچھ ضروری کاروباری بات کرنی ہے۔"

"آپ حکم دیں تو میں حاضر ہو جاؤں۔"

"میں چاہتا ہوں کہ پہلے فون پر بات ہو جائے اس کے بعد ہم مل بیٹھ کر معاملے کی بات بھی طے کر لیں گے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میں چاہتا ہوں کہ جو ٹینڈر تمہیں ملا ہے تم اس پر کام کرنے سے انکار کر دو۔" اس بار دوسری جانب سے سنجیدگی سے کہا گیا۔ "تمہارے بعد میرے ریٹ سب سے کم ہیں۔"

"آئی سی۔" میں نے دل ہی دل میں اپنی فتح کا جشن مناتے ہوئے کہا۔ "گویا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں درمیان سے ہٹ جاؤں اور وہ ٹینڈر آپ کی فرم کو مل جائے۔"

"ہاں۔ میری یہی اچھا ہے۔"

"لیکن انکل' اگر میں نے وہ ٹینڈر قبول کرنے سے انکار کر دیا تو....."

"تمہیں بہت بھاری نقصان برداشت کرنا ہو گا۔" نرنجن نے میرا جملہ مکمل کرتے ہوئے کہا۔ "میں تم سے اسی سلسلے میں سودا کرنا چاہتا ہوں۔"

"سودا؟" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"ہاں۔" اس بار نرنجن لال کا لہجہ خالص کاروباری تھا۔ "تم اپنے خسارے کا حساب لگا کر مجھے بتا دو۔ میں تمہیں اس کے اوپر پانچ لاکھ اور دے سکتا ہوں۔"

"بات نفع نقصان کی نہیں ہے انکل۔ اپنی اپنی ساکھ کی ہے۔"

"دس لاکھ پر سودا ڈن کر لو۔" نرنجن لال نے رقم دگنی کرتے ہوئے کہا۔ "اس سے اچھی آفر تمہیں کوئی اور نہیں دے سکتا۔"

"دھن دولت تو آتی جاتی چھایا ہے انکل۔" میں نے اس بار ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔ "آپ دس لاکھ کی بات کر رہے ہیں۔ میں بیس لاکھ کے عوض بھی اپنی فرم کی ساکھ خراب نہیں ہونے دوں گا۔"

"تم اس میدان میں ابھی نئے نئے آئے ہو۔ اس لیے شاید تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ ساکھ بنانے کی خاطر منش کو اکثر بڑی سے بڑی بلی بھی دینی پڑ جاتی ہے۔ میری بات مانو تو میرا راستہ کھوٹا کرنے کی حماقت مت کرو۔"

"سمجھ گیا۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "گویا اگر میں نے آپ کی آفر قبول نہ کی تو آپ مجھے نقصان پہنچانے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔"

"یدھ اور پریم میں سب کچھ جائز ہوتا ہے۔" نرنجن لال نے جواب دیا۔ "تم میرے متر نادر خان کے سپوت ہو اس لیے مجھے وشواس ہے کہ تم ٹھنڈے دل و دماغ سے میری بات پر غور کرو گے۔"

"کس دوست کی بات کر رہے ہو مسٹر نرنجن لال۔" میں ضبط نہ کر سکا۔ "جس سے وقت پڑنے پر تم نے نوّے ہزار کی رقم ادھار لی تھی اور پھر بڑا آدمی بن جانے کے بعد تم نے اس سے ملنا بھی مناسب نہیں سمجھا۔"

"میں نوّے ہزار کی رقم بھی بیاج سمیت واپس کرنے کو تیار ہوں۔"

"ہم سود کا لین دین حرام سمجھتے ہیں نرنجن لال۔" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ "ایک بات صاف صاف سن لو۔ میں پچاس لاکھ کی آفر پر بھی اس کنٹریکٹ سے تمہارے حق میں دستبردار ہونے کے لیے تیار نہیں ہوں۔"

"سوچ لو۔ تم کو نرنجن لال کی دشمنی بہت مہنگی پڑے گی۔" اس بار اس نے دھمکی آمیز انداز میں کہا۔ "میں بچوں کے مقابلے میں ہارنے کا عادی نہیں ہوں۔"

"اور مجھے یہ بات بہت اچھی طرح معلوم ہے کہ اگر کسی زہریلے ناگ کی گردن پوری طرح گرفت میں آجائے تو اسے چھوڑ دینا اپنی موت کو دعوت دینے کے مترادف ہوتا ہے۔" میں نے سرد مہری سے کہا۔ "مجھے معلوم ہے کہ ٹینڈر ہاتھ سے نکلنے کی خبر سن کر تمہارے اوپر کیا گزری ہوگی۔"

"تم..." وہ گرجا۔ "نرنجن لال کو چیلنج کر رہے ہو؟"

"بچہ انسان کا باپ ہوتا ہے۔ انگریزی کے اس محاورے کو یاد رکھنا۔ شاید میری بات تمہاری سمجھ میں آجائے۔" میں نے نفرت سے جواب دیا پھر سلسلہ منقطع کردیا اور اس کے ساتھ ہی ریکارڈنگ سسٹم کے بٹن کو دوبارہ پُش کرکے وہ کیسٹ نکال لی جس میں میری اور نرنجن لال کی گفتگو کا ایک ایک لفظ ریکارڈ ہوچکا تھا۔ کسی آڑے وقت میں وہی کیسٹ نرنجن لال کے گلے میں پھانسی کا پھندا بن سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے نہایت حفاظت سے اسے آفس میں رکھی ہوئی الماری کے اس خفیہ خانے میں بند کردیا جس کا علم میرے سوا کسی اور کو نہیں تھا۔ وہ الماری میں نے پولیس کی ملازمت میں آنے کے بعد خاص طور پر آرڈر دے کر بنوائی تھی۔

ٹیپ کو محفوظ کرنے کے بعد میں نے عارفہ کو اندر بلا لیا اور ضروری کاروباری نوعیت کے خطوط لکھوانے لگا' وہ نہ صرف ایک ذہین سکریٹری تھی بلکہ میری اسٹینوگرافر بھی تھی اور قابل اعتماد تھی۔ کاروباری ترقی کے لیے عملے کا اعتماد بنیادی شے ہے ورنہ اگر ایک خبر بھی کسی ذریعے سے باہر نکل جائے تو لاکھوں کا نقصان ہوسکتا ہے۔ میں اس سلسلے میں خاصا خوش قسمت تھا' میرے بیشتر ملازم قابل اعتماد تھے جنہیں میں متعدد موقعوں اور مختلف ذریعوں سے آزما چکا تھا۔ ابھی میں عارفہ کو ڈکٹیشن دینے میں مصروف تھا کہ ماسٹر ٹونی آگیا' اس کے ہاتھ میں بادامی رنگ کا لفافہ دیکھتے ہی میں سمجھ گیا تھا کہ وہ مجھے کیا خوش خبری سنانے آیا ہے۔ وہ میرا حصہ دار' عزیز دار یا دوست نہیں تھا اس کے باوجود خوشی سے یوں دمک رہا تھا جیسے وہ جو خبر لے کر آیا تھا اس سے زیادہ اس کا فائدہ رہا ہے۔

"خیریت تو ہے۔" میں نے انجان بنتے ہوئے پوچھا۔ "تم بہت مسرور نظر آرہے ہو؟"

"خبر ہی ایسی ہے سر جسے سن کر آپ بھی خوشی سے [illegible] پڑیں گے اور..."

"اور کیا...؟"

"اور ماسٹر ٹونی سوئر اپان گاڈ بولتا ہے کہ اس وقت [illegible] کے سینے پر سانپ لوٹ رہا ہوگا اور وہ بھی کوبرا۔ بلیک [illegible]"

"کوئی بہت ہی اہم خبر معلوم ہوتی ہے۔" عارفہ نے کہا۔

"آف کورس۔" مسٹر ٹونی نے کہا پھر لفافہ میری [illegible] بڑھاتے ہوئے بولا۔ "آئی کانگریچولیٹ یو سر۔ [illegible] پروجیکٹ کے لیے ہم نے جو ٹینڈر بھرا تھا وہ ہماری کمپنی [illegible] نکلا ہے۔"

"گڈ۔" میں نے خوشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ [illegible] کامیابی کے لیے تم زیادہ مبارکباد کے مستحق ہو اس لیے [illegible] کچھ تمہاری ہی کوششوں کا نتیجہ ہے۔"

"تھینک یو سر۔" ٹونی نے کہا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "[illegible] لال کی لٹیا تو اب ڈوبی ہی سمجھیے۔ اس ٹینڈر کے ہاتھ سے جانے کے بعد اس کی ریپوٹیشن بری طرح اثر انداز ہوگی۔"

"مجھے اس ٹینڈر کے بارے میں پہلے ہی علم تھا۔" [illegible] جواب دیا۔ "ابھی کچھ دیر پہلے نرنجن لال نے مجھے فون [illegible] مبارکباد دی تھی۔"

"یہ خبر میرے لیے اور بھی حیرت انگیز ہے سر۔"

"جانتے ہو وہ اب ہم سے کیا چاہتا ہے؟"

"نہیں۔" ٹونی نے مجھے تکتے ہوئے پوچھا۔ "کوئی خا[ص] بات؟"

"ہاں۔ نرنجن لال چاہتا ہے کہ ہم اس ٹینڈر سے [دست] بردار ہو کر اس کے لیے راستہ صاف کردیں۔" میں نے ٹونی [کے] چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ "اس نے مجھے [illegible] لاکھ کی آفر دی ہے۔"

"پھر آپ نے کیا جواب دیا۔" ٹونی نے سنجیدگی سے [illegible] کیا۔ اس کے چہرے پر دمکنے والی خوشی جیسے ایک دم ہی ماند [پڑ گئی] تھی۔

"تمہارا کیا اندازہ ہے کہ میں نے کیا جواب دیا ہوگا؟"

"میں بھلا کیا کہہ سکتا ہوں سر۔" ٹونی نے ہچکچاتے ہوئے جواب دیا۔ "دس لاکھ کی آفر سن کر..."

"میرے منہ میں پانی نہیں آیا تھا۔" میں نے تیزی سے [کہا۔] "میں پچاس لاکھ روپے کے عوض بھی اس ٹینڈر کو ہاتھ سے جانے دوں گا۔ یہی فیصلہ میں نے نرنجن لال کو بھی سنا دیا ہے۔"

"پھر... نرنجن لال نے کیا جواب دیا؟"

"اس نے مجھے دھمکی دی ہے کہ اگر میں نے اس کے ساتھ سمجھوتہ نہ کیا تو اس کی دشمنی مجھے بہت مہنگی پڑے گی۔" میں زہرخند لہجے میں بولا۔ "اس لیے کہ بقول خود اس کے' وہ بچوں کے مقابلے میں ہارنے کا عادی نہیں ہے۔"

"پھر آپ نے کیا سوچا ہے۔" ٹونی نے مجھے وضاحت طلب نظروں سے گھورا۔

"کوئی سمجھ دار آدمی جب سانپ کے بل میں ہاتھ ڈالتا ہے تو اسے کسی خطرناک انجام کا اندازہ پہلے سے ہوتا ہے۔" میں نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔ "میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ نرنجن لال بہت بڑا بزنس مین ہے' اس کے قدم سرکاری اور درباری اداروں میں دور دور تک جمے ہوئے ہیں لیکن ایک بات میں نے بھی اسے باور کردی ہے کہ اگر اس نے میرے ساتھ کوئی فاؤل پلے کرنے کی حماقت کرنے کی کوشش کی تو وہ ناک آؤٹ بھی ہوسکتا ہے۔"

"گڈ۔" ٹونی کی باچھیں کھل اٹھیں۔ وہ پھر سنجیدگی سے بولا۔ "ہمیں اس نئے پروجیکٹ میں سیکیورٹی کے انتظامات پر خاص نظر رکھنی ہوگی۔"

"فکر مت کرو۔ قسمت اگر ہمارے ساتھ ہے تو دشمن ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور اگر اس نے ایسا کیا تو پھر مجھے ہونے والے خسارے کو بھی خود نرنجن لال کو پورا کرنا ہوگا۔"

"میں سمجھا نہیں سر۔"

"ٹونی کا خیال درست ہے سر۔" عارفہ نے کہا۔ "ہمیں حفاظتی انتظامات پر خاص توجہ دینی ہوگی اس لیے کہ..." عارفہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"تم نے اپنا جملہ نامکمل کیوں چھوڑ دیا۔" میں نے عارفہ کو غور سے دیکھا۔

"گستاخی کی معافی چاہتی ہوں سر۔ لیکن نرنجن لال کی جگہ آپ ہوتے تو شاید آپ کو بھی اتنا بڑا ٹینڈر ہاتھ سے نکل جانے کا دکھ ضرور ہوتا اور پھر... پھر انسان اپنی شکست کو فتح میں تبدیل کرنے کی خاطر اوچھے ہتھکنڈے اختیار کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا۔"

"مجھے تمہاری بات سے اتفاق ہے۔ محبت اور جنگ میں کسی بھی حربے کا استعمال جائز ہوتا ہے لیکن محض اس کہاوت کے پیش نظر کوئی شخص اپنے کاروبار کو تالا لگانے کی حماقت نہیں کرسکتا۔ ویسے بھی جو گرجتے ہیں وہ برستے نہیں ہیں۔"

"یو آر رائٹ سر۔" ٹونی بولا۔ "میں مانتا ہوں کہ نرنجن لال گرگ جہاندیدہ ہے۔ اس نے دو چار بدمعاش بھی پال رکھے ہیں جن کی کفالت پر ہر ماہ وہ اچھی خاصی رقم خرچ کرتا ہے لیکن وہ یہ بھی اچھی [illegible] ہے کہ ماسٹر ٹونی نے بھی ہاتھ میں چوڑیاں نہیں پہن رکھی ہیں۔" ٹونی نے جذباتی انداز میں بل کھاتے ہوئے کہا۔ "میں نے اس ٹونی کو ماضی میں دفن کردیا ہے جس کا نام سن کر چور اچکے' اٹھائی گیرے اور بدمعاش راستہ بدل دیا کرتے تھے لیکن ضرورت پڑنے پر اسے دوبارہ زندہ بھی کیا جاسکتا ہے۔"

ماسٹر ٹونی کی زندگی کا وہ پہلو ابھی تک میرے علم میں نہیں تھا۔ اس نے میری خاطر جن جذبات کا اظہار کیا تھا وہ قابل قدر تھے لیکن میرے لیے نرنجن لال کی گفتگو کی وہ ٹیپ ہی بہت کافی تھی جو وقت پڑنے پر اس کے خلاف سب سے اہم اور ٹھوس ثابت ہوتی۔ بہرحال میں نے ٹونی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

"تم دل لگا کر نئے پروجیکٹ پر کام شروع کردو۔ نرنجن لال کو بھول جاؤ اس کے لیے صرف میں ہی بہت کافی ہوں۔" پھر میں نے ٹونی کی موجودگی ہی میں عارفہ کو ڈکٹیشن مکمل کرایا۔ مجھے ٹونی سے چونکہ نئے پروجیکٹ کے سلسلے میں کچھ اہم باتیں کرنی تھیں اس لیے میں نے اسے روک لیا۔

"سر۔" عارفہ نے ڈکٹیشن لینے کے بعد اٹھتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ اتنے بڑے ٹینڈر کے ملنے کی خوشی میں مٹھائی بھی تقسیم نہیں کریں گے؟"

"کیوں نہیں۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ "میں تم لوگوں کی اس کامیابی کو شاندار طریقے سے مناؤں گا۔"

"تھینک یو سر۔" عارفہ اپنی شارٹ ہینڈ والی نوٹ بک لے کر دروازے کی جانب قدم اٹھانے لگی پھر دروازے پر پہنچ کر وہ رک گئی۔ شاید وہ کسی بات کی مزید وضاحت چاہتی تھی لیکن جب وہ پلٹی تو میرے علاوہ ماسٹر ٹونی بھی چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ عارفہ کی مخمور نگاہوں میں اس وقت خون کی سرخیاں تیر رہی تھیں۔ اس کی آنکھوں میں دہکتے ہوئے شعلوں کا رقص دیکھ کر مجھے جمنا یاد آگئی۔ روپ نگر میں شنکر کی پراسرار اور گندی قوتوں نے لاک اپ کی لوہے کی مضبوط سلاخوں کو موم پگھلا دیا تھا پھر اس نے جمنا کے جسم پر قابض ہونے کے بعد منشی پریم چندر کو بددعا دی تھی کہ وہ خون کی الٹی کرتا ہوا مرے گا اور ہوا بھی ایسا ہی تھا۔

اس وقت عارفہ کی کیفیت بھی بالکل ویسی ہی تھی۔ وہ کسی بے جان بت کی طرح اپنی جگہ کھڑی مجھے خالی خالی نظروں سے گھور رہی تھی اس کی نگاہوں میں نفرت اور حقارت کا ملا جلا احساس مچل رہا تھا۔ اس کی پلکوں کی پتلیوں میں زندگی کے کوئی بھی آثار نظر نہیں آرہے تھے ابھی ہم اس کے بدلے ہوئے رویّے پر غور کر ہی رہے تھے کہ عارفہ کے منجمد ہونٹوں میں ارتعاش پیدا ہوا۔

"تم نے نرنجن لال سے لینے کا خیال من میں لاکر اچھا نہیں کیا۔" وہ آواز یقیناً عارفہ کی ہی تھی لیکن اس کا لب ولہجہ

یکسر تبدیل ہوگیا تھا۔ بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے وہ خواب بیداری کی حالت سے دو چار ہو۔ اس کی پتھرائی ہوئی شعلہ بار نگاہیں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔

"عا۔۔۔ ر۔۔۔ فہ۔" ماسٹر ٹونی نے حیرت سے اسے مخاطب کیا۔ "تم یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

"تم درمیان میں اپنی ٹانگ گھسانے کی کوشش مت کرو ماسٹر ٹونی۔" عارفہ سپاٹ لہجے میں بولی۔ "تمہاری حیثیت نالی میں رینگنے والے اس کیڑے کے انوسار ہے جسے میں جب چاہوں اپنے چرنوں تلے روند کر نشٹ کرسکتی ہوں۔"

"یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ کیا کہہ رہی ہے سر۔" ماسٹر ٹونی نے حیرت سے میری جانب دیکھا تو میں نے اسے اشارے سے چپ رہنے کو کہا۔

"شہباز۔" عارفہ میری سمت گھورتے ہوئے سرد لہجے میں بولی۔ "تم ابھی بالک ہو۔ میری مانو تو نرنجن لال کا راستہ کاٹنے کی کوشش مت کرو اسی میں تمہاری مکتی ہے۔ جیون پیارا ہے تو بیچ سے ہٹ جاؤ۔"

مجھے اب اس بات کا پوری طرح یقین ہو چکا تھا کہ اس وقت جو عارفہ کہہ رہی تھی وہ شنکر کی ایما پر کہہ رہی تھی۔ شنکر کی گندی قوتوں نے شاید عارفہ کی جسم پر قبضہ کرلیا تھا۔ میں نے کالکا کو دل ہی دل میں یاد کیا پھر عارفہ کو گھورتے ہوئے بولا۔

"یہ اچانک تمہارا اور نرنجن لال کا گٹھ جوڑ کس طرح ہوگیا؟"

"مجھے وشواس تھا کہ تم اپنے ہتر کو یاد کرنے میں دیر نہیں لگاؤ گے۔"

"تم شاید بھول رہے ہو۔" میں نے شنکر کا نام ماسٹر ٹونی کے سامنے لینے سے گریز کرتے ہوئے کہا۔ "ہمارے درمیان دوستی کا جو رشتہ تھا وہ اب ختم ہوچکا ہے۔ تمہیں تمہاری مطلوبہ چیز مل چکی ہے۔"

"پرنتو مجھے ابھی تک یاد ہے کہ تم نے اپنے دفتر میں بیٹھ کر میرا اپمان کیا تھا۔ اس روز گرودیو کے کارن میں زہر کا گھونٹ پی کر خاموش ہوگیا تھا لیکن اب میں تمہیں بتاؤں گا کہ تم نے مجھ سے پنجہ لڑانے کا دھیان من میں لا کر کتنی بڑی بھول کی ہے۔" عارفہ نے بدستور بدلے ہوئے لہجے میں مجھے حقارت سے گھورتے ہوئے کہا۔ "یاد کرو مہاراج۔ تم نے کہا تھا کہ میں ذات کا چمار ہوں۔"

"ہاں مجھے یاد ہے لیکن کیا تم اس حقیقت سے انکار کرسکو گے۔" میں نے خوفزدہ ہوئے بغیر سرد مہری سے جواب دیا۔

"نہیں۔" عارفہ نے زہر خند لہجے میں جواب دیا۔ "پرنتو تم کو بھی یہ بات معلوم ہے کہ میری شکتی اپرم پار ہے۔ کیا تمہیں اس بات پر کوئی اچنبھا نہیں ہوا کہ اس سمے تمہارے ہی دفتر کی ایک سندر نار کا تن من میرے قبضے میں ہے۔ اگر میں چاہوں تو اسی سندر نار کے ہاتھوں تمہارا انت (خاتمہ) بھی کرا سکتا ہوں لیکن ابھی میں ایسا نہیں کروں گا۔ ابھی تم کو کیول یہ سمجھانا ہے کہ تم نے میرا اپمان کرکے کتنی بڑی بھول کی ہے۔"

"ایک بات کہوں تم سے۔"

"کہو مہاراج۔ تم بھی کچھ کہو۔" عارفہ نے مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔ "تم بولتے ہوئے اچھے لگتے ہو۔"

"میرا خیال ہے کہ تم اپنا وقت برباد کررہے ہو۔" میں نے ٹھوس آواز میں جواب دیا۔ "تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔"

"میرے ساتھ ٹھٹھول کرنے کی کوشش کررہے ہو۔"

"نہیں، میں تمہیں اس قابل بھی نہیں سمجھتا۔"

"نرنجن لال کے بارے میں تم نے کیا فیصلہ کیا ہے۔" عارفہ کی پتھرائی ہوئی آنکھوں میں شعلوں کا رقص تیز ہوگیا، اس کی کشادہ پیشانی پر نظر آنے والی آڑی ترچھی سلوٹیں اس کے غصے کا اظہار کررہی تھیں۔

"نرنجن لال۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "وقت کا انتظار کرو۔ ہوسکتا ہے کہ تم جس کی سہاتا کرنے کی کوشش کررہے ہو وہ چند دنوں بعد بالکل ہی کنگال ہوجائے۔"

"آج تو بہت اونچے سروں میں بول رہے ہو۔ وجے (جیت) کا نشہ کچھ زیادہ ہی چڑھ گیا ہے۔ کیوں بالک؟"

"شہباز۔" اچانک کالکا کی مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "شنکر نے تمہیں باتوں میں الجھا کر ایک منتر کا جاپ شروع کردیا ہے۔ وہ تمہیں اندھیرے میں رکھ کر وار کرنا چاہتا ہے لیکن تم چنتا مت کرو۔ جب تک کالکا کی شکتی تمہارے ساتھ ہے وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔"

"لیکن یہ نرنجن لال کا چکر درمیان میں کیسے آگیا۔" میں نے دل ہی دل میں کالکا سے پوچھا۔

"اس نے بنسی دھر سے تمہیں تباہ کرنے کی بات کی تھی لیکن وہ پنڈت چونکہ آج کل میری شکتی کو اپنا غلام بنانے کے کارن ایک منڈل میں بیٹھا جاپ کررہا ہے اس لیے اس پاپی نے شنکر کو درمیان میں ڈال دیا ہے۔"

"کالکا۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے کہا۔ "کیا پنڈت بنسی دھر تمہاری پراسرار قوتوں کو اپنے قبضے میں کرنے میں کامیاب ہوجائے گا۔"

"یہ سمے ان باتوں کا نہیں۔" کالکا نے تیزی سے کہا۔ "بس یوں ہی عارفہ کی جانب ہاتھ اٹھا کر جھٹک دو اور اسے ہوش میں آنے کا حکم دو۔ باقی میں سنبھال لوں گی۔ جلدی کرو۔"

"عارفہ، میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اس پلید کی شکتی سے چھٹکارا پاکر ہوش میں آجاؤ۔" میں نے کالکا کے کہنے کے بموجب کرخت لہجے میں عارفہ کو مخاطب کیا پھر ہاتھ اٹھا کر فضا میں بلند کرکے زور سے جھٹک دیا، اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ میرے اور ماسٹر ٹونی دونوں ہی کے لیے حیرت انگیز تھا۔ فضا میں ایک شعلہ اچانک بلند ہو کر عارفہ کے وجود سے ٹکرایا اور پھر دوسرے ہی لمحے وہ ہوش میں آگئی۔

"سر۔" اس بار عارفہ نے اپنی زبان میں کہا۔ "آپ نے شاید مجھے کچھ کہنے کے لیے روکا تھا۔" اس کے لب و لہجے کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ اس کی خون میں ڈوبی ہوئی سرخ آنکھیں بھی نارمل ہوگئی تھیں۔

"میں نے تمہیں جو ڈکٹیشن دیا ہے اسے ابھی ٹائپ کردو۔ پلیز۔"

"او کے سر۔" عارفہ نے بڑی مستعدی سے جواب دیا پھر قدم اٹھاتی ہوئی دفتر سے باہر چلی گئی۔

"سر۔" عارفہ کے جانے کے بعد ماسٹر ٹونی نے حیرت سے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔ "یہ سب کیا تھا؟!"

"میری ایک بات بہت غور سے سنو ٹونی۔" میں نے اسے بے حد سنجیدگی سے مخاطب کیا۔ "تم نے اس وقت جو کچھ دیکھا اور سنا ہے اسے ایک خواب سمجھ کر بھول جاؤ۔ ان باتوں کا ذکر کسی اور کے سامنے نہیں آنا چاہیے۔"

"نہیں آئے گا سر لیکن یہ عارفہ کو اچانک کس قسم کا دورہ پڑ گیا تھا، وہ ہندی بول رہی تھی اور پھر وہ آگ کا شعلہ؟"

"ٹونی۔ میں نے تم سے کہا ہے کہ ان باتوں کو ذہن سے نکال دو۔" میں نے ایک بار پھر سنجیدگی سے مخاطب کیا پھر گفتگو کا رخ بدل کر نئے پروجیکٹ کی باتیں کرنے لگا۔ بظاہر ماسٹر ٹونی نے بھی نئے پروجیکٹ کی تکمیل کے سلسلے میں اپنے سوچے سمجھے منصوبے کی تفصیل بیان کرنی شروع کردی تھی لیکن میں محسوس کررہا تھا کہ اس کی نگاہوں میں اس وقت بھی تجسس مچل رہا تھا۔

اس شام میں دفتر سے اٹھا تو میرے ذہن پر شنکر اور پنڈت بنسی دھر کا تصور بدستور طاری تھا۔ کالکا نے مجھے بتایا تھا کہ نرنجن لال نے پنڈت بنسی دھر کی خدمات حاصل کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ خود کالکا کی مہان شکتی پراپت کرنے کی خاطر کسی منڈل میں بیٹھا جاپ میں مگن تھا اس لیے اس نے شنکر کو اپنی ذمے داری سونپ دی تھی مطلب صاف ظاہر تھا۔ نرنجن لال اس گورنمنٹ پروجیکٹ کو جس کا ٹینڈر میرے نام کھلا تھا ہر قیمت پر حاصل کرنا چاہتا تھا، ماسٹر ٹونی نے اس شبہے کا اظہار ٹینڈر داخل کرنے سے پیشتر ہی کردیا تھا، ٹینڈر کھلنے کے بعد سب سے پہلے خود نرنجن لال نے مجھے اس کی مبارکباد دی تھی پھر اس نے میرے ساتھ سودے بازی کرنے کی خاطر دس لاکھ کی آفر دی تھی۔ میں ذرا نرم پڑتا تو وہ اس رقم کو مزید بڑھانے پر بھی آمادہ ہوجاتا لیکن میرے دو ٹوک فیصلے اور انکار نے اسے مایوس کردیا تھا مگر وہ اتنی جلدی پلٹ کر انتقامی جذبے کے تحت کارروائی کر بیٹھے گا یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی پھر جس انداز میں شنکر نے

عارفہ کو اپنا معمول بنا کر مجھے دھمکی دینے کی کوشش کی تھی وہ بھی میرے لیے کچھ کم پریشان کن نہیں تھا۔ عارفہ کے بعد وہ میرے عملے کے کسی دوسرے فرد کو بھی اپنا معمول بنا کر میرے علم میں لائے بغیر ناقابل تلافی نقصان پہنچا سکتا تھا۔ میں روپ نگر میں اس کی گندی قوت کے مظاہرے دیکھ چکا تھا۔ وہ سفلی جیسے گندے مگر ہلاکت خیز عمل کا ماہر تھا۔ وہ وقت اور فاصلوں کی قید سے آزاد تھا۔ اسے ابھی تک اس بات کا یقین نہیں تھا کہ کالکا کی طاقت اس کے مقابلے میں میرا ساتھ دے گی ورنہ شاید وہ کبھی بھی کھل کر سامنے آنے کی حماقت نہ کرتا، اس کے علاوہ کالکا نے جس انداز میں عارفہ کی گلو خلاصی کرائی تھی اس نے بھی شنکر کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کردیا ہوگا۔ اس کا دوسرا وار پہلے کے مقابلے میں زیادہ ہولناک اور ہلاکت خیز ثابت ہوسکتا تھا۔ نرنجن لال نے مجھے راستے سے ہٹانے کی خاطر یقیناً خاصی بڑی رقم داؤ پر لگائی ہوگی۔ اس نے مجھ سے یہی کہا تھا کہ وہ بچوں کے مقابلے پر اپنی شکست کو تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہے۔ جو ٹینڈر مجھے ملا تھا وہ اس کی بنی بنائی ساکھ کو خراب کرنے کا سبب بھی بن سکتا تھا۔ اس خیال نے اسے بوکھلا دیا تھا، اس کی جگہ اگر میں ہوتا تو شاید میں بھی ڈوبتے ہوئے جہاز کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کرتا، دنیا کا یہی دستور ہے لوگ اپنے فائدے کا حساب اتنا نہیں رکھتے جتنا نقصان ہونے پر تلملا اٹھتے ہیں۔ میں ان ہی خیالوں میں غرق تھا کہ کالکا کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"تم نے ابھی سے ہمت ہار دی۔ آگے چل کر کیا کرو گے۔"

"کالکا۔" میں نے تیزی سے سوال کیا۔ "کیا شنکر کو اس بات کا شبہ ہوگیا ہے کہ تم میرا ساتھ دے رہی ہو۔"

"نہیں۔ ابھی وہ اتنا بلوان نہیں ہوا ہے کہ کاکا کی شکتی کا بھید بھاؤ جان سکے' پرنتو تمہارے ہاتھ جھٹکنے سے جو شعلے بلند ہوئے تھے اور شنکر کے جنتر منتر کا توڑ ہوا تھا۔ اس نے اسے چوکنا کر دیا ہے' وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا ہے کہ تمہارے ساتھ بھی کوئی شکتی موجود ہے۔"

"میں نے وہ بھی تمہارے مشورے پر کیا تھا۔"

"میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ شنکر کو تمہارے سلسلے میں الجھا دوں۔"

"لیکن۔۔۔"

"نراش مت ہو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تمہاری کاکا رانی پھر تمہیں چنتا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"کاکا۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔ "تم نے کہا تھا کہ پنڈت بنسی دھر کسی منڈل میں دھونی رمائے بیٹھا تمہاری لازوال قوتوں کو اپنے تابع کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"ہاں۔ میں نے غلط نہیں کہا تھا۔"

"کیا وہ تمہیں مجھ سے چھیننے میں کامیاب ہو جائے گا۔" میں نے بے چینی کا اظہار کیا۔

"ابھی تو اس نے جاپ شروع کیا ہے۔ کل کیا ہو گا یہ کھیل دیوی دیوتاؤں کے سوا کوئی نہیں بتا سکتا۔ میں بھی نہیں۔"

"کیا مطلب۔ اگر وہ اپنی جاپ مکمل کرنے میں کامیاب ہو گیا تو کیا تم اس کے قبضے میں چلی جاؤ گی۔"

"بھوش کے لکھے کو کوئی شکتی ٹال نہیں سکتی۔" اس بار کاکا نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "مجھے حاصل کرنے کے لیے اسے پورے ساٹھ دنوں تک منڈل کے اندر رہ کر جاپ کرنا ہو گا۔"

"مجھے اس کا پتا بتا دو۔" میں نے جذباتی انداز میں کہا۔ "میں اسے ہر قیمت پر منڈل سے باہر نکلنے پر مجبور کروں گا۔"

"ایسا ممکن نہیں ہے۔" کاکا نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اس چتر چنڈال نے اپنے چاروں طرف جو ریکھائیں کھینچ رکھی ہیں اس میں کوئی مہان شکتی بھی داخل نہیں ہو سکتی۔ تم اس کے قریب بھی جانے کی کوشش کرو گے تو جل بھن کر راکھ کا ڈھیر بن جاؤ گے۔"

"تم اس کی پروا مت کرو۔ مجھے صرف اس کا پتا بتا دو۔ تمہاری خاطر تو میں سنگلاخ چٹانوں سے بھی ٹکرا سکتا ہوں۔"

"بڑا پریم ہو گیا ہے تمہیں اپنی کاکا رانی سے۔"

"ہاں۔ میں تمہیں کسی قیمت پر کھونا نہیں چاہتا۔"

"ابھی سے چنتا مت کرو۔ ابھی تو اس پنڈت نے جاپ شروع کیا ہے۔ ساٹھ دن کم نہیں ہوتے۔ میں کوشش کروں گی کہ وہ اپنے مقصد میں سپھل نہ ہونے پائے۔" اس بار کاکا کے لہجے میں ہلکی سی مایوسی بھی شامل تھی۔ "کاش مجھے پہلے سے معلوم ہوتا کہ اس کے من میں کیا ہے۔"

"کاکا۔" میں سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "کیا نرنجن لال کوئی بھاری نقصان پہنچانے میں کامیاب ہو جائے گا۔"

"پنڈت بنسی دھر کے منڈل سے باہر آنے تک وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔"

"اور اس کے بعد۔۔۔؟"

"اس کے بعد دیکھا جائے گا۔" کاکا نے بڑی بے پروائی سے جواب دیا پھر چونکتے ہوئے بولی۔ "میں اب چلتی ہوں شہباز۔ نرنجن نے تمہیں نیچا دکھانے کی خاطر ایک نیا جال بچھانے کی کوشش کی ہے۔ میں اس کا توڑ کرنے جا رہی ہوں۔"

میں نے کاکا سے اس نئے جال کے بارے میں دریافت کرنا چاہا لیکن اس کی جانب سے کوئی جواب نہیں ملا' شاید وہ اپنے مشن پر روانہ ہو چکی تھی۔ میں اپنے خیالوں میں اتنا گم تھا کہ مجھے اس بات کا احساس بھی نہیں تھا کہ میں گھر جانے کے بجائے کہیں اور جا رہا ہوں پھر میں اس وقت چونکا جب میں نے گاڑی کو ندیم کے کیسینو کے سامنے پہنچ کر بریک لگائے تھے۔ میں بہت دنوں سے اس سے نہیں ملا تھا۔ عارف نے مجھے بتایا تھا کہ وہ مجھے کئی بار فون کر چکا تھا' شاید میں اس وقت لاشعوری طور پر ندیم سے ملنے چلا آیا' ابھی میں اس بات پر غور کر ہی رہا تھا کہ گاڑی سے نیچے اتروں یا واپس پلٹ جاؤں کہ ایک باوردی ملازم نے آگے بڑھ کر گاڑی کا دروازہ کھول دیا۔ میں نے کیسینو کے اس اسمارٹ ملازم کو ایک نظر غور سے دیکھا پھر چابی اگنیشن میں ہی لگی چھوڑ کر نیچے اترا اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا کیسینو میں داخل ہوا جہاں خواب ناک اور سحر انگیز ماحول میں زندگی کے ہنگامے پورے شباب پر تھے۔ صدر دروازے سے ہال میں داخل ہوتے ہی بہت ساری مخمور نگاہوں نے میرا استقبال کیا۔ میں ان کو نظر انداز کرتا ہوا ایک خالی میز پر جا بیٹھا جس پر ریزرو کی تختی موجود تھی لیکن مجھے علم تھا کہ وہ میز ہمیشہ ندیم کے لیے مخصوص رہتی ہے۔ دو منٹ بعد ہی اسی ملازم نے میری گاڑی کو لاک کر کے چابی میرے حوالے کی جس نے کار کا دروازہ کھولا تھا۔ چابی حوالے کرتے وقت اس نے دبی زبان میں کہا تھا۔

"سر یہ میز مخصوص ہے۔"

"مجھے نظر آ رہا ہے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ یہ میز کس کے لیے مخصوص ہے۔"

"سوری سر۔" اس نے بڑے ادب سے پوچھا۔ "کیا آپ باس کے واقف کاروں میں سے ہیں۔"

"ہاں۔" میں نے مختصراً جواب دیا۔

"میں نے آپ کو پہلے کبھی نہیں دیکھا۔" اس نے دبی زبان میں پھر جلدی سے کہا۔ "کیا پیش کروں آپ کی خدمت میں۔"

"ندیم کب تک آئے گا۔" میں نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے سوال کیا۔

"بس آنے ہی والے ہوں گے۔" اس نے کہا۔ "آج تو اس کیسینو میں ایک خاص مقابلہ ہونے والا ہے۔ ممکن ہے آپ نے مسٹر جوزف کا نام سن رکھا ہو۔ وہ ساؤتھ افریقہ کا ایک سیاہ فام اربِ پتی جواری ہے جو شارپنگ کرنے کے معاملے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا' خطرناک کھلاڑی ہے۔ اس لیے اکثر ممالک کے مخصوص نائٹ کلبوں میں اس کے داخلے پر پابندی بھی عائد ہے۔ اس نے باس کو بھی مقابلے کی دعوت دی تھی جسے باس نے کچھ سوچ کر قبول کر لیا تھا۔"

"تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا ندیم یہ مقابلہ ہار جائے گا۔" میں نے یونہی پوچھ لیا۔ "کیا اسے اس بات کا علم نہیں ہے کہ جوزف ایک نمبر کا شارپر ہے۔"

"معلوم ہے سر لیکن باس نے نہ جانے کیا سوچ کر اس کا چیلنج قبول کر لیا۔"

"میں جانتا ہوں۔ ندیم کے اندر کا انسان دنیا میں کسی سے بھی ہار تسلیم نہیں کر سکتا' دولت ان کی نظروں میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔"

"وہ تو ٹھیک ہے سر لیکن جان بوجھ کر۔"

وہ اپنا جملہ مکمل نہ کر سکا۔ بار ٹینڈر کے اشارے پر تیر کی طرح لہراتا ہوا بار کاؤنٹر کی جانب چلا گیا اور پھر اس کے جاتے ہی ایک خوب صورت سی نوجوان لڑکی لہراتی بل کھاتی' قریب آ کر میرے سامنے والی کرسی پر بلا تکلف بیٹھ گئی۔ اس کی عمر چوبیس پچیس کے درمیان رہی ہو گی۔ اس کے گال کشمیر کے سیب کے مانند سرخ نظر آ رہے تھے۔ یہ بھی ممکن تھا کہ وہ میک اپ کا کمال رہا ہو بہرحال وہ ہر زاویے سے بہت حسین نظر آ رہی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک دل توڑ مگر کاروباری مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ آنکھوں میں بلا کا خمار تھا۔ شاید اس نے ضرورت سے کچھ زیادہ ہی پی رکھی تھی۔

"آپ شاید مسٹر ندیم کے گیسٹ ہیں۔" اس نے میری آنکھوں میں اس طرح جھانکا کہ میرے جسم میں سنسنی سی دوڑ گئی۔

"کیا فرق پڑتا ہے۔" میں نے یوں ہی مسکرا کر کہا۔

"کیا آپ میرے ساتھ ایک دو پیگ پینا پسند کریں گے۔" اس کا لہجہ بڑا معنی خیز تھا۔

"سوری۔ میں ابھی تک اس لعنت سے محفوظ ہوں۔"

"اوہ۔" اس کی نگاہوں کا خمار یکلخت دور ہو گیا۔ دبی زبان میں بولی۔ "پھر مجھے دوسری میز پر قسمت آزمانی پڑے گی۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"ہمیں گاہکوں کے ساتھ ہر پیگ پر کمیشن ملتا ہے لیکن آپ شاید ان باتوں کو نہیں سمجھیں گے۔" اس کے لہجے میں درد کی ہلکی سی کسک بھی شامل تھی۔

"کیا میں آپ کا نام دریافت کرنے کی جسارت کر سکتا ہوں۔"

"یہاں سارے نام فرضی اور موقعے کی مناسبت سے بدلتے رہتے ہیں۔" وہ بڑی تلخی سے بولی۔ "ہمیں گاہکوں کا دل لبھانے کی خاطر اداکاری کرنی پڑتی ہے۔ جو جتنی اچھی اداکاری کرتی ہے اتنا ہی کما لیتی ہے۔"

"آپ ایک دن میں اندازاً کتنا کما لیتی ہیں۔" میں نے تفریحاً دریافت کیا۔

"حالات پر منحصر ہے' کبھی کبھی تو خالی ہاتھ بھی گھر جانا پڑتا ہے۔" اس کے لہجے میں اس بار حقارت کی آمیزش بھی تھی۔ "شاید اس لیے کہ میں دوسری لڑکیوں کی طرح جسم فروشی کا کاروبار نہیں کرتی۔"

"پھر۔" میں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔ "آپ اس ماحول میں آتی کیوں ہیں؟"

"میں خود نہیں آتی۔ میری مجبوری مجھے یہاں آنے پر۔۔۔"

"ہیلو مس نسیم۔" ایک بہکے ہوئے شرابی نے قریب آتے ہوئے بڑے بازاری سے انداز میں اسے مخاطب کیا۔ "آر یو بکڈ۔"

"دفع ہو جاؤ۔" لڑکی نے اسے حقارت سے دھتکارا۔ "مجھے تمہاری صورت سے نفرت ہے۔ آئی ہیٹ یو۔ گیٹ لاسٹ۔"

"آئی سی۔" شرابی نے میری جانب گھورتے ہوئے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "تم نے شاید آج کوئی موٹی آسامی پھانس لی ہے۔ وش یو گڈ لک۔"

مجھے ایسا ہی لگا تھا جیسے کسی نے بھرے بازار میں میرے کپڑے اتار لیے ہوں' میں برداشت نہ کر سکا۔

"یو باسٹرڈ۔" کہتا ہوا میں اٹھا اور اس کے گریبان پر ہاتھ ڈال دیا۔

کیسینو کے کئی ملازم بیچ بچاؤ کرانے کی خاطر ہماری جانب تیزی سے لپکے تھے۔

میں نے جسے انگریزی میں ایک عدد موٹی سی گالی سے نوازا تھا وہ اچھے خاصے ڈیل ڈول کا مالک تھا۔ کیسینو میں کسی کال گرل کو شب باشی کے لیے دعوت دینا کوئی جرم نہیں تھا۔ نائٹ کلبوں کے لیے اس قسم کی باتیں روز مرہ کا معمول تھیں جو لڑکیاں آتی تھیں ان کا مقصد ہی گاہکوں کو پھانسنا ہوتا تھا لیکن نہ جانے مجھے وہ لڑکی جسے نسیم کہہ کر مخاطب کیا گیا تھا کچھ مختلف سی نظر آئی۔ وہ پیشہ ور نہیں لگتی تھی یا پھر اس کے بارے میں جو رائے میں نے قائم کی تھی ممکن ہے وہی غلط ہوتی لیکن تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ میں باسٹرڈ کہتا ہوا اس کے گریبان پر ہاتھ ڈال چکا تھا پھر اس سے پیشتر کہ کیسینو کے ملازم جو بیچ بچاؤ کرانے کی خاطر ہماری جانب لپکے تھے اور اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے میرا سیدھا ہاتھ

کرانے کے اسٹائل میں اس کی گردن پر پوری قوت سے پڑا۔ وہ نشے میں تھا اور حملہ اس قدر اچانک اور اس کی توقع کے خلاف تھا کہ وہ خود کو سنبھال نہ سکا اور لڑکھڑاتا ہوا ایک قریبی میز سے ٹکرایا تو اس میز پر رکھے ہوئے شراب اور کباب کے سارے لوازمات اس کے ساتھ ہی فرش پر ڈھیر ہوگئے۔ قرب و جوار میں بیٹھے ہوئے لوگ اس طرح بے تعلق نظر آرہے تھے جیسے اس قسم کے حادثے ان کے لیے کوئی نئی بات نہ ہوں البتہ جس شخص پر میں نے بھرپور وار کیا تھا اس کا نشہ ضرور ہرن ہوگیا تھا۔

ہم ایک دوسرے کو جانی دشمنوں کی طرح خونخوار نظروں سے گھور رہے تھے لیکن اس سے پیشتر کہ وہ کسی انتقامی کارروائی کا جذبہ لے کر اپنے پیروں پر دوبارہ کھڑا ہوسکتا کیسینو کے بیرے تیزی سے درمیان میں آگئے۔ البتہ جس لڑکی کو نسیم کہہ کر مخاطب کیا گیا تھا وہ بری طرح سہمی سہمی سی نظر آرہی تھی۔

"کیوں۔" میں نے اسے کریدنے کی خاطر ہمدردی سے دریافت کیا۔ "کیا تم اس شخص سے خائف ہو۔"

"میں آپ کی شکر گزار ہوں کہ آپ نے میری خاطر جھگڑا مول لیا لیکن آپ شاید اس سے واقف نہیں ہیں۔ یہ اس علاقے کا دادا سمجھا جاتا ہے۔" وہ لرزتے ہوئے مدھم آواز میں بولی۔ "کسی کو خاطر میں نہیں لاتا۔ میری اطلاع کے مطابق ایک دو خون بھی کرچکا ہے لیکن ابھی تک آزاد گھوم رہا ہے۔ پولیس کو باقاعدہ بھتا دیتا ہے اس لیے ہمیشہ سینہ تانے دندناتا پھرتا ہے اور......"

"یہ سب کیا ہورہا ہے؟" اچانک ندیم تیزی سے سامنے آگیا پھر مجھے اور نسیم کو ایک ساتھ کھڑے دیکھ کر ایک لمحے کو اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھری لیکن پھر دوسرے ہی لمحے خونخوار نگاہوں سے اس شخص کو گھورنے لگا جو مجھے قہر آلود نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ بیروں کی موجودگی اور پھر ندیم کے آجانے کے بعد وہ بات نہیں بڑھانا چاہتا تھا لیکن اسکی نگاہوں میں تیرتی ہوئی سرخی جیسے مجھ سے کہہ رہی تھی۔

"تم خواہ کوئی بھی لیکن اب میرے ہاتھوں سے بچ نہیں سکو گے۔ تمہارا انجام تمہاری توقع سے بھی کہیں زیادہ خطرناک ثابت ہوگا۔"

"داور۔" ندیم نے اسے خشک لہجے میں مخاطب کیا۔ "میں دو تین بار تم کو پہلے بھی وارننگ دے چکا ہوں کہ اس کیسینو میں قدم رکھنے سے پہلے یہ بات بھول جایا کرو کہ تم بہت بڑے بدمعاش ہو۔ اب کیا مجھے تمہارا علاج کرنا ہوگا۔"

"بات میں نے نہیں۔ اس نے بڑھائی تھی۔" وہ میری طرف گھورتے ہوئے سرد لہجے میں بولا۔ "اس نے ایک کال گرل کی خاطر داور کو باسٹرڈ بولا۔ اس کو بتاؤ کہ داور کون ہے؟"

"ٹھیک ہی۔" ندیم نے تیوری پر بل ڈال کر کہا۔ "تم نے میرے منع کرنے کے باوجود نسیم کی طرف بری نظروں سے دیکھا تھا۔"

"ہم مسکری کیا تھا باس..... لیکن یہ....."

"یہ میرا دوست ہے۔ شہباز خان۔" ندیم اس کی کاٹتے ہوئے سفاک لہجے میں بولا۔ "اسے آنکھیں کھول کر طرح پہچان لو اور ایک بات یاد رکھنا۔ اگر تم نے کبھی طرف میلی نظروں سے دیکھنے کی کوشش کی تو دوسرے تمہارے جسم کے ٹکڑے کسی گڑھے سے برآمد ہوں گے۔"

داور نے کوئی جواب نہیں دیا، کپڑے جھاڑتا اور چباتا ہوا ایک طرف چلا گیا، بیروں نے الٹی ہوئی میزوں کی ترتیب کردی تھی۔ داور کے جانے کے بعد ندیم مجھ سے گرمجوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔

"اچھا ہوا جو تم آگئے۔ ابھی کچھ دیر پیشتر میں کیسینو وقت تم ہی کو یاد کررہا تھا۔"

"خیریت۔" میں نے پوچھا۔ "یہ آج خاص طور پر میری یاد کس طرح آگئی۔"

"پہلے بھی کئی بار تمہیں فون کرچکا ہوں اور ہاں....." نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "وہ جو تمہاری سکریٹری ہے عارفہ..... اس کی آواز غضب کی ہے، دل چاہتا ہے کہ کرکے دن بھر اسی کو سنتا رہوں۔"

"وہ مجھ سے شکایت کررہی تھی کہ تم اس کے ساتھ فری ہونے کی کوشش کررہے ہو۔" میں نے بے تکلفی جواب دیا۔

"آؤ۔ اوپر چلتے ہیں۔ وہاں چل کر اطمینان سے باتیں گی۔"

میں نسیم کو سرسری نظروں سے دیکھتا ہوا ندیم کے ساتھ منزل پر آگیا۔ جہاں آج خاص اہتمام نظر آرہا تھا، میزوں ترتیب بھی بدلی بدلی نظر آرہی تھی۔ وسیع اور کشادہ ہال درمیان بیضوی شکل کی ایک میز رکھی تھی جس پر چار کرسیاں آرہی تھیں۔ دوسری میزیں اس سے فاصلے پر تھیں دوسرے گاہک اور کال گرلز نظر آرہی تھیں ہال کے میں ایک میز پر پانچ آدمی بیٹھے بظاہر شراب نوشی میں مصروف آرہے تھے لیکن وہ ندیم کے اپنے گرگے تھے، اس کا اندازہ نے راجو کو دیکھ کر لگایا تھا جس نے ایک بار مجھ سے بھی رقم واپس حاصل کرنے کی کوشش کی تھی لیکن میں ندیم کے ساتھ تھا اس لیے معاملہ رفع دفع ہوگیا تھا۔ ندیم کیسینو چلانے کی خاطر کچھ جی دار قسم کے ایسے گرگے رکھے تھے جو وقت پڑنے پر اس کے پسینے کی جگہ خون بہانے بھی دریغ نہیں کرسکتے تھے، اس کا انکشاف بھی خود ندیم تھا۔ میں نے پہلی منزل پر قدم رکھتے ہی راجو کو دیکھ لیا تھا نے بس ایک نظر ہمارے اوپر ڈالی پھر اس طرح اپنے

مصروف ہوگیا جیسے اس سے پیشتر اس نے مجھے کبھی دیکھا ہی نہ ہو۔

ندیم مجھے ساتھ لے کر بیضوی میز پر آگیا پھر اس نے دیوار گیر گھڑی پر نظر ڈالی جس میں دس بجنے میں صرف پندرہ منٹ باقی رہ گئے تھے۔

"آج یہاں کچھ خاص اہتمام نظر آرہا ہے۔" میں نے ندیم کو کریدنے کی خاطر پوچھا۔ "کوئی خاص بات ہے۔"

"خاص ہی سمجھو۔" ندیم نے بے پروائی سے مسکراتے ہوئے کہا پھر سگریٹ جلا کر بڑی مہارت سے دھوئیں کے دائرے فضا میں اڑاتے ہوئے بولا۔ "آج میں نے ایک بہت بڑا رسک مول لیا ہے جس کا انجام جانتے ہو کیا ہوگا۔ تخت یا تختہ۔"

"کیا مطلب؟"

"ہوسکتا ہے کہ تم نے کبھی مسٹر جوزف کا نام سن رکھا ہو۔ ساؤتھ افریقہ کا ایک سیاہ فام ارب پتی تاجر ہے جو خاص طور پر جوا کھیلنے کے معاملے میں جنون کی حد تک کریزی واقع ہوا ہے۔ شارپنگ کے معاملے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ بڑا مرد کھلاڑی ہے۔ کروڑ دو کروڑ کی رقم ہار یا جیت جانا اس کے لیے کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اکثر ممالک کے نائٹ کلبوں نے اپنے ہاں اس کی انٹری بند رکھی ہے۔ آج کل وہ سیاحی کی غرض سے یہاں آیا ہوا ہے اور....."

"اور تم نے اسے فلش کھیلنے کی خاطر مدعو کرلیا ہے۔"

"ہاں۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"کیا تم نے ایسا کرنے میں حماقت کا ثبوت نہیں دیا۔ میرا مطلب ہے کہ جب تمہیں یہ بات معلوم ہے کہ وہ شارپر ہے اور کروڑ دو کروڑ اس کے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتے تو پھر بلا وجہ اس سے ٹکر لینے کی کیا ضرورت تھی۔"

"تجربہ" ندیم نے بڑے فلسفیانہ انداز میں جواب دیا۔ "میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ اس میں ایسی کیا خاص بات ہے جو بڑے بڑے فلش کے ماہر بھی اس کے ساتھ مقابلہ کرنے سے کتراتے ہیں۔"

"میرے خیال میں محض تجربہ حاصل کرنے کی خاطر اگر تم نے اسے دعوت دی ہے تو اچھا نہیں کیا۔"

"وہ وقت کا بھی بہت پابند ہے۔" ندیم نے میری بات ٹالتے ہوئے کہا۔ "اس نے یہاں دس بجے پہنچنے کا وعدہ کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ بس اب پہنچنے والا ہی ہوگا۔"

"کیا تمہیں امید ہے کہ تم اس کے مقابلے پر ٹھہر سکو گے۔" میں نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

"اس کا فیصلہ تو آنے والا وقت ہی کرے گا۔ ویسے اب مجھے کسی قدر ڈھارس ہوگئی کہ میں اس کے ساتھ مقابلہ کرسکوں گا۔"

"کیا مطلب؟"

"تمہاری آمد میرے لیے نیک شگون بھی ثابت ہوسکتی ہے۔"

میں ندیم کی اس انوکھی منطق پر مسکرا دیا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ کالج کے زمانے سے بہت ضدی واقع ہوا تھا اس لیے جو بات اس کے سر میں سما جاتی تھی اسے کر گزرنے سے بھی دریغ نہیں کرتا تھا۔ بڑے باپ کا بیٹا تھا اس لیے دولت کی بھی اس کی پاس کوئی کمی نہیں اس کے علاوہ اس نے اپنے مخصوص گرگوں کی ایک ٹیم بھی تشکیل دے رکھی تھی جو اس کے اشارے پر کسی بھی جیتے ہوئے جواری سے طاقت کے بل بوتے پر جیت کی رقم واپس جھپٹ لینے کے عادی تھے۔ ہوسکتا ہے کہ اس نے جوزف کے سلسلے میں کوئی ایسی ہی تجویز پہلے سے ذہن میں مرتب کر رکھی ہو۔ راجو اور اس کے ساتھیوں کی وہاں موجودگی میرے خیال کو تقویت پہنچا رہی تھی لیکن کیا ندیم اپنے منصوبے میں کامیاب ہوجائے گا؟ میں نے سوچا جوزف اگر عادی جواری تھا اور لمبی لمبی رقمیں داؤ پر لگانے کا عادی تھا تو پھر اس نے اپنے تحفظ کے لیے کچھ بدمعاش ضرور پال رکھے ہوں گے۔ حالات کے پیش نظر ہر بڑا آدمی اسی فارمولے پر عمل کرنے کا عادی ہوچکا تھا۔ نونی نے زنجن لال کے سلسلے میں بھی مجھے یہی بتایا ہوا تھا کہ اس نے بھی دو چار چھٹے ہوئے غنڈے پال رکھے ہیں جن کی کفالت پر وہ ہر ماہ اچھی خاصی رقم خرچ کرتا تھا۔ ایسی صورت میں یہ خیال کرنا کہ جوزف نے اپنی حفاظت کے لیے کچھ ماہر قتل و غارت گری کرنے والوں کی خدمات نہ حاصل کی ہوں گی۔ قرین خیال نہیں ہوسکتا تھا اور ایسی صورت میں جبکہ وہ ایک ارب پتی تاجر کی حیثیت سے بھی خاصی شہرت حاصل کرچکا تھا۔

میں ابھی ان باتوں پر غور و خوض کررہا تھا کہ گھڑی نے دس بجنے کا اعلان کیا اور اس کے ساتھ ہی میں نے ایک قوی الجثہ سیاہ فام غیر ملکی کو زینہ طے کرکے اوپر ہال میں قدم رکھتے دیکھا۔

وہ جوزف کے سوا کوئی اور نہیں تھا اس لیے کہ کیسینو کے منیجر کے علاوہ ندیم کے کچھ اور ملازم بھی بڑے ادب کے ساتھ اس کی رہنمائی کر رہے تھے۔ جوزف تنہا نہیں تھا اس کے ساتھ ایک شخص اور بھی تھا جو صورت شکل کے اعتبار سے اس کا باڈی گارڈ ہی نظر آ رہا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ میں ایک بریف کیس پکڑ رکھا تھا۔

منیجر نے بیضوی میز کے قریب پہنچ کر جوزف اور ندیم کا تعارف کرایا۔ دونوں نے بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کیا پھر ندیم نے جوزف سے میرا تعارف کرایا میں نے بھی مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھائے لیکن جوزف سے ہاتھ ملانے کے بعد اس بات کا احساس بھی ہو گیا تھا کہ وہ لوہے جیسے ٹھوس اور طاقت ور جسم کا مالک ہے۔ میری توقع کے عین مطابق جوزف نے اپنے ساتھ آنے والے کا تعارف بحیثیت اس کے باڈی گارڈ ہی کے کرایا تھا۔

کچھ دیر تک رسمی گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔ اس عرصے میں کیسینو کے مینجمنٹ نے وہ تمام لوازمات بیضوی میز پر سجا دیے جو پیشہ ور جواریوں کے لیے ضروری سمجھے جاتے تھے۔ ندیم اور جوزف کے درمیان انگریزی میں گفتگو ہو رہی تھی اسی گفتگو کے دوران جوزف نے دو ایک بار میری طرف بھی دیکھا اور میں یہ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا کہ وہ نگاہوں ہی نگاہوں میں میری حیثیت کو تول رہا تھا۔ اس کا باڈی گارڈ بظاہر خاموش تھا لیکن اس کی آنکھوں میں عقاب کی سی چمک موجود تھی۔ اس نے اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے ہال میں موجود تقریباً تمام افراد کو بہت غور سے دیکھا تھا۔ ندیم نے مہمان نوازی کے ثبوت کے طور پر اعلیٰ قسم کی شراب کا پیگ بنا کر جوزف کو پیش کیا تو وہ معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے ٹھوس لہجے میں بولا۔

"سوری مائی ڈیئر۔ میں کھیلتے وقت پینے کا عادی نہیں ہوں۔"

"کوئی خاص وجہ؟" ندیم نے پوچھا۔

"ہاں۔" جوزف نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ایک بار پیرس کے قمار خانے میں میرے ایک حریف نے شراب کے اندر کوئی ایسی شے ملا کر پلا دی تھی کہ مجھے ہر شے ایک کے بجائے دو دو نظر آنے لگی' پھر انجام ظاہر تھا۔ اس روز میں خاصی لمبی رقم ہار گیا تھا لیکن میرے حریف کو اس کی وہ چالبازی بہت مہنگی پڑی تھی۔ ایک ہفتے بعد کچھ نامعلوم لوگوں نے اسے بڑی بے دردی سے قتل کر دیا تھا۔" آخری جملہ ادا کرتے وقت اس کا لہجہ کچھ ایسا ہی تھا جیسے وہ قبل از وقت ندیم کو اپنی قوت اور درندگی کا احساس دلانا چاہتا ہو۔

"آپ نے درست فرمایا مسٹر جوزف۔" ندیم نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔ ہاتھی کی مثال لے لیں۔ جسامت کے اعتبار سے کس قدر قد آور اور منہ زور نظر آتا ہے لیکن بسا اوقات ایک معمولی سی چیونٹی بھی اس کی موت کا سبب بن جاتی ہے۔"

"آپ خاصے دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہیں۔"

"ذرہ نوازی ہے آپ کی۔"

کچھ دیر تک ندیم اور جوزف ایک دوسرے کو سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کرتے رہے پھر کھیل کا آغاز ہوا۔ تاش کی ایک نئی اور سیلڈ پیک گڈیاں نکالی گئیں' پتے جوزف نے بانٹے ندیم کچھ دیر تک بلائنڈ کرتا رہا پھر اس نے اپنے پتے دیکھے بغیر بے پروائی سے اٹھا کر گڈی میں ملا دیے۔ دوسری بار بھی اس نے یہی کیا تھا لیکن تیسری بار جب اس نے پتوں کو دیکھے بغیر گڈی میں ملایا تو جوزف چپ نہ رہ سکا۔ تین بازیوں میں وہ اچھی خاصی رقم جیت چکا تھا مجھے ندیم کی اس حرکت پر تعجب ہو رہا تھا پھر میں نے سوچا کہ شاید اس طرح وہ نفسیاتی طور پر جوزف پر اپنا سکہ بٹھانے کی کوشش کر رہا ہو۔

"مائی ڈیئر۔" جوزف نے ندیم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے حیرت ہے کہ آپ نے تین بازیوں میں ایک بار بھی اپنے پتے اٹھا کر نہیں دیکھے' کیا میں ایک دوست کی حیثیت سے اس کی وجہ دریافت کر سکتا ہوں۔"

"کیوں نہیں۔" ندیم نے اپنے لیے ایک نیا سگریٹ سلگاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ "یہ تینوں بازیاں میں نے مشرقی مہمان نوازی کے اظہار کے طور پر آپ کی خدمت میں پیش کی ہیں۔"

جوزف مسکرا دیا۔ بعد میں بھی وہ برابر جیتتا رہا۔ آٹھویں بازی میں ہمیں اس بات کا ثبوت بھی مل گیا کہ وہ بہترین شارپنگ کرنے کی صلاحیت کا مالک ہے۔ اس بازی میں بہت دیر تک بلائنڈ ہوتی رہی پھر ندیم نے پتے اٹھا لیے' جواریوں کی طرح گھس گھس کر آہستہ آہستہ ایک ایک پتے کو دیکھ رہا تھا پھر جب اس نے اپنے ہاتھ میں تین غلام دیکھے تو اس کے دل کی دھڑکن یقیناً تیز ہو گئی ہوگی لیکن اس نے چہرے سے اپنے جذبات کا احساس نہیں ہونے دیا۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد اس نے چال چل دی۔ جوزف نے پھر بلائنڈ کیا۔ ندیم نے ایک بار پھر اپنے پتوں کو دیکھا ایک لمحے کو سوچا پھر دوسری چال چل دی۔ اسی طرح چھ چالیں ہو گئیں پھر جوزف کے ہونٹوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ ابھری۔ اس نے بلائنڈ کرنے کے ساتھ ہی شو مانگ لیا۔ ندیم نے تینوں غلام میز پر ڈال دیے جہاں پچاس ہزار کے لگ بھگ رقم موجود تھی۔

"یہ جوزف کی جانب سے خیر سگالی کے جذبے کا ادنیٰ ثبوت ہے۔" اس نے میز پر پڑی رقم اپنی سمت کھینچتے ہوئے کہا۔ "ورنہ میں اگر چاہتا تو اسی بازی میں دس بارہ لاکھ بھی جیت سکتا تھا۔"

"مسٹر جوزف۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "کارڈ شو کیے بغیر اسٹیک کی رقم کو ہاتھ لگانا میرے نزدیک کھیل کے اصول کے خلاف ہے۔"

"مجھے جوزف کہتے ہیں مائی ڈیئر۔" اس نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔ "بادشاہوں کی موجودگی میں غلاموں کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ تم چاہو تو خود اپنے ہاتھوں سے میرے پتے اٹھا کر دیکھ لو۔ اگر جوزف کا تین بادشاہوں کا اندازہ غلط ثابت ہوا تو وہ تمہیں اب تک جیتی ہوئی تمام رقم کی واپسی کا وعدہ کرتا ہے۔"

پھر اس وقت ندیم کے علاوہ خود میری بھی کوئی انتہا نہ رہی جب جوزف کے تین بند پتے تین بادشاہ ہی ثابت ہوئے تھے' میں نے پہلی بار ندیم کو کرسی پر پہلو بدلتے دیکھا۔ وہ کچھ کچھ نروس سا دکھائی دے رہا تھا۔ میں ایک خاموش تماشائی کی حیثیت سے بیٹھا ندیم کی تباہی کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ ممکن ہے کہ راجو اور اس کے ساتھی بعد میں جوزف سے جیت کی رقم واپس چھین لینے میں کامیاب ہو جاتے لیکن مجھے اس بات کا بڑی شدت سے احساس ہو رہا تھا کہ ایک گھنٹے کے اندر اندر ندیم تقریباً دس لاکھ سے زیادہ کی رقم سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا۔

وہ میرا عزیز دوست بھی تھا اور کلاس فیلو بھی چنانچہ مجھے اس کی شکست منظور نہیں تھی میں نے کاکا کو یاد کیا' دوسرے ہی لمحے اس کی مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"مجھے معلوم ہے کہ تم نے اپنی کاکا رانی کو کس کارن یاد کیا ہے۔ شاید تمہیں اپنے جگر کی ہار سے دکھ پہنچا ہے۔"

"ہاں یہی بات ہے۔" میں نے دل ہی دل میں اقرار کیا۔

"پھر تمہاری کیا اچھا ہے۔"

"میں اپنے دوست کی جیت چاہتا ہوں۔"

"اس کا صرف ایک طریقہ ہے۔" کاکا نے کہا۔ "اپنے دوست کی جگہ تم کھیلنے کے لیے بیٹھ جاؤ۔ پرنتو ایک بات دھیان میں رکھنا۔ جیت اوش تمہاری ہی ہوگی لیکن۔۔۔"

"لیکن کیا۔۔۔؟" میں نے پُرتجسس انداز میں سوال کیا۔

"کچھ نہیں۔" کاکا نے جواب دیا۔ "اپنے جگر کو ہٹا کر تم کھیلنے کے لیے بیٹھ جاؤ۔ باقی باتیں مجھ پر چھوڑ دو۔"

میں نے فوراً ہی ندیم کو ہٹنے کو نہیں کہا لیکن جب وہ مسلسل لمبی لمبی رقمیں ہارتا رہا تو میں نے جوزف کو براہ راست مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"مسٹر جوزف۔ تم بلاشبہ ایک شاطر کھلاڑی ہو۔ تم سے جیتنا کوئی آسان بات نہیں ہے لیکن کیا تم مجھے بھی قسمت آزمانے کا موقع نہیں دو گے۔"

"کیوں نہیں۔ مجھے خوشی ہوگی۔" جوزف نے مسرت کا اظہار کیا اور میں نے ندیم کو ہٹا کر اس کی جگہ لے لی۔ ایک دو بازی میں بھی ہار گیا۔ میرے پاس اپنی رقم نہیں تھی میں ندیم کے پیسوں سے کھیل رہا تھا پھر ایک بار پتے بانٹنے کے بعد کاکا نے میرے کانوں میں سرگوشی کی۔

"شہباز' جوزف نے جو پتے لگائے تھے میں نے اپنی شکتی کے زور سے بدل دیے ہیں۔ اب جیت تمہاری ہی ہوگی۔"

کاکا کی یقین دہانی کے بعد مجھے اپنی کامیابی کا یقین ہو گیا تھا۔ میں بڑھ چڑھ کر بلائنڈ کی رقم میں اضافہ کرتا گیا' پتے چونکہ جوزف نے بانٹے تھے اس لیے اسے اپنی شارپنگ پر اعتماد تھا' وہ مجھے بلائنڈ کرتا دیکھ کر اس طرح مسکرا رہا تھا جیسے کوئی ماہر شکاری اپنے شکار کو جال میں پھنستا دیکھ کر خوش ہو رہا ہو۔ میز پر رکھی ہوئی رقم میں تیزی سے اضافہ ہوتا گیا پھر جوزف نے مجھے مسکرا کر معنی خیز انداز میں مخاطب کیا۔

"مسٹر شہباز۔ آپ شاید بھول رہے ہیں کہ آپ کے مقابلے پر کون موجود ہے۔"

"اور آپ کو شاید اس بات کا علم نہیں ہے کہ میں بلیک میجک کا ماہر بھی ہوں۔"

"آپ شاید مجھ سے مذاق کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"ایک تجربے کی بات عرض کروں۔" میں نے کسی پیشہ ور جواری جیسے انداز میں کہا۔ "جوئے میں جیت ہمیشہ اسی کی ہوتی ہے جو نفسیاتی طور پر اپنے حریف پر سبقت پا لے۔"

"اور شارپنگ کے بارے میں آپ کا تجربہ کیا کہتا ہے۔" جوزف نے چال بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یہ مت بھولو جوزف کہ انسان غلطی کا پتلا ہے۔ ایک پتے کی غلطی بھی کھیل کا پانسا پلٹ سکتی ہے۔"

ندیم بار بار کرسی پر پہلو بدل رہا تھا۔ وہ پہلی بار اپنے کیسینو میں' دوسری بار ریس کورس کے میدان میری قسمت کو آزما چکا تھا پھر بھی اس وقت کچھ بے چین نظر آ رہا تھا ایسا اس لیے کہ میز پر پڑی رقم ہزاروں سے بڑھ کر لاکھوں تک پہنچ گئی تھی اور ابھی تک ہم دونوں میں سے کسی ایک نے بھی پتا اٹھانے کی زحمت گوارا نہیں کی تھی۔ جوزف کو اپنی شارپنگ پر اعتماد تھا اور مجھے کاکا کی یقین دہانی پر۔

"مسٹر شہباز۔" جوزف نے کچھ دیر بعد مجھے مخاطب کیا۔ "میرا مشورہ ہے کہ آپ پتے اٹھا لیں۔"

"کیوں؟" میں نے قدرے چڑ کر پوچھا۔

"کیا آپ کا دوسری بازی کھیلنے کا ارادہ نہیں ہے۔" اس نے میری مضحکہ اڑانے کی کوشش کی' اس کے لہجے میں اعتماد جھلک رہا تھا۔ میں دل ہی دل میں اس کی خود اعتمادی پر مسکرا دیا پھر کوئی دس منٹ بعد میں نے کچھ سوچ کر پتے اٹھا لیے اور صرف ایک پتا دیکھ کر چال چل دی۔

"باقی پتے بھی دیکھ لیں مسٹر شہباز۔" جوزف نے پھر بلائنڈ کرتے ہوئے کہا۔ "تاش کے پتوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے یہ

دھوکا بھی دے جاتے ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ شاید ٹھیک ہی کہہ رہے ہیں۔" میں نے دوسرا کارڈ دیکھا تو وہ حکم کا بادشاہ ثابت ہوا پہلا کارڈ حکم ہی کی بیگم تھی۔ میں نے ندیم کی سمت دیکھا جو عجیب گوموں کی کیفیت سے دوچار تھا۔ میں نے ایک لمحے کو کچھ سوچا پھر چال ڈبل کردی۔

"اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو آپ بہت جذباتی کھلاڑی واقع ہوئے ہیں جبکہ فلش کھیلنے میں بڑے پیشنس (Patience) کی ضرورت ہوتی ہے۔" جوزف نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا پھر اس نے بلائنڈ کی رقم بھی دگنی کردی۔

کالکا کا آشیرباد میرے ساتھ تھا چنانچہ میں نے تیسرا پتا بھی دیکھا جو حکم کا اکا ہی تھا' مگر راؤنڈ ہونے کی صورت میں مجھے خوشی کا اظہار کرنا چاہیے تھا لیکن میں نے ایسا برا سامنہ بنایا جیسے میرے ارمانوں پر اوس پڑ گئی ہو ندیم کی نظریں اب پتوں سے ہٹ کر میرے چہرے کے تاثرات پر مرکوز تھیں۔ میں دیدہ و دانستہ کچھ دیر تک تذبذب کی حالت سے دوچار رہا پھر میں نے ایک چال اور چل دی۔ جواب میں جوزف نے بلائنڈ کی رقم پھر دگنی کردی تو میں نے اپنے چہرے سے ایسے تاثرات کا اظہار کیا جیسے میں اس کے مزید بلائنڈ کرنے سے جھلا گیا ہوں پھر کھیل اسی طرح جاری رہا میز پر پڑی ہوئی رقم بیس لاکھ سے تجاوز کرچکی تھی' میں جھلا جھلا کر چال چل رہا تھا اور جوزف مسکرا مسکرا کر بلائنڈ کی رقم دگنی کرتا جارہا تھا پھر اس نے بھی مسکرا کر پتا اٹھا لیا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ مجھ پر رحم کھا رہا ہو لیکن دوسرے ہی لمحے وہ اس طرح چونکا جیسے اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آرہا ہو۔

"حیرت ہے۔" اس نے بڑبڑاتے ہوئے اپنے آپ سے کہا۔ "اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔"

"کیا بات ہے مسٹر جوزف۔" اس بار میں نے اس کا مضحکہ اڑایا۔ "کیا تمہارے پاس ایسے پتے بھی نہیں ہیں کہ شو بھی مانگ سکو۔"

"شو۔" اس نے شو کرانے کی رقم میز پر ڈالتے ہوئے کہا۔ میں نے اپنے پتے میز پر رکھے تو وہ ہونٹ چبا کر بولا۔

"یو ون۔ (تم جیتے)" اس نے تلملا کر کہا پھر اپنے پتے گڈی میں ملا دیے۔

اس کے بعد وہی ہوا جو ہونا چاہیے تھا۔ جوزف اپنی تمام تر صلاحیتوں سے شارپنگ کرتا رہا اور کالکا کی پراسرار قوت پتوں کو تبدیل کرتی رہی۔ ایک گھنٹے کے اندر اندر وہ تقریباً ڈیڑھ کروڑ کی رقم ہار چکا تھا۔ جوزف کی جھلاہٹ اور ندیم کی خوشی دونوں ہی قابل دید تھیں۔

"میرا خیال ہے کہ قسمت کی دیوی آج تمہارا ساتھ نہیں دے رہی۔" میں نے جوزف سے ہمدردی کا اظہار کیا۔

"مسٹر شہباز۔" جوزف مجھے گھورتا ہوا بولا۔ "تم کہ تم بلیک میجک کے ماہر ہو۔"

"ممکن ہے میں نے صرف مذاقاً" ایسا کہا ہو سنجیدگی سے کہا۔ "سچ بات تو۔۔۔"

"نہیں۔" جوزف نے مجھے گھورتے ہوئے کہا نہیں۔ کل میں تم کو دوبارہ مقابلے کا چیلنج دیتا ہوں بجے۔"

"سوری۔" میں نے اسے چڑانے کی خاطر کہا۔ کے اپنے اپنے اصول ہوتے ہیں۔"

"کیا مطلب۔۔۔؟"

"جو لوگ مجھ سے ایک بار ہار جاتے ہیں میں دوبارہ کھیلنے کے اصول کے خلاف ہوں۔"

"مسٹر شہباز۔" وہ غراتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ "تم انسلٹ کررہے ہو۔" اس کی نگاہوں میں خون کی سرخیاں لگی تھیں۔ میرے جواب نے اس وقت جلتی پر پٹرول کا کام کیا تھا۔ وہ آپے سے باہر ہوتا جارہا تھا۔ اس نے کہا۔ "تمہیں مجھ سے معافی مانگنی پڑے گی۔"

"مسٹر جوزف۔۔۔" ندیم یکلخت درمیان میں بول اس وقت میرے کیسینو میں ہو اس لیے بڑے ضبط سے رہا ہوں۔"

"ورنہ تم کیا کرتے۔۔۔؟" جوزف' ندیم کی جانب پڑا۔

"مہمانوں کی عزت اگر میرا فرض نہ ہوتا تو شاید اب تک میرے آدمی تمہیں اٹھا کر اس عمارت سے باہر پھینک ہوتے۔"

جوزف کے ساتھ بیٹھا ہوا باڈی گارڈ بجلی کی سی تیزی اپنی جگہ سے اٹھا تھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ اپنی پوزیشن کر کچھ کر پاتا۔ ندیم کے آدمی برق رفتاری سے ٹڈی دل کے اس پر ٹوٹ پڑے پھر راجو اور اس کے ساتھی بھی اپنی اپنی سے اٹھ کر ہمارے قریب آگئے۔

"ہمارے لیے اب کیا حکم ہے باس۔" راجو نے جوزف حقارت بھری نظروں سے گھورتے ہوئے سوال کیا۔ ندیم جواب دینا چاہتا تھا لیکن جوزف جو شاید اس وقت عقل سے بیگانہ ہوچکا تھا مجھ پر کسی درندے کی طرح چھلانگ لگا حماقت کر بیٹھا۔ میں نے بڑی پھرتی سے ایک طرف ہٹ کر کے وار کو ناکام بنایا پھر ندیم کا اشارہ پاکر راجو اور اس ساتھی بھوکے بھیڑیوں کی طرح جوزف سے چمٹ گئے منٹ بعد ہی جوزف اور اس کے باڈی گارڈ کی حالت غیر تھی۔ ان کے جسم کے کپڑے تار تار ہوچکے تھے اور وہ اب بھی نہیں رہ گئے تھے کہ اپنے پیروں پر خود سے کھڑے ہو

جوزف کے چہرے پر کئی مقامات سے خون کی لکیریں پھوٹ پڑی تھیں۔

"اسے پچھلے راستے سے لے جا کر کسی کچرے کے ڈھیر پر پھینک آؤ۔" ندیم نے سفاک لہجے میں کہا پھر مجھے ساتھ لے کر اپنے آفس میں آگیا۔

"اب مجھے ذرا کھل کر بتاؤ کہ یہ سب کیا ہے؟" ندیم نے اپنی ریوالونگ چیئر پر آرام سے بیٹھتے ہوئے کہا۔ "اس روز کیسینو میں تمہاری کامیابی' ریس کلب میں تمہارے بتائے ہوئے نمبروں کے گھوڑوں کی حیرت انگیز جیت اور آج تمہارے ہاتھوں جوزف کی ناقابل یقین شکست۔ میں ان باتوں کو محض اتفاق یا خوش قسمتی سے تعبیر نہیں کر سکتا۔"

"پھر۔ تمہارا کیا خیال ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"تم نے جوزف سے بلیک میجک کا ذکر کیوں کیا تھا؟" ندیم نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "کیا یہ حقیقت ہے کہ تم۔۔۔"

"نان سنس۔" میں اس کے خیال کی تردید کرتے ہوئے بولا۔ "وہ بات تو محض میں نے اسے مرعوب کرنے کو کہی تھی۔"

"لیکن بہرحال تمہیں یقین تھا کہ بالآخر جیت تمہاری ہی ہوگی۔۔۔ کیوں؟ کیا یہ بھی غلط ہے؟" ندیم نے پُرتجسس لہجے میں کہا پھر تیزی سے بولا۔ "میں یہ بات پورے دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ جوزف کے تمام پاسے تمہارے حق میں پڑ رہے تھے۔"

"یہ سب کچھ محض اتفاق ہی تھا۔" میں نے ندیم کو ٹالنے کی خاطر جواب دیا پھر موضوع بدل کر بولا۔ "تمہارے آدمیوں نے جوزف کے ساتھ کچھ زیادہ اچھا سلوک نہیں کیا اور اگر یہ خبر اخبارات میں آگئی تو پھر والد صاحب کی عدالت میں میری کوئی شنوائی نہیں ہوگی۔"

"فکر مت کرو۔" ندیم نے پورے اعتماد سے کہا۔ "تمہارے کیسینو کے بارے میں کوئی خبر اخبار میں نہیں آئے گی اور تمہاری اطلاع کے لیے عرض کردوں کہ میرے مشورے کے بغیر ہمارے کسی کارندے کی پرچی بھی متعلقہ تھانے میں نہیں کاٹی جاتی۔"

"تلی ہی۔ گویا تم بھتا دینے کے سلسلے میں بھی خاصے فیاض ثابت ہوئے ہو۔"

"میں جس کاروبار میں ملوث ہوں اس میں تمام ایجنسیوں سے بنا کر رکھنی پڑتی ہے۔" ندیم نے دھواں اڑاتے ہوئے کہا پھر مجھے گھورتا ہوا بولا۔ "کیا تمہیں پہلے سے اس بات کا علم تھا کہ آج جوزف سے میرا مقابلہ ہونے والا ہے۔"

"نہیں۔ یہ بات مجھے یہاں آنے کے بعد ہی معلوم ہوئی تھی۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "اچھا اب میں اجازت چاہوں گا۔"

"جانے سے پہلے کیا جیت کی رقم کا حساب نہیں کرو گے۔"

ندیم کا لہجہ پھر معنی خیز ہوگیا۔

"ڈونٹ بی سلی۔ ہمارے درمیان صرف دوستی کا رشتہ قائم ہے اور میں دوستوں کے ساتھ کاروباری حساب کتاب رکھنے کا عادی نہیں ہوں۔"

"ایک بات کہوں اگر تم برا نہ مانو۔۔۔"

"کہو۔ اب کیا کہنا باقی رہ گیا ہے۔"

"میں جس میدان کا کھلاڑی ہوں اس میں آنکھوں اور دماغ دونوں سے کام لیا جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے تم کسی خاص وجہ سے کھل کر کچھ بتانے سے گریز کرو لیکن مجھے پورا اعتماد اور یقین ہے کہ تمہارے قبضے میں کوئی نہ کوئی قوت ایسی ضرور موجود ہے جو تمہیں آنے والے حالات سے آگاہ کرتی رہتی ہے۔ کیوں؟ کیا میرا اندازہ غلط ہے۔" ندیم پوری طرح سنجیدہ تھا۔

"ہمارے ہاں ہر سوال کا جواب ماہرین سے مشورے کے بعد واپسی ڈاک دیا جاتا ہے۔" میں نے مسکرا کر بات اڑانے کی کوشش کی پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کیسینو سے باہر آگیا جہاں راجو پہلے سے میری گاڑی کے پاس موجود تھا لیکن اس وقت وہ نہتا نہیں تھا اس کے ہاتھ میں ایک خود کار رائفل بھی موجود تھی۔

"کیا تم نے جوزف کو مار ڈالا؟" میں نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

"نہیں۔" راجو کا لہجہ سپاٹ تھا۔ "ہم بہرحال میں باس کے حکم کے پابند ہیں لیکن اس کے باوجود ایک بات میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں جوزف اب کبھی بھول کر بھی کیسینو کی طرف رخ نہیں کرے گا۔"

رات زیادہ ہو رہی تھی اس لیے میں نے بات کو طول دینا زیادہ مناسب نہیں سمجھا۔ خاموشی سے گاڑی میں بیٹھ گیا مگر جب میرے بیٹھنے کے بعد راجو نے پچھلا دروازہ کھول کر عقبی نشست پر قبضہ جمایا تو میں چپ نہ رہ سکا۔

"تمہیں کہاں جانا ہے؟" میں نے پلٹ کر سوال کیا۔

"زیادہ دور نہیں۔ راستے میں کہیں بھی اتر جاؤں گا۔" اس نے کچھ عجیب سے لہجے میں جواب دیا۔

راجو کا جواب میری سمجھ میں نہیں آیا مگر وہ ندیم کا خاص آدمی تھا اس لیے میں اس سے خوفزدہ بھی نہیں تھا' میں نے گاڑی اسٹارٹ کی پھر کھلی سڑک پر آگیا جو دور دور تک ویران نظر آرہی تھی۔ دور دور تک کسی گاڑی یا آدم زاد کا نشان تک نہیں تھا۔

"ندیم کے ساتھ کب سے ہو؟" میں وقت گزارنے کی خاطر راجو سے پوچھا۔

"تقریباً چار پانچ سال سے۔"

"تمہاری مخصوص خدمات کے عوض ندیم یقیناً تم لوگوں کو

اچھا خاصا مال پانی بھی دیتا ہوگا۔"

"ظاہر ہے۔" راجو نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "پیٹ بھرنے کے لیے چار پیسوں کی ضرورت تو جانوروں کو بھی ہوتی ہے میں تو پھر انسان ہوں۔"

"اچھا ایک بات بتاؤ۔" میں نے اپنے تجربے کے طور پر راجو کو آزمانے کی خاطر پوچھا۔ "اگر کوئی دوسرا شخص تمہیں ندیم کے مقابلے میں کوئی بڑی آفر دے تو کیا تم اسے قبول کر لو گے۔"

"کتوں کی نسل کی طرح ہمارے اندر بھی درجہ بندی ہوتی ہے۔" راجو نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ "کتا اگر کراس بریڈ (CROSS BREED) ہو تو چچوڑی ہوئی ہڈی پر بھی جھپٹ پڑتا ہے لیکن اگر اعلیٰ نسل سے تعلق رکھتا ہو تو مالک کے دھتکارنے کے باوجود اس پر پلٹ کر بھونکتا نہیں' ہمیشہ اس کے قدموں میں پڑا دُم ہلاتا رہتا ہے۔ اصل نسل کے جانور بڑے وفادار ہوتے ہیں۔ اپنے مالک کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑتے۔"

"تم مجھے پڑھے لکھے آدمی معلوم ہوتے ہو پھر اس لائن میں کیسے آگئے؟" میں نے اس کی باتوں میں دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

"اپنے ہاتھوں سے اپنے پیروں پر بھلا کون کلہاڑی مارتا ہے؟ سب حالات کا چکر ہے جناب۔ حالات کے الٹ پھیر انسان کی قسمت بھی بدل دیتے ہیں۔" راجو بڑے فلسفیانہ انداز میں بولا۔ "جس پر ایک بار مجرم ہونے کی چھاپ لگ جائے پھر اس سے شریف بننے کا حق چھین لیا جاتا ہے۔ کچھ سمجھنے اور سمجھانے کا ہیر پھیر بھی ہوتا ہے مثلاً" آپ جسے جیل خانہ کہتے ہیں اسے ہماری زبان میں مجرم ساز کارخانے اور فیکٹری کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ صحیح معنوں میں تو سزا اور جزا کا حساب وہی کرے گا جس نے انسان نما کٹھ پتلیوں کی ڈور کا سرا اپنے ہاتھوں میں پکڑ رکھا ہے۔"

راجو نے سماج اور معاشرے کی عکاسی بڑی خوب صورتی سے کی تھی۔ اس کا کام قتل و غارت گری ضرور تھا لیکن میں یہ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا کہ اس کے اندر کا انسان ابھی مرا نہیں تھا۔ وہ کسی مریض کی طرح سسک رہا تھا اگر اس کا علاج صحیح طور پر کیا جاتا تو وہ معاشرے کے لیے ایک قیمتی اثاثہ بھی ثابت ہو سکتا تھا لیکن وقت اور حالات نے اسے دوسرے کے ہاتھوں میں کھلونا بننے پر مجبور کر دیا تھا میں ابھی اس کے بارے میں غور کر ہی رہا تھا کہ اچانک مجھے کچھ فاصلے پر ایک شخص سڑک کے بیچوں بیچ کھڑا نظر آیا' وہ دونوں ہاتھ فضا میں بلند کیے مجھے رکنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ فوری طور پر میں نے یہی خیال کیا کہ وہ کوئی ضرورت مند مسافر ہی ہوگا لیکن جب میں نے گاڑی کی رفتار کم کی تو لوور روشنی اس کے چہرے پر پڑی تو میرے تن بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ وہ کوئی مسافر نہیں بلکہ داور تھا' وہی اچھے خاصے ڈیل ڈول اور تن و توش

والا بدمعاش جو کیسینو میں مجھ سے الجھ بھی چکا تھا اس وقت میری نگاہوں کے سامنے بیچ سڑک پر سینہ تانے کھڑا تھا' تاریکی کے باوجود میں نے ہیڈلائٹس کی روشنی میں اس کی آنکھوں کے اندر انتقام کی چنگاریاں سلگتی دیکھ لی تھیں۔ اس کے ہاتھ میں دبے پستول کا رخ میری ہی جانب تھا' ایک لمحے کو موت کا بھیانک تصور میرے رگ و پے میں سرایت کر گیا لیکن پھر دوسرے ہی لمحے جو کچھ ہوا وہ میری توقع کے خلاف ہی تھا۔

ہلکی سی ایک کلک کی آواز میرے کانوں میں گونجی پھر مجھے حالات کی سنگینی کا احساس اس وقت ہوا جب راجو نے گاڑی سے نیچے اترتے ہی یکے بعد دو برسٹ مارے تھے اور داور کی چوڑی چھاتی پر جگہ جگہ سے خون کے چشمے ابل پڑے تھے پھر وہ کسی کٹے ہوئے تناور درخت کے مانند زمین پر ڈھیر ہوگیا۔

"میں اب اجازت چاہوں گا جناب۔" راجو نے میرے قریب آتے ہوئے بے پروائی سے کہا۔ "میرا سفر بس یہیں تک کا تھا۔"

"راجو۔" میں نے دل کی دھڑکنوں پر قابو پاتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تمہیں اس بات کا علم پہلے سے تھا کہ داور مجھے راستے میں روک کر اپنا انتقام لینے کی کوشش کرے گا۔"

"میں اب انسان نہیں رہا۔ جانور بن گیا ہوں اور انسان کے مقابلے میں جانور بہت دور سے ہی خطرے کی بو سونگھ لیتا ہے۔" راجو زہرخند لہجے میں بولا پھر اس نے آگے کچھ نہیں کہا تیزی سے پلٹا اور رات کی تاریکی میں گم ہو کر رہ گیا۔ میں نے اس وقت وہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا' داور کی لاش سے کترا کر برق رفتاری سے گاڑی آگے نکال لے گیا!

☆٭٭٭☆

زرمجن لال کسی زخمی درندے کے مانند اپنے آفس میں بچھے ہوئے دبیز قالین پر ادھر سے اُدھر چکر کاٹ رہا تھا' اس کے چہرے

پر الجھن اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات نظر آرہے تھے' آنکھوں میں بار بار ابھرنے والی چمک اس بات کی نشاندہی کررہی تھی کہ وہ کسی شدید ذہنی خلفشار میں مبتلا ہے۔ کبھی وہ چلتے چلتے رک کر خلا میں گھورنے لگتا پھر سر جھٹک کر دوبارہ قالین کی سینہ کوبی شروع کردیتا۔ کچھ دیر بعد وہ تیزی سے پلٹ کر اپنی میز کے قریب آیا اور ڈائریکٹ فون کا ریسیور اٹھا کر کسی کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ اس کے چہرے پر وحشت کے تاثرات ہر لحہ گہرے ہوتے جارہے تھے پھر دوسری جانب سے رابطہ قائم ہونے کے بعد اس نے سرسراتے ہوئے انداز میں کہا۔

"میں زنجن لال بول رہا ہوں۔"

"میرے لیے کوئی حکم۔" دوسری جانب سے بولنے والے نے نہایت فرماں برداری سے پوچھا۔

"پنڈت بنسی دھر کا کیا رہا۔ کیا تم نے ان سے ملاقات کی تھی۔"

"جی نہیں۔ پنڈت جی کسی جاپ میں مصروف ہیں' اب وہ جاپ پورا ہونے تک منڈل سے باہر نہیں نکل سکتے لیکن انہوں نے میری موجودگی میں اپنے خاص چیلے شنکر کو اس کام پر مامور کردیا تھا۔"

"شنکر ابھی تک اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکا اور اب میں زیادہ دنوں انتظار نہیں کرسکتا۔"

"سر۔ کیا آپ نے شہباز خان سے بات کی تھی۔"

"کی تھی۔" زنجن لال نے جھلا کر ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "مگر وہ میرے راستے سے ہٹنے کے لیے آمادہ نہیں ہے۔"

"ہر شخص کی کوئی نہ کوئی قیمت ضرور ہوتی ہے جناب۔"

"میں جانتا ہوں لیکن کچھ آئٹم ایسے بھی ہوتے ہیں جن پر ناٹ فار سیل کا بورڈ لگا ہوتا ہے' شہباز خان کا شمار بھی ان ہی لوگوں میں ہوتا ہے جو اپنی ضد کے پکے ہوتے ہیں۔"

"پھر.... میرے لیے کیا حکم ہے؟"

"تم جانتے ہو کہ اگر یہ ٹینڈر ہاتھ سے نکل گیا تو...."

"پھر تو ایک ہی صورت رہ جاتی ہے جناب۔"

"وہ کیا؟"

"اپنے دشمن کو راستے سے ہٹا دیا جائے۔" دوسری جانب سرد لہجے میں جواب ملا۔ "نہ رہے گا بانس اور نہ بجے گی بنسری۔"

"کام بہت ہوشیاری سے کرنا۔" زنجن لال نے تھوڑے توقف سے کہا۔ "ہمارا ایک وار پہلے بھی خالی جا چکا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں جناب۔"

"اپنے کام سے کام رکھو۔ ایک بار پھر تاکید کررہا ہوں کہ جو بھی قدم اٹھانا بہت سوچ سمجھ کر اٹھانا۔" زنجن لال نے گہری سنجیدگی سے جواب دیا پھر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ ایک لمحے تک وہ ساکت کھڑا کچھ سوچتا رہا پھر اپنی میز پر بیٹھ کر اس نے انٹرکام پر شکلا کو اندر آنے کو کہا۔ پانچ منٹ بعد ہی زنجن لال کا بزنس منیجر شکلا اس کے سامنے موجود تھا۔

"محسن علی والے کیس کا کیا بنا؟" زنجن لال نے خشک لہجے میں دریافت کیا۔

"اس کے بیان نے کیس کو بگاڑ دیا ہے۔" شکلا بولا۔ "ڈی ایس پی سراج اس کیس میں کچھ زیادہ ہی دلچسپی لے رہا ہے۔"

"محسن علی نے تمہارا نام بتا کر سب سے بڑی حماقت کی ہے۔ ایسی صورت میں جبکہ تمہاری شخصیت پہلے ہی پولیس کی نگاہوں میں مشکوک ہو چکی ہے۔"

"میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہیں بیٹھا۔" شکلا نے سنجیدگی سے کہا۔ "میری کوشش ہے کہ اگلی پیشی پر محسن علی اپنے بیان سے منکر ہوجائے۔ ایسی صورت میں...."

"کیس کا اور ستیاناس ہوجائے گا۔" زنجن لال کسی چوٹ کھائے ہوئے سانپ کی طرح بل کھا کر بولا۔ "یہ مت بھولو کہ شہباز خان کو نیچا دکھانے کے تم نے محسن علی کے ذریعے جو جال بچھایا تھا وہ خود ہمارے حق میں زیادہ مہلک ثابت ہوا ہے۔"

"جو کچھ ہوا ہے وہ میرے لیے بھی ناقابل وشواس ہے۔" شکلا نے جواب دیا۔ "اس بریف کیس میں' میں نے آپ ہی کی اِچھا پر...."

"خاموش رہو۔ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔"

"ایک طریقہ اور بھی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"اگر ڈی ایس پی سراج کو راستے سے ہٹا دیا جائے تو بازی ہمارے حق میں پلٹ سکتی ہے۔"

"نان سنس۔" زنجن لال نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "تم جو شہباز کو درمیان سے ہٹانے میں ناکام ہوگئے' محسن علی کو بطور چارا استعمال کرنے میں ہار گئے۔ اب بھلا ڈی ایس پی سراج کو...."

"آپ شاید میرا مطلب نہیں سمجھے۔" شکلا نے معنی خیز انداز میں جواب دیا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"ڈی ایس پی سراج کا تبادلہ۔" شکلا نے کہا۔ "اور اس کے لیے آپ کو اوپر والوں سے اپنے تعلقات کے ساتھ ہی ساتھ کچھ بکاؤ لوگوں کی مٹھیاں بھی گرم کرنی پڑیں گی۔"

"نہیں۔" زنجن لال نے فیصلہ کن آواز میں کہا۔ "میں ان تمام معاملات کے بیچ میں اپنی ٹانگ پھنسانا نہیں چاہتا۔"

"پھر.... اور کوئی اُپائے ہے آپ کی نظر میں؟"

"ہاں۔"

"وہ کیا؟"

"اپنی ساکھ کو برقرار رکھنے کے کارن اور پولیس والوں پر یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ میرا ان تمام باتوں سے کوئی سمبندھ نہیں ہے میرے پاس صرف ایک ہی راستہ باقی رہ جاتا ہے۔" زنجن لال نے سنجیدگی سے کہا پھر تھوڑے توقف سے بولا۔ "تمہاری چھٹی کردی جائے۔"

"کیا مطلب۔" شکلا اچھل پڑا' اس نے زنجن لال کو ایسی نظروں سے دیکھا جیسے اسے اس جواب کی توقع نہیں تھی۔

"پریشان مت ہو۔ اپنی فرم سے تمہاری علیحدگی کا کھیل دنیا دکھاوے کے لیے ہوگا۔ رہا تنخواہ کا مسئلہ تو وہ تم کو ہر مہینے پابندی سے ملتی رہے گی۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن اس طرح میرا کیس اور زیادہ کمزور پڑ جائے گا۔"

"ہوسکتا ہے کہ تم جو سوچ رہے ہو غلط نہ ہو لیکن میرے پاس اس کے سوا کوئی اُپائے نہیں ہے۔ ہاں میں تمہیں اس بات کا وچن دیتا ہوں کہ عدالت کی جانب سے نردوش ثابت ہونے کے بعد میں تمہیں دوبارہ ملازمت پر واپس بلا لوں گا۔"

"کیا یہ آپ کا آخری فیصلہ ہے۔" شکلا نے سپاٹ لہجے میں سوال کیا۔

"ہاں۔"

"گویا آپ مجھے ملازمت سے برطرف کردیں گے۔ کیوں کہ...."

"بات کو سمجھنے کی کوشش کرو' اس سے ہوا کا رخ...."

"ہوا کے رخ کی بات چھوڑو سیٹھ اور ایک بات میری بھی کان کھول کر سن لو۔ دریا میں رہ کر مگرمچھ سے بیر مول لینا اچھا نہیں ہوتا۔"

شکلا نے اٹھتے ہوئے کہا پھر معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے بولا۔ "اس سے پیشتر کہ تم مجھے ملازمت سے نکالو میں خود اپنا استعفیٰ پیش کردوں گا۔ پرنتو ایک بات دھیان میں رکھنا کہ شکلا سے بگاڑ کر تم گھاٹے میں رہو گے۔" پھر وہ اپنا جملہ مکمل کرنے کے ساتھ ہی تیزی سے پلٹا اور لمبے لمبے قدم اٹھاتا آفس سے باہر چلا گیا۔

زنجن لال ایک لمحے تک اپنی کرسی پر بیٹھا بار بار پہلو بدلتا رہا پھر اس نے ڈائریکٹ فون کا ریسیور اٹھایا اور اس انداز میں کسی کے نمبر ڈائل کرنے لگا جیسے اس نے اپنی ذہنی پریشانیوں کا کوئی مناسب اور معقول حل تلاش کرلیا ہو۔ اس کے ہونٹوں پر بڑی زہریلی مسکراہٹ پھیل رہی تھی۔ بالکل کسی سانپ ہی کی طرح جس کی آنکھیں اپنے شکار کو ڈسنے سے پہلے چمک اٹھتی ہیں۔

☙

ڈی ایس پی سراج کے دفتر میں میری طلبی والد صاحب کے ایما پر ہوئی تھی۔ میں جس وقت سراج کے آفس میں داخل ہوا وہ کسی اہم فائل کے مطالعے میں مصروف تھا' لیکن مجھے دیکھتے ہی اس نے نہ صرف یہ کہ فائل بند کردی بلکہ بڑے پُرتپاک انداز میں میرا خیر مقدم کیا۔ کچھ دیر تک ہمارے درمیان رسمی گفتگو ہوتی رہی پھر جیسے سراج نے اصل مقصد کی طرف آتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ کو علم ہے مسٹر شہباز کہ میں نے آپ کو یہاں آنے کی زحمت کیوں دی ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ والد صاحب میری طرف سے کچھ زیادہ ہی فکرمند ہوگئے ہیں۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"پہلے میرا بھی یہی خیال تھا لیکن اب...." سراج کچھ کہتے کہتے خاموش ہوگیا۔

"اب کیا بات ہوگئی ہے۔"

"اب حالات نے بڑی تیزی سے پلٹا کھایا ہے۔ کیا آپ نے آج صبح کا اخبار نہیں دیکھا؟"

"نہیں۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "کوئی خاص خبر۔"

"جی ہاں۔ کل رات کسی نے زنجن لال کے بزنس منیجر کو گولی مار کر ہلاک کردیا ہے۔"

"آئی سی۔"

"میرا خیال ہے کہ اس قتل کے پس پشت دو گروپس میں سے کسی ایک کا ہاتھ ہوسکتا ہے۔" سراج نے کہا پھر تھوڑے توقف کے بعد بولا۔ "یا تو اس قتل میں ان لوگوں کا ہاتھ شامل ہے جو منشیات کی غیر قانونی تجارت میں شکلا کے ساتھ ملوث تھے یا پھر اس قتل کے پیچھے خود زنجن لال کا ہاتھ بھی ہوسکتا ہے۔"

"زنجن لال۔" میں چونکا۔ "لیکن شکلا تو اس کے لیے بہت کام کا آدمی تھا۔ اسی کی ایما پر تو محسن علی نے مجھے ایک گھناؤنی سازش میں پھانسنے کی کوشش کی تھی اور اس کے علاوہ اس کی حیثیت زنجن لال کے ادارے میں بحیثیت منیجر کی تھی۔"

"کل شام تک ضرور تھی۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"یہی بات تو شکلا کی موت کے معمے کو الجھا رہی ہے۔" سراج نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "کل شام آفس ختم ہونے سے پیشتر شکلا نے زنجن لال کو اپنا استعفیٰ پیش کردیا تھا اور کل رات ہی اسے ختم کردیا۔"

"ایسی صورت میں تو زنجن لال کی شخصیت پر شبہ نہیں کیا جا سکتا۔" میں نے دلیل پیش کی۔ "جب شکلا خود ہی مستعفی ہوگیا تھا تو پھر زنجن لال کو اسے ٹھکانے لگوانے کی کیا ضرورت تھی۔"

"ہوسکتا ہے کہ آپ کی اسی دلیل کو پیش نظر رکھتے ہوئے زنجن لال نے شکلا کے خلاف سازش کا جال بنا ہو۔" سراج نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "ممکن ہے کہ شکلا کے ہاتھ میں

زنجن لال کے خلاف کوئی اہم کمزوری ہو جس کے پیش نظر ان دونوں کے درمیان کسی اختلاف نے سر ابھارا ہو۔ شکلا نے اپنا استعفیٰ پیش کر کے زنجن لال کو اپنی اہمیت کا احساس دلانے کی کوشش کی ہو اور اس بات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے شکلا کو ہمیشہ اپنے راستے سے ہٹا دیا۔"

"کیا آپ زنجن لال سے مل چکے ہیں؟"

"نہیں۔" سراج نے اس بار براہ راست جھانکتے ہوئے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "زنجن لال سے ملنے سے پہلے میں نے آپ سے ملنا زیادہ ضروری سمجھا ہے۔"

"کوئی خاص بات۔"

"مسٹر شہباز۔ کیا یہ درست ہے کہ زنجن لال نے فون پر آپ سے اس بات کی درخواست کی تھی کہ آپ کسی خاص ٹینڈر کے سلسلے میں اس کے حق میں دست بردار ہو جائیں۔"

"آپ کو اس بات کا علم کس طرح ہوا؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"آپ کے والد صاحب نے بذات خود اس بات کا تذکرہ مجھ سے کیا تھا اور بطور خاص تاکید بھی کی تھی میں آپ کی حفاظت کا خاص خیال رکھوں۔"

"کیوں۔ مجھے کس بات کا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔"

"آپ محسن علی کو کیوں فراموش کر رہے ہیں؟" سراج نے جواب دیا۔

"محسن علی سے مجھے اس حرکت کی توقع نہیں تھی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "بہر حال خدا کا شکر ہے کہ وہ اپنی سازش میں کامیاب نہیں ہو سکا۔"

"ویسے اگر وہ چاہتا تو بریف کیس سے ہیروئن برآمد نہ ہونے کے بعد خود کو نہایت آسانی سے بچا سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ آخر کیوں؟ کیا وہ جان بوجھ کر خود کو قانون کے حوالے کرنا چاہتا تھا۔"

"ہو سکتا ہے۔" میں نے کہا۔ "تلاشی سے قبل اسے یقین تھا کہ بریف کیس سے ہیروئن برآمد ہوگی ایسی صورت میں اس کی جگہ اگر کوئی اور ہوتا تو وہ بھی خود کو بچانے کی خاطر اصلیت اگل دینے سے گریز نہیں کرتا۔ میری اطلاع کے مطابق اس نے غالباً پولیس کو یہی بیان دیا تھا کہ شہباز نے اسے دو لاکھ کے عوض اپنی سازش کی تکمیل کے لیے خریدا تھا ایسی شکل میں اگر محسن علی خود کو حالات کی روشنی میں بچانے کی کوشش کرتا تو شکلا کے آدمی اسے ٹھکانے لگا دیتے۔ دو لاکھ کی رقم معمولی نہیں ہوتی اور پھر ہیروئن والے بریف کیس کی حیرت انگیز تبدیلی بھی شکلا کو مطمئن نہیں کر سکتی تھی۔ ان حالات کے پیش نظر ہو سکتا تھا کہ محسن علی کو قانون کی تحویل میں رہنا ہی سب سے زیادہ محفوظ لگا ہو گا۔"

"آپ کی بات میں خاصا وزن ہے لیکن آپ اس قتل کو کس خانے میں فٹ کریں گے۔"

"ہو سکتا ہے کہ اس میں ڈرگ مافیا کے ایجنٹوں کا ہاتھ ہو۔"

"ممکن ہے۔" سراج نے میرے خیال کی تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا پھر یکلخت اس نے گفتگو کا رخ بدل کر پوچھا۔ "آپ مجھے یہ بتانا پسند کریں گے کہ زنجن لال نے آپ کو اس ٹینڈر میں دست بردار ہونے کے سلسلے میں کیا آفر دی تھی؟"

"دس لاکھ۔" میں نے بڑی صاف گوئی سے کہا۔ "اس نے رقم میں اضافے کی بات بھی کرنی چاہی تھی لیکن میں نے اس سے یہی کہا تھا کہ میں پچاس لاکھ کے عوض بھی اس کو ہاتھ سے نکل جانے نہیں دوں گا۔"

"پھر۔؟" سراج نے میرے چہرے کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

"اس نے مجھے دھمکی دی تھی کہ وہ کسی قیمت پر بھی شکست تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہو سکتا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ تمام گفتگو پوری تفصیل سے دہراتا چلا گیا جو میرے اور زنجن کے درمیان ہوئی تھی لیکن میں نے جان بوجھ کر اس ٹیپ کا ذکر نہیں کیا جس میں ہم دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو تھی۔ سراج پوری طرح توجہ سے میری بات سنتا رہا پھر میرے خاموش ہونے پر بولا۔

"کیا اس ٹینڈر کے سلسلے میں آپ کی شکلا سے بھی کوئی بات ہوئی تھی؟"

"جی نہیں۔"

سراج کچھ کہنے کا ارادہ ہی کر رہا تھا کہ ایک کانسٹیبل اندر داخل ہو کر اسے بتایا کہ محسن علی کسی خاص سلسلے میں آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ سراج نے اسے اندر بلا لیا، محسن علی کے ساتھ اس تھانے کا ایس ایچ او بھی تھا جہاں اسے لاک اپ میں رکھا گیا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی پڑی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھ کر محسن علی کے ہونٹوں پر ایک حقارت آمیز مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ براہ راست سراج سے مخاطب ہو کر بولا۔

"میں اپنے سابقہ بیان میں کچھ تبدیلی کرنا چاہتا ہوں۔"

"وہ کیا؟"

"میں نے شکلا کے بارے میں جو کچھ بھی کہا تھا وہ سب جھوٹ اور من گھڑت باتیں تھیں۔" محسن علی کا لہجہ سپاٹ تھا۔

"پھر تم نے مجسٹریٹ کے روبرو غلط بیان کیوں دیا تھا؟" سراج نے تیوری پر بل ڈالتے ہوئے سوال کیا۔

اچانک محسن علی کے چہرے پر ویسی ہی تبدیلیاں اور علامات رونما ہونے لگیں جو اس سے پیشتر میں روپ نگر میں جناردن اور اپنے دفتر میں عارفہ کے چہرے پر محسوس کر چکا تھا۔

"شنکر۔" میرے ذہن میں ایک جھماکا سا ہوا، میں نے سوچا کہ کیا اس وقت شنکر کی پر اسرار اور پلید قوتوں نے محسن کے دل و دماغ پر بھی اپنا تسلط جما لیا ہے؟ میرا اندازہ غلط ثابت نہیں ہوا۔

"معاملات کو سمیٹنے کی کوشش کرو سراج بابو۔" محسن علی نے اس بار بدلے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔ "زیادہ جنجال میں پڑ گے اور کھٹ راگ کھڑا کرو گے تو نراشا (مایوسی) کے سوا اور کچھ تمہارے پلے نہیں پڑے گا۔"

"شٹ اپ۔" سراج کا موڈ یکلخت آف ہو گیا۔ "اس وقت شاید تم اپنے ہوش میں نہیں ہو۔"

"زیادہ اونچے سروں میں بولنے کی کوشش مت کرو بالک۔ تم نے مجھے پہچانا نہیں کہ میں کون ہوں لیکن۔۔۔۔" محسن علی نے پتھرائی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھا پھر کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ سراج سے دوبارہ مخاطب ہو کر بولا۔ "میری مانو تو اس کھلونے کو میرے ہاتھ سے اتار کر کسی اور اپرادھی کے لیے اٹھا رکھو اور شکلا کی موت کے چکر میں مت پڑو۔"

"تم۔۔۔" سراج نے حیرت سے اسے گھورا۔ جو ایس ایچ او اسے اپنے ساتھ لایا تھا وہ بھی آنکھیں پھاڑے تعجب سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"ہاں، میں اس سمے محسن علی نہیں ہوں، ایک ایسی مہان شکتی ہوں جس کے لیے ابھی تک تمہارے قانون میں کوئی شبد ایجاد نہیں ہوا۔" محسن علی نے شنکر کے لہجے میں منمناتے ہوئے کہا۔ "میرا راستہ کھوٹا کرنے کی کوشش کرو گے تو اپنی راہ سے بھی بھٹک جاؤ گے۔"

"تم۔۔۔ کیا کہنا چاہتے ہو؟" سراج نے حیرت سے پوچھا۔

"زنجن لال کا دھیان اپنے من سے نکال دو۔ اسی میں تمہاری مکتی ہے ورنہ شکلا کے بیان کی وہ فائل جو گم ہو گئی ہے وہ اگر تمہارے گھر سے برآمد ہو گئی تو تمہارا کیا بنے گا۔ ذرا سوچو۔"

میں بڑی مشکلوں سے خود پر قابو پائے خاموش بیٹھا رہا۔ مجھے اس بات کا اندازہ اسی دن ہو گیا تھا جس دن عارفہ کے دل و دماغ کو شنکر کی قوتوں نے اپنے قبضے میں لیا تھا۔ شنکر، زنجن لال کے لیے اپنی پر اسرار اور گندی قوتیں استعمال کر رہا تھا، کالکا نے بھی مجھے یہی بتایا تھا۔

"کیا تم میرے اوپر اپنی اداکارانہ صلاحیتوں کا سکہ جمانا چاہتے ہو۔" سراج نے سرد لہجے میں کہا۔ "مگر اتنا یاد رکھو محسن علی کہ اب تم کسی قیمت پر خود کو سزا سے نہیں بچا سکو گے۔"

"جو منش جیون سے اپنا ناتا توڑ لے اسے اس دھرتی کا کوئی قانون سزا نہیں دے سکتا۔ میں محسن علی کی لاش کو چھوڑ کر جا رہا ہوں بالک۔ اسے اپنے دھرم کے انوسار کسی قبرستان میں دفنا دینا اور اس بات کو بھی اپنے دھیان میں رکھنا کہ اگر تم نے اور تمہارے آدمیوں نے زنجن لال کو بنا کسی کارن کے پریشان کیا تو تمہارا انت بھی محسن علی سے مختلف نہ ہو گا۔"

ڈی ایس پی سراج نے کوئی جواب دینا چاہا تھا لیکن پھر جو کچھ ہوا اسے دیکھ کر سب کے چہرے فق ہو گئے۔ محسن علی تیورا کر زمین پر گرا۔ اس کے منہ سے گاڑھا گاڑھا خون ابلنے لگا تھا، کچھ دیر تک وہ ہماری نظروں کے سامنے ماہی بے آب کی طرح زمین پر پڑا جھٹکے کھاتا رہا پھر اس کا جسم اکڑ کر رہ گیا۔ سراج پھٹی پھٹی نظروں سے زمین پر پڑی ہوئی لاش کو گھورتا رہا۔

☼

محسن علی کے بھیانک انجام نے مجھے اپنے روز مرہ کے معمول میں زیادہ محتاط رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔ سراج کے دفتر میں بھی جب شنکر محسن علی کے جسم پر قابض تھا اس وقت وہ یہ کہتے کہتے اچانک خاموش ہو گیا تھا کہ میں اس کی گندی شخصیت سے بھی واقف تھا۔ شاید پنڈت بنسی دھر نے اسے سمجھا دیا ہو گا کہ جب تک وہ کالکا کی پر اسرار قوتوں کو حاصل کرنے کا جاپ مکمل نہ کر لے اس وقت تک وہ مجھے چھیڑنے سے گریز ہی کرے۔

مجھے اچھی طرح یاد تھا کہ جب شنکر بنسی دھر کے ساتھ کالکا کی مورتی واپس لینے کے ارادے سے میرے دفتر میں آیا تھا۔ اس وقت بھی وہ مجھ پر اپنی برتری کا احساس دلانے کے لیے بے چین تھا لیکن اس نے مجھے بہت غور سے دیکھنے کے بعد شنکر کو اس کے ناپاک ارادوں سے باز رہنے کی تلقین کی تھی۔ پنڈت بنسی دھر کے جملے اس وقت بھی میرے کانوں میں گونج رہے تھے، جب میں اپنے دفتر میں بیٹھا روز مرہ کے کاموں میں مصروف تھا۔ پہلے اس نے شنکر کو مخاطب کر کے کہا تھا۔ "نہیں شنکر نہیں، تم نے اپنے من میں جو سوچا ہے وہ اس سے پورا نہیں ہو گا۔" پھر وہ مجھے گھورتے ہوئے بولا تھا۔ "تم بڑے بھاگوان ہو بالک۔۔۔۔ شنکر ابھی گھپ اندھیروں میں دور تک دیکھنے کا عادی نہیں ہوا ہے۔ اس کے لیے کہ اسے ابھی بہت سارے جاپ کرنے ہوں گے۔ دھونی رما کر منڈل میں آلتی پالتی مار کر بیٹھنا ہو گا۔ منش کو کوئی شکتی

پراپت کرنے کے کارن بڑی کٹھن تپسیا کرنی پڑتی ہے۔ سونا اتنی آسانی سے کندن نہیں بن جاتا۔ بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں منش کو' تب کہیں جا کر وہ اندھیاروں میں دیکھنے کے قابل ہوتا ہے۔ پرنتو میں دیکھ رہا ہوں۔ اس پرچھائیں کو جو تمہاری رکھشا کرنے کے لیے تمہارے سر پر منڈلا رہی ہے۔"

"اس پرچھائیں کا راز کیا تھا؟" میں نے سوچا۔ "کیا کالکا کی پراسرار قوتوں نے مجھے شنکر کے جنتر منتروں سے محفوظ رکھنے کے لیے میرے ارد گرد کوئی سایہ قائم کر دیا تھا یا پھر وہ میرے نانا کی بزرگی کا کرشمہ تھا جس نے مجھے شیطانی قوتوں کے شر سے بچانے کی خاطر اپنی رحمانی قوتوں کا جال بُن دیا تھا؟"

میں نے محسن علی کو پیش آنے والے ناقابل یقین حادثے کے بعد عارفہ اور دفتر کے چپراسی کو بڑی سختی سے اس بات کے لیے پابند کر دیا تھا کہ وہ خواہ میرے ہی دفتر کا کوئی آدمی کیوں نہ ہو اسے میری اجازت حاصل کیے اندر نہ آنے دیا جائے نرنجن لال کا مجھے دس لاکھ کی آفر دینا اور میرا سختی سے انکار یقیناً اسے گراں گزرا ہوگا' کالکا مجھے بتا چکی تھی کہ نرنجن لال نے میرے مقابلے کی خاطر پنڈت بنسی دھر کی خدمات حاصل کرنے کی کوشش کی تھی اور اس پہنچے ہوئے پنڈت نے شنکر کو درمیان میں ڈال دیا تھا۔

شکلا کا قتل اور محسن علی کی پراسرار موت' مجھے یہ دونوں ایک ہی سلسلے کی کڑی معلوم ہو رہی تھیں۔ ڈی ایس پی سراج کے دفتر سے شکلا کے بیان کا غائب ہو جانا بھی قابل غور تھا۔ ممکن ہے نرنجن لال نے یہ سوچا ہو کہ تفتیش کا دائرہ وسیع ہونے کے بعد خود اس کی شخصیت بھی ملوث ہو سکتی ہے اور اسی خیال کے پیش نظر اس نے بڑی چالاکی سے ان دونوں کو اپنے راستے سے ہٹا دیا' لیکن ایک بات میری سمجھ سے بالاتر تھی۔ شکلا نرنجن لال کا بزنس منیجر تھا۔ اسے نرنجن لال کی طرف سے ہر مقابلے میں سیاہ و سفید کرنے کی کھلی چھٹی ملی ہوئی تھی۔ ممکن ہے اس کے پاس کوئی ایسا اہم راز ہو جس کی تشہیر نرنجن لال کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہو لیکن ایک بات جو رہ رہ کر میرے ذہن میں ابھر رہی تھی وہ شکلا کا استعفیٰ تھا۔ اگر وہ نرنجن لال کو کوئی اہم نقصان پہنچانے کی پوزیشن میں تھا تو پھر اسے ملازمت چھوڑنے کی کیا ضرورت تھی۔

پیش آنے والے حالات کے تحت نرنجن لال کی پوزیشن کو براہ راست مشکوک نہیں سمجھا جا سکتا تھا لیکن میرے پاس ٹیپ کی صورت میں ایک ٹرمپ کارڈ ایسا تھا جو اس کے خلاف استعمال کیا جا سکتا تھا۔ میں ابھی ان ہی ذہنی گتھیوں کو سلجھانے میں مصروف تھا کہ انٹر کام کا بزر بول اٹھا۔

"یس۔" میں نے ریسیور اٹھا کر کہا۔

"سر...... ڈی ایس پی سراج لائن پر ہیں۔" عارفہ نے اطلاع دی۔

"ملا دو......" میں نے انٹر کام کا ریسیور رکھ کر فوراً ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے ڈی ایس پی سراج کی آواز ابھری۔

"مسٹر شہباز' میں سراج بول رہا ہوں۔"

"ہاں...... شکلا کی موت کے سلسلے میں ایک حیرت انگیز انکشاف ہوا ہے۔"

"وہ کیا......" میں نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

"اسے قتل نہیں کیا گیا بلکہ اس نے خود کشی کی ہے۔"

"کیا مطلب۔" میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ سراج کے لہجے سے بھی اسی بات کا اظہار ہوا تھا کہ شکلا کی خود کشی والی اطلاع خود اس کے لیے بھی حیران کن ہی ثابت ہوئی تھی۔

"جائے وقوعہ سے جو اسلحہ برآمد ہوا ہے ماہرین کی رپورٹ کے مطابق اس پر شکلا کے علاوہ کسی اور کے فنگر پرنٹس موجود نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فائر انتہائی کلوز رینج سے کیا گیا ہے۔"

"آپ کا ذاتی خیال کیا ہے؟"

"فی الحال میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن میرا خیال ہے کہ شکلا مرڈر کیس میں نرنجن لال کا ہاتھ کسی نہ کسی زاویے سے ضرور شامل ہے۔"

"میرا ذاتی نظریہ بھی یہی ہے لیکن عدالت میں کوئی ٹھوس ثبوت پیش کیے بغیر اسے نہیں گھسیٹا جا سکتا۔"

"مجھے معلوم ہے۔" سراج نے سنجیدگی سے کہا۔ "اس وقت میں نے آپ کو ایک اور مقصد سے فون کیا تھا۔"

"وہ کیا؟"

"آپ کو اب احتیاط کی شدید ضرورت ہے۔" سراج کے لہجے میں خلوص تھا۔ "جو صورت حال بھی سامنے آئی ہے وہ ایک مخصوص ٹینڈر آپ کی فرم کے نام جاری ہونے کے بعد ہی ابھر کر آئی ہے۔ ایسی صورت میں اس بات کے امکان کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا ہے محسن علی اور شکلا کے بعد اب مجرموں کا رخ آپ کی جانب بھی ہو سکتا ہے۔"

"شکریہ مسٹر سراج۔ میں محتاط رہنے کی کوشش کروں گا۔"

دوسری جانب سے سلسلہ منقطع ہو گیا تھا اس لیے میں نے بھی ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ شکلا کی خود کشی کرنے والی اطلاع جانے کیوں میرے حلق سے نیچے نہیں اتر رہی تھی۔ وہ یقیناً کسی گہری اور پہلے سے طے شدہ سازش کا شکار ہوا تھا لیکن خود کشی کو قتل کا کیس ثابت کرنے کے لیے کسی ٹھوس ثبوت کی ضرورت تھی۔

ڈی ایس پی سراج کا فون آنے کے بعد میرے لیے اپنی حفاظت کا احساس دوچند ہو گیا تھا۔ میں بزدل نہیں تھا۔ پولیس ملازمت کے دوران بارہا ایسے موقعے آئے تھے جب مجھے موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر درپیش حالات کے آگے سینہ سپر ہونا پڑا تھا لیکن موجودہ صورت حال کچھ ایسی تھی کہ میرا مقابلہ ایک ایسے دشمن سے آن پڑا تھا جو چھپ کر اندھیرے میں پشت سے وار کرنے کا عادی تھا۔ نرنجن لال جیسا بڑا بزنس مین اتنی اوچھی اور گھٹیا حرکتوں پر اتر آئے گا میں نے یہ کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ اپنے مطلوبہ ٹینڈر کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد اس نے میرے ساتھ سودے بازی کی کوشش کی تھی۔ میرے انکار کے بعد اس نے مجھے اس بات کی دھمکی دی تھی کہ اگر میں نے اس کے ساتھ سمجھوتہ نہ کیا تو اس کی دشمنی مجھے بہت مہنگی پڑے گی۔ ٹونی نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ اس نے ہر بڑے آدمی کی طرح دو چار بدمعاش بھی پال رکھے ہیں جنہیں وہ حسب ضرورت استعمال کرتا رہتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ٹونی نے مجھے اپنے اس ماضی کے بارے میں بھی بتایا جب اچھے اچھے بدمعاش اس کا نام سن کر اپنا راستہ بدل دیا کرتے تھے۔ اس نے مجھے یقین دلایا تھا کہ موقع پڑنے پر وہ اس ٹونی کو دوبارہ زندہ کر دے گا جسے وہ شرافت کی راہ اختیار کرنے سے پہلے دفن کر چکا تھا۔

فوری طور پر میرے ذہن میں یہی خیال ابھرا کہ ٹونی کو کچھ دنوں کے لیے اپنے دفتر میں شفٹ کر لوں۔ میں نے اسے فون کرنے کی خاطر ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھانے کے بارے میں ابھی سوچا ہی تھا کہ کالکا کی مانوس آواز میرے کانوں میں گونج اٹھی۔

"سمے برباد مت کرو۔ ٹونی کو درمیان میں لانے سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔"

"تم۔" میں کالکا کی آواز سن کر چونکا۔

"ہاں۔ تمہاری کالکا رانی۔" وہ دل لبھانے والے لہجے میں بولی۔ "میں نے تم سے کہا تھا کہ من کے اندر کا حال جاننے کی بھی شکتی رکھتی ہوں۔ تم مجھے یاد کرو یا نہ کرو پرنتو میں ہر آڑے وقت میں تمہاری سہائتا کرتی رہوں گی۔" اس کی آواز میں یہ پیار جھلکتا تھا۔

"تمہارا کیا خیال ہے۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔ "کیا محسن علی اور شکلا کے بعد میری زندگی کو بھی خطرہ لاحق ہوگا؟"

"اس وچار کو من سے کھرچ ڈالو۔ جب تک کالکا تمہارے ساتھ ہے کوئی شکتی تمہارے خلاف کچھ نہیں کر سکتی۔" کالکا نے پورے وشواس سے جواب دیا۔ "میں نے تمہیں بتایا تھا کہ پنڈت بنسی دھر چونکہ مجھے حاصل کرنے کے لیے دھونی رمائے بیٹھا ہے اس لیے اس نے شنکر کو نرنجن لال کے لیے کام کرنے پر نیوکت کر دیا ہے۔ محسن علی کی موت شنکر کے ہاتھوں ہوئی ہے۔ اگر زندہ رہتا تو شکلا کے ہاتھوں میں بھی ہتھکڑی پڑ سکتی تھی۔"

"اور شکلا نے خود کشی کیوں کی؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"اس میں خود نرنجن لال کا ہاتھ ہے۔ شکلا نے آتما ہتیا نہیں کی۔" کالکا نے کہا۔ "اسے وکرم نامی ایک بدمعاش نے موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ وکرم کسی زہریلے ناگ ہی کی طرح خطرناک ہے۔ اس کا ڈسا پانی بھی نہیں مانگتا۔ اسی نے شکلا کے ہتھیار سے اسے گولی ماردی تھی۔ اس سمے اس نے ہاتھ میں دستانے پہن رکھے تھے پھر وہ ہتھیار اس نے شکلا کے ہاتھ میں پھنسا دیا تھا۔ جواب تمہارے قانون کے رکھوالوں کو خود کشی کی کہانی سنا رہا ہے۔ نرنجن لال نے تمہیں بھی اپنے راستے سے ہمیشہ کے لیے ہٹانے کے لیے اسی وکرم کی خدمات حاصل کی ہیں۔ شنکر پہلے ہی تمہارے خلاف ہے۔ وہ دونوں مل کر تمہیں اس طرح اپنے جال میں پھانسیں گے کہ تمہاری موت کا بھی کوئی ثبوت پولیس کو نہ مل سکے یہ ان دونوں کا وچار ہے پرنتو ایسا ہوگا نہیں۔"

"پھر کیا ہوگا؟"

"جو تم چاہو گے۔" کالکا نے بڑی چاہت سے کہا۔ "تم چاہو تو میں وکرم اور نرنجن لال دونوں کو ٹھکانے لگا سکتی ہوں۔ وکرم میرے اشارے پر کسی بھرے بازار میں سیکڑوں آدمیوں کی موجودگی میں بھی نرنجن لال کا کریا کرم کر سکتا ہے۔ تم آگیا دو تو میں نرنجن لال کو تمہارے بتر ڈی ایس پی سراج کے ہاتھوں گرفتار بھی کرا سکتی ہے۔"

"وہ کس طرح؟"

"محسن علی جس کے بریف کیس میں ہیروئن بھری ہوئی تھی وہ ابھی تک ہر منش کے لیے ایک معمّا بنا ہوا ہے۔" کالکا پورے اعتماد سے بڑے ٹھوس لہجے میں بولی۔ "ہیروئن سے بھرا ہوا بریف کیس لوہے کے اس سیف سے بھی برآمد ہو سکتا ہے جو نرنجن لال کے اپنے آفس میں ہے اور جسے نرنجن لال کے علاوہ کوئی آپریٹ نہیں کرتا ہے۔ جو تمہاری اچھا ہے وہی ہوگا۔"

"اگر وکرم کو قانون کے شکنجوں میں جکڑوا دیا جائے تو......؟"

"اس کے کرتوت پہلے ہی سے پولیس کے ریکارڈ پر موجود ہیں۔ اسے پھنسوانا تو میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔"

"تمہاری ذاتی رائے کیا ہے؟"

"میں چاہتی ہوں کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔" کالکا نے اس بار گہری سنجیدگی سے جواب دیا۔ "جب تک پنڈت بنسی دھر کو میں کسی طرح منڈل سے باہر نہ نکال لوں میرا کھل کر تمہاری یا پولیس کی سہائتا کرنا ٹھیک نہیں ہوگا۔ شنکر بڑا چتر اور چالاک آدمی ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ اسے شبہ بھی ہو کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر پنڈت بنسی دھر کو اس کی بھنک بھی مل گئی تو وہ میری طرف سے اور زیادہ محتاط ہو جائے گا۔"

"پھر تم نے کیا سوچا ہے۔"

"تم اپنی طرف سے کوئی چنتا نہ کرو۔ تمہاری کالکا کے ہوتے

ہوئے کوئی تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا لیکن شنکر۔"

"کیا ہوا شنکر کو؟" میں نے کالکا کی خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔

"تم اس پاپی کی پلید شکتی کے کچھ چمتکار پہلے ہی دیکھ چکے ہو۔" کالکا بولی۔ "اب اس نے ایک نئی چال چلی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"گھبراؤ نہیں۔ تصویر کا وہ بھیانک روپ بھی بہت جلد تمہارے سامنے آجائے گا۔"

"کیا تم قبل از وقت مجھے اس خطرے سے آگاہ نہیں کر سکتیں۔" میں نے پہلو بدل کر پوچھا کالکا کے جملے نے مجھے تشویش میں جتلا کر دیا تھا۔

"نہیں۔" کالکا نے جواب دیا۔ "جب تک وہ ایک بار سامنے نہ آجائے میں اپنی زبان نہیں کھول سکتی پرنتو اتنا ضرور بتا سکتی ہوں کہ اگر شنکر نے زیادہ کھیل تماشے دکھانے کی کوشش کی تو پھر مجھے بھی اس کے جواب میں کچھ کرنا ہو گا۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"جب تک کالکا تمہارے ساتھ ہے پریشان ہونے یا چنتا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔" وہ بڑی لگاوٹ سے بولی۔ "آرام سے بیٹھے چین کی بنسی بجاتے رہو۔"

"بنسی دھر کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے کیا تم اسے منڈل سے باہر آنے پر مجبور کر سکتی ہو؟"

"میری یہی کوشش ہے کہ وہ کسی طرح اپنا جاپ پورا نہ کر سکے۔"

"اور اگر وہ کامیاب ہو گیا تو؟"

"تو میں اس کی ہر آگیا کا پالن کرنے پر مجبور ہو جاؤں گی۔ اسے میری شکتیوں پر پورا پورا ادھیکار حاصل ہو گا۔" اس بار کالکا کے لہجے میں مایوسی کا عکس بھی جھلک رہا تھا۔

"کیا تم مجھے وہ جگہ نہیں بتا سکتیں جہاں بنسی دھر آلتی پالتی مارے بیٹھا تمہیں مجھ سے چھین لینے کے خواب دیکھ رہا ہے۔" میں نے کالکا کو ہموار کرنے کی کوشش کی۔ "جب تم میرے لیے سب کچھ کر سکتی ہو تو کیا میں تمہارے کسی کام نہیں آسکتا۔"

"ابھی سمے کا انتظار کرو۔" وہ تھوڑے توقف سے بولی۔ "کل کیا ہو گا اس کا بھید کیول دیوی دیوتاؤں کے اور کسی کو نہیں معلوم۔"

"کالکا۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "کیا یہ ممکن نہیں ہو سکتا کہ جب تم میرے سامنے ہو تو میں تمہارے وجود کو کھلی نگاہوں سے دیکھ سکوں۔"

"کیا کرو گے ایک کھلونے کو دیکھ کر؟" وہ لہک کر بولی۔ "ہو سکتا ہے کہ تم مجھے دیکھ کر نفرت سے منہ ہی پھیر لو۔"

"اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمہیں دیکھ کر میں تمہیں بانہوں میں سمیٹ لینے کو تڑپ اٹھوں۔" میں نے اظہار کر دیا۔

"میں اس سے کوئی وچن نہیں دے سکتی۔ چاہوں تو تم مجھے دیکھ بھی سکتے ہو۔" پھر میں اسے لیکن اس کی سمت سے کوئی جواب نہیں ملا شاید بہرحال کالکا کی وجہ سے مجھے اس بات کی ڈھارس تھی کہ نرنجن لال یا اس کے زر خرید غنڈے میرا سکیں گے۔ میں نے بڑی دیر تک خاموش بیٹھا کالکا دل بہلاتا رہا پھر مجھے یک لخت اس کی وہ بات یاد آگئی شنکر کے بارے میں کہی تھی۔ میرے ذہن میں بازگشت بن کر گونجنے لگا۔

"اس پاپی کی پلید شکتی نے اب ایک نئی چال چلی نہیں۔ تصویر کا وہ بھیانک روپ بھی بہت جلد تمہارے آجائے گا۔"

○

وہ کوئی ہلکی سی آواز ہی تھی جسے سن کر میں لیکن میں نے فوری طور پر کروٹ بدلنے کی کوشش نہیں چھٹی حس خواب گاہ میں کسی دوسری شخصیت کا احساس تھی۔ کمرے میں نیلے رنگ کا نائٹ بلب روشن تھا۔ طرح یاد تھا کہ میں نے بستر پر لیٹنے سے قبل خواب گاہ اندر سے بند کر لیا تھا۔ ایسی صورت میں اگر میری دھوکا نہیں دے رہی تھی تو وہ جو کوئی بھی تھا دروازہ کھولنے کے بعد ہی اندر داخل ہوا ہو گا۔ میرا آٹومیٹک نیچے موجود تھا۔ میں ایک لمحے کے چوتھائی حصے میں سکتا تھا لیکن میں نے جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ وہ شخص میری طرف سے پوری طرح محتاط ہو گا۔ معمولی سی لغزش بھی میری موت کا پیش خیمہ ثابت میں نے آنکھوں کے درمیان ہلکی سی جھری کر رکھی کسی دوسری ابھرنے والی آہٹ پر جمے ہوئے تھے۔ انسان کس قدر اعصابی کشمکش کا شکار ہوتا ہے کر سکتے ہیں جو اس قسم کے حادثات سے دوچار ہو بھی مجھے ڈی ایس پی سراج اور کالکا کے کہنے کے بھی نرنجن لال کی جانب سے خطرہ پیش آسکتا تھا۔

خاصی دیر تک میں ایک ہی کروٹ لیٹا رہا۔ کا تناؤ آہستہ آہستہ بڑھتا جا رہا تھا۔ میرا سیدھا ہاتھ بھی مدھم رفتار سے آہستہ آہستہ تکیے کی جانب میرا آٹومیٹک موجود تھا پھر وہ لمحہ بھی آگیا جب تک پہنچ گیا لیکن پندرہ منٹ گزر جانے کے بعد آواز میری قوت سماعت سے نہیں ٹکرائی۔ میں

معمولی سی کھڑکی کی آواز محض میرا وہم ہو لیکن اس کے میں نے جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ اگر کوئی میری خواب میں موجود تھا تو وہ بھی یقینی طور پر اس بات کا یقین کر لینا چاہتا کہ میں بے خبری کی نیند سو رہا ہوں۔ میری ایک ذرا سی حرکت اسے وار کر گزرنے پر اکسا سکتی تھی۔

جب خاصی دیر گزر گئی تو میں نے اس انداز میں کروٹ بدلی وہ حرکت مجھ سے نیند کی حالت میں سرزد ہوئی ہو خواب گاہ مدھم روشنی ہونے کے باوجود میں ہر شے کو دیکھ سکتا تھا۔ کروٹ لیتے ہی میں نے پلکوں کی جھری کے درمیان سے جو کچھ وہ میرے لیے حیرت انگیز ہی تھا۔ کوئی نووارد میری ریوالونگ چیئر پر موجود تھا۔ اس کا رخ میری ہی جانب تھا۔ یہ بات بھی قرین قیاس تھی کہ وہ میری ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہا ہو گا۔

میں مزید کچھ دیر اسی پوزیشن میں لیٹا رہا پھر میں نے ایکشن لینے کی ٹھان لی۔ آٹومیٹک کے دستے پر میری گرفت پوری مضبوطی سے جمی ہوئی تھی۔ میں اسے بہ آسانی لیٹے ہی لیٹے شکار کر سکتا تھا لیکن ابھی میں نے ایکشن لینے کے بارے میں سوچا ہی تھا کہ وہ شخص جو کرسی پر بیٹھا تھا اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور پھر میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ کوئی چور اُچکا یا ڈاکو نہیں تھا۔ میں نے اسے کرسی سے اٹھتے ہی پہچان لیا تھا۔ یہ وہی سفید ریش بوڑھا تھا جسے میں اس سے پیشتر بھی دو بار دیکھ چکا تھا۔ روپ نگر میں حشمت خان کی حویلی میں اس کی آمد کے بعد خان دلاور کا پاگل پن یکلخت دور ہو گیا تھا۔

اس وقت بھی اس پراسرار شخص نے جو یقیناً خدا کا کوئی برگزیدہ بندہ اور پہنچا ہوا بزرگ تھا اپنے جسم کو کمبل میں لپیٹ رکھا تھا۔ اس کے سیدھے ہاتھ میں وہی ٹیڑھی میڑھی لکڑی موجود تھی۔ غالباً اسی لکڑی کے فرش سے ٹکرانے کی آواز سے میری نیند اچاٹ ہو گئی تھی۔ اس کو پہچان لینے کے بعد میں نے آٹومیٹک کے دستے سے اپنا ہاتھ ہٹا لیا۔ کوئی غیبی قوت تھی جو میرے ذہن کو آہستہ آہستہ تسخیر کر رہی تھی۔ میں پوری طرح بیدار تھا آنکھیں کھولے اس کمبل پوش کو دیکھ رہا تھا لیکن مجھ میں حرکت کرنے کی قوت نہیں تھی۔ خنکی ہونے کے باوجود آہستہ آہستہ میرا جسم پسینے سے شرابور ہو گیا تھا۔ مجھ پر ایک ناقابل بیان کیفیت طاری ہو رہی تھی۔

"کیوں۔" اچانک کمبل پوش کی سرسراتی ہوئی آواز میرے کانوں میں ابھری نظریں کتراتی چلی گئی۔ "تو بے کے کھلونے پر تیری گرفت ڈھیلی کیوں پڑ گئی۔ ڈر گیا ایک بوڑھے سے۔ بدکار۔"

میں کوئی جواب نہ دے سکا خوابیدہ نظروں سے ٹکٹکی باندھے اسے دیکھتا رہا۔

"بالغ ہو گیا ہے؟" بوڑھے نے توقف کے بعد کہا۔ "ہموار منزل کی جانب دوڑ لگانے کی عادت ڈال رہا ہے۔ موت سے ڈرتا ہے بدبخت۔ موت اٹل ہے اسے دنیا کی کوئی قوت نہیں ٹال سکتی۔ جس کی طرف سے بس ایک اشارہ ہوتا اور انسان پلک جھپکتے چھومنتر ہو جاتا ہے۔ کیا سمجھا۔ سارے کھلونے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔"

اس کی شعلہ بار نظریں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ میں جیسے پتھر کا ہو کر رہ گیا تھا۔

"سانپ سونگھ گیا نا نابکار' چلا تھا دوسروں کے ساتھ پنجہ لڑانے۔ اب بولتا کیوں نہیں۔ آواز دے اپنی قوتوں کو۔ مدد کے لیے چلانا شروع کر دے۔ میں بھی دیکھتا ہوں کہ کون آتا ہے۔" اس کی آواز میں بپھری ہوئی لہروں کا شور شامل تھا۔

"بابا۔"

"زبان بند رکھو" اس نے سرد لہجے میں مجھے جھڑکی دی۔ "قلابازی لگانے سے باز آجاؤ ورنہ کسی دن کھونٹی پر لٹکا نظر آئے گا۔"

"بابا......" میں نے بمشکل کہا۔ "مجھے تمہاری ضرورت ہے۔" میرے لہجے میں عاجزی تھی۔

"ماتھے پر تلک اور لگا لے۔ کسی شمشان گھاٹ کی سرد راکھ میں سر کے بل کھڑا ہونے لگا۔ کیا ہمالیہ پر چڑھ کر ٹھکانا لگانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ لگن منڈپ سجانے کی سوچ رہا ہے۔ پلو سے پلو سے باندھ کر آگ کے چاروں طرف پھیرا لگائے گا۔ نوٹنکی کا تماشا دکھائے گا دنیا والوں کو؟"

"بابا۔"

"مجھے آواز مت دے۔" وہ حقارت سے بولا۔ "کپڑے پھاڑ کر لنگوٹی پہن لے۔ چہرے پر صندل اور بھبھوت مل کر جنگلوں کی طرف نکل جا۔ کسی ویرانے میں دائرہ بنا کر اس میں بیٹھ جا اور آنکھیں بند کر کے رام رام جپنا شروع کر دے مردود۔"

"مجھے مایوس مت کرو بابا۔" میں نے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔ "تم بس ایک اشارہ کر دو۔ مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔"

"میں کو گلا گھونٹ کر انا غٹفیل کر دے۔" بزرگ نے غصے سے لکڑی کو فرش پر مارتے ہوئے کہا۔ "غرق ہو جا اس طرح ڈوب جا کہ پھر کوئی تجھے تلاش نہ کر سکے۔ تم ہو جا۔ باقی سب ٹائیں ٹائیں فش ہو جائے گا۔"

"م...... میں سمجھا نہیں۔" میں نے ہمت کر کے پوچھا۔

"برقعے میں منہ کو چھپا لے۔ تو سب کو دیکھ لیکن کوئی تجھے نہ دیکھ سکے۔" بزرگ نے سنجیدگی سے کہا۔ "کٹھ پتلی کا کھیل رچانے کی عادت ڈال لے اس طرح کہ ڈور نظر نہ آنے پائے ورنہ سب کچھ ریت کے گھروندے کے مانند ٹوٹ کر بکھر جائے گا پھر تو جانتا ہے کیا ہو گا؟ تو ٹاک ٹوئیاں مارنی شروع کر دے گا۔"

"تمہاری باتیں رمز اور اشارے میری سمجھ سے بالاتر ہیں۔"

"پھر ایک آسان کام کر۔" اس نے اپنی الجھی ہوئی داڑھی کو زور زور سے کھجاتے ہوئے بڑے معنی خیز انداز میں کہا۔

"تم حکم کرو بابا۔ میں سرتابی کی جرأت نہیں کروں گا۔" میں نے تیزی سے جواب دیا۔

"انکار تو نہیں کرے گا۔" اس نے دیوانوں کی طرح دیدے نچاتے ہوئے سوال کیا۔

"نہیں۔" میں نے اقرار کرنے میں دیر نہیں کی۔

"بغلیں بجانا شروع کر دے۔ سڑکوں پر ٹھمکا لگا کر مجمع لگانے کی عادت ڈال لے۔ بیڑا پار ہو جائے گا۔"

"تم...... تم مجھے ٹالنے کی کوشش کر رہے ہو بابا لیکن میں تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔"

"کبڈی کھیلے گا۔" بوڑھے نے بڑی رازداری سے پوچھا۔

"تم جو کہو گے میں وہی کروں گا لیکن......"

"چادر میں منہ چھپا لے۔ جلدی کر۔ آنکھ موند کر سوتا بن جا وہ خبیث آرہا ہے۔ تیری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔" بزرگ نے یکلخت سنجیدگی سے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا پھر تیزی سے میرے قریب آیا اور صندلی لکڑی کی بنی ہوئی ایک انگوٹھی اپنے ہاتھ سے اتار کر مجھے پہناتے ہوئے معنی خیز انداز میں سرگوشی کی۔ "اس کا ذکر کسی اور سے نہ کرنا ورنہ مارا جائے گا۔ یہ میرا تحفہ ہے۔ سمجھا' اسے سنبھال کر رکھنا پھر تجھے کوئی تلاش نہ کر پائے گا۔"

"بابا......" سب نے عاجزی سے کہا۔ "مجھے اپنے ہاتھوں کی لکڑی دے دو۔"

"زیادہ بوجھ اٹھائے گا تو تیرے قدم لڑکھڑا جائیں گے۔ پہلے زمین پر قدم جما کر چلنے کی عادت ڈال لے ورنہ نچوڑے ہوئے کپڑے کی طرح کسی کھونٹی پر الٹا لٹکا نظر آئے گا۔" کمبل پوش بزرگ نے اچانک ہونٹوں پر انگلی رکھ کر مجھے خاموش رہنے کی تلقین کی پھر بڑی مدھم آواز میں بولا۔

"وہ ...... وہ آ...... رہا ہے' ایک بار پھر کان کھول کر میری انگوٹھی کی حفاظت کرنا۔ کسی سے اس کے بارے ذکر نہ کرنا ورنہ پھر انگوٹھا چوستا رہ جائے گا۔"

"بابا۔"

"ہش۔" اس نے پھر مجھے خاموش رہنے کا اشا... ہوئے کہا۔ "زمین پر پیشانی رگڑ کر۔ لہولہان ہو جانا... آپ کو۔"

پھر میں نے کچھ کہنا چاہا تھا لیکن کمبل پوش بزر... میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا... میں چاروں طرف نظر دوڑائی وہاں میرے سوا کوئی اور... شاید میں کوئی خواب دیکھ رہا تھا۔ میں نے سوچا لیکن... میری نگاہ سیدھے ہاتھ پر تو پڑی چونک اٹھا۔ کمبل پو... ہوئی انگوٹھی میرے سیدھے ہاتھ کی انگلی میں موجو... نے اسے سونگھ کر دیکھا وہ صندلی لکڑی ہی کی بنی ہوئی... کی خوشبو کی لہر میرے ذہن کو معطر کر رہی تھی۔ مجھ پر... ہونے لگا اور پھر میں تیزی سے اٹھ کر لپکا دروازہ اندر... تھا۔ میں جلدی سے اسے کھول کر باہر نکل گیا۔ میرا خیا... وہ برگزیدہ بندہ ابھی زیادہ دور نہیں گیا ہو گا لیکن باہر... ٹھٹھک کر رک گیا۔ میری آنکھوں نے جو کچھ دیکھا وہ نا... ہی تھا۔

داور جسے راجو نے میری نگاہوں کے سامنے فورا... کا برسٹ مار کر موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اس وقت... سامنے سینہ تانے کھڑا تھا۔ اس کی آنکھیں غیر متحرک... ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔ کالکا... کہا تھا کہ شنکر نے ایک نئی چال چلی ہے۔ میرے اند... نے ہی کہا تھا کہ تصویر کا وہ بھیانک رخ بہت جلد... کے سامنے آئے گا۔ چنانچہ اس وقت وہ میری نگاہوں... تھا۔ خوف کی ایک سرد لہر میرے وجود میں سرایت کر گئی...

"وہ ...... وہ ...... وہ خبیث آرہا تھا۔" کمبل پو... کا جملہ میرے ذہن میں بازگشت بن کر گونج اٹھا۔ میں... کے کسی بے جان مجسمے کے مانند ساکت اور جامد کھڑ... نگاہوں سے داور کو دیکھ رہا تھا جو مر چکا تھا۔

"پھر...... وہ زندہ کس طرح ہو گیا؟" حیرت سے سوچا۔

داور کو زندہ و سلامت دیکھ مجھے اپنی قوت بینائی پر شبہ سا ہو رہا تھا۔ مجھے وہ رات اچھی طرح یاد تھی جب کیسینو میں نسیم نامی لڑکی کی خاطر میرا اور داور کا جھگڑا ہوا تھا' ندیم کے درمیان میں آجانے سے بات زیادہ آگے نہیں بڑھ سکی تھی مگر میں نے داور کی خونخوار نگاہوں میں اسی رات اپنے لیے موت کا پیغام پڑھ لیا تھا یہ اور بات تھی کہ قسمت نے اس کا ساتھ نہیں دیا۔ کیسینو سے اس رات واپسی پر ندیم کا خاص آدمی راجو بھی میرے ساتھ ہو لیا تھا اس نے مجھے یہی باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ وہ راستے میں اتر جائے گا' مجھے اس بات کا قطعی علم نہیں تھا کہ راجو نے کس لیے میرے ساتھ سفر کرنے پر اصرار کیا تھا اس کا مقصد مجھے اس وقت معلوم ہوا جب راستے میں ایک سنسان اور ویران روڈ پر داور کو میں نے اپنا راستہ روکتے دیکھا تھا وہ یقیناً اپنے دل میں انتقام کی حسرت لیے نہ جانے کب سے میری راہ تک رہا تھا لیکن اس کی حسرت دل کی دل ہی میں رہ گئی۔ اس سے پیشتر کہ وہ اپنا حساب چکتا کرتا راجو نے بڑی پھرتی سے گاڑی سے نیچے اتر کر دنیا سے اس کی پرچی ہی کاٹ دی تھی' اس نے خود کار رائفل سے دو برسٹ مارے

تھے اور داور کی چوڑی چھاتی سے خون کے کئی فوارے ابل پڑے تھے وہ کسی کٹے ہوئے شہتیر کے مانند گرا تھا پھر بیچ سڑک پر ہی تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا تھا۔

لیکن۔۔۔ اس وقت وہی داور میرے سامنے سینہ تانے کھڑا مجھے بڑی سفاک نظروں سے گھور رہا تھا۔ ایک لمحے کو میرے ذہن میں یہ خیال ابھرا کہ شاید وہ میری نگاہوں کا دھوکا ہو یا پھر میں خواب کی حالت سے دوچار ہوں' ابھی میں اسی گومگو کی کیفیت سے دوچار تھا کہ داور کی کرخت آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"مجھے یقین ہے کہ تمہیں مجھے زندہ دیکھ کر حیرت ہو رہی ہوگی۔"

"ہاں۔۔۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "اس رات میں نے تمہیں اپنی آنکھوں سے دم توڑتے دیکھا تھا۔"

"وہ تمہاری نگاہوں کا فریب تھا۔" وہ حقارت بھرے انداز میں مسکرایا۔

"کیا مطلب؟"

"جو لوگ جان ہتھیلی پر رکھ کر گھومتے ہیں وہ اپنے بچاؤ سے غافل نہیں ہوتے۔" داور نے سرد آواز میں جواب دیا۔ "تم نے ایک کال گرل کی خاطر میری بے عزتی کی تھی' ندیم اور اس کے گرگے درمیان میں نہ آگئے ہوتے تو میں اسی دن تمہیں ایسا سبق دیتا کہ تم دوبارہ کبھی کسی بدمعاش سے الجھنے کا تصور بھی نہ کرتے۔ حالات کے پیش نظر میں کیسینو سے چلا گیا تھا لیکن انتقام کے شعلے میرے وجود کو جھلسا رہے تھے میں نے طے کر لیا تھا کہ تم کو اسی رات دوسری دنیا کا ٹکٹ کٹا دوں گا لیکن اس بات کا شبہ بھی تھا کہ ندیم' راجو کو تمہاری حفاظت کے لیے مامور کر سکتا ہے چنانچہ میں نے حفاظتی تدبیر بھی اختیار کر رکھی تھی پھر وہی ہوا جو میں نے سوچا تھا مگر مجھے خوشی ہے کہ تمہاری طرح راجو بھی دھوکا کھا گیا یا پھر شاید اسے یہ بات نہیں معلوم رہی ہوگی کہ داور اس رات سے پہلے بھی کئی بار موت کو چکمہ دے چکا ہے۔ داور کو اتنی آسانی سے شکار کر لینا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔"

"لیکن۔۔۔"

"تم نے فلموں میں بھی لوگوں کو مرتے دیکھا ہوگا' ان کے جسم بھی خون سے لتھڑ ہو جاتے ہیں لیکن وہ سب کچھ ڈراما ہوتا ہے۔" داور نے کہا۔ "سینے پر بلٹ پروف باندھ لینے سے گولیاں اثر نہیں کرتیں۔ رہا خون کے ابلنے کا منظر تو بلٹ پروف کے اوپر ایک تھیلی باندھ دی جاتی ہے جس میں بکرے یا پھر کسی اور جانور کا خون بھرا ہوا ہے' گولیاں لگنے سے فواروں کے مانند ابل پڑتا ہے' اس رات جب راجو نے مجھ پر برسٹ مارا تھا یہی سب کچھ ہوا تھا البتہ یہ میری قسمت تھی کہ اس کی رائفل سے نکلی ہوئی تمام گولیاں میرے سینے پر لگی تھیں ورنہ شاید میں اس وقت تمہارے سامنے موجود نہ ہوتا۔"

"اس وقت یہاں کس مقصد سے آئے ہو۔" میں نے اسے سنجیدگی سے گھورتے ہوئے سوال کیا' ہرچند کہ میرے اور اس کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں تھا لیکن میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اس سے پیشتر کہ وہ مجھ تک پہنچنے میں کامیاب ہوتا میں تیزی سے اپنے بستر تک جا سکتا تھا جہاں میرا آٹومیٹک ریوالور موجود تھا اور اس کے بعد یقیناً میں وہ غلطی نہ کرتا جو راجو سے نادانستگی میں سرزد ہو چکی تھی۔

"میں تم سے ایک سودا کرنے آیا ہوں۔" داور سپاٹ لہجے میں بولا۔

"کس قسم کا سودا۔۔۔" میں نے دبنگ انداز میں پوچھا' ایک سابقہ پولیس آفیسر ہونے کے ناتے یوں بھی کسی بدمعاش سے مرعوب ہو جانا میری شان کے خلاف تھا اور وہ بھی ایسی صورت میں جب کہ وہ میرے بنگلے کے اندر موجود تھا' مجھے قوی امید تھی کہ مجھ پر حاوی ہو جانے کے بعد بھی وہ زندہ بچ کر نہیں جا سکتا تھا۔

ایک لمحے تک وہ اپنی جگہ خاموش کھڑا مجھے تیز نظروں سے گھورتا رہا پھر بولا۔ "تم اگر داور کے پیروں کو ہاتھ لگا کر زندگی کی بھیک مانگو تو میں تمہیں مایوس نہیں کروں گا۔"

"شٹ اپ۔" میں نے گرج کر کہا۔ "میں اور تم جیسے غنڈوں سے ڈر جاؤں' یہ ناممکن ہے۔"

"پھر مجھے زبردستی تمہیں اپنے بوٹ چاٹنے پر مجبور کرنا ہوگا۔"

"داور۔۔۔" میرے لہجے میں کرختگی آگئی۔ "تم شاید اپنے ہوش میں نہیں ہو۔ یہ مت بھولو کہ میری ایک آواز پر میرے ملازم یہاں آکر تمہاری تکا بوٹی کر دیں گے۔ زندگی عزیز ہے تو الٹے قدموں واپس لوٹ جاؤ اور دوبارہ میرے سامنے آنے کی کوشش کبھی نہ کرنا۔ یہ میری وارننگ ہے۔"

"شہباز خان۔ تم نے ابھی داور کا صرف ایک روپ دیکھا ہے اس لیے چہک رہے ہو دوسرے روپ دیکھو گے تو خوف و دہشت سے بے ہوش ہو جاؤ گے۔"

"داور۔۔۔" میں نے اسے محض رعب میں لانے کی خاطر اپنے ڈریسنگ گاؤن کی جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے سفاک آواز میں کہا۔ "میں تمہیں صرف ایک منٹ کی مہلت دیتا ہوں اس کے بعد میرے آٹومیٹک کی گولیاں تمہارا بھیجا تربتر کر دیں گی۔"

داور کی نگاہوں میں خون کی سرخی اور گہری ہو گئی' وہ میری وارننگ سے خوفزدہ نہیں ہوا ایک ثانیے کے لیے اس نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے بھینچا پھر یکلخت اس نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر خود اپنے جسم کی طرف جھٹکے اور میری آنکھیں ایک بار پھر پھٹی کی پھٹی رہ گئیں' ہاتھ کے جھٹکتے ہی اس کے پورے جسم سے آگ کے شعلے بھڑک اٹھے' وہ ان شعلوں کے درمیان کھڑا قہقہہ لگا رہا تھا' وہ منظر میرے لیے ناقابل یقین تھا' وہ لوگ جو زندگی سے بیزار ہو کر خود پر تیل چھڑک کر ماچس دکھا دیتے ہیں وہ بھی مرتے وقت تک بڑے کربناک اور اذیتناک انداز میں چیختے چلاتے رہتے ہیں لیکن داور کے پورے جسم میں آگ لگی تھی اس کے باوجود وہ قہقہے لگا رہا تھا۔

"شہباز۔" اچانک میرے کانوں میں کالکا کی مانوس آواز سرسرائی۔ "میں نے تم سے کہا تھا نا کہ شنکر نے ایک نئی چال چلی ہے اور تصویر کا وہ بھیانک رخ بہت جلد تمہاری نگاہوں کے سامنے آجائے گا۔ جسے تم داور سمجھ رہے ہو وہ صرف داور کا شریر ہے لیکن اس شریر کے اندر شنکر کی پلید شکتیاں موجود ہیں۔"

"اور یہ آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلے۔" میں نے دل ہی دل میں کالکا پر اپنی حیرت کا اظہار کیا۔

"یہ سب شنکر کے جنتر منتر کے چمتکار ہیں اور ان شعلوں کو تمہارے سوا کوئی اور نہیں دیکھ سکتا۔" کالکا نے جواب دیا۔ "وہ کیول تمہیں اپنی گندی قوتوں کے کھیل تماشے دکھا کر نرنجن لال کے راستے سے ہٹانا چاہتا ہے۔ تم کو تین طرف سے گھیر کر مارنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"ایک طرف وکرم ہے جو تمہیں مارنے کے کارن گھات لگائے بیٹھا ہے' دوسری اور (سمت) شنکر کی ناپاک شکتی ہے جو پنڈت بنسی دھر کی آگیا کا پالن کرنے پر مجبور ہے' تیسرا اس کے اور تمہارے اپنے کچھ پرانے حساب کتاب ہیں جنہیں وہ چکتا کرنا چاہتا ہے اب تیسری طرف اس نے داور کے روپ میں ایک نئی شکتی کو جنم دیا ہے۔"

"کیا وہ ایک ہی وار میں میرا قصہ تمام نہیں کر سکتا۔" میں نے جھلا کر پوچھا۔ "اتنے سارے بکھیڑوں کی کیا ضرورت ہے؟"

"تم اپنی کالکا رانی کو کیوں بھول رہے ہو۔ کیا میں نے تمہیں اس بات کا وشواس نہیں دلایا کہ جب تک میں تمہارے ساتھ ہوں شنکر اپنی بھاوناؤں میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ ایک کارن اور بھی ہے۔"

"وہ کیا ہے؟" میں نے کالکا سے پوچھا لیکن میری نظریں بدستور داور کے جسم سے اٹھتے ہوئے شعلوں پر مرکوز تھیں۔

"وہ یاد کرو جب پنڈت بنسی دھر اور شنکر تم سے میری مورتی لینے آئے تھے۔ اس وقت بنسی دھر نے کہا تھا کہ تمہارے سر پر کوئی چھایا ہے جو تمہاری سہائتا کر رہی ہے۔ اس پنڈت کی نظروں نے سفید بادل کے ٹکڑوں کو تمہارے اوپر منڈلاتے دیکھ لیا تھا پرنتو وہ اس کا بھید نہیں جان سکا۔"

"کیا تم بھی نہیں جانتیں کہ وہ قوت کس کی ہے؟" میں نے کالکا کو ٹٹولنے کی خاطر پوچھا۔ ویسے میرے دل نے یہی گواہی دی تھی کہ وہ کمبل پوش بزرگ کی رحمانی قوتیں تھیں جنہوں نے مجھے شیطانی قوتوں سے بچا رکھا تھا' میں نے کن انکھیوں سے اس صندلی انگوٹھی کی سمت دیکھا جو بدستور میری انگلی میں موجود تھی۔

"نہیں۔" کالکا نے ایک لمحے کے تامل کے بعد کہا۔ "ابھی تک میں بھی اس شکتی کا راز نہیں جان سکی۔"

"داور کے سلسلے میں تم نے کیا سوچا ہے؟" میں نے گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے پوچھا۔ "کیا اس کا شیطانی وجود اسی طرح جیتا رہے گا؟"

"تم اس کی چنتا مت کرو۔ میں اس کا توڑ کرتی ہوں۔"

پھر یکلخت داور کے جسم سے پھوٹتے ہوئے شعلے سرد پڑ گئے' میں نے اس کی نظروں میں حیرت اور الجھن کے ملے جلے تاثرات دیکھے لیکن پھر اس کا وجود فضا میں تحلیل ہو کر میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ ہلکی ہلکی خنکی ہونے کے باوجود میرا جسم پسینے سے شرابور ہو رہا تھا۔

دوسری صبح میں ناشتے کی میز پر بیٹھا گزشتہ رات پیش آنے واقعات کے بارے میں غور کر رہا تھا کمبل پوش بزرگ کی خواب میں آمد اور صندلی انگوٹھی کا وہ تحفہ جو اس وقت بھی میری انگلی میں موجود تھا خالی از علت نہیں تھا' شاید ان بزرگ کو علم ہو گیا تھا کہ گندی اور ناپاک قوتیں میرے خلاف کیا جال بن رہی تھیں' داور کے مردہ جسم پر شنکر کا قبضہ کر لینا کوئی تعجب خیز بات نہیں تھی۔ اس سے پیشتر بھی

میں اس قسم کے حادثات سے دوچار ہو چکا تھا لیکن داور کے سلسلے میں ایک بات تعجب خیز ضرور تھی' اس نے خود اپنے لب و لہجے میں بات کی تھی جبکہ اس سے پیشتر مجھے ہمیشہ شنکر کی سنسناتی ہوئی آواز سنائی دی تھی' کالکا نے بھی یہی کہا تھا کہ مجھے تین سمت سے گھیر کر موت کے گھاٹ اتارنے کے منصوبے بنائے جا رہے تھے' ڈی ایس پی سراج نے بھی محسن اور شکلا کی موت کے بعد مجھے محتاط رہنے کی تاکید کی تھی۔

"ہو سکتا ہے داور کی صورت میں شنکر کی پراسرار گندی قوتوں سے جنم لینے والی عفریت مجھے موت کے گھاٹ اتارنے آئی ہو لیکن صندلی انگوٹھی کی کرامت نے اسے مجھ پر وار کر گزرنے سے باز رکھا ہو۔" میرے ذہن میں یہ خیال بڑی سرعت سے ابھرا پھر مجھے خدا کے اس برگزیدہ بزرگ کی بات یاد آئی جنہوں نے مجھے سختی سے ہدایت کی تھی کہ میں اس صندلی انگوٹھی کے بارے میں کسی اور سے کوئی ذکر نہ کروں۔ مجھے حیرت تھی کہ اس وقت ناشتے کی میز پر بھی میری والدہ یا والد نے اس انگوٹھی کے سلسلے کوئی استفسار نہیں کیا تھا اور خاص طور پر ایسی صورت میں جبکہ میں انگوٹھیاں پہننے کا سرے سے خلاف تھا۔ میں نے اس خیال کی تصدیق کی خاطر کہ ممکن ہے وہ انگوٹھی جو کہ ایک بزرگ کا تحفہ تھا شاید اس لیے میرے سوا کسی اور کو نظر نہ آ رہی ہو' کئی بار انگوٹھی والا ہاتھ والدین کے سامنے کسی نہ کسی بہانے بڑھایا لیکن دونوں میں سے کسی نے بھی اس پر کوئی توجہ نہ دی' اس سے پیشتر بھی کئی موقعوں پر جب موت دبے پاؤں میرا تعاقب کر رہی تھی انہی بزرگ نے میری مدد کی تھی چنانچہ اب مجھے اس بات کا شبہ بھی ہو رہا تھا کہ وہی میرے پرنانا ہوں گے۔ میں نے اپنے اس نتیجے کی تصدیق کی خاطر سرسری طور پر اپنی والدہ سے پوچھا۔

"امی حضور۔ کیا ہمارے پرنانا کو کمبل بہت زیادہ عزیز تھا؟"

"تمہیں اس بات کا علم کس طرح ہوا؟" والدہ نے چونکتے ہوئے مجھے وضاحت طلب نظروں سے گھورا۔ "کیا بڑے ابا تمہارے خواب میں آئے تھے؟"

"جی ہاں۔" میں نے جلدی سے بات بناتے ہوئے کہا۔ "کل رات ہی کی بات ہے' انہوں نے ہاتھ اٹھا کر کچھ پڑھا تھا پھر مجھ پر دم کر کے نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔"

"خدا تمہیں اپنے حفظ و امان میں رکھے۔" والدہ نے بڑی عقیدت سے کہا۔ "تم پر شاید کوئی برا وقت آنے والا ہوگا جو اب بڑے ابا کے دم کر دینے کے بعد یقیناً ٹل جائے گا۔"

"تم اپنے لیے کوئی محافظ یا باڈی گارڈ کیوں نہیں لیتے؟" والد صاحب نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔ "نرنجن لال کو نہیں جانتے' نہایت کینہ پرور اور خصلت شخص ہے' اپنے ایک معمولی سے نقصان پر بھی کسی کی جان کا دشمن بن سکتا ہے۔"

"آپ پریشان نہ ہوں۔" میں نے والد صاحب کو تسلی دی۔ "اول تو میں پولیس کی ملازمت اختیار کرنے ہی سے خود اپنے سائے سے بھی محتاط رہنے کا عادی ہوں اور اب تو اپنا اور زیادہ خیال رکھتا ہوں۔"

"پھر بھی۔ کوئی مسلح باڈی گارڈ رکھ لینے میں کیا ہے۔" والدہ نے اصرار کیا۔

"موت برحق ہے امی حضور' اسے کوئی بھی نہیں ٹال سکتا اور پھر میرے سر پر نانا ابا کا ہاتھ بھی ہے۔"

"خدا تمہیں ہمیشہ سلامت رکھے۔"

میں ناشتا کرنے کے بعد تیار ہو کر آفس پہنچا' ٹونی پہلے سے موجود تھا' نئے ٹینڈر کے حصول کے بعد وہ تقریباً روزانہ ہی مجھے کام کی تفصیل سے ضرور آگاہ کرتا تھا' اس وقت بھی وہ اسی مقصد سے آیا تھا' میں اس سے کام کی رفتار کی تفصیل سنتا رہا پھر وہ مجھ سے اجازت لے کر جانے کے ارادے سے اٹھا تو میں نے سرسری طور پر پوچھا۔

"ٹونی۔ تم نے بتایا تھا کہ ماضی میں کبھی تمہارا شمار خطرناک لوگوں میں ہوا کرتا تھا۔"

"میں نے غلط نہیں کہا تھا لیکن ایک مدت ہوئی میں نے اس ٹونی کو دفن کر دیا ہے۔" وہ مسکرا کر بولا۔ "اب جو ٹونی آپ کے سامنے کھڑا ہے اس کے ہاتھ بالکل صاف ہیں۔"

"پھر بھی۔ کچھ نام تو اب بھی تمہارے ذہن میں محفوظ ہوں گے۔"

"میں اب اپنے ماضی کو یاد کرنا نہیں چاہتا۔" اس نے صدق دل سے جواب دیا۔

"میں ماضی کی نہیں۔ صرف کچھ ایسے ناموں کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں جو تمہارے خیال میں خطرناک کہے جا سکتے ہوں۔"

"آپ کو اس کی ضرورت کس لیے پیش آئی؟" اس نے دوبارہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے ٹھوس لہجے میں اپنی وفاداری کا یقین دلاتے ہوئے کہا۔ "آپ کبھی مجھے آزما کر دیکھیں' آئی سویر اپان ہولی گاڈ (میں خدا کی قسم کھاتا ہوں) آپ کی خاطر ٹونی اپنی لائف بھی قربان کر سکتا ہے۔"

"مجھے تمہاری وفاداری پر فخر ہے ٹونی۔" میں نے اسے سراہتے ہوئے کہا۔ "لیکن اس وقت میں صرف ان لوگوں کے نام جاننا چاہتا ہوں جو تمہارے خیال میں خطرناک سمجھے جا سکتے ہیں۔"

ٹونی نے فوراً ہی کوئی جواب نہ دیا' میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "شارٹی۔ ایڈگر۔ نورا۔ کالو پہلوان اور ناگر۔ میرا خیال ہے کہ یہی ایسے لوگ ہیں جو ہو کہلانے کے مستحق تھے' ہو سکتا ہے ان میں سے کچھ لوگوں نے میری ہی طرح شریفانہ زندگی گزارنے کا فیصلہ کر لیا ہو لیکن میں ابھی یہ نہیں سمجھ سکا کہ آپ کو میرے ہوتے ہوئے کسی اور کی کیا ضرورت ہے۔"

"یوں ہی اپنی معلومات کی خاطر دریافت کر رہا ہوں۔" میں نے بے پروائی سے کہا پھر تھوڑے توقف کے بعد بولا۔ "وکرم نامی شخص کے بارے میں تمہاری کیا معلومات ہیں؟"

"وکرم۔" ٹونی اس طرح چونکا جیسے کسی خطرناک بچھو نے اسے ڈنک مار دیا ہو۔ "وہ سب سے زیادہ نامور لیکن خطرناک تو ہی ہے اس لیے کہ چھپ کر پیچھے سے وار کرنے کا عادی ہے اور اگر میری انفارمیشن غلط نہیں ہے تو آج کل وہ نرنجن لال کی لسٹ پر ہے' میرا مطلب یہ ہے کہ نرنجن لال نے جن بدمعاشوں کو پال رکھا ہے اس میں وکرم کا نام سرفہرست ہے۔ وہ ہر ماہ اسے اچھی خاصی موٹی رقم بڑی پابندی سے دیتا ہے لیکن آپ نے خاص طور پر وکرم ہی کے بارے میں کیوں پوچھا؟" ٹونی نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔ "کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ نرنجن لال وکرم کو آپ کے خلاف استعمال کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔"

"فی الحال تم اس نام کو ذہن سے نکال دو۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "اگر ایسا کوئی معاملہ درپیش آیا تو میں تمہیں خدمت کا موقع ضرور دوں گا اور ہاں۔ تم ان باتوں کا تذکرہ بھی کسی اور سے نہیں کرو گے۔"

"نہیں کروں گا سر۔" ٹونی نے وعدہ کیا پھر بڑے سرد لہجے میں بولا۔ "لیکن اگر یہ بات میرے علم میں آ گئی کہ وکرم آپ کے خلاف کوئی قدم اٹھانے کے خواب دیکھ رہا ہے تو پھر وہ سمندروں کی تہ میں بھی روپوش ہونے کے باوجود ٹونی کے ہاتھوں سے محفوظ نہیں رہے گا۔ ہولی گاڈ کی قسم میں اسے چھپ کر نہیں۔ للکار کر ماروں گا' اتنی لعنت ناک موت جو اس کی روح کو بھی سکون سے نہیں رہنے دے گی۔"

"نہیں۔" میں نے ٹونی کو منع کیا۔ "جب تک میں تم سے نہ کہوں تم ایسا کوئی قدم نہیں اٹھاؤ گے۔"

"میں اب اجازت چاہتا ہوں جناب۔ مجھے اب سائیٹ پر بھی جانا ہے۔" ٹونی نے تیزی سے کہا پھر اٹھ کر میرے آفس سے باہر نکل گیا۔ میں نے اس بات کو خاص طور پر محسوس کیا تھا کہ اس نے جان بوجھ کر میری بات کا جواب نہیں دیا تھا۔ جاتے وقت اس کے تیور بھی کچھ زیادہ اچھے نہیں تھے لیکن اس کے باوجود مجھے یقین تھا کہ کمپنی کی ساکھ کے پیش نظر وہ میرے علم میں لائے بغیر کوئی غلط قدم نہیں اٹھائے گا یہ اور بات ہے کہ وہ مجھ سے ٹوٹ کر محبت کرتا تھا اور میرے فائدے کے لیے کچھ بھی کر سکتا تھا۔

ٹونی کے جانے کے بعد میں بڑی دیر تک پیش آنے والے حالات کے بارے میں غور کرتا رہا۔ کالکا کے بیان کے مطابق نرنجن لال ہر قیمت پر مجھے اپنے راستے سے ہٹانے پر تلا بیٹھا تھا۔ میں لاکھ محتاط رہنے کے باوجود اندھیرے میں پشت سے آنے والی کسی گولی کا نشانہ بن سکتا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ جو لوگ بزدل ہوتے ہیں وہ ہمیشہ چھپ کر شکار کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ شکلا اور محسن علی کی دردناک اموات میرے سامنے تھیں۔ محسن علی کے بارے میں مجھے زیادہ معلومات نہیں تھیں لیکن میں یہ ضرور جانتا تھا کہ شکلا نے اپنے پیچھے ایک بیوی اور دو بچے چھوڑے ہیں۔ ہرچند کہ وہ ہندو سہی لیکن بہرحال ایک انسان تھا۔ اس کی موت کے بعد اس کی بیوی بچوں کو جن حالات کا سامنا کرنا تھا مجھے اس کا اندازہ بھی تھا۔

میں نرنجن لال کو اس کے کیے کی سزا بڑی آسانی سے دلوا سکتا تھا۔ کالکا کی پراسرار قوت میرے ساتھ تھی۔ اس نے اس بات کی پیش کش بھی کی تھی کہ ہیروئن سے بھرا ہوا بریف کیس جو محسن علی کے پاس سے پراسرار طور پر غائب ہوا تھا۔ وہ اسے نرنجن لال کے پرسنل کمرے کے اس سیف سے برآمد کرا سکتی تھی جو صرف نرنجن لال ہینڈل کرتا تھا۔ کالکا ہی کے ذریعہ مجھے وکرم کے بارے میں بھی معلوم ہوا تھا۔ وہ شکلا کا قاتل تھا اور اس کا قتل نرنجن لال کی ایما اور اشارے پر ہی ہوا تھا۔

انسان ہمیشہ انسان نہیں رہتا کبھی کبھی اس میں درندوں جیسی خو بو بھی آ جاتی ہے۔ وہ اپنے نفع اور نقصان کی خاطر اکثر اندھا بھی ہو جاتا ہے اور دولت اور طاقت یا پھر انتقام کی خاطر اپنے ہی جیسے کسی دوسرے انسان کی تکا بوٹی کر دیتا۔ آدم خور درندوں کی طرح جھنجھوڑ ڈالتا ہے اور

ایسا کرتے وقت وہ یہ بھی نہیں سوچتا کہ قدرت کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے۔ انسان جو کچھ بوتا ہے وہی کاٹتا ہے جو حال محسن علی اور شکلا کا ہوا تھا وہی نرنجن لال کا بھی ہو سکتا تھا مگر دولت کے حصول اور انتقام کی آگ نے شاید اسے اندھا کر دیا تھا۔ بے قصور انسانوں کے خون سے ہاتھ رنگنے کے باوجود ابھی تک اسے سکون نہیں ملا تھا۔ اب اس نے شنکر اور وکرم جیسے گھٹیا لوگوں کو میرے پیچھے لگا دیا تھا۔ وہ ہر قیمت پر مجھے موت کے اندھے کنویں میں دھکیلنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ فون پر بھی اس نے مجھ سے یہی کہا تھا کہ میں اس کے راستے سے ہٹ جاؤں اس لیے کہ اس نے زندگی میں کبھی ہارنا نہیں سیکھا تھا اور اپنی شکست کو فتح میں تبدیل کرنے کی خاطر کوئی بھی قدم اٹھا سکتا تھا۔ اسی فارمولے کے تحت اس نے محسن علی کو شنکر کی گندی قوتوں کے ذریعہ ختم کرایا پھر شکلا کو جس نے ایک طویل عرصے تک اس کی خدمت کی تھی۔ وکرم کے ہاتھوں بڑی خوبصورتی سے اپنے راستے سے ہٹا دیا۔ پولیس کے پاس ان دونوں سنگین وارداتوں میں کوئی ایسی شہادت نہیں تھی جن کے ذریعے قاتل یا قاتلوں کے گرد گھیرا تنگ کیا جا سکتا۔ ایک پولیس آفیسر رہ چکنے کے ناتے میں بھی اس بات سے بخوبی واقف تھا کہ قانون اندھا ہوتا ہے۔ وہ مفروضوں پر نہیں بلکہ کوئی ایسی ٹھوس دلائل اور شہادتوں پر عمل کرنے کا عادی ہوتا ہے۔ میں نے کمزور شہادتوں کی وجہ سے اکثر خطرناک مجرموں کو بھی قانونی شکنجوں سے آزاد ہوتے دیکھا اور اس کے برعکس اکثر بے گناہ افراد کو سنگین جرم کی پاداش میں سزا بھگتتے دیکھا تھا اس لیے کہ ان کے پاس یا تو اپنا دفاع کرنے کے لیے کسی مشہور اور بااثر وکیل کی خدمات نہیں ہوتی تھیں یا پھر ان کی راست گوئی ہی ان کے حق میں گناہ سمجھی جاتی تھی۔

میرے ذہن میں ایک کھلبلی سی مچی ہوئی تھی۔ مختلف خیالات ابھر ابھر کر آپس میں گڈمڈ ہو رہے تھے۔ میں کالکا کی پراسرار نادیدہ قوتوں کے ذریعے ہر ناممکن کو ممکن بنا سکتا تھا لیکن کوئی ان دیکھی قوت ایسی تھی جو مجھے کالکا کی خدمات حاصل رکھنے سے باز رہنے کی تلقین کر رہی تھی۔ میں ابھی اسی کشش و پنج میں مبتلا تھا کہ انٹرکام کے بزر نے میرے خیالات کا شیرازہ بکھیر دیا۔ دوسری طرف سے میری سکریٹری عارفہ کی آواز سنائی دی۔

"سر ڈی ایس پی سراج لائن پر ہیں۔"

"تم نے کیا جواب دیا ہے۔ میں آفس میں موجود ہوں یا نہیں۔"

"میں نے انہیں بتایا ہے کہ آپ ایک اہم میٹنگ میں مصروف ہیں۔"

"گڈ۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "مسٹر سراج کو فی الحال ٹال دو۔ ان سے کہنا کہ میں میٹنگ سے فارغ ہوتے ہی انہیں رنگ بیک کر لوں گا۔"

"رائٹ سر۔"

انٹرکام کا ریسیور رکھنے کے بعد میں نے کچھ سوچ کر اپنے ڈائریکٹ فون کا ریسیور اٹھایا اور نرنجن لال کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ میں اسے باور کرانا چاہتا تھا کہ وہ میرے خلاف جو چالیں چل رہا ہے میں ان سے بے خبر نہیں ہوں۔ ایک منٹ بعد ہی دوسری جانب سے نرنجن لال کی پاٹ دار آواز ابھری۔

"میں شہباز خان بول رہا ہوں۔" میں نے نارمل انداز اختیار کیا۔

"ہم۔"

"مجھے یقین تھا مسٹر نرنجن لال کہ تمہیں میرے فون کرنے کی توقع نہیں ہو گی۔" اس بار میں نے قدرے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"فون کرنے کا مقصد۔"

"کاروباری دنیا میں اونچ نیچ ہوتی رہتی ہے لیکن انسان کو حالات کے تحت صبر و شکر کی عادت ڈالنی چاہیے۔ جب ایک دوسرے سے انتقام لینے کا خیال پیدا ہو جائے تو نقصان کسی کا بھی ہو سکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ جس فریق کو کمزور سمجھا جا رہا ہو وہی زیادہ طاقت ور ثابت ہو۔ ایسی صورت میں نقصان دوسرے کا ہو گا رہا دھن دولت کا معاملہ تو یہ آنی جانی شے ہے انسان کو اس پر زیادہ مغرور نہیں ہونا چاہیے۔"

"میں اب بھی تمہاری باتوں کا مطلب نہیں سمجھا۔" فون پر نرنجن لال کی جھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔ وہ سب سمجھ بوجھ رہا تھا۔

"محسن علی کی موت پراسرار حالات میں ہوئی تھی۔"

"وہاٹ نان سنس۔" نرنجن لال نے غصے کا مظاہرہ کیا۔ "میری ذات کا اس کی موت سے کیا تعلق ہے؟"

"چلو محسن علی کو چھوڑو لیکن شکلا بہرحال تمہارا وفادار اور نمک حلال ملازم تھا۔"

"تمہیں کسی دوسرے کے ذاتی معاملات میں دلچسپی کس لیے پیدا ہو رہی ہے؟"

"میری اطلاع کے مطابق شکلا کی ایک بیوی اور دو بچے ہیں جو اس کی موت کے بعد بے سہارا ہو گئے ہیں۔" میں نے اس کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

"پھر ـــــ" اس بار بھی شدید غصے کا اظہار کیا گیا۔

"میرا مشورہ ہے تمہیں شکلا کے بیوی بچوں کو کم از کم اس کی خدمات کے عوض پانچ لاکھ کی حقیر رقم ضرور دینی چاہیے۔"

"اس لیے کہ اس نے خودکشی کی ہے۔" نرنجن لال نے جواب دیا۔ "کیا تمہیں پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کا علم نہیں ہوا جس اسلحے سے اس نے خودکشی کی تھی اس پر اس کے سوا کسی اور کی انگلیوں کے نشانات نہیں ملے ہیں۔ جب جیون ہتیا کرتے سمے اسے خود اپنے پریوار (خاندان) کا کوئی خیال نہیں آیا تو پھر میں اس کی مدد کیوں کروں اور تم۔"

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم نے شکلا مرڈر کیس میں اتنی دلچسپی کیوں لی ہے کہ اس کی پوسٹ مارٹم کی تفصیل بھی تمہارے علم میں ہے۔"

"شٹ اپ۔" اس نے گرج کر کہا۔ "تم کوئی پولیس آفیسر نہیں ہو جو مجھ سے بلاوجہ بکواس کرو۔"

"مائی ڈیئر نرنجن لال تم شاید بھول رہے ہو کہ میں بھی پولیس آفیسر رہ چکا ہوں۔ اب رہا شکلا کی موت کا مسئلہ تو پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کو ذہن سے کھرچ ڈالو اور شکلا کی بیوی کو پانچ لاکھ کی ادائیگی پہلی فرصت میں کرو۔" میرا لہجہ تحکمانہ تھا۔

"اور اگر میں تمہاری درخواست قبول کرنے سے انکار کر دوں تو۔"

"تو مجھے مجبوراً پولیس کو اصلیت سے آگاہ کرنا پڑے گا۔"

"یو گو ٹو ہیل (تم جہنم میں جاؤ)" اس نے حقارت سے کہا۔ "تم نے ایک بڑا ٹینڈر ضرور حاصل کر لیا لیکن ابھی میرے سامنے تمہاری حیثیت اس نادان بالک سے زیادہ نہیں ہے جو دو دمڑی کا کھلونا لینے کے بعد بھی خوشی سے پھولا نہیں سماتا۔"

"ٹینڈر کی بات چھوڑو۔" میں سپاٹ آواز میں بولا۔ "پانچ لاکھ کی رقم کی ادائیگی تمہیں شکلا کی بیوی کو بہرحال کرنا ہو گی۔"

"ورنہ تم کیا کر لو گے میرا۔" وہ آپے سے باہر ہوتے ہوئے بولا۔ "یو بلاڈی باسٹرڈ۔"

"یہ گالی تم نے شاید آئینہ دیکھ کر بکی ہے اس لیے میں تمہاری ذات پات کے سلسلے میں کچھ نہیں کہوں گا لیکن ایک بات کان کھول کر سن لو نرنجن لال، اگر تم نے پانچ لاکھ کی ادائیگی سے انکار کیا تو پھر وکرم کی زبان بھی کھلوائی جا سکتی ہے۔"

"وکرم ـــــ" اس نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ "کون وکرم؟"

"وہی وکرم جس نے تمہارے اشارے پر نہ صرف یہ کہ شکلا کو گولی مار کر ہلاک کیا بلکہ بڑی مہارت سے اسے خودکشی کا رنگ دینے میں بھی کامیاب ہو گیا۔" میں نے سرسراتے لہجے میں کہا۔ "ذرا سوچو ـــــ اگر وکرم نے ساری کہانی اگل دی تو تمہاری پوزیشن کیا ہو گی؟ ہو سکتا ہے کہ اس وقت تمہیں پانچ کی جگہ دس لاکھ خرچ کرنے پڑیں اور ہاں، میں تمہیں ایک مشورہ اور دوں گا۔ وکرم اور شنکر کو میرے راستے سے ہٹا لو ورنہ اس کا انجام تمہاری توقع کے خلاف بھی ہو سکتا ہے۔"

"شٹ اپ۔" اس کی گرجدار آواز ریسیور پر ابھری۔ "تم اس سمے شاید اپنے حواس میں نہیں ہو۔" پھر اس کے ساتھ ہی دوسری جانب سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

میں ایک لمحے تک ریسیور ہاتھ میں لیے کچھ سوچتا رہا پھر ایک فیصلے پر پہنچنے کے بعد میں نے ڈی ایس پی سراج کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیے۔ نرنجن لال میری باتیں سننے کے بعد یقیناً کوئی فوری خطرناک قدم بھی اٹھا سکتا تھا۔ دشمن کو نظرانداز کر دینا دانشمندی کے خلاف تھا۔ اس کے علاوہ کہاوت بھی تھی کہ اس سے پیشتر کہ کوئی موذی تمہیں ایذا پہنچائے اسے پیروں تلے کچل کر ہمیشہ کے لیے ختم کر دو۔

یہ بات اپنی جگہ صد فی صد درست ہے کہ زندگی اور موت خدا کے ہاتھ میں ہے لیکن اسی خدا نے انسان کو خطرناک حالات میں اپنا دفاع کرنے کی بھی ہدایت کی ہے۔ میری گفتگو سننے کے بعد نرنجن لال یقیناً کانٹوں پر لوٹ رہا ہو گا۔ اس کا شیطانی ذہن مجھے پہلی فرصت میں اپنے راستے سے ہٹانے کی خاطر تانے بانے بُن رہا ہو گا۔ شنکر میرے لیے پراسرار قوتوں کا مالک ہونے کے باوجود اتنا اہم نہیں تھا جتنا وکرم تھا۔ اس لیے کہ شنکر کو اپنے جنتر منتر اور گندی شکتیوں پر بڑا ناز تھا۔ وہ اپنے شکار کو سسکا سسکا کر مارنے کا عادی تھا جبکہ ٹونی اور کالکا دونوں کی فراہم کردہ اطلاعات کے مطابق وکرم بڑا کمینہ خصلت واقع ہوا تھا۔ وہ اندھیرے میں چھپ کر پشت سے وار کرنے کا عادی تھا اس لیے اس کے

کانے کا کوئی منتر نہیں تھا چنانچہ پہلے اس کا علاج ضروری تھا۔

"ہیلو ڈی ایس پی سراج اسپیکنگ۔" کچھ دیر ریسیور پر سراج کی آواز سنائی دی۔

"میں شہباز خان بول رہا ہوں۔" میں نے کہا۔ "آپ نے ابھی کچھ دیر پہلے مجھے فون کیا تھا۔ کوئی خاص بات۔"

"صرف آپ کی خیریت مطلوب تھی۔"

"اس محبت کا شکر گزار ہوں۔" میں شکریہ ادا کرتے ہوئے بولا۔ "اور سنایئے شکلا کی موت کی فائل کا کیا بنا۔"

"پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے بعد ظاہر ہے کہ اب صرف خانہ پری باقی رہ گئی ہے اس کے بعد اسے بھی داخل دفتر کردیا جائے گا۔"

"میرا خیال ہے کہ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے باوجود ہم شکلا کی موت کے اسباب پر غور کرسکتے ہیں۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"مجھے یاد ہے آپ نے بتایا تھا کہ فائر خاصی کلوز رینج سے کیا گیا تھا اور جس اسلحہ کو استعمال کیا گیا تھا اس پر سے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق شکلا ہی کے فنگر پرنٹس ملے ہیں۔"

"جی ہاں۔"

"لیکن ایک بات ابھی تشنہ رہ جاتی ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "اگر شکلا کا ارادہ خود کشی ہی کرنا تھا تو وہ نال اپنی کنپٹی یا پھر دل کے مقام پر بھی رکھ کر فائر کرسکتا تھا۔ عام حالات میں یہی ہوتا ہے کہ بیشتر لوگ جو خود کشی کا ارادہ کرلیتے ہیں وہ خود کو کم سے کم اذیت پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ شکلا کے کیس میں کلوز رینج سے اسلحے کا استعمال کیا مضحکہ خیز نہیں لگتا؟ میرا مطلب ہے کہ اگر اسے خود کو شوٹ ہی کرنا تھا تو پھر ہاتھ کو جسم سے دور رکھ کر فائر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"ہوسکتا ہے کہ وہ خود کشی کے معاملے میں ڈھل مل یقین ہو اور اسی ذہنی کشمکش میں اس کی انگلی کا دباؤ ٹریگر پر بڑھ گیا ہو۔"

"اور یہ بھی ممکن ہے کہ شاطر قاتل نے دستانے پہن کر شکلا ہی کے اسلحے سے اس پر فائر کیا پھر اسے شکلا کی انگلیوں کے درمیان اس طرح پھنسا دیا ہو کہ قتل کے کیس پر خود کشی کا گمان زیادہ کیا جائے۔"

"یہ نکتہ قابل غور ہے۔" ریسیور پر سراج کی آواز ابھری۔ "ذاتی طور پر میرا اب بھی یہی خیال ہے کہ شکلا

مرڈر کیس میں کسی نہ کسی زاویے سے نرنجن لال کا ہاتھ ضرور شامل ہے لیکن پوسٹ مارٹم کی رپورٹ۔۔۔"

"آپ محسن علی کی پراسرار موت کو کیوں فراموش کر رہے ہیں؟" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"وہ۔۔۔ وہ واقعہ میں اپنی زندگی میں کبھی فراموش نہیں کرسکوں گا۔ اس کی موت بڑی حیرت انگیز اور ناقابل یقین تھی لیکن اس کا اور شکلا کی موت کا۔"

"تعلق ہوسکتا ہے۔" میں نے تیزی سے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "یاد کریں مرنے سے پیشتر اس نے کہا تھا کہ وہ اس وقت محسن علی نہیں تھا اور اس نے یہ بھی کہا تھا کہ آپ نرنجن لال کا دھیان اپنے من سے نکال دیں ورنہ اس کا انجام اچھا نہ ہوگا۔"

"میرے خدا۔" سراج کی حیرت میں ڈوبی ہوئی آواز ابھری۔ "وہ یقیناً کوئی مافوق الفطرت ہستی تھی جس نے محسن علی کے جسم پر اپنا قبضہ جما لیا تھا۔ میں نے اس قسم کے واقعات قصے کہانیوں میں پڑھے تھے لیکن محسن علی کی پراسرار موت میری زندگی کا سب سے ناقابل فراموش واقعہ ہے مگر۔۔۔ ون منٹ۔۔۔ کیا آپ کے خیال میں شکلا کی موت میں بھی کسی پراسرار قوت کا ہاتھ شامل ہے"

"مسٹر سراج۔" میں نے اس بار گہری سنجیدگی اختیار کی۔ "کیا میں آپ پر اعتماد کرسکتا ہوں۔"

"کس سلسلے میں؟"

"میں اس وقت جو باتیں بھی آپ سے کروں گا آپ اس کو آن دی ریکارڈ نہیں لائیں گے اور فی الحال اس کی کوئی وجہ بھی دریافت نہیں کریں گے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"دنیا میں بہت ساری باتیں ایسی ہوتی ہیں جو ناقابل فہم ہوتی ہیں مثلاً [illegible] موت۔"

"شہباز صاحب۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو شاید آپ اس وقت کوئی اہم بات کہتے ہوئے ہچکچا رہے ہیں۔"

"آپ کا اندازہ غلط نہیں ہے۔" میں نے اقرار کرلیا پھر کچھ توقف کے بعد بولا۔ "آپ تجربے کار آفیسر ہیں لیکن اس بات سے انکار نہیں کرسکتے کہ کبھی کبھی انسان کی چھٹی حس بھی لاینحل معموں کو حل کردیتی ہے۔"

"میں آپ کی بات سے اتفاق کرتا ہوں لیکن ابھی تک میں آپ کی بات نہیں سمجھ سکا۔"

"کیا آپ وکرم نامی کسی غنڈے سے واقف ہیں؟"

"بہت اچھی طرح ایک نمبر کا چھٹا ہوا بدمعاش ہے۔ کئی قتل کے کیسز میں بھی اس کا نام آ رہا ہے لیکن ابھی تک پولیس کے پاس ایسا کوئی ٹھوس ثبوت نہیں ہے کہ اس پر ہاتھ ڈال سکے۔ مجھے شبہ ہے کہ کچھ بااثر لوگ اس کی پشت پناہی بھی ضرور کر رہے ہیں۔"

"کیا آپ نرنجن لال کو بااثر لوگوں میں شمار نہیں کریں گے۔"

"کیا مطلب؟"

"اس روز آپ نے فون کرکے مجھے محتاط رہنے کا مشورہ دیا تھا اور آج میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ نرنجن لال نے اسی وکرم کو میری موت کے عوض ایک بڑی رقم کا لالچ دیا ہے۔" میں نے تیزی سے اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "اور میری اطلاع کے مطابق اسی وکرم نے شکلا کو بھی نہایت خوبصورتی سے اس طرح سے راستے سے ہٹا دیا ہے کہ کسی کو اس کی ذات پر کوئی شبہ نہیں ہوسکا۔"

"کیا آپ کے پاس کوئی ایسا ثبوت ہے جو وکرم کو پھانسی کے تختے تک پہنچانے میں کارآمد ثابت ہوسکے۔"

"آپ میری ایک بات مانیں گے۔"

"کیا؟"

"آپ وکرم کو پہلی فرصت میں شکلا کے قتل میں گرفتار کرلیں۔ رہا ثبوت تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وکرم اپنی گرفتاری اور تھوڑی سی سختی کے بعد سب کچھ سچ سچ اگل دے گا اور عدالت کے فیصلے تک وہ اپنے بیان سے منحرف نہیں ہوگا۔"

"اس یقین کی کوئی خاص وجہ؟"

"کبھی کبھی انسان جو خواب دیکھتا ہے وہ سچ بھی ہوتے ہیں۔" میں نے بڑی خوبصورتی سے اپنی گفتگو کو ایک نیا رنگ دیتے ہوئے کہا۔ "کل رات میں نے کچھ ایسا ہی خواب دیکھا تھا۔ آپ اسے غیبی اشارہ بھی کہہ سکتے ہیں۔"

"مسٹر شہباز۔ آپ خود بھی ایک ذمے دار پولیس آفیسر رہ چکے ہیں۔ کیا محض کسی خواب پر یقین کرکے آپ کسی کو قتل کا مجرم قرار دے سکتے ہیں۔"

"اکثر بے گناہ ایسے بھی ہوتے ہیں جو جیل کی سنگلاخ اور تنگی زمین پر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرجاتے ہیں لیکن اپنی بے گناہی کا ثبوت پیش نہیں کرسکتے۔"

"کیا آپ مجھے ایک بات بتائیں گے؟" سراج نے میری بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "آپ کو اس کا شبہ کس طرح ہوا کہ وکرم کو آپ کے قتل پر آمادہ کیا گیا ہے۔"

"کچھ ایسی باتیں بھی ہوتی ہیں جو کھل کر نہیں کہی جا سکتیں۔" میں نے جواب دیا۔ "آپ اگر وکرم کو گرفتار نہیں کرسکتے تو میں آپ کو مجبور نہیں کروں گا۔"

"آپ نے مجھ پر اعتماد کرنے کی بات کی تھی مسٹر شہباز۔" سراج نے جذباتی انداز میں جواب دیا۔ "آپ کے والد میرے محسن ہیں اس لیے میں وکرم کو ضرور گرفتار کروں گا خواہ اس کے عوض مجھے پولیس کی ملازمت سے ہاتھ ہی کیوں نہ دھونا پڑے۔"

"میں آپ کو بھی یقین دلاتا ہوں کہ ایسا نہیں ہوگا۔" میں نے پورے وثوق سے کہا۔ "میں چاہتا تو اپنے ذرائع سے بھی وکرم کی زبان کھلوا سکتا تھا لیکن ایک بزنس مین ہونے کی وجہ سے میں ان باتوں سے دور رہنا چاہتا ہوں۔ اس لیے میں کامیابی کا سہرا آپ کے سر دیکھنا چاہتا ہوں لیکن آپ اپنا وعدہ یاد رکھیے گا مسٹر سراج۔ آپ وکرم کی گرفتاری اور اس کے اقبالی بیان کے سلسلے میں مجھ سے کوئی استفسار نہیں کریں گے۔"

"کیا وکرم کے ساتھ بھی وہی حادثہ پیش نہیں آسکتا جو

محسن علی کے ساتھ پیش آیا تھا۔"

"نہیں اس بار ایسا نہیں ہو گا۔" میں نے بڑے اعتماد سے کہا پھر فون کا سلسلہ منقطع کر کے کالکا کی پراسرار شخصیت کو یاد کیا اور دوسرے ہی لمحے اس کی مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"میں نے تمہاری آواز سن لی تھی لیکن۔"

"لیکن کیا؟"

"کیا تم اپنی کالکا رانی کو اندھیرے میں رکھنے کی کوشش تو نہیں کرو گے۔" اس کے لب و لہجے میں گہری سنجیدگی تھی۔

"میں سمجھا نہیں۔ تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"پہلے میں تمہارے من کے اندر دیکھ سکتی تھی لیکن اب ایسا نہیں ہو رہا۔ مجھے سچ بتاؤ کیا مجھ سے بھی زیادہ کوئی مہان شکتی تمہاری سہائتا کر رہی ہے۔"

میں نے کن انکھیوں سے صندلی انگوٹھی کی طرف دیکھا پھر میرے ذہن میں اپنے پرنانا کے الفاظ گونج اٹھے۔ "غرق ہو جا اس طرح ڈوب جا کہ پھر تجھے کوئی تلاش نہ کر سکے۔ گم ہو جا پھر سب ٹائیں ٹائیں فش ہو جائے گا۔" میں دل ہی دل میں مسکرا دیا مجھے یقین ہو گیا کہ وہ صندلی انگوٹھی کی کرامت ہی تھی جس نے کالکا کو میرے سلسلے میں ایک حد تک محدود کر دیا تھا اب وہ میرے دل کا بھید نہیں جان سکتی تھی۔

"کس وچار میں گم ہو۔" کالکا کی آواز دوبارہ ابھری۔

"کہیں ایسا تو نہیں کہ پنڈت بنسی دھر کی تپسیا اپنا رنگ دکھا رہی ہو۔" میں نے بڑی [illegible]رتی سے بات بنائی۔ "شاید اسے اس بات کا علم ہو [illegible] ہو کہ تم میری مدد کر رہی ہو اور اس کی شکتی نے تمہاری آنکھوں کے سامنے کوئی چادر تان دی ہو۔"

"میرا من نہیں مانتا لیکن اگر بنسی دھر کامیاب ہو گیا تو بہت برا ہو گا۔" کالکا کے لہجے میں تشویش تھی۔ "اگر وہ اپنے جاپ میں سپھل ہو گیا تو پھر مجھے اس کی ہر آگیا کا پالن کرنا پڑے گا۔"

"تم اس کی چنتا مت کرو۔ میں پنڈت بنسی دھر کو اپنی جان پر کھیل کر بھی اس کے منڈل سے باہر نکال سکتا ہوں۔ تم مجھے صرف اس کا پتا بتا دو۔"

"ابھی اس کا سمے نہیں آیا۔" اس نے کہا پھر بولی۔ "تم بتاؤ تم نے اس سمے مجھے کس کارن یاد کیا ہے۔"

جواب میں میں نے اسے اپنے اور ڈی ایس پی سراج کے درمیان ہونے والی تمام گفتگو سے آگاہ کیا۔

"تم جو چاہتے ہو وہی ہو گا۔" اس نے مجھے یقین دلایا۔ "وکرم وہی بیان دے گا جو اسے پھانسی کے پھندے تک لے جائے گا۔"

"لیکن شکلا۔"

"نہیں۔" کالکا نے جواب دیا۔ "محسن علی کی بار اور تھی تم نے اس کے لیے مجھ سے کچھ نہیں کہا تھا اور اس نے تمہارے ساتھ جو کچھ کیا تھا اسے اس کی سزا بھی ضروری تھی لیکن وکرم کے سلسلے میں میں شکلا کو کامیاب نہیں ہونے دوں گی۔"

"کالکا۔" میں نے بڑی لگاوٹ سے کہا۔ "تم نے درشن دینے کا وعدہ بھی کیا تھا۔"

"کچھ دنوں اور صبر کر لو۔ اس کے بعد تم دھرتی کے پہلے منش ہو گے جو کالکا کے شریر پر نظر ڈال سکو گے۔ اب میں وکرم کی طرف جا رہی ہوں۔"

پھر شاید وہ چلی ہی گئی تھی۔ میں نے اسے مخاطب نہیں کیا۔ مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ اب وہ میرے من کا احوال نہیں جان سکے گی۔ میں نے صندلی انگوٹھی کو عقیدت سے چوما پھر دفتری کاموں میں مصروف ہو گیا۔

شام کو دفتر سے اٹھنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ ندیم آ گیا۔ میری ہدایت کے مطابق اسے بھی میری اجازت بغیر اندر ہی [illegible] نے دیا گیا تھا پھر وہ آفس میں داخل ہوتے مجھ پر چڑھ دوڑنے کے بجائے نہایت پُر خلوص انداز میں بولا۔

"میرا خیال ہے کہ آج میں ٹھیک وقت پر تمہارے دفتر آیا ہوں لیکن اب تم مجھ سے اڑنے کی کوشش مت کرنا۔ سکیورٹی کا اتنا سخت انتظام دیکھنے کے بعد مجھے اندازہ ہو ہی گیا ہے تم کسی خاص وجہ سے محتاط ہو۔ چلو پہلے جلدی سے کافی کا آرڈر دو اور پھر مجھے بتاؤ کہ میں تمہارے کام آ سکتا ہوں۔" اس نے بڑی بے تکلفی سے دفتر میں میری ایزی چیئر پر بیٹھتے ہوئے کہا پھر گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "تمہیں اس روز جوزف اور اس کے بعد داور کا انجام دیکھنے کے بعد کم از کم اس بات کا اندازہ ضرور ہو گیا ہو گا میں نے جن لوگوں کو پال رکھا ہے وہ کس قدر جانثار واقع ہوئے ہیں۔ تم صرف اس شخص کا نام بتاؤ جس کی وجہ سے تم نے اپنی حفاظت کا اتنا اہتمام کر رکھا ہے۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ وہ خواہ کوئی بھی ہو چوبیس گھنٹے کے اندر اندر تمہارے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا معافی مانگ رہا ہو گا۔ ویسے تم اگر چاہو تو صرف یار۔ گھنٹے کے

اسے تمہارے راستے سے ہمیشہ کے لیے ہٹایا بھی جا سکتا ہے۔"

"اور ان دونوں کاموں کی علیحدہ علیحدہ فیس کیا ہو گی۔" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ایک کپ گرما گرم کافی اور وہ بھی عارفہ کے ہاتھوں سے۔"

"اطلاعاً" عرض ہے کہ عارفہ نیک گھرانے کی ایک شریف لڑکی ہے اس لیے دست بستہ عرض ہے کہ تم اسے پریشان کرنا چھوڑ دو۔" میں نے کافی کا آرڈر دیتے ہوئے کہا۔

"نیور۔" ندیم شوخی سے بولا۔ "جو چیز مجھے اچھی لگے میں اس کا پیچھا چھوڑ نہیں سکتا اور پھر عارفہ۔ ہائے وہ تو پوجے جانے کے قابل ہے۔"

"اگر تم صرف پوجا کی حد تک اس میں دلچسپی لے رہے ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"مجھے صرف اس کے چہرے پر سہمی سہمی سی مسکراہٹ اور خاص طور پر میرا فون ریسیو کرنے کے بعد محتاط ہو جانا بہت پسند ہے۔" ندیم نے صاف گوئی سے کہا۔ "اس کے آگے اور کچھ نہیں یوں بھی لڑکیوں میں دلچسپی لیتے پھرنا ان پر وقت اور پیسہ برباد کرنا میری عادت کے خلاف ہے۔ یا یوں سمجھو کہ میرے پاس اتنی فرصت نہیں ہے کہ ان فضول کاموں کے لیے وقت نکال سکوں۔"

"جوزف کا کیا رہا۔" میں نے گفتگو کا موضوع بدلتے ہوئے کہا۔ "اس روز کیسینو میں تمہارے آدمیوں نے اس کی کچھ زیادہ ہی درگت بنا دی تھی۔ بعد میں بات آگے تو نہیں بڑھی۔"

"نہیں۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "اس روز میرے آدمیوں نے اس کی مزاج پرسی کی تھی اس کے دوسرے ہی روز وہ افریقہ واپس چلا گیا تھا۔"

کافی آ گئی تو کچھ دیر کے لیے گفتگو کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ میں اپنی ٹیبل سے اٹھ کر ندیم کے سامنے دوسری ایزی چیئر پر جا بیٹھا۔ آفس کے ایک مختصر حصے کو میں نے ریٹائرنگ روم کی شکل دے رکھی تھی جہاں میں یا تو بہت مخصوص اور بے تکلف لوگوں کے ساتھ بیٹھتا تھا یا پھر تھکن دور کرنے کی خاطر کچھ دیر سستا لیا کرتا تھا۔

"اب سناؤ۔" میں نے ملازم کے جانے کے بعد کہا۔ "بغیر اطلاع کے تمہاری آمد کا اصل مقصد کیا ہے؟"

"کوئی خاص نہیں ادھر سے گزر رہا تھا تو اچانک خیال آ گیا کہ تم سے ہیلو ہیلو کرتا چلوں اور ایک نظر تمہاری اسٹینو کم اور سکریٹری زیادہ پر بھی ڈال لوں۔"

"تم اب بھی بالکل ویسے ہی ہو جیسے کالج کے زمانے میں تھے۔ البتہ تمہارا کیسینو والا روپ دیکھ کر مجھے حیرت ضرور ہوئی تھی۔"

"حیرت کا اظہار پھر کسی وقت کر لینا۔" اس نے کافی کا سپ لیتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔ "فی الحال مجھے شرافت کے ساتھ یہ بتاؤ کہ تم نے یہ حفاظت کا اہتمام کس وجہ سے کر رکھا ہے۔"

"جوزف کا انجام دیکھنے کے بعد۔" میں نے ندیم کو ٹالنے کی خاطر کہا۔ "بزنس خواہ کسی قسم کا ہوا اس میں انسان کا محتاط رہنا ضروری ہوتا ہے۔ اپنے کیسینو ہی کی مثال لے لو۔ اگر اس روز تمہارے پروردہ شریف لوگ وہاں موجود نہ ہوتے تو جوزف کا پلا تمہارے مقابلے میں بھاری بھی پڑ سکتا تھا۔"

"اگر صرف یہ بات ہے تو مجھے خوشی ہے کہ میرے کیسینو کے صرف ایک حادثے نے ہی تمہیں بالغ کر دیا۔" وہ شوخی سے بولا۔ "یہ بتاؤ اس سنڈے کو تمہارا کیا پروگرام ہے؟"

"کوئی خاص نہیں ـــ کیوں؟"

"گڈ۔" ندیم نے کافی کا آخری گھونٹ حلق کے نیچے اتارتے ہوئے کہا۔ "اس سنڈے کو تین بڑی کپ ریسز ہیں۔ میں تمہیں دوپہر کو ٹھیک ڈیڑھ بجے گھر سے پک کر لوں گا۔ اب کوئی بہانہ نہیں چلے گا۔ اوور اینڈ آل۔" وہ میرے جواب کا انتظار کیے بغیر ہی سے تیزی سے اٹھا پھر سیٹی بجاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

میں ابھی ندیم کی شخصیت اور اس کے ٹائپ کے بارے میں غور ہی کر رہا تھا کہ ڈی ایس پی سراج کا فون آ گیا پھر اس نے جو اطلاع مجھے سنائی وہ میری توقع کے عین مطابق تھی۔ وکرم پولیس کی تحویل میں تھا اور اس نے شکلا کو قتل کرنے کا اقبال بھی کر لیا تھا۔ صرف یہی نہیں بلکہ سراج کو حیرت انگیز طور پر شکلا کی گم شدہ فائل بھی مل گئی تھی جو تلاش بسیار کے باوجود دستیاب نہیں ہو سکی تھی۔

"میں آپ کو اس کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں۔"

"مسٹر شہباز آپ نے شکلا کے مرڈر کیس اور پوسٹ مارٹم رپورٹ کے بارے میں جو کچھ خیال ظاہر کیا تھا وہ حرف بہ حرف درست نکلا۔" سراج نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "شکلا نے مجسٹریٹ کے روبرو بیان دیا ہے جو ریکارڈ پر

"لیکن اس نے ایک بات کا اقرار نہیں کیا۔"

"وہ کیا؟"

"یہ کہ شکلا کے قتل کے لیے اس شخص کے سلسلے میں وکرم نے اپنی زبان سختی سے بند کر رکھی ہے جس نے اسے اس کام پر مامور کیا تھا۔"

"میں بھی یہی چاہتا تھا مسٹر سراج کہ فی الحال نرنجن لال کا نام درمیان میں نہ آنے پائے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" سراج نے تیزی سے کہا۔

"میں نے اس سے درخواست کی تھی کہ وہ شکلا کی بیوہ کو شکلا کی خدمات کے عوض کم از کم پانچ لاکھ کی ادائیگی کر دے تاکہ وہ عزت کی زندگی گزار سکے لیکن اس نے میری درخواست کو سختی سے رد کر دیا تھا۔"

"کیا آپ کو یقین ہے کہ وکرم نے نرنجن لال کے اشارے پر..."

"میں اس کا اظہار پہلے بھی کر چکا ہوں۔ میں نے خواب میں یہی کچھ دیکھا تھا۔"

"میں آپ کو کسی بات کے لیے مجبور نہیں کر سکتا اس لیے کہ آپ نے نہ صرف یہ کہ شکلا کے قاتل کو گرفتار کرانے میں میری رہنمائی کی ہے بلکہ آپ میرے محسن کے بیٹے ہیں لیکن میں آپ کی خواب والی بات ماننے کو تیار نہیں ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ کسی خاص مصلحت کی بنا پر آپ اصلیت بتانے سے گریز کر رہے ہوں۔"

"پھل اگر میٹھا ہو تو انسان کو صرف اسے کھانے کی فکر کرنی چاہیے۔ پیڑ گننے سے کیا فائدہ؟"

"اب آپ کی بات کچھ کچھ میری سمجھ میں آ چکی ہے۔" سراج نے جلدی سے کہا۔ "آپ مجھ پر آنکھ بند کر کے اعتماد کر سکتے ہیں۔"

"شکریہ۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ ہمارے اور آپ کے درمیان جو گفتگو ہو اس کی اطلاع کسی اور کو نہ ہونے پائے۔"

"ایسا ہی ہوگا۔" سراج نے ہامی بھر لی۔ شکلا کے اصل قاتل کو گرفتار کر لینے کے بعد وہ یقیناً بہت خوش تھا۔

میں نے ریسیور رکھ کر ڈائریکٹ لائن پر ایک بار پھر نرنجن لال سے رابطہ قائم کیا۔

"میرا خیال ہے کہ تمہیں وکرم کی گرفتاری کی اطلاع مل گئی ہوگی۔" میں نے نرنجن لال کی آواز سننے کے بعد سرد لہجے میں کہا۔ "وکرم نے ہر بات کا اقبال مجسٹریٹ کی موجودگی میں کیا ہے لیکن ابھی تک تمہارا نام نہیں لیا۔"

"کیا چاہتے ہو؟" نرنجن لال کے لہجے میں پہلی جیسی سختی نہیں تھی۔

"شکلا کی بیوہ کو دس لاکھ کی ادائیگی۔ چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر۔"

"لیکن پہلے تو تم نے پانچ لاکھ کی بات کی تھی۔"

"وہ وکرم کی گرفتاری سے پہلے کی بات تھی۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "ایک بات اور سن لو۔ اگر قانون کا ہاتھ میرے اشارے پر ٹھکر کی گردن تک پہنچ گیا تو دس لاکھ کی رقم بڑھ کر پچاس لاکھ تک بھی پہنچ سکتی ہے۔"

"مم۔۔۔ میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔" نرنجن لال نے ہتھیار ڈال دیے۔ اس کے لہجے میں بے بسی تھی۔

"پہلے دس لاکھ کی ادائیگی اس کے بعد تم میری سکریٹری کو فون کر کے اپوائنٹمنٹ لے سکتے ہو لیکن ملاقات میرے دفتر میں ہوگی۔" میں نے تحکمانہ لہجے میں جواب دیا پھر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ نرنجن لال اتنی جلدی سمندر کی جھاگ کی طرح بیٹھ جائے گا مجھے اس کا یقین نہیں آ رہا تھا۔ ممکن ہے اس نے حالات کے پیش نظر وقتی طور پر سامنے جھکنا گوارا کر لیا ہو اور اس کا انتقام بعد میں لینے کی کوشش کرے۔ اس سے ہر قسم کی کمینگی کی توقع کی جا سکتی تھی۔

☆

ہر انسان کی شخصیت کے دو پہلو ضرور ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو ہر شخص کو نظر آتا ہے اور دوسرا وہ جو جاگتی آنکھوں سے بھی مخفی ہوتا ہے اور اس دوسرے پہلو کے بھی دو رخ ہوتے ہیں ایک بہت اجلا صاف اور شفاف جس پر انسان فخر کر سکتا ہے اور دوسرا اتنا غلیظ گھناؤنا اور مکروہ ہوتا ہے جو انسانیت کے نام پر ایک بدنما داغ ہوتا ہے۔ میں اس جذبے کو کوئی نام نہیں دے سکتا جس کے پیش نظر میں کسی نہ کسی طرح اس لڑکی کے دروازے تک پہنچ گیا تھا جسے داور نامی غنڈے نے کیسینو میں نسیم کے نام سے مخاطب کیا تھا۔

اس وقت شام کے چھ بجے تھے اور رات کی سیاہی پھیل کر گہری ہونے لگی تھی۔ میں نے جس مکان کے دروازے پر ڈرتے ڈرتے دستک دی۔ وہ ایک کچا پکا مکان تھا جو غریبوں کی ایک نواحی بستی میں واقع تھا۔ اس کا پتا معلوم کرنے کی خاطر مجھے ندیم کے کیسینو کے ایک ملازم ہی کی مٹھی گرم کرنی پڑی تھی لیکن میں نے اس سے وعدہ لے لیا تھا کہ وہ اس کا تذکرہ کسی اور سے نہیں کرے گا۔

دستک دینے کے دو تین منٹ بعد جس لڑکی نے دروازہ کھولا وہ نسیم ہی تھی جو غالباً" کیسینو جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی۔ خلاف توقع مجھے اپنے دروازے پر کھڑا دیکھ کر ایک لمحے کو وہ ہکا بکا رہ گئی۔ شاید اسے اپنی نگاہوں پر یقین نہیں آرہا تھا پھر وہ یک لخت بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولی۔

"آپ اور یہاں ——؟"

"ہاں —— میں دراصل آپ سے کیسینو کے علاوہ کسی اور جگہ ملنا چاہتا تھا۔"

"آپ کو میرا پتا کس طرح معلوم ہوا۔" وہ تجسس سے بولی۔

"کیا آپ مجھے اندر آنے کو نہیں کہیں گی؟" میں نے مدھم آواز میں کہا۔ "یہاں اس طرح دروازے پر کھڑے ہو کر باتیں کرنا کچھ اچھا معلوم نہیں ہوتا۔"

"کسی نے آپ کو یہاں آتے دیکھا تو نہیں۔" اس نے سہمے ہوئے انداز میں سوال کیا۔

"کئی لوگوں نے دیکھا تھا لیکن یہ بات شاید کسی کو نہیں معلوم کہ میں یہاں کس مقصد کے لیے آیا ہوں۔"

"اندر آجائیے۔" وہ بدستور بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولی پھر راستے سے ہٹ گئی اور میں اس کے مکان میں داخل ہو گیا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ میری اچانک آمد نے اسے کچھ عجیب شش و پنج میں مبتلا کر دیا تھا لیکن میرے قدموں میں کوئی لغزش نہیں تھی۔

میں نے کچے صحن میں کھڑے ہو کر سرسری طور پر ماحول کا جائزہ لے ڈالا۔ وہ دو کمروں کا ایک مکان تھا لیکن وہاں زندگی کی کوئی نمایاں آسائش نظر نہیں آرہی تھی۔ کمرے کے آگے ایک مختصر سا سائبان تھا جس میں ایک ٹوٹی پھوٹی بید کی پرانی کرسی نظر آرہی تھی۔ ایک بینچ تھی جس کے ایک پائے کی جگہ اینٹیں لگی ہوئی تھیں۔ اندھیرے اور روشنی کا فرق مجھے اس وقت واضح طور پر نظر آرہا تھا۔ کہاں وہ کیسینو کی جگمگاتی روشنیاں اور کہاں وہ ایک لالٹین جو ایک کمرے میں روشن تھی۔ اس کی دم توڑتی کچھ کرنیں باہر سائبان تک بھی پہنچ رہی تھیں۔ ہم دونوں کچھ دیر تک خاموش کھڑے ایک دوسرے کے بارے میں سوچتے رہے۔ مجھے اس کے وہ جملے یاد آرہے تھے جو اس نے پہلی بار کیسینو میں مجھ سے کہے تھے۔ "ناموں میں کیا رکھا ہے یہاں سارے نام فرضی ہوتے ہیں اور موقع کی مناسبت سے بدلتے رہتے ہیں۔ ہمیں گاہکوں کا دل لبھانے کی خاطر اداکاری کرنی پڑتی ہے جو جتنی اچھی اداکاری کرتی ہے اتنا ہی کماتی ہے۔ میں یہاں اپنی مرضی سے نہیں آتی۔ میری مجبوریاں مجھے یہاں تک آنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔" اپنی روز کی آمدنی کے میرے ایک سوال کے جواب میں اس نے بڑی تلخی سے کہا تھا۔ "کبھی کبھی تو خالی ہاتھ ہی جانا پڑتا ہے شاید اس لیے کہ میں دوسری لڑکیوں کی طرح جسم فروشی کا کاروبار نہیں کرتی۔"

نسیم کے جملے میرے کانوں میں بازگشت کی طرح گونج رہے تھے۔ اس کے گھر کی حالت دیکھ کر بھلا کون کہہ سکتا تھا کہ وہ شہر کے سب سے بڑے کیسینو کی ایک کال گرل کا مکان ہو گا۔ مجھے اس روز کیسینو میں اس کی بیان کی صداقت پر یقین نہیں آیا تھا لیکن اس کے گھر کے کچے صحن میں کھڑا میں محسوس کر سکتا تھا کہ نسیم کا ایک ایک جملہ صداقت پر مبنی تھا۔

"کون ہے نسیم بیٹی؟" اندر کمرے سے کسی نحیف عورت کی آواز آئی تو ہم دونوں ہی چونک اٹھے۔

"آپ یہیں ٹھہریے میں امی کے سوال کا جواب دے کر ابھی آتی ہوں۔" اس کے لہجے میں غموں کی کسک تھی۔ میں اسے تصویر حیرت بنا دیکھتا رہا وہ میک اپ کے بغیر بھی خاصی معصوم اور پرکشش چہرے کی مالک تھی۔

کچھ دیر بعد وہ کمرے سے برآمد ہوئی تو نیم تاریکی کے باوجود میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں کے گوشے نمناک تھے پھر اس سے پہلے کہ وہ مجھ سے کچھ کہتی میں نے اس کے قریب جاتے ہوئے پوچھا۔

"تم نے اپنی امی کو میرے بارے میں کیا بتایا ہے؟"

"یہی کہ آپ کیسینو کے مالک مسٹر ندیم کے دوست ہیں اور اگر اس روز۔" وہ اپنا جملہ مکمل نہ کر سکی ایک لمحے تک نظریں جھکائے کھڑی اپنے ہونٹ کاٹتی رہی پھر اس نے بڑی سرد مہری سے پوچھا۔ "کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ آپ یہاں کیوں آئے ہیں۔"

"تمہارا خیال کیا ہے؟"

"میرے خیال کو چھوڑیے۔" اس کے لہجے میں تلخی آگئی۔ "ہمارا شمار ان بڑے بڑے ڈاکٹروں اور سرجنوں میں ہوتا ہے جو اپنی فیس وصول کرنے کی خاطر ہر مریض کے قریب چلے جاتے ہیں خواہ وہ کتنے ہی مہلک مرض میں کیوں نہ مبتلا ہو۔"

"پڑھی لکھی معلوم ہوتی ہو۔" میں نے اس جملے کی گہرائی اور طنز کو محسوس کرتے ہوئے سوال کیا۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" وہ زہر خند لہجے میں

بولی۔ "میں جس ماحول میں سانس لینے کی عادی ہوں وہاں لوگ ڈگریاں نہیں صرف حسین اور بیباک چہرے دیکھنے کے عادی ہوتے ہیں۔"

"تمہارے اور تمہاری امی کے علاوہ یہاں اور کون رہتا ہے؟"

"ایک چھوٹا بھائی بھی تھا لیکن وہ فاقوں کا بوجھ زیادہ دنوں برداشت نہیں کر سکا بچہ جو تھا پھر ایک دن وہ بہتر مستقبل کی تلاش گھر سے بھاگ کر دنیا کے ہنگاموں میں کہیں گم ہو گیا۔ میں نے اس کی بہت تلاش کی لیکن وہ کہیں نہیں ملا۔" وہ خلا میں اداس نظروں سے گھورتے ہوئے بولی۔ "اب تو اس بات کو دو سال سے بھی زیادہ ہو گیا ہے۔"

"گھر کا سارا بوجھ گویا صرف تمہارے کاندھوں پر ہے۔"

"سوری۔" وہ تڑپ کر بولی۔ "میں اپنے نجی معاملات میں کسی کی دخل اندازی پسند نہیں کرتی۔"

"کیا میں تمہاری ماں سے مل سکتا ہوں۔"

"وہ —— وہ ایک مہلک مرض میں مبتلا ہیں میں آپ کو ان کے قریب جانے کا مشورہ نہیں دوں گی۔" اس نے بدستور خشک لہجے میں کہا پھر کچھ سوچ کر بولی۔ "آپ نے ابھی تک اپنے آنے کا مقصد نہیں بتایا۔"

"ہم —— میں تمہیں پسند کرنے لگا ہوں۔" میں نے بڑی سادگی سے جواب دیا۔ "تم اور تمہاری باتیں دونوں مجھے اچھی لگتی ہیں۔"

"چلے جائیے یہاں سے۔" وہ یکلخت بڑی حقارت سے بولی۔ "میں آپ کو پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ میں جسم فروشی کا کاروبار۔"

"بکواس بند کرو۔" میں نے اسے سختی سے مخاطب کیا۔ "پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔"

وہ میرے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لینے لگی اس نے جواب میں کچھ نہیں کہا تھا۔

"تم —— تم آج سے کیسینو نہیں جاؤ گی۔"

"میں اسے آپ کا حکم سمجھوں یا درخواست۔"

اس کے لہجے کی کاٹ نے میرے تن بدن میں آگ لگا دی۔ وہ ہر مرد کو شاید ایک ہی انداز میں دیکھنے کی عادی ہو چکی تھی۔ میں خاموش کھڑا اسے گھورتا رہا پھر تیزی سے لپکتا ہوا اس کمرے میں چلا گیا جہاں اس کی بوڑھی ماں ہڈیوں کے ایک پنجر کی صورت میں ایک جھلنگے پلنگ پر پڑی تھی۔

وہاں بیٹھنے کے لیے ایک اسٹول موجود تھا میں اسی پر بیٹھ گیا۔

"بیٹا ——" اس کی ماں نے بڑی نحیف آواز میں کہا۔ "تم کون ہو کیا کرتے ہو یہ تو مجھے نہیں معلوم لیکن نسیم نے مجھے بتایا تھا کہ اس کی خاطر تم ایک بدمعاش سے ٹکرا گئے تھے۔ خدا تمہیں اس نیکی کا اجر ضرور دے گا۔"

نسیم کمرے میں داخل ہو کر ماں کے قریب ہی رک گئی۔ وہ ابھی تک مجھے سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"آپ کا علاج ہو رہا ہے یا نہیں۔" میں نے بوڑھی عورت کا ہاتھ تھام کر بہت پیار سے پوچھا۔

"کبھی ہوتا ہے اور کبھی نہیں۔" نسیم نے جواب دیا۔ "ڈاکٹر کا مشورہ ہے کہ ماں کو کسی اچھے سے سینی ٹوریم میں داخل کر دیا جائے۔"

"پھر —— تم نے ابھی تک ڈاکٹر کے مشورے پر عمل کیوں نہیں کیا۔"

"اس کے لیے دولت کی ضرورت ہے اور میں۔" وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔ شاید وہ اپنی ماں کی موجودگی میں وہ بات نہیں کہنا چاہتی تھی جو میں سمجھ چکا تھا۔

"یہ میرا کارڈ ہے۔" میں نے اپنا کارڈ نکال کر نسیم کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "تم کل ہی کسی وقت مجھ سے ضرور مل لینا اور پرسوں تمہاری ماں کو یہاں کے سب سے اچھے سینی ٹوریم میں داخل بھی کر دیا جائے گا۔"

"اور ان سب مہربانیوں کے عوض مجھے کیا پیش کرنا ہو گا۔" نسیم کا لہجہ معنی خیز تھا۔ میں ضبط نہ کر سکا تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیسینو کے گندے ماحول کی آلائش اپنے ذہن سے نکال کر میری طرف غور سے دیکھو۔ اس دنیا میں بھائی اور بہنوں کے رشتے بھی ہوتے ہیں۔" میں نے اسے کرخت لہجے میں مخاطب کیا پھر وہاں رکا نہیں۔ غور سے اپنے جملے کا تاثر بھی اس کے چہرے پر نہیں دیکھ سکا۔ تیزی سے پلٹا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا مکان سے باہر نکل گیا۔ اس روز پہلی بار مجھے ایک عجیب سی خوشی اور طمانیت کا احساس ہوا تھا۔ شاید وہ انسانیت کا جذبہ تھا جس نے مجھے ایک روحانی مسرت سے پہلی بار روشناس کرایا تھا اور پھر میری خوشی دوسرے دن دوبالا ہو گئی جب میں نے نسیم کو اپنے آفس میں دیکھا اس روز اس کا چہرہ کسی قسم کے غازہ اور لپ اسٹک کے مصنوعی حسن سے قطعی بے نیاز تھا۔ اس کے چہرے پر طاری شرمندگی اس بات کی دلیل تھی کہ اسے اب رشتوں کے تقدس پر بھی اعتبار آچکا تھا۔

میں نے اسی وقت عارفہ کو اپنے کمرے میں بلا کر اس سے نسیم کا مختصر تعارف کرایا اور اسی کے ساتھ کام پر لگا دیا۔ دوسرے دن نسیم کی بوڑھی ماں کو سینی ٹوریم میں داخل کرا دیا اور اس کے ساتھ ہی نسیم کی رہائش کے لیے عارفہ نے اسی بلڈنگ میں دو کمروں کا ایک فلیٹ بھی حاصل کر لیا جس میں وہ خود رہتی تھی۔ مجھے خوشی تھی کہ ہر کام میری مرضی اور ہدایت کے عین مطابق ہو رہا تھا۔ نئی رہائش گاہ میں منتقل ہونے کے دوسرے روز نسیم میرے آفس میں داخل ہوئی تو اس کے چہرے سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کچھ پریشان سی ہے۔ میں نے بیٹھنے کے لیے کہا تو وہ خاموشی سے نظریں جھکا کر بیٹھ گئی۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ کچھ کہنا چاہتی ہے مجھے لیکن کہہ نہیں پا رہی چنانچہ میں نے اس کی مشکل حل کرتے ہوئے پوچھا۔

"کوئی خاص بات؟"

"سر۔ آپ نے ابھی تک میری تنخواہ کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا۔" وہ کچھ عجیب سے لہجے میں بولی پھر جلدی سے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ "آپ نے میرے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس کا شکریہ ادا کرنے کے بھی قابل نہیں ہوں لیکن ـــــ"

"لیکن کیا۔"

"آپ برا نہ مانیے گا سر۔ دراصل میں یہ چاہتی ہوں کہ میری اور امی کی ذات پر آپ کے جو اخراجات ہوں وہ آپ ہر ماہ میری تنخواہ سے سے ـــــ"

"نسیم۔" میں نے جذباتی انداز میں تیزی سے کہا۔ "کیا تم اس رشتے کے تقدس کا خیال بھی نہیں کرو گی جو میں نے تمہارے ساتھ قائم کیا ہے اور کیا اس رشتے کے بعد میرا تمہاری امی یا تمہارے اوپر کوئی حق نہیں بنتا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے سر مگر ـــــ"

"آگے اگر تم نے کچھ کہا تو مجھے دکھ ہو گا۔" میں نے اسے پیار بھری نظروں سے گھورتے ہوئے بڑی اپنائیت سے کہا۔ "میں نے تمہیں بڑے خلوص سے اپنی چھوٹی بہن کا درجہ دیا ہے۔ شاید اس لیے کہ میری اپنی کوئی بہن نہیں ہے۔ کیا میرے اس پیار کے جواب میں تم مجھے ایک ننھی منی بہن کی شوخ اور شریر مسکراہٹیں بھی نہیں دے سکتیں؟ رہا تمہاری تنخواہ کا معاملہ تو دفتر میں کام کرنے کے ناتے تمہیں فی الحال تین ہزار روپے ملیں گے جس کا اندراج باقاعدہ دفتر کے کھاتوں میں ہو گا۔ دوسری بات یہ کہ امی کے اخراجات میرے ذمے ہوں گے اس لیے تمہیں اس سلسلے میں سوچنے کی کوئی ضرورت نہیں اور دفتری معاملات سے ہٹ کر ایک بڑے بھائی کی حیثیت سے جو بھی کروں گا تم اس پر کوئی اعتراض نہیں کرو گی۔ ورنہ تمہارے پٹ جانے کا اندیشہ بھی لاحق ہو سکتا ہے۔ کیا سمجھیں؟"

اس نے جواب میں تشکرانہ نگاہوں سے دیکھا۔ اس کی پلکوں کے گوشے بھیگنے لگے تھے اس لیے وہ تیزی سے اٹھ کر چلی گئی اور میں حقیقتاً ایک بڑے بھائی کی طرح بہت دیر تک اس کی معصوم شخصیت کے بارے میں سوچتا رہا۔

☆

ریس کلب سے واپسی کے وقت ندیم اچھی خاصی رقم جیتنے کے باوجود مجھ سے شاکی تھا اس کا خیال تھا کہ میں نے اس کی مدد کی ہوتی تو وہ اور زیادہ بھی جیت سکتا تھا۔ اس کا خیال غلط نہیں تھا۔ میں اگر چاہتا تو کالکا کی مدد حاصل کر کے اسے ہر ریس کے ونگ ہارس کا نمبر بتا سکتا تھا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا تھا شاید وہ بھی اس صندلی انگوٹھی کی وجہ تھی جو میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ آئندہ صرف انتہائی ناساعد حالات میں کالکا سے اس وقت مدد حاصل کروں گا جب بچاؤ کا کوئی طریقہ باقی نہ ہو گا۔

"میں تمہاری کوئی بات سننے کو تیار نہیں ہوں۔" ندیم مجھ سے مخاطب تھا۔ "اس سے پیشتر میں تین چار موقعوں پر تمہیں آزما چکا ہوں اور میں پورے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ سب کچھ محض اتفاق نہیں تھا۔"

"ایک بات کہوں اگر ناگوار خاطر نہ گزرے۔"

"اجازت ہے۔" ندیم نے شاہانہ لہجے میں کہا۔

"میری کوشش ہے غلط کاموں سے دور ہی رہوں۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا پھر بات بناتے ہوئے بولا۔ "اب تک جو کچھ ہوتا رہا ہے تم اسے میری چھٹی حس کا کرشمہ بھی کہہ سکتے ہو لیکن اب میں نے طے کر لیا ہے کسی برے کام کے لیے ان مخفی قوتوں سے کوئی کام نہیں لوں گا۔"

"جوانی میں تمہارے منہ سے یہ بوڑھوں جیسی باتیں اچھی نہیں لگتیں۔"

"میرا مشورہ مانو تو تم بھی ان خرافات کو چھوڑ کر کوئی ڈھنگ کا کام شروع کر دو۔ مجھے یقین ہے کہ تمہاری محنت رائگاں نہیں جائے گی۔"

"تمہارے اس نیک مشورے پر مرزا غالب کا ایک شعر یاد آتا ہے

جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد
پر طبیعت ادھر نہیں آتی

"یہ کیوں نہیں کہتے کہ چھٹتی نہیں منہ سے یہ کافر لگی ہوئی۔"

جواب میں ندیم مسکرا دیا پھر کچھ توقف سے بولا۔ "کیا میں تم سے ایک سوال کر سکتا ہوں۔"

"اس تکلف کے بغیر بھی تم کو مجھ سے ہر سوال پوچھنے کا حق ہے۔"

"اس روز تم کیسینو میں نسیم کی خاطر تھا۔ داور جیسے خطرناک غنڈے سے کیوں ٹکرا گئے تھے؟" ندیم نے کہا۔ "مجھے اس بات کا علم تھا کہ داور کس درجے کا بدمعاش ہے اس لیے میں نے راجو کو خاص طور پر تمہارے ساتھ بھیجا تھا اور پھر وہی ہوا جس کا مجھے شبہ تھا۔ اگر راجو نے اس ولد الحرام کو اس وقت خون سے غسل نہ دیا ہوتا تو شاید تم اس وقت میرے ساتھ نہ ہوتے۔"

"تمہارا کیا اندازہ ہے؟" میں نے الٹا سوال کیا۔ میں نے نسیم کی خاطر داور کو اپنا دشمن بنانے کی حماقت کیوں کی ہو گی۔"

"میں تمہارے دل کا حال نہیں بتا سکتا لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ نسیم کال گرل ہونے کے باوجود بڑی پاک دامن لڑکی ہے۔ اس کی کچھ مجبوریاں اسے کیسینو تک لے آئی ہیں۔"

"تمہیں ان باتوں کا علم کس طرح ہوا؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"میں اپنے اردگرد کے ماحول اپنے ساتھ کام کرنے والوں سے غافل نہیں رہتا۔ داور ایک دو بار پہلے بھی نشے کی حالت میں نسیم کو چھیڑ چکا تھا پھر ایک دن میں نے داور کو تنبیہ کی تھی اگر اس نے دوبارہ بھی نسیم کو چھیڑا تو اس کے حق میں اچھا نہیں ہو گا۔"

"ندیم ـــ کیا تمہیں نسیم کی مجبوریوں کا علم بھی ہے؟"

"نہیں۔" ندیم بے پروائی سے بولا۔ "میں نے یہ جاننے کی کوشش کبھی نہیں کی یا یوں سمجھو کہ میری مصروفیتوں نے اتنا وقت ہی نہیں دیا کہ میں کچھ معلوم کر سکتا لیکن تم اس میں اس قدر دلچسپی کیوں لے رہے ہو؟"

جواب میں میں نے نسیم کے بارے میں ندیم کو تفصیل سے سب کچھ بتایا تو ایک لمحے کے لیے وہ بھی سنجیدہ ہو گیا پھر مسکراتے ہوئے بولا۔ "تم نے اسے اپنی چھوٹی بہن بنا لیا۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے۔ میں خود بھی کئی بار سوچ چکا تھا کہ اسے اس گندگی سے نکالوں لیکن وقت نے کبھی مہلت ہی نہیں دی۔ اب وہ ایک خوشگوار اور پرسکون زندگی گزار سکے گی۔ میں تمہارے جذبوں کو سلام کرتا ہوں لیکن مجھے تم سے ایک شکایت بھی ہے۔"

"وہ کیا ـــــ" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"اگر تم جیسے نیک لوگوں نے کام کر کر کے جنت میں ساری جگہ گھیر لی تو پھر میرا ٹھکانا کہاں ہو گا؟" ندیم نے وہ جملہ بڑی سنجیدگی سے کہا پھر ہم دونوں ایک ساتھ ہی بے اختیار قہقہے لگانے لگے۔ راستے بھر ہمارے درمیان نسیم اور اس کی بیمار ماں کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی پھر وہ مجھے میرے گھر پر اتار کر چلا گیا اور میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ ندیم کے اندر ابھی انسانیت کا جذبہ زندہ تھا۔

بڑھتے ہوئے کاروبار کے پیش نظر میں اس وقت اپنے دفتر میں بیٹھا انڈور انچارج وارثی سے نئے سیٹ اپ کے بارے میں تبادلہ خیالات کر رہا تھا جب عارفہ نے مجھے نرنجن لال کے آمد کی اطلاع انٹر کام پر دی۔ عارفہ کی اطلاع کے مطابق وہ اس وقت ویٹنگ روم میں موجود تھا لیکن اس کے ساتھ ایک آدمی اور بھی تھا۔ مجھے اپنی فتح کا یقین تھا وکرم اور شنکر کے حوالے کے بعد نرنجن لال کے سارے کس بل نکل گئے تھے لیکن وہ اتنی جلدی مجھ سے ملنے آ جائے گا مجھے اس کی توقع نہیں تھی۔

"عارفہ ـــ کیا تم اس آدمی سے واقف ہو جو نرنجن لال کے ساتھ آیا ہے؟"

"بظاہر وہ سکریٹری ٹائپ کی کوئی آسامی دکھائی دیتا ہے لیکن میں نے اس سے پیشتر اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

"ٹھیک ہے تم ٹھیک دس منٹ بعد صرف نرنجن لال کو اندر بھیج دینا۔" میں نے انٹر کام کا ریسیور رکھتے ہوئے وارثی کو مخاطب کیا۔ "مسٹر وارثی نرنجن لال مجھ سے ملاقات کی غرض سے آیا ہے لیکن اس کے ساتھ کوئی آدمی اور بھی ہے میں اس نووارد کے بارے میں تفصیل سے جاننا چاہتا ہوں۔ اگر آپ کو کوئی دشواری پیش آئے تو موبائل پر ٹونی سے رابطہ قائم کر کے یہ کام اس کے ذمے کر دیں۔ اس کی آمد تک میں نرنجن لال کو باتوں میں لگائے رکھوں گا۔ ٹونی کے یہاں پہنچنے تک آپ کو اس نووارد کی نقل و حرکت پر اس طرح نظر رکھنی ہو گی کہ اسے کسی قسم کا شبہ نہ ہو سکے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں جناب لیکن اگر ٹونی کے آنے سے پہلے ہی اس نے جانے کی کوشش کی تو۔"

"ایسی صورت میں آپ ہی کو زحمت کرنی ہوگی۔ مجھے صرف اس کا نام اور پتا درکار ہوگا۔ باقی باتیں میں اپنے ذرائع سے بعد میں بھی معلوم کرا سکتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" وارثی نے کہا پھر فائل اٹھا کر باہر نکل گیا۔

میری ہدایت کے مطابق ٹھیک دس منٹ بعد نرنجن لال کو میرے آفس میں داخلے کی اجازت مل گئی تھی۔ اس کا چہرہ کسی قسم کے جذبات کی ترجمانی سے یکسر عاری نظر آرہا تھا لیکن آنکھوں کی کیفیت اس بات کا کھلا ثبوت تھی کہ اسے میرے دفتر تک آنے میں جس سبکی سے دوچار ہونا پڑا تھا وہ اسے آسانی سے فراموش کرنے پر آمادہ نہیں ہوگا۔

میں نے بڑی گرم جوشی سے کھڑے ہو کر نرنجن لال کا استقبال کیا پھر اٹھ کر اس حصے کی طرف آگیا جسے میں نے مختصر سے ریٹائرنگ روم کی شکل دے رکھی تھی۔

"آپ کیا پینا پسند کریں گے، چائے کافی یا ــــــ"

"کچھ بھی نہیں۔" اس نے اپنی جھلاہٹ پر قابو پاتے ہوئے جواب دیا۔ "میں تمہیں صرف یہ بتانے آیا ہوں کہ میں نے شکلا کی ودھوا کو دس لاکھ کی ادائیگی کر دی ہے۔ تم چاہو تو فون پر اس سے تصدیق کر سکتے ہو۔"

"مجھے خوشی ہے کہ آپ نے اپنے ایک پرانے اور وفادار ساتھی کی موت کے بعد اس کی بیوہ کے ساتھ نیکی کا ثبوت دیا ہے۔" میں نے محتاط لہجے میں کہا۔ مجھے اس بات کا خدشہ لاحق تھا کہ کہیں وہ اپنی کسی جیب میں رکھے ننھے خفیہ ٹیپ ریکارڈر پر ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو ریکارڈ نہ کر رہا ہو۔ بظاہر وہ خود کو نارمل ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن مجھے احساس تھا کہ اس کے وجود کے اندر میرے خلاف نفرت اور حقارت کا لاوا ضرور ابل رہا تھا۔ اس نے یقیناً بڑی مشکلوں کے بعد خود کو اس بات پر مجبور کیا ہوگا کہ میرے دفتر تک آئے۔ حالات کی نزاکت نے اسے بے بس کر دیا تھا ورنہ اس وقت شہر میں اس کا شمار ان معززین میں ہوتا تھا جو کسی چھوٹے موٹے آدمی کو منہ لگانا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔

"کیا میں تم سے یہ دریافت کر سکتا ہوں کہ وکرم کے بارے میں تمہیں کس کے ذریعے اطلاع ملی تھی۔" اس نے خشک آواز میں پوچھا۔

"مجھے وکرم کے علاوہ شنکر کے بارے میں بھی۔"

"فارگیٹ ہم۔" وہ جھلا کر بولا۔ "اس وقت وکرم کا مسئلہ میرے لیے زیادہ اہم ہے۔" وہ تیزی سے میری بات

کاٹتے ہوئے بولا۔

"آپ پریشان نہ ہوں۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "وکرم آپ کا نام زبان پر نہیں لائے گا۔"

"تم اتنے وشواس سے کس طرح کہہ سکتے ہو کہ وہ اپنی زبان بند ہی رکھے گا۔" نرنجن نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سوال کیا۔

"مجھے اس بات کا اتنا ہی یقین ہے جتنا اس بات کا کہ شنکر اپنی گندی اور پراسرار قوتوں کے باوجود میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔" میں نے چبھتے ہوئے انداز میں کہا۔ "وہ سفلی عمل کا ماہر ضرور ہے لیکن کچھ قوتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو سفلی کے ہر پلید عمل کا توڑ بھی کر سکتی ہیں۔"

"کیا یہ ممکن نہیں کہ ہم دونوں ایک ساتھ مل کر کاروبار کریں۔" اس نے آخری پتا پھینکا۔ "پارٹنرشپ کے عوض میں تمہیں بغیر کسی کھاتے میں اندراج کے بیس لاکھ کی آفر دیتا ہوں اس کے علاوہ بیوپار میں ہونے والے منافعے میں ہم ففٹی ففٹی کے مالک ہوں گے۔"

"سوری سر۔" میں نے مسکرا کر اس کی آفر کو رد کرتے ہوئے کہا۔ "جس طرح زمین اور آسمان کا ملاپ مشکل ہے اس طرح ہمارے درمیان پارٹنرشپ کی بھی کوئی صورت نہیں نکل سکتی۔"

اسی وقت وارثی نے عارفہ کے ذریعے مجھے بتایا کہ ٹونی آچکا ہے۔

"تم ــــ" نرنجن لال نے تھوڑے توقف کے بعد سرد لہجہ اختیار کیا۔ "بہت جلدی آکاش میں اڑنے کے سپنے دیکھنے لگے ہو۔ پر ایک بات دھیان میں رکھنا جو سمے بیت جائے وہ پلٹ کر واپس نہیں آتا۔"

"میں جانتا ہوں۔ اکھاڑے میں جب دو پہلوان

اترتے ہیں تو ان میں سے ایک کی ہار ضرور ہوتی ہے۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "جیت کس کے بھاگ میں ہے اور ہار کس کا مقدر بنتی ہے اس کا فیصلہ تو آنے والا وقت ہی کر سکتا ہے۔"

"ہم شاید وکرم والی کمزوری کا فائدہ اٹھا کر نرنجن لال کو۔"

"اس شبہے کو ذہن سے نکال دو نرنجن لال۔" میرے لہجے میں تلخی آگئی۔ "میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ وکرم کی زبان تمہارا نام نہیں اگلے گی۔ یہ ایک مرد کا وعدہ ہے۔"

جواب میں نرنجن لال کسی زخمی ناگ کی طرح بل کھاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا پھر اس نے مجھ سے مزید کوئی بات کرنا پسند نہیں کیا تھا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کے تیور میرا جواب سن کر یکلخت خراب ہو گئے تھے۔

⁂

جس طرح زنگ لوہے کو اندر ہی اندر کمزور کر دیتا ہے اس طرح تسیم کی ماں کو اپنے گمشدہ بیٹے کی جدائی کے غم نے اندر سے کھوکھلا کر دیا تھا لیکن بروقت صحت مند ماحول اور مستند ڈاکٹروں کے علاج نے اس کی کیفیت پر خوشگوار اثر ڈالا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ زندگی کی طرف واپس لوٹ رہی تھی۔ سینی ٹوریم میں اس کو لاحق ہو جانے والی ٹی بی کا علاج نہایت باقاعدگی سے ہو رہا تھا جس وقت میں نے اسے وہاں داخل کرایا تھا اس وقت ڈاکٹر اس کی طرف سے زیادہ پرامید نہیں تھے مگر اب اس کے ناتواں جسم میں حرارت واپس آرہی تھی۔ مایوسی اور غم اگر ایک ساتھ انسان پر حملہ کر دیں اور سہارا دینے والا کوئی نہ ہو تو وہ ٹوٹ کر بکھرنے لگتا ہے یہی حالت اس غریب ماں کی بھی تھی جسے اپنی معصوم اولاد کے کھو جانے کا غم بھی تھا اور جوان بیٹی کی فکر بھی تھی لیکن میں اس کی زندگی میں ڈوبتے تنکے کا سہارا بن کر داخل ہوا تھا۔ میں نے اسے یقین دلایا تھا کہ اس کا گمشدہ بیٹا بھی ضرور مل جائے گا اور امید کی اسی کرن نے اسے سنبھالا دیا تھا۔ وہ لوگ جو بغیر غرض کے کبھی کسی لاچار کے کام آتے ہیں اور اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے ہیں ان کی خوشی کا اندازہ کوئی اور نہیں لگا سکتا۔ مجھے بھی بہت مسرت تھی کہ میں نے بروقت دو انسانی زندگیوں کو گھپ اندھیرے سے نکالنے کا نیک کام کیا تھا ورنہ شاید وہ بوڑھی اور بے سہارا ماں اسی گندے ماحول میں اپنے جھلنگے پلنگ پر پڑی پڑی اس دنیا سے کوچ کر جاتی اور پھر یہ بھی ممکن تھا کہ کیسینو کا ماحول اور اس کی آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر دینے والی تیز روشنیاں تسیم کو کسی آکٹوپس کی طرح اپنے شکنجوں میں جکڑ لیتیں اور ایک نیک اور پاکیزہ روح سوسائٹی کی غلاظتوں کی نذر ہو جاتی۔

وہ لوگ جو نشے کے عادی ہو جاتے ہیں اور مختلف نشوں میں دھت ہو کر گلیوں بازاروں اور سڑکوں پر ادھر اُدھر ڈگمگاتے پھرتے ہیں لوگ انہیں دیکھ کر نفرت اور حقارت سے منہ موڑ لیتے ہیں لیکن کبھی کوئی خدا کا بندہ ان منشیات کے عادی لوگوں کے دکھوں کی گہرائی میں جھانک کر دیکھنے کی زحمت گوارا نہیں کرتا جہاں یا تو درد سے پیدا شدہ کوئی ناسور ہوتا ہے یا پھر وہاں معاشرے کی کچھ ایسی کہانیاں رقم ہوتی ہیں جو فیشن، غلط ماحول اور اونچی سوسائٹی کے برتی قمقموں سے تحریر کی جاتی ہیں۔ بچہ ماں کے پیٹ سے منشیات کا عادی ہو کر نہیں پیدا ہوتا یا تو وہ بے راہ روی کا شکار ہو کر گھپ اندھیروں میں بے پناہ تلاش کرتا ہے یا پھر کسی غم کو غلط کرنے کے لیے اس مہلک زہر کا سہارا لیتا ہے جو ایک بار اس کے خون میں شامل ہو جائے تو نکالے نہیں نکلتا۔ دلدل میں پھنسے ہوئے کسی بدنصیب انسان کے مانند اتنا ہی ڈوبتا جاتا ہے جتنا ابھرنے کی کوشش کرتا ہے اور وہ جو اسے سہارا دے کر دلدل سے نکال سکتے ہیں وہ منہ موڑ کر کترا جاتے ہیں۔ انسانوں کی اس بے حسی نے کتنے گھروں کے روشن چراغ گل کر دیے تھے۔

میرے ذہن میں اس وقت کچھ ایسے ہی خیالات کا ہجوم تھا جب میں سینی ٹوریم سے تسیم کی ماں کو دیکھ کر واپس لوٹ رہا تھا۔ انسان جب کوئی نیکی کرتا ہے تو قدرت اسے اس کا پھل ضرور دیتی ہے۔ مجھے بھی تسیم کی شکل میں ایک معصوم اور بھولی بھالی چھوٹی بہن مل گئی تھی۔ میں بہن کی محبت سے محروم تھا مگر اب خدا نے میری محرومیوں کو دور کر دیا تھا لیکن جس طرح غم کے پیچھے ایک خوشی وقت کی منتظر رہتی ہے۔ اس طرح ہر خوشی کے پیچھے ایک دکھ بھی کروٹیں بدل رہا ہوتا ہے۔ مجھے بھی اکثر اس بات کا خیال ستانے لگتا تھا کہ جب تسیم شادی کے بعد اپنے گھر چلی جائے گی تو اس وقت ایک بہن کی وقتی جدائی کا احساس مجھے کس شدت سے ہوگا؟ بہرحال میں نے طے کر لیا تھا کہ کوئی اچھا اور مناسب رشتہ ملتے ہی اس کی بات پکی کر دوں گا۔ تسیم کے سلسلے میں ڈرتے ڈرتے میں نے اپنے والدین کو اصل صورت حال سے آگاہ کر دیا تھا اور اس وقت میری خوشی دوچند ہو گئی تھی جب میرے اس فعل کو مستحسن قرار دیا گیا تھا بالخصوص میری ماں نے میرے اس جذبے کو

بہت سراہا تھا۔

میں آنے والے کل کے بارے میں سوچتے سوچتے ذہنی طور پر بہت دور نکل گیا تھا پھر اگر میری چھٹی حس نے مجھے بروقت چونکا نہ دیا ہوتا اور میں نے گاڑی کو فل بریک لگا کر نہ روکا ہوتا تو اس سیاہ رنگ کی لینڈ روور سے ضرور ٹکرا گیا ہوتا جو سڑک کے درمیان میرا راستہ روکے کھڑی تھی۔ خطرے کا احساس میرے پورے وجود میں یکلخت سرایت کر گیا لیکن پھر اس سے پیشتر کہ میں گاڑی روک کر خود کو کسی جوابی کارروائی کے لیے تیار کرتا سڑک کے دونوں جانب سے چار نقاب پوش جو پہلے سے گھات لگائے بیٹھے تھے برق رفتاری سے دوڑتے ہوئے میرے قریب آ گئے وہ جدید اور خودکار اسلحہ سے پوری طرح لیس تھے۔

"خبردار اگر تم نے کسی قسم کی ہوشیاری دکھانے کی کوشش کی تو ہم بھون کر رکھ دیں گے۔" ایک نقاب پوش نے قریب آ کر کہا۔ "اگر زندگی عزیز ہے تو ہاتھ اوپر کر کے سیدھی طرح باہر آ کر ہماری گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔"

اس وقت شام کے سائے بھی پھیل کر گہرے ہونے شروع ہو چکے تھے اور سڑک پر دور دور تک کسی راہ گیر یا گاڑی کا نام و نشان تک نہیں تھا اس لیے وقتی طور پر میں نے ان کے حکم کی تعمیل کرنے میں عافیت سمجھی چنانچہ میں گاڑی کا انجن بند کر کے خاموشی سے نیچے آ گیا۔ ان کے حکم کے مطابق میں نے اپنے دونوں ہاتھ بھی فضا میں بلند کر لیے تھے لیکن وہ مجھ سے تعداد میں زیادہ ہونے کے باوجود خائف تھے یا پھر انہیں وہی حکم ملا تھا جس پر انہوں نے بجلی کی سی تیزی سے عمل کیا تھا۔

میں نے اپنی گاڑی سے نیچے اتر کر ہاتھ فضا میں بلند کیے۔ ان کی کار کی طرف قدم بڑھا رہا تھا کہ اچانک پشت سے کسی نے ایک گیلا رومال میری ناک پر رکھ دیا جس سے پھوٹنے والی خوشبو اتنی تیز تھی کہ میں چکرا کر رہ گیا۔

"کلوروفارم۔" میرے ذہن میں یہ خیال جتنی تیزی سے ابھرا اتنی ہی سرعت کے ساتھ میرا ذہن غنودگی کی کیفیتوں میں ڈوبتا چلا گیا پھر مجھے کچھ یاد نہیں رہا۔

میرے ذہن سے بے ہوشی کا اثر آہستہ آہستہ زائل ہو رہا تھا لیکن میں نے فوری طور پر آنکھیں کھولنے کی حماقت نہیں کی۔ گزری باتوں کو یاد کرنے لگا۔ میں تسیم کی بوڑھی ماں کو سینی ٹوریم سے دیکھ کر واپس لوٹ رہا تھا جب سڑک کے درمیان کھڑی ہوئی ایک سیاہ رنگ کی لینڈ روور نے مجھے گاڑی روکنے پر مجبور کر دیا تھا، اس کے بعد چار نقاب پوش دائیں بائیں سے "آناً فاناً" اپنی کمین گاہوں سے نکل سامنے آ گئے، وہ خودکار اور جدید اسلحہ سے لیس تھے اس لیے میں نے ان سے الجھنا دانشمندی کے خلاف سمجھا ان کی مرضی کے عین مطابق اپنی کار سے اتر کر ان کی کار کی طرف بڑھ رہا تھا جب اچانک ہی کسی نے پشت سے کلوروفارم میں بھیگا ہوا رومال میری ناک پر رکھ کر پوری قوت سے دبا دیا تھا اور اب جب کہ میرے ذہن سے غبار کے بادل چھٹ رہے تھے تو میں نے اس حقیقت کو محسوس کر لیا تھا کہ میں کسی پختہ فرش پر چت پڑا ہوں مجھے اس کا کوئی تاسف نہیں ہوا، جن لوگوں نے مجھے گن پوائنٹ پر اغوا کیا تھا ان سے کسی مہمان نوازی کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔

"لیکن مجھے کس مقصد کے لیے اغوا کیا گیا تھا؟ وہ لوگ مجھ سے کیا چاہتے تھے؟" میرے ذہن میں یہ سوال رہ رہ کر ابھر رہے تھے پھر یکلخت نرنجن لال کا نام میرے ذہن کے روشن ہوتے ہوئے پردے پر کسی نیون سائن کے بورڈ کی طرح سامنے آ گیا۔

وکرم کی گرفتاری، مجسٹریٹ کے روبرو اس کا شکلا کو قتل کرنے کا اقبالی بیان پھر میرے زور دینے پر نرنجن لال شکلا کی بیوہ کو دس لاکھ کی خطیر رقم کی ادائیگی کرنا اور نہ چاہنے کے باوجود میرے دفتر آ کر مجھ سے ملنا، یہ تمام باتیں میرے شبہے کی تصدیق کر رہی تھیں، جس روز وہ دفتر سے رخصت ہوا تھا اس روز بھی اس کی کیفیت اس زہریلے ناگ سے مختلف نہیں تھی جو اپنے شکار کو ڈسنے کے بجائے خود زخمی ہو جاتا ہے اور زیادہ خطرناک ہو جاتا ہے۔ میں نے جس انداز میں نرنجن لال کی پارٹنر شپ والی آفر ٹھکرا دیا تھا وہ بھی اسے میرے خلاف بھڑکانے کے لیے بہت تھی۔

میں نے اس بات کو خاصی دیر تک محسوس کرنے کے بعد کہ کمرے میں میرے سوا کوئی اور موجود نہیں ہے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں، میرا اندازہ غلط نہیں ثابت ہوا، میں ایک مختصر سے کمرے میں ننگے فرش پر پڑا تھا، بظاہر وہ کسی عمارت کا تہ خانہ ہی لگ رہا تھا، وہاں فرنیچر نام کی کوئی شے نہیں تھی، کمرے میں لوہے کا صرف ایک دروازہ تھا اس کے علاوہ خاصی بلندی پر ایک روشندان ایسی صورت میں کھلا نظر آ رہا تھا جس سے ہوا اور روشنی اندر آ رہی تھی لیکن اندر سے باہر نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔

میں اٹھ کر بیٹھ گیا میں نے اپنی جیبوں کو ٹٹولا، سوائے

میرے آٹومیٹک کے ہر چیز موجود تھی، میرے ذہن نے تیزی سے کام کرنا شروع کر دیا، میں چاہتا تو کالکا کی شکتی کو آواز دے سکتا تھا، مجھے یقین تھا کہ وہ آنے کے بعد پاسے کو میرے حق میں پلٹ سکتی تھی اور اپنی شکتی کے زور سے ان لوگوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار سکتی تھی جنہوں نے مجھے اغوا کیا تھا لیکن میں نے کالکا کو آواز نہیں دی میں دیکھنا چاہتا تھا کہ جن لوگوں نے مجھے اغوا کیا ہے وہ کون ہیں؟ کیا چاہتے ہیں؟ ان کے بارے میں سوچتے سوچتے یکلخت مجھے صندلی انگوٹھی کا خیال آیا، میں نے بڑی سرعت سے اپنے ہاتھ پر نظر ڈالی۔ کمبل پوش کی دی ہوئی وہ انگوٹھی بدستور میری انگلی میں موجود تھی۔

وہ لوگ جو مجھے اغوا کر کے لائے تھے وہ کسی لمحے بھی مجھے مزید پریشان کرنے یا اپنی خواہش کو پورا کرنے کی خاطر آ سکتے تھے۔ انہوں نے مجھے محض اغوا نہیں کیا ہوگا، اس واردات کی پشت پر یقیناً ان کا کوئی خاص مقصد ہوگا، یہ بھی ممکن تھا کہ وہ مجھے اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے کے بعد مرعوب کرنے کے خواہاں ہوں؟

میں ابھی ان تمام امکانی پہلوؤں کے بارے میں غور کر رہا تھا کہ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں کمرے میں تنہا نہیں ہوں، کوئی اور بھی میرے قریب موجود ہے۔ حالانکہ میں چند لمحے پیشتر اس چھوٹے سے کمرے کا بغور جائزہ لے چکا تھا لیکن میری چھٹی حس مجھے کسی اور کی موجودگی کا احساس دلا رہی تھی۔ میں نے تیزی سے پلٹ کر دیکھا اور پھر دیکھتا ہی رہ گیا۔

وہ ایک نازک سی خوش اندام دوشیزہ تھی، اس کا حسن دیومالائی کہانیوں کی دیویوں اور دیوداسیوں سے بھی زیادہ جاذب نظر تھا اس نے ایک باریک ساڑی پہن رکھی تھی جس کے اندر سے اس کے جسمانی نقوش حشر بپا کرتے نظر آ رہے تھے، اس کے دراز گیسو اس کے شانوں پر بکھرے ہوئے تھے، اس کے گلابی ہونٹوں کو کسی گلاب کی پنکھڑی سے تشبیہ دی جا سکتی تھی اور ان گداز ہونٹوں پر کھیلنے والی مسکراہٹ اتنی سحر آگیں تھی کہ میں ایک لمحے کو مبہوت ہو گیا، اس کی بادامی نگاہوں میں شراب کی تلچھٹ تھی، وہ اتنی پُر خمار تھیں کہ میرے ذہن پر ہلکا ہلکا نشہ سا طاری ہونے لگا، اس کے خوبصورت گالوں کی سرخی، کسی زاہد کی توبہ توڑنے کے لیے بہت کافی تھی۔ وہ اپنی تمام تر جسمانی حشر سامانیوں کے ساتھ مجھ سے صرف دو قدم کے فاصلے پر جیسے اپنے حسن کا جادو جگا رہی تھی، شاید کسی ماہر تراش نے اس کے جسمانی نشیب و فراز کو مرمر میں ڈھال کر اس میں روح پھونک دی تھی، بلاشبہ میں نے اپنی پوری زندگی میں اتنی خوبصورت، حسین اور بھرپور دوشیزہ نہیں دیکھی تھی۔ وہ مجھے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی، اس کے ہونٹوں پر کھیلنے والی قاتل مسکراہٹ میرے وجود کو گنگنا رہی تھی، اس کے شباب کا جادو مجھے خوابوں کی حسین اور پُر کیف وادیوں کی سیر کرا رہا تھا، مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔

اس تہ خانے میں جہاں میرے دشمنوں نے مجھے ایک قیدی کی حیثیت سے رکھا تھا وہاں اس نوخیز حسینہ کی موجودگی کا جو میرے دل و دماغ پر قیامت بن کر ٹوٹ رہی تھی بھلا کیا مقصد ہو سکتا تھا اور کمرے میں وہ کس راستے سے اور کس وقت داخل ہوئی تھی کہ مجھے اس کی بھی کوئی مطلق خبر نہیں ہو سکی تھی۔

"کیا میرے دشمن مجھے ایک ایسی نوخیز حسینہ کے ذریعہ تسخیر کرنا چاہتے تھے جو اپنا جواب آپ ہی تھی۔" میرے ذہن میں معاً یہ خیال تیزی سے ابھرا۔ دنیا میں ایسے بے شمار واقعات رونما ہو چکے ہیں جہاں کسی حسین عورت کی عشوہ طرازیوں نے دنیا کے نامور دانشوروں کو اس حسن بے مثال کی سواری کی خاطر گھوڑا بننے پر مجبور کر دیا تھا، تاریخ کے اوراق اس بات کے گواہ ہیں کہ کسی خوبرو ملکہ کی ابرو کا ایک اشارہ پا کر کشادہ پیشانی کی ایک شکن عدالت کے فیصلوں کا رخ موڑ دیا کرتی تھی، بڑے بڑے زاہدوں کی سالہا سال کی ریاضتیں اور زہد و تقویٰ کسی نوخیز دوشیزہ کی ایک توبہ شکن انگڑائی کے آگے ہیچ ہو چکے تھے میں تو قدرت کا ایک حقیر اور ناتجربہ کار بندہ تھا، میں نے خود کو اس کی نگاہوں کی فسوں خیزیوں سے بچانا چاہا لیکن اس کی آنکھوں میں ایسا سحر تھا جس نے مجھے پوری طرح تسخیر کر لیا تھا۔ میں اس کے وجود کے چھلکتے ہوئے ساغر میں ڈوب رہا تھا کہ میرے کانوں میں کمبل پوش بزرگ کی مانوس آواز ابھری۔

"کائی پر پیر رکھے گا تو پھسل جائے گا۔۔۔ قدم جما کر چلنے کی عادت ڈال ورنہ پھر تمام زندگی کنکوے کی طرح اڑتا پھرے گا۔"

"مجھے آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہے اے محترم بزرگ۔" میں نے دل ہی دل میں کہا۔ "میرا ہاتھ تھام لیجیے۔"

"طوفانی لہروں میں کود پڑا ہے تو اب ہاتھ پیر چلانا بھی

سیکھ لے نہیں تو کسی حقیر تنکے کی طرح موجوں کے رحم و کرم پر ڈگمگاتا رہے گا ـــــ بغلیں بجانا چھوڑ دے ـــــ پتھر پر پیشانی رگڑ رگڑ کر خود کو زخمی کر لے ـــــ پوبارہ ہو جائے گا۔"

"میرے محترم بزرگ، مجھے آپ کے سہارے کی ضرورت ہے۔" میں نے بڑی عاجزی اور انکساری سے کہا۔ "میں بھنور میں پھنس گیا ہوں۔"

"بگولا بن کر آسمان کی طرف اڑ جا۔ دوسروں کی انگلیاں تھامنے کی عادت چھوڑ دے۔"

"لیکن ـــــ"

"اپنے کام سے کام رکھ ـــــ دولتی چلانے کا فن سیکھ لے گرد اڑے گی تو کندن کی طرح دمک اٹھے گا۔"

"میں آپ کے اشارے کنایوں کو سمجھنے سے قاصر ہوں ـــــ مجھے آپ کی ہدایت ـــــ"

"سر کے بل الٹا کھڑا ہو جا ـــــ ورنہ آسمان گر پڑا تو ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جائے گا۔" بزرگ نے ایک بار پھر میری بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "کپڑے پھاڑ لے اور سڑکوں پر ٹھمکنا شروع کر دے۔ لوگ قہقہہ لگاتے ہیں تو لگانے دے ـــــ تو دہاڑیں مار مار کر رونا شروع کر دے۔ دھول اور مٹی اٹھا کر سر میں ڈال لے۔ اجلے کپڑوں کو سیاہ کر لے ـــــ سب کچھ الٹ پلٹ ہو جائے گا۔"

"یہ عورت جو میرے سامنے بیٹھی ہے کون ہے۔" میں نے تیزی سے پوچھا لیکن لوبان اور صندل کی ملی جلی خوشبو کا ایک جھونکا تیزی سے میرے قریب سے گزر گیا۔

"کہاں گم ہو۔ کن وچاروں میں کھوئے ہو؟"

"کالکا ـــــ" میں اس حسینہ کی آواز سن کر چونک اٹھا۔

"ہاں ـــــ تمہاری کالکا رانی۔" اس کے لہجے کی گھنٹیاں میرے کانوں میں گونج اٹھیں۔ "کیا تمہیں یاد نہیں۔ تم ہی نے تو ایک بار مجھے درشن دینے کو کہا تھا ـــــ"

"مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ دلدل سے نکالی ہوئی مورتی اتنی حسین بھی ہو سکتی ہے۔" میں نے اس کے حسن کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

"تم بڑے بھاگوان ہو۔" وہ شوخ نگاہوں سے جادو جگاتے ہوئے بڑے دل ربانہ انداز میں بولی۔ "میری بات کا وشواس کرو۔ تم اس دھرتی کے پہلے منش ہو جس نے مجھے مورتی کے بجائے ایک عورت کے روپ میں دیکھا ہے ورنہ بڑے بڑے رشی منی، پنڈت اور پجاری بھی برسوں بیٹھک لگانے کے بعد میری ایک جھلک بھی نہیں دیکھ سکے۔ مجھے حاصل کرنے کی کوشش میں نہ جانے کتنے بھگت اور سنیاسی

اپنی حسرت من ہی میں لیے پرلوک سدھار چکے ہیں۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تم مجھ پر اس قدر مہربان ہو۔"

"پرنتو مجھے تم سے ایک شکایت ہے۔" وہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بڑی ادا سے بولی۔ "دشمنوں نے تمہیں گھیرنے کی کوشش کی تھی اس سے تم اپنی کالکا کو یاد کیوں نہیں کیا؟"

مجھے معلوم تھا کہ صندلی انگوٹھی کی موجودگی میں میرے دل کا حال نہیں جان سکتی اس لیے میں نے نہا اطمینان سے کہا۔

"سب کچھ اتنی جلدی ہو گیا کہ مجھے خود بھی خطرہ احساس اس وقت ہوا جب انہوں نے کلوروفارم سنگھا مجھے بے ہوش کر دیا تھا۔"

"اب میرے لیے کیا حکم ہے۔" اس کا انداز داسیوں جیسا تھا۔

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ مجھے کن لوگوں نے اغوا ہے۔"

"تم یہ بات کالکا سے پوچھ رہے ہو جس کی شکتی اپار ہے۔" وہ خلا میں گھورتے ہوئے سنجیدگی سے بولی۔ "میں سمندر کی گہرائیوں میں بھی جھانک سکتی ہوں۔ تمہیں نرنجن لال کے آدمیوں نے راستے سے اٹھایا ہے۔"

"مگر کیوں؟"

"اس لیے کہ تم نے اپنے دفتر میں اس کا اپمان کیا تھا۔ وہ دشٹ یہی سمجھ رہا ہے۔" کالکا نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ "وہ ہر قیمت پر تمہیں اپنے راستے سے ہٹانے کے سپنے بن رہا ہے، تم نے ماسٹر ٹونی کو جس آدمی کا کھوج لگانے کو کہا تھا اس کا نام اگروال ہے جسے وکرم اپنا سیدھا ہاتھ سمجھتا ہے، نرنجن لال اس کو تمہارے دفتر اسی

لے گیا تھا تاکہ تمہارا چہرہ اسے دکھا سکے لیکن اسے اس کا موقع نہیں ملا۔ اگروال کو شنکر کی سہائتا بھی حاصل ہے، اسی کے کہنے پر نرنجن نے اگروال کو شکلا کی جگہ رکھا ہے۔"

"اب انہیں کس بات کا انتظار ہے۔"

"شنکر کا۔" کالکا نے اس بار کسی ناگن کی طرح پھنکارتے ہوئے کہا۔ "وہ پاپی کسی سے بھی یہاں پہنچ سکتا ہے، اس کا خیال ہے کہ اب جبکہ تم جال میں پورے پھنس چکے ہو وہ بڑی آسانی سے تمہیں شکار کر لے گا پرنتو اس کے من میں ایک کھٹکا بھی ہے۔"

"وہ کیا ـــــ"

"داور کے روپ میں اس نے تم پر جو وار کرنے کی کوشش کی تھی اس میں ناکام ہونے کے بعد اس کے من میں بھی شبہ پیدا ہو رہا ہے کہ کوئی چھایا تمہاری سہائتا کر رہی ہے۔"

"وہ سندر چھایا تم ہی ہو کالکا رانی جسے آج میں اتنے من موہ لینے والے روپ میں دیکھ رہا ہوں۔" میں نے بڑی لگاوٹ سے کہا۔

"نہیں۔" کالکا نے جواب دیا۔ "جب پنڈت بنسی دھر اس چھایا کا کھوج لگانے میں نراش ہو چکا ہے تو شنکر اس شکتی کی گرد تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔ میری بات کا وشواس کرو، ابھی تک میں بھی اس شکتی کا راز نہیں پا سکی۔"

"میں نے کہا نا۔ وہ پراسرار قوت تم ہی ہو۔"

"کالکا کا دل لبھانے کے کارن کہہ رہے ہو۔ کیوں۔"

وہ مسکرائی تو مجھے ایسا لگا جیسے گھپ اندھیرے میں کئی برقی قمقمے ایک ساتھ جگمگا اٹھے ہوں، وہ واقعی حسین تھی، خوبصورت تھی، چاہے جانے کے قابل تھی، میں اس کے شانوں پر بکھری زلفوں کو گھورتے ہوئے بولا۔

"کیا تمہیں میری بات کا یقین نہیں۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ دل کی گہرائیوں سے کہہ رہا ہوں۔"

"کاش میں اب بھی تمہارے من کا بھید جان سکتی۔" اس کا لہجہ معنی خیز ہو گیا۔ "کیا تم اپنی کالکا رانی کی سوگند کھا کر وشواس دلا سکتے ہو کہ تم بھی اس چھایا سے واقف نہیں ہو جو تمہاری سہائتا کر رہی ہے۔"

"کیا تمہیں میری زبان پر اعتبار نہیں ہے۔" میں سنجیدہ ہو گیا تو وہ تیزی سے بڑے پیار سے بھرے انداز میں بولی۔

"نہیں ـــــ تم اپنی کالکا رانی سے خفا مت ہونا۔ تمہارے کارن ہی تو آج برسوں بعد میں نے ایک ناری کا روپ دھارا ہے۔"

"کیا شنکر کے ساتھ اگروال بھی آ رہا ہو گا۔" میں نے گفتگو کا رخ بدلا۔

"تم کوئی چنتا مت کرو۔ کالکا کے ہوتے کوئی شکتی تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتی۔"

"پنڈت بنسی دھر کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔" میں نے جان بوجھ کر کالکا کو گمراہ کرنے کی خاطر کہا۔ "کہیں وہ اپنے جنتر منتر کے ذریعے میرے اور تمہارے درمیان کوئی دیوار تو نہیں کھڑی کر رہا۔"

"ہو سکتا ہے۔" کالکا نے سنجیدگی سے کہا۔ "اب مجھے اسے منڈل سے باہر نکالنے کا کوئی راستہ تلاش کرنا ہو گا۔"

"ایک بات کہوں۔" میں نے عاشقانہ انداز اختیار کیا۔ "اس سے پہلے کہ پنڈت بنسی دھر تمہیں مجھ سے جدا کر دے تم خود مجھے اپنے سندر اور کومل ہاتھوں سے ختم کر دو۔"

"ایسا مت کہو۔" وہ تڑپ اٹھی۔ "کالکا نے کیول تمہارے پیار کو پانے کے لیے خود کو ایک نیا روپ دیا ہے۔"

"کیوں۔ کیا تم نے نہیں کہا تھا کہ اگر بنسی دھر اپنے جاپ میں سپھل ہو گیا تو تم اس کی ہر آگیا کا پالن کرنے پر مجبور ہو جاؤ گی۔"

کالکا نے کوئی جواب نہیں دیا اس کی حسین آنکھوں میں غور و فکر کے تاثرات پھیل کر گہرے ہونے لگے تھے۔

"میری ایک بات مانو گی۔" میں نے بڑی اپنائیت سے کہا۔

"کہو۔"

"تم مجھے اس جگہ پہنچا دو جہاں بنسی دھر آلتی پالتی مارے بیٹھا تمہیں مجھ سے چھین لینے کے جاپ میں مگن ہے۔" میں نے کالکا کا دل جیتنے کی خاطر کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ وہ پرچھائیں جو میرے سر پر سایہ کیے ہوئے ہے وہ پنڈت بنسی دھر کو بھی منڈل سے باہر نکلنے پر مجبور کر دے گی۔"

کالکا کی نگاہوں میں امید کی ایک کرن روشن ہو گئی۔ اس نے بڑے مخمور انداز میں میری طرف دیکھا لیکن دوسرے ہی لمحے وہ خلا میں گھورتے ہوئے سنجیدگی سے بولی۔ "شنکر، اگروال اور اس کے سنگی ساتھی یہاں پہنچنے والے ہیں۔ مجھے بتاؤ، کیا میں ان سب کو نرک میں جھونک دوں۔"

"نہیں۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "اگر شنکر کو تم نے کوئی نقصان پہنچایا تو پنڈت جنبی دھر کے کان ضرور کھڑے ہوں گے۔"

"تم نہیں جانتے شہباز۔" کالکا نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔ "شنکر اس ناگ سے بھی زیادہ خطرناک ہے جس کے کاٹے کا کوئی منتر نہیں ہوتا اگر میں نے اسے شانت کر دیا تو بھی وہ چین سے نہیں بیٹھے گا۔ تمہیں مارنے کے لیے نئے نئے جنتر منتر آزماتا رہے گا۔"

"کیا تم شنکر اور اگروال وغیرہ کو یہاں آنے سے کچھ دیر کے لیے روک نہیں سکتیں۔"

"مجھے بتاؤ۔ تمہارے من میں کیا ہے۔"

"میں چاہتا ہوں کہ تم کسی طرح ڈی' ایس' پی سراج کو حالات سے باخبر کر دو۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں چاہتا ہوں کہ شنکر اگروال اور ان کے ساتھی رنگے ہاتھوں پکڑے جائیں تاکہ نرنجن لال کو بھی اس بات کا احساس ہو سکے کہ میں اس کے ہر وار کا توڑ کر سکتا ہوں۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔"

"کالکا۔" میں نے حالات اور موقع کی نزاکت کو نظر انداز کرتے ہوئے ایک بار پھر بڑی لگاوٹ سے کہا۔ "کیا میں تمہارے حسین اور خوبصورت جسم کو چھو کر محسوس بھی کر سکتا ہوں۔"

"نہیں۔" کالکا نے تیزی سے کہا۔ "جب تک میں نہ کہوں تم کبھی بھولے سے بھی میرے شریر کو ہاتھ لگانے کی کوشش مت کرنا۔"

"کیوں؟"

"جب دو شکتیاں آپس میں ٹکراتی ہیں تو ان میں سے کوئی ایک جل کر بھسم ہو جاتی ہے۔" کالکا نے معنی خیز انداز میں مجھے گھورتے ہوئے کہا پھر یکلخت وہ میری نگاہ سے اوجھل ہو گئی اور میں بڑی دیر تک اس کے حسین تصور سے دل بہلاتا رہا۔

پھر وہی ہوا جو میں نے کالکا سے کہا تھا' ڈی' ایس' پی سراج نے عین اسی وقت اپنے مسلح دستے کے ساتھ ریڈ کیا جب اگروال اور اس کے ساتھی مجھے موت کے گھاٹ اتارنے کے خطرناک ارادے سے تہ خانے میں داخل ہوئے تھے لیکن ان میں شنکر نہیں تھا' شاید کالکا نے اس کا راستہ کھوٹا کر دیا تھا یا پھر شنکر کی اپنی ناپاک اور گندی قوتوں نے اسے پیش آنے والے خطرے سے قبل از وقت آگاہ کر دیا تھا!

❁

ماسٹر ٹونی کے چہرے پر طاری گہری سنجیدگی اس بات کی غمازی کر رہی تھی کہ وہ مجھ سے خفا ہے' میں اس کے احساسات کو سمجھ رہا تھا' وہ حسب معمول مجھے پروجیکٹ کی تفصیل سے آگاہ کر رہا تھا' میں خاموشی سے اس کی باتیں سنتا رہا پھر جب وہ جانے کے لیے اٹھا تو میں نے اسے دوبارہ بیٹھنے کو کہا جواب میں اس نے ایک نظر میرے چہرے پر ڈالی پھر نظریں جھکا کر بیٹھ گیا۔

"خیریت۔" میں نے پوچھا۔ "آج تم خلاف توقع زیادہ ہی سنجیدہ نظر آ رہے ہو۔"

"کام کی زیادتی کی وجہ سے سر۔ ورنہ۔۔۔"

"نہیں۔" میں نے اس کی بات کاٹی۔ "کوئی اور بات بھی ہے جو تم مجھ سے کہنا چاہ رہے ہو لیکن کہہ نہیں رہے۔"

"ماسٹر ٹونی آپ کا ملازم ہے سر۔" اس کے لہجے میں شکوہ شامل تھا۔ "بھلا میں آپ سے کوئی آفیشل بات کیسے چھپا سکتا ہوں۔"

"میں سمجھ رہا ہوں کہ تمہارے اندر اس وقت ایک طوفان ٹھاٹھیں مار رہا ہے جو ان آفیشل ہے۔"

ٹونی نے کوئی جواب نہیں دیا' نظریں جھکا کر ہونٹ چبانے لگا۔

"مجھ سے ناراض ہو۔۔۔"

"تو سر۔۔۔" وہ مدھم آواز میں بولا۔ "میری کیا مجال ہے کہ آپ سے ناراض ہو سکوں۔ آپ مالک ہیں اور ماسٹر ٹونی۔۔"

"مجھے معلوم ہے تمہاری ناراضگی کا سبب۔" میں نے اس کے اندر چھپے خلوص کو اپنائیت سے سراہا۔ "کیوں؟ کیا میرا اندازہ غلط ہے؟"

"یور آر رائٹ سر۔" ماسٹر ٹونی نے مجھے شکایت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "مجھے اس بات کا افسوس ہے آپ نے مجھے اندھیرے میں رکھا۔ ویسے میرا ماتھا اسی دن ٹھنکا تھا جس دن آپ نے اس باسٹرڈ وکرم کا نام لیا تھا لیکن۔"

"لیکن کیا۔" میں نے اس کے چہرے پر طاری تاثرات کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

"ماسٹر ٹونی آپ کے حکم سے مجبور ہو گیا ورنہ اس سے پہلے کہ قانون کے ہاتھ وکرم تک پہنچتے میں اسے ختم کر چکا ہوتا۔"

"اور میں اپنے ایک اچھے اور کام کے آدمی سے محروم ہو جاتا۔"

"لو اینڈ وار (LOVE AND WAR) میں سب چلتا ہے سر۔" ٹونی پہلو بدل کر بولا۔ "غنڈوں اور بدمعاشوں کی دنیا کے اصول بھی الگ ہوتے ہیں اگر پہل ہماری جانب سے ہو جاتی تو اگروال جیسے تھرڈ ریٹ ڈرٹی ڈاگ کو آپ پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت کبھی نہ ہوتی۔"

"میں تمہاری بات سے متفق ہوں لیکن تم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ میں ایک ذمے دار پولیس آفیسر بھی رہ چکا ہوں اس لیے قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتا۔"

"لا اینڈ آرڈر۔" ماسٹر ٹونی نے سرسراتے لہجے میں جواب دیا۔ "ماسٹر ٹونی آج تک قانون کو نہیں سمجھ سکا۔ انسان موت کو سامنے دیکھ کر بھی قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتا اور قانون کسی مردہ آدمی کی زندگی واپس لوٹا نہیں سکتا۔ یہ مذاق نہیں تو اور کیا ہے۔ کم از کم آپ کو خبر تھی کہ وکرم آپ کے لیے خطرہ بن سکتا ہے۔ آپ نے قانون کا احترام کیا۔ اتفاق ہے کہ وہ پکڑا گیا لیکن اگر وہ اپنے ڈرٹی گیم میں کامیاب ہو جاتا تو کیا قانون آپ کی لائف کے لاس کو پورا کر سکتا تھا؟"

"میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں لیکن اب اس کے باوجود۔"

"تو باس نو۔" وہ جذباتی ہونے لگا۔ "ہولی فادر کی قسم اگر آپ کو کچھ ہو جاتا تو ماسٹر ٹونی اپنے آپ کو کبھی معاف نہ کرتا۔ مسٹیک ہم سے ہو گیا سر۔ وکرم کے بعد جب اگروال سامنے آ گیا تھا تو مجھے اس کو فرسٹ چانس میں ٹھکانے لگا دینا چاہیے تھا۔ سانپ کو جان بوجھ کر زندہ چھوڑ دینا بے وقوفی ہے اور ماسٹر ٹونی اپنی فلشنس کو مانتا ہے۔ آئی ایم سوری باس۔"

"میں تمہارے جذبے کی قدر کرتا ہوں لیکن میں نے وارثی کے ذریعہ تمہیں اس کے بارے میں صرف معلومات حاصل کرنے کی ہدایت کی تھی۔"

"لیکن وکرم کی طرح آپ نے مجھے اس کے بارے میں مارکٹائی کرنے سے منع بھی نہیں کیا تھا۔"

"بہرحال۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں اپنی فرم کی ساکھ کو خراب نہیں کرنا چاہتا۔ تمہیں اس وقت تک کوئی خوفناک قدم اٹھانے سے گریز کرنا ہوگا جب تک میری جانب سے اس قسم کی کوئی ہدایت نہ ملے۔"

"ماسٹر ٹونی کا بات سمجھنے کی کوشش کرو باس۔" اس نے بڑے سفاک انداز میں کہا۔ "جس دنیا سے وکرم اور اگروال جیسے لوگوں کا تعلق ہے وہ شریفوں کی سوسائٹی سے بہت مختلف ہے۔ وہاں ونر (WINNER) وہی ہوتا ہے جو پہلے وار کر جائے۔ کھلاڑی اگر آؤٹ آف پریکٹس ہو تو وننگ اسٹروک لگاتے وقت اس کے دل کی دھڑکن بڑھ جاتی ہے۔ وہ چانس لیتا ہے لیکن ڈرتے ڈرتے۔ میں بھی اس فیلڈ کو چھوڑ چکا ہوں۔ ریٹائر نہ ہو گیا ہوتا تو اگروال کے سامنے آتے ہی سمجھ جاتا کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھنے جا رہا ہے۔"

"بہرحال۔ اگروال اور اس کے ساتھی رنگے ہاتھوں گرفتار ہو چکے ہیں۔ اب ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"آپ نرنجن لال کو کیوں بھول رہے ہیں سر۔"

"نہیں۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "اب اگروال کی گرفتاری کے بعد وہ جلدی کوئی دوسرا چانس لینے کی حماقت نہیں کرے گا۔"

"لیکن اصلی جڑ تو وہی ہے باس۔"

"ڈونٹ وری۔ ڈی' ایس' پی' سراج ایک منجھا ہوا تجربہ کار پولیس آفیسر ہے۔" میں نے ٹونی کو سمجھانے کی کوشش کی۔ "وکرم اور ٹونی کے گرفتار ہونے کے بعد وہ حالات کی کڑیاں جوڑنے کی کوشش ضرور کرے گا۔"

"اگروال وکرم کا رائٹ ہینڈ ہے اور اگروال کو نرنجن لال نے شکلا کی خالی جاب پر رکھا تھا۔ کیا قانون کے لیے اتنا ہی کافی نہیں ہے۔"

"نہیں۔۔۔ تم غلطی پر ہو۔" میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ "تم میرے ایک شعبے کے انچارج ہو لیکن اگر تم کسی کا مرڈر کر دو تو اس کی ذمے داری بھلا مجھ پر کس طرح عائد کی جا سکتی ہے؟ تم شاید میرا مطلب سمجھ رہے ہو گے۔"

"باس۔" اچانک ٹونی نے میری بات نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔ "آپ کو پہلے وکرم اور اس کے بعد اگروال پر شبہ کس طرح ہوا تھا۔"

"تم اسے محض اتفاق بھی کہہ سکتے ہو۔"

"میں سمجھ رہا ہوں سر۔" ٹونی نے پہلو بدل کر کہا۔ "آپ ماسٹر ٹونی کو اندھیرے میں رکھنا چاہتے ہیں۔"

"ایک بات کہوں ٹونی۔ مانو گے۔"

"آپ صرف آرڈر کرو باس۔" وہ پھر جذباتی ہو گیا۔ "آپ کے حکم پر ٹونی کسی بلڈنگ کی آخری منزل سے بھی سر کے بل نیچے چھلانگ لگا سکتا ہے۔ آپ میرے محسن ہیں۔ صرف ایک بار مجھے خدمت کا موقع دو باس۔ گوی اولی

چانس' پلیز۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ صرف ایک ہفتے میں آپ کا راستہ بالکل صاف ہو جائے گا پھر نرنجن لال تو کیا اس کا ڈیڈ (DEAD) قادر کا سول بھی آپ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہیں کرے گا۔"

"میری بات غور سے سنو ٹونی۔" میں نے اس بار ٹونی کو کنٹرول کرنے کی خاطر قدرے تحکمانہ انداز میں کہا۔ 'مجھے اپنی بزنس ریپوٹیشن اپنی زندگی سے بھی زیادہ عزیز ہے اس لیے تم صرف اپنے کام سے کام رکھو۔ اپنے معاملات میں خود بھی ہینڈل کر سکتا ہوں۔"

"او' کے سر۔" ٹونی نے اٹھتے ہوئے بڑے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "میں آپ کے آرڈر کو اوبے کرنے کی کوشش کروں گا۔" پھر وہ رکا نہیں مجھے سلام کرتا ہوا آفس سے چلا گیا لیکن میں نے محسوس کر لیا تھا کہ اگر کبھی اسے میری زندگی کے خطرے میں پڑنے کی بھنک بھی ملی تو شاید وہ اپنی جان پر کھیل جانے سے دریغ نہیں کرے گا۔

ٹونی کے جانے کے بعد میں نے ایک فائل اٹھائی ہی تھی کہ نسیم اندر آگئی' وہ کچھ شرمندہ شرمندہ اور بجھی بجھی سی نظر آرہی تھی۔ میں اس کے احساسات کا اندازہ لگا سکتا تھا پھر بھی میں نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"کوئی خاص بات۔"

"مجھے افسوس ہے سر! کہ آپ کو میری اور امی کی وجہ سے اس حادثے سے دو چار ہونا پڑا۔" اس نے اپنا نچلا ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ اب اس حادثے کو بھول جاؤ۔"

"میری ایک گزارش ہے۔"

"کہو۔"

"آئندہ آپ امی کو دیکھنے کے لیے اکیلے سینی ٹوریم کبھی نہیں جائیں گے۔"

"پھر۔" میں نے اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"آپ اپنی حفاظت کے لیے کوئی باڈی گارڈ کیوں نہیں رکھ لیتے۔" وہ بڑے خلوص سے بولی۔ "اگر کوئی ایسا آدمی آپ کے ساتھ ہوتا تو شاید آپ کے دشمن اتنی آسانی سے آپ کو پریشان نہیں کر سکتے تھے۔"

"خیال ہے تمہارا جو انسان کی قسمت میں ہوتا ہے وہ ہر حال میں ہوتا ہے۔"

"لیکن یہ سب جو کچھ بھی ہوا اس کی ذمے داری کچھ میری ذات سے بھی وابستہ ہے۔" اس کے لہجے میں اپنائیت تھی۔

"ایک بات کہوں۔"

"جی۔"

"دفتری اوقات میں صرف دفتری باتیں کیا کرو۔" میرے لہجے میں محبت کی چاشنی بھی شامل تھی۔

"میں آپ کی احسان مند ہوں شہباز صاحب۔" اس کی پلکوں کے گوشے نم ہو گئے۔ "لیکن میں یہ پسند نہیں کروں گی کہ میرے وجہ سے ___"

"حماقت کی باتوں سے پرہیز کیا کرو۔" میں نے بڑی شفقت سے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارا بڑا بھائی ہوں اس لیے تمہیں ڈانٹنے کا اختیار بھی رکھتا ہوں۔ دفتر میں ڈانٹ ڈپٹ کروں گا تو لوگ تمہارا مذاق اڑائیں گے۔ اس لیے خاموشی سے اٹھو اور اچھی بچیوں کی طرح جا کر اپنا کام کرو۔"

"آپ ___ بہت عظیم شخصیت کے مالک ہیں۔" نسیم کی آنکھوں سے آنسو کے دو قطرے ڈھلک کر اس کے اپنے ہی دامن میں جذب ہو گئے۔

"پگلی۔" میں نے اسے محبت سے مخاطب کیا۔ "تم اتنی جذباتی ہو یہ تو میں نے اندازہ ہی نہیں لگایا تھا اور ہاں۔ ایک بات غور سے سن لو۔ جن بہنوں کے بھائی زندہ ہوتے

ہیں وہ کبھی آنسو نہیں بہایا کرتیں۔ شاباش اب جلدی سے آنسو پونچھو اور جا کر اپنا کام کرو۔ باقی باتیں میں تم سے کسی وقت فلیٹ پر آکر کروں گا۔"

نسیم نے بڑی تشکرانہ نظروں سے مجھے دیکھا' دوپٹے کے آنچل سے پلکوں پر لرزتے آنسوؤں کو پونچھتی ہوئی اٹھی اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی نظریں جھکائے دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔

نسیم کے جانے کے بعد بھی میں بڑی دیر تک اس کے بارے میں غور کرتا رہا' دنیا میں اچھے اور برے اقسام کے لوگوں کی کمی نہیں ہے' جو لوگ اوپر سے بڑے صاف دل کے مالک نظر آتے ہیں وہ اکثر اندر سے بہت کڑوے بھی نکل سکتے ہیں' وقت جس رفتار سے آگے بڑھ رہا ہے اور زمانہ جس انداز میں ترقی کر رہا تھا اس میں رشتوں کا تقدس بتدریج کم ہوتا جا رہا تھا' انسان انسان نہیں روبوٹ ہو گیا تھا جو مشینی انداز میں آگے کی سمت قدم اٹھا رہا تھا' اس کے پاس اتنی فرصت نہیں تھی کہ پلٹ کر پیچھے کی جانب دیکھتا جہاں انسانی تہذیب اور معاشرے کے رسم و رواج سسک سسک کر دم توڑ رہے تھے۔ ترقی کی اس دوڑ نے انسان کو ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی خاطر بڑا کم ظرف اور خود غرض بنا دیا تھا' جذبوں کی صداقت پرکھنے کی مہلت کس کے پاس تھی ___؟ میں نے نسیم کو ایک گندے ماحول سے نکال کر کھلی اور صاف فضا میں سانس لینے کا موقع فراہم کیا تھا۔ ایک دم توڑتی ہوئی ماں کو زندگی کی طرف واپس لانے کی کوشش کی تھی' یہ انسانیت کا تقاضا بھی تھا اور فرض بھی ___ نسیم کو قریب لانے کے بعد مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے مجھے اچانک میری گم شدہ چھوٹی بہن مل گئی لیکن لوگوں کی زبان پر تالے بھی نہیں ڈالے جا سکتے تھے وہ اپنی حیثیت اور خصلت سے مجبور ہو کر میرے اور نسیم کے سلسلے میں انگشت نمائی کا سبب بھی بن سکتے تھے اور میں نہیں چاہتا تھا کہ نسیم کا اجلا دامن داغ دار ہو چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ پہلی فرصت میں کوئی اچھا رشتہ دیکھ کر اس کی شادی کر دوں گا۔ امی اور والد صاحب نے بھی یہی مشورہ دیا تھا۔

بہت دیر تک میں اپنے خیالوں میں گم رہا پھر میں نے پیدا کیے جانے والے حادثے' شنکر' نرنجن لال اور اس کی کمینگی پر غور کیا تو میری پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ بڑے بوڑھوں کے جملے میرے ذہن میں بازگشت بن کر گونجنے لگے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ قانون کسی مردہ جسم میں نئی روح نہیں پھونک سکتا' اکثر لوگوں کو اس کے احترام کا بڑا تلخ صلہ ملتا ہے' میرے لیے بھی زیادہ دنوں تک درگزر کی عادت مہلک اور نقصان دہ ثابت ہو سکتی تھی' میرے لیے اب جوابی کارروائی بڑی حد تک ضروری ہو گئی تھی چنانچہ میں نے ہاتھ بڑھا کر ڈائریکٹ ٹیلی فون کا ریسیور اٹھایا اور نرنجن لال کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ رابطہ قائم ہونے میں مجھے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا' دوسری جانب سے نرنجن لال نے اپنا پرسنل فون خود ہی ریسیو کیا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ تمہیں اپنے مقصد میں ناکامی کی اطلاع مل چکی ہوگی۔" میں نے خشک اور سرد آواز میں کہا۔

"میں سمجھا نہیں۔"

"وکرم کے بعد اگروال اور اس کے ساتھی بھی رنگے ہاتھوں پکڑے گئے ہیں۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ سنبھل کر قدم اٹھانے کی عادت ڈالو مگر تم کچھ زیادہ ہی تیزی دکھانا چاہ رہے ہو۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا کہ تم کیا فضول بکواس کر رہے ہو۔" اس بار نرنجن لال نے بڑی سرد مہری سے جواب دیا۔

"جنگلی جانور بھی ایک بار جس راستے پر چوٹ کھا جاتا ہے اسے بدل دیتا ہے لیکن تم ___"

"بکواس نہیں۔ فون کرنے کا مقصد بیان کرو۔" وہ کسی زخمی جانور کی طرح تڑپ کر بولا۔

"میں تمہیں آخری وارننگ دے رہا ہوں مائی ڈیئر نرنجن لال۔ اب بھی وقت ہے' مجھ سے الجھنے یا نقصان پہنچانے کا خیال اپنے دل سے نکال دو ورنہ بڑے خسارے میں رہو گے۔"

"شٹ اپ۔ تم شاید اپنی اوقات بھول رہے ہو۔"

"ابھی وکرم اور اگروال نے تمہارا نام نہیں لیا ہے لیکن اگر ایسا ہوا تو ___"

"بند کرو فون۔" نرنجن لال نے خلاف توقع گرجتے ہوئے کہا۔ "میرے پاس تم جیسے لوگوں سے بات کرنے کا وقت نہیں ہے۔ دوسری بار مجھے فون کرنے کی حماقت مت کرنا۔"

"گویا تم مجھے جوابی کارروائی کے لیے مجبور کر رہے ہو۔" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"تم ___ اور نرنجن لال سے مقابلہ کرو گے۔" اس کی آواز میں امارت کا احساس تھا۔ "اپنی اوقات میں رہنے کی عادت ڈالو۔"

پھر اس سے پیشتر کہ میں کوئی جواب دیتا دوسری جانب سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا' میں نے سختی سے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا لیا' نرنجن لال کے آخری جملے نے میرے تن بدن میں جیسے آگ لگا دی تھی!

☆

ڈی' ایس پی' سراج کی آمد میرے لیے کچھ ایسی غیر متوقع بھی نہیں تھی' وہ دو روز سے مجھے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر رہا تھا اور عارفہ میری ہدایت کے مطابق کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے ٹال رہی تھی' ایسی صورت میں سراج نے مجھ سے گھر پر ہی ملنا ضروری سمجھا ہوگا' فائل کا پیٹ بھرنے کی خاطر اسے مجھ سے بہت ساری معلومات حاصل کرنی ضروری تھیں اور میں فی الحال نرنجن لال کی شخصیت کو اپنے اور قانون کے درمیان نہیں لانا چاہتا تھا' اس نے براہ راست میری ذات پر حملہ کیا تھا اس لیے میں بھی اسے اسی انداز میں جواب دینا چاہتا تھا۔

بہرحال جب ملازم کی زبانی مجھے علم ہوا کہ اس وقت والد صاحب گھر پر نہیں ہیں تو مجھے زیادہ خوشی ہوئی' ان کی موجودگی میں سراج سے کھل کر کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی' میں نے ملازم کو چائے وغیرہ تیار کرنے کی ہدایت کی پھر ڈرائنگ روم میں آگیا جہاں سراج بڑی بے چینی سے میرا منتظر تھا۔ ہر چند کہ اس کے چہرے پر تھکن کے گہرے اثرات موجود تھے لیکن مجھے دیکھتے ہی اس نے بڑی گرمجوشی سے کہا۔

"خدا کا شکر ہے کہ اس وقت میری محنت رائگاں نہیں گئی۔"

"مجھے میری سکریٹری نے اطلاع دی تھی کہ آپ کئی بار مجھے فون کر چکے ہیں لیکن کام کی مصروفیات کی وجہ سے میں آپ کو رنگ بیک کرنا بھول گیا۔ آئی ایم سوری فار دیٹ۔"

"نیور مائنڈ۔"

"اور سنایئے۔" میں نے سراج کے برابر ایک خالی صوفے پر بیٹھتے ہوئے مسکرا کر پوچھا۔ "کوئی نئی تازہ خبر۔"

"حیرت ہے۔" اس نے مجھے تعجب سے گھورتے ہوئے کہا۔ "آپ کے ساتھ اتنا بڑا سانحہ گزر گیا اور آپ کو اس کی کوئی پروا نہیں۔"

"موت اور زندگی خدا کے ہاتھ ہے پھر پریشان ہونے سے فائدہ۔" میں نے پھر بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "فرمایئے۔ اس وقت کیسے زحمت کی۔"

"مجھے آپ سے ضروری باتیں دریافت کرنی ہیں۔" سراج نے اصل مقصد کی سمت آتے ہوئے کہا۔ "کیا آ اس اغوا کے حادثے کے سلسلے میں کسی پر شبہ کر ر ہیں۔"

"اگروال نے کیا بیان دیا ہے۔" میں نے الٹا سوا کیا۔ "کیا اس نے نہیں بتایا کہ مجھے کس کے اشارے اغوا کیا گیا تھا۔"

"نہیں۔ ابھی تک اس نے اپنی زبان بڑی سختی سے کر رکھی ہے۔ ہم اپنے تمام حربے آزما چکے ہیں لیکن وہ سخت جان ثابت ہو رہا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ میں آپ کو اس حادثے کی تفصیا کلورو فارم تک سنا چکا ہوں اس کے بعد اگر آپ بروقت مجھے بازیاب نہ کیا ہوتا تو شاید اگروال اور اس ساتھی مجھے ٹھکانے لگا چکے ہوتے۔"

"مجھے یاد ہے مسٹر شہباز۔" سراج نے میرے چہرے کسی ماہر پولیس آفیسر کے انداز میں نظر جمائے ہوئے کہا۔ "آپ نے وکرم کے سلسلے میں کہا تھا کہ میرے اور آپ درمیان جو بھی گفتگو ہوگی وہ آف دی ریکارڈ ہوگی اور اس کی کوئی وجہ بھی دریافت نہیں کروں گا۔"

"اور مجھے خوشی ہے کہ آپ ابھی تک اپنے وعدہ قائم ہیں۔"

"مسٹر شہباز۔" سراج نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "

پ کو اس بات کا علم ہے کہ مجھے آپ کے اغوا ہونے کی اطلاع اور اس کوٹھی کی نشاندہی کس نے کی تھی جہاں آپ کو رکھا گیا تھا۔"

"یقیناً وہ بھی اگروال کے گروہ کا کوئی آدمی رہا ہوگا جو کسی وجہ سے ان سے ٹوٹ گیا ہوگا۔" میں نے انجان بنتے ہوئے کہا۔

"جی نہیں۔" سراج بدستور میرے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیتے ہوئے بولا۔ "آپ کے اغوا کی اطلاع اور اس جگہ کی نشاندہی وکرم نے کی تھی۔ وکرم جو اگروال کو اپنا دست راست سمجھتا ہے۔"

"آئی سی۔" میں نے ایک بار پھر اداکاری کی۔ "اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ کسی خاص وجہ سے وکرم اور اگروال کے درمیان بھی ٹھن گئی ہے ورنہ وکرم کو اگروال کے خلاف مخبری کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"اس سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ وکرم کو میں نے اپنے خاص آدمیوں کے پہرے میں حوالات میں رکھا ہے اس کے باوجود اسے آپ کے اغوا کی اطلاع کس طرح مل گئی؟"

"کیا وکرم نے اس سلسلے میں کچھ نہیں بتایا۔"

"نہیں۔ البتہ وہ جس وقت کوئی خاص پیغام دینے کے سلسلے میں میرے دفتر لایا گیا تھا اس وقت فوری طور پر میرے ذہن میں یہی خیال ابھرا تھا کہ اس کا انجام بھی محسن علی جیسا ہوگا لیکن وہ ابھی تک زندہ و سلامت ہے۔"

میرے ذہن میں کالکا کے جملے گونج اٹھے' اس نے محسن علی کی موت کے سلسلے میں یہی کہا تھا کہ محسن علی نے چونکہ مجھے پھنسانے کی کوشش کی تھی اس لیے اسے اس کی سزا ملنی ضروری تھی' اس وجہ سے اس نے شنکر اور محسن علی کی پراسرار موت کے درمیان آنے کی ضرورت نہیں محسوس کی تھی' اس کے ساتھ کالکا نے مجھ سے وعدہ کیا تھا وہ وکرم کے سلسلے میں شنکر کی گندی قوتوں کو کامیاب نہیں ہونے دے گی۔ شاید اسی لیے وکرم ابھی تک زندہ ہے۔

"آپ غالباً اس وقت کسی سوچ میں گم ہیں۔" سراج نے میری خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "کیا میں یہ سمجھوں کہ آپ کی چھٹی حس پھر آپ کو کوئی اشارے دے رہی ہے۔"

"جی نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا پھر سنجیدگی سے پوچھا۔ "مجھے جس عمارت کے تہ خانے سے برآمد کیا تھا وہ کس کی ملکیت ہے۔ بظاہر بڑی سنسان اور ویران دکھائی دے رہی تھی۔"

"وہ ایک کلب ڈانسر کا بنگلا ہے جو کئی مہینوں سے خالی پڑا ہے۔ میں اس ڈانسر سے مل چکا ہوں' وہ اس کیس کے سلسلے میں کسی اہم پہلو سے واقف نہیں ہے اور میں اس بات کی تصدیق بھی کر چکا ہوں کہ مختلف مقامی اخبارات میں اس عمارت کے لیے برائے فروخت کا اشتہار شائع ہو چکا ہے لیکن ابھی تک کسی نے اسے خریدنے کی کوشش نہیں کی۔"

"ہو سکتا ہے کہ اگروال اور اس کے ساتھیوں نے مجھے اسی لیے وہاں رکھا ہو کہ وہ شہر سے دور ہے جہاں آسانی سے کسی کا گزر ممکن نہیں۔ تخریب کاری کے کاموں کے لیے خاصی مناسب جگہ ہے۔"

"کل دوپہر مجھے کسی نوواردکی جانب سے ایک اور کال موصول ہوئی تھی۔" سراج نے میری بات پر کسی رائے کا اظہار کیے بغیر سنجیدگی سے کہا۔ "اس کے بیان کے مطابق نرنجن لال نے اگروال کو شکلا کی جگہ ملازم رکھا تھا لیکن۔۔۔"

"لیکن کیا۔" میں نے تیزی سے دریافت کیا۔

"میں نرنجن لال سے بھی مل چکا ہوں۔ اس نے اس خبر کو بے بنیاد اور لغو قرار دیا ہے۔" سراج بولا۔ "اس کا خیال ہے کہ کچھ لوگ اسے بلاوجہ ملوث کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

میں جواب میں مسکرا دیا پھر ملازم چائے کی ٹرالی لیے اندر داخل ہوا تو کچھ دیر کے لیے ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو کا رخ تبدیل ہو گیا' میرے اشارے پر ملازم ہی نے سروس کے فرائض انجام دیے تھے' اس کے جانے کے بعد سراج نے پھر موضوع بدل دیا۔

"مسٹر شہباز۔ کیا آپ میرے ایک سوال کا جواب دے سکتے ہیں۔"

"سوال کی نوعیت اور میری معلومات پر منحصر ہے۔" میں نے چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔

"شکلا کے قتل کے سلسلے میں وکرم نے ابھی تک اس شخص کا نام نہیں لیا جس نے اسے اس کام پر مامور کیا تھا اور آپ نے جو بات کہی تھی وہ بھی مجھے اچھی طرح یاد ہے۔" سراج نے پہلو بدل کر کہا۔ "آپ کی یہی خواہش تھی کہ نرنجن لال کا نام فی الحال درمیان میں نہیں آنا چاہیے۔"

"ہاں۔ میں نے اسی خواہش کا اظہار کیا تھا۔" میں یکلخت سنجیدہ ہوگیا۔

"کوئی خاص وجہ۔" سراج نے میرے چہرے کے بدلتے تاثرات کا بغور جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ "اگر میری اطلاع غلط نہیں ہے تو وہ شکلا کی بیوہ کو اس رقم کی ادائیگی کرچکا ہے جس کے لیے آپ نے کہا تھا۔"

"میں آپ کی اطلاع کی تردید نہیں کروں گا۔"

"کیا موجودہ کیس میں بھی نرنجن لال کو مشتبہ سمجھا جا سکتا ہے۔"

"مشتبہ۔" میں زہر خند لہجے میں بولا۔ "اگروال نے جو کچھ کیا ہے وہ نرنجن لال کے اشارے پر ہی کیا ہے۔"

"اور دکرم کو اس کی اطلاع کس طرح مل گئی۔"

"ہو سکتا ہے کہ اس سلسلے میں بھی کچھ پراسرار قوتیں اپنا کام کر رہی ہوں۔" میں بدستور سنجیدہ تھا۔ "آپ کی یہ اطلاع اپنی جگہ سو فیصد درست ہے کہ دکرم اگروال کو اپنا دست راست سمجھتا ہے اور ہوش و حواس میں اگروال کے خلاف وہ اپنی زبان سے ایک لفظ بھی نہیں اگل سکتا۔"

"نہیں۔ لیکن مجھے اس بات کی توقع ضرور تھی اور اب بھی ہے کہ نرنجن لال جیسا خبیث آدمی اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے گا جب تک اسے کوئی مناسب سبق نہ دیا جائے۔" میرے لہجے میں خاصی تلخی شامل تھی۔

"اس ضمن میں میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں؟"

"میری صرف اتنی درخواست ہے مسٹر سراج کہ آپ ان تمام باتوں کا کوئی ذکر والد صاحب سے نہیں کریں گے۔"

"میں سمجھتا ہوں کہ لیکن اس کے ساتھ ہی ایک اہم بات میں بھی آپ سے دریافت کرنا چاہوں گا۔"

"کیا۔"

"ممکن ہے میرا اندازہ غلط ہو۔" سراج نے معنی خیز آواز میں کہا۔ "لیکن میرا خیال ہے کہ آپ اس پراسرار قوت سے کسی حد تک ضرور واقف ہیں جس نے محسن علی کو حیرت انگیز طور پر موت سے ہمکنار کیا تھا' اسی قوت کی وجہ سے دکرم جیسے شاطر آدمی نے مجسٹریٹ کے روبرو اپنا اقبالی بیان قلم بند کرایا اور اب اسی نادیدہ طاقت کے زیر اثر دکرم اگروال کے خلاف زبان کھولنے پر مجبور ہوگیا ورنہ شاید میں بروقت آپ کو مجرموں کے قبضے سے بازیاب نہ کر سکتا۔"

"ہو سکتا ہے آپ کا خیال درست ہو۔" میں نے گول مول انداز میں جواب دیا۔

"اور کیا میرا یہ اندازہ بھی درست ہے کہ آپ اپنے دست راست نرنجن لال کو کوئی مناسب سبق دینا چاہتے ہیں؟"

"میں نے اس سلسلے میں ابھی تک کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"میں آپ کو اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔" سراج نے مجھے سمجھانے کی کوشش کی۔ "آپ بذات خود ایک پولیس آفیسر رہ چکے ہیں اور اچھی طرح جانتے ہیں کہ قانون کو ہاتھ میں لینے والے اکثر خسارے میں رہتے ہیں۔"

"اب میں صرف ایک بزنس مین ہوں۔" میں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ "اور بزنس میں کامیابی کا پہلا اصول یہ ہے کہ انسان کو نفع و نقصان کی فکر کرنے کے بجائے اپنے اصولوں پر کاربند رہنا چاہیے' فائدہ یا گھاٹا تو وقتی باتیں ہوتی ہیں۔"

"بنائے مخاصمت وہی ٹینڈر تو نہیں جس نے نرنجن لال کو کانٹوں کی سیج پر لوٹنے پر مجبور کر دیا ہے۔"

"آپ کا کیا خیال ہے؟ کیا وہ محض تفریح طبع کی خاطر میرے خلاف اوچھے ہتھکنڈے اختیار کر رہا ہے۔" میرے لہجے میں طنز تھا۔

ڈی 'ایس' پی سراج نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ بلاشبہ ایک دور اندیش اور تجربہ کار پولیس آفیسر تھا جو حالات کے پیش نظر مجھے خطرات سے دور رکھنا چاہتا تھا۔ خاصی دیر تک وہ کسی سوچ میں گم رہا پھر ایک طویل سانس لے کر بولا۔

"مسٹر شہباز اگر آپ چاہیں تو میں نرنجن لال کو آپ کی خاطر حراست میں لے سکتا ہوں۔"

"کس جرم کی پاداش میں؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"بغیر کسی ٹھوس ثبوت کے کسی باحیثیت شخص پر ہاتھ ڈالنا میرے اصول کے خلاف ہے لیکن۔۔۔"

"آپ صرف میری خاطر اتنا بڑا رسک لیں گے۔"

"ایک بار دکرم کے سلسلے میں آپ نے جو کچھ کہا تھا وہ حرف بحرف صحیح ثابت ہو چکا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ نرنجن لال کے ہاتھ بھی بالکل صاف نہیں ہوں گے۔ مجھے بذات خود بھی اس کی شخصیت پر شبہ ہے۔ رہا جرم کی پاداش کا سوال تو میں جانتا ہوں کہ کس کیس کو کس طرح ہینڈل کیا جا سکتا ہے۔ کسی شخص کو کسی جرم میں ملوث کرنے کے لیے پولیس کے پاس ہزار ذرائع ہوتے ہیں البتہ آپ سے میری ایک درخواست ضرور ہے۔" سراج نے ٹھوس لہجے میں

کہا۔ "آپ صرف ایک بار مجھے زبانی سہی لیکن اس بات کا یقین دلادیں کہ دکرم اور اگروال کی پشت پر نرنجن لال کا ہاتھ کام کر رہا ہے۔ باقی کا کام میرا ہوگا۔"

"نہیں۔" میں نے اس بار سرسراتے انداز میں جواب دیا۔ "خود شکار کرنے میں جو ایڈونچر ہے وہ کسی دوسرے کے مارے ہوئے شکار کو کھانے میں نہیں ہوتا۔"

"کیا یہ آپ کا آخری فیصلہ ہے۔" سراج نے اس بار ڈل لہجے میں دریافت کیا۔

"نہیں۔ ابھی میں نے کوئی آخری فیصلہ نہیں کیا۔۔۔ البتہ اکثر کچھ حالات اچانک ایسے پیش آجاتے ہیں کہ انسان کو اپنے بچاؤ کی خاطر ہاتھ پاؤں بھی مارنے پڑتے ہیں اور ایسے حالات کبھی پہلے سے کہہ کر رونما نہیں ہوتے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "سب کچھ وقت کی نوعیت اور پیش آنے والے حالات پر منحصر ہوتا ہے۔"

"کیا آپ کو نرنجن لال کی جانب سے کوئی خطرہ درپیش ہے؟"

"اب تک جو واقعات پیش آتے رہے ہیں انہیں آپ کیا نام دیں گے۔"

میرے جواب پر سراج کچھ خفیف سا ہوگیا پھر والد صاحب کے آجانے سے گفتگو آگے نہیں بڑھ سکی' میں کچھ دیر بیٹھا پھر ایک ضروری کام کا بہانہ کرکر کے اٹھ گیا۔

میرے ذہن میں اس وقت بھی نرنجن لال کے خلاف نفرت اور حقارت کا لاوا بھرا ہوا تھا جو پھٹ پڑنے کو بے چین تھا!

✣

دوسری صبح میں نے اپنے آفس میں قدم رکھا تو دروازے پر ہی ٹھٹک گیا' مجھے اپنی نگاہوں پر یقین نہیں آرہا تھا' میں پھٹی پھٹی نگاہوں سے شنکر کو دیکھ رہا تھا جو میرے دفتر میں ایک کرسی پر بڑے اطمینان سے آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا' اس کے عقب میں داور ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔

میں نے دفتر کے عملے کو حفظ ماتقدم کے طور پر سختی سے ہدایت کر رکھی تھی کہ میری اجازت کے بغیر کسی کو میرے آفس میں نہ داخل ہونے دیا جائے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس وقت میری سکریٹری عارفہ بھی اپنی سیٹ پر موجود تھی اور آفس کے دروازے پر مسلح گارڈ بھی پوری طرح چاق وچوبند نظر آرہا تھا جسے میں نے دفتری ملازم کے طور پر خاص طور پر محسن علی والے واقعے کے بعد اپوائنٹ کیا تھا' ان تمام لوگوں کی موجودگی میں اور میری سخت ہدایت کے باوجود شنکر کو میرے آفس میں داخل ہونے کی جرأت کس طرح ہوئی' یہ بات میری سمجھ سے بالاتر تھی۔ جن لوگوں نے مجھے اغوا کیا تھا ان کی گرفتاری سے کچھ دیر قبل کالکا نے مجھے یہی بتایا تھا کہ شنکر بھی اگروال کے ہمراہ مجھے ٹھکانے لگانے کی غرض سے آرہا تھا لیکن پولیس ریڈ کے وقت وہ وہاں موجود نہیں تھا' شاید اپنے گندے علم کی وجہ سے اسے پیش آنے والے خطرے کی بھنک پہلے سے مل گئی تھی۔

"ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے جنتر منتر کے ذریعے میرے آدمیوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر میرے دفتر تک پہنچ گیا ہو۔" یہ خیال بڑی سرعت سے میرے ذہن میں ابھرا' میں نے فوری طور پر اپنے ہاتھ کی سمت دزدیدہ نگاہوں سے دیکھا جہاں صندلی انگوٹھی اس وقت بھی موجود تھی' اسے دیکھ کر مجھے تقویت سی ہوئی' مجھے یقین تھا کہ جب تک وہ کراماتی انگشتری میرے جسم پر ہے۔ کوئی گندی قوت میرا ایک بال بھی بیکا نہیں کر سکتی۔ اسی حیرت انگیز انگوٹھی کا معجزہ تھا کہ اب کالکا جیسی بڑی قوت بھی میرے دل کا حال جاننے سے معذور ہوگئی تھی' بہرحال یہ بات طے تھی کہ اس وقت شنکر اور داور کی میرے دفتر میں موجودگی کسی نئے فساد کا پیش خیمہ ہی ثابت ہوگی' ظاہر ہے کہ شنکر جیسا بدکردار شخص جو سفلی جیسے گندے عمل کا ماہر بھی تھا مجھ سے دوستی کرنے کے ارادے سے نہیں آیا ہوگا۔ روپ نگر تحصیل میں تعیناتی کے دوران بھی میں شنکر کی پراسرار اور مکروہ شخصیت کے مختلف پہلوؤں سے نہ صرف آگاہ ہو چکا تھا بلکہ ایک فائل کی گمشدگی کے سلسلے میں شنکر ہی کے مکان کے ایک حصے میں اس روئی سے روشن کیے جانے والے چراغ اور روشنی کے ہالے کے گرد چکراتی ہوئی اس معصوم بچے کی روح کا منظر بھی دیکھ چکا تھا جو شنکر نے بچے کو ذبح کرنے کے بعد اس کے دل کے خون سے رنگی تھی۔ شنکر نے اس خون آلود روئی کو حاصل کرنے کی خاطر جو سنگدلانہ طریقہ اختیار کیا تھا اسے یاد کر کے اس وقت بھی مجھے جھرجھری آگئی' اس کے علاوہ شنکر ہی نے مجھے کوئی نشہ آور سیال مادہ پلانے کے بعد میرے دل و دماغ کو اس طرح تسخیر کر لیا تھا کہ میں اس کا معمول بن کر رہ گیا تھا' روپ نگر تحصیل کا سب سے بڑا اور ذمے دار پولیس آفیسر ہونے کے باوجود میں نے اس کے اشارے پر جمنا نامی عورت کو اپنے ریوالور سے فائرنگ کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اور اس وقت وہی بدذات خبیث شنکر داور کے ساتھ نہایت

اطمینان سے میرے دفتر میں موجود تھا' داور جسے راجو نے رائفل کے برسٹ سے بھون ڈالا تھا لیکن شنکر کی ماورائی طاقتوں نے شیطانی عمل کے ذریعے اسے ایک نئی زندگی دے کر اپنے تابع کر رکھا تھا۔

"کیا بات ہے بالک۔" شنکر نے مجھے دیکھ کر کہا۔ "اپنے پرانے مِتر کو دیکھ تمہیں سانپ کیوں سونگھ گیا' ابھی اس کرسی پر بھی نہیں بیٹھو گے جہاں بیٹھ کر تم کروڑوں کا الٹ پھیر کرتے ہو۔" اس کے ناپاک ہونٹوں پر بڑی غلیظ مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔

میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا پھر آگے بڑھ کر اپنی کرسی پر بیٹھ گیا' صندلی انگوٹھی کی موجودگی کے سبب میں اس سے خائف نہیں تھا لیکن مجھے اس کی منحوس شکل دیکھنا بھی گوارا نہیں تھا چنانچہ میں نے کرسی پر بیٹھنے کے بعد سنجیدگی سے پوچھا۔

"اب تم یہاں کس مقصد سے آئے ہو؟ کالکا کی مورتی جس کی تمہیں تلاش تھی وہ میں تمہیں واپس کر چکا ہوں۔"

"میں تمہارا مِتر بھی ہوں۔" وہ بڑی ڈھٹائی سے بولا۔

"کیا ایک دوست کے ناتے بھی میں تم سے نہیں مل سکتا۔"

"میں مصروف آدمی ہوں۔ تمہیں زیادہ وقت نہیں دے سکتا۔"

"تم بھول رہے ہو بالک۔ ابھی تمہیں شنکر کے کچھ قرض اور بھی چکانے ہیں۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"جمنا کو اتنی جلدی بھول گئے۔" وہ بڑے معنی خیز انداز میں مسکرایا پھر داور کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "اس کو دیکھ رہے ہو۔ تمہارے ایک ساتھی نے اسے موت کی نیند سلا دیا تھا لیکن شنکر کی شکتی نے اسے ایک نیا جیون دان کر دیا ہے' اب یہ کیول میرے اشارے پر چلنے اور میری ہر آگیا کا پالن کرنے پر مجبور ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "تم نے اپنے اس چمتکار کو ایک رات میری جان لینے کے لیے بھیجا بھی تھا' اس نے مجھے مرعوب کرنے کی خاطر کچھ کھیل تماشے بھی دکھائے تھے لیکن نتیجہ کیا نکلا؟"

"میں چاہوں تو جمنا بھی دوبارہ زندہ ہو سکتی ہے۔ جانتے ہو اس کے بعد کیا ہوگا۔" اس نے میری بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"وہی ہوگا جو داور کے ساتھ ہو چکا ہے۔" میں زہر

خند لہجے میں بولا۔ "ظاہر ہے کہ ایک زندہ عورت کی زبا[illegible] سے قانون خود اسی کے قتل کیے جانے کی کہانی پر غور کر[illegible] اپنا وقت ضائع نہیں کرے گا۔"

"مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ اب تم نے ا[illegible] ہواؤں میں اڑنا سیکھ لیا ہے۔"

"مطلب کی بات کرو شنکر۔" میں نے خشک لہجے [illegible] کہا۔

"میں ایک مِتر ہونے کے ناتے تمہیں ایک مش[illegible] دینے آیا ہوں۔"

"کہو۔"

"میری مانو تو نرنجن لال کے ساتھ دوستی کر لو[illegible] بہت گھاٹے میں رہو گے۔"

"سمجھا۔ تم مجھے دھمکی دینے آئے ہو۔" میں [illegible] مسکرا کر کہا۔

"شنکر سے ٹکرانے کا دھیان من سے نکال دو[illegible] میں تمہاری مکتی ہے۔" وہ پہلو بدل کر بولا۔ "محسن [illegible] انجام تو تم دیکھ چکے ہو۔"

"وکرم اور اگروال کے بارے میں تم نے کیا [illegible] ہے۔" میں نے نفرت کا اظہار کیا۔ "ابھی تک وکرم [illegible] نرنجن لال کا نام نہیں لیا ہے جس کے اشارے پر اس [illegible] شکلا کو قتل کیا تھا۔"

"وہ۔ وہ اپنی زبان کھولے گا بھی نہیں۔"

"یہ تمہارا خیال ہے لیکن میں اگر چاہوں تو وہ [illegible] اپنی گندی زبان سے سب کچھ اگلنے پر مجبور ہو سکتا [illegible]"

"تم۔۔۔ اور شنکر کی مہان شکتی سے پنجہ لڑانے کی کوشش کرو گے۔" اس نے میرا مضحکہ اڑانے کی [illegible] کی۔

"میں نرنجن لال کے ساتھ پارٹنر شپ کرنے کے بارے میں غور کر سکتا ہوں لیکن ایک شرط پر۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"وہ کیا۔" شنکر کے منحوس چہرے پر امید کی ایک کرن پھوٹ پڑی۔

"تم مجھے وہ جگہ دکھا دو جہاں تمہارا گرو پنڈت بنسی دھر کسی منڈل میں کنڈلی مارے بیٹھا اپنا جاپ مکمل کر رہا ہے۔"

"شہباز۔" اچانک کالکا کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "بنسی دھر کا نام درمیان میں مت لاؤ ورنہ شنکر معاملے کی گہرائی تک بھی پہنچ سکتا ہے۔"

"پھر کیا ہوگا۔"

"تم ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتے۔" کالکا نے کہا۔

"میں سمجھنا بھی نہیں چاہتا۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "شنکر ذات کا چمار ہے یہ تم بھی جانتی ہو' اور میں کسی چمار کو اب زیادہ دنوں تک برداشت نہیں کر سکتا۔"

شنکر نے اچانک چونک کر اس طرح نظریں گھما گھما کر چاروں طرف دیکھنا شروع کر دیا جیسے اسے اس بات کا شبہ ہو گیا تھا کہ اس کے علاوہ کمرے میں کوئی اور مہان شکتی بھی موجود ہے۔ میں نے اس کی توجہ میں خلل ڈالنے کی خاطر تیزی سے کہا۔

"شنکر۔ تم نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔"

"کیا پوچھا تھا تم نے۔" اس نے کچھ ایسے انداز میں سوال کیا جیسے اس کا ذہن خالی ہو چکا ہو' ممکن ہے کالکا نے جاتے جاتے اس کے ذہن کو ایک جھٹکا دینا ضروری سمجھا ہو' بہرحال میں محسوس کر رہا تھا کہ شنکر کے چہرے پر اب وہ کرخت تاثرات نہیں تھے جو پہلے نظر آ رہے تھے۔ داور بدستور کسی بت کی طرح اس کی پشت پر ہاتھ باندھے کھڑا رہا اور حیرت انگیز بات یہ تھی کہ میں نے اس کی پلکوں کو ایک بار بھی جھپکتے نہیں دیکھا تھا۔

"میں نے تم سے بنسی دھر کے بارے میں دریافت کیا تھا۔" میں نے شنکر کو یاد دلایا تو اس کی پیشانی پر اچانک کی ترچھی شکنیں دوبارہ نمودار ہونا شروع ہو گئیں' حسب معمول منمناتے ہوئے بولا۔

"اتنا اونچا اڑنے کی کوشش مت کرو بالک کہ دوبارہ دھرتی پر قدم رکھنے کی آشا من کی من ہی میں رہ جائے۔"

"میرا یہی ایک شرط ہے۔" میرا لہجہ فیصلہ کن تھا۔

"اس کے بغیر میں نرنجن لال کی طرف دوستی کا ہاتھ نہیں بڑھا سکتا۔"

"شنکر جانتا ہے بالک کہ ایک چھایا تمہاری سہائتا کر رہی ہے۔ پرنتو اتنا یاد رکھو کہ جس دن شنکر نے اس چھایا کا راز پا لیا وہ تمہارے جیون کا آخری دن بھی ہو سکتا ہے۔" وہ سرسراتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"مجھے یاد ہے شنکر۔" میں نے اسے چڑاتے ہوئے کہا۔ "جس دن تم بنسی دھر کے ساتھ کالکا کی مورتی لینے آئے تھے اس دن تم نے پنڈت بنسی دھر کا تعارف اپنے گرو کی حیثیت سے کرایا تھا۔"

"ہاں۔ وہ میرے گرو دیو ہیں۔" شنکر نے بڑے ادب سے کہا۔ "ان کی شکتی اپرم پار ہے۔ گرو دیو نے برف پوش پہاڑیوں کی سرد گپھاؤں میں بیٹھ کر برسوں کالی کے نام پر جاپ کیے ہیں۔ دیوی دیوتاؤں کو رام کرنے کے لیے اپنا جیون تیاگ دیا ہے' وہ اگر پھونک مار دیں تو جل سے آگ کے شعلے بھی ابل سکتے ہیں' تم سپنے میں بھی گرو دیو کی شکتی کے بارے میں کچھ نہیں معلوم کر سکتے۔"

"اس کے باوجود تم مجھے اس کا پتا بتانے سے ڈر رہے ہو۔"

"تم شاید اپنے ہوش میں نہیں ہو۔" اس بار شنکر کسی زخمی سانپ کی طرح بل کھا کر بولا۔ "ایک بات دھیان میں رکھو' گرو اپنے چیلے کو سب کچھ سکھا دیتا ہے پرنتو ایک داؤ ہمیشہ چھپا کر رکھتا ہے۔ شنکر سے الجھنے کی حماقت مت کرو ورنہ پاسا پلٹ گیا تو ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے۔"

"ایک بات پوچھوں شنکر۔"

"پوچھو۔"

"اگر میری معلومات غلط نہیں ہیں تو اس روز اگروال اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ تم بھی مجھے موت کے گھاٹ اتارنے کا خیال لے کر آ رہے تھے جب پولیس نے اچانک ریڈ کر کے مجھے بازیاب کر لیا تھا۔" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ جب تم مہان شکتی کے مالک ہو اور تم نے روپ نگر میں جمنا کی خاطر بھی پولیس سے ٹکرانے کی من میں ٹھان رکھی تھی تو اب تمہیں کس کا خوف لاحق ہو گیا ہے۔"

"اب کچھ کچھ میری سمجھ میں آ رہا ہے کہ کون تمہاری سہائتا کر رہا ہے۔" شنکر نے خلا میں گھورتے ہوئے کہا۔

"پھر تم اسے اپنی شکتی کے زور سے راستے سے ہٹا کیوں نہیں دیتے۔" میرے جواب میں طنز بھی شامل تھا۔

"سمے کا انتظار کر مورکھ۔" وہ تلملا کر بولا۔ "گرو دیو کو اپنا جاپ پورا کرنے میں اب زیادہ دن نہیں رہ گئے ہیں اس کے بعد آج جو شکتی تمہاری سہائتا کر رہی ہے کل وہ ہمارے اشاروں پر ناچنے پر مجبور ہوگی۔"

"ایسی صورت میں تمہیں آج اپنا اور میرا وقت برباد نہیں کرنا چاہیے تھا۔" میں نے سپاٹ آواز میں کہا۔ "جاؤ شنکر اور کل کا انتظار کرو۔"

"ہاں۔ اب شنکر کو کل کا انتظار کرنا پڑے گا لیکن ایک بات دھیان میں رکھنا۔" وہ تیزی سے اٹھتے ہوئے بولا۔ "شنکر آج بھی تمہارا راستہ کھوٹا کرنے کی شکتی رکھتا ہے۔ میں تمہاری راہ میں ایسے کھٹ راگ پیدا کردوں گا کہ تم کسی کل سکھ کا سانس نہیں لے سکو گے۔" پھر اس نے داور کو ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل گیا' اس کے تیور ایکلخت ہی خطرناک ہوگئے تھے۔

شنکر کے جانے کے بعد میں نے پہلے عارفہ سے پھر اپنے مسلح گارڈ کو بلا کر دریافت کیا کہ کیا کوئی مجھ سے ملنے تو نہیں آیا تھا لیکن دونوں کا جواب نفی میں تھا' میرا خیال درست تھا۔ شنکر نے اپنی گندی قوتوں کے ذریعے میرے دفتر میں داخل ہوتے وقت ان کی آنکھوں کے سامنے پردے کھینچ دیے ہوں گے۔ شنکر مجھے جاتے جاتے چیلنج کر گیا تھا لیکن میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ صندل کی کرشماتی انگوٹھی کی موجودگی میں وہ میری ذات کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ میں نے اس کے جانے کے بعد ایک ضروری فائل اٹھا کر اس کا مطالعہ شروع ہی کیا تھا کہ کالکا کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"شہباز۔ تم نے میرے منع کرنے کے باوجود شنکر سے پنڈت بنسی دھر کے بارے میں بات کرکے اچھا نہیں کیا۔"

"کیوں کالکا رانی۔ کیا تم شنکر سے ڈرتی ہو۔"

"بات ڈرنے کی نہیں ہے لیکن تم نے میرا سارا کھیل بگاڑ دیا ہے۔" کالکا کے لہجے میں سنجیدگی تھی۔

"میں سمجھا نہیں۔"

"تمہاری باتوں سے شنکر کو شبہ ہوگیا ہے کہ میں بھی تمہاری سہائتا کر رہی ہوں۔" کالکا بدستور سنجیدگی سے بولی۔ "کیا تم نے اس وقت شنکر کو چونک کر ادھر ادھر نظر دوڑاتے نہیں دیکھا تھا جب میں تمہیں پنڈت بنسی دھر کے بارے میں بات کرنے سے منع کر رہی تھی۔"

"کیا اس نے تمہاری شکتی کو پہچان لیا ہے۔"

"نہیں۔ وہ کالکا کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا پرنتو اسے شبہ ضرور ہوگیا ہے۔"

"پھر اس سے فرق کیا پڑتا ہے۔"

"تم نہیں جانتے۔" کالکا نے سراسیمگی کی کیفیت دوچار ہوتے ہوئے کہا۔ "شنکر بہت گہرا اور چالاک اب وہ پاپی پہلی فرصت میں جا کر پنڈت بنسی دھر کرے گا اور بنسی دھر منڈل میں میری طرف سے ہوجائے گا۔ میں نے اسے منڈل سے باہر نکالنے بہت سارے طریقے سوچ رکھے تھے لیکن تم نے پھیر دیا۔ اب وہ گرو گھنٹال پہلے سے زیادہ ہوشیار ہو گا اور۔"

"اور کیا۔" میں نے اس کی خاموشی کو کرتے ہوئے تیزی سے پوچھا۔

"اگر وہ اپنے جاپ میں سپھل ہوگیا تو تمہار رانی کو اس کی داسی بننے پر مجبور ہونا پڑے گا۔ اس آگیا کا پالن کرنا پڑے گا۔" کالکا نے شکایت بھرے میں جواب دیا۔ "یہ بات میں تم کو پہلے بھی بتا چکی ہوں"

"اب کیا ہوگا۔ کیا بنسی دھر اپنے مقصد میں ک ہوجائے گا۔"

"میں پورے وشواس سے کچھ نہیں کہہ سکتی۔"

"میں مانتا ہوں کالکا رانی کہ میں نے تمہار نہیں مانی لیکن اس چمار کی اولاد نے اس وقت م بالکل ہی مکدر کردیا تھا۔"

"جو سمے بیتنا تھا بیت چکا۔ اب پچھتانے ہوگا۔"

"میری ایک بات مان لو۔" میں نے کالکا کے خفگی کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے پنڈت بنسی د پہنچا دو۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ یا تو اسے اس سے باہر نکال لوں گا یا پھر اپنی جان سے ہاتھ دھو گا۔"

"ابھی ان باتوں کا وقت نہیں ہے۔" کالکا نے سے کہا۔ "میں جارہی ہوں' پہلے مجھے یہ دیکھنا ہے ک قدم اٹھتا ہے۔"

"کیا آج تم اپنے درشن نہیں دوگی۔" میں کو خوش گوار بنانے اور موضوع کو بدلنے کی خاطر سے کہا۔

مجھے کالکا کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا چکی تھی۔

ماسٹر ٹونی کمرے میں داخل ہوا تو بہت زیادہ بوکھلایا ہوا نظر آرہا تھا' اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں' وہ یقیناً مجھے کوئی اچھی خبر سنانے نہیں آیا تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ اپنے اندر اٹھنے والے طوفان کو بہ مشکل روکنے کی کوشش کر رہا ہے۔

"بہت الجھے ہوئے نظر آرہے ہو۔" میں نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔ "کوئی خاص خبر۔"

"اب ماسٹر ٹونی کے لیے کیا حکم ہے باس۔" اس کے لہجے میں شکوہ تھا۔

"کس سلسلے میں۔"

"مزدوروں نے نئے پروجیکٹ پر کام کرنے سے انکار کر دیا ہے۔"

"اس کی کوئی وجہ۔"

"قاسم علی۔ ورکروں کا لیڈر۔" ٹونی نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ "آپ ہی کے آرڈر پر اسے مزدوروں کا لیڈر بنایا گیا تھا اور اسی باسٹرڈ نے مزدوروں کو چابی بھردی ہے۔"

"کوئی خاص مطالبہ۔"

"قاسم علی نے سب کو پوائزن کردیا ہے باس۔ وہ دو سال کا ایڈوانس بونس مانگ رہے ہیں۔"

"ایڈوانس بونس۔" میں نے حیرت سے کہا۔ "ابھی تو انہیں کام شروع کیے زیادہ دن بھی نہیں ہوئے۔"

"یہی میں نے کہا تھا لیکن اس وقت وہ قاسم علی کے اشارے پر ناچ رہے ہیں۔" ٹونی نے کہا۔ "میں نے اس ڈرٹی فیلو سے معاملہ نمٹانے کی خاطر بات کی تھی لیکن وہ کسی طرح تیار نہیں ہوا۔ کتے کی دم کی طرح ٹیڑھا بنا رہا' جانتے ہو باس وہ اپنی اس انوکھی ڈیمانڈ کا کیا ریزن دے رہا ہے۔"

"کیا۔"

"اس کا کہنا ہے کہ پروجیکٹ مکمل ہونے کے بعد نادر کنسٹرکشن کو کروڑوں کا فائدہ ہوگا اس لیے بونس ایڈوانس ملنا چاہیے۔"

"کیا وہ تمہارے ساتھ آیا ہے۔"

"نہیں۔"

"پھر۔ میرا مطلب ہے کہ قاسم علی سے بات کس طرح ہوگی۔"

"آپ کو سائیٹ پر چلنا ہوگا اور تمام مزدوروں کی موجودگی میں دو سال کے ایڈوانس بونس کا اعلان کرنا ہوگا۔" ٹونی نے اپنا ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "اس قاسم علی نے یہی شرط رکھی ہے اور دوسری شرط یہ ہے کہ بونس کی رقم کی ادائیگی پندرہ روز کے اندر اندر ہونی چاہیے۔ ورنہ کام دوبارہ ٹھپ کردیا جائے گا۔"

"قاسم علی تو ایسا آدمی نہیں لگتا تھا۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "اسے یقیناً کسی نے بھڑکایا ہوگا۔"

"نرنجن لال۔" ٹونی نے پوچھا۔

"ہوسکتا ہے۔" میں نے آہستہ سے جواب دیا۔ ویسے میرے ذہن میں نرنجن لال سے زیادہ اس سازش میں شنکر کا ہاتھ نظر آرہا تھا' قاسم علی کو اپنے ناپاک علم سے تسخیر کر لینا اس کے لیے کوئی مشکل بھی نہیں تھا' دفتر سے جاتے ہوئے اس نے کہا بھی تھا کہ وہ میرے راستے میں اتنی رکاوٹیں کھڑی کردے گا کہ میرے لیے سکھ کا سانس لینا بھی دشوار ہوجائے گا۔

"میرے لیے کیا آرڈر ہے۔" ماسٹر ٹونی نے سرسراتے ہوئے کہا۔ "اگر آپ اشارہ کریں تو میں قاسم علی کو اپنا بوٹ چاٹنے پر بھی مجبور کرسکتا ہوں۔ کل تک وہ بھیگی بلی بنا ہوا تھا' میرے پیچھے پیچھے ہاتھ باندھے چلتا تھا اور آج وہ شیر کی طرح میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بکواس کر رہا تھا۔ آپ کا آرڈر تھا۔ باس اس لیے خون کے گھونٹ پی کر خاموش ہوگیا ورنہ وہ دو ٹکے کا مزدور مجھ سے کبھی نظر ملانے کی ہمت نہیں کرسکتا تھا' ٹونی نے بڑے بڑے بدمعاشوں کی غنڈا گردی دوسرے راستے سے نکال دی ہے وہ سالا قاسم علی کیا بیچتا ہے۔"

"نہیں۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "ہمیں قاسم علی کو کسی اور طریقے سے ہینڈل کرنا پڑے گا۔ میں نہیں چاہتا کہ نادر کنسٹرکشن کا نام کسی طرح بھی بدنام ہو۔"

"پھر۔ آپ نے کیا سوچا ہے۔" ٹونی نے بے چینی سے دریافت کیا۔ "کام اگر بند رہا تو نادر کنسٹرکشن کو ہزاروں روپے کا نقصان ہوگا اور اگر یہ پروجیکٹ وقت پر تیار نہ ہو سکا تو ہماری کمپنی کی ساکھ بھی متاثر ہوسکتی ہے۔"

"تم سائیٹ پر جاؤ۔ میں کوئی نہ کوئی بندوبست کرتا ہوں۔"

ٹونی کے جانے کے بعد میں نے کالکا کو یاد کیا۔

"میں جانتی ہوں کہ تم نے مجھے کس لیے یاد کیا ہے۔" کالکا کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "قاسم علی کو نرنجن لال نے نہیں بلکہ شنکر کے گندے علم نے بھڑکایا ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ وہ تمہارے خلاف اور کیا کچھ سوچ رہا ہے۔"

"کیا تم شنکر کو کوئی ایسا سبق نہیں دے سکتیں کہ وہ میرے راستے سے ہٹ جائے۔"

"ابھی ایسا ممکن نہیں ہے۔" کالکا نے روکھائی سے جواب دیا۔ "میں اس کے ساتھ الجھ گئی تو پنڈت سمی دھروالا معاملہ ادھورا رہ جائے گا۔"

"اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے' تو شاید تم ابھی تک مجھ سے روٹھی ہوئی ہو۔"

"جو کچھ ہو چکا ہے اسے دُہرانے سے کوئی فائدہ نہیں۔" کالکا نے بدستور سپاٹ لہجے میں کہا۔ "شنکر نے غلط نہیں کہا ہے' وہ تمہیں سکھ کا سانس نہیں لینے دے گا۔"

"کیا تم اس کے مقابلے میں میری مدد نہیں کرو گی۔"

"تم اپنے کام کی چنتا مت کرو۔" وہ میری بات کو نظر انداز کرتے ہوئے بولی۔ "وہ شروع ہوجائے گا' رہا قاسم علی کا معاملہ تو تم اپنے مترَ سراج کو فون کردو کہ وہ اسے گرفتار کرلے۔"

"کس جرم میں۔"

"پرسوں رات سیٹھ پرشوتم کے گھر پر ڈاکا پڑا تھا۔ پولیس وہ تمام مال قاسم علی کے گھر سے برآمد کر سکتی ہے۔"

"کیا قاسم علی واقعی اس واردات میں ملوث تھا۔" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"تمہیں کیول آم کھانے سے غرض ہونی چاہیے۔ پیڑ گننے کی کوشش مت کرو۔"

"لیکن۔"

"میرے پاس سمے کم ہے۔" وہ تیزی سے بولی۔ "میں نے تمہیں وچن دیا تھا کہ تمہاری سہائتا کروں گی' میں اپنا وچن اوَش پورا کروں گی' تمہاری ہر اچھا (خواہش) پوری ہوگی۔ تمہارے کارن دوسروں کو کیا کٹھنائیاں بھوگنی پڑیں گی اس بات سے تمہیں کوئی سمبندھ نہیں ہونا چاہیے۔

میں اب جارہی ہوں شہباز۔"

کالکا کے لہجے کے تیکھے پن کو میں نے بڑی سنجیدگی سے محسوس کیا تھا' آج اس کے رویّے کی اچانک تبدیلی پر مجھے حیرت تھی' قاسم کے سلسلے میں مجھے معلوم تھا کہ وہ ایک سیدھا' سچا' ایماندار اور محنتی شخص ہے' اس پر کسی ڈاکا زنی کا شبہ نہیں کیا جاسکتا تھا' شنکر کے پلید جنتر منتر نے اس کی کھوپڑی پلیٹ دی تھی اس لیے اس کی سزا بھی شنکر ہی کو ملنی چاہیے تھی' قاسم علی کو نہیں چنانچہ میں نے کالکا کے مشورے کے باوجود ڈی' ایس' پی سراج کو فون کرنا مناسب نہیں سمجھا' میں محض اپنے کام کی خاطر کسی بے گناہ کو

قانون کے شکنجوں میں نہیں جکڑانا چاہتا تھا...

دوسری صبح شائع ہونے والے مقامی اخبارات میں قاسم علی کی گرفتاری کی 'تصویر' اور خبر جلی حروف میں شائع ہوئی تھیں کالکا کے کہنے کے مطابق سیٹھ پرشوتم کے گھر سے لوٹا گیا تمام سامان قاسم علی کے گھر سے برآمد ہوا تھا اور قاسم علی کی گرفتاری بھی سراج ہی کے ہاتھوں عمل میں آئی لیکن نہ جانے کیوں میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ قاسم بے گناہ ہے' اسے ماورائی قوتوں نے ایسے حالات میں ملوث کر دیا تھا جس کا علم اس غریب کے فرشتوں کو بھی نہیں تھا۔

ٹونی نے مجھے فون کر کے گھر پر یہ خوش خبری سنائی کہ قاسم علی کی گرفتاری کے بعد مزدوروں کا زور ٹوٹ گیا ہے اور انہوں نے کام شروع کر دیا ہے لیکن مجھے اس فون کال سے کوئی خاص خوشی نہیں ہوئی۔ میرے ذہن میں صرف ایک ہی سوال گونج رہا تھا' جب میں نے سراج کو فون کرنے سے گریز کیا تھا تو پھر کالکا نے قاسم علی کو پھنسوانے کی خاطر کوئی اور راستہ کیوں اختیار کیا؟"

☆

میں گھر سے نکلنے کے لیے تیار ہی ہو رہا تھا کہ ندیم کا فون آگیا۔

"پہلے تمہارا اغوا اور اب قاسم علی کی گرفتاری' کیا یہ دونوں واقعات محض اتفاق ہیں۔"

"تم نے ایک بار کہا تھا کہ آئی جی پولیس اور عدالت کے کچھ مجسٹریٹ اور ججوں سے بھی تمہارے مراسم ہیں۔" میں نے ندیم کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"کام کی بات کرو۔ آج کے دور میں کوئی بات ناممکن نہیں ہے۔"

"میں ہر قیمت پر قاسم علی کو ضمانت پر رہا کرانا چاہتا ہوں۔"

"ان خبروں کے باوجود جو شہ سرخیوں کے ساتھ شائع ہو چکی ہیں۔"

"تم نہیں سمجھ سکو گے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "قاسم علی کو زبردستی پھانسا گیا ہے۔"

"اور ڈاکے میں لوٹا ہوا مال جو اس کے گھر سے برآمد ہوا ہے' اس کے بارے میں تم کیا کہو گے۔" ندیم کے لہجے میں حیرت تھی۔

"لمبی کہانی ہے۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "تفصیل بعد میں بتاؤں گا' فی الحال یہ بتاؤ کہ تم قاسم علی کی ضمانت کے سلسلے میں میری کیا مدد کرسکتے ہو۔"

"ٹھیک ہے' تم میری طرف آجاؤ۔ مجھے امید ہے ضمانت کسی نہ کسی طرح ہو جائے گی۔" ندیم نے کہا۔ "میں اتنی دیر میں اپنے وکیل سے بات کرتا ہوں۔"

میں دفتر جانے کے بجائے تیار ہو کر سیدھا ندیم کی طرف چلا گیا۔ قاسم علی کی گرفتاری اور اس کے گھر سے برآمد ہوئے سامان کے سلسلے میں' میں نے ندیم کو مطمئن کرنے کی خاطر ایک فرضی کہانی سنا دی جس کا لب لباب صرف اتنا تھا کہ کچھ لوگوں نے قاسم علی سے پرانی دشمنی کی وجہ سے اسے قانون کے شکنجے میں پھانس دیا ہے' فی الحال میں ندیم کو شنکر' کالکا یا نرنجن لال کے بارے میں کچھ نہیں بتانا چاہتا تھا' وہ میری بات بڑی خندہ پیشانی سے سنتا رہا پھر میرے خاموش ہونے پر بولا۔

"کیا میں تمہیں شکل سے اتنا ہی گاؤدی نظر آتا ہوں کہ تمہاری کہانی پر آنکھ بند کر کے اعتبار کرلوں گا۔"

"کیا مطلب۔"

"بات اگر صرف قاسم علی کی گرفتاری کی ہوتی تو شاید میں تمہاری کہانی ہضم کر جاتا لیکن ڈاکے میں لوٹا گیا مال قاسم علی کے گھر سے کس طرح برآمد ہوا۔" ندیم نے کسی ماہر وکیل کی طرح جرح کی۔ "اگر فرض کرلیا جائے کہ وہ سامان خود ڈاکوؤں نے وہاں پہنچایا ہوگا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انہیں اتنے بڑے سیٹھ کے ہاں ڈاکے مارنے کی کیا ضرورت تھی اگر وہ جرائم پیشہ لوگ ہی تھے تو قاسم علی کو عدم آباد بھی روانہ کرسکتے تھے۔"

"یہی بات میری سمجھ میں بھی نہیں آسکی۔" میں نے بات بنانے کی خاطر کہا تو ندیم نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تم شاید بھول رہے ہو کہ میں ایک کیسینو کا مالک ہوں جہاں روزانہ متعدد خطرناک ڈرامے رچائے جاتے ہیں۔ اس بات کا اقرار کیوں نہیں کرلیتے جانِ من کہ تم مجھے اصل واقعات سے کسی وجہ سے آگاہ نہیں کرنا چاہتے۔ بلاوجہ اڑنے کی کوشش سے کیا فائدہ۔"

میں خاموش رہا تو ندیم نے بھی اصلیت معلوم کرنے کے لیے زیادہ اصرار نہیں کیا' وہ ان دوستوں میں سے تھا جنہیں یار کی یاری سے غرض ہوتی ہے ان کے فعل سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔

عدالت کے احاطے میں ندیم کا وکیل پہلے سے موجود تھا' اس کے خیال میں قاسم علی کی ضمانت ہونی مشکل تھی لیکن ندیم نے اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے کسی نہ کسی طرح ضمانت کی درخواست منظور کرالی' قاسم علی کو ایک لاکھ کے عوض میری ضمانت پر رہائی کا پروانہ ملا تھا' ندیم کے وکیل نے دوڑ دھوپ کر کے معلوم کرلیا تھا کہ ابھی تک پولیس نے قاسم علی کو کورٹ میں پیش کر کے اس کا ریمانڈ حاصل نہیں کیا تھا' ہمارے لیے ایک ایک لمحہ قیمتی تھا۔ عدالت سے فراغت پانے کے بعد ہم سیدھے ڈی' ایس' پی سراج کے آفس پہنچے جو کاغذی کارروائی مکمل کرنے کے بعد مجرم کو لے کر عدالت جانے کے لیے تقریباً تیار تھا' ہمیں دیکھ کر وہ دوبارہ اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"اس وقت کیسے زحمت فرمائی آپ نے۔" سراج نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔ "مجھے اس بات کی اطلاع بھی مل چکی ہے کہ قاسم علی نے آپ کے نئے پروجیکٹ کا کام رکوانے کی خاطر مزدوروں کو کام کرنے سے روک دیا تھا۔"

"میں اس وقت قاسم علی ہی کے سلسلے میں حاضر ہوا ہوں۔"

"آپ فکر نہ کریں مسٹر شہباز۔" سراج نے مجھے یقین دلایا۔ "قاسم علی کو سات آٹھ سال سے کم کی سزا بھی نہیں ہوگی اور آپ کو یہ سن کر شاید خوشی بھی ہوگی کہ قاسم علی نے اپنے جرم کا اقرار بھی کرلیا۔ پولیس' ریمانڈ حاصل کرنے کے بعد اس کے گروہ کے باقی افراد کے نام بھی اگلوا لے گی۔ مجھے توقع ہے کہ وہ شہر میں ہونے والی دیگر وارداتوں کے سلسلے میں بھی اپنی زبان شرافت سے کھول دے گا ورنہ۔"

"مسٹر سراج۔" میں نے اس کا جملہ کاٹتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔ "قاسم علی کے سلسلے میں آپ کو کس نے اطلاع دی تھی۔"

"اس قسم کے سوالات کا جواب دینا ہمارے اصول

کے خلاف ہے لیکن آپ کی اور بات ہے۔" سراج نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ وہ قاسم علی کے گروہ کا ہی آدمی رہا ہوگا جس نے براہ راست مجھے فون کیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ قاسم علی نے اس سے کوئی وعدہ کیا ہو اور کامیاب ڈاکے کے بعد اپنے وعدے سے منحرف ہوگیا ہو۔ اس قسم کے مجرم عام طور پر آپس کی ناانصافی کے بعد ہی ہمارے ہتھے لگتے ہیں۔"

"کیا آپ کو یقین ہے کہ قاسم علی ہی نے ڈاکا ڈالا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" سراج نے میرے سوال پر حیرت کا اظہار کیا۔ "کیا مال مسروقہ برآمد ہونے کے بعد بھی شبہے کی کوئی گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ یہ کیس بھی محسن علی اور وکرم سے ملتا جلتا ہے۔" میں نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اگروال کی گرفتاری اور میری بازیابی کیا حیرت انگیز اور پراسرار نہیں کہی جاسکتی۔"

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔" سراج کے لہجے میں تجسس تھا۔

"قاسم علی کا شمار میرے پرانے ملازمین میں نہیں ہوتا لیکن اس کے باوجود میں یہ بات پورے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ اس ڈاکے کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا جس میں اسے ملوث کردیا گیا ہے۔" میں نے اپنا جملہ مکمل کرنے کے بعد قاسم علی کی ضمانت پر رہائی کے عدالتی حکمنامے کو میز پر رکھا تو سراج ایک لمحے کو سٹپٹا کر رہ گیا' اس کی کیفیت اس شکاری سے مختلف نہیں تھی جس کے ہاتھوں ایک بڑا شکار نکل گیا ہو۔ "مجھے آپ سے ایک شکوہ ہے مسٹر شہباز۔" سراج نے تھوڑے توقف کے بعد کہا۔ "آپ کو عدالتی کارروائی سے پہلے مجھ سے رجوع کر لینا چاہیے تھا۔ آپ پولیس کے محکمے سے وابستہ رہ چکے ہیں اس لیے میری بات کا مطلب سمجھ گئے ہوں گے۔"

میں کوئی جواب دینے کے بارے میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ ایک شخص جو ہندوانے لباس میں ملبوس تھا اور خاصا صاحب حیثیت معلوم ہوتا تھا تیزی سے اندر داخل ہوا' اس نے ایک سرسری سی نگاہ مجھ پر اور ندیم پر ڈالی پھر نفرت سے منہ پھیر لیا' اس کے انداز میں تکبر تھا۔

"تشریف لائیے سیٹھ جی۔" سراج نے کرسی سے اٹھتے ہوئے آنے والے کا خیر مقدم کیا۔

"میں یہاں بیٹھنے نہیں آیا۔" نووارد جو سیٹھ پرشوتم کے سوا کوئی اور نہیں تھا بڑی رعونت سے بولا۔ "کیا یہ معلوم کرنے آیا ہوں کہ آپ نے اس کتے کے پلّے کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ اس پاپ کے جنے کو پندرہ بیس سال کی قید نہ کرائی تو میرا نام بھی پرشوتم نہیں۔ شہر کے بڑے بڑے وکیل اور بیرسٹر ہیں سب کو اس کے خلاف ایک لائن سے کھڑا کردوں گا۔ اس کمینے کے تمام کٹم (خاندان) کو نشٹ کرنے کے بعد ہی میرے من کو شانتی نصیب ہوگی۔"

"مسٹر سراج۔" میں نے سیٹھ پرشوتم کو سنانے کی خاطر کہا۔ "کیا ضمانت منظور ہوجانے کے بعد اب ہم قاسم علی کو اپنے ساتھ لے جاسکتے ہیں۔"

"جی ہاں۔" سراج نے کہا۔ "مجھے کاغذات کی تیاری میں بمشکل دس منٹ لگیں گے۔"

"اس ــــ کے پلّے کی ضمانت ایک مجسٹریٹ نے منظور کی تھی۔" سیٹھ پرشوتم نے قاسم علی کی شان میں ایک گندی گالی بکتے ہوئے کہا۔ "میرے پاس سیشن جج کا آرڈر ہے جس نے ضمانت کے آرڈر کو کینسل کردیا ہے۔" اس نے جیب سے سیشن جج کا آرڈر نکال کر سراج کی طرف اچھالتے ہوئے کہا۔ "میں بھی دیکھتا ہوں کہ سیٹھ پرشوتم کے مقابلے پر کون مائی کا لال سینہ تان کر کھڑا ہو سکتا ہے۔"

سراج کی حالت اس وقت قابل رحم نظر آرہی تھی' ایک طرف اسے میرا خیال تھا اور دوسری طرف ضمانت منسوخ کیے جانے کا آرڈر اس کو اپنے فرض کی ادائیگی پر مجبور کررہا تھا۔

"اوکے مسٹر سراج' اب ہم آپ سے اجازت چاہتے ہیں۔" ندیم نے میرا شانہ دبا کر اٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "پھر کبھی اطمینان سے ملاقات ہوگی۔"

سیٹھ پرشوتم کے ہونٹوں پر بڑی فاتحانہ مسکراہٹ رقص کررہی تھی' ندیم نے ایک نظر پرشوتم کے چہرے پر ڈالی پھر میرا ہاتھ تھام کر ڈی' ایس' پی سراج کے کمرے سے باہر لاتے ہوئے بولا۔ "کھیل تو اب شروع ہوگا۔"

ندیم کے لہجے میں کسی زہریلے سانپ کی پھنکار تھی!

ڈی ایس پی سراج کے دفتر سے باہر آکر میں ندیم کے ساتھ اس کی گاڑی میں بیٹھ گیا' میرے ذہن میں سیٹھ پرشوتم کے جملے گونج رہے تھے۔ "دیکھتا ہوں کہ سیٹھ پرشوتم کے مقابلے پر کون مائی کا لال سینہ تان کر کھڑا ہو سکتا ہے؟" بظاہر اس نے وہ جملہ سراج سے میرے ورکر قاسم علی کی ضمانت کی منسوخی کے آرڈر پر اچھالتے ہوئے کہا تھا لیکن دراصل اس نے ہمیں چیلنج کیا تھا۔

سیٹھ پرشوتم کے گھر پڑنے والے ڈاکے کا سارا سامان قاسم علی کے گھر سے برآمد ہوچکا تھا اس لیے قاسم علی کی پوزیشن قانون کی نگاہوں میں ایک خطرناک مجرم کی سی بن گئی تھی۔ سب سے پہلے ٹونی نے مجھے اطلاع دی تھی کہ قاسم علی نے میرے نئے پروجیکٹ پر کام کرنے والے مزدوروں کو بھڑکا دیا تھا پھر میں نے کالکا کا سہارا لیا تو وہ مجھ سے کھنچی کھنچی نظر آرہی تھی' اسے یہ بات پسند نہیں آئی تھی کہ اس کے منع کرنے کے باوجود میں نے شنکر کے سامنے پنڈت بنسی دھر کا ذکر کیوں جاری رکھا' بہرحال کالکا نے قاسم علی کو میرے راستے سے ہٹانے کی خاطر ڈاکا زنی کی اس واردات میں ملوث کرا دیا تھا' اس کی ماورائی قوتوں کے لیے سیٹھ پرشوتم کے گھر سے لوٹے گئے سامان کو قاسم علی کے گھر سے برآمد کرا دینا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔

کالکا ہی کے ذریعے مجھے اس بات کا علم ہوا تھا کہ قاسم علی کو مزدوروں کو بھڑکانے کے لیے شنکر کی گندی قوتوں نے اکسایا تھا' مجھے بخوبی یاد تھا کہ شنکر نے مجھے دھمکی دی تھی کہ اگر میں نے نرنجن کے ساتھ پارٹنرشپ سے انکار کیا تو وہ میرے راستے میں اتنی دشواریاں پیدا کردے گا کہ میرے لیے سکون کا سانس لینا بھی مشکل ہوجائے گا۔ اس کے علاوہ کالکا نے بھی مجھے صاف لفظوں میں یہی بتایا تھا کہ اگر پنڈت بنسی دھر اپنا حساب مکمل کرنے میں کامیاب ہوگیا تو پھر وہ غلاموں کی طرح اس کے ہر حکم کی بجا آوری کے لیے مجبور ہوجائے گی ــــ کالکا' پنڈت بنسی دھر اور شنکر کا گٹھ جوڑ میرے لیے بے شمار دشواریاں پیدا کر سکتا تھا۔ سیٹھ پرشوتم نے درمیان میں آکر ایک نیا مسئلہ کھڑا کردیا تھا۔

میرے ذہن میں آندھیاں چل رہی تھیں' جو کبھی لڑنے کی صلاحیت ہر شخص میں نہیں ہوتی لیکن گندی اور ناپاک قوتوں نے مفاہمت کے لیے جو شرائط رکھی تھیں اور جو حالات پیدا کردیے تھے ان کے سامنے گھٹنے ٹیک دینا بھی میرے اصول کے خلاف تھا چنانچہ اب اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کے سوا میرے پاس کوئی دوسرا راستہ باقی نہیں رہ گیا تھا۔ میں ابھی ان ہی خیالات میں محو تھا اور آیندہ کے لیے کسی راستے کا تعین کرنے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ ندیم نے جو خود بھی کسی سوچ میں غرق تھا' مجھے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

"کیا سوچ رہے ہو؟"

"آں ــــ" میں چونکا پھر خود کو سنبھالتے ہوئے بولا۔ "سیٹھ پرشوتم کے درمیان میں آجانے سے سارا کام خراب ہوگیا۔"

"تم کیا جانتے ہو اس کے بارے میں۔"

"صرف نام کی حد تک واقف ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"میں جانتا ہوں پرشوتم کے بارے میں۔" ندیم نے بے پروائی سے کہا۔ "بڑی موٹی اسامی ہے' امپورٹ ایکسپورٹ کی آڑ میں اسمگلنگ کا دھندا کرتا ہے۔ کروڑوں کا الٹ پھیر ہوتا ہے لیکن آدمی انتہائی چالاک اور دور اندیش ہے۔ خود بھی کھاتا ہے اور دوسروں کو بھی دل کھول مال کھلاتا ہے۔ اس کے ہاتھ اور شخصیت کے بارے میں صرف اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ وہ انسان کے

روپ میں کسی خطرناک آکٹوپس سے کم نہیں ہے۔ اسی لیے میں تمہیں سراج کے کمرے سے اٹھالایا تھا۔"

"لیکن ـــــ"

"تمہیں قاسم علی کی فکر لاحق ہے جو تمہارے خیال میں بے قصور ہے۔" ندیم نے جملہ درمیان سے اچکتے ہوئے کہا۔ "ایک بات پوچھوں۔"

"کیا؟"

"پرشوتم کے گھر کا لوٹا ہوا تمام مال جب سراج نے بذات خود قاسم علی کے گھر سے برآمد کیا ہے تو تم اسے بے گناہ کس طرح کہہ سکتے ہو؟"

"کیا تمہیں میری بات کا اعتماد نہیں ہے۔"

"ہے ـــــ" ندیم نے چیختے ہوئے لہجے میں تیزی سے جواب دیا۔ "اتنا ہی اعتماد ہے جتنا یقین اس بات کا ہے تم مجھ سے کوئی اہم بات چھپا رہے ہو ـــــ ون منٹ' تم نے مجھے جو کہانی قاسم علی کے سلسلے میں سنائی ہے' وہ میرے حلق سے نیچے نہیں اتری' کیا میں ایک دوست کی حیثیت سے تم سے اس بات کی درخواست کرسکتا ہوں کہ تم مجھے اصلیت سے آگاہ کردو۔"

میرے لیے فرار کا کوئی راستہ نہیں تھا چنانچہ میں نے کالکا اور کمبل پوش کا ذکر درمیان سے حذف کرکے روپ نگر میں اپنی تعیناتی سے لے کر قاسم علی کی گرفتاری تک کی تمام تفصیل تھوڑی ترمیم اور اضافہ کے ساتھ ندیم کو سنادی وہ اس وقت بھی بڑی بے پروائی سے خاموش بیٹھا میری باتیں سنتا ہے۔ مجھے اس کی بے پروائی پر کوئی تعجب نہیں ہوا' میں جانتا تھا کہ وہ مضبوط اعصاب کا مالک ہے اور غم پالنا اس کی فطرت کے خلاف تھا۔ وہ آنکھ بند کرکے سب کچھ کر گزرنے کے اصول کا قائل تھا' نفع اور نقصان اس کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ میں خاموش ہوا تو اس نے کہا۔

"کیا تمہارا خیال ہے قاسم علی کو پھنسوانے میں شنکر کے سفلی عمل کو دخل ہوگا۔"

"اس کے علاوہ اور کیا سوچا جاسکتا ہے؟" میں نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ "وہ مجھے نرنجن لال کے سلسلے میں پریشان کن حالات سے دوچار کردینے کی دھمکی بھی دے گیا ہے۔"

"کیا تمہیں اس بات کا بھی یقین ہے داور کو بھی شنکر کی ماورائی قوتوں نے نئی زندگی دے دی ہے۔"

"اس کے علاوہ اور کیا سوچا جاسکتا ہے؟" میں نے کہا۔ "میں اسے دوبار خود اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔"

"مجھے تمہاری باتوں پر یقین کرلینے میں کوئی عار نہیں ہے لیکن ایک سوال ابھی تشنہ رہ جاتا ہے۔"

"وہ کیا؟"

"شنکر کو بلاوجہ معاملے کو اتنا طول دینے کی کیا ضرورت تھی' اگر وہ شیطانی قوتوں کا مالک ہے تو تمہیں براہ راست بھی ٹھکانے لگا سکتا تھا' نرنجن لال کا راستہ ہمیشہ کے لیے صاف ہوجاتا۔"

"تمہاری دلیل معقول ہے۔" میں نے جلدی سے بات بناتے ہوئے کہا۔ "یہی ایک سوال میرے ذہن میں بھی متعدد بار ابھر چکا ہے۔"

"ہوسکتا ہے وہ تمہارے ساتھ چوہے اور بلّی والا کھیل کھیل کر لطف اندوز ہو رہا ہو۔"

"میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"بہرحال ایک بات طے ہے کہ شنکر یا اس کے گرگوں نے سیٹھ پرشوتم کو درمیان میں لاکر تمہارے لیے ایک نیا محاذ اور کھول دیا ہے۔ مجھے ان محاذوں کی اتنی پروا نہیں ہے جتنی فکر اس بات کی ہے کہ قاسم علی کو بلاوجہ اپنے ناکردہ گناہوں کی سزا بھگتنی پڑے گی۔"

"کل کیا ہوگا؟ میں نے اس کی فکر کبھی پہلے نہیں کی۔" ندیم نے جواب دیا۔ "یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قاسم علی کو دوبارہ ضمانت پر رہا کرالیا جائے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔ "کیا تمہیں یاد نہیں ہے کہ سیٹھ پرشوتم نے کس قدر گھٹیا انداز میں ہمیں چیلنج کیا تھا اور میں نے سراج کے دفتر سے باہر نکل کر تم سے کہا تھا کہ کھیل تو اب شروع ہوگا۔"

"زیادہ سوچنے سمجھنے سے صحت پر اچھا اثر نہیں پڑتا۔" ندیم نے اس بار سنجیدگی سے کہا۔ "فی الحال میرا مشورہ تمہارے لیے صرف اتنا ہے کہ تم پرشوتم کے خیال کو ذہن سے نکال دو' وہ میری لائن کا آدمی ہے اس لیے تمہارے سمجھ میں نہیں آئے گا اور اس قسم کے لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لیے کیا طریقۂ کار مجرب ثابت ہوتا ہے تم اسے سے بھی ناواقف ہو۔"

"لیکن اگر تم نے پرشوتم کو راستے سے ہٹانے یا چھیڑنے کی کوشش کی تو قاسم علی کا کیس اور خراب ہوجائے گا۔"

"گھی جب سیدھی انگلی سے نہ نکلے تو پھر مجبوراً اسے ٹیڑھا کرنا پڑتا ہے۔" ندیم نے گاڑی اپنے گھر کے سامنے [رو]کتے ہوئے کہا۔ "رہا قاسم علی کا معاملہ تو تم اسے بھی [میر]ے اوپر چھوڑدو۔"

"مگر ـــــ"

"شہباز ـــــ" ندیم نے نیچے اترتے ہوئے مجھے غور [سے] دیکھا۔ "تم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ میں تمہارا بہت [پر]انا دوست ہوں پھر تم نے قبل ازوقت یہ نتیجہ کیوں اخذ [کر] لیا کہ میرا اٹھایا ہوا کوئی قدم تمہارے لیے نقصان دہ بھی [ہو] سکتا ہے۔"

"او کے ـــــ لیکن پلیز جو کچھ بھی کرنا سوچ سمجھ کر [کر]نا۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا پھر اپنی گاڑی میں [بیٹھ] کر دفتر کی طرف روانہ ہوگیا لیکن تمام راستے میرا ذہن [ندی]م کی باتوں سے الجھتا رہا! میں جانتا تھا کہ وہ انتہا پسند [طبیع]ت کا مالک ہے کچھ بھی کرسکتا تھا!

اسی رات مجھے ایک نئے حادثے کی اطلاع سے دوچار [ہو]نا پڑا' میں رات کا کھانا کھانے کے بعد اپنی خوابگاہ میں [لیٹا] ہوا ایک دلچسپ ناول کے مطالعے میں مصروف تھا کہ [فو]ن کی گھنٹی بجی اور میں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔

"ہیلو ـــــ" میں نے کتاب کا مطالعہ جاری رکھتے [ہو]ئے کہا۔

"میں سراج بول رہا ہوں۔"

"کوئی نئی اطلاع ـــــ" میں نے سراج کو آواز سن کر [نا]ول رکھ دیا۔ گھڑی پر نظر ڈالی رات کے دس کا عمل تھا۔

"مجھے افسوس ہے مسٹر شہباز کہ قاسم علی کے سلسلے [م]یں ـــــ"

"آپ اس کی وضاحت کرچکے ہیں۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "ایک پولیس آفیسر کی حیثیت سے قانون کے تقاضوں کو پورا کرنا آپ کا فرض ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوچکا ہے کہ سیٹھ پرشوتم کی پہنچ بہت اوپر تک ہے' اگر وہ ضمانت کی منسوخی کے آرڈر نہ بھی لاتا تو [لیک]ن شاید آپ ـــــ"

"آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔" سراج نے بڑی سنجیدگی سے اپنی پوزیشن کی وضاحت کی۔ "میرا شمار آپ ان پولیس افسران میں نہ کریں جو شخصیت اور اس کی پہنچ کے پیش نظر اپنے فرض سے غافل ہوجاتے ہیں میں اپنی ملازمت کو ہمیشہ فرائض پر ترجیح دینے کا عادی ہوں' دوسری بات یہ کہ میں نے اس وقت کسی اور مقصد کے تحت فون کیا تھا۔"

"وہ کیا؟"

"اگروال اور اس کے دوسرے ساتھیوں کو ہمارے راستے سے بڑے پراسرار طریقے سے ہٹادیا گیا۔"

"کیا مطلب ـــــ" میں نے حیرت سے دریافت کیا۔

"میں ابھی ابھی پولیس سرجن سے مل کر واپس آیا ہوں۔" سراج نے کہا۔ "پوسٹ مارٹم نے سب کی موت کے سلسلے میں ایک ہی کہانی سنائی ہے۔ وہ سب کسی زہریلے سانپ کی ڈسنے سے موت کا شکار ہوئے ہیں۔"

"کیا ان سب کو ایک ہی لاک اپ میں رکھا گیا تھا۔" میں تیزی سے سوال کیا۔

"نہیں ـــــ" سراج نے جواب دیا۔ "اگروال کو سب سے الگ تھلگ رکھا تھا' اس کے دیگر ساتھیوں کو بھی دو مختلف تھانوں کے الگ الگ لاک اپ میں رکھا گیا تھا لیکن پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق سب کی موت کا وقت اور سبب تقریباً ایک ہی ہے۔"

"کیا ان کی موت کی اطلاع بھی آپ کو ایک ہی وقت ہوئی تھی؟" میں نے کچھ سوچتے ہوئے سوال کیا۔

"نہیں ـــــ" سراج نے جواب دیا۔ "ان کی موت کی اطلاع مجھے وقفے وقفے سے ملی تھی۔"

"ایک اہم بات اور ـــــ" میں نے تیزی سے پوچھا۔ "کیا مرنے والوں کے ساتھ لاک اپ میں دوسرے قیدی موجود نہیں تھے؟"

"یہی تو حیرت کی بات ہے۔" سراج نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "مرنے والوں کے ساتھ اور قیدی بھی تھے لیکن ان سب کا بیان ایک ہی جیسا ہے' مرنے والوں نے بیٹھے بیٹھے اچانک چیخ ماری پھر زمین پر لوٹنے لگے' اسکے ساتھ ان کے منہ سے جھاگ بھی جاری ہوگیا تھا' اپنے بیان میں کسی ایک نے بھی لاک اپ میں کسی سانپ کو دیکھنے کا اقرار نہیں کیا دوسرے تمام قیدی محفوظ ہیں۔"

"پھر۔۔۔" میں نے نچلا ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "آپ نے کیا نتیجہ اخذ کیا ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ موجودہ واردات میں بھی ان ہی پراسرار قوتوں اور ماورائی طاقتوں کا دخل ہے جنہوں نے محسن علی کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔"

"گویا اب یہ کیس بھی داخل دفتر کردیا جائے گا۔"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ تفتیش تو ہوگی لیکن پوسٹ مارٹم رپورٹ اور کسی عینی شاہد یا ثبوت نہ ملنے کی وجہ سے سوائے کاغذات کی خانہ پُری کے علاوہ اور کیا بھی کیا جاسکتا۔"

"مسٹر سراج۔۔۔" میں نے پہلو بدلتے ہوئے دریافت کیا۔ "کیا موت کی وجہ صرف اسنیک پوائزن (SNAKE POISON) ہے یا مرنے والوں کے جسم پر سانپ کے ڈسنے کے نشانات بھی موجود تھے۔"

"میں نے ابھی اسی لائن پر غور کرتے ہوئے ایک ایک لاش کا بذات خود معاینہ کیا تھا اور آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ مرنے والے تمام افراد کے پاؤں پر سانپ کے ڈسنے کے واضح نشانات پائے گئے ہیں۔"

"میرے لیے کیا حکم ہے؟" میں نے سپاٹ لہجے میں پوچھا' میرا ذہن بڑی تیزی سے اس پراسرار واردات کے مختلف پہلوؤں پر غور کررہا تھا۔

"ہوسکتا ہے میرا اندازہ غلط ہو لیکن میرا خیال ہے کہ آپ اگر چاہیں تو پولیس کی مدد کرسکتے ہیں۔"

"وہ کس طرح؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "کیا آپ کا خیال ہے کہ میں نے خود ہی ان لوگوں کو قانون کی بساط پر سے ہٹادیا جنہوں نے مجھے اغوا اور پھر قتل کردینے کے فیصلہ کیا تھا۔"

"آپ وکرم کی گرفتاری کو کیوں بھول رہے ہیں؟" سراج کا لہجہ معنی خیز ہوگیا۔ "ہوسکتا ہے کہ آپ نے نظر آنے والے خواب کی بات کسی خاص وجہ سے کہی ہو' وہ باتیں جو آپ کے علم میں میں انہیں منظرعام پر لانے سے گریز کیا ہو لیکن ایک بات اپنی جگہ طے ہے اب تک بھی ناقابل یقین اور پراسرار باتیں پولیس کی فائل تک ہیں اس کا تعلق کسی نہ کسی زاویے سے آپ کی شخصیت سے ضرور ہے۔"

"میں اس خیال کی تردید نہیں کروں گا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "لیکن ایک بات خود میرے لیے انتہا حیرت انگیز ہے اگر کچھ گندی ناپاک اور خبیث قوتیں میرے پیچھے پڑی ہیں تو وہ براہ راست مجھے اپنا نشانہ کیوں نہیں رہیں۔"

"اس کا جواب بھی آپ ہی دے سکتے ہیں۔" سراج کے لہجے میں ہلکی سی چبھن بھی تھی جسے محسوس کرکے میں مسکرائے بغیر نہ رہ سکا اس کی جگہ اگر میں ہوتا تو شاید پے در پے ہونے والی ناقابل توجیہہ وارداتوں سے خود میری عقل بھی خبط ہوکر رہ جاتی۔ "آئی ایم سوری مسٹر سراج۔" میں نے تھوڑے توقف کے بعد کہا۔ "میں حالات کے پیش نظر آپ کی الجھن اور پریشانی کو سمجھ رہا ہوں لیکن ابھی تک میں بھی کسی آخری نتیجے پر پہنچنے سے قاصر ہوں' بہرحال مجھے خوشی ہے کہ اگروال اور اس کے ساتھیوں نے اپنی دردناک موت سے پہلے نرنجن لال کا نام نہیں لیا۔"

"کیا مطلب۔۔۔" سراج نے چونکتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ کا خیال ہے کہ نرنجن لال کے اشارے پر کسی شیطانی قوت نے اگروال اور اس کے ساتھیوں کے منہ ہمیشہ کے لیے بند کرادیے ہوں گے۔"

"فی الحال اس کے علاوہ اور کیا سوچا جاسکتا ہے؟"

"میں نے پہلے بھی آپ سے یہی کہا تھا کہ نرنجن لال میری نگاہوں میں مشکوک ہے لیکن بغیر کسی ٹھوس ثبوت کے میں اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔ کیا آپ اس سلسلے میں اپنا کوئی ایسا تحریری بیان دینا پسند کریں گے جو قانون کے ہاتھ مضبوط کرسکے۔"

"سوری۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔ "میں بھی کسی ٹھوس ثبوت کے بغیر کوئی بیان دینے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔"

"گویا مجرم بدستور قانون کی دسترس سے دور رہے گا۔"

"ابھی ایک مہرہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔۔۔ وکرم۔"

"لیکن وہ زبان کھولنے پر موت کو ترجیح دینے کا فیصلہ کرچکا ہے۔" سراج نے ایک بار پھر اپنی مجبوریوں کو ذکر کرتے ہوئے کہا۔

"پھر ہمیں کسی مناسب وقت اور موقعے کا انتظار کرنا

گا۔"

بہرحال مجھے یقین ہے کہ آپ اس سلسلے میں مجھ سے کریں گے۔" سراج نے کہا پھر اس کے ساتھ ہی منقطع کردیا۔

اگروال اور اس کے ساتھیوں کی پراسرار موت کی نے مجھے پھر شنکر کے بارے میں سوچنے پر مجبور کردیا' کے کہے ہوئے دھمکی آمیز جملے میرے ذہن میں بن کر گونجنے لگے' شنکر کے سلسلے میں اب کوئی کارروائی ضروری ہوگئی تھی' میں نے کچھ سوچ کر کالکا یا۔

"میں جانتی ہوں کہ تم نے مجھے کس کارن یاد کیا" کالکا کی مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی لیکن کے ساتھ ہی مجھے کمرے میں کسی سانپ کی پھنکار کی سنائی دی' میں نے بڑی پھرتی سے دیکھا گہرے سیاہ کا ایک سانپ میرے بستر کے قریب ہی کنڈلی مارے ن کاڑھے کھڑا تھا' میں نے پلک جھپکتے ہی تکیے کے اپنا آٹومیٹک نکالا اور جست لگاکر مسہری کی دوسری اور گیا پھر میں نے موت کے اس ہرکارے کا نشانہ کوشش کی ہی تھی کہ کالکا کی سرسراتی ہوئی سرد آواز کانوں میں گونجی۔

"کیا تم اپنی کالکا کو اپنے ہاتھوں سے مار ڈالو گے۔"

"۔۔۔" میں نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے سانپ کو دیکھتے حیرت بھرے انداز میں کہا۔ "کیا اگروال اور اس تھیوں کو۔۔۔"

"ہاں۔۔۔ وہ میرے ہی زہر کا شکار ہوئے ہیں۔"

"لیکن تم نے ایسا کیوں کیا۔۔۔" میں نے تعجب سے

"میں نے تمہیں وکرم کے سلسلے میں وچن دیا تھا کہ وہ مہان شکتی کا شکار نہیں ہوگا اور وہ میرے کہنے کے آج بھی زندہ انسانوں کی طرح سانس لے رہا ہے۔"

"مگر اگروال اور اس کے ساتھی۔۔۔"

"اب انہیں بھول جاؤ۔" کالکا نے بڑی سرد مہری سے دیا۔ "تم نے میرے منع کرنے کے باوجود شنکر کے پنڈت بنسی دھر کی باتیں چھیڑ کر اسے چوکنا کردیا تھا' طرف سے کھٹک گیا تھا' میں نے اسی کے شک کو کے کارن اگروال اور اس کے ساتھیوں کو اپنی کی کا نشانہ بنادیا ہے۔"

"وہ لوگ میرے دشمن تھے اور یہ بات تم نے ہی مجھے بتائی تھی۔"

"وہ صرف کرائے کے غنڈے تھے' تمہارا اصل دشمن نرنجن لال ہے۔" کالکا نے فضا میں لہراتے ہوئے کہا۔ "تم اس کی چنتا مت کرو' تم جب چاہو گے میں اسے قانون کے ہاتھوں میں پھنسوا دوں گی۔"

"تمہارا یہ روپ میرے لیے بڑا اعصاب شکن اور بھیانک ہے۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے جواب دیا۔

"اس چکر میں پڑ کر اپنے سمے مت برباد کرو۔" وہ بولی۔ "میرے ہزاروں روپ ہیں' اپنی مہان شکتی کا سہارا لے کر میں کوئی روپ بھی دھار سکتی ہوں۔"

"مم۔۔۔ میں' تمہیں تمہارے اصلی روپ میں دیکھنا پسند کروں گا۔"

"میرا اصلی روپ وہی دیکھ سکتا ہے جو ایک خاص جاپ پورا کرنے کے بعد تمہاری کالکا رانی کو اپنے قبضے میں کرے گا۔"

"پنڈت بنسی دھر۔۔۔"

"اس کا دھیان من سے نکال دو شہباز۔" کالکا جھلا کر اپنا پھن زمین پر مارتے ہوئے بولی۔ "تم نے میری راہ میں بہت ساری کٹھنائیاں پیدا کردی ہیں۔۔۔ پر اب بھی سمے نہیں گزرا۔۔۔ بنسی دھر کا جاپ پورا ہونے میں ابھی کچھ سمے باقی ہے۔ میں اس کے گیان دھیان میں کھوٹ ڈالنے کی کوشش اوش کروں گی پرنتو تم میری ایک بات دھیان سے سن لو۔۔۔ تم اس منڈل کے قریب جانے کی بھی حماقت کبھی نہ کرنا جس کے اندر بیٹھا وہ اپنے جاپ میں مگن ہے۔۔۔ کل کیا ہوگا یا کیا ہونے والا ہے اس کا علم دیوی دیوتاؤں کو سوا کوئی نہیں جانتا لیکن تم شنکر کی طرف سے ہوشیار رہنا' اس کے من میں تمہارے خلاف کھوٹ ہی کھوٹ بھرا ہے۔ وہ تمہیں سکھ کا سانس نہیں لینے دے گا۔"

"اور تم نے کہا تھا کہ تم شنکر کو میرے راستے سے ہٹانے کے لیے میری کوئی سہائتا نہیں کرسکتیں۔" میں نے کالکا کو ایک بار پھر اکسانے کی کوشش کی' مجھے کامل یقین تھا کہ صندلی انگوٹھی کی موجودگی میں اب وہ میرے دل کا بھید نہیں پاسکے گی۔

"کالکا کی شکتی کا امتحان لینے کی کوشش مت کرو۔۔۔ سمے کا انتظار کرو۔" اس کی آواز میں بڑی گہرائی تھی' میں اس کا مطلب سمجھنے سے قاصر تھا۔

"کالکا رانی۔۔۔" میں نے باتوں کا رخ بدلنے کی خاطر اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "کیا تم مجھے ہمیشہ اسی روپ میں

نظر نہیں آسکتیں جس خوب صورت اور حسین روپ میں' میں نے تمہیں پہلی بار دیکھا تھا۔"

"چنتا مت کرو۔۔۔ کالکا تمہیں پھر اسی روپ میں درشن دینے کی کوشش کرے گی۔۔۔ پر ابھی نہیں۔" اس کا لہجہ سپاٹ تھا' وہ چونکہ ایک زہریلے سانپ کے روپ میں تھی اس لیے میں اس کے چہرے سے اس کے دل کا بھید معلوم کرنے سے قاصر تھا پھر اچانک میرے ذہن میں سیٹھ پرشوتم کی شخصیت ابھر آئی' میں نے کالکا کو سنجیدگی سے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"تم جانتی ہو کہ قاسم علی بے گناہ ہے۔"

"ہاں۔۔۔ اور کالکا یہ بھی جانتی ہے کہ قاسم علی کو اسی نے تمہارے راستے سے ہٹایا تھا۔" اس نے پھنکتے ہوئے انداز میں جواب دیا۔ "کمان سے نکلا ہوا تیر واپس نہیں آسکتا۔"

"لیکن سیٹھ پرشوتم اگر وقت پر میرے آڑے نہ آجاتا تو شاید میں قاسم علی کے لیے کچھ کر سکتا تھا۔"

"تم ...ل رہے ہو شہباز۔" کالکا کے انداز میں بے رخی تھی۔ "میں نے تم سے کہا بھی تھا کہ تمہارے کارن دوسروں کو بڑی کٹھنائیاں بھگتنی پڑیں گی۔"

"سیٹھ پرشوتم نے مجھے چیلنج کیا ہے۔" میں نے کالکا کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔ "کیا تم پرشوتم کے خلاف کچھ نہیں کر سکتیں۔"

"اس کا برا سمے آچکا ہے۔" کالکا نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا مطلب؟" میں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"شہباز۔" اس بار کالکا نے میری بات کو نظرانداز کیا۔ "کیا تم اپنی کالکا کو یہ نہیں بتاؤ گے اس چھایا کا راز کیا ہے جو ہر موڑ پر تمہاری سہائتا کر رہی ہے۔ میرا من کہتا ہے کہ تم اس کے بارے میں جانتے ہو۔"

"اگر جانتا ہوتا تو تم سے کبھی نہ چھپاتا۔" میں نے دروغ گوئی سے کام لیا پھر میں اس سے پرشوتم کے بارے میں کچھ کہنا ہی چاہ رہا تھا کہ آگ کا ایک کوندا سا لپکا اور پلک جھپکتے میں کالکا جو سانپ کے روپ میں موجود تھی دھواں بن کر میری نظروں سے اوجھل ہو گئی! اس کا اس طرح اچانک غائب ہو جانا میرے لیے قابلِ غور تھا۔

❁

سیٹھ پرشوتم کے ذہن سے نشے کا خمار آہستہ آہستہ ٹوٹ رہا تھا' گزری رات کی خوب صورت اور حسین یادیں اس کے وجود کو گرما رہی تھیں۔ رات وہ ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں ڈنر پر مدعو تھا جہاں شہر کے بڑے بڑے کاروباری اور سرکاری افراد موجود تھے۔ ان میں بے شمار عورتیں اور لڑکیاں بھی تھیں جو جدید فیشن کے لباس میں ملبوس اپنے حسن کا جادو جگا رہی تھیں' ملے جلے قہقہوں اور پُرلطف باتوں سے پورا ہال کھنک رہا تھا۔ ماحول پر نشے کی سی کیفیت طاری تھی۔

سیٹھ پرشوتم اس وقت ایک میز پر اپنے ایک کاروباری دوست کے ساتھ بیٹھا خوش گپیوں میں مصروف تھا جب اسے وہ لڑکی ڈائننگ ہال میں داخل ہوتی نظر آئی تھی' وہ نہ صرف یہ کہ تنہا تھی بلکہ بلا کی حسین اور نوجوان بھی تھی' ہال میں داخل ہو کر اس نے وہاں موجود افراد کا سرسری جائزہ لیا پھر اپنی دستی گھڑی پر نظر ڈالتی ہوئی ایک خالی میز پر بیٹھ گئی۔ گھڑی دیکھنے کا انداز اور چہرے پر نظر آنے والے تاثرات اس بات کی ترجمانی کر رہے تھے جیسے کسی کی منتظر تھی' وہ کسی کھلے گلاب کے مانند نازک اور حسین تھی لیکن مقامی نظر نہیں آرہی تھی اور اسی ایک نکتے نے پرشوتم کی رگوں میں دوڑنے والے خون کی حدت کو بڑھا دیا تھا' یوں بھی وہ حسین اور خوب صورت عورتوں کے سلسلے میں خاصا ندیدہ واقع ہوا تھا۔ خوب صورت اور بے باک عورتیں اس کی سب سے بڑی کمزوری تھی اور یہ بات اس کے دوست احباب بھی بخوبی جانتے تھے چنانچہ اس وقت بھی جب وہ اس تنہا لڑکی کو دیر تک ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہا تو اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے بے تکلف دوست نے مدھم آواز میں کہا۔

"کیا ہو گئے گھائل۔"

"کوئی نئی معلوم ہوتی ہے۔" پرشوتم نے بدستور لڑکی کو گھورتے ہوئے جواب دیا۔ "آج میں اسے پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔"

"چیز واقعی شاندار ہے۔"

"اور امپورٹڈ بھی۔" پرشوتم معنی خیز لہجے میں مسکراتے ہوئے بولا۔ "ایک ٹرائی کر لینے میں کوئی نقصان بھی نہیں ہے۔"

پھر وہ دوست کے جواب کا انتظار کیے بغیر ہی اٹھ کر سیدھا لڑکی کی میز کی طرف قدم اٹھانے لگا' ہال میں بیٹھے ہوئے اور بھی متعدد افراد دور دور بیٹھے کن انکھیوں سے اسی لڑکی کو دیکھ دیکھ کر نگاہیں سینک رہے تھے۔

"میرا خیال ہے کہ آپ کسی کی راہ تک رہی ہیں۔" پرشوتم نے لڑکی کے قریب جا کر بے تکلفی سے پوچھا۔

"جی۔۔۔ جی ہاں۔" لڑکی نے جواب دیا' اس کے ...کا انداز بھی غیر ملکیوں جیسا تھا۔

"مجھے سیٹھ پرشوتم کہتے ہیں۔" اس نے بڑے تکبر سے ...رف کرایا۔

"مسٹر۔۔۔ پرشوتم۔" لڑکی نے اس نام کو دُہرایا پھر ...ل آویز مسکراہٹ ہونٹوں پر بکھیرتے ہوئے بولی۔ ...ی۔۔۔ یو آر مسٹر پرشوتم۔ میں یہ نام اپنے کسی فرینڈ ...بھی سن چکی ہوں۔"

"ہی ہی۔۔۔" پرشوتم نے بھونڈے انداز میں ہنسنے ...ش کی پھر بولا۔ "کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟"

"آف کورس۔۔۔ وہائی ناٹ۔"

"آپ کا شبھ نام۔" پرشوتم نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ماریا۔۔۔ ماریا فرنانڈس۔" لڑکی نے ایک شوخ ادا ...نے بالوں کو سر کی خفیف جنبش سے شانوں پر لہراتے ...جواب دیا۔

"کیا پسند کریں گی آپ؟" پرشوتم نے ماریا کو للچائی ...نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"تھینکس۔" ماریا نے اس بار بڑی سنجیدگی سے ...پر نظر ڈالتے ہوئے جواب دیا۔ "میرا خیال ہے کہ ...نہیں آئے گا۔"

"وہ کون؟"

"میرا ڈرائیور۔" وہ قدرے جھلاتے ہوئے بولی۔ ...نے اسے ٹھیک ساڑھے آٹھ کا ٹائم دیا تھا اور اب ...ے نو ہو رہے ہیں۔"

"کہاں جانا ہے آپ کو؟" پرشوتم نے تیزی سے ...ت کیا۔

"اب میں گھر جاؤں گی۔" ماریا پہلو بدل کر بولی۔ ...ور کے نہ آنے سے میرا موڈ خراب ہو گیا۔"

"سیوک کو خدمت کا موقع دیجیے۔ میں آپ کو گھر ...پ کرتا ہوں۔" پرشوتم نے اپنی خدمات پیش کیں پھر ...ی دیر بعد وہ ماریا کو اپنے ساتھ لے جانے پر آمادہ ...نے میں کامیاب ہو گیا۔ وہ ایک کامیاب شکاری تھا اس ...راستے میں ہی ماریا کو اپنے ساتھ ایک مقامی کلب لے ...نے میں بھی کامیاب ہو گیا جہاں ماریا بہت جلد اس سے ...ت سے کچھ زیادہ ہی بے تکلف ہو گئی پھر اسی کے بار ...اصرار کرنے پر پرشوتم ایک کے بعد دوسرا جام حلق کے ...اتارتا رہا' نتیجتاً ایک لمحہ ایسا بھی آیا جب وہ اپنے ...حواس پر قابو نہ رکھ سکا۔ اس کا ذہن بری طرح چکرا رہا تھا' کلب کے درودیوار بھی رقص کرتے نظر آرہے تھے' اس نے خود کو سنبھالنے کی خاطر کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر نشے کی شدت پر قابو پانے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ اس کا ذہن گھپ اندھیروں کی گہرائیوں میں ڈوبتا چلا گیا پھر دنیا و مافیہا سے بالکل ہی بے خبر ہو کر رہ گیا اور اب اس کا ذہن آہستہ آہستہ جاگ رہا تھا' کچھ دیر تک وہ ہوش میں آنے کے باوجود ماریا کے حسین تصور کو قائم رکھنے کی خاطر آنکھیں بند کیے لیٹا رہا پھر جب خاصی دیر بعد آنکھیں کھولیں تو چونک اٹھا' وہ جس کمرے میں بستر پر لیٹا تھا وہ اس کی اپنی خواب گاہ نہیں تھی' وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ ماریا اس کے سامنے ایک ایزی چیئر پر بیٹھی سگریٹ کا دھواں فضا میں بکھیر رہی تھی۔

"اوہ۔۔۔ ماریا" پرشوتم نے اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "گزشتہ رات میں کچھ زیادہ ہی پی گیا تھا' تمہیں مجھے یہاں تک لانے میں یقیناً دشواری کا سامنا کرنا پڑا ہوگا۔"

"تمہیں میں نہیں' میرے ساتھی اٹھا کر یہاں لائے ہیں۔" ماریا نے بڑی روانی سے اردو بولتے ہوئے سنسنی خیز لہجے میں کہا۔ "مجھے خوشی ہے کہ میری توقع کے عین مطابق تم نے اسی کلب کا انتخاب کیا جہاں میرے ساتھی پہلے سے موجود تھے۔ دوسری شکل میں مجھے تھوڑی زحمت ضرور اٹھانی پڑتی۔"

"کیا مطلب؟" پرشوتم چونکا۔ "کیا یہ تمہاری خواب گاہ نہیں ہے۔"

"نہیں۔"

"پھر میں اس وقت کہاں ہوں؟"

"زیرِ زمین ایک ایسے کمرے میں جو تم جیسے لوگوں ہی کے لیے بنایا گیا ہے۔" ماریا زہرخند لہجے میں بولی۔ "یہاں سے تم اسی صورت میں زندہ باہر جا سکتے ہو جب تم باس کے جوتے چاٹنے پر خوشی خوشی تیار ہو جاؤ گے۔"

"کیا مطلب؟" پرشوتم اچھل پڑا۔ "کون ہو تم؟"

"وہی حسین و جمیل ماریا جس کے بچھائے ہوئے جال میں تم کل رات پھنس چکے ہو۔"

"مجھے یہاں لانے کا مقصد کیا ہے؟"

"اس کا علم صرف باس کو ہے۔" ماریا نے بے پروائی سے کہا۔ "ویسے تمہاری اطلاع کے لیے عرض کر دوں کہ نہ تو میرا نام ماریا ہے نہ ہی میرا اصل شکل وہ ہے جو تم اس وقت دیکھ رہے ہو۔"

"میک اپ"

"ظاہر ہے۔" ماریا نے اس کا مضحکہ اڑاتے ہوئے جواب دیا۔ "کسی بڑی مچھلی کو پھانسنے کے لیے خوب صورت جال ہی استعمال کیا جاتا ہے۔"

پرشوتم نے کوئی جواب نہیں دیا' کمرے کا جائزہ لینے لگا جس میں صرف ایک دروازہ تھا اور چھت کے قریب ایک روشن دان نظر آرہا تھا' کمرے کی آرائش بالکل کسی جدید طرز کی خواب گاہ جیسی حیثیت رکھتی تھی لیکن پرشوتم کے لیے وہ اب ایک قید خانے سے کم نہیں تھی' اس کے ذہن میں رہ رہ کر صرف ایک ہی خیال ابھر رہا تھا۔ اسے اغوا برائے تاوان کی غرض سے ایک خوب صورت شکنجے میں جکڑا گیا ہے۔ وہ جس کاروبار میں ملوث تھا اس میں دوستوں کے علاوہ چند دشمن بھی تھے' ایک ایک کرکے وہ ایسے تمام افراد کے بارے میں سوچ رہا تھا جو اسے چھڑانے کی جرأت کرسکتے تھے' اس نے طے کرلیا تھا کہ تاوان کی رقم خواہ کتنی ہی ہوا ادا کرکے اس حسین قید سے گلو خلاصی حاصل کرلے گا اور اس کے بعد وہ اپنے دشمن کی تکا بوٹی کرنے میں بھی کوئی کسر نہیں اٹھا رکھے گا' بڑی دیر تک وہ اپنے خیالوں میں گم رہا۔ ماریا بڑی بے پروائی سے ایزی چیئر پر بیٹھی اس شیر کی بے بسی سے لطف اندوز ہوتی رہی جو چوہے دان میں اس طرح پھنس گیا تھا کہ اب اس کے لیے نکاسی کا کوئی راستہ نہیں تھا۔

"تمہارا اصل نام کیا ہے؟" کچھ دیر بعد پرشوتم نے اس سے سوال کیا۔

"تمہارے لیے میں ہمیشہ ماریا ہی رہوں گی۔ یہ اور بات ہے کہ دوسری بار دیکھنے پر تمہارے فرشتے بھی مجھے شناخت نہیں کرسکیں گے۔"

"مجھے اپنے جال میں پھانسنے کے لیے تمہیں کتنی رقم کی آفر ملی ہے۔" اس نے گہری سنجیدگی سے پوچھا۔

"میں سمجھی نہیں تمہارا مطلب۔"

"میری بات دھیان سے سنو۔ تم نے پرشوتم کی شخصیت کا صرف ایک پہلو دیکھا ہے دوسرا دیکھو گی تو چیخ مار کر بے ہوش ہوجاؤ گی۔" پرشوتم نے سرد اور ٹھوس آواز میں کہا۔ "اگر تم مجھے یہاں سے نکالنے میں میری سہائتا کرو تو میں اس رقم سے دس گنا زیادہ مال دے سکتا ہوں جس کے کارن تم نے ایک آدم خور شیر کی کچھار میں گھس کر اسے للکارنے کی حماقت کی ہے۔"

"میں جانتی ہوں۔" ماریا نے سنجیدگی سی جواب دیا۔ "تم اپنے اصلی روپ میں کسی درندے سے بھی زیادہ بے رحم اور خطرناک ہو لیکن اس وقت قسمت اور حالات تمہیں کسی خارش زدہ کتے کی طرح دُم ہلانے پر مجبور کر[illegible] ہے۔"

پرشوتم کی آنکھوں میں خون اتر آیا' وہ دشمن کی تیو[illegible] ہونے کے باوجود کسی عورت کی زبان سے اس قدر ہتک[illegible] جملہ سننے کو تیار نہیں تھا' وہ بڑے خوفناک اور خطر[illegible] انداز میں ماریا کی طرف بڑھا تھا لیکن اس لمحے کمرے[illegible] دروازہ جو غالباً" آٹومیٹک تھا اور بجلی سے کنٹرول کیا جا[illegible] ایک ہلکی سی گڑگڑاہٹ کی آواز کے ساتھ تین انچ [illegible] ہوکر ایک طرف سرکتا چلا گیا۔ پرشوتم نے دروازے کی [illegible] دیکھا جہاں ایک چھریرے بدن اور دراز قد کا شخص [illegible] نقاب چہرے پر جمائے کھڑا تھا' وہ تنہا نہیں تھا' اس [illegible] ساتھ ایک گن مین تھا' ایک شخص اور بھی تھا لیکن تینوں کے چہرے نقاب میں چھپے ہوئے تھے۔

چھریرے بدن اور دراز قد کا مالک ایک لمحے [illegible] دروازے کے بیچوں بیچ کھڑا پرشوتم کو گھورتا رہا پھر [illegible] دونوں ساتھیوں کے ہمراہ اندر آگیا' رائفل بردار نے [illegible] کونے میں جاکر اپنی پوزیشن سنبھال لی تھی' دوسرے نقا[illegible] پوش نے ریموٹ کنٹرول ٹائپ کی کوئی شے جیب سے [illegible] کر اس کا رخ پرشوتم کی جانب کردیا پھر اس کی ایک [illegible] سرخ رنگ کے بٹن پر جم کر رہ گئی۔

"کون ہو تم اور کیا چاہتے ہو؟" پرشوتم نے دراز [illegible] والے نقاب پوش سے سوال کیا' اس کے لب و لہجے [illegible] خوف کی کیفیت بھی شامل تھی۔ "مجھے کس کارن یہ[illegible] لایا گیا ہے۔"

"صرف ایک سادے کاغذ پر وہ دستخط حاصل کرنے [illegible] لیے جو تم چیک پر کرنے کے عادی ہو۔" چھریرے [illegible] والے نقاب پوش نے بڑے سفاک لہجے میں کہا۔ "اس [illegible] بعد تمہیں آزاد کردیا جائے گا۔ انکار کی صورت میں [illegible] کے حکم کے مطابق ہمیں تمہارے شریر کے ٹکڑے [illegible] کرکے سمندر میں بہانے پڑیں گے جہاں گوشت [illegible] مچھلیاں ان ٹکڑوں کو ہڑپ کرکے اس دھرتی پر[illegible] تمہارے گندے وجود کو حرفِ غلط کی طرح مٹادیں گی[illegible] کے علاوہ ہمیں تمہارے ساتھ کوئی اور سودا طے کر[illegible] اختیار نہیں دیا گیا۔"

"تم لوگ شاید پرشوتم سے زیادہ جان کاری [illegible] رکھتے۔ سادے کاغذ پر دستخط لینے کے بعد تم نے مجھے [illegible] کردینے کا وچن دیا ہے۔"

"ہاں۔ ہم اب بھی اسی وعدے پر قائم ہیں۔"

"تمہارا خیال ہے۔ کیا آزادی حاصل کرنے کے بعد [illegible]م اور اس کے ساتھی تم لوگوں کو شما کردیں گے؟ [illegible] پرشوتم اپنے دشمنوں کو پاتال سے بھی گھسیٹ نکالنے [illegible] شکتی رکھتا ہے۔"

"کل کیا ہوگا؟ اس کے بارے میں ہم آج نہیں [illegible]چتے۔" دراز قد والے نقاب پوش نے بے پروائی سے [illegible]ب دیا۔

"میں تمہارے باس سے ملنا پسند کروں گا۔" پرشوتم [illegible] چباتے ہوئے بولا۔

"سوری مائی ڈیئر۔۔۔ ہمیں جتنا حکم دیا جاتا ہے ہم اس [illegible] زیادہ ایک قدم بھی نہیں اٹھاسکتے۔"

"ٹھیک ہے۔" پرشوتم نے تھوڑے توقف کے بعد [illegible] "کاغذ اور قلم لاؤ۔"

ماریا جو اب تک خاموش بیٹھی سب کچھ سن رہی تھی [illegible]ز قد نقاب پوش کا اشارہ پاکر تیزی سے اٹھی پھر اس نے [illegible]ے سائز کا سادہ پیڈ اور قلم نکال کر مغربی گوشے میں [illegible]ہوئی میز پر ڈال دیا' پرشوتم ایک لمحے تک کچھ سوچتا رہا [illegible]زی سے میز کی جانب بڑھا کرسی پر بیٹھ کر اس نے بڑے [illegible] سے پیڈ پر نیچے کی جانب اپنے دستخط کیے پھر اٹھتا ہوا [illegible]

"ایک بات دھیان میں رکھنا۔" اس نے بڑے [illegible] انداز میں غراتے ہوئے دراز قد والے نقاب پوش [illegible] کہا۔ "تم نے پرشوتم کے ساتھ بہت گھاٹے کا سودا کیا [illegible]"

"نمبر دو۔" دراز قد نقاب پوش نے اس شخص کو [illegible]ب کیا جس کے ہاتھ میں ریموٹ کنٹرول کے قسم کے [illegible] موجود تھی۔ "سیٹھ پرشوتم کو بتاؤ کہ ہم جان بوجھ کر کبھی [illegible]ے کا کاروبار نہیں کرتے۔"

پھر جو کچھ ہوا اس نے ماریا کو بھی ششدر کردیا' جسے [illegible]ر کر مخاطب کیا تھا اس نے جواب دینے کے بجائے [illegible]میں گردن کو ہلکی سی جنبش دی اور اس کے ساتھ ہی [illegible]ب و غریب قسم کے ریموٹ کنٹرول کو سرخ بٹن پر [illegible] انگلی کا دباؤ بڑھ گیا جس کے بعد اس میں سے سرخ [illegible] نیلے رنگ کی شعاعیں بجلی کی طرح چمکتی ہوئی نکلی [illegible] پرشوتم نے اچانک پاگلوں کی طرح مچلنا شروع کردیا' [illegible] ان کی زد میں اس کا جسم اس طرح شدید جھٹکے کھا رہا [illegible] اس کے جسم میں کرنٹ دوڑ رہا ہو۔ نمبر دو نے تین

چار بار اسی عمل کو دہرایا تو پرشوتم کے جسم پر موجود کپڑوں سے آگ بھڑک اٹھی۔ وہ دیوانوں کی طرح کربناک انداز میں چلا رہا تھا اور بالکل پاگلوں ہی کی طرح اپنے لباس کی دھجیاں اڑا رہا تھا۔ نمبر دو نے سرخ کے بجائے سفید بٹن کو دبایا تو بھڑکتی ہوئی آگ یکلخت بجھ گئی لیکن پرشوتم بدستور اپنے جسم کے کپڑوں کو نوچ رہا تھا۔ وہ جس انداز میں قہقہے بلند کررہا تھا اس میں دیوانگی کے ساتھ ساتھ شدید کرب کی کیفیت بھی شامل تھی۔

"گڈ۔۔۔" دراز قد والے نقاب پوش نے نمبر دو سے کہا۔ "اب اس پاگل کے منہ میں کپڑا ٹھونس کر پٹی باندھ دو اور رات ہوتے ہی اسے گاڑی میں ڈال کر شہر کے کسی ویرانے میں پھینک آنا۔ باس نے یہ ذمے داری بھی تمہیں سونپی ہے لیکن کام ہوشیاری سے کرنا۔"

"کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم اسے فی الحال بے ہوشی کا انجکشن لگادیں۔" ماریا نے تھوک نگلتے ہوئے پوچھا۔

"ایز یو وش ہنی۔" چھریرے جسم اور دراز قد والے نقاب پوش نے بے پروائی سے کندھے اچکاتے ہوئے کہا پھر اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ کمرے سے باہر نکل گیا۔

ماریا پھٹی پھٹی نظروں سے پرشوتم کو دیکھ رہی تھی جس کے جسم پر اب بڑے بڑے آبلے نمودار ہونا شروع ہوگئے تھے۔

*

ڈی ایس پی سراج آفس میں داخل ہوا تو میں نے اٹھ کر بڑی گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا لیکن میں یہ بھی محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا کہ سراج اس وقت ایک واقف کار کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک پولیس آفیسر کی حیثیت سے آیا ہے' اس کی آنکھوں میں الجھن اور ناراضگی کی ملی جلی کیفیت اس کے اندرونی جذبات کی ترجمانی کررہی تھی۔

"کوئی نئی افتاد۔" میں نے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"میں اس وقت آن ڈیوٹی ہوں مسٹر شہباز۔" سراج نے گہری سنجیدگی سے اسے گھورتے ہوئے جواب دیا۔

"گویا میرا اندازہ غلط نہیں ثابت ہوا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "آپ کو دیکھتے ہی میں نے بھانپ لیا تھا کہ پھر کوئی گمبھیر مسئلہ درپیش ہے۔"

"مجھے اس وقت آپ سے کچھ اہم معلومات حاصل کرنی ہیں۔"

"فرمایئے۔"

"قاسم علی کی ضمانت کے سلسلے میں میرے آفس میں سیٹھ پرشوتم سے ہونے والی ملاقات کے بعد کیا آپ اس سے دوبارہ بھی ملے تھے۔"

"جی نہیں۔"

"لیکن یہ بات اپنی جگہ یقیناً درست ہے کہ سیٹھ پرشوتم کی مداخلت کو آپ نے پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھا ہوگا۔"

"جی ہاں۔۔۔ میں اس بات سے انکار نہیں کروں گا لیکن۔۔۔"

"مسٹر شہباز۔" سراج نے اس کے جملے کو تیزی سے کاٹتے ہوئے کہا۔ "آپ بھی ایک پولیس آفیسر رہ چکے ہو' اس بات سے بخوبی واقف ہوں گے کہ کسی ٹھوس ثبوت کو حاصل کرنے کی خاطر ہمیں کچھ امکانی پہلوؤں کو بھی مدِ نظر رکھنا پڑتا ہے۔"

"میں ابھی تک آپ کی آمد کا مقصد نہیں سمجھ سکا۔" میں نے وضاحت طلب انداز میں جواب دیا۔ "کیا ہم کھل کر بات نہیں کرسکتے۔"

"مسٹر ندیم سے آپ کی ملاقات کب سے ہے۔"

"وہ میرا کلاس فیلو رہ چکا ہے اور میرا دوست بھی ہے۔" ندیم کے نام پر میں نے چونکتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ میرے دوست کے کردار پر کسی قسم کا شبہ کررہے ہیں۔"

"آپ کا کیا خیال ہے۔" اس بار سراج نے خالص پولیس والوں جیسے انداز میں دریافت کیا۔ "کیا [illegible] آپ کی خاطر کوئی انتہائی قدم بھی اٹھا سکتے ہیں [illegible] طور پر کسی ایسے معاملے میں جس [illegible] سے براہ راست کوئی تعلق نہ ہو۔"

"میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا اس لیے کہ ہمارے درمیان کوئی ایسا اتفاق کبھی پیش نہیں آیا۔"

"کیا یہ درست ہے کہ قاسم علی کی ضمانت کے [illegible] میں مسٹر ندیم نے آپ کی مدد کی تھی۔"

"جی ہاں۔۔۔ مگر۔۔۔ معاملہ کیا ہے؟" میرے لہجے [illegible] تجسس تھا۔

"میں اس وقت سیٹھ پرشوتم کے گھر سے سیدھا [illegible] کی طرف آرہا ہوں۔" سراج نے گہری نظروں سے میرے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیتے ہوئے بڑی سنجیدگی [illegible] کہا۔ "اسے بڑی مشکلوں سے زنجیروں میں جکڑ کر قابو [illegible] لایا گیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اگر حالات قابو سے باہر ہو [illegible] اسے پاگل خانے منتقل کردیا جائے۔"

"پرشوتم پاگل ہوگیا؟" میں نے حیرت سے جواب [illegible]

"یہ اطلاع میرے لیے بالکل تازہ ہے۔"

"اس کے پاگل پن کا سبب پولیس سرجن کے [illegible] بیان کے مطابق بجلی کے وہ جھٹکے ہیں جو پرشوتم کو [illegible] گئے ہیں' اسے زندہ جلانے کی کوشش بھی کی گئی تھی [illegible] کے جسم پر موجود بڑے بڑے آبلے اس بات کا [illegible] ہیں۔" سراج نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہا۔ [illegible] رات وہ سول لائن پولیس اسٹیشن کی حدود میں پایا گیا [illegible] اس وقت اس کے جھلسے ہوئے جسم پر کپڑے کی [illegible] دھجیاں جھول رہی تھیں' وہ واہی تباہی بک رہا تھا [illegible] پارٹی نے حقیقتاً اسے کوئی پاگل ہی سمجھ کر لاک اپ [illegible] ڈال دیا۔ اس کے بعد رات گیارہ ساڑھے گیارہ [illegible] درمیان پولیس اسٹیشن کے ڈیوٹی آفیسر کو کسی نے [illegible] اطلاع دی کہ ان کے کمپلینٹ باکس میں ایک اہم [illegible] کا لفافہ موجود ہے چنانچہ ڈیوٹی آفیسر نے فوری طور [illegible] لفافے کو کھولا تو اس میں سے ٹائپ شدہ ایک اقرار [illegible] برآمد ہوا جس کے نیچے سیٹھ پرشوتم کے دستخط موجود [illegible]

"اقرار نامے میں کیا تحریر تھا۔" میں نے [illegible] پوچھا۔

"اس اقرار نامے کے بموجب سیٹھ پرشوتم نے [illegible] بوجھ کر ایک پرانی دشمنی کی بنا پر قاسم علی کو ڈاکے کی [illegible] واردات میں ملوث کرنے کی خاطر قیمتی ساز و سامان [illegible]

اپنی سازش کا نشانہ بنایا پھر اس کی ضمانت کے آرڈر بھی منسوخ کرادیے۔۔۔ لیکن۔۔۔ اس کا ضمیر اسے برابر ملامت کرتا رہا چنانچہ ٹائپ شدہ خط کی روشنی میں اس بات کا اقرار کیا گیا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے بلا کسی جبر و تشدد اور پورے ہوش و حواس میں خود کو بڑی اذیتناک حالت سے دوچار کرنے کے بعد موت کے حوالے کررہا ہے اور یہ کہ اس کی موت کا ذمے دار کسی اور کو نہ ٹھہرایا جائے۔"

"پھر۔۔۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "وہ زندہ کس طرح بچ گیا۔"

"اس لیے کہ وہ ٹائپ شدہ اقرار نامہ کسی اور نے بڑی ہوشیاری اور دوراندیشی سے مرتب کیا ہے البتہ دستخط سیٹھ پرشوتم ہی کے ہیں۔"

"آئی سی۔" میں نے معاملے کی نوعیت کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "گویا سیٹھ پرشوتم کے دستخط کسی سادے کاغذ پر پہلے حاصل کیے گئے اور اقرار نامہ بعد میں ٹائپ ہوا۔"

"اور میرے نزدیک یہ افسوس ناک واردات کسی ذاتی دشمنی ہی کا پیش خیمہ ہے۔" سراج نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"ہوسکتا ہے۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا لیکن میرے ذہن میں ندیم کا وہ جملہ کہ "کھیل تو اب شروع ہوگا۔" بازگشت بن کر گونج رہا تھا جو اس نے سیٹھ پرشوتم کے چیلنج کے بعد سراج کے آفس سے باہر آتے ہوئے کہا تھا۔ راستے میں میں نے ندیم کو سمجھایا بھی تھا کہ وہ کسی انتہائی کارروائی سے گریز کرے۔ ندیم ہی کی زبانی مجھے یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ نرنجن لال کی طرح سیٹھ پرشوتم بھی کاروبار کی آڑ میں کالے دھندے بھی کرتا ہے اور اس کی رسائی اوپر تک ہے۔ میں ابھی ندیم کے سلسلے میں سوچ ہی رہا تھا کہ سراج کا جملہ میرے کانوں میں گونجا۔

"مسٹر شہباز۔۔۔ اگر میری جگہ آپ ہوتے تو کیا حالات اور واقعات کی روشنی میں آپ مسٹر ندیم کو مشتبہ افراد کی فہرست میں شامل نہیں کرسکتے تھے اور ایسی صورت میں جبکہ آپ کو یہ بھی علم ہے کہ مسٹر ندیم ایک کیسینو سے وابستہ ہیں جہاں ہر قسم کا کاروبار ہوتا ہے۔" سراج کے لہجے میں تلوار کی کاٹ تھی۔

"شبہ کسی کی ذات پر بھی کیا جاسکتا ہے۔" میں نے سنبھل کر جواب دیا۔ "اگر آپ سیٹھ پرشوتم سے واقف ہیں تو یہ بھی ضرور جانتے ہوں گے کہ وہ اپنے اثر و رسوخ کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے غیر قانونی تجارت میں بھی ملوث ہے۔ ایسی صورت میں موجودہ واردات کی روشنی میں پرشوتم کے دو نمبر کے کسی کاروباری حریف کے امکان کو زیادہ اہمیت دی جاسکتی ہے۔"

"ایک دوست کی حیثیت سے آپ کا جواب یہی ہونا چاہیے تھا۔" سراج نے تیکھے لہجے میں جواب دیا۔ "ویسے میں آپ کو اس حقیقت سے پہلے بھی باخبر کرچکا ہوں کہ میں نے فرض کی ادائیگی کے سلسلے میں کسی سے اپنے ذاتی مراسم یا ملازمت کو ترجیح نہیں دی۔"

"مسٹر سراج۔" اچانک میرا لہجہ بھی تلخ ہوگیا۔ "محسن علی' اگروال اور اس کے ساتھیوں کی موت کن پراسرار حالات میں واقع ہوئی ہے پولیس کا ریکارڈ اس حقیقت سے بھی پہلوتہی نہیں کرسکتا۔ ہوسکتا ہے کہ پرشوتم والی واردات میں بھی کسی ماورائی قوت کو دخل ہو۔ آپ اس امکان کو بھی خارج از تفتیش نہیں کرسکتے۔"

"کیا قاسم علی کے لیے اب آپ اور مسٹر ندیم دوبارہ

ضمانت کی کوشش کریں گے؟" سراج نے سپاٹ آواز میں پوچھا۔

"اگر میری معلومات غلط نہیں ہیں تو غالباً ابھی تک کوئی ایسی قانونی شق وضع نہیں کی گئی جو انسان کو اس کے بنیادی حقوق سے محروم کرسکے۔"

"بہرحال۔ آپ میری اس بات سے اتفاق کریں گے کہ مجرم خواہ کتنا ہی چالاک اور شاطر کیوں نہ ہو ایک نہ ایک دن قانون کے آہنی شکنجوں میں ضرور پھنستا ہے۔"

"آئی وِش یو آل دی بیسٹ۔"

"تھینکس۔" سراج نے سرد مہری سے مصافحہ کیا پھر پلٹ کر تیز تیز قدم اٹھاتا دفتر سے باہر نکل گیا' اس کے تیور زیادہ اچھے نہیں تھے۔

سراج کے جانے کے بعد میں نے ندیم سے اس کے تمام ممکنہ نمبروں پر رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ میں نے ایک دوست کی حیثیت سے سراج کے ذہن میں ابھرنے والے شبہات کی نفی کی تھی لیکن خود میرے اپنے ذہن میں یہ خیال بار بار ابھر رہا تھا کہ سیٹھ پرشوتم کو پیش آنے والے حادثے میں کسی نہ کسی زاویے سے ندیم کا ہاتھ ضرور شامل ہوگا!

شام کو میں دفتر سے اٹھ رہا تھا کہ میری سکریٹری عارفہ نے انٹرکام پر اطلاع دی کہ ندیم لائن پر موجود ہے' میں نے انٹرکام رکھ کر تیزی سے ریسیور اٹھالیا۔ دوسری جانب سے ندیم کی آواز ابھری۔

"مجھے میرے دوستوں نے بتایا کہ تمہیں آج صبح سے میری تلاش ہے۔" اس کے لہجے میں بے پروائی تھی۔

"کوئی خاص بات۔"

"کیا تمہیں سیٹھ پرشوتم کے ساتھ پیش آنے والے حادثے کا علم ہے۔"

"ہاں۔ میرے ایک وفادار ماتحت نے بتایا تھا کہ وہ اپنا ذہنی توازن ہمیشہ کے لیے کھو بیٹھا ہے اور تمہارے دوست مسٹر سراج صبح سے مجرم کی تلاش میں دربدر کی خاک چھانتے پھر رہے ہیں۔"

"کیا وہ تمہارے پاس بھی آیا تھا؟"

"نہیں۔ لیکن فون پر کئی بار رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرچکا ہے۔" ندیم نے کہا۔ "ہوسکتا ہے رات کو کیسینو میں ملاقات بھی ہوجائے۔"

"میں فوری طور پر تم سے ملنا چاہتا ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم اس وقت کہاں ہو؟"

"وہاں۔ جہاں سے خود اپنی خبر نہیں آتی۔"

"کیا تم کچھ دیر کے لیے سنجیدہ نہیں ہوسکتے۔"

"سوری۔ میں کسی کی حق تلفی کرنا گناہ سمجھتا ہوں چنانچہ اس وقت بھی اس حسینہ کو داد و تحسین دینے میں مشغول ہوں جس نے پرشوتم کو اپنے حسین جال میں پھانسنے کی بڑی کامیاب کوشش کی تھی۔ کیوں؟ کیا وہ انعام کی مستحق نہیں ہے۔"

"مجھے پہلے ہی شبہ تھا کہ یہ حرکت۔۔۔"

"میری نہیں تھی۔" ندیم نے میری بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "اس قسم کے چھوٹے موٹے کام میرے ماتحت کرتے ہیں اور کم از کم پرشوتم اتنی بڑی شخصیت کا مالک بھی نہیں تھا کہ اس کی خاطر میں اپنا قیمتی وقت ضائع کرتا۔"

"سراج کو بھی اسی بات کا شبہ ہے کہ پرشوتم کو اس حال تک پہنچانے میں ہم دونوں میں سے کسی ایک کا ہاتھ ضرور شامل ہے۔"

"شبہ کرنا پولیس کا جائز اور پیدائشی حق ہے لیکن ثبوت کے بغیر کسی معزز شہری ہاتھ پر ڈالنے سے پہلے پولیس کو بھی اپنا دامن بچانے کے لیے ہزاروں امکانی پہلوؤں کا جائزہ لینا پڑتا ہے۔"

"میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ فوری طور پر کوئی جوابی کارروائی کرنے سے گریز کرنا۔" میں نے قدرے الجھے ہوئے کہا۔

"اور جواب میں شاید میں نے یہی کہا تھا کہ میں تمہارا دوست ہوں اور کوئی ایسا قدم نہیں اٹھاؤں گا جو تمہارے لیے نقصان دہ ثابت ہو۔"

"پولیس کو ایک ٹائپ شدہ اقرارنامہ اور اس پر پرشوتم کے دستخط بھی ملے ہیں۔"

"وہ دستخط سو فیصد اصلی ہیں مائی ڈیئر۔" ندیم نے جواب دیا۔ "میرے وفادار ساتھی کبھی کچا کام نہیں کرتے۔"

"میں نے تمہیں شنکر اور داور کے بارے میں بھی آگاہ کردیا تھا۔"

"موت برحق ہے اور کسی لمحے بھی آسکتی ہے۔ اس سے فرار کا کوئی راستہ ابھی تک بڑے بڑے سائنس دان بھی تلاش نہیں کرسکے۔"

"لیکن احتیاط بہرحال شرط ہے۔"

"مجھے اپنی پریشانی کا اصل سبب بتاؤ۔ کیا تم ڈی ایس پی سراج کی صلاحیتوں سے خائف ہو؟"

"مجھے اپنے سے زیادہ تمہاری فکر ہے۔"
"شہر کے اندیشوں سے دبلا ہونے کی کوشش مت
" ندیم نے بدستور بے پروائی سے جواب دیا۔ "تم
ہو کہ میں ایک کیسینو سے وابستہ ہوں جہاں
ب نہ جانے کتنے جرم سرزد ہوتے رہتے ہیں۔ تم
پولیس آفیسر رہ چکے ہو چنانچہ اس بات سے بھی بخوبی
ہوگے کہ جرم اور قانون کا [illegible]ل وامن کا ساتھ ہے۔
تعلق کو ختم تو نہیں کیا جاسکتا۔"

"ہم سے فون پر بحث کرنا مناسب نہیں ہے۔" میں نے
ل کر سوال کیا۔ "کیا تم رات کو کیسینو پر موجود
"

"یقیناً——" اس نے بڑے پُراعتماد لہجے میں جواب

"میں تم سے وہیں ملنے کی کوشش کروں گا۔"
"نہیں——" ندیم نے یکلخت سنجیدگی سے کہا۔ "تم
مجھ سے دور ہی رہو گے' میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ
مارے اوپر کوئی آنچ بھی آئے۔"
"لیکن——"
"پلیز مائی ڈیئر شہباز۔" وہ میری بات کاٹتا ہوا بولا۔ "تم
راستوں پر چلنے کے عادی ہو اس لیے آڑے ترچھے
ں کی طرف آنے سے پرہیز کرو' اسی میں ہم دونوں کی
ہے۔"
"گویا پرشوتم کو پیش آنے والے حادثے نے ہمارے
نا میں ایک دیوار حائل کردی ہے۔"
"ایسا بھی نہیں ہے۔ میں جب چاہوں تم سے مل سکتا
یکن تم میری طرف آنے سے گریز ہی کرنا ورنہ بنا بنایا
بگڑ جائے گا۔" ندیم نے اپنے جملے کے اختتام کے
ی رابطہ منقطع کردیا۔
میں ندیم کی نجی زندگی سے یقیناً پوری طرح واقف
تا' مجھے اس بات کا پہلے ہی سے شبہ تھا کہ وہ پرشوتم کو
کا جواب پتھر سے دینے سے باز نہیں رہے گا لیکن اس
تعلق میری سمجھ میں نہیں آسکی تھی کہ وہ جب چاہے
مل سکتا ہے لیکن میں اپنی مرضی سے چل کر اس کے
نہیں جاسکتا تھا' پرشوتم کے سلسلے میں اس نے اس
اقرار بھی کرلیا تھا اسے دیوانگی کی آخری حدود تک
میں اسی کے ماتحتوں کا ہاتھ ہے۔ ایک سنگین
ت اسی کے اشارے پر عمل میں آئی تھی لیکن اس
جودہ حالات سے پریشان نہیں تھا' اس کی باتوں سے
صاف ظاہر تھا کہ وہ سراج جیسے فرض شناس پولیس افسروں
سے بھی خائف نہیں ہے۔ عجیب بے پروا اور نڈر واقع ہوا
تھا۔

مجھے اس بات کا مکمل یقین تھا کہ پرشوتم کے خلاف
قدم اٹھانے سے پیشتر اپنے بچاؤ کے تمام پہلوؤں کو مدنظر
رکھا ہوگا' اس کا اثر ورسوخ بھی پرشوتم کے مقابلے میں کچھ
کم نہیں تھا۔ مجھے یہ بھی معلوم تھا جو لوگ کیسینو اور نائٹ
کلب ٹائپ کے کاروبار سے منسلک ہوتے ہیں وہ اپنے لیے
نکاسی کے بھی کئی چور دروازے رکھتے ہیں۔ مجھے تردد صرف
اس بات کا تھا کہ ندیم نے محض میری خاطر ایک خطرناک
درندے کو زخمی کرنے کا خطرہ مول لیا ہے——اور——وہ
شنکر کی ناپاک اور گندی قوتوں سے پوری طرح واقف نہیں
تھا۔

پھر وہی ہوا جس کا مجھے ڈر تھا' میں نے دوسری بار دفتر
سے اٹھنے کا ارادہ کیا تھا جب ایک بار پھر انٹرکام کے بزر کی
آواز گونجی۔ "یس۔"

"سر آپ کے لیے ایک ضروری کال ہے۔" عارفہ
نے کہا۔ "میں نے نام دریافت کرنے کی کوشش کی تھی لیکن
بولنے والے نے نام بتانے سے انکار کردیا' اس نے صرف
اتنا کہا کہ اگر کال آپ [illegible] تھرو نہ کی گئی تو آپ کو ناقابل
تلافی نقصان سے دوچار ہونا پڑے گا۔"

"کال دے دو۔" میں نے انٹرکام کا ریسیور اٹھالیا پھر
دوسری جانب سے منمناتی ہوئی جو آواز ابھری تھی میں نے
اسے پہچاننے میں کوئی غلطی نہیں کی۔ وہ آواز میرے دیرینہ
دشمن شنکر کے علاوہ کسی اور کی نہیں تھی۔

"مجھے پہچانا مہاراج۔ تمہارا پرانا ہتر بول رہا ہوں۔
شنکر۔" اس کے لہجے میں بڑا طمطراق تھا۔

"کیا چاہتے ہو؟" میں نے ہونٹ بھینچتے ہوئے سرد
آواز میں پوچھا۔

"نرنجن لال کے چرنوں کی دھول بن جاؤ۔ شنکر کا اور
تمہارا جھگڑا ختم ہوجائے گا۔" اس کی آواز میں کھلا چیلنج
تھا۔

"مطلب کی بات کرو۔" میں حقارت سے بولا۔
"نرنجن کے سلسلے میں تم میرا جواب پہلے بھی سن چکے ہو۔"
"کیا اس میں لچک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔"
"نہیں۔"

"پھر میری بات بھی دھیان سے سنو۔ پرشوتم سے
ہمارا کوئی رشتہ ناتا نہیں ہے اسی لیے شنکر نے تمہارے ہتر

پر ہاتھ نہیں ڈالا ورنہ میں اگر چاہتا تو اس کو بھی اپاہجوں جیسا جیون گزارنے پر مجبور کر سکتا تھا۔"

"کیا مطلب۔" میں اس کے جملے کی ساخت پر چونک اٹھا۔

"جانتے ہو مہاراج کہ ٹنڈا کسے کہتے ہیں۔ اس منش کو جس کے ایک یا دونوں ہاتھ نہ ہوں لیکن مجھے ٹونی پر دیا آگئی' اس لیے میں نے اس کا کیول سیدھا ہاتھ جڑ سے کٹوا دیا ہے۔ اسی ہاتھ سے وہ دشٹ تمہاری سہائتا کر سکتا تھا۔" شنکر نے سرد آواز میں کہا۔ "شطرنج کے کھیل میں یہی ہوتا ہے' تم ایک پیادہ مارنے کا سپنا دیکھو گے تو شنکر تمہارا اس سے بڑا مہرہ پیٹ دے گا۔"

"لیکن ٹونی نے تمہارا کیا بگاڑا تھا۔" میں نے ہاتھ ملتے ہوئے پوچھا۔

"اس نے اونچا بولنے کی غلطی کی تھی لیکن یہ سمے ان باتوں کا نہیں ہے' تم کیول اتنا سن لو کہ تمہارا پیادہ اپنے گھر میں پڑا درد سے تڑپ رہا ہے لیکن داور ابھی تک خون آلود چھرا لیے موقعۂ واردات پر ہی موجود ہے۔ اپنے ڈی ایس پی سراج کو بھی خبر کردو کہ وہ جا کر داور کو گرفتار کر لے لیکن یہ بھی بتا دینا کہ داور کو شنکر کی مہان شکتی نے جنم دیا ہے۔ گرفتاری کے تیسرے دن ہی وہ پولیس کی قید سے چھومنتر ہو جائے گا۔"

"شنکر۔" میں گرج پڑا۔ "اگر تم اتنی ہی مہان شکتی کے مالک ہو تو براہ راست مجھ پر وار کرنے کی جرأت کیوں نہیں کرتے۔"

"چنتا مت کرو بالک۔۔۔۔ ابھی کچھ اندھیرے درمیان میں ہیں' ذرا انہیں چھٹ جانے دو پھر تمہارا نمبر آنے میں بھی دیر نہیں لگے گی بلکہ یوں سمجھ لو کہ تمہیں اپنے پیروں تلے ملنا شنکر کی سب سے بڑی بھاونا (خواہش) ہے۔"

"تمہاری یہ ناپاک خواہش کبھی پوری نہیں ہوگی۔۔۔۔ چمار کی اولاد۔" میں کرخت میں بولا۔ "مرد ہو تو مجھ سے کھل کر مقابلہ کرو۔"

"گرو دیو کو ان کے جاپ میں سپھل ہو لینے دو پھر چمار کی اولاد تمہیں بوٹی بوٹی کر کے مارے گا۔"

"شٹ اپ۔ یو باسٹرڈ۔" میں نے حقارت سے کہا پھر لائن منقطع کر دی۔

دوسرے ہی لمحے میں نے سراج کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیے' مجھے ٹونی کی فکر لاحق تھی' وہ غریب بڑے کام کا آدمی تھا لیکن درمیان میں آکر بلاوجہ پس گیا تھا!

*

داور کسی نڈر اور بے خوف درندے ہی کی طرح سراج کے دفتر میں اس کے سامنے سینہ تانے کھڑا تھا۔ ٹونی کو میں نے شہر کے سب سے بڑے اسپتال میں داخل کرا دیا تھا لیکن وہ غریب بہرحال اپنے سیدھے ہاتھ سے محروم ہو چکا تھا۔ فنگر پرنٹ ایکسپرٹ کی فوری رپورٹ کے مطابق اس چھرے کے دستے پر سے داور ہی انگلیوں کے نشانات ملے تھے جس سے ٹونی کا ہاتھ کاٹا گیا تھا۔ شنکر کے کہنے کے مطابق اس وقت بھی داور کے ہاتھ میں خون آلود چھرا موجود تھا جب سراج نے اسے گرفتار کیا تھا' وہ ٹونی کا ہاتھ کاٹنے کے باوجود وہاں سے فرار نہیں ہوا تھا۔

سراج کے دفتر میں اس وقت میرے اور داور کے علاوہ ایک سینئر انسپکٹر بھی موجود تھا' دو مسلح گارڈ دروازے پر تعینات تھے حالانکہ اسے ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنا کر سراج کے سامنے لایا گیا تھا۔

"تمہاری اور ٹونی کی کیا دشمنی تھی۔" سراج نے داور کا وہ بیان پڑھنے کے بعد اس سے پوچھا جو مقدمہ مجسٹریٹ کے روبرو ریکارڈ کیا گیا تھا۔

"کوئی دشمنی نہیں تھی۔" داور نے بڑی بے جگری سے جواب دیا۔ "میں اسے آج پہلی بار دیکھا تھا۔"

"گویا تمہیں اس قتل پر کسی اور نے مامور کیا تھا۔"

"مسٹر سراج۔" میں نے تیزی سی کہا۔ "میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ۔۔۔۔"

"ون منٹ پلیز۔" سراج نے ہاتھ اٹھا کر مجھے خاموش رہنے کی تاکید کرتے ہوئے داور سے سخت لہجے میں کہا۔ "میرے سوال کا جواب دو۔ وہ کون تھا جس نے تمہیں ٹونی کا ہاتھ کاٹنے کے اذیتناک عمل پر آمادہ کیا تھا۔"

"وہ۔ جس نے مجھے مرنے کے بعد ایک نئی زندگی دی ہے۔"

"نان سنس۔" سراج نے میز پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "تم غالباً ابھی تک کسی ایسے نشے کے زیر اثر ہو جس نے تمہیں اور تمہارے ذہن کو مفلوج کر رکھا ہے۔"

"سر۔" سینئر انسپکٹر نے تجویز پیش کی۔ "کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم فوری طور پر پولیس سرجن سے اس کا مکمل میڈیکل چیک اپ کرالیں۔ اس طرح اس کی موجودہ ذہنی حالت کا قانونی سرٹیفکیٹ بھی ہمارے لیے بہت کارآمد ہوگا۔"

"تم چاہو تو اپنی یہ خواہش بھی پوری کرلو۔" سراج

کے بجائے داور نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔ "لیکن میں
نہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں نے پورے ہوش و حواس میں
ٹونی کو اس کے ایک ہاتھ سے محروم کیا ہے۔ اس نے مجھے
ایسا حکم دیا تھا۔"
"کون تھا وہ؟" سراج نے تیزی سے سوال کیا۔
"وہی جس نے مجھے ایک نئی زندگی دی ہے۔" داور
نے ایک بار پھر بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔
"تم بکواس کر رہے ہو۔" سراج غرایا۔ "سیدھی طرح
حقیقت بتادو ورنہ دنیا کی کوئی طاقت تمہیں پھانسی کے
پھندے سے نہیں بچاسکے گی۔" جواب میں داور کے فلک
شگاف قہقہے گونجنے لگے۔ کچھ دیر تک وہ اسی انداز میں قہقہے
لگاتا رہا پھر یکلخت سنجیدگی اختیار کرکے کسی زہریلے ناگ کی
طرح پھنکارتے ہوئے بولا۔
"اس بات کو ذہن سے نکال دو ڈپٹی جو شخص ایک بار
مرچکا اسے تم دوبارہ پھانسی نہیں دے سکتے اور اگر تمہیں
داور کی باتوں پر یقین نہیں آرہا تو خود اپنی نگاہوں سے اس
کی تصدیق کرلو۔ اپنے کسی آدمی سے کہو کہ وہ میرا سینہ کھول
کر انہیں دکھادے۔"
مجھے داور کی باتوں پر کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں تھا اس
لیے کہ میں خود اپنی نظروں سے مرتا دیکھ چکا تھا لیکن اس
وقت سراج کے علاوہ دوسرے افراد کی نگاہیں بھی پھٹی کی
پھٹی رہ گئیں جب سراج کے اشارے پر انسپکٹر نے اٹھ کر
داور کے سینے کو ننگا کیا تھا خود میں بھی جھرجھری لے کر رہ گیا'
داور کے پورے سینے پر گولیوں کے ان گنت نشانات موجود
تھے جس کے اطراف جمے ہوئے خون کی کھرنڈ اس وقت بھی
واضح طور پر نظر آرہی تھی۔
"کیوں ڈپٹی۔" داور مسکرایا۔ "اب تمہارا کیا خیال
ہے؟"
"ضروری نہیں کہ ہم نے جو دیکھا ہے وہ اصلیت ہی
ہو۔" سراج نے ہونٹ چباتے ہوئے ڈھلمل لہجے میں کہا۔
"یہ سب کچھ کسی میک اپ کا کمال بھی ہو سکتا ہے۔"
"میرا خیال ہے تمہارے اپنے سروس ریوالور کا چیمبر
بھی بھرا ہوگا۔" داور نے سراج کو گھورتے ہوئے جواب
دیا۔ "خود اپنے ہاتھ سے میری چوڑی چھاتی پر اپنا چیمبر خالی
کرکے کسی میک اپ کی تصدیق کرلو۔ داور اسی طرح
تمہارے سامنے کھڑا مسکراتا رہے گا۔"
"یہ صحیح کہہ رہا ہے مسٹر سراج۔" میں نے انگریزی
زبان میں سراج کو مخاطب کیا۔ "محسن علی' اگروال

اور اس کے ساتھیوں کی پراسرار موت اور پھر پرشوتم کا
پاگل ہوجانا یہ سب ایک ہی سلسلے کی کڑی معلوم ہوتی ہیں۔
ایسی صورت میں یہ بھی ممکن ہے کہ اسی پراسرار اور نادیدہ
قوت نے داور کو بھی کسی ناقابل یقین عفریت کے سانچے
میں ڈھال دیا ہو۔"
"یو آر رائٹ مسٹر شہباز۔" سراج کے بجائے داور
نے بڑی شستہ انگریزی میں کہا۔ "اور میرا خیال ہے کہ تم
شاید اس پراسرار شخصیت سے اچھی خاصی واقفیت بھی
رکھتے ہو۔ ایک خاص بات اور بھی ہے جو تم نے ابھی تک
ڈپٹی کو نہیں بتائی۔"
"وہ کیا۔۔۔؟" سراج نے تیزی سے داور سے سوال
کیا۔
"جس بلوان شخص نے مسٹر شہباز کو میرے اور ٹونی
کے بارے میں مخبری کی تھی اس نے ایک بات اور بھی کہی
تھی۔" داور نے بڑی بے پروائی سے سراج سے مخاطب
ہوکر کہا۔ "تم مجھ پر چاہے کتنے ہی سخت پہرے بٹھادو'
چاہے میرے پورے بدن کو کسی سیسہ پلائی ہوئی دیوار کے
اندر قید کردو' آج سے ٹھیک تین روز بعد میں اس طرح
چھومنتر ہوجاؤں گا کہ تمہارے دیدے حیرت سے پھٹے کے
پھٹے رہ جائیں گے۔"
"اسے کچھ دیر کے لیے باہر لے جاؤ' میں مسٹر شہباز
سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"
سراج کے حکم پر داور کو آفس سے باہر لے جایا گیا'
اس کے ساتھ ہی انسپکٹر اور گارڈ بھی چلے گئے تھے۔
"مسٹر شہباز۔۔۔" سراج نے کمرا خالی ہونے کے بعد
مجھ سے پوچھا۔ "کیا داور نے جو کچھ کہا وہ سچ ہے؟"
"جی ہاں۔۔۔" میں نے گہری سنجیدگی سے جواب دیا۔
"جس نامعلوم شخص نے مجھے فون پر اس واردات کی
اطلاع دی تھی اس نے یہ بھی کہا تھا کہ گرفتاری کے تین
روز بعد داور پولیس کی قید سے چھومنتر ہوجائے گا۔"
"گویا پولیس کو باقاعدہ چیلنج کیا گیا ہے۔"
"ظاہر تو یہی ہوتا ہے۔۔۔ محسن علی اور دوسرے
پراسرار واقعات کے رونما ہونے کے بعد سب کچھ ممکن
ہوسکتا ہے۔"
"پھر۔۔۔ آپ کا کیا مشورہ ہے؟"
"میرا خیال ہے کہ آپ اس کیس کو مکمل طور متعلقہ
تھانے کے انسپکٹر کے حوالے کردیں۔"
"اس سے کیا ہوگا؟"

"کم از کم آپ کی پوزیشن کسی حد تک اخبارات اور اوپروالوں کی تنقید کا نشانہ بننے سے محفوظ ہوجائے گی۔
سراج نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا، کچھ دیر اپنے خیالوں میں گم رہا پھر بولا۔

"آئی جی اور اوپر والوں کا خیال ہے کہ پولیس اپنی ناکامی کو چھپانے کی خاطر ہر ناقابلِ حل حادثے کو پراسرار قوتوں کے کرشمے کا رنگ دے کر داخل دفتر کردیتی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ اس قسم کے پراسرار اور حیرت انگیز واقعات صرف قصے کہانیوں کی حد تک محدود ہیں۔ ان کا حقیقت سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں۔"

"تنقید برائے تنقید کی اور بات ہے ورنہ سفلی کالا جادو اور بزرگوں کے کرشمے آج بھی اسی انداز میں برقرار ہیں جس طرح ہزاروں سال پہلے تھے۔ دیو مالائی کہانیوں کی بے شمار کتابیں اور دیوی دیوتاؤں کے بارے میں بیرونی پریس نے بھی لاتعداد لٹریچر شائع کیا ہے۔" میں نے پہلو بدل کر جواب دیا۔ "آپ خود اپنا اسلامی لٹریچر اٹھا کر دیکھ لیجئے اس میں بھی بے شمار باتیں ایسی ہیں جو آج کی نوجوان نسل ماننے کے لیے تیار نہیں لیکن مذہب کی رو سے ان واقعات سے روگردانی کرنا بھی عظیم گناہ قرار دیا گیا ہے۔"

"میں آپ کی بات کا مطلب سمجھ رہا ہوں لیکن۔۔۔۔"

"اس کے باوجود آپ پرشوتم والے کیس میں مجھ پر اور میرے دوست ندیم پر شک کر رہے ہیں۔" میں نے لوہا گرم دیکھ کر ضرب لگائی پھر طنزیہ انداز میں بولا۔ "پولیس کے زاویہ نگاہ سے یہ بھی سوچا جا سکتا ہے کہ خود میں نے ٹونی کو کسی غلطی کی پاداش میں ایک ہاتھ محروم کرا دیا ہے تاکہ پرشوتم والا کیس کمزور پڑ سکے لیکن داور کو آپ کس خانے میں فٹ کریں گے۔"

"کیا آپ کو یقین ہے کہ وہ تین بعد پولیس کے شکنجے سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو جائے گا۔" سراج نے اس بار میرے چہرے کے تاثرات کو معنی خیز انداز میں گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"اس کا اندازہ تو تین روز بعد ہی ہو سکتا ہے۔"

"داور نے کہا تھا کہ آپ اس شخصیت سے واقفیت بھی رکھتے ہیں۔ جس نے داور اور ٹونی کے سلسلے میں مخبری کی تھی۔" سراج نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"جو شخص میرے آدمی کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ ان شہادتوں کو پراسرار طور پر ختم کرا سکتا ہے جو میرے حق میں کارآمد ثابت ہو سکتی تھیں، وہ میرا کوئی دشمن ہی ہو سکتا ہے۔ دوست نہیں۔" میں نے ٹھوس لہجے میں دلیل پیش کی۔

"ایسی صورت میں ایک بات اور سمجھ میں نہیں آتی۔" سراج نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "اگر پراسرار شخصیت یا کوئی ناپاک طاقت آپ کی دشمن ہے تو آپ کو کوئی گزند پہنچانے کے بجائے دوسروں کو اپنا نشانہ کیوں بنا رہی ہے؟"

"اس کا جواب میں نہیں۔ وہی پراسرار قوت دے سکتی ہے۔" تیکھے انداز میں کہا پھر اٹھتے ہوئے بولا۔ "میں اب اجازت چاہوں گا۔"

پھر اس سے پیشتر کہ سراج کوئی بات کہہ پاتا میں تیزی سے پلٹ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

☆☆

اس رات میں اپنی خواب گاہ میں بیٹھا حالات کی کڑیاں جوڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ٹونی کے ساتھ جو انتقامی کارروائی کی گئی تھی۔ اس کے بعد اب میرا خاموش تماشائی بنے رہنا بزدلی کی علامت ہی ہوتا۔ اگر دال اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں کالکا نے اس بات کا اقرار کیا تھا۔ اس نے شنکر کے شبہات کو دور کرنے کی خاطر ایک چال چلی ہے لیکن ٹونی کے ساتھ جو اذیت ناک حادثہ پیش آیا تھا اس کی ذمے داری کس پر عائد کی جا سکتی تھی؟ کالکا، شنکر یا پھر برن لال۔

وہ تینوں ہی میری نگاہوں میں مشکوک تھے۔ کالکا کی سرد مہری نے مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ شنکر نے بھی یہی کہا تھا کہ وہ مجھے حالات کے تانے بانے میں الجھا کر سکون کا سانس لینے سے بھی محروم کر دے گا ممکن ہے اسے پرشوتم کے سلسلے میں کالکا کے بجائے میرا ہاتھ نظر آیا ہو جس کا انتقام اس نے ٹونی سے لے لیا تھا مگر اس نے فون کر کے مجھے بتایا تھا کہ اگر وہ چاہیں تو اپنی گندی قوتوں کے ذریعہ ندیم کو اپاہجوں جیسی زندگی گزارنے پر مجبور کر سکتا تھا لیکن کسی خاص مصلحت کی بنا پر اس نے ندیم کو نظرانداز کر کے ٹونی کو اپنی شیطانی اور پلید قوت کا نشانہ بنایا ہے ایسی صورت میں یہ سوچنا کہ شنکر پرشوتم کے سلسلے میں حالات سے لاعلم رہا ہوگا۔ ایک احمقانہ تصور تھا لیکن اس نے ندیم کو نظرانداز کیوں کیا تھا؟ ٹونی کے بیان کے مطابق وہ اپنے ماضی کو دفن کر چکا تھا پھر شنکر کو اس سے کس قسم کا خطرہ لاحق تھا جس کی بنا پر اسے سیدھے ہاتھ سے محروم کر دیا گیا؟ میرا ذہن پوری طرح بیدار تھا پھر ایک خیال میرے

ذہن میں بڑی سرعت سے ابھرا۔ "ممکن ہے نرنجن لال کی ایما پر ایسا کیا گیا ہو۔" ٹونی نے مجھے بتایا کہ میری فرم جوائن کرنے سے پیشتروہ نرنجن لال کے ساتھ بھی کام کر چکا تھا۔ شنکر نے مجھے فون کر کے کہا بھی تھا کہ اگر اس کا ایک پیادہ مارا گیا تو وہ اس سے بڑا مہرہ مار کر اپنی قوت کا مظاہرہ کرے گا مجھے معلوم تھا کہ وہ خبیث پنڈت بنسی دھر کے حکم پر اس کی غیر موجودگی میں نرنجن لال کے لیے کام کر رہا تھا اگر کمبل پوش کا سایہ میرے سر پر نہ ہوتا اور میرے ہاتھ میں صندلی انگوٹھی نہ ہوتی تو عین ممکن تھا کہ شنکر سب سے پہلے مجھے ہی اپنے راستے سے ہٹانے کی کوشش کرتا۔

بہرحال ٹونی میری وجہ سے حالات کی چکی میں پسا تھا اس لیے اب یہ فرض میرا تھا کہ کوئی جوابی کارروائی کرکے دشمنوں کو اس بات کا یقین دلایا جائے کہ ہم نے بھی چوڑیاں نہیں پہن رکھی ہیں۔ دولت میں بڑی طاقت ہوتی ہے۔ میں چاہتا تو فوری طور پر دو چار غنڈوں کی خدمات حاصل کر کے نرنجن لال کو زک پہنچا سکتا تھا لیکن میں نے جلد بازی میں ایسا قدم اٹھانے سے گریز کیا۔ پرشوتم کے سلسلے میں سراج کا شبہ میرے اور ندیم کے سلسلے میں حق بجانب تھا اس کی جگہ میں ہوتا تو شاید میں بھی وہی سوچتا جو سراج سوچ رہا تھا۔ ایسی صورت میں نرنجن لال کے خلاف کوئی فوری اقدام سراج کے ذہن میں ان شبہات کو مزید تقویت پہنچا سکتے تھے جو پرشوتم کے پاگل ہو جانے کے بعد سر ابھار رہے تھے۔

میں نے کچھ سوچ کر کالکا کو آواز دی۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ شنکر آئندہ کس قسم کی چال چلنے کا ارادہ رکھتا ہے لیکن میرے دو تین بار پکارنے کے باوجود کالکا کی جانب سے کوئی جواب نہیں آیا۔ شاید وہ مجھ سے روٹھ گئی تھی یا پھر یہ بھی ممکن تھا کہ وہ ان پہاڑیوں کی سمت چلی گئی ہوں جہاں پنڈت بنسی دھر کسی گپھا میں منڈل کے اندر بیٹھا کالکا کی پراسرار قوت کو اپنا غلام بنانے کی جاپ مکمل کر رہا تھا۔

پرشوتم کے سلسلے میں ندیم نے درمیان میں آکر جہاں مجھے وقتی طور پر پریشان کر دیا تھا وہاں مجھے اس بات کی خوشی بھی تھی کہ وہ شخص میری خاطر اس آگ میں کود پڑا تھا جو میرے نرنجن لال اور شنکر کے درمیان بھڑک رہی تھی۔ ندیم کے پاس راجو جیسے جانثار لوگ موجود تھے۔ یقیناً پرشوتم کے سلسلے میں بھی اس نے ان ہی لوگوں کی خدمات حاصل کی ہوں گی۔ میں چاہتا تو ٹونی کے جواب میں ندیم کے پالتو غنڈوں کے ذریعے بھی نرنجن لال کو کوئی بھاری نقصان پہنچا سکتا تھا۔ میں نے کسی فوری جوابی کارروائی سے گریز کیا لیکن میرے ذہن کے اندر نرنجن لال کے خلاف ابلنے والا لاوا کچھ اور شدت اختیار کر گیا ہے۔ قصور میرا نہیں اس کا تھا۔ اس نے محض ایک ٹینڈر ہاتھ سے نکل جانے کو اپنی آن کا مسئلہ بنا لیا تھا۔

میں ابھی اپنے خیالوں میں گم تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اس وقت رات کے گیارہ کا عمل تھا۔ میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے ریسیور اٹھایا۔ میرا خیال تھا کہ شاید شنکر نے ایک بار پھر میری بے بسی کا مذاق اڑانے کی خاطر فون کیا ہو گا لیکن دوسری جانب سے ندیم کی آواز ابھری۔

"یہ ٹونی کا کیا معاملہ ہے۔" اس نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"میرے دشمنوں نے پرشوتم کے جواب میں اسے اپنی درندگی کا نشانہ بنایا ہے۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا پھر شنکر سے ہونے والی گفتگو کی تفصیل بھی دہرا دی۔ یہ بھی بتایا کہ اسے اس بات کا علم ہو چکا ہے پرشوتم والے حادثے میں کون لوگ ملوث ہیں۔

"تمہارا کیا خیال ہے کیا شنکر کو جدید آٹومیٹک اسلحہ سے نشانہ بنایا جا سکتا ہے۔"

"نہیں۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "ایسا غضب بھی نہ کرنا ورنہ وہ اور بھڑک اٹھے گا۔"

"ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا اور موت کو سامنے کھڑا دیکھ کر کسی کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لینا میرے اصول کے خلاف ہے۔" ندیم نے بے قراری سے کہا۔ "میں نیک کام نہیں کر رہا ہوں لیکن اس کے باوجود خدا کے وجود کا قائل ہوں۔ اس پر مکمل ایمان رکھتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ اس کے حکم کے بغیر ایک پتا بھی اپنی جگہ سے جنبش نہیں کر سکتا۔ شنکر تو محض ایک ناپاک اور مکروہ حیثیت کا مالک ہے پھر اس سے کیا ڈرنا۔ یوں بھی موت کا ایک وقت مقرر ہے جسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں ٹال سکتی۔"

"تم اپنی جگہ حق بجانب ہو لیکن جان بوجھ کر اندھے کنویں میں چھلانگ لگا دینا بھی دانشمندی کے منافی ہے۔"

"اور اینٹ کا جواب پتھر سے نہ دینا میرے نزدیک بزدلی کی علامت ہے۔"

"میں تمہاری دوستی کی قدر کرتا ہوں لیکن فی الحال تم کم از کم تین روز تک کوئی خطرناک قدم اٹھانے سے گریز ہی کرو گے۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ داور حقیقتاً تین روز بعد پولیس کے شکنجے سے چھومنتر ہو جائے گا۔"

"ہاں۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "میں روپ نگر میں تعیناتی کے دوران کئی بار اس کی پلید قوتوں کا ناقابل یقین تماشا دیکھ چکا ہوں۔"

"او۔ کے۔" ندیم نے بے پروائی سے کہا۔ "میں تین روز اور خون کے گھونٹ پی کر خاموش رہنے کا وعدہ کرتا ہوں۔"

"اس کے بعد کیا کرو گے؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"قبل از وقت میں کوئی فیصلہ کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ جو کام وقت پر حالات کی نزاکت کے پیش نظر کیا جائے وہ زیادہ کارآمد ہوتا ہے لیکن تم فکر نہ کرو۔ میری وجہ سے تمہارے نام پر کوئی حرف نہیں آئے گا۔ یہ میرا وعدہ ہے۔"

"لیکن۔۔۔"

"کل رات کیسینو میں ایک نوجوان مصری رقاصہ اپنے ہیجان انگیز رقص کا مظاہرہ کرے گی۔" ندیم نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔ "بغیر پئے نشے کا تجربہ کرنا ہو تو آجانا۔ میری میز پر تمہارے لیے ایک نشست خالی رہے گی۔" ندیم نے بڑی خوبصورتی سے میری بات اڑاتے ہوئے کہا پھر اس کے ساتھ سلسلہ بھی منقطع کر دیا۔

میرا ذہن ایک بار پھر شنکر کالکا ٹونی اور نرنجن لال کے بارے میں سوچنے لگا۔

○

ٹھیک تین روز بعد سراج بوکھلایا ہوا میرے دفتر میں داخل ہوا۔ اس کی حالت دیدنی تھی۔

"آپ کا خیال درست ثابت ہوا۔" وہ تھکے ہوئے انداز میں بیٹھتے ہوئے بولا۔ "داور کو میرے حکم پر ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں جکڑ کر رکھا گیا تھا لیکن ابھی کچھ دیر پہلے متعلقہ تھانے کے انسپکٹر کا فون آیا تھا۔ میں ادھر ہی سے آ رہا ہوں۔ لوہے کی آہنی زنجیریں ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو کر فرش پر بکھری پڑی ہیں لاک اپ کے دروازے پر قفل بھی موجود ہے لیکن داور۔۔۔ وہ پراسرار طور پر غائب ہو گیا ہے۔"

"گویا وہی ہوا جس کا خطرہ تھا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"مسٹر شہباز۔ کیا آپ اس شخص کے بارے میں مجھے بتانا پسند کریں گے جس نے آپ کو فون پر داور کے بارے میں اطلاع دی تھی۔" سراج نے مجھے بغور گھورتے ہوئے کہا۔ "مجھے یاد ہے کہ اس روز داور نے کہا تھا کہ آپ اس پراسرار شخصیت سے اچھی خاصی واقفیت بھی رکھتے ہیں۔"

"وہ الفاظ داور کے تھے۔ میں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی تھی۔" میں نے ٹالنے کے خاطر کہا۔

"کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ کسی خاص مصلحت کی بنا پر۔۔۔"

"جی نہیں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "ایسی کوئی بات نہیں ہے ورنہ میں کم از کم آپ سے چھپانے کی کوشش نہ کرتا۔"

"بہرحال جو کچھ ہو رہا ہے وہ میری پولیس کی ملازمت کے دوران پہلی بار ایسا ہو رہا ہے۔ اس قسم کے ناقابل یقین واقعات سے میرا پالا پہلے کبھی نہیں پڑا۔"

"اور یہ بات خاص طور پر قابل غور ہے کہ اس قسم کے حادثات اس روز سے رونما ہونے شروع ہوئے ہیں جس روز نرنجن لال کے مقابلے میں مجھے ایک بڑا ٹینڈر حاصل ہوا تھا۔" میں نے موقعے کی نزاکت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا۔ "سفلی اور جادو ٹونے کا رواج عام طور سے غیر مسلموں میں زیادہ پایا جاتا ہے۔"

سراج میری بات سن کر چونکا پھر اس سے پیشتر کہ وہ کسی رائے کا اظہار کرتا فون کی گھنٹی بجی۔ میں نے کال اٹینڈ کی پھر ریسیور سراج کی جانب بڑھا دیا۔ کال اسی کی تھی۔

"ہیلو ڈی ایس پی سراج اسپیکنگ۔" اس نے ریسیور میرے ہاتھ سے لیتے ہوئے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"میں تمہیں اس حد تک الجھا دوں گا ڈپٹی کہ تم بھی پاگلوں کی طرح اپنے کپڑے پھاڑنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔" دوسری جانب سے کرخت آواز میں کہا گیا۔

"کون ہو تم۔" سراج نے تیوری پر بل ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"اس چکر میں مت پڑو۔ نرنجن لال کے آفس پہنچو۔ وہ اغوا کر لیا گیا ہے۔"

"وہاٹ۔۔۔" سراج حیرت سے اچھل پڑا پھر تیزی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر الجھن اور غصے کے ملے جلے تاثرات نظر آ رہے تھے۔

"کوئی خاص بات؟"

"ہاں۔" سراج خشک لہجے میں بولا۔ "کسی نے فون پر نرنجن لال کے اغوا کی اطلاع دی ہے۔"

"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے پولیس کو الجھانے کی

...جان بوجھ کر یہ ڈراما رچایا ہو۔" میں نے حقارت سے
...ڈولی کو پیش آنے والا حادثہ اور داور کی پر اسرار
...م کے بعد ممکن ہے اس نے یہی مناسب سمجھا ہو کہ
...دگی کے بعد
...دنوں کے لیے منظرِ عام سے دور ہٹ جائے۔"
...سراج نے جواب میں مجھے خالی خالی نظروں سے دیکھا
...ایک سرسری جماتا ہوا میرے آفس سے باہر نکل گیا۔
...کا سپاٹ چہرہ کسی قسم کے اندرونی جذبات سے یکسر عاری
...اس کے جانے کے بعد میرے ذہن میں اچانک ندیم کا
...ابھر آیا۔ میری چھٹی حس اسی کی نشاندہی کر رہی تھی۔

□

...حسب معمول قسیم کی بیمار ماں کا حال دریافت کرنے کی
...رسنی ٹوریم پہنچا تو ڈاکٹر فرخ نے میرا استقبال کیا تھا۔
"اب کیسی کیفیت ہے مریضہ کی؟"
"وہ حیرت انگیز طور پر روبہ صحت ہو رہی ہے۔" ڈاکٹر
...خوشی کا اظہار کیا۔ "اگر امپروومنٹ کی حالت یہی رہی تو
...عشرہ میں وہ گھر بھی جا سکتی ہیں۔"
"گڈ۔" میں نے کہا۔ "یہ سب آپ لوگوں کی مشترکہ
...بائی کا نتیجہ ہے۔"
"ہم ہر مریض کی خدمت عبادت سمجھ کر کرتے ہیں
...مسٹر شہباز۔" ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا پھر وہ بھی
...رے ساتھ ساتھ قدم بڑھانے لگا لیکن مطلوبہ کمرے کا
...دروازہ کھولتے ہی اس طرح چونکا جیسے اس نے نادانستگی
...میں بجلی کے ننگے تاروں کو چھو لیا ہو۔ وہ منظر دیکھ کر خود
...میری آنکھیں بھی پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ قسیم کی والدہ بستر
...کے بجائے فرش پر اوندھے منہ پڑی تھی۔ اس کے منہ سے
...گاڑھا گاڑھا خون بہہ رہا تھا۔ ڈاکٹر نے برق رفتاری سے لپک
...کر مریضہ کی نبض دیکھی پھر اپنے ہونٹ چبانے لگا۔
"ڈاکٹر۔" میں نے تیزی سے سوال کیا۔ "یہ سب
...کیسے ہوا؟"
"مجھے خود بھی حیرت ہے جناب۔ ابھی بمشکل دس منٹ
...پہلے ہی خود راؤنڈ پر تھا اس وقت مریضہ خاصی ہشاش
...بشاش نظر آ رہی تھی لیکن اب۔"
"ڈاکٹر۔" میں اس کے لہجے کو محسوس کر کے چیخ اٹھا۔
"آئی۔ ایم۔ سوری مسٹر شہباز۔" ڈاکٹر نے مایوس
...انداز میں کہا پھر بستر سے سفید رنگ کی چادر اٹھا کر مریضہ پر
...ڈال دی۔
میں کچھ دیر تک ششدر کھڑا ہاتھ ملتا رہا پھر یکلخت
...میرے ذہن میں ننکر کا تصور جاگ اٹھا۔ اس نے یہی کہا تھا

کہ پیادہ مارے جانے کی صورت میں وہ کسی بڑے مہرے کو پیٹنے سے گریز نہیں کرے گا۔ کسی فوری خیال کے تحت میں نے ڈاکٹر کو لاش پوسٹ مارٹم کے لیے روانہ کرنے کی ہدایت کی پھر آندھی اور طوفان کی طرح گاڑی چلاتا ہوا قسیم کے فلیٹ پر پہنچا جس کا دروازہ خلاف توقع چوپٹ کھلا ہوا تھا۔ میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے فلیٹ کے اندر قدم رکھا پھر وہی ہوا جو میں نے سوچا تھا۔ قسیم اپنے فلیٹ میں موجود نہیں تھی۔

اس کے بستر کی شکن آلود چادر اس پر خون کے چھوٹے چھوٹے دھبے مجھے جو کہانی سنا رہے تھے وہ میرے لیے خلاف توقع نہیں تھی۔ نرنجن لال کے بدلے میں قسیم کی ماں کو موت کے گھاٹ اتارا گیا اور قسیم کو بھی اغوا کر لیا گیا تھا۔ خدا جانے وہ زندہ تھی یا اسے مار دیا گیا تھا؟

"ننکر۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ میری رگوں میں دوڑتے خون کی گردش تیز ہوتی چلی گئی۔ میں نے ایک بار پھر کالکا کو آواز دی لیکن اس بار بھی دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔

میرے ذہن میں تیز اور گرم ہواؤں کے جھکڑ چل رہے تھے، قسیم کی ماں کی دردناک موت اور قسیم کے اغوا کی وارداتوں نے میرے اعصاب کو جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا، کالکا کی جانب سے خاموشی نے جلتی پر تیل کا کام کیا تھا، مجھے یقین تھا کہ کالکا کی پر اسرار طاغوتی قوت کو اس بات کا علم ضرور ہو گا کہ قسیم پر کیا گزری؟ اسے کہاں رکھا گیا ہے؟ وہ زندہ بھی تھی یا ننکر نے اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا تھا؟

سوالات اور گزرے ہوئے واقعات کا ایک ہجوم کسی بپھرے ہوئے سمندر کی تیز و تند موجوں کے مانند میرے وجود کے اندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا، انتقامی وارداتوں اور کالکا کی خفگی کا یہ سلسلہ قاسم علی کی گرفتاری کے بعد سے تیز ہو گیا تھا۔ سیٹھ پرشوتم نے درمیان میں آ کر سارا کھیل بگاڑ دیا تھا، ندیم نے میرے منع کرنے کے باوجود اسے اغوا کرانے کے بعد ایسی اذیتناک ایذائیں پہنچائی تھیں کہ وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا، کالکا نے مجھے منع کیا تھا کہ میں ننکر کی موجودگی میں پنڈت جیسی دھرم کے ذکر سے احتراز کروں لیکن میں نے اس کی بات نہیں سنی تھی جس کے سبب ننکر کھٹک گیا تھا پھر اس کے شبہے کو دور کرنے کی خاطر کالکا نے ناگن کے بھیانک روپ میں آ کر اگروال اور اس کے ساتھیوں کو ڈسا۔ اب میں بند ہونے کے باوجود ڈس کر ختم

کردیا تھا۔
شنکر نے سیٹھ پرشوتم کا بدلہ لینے کی خاطر میرے عملے کے سب سے جاں نثار آدمی ٹونی کو اپاہجوں جیسی زندگی گزارنے پر مجبور کردیا تھا' اسے اس بات کا علم تھا کہ پرشوتم کی دیوانگی کا سبب ندیم تھا لیکن شنکر نے کسی خاص وجہ سے ندیم کو چھوڑ کر ماسٹر ٹونی کو اس کے سیدھے ہاتھ سے ہمیشہ کے لیے محروم کردیا تھا اور اب نرنجن لال کے اغوا کے بعد خبیث شنکر نے تسیم کی ماں کو مار ڈالا تھا اور تسیم کو اغوا کرلیا تھا۔ نرنجن لال کے اغوا میں بھی ندیم کا ہاتھ تھا' اس نے خود اس بات کا اعتراف کیا تھا نرنجن لال کو اسی کے آدمیوں نے اٹھا کر ایک ایسی جگہ رکھا تھا جہاں کسی بزرگ کی رحمانی قوت نے ایسا حصار قائم کردیا تھا کہ شنکر کی پراسرار نظریں بھی وہاں تک رسائی حاصل نہیں کرسکتی تھیں۔ اس بار بھی شنکر نے ندیم کو نظرانداز کردیا تھا اور میری ذات کو متاثر کرنے کی خاطر تسیم کی والدہ اور تسیم پر ہاتھ صاف کیا تھا۔
تسیم سے میری کوئی شناسائی نہیں تھی' نہ کوئی رشتہ تھا' بس ایک اتفاقیہ حادثے نے ندیم کو کیسینو میں میرا اس کا آمنا سامنا کرادیا تھا اور مجھے اس بات کا شدت سے احساس ہوا تھا کہ تسیم نے بحالتِ مجبوری ایک کال گرل کا پیشہ اختیار کرلیا تھا وہ ایک شریف اور پاکباز لڑکی تھی' بھائی کی گمشدگی کے بعد ماں کے مہلک مرض کے علاج کے بعد اسے پیسوں کی شدید ضرورت تھی اور اسی ضرورت کے ہاتھوں مجبور ہوکر وہ کیسینو کے گندے ماحول میں سانس لینے پر مجبور ہوگئی تھی پھر جب میں ایک روز اس کے گھر پہنچا تو تصویر کا دوسرا رخ دیکھ کر میرے اندر انسانیت کا جذبہ بیدار ہوگیا' میں نے اسے ایک گندے ماحول سے نکال کر شریفانہ زندگی گزارنے کا راستہ دکھایا تھا' وہ میری سگی بہن نہیں تھی لیکن میں نے اسے بہن کی حیثیت سے قبول کیا تھا' وہ کھلی فضا میں سانس لینے سے بہت خوش تھی مگر میری وجہ سے وہ بھی حالات کی چکی میں بلاقصور پس کر رہ گئی تھی۔
انسان اگر کوئی جانور یا پرندہ پالے تو اس سے بھی محبت کرنے لگتا ہے' ایکیوریم کی زیبائش کے لیے پانی میں تیرتی ہوئی کوئی مچھلی بھی مرجائے تو انسان کو اس کی کمی کا افسوس ضرور ہوتا ہے لیکن تسیم کوئی جانور یا پالتو پرندہ نہیں تھی' ایک ستم رسیدہ لڑکی تھی جسے میں نے بہن بنا کر شرافت سے زندگی گزارنے کا موقع فراہم کیا تھا' میں نے اس کے مستقبل کے بارے نجانے کتنے خواب دیکھے تھے' کیا کیا سوچ رکھا تھا لیکن ایک پل میں سارے خواب کسی شیشے کے نازک برتن کی صورت میں ٹوٹ کر چکنا چور ہوگئے تھے اور فوری طور پر اس کی بازیابی کا کوئی راستہ مجھے نظر نہیں آرہا تھا۔
تسیم پر جو کچھ گزری اس کا ذمے دار میں تھا اگر وہ کیسینو کے ماحول میں ہی رہتی تو شاید زیادہ محفوظ رہتی کیونکہ وہاں تھی جو لوگ غیرقانونی کاموں میں ملوث ہوتے ہیں ان کے ہاتھ بھی لمبے ہوتے ہیں' مجھے ندیم کے ذرائع کا بہت اچھی طرح اندازہ ہوگیا تھا' اس نے اپنے کیسینو میں کچھ ایسے انسان نما درندے پال رکھے تھے جو ہر شے کی حفاظت کا فرض انجام دیتے تھے' میں ارب پتی جواری جوزف کا انجام بھی دیکھ چکا تھا جو ہر وقت اپنے ساتھ ایک خطرناک اور مسلح باڈی گارڈ رکھنے کا عادی تھا لیکن ندیم کے آدمیوں نے اسے پل بھر میں بے بس کردیا تھا' تسیم کے حوالے سے میں داور کا انجام بھی دیکھ چکا تھا' وہ اگر کیسینو میں رہتی تو شاید زیادہ محفوظ ہاتھوں میں رہتی اور اگر میں نے اسے وہاں سے نکالا تھا تو حالات کے پیش نظر اسے تحفظ فراہم کرنا بھی میرا فرض تھا۔ یہ اور بات تھی کہ میرے تعینات کردہ دس باڈی گارڈز بھی شنکر کی طاغوتی قوتوں کا مقابلہ نہیں کرسکتے تھے' داور اس کی زندہ مثال تھا' راجو نے اسے میری نظروں کے سامنے برسٹ مار کر موت کی نیند سلادیا تھا لیکن شنکر کی شیطانی قوتوں نے اسے نیا جنم دے رکھا تھا۔ ڈی ایس پی سراج کے دفتر میں داور کے سینے پر گولیوں کے بیشمار نشانات اس وقت بھی موجود تھے جب وہ اس کے دفتر میں ہتھکڑی اور بیڑی میں جکڑا کھڑا تھا' اس نے بڑی بے پروائی سے کہا تھا کہ تین روز کے اندر اندر وہ چھومنتر ہوجائے گا اور ہوا بھی ایسا ہی تھا' تمام تر حفاظتی انتظامات کے باوجود وہ پولیس کے لاک اپ سے غائب ہوگیا تھا' لوہے کی مضبوط ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ٹوٹ کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تبدیل ہوگئی تھیں۔ سراج کے دفتر میں داور نے اس بات کا ببانگ دہل اقرار بھی کیا تھا کہ وہ شنکر کی پراسرار قوتوں کا ایک حیرت انگیز شاہکار ہے' اس نے سراج کو اس بات کی دعوت دی تھی وہ اگر چاہے تو اس کے کشادہ سینے پر جدید اسلحہ کی ان گنت گولیوں کو بھی آزما سکتا ہے۔
میں تسیم کے سنسان فلیٹ میں کسی بے جان بت کی طرح خاموش کھڑا حالات کی گتھیوں کو سلجھانے کی کوشش کررہا تھا' میری نظریں تازہ خون پر مرکوز تھیں جو آہستہ آہستہ خشک ہوکر اپنا رنگ تبدیل کررہا تھا۔ میرے ذہن میں صرف ایک ہی خیال بازگشت بن کر گونج رہا تھا

کی بازیابی ہے۔" اسی مقصد کو حل کرنے کی خاطر میں نے کالکا کو آواز دی تھی لیکن مجھے اس کی جانب سے کوئی جواب نہیں ملا پھر مجھے یکلخت اس بات کا احساس ہوا کہ کالکا کی نوازشوں نے مجھ سے میری خود اعتمادی چھین لی تھی' میں اپنے قوت بازو کو آزمانے کے بجائے اس کی دیومالائی شخصیت کا محتاج بن کر رہ گیا تھا' اس خیال نے میری رگوں میں دوڑتے ہوئے خون کی گردش تیز کردی۔ میں مسلمان تھا' میں نے خدائے بزرگ و برتر کی لازوال قوت اور اس کے وجود پر بلا کسی حیل و حجت کے آنکھ بند کرکے اعتماد کیا تھا' وہ دونوں جہان کا بلاشرکت غیرے مالک تھا' اس کے حکم کے بغیر کوئی سوکھا پتا بھی اپنی جگہ سے جنبش نہیں کرسکتا تھا' اس کی مقدس کتاب میں واضح طور پر یہ حقیقت بیان کردی گئی ہے کہ ہر شخص کو ایک نہ ایک دن موت کا ذائقہ چکھنا ہوگا۔ اس سے مفر کی کوئی صورت نہیں' صرف انسان کے اعمال روزِ قیامت اس کے حق میں کام آئیں گے۔ کالکا اور شنکر کی پلید اور گندی قوتیں صرف دنیا تک محدود تھیں' ان قوتوں کا وجود ریت سے بنائے گئے محل سے زیادہ نہیں تھا جو ہوا کے محض ایک جھونکے سے مسمار ہوکر زمین بوس ہوسکتا تھا۔

پھر میری نظر اپنے ہاتھ میں پڑی صندلی انگوٹھی کی سمت گئی جو خدا کے ایک برگزیدہ بزرگ نے میری حفاظت کی خاطر مجھے "تحفتاً" دی تھی' میرے سر پر سفید بادلوں کا سایہ تھا جس کا راز شنکر اور کالکا کی گندی قوتیں بھی نہیں پاسکتی تھیں۔

آہستہ آہستہ میرے اندر کا انسان بیدار ہورہا تھا پھر میں نے ایک مخصوص نتیجے پر پہنچنے کے بعد نسیم کے فلیٹ ہی سے سراج سے رابطہ قائم کیا' ایک منٹ بعد وہ لائن پر تھا۔

"میں شہباز خان بول رہا ہوں۔" میں نے ٹھوس آواز میں کہا۔

"گڈ۔۔۔ مجھے بڑی دیر سے آپ ہی کی تلاش تھی۔"

"کوئی خاص بات۔"

"جی ہاں۔۔۔" سراج نے سنجیدگی سے کہا۔ "ابھی کچھ دیر پیشتر مجھے کسی نامعلوم شخص نے کال کرکے اطلاع دی تھی کہ سینی ٹوریم میں ایک بوڑھی عورت کی لاش موجود ہے۔ پراسرار حالات کا شکار ہوئی ہے۔"

"پھر۔"

"میرے آدمی سینی ٹوریم پہنچے تھے لیکن ڈاکٹر آن ڈیوٹی نے بتایا کہ اس عورت کی لاش آپ کی ہدایت کے مطابق پوسٹ مارٹم کے لیے روانہ کی جاچکی ہے۔" سراج نے اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "وہ ڈاکٹر جو مرحومہ کا علاج کررہا تھا اس نے بھی مرحومہ کی موت کو حیرت انگیز قرار دیا ہے۔ میں اسی سلسلے میں آپ سے معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔"

"وہ عورت نسیم کی ماں تھی جو زندگی کی طرف واپس لوٹتے لوٹتے پراسرار شیطانی قوتوں کا نشانہ بن گئی۔" میں نے تلخ انداز میں جواب دیا۔ "میں اس وقت نسیم کے فلیٹ سے بول رہا ہوں اور آپ کو اس بات کی اطلاع دے رہا ہوں کہ نسیم کو بھی اغوا کرلیا گیا ہے' فلیٹ میں موجود خون کے دھبے اس بات کی نشاندہی کررہے ہیں کہ نسیم نے مزاحمت کی تھی لیکن مجھے یقین ہے کہ میری اطلاع کے بعد بھی آپ کا قانون اس کی بازیابی کے سلسلے میں صرف کاغذات کی خانہ پُری کے علاوہ کوئی عملی قدم اٹھانے پر معذور ہی رہے گا۔"

"میں سمجھا نہیں مسٹر شہباز۔"

"حیرت ہے۔" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "داور کے فرار ہوجانے کے بعد تو آپ کو کم از کم اس بات کا احساس ہوجانا چاہیے تھا کہ جو فرد یا افراد میرے اوپر عرصہ حیات تنگ کررہے ہیں ان کی گرفتاری کم از کم پولیس کے بس کی بات نہیں ہے۔"

"ایک بات کہوں۔ اگر آپ کو ناگوار خاطر نہ گزرے۔"

"فرمایئے۔"

"اب تک جو پراسرار حالات سامنے آئے ہیں ان کا تعلق کسی نہ کسی زاویے سے آپ کی ذات سے ضرور ہے۔" سراج نے افسرانہ انداز میں جواب دیا پھر جلدی سے وضاحت کرتے ہوئے بولا۔ "میرا خیال ہے کہ اگر آپ پولیس سے تعاون کریں اور ان باتوں کو سامنے لے آئیں جو ابھی تک پولیس کے لیے مُعمّا بنی ہوئی ہیں تو شاید ہم مل جل کر کامیابی کا کوئی راستہ ضرور تلاش کرسکتے ہیں۔"

"سیٹھ پرشوتم کے سلسلے میں آپ کو میرے دوست ندیم کا ہاتھ نظر آیا تھا۔" میں نے سردمہری سے کہا۔ "آپ اگر چاہیں تو اب نرنجن لال کے اغوا میں مجھے بھی مشکوک افراد کی فہرست شامل کرلیں لیکن اگروال اور اس کے ساتھیوں کی موت۔ داور کا پولیس لاک اپ سے حیرت انگیز طور پر فرار ہوجانا اور ٹونی کو پیش آنے والا ناقابل تلافی

حادثے۔۔۔ ان تمام باتوں کو آپ کس کے سر تھوپنے کی کوشش کریں گے۔"

"پلیز مسٹر شہباز۔" سراج کی آواز ریسیور پر ابھری۔ "مجھے آپ کی ذہنی کیفیت کا احساس ہے لیکن۔"

"مسٹر سراج۔" میں نے اس کی بات کو کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "آپ کو میری ذہنی کیفیت سے قانون کی بے بسی کا احساس زیادہ ہونا چاہیے۔ ویٹ از آل۔"

میں نے غصے کی شدت سے ریسیور کو کریڈل پر زور سے رکھا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا فلیٹ سے باہر آکر اپنی گاڑی میں بیٹھ کر اور اس کا رخ اپنے دفتر کی موڑ دیا، نجانے کیوں میری چھٹی حس مجھے اس بات کا یقین دلا رہی تھی کہ دفتر میں کچھ نئی معلومات میری منتظر ہوں گی۔ میرا اندازہ غلط نہیں ثابت ہوا، میں نے دفتر میں قدم رکھا تو شنکر کو وہاں ایک کرسی پر آلتی پالتی مارے بیٹھا دیکھ میرے تن بدن میں جیسے آگ لگ گئی، اس کے منحوس اور مکروہ چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔

"تم۔۔۔" میں نے دانت پیستے ہوئے اسے مخاطب کیا۔ "کس لیے آئے ہو یہاں؟"

"تمہیں تسلی دینے کے کارن۔" شنکر نے میرا مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔ "بڑھوں کو کہنا ہے کہ منش منش کا دوا دارو ہوتا ہے، اپنا دکھ درد ایک دوسرے سے بیان کر دینے سے من کو تھوڑی بہت شانتی مل جاتی ہے۔ کھوپڑی کو بوجھ وقتی طور پر ہی سہی پرنتو کچھ ہلکا ضرور ہو جاتا ہے۔"

"کیا کہنا چاہ رہے ہو۔" میں نے اسے خونخوار نظروں سے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"وہی جو پہلے کہہ چکا ہوں۔" اچانک وہ سرسراتے لہجے میں بولا۔ "تم ایک مارو گے تو ہم دو کو ٹھکانے لگا دیں گے۔۔۔ مجھے نسیم کی ماں کی موت کا کوئی غم نہیں، کالی نے اسے بھینٹ کے طور پر سویکار (قبول) کر لیا ہے پرنتو نسیم ابھی زندہ ہے، تم چاہو تو وہ آزاد ہو سکتی ہے۔ ورنہ کال کوٹھری میں پڑے پڑے بن کھائے پئے اس کا کومل شریر کسی پھول کی طرح مرجھا جائے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ جو اس سمے اس کی رکھشا کر رہے ہیں، سمے بیت جانے کے بعد ... تم خود گدھ بن کر اس کے سندر شریر کو نوچ کھسوٹ کر اس کا کریا کرم پورا کر دیں۔ بالکل ویسے ہی جیسے تم لوگوں نے سیٹھ پرشوتم کو کشٹ دے دے کر پاگل کر دیا تھا۔"

میں نے فوری طور پر کوئی جواب نہیں دیا، میں شنکر کو گندی قوتوں کے کھیل تماشے پہلے بھی دیکھ چکا تھا اس کے علاوہ مجھے اس بات کا علم بھی نہیں تھا کہ نسیم کو اغوا کرنے کے بعد اسے کہاں رکھا گیا ہوگا؟ بہرحال مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ وہ ابھی مری نہیں بلکہ زندہ تھی، میں شنکر کو تیز نظروں سے گھورتا رہا، اگر میرے اختیار میں ہوتا تو شاید میں اس وقت اس کی تکا بوٹی کرنے سے بھی دریغ نہ کرتا۔

"کس دھیان میں بھٹک رہے ہو مہاراج۔" وہ میرا مضحکہ اڑاتے ہوئے بولا۔ "کیا اس کنیا (لڑکی) کے سپنے میں گم ہو جو تمہارے ہاتھ آکر نکل گئی۔۔۔ ایک بات پوچھوں۔۔۔ کیا تم اس سندر ناری سے بہت پریم کرتے ہو؟"

"ہاں۔۔۔" میں تلملا کر جواب دیا۔ "میں اس سے محبت کرتا ہوں لیکن ویسی نہیں جیسی تم جمنا کے ساتھ کرتے تھے۔"

"جو بیت گیا سو بیت گیا بالک۔" شنکر نے بڑے غلیظ انداز میں ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔ "تم نے جمنا کی یاد دلا کر مجھے بیاکل کر دیا۔۔۔ اس کے شریر کے اندر کتنا سواد تھا یہ بات تم نہیں جان سکو گے۔ رہا پاپ اور پُن کا معاملہ تو یہ سب اس دھرتی کے ڈھونگ ہیں۔ اندر کی پیاس جب جوالا مکھی کی طرح منش کے من میں جاگتی ہے تو وہ اندھا ہو جاتا ہے۔۔۔ درندہ بن جاتا ہے اور پھر اسے اپنے اور پرائے کی فکر نہیں ہوتی۔ وہ کیول اپنی پیاس بجھانے۔۔۔"

"شنکر۔" میں چیخ اٹھا۔ "اپنی گندی زبان بند رکھو۔"

"گرمی دکھانے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا بالک۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ابھی سمے کی ڈوری تمہارے ہاتھ ہے۔ تم چاہو تو ہماری دشمنی پھر دوستی میں بدل سکتی ہے، پرنتو منش کو کچھ پانے کی خاطر کچھ کھونا بھی پڑتا ہے۔۔۔ بڑی مچھلی کے شکار کرنے کے کارن چھوٹی مچھلیوں کو بھینٹ چڑھانا پڑتا ہے۔ بغیر بلیدان دیے تو منش کوئی شکتی پراپت نہیں کر سکتا۔"

"کیا تم نسیم کو میرے کہنے پر آزاد کر دو گے۔"

"اوش مہاراج۔" وہ تیزی سے بولا۔ "تم آگیا دے کر دیکھو۔ شنکر کے ایک اشارے پر اس کے پجاری تمہاری نسیم کو واپس لا کر تمہارے دوار تک چھوڑ جائیں گے۔"

"اور اس کے بدلے میں مجھے کیا کرنا ہوگا؟"

"نرنجن لال کی واپسی اور اس کے ساتھ کاروبار میں

ہو جو؟" "تمہارا اپنا مشورہ ہے یا تم اپنے گرو دیو پنڈت بنسی
دھر کے اشارے پر ناچ رہے ہو۔"
"گرو ہر حال میں گرو ہوتا ہے مورکھ۔" شنکر نے مجھے
گھورتے ہوئے کہا۔ "گرو کی سیوا کرنا اور اس کی آگیا کا
پالن کرنا تو چیلے کا دھرم ہوتا ہے۔"
"تمہیں روپ نگر یاد ہے نا۔" میں نے اس کو ٹٹولنے
کی خاطر سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "وہاں تم نے اپنے
جھونپڑے میں ایک معصوم بچے کے دل کے خون میں ڈوبی
ہوئی روئی سے دیا روشن کیا تھا اور اپنے جنتر منتر کے زور
سے اس معصوم کی پرچھائیں سے میری ایک مشکل آسان
کی تھی۔"
"ہاں..." شنکر نے سرسراتے ہوئے کہا۔ "یاد ہے
مجھے اور یہ بھی یاد ہے کہ تم نے جمنا کو آہنی سلاخوں کے
پیچھے بند کردیا تھا لیکن اس کے بعد کیا ہوا تھا؟...... تمہیں
بھی یاد ہوگا۔"
"تم نے ایک بار کہا تھا کہ تمہارے گرو نے سالہا سال
تک سرد پہاڑیوں کے گپھاؤں میں بیٹھ کر مہان شکتی حاصل
کرنے کے لیے جاپ کیے ہیں۔"
"کیا کہنا چاہتے ہو؟"
"نرنجن لال۔" میں نے زہرخند لہجے میں جواب دیا۔
"کیا تم اور تمہارے گرودیو کی مہان شکتی ابھی تک نرنجن
لال کو کھوج نہیں نکا سکی۔ تم نے جمنا کو حیرت انگیز طور پر
جیل سے آزاد کرالیا تھا پھر نرنجن لال کے سلسلے میں تمہاری
شکتی کو زنگ کیوں لگ گیا۔ تمہاری آنکھیں تو گھپ
اندھیروں کے اس پار بھی دیکھ سکتی ہیں... من کے اندر کا
حال بھی معلوم کرسکتی ہیں پھر......"
"بس کرو بالک... بس کرو۔" شنکر کی آنکھیں بھڑکتے
شعلوں کی طرح سرخ ہوگئیں۔ "تم شنکر سے بگاڑ کرکے بہت
کچھ کھو دوگے۔ اپنے ماتا پتا کا دھیان کرو۔ اپنے اس جتر
کے بارے میں غور کرو جس نے نرنجن لال پر ہاتھ ڈالا ہے۔
کیا تمہارا یہ اچھا ہے کہ شنکر سب کچھ جلا کر بھسم کردے۔
ایک بات کان کھول کر سن لو مہاشے۔ تیر ایک بار کمان سے
نکل جائے تو پھر واپس نہیں آتا۔ شنکر سے پنجہ لڑانے کی
کوشش تمہیں بہت مہنگی پڑے گی۔"
شنکر کسی زہریلے ناگ کی طرح بل کھا رہا تھا۔ اس کے
منحوس و مکروہ چہرے پر شیطانی قوتیں رقص کررہی تھیں،
اچانک مجھے اس صندلی انگوٹھی کا خیال آیا جو میرے ہاتھ
میں موجود تھی۔ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے مجھے
اس بات پر کامل یقین تھا کہ زندگی اور موت صرف خدا کے
اختیار میں ہے جو لم یزل ہے۔ جس کے لکھے کو کوئی مٹا
نہیں سکتا۔ میرے ذہن میں اپنا اور ندیم کا خیال ابھرا۔
شنکر نے ابھی تک ہم دونوں پر ہاتھ نہیں ڈالا تھا۔ غالباً وہ
رحمانی قوتوں کے آگے بے بس تھا، صندلی انگوٹھی پہننے کے
بعد کالکا نے بھی یہی کہا تھا کوئی ناقابل تسخیر قوت غیبی طور پر
میری مدد کررہی ہے۔ خود شنکر نے بھی ایک موقعے پر اس
بات کا اعتراف کیا تھا چنانچہ میں نے جلتی پر تیل چھڑکتے
ہوئے شنکر کو سرد آواز میں مخاطب کیا۔
"تمہاری دشمنی میری ذات سے ہے۔ اگر تم اپنی
گندی اور ناپاک قوتوں کے سہارے مجھے درمیان سے
ہٹادو تو پھر نرنجن لال بھی آزاد ہوجائے گا۔ اس کا راستہ
ہمیشہ کے لیے صاف ہوجائے گا۔"
"چنتا نہ کر مورکھ۔" شنکر نے اٹھتے ہوئے کرخت لہجے
میں کہا۔ "وہ سمے بھی بہت جلد آنے والا ہے جب شنکر تجھے
اپنے تلوے چاٹنے پر مجبور کردے گا۔"
"پنڈت بنسی دھر کا جاپ مکمل ہوجانے کے بعد۔
کیوں؟" میں نے اسے جلانے کی خاطر مسکراتے ہوئے
سوال کیا پھر یکلخت سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے بولا۔ "میں
نرنجن لال کو اس قید خانے سے رہائی دلا سکتا ہوں جہاں
تک تمہاری گندی قوتیں پہنچنے سے قاصر ہیں لیکن ایک
شرط پر۔"
"کیا؟" اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر
گھورتے ہوئے پوچھا۔
"تم مجھے اس جگہ کا پتا بتادو جہاں تمہارا گرو گھنٹال
پنڈت بنسی دھر کالکا کی شکتی کو اپنا غلام بنانے کی خاطر کسی
منڈل میں چھپا بیٹھا ہے۔"
"داور......" شنکر نے میری بات کا جواب دینے کے
بجائے داور کو آواز دی اور پھر دوسرے ہی لمحے میں نے
دیکھا کہ داور اس کے آگے ہاتھ باندھے موجود ہے۔ شنکر
نے بدستور میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے داور کو مخاطب
کیا۔ "کیا تو پہچانتا ہے کہ اس سمے میرے سامنے کون
دشٹ کھڑا ہے۔"
"میرا دشمن۔" داور غرایا۔ "اسی کی وجہ سے مجھے
موت کے گھاٹ اتارا گیا تھا۔ مجھے اجازت دو کہ میں اسے
بتاؤں کہ داور کس درجے کا بدمعاش ہے۔"
"کیوں بالک؟" شنکر نے مجھ سے پوچھا۔ "کیا تم..."

کے ساتھ دو دو ہاتھ کرنا پسند کرو گے؟"

"تم شاید کھلی نگاہوں سے کوئی سندر سپنا دیکھ رہے ہو۔" میں نے اللہ پر بھروسا کرتے ہوئے بے پروائی سے جواب دیا۔ "جو شخص خود ہی مر چکا ہے وہ بھلا کسی اور کو کیا مارے گا...... تم چاہو تو اپنی یہ حسرت بھی پوری کر کے دیکھ لو۔"

"داور..." شنکر نے بڑے خونخوار انداز میں کہا۔ "تیرا دشمن میرے سامنے کھڑا ہے میں تجھے پانچ منٹ کی مہلت دیتا ہوں۔ اس مورکھ کی گدی پکڑ کر دیوار کے ساتھ اتنی زور سے ٹکرا کہ اس پاپی کا بھیجا نکل کر میرے چرنوں میں تڑپنے لگے... اس کے دن پورے کر دے...... یہ میرا حکم ہے۔"

جواب میں داور کی آنکھوں اور چہرے پر انتقام کی بھرپور تاثرات پھیل کر گہرے ہونے لگے' وہ مجھے سینہ تانے کھڑا کسی خون آشام درندے کی طرح گھور رہا تھا۔ میں یہاں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ داور میرے مقابلے میں کہیں زیادہ طاقتور اور اچھے خاصے ڈیل ڈول کا مالک تھا' میرا اس کا کوئی جوڑ نہیں تھا لیکن اس کے باوجود میں اپنی جگہ کسی آہنی چٹان کے مانند جما کھڑا رہا۔

داور کی آنکھوں میں شیطانی قوتوں کا رقص جاری تھا۔ ایک لمحے تک وہ مجھے بڑی حقارت آمیز نظروں سے گھورتا رہا پھر اس نے اچانک ہی مجھ پر چھلانگ لگا دی' میں پوری طرح محتاط تھا' میں نے داور کو جھکائی دینے کے لیے تیزی سے اپنی جگہ سے ہٹنے کی کوشش کی مگر داور نے شاید میرا ارادہ بھانپ لیا تھا' وہ کسی وزنی سنگلاخ تودے کی طرح مجھ سے ٹکرایا لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا اس نے میرے علاوہ شنکر کو بھی ششدر کر دیا۔ داور میرے جسم سے ٹکراتے ہی اس طرح چلایا تھا جیسے کسی شدید کرب کی حالت سے دوچار ہو۔ وہ تڑپ کر زمین پر گرا تھا پھر اس کا وجود پلک جھپکتے میں نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

"نہیں۔" شنکر کی حیرت میں ڈوبی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "ایسا نہیں ہو سکتا۔"

میرے ذہن میں کالکا کا ایک جملہ گونجنے لگا' جب اگروال اور اس کے گرگوں نے مجھے سینی ٹوریم سے واپسی کے وقت اغوا کیا تھا اور قید کیا تھا تو میں نے کالکا کو وہاں ایک حسین عورت کے روپ میں دیکھا تھا' میں نے اسے چھو کر محسوس کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا مگر کالکا نے مجھے سختی سے منع کر دیا۔ اس نے کہا تھا..... "جب دو شکتیاں آپس میں ٹکراتی ہیں تو ان میں سے کوئی ایک جل کر بھسم ہو جاتی ہے۔"

کالکا کے اس جملے کے ساتھ ہی مجھے کمل پوش بزرگ کا خیال آیا' صندلی انگوٹھی بدستور میری انگلی میں موجود تھی شاید ان ہی رحمانی قوتوں نے داور کے وجود کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا تھا۔

"شنکر۔" میں نے حالات کے پیش نظر مسکراتے ہوئے کہا۔ "داور کو آواز دے کر دیکھو۔ شاید اب وہ دوبارہ تمہاری آواز کبھی نہ سن سکے گا۔"

شنکر نے کوئی جواب نہیں دیا' پھٹی پھٹی نظروں سے خلا میں چاروں طرف اس طرح گھور رہا تھا جیسے اس قوت کا راز جاننے کی کوشش کر رہا ہو جس نے اسے شکست سے دوچار کر دیا تھا۔

"ہواؤں میں کیا تلاش کر رہے ہو مہاراج۔" اس بار میں نے شنکر ہی کے لہجے میں اس کا مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔ "کیا میرے بھیجے کو اپنے چرنوں میں تڑپتا دیکھنے کی آشا پوری نہیں کرو گے۔"

شنکر نے کسی زخمی درندے کے مانند مجھے گھورا لیکن کوئی جواب دیے بغیر ہی ہونٹ چباتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔ شنکر کے مقابلے میں اپنی جیت دیکھ کر مجھے بڑی طمانیت کا احساس ہو رہا تھا' مجھے اس بات کا یقین آ گیا کہ جب تک صندلی انگوٹھی میرے ہاتھ میں ہے اور بزرگ کا سایہ سر پر ہے دنیا کی کوئی طاقت میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گی...... شاید شنکر کو بھی اس کا احساس ہو گیا تھا' میری خود اعتمادی بحال ہو رہی تھی اور حوصلوں میں ایک زندگی سرایت کر گئی تھی۔ میں سوچ رہا تھا جب پنڈت بنسی دھر کو اس بات کا علم ہو گا وہ کیا سوچے گا۔ کالکا میرے بلاوے کے باوجود نہیں آئی تھی لیکن میرا دل گواہی دے رہا تھا کہیں قریب ہی کھڑی وہ بھی اس کھیل تماشے کو ضرور دیکھ رہی ہو گی' میرے مقابلے میں شنکر کی خاموشی اور جھلاہٹ دیکھ کر اس کے دل پر کیا گزری ہو گی؟ مجھے یاد ہے' کالکا نے ایک بار مجھے باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ شنکر اس ناگ سے بھی زیادہ زہریلا اور خطرناک ہے جس کے کاٹے کا کوئی منتر نہیں ہوتا۔ خود شنکر نے بھی ایک موقع پر مجھے بہت حقیر سمجھتے ہوئے کہا تھا کہ وہ اپنی شیطانی قوتوں کے ذریعے میرے لیے ایسی الجھنیں اور دشواریاں پیدا کر دے گا کہ مجھے سکون کا ایک سانس لینے کا موقع بھی نہیں ملے گا' میں اس کی خباثتوں کا عینی گواہ تھا' اس نے کئی بار ایسے

ت پیدا کردیے تھے جن کی کوئی توجیہہ نہیں کی جاسکتی'
ے اندر ناممکن کو بھی ممکن بنادینے کی طاقت تھی۔
میں اپنی کرسی پر بیٹھ کر حالات پر غور کرنے لگا' اس کی
میری ملاقات ایک ضرورت کے تحت روپ نگر میں ہوئی
میں تسلیم کرتا ہوں کہ اس نے میری مدد بھی کی تھی
اس وقت میں نے یہ غور نہیں کیا تھا کہ وہ میرے
ن اندر ہی اندر کوئی سازش کررہا تھا۔ وہ یقیناً سمندر کے
گہرائیوں میں بھی جھانکنے کی قوت رکھتا تھا۔ کالکا بھی
کی دریافت تھی' اس نے کالکا کی پراسرار مورتی کو
ل کرنے کے لیے میرا انتخاب کیا تھا اور اسی مقصد کے
اس نے مجھے دوست بنالیا تھا۔

روپ نگر کے بڑے بڑے ذی اثر لوگ اور حکومت
کارندے بھی شنکر سے کتراتے تھے' وہ جو چاہتا تھا
رتا لیکن اپنے پیچھے کوئی شہادت نہیں چھوڑتا تھا' جمنا
سلسلے میں خود میں نے اپنی آنکھوں سے جیل کی آہنی
خوں کو موم کی طرح پگھلتے دیکھا تھا' روپ نگر کے باسیوں
درمیان گھٹی گھٹی سرگوشیوں سے ہی مجھے اس بات کا
ازہ ہوگیا تھا کہ شنکر اور جمنا کے درمیان کون سا رشتہ
م ہے۔ جمنا ہی سب سے پہلے مجھے پہاڑی سلسلوں کے
غار میں لے گئی تھی جہاں کالکا کی مورتی دلدل میں پڑی
میں نے کالکا کی مورتی کو دلدل سے نکال لیا تھا لیکن وہ
ے ہاتھ سے پھسل کر نکل گئی تھی پھر شنکر نے پوری طرح
جال میں پھانسنے کی خاطر اپنے جھونپڑے نما مکان میں
کوئی ایسی شے پلادی جو نشہ آور تھی' میرے علاوہ جمنا
وہاں موجود تھی شنکر نے مجھے اپنی کالی قوتوں کے جال
بے بس کرکے نشے کی حالت میں جمنا کا خون کردینے پر
ر کردیا تھا۔

دوسری بار شنکر مجھے کالکا کی مورتی تک لے گیا تھا'
نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ میں اس مورتی کو کچھ دنوں
پاس رکھوں گا پھر اسے واپس کردوں گا اور میں نے
شکنی نہیں کی تھی' کالکا کی پراسرار مورتی اور اس کی
ں کے بارے میں تھوڑا بہت جان لینے کے باوجود میں
ے پنڈت بنسی دھر کی موجودگی میں واپس کردیا تھا' میرا
ل تھا کہ اس کے بعد میرے اور گندی طاقتوں کے راستے
الگ ہوجائیں گے لیکن نرنجن لال کے درمیان میں
نے سے صورت حال خراب سے خراب تر ہوتی چلی
میں نے بزنس میں آنے کے بعد خود کو ان نادیدہ اور
لی قوتوں سے جتنا دور رکھنے کی کوشش کی تھی حالات
نے مجھے ان شیطانی چکروں میں اتنا ہی الجھادیا تھا لیکن شنکر
کو داور کے سلسلے میں میرے ہاتھوں جو شکست ہوئی تھی
اس نے میرے حوصلے اور میری خوداعتمادی کو بحال کرلیا
تھا۔ میں نے دل میں طے کرلیا تھا کہ کالکا کو بھی زیادہ آواز
نہیں دوں گا صرف اسی وقت اس کی مدد حاصل کروں گا
جب کوئی اور ذریعہ نہ ہو۔

فتح کے احساس کا بھی اپنا ایک نشہ ہوتا ہے جو انسان
کو ہواؤں میں اڑنے پر اکساتا ہے' وہ یکلخت اپنے آپ کو
بڑا تناور اور قدآور محسوس کرنے لگتا ہے' میری کیفیت بھی
اس وقت کچھ ایسی ہی تھی لیکن کچھ دیر بعد مجھے نسیم کا
خیال آیا تو میرے اندر پھر ایک تلاطم بھی پیدا ہوگیا۔ شنکر
نے کہا تھا کہ جو لوگ اس کی نگرانی پر تعینات ہیں وہ اسے
خوب صورت شکار سمجھ کر اپنی درندگی کا نشانہ بھی بناسکتے
ہیں' روند کر پامال بھی کرسکتے ہیں' نوچنے کھسوٹنے کے بعد
اسے پرشوتم ہی کی کسی کوڑے کے ڈھیر پر بھی پھینک سکتے
ہیں۔ میرے ذہن میں ایک بار پھر گرم ہوائیں چلنے لگیں'
مجبوری کی حالت میں میں نے کالکا کو دوبارہ یاد کیا' وہ مجھے کم
از کم یہ بتاسکتی تھی کہ نسیم کو اغوا کرنے کے بعد کہاں
رکھا گیا ہے مگر اس بار بھی کالکا کی طرف سے کوئی جواب
نہیں ملا' وہ سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے تھے' کالکا کو بھی
شاید شنکر کی سبکی پر ملال ہوا ہوگا۔

میں کرسی سے اٹھ کر ٹہلنے لگا' نجانے کیوں دل گواہی
دے رہا تھا کہ شنکر اپنی شکست کا بدلہ نسیم کی ذات سے
ضرور لے گا' اسی خیال نے میرے تن بدن میں آگ لگادی
تھی۔ کافی دیر تک میں فرش پر بچھے دبیز کارپٹ کی سینہ کوبی
کرتا رہا پھر کچھ سوچ کر میں نے انٹرکام پر عارفہ کو ہدایت دی کہ
وہ سارے کام چھوڑ کر ندیم سے میری بات کرائے۔

مجھے اس بات پر بھی حیرت تھی کہ شنکر نے ابھی تک
ندیم کو کھلی چھٹی کیوں دے رکھی تھی' وہ اپنی طاغوتی
طاقتوں کے ذریعے معلوم کرسکتا تھا کہ پرشوتم اور نرنجن لال
کے اغوا میں کس کا ہاتھ ہے۔ جس خبیث نے مجھے زمین پر
رینگنے والا حقیر کیڑا کہا تھا اور حقارت سے پیروں تلے روند
ڈالنے کا یقین دلایا تھا وہ ندیم کو بھی خس و خاشاک کی طرح
صرف ایک پھونک مار کر بھسم کرسکتا تھا لیکن اس نے ایسا
نہیں کیا تھا۔ "آخر کیوں؟" میرے ذہن میں یہ خیال بڑی
سرعت سے ابھرا لیکن پھر فون کی گھنٹی نے میری توجہ اپنی
جانب مبذول کرالی۔ میں نے تیزی سے لپک کر ریسیور
اٹھالیا' دوسری جانب سے ندیم کی آواز سنائی دی۔

"مجھے خوشی ہے کہ تم نے براہ راست مجھے اپنے ڈائریکٹ نمبر سے ڈائل نہیں کیا۔"

"کیا مطلب؟"

"بہت دنوں سے میں نے عارفہ کی مدھر آواز نہیں سنی تھی۔"

"بکواس نہیں۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "میں اس وقت بہت پریشان ہوں۔"

"مجھے تمہاری پریشانی کا سبب معلوم ہے۔" ندیم نے اس بار سنجیدگی سے جواب دیا۔ "نسیم کی والدہ اور قسیم کے بارے میں معلوم ہونے کے بعد میرا ذہن بھی کسی آخری نتیجے تک پہنچنے کی کوشش [illegible] رہا ہے۔"

"تمہیں کس طرح علم ہوا؟" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"تمہارے ڈی ایس پی سراج صاحب کا فون آیا تھا۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "ان کا خیال ہے کہ اگر میں نرنجن لال کے بارے میں کچھ جانتا ہوں اور اسے بازیاب کرانے میں پولیس کی مدد کرسکوں تو نسیم بھی دشمنوں کی قید سے آزاد ہوسکتی ہے۔ سراج نے ہی مجھے بتادیا تھا کہ تم نے اسے فون کرکے نسیم کی ماں کی پراسرار موت اور قسیم کے اغوا کی اطلاع دی ہے۔"

"وہ ذہین پولیس آفیسر ہے' حالات اور واقعات کا تجزیہ کرنے کے بعد وہ جس نتیجے پر پہنچا ہے وہ غلط نہیں ہے۔"

"تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا نرنجن لال کی واپسی کے بعد وہ لوگ کھل کر سامنے آجائیں گے۔"

"میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔" میں نے کہا پھر سینی ٹوریم سے اپنی واپسی سے لے کر شنکر سے ملاقات اور داور کے انجام تک کی تمام تفصیل ایک ہی سانس میں بیان کرتا چلا گیا۔

"پریشان ہونے سے کام نہیں چلے گا۔" ندیم نے مجھے تسلی دینے کی خاطر کہا۔ "تمہاری سراج صاحب سے گفتگو ہونے کے بعد ہی میں نے اپنے خاص خاص گرگوں کو الرٹ کردیا ہے' اگر نسیم کو اسی شہر میں کہیں رکھا گیا ہے تو یقین رکھو میرے وفادار شکاری اور کھوجی افراد بہت جلد اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔"

"میرا خیال ہے کہ میں نے اس غریب کو تمہارے کیسینو سے نکال کر اچھا نہیں کیا۔" میں نے جذباتی انداز اختیار کیا۔ "وہاں وہ تمہارے وفادار اور جاں نثار ساتھیوں کی موجودگی میں زیادہ محفوظ تھی۔ میرے پاس آنے کے بعد وہ ان لوگوں کی نگاہوں میں آگئی جو مجھ پر عرصۂ حیات تنگ کردینے کے درپے ہیں۔"

"کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ شنکر اس وقت کہاں مل سکے گا۔"

"کیوں ــــــ"

"اس کی سرکوبی اب ضروری ہوگئی ہے۔"

"نہیں۔" میں نے ندیم کو سمجھانے کی کوشش کی۔ "وہ خبیث حرامزادہ ناقابل یقین شیطانی قوتوں کا مالک ہے۔ تم اور تمہارے وفادار ساتھی اس کے سامنے کیڑے مکوڑوں سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔"

"مائی ڈیئر شہباز ــــــ میں رندبدمست ہونے کے باوجود خدا کی رحمت پر کامل یقین رکھتا ہوں اور اس اعتبار سے ان زاہدوں سے بہتر ہوں جو عبادت گزار ہونے کے باوجود اس شک میں گھلتے رہتے ہیں کہ کہیں ان کی بخشش نہ ہو۔" ندیم نے ٹھوس لہجے میں بڑے یقین سے کہا۔ "موت برحق ہے جسے خدا کے حکم کے بغیر کوئی نہیں ٹال سکتا پھر انسان بزدلی کا مظاہرہ کیوں کرے' اینٹ کا جواب پتھر سے کیوں نہ دے لیکن یہ تمام باتیں تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گی اس لیے کہ تم اپنی لائن کے آدمی نہیں ہو۔"

"کیا تم مجھے نرنجن لال سے ملواسکتے ہو؟" میں نے ندیم کے فلسفے کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔ "ہوسکتا ہے کہ وہ نسیم کے سلسلے میں ہماری کچھ مدد کرسکے اس لیے کہ شنکر جو کچھ کھیل تماشے کررہا ہے وہ اپنے گرو پنڈت بنسی دھر کے اشارے پر کررہا ہے اور میری معلومات کے مطابق اس پنڈت کو نرنجن لال نے کسی بڑی رقم کا لالچ دے کر خرید رکھا ہے۔"

"حیرت ہے۔ کیا پنڈت بنسی دھر خود کھل کر سامنے نہیں آسکتا تھا۔"

"لمبی تفصیل ہے۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "اس وقت ہمارے لیے ایک ایک لمحہ قیمتی ہے' میں پہلی فرصت میں نرنجن لال سے ملنے کا خواہشمند ہوں۔"

"ٹھیک ہے ــــــ تم اپنے دفتر ہی ٹھہرو' میں راجو سے رابطہ قائم کرکے اسے تمہارے پاس بھیجنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

مجھے زیادہ دیر راجو کا انتظار نہیں کرنا پڑا' پندرہ منٹ بعد ہی چھریرے بدن اور درازقد کا مالک راجو میرے سامنے موجود تھا' بظاہر وہ اس وقت بھی صورت و شکل سے بڑا مسکین اور مہذب نظر آرہا تھا لیکن میں جانتا تھا کہ وہ

ندرے کس قدر کڑوا اور زہریلا واقع ہوا تھا۔

میں عارفہ کو کچھ ضروری ہدایتیں دینے کے بعد راجو کے ساتھ ہولیا' وہ اس وقت اپنی واکس ویگن میں تھا اور خود ہی اسے ڈرائیو کر رہا تھا۔ گاڑی میں ہمارے علاوہ کوئی تیسرا شخص نہیں تھا۔

"کیسے ہو راجو۔" میں نے خود کو بہلانے کی خاطر دریافت کیا۔

"بس جی۔ آپ لوگوں کی نظرِ کرم کا محتاج ہوں۔" وہ بڑی انکساری سے بولا۔

"ہم اس وقت کہاں چل رہے ہیں۔"

"ندیم صاحب کے بنگلے پر۔"

"کیا میرا مطلوبہ آدمی وہیں موجود ہوگا؟" میں نے قدرے محتاط انداز میں پوچھا۔

"میں سمجھا نہیں جناب۔ آپ کس شخص کی بات کر رہے ہیں۔" راجو نے انجان بنتے ہوئے سوال کیا' وہ مجھ سے زیادہ محتاط ثابت ہوا مجھے معلوم تھا کہ ندیم کے جاں نثار افراد کی فہرست میں اس کا نام پہلے نمبر پر آتا تھا لیکن شاید وہ صرف ندیم کو جوابدہ تھا۔ میں نے اسے زیادہ کریدنا بھی مناسب نہیں سمجھا۔

ندیم اپنے خوب صورت بنگلے کے ڈرائنگ روم میں میرا منتظر تھا' مجھے دیکھتے ہی اس نے اٹھ کر گرم جوشی سے ہاتھ ملایا پھر مجھے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے سپاٹ لہجے میں بولا۔

"ابھی دو منٹ پہلے مجھے ایک آدمی سے رپورٹ ملی ہے کہ نسیم کی ماں کو دوا میں ایک سریع الاثر زہر دے کر ٹھکانے لگایا گیا ہے۔"

"گویا سینی ٹوریم کی کسی نرس یا وارڈ بوائے کے ذریعے یہ کام سرانجام دیا گیا ہے لیکن زہر دیتے وقت وہ یقیناً کسی گندی قوت کے شکنجے میں جکڑا ہوگا اور ہوش میں آنے کے بعد اسے کچھ یاد نہیں رہا ہوگا۔" میں نے غصے سے تلملاتے ہوئے کہا۔

"شنکر کے بارے میں مجھے میرے دوسرے مخبر نے اطلاع دی ہے کہ وہ یہیں ایک مقامی مندر کے اندر موجود ہے۔" ندیم نے بے پروائی سے مجھے مطلع کیا۔

"فی الحال شنکر کو چھیڑنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔" میں نے بے چینی کا اظہار کیا۔ "تم مجھے فوری طور پر نرنجن لال سے ملوادو۔ نسیم کی بازیابی کے عوض میں اس کی کوئی بھی شرط ماننے کو تیار ہوں۔"

جواب میں ندیم کے ہونٹوں پر ایک زہریلی سی مسکراہٹ ابھری تھی پھر وہ کچھ کہے بغیر اٹھا اور میں اس کے ساتھ ہولیا' مختلف راہداریوں سے گزرنے کے بعد وہ مجھے ایک کشادہ کچن میں لے آیا' راجو کسی سائے کی طرح ہمارے ساتھ ساتھ تھا' قبل اس کے کہ میں ندیم سے اس وقت کچن میں آنے کی وجہ دریافت کرتا اس نے چٹکی بجاتے ہوئے راجو کی طرف دیکھا پھر جو کچھ میں نے دیکھا وہ حیرت انگیز ہی تھا' راجو نے چٹکی کے جواب میں آگے بڑھ کر کچن کیبنٹ کی الماری کھول کر اس کے اندر کسی خفیہ میکنزم کو ہینڈل کیا تو ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے الماری زمین سے تین انچ بلند ہوئی پھر دیوار کے اندر ہوتی چلی گئی نیچے پختہ فرش نظر آرہا تھا لیکن الماری کی حرکت ختم ہوتے ہی فرش کا وہ مستطیل ٹکڑا بھی ذرا سا نیچے کی جانب دبا پھر تیزی سے ایک جانب کھسکتا چلا گیا' اب وہاں فرش پر خلا نظر آرہا تھا جس سے ایک آدمی بڑے آرام سے اندر داخل ہو سکتا تھا۔

"یہ سب میری اپنی ایجاد ہے۔" ندیم نے میری حیرت پر مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہم جس دنیا کے باسی ہیں وہاں اس قسم کے چور راستوں کی موجودگی کس قدر اہمیت رکھتی ہے تم اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔"

ابھی میں ندیم کی بات کا کوئی مناسب جواب سوچ ہی رہا تھا کہ خلا کے اندر سے گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی پھر ایک لفٹ فرش سے برآمد ہوکر ہمارے سامنے آگئی سب سے پہلے راجو اس کھلونا نما لفٹ کے ذریعے نیچے گیا پھر ندیم کے اشارے پر دوسری بار مجھے لفٹ میں سوار ہونا پڑا میں پھٹی پھٹی نظروں سے سب کچھ دیکھ رہا تھا' فرش کے نیچے ایک کشادہ اور روشن کمرا موجود تھا جس کے فرنیچر اور سازوسامان کو دیکھ کر کسی اسٹڈی روم کا گمان ہوتا تھا۔ میں لفٹ رکنے کے بعد باہر آیا تو میرے ذہن کو ایک اور جھٹکا لگا' ندیم وہاں پہلے سے موجود تھا۔

"تم ـــ" میں نے اسے وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"جانتے ہو کہ ایک دور اندیش چور یا ڈاکو کا پہلا اصول کیا ہونا چاہیے۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے بولا۔ "جائے واردات پر جس راستے سے داخل ہو اس سے پیشتر اپنی واپسی کے راستے سے واقفیت رکھتا ہو ورنہ کسی چوہے دان میں بھی ٹریپ ہو سکتا ہے۔"

بظاہر اس اسٹڈی روم میں کوئی دوسرا دروازہ نظر

نہیں آ رہا تھا لیکن ندیم نے اپنی جیب سے ریموٹ کنٹرول نکال کر اس کے بٹن کو پریس تو مشرقی گوشے میں ایک چھے فٹ اور چار فٹ کی خلا پیدا ہو گئی' دیوار کا وہ حصہ بھی بڑی تیزی سے پیچھے ہو کر اوپر کی جانب اٹھتا چلا گیا تھا' اس خلا سے گزر کر ہم ایک بیڈ روم میں داخل ہو گئے تو ہمارے پیچھے نمودار ہونے والی خلا اتنی ہی تیزی سے واپس اپنی جگہ آ گئی اب وہاں سے گزر کر دوسری سمت جانے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا پھر میں نے پلٹ کر بیڈ روم کی جانب دیکھا تو میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔ نرنجن لال ایک آرام دہ بیڈ کے برابر رکھی ہوئی راکنگ چیئر پر بیٹھا ہماری جانب دیکھ رہا تھا' وہاں میری آواز غالباً اس کے لیے غیر متوقع نہیں تھی شاید اسی لیے اس کا چہرہ کسی اندرونی جذبات کی عکاسی سے یکسر عاری نظر آ رہا تھا۔

"تم ــــ" نرنجن لال نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "مجھے پہلے ہی شبہ تھا کہ میرے اغوا میں تمہارا ہی ہاتھ ہو گا۔"

"ہاں۔" میں نے حقارت سے جواب دیا۔ "بالکل اسی طرح جس طرح تمہارے آدمیوں نے پہلے ٹونی کو ایک ہاتھ سے محروم کر دیا اور اب قسیم کی ماں کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد قسیم کو اغوا کر لیا۔ کیا تم انکار کر سکو گے کہ ان تمام وارداتوں میں تمہارے زر خرید شکاری کتے شنکر کا ہاتھ ہے۔"

"شنکر۔" نرنجن لال بے پروائی سے بولا۔ "میں کسی شنکر سے واقف نہیں ہوں۔"

"پنڈت بنسی دھر کے بارے میں تمہارا کیا جواب ہے۔"

"کیا چاہتے ہو؟" نرنجن لال نے تھوڑے توقف سے پوچھا۔

"قسیم کی واپسی اور اس بات کی یقین دہانی کہ تم آئندہ کسی کمینگی کا ثبوت نہیں دو گے۔"

"میں نہیں جانتا کہ تم کس قسیم کی بات کر رہے ہو؟"

"ممکن ہے تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن تمہارے غنڈے اور بدمعاش اس بات سے ضرور واقف ہوں گے کہ اسے اغوا کرنے کے بعد کہاں رکھا گیا ہے۔"

"تم یقیناً کسی غلط فہمی کا شکار ہو۔" نرنجن لال نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "میرا خیال تھا کہ تم نے مجھے کسی بھاری تاوان کی لالچ میں اغوا کرایا ہے اور اپنی مطلوبہ رقم ملنے کے بعد ــــــ"

"نرنجن لال۔" میرے لہجے میں اچانک سفاکی آ گئی۔ "وکرم ابھی تک پولیس کی قید میں ہے۔ شنکر کی خباثتیں بھی ابھی تک اسے تمہارے راستے سے نہیں ہٹا سکیں۔ میرے ایک اشارے پر وکرم کی زبان کھل بھی سکتی ہے اور دوسرے اشارے پر تمہاری حالت سیٹھ پرشوتم سے بھی زیادہ عبرتناک ثابت ہو گی۔ تم بتاؤ کیا چاہتے ہو؟"

نرنجن لال کے چہرے پر فکر اور پریشانی کے تاثرات نمودار ہوئے' وہ باری باری مجھے ندیم اور راجو کو دیکھ رہا تھا۔

"وقت مت ضائع کرو۔" میرے لہجے میں کرختگی تھی۔ "قسیم کی واپسی کے بغیر تمہاری زندگی کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔"

"میری بات کا وشواس کرو۔ میں کسی قسیم کے اغوا کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔" نرنجن لال نے بے بسی کا اظہار کیا۔

"ہو سکتا ہے تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" اس بار ندیم نے جواب دیا۔ "تم جیسا بڑا بزنس مین جو کچھ بھی کرتا ہے دولت کے بل بوتے پر کرتا ہے' وہ صرف ایک منصوبے کا خاکہ بناتا ہے جس میں رنگ اس کے کارندے بھرتے ہیں۔ تم مجھے اپنے ان گرگوں کا نام بتا دو جو تمہارے اشارے پر کام کر رہے تھے' انہیں تلاش کرنا اور ان کی زبانیں کھلوانا میرا کام ہو گا۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھ سکا کہ تم مجھ سے کیا اگلوانا چاہتے ہو؟"

"کیا تم شنکر نامی کسی منحوس آدمی سے واقف نہیں ہو جو سفلی عمل کا ماہر ہے اور پنڈت بنسی دھر کے اشارے پر تمہارے لیے کام کر رہا ہے۔" میں نے حقارت سے پوچھا۔

"میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میں کسی شنکر سے ــــ"

"سمجھ گیا۔" ندیم نے اس کا جملہ کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا پھر راجو کی طرف دیکھ کر سرد لہجے میں بولا۔ "میرا خیال ہے کہ سیٹھ نرنجن کی آؤ بھگت ہم نے خاطر خواہ نہیں کی۔ تم دو آدمی ان مہاشے کی خدمت پر مامور کر دو لیکن فی الحال پرشوتم والا نسخہ نہ استعمال کرنا' میں دو گھنٹے بعد دوبارہ آؤں گا۔ ہو سکتا ہے جب تک مہاراج نرنجن لال کی زبان فر فر چلنے لگے۔"

پھر ندیم مجھے ایک دوسرے راستے سے لے کر واپس اپنے ڈرائنگ روم میں آ گیا۔

"مجھے اس بات کا خطرہ ہے کہ کہیں وہ درندے قسیم کو

"نہیں۔" ندیم نے بڑے اطمینان کا مظاہرہ کیا۔ "اگر
نسیم کو جان سے مارنا ہوتا تو وہ اسے اس کے فلیٹ میں
ٹھکانے لگا سکتے تھے۔"
"میں اتفاق کرتا ہوں لیکن داور کا انجام دیکھنے کے بعد
کے سینے پر سانپ لوٹ رہے ہوں گے۔"
"پریشان مت ہو نیلی چھتری والے کو جو منظور ہو گا ہم
میں کوئی ردوبدل نہیں کر سکتے۔"
"یہ تم کہہ رہے ہو۔" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔
"تم بھی اس کی وحدانیت کے قائل ہو؟"
"سب ہوتے ہیں لیکن ہر ایک کا اپنا اپنا انداز ہوتا
" ندیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "وہ جو پیشہ ور ڈاکو
قاتل ہوتے ہیں وہ درگاہوں اور مزاروں پر بڑی عقیدت
حاضری دیتے ہیں اور نذر و نیاز کرتے ہیں۔ ہمارے لیڈر
ہی دیدہ دلیری سے جھوٹ بولتے ہیں اور چڑھاوے
اتے ہیں اور پھلنے پھولنے کی منت اور مرادیں مانتے
یہ بھی خدا کو راضی کرنے کا ایک طریقہ ہوتا ہے۔ مجھ
لے لو۔ تم جانتے ہو کہ میں جو کاروبار کر رہا ہوں وہ
ہے لیکن اس کے باوجود مجھے یقین ہے کہ شنکر کی گندی
اس تہ خانے تک نہیں پہنچ سکتیں جہاں میں نے
ن لال کو مہمان بنا رکھا ہے۔ ایک بزرگ مجھ پر مہربان
ب ان کی دعاؤں کا کرشمہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ان
ں کو اس بات کا یقین ہو کہ میں کبھی نہ کبھی اپنی زندگی کا
موڑ کر سیدھے اور سچے راستے کو اپنا لوں گا۔ نسیم کے
لے میں بھی میں نے ان ہی بزرگ کے پاس اپنے ایک
دے کو بھیجا ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ ہماری مدد ضرور
یں گے ورنہ پھر ایک ہی صورت باقی رہ جاتی ہے۔"
"وہ کیا؟" میں نے تیزی سے دریافت کیا۔
"اس مندر کو ڈائنا مائٹ کے ذریعے اڑا دیا جائے
ں شنکر کا قیام ہے۔ اس کے مرنے کے بعد اس کی پلید
ں کا زور بھی ختم ہو جائے گا۔"
"نہیں۔" میں نے ندیم کو منع کرتے ہوئے کہا۔ "اس
مذہب کے نام پر انتقامی کارروائیاں شروع ہو جائیں

"ٹھیک ہے تم کہتے ہو تو میں ایسا کر گزرنے سے گریز
وں گا ورنہ میرا خیال ہے کہ مذہب کسی مندر گردوارے
ر کا نام نہیں ہے بلکہ اس یقین کا نام ہے جو انسان کے
ں خدا کے لیے موجزن ہوتا ہے۔ صرف پتھروں پر سر

مارتے رہنا ایمان مکمل ہونے کی دلیل نہیں ہے۔"
ندیم کی باتیں مجھے حیرت میں مبتلا کر رہی تھیں۔ ایک
طرف وہ جس کاروبار میں ملوث تھا وہ شرعاً "ناجائز" تھا لیکن
دوسری طرف وہ خدا اس کے رسول اور اس کے برگزیدہ
بندوں پر بھی مکمل اعتقاد رکھتا تھا۔ میں اس سلسلے میں ندیم
سے کچھ کہنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ اچانک فون کی گھنٹی بجی
اور ندیم نے ہاتھ بڑھا کر سائیڈ ٹیبل پر رکھے ہوئے فون
سیٹ کا ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔ ہیلو کہنے کے بعد وہ
خاصی دیر تک دوسری طرف سے کی جانے والی بات کو سنتا
رہا اور سر کو جنبش دیتا رہا پھر وہ میری طرف دیکھتے ہوئے
ماؤتھ پیس میں بولا۔ "میں راجو کو اسپاٹ نمبر تھری پر روانہ
کر رہا ہوں۔ اس وقت تک تم اور تمہارے ساتھی پوری
طرح چوکس رہیں گے اور ہاں تم ٹھیک دس منٹ بعد مجھے
فون پر دوبارہ صورت حال سے آگاہ کرو گے۔ اس عرصے
میں تمہیں میری طرف سے اس بات کا مکمل اختیار ہو گا کہ
اگر صورت حال میں اچانک کوئی تبدیلی رونما ہو تو تم آتشی
اسلحہ کا بے دریغ استعمال بھی کر سکتے ہو لیکن ہماری مطلوبہ
چیز ہر قیمت پر محفوظ رہنی چاہیے۔"
"مبارک ہو مائی ڈیئر۔" ندیم نے ریسیور رکھتے ہوئے
مجھے مخاطب کیا۔ "تمہاری نسیم کا پتا چل گیا ہے۔"
"کہاں ہے وہ؟" میں نے دل کی دھڑکنوں پر قابو پاتے

ہوئے بے چینی سے سوال کیا۔

"وہ جہاں بھی ہے پوری طرح محفوظ ہے اور میرے آدمی اس جگہ کی نگرانی کر رہے ہیں۔"

"تمہارے آدمیوں کو اس کا علم کس طرح ہوا؟"

"ہمارا تعلق جس قبیلے سے ہے وہاں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کو ذاتی مفاد پر ہمیشہ ترجیح دی جاتی ہے ورنہ ایک ہی روز میں سب کا کاروبار ٹھپ ہو کر رہ جائے۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "فی الحال اتنا سمجھ لو کہ جس گروہ کے افراد نے تسیم کو اغوا کیا تھا ان کے کچھ کارندے اکثر ہمارے لیے بھی کام کرتے ہیں لیکن اس کامیابی کو میں ان بزرگ کی دعاؤں کا نتیجہ کہوں گا جو مجھ پر مہربان ہیں۔"

"کیا تسیم کی بے گناہ اور مظلوم ماں کا قتل بھی ــــــ"

"جو مر چکے ہیں انہیں بھول جاؤ۔ صرف تسیم کی فکر کرو۔" ندیم نے کہا پھر سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے بولا۔ "تم کیا پسند کرو گے، تسیم کو ہمارے افراد بازیاب کرلیں یا تم اپنے سراج صاحب کو سرخرو ہونے کا موقع فراہم کرو گے۔"

"میرا خیال ہے کہ سراج بہتر رہے گا۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا پھر ندیم سے اس جگہ کی تفصیل دریافت کی جہاں تسیم کو اغوا کرنے کے بعد رکھا گیا تھا اس کے بعد میں نے ریسیور اٹھایا اور ڈی ایس پی سراج کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ اس عرصے میں ندیم وائی ٹاکی کے ذریعے راجو کو کسی اسپاٹ نمبر تھری پر پہنچنے کی ہدایت دے چکا تھا۔

"سراج اسپیکنگ۔" دوسری جانب سے سراج ہی نے کال ریسیو کی۔

"میں شہباز بول رہا ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "مجھے اس جگہ کا پتا چل گیا ہے۔ جہاں تسیم کو اغوا کرنے کے بعد رکھا گیا ہے۔ میں چاہوں تو اسے اپنے ذرائع سے بھی بازیاب کر سکتا ہوں لیکن میرا خیال ہے کہ پولیس ایکشن زیادہ مناسب رہے گا۔"

جواب میں، میں نے سراج کو ندیم سے معلوم ہونے والی اس جگہ کی مکمل تفصیل بتائی تو سراج نے پوچھا۔

"مسٹر شہباز کیا آپ کو اس بات کا علم ہے کہ تسیم کے اغوا میں کن لوگوں کا ہاتھ ہے۔"

"میرا ذاتی خیال ہے کہ اس اغوا کے پیچھے نرنجن لال کے سوا کسی اور کا ہاتھ نہیں ہو سکتا۔"

"لیکن نرنجن لال تو بذات خود ــــــ"

"ضروری نہیں ہے کہ جس شخص نے آپ کو نرنجن لال کے اغوا ہونے کی اطلاع دی تھی وہ دشمنوں کے گروہ کا کوئی فرد ہو۔" میں نے تیزی سے جواب دیا۔ "یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نرنجن لال بذات خود کسی مصلحت کی بنا پر انڈر گراؤنڈ چلا گیا ہو اور اس نے پولیس کو دھوکا دینے کی خاطر چھپ کر مجھ پر وار کیا ہو۔"

"آئی سی۔" سراج نے کہا۔ "آپ کی یہ رائے کسی حد تک قرین قیاس ہو سکتی ہے۔"

"مسٹر سراج۔" میں ٹھوس آواز میں بولا۔ "اس بات کا خیال رہے کہ تسیم کو پولیس ایکشن کے دوران کسی پریشانی کا سامنا نہ ہو۔"

"آپ مجھ پر اعتماد کر سکتے ہیں۔" سراج نے جواب دیا۔ پھر میں نے رابطہ منقطع کر دیا تو ندیم نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"مجھے تم سے نرنجن لال کے سلسلے میں اتنی دور اندیشی کی بات کرنے کی توقع نہیں تھی۔"

"کیا مطلب؟" میں نے وضاحت چاہی۔

"تسیم کے برآمد ہونے کے ٹھیک چوبیس گھنٹوں بعد میں نرنجن لال کو آزاد کر دوں گا۔ اس کے بعد وہ پولیس کے سامنے جو بیان دے گا وہ کچھ اس خیال سے ملتا جلتا ہو گا جس کا اظہار تم نے ابھی سراج سے کیا تھا۔"

"کبھی کبھی اندازے کی ایک چھوٹی سی غلطی اور معمولی لغزش بھی بڑے بڑے شاطر مجرموں کو قانون کے شکنجوں میں دم توڑنے پر مجبور کر دیتی ہے۔" میں نے پولیس کے سابقہ تجربے کی بنیاد پر کہا۔ "تم شاید یہ بھول رہے ہو کہ نرنجن لال تم کو اور تمہارے آدمیوں کو اچھی طرح دیکھ چکا ہے۔"

"تمہارا خیال درست ہے لیکن جب وہ ہماری قید سے آزاد ہو گا تو وہ ہمارے بارے میں سب کچھ بھول چکا ہو گا۔"

"برین واشنگ۔"

"نہیں۔" ندیم نے بڑے شاطرانہ انداز میں مسکراتے کہا۔ "برین واشنگ کے بعد وہ اپنی یادداشت مکمل طور پر فراموش کر چکا ہو گا۔ جبکہ ہم اسے ہپناٹزم کے عمل سے گزارنے کے بعد اس کے ذہن سے صرف ان باتوں کو یکسر واش کر دیں گے جو ہمارے حق میں کسی طرح بھی نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہوں اور ایسی صورت میں اپنے اغوا ہونے اور تسیم کے برآمد ہونے کے سلسلے میں وہ

بھی دے گا وہ پولیس کے لیے زیادہ مشکوک ثابت ...

"میں تمہاری صلاحیتوں کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔" میں نے ندیم کے منصوبے کو سراہتے ہوئے کہا۔

"اس کا مسئلہ میرے اوپر چھوڑ دو۔ تم یہ بتاؤ کہ تم نے ... کے بارے میں کیا سوچا ہے۔ میرا مطلب ہے کہ وہ ... ہماری دسترس میں ہے۔ داور کے سلسلے میں اسے ... تک پہنچا چکا ہے۔ اگر ہم وقت ضائع کیے بغیر اس پر ... وار کر گزریں تو شاید اس کے کس بل اور ڈھیلے ہو ...۔" ندیم نے پھر کہا۔

"نہیں ــــــ" میں نے زور دے کر کہا۔ "فی الحال ... میرا مناسب نہیں ہے۔ اس کا علاج میں خود کر لوں ...۔"

... تسیم کو بازیاب ہونے کے بعد کہاں رکھنے کا ارادہ ... ندیم نے سنجیدگی سے مشورہ دیا۔ "اب کا اس کا تنہا رہنا کسی طور بھی مناسب نہیں ہو گا۔"

"... تمہارے ذہن میں کیا ہے؟"

"اگر تم چاہو تو میں اسے وقتی طور پر اپنے ساتھ بھی ... رکھ سکتا ہوں۔ یہ جگہ شنکر کی پہنچ سے بھی محفوظ ہے اور تم ... تسیم کو ایک بھائی کا پیار دیا ہے اس لیے اب اس ... تمہارے اوپر بھی واجب ہو گیا ہے۔"

"... مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے کچھ سوچتے ... جواب دیا۔ "ماں کی موت کے بعد اب ہمارے سوا ... اس دنیا میں اور کوئی رہ بھی نہیں گیا ہے۔ ایک بھائی ... بچپنے میں ہی نہ جانے کہاں کھو گیا ہے۔ اس کے ... سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اسے اس کی ماں کی ... موت کی اطلاع کس طرح دی جائے گی۔"

"... تسیم کو بازیاب ہو جانے دو اس کے بعد باقی باتیں بعد ... میں کی جا سکتی ہیں۔"

... کچھ دیر بیٹھا ندیم سے باتیں کرتا رہا پھر اٹھ کر دفتر ... آ گیا۔ تسیم کے سلسلے میں مجھے جو پریشانی لاحق تھی وہ ... بڑی حد تک دور ہو چکی تھی۔ میرا ذہن اب صرف شنکر ... جیسی دھر کے بارے میں سوچ رہا تھا جو کالکا کو ... حاصل کرنے کے لیے کہیں پہاڑیوں میں چھپا جاپ کر ... رہا تھا۔ مصلحت کا تقاضا یہی تھا کہ وہ ارادوں میں کامیاب ... نہ ہو۔ اس لیے کہ شنکر جیسی دھر اور کالکا کی گندی اور ... منفی قوتیں جمع ہو کر میرے راستے میں بہت ساری نادیدہ ... اور الجھنیں پیدا کر سکتی تھیں۔

داور کی حیرت انگیز موت اور پھر تسیم کی بازیابی نے یقیناً شنکر کو کانٹوں پر لوٹنے کو مجبور کر دیا ہو گا۔ وہ حیرت انگیز اور پُراسرار قوتوں کا مالک تھا۔ یکے بعد دیگرے دوبار شکست کا سامنا کرنے کے بعد اس کے گندے ذہن کو جھٹکا ضرور پہنچا ہو گا۔ ندیم کے مشورے پر ہم اس خبیث پر تیسری ضرب اور بھی لگا سکتے تھے لیکن میں نے اس سلسلے میں کسی جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ میں خاموش رہ کر شنکر کا ردعمل دیکھنا چاہتا تھا۔ ویسے مجھے اس کمینہ خصلت انسان سے کسی اچھائی کی توقع نہیں تھی پھر بھی میں نے اسے وقتی طور پر نظرانداز کر دیا تھا۔

تسیم کی بازیابی کے بعد میں سراج سے اس کے آفس جا کر ملا تھا۔ جو لوگ پولیس ایکشن کے دوران گرفتار ہوئے تھے وہ پولیس کو پہلے ہی سے کسی نہ کسی جرم میں مطلوب تھے۔ تسیم کے اغوا کے سلسلے میں بھی ان کا ایک بیان تھا۔ انہیں منہ مانگے معاوضے کے عوض خریدا گیا تھا۔ مطلوبہ رقم انہیں ایک ہسٹری شیٹر کے ذریعے ملی تھی لیکن سراج کے بیان کے مطابق جب پولیس نے اس مکان پر چھاپا مارا تو وہ مردہ حالت میں خون میں لت پت ملا تھا۔

تسیم کو میری ایما پر ندیم کے گھر پہنچا دیا گیا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ سراج کو جہاں ایک مظلوم لڑکی کی بازیابی کے سلسلے میں اپنی کامیابی کی خوشی تھی وہیں اس کے

ذہن میں میرے سلسلے میں بھی کچھ سوالات ضرور کلبلا رہے تھے۔ میں واپسی کے ارادے سے اٹھنے لگا تو سراج نے دبی زبان میں پوچھا۔

"کیا آپ مجھے یہ بتانا پسند کریں گے کہ مس نسیم کو جس ٹھکانے سے برآمد کیا گیا ہے۔ اس کا علم آپ کو کس طرح ہوا۔"

"میرا خیال ہے اس کی وضاحت اب ضروری نہیں۔" میں نے بات ٹالتے ہوئے کہا۔ "نسیم کو بازیاب کرنے کا سہرا بہرحال آپ ہی کے سر ہے۔"

"مجھے خوشی ہے کہ آپ نے مجھ پر اعتماد کیا لیکن ——" وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"شاید آپ ابھی تک میرے دوست ندیم کے سلسلے میں اپنا شبہ دور نہیں کرسکے۔" میں اسے ٹٹولنے کی خاطر کہا تو وہ جلدی سے بولا۔

"جی نہیں یہ بات نہیں ہے۔ دراصل میں آپ سے زنجن لال کے بارے میں کچھ باتیں کرنا چاہتا تھا۔"

"پوچھیے۔"

"کیا آپ کو یقین ہے کہ وہ خود ہی انڈر گراؤنڈ چلا گیا ہے تاکہ مس نسیم کے اغوا کا شبہ اس پر نہ کیا جاسکے۔"

"کم از کم میرا اندازہ یہی ہے۔"

"اور کیا اب بھی کچھ دنوں تک غائب ہی رہے گا۔" سراج نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"میں بھلا اس ضمن میں یقین کے ساتھ کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"ہو سکتا ہے کہ آپ نے اس سلسلے میں بھی کوئی خواب دیکھا ہو۔" سراج کے لہجے میں اس بار لطیف سا طنز شامل تھا۔

"میں کوئی پیر یا پیغمبر نہیں ہوں کہ غیب کا حال جان سکوں۔ البتہ میرا تعلق اور نسبت جس خاندان سے ہے۔ اس سے آپ بھی بخوبی واقف ہیں۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "مجھے ٹیلی پیتھی یا کسی دوسرے علوم میں بھی ایسی کوئی مہارت نہیں ہے کہ کسی اور کے دل کا حال احوال جان کر پیش گوئیاں کرسکوں لیکن اس کے باوجود میں نے محسوس کیا ہے کہ کبھی کبھی میری چھٹی حس میں جو خیال آتا ہے وہ حیرت انگیز طور پر درست ثابت ہوتا ہے۔ آپ میری اس صلاحیت کو کوئی نام بھی دے سکتے ہیں۔"

"مجھے آپ کی اس صلاحیت کا اندازہ پہلے بھی کئی موقعوں پر ہو چکا ہے۔ اسی وجہ سے میں زنجن لال کے بارے میں دریافت کرنا چاہ رہا تھا۔"

"کل کیا ہوگا اس کا علم خدا کے سوا کسی اور کو نہیں البتہ انسان قیاس آرائیاں ضرور کرتا ہے۔" اس نے تھوڑے توقف کے بعد کہا۔

"نسیم کے اغوا کے سلسلے میں بھی میرے ذہن میں زنجن لال ہی کا نام ابھرا تھا اور اب میری چھٹی حس رہی ہے کہ زنجن لال کو چوبیس یا پھر اڑتالیس گھنٹے اندر اندر منظر عام پر آجانا چاہیے۔"

"اب آپ کا کیا مشورہ ہے۔" سراج نے پوچھا۔ "کیا میں زنجن لال پر ہاتھ ڈال سکتا ہوں۔"

"آپ کی مرضی پر منحصر ہے۔" میں نے اظہار کیا۔ "زنجن لال پر ہاتھ ڈالنے کے لیے ٹھوس کی ضرورت ہوگی جو میرے خیال میں پولیس کے پاس ہے۔ رہا میرا مشورہ تو میں غالباً "آپ کو پہلے بھی بتا چکا کہ میں اپنا شکار خود کرنا زیادہ پسند کرتا ہوں۔"

پھر میں سراج سے رخصتی مصافحہ کرکے واپس آگیا۔

اس روز تھکن کا احساس اتنا شدید تھا کہ میں رات کھانے کے بعد بستر پر لیٹا تو مجھے جلد ہی نیند آگئی۔ دیر تک خواب خرگوش کی حالت سے دوچار رہا مجھے اندازہ نہیں لیکن اتنا ضرور یاد ہے کہ کمرے میں کسی موجودگی کے احساس ہی نے مجھے نیند سے بیدار کر میں حسب عادت اس روز بھی سونے سے پہلے اور خواب گاہ کو بند کرنا نہیں بھولا تھا۔ ایسی صورت میں اور کی موجودگی کا احساس میرے لیے کسی خطرے تھا۔ میرا ہاتھ آہستہ آہستہ رینگتا ہوا تکیے کے ہوئے ریوالور پر جم گیا۔ پلکوں کے درمیان جھری نے صورت حال کا اندازہ لگانے کی کوشش کی نائٹ بلب کی خوابناک روشنی موجود تھی لیکن میری خواب گاہ کی تمام روشنیاں جل اٹھیں رفتاری سے ریوالور پر اپنی گرفت مضبوط کیے لیکن دوسرے ہی لمحے میری آنکھیں کھلی کی کالکا اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ میری خواب موجود تھی۔ میں ایک بار پہلے بھی اگروال والے میں اسے اسی روپ میں دیکھ چکا تھا اس لیے مجھے پہچاننے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ وہ میری قریب کھڑی مجھے بڑی قاتلانہ اور سحر انگیز نظروں سے رہی تھی۔

کالکا کی موجودگی میرے لیے باعث حیرت

نے دو اہم موقعوں پر مجھے نظرانداز کرنے کی تھی۔ میرا خیال تھا کہ وہ مجھ سے خفا ہوگی۔ میں مصمم ارادہ کرلیا تھا کہ کالکا کی مدد کے بغیر ہی آپ جنوں کو آزمانے کی عادت ڈالوں گا اس لیے کہ تکیہ کرنے والے اپنی خود اعتمادی کو زنگ زیادہ لیتے ہیں۔ نسیم کے سلسلے میں کالکا کا میری مدد کے آنا مجھے بہت گراں گزرا تھا مگر ان تمام باتوں کے اس کی آنکھوں میں نہ جانے کیا جادو تھا کہ میں اس کم ہونے لگا۔

"تمہارے من کا بھید تو اب نہیں جان سکتی پرنتو جانتی ہوں کہ تم اپنی کالکا رانی سے ناراض ہو۔" کے لہجے میں لگاوٹ تھی۔ اپنائیت کا بھرپور احساس آج اس کی سج دھج بھی قابل دید تھی۔

"ہاں۔" میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے محتاط لہجہ کیا۔ "تم شاید ٹھیک کہہ رہی ہو۔ مجھے نسیم کے اغوا بڑی شدت سے تمہاری ضرورت محسوس ہوئی میں نے تمہیں آواز بھی دی تھی لیکن تمہاری طرف جواب نہ پاکر مجھے بڑی مایوسی ہوئی تھی۔"

"پھر تم نے اپنی کالکا کے بارے میں کیا اندازہ لگایا۔" نے اپنے حسن کا جادو جگاتے ہوئے بڑا میٹھا لہجہ اختیار

"یہی کہ یا تو تم مجھ سے روٹھ گئی ہو یا پھر پنڈت بنسی کے خوف سے مجھ سے دور رہنے پر مجبور ہو۔" میں نے کیا۔ "اگروال اور اس کے ساتھیوں کی موت کے بھی تم نے یہی کہا تھا کہ تم نے وہ سب کچھ شنکر کی غلط دور کرنے کی خاطر کیا تھا۔"

"مجھ پر کیا بپتا گزر رہی ہے تم اس کا اندازہ بھی نہیں سکتے۔" وہ میرے قریب آکر مسہری پر بیٹھ گئی۔ اس کے انگ سے پھوٹنے والی مہک میرے دل و دماغ کو معطر کر رہی تھی۔

"کیوں؟" میں نے معنی خیز انداز میں پوچھا۔ "کیا بنسی دھر نے اپنا جاپ پورا کرلیا ہے۔"

"نہیں۔" اس بار کالکا نے خلا میں گھورتے ہوئے سرد کر جواب دیا۔ "ابھی اس کی کٹھن تپسیا پوری نہیں لیکن وہ بھی اپنی دھن کا پکا ہے۔ ابھی تک اپنے منڈل دھونی رمائے بیٹھا ہے۔"

"کیا وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا؟" میں نے سے دریافت کیا۔

"لگن بھی ہو تو منش کے سندر چہنے بھی اصلیت کا روپ دھار لیتے ہیں۔" وہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔ "نسیم کی مثال لے لو، تمہارا پیار سچا تھا۔ اس میں کھوٹ نہیں تھا اس لیے تم نے اسے موت کے منہ سے واپس کھینچ لیا ورنہ شنکر کے دل میں اس کنیا کی طرف سے پاپ ہی پاپ بھرا تھا۔ وہ اسے جمنا کے روپ میں ڈھالنے

کے سپنے دیکھ رہا تھا۔"

"کالکا۔" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ "کیا تمہیں معلوم ہے کہ داور کا کیا انجام ہوا ہے؟"

"ہاں۔" کالکا نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔ "داور کے سلسلے میں تمہاری وجے (جیت) ہوئی ہے جس نے شنکر کو وقتی طور پر بوکھلا دیا ہے۔ اس دشٹ کا خیال اب بھی یہی ہے کہ میں تمہاری سہائتا کر رہی ہوں۔ پرنتو ایک بات کا دھیان رکھنا شنکر کی حالت کسی زخمی ناگ سے بھی زیادہ خطرناک ہو رہی ہے۔ اب وہ تم پر جو وار کرے گا وہ بھرپور ہوگا۔"

"ایک بات پوچھوں کالکا رانی۔"

"پوچھو۔"

"کیا شنکر کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ میں نے اس کے حلق میں ہاتھ ڈال کر اس کا تر نوالہ چھین لیا ہے۔" میں نے طنز کیا۔ "اسے افسوس تو ہوا ہوگا کہ نسیم اس کے ہاتھ سے نکل گئی۔"

"اسے سب خبر ہے لیکن وہ آخری سانس تک تمہارا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔"

"شاید اسی لیے وہ ایک مقامی مندر میں منہ چھپائے بیٹھا ہے۔"

"شہباز۔" کالکا نے اپنے بھرپور شباب کی تمام تر رعنائیوں کو اپنی سحر آلود نگاہوں میں سمیٹتے ہوئے کہا۔ "میری ایک بات مانو گے۔"

"کیا۔"

"تم نرنجن لال سے دوستی کر لو۔ کچھ دنوں کے لیے۔"

"اس کے بعد تم کیا کرو گی؟"

"پنڈت بنسی دھر کا معاملہ نبٹ لینے دو۔ میں وچن دیتی ہوں کہ اس کے بعد میں شنکر کا کریا کرم اپنے ہاتھوں سے کروں گی۔"

"میں تمہاری شرط مان سکتا ہوں لیکن تمہیں بھی ایک بات ماننی ہوگی۔"

"وہ کیا؟"

"مجھے اس جگہ کا پتا دو جہاں پنڈت بنسی دھر بیٹھا جاپ کر رہا ہے۔"

"میں جانتی ہوں کہ تم اپنی کالکا رانی کے کارن اس پنڈت سے ٹکرا جاؤ گے۔ مجھے یہ بھی خبر ہے کہ کوئی مہان شکتی تمہاری سہائتا کر رہی ہے کوئی چھایا ہے جو ابھی تک تمہیں شنکر کی کالی شکتیوں سے بچائے ہوئے ہے لیکن بنسی دھر کی بات اور ہے۔ اسے کالی کا آشیرواد حاصل ہے۔"

"تم شاید مجھے خوفزدہ کر رہی ہو لیکن یہ بھول رہی ہو کہ میں مسلمان ہوں۔" میں نے تیزی سے جواب دیا۔ "ہر مسلمان اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ موت اور زندگی صرف خدا کے ہاتھ میں ہے جس کے آگے تمہارے پنڈت کی حیثیت نالی میں رینگتے ہوئے کسی ایسے کیڑے سے زیادہ نہیں ہے جو دنیا میں چند لمحوں کا مہمان رہ گیا ہو۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تم نے اونچے سروں میں بولنا سیکھ لیا ہے۔" کالکا نے پہلی بار کچھ عجیب سے انداز میں کہا۔ "شنکر کے مقابلے میں تم خود کو زیادہ بلوان سمجھنے لگے ہو اور اس کا کارن وہی شکتی ہے جس نے گہرے سیاہ بادلوں کی طرح تمہارے چاروں اور ایک چادر سی تان دی ہے۔ لیکن کل کیا ہونے والا ہے، تم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔"

"تم اگر شنکر اور پنڈت بنسی دھر کی حمایتی بن کر آئی ہو تو واپس لوٹ جاؤ۔" میں نے ترش آواز میں جواب دیا۔ "کل جو کچھ ہوگا۔ اسے کل دیکھا جائے گا۔"

"خفا ہوگئے۔ اپنی کالکا رانی سے۔" کالکا نے ایک [illegible] شکن انگڑائی لے کر میرے اعصاب کے تناؤ کو کم کرنے کی کوشش کی۔ "تم آگیا دے کر دیکھو، تمہارے کارن کالکا پنڈت بنسی دھر تو کیا موت کے منہ میں بھی چھلانگ لگا سکتی ہے پر تم مجھ سے ناراض ہو، یہ میں برداشت نہیں کر سکتی۔"

"کیا اس وقت تم مجھ سے یہی کہنے کی خاطر آئی ہو۔"

"ہاں۔" وہ بڑی لگاوٹ سے بولی۔ "اور تمہاری کالکا تم کو یہ بھی بتانا چاہتی ہے کہ شنکر یا پنڈت بنسی دھر سے ٹکرانے کا دھیان من سے نکال دو۔ اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔"

میں پلٹ کر کالکا کو کوئی سخت جواب دینے کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ وہ چونک کر اٹھ کھڑی ہوئی، پھٹی پھٹی نظروں سے وہ میری خواب گاہ کے در و دیوار کو اس طرح خوفزدہ نظروں سے دیکھ رہی تھی جیسے ان کے اندر کوئی ایسا آتش گیر مادہ چھپا ہوا تھا جو اگر پھٹا تو اسے بھی جلا کر خاک کر دے گا۔

میں نے اس کی پریشانی کا سبب جاننے کی کوشش کی لیکن وہ تڑپ کر فرش پر گری پھر دھواں بن کر غائب ہو گئی۔ میں خواب گاہ میں لوبان اور صندل کی ملی جلی خوشبو پھیلی

ہوئی محسوس کر رہا تھا، شاید اس مدہوش کن خوشبو میں کمبل پوش بابا کی موجودگی کا احساس بھی شامل تھا جسے محسوس کرنے کے بعد کالکا نے وہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا تھا، میں نے خوشبو کو محسوس کرنے کے بعد درود شریف کا ورد شروع کر دیا۔

دوسرے روز میں دفتر کے ضروری کام نمٹانے کے بعد گھر پہنچا تو نسیم مجھے تنہا ملی، اس کی آنکھوں کی سوجن اور چہرے کی رنگت بتا رہی تھی کہ اس کے ساتھ جو سانحہ پیش آیا تھا اس نے اپنے دل پر اس کا بہت گہرا اثر قبول کیا تھا۔ میں اسے تسلی دینا چاہتا تھا کہ جو کچھ قسمت میں رقم کر دیا گیا ہے اسے کوئی مٹا نہیں سکتا لیکن اس وقت میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ نسیم کو سمجھانے کا آغاز کس طرح کروں۔ وہ لڑکی جو کل تک پھول کی طرح تر و تازہ دکھائی دیتی تھی اس وقت کسی خزاں رسیدہ درخت کے مانند اجڑی اجڑی سی نظر آرہی تھی۔ نظریں جھکائے نجانے کیوں مجرم سی بنی وہ سامنے سر جھکائے بیٹھی اپنے دوپٹے کے آنچل کو رہ رہ کر مسل رہی تھی۔ اس پر جو کچھ گزر گئی تھی اس میں اس کا اپنا کوئی قصور نہیں تھا جو کچھ ہوا تھا وہ سب مقدر کا کھیل تھا لیکن پیش آنے والے حالات نے جیسے اسے جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا اس کے کمزور اعصاب بری طرح متاثر ہوئے تھے۔

کچھ دیر تک کمرے میں خاموشی طاری رہی پھر میں نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے بڑی اپنائیت سے پوچھا۔ "تمہیں یہاں کسی قسم کی تکلیف تو نہیں ہے۔"

"جی نہیں۔" اس نے مضمحل آواز میں جواب دیا۔

"زیادہ سے زیادہ تمہیں ایک ہفتے تک یہاں قیام کرنا ہے اس کے بعد میں تمہیں اپنے گھر لے چلوں گا۔"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا سر جھکائے خاموش بیٹھی دوپٹے کے کونے کو بل دیتی رہی، نجانے کن خیالوں میں گم تھی۔

"کیا سوچ رہی ہو۔" میں نے پوچھ ہی لیا۔

"کچھ بھی نہیں۔" وہ اداس لہجے میں بولی۔

"جن لوگوں نے تمہیں اغوا کیا تھا انہوں نے تمہیں کسی قسم کی تکلیف تو نہیں پہنچائی۔"

"جی نہیں۔"

"جو کچھ ہوچکا ہے اسے بھولنے کی کوشش کرو۔" میں نے اسے ٹھوس لہجے میں سمجھانے کی کوشش کی۔ "اس قسم کے نشیب و فراز تو زندگی میں پیش آتے ہی رہتے ہیں، تمہارے ساتھ جو ہوا مجھے اس کا شدت سے احساس ہے لیکن میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اب دوبارہ ایسا کبھی نہیں ہوگا۔"

"مجھے آپ کے خلوص پر کوئی شبہ نہیں۔ آپ نے ایک بھائی کا پیار دے کر مجھ بدنصیب پر جو احسان کیا ہے میں اسے زندگی کی آخری سانسوں تک فراموش نہیں کر سکتی لیکن۔" وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"لیکن کیسی۔" میں نے وضاحت چاہی۔

"ایک بات کہوں اگر آپ برا نہ مانیں۔" اس نے قدرے رندھی ہوئی مدھم آواز میں کہا۔

"کہو۔ کیا بات ہے؟"

"اگر آپ کو ناگوار خاطر نہ گزرے تو میں پھر اسی دنیا اور اسی ماحول میں واپس لوٹ جاؤں جہاں پہلے تھی۔"

"نسیم۔" میں نے اسے گھور کر دیکھا۔ "تمہارے ذہن میں یہ احمقانہ خیال کیوں آیا؟"

"ماں کے مرنے کے بعد میں بالکل ہی بے سہارا ہوگئی ہوں۔" اس کی آواز بھرّا گئی، اس نے بھیگی پلکیں اٹھا کر مجھے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ "جو لڑکی بے سہارا ہوجائے اسے کسی پر بوجھ نہیں بننا چاہیے ورنہ اسے سہارا دینے والوں کو بھی بڑی کٹھن آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔"

"یہ بات تم میرے لیے کہہ رہی ہو۔" میں نے شکوہ کیا۔

"نہیں۔ مجھے آپ کی محبت اور آپ کے خلوص پر مکمل اعتماد ہے لیکن ـــــ" وہ ایک بار پھر خاموش ہوگئی۔

"کیا بات ہے؟ تم کچھ کہتے ہوئے گھبرا رہی ہو۔"

"شاید۔" اس کے لہجے میں بے بسی کا احساس چھلک رہا تھا، اس نے پلکوں سے ڈھلکتے آنسوؤں کو اپنے دامن میں جذب کرتے ہوئے بڑے افسردہ لہجے میں کہا۔ "شاید آپ کا صاف ستھرا ماحول مجھے راس نہیں آیا۔ آپ اگر اجازت دیں تو میں کیسینو کی دنیا میں واپس چلی جاؤں وہاں کی خوشیاں بے رنگ اور قہقہے کھوکھلے ضرور ہوتے ہیں لیکن انسان کو تنہائی کا احساس نہیں ہوپاتا۔ وقت آسانی سے گزر جاتا ہے۔"

"داور والا واقعہ یاد ہے تمہیں۔" میں اسے خشمگیں نظروں سے گھورا۔

"اس قسم کے واقعات تو کبھی بھی رونما ہوسکتے ہیں۔" اس کے لہجے میں ہلکا سا طنز تھا اس کا اشارہ اپنے اغوا کی جانب تھا۔

"ایک بات پوچھوں۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے

قدرے سخت لہجے میں کہا۔

"پوچھیے۔"

"کیا تم مجھے اپنا بھائی نہیں سمجھتیں۔"

"اس کا اندازہ آپ نے کس طرح لگالیا۔"

"تمہاری احمقانہ باتوں سے۔" میں نے بزرگانہ شفقت کا اظہار کیا۔ "اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر بتاؤ' تمہاری جگہ اگر میری سگی بہن ہوتی تو کیا میں اسے کسی کیسینو کے گندے ماحول میں جانے کی اجازت دے سکتا تھا جہاں گندی ذہنیت رکھنے والے افراد کی میلی نظریں اُجلے اور صاف و شفاف چہروں کو بھی داغدار کرتی رہتی ہیں۔" پھر میں نے اسے بڑی اپنائیت سے حکم دیتے ہوئے کہا۔ "میرا فیصلہ ہے کہ تم دوبارہ کیسینو میں قدم نہیں رکھوگی۔"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن میں دیکھ رہا تھا کہ اس کی پلکوں کے گوشے پھر نمناک ہونے لگے تھے۔

"کیا ندیم نے تم سے کیسینو میں کام کرنے کی کوئی بات کی تھی۔" میں نے اسے ٹٹولنے کی کوشش کی۔

"جی نہیں۔" وہ تیزی سے بولی۔

"پھر جلدی سے چھوٹی بہنوں کی طرح مجھ سے وعدہ کرو کہ اب تم بیوقوفی کی باتوں سے پرہیز کروگی۔"

"میں آپ کے حکم سے انکار نہیں کرسکتی لیکن۔"

"پھر وہی لیکن۔" میں نے اسے پیار سے مخاطب کیا۔

"آپ کو بھی میری دو شرطیں ماننی پڑیں گی۔"

"وہ کیا؟"

"آپ مجھے اپنی ملازمت سے علیحدہ نہیں کریں گے اس لیے کہ میں کسی پر بوجھ نہیں بننا چاہتی۔" اس نے درد بھرے انداز میں کہا۔

"مجھے منظور ہے۔"

"دوسری شرط یہ ہے کہ میں آپ کے ساتھ یا ندیم صاحب کے ساتھ نہیں رہوں گی۔" اس نے دبی زبان میں کہا۔ "میں کسی ہوسٹل میں رہ لوں گی۔"

"مجھے تمہاری دوسری شرط پر شدید اعتراض ہے لیکن بہرحال میں اسے بھی مانے لیتا ہوں مگر تم کسی ہوسٹل میں نہیں رہوگی' اپنے اسی فلیٹ میں رہوگی جہاں پہلے رہتی تھیں اور تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تمہارے ساتھ کوئی دوسرا حادثہ پیش نہیں آئے گا۔"

"میں حادثوں سے نہیں ڈرتی۔ مجھے یقین ہے کہ خدا جو کرتا ہے اس میں اس کی کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور ہوتی ہے۔" اس نے بڑے یقین کے ساتھ کہا۔ "وہی عزت اور ذلت دینے والا ہے اور موت اور زندگی بھی اسی کے اختیار میں ہے۔"

"مجھے بھی جان کر خوشی ہوئی کہ تم اتنی کمزور لڑکی نہیں ہو جتنا میں تمہیں سمجھ رہا تھا۔" میں نے اسے سراہتے ہوئے کہا۔

"میری ایک درخواست ہے۔"

"کوئی تیسری شرط۔"

"جی نہیں۔ صرف ایک چھوٹی سی درخواست ہے۔" اس نے بڑی ہمت سے اپنے لمحوں کو برداشت کرتے ہوئے کہا۔ "ندیم صاحب آپ کی وجہ سے اب ہر وقت میری دلجوئی میں لگے رہتے ہیں' ہر طرح سے میرے سکون و آرام کا خیال رکھتے ہیں لیکن میری خواہش ہے کہ میں جلد از جلد اپنے فلیٹ میں منتقل ہوجاؤں اس لیے آپ ندیم صاحب کو سمجھا کر میری مشکل آسان کردیں۔"

"تم شاید ندیم کو نہیں جانتی' اس کے ایک روپ میں سیکڑوں روپ موجود ہیں' وہ میرا دیرینہ دوست ہے اس نے میری ہی خاطر خطرات میں چھلانگ بھی لگادی ہے' بظاہر وہ کیسینو ضرور چلا رہا ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ وہ بڑے ٹھوس کردار کا مالک ہے اور اپنے اصولوں پر سختی سے عمل کرنے کا عادی بھی ہے' اس نے مجھ سے تمہاری بازیابی سے پہلے کہا بھی تھا کہ جب میں نے تمہیں بہن کہا ہے تو اس کا بھی میرے دوست ہونے کے ناتے تم پر کچھ حق بنتا ہے۔ بہرحال تم فکر مت کرو' میں ایک دو روز کے اندر تمہیں تمہارے فلیٹ میں منتقل کرادوں گا۔"

پھر اس سے پیشتر کہ نسیم کوئی جواب دیتی ندیم نے تیزی سے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"یہ میرے خلاف تم دونوں بھائی بہن میں کیا سازش ہورہی ہے؟"

"ہمارا خیال ہے کہ اب تمہارے پیروں میں بیڑیاں پڑنی ضروری ہوگئی ہیں۔" میں نے بے تکلفی سے کہا۔

"اس کی فکر تم دونوں سے زیادہ پولیس والوں کو ہے۔" ندیم نے شوخی سے کہا۔ "تم لوگ میرے غم میں کیوں گھل کر اپنا قیمتی وقت برباد کررہے ہو۔"

"کیوں بری فال زبان سے نکال رہے ہیں؟" نسیم نے بڑے خلوص سے کہا۔ "ایسی باتیں مذاق میں بھی نہیں کرنی چاہیے۔"

"مجبوری ہے۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "سنجیدہ رہنا میرے اصول کے خلاف ہے۔"

"کہاں سے آرہے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"تمہاری دلیل بھگتا تا پھر رہا ہوں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے وضاحت چاہی تو ندیم نے جیب سے ایک مڑا ہوا کاغذ نکال کر میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "قاسم علی کی ضمانت کے کاغذات۔ میرا خیال ہے کہ اب تمہارے سراج صاحب کو اس پر عمل کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ پیش نہیں آئے گی۔"

"گڈ۔" میں نے خوشی کا اظہار کیا۔ "یہ تم نے بڑے ثواب کا کام کیا ہے۔"

"بیلنس شیٹ برابر کرنے کے لیے کچھ نیک کام کرنے بھی ضروری ہوتے ہیں۔" ندیم نے مجھ سے کہا پھر نسیم کی جانب مخاطب ہوکر بولا۔ "تمہاری شکل بتارہی ہے کہ تم نے ابھی تک پیٹ پوجا نہیں کی۔ اس میں غلطی سراسر تمہاری ہے لیکن سزا میرے غریب ملازموں کو برداشت کرنی پڑے گی۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" نسیم نے جلدی سے کہا۔ "میں ناشتا کرچکی ہوں۔"

"مجھے معلوم ہے۔" ندیم نے کسی منجھے ہوئے سراغرساں کی طرح جواب دیا۔ "میں کچن میں جاکر ملازموں کے بیانات ریکارڈ کرنے کے بعد ہی ادھر آیا ہوں اور میری معلومات کے مطابق تم نے بمشکل ایک توس پر گزارہ کیا ہے۔"

"زیادہ کی خواہش نہیں ہورہی تھی۔"

"سوری مس نسیم۔" ندیم نے کھردرے پن سے کہا۔ "میں مجرموں کو سزا دینے کے معاملے کسی رعایت برتنے کا عادی نہیں ہوں اور تمہاری سزا یہ ہے کہ آج تمہیں اور شہباز کو میرے ساتھ کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں لنچ کرنا پڑے گا۔"

نسیم کی پلکوں کے گوشے پھر نمناک ہونے لگے' لیکن وہ آنسو غم کے نہیں خوشی کے تھے جو ندیم کی بے پناہ اپنائیت کے جذبے کی تھیس پاکر اس کے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مچل کر اس کی دراز پلکوں تک آگئے تھے۔

ندیم نے کچھ کہنا چاہا لیکن اسی وقت فون کی گھنٹی بجی اور اس نے لپک کر ریسیور اٹھالیا پھر اسے میری طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔ "تمہاری کال ہے۔"

"ہیلو۔" میں نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "شہباز اسپیکنگ۔"

"تمہارا مِتر بول رہا ہوں۔ شنکر۔"

"حیرت ہے۔" میں نے حقارت سے کہا۔ "میرا خیال تھا کہ تم اتنی جلدی مندر جیسی پناہ گاہ سے باہر نکلنے کی حماقت نہیں کروگے۔"

"سمے سمے کی بات ہے بالک پرنتو ایک بات یاد رکھو کہ تم شنکر کی بلندیوں کو کبھی نہیں چھو سکوگے۔"

"داور کی موت کو اتنی جلدی بھول گئے۔" میں نے طنز کیا۔

"بھول چوک منش سے ہی ہوتی ہے بھولے ناتھ۔" شنکر کی منمناتی ہوئی مکروہ آواز سنائی دی۔ "میں بھول گیا تھا کہ کوئی شکتی تمہاری سہائتا کررہی ہے' اسی کارن تمہارے آدمی نسیم نامی سندر نار کو بھی نکال لے گئے لیکن اب بھی تم اتنے بلوان نہیں ہوئے ہو کہ شنکر یا اس کے گرودیو سے پنجہ لڑا سکو۔"

"کس گرودیو کی بات کررہے ہو شنکر۔" میں نے حقارت سے کہا۔ "وہی تو نہیں جو کسی کونے کھدرے میں چھپا بیٹھا کالکا کو حاصل کرنے کے سپنے دیکھ رہا ہے۔ کیا کالکا کی شکتی حاصل کیے بغیر وہ میرے مقابلے میں آنے سے ڈرتا ہے۔"

"تم' اور گرودیو کا مقابلہ کروگے۔ کیوں شنکر کو گدگدی کرنے کی کوشش کررہے ہو؟" اس نے میرا مذاق اڑانے کی کوشش کی تو مجھے غصہ آگیا۔

"شنکر۔" میں نے کرخت لہجے میں کہا۔ "اگر تم باپ کی جائز اولاد ہی ہو تو پھر مجھے اپنے اس گرو گھنٹال کا پتا بتادو۔ تمہیں خود ہی اندازہ ہوجائے گا کہ کون کتنا مرد اور بلوان ہے۔"

"اگر تمہاری یہی ضد ہے تو میں تمہاری یہ اچھا (خواہش) بھی پوری کیے دیتا ہوں۔" شنکر نے سنجیدگی سے کہا۔ "میرا انتظار کرنا مورکھ' میں بہت جلد تمہیں اس استھان (جگہ) تک پہنچادوں گا جہاں تمہارے بھاگ میں تمہاری موت لکھی ہے۔"

اس کے بعد دوسری جانب سے سلسلہ منقطع کردیا گیا۔

"یہ کالکا کون ہے؟" ندیم نے مجھ سے دریافت کیا لیکن میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

میں بڑی سنجیدگی سے اس بات پر غور کررہا تھا کہ شنکر اچانک مجھے پنڈت بنسی دھر کا پتا بتانے پر رضامند کس طرح ہوگیا' شنکر کی اس آمادگی میں کوئی گہری سازش اور خطرناک چال ضرور پوشیدہ تھی لیکن اس کے باوجود میں پنڈت بنسی دھر سے ٹکرانے کا مصمم ارادہ کرچکا تھا۔!!

ندیم کے اصرار پر اس روز ہم نے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں لنچ کیا۔ کھانے کے دوران بھی نسیم گم صم نظر آرہی تھی' اس کے ذہن پر ابھی تک اپنی بے گناہ ماں کی موت کا اثر باقی تھا یا پھر فون پر میری شنکر سے ہونے والی گفتگو نے اس کے غم کو دوبالا کردیا تھا' حالات وقت کے ساتھ ساتھ کس قدر سنگین موڑ اختیار کررہے تھے شاید نسیم کو مکمل طور پر اس کا اندازہ نہیں تھا لیکن وہ ذہین لڑکی تھی' وہ سمجھ رہی تھی کہ اسے محض تفریحاً" اغوا نہیں کیا گیا تھا' اس کی ماں کی پشت پر بھی کوئی پراسرار ہاتھ موجود تھا اور اب میرے اور شنکر کے درمیان ہونے والی گفتگو نے اسے فکرمند کردیا تھا۔ وہ کھا کم اور سوچ زیادہ رہی تھی۔ وہ مجھے اپنا محسن سمجھتی تھی' میں نے اسے ماحول کی آلودگیوں سے نجات دلا کر کھلی اور صاف فضا میں سانس لینے کا موقع فراہم کیا تھا اس لیے اب اپنی ماں کے ہولناک انجام کے بعد اسے میری زندگی زیادہ عزیز ہوگئی تھی۔

"ایک بات عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔" ندیم نے زور سے کھنکارتے ہوئے اسے مخاطب کیا تو نسیم اس طرح چونک اٹھی جیسے سوتے میں کوئی بھیانک اور ڈراؤنا خواب دیکھتے دیکھتے اچانک بیدار ہوگئی ہو۔

"جی۔۔۔" اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے ندیم کی سمت دیکھا۔

"میز پر جو یہ کھانے کے برتن چنے گئے ہیں یہ مفت نہیں آئے ہیں۔" ندیم نے اسے بڑی اپنائیت سے گھورتے ہوئے کہا۔ "ہوٹل والے میرے سسرالی عزیز بھی نہیں ہیں جو خاموشی سے برتن سمیٹ کر چلے جائیں۔ یہ فائیو اسٹار ہوٹل ہے محترمہ جہاں عام ہوٹلوں کے مقابلے میں ہر ڈش کی آٹھ دس گنا زیادہ قیمت وصول کی جاتی ہے۔ ٹپ کے علاوہ۔"

"میں۔۔۔ کھا تو رہی ہوں۔" نسیم نے مسکرانے کی کوشش کی لیکن میں محسوس کررہا تھا کہ وہ اس وقت بھی اپنی سوچوں میں گم تھی۔

"اسے کھانا کہتے ہیں۔" ندیم نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "اگر یہ کھانے آپ کو مرغوب نہیں تو دو چار پھول منگوا دوں۔ ان ہی کو سونگھ کر پیٹ بھر لیجیے۔۔۔ کیا خیال ہے؟"

"آپ نے اس لنچ کا انتظام چونکہ بطور سزا کیا ہے اس لیے کسی نہ کسی طرح اسے بھگتنے کی کوشش کررہی ہوں۔" نسیم نے مسکرانے کی کوشش کی۔

"ایک بات کان کھول کر سن لیجیے۔" سزا مکمل کیے بغیر رہائی کی اور کوئی صورت ممکن نہیں ہوگی اس لیے میرا مشورہ ہے کہ کھانے کے معاملے میں آپ سنجیدگی اختیار کریں۔۔۔ رہا سوچنے کا مسئلہ تو اس کے لیے پوری رات پڑی ہے۔"

نسیم نے کوئی جواب نہیں دیا' مسکرا کر کھانے میں مشغول ہوگئی۔ ندیم کھانے کے دوران مختلف قسم کے ٹیبل جوکس سناتا رہا' کھانے کے دوران ندیم نے مجھ سے کوئی خاص بات نہیں کی' شنکر سے فون پر گفتگو کرتے وقت میرے منہ سے کالکا کا نام نکل گیا تھا جس کے بارے میں میں نے ندیم کو ابھی تک تاریکی میں رکھا تھا۔ فون ختم ہونے کے بعد اس نے مجھ سے سوال بھی کیا تھا۔ "یہ کالکا کون ہے؟" لیکن میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا' اس کے بعد اس نے دوبارہ کالکا کے بارے میں مجھ سے کچھ نہیں پوچھا تھا' میرا خیال تھا کہ وہ اس بات کو بھول چکا ہوگا لیکن ایسا نہیں تھا' لنچ کے بعد واپسی پر نسیم کو گھر چھوڑنے کے بعد میں جانے لگا تو ندیم بھی میرے ساتھ ہولیا۔ اس نے نسیم کی موجودگی میں مجھ سے یہی کہا تھا کہ میں اسے کیسینو تک چھوڑ دوں اس لیے کہ اسے کچھ ضروری کام نمٹانے تھے لیکن وہ محض ایک بہانہ تھا۔ گاڑی میں بیٹھنے کے بعد وہ کچھ دیر تک نسیم کے لیے حفاظتی انتظام کے بارے میں گفتگو کرتا پھر اچانک اس نے سوال دہرا دیا۔

"یہ کالکا کون ہے؟"

"کالکا۔" میں ابھی کوئی خوب صورت بہانہ بنا کر ندیم کو ٹالنے کی خاطر سوچ ہی رہا تھا کہ اس نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"شہباز۔۔۔ اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ سیٹھ پرشوتم اور نرنجن لال کو پیش آنے والے واقعات کے بعد تمہارا یہ خبیث شنکر مجھے نظرانداز کردے گا تو تمہارا یہ اندازہ غلط ہے۔ نسیم کی بازیابی کے بعد وہ میرا بھی جانی دشمن بن چکا ہوگا۔"

"ہاں۔" میں نے آہستہ سے جواب دیا۔ میں تمہارے خیال کی تردید نہیں کروں گا۔"

"ایسی صورت میں کیا تم یہ پسند کرو گے کہ میں تاریکی میں کسی نامعلوم سمت سے چلائی جانے والی گولی کا شکار ہوجاؤں۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میں ابھی تک اس بات کی تہ تک نہیں پہنچ سکا تم دوست ہوتے ہوئے بھی مجھ سے کچھ باتیں چھپانے کی کوشش کیوں کررہے ہو؟" ندیم نے جذباتی انداز اختیار کیا۔ "میں تمہیں کریدنے کی زیادہ کوشش بھی نہیں کروں گا۔ شاید تمہاری مصلحتیں میرے دوستی سے زیادہ اہم ہوں۔"

"نہیں۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "ایسی بات نہیں ہے لیکن۔"

"لیکن کیا؟"

"تم میرے عزیز دوست ہو۔" میں نے وضاحت کی۔ "میری خاطر تم نے کتنا بڑا خطرہ مول لیا ہے شاید تمہیں اس کا اندازہ نہیں ہے' میں نے اسی لیے تمہیں سیٹھ پرشوتم سے دور رہنے کو کہا تھا مگر تم۔"

"اب گزری ہوئی باتوں پر کف افسوس ملنے سے کیا حاصل۔" ندیم نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔ "جو ہونا تھا وہ ہوچکا۔ آئندہ کیا ہونے والا ہے ہمیں اس کی فکر زیادہ کرنی چاہیے اور اس کے لیے میرا بھی حالات سے پوری طرح باخبر رہنا ضروری ہے۔ اگر تم کو کوئی اعتراض نہ ہو تو۔"

ندیم کے آخری جملے میں تلوار کی سی کاٹ تھی میں تڑپ کر رہ گیا' میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا پھر ندیم کو کالکا کے بارے میں بھی پوری تفصیل سے آگاہ کردیا البتہ میں نے صندلی انگوٹھی کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ ندیم کے اصرار پر میں نے فون پر شنکر سے ہونے والی گفتگو بھی بغیر کسی قطع و برید کے دہرا دی۔ ندیم کچھ دیر تک میری باتوں پر غور کرتا رہا پھر اس نے ٹھوس لہجے میں سوال کیا۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ شنکر تمہیں اس ٹھکانے تک پہنچا دے گا جہاں اس کا گرو پنڈت بنسی دھر چھپا بیٹھا کالکا کی بے پناہ طاقت پر اپنا تسلط جمانے کی کوششوں میں مگن ہے۔"

"ہاں۔۔۔ شنکر کے پاس اب اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"سیٹھ پرشوتم کی دیوانگی سے شروع ہونے والے قصے سے داور کی موت تک اور پھر نسیم کی بازیابی کی خبر سن لینے کے بعد شاید اس چمار کی اولاد نے اس بات کا اندازہ لگالیا ہوگا کہ میں اس کے لیے کوئی تر نوالہ نہیں ہوں جسے وہ آسانی سے ہضم کرلے گا۔"

"تم نے مجھے تحصیل روپ نگر کے بعد کئی حیرت انگیز اور ناقابل یقین واقعات سنائے ہیں' اس کے بعد کے واقعات بھی اس بات کا ثبوت ہیں کہ شنکر گندی اور شیطانی قوتوں کا مالک ہے۔" ندیم نے اپنا سلسلہ کلام جاری

رکھتے ہوئے کہا۔ "پنڈت جسی دھر کو اگر اس نے اپنا گرو تسلیم کیا ہے تو یقیناً وہ شنکر کے مقابلے میں زیادہ طاقت ور ہو گا۔ ایسی صورت میں کیا تم یہ بتانا پسند کرو گے تمہارے مقابلے میں شنکر کی ناکامی کی وجہ کیا ہے۔"

"وہی رحمانی قوتیں جنہوں نے مجھے اس ولدالحرام کی خباثتوں سے محفوظ کر رکھا ہے۔" میں نے دلیل پیش کی۔ "میرے بڑے نانا بھی بہت پہنچے ہوئے بزرگ تھے' میرا خیال ہے کہ ان ہی کی دعاؤں کا نتیجہ ہے جو ابھی تک شنکر اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکا۔"

"ایک بات اب بھی تشنہ رہ جاتی ہے۔"

"وہ کیا۔"

"کالکا کی مورتی شنکر کے حوالے کر دینے کے بعد تمہارا اور اس کا تعلق ختم ہو جانا چاہیے تھا۔"

"تمہارا خیال درست ہے لیکن نرنجن لال کے درمیان میں آجانے کے بعد حالات نے وہ صورت اختیار نہیں کی جو ہونی چاہیے تھی۔"

"اور اب وہی شنکر جو تمہیں پنڈت جسی دھر سے دور رکھنا چاہتا تھا اس کا پتا ٹھکانا بتانے پر آمادہ ہو گیا ہے۔"

"ہاں۔۔۔ اس نے فون پر یہی کہا ہے۔"

"تم نے کیا سوچا ہے۔" ندیم نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

"موت اور زندگی دونوں خدا کے اختیار میں ہے۔" میں نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔ "باطل قوتوں کا قلع قمع کرنا یوں بھی جہاد سے کم نہیں ہے۔"

"میں تمہاری بات تسلیم کرتا ہوں مگر دیدہ و دانستہ کسی موت کے اندھے کنویں میں چھلانگ لگانا دانشمندی کے منافی ہے۔" ندیم نے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا۔ "اب جب کہ تم شنکر کو چیلنج کر چکے ہو' میں تمہیں قدم پیچھے ہٹانے کا مشورہ نہیں دوں گا لیکن تمہیں اتنا یاد کرانا ضروری سمجھتا ہوں کہ شنکر نے تمہیں یقیناً کسی گہری سازش کا شکار کرنے کی خاطر پنڈت جسی دھر تک تمہاری رہنمائی کرنے کا اقرار کیا ہے۔ وہ تمہیں نادیدہ شیطانی قوتوں کے جال میں ٹریپ کرنا چاہتا ہے۔"

"میرے اپنے ذہن میں بھی اسی خطرے کی سرخ بتیاں روشن ہیں لیکن کالکا کی قوت بھی شنکر اور پنڈت جسی دھر کے ساتھ شامل ہو گئی تو ہمارے لیے مزید دشواریاں پیدا ہو جائیں گی۔ ہم صرف دو ہیں مگر ہو سکتا ہے کہ وہ ہمارے لیے اتنے محاذ کھول دیں کہ ہم سکون کا ایک سانس بھی نہ

لے سکیں۔"

"وہ جو جہاد کی راہ میں سر کف ہوتے ہیں' انہیں دشمن کی تعداد سے کوئی غرض نہیں ہوتی۔" ندیم کا جواب خاصا وزنی تھا' میں خجل سا ہو کر رہ گیا۔

"میری ایک بات مانو گے۔" اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "ہم دونوں ساتھ چلتے ہیں۔"

"نہیں۔۔۔" میں نے بڑی خوب صورتی سے بات بناتے ہوئے کہا۔ "اگر ہم دونوں چلے گئے تو پھر یہاں کون باقی بچے گا جو حالات کا مقابلہ کر سکے میں نہیں چاہتا کہ ہم دونوں کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہمارے خبیث دشمن کوئی ایسی کمینگی کا وار کر جائیں جو ناقابل تلافی ہو۔"

"ٹھیک ہے۔" ندیم نے غور و خوض کے بعد جواب دیا۔ "تم پنڈت جسی دھر سے دو دو ہاتھ کرنے جاؤ' میں یہاں کا خیال رکھوں گا' میری موجودگی میں وہ نسیم یا تمہارے والدین کی جانب نظر اٹھانے کی بھی جرأت نہیں کر سکیں گے۔"

"شنکر پلید قوتوں کا کینہ پرور' شیطان صفت آدمی ہے

اس لیے میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ وہ کب اور کس وقت مجھ سے رابطہ قائم کرے گا۔"

"میں تمہارا مقصد نہیں سمجھ سکا۔"

"اگر میں اچانک چلا جاؤں تو تم میرے گھر والوں کو یہی بتانا کہ میں ایک اہم کاروباری کام کے سلسلے میں تم کو حالات سے باخبر کر کے گیا ہوں۔"

"نیور مائنڈ۔۔۔ پروا ہی نہ کرو۔" ندیم نے بڑی بے پروائی سے کہا۔ "میں نہ صرف یہ کہ یہاں چوکس رہوں گا بلکہ دور ہونے کے باوجود بھی تم سے بہت قریب رہوں گا۔"

"آئی سی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "گویا تم نے ٹیلی پیتھی میں بھی مہارت حاصل کر رکھی ہے۔"

"تم اسے اور بھی بہت سارے نام دے سکتے ہو۔" اس بار ندیم نے بڑے پر اعتماد لہجے میں جواب دیا۔ "لگن سچی ہو تو پھر فاصلے اور دوریاں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔"

"بہت خوب۔ تمہاری زندگی کا یہ دوسرا رخ میرے لیے یقیناً حیرت انگیز ثابت ہو گا۔"

"میری زندگی کے بہت سارے رخ ہیں مائی ڈیئر مسٹر شہباز۔ ابھی تم نے دیکھا ہی کیا ہے۔" ندیم کے لہجے میں اس بار بھی خود اعتمادی کی جھلک نمایاں تھی پھر اس نے گفتگو کا رخ بدل دیا۔ میں نے بھی اسے زیادہ کریدنا مناسب نہیں سمجھا اور شنکر کے بارے میں سوچنے لگا۔ ندیم پروگرام کے عین مطابق اپنے کیسینو پر ہی اتر گیا تھا!

☀

وقت جیسے جیسے گزرتا جا رہا تھا میری بے چینی بڑھتی جا رہی تھی' کالکا نے مجھے بتایا تھا کہ پنڈت جسی دھر جو جاپ کر رہا تھا اس کی مدت ساٹھ روز کی تھی' میں نے دنوں کا حساب نہیں رکھا تھا لیکن میرا خیال تھا اب اس مدت کو پورا ہونے میں زیادہ دن باقی نہیں رہ گئے تھے' میری اور ندیم کی مشترکہ سوچ یہی تھی کہ شنکر نے داور کے سلسلے میں اپنی شکست کا بدلہ لینے کی خاطر مجھے براہ راست پنڈت جسی دھر سے نبرد آزما ہونے کے لیے سازشی جال بنا تھا۔

مجھے اس بات کا کوئی علم نہیں تھا کہ شنکر کب اور کس وقت مجھے لینے آجائے گا اس لیے میں نے اپنے والدین کو بھی قبل از وقت اس بات سے آگاہ کر دیا تھا کہ ممکن ہے مجھے دس بارہ دنوں کے لیے اچانک کچھ اہم کاروباری امور کے سلسلے میں باہر جانا پڑ جائے۔

فون پر شنکر سے گفتگو ہوئے تین دن گزر گئے تو میری تشویش بڑھ گئی' وہ سفلی کے گندے علم کا ماہر تھا' میں اس کے ان گنت حیرت انگیز اور پر اسرار کھیل تماشے دیکھ چکا تھا' محض داور کی موت اور نسیم کی بازیابی نے اسے میرے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور نہیں کیا ہو گا؟! اپنی شکست کا انتقام لینے کی خاطر اس خبیث کے ذہن میں میرے خلاف یقیناً زہر آلود کھچڑی پک رہی ہو گی پھر اچانک میرے ذہن میں ایک خیال بڑی سرعت سے ابھرا۔ وہ شخص جو کسی کو دھوکے میں رکھ کر پشت سے وار کرنے کا خواہشمند ہو وہ ہمیشہ کسی سنہرے موقع کی تلاش میں رہتا ہے۔ ہر چند کہ شنکر کا شمار ان لوگوں میں نہیں کیا جا سکتا تھا جو پشت پر چھرا گھونپنے کے عادی ہوتے ہیں لیکن یہ مثال ابھی اپنی جگہ ایک مصدقہ حقیقت ہے کہ محبت اور جنگ میں ہر حربے کا استعمال جائز ہوتا ہے۔ شنکر ہمیشہ اپنے شکار کو للکار کر مارنے کا عادی تھا اسے اپنی قوت بازو پر اعتماد تھا' پلید علم کی مہارت نے اسے گھمنڈی بنا دیا تھا لیکن اس سے کمینگی کی توقع بھی کی جا سکتی تھی۔

ہو سکتا ہے کہ شنکر نے مجھے پنڈت جسی دھر سے ملانے کا محض بہانہ کیا ہو تاکہ میں اندھیرے میں رہوں اور وہ منحوس پنڈت کالکا کی قوتوں کو مکمل طور پر قبضے میں کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ یہ خیال میرے ذہن میں رہ رہ کر چکرا رہا تھا چنانچہ اس روز میں گھر سے تیار ہو کر نکلا تو میں نے طے کر لیا تھا کہ دفتر پہنچتے ہی ندیم سے رابطہ قائم کروں گا اور اس مندر میں جا کر شنکر کی غیرت کو للکاروں گا جہاں وہ ندیم کی اطلاع کے مطابق چھپا بیٹھا تھا لیکن اس کی نوبت نہیں آئی' میں نے دفتر میں قدم رکھا تو شنکر وہاں پہلے سے موجود تھا' ہماری نظریں چار ہوئیں تو شنکر کے ہونٹوں پر وہی پرانی خباثت آمیز مسکراہٹ ابھر آئی جو اس کا خاصہ تھی لیکن اس کے باوجود میں یہ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا آج شنکر کے تیور میں وہ کس بل نظر نہیں آرہے تھے جو پہلے ہوا کرتے تھے' مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ پے در پے شکست سے دوچار ہونے کے بعد وہ اپنی سطح سے بہت نیچے آگیا تھا۔

اپنی کرسی پر بیٹھنے کے بعد میں نے انٹرکام اٹھا کر عارفہ سے دریافت کیا کہ کوئی مجھ سے ملنے تو نہیں آیا تھا' دراصل میں اس بات کی تصدیق کرنا چاہتا تھا کہ کیا اس نے شنکر کو آتے دیکھا تھا یا نہیں جواب حسب توقع ثابت ہوا' عارفہ نے کسی نووارد کو میرے دفتر میں داخل ہوتے نہیں دیکھا تھا۔

"اب شنکر اتنا مورکھ بھی نہیں ہے کہ چھوٹے موٹے کیڑے مکوڑے اس پر نظر ڈال سکیں۔" میرے ریسیور

رکھنے کے بعد شنکر نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا پھر یکلخت سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے بولا۔ "تمہاری بات اور ہے مہاراج۔"

"کیا پیو گے۔" میں نے اس کے چہرے کے تاثرات کا بنظر غور جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔ "ٹھنڈا یا گرم۔"

"آج ٹھنڈا زیادہ مناسب رہے گا۔" اس نے بے تکلفی سے جواب دیا۔

میں نے خود اٹھ کر دفتر میں رکھے ہوئے فریج سے جوس کے دو گلاس تیار کیے پھر دوبارہ اپنی نشست پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "مجھے تمہارا بڑی شدت سے انتظار تھا لیکن تم نے آنے میں دیر کردی۔ کوئی خاص وجہ؟"

"کچھ ضروری کام نبٹانے تھے۔" شنکر نے جوس کا ایک گھونٹ لیتے ہوئے جواب دیا پھر تھوڑے توقف سے بولا۔ "تم اگر چاہو تو ہم دوبارہ ایک دوسرے کے متر بن سکتے ہیں' شنکر سے گٹھ جوڑ کرکے تم گھاٹے میں نہیں رہو گے۔"

"اور تمہاری شرط یہی ہوگی کہ میں نرنجن لال کے ساتھ۔"

"نہیں۔" شنکر نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "اب میں تمہارے اور اپنے درمیان کوئی دیوار نہیں کھڑی کروں گا۔"

"حیرت ہے۔" میں نے اسے چھیڑنے کی کوشش کی۔ "مجھے یاد ہے کہ تم نے کہا تھا کہ گرو کی سیوا کرنا اور اس کی آگیا کا پالن کرنا چیلے کا دھرم ہوتا ہے۔ کیا اب تم گرو کا حکم ماننے کے پابند نہیں ہو۔"

"گروہ ہر حال میں گرو ہوتا ہے۔" شنکر نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا۔ "پرنتو اب نرنجن لال کے سلسلے میں مجھے گرودیو کی جانب سے ہاتھ کھینچ لینے کا اشارہ ملا ہے۔"

"سمجھ گیا۔" میں پہلو بدل کر بولا۔ "شاید تمہارے گرو کو یہ بات پسند نہیں ہے کہ میں اس کے جاپ کو توڑنے کی کوشش کروں۔"

"اب بھی سمے کی باگ ڈور تمہارے ہاتھ میں ہے۔" شنکر نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "تم گرودیو کا دھیان من سے نکال دو' میں تمہارے اور نرنجن لال کے بیچ سے ہٹنے کا وچن دیتا ہوں۔"

"تم کچھ بھول رہے ہو شنکر۔" میں نے لوہے کو گرم محسوس کرکے بھرپور ضرب لگائی۔ "داور کی موت سے پہلے تم نے کہا تھا کہ تم اپنی کالی قوتوں کے ذریعے مجھے اپنے

تلوے چاٹنے پر بھی مجبور کردو گے۔ کیا اب تم اپنے سپنے پورے نہیں کرو گے؟"

"سوچ لو مہاراج۔۔۔" شنکر نے اس بار تیور بدل کر کہا۔ "تمہاری مکتی اسی میں ہے کہ میرا کہا مان لو۔ گڑے مردے اکھاڑنے سے تمہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔"

"ایک بات پوچھوں شنکر۔"

"پوچھو۔"

"تمہارے گرودیو کے جاپ کو پورا ہونے میں کتنے دن باقی رہ گئے ہیں۔" میں نے تلخ لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔ "کہیں ایسا تو نہیں کہ تم مجھے اپنی چکنی چپڑی باتوں کے جال میں الجھا کر اتنا وقت حاصل کرنا چاہتے ہو کہ پنڈت بنسی دھر کو اپنا جاپ مکمل کرنے کا موقع مل جائے۔"

جواب میں شنکر کسی ایسے ناگ کی طرح بل کھا کر رہ گیا جس پر انجانے میں کسی کا وزنی پاؤں پڑ گیا ہو۔ میں نے اسے بولنے کا موقع نہیں دیا' تیزی سے کہا۔ "اس بات کو دل سے کھرچ کر نکال دو کہ تمہارا گرو اپنا جاپ مکمل کرکے کالکا کی پراسرار قوتوں کو اپنا غلام بنا سکتا ہے۔"

"تم۔۔۔" شنکر نے مجھے خونخوار نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "تم کالکا کے بارے میں کیا کچھ جانتے ہو۔"

"ضروری نہیں ہے کہ میں تمہارے ہر سوال کا جواب دوں۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "ویسے اتنا بتا سکتا ہوں کہ تمہاری دیومالائی کتابوں کے مطابق کالکا اور پاروتی دیوی ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں اور یہ کہ پاروتی کے چار مختلف روپ ہیں' اسے اوما' درگا' بھیویں اور کالی کے ناموں سے جانا پہچانا جاتا ہے۔"

"تم نے کالکا رانی کو کس روپ میں دیکھا ہے؟" شنکر نے چونکتے ہوئے سوال کیا' اسے یقیناً میری معلومات پر حیرت ہوئی ہوگی۔

"تمہیں اس کی اتنی فکر کیوں ہے۔" میں نے ماضی کا ایک ورق پلٹتے ہوئے کہا۔ "یاد ہے تمہیں' جب ایک ویران اور سنسان رات کو تم پہلی بار مجھ سے قبرستان میں ملے تھے' اس وقت تم نے مجھ سے دو بڑی اہم باتیں کہی تھیں۔ ایک یہ کہ میں دنیا میں تمہارے لیے سب سے کارآمد آدمی ثابت ہو سکتا ہوں اور دوسرے یہ کہ تم پاروتی کے مقابلے میں زیادہ پراسرار اور خطرناک قوتوں کے مالک ہو پھر تمہیں کالکا کے سلسلے میں اتنی کھوج کس لیے ہے؟"

شنکر نے اس بار کوئی جواب نہیں دیا مجھے اس طرح گھورتا رہا جیسے میرے دل کے اندر کا بھید جاننے کی کوشش کررہا ہو لیکن مجھے معلوم تھا کہ وہ میرے وجود کے اندر نہیں جھانک سکتا' جب سے کمبل پوش بزرگ نے مجھے صندلی انگوٹھی پہنائی تھی کالکا کی پراسرار قوتیں بھی میرے دل کا حال جاننے سے قاصر ہوگئی تھیں۔

"کس خیال میں گم ہو مہاراج۔" میں نے اس کی بے بسی کا مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔ "تم نے تو جمنا جیسی بدنام عورت کی خاطر بہت سارے لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ کیا کالکا رانی کی خاطر مجھے اپنے جنتر منتر کے زور سے جلا کر بھسم نہیں کرسکتے۔"

"مجھے وشواس ہے کہ داور کی موت میں اسی کی شکتی نے تمہاری سہائتا کی ہوگی ورنہ تم شنکر کے مقابلے میں اتنے اونچے سروں میں نہیں بول سکتے تھے۔" شنکر کی نگاہوں میں خون کی سرخیاں جھلکنے لگیں' وہ بڑی مشکلوں سے اپنے اوپر قابو پانے کی کوشش کررہا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ تم اپنا اور میرا دونوں کا وقت ضائع کررہے ہو۔" میں نے اسے کرخت لہجے میں مخاطب کیا۔ "فون پر تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ مجھے اس جگہ تک ضرور پہنچا دو گے جہاں تمہارے خیال کے مطابق میری موت میری منتظر ہوگی۔ میرا اشارہ تمہارے گرودیو کی طرف ہے جو کسی کونے کھدرے میں چھپا بیٹھا کالکا کو حاصل کرنے کے خواب دیکھ رہا ہے۔"

"میرا کہا مانو تو اس دھیان کو من سے نکال دو۔" شنکر نے سرد آواز میں جواب دیا۔ "میں اپنے دیے ہوئے وچن کے انوسار تمہیں اس استھان تک پہنچا سکتا ہوں جہاں گرودیو مہاراج منڈل میں بیٹھے جاپ کررہے ہیں۔ پرنتو اتنا سوچ لو کہ اگر سمے تمہارے ہاتھ سے نکل گیا تو پھر تم سارا جیون ہاتھ ملتے رہو گے۔"

"تم شاید مجھے باتوں میں الجھانے کی کوشش کررہے ہو۔"

"آخری بار اور سوچ لو بالک۔" شنکر نے اس بار بڑی حقارت سے جواب دیا۔ "مکتی چاہتے ہو تو میرے چرنوں میں جھک جاؤ ورنہ تمہارا انجام اتنا بھیانک اور خطرناک ہوگا کہ تم موت کی اچھا کرو گے لیکن موت کی دیوی بھی تمہارے اوپر مہربان نہیں ہوگی۔"

"میں جانتا ہوں کہ تم ذات کے چمار ہو۔" میں نے اسے قہر آلود نظروں سے گھورا۔ "اور کسی نیچ ذات کی باتوں پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔"

میرا خیال تھا کہ میرا جواب سن کر وہ آپے سے باہر ہوجائے گا لیکن ایسا نہیں ہوا' میری بات سن کر اس نے اس طرح قہقہہ لگانا شروع کردیا جیسے کوئی طاقت ور حریف اپنے کمزور دشمن کی باتیں سن کر اس کا مذاق اڑانے کی کوشش کررہا ہو پھر یکلخت وہ سنجیدہ ہوگیا' اس کی نگاہوں میں بھڑکتے شعلے جاگ اٹھے۔ اس نے منمناتے ہوئے بڑے سفاک لہجے میں کہا۔

"اگر تمہارے بھاگ میں نرک کی اگنی لکھی ہے تو پھر دیوی دیوتا بھی تمہیں اس کشٹ سے نہیں بچا سکیں گے پر میری ایک شرط ہے' تمہیں ابھی اور اسی سمے میرے ساتھ چلنا ہوگا۔"

"کہاں۔"

"وہیں جہاں موت کا دیوتا راہ تک رہا ہوگا۔" وہ اٹھتے ہوئے بولا۔ "آؤ میرے ساتھ۔"

قبل اس کے کہ میں کوئی جواب دیتا فون کے بزر کی آواز ابھری اور میں نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا' عارفہ نے مجھے بتایا کہ ڈی ایس پی سراج لائن پر ہے پھر میرے کہنے پر اس نے لائن ڈائریکٹ کردی۔

"ہیلو۔"

"میں سراج بول رہا ہوں۔" ریسور پر سراج کی آواز

ابھری۔ "آپ نے جو پیش گوئی نرنجن لال کے سلسلے میں کی تھی وہ درست ثابت ہوئی‘ وہ کل رات اپنے گھر واپس پہنچ گیا ہے۔ میں اس وقت اسی سے مل کر آرہا ہوں۔"

"کوئی خاص بات۔" میں نے شنکر کی موجودگی کی وجہ سے نرنجن لال کا نام لیے بغیر پوچھا۔

"نرنجن لال کا بیان یہی ہے کہ اسے جن لوگوں نے اغوا کیا تھا وہ چہرے پر ڈھاٹے باندھے ہوئے تھے‘ اس لیے وہ ان کی شکل نہیں دیکھ سکا۔" سراج نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "اغوا کے فوراً بعد اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی تھی دو آدمی پچھلی نشست پر اسے کور کیے بیٹھے تھے اس لیے وہ یہ بھی نہیں بتا سکتا کہ اسے اغوا کرنے کے بعد کہاں لے جایا گیا تھا۔ واپسی بھی کچھ ایسے ہی انداز میں ہوئی ہے کہ وہ کسی پر شبہ کرنے سے قاصر ہے۔"

مجھے نرنجن لال کے بیان پر حیرت ہوئی‘ وہ کم از کم مجھے اور ندیم کو تہ خانے میں دیکھ چکا تھا لیکن اس کے باوجود اس نے ہمارا نام ظاہر کرنے سے گریز کیا تھا۔ "آخر کیوں؟" کیا اس کے ذہن میں ذاتی طور پر کوئی جوابی کارروائی کرنے کا پلان موجود تھا یا کسی اور مصلحت کے پیش نظر اس نے ہمارا نام ریکارڈ پر لانا مناسب نہیں سمجھا تھا‘ ایک لمحے میں میرے ذہن میں متعدد سوالات گونج اٹھے پھر میں نے سراج کو کریدنے کی خاطر پوچھا۔

"آپ کا کیا خیال ہے؟ کیا وہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ درست ہے؟"

"ممکن ہے وہ سچ بول رہا ہو لیکن میرا خیال ہے کہ آپ نے جو قیاس آرائی کی تھی وہ زیادہ درست ہے۔" سراج نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "نسیم کے اغوا اور اس کی ماں کی موت کے بعد وہ جان بوجھ کر انڈر گراؤنڈ ہو گیا ہو گا۔"

"پھر آپ نے کیا سوچا ہے۔"

"میں آپ سے فوری طور پر ملنا چاہتا ہوں کچھ ضروری باتیں ڈسکس کرنی ہیں۔"

"آئی ایم سوری۔" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "اس وقت میں ایک ضروری دفتری کام سے جا رہا ہوں ـــــ ہو سکتا ہے میری واپسی میں دو چار دن لگ جائیں۔"

"کیا آپ شہر سے کہیں باہر جا رہے ہیں؟"

"شاید ـــــ" میں نے مبہم لہجے میں جواب دیا پھر ریسیور واپس کریڈل پر رکھ کر شنکر کی سمت دیکھا تو اس کی آنکھوں کے سحر میں ڈوبتا چلا گیا اس کی آنکھوں میں کچھ ایسے رنگ برنگے دائرے رقص کر رہے تھے جو بڑی سرعت سے اپنا حجم بڑھاتے پھر تیزی سے گھومتے ہوئے ایک نقطے کی صورت اختیار کر لیتے‘ وہ یقیناً مجھے اپنی منحوس آنکھوں کے سحر میں پھانسنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے اپنی توجہ رقص کرتے ہوئے دائروں سے ہٹانی چاہی لیکن کامیاب نہ ہو سکا‘ میری کیفیت اس بدنصیب انسان سے مختلف نہیں تھی جو بے خیالی میں کسی دلدل میں گر گیا ہو اور خود کو بچانے کی خاطر ہاتھ پیر چلانے کی کوشش اسے اور گہرائیوں کی طرف لے جا رہی ہو۔ میرے اوپر خواب بیداری کی کیفیت بڑی تیزی سے طاری ہو رہی تھی پھر شنکر کی آواز کہیں دور سے ابھرتی ہوئی میری قوت سماعت سے ٹکرائی۔

"تمہیں میرے ساتھ چلنا ہو گا۔"

"ہاں۔ میں تیار ہوں۔"

"تم جن راستوں سے گزرو گے انہیں یاد نہیں رکھو گے۔ بھول جاؤ گے۔"

"ہاں ـــــ میں ان راستوں کو بھول جاؤں گا۔"

"اور تم کو دوبارہ ہوش میں آنے کے بعد یہ بھی یاد نہیں رہے گا کہ تم کب ـــــ کس کے ساتھ ـــــ اور کہاں گئے تھے۔" شنکر کی ٹھوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "تم سب کچھ بھول جاؤ گے۔"

"ہاں ـــــ میں سب کچھ بھول جاؤں گا۔" میں نے کسی معمول کی طرح اس کی ہدایتوں کو ذہن نشین کرتے ہوئے جواب دیا۔

"میرے ساتھ ساتھ آجاؤ ـــــ پلٹ کر پیچھے کی سمت نہ دیکھنا ورنہ تمہارا شریر پتھر کی مورتی میں تبدیل ہو جائے گا۔ چپ چاپ میرے ساتھ قدم ملا کر چلتے رہو۔"

اس بار بھی میں نے اس کے جولب میں کسی سہمے ہوئے معصوم بچے کی طرح ہامی بھری تھی پھر مجھے ایسا لگا جیسے میں آہستہ آہستہ قدم آگے بڑھا رہا ہوں‘ میرا ذہن بالکل مفلوج ہو کر رہ گیا تھا۔ شنکر کے کہے ہوئے جملے رہ رہ کر میرے دماغ میں ابھر رہے تھے‘ اس کے بعد کیا ہوا؟ کتنی دیر تک میں اس سحر کی کیفیت سے دوچار رہا؟ مجھے کچھ یاد نہیں البتہ جب میں اس سحر کے چنگل سے آزاد ہوا تو میں نے خود کو برف پوش پہاڑوں کے درمیان کھڑا پایا‘ میرے آس پاس کوئی اور نہیں تھا۔!

میں نے گھوم پھر کر اطراف کا جائزہ لیا‘ میرے چاروں طرف سربہ فلک برف پوش پہاڑ نظر آرہے تھے‘ میں جس جگہ موجود تھا وہ پہاڑیوں کے درمیان کا حصہ تھا۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ اس وقت میں اپنے وطن کے کس ملک

اسٹیشن پر موجود تھا لیکن مجھے اتنا احساس ضرور ہو رہا تھا کہ میں نے پنڈت بنسی دھر سے ٹکرانے کا جو جذباتی فیصلہ کیا تھا وہ درست نہیں تھا‘ ندیم نے بھی یہی کہا تھا کہ اس طرح میرے دشمن مجھے ٹریپ کرنا چاہتے تھے لیکن میں نے ندیم کی بات کو بھی یکسر نظر انداز کر دیا تھا۔ کاش مجھے اس بات کا علم ہوتا کہ وہ فیصلہ میرے لیے تباہی اور بربادی اور طویل پریشانیوں کا سلسلہ ثابت ہو گا تو میں بھول کر بھی اس پر عمل کرنے کی حماقت نہ کرتا (بعد میں میرے اوپر جو بیتی وہ ایک طویل داستان ہے جس کا ذکر آئندہ آئے گا) لیکن فی الحال تیر جو کمان سے نکل چکا تھا اس کی واپسی ناممکن تھی‘ مجھے اس حقیقت کا علم بعد میں ہوا تھا کہ میرے خبیث دشمنوں نے مجھے کتنی ہوشیاری اور دوراندیشی سے اپنے بچھائے ہوئے جال میں پھانسا تھا۔

بہرحال میں بہت دیر تک غار کے دہانے کے قریب کھڑا حالات پر غور کرتا رہا‘ اب میرے پاس سوائے عمل کرنے کے اور کوئی طریقہ کار نہیں تھا‘ قدم آگے بڑھا کر پیچھے ہٹانا میرے اصول کے خلاف تھا‘ میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ شنکر نے میرے ذہن کو ٹرانس میں لینے کے بعد اسی غار کے دہانے کے پاس چھوڑا ہو گا جس کا ذکر کالکا پہلے ہی کر چکی تھی۔

میرے پاس اس وقت کوئی ایسا ہتھیار بھی نہیں تھا کہ میں کسی اچانک پیش آنے والے حادثے کا مقابلہ کر سکتا‘ صرف صندلی انگوٹھی میری انگلی میں موجود تھی جسے دیکھ کر مجھے کم از کم اتنی ڈھارس ضرور ہوگئی کہ کمبل پوش بزرگ کے اس کراماتی تحفے کی موجودگی میں کوئی کالی قوت میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔ میں ابھی اپنے اگلے اقدام کی بابت سوچ ہی رہا تھا کہ شنکر کی مدھم آواز میرے کانوں میں گونجی۔ وہ کہیں دور سے اپنی پلید قوتوں کے ذریعے مجھ سے ہمکلام تھا۔

"کس وچار میں گم ہو بالک؟ قدم آگے بڑھانے میں ہچکچا کیوں رہے ہو؟ گپھا میں جا کر دیکھ لو‘ شنکر نے تمہارے ساتھ کوئی دھوکا نہیں کیا اندر تمہاری ملاقات ہمارے گرودیو سے ہی ہو گی پھر وجے کس کی ہو گی اس کا فیصلہ آنے والا سمے کر دے گا۔"

"کیا تم بتا سکتے ہو کہ میں اس وقت کہاں ہوں۔"

"اتنی جلدی بوکھلا گئے۔" شنکر نے میرا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔ "ابھی تو کھیل شروع ہوا ہے بھولے ناتھ‘ کل کیا ہو گا اس کی چنتا کیوں کرتے ہو ـــــ تم تو مرد کی اولاد ہو۔ قدم بڑھاؤ اور جا کر گرودیو سے ٹکرانے کا تماشا بھی دیکھ لو۔"

میں نے شنکر کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا لیکن اس کے چیلنج نے میری رگوں میں دوڑتے ہوئے خون کی گردش ضرور تیز کر دی تھی۔ لوح محفوظ پر میرے حق میں جو کچھ لکھا جا چکا تھا اسے مٹانا میرے اختیار میں نہیں تھا۔ میری نگاہیں غار کے دہانے پر مرکوز تھیں جس میں ایک شخص نے تھوڑا سا جھکنے کے بعد بہ آسانی اندر داخل ہو سکتا تھا۔ اندر کیا صورت حال تھی اس کا اندازہ باہر سے نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ میں نے کچھ سوچ کر قدم اٹھانا چاہا لیکن اسی وقت کالکا کی مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"شہباز ـــــ میں نے تم کو منع کیا تھا کہ بھول کر بھی پنڈت بنسی دھر سے ٹکرانے کا دھیان من میں نہ لانا لیکن تم نے میرا کہا نہیں مانا۔"

"اب تمہارا کیا مشورہ ہے۔" میں نے خشک لہجے میں سوال کیا۔

"اب بھی سمے باقی ہے۔ تم الٹے قدموں واپس لوٹ جاؤ۔"

"اور اگر میں تمہارا مشورہ قبول کرنے سے انکار کردوں تو۔"

"اس کے بعد تمہیں پچھتانا پڑے گا۔" کالکا کی آواز ابھری۔ "میری بات دھیان سے سن لو‘ پنڈت بنسی دھر نے اپنے چاروں طرف جو منڈل بنا رکھا ہے اسے دھرتی کی کوئی شکتی نہیں توڑ سکتی۔"

"کیا تم بھی نہیں؟" میں نے معنی خیز لہجے میں پوچھا۔

"منڈل نہ ٹوٹنے کی صورت میں وہ گرو گھنٹال اپنے جاپ میں کامیاب ہو جائے گا‘ اس کے بعد تم اور تمہاری تمام کالی طاقتیں اس کے اختیار میں ہوں گی۔ تمہیں کسی کٹھ پتلی کی طرح اس کے اشاروں پر ناچنا ہو گا‘ ہو سکتا ہے تمہارے لیے اس کا سب سے پہلا حکم یہی ہو کہ مجھے موت کے گھاٹ اتار دو۔ بولو کالکا رانی ـــــ کیا تم اس کی کامیابی کے بعد اس کا حکم ماننے سے انکار کر سکو گی؟"

"سمے برباد مت کرو شہباز خان۔" کالکا نے جھلا کر کہا۔ "میرا کہا مانو اور غار کے اندر داخل ہونے کا دھیان من سے نکال کر واپس لوٹ جاؤ۔ اسی میں تمہاری مکتی ہے۔"

"تم شاید بھول رہی ہو کالکا رانی کہ میں ایک مسلمان ہوں اور مسلمان باطل قوتوں کے سامنے کبھی سرنگوں نہیں ہو سکتا۔" میں نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا پھر تن بہ تقدیر

غار میں داخل ہوگیا۔ اندر چونکہ تاریکی تھی اس لیے میں پھونک پھونک کرناہموار زمین پر قدم اٹھاتا رہا کچھ دور جاکر مجھے غار کے ایک حصے پر روشنی کی ایک کرن لرزتی کپکپاتی نظر آئی' میں آہستہ آہستہ بڑھتا رہا پھر آگے سے راستہ بند ہونے کی وجہ سے میں سیدھے ہاتھ کو مڑا تو ٹھٹک کر رک گیا۔ وہ جگہ خاصی وسیع اور کشادہ تھی جہاں ایک جانب وہ مومی شمع روشن تھی جس کی روشنی کو میں کپکپاتے دیکھ چکا تھا۔ اس کی روشنی میں میں نے پنڈت بنسی دھر کو دیکھا جو درمیان میں آلتی پالتی مارے آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا' اس کے ہونٹ متحرک نظر آرہے تھے' وہ اپنے جاپ میں مگن تھا اس لیے اسے وہاں میری موجودگی کا علم بھی نہیں ہوا۔

میں اپنی جگہ خاموش کھڑا اسے گھورتا رہا' اس کی داڑھی اور مونچھ کسی خودرو جھاڑی کی طرح بڑھی ہوئی تھی' جسم پر گرد کی تہیں موجود تھیں' دونوں ہاتھ اس نے گھٹنوں پر مضبوطی سے جمارکھے تھے اور اپنی دھن میں مست دنیا و مافیہا سے بے خبر نظر آرہا تھا۔

اس کے جسم پر ایک لنگوٹی کے سوائے کچھ اور نہیں تھا' ماتھے پر جو بھبھوت کی لکیریں تھیں وہ بھی اپنا رنگ تبدیل کرکے دھندلانے لگی تھیں' اس کی ہیئت بتارہی تھی کہ وہ ایک طویل عرصے سے اسی حالات میں بیٹھا تھا' اندھیرے میں مومی شمع کی کپکپاتی روشنی اور پنڈت بنسی دھر کی کیفیت نے پورے ماحول کو بڑا پراسرار بنا رکھا تھا' رفتہ رفتہ وہاں کی ہرشے مجھ پر واضح ہونے لگی۔ میرا اور پنڈت بنسی دھر کا فاصلہ بمشکل دس گز رہا ہوگا' اس نے اپنے چاروں طرف جو حصار باندھ رکھا تھا مجھے اس کی گولائی کا صحیح طور پر اندازہ نہیں تھا' میرے دل کی دھڑکنیں بتدریج تیز ہورہی تھیں۔ غار میں داخل ہونے کے بعد شنکر اور کالکا کی آوازیں بھی میرے کان میں گونجنا بند ہوچکی تھیں' شاید میں جس مقام تک پہنچ چکا تھا وہاں تک ان کی رسائی ممکن نہیں تھی۔

فیصلے کی وہ گھڑی لمحہ بہ لمحہ قریب سے قریب تر ہوتی جارہی تھی جس کا مجھے شدت سے انتظار تھا' میرے پاس سوائے صندلی انگوٹھی کے اور کوئی ایسی چیز موجود نہیں تھی جو میرے کام آسکتی اب صرف دو باتیں ہی ممکن تھیں' پنڈت بنسی دھر کی ناکامی یا پھر میری موت جس کے واقع ہونے کا علم شنکر' کالکا اور پنڈت بنسی دھر کے علاوہ کسی اور کو نہیں ہوسکتا تھا' شاید بعد میں مجھے تلاش کرتی ہوئی ٹیم وہاں تک پہنچ جاتی لیکن انہیں وہاں ٹوٹے پھوٹے ہڈیوں کے گلے سڑے پنجر کے سوا کچھ اور نہیں مل سکتا تھا۔

کئی بار میرے دل کی گہرائیوں سے یہ آواز ابھری کہ شہباز خان ابھی وقت ہے' الٹے قدموں واپس لوٹ جاؤ' تم جس آگ میں چھلانگ لگانے کی سوچ رہے ہو وہ تمہارے اختیار کی بات نہیں ہے' ان پلید گورکھ دھندوں کو حل کرنے کی کوشش کروگے تو خود بھی اپنے دامن کو بھڑکنے والی آگ سے نہیں بچاسکوگے' زندگی تمہارے پاس خدا کی امانت ہے اسے سنبھال کر رکھنے کی کوشش کرو' تم نے ابھی تصویر کا ایک رخ دیکھا ہے' اس کا دوسرا رخ بھیانک اور ہولناک بھی ہوسکتا ہے' آنکھ بند کرکے کسی اندھے کنویں میں کودنا عقلمندی نہیں حماقت ہے۔ اس حماقت سے باز رہو جو کچھ خدا نے تمہیں دے رکھا ہے اسی پر قناعت کرو صرف اپنے مذہب کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی عادت ڈالو' دوسروں کے پھڈے میں پاؤں پھنساؤ گے تو اس کا انجام خراب بھی ہوسکتا ہے۔

میرے اندر ایک کشمکش جاری تھی پھر میں نے آگے بڑھنے کا فیصلہ کرلیا' اگر موت ہی میرا مقدر تھا اور وہ گھڑی میرے سر پر منڈلا رہی تھی تو اسے کوئی نہیں روک سکتا تھا میں نے بزرگوں سے سن رکھا تھا کہ کوئی عامل جب حصار کھینچ کر اس کے اندر بیٹھ کر کسی عمل کا ورد کرتا ہے تو کوئی دوسری طاقت اس حصار کو نہیں توڑ سکتی لیکن میں داور کا انجام دیکھ چکا تھا' شنکر نے اسے مرنے کے بعد ایک نئی شیطانی زندگی کا روپ دیا تھا لیکن مجھ سے ٹکرانے کے بعد وہ ہمیشہ کے لیے فنا ہوگیا تھا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ داور کا وجود محض فریب نظر ہو' اصلیت سے اس کا دور کا بھی کوئی تعلق نہ ہو۔ دیومالائی کتابوں میں' میں نے ایسے ہزاروں قصے اور کہانیاں پڑھ رکھی تھیں جنہیں عقل سلیم ماننے کو تیار نہیں تھی' ان پراسرار باتوں کی کوئی توجیہہ پیش نہیں کی جاسکتی تھی لیکن اس کے باوجود ایک خاص طبقہ ان باتوں پر آنکھ بند کرکے یقین رکھتا تھا۔

سچ کیا تھا اور جھوٹ کیا تھا اس کا علم سوائے خدائے بزرگ و برتر کے کسی اور کو نہیں تھا جو جس راہ پر ایک بار صدق دل سے ایک بار گامزن ہوگیا تھا وہ اسی کو صراط مستقیم سمجھتا تھا' روز اول سے اس نے جن باتوں کا ذکر اپنے آباؤاجداد کی زبان سن رکھا تھا اس کا ذہن اس کی نفی کرنے کو تیار نہیں ہوسکتا تھا' مذہب کی جو کتابیں اسے ورثے میں ملی تھیں وہ بس انہی کو ایمان اور ذریعہ نجات سمجھنے پر مجبور تھا۔ روش بدلنا ہر شخص کے اختیار میں نہیں ہوتا' حقیقت کی تلاش میں انسان کو بار بار ڈوب کر ابھرنا

پڑتا ہے پھر کہیں جاکر وہ ڈور کا ایک سرا تلاش کرپاتا ہے۔

میرے اندر بھی اس وقت حق و باطل' سچ اور جھوٹ' وجود اور فریب کی ایک جنگ جاری تھی' میں نے بہت غوروخوض کے بعد صندلی انگوٹھی پر ایک نظر ڈالی پھر قدم آگے بڑھانے کا ارادہ کیا لیکن مجھے اپنے ارادے میں کامیابی نہیں ہوئی' کسی نادیدہ قوت نے جیسے میرے قدم جکڑ لیے تھے' میرے اعصاب یکدم ہی شل ہوگئے' میرے رگ و پے میں خوف کی ایک سرد لہر سرایت کرگئی' فوری طور پر میرے ذہن میں یہی خیال ابھرا تھا جیسے گندی اور ناپاک قوتیں اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئی ہوں لیکن پھر صندل اور لوبان کا ملا جلا خوشبو کا جھونکا مجھے چھو کر گزرا تو میری رگوں میں منجمد ہونے والی خون کی حرکت تیز ہوگئی۔ میں اس خوشبو کو ہزاروں اور لاکھوں خوشبوؤں میں پہچان سکتا تھا پھر کمبل پوش بزرگ کی مانوس آواز غار کی سناٹے کا سینہ چیرتی ہوئی ابھری۔

"پتھروں میں کیا تلاش کرتا پھر رہا ہے؟"

میں نے تیزی سے پلٹ کر دیکھا' وہ حسب معمول پھٹے پرانے کمبل کو جسم کے گرد لپیٹے' ہاتھ میں وہی آڑی ترچھی لکڑی پکڑے مجھے عجیب نگاہوں سے گھور رہا تھا' اس کے چہرے پر پیار و نفرت کا ملا جلا احساس جھلک رہا تھا۔

"اس پنڈت کو دیکھ رہے ہیں میرے بزرگ۔" میں نے لب کشائی کی۔ "یہ اور اس کے ساتھی مل کر مجھ پر عرصہ حیات تنگ کررہے ہیں۔"

"زمین پر قدم رکھنا چھوڑ دے۔ آسمانوں پر اڑنا سیکھ لے۔ پتھروں سے سر ٹکرائے گا تو لہولہان ہوجائے گا۔"

"آپ کی باتیں میری سمجھ سے باہر ہیں۔" میں نے التجا کی۔ "مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔"

"کب تک انگلی پکڑ کر چلتا رہے گا۔" کمبل پوش بزرگ نے جھلا کر کہا۔ "آگ سے کھیلے گا تو آبلے پڑجائیں گے' اپنے کام سے کام رکھنے کی عادت ڈال' دوسروں کی بغلوں میں جھانکنا چھوڑ دے۔"

"میری بات کو سمجھنے کی کوشش کریں حضرت۔" میں نے کہا۔ "یہ پنڈت جو منڈل میں جاپ کررہا ہے یہ——"

"چپ ہوجا——بدبخت۔" کمبل پوش بزرگ نے جلالی کیفیت سے دوچار ہوتے ہوئے کرخت لہجے میں جواب دیا۔ "تو اور مجھے عقل سکھائے گا——گھاس کھانا شروع کردے——لقا کبوتر کی طرح بلندیوں پر جاکر قلابازی کھانے کی عادت ڈال لے——ادھر ادھر ٹھمکا لگانے کی کوشش کی تو منہ کے بل زمین پر گرے گا۔"

"میں یہاں تک آکر خالی ہاتھ واپس نہیں جاؤں گا۔" میں نے ضد کی۔

جواب میں بزرگ نے کچھ نہیں کہا قہرآلود نگاہوں سے کبھی مجھے اور پنڈت بنسی دھر کو گھورنے لگتے جو غالباً غار میں ہم دونوں ہی کی موجودگی سے بے خبر اپنے جاپ میں محو تھا۔

"میں اس منڈل کو ضرور توڑوں گا جو اس کافر پنڈت نے اپنے اطراف کھینچ رکھا ہے۔" میں نے فیصلہ کن لہجہ میں کہا۔۔۔۔ "اگر یہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا تو کم از کم میرے لیے شدید خطرہ ثابت ہوگا۔ مجھے آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے' اگر آپ نے بھی نظریں پھیرلیں تو۔"

"بکواس بند کر نامنجار——" کمبل پوش بزرگ نے نظریں اٹھاکر اوپر کی سمت دیکھتے ہوئے کہا۔ آنکھیں بند کرکے اوپر کی جانب دیکھ کالی آندھی تیرے سر پر منڈلا رہی ہے۔ ہش۔ زبان بند رکھ اور دم دبا کر بھاگ لے ورنہ پٹاخے چھوٹنے شروع ہوجائیں گے۔"

"مجھے اپنی لکڑی دے دیں حضرت۔" میں نے گڑگڑا کر کہا۔ "میں کالی قوتوں کے آگے گھٹنے نہیں ٹیک سکتا۔"

"جو جمع پونجی تیرے پاس ہے اسے سنبھال کر رکھنے کی کوشش کر۔" بزرگ نے ایک بار پھر مجھے سخت نظروں سے گھورتے ہوئے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "سر کے بل الٹا کھڑا ہونے کی کوشش کی تو دھڑام سے چاروں خانے چت زمین پر گرے گا۔ کسی نیم کے درخت پر چڑھ کر دبک لے' ورنہ دم کٹ گئی تو پاگل کتوں کی طرح بھونکنا شروع کردے گا۔"

"مجھے مایوس مت کرو بابا۔" میں نے پھر ضد کی۔ "میں خالی ہاتھ واپس نہیں جاؤں گا۔ مجھے اپنی چھڑی عنایت کردو۔"

"پھر وہی مرغ کی ایک ٹانگ۔" بزرگ نے قہقہہ لگانا شروع کردیا۔ ان قہقہوں میں وحشت اور غصے کی ملی جلی جھلک تھی میں نے پلٹ کر پنڈت بنسی دھر کی جانب دیکھا' مجھے حیرت تھی کہ بزرگ کے قہقہے پورے غار میں بازگشت بن کر گونج رہے تھے لیکن وہ بدستور دھونی رمائے بیٹھا تھا' شاید ہماری آوازیں بھی اس کے قائم کردہ حصار کے اندر نہیں پہنچ رہی تھیں۔ کمبل پوش بزرگ تادیر قہقہے بلند کرتے رہے پھر دیدے نچا کر مجھے دیوانوں کی طرح گھورتے ہوئے بولے۔ "اندھا بھینسا کھیلے گا۔ ہاتھ لمبے کرکے ٹٹولتا

پھرے گا کہ آگے کیا ہے۔ سوچ لے مردود۔ کسی شے سے ٹکرا گیا تو قسمت گیس بھرے غبارے کے مانند۔۔۔ بھک سے پھوٹ جائے گی۔۔۔ کبڈی کھیلنا تیرے بس کا روگ نہیں۔۔۔ جا' واپس چلا جا۔۔۔ سر پر پاؤں رکھ کر دوڑ لگا دے۔۔۔ پلٹ کر نہ دیکھنا ورنہ خود بھی پتھر کا بن جائے گا۔"

"مجھے ٹالنے کی کوشش نہ کریں حضرت' میں جانتا ہوں کہ آپ چاہیں تو میری مدد کر سکتے ہیں۔"

"نہیں مانے گا بدنصیب۔۔۔ اڑیل ٹٹو کی طرح اپنی جگہ کھڑا رہے گا۔۔۔ نتیجے پر غور کر لے۔۔۔ تو نے اب تک جو کچھ جمع کیا ہے وہ ڈاکو لوٹ کر لے جائیں گے اور پولیس۔۔۔ پولیس ٹانک ٹوئیاں مارتی رہ جائے گی۔۔۔ سب کچھ بھولے رام ہو جائے گا۔۔۔ بادل چھٹ جائیں گے تو بوند بوند کو ترسے گا۔۔۔ معشوق کی زلفوں کو پوری طاقت سے تھام کر چمگادڑوں کی طرح الٹا لٹک جا۔۔۔ حلق سے قیں' قیں کی آوازیں نکالنی شروع کر دے۔۔۔ پو بارہ ہو جائے گا۔"

"تمہاری باتوں کا معمہ حل کرنا میرے بس سے باہر ہے بابا۔" میں نے مایوسی کا اظہار کیا۔ "مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔"

"ہاہا۔۔۔ ہاہا۔۔۔ ہوہو۔۔۔" کمبل پوش نے مجھے آنکھ مار کر قہقہہ لگایا پھر گانا شروع کر دیا۔ "الٹ الجھی سلجھا جا رے بالم۔۔۔ آجا رے بالم۔۔۔ سلجھا رے بالم۔۔۔ حق ہو۔۔۔ حق ہو۔۔۔ حق کا نعرہ مار دے بچو۔"

وقت جوں جوں گزرتا جا رہا تھا میری بے چینی بڑھتی جا رہی تھی' کمبل پوش بزرگ کی آمد اس غار میں بے سبب نہیں تھی' اس کی معنی خیز باتوں کا مفہوم سمجھنا میرے بس میں نہیں تھا۔۔۔ کاش میں ان باتوں کی گہرائی کا راز جان لیتا اور پنڈت جسی دھر سے الجھنے کا ارادہ ترک کر دیتا لیکن میرے مقدر میں کچھ اور ہی درج تھا۔ میں بزرگ سے مایوس ہو کر جسی دھر کی جانب پلٹا' میرے ہاتھ میں صندلی انگوٹھی موجود تھی' میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ اس بابرکت انگشتری کی موجودگی میں کوئی خطرہ میرے قریب نہیں پھٹک سکتا چنانچہ میں نے قدم آگے بڑھایا لیکن ایک بار پھر کمبل پوش کی کرخت آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"خبردار۔۔۔ قدم آگے نہ بڑھانا۔۔۔ جہاں ہے وہیں رک جا۔"

میں نے پلٹ کر بزرگ کی جانب دیکھا' ان کی آنکھوں اور چہرے سے جلال ٹپک رہا تھا' وہ غصے کی حالت میں کھڑے مجھے گھور رہے تھے اور اپنا نچلا ہونٹ دانتوں سے کاٹ رہے تھے پھر اچانک انہوں نے نظر اٹھا کر اوپر کی جانب دیکھا اور اپنے ہاتھ میں دبی ہوئی آڑی ترچھی لکڑی کو پنڈت جسی دھر کی جانب پوری قوت سے لہرا کر پھینکا' دوسرے ہی لمحے مجھے ایسا لگا جیسے پورا غار شدید زلزلے کی لپیٹ میں آگیا ہو۔ در و دیوار کسی ایسے پودے کی طرح لرز رہے تھے جیسے شدید طوفان کی زد میں آگئے ہوں۔

میں نے پنڈت جسی دھر کے چاروں طرف آگ کے شعلوں کو بھڑکتے دیکھا' وہ حیرت سے اپنا جاپ منتر سب کچھ بھول کر کسی ربر کی گیند کی اچھلا تھا پھر اس کا انجام کیا ہوا یہ میں نہیں دیکھ سکا' زمین کے لرزنے سے میں خود اپنا توازن بھی برقرار نہیں رکھ سکا' لڑکھڑا کر گرا اور اس کے بعد میرے سوچنے اور سمجھنے کی قوت مفلوج ہو کر گھپ اندھیروں میں ڈوبتی چلی گئی۔

❋

میں کتنی دیر تک بے ہوشی کی کیفیت سے دوچار رہا مجھے مطلق اس کا کوئی علم نہیں لیکن جب دوبارہ میری آنکھ کھلی تو میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا' مجھے اپنی قوت بینائی پر شبہ ہو رہا تھا' میں اس وقت کہیں اور نہیں بلکہ اپنی خواب گاہ میں اپنے بستر پر موجود تھا۔ ایک لمحے کو میرے ذہن میں یہ خیال ابھرا کہ شاید میں کوئی خواب دیکھتے دیکھتے بیدار ہوا ہوں لیکن نہیں۔۔۔ مجھے اچھی طرح یاد تھا کہ میں اپنے دفتر میں شنکر سے ملا تھا جہاں اس نے مجھے اپنی آنکھوں کے سحر میں کسی معمول کی طرح جکڑ لیا تھا اور اس کے بعد میں اس کے حکم پر اس کے ساتھ ساتھ روانہ ہو گیا تھا لیکن اس کے بعد کیا ہوا؟ میں نے اپنے ذہن کو کریدنے کی کوشش کی لیکن مجھے کچھ یاد نہیں آیا کہ میں کن راستوں سے گزر کر اس غار تک پہنچا تھا' البتہ غار میں پنڈت جسی دھر کی موجودگی' کمبل پوش بزرگ سے میری ملاقات' ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو' بزرگ کی جلال کی کیفیت سے دوچار ہو کر اپنی لکڑی کو پنڈت دھر کی سمت گھما کر پھینکنا اور اس کے بعد ہر شے کا تہ و بالا ہو جانا' مجھے وہ تمام باتیں یاد تھیں لیکن پھر ان برف پوش پہاڑیوں سے خواب گاہ تک میری واپسی کس طرح ممکن ہوئی' اس کے بارے میں مجھے کوئی علم نہیں تھا' میں بہت دیر تک بستر پر بیٹھا ماحول کا جائزہ لیتا رہا' ایک ایک بات پر غور کرتا رہا پھر میری نگاہ اپنے لباس پر پڑی تو میں حیرت سے اچھل پڑا۔ میرا لباس بری طرح گرد' مٹی اور کائی میں لتھڑا ہوا تھا' کہیں کہیں

سے مسک گیا تھا اور پھر میری ہتھیلی اور کہنیوں پر موجود خراشیں اس بات کی نشاندہی کر رہی تھیں کہ مجھ پر جو کچھ گزر چکی تھی وہ کوئی طلسمی کہانی نہیں تھی۔ حقیقت تھی۔ ایسی ہولناک اور تلخ حقیقت جس نے میرے ذہن کو جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا۔

میں نے اپنی روداد کے شروع میں ہی اس بات کا اظہار کیا تھا کہ مجھے طلسمی اور پراسرار کہانیوں اور دیومالائی کتابیں پڑھنے کا شوق تھا' مجھے ان کتابوں کی کہانیاں پڑھ کر وقتی طور پر سکون ضرور ملتا تھا' میں نے ان کی سچائی پر کبھی یقین نہیں کیا تھا لیکن اب جو واقعات خود میرے ساتھ رونما ہوئے تھے میں ان کی صداقت سے انکار بھی نہیں کر سکتا تھا۔

مدہوشی کی حالت میں میرا شنکر کے ساتھ برف پوش پہاڑیوں تک جانا' پنڈت جسی دھر کی وہاں غار میں موجودگی اور پھر کمبل پوش بزرگ کا جلال۔۔۔ مجھے سب کچھ یاد تھا' میں ان باتوں کو جھٹلا نہیں سکتا تھا لیکن اس کی کوئی توجیہہ پیش کرنا بھی میرے اختیار میں نہیں ہے۔ روپ نگر میں بھی میں نے جن حالات کا مقابلہ کیا تھا اور جن پراسرار حادثوں سے دوچار ہوا تھا وہ سارے کے سارے ناقابل یقین ہی کہے جا سکتے تھے لیکن میں۔۔۔ شہباز خان ان تمام واقعات کا چشم دید گواہ تھا۔

خاصی دیر تک میرے ذہن میں متعدد سوالات ابھر ابھر کر آپس میں گڈمڈ ہوتے رہے پھر میں نے دیواری گھڑی پر نظر ڈالی جس میں صبح کے سات بج رہے تھے۔ والد اور والدہ کے ساتھ میں ہمیشہ آٹھ بجے ناشتا کرنے کا عادی تھا' چنانچہ میں نے جلدی سے اٹھ کر غسل کیا لباس تبدیل کیا اور دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اپنی خواب گاہ سے نکل کر ناشتے کی میز کی طرف قدم بڑھانے لگا جہاں میرے والد حسب معمول اخبار کے مطالعہ میں محو تھے اور والدہ صاحبہ ان کے لیے چائے تیار کر رہی تھیں' معاً مجھے اپنی صندلی انگوٹھی کا خیال آیا جو بزرگ کا عطیہ تھی' میں نے تیزی سے اپنی انگلی پر نگاہ ڈالی اور یہ دیکھ کر سکون کا سانس لیا کہ وہ میری انگلی میں موجود تھی۔ میں قدم بڑھاتا ناشتے کی میز کے قریب گیا اور والدین کو صبح کا سلام پیش کیا تو وہ دونوں ہی اس طرح چونکے جیسے انہیں بھی میرے اچانک وہاں پہنچ جانے پر حیرت ہو رہی ہو۔

"تم کب واپس لوٹے؟" والد صاحب نے اخبار میز پر رکھتے ہوئے ٹھوس لہجے میں سوال کیا۔

"معافی چاہتا ہوں۔" میں نے گھما پھرا کر جواب دیا۔ "رات کچھ دیر زیادہ ہو گئی تھی۔"

"خدا کا شکر ہے کہ تم واپس آگئے۔" میری والدہ بولیں۔ "اگر ندیم نے تمہارے بارے میں نہ بتایا ہوتا تو ان چار دنوں میں ہماری نجانے کیا حالت ہو جاتی۔"

"آپ شاید بھول رہی ہیں۔" میں نے بڑی سادگی سے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میں نے آپ سے ذکر تو کیا تھا کہ کچھ کاروباری کام ایسے درپیش تھے جن کی خاطر مجھے کسی وقت بھی جانا پڑ سکتا تھا۔"

"وہ تو خیر ٹھیک ہے مگر تم فون کر کے خود بھی اپنی روانگی کی اطلاع دے سکتے تھے' ایسا بھی کیا کام تھا کہ بس اچانک ہی کسی سے کچھ کہے سنے بغیر غائب ہو گئے۔"

"غلطی ہو گئی امی حضور۔۔۔ آیندہ احتیاط رکھوں گا۔" میں نے بات ختم کرنے کی خاطر کہا پھر توس اٹھا کر اس پر مکھن اور جیلی لگانے لگا' والدہ کی زبانی ہی مجھے اس بات کا علم ہوا تھا کہ میں چار روز بعد گھر واپس لوٹا تھا۔

"کام کی نوعیت کیا تھی۔" امی نے چائے کا کپ بنا کر میری طرف بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

"دوسرے شہر جا کر کچھ ضروری ٹینڈر بھرنے تھے جس کی اطلاع مجھے پہلے سے تھی لیکن یہ نہیں معلوم تھا کہ کب اور کس وقت جانا پڑے گا۔" میں نے بڑی خوب صورتی سے ایک اور جھوٹ بولا۔ "اگر میرا جانا ضروری نہ ہوتا تو میں وارثی' عابد' ٹونی یا دفتر کے کسی اور ذمے دار آدمی کو روانہ کر دیتا۔"

"بہرحال تم آیندہ پوری تفصیل بتائے بغیر اس طرح اچانک غائب ہو جانے سے پرہیز کرنا۔" امی نے کہا۔ "ان چار دنوں میں میرے دل پر کیا گزری اور کیسے کیسے وسوسوں نے مجھے پریشان کیا شاید تم اس کا اندازہ نہ کر سکو۔"

"آپ پریشان نہ ہوں' آیندہ سے خیال رکھوں گا۔"

ناشتے کے دوران میری اور والدہ کی گفتگو ہوتی رہی' والد صاحب بظاہر ناشتے میں مصروف تھے لیکن مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ مجھ سے کچھ کہنا چاہ رہے تھے' ناشتے سے فارغ ہو کر میں اٹھنے لگا تو امی نے کہا۔

"گزشتہ رات میں نے بڑے ابا کو پھر خواب میں دیکھا تھا۔"

"کوئی خاص بات۔۔۔" میں نے دبی زبان میں پوچھا۔

"میں پورے وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتی لیکن میرا اندازہ ہے کہ وہ تم سے خفا ہیں۔"

"اس خفگی کی کوئی وجہ بھی ضرور ہوگی۔"

"میں نے پوچھا بھی تھا لیکن وہ کسی مصلحت کے پیش نظر خاموش رہے البتہ انہوں نے کچھ ایسا اشارہ دیا تھا جیسے وہ تمہیں دریائی یا سمندری سفر کرنے کا مشورہ دے رہے ہوں۔"

"میں کچھ سمجھا نہیں۔" میں نے وضاحت چاہی۔ "پانی کے سفر سے کیا مقصد ہو سکتا ہے؟"

"میں نے اپنے بزرگوں سے یہی سنا ہے کہ اگر انسان پر کوئی جادو یا ٹونا کیا گیا ہو یا اس پر کوئی اور اثر ہو تو دریا یا سمندر عبور کرنے سے جاتا رہتا ہے۔" امی نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "کل رات میں نے بڑے ابا کو جس قدر پریشان دیکھا ہے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

میں نے فوری طور پر کوئی جواب نہیں دیا۔ میرے ذہن میں کمبل پوش بزرگ کا خیال ابھر آیا جو مجھے پنڈت بنسی دھر سے دور رکھنا چاہتے تھے لیکن میری ضد کرنے پر انہوں نے برہمی کی کیفیت میں اپنی لکڑی استعمال کی تھی' اس کے بعد کیا ہوا مجھے اس کی کوئی خبر نہیں تھی' پنڈت بنسی کو میں نے ربر کی گیند کے مانند اچھلتے دیکھا تھا اس کے چاروں طرف آگ کے بھیانک شعلے بھڑک اٹھے تھے لیکن میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ زندہ بھی ہے یا دھرتی اس کے منحوس وجود سے پاک ہو چکی ہے' البتہ میرا دل اس بات کی گواہی ضرور دے رہا تھا کہ وہ جس منڈل میں بیٹھا جاپ کر رہا تھا وہ کمبل پوش کی لکڑی کے ٹکرانے کے بعد ضرور ٹوٹ چکا تھا' میں ابھی ان ہی خیالوں میں گم تھا کہ امی کی آواز دوبارہ میرے کانوں میں گونجی۔

"تم کیا سوچنے لگے۔"

"جی۔۔۔" میں نے چونکتے ہوئے جواب دیا۔ "بڑے نانا نے یہ پانی کے سفر والی تجویز کی جانب کیوں اشارہ کیا ہے یہ بات کچھ میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"اللہ کے برگزیدہ بندے اور ولی اللہ قسم کے نیک لوگ جو کچھ دیکھ اور سمجھ سکتے ہیں وہ عام انسان کے بس میں نہیں ہوتا۔" امی نے جواب دیا۔

"ہو سکتا ہے کہ اس میں بڑے ابا نے تمہاری بھلائی کا کوئی پہلو محسوس کیا ہو۔"

"اگر آپ کا بھی یہی مشورہ ہے تو پھر میں کوئی نہ کوئی ایسا پروگرام ضرور مرتب کرنے کی کوشش کروں گا کہ بیرونی منڈی میں اپنے آفس کی ایک دو شاخیں بھی کھول سکوں اور بڑے نانا کے اشارے کی تکمیل بھی ہو جائے۔"

والد صاحب بدستور خاموش بیٹھے تھے' میں ناشتے کی میز سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آیا' لباس تبدیل کر کے دفتر جانے لگا تو باہر پورٹیکو میں والد صاحب سے ملاقات ہو گئی' وہ غالباً" میرے ہی منتظر تھے۔

"کیا تم شنکر نامی کسی ایسے شخص سے واقف ہو جو سفلی جیسے مکروہ اور گندے علم کا ماہر ہے۔"

والد کی زبان سے اچانک شنکر کا نام سن کر میں ایک لمحے کو بوکھلا گیا لیکن پھر فوراً" خود پر قابو پاتے ہوئے بولا۔

"جی ہاں۔۔۔ جب میں روپ نگر میں تعینات تھا تو شنکر کے بارے میں عجیب و غریب قصے کہانیاں سن چکا ہوں لیکن آپ کو اس وقت شنکر کا نام کس طرح یاد آ گیا۔"

"کل رات روپ نگر سے دھرم داس کا فون آیا تھا۔" والد صاحب نے پوری سنجیدگی سے جواب دیا۔ "شنکر ان سے ملا تھا' اس بدکردار اور خبیث شخص نے دھرم داس کے ذریعے مجھ تک یہ پیغام بھیجا ہے کہ میں تمہیں اس بات پر آمادہ کروں کہ تم اس کے مشورے پر نرنجن لال سے دوستی کر لو۔ کیا روپ نگر سے آنے کے بعد وہ ولد الحرام تم سے ملا تھا۔"

"جی ہاں۔۔۔" میرے پاس اب فرار کا کوئی راستہ نہیں تھا پھر بھی میں نے بات کو مختصر کرنے کی خاطر کہا۔ "ایک دوبار وہ میرے دفتر آیا تھا' اس نے براہ راست بھی مجھ سے یہی کہا تھا کہ اگر میں نرنجن لال سے دوستی کر لوں تو وہ اپنی کالی قوتوں کے ذریعے مجھے بے شمار فائدے پہنچا سکتا ہے۔"

"تم نے کیا جواب دیا۔"

"میں نے اس سے صاف اور کھلے لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ بزنس کے معاملے میں کسی کی دخل اندازی پسند نہیں کر سکتا۔"

"شہباز۔۔۔" والد صاحب نے ٹھوس اور سرد لہجے میں کہا۔ "ایک بات کا ہمیشہ خیال رکھنا کہ تم پٹھان ہو اور نادر خان کی اولاد ہو جس نے کبھی نامساعد حالات میں بھی کسی کے سامنے جھکنے کی کوشش نہیں کی۔۔۔ رہا نفع اور نقصان' موت اور زندگی تو یہ سب اس قادر مطلق کے بس کی بات ہے' یوں بھی موت برحق ہے اس لیے انسان کو اس سے کبھی ڈرنا نہیں چاہیے۔۔۔ سفلی ایک نہایت گندہ' غلیظ علم ہے لیکن ان تمام تر فضولیات کے باوجود ایک نصیحت میری ہمیشہ یاد رکھنا۔۔۔ ہر بات منجانب اللہ ہی ہوتی ہے۔"

"آپ فکر نہ کریں۔۔۔ میں موت تو گوارا کر لوں گا لیکن باطل قوتوں کے سامنے کبھی نہ جھکوں گا۔"

"گڈ۔۔۔ مجھے تم سے اسی بات کی امید تھی۔" والد صاحب نے بڑے فخر سے میری تعریف کی پھر بولے۔ "تمہاری غیر موجودگی میں ایک دوبار ڈی ایس پی سراج کا فون آیا تھا۔۔۔ وہ ایک اچھا نیک' فرض شناس اور دیانت دار آفیسر ہے اس کی دوستی تمہارے لیے کبھی نقصان دہ نہیں ثابت ہوگی۔"

والد صاحب سے رخصت ہو کر میں دفتر کے لیے روانہ ہو گیا۔ تمام راستے میرا ذہن پنڈت بنسی دھر کے بارے میں سوچتا رہا' کمبل پوش بزرگ نے میری ضد کے پیش نظر اس حصار کو توڑ دیا تھا جس کے اندر بیٹھا وہ کالکا کو اپنا غلام بنانے کی کوشش کر رہا تھا ایسی صورت میں کالکا کو بھی اس بات کی خوشی ہونی چاہیے تھی کہ وہ کسی کی پابند ہونے سے بچ گئی' میرا خیال تھا کہ وہ پہلی فرصت میں میرا شکریہ ادا کرے گی اس لیے کہ میں نے اسے پنڈت بنسی دھر جیسے گیانی دھیانی سے نجات دلائی تھی جسے شنکر جیسا شیطان صفت انسان بھی اپنا گرو تسلیم کرتا تھا۔

حصار ٹوٹنے کے بعد پنڈت بنسی دھر پر کیا گزری؟ کیا وہ بھاری تودوں کے نیچے دب کر پرلوک سدھار گیا تھا یا بھڑکتی آگ کے خوفناک شعلوں نے اسے جلا کر بھسم کر دیا تھا؟ یہ ایسے سوال تھے جو رہ رہ کر میرے ذہن میں ابھر رہے تھے' میں کسی آخری نتیجے کو اخذ کرنے سے قاصر تھا لیکن مجھے اس بات کی خوشی ضرور تھی کہ پنڈت بنسی دھر اپنے ارادے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔

میں دفتر پہنچ کر اپنی سیٹ پر بیٹھا تو وارثی' ٹونی' عابد' تسیم اور عارفہ سب ہی جمع ہو گئے' ہر شخص میری خیریت دریافت کر رہا تھا' میں نے چونکہ ندیم کے سوا کسی اور کو اپنی روانگی کے بارے میں نہیں بتایا تھا اس لیے ہر شخص کو میری چار روز کی غیر حاضری پر تشویش لاحق تھی' میں نے ایک ایک کر کے انہیں مطمئن کر کے بھیج دیا لیکن سب کے جانے کے بعد بھی تسیم اپنی کرسی پر بیٹھی کسی گہرے خیال میں مستغرق نظر آ رہی تھی۔

"تم کس سوچ میں گم ہو۔"

"آپ نے عملے کے باقی تمام افراد کو تو اپنی غیر حاضری سے مطمئن کر دیا ہے لیکن میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ آپ کی غیر حاضری کی وجہ وہ نہیں تھی جو آپ نے بیان کی ہے۔"

"پھر۔۔۔ تمہارے خیال میں اور کیا وجہ ہو سکتی ہے۔" میں نے بڑی اپنائیت سے سوال کیا۔

"ہو سکتا ہے کہ میرا اندازہ غلط ہو لیکن میرا خیال ہے کہ آپ نے مجھے تحفظ دے کر بہت ساری پریشانیاں مول لے لی ہیں۔۔۔ کچھ لوگوں کو اپنا دشمن بھی بنا لیا ہے۔"

"ایک بات کہوں۔۔۔ مانو گی۔"

"آپ مجھے حکم بھی دے سکتے ہیں۔" وہ جلدی سے بولی۔

"تو پھر میرا حکم ہے کہ آئندہ سے اس قسم کی باتوں سے پرہیز کرنا اور اس بات کا خیال رکھنا کہ میں نے تمہیں بہن کہا ہے۔"

"لیکن۔۔۔"

"جب بڑا بھائی کوئی حکم دے تو پھر اس میں لیکن ویکن کی گنجائش نہیں رہتی اس لیے خاموشی سے اٹھو اور جا کر اپنا کام کرو۔"

تسیم نے مجھے بڑی عقیدت مندانہ نظروں سے دیکھا' فرط جذبات سے اس کی آنکھوں کے گوشے بھیگ رہے تھے چنانچہ وہ خاموشی سے اٹھی اور دفتر سے چلی گئی۔ تسیم کے جانے کے بعد میں سراج کو فون کرنا چاہتا تھا لیکن اسی وقت ندیم کا فون آ گیا۔ سب سے پہلے ندیم نے مجھ سے پنڈت بنسی دھر کے بارے میں دریافت کیا جواب میں میں نے اسے صندلی انگوٹھی کا ذکر درمیان سے نکال کر پوری تفصیل سنا دی۔

"گڈ۔۔۔" ندیم نے خوشی کا اظہار کیا۔ "گویا اب پنڈت کی خباثتیں بھی اسی کے ساتھ جل بھن کر راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہو گئی ہوں گی۔"

"ابھی میں اس سلسلے میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"بہر حال۔۔۔ تم خوش قسمت ہو کہ تمہارے بڑے نانا دنیا سے رحلت فرمانے کے بعد بھی تمہارے کام آ رہے ہیں۔" ندیم نے کہا اور پھر سنجیدگی سے بولا۔ "میرا خیال ہے شنکر کو بھی کسی نہ کسی طرح اپنے گرو گھنشال کے کریا کرم کی خبر مل گئی ہوگی' ایسی صورت میں اگر ہم اسے سنبھلنے کا موقع دیے بغیر اس سے دو دو ہاتھ کر لیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔"

"میرا مشورہ اس کے برعکس ہے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ہمیں ابھی اس بات کا بغور جائزہ لینا ہوگا کہ میرے ایکشن کا ری ایکشن کیا ہوتا ہے۔"

"تم جیسا مناسب سمجھو۔ ویسے میرا ذاتی خیال ہے کہ دشمن کو کبھی سنبھلنے کا موقع نہیں دینا چاہیے ورنہ وہ وقت سے فائدہ اٹھا کر پوری تیاری کے ساتھ بھرپور وار کرنے سے گریز نہیں کرتا۔"

"میں تمہاری بات سے انکار نہیں کروں گا۔" میں نے اس کے خیال کی تصدیق کرتے ہوئے جواب دیا۔ "مگر تم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ ہمارا مقابلہ انسانوں سے نہیں بلکہ شیطانوں سے ہے۔"

"تمہارے بڑے نانا جب تمہاری پشت پناہی کر رہے ہیں تو پھر تمہیں فکر کس بات کی ہے؟" ندیم نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"میرا خیال ہے کہ پنڈت جسی دھر والے معاملے کے بعد وہ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"انہوں نے اپنی کراماتی لکڑی کا استعمال میری ضد پر بہت جھنجلا کر کیا تھا ورنہ ان کا مشورہ یہی تھا کہ میں ان شیطانی گورکھ دھندوں سے دور ہی رہوں۔" میں نے کہا پھر اپنے بڑے نانا کے سلسلے میں ناشتے کی میز پر امی سے ہونے والی گفتگو بھی سنا دی۔

"گڈ۔۔۔ میں بھی بہت دنوں سے باہر جانے کا پروگرام بنا رہا تھا، تم ساتھ رہو گے تو لطف دوبالا ہو جائے گا۔" ندیم نے کہا۔ "تم نے ابھی صرف میرا ایک کیسینو دیکھا ہے، باہر جا کر وہاں کسی کیسینو میں قدم رکھو گے تو حیرت سے آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔"

"گویا تم باہر جا کر بھی اپنی حرکتوں سے باز نہیں آؤ گے۔"

"کیا کروں۔۔۔ چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی۔" ندیم نے بڑے ترنگ میں شعر پڑھا پھر یکلخت سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے بولا۔ "تمہارے چلے جانے کے بعد تسیم کا کیا ہو گا۔۔۔ میرا مقصد ہے کہ کیا وہ اپنے فلیٹ میں تنہا محفوظ رہ سکے گی؟ میرے آدمی چوبیس گھنٹے اس کی نگرانی پر تعینات ہیں لیکن بقول تمہارے، ہمارا مقابلہ انسانوں سے نہیں بلکہ شیطانوں سے ہے اور پھر وہ شنکر کی نظر میں بھی آ چکی ہے۔ ہو سکتا ہے پنڈت جسی دھر کا انتقام لینے کے بعد وہ سب سے پہلے تسیم ہی کا انتخاب کرے۔"

ندیم کا جملہ سن کر میرے ذہن میں کالکا کے کہے ہوئے جملے گونج اٹھے، اس نے مجھے بتایا تھا کہ شنکر تسیم کو اغوا کرنے کے بعد اسے جمنا کے روپ میں زندہ رکھنے کا خواہشمند تھا اور مجھے اس بات کا علم، روپ نگر کی تعیناتی کے دوران ہی ہو چکا تھا کہ شنکر اور جمنا کے درمیان کس قسم کے بے ہودہ تعلقات استوار تھے۔ تسیم کے سلسلے میں ندیم کا خدشہ درست بھی ثابت ہو سکتا تھا؟ میں ابھی اس بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ ندیم کی آواز دوبارہ ریسیور پر ابھری۔

"اگر تسیم میرے گھر میں رہنے کو آمادہ ہو جائے تو وہ ان تمام خطروں سے محفوظ رہ سکتی ہے۔"

"مجھے اس کا اندازہ ہو چکا ہے لیکن تسیم نے تمہاری موجودگی میں یہ شرط رکھی تھی کہ وہ کسی پر بوجھ نہیں بننا چاہتی۔"

"ایسی صورت میں تو بس ایک ہی راستہ باقی رہ جاتا ہے۔"

"وہ کیا؟"

"مجھے عارفہ سے دوستی کا خیال دل سے نکالنا ہو گا۔" ندیم نے سرد آہ بھرتے ہوئے جواب دیا۔

"نان سنس۔" میں نے جھلا کر کہا۔ "میں سمجھا تھا کہ تم کام کی بات کرو گے۔"

"کام کی بات کا فیصلہ میں نے تمہارے جانے کے بعد ہی کر لیا تھا۔" ندیم یکلخت ہی سنجیدہ ہو گیا۔ "اب صرف تمہاری منظوری کی دیر ہے اس لیے کہ تم نے اسے بہن کہا ہے۔"

"ندیم۔" میں حیرت اور خوشی کے ملے جلے جذبوں کے تحت اچھل پڑا۔ "کیا تم واقعی اس سلسلے میں سنجیدہ ہو۔ کہیں تم نے وقتی طور پر کوئی جذباتی فیصلہ تو نہیں کیا ہے؟"

"میرے ہر فیصلے اسی طرح بس اچانک ہوتے ہیں اور آج تک مجھے اپنے فیصلے سے نقصان نہیں ہوا۔ رہا تسیم کا مسئلہ تو میری خواہش یہ بھی ہے کہ میری تمہاری دوستی رشتے داری میں تبدیل ہو جائے۔ کیا قبل از وقت میں تمہیں اس نام سے پکار سکتا ہوں جو لڑکی کے شوہر اور لڑکی کے بھائی کے درمیان ہوتا ہے۔"

"شٹ اپ۔" میں نے بڑے پیار سے کہا پھر فون بند کر دیا۔ مجھے اس وقت دلی مسرت کا احساس ہو رہا تھا۔ میں خود بھی تسیم کے سلسلے میں کسی اچھے رشتے کی تلاش میں تھا۔ ندیم اس کے لیے موزوں ترین انتخاب تھا۔ وہ صرف میرا دوست ہی نہیں تھا بلکہ مجھے اس بات کا بھی بخوبی علم تھا کہ وہ کیسینو جیسے کاروبار میں ملوث ہونے کے باوجود

کردار کے معاملے میں کسی اجلے کپڑے کی طرح بے داغ تھا۔ میں بڑی دیر تک تسیم اور ندیم کے بارے میں سوچتا رہا پھر انٹرکام کا بزر بولا تو میرے خیال کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ عارفہ نے مجھے بتایا کہ فون پر سراج مجھ سے بات کرنا چاہتا ہے پھر میرے کہنے پر اس نے لائن ڈائریکٹ کر دی۔

"ہیلو۔" میں نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "آپ کو میری واپسی کا علم اتنی جلدی کیسے ہو گیا؟"

"آخری بار جب میری اور آپ کی گفتگو ہوئی تو آپ نے یہی کہا تھا کہ واپسی میں دو چار دن لگ جائیں۔" سراج نے دوستانہ لہجے میں کہا۔ "اس کے علاوہ میں آپ کے والد صاحب سے آپ کی واپسی کے سلسلے میں بھی دریافت کرتا رہا ہوں۔ ابھی دس منٹ پیشتر بھی میری ان کی بات ہوئی ہے۔"

"آپ کو میری ایسی بھی کیا ضرورت پیش آ گئی ہے؟"

"میں آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"غالباً نرنجن لال کے سلسلے میں کیوں؟" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"جی ہاں۔"

"کیا اس نے تسیم کا اغوا، اس کی ماں کا قتل اور اپنے انڈر گراؤنڈ چلے جانے کا اقرار کر لیا ہے۔"

"جی نہیں۔" سراج نے کہا۔ "وہ ابھی تک اپنے اسی پرانے بیان پر اڑا ہوا ہے۔"

"پھر میں آپ کے کس کام آ سکتا ہوں؟"

"اگر مس تسیم آپ کے اشارے پر نرنجن لال کے خلاف بیان دے دے تو ہم اسے بہ آسانی زبان کھولنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔" سراج نے تیزی سے اپنا مدعا بیان کیا۔ "بس ایک اس کا پولیس کے شکنجے میں پھنسنا شرط ہے۔"

"آئی ایم سوری مسٹر سراج۔" میں نے سپاٹ انداز میں جواب دیا۔ "تسیم اس قسم کا کوئی بیان نہیں دے سکتی۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"جی ہاں۔" میں نے اس بار طنزیہ لہجہ اختیار کیا۔ "آپ شاید اس اہم نکتے کو فراموش کر رہے ہیں کہ تسیم ابھی غیر شادی شدہ ہے اور پولیس کی وساطت سے کسی شریف لڑکی کا بیان اخبار میں آ جانا اس کے مستقبل کو برباد بھی کر سکتا ہے۔"

"میں آپ کا مطلب سمجھ رہا ہوں۔" سراج نے تیزی سے کہا۔ "لیکن اب نرنجن لال کا کسی نہ کسی طرح پولیس کی تحویل میں آنا بہت ضروری ہو گیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ آپ اگر چاہیں تو اس ضمن میں میری مدد کر سکتے ہیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کا نام درمیان میں نہیں آئے گا۔ اس کے علاوہ ایک صورت اور بھی ممکن ہے۔"

"وہ کیا؟"

"آپ مجھے ان لوگوں کے نام بتا دیں جنہوں نے تسیم کی والدہ کو قتل کیا تھا۔ میں انہیں ان کی قبروں سے بھی کھود نکالوں گا۔"

"مجھے ان لوگوں کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔" میں نے بڑی صاف گوئی سے کہا۔ "ویسے میں اتنا ضرور بتا سکتا ہوں کہ اس مقابلے میں بھی ان ہی شیطانی قوتوں کو دخل ہے جو نرنجن لال کے اشارے پر کام کر رہی ہیں۔ آپ کا قانون انسانی شکلوں کو قانون کے کٹہرے میں کھڑا کر سکتا ہے لیکن نادیدہ طاغوتی قوتوں کے خلاف آپ کیا کر سکتے ہیں؟ محسن علی کی پراسرار موت سے لے کر اکروال اور ان کے ساتھیوں کا حوالات میں دوسرے قیدیوں کی موجودگی میں حیرت انگیز طور پر مردہ پایا جانا اور پھر داور۔ کیا آپ ان تمام ناقابل یقین واقعات کی کوئی توجیہہ پیش کر سکتے ہیں؟ وارداتیں آپ کی نظروں کے سامنے رونما ہوتی رہی ہیں مگر کیا آپ کسی مجرم کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں یا پیروں میں بیڑیاں ڈال سکے ہیں؟ یا کسی مجرم کا نام لے سکتے ہیں۔"

"آپ درست فرما رہے ہیں لیکن نہ جانے کیوں میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ آپ پولیس کی مدد کر سکتے ہیں۔"

"میں ہر طرح تیار ہوں لیکن اس بات کو کسی قیمت پر گوارا نہیں کروں گا کہ میرا، میری فرم کا یا تسیم والے حادثے کا کوئی ذکر درمیان میں آئے۔"

"شنکر کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟" سراج نے تھوڑے توقف سے کہا۔ "روپ نگر کی تعیناتی کے دوران آپ کا اور اس کا واسطہ بھی پڑ چکا ہے۔ مجھے اے ایس آئی رام دیال کے ذریعے علم ہوا ہے کہ شنکر کی سفلی قوتوں نے آپ کو بھی روپ نگر میں پریشان کر رکھا تھا۔"

"جی ہاں۔" میں نے اقرار کرتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ وہی خبیث نرنجن لال کے لیے کام کر رہا ہو لیکن کیا کسی ٹھوس یا عینی گواہ کے تحریری بیان کے بغیر آپ اس کو حراست میں لے سکتے ہیں اور اگر آپ اس میں کامیاب ہو گئے تو کیا شنکر بھی داور کی طرح بند سلاخوں کے پیچھے سے پراسرار طور پر فرار نہیں ہو جائے گا؟ ایسی صورت میں

آپ کی پوزیشن کیا ہوگی؟ یہ سوچنا آپ کا کام ہے۔"

"میں آپ کی باتیں سمجھ رہا ہوں مگر کیا آپ اس بات سے انکار کر سکتے ہیں کہ ان تمام پراسرار حیرت انگیز واقعات کا سلسلہ آپ کے اور نرنجن لال کے درمیان ایک ٹینڈر کی وجہ سے شروع ہوا تھا؟"

"ہو سکتا ہے آپ کا اندازہ درست ہو۔"

"مسٹر شہباز۔ میں اس وقت ڈی ایس پی کی نہیں بلکہ ایک دوست کی حیثیت سے گفتگو کر رہا ہوں۔" سراج نے بڑی عاجزی سے جواب دیا۔ "مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔"

"صبح گھر سے دفتر روانہ ہوتے وقت والد صاحب نے بھی مجھے یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ آپ کی دوستی میرے لیے کبھی نقصان دہ نہیں ہوگی۔" میں نے اس بار قدرے انکساری سے کام لیا۔ "لیکن موجودہ صورت حال کی پیچیدگیوں کو سامنے رکھنے کے بعد ہی ہمیں کوئی ایسا ٹھوس قدم اٹھانا پڑے گا جو بعد میں ہماری سبکی کا سبب نہ بنے۔"

"آپ اگر مناسب سمجھیں تو ہم قاسم علی کو نرنجن لال کے خلاف بیان دینے کے سلسلے میں استعمال کر سکتے ہیں۔" سراج نے مجھے قاسم علی کی ضمانت پر رہائی کی خبر سناتے ہوئے کہا۔ "اس طرح ہم ایک تیر سے دو شکار کر سکتے ہیں۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے وضاحت چاہی۔

"قاسم علی اگر یہ بیان دے دے کہ نرنجن لال نے سیٹھ پرشوتم کے گھر ڈاکا ڈلوایا تھا اور پھر لوٹ کا مال زبردستی اس کے گھر میں رکھنے کے بعد ریوالور کی نوک پر اس بات پر مجبور کیا تھا کہ وہ آپ کے ملازموں کو بغاوت پر اکسا کر آپ کے کام میں رخنہ اندازی پیدا کر دے تو قاسم علی کو اور پولیس دونوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔" سراج نے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا۔ "اس طرح نہ صرف یہ کہ قاسم علی سیٹھ پرشوتم کے گھر پڑنے والے ڈاکے کی واردات سے بچ سکتا ہے بلکہ ہم نرنجن کو بھی بہ آسانی حراست میں لے سکتے ہیں۔"

"کیا آپ کو اس بات کا یقین ہے کہ نرنجن لال کو تحویل میں لینے کے بعد بھی آپ زیادہ دیر تک اپنی حراست میں رکھ سکیں گے۔" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"جی نہیں۔" سراج نے بڑی صاف گوئی سے جواب دیا۔ "نرنجن لال کو ضمانت پر رہا کر دینے کے پروانے کے اجرا میں زیادہ دیر نہیں لگے گی لیکن اس کی ساکھ کو دھچکا ضرور لگے گا۔ اس کے علاوہ ہم قانونی طور پر اس کیس کی چھان بین بھی کر سکتے ہیں اور ......"

"اور کیا ......"

"آپ خود بھی پولیس میں رہ چکے ہیں مسٹر شہباز۔" سراج نے معنی خیز لہجے میں جواب دیا۔ "سیاہ کو سفید کرنے اور سفید کو سیاہ کرنے میں کسی بھی تفتیشی آفیسر کو بہت سارے اختیارات اور مواقع حاصل ہوتے ہیں۔"

"کامیابی یا ناکامی آپ کے مقدر کی بات ہے میں قاسم علی سے بات کرنے کے بعد ہی کوئی جواب دے سکتا ہوں۔"

"کیا میں رات کو کسی وقت آپ سے گھر پر ملاقات کر سکتا ہوں؟"

"ضرور لیکن اس شرط پر کہ آپ والد صاحب یا کسی اور کی موجودگی میں نرنجن لال کے بارے میں کوئی بات نہیں کریں گے۔"

"اوکے اٹ از مائی پرامس۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا تو میں نے بھی ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ خاصی دیر تک میں سراج کی باتوں پر غور کرتا رہا۔ میری دیرینہ خواہش بھی یہی تھی کہ نرنجن لال کو کوئی ایسی چوٹ پہنچاؤں جسے وہ زندگی بھر فراموش نہ کر سکے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے میں نے سراج سے ایک موقعے پر بڑی صاف گوئی سے یہ بات کہی تھی کہ میں اپنا شکار خود کرنے کا عادی ہوں۔ اب بھی میرے دل کے اندر وہی جذبہ سر ابھار رہا تھا لیکن قاسم علی کو کسی لمبی سزا سے بچا کر نرنجن لال کی شہرت کو اخبارات کے ذریعے نقصان پہنچانا بھی میرے لیے کسی فائدہ مند سودے سے کم نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے قاسم علی کو بلا کر جب سراج والی اسکیم اس کے سامنے رکھی تو وہ ضبط نہ کر سکا۔ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ وہ اپنے کیے پر بہت شرمندہ تھا۔ میں نے اسے رونے سے منع کیا پھر جب اس کے دل کا غبار کچھ ہلکا ہوا تو اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"سرکار میں آپ کا گنہگار ہوں۔ مجھے نہیں معلوم کہ اچانک میرے ذہن کو کیا ہو گیا تھا جو میں نے الٹی سیدھی باتیں شروع کر دیں۔ میں اپنی نمک حرامی پر شرمندہ ہوں۔ رہی سیٹھ پرشوتم کے گھر ڈاکے والی بات تو میں اپنے خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ اس میں میرا کوئی دخل نہیں۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ ڈاکے میں لوٹا گیا مال میرے گھر سے کس طرح برآمد ہو گیا۔"

میں پھانسی یا عمر قید سے نہیں ڈرتا لیکن اگر آپ نے مجھے معاف نہ کیا تو میرا ضمیر مرنے کے بعد بھی میری روح کو کچوکے لگاتا رہے گا۔" قاسم علی نے جذباتی لہجہ اختیار کیا۔ "آپ مجھے صرف ایک بار اپنی زبان سے معاف کر دیں۔ اس کے بعد میں آپ کے حکم پر خود اپنے ہاتھوں سے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈال کر لٹک جاؤں گا۔"

"مجھے معلوم ہے قاسم علی کہ تم بے گناہ ہو بہرحال تمہارے اصرار پر تمہیں معاف بھی کرتا ہوں۔" میں نے اس کے دل کو تسلی دینے کی خاطر کہا پھر بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "رہا سراج صاحب کے مشورے پر عمل کرنے کا مسئلہ تو یہ تمہارے اختیار کی بات ہے۔"

"میں نرنجن لال کے خلاف بھری عدالت میں بھی گواہی دینے کو تیار ہوں صاحب۔" قاسم علی نے ٹھوس لہجے میں کہا۔ "ماسٹر ٹونی نے میرے اوپر بے شمار احسانات کیے ہیں۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ نرنجن لال کے اشارے پر اس کے آدمیوں نے اسے سیدھے ہاتھ سے محروم کیا ہے۔ ایسی صورت میں نرنجن لال کے خلاف ہر قسم کا بیان دینے کو تیار ہوں خواہ اس کا نتیجہ کچھ ہی نکلے۔"

"تم کل تک اچھی طرح سوچ لو اس کے بعد مجھے اپنے آخری فیصلے سے آگاہ کرنا۔ رہا سیٹھ پرشوتم کے گھر ڈاکا پڑنے کی واردات کا معاملہ تو اس سلسلے میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ہمارے بہترین وکیل تمہارا دفاع کریں گے۔"

قاسم علی کے جانے کے بعد میں دفتری کاموں میں مصروف ہو گیا۔ چار روز کی غیر حاضری میں اچھا خاصا کام جمع ہو گیا تھا۔ ملازمت اور کاروبار میں یہی ایک فرق ہے کہ کاروباری انسان جتنا بوتا ہے اتنا ہی کاٹتا ہے جبکہ ملازمت پیشہ فرد کو ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو ایک لگی بندھی رقم ملنے کی آس بہرحال ہوتی ہے۔ کاروبار میں ساکھ کا خیال بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ ایک بار کسی کی ساکھ خراب ہو جائے تو اس کو بحال کرنے میں اچھے خاصے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ کام نپٹانے کے ساتھ ساتھ میں وارثی اور عابد کو بلا کر اندرونی اور بیرونی معاملات کے بارے میں بھی صورت حال دریافت کرتا رہا۔ سب کی کارکردگی میری غیر موجودگی میں بھی ویسی ہی تھی جیسی میری موجودگی میں ہوتی تھی۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے کبھی کسی کام کو کسی شخص پر مسلط کرنے کی کوشش نہیں کی تھی اس لیے میرے عملے کا ہر فرد میرے ہر کام کو اپنا کام سمجھ کر کرتا تھا۔ ان کی بہتر کارکردگی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ میں انہیں اچھا خاصا معاوضہ دینے کے ساتھ کوئی بزنس لانے کا معقول معاوضہ الگ سے بھی دیتا تھا اور ان کا ہر طرح سے خیال رکھتا تھا۔ میں نے اپنے اور ان کے درمیان ایک فاصلہ ضرور رکھا تھا مگر ان سے ہمیشہ دوستانہ برتاؤ ہوتا تھا۔

ماسٹر ٹونی ہر چند کہ میری وجہ سے نرنجن لال کے عتاب کا شکار ہو کر تشکر کی کیفیت کے سبب اپنا سیدھا ہاتھ گنوا بیٹھا تھا لیکن اس کی کارکردگی میں بھی کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ اس کی حیثیت اب بھی نادر کنسٹرکشن کمپنی کے انچارج کی تھی۔ البتہ میں نے لکھنے پڑھنے کی خاطر اس کو ایک شخص اور فراہم کر دیا تھا لیکن سائٹ پر جو بھی کام ہوتا تھا وہ اس کی زیر نگرانی ہوتا تھا۔

شام کو مجھے اس وقت ٹائم کا احساس ہوا جب عارفہ نے چائے کی ٹرے لا کر میرے سامنے رکھی تھی۔ عام طور میں پانچ بجے تک آفس سے اٹھ جاتا تھا لیکن اس روز سات بجے کے بعد بھی میں کام نبٹانے میں اس قدر منہمک تھا کہ مجھے کسی بات کا احساس نہیں تھا۔ عارفہ چائے کی ٹرے رکھ کر جانے لگی تو میں نے اسے روکتے ہوئے کہا۔

"اگر زحمت نہ ہو تو میرے لیے ایک کپ چائے بنانے کی بھی تکلیف گوارا کر لو۔"

"ایز یو وش سر۔" اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا پھر کرسی پر بیٹھ کر میرے لیے چائے کا کپ تیار کرنے لگی۔

"مجھے تم سے ایک ضروری مشورہ بھی کرنا تھا۔" میں نے سامنے رکھی ہوئی فائل پر دستخط کر کے کام نبٹاتے ہوئے کہا۔

"کوئی خاص بات۔"

"ہاں۔" میں نے کرسی سے سر ٹکاتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔ "ندیم کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"جی۔" عارفہ ایک لمحہ کو گڑبڑا گئی پھر چائے کا کپ میرے سامنے رکھتے ہوئے بولی۔ "میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔"

"میں تم سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تم نے ندیم کے کردار کے بارے میں کیا نتیجہ اخذ کیا ہے؟" میں نے چائے کا ایک گھونٹ لیتے ہوئے سوال کیا۔

"آپ ان کے دوست ہیں اس لیے آپ جو اندازہ لگائیں گے وہ زیادہ بہتر رہے گا۔" عارفہ نے محتاط انداز میں جواب دیا۔

"اس کے باوجود میں تمہاری رائے جاننا پسند کروں گا۔" میں نے اصرار کیا تو عارفہ نے تھوڑے سے توقف

سے کہا۔

"بظاہر وہ خود کو بہت بے پروا، لاابالی اور دل پھینک ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ ان کا باطن ان کے ظاہر کے برعکس ہے لیکن آپ یہ سب مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

"اس لیے کہ مجھے تمہاری رائے کی ضرورت ہے۔" میں نے دیدہ دانستہ عارفہ کو چھیڑنے کی خاطر معنی خیز لہجے میں کہا۔ "فرض کرلو کہ ندیم جیسا ہی کوئی شخص خود کو تمہارے لیے پرپوز کرے تو تمہارا کیا جواب ہوگا؟"

"آئی ایم سوری سر" عارفہ نے سنبھل کر کہا۔ "میں ابھی اتنی ماڈرن بھی نہیں ہوئی ہوں کہ والدین کی موجودگی میں اپنی کسی مرضی کا اظہار کرسکوں۔"

"مجھے تمہارا جواب سن کر خوشی ہوئی۔" میں نے مسکراتے ہوئے دوسرا سوال کیا۔ "اب مجھے یہ بتاؤ کہ اگر تمہاری کوئی چھوٹی بہن ہوتی اور ندیم اس کے لیے خود کو پرپوز کرتا تو ایک بڑی بہن کی حیثیت سے تمہارا کیا مشورہ ہوتا؟"

"میرا ووٹ ندیم صاحب کے حق میں ہوتا لیکن اس کے ساتھ ایک شرط بھی ہوتی۔"

"وہ کیا؟"

"مسٹر ندیم کا کاروبار۔" عارفہ نے سنجیدگی سے کہا۔ "اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو کیونکہ مسٹر ندیم نے خود کو جس کاروبار سے منسلک کر رکھا ہے اسے لوگ بہرحال اچھی نگاہوں سے نہیں دیکھتے یہ اور بات ہے کہ وہ اس ماحول کی آلودگیوں سے پاک ہیں لیکن یہ بات ہر شخص کو تو نہیں سمجھائی جاسکتی۔"

"یہی ایک بات مجھے بھی الجھا رہی ہے حالانکہ میں جانتا ہوں کہ ندیم نے دریا میں رہنے کے باوجود کسی مگرمچھ سے دوستی نہیں کی۔ وہ ہر اعتبار سے مخلص، جاں نثار اور بہت ساری خوبیوں کا مالک ہے لیکن۔" میں نے چائے کا گھونٹ لے کر دیدہ و دانستہ اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا پھر تھوڑے توقف سے بولا۔ "کیا تم میری ایک مشکل آسان کرنے میں میرا ہاتھ بٹا سکتی ہو؟"

"آپ حکم کریں سر" عارفہ نے میرے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا بغور جائزہ لیتے ہوئے جواب دیا۔

"ندیم میرا بہت پرانا اور جگری دوست ہے۔ اس نے مجھ سے تسیم کے رشتے کی بات کی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم کسی طرح تسیم کی رائے اس انداز میں معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ اسے اس بات کا شبہ بھی نہ ہو کہ میں اس کی نجی زندگی پر اپنا کوئی حق استعمال کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"آپ فکر نہ کریں سر۔ میں تسیم کی رائے معلوم کرنے کی کوشش ضرور کروں گی۔ ویسا میرا ذاتی خیال ہے کہ یہ رشتہ ہر اعتبار سے مناسب ہوگا اس لیے کہ تسیم کو مسٹر ندیم کے بارے میں ہر بات کا علم ہے اور مسٹر ندیم اسے بہتر طور پر تحفظ بھی دے سکتے ہیں۔"

"میرا ذاتی خیال بھی وہی ہے جو تمہارا ہے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تسیم میرے حکم سے انکار نہیں کرے گی مگر میں اس کی مرضی معلوم کیے بغیر کوئی قدم اٹھانا پسند نہیں کروں گا۔"

پھر اس سے پیشتر کہ عارفہ کوئی جواب دیتی فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں کہا۔

"ہیلو شہباز خان دس اینڈ۔"

"میں سراج بول رہا ہوں۔" دوسری جانب سے سراج کی بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔ "میں نے ابھی آپ سے گھر پر رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن معلوم ہوا کہ آپ ابھی تک دفتر میں ہیں۔"

"آپ کچھ پریشان معلوم ہو رہے ہیں۔" میں نے پوچھا۔ "کوئی خاص بات۔"

"جی ہاں ہمارے پاس جو آخری ٹرپ کارڈ تھا وہ بھی پٹ گیا۔"

"کیا مطلب۔" میں نے تیزی اسے سوال کیا۔

"وکرم بھی پراسرار طور پر موت سے ہمکنار ہوگیا۔" سراج نے جواب دیا۔ "ابھی ابھی میرے ایک ماتحت نے مجھے اس کی موت کی اطلاع دی ہے۔ میں اب اسی کی طرف جا رہا ہوں۔"

"مسٹر سراج، کیا میں بھی آپ کے ساتھ چل سکتا ہوں۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"مجھے خوشی ہوگی۔ آپ آجائیں میں دفتر ہی میں ہوں۔" دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہوا تو میں تیزی سے اٹھ کر دفتر سے باہر آگیا۔ کالکا نے وکرم کے سلسلے میں مجھے اس بات کی یقین دہانی کرائی تھی کہ وہ اسے شنکر کی کالی قوتوں کا شکار نہیں ہونے دے گی۔

"پھر؟ وکرم کی موت میں کس کا ہاتھ تھا۔" یہ سوال میرے ذہن کو پریشان کر رہا تھا۔

ابھی پنڈت بنسی دھر سے دو دو ہاتھ کیے مجھے چوبیس

[…]ئے بھی نہیں گزرے تھے کہ وکرم کی موت کی اطلاع نے [می]رے ذہن کو پھر پراگندہ کردیا۔ سراج نے مجھے یہی بتایا تھا کہ وکرم کی موت بھی پراسرار حالات میں ہوئی ہے۔ ایسی [ص]ورت میں فوری طور پر یہی نتیجہ اخذ کرسکتا تھا کہ شنکر نے [پن]ڈت بنسی دھر کا انتقام لینے کی خاطر ایک بار پھر میرے [خل]اف سرگرم عمل ہونے کی کوشش کی تھی۔

کچھ دیر پیشتر ہی میری اور سراج کی بات ہوئی تھی اور [...]نے نرنجن لال کو نقصان پہنچانے کی خاطر سراج سے [تع]اون کرتے ہوئے قاسم علی کو اس بات پر آمادہ کرلیا تھا کہ [...] نرنجن لال کے خلاف سیٹھ پرشوتم کے گھر ہونے والی ڈکیتی [کے کی]س میں بطور گواہ پیش ہوگا۔ پنڈت بنسی دھر سے نمٹنے کے [بع]د میں نے حالات کے پیش نظر یہ مناسب نہیں سمجھا تھا کہ [...]ری طور پر نرنجن لال کو چھیڑا جائے لیکن بہرحال اس کی [س]اکھ کو نقصان پہنچانا ضروری سمجھتا تھا اور اس کی وجہ یہ [تھی] کہ اس نے محض ایک ٹینڈر ہاتھ سے نکلنے کے بعد مجھے [او]ر میرے عملے کے افراد کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا تھا۔ [اس] کے ہاتھ متعدد افراد کے خون سے رنگے ہونے کے [باوج]ود ابھی تک بظاہر اجلے نظر آرہے تھے لیکن ابھی میں [ن]ے اسے سراج کے ہاتھوں بے نقاب کرنے کے بارے میں [گف]تگو کا آغاز ہی کیا تھا کہ وکرم کو راستے سے ہٹا دیا گیا۔ کالکا [ن]ے میری ایما پر وکرم کو زبان کھولنے سے روک رکھا تھا [ور]نہ اس کی گواہی نرنجن لال کی شہرت کو دھچکا پہنچانے کا [سب]ب بن سکتی تھی۔ کالکا نے مجھے اس بات کا یقین بھی دلایا [تھ]ا کہ وہ کم از کم وکرم کو شنکر کے عتاب سے محفوظ رکھے گی۔ [ا]یسی صورت میں وکرم کی موت کی اطلاع میرے لیے کسی [خطر]ناک دھماکے سے کم ثابت نہیں ہوئی۔

میں اس وقت سراج کی پک اپ میں بیٹھا جیل کی [ط]رف جا رہا تھا۔ میرے علاوہ سراج بھی کسی گہری سوچ میں [غرق] تھا۔ وہ بھی وکرم کو نرنجن لال کے سلسلے میں ٹرپ کارڈ [تص]ور رہا تھا جو اچانک اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔

سراج کی خواہش پر وکرم کی لاش ابھی تک جائے وقوعہ [س]ے نہیں ہٹائی تھی۔ جیل کی اس بیرک میں جہاں وکرم کی [لاش] سنگلاخ زمین پر خون میں لت پت پڑی تھی وہاں پولیس [کے] دوسرے ذمے دار افسران بھی موجود تھے۔ جیلر کے بیان [ک]ے مطابق وکرم کو جس بیرک میں رکھا گیا تھا۔ وہ قیدیوں [کے] ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھا پھر بیٹھے بیٹھے اچانک [و]اس طرح بوکھلا کر کھڑا ہوا جیسے اسے موت کا ہرکارہ نظر [آگ]یا ہو۔ اس کے منہ سے ایک ہی جملہ بار بار ادا ہو رہا تھا۔

"تمہیں مقدس مریم اور حضرت مسیح کی قسم۔ مجھے مت مارو۔ میرا گلا مت گھونٹو۔ مجھے چھوڑ دو۔" پھر وکرم کی آواز بتدریج اس کے حلق میں گھٹنے لگی۔ اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے جیسے کوئی نادیدہ قوت پوری شدت سے اس کا گلا گھونٹ رہی ہو۔ اس کے چہرے پر شدید کرب تھا اور آنکھیں آہستہ آہستہ حلقوں سے ابلی پڑ رہی تھیں۔ کچھ دیر تک وہ اسی کیفیت سے دوچار، دونوں ہاتھوں سے کسی نادیدہ ہاتھ کو تھامے خود کو موت سے نجات دلانے کی کوشش کرتا رہا اس کے بعد اس کے منہ سے یکلخت خون جاری ہوگیا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے کوئی طاغوتی قوت اسے ذبح کر رہی تھی۔ وکرم چکرا کر فرش پر گرا کچھ دیر تک موت کے سرد ہاتھوں سے چھٹکارا پانے کی خاطر تڑپ تڑپ کر جدوجہد کرتا رہا پھر ٹھنڈا پڑ گیا۔

جیل کے ڈاکٹر کا بیان تھا کہ دو روز قبل جب اس نے قیدیوں کا چیک اپ کیا تھا اس وقت اس نے وکرم کو کلی طور پر صحت مند پایا تھا۔

سراج نے ضروری بیان قلم بند کیے۔ ضابطے کی دوسری کارروائی مکمل کی پھر لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے روانہ کر دیا۔ جو نو قیدی وکرم کے ساتھ بیرک میں موجود تھے۔ ان سے الگ الگ بھی پوچھ گچھ کی گئی لیکن سب کا بیان ایک ہی تھا۔ وہ سب عادی مجرم تھے جو اپنے اپنے جرم کی سزا بھگت رہے تھے۔ جیل آنا جانا اور سزائیں بھگتنا ان کا معمول بن چکا تھا لیکن وکرم کی موت جس انداز میں ہوئی تھی۔ اسے دیکھ کر وہ بھی بری طرح سہمے سہمے نظر آرہے تھے۔ میں سراج کے ہمراہ خاموش تماشائی کی طرح تمام صورت حال کا جائزہ لیتا رہا۔ مجھے یقین تھا کہ وکرم کی موت بھی ان ہی لوگوں کے ہاتھوں عمل میں آئی ہے جو میرے خلاف برسرپیکار تھے لیکن مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ کالکا کی یقین دہانی کے باوجود وکرم کو کس طرح راستے سے ہٹا دیا گیا؟

جیلر بار بار میری طرف اس طرح دیکھ رہا تھا۔ جیسے یا تو اسے وہاں سراج کے ساتھ میری موجودگی پسند نہ آئی ہو یا پھر وہ مجھے پہچاننے کی کوشش کر رہا ہو۔ تفتیش مکمل کرنے کے بعد ہم واپس ہونے لگے تو اس سے چپ نہ رہا گیا۔ اس نے براہ راست مجھ سے مخاطب ہو کر کہا "میرا خیال ہے کہ میں نے آپ کو کہیں دیکھا ہے؟ کہاں یہ یاد نہیں آرہا۔"

"آئی ایم سوری۔" سراج نے جلدی سے کہا۔ "میں

تفتیش میں اس قدر مصروف تھا کہ آپ کا اور مسٹر شہباز کا تعارف کرانا وہ بھول ہی گیا۔" پھر اس نے میری سمت اشارہ کرتے ہوئے جیلر سے کہا۔ "یہ ریٹائرڈ ڈی آئی جی نادر خان صاحب کے صاحبزادے ہیں شہباز خاں۔"

"خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" جیلر نے مجھ سے بے تکلفی سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ "میرا اندازہ اگر غلط نہیں ہے تو شاید آپ نے بھی مقابلے کا امتحان پاس کرنے کے بعد پولیس کا محکمہ جوائن کرلیا تھا۔"

"جی ہاں میں آپ کے خیال کی تردید نہیں کروں گا۔"

"آج کل آپ کی پوسٹنگ کہاں ہے؟"

"میں نے ملازمت سے استعفیٰ دے کر اپنا بزنس شروع کردیا ہے۔"

"آئی سی۔" جیلر نے مسکرا کر جواب دیا۔ "گویا آپ کو پولیس کی ملازمت پسند نہیں آئی۔"

"یہ بھی ہو سکتا کہ پولیس کے محکمے کو میں پسند نہ آیا ہوں۔" میں نے بذلہ سنجی سے کہا تو جیلر اپنا بے اختیار مگر مصنوعی قہقہہ ضبط نہ کرسکا۔

جیل سے واپسی کے دوران بھی ہمارے درمیان کچھ دیر خاموشی رہی۔ پولیس پک اپ میں ہمارے علاوہ ایک مسلح گارڈ بھی تھا۔

"مسٹر شہباز۔" سراج نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے پوچھا۔ "آپ نے وکرم کی موت کے بارے میں کیا اندازہ لگایا ہے۔"

"مجھے مکمل یقین ہے کہ وکرم کی موت بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے جو محسن علی کی موت سے شروع ہوئی تھی۔"

"یہ بھی اچھا ہوا کہ وکرم کی موت جیل کسٹڈی میں ہوئی ورنہ ــــــ"

"میں آپ کی پوزیشن سمجھ رہا ہوں۔" میں نے سراج کے چہرے پر نظر آنے والی بے بسی کا اندازہ لگاتے ہوئے کہا۔ "آپ کی جگہ اگر میں ہوتا تو شاید میری بھی یہی کیفیت ہوتی لیکن میرا خیال ہے کہ اب آپ نرنجن لال پر ہاتھ ڈال ہی دیں۔ میں نے قاسم علی کو آمادہ کرلیا ہے مگر اس سے پیشتر آپ ایک بار پھر غور کرلیں کہ نرنجن لال کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔"

"آپ جیسا مناسب سمجھیں۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "لیکن جو بھی جوابی کارروائی ہو اس میں دیر نہیں ہونی چاہیے۔ میرا مشورہ ہے کہ نرنجن لال کے سلسلے میں ایسے حالات پیدا کردیے جائیں کہ وہ بوکھلا جائے۔ میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ انسان بوکھلاہٹ میں کچھ ایسی غلطیاں کر بیٹھتا ہے جو اس کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوتی ہیں۔"

"اگر آپ اجازت دیں تو میں اسی وقت قاسم علی کو اپنے ساتھ لے جا کر مجسٹریٹ کے روبرو اس کا بیان قلم بند کرا دوں لیکن ــــــ" سراج کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"لیکن کیا۔" میں نے پوچھا۔

"ہو سکتا ہے کہ جن نادیدہ قوتوں نے اب تک پولیس کے سامنے آنے والی شہادتوں کو ختم کردیا ہے۔ وہ قاسم علی کو بھی اپنا نشانہ بنانے سے دریغ نہ کریں۔"

"ہونے کو تو سب کچھ ہو سکتا ہے مسٹر سراج لیکن مقدر کے لکھے کو کوئی طاقت نہیں ٹال سکتی۔"

"آپ نے میری ایک بڑی مشکل حل کردی ورنہ میرا خیال تھا کہ آپ شاید قاسم علی کے سلسلے میں اپنی رضامندی کا اظہار نہ کریں گے۔"

"میں نے جو کچھ کیا ہے بہت سوچ سمجھ کر کیا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "سیٹھ پرشوتم کے گھر پڑنے والے ڈاکے کا جرم اگر قاسم علی کے اوپر ثابت ہو جاتا ہے تو اسے لمبی سزا کاٹنی پڑے گی۔ موجودہ صورت ہی اس کے بچاؤ کے لیے شارٹ کٹ بھی ثابت ہو سکتی ہے۔"

"مجھے سو فیصد یقین ہے کہ اس ڈاکے میں قاسم علی کا ہاتھ شامل نہیں ہوگا لیکن چونکہ سامان کی برآمدگی اس کے گھر سے ہوئی تھی اس لیے اس کی پوزیشن ذرا مختلف ہوگئی ہے لیکن آپ مطمئن رہیں۔ میں اسے بچانے کی پوری کوشش کروں گا۔"

"مسٹر سراج آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے نرنجن لال کے سلسلے میں کہا تھا کہ میں اپنا شکار خود کرنے کا عادی ہوں۔"

"جی ہاں اور میں نے آپ کو اس وقت بھی یہی مشورہ دیا تھا قانون کو ہاتھ میں لینا آپ کے حق میں مناسب نہیں ہوگا۔" سراج نے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔

"بہرحال اب یہ موقع آپ کو مل رہا ہے میں یہی چاہوں گا کہ نرنجن لال کو حراست میں لینے کے بعد آپ اس واقعے کی اتنی پبلسٹی کریں کہ وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہ جائے۔" میں نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔ "دوسری شکل میں نرنجن لال سے اپنا حساب برابر کرنے کی خاطر مجھے خود میدان میں اترنا پڑے گا۔"

"اس کی نوبت نہیں آنے پائے گی۔"

پھر میں نے قاسم علی کو پوری طرح حالات سے آگاہ کر کے سراج کے حوالے کردیا اور خود واپس گھر آگیا۔

❁

رات کو کھانے کے بعد میں کچھ دیر تک والدین کے ساتھ بیٹھا ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا پھر اپنی خواب گاہ میں گیا تو میرے ذہن میں وکرم کی موت کا خیال تازہ ہو گیا۔ میں یہ جاننے کے لیے بے چین تھا کہ اس کی موت کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے؟ اگر کالکا نے میرے ساتھ عہد شکنی کی تھی تو اس کا کیا سبب تھا؟ کیا پنڈت جسی دھر کے اوپر جو گزری تھی اس نے کالکا کو ناراض کردیا تھا؟ مگر کیوں؟ اسی کو نجات دلانے کی خاطر تو میں نے پنڈت جسی دھر کے اس منڈل کو توڑنے کی خاطر جان کی بازی لگا دی تھی جس کے اندر بیٹھا وہ کالکا کو ہمیشہ کے لیے اپنا غلام بنانے کے خواب دیکھ رہا تھا؟ کیا کالکا چاہتی تھی کہ وہ منحوس پنڈت اپنے ارادے میں کامیاب ہو جائے؟ کیا وکرم کی موت میں براہ راست کالکا کا ہاتھ شامل تھا یا اس نے وکرم کو اپنے تحفظ سے آزاد کر کے کسی اور کے ذریعے اسے راستے سے ہٹا دیا تھا؟ اور اگر وہ سب کالکا ہی کی شعبدے بازی تھی تو پھر وہ قاسم علی کو بھی مجسٹریٹ کے سامنے پیش ہونے سے پیشتر زندگی کی قید سے آزاد کرسکتی تھی؟

میرے ذہن میں مختلف خیال ابھر رہے تھے ندیم اور نسیم کی شادی کا مسئلہ بھی میرے لیے اہم تھا۔ میں چاہتا تھا کہ نسیم جتنی جلدی ندیم کی محفوظ پناہ گاہ میں منتقل ہو جائے اتنا ہی اچھا ہے۔ اسی غرض سے میں نے اس کی مرضی معلوم کرنے کی خاطر عارفہ کو درمیان میں ڈالا تھا۔ میں چاہتا تو براہ راست بھی نسیم سے بات کرسکتا تھا وہ میرے کسی حکم سے سرتابی نہ کرتی شاید اس لیے کہ وہ مجھے اپنا محسن سمجھ رہی تھی۔ میرے سامنے کھل کر اپنا مدعا بیان کرتے ہوئے ضرور جھجکتی۔ میں اس پر اپنی مرضی مسلط کرنے کو تیار نہیں تھا بہرحال میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ نسیم ندیم کے سلسلے میں اپنی ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کرے گی۔

اس کے علاوہ امی کی باتوں نے بھی مجھے قدرے پریشان کردیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ خواب میں بڑے ابا نے ان سے میرے متعلق اپنی خفگی کا اظہار کیا تھا۔ مجھے ان کی ناراضگی کا سبب معلوم تھا۔ میں نے برفانی غار میں سفید ریش کمبل پوش کی بات نہیں مانی تھی اور جسی دھر کا منڈل توڑنے کی ضد کی تھی پھر شاید مجھے کسی پریشانی سے بچانے کی خاطر خدا کے اس برگزیدہ بندے نے جلالی حالت میں اپنی لکڑی استعمال کی تھی۔ اس کے بعد کیا ہوا مجھے کچھ یاد نہیں۔ پنڈت جسی دھر مر چکا تھا یا ابھی تک زخمی حالت میں کہیں زندگی اور موت کے درمیان پڑا کراہ رہا تھا؟ مجھے اس کے بارے میں کوئی یقینی بات نہیں معلوم تھی۔

بہرحال مجھے اس بات کا بخوبی علم تھا کہ بڑے نانا کی خفگی میرے حق میں نقصان دہ بھی ثابت ہو سکتی ہے۔ شاید ان کی ناراضگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ہی شیطانی قوتوں نے وکرم کو راستے سے ہٹا کر مجھے للکارنے کی کوشش کی ہو۔ ممکن ہے مجھے کسی پیش آنے والے خطرے سے بچانے کی خاطر بڑے نانا نے دریا یا سمندر عبور کرنے کا مشورہ دیا ہو۔ اس مشورے کے پیچھے بھی ان کی کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور کار فرما ہوگی۔ میں خود بھی بیرونی ممالک میں ایک دو جگہ اپنے فرم کی برانچ کھولنے کے بارے میں غور کرچکا تھا مگر اب حالات نے ایک نئی صورت اختیار کرلی تھی جو میرے لیے پریشان کن ثابت ہو رہی تھی۔

میں نے اپنی انگوٹھی پر نظر ڈالی وہ صندلی انگوٹھی اس بات کی ضمانت تھی کہ ابھی تک سفید ریش بزرگ کا سایہ کسی نہ کسی انداز میں میرے سر پر موجود ہے اور میں اس بات سے مطمئن تھا کہ اس انگوٹھی کی موجودگی میں شیطانی قوتیں میرے دل کا بھید نہیں جان سکیں گی۔ میں بڑی دیر تک بستر پر پڑا کروٹیں بدلتا رہا اور آنے والے کل کے بارے میں منصوبے بناتا رہا تھا پھر معاً ایک فوری خیال کے تحت میں نے ریسیور اٹھا کر نرنجن لال کے نمبر ڈائل کرنے شروع کیے۔ اس وقت رات کے گیارہ کا عمل تھا اور مجھے امید تھی کہ نرنجن لال اپنی خواب گاہ میں ہی ہو گا۔ میرا اندازہ غلط نہیں ثابت ہوا۔ تیسری گھنٹی پر دوسری جانب سے ریسیور اٹھالیا گیا پھر نرنجن لال کی آواز ابھری۔

"ہیلو۔"

"میں نے تمہیں اس وقت ڈسٹرب تو نہیں کیا۔" میں نے سپاٹ لہجے میں دریافت کیا۔

"تم ــــ" نرنجن لال کے لہجے میں یکلخت تیزی آگئی۔ "اس وقت فون کرنے کا مقصد کیا ہے؟"

"مجھے تمہارے ساتھ کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "سب سے پہلے میں اس بات پر تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تم نے سامنے آنے کے بعد اپنی زبان کھولنے کی حماقت نہیں کی۔ دوسری صورت میں بھی تم میرے خلاف کوئی قانونی قدم نہیں اٹھا سکتے تھے۔"

"کیا تم نے صرف یہی بکواس کرنے کی خاطر مجھے فون کیا ہے۔"

"اس کے علاوہ تمہارے لیے ایک خوش خبری بھی ہے۔ میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "وکرم کا پتا صاف ہو گیا ہے۔"

"فضول باتیں مت کرو۔ میں ہر شخص سے بے تکلف ہونے کا عادی نہیں ہوں۔"

"کیا تم میرا شمار بھی ہر شخص میں کر رہے ہوں جبکہ ہمارے اور تمہارے تعلقات تو بہت پرانے ہیں۔" میں نے بھرپور طنز کیا۔

"میری ایک بات مانو گے شہباز خان۔" وہ ماؤتھ پیس میں غرایا۔

"کہو۔"

"دوبارہ مجھے فون کرنے کی بے وقوفی نہ کرنا اور ایک بات غور سے سن لو جو کچھ ہو چکا ہے وہ محض ایک اتفاق تھا میں اتنی کچی گولی بھی نہیں ہوں کہ تم جیسے بچے مجھے آسانی سے ہضم کر لیں۔" اس کے لہجے میں جھنجھلاہٹ تھی۔ "مجھے جوابی کارروائی کے لیے مجبور نہ کرو تو بہتر ہو گا۔"

"یہی بات ایک بار میں نے کہی تھی لیکن تم نے نہیں مانی تھی پھر جو کچھ ہوا وہ تمہیں معلوم ہے۔"

"اور اب جو کچھ ہو گا اس کا علم تمہارے فرشتوں کو بھی نہیں ہو سکے گا۔" نرنجن لال نے جھلا کر کہا۔

"گڈ۔" میں نے اس کا مضحکہ اڑانے کی کوشش کی۔ "میں بھی چاہتا ہوں کہ ہم مردوں کی طرح کھل کر مقابلہ کریں۔ بزدلوں کی طرح پشت سے چھپ کر وار کرنا نامردوں کا کام ہوتا ہے۔"

"گویا تم مجھے چیلنج کر رہے ہو؟"

"دوستی اور دشمنی میں ہر حربہ جائز ہوتا ہے۔" میں نے مبہم انداز اختیار کیا۔ "کل کیا ہونے والا ہے یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا ویسے تمہاری اطلاع کے لیے یہ بھی بتا دوں کہ تمہارے پنڈت جسی دھر کا جاپ، جنتر منتر اور منڈل وغیرہ سب کچھ دھرے کا دھرا رہ گیا۔"

"سانپ کے بل میں ہاتھ ڈالنے کی کوشش مت کرو شہباز خاں ورنہ بڑے گھاٹے میں رہو گے۔" اس نے سرسراتے لہجے میں کہا۔

"ہم دونوں بزنس مین ہیں نرنجن لال۔" میں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ "بزنس میں نفع و نقصان تو ہوتا ہی رہتا ہے۔ خود اپنی مثال لے لو۔ ایک ٹینڈر ہاتھ سے نکل جانے کے بعد تم آج بھی کانٹوں پر لوٹ رہے ہو۔"

"شٹ اپ۔" ریسیور پر نرنجن لال کی گھن گرج سنائی دی۔ "تم لوگ اپنا کام کر چکے۔ اب میری باری ہے۔ اسے دھیان میں رکھنا۔"

پھر دوسری جانب سے ریسیور رکھنے کی آواز سنائی دی تو میں نے بھی مسکراتے ہوئے ریسیور واپس کریڈل پر رکھ دیا۔ ویسے مجھے خوشی تھی کہ میں اس وقت نرنجن لال کو تاؤ دلانے کے بعد اس کے دل کا بھید زبان سے اگلوانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ یہ بات اور تھی کہ وہ ہمارے خلاف جوابی کارروائی کے لیے جو بھی منصوبے بنا رہا تھا اس میں حق بجانب تھا۔ اس کی جگہ اگر میں ہوتا تو شاید میں بھی وہی کرتا۔

نرنجن لال سے گفتگو کرنے کے بعد میں خود کو بہت ہلکا محسوس کر رہا تھا۔ میرے دل میں جو غبار تھا وہ بڑی حد تک کم ہو گیا۔ میں بڑی سنجیدگی سے سوچ رہا تھا کہ قاسم علی کے بیان کے بعد جب سراج نرنجن لال کو قانون کے شکنجوں میں جکڑے گا اور اس کی جگ ہنسائی ہو گی۔ اس وقت نرنجن لال کی ذہنی کیفیت کیا ہو گی؟ کیا وہ اپنے بزنس اور شہرت کو پہنچنے والے اس شدید دھچکے کو آسانی سے برداشت کر لے گا؟

پنڈت جسی دھر کا زور ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو چکا تھا۔ اب صرف ایک شنکر میرے راستے کا کانٹا باقی رہ گیا تھا۔ اپنے گرو کی شکست کا انجام دیکھنے کے بعد اس کے ناپاک وجود کے اندر خوف کی ایک لہر ضرور سرایت کر گئی ہو گی لیکن وہ ذات کا چمار تھا اس لیے خاصا ڈھیٹ واقع ہوا تھا۔ میرا خیال تھا کہ اب وہ میرے خلاف کوئی قدم اٹھانے سے پیشتر اپنے گرو دیو کے انجام کو ضرور پیش نظر رکھے گا۔ رہی کالکا کی ذات تو مجھے یہی خیال تھا کہ اس نے پنڈت جسی دھر کو پیش آنے والے حادثے کے بعد سکون کا سانس ضرور لیا ہو گا۔

مگر وہ اب تک کہاں غائب تھی؟ اور وکرم کی پراسرار موت میں کس شیطانی عمل کو دخل تھا؟ یہ دونوں سوال میرے لیے پریشان کن تھے۔ ابھی میں اپنی ذہنی جمناسٹک میں مصروف تھا کہ اچانک مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میری خواب گاہ میں میرے سوا کوئی اور بھی موجود ہے۔ میں نے پلٹ کر پشت کی جانب دیکھا۔ خوابگاہ کا دروازہ اندر سے بند تھا وہاں میرے سوا کوئی اور موجود نہیں تھا۔ "کالکا" میرے تصور میں اس کا خیال ابھرا لیکن میں نے جاننے کے باوجود اسے آواز نہیں دی تھی۔ شاید جسی دھر کو نیچا دکھانے کے بعد میں مغرور ہو گیا تھا۔ میری خواہش تھی کہ میرے بلائے بغیر کالکا اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ اپنے بے پناہ حسن کا جادو جگاتی اس طرح میرے سامنے آئے جیسے کسی شاہی دربار میں بادشاہ وقت کے سامنے کوئی کنیز پیش ہو کر کورنش بجا لاتی ہے۔

کالکا لامحدود پراسرار قوتوں کی مالک تھی اکثر وہ آڑے وقتوں میں کام آئی تھی لیکن میں نے اسے پنڈت جسی دھر کی قید میں جانے سے پہلے ہی آزاد کرا لیا تھا ایسی صورت میں میری یہ خواہش بے جا بھی نہیں تھی کہ وہ میرے بلائے بغیر میرے سامنے آتی اور میرا شکریہ ادا کرتی۔ خوابگاہ میں ابھرنے والی آہٹ اس بات کی یقین دہانی کر رہی تھی کہ وہاں میرے ساتھ کوئی نادیدہ شیطانی قوت بھی موجود تھی لیکن میں اس سے خوف زدہ نہیں تھا اس لیے کہ صندلی انگوٹھی میری انگلی میں موجود تھی اس کے علاوہ میں اپنے بستر پر لیٹنے سے پیشتر آیت الکرسی پڑھ کر کمرے کا حصار کرنا بھی نہیں بھولا تھا۔ مجھے خدا کی ذات سے امید تھی کہ اس حصار کے اندر داخل ہو کر کوئی ناپاک اور پلید قوت مجھے کسی قسم کا گزند نہیں پہنچا سکتی۔ میں ان ہی خیالات میں محو تھا کہ کالکا کی مانوس آواز میرے کانوں میں سرسراتے ہوئے ابھری۔

"شہباز تمہاری کالکا رانی اس وقت تمہارے بہت قریب موجود ہے۔"

"میں کیسے یقین کر لوں؟" میں نے شوخی سے جواب دیا۔ "اگر تم واقعی کالکا ہو تو اس خلوت کدے میں تمہیں پوری رعنائیوں کے ساتھ چھم چھم کرتے ہوئے میرے سامنے آنا چاہیے تھا۔ تمہارے گداز ہونٹوں پر ایسی مسکراہٹ ہوتی جو میرے وجود کو گنگنا دیتی۔ تمہارے چہرے پر ایسا نکھار ہوتا جسے دیکھ کر وقت کی دھڑکنیں تھم جاتیں اور تمہاری سحر انگیز آنکھوں میں جام و مینا کے ساغر اس طرح چھلکتے نظر آتے کہ میں بن پیے لڑکھڑا جاتا پھر کیف و مستی کے عالم میں راز و نیاز کی باتیں ہوتیں اور ہم مل جل کر اس رات کو یادگار بنا دیتے۔"

"مجھے معاف کرنا شہباز ابھی وہ سمے نہیں آیا جب میں تمہارے چرنوں میں دیوداسیوں کی طرح ہنستی مسکراتی پیش ہو سکوں۔" اس نے بجھے بجھے لہجے میں جواب دیا تو میں چونکا۔

"کیا پنڈت جسی دھر کے کریا کرم کے بعد اب کوئی دوسری رکاوٹ پیش آ رہی ہے؟" میں نے سنجیدگی اختیار کر لی۔

"تم نے میرے اوپر جو اپکار (احسان) کیا ہے وہ میں سارا جیون نہیں بھولوں گی پرنتو تم نے میرا کہا نہ مان کر اچھا نہیں کیا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔ "کیا تم کو پنڈت جسی دھر کی غلامی زیادہ عزیز تھی۔"

"نہیں تم میرا مطلب نہیں سمجھے۔" وہ جلدی سے وضاحت کرتے ہوئے بولی۔ "اس کا جاپ تو پورا ہونے میں ابھی کچھ سمے باقی تھا اور مجھے وشواس تھا کہ میں کوئی نہ کوئی اوپائے کر کے اس کے جاپ میں ایسا بھنگ گھولنے میں سپھل ہو جاتی کہ اس کے سارے کیے کرائے پر پانی پھر جاتا۔ اس کا سارا گیان دھیان مٹی میں مل جاتا۔"

"یہ تم کہہ رہی ہو کالکا؟" میں نے شکوہ کیا۔ "تم جس کی خاطر میں نے شنکر جیسے پاپی سے ٹکر لینے کی ٹھان لی جسی دھر جیسے پنڈت سے ٹکرانے کا ارادہ کر کے اپنی زندگی داؤ پر لگا دی۔"

"مجھے اس کا وشواس پہلے سے تھا کہ تم جسی دھر کے مقابلے میں اوش سپھل ہو گے۔ اس لیے کہ جس چھایا نے تمہارے اور میرے بیچ ایک دیوار کھڑی کر دی ہے جو شکتی تمہاری سہائتا کر رہی ہے وہ شنکر اور پنڈت کے مقابلے میں زیادہ بلوان ہے۔" کالکا نے سپاٹ آواز میں کہا۔ "میں ابھی تک اس شکتی کا راز نہیں معلوم کر سکی لیکن مجھے اس بات کی بھی خبر تھی کہ اگر تم نے پنڈت جسی دھر کے منڈل کو توڑ کر اس کے جاپ میں خلل پیدا کیا تو دیوی اور دیوتا سب ایک ساتھ اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اس لیے میں نے آخری سمے تک تمہیں روکنے کی کوشش کی تھی پرنتو تم نے میرا کہا نہیں مانا۔"

"میں اب بھی تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔"

"زیادہ کھنگالنے کی کوشش کرو گے تو بات اور الجھ جائے گی۔" کالکا نے بدستور بجھے بجھے انداز میں جواب دیا۔ "فی الحال میں تمہیں کیول اتنا بتا سکتی ہوں کہ تمہاری کالکا رانی سے وہ شکتی چھین لی گئی ہے جس کے سہارے وہ کوئی روپ بھی دھار سکتی تھی۔ اب تم صرف میری آواز سن سکتے ہو۔ مجھے دوبارہ کسی روپ میں دیکھنے کی خاطر تمہیں کئی چندرما کے چڑھنے اور اترنے تک انتظار کرنا ہو گا۔"

"کیا وہ پاپی ابھی تک زندہ ہے یا آگ میں جل کر ہمیشہ کے لیے بھسم ہو گیا جس کی وجہ سے تمہاری روپ بدلنے کی

قوت چھین لی گئی ہے۔" میں نے تلملا کر پوچھا۔

"مجھے افسوس ہے میں اس سوال کا جواب نہیں دے سکتی۔"

"کیا تمہیں میرے سوالوں کا جواب دینے سے بھی روک دیا گیا ہے؟" میں نے تلملا کر دریافت کیا۔

"نہیں۔" کالکا نے جواب دیا۔ "لیکن کچھ باتیں ایسی ضرور ہیں کہ اگر میں نے ان کا جواب دیا تو ایک بار پھر پتھر کی مورتی میں ڈھل جاؤں گی۔"

"شنکر کے بارے میں تمہارا خیال ہے کہ جسی دھر کے بعد بھی وہ مجھ سے پنجہ لڑانے کی حماقت کرے گا؟"

"شنکر کو اپنے گرو دیو پر پڑنے والی چتا نے دیوانہ کر دیا ہے۔" کالکا نے جواب دیا۔ "اس کی حالت اس خارش زدہ کتے جیسی ہو رہی ہے جس پر اچانک شہد کی مکھیوں نے حملہ کر دیا ہو۔ اس پاپی کے من میں تمہاری اور (جانب) سے کھوٹ ہی کھوٹ بھرا ہے پرنتو میں یہ بھی جانتی ہوں کہ وہ میرے ہوتے تمہارے ساتھ کوئی چھل کپٹ نہیں کر سکے گا۔"

"کیا تم شنکر کے مقابلے میں اب بھی میری مدد کر سکتی ہو؟" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔ "کیا تمہارے دیوی دیوتا اس بات کو پسند کریں گے؟"

"شنکر کی جگہ کوئی اور ہوتا تو شاید میں تمہاری کوئی سہائتا نہ کر پاتی لیکن وہ چونکہ نیچ ذات ہے اس لیے بلوان شکتیاں اسے اپنے برابر کا نہیں سمجھتیں۔" کالکا نے جواز پیش کیا۔ "اسی کارن اس نے پنڈت جسی دھر کے چرنوں میں شرن (پناہ) حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"کالکا۔" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔ "کیا تمہیں معلوم ہے کہ وکرم مر چکا ہے؟"

"ہاں میں جانتی ہوں۔"

"لیکن تم نے مجھے وچن دیا تھا کہ وکرم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔"

"مجھے افسوس ہے شہباز کہ میں وکرم کو نہ بچا سکی۔" کالکا نے کہا۔ "دیوی دیوتاؤں نے میرے اوپر کچھ پابندیاں لاگو کر دی ہیں۔"

"کیا تم مجھے یہ بتانا پسند کرو گی کہ وکرم کی موت میں کس کا ہاتھ ہے؟"

"نہیں میں اس بارے میں زبان نہیں کھول سکتی۔" کالکا کے لہجے میں بے بسی کا احساس جھلک رہا تھا۔

"نرنجن لال کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

میں نے اسے ٹٹولنے کی کوشش کی۔ "کیا وہ بھی شنکر کی مدد لینے کی کوشش کرے گا؟"

"میں پورے وشواس سے نہیں کہہ سکتی۔"

"پھر تم اس وقت یہاں کیوں آئی ہو؟" میں جھلا کر بولا۔ "کیا مجھے صرف یہ بتانے کی خاطر کہ اب تمہاری حیثیت محض پتھر کی اس بے جان مورتی کی سی ہے جسے میں نے روپ نگر میں کیچڑ سے نکالا تھا۔"

"سمے سمے کی بات ہے جو تم اتنی اکھڑی اکھڑی باتیں کر رہے ہو پرنتو ایک بات دھیان میں رکھنا موسم سدا ایک جیسا نہیں رہتا۔" اس نے تلملا کر جواب دیا۔ "رت بدلے گی تو تمہیں جیون میں ایک بار پھر اپنی کالکا رانی کی یاد اوش ستائے گی۔"

"کل کیا ہوگا اس کے بارے میں یقین سے نہیں کہا جا سکتا۔" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔ "کیا تم نے کبھی سپنے میں بھی سوچا تھا کہ میں تمہارے بلوان پنڈت جسی دھر کو ایک ہی پٹخنی دے کر آکاش سے دھرتی پر لے آؤں گا۔"

"میں اب جا رہی ہوں شہباز ایک چھوٹی سی دجے (جیت) نے تمہیں بہت زیادہ گھمنڈی بنا دیا ہے لیکن میری بات دھیان سے سن لو اگر تم مکتی چاہتے ہو تو کہیں دور چلے جاؤ ورنہ سارا جیون ہاتھ ملتے رہو گے۔"

پھر میں نے اسے کئی بار آواز دی لیکن اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ شاید وہ مجھ سے روٹھ کر چلی گئی تھی لیکن جاتے جاتے اس نے مجھے مشورہ دیا تھا اسے سن کر میں چونکے بغیر نہیں رہ سکا اس لیے کہ میرے بڑے نانا نے بھی خواب میں میری امی کو یہی اشارہ دیا تھا کہ میں کسی دریا یا سمندر کا سفر اختیار کروں۔

رات خاصی دیر تک میں کالکا کے کہے ہوئے آخری جملوں پر غور کرتا رہا پھر نیند کے جھونکوں نے میرے ذہن پر غلبہ پا لیا۔

❁

دوسری صبح میری آنکھ روزمرہ کے معمول سے پہلے ہی کھل گئی۔ میں نے باہر لان پر آ کر اخبار پر نظر ڈالی تو میرا دل خوشی سے بلیوں اچھلنے لگا۔ پہلے ہی صفحے پر سب سے پہلے میری نظر قاسم علی کی تصویر پر پڑی اس کے بعد میں اس خبر کو بڑی دلچسپی سے پڑھنے لگا جس کا مجھے بڑی شدت سے انتظار تھا۔ اخبار نے سیٹھ پرشوتم کے گھر پڑنے والے ڈاکے کی خبر اور قاسم علی کے بیان کو خاص طور پر جلی سرخیوں کے ساتھ شائع کیا۔ قاسم علی کے ساتھ ہی نرنجن

لال کی تصویر بھی شائع ہوئی تھی۔ میں نے اس خبر کے ایک ایک لفظ کو بہت غور سے پڑھا اخبار نے لکھا تھا۔

"سیٹھ پرشوتم کے گھر پڑنے والے
ڈاکے کا حیرت انگیز ڈراپ سین۔"

"اسٹاف رپورٹر ہمارے قارئین کو یاد ہوگا کہ کچھ عرصہ قبل ملک کے معروف سیٹھ پرشوتم کے گھر پر ڈاکا پڑا تھا اس سنسنی خیز واردات کے بعد ایک محنتی اور دیانتدار پولیس آفیسر ڈی ایس پی سراج نے کسی نامعلوم مخبر کے ذریعے فون پر موصول ہونے والی اطلاع کے مطابق نادر کنسٹرکشن کمپنی کے مزدوروں کے لیڈر قاسم علی کے گھر پر کامیاب چھاپا مار کر ڈاکے میں لوٹے گئے بیشتر قیمتی ساز و سامان کو برآمد کر لیا تھا۔ یہاں یہ خبر دلچسپی سے پڑھی جائے گی کہ قاسم علی نے اپنی گرفتاری کے بعد اپنے گھر سے برآمد ہونے والے ساز و سامان کے بارے میں قطعی لاعلمی کا اظہار کیا تھا۔ اس ضمن میں ایک اہم نکتہ فراموش نہیں کیا جا سکتا کہ جس وقت پولیس نے قاسم علی کے گھر چھاپا مارا تھا اس وقت وہ گھر پر موجود نہیں تھا۔ ملزم قاسم علی نے اپنے ابتدائی بیان میں کہا تھا کہ اسے بلاوجہ اس واردات میں پھانسنے کی کوشش کی گئی ہے جس کے بارے میں اسے سرے سے کوئی علم نہیں جبکہ پولیس کی ابتدائی رپورٹ میں ظاہر کیا گیا تھا کہ ملزم کسی دباؤ کی وجہ سے اپنا اصلی بیان اور ڈاکے سے متعلق تفصیل سے گریز کر رہا ہے۔

ڈاکے کی واردات کے بعد قاسم علی کی ضمانت پر رہائی کا حکم نامہ عدالت کی طرف سے جاری کر دیا گیا تھا لیکن سیٹھ پرشوتم نے اپنے اثر و رسوخ کے استعمال کے بعد اس ضمانت کے پروانے کو بڑی عدالت سے منسوخ کرا دیا تھا جس کے کچھ عرصہ بعد سیٹھ پرشوتم کو کچھ نامعلوم افراد نے اغوا کر لیا پولیس نے اس کی بازیابی کی خاطر جان توڑ کوشش کی اور کئی جگہ چھاپے مارے لیکن اپنی کوششوں میں کامیاب نہ ہو سکی پھر ایک دن سیٹھ پرشوتم صبح کے وقت شہر کے ایک سنسان علاقے میں کوڑے دان پر پڑا پایا گیا۔ اغوا کرنے والوں نے اس کو جس تارچر کا نشانہ بنایا تھا اس کے سبب وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا تھا۔ سیٹھ پرشوتم کا جھلسا ہوا چہرہ اور اس کے جسم پر نظر آتے آبلے اس بات کی گواہی دے رہے تھے کہ اغوا کنندگان نے اسے زندہ جلانے کی کوشش کی تھی اور شاید اسے مردہ ہی سمجھ کر بڑی سنگدلی اور بیدردی کے ساتھ کچرے کے ڈھیر پر ڈال گئے تھے۔ اس دوران ملزم قاسم جیل میں تھا۔ اس نے بدستور اپنی زبان بند کر رکھی تھی۔ پولیس نے اس سے سچ اگلوانے کی خاطر ہر ممکن حربہ استعمال کیا لیکن ملزم کا صرف ایک ہی جواب تھا کہ وہ اپنے گھر سے برآمد ہونے والے ڈاکے کے مال کے بارے میں کچھ نہیں جانتا اور یہ کہ اسے اس کیس میں کسی دشمنی کی وجہ سے پھنسایا گیا ہے۔ یہاں یہ بات بھی پڑھنے والوں کے لیے دلچسپی کا سبب ثابت ہوگی کہ ملزم قاسم علی کے پڑوسیوں، اس کے واقف کاروں اور جس کمپنی میں وہ کام کر رہا تھا۔ اس کے ساتھیوں نے ایک ہی بیان دیا تھا کہ قاسم علی ایک محنتی، جفاکش اور ایمان دار شخص ہے۔ پولیس کی حراست میں جانے سے پیشتر وہ بے داغ کردار کا مالک تھا۔

سیٹھ پرشوتم کے اغوا اور بازیابی کے کچھ عرصے بعد ملزم قاسم علی کو ضمانت پر رہا کر دیا لیکن سادہ لباس والے پولیس کے ذمے دار افراد ایک ایک پل اس کی نگرانی پر مامور تھے اور ہر لمحے کی اطلاع جمع کر رہے تھے۔ اصل ملزم کو بے نقاب کرنے کی خاطر ڈی ایس پی سراج نے ایک خوبصورت جال بچھا رکھا تھا۔ چنانچہ قاسم علی کی نقل و حرکت کے بعد ایک خاص نتیجے پر پہنچنے کے بعد پولیس نے مسٹر سراج کی نگرانی میں ضمانت پر رہا ملزم قاسم علی کو عین اس وقت دوبارہ اپنی حراست میں لے لیا جب وہ ملک کے مشہور کروڑپتی تاجر نرنجن لال کے دفتر سے نکل کر اپنے گھر کی سمت واپس جا رہا تھا۔ دوبارہ پولیس کی حراست میں جانے کے بعد قاسم علی بوکھلا گیا عینی گواہوں کی موجودگی میں جب اس کی تلاشی لی گئی تو ملزم کے جیب سے مبلغ پچیس ہزار کا ایک بیرر چیک برآمد ہوا جو نرنجن لال کی کمپنی کی طرف سے جاری کیا گیا تھا۔

اس اندیشے کے پیش نظر کہ دو تجارتی اداروں کے درمیان تجارتی رقابت اور رسا کشی معمول کی بات ہے جب پولیس نے قاسم علی پر تھرڈ ڈگری کا آزمودہ عمل اختیار کیا تو وہ اپنی زبان بند نہ رکھ سکا۔ پچیس ہزار کے چیک کی موجودگی نے اس کے تمام کس بل نکال دیے تھے چنانچہ اس نے کل شام ایک مجسٹریٹ کی موجودگی میں اپنا جو بیان دیا ہے ہم اسے من و عن شائع کر رہے ہیں۔"

"میں قاسم علی ولد شاکر حسین بلا کسی جبر و تشدد کے راضی بہ رضا بیان کرتا ہوں کہ میں عرصہ دو سال سے نادر کنسٹرکشن کمپنی میں ملازم ہوں اور ورکروں کا لیڈر ہوں مجھے اپنے مالکان سے کبھی کوئی شکایت نہیں ہوئی۔

تقریباً" کچھ عرصہ ہمارے اوپر ورک لوڈ اچانک بڑھ گیا تھا۔ میرے استفسار پر کمپنی کے انچارج ماسٹر ٹونی نے اس امر کا انکشاف کیا کہ ہمیں کوئی ایسا بڑا ٹینڈر ملا ہے جس میں مالکوں کو بہت بڑا فائدہ ہو گا۔ کمپنی نے ہمیں اس بات کی یقین دہانی کرائی تھی کہ مذکورہ کام کو وقت مقررہ پر ختم کرنے کی صورت میں تمام ملازمین کو معقول انعام اور بونس دیا جائے گا چنانچہ ماسٹر ٹونی کی نگرانی میں ہم شب و روز مل جل کر کام میں مصروف تھے کہ ایک روز سیٹھ نرنجن لال کے آدمی نے مجھ سے گھر پر رابطہ قائم کیا میں چونکہ ورکروں کا لیڈر تھا اس لیے مجھے اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی گئی کہ میں کمپنی کے کام میں سست رفتاری کا مظاہرہ کراؤں تاکہ کام وقت پر مکمل نہ ہو سکے۔ مجھے اس کام کے عوض ایک لاکھ کی آفر دی گئی تھی لیکن میں نے لالچ میں آنے کے بجائے سختی سے نرنجن لال کے آدمی کو دھتکار دیا تھا جس کے بعد وہ آدمی یہ کہہ کر چلا گیا کہ مجھے اپنے انکار کا بہت بڑا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ میں اس کی دھمکی کو محض وقتی سمجھا تھا اس لیے کہ عام طور پر جب انسان اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوتا تو وہ بلاوجہ دوسروں کو گیدڑ بھبکی دیتا ہے لیکن میرا اندازہ غلط ثابت ہوا جس روز نرنجن لال کا آدمی مجھ سے ملا تھا اس کے ایک ہفتے یا دس دن بعد میں نے سیٹھ پرشوتم کے گھر پڑنے والے ڈاکے کی خبر پڑھی۔ میں چونکہ ایک معمولی ورکر ہوں اس لیے میں نے اس خبر کو بس سرسری طور پر پڑھا پھر نظرانداز کر دیا لیکن اس واردات کے بعد جب ایک روز میں کام سے تھکا ماندہ گھر پر پہنچا تو پولیس وہاں پہلے سے موجود تھی۔ پولیس کے ڈی ایس پی سراج صاحب نے مجھے مکان کا تالا کھولنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد کچھ ہوا وہ میرے لیے ناقابل یقین تھا۔ میرے مکان کے ایک کمرے میں قیمتی ساز و سامان بھرا پڑا تھا۔ میں حلفیہ بیان دیتا ہوں کہ جب میں صبح اپنے کام پر گیا تھا تو اس کمرے میں سوائے ایک پلنگ، کھونٹی پر لٹکے کچھ پرانے کپڑے اور ایک ٹرنک کے علاوہ کوئی سامان نہیں تھا۔ میں نے ہر طرح سے رو دھو کر اور قسمیں کھا کھا کر پولیس کو اس بات کا یقین دلانے کی کوشش کی کہ مجھے اس قیمتی ساز و سامان کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے لیکن مجھے گرفتار کر کے میرے ہاتھوں میں ہتھکڑی ڈال دی گئی۔ بعد میں حوالات پہنچنے کے بعد ہی مجھے اس بات کا علم ہوا تھا کہ وہ ساز و سامان جو میرے گھر سے برآمد ہوا تھا وہ سیٹھ پرشوتم کے گھر سے ڈاکے کے دوران لوٹا گیا تھا۔ میں نے پولیس کو اپنی بے گناہی کا یقین دلانے کی خاطر گڑگڑا کر اور ہاتھ جوڑ کر بہت کچھ کہا لیکن مال کی برآمدگی ایک ایسا ٹھوس ثبوت تھا جو مجھے مجرم ثابت کرنے کے لیے بہت کافی تھا۔ میں نے دوران تفتیش خوف کے مارے سیٹھ نرنجن لال کا نام لینے کی کوشش نہیں کی تھی۔

ریمانڈ کی مدت ختم ہو جانے کے بعد مجھے جیل بھیج دیا گیا جہاں کچھ عرصہ رہنے کے بعد میں دوبارہ ضمانت پر رہا ہو گیا۔ رہائی پانے کے دوسرے ہی دن نرنجن لال کا آدمی مجھے ملا اور اس نے کہا کہ میری زندگی کی ضمانت اسی میں ہے کہ میں آئندہ بھی اپنی زبان بند ہی رکھوں۔ اس شخص نے مجھ سے کہا تھا کہ سیٹھ نرنجن لال نے مجھے انعام دینے کے لیے بلایا ہے۔ دو ایک روز تک تو میں اس بات کو ٹالتا رہا لیکن پھر میرے دل میں لالچ آ گیا۔ شاید اس لیے کہ مجھے اپنے ناکردہ گناہوں کی سزا ملی تھی۔ میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ مجھے سیٹھ پرشوتم والے کیس میں پھنسانے میں نرنجن لال کا ہاتھ کسی نہ کسی زاویے سے ضرور شامل ہو گا۔ ایک کروڑ پتی تاجر کے سامنے میری بھلا کیا اوقات تھی۔ سیٹھ پرشوتم والے کیس میں تمام ثبوت میرے خلاف پولیس کی فائل میں موجود تھے۔ جو مجھے ایک طویل مدت تک قید بامشقت کی سزا کاٹنے پر مجبور کر سکتے تھے چنانچہ میں نے یہ سوچ کر نرنجن لال سے ملنے کا ارادہ کر لیا کہ وہ ایک بااثر شخصیت کا مالک ہے۔ اپنی خاموشی کا انعام حاصل کرنے سے زیادہ مجھے اس بات کا خیال تھا کہ میں نرنجن سے مل کر اس سے درخواست کروں گا کہ وہ مجھے سزا سے بچا لے۔ اس کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔ اس کی سفارش پر میری سزا میں تخفیف بھی ہو سکتی تھی۔

بہرحال میں نرنجن لال سے ملنے اس کے دفتر چلا گیا۔ میری توقع کے خلاف نرنجن لال نے مجھے اپنے خاص کمرے میں طلب کر لیا۔ اسی کے اشارے پر اس کے ایک کارندے نے مجھے پچیس ہزار کا وہ چیک دیا تھا جو اب پولیس کی فائل پر موجود ہے۔

میں حلفیہ بیان دیتا ہوں کہ نرنجن لال نے اس بات کا اقرار کر لیا تھا کہ اس نے ایک تیر سے دو شکار کھیلے ہیں۔ میرے انکار کے بعد ہی اس نے وہ خطرناک پلان مرتب کیا تھا جس کی وجہ سے میں بے گناہ ہونے کے باوجود مجرم تصور کیا جا رہا ہوں۔ اس نے بڑے ٹھوس لہجے میں اس بات کا اقرار بھی کیا تھا کہ میرے انکار پر ناراض ہونے کے بعد اس کے آدمیوں نے سیٹھ پرشوتم کے گھر پر ڈاکا مارا اور

لوٹ کا قیمتی مال لا کر میری غیر موجودگی میں میرے کوارٹر کے ایک کمرے میں رکھ دیا تھا۔ اسی روز پولیس کو مخبری کی گئی اور اسی روز جب میں چھٹی کے بعد گھر پہنچا تو پولیس نے مجھے سامان سمیت گرفتار کر لیا۔

اب نرنجن لال نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ اگر میں نے اپنی زبان بند رکھی تو وہ نہ صرف یہ کہ مجھے مزید انعام دے گا بلکہ اس بات کی کوشش کرے گا کہ میں سزا سے بچ جاؤں۔ اس نے دبی زبان میں مجھے براہ راست اس بات پر اکسایا ہے کہ میں بذات خود اور اپنے قابل اعتماد آدمیوں کے ساتھ مل کر نادر کنسٹرکشن کمپنی کو ہر ممکن نقصان پہنچانے کی کوشش کروں جس کے عوض مجھے ہر ماہ ایک معقول رقم بطور انعام ملتی رہے گی اور اگر میں نے اس کے کہنے سے انکار کیا یا اس کا نام کسی اسٹیج پر بھی زبان پر لانے کی کوشش کی تو اس کے پالتو بدمعاش میرا بھی وہی انجام کریں گے جو اس سے پیشتر ماسٹر ٹونی کا کیا جا چکا تھا۔ میں اس بیان کے ساتھ ہی حکومت سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ میری حفاظت کا معقول بندوبست کرے تاکہ میں تاریکی میں کسی نامعلوم سمت سے چلائی جانے والی گولی کا شکار ہونے سے محفوظ رہ سکوں۔

میں اپنا یہ حلفیہ بیان بغیر کسی جبر و تشدد یا دباؤ کے اپنی مرضی سے اپنے مکمل ہوش و حواس میں دے رہا ہوں۔"

ہمارے اخباری نمائندے نے ڈی ایس پی سراج سے ملنے کی کوشش کی تھی لیکن اسے مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔ پولیس کے دوسرے ذرائع بھی اس سلسلے میں بڑی رازداری سے کام لے رہے ہیں بہرحال عنقریب سنسنی خیز انکشافات کی توقع کی جا رہی ہے۔ ہمارے نمائندے نے حقیقت حال جاننے کی خاطر کروڑ پتی تاجر نرنجن لال سے بھی رابطے کی کوشش کی لیکن اس ضمن میں بھی کوئی واضح صورت حال نہیں معلوم ہو سکی۔ نرنجن لال کے گھر والوں کا بیان ہے کہ وہ کل رات تقریباً" بارہ بجے ڈریسنگ گاؤن میں ملبوس گھر والوں سے یہ کہہ کر نکلے تھے کہ وہ آدھے گھنٹے کے بعد واپس آجائیں گے لیکن آخری کاپی پریس میں جانے تک ان کی واپسی کی کوئی اطلاع نہیں مل سکی۔

واقعات اور ملزم قاسم علی کی حلفیہ بیان کی روشنی میں یہ بات بھی ممکن ہے کہ پولیس نے کل رات ہی نرنجن لال کو اپنی حراست میں لے لیا ہو۔ اس بات سے بھی رد گردانی نہیں کی جا سکتی کہ ممکن ہے نرنجن لال نے وقتی طور پر پولیس سے بچنے کی خاطر راہ فرار اختیار کر لی ہو اصلی صورت حال کیا ہے اس کا انکشاف اگلے چوبیس گھنٹوں میں متوقع ہے۔"

خبر جہاں ختم ہوئی تھی وہاں ایک باکس بنا کر اس بیرر چیک کی تصویر شائع کی گئی تھی جو قاسم علی کے بیان کے مطابق اسے بطور انعام پیش کیا گیا تھا۔

وہ خبر میرے لیے کسی مژدہ جان فزا سے کم نہیں تھی۔ مجھے یقین تھا کاروباری حلقوں میں نرنجن لال کے بارے میں شائع ہونے والی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیلے گی لیکن سراج اس معاملے میں اتنی تیزی سے ایکشن لے گا مجھے اس کی توقع نہیں تھی اس کے علاوہ مجھے اس خبر میں کچھ باتیں ایسی بھی محسوس ہوئی تھیں جن کی وضاحت میں اپنی معلومات کے لیے ضروری سمجھتا تھا۔ وہ افراد جو پولیس کے محکمے سے وابستہ ہیں یا رہ چکے ہیں وہ اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ کیس میں اگر ایک معمولی سا جھول بھی رہ جائے تو کورٹ میں ملزم کا وکیل سرکاری اہلکاروں اور گواہوں کی دھجیاں بکھیرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑتا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ نرنجن لال کے کیس میں کوئی نکتہ ایسا باقی رہ جائے جو اس کے حق میں فائدہ مند ہو اور اس کا وکیل اس سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے۔ چنانچہ میں دوبارہ اپنی خوابگاہ میں آیا۔ سراج کو گھر پر فون کیا تو پتا چلا کہ وہ دفتر میں ہے پھر میں نے اسے دفتر کے ڈائریکٹ نمبر پر کال کیا تو ہمارا رابطہ قائم ہو گیا۔

"ہیلو مسٹر سراج، میں شہباز بول رہا ہوں۔"

"مجھے اس بات کی توقع تھی کہ آپ اخبار پڑھتے ہی مجھے فون ضرور کریں گے۔" دوسری جانب سے سراج کی آواز ابھری۔ اس کی آواز سے ظاہر ہو رہا تھا کہ اس نے نرنجن لال پر ہاتھ ڈال کر ایک بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔

"کیا اخبار میں جو کچھ شائع ہوا ہے آپ اس سے متفق ہیں؟"

"ضروری نہیں ہے۔" سراج نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "خبریں حاصل کرنے کے لیے ہر اخبار والوں کے اپنے ذرائع ہوتے ہیں۔ کچھ نمائندے صرف حقیقت کو شائع کرتے ہیں لیکن کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو ہر خبر کو نمک مرچ لگا کر بڑھا چڑھا کر شائع کرتے ہیں۔ ہر ایک کا اپنا ایک علیحدہ مزاج ہوتا ہے۔ ہم کسی کو مجبور نہیں کر سکتے۔"

"لیکن ان خبروں کے بارے میں متعلقہ اداروں کو جواب وہ بھی ہونا پڑتا ہے۔" میں نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "مثلاً" میں نے اپنے ہاں آنے والے اخبار میں جو

خبر پڑھی ہے اس میں کچھ باتیں تفصیل طلب رہ جاتی ہیں۔"

"مثلاً۔"

"پہلی بات یہ ہے کہ قاسم علی نے جو بیان دیا ہے وہ پہلے کیوں نہیں دیا۔"

"یہ اس کی مرضی پر منحصر ہے۔" سراج نے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ وہ پہلے نرنجن لال سے ڈرتا ہو یا اسے اس بات کا یقین رہا ہو کہ نرنجن لال کے سلسلے میں اس کی خاموشی اس کے لیے فائدہ مند ثابت ہو سکتی ہے جیسا کہ اب اس کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے۔"

"پھر اس نے موجودہ بیان کیوں دیا۔" میں نے دوسرے زاویے سے سوال کیا۔

"اس لیے کہ وہ آپ جیسے مہربان مالکان سے غداری نہیں کر سکتا۔" سراج نے بدستور بے پروائی سے کہا۔ "ویسے انسان کا ضمیر کسی وقت بھی بیدار ہو سکتا ہے۔ ایک شخص عرصہ دراز تک گناہ کرنے کے بعد اگر توبہ کرے اور صراط مستقیم کو اپنائے تو اس کے اوپر کوئی بندش تو عائد نہیں کی جا سکتی۔"

"اور وہ پچیس ہزار کا چیک۔"

"وہ ہماری فائل پر موجود ہے۔" سراج نے مختصر کہا۔

"کیا نرنجن لال واقعی وقتی طور پر روپوش ہو گیا ہے؟"

"مسٹر شہباز۔" سراج نے تھوڑے سے توقف سے کہا۔ "آپ خود بھی ایک پولیس آفیسر رہ چکے ہیں۔ کامیاب پولیس آفیسر وہی کہلاتا ہے جو کیس کو سنگین نوعیت کے سانچوں میں ڈھال کر پیش کرے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میں فون پر اس سے زیادہ سمجھا بھی نہیں سکتا۔" سراج نے کسی مصلحت کی بنا پر گول مول جواب دیا۔ "فی الحال آپ اتنا سمجھ لیں کہ قاسم علی کے بیان کے بعد جب ہم نے مجسٹریٹ کے ساتھ چھاپا مارا اس وقت نرنجن لال گھر پر موجود نہیں تھا۔"

"گویا اس کو حالات کی اطلاع مل چکی تھی؟"

"ہو سکتا ہے۔"

"پچیس ہزار والے چیک کی بات ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئی؟"

"میرا خیال ہے کہ کچھ باتیں براہ راست ملاقات کے لیے بھی چھوڑ دینی چاہئیں۔" سراج نے جواب دیا تو میں سمجھ گیا کہ وہ فون پر کچھ باتوں کی تفصیل بیان کرنے سے گریز کر رہا ہے چنانچہ میں نے اسے زیادہ کریدنا مناسب نہیں سمجھا لیکن میرا دل بہرحال اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ ڈی ایس پی سراج نے نرنجن لال کو قانونی شکنجوں میں پوری طرح جکڑنے کی خاطر کچھ ایسے ہتھکنڈے بھی ضرور استعمال کیے ہوں گے جو خاص اور اہم ملزموں کے سلسلے میں اختیار کیے جاتے ہیں۔

میں ضروریات سے فارغ ہو کر ناشتے کی میز پر پہنچا تو والد صاحب اور والدہ دونوں خلاف توقع کسی گہری سوچ میں غرق تھے۔ مجھے یقین تھا کہ نرنجن لال والی خبر پڑھنے کے بعد میرے سلسلے میں ان کا فکر مند ہونا قدرتی بات تھی لیکن میں بظاہر ایسا بنا رہا جیسے میں نے سرے سے اخبار کا مطالعہ ہی نہ کیا ہو۔

"شہباز بیٹے۔" ناشتے کے دوران امی نے مجھ سے کہا۔ "تم نے باہر جانے کے سلسلے میں کیا سوچا ہے؟"

"ابھی کوئی پروگرام نہیں بنایا۔" میں نے انجان بنتے ہوئے پوچھا۔ "کوئی خاص بات؟"

"مجھے بڑے ابا کے خواب والے اشارے کا خیال رہ رہ کر آ رہا ہے۔"

"میرا بھی یہی مشورہ ہے کہ اگر تم کچھ عرصے کے لیے ملک سے باہر چلے جاؤ تو مناسب ہو گا۔" والد صاحب بولے۔ "تمہاری غیر موجودگی میں، میں تمہارے کاروبار کا خیال رکھوں گا۔"

"لیکن اتنی جلدی کیا ہے؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"تم نے شاید آج کا اخبار نہیں پڑھا۔" والد صاحب نے کہا اس کے ساتھ اخبار میرے سامنے رکھ دیا۔ میں نے ایک بار اس خبر کو سرسری طور پر دیکھا پھر سنجیدگی سے بولا۔

"مجھے پہلے ہی شبہ تھا کہ قاسم علی کو جان بوجھ کر ڈکیتی کے کیس میں ملوث کرنے کی کوشش کی گئی ہو گی ورنہ وہ اتنا احمق نہیں ہو سکتا تھا کہ لوٹ کا مال اپنے ہی کوارٹر میں رکھ کر خود کو مصیبت میں ڈالنے کی بیوقوفی کرتا۔"

"بات قاسم علی کی نہیں نرنجن لال کی ہے۔" والد صاحب نے جواب دیا۔ "تم اسے اتنا نہیں جانتے جتنا میں واقف ہوں۔ ایک نمبر کا خود غرض اور کمینہ خصلت ہے۔"

"لیکن ــــــ؟"

"اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جو ڈوبتے وقت اپنے بچانے والے کو بھی موت کے منہ میں گھسیٹ لیتا ہے۔" والد صاحب نے اپنا نچلا ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "قاسم علی کے بیان کے بعد اس حرامزادے کے دل میں سب سے پہلے یہی خیال ابھرا ہوا گا کہ اسے پھانسنے میں تمہارا ہاتھ ضرور شامل ہو گا۔ مقدمے کی کارروائی کے دوران وہ تمہاری شخصیت اور کاروبار پر بھی کیچڑ اچھالنے کی کوشش سے باز نہیں آئے گا۔ تجارتی رقابت میں اس قسم کے ہتھکنڈے عام طور پر استعمال کیے جاتے ہیں۔"

"وہ تو نرنجن لال میرے یہاں سے چلے جانے کے بعد بھی کر سکتا ہے۔" میں نے دلیل پیش کی۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن میں نہیں چاہتا کہ تم بار بار عدالت کے کٹہرے میں جا کر کھڑے ہو۔" والد صاحب نے جواب دیا۔ "تم یہاں نہ ہو گے تو تمہاری پیروی تمہارے وکیل بھی کر لیں گے۔"

"وہ تو اب بھی ہو سکتا ہے۔"

"ہو تو سب کچھ سکتا ہے لیکن دور اندیشی کا تقاضا یہی ہے کہ تم وقتی طور پر سامنے سے ہٹ جاؤ۔" امی نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ بڑے ابا نے اسی وجہ سے تمہیں پانی کا سفر اختیار کرنے کا اشارہ دیا ہو۔"

"آپ شاید بھول رہی ہیں امی حضور کہ میری رگوں میں ایک پٹھان کا خون دوڑ رہا ہے۔" میں نے والد صاحب کو منانے کی خاطر کہا۔ "مردانگی تو اسی میں ہے کہ انسان ہر حال میں دشمن سے سینہ تان کر مقابلہ کرے۔ نفع و نقصان عزت، شہرت، دولت اور ذلت دینا تو اوپر والے کا کام ہے۔ انسان کو کبھی حالات کے سامنے بزدلوں کی طرح گھٹنے نہیں ٹیکنا چاہیے۔"

"مجھے یاد ہے۔" والد صاحب کرسی پر پہلو بدل کر بولے۔ "یہی جملے ایک بار میں نے بھی تم سے کہے تھے لیکن میں تمہیں مصلحتاً اور وقتی طور پر باہر جانے کا مشورہ دے رہا ہوں۔ رہا نرنجن لال کا سوال تو میں اسے نطفہ ناتحقیق کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ اگر اس نے تمہاری جانب آنکھ اٹھا کر بھی دیکھنے کی کوشش کی تو میں اب بھی اس کی آنکھیں پھوڑ ڈالنے کی طاقت رکھتا ہوں۔"

"میرا خیال ہے کہ ان سب باتوں کی نوبت نہیں آئے گی۔" میں نے کہا۔ "میں سراج سے مل کر حالات کی تفصیل معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اس کے بعد اگر مناسب ہوا تو آپ لوگوں کے مشورے پر ہی عمل کروں گا۔"

"بات مناسب یا نامناسب کی نہیں ہے۔" امی نے تیزی سے کہا۔ "بڑے ابا کی نظریں جہاں تک پہنچ سکتی ہیں وہاں تک ہمارا خیال بھی نہیں جا سکتا۔ تم چاہو تو سراج سے مل لو لیکن میں پھر بھی یہی کہوں گی کہ تم جتنی جلدی سمندر پار کر لو اتنا ہی اچھا ہے۔"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر امی حضور۔" میں نے چائے کا آخری گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔ "لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ آپ نے بڑے نانا کے اشارے کا مطلب غلط سمجھا ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"ہو سکتا ہے کہ انہوں نے مجھے سمندری سفر سے روکنے کا اشارہ کیا ہو۔"

میری بات میں چونکہ وزن تھا اس لیے امی نے کچھ نہیں کہا البتہ یہی اصرار کرتی رہیں کہ اب مجھے اپنے سائے سے بھی ہوشیار رہنا چاہیے۔ والد صاحب نے ایک بار پھر مجھے پرسنل سیکورٹی گارڈ ملازم رکھنے کا مشورہ دیا۔

ناشتے سے فارغ ہو کر دفتر جاتے ہوئے مجھے اچانک کالکا کا خیال آگیا۔ اس نے بھی مجھے یہی مشورہ دیا تھا کہ اگر مجھے زندگی عزیز ہے تو میں کہیں دور چلا جاؤں ورنہ تمام زندگی ہاتھ ملتا رہ جاؤں گا۔ ناشتے کی میز پر میں نے امی سے محض تفریحاً بات کہی تھی کہ ممکن ہے انہوں نے بڑے نانا کا اشارہ سمجھنے میں غلطی سے کام لیا ہو لیکن اب میں بڑی سنجیدگی سے اس بات پر غور کر رہا تھا کہ کیا رحمانی اور شیطانی قوتیں کسی ایک شخص کے لیے ایک ہی لائن پر سوچ سکتی ہیں؟ میرا دل تو گواہی دے رہا تھا کہ کہیں نہ کہیں کوئی گڑبڑ ضرور ہے، کہاں؟ کاش میں اس بات پر پہلے غور کر لیتا لیکن شاید ایسا ممکن نہیں تھا اس لیے کہ تقدیر کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں۔

☆

شنکر کی خاموشی اور کالکا کی خفگی نے مجھے عجیب سے مخمصے میں ڈال دیا تھا۔ نرنجن لال نے پنڈت بنسی دھر کی خدمات حاصل کی تھیں اور پنڈت بنسی دھر کے اشارے پر شنکر کی گندی قوت نرنجن کے لیے کام کر رہی تھی پھر نرنجن لال کو مصیبت میں گھرا دیکھ کر بھی وہ خاموش کیوں تھا؟ اس خبیث نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ میرے راستے میں اتنی رکاوٹیں اور پیچیدگیاں پیدا کر دے گا کہ میں سکون کی سانس لینے کو ترس جاؤں گا پھر اس کی خاموشی کیا معنی رکھتی تھی؟ کیا پنڈت بنسی دھر کے ساتھ پیش آنے والے حادثے کے بعد وہ محتاط ہو گیا تھا؟ کیا وہ یہ سوچ کر اپنی حد تک محدود ہو گیا تھا کہ مجھ سے ٹکرانے کی صورت میں اس کا انجام بھی اپنے گرو دیودھر جیسا ہو گا۔ کیا وہ واقعی مجھ

سے خوفزدہ ہو گیا تھا یا اندر ہی اندر کسی بھرپور جوابی حملے کی تیاری کر رہا تھا؟

ڈی ایس پی سراج نے نرنجن لال کو ٹریپ کرنے کی خاطر جو جال تیار کیا تھا اس کے بارے میں مجھے بعد میں تفصیل سے معلوم ہوا جس شام قاسم علی کا بیان ہوا تھا اور رات گئے نرنجن لال کے گھر پر چھاپا مارا گیا تھا اسی رات خود سراج کے سادہ لباس والوں نے ایک طے شدہ پروگرام کے تحت نرنجن کو دوست بن کر حالات سے باخبر کر دیا تھا۔ اپنی ساکھ کو برقرار رکھنے کی خاطر وہ ایک لمحے کے لیے بھی پولیس کی تحویل میں نہیں جانا چاہتا تھا۔ اسے ہائی سرکل میں اپنے تعلقات پر بھرپور اعتماد تھا۔ صبح ہونے کے بعد وہ اپنی ضمانت قبل از گرفتاری کے لیے وکیلوں اور بیرسٹروں کی پوری ایک ٹیم کھڑی کر سکتا تھا۔ قاسم علی کے بیان کے بارے میں نامعلوم افراد کی جانب سے وصول ہونے والی کال کے بعد اس نے لازمی طور پر یہی سوچا ہو گا کہ اس سارے پلان کی پشت پر میرا ہاتھ ہو گا وہ مجھ سے شکست قبول کرنے پر آمادہ نہیں تھا اس لیے بڑی آسانی سے کسی چوہے کی طرح ٹریپ ہو گیا۔

سراج کے سادہ لباس والے نرنجن لال کو فون کرنے کے بعد اپنے اگلے اقدام کے لیے پوری طرح تیار تھے۔ چنانچہ نرنجن لال نے جیسے ہی گھر سے باہر قدم نکالا خود سراج کے آدمیوں نے اسے اغوا کر لیا۔ اس کے بعد چھاپے کے دوران نرنجن لال کا گھر پر نہ ملنا قاسم علی کے بیان کو تقویت پہنچانے کے لیے بہت کافی تھا۔ سراج نے بڑی دور اندیشی سے کام لیا تھا۔ دو روز تک سراج اور اس کے عملے کے افراد نرنجن لال کی گرفتاری کے لیے مختلف مقامات پر چھاپے مارتے رہے۔ اخباروں میں روزانہ نرنجن گروپ آف انڈسٹریز کے بارے میں گرما گرم خبریں شائع ہوتی رہیں پھر تیسرے دن نرنجن لال منظرِ عام پر آ گیا۔ اس کی کیفیت کسی ایسے آدم خور شیر سے مختلف نہیں تھی جس کے منہ سے اس کا تازہ تازہ شکار چھین لیا گیا ہو۔ وہ دو روز تک اپنی گمشدگی کا کوئی معقول جواز پیش کرنے سے قاصر تھا۔ پولیس کے خلاف وہ کوئی بیان نہیں دینا چاہتا تھا۔ شاید اس لیے کہ وہ قاسم علی کی وجہ سے براہ راست مجھے اپنا دشمن سمجھ رہا تھا اس لیے کہ جب ندیم نے اسے اغوا کیا تھا تو میں بھی اس سے مل چکا تھا۔

بہرحال نرنجن کی پریشانی قابلِ دید تھی۔ گمشدگی کے دوران ہی اس کی طرف سے ضمانت قبل از گرفتاری کی جو

درخواست عدالت کے سامنے پیش کی گئی تھی وہ اس بات کی دلالت کے لیے کافی تھی کہ نرنجن لال نے دیدہ و دانستہ دو روز تک خود کو قانون کی نظروں سے دور رکھا تھا۔ اس اہم نکتے سے نہ صرف یہ کہ قاسم علی کے بیان کو اہمیت حاصل ہو گئی تھی بلکہ سراج کے بچھائے ہوئے جال کو بھی اور مضبوط کر دیا تھا۔ پولیس کی جانب سے ضمانت کے حکم نامہ کو منسوخ کرنے اور نرنجن لال کا جسمانی ریمانڈ حاصل کرنے کی درخواست پیش کی گئی لیکن عدالت نے جرم کی صحت کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے اسے رد کر دیا۔ البتہ نرنجن لال کو اس بات کے لیے پابند کر دیا گیا کہ وہ پولیس یا عدالت کے تحریری حکم نامے کے بغیر شہر سے باہر جانے کی کوشش نہیں کرے گا۔

میں نے فوری طور پر باہر جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ سراج نے بھی والد صاحب کو یہی سمجھایا تھا کہ نرنجن لال ہو سکتا ہے کہ مجھے فریق بنانے کی کوشش کرے اور ایسی صورت میں اگر میں ملک سے باہر چلا گیا تو میری پوزیشن قانون کی نظر میں مشکوک ہو سکتی ہے والد صاحب چونکہ

خود ڈی آئی جی کے عہدے پر پہنچنے کے بعد ملازمت سے سبکدوش ہوئے تھے اس لیے سراج کی بات ان کی سمجھ میں آ گئی۔ ویسے میں نے ان کے اصرار پر حفظ ماتقدم کے طور پر ڈرائیور کی شکل میں ایک سیکورٹی گارڈ ضرور رکھ لیا تھا۔

اس وقت میں اپنے آفس میں بیٹھا ضروری فائلوں کا مطالعہ کر رہا تھا جب ندیم داخل ہوا اور مجھے فائل بند کر دینی پڑی۔ خلافِ توقع ندیم اس روز کچھ زیادہ ہی ہشاش بشاش نظر آ رہا تھا۔ یہاں میں ایک اہم بات یہ بھی بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ جب سے نرنجن لال کے بارے میں خبریں اخبار میں شائع ہونی شروع ہوئی تھیں ندیم کا بیشتر وقت میرے ساتھ گزرتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا نہیں تھا لیکن اندازہ ضرور تھا کہ اس نے اپنے خاص اور وفادار گرگوں کو بھی میری حفاظت کے لیے تعینات کر رکھا ہو گا۔

"خیریت۔" میں نے اس کے چہرے پر مچلنے والی شوخ مسکراہٹ کو بغور محسوس کرتے ہوئے دریافت کیا۔ "کوئی خاص بات؟"

"پہلے عارفہ کے ہاتھوں کی بنی ہوئی گرما گرم کافی پلواؤ پھر بتاؤں گا۔" اس نے حسبِ معمول بے تکلفی کا مظاہرہ کیا اور مجھے مجبوراً اس کی فرمائش پوری کرنی پڑی۔ کافی کا پورا کپ ڈکار لینے کے بعد وہ یکلخت سنجیدہ ہو گیا۔ کچھ دیر تک میرے چہرے کو گھورتا رہا پھر ایک سرد آہ بھر کر بولا۔

"جانتے ہو میں اس وقت تمہارے پاس کس لیے آیا ہوں؟"

"سوری مجھے علم غیب سے کوئی دلچسپی نہیں۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"ہماری شاگردی صدق دل سے قبول کر لو۔ ہر بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی۔"

"بخشو بی بلی چوہا ـــــ"

"نہ نہ ـــ" ندیم نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔ "اب چوہے کے لنڈورے رہنے کے دن ختم ہو گئے۔"

"کہاں سے آ رہے ہو؟" میں نے اس کی بات کا مفہوم کچھ کچھ سمجھتے ہوئے پوچھا۔

"نسیم کے پاس سے اٹھ کر سیدھا تمہاری طرف ہی آ رہا ہوں۔" ندیم نے کہا پھر کڑوا سا منہ بنا کر بولا۔ "میں نے آج نسیم سے دو ٹوک فیصلہ کر ہی لیا۔"

"کیا فیصلہ ہوا؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"بہت برا ہوا۔" ندیم نے مایوس لہجے میں جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ وہ بغیر کسی دنگا فساد اور چوں چرا کے مجھ جیسے شخص کو قبول کرنے پر آمادہ ہو گئی۔"

مجھے ندیم کے جملے پر ہنسی آ گئی۔ وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ مجھے دفتر کے بہت سارے ضروری کام نمٹانے تھے لیکن اس نے ایک نہ سنی اور زبردستی اپنے ساتھ مجھے گھسیٹ کر لے گیا پھر راستے میں مجھے خوشخبری سنائی کہ وہ دو روز بعد نہایت سادگی کے ساتھ محض چند مخصوص واقف کاروں کی موجودگی میں نسیم کو اپنی شریکِ حیات بنانے کا فیصلہ کر چکا ہے اور ہوا بھی ایسا ہی۔ نسیم دو روز بعد دلہن بن کر اس کے گھر منتقل ہو گئی۔ اس روز نسیم کی ذمے داری سے سبکدوش ہونے کے بعد مجھے بے پناہ مسرت حاصل ہوئی تھی۔

❏

نرنجن والا کیس عدالت میں پیش ہو چکا تھا۔ خلافِ توقع اس نے مجھے یا میری فرم کو فریق بنانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ شہر کے تین چوٹی کے وکیل اس کی جانب سے کیس کی پیروی کر رہے تھے۔ اخبارات ہر پیشی کی روداد نمک مرچ لگا کر عوام تک پہنچا رہے تھے۔ پولیس کیس کے جواب میں نرنجن لال نے اپنے بیان میں یہ موقف اختیار کیا تھا کہ نادر کنسٹرکشن میں ملازمت سے پیشتر قاسم علی نے نرنجن لال کی فرم میں ملازمت حاصل کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اسے ملازمت نہیں مل سکی جس کے بعد وہ یہ دھمکی دے کر چلا گیا تھا کہ وہ ہر قیمت پر نرنجن لال گروپ آف انڈسٹریز کو بدنام کرنے کی کوشش کرے گا اور یہ موقع اسے اس وقت حاصل ہو گیا تھا کہ جب پولیس نے اسے سیٹھ پرشوتم کے گھر ہونے والی ڈکیتی کی واردات میں لوٹے گئے مال سمیت اس کے گھر سے گرفتار کیا تھا۔ جب تک وہ حوالات میں رہا اس نے نرنجن لال کے خلاف کوئی بیان نہیں دیا لیکن ضمانت پر رہا ہونے کے بعد اس نے ایک بار پھر نرنجن لال کو بلیک میل کرنے کی کوشش کی اور اس کے خلاف جھوٹا بیان دے ڈالا۔ جوابی بیان کے ساتھ کچھ معتبر لوگوں کی فہرست بھی تھی۔ جنہوں نے عدالت کے روبرو پیش ہو کر قاسم علی کے خلاف گواہی دی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ نرنجن لال نے ان گواہوں کو دولت کے بل بوتے پر خرید لیا ہو گا۔

پچیس ہزار کے بیرر چیک کے بارے میں نرنجن لال کے دفتر کے ایک ذمے دار ملازم نے یہ بیان دیا تھا کہ وہ اس پیمنٹ کو کیش [illegible] نے بینک گیا تھا جہاں اتفاق سے قاسم

علی بھی اپنے کسی ساتھی کے ساتھ موجود تھا جس نے موقعے پر عین اس وقت چیک کو جھپٹ لیا جب اسے کاؤنٹر پر پیش کیا گیا تھا۔ اس ضمن میں متعلقہ بینک کے کاؤنٹر کلرک نے عدالت میں پیش ہو کر نرنجن لال کی طرف سے گواہی دی تھی اور قاسم علی کو شناخت بھی کر لیا تھا۔ بینک پر تعینات ڈیوٹی گارڈ کا بیان تھا کہ جس وقت وہ واردات پیش آئی اس وقت وہ باتھ روم گیا ہوا تھا اس لیے وہ قاسم علی کو بھاگتے ہوئے نہیں دیکھ سکا البتہ اس نے قاسم علی کو اندر آتے دیکھا ضرور تھا اور اسے عدالت کے سامنے شناخت بھی کیا تھا۔

عدالت کی کارروائی ہوتی رہی۔ ایک کے بعد دوسری تاریخ پڑتی رہی۔ میرے علاوہ خود سراج کا بھی ذاتی خیال یہی تھا کہ کیس کا فیصلہ نرنجن لال کے حق میں ہو گا لیکن اس کے ساتھ ہی ہمیں اس بات کی خوشی تھی کہ نرنجن لال کا نام اخباروں کے ذریعے خاصا اچھل چکا تھا۔ ایک روز پیشی کے بعد میں نے سراج سے ملاقات کر کے کہا۔

"مجھے کیس سے زیادہ قاسم علی کی فکر دامن گیر ہے۔ اگر نرنجن لال کیس جیت گیا تو قاسم علی ڈکیتی کے علاوہ جھوٹا مقدمہ قائم کرنے کے سلسلے میں اور زیادہ پھنس جائے گا۔"

"میں اس بات سے غافل نہیں ہوں۔" سراج نے کہا۔ "میں نے ہر طرح سے کیس کو مضبوط بنا کر پیش کیا تھا لیکن۔۔۔۔"

"نرنجن لال کی دولت نے آپ کے کیس کو کمزور کر دیا۔" ندیم جو میرے ساتھ ہی تھا بڑی سنجیدگی سے بولا۔ "اس کے وکیلوں نے استغاثہ کی مضبوط کہانی کی دھجیاں اڑا دی ہیں اور اب قاسم علی کی زندگی کو بھی خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔"

"وہ کس طرح۔" سراج نے پوچھا۔

"آپ کا کیا خیال ہے؟ نرنجن لال کیا اپنی شہرت کو پہنچنے والے دھچکے کا انتقام نہیں لے گا۔" ندیم نے کہا۔ "اس کی جگہ میں ہوتا تو شاید میں بھی یہی کرتا اور اتنی خوبصورتی سے اپنے دشمن کو راستے سے ہٹاتا کہ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ بھی دم گھٹنے یا اچانک پڑنے والے دل کے دورے کی کہانی سناتی ۔۔۔ سائنس اب بہت ترقی کر گئی ہے مائی ڈیئر مسٹر سراج، جرائم کی دنیا کے طور طریقے بھی اب بڑے سائنٹفک ہو چکے ہیں۔"

"میں کیس کی نوعیت کو سمجھ ر[illegible]ہا ہوں۔" سراج نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "حیرت تو اس بات پر ہے کہ میں نے جو گواہ قاسم علی کی طرف سے کھڑے کیے تھے وہ بھی عدالت کے سامنے منحرف ہو گئے۔"

"میں نے آپ سے کہا بھی تھا کہ انسان کو آہنی ہتھکڑیاں پہنا کر جکڑا جا سکتا ہے لیکن نادیدہ شیطانی قوتوں کے خلاف کوئی قانونی کارروائی نہیں کی جا سکتی۔" میں نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "مجھے نرنجن لال کی جیت یا ہار کی کوئی پروا نہیں ہے، میری دلچسپی قاسم علی کی ذات سے ہے۔ ہمیں اب صرف اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ قاسم علی کو سیٹھ پرشوتم والے ڈکیتی کیس سے کس طرح گلو خلاصی مل سکتی ہے۔"

"میں اپنی طرف سے ہر ممکن کوشش کروں گا کہ آپ کو مایوسی نہ ہو۔" سراج نے جواب دیا پھر بولا۔ "نرنجن لال نے اپنی گمشدگی کے سلسلے میں شہر سے باہر ہونے کا جو موقف پیش کیا ہے کہ اس کے گواہ بھی ایسے باعزت اور اعلیٰ عہدوں پر فائز افراد ہیں کہ عدالت بھی ان کو جھٹلانے سے گریز کر رہی ہے۔"

"محبت اور جنگ میں ہر حربے کا استعمال جائز ہوتا ہے۔" ندیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اگر ایسا نہ ہوتا تو شاید کوئی بھی مقدمہ عدالت تک نہ جاتا۔۔۔ مجرم خود اپنے آپ کو سزا دے لیا کرتا۔"

سراج کے پاس سے اٹھنے کے بعد بہت دیر تک میری اور ندیم کی اسی موضوع پر گفتگو ہوتی رہی۔ سراج کو موردِ الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا تھا، اس نے میری خاطر ایک بڑا رسک لینے کی کوشش کی تھی، اسے اپنی کامیابی کا یقین تھا لیکن حالات جس انداز میں اپنا رخ تبدیل کر رہے تھے اس نے خود سراج کو بھی الجھن میں ڈال دیا تھا۔ پرشوتم بدستور مینٹل اسپتال میں زیرِ علاج تھا۔

میں نے قاسم علی کے سلسلے میں دو ایک بار کالکا کو یاد کیا لیکن اس کی جانب سے اشارہ نہیں ملا، شنکر بھی منظر عام سے ہٹ گیا تھا، مگر میری اطلاع کے مطابق وہ روپ نگر میں اپنے جھونپڑے تک محدود ہو کر رہ گیا تھا مگر ان تمام باتوں کے باوجود میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ اندر ہی اندر کوئی نہ کوئی کھچڑی ضرور پک رہی ہے۔ شنکر سے کسی شرافت کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ پنڈت بنسی دھر والے معاملے میں سفید ریش کمبل پوش بزرگ بھی خفا ہو گئے تھے لیکن ان کا دیا ہوا تحفہ انگوٹھی کی صورت میں بدستور میری انگلی میں موجود تھا مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ آج تک وہ متبرک انگوٹھی میرے سوا کسی اور کو نظر نہیں آسکی تھی بزرگ کی ہدایت بھی یہی تھی کہ میں اس کے سلسلے میں اپنی زبان ہمیشہ بند رکھوں۔

مجھے نرنجن لال والے کیس سے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی تھی بلکہ مجھے اب اس غلطی کا احساس ہو رہا تھا کہ میں نے قاسم علی کو نرنجن لال کے خلاف بیان کے لیے کیوں آمادہ کیا تھا۔ پہلے وہ صرف ڈکیتی کے کیس میں ملوث تھا جس سے بچنے کے لیے بہت ذرائع استعمال کیے جا سکتے تھے لیکن نرنجن لال کے کیس جیت جانے کی صورت میں وہ ایک باعزت آدمی کے خلاف جھوٹا مقدمہ دائر کرنے کے عوض ایک نئے جرم میں ملوث ہو سکتا تھا، نرنجن لال اس پر ہتک عزت کا دعویٰ بھی دائر کر سکتا تھا اور یہ بھی ناممکن نہیں تھا کہ قاسم علی دلدل میں گلے گلے تک پھنسنے کے بعد اپنی زبان سے سچ اگل دیتا۔ ایسی صورت میں میری اور سراج دونوں کی پوزیشن وقتی طور پر خراب ہو سکتی تھی۔

جس روز نرنجن لال والے کیس کا فیصلہ سنایا جانے والا تھا اس روز عدالت کا کمرا کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ میرے اور ندیم کے علاوہ نرنجن بھی اگلی نشستوں پر سینہ تانے بیٹھا تھا، سراج کچھ زیادہ ہی نروس نظر آرہا تھا شاید اس لیے کہ اسے اس بات کا علم پہلے سے ہو چکا تھا کہ کیس کا فیصلہ کیا ہو گا۔ فاضل مجسٹریٹ اپنی کرسی پر بیٹھا سامنے رکھی ہوئے فائل کو دیکھ رہا تھا ہر فرد کی نظریں مجسٹریٹ کے چہرے پر مرکوز تھیں لیکن پھر اس سے پیشتر کہ مجسٹریٹ اپنا فیصلہ پڑھ کر سناتا عدالت میں شہر کا نامی گرامی بدمعاش اور ہسٹری شیٹر دھن راج مونچھوں پر تاؤ دیتا اور سینہ تانے داخل ہوا پھر اس نے براہ راست مجسٹریٹ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آج دھن راج آپ کی سیوا میں اپنے پاپوں کا پراسچت کرنے کے کارن حاضر ہوا ہے۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو۔۔۔" مجسٹریٹ نے دھن راج کو ناپسندیدہ نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"قاسم علی نردوش ہے مہاراج۔" دھن راج نے سنجیدگی سے کہا۔ "سیٹھ پرشوتم کے گھر میں نے ڈاکا مارا تھا۔ قاسم علی میرے مکان کے قریب رہتا ہے اس لیے میں نے لوٹ کا سامان اس کے مکان کے ایک کمرے میں رکھ دیا میرا ارادہ تھا کہ دو چار روز بعد معاملہ ٹھنڈا پڑ جائے گا تو وہ سامان وہاں سے ہٹا دوں گا لیکن کسی حرام کے تخم نے پولیس کو مخبری کر دی اور قاسم علی قانون کے چنگل میں پھنس گیا۔۔۔ جیون سب کو پیارا ہوتا ہے مجسٹریٹ صاحب اس لیے میں خاموش رہا لیکن آج مجھے خیال آیا کہ اگر میرے کرتوتوں کی سزا کسی اور کو سنائی گئی تو میرے من کو کبھی شانتی نہ ملے گی وہ لوگ اور پولیس کے کارندے جو میرا نام سن کر کانپتے ہیں وہ بھی دھن راج کو نامرد کہہ کر پکاریں گے اسی کارن میں آپ کے سامنے پیش ہو گیا ہوں۔" دھن راج نے بدستور ٹھوس آواز میں کہا۔ "قاسم علی ایک شریف اور ڈرپوک آدمی ہے، اسے میں نے ہی شری نرنجن لال جی کے خلاف بیان دینے کو کہا تھا۔۔۔ انکار کرنے کی صورت میں، میں نے اسے جان سے مار دینے کی دھمکی دی تھی قاسم علی کو بھی جیون پیارا تھا اس لیے وہ دھن راج کا حکم ماننے سے انکار نہیں کر سکا۔" دھن راج نے قاسم علی کی طرف دیکھ کر بدمعاشوں جیسے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "اس بھلے مانس کو تو یہ بھی پتا نہیں کہ اس کے مکان اور ہر کمرے کی ایک ایک چابی میں نے بھی بنوا رکھی تھی یہ تو میرے حکم کے انوسار قربانی کا بکرا بننے کو تیار ہو گیا۔"

"دھن راج۔۔۔" مجسٹریٹ کی پاٹ دار آواز گونجی۔ "کیا تم جانتے ہو کہ کیا کہہ رہے ہو، تمہارا بیان تمہیں پھانسی کے تختے تک بھی لے جا سکتا ہے تمہیں لمبی سزا بھی ہو سکتی ہے۔"

"پھانسی کا پھندا۔۔۔" دھن رج نے بے پروائی سے مسکراتے ہوئے کہا۔ "دھن راج کے لیے پھانسی کا پھندا

اس لٹکتے مہکتے گجرے سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا جو کسی ویشیا کے کوٹھے پر کسی نئے پنچھی پکھیرو کو پھانسنے کے کارن بڑے لاڈ سے اس کے گلے میں ڈالا جاتا ہے۔ رہی لمبی سزا تو دھن راج کو جیل خانوں کی ہوا ہمیشہ راس آئی ہے' اس چاردیواری کے اندر تو ایک عجیب سواد ہوتا ہے۔ وہاں کیول اپنا راج ہوتا ہے۔ کیا سمجھے۔"

"گرفتار کرلو اسے۔" مجسٹریٹ نے حکم دیا تو عدالت میں موجود مسلح پولیس والوں نے اسے گرفتار کرلیا۔ دھن راج نے کوئی مزاحمت نہیں کی' عجیب نظروں سے قاسم علی کو دیکھ کر مسکراتا رہا۔

عدالت میں دھن راج کی اچانک آمد اور بساط کا خلاف توقع پلٹ جانا ہر شخص کے لیے تعجب خیز تھا' میں بھی اسی بارے میں غور کررہا تھا کہ اچانک میرے کانوں میں کالکا کی سرد آواز گونجی۔

"تمہارے اوپر کوئی دوش نہ آنے پائے اس کارن میں نے قاسم علی کو دودھ کی مکھی کی طرح کیس سے باہر نکال دیا اب میں جارہی ہوں پرنتو جاتے جاتے ایک بار پھر تم کو مشورہ دے رہی ہوں کہ میرا کہا مان لو۔۔۔ کہیں دور چلے جاؤ ورنہ سارا جیون ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے۔"

میں نے جواب میں کالکا سے کچھ کہنا چاہا لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ شاید وہ اپنا کام پورا کرکے واپس لوٹ گئی تھی۔۔۔ میں سنجیدگی سے کالکا کے مشورے پر غور کرنے لگا!

جس روز دھن راج نے عدالت کے روبرو اپنے جرم کا اقرار کیا اس کے تقریباً دس روز بعد قاسم کو باعزت طور پر بری کردیا لیکن جس روز وہ بری ہوا اس کے دوسرے ہی روز وہ ایک حادثے کا شکار ہوگیا' اسے فوری طور پر اسپتال پہنچایا گیا اس کی حالت خاصی تشویش ناک تھی مجھے جس وقت اس حادثے کی اطلاع ملی اس وقت ندیم بھی میری پاس موجود تھا چنانچہ حادثے کی خبر ملتے ہی ہم دونوں برق رفتاری سے اسپتال پہنچے جہاں قاسم علی بستر پر پڑا موت اور زیست کی کشمکش میں مبتلا تھا۔ اس کو خون دیا جارہا تھا' ڈاکٹر اس کی زندگی بچانے کی خاطر جان توڑ کوشش کررہے تھے ٹونی نے مجھے علیحدگی میں لے جاکر بتایا کہ حادثے کی وجہ سے قاسم علی کے پیروں کی ہڈیاں ٹوٹ چکی ہیں' ریڑھ کی ہڈی بھی بری طرح متاثر ہوئی ہے لیکن ڈاکٹروں کا مشورہ تھا کہ پہلے مریض کے دل کی کیفیت اور تنفس کو بحال کیا جائے اس کے بعد ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کو جوڑ کر اس کا پلاسٹر کیا جائے۔ میں خود اپنی نظروں سے دیکھ چکا تھا کہ قاسم علی کو رک رک کر سانس آرہی تھی۔

"حادثہ کب اور کس طرح ہوا؟" میں نے ماسٹر ٹونی سے پوچھا۔

"قاسم علی سڑک عبور کرکے سائٹ پر آرہا تھا کہ ایک برق رفتار کار اس کو ٹکر مارتی ہوئی گزر گئی۔" ماسٹر ٹونی نے مجھے بتایا۔ "مزدوروں نے اس حادثے کو اپنی نظروں سے دیکھا ہے ان کا خیال ہے کہ جس کار سے حادثہ پیش آیا تھا یا تو اس کے بریک خراب تھے یا پھر اسے ڈرائیو کرنے والے نے اتنی پی رکھی ہوگی کہ اس کو سرے سے اس حادثے کا علم ہی نہ ہوسکا ہو اس لیے کہ حادثے کے بعد بھی کار کی رفتار میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔"

"کیا کسی نے گاڑی کے نمبر نوٹ کیے تھے۔" ندیم نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا پھر جب ماسٹر ٹونی نے گاڑی کے نمبر بتائے تو وہ مجھ سے یہ کہہ کر چلا گیا کہ ایک ضروری فون کرکے واپس آتا ہوں۔

ماسٹر ٹونی سے حادثے کی روداد سننے کے بعد میں دوبارہ قاسم علی کے بستر کے قریب آگیا جہاں اس کے دل کی دھڑکن سے یہی محسوس ہورہا تھا کہ اسے سانس لینے میں خاصی دشواری ہورہی ہے وہ آنکھیں بند کیے بستر پر بے حس و حرکت پڑا تھا۔ ڈاکٹروں نے مجھے بتایا کہ اسے نیند کا انجکشن دے دیا گیا تھا تاکہ وہ درد کی اذیتناک شدت سے نجات حاصل کرسکے۔ ان کا خیال تھا کہ قاسم علی کو دوبارہ ہوش آنے میں چار پانچ گھنٹے لگیں گے۔

قاسم علی کے زخموں سے ابھی تک خون رس رس کر جسم پر بندھی پٹیوں کو سرخ کررہا تھا۔ مجھے اپنے عملے کے ہر فرد سے محبت تھی' میرے لیے ان کی زندگیاں کسی مشین کے ایسے پرزے سے کم اہم نہیں تھیں جس کے متاثر ہوجانے سے مشین ٹھپ ہوسکتی تھی میری کامیابی میں میرے عملے کا بہت ہاتھ شامل تھا' ان کی زندگیاں میرے لیے بہت قیمتی تھیں چنانچہ میں نے پاس کھڑے ڈاکٹر سے پوچھا۔

"آپ کا کیا خیال ہے مریض کے بارے میں۔"

"ابھی کوئی بات پورے یقین سے نہیں کہی جاسکتی۔" ڈاکٹر قاسم علی کی نبض سے ہاتھ ہٹاتے ہوئے سرگوشی کی۔ "چھتیس گھنٹے گزر جانے کے بعد ہی کوئی حتمی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے لیکن ایک بات طے ہے۔ مریض کو اپنے قدموں پر کھڑے ہونے میں خاصی مدت درکار ہوگی۔"

"مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہے۔" میں نے جذباتی لہجے میں کہا "مجھے صرف اپنے ورکر کی زندگی عزیز ہے۔"

"ایک بات اور بھی ممکن ہے۔"

"وہ کیا۔۔۔" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"ہوسکتا ہے کہ تندرست ہونے کے بعد مریض کے جسم کا کچھ حصہ مفلوج ہوجائے۔"

"آپ اس کی بھی فکر نہ کریں۔" میں نے کہا۔ "اپنے آدمی کی زندگی بچانے کی خاطر میں بڑی سے بڑی قیمت بھی ادا کرسکتا ہوں۔"

"ہمارا کام کوشش کرنا ہے۔۔۔ زندگی بچانا خدا کے اختیار میں ہے۔" ڈاکٹر نے جواب دیا پھر ڈیوٹی نرس کو کچھ ضروری ہدایتیں دینے کے بعد چلا گیا۔ کمرے میں اس وقت میرے' ماسٹر ٹونی اور ڈیوٹی نرس کے علاوہ کوئی نہیں تھا' میری اور ٹونی کی نظریں بدستور قاسم علی کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں جس پر موت اور زندگی کے ملے جلے سائے کپکپارہے تھے میں کوئی ڈاکٹر نہیں ہوں لیکن میں محسوس کررہا تھا کہ اس کی سانسیں آہستہ آہستہ اکھڑتی جارہی ہیں' چہرے کی رنگت بھی زرد پڑ رہی تھی۔ میرے ذہن میں قسم قسم کے سوال اور وسوسے ابھر رہے تھے قاسم علی کو پیش آنے والا حادثہ محض ایک اتفاق بھی ہوسکتا تھا۔۔۔ ڈرائیور کا گاڑی نہ روکنا بھی کچھ زیادہ تعجب خیز بات نہیں تھی۔ پولیس کے چکروں اور رگڑوں سے بچنے کی خاطر اکثر شرفا یوں بھی حادثہ ہوجانے کی صورت میں زخمی کی جان بچانے کے بجائے موقع واردات سے فرار ہوجانے میں ہی عافیت سمجھتے ہیں اس کے علاوہ یہ بھی ہوسکتا تھا کہ قاسم علی کو پیش آنے والا حادثہ کسی انتقامی کارروائی کا نتیجہ ہو سراج نے اس سے جو بیان نرنجن لال کے خلاف دلوایا تھا اس سے نرنجن لال کی ساکھ کو خاصا دھچکا پہنچا تھا ممکن ہے اسے نرنجن لال کی ایما پر موت سے ہمکنار کرنے کی کوشش کی گئی ہو۔ انتقام کی آگ اور جذبات کی شدت انسان کو جنونی بنا دیتی ہے ایسی حالت میں وہ اچھے یا برے کی تمیز نہیں کرپاتا۔۔۔ قاسم علی کی موت نرنجن لال کو پہنچے والے نقصان کا ازالہ نہیں کرسکتی تھی البتہ اس کے انتقام کی آگ کو ضرور سرد کرسکتی تھی میں ابھی اس حادثے کے بارے میں مختلف پہلوؤں پر غور کررہا تھا کہ ندیم کمرے میں داخل ہوا' اس کے چہرے پر نظر آنے والی غصے اور الجھن کی ملی جلی علامتیں اس بات کی غمازی کررہی تھیں کہ اس کے پاس قاسم علی کو پیش آنے والے حادثے سے متعلق کوئی اہم خبر موجود ہے۔ میرے قریب آکر اس نے ایک نظر قاسم علی پر ڈالی پھر دبی زبان میں بولا۔

"جس کار سے حادثہ پیش آیا ہے یا تو اس کے نمبر غلط بتائے گئے ہیں یا پھر جان بوجھ کر غلط نمبر پلیٹ استعمال کی گئی ہے۔" ندیم نے اپنا نچلا ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "میں نے فون پر اس نمبر سے متعلق تفصیل معلوم کرلی ہے میرا خیال ہے کہ قاسم علی کو جان بوجھ کر مارنے کی کوشش کی گئی ہے اور۔۔۔"

"اور کیا۔۔۔" میں نے ندیم کے اچانک خاموش ہوجانے کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔

"اب ہمیں اینٹ کا جواب پتھر سے دینا ہوگا۔" ندیم نے بڑے سفاک لہجے میں جواب دیا۔ "تم یہ کام میرے اوپر چھوڑ دو' میں جانتا ہوں کہ کمینے اور عیار دشمن سے کس طرح نبٹا جاتا ہے۔"

"لیکن اس طرح تو مفت میں بے گناہوں کا خون۔۔۔"

"قاسم علی تمہاری نگاہوں کے سامنے موت اور زندگی کی کشمکش سے دوچار ہے۔" ندیم نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔ "کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ اس کا قصور کیا ہے؟ کیا تم اس بات سے انکار کرسکو گے کہ اس غریب کو طاغوتی قوتوں نے یا پھر تمہارے ڈی ایس پی سراج صاحب نے اپنا اپنا مقصد پورا کرنے کے لیے استعمال کیا ہے؟" ندیم کے لہجے میں درندگی آتی گئی۔ "کیا تم قاسم علی کے جسم سے بہنے والے خون یا اس کی زندگی کی قیمت کا کوئی تعین کرسکتے ہو؟ نہیں میرے دوست قاسم علی کا خون رائیگاں نہیں جائے گا۔"

ندیم جو کچھ کہہ رہا تھا وہ اپنی جگہ درست تھا' کیسینو کے کاروبار سے وابستہ ہونے کے باوجود ابھی اس کے اندر کا انسان زندہ تھا' قاسم علی کو پیش آنے والے حادثے کا اس نے بہت زیادہ اثر لیا تھا مگر میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ قاسم علی کا حادثہ موت کے شیطانی رقص یا خون کی ہولی کا رنگ اختیار کرلے۔ میں ابھی ندیم کو سمجھانے کا ارادہ کرہی رہا تھا کہ اچانک قاسم علی نے آنکھیں کھول دیں اس کے ہونٹوں کو جنبش ہوئی پھر اس کی کمزور اور نحیف آواز میرے کانوں سے ٹکرائی وہ اٹک اٹک کر مجھ سے کہہ رہا تھا۔

"سر۔۔۔ میرا وقت۔۔۔ پورا۔۔۔ ہوچکا ہے۔۔۔ لل۔۔۔ لیکن۔۔۔ مرنے سے۔۔۔ پہلے میں آپ سے۔۔۔ ایک وعدہ۔۔۔ لینا چاہتا ہوں۔"

مجھے قاسم علی کے ہوش میں آنے پر حیرت ہوئی کچھ دیر پیشتر ڈاکٹر بڑے وثوق سے کہا تھا کہ اسے جو نیند کا انجکشن

خبیث
2
انوار صدیقی

3

وہ پچویشن ہی کچھ ایسی تھی کہ ایک لمحے کے لیے ندیم بھی حیرت زدہ ہو گیا۔ مشین پسٹل بدستور اس کے ہاتھوں میں تھا۔ قبل اس کے کہ وہ جلد بازی میں کوئی فیصلہ کر بیٹھتا میں نے اسے ہوشیار کرتے ہوئے تیزی سے کہا۔

"خبردار، گولی نہ چلانا۔"

"یہ سب کیا ہے!" ندیم نے تعجب سے پوچھا۔ "یہ دونوں کون ہیں؟"

"سانپ کے روپ میں نظر آنے والی کالکا ہے اور دوسرا شنکر ہے۔"

"لیکن یہ دونوں اچانک کہاں سے نمودار ہو گئے؟"

"تم بھول رہے ہو کہ شنکر سفلی کا ماہر ہے۔" میں نے وضاحت کی۔ "سفلی (جادو) عمل میں جنتر منتر کے ذریعے خبیث ارواح سے کام لیا جاتا ہے اور کالکا ناقابل یقین قوتوں پر پوری طرح قادر ہے۔ جس روپ میں چاہے نظر آسکتی ہے۔ قاسم علی کو سیٹھ پرشوتم والے کیس سے بری کرانے میں بھی کالکا کی پراسرار قوت ہمارے کام آئی تھی۔ اس نے دھن راج کو اقبال جرم کرنے پر مجبور کیا تھا۔"

"لیکن قاسم علی کو موت کے منہ سے نہیں بچا سکتی تھی۔" ندیم نے نفرت کا اظہار کیا۔

"ہو سکتا ہے قاسم علی کی موت میں شنکر کا ہاتھ ہو اور

اس وقت ہمیں ٹھکانے لگانے کا ارادہ کر کے سامنے نہ آیا ہو لیکن میرا خیال ہے کہ اب کالکا کے درمیان میں آجانے سے شاید وہ اپنی کمینگی کا مظاہرہ نہ کر سکے۔"

ندیم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میری نظریں بھی سامنے سڑک پر دو شیطانی مخلوق پر مرکوز تھیں۔ کالکا کے اچانک درمیان میں آجانے سے شنکر اس طرح چونکا تھا جیسے اسے اپنی نگاہوں پر یقین نہ آرہا ہو۔ وہ پلکیں جھپکائے بغیر اس سیاہ رنگ کے سانپ کو دیکھ رہا تھا جو زمین سے تقریباً دو فٹ کی بلندی پر پھن کاڑھے فضا میں لہرا رہا تھا۔

"تم کون ہو؟" شنکر نے سیاہ سانپ کو مخاطب کیا۔

جواب میں کالکا نے اپنا پھن زور سے سنگلاخ سڑک پر مارا تو آگ کا ایک شعلہ بھڑک کر بلندی پر پرواز کر گیا فضا میں دھوئیں کی ایک لکیر لہرا رہی تھی۔

شنکر حیرت سے اچھل کر ایک قدم پیچھے ہو گیا۔ اس کی آنکھیں ایک ثانیے کو پھٹی کی پھٹی رہ گئیں لیکن دوسرے ہی لمحے اس کی پیشانی پر نمودار ہونے والی سلوٹیں دور ہو گئیں۔ اب وہ کسی ندیدے کتے کی طرح اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں مسرتیں رقص کرنے لگی تھیں پھر وہ بڑے خوابناک لہجے میں بولا۔

"کالکا رانی میرے بھاگ (نصیب) کہ تو نے آج مجھے درشن دیئے۔ تجھے یہ نظر جیتے جاگتے روپ میں دیکھنے کے کارن تو تیرے اس سیوک نے اپنا پورا جیون تیاگ دیا تھا۔"

جواب میں کالے سانپ کی زبان کی لپلپاہٹ میں کچھ اور تیزی آگئی۔

"نہیں دیوی نہیں۔" شنکر نے تیزی سے کہا۔ "میں تیرے چرنوں کی دھول ہوں' میری شکتی اپرم پار ہے لیکن میں تیرے مقابلے کی ہمت کرنے کا وچار بھی من میں نہیں لا سکتا۔ تجھے حاصل کرنا تو میرے جیون کی سب سے بڑی اِچھا (خواہش) ہے۔"

"مورکھ۔" اس بار کالکا کی غضب ناک آواز فضا میں گونجی۔ "کیا تجھے معلوم نہیں کہ تیرے گرو دیو پر کیا بپتا پڑی ہے' وہ بھی میری شکتی پر ایت کرنے اور مجھے قابو کرنے کے لیے دھونی رمائے بیٹھا تھا' برسوں سے من ہی من میں سپنے دیکھ رہا تھا پرنتو اس کا انجام کیا ہوا۔"

"کیا؟" شنکر نے حیرت سے پوچھا۔ "کیا تو نے گرو دیو کے جاپ میں گھپلا کیا تھا؟"

"نہیں۔" کالکا نے صاف گوئی کا اظہار کیا۔ "پنڈت بنسی دھر نے کالی کے شبھ نام پر جو منڈل کھینچا تھا میں اسے نہیں توڑ سکتی تھی لیکن پھر بھی وہ کامیاب نہیں ہو سکا۔"

"پھر وہ کس کی شکتی تھی جس نے رنگ میں بھنگ ڈال کر شنکر سے پنجہ لڑانے کی ہمت کی ہے۔" اس بار شنکر کے لہجے سے غرور و تکبر جھلک رہا تھا۔

"شہباز۔" ندیم نے بڑی آہستگی سے مجھے مخاطب کیا۔ "تمہارا کیا مشورہ ہے۔ کیا میں ان دونوں بلاؤں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی خاطر فائرنگ شروع کر دوں۔"

"نہیں۔" میں نے بدستور ندیم کی کلائی پر اپنی گرفت جماتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "ایسی حماقت بھول کر بھی نہ کرنا۔"

اسی وقت جب ندیم اور میرے مکالموں کا تبادلہ ہوا تھا کالے سانپ نے اس طرح اپنا منہ پھیر کر ہماری جانب دیکھا تھا جیسے اس نے ہماری گفتگو سن لی ہو پھر وہ پلٹ کر شنکر سے بولی۔

"سمے برباد نہ کر مورکھ۔ یہ بتا کہ اس گھڑی تیرے من میں کیا ہے؟" کالکا کے لہجے میں سفاکی تھی۔

"میں ان کیڑے مکوڑوں کو نشٹ کرنے کا فیصلہ کر چکا ہوں جو نرنجن لال سے ٹکرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔" شنکر کا لہجہ سپاٹ ہو گیا۔ "تو درمیان سے ہٹ جا کالکا رانی۔ میں تجھ سے بنتی کرتا ہوں۔"

"اس دھیان کو من سے نکال دے۔" کالکا نے سرد آواز میں جواب دیا۔ "سفید بادلوں سے ٹکرانے کی کوشش کرے گا تو جل بھن کر راکھ ہو جائے گا۔"

"یہ تو کہہ رہی ہے کالکا رانی' تو؟" شنکر نے شکوہ کیا۔ "کیا تو بھی میرے دشمنوں کے ساتھ مل گئی ہے۔"

"اپنی گندی زبان بند کر لے شنکر۔ تو نہیں جانتا کہ کل کیا ہونے والا ہے۔ مکتی چاہتا ہے تو واپس چلا جا۔"

"دیوی۔" شنکر نے احتجاج کیا۔ "میں تیرے آگے ہاتھ باندھ کر پرارتھنا کرتا ہوں کہ میرا راستہ کھوٹا نہ کر۔"

"اوپر دیکھ مورکھ۔" کالکا نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ "آکاش پر کالے بادل منڈلا رہے ہیں۔ کیا تیری شکتی ان بادلوں کی دوسری اور (سمت) دیکھ سکتی ہے؟"

شنکر نے نظریں اٹھا کر اوپر آسمان کی جانب ایک نگاہ ڈالی پھر کالکا سے بولا۔

"مجھے تو کالے بادل بھی نظر نہیں آرہے ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کالکا رانی کہ تو اپنے سیوک کی آنکھوں میں دھول۔"

"پاپی۔" کالکا کا لہجہ غضبناک ہو گیا۔ "تو اور میری شکتی پر شبہ کر رہا ہے۔ مورکھ میں کہتی ہوں اب بھی سمے باقی ہے۔ چپ چاپ واپس پلٹ جا اور آنے والے کل کا انتظار کر۔"

"کالکا رانی۔" شنکر بل کھا کر بولا۔ "کیا تو اپنا دھرم بھول کر دشمنوں کی سہاتا کرے گی؟"

"شنکر۔" کالکا بڑی شدت سے گرج اٹھی۔

"شنکر تیرے چرنوں میں اپنا جیون بلیدان کر سکتا ہے۔ تو اپنی مہان شکتی سے اپنے اس سیوک کو جو کشٹ بھی دے میں اسے بھوگنے (بھگتنے) کو تیار ہوں لیکن ان مسلوں (مسلمانوں) کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیک سکتا۔"

"کیا یہ تیرا آخری فیصلہ ہے!"

"مجھے شما (معاف) کرنا دیوی' پرنتو شنکر اب قدم پیچھے نہیں ہٹائے گا۔"

"تو اور کالکا سے ٹکرانے کی کوشش کرے گا۔ سنبھل پاپی۔" کالکا نے سرسراتے لہجے میں کہا پھر وہ سانپ ہی کے روپ میں ہوا میں اڑتی ہوئی لپکی اور شنکر کے مکروہ جسم کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ شنکر کے قدم اکھڑنے میں دیر نہیں لگی۔ وہ کراہتا ہوا سڑک پر گرا۔ کالکا اس کے جسم کے اطراف اپنا حلقہ تنگ کرتی جا رہی تھی۔ دو پلید قوتیں آپس میں گتھم گتھا تھیں اور سڑک پر ادھر ادھر لوٹ رہی تھیں کہ اچانک آسمان پر بجلی کا کڑکا سنائی دیا پھر سیاہ بادلوں کے ایک بھنور نے تیزی سے نیچے اتر کر دونوں کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔

"شہباز۔" ندیم نے حیرت کا اظہار کیا۔ "کیا ہماری نظریں دھوکا تو نہیں کھا رہی ہیں؟"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میری نظریں سیاہ بادلوں کے بھنور پر تھیں جو ایک لمحے تک تیزی سے چکراتا رہا پھر برق رفتاری سے آسمان کی سمت بلند ہوتا ہوا نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ میں نے غور سے دیکھا' سڑک پر اب کالکا اور شنکر میں سے کوئی بھی موجود نہیں تھا۔

"مجھے پورا یقین ہے کہ ہم نے جو کچھ دیکھا ہے وہ سوائے فریب نظر کے اور کچھ نہیں ہے۔" ندیم نے ٹھوس آواز میں کہا۔ "ایک مسلمان ہونے کے ناتے میں ان طلسماتی کھیل تماشوں پر یقین نہیں رکھتا۔"

میں نے اس بار بھی ندیم کی بات پر کسی اظہار خیال کے بجائے گاڑی اسٹارٹ کر کے گیئر میں ڈال دی۔ میرے ذہن میں کالکا اور شنکر کے درمیان ہونے والی گفتگو کا ایک ایک لفظ گونج رہا تھا۔ کالکا کا ایک جملہ بطور خاص میرے دل و دماغ میں بازگشت بن کر گونج رہا تھا۔ اس نے شنکر سے آنے والے کل کے لیے انتظار کرنے کو کہا تھا اور میں بڑی سنجیدگی سے غور کر رہا تھا کہ کالکا کی اس بات کا مقصد کیا تھا؟ کل کیا ہونے والا تھا؟

✣

قاسم علی کے قتل کی ذمے داری کسے سونپی گئی تھی؟ وہ کون تھا جس نے ایک بے گناہ انسان کو بڑی درندگی کے ساتھ اپنے ظلم تلے روند ڈالا تھا؟ مجھے یہ نہیں معلوم تھا لیکن میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ نرنجن لال نے اس غریب سے اپنی ہتک کا انتقام لیا ہوگا اگر بات میرے اختیار میں ہوتی تو شاید میں نرنجن لال کے دفتر میں گھس کر اس کا جسم گولیوں سے چھلنی کر دیتا۔ میں چاہتا تو ایسا کر بھی سکتا تھا لیکن میں نے خود کو بے لگام نہیں ہونے دیا اس لیے کہ کبھی کبھی کسی انسان کی اشتعال میں کی ہوئی ایک معمولی سی غلطی کئی جانوں اور خاندانوں کو اپنی لپیٹ میں لینے کا سبب بن جاتی ہے اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ انتقامی کارروائی کا یہ سلسلہ سینہ بہ سینہ صدیوں جاری رہتا ہے اور سیکڑوں بے گناہ بڑی بے دردی سے موت کے گھاٹ اتارے جاتے ہیں۔ ایک جھوٹی شان اور آن بان کو برقرار رکھنے کی خاطر کتنے ہی خاندانوں کو موت کے اندھے کنوئیں میں بڑے وحشت ناک طریقے سے جھونک دیا جاتا ہے۔ قاتل مقتول کی لاش کے سینے پر قدم جما کر اپنی فتح کا جشن مناتا ہے۔ یہ نہیں دیکھتا نہ محسوس کرتا ہے کہ اس کی وجہ سے کتنے گھروں کے روشن چراغ گل ہو گئے۔ کتنی مانگوں کی افشاں خون کی سرخی میں تبدیل ہو کر رہ گئی۔ کتنے سروں سے دوپٹے نوچ کر اتار لیے گئے اور کتنے رشتے قدموں سے روند کے ہمیشہ کے لیے ختم کر دیئے گئے۔ ایک کے بدلے دو اور دو کے بدلے چار مارنے کا یہ سلسلہ تادیر چلتا رہتا ہے وہ جو کمزور ہوتے ہیں راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں جو فاتح ہوتے ہیں وہ مونچھوں پر تاؤ دے کر دندناتے پھرتے رہتے ہیں۔ موت اور زندگی کی آنکھ مچولی آسانی سے ختم نہیں ہوتی۔ دلوں میں نفرتوں کا جذبہ لاوا بن کر جمع ہوتا رہتا ہے پھر پھوڑے پر جب کوئی نشتر لگتا ہے تو اندر کا مواد ایک بار پھر پھوٹ نکلتا ہے۔ لوگ ایک دوسرے کی موت کی گھات لگائے بیٹھے رہتے ہیں اور جب انہیں کوئی موقع میسر آجاتا ہے تو وہ لوگ خون کی ہولی کھیل کر اپنی جیت کا جشن مناتے ہیں۔

میں نہیں چاہتا تھا کہ نرنجن لال کو مار کر پھانسی کے پھندے پر لٹک جاؤں۔ جان بوجھ کر زندگی کو داؤ پر لگانا دانشمندی کے منافی ہوتا ہے۔ وقتی طور پر ایک جذبے کو تسکین ضرور مل جاتی ہے لیکن اس کا انجام ہمیشہ بھیانک ہی ہوتا ہے۔

قاسم علی کی موت کے بعد میں نے ندیم کے چہرے کے بدلتے رنگ کو بطور خاص محسوس کیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں خون کے شعلے بھڑکتے دیکھے تھے۔ وہ میرے ایک اشارے پر اپنے آدمیوں کے ذریعے قاسم علی کی موت کے حساب کو چکتا کرنے کی خاطر کئی زندگیوں کو موت کا نشانہ بنا سکتا تھا لیکن میں ایک پولیس آفیسر بھی رہ چکا تھا۔ کچھ لوگ اس منطقی بات کو نہیں مانتے لیکن میں جانتا تھا کہ مجرم یا قاتل خواہ کتنا ہی چالاک اور عیار کیوں نہ ہو ایک نہ ایک دن قانون کے مضبوط ہاتھ اسے ضرور جکڑ لیتے ہیں، خون کبھی ضائع نہیں ہوتا۔ کسی نہ کسی انداز میں اپنا رنگ عیاں کر دیتا ہے۔ یہ انسان کا بنایا ہوا قانون نہیں بلکہ قانون قدرت ہے کہ انسان جو بوتا ہے وہی کاٹتا ہے۔ مظلوم کی آہیں کسی نہ کسی انداز یا زاویے سے ظالم سے ظلم کا حساب ضرور مانگتی ہیں جو یہاں بچ نکلتے ہیں وہ آخرت میں پکڑے جاتے ہیں اور وہ پکڑ ایسی آہنی ٹھوس اور مدلل ہوتی ہے کہ انسان کے پاس فرار کا کوئی راستہ نہیں ہوتا۔ توبہ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں تو انسان کو اپنے کیے کا احساس ہوتا ہے مگر اس وقت جب کفارہ ادا کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔

میں نے بھی بہت کچھ سوچ کر اپنے سینے میں بھڑکتے شعلوں کو ہوا دینے کے بجائے اندر ہی اندر بجھانے کی کوشش کی تھی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ میری وجہ سے ندیم اپنی دوستی کا حق ادا کرنے کی خاطر آگ اور خون کے سمندر میں چھلانگ لگا دے۔ کوئی طوفانی اور سرکش لہر منہ پھاڑ کر اسے ہڑپ کر جائے۔ نسیم کے ہاتھوں کی مہندی کا رنگ پھیکا پڑ جائے اور اسے اپنی کلائی میں چھن چھناتی چوڑیوں کو توڑ کر اپنی بیوگی کا اعلان کرنا پڑے۔ میں اس جاں گسل لمحے کے احساس ہی سے کانپ اٹھتا تھا۔ میں نے نسیم کو فرش سے اٹھا کر عرش تک لے جانے کی ایک حقیر سی کوشش کی تھی۔ اسے سچے دل سے بہن کہہ کر اس کے غموں کا مداوا کرنے کی کوشش کی تھی پھر میں اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹوں کے بجائے غم و اندوہ کی پپڑی جمے کیسے دیکھ سکتا تھا؟

اس وقت بھی میں کچھ ایسے ہی احساسات سے دوچار تھا جب ندیم نے مجھے اور سراج کو شام کی چائے پر مدعو کیا تھا۔ چائے کے ساتھ نسیم نے جو لوازمات تیار کیے تھے وہ کسی فور اسٹار ہوٹل کے ڈنر سے کسی طرح کم نہیں تھے۔ ہم سب لان پر بیٹھے تھے اور باوردی بیرے باقاعدہ سروس میں مصروف تھے۔

"یہ آپ کس خیال میں گم ہیں شہباز صاحب؟" سراج نے مجھے مخاطب کیا۔

"وہ دراصل میں یہ سوچ رہا تھا کہ اتنے سارے لوازمات کو اگر شام کا ناشتا کہتے ہیں تو پھر ڈنر کسے کہتے ہوں گے۔" میں نے بات بناتے ہوئے کہا۔

"آپ تکلف سے کام لے رہے ہیں بھائی جان۔" نسیم نے بڑے پیار سے کہا۔ "ورنہ میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔"

"کوئی بات نہیں۔" سراج نے بے تکلفی مظاہرہ کیا۔ "اگر آپ نے اس بار کچھ نہیں کیا تو پھر کبھی سہی کہیں بھاگے تو نہیں جا رہے۔"

"آج میں ایک بات کا قائل ہو گیا ہوں۔" ندیم نے سراج سے کہا۔

"وہ کیا؟"

"پولیس والوں کی دوستی اور دشمنی دونوں ہی نقصان کا باعث بنتی ہیں۔"

جواب میں سراج مسکرانے لگا۔ کچھ دیر تک ہمارے درمیان اسی قسم کی گفتگو ہوتی رہی۔ ہم بے تکلف دوستوں کی طرح ایک دوسرے سے چھیڑ چھاڑ کرتے رہے پھر ناشتے سے فارغ ہوئے تو سراج نے اچانک سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے مجھ سے کہا۔

"مجھے قاسم علی کی موت کی اطلاع مل چکی ہے لیکن شکوہ اس بات کا ہے آپ نے براہ راست مجھے اس حادثے کی اطلاع نہیں دی۔"

"جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا۔ اب پچھتانے سے کیا ہو سکتا ہے۔"

"آپ کے خیال میں کیا قاسم علی کی موت بھی کسی سازش کا نتیجہ ہو سکتی ہے؟"

"جی نہیں۔" میرے بجائے ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "ہم اس گاڑی یا اس کے ڈرائیور کو نہیں پکڑ سکے لیکن مجھے راہ گیروں کے ذریعے ہی اطلاع ملی ہے کہ اس کار کو ڈرائیو کرنے والا بری طرح نشے میں دھت تھا۔"

میں نے ندیم کی طرف کن انکھیوں سے دیکھا۔ مجھے معلوم تھا کہ اس کا جواب حقیقت پر مبنی نہیں تھا۔ قاسم علی کی موت کے بعد تو اس نے کافی غم و غصے کا مظاہرہ کیا تھا پھر وہ اب سراج کو ٹالنے کی کوشش کس لیے کر رہا تھا۔

"یہ سب عوام کی عدم دلچسپی کا نتیجہ ہے۔" سراج نے ایک سگار سلگاتے ہوئے جواب دیا۔ "اگر ہمارے عوام پولیس کا ہاتھ بٹائیں اور جرائم سے متعلق قانون کو بروقت مطلع کرتے رہیں تو ——"

"مجرم کے بجائے پھر عوام کو پولیس اور کچہری میں پیشیاں بھگتنے کی سزا ملے گی۔" ندیم نے برجستہ جواب دیا۔

"آپ بھی اپنی جگہ درست فرما رہے ہیں۔" سراج نے بڑی فراخ دلی کا مظاہرہ کیا۔ "ہمارے درمیان بھی بیشتر لوگ ایسے ہی ہیں جو پولیس کے محکمے کی بدنامی کا سبب بن رہے ہیں ورنہ عوام اور پولیس اگر مل جل کر جرائم کی بیخ کنی کا بیڑا اٹھا لیں تو جرائم کا گراف بڑی تیزی سے نیچے آ سکتا ہے۔"

"جان بوجھ کر اپنے پیروں پر کلہاڑی کون مارتا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "آج کے دور میں ہر شخص دو اور دو چار کرنے کی فکر میں لگا ہوا ہے بڑھتی ہوئی مہنگائی اور غیر یقینی سیاسی حالات نے زندگی کے ہر شعبے کو بڑی شدت سے متاثر کیا ہے۔"

"کیا آپ لوگ کافی پینا پسند کریں گے؟" نسیم نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"خدا عمر دراز کرے آپ کی۔" سراج نے کہا۔ "آپ نے اس وقت میرے منہ کی بات چھین لی۔"

نسیم اٹھ کر اندر چلی گئی تو سراج نے گفتگو کرتے کرتے اچانک سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔

"مسٹر شہباز۔ کیا قاسم علی کی موت میں نرنجن لال کا ہاتھ شامل نہیں ہو سکتا؟"

"میرا خیال ہے کہ اس کا جواب خود نرنجن لال ہی بہتر طور پر دے سکتا ہے۔" ندیم کے لہجے میں اس بار ہلکی سی تلخی بھی شامل تھی۔ "ویسے میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ قاسم علی نے نرنجن لال کے خلاف بیان دے کر خود اپنی موت کو دعوت دی تھی۔"

"میں آپ کا اشارہ سمجھ رہا ہوں مسٹر ندیم۔" سراج نے سگار کا ایک طویل کش لیتے ہوئے کہا۔ "مجھے اپنی غلطی کا اعتراف بھی ہے اگر میں نے قاسم علی کو نرنجن لال کے خلاف بطور گواہ ——"

"اب اس ذکر سے کیا فائدہ۔" میں نے بات ٹالنے کی کوشش کی۔ "قسمت کے لکھے کو کون ٹال سکتا ہے۔"

"آپ درست فرما رہے ہیں مگر اب میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ قاسم علی کی موت میں بھی کسی نہ کسی شیطانی قوت کا دخل ضرور تھا۔"

"کوئی خاص وجہ۔" ندیم نے پوچھا۔

"جی ہاں۔" سراج نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے جواب دیا۔ "قاسم کی موت کے بعد دھن راج اپنے اس بیان سے منحرف ہو گیا ہے جو اس نے مجسٹریٹ کے روبرو بھری عدالت میں دیا تھا۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔

"دھن راج کا کہنا ہے کہ اس نے پہلے جو بیان دیا تھا وہ اسے سرے سے یاد نہیں اور اگر اس کے منہ سے کوئی ایسی بات نکلی تھی تو شاید اس وقت وہ نشے کی حالت سے دوچار رہا ہو گا۔" سراج نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "اس نے سیٹھ پرشوتم کے گھر ہونے والی ڈکیتی کی واردات سے اپنی قطعی لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔"

"گویا اب وہ بھی سزا سے بچ جائے گا۔" ندیم مسکرایا۔

"یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ کیس نے بڑی پیچیدہ صورت اختیار کر لی ہے۔"

"ہو سکتا ہے نرنجن لال نے کسی خاص مصلحت کی بنا پر یہ تمام ڈراما ترتیب دیا ہو۔" میں نے حقارت کا اظہار کیا۔ "شاید وہ پولیس اور قانون کو یہ باور کرانا چاہتا ہو کہ اس کی دولت اور اثر و رسوخ میں قانون سے زیادہ طاقت موجود

ہے۔"

"ایسا نہیں ہے مسٹر شہباز۔" سراج نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے جواب دیا۔ "وقتی طور پر شاید نرنجن لال اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے لیکن مجھے یقین ہے کہ ایک نہ ایک دن اسے اپنے کیے کی سزا ضرور ملے گی۔"

"شاید دوسری دنیا میں۔ جہاں صرف انسان کا اعمال نامہ اس کے ہاتھ میں ہو گا۔" ندیم نے زہر خند لہجے میں کہا۔

پھر تسیم ملازم کے ساتھ کافی کا اہتمام کرنے کے بعد واپس آئی تو ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ سراج نے کافی کا ایک گھونٹ لینے کے بعد براہ راست تسیم سے کہا۔

"مجھے آپ سے ایک زبردست شکایت ہے۔"

"مجھ سے۔" تسیم چونکی۔ "وہ کیا؟"

"آپ ہی جیسی خواتین نے مردوں کی عادتیں خراب کر دی ہیں۔"

"میں سمجھی نہیں۔" سراج کی سنجیدگی برقرار دیکھ کر نسیم نے حیرت سے کہا۔

"ایک۔ دو باتیں ہوں تو بتاؤں۔" سراج نے اس بار مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "ایک تو اتنا زبردست ناشتا اور اس کے بعد اتنی شاندار کافی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں کسی نہ کسی بہانے روزانہ یہاں آنا شروع کر دوں اور مسٹر ندیم کو یہ کہنے کا موقع مل جائے کہ ناشتے اور کافی پر خرچ ہونے والی رقم کا تو کوئی ملال نہیں۔ پریشانی اس بات کی ہے کہ پولیس والوں نے گھر دیکھ لیا۔"

سراج نے وہ جملہ کچھ ایسے انداز میں کہا تھا کہ میرے اور ندیم کے علاوہ خود تسیم بھی اپنے بے ساختہ قہقہے کو ضبط نہ کر سکی لیکن ابھی ہمارے قہقہے فضا میں گونج رہے تھے کہ فون کی گھنٹی بجی اور تسیم نے گول میز پر رکھے ہوئے فون کا ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا پھر اس نے ریسیور سراج کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔ "آپ کی کال ہے۔"

"ہیلو۔ ڈی ایس پی سراج اسپیکنگ۔" سراج نے ماؤتھ پیس میں کہا مگر پھر دوسری جانب سے اسے کوئی ایسی ہی اطلاع ملی تھی بس کے سبب وہ بے حد سنجیدہ نظر آنے لگا تھا۔ کچھ دیر وہ دوسری جانب سے کی جانے والی بات سنتا رہا پھر اس نے سگار گھاس پر ڈال کر اسے پیروں سے رگڑتے ہوئے کہا۔ "ایس ایچ او سے کہو کہ وہ میرا انتظار کرے اور جب تک میں نہ پہنچوں ضابطے کی کوئی کارروائی نہ کی جائے۔ کسی چیز کو ہاتھ لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں، لاشوں کو بھی اسی حالت میں پڑا رہنے دو۔ ٹھیک ہے، تم فنگر پرنٹ ایکسپرٹ کو فون پر جلد از جلد موقع واردات پر پہنچنے کی تاکید کرو۔ میں زیادہ سے زیادہ پندرہ منٹ میں پہنچ رہا ہوں۔"

سراج نے ریسیور کریڈل پر رکھا تو میں نے تعجب سے پوچھا۔

"کوئی خاص واردات ہو گئی ہے۔"

"ہاں، اور اس واردات کا تعلق بھی نرنجن لال گروپ آف انڈسٹریز سے ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونکتے ہوئے سوال کیا۔ "اب کیا ہو گیا؟"

"پوری تفصیل تو مجھے موقع واردات پر پہنچنے کے بعد ہی معلوم ہو گی لیکن فون پر جو اطلاع ملی ہے اس کا لب لباب یہ ہے کہ نرنجن لال کے دفتر میں ڈاکا پڑا ہے۔ جس میں چار آدمی مارے گئے اور تقریباً" ڈیڑھ لاکھ کی رقم بھی ڈاکو لوٹ کر لے گئے ہیں۔ اطلاع کے مطابق نرنجن لال کے کیشیئر نے آج ہی بینک کے عملے کی تنخواہ کا چیک کیش کرایا تھا۔ کچھ لوگوں کو تنخواہ ادا کر دی گئی اور جو باقی تھے ان کے نام کے لفافے تیار کیے جا رہے تھے کہ چار نقاب پوش خود کار آتشی اسلحہ لیے داخل ہوئے اور چار آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار کر رقم لوٹ لے گئے۔ دو گارڈ شدید زخمی حالت میں پائے گئے۔ ڈاکوؤں نے ان کا اسلحہ بھی لوٹ لیا ہے۔"

"اس واردات میں کس کا ہاتھ ہو سکتا ہے؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"بظاہر یہ عام ڈکیتی کا کیس معلوم ہوتا ہے۔" سراج نے جواب دیا پھر ہم سے اجازت طلب کرتا ہوا تیزی سے باہر نکلا اور اپنی گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہو گیا۔

سراج کے جانے کے بعد کسی خیال کے تحت میں نے ندیم کے چہرے کو بغور دیکھا۔ بظاہر وہ بالکل نارمل اور بے پروا نظر آ رہا تھا۔ میں نے تسیم کی موجودگی میں اسے کریدنے کی کوشش نہیں کی لیکن میرے ذہن میں نہ جانے کیوں یہ خیال بڑی سرعت سے ابھر رہا تھا کہ کہیں اس ڈکیتی کی پشت پر ندیم کا ہاتھ تو نہیں تھا؟

مجھے اچھی طرح یاد تھا کہ قاسم علی کی دردناک موت کے بعد ہسپتال سے لوٹتے وقت ندیم نے مجھ سے بڑے جذباتی لہجے میں یہ بات کہی تھی۔ "قاسم علی کا خون رائگاں

نہیں جائے گا۔" کچھ دیر بعد تسیم اٹھ کر کسی کام سے گئی تو میں نے ندیم سے پوچھا۔

"نرنجن لال کے دفتر میں پڑنے والے ڈاکے اور چار آدمیوں کے قتل ہو جانے کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"اس کا جواب تو پولیس سراغ لگانے کے بعد ہی دے سکتی ہے۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"پھر بھی۔" میں نے بات گھما کر پوچھنے کی کوشش کی۔ "ہو سکتا ہے کہ یہ کیس عام ڈکیتیوں جیسا ہو۔ شہر میں اس قسم کی لوٹ مار اور قتل و غارت گری کی خبریں آئے دن اخبارات میں شائع ہوتی رہتی ہیں بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اس قسم کے کیس اب روز مرہ کا معمول بن چکے ہیں تو بے جا نہ ہو گا لیکن ــــــ" میں نے جان بوجھ کر اپنا جملہ نامکمل چھوڑ دیا۔

"لیکن کیا؟" ندیم نے وضاحت چاہی۔

"میرا خیال ہے کہ نرنجن لال کا شبہ اس کیس میں بھی ہمارے ہی اوپر ہو سکتا ہے۔"

"ممکن ہے لیکن وہ اس بات کو ثابت نہیں کر سکے گا اس لیے کہ جس وقت واردات ہوئی ہے اس وقت محکمہ پولیس کا ایک ذمے دار اور دیانت دار آفیسر ہمارے ساتھ موجود تھا۔" ندیم کا لہجہ اس بار معنی خیز تھا۔

"گویا میں نے جو اندازہ لگایا ہے وہ غلط نہیں ہے۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے ندیم کو گھورتے ہوئے کہا۔

"میں جس ماحول میں سانس لے رہا ہوں میرے دوست، اس کے طور طریقے اس مہذب ماحول سے مختلف ہیں جس میں تمہاری تربیت ہوئی ہے اس لیے تم اپنے ذہن کو پریشان مت کرو۔" ندیم نے میرے شبہے کا اعتراف کرتے ہوئے بڑے سرد لہجے میں جواب دیا۔ "میں موت کو برحق اور اٹل سمجھتا ہوں اس لیے دیو مالائی کرداروں سے بھی مجھے کبھی کسی قسم کا خوف نہیں ہوا اور ابھی تو ابتدا ہی ہوئی ہے۔"

"ابتدا ہوئی ہے سے تمہارا کیا مقصد ہے؟" میں نے چونکتے ہوئے سوال کیا۔ "کیا تم نے اپنے ذہن میں کچھ اور خطرناک منصوبے بھی بنا رکھے ہیں۔"

"شطرنج کا کھلاڑی دو چالیں ایک ساتھ نہیں چلتا۔" ندیم نے کافی کا گھونٹ لے کر بڑی بے پروائی سے کہا۔ "لیکن وہ دوسرے کھلاڑی کی جانب سے چلنے والی چال کا توڑ ضرور سوچ لیتا ہے اور وہی کھلاڑی کامیاب کہلاتا ہے۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہ رہے ہو کہ اس ڈکیتی کی واردات کے جواب میں نرنجن لال کی طرف سے بھی کوئی کارروائی ممکن ہو سکتی ہے۔"

"ہونی چاہیے۔" ندیم نے اپنے جملے پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "اس کی جگہ اگر میں ہوتا تو شاید میں بھی جوابی انتقام سے خود کو باز نہ رکھ سکتا۔"

"میں سمجھ رہا ہوں لیکن کیا نرنجن لال کو اس بات کا یقین ہو گا کہ موجودہ ڈکیتی میں ہمارا ہی ہاتھ شامل ہے جبکہ اس بات کا علم خود مجھے بھی نہیں تھا۔"

"میں نے تم سے کہا تھا کہ میں جس ماحول میں سانس لے رہا ہوں اس کے طور طریقے تمہاری مہذب دنیا سے خاصے مختلف ہوتے ہیں اور قاسم علی کی موت کے بعد میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ فرشتہ اجل بھی اگر نرنجن لال کی روح قبض کرنے جائے تو وہ اسے بھی ہمارا ہی کوئی ہرکارہ سمجھے گا۔"

"لیکن ــــــ"

"پلیز شہباز۔" ندیم نے اکتائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ "تم ان باتوں میں اپنا قیمتی وقت کیوں ضائع کر رہے ہو۔"

میں نے جواب میں کچھ کہنا چاہا لیکن نسیم کے دوبارہ آجانے سے مجھے مجبوراً گفتگو کا موضوع بدلنا پڑ گیا۔

❁

شام کو سراج نے مجھے فون کر کے ڈکیتی کی جو تفصیل بتائی وہ عام ڈکیتی سے ملتی جلتی تھی۔ سراج کے بیان کے مطابق ڈاکوؤں کی تعداد چھے افراد پر مشتمل تھی جن میں سے چار نے دفتر کے اندر گھس کر رقم لوٹی اور مزاحمت کرنے والوں کو بیدردی سے موت کے گھاٹ اتار دیا، ایک ڈاکو باہر گیٹ پر موجود تھا جبکہ ان کا چھٹا ساتھی باہر کھڑی ہوئی وین میں موجود تھا۔ جو لوگ تنخواہ کے لفافے تیار کر رہے تھے ان کی تعداد کیشیئر سمیت کل نو افراد پر مشتمل تھی جو لوگ زندہ بچ گئے تھے ان میں وہ کیشیئر بھی شامل تھا جس نے صبح بینک سے کیش نکلوایا تھا۔ ان لوگوں کے بیان کے مطابق تمام ڈاکوؤں نے اپنے چہروں پر اس طرح نقاب پہن رکھی تھی کہ ان کی آنکھوں کے سوا چہرے کا کوئی اور حصہ نظر نہیں آ رہا تھا۔

قرب و جوار کے لوگوں کے بیان کے مطابق انہوں نے گولی چلنے کی کوئی آواز نہیں سنی تھی۔ وہ وین جس کے

نمبر نوٹ کیے گئے تھے اور جسے ڈاکوؤں نے استعمال کیا تھا وہ ایک مقامی فرم کی تھی جسے واردات سے صرف ایک گھنٹے پہلے چھینا گیا تھا جس کی اطلاع متعلقہ تھانے میں درج کرا دی گئی تھی۔ وین کے ڈرائیور کے بیان کے مطابق اس وقت وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا دفتر کی چھٹی کا انتظار کر رہا تھا جب کسی نے اچانک پشت سے اس کے سر پر اتنا شدید وار کیا تھا کہ وہ کچھ سمجھنے سے پیشتر ہی بیہوشی کی حالت سے دوچار ہو گیا۔ دوبارہ ہوش آنے پر اس نے خود کو ایک ہسپتال میں پایا تھا۔ واردات کے تقریباً بیس منٹ بعد ڈکیتی میں استعمال کی جانے والی وین شہر کی ایک سپر مارکیٹ کے باہر کھڑی ملی تھی لیکن فنگر پرنٹ کے ماہرین بھی اس وین سے کسی کے انگلیوں کے نشانات حاصل کرنے میں ناکام ہی رہے۔

نرنجن لال نے اس ڈکیتی کے سلسلے میں کسی شخص پر بھی اپنے شبہے کا اظہار نہیں کیا تھا۔ اس نے سراج سے یہی کہا تھا کہ ڈیڑھ دو لاکھ کی رقم اس کے لیے کوئی زیادہ اہمیت نہیں رکھتی لیکن اس کے انداز سے یہی ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ کسی اہم بات کو زبان تک لانے سے گریز کر رہا ہو۔

میں سراج کی باتیں بہت غور سے سن رہا تھا پھر جب وہ تفصیل بیان کر چکا تو میں نے پوچھا۔

"آپ کا شبہ کس پر ہے؟"

"فی الحال یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا البتہ میں نے کیشیئر کو زیر حراست لے لیا ہے۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"عام طور سے اس قسم کے کیس میں کیشیئر کسی نہ کسی زاویے سے مجرموں کے ساتھ پہلے سے ملے ہوئے ہوتے ہیں۔" سراج نے جواب دیا۔ "دوسری اہم بات یہ ہے کہ جو لوگ اس قسم کی واردات کرتے ہیں وہ کسی ایسے دفتر میں گھسنے کی حماقت نہیں کرتے جہاں گارڈ موجود ہوتے ہیں۔ زیادہ تر وارداتیں یا تو بینک کے اندر ہی ہو جاتی ہیں یا پھر کسی سنسان سڑک پر مطلوبہ گاڑی کو روک کر اسے لوٹ لیا جاتا ہے۔ دوسری خاص بات یہ ہے کہ اس واردات میں ڈاکوؤں کی تعداد چھ تھی جبکہ عام طور پر دو یا تین آدمی ہی سامنے آتے ہیں۔"

"کیشیئر نے کیا بیان دیا ہے؟"

"آپ کا کیا خیال ہے مسٹر شہباز، اگر کیشیئر اس کیس میں ملوث ہے تو کیا وہ اتنی آسانی سے اپنی زبان کھول دے گا؟" سراج نے ایک مدلل جواب دیا پھر کچھ توقف سے بولا۔ "ہو سکتا ہے میرا اندازہ غلط ہو لیکن مجھے شبہ ہے کہ نرنجن لال اس کیس میں بھی اپنے کسی روایتی حریف کا ہاتھ محسوس کر رہا ہے اور اس کی خاموشی اور بے پروائی اس بات کا پیش خیمہ ہے کہ وہ پولیس کے ساتھ تعاون کرنے کے بجائے ذاتی طور پر کسی جوابی کارروائی کا منصوبہ بنا رہا ہے۔"

"روایتی حریف سے آپ کی کیا مراد ہے؟" میں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔ "کیا وہ ہمارے اوپر شبہ کر رہا ہے؟"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔" سراج کا لہجہ معنی خیز تھا۔

"کیا مطلب؟" میں نے یکلخت سنجیدگی اختیار کی۔

"اگر نرنجن لال کا شبہ میرے خیال کے مطابق آپ پر ہے تو اس بار وہ قانون کے آہنی ہاتھوں سے نہیں بچ سکے گا۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے وضاحت چاہی۔

"میں نے پہلا کام یہی کیا ہے کہ اپنے خاص اور معتبر آدمیوں کو سادہ لباس میں نرنجن لال اور اس کے ملنے جلنے والوں کی نگرانی کے احکامات جاری کر دیے ہیں۔" سراج نے پورے وثوق سے جواب دیا۔ "اگر اس نے جوابی کارروائی کا منصوبہ بنایا تو ہمارے آدمی مجرموں کو بہ آسانی ٹریپ کر لیں گے۔ ویسے آپ کی اطلاع کے لیے ایک بات اور عرض کر دوں۔ میرے کچھ آدمی آپ کے دفتر کے باہر بھی تعینات ہوں گے اور دو افراد خاص طور پر خفیہ طریقوں سے آپ کی نگرانی پر بھی مامور کر دیے گئے ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ نرنجن لال براہ راست میرے اوپر ہاتھ ڈالنے کی حماقت نہیں کرے گا۔" میں نے سراج کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

"کتا سب سے وفادار جانور ہوتا ہے شہباز صاحب، لیکن جب پاگل ہو جائے تو اپنے مالک پر بھی بھونکنا شروع کر دیتا ہے۔" سراج اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "میں اس بار اتنا ڈھیلا جال بننے کی غلطی نہیں کروں گا کہ شکار اس میں آکر واپس نکل جائے۔"

"اس کا ایک آسان طریقہ اور بھی ہے۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "کسی ایسے قاتل کو جو عمر قید کی سزا کاٹ رہا ہو جیل سے فرار ہونے کا موقع فراہم کر دیجیے اور اسے اشارہ کر دیں کہ نرنجن لال کو ٹھکانے لگا دے۔ اس طرح سانپ بھی مر جائے گا اور لاٹھی بھی ٹوٹنے سے محفوظ رہے گی اس لیے کہ پھانسی کی سزا عمر قید بھگتنے سے

زیادہ آسان ہوتی ہے۔"

"آپ کا مشورہ کم از کم میرے لیے قابل قبول نہیں ہے اس لیے کہ میں ہمیشہ قانون کے دائرے میں رہ کر کام کرنے کا عادی ہوں۔"

"اور اس کا انجام آپ قاسم علی کی موت کے سلسلے میں دیکھ چکے ہیں۔" میں نے قدرے تلخ اور جذباتی انداز میں کہا۔ "آپ کو اس بات کا تجربہ بھی ہے کہ طاغوتی قوتوں کے سامنے آپ کا قانون کس قدر بے بس ثابت ہو چکا ہے۔ صرف فائل کا پیٹ بھر کر اسے داخل دفتر کر دینے سے کسی بے گناہ کی موت کی تلافی نہیں ہوتی۔ لوہے کو کاٹنے کے لیے ہمیشہ لوہا ہی استعمال کیا جاتا ہے۔ مچان پر بیٹھ کر کسی آدم خور درندے کو خوفزدہ کرنے کی خاطر ہوائی فائرنگ کرنا میرے نزدیک بہادری کی علامت نہیں ہے۔"

"پلیز مسٹر شہباز۔" سراج نے کہا۔ "آپ جذباتی ہو رہے ہیں لیکن میرا وہ مقصد نہیں تھا جو آپ سمجھ رہے ہیں۔"

"بہرحال میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے قبل از وقت ایک پیش آنے والے خطرے سے آگاہ کر دیا۔ میں اپنی حفاظت کا خیال رکھوں گا اور مجھے معلوم ہے کہ دشمنوں سے کس انداز میں ڈیل کیا جاتا ہے۔" میں نے بدستور سنجیدگی سے کہا پھر کسی جواب کا انتظار کیے بغیر ریسیور کریڈل پر رکھنے کے بجائے میز پر رکھ دیا تاکہ اگر سراج مجھ سے دوبارہ رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرے تو اسے کامیابی نہ ہو سکے۔

مجھے اس بات کا احساس تھا کہ اس وقت میں کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو گیا تھا۔ شاید اس لیے کہ میں خود کو بالواسطہ قاسم علی کی موت کا ذمے دار سمجھ رہا تھا۔ میں اگر چاہتا تو وہ ٹیپ سراج کے حوالے کر سکتا تھا جس میں میری اور نرنجن لال کی گفتگو موجود تھی۔ اس ٹیپ کی مدد سے نرنجن لال کو خاصا نقصان پہنچایا جا سکتا تھا لیکن اس طرح قانون کی نظروں میں میری شخصیت بھی آ جاتی جسے میں کسی قیمت پر پسند کرنے کو تیار نہیں تھا۔ غلطی انسان ہی سے سرزد ہوتی ہے۔ میں نے بھی قاسم علی کو سراج کے حوالے کر کے ایک غلطی کی تھی۔ میں چاہتا تو براہ راست بھی نرنجن لال کو شکار کر سکتا تھا لیکن اب تیر کمان سے نکل چکا تھا جس کی واپسی ممکن نہیں تھی۔

میں بڑی دیر تک اندر ہی اندر الجھتا رہا۔ میرے ذہن میں پنڈت بنسی دھر کا خیال بھی ابھرا جس کے بارے میں کالکا نے واضح طور پر مجھے کوئی یقینی بات نہیں بتائی تھی۔ اس نے صرف یہ کہا تھا کہ اس کے اوپر دیوی دیوتاؤں کی جانب سے کچھ بندشیں عائد کر دی گئی ہیں اگر کالکا کا بیان اپنی جگہ درست تھا تو پھر اس نے ہمیں بچانے کی خاطر شنکر سے ٹکرانے کی کوشش کیوں کی تھی؟ ان سیاہ بادلوں کا راز کیا تھا جو آسمان سے چکراتے ہوئے زمین کی سمت آئے تھے اور اپنے اندر شنکر اور کالکا کو سمیٹ کر واپس چلے گئے تھے۔ کیا وہ دیوی دیوتاؤں کا عتاب تھا جو ان دونوں پر نازل ہوا تھا؟ کیا شنکر کالکا زندہ تھے یا؟

میں نے کچھ سوچ کر کالکا کو آواز دی۔ مجھے یقین تھا کہ وہ کم از کم شنکر کے معاملے میں زیادہ قوتوں کی مالک تھی۔ ایک لمحے تک دوسری جانب سے کوئی جواب نہیں ملا۔ میں مضطرب ہو گیا۔ کالکا سے مجھے کوئی گہرا لگاؤ نہیں تھا لیکن وہ بہرحال مجھے عزیز تھی۔ اس لیے کہ اس نے کئی موقعوں پر اپنی پراسرار طاقت کو استعمال کر کے میری جان بچائی تھی۔ خطروں سے آگاہ کیا تھا۔ میں نے اسے دوبارہ آواز دی اس بار مجھے مایوسی نہیں ہوئی۔ کالکا نے اس بار بڑی مدھم آواز میں میری پکار کا جواب دیا تھا۔ مجھے ایسا ہی محسوس ہوا تھا جیسے اس کی آواز بہت دور سے آ رہی ہو۔

"تم کہاں ہو؟" میں نے عالم تصور میں کالکا سے سوال کیا۔

"میں تم سے بہت دور ہوں۔" کالکا کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "تمہارے پیار نے تمہاری کالکا رانی کو تم سے بہت دور کر دیا ہے۔ پرنتو تم نراش مت ہوں۔ میں اپنی سزا بھگتنے کے بعد ایک بار پھر تمہیں درشن دوں گی۔ یہ میرا وچن ہے۔"

"تمہیں کس بات کی سزا دی گئی ہے۔"

"میں نے تمہیں اور تمہارے متر کو شنکر کے کشٹ سے بچانے کی خاطر شنکر سے ٹکرانے کی جو کوشش کی تھی وہ دیوتاؤں کے ماتھے پر شکن بن کر ابھری ہے۔" کالکا نے کہا۔ "مگر ہمیشہ کے لیے نہیں کچھ دنوں کی بات ہے اس کے بعد میں دوبارہ دھرتی پر اتر آؤں گی۔"

"مجھے افسوس ہے کہ تمہیں میری وجہ سے سزا بھگتنا پڑ رہی ہے۔"

"اور مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ تمہارے راستے کا ایک زہریلا کانٹا ہمیشہ کے لیے نکل گیا۔"

"کیا مطلب؟"

"میں اس پاپی شنکر کی بات کر رہی ہوں جس نے

تمہیں اور تمہارے متر کو اپنا نشانہ بنانے کی کوشش کی تھی۔" کالکا نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔ "وہ اپرادھی شاید یہ بھول گیا تھا کہ اس کے بھوش میں کیا لکھا تھا۔ اس نے کالکا سے ٹکرانے کی بھول کی تھی۔ "دو چار جنتر منتر سیکھ کر وہ بڑا گھمنڈی بن گیا تھا۔"

"کیا؟" میں نے وضاحت چاہی۔ "کیا شنکر اب اس دنیا میں نہیں ہے۔"

"تمہیں اگر کالکا کی بات کا وشواس نہیں آرہا تو روپ نگر میں اپنے کسی جان کار کو فون کرکے معلوم کرو۔ اس مورکھ کی لاش ابھی تک اس کے اس جھونپڑے میں پڑی ہے جہاں بیٹھ کر اس دشٹ نے کالکا کی مہان شکتی کو قابو کرنے کے سپنے دیکھے تھے۔ کالکا نے بڑی حقارت سے کہا۔ "کیول آج کی رات وہ اس دھرتی پر بوجھ بنا رہے گا لیکن کل وہ چتا کی آگ میں جل بھن کر راکھ کا ڈھیر ہو جائے گا۔"

"پنڈت بنسی دھر کا کیا بنا کیا وہ بھی؟"

"مجھے کریدنے کی کوشش مت کرو۔" کالکا نے میری بات کاٹتے ہوئے جواب دیا۔ "میں نے تمہیں پہلے بھی کہا تھا کہ کچھ باتیں ایسی ہیں جن کا جواب نہیں دے سکتی اگر میں نے ایسا کیا تو مجھے ایک بار پھر پتھر کی مورتی میں ڈھال دیا جائے گا۔"

"کیا میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا؟" میں نے بات بدلتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔ تم اگر چاہو تو اپنی کالکا رانی کو دیوی دیوتاؤں کے شراپ سے بچا سکتے ہو لیکن۔۔۔" وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"لیکن کیا۔۔۔؟" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"میرا من کہتا ہے کہ تم مجھ پر یہ اپکار (مہربانی) نہیں کرو گے۔"

"مجھے بتاؤ۔ میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"

"اپنی کالکا کو اس چھایا کا راز بتا دو جو تمہاری سہائتا کر رہی ہے۔" کالکا نے کہا۔ "وہ کون سی شکتی ہے جس نے تمہارے لیے پنڈت بنسی دھر کے منڈل کو تہس نہس کیا تھا۔ دیوی اور دیوتا اس شکتی کا راز جاننے کے لیے بڑے بے چین ہیں اگر میں اس مہان شکتی کا راز انہیں بتا دوں تو وہ میری تمام سزائیں شما کر دیں گے۔ تم اپنی کالکا رانی کو پھر دیکھ سکو گے۔ ہر رنگ میں ہر روپ میں اور میں تم کو کالی کے شبھ نام پر وچن دیتی ہوں کہ سارا جیون تمہاری داسی بن کر تمہاری سیوا کرتی رہوں گی۔ تم جو چاہتے ہو وہ پورا ہو گا۔ تمہاری کوئی اچھا (خواہش) ادھوری نہیں رہے گی۔ کالکا کی مہان شکتی حاصل کر لینے کے بعد تم اس دھرتی پر راج کرو گے۔ تمہارے سارے سپنے پورے ہوں گے۔ بولو شہباز۔ کیا تم کالکا کی سہائتا نہیں کرو گے؟"

کالکا کے لہجے میں التجا تھی' وہ بغیر کسی جنتر منتر کے میری غلام بننے کو تیار تھی۔ ایک لمحے کو میرے دل میں یہ خیال ابھرا کہ کالکا کے احسانوں کا تمام بوجھ سر سے اتار دوں لیکن دوسرے ہی لمحے مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی نادیدہ قوت مجھے اس ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ میرے دل میں کمبل پوش بزرگ کا خیال بڑی سرعت سے ابھرا۔

"کس وچار میں گم ہو شہباز۔" کالکا نے ایک بار پھر بڑی لگاوٹ سے مجھے رجھانے کی کوشش کی۔ "کیا تم مجھے اس شکتی کا بھید نہیں دو گے جس نے مجھے تمہارے من میں جھانکنے سے روک رکھا ہے۔"

"میں ایسی کسی قوت سے واقف نہیں ہوں۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ "البتہ مجھے یہ ضرور معلوم ہے کہ خدائے بزرگ و برتر جس پر رحم و کرم کرتا ہے اسے دنیا کی کوئی طاقت کوئی گزند نہیں پہنچا سکتی۔"

"مجھے وشواس تھا کہ تمہارا جواب یہی ہو گا۔" کالکا نے اس بار روکھے انداز میں کہا۔

"کیوں۔۔۔ کیا تمہیں میری بات پر یقین نہیں آیا؟" میں نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"تم کہہ رہے ہو تو مجھے یقین آگیا۔" کالکا نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا پھر بولی۔ "میں اب جا رہی ہوں شہباز لیکن تم میرا انتظار کرنا۔ میں دوبارہ بہت جلد تم سے ملوں گی۔ جاتے جاتے ایک بار پھر تم سے یہی کہوں گی کہ سمے مت برباد کرو۔ جتنی جلدی ہو سکے دھرتی کے کسی اور کونے میں چلے جاؤ۔ کالکا کا کہا مان لو شہباز۔ تم نہیں جانتے کہ کل کیا ہونے والا ہے۔"

"تم نے یہی بات شنکر سے بھی کہی تھی۔" میں نے بے چینی سے سوال کیا۔ "کیا تم مجھے بتاؤ گی کہ کل کیا ہونے والا ہے؟"

"میں مجبور ہوں۔ کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کے لیے منش کو صرف سمے کا انتظار کرنا پڑتا ہے اور ابھی وقت تمہاری مٹھی میں ہے۔ میری بات کا وشواس کرو۔ اگر تم نے میرا کہا نہ مانا تو سارا جیون ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے۔"

میرا ذہن پھر الجھ گیا۔ کالکا نے پھر مجھے وہی مشورہ دیا تھا

جس کا ذکر میری امی نے بڑے نانا کے حوالے سے کیا تھا۔ میں نے کچھ توقف کے بعد کالکا کو دوبارہ آواز دی لیکن شاید وہ جا چکی تھی۔

"کل کیا ہونے والا ہے؟" میرے اندر ایک ہیجانی کیفیت پیدا ہونے لگی۔ اس رات جب میں سونے کے لیے اپنے بستر پر لیٹا تو یہی سوال تادیر میرے ذہن کے اندر کسی گیلی لکڑی کی طرح سلگتا رہا پھر کب میری آنکھ لگ گئی مجھے کچھ یاد نہیں۔

دوسری صبح میں نے دفتر پہنچ کر سب سے پہلے روپ نگر کے نمبروں پر انکل دھرم داس سے بات کی۔ میں شنکر کے سلسلے میں کالکا کی فراہم کردہ اطلاع کی تصدیق کرنا چاہتا تھا۔ کچھ دیر تک میں دھرم داس سے ان کی خیریت دریافت کرتا رہا۔ ان کے کاروبار اور زمینوں کی بات کرتا رہا پھر اس سے پہلے کہ میں اصل مقصد کی طرف آتا دھرم داس نے میرے پوچھے بغیر ہی کہا۔

"تمہارے لیے میرے پاس ایک اہم اطلاع ہے۔"

"وہ کیا۔۔۔؟"

"شنکر کی موت۔" دھرم داس جی کے لہجے سے خوشی کا احساس چھلک رہا تھا۔ "وہ پاپی جس نے پورے روپ نگر میں اپنے کالے علم کی بدولت دہشت پھیلا رکھی تھی اب اس دنیا میں نہیں رہا۔"

"کیا آپ کو یقین ہے کہ وہ شنکر ہی تھا؟" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"مجھے بھی اس خبر پر شبہ تھا جو صبح ہوتے ہی جنگل کی آگ کے مانند پورے روپ نگر میں پھیل گئی تھی۔" دھرم داس نے کہا۔ "اس لیے میں نے خود جا کر اس کی تصدیق کی تھی۔ میرے علاوہ اور بھی سیکڑوں لوگ وہاں پہلے سے موجود تھا۔ شاید انہیں بھی اس پاپی کی موت کی خبر پر وشواس نہیں ہوا تھا لیکن اس کی لاش کو ہماری موجودگی ہی میں چتا میں جلا کر اس کی راکھ کو پانی میں بہا دیا گیا۔"

دھرم داس نے کالکا کی بات کی تصدیق کر دی تھی لیکن نہ جانے کیوں میرا ذہن ابھی تک شنکر کی موت کی اطلاع کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہو رہا تھا۔ وہ شخص جو اپنے گندے علم سے مردہ انسانوں میں ایک نئی آتما داخل کر سکتا تھا' وہ بھلا اتنی آسانی سے کس طرح مر سکتا تھا؟ لیکن شاید اس نے کالکا کی قوت سے ٹکرانے کی حماقت کر کے اپنی موت کو خود ہی دعوت دی تھی۔ کبھی کبھی انسان خود پرستی کا شکار ہو کر خود کو دوسروں سے بہت زیادہ بلند اور طاقت ور سمجھنے

لگتا ہے۔ آسمانوں پر پرواز کرنے لگتا ہے لیکن جب منہ کے بل زمین پر گرتا ہے تو کسی مٹی کے برتن کے مانند ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ غرور اور تکبر نے بڑے بڑے سلطانوں اور شہنشاؤں کو ملیا میٹ کر دیا تھا۔ شنکر تو پھر ایک عام انسان تھا۔ شاید وہ اپنے زعم میں بھول گیا تھا کہ کالکا کا قد اس کے مقابلے میں کہیں زیادہ بلند ہے۔ اسی لیے وہ خود فریبی میں مبتلا ہو کر موت کے گھاٹ اتر گیا تھا۔ بہرحال مجھے خوشی تھی کہ اس کا کانٹا میرے راستے سے ہٹ گیا تھا۔ ہرچند کہ پنڈت بنسی دھر کے بارے میں کالکا نے مجھے کھل کر کچھ بتانے سے انکار کر دیا تھا لیکن میرا خیال تھا کہ اس کا قصہ بھی پاک ہو چکا ہو گا۔

انٹرکام کا بزر سنائی دیا تو میرے خیالات کا شیرازہ بکھر گیا۔ میں نے ریسیور اٹھایا تو عارفہ نے مجھے بتایا کہ سراج لائن پر موجود ہے۔ ایک لمحے کو میں نے پس و پیش سے کام لیا پھر اس سے کہا کہ لائن ڈائریکٹ کر دے۔ انٹرکام کا ریسیور رکھ کر میں نے فون اٹھایا تو دوسری جانب سے سراج کی آواز سنائی دی۔

"میں نے کل رات کو بھی آپ کو کئی بار فون کیا تھا لیکن رابطہ قائم نہیں ہو سکا۔"

"جی ہاں۔" میں نے جان بوجھ کر غلط بیانی سے کام لیا۔ "آپ کی کال آنے کے بعد فون ہیلڈ اپ ہو گیا تھا۔"

"رات آپ کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو گئے تھے' اس لیے۔۔۔"

"مجھے افسوس ہے۔" میں نے جلدی سے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا۔ "اگر آپ کو کوئی بات بری لگی

ہے تو میں اس کے لیے معذرت خواہ ہوں لیکن کبھی کبھی انسان اعصابی طور پر اتنا مضمحل ہو جاتا ہے کہ اعصاب اس پر حاوی ہو جاتے ہیں۔ شاید کل میرے ساتھ بھی یہی ہوا تھا یا پھر میں ابھی تک قاسم علی کی موت کو ذہن سے بھلا نہیں سکا بہرحال میں شرمندہ ہوں۔"

"کوئی بات نہیں جہاں بے تکلفی ہو وہاں ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں پر زیادہ غور بھی نہیں کیا جاتا۔"

"میرے پاس آپ کو سنانے کے لیے ایک اہم خبر ہے۔" میں نے باتوں کا رخ بدلتے ہوئے کہا۔ "وہ مردود شخص جس نے اپنے گندے علم سے ہم سب کو پریشان کر رکھا تھا وہ اب اس دنیا میں نہیں رہا۔" میں نے سراج کو شنکر کے بارے میں مختصراً بتایا۔

"اس کی موت کب واقع ہوئی؟" سراج نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"مجھے کل رات اطلاع ملی تھی۔ آج صبح میں نے روپ نگر فون کرکے ڈیڈی کے ایک دوست سے اس کی تصدیق بھی کرلی ہے۔"

"مجھے اس کی موت کی اطلاع سن کر خوشی ہوئی لیکن میرا خیال ہے کہ وہ مرتے مرتے بھی ہمارے لیے ایک نئی پریشانی کھڑی کر گیا ہے۔"

"کیا مطلب ــــ؟" میں چونکا۔ "مجھے ابھی کچھ دیر پہلے اطلاع ملی ہے کہ دھن راج بھی کل رات اپنی جیل کی کوٹھری میں پُراسرار طور پر موت سے ہمکنار ہو گیا۔" سراج نے مجھے تفصیل سناتے ہوئے کہا۔ "دیگر قیدیوں کا بیان ہے کہ مرنے سے کچھ دیر پہلے تک وہ سینہ تانے بیٹھا انہیں اپنی مردانگی کے قصے سنا رہا تھا لیکن پھر وہ اس طرح چونک کر چاروں طرف دیکھنے لگا جیسے اس نے اپنی موت کو سر پر منڈلاتے دیکھ لیا ہو۔ وہ تیزی سے اٹھا اس نے جیل کے سنتری سے کہا تھا کہ وہ تالا کھول دے اس لیے کہ وہ جیلر سے فوری طور پر ملنا چاہتا ہے لیکن سنتری نے اس کی بات کا کوئی نوٹس نہیں لیا پھر سنتری اور قیدیوں کے بیان کے مطابق دھن راج نے اپنا سر آہنی سلاخوں سے ٹکرانا شروع کردیا اور خود کو لہولہان کرلیا۔ اس کے بعد اس کے منہ سے بھی خون جاری ہو گیا اور قبل اس کے اسے کوئی طبی امداد فراہم کی جاتی وہ زمین پر گرا اور لوٹ لوٹ کر ٹھنڈا ہو گیا۔ صبح سے دھن راج کے ورثا اس کی لاش کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ دھن راج طبعی موت نہیں مرا بلکہ اسے ٹارچر کرکے مارا گیا ہے۔"

"لیکن جیل کے دوسرے قیدی اور جائے وقوعہ پر موجود سنتری کا بیان پولیس کے حق میں جاتا ہے۔"

"حق اور ناحق کی بات تو بعد میں ہو گی۔ فی الحال تو ایک نئی پریشانی کھڑی ہو گئی ہے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں لیکن دھن راج موت کے وقت چونکہ نہیں کسٹڈی میں تھا اس لیے اس کی موت کی ذمے داری جیلر اور اس کے عملے پر عائد ہو سکتی ہے۔"

"مجھے اس بات کی پریشانی نہیں ہے مسٹر شہباز۔" سراج نے کہا۔ "دکھ اس بات کا ہے کہ نرنجن لال کے خلاف ایک اہم گواہ ہاتھ سے نکل گیا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے وضاحت چاہی۔

"میں نے کل شام جیل جاکر دھن راج سے ملاقات کی تھی۔" سراج نے اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ قاسم علی کی موت کے بعد وہ اپنے اقبالی بیان سے منحرف ہو گیا تھا۔ کل ملاقات کے دوران ہی اس نے ایک اہم انکشاف کیا تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ دراصل نرنجن لال نے اسے پچاس ہزار روپے کا لالچ دے کر اس بات پر رضامند کرلیا تھا کہ عدالت کے روبرو جاکر قاسم علی کا جرم اپنے سر لے لے۔ دھن راج کو بیس ہزار پیشگی دیے گئے تھے اور باقی رقم کی ادائیگی کا وعدہ قاسم علی کی رہائی کے بعد کیا گیا تھا لیکن قاسم علی کے مرنے کے بعد نرنجن لال کے آدمی نے بقیہ رقم ادا کرنے سے انکار کردیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ دھن راج بھی اپنے بیان سے منحرف ہو گیا۔ کل کی ملاقات کے دوران اس نے بھگوان کی قسم کھا کر مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اگلی پیشی پر وہ عدالت کو اصلیت سے آگاہ کردے گا اور اگر اسے رہائی مل گئی تو وہ نرنجن لال کو زندہ بھی نہیں چھوڑے گا۔"

"لیکن نرنجن لال قاسم علی کو رہا کیوں کرانا چاہتا تھا؟" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"دھن راج کے بیان کے مطابق قاسم علی کے بیان کی وجہ سے نرنجن لال کی ساکھ کو شدید نقصان پہنچا تھا جس نے اسے ذہنی طور پر دیوانہ کر دیا تھا۔ وہ قاسم علی کو عبرتناک موت مار کر اپنا غم غلط کرنا چاہتا تھا۔"

"آئی سی ــــ" میں نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "پھر تو وہ بات یقیناً بہت اہم رہی ہو گی جو دھن راج فوری طور پر جیلر سے کرنا چاہتا تھا۔"

"میں بھی اسی بات پر غور کر رہا ہوں لیکن اب کیا ہو سکتا ہے؟" سراج نے کہا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "مسٹر

شہباز، میں آپ سے اپنے ایک شبہے کا اظہار کر چکا ہوں۔ دو لاکھ کی رقم اور اپنے چار آدمیوں کی موت پر بھی نرنجن لال نے کسی افسوس کا اظہار نہیں کیا۔ اس نے یہ بھی نہیں بتایا کہ اسے کسی پر شبہ ہے بھی یا نہیں۔ اب دھن راج کی موت کے بعد مجھے یقین ہو رہا ہے کہ وہ ذاتی طور پر آپ کے خلاف کوئی جوابی کارروائی ضرور کرے گا۔ میرے آدمی پوری طرح چوکس ہیں پھر بھی میں آپ کو ہر لمحے محتاط رہنے کا مشورہ دے رہا ہوں۔"

"آپ میری فکر نہ کریں۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "موت برحق ہے اور اس کے لیے جو ساعت مقرر کی جا چکی ہے اسے آپ یا دنیا کی کوئی بھی طاقت نہیں ٹال سکتی پھر ڈرنا کس بات کا؟"

سراج سے گفتگو کرنے کے بعد میرے ذہن میں ایک بار پھر وسوسے ابھرنے لگے۔ میرے خیال کے مطابق پنڈت بنسی دھر اس دنیا میں نہیں تھا۔ کالکا کے بیان کے بعد شنکر کی موت کی تصدیق دھرم داس نے کردی تھی پھر وہ کون سی شیطانی قوت تھی جس نے دھن راج کو نرنجن لال کے خلاف زبان کھولنے سے پیشتر ہی موت کے گھاٹ اتار دیا تھا؟ کیا وہ شنکر ہی تھا جس نے مرنے سے پیشتر نرنجن لال کے لیے آخری خدمت انجام دی تھی یا پھر نرنجن لال نے کسی اور پنڈت یا پجاری کی خدمات حاصل کرلی تھیں؟

✿

دھن راج اور وکرم کی موت تقریباً ایک ہی جیسے انداز میں واقع ہوئی تھی۔ سراج کا خیال تھا کہ دھن راج کی موت کے سلسلے میں اس کے ورثا ضرور شور و غوغا بلند کریں گے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ لاش حاصل کرنے کے بعد اسے دھرم کے مطابق شمشان گھاٹ لے جاکر چتا کی آگ کی بھینٹ چڑھا دیا گیا تھا۔ دھن راج کے ورثا کی خاموشی میرے علاوہ خود سراج کے لیے بھی حیرت انگیز تھی۔ ان کے احتجاج سمندر کے جھاگ کی طرح بیٹھ گئے تھے اور اس کی صرف ایک ہی وجہ ہو سکتی تھی۔ نرنجن لال کی دولت نے ان کے منہ پر قفل ڈال دیا ہو گا۔

دھن راج کی موت کے بعد سراج نے مجھے محتاط رہنے کا مشورہ دیا تھا۔ نرنجن لال اپنے آفس میں ہونے والی ڈکیتی کی واردات کے باوجود ابھی تک خاموش تھا۔ میں یہاں ایک بات تسلیم کرنے میں کسی بخل سے کام نہیں لوں گا۔ اپنے اغوا کے بعد بھی اس نے اپنی زبان سے میرے یا ندیم کے بارے میں ایک لفظ بھی ادا نہیں کیا تھا۔ وہ بہت گہرا اور دور اندیش دشمن تھا۔ زبان کھول دینے کی صورت میں اس کی جانب سے کوئی جوابی کارروائی اس کے حق میں نقصان دہ ہی ثابت ہو سکتی تھی۔ قاسم علی والے معاملے میں بھی اس نے بڑے ضبط اور تحمل سے کام لیا تھا پھر وکرم کی موت کے بعد جب میں نے اسے فون کیا تھا تو اس وقت وہ بس ایک لمحے کے لیے جذباتی ہو گیا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا تھا اب اس کی جانب سے میرے خلاف جو اقدام کیا جائے گا اس کا علم میرے فرشتوں کو بھی نہیں ہو سکے گا۔ نرنجن لال کے اس چیلنج کی روشنی میں اور پھر ڈکیتی کی واردات کے بعد سراج کے مشورے کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔

میں اپنے پڑھنے والوں کو بتا چکا ہوں کہ والد صاحب کے بے حد اصرار پر میں نے اپنے لیے ایک گارڈ رکھ لیا تھا جو بظاہر میرے لیے ڈرائیور کے فرائض انجام دیتا تھا لیکن درپردہ وہ ایک باصلاحیت محافظ بھی تھا اور کسی چالاک چیتے کی طرح اپنے شکار پر جھپٹ پڑنے اور اس کو اپنے پنجوں میں دبوچ لینے کے فن میں بھی مہارت رکھتا تھا۔

دھرم داس کی موت کو پندرہ بیس دن گزر چکے تھے لیکن ابھی تک سراج کے اندازے درست ثابت نہیں ہوئے تھے۔ دفتر آتے جاتے اور اٹھتے بیٹھتے میں پوری طرح محتاط رہتا تھا لیکن ابھی تک مجھے اپنے اردگرد یا دفتر کے آس پاس کوئی ایسا مشتبہ فرد نظر نہیں آیا تھا جس پر میں پولیس کے کسی سادہ لباس والے یا نرنجن لال کی جانب سے تعینات کیے جانے والے جاسوس یا نگران کی حیثیت سے شبہ کر سکتا۔ ندیم کی باتوں سے بھی مجھے یہی اندازہ ہوا تھا کہ اس نے بھی اپنے کچھ کارندے میری حفاظت پر مامور کر رکھے ہیں لیکن اس سلسلے میں بھی میں قطعی لاعلم تھا بہرحال حفظ ماتقدم کے طور پر میں ہمہ وقت محتاط رہتا تھا۔ پولیس کی ملازمت میں رہنے کے بعد میں جرائم کی دنیا اور وہاں کے کچھ اصولوں سے بخوبی واقف ہو چکا تھا۔ وہ دشمن جو فوری طور پر جوابی کارروائی کی حماقت کرتا ہے وہ جلد بازی میں اپنے پیچھے کچھ ایسے ثبوت یا نشانات ضرور چھوڑ جاتا ہے جو قانون کی رہنمائی کے لیے بے حد موثر ثابت ہوتے ہیں لیکن سمجھدار مجرم کبھی زخمی جانور کی طرح فوری طور پر پلٹ کر جھپٹ پڑنے سے ہمیشہ گریز کرتا ہے وہ کسی ایسے موقعے کی تلاش میں رہتا ہے جب وہ نہایت سکون کے ساتھ بھرپور حملہ کر گزرے اور کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہو۔ نرنجن لال کا شمار دوسرے قسم کے افراد میں ہوتا تھا۔

اس سے پہلے بھی جتنی وارداتیں ہو چکی تھیں ان میں نرنجن لال کا ذکر ضرور آیا تھا لیکن اس نے کھل کر کبھی سامنے آنے کی حماقت نہیں کی تھی۔ وہ ہمیشہ دور رہ کر ریموٹ کنٹرول کے ذریعے اپنے کارندوں کو اس طرح استعمال کرتا تھا کہ جرم کرنے والوں کو بھی اس کی بھنک نہیں ہوتی کہ کس کی خاطر آگ میں کود رہے ہیں۔

جب تقریباً ایک مہینہ گزر گیا تو میں نے نرنجن لال کی طرف سے کسی امکانی کارروائی کا شبہ دل سے نکال دیا۔ میرا خیال تھا کہ شاید پنڈت بنسی دھر اور شنکر کی پراسرار قوتوں کا سحر ٹوٹ جانے کے بعد نرنجن لال نے یہی مناسب سمجھا ہو کہ اب اسے چوکھی لڑنے کے بجائے اپنے کاروبار کی سمت توجہ دینی چاہیے جو قاسم علی کے بیانات اور اخباری خبروں کی وجہ سے بری طرح متاثر ہو چکا تھا لیکن شاید وہ میری غلط فہمی ہی تھی جس نے مجھے ایک خوش فہمی میں مبتلا کر دیا یا پھر ایک کاروباری مخص ہونے کی وجہ سے میں اپنے کاروبار میں رفتہ رفتہ اتنا مصروف ہو گیا تھا کہ میں نے نرنجن لال کے خیال کو یکسر فراموش کر دیا تھا لیکن شاید وہ میری غلط فہمی ہی تھی جس نے مجھے ایک خوش فہمی میں مبتلا کر دیا تھا جس کا خمیازہ مجھے بعد میں بھگتنا پڑا۔

اس روز میں اپنے آفس میں بیٹھا ماسٹر ٹونی اور وارثی کے ساتھ ایک نئے پروجیکٹ کے سلسلے میں اہم گفتگو میں مصروف تھا' جب ندیم مسکراتا ہوا داخل ہوا اور مجھ سے مخاطب ہوئے بغیر اس حصے کی طرف جا کر بیٹھ گیا جہاں مہمانوں کے لیے صوفے موجود تھے عام حالات میں ضروری میٹنگ کے دوران میرے دفتر میں کسی کو داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی لیکن ندیم کو میرے عملے کے افراد کے علاوہ آفس کے باہر تعینات ڈیوٹی گارڈ بھی بخوبی جانتے تھے اس لیے کسی نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی۔ خود میری ہدایت بھی یہی تھی کہ ندیم جس وقت بھی چاہے مجھ سے بلا کسی روک ٹوک مل سکتا ہے۔ پہلے وہ صرف میرا دوست اور کلاس فیلو تھا لیکن نسیم سے شادی کے بعد میری نگاہوں میں اس کی قدر و منزلت کچھ اور بڑھ گئی تھی اس کے علاوہ نرنجن لال والے معاملات میں بھی وہ شانہ بشانہ میرا ساتھ دے رہا تھا۔

ماسٹر ٹونی اور وارثی سے ضروری ڈسکشن کے بعد جب میں نے فارغ ہو کر ندیم کی جانب دیکھا تو وہ ایک میگزین کے مطالعے میں محو تھا۔

"کیا ہو گئے؟" میں نے ٹونی اور وارثی کے جانے کے بعد ندیم سے پوچھا تو اس نے میگزین بند کر کے میز پر ڈالتے ہوئے کہا۔

"حسب معمول عارفہ کے ہاتھوں کی بنی ہوئی گرما گرم کافی۔"

"بری بات۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "اگر نسیم کو معلوم ہو گیا تو تمہاری خیر نہیں ہو گی۔"

"جو لوگ شہادت کا جام پینے کی ٹھان لیتے ہیں وہ یہ نہیں سوچتے کہ حملہ کس طرف سے اور کس وقت ہو گا۔" ندیم نے بڑی معصومیت سے کہا۔

جواب میں' میں نے عارفہ سے انٹرکام پر کافی لانے کی درخواست کی پھر اپنی کرسی سے اٹھ کر ندیم کے قریب جا بیٹھا۔

"اور سناؤ' آج صبح ہی صبح ادھر کیسے آ گئے؟"

"صبح ---" ندیم نے چونک کر اپنی دستی گھڑی پر نظر ڈالی پھر مجھے گھورتے ہوئے بولا۔ "عقل کے ناخن لو مائی ڈیئر۔ اس وقت دوپہر کے گیارہ بج رہے ہیں۔"

"جانتا ہوں۔" میں نے ندیم کو چھیڑنے کی خاطر کہا۔ "لیکن یہ وقت ان لوگوں کے جاگنے کا ہوتا ہے جو دن میں کام کرنے کے عادی ہوتے ہیں اور جو رات کا کاروبار کرتے ہیں ان کی صبح بارہ بجے سے پہلے نہیں ہوتی۔"

"پرانی بات ہے۔" ندیم نے ایک سرد آہ بھر کر جواب دیا۔ "جب سے نسیم نے میری زندگی میں قدم رکھا ہے میرے بہت سارے شیڈول بدل گئے ہیں۔"

"اگر یہ بات ہے تو میں نسیم کی شہسواری کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جس نے تم جیسے منہ زور گھوڑے پر بھی لگام کس دی ہے۔"

ہمارے درمیان اس قسم کی گفتگو جاری تھی کہ عارفہ کافی کی ٹرے اٹھائے اندر داخل ہوئی۔ ندیم یکلخت سنجیدہ ہو کر اس طرح عارفہ کو گھورنے لگا جیسے پہلی بار دیکھ رہا ہو۔ عارفہ نے کافی تیار کر کے ہم دونوں کو پیش کی' نسیم کی شادی کے بعد سے وہ بھی ندیم سے کھل کر باتیں کرنے لگی تھی لیکن دفتری ماحول میں اس نے کبھی اس فاصلے کی حدود کو عبور کرنے کی کوشش نہیں کی تھی جو میں نے قائم کر رکھی تھی۔

"یہ آپ اس قدر سنجیدگی سے مجھے کیوں گھور رہے ہیں؟" عارفہ نے ندیم سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ کو آج دفتر نہیں آنا چاہیے تھا۔" ندیم نے بدستور بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "آج کا دن

آپ کے لیے گھر میں گزارنے کا تھا۔"

"کیا مطلب؟" عارفہ نے تعجب سے پوچھا۔

"اگر میرے ذہن میں اچانک ابھرنے والے مدوجزر مجھے دھوکا نہیں دے رہے ہیں تو میں اس بات کو بڑے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ آج کا دن آپ کے لیے سعد نہیں ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ آپ چھٹی لے کر گھر چلی جائیں اس لیے کہ سورج جب نصف النہار میں داخل ہو گا تو اس کی شعاعیں آپ کے لیے پریشانی اور الجھن کا سبب بھی بن سکتی ہیں۔"

"ایک بات پوچھ سکتی ہوں۔" عارفہ نے زیر لب مسکراتے ہوئے کہا۔

"پوچھیے' لیکن اس شرط پر کہ آپ پہلی فرصت میں دفتر کے تمام کام بالائے طاق رکھ کر گھر چلی جائیں گی۔" ندیم کی سنجیدگی میں کوئی فرق نہیں آیا۔

"یہ آپ نے علم نجوم میں کب سے دلچسپی لینی شروع کر دی ہے؟"

"آپ نے ناسٹراڈیمس کا نام ضرور سنا ہو گا۔" ندیم نے کافی کا ایک گھونٹ لیتے ہوئے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "فرانس کی سرزمین پر جنم لینے والے دنیا کے اس عظیم مخص کو آج دنیا کے تمام ماہرین پیش گوئیوں کے سلسلے میں حرف آخر جانتے ہیں۔ اس نے چار سو برس پہلے جو کچھ کہا تھا وہ آج تک حرف بحرف پتھر کی لکیر کی طرح سچ اور درست ثابت ہو رہا ہے۔ اس پر یہ اہم انکشاف کہ وہ پیش گوئی کرنے کی صلاحیتوں سے نابالد تھا اس وقت ہوا جب اس نے ایک مالدار بیوہ سے شادی کی تھی۔ اس کے بعد ان سے جو کچھ کہا اور لکھا اس پر آج تک دنیا کے بڑے بڑے ماہرین ریسرچ کرتے چلے آ رہے ہیں اور یہ بات پوری دنیا کے لیے باعث حیرت ہے کہ ناسٹراڈیمس نے چار سو برس پہلے ان واقعات کو کس طرح دیکھا اور محسوس کیا جو مستقبل میں پیش آنے والے تھے۔"

"اور تمہارے اوپر یہ انکشاف نسیم سے شادی کرنے کے بعد ہوا ہے کہ تم ایک کیسینو کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ مستقبل میں جھانکنے کی بھرپور صلاحیت کے مالک ہو۔" میں نے ندیم کی سنجیدگی کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔ "پلیز رحم کرو۔ تمہارے منہ سے یہ باتیں اچھی نہیں لگتیں۔"

"آزمائش صداقت کی کسوٹی ہے پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی۔" ندیم نے کسی فٹ پاتھیا شعبدہ باز جیسے انداز میں مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "اس وقت ہاتھ ملنے سے کچھ حاصل نہ ہو گا جب ایک پیرفقیر مردہ زندہ کرنے کے بعد پہاڑیوں میں جا چھپے گا۔ آج تمہیں ہماری باتیں مضحکہ خیز لگ رہی ہیں لیکن کل جب ہم نہ ہوں گے تو تمہیں ہماری باتیں یاد آئیں گی۔"

"کیا راستے میں فٹ پاتھ پر کسی کھیل تماشا کرنے والے سے مل کے آ رہے ہو؟" میں نے مسکراتے ہوئے سوال کیا۔

"آپ اس کی باتوں پر غور نہ کریں۔" ندیم نے میری جانب اشارہ کرتے ہوئے عارفہ سے کہا۔ "اس وقت دوپہر کے گیارہ بج کر بیس کا عمل ہے۔ ابھی آپ کے پاس پورے چالیس منٹ باقی ہیں۔ اس عرصے میں آپ اس خطرے سے خود کو محفوظ رکھ سکتی ہیں جو میری دوربین نظریں آپ کے سر پر منڈلاتا دیکھ رہی ہیں۔"

"یہ بھی ایک اچھا ایڈونچر ثابت ہو سکتا ہے۔" میں نے اس بار مضحکہ خیز سنجیدگی سے کہا۔ "اگر تم کیسینو کے بزنس کے ساتھ ساتھ فاضل اوقات میں پوش علاقے کے بازاروں میں مجمع لگانا شروع کر دو تو اچھی خاصی انکم ہو سکتی ہے۔"

ندیم نے اس بار میری بات کا جواب نہیں دیا۔ کافی پینے میں مصروف ہو گیا پھر اچانک چونکتے ہوئے بولا۔

"میں --- میں شاید ابھی کچھ کہہ رہا تھا۔" انداز ایسا ہی تھا جیسے اس نے کچھ دیر پہلے جو حماقت انگیز باتیں کی تھیں وہ اسے مطلق یاد نہیں تھیں۔

"آپ کہہ رہے تھے کہ اگر چاہیں تو خالی پٹاری سے سانپ برآمد کر سکتے ہیں۔" عارفہ نے شرارتاً کہا۔

"خالی پٹاری سے سانپ! مجھے سوچنا پڑے گا۔" ندیم نے اپنے ذہن پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"کس سلسلے میں سوچو گے' سانپ یا خالی پٹاری؟" میں نے بھی ندیم کو چھیڑنے کی خاطر سوال کیا۔ میرا خیال تھا کہ وہ اس وقت سو فیصد مذاق کے موڈ میں ہے۔

جواب میں ندیم نے اپنے ہاتھ سے انگوٹھی اتاری اور اسے جھک کر گہری نگاہوں سے گھورنے لگا۔ میں اور عارفہ دونوں ہی اسے بغور دیکھ رہے تھے۔ اس وقت ندیم کی کیفیت اس مداری سے مختلف نظر نہیں آرہی تھی جو سڑکوں پر کھیل تماشے دکھا کر اور لوگوں کی ضعیف الاعتقادی سے فائدہ اٹھا کر اپنا پیٹ پالتے ہیں۔

"میں نے یہ عمل ایک مصری خاتون سے سیکھا ہے۔" ندیم نے انگوٹھی کے نگینے سے نظر اٹھاتے ہوئے کہا۔ "مغربی ممالک کے بیشتر جادوگر اور بلیک میجک کرنے والے سفید رنگ کے روشن گلوب میں دیکھ کر پیش گوئی کرتے ہیں لیکن وہ مصری خاتون انگوٹھی کے نگینے میں جھانک کر آنے والے حالات کے بارے میں بتاتی تھی۔ یہ انگوٹھی اسی نے مجھے تحفتہ دی ہے۔"

"اس وقت تم نے اس نگینے میں آنے والے لمحات کے بارے میں کیا دیکھا ہے؟"

جواب میں ندیم کے ماتھے پر سنجیدگی کی گہری سلوٹیں ابھر آئیں۔ میرے سوال کا جواب دینے کے بجائے وہ خاموشی سے اٹھا پھر اس نے شیشے کی اس کھڑکی کا پردہ کھینچ دیا جو میری کرسی کی عین پشت پر واقع تھی۔ آفس میں ہلکا سا اندھیرا پھیل گیا۔ دوبارہ صوفے پر بیٹھنے کے بعد اس نے اپنی دستی گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"میرے عزیز' وقت آہستہ آہستہ گزر رہا ہے۔ مقدر کے لکھے کو کوئی نہیں ٹال سکتا۔"

"اگر اجازت ہو تو لائٹس روشن کر دوں۔" عارفہ نے پوچھا۔

"نہیں۔" ندیم نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اندھیرے محبت کی نشانی ہیں جو انسانی عمر کو طویل کرنے میں بے حد معاون ثابت ہوتے ہیں۔"

"پلیز ندیم۔" میں نے اکتاتے ہوئے کہا۔ "اب اس ڈرامے کو ختم کرو ورنہ۔"

"ورنہ کیا؟"

"یہ بھی ممکن ہے کہ مجھے تمہیں زبردستی ساتھ لے جا کر کسی مینٹل ہسپتال میں داخل کرانا پڑے۔"

"جانتے ہو میں نے کھڑکی پر پردہ کیوں کھینچا ہے۔" ندیم نے کافی ختم کرتے ہوئے سوال کیا۔

"تاکہ کالا دیو سبز پری کو لے کر اندر نہ آسکے۔" میں نے جان بوجھ کر حماقت انگیز جواب دیا۔

"گڈ۔" ندیم نے خوشی کا اظہار کیا۔ "اب تمہارا ذہن بھی کام کرنے لگا ہے۔ تھوڑی سی مشق کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد تم بھی مستقبل بینی کے عجیب و غریب فن پر اعتماد کرنے لگو گے۔"

"ندیم ـــــ" میں نے جھلا کر کہا۔ "کیا تم اب اس فضول قسم کے ڈرامے کو ختم نہیں کر سکتے۔"

"میں چلتی ہوں۔" عارفہ نے مسکراتے ہوئے کہا پھر وہ چائے کے برتن اٹھا کر جانے کا ارادہ کر رہی تھی کہ ندیم نے تیزی سے کہا۔

"یہیں بیٹھی رہیں مس عارفہ' اس لیے کہ ڈراما شروع ہونے میں اب زیادہ دیر نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟" اس بار میں کسی فوری خیال کے پیش نظر چونکا۔

ندیم نے جواب دینے کی کوشش کی تھی کہ اچانک ایک زور کا چھناکا ہوا اور شیشے کی وہ کھڑکی جس پر ندیم نے پردہ کھینچا تھا چکنا چور ہو گئی۔ میں حیرت سے اچھل پڑا اگر میں اس وقت اپنی کرسی پر ہوتا تو شاید وہ بلٹ جو کھڑکی کا شیشہ توڑ کر اندر داخل ہوئی تھی میرا کام بھی تمام کر چکی ہوتی۔

"خبردار' اپنی جگہ سے اٹھنے کی کوشش نہ کرنا۔" ندیم نے تیزی سے اپنا پسٹل نکالتے ہوئے کہا پھر وہ سر جھکائے ہوئے بیرونی دروازے کی جانب لپکا۔ میں بھی اس کی پیروی میں اٹھ کھڑا ہوا۔ عارفہ خوفزدہ ہو کر صوفے سے اٹھ کر قالین پر لیٹ گئی تھی۔ باہر سے خود کار اسلحہ کی "ریٹ ٹریٹ" کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ پہلا برسٹ غالباً میرے آفس کے عقبی حصے میں زیر تعمیر عمارت سے میرے کمرے پر مارا گیا تھا۔ کھڑکی کے شیشے کے علاوہ سنسناتی ہوئی گولیوں نے دفتر کے ساز و سامان کو بھی خاصا نقصان پہنچایا تھا۔ کشن والے فرنیچر میں جا بجا سوراخ نظر آرہے تھے۔ باہر سے آنے والی آوازوں سے یہی ظاہر ہو رہا تھا جیسے دو تین پارٹیاں اچانک برسرپیکار ہو گئی ہوں۔

"اوپر والی سیڑھیوں اور لفٹ کے باہر پوزیشن سنبھال

لو۔" ندیم نے باہر آکر گارڈ سے کہا۔ "سامنے آنے یا نیچے اترنے کی غلطی نہ کرنا۔ اوپر آنے والے کسی نووارد شخص پر بھی سوچ سمجھ کر وار کرنا۔"

پھر ندیم تیزی سے لپکتا ہوا ایک ایسے پائپ کے قریب پہنچ گیا۔ جہاں سے باہر کا جائزہ لیا جا سکتا تھا۔ میں بھی اس کے ساتھ ساتھ تھا اور اپنے اعشاریہ تین آٹھ کے آٹو میٹک کے دستے پر گرفت مضبوطی سے جما رکھی تھی۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے؟" میں نے ندیم سے پوچھا۔

"نرنجن لال کی طرف سے جوابی حملہ لیکن پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔" ندیم کے لہجے میں درندگی تھی۔ "میرے آدمی باہر موجود ہیں۔ وہ دشمنوں کا صفایا کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگائیں گے۔"

"کیا تمہیں اس حملے کا پہلے سے علم تھا؟"

"ہاں۔" ندیم نے پائپ کی آڑ سے باہر کی پچویشن دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ "اتفاق ہی سمجھو کہ نرنجن لال نے جن قاتلوں کی خدمات حاصل کی ہیں۔ ان میں سے ایک میرے آدمیوں کا واقف کار نکل آیا۔ اسی نے بتایا تھا کہ حملہ ٹھیک بارہ بجے کیا جائے گا۔ میں نے اسی لیے عارفہ سے کہا تھا کہ وہ بارہ بجے سے پہلے نکل جائے۔"

"میرا خیال ہے کہ نیچے سراج کے سادہ لباس والے بھی ہوں گے۔" سراج کو بھی اسی بات کا شبہ تھا کہ نرنجن لال اپنے دفتر میں ہونے والی ڈکیتی اور چار آدمیوں کے قتل کو ہماری ذات سے منسوب کرے گا اور جوابی کارروائی سے دریغ نہیں کرے گا۔"

"اوہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم آپس ہی میں ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں۔" ندیم نے کہا پھر جیب سے ایک مختصر ٹرانسیٹر نکال کر اسے آن کیا اور کسی "این آر ون" کو بار بار آواز دینے لگا۔ ایک منٹ بعد ٹرانسیٹر پر ایک ٹھوس آواز سنائی دی۔

"این آر ون آن دی لائن سر اوور۔"

"مجھے اطلاع ملی ہے کہ سراج کے کچھ سادہ لباس والے بھی اس کھیل میں شریک ہیں۔ ان کی نگاہوں سے بچنے کی کوشش کرنا۔ ہمارا کوئی بھی آدمی زندہ یا مردہ حالت میں پولیس کے ہتھے نہیں لگنا چاہیے اوور۔"

"آپ مطمئن رہیں جناب۔ ہم نے پولیس کے سادہ لباس والوں کو دیکھ لیا ہے۔ فی الحال وہی لوگ حملہ کرنے والوں سے فائرنگ کا مقابلہ کر رہے ہیں اوور۔"

کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ شہباز کے پرسنل آفس پر پشت والی زیر تعمیر عمارت سے فائرنگ کی گئی اوور۔"

"ہمارے آدمیوں سے بھی دو چار منٹ کی چوک ہو گئی تھی ورنہ اس کی نوبت بھی نہ آتی۔ بہرحال ہم نے اس شخص کو قابو کر لیا ہے اوور۔"

"گڈ ـــــ" ندیم نے جذباتی لہجے میں جواب دیا۔ "وہ آدمی ہمارے لیے بہت اہم ہے۔ اسے پہلی فرصت میں انڈر گراؤنڈ کر دو۔ پولیس کو فی الحال اس کی بھنک بھی نہیں ملنی چاہیے اوور۔"

"اور کوئی حکم ـــــ اوور۔"

"اس بات پر خاص نظر رکھو کہ دشمن کا کوئی آدمی بھی آفس کی حدود میں نہ داخل ہو سکے۔ خواہ اس کے لیے تمہیں دو چار خون ہی کیوں نہ کرنے پڑیں ـــــ اوور اینڈ آل ـــــ" ندیم نے اپنا جملہ مکمل کر کے ٹرانسیٹر کو واپس جیب میں رکھ لیا۔

چند لمحے بیشتر جو شخص ایک کھلنڈرے نوجوان کی طرح بیٹھا ہمیں اپنی اول فول حرکتوں سے ہنسانے کی کوشش کر رہا تھا اس وقت کسی چالاک چیتے سے بھی تیز اور پھرتیلا نظر آرہا تھا۔ ٹرانسیٹر جیب میں رکھنے کے بعد اس نے ایک بار پھر نیچے کے حالات کا جائزہ لیا پھر مجھ سے بولا۔

"میرا خیال ہے کہ پولیس کی اچھی خاصی نفری باہر موجود ہے۔ انہوں نے مجرموں کو گھیر لیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آپریشن کے بعد سراج سیدھا تمہارے آفس ہی کا رخ کرے۔"

"ہاں آں ہو سکتا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"میرا مشورہ ہے کہ تم دفتر کے عملے کا خیال رکھو۔ میں باہر نکل کر اپنے آدمیوں کو دیکھتا ہوں۔ ویسے بھی میرا اس وقت یہاں ٹھہرنا اب بیکار ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"میں اس وقت سراج کے سامنے نہیں آنا چاہتا۔" ندیم نے سرسراتے لہجے میں کہا۔ "ہو سکتا کہ میں رات میں کسی وقت تمہیں فون کروں۔"

"نہیں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "باہر اس وقت گولیاں بارش کی طرح برس رہی ہیں۔ ایسی پچویشن میں تمہارا اکیلے جانے مناسب نہیں ہو گا۔"

"میں حالات کا جائزہ لے چکا ہوں۔ زندگی اور موت کا کھیل صرف سامنے کے رخ کھیلا جا رہا ہے جبکہ میں

واپسی کے لیے پچھلا راستہ اختیار کروں گا جہاں میرے دو آدمی پہلے سے تعینات ہیں۔" ندیم نے کہا پھر اس سے پیشتر کہ میں کوئی جواب دیتا ندیم برق رفتاری سے اپنے جسم کو خم دیتا ہوا نیچے کی سمت جھکا اور سر جھکائے کھڑکیوں کے سامنے آئے بغیر گیلری عبور کرکے لفٹ کی جانب چلا گیا جہاں میرا ایک گارڈ سب مشین گن لیے دیوار سے چپکا کھڑا تھا۔ میں نے ندیم کے قریب جانے کی کوشش کی۔ میں اسے اس وقت تنہا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا مگر قبل اس کے میں اپنے ارادے کو عملی جامہ پہناتا نیچے سے کسی نے کھڑکیوں کی جانب برسٹ مارا تو اس کے نتیجے میں بیشتر کھڑکیوں کے شیشے ریزہ ریزہ ہو کر گیلری میں بکھر گئے۔ میں نے خود کو تیزی سے پاکھے کی آڑ میں کرلیا پھر میں نے پلٹ کر لفٹ کی جانب دیکھا لیکن ندیم وہاں موجود نہیں تھا۔

میں جس جگہ کھڑا تھا وہ بہت زیادہ محفوظ بھی نہیں تھی اگر خود کار آتشی اسلحہ کے بجائے ایک آدھ گرنیڈ ادھر پھینک دیا جاتا تو شاید میں خود کو نہ بچا پاتا لیکن میرے اوپر حملہ کرنے والوں کو شاید اس اچانک مزاحمت کی امید نہیں تھی جو پولیس کی جانب سے جاری تھی۔ کسی خطرے کے پیش نظر میں نے نیچے جانے کا ارادہ ترک کرکے آفس کی طرف واپس لوٹنا زیادہ مناسب سمجھا جہاں میرے دفتر کا بیشتر عملہ درمیانی ہال میں جمع تھا۔ ان کے چہرے پر خوف کے گہرے تاثرات موجود تھے۔ عارفہ بھی مجھے ان کے درمیان نظر آئی۔ شاید میرے اور ندیم کے چلے جانے کے بعد اس نے میرے کمرے میں تنہا رہنے کے بجائے لوگوں کے درمیان رہنا زیادہ مناسب خیال کیا تھا۔

"یہ — یہ سب کیا ہو رہا ہے —؟" وارثی نے میرے قریب آتے ہوئے سوال کیا اس کے چہرے پر بھی اس وقت ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

"گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے اسے تسلی دی۔" نیچے پولیس آچکی ہے کچھ دیر بعد حالات معمول پر آجائیں گے۔"

"کیا یہ لسانی فساد ہے یا —؟"

"قبل از وقت کچھ یقین سے نہیں کہا جا سکتا۔" میں نے جان بوجھ کر غلط بیانی سے کام لیا۔ "ہو سکتا ہے کہ ڈکیتی کی کوئی واردات کرنے کی کوشش کی گئی ہو اور کسی نے پولیس کو بروقت حالات سے باخبر کردیا ہو۔"

"لیکن ایسی صورت میں ڈاکوؤں کو آپ کے آفس کی کھڑکی پر برسٹ مارنے کی کیا ضرورت تھی؟" وارثی نے مجھے کریدنے کی کوشش کی۔ "مس عارفہ کہہ رہی تھیں کہ آپ کے دفتر کو بھی خاصا نقصان پہنچا ہے۔"

"خوف و ہراس اور دہشت پھیلانے کے لیے ہمیشہ ایسا ہی انداز اختیار کیا جاتا ہے۔" میں نے نگاہوں میں عارفہ کو سرزنش کرتے ہوئے اور آیندہ کے لیے زبان بند رکھنے کا اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا۔ "کسی اور جانب سے کوئی کمک نہ پہنچنے پائے اس لیے اپنی مقصد براری کے لیے اکثر اس قسم کے اوچھے ہتھکنڈے بھی اختیار کیے جاتے ہیں۔"

"میں نے بھی اسی خیال کا اظہار کیا تھا سر۔" عارفہ نے جلدی سے اپنی پوزیشن صاف کرتے ہوئے کہا۔

باہر سے گولیوں کی تڑتڑاہٹ کی آواز کچھ دیر تک وقفے وقفے سے گونجتی رہی پھر اس کی شدت میں کمی آگئی۔ میں عملے کے افراد کو وقتی طور پر مطمئن کرنے کے بعد ہال سے نکل کر اپنے آفس کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں سراج سے مڈبھیڑ ہو گئی جو دو گارڈز کے ساتھ گیلری میں موجود تھا۔ نیچے سے فائرنگ کی آوازیں آنا بند ہو چکی تھیں۔ کچھ سوچ کر میں سراج کے ساتھ وارثی کے کمرے میں چلا گیا جو اس وقت میری توقع کے عین مطابق خالی ہی تھا۔ سراج کے گارڈز کے علاوہ میرے دفتر کے گارڈز بھی باہر ہی رک گئے۔

"آپ نے دیکھا مسٹر شہباز۔" سراج نے پُرجوش لہجے میں کہا۔ "میں نے جس خدشے کا اظہار کیا تھا وہ غلط ثابت نہیں ہوا۔"

"کیا کچھ کارآمد ثبوت ہاتھ لگا ہے؟" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"دو آدمی زندہ گرفتار کرلیے گئے ہیں جبکہ ایک مارا گیا اور دو شدید زخمی حالت میں ہسپتال کے لیے روانہ کردیے گئے ہیں۔" سراج نے فاتحانہ انداز میں جواب دیا۔ "جو مجرم زندہ حالت میں گرفتار ہوئے ہیں وہ پہلے ہی سے پولیس کو متعدد وارداتوں میں مطلوب تھے۔ ان کی زبان کھلوانے کی خاطر ہمیں کچھ نہ کچھ محنت تو کرنی پڑے گی۔ ویسے میرا ذاتی تجربہ ہے کہ اس قسم کے پیشہ ور مجرمان پولیس کے ڈرائنگ روم سے بچنے کی خاطر سب کچھ سچ سچ اُگل دیتے ہیں۔ اس لیے کہ انہیں "جیل برڈس" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ دو چار سال کی قید بامشقت ان کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی۔"

"اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ عدالت میں پیش ہونے

کے بعد اپنے بیان سے منحرف ہوجائیں۔" میں نے ایک امکانی بات کہی۔ "دھن راج کے سلسلے کے علاوہ آپ کو دوسرے مقدمات میں بھی اس قسم کے حالات سے ضرور واسطہ پڑا ہوگا' اور خاص طور پر ایسی صورت میں جب کہ نرنجن لال جیسا کروڑپتی اور بااثر شخص مجرموں کی پشت پناہی کررہا ہو پولیس کو خاصی دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔"

"آپ کا فرمانا بجا لیکن اب مجھے بھی ضد ہوگئی ہے کہ کسی نہ کسی طرح نرنجن لال کو قانون کے شکنجے میں جکڑے بغیر سکون سے نہیں بیٹھوں گا۔" سراج نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "ہماری سب سے بڑی مشکل یہی ہے کہ بااثر افراد خواہ کتنے ہی بڑے مجرم ہوں انہیں اوپر والوں کی حمایت حاصل ہوتی ہے اور یہی جرائم پیشہ قسم کے لوگ قانون کی نگاہوں میں نگاہیں ڈال کر اور سینہ تان کر بڑی بڑی اور قیمتی گاڑیوں میں بیٹھ کر دندناتے پھرتے ہیں۔"

"اس کے باوجود آپ کے حوصلے بلند ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میرا مشورہ مانیں تو اب نرنجن لال کا خیال ذہن سے نکال دیں ورنہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کی صرف ایک فون کال پر یا تو آپ کا تبادلہ کسی دور دراز علاقے میں کردیا جائے گا یا پھر کوئی جھوٹا چارج لگا کر آپ کو ملازمت سے خدانخواستہ سبکدوش بھی کیا جا سکتا ہے۔"

"مجھے ان باتوں کا تجربہ ہے مسٹر شہباز' لیکن کسی کے سامنے خوفزدہ ہو کر گھٹنے ٹیک دینا بھی میری سرشت کے خلاف ہے۔" سراج نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

"ایک بات پوچھوں؟"

"پوچھیے۔"

"آپ کے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ آپ نے جن جرائم پیشہ افراد کو گرفتار کیا ہے وہ میرے ہی اوپر حملہ آور ہونے کے لیے بھیجے گئے تھے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ آپ نے ان پیشہ ور مجرموں کو قانون کو مطلوب ہونے کی وجہ سے گرفتار کیا ہو اور اب ان پر تشدد کرکے آپ انہیں نرنجن لال جیسے شریف' دیانت دار اور مشہور بزنس مین کے خلاف کسی ذاتی عناد کی وجہ سے پیش کرنا چاہتے ہیں؟"

"میں آپ کا اشارہ سمجھ رہا ہوں۔" سراج نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "اس کے ہاتھ اتنے لمبے ہیں کہ وہ سونے کا نوالا منہ میں ڈالنے کے بعد جس سے جو چاہے بیان دلوا سکتا ہے لیکن ان تمام اندیشوں کے باوجود میں اس تناور درخت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی جدوجہد جاری رکھوں گا جس کے سائے تلے مجرم پناہ لیتے ہیں اور پروان چڑھتے ہیں۔"

"آپ شاید اس حقیقت کو فراموش کررہے ہیں کہ بڑے بڑے تمغے صرف ان ہی افراد کو محض عوام کی اشک شوئی کی خاطر عنایت کیے جاتے ہیں جو اس دنیا میں موجود نہیں ہوتے۔" میں نے زہرخند لہجے سے جواب دیا۔ "زندگی میں ان کی خدمات کو سراہنے کے بجائے انہیں شک و شبہ کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے' ایک دو افراد کے سر پر کفن باندھنے سے معاشرے کو گندی مچھلیوں سے پاک نہیں کیا جا سکتا۔"

"ہو سکتا ہے کہ آپ کا خیال درست ہو لیکن اگر ہر شخص یہی سوچ کر اپنے فرائض کی انجام دہی سے منہ موڑ لے تو یہ ملک جراثیم کم ہونے کے بجائے اور پھیلتے جائیں گے۔"

"میں آپ کی بات سے اتفاق کرتا ہوں لیکن ایک تلخ حقیقت آپ کو بھی تسلیم کرنی پڑے گی۔" میں نے زہرآلود سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میڈیکل سائنس نے کتنی ترقی کرلی ہے اس کا اندازہ آپ کو بھی ہوگا لیکن اب بھی کچھ متعدی امراض ایسے ہیں جو ناقابل علاج ہیں یا فوری طور پر ان کا تدارک نہیں کیا جا سکتا' ایسے خطرناک مرض میں مبتلا کسی مریض کو جس کی بیماری کی شدت بنی نوع انسانوں کے لیے مہلک اور جان لیوا ثابت ہو رہی ہو' علاج کرنے کے بجائے سلو پوائزن دے کر موت کی نیند سلا دیا جاتا ہے۔"

"میں آپ کا مقصد سمجھ رہا ہوں لیکن ابھی نرنجن لال ایسا مریض نہیں ہے جسے بغیر کسی ثبوت کہ غیرقانونی طور پر مار دیا جائے۔" سراج نے بڑے عزم کے ساتھ جواب دیا پھر اٹھتے ہوئے بولا۔ "میں اب اجازت چاہوں گا' بظاہر جس خطرے کا اندیشہ تھا وہ ٹل گیا ہے لیکن اس کے باوجود میں آپ کو بہت زیادہ محتاط رہنے کا مشورہ دوں گا' بار بار کی ناکامی نرنجن لال جیسے کمینہ خصلت مجرم کو پہلے سے زیادہ خطرناک بنا دیتی ہے پھر اس کا ہر وار پہلے وار سے زیادہ بھرپور اور منظم ہوتا ہے۔"

"میں آپ کے مشورے کا خیال رکھوں گا۔" میں نے سراج سے رخصتی مصافحہ کرتے ہوئے کہا پھر سراج کے جانے کے بعد میں وارثی کے کمرے سے باہر آنا چاہ رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔

"ہیلو — شہباز خان اسپیکنگ۔"

"تمہارا متر بول رہا ہوں۔ نرنجن لال۔" ریسیور پر نرنجن لال کی سپاٹ آواز سنائی دی۔

"تم —" دوسری جانب سے خلاف توقع نرنجن لال کی آواز سن کر میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ "فون کرنے کا مقصد کیا ہے؟"

"مجھے ابھی کسی نے فون پر اطلاع دی ہے کہ تمہارے آفس پر کچھ نامعلوم مجرموں نے حملہ کیا ہے' تم تو خیریت سے ہونا؟" نرنجن لال کے لہجے میں گہرا طنز شامل تھا شاید اس طرح وہ مجھے نفسیاتی طور پر مرعوب کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"تم شاید بھول رہے ہو نرنجن لال کہ چیونٹی کی جب موت آتی ہے تو اس کے پر نکل آتے ہیں۔" میں نے حقارت سے جواب دیا۔

"میں تمہاری بات سے انکار نہیں کروں گا۔" وہ سرد اور سفاک لہجے میں بولا۔ "میں بھی اب یہی محسوس کر رہا ہوں کہ تمہارے ڈی ایس پی سراج نے بہت زیادہ پر نکالنے شروع کر دیے ہیں۔ مجھے اب اس کے بارے میں بھی سوچنا پڑے گا' ویسے ابھی ابھی اس نے تمہیں جو مشورہ دیا ہے اس پر عمل ضرور کرنا ہے۔"

"نرنجن لال۔" میں کسی زخمی درندے کی طرح غرایا۔ "مجھے اس بات پر مجبور نہ کرو کہ میں کوئی ایسا قدم اٹھانے پر مجبور ہو جاؤں کہ تم دوبارہ میرے آفس کے نمبر ڈائل کرنے کے قابل ہی نہ رہ جاؤ۔"

"یو آر جسٹ اے چائلڈ اور میں بچوں کی باتوں کا برا نہیں مانتا۔" نرنجن لال نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا پھر سلسلہ منقطع کر دیا' میں نرنجن لال کی اس دیدہ دلیری کے بارے میں بڑی سنجیدگی سے غور کر رہا تھا پھر یکلخت میرے ذہن میں ایک سوال تیزی سے ابھرا۔

"سراج کو کمرے سے نکلے ابھی بمشکل دو منٹ ہوئے تھے پھر نرنجن لال کو اس بات کا علم کس طرح ہو گیا کہ سراج نے مجھے کیا مشورہ دیا تھا؟ کیا پھر کوئی طاغوتی طاقت نرنجن لال کی پشت پناہی کر رہی تھی؟"

میرے ذہن کے اندر لاوا سا پک رہا تھا' ندیم کی بروقت مداخلت اور سراج کی دور اندیشی نے مجھے ایک بڑی تباہی سے بچا لیا تھا۔ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے میرا ایمان تھا کہ موت برحق ہے اور اس کے لکھے کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ وہ جو قبل از کوئی حفاظتی تدبیر کر کے بچ جاتے ہیں وہ اس خوش فہمی کا شکار ہوتے ہیں کہ انہوں نے موت کے آہنی شکنجوں سے نجات حاصل کر لی ہے یہ محض دل کا بہلاوا ہے' خود فریبی ہے جو انسان کو گمراہی کی سمت لے جاتی ہے لیکن مجھے ایسی کوئی خوش فہمی نہیں تھی' ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا بھی دور اندیشی کے منافی ہے لیکن مجھے اس بات کا کامل یقین تھا کہ دشمنوں کی جانب سے چلائی جانے والی گولیوں میں سے اگر کسی ایک پر بھی میرا نام درج ہوتا تو نہ ندیم کی بروقت مداخلت میرے کسی کام آسکتی تھی نہ ہی سراج کی دور اندیشی مجھے موت کے منہ سے بچا سکتی تھی۔ یہ سب مقدر کے کھیل ہوتے ہیں جو ضعیف الاعتقاد لوگوں کو سراب کے مانند دھوکے میں مبتلا رکھتے ہیں جو کبھی بھاگتے بھاگتے رک جاتے ہیں اور کبھی پیاس کی شدت انہیں فریب نظر میں مبتلا کر کے پھر بھاگ دوڑ کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔

مجھے خوشی ہے کہ میرے ساتھ ایسی کوئی خوش فہمی نہیں تھی' مجھے موت کے اٹل ہونے اور اس کا ایک وقت مقرر ہونے پر مکمل یقین تھا' بزنس میں نقصان اور فائدے ہوتے رہتے ہیں' مجھے اپنے ہونے والے نقصان کی کوئی پروا نہیں تھی' خدا کے فضل سے میں نے وہ مقام حاصل کر لیا تھا جہاں لاکھ دو لاکھ کا نقصان بہ آسانی برداشت کیا جا سکتا تھا' مجھے فکر تھی تو صرف اس بات کی تھی کہ پنڈت بنسی دھر اور شنکر کے راستے سے ہٹ جانے کے بعد بھی نرنجن لال نے اتنا بڑا قدم اٹھانے کا فیصلہ کس طرح کر لیا تھا۔ کیا وہ ذہنی طور پر بالکل ہی قلاش اور دیوانہ ہو گیا تھا یا پھر کوئی نئی طاغوتی قوت اس کی پشت پناہی کر رہی تھی؟ مجھے اس بات کی بھی کچھ زیادہ فکر نہیں تھی' میرے ذہن میں تو نرنجن لال کے وہ جملے گونج رہے تھے جو اس نے فون پر کہے تھے اس نے مجھے طفل مکتب قرار دیا تھا اور کہا تھا کہ وہ بچوں کی باتوں کا برا نہیں مانتا۔ اس کے علاوہ ایک سوال میرے ذہن کو الجھا رہا تھا۔ نرنجن لال کو میرے اور سراج کے درمیان ہونے والی گفتگو کا علم اس قدر جلدی کس طرح ہو گیا تھا؟ اس نے مجھے فون کیوں کیا تھا؟ کیا صرف یہ باور کرانے کی خاطر کہ اب وہ مجھے موت کے گھاٹ اتارے بغیر سکون کا سانس نہیں لے گا یا پھر اپنی برتری کا احساس دلانا چاہتا تھا۔

دفتر میں ابھی تک افراتفری کی فضا قائم تھی' میں نے ایک ایک کر کے انہیں رخصت کر دیا' صرف وارثی اور ٹونی باقی رہ گئے تھے جو میرے ساتھ میرے دفتر میں موجود تھے' میرے دونوں گارڈز باہر پوری طرح محتاط تھے۔

"سر۔" ٹونی نے میری طویل خاموشی سے اکتاتے ہوئے کہا۔ "میں نے آپ کو پہلے بھی یقین دلانے کی کوشش کی تھی کہ نرنجن لال بڑا کمینہ بزنس مین ہے' وہ ایک ایک پائی کو دانت سے اٹھانے کا عادی ہے اسی لیے کنٹریکٹ ہاتھ سے نکل جانے کے بعد وہ پاگل ہو رہا ہے اور پاگل کتوں کا صرف ایک ہی علاج ہے کہ انہیں گولی مار دی جائے' میں نے آپ کو پہلے بھی مشورہ دیا تھا۔"

"تمہارا مشورہ غلط نہیں تھا لیکن —" میں کچھ کہتے کہتے رک گیا میں نے ماسٹر ٹونی کو غور سے دیکھا' وہ میری ہی وجہ سے اپنے سیدھے ہاتھ سے محروم کر دیا گیا تھا لیکن ابھی تک اس کی ہمت جواں تھی۔

"مجھے صرف ایک موقع دیجیے۔" اس نے زہرخند لہجے سے کہا۔ "جنگ ہاتھوں سے نہیں دماغ سے لڑی جاتی ہے' محاذ پر اگر کسی جنرل کا ایک ہاتھ کاٹنا پڑے تو اس کے عہدے پر کوئی فرق نہیں پڑتا' جنرل جنرل ہی رہتا ہے' اس کی ذہنی پلاننگ بھی دشمنوں کو پسپا کرنے کے لیے کسی مسلک ہتھیار سے کم نہیں ہوتی' ٹونی کا صرف ایک ہاتھ ختم ہو گیا ہے لیکن ذہن ابھی تک پوری طرح پلاننگ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے جسٹ ون چانس سر — میں صرف تین دن کی مہلت مانگتا ہوں اور سوئر اپان گاڈ پرامس کرتا ہوں کہ اگر ٹونی کی پلاننگ فیل ہو گئی تو وہ خود اپنے ہاتھ سے اپنے آپ کو شوٹ کر لے گا۔"

"یو آر گریٹ ٹونی۔" میں نے اس کے جذبے اور اس کی محبت کو سراہتے ہوئے کہا۔ "لیکن ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔"

"میں سمجھا نہیں باس۔" ٹونی نے حیرت سے مجھے گھورا۔ "کیا آج کے حملے کے بعد بھی آپ خاموش رہیں گے؟"

"فوری طور پر کوئی جوابی کارروائی انسان کو قانونی پیچیدگیوں میں بھی الجھا دیتی ہے۔"

"لا اینڈ آرڈر۔" ماسٹر ٹونی نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے بڑی حقارت سے جواب دیا۔ "اب تک جو ہوتا رہا ہے' ہو چکا ہے اور ہونے والا ہے اس کے لیے لا اینڈ آرڈر نے کیا کیا — وہائٹ پیپر پر قلم چلا کر اسے بلیک کر دینا میرے نزدیک قانون نہیں ہوتا یہ سب فائل کا پیٹ بھرنے کی باتیں ہیں۔ حقیقت سے منکر ہونے کے اتنے گھسے پٹے پرانے اور دقیانوسی بہانے ہیں کہ ایک بچہ بھی اب ان باتوں کو سمجھنے لگا ہے۔ ماسٹر ٹونی جب تک ٹو اینڈ ٹو فور کے گولڈن پرنسپل پر چلتا رہا کسی سورما نے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی کوشش نہیں کی' شرافت کی زندگی اختیار کی تو کیا ملا اور آپ اب بھی لا اینڈ آرڈر کی بات کر رہے ہیں۔" ٹونی جذباتی ہو رہا تھا۔ "مجھے صرف ایک سوال کا جواب دو باس' او نلی ون کوئسچن' اگر آج کے حملے میں کوئی گولی آپ کا کام تمام کر دیتی تو کیا لا اینڈ آرڈر آپ کو دوسری لائف دے سکتا تھا؟"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو ٹونی' شاید اب مجھے بھی تمہارے اصولوں کو اپنانا ہوگا۔"

"پلیز باس — پلیز۔" ماسٹر ٹونی نے خوشی کا اظہار کیا۔ "آپ درمیان سے ہٹ جاؤ باس' ٹونی پرامس کرتا ہے کہ تین روز کے اندر اندر اس باسٹرڈ نرنجن لال کا ڈیڈ باڈی آپ کو کسی سڑک پر پڑا ملے گا۔"

"کچھ دنوں اور انتظار کر لو ٹونی' میں نے اس کے غصے کو کم کرنے کی خاطر کہا۔ "اس کے بعد جیسا تم چاہو گے ویسا ہی ہوگا۔"

"آپ کی مرضی باس۔" ٹونی نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔

"سر —" وارثی نے پوچھا۔ "کیا آپ کو یقین ہے کہ

یہ حملہ نرنجن لال کے آدمیوں نے کیا تھا؟"

"مجھے اس حملے کا انتظار بہت پہلے سے تھا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا پھر میں کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ریسیور اٹھالیا۔

"شہباز ـــــ" دوسری جانب سے والد صاحب کی آواز ابھری۔ "تم خیریت سے تو ہو؟"

"جی ہاں۔ آپ کی دعاؤں سے بالکل خیریت سے ہوں۔"

"کیا یہ سب کچھ اسی حرامزادے نے کرایا ہے؟"

"اس کے علاوہ اور کون ہوسکتا ہے لیکن آپ کو کس نے اطلاع دی۔"

"ابھی ندیم کا فون آیا تھا۔" والد صاحب نے کہا۔ "وہ نسیم کے ہمراہ ہنی مون منانے کی غرض سے باہر جانے کا پروگرام بنارہا ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ تم بھی اس کے ساتھ چلے جاؤ۔ تمہاری ماں کا بھی یہی خیال ہے موجودہ حالات میں تمہارا کچھ عرصے کے لیے باہر چلے جانا ضروری ہے۔"

"بہتر ہے۔" میں نے مختصر جواب دیا پھر دوسری جانب سے سلسلہ منقطع کیا گیا تو میں نے ندیم کے نمبر ڈائل کیے۔ مجھے یقین نہیں آرہا تھا کہ اس نے اتنی جلدی باہر جانے کا پروگرام مرتب کرلیا ہوگا' اس کے پیچھے بھی اس کی کوئی خاص مصلحت ہوگی۔ کوئی ایسا ماسٹر پلان جو اچانک اس کے ذہن میں ابھرا ہوگا۔ دوسری جانب سے کال نسیم نے ریسیو کی پھر اسی نے بتایا کہ ندیم گھر پر نہیں ہے۔ میں نے ندیم کو ایک دو جگہ اور بھی ٹرائی کیا لیکن اس سے میرا رابطہ قائم نہیں ہوسکا مجھے یقین تھا کہ وہ جوڑتوڑ میں مصروف ہوگا۔ اس کے آدمیوں نے اس حملہ آور کو دبوچ کر اپنے قابو میں کرلیا تھا جس نے زیر تعمیر عمارت کے بالائی حصہ سے میرے پرسنل آفس پر برسٹ مار کر مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی' ندیم کے پردہ کھینچ دینے کے بعد وہ مجھے دیکھ نہیں سکتا تھا لیکن اسے یقین رہا ہوگا کہ میں اپنی کرسی پر ہی موجود ہوں گا۔ اس نے نشانہ لے کر برسٹ مارنے میں کوئی غلطی نہیں کی تھی اگر میں اپنی کرسی پر ہوتا تو تین چار گولیاں یقیناً میرے جسم میں پیوست ہوچکی ہوتیں۔

"سر ـــــ" وارثی نے کہا۔ "میں ایک مشورہ دینا چاہتا ہوں؟"

"کہو ـــــ"

"کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم اپنا دفتر وقتی طور پر کسی ایسی جگہ شفٹ کردیں جہاں اس قسم کے بزدلانہ حملوں سے نسبتاً زیادہ محفوظ رہا جاسکے۔"

"نہیں ـــــ" میں نے ٹھوس آواز میں کہا۔ "میں اپنے دشمنوں کو یہ سوچنے کا موقع نہیں دینا چاہتا کہ میں ان سے خوفزدہ ہوں۔"

"پھر ہمیں سیکورٹی کا انتظام بڑھانا ہوگا۔"

"ہاں ـــــ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"میرے لیے کوئی حکم۔" ٹونی نے پژمردہ آواز میں پوچھا۔

"تم فی الحال وقت کا انتظار کرو' میں تمہیں پاگل کتے کو گولی مارنے کا موقع ضرور دوں گا۔ اٹ از مائی پرامس۔"

"میرے لیے کیا حکم ہے۔" اس بار وارثی نے پوچھا۔

"تم پہلی فرصت میں دفتر کو ری ڈیکوریٹ کرنے کا بندوبست کرو۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "چاہو تو ڈبل لیبر لگادو مگر دو روز کے اندر اندر ہر چیز تبدیل ہوجانی چاہیے۔"

"ایز یو وش سر ـــــ" وارثی نے بڑے پُراعتماد لہجے میں جواب دیا۔

پھر میں وارثی اور ٹونی کو ضروری ہدایت دے کر دفتر سے جانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ خلاف توقع سراج کا فون آگیا۔

"مسٹر شہباز' میرے پاس آپ کو سنانے کے لیے کوئی اچھی خبر نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"ہم سے ذرا سی چوک ہوگئی۔" سراج نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "دراصل مجھے اس حد تک توقع نہیں تھی کہ حملہ آوروں کی ایک پارٹی ان لوگوں کے لیے بھی تعینات کی گئی جو پولیس کے ہاتھ آجائیں۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"پولیس کی اس وین کو بھی راستے میں نشانہ بنایا گیا ہے جس پر دو حملہ آوروں کو لے جایا جارہا تھا۔"

"پھر ـــــ" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"وہ اپنے گرفتار شدہ ساتھیوں کو ختم کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ اس کے ساتھ ہی پولیس وین کا ڈرائیور اور ایک سپاہی بھی کام آگیا۔"

"اور ان حملہ آوروں کے بارے میں کیا اطلاع ہے جو زخمی حالت میں ہسپتال روانہ کیے گئے تھے۔"

"ابھی میں نے ان کے بارے میں معلوم نہیں کیا؟"

"میرا اندیشہ ہے کہ اب تک ان کی زبانیں بھی ہمیشہ

کے لیے بند کردی گئی ہوں گی۔" میں نے ایک امکانی بات کہی۔ "جو لوگ براہ راست پولیس وین پر حملہ کرنے کی جرأت کرسکتے ہیں ان کے لیے ہسپتال میں دو زخمیوں کو موت کے گھاٹ اتارنا کچھ زیادہ دشوار نہیں ہوگا۔"

"میں ان دونوں زخمیوں کے بارے میں ابھی دریافت کرتا ہوں۔" سراج نے کہا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "میرا ایک مشورہ ہے کہ آپ اپنے دفتر پر ہونے والے قاتلانہ حملے کی ایف آئی آر متعلقہ تھانے میں درج کرادیں۔ یہ ہمارے لیے بعد میں بڑی کارآمد ثابت ہوگی۔"

"میں سوچوں گا اس بارے میں۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا پھر اس کیشئر کے بارے میں دریافت کیا جسے نرنجن لال کے دفتر میں پڑنے والے ڈاکے کے سلسلے حراست میں لیا گیا تھا۔

"وہ ابھی تک اسی بیان پر اڑا ہوا ہے کہ اس کا اس ڈکیتی سے کوئی تعلق نہیں۔"

"مسٹر سراج ـــــ میں نے کہا تھا کہ نرنجن لال کے مقابلے میں آپ کا قانون بے بس ثابت ہوگا۔"

"مجھے یاد ہے' لیکن میں اب بھی ناامید نہیں ہوں۔" سراج نے ٹھوس آواز میں جواب دیا۔ "میں نے مجرموں کے سامنے اپنی زندگی کے عوض بھی کبھی گھٹنے ٹیکنا منظور نہیں کیا۔"

"میں آپ کے اس جذبے کی قدر کرتا ہوں ہوسکتا تھا کہ میں آپ کے کسی کام بھی آتا لیکن فی الحال میں نے دو چار روز کے اندر کچھ عرصے کے لیے ملک سے باہر جانے کا پروگرام بنالیا ہے۔"

"خیریت ـــــ"

"والد صاحب کا حکم ہے کہ حالات کے پیش نظر مجھے کچھ دنوں کے لیے یہاں سے ہٹ جانا چاہیے اور میں ان کے حکم سے انکار نہیں کرسکتا' ویسے ہوسکتا ہے کہ اپنی روانگی سے پہلے میں حملہ آوروں کے دو ایک ایسے ساتھیوں کو آپ کے حوالے کردوں جو نرنجن لال کے سلسلے میں آپ کے کسی کام آسکیں۔"

"کیا مطلب!" سراج نے چونکتے ہوئے سوال کیا۔ "کیا آپ کے آدمیوں نے بھی حملہ آوروں کو پکڑلیا ہے؟"

"جب موت کا دعوت نامہ پہلے سے موصول ہوجائے تو زمین پر رینگنے والی چیونٹی بھی اپنے دفاع کا کوئی نہ کوئی انتظام ضرور کرلیتی ہے' میں تو پھر انسان ہوں۔"

"مسٹر شہباز۔ کیا ان لوگوں نے اپنے جرم کا اعتراف کرلیا ہے؟" سراج نے بے چینی سے پوچھا۔

"اس وقت میں جلدی میں ہوں' آپ سے پھر کسی وقت اطمینان سے گفتگو ہوگی۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا پھر ریسیور کریڈل پر رکھا اور وارثی اور ٹونی کے ساتھ آفس سے باہر آگیا جہاں راہداری میں اس وقت بھی کھڑکیوں کے ٹوٹے ہوئے شیشے کے ٹکڑے بکھرے پڑے تھے۔

*

مجھے ندیم کے فون کا بڑی شدت سے انتظار تھا' اس نے دفتر سے جاتے وقت مجھ سے کہا تھا کہ اسے کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا' پچھلے دروازے پر اس کے دو آدمی تعینات تھے اور فائرنگ کا زور سڑک کے سامنے کی جانب تھا لیکن جو جرائم پیشہ افراد پولیس کی وین پر فائرنگ کرکے خود اپنے آدمیوں کو ہلاک کرسکتے تھے وہ اتنے غافل بھی نہیں رہے ہوں گے کہ انہوں نے عمارت کے پچھلے راستے کو یکسر نظرانداز کردیا ہو' ان کے ذہن میں میرے خلاف ہر قسم کا پلان پہلے سے موجود ہوگا' حملے کی شدت اختیار کرنے کی صورت میں خود میں بھی پچھلے راستے سے بچ کر نکل سکتا تھا' میرے دشمنوں نے اس کے بارے میں بھی ضرور سوچ رکھا ہوگا' نرنجن لال نے جن قاتلوں کی خدمات حاصل کی ہوں گی انہوں نے اپنا جال بُننے میں پوری احتیاط سے کام لیا ہوگا۔ ان کے دو ایک آدمی پچھلے راستے پر بھی ضرور تعینات ہوں گے' ہوسکتا ہے کہ ندیم کے آدمیوں کی نقل و حرکت ان کی نظروں میں آگئی ہو اور انہوں نے خاموشی سے انہیں دبوچ لیا ہو اور اس کے بعد انہوں نے ندیم کو بھی اپنے جال میں پھانس لیا ہو۔ سب ہی جانتے تھے کہ میرے اور ندیم کے تعلقات کس قسم کے تھے اور پھر نرنجن لال کو اغوا کرنے کے بعد تو وہ دشمنوں کے لیے زیادہ اہم ہوگیا تھا۔

ضرورت سے زیادہ خوش فہمی اور خوداعتمادی اکثر انسان کے اپنے حق میں نقصان دہ بھی ثابت ہوتی ہے' میں نے ندیم کو روکنے کی کوشش کی تھی لیکن اس کے ذہن میں پہلے سے کوئی پروگرام تھا جس کے پیش نظر اس نے وہاں زیادہ دیر رکنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

والد صاحب نے مجھے فون پر بتایا تھا کہ ندیم نے انہیں فون پر حادثے کی اطلاع دی تھی اس کے علاوہ یہ بھی بتایا تھا کہ وہ اور نسیم ہنی مون منانے کی غرض سے بیرون ملک جانے کا پروگرام بنارہے ہیں' ندیم کے فون کی وجہ سے مجھے یہی امید تھی کہ وہ خیریت سے ہوگا لیکن اس کے باوجود

میرے ذہن میں طرح طرح کے وسوسے سر ابھار رہے تھے۔ وقت جوں جوں گزرتا جا رہا تھا میری بے چینی بھی بڑھتی جا رہی تھی' میں اس وقت باہر لان پر اپنے والدین کے ساتھ بیٹھا شام کی چائے پی رہا تھا۔

"کیا بات ہے شہباز بیٹے' تم اس قدر گم صم کیوں نظر آ رہے ہو؟" والدہ نے مجھے مخاطب کیا تو میرے خیالات کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے۔" میں نے جلدی سے انہیں مطمئن کرنے کی خاطر جواب دیا۔ "میں یہ سوچ رہا تھا کہ میرے چلے جانے کے بعد ابو کو دفتر کی دیکھ بھال اور کاروبار کی نگہداشت میں بڑی دشواری پیش آئے گی۔"

"یہ تمہارا خیال ہے۔" والد صاحب نے ٹھوس لہجے میں کہا۔ "میں ملازمت سے ریٹائر ضرور ہو گیا ہوں لیکن اب بھی تمہارے مقابلے میں کام کرنے کی ہمت رکھتا ہوں۔"

"بات صرف کام کی نہیں ہے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "آپ نرنجن لال کی موجودہ ذہنی کیفیت نہیں سمجھ رہے ہیں' قاسم علی کے بیان کے بعد وہ بالکل ہی پاگل ہو گیا ہے۔ جو کچھ وہ کر رہا ہے شاید خود بھی اس کے انجام سے بے خبر ہے۔ انتقام کی آگ نے اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو بھی جھلسا دیا ہے۔"

"ایسے لوگ ہمیشہ خود اپنے بچھائے ہوئے جال میں پھنس کر بڑی بے بسی کی موت مرتے ہیں۔ یہ میرا ذاتی تجربہ ہے۔" والد صاحب نے بڑی بے پروائی سے کہا۔ "تم میری فکر نہ کرو' میں نرنجن لال جیسے آدمیوں سے نمٹنا جانتا ہوں۔"

"پھر بھی۔۔۔ میرا ذہن تو پریشان رہے گا۔"

"کچھ بھی ہو لیکن اب میں تمہیں کسی قیمت پر یہاں رکنے کی اجازت نہیں دوں گی۔" والدہ نے اپنا فیصلہ صادر کرتے ہوئے کہا۔ "تم ندیم کے ساتھ گئے تو مجھے زیادہ اطمینان رہے گا۔"

"ندیم کا فون کس وقت آیا تھا؟" میں نے کسی خیال کے تحت پوچھا۔

"کیا مطلب؟" والد صاحب نے چونک کر مجھے گھورتے ہوئے سوال کیا۔ "کیا جس وقت حملہ ہوا تھا اس وقت وہ تمہارے پاس موجود نہیں تھا؟"

"تھا لیکن اس نے میری موجودگی میں فون نہیں کیا تھا۔"

"تم شاید سراج کے آنے کے بعد اس سے گفتگو میں مشغول ہو گئے تھے۔"

"جی ہاں۔" میں نے جلدی سے ہامی بھر لی لیکن ند مسئلہ ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا' اسے گھر پر کرکے اس حادثے کی اطلاع دینے کی کیا ضرورت تھی پھر اس نے باہر جانے کا پروگرام کیوں مرتب کر لیا تھا' آدمی کا کیا پتا جس نے میرے پرسنل آفس پر برسٹ مار ندیم کو میرے سامنے ہی اس بات کی اطلاع ملی تھی کہ کے آدمیوں نے حملہ آوروں کو پکڑ لیا ہے اور ندیم انہیں انڈر گراؤنڈ کرنے کی ہدایت بھی کی تھی؟ اس علاوہ ندیم نے مجھ سے اس بات کا اقرار بھی کیا تھا کہ گروہ نے میرے دفتر پر وحشیانہ حملہ کرکے مجھے موت گھاٹ اتارنے کی کوشش کی تھی' اسی گروہ کے ایک نے جو ندیم کے ساتھیوں کا پرانا واقف کار تھا حملہ ہونے بروقت اطلاع کر دی تھی بلکہ حملے کا وقت بھی بتا دیا تھا۔ کون شخص تھا؟ ندیم نے ان دونوں افراد کے بارے میں فیصلہ کیا تھا؟ مجھے بہت سارے سوالات کے جواب در تھے۔

اچانک فون کی گھنٹی بجی' والد صاحب نے ریسیور جانب ہاتھ بڑھایا تو میں نے جلدی سے کہا۔

"اگر سراج کا فون ہو تو کہہ دیجئے گا کہ میں گھر پر نہ ہوں۔"

"کوئی خاص وجہ؟" والد صاحب نے مجھے تیز نگاہ سے گھورا۔

"سراج کا خیال ہے کہ میں اس حملے کے بارے با قاعدہ ایف آئی آر درج کرا دوں اور نرنجن لال پر شبے اظہار کروں جبکہ میں ایسا نہیں چاہتا۔"

"کیوں؟" والد صاحب نے خالص پولیس والوں انداز میں جرح کی۔

"ایک بزنس مین ہونے کی حیثیت سے میرا پولیس چکروں میں پڑنا کسی طرح مناسب نہیں ہوگا۔" میں دلیل پیش کی۔ "اس طرح اخبار میں شائع ہونے والی خبر میری ساکھ کو بھی متاثر کر سکتی ہیں' ہو سکتا ہے کہ نرنجن لال نے محض اسی پلاننگ کے تحت مجھے چھیڑنے کی کوشش کی؟"

"گڈ۔" اس بار والد صاحب نے خوشی کا اظہار کیا "تمہاری جگہ میں ہوتا تو میرا فیصلہ بھی وہی ہوتا جو تم نے ہے' پولیس کے بکھیڑوں میں پڑنے سے کچھ حاصل نہیں البتہ اخبارات کو گرما گرم خبریں نمک مرچ لگا کر شائع کر

کا موقع ضرور مل جاتا ہے۔"

والد صاحب نے ریسیور اٹھا لیا پھر ان کی باتوں سے اس بات کی تصدیق بھی ہو گئی کہ دوسری طرف سراج ہی تھا۔ میں نے دفتر سے اٹھتے وقت سراج سے فون پر ہونے والی گفتگو کے دوران آخر میں جو دو ایک جملے کہے تھے اس نے سراج کے پیٹ میں کھلبلی ضرور مچا دی ہوگی۔ وہ یقیناً ان افراد کے بارے میں جاننے کے لیے بے چین ہوگا جن کا ذکر میں نے کر دیا تھا لیکن ابھی تک خود مجھے بھی اس بات کا علم نہیں ہو سکا تھا کہ وہ لوگ کون تھے اور ندیم نے انہیں کہاں انڈر گراؤنڈ کر رکھا تھا؟

"آپ کا خیال اپنی جگہ درست ہو سکتا ہے لیکن میں بھی اسی فیصلے کے حق میں ہوں جو شہباز نے کیا ہے۔" والد صاحب فون پر کہہ رہے تھے۔ "بڑی حیرت کی بات ہے کہ ایک شخص کھلے عام مجرمانہ سرگرمیوں میں مصروف ہے اور آپ جیسا فرض شناس اور دیانتدار پولیس آفیسر بھی اس کے خلاف کوئی اقدام نہیں کر سکتا' میں سمجھ رہا ہوں آپ کی مجبوری' جی ہاں آج کل یہی ہو رہا ہے' انسانوں کی پرکھ اور ان کی شناخت ان کے تجربے سے نہیں بلکہ ان کے بینک بیلنس اور اثر و رسوخ سے ہوتی ہے۔ بہرحال میرا تجربہ ہے کہ مجرم خواہ کتنا ہی چالاک کیوں نہ ہو ایک نہ ایک دن قانون کے شکنجے میں ہی دم توڑتا ہے' حالات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے وقت کے ساتھ ہر چیز بدل جاتی ہے۔ سب کرسی کی بات ہے مگر ایسی علامتیں بہت زیادہ دیرپا ثابت نہیں ہوتیں' آج جو شخص کرسی وزارت پر دھرنا جمائے بیٹھا ہوتا ہے کل وہی مجرم کہلاتا ہے۔۔۔ میں اس خیال سے متفق نہیں ہوں' یہ سسٹم کی نہیں ہماری اپنی سوچ کی خرابی ہے۔ ضرور' جب چاہیں تشریف لائیں۔ ٹھیک ہے' شہباز جیسے ہی آیا میں آپ کا پیغام اسے دے دوں گا۔"

"سراج ہی کا فون تھا۔" والد صاحب نے ریسیور رکھتے ہوئے کہا۔ "اپنی مجبوریاں بتا رہا تھا' نرنجن لال پر ہاتھ ڈالتے ہوئے گھبرا رہا ہے۔"

"وہ حق بجانب ہے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "بغیر کسی ٹھوس ثبوت کے کوئی بھی پولیس آفیسر ایسے شخص پر ہاتھ ڈالتے ہوئے کتراتا ہے جس کی جڑیں اونچے حلقوں میں دور دور تک پھیلی ہوں۔"

"یہ سب تباہی کے آثار ہیں' ہمارے وقتوں میں ایسا نہیں ہوتا تھا۔"

"بہرحال۔" والدہ نے ایک بار پھر فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "کچھ ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو تمہیں ہر حال میں ندیم کے ساتھ جانے کی تیاری کرنی ہے' میں اس سلسلے میں کوئی انکار نہیں سنوں گی۔ ندیم اور نسیم رات کے کھانے پر آ رہے ہیں' تم آج ہی سارا پروگرام طے کر لو۔"

"کھانے پر!" میں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔ میں نے بلایا ہے ان دونوں کو۔" والدہ نے کہا۔ "ندیم تمہارے مقابلے میں زیادہ سمجھدار اور دور اندیش ہے' تم اس کے ساتھ جاؤ گے تو مجھے زیادہ تقویت رہے گی۔"

"کیا مطلب؟" والد صاحب نے ازراہ مذاق کہا۔ "کیا آپ کو میرے خون پر بھروسا نہیں ہے۔ آپ یہ کیوں بھول جاتی ہیں کہ شہباز میرا بیٹا ہے۔ نادر خان کی اکلوتی اولاد جو سو فی صد اپنے باپ پر گئی ہے۔"

"بس رہنے دیں' بچے کی موجودگی میں میری زبان کھلوانے کی کوشش نہ کریں۔"

والدین کے درمیان چونکہ ذاتی نوعیت کی گفتگو شروع ہو گئی تھی اس لیے میں خاموشی سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گیا' میں نے ایک بار پھر ندیم کو گھر پر اور کیسینو کے نمبر پر ٹرائی کیا لیکن وہ دونوں جگہ نہیں تھا' اس نے اچانک جو ہنی مون پر جانے کا پروگرام بنایا تھا اس میں یقیناً کوئی گہری مصلحت تھی جسے جاننے کے لیے میں بری طرح بے چین تھا۔

والدہ کے کہنے کے عین مطابق رات کے کھانے پر ندیم اور نسیم دونوں موجود تھے۔ والدہ نے خاص طور پر نسیم کو بڑی اپنائیت اور محبت سے خوش آمدید کہا تھا' ہم سب ڈرائنگ روم میں بیٹھے اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے' ندیم بڑی معصومیت اور سادگی کے ساتھ میرے والدین کو اپنے باہر جانے کے بارے میں بتا رہا تھا' اس کا انداز ظاہر کر رہا تھا جیسے مجھ پر حملے کی جو واردات کی گئی تھی وہ اسے کوئی اہمیت نہیں دے رہا ہے' اس کی زندگی کا یہ نیا انداز میرے لیے بڑا حیرت انگیز تھا۔

کھانے کے دوران بھی وہ میرے والدین سے گفتگو کرتا رہا' اس نے بہت جلد ان کے دلوں میں گھر کر لیا تھا' خاص طور پر میری والدہ نسیم پر بہت مہربان نظر آ رہی تھیں کھانے کے بعد میں ندیم کو کسی نہ کسی بہانے اپنے کمرے میں گھسیٹ کر لے گیا' نسیم میرے والدین ہی کے پاس بیٹھی رہی۔

"اب بتاؤ۔۔۔ تم صبح سے غائب کہاں تھے؟" میں نے ندیم کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ ذاتی نوعیت کی مصروفیت اور اس کے ساتھ ہی ہنی مون کے لیے باہر جانے کا پروگرام بھی بنانا تھا۔" ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں دوپہر سے اب تک تمہیں کتنی بار فون کر چکا ہوں؟"

"اس کا اندازہ ہے مجھے۔"

"اور اس کے باوجود تم نے مجھے رنگ بیک کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔" میرے لہجے میں شکوہ تھا۔

"تمہیں معلوم ہے میری جان کہ میرے کام کا طریقہ قدرے مختلف ہے۔"

"جس مجرم نے میرے آفس میں برسٹ مارا تھا وہ کون ہے؟" میں نے ندیم کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے سوال کیا۔

"بس ایک مجرم ہی ہے جس نے نرنجن لال سے پچاس ہزار روپے وصول کرنے کے بعد تمہاری جان لینے کی کوشش کی تھی لیکن اس کا سودا کامیاب نہیں ہو سکا۔"

"اس وقت وہ کہاں ہے؟"

"میرے وفادار آدمیوں کی قید میں' ہو سکتا ہے اس کا انجام بھی سیٹھ پرشوتم سے مختلف نہ ہو۔" ندیم نے بے پروائی سے کہا۔ "وہ کسی طرح بھی زبان کھولنے کو تیار نہیں' صرف ایک ہی بات پر اڑا ہوا ہے کہ اس نے پچاس ہزار کے عوض تمہیں نرنجن لال کے راستے سے ہٹانے کی کوشش کی تھی۔"

"کیا وہ یہی بیان عدالت کے روبرو نہیں دے سکتا؟"

"مشکل ہے۔" ندیم نے جواب دیا۔ "نرنجن لال اسے مزید کچھ رقم دے کر زبان بند رکھنے پر مجبور کردے گا یا پھر اس کا بھی وہی انجام ہوگا جو تمہارے سراج صاحب کے زیر حراست مجرموں کا ہوا تھا۔"

"کیا مطلب۔۔۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"میں جس ماحول میں سانس لیتا ہوں اس سے پوری طرح واقف بھی رہتا ہوں۔" ندیم نے بدستور بے پروائی سے کہا۔ "مجھے تو اس بات کا علم بھی ہے کہ حادثے کے بعد تمہیں نرنجن لال نے بھی فون کیا تھا۔"

"وہ آدمی کون تھا جس نے تمہارے آدمیوں کو نرنجن لال کی طرف سے ہونے والے حملے سے باخبر کیا تھا؟" میں نے تھوڑے توقف کے بعد پوچھا۔

"سوری۔۔۔" ندیم نے بڑی صاف گوئی سے دیا۔ "پولیس والوں کی طرح ہمارا بھی یہی اصول مخبروں کا نام نہیں ظاہر کرتے۔"

"یہ تم مجھ سے کہہ رہے ہو!"

"ہمیں ایک بات کا اقرار بہرحال کرلینا چاہیے سے نرنجن لال کے سلسلے میں ایک بہت بڑی غلطی ہو چکی ہے۔" ندیم نے میری بات کو نظرانداز کرتے کہا۔ "ہمیں اسے آزاد کرنے کے بجائے سیٹھ پرشوتم طرح پاگل کرکے کسی میدان' سڑک پر پھینک دینا چا تھا۔"

"ایک اہم سوال اور۔۔۔" میں نے سنجیدگی پوچھا۔ "تم نے یہ باہر جانے کا پروگرام اچانک کیسے بنالیا؟"

"نئے شادی شدہ جوڑے عموماً ہنی مون کا کوئی کوئی پروگرام ضرور بناتے ہیں۔ کیا میرے پاس دل ہے؟"

"میں نہیں مانتا۔" میں نے اسے تیز نگاہوں گھورتے ہوئے کہا۔ "میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ ا اچانک پروگرام کے پس پردہ بھی تمہاری کوئی خطرناک پلاننگ ضرور ہوگی۔"

"ہو سکتا ہے تمہارا اندازہ درست ہو۔" ندیم جو میں معنی خیز انداز میں مسکرایا' اس کی مسکراہٹ اس با کی غمازی کررہی تھی کہ میں نے اس کے بارے میں قیاس کیا تھا وہ غلط نہیں تھا پھر اس سے پیشتر کہ میں ا مزید کریدنے کی کوشش کرتا میری والدہ نسیم کے ساتھ کمر میں داخل ہوئیں اور مجھے مجبوراً گفتگو کا موضوع بدل پڑا۔

اسی رات میں ندیم سے دوبارہ اس کے کیسینو پر جا ملا' ندیم اس وقت اپنے دو غیر ملکی مہمانوں کے ساتھ مخصوص نشست پر بیٹھا بڑی سنجیدگی سے کسی معاملے تبادلۂ خیال کررہا تھا' میں نے اسے ڈسٹرب کرنا مناسب نہ سمجھا اس لیے ایک دوسری خالی میز پر بیٹھ گیا۔ ندیم نے مجھے دیکھ لیا تھا لیکن اس نے اپنے چہرے کے تاثرات سے اس کا اظہار نہیں ہونے دیا تھا۔ شاید اس کی کوئی مصلحت رہی ہو۔

اس وقت رات کے ساڑھے دس کا عمل تھا اور کیسینو کے ہنگامے اپنے پورے شباب پر تھے' اتفاق ہی جو مجھے ایک خالی میز مل گئی وہ ایک کارنر ٹیبل تھی جو صرف دو آدمیوں کے لیے مخصوص تھی' مجھے ابھی اس میز پر بیٹھے دس منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ ایک دبلی پتلی اور نازک اندام کال گرل ہلکے ہلکے قدم اٹھاتی میرے سامنے والی خالی کرسی پر آکر بیٹھ گئی' اس نے ایک خاصا لمبا پائپ اپنے ہونٹوں میں دبا رکھا تھا جس کے دوسرے سرے پر سگریٹ کا دھواں اڑ رہا تھا۔ اس کی نگاہوں میں ساغر چھلک رہے تھے' جسم سے کسی تیز سینٹ کی خوشبو پھوٹ رہی تھی شاید وہ اس کیسینو میں نئی نئی آئی تھی اسی لیے اس نے مجھے پہچانا نہیں تھا' ایک عام گاہک ٹریٹ کررہی تھی۔

"ہائے۔۔۔" اس نے خالی کرسی پر بیٹھتے وقت اپنی بائیں آنکھ جھپکاتے ہوئے بڑی بے تکلفی کا مظاہرہ کیا تھا۔ کیسینو کے منیجر کے علاوہ دوسرے ملازمین سے ندیم کی وجہ سے میری خاصی جان پہچان ہو گئی تھی' میرا خیال تھا کہ چند لمحوں میں کوئی نہ کوئی قریب آکر اس خوب صورت لڑکی کو جو بظاہر کرسچن نظر آرہی تھی میرے پاس سے اٹھنے کی ہدایت ضرور کرے گا اس لیے کہ وہ میرے ٹائپ سے بخوبی واقف تھے اور نسیم والے کیس کے بعد سے تو وہ مجھے زیادہ پہچاننے لگے تھے۔

"کیا ہم تمہارے ساتھ بیٹھ سکتا؟" اس نے کرسی پر باقاعدہ بیٹھنے کے بعد مجھے بڑی نشیلی آنکھوں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"تم شاید اس کیسینو میں نئی آئی ہو؟"

"او یس۔۔۔" اس نے اپنے جسمانی نشیب و فراز کو کچھ زیادہ ہی اجاگر کرنے کی خاطر ایک خاص انداز میں انگڑائی لیتے ہوئے کہا۔ "آئی ایم کوائٹ فریش۔۔۔"

"خوشی ہوئی تم سے مل کر۔۔۔" میں نے وقت گزاری کی خاطر رسمی بے تکلفی کا مظاہرہ کیا۔

"کچھ پیے گا نہیں۔" لڑکی نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے اپنی تشنگی کا اظہار کیا۔

"سوری۔۔۔ میں پینے کا عادی نہیں ہوں۔"

"آئی سی۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکرائی پھر بڑے بے باک لہجے میں بولی۔ "اونلی لیڈی کلر۔۔۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"جولی۔۔۔ جولی گراہم۔" اس نے یوں مسکرا کر جواب دیا جیسے میری اور اس کی بڑی پرانی شناسائی ہو پھر اس نے قریب سے گزرتے ہوئے ایک ویٹر کو خاصی اونچی آواز میں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اے۔۔۔ ون بگ ڈرائی جن۔۔۔ نیٹ۔"

"میرا خیال ہے کہ تم نے پہلے ہی خاصی پی رکھی ہے۔"

"نیور مائنڈ ڈارلنگ۔" اس نے سگریٹ کا ایک طویل کش لے کر دھواں اڑاتے ہوئے کہا۔ "جولی از پروفیشنل۔۔۔ اپنا کسٹمر کو انجوائے کرانا جانتا۔۔۔ یو ول نیور فارگٹ می۔۔۔ ویٹ از مائی چیلنج۔"

وہ کچھ زیادہ ہی بے تکلف ہونے کی کوشش کررہی تھی' مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ ابھی تک انتظامیہ کے کسی فرد نے اسے میرے پاس سے اٹھانے کے لیے کوئی پیش قدمی نہیں کی تھی بلکہ جس بیرے کو اس نے بگ ڈرائی جن کا آرڈر دیا تھا اس نے بھی آرڈر سرو کرنے میں کچھ زیادہ ہی جلدی کا مظاہرہ کیا تھا' میں اس ویٹر کو جانتا تھا لیکن اس وقت اس نے بھی میری طرف کوئی توجہ نہیں دی' جتنی تیزی سے میزوں کے درمیان سے چکراتا ہوا آیا تھا اتنی ہی پھرتی سے دوبارہ کاؤنٹر کی طرف لوٹ گیا۔

"تم اپنا انٹروڈکشن نہیں کرو گے۔" اس نے ایک گھونٹ لیتے ہوئے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ "کوئی بگ باس۔۔۔ بزنس مین' آرتھن آف سم رچ مین۔"

"نیا پنچھی۔" میں نے ازراہِ مذاق جواب دیا۔

"نیور مائنڈ سویٹ ہارٹ۔" جولی نے کہا۔ "ہم تم کو ایک دم پر فیکٹ بنا دے گا۔"

میں نے ندیم کی سمت ایک اچٹتی ہوئی نظر ڈالی' وہ اپنی میز پر ایسے رخ سے بیٹھا تھا کہ مجھے بخوبی دیکھ سکتا تھا لیکن ابھی تک اس نے بھی میری موجودگی کا کوئی خاص نوٹس نہیں لیا تھا پھر میں نے اچانک راجو کو ایک آدمی کے ساتھ اندر داخل ہوتے دیکھا' بظاہر وہ کسٹمر ہی نظر آرہا تھا' جولی اسے دیکھتے ہی چہکی تھی۔

"ہیلو ینگ مین۔۔۔"

"ہائے۔۔۔" راجو نے مسکراتے ہوئے کسی پرانے شناسا جیسے انداز میں کہا پھر میری میز کے قریب آگیا۔ "ہاؤ آر یو جولی؟"

"مجھے اس بات پر بھی حیرت ہوئی کہ اس وقت راجو نے بھی میری سمت دیکھنے کی زحمت گوارا نہیں کی' اچانک میری چھٹی حس جاگ اٹھی' یقیناً کوئی خاص بات ہی تھی جو کیسینو کے ملازمین کے علاوہ ندیم اور راجو بھی وہاں میری موجودگی کو دیدہ دانستہ نظرانداز کررہے تھے۔

"آخر اس کی کیا وجہ تھی؟" میرے ذہن میں یہ سوال بڑی سرعت سے ابھرا۔

"نمبر فورٹین۔۔۔ ون پلس ون۔" جولی نے اچانک بڑی رازداری سے مدھم آواز میں راجو سے کہا پھر ایک زوردار قہقہہ لگاتی ہوئی بلند آواز میں بولی۔ "اوہ۔۔۔ یونانی ینگ مین۔"

جواب میں راجو نے بڑے دوستانہ انداز میں اس کے الٹے گال پر چٹکی بھری پھر واپس پلٹ گیا بظاہر وہ سب کچھ کیسینو کے ماحول کے عین مطابق ہو رہا تھا جہاں ہر شخص نشے میں ڈوبا اپنے حال میں مست اور دوسروں سے بے نیاز نظر آرہا تھا لیکن میرا ذہن اب پوری طرح بیدار ہو چکا تھا۔ میرے وجود کے اندر خطرے کی گھنٹی بجنی شروع ہو گئی۔ کہیں نہ کہیں کوئی گڑبڑ ضرور تھی' میں کن انکھیوں سے راجو کو دیکھ رہا تھا جو اپنے ساتھی کے ساتھ بہکے بہکے قدم اٹھاتا کاؤنٹر کی طرف جا رہا تھا اور میرے دماغ میں نمبر فورٹین اور ون پلس ون کے الفاظ گونج رہے تھے جو جولی نے بڑی رازداری سے ادا کیے تھے۔

پھر مجھے اس کو جاننے میں زیادہ دیر نہیں لگی' میزوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے راجو ٹیبل نمبر چودہ سے اس انداز میں ٹکرایا کہ اس پر رکھے ہوئے گلاس اور بوتل الٹ گئے اس کے ساتھ ہی اس میز پر بیٹھے ہوئے دونوں شخص جو صورت و شکل ہی سے کسی جرائم پیشہ گروہ سے متعلق نظر آرہے تھے اچھل کر کھڑے ہو گئے' ان میں سے ایک دراز قد تھا جس کے بائیں کان سے ذرا نیچے خاصے گہرے زخم کا نشان موجود تھا اس کا دوسرا ساتھی قدرے پستہ قد مگر گٹھے ہوئے جسم کا مالک تھا۔

"یو ڈرٹی ڈاگ۔" دراز قد والے نے راجو کو للکارا۔ "کیا تم اندھے ہو۔ دکھائی نہیں دیتا؟"

"باسٹرڈ۔" پستہ قد کے تیور خطرناک نظر آرہے تھے' اس نے بھی راجو ہی کو مخاطب کیا تھا۔ "اس بوتل کا نقصان اب کیا تمہارا باپ بھرے گا۔ یو سن آف اے۔۔۔"

لیکن اسے اپنا جملہ مکمل کرنے کا موقع نہیں ملا' راجو کا ہاتھ یکلخت فضا میں لہرایا اور پستہ قد آدمی لڑکھڑا کر زمین بوس ہو گیا راجو نے پلک جھپکتے میں جیب سے اپنا آٹومیٹک نکال کر اس کی کنپٹی پر رکھ دیا' کچھ ایسا ہی ملتا جلتا سلوک راجو کے ساتھی نے دراز قد آدمی کے ساتھ کیا تھا۔ قرب و جوار میں بیٹھے ہوئے دوسرے گاہک ہڑبڑا کر اپنی اپنی میزوں سے اٹھے تھے لیکن اس سے پہلے کہ کوئی افراتفری یا ہڑبونگ مچتی راجو اور اس کا ساتھی اپنے دونوں حریفوں کو بے بس کر کے تیزی سے گھسیٹتے ہوئے ہال سے باہر لے گ

میں نے ندیم کی سمت دیکھا وہ اپنے غیر ملکی دوستوں سے الوداعی مصافحہ کرنے کے بعد پہلی منزل کی سیڑھیوں کی طرف قدم اٹھا رہا تھا' اس نے بس ایک خفیف سے اشارے سے مجھے اپنے پیچھے آنے کو کہا تھا' مجھے معلوم ت کہ ندیم نے اپنا ساؤنڈ پروف آفس کیسینو کی پہلی منزل بار کاؤنٹر کے عقب میں بنا رکھا تھا جس کا ایک دروازہ پچھ طرف بھی کھلتا تھا۔

"اوہ۔۔۔ کم آن ڈارلنگ۔" جولی نے بدستور نشے م ڈوبی آواز میں مجھ سے کہا۔ "اٹ از اے پارٹ آف د گیم۔ فارگٹ اباؤٹ اٹ۔۔۔ ایسی جگہ میں سب چلتا۔"

"کون ہو تم۔۔۔" میں نے مدھم آواز میں جولی سے سوال کیا۔

"نان سنس۔" جولی نے برا سا منہ بنا کر میری میز سے اٹھتے ہوئے اونچی آواز میں کہا۔ "اگر پاکٹ میں کیش نہی ہے تو پھر ادھر خالی خولی کو عیش کرنے کائے کو آیا۔۔۔ پھوکٹ میں عشق لڑاتا مانگتا۔۔۔ سالا فراڈ۔"

جولی کے جملے نے کچھ دوسرے گاہکوں کو بھی میری جانب متوجہ کر دیا تھا' شاید اس نے وہ جملہ اسی غرض سے اونچی آواز میں کہا تھا۔ میں کچھ دیر تک خاموش بیٹھا اندر ہی اندر حالات کی نزاکت پر غور کرتا رہا پھر اٹھ کر زینے طے کرتا ہوا فرسٹ فلور پر ندیم کے آفس میں چلا گیا جہاں قدم رکھتے ہی میرے ذہن کو ایک چرکہ لگا۔

وہ دونوں دراز قد اور پستہ قد آدمی جنہیں راجو اور اس کے ساتھی نے ہال میں دبوچا تھا اس وقت فرش پر پڑے کراہ رہے تھے' ندیم اپنی کرسی پر بیٹھا ان دونوں کو قہر آلود نگاہوں سے گھور رہا تھا جنہیں اس کے آدمیوں نے بڑے مختصر وقت میں روئی کی طرح دھن کر چورا چورا کر دیا تھا۔ شاید اب ان میں اتنی سکت بھی نہیں تھی کہ وہ اپنے قدموں پر کھڑے ہو سکتے۔ کمرے میں راجو بھی موجود تھا' ندیم کی میز پر دو ریوالور اور ایک خطرناک خنجر پڑا تھا جو ان دونوں کے پاس سے برآمد ہوا تھا۔ کمرے میں مجھے داخل ہوتا دیکھ کر ان دونوں کے چہرے زرد پڑ چکے تھے۔

"تمہارے ساتھ اور کتنے آدمی ہیں؟" ندیم نے لہجے میں سوال کیا۔

"کک۔۔۔ کوئی نہیں۔" دراز قد والے نے آستین سے ہونٹوں کا خون صاف کرتے ہوئے جواب دیا۔ "ہم بس دو تھے۔"

"یہاں تک کس طرح بھول کر آ گئے تھے؟"

اس بار دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا لیکن کوئی جواب نہیں دیا۔

"میرا خیال ہے کہ ان دونوں کی خاطر مدارات میں کچھ کمی رہ گئی ہے۔" ندیم نے بڑے سفاک لہجے میں راجو کو مخاطب کیا۔ "انہیں کچھ دیر کے لیے دوبارہ اسی انڈر گراؤنڈ کمرے میں لے جاؤ۔"

"نن۔۔۔ نہیں۔۔۔ نہیں۔" دراز قد والے نے ہانپتے ہوئے کہا۔ "میں سب کچھ جانتا ہوں۔" پھر اس نے دزدیدہ نظروں سے میری جانب دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہم دونوں کو ان کی نگرانی پر مامور کیا گیا تھا۔"

"مقصد کیا تھا؟"

"تعاقب کرنا اور۔۔۔" وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا' اس کی پھٹی پھٹی نگاہوں سے خوف جھانک رہا تھا۔

"اور۔۔۔؟" ندیم نے سرسراتی آواز میں پوچھا۔

"کسی ویران سڑک پر موقع دیکھ کر گولی مار دینا۔" دراز قد والے نے تھوک نگلتے ہوئے رک رک کر جواب دیا' اس کا پستہ قد ساتھی بدستور فرش پر چت پڑا لمبی لمبی سانس لے رہا تھا' اس کے چہرے کی جلد جگہ جگہ سے پھٹی نظر آرہی تھی جس سے خون رس رہا تھا۔

"آفر دینے والا کون تھا اور سودا کتنے میں طے پایا تھا؟"

"ایک لاکھ میں۔۔۔" اس نے کچھ توقف سے جواب دیا۔ "آدھی رقم ہمیں پیشگی مل گئی تھی اور آدھی کام مکمل ہونے کے بعد ملنی تھی۔ معاملہ فون پر طے ہوا تھا اس لیے ہمیں یہ نہیں معلوم کہ وہ کون تھا؟"

"اور اگر تمہارا کام مکمل ہو جانے کے بعد باقی رقم نہ ملتی تو تم اس کی وصولیابی کا کیا طریقہ اختیار کرتے؟" ندیم نے اسے خونخوار نظروں سے گھورا۔

"جو لوگ اس قسم کے کام میں ملوث ہوتے ہیں وہ ایک دوسرے کی زبان پر بھی بھروسا کرتے ہیں۔۔۔ اور۔۔۔ پچاس ہزار کی رقم بھی کچھ کم نہیں تھی۔"

راجو کسی خطرناک ارادے سے ایک قدم آگے بڑھا تھا لیکن ندیم نے اسے ہاتھ کے اشارے سے روکتے ہوئے کہا۔ "نہیں۔۔۔ میرا خیال ہے کہ یہ سچ بول رہا ہے۔"

"ان کے ڈسپوزل کے لیے کیا حکم ہے؟" راجو نے بڑے اطمینان سے دریافت کیا۔

"موت کی سزا موت ہی ہوتی ہے۔" ندیم نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "ویسے اگر ان دونوں کی لاشیں تحصیل مرنجن لال کے بنگلے کے پچھلے حصے سے برآمد ہوں تو زیادہ مناسب ہو گا۔"

"نن۔ نن۔۔۔ نہیں۔" اس بار پستہ قد والا گڑگڑانے لگا۔ "ہمیں جان سے مت مارو۔"

"رات کے پچھلے پہر ڈی ایس پی سراج کو ایک گمنام کال موصول ہونی چاہیے۔" ندیم نے پستہ قد والے کی گڑگڑاہٹ کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے بڑے پرسکون انداز میں کہا۔ "یہ دونوں مسٹر شہباز کے دفتر پر ہونے والے حملے میں ناکام ہونے کے بعد فرار ہو کر رات کے وقت نرنجن لال کے پاس گئے اور اس کے آدمیوں نے ان دونوں کو گولی مار کر ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیا۔ اس بات کا خیال رکھنا کہ کہیں مسٹر سراج کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی ان دونوں کی لاشوں کو کہیں اور نہ پھکوا دیا جائے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں باس۔"

پھر وہ چیختے چلاتے اور گڑگڑا کر زندگی کی بھیک مانگتے رہے لیکن راجو ان دونوں کو گھسیٹ کر پچھلے راستے سے باہر لے گیا تھا۔

"تمہیں اس بات کا علم کس طرح ہوا کہ یہ دونوں میرا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک آئے تھے؟" میں نے کمرا خالی ہونے کے بعد ندیم سے پوچھا۔

"میں تمہیں پہلے بھی کئی بار بتا چکا ہوں کہ ہمارا تعلق جس دنیا سے ہے وہاں کے طور طریقے تمہاری دنیا سے مختلف ہوتے ہیں۔"

"وہ دونوں غیر ملکی کون تھے؟"

"اندھیرے میں ہاتھ پیر چلانے سے کوئی فائدہ نہ ہو گا۔" ندیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ویسے تمہاری اطلاع کے لیے بتا رہا ہوں کہ وہ دونوں ایک بیرونی ٹریولنگ ایجنسی کے ایجنٹ تھے جن سے میں باہر جانے کا پروگرام طے کر رہا تھا۔"

"اور اس لڑکی جولی کے بارے میں تم کیا کہو گے؟" میں نے تیزی سے کہا۔ "راجو کو نمبر فورٹین اور ون پلس ون کا اشارہ اسی نے دیا تھا۔"

"اب تم نے ذہانت کی بات کی ہے۔۔۔ ویسے اطلاعاً عرض ہے کہ اس کا اصل نام جولی نہیں۔ سیٹھ پرشوتم کو پھانسنے کے لیے بھی اسی نے بڑا خوب صورت اور مضبوط جال بنایا تھا۔"

"تو کیا۔۔۔"

"ہاں۔۔۔" ندیم نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ "دفتر پر حملہ ہونے کے بعد ہی میں نے فوری طور پر اسی لڑکی کو تمہاری نگرانی پر مامور کردیا تھا' خوب صورت ہونے کے ساتھ ساتھ وہ کسی ناگن سے بھی زیادہ خطرناک اور زہریلی واقع ہوئی ہے۔ کیا تم اس کی اس اداکاری کی تعریف نہیں کروگے جو اس نے ایک کال گرل کی حیثیت سے تمہارے ساتھ کی تھی۔"

"یہ حقیقت ہے کہ میں اسے کال گرل ہی سمجھ رہا تھا۔" میں نے اقرار کرلیا پھر تھوڑے توقف کے بعد بولا۔ "میں تمہارے پاس اس وقت ایک اور مقصد سے آیا ہوں۔"

"موت بہرحال اس شخص کا مقدر بن چکی ہے جس نے تمہارے دفتر پر زیر تعمیر عمارت سے برسٹ مارا تھا' میں نے اگر اسے چھوڑ دیا تو نرنجن لال کے شکاری کتے اس کی بوٹی بوٹی بھنبھوڑ کر رکھ دیں گے۔" ندیم نے کہا۔ "ویسے تم اگر سراج سے وعدہ کرچکے ہو تو پولیس کے حوالے بھی کرسکتے ہو لیکن نرنجن لال کسی قیمت پر بھی اسے عدالت کے کٹہرے تک نہیں پہنچنے دے گا۔"

"آئی سی۔" میں نے ندیم کو گھورتے ہوئے کہا۔ "گویا اب تم نے اپنے ذرائع سے میرے دفتر کی فون کالز بھی ٹیپ کرانی شروع کردی ہیں۔"

"نسیم کے بھائی ہو اس لیے تمہارا خیال تو بہرحال رکھنا ہوگا۔" ندیم نے شوخی سے جواب دیا پھر مجھے بھی پچھلے راستے ہی سے ساتھ لے کر کیسینو کے اس حصے کی طرف آگیا جو صرف اس کی کار پارک کرنے کے لیے مخصوص تھا۔

٭

رات کے ساڑھے بارہ کا عمل رہا ہوگا' نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور تھی؛ میں نے اٹھ کر نائٹ گاؤن پہنا اور ٹہلتا ہوا اپنی خواب گاہ سے باہر آگیا؛ لان پر گیٹ کی لائٹس کا عکس اس وقت کسی سبز حریری کپڑے جیسا لگ رہا تھا؛ میں نے یوں ہی آسمان کی سمت نظر ڈالی' چاند اپنی نصف سے زیادہ مسافت طے کرچکا تھا اور بکھرے ہوئے تارے خوابیدہ انداز میں ٹمٹما رہے تھے؛ میں نے پاؤں میں پہنی ہوئی سلیپر اتار دی' اوس کے شبنمی قطروں کی نمی نے میرے بدن میں جیسے زندگی کی ایک تازہ لہر دوڑا دی' میں لان پر ٹہلنے لگا۔ اس وقت ہر سمت ہُو کا عالم طاری تھا' میں خاصی دیر تک ادھر ادھر چہل قدمی کرتا رہا پھر اچانک میری نظر مین گیٹ پر پڑی' نائٹ گارڈ ڈیوٹی پر موجود نہیں تھا میں نے اسے ایک دوبار اونچی آواز میں پکارا مگر کوئی جواب نہیں ملا' شاید وہ پھاٹک کے ساتھ بنی ہوئی کوٹھری میں محو خواب تھا' مجھے اس کی غیر حاضری پر شدید جھلاہٹ ہونے لگی؛ حالات کے پیش نظر والد صاحب نے اسے خاص طور پر نائٹ ڈیوٹی کے لیے ملازم رکھا تھا تاکہ وہ کسی آنے والے خطرے کا مقابلہ کرسکے مگر وہ اپنے فرائض سے غافل تھا اس کی غیر موجودگی میں کوئی بھی چور اچکا یا ڈاکو بلاخوف وخطر اندر داخل ہوسکتا تھا' خاص طور پر نرنجن لال کے زرخرید غنڈے جو دن کی روشنی میں میرے دفتر پر حملہ آور ہوسکے تھے وہ رات کی تاریکی میں ڈیوٹی گارڈ کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھا کر مجھے اس طرح ٹھکانے لگا سکتے تھے کہ کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوتی۔

نرنجن لال کے پالتو شکاری کتوں کا خیال ذہن میں ابھرتے ہی میرے اندر خطرے کی گھنٹی بجنی شروع ہوگئی ڈیوٹی گارڈ کی غیر موجودگی کا کچھ اور مطلب بھی ہوسکتا تھا ممکن تھا کہ وہ خود سے غافل نہ ہوا ہو بلکہ اسے غافل کردیا گیا ہو اور میرے خلاف توقع باہر آجانے سے میرے ان دشمن جو میرے وجود کو ناپید کردینے کے لیے کوشاں تھے وقتی طور پر تاریکی کا فائدہ اٹھا کر کہیں ادھر ادھر دبک گئے ہوں' ایسی صورت میں کسی نامعلوم سمت سے کوئی بھی گولی سنسناتی ہوئی میری جانب آسکتی تھی۔

میرا ہاتھ تیزی سے نائٹ گاؤن کے جیب میں رینگ گیا جہاں میرا آٹومٹک موجود تھا۔ میں بڑی سرعت سے اپنا خواب گاہ کی جانب واپس جانے کے لیے پلٹا' کھلے میں موجود ہونے کی صورت میں میرے دشمن مجھے آسانی سے شکار کرسکتے تھے لیکن ابھی میں لان کی سیڑھیاں بمشکل طے کررہا تھا کہ میری سماعت سے کسی کے کراہنے کی کربناک آواز ٹکرائی' میرے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے؛ کراہنے کی آواز پھاٹک کی سمت سے آرہی تھی' ایک لمحے کے دسویں حصے میں میرے ذہن میں ان گنت وسوسے جاگ اٹھے' میں تمام احتیاط کو بالائے طاق رکھ کر پھاٹک کی طرف لپکا میرے دائیں ہاتھ کی گرفت آٹومٹک کے دستے پر مضبوط تھی۔

رات کے سناٹے میں کراہنے کی وہ کربناک آواز ہر لمحہ مجھ سے قریب سے قریب تر ہوتی جارہی تھی پھر میں نے پھاٹک سے ملحقہ گارڈ کی کوٹھری میں قدم رکھا تو میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں' وہ زمین پر خون میں لت پت پڑا آہستہ آہستہ کراہ رہا تھا؛ میں نے جھک کر اسے قریب سے

دیکھا' سینے کے پاس اس کی خالی وردی میں کئی خونی روشندان نظر آرہے تھے' شاید کسی نادیدہ دشمن نے اچانک اس پر سائلنسر لگے ہوئے ریوالور سے گولیاں برسائی تھیں' اس کی رائفل اس کے قریب ہی موجود تھی اور اس کا مجسم موت اور زندگی کی آخری جنگ لڑتے ہوئے آہستہ آہستہ جھٹکے کھا رہا تھا' اس کے اندر زندگی کی تھوڑی سی رمق ابھی باقی تھی اور فوری طبی امداد اسے موت کے منہ سے نکال کر زندگی کی طرف واپس لاسکتی تھی؛ میں برق رفتاری سے اٹھا' میں نے طے کرلیا تھا کہ اسے فوری طور پر گاڑی میں ڈال کر کسی قریبی ہسپتال تک پہنچانے کی کوشش ضرور کروں لیکن کوٹھری سے قدم باہر نکالتے ہی میرا آٹومٹک ایک جھٹکے سے میرے ہاتھ سے نکل گیا' دوسرے ہی لمحے کوئی آہنی شے میرے پیٹ پر اتنی شدت سی پڑی کہ میں کراہ کر دہرا ہوگیا' میری پلکوں کے نیچے بے شمار تارے ناچ اٹھے' میں نے گرتے گرتے سنبھلنے کی کوشش کی تو ایک سرسراتی ہوئی آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔

"زندگی چاہتے ہو تو کوئی آواز منہ سے نکالنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ ہم تمہارا جسم چھلنی کردیں گے۔"

میں نے آہستہ سے پلٹ کر اس کی جانب دیکھا وہ سرتاپا سیاہ اور چست لباس میں تھا' صرف اس کی آنکھیں نقاب کے حلقوں سے باہر جھانکتی نظر آرہی تھیں' اس کے ہاتھ میں بے آواز ریوالور موجود تھا۔

"کوئی مزاحمت یا حماقت کی تو ہمیں تمہیں بھی مجبوراً اپنے راستے سے ہٹانا پڑے گا۔"

"کون ہو تم۔۔۔؟" میں نے غور کرتے ہوئے آہستہ سے پوچھا۔ اس کی آواز مجھے جانی پہچانی لگ رہی تھی؛ میں شاید اس سے مل بھی چکا تھا لیکن کہاں؟ یہ یاد نہیں آرہا تھا۔

"تم مجھے اپنا دوست بھی سمجھ سکتے ہو اور دشمن بھی۔" وہ سپاٹ اور ٹھوس لہجے میں بولا۔

"کیا چاہتے ہو؟"

"تمہیں ہمارے ساتھ چلنا ہوگا۔"

"کہاں؟"

"ضروری نہیں کہ ہم تمہارے ہر سوال کا جواب دیں۔"

"کیا تمہارے ساتھ کچھ اور آدمی بھی ہیں؟" میں نے ہم کے صیغے کی مناسبت سے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔ میرے ساتھ چار آدمی اور بھی ہیں جو تھوڑے فاصلے پر کھڑی ہوئی پولیس پک اپ میں موجود ہیں۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔ "کیا تمہارا تعلق پولیس سے ہے۔"

"نہیں لیکن ہم اس وقت جو گاڑی استعمال کررہے ہیں وہ پولیس پک اپ ہی ہے۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اتنی رات گئے کسی بڑی واردات کرنے کے لیے پولیس کی گاڑی سب سے زیادہ محفوظ ترین ثابت ہوتی ہے۔ تمہارا تعلق بھی پولیس سے رہ چکا ہے اس لیے شاید تمہاری سمجھ میں ہماری بات آرہی ہوگی۔"

"لیکن۔۔۔ تم لوگ جو واردات کرنے جارہے ہو اس میں میرا کیا رول ہوگا؟" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"ایک خاموش تماشائی کا۔" اس نے سرد آواز میں کہا۔ "کامیابی کی صورت میں اس واردات کی تمام تر ذمے داری نرنجن لال کی ذات پر عائد ہوسکتی ہے جو تمہارا سب سے بڑا دشمن ہے۔۔۔ اور۔۔۔ ناکامی کی صورت میں تم براہ راست اس واردات کے ذمے دار ٹھہرائے جاؤ گے۔"

"م۔۔۔ میں سمجھا نہیں۔"

"باقی باتیں گاڑی میں ہوں گی' سب کچھ یہیں کھڑے کھڑے سمجھنے کی کوشش نہ کرو۔"

میرے پاس ان کے حکم پر عمل کرنے کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں تھا' خاموشی سے قدم اٹھاتا ان کے ساتھ ہولیا؛ سیاہ پوش نے غلط نہیں کہا تھا' میری قیام گاہ سے بمشکل پچاس گز کے فاصلے پر پولیس کی پک اپ موجود تھی جس میں ڈرائیور سمیت چار آدمی پہلے سے موجود تھے؛ میں اگلی سیٹ پر ڈرائیور اور اس سیاہ پوش کے درمیان بیٹھ گیا' پچھلی نشستوں پر تین نقاب پوش اور موجود تھے جن کے ہاتھوں میں انتہائی جدید اور خودکار رائفلیں موجود تھیں' ڈرائیور پولیس کی وردی میں تھا لیکن اس نے اپنے چہرے پر سیاہ نقاب چڑھا رکھی تھی۔

"ہم اس وقت کہاں جارہے ہیں۔" میں نے کچھ دیر خاموشی کے بعد آہستہ سے پوچھا۔

"براڈوے کنسٹرکشن کمپنی کا نام تو سنا ہوگا تم نے۔۔۔ وہ زیادہ تر بڑی بڑی ہائی ویز کا ٹھیکا لینے میں دلچسپی رکھتی ہے۔" نقاب پوش نے کہا پھر معنی خیز لہجے میں بولا۔ "کل صبح ایک ایسا ٹینڈر کھلنے والا ہے جسے حاصل کرنے والی کمپنی کو کم از کم پچیس لاکھ کا منافع ہوگا' اس ٹینڈر کو حاصل کرنے کے لیے براڈوے کنسٹرکشن کمپنی اور نرنجن لال گروپ آف

انڈسٹریز میں ٹھن گئی ہے' ہماری اطلاع کے مطابق یہ ٹھیکا براڈوے کنسٹرکشن کمپنی کے مسٹر تیموری کو ملے گا' ایسی صورت میں اگر مسٹر تیموری کے گودام اور آفس کو تباہ کردیا جائے تو پولیس اس کا شبہ نرنجن لال پر ہی کرے گی۔ ہم اگر اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئے تو یہ واردات تمہارے حق میں فائدہ مند ثابت ہوگی' ناکامی کی صورت میں تم بھی ہمارے ساتھ پکڑے جاؤ گے اور پھر ممکن ہے اس واردات کی ذے داری نادر کنسٹرکشن پر عائد ہو اس لیے کہ تم نے بھی ٹینڈر بھرا ہے۔ پکڑے جانے کی صورت میں ہمارا بیان یہی ہوگا کہ اس واردات کے سلسلے میں تم نے ہماری خدمات حاصل کی ہیں۔"

"لیکن میں۔۔۔"

"ہمیں معلوم ہے کہ تم اس ٹینڈر میں زیادہ دلچسپی نہیں رکھتے مگر اپنے بچاؤ کی خاطر ہمیں بہرحال کچھ نہ کچھ تو بیان دینا ہوگا۔"

"ایک بات پوچھ سکتا ہوں؟"

"پوچھو۔۔۔"

"تمہیں اس واردات کے لیے کس پارٹی نے اینگیج کیا ہے۔"

"یہ ہمارا پروفیشنل سیکریٹ ہے۔" اس نے سرد مہری سے جواب دیا۔ "ویسے تم مطمئن رہو' کامیابی کی صورت میں ہم تمہیں واپس تمہاری رہائش گاہ تک پہنچادیں گے۔ ہمیں اوپر سے یہی حکم ملا ہے لیکن ایک بات کا خیال رکھنا۔ تم آیندہ بھی اس سلسلے میں اپنی زبان بند ہی رکھو گے۔"

پھر اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ نقاب پوش اور اس کے ساتھیوں کے خطرناک پلان کے عین مطابق ہی ہوا تھا' پہلے انہوں نے براڈوے کنسٹرکشن کمپنی کے دفتر میں گھس کر وہاں افراتفری پھیلائی اس کے بعد کمپنی کے گودام پر پہنچ کر انہوں نے جو دھماکے کیے تھے اس سے بڑی شدید آگ بھڑک اٹھی تھی' مجھے یقین تھا کہ جتنی دیر میں فائر بریگیڈ والوں کو خبر پہنچے گی اتنی دیر میں گودام میں رکھا ہوا بیشتر قیمتی سازوسامان جل کر تباہ ہوچکا ہوگا۔

سب کچھ بمشکل آدھے گھنٹے کے اندر اندر ہوگیا اور اب وہ میری رہائش گاہ کی طرف واپس گاڑی دوڑا رہے تھے۔

"تمہیں پولیس کی یہ پک اپ کہاں سے ملی؟" میں نے ہمت کرکے پوچھا۔

"آنکھیں جو کچھ دیکھتی ہیں کبھی کبھی وہ حقیقت کے بالکل برعکس ہوتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ تم بھی اس وقت ا
پریشان خواب کی کیفیت سے دوچار ہو اور کل صبح جب اپنے گارڈ کو زندہ سلامت اور بالکل تندرست حالت دیکھو تو تمہاری عقل حیرت سے دنگ رہ جائے۔" اس اس کا لہجہ بڑا پراسرار تھا۔

"میں سمجھا نہیں!" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"اس میں ایسی کوئی تعجب کی بات بھی نہیں ہے اس سے پہلے بھی پراسرار اور ناقابل یقین واقعات حالات سے دوچار ہوچکے ہو۔" اس بار نقاب پوش کا معنی خیز تھا" روپ نگر سے شروع ہونے والے واقعات سلسلہ ابھی شاید تمہارے ذہن میں تازہ ہوگا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"فی الحال ہم تمہیں صرف ایک ہی مشورہ دیں گے جتنی جلد ممکن ہو سمندر پار کرکے کسی اور ملک کی طر روانہ ہوجاؤ' اسی میں تمہاری بہتری ہے۔"

نقاب پوش کا مشورہ سن کر میں حیرت سے اچھل اس نے بھی مجھے وہی مشورہ دیا تھا جو اس سے پیشتر والدہ اور پھر کالکا نے دیا تھا۔

"کیا یہ مناسب نہ ہوگا مسٹر شہباز کہ ہم تمہیں جگہ دھکا دے کر گاڑی سے نیچے اتار دیں۔" نقاب پوش گہری سنجیدگی سے کہا۔ "تمہیں کچھ دور پیدل چلنے کی ز اٹھانی پڑے گی لیکن یہ تمہارے حق میں بہتر ہوگا۔ پیدل بھی صحت کی نشانی ہے۔"

پھر اس سے پیشتر کہ میں کوئی جواب دیتا پک اپ جھٹکے سے رکی' نقاب پوش حیرت انگیز پھرتی سے نیچے اتر اس نے ایک ہی جھٹکے میں مجھے ہاتھ سے پکڑ کر گاڑی گھسیٹ کر نیچے سڑک پر ڈال دیا اور تکلیف کی شدت میں ہڑبڑا کر اٹھا تو میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی' میں وقت اپنی خواب گاہ میں بستر سے نیچے فرش پر پڑا تھا' میں تیزی سے دروازے پر نظر ڈالی جو اندر سے مقفل ہی تھا دیر تک میں حیرت اور استعجاب کی تصویر بنا فرش پر بیٹھا پھر میں نے اٹھ کر تکیے کے نیچے سے اپنا آٹومیٹک نکالا خواب گاہ سے نکل کر باہر گیا۔

صدر دروازے پر نائٹ گارڈ کو زندہ سلامت اور ا میں رائفل تھامے پوری طرح چاق و چوبند دیکھ کر میر ذہن کو دوسرا شدید جھٹکا لگا۔ میں نے جو سب کچھ دیکھا کیا تھا؟

دوسری صبح میں تیار ہو کر دفتر پہنچا تو میرے آفس میں عابد کی نگرانی میں ضروری کام شروع ہوچکا تھا' کھڑکی کے ٹوٹے ہوئے شیشے کی جگہ نیا شیشہ لگایا جارہا تھا' جہاں جہاں سے پلاسٹر ادھڑ چکا تھا اس کی مرمت ہورہی تھی' جو فرنیچر خراب یا تباہ ہوچکا تھا اسے تبدیل کیا جارہا تھا۔

"تمہارا کیا اندازہ ہے؟" میں نے عابد سے دریافت کیا۔ "یہ کام کتنے دنوں میں مکمل ہوجائے گا۔"

"میرا خیال ہے کہ دو دن سے زیادہ نہیں لگیں گے۔"

"گڈ۔۔۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ دو روز کے اندر اندر نیا سیٹ اپ تیار ہوجائے اس لیے کہ اس کے بعد میں کچھ عرصے کے لیے باہر جارہا ہوں۔" میں روانی میں کہہ گیا پھر جلدی سے وضاحت کرتے ہوئے بولا۔ "کام بڑھ گیا ہے اس لیے میرا ملک سے باہر بھی اپنی کمپنی کی کچھ شاخیں کھولنے کا پروگرام ہے۔"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے سر۔" عابد نے جو میرا دیرینہ ملازم تھا اور آؤٹ ڈور کام کی تمام ذمے داری سنبھالے ہوئے تھا خوشی کا اظہار کیا پھر دبی زبان میں بولا۔ "میں پچھلی کھڑکی کا ویسا ہی شیشہ خرید چکا ہوں جیسا پہلے لگا ہوا تھا لیکن۔۔۔"

"لیکن کیا۔۔۔" میں نے اس کی خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔

"آپ اگر اجازت دیں تو اس کی جگہ بلٹ پروف شیشہ لگوادیا جائے۔"

"نہیں۔۔۔" میں نے جلدی سے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اس شیشے کو بلٹ پروف کرانے کی کوئی ضرورت نہیں اگر کسی گولی پر میرا نام لکھا جاچکا ہے وہ دفتر سے باہر بھی میرا کام تمام کرسکتی ہے' ہاں اگر تم مجھے سر سے پاؤں تک بلٹ پروف کراسکو تو تمہیں مکمل اجازت ہے۔"

میں کام کا سرسری جائزہ لیتا ہوا وارثی کے کمرے میں آگیا جس نے گزشتہ روز ہی میری درخواست پر اپنے بیٹھنے کے لیے ایک اور جگہ منتخب کرلی تھی۔ کرسی پر بیٹھنے کے بعد میرے ذہن میں ایک بار پھر رات والے خواب کا تصور ابھر آیا' یہ حقیقت تھی کہ تیموری اور نرنجن لال کے درمیان ہائی ویز کی تعمیر کے سلسلے میں ٹینڈر حاصل کرنے پر سرد جنگ کا آغاز ہوچکا تھا' یہ بات مجھے مسٹر تیموری ہی کے ایک پرانے ملازم کے ذریعے معلوم ہوئی تھی نادر کنسٹرکشن کمپنی کی جانب سے میں نے بھی اپنی رجسٹریشن کی ساکھ کو برقرار رکھنے کی خاطر ٹینڈر بھردیا تھا لیکن میں نے چونکہ جان بوجھ کر زیادہ ریٹ کوٹ کیے تھے اس لیے مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی' ویسے بھی میں سڑکوں کی تعمیر میں ہاتھ ڈالنے سے ہمیشہ گریز کرتا تھا۔

گزشتہ رات پراسرار نقاب پوش نے جس ٹینڈر کا حوالہ دیا تھا وہ صبح دس بجے کھلنے والا تھا' میں نے دستی گھڑی پر نظر ڈالی' اس وقت صبح کے ساڑھے دس بج رہے تھے۔ عام حالات میں کوئی ایک فرم دوسری فرم سے ٹینڈر ملنے یا نہ ملنے کے سلسلے میں گفت و شنید کرنے سے پرہیز ہی کرتی ہے لیکن مسٹر تیموری سے میرے تعلقات بہت پرانے اور دوستانہ تھے' اس کے علاوہ کاروباری سلسلے میں بھی چونکہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ برابر تعاون کرتے رہتے تھے اس لیے میں نے کچھ سوچ کر پہلے براہ راست متعلقہ دفتر سے رابطہ قائم کیا جہاں سے مجھے یہی اطلاع ملی کہ ہائی ویز کا ٹینڈر براڈوے کنسٹرکشن کمپنی کے نام کھلا ہے' اس اطلاع کے بعد میں نے مسٹر تیموری سے رابطہ قائم کیا۔

"ہیلو۔۔۔ تیموری اسپیکنگ۔۔۔" دوسری جانب سے خود مسٹر تیموری نے کال ریسیو کی تھی لیکن میں یہ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا کہ تیموری کی آواز میں غصے اور جھلاہٹ کا ملا جلا رنگ شامل تھا۔ رات والا خواب دیکھنے کے بعد یہ محض میرا واہمہ بھی ہوسکتا تھا چنانچہ میں نے بڑی گرمجوشی سے کہا۔

"مبارک ہو مسٹر تیموری' مجھے یہ جان کر دلی مسرت ہوئی ہے کہ نرنجن لال کے مقابلے میں ٹینڈر آپ کو ملا ہے۔"

"شکریہ مسٹر شہباز۔" دوسری جانب سے تیموری نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔ "لیکن آپ کو شاید یہ نہیں معلوم کہ گزشتہ رات میرے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا ہے۔ ویسے نرنجن لال نے میرے ساتھ ٹکر لے کر اچھا نہیں کیا' اس کو میری دشمنی بہت مہنگی پڑے گی۔"

"کیا میرے بعد اس نے آپ کے ساتھ بھی۔۔۔" میں نے جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"ہاں۔۔۔" تیموری کی بھاری بھرکم آواز ریسیور پر ابھری۔ "گزشتہ رات میرے گودام پر بڑے پیمانے پر دھماکے کرکے مجھے لاکھوں کا نقصان پہنچایا گیا ہے' میرے دفتر میں بھی کچھ حملہ آوروں نے گھس کر توڑ پھوڑ مچائی ہے۔ مجھے کچھ ایسے اہم ثبوت بھی ملے ہیں جو نرنجن لال کے خلاف بطور شہادت استعمال ہوسکتے ہیں۔"

"لیکن صبح کے اخبارات میں تو ایسی کوئی خبر نہیں چھپی۔" میں نے دھڑکتے دل سے کہا۔

"میرا اندازہ ہے کہ یہ تمام واردات رات کے پچھلے حصے میں کی گئی ہے۔"

"کیا میں آپ کی کوئی مدد کرسکتا ہوں؟" میں نے ازراہ اخلاق پوچھا۔

"شکریہ مسٹر شہباز۔ آپ بنیادی طور پر شریف آدمی ہیں اس لیے خاموشی سے اپنا نقصان برداشت کریں لیکن میرا نام تیموری ہے' میں جانتا ہوں کہ دشمنوں کے ساتھ کس طرح نمٹا جاتا ہے۔"

تیموری نے مجھے حادثے کی جو تفصیل بتائی اس نے یہ بات واضح کردی کہ میں نے رات کو جو کچھ دیکھا وہ محض خواب نہیں تھا ایک بھیانک اور پراسرار حقیقت تھی مجھے یقین سا آرہا تھا کہ شنکر اور پنڈت بنسی دھر کے بعد اب کوئی اور طاغوتی قوت نرنجن لال کی پشت پناہی کررہی ہے' میرا پورے ہوش و حواس میں نقاب پوشوں کے ساتھ حملے میں شریک ہونا' ڈیوٹی گارڈ کا خون میں لت پت نظر آنا پھر آنکھ کھلنے پر میں نے خود کو اپنی خواب گاہ میں پایا' باہر نکل کر دیکھا تو ڈیوٹی گارڈ پوری طرح چاق و چوبند نظر آرہا تھا۔ یہ سب محض فریب نظر نہیں تھا' ان تمام حقائق کے پیچھے کوئی پراسرار نادیدہ ہاتھ ضرور کارفرما تھا مگر وہ کون تھا؟ مجھے اس واردات میں کیوں شامل کیا گیا؟ اگر اس واردات کے پیچھے جس کی تصدیق خود مسٹر تیموری نے کی تھی' نرنجن لال ہی شامل تھا تو اسے مجھے ان باتوں کی ہوا بھی نہیں لگنے دینی چاہیے تھی لیکن ایسا نہیں ہوا تھا؟ یہی ایک کمزور سا خیال اس واردات میں نرنجن لال کا ہاتھ شامل ہونے کی نفی کرتا تھا؟ ہوسکتا تھا کہ کسی اور پارٹی نے جان بوجھ کر لوہے کو گرم دیکھ کر پوری شدت سے ضرب لگائی ہو ممکن ہے وہ نامعلوم شخص جو براہ راست نرنجن لال سے نہیں ٹکرا سکتا تھا اس نے موقعے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایسے حالات پیدا کردیے ہوں کہ تیموری اور نرنجن لال میں ٹھن جائے۔

میرے ذہن میں متعدد سوالات گردش کررہے تھے' میں مسٹر تیموری سے اچھی طرح واقف تھا' اپنی ذاتی فرم کھولنے سے پیشتر وہ فوج میں میجر کے عہدے پر فائز رہ چکا تھا۔ اس نے فوج میں بیش بہا خدمات انجام دی تھیں' کچھ عرصے تک وہ فوج کے سب سے حساس کمانڈوز دستے سے بھی وابستہ رہ چکا تھا جہاں اس نے اپنی بہادری اور شجاعت کا کئی موقعوں پر ناقابل یقین حد تک مظاہرہ کیا تھا پھر ایک حادثے میں شدید زخمی ہونے کے بعد اس نے فوج سے ریٹائرمنٹ حاصل کرکے براڈوے کنسٹرکشن کمپنی کے نام سے اپنا ذاتی ادارہ قائم کیا تھا وہ صاف ستھرا کام کرنے کا عادی تھا اس لیے اپنے حلقے اور متعلقہ اداروں میں اس کا نام بڑی عزت سے لیا جاتا تھا' کاروباری لین دین کے معاملے میں بھی اس نے کبھی بخل سے کام نہیں لیا تھا' وہ ہر کام مقررہ مدت سے کم وقت میں پورا کرنے کا عادی تھا' بظاہر وہ شریف اور معزز آدمی تھا لیکن لوگ یہ بھی جانتے تھے کہ اس نے کبھی اپنے ذاتی مفاد کی خاطر کسی کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیکے تھے' بڑے سخت اور ٹھوس اصولوں کا مالک تھا' ایسے لوگوں کو معاف کردینا اس کی سرشت کے خلاف تھا جو جان بوجھ کر اسے نقصان پہنچاتے یا دھوکا دینے کی کوشش کرتے تھے۔ ابھی میں ان پراسرار واقعات کی گتھی سلجھانے میں مصروف تھا کہ سراج تیزی سے دروازہ کھولتا ہوا اندر داخل ہوا میرے دفتر کے دونوں گارڈز چونکہ اس سے واقف تھے اس لیے سراج کو روکنے کی کوشش نہیں کی گئی تھی' میں نے پہلی ہی نظر میں بھانپ لیا کہ سراج اس وقت نہ صرف یہ کہ جوش میں تھا بلکہ کسی فتح کا احساس بھی اس کے چہرے پر دمک رہا تھا۔

"خیریت ــــ" میں نے سنجیدہ ہوتے ہوئے دریافت کیا۔ "آج بہت خوش نظر آرہے ہیں۔"

"آپ نے جو آدمی میرے حوالے کیا تھا اس نے نرنجن لال کے خلاف بیان دیا ہے۔"

"لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ عدالت میں بھی اپنے بیان پر قائم رہے۔ آپ کو پہلے بھی اس سلسلے میں کچھ تلخ تجربے ہوچکے ہیں۔"

"اس بار ایسا نہیں ہوگا اس لیے کہ مسٹر تیموری نے جو ایف آئی آر آج درج کرائی ہے اس میں بھی نرنجن لال گروپ آف انڈسٹریز پر کھل کر اپنے شبہے کا اظہار کیا گیا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے قطعی انجان بنتے ہوئے کہا۔ "مسٹر تیموری نے آخر کس سلسلے میں ایف آئی آر درج کروائی ہے۔"

"اوہ ـــ آپ کو شاید ابھی تک حالات کا علم نہیں ہے۔" سراج نے تیزی سے کہا پھر وہ ساری تفصیل جس کا مجھے پہلے سے علم تھا دہراتے ہوئے بولا۔ "ہم نے ایک نقاب پوش کو بھی گرفتار کیا جو رات والی واردات میں شریک تھا' اس نے بھی تحریری طور پر یہی بیان دیا ہے کہ

براڈوے کنسٹرکشن کمپنی کو نقصان پہنچانے کے سلسلے میں نرنجن لال کے ایک خاص آدمی نے اس کی خدمات حاصل کی تھیں۔"

"نقاب پوش پولیس کی گرفت میں کیسے آگیا؟" میں نے روانی میں پوچھ لیا پھر جلدی سے بات بناتے ہوئے بولا۔ "کیا حملے کے دوران پولیس بھی موقع واردات پر پہنچ گئی تھی۔"

"جی نہیں۔" سراج نے پُرمسرت انداز میں جواب دیا۔ "دراصل واردات کرنے والوں نے ملحقہ تھانے کی ایک پولیس پک اپ چوری کرلی تھی' اسی کی تلاش کے دوران وہ نقاب پوش بس اتفاقاً پک اپ کے ساتھ ہی پولیس کے ہتھے چڑھ گیا۔"

"کیا وہ پک اپ میں تنہا تھا؟"

"ہاں ــــ لیکن اس نے اپنے دوسرے ساتھیوں کے سلسلے میں اپنی زبان سختی سے بند کر رکھی ہے۔" سراج نے میری معلومات میں اضافہ کیا۔ "اس کے علاوہ وہ ایک عادی مجرم ہے جو پولیس کو متعدد واردات میں پہلے ہی سے مطلوب تھا' دوبار سزا بھی کاٹ چکا ہے۔"

میرے ذہن میں ایک بار پھر وسوسے جاگ اٹھے گزشتہ رات والی واردات میں سو فی صد کسی پراسرار طاغوتی قوت کا ہاتھ شامل تھا جس کا میں سب سے بڑا گواہ تھا۔ ایسی صورت میں حملے میں شریک کسی نقاب پوش کا پولیس کے ہاتھ گرفتار ہوجانا کیا معنی رکھتا تھا؟ کیا اس کی گرفتاری میں بھی اسی پراسرار قوت کا دخل تھا؟

"آپ کس سوچ میں ڈوب گئے۔" سراج نے میری خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔

"میں یہ سوچ رہا تھا کہ کیا نرنجن لال اتنی آسانی کے ساتھ قانون کے شکنجوں میں جکڑا جاسکتا ہے۔"

"میں اس وقت اسی مقصد سے حاضر ہوا تھا۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے وضاحت چاہی۔

"مسٹر تیموری کی طرح اگر آپ بھی ایف آئی آر درج کرادیں اور اس میں نرنجن لال پر شبہے کا اظہار کریں تو ہمارے ہاتھ بہت زیادہ مضبوط ہوسکتے ہیں۔" سراج نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "دو معزز آدمی اگر کسی پر اپنے شبہے کا اظہار کردیں تو وہ شریف ہونے کے باوجود پولیس اور قانون کی نگاہوں میں مشکوک ہوجاتا ہے۔ ایسی صورت میں اسے بہ آسانی حراست میں بھی لیا جاسکتا ہے۔ امید ہے آپ میرا مطلب سمجھ رہے ہوں گے۔"

"میں قانونی موشگافیوں سے پوری طرح واقف ہوں مسٹر سراج لیکن میں آپ سے پہلے بھی عرض کرچکا ہوں کہ مجھے اپنے بزنس کی ساکھ نرنجن لال کی کینگی سے زیادہ عزیز ہے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "شاید وہ چاہتا بھی یہی ہے کہ کسی طرح ہماری فرم کا نام بھی اخباروں میں اچھالا جائے دوسری وجہ یہ ہے کہ میں دو تین روز بعد بیرونی ممالک میں اپنی برانچیں کھولنے کے ارادے سے کچھ عرصے کے لیے باہر جارہا ہوں' ایسی صورت میں کسی قانونی رسّا کشی میں گرفتار نہیں ہونا چاہتا۔ آئی ایم ایکسٹریملی سوری۔"

ابھی سراج کوئی جواب دینے کے بارے میں غور کرہی رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی' میں نے ریسیور اٹھا کر کال اٹینڈ کی پھر ریسیور سراج کی طرف بڑھا دیا' کال اسی کے لیے تھی۔

"ہیلو ـــ ڈی ایس پی سراج اسپیکنگ ـــ" سراج نے ریسیور لیتے ہوئے ماؤتھ پیس میں کہا لیکن پھر دوسری جانب سے اسے جو خبر ملی تھی اسے سن کر وہ اتنی تیزی سے کرسی سے اٹھا تھا جیسے اس میں بجلی دوڑ گئی ہو' اس کے چہرے کے تاثرات بڑی سرعت سے اپنا رنگ تبدیل کررہے تھے ایک لمحے تک وہ دوسری جانب سے بولنے والے کو سنتا رہا پھر ٹھوس لہجے میں بولا۔ "اپنے خاص خاص آدمیوں کو ہسپتال کے چاروں طرف تعینات کردو۔ بی کو تک اور چار مسلح اور قابل اعتماد آدمیوں کو اس کمرے پر بھی پوسٹ کردو جہاں اسے لے جایا گیا ہے' اس بات کا سختی سے خیال رکھو کہ کوئی پرندہ بھی اس کے قریب پر نہ مار سکے' ڈاکٹروں کو بھی شناخت کے بعد اندر جانے کی اجازت دی جائے۔ ٹھیک ہے' فی الحال آپریشن تھیٹر کے باہر بھی کچھ نفری تعینات کردو۔ میں پہلی فرصت میں پہنچ رہا ہوں۔"

"کوئی خاص خبر۔" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں ــــ کسی نے نرنجن لال کو دفتر جاتے ہوئے گولی ماردی ہے' وہ اس وقت زخمی حالت میں ہسپتال میں پڑا ہے۔" سراج نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں جواب دیا پھر مزید کوئی بات کیے بغیر اس نے میز سے اپنی ٹوپی اٹھائی اور تیزی سے باہر نکلتا چلا گیا۔

نرنجن لال کو پیش آنے والے حادثے کی خبر میرے لیے کسی بم کے دھماکے سے کم نہیں تھی! ایک لمحے کو میرے ذہن میں تیموری کا خیال ابھرا' ہوسکتا تھا کہ اس نے ایف آئی آر کٹانے کے بعد پہلی ہی فرصت میں نرنجن لال سے اپنا حساب چکتا کرنے کی کوشش کرڈالی ہو' کچھ دیر پیشتر تیموری نے مجھ سے کہا بھی تھا کہ نرنجن لال نے اس سے

دشمنی مول لے کر اچھا نہیں کیا اور یہ کہ اسے اپنے دشمنوں سے نمٹنے کا سلیقہ آتا ہے لیکن اگر تیموری کو نرنجن لال کو ٹھکانے ہی لگانا تھا تو اسے ایف آئی آر کٹانے کی کیا ضرورت تھی وہ کمانڈو فورس سے وابستہ رہ چکا تھا' کسی کو کانوں کان خبر کیے بغیر بھی اپنے دشمن کو بڑی خاموشی سے موت کے گھاٹ اتار سکتا تھا۔ چنانچہ تیموری سے اتنی جلدی انتقامی کارروائی کر گزرنے کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی پھر اور کون ہوسکتا تھا جس نے بھری سڑک پر نرنجن لال جیسے آدمی کو ٹھکانے لگانے کی کوشش کی ہو؟

تیموری کے بعد میرے ذہن میں ماسٹر ٹونی کا نام ابھرا' وہ ایک دوبار پہلے بھی مجھ سے اس بات کی اجازت طلب کرچکا تھا کہ نرنجن لال کے سلسلے میں اسے چھوٹ دے دی جائے لیکن میں نے اس کو سختی سے منع کردیا تھا' ماسٹر ٹونی کو نرنجن لال اور میری دشمنی ہی کی وجہ سے اپنے سیدھے ہاتھ سے محروم ہونا پڑا تھا مگر وہ پھر بھی میری ہدایت پر خاموش رہا لیکن میرے دفتر پر ہونے والے حملے کے بعد وہ خاصا مشتعل ہوگیا تھا اس نے مجھے یقین دلایا تھا کہ میں اس کے راستے میں آنے کی کوشش نہ کروں تو وہ سیدھا ہاتھ ضائع ہونے کے بعد بھی نرنجن لال کو اس کی کمینگی کا جواب دے سکتا تھا' ماسٹر ٹونی نے مجھ سے صرف تین دن کی مہلت مانگی اور یقین دلایا تھا کہ تین روز کے اندر اندر نرنجن لال کی لاش کسی بھری پری سڑک پر پڑی ملے گی۔ میں نے اس بار بھی ٹونی کو دور رہنے کی ہدایت کی تھی لیکن ہوسکتا تھا کہ اس نے میری بات کو نظرانداز کردیا ہو۔ میں نے کچھ سوچ کر نادر کنسٹرکشن کمپنی کے نمبر ڈائل کیے' تیسری گھنٹی پر دوسری جانب سے ٹونی ہی نے کال ریسیو کی۔

"ٹونی۔۔۔" میں نے اسے کریدنے کی خاطر پوچھا۔ "کیا تم کچھ دیر پہلے سائٹ پر گئے تھے۔"

"نو باس۔۔۔" ٹونی نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "آج کوئی آؤٹ ڈور کام نہیں تھا۔"

"کیا تم اور کسی کام سے باہر گئے تھے۔"

"میں صبح سے دفتر ہی میں ہوں باس لیکن آپ یہ سب کچھ کیوں معلوم کررہے ہیں۔" اس بار ٹونی نے تعجب کا اظہار کیا پھر بولا۔ "کیا کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں۔۔۔" اس بار میں نے قدرے عجلت سے کہا۔ "میری اطلاع کے مطابق نرنجن لال اس وقت ہسپتال میں ہے' دفتر آتے ہوئے راستے میں کسی نے اس پر قاتلانہ حملہ کیا ہے۔"

"باس۔۔۔ کیا ہوا! باسٹرڈ زندہ ہے یا مرگیا" ٹونی کے لہجے میں جوش تھا۔ "اگر وہ مرگیا تو ٹونی اس کی موت کی خوشی میں مٹھائی تقسیم کرے گا لیکن نہیں۔ اسے مرنا نہیں چاہیے۔" اچانک ٹونی نے سرد اور سفاک آواز میں کہا۔ "اس کی موت ٹونی کے ہاتھ سے ہونی چاہیے ورنہ مجھے اس کا تمام زندگی افسوس رہے گا۔ دعا کرو باس کہ وہ میرے ہاتھوں کتے کی موت مرنے کی خاطر زندہ رہے۔"

ٹونی کے جواب نے مجھے مطمئن کردیا' وہ صاف گو اور سچا آدمی تھا' اگر اس واردات میں اس کا ہاتھ شامل ہوتا تو میری بات سن کر اس کا گڑبڑا جانا ضروری تھا' ایک لمحے کو اسے نرنجن لال پر ہونے والے حملے کی خبر سن کر مسرت کا احساس ضرور ہوا تھا لیکن دوسرے ہی لمحے وہ نرنجن لال کے زندہ بچ جانے کی دعا کررہا تھا۔ اس لیے کہ وہ اسے اپنے ہاتھوں سے مار کر اپنی پیاس بجھانے کا خواہشمند تھا' اس کے مرجانے کی صورت میں ٹونی کی حسرت دل ہی میں گھٹ کر رہ جاتی۔ شاید یہ ملال اسے تمام زندگی رہتا۔

"میری ایک بات غور سے سنو ٹونی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم دفتر سے باہر جانے کی حماقت نہ کرنا۔"

"ڈونٹ وری باس۔ جب تک تمہاری طرف سے اجازت نہیں مل جاتی میں کوئی غلط قدم نہیں اٹھاؤں گا۔ دیٹ از مائی پرامس۔"

ٹونی کی طرف سے شکوک ختم ہوجانے کے بعد میرے ذہن میں جو آخری نام ابھرا وہ ندیم کا تھا پھر مجھے گزشتہ رات والا پراسرار خواب یاد آگیا جس نے ایک بھیانک حقیقت کی شکل اختیار کرلی تھی' ممکن ہے ندیم کو بھی تیموری کے گودام پر حملہ ہونے کی خبر مل گئی ہو اور اس نے یہ موقع غنیمت جان کر نرنجن لال پر اپنے آدمیوں سے حملہ کرادیا ہو' شاید اسی لیے اس نے مجھ سے پوچھے بغیر باہر جانے کا پلان مرتب کرلیا تھا' اس نے مجھ سے کہا بھی تھا کہ نرنجن لال کو آزاد کرکے اس نے غلطی کا ثبوت دیا تھا' اسے بھی سیٹھ پرشوتم کی طرح پاگل کرکے چھوڑ دیا جاتا تو زیادہ مناسب تھا نرنجن لال کو پھنسوانے ہی کی خاطر اس نے راجو سے کہا تھا کہ ان دونوں آدمیوں کو مار کر نرنجن لال کے بنگلے میں پھینک دیا جائے اور اس کی اطلاع پولیس کو کردی جائے۔ اس کے بعد کیا ہوا؟ مجھے اس کا کوئی علم نہیں ہوسکا' سراج نے بھی اس ضمن میں مجھ سے کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا یا ممکن ہے کہ نرنجن لال پر قاتلانہ حملے کی خبر سن کر اسے اتنا موقع ہی نہ مل سکا ہو کہ وہ مجھے دوسری کسی تفصیل سے آگاہ کرتا۔

میں بڑی دیر تک الجھتا رہا پھر میں نے ندیم کے نمبر ڈائل کیے' میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ میری وجہ سے حالات کی دلدل میں اس قدر پھنس جائے کہ پھر اسے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہ ملے۔ میری کال نسیم نے ریسیو کی تھی پھر کچھ دیر بعد مجھے ندیم کی آواز سنائی دی۔

"میں ابھی تمہیں فون کرنے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا۔"

"کیا باہر جانے کے لیے تم نے جہاز میں نشستیں بک کرالی ہیں۔" میں نے جان بوجھ کر نرنجن لال کا ذکر نہیں کیا۔

"ہاں۔۔۔ ہم تین روز بعد پین امریکن سے روانہ ہورہے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ تیاری کرنے کے لیے دو دن کی مہلت تمہارے لیے بہت کافی ہوگی۔"

"کیا تم صرف یہی اطلاع دینے کے لیے مجھے فون کرنا چاہ رہے تھے۔"

"نہیں۔۔۔" اس بار ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میرے پاس تمہارے لیے ایک اہم اطلاع اور بھی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"مجھے ابھی کچھ دیر پہلے اطلاع ملی ہے کہ کسی نے نرنجن لال پر قاتلانہ حملہ کیا ہے۔"

"نہیں۔۔۔" میں نے انجان بنتے ہوئے حیرت سے پوچھا۔ "کیا وہ چل بسا؟"

"قدرت شاید اس پر مہربان تھی جو بچ گیا۔" ندیم نے سپاٹ آواز میں کہا۔ "گولی چلانے والا یقیناً کوئی اناڑی تھا یا پھر شاید جان بوجھ کر اس نے نرنجن لال کو صرف زخمی کرنے پر اکتفا کیا ہو' اس لیے کہ گولی اس کے بائیں بازو پر لگی ہے' وہ خطرے سے باہر ہے' البتہ زخم بھرنے میں کچھ وقت لگے گا۔"

"تمہیں اس بات کا علم کس طرح ہوا؟"

"تم شاید بھول رہے ہو کہ میں نے کل اپنے آدمیوں کو ایک مخصوص پلان پر عمل کرنے کی تاکید کی تھی۔" ندیم نے بات کو مبہم انداز میں کہا' شاید نسیم اس کے قریب ہی موجود تھی اس لیے اس نے کھل کر بات کرنے سے پرہیز کیا تھا۔

"ہاں۔۔۔" میں نے دلچسپی کا اظہار کیا۔ "ان دونوں آدمیوں کا کیا بنا۔"

"نرنجن لال کے بنگلے کے چوکیداروں نے زیادہ پھرتی

کا مظاہرہ کیا تھا۔" ندیم نے جواب دیا۔ "تمہارے سراج صاحب کے پہنچنے سے پیشتر ہی میدان صاف کردیا گیا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ ان کے کچھ اور ساتھی بھی ہوں جو دور دور رہ کر حالات کا اندازہ لگا رہے ہوں' شاید میدان صاف کرنے میں بھی ان ہی کا دخل ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان ہی کے کسی ساتھی نے نرنجن لال پر حملہ بھی کیا ہو۔"

"ان دونوں کے بارے میں کوئی اور رپورٹ ملی۔"

"ہاں۔۔۔" اس بار ندیم نے کھل کر کہا شاید نسیم اس کے قریب سے ہٹ چکی تھی۔ "وہ دونوں آدمی ینشپال نامی ایک ہسٹری شیٹر کے گروہ کے تھے۔ کبھی ینشپال اس قسم کے کام خود انجام دیتا تھا لیکن اب اس نے ایک باقاعدہ گینگ بنالیا ہے جو اس کے اشاروں پر کام کرتا ہے۔ تم چاہو تو اسے کمیشن ایجنٹ کا نام بھی دے سکتے ہو۔ انتہائی خطرناک اور چالاک شخص ہے' متعدد بار پولیس کی حراست میں بھی رہ چکا تھا لیکن ہر بار عدم ثبوت کی بنا پر صاف بچ نکلا' اسے کچھ بڑے لوگوں کی حمایت بھی حاصل ہے۔"

"کیا تمہیں ان دو آدمیوں کی بھی کوئی خبر ہے' جنہیں سراج نے زخمی حالت میں ہسپتال میں بھجوایا تھا۔" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"کیوں۔۔۔ کیا سراج نے تمہیں ان کے بارے میں کچھ نہیں بتایا؟"

"نہیں۔۔۔"

"ہوسکتا ہے کہ نرنجن لال پر قاتلانہ حملے کی اطلاع سننے کے بعد وہ سب کچھ بھول گیا ہو۔"

"ندیم ــــ"

"سوری مائی ڈیئر۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "تم چونکہ میرے دوست ہونے کے ساتھ ساتھ نسیم کے منہ بولے بھائی بھی ہو اس لیے مجبوراً" تمہاری کالیں ٹیپ کرانی پڑ رہی ہیں۔ کہو تو یہ بھی بتادوں کہ مجھے فون کرنے سے پہلے تم نے ماسٹر ٹونی کو کیا فون کیا تھا۔"

"میں تم سے دونوں زخمیوں کے بارے میں دریافت کر رہا تھا۔"

"وہ دونوں بھی اس جہان فانی سے عالم بقا کی طرف کوچ کر چکے ہیں۔" ندیم نے جواب دیا۔ "پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق ان کی موت دم گھٹنے سے واقع ہوئی تھی۔ بہرحال وہ اتنے اہم نہیں تھے کہ میں ان کے بارے میں اس سے زیادہ تفصیل معلوم کرنے کی کوشش کرتا۔"

"ایک سوال اور ــــ"

"پوچھو۔"

"تم نے اچانک باہر جانے کا پروگرام کیوں بنایا ہے۔" میں نے گہری سنجیدگی سے پوچھا۔ "کیا اس میں بھی کوئی خاص مصلحت ہے۔"

"ہو بھی سکتی ہے۔" ندیم نے گول مول جواب دیا پھر بولا۔ "بہرحال تمہارا ہم دونوں کے ساتھ چلنا ضروری ہے۔"

"کیوں ــــ؟"

"اس کا جواب تمہیں فوری طور پر نہیں دیا جاسکتا۔" ندیم نے کہا۔ "ہاں' یہ ہوسکتا ہے کہ جہاز کی پرواز کے دو چار گھنٹے بعد میں تمہاری اس پریشانی کو دور کردوں۔ اچھا اب اجازت دو۔ نسیم مجھے کچن سے آواز دے رہی ہے۔ بائی۔" پھر ندیم نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا تھا' یقیناً کوئی ایسی ہی اہم بات تھی جو وہ مجھے قبل از وقت بتانے سے گریز کر رہا تھا' میں کچھ دیر تک اس بات کو جاننے کی خاطر ذہنی جمناسٹک کرتا رہا پھر دفتر کے کاموں میں مصروف ہوگیا!

✽

شام کو سراج گھر پر آیا تو خاصا پریشان دکھائی دے رہا تھا' کچھ دیر تک وہ والد صاحب کے ساتھ لان پر بیٹھا باتیں کرتا رہا پھر اٹھ کر میرے ساتھ اس کمرے میں آگیا جسے میں نے صرف دفتری کاموں کے لیے مخصوص کر رکھا تھا' والد صاحب سے گفتگو کرتے وقت وہ خود کو بہت لیے دیے رہا تھا لیکن اب اس کے چہرے پر دوبارہ تشویش کے تاثرات پھیل کر گہرے ہونے لگے تھے میں نے اسے کریدنے کی کوشش نہیں کی' میرا خیال تھا کہ وہ ازخود الجھن اور پریشانی کی وجہ بتائے گا پھر وہی ہوا جو میں نے سوچا تھا۔

"مسٹر شہباز۔" کچھ دیر بعد سراج نے مجھے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "آپ نے مجھے بتایا تھا کہ شنکر نامی بوڑھا چمار مرچکا ہے۔"

"ہاں' کیوں؟" میں نے شنکر کے نام پر چونکتے ہوئے دریافت کیا۔ "کوئی خاص بات ــــ"

"جس نقاب پوش کو پولیس پک اپ کے ساتھ گرفتار کیا گیا تھا وہ بالکل اسی انداز میں میں پولیس لاک اپ سے غائب پایا گیا ہے جس طرح داور غائب ہوا تھا۔"

سراج نے اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "وہ شخص ہمارے لیے بہت اہم تھا اس لیے میں نے اپنے اعتماد کے ایک اے ایس آئی کو اس کی نگرانی پر بطور خاص مامور کردیا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ وہ ایک لمحے کے لیے بھی اپنی ڈیوٹی سے غافل نہیں ہوا۔ لاک اپ کے باہر اس نے اپنی کرسی ڈال رکھی تھی۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ اپنے ایک ساتھی سے باتیں کرنے میں مصروف تھا جب اس نے لاک اپ کے اندر زنجیروں کی آواز سنی' پلٹ کر دیکھا تو وہ شخص حیرت انگیز طور پر غائب تھا اور اس کے ہاتھ میں پڑی ہوئی ہتھکڑی کئی ٹکڑوں میں منقسم ہوکر فرش پر بکھری پڑی تھی' لاک اپ کا قفل بھی بند ہی پایا گیا۔"

"آپ کے ذہن میں خاص طور پر شنکر ہی کا نام کیوں ابھرا؟" میں نے تفصیل سننے کے بعد کہا۔ "آپ چاہیں تو اب بھی روپ نگر فون کرکے شنکر کی موت کی تصدیق کرسکتے ہیں۔ اسے سیکڑوں آدمیوں کی موجودگی میں مرگھٹ پر جلایا گیا تھا اور پھر اس کی راکھ پانی میں بہادی گئی تھی۔"

"بہرحال میں پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر شنکر مرچکا ہے تو کوئی اور پراسرار طاقت اس کی جگہ کام کر رہی ہے۔" سراج نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا' پھر کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے بولا۔ "کیا آپ اس پراسرار واقعے پر کوئی روشنی نہیں ڈال سکتے؟"

"میں کیا عرض کرسکتا ہوں۔" میں نے بڑی صاف گوئی سے کہا۔ "روپ نگر میں تعیناتی سے پیشتر میں بھی ان گندے علوم کو سرے سے نہیں جانتا تھا لیکن اس کے بعد سے اب تک جو حالات پیش آرہے ہیں وہ آپ کے سامنے ہیں۔"

"میری اپنی عقل بھی دنگ ہوکر رہ گئی ہے' سمجھ میں نہیں آتا کہ ان پراسرار واقعات کا کیا سدباب کیا جائے۔

"زنجن لال کی حالت اب کیسی ہے؟" میں نے تھوڑے توقف کے بعد پوچھا۔ "کیا اس نے حملہ آور کے بارے میں کوئی اہم بات بتائی ہے۔"

"نہیں۔" سراج نے جھلاتے ہوئے جواب دیا۔ "وہ بھی نجانے کس مٹی کا بنا ہوا ہے' میں نے اسے ہر طرح کریدنے کی کوشش کی لیکن اس کا صرف ایک ہی جواب ہے کہ نہ اس نے کسی حملہ آور کو دیکھا نہ وہ کسی پر اپنے شبہے کا اظہار کرسکتا ہے۔ بہرحال اس کے بائیں بازو پر نظر آنے والے زخم کا نشان اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ فائر بہت کلوز رینج سے کیا گیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس نے فائر کرنے والے کو دیکھا بھی ہو لیکن وہ اپنی زبان سے سچ اگلنے کو آمادہ نہیں ہے۔ بہرحال ڈاکٹروں نے یہی کہا ہے کہ اس کی حالت خطرے سے باہر ہے۔"

"آپ کا شبہ کس پر ہے؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا' ویسے میرا اندازہ ہے کہ جس نے بھی زنجن لال پر قاتلانہ حملہ کیا ہے اس کا مقصد زنجن لال کی موت نہیں تھا۔ وہ جو کوئی بھی تھا ایک ماہر نشانہ باز تھا۔ ہوسکتا ہے کہ اس نے کسی خاص وجہ سے زنجن لال کو صرف زخمی کرنے پر اکتفا کیا ہو۔"

میں سراج کی بات سن کر چونکا' ندیم نے بھی کچھ ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا تھا۔

"کیا جس وقت حملہ ہوا اس وقت گاڑی میں زنجن لال کے سوا کوئی اور نہیں تھا۔" میں نے کچھ سوچ کر سوال کیا۔

"گاڑی ڈرائیور چلا رہا تھا اور زنجن لال پچھلی نشست پر موجود تھا۔" سراج نے الجھتے ہوئے کہا۔ "ڈرائیور بھی اسی بیان پر اڑا ہوا ہے کہ اس نے کسی حملہ آور کو نہیں دیکھا' زنجن لال کے کراہنے کی آواز سن کر اس نے گاڑی ایک سائڈ میں کرکے روک دی تھی حالات کی سنگینی کا احساس اسے اس وقت ہوا جب اس نے پیچھے پلٹ کر دیکھا تھا' اس کے بعد وہ فوری طور پر زنجن لال کو طبی امداد کی خاطر ہسپتال لے گیا پھر اسی نے ملحقہ تھانے کے ایس ایچ او کو فون کرکے حملے کی اطلاع دی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ کسی خاص مصلحت کی بنا پر زنجن لال نے ڈرائیور کو بھی زبان بند رکھنے کی تاکید کردی ہے۔"

"مسٹر تیموری کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟" میں نے دبی زبان میں کہا۔

"نہیں ــــ" سراج نے تیزی سے کہا۔ "میں نے اپنے ذرائع سے جو معلومات جمع کی ہیں وہ کسی طور پر بھی مسٹر تیموری کے ملوث ہونے کے خدشے کو تقویت نہیں پہنچاتیں۔"

"اب آپ کا کیا پلان ہے؟ میرا مطلب ہے کہ کیا اب بھی آپ زنجن لال کو مسٹر تیموری کے بیان اور دوسرے گواہوں کے بیان کی روشنی میں حراست میں لینے کی کوشش کریں گے۔"

"فی الحال میں نے کوئی آخری فیصلہ نہیں کیا ــــ قاتلانہ حملہ کی واردات نے میرا سارا پلان چوپٹ کردیا ہے۔" سراج نے کہا پھر بولا۔ "آپ کا ارادہ کب تک باہر جانے کا ہے۔"

"تین روز بعد ــــ کیوں؟"

"میرا بھی مشورہ یہی ہے کہ آپ کچھ دنوں کے لیے یہاں سے ہٹ جائیں۔" اس بار سراج نے بڑے خلوص اور اپنائیت سے کہا۔ "ایک بار پہلے بھی وہ آپ کے ساتھ اپنی کینگی کا ثبوت دے چکا ہے' ہوسکتا ہے اس بار بھی وہ آپ ہی کی ذات پر شبہ کرکے دوبارہ کسی انتقامی کارروائی کا مظاہرہ کر بیٹھے۔"

سراج کے جانے کے بعد میرا ذہن پھر زنجن لال پر ہونے والے قاتلانہ حملے کے بارے میں سوچنے لگا لیکن ندیم کے آجانے سے میرے خیالات کا شیرازہ منتشر ہوگیا' نسیم بھی ندیم کے ساتھ تھی' ہم بڑی دیر تک بیٹھے سفر کی تیاری کی باتیں کرتے رہے۔

تین روز کے بعد پروگرام کے عین مطابق میں ندیم اور نسیم پین امریکن کے طیارے کے ذریعے بیرونی سفر کے لیے روانہ ہوگئے' میرے دفتر کے عملے کے علاوہ ندیم کو کچھ لوگ بھی ائرپورٹ پر ہمیں الوداع کہنے آئے تھے۔

نسیم خاص طور پر بہت خوش نظر آرہی تھی' ندیم اس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے جہاز کی سیڑھیاں طے کر رہا تھا' میں بھی ان کے ہمراہ تھا لیکن جہاز میں قدم رکھنے سے پیشتر نجانے کیوں مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی دبے قدموں ہمارا تعاقب کر رہا ہو' میں نے فوری طور پر پلٹ کر دیکھا لیکن ہمارے پیچھے کوئی نہیں تھا۔ میں نے تعاقب کے وہم کو ذہن سے نکالنے کی کوشش کی لیکن میری چھٹی حس مجھے رہ رہ کر کسی نادیدہ خطرے کا احساس دلا رہی تھی!!

*

جہاز آہستہ آہستہ فضا کی بلندیوں کی سمت پرواز کر رہا تھا۔ سیفٹی بیلٹ کی لائٹ آف ہوئی تو میں نے کیبن کا جائزہ لیا۔ فرسٹ کلاس کیبن میں ہمارے علاوہ پندرہ آدمی تھے جن میں زیادہ تر غیر ملکی تھے۔ صرف دو افراد مقامی نظر آ رہے تھے۔ مرد کسی اونچے طبقے سے تعلق رکھتا تھا۔ سفاری سوٹ اور فرنچ کٹ داڑھی میں اس کی شخصیت خاصی جاذب نظر دکھائی دے رہی تھی۔ ہونٹوں کے درمیان اس نے پائپ دبا رکھا تھا اور کسی سوچ میں غرق نظر آ رہا تھا۔ اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی خوبصورت عورت چست پتلون اور ڈھیلی ڈھالی شرٹ میں خاصی ماڈرن نظر آ رہی تھی۔ حفاظتی پیٹی کھولنے کے بعد اس نے ایک میگزین کا سرسری جائزہ لینا شروع کر دیا۔

میں نے ایک ایک کر کے کیبن کے تمام مسافروں کو بہت غور سے دیکھا۔ بظاہر ان میں کوئی بھی مشکوک نہیں معلوم ہوتا تھا لیکن میری چھٹی حس بدستور کسی نادیدہ خطرے کا احساس دلا رہی تھی۔ لیکن وہ خطرہ کیا ہو سکتا تھا؟ اگر نرنجن لال کو کسی طرح میری روانگی کی اطلاع مل بھی گئی تھی اور اس نے کسی آدمی کو میرے پیچھے لگا دیا تھا تو وہ کم از کم دوران پرواز میرے لیے خطرناک ثابت نہیں ہو سکتا تھا۔ مجھے بظاہر پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ ندیم اور نسیم کی موجودگی میرے لیے تقویت کا سبب تھی لیکن ان تمام باتوں کے باوجود میرے اندر دور کہیں خطرے کی علامت والی مدھم سرخ بتی اسپارک کر رہی تھی۔

میرا ذہن گزری ہوئی باتوں پر غور کر رہا تھا۔ مسٹر تیموری کو ہونے والا نقصان اس کی درج کردہ ایف آئی آر اور دو گواہوں کے بیان کی روشنی میں نرنجن کی نقب

قانون کی نگاہوں میں خاصی کمزور ہو گئی تھی لیکن داور ہی کی طرح پولیس پک اپ کے ساتھ گرفتار ہونے والے نقاب پوش کی پراسرار گمشدگی نے میرے علاوہ سراج کے ذہن میں بھی کسی طاغوتی قوت کے امکان کو ہوا دی تھی۔ اس کے بعد نرنجن لال پر ہونے والا قاتلانہ حملے کی واردات نے اچانک بساط کا رخ پلٹ دیا تھا۔ تفصیل کے مطابق قاتل یا قاتلوں نے بہت کلوز رینج خود کار اسلحہ سے فائرنگ کی تھی لیکن اس کے باوجود گاڑی کا ڈرائیور حیرت انگیز طور پر محفوظ رہا تھا اور نرنجن لال کا صرف بایاں بازو زخمی ہوا تھا۔ اگر قاتلوں کا مقصد خون کی ہولی کھیلنا ہوتا تو وہ نرنجن لال اور ڈرائیور کو بھون سکتے تھے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ مقصد صاف ظاہر تھا نرنجن لال نے موقعے کی نزاکت اور اپنی شخصیت کے کمزور پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد ہی اس قاتلانہ حملے کا ڈراما رچایا ہو گا۔ اسی قاتلانہ حملے کی وجہ سے سراج نے بھی اسے فوری طور پر حراست میں لینے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔

معاً میرے ذہن میں ایک خیال بڑی سرعت سے ابھرا۔ نرنجن لال پر ہونے والے حملے کی اطلاع سراج کو میری موجودگی میں ملی تھی لیکن اس کی خبر ندیم کو بھی مل چکی تھی۔ میں نے ندیم سے اچانک بیرون ملک روانگی کا سبب بھی دریافت کیا تھا لیکن جواب میں اس نے یہی کہا تھا کہ اس کا سبب وہ پرواز کے تین چار گھنٹے بعد ہی بتا سکتا ہے لیکن اس نے ایسا کیوں کہا تھا؟ وہ کیا بات تھی جو ندیم پرواز سے پہلے مجھے بتانے سے گریز کر رہا تھا؟

میری نظر ایک بار پھر فرنچ کٹ داڑھی والے کی سمت اٹھ گئی۔ اب وہ خاصا مطمئن نظر آ رہا تھا اور جس انداز میں وہ اپنے برابر والی سیٹ پر بیٹھی ہوئی عورت سے مسکرا کر باتیں کر رہا تھا اس سے کم از کم میں نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ وہ میاں بیوی نہیں تھے۔ البتہ ایک دوسرے کے گہرے واقف کار ضرور لگ رہے تھے۔ ایک بار پھر میں نے کیبن میں بیٹھے ہوئے دیگر تمام مسافروں کا جائزہ لیا لیکن میں کسی کو پوائنٹ آؤٹ نہیں کر سکا۔ ندیم بدستور نسیم کو لندن کے بارے میں اپنی وسیع معلومات سے آگاہ کرنے میں مصروف تھا۔ جہاز کو ٹیک آف کیے گئے تقریباً پینتالیس منٹ گزر چکے تھے پھر فضائی میزبانوں نے سروس شروع کی تو ندیم نے پلٹ کر میری طرف دیکھا اور مسکراتے ہوئے بولا۔

"تمہیں ذہنی جمناسٹک سے فرصت ملی یا ابھی تک عقلی قلابازی لگا رہے ہو؟"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔ ندیم کو میری ذہنی کیفیت کا اندازہ کس طرح ہوا؟ یہ بات میرے لیے حیرت انگیز ہی تھی۔

"مجھے نہیں معلوم کہ تم کن وسوسوں کا شکار ہو بہرحال تمہارے چہرے کے تاثرات اس بات کی چغلی کھا رہے ہیں۔ تم ابھی تک نرنجن سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکے جبکہ میرا اصول اس کے بالکل برعکس ہے۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "میں جس ملک یا شہر کے ہوائی اڈے سے پرواز کرتا ہوں اس کے بارے میں سوچنا ترک کر دیتا ہوں اس لیے کہ دوسری صورت میں فضائی سفر کے علاوہ ہم نئی منزل کے حسین خوابوں سے بھی پوری طرح لطف اندوز نہیں ہو سکتے۔"

"میں اس وقت ایک انجانے خطرے کے امکانی پہلو پر غور کر رہا تھا۔"

"وہ کیا؟"

"ہو سکتا ہے کہ یہ میرا وہم ہی ہو لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ کچھ خطرے اب بھی ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔"

"اور تمہارے اس وہم پر مجھے وہ مثال یاد آ رہی ہے کہ چور چوری سے جاتا ہے لیکن ہیرا پھیری سے نہیں جاتا۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے ندیم کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"مطلب صاف ہے۔" ندیم نے مسکرا کر کہا۔ "تم پولیس کی ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد بھی ابھی تک پرانے خطوط ہی پر سفر کر رہے ہو۔ حالانکہ تم اب ایک کنسٹرکشن کمپنی کے مالک ہو لیکن ابھی تک بزنس اور قانون کے درمیان واقع خلیج عبور نہیں کر سکے۔"

"ضروری نہیں ہے کہ دنیا کا ہر شخص تمہاری طرح سے نان سیریس اور ڈھیٹ بن جائے۔" میں نے ندیم کو چھیڑتے ہوئے جواب دیا۔ "مگر میرا مشورہ ہے کہ اب تمہیں اپنے زندگی کے اصول بدلنے پڑیں گے اس لیے کہ تم شادی شدہ ہو چکے ہو۔ اس کے علاوہ بھی خواہ پولیس کا محکمہ ہو یا کاروباری معاملات انسان کو بہرحال امکانی پہلو پر غور کرنا پڑتا ہے۔"

"فکر انسان کو گھلا دیتی ہے اور میں زندگی کے ایک ایک لمحے کو انجوائے کرنے کا عادی ہوں۔" ندیم نے بڑے فلسفیانہ انداز میں کہا۔ "فرض کرو کہ میں اس وقت یہ سوچتا

شروع کر دوں کہ کچھ دیر بعد ہمارا طیارہ کسی حادثے سے دوچار ہو کر پاش پاش ہو جائے گا۔ ایسی صورت میں کیا یہ خوبصورت اور شوخ و شنگ ائرہوسٹس تمہیں بھلی معلوم ہوں گی۔ ذرا ان کو غور سے دیکھو یہ کس خوبصورتی سے ہر مسافر کو اپنی بناوٹی مسکراہٹوں اور کاروباری اداؤں سے اس غلط فہمی کا شکار بنا دیتی ہیں کہ وہ صرف اسی ایک فرد واحد پر دل و جان سے مرمٹی ہیں جبکہ ایسا نہیں ہوتا۔ پرواز کے اختتام کے بعد ہی یہ غزالان ختن مسافروں کی حماقتوں پر دل کھول کر قہقہے لگاتی ہیں اور قسم قسم کے ریمارکس پاس کرتی ہیں اور پھر نئے مسافروں کو اپنے حسن کے جال میں اسیر کرنے کے منصوبے بنانا شروع کر دیتی ہیں۔ یہی میرے نزدیک زندگی ہے خود بھی ہنسو اور دوسروں کو بھی مسکرانے کا موقع دو۔"

اسی وقت سفید چمڑی والی ایک ائرہوسٹس نے ہمارے قریب آکر بہت مہذب لہجے میں پوچھا۔

"آپ ڈرنک لینا پسند کریں گے یا کافی وغیرہ؟"

"وغیرہ وغیرہ میں کون کون سی چیزیں دستیاب ہوں گی آپ کے پاس۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا تو ائرہوسٹس کے ہونٹوں کی لپ اسٹک کی سرخی کا رنگ کچھ اور گہرا ہو گیا۔

"پائن ایپل جوس۔" نسیم نے جلدی سے کہا تو ائرہوسٹس مسکراتی ہوئی چلی گئی لیکن جاتے جاتے بھی اس نے ندیم کو بڑی قاتلانہ نظروں سے دیکھا تھا۔

"آپ کو اس سے بلاوجہ بے تکلف ہونے کی کیا ضرورت تھی؟" نسیم نے دبی زبان میں کہا تو ندیم نے کڑوا سا منہ بنا کر جواب دیا۔

"ایسا کرتے ہیں کہ جہاز کو یہیں سے واپس موڑ لیتے ہیں ورنہ لندن میں تو تم میرا جینا حرام کر دو گی۔"

"میں سمجھی نہیں۔"

"فی الحال صرف اتنا سمجھ لو کہ ہم جہاں جا رہے ہیں وہاں کی اور ہماری تہذیب میں زمین اور آسمان کا فرق ہوتا ہے۔" ندیم نے شوخی سے کہا۔ "ہمارے معاشرے میں اپنے پرائے، محرم اور نامحرم کا بہت زیادہ خیال رکھا جاتا ہے جبکہ باہر کوئی غیر نہیں ہوتا۔ سب اپنے ہی اپنے ہوتے ہیں! بس پسند پسند کی بات ہے جہاں ایک دوسرے میں بے تکلفی کی فضا پیدا ہوئی وہاں جائز اور ناجائز کے تمام اصولوں کو کسی ائرٹائٹ ڈبے میں بند کر کے بالائے طاق رکھ دیا جاتا ہے اور۔۔۔۔"

"اور یہ کہ کیا تم میری موجودگی میں بھی اپنی چونچ بند

نہیں رکھ سکتے۔" میں نے نسیم کے چہرے پر ابھر
اور حجاب کی ملی جلی کیفیتوں کو محسوس کرتے ہوئے
ٹوکا۔ "کبھی تو موقع اور محل کا خیال کر لیا کرو۔"

"کباب میں ہڈی شاید اسے ہی موقعوں کے
گیا تھا۔" ندیم نے ایک سرد آہ بھری پھر بولا۔
اسی لیے بہت غور کرنے کے بعد اپنے اور تمہار
کو الگ فلور پر بک کرایا ہے۔"

"لندن میں ہمارا قیام کہاں ہوگا؟" میں نے
سے دریافت کیا۔

"ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں جہاں دنیا کی ہر
محض ایک اشارے کی منتظر ہوتی ہے۔"

"کیا لندن میں بھی کسی کیسینو میں تمہارا
ہے؟" میں نے اپنی معلومات کو خاطر پوچھا۔

"بری بات۔" ندیم نے بزرگوں جیسے لہجے میں
دیا۔ "دوسروں کی ٹوہ میں لگے رہنا اچھی بات نہیں

ہمارے درمیان ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہ
بڑی شدت سے تین چار گھنٹے گزرنے کا انتظار تھا۔
یہی کہا تھا کہ پرواز کے تین چار گھنٹے بعد ہی وہ مجھے
سے آگاہ کرے گا کہ اس نے اس قدر جلدی میں
روانگی کا پروگرام کیوں ترتیب دیا تھا؟ نسیم بہت خو
آرہی تھی۔ مجھے اس بات پر دلی مسرت تھی۔
شادی ہو جانے کے بعد وہ زندگی کی سمت بڑی
واپس لوٹی تھی۔ ماں کی اندوہناک موت کا غم اور
بسی اور بیچارگی کے احساس نے اس کے چہرے پر
جو منحوس سائے پھیلا دیے تھے۔ ان کا اثر زائل ہو
میں نے یوں ہی ندیم کو چھیڑنے کی خاطر نسیم سے پو

"تم خوش تو ہو؟"

"جی ہاں۔" نسیم نے بڑی انکساری سے جو
"آپ نے مجھ پر جو احسان کیے ہیں وہ میں تمام زندگی

"نہیں۔" میں نے اس کا جملہ کاٹتے ہوئے
لہجہ اختیار کیا۔ "بھائی بہنوں کے صرف کام آتے
پر احسان نہیں کرتے۔ ویسے مجھے تمہارے بارے
فکر اب بھی پریشان کرتی رہی ہے۔"

"وہ کیا؟" نسیم نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"تم جس شخص کے پلے بندھ گئی ہو اس کا کوئی
نہیں۔" میں نے ندیم کو کن انکھیوں سے دیکھتے
کہا۔ "وہ لوگ جو بندروں کی طرح ایک درخت
دوسرے درخت پر چھلانگ لگانے کے عادی ہو

کل ہی سے قابو میں آتے ہیں۔"
"اچھل کود اور چھلانگیں لگانا صحت اور تندرستی کی
مت ہے۔" ندیم نے برجستہ کہا۔ "لیکن میں تمہیں یقین
تا ہوں کہ تم نے مجھے جس شاخ سے باندھ دیا ہے میں
ام زندگی اسی پر الٹا لٹکتا رہوں گا۔"
حسن لیا آپ نے۔" نسیم نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے
ے پیار اور عقیدت سے ندیم دیکھا۔
میں کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ ایک ائرہوسٹس
کھلائی ہوئی کیبن میں داخل ہوئی۔
"کیا آپ میں سے کوئی ڈاکٹر بھی ہے۔" اس نے تمام
سافروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اکانومی کلاس میں
ب مسافر کو ایمرجنسی پیش آگئی ہے۔" ائرہوسٹس کے
وال کے جواب میں ایک ادھیڑ عمر کا انگریز تیزی سے اٹھا
ر اس کے ساتھ ہو لیا۔ اس شخص نے اپنے سفری بیگ
ے اسٹیتھسکوپ نکالنے میں خاصی عجلت کا مظاہرہ کیا تھا۔
"تم لوگ بیٹھو۔" ندیم نے اٹھتے ہوئے بڑی سنجیدگی
ے کہا۔ "میں دیکھ کر آتا ہوں کہ کیا بات ہے؟"
"تم کیا خدائی فوجدار کی حیثیت سے جاؤ گے؟ میرا
طلب ہے کہ تمہارا ڈاکٹری کے پیشے سے دور دور کا بھی
ئی تعلق نہیں ہے۔"
"اس کا جواب میں تمہیں واپسی پر دوں گا۔" ندیم نے
ستور سنجیدگی سے جواب دیا پھر وہ بھی اکانومی کلاس کی
طرف چلا گیا۔ کوئی پندرہ منٹ کے بعد ہی ندیم کی واپسی
ہوئی تھی۔ ادھیڑ عمر کا انگریز ڈاکٹر اس کے ساتھ نہیں تھا۔
"کوئی خاص بات۔" میں نے ندیم کے بیٹھنے کے بعد
ں سے صورت حال کے بارے میں دریافت کیا۔
"ایک مسافر کی موت واقع ہو گئی ہے۔" ندیم نے
سپاٹ لہجے میں کہا۔ "ڈاکٹر ابھی تک اس کی زندگی بچانے
کی ناکام کوشش کر رہا ہے۔"
"میں سمجھا نہیں۔" میں نے ندیم کے جواب پر
قدرے الجھتے ہوئے کہا۔ "جب ڈاکٹر ابھی تک اس کی
زندگی بچانے کی تگ و دو کر رہا ہے تو پھر تم نے اسے مردہ
کیسے قرار دے دیا۔"
"اس لیے کہ مجھے یقین ہے کہ وہ زندہ نہیں بچ سکے
گا۔" ندیم بولا۔ "اس کے چہرے کی رنگت بڑی تیزی سے
نیلی پڑ رہی ہے اور منہ سے جھاگ نکل رہا۔ شاید اسے کوئی
تیز زہر دیا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے یہ خود کشی کا کیس ہو۔
بہرحال میرے اندازے کے مطابق زندگی سے اس کا رشتہ ہر

لمحے ٹوٹتا جا رہا ہے۔"

"اگر اسے خودکشی کرنی تھی تو پھر اس نے جہاز کے سفر ہی کا انتخاب کیوں کیا؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔ "یہ کام وہ کہیں بھی کر سکتا تھا۔"

"اس کا جواب تو مرنے والا ہی دے سکتا ہے جو شاید اب تک دنیا سے قطع تعلق کر چکا ہوگا۔"

ندیم بڑا مطمئن نظر آ رہا تھا لیکن میرے ذہن میں ایک بار پھر اسی خطرے کا احساس ابھر آیا جس کی سرخ بتی پہلے بار بار جل بجھ رہی تھی۔ معاً میرے دماغ میں ایک نئے نکتے نے سر ابھارا۔ کہیں میرے ذہن میں ابھرنے والے خطرے کا تعلق اسی شخص سے تو نہیں تھا جو ندیم کی اطلاع کے مطابق ہر لمحہ موت سے قریب تر ہوتا جا رہا تھا۔ میں نے کن انکھیوں سے ندیم کی سمت دیکھا۔ وہ نسیم سے باتوں میں مصروف تھا۔ میرے اندر مختلف وسوسے جنم لے رہے تھے۔ ائرہوسٹس کی اطلاع پر صرف انگریز ڈاکٹر ہی اپنی کرسی سے اٹھا تھا۔ اس کے بعد ندیم بھی صورت حال کا جائزہ لینے چلا گیا تھا۔ باقی مسافر اس طرح اپنے اپنے کام یا آرام میں محو تھے کہ انہیں مرنے والے سے کوئی سروکار نہیں تھا۔

پھر ندیم ہی کیوں؟

کیا وہ مرنے والے سے واقف تھا یا پھر اسے علم تھا کہ اس قسم کا کوئی حادثہ رونما ہونے والا ہے جس کی تصدیق کی خاطر وہ اکانومی کلاس کی طرف گیا تھا؟ ندیم نے اس بات کا اظہار بھی بڑے وثوق سے کیا تھا کہ مرنے والے کو یا تو کسی ۔۔۔ نے کوئی سریع الاثر زہر دیا ہے یا پھر اس نے خود اپنے نجی حالات سے دل برداشتہ ہو کر خودکشی کر لی تھی۔ کیا ندیم مرنے والے سے پہلے سے واقف تھا؟ اگر نہیں۔ تو پھر خاص طور پر ڈاکٹر کے ساتھ اسی کو اٹھ کر جانے کی کیا ضرورت پیش آئی تھی؟ میں نے کسی خیال کے تحت فرنچ کٹ داڑھی والے اور اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی دوشیزہ کی سمت دیکھا۔ وہ دونوں بڑی ڈھٹائی سے سر سے سر جوڑے بیٹھے راز و نیاز میں مصروف تھے۔ فرسٹ کلاس کیبن کا ہر مسافر اپنی جگہ بڑا مطمئن اور بے پروا دکھائی رہا تھا لیکن کوئی بات ایسی ضرور تھی جو میرے ذہن کو رہ رہ کر الجھا رہی تھی۔ بظاہر میں نے بھی خود کو لاتعلق ظاہر کرنے کے لیے اخبار اٹھا کر نگاہوں کے سامنے کر لیا تھا لیکن میرا ذہن بدستور کسی کھوجی کے مانند مختلف راستوں پر بھٹک رہا تھا پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد میں نے ادھیڑ عمر کے انگریز ڈاکٹر کو واپس آتے دیکھا۔ اس کے چہرے پر طاری مایوسی ظاہر کر

رہی تھی کہ وہ مرنے والے کو بچانے میں ناکام ہی رہا ہے۔ کیبن کے دوسرے مسافروں نے بھی بری طرح سرسری نظر سے ڈاکٹر کو دیکھا تھا پھر اپنے اپنے ماحول میں گم ہو گئے۔

"تم کہاں گم ہو میری جان۔" اچانک ندیم نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس قسم کے حادثات بھی زندگی کا ایک حصہ ہوتے ہیں۔"

"لیکن جہاز پر ہی کیوں؟" میں نے سنجیدگی سے اپنی بے چینی کا اظہار کیا۔

"کیا مطلب؟" ندیم نے مجھے گھورتے ہوئے مضحکہ خیز لہجے میں کہا۔ "کیا جہاز پر منکر نکیر کا داخلہ ممنوع قرار دیا گیا ہے۔"

"کون تھا وہ؟" میں نے پوچھا۔ "کوئی غیر ملکی یا ——"

"غیر ملکی اس قسم کی حماقتوں کا ثبوت شاذ و نادر ہی دیتے ہیں۔" ندیم نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "اپنی ہی برادری کا آدمی تھا۔"

"اس کے برابر والی سیٹ پر بیٹھے ہوئے مسافر کا کیا بیان ہے؟"

"تم پولیس آفیسر رہ چکے ہو، چاہو تو یہاں بھی اپنی تفتیش کا پٹارا کھول سکتے ہو لیکن میں تمہیں اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ جو شخص اس قسم کے حادثات میں زیادہ دلچسپی کا اظہار کرتا ہے اسی کی پوزیشن قانون کی نگاہوں میں زیادہ مشکوک ہو جاتی ہے۔"

"اب اس لاش کا کیا ہو گا؟" میں نے پوچھا۔

"ظاہر ہے اسے چلتے جہاز سے نیچے نہیں پھینکا جا سکتا۔" ندیم نے شانے اچکاتے ہوئے جواب دیا۔ "اگلے ائرپورٹ تک اسے جہاز ہی کے اندر رکھا جائے گا۔"

"کیپٹن نے مرنے والے کے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے۔"

"میں نے ان باتوں کی تفصیل میں جانے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ ویسے میرا خیال ہے کہ جو مسافر مرنے والے کے آس پاس کی نشستوں پر بیٹھے ہیں ان کا بیان ضرور لیا جائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ ان کے کیبن بیگج کی تلاشی بھی لی جائے۔"

میں نہ جانے کیوں مرنے والے کے سلسلے میں الجھ رہا تھا۔ شاید اس لیے کہ جہاز پر چڑھتے وقت ہی مجھے کسی نادیدہ خطرے کا احساس ہوا تھا۔ میں نے ندیم سے مزید کوئی سوال نہیں کیا۔ پندرہ منٹ بعد تسیم اپنی نشست سے اٹھ کر باتھ روم کی طرف گئی تو ندیم نے مجھ سے بڑے لہجے میں مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"جو شخص مر چکا ہے اس کے بارے میں اپنے ذہن کو پریشان مت کرو اس لیے کہ تمہاری زندگی کا دارومدار اسی کی موت پر ہی تھا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔ میرے پورے جسم میں ایک سرد سی لہر دوڑ گئی۔

"وہ لیش پال تھا جسے نرنجن لال نے تمہاری موت کے لیے تعینات کیا تھا۔" ندیم کا لہجہ معنی خیز تھا۔ "اگر وہ نہ مرتا تو شاید منزل پر پہنچنے کے بعد مسافروں کی بھیڑ میں ہمیں تمہاری لاش پر ماتم کرنا پڑتا۔"

"گویا لیش پال کو تمہارے آدمیوں نے۔"

"پلیز۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "اب اس بات کو ذہن سے نکال دو۔ جسٹ ریلیکس۔"

"لیکن ——"

"اتنی جلدی کیا ہے۔" ندیم نے قدرے جھلاتے ہوئے میری بات کاٹی۔ "ہم لندن پہنچ کر اپنے ہوٹل کے کمرے میں بیٹھ کر بھی اطمینان سے باتیں کر سکتے ہیں۔"

ندیم کی جھلاہٹ بے جا نہیں تھی۔ میں نے جلدی سے موضوع بدل دیا لیکن دل ہی دل میں ندیم کے بارے میں بڑی سنجیدگی سے غور کر رہا تھا۔ اگر اس نے اپنی آنکھیں کھلی نہ رکھی ہوتیں اور بروقت لیش پال جیسے خطرناک آدمی کو ٹھکانے نہ لگوایا ہوتا تو اس کا نتیجہ میری موت کی صورت میں بھی سامنے آ سکتا تھا۔ ندیم سے گفتگو کرنے کے بعد مجھے اس نتیجے پر پہنچنے میں کوئی دشواری نہیں آئی کہ وہ جہاز پر صرف میرے اور تسیم کے ساتھ سفر نہیں کر رہا تھا۔ اس کے کچھ ایسے کارندے بھی موجود تھے جو اس کے ایک اشارے پر اپنی جان بھی قربان کرنے کو تیار تھے۔ بظاہر وہ ہمیشہ بے پروا نظر آتا تھا لیکن اس وقت میں یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکا کہ وہ باطنی طور پر کس قدر محتاط اور خطروں سے آگاہ رہتا تھا۔ شاید اس کے جسم پر ہر سمت آنکھیں ہی آنکھیں موجود تھیں جو دشمنوں کی نشاندہی کرتی رہتی تھیں۔ اس سے پیشتر بھی میں نے کئی موقعوں پر ندیم کے جانثاروں کو دشمن پر اچانک کسی آدم خور چیتے ہی کی طرح جھپٹتے دیکھا تھا۔

لندن میں ہمارا قیام ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں ہوا۔ ندیم نے کمرے بک کرنے والی بات مذاق میں نہیں کہی

تھی۔ اس نے اپنے اور تسیم کے لیے جو سویٹ بک کرایا تھا وہ چوتھی منزل پر تھا جبکہ میرا کمرا چھٹی منزل پر تھا۔ عام حالات میں ممکن تھا کہ میں اس بات پر احتجاج کرتا لیکن لیش پال کی موت کے بعد میں نے ایسا نہیں کیا۔ الگ الگ منزلوں پر کمرا بک کرانے میں بھی شاید ندیم نے کسی مصلحت سے کام لیا ہو گا۔

دو روز تک ہم سارا سارا دن ندیم کے ساتھ لندن کی شاہراہوں اور تفریح گاہوں کا چکر لگاتے رہے۔ تیسری شام میں عصرانہ کرنے کے بعد ایک صوفے پر بیٹھا آرام کر رہا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ آنے والا ندیم کے سوا کوئی اور نہیں تھا۔ دوسرے صوفے پر تقریباً" ڈھیر ہوتے ہوئے اس نے سکون کا طویل سانس لیا پھر بڑے اطمینان سے بولا۔

خدا کا شکر ہے اب فی الحال ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔

"تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا سفر کی تکان دور کیے بغیر ہی کوئی شریف آدمی دو روز تک اس طرح صبح سے شام تک سڑکوں اور تفریح گاہوں میں آوارہ گردی شروع کر دیتا ہے۔"

"آئی۔ سی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "گویا تم لیش پال کے علاوہ کسی اور نادیدہ دشمن کے امکانات کا جائزہ لے رہے تھے۔"

"خدا کا شکر ہے کہ یہ بات آسانی سے تمہاری سمجھ میں آ گئی ورنہ پولیس والوں کی کھوپڑی میں عام طور پر ——"

"شٹ اپ۔" میں نے تیزی سے ندیم کو ٹوکا پھر اچانک میرے ذہن میں ایک سوال ابھر آیا۔ "تم نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ مجھ سے مشورہ کیے بغیر ہی تم نے بیرون ملک کے سفر کا پروگرام کس لیے مرتب کر لیا تھا۔"

"مجھے یقین تھا کہ یہ سوال تمہاری کھوپڑی کی بھٹی میں ضرور پک رہا ہو گا۔" ندیم معنی خیز انداز میں مسکرایا پھر بڑی بے پروائی سے بولا۔ "نرنجن لال کا مسئلہ ہمارے لیے خواہ مخواہ طول پکڑتا جا رہا تھا۔ اس نے جو اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرنے شروع کر دیے تھے اس کا جواب دینا ضروری تھا لیکن کسی جوابی کارروائی کے لیے ہمارا منظر عام سے ہٹ جانا بھی بہت ضروری تھا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے صوفے پر پہلو بدلتے ہوئے ندیم کو گھورا۔ "کیا ہماری غیر موجودگی میں تمہارے آدمیوں نے ——"

"لیش پال کی طرح اب نرنجن لال کے نام کو بھی اپنے ذہن سے کھرچ کر نکال دو۔ وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔" ندیم نے بدستور بے پروائی سے کہا۔ "اب تک تو اس کی چتا سے اٹھائی راکھ بھی سمندر برد ہو چکی ہو گی۔"

"یہ اچھا نہیں ہوا۔" میں نے کچھ توقف کے بعد جواب دیا۔ "ہماری غیر موجودگی میں ہو سکتا ہے کہ نرنجن لال کی موت کا شبہ بے چارے تیموری پر کیا جائے۔ اس لیے کہ اپنے نقصان کے سلسلے میں اسی نے نرنجن لال کے خلاف ایف آئی آر درج کرائی تھی۔"

"تمہاری پریشانی بیکار ہے اس لیے کہ میرے آدمیوں نے جو پلان مرتب کیا ہو گا اس میں تیموری کے بچاؤ کے

پہلو کو نظرانداز نہیں کیا ہو گا۔ اس کے علاوہ تیموری فوج میں بھی کارہائے نمایاں انجام دے چکا ہے۔ وہ اپنا دفاع کرنا جانتا ہے۔"

"لیکن ــــ"

"بلاوجہ کی ذہنی جمناسٹک سے کیا حاصل ہو گا؟" جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ ریوالور سے نکلی ہوئی گولی اور جسم سے نکلی ہوئی روح کبھی واپس نہیں آسکتی۔"

"لندن میں ہمارا قیام کتنے دنوں رہے گا۔" میں نے موضوع بدلنے کی خاطر پوچھا۔ ندیم سے بحث فضول تھی۔ وہ سوچنے سے زیادہ کر گزرنے کے اصول کا عادی تھا۔ نرنجن لال کے کانٹے کو درمیان سے نکالنے کی خاطر اس نے جو پروگرام مرتب کیا تھا وہ ہر طرح سے بھرپور تھا۔ اس کی موت کی اطلاع سننے کے بعد میرے ذہن سے وہ فکر اور پریشانی بھی دور ہو گئی جو مجھے والد صاحب کے سلسلے میں لاحق تھی۔ مجھے اندیشہ تھا کہ میری روانگی کے بعد نرنجن لال ہماری کمپنی اور کاروبار کو نقصان پہنچانے کی خاطر اپنی تخریبی سرگرمیاں ضرور تیز کر دے گا جو والد صاحب کے لیے پریشانی کا سبب بن سکتی تھیں۔

"ابھی تو ہمیں اس سرزمین پر قدم رکھے دو دن ہی گزرے ہیں۔" ندیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ابھی تو میں نے ہنی مون کے پروگرام کو بھی آخری شکل نہیں دی۔ ہفتے دو ہفتے میں ذرا تھکن دور ہو جائے اور مقامی کاروبار کا جائزہ مکمل کر لوں پھر اطمینان سے بیٹھ کر کوئی پروگرام بناؤں گا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔ "کیا تم نے یہاں بھی کسی کیسینو یا نائٹ کلب میں ٹانگ پھنسا رکھی ہے۔"

"اتنی جلدی کیا ہے۔ تم میرے ساتھ ہی ہو آہستہ آہستہ ہر بات سے واقف ہوتے رہو گے۔"

"ایک بات پوچھوں؟"

"پوچھو۔"

"ہم نے جس جہاز میں سفر کیا تھا۔ اس میں ہمارے علاوہ تمہارے اور کتنے فرد موجود تھے۔"

"نصف درجن۔" ندیم نے جواب دیا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "تمہیں شبہ کس پر ہو رہا ہے؟"

"فرسٹ کلاس کے کیبن میں ہمارے علاوہ صرف ایک ہی جوڑا ایسا تھا جسے میں نے مشکوک نظروں سے دیکھا تھا۔"

"شبے کی کوئی خاص وجہ۔" ندیم نے مجھے گھورتے ہوئے دریافت کیا۔

"کچھ بھی نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "بس میری چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ وہ دونوں ــــ"

"لندن میں رہ کر ایک بات کا خاص خیال رکھنا۔" ندیم نے میری بات کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "جلد بازی میں کسی سے ٹکرا جانے کے فیصلے سے گریز ہی کرنا ورنہ ہو سکتا ہے ہمیں اپنے ہی کسی آدمی کا نقصان برداشت کرنا پڑے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"جس طرح میں اپنے کارندوں کو بہت عزیز رکھتا ہوں اس طرح وہ بھی ایک لمحے کے لیے بھی مجھ سے غافل نہیں ہوتے۔ ہر وقت میرے آس پاس ہی سائے کی طرح منڈلاتے رہتے ہیں۔ اکثر تو مجھے دشمنوں کی موت کی اطلاع اس وقت ملتی ہے جب وہ میرے آدمیوں کے جال میں پھنس کر زندگی سے رشتہ توڑ چکے ہوتے ہیں۔"

"گویا اب وہ تمہارے علاوہ میری نگرانی بھی کریں گے۔"

"ظاہر ہے۔"

"تم نے میری چھٹی حس کے بارے میں رائے زنی نہیں کی۔"

"تمہارا خیال ٹھیک ہی ہے لیکن تم ان دونوں کو شناخت نہیں کر سکے حالانکہ دونوں سے مل چکے ہو۔"

"میک اپ۔"

"ہاں۔ وہ دونوں میک اپ کے فن میں بھی اپنا جواب نہیں رکھتے۔" ندیم نے کہا۔ "اکثر مجھے بھی غلط فہمی ہو جاتی ہے جو مخصوص کوڈ ورڈز کے تبادلے کے بعد ہی دور ہوتی ہے۔"

"کون ہے وہ؟"

"فرنچ کٹ داڑھی والا میرا دست راست راجو تھا اور دوسری لڑکی وہ تھی جس نے تمہیں کال گرل کے روپ میں کیسینو میں بچایا تھا۔ اس کے بہت سارے نام ہیں لیکن تم اسے ماریا کے نام سے مخاطب کر سکتے ہو۔" ندیم نے مجھے تفصیل بتاتے ہوئے ایک اور انکشاف کیا۔ "راجو اور ماریا بھی اسی ہوٹل میں الگ الگ کمروں میں مقیم ہیں لیکن اب وہ دونوں کسی اور میک اپ میں ہیں۔ میں نے اسی لیے تمہیں کہا ہے کہ کسی ایکشن میں بہت جلد بازی کا مظاہرہ نہ کرنا۔"

"تم آخر ہو کیا بلا۔" میں نے ندیم کو گھورتے ہوئے بے تکلفی سے پوچھا۔ "اوپر سے جتنے بے پروا اور لاابالی نظر آتے ہو اندر سے اتنے ہی چالاک اور محتاط ہو۔ کتنے روپ ہیں تمہارے؟"

ندیم میری بات سن کر مسکرا دیا تھا پھر کچھ دیر بعد اس نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"کل رات ہم لکی اسٹارز نامی کیسینو چلیں گے۔ میرا شبہ ہے کہ لکی اسٹارز کا مقامی ایجنٹ مجھے ڈبل کراس کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ وہ جو گوشوارے مجھے پیش کرتا ہے مجھے اس پر شبہ ہے اس لیے ہم وہاں میک اپ میں ہوں گے۔ ہمارا ظاہری کردار ان بگڑے دل رئیسوں اور عیاش لوگوں جیسا ہو گا جو شراب پانی کی طرح پیتے ہیں۔ جوئے میں ہیں تیس ہزار پاؤنڈ ہار جانا ان کے نزدیک بڑی معمولی بات ہوتی ہے اور خوبصورت اور حسین لڑکیوں کے سلسلے میں جن کی رال ہر وقت کسی ندیدے بچے کی طرح ٹپکتی رہتی ہے۔"

"جوئے اور لڑکی کی حد تک تو خیر میں اپنی اداکارانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لا سکتا ہوں لیکن شراب ــــ"

"گھبراؤ مت۔" ندیم نے معنی خیز انداز میں بائیں آنکھ جھپکاتے ہوئے کہا۔ "شراب کے معاملے میں بھی تمہیں اداکاری کرنا ہو گی لیکن کسی کو اس بات کا شبہ بھی نہیں ہونا چاہیے کہ تمہارے گلاس میں شراب کے بجائے کوئی حلال مشروب سرو کیا جائے گا۔"

میں مزید کچھ باتوں کی وضاحت کرنا چاہتا تھا کہ نسیم اندر داخل ہوئی اور ہمیں گفتگو کا موضوع بڑی خوبصورتی سے بدل دینا پڑا۔

لکی اسٹارز کیسینو چار منزلہ عمارت تھی جس کے باہر بے شمار نیون سائن بورڈ سر شام ہی سے جگمگ جگمگ کرنا شروع کر دیتے تھے۔ گراؤنڈ فلور پر بار روم، بلیرڈ روم اور ڈانسنگ فلور کے علاوہ ایک مختصر سا حصہ اسنیک بار کے لیے بھی وقف تھا۔ پہلی منزل اور دوسری منزل پر بھی شراب کے کاؤنٹر موجود تھے۔ ان دونوں منزلوں پر مشین اور تاش کے پتوں کے ذریعے جوا کھیلنے کا انتظام تھا اور کچھ نیم تاریک بالکونیاں بھی تھیں جس پر مدھم پاور کے بلب روشن رہتے تھے اس حصے کو خاص طور پر راز و نیاز کے لیے مخصوص سمجھا جاتا تھا۔ بالکونیاں اتنی کشادہ اور لمبی تھیں کہ اس میں چار چار میزیں آسانی سے آجاتی تھیں اور ہر میز پر چار افراد کے بیٹھنے کی گنجائش موجود تھی۔ دیگر تمام لوازمات کا بندوبست بھی کسی فور اسٹار ہوٹل سے کم نہیں تھا۔ تیسری منزل صرف وی آئی پی حضرات کے لیے مخصوص تھی جہاں

بہت بڑے پیمانے پر جوا ہوتا تھا۔ وی آئی پی حضرات میں ان لوگوں کا شمار زیادہ ہوتا تھا جن کے لیے پاؤنڈ اور پاؤنڈ کی حیثیت ردی کی ٹوکری میں پڑے ہوئے کاغذ کے معمولی ٹکڑوں سے زیادہ اہم نہیں ہوتی تھی۔ شراب اور شباب کے معاملے میں ان میں سے بیشتر افراد اپنی عمر کا لحاظ کیے بغیر بھوکے کتوں کی طرح زبان لپلپاتے رہتے تھے۔ تینوں منزلوں پر صرف لڑکیاں سروس کرتی تھیں لیکن تیسری منزل پر خاص طور پر ان ہی لڑکیوں کو مامور کیا جاتا تھا جو نہ صرف یہ کہ کم عمر ہوتی تھیں بلکہ بہکے ہوئے شرابیوں کا شکار کرنے میں بھی مہارت رکھتی تھیں۔ گراؤنڈ فلور پر سروس کرنے والوں میں لڑکیوں کی تعداد مردوں کے مقابلے میں کم ہوتی تھی۔ تیسری منزل پر انتظامیہ کے دفتر بھی موجود تھے لیکن اس کا راستہ عام نہیں تھا۔ لکی اسٹار میں لفٹ سروس کا معقول انتظام تھا۔ اس کے علاوہ سیاہ لباس میں بظاہر سوٹ بوٹ میں ملبوس ہر فلور پر ایسے شریف النفس افراد بھی انتظامیہ کی جانب سے تعینات تھے جو کسی دنگا فساد کی صورت میں بڑی پھرتی کا مظاہرہ کرتے تھے۔ یہ سب پیشہ ور بدمعاش تھے جنہیں بھاری معاوضہ ادا کیا جاتا تھا۔ ان افراد کی خاص نشانی یہ تھی کہ وہ شناخت کے طور پر اپنے کوٹ کی سیدھی جیب میں سرخ رومال اس طرح رکھتے تھے جس کا کچھ حصہ باہر نکلا رہتا تھا۔

میں پروگرام کے مطابق ٹھیک ساڑھے دس بجے رات کو وہاں پہنچا۔ ندیم میرے ہمراہ نہیں تھا۔ شاید اس میں بھی اس کی کوئی خاص مصلحت تھی۔ بہرحال میں نے گاڑی سے اتر کر گراؤنڈ فلور کے مین ہال میں قدم رکھا پھر لوگوں پر ایک سرسری نظر ڈالتا ہوا لفٹ کی طرف گیا اور لفٹ میں داخل ہونے کے بعد تیسری منزل کا بٹن دبا دیا۔ لفٹ میں میرے علاوہ دو مرد اور تین عورتیں بھی تھیں جن میں سے بیشتر کے منہ سے شراب کے بھبکے نکل رہے تھے۔ ہمارے علاوہ ایک سرخ رومال والا بھی ایک گوشے میں موجود تھا۔ مجھے اس بات کا علم بعد میں ہوا کہ سرخ رومال والوں کی ڈیوٹی لفٹ پر خاص طور پر لگائی گئی تھی تاکہ سروس کے درمیان کوئی ایسی واردات رونما نہ ہونے پائے جو کیسینو کی بدنامی کا سبب بنے۔ ندیم کی اطلاع کے مطابق یہ طریقہ کار اس حادثے کے بعد اپنایا گیا تھا جب ایک کال گرل کی لاش لفٹ میں دریافت ہوئی تھی جسے کسی نامعلوم شخص نے راستے میں گلا گھونٹ کر ہلاک کر دیا تھا۔

بہرحال میں نے لفٹ سے اترنے کے بعد ایک مختصر

راہداری عبور کر کے فلور پر قدم رکھا تو میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ پہلی نظر میں مجھے ایسا ہی محسوس ہوا تھا جیسے میں کسی شداد کی جنت میں آگیا ہوں۔ ہر سمت زندگی اپنے پورے شباب پر تھی۔ مختلف خوشبوؤں کے ساتھ شرابوں کی ملی جلی مہک ذہن پر ایک عجیب سی غنودگی کی کیفیت پیدا کر رہی تھی ماحول کو ایسا رنگ دیا گیا تھا کہ اگر اسے طلسماتی دنیا کا کوئی گوشہ کہا جائے تو بھی بے جا نہ ہوگا۔ خاص طور پر سروس کرنے والی لڑکیاں اور کال گرلز بھی حسن و شباب کے معاملے میں اپنی مثال آپ تھیں۔

ہال کی بیشتر میزیں بھری ہوئی تھیں۔ میں نے محو نشاط افراد پر نظر ڈالی لیکن ندیم مجھے کہیں نظر نہ آیا جبکہ اس نے وہاں مجھ سے پہلے پہنچنے کو کہا تھا۔ بہرحال میری جیب میں اس وقت وہ کثیر رقم تھی جو ندیم نے فراہم کی تھی۔ میں ابھی دروازے کے قریب کھڑا ماحول اور خالی میزوں کا جائزہ لے رہا تھا کہ درمیانہ قد اور کسرتی جسم کے مالک ایک مقامی شخص نے میرے قریب آکر بڑے مہذب لہجے میں کہا۔

"کیا میں آپ کی کوئی خدمت کر سکتا ہوں؟"

"آپ کی تعریف۔" میں نے سر تا پا غور سے دیکھتے ہوئے سپاٹ لہجے میں دریافت کیا۔

"میں اس فلور کا انچارج ہوں۔ نارمن۔" اس نے نگاہوں ہی نگاہوں میں میری حیثیت کا اندازہ لگاتے ہوئے اپنا تعارف کرایا پھر قدرے آہستہ سے کہا۔ "اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو آپ شاید پہلی بار یہاں آئے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ یہاں آتے رہے ہوں بہرحال اس فلور پر غالباً آج آپ نے پہلی بار قدم رکھا ہے۔"

"مسٹر نارمن، میں آپ کے اندازے کو چیلنج نہیں کروں گا۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "میں نے کل رات ہی اس سرزمین پر قدم رکھا ہے اور آج آپ کے سامنے موجود ہوں۔"

"یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ آپ نے لکی اسٹارز کو دوسرے مقامی کیسینو پر فوقیت دی۔"

"ہاں ۔۔۔ آں ۔۔۔ میں نے اس کی خاصی شہرت سن رکھی تھی اس لیے سیدھا ادھر ہی چلا آیا۔" میں نے قریب سے گزرتی ہوئی نیم عریاں لباس میں ملبوس ایک لڑکی کو دو انگلیاں فضا میں لہرا کر روش کرتے ہوئے کہا پھر کسی پیشہ ور جواری کے لب و لہجے میں بولا۔ "حقیقت کیا ہے اس کا اندازہ تو بعد ہی میں ہوگا۔"

"کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ آپ کا تعلق کہاں سے ہے؟"

"آپ کا اندازہ کیا کہتا ہے؟" میں نے جیب سے اعلیٰ برانڈ کی سگریٹ نکال کر سلگائی پھر اس کا سارا د نارمن کے چہرے کی سمت اڑا دیا۔ اسے میری حرکت ناگوار گزری تھی لیکن اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ کا تعلق ہندوستان یا پاک سے ہے۔"

"ون منٹ مسٹر نارمن۔" اس بار میں نے ا ناپسندیدہ نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "کیا لکی ا میں قدم رکھنے والے ہر شخص کے لیے ضروری ہے ک اپنے تمام پارٹیکولرز کے بارے میں انتظامیہ کو اجازات نامہ بھر کر پیش کرے۔"

"اوہ نو ۔۔۔" اس نے جلدی سے کہا۔ "آپ میری بات کا غلط نتیجہ اخذ کیا ہے۔ میں نے محض معلومات کی خاطر یوں ہی ایک بات دریافت کی تھی۔ آپ کو ناگوار محسوس ہوا ہے تو میں معافی چاہتا ہوں۔"

"او کے۔" میں نے فراخدلی سے اسے معاف کر ہوئے پوچھا۔ "کیا آپ مجھے کسی ایسی ٹیبل تک پہنچا ہیں جہاں میں اپنی قسمت آزما سکوں لیکن اس بات خاص خیال رکھیے گا کہ آپ اس فلور کے انچارج ہیں میں ۔۔۔ شارپنگ کرنے والوں کو معاف کرنے کا عادی نہیں ہوں۔" آخری جملہ میں نے دیدہ و دانستہ ذرا مختلف معنی خیز انداز میں نارمن کو اپنی شخصیت کے دوسرے سے مرعوب کرنے کی خاطر کہا تھا۔

"ہمارے یہاں ہمیشہ صاف گیم ہوتا ہے مسٹر۔"

"شہباز خان۔" میں نے اپنا نام بتانے میں کو ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی۔

"ہم پوری کوشش کرتے ہیں کہ کسی وزیٹر کو شکایت نہ ہونے پائے لیکن اس کے ساتھ ہی ہم یہ بھی نہیں کرتے کہ کسی قسم کا ہنگامہ ہو جو دوسرے ممبروں لیے تکلیف کا باعث ہو۔" اس بار نارمن کا لہجہ قدرے تیکھا تھا۔

"ہنگامے ہمیشہ حالات کی پیداوار ہوتے ہیں۔" میں نے ایک بار پھر منہ بھر کر سگریٹ کا دھواں اس کی اڑاتے ہوئے بے جگری سے کہا۔ "ایک منٹ بعد کیا ہو سکتی ہے اس کا اندازہ قبل از وقت کوئی بھی نہیں سکتا۔"

جواب میں نارمن نے مجھے غور سے دیکھا پھر

رہنمائی ایک ایسی میز تک کر دی جہاں دو مقامی فرد اور دو ادھیڑ عمر کی عورتیں بیٹھی کھیل میں مصروف تھیں۔ ان کے سامنے گلاس اور بوتل موجود تھی۔ یہ واحد میز تھی جہاں مجھے کوئی کال گرل نظر نہیں آرہی تھی۔ میز پر آٹھ آدمیوں کی نشست کا انتظام تھا۔ نارمن میرا تعارف دوسروں سے کرا کے چلا گیا۔ میں نے ایک بار پھر ہال میں بیٹھے ہوئے افراد کا جائزہ لیا۔ ندیم اس بار بھی مجھے کہیں نظر نہیں آیا۔ میں ابھی اس کی غیر موجودگی کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ ایک کم سن اور شوخ و شنگ ویٹرس نے میرے قریب آتے ہوئے مسکرا کر پوچھا۔

"آپ کچھ پینا پسند کریں گے؟"

"وہائی ناٹ۔" میں نے اس کی نیلگوں آنکھوں میں دور تک جھانکتے ہوئے کہا۔ "تم اپنی پسند کی کوئی بھی ڈرنک لے آؤ، میں اعتراض نہیں کروں گا۔"

میرے جواب میں ایسی پیشہ ورانہ آوارگی تھی کہ مجھے خود بھی اس پر حیرت ہوئی۔ میز پر بیٹھے ہوئے دوسرے افراد نے بھی ایک نظر میری طرف دیکھا پھر اس بازی کی طرف متوجہ ہو گئے جو ابھی جاری تھی۔

"یو آر رئیلی ویری سویٹ جنٹلمین لیکن پھر بھی میں آپ کی پسند معلوم کرنا اپنا فرض سمجھتی ہوں۔" اس کی نگاہوں میں یکلخت ان گنت جام ٹکرا کر چھلک اٹھے۔ وہ کم سن ہونے کے باوجود خاصی تجربہ کار لگ رہی تھی ۔۔۔۔ اس کا انگ انگ دعوت گناہ دے رہا تھا۔ سروس کے علاوہ وہ غالباً کال گرل کے فرائض بھی انجام دیتی ہوگی۔ میں نے اسے مایوس نہیں کیا۔

"میری پسند تم ہو۔ تمہارے ساتھ مل کر بیٹھ کر پینا میرے لیے یقیناً خوشگوار ثابت ہوگا۔"

"ایز یو وش سر۔" اس نے خود کو اتنا خم کر کے جواب دیا کہ میری آنکھیں خیرہ ہو کر رہ گئیں۔ وہ بلاشبہ ایک قابل رشک جسم کی مالک تھی۔ یہ اور بات ہے کہ قدرت نے اس کی قسمت میں پامالی رقم کر دی تھی اس پامالی میں اس کی تہذیب کو بھی خاصا دخل تھا جہاں گناہ و ثواب کا تصور بے معنی چیز تھی۔

اس کے جانے کے بعد میں بڑی سنجیدگی سے غور کرنے لگا کہ اگر اس نے واقعی شراب کا کوئی تلخ جام میرے سامنے لا کر رکھ دیا تو میرا ردعمل کیا ہونا چاہیے۔ بہرحال ایک بات میں نے طے کر لی تھی کہ کم از کم اس حرام شے کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا جسے میرے مذہب نے ام الخبائث قرار دیا تھا۔ مجھے اب ندیم پر بھی غصہ آرہا تھا جو مجھے وہاں بلا کر خود غائب تھا۔

میز پر جمی بازی ختم ہوئی تو میں بھی اگلی بازی میں شریک ہو گیا۔ مجھے تاش، فلش اور دوسرے اقسام کے جوئے کے بارے میں بہت زیادہ معلومات نہ سہی لیکن پولیس کی ملازمت کے دوران میں نے جو تجربات اور مشاہدے حاصل کیے تھے اس کی روشنی میں میں کم از کم اس بات کا اندازہ بخوبی لگا سکتا تھا کہ کون دھوکے بازی سے کام لے رہا ہے۔

پہلی بازی میں کچھ دیر تک بلائنڈ کرتا رہا پھر پتے اٹھا کر دیکھے۔ میرے پاس دو اٹھے تھے لیکن اس کے باوجود میں نے کڑوا سا منہ بنا کر پتے کھلے پھینک دیے۔ عام طور پر جواری اپنے کارڈ ظاہر نہیں کرتے۔ اٹھوں کا ہیئر دیکھ کر ان چاروں نے مجھے حیرت سے دیکھا پھر کھیل میں مصروف ہو گئے۔ ان کی نگاہوں سے میں نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ وہ مجھے کوئی نیا یا پھر اناڑی کھلاڑی سمجھ رہے تھے۔ مجھے اس کی کچھ زیادہ پروا بھی نہیں تھی۔ میرا ذہن یہ سوچ رہا تھا کہ ندیم نے مجھے لکی اسٹارز میں کیوں بھیجا تھا؟ اس کا مقصد کیا تھا؟ اگر ندیم کا مقامی ایجنٹ اسے ڈبل کراس کر رہا تھا تو اس میں میرے رول کو کیا اہمیت حاصل تھی۔

دو تین بازی تک میں بڑی بڑی رقم سے بلائنڈ کرتا رہا اور پھر ان پتوں کو بھی بڑے بے پروائی سے پھینکتا رہا جس پر دو تین چالوں کا رسک لیا جا سکتا تھا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ اب میرے ساتھ کھیلنے والے میری حماقت پر مسکرانے بھی لگے تھے مگر میں نے اس بات کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ البتہ اتنا اندازہ ضرور لگایا تھا کہ میرے سیدھے ہاتھ پر بیٹھنے والا شخص جس کا تعارف مجھ سے مسٹر ہارڈ کے نام سے کرایا گیا تھا شارپنگ کر رہا تھا۔ اس کے پاس سے ہمیشہ بڑے پتے ہی برآمد ہو رہے تھے۔ دوسرا شبہ مجھے یہ ہوا کہ وہ چاروں ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں اور مل جل کر کسی بھی نئے آدمی کی چھلائی کرنے کے عادی ہیں۔ ہار اور جیت دونوں ہی صورتوں میں وہ برابر کے شریک ہو جاتے ہوں گے۔ یہ محض میرا اندازہ تھا۔

چوتھی بازی میں پتا پھینکنے کے بعد میں دوسری سگریٹ جلا رہا تھا کہ کمسن اور خوبصورت ویٹرس میرے لیے ایک اعلیٰ قسم کی شراب کی سربند بوتل اور گلاس لے کر آگئی۔ ٹرے میں کچھ تلے ہوئے اور خشک آئٹم بھی موجود تھے جو شراب کے ساتھ بطور شغل استعمال کیے جاتے ہیں۔

نہایت نفاست اور نزاکت سے وہ ہر شے سرو کر کے جانے کے لیے مڑی تو میں نے بڑی بے تکلفی سے اس کا ہاتھ تھام لیا پھر بغیر پئے بہکے ہوئے لہجے میں بولا۔

"تمہیں بھی میرے ساتھ بیٹھ کر کمپنی دینی ہوگی۔" اپنے جملے کے اختتام کے ساتھ ہی میں نے سو پاؤنڈ کا ایک نوٹ نکال کر اس کے سلیولیس (sleeve less) اور چوڑے گلے کے بلاؤز میں ڈال دیا۔ وہ مسکرا کر میرے برابر بیٹھ گئی اور میرے لیے جام تیار کرنے لگی۔ جام تیار کرنے کے بعد اس نے مجھے پھر بڑی مخمور نگاہوں سے دیکھا اور اپنا گلاس اٹھا کر فضا میں بلند کیا۔ میں اس کا اشارہ سمجھ چکا تھا۔ چنانچہ میں نے بھی ایٹی کیٹ کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اپنا گلاس اٹھا کر اس کے گلاس سے ٹکرایا اور اسے اپنے ہونٹوں کے قریب لے آیا تاکہ سونگھ کر محسوس کر سکوں کہ گلاس میں کیا ہے۔ ندیم نے مجھے یقین دلایا تھا کہ مجھے کوئی حلال مشروب سرو کیا جائے گا لیکن مجھے اداکاری کسی بہکے ہوئے شرابی کی کرنا ہوگی۔ گلاس میں بھرے ہوئے محلول کو سونگھنے کے بعد مجھے اس بات کا یقین آگیا کہ وہ شراب نہیں تھی کچھ اور ہی شے تھی۔ میں ابھی اسے ہونٹوں سے لگانے یا نہ لگانے کے بارے میں کوئی آخری فیصلہ کر ہی رہا تھا کہ لڑکی نے بڑے خوبصورت انداز میں مجھے آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

"کم آن پارٹنر۔ اس نعمت کو حلق میں نیچے اتارنے میں دیر مت کرو۔"

لڑکی کے آنکھ مارنے کا انداز سو فیصد بے حیائی اور بے شرمی کا کھلم کھلا مظاہرہ تھا لیکن میری چھٹی حس نے اس بات کی گواہی دی کہ وہ کال گرل ہونے کے باوجود ندیم کے ہی گروپ سے متعلق ہوگی۔ میں نے اسے غور سے دیکھا پھر پہلا گھونٹ لینے کے بعد مجھے اس کا یقین آگیا کہ وہ شراب نہیں تھی۔ ندیم کے وعدے کے مطابق کوئی حلال مشروب تھا۔ مجھے اس کا مزہ کچھ کچھ پائن ایپل جوس سے ملتا جلتا محسوس ہو رہا تھا۔

میں نے اب اس لڑکی میں زیادہ دلچسپی کا اظہار شروع کر دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ کھیل کا شغل بھی حسب دستور جاری رکھا۔ کچھ دیر بعد میں نے محسوس کیا کہ لڑکی اپنے پاؤں سے میرے پاؤں کو ہلکے ہلکے ٹکرا رہی تھی۔ تبھی میں نے کن انکھیوں سے اس کی جانب دیکھا۔ وہ میرے داہنی طرف بیٹھی تھی۔ گلاس اس نے سیدھے ہاتھ سے پکڑ رکھا تھا اور اس کا الٹا ہاتھ اپنی ران پر تھا۔ جہاں مجھے کاغذ کی ایک تہ کی ہوئی پرچی نظر آ رہی تھی۔ مجھے یہ بات سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی کہ وہ اسی پرچی کو میرے حوالے کرنے کی خاطر مجھے پاؤں سے اپنی جانب متوجہ کرنا چاہ رہی تھی۔ میں نے گلاس خالی کیا پھر بڑی بے باکی سے اس کی بائیں ران پر ہاتھ مارتے ہوئے قدرے نشیلی آواز میں بولا۔

"میرے لیے دوسرا پیگ تیار کرو۔ مائی سویٹ ہارٹ ڈبل پیگ ودھ نٹل واٹر۔" جملے کے اختتام کے ساتھ ہی وہ پرچی میری مٹھی میں منتقل ہو چکی تھی۔ میرے دل کی دھڑکن بھی بتدریج تیز ہو رہی تھی۔

"کیا تم دوسرے پیگ کے ساتھ میرے ساتھ ایک راؤنڈ ڈانس کرنا پسند کرو گے ڈارلنگ۔"

"وہائی ناٹ۔" میں نے اس کا ہاتھ تھام کر بوسہ دیتے ہوئے کہا۔ اتنی دیر میں اس پرچی کو کھول چکا تھا پھر میں نے بہکنے والے انداز سے گردن کو تھوڑا سا خم دے کر پرچی پر ٹائپ شدہ پیغام پڑھ لیا۔

"مسٹر ہاورڈ ایک شاطر شارپر ہے۔ یہ نارمن کا ساتھی ہے اور نارمن میرا وہی مقامی ایجنٹ ہے جو میرے حصے کی ایک بڑی رقم بڑی خوبصورتی سے اسے خورد برد کرتا رہا ہے۔ تم بس نشے میں بہک کر ہاورڈ سے الجھ بیٹھو۔ باقی کام میرے کارندے سرانجام دیں گے۔"

پیغام کے آخر میں جلی انداز میں "N" ٹائپ تھا۔ گویا وہ پیغام مجھے ندیم ہی نے بھیجا تھا۔ میں نے پرچی کو پڑھنے کے بعد اسے گولی کی شکل دے کر اپنے کوٹ کے جیب میں منتقل کر لیا۔

"ڈارلنگ۔ یو آر ریئلی ڈیشنگ اینڈ چارمنگ۔" چار پیگ حلال مشروب معدے میں اتارنے کے بعد میں نے پوری طرح بہکنے کی ایکٹنگ شروع کر دی تھی۔ اس وقت تک میں ایک محتاط اندازے کے مطابق تقریباً دس پندرہ ہزار پاؤنڈ کی رقم گنوا چکا تھا۔ میرے چاروں ٹیبل پارٹنر بہت خوش دکھائی دے رہے تھے۔ اس عرصے میں دو بار اپنی خوبصورت پارٹنر کی ڈانسنگ کی فرمائش کو ٹال چکا تھا۔ میرے ساتھ ساتھ اس نے بھی نشے میں ہونے کی اداکاری شروع کی تھی پھر میں نے اسی پیغام پر عمل کیا جو پرچی پر ٹائپ تھا۔ ایک بار پتے بٹنے کے فوراً بعد ہی ہاورڈ کو غصیلی نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"مجھے شبہ ہے کہ تم شارپنگ کر رہے ہو۔"

"وہاٹ نان سینس۔" ہاورڈ نے نفرت کا اظہار کیا۔

"شٹ اپ۔" میں نے بگڑے ہوئے تیور سے جواب دیا۔ "اگر میرا اندازہ غلط ہے تو اس بازی میں ہم اپنے پتے تبدیل کیے لیتے ہیں۔ اس چیلنج کے لیے میں تم کو ایک ہزار پاؤنڈ دینے کو تیار ہوں۔ بولو۔ اگر تم شارپر نہیں ہو تو تمہیں میری پیشکش قبول کرنے میں کسی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔" ہاورڈ نے فیصلہ کن انداز میں کہا پھر جلدی سے بولا۔ "صرف میں ہی نہیں باقی تین ساتھی بھی جیت رہے ہیں۔ ان میں سے تو کسی نے میرے شارپر ہونے پر شبہ نہیں کیا۔ اب تمہاری لک تمہارا ساتھ نہیں دے رہی تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟"

"تمہارا قصور۔" میں نے مدھم آواز میں سرسراتے لہجے میں جواب دیا۔ "تمہارا قصور صرف یہ ہے کہ تم سب ایک ہو جو دغا باز شکاری بن کر نئے شکار کو اپنے چنگل میں پھانستے ہو۔"

"کیا بکواس شروع کر دی تم نے۔" ہاورڈ نے حقارت سے کہا۔

"زندگی چاہتے ہو تو شرافت سے جیت کی رقم مجھے واپس کر دو ورنہ ــــــ ورنہ ــــــ"

"ورنہ کیا کرو گے تم۔"

"میں ٹیڑھی انگلیوں سے بھی کام نکالنا جانتا ہوں۔" میں نے ہاورڈ کے گریبان پر ہاتھ ڈال دیا۔ وہ بھی غراتا ہوا اٹھا تھا لیکن میرا بھرپور باکسنگ والا رائٹ ہک اس کی کنپٹی پر لگا تو وہ لڑکھڑا گیا۔ میرے قریب بیٹھی ہوئی لڑکی تیزی سے اٹھ کر ایک طرف ہو گئی۔ قرب و جوار کی میزوں پر بیٹھے افراد بھی ہماری طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

نارمن جو بار کاؤنٹر پر کھڑا تھا تیزی سے ہماری جانب لپکا۔ دو سرخ رومال والے بھی اس کے ساتھ ہی جھپٹے تھے لیکن اس سے پیشتر کہ وہ ہماری میز تک پہنچ پاتے۔ پورا ہال گھپ اندھیرے میں ڈوب گیا۔ اس کے ساتھ ہی کسی نے میرا ہاتھ تھام کر آہستہ سے سرگوشی کی۔ "نکل چلو یہاں سے۔ تمہارا کام پورا ہو گیا ہے۔"

میں نے کوئی سوال جواب نہیں کیا۔ خاموشی سے اس کے ساتھ ہو لیا جس نے میرا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ ہال میں لوگوں کی ملی جلی آوازیں بتدریج بلند ہوتی جا رہی تھیں۔

❋

ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا داڑھی والا بوڑھا شخص جس نے ڈھیلی ڈھالی جینز اور بڑے بڑے چارخانے والی قمیص پہن رکھی تھی اور ہونٹوں کے درمیان ایک سستا سا سگار دبا رکھا تھا ندیم کے سوا کوئی اور نہیں تھا۔ پہلی نظر میں، میں بھی اسے کوئی مقامی فارمر ہی سمجھا تھا۔ ہم جس پک اپ پر سفر کر رہے تھے اس کے دونوں طرف کسی فارم ہاؤس کے نام کا اندراج نہیں تھا۔ گاڑی کے پچھلے حصے میں کھیتی باڑی کا سامان تھا۔ شہری حدود کے اندر میں نے اسے کئی بار مخاطب کرنے کی کوشش کی لیکن اس نے میری کسی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ یا تو وہ بہرا بن گیا یا پھر جان بوجھ کر میرے سوالات کو نظرانداز کر رہا تھا۔ کم از کم میں نے یہی اندازہ لگایا تھا لیکن دیہی علاقے کے شروع ہوتے ہی جب ندیم نے اپنی آواز میں مجھے مخاطب کیا تو میں اس طرح چونکا تھا جیسے میرا ہاتھ بجلی کے ننگے تاروں سے مس کر گیا ہو۔

"تم ــــ" میں نے اسے حیرت سے گھورا۔ "اس حلیے کی کیا ضرورت تھی۔"

"فی الحال میں نارمن پر لندن میں اپنی موجودگی کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔" ندیم نے گاڑی کو سڑک کے بائیں جانب کچے پکے ٹریک پر اتارتے ہوئے کہا۔ "دو چار روز بعد ہی میں آمد کا اعلان کروں گا۔ اس عرصے میں تمہیں وہی سب کچھ کرنا ہوگا جو میں نے سمجھایا ہے۔ یعنی ایک پیشہ ور بدمعاش کا رول جس کے نزدیک انسانی زندگی کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔"

"تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے پوچھا۔ "کیا نارمن آسانی سے اپنے جرم کا اقرار کر لے گا؟"

"اس کا انحصار تمہاری صلاحیت پر ہے۔" ندیم مسکرایا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "نارمن اور مسٹر ہاورڈ کے علاوہ وہاں میرے دو چار آدمی بھی ہوں گے جو تمہاری گفتگو کے دوران بالکل گونگے اور بہرے افراد کا رول ادا کریں گے لیکن تم نے اگر اشارہ بھی کیا تو نارمن اور مسٹر ہاورڈ دونوں کا جسم چھلنی کرنے میں کسی سستی کا مظاہرہ نہیں کریں گے۔ یہ فارم شہر سے خاصی دور ہے۔ زمین اتنی زرخیز ہے کہ دس بارہ آدمیوں کی لاشیں بھی بڑی آسانی سے قبول کر لے گی اور کسی کو کانوں کان خبر بھی نہیں ہو گی۔"

"یہ فارم کس کا ہے؟" میں نے کچی سڑک کے دونوں اطراف لہلہاتے کھیت کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اپنا ہی سمجھو۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "جب شہر کے ہنگاموں سے دل اچاٹ ہونے لگتا ہے تو

کچھ دنوں کے لیے اس پُرسکون اور پُرفضا مقام پر آرام کی غرض سے چلا آتا ہوں۔ویسے اس فارم کی ملکیت فرگوسن نامی ایک مقامی باشندے کی ہے جو کسی زمانے میں اسمگلنگ کے کاروبار سے منسلک تھا لیکن اب نہایت شرافت کی زندگی گزارتا ہے۔"

"اور کتنے کام پھیلا رکھے ہیں تم نے۔" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

جواب میں ندیم مسکرا دیا۔ سامنے فارم ہاؤس نظر آنے لگا تھا۔ اس لیے میں اپنی سیٹ پر محتاط ہو کر بیٹھ گیا۔ اگر ندیم نے پہلے مجھے آگاہ کر دیا ہوتا کہ لندن میں مجھے اس کے ساتھ کیا کرنا ہوگا تو شاید میں کبھی بھی اس کے ساتھ سفر کرنے پر آمادہ نہ ہوتا۔ کوئی خوبصورت سا بہانہ کر کے ٹال جاتا لیکن اب مجھے یہ سب کچھ اچھا لگ رہا تھا۔ یا تو یہ ماحول کا اثر تھا یا پھر عام ڈگر سے ہٹ کر زندہ رہنے کا انداز مجھے اچھا لگ رہا تھا۔ یوں بھی انسان اکثر یکسانی سے اکتا کر کوئی اور مشغلہ اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

فارم ہاؤس کی وہ عمارت جو ریسٹ ہاؤس کی حیثیت رکھتی تھی بہت زیادہ اچھی حالت میں نہیں تھی۔ عمارت جیسے جیسے قریب آتی جا رہی تھی میرے دل کی دھڑکنیں بھی تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ اب اطراف میں پھیلے ہوئے کھیت میں اِکّا دُکّا آدمی بھی نظر آنے لگے تھے جو بظاہر فارمر ہی لگ رہے تھے لیکن اس وقت شاید مخبر یا پھر محافظ کا کردار ادا کرنے پر مامور تھے۔

اچانک میرے ذہن میں کالکا کا خیال ابھرا۔ آخری بار میں نے اسے ایک خوفناک سیاہ ناگ کے روپ میں شنکر کے منحوس وجود سے ٹکراتے دیکھا تھا پھر آسمان سے اترنے والے سیاہ ذرات کے مرغولے ان دونوں کو اپنے اندر ضم کر کے تیزی سے بلندیوں کی سمت لوٹ گئے تھے۔ اس کے بعد کالکا نے مجھے بتایا تھا کہ اسے دیوی دیوتاؤں نے سزا کے طور پر کچھ مدت کے لیے قید کر دیا ہے۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ رہائی ملتے ہی وہ میرے ساتھ رابطہ قائم کرے گی۔ اسی نے مجھے وطن سے دور جانے کا مشورہ بھی دیا تھا۔ شاید وہ بھی یہی چاہتی تھی کہ میرے راستے کے سب سے بڑے کانٹے نرنجن لال کو اس طرح درمیان سے ہٹایا جائے کہ کسی کو میری ذات پر مطلق کوئی شبہ نہ ہو۔ بظاہر نرنجن لال کے کریا کرم کا کام ندیم کے اشارے پر اس کے پالتو گرگوں نے سرانجام دیا تھا لیکن یہ بھی ممکن تھا کہ ندیم کو اس کام کے لیے کالکا نے اپنی پراسرار قوتوں کے ذریعے تسخیر کیا ہو۔

کالکا کی یاد میرے وجود کو گدگدا رہی تھی۔ میں اس کے کئی روپ دیکھ لیے تھے۔ کئی دیکھنے کو باقی رہ گئے تھے۔ وہ ایک دیومالائی کردار کی مالک تھی۔ میرے اور اس کے مذہب میں زمین و آسمان کا فرق تھا لیکن اس کے باوجود اس نے کئی موقعوں پر میری مدد کر کے مجھے موت کے آہنی شکنجوں سے نجات دلائی تھی۔ میری خاطر وہ اپنے لوگوں سے بھی برسرپیکار ہو گئی تھی۔ شنکر کو بھی اسی کی مہان شکتی نے چتا کی آگ کے اندر جھونک دیا تھا اور اب اسی جرم کی پاداش میں دیوی دیوتاؤں کے عتاب کا شکار ہو کر کہیں تنہائی کی گھڑیاں گزار رہی تھی۔

کالکا کے ساتھ ہی مجھے کمبل پوش بزرگ کا خیال بھی آیا جنہوں نے جلال میں آکر اس برف پوش پہاڑ کو بھی متزلزل کر کے رکھ دیا تھا جس کے ایک غار میں پنڈت بنسی دھر جیسا گیانی دھیانی منڈل میں بیٹھا کالکا کی پراسرار قوتوں کو اپنے جاپ کے ذریعے تابع کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ ان ہی بزرگ نے مجھے وہ صندلی انگوٹھی بھی عنایت کی تھی جو اس وقت بھی میری انگلی پر موجود تھی۔ اسی کراماتی انگوٹھی کا کرشمہ تھا کہ اب باطل قوتیں میرے دل کا بھید نہیں جان سکتی تھیں۔ داور جیسا بدمعاش اور بھاری بھرکم تن و توش کا مالک بھی مجھ سے ٹکرا کر جل بھن کر خاک ہو گیا تھا لیکن مجھے اس بات پر حیرت بھی تھی کہ پنڈت بنسی دھر کا جاپ توڑنے کے بعد سے وہ بزرگ مجھ سے دوبارہ نہیں ملے تھے۔ انہوں نے مجھے پنڈت بنسی دھر کا منڈل توڑنے سے منع بھی کیا تھا لیکن میرے اصرار پر جلال کی کیفیت سے دوچار ہو گئے تھے۔ میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ میری نافرمانی پر وقتی طور پر وہ مجھ سے کنارہ کش ہو گئے تھے لیکن ان کا سایہ اب بھی میرے سر پر ضرور موجود تھا ورنہ وہ صندلی انگوٹھی بھی میرے قبضے سے نکل گئی ہوتی۔ میں نے اس انگوٹھی کا ذکر ان کی ہدایت پر کسی اور سے نہیں کیا تھا۔ مجھے اس بات پر سخت حیرت تھی وہ صندلی انگوٹھی میری انگلی میں ہونے کے باوجود میرے سوا ابھی تک کسی اور کو نظر نہیں آسکی تھی۔

پک اپ ریسٹ ہاؤس کے پھاٹک سے گزر کر عمارت کے صدر دروازے پر جا کر رکی تو میرے خیالات کا شیرازہ بکھر گیا۔ میں ندیم کے ساتھ ہوتا ہوا اس عمارت کے مختلف کمروں اور راہداریوں سے گزرنے کے بعد اس زمین دوز کمرے تک پہنچ گیا جو خاصا کشادہ اور ہوادار تھا۔

کمرے میں نارمن اور مسٹر ہاورڈ کے علاوہ تین نقاب پوش جو جدید اسلحے سے لیس تین کونوں میں موجود تھے۔ نارمن اور ہاورڈ دونوں درمیانی ستون سے بندھے کھڑے تھے۔ میرا چہرہ چونکہ کسی میک اپ سے عاری تھا اس لیے وہ دونوں ہی مجھے دیکھ کر بری طرح چونکے۔ خاص طور پر نارمن مجھے کچھ عجیب نظروں سے گھور رہا تھا جبکہ ہاورڈ اس کے مقابلے میں قدرے مطمئن دکھائی دے رہا تھا۔

"ہیلو مسٹر نارمن۔" میں نے نارمن کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "کیا میرے کسی آدمی نے تمہیں یا مسٹر ہاورڈ کو پریشان کرنے کی غلطی تو نہیں کی۔ دراصل میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ میرے ذاتی معاملات میں کوئی دوسرا شخص دخل انداز ہو۔ اپنے معاملات میں خود ہی نمٹانے کا عادی ہوں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو شاید اب تک دونوں دوسری دنیا میں پہنچ چکے ہوتے۔"

"مجھے یہاں کس مقصد سے لایا گیا ہے؟" نارمن نے تھوڑے توقف کے بعد سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"اس لیے کہ تم لکی اسٹارز کے تھرڈ فلور کے انچارج ہو۔" اس بار میں نے اسے گھورتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "تمہیں شاید یاد ہو کہ میں نے تم سے کہا تھا کہ میں شارپنگ کرنے والوں کو معاف کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ میں نے تم کو یہ بھی باور کرا دیا تھا کہ میں نے تمہاری سرزمین پر قدم رکھنے کے بعد سب سے پہلے لکی اسٹارز کا رخ کیا تھا اور شاید میں نے تم سے یہ درخواست بھی کی تھی کہ مجھے کسی ایسی میز تک پہنچا دو جہاں میں سکون سے قسمت آزما سکوں لیکن تم نے صاف گیم کے نام پر میرے ساتھ فراڈ کرنے کی حماقت کی۔"

"یہ غلط ہے۔" نارمن نے بڑی ڈھٹائی سے جواب دیا۔ "مجھے اس بات کا علم نہیں کہ تمہارے ساتھ کیا گزری تھی۔"

"مسٹر نارمن۔" یکلخت میرا لہجہ سفاک ہو گیا۔ "شارپنگ ہی کی طرح میں ایسے افراد سے بھی شدید نفرت کرتا ہوں جو جھوٹ بولنے کے عادی ہوں۔ کیا یہ غلط ہے کہ تم مسٹر ہاورڈ اور اس کے تین ساتھیوں سے نہ صرف یہ کہ بخوبی واقف ہو بلکہ ان کے ساتھ مل کر نئے آنے والوں کے ساتھ فراڈ کرتے ہو اور جیت کے مال میں ففٹی پرسنٹ شیئر تمہارا ہوتا ہے۔"

"یہ غلط ہے۔" نارمن نے پھر احتجاج کیا۔ "میں مسٹر ہاورڈ اور ان کے ساتھیوں سے بس اسی حد تک واقف ہوں کہ یہ ہمارے کیسینو کے ریگولر ممبر ہیں۔ ریٹائرڈ لائف گزارنے سے پیشتر مسٹر ہاورڈ ایک معزز عہدے پر فائز رہ چکے ہیں اور۔۔۔"

"اب یہ تمہارے ساتھ مل کر لوگوں کو لوٹنے کا کام انجام دے رہے ہیں۔" میں نے سرسراتی آواز میں کہا پھر میرا لہجہ خونخوار ہو گیا میں نے پلٹ کر ہاورڈ کو مخاطب کیا۔ "کیوں مسٹر ہاورڈ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟ جواب دینے سے پیشتر اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ تم اس وقت میرے قبضے میں ہو اور تمہاری کوئی معمولی سی حماقت بھی تمہاری دردناک موت کا سبب بن سکتی ہے۔"

"تم۔۔۔ تم ہم سے کیا چاہتے ہو؟" ہاورڈ کے بجائے نارمن نے سوال کیا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کے کس بل ڈھیلے پڑنے لگے ہیں۔

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ تمہارے ساتھیوں نے مجھ سے کتنے پاؤنڈ شارپنگ کے ذریعے ہتھیا لیے ویسے میرا اندازہ ہے کہ غالباً میں بیس ہزار پاؤنڈ سے محروم کر دیا گیا تھا۔ تم اگر یہ رقم سود سمیت واپس کر دو تو تمہارا اور میرا جھگڑا ختم ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد یہ بھی ممکن ہے کہ ہم ایک دوسرے کے اچھے دوست ثابت ہوں۔"

"تمہیں سود ملا کر کتنی رقم درکار ہے؟" نارمن نے نچلا ہونٹ چباتے ہوئے دریافت کیا۔ اس کی یہ کیفیت کسی ایسے آدم خور درندے سے مختلف نہیں نظر آرہی تھی جو اپنے شکار پر جلد بازی میں جھپٹتے ہوئے درمیان میں کسی گہری کھائی کے امکانات کو یکسر نظرانداز کر بیٹھا ہو۔ اب اس کے لیے مفاہمت کی راہ اختیار کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

"ایک لاکھ پاؤنڈ۔"

"زیادہ ہیں۔" نارمن نے کاروباری انداز میں جواب دیا۔ "میں تم کو بہرحال پچاس ہزار پاؤنڈ دے سکتا ہوں۔"

"سوری۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "میں کاروبار میں سودے بازی کا قائل نہیں ہوں۔"

"سوچ لو۔" نارمن نے سنبھالا لینے کی کوشش کی۔ "ہمیں موت کے گھاٹ اتار دینے کے بعد تمہیں ایک پاؤنڈ بھی نہ مل سکے گا۔"

"خیال ہے تمہارا۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "تمہاری موت کے بعد میں گراہم سے تم دونوں کی لاش کی اچھی خاصی قیمت وصول کر سکتا ہوں۔ اس کے علاوہ مجھے یہ بھی علم ہے کہ تمہاری ساری رقم بینک میں

نہیں ہو گی۔ بینک میں رقم رکھنے کی صورت میں تمہارے خلاف یہ ثبوت ہی بہت کافی ہو گا کہ تم کسی لکی اسٹارز کے پارٹنر کو ہرماہ کتنے ہزار کی رقم سے محروم کرتے رہے ہو۔" میں نے اس بار نارمن کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا۔ "کیا یہ غلط ہے کہ کیسینو میں مسٹر گراہم کے علاوہ کچھ دوسرے شیئر ہولڈر بھی ہیں اور تم ان میں سے کسی ایک کے مقامی ایجنٹ ہو اور اپنی عیاری اور چالاکی سے نہ صرف یہ کہ اسے دھوکا دے رہے ہو بلکہ مسٹر ہاورڈ اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ مل کر مسٹر گراہم کے بزنس کے لیے بھی بدنامی کا باعث بن رہے ہو۔"

"کون ہو تم؟" نارمن نے مجھے حیرت سے گھورا۔ میری معلومات سن کر وہ ششدر رہ گیا تھا۔ ہاورڈ بھی اب مجھے ٹٹولتی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"ایک لاکھ پاؤنڈ کی ادائیگی کے بعد تمہارے سلسلے میں میری زبان بند رہے گی۔" میں معنی خیز انداز میں مسکرایا۔ "کیا یہ سودا تمہارے لیے اب بھی مہنگا ثابت ہو رہا ہے؟"

"ادائیگی کی صورت کیا ہو گی؟"

"ہارڈ کیش۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"لیکن اس وقت ہمارے پاس اتنی رقم نہیں ہے کہ تمہارا مطالبہ پورا کر سکیں۔" اس بار ہاورڈ نے پہلی بار زبان کھولی۔ "تم کو ہم دونوں میں سے بہرحال کسی ایک کو چھوڑنے کا رسک لینا پڑے گا تاکہ ہم تمہاری مطلوبہ رقم کا بندوبست کر سکیں۔"

"تمہارا یہ مطالبہ جائز بھی ہے اور قابل غور بھی۔" میں نے مشرقی کونے میں کھڑے ہوئے مسلح نقاب پوش کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "نمبر دو، تم مسٹر ہاورڈ کی آنکھ پر پٹی باندھ کر انہیں ان کے گھر تک پہنچا دو اور تم مسٹر ہاورڈ میری بات غور سے سنو، رقم کا بندوبست کرنے کے بعد تم سیدھے لکی اسٹارز کے پارکنگ لاٹ میں پہنچو گے جہاں سے میرا کوئی بھی ساتھی تمہیں انتہائی عزت اور احترام کے ساتھ دوبارہ آنکھوں پر پٹی باندھ کر یہاں تک واپس لے آئے گا۔ ایک بات اور ذہن نشین کر لو۔ اگر تم نے زیادہ چالاک بننے کی کوشش کی تو مسٹر نارمن کے ساتھ ساتھ تمہاری موت بھی بڑی عبرت ناک ثابت ہو گی۔"

"ٹھیک ہے۔" ہاورڈ نے .... بندشوں سے آزاد ہونے کے بعد اپنی کلائی کو سہلاتے ہوئے کہا۔ "تم جس طرح کہہ رہے ہو ایسا ہی ہو گا لیکن میں تمہارے کسی دوسرے ساتھی کو کس طرح شناخت کروں گا؟"

"ڈبل کراس کا پاس ورڈ یاد کر لو۔" میں نے نار[مین کو] حقارت سے گھورتے ہوئے زہر خند لہجے میں جواب [دیا]۔ "میرا نمائندہ تمہیں اسی کوڈ ورڈ سے مخاطب کرے گا۔ نہایت خاموشی سے اس کے ساتھ اس کار میں بلا کر [و] چرا کے بیٹھ جاؤ گے جو پارکنگ لاٹ میں پہلے سے موجود ہو گی۔" پھر میں نے اپنی دستی گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "میں تمہیں چار گھنٹے کی مہلت دے رہا ہوں اس کے بعد جو کچھ ہو گا اس کی ذمے داری تمہار[ے] اوپر ہو گی۔"

ہاورڈ نے ایک الوداعی نظر نارمن پر ڈالی پھر اس[نے] اپنی آنکھوں پر پٹی باندھے جاتے وقت بھی بڑے صبر و [تحمل] کا مظاہرہ کیا تھا۔ شاید وہ سمجھ چکا تھا کہ اس کی ایک م[معمولی] سی غلطی اس کا جسم چھلنی کر دینے کے لیے [کافی] ہو گی۔ نارمن خاموشی سے تمام کارروائی دیکھ رہا تھا جب نمبر دو ہاورڈ کو لے کر قید خانے سے نکل گیا تو نار[من] نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"کیا تم میرے سوالات کا جواب دینا پسند کرو گے؟"

"تم اس وقت ایسی پوزیشن میں نہیں ہو مائی ڈیئر نارمن کہ میں تمہارے کسی سوال کا جواب دینے کے پابند ہو سکوں۔ بہرحال تم سوال کرو۔ میں کوشش کروں گا کہ تمہیں زیادہ مایوسی کا شکار نہ ہونا پڑے۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"جو لوگ جان ہتھیلی پر رکھ کر جینے کا سلیقہ جانتے ہیں وہ اپنا نام چھپانے کی کوشش کبھی نہیں کرتے۔" میں [نے] ٹھوس آواز میں جواب دیا۔ "میرا نام وہی ہے جو میں [نے] تمہیں کیسینو میں بتایا تھا شہباز خان۔"

"کام کیا کرتے ہو؟"

"ڈبل کراس۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "ویسے منہ مانگے داموں کے عوض دنیا کے کسی خطے پر کسی کو قتل کر سکتا ہوں، کرا سکتا ہوں۔"

"تمہیں اس بات کا علم کس طرح ہوا کہ لکی اسٹارز میں مسٹر گراہم کے علاوہ اور پارٹنر بھی ہیں؟" نارمن نے میری بات کو نظر انداز کرتے ہوئے سوال کیا۔

"یہ بات ایک عام شخص بھی جانتا ہے کہ اس قسم [کے] کاروبار میں جب تک دو چار اہم اور تجربے کار کھلاڑیوں کا ہاتھ شامل نہ ہو انہیں خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوتی۔"

"تمہیں یہ بات کس طرح معلوم ہوئی کہ میں لکی اسٹارز کے کسی پارٹنر یا شیئر ہولڈر کا مقامی ایجنٹ ہوں؟" نارمن نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ اس کی نگاہیں میرے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا بغور مطالعہ کر رہی تھیں۔

"کہو تو یہ بھی بتا دوں کہ تم اپنے باس کو روزانہ کتنے ہزار پاؤنڈ جائز حق سے محروم کر رہے ہو اور تمہارا طریق کار کیا ہے۔" آخری جملہ میں نے محض اندھیرے میں تیر کی طرح پھینکا تھا جو خلاف توقع ٹھیک نشانے پر لگا۔ نارمن کے چہرے پر زردی پھیل گئی۔ ایک لمحے تک وہ مجھے پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھتا رہا پھر مردہ سی آواز میں بولا۔

"کیا مطلب؟" میں نے اسے وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"تم نے وعدہ کیا ہے کہ ایک لاکھ پاؤنڈ کی رقم مل جانے کے بعد تم ہمارے سلسلے میں اپنی زبان بند ہی رکھو گے۔"

"ہاں میں وعدہ خلافی کرنے کا عادی نہیں ہوں لیکن تم سے وعدہ کرنے سے پہلے میں اپنا ملک چھوڑنے سے پیشتر تمہارے باس مسٹر ندیم سے بھی ایک عہد کر چکا ہوں۔" میں نے بڑے سفاک انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "اس عہد کو پورا کرنے کی صورت میں مجھے مزید دو لاکھ کا فائدہ ہو گا۔"

"تم مسٹر ندیم کو جانتے ہو؟" نارمن نے تھوک نگلتے ہوئے مردہ سی آواز میں پوچھا۔

"میں نہیں بلکہ وہ مجھے جانتا ہے۔" میں نے پیشہ ور بدمعاشوں کے لب و لہجے کی شاندار اداکاری کرتے ہوئے قدرے حقارت سے جواب دیا۔ "تمہارے باس کو اکثر ہم جیسے شورہ پشت لوگوں کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے۔ ویسے تمہارا باس پیسوں کے معاملے میں خاصا شاہ خرچ واقع ہوا ہے۔ وہ مول تول کرنے کے بجائے ہمیشہ منہ مانگی رقم دینے کو آمادہ ہو جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہی اس کی کامیابی کا راز ہو۔"

"تم ــــ تم نے مسٹر ندیم سے کیا عہد کیا تھا؟" نارمن نے ہکلاتے ہوئے دریافت کیا۔

"صرف اتنا کہ دو لاکھ میں اپنی اور تمہاری گفتگو کا وہ ٹیپ اس کے حوالے کر دوں گا جو اس وقت میری جیب میں پڑے ایک مائیکرو ٹیپ ریکارڈر پر ٹیپ ہو رہا ہے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا پھر جیب سے وہ ٹیپ ریکارڈر نکال کر نارمن کی نگاہوں کے سامنے کر دیا جو کسی سگریٹ کے پیکٹ سے زیادہ بڑا نہیں تھا۔ نارمن کا چہرہ فق ہو گیا۔ اس کے چہرے سے یہی ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ اس انکشاف کے بعد دم بخود رہ گیا ہو۔ میں نے اس کی بوکھلاہٹ پر ایک اور تازیانہ لگاتے ہوئے پوچھا۔ "مائی ڈیئر مسٹر نارمن کیا تم اس حساس ٹیپ ریکارڈر پر خود اپنی گفتگو سننا پسند کرو گے۔"

"یو ــــ باسٹرڈ ــــ" نارمن اپنا غصہ ضبط نہ کر سکا۔ وہ کسی چوٹ کھائے ہوئے زخمی درندے کی طرح ڈکرایا تھا لیکن اسی لمحے میرا ہاتھ کراٹے کے انداز میں پوری شدت سے فضا میں لہرایا۔ وار اتنا اچانک اور اس قدر بھرپور تھا کہ نارمن کی نکسیر پھوٹ گئی اس کے ساتھ ہی اس کے ہونٹ بھی پھٹ گئے۔ جن سے خون کی ایک بل کھاتی لہر نکل کر اس کی اجلی قمیص کو سرخ کر رہی تھی۔ میں اسے غضبناک انداز میں گھور رہا تھا۔

ہم اس وقت فارم ہاؤس ہی کے ایک پرتعیش کمرے میں بیٹھے کافی سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ ندیم ابھی تک بوڑھے فارمر کے میک اپ میں ہی تھا۔ وہ صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھا مجھے عجیب مسکراتی نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔ کافی کا مگ اس کے ہاتھ میں تھا جس سے ہلکی بھاپ اٹھ رہی تھی۔ ندیم کے بے حد اصرار پر کسی اجرتی قاتل اور بدمعاش کا رول میں نے زندگی میں پہلی بار کیا تھا۔ ندیم کے ہونٹوں پر پھیلنے والی مسکراہٹ دیکھ کر مجھے اس بات کا اندیشہ سا ہو رہا تھا کہ مجھ سے اس کردار کی ادائیگی میں شاید کہیں کوئی جھول رہ گیا تھا۔ کچھ دیر میں خاموش بیٹھا کافی کے تلخ کی گھونٹ سے اپنے تھکے ہوئے اعصاب کو سکون بخش رہا تھا پھر میں نے پوچھ ہی لیا۔

"اس طرح مجھے دیکھ کر مسکرانے کا کیا مطلب ہے؟"

"تمہارے پچھلے جنم کے بارے میں غور کر رہا ہوں۔" اس نے ایک گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"تم نے اس وقت اس قدر شاندار اور بے ساختہ انداز میں کسی شورہ پشت بدمعاش کا کردار ادا کیا ہے کہ میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ شاید پچھلے جنم میں تمہاری اصلیت یہی رہی ہو جو ابھی تہ خانے میں نارمن کے سامنے نظر آ رہی تھی۔"

"تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "کیا ہاورڈ ہماری مطلوبہ رقم چار گھنٹے کے اندر اندر ادا کر دے گا۔"

"ہو سکتا ہے کہ وہ اس سے پہلے ہی واپس لوٹ

آئے۔" ندیم نے اطمینان کا اظہار کیا۔
"اور اس کے بعد کیا تم ان دونوں کو آزاد کرنے کا خطرہ مول لوگے؟"
"سمندر کی موجیں جس شدت سے بپھرے ہوئے انداز میں ساحل سے ٹکراتی ہیں واپسی میں ان کا زور اتنی ہی تیزی سے ٹوٹ جاتا ہے۔" ندیم نے خلا میں گھورتے ہوئے کہا۔ "نارمن کی گفتگو کا ٹیپ ہمارے قبضے میں ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ اس ٹیپ کی وجہ سے وہ کسی حماقت کی کوشش نہیں کرے گا۔"
"اندازے کبھی کبھی غلط بھی ثابت ہو سکتے ہیں۔"
"میں تمہاری بات کی نفی نہیں کروں گا لیکن تم شاید مسٹر گراہم سے واقف نہیں ہو۔ بظاہر وہ ایک موٹا تازہ' معصوم اور بے ضرر سا آدمی دکھائی دیتا ہے لیکن اندر سے کتنا زہریلا شاطر اور خطرناک واقع ہوا ہے' شاید تمہارے فرشتے بھی اس کا اندازہ نہ لگا سکیں۔" ندیم نے صوفے پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "جو لوگ نائٹ کلب' کیسینو یا زیر زمین کالے دھندے کرتے ہیں وہ اسے "آکٹوپس" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اپنے آدمیوں پر اندھا دھند اعتماد کرتا ہے لیکن اگر اسے ذرا شبہ بھی ہو جائے کہ کوئی اسے ڈبل کراس کرنے کی کوشش کر رہا ہے تو پھر وہ اس کے پورے خاندان کو تباہی اور بربادی سے ہمکنار کیے بغیر سکون کا سانس لینا بھی اپنے لیے حرام سمجھتا ہے۔ اگر اسے بھنک بھی مل جائے کہ نارمن جس تھالی میں کھاتا ہے اسی میں چھید کر رہا ہے تو گراہم کا عتاب اسے برباد کیے بغیر نہیں رہے گا۔"
"ہاورڈ اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔" میں نے دریافت کیا۔
"یہ صورت پہلی بار میرے سامنے آئی ہے۔ پچھلی بار جب میں نے اپنے دیگر ذرائع سے معلومات کرائی تھیں اس وقت نارمن بالکل تنہا ہی سارا مال ہضم کر رہا تھا لیکن شاید اب اس نے اپنے ایک گینگ بنانے میں زیادہ عافیت سمجھی ہو۔ پکڑے جانے کی صورت میں وہ سارا الزام ہاورڈ اور اس کے ساتھیوں کے سر تھوپ سکتا ہے۔"
"موجودہ حالات میں اب میری پوزیشن کیا ہو گی؟"
"میں سمجھا نہیں۔"
"ظاہر ہے کہ خود کو بے نقاب کر دینے کے بعد میں پوری طرح نارمن اور اس کے ساتھیوں کی نظروں میں آچکا ہوں۔" میں نے کہا۔ "ہمارا ایک ہی ہوٹل میں قیام آج نہیں تو کل اس بات کو بھی ظاہر کر سکتا ہے کہ میری اور تمہاری آمد علیحدہ علیحدہ نہیں ایک ساتھ ہی ہوئی تھی۔ ایسی صورت میں نارمن کا رد عمل کچھ مناسب نہیں ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ گراہم سے اپنی جان بچانے کی خاطر کوئی ایسی کہانی گھڑے جو ہمارے لیے زیادہ نقصان دہ ثابت ہو۔" میں نے اپنے جملے پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "تم اس بات کو بہرحال نظر انداز نہیں کر سکتے کہ گراہم اور نارمن دونوں ہی سفید چمڑی کے مالک ہیں اور ان کے ذہنوں پر ابھی تک ہمارے اوپر حکومت کرنے کا نشہ طاری ہے۔"
"تم اس کی پروا مت کرو۔" ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "گراہم کو تم مجھ سے زیادہ نہیں جانتے۔ نارمن' ہاورڈ اور ان کے ساتھیوں کا مسئلہ تو وہ میرے خلاف زہر اگلنے کے بارے میں نہیں سوچ سکیں گے۔"
"کوئی خاص وجہ؟"
"ہاں۔ نارمن کو میرے اور گراہم کے درمیان ہونے والے معاہدہ کا بھی بخوبی علم ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ اگر اس نے مجھ سے ٹکرانے کی حماقت کی تو اس کا انجام کیا ہو گا؟"
"ممکن ہے تمہارا خیال درست ہو لیکن ایک لاکھ پاؤنڈ کی رقم بھی کچھ کم نہیں ہوتی۔" میں نے امکانی خطرے کے پیش نظر کہا۔ "روانی یا جلد بازی میں' میں اسے یہ بھی بتا چکا ہوں کہ اس کی گفتگو کا ٹیپ میں دو لاکھ پاؤنڈ کے عوض تمہارے حوالے کر دوں گا۔ ان حالات کے باوجود کیا وہ اپنی پوزیشن کو محفوظ کرنے کی خاطر کوئی عملی اقدام نہیں اٹھائے گا؟"
"ہو سکتا ہے کہ وہ تمہیں زک پہنچانے کی کوشش کرے لیکن اگر اس نے ایسی کوئی حماقت کی تو اس کے نتائج بھی اس کے حق میں خطرناک ہی ثابت ہوں گے۔" ندیم نے مجھے اطمینان دلاتے ہوئے کہا پھر کچھ سوچ کر بولا۔ "ویسے ایک صورت اور بھی ممکن ہے۔"
"وہ کیا؟"
"ہم ہاورڈ کے آجانے کے بعد نارمن سے اس ٹیپ کا سودا بھی کر سکتے ہیں۔" ندیم کے ہونٹوں پر ایک شریر مسکراہٹ ابھر آئی۔
"کیا ہم یہاں لندن میں صرف اسی قسم کی اچھل کود اور سودے بازی یعنی بلیک میلنگ کے لیے آئے تھے؟"
"زندگی کے بہت سارے زاویے ہیں میری جان۔" ندیم شوخی سے بولا۔ "ایک زاویہ یہ بھی ہے جو تمہارے

زاویہ قائمہ سے مختلف ہے لیکن پریشان مت ہو۔ میں ابھی تمہیں زندگی کے وہ زاویے بھی دکھاؤں گا جسے دیکھ کر بڑے بوڑھوں کی رال بھی ٹپکنے لگتی ہے۔"
"سوری۔ میں نیم کی موجودگی میں اس قسم کی لغویات میں شامل نہیں ہو سکتا۔"
"فکر مت کرو۔ زندگی کے بہت سارے چور راستے ہوتے ہیں۔ میں تمہاری تفریح طبع کے لیے بھی کوئی نہ کوئی موزوں راستہ تلاش کر لوں گا۔"
"انسانیت کے جامے کے اندر رہو۔" میں نے مصنوعی خفگی کا اظہار کیا۔ "تم بخوبی جانتے ہو کہ میں فضولیات سے ہمیشہ دور رہنے کا عادی ہوں۔"
"غلطی کرتے ہو۔" ندیم مسکراتے ہوئے بولا۔ "کچھ فضولیات کی عادت ابھی سے ڈال لو ورنہ شادی کے بعد شرمندگی کا سامنا بھی ہو سکتا ہے۔"
"شٹ اپ۔" میں نے دوستانہ انداز میں ندیم کو سرزنش کی پھر اپنی دستی گھڑی دیکھنے لگا۔
ہاورڈ کو نمبر ٹو کے ساتھ گئے تقریباً" ساڑھے تین گھنٹے گزر چکے تھے۔ مجھے رہ رہ کر اس بات کا خیال آرہا تھا کہ کہیں ہاورڈ نے کوئی خطرناک جال نہ بچھا دیا ہو۔ وہ لوگ جو جرم کی دنیا میں قدم رکھتے ہیں وہ سب سے پہلے اپنی حفاظت کی خاطر ایمان فروش پولیس آفیسروں سے ساز باز کر لیتے ہیں۔ چور ڈاکو جب کسی کے گھر میں پہلا نگتا ہے تو نکاسی کا کوئی دوسرا راستہ بھی ذہن میں ضرور محفوظ رکھتا ہے۔ ہاورڈ اگر نارمن کے گروہ کا کوئی سرگرم کارکن تھا تو وہ اتنی آسانی اور شرافت سے ایک لاکھ پاؤنڈ کی رقم ہاتھ سے نکل جانے پر تردد کا شکار ضرور ہوا ہو گا۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ ایک لاکھ پاؤنڈ کی رقم اور اپنی زندگی بچانے کی خاطر نارمن کی زندگی داؤ پر لگانے کا فیصلہ کر بیٹھتا اور خود اپنے ساتھیوں کے ساتھ کچھ عرصے کے لیے انڈر گراؤنڈ ہو جاتا۔ دولت اور جائیداد کے حصول کی خاطر تو بھائی بھائی اور باپ بیٹے ایک دوسرے کے قتل سے گریز نہیں کرتے تھے۔ نارمن تو صرف ہاورڈ کے گروہ کا ایک کارکن تھا اور اس کے بے نقاب ہو جانے کے بعد اب ہاورڈ اور اس کے ساتھیوں کی ذات کو بھی خطرہ لاحق ہو گیا تھا۔
لیکن جیسا میں سوچ رہا تھا ویسا نہیں ہوا۔ ہاورڈ چار گھنٹے سے پیشتر ہی واپس آگیا۔ اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی جو تہ خانے میں جانے کے بعد نارمن کی موجودگی میں ہی کھولی گئی۔ گہرے چاکلیٹی کلر کا بریف کیس بدستور ہاورڈ کے ہاتھ میں موجود تھا۔ اس کی واپسی نمبر ٹو ہی کے ساتھ ہوئی تھی جو اپنے اسی پرانے حلیے میں تھا۔ میرے اشارے پر ہاورڈ کو دوبارہ نارمن کے ساتھ باندھ دیا گیا لیکن اس کے دونوں ہاتھ کھلے چھوڑ دیے گئے تھے۔ یہ حرکت میں نے اپنی چھٹی حس کے اکسانے پر کی تھی پھر میرے حکم پر نارمن کے دونوں ہاتھ بھی کھول دیے گئے۔ ندیم نے مجھے تعجب خیز نظروں سے دیکھا لیکن اس وقت چونکہ اس کی حیثیت پھر میرے ڈرائیور کی ہو گئی تھی اس لیے اس نے کوئی اعتراض نہیں کیا البتہ اس کی نظروں میں ابھرنے والی الجھن اس بات کی غمازی کر رہی تھی کہ اسے میرے فیصلے سے اتفاق نہیں تھا۔
"نمبر ٹو۔" میں نے ندیم کو نظر انداز کرتے ہوئے نمبر ٹو کو مخاطب کیا۔ "کیا بریف کیس میں پوری رقم موجود ہے؟"
"سوری سر۔ میں نے بریف کیس کو ہاتھ نہیں لگایا اس لیے کہ مجھے صرف مسٹر ہاورڈ کو واپس لانے کا حکم دیا گیا تھا۔"
"گڈ۔" میں نے اسے تعریفی نگاہوں سے دیکھا۔ "میں ان لوگوں کو زیادہ پسندیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھتا جو احکام کی حدود سے تجاوز کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔"
"رقم پوری ہے۔" ہاورڈ نے خشک لہجے میں کہا۔ "تمہیں یقین نہیں آتا تو خود بریف کیس کھول کر اپنا اطمینان کر لو۔ اسے کھولنے کے لیے تمہیں ٹو زیرو تھری کے نمبر ملانے ہوں گے۔"
میں نے ایک لمحے کے لیے نارمن کی نگاہوں میں ایک مخصوص چمک ابھرتے دیکھی۔ اس کے ساتھ ہی میرے ذہن کے ایک مخصوص حصے میں خطرے کی سرخ روشنی جلنے بجھنے لگی۔ کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی خطرہ ضرور منڈلا رہا تھا۔
"رقم گن کر اپنی تسلی کر لو اور اس کے بعد حسب وعدہ ہمیں جانے دو۔" نارمن نے تیزی سے کہا۔
"اتنی جلدی بھی کیا ہے۔" میں نے معنی خیز انداز اختیار کیا۔ "ابھی تو ہمارے درمیان ایک سودے بازی اور بھی ہو سکتی ہے۔"
"وہ کیا؟"
"تمہاری گفتگو کا ٹیپ۔" میں زہرخند لہجے میں بولا۔ "تم چاہو تو صرف پچاس ہزار پاؤنڈ کی حقیر رقم کے عوض وہ ثبوت بھی حاصل کر سکتے ہو۔"

"مجھے منظور ہے۔" نارمن نے میری آفر کو قبول کرنے میں دیر نہیں لگائی۔ "میں تمہیں پچاس کے بجائے ساٹھ ہزار دینے کو تیار ہوں لیکن یہ ادائیگی فوری ممکن نہیں ہے۔ میں تین روز کے اندر اندر مطلوبہ رقم تمہارے حوالے کر کے ٹیپ حاصل کر لوں گا۔ اب جلدی کرو۔ پلیز۔ رقم شمار کر کے مجھے جانے دو۔ اگر میں وقت پر ڈیوٹی پر نہ پہنچا تو مسٹر گراہم ناراض ہوں گے۔"

"تمہیں اگر مجھ پر بھروسا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ میں تم پر اعتبار نہ کروں۔" میں نے ایک امکانی خطرے کو محسوس کرتے ہوئے اندھیرے میں تیر چلاتے ہوئے کہا۔ "مسٹر ہاورڈ تمہیں نمبروں کی ترتیب بتا چکے ہیں۔ تم بریف کیس کھول کر رقم کا اندازہ لگا دو۔ میں تمہارے بیان پر اعتماد کر لوں گا۔"

"لیکن۔" نارمن ہچکچایا تو میں نے اسے سنبھلنے کا موقع نہیں دیا۔ جیب سے اپنا آٹومیٹک نکال کر اس کا رخ نارمن کی طرف کرتے ہوئے بڑے سفاک لہجے میں بولا۔

"ویری مت کرو مائی ڈیئر نارمن' میں فیصلے بدلنے کا عادی نہیں ہوں۔ بریف کیس کھول کر رقم کا اندازہ لگا کر مجھے اپنی رائے سے آگاہ کرو۔ دوسری صورت میں میرا فیصلہ اٹل ہے۔ میں تم دونوں کی کھوپڑی اڑا دوں گا۔"

نارمن نے تھوک نگلتے ہوئے قدموں کے قریب رکھے ہوئے بریف کیس کو اٹھا لیا۔ ہاورڈ کے چہرے پر موت کے سائے لہرانے لگے۔ ندیم مجھے وضاحت طلب نگاہوں سے دیکھ رہا تھا لیکن پھر جو کچھ ہوا اس نے سب ہی کو حیرت زدہ کر دیا۔ نارمن نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے بریف کیس کے نمبر ترتیب سے ملائے پھر اسے کھولتے ہی ایک زبردست دھماکا ہوا اور نارمن کے ساتھ ہی ہاورڈ کا بے جان جسم بھی بندشوں پر جھول کر رہ گیا۔ بریف کیس کے پرخچے اڑ گئے جس کے ایک آدھ ٹکڑے ہمارے جسموں سے بھی ٹکرائے تھے۔ مسلح نقاب پوش مجھے پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے لیکن ندیم۔۔۔ وہ حقارت بھری نظروں سے نارمن کی بدہیئت لاش کو گھور رہا تھا۔

٭

نارمن اور ہاورڈ کی لاش ٹھکانے لگانے کا حکم دینے کے بعد ندیم نے اسی وقت واپسی کا ارادہ کر لیا۔ پندرہ منٹ بعد ہی ہم دونوں فرگوسن فارم ہاؤس کی پک اپ میں بیٹھے واپسی کے راستے پر سفر کر رہے تھے ندیم خلاف توقع کچھ زیادہ ہی خاموش اور سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ چہرے کے تاثرات اس بات کی غمازی کر رہے تھے۔ جیسے وہ ذہنی خلفشار میں مبتلا ہو۔ ناہموار کچے راستے کے باوجود اس نے پک اپ کی رفتار خاصی تیز کر رکھی تھی جس کی وجہ سے ہمیں رہ رہ کر ہچکولے کھانے پڑ رہے تھے۔ وہ عجلت میں نظر آ رہا تھا۔ پختہ سڑک پر آنے کے بعد اس نے پک اپ کی رفتار اور تیز کر دی۔ اس کے چہرے پر بڑی گہری سنجیدگی کا تسلط تھا۔

پک اپ کی واپسی کے سفر کے بیس منٹ گزر جانے کے بعد بھی ندیم نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی' اس کی خاموشی اب مجھے گراں گزرنے لگی تھی۔ اس کی نگاہیں اس طرح سامنے سڑک پر مرکوز تھیں جیسے وہ پک اپ میں تنہا سفر کر رہا ہو' کوئی بات ایسی ضرور تھی جس نے اسے یکلخت بہت زیادہ سنجیدہ کر دیا تھا ورنہ جس وقت ہم فارم ہاؤس کے نشن روز کمرے کے اوپر ڈرائنگ روم میں گفتگو کر رہے تھے اس وقت وہ خاصے موڈ میں نظر آ رہا تھا۔ پھر اس کی اچانک سنجیدگی کا سبب کیا تھا؟ کیا اسے نارمن اور ہاورڈ کی موت پر کسی صدمے سے دوچار ہونا پڑا تھا؟ یا پھر وہ لکی اسٹارز کے مسٹر گراہم کے بارے میں غور و فکر میں ڈوبا ہوا تھا؟ جہاں تک ایک لاکھ پاؤنڈ کی رقم کا سوال تھا میں ندیم کی اس عادت سے بخوبی واقف تھا کہ اس نے دولت کو کبھی ہاتھ کے میل سے زیادہ اہمیت نہیں دی تھی۔ ہاں یہ ہو سکتا تھا کہ نارمن اور ہاورڈ کی موت کے بعد دو اہم ثبوت اس کے ہاتھ سے نکل گئے تھے۔ ان کی موجودگی میں وہ مسٹر گراہم کو بہ آسانی باور کرا سکتا تھا کہ منافعے کے بٹوارے میں اس کے ساتھ کس قسم کا کھیل کھیلا جا رہا تھا لیکن پھر مجھے یہ خیال بھی اپنے ذہن سے جھٹکنا پڑا۔ نارمن کو یقیناً ندیم نے خود اپنی مرضی سے اپنا ایجنٹ چنا ہوگا ایسی صورت میں اگر نارمن اس کے ساتھ بددیانتی سے بھی کام لے رہا تھا تو اس کی ذمے داری مسٹر گراہم پر عائد نہیں کی جا سکتی تھی تاوقتیکہ یہ بات ثبوت کو نہ پہنچ جاتی کہ خود گراہم بھی نارمن کا شریک تھا۔

میں بڑی دیر تک اپنے طور پر ذہنی جمناسٹک کرتا رہا پھر میں نے ندیم سے پوچھ ہی لیا۔

"کیا بات ہے۔ کیا تمہیں نارمن کی موت کا صدمہ لاحق ہے؟"

"آں۔۔۔ نہیں۔" ندیم نے چونکتے ہوئے جواب دیا۔ "مجھے خوشی ہے کہ وہ دونوں اپنے ہی بچھائے جال میں پھنس گئے۔ دوسری صورت میں مجھے خود ان دونوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کا ناگوار فریضہ ادا کرنا پڑتا۔"

"کیا تم اس وقت کچھ زیادہ تیز ڈرائیونگ نہیں کر رہے؟"

"ہاں۔۔۔ شاید تمہارا اندازہ غلط نہیں ہے۔"

"کوئی خاص وجہ۔۔۔"

ندیم نے میرے سوال کا فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا' ایک لمحے تک کسی خیال میں مستغرق رہا پھر بڑے ٹھوس اور سفاک لہجے میں بولا۔

"خدا کی قسم۔ میں جو کچھ سوچ رہا ہوں اگر وہ درست ثابت ہوا تو اپنے آپ پر قابو نہ پا سکوں گا ہو سکتا ہے کہ میرا انتقام پورے لندن کے سکون کو درہم برہم کر کے رکھ دے۔ شاہراہوں پر لاشوں کے انبار نظر آئیں اور تمام مقامی کیسینو اور نائٹ کلب جل کر خاک کے ڈھیر میں تبدیل ہو جائیں۔"

"کیا تم مجھے نہیں بتاؤ گے کہ تمہارے ذہن میں کیا خدشات ابھر رہے ہیں۔" میں نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

"خدشات نہیں میرے دوست۔۔۔ میرے ذہن میں اس وقت اپنی زندگی کے سب سے قیمتی سرمائے کا تصور موجود ہے جو مجھے اندر ہی اندر پریشان کن وسوسوں سے دوچار کرتا رہا ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں چونک اٹھا۔ "کیا تمہارا اشارہ نسیم کی طرف ہے۔"

"ہاں۔۔۔" ندیم نے نچلا ہونٹ چباتے ہوئے بڑے کرب سے جواب دیا۔ "ہر چند کہ میں نے روانگی سے پیشتر اپنے بہترین اور قابل اعتماد ساتھیوں کو نسیم کی حفاظت پر مامور کر دیا تھا لیکن جو لوگ اتنی دیدہ دلیری سے موت کے ہولناک کھیل کی پلاننگ کر سکتے ہیں وہ کچھ بھی کر گزرنے سے دریغ نہیں کر سکتے۔"

"میرا ایک مشورہ مانو گے۔" میں نے اس بار بڑے پرسکون انداز میں کہا۔ "اس بات کو ذہن سے نکال دو کہ۔۔۔ فی الحال نسیم کی کوئی خطرہ پیش آیا ہوگا۔"

"ہم۔۔۔ تم اتنے وثوق سے کس طرح کہہ سکتے ہو۔" اس نے تیزی سے نظر گھما کر وضاحت طلب انداز میں مجھے گھورا۔ اس کی نگاہوں میں آگ کے ہولناک اور خطرناک شعلے رقص کرتے نظر آ رہے تھے۔

"تم شاید بھول رہے ہو کہ میں ایک پولیس آفیسر بھی رہ چکا ہوں۔" میں نے ندیم کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ "ہاورڈ کے سامنے پہلا اور اہم مرحلہ یہ تھا کہ وہ کسی طرح ہمیں اپنی خطرناک سازش کا شکار کر کے گلو خلاصی حاصل کر لے۔ اس کے بعد ہی وہ کسی دوسرے خطرناک اقدام کے بارے میں غور کر سکتا تھا لیکن یہ محض اتفاق تھا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔"

"اگر تمہارا تجربہ درست ثابت ہوا تو میں تمام زندگی اس احسان کو نہیں بھولوں گا لیکن تمہیں اس بات کا شبہ کس طرح ہو گیا کہ بریف کیس کے اندر کوئی آتش گیر کسی خفیہ میکنزم کو چھیڑے جانے پر ایک محدود رقبے کے اندر ہولناک تباہی کا سبب بن سکتا تھا۔"

"کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی اچانک واہمہ انسان کو کسی بڑی تباہی سے بچا لیتا ہے۔ آج بھی کچھ ایسی ہی صورت حال پیش آگئی تھی۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"ہاورڈ نے بریف کیس کھولنے کی خاطر نمبروں کی جو ترتیب بتائی تھی اسے سن کر نارمن کی نگاہوں میں بس ایک لمحے کو عجیب سی چمک ابھری تھی' انداز ایسا ہی تھا جیسے کسی ڈوبتے کو تنکے کا سہارا مل گیا ہو یا گھپ اندھیرے میں روشنی کی ایک مدھم سی کرن نظر آگئی ہو اور ٹھیک اسی وقت میرے ذہن میں نمبروں کی ترتیب الٹ گئی یعنی دو سو تین کے بجائے تین سو دو۔ ایک پولیس آفیسر ہونے کی وجہ سے میں جانتا ہوں کہ تین سو دو کا مطلب کتنا ہولناک ہوتا ہے۔" میں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ "اس کے علاوہ ہاورڈ نے جس جوش سے مجھے بریف کیس کھول کر رقم گننے کی دعوت دی تھی وہ بھی مشکوک تھی' میرے اس شبہے کو اس وقت اور تقویت ملی جب نارمن نے یہ کہا کہ رقم گننے کے بعد ان دونوں کو رہا کر دیا جائے تاکہ وہ بروقت لکی اسٹارز پہنچ کر مسٹر گراہم کی خفگی سے بچ سکے' ان ہی اندیشوں نے میرے ذہن میں خطرے کا الارم بجا دیا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ تمہارے سامنے کی بات ہے۔"

"شہباز۔" ندیم نے بڑے جذباتی انداز میں جواب دیا۔ "میں تمہارا یہ احسان مرتے دم تک یاد رکھوں گا۔"

"بکومت۔" میں نے اپنائیت کا اظہار کیا۔ "دوستوں کا حساب دل میں ہوتا ہے۔"

"غلط سمجھے تم۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں جس راستے کا مسافر ہوں اس پر موت کے سائے ہر وقت کسی نہ کسی صورت میں منڈلاتے رہتے ہیں۔ پہلے مجھے موت سے کوئی ڈر یا خوف نہیں محسوس ہوتا

تھا لیکن اب۔۔۔۔"

"اب کیا خاص بات ہو گئی۔" میں نے ندیم کی اچانک خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔

"اب مجھے اپنی زندگی سے زیادہ تسیم کی خوشیوں سے پیار ہو گیا ہے۔ ذرا سوچو شہباز' اگر خدانخواستہ بروقت تمہاری چھٹی حس نے کام نہ کیا ہوتا تو اس کا انجام کیا ہوتا۔ ہم دونوں کی موت لیکن کیا تسیم میری جدائی کے غم کو برداشت کر لیتی؟۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔ زندگی نے اسے پہلے ہی اتنے صدمے پہنچائے ہیں کہ اب وہ کسی مزید جھٹکے کو سہارنے کی متحمل نہیں ہو سکتی۔"

"ذرا میری طرف غور سے دیکھو۔" میں نے ندیم کے جذبات کا اندازہ لگاتے ہوئے اسے چھیڑنے کی خاطر کہا۔ "مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ یہ تم بول رہے ہو۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ بھیس بدلنے کے ساتھ ساتھ تم نے اپنی آواز بھی بدل لی ہو اور میں تمہیں اصلی اور خالص ندیم سمجھ کر کسی فریب کا شکار ہو رہا ہوں۔"

"مجھے تمہاری دوستی اور تمہاری ذہانت پر فخر ہے۔" ندیم بدستور سنجیدہ تھا۔

"چرب زبانی میں تمہارا بھی جواب نہیں۔" میں نے ندیم کو سنجیدگی اور جذبات کی بھنور سے نکالنے کی خاطر بھبتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "میں اتنا کند ذہن بھی نہیں ہوں کہ اہم باتوں کو یاد بھی نہ رکھ سکوں۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"اب بات بنانے کی کوشش مت کرنا۔" میں نے مصنوعی خفگی سے کہا۔ "کیا ابھی کچھ دیر پہلے تم فارم ہاؤس میں بیٹھے میرے پچھلے جنم میں کسی شورہ پشت بدمعاش کو کریدنے کی کوشش نہیں کر رہے تھے۔"

"یو آر دی گریٹ۔" ندیم نے اس بار مسکرا کر جواب دیا۔ "تمہارے اندر پچھلے جنم کا چھپا ہوا کوئی جہاندیدہ جرائم پیشہ ہی آج ہمارے کام آگیا ورنہ شاید نارمن اور ہاورڈ کے بجائے ہم دونوں کی روحیں برزخ کی طرف پرواز کر رہی ہوتیں۔"

"ندیم۔۔۔۔" میں اچانک سنجیدہ ہو گیا۔ "میرا ایک مشورہ مانو گے۔"

"کیا؟"

"تم اپنے موجودہ کاروبار کو آہستہ آہستہ پیک اپ کر کے کوئی دوسرا کاروبار شروع کر دو جس میں اتنا زیادہ خطرہ نہ ہو۔"

"تسیم کی خاطر میں تمہارے اس نیک مشورے پر عمل کرنے کا وعدہ کرتا ہوں مگر مجھے اپنا پھیلا ہوا کاروبار وائنڈ اپ کرنے میں خاصا وقت درکار ہو گا۔"

"ہاورڈ کے دوسرے ساتھی اور ان دو عورتوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جو نارمن کی سازش میں برابر کی شریک تھیں۔ کیا وہ ہاورڈ کی موت کو خاموشی سے برداشت کر لیں گے۔"

"میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا' ویسے میرا خیال ہے کہ ان تینوں کی عافیت اسی میں ہو گی کہ وہ زیر زمین غائب ہو جائیں ورنہ میرے وفادار شاید ان کا حشر نارمن سے بھی زیادہ خراب کرنے سے گریز نہیں کریں گے۔"

"اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ہماری اسی خوش فہمی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کوئی بھرپور وار کر بیٹھیں۔" میں نے ایک امکانی خطرے کے پیش نظر کہا۔ "ہم اس وقت جس سرزمین پر موجود ہیں وہاں نسلی امتیاز کی برتری کی بنا پر گورے اور کالے کا مسئلہ روز بروز خطرناک صورت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ اخبار میں آئے دن اسی سلسلے سے متعلق بے شمار خبریں شائع ہوتی رہتی ہیں۔"

"تمہارا شبہ مجھے کچھ کچھ درست نظر آ رہا ہے۔" اس بار ندیم نے گہری سنجیدگی سے جواب دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے پک اپ کی رفتار کو کنٹرول کرتے ہوئے اسے سڑک کے انتہائی کنارے پر لا کر روک دیا۔

"خیریت۔۔۔۔"

"سامنے کھڑی ہوئی اس سیاہ رنگ کی سیڈان کو دیکھو جو رانگ سائیڈ پارک کی گئی ہے۔" ندیم کے لہجے میں زہریلے ناگ کی سی پھنکار تھی۔ اس کی نگاہیں اسی سیڈان پر جمی ہوئی تھیں جو اس وقت ہم سے تقریباً" سو سوا سو گز کے فاصلے پر پارک تھی۔

میں نے سیڈان کو غور سے دیکھا بظاہر اس کے اندر کوئی موجود نہیں تھا' ممکن ہے گاڑی کی کسی خرابی کی وجہ سے ڈرائیور اسے چھوڑ کر چلا گیا ہو' یہ بھی ممکن تھا کہ جو لوگ اس میں موجود رہے ہوں انہوں نے سڑک کے دونوں جانب اگے ہوئے درختوں کی آڑ میں کہیں پوزیشن سنبھال رکھی ہوں' بہرحال اس گاڑی کا رانگ سائیڈ پارک ہونا ندیم کے شبہے کی تصدیق ضرور کر رہا تھا۔ اس بات کا امکان بھی تھا کہ وہ لوگ جو ہماری گھات میں کسی محفوظ مقام پر چھپے بیٹھے تھے ہاورڈ اور نارمن کے گروہ کے آدمی ہوں اور اس بات کی سن گن لینے کے لیے پیچھے رک گئے ہوں کہ ہاورڈ اپنے بچھائے ہوئے جال میں کامیاب ہوتا ہے یا نہیں' عین ممکن تھا کہ ہاورڈ نے ان لوگوں کو پہلے سے ہدایت کر دی ہو کہ وہ ایک مخصوص وقفے تک دور رہ کر حالات کا جائزہ لیں اور طے شدہ وقت گزر جانے کے بعد کوئی عملی قدم اٹھائیں۔ اگر آخری صورت درست تھی تو پھر یقیناً سیڈان میں آنے والوں کی تعداد چار سے کم نہیں ہو گی۔ میں ابھی ان ہی خطوط پر غور کر رہا تھا کہ ندیم نے دوبارہ سرسراتی آواز میں کہا۔

"میں خطرے کی بو محسوس کر رہا ہوں۔"

"ایسی صورت میں کیا ہمارا اس طرح پک اپ میں بیٹھے رہنا مناسب ہو گا۔" میں تیزی سے بولا۔ "میرا مطلب ہے کہ اگر ہمارے دشمن کہیں قریب موجود ہیں تو وہ بڑی آسانی سے ہمیں شکار کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

"نہیں۔۔۔۔" ندیم نے کہا۔ "پک اپ کے شیشے بلٹ پروف ہیں' ہو سکتا ہے کہ ہمارے دشمنوں کو بھی اس کا علم ہو اور اسی لیے وہ اپنی اپنی کمین گاہوں میں چھپے ہمارے نیچے اترنے کا انتظار کر رہے ہوں۔"

"ممکن ہے لیکن آخر ہم کب تک اسی طرح بیٹھے رہیں گے۔" میں نے تیزی سے جواب دیا۔ "شیشے بلٹ پروف ہونے کی صورت میں بھی وہ دستی بم مار کر ہمارا قیمہ بنا سکتے ہیں۔"

"ون منٹ۔" ندیم نے سیڈان پر نظریں جمائے جمائے کہا پھر اس نے جیب سے ایک مختصر مگر طاقت ور واکی ٹاکی نکال کر اس کے ایریل وائر کو تیزی سے باہر کی جانب کھینچا پھر ایک بٹن دبا کر واکی ٹاکی کے مائیک کو منہ کے قریب کرتے ہوئے بولا۔

"ہیلو۔۔۔۔ ہیلو۔۔۔۔ بلیک ڈریگن۔۔۔۔ کم آن دی لائن۔۔۔۔ اوور۔"

"بلیک ڈریگن اٹینڈنگ۔" دوسری جانب سے فوراً" ہی جواب موصول ہوا۔ مجھے یہ اندازہ لگانے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی کہ بلیک ڈریگن کا کردار ادا کرنے والا اپنی آواز کو تبدیل کر کے بولنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"سیاہ رنگ کی سیڈان کس کی ہے؟ اوور۔۔۔۔"

"ہاورڈ کے ساتھیوں کی۔۔۔۔ لکی اسٹارز کے پارکنگ لاٹ سے نمبر ٹو اور ہاورڈ کی گاڑی روانہ ہونے کے دو منٹ بعد ہی یہ سیڈان ان کے تعاقب میں روانہ ہوئی تھی جسے ہم نے اسپاٹ کر لیا تھا' اس کے اندر ڈرائیور کے علاوہ دو افراد اور تھے تینوں ہی مقامی باشندے تھے جو صورت و شکل سے ہی اجرتی بدمعاش لگ رہے تھے۔ اوور۔"

"اب وہ تینوں کہاں ہیں۔ اوور۔"

"دوسری دنیا میں۔۔۔۔ اوور۔"

"کیا ان کو ٹھکانے لگانا ضروری تھا۔۔۔۔ اوور۔" ندیم نے اس بار قدرے خشک انداز میں سوال کیا۔

"سچویشن ہی کچھ ایسی اختیار کر گئی تھی کہ اگر ہم نے ایک لمحے کی بھی دیر کی ہوتی تو ہم مارے جاتے۔ اوور۔"

"لاشیں کہاں ہیں؟ اوور۔"

"ہم نے انہیں قریب ہی ایک محفوظ مقام پر چھپا دیا ہے۔ آپ کی کال کا انتظار تھا۔ اوور۔"

"میری بات غور سے سنو۔ ان تینوں کی لاشوں کو احتیاط سے سیڈان ہی میں منتقل کرو اور اس کی پیٹرول کی ٹنکی میں آگ لگا کر کار کو نشیب کی جانب دھکا دے دو۔ کام بہت ہوشیاری سے کرنا۔ اوور اینڈ آل۔"

ندیم نے آخری حکم نامہ جاری کر کے واکی ٹاکی واپس جیب میں رکھی اور پک اپ اسٹارٹ کر کے ہوا سے باتیں کرنے لگا۔ ہوٹل پہنچنے میں اس نے غیر معمولی عجلت سے کام لیا تھا پھر اپنے کمرے میں داخل ہونے کے بعد اس نے جب تسیم کو زندہ سلامت دیکھا تو میری موجودگی کا خیال کیے بغیر بڑے جذباتی انداز میں اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا۔

"چائلڈش۔" میں نے آہستہ سے کہا پھر تیزی سے پلٹ کر اپنے کمرے کی جانب ہو لیا۔

چار روز بعد ہم لکی اسٹارز کیسینو کے مالک مسٹر گراہم کے کمرے میں اس کے سامنے بیٹھے تھے' اس دفتر کو اگر ایک کمرے کا محل بھی کہا جاتا تو شاید بیجا نہ ہوتا۔ مسٹر گراہم نے اس کی آرائش اور زیبائش پر دونوں ہاتھوں سے دل کھول کر شاہ خرچی کا مظاہرہ کیا تھا کمرے کے اندر ہی ایک طرف انتہائی رومانٹک ماحول میں ایک مختصر سا بار کاؤنٹر تھا جس کی پشت پر ایک بے حد خوب صورت ساقی اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ موجود تھی' فرش پر اس قدر دبیز قالین تھا کہ چلنے میں قدم دھنستے تھے' روشنی کا انتظام اتنا دیدہ زیب تھا کہ وہ دیوار کے مختلف حصوں سے پھوٹتی نظر آتی تھیں۔ مسٹر گراہم کس ذوق کا مالک تھا اس کا اندازہ مجھے مطلق نہیں تھا لیکن دیوار پر جابجا مختلف پوز میں خوب صورت اور کمسن کال گرلز اور فلم اسٹارز کی نیم

عریاں تصاویر بڑے قیمتی فریموں میں آویزاں تھیں۔

دفتر کے مشرقی گوشے کو جہاں چار کرسیاں اور ایک گول میز موجود تھی ایک پہاڑی آبشار کی شکل دی گئی تھی جہاں ناہموار دیوار پر پانی مستقل بہتا نظر آرہا تھا' یہ پانی ایک نصف دائرے کی صورت میں بنے تالاب میں گرتا تھا جس میں رنگ برنگی مچھلیاں موجود تھیں۔ دفتر میں ہر دیوار کے ساتھ چار چار آدمیوں کی نشست کا انتظام بھی موجود تھا' دیواروں پر مختلف زاویے سے شارٹ سرکٹ مووی کیمرے موجود تھے جو پورے کیسینو کے ایک ایک گوشے کو کور کرتے تھے۔ ان کیمروں کو آن آف کرنے کا کنٹرول گراہم کی لمبی چوڑی میز پر تھا' وہ جب بھی چاہتا جس حصے کی بھی خبر گیری مقصود ہوتی اپنی بھاری بھرکم ریوالونگ چیئر پر بیٹھے بیٹھے ہی متعلقہ کیمرے کا سوئچ آن کردیتا اور دوسرے ہی لمحے اس حصے کا مکمل حال ایک بڑے اسکرین پر جو اس کے سیدھے ہاتھ پر دیوار میں آویزاں تھیں نمایاں ہوجاتا تھا۔

مسٹر گراہم تک پہنچنے کی خاطر کسی بھی آدمی کو تین چار مرحلوں سے ہوکر گزرنا پڑتا تھا' ہمیں بھی ان تمام مرحلوں سے گزرنا پڑا تھا لیکن ندیم کی وجہ سے کسی سخت امتحان سے دوچار نہیں ہونا پڑا۔

ندیم نے گراہم کا جو حلیہ بیان کیا تھا وہ سوفیصد درست تھا' بظاہر وہ ایک موٹا تازہ بھاری بھرکم تن و توش کا مالک تھا' چہرے پر نظر آنے والے تاثرات اور گفتگو کرنے کا مدھم اور مہذب انداز ملاقاتیوں پر یہی تاثر چھوڑتا تھا کہ وہ بہت معصوم اور بے ضرر سا آدمی ہوگا لیکن ندیم کے بیان کے مطابق گراہم کے مخصوص حلقے کے افراد اسے "آکٹوپس" کے نام سے یاد کرتے تھے' وہ اپنے کسی دشمن یا غدار ساتھی کے ساتھ کسی قسم کی رعایت کرنے کا عادی نہیں تھا لیکن کاروباری معاملات میں وہ ضرورت سے کچھ زیادہ بااصول اور دیانت دار واقع ہوا تھا۔

کمرے میں داخل ہونے کے بعد اس نے بڑے پرتپاک انداز میں اٹھ کر ہمارا استقبال کیا' باری باری ہم سے ہاتھ ملائے۔ گراہم سے ہاتھ ملاتے وقت مجھے بالکل ایسا ہی لگا تھا جیسے وہ ہاتھ گوشت پوست کا نہیں بلکہ خالص اور ٹھوس لوہے کا بنا ہوا ہو۔ مجھے ابھی اس کے بارے میں زیادہ تفصیل نہیں معلوم تھی لیکن ہاتھ ملانے کے بعد میں نے سوچا یہی تھا کہ اگر اس کو "آکٹوپس" کے بجائے "آئرن مین" کے نام سے یاد کیا جاتا تو شاید زیادہ مناسب ہوتا۔

"بیٹھو مسٹر ندیم۔۔۔" گراہم تمہیں خوش آمدید کہتا ہے'

اس نے بڑے مہذب انداز میں کہا پھر ہمارے بیٹھے بعد ہی وہ اپنی ریوالونگ چیئر پر بیٹھا تھا جسے خاص طور کے لیے بنوایا گیا تھا اس لیے کہ عام سائز کی کرسی اس تن و توش اور اس کی جسامت کا بوجھ سہارنے کے نہیں ہو سکتی تھی۔

کچھ دیر تک ادھر ادھر کی رسمی گفتگو ہوتی رہی۔ اور گراہم ایک دوسرے سے خاصے بے تکلف ہوتے تھے۔ وہ بہترین دوستوں کی طرح باتیں کررہے لیکن میں نے اس بات کو خاص طور پر محسوس کیا کہ گفتگو کے دوران گراہم کئی بار مجھے ایک مخصوص انداز میں چکا تھا۔ ندیم نے میرا تعارف اپنے دوست ہی کی حیثیت سے کرایا تھا۔ دس پندرہ منٹ بعد ہم وہاں سے اٹھ کر اس حصے کی طرف آگئے جسے آبشار کی شکل دی گئی تھی۔ تینوں گول میز کے اطراف پڑے ہوئے آرام دہ صوفوں بیٹھ گئے۔ میں نے اس بات کو حیرت انگیز طور پر محسوس کہ اس حصے کا درجہ حرارت دوسرے حصے کے مقابلے خاصا کم تھا اور نمناک بھی' یہ بات اس لیے بھی حیرت تھی کہ وہ صرف ایک وسیع و عریض کمرا تھا جہاں درمیان میں دیوار یا پارٹیشن وال قسم کی بھی کوئی چیز موجود نہ تھی۔

ہمارے میز پر آنے سے پیشتر ہی وہاں مشروبات اور کھانے پینے کی اشیا کا انتظام دیا گیا تھا جس میں ذرا سا نشش فروٹ کی تعداد زیادہ تھی۔ اس خوب صورت ماحول میں خلل ہونے کے باوجود ابھی تک گراہم اور ندیم کے درمیان کوئی کاروباری گفتگو شروع نہیں ہوئی تھی' شاید میری وجہ سے گراہم کوئی گفتگو کرنے سے گریز کررہا تھا۔ چنانچہ میں کوئی خوب صورت سا بہانہ کرکے وہاں سے اٹھنے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ گراہم نے اپنا گلاس خالی کرکے چٹکی بجاکر باہر کاؤنٹر پر بیٹھی ہوئی لڑکی کو طلب کر دوسرا پیگ تیار کرنے کو کہا پھر اس کے جانے کے بعد براہ راست مجھ سے مخاطب ہوکر بولا۔

"آپ کا نام مسٹر ندیم نے غالباً "شہباز خان بتایا تھا۔"

"جی ہاں۔"

"کیا میں آپ کے بارے میں کچھ ذاتی سوال کرسکتا ہوں۔" گراہم کا لہجہ درست نہیں تھا۔

"ضرور پوچھیے۔"

"آپ کرتے کیا ہیں؟"

"ایک چھوٹا سا کنسٹرکشن آفس کھول رکھا ہے۔" میں نے انکساری سے کام لیا۔ "بس سکون سے گزر ہوجاتی ہے۔"

"تعمیراتی ادارے کی داغ بیل ڈالنے سے پہلے آپ کیا کرتے تھے؟"

"اس سے پیشتر میں پولیس کے محکمے سے وابستہ تھا۔" میں نے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔ ندیم نہایت بے پروائی اور خاموشی سے بیٹھا اپنے گلاس کے مشروب سے لطف اندوز ہورہا تھا۔

"ہوں۔۔۔" گراہم نے مجھے گھورتے ہوئے پرمسرت انداز میں کہا۔ "گویا میرا اندازہ غلط ثابت نہیں ہوا۔"

"کس سلسلے میں؟" میں نے سنجیدگی سے وضاحت چاہی۔

"نارمن اور ہاورڈ کے سلسلے میں۔" گراہم کے چہرے پر گہری سنجیدگی پھیل گئی۔ وہ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "دیکھیے مسٹر شہباز خان۔۔۔ ہر بزنس اور کاروبار کے کچھ اپنے تقاضے اور اصول ہوتے ہیں لیکن میں دروغ گوئی کو کسی قیمت پر پسند نہیں کرتا۔ مجھے ایسے افراد سے شدید نفرت ہے جو ایک جھوٹ بول کر اس پر پردہ ڈالنے کی خاطر دس جھوٹ اور بولنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔ ضروری نہیں ہے کہ انسان ہر کام صحیح کرے' کہیں کہیں بڑی فاش غلطیاں بھی سرزد ہوجاتی ہیں لیکن مردانگی اور بہادری اسی میں ہے کہ غلط بیانی سے کام نہ لیا جائے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"نارمن اور ہاورڈ چار روز سے غائب ہیں۔" گراہم نے دوسرے گلاس سے ایک بڑا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ ان دونوں کی لاشیں شہر سے دور کسی نواحی علاقے میں مٹی میں دبی ہوں گی۔ نارمن کے علاوہ میرے تین کارندے اور بھی ایک سیڈان کار میں آگ لگ جانے کی وجہ سے جل بھن کر راکھ بن گئے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ انہیں مرنے کے بعد سیڈان میں ڈال کر آگ لگائی ہوگی تاکہ پولیس کو غلط راہ پر ڈالا جاسکے لیکن لندن کے کسی علاقے میں کوئی واقعہ رونما ہو اور گراہم کو اس کی خبر نہ ملے یہ ناممکن ہی ہے۔"

"پھر۔۔۔ آپ نے ان باتوں سے کیا نتیجہ اخذ کیا۔" میں نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"آپ مسٹر شہباز۔۔۔" گراہم نے بڑی صاف گوئی سے کہنا شروع کیا۔ "آپ جس وقت کیسینو کے ٹاپ فلور پر ہاورڈ اور اس کے ساتھیوں سے ٹکرائے تھے مجھے اسی وقت

اس بات کا شبہ ہوگیا تھا کہ کہیں نہ کہیں کوئی گڑبڑ ضرور ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ہاورڈ کی میز تک نارمن ہی نے آپ کی رہنمائی کی تھی پھر جب مجھے نارمن اور ہاورڈ کی گمشدگی کی اطلاع ملی اور تین دوسرے کارندوں کی جل کر مرجانے کی خبر موصول ہوئی تو مجھے یہ بات سمجھنے میں کچھ زیادہ دشواری نہیں ہوئی کہ نارمن نے یقیناً کوئی ایسی غلطی کی ہوگی جس کی سزا اسے موت کی شکل میں دی گئی۔ ہونا بھی یہی چاہیے تھا اس لیے کہ غداری کی سزا میرے نزدیک بھی موت سے کم نہیں ہے۔" گراہم نے ایک گھونٹ لیتے ہوئے بے پروائی سے کہا۔ "اگر مجھے اس کا یقین نہ ہوتا تو شاید آپ اس وقت میرے کمرے تک نہ پہنچ سکے ہوتے۔ سرخ رومال والوں نے آپ کو راستے ہی میں روک لیا ہوتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ میرے پارٹنر مسٹر ندیم کے ساتھ ہیں اور۔۔۔۔"

گراہم نے ایک لمحے کو خاموش ہوکر ندیم کو بغور دیکھا جو اس وقت بھی قطعی بے پروا نظر آرہا تھا پھر جیب سے ایک سادہ چیک نکال کر ندیم کی جانب بڑھاتے ہوئے بولا۔

"مجھے خوشی ہے کہ حالات کی تہ تک پہنچنے میں مجھے زیادہ دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا' یہ بات میرے علم میں جلدی آگئی کہ نارمن آپ کا مقامی ایجنٹ ہونے کے باوجود آپ کو ہر ماہ ہزاروں پاؤنڈ کی رقم سے محروم کررہا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ یہ بلینک اور بیرر چیک آپ کے کسی کام آسکے اور آپ کے نقصان کا ازالہ ثابت ہوسکے۔"

"پلیز مسٹر گراہم۔" ندیم نے چیک واپس کرتے ہوئے کہا۔ "نارمن نے جو غداری کی تھی اس کی سزا اسے مل چکی ہے۔ اس کے علاوہ بھی وہ میرا مقامی ایجنٹ تھا اس لیے اخلاقی طور پر مجھے کسی قسم کے ہونے والے نقصان کی ذمے داری آپ پر عائد نہیں ہوتی۔"

"اس کے باوجود۔"

"تھینکس۔" ندیم نے گراہم کو بولنے کا موقع نہیں دیا۔ "میرے لیے یہی بہت ہے کہ آپ معاملے کی گہرائی تک پہنچ گئے۔"

"اب کیا ارادہ ہے آپ کا۔" گراہم نے بے پروائی سے دریافت کیا۔ "کیا آپ نارمن کی جگہ' کوئی دوسرا مقامی ایجنٹ۔۔۔۔"

"نہیں۔۔۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "اب یہ زحمت بھی آپ کو برداشت کرنا ہوگی۔ میرا جو شیئر بنے وہ آپ اپنے کسی کارندے سے بھی میرے اکاؤنٹ میں جمع کرادیا

کریں جس کے لیے میں آپ کا شکر گزار رہوں گا۔"

پھر ہم وہاں زیادہ دیر نہیں رکے۔ نارمن' ہاورڈ اور بقیہ تین آدمیوں کی موت کے سلسلے میں ہمیں جو تشویش لاحق تھی وہ مسٹر گراہم سے ملنے کے بعد دور ہو چکی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی میں یہ بات بھی محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکا تھا کہ گراہم "آکٹوپس" سے بھی زیادہ خطرناک قسم کی کوئی مخلوق ہے جس کی گہرائی کا اندازہ لگانا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں تھی۔

"تم نے کیا اندازہ لگایا مسٹر گراہم کے بارے میں۔" واپسی میں ندیم نے مجھ سے سوال کیا۔

"بظاہر ایک سیدھا سادا سا انسان لگتا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ تصویر کا دوسرا رخ اس سے قطعی مختلف ہے۔"

"وہ کیا؟"

"ہو سکتا ہے میں غلطی پر ہوں لیکن میں نے جو اندازہ لگایا ہے اس کے مطابق گراہم کسی لومڑی سے زیادہ چالاک اور آدم خور چیتے سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔"

"میں تمہارے اندازے کی تردید نہیں کروں گا۔" ندیم نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا پھر کسی سوچ میں ڈوب گیا!

❀

اس وقت رات کے تقریباً" گیارہ کا عمل تھا' ڈنر کے بعد ہم اپنے ہی ہوٹل کے کافی شاپ میں بیٹھے خوش گپیاں کرتے رہے' نسیم بہت زیادہ خوش تھی' ندیم کو پانے کے بعد جیسے اس کی زندگی کے دھاروں کا رخ یکایک پلٹ گیا تھا' وہ پچھلے تمام دکھ درد بھول چکی تھی یا پھر اس نے خود ہی اپنے آپ پر قابو پالیا تھا' ماضی کے ان تمام موریچوں کو بند کر لیا تھا جس کے دوسری جانب غموں' آنسوؤں اور سسکیوں کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ مجھے اس بات کی بے حد مسرت تھی کہ ندیم نے بھی اپنی زندگی کی ایک ایک سانس کو نسیم کے لیے وقف کر دیا تھا۔ کبھی وہ اس کے کیسینو میں محض ایک کال گرل کی حیثیت سے آئی تھی جس کے وجود کو روز و شب ہزاروں میلی اور مکروہ نظروں سے دیکھا جاتا تھا' ہر شخص اس کی بھرپور جوانی کو اپنے بازوؤں کے حصار میں لینے کا مشتاق تھا' سیکڑوں ہوس ناک نگاہیں اس کے حسن کے اجلے پن کو اس طرح میلا کرنے کے لیے مچلتی رہتی تھیں جیسے کسی چمنی سے نکلنے والا دھواں کسی سنگ مرمر کی عمارت کے حسن کو دھندلانے کی کوشش کر رہا ہو لیکن وہ جسم فروش

نہیں تھی' اپنی بوڑھی ماں کا علاج کرانے کی خاط برق کپڑے زیب تن کر کے کیسینو تک آگئی تھی لیکن وجود کنول کے پھول کی طرح گدلے پانی کے درم انتہائی صاف و شفاف تھا۔ ندیم کم عمری کے باوجود تھا۔ اس کی نگاہوں نے نسیم کے وجود کے اندر چھ سہمی سمٹی لڑکی کو دیکھ لیا تھا شاید اسی لیے اس نے آدمیوں کو تاکید کر دی تھی کہ وہ نسیم کا خیال رکھیں۔ داور کی موت بھی نسیم کے بے داغ کردار کا ثبوت تھی پھر اس کے بعد میں اسے کیسینو کے ماحول سے نکالنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ پہلے میرے خلوص کو مشکوک نگاہوں سے دیکھا تھا' ماحول میں سانس لے رہی تھی اس نے اسے بہت حساس بنا دیا تھا' وہ اپنے سائے سے بھی محتاط رہنے کی بن گئی تھی لیکن پھر اسے میرے پیار پر یقین آگیا' اس مجھے بھائی کی حیثیت سے قبول کر لیا تھا۔ زندگی کے اس پر اسے نامساعد حالات سے دوچار ہونا پڑا' نرنجن لال زر خرید بدمعاشوں نے میری وجہ سے نسیم کو اغوا کر لیا کی ماں کو بڑی سنگدلی سے موت کے گھاٹ اتار دیا زندگی سے بالکل مایوس ہو گئی تھی ممکن تھا بدلتے حالا اس کے قدموں کو ڈگمگا دیتے لیکن ندیم نے اسے دے کر گرنے سے بچا لیا اور اب وہ دونوں ہی بہت خو تھے۔ اس وقت بھی وہ کسی بات پر قہقہہ لگا رہے تھے میں قریب ہی بیٹھا ان دونوں کو والہانہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"یار ایک بات کہوں اگر تم برا نہ مانو۔" اچانک ندیم نے میری طرف دیکھ کر بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"کہو۔"

"میرا خیال ہے کہ اگر مستقل نہیں تو تمہیں کچھ دنوں کے لیے کم از کم عارضی طور پر سول میرج کر لینی چاہیے۔"

"کیا مطلب؟"

"میں محسوس کر رہا ہوں کہ جب تم دوسروں کو با میں ہاتھ ڈالے یا سر سے سر جوڑے جذباتی انداز میں بولتے دیکھتے ہو تو تمہارے دل پر سانپ لوٹ کر رہ جاتا یہ ایک فطری بات ہے۔ ڈرتا ہوں کہ کہیں کسی دن تمہ پاؤں کائی پر نہ پڑے اور تم رپٹ کر گہرے پانی میں غو لگانے لگو۔ ذرا سوچو۔ سنجیدگی سے غور کرو' اگر اتفاق ایسا ہو گیا تو میں نسیم کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ واپسی پر انکل

آنٹی سے کس طرح آنکھیں ملا سکوں گا۔"

"اے مسٹر — خبردار۔" میرے بجائے نسیم نے میرا پارٹ لیتے ہوئے مصنوعی خفگی کا اظہار کیا۔ "شہباز بھائی کے لیے اس قسم کی باتیں سوچتے ہوئے آپ کو شرم آنی چاہیے۔"

"ناممکن۔" ندیم نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے تیزی سے جواب دیا۔ "میری زندگی میں صرف ایک کی گنجائش تھی سو وہ جگہ تم نے پر کر دی۔ اب میں کسی اور کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔"

"کیا مطلب؟" نسیم کے چہرے پر ایک رنگ آکر گزر گیا۔ "میں نے آپ سے ایسی ویسی بات کب کہی تھی۔"

"تم شاید بھول رہی ہو مائی ڈیئر کہ شرم مونث ہے اور تمہاری موجودگی میں کوئی دوسری مونث میرے قریب آئے' میں ایسا خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا۔ ہاں تمہارے شہباز بھائی کے بارے میں البتہ غور کر سکتا ہوں۔"

"خدا سمجھے آپ سے۔" نسیم نے سکون کا سانس لیا۔ "کہاں کی بات کہاں لے جاتے ہیں۔"

"بات صرف بات کی نہیں ذمے داری کی ہے۔" ندیم پھر سنجیدہ ہو گیا۔ "اب ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر سوچو' جب شہباز مجھے اور تمہیں یا کسی اور بے تکلف اور حسین جوڑے کو راز و نیاز میں مشغول دیکھتا ہو گا تو کیا موصوف کے دل میں گدگدی نہ ہوتی ہو گی۔"

"بکومت۔" میں نے ندیم کو شوخی سے ڈانٹا پھر اٹھا اور جماہی لیتا ہوا لفٹ کے ذریعے اپنے کمرے میں آگیا۔ لباس تبدیل کر کے بستر پر سونے کے ارادے سے لیٹا تو میرے ذہن میں دو متضاد خیالات ابھر کر آپس میں گڈمڈ ہونے لگے' کبھی میں نسیم اور ندیم کی خوشگوار زندگی کے بارے میں سوچنے لگتا اور کبھی میرے ذہن میں گراہم کا تصور ابھر آتا جس نے میرے خیال کے مطابق اپنے ظاہر پر شرافت اور معصومیت کا خول چڑھا رکھا تھا جبکہ اس کا باطن اس کی ظاہری تصویر کا دوسرا بھیانک رخ معلوم ہوتا تھا۔ اس نے بڑی معصومیت سے میرے بارے میں خود مجھ سے معلومات حاصل کی تھیں' لکی اسٹارز کیسینو کی حیثیت گراہم کے لیے کسی شیر کی کچھار سے کم نہیں تھی جہاں سرخ رومال والے چپے چپے کی نگرانی پر مامور تھے' جو پل پل کی خبر گیری رکھتے اور ہر معاملے سے نمٹنے کو ہمہ وقت آمادہ نظر آتے تھے۔

میں نے خود اس روز نارمن کے ساتھ دو سرخ رومال والوں کو بگڑتے ہوئے تیور سے اپنی میز کی جانب لپکتے دیکھا

تھا جب میں نے ندیم کی جانب سے ملنے والے پیغام کے تحت ہاورڈ کے گلے میں ہاتھ ڈالنے کی جسارت کی تھی لیکن عین موقعے پر گھپ اندھیرا ہمارے درمیان حائل ہو گیا تھا ورنہ وہ شاید میری تکا بوٹی کر ڈالنے سے بھی دریغ نہ کرتے۔ میری شکل ان دو کے علاوہ ٹاپ فلور پر تعینات دوسرے سرخ رومال والوں کی آنکھوں اور ذہنوں میں ضرور محفوظ ہو گی لیکن جس روز میں ندیم کے ساتھ گراہم سے ملنے گیا اس روز کسی نے مجھے دیکھ کر چونکنے کی کوشش نہیں کی تھی' شاید اس لیے کہ میں ندیم کے ساتھ تھا یا پھر اس لیے کہ مسٹر گراہم نے پہلے ہی سے اپنے آدمیوں کو اس بات کی خاص طور پر تاکید کر دی ہو کہ وہ مجھے زیادہ اہمیت نہ دیں۔ ہو سکتا تھا کہ ندیم نے نارمن کو پھانسنے کی خاطر میرے ذریعے جو ڈراما رچایا تھا اس کا علم گراہم کو ہو چکا ہو۔ نارمن کی گمشدگی گراہم کے لیے یقیناً اہم ہوتی' وہ تھرڈ فلور کا انچارج ہونے کے ناتے گراہم کے لیے ایک خاص اہمیت کا حامل ہو گا۔ گراہم جس کاروبار سے منسلک تھا اور ندیم نے مجھے اس کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا اس سے صاف ظاہر تھا کہ گراہم اپنی کرسی پر بیٹھے ہی بیٹھے پورے لندن اور اس کے گرد و نواح کی خبر رکھتا ہو گا۔ اگر ایسا تھا تو پھر وہ نارمن کے سلسلے میں بھی اتنا بے خبر نہ رہا ہو گا جتنا خود کو ظاہر کر رہا تھا۔

ٹھیک گیارہ بجے میں نے اپنے بیڈ روم کی لائٹس آف کر دیں لیکن اس ہلکے نیلے رنگ کے نائٹ بلب کو آن رہنے دیا جو نظر نہیں آرہا تھا لیکن اس کی ٹھنڈی روشنی ماحول کو بڑا خوابناک بنا دیتی تھی' جلد ہی میرے اوپر غنودگی کی کیفیت طاری ہونے لگی' میں بہت زیادہ تھکا ہوا تھا اس لیے کچھ دیر بعد میرے خراٹے بھی کمرے کے خوابناک ماحول میں گونجنے لگے ہوں گے۔ میں کتنی دیر تک خواب خرگوش میں محو رہا مجھے کچھ یاد نہیں لیکن اتنا ضرور یاد ہے کہ دوسری بار میری آنکھ اس وقت کھلی تھی جب کوئی میرے کان میں آہستہ آہستہ رس گھول رہا تھا۔ میں نے فوراً" ہی ہڑبڑا کر اٹھنے کی حماقت نہیں کی۔ وہ کسی لڑکی کی آواز تھی جو مجھے میرا نام لے کر ہولے ہولے پکار رہی تھی۔

لندن کے ہوٹلوں کے لیے یہ کوئی خاص بات نہیں تھی' روم سروس پر تعینات خوب صورت لڑکیاں اکثر اسی طرح تنہا گاہکوں کو اپنے حسن کے دام میں پھنسایا کرتی ہیں۔ خوشبو کی بھینی بھینی مہک میرے وجود کو گنگنا رہی

تھی۔ میں نے آنکھوں کے درمیان ہلکی سی جھری کر کے دیکھا' وہ میرے اوپر جھکی ہوئی مجھے آہستہ آہستہ بیدار کرنے کی کوشش کر رہی تھی' اس کے جسم پر ایک شفاف سا نائٹ گاؤن موجود تھا جس کے اندر اس کے جسمانی نشیب و فراز سمندر کی بپھری ہوئی موجوں کی طرح ٹھاٹھیں مارتے نظر آرہے تھے۔ اس کے قرب کا احساس میرے رگ و پے میں سرایت کر رہا تھا پھر میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا اس کے ساتھ ہی میں نے بیڈ سوئچ آن کیا تو کمرا روشنی میں نہا گیا' اس کے ساتھ ہی وہ حسین اور کمسن دوشیزہ میری نگاہوں میں بے نقاب ہوگئی جو میری دسترس سے زیادہ دور بھی نہیں تھی لیکن اسے دیکھتے ہی میں چونک اٹھا۔ وہ وہی کمسن اور حسین کال گرل تھی جس نے لکی اسٹارز کے تھرڈ فلور پر مجھے کمپنی دی تھی' اس وقت میرے کمرے میں اس کی موجودگی میرے لیے تعجب خیز ہی تھی' مجھے یاد ہے کہ میں کمرا اندر سے مقفل کر کے لیٹا تھا پھر وہ اندر کس طرح داخل ہوئی' کیا اس کو میری خواب گاہ کی ڈپلی کیٹ چابی ہوٹل والوں نے فراہم کی تھی؟ کیا وہ بھی مجھے دادِ عیش دینے کی خاطر اس لڑکی کے شریک کار تھے' ایسا ناممکن بھی نہیں تھا' بہرحال میں نے خود کو بے قابو نہیں ہونے دیا' حیرت سے اس خوب صورت اور مہکتے ہوئے کمسن وجود کو بغور دیکھتے ہوئے تعجب سے پوچھا۔

"تم ــــ اتنی رات گئے ــــ اس وقت میرے کمرے میں۔"

"میرا خیال ہے کہ تم نے مجھے پہچان لیا ہوگا۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔ اس کے لب و لہجے اور انداز میں دل لبھانے والی کوئی بات نہیں تھی۔

"ہاں ــــ تم وہی ہو جس نے لکی اسٹارز میں مجھے کمپنی دی تھی۔"

"اور اس وقت میں تمہیں ایک اہم خطرے سے مطلع کرنے آئی ہوں۔" وہ بدستور سنجیدگی سے بولی پھر اپنی نازک کلائی پر بندھی ہوئی خوب صورت اور قیمتی گھڑی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس وقت رات کے گیارہ بج کر پچاس منٹ ہوئے ہیں اور اب سے ٹھیک ایک گھنٹے اور دس منٹ بعد تمہارا اس دنیا میں کوئی وجود باقی نہیں رہے گا۔"

"کیا مطلب؟" میں حیرت سے اچھل پڑا۔ میں نے اس کی آنکھوں کی گہرائیوں میں دور دور تک جھانکا بظاہر وہ مخلص نظر آرہی تھی۔

"میری بات غور سے سنو۔" وہ مجھے رحم طلب نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔ "تم نے آج شام ہوٹل کے گ[illegible] شاپ سے جو تحفہ نسیم کو کل اس کی سالگرہ پر دینے کے [illegible] خریدا ہے اسے پیکنگ کے وقت بڑی خوب صورتی [illegible] تبدیل کروا دیا گیا ہے جس کا علم گفٹ شاپ کے مالک کو [illegible] نہیں ہے لیکن جس کے نتیجے میں تم ٹھیک ایک بجے رات اس بم کے دھماکے کا شکار ہو جاؤ گے جو گفٹ پیک میں پوشیدہ طور سے رکھا گیا ہے۔"

"تمہیں اس بات کا علم کس طرح ہوا؟" اس کی گفٹ شاپ سے خریدی گئی اشیا والی اطلاع غلط نہیں تھی [illegible] میں اس سے یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اسے گفٹ پیک میں کسی شارٹ رینج مگر طاقت ور بم کی اطلاع کس طرح ہوئی کیا وہ دشمنوں سے ملی ہوئی تھی؟ یا کسی خاص جذبے کے پیش نظر وہ مجھے موت کے منہ سے بچانا چاہتی تھی؟ کیا اسے اس بات کا احساس یا خوف نہیں تھا کہ میرے بچ جانے کے بعد اس کی اپنی کیا پوزیشن ہوگی؟ اگر وہ ایک اہم خطرے سے آگاہ تھی تو اس کے مطلب یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ بھی ان لوگوں سے ملی ہوئی تھی جو میری جان کے درپے تھے؟ کون تھے وہ لوگ؟ کیوں مجھے موت کے منہ میں دھکیلنا چاہتے تھے؟ اور وہ لڑکی ــــ وہ کس وجہ سے مجھے بچانے کی خاطر ایک اہم خطرہ مول رہی تھی؟ ظاہر ہے کہ اگر وہ میری موت کی سازش سے واقف تھی یا میرے دشمنوں کی شریک کار تھی تو جن لوگوں نے گفٹ پیک کو موت کے پیک میں تبدیل کیا تھا اس کی طرف سے اتنے غافل بھی نہ ہوں گے وہ اتنی آسانی سے میرے کمرے میں آئے اور مجھے سازش سے آگاہ کرنے کے بعد زندہ واپس چلی جائے؟

"میں جانتی ہوں کہ اس وقت تمہارے ذہن میں کیا کھچڑی پک رہی ہے۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے بولی۔ "مجھے غلط مت سمجھو' جو اطلاع میں تمہیں دے رہی ہوں وہ مجھے مسٹر ندیم کو دینی تھی لیکن وہ ابھی تک کافی شاپ ہی میں موجود ہیں' ایسی صورت میں' میں ان کے قریب جانے کا رسک نہیں لے سکتی۔ ویسے بھی مسز ندیم کی موجودگی میں میرا وہاں جانا اس وقت مناسب نہیں ہوگا۔ تم میرا مطلب سمجھ رہے ہو گے۔"

"کیا تم ندیم کے لیے کام کر رہی ہو۔"

"بہت دیر میں خیال آیا تمہیں۔" وہ عجیب بے تکلف انداز میں ہنس پڑی یوں جیسے میری حماقت پر ہنس رہی ہو پھر تیزی سے بولی۔ "میں اب واپس جا رہی ہوں۔ میرا مشورہ ہے کہ تم اس گفٹ پیک کو کسی طرح ہوٹل کے پارکنگ لاٹ سے ملحق گارڈن میں کسی ایسی جگہ چھپا آؤ جہاں کسی اور کی نظر نہ پڑ سکے لیکن کام احتیاط سے کرنا' اگر تمہارے دشمنوں نے دیکھ لیا تو وہ تمہیں شاید وقت سے پہلے ہی ٹھکانے لگانے کی کوشش کریں۔"

"ون منٹ۔" میں نے تیزی سے سوال کیا۔ "کیا تم ان لوگوں سے واقف ہو جو مجھے اپنی ناپاک سازش میں ٹریپ کرنا چاہتے ہیں اور اس کی وجہ کیا ہے۔"

"سوری ــــ میں ان سوالات کا جواب براہ راست تمہیں نہیں دے سکتی۔"

"ایک اہم سوال اور ــــ" میں نے اسے واپس جاتے دیکھ کر ٹھوس لہجے میں پوچھا۔ "تم میرے کمرے میں کس طرح داخل ہوئیں جب کہ میں نے سونے سے پہلے اسے اندر سے لاک کر لیا تھا۔"

"مجھے افسوس ہے مسٹر شہباز کہ میں صرف اور صرف مسٹر ندیم کو جواب دہ ہوں۔ خدا حافظ اور شب بخیر۔" وہ تیزی سے پلٹی' دروازے کے قریب پہنچ کر اس نے کان لگا کر باہر کی سن گن لی پھر خاموشی سے سر باہر نکال کر دائیں بائیں دیکھا اور برق رفتاری سے کمرے سے نکل کر بائیں جانب راہداری میں چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور تھی' میں نے ریسیور اٹھا کر ندیم کے کمرے کے نمبر آزمائے لیکن وہ ابھی تک کمرے میں نہیں آیا تھا۔ میرے پاس وقت کم تھا چنانچہ میں نے لڑکی کے مشورے پر عمل کرنے کی ٹھان لی' الماری سے گفٹ پیک نکال کر کمرے سے باہر آیا۔ راہداری خالی پڑی تھی۔ میں لپکتا ہوا لفٹ کے قریب آگیا' میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں۔ میں نے پارکنگ لاٹ کی طرف جانے کے لیے عقب کا راستہ اختیار کیا۔

گفٹ پیک کو مطلوبہ گارڈن کی ایک ویران بینچ کے نیچے رکھنے کے بعد میں اپنے کمرے میں واپس آیا تو میرا جسم سردی کے باوجود پسینے سے شرابور ہو رہا تھا۔ میں نے گھڑی پر نظر ڈالی' ایک بجنے میں اب صرف پینتیس منٹ باقی تھے۔ میں نے ایک بار پھر ندیم کے نمبر ڈائل کیے' اس بار مجھے مایوسی نہیں ہوئی دوسری جانب سے ندیم ہی نے کال ریسیو کی تھی۔ میں نے بڑے مختصر وقت میں اسے تمام صورت حال سے آگاہ کیا' اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں خاموشی سے پوری تفصیل سناتا رہا پھر جب میں اپنی بات مکمل کر چکا تو اس نے جواب میں صرف اتنا کہا۔

"پریشان مت ہو۔ سونے کی کوشش کرو تو نیند جلدی آجائے گی۔ باقی باتیں صبح اطمینان سے ہوں گی۔ وش یو اے ویری نائٹ اینڈ ساؤنڈ سلیپ۔"

دوسری جانب سے رابطہ منقطع کر دیا گیا شاید ندیم نسیم کی موجودگی میں کھل کر کچھ کہنے سے گریز کر رہا تھا' میں نے ریسیور رکھا پھر دوبارہ اپنے بستر پر دراز ہو گیا پھر کب میری آنکھ لگی اور کب میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوا مجھے کچھ یاد نہیں۔

دوسری صبح میں ناشتے سے فارغ ہی ہوا تھا کہ ندیم میرے کمرے میں آگیا۔ وہ تنہا ہی تھا۔ اس کے بیان کے مطابق نسیم اس وقت سو رہی تھی اس لیے اس نے ابھی تک ناشتا بھی نہیں کیا تھا۔ میں نے روم سروس کو فون کر کے ندیم کے لیے ناشتے کا آرڈر پیش کر دیا' ندیم خلاف توقع اس وقت کچھ زیادہ سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا۔

"آج ہم نے نسیم کی ایما پر نزوا اور چند دوسرے مقام پر تفریح کا پروگرام مرتب کیا تھا لیکن شاید اب تم ہمارے ساتھ نہ جا سکو مگر نسیم پر یہ بات ظاہر نہ ہونے دینا کہ اس کا مشورہ میں نے دیا ہے' تم سر درد یا پھر اور کوئی بہانہ کر کے ٹال جانا۔"

"کوئی خاص مصلحت۔" میں نے بھی سنجیدگی سے پوچھا۔

"ہاں ــــ شاید تمہیں آج ہی کسی وقت اس ہوٹل سے منتقل ہونا پڑے۔" ندیم نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔ "تمہارا قیام اب ایک دوسرے ہوٹل میں ہوگا جہاں تمہیں کچھ عرصہ تک شہباز کے بجائے بلرام کے نام سے سکونت اختیار کرنا پڑے گی' تم وہاں تنہا نہیں رہو گے' تمہارے ساتھ رام اوتار نامی ایک دوست بھی ہوگا' تم دونوں کی حیثیت سیاحوں کی سی ہوگی اور جب تک حالات قابو میں نہ آجائیں تمہیں مستقل طور پر میک اپ میں رہنا ہوگا' اس حد تک کہ نسیم بھی اگر تمہیں دیکھے تو شناخت نہ کر سکے' خاص طور پر تمہیں اپنی آواز بھی تبدیل کرنا ہوگی۔"

"رام اوتار کا رول کون ادا کرے گا۔"

"ظاہر ہے وہ میرا کوئی خاص کارندہ ہی ہوگا جو تمہارے ساتھ رہ کر ہر لمحہ تمہاری حفاظت کرے گا۔" ندیم نے کہا۔ "تنہائی میں اس کی حیثیت تمہارے ماتحت جیسی ہوگی لیکن ہوٹل کے کمرے سے باہر تم ایک دوسرے کے بے تکلف دوست ہو گے۔"

"کیا یہ سب کچھ ضروری ہے۔" میں نے پہلو بدل کر

پوچھا۔

"کل رات تم نے مجھے جس گفٹ پیک کی اطلاع دی تھی وہ ٹھیک ایک بجے بلاسٹ ہوا تھا' دھماکا زیادہ شدید نہیں تھا لیکن بدقسمتی سے ہوٹل کی ایک ویٹرس جو اپنے کسی آشنا کے ساتھ اسی بینچ پر بیٹھی تھی بری طرح زخمی ہوئی ہے۔ بینچ درمیان میں نہ ہوتی تو شاید ان دونوں کے جسمانی اعضا بھی فضا میں بکھر گئے ہوتے۔ پولیس رات ہی سے بڑی سرگرمی سے دکھا رہی ہے۔ دھماکا ایک پلاسٹک بم کا نتیجہ ثابت ہوا ہے لیکن گفٹ چونکہ راکھ ہوگیا اس لیے اس کی نشاندہی نہیں ہوسکی۔"

"پھر ۔۔۔ پولیس نے کیا نتیجہ اخذ کیا ہے۔"

"ابھی تک تفتیش کرنے والی ٹیم نے کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا مگر زخمی ہونے والی ویٹرس چونکہ خراب ریپوٹیشن کی مالک تھی اس لیے پولیس کا خیال ہے کہ یہ تخریبی کارروائی کسی ذاتی رنجش یا رقابت کا نتیجہ ہی ہوسکتی ہے۔"

"لیکن اس گفٹ پیک کی تبدیلی کا مقصد کیا تھا۔"

"تمہاری موت۔" ندیم نے صوفے سے اٹھ کر ٹہلتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے کے تیور اچھے نہیں تھے' پیشانی پر ان گنت شکنیں نظر آرہی تھیں اور ایسا صرف اسی وقت ہوتا تھا جب وہ بہت زیادہ خطرناک موڈ میں ہوتا تھا۔ میں اس کے چہرے سے اس کی اندرونی کیفیت کا اندازہ لگانے کی کوشش کرہی رہا تھا کہ اس نے ٹہلتے ٹہلتے یکلخت رک کر بڑے ٹھوس لہجے میں کہا۔ "ایک بات میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ براہ راست تمہاری موت سے ان لوگوں کا کوئی گہرا تعلق نہیں ہوسکتا جن کے مشاق ہاتھوں نے گفٹ پیک کو اتنی ہوشیاری سے تبدیل کیا کہ گفٹ شاپ کے مالک کو بھی اس کی خبر نہیں ہوئی ۔۔۔ وہ ابھی تک بے خبر ہی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔ "جب وہ میری موت کے خواہاں نہیں تھے تو پھر وہ گفٹ پیک۔"

"تمہیں کوئی شدید نقصان پہنچا کر دراصل وہ مجھے ایک وارننگ دینے کے خواہشمند تھے۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔ "کیا تم ان لوگوں سے واقف ہو۔"

"میرا تعلق جس کاروبار سے ہے اس میں اس قسم کے ہتھکنڈے استعمال کرنا معمولی بات ہے۔" ندیم نے خلا میں گھورتے ہوئے جواب دیا۔ "لیکن دشمن چونکہ پس پردہ ہوتے ہیں انہیں فوراً پہچانا نہیں جاسکتا۔ ان کے بارے میں صرف قیاس آرائی کی جاسکتی ہے۔"

"تمہارا شبہ کس پر ہے؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"فی الحال مسٹر گراہم کے سوا کوئی اور اس قسم کی گھٹیا حرکت کا مرتکب نہیں ہوسکتا۔" ندیم نے حقارت سے جواب دیا۔ "سائنس نے انسانی سوچ سے بھی زیادہ ترقی کرلی ہے لیکن ابھی تک کوئی ایسا فارمولا تلاش نہیں کرسکی جو نسلی مخاصمت اور رنگ و نسل کی تمیز کو ختم کرسکے' فرقہ وارانہ فسادات آج بھی اسی طرح جاری ہیں جس طرح سو سال پہلے تھے' میں تمہیں پہلے ہی بتاچکا ہوں کہ اپنے سرکل میں اسے "آکٹوپس" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے' اس کے ایجنٹ اور خطرناک کارندے ملک کے طول و عرض میں دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ بزنس کے معاملات میں ہمیشہ سے دیانتداری کا قائل ہے' اپنے بزنس کے اصولوں کے سلسلے میں وہ ٹھوس کردار کا مالک ہے لیکن نارمن اور ہاورڈ بہرحال سفید چمڑی کے مالک تھے اور جہاں نسلی امتیاز کا زہر رگوں میں سرایت کرچکا ہو وہاں انتقامی جذبات کا اظہار زبان سے نہیں کیا جاتا۔ اس کے لیے ایسے ہی ذرائع اختیار کیے جاتے ہیں جیسا تمہارے سلسلے میں کیا گیا تھا۔"

"لیکن میرے درمیان سے ہٹ جانے کے بعد کیا گراہم نارمن اور ہاورڈ کی موت کو نظرانداز کردے گا۔"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ دوسرا راستہ اختیار کرے لیکن میں اتنا پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ وہ براہ راست میری ذات پر ہاتھ ڈالنے کی حماقت نہیں کرے گا۔"

"اس خوش فہمی کی کوئی وجہ؟"

"پہلی وجہ یہ ہے کہ میں اس کا بزنس پارٹنر ہوں' اس لیے وہ مجھ پر ہاتھ ڈال کر پولیس کو کسی قسم کے شبہے کا موقع فراہم نہیں کرے گا' دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ اس بات سے بھی بخوبی واقف ہے کہ مقامی لوگوں کی اچھی خاصی تعداد میری مٹھی میں ہے ان لوگوں کا کوئی دین دھرم نہیں ہوتا' وہ صرف پیسوں کو خدا مانتے ہیں اور چند پاؤنڈ کے لالچ کے عوض کچھ بھی کرگزرنے کو تیار رہتے ہیں۔ ان باتوں کے علاوہ گراہم یہ بھی جانتا ہے کہ مجھے کوئی نقصان پہنچانے کے بعد اس کا سکون بھی درہم برہم ہوجائے گا۔"

بیرا ناشتے کی ٹرالی لیے کمرے میں داخل ہوا تو ندیم کا موڈ یکلخت تبدیل ہوگیا' وہ بالکل ندیدے بچوں کی طرح

ناشتے پر ٹوٹ پڑا پھر جب وہ چائے کا کپ تیار کرنے لگا تو میں نے پوچھا۔

"تمہارا کیا ارادہ ہے؟ اب کیا تم مجھ پر ہونے والے حملے کا انتقام گراہم سے لوگے۔"

"ٹٹ فار ٹیٹ ہماری دنیا کا سب سے پہلا اور زرین اصول ہے ورنہ ایک بار اگر درگزر سے کام لیا جائے تو پھر اس شخص پر "بزدلی" کا ٹھپا لگ جاتا ہے۔" ندیم کے لہجے میں کسی کوڑیالے ناگ کی سی پھنکار تھی۔

"کیا گراہم کی موت کے بعد کوئی ہنگامہ نہیں کھڑا ہوگا۔"

"ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی۔ یہ سب حالات پر منحصر ہے۔" ندیم نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "کبھی بڑے سے بڑا جرم اتنی صفائی سے کیا جاتا ہے کہ اس کی تہ تک کوئی کبھی نہیں پہنچ پاتا اور کبھی چھوٹے موٹے جرم کا مجرم بھی کسی طاعون زدہ چوہے کے مانند ماؤس ٹریپ میں پھنس جاتا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ تمہیں اتنا بڑا قدم اٹھانے سے پیشتر اس بات پر بھی غور کرلینا چاہیے کہ اب تم تنہا نہیں ہو' نسیم کی زندگی بھی تمہاری ذات سے وابستہ ہوچکی ہے۔ اگر خدانخواستہ تمہارے اوپر کوئی آنچ بھی آئی تو وہ اس صدمے کو برداشت نہیں کرسکے گی۔"

ندیم نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموش بیٹھا چائے کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتا رہا۔ وہ کسی گہری سوچ میں مستغرق نظر آرہا تھا پھر وہ کپ کو میز پر رکھتے ہوئے بولا۔

"تمہیں اپنے ایک ذاتی کاروباری سلسلے میں اچانک امریکا جانا پڑ رہا ہے جہاں سے تمہاری واپسی میں ایک دو مہینے بھی لگ سکتے ہیں۔ نسیم سے تم یہی بہانہ کروگے۔ اسے اصل حالات کی بھنک بھی نہیں ملنی چاہیے۔"

"گویا تم اپنے ارادے سے باز نہیں آؤگے۔" میں نے اسے تیکھی نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"تم ابھی تک البرٹو سے نہیں ملے۔" ندیم نے میری بات نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال تھا کہ تمہیں اس سے بھی ملواؤں گا لیکن شاید فی الحال اب ایسا ممکن نہ ہوسکے۔"

"یہ البرٹو کون ہے؟"

"گراہم کا ولی عہد۔" ندیم کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ پھیل کر گہری ہونے لگی۔ "باپ کی ضد واقع ہوا ہے' ٹیکسٹائل میں ایم ایس کررہا ہے' میری بڑی عزت کرتا ہے اور شاید وہ خواب میں بھی یہ بات نہیں سوچ سکتا کہ میں اس کے باپ کے خلاف کوئی سازش کرسکتا ہوں' گراہم کے مقابلے میں وہ لکی اسٹارز کے کاروباری معاملات میں میرے لیے زیادہ سودمند ثابت ہوسکتا ہے۔"

"لیکن۔"

"مطمئن رہو۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "میں اس قسم کے کاموں میں بہت زیادہ احتیاط برتنے کا قائل ہوں۔ راجو میرا دست راست ہے مگر کبھی اس کو بھی اس بات کی خبر نہیں ہوئی کہ شہر میں ہونے والی کسی خاص واردات میں میرا ہاتھ بھی شامل ہے۔ ایسے کاموں کے لیے پیشہ ور قسم کے اجرتی قاتل اور جرائم پیشہ افراد زیادہ کارآمد ہوتے ہیں۔ انہیں صرف منہ مانگے دام سے تعلق ہوتا ہے' وہ آم کھانے کے عادی ہوتے ہیں پیڑ گننے کے نہیں' بیشتر معاملات میں انہیں یہ بھی علم نہیں ہوتا کہ وہ کس کی خاطر آگ میں کود رہے ہیں' وہ مارنا یا پھر مرجانا کے اصول پر عمل کرتے ہیں۔ جیل یا لمبی لمبی سزائیں ان کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتیں' قانون کی نگاہوں میں انہیں "جیل کے پنچھی" کہا جاتا ہے۔"

"کیا تم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہو کہ تم کسی خطرناک آکٹوپس کو آسانی سے شکار کرلوگے؟"

"ضروری نہیں ہے۔ ویسے اس قسم کے معاملات میں رسک تو بہرحال لینا پڑتا ہے۔" ندیم نے بے پروائی سے کندھے اچکاتے ہوئے جواب دیا۔ "یہ بھی ہوسکتا ہے کہ میں بھی پہلے گراہم کو صرف ایک وارننگ ہی دینے پر اکتفا کروں۔"

مجھے اندازہ تھا کہ ایک بار جو بات ندیم کے ذہن میں بیٹھ جائے اسے آسانی سے نہیں نکالا جاسکتا تھا' وہ گراہم کو ٹھکانے لگانے کی ٹھان چکا تھا' شاید راتوں رات اس نے اس ضمن میں کوئی منصوبہ بھی ترتیب دے لیا ہو۔ مجھے اس میدان کے نشیب و فراز کے بارے میں کچھ زیادہ علم بھی نہیں تھا جس کا وہ کھلاڑی تھا لیکن اتنا ضرور جانتا تھا کہ اس قسم کی جنگ میں تخت یا پھر تختہ سے علاوہ کوئی تیسری صورت ممکن نہیں ہوتی۔ میں نے ہر طرح سے ندیم کو اس خطرناک کھیل سے باز رکھنے کی کوشش کی جس میں جیت یا ہار دونوں ہی صورتوں میں انسان کو قانون کے ساتھ آنکھ مچولی کرنا پڑتی ہے لیکن وہ مجھے بڑی خوب صورتی سے ٹالتا رہا۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ گراہم کے بعد البرٹو تمہارے

لیے زیادہ مفید ثابت ہوگا۔"

"ہاں ـــــ اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ گراہم کی کرسی مجھے سنبھالنے کی پیشکش بھی کر بیٹھے۔"

"تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اب نسیم سے شادی کے بعد تم اپنا موجودہ بزنس وائنڈاپ کرکے کوئی اور کاروبار کروگے۔"

"میں اب بھی اپنے عہد پر قائم ہوں لیکن کسی بھی جے جمائے کاروبار کی وائنڈنگ میں کچھ وقت تو بہرحال لگتا ہے۔"

"ایک بات اور بھی ہوسکتی ہے۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"وہ کیا۔"

"تم لکی اسٹارز سے دست بردار ہونے کی خاطر اپنا شیئر کسی اور کے ہاتھوں فروخت بھی کرسکتے ہو۔"

"کرسکتا تھا لیکن اب نہیں۔" ندیم نے سرسراتے لہجے میں جواب دیا۔ "گراہم نے آنکھ بند کرکے سانپ کی بل میں ہاتھ ڈال دیا ہے تو اب اسے سانپ کے زہر کا ذائقہ بھی ضرور چکھنا ہوگا۔"

"وہ لڑکی کون تھی جو کل رات میری خواب گاہ میں داخل ہوئی تھی۔" میں نے گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے سوال کیا۔

"تم اس سے پہلے بھی مل چکے ہو۔" ندیم مسکرایا۔ "ہوسکتا ہے کہ آئندہ بھی ملتے رہو لیکن میرا دعویٰ ہے کہ تم اسے آسانی سے شناخت نہیں کرسکوگے۔ اسے آواز بدلنے کے ساتھ ساتھ میک اپ کے ذریعے عمر کم زیادہ ظاہر کرنے پر بھی ملکہ حاصل ہے۔"

"ماریا ـــــ" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں' وہ ماریا ہی تھی' لکی اسٹارز میں بھی اسی نے تمہیں کمپنی دی تھی لیکن خود گراہم کے زر خرید بدمعاش اور دیگر کارندے بھی یہ نہیں جان سکے تھے اس نے کس کال گرل کی جگہ اپنا کردار ادا کیا تھا۔"

"کیا بعد میں بھی یہ راز راز ہی رہے گا۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "ہوسکتا ہے کہ اسی نے گراہم یا پھر اپنے ساتھیوں کو اس بات سے آگاہ کردیا ہو اور مجھ پر ہونے والا حملہ اسی کا نتیجہ ہو اس لیے کہ اس روز اسی کو میرے ساتھ فلور پر دیکھا گیا تھا۔"

"نہیں۔ ایسا ممکن نہیں۔" ندیم نے بڑے یقین سے کہا۔ "ماریا نے جس لڑکی کی جگہ لی تھی وہ بھی ایک طرح سے میرے مقامی ایجنٹس کی خفیہ فہرست میں شامل ہے جسے ہر ماہ ہماری جانب سے ایک معقول معاوضہ ملتا ہے۔"

"اور میرے کمرے کی چابی ماریا کے پاس کہاں سے آئی تھی۔"

"میں نے فراہم کر رکھی ہے۔" ندیم مسکرایا۔ "کسی نادیدہ خطرے سے بروقت نمٹنے کے لیے میں نے ان تمام کمروں کی ڈپلی کیٹ کی بنوا رکھی ہے جہاں جہاں میرے آدمی مقیم ہیں۔ کیا تم یقین کروگے کہ اس کام کے عوض مجھے پورے ایک ہزار پاؤنڈ خرچ کرنا پڑے تھے۔"

"اور یہ رقم تمہیں اب مع منافعے کے میری صورت میں وصول ہوگئی۔" میں نے پہلو بدل کر کہا۔ "دوسری شکل میں شاید تمہیں میری لاش کے ٹکڑے سمیٹنے اور ٹھکانے لگوانے پر مزید رقم خرچ کرنا پڑتی۔"

"یقیناً۔" ندیم شوخ ہوگیا۔ "ویسے کباب کی ہڈی بڑی سخت جان ہوتی ہے' آسانی سے پیچھا نہیں چھوڑتی۔"

"بالکل تمہاری ہی طرح کمبل ہوجاتی ہے۔" میں نے برجستہ کہا۔

"خدا کا شکر ہے کہ تمہیں میری صحبت میں بولنا آگیا۔"

"شٹ اپ۔" میں نے خوشگوار لہجے میں ندیم کو ڈانٹا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "اگر گراہم کے آدمی گفٹ پیک والی سازش میں شریک تھے تو یقیناً اب بھی کوئی نہ کوئی خفیہ آنکھ ہماری نقل و حرکت کا جائزہ لینے پر ضرور مامور ہوگی۔ ایسی صورت میں کیا اس ہوٹل سے کسی دوسرے ہوٹل میں میری شفٹنگ آسان کام ہوگی۔"

"یہ سب کچھ تم میرے اوپر چھوڑ دو۔"

"رام اوتار کا کردار کون ادا کرے گا۔" میں نے ندیم کو ٹٹولنے کی خاطر پاسا پھینکا۔ "راجو ـــــ؟"

"گڈ گاڈ ـــــ" ندیم نے مجھے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر دیکھتے ہوئے مسرت کا اظہار کیا۔ "مبارک ہو ـــــ اب تمہاری عقل ڈاڑھ بھی نکلنا شروع ہوگئی۔"

میں پلٹ کر صوفے کا کشن اٹھا کر ندیم کو مارنا چاہتا تھا کہ اچانک نسیم اندر داخل ہوئی اور مجھے فوری طور پر اپنا ارادہ ترک کردینا پڑا پھر نسیم کے سامنے میں نے اپنی کاروباری مصروفیات کے تحت فوری طور پر امریکا جانے کا ذکر بھی کردیا۔

❦

سی ویو ہوٹل ابھی حال ہی میں تیار ہوا تھا' چونکہ ساحل سمندر کے کنارے واقع تھا اس لیے وہاں ہمیشہ سیاحوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی بہرحال ہمیں دو بستروں کا ایک کمرا مل ہی گیا۔ وہاں میرا اور راجو کا قیام بحیثیت بلرام اور رام اوتار ہی عمل میں آیا تھا۔ دونوں ہی میک اپ میں تھے' میک اپ راجو نے کیا تھا لیکن میک اپ کے بعد جب میں نے خود اپنے آپ کو آئینے میں دیکھا تو ایک لمحے کو بوکھلا کر رہ گیا' میرے چہرے پر اب گھنی مونچھوں اور ڈاڑھی کا اضافہ ہوچکا تھا' چہرے پر سیدھے ہاتھ کی طرف ناک کے قریب ایک بڑا سا تل بھی موجود تھا۔ الٹی جانب کنپٹی سے ذرا نیچے ایک معمولی زخم کا نشان تھا جو بڑی حد تک بھرا ہوا نظر آرہا تھا۔ خود راجو نے بھی اپنے چہرے کی مرمت کر ڈالی تھی اور اب وہ بالکل اسی حلیے میں نظر آرہا تھا جس میں ہمیں نے اسے پہلی بار ندیم کے کیسینو میں اس وقت دیکھا تھا جب میں نسیم کی خاطر دادر سے ٹکرایا تھا۔

راجو کے کہنے پر میں نے اس وقت لائٹ گرے کلر کی جینز اور ہلکی نیلی دھاریوں والی ڈھیلی ڈھالی بش شرٹ پہن رکھی تھی' راجو نے صرف ایک نیکر اور بنیان پر اکتفا کیا تھا۔ جس پر ایک حسین لڑکی کو مچھلی کا شکار کرتے دکھایا گیا تھا۔

اس وقت شام کے تقریباً" پانچ کا عمل تھا' ہم دونوں اپنے کمرے کی بالکونی میں بید کی کرسیوں پر بیٹھے ساحل کا نظارہ کررہے تھے جہاں قدرت کی رنگینیاں مختصر ترین لباس میں جگہ جگہ اٹھکیلیاں کرتی نظر آرہی تھیں۔ ان میں زیادہ تر جوڑے تھے لیکن تنہا مردوں اور عورتوں کی تعداد بھی کچھ کم نہیں تھی۔ یہ اور بات ہے کہ دو چار کے علاوہ بیشتر تنہا عورتیں اپنی زندگی کا نصف حصہ گزار چکی تھیں لیکن اب بھی ان کے جسم کی ساخت بتارہی تھی کہ عمارت شاندار رہی تھی۔

راجو میز پر رکھی بوتل سے اپنے لیے تیسرا پیگ تیار کررہا تھا' کبھی کبھی وہ گلے میں پڑی ہوئی دوربین آنکھوں سے لگا کر ساحل کی جانب دیکھنے لگتا' گلاس میرے سامنے بھی موجود تھا لیکن وہ نصف سے زیادہ خالی ہی رہنے دیا گیا تھا کہ اگر کوئی ویٹر یا ویٹرس کسی قسم کی چیز آئے تو یہی سمجھے کہ ہم پینے میں مصروف ہیں' بوتل کے قریب ہی دو پلیٹیں بھی موجود تھیں جس میں تلے ہوئے جھینگے اور آلو کی ٹکلیاں نظر آرہی تھیں۔

"راجو ـــــ" میں نے راجو کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم اس وقت جس حلیے میں نظر آرہے ہو یہی تمہارا اصلی روپ ہے۔"

"نہیں ـــــ" اس نے دوربین نظروں کے سامنے سے ہٹاتے ہوئے کہا۔ "میں بھی آپ کی طرح میک اپ میں ہوں۔"

"تم نے ہوٹل کے رجسٹر میں کیا اندراجات کرائے ہیں۔"

"ہمارے نام بلرام اور رام اوتار ہی ہیں۔" راجو نے مجھے تفصیل سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ "ہم پونا کے رہنے والے ہیں جہاں بمبئی میں آپ کا قالینوں کے امپورٹ ایکسپورٹ کا دفتر موجود ہے۔ آپ کمپنی کے مالک ہیں اور میں منیجر' ہم دونوں یہاں بزنس ٹرپ پر آئے ہیں اور اپنا کام ختم کرنے کے بعد آج کل صرف سیر سپاٹے کے موڈ میں ہیں' ہماری واپسی شاید پندرہ دن بعد ممکن ہو۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تیزی سے دریافت کیا۔ "کیا سی ویو میں ہمارا قیام صرف پندرہ دن رہے گا۔"

"باس نے یہی کہا تھا۔" راجو نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "دوسری ہدایت دو ہفتے بعد ہی ملے گی۔"

"کیا تمہیں علم ہے کہ ندیم نے ہمیں حلیہ تبدیل کرکے یہاں رہنے کا مشورہ کیوں دیا ہے۔" میں نے اسے کریدنے کی کوشش کی۔

"میرا کام باس کے حکم پر صرف عمل کرنا ہے' اس کی وجہ دریافت کرنا میرے اصول کے خلاف ہے۔"

"بہت گہرے اور وفادار معلوم ہوتے ہو۔" میں مسکرا دیا پھر ایک تلا ہوا جھینگا........ اٹھا کر منہ میں ڈالتے ہوئے بولا۔ "کیا تمہیں پورا یقین ہے کہ ہمیں ہمارے موجودہ حلیوں میں کوئی شناخت نہیں کرسکے گا۔"

"راجو ادھورا یا کچا کام کرنے کا عادی نہیں ہے۔" وہ ٹھوس لہجے میں بولا۔

"اگر ہم کبھی ساحل پر گھومتے گھومتے نہانے کے غرض سے سمندر میں چلے گئے تو۔"

"اس وقت بھی ہمارا یہی میک اپ برقرار رہے گا۔" راجو نے میری بات کا مطلب سمجھتے ہوئے کہا۔ "میں نے جو میک اپ تیار کیا ہے وہ پلاسٹک میک اپ ہے جسے اتارنے کے لیے ہمیں دو تین گھنٹے درکار ہوں گے اور اس کے لیے کچھ خاص کیمیکل کی ضرورت بھی پیش آئے گی۔"

"ہمیں یہاں سیاحی کے علاوہ اور کیا کچھ کرنا ہوگا؟" میں نے یوں ہی پوچھ لیا پھر وضاحت کرتے ہوئے بولا۔ "کیا ہمیں سیاحوں والے شغل بھی کرنے ہوں گے۔"

"آپ کی مرضی پر منحصر ہے۔" راجو مسکرایا۔

"انسان سمندر کے کنارے جائے اور پیر بھگوئے بغیر ہی واپس ہولے تو کچھ اچھا نہیں لگتا۔"

"آئی سی۔" میں نے اسے گہری نظروں سے دیکھا۔ "رنگین مزاج بھی ہو۔"

"زندگی اور موت کا کوئی بھروسا نہیں ہوتا' کبھی بن بلائے آجاتی ہے اور کبھی آتے آتے اس طرح ٹل جاتی ہے کہ انسان ششدر رہ جاتا ہے۔" اس نے بڑے فلسفیانہ انداز میں جواب دیا پھر ساحل کی طرف دیکھ کر ایک لمبا گھونٹ لیتے ہوئے بولا۔ "کیا آپ یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت جتنے لوگ ساحل پر موجود ہیں وہ تمام زندہ سلامت ہی اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ جائیں گے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے چونک کر راجو کو گھورتے ہوئے پوچھا۔ "تم مجھے کیا باور کرانا چاہتے ہو۔"

"ذرا جھٹ پٹا اور ہوجائے تو ہم دونوں بھی ساحل کی طرف چلیں گے۔" راجو نے ایک بار پھر دوربین آنکھوں سے لگاتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "اکثر اچانک کوئی ان ہونی بات ہوجائے تو قرب و جوار کے لوگ بوکھلا جاتے ہیں' ممکن ہے ہمارے ساحل پر پہنچنے کے بعد کوئی خوب صورت صحت مند دوشیزہ اچانک ایک سسکاری لے پھر چکرا کر نرم ریت پر گرے اور ہمیشہ کے لیے...... پُرسکون نیند سوجائے' ایسے موقعوں پر جو افراد بوکھلا کر بھاگتے ہیں وہ قانون کی نظروں میں مشکوک سمجھے جاتے ہیں' زیادہ معصوم اور بے قصور وہ ہوتا ہے جو لاش کے قریب کھڑا ہو کر اس کی موت کا سوگ منائے۔"

"کیا ندیم نے تمہیں کبھی یہ نہیں بتایا کہ میں پولیس کے ایک بڑے عہدے پر فائز رہ چکا ہوں۔"

"بتایا تھا۔ اسی لیے تو میں آپ کو جرائم کی دنیا کے اہم اصول بتا رہا ہوں۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟" میں نے راجو کو وضاحت طلب نظروں سے گھورا۔ "کیا ہمارے ساحل پر پہنچنے کے بعد حقیقتاً کوئی خوب رو اور صحت مند دوشیزہ اس دنیا سے کوچ کرجائے گی۔"

"ایسا ہی ہوگا۔" راجو نے سرسراتے لہجے میں جواب دیا۔ "اس لیے کہ یہ باس کا حکم ہے۔"

"کیا۔۔۔" میں اچھل پڑا۔ "تم قتل کرو گے اسے؟"

"شاید ایسا ہی ہو۔۔۔ بہرحال موت اس حسینہ کے مقدر میں رقم کی جاچکی ہے۔" راجو نے بے پروائی سے کہا پھر ساحل کی طرف نظر دوڑاتے ہوئے بولا۔ "زمانے نے کس قدر منزلیں طے کرلی ہیں لیکن ابھی تک کوئی ای مشین ایجاد نہیں کرسکے جو کسی کی موت کے وقت کا تعین کرسکے' یہ دنیا بھی عجیب ہے۔ انسان پانی کے کسی حقیر بلبلے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ ابھی وہ زندگی سے بھرپور مسکراہٹیں ہونٹوں پر سجائے نرم ریت پر محو خرام ہے مگر اس بات سے قطعی لاعلم ہے کہ کچھ دیر بعد اس کے جسم اور روح کا تعلق ہمیشہ کے لیے ختم ہونے والا ہے۔"

"کیا تم اس دوشیزہ سے واقف ہو؟"

"ہاں۔۔۔ صرف اسی حد تک کہ وہ مسٹر گراہم کی سب سے عزیز ترین داشتہ ہے۔"

"راجو۔۔۔ تم نے ابھی کچھ دیر پہلے کہا تھا کہ تم مرزا ندیم کے کہنے پر عمل کرنے کے عادی ہو۔"

"میں نے غلط نہیں کہا تھا۔"

"پھر تم مجھے اس دوشیزہ کے بارے میں قبل از وقت کیوں بتا رہے ہو' موت جس کے سر پر منڈلا رہی ہے۔"

"یہ بھی باس کا حکم تھا کہ آپ کو اس سے آگاہ کردیا جائے۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"یہ باس ہی بہتر جانتا ہے۔" راجو نے گول مول لہجے میں جواب دیا۔ "ہمارا کام صرف حکم پر عمل کرنا ہے۔"

"کیا ساحل پر تمہارے کچھ اور ساتھی بھی موجود ہوں گے؟"

"ہو بھی سکتے ہیں لیکن مجھے اس کا علم نہیں۔" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا پھر گلاس میں بچی شراب کو ایک ہی گھونٹ میں حلق کے نیچے اتارتے ہوئے بولا۔ "ہمیں اب چلنا چاہیے' باس نے ٹھیک سوا سات بجے ڈیڈلائن مقرر کی تھی' اس وقت ساڑھے چھے کا عمل ہے' ہمیں ساحل تک پہنچنے اور اپنے کام کو عملی جامہ پہنانے میں پینتالیس منٹ ضرور لگ جائیں گے۔"

"کیا تم موت سے پہلے مجھے اس لڑکی کو ایک نظر دیکھنے کو موقع نہیں دو گے۔"

"سوری۔۔۔" راجو نے مسکراتے ہوئے کہا پھر میرے ساتھ ہی اٹھ کر ہوٹل سے باہر آگیا۔

ہمارے علاوہ اور بھی بہت سارے افراد ساحل کی طرف آجا رہے تھے' جیسے جیسے ساحل قریب آرہا تھا میرے دل کی دھڑکنیں تیز سے تیز تر ہوتی جارہی تھیں' میری متجسس نظریں ہر ایسی خوب رو اور صحت مند دوشیزہ کے چہرے کو گھور رہی تھیں جو ساحل کے قریب موجود تھی۔

...سی ایک کو موت سے ہمکنار ہونا تھا۔ کیسے؟ یہ ...و اور ندیم کے سوا کسی اور کو نہیں معلوم ...ف اتنا معلوم تھا کہ اس دوشیزہ کی موت گراہم ...لیے منہ توڑ جواب تھا جس نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کرایا ...ہا۔ ندیم کے سوچنے کا اپنا ایک علیحدہ انداز تھا' بظاہر جو ...شیزہ موت کا شکار ہونے والی تھی اس کا مجھ پر حملے سے ...ہ راست کوئی تعلق نہیں تھا لیکن اسے گراہم کی ایک ...موم حرکت کا خمیازہ بھگتنا پڑرہا تھا' اسی طرح جس طرح ...ے لاتعلق ہونے کے باوجود نشانہ بنانے کی کوشش کی گئی

راجو نے ساحل کے قریب پہنچ کر ایک خالی سگریٹ ...لڈر جیب سے نکال کر ہونٹوں کے درمیان دبالیا۔ میں نے ...ل ہولڈر کو بغور دیکھا' اس میں بظاہر کوئی خاص بات نہیں ...ی' میں اکثر لوگوں کو جانتا تھا جنہیں کسی بیماری کے پیش ...لہ تمباکو نوشی سے روک دیا گیا تھا مگر وہ محض خود کو تسلی ...نے کی خاطر بغیر جلی سگریٹ' سگار ہولڈر یا پھر پائپ ہونٹوں کے درمیان دبائے گھومتے رہتے تھے۔

ساحل پر ٹہلتے ہوئے اچانک میری نظر ایک ایسی خوبرو ...ینہ کے چہرے پر پڑی جو صحت مند ہونے کے ساتھ ساتھ ...ے جاذب نظر خدوخال کی مالک تھی۔ اس کے ساتھ ہی ...لباب نوجوان بھی تھا جو کچھ فاصلے سے چل رہا تھا۔ شاید وہ ...ن خوب صورت دوشیزہ کا باڈی گارڈ تھا۔ معاً میرے ذہن ...اس بڑی سرعت سے ایک خیال ابھرا۔ "کہیں شکار ہونے ...ی لی عورت وہی تو نہیں تھی؟" لیکن پھر اس سے پیشتر کہ میں ...ب اس کی تصدیق راجو سے کرتا' خوبرو دوشیزہ نے اچانک ایک ...ناک سسکاری بھری پھر وہ کسی کٹے ہوئے شہتیر کے مانند ...م ریت پر ڈھیر ہوگئی پھر دیکھتے ہی دیکھتے لوگوں کا اچھا خاصا ...ت ذم اس کے گرد جمع ہوگیا۔

بلوپائپ (وہ پائپ جس کے ذریعے زہریلی سوئیاں شکار ...نا جانب پھینکی جاتی ہیں) میرے ذہن میں ایک جھماکا سا ...ا۔ میں نے راجو کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھا' خالی ...پ جو سگریٹ ہولڈر نما تھا بدستور اس کے ہونٹوں کے ...رمیان موجود تھا۔

...لا گھنٹے تک ساحل پر موجود افراد حسینہ کے ریت پر ...رے ہوئے نیم عریاں جسم کو دیکھتے رہے' اس کے ساتھ جو ...ڈی گارڈ تھا وہ بری طرح بوکھلایا ہوا نظر آرہا تھا لیکن اس ...نے کسی ڈر یا خوف سے اپنی زبان نہیں کھولی تھی پھر پولیس ...ل گاڑیاں سائرن بجاتی ہوئی آگئیں' مجمع کائی کی طرف پھٹ گیا' ضروری کارروائی کے بعد لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے روانہ کردیا پھر لوگوں کے بیان پر اس نوجوان کو بھی حراست میں لے لیا گیا جو مرنے والی کے ساتھ نظر آرہا تھا' اس نے اپنی زبان بڑی سختی سے بند کررکھی تھی۔

راجو بدستور بے پروا نظر آرہا تھا۔ وہ خاصے مضبوط اعصاب کا مالک تھا جو بھرے مجمعے میں ایک دوشیزہ کو موت کے گھاٹ اتارنے کے باوجود بالکل نارمل نظر آرہا تھا' ممکن ہے اسے صرف اس دوشیزہ کے قتل ہونے کا علم رہا ہو اور واردات کسی اور نے کی ہو لیکن راجو نے بہرحال یہی ظاہر کیا تھا۔ وہ ذمے داری ندیم نے اسی کو سونپی تھی۔ یہ بھی ہوسکتا تھا کہ راجو نے مجھے اندھیرے میں رکھنے کی خاطر غلط بیانی سے کام لیا ہو تاکہ میں اس واردات کو روکنے کے سلسلے میں کوئی اقدام نہ کرسکوں۔

ہوٹل واپس آنے کے بعد میں نے راجو کو مشتبہ نظروں سے دیکھا لیکن اس کے چہرے پر ایسی کوئی علامت نہیں تلاش کرسکا جو عموماً قاتل کے چہرے پر یا پھر اس کی حرکات و سکنات سے ظاہر ہوتی ہے' خالی پائپ بدستور اس کے ہونٹوں کے درمیان پھنسا ہوا تھا۔

"راجو۔۔۔" میں نے اسے سنجیدگی سے مخاطب کیا۔ "کیا میں تمہارا یہ خوب صورت پائپ ایک نظر دیکھ سکتا ہوں۔"

"کیوں نہیں۔" اس نے خوش دلی کا مظاہرہ کیا پھر وہ پائپ منہ سے نکال کر میرے حوالے کردیا۔ میں اسے خاصی دیر تک دیکھتا رہا لیکن مجھے اس میں بھی بظاہر ایسی کوئی بات نظر نہیں آئی جو "بلوپائپ" کے شبے کی تصدیق کرسکتی' میں نے خاموشی سے پائپ اسے واپس کیا تو وہ بڑے معنی خیز انداز میں بولا۔

"آپ کو پسند آگیا ہے تو شوق سے رکھ لیجیے۔ میں بازار سے دوسرا خرید لوں گا۔"

"میرا خیال ہے کہ اب ایک دو روز کے لیے سیاحوں کی بڑی تعداد ساحل سے دور ہی رہے گی۔" میں اس کی بات نظرانداز کرتے ہوئے بولا۔

"ہوسکتا ہے کہ آپ کی قیاس آرائی درست ثابت ہو لیکن اس قسم کی وارداتیں تو آئے دن ہوتی ہی رہتی ہیں۔" راجو نے سردمہری کا مظاہرہ کیا۔ "دو چار گھنٹے تک سراسیمگی کا عالم ضرور طاری رہتا ہے لیکن اس کے بعد حالات پھر نارمل ہوجاتے ہیں۔"

"کل کے لیے تمہارے پاس کیا پروگرام ہے۔" میں

نے چبھتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

"کل ہم ایک ایسے ہوٹل میں چلیں گے جسے مقامی لوگ سیاحوں کی جنت کے نام سے یاد کرتے ہیں۔" راجو نے مسکرا کر جواب دیا۔ "وہاں رنگین مزاج لوگوں کی دل بستگی کے سامان پورے کیل کانٹے سے موجود ہوتے ہیں' اس کے علاوہ بھی وہاں سیاحوں کے لیے ہر قسم کی تفریح مہیا کی گئی ہے۔"

"کیا وہاں بھی کسی کے قتل کا پروگرام طے ہے۔"

"باس کے حکم پر منحصر ہے' فی الحال میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔" راجو نے شانے اچکاتے ہوئے کہا پھر سگریٹ ہولڈر منہ میں دبائے دبائے ہی باتھ روم میں چلا گیا۔

سگریٹ ہولڈر' نجانے کیوں میرا ذہن ایک بار پھر اسی ہولڈر میں الجھ گیا' میری چھٹی حس گواہی دے رہی تھی کہ کسی نہ کسی زاویے سے وہی مرنے والی کے لیے استعمال کیا گیا تھا۔ اس میں یقیناً کوئی ایسا خفیہ مکینزم موجود ہوگا جو اسے استعمال کرنے والے کے سوا کسی دوسرے کی نگاہوں میں نہیں آسکتا تھا۔

❋

راجو مجھے دوسرے دن جس ہوٹل میں لے گیا وہ سیاحوں کی جنت اس طرح تھا کہ یہاں کچھ زیادہ ہی آزاد ماحول اور مغربی تہذیب کے آثار موجود تھے' یہاں پر سیاحوں کی دل بستگی کے لیے ہر وہ آسائش اور آسانی تھی جس کے بارے میں سوچا جاسکتا تھا۔ خوب صورت اور حسین لڑکیاں نیم عریاں لباس میں ملبوس ہر آنے والے کو دعوت گناہ دے رہی تھیں' بھٹکے ہوئے شرابیوں کو شکار کرنے کا یہ بھی ایک بے ہودہ انداز تھا جو مغربی تہذیب میں ہمیشہ سے رائج ہے اور شاید اس میں کمی آنے کے بجائے اور اضافہ ہی ہوتا چلا جائے' تھکے ہوئے یا بھٹکے ہوئے ذہن کو آسودگی بخشنے کا یہ گھٹیا طریقہ ہرچند کہ اخلاق اور تہذیب کے دائرے سے گرا ہوا تھا لیکن ابھی تک مروّج تھا۔ مجھے صدر دروازے سے اندر قدم رکھتے ہی ایسا لگا جیسے کسی نے بھرے بازار میں میرے جسم سے کپڑے اتار لیے ہوں پھر میری نظر اپنے ہی ایک ہم وطن پر پڑی جو خود کو ہمیشہ بہت زیادہ پارسا اور پاکباز ظاہر کرنے کی کوشش کرتا تھا لیکن اس وقت وہ بھی کسی شکرے کے مانند ایک سہمی ہوئی کبوتری کو اپنے بازوؤں میں دبوچے لڑکھڑاتے قدموں سے بائیں جانب بنے ہوئے سوئمنگ پول کی طرف جارہا تھا جہاں بے شرمی اور بے حیائی اپنے پورے عروج پر تھی' فضا میں ہر سو ا[illegible] اقسام کے نشے کی خوشبو رچی بسی تھی جو کم از کم میر[illegible] قطعی ناقابل برداشت تھی۔ میں نے پلٹ کر راجو کی [illegible] دیکھا جو پئے بغیر پوری طرح مست نظر آرہا تھا' میں [illegible] دل میں اس کی اداکارانہ صلاحیتوں کی داد دیے بغیر [illegible] سکا۔

"کیا ہمارا یہاں آنا ضروری تھا۔" میں نے دبی [illegible] میں پوچھا۔

"قطعی نہیں۔" راجو نے مدھم آواز میں لہرا[illegible] ہوئے جواب دیا۔ "ہم صرف اپنے سیاح ہونے کا [illegible] پیش کرنے کی غرض سے یہاں آئے ہیں۔"

"مجھے اس ماحول سے وحشت ہورہی ہے۔" میں [illegible] کڑوا سا منہ بنا کر کہا۔ "ہوسکتا ہے سب کھایا پیا ایک [illegible] ابکائی میں حلق سے باہر آجائے۔"

"فوری طور پر ہماری واپسی دوسروں کو مشکوک کر [illegible] ہے۔" راجو نے بڑے تجربے کی بات کی۔ "ہم کچھ دیر [illegible] لیے سوئمنگ پول کی طرف چلتے ہیں کھلی فضا میں سا[illegible] لینا ہمارے لیے زیادہ مفید ثابت ہوگا۔"

"کیا میں آپ کی مدد کرسکتی ہوں۔" ایک شوخ [illegible] بہکی ہوئی دوشیزہ نے قریب آکر ہمیں باری باری نشیلی [illegible] قاتل نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ اس کے ہاتھ [illegible] گلاس تھا جو آدھے سے زیادہ خالی ہوچکا تھا۔ میں نے ا[illegible] غور سے دیکھا' وہ پینتیس سال سے کچھ زیادہ ہی کی [illegible] ہوگی لیکن میک اپ کے کمال نے اس کی اصلی عمر کو [illegible] حد تک گھٹا رکھا تھا۔ مجھے اس پر ترس آنے لگا' نجانے کو[illegible] سی ضرورت یا حالات اسے اس ہوٹل تک لے آئے [illegible] اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں ساغر چھلکتے نظر آرہے [illegible] لیکن بات کرنے کا لب و لہجہ اس بات کی چغلی کھا رہا تھا [illegible] وہ پیشہ ور نہیں تھی' صورت شکل اور رنگت کے اعتبار [illegible] سے وہ مقامی ہی لگ رہی تھی' شاید حالات کے بھنور [illegible] پھنس کر وہ بے بس ہوچکی تھی۔

"تمہارا نام کیا ہے ہنی؟" راجو نے بے تکلفی [illegible] اس کی کمر کے گرد ہاتھ ڈال دیے۔

"میلبا۔" اس نے راجو کے گال پر ہلکی سی چٹکی [illegible] ہوئے شوخی سے پوچھا۔ "یو آر انڈین۔"

"او یس۔ مائی نیم رام اوتار۔" راجو نے بہکتے ہو[illegible] جواب دیا۔

"ہم ادھر پہلی بار آیا۔ وِن ویک پہلے بھی آیا تھا لیکن اس روز وہ جھگڑا لے آئی مین کرلنگ ہیئر والا تمہارے ساتھ رومانس کررہا تھا۔"

"ولیم ہوگا۔" وہ کچھ سوچ کر بولی پھر اس نے کاروباری انداز اختیار کرلیا۔ "وہ سالا ایک دم باسٹرڈ ہے۔ ڈیم' بلاڈی فول۔ یو نو وہ ہم کو کیا بولتا۔"

"کیا بولتا؟"

"سسٹر۔"

"نان سنس۔" راجو نے اسے اپنی بانہوں میں گھسیٹتے ہوئے کہا۔ "کوئی میڈمین ہوگا یا پھر زیادہ ڈرنک کرگیا ہوگا۔"

"او نو۔۔۔" اس بار اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ہم کو معلوم۔۔۔ اس کا ایک سسٹر ہوتا جو کسی امریکن کے ساتھ بھاگ گیا۔ اس کا فیس ہم سے ملتا اس لیے وہ ہم کو سسٹر بولتا پور فیلو۔"

"نو پور فیلو۔" راجو لڑکھڑاتے ہوئے میلبا کے ساتھ لپٹنے لگا۔ "ہی از اے چیٹر' بگا فراڈ' بیوٹی فل گرلز کو ٹریپ کرنے کے لیے سالا بومڑی مارتا۔"

"وہاٹ بومڑی۔" میلبا نے تعجب سے پوچھا' شاید اسے اتنی اردو یا ہندی نہیں آتی تھی کہ وہ بومڑی کا مطلب سمجھ پاتی۔

"بومڑی۔۔۔ بومڑی۔۔۔ اوہ۔۔۔ یس۔۔۔ فالس اسٹوری۔" راجو نے بومڑی کا انگریزی ترجمہ کرتے ہوئے کہا پھر معنی خیز لہجے میں بولا۔ "آر یو فری۔"

"یس۔" وہ نہایت بے شرمی سے بولی۔ "ایٹ یور سروس۔"

"ول یو ڈانس اینڈ ڈرنک ودھ می۔"

"وہائی ناٹ۔" میلبا نے پیشہ ورانہ انداز میں کہا۔ "یو آر اے ہینڈسم گائی۔ آئی لو انڈین۔"

"تھینکس۔" راجو نے اسے والہانہ نگاہوں سے دیکھا پھر اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اس کمرے کی جانب بڑھنے لگا جس پر ڈانسنگ فلور کا رنگ برنگا نیون سائن جل بجھ رہا تھا' جاتے جاتے راجو نے دوسروں سے نظریں بچا کر مجھے بڑی خوب صورتی سے آنکھ ماری تھی لیکن میں اس کا مطلب سمجھنے سے قاصر ہی رہا۔

راجو اس وقت جو پارٹ پلے کررہا تھا اس میں کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور تھی لیکن میرے لیے وہاں اب ایک لمحہ بھی رکنا محال ہورہا تھا' میرا جی بری طرح مالش کررہا تھا۔ میں واپسی کے ارادے سے صدر دروازے کی جانب پلٹا ہی تھا کہ اچانک میری نگاہیں ایک ایسی عورت سے چار ہوگئیں جس کی وہاں موجودگی میرے لیے تعجب خیز بھی تھی اور حیران کن بھی۔ شاید وہ اس حیا سوز ماحول میں اپنے خوب صورت ماضی کو تلاش کرنے آئی تھی جو بری طرح مسخ ہوچکا تھا۔

اس کی عمر کسی طرح بھی ستر اسی سے کم نہیں لگ رہی تھی' چہرے پر جابجا جھریاں لٹکتی نظر آرہی تھیں' صورت و شکل کے اعتبار سے بھی وہ کوئی چڑیل ہی نظر آرہی تھی' اس کی ناک ضرورت سے کچھ زیادہ خمیدہ تھی جس کی وجہ سے اس کی شخصیت مضحکہ خیز بن کر رہ گئی تھی۔ اس کے جسم پر ڈھیلا ڈھالا لباس تھا جسے غالباً استری کیے بغیر ہی زیب تن کرلیا گیا تھا' اس کے بال الجھے ہوئے اور بے ترتیب سے تھے لیکن اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی جو اسے دوسروں سے نمایاں کررہی تھی۔ لمبے اوورکوٹ میں دونوں ہاتھ ڈالے وہ مجھے اس طرح ٹکٹکی باندھے گھور رہی تھی جیسے میری صورت میں وہ اپنے کسی مردہ یا بچھڑے ہوئے عزیز کو تلاش کررہی ہو یا اس شخص کا عکس محسوس کررہی ہو جس نے اس کے حسین ماضی کو ڈس کر ایک قابل رحم مستقبل کے سانچے میں ڈھال دیا تھا۔

میں نے اسے غور سے دیکھا' وہ جو کوئی بھی تھی اس کی حالت قابل رحم تھی لیکن میں نے اس پر رحم کھانے کی خاطر وہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا' اس کے مکروہ وجود سے نظر ہٹا کر تیزی سے لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہوٹل سے باہر نکلا اور ایک ٹیکسی پکڑ کر اپنے ہوٹل کی طرف روانہ ہوگیا۔

کھلی فضا اور ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں نے میری مکدر طبیعت کو بڑی حد تک بحال کردیا تھا' ہوٹل کی طرف جاتے ہوئے مجھے بس اچانک ہی اس بات کا شبہ ہوا۔ جیسے کوئی میرا تعاقب کررہا ہے' میں نے تیزی سے پلٹ کر پیچھے بھاگتی ہوئی سڑک پر نظر ڈالی' وہاں دور دور تک کسی گاڑی کا نام و نشان تک نہیں تھا۔

راجو رات کو خاصی دیر سے واپس لوٹا تھا' وہ نشے میں تھا لیکن اتنا زیادہ بھی نہیں کہ اس کے قدم ڈگمگا رہے ہوں یا چلتے وقت وہ آگے پیچھے لڑکھڑا رہا ہو۔ کمرے میں داخل ہونے کے بعد وہ سیدھا باتھ روم میں گھس گیا۔ واپسی پندرہ منٹ بعد ہوئی' اب وہ اپنے نائٹ گاؤن میں ملبوس تھا۔

"آپ ابھی تک جاگ رہے ہیں۔" اس نے دیوار گیر گھڑی پر نظر ڈالی جو ڈیڑھ بجے کے عمل کا اعلان کر رہی تھی۔

"مجھے تمہارا انتظار تھا۔"

"خیریت----" راجو نے بستر پر بیٹھتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔ "کوئی خاص بات؟"

"ہاں---- میں تم سے یہ دریافت کرنا چاہتا تھا کہ تم نے اس لڑکی کے ساتھ سوئمنگ پول کی طرف جاتے وقت مجھے آنکھ کیوں ماری تھی؟ کیا کوئی خاص مصلحت تھی؟"

"نہیں----" راجو مسکرا کر بولا۔ "وہ تو میں نے بس یوں ہی خود کو اوباش ظاہر کرنے کی خاطر ایک عامیانہ حرکت کی تھی۔"

"اس لڑکی کے ساتھ تمہارا وقت کیسا گزرا۔"

"ویسا ہی جیسا کسی سیاح کے ساتھ ایک کال گرل کا گزرتا ہے۔" راجو نے جماہی لیتے ہوئے کہا پھر بستر پر دراز ہو گیا۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"تم کیا سمجھتے ہو' کیا گراہم اپنی سب سے عزیز داشتہ کی موت کے غم کو آسانی سے برداشت کر لے گا؟"

"اس کا جواب تو خود گراہم ہی بہتر طور پر دے سکتا ہے۔" راجو نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"نارمن' ہاورڈ اور پھر وہ خوبرو حسینہ۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "کیا گراہم حالات کی کڑیاں ملانے کی کوشش نہیں کرے گا اور ایسی صورت میں جبکہ اس کو اس بات کا شبہ ہو چکا ہے کہ نارمن اور ہاورڈ کی موت میں کس کا ہاتھ ہے' گراہم کے لیے بقیہ تین آدمیوں کی موت جو سیڈان میں لگنے والی آگ کا نتیجہ تھی مشکوک ہو گی' ایک ہی روز میں اس کے پانچ افراد لقمۂ اجل بن گئے اور اب----"

"یہ سب کچھ سوچنا اور سمجھنا باس کا کام ہے۔" راجو شانے اچکاتے ہوئے بولا۔ "ہمارا کام صرف حکم کی تعمیل کرنا ہے۔"

"وہ لڑکی جو تم سے ہوٹل میں ملی تھی وہ گراہم کی طرف سے ایک ٹریپ بھی ثابت ہو سکتی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ ایسا نہیں ہے جیسا آپ سمجھ رہے ہیں۔"

"اس یقین کی کوئی وجہ۔"

"یہ بات آپ کے علم میں بھی آ چکی ہے کہ گراہم کو اس کے حلقے میں آکٹوپس کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اگر اسے ہمارے خلاف کوئی شبہ ہوتا تو اب تک وہ باس پر جوابی حملہ کرا چکا ہوتا۔" راجو نے جواز پیش کیا۔ "شہر میں بے شمار ایسے شورہ پشت اور خطرناک قاتل موجود ہیں جو گراہم کے ایک اشارے پر کسی بھی بڑے سے بڑے آدمی پر بھی بھوکے شکاری کتوں کی طرح ٹوٹ پڑنے کو اپنے لیے ایک اعزاز سمجھیں گے۔"

"کیا تم گراہم کے بارے میں پہلے سے بھی کچھ جانتے ہو؟" میں نے راجو کو کریدنے کی خاطر کہا۔ "میرا مطلب ہے کہ کیا تم اس سے پہلے بھی مل چکے ہو یا صرف ندیم کی فراہم کردہ اطلاع پر قیاس آرائی کر رہے ہو۔"

"مجھے اس وقت بڑی شدت سے نیند آ رہی ہے۔" راجو نے مجھے ٹالنے کی خاطر ایک بار پھر طویل جماہی لیتے ہوئے کہا پھر دوسری کروٹ لے لی' غالباً اسے ندیم کی طرف سے ایسی ہی ہدایت ہو گی کہ بغیر اس کی اجازت کے زبان نہ کھولی جائے۔ میں نے راجو کو زیادہ ٹٹولنے کی کوشش نہیں کی اور ہاتھ بڑھا کر لائٹ آف کر دی!

دوسری صبح میں بیدار ہوا تو راجو کے خراٹوں کی آواز کمرے میں گونج رہی تھی' رات شاید اس نے زیادہ ہی چڑھا لی تھی جو نو بجے کے بعد بھی گہری نیند کے مزے لوٹ رہا تھا ورنہ عام طور پر وہ مجھ سے پہلے بیدار ہونے کا عادی تھا۔ میں واش روم جانے کے لیے ابھی بستر سے اٹھنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ کسی نے دروازے پر زور سے دستک دی' میں نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو تین افراد مجھے دھکیلتے ہوئے تیزی سے اندر داخل ہوئے' وہ تینوں ہی بہترین سوٹ بوٹ میں ملبوس تھے' بظاہر کھاتے پیتے لوگ نظر آ رہے تھے لیکن ان کی آنکھوں میں نظر آنے والی مخصوص چمک نے ان کی اصلیت مجھ پر ظاہر کر دی' وہ اچھے لوگ نہیں تھے' اندر داخل ہوتے ہی ایک نے پلٹ کر دروازے کو اندر سے بولٹ کیا' باقی دو نے برق رفتاری سے بغلی ہولسٹر سے آٹومیٹک نکال لیے تھے جن پر اعلیٰ قسم کا سائلینسر بھی فٹ تھا۔

"اس حرکت کا مطلب----" میں نے انہیں تیز نظروں سے گھورا۔ "اس طرح کسی کے کمرے میں گھس آنا کہاں کی شرافت ہے۔"

"بکومت----" دراز قد والے نے کرخت لہجے میں کہا۔ "ہم یہاں تم سے شرافت یا تہذیب کا درس لینے نہیں آئے ہیں۔"

"لیکن----"

"کم سے کم بات کرنے کی کوشش کرو۔" دوسرے کے انداز میں سفاکی تھی۔ "زندگی چاہتے ہو تو ہمارے سوالات کا ٹھیک ٹھیک جواب دو ورنہ ہمیں تم دونوں کی موت پر کوئی

صدمہ نہیں ہوگا۔"

تیسرا شخص ریوالور کے دستے پر گرفت مضبوطی سے جمائے راجو کے سرہانے پہنچ چکا تھا' فوری طور پر میرے ذہن میں ایک ہی خیال ابھرا' وہ تینوں یقیناً گراہم کے گروہ کے لوگ تھے جو غالباً "سی ویو میں مقیم تمام کسٹمرز کو باری باری ٹٹولنا چاہتے تھے۔ میں نے کسی گھبراہٹ کا ثبوت دینے کے بجائے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"تم شاید غلط جگہ آگئے ہو۔"

"اس کا فیصلہ ہم بعد میں کریں گے۔" دراز قد والے نے مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "تمہارا قیام سی ویو میں کب سے ہے؟"

"اتنی سی بات تو تم کاؤنٹر کلرک سے بھی معلوم کرسکتے تھے۔" میں نے جھنجلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" دوسرے نے مجھے قہر آلود نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا' میں سمجھ رہا تھا کہ وہ نفسیاتی طور پر مجھے کریدنے کی کوشش کررہے تھے۔

"بلرام۔۔۔۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"دوسرا کون ہے۔۔۔۔" اس نے راجو کی سمت اشارہ کرتے ہوئے سوال کیا۔

"میرا منیجر۔۔۔۔ رام اوتار۔"

"کیا کرتے ہو۔۔۔۔"

"قالینوں کا کاروبار۔۔۔۔"

"سی ویو میں تمہارے قیام کا مقصد کیا ہے۔"

"وہاٹ نان سنس۔" میں نے دیدہ و دانستہ جھلاتے ہوئے کہا۔ "کوئی شخص کسی ہوٹل میں کیوں قیام کرتا ہے۔"

"خاص طور پر تم نے سی ویو ہی کا انتخاب کیوں کیا؟"

"محض تفریح کی خاطر۔۔۔۔" میں نے اکتائے ہوئے انداز میں جواب دیا۔ "ساحلی علاقے تھکے ہوئے ذہنوں کو زیادہ سکون پہنچاتے ہیں۔۔۔۔ اور کچھ۔"

"جو لوگ تفریح طبع کے لیے ساحلی ہوٹلوں کو پسند کرتے ہیں وہ کمرے میں گھسے بیٹھے رہنے کے عادی نہیں ہوتے اور ہماری اطلاع کے مطابق تم دونوں زیادہ تر۔۔۔"

"یہ سراسر غلط ہے۔" میں نے تلملا کر احتجاج کیا۔

"تمہیں یقیناً کسی نے غلط اطلاع فراہم کی ہے لیکن تم لوگ کون ہو اور کیا چاہتے ہو۔"

"کل شام تم دونوں چھے اور آٹھ بجے شام کے درمیان کہاں تھے؟" دراز قد والے نے میری بات کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"سمندر کے کنارے چہل قدمی کررہے تھے لیکن۔۔۔۔" میں نے جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"لیکن کیا۔۔۔۔"

"ایک خوب صورت دوشیزہ کی موت نے سارا مزہ کرکرا کردیا۔" میں نے انہیں تاریکی میں رکھنے کی خاطر قیاس آرائی کا انداز اختیار کیا۔ "میرا خیال ہے وہ ہارٹ فیل ہونے کی وجہ سے اس دنیا سے سدھار گئی۔"

"تمہیں اس کا اندازہ کس طرح ہوا کہ وہ ہارٹ فیلیور ہی کا تھا۔"

"موت سے کچھ دیر پہلے وہ بھلی چنگی لگ رہی تھی لیکن پھر بیشتر لوگوں نے ایک ہی منظر دیکھا' وہ مسکراتے مسکراتے یک دم سنجیدہ ہوگئی تھی پھر اچانک ہم نے اسے نرم ریت پر گرتے دیکھا اور اس کے بعد لوگوں کا ہجوم اس کے گرد جمع ہوگیا' بعد میں اس کے موت کی تصدیق نے سب ہی کو افسردہ کردیا تھا۔"

"تمہارا تعلق کہاں سے ہے؟" دوسرے شخص نے تیزی سے پوچھا۔

"ہندوستان سے۔" میں نے جواب دیا۔ "بمبئی میں ہمارا ہیڈ آفس بلرام انٹر پرائز کے نام سے مشہور ہے۔"

"کیا تم ان چہروں کو شناخت کرسکو گے جو اس خوب صورت عورت کی موت کے وقت اس کے قریب موجود تھے۔"

"مشکل ہے اس لیے کہ عورت کے مرتے ہی ساحل پر موجود سیکڑوں افراد اس کی خیریت معلوم کرنے کی خاطر اس کے اطراف جمع ہوگئے تھے۔۔۔۔" میں نے بے ساختہ کہا پھر چونکتے ہوئے بولا۔ "کیا آپ لوگوں کا تعلق پولیس یا سراغرسانی سے ہے۔"

"ہم تمہارے کمرے سے جانے سے پیشتر تمہارے سفری دستاویز دیکھنا پسند کریں گے۔" دراز قد والے نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"ضرور۔۔۔۔ ضرور۔" میں نے اطمینان سے جواب دیا۔ پھر وہ تمام سفری دستاویز نکال کر ان کے حوالے کردیں جو ندیم نے قبل از وقت تیار کرا کے ہمارے حوالے کی تھیں۔ وہ دونوں خاصی دیر تک ہمارے پاسپورٹ اور دوسرے کاغذات دیکھتے رہے' ان تصویروں کو ہمارے چہرے سے ملاتے رہے جو پاسپورٹ پر چسپاں تھیں۔

"ٹھیک ہے۔" دوسرے شخص نے کاغذات مجھے لوٹاتے ہوئے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ "ہوسکتا ہے کہ تم وہ نہ

ہو جس کی ہمیں تلاش ہے لیکن اس کے باوجود ہماری اجازت کے بغیر تم سی ویو سے کہیں دوسری جگہ شفٹ ہونے کی کوشش نہیں کروگے۔"

"روانگی کی صورت میں ہم آپ سے کس طرح رابطہ قائم کرسکتے ہیں۔" میں نے سوال کیا۔ "میرا مطلب یہ ہے کہ آپ کا کوئی کانٹیکٹ نمبر۔۔۔۔"

"اس کی اطلاع تم ہوٹل کے منیجر کو کروگے اس کے بعد وہ ہم سے رابطہ قائم کرکے تمہیں جانے کی اجازت دے سکتا ہے۔"

"آپ حضرات کا تعلق۔۔۔۔"

"فضول باتوں سے پرہیز کرو اور اس بات کا خاص خیال رہے کہ تم ہماری یہاں آمد اور تفتیش کا ذکر کسی اور سے نہیں کروگے ورنہ کھیل بگڑ بھی سکتا ہے۔"

"او کے۔۔۔۔" میں نے بڑی سعادت مندی کا ثبوت دیا۔ "میں آپ لوگوں کے بارے میں اپنی زبان بند ہی رکھوں گا۔"

ان تینوں نے میرا جملہ ختم ہوتے ہی ایک دوسرے کی جانب دیکھا پھر جس تیزی سے آئے تھے اسی تیزی سے واپس چلے گئے۔ میں نے اطمینان کا سانس لیا پھر پلٹ کر راجو کی سمت دیکھا جس کے خراٹے بدستور کمرے میں گونج رہے تھے۔ مجھے اس بات پر حیرت بھی تھی کہ انہوں نے صرف ہماری دستاویز چیک کرنے پر اکتفا کیا تھا۔ ہمارے سازوسامان کو کھنگالنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ جس انداز میں آئے اور گئے تھے اس سے مجھے اس بات کا یقین ہوگیا تھا کہ ان کا تعلق کم از کم پولیس کے محکمے سے نہیں تھا' اگر ہوتا تو وہ قانون کے مطابق کسی چھان بین سے پیشتر اپنی شناخت ضرور کراتے۔ وہ یقیناً گراہم کے آدمی تھے جو اپنے باس کی سب سے زیادہ عزیز داشتہ کے قاتلوں کو تلاش کرنے کی خاطر ساحلی علاقے پر واقع ہوٹلوں میں قیام پذیر لوگوں کو کریدتے پھر رہے تھے۔

کچھ دیر تک میں حالات کے بارے میں سنجیدگی سے غور کرتا رہا' ندیم نے لندن کا جو پروگرام مرتب کیا تھا اس کا پہلا مقصد یہ تھا کہ وہ تسیم کے ذہن سے اس کے ماضی کو کھرچ ڈالنے کا خواہشمند تھا' اس کے علاوہ میری غیر موجودگی میں اس نے میرے سب سے بڑے کاروباری دشمن کو بھی انتہائی خوب صورتی سے راستے سے ہٹادیا تھا لیکن نارمن اور ہاورڈ کی موت کے بعد سے جس کہانی کی ابتدا ہوئی تھی اس نے میرے ذہن کو پراگندہ کردیا تھا۔ حالات سدھرنے کے بجائے آئے دن ایک نئی پیچیدگی پیدا کرتے جارہے تھے' ان ہی ناساعد حالات کی بنا پر مجھے میک اپ کرکے ندیم اور نسیم سے دور رہنا پڑا تھا۔

تھوڑی دیر بعد راجو انگڑائی لے کر اٹھ بیٹھا' میں نے اسے نئے حالات سے باخبر کیا تو ایک لمحے کے لیے وہ بھی سنجیدگی سے کسی خیال میں مستغرق ہوگیا پھر اس نے اپنے خیال کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"گویا اب یہ قصہ ختم ہونے کے بجائے اور طول پکڑتا جائے گا۔"

"کیا مطلب؟"

"ہوسکتا ہے کہ اب گراہم کو ایسے ان تین شکاری کتوں کی موت پر بھی ماتم کرنا پڑے جو ہماری تلاش میں ادھر ادھر بو سونگھتے پھر رہے ہیں۔"

"میں سمجھا نہیں۔۔۔۔"

"میں باس کو بہت قریب سے جانتا ہوں۔" راجو بولا۔ "وہ کم از کم اس بات کو بھی برداشت نہیں کرسکتا کہ کسی بھی مخالف گروہ کے لوگ اس کے آدمیوں کا سکون برباد کریں۔۔۔۔ آپ کا تعلق تو زیادہ گہرا ہے۔"

"کیا ندیم کو اب تک حالات کا علم ہوچکا ہوگا؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"عام حالات میں ہمیں باس کے حکم کے بغیر زبان کھولنے کی اجازت نہیں ہے لیکن یہاں چونکہ معاملہ آپ کی ذات سے ہے اس لیے آپ کے اطمینان کے لیے اتنا بتادینا کافی سمجھتا ہوں کہ ہم یہاں دو نہیں ہیں۔ چار دوسرے افراد بھی ہر وقت ہماری نگرانی پر مامور ہیں۔ انہوں نے باس کو خفیہ طور پر اب تک معاملات سے باخبر کردیا ہوگا۔"

"کوئی وجہ نہیں کہ میں تمہاری بات کو ماننے سے انکار کروں لیکن ایک سوال اب بھی باقی رہ جاتا ہے۔"

"وہ کیا۔۔۔۔؟"

"تم پورے وثوق کے ساتھ کس طرح کہہ سکتے ہو کہ جن تین افراد نے ہمیں کھنگالنے کی کوشش کی تھی ان کی موت بھی یقینی ہوگی۔"

"باس دشمنوں کو اندھیرے میں شکار کرنے کا عادی نہیں ہے۔" راجو نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "وہ ہمیشہ اپنے مخالف کو للکار کر مارنے کا عادی ہے۔ اگر وہ تینوں گراہم کی ٹیم کے افراد تھے تو باس کی طرف سے اب تک ان کے موت کے احکام جاری ہوچکے ہوں گے۔"

"لیکن اس طرح تو معاملات اور خطرناک صورت

اختیار کرلیں گے۔"

"گراہم کو ڈھیل دینا بھی مناسب نہیں ہے ورنہ وہ اور کھل کھیلنے کی کوشش کرے گا۔" راجو نے زہرخند لہجے میں جواب دیا۔ "اپنا باس گربہ کشتن روز اول کے اصول کا قائل ہے۔"

"ہوگا مگر ایک بات ابھی تک میری سمجھ سے بالاتر ہے۔" میں نے پہلو بدل کر پوچھا۔ "گراہم کی داشتہ کو قتل کرنے سے ندیم کو کیا فائدہ حاصل ہوا ہوگا۔"

"ممکن ہے اس طرح باس گراہم کو یہ باور کرانا چاہتا ہو کہ اگر اس نے باس کے ساتھ کوئی چال چلنے کی کوشش کی تو اس کے نتائج اچھے نہیں ہوں گے۔"

"تم شاید ایک بات کو نظرانداز کررہے ہو۔"

"وہ کیا۔۔۔؟"

"گراہم مقامی باشندہ ہے اور اس کا تعلق جس کاروبار سے ہے وہ بااثر لوگوں کے تعاون کے بغیر نہیں چمک سکتا' ایسی صورت میں کیا ندیم کا گراہم سے ٹکرلینا دانشمندی کے منافی نہیں ہے۔"

"اپنے اپنے سوچنے کا انداز ہے۔" راجو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ویسے میرا ذاتی خیال ہے کہ باس دنیا کے کسی بھی خطے میں دوسروں کے مقابلے میں کمزور نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ سیر پر سوا سیر ثابت ہوا ہے۔ کم از کم میرا تجربہ تو یہی ہے۔"

"تم ندیم کے ساتھ کب سے ہو؟" میں نے یوں ہی پوچھ لیا۔

ٹھیک اسی وقت راجو کے ہاتھ پر بندھی ہوئی گھڑی سے الارم کی مدھم آواز ابھری۔ اس کے ساتھ ہی ایک ننھا سا باریک سرخ دائرہ روشن ہوگیا' گھڑی کے اندر انتہائی حساس اور طاقت ور قسم کا کوئی ٹرانسمیٹر تھا' راجو نے تیزی سے گھڑی کی چابی معمولی سے کھینچی تو اس پر ایک بھرائی ہوئی مدھم آواز ابھرنا شروع ہوگئی' میں چونکہ راجو کے قریب ہی بیٹھا تھا اس لیے ابھرنے والی آواز کو سن سکتا تھا' بولنے والے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ لب و لہجہ تبدیل کرکے بات کررہا تھا۔

"ہیلو۔۔۔ہیلو۔۔۔چیف کالنگ۔۔۔کم آن دی لائن۔۔۔ہیلو۔۔۔ہیلو۔۔۔"

"بلیک ڈریگن آن دی لائن۔۔۔چیف۔" راجو نے کوڈورڈ کے حوالے سے اپنی شناخت کرائی۔

"کچھ دیر پہلے جو تین افراد تمہارے کمرے میں گھسے

تھے ان کے بارے میں تمہاری کیا رائے۔"

"سوری باس۔" راجو نے بڑی صاف گوئی سے لیا۔ "اس وقت میں سو رہا تھا۔"

"تمہارے ساتھی کی کیا رپورٹ ہے۔" دو جانب سے پوچھا گیا۔

"وہ پولیس کے محکمے سے متعلق نہیں تھے۔" راجو سنبھل کر جواب دیا۔ "ہمیں یقین ہے کہ وہ ساحل پر ہونے والی خوبرو حسینہ کے سلسلے میں آکٹوپس کی ہدایت مشتبہ افراد کی لسٹ تیار کرنے کا کام سرانجام دے رہے ہیں۔"

"ان کی آمد کی تفصیل کیا ہے؟"

"انہوں نے صرف ہمارے سفری کاغذات چیک کرنے پر اکتفا کیا تھا۔"

"اور کوئی خاص بات۔"

"یس باس۔" راجو نے یاد کرتے ہوئے کہا۔ "جاتے جاتے وہ ہمیں ہدایت کرگئے ہیں کہ ہوٹل کے منیجر کی اجازت کے بغیر ہم یہاں سے کسی دوسری جگہ شفٹ نہیں ہوسکتے ورنہ کھیل بگڑ بھی سکتا ہے۔"

"گھبرانے کی ضرورت نہیں۔" دوسری جانب سے اطمینان کا اظہار کیا گیا۔ "میرے آدمی ان کے پیچھے سائے کی طرح لگے ہوئے ہیں۔ ان کا انجام خوبرو حسینہ سے مختلف نہیں ہوگا۔ ایک خاص بات اور چوبیس گھنٹے تک لوگ سی ویو سے باہر جانے سے پرہیز ہی کرنا۔"

"رائٹ۔۔۔" راجو نے کہا پھر میرا اشارہ پاکر بولا۔ "میرا پارٹنر آپ سے بات کرنا چاہتا ہے۔"

"ابھی مناسب نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے میں رات کو کسی وقت دوبارہ رابطہ قائم کرنے کی کوشش کروں۔" اس جواب کے ساتھ ہی دوسری جانب سے سگنل ملنے بند ہوگئے' راجو نے گھڑی کی چابی کو دبا کر اس کی اصلی حالت میں واپس کردیا' سرخ روشنی کا ننھا دائرہ بجھ چکا تھا۔

"یہ قتل و غارت گری کا کھیل کب تک جاری رہے گا۔" میں نے اکتائے ہوئے لہجے میں راجو سے کہا۔ "ان تینوں کی موت کے بعد تو حالات اور سنگین صورت اختیار کرجائیں گے۔"

"اس کا جواب بھی باس ہی دے سکتا ہے۔"

"ہوسکتا ہے کہ میں سی ویو سے نجات پاتے ہی واپس چلا جاؤں۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے اپنے خیال کا اظہار کیا۔ "مجھے ان حالات یا واقعات سے کوئی دلچسپی نہیں جنہوں نے کم از کم میری شخصی آزادی کو مفلوج کردیا ہے۔"

"یہ آپ کی مرضی پر منحصر ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا' ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد ہم نے روم سروس کو فون کرکے ناشتا کمرے میں ہی طلب کرلیا پھر جب بیرا ناشتے کے برتن واپس لے گیا تو میں نے ایک رسالہ اٹھایا اور وقت گزاری کی خاطر بالکونی میں بیٹھ کر اس کے مطالعے میں مشغول ہوگیا بظاہر میری نظریں رسالے پر مرکوز تھیں لیکن ذہن برابر ان واقعات اور حادثات میں الجھا ہوا تھا جو ہمیں تیزی سے پیش آرہے تھے۔

رات کے کھانے کے لیے ہم ڈائننگ ہال میں جانے کے لیے تیار ہورہے تھے کہ دروازے پر دستک سنائی دی' راجو نے نہایت اطمینان سے دروازہ کھول دیا' آنے والا ہوٹل کا بیرا تھا جو وردی میں ملبوس تھا۔

"کیا بات ہے؟" راجو نے برا سا منہ بنا کر دریافت کیا' وہ یہ ظاہر کرنا چاہ رہا تھا کہ بن بلائے اسے بیرے کی آمد گراں گزری ہے۔

"کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے جناب۔" اس نے بڑے ادب سے پوچھا پھر کمرے کے اندر چلا گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے دروازہ بھی بند کرلیا۔

"ہم اپنے آرام و سکون میں بلاوجہ کی مداخلت برداشت کرنے کے عادی نہیں ہیں۔" راجو نے اس بار کرخت آواز میں بیرے کو گھورتے ہوئے کہا۔

"میرا مشورہ ہے کہ رات کا کھانا بھی تم دونوں روم سروس کے ذریعے اپنے کمرے میں منگوالو۔" بیرے کے مشورے پر راجو کے علاوہ میں بھی چونکے بغیر نہ رہ سکا اس لیے کہ وہ آواز سوفیصد ندیم کی تھی۔

"تم۔۔۔ اس حلیے میں۔" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"مجھے یقین تھا کہ تم مجھ سے ملاقات کے لیے خاصے بے چین ہوگے اس لیے خطرہ مول لے کر چلا آیا۔" ندیم نے مسکرا کر کہا پھر ایک کرسی پر اس طرح دراز ہوگیا جیسے بری طرح تھکا ہوا ہو۔

"وسیم کیسی ہے؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔ "کیا اسے بھی حالات کا علم ہے؟"

"نہیں۔۔۔ وہ بڑے سکون سے میرے ساتھ وقت کو انجوائے کررہی ہے۔"

"خود اپنے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

"کوئی خاص نہیں۔" ندیم نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "جو واقعات رونما ہورہے ہیں میں اب ان کا اس قدر عادی ہوچکا ہوں کہ مجھے کسی قسم کی تشویش کا احساس نہیں ہوتا۔"

"گراہم کی داشتہ کو بلاوجہ موت کے گھاٹ اتارنے سے تمہارا کیا مقصد تھا۔"

"میں کوئی کام بلاوجہ نہیں کرتا میرے دوست۔" ندیم یکلخت سنجیدہ ہوگیا۔ "مجھے اس کا علم ہے کہ گراہم اور اس کے آدمی کم از کم میرے اوپر ہاتھ ڈالنے کی حماقت نہیں کریں گے اس لیے کہ وہ جانتے ہیں کہ میں کس قماش کا آدمی ہوں لیکن گراہم نے تمہاری ذات پر شبہ کرکے پیٹرول کو آگ دکھانے کی کوشش کی تھی۔"

"کیا مطلب۔۔۔"

"بات خاصی تفصیل طلب ہے اور میں اس وقت جلدی میں ہوں' فی الحال اتنا سمجھ لو کہ وہ تمہیں کوئی زک پہنچا کر مجھے اس بات کا احساس دلانا چاہتا تھا کہ وہ نارمن' ہارڈی اور ان کے بقیہ تینوں ساتھیوں کی موت میں میرا ہاتھ محسوس کرچکا ہے' میں نے اسی لیے تم دونوں کو بھیس بدل کر سی ویو میں قیام کا مشورہ دیا تھا۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا پھر بولا۔ "رہا گراہم کی داشتہ کرسٹینا کی موت کا سوال تو وہ میری جانب سے گراہم کے لیے صرف ایک معمولی سی وارننگ تھی کہ اگر اس نے میرے کسی ساتھی پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی تو اس کا انجام اور زیادہ بھیانک بھی ہوسکتا ہے۔"

"کیا ہم یہی سب کچھ کرنے کی خاطر یہاں آئے تھے۔"

"غلط خیال ہے تمہارا؟" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "ہم صرف تفریحاً یہاں آئے تھے لیکن نارمن نے میرے ساتھ جو غداری کی تھی اس نے موجودہ صورت حال کا رخ اختیار کرلیا۔"

"اب ہمارے لیے کیا حکم ہے؟"

"حکم نہیں ۔۔۔۔ درخواست مائی ڈیئر۔" ندیم مسکراتے ہوئے بولا۔ "نارمن اور اس کے ساتھی پھر کریشیا اور اب تین نہایت قیمتی اور خطرناک قسم کے بلڈ ہاؤنڈز کی موت کے بعد گراہم کو اس بات کا احساس ہوگیا ہوگا کہ اس نے نارمن کو جو میرا مقامی ایجنٹ تھا اپنی عزت اور وقار کا مسئلہ بنا کر کسی دور اندیشی کا ثبوت نہیں دیا۔"

"کیا مطلب ۔۔۔۔؟" میں چونکا۔ "کیا وہ تین آدمی بھی ۔۔۔۔۔"

"ہاں ۔۔۔۔" ندیم نے زہرخند لہجے میں جواب دیا۔ "یہیں ساحلی علاقے میں وہ سی ویو کے بعد ایک تیسرے ہوٹل کے افراد کو چیک کررہے تھے کہ اچانک کچھ نامعلوم افراد نے انہیں بھی پراسرار حالات میں موت سے ہمکنار کردیا۔"

"اور ان تینوں کو موت کے گھاٹ اتارنے والے بھی تمہارے ہی لوگ تھے۔" میں نے سپاٹ آواز میں کہا۔ "تم نے ٹرانسمیٹر پر بھی ان ہی خیالات کا اظہار کیا تھا۔"

"مجھے ٹھیک سے یاد نہیں۔ ویسے پولیس کے بہترین دماغ اس وقت کریشیا اور اس کے بعد ان تین افراد کی موت پر کام کرنے میں مشغول ہیں جو تقریباً" دو گھنٹے پہلے ایک ہوٹل کی لفٹ سے لاش کی صورت میں برآمد ہوئے تھے۔ پورے ساحلی علاقے میں ان واقعات سے سراسیمگی کی کیفیت طاری ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ حالات کے معمول پر آتے ہی مجھے واپس لوٹ جانا چاہیے۔"

"نہیں ۔۔۔۔" ندیم نے تیزی سے اٹھ کر میرے قریب آگیا' بڑی اپنائیت سے میرا ہاتھ تھام کر جذباتی لہجے میں بولا۔ "تم صرف میرے دوست ہی نہیں' میرے محسن بھی ہو اور میں امید کرتا ہوں کہ تم مجھے چھوڑ کر نہیں جاؤ گے۔"

"لیکن حالات ۔۔۔۔"

"پریشان مت ہو۔" ندیم نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔ "گراہم نے کل رات مجھے ایک مقامی ہوٹل میں دعوت دی ہے' مجھے یقین ہے کہ اپنی ساکھ کو برقرار رکھنے کی خاطر وہ میری طرف مفاہمت کا ہاتھ بڑھانے کی کوشش کرے گا۔"

"یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس دعوت کے پس پردہ گراہم کی کوئی سازش بھی پوشیدہ ہو۔" اس بار راجو نے سنجیدگی سے ایک ممکنہ خدشے کا اظہار کیا۔

"تم جیسے وفادار ساتھیوں کی موجودگی میں مجھے کسی خطرے کا احساس نہیں ہوتا۔" ندیم نے مسکرا کر راجو سے کہا۔ "کل رات تم اور شہباز بھی اس ہوٹل میں میرے ساتھ ہوگے۔ تمہیں اپنے موجودہ حلیے میں روپوش کرنی ہوگی مگر شہباز کو بلرام ہی حلیے میں رہنا ہوگا۔ ی سے تمہاری روانگی ایک ساتھ نہیں ہونی چاہیے۔ شہباز سے تین گھنٹے پہلے روانہ ہوگے۔ ہوٹل کا نام اور وقت نوٹ کرلو ۔۔۔۔ لارڈز' دی آئی پی لاؤنج' رات ٹھیک نو بجے۔"

"مجھے اس حلیے میں کب تک رہنا ہوگا۔" میں نے خفگی لہجے میں سوال کیا' ندیم نے جس لب و لہجے میں محبت اپنائیت کا اظہار کیا تھا اس نے میرے واپسی کے ارادے کو متزلزل کردیا تھا۔

"صرف تین دن اور ۔۔۔۔ میری خاطر۔" ندیم نے دوستانہ انداز میں کہا۔ "اس کے بعد تم اپنے اصلی حلیے میں بھی رہنا چاہو تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ سب کچھ تمہاری مرضی پر منحصر ہوگا۔"

"جیسے اب ہورہا ہے۔"

"ناراض مت ہو جان من۔" ندیم نے میرے جواب میں ہلکی سی چبھن کو محسوس کرتے ہوئے بڑی گرم جوشی سے کہا پھر بائیں آنکھ کو جھپکاتے ہوئے بولا۔ "ویسے موجودہ حلیے میں بھی تم کریشیا سے کم حسین نہیں لگتے۔"

"ڈونٹ بی سلی ۔۔۔۔" میں نے مصنوعی غصے کا اظہار کیا تو ندیم نے ایک بار پھر میرا ہاتھ تھام کر کہا۔

"میں اب اجازت چاہوں گا اس لیے کہ سی ویو سے روانگی سے پہلے ابھی مجھے یہ بیروں والا لباس پھر اس کے اصل مالک کو پہنانا ہے جو غریب اسٹور روم میں خواب خرگوش میں مبتلا ہے۔" پھر ندیم نے شوخی سے مجھے دوبارہ آنکھ ماری اور تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔

"باس از گریٹ۔" راجو نے ندیم کے جانے کے بعد کہا۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا' بڑی سنجیدگی سے ندیم کے بارے میں اس نکتے پر غور کرتا رہا کہ بظاہر ایک بے

پروا اور کھلنڈرا معصوم اور بے ضرر نظر آنے والا شخص کیا اندر سے اتنا معاملہ فہم' دور اندیش اور خطرناک بھی ہوسکتا ہے؟

*

لارڈز کے وی آئی پی لاؤنج میں قدم رکھتے ہی مجھے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے میں جنت ارضی کے کسی حصے میں آگیا ہوں' وہاں کی بناوٹ اور سجاوٹ دونوں ہی قابل دید تھیں' بیشتر میزیں پہلے ہی سے مخصوص تھیں اور ان پر ریزرو کی تختیاں رکھی ہوئی تھیں پھر بھی میں دو کرسیوں کی ایک ایسی میز حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا جہاں سے ندیم اور گراہم کو بہ آسانی دیکھا جاسکتا تھا' وہ دونوں اس بڑی میز پر موجود تھے جس کی چار کرسیاں خالی تھیں' دونوں کے درمیان کیا گفتگو ہورہی تھی۔ میں یہ سننے قاصر تھا لیکن ان کے چہرے کے تاثرات بتا رہے کہ وہ دونوں ہی بڑے دوستانہ انداز میں ایک دوسرے سے ہم کلام تھے۔ ان کے ہونٹوں پر بار بار ابھرنے والی مسکراہٹ میرے خیال کی تصدیق کررہی تھی۔ دو باوردی بیرے بڑی مستعدی سے ان کی میز پر کھانا چننے کے فرائض انجام دے رہے تھے۔

میں نے اطراف کا جائزہ لیا' میرے داہنی جانب ایک مقامی جوڑا بیٹھا رازونیاز میں مصروف تھا بائیں جانب ایک جاپانی نژاد اپنے روایتی لباس میں نظر آرہا تھا' وہ جس زبان میں سرگوشیاں کررہے تھے اول تو وہ مجھے سنائی نہیں دے رہی تھیں اور اگر ایک دو لفظ میرے کان تک پہنچتے بھی تھے تو سر سے گزر جاتے تھے۔ باقی لوگ مقامی ہی نظر آرہے تھے۔ دو چار میزیں ابھی تک خالی پڑی تھیں لیکن ان پر بھی "مخصوص" ہونے کی تختی رکھی ہوئی تھی۔

بیرے نے مینو لاکر دیا تو میں نے اس کا جائزہ لینا شروع کردیا جو لوگ (بالخصوص مسلمان) جو بیرونی دنیا کے سفر پر روانہ ہوتے ہیں۔ وہ حرام و حلال کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ چنانچہ میں نے بھی بیشتر ابلے ہوئے سی فوڈ کا آرڈر دیا' بیرے کے جانے کے بعد میں نے سرسری طور پر پورے ہال کا جائزہ لیا' میری نظریں راجو کو تلاش کررہی تھیں لیکن وہ مجھے کہیں نظر نہیں آیا اور اگر وہ وہاں موجود بھی تھا تو یقیناً کسی ایسے میک اپ میں تھا کہ میں اسے شناخت کرنے سے قاصر تھا۔ میزوں پر نظر دوڑاتے ہوئے میری نگاہ مغربی گوشے کے ایک کارنر ٹیبل کی سمت اٹھی تو میں چونک اٹھا' خمیدہ ناک والی وہی بے ہنگم لباس والی بوڑھی عورت کارنر ٹیبل پر بیٹھی مجھے اس طرح دیکھ رہی تھی جیسے میرے وجود کے اندر کسی شے کو تلاش کررہی ہو' پہلی بار میں نے اسے اس بیہودہ ہوٹل میں دیکھا جہاں میرا دم گھٹنے لگا تھا اور میں راجو کو ایک کال گرل کے ساتھ چھوڑ کر واپس چلا گیا۔

مجھے لارڈز میں اس کی موجودگی کچھ عجیب سی لگ رہی تھی' اس وقت بھی اس کے جسم پر شکن آلود' ڈھیلا ڈھالا لباس موجود تھا جس پر وہی لمبا اور جھاڑ جھلا اوورکوٹ موجود تھا' جسے میں پہلے بھی دیکھ چکا تھا' لارڈز میں مجھے اس کی موجودگی پر اس لیے حیرت ہوئی کہ وہ اس خوب صورت اور مہذب ماحول میں سب سے زیادہ مکروہ نظر آرہی تھی' مجھے تعجب تھا کہ ہوٹل کے منتظمین نے وی آئی پی لاؤنج میں اس کے داخلے کو کس طرح برداشت کرلیا تھا۔ کیا وہ اپنی صورت و شکل اور گھٹیا لباس میں ہونے کے باوجود کسی ایسی خاص اہمیت کی حامل تھی کہ اس کے وہاں داخلے پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا؟ کیا اس کا تعلق کسی بڑے خاندان سے تھا؟

میری اور اس کی نگاہیں چار ہوئیں تو ایک لمحے کو اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں چمک اٹھیں' لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے حقارت سے منہ پھیرلیا۔ وقتی طور پر میں نے یہی نتیجہ اخذ کیا کہ وہ ذہنی طور پر صحت مند نہیں ہے اور حسب نسب کی وجہ سے اسے اونچے حلقوں میں ازراہ مروت برداشت کیا جارہا ہے۔ مجھے اس بات پر بھی حیرت تھی کہ ہال میں بیٹھے ہوئے افراد نے بھی جن کا تعلق یقیناً بڑے بڑے خاندانوں اور طبقے سے تھا اس خمیدہ ناک والی چڑیل جیسی عورت کی موجودگی کا کوئی نوٹس نہیں لیا تھا۔

میں لارڈز میں محض ندیم کی وجہ سے آیا تھا' میں دیکھنا چاہتا تھا کہ ندیم اور گراہم کی درمیان کس ماحول میں ملاقات اور گفتگو ہوتی ہے' مجھے بظاہر یہاں کسی تیسری شخصیت کی موجودگی سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے تھا لیکن اس کے باوجود اس عورت کو لارڈز کے صاف ستھرے ماحول میں دیکھ کر مجھے عجیب سی کراہت محسوس ہورہی تھی وی آئی پی لاؤنج میں اس کا وجود بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے کسی فیشن شو میں اچانک کیچڑ میں لتھڑا ہوا کوئی جانور گھس آیا ہو۔

بیرے نے میرا آرڈر سرو کیا تو میں خاموش نہ رہ سکا' میں نے اس سے پوچھ ہی لیا۔

"وہ کونے والی میز پر جو بوڑھی خاتون بیٹھی ہیں کیا وہ یہاں اکثر و بیشتر نظر آتی ہیں۔"

"وہ مرضی کی مالک ہیں' جب چاہیں آسکتی ہیں۔" بیرے نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ "لارڈز میں ان کی آمد ہمارے لیے کسی اعزاز سے کم نہیں۔"

"کیا نام ہے ان محترم خاتون کا۔" میں نے دل پر جبر کرتے ہوئے خمیدہ ناک والی ناقابل برداشت عورت کے لیے محترم جیسے لفظ کا استعمال کیا تھا۔

"لیڈی مکلارنس۔" بیرے کا جواب مختصر تھا۔

"کیا تم مجھے لیڈی مکلارنس کے بارے میں کچھ اور بتانا بھی پسند کرو گے۔" میں نے بات کو آگے بڑھانے کی خاطر دریافت کیا۔

"مسٹر مکلارنس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا جو بلا کسی روک ٹوک کے ملکۂ برطانیہ سے بھی جب چاہے مل سکتے تھے۔" بیرے نے کہا۔ "بڑے زندہ دل اور فیاض قسم کے لارڈز میں شمار ہوتا تھا ان کا' اس زمانے میں لیڈی مکلارنس لباس اور رکھ رکھاؤ کے معاملے میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں لیکن پھر مسٹر مکلارنس کی اچانک موت کے بعد لیڈی مکلارنس اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھی تھیں' دو تین سال تک وہ آبادی سے دور اپنے محل نما مکان میں گوشہ نشین رہیں' ان کے معالج اور مخصوص ملازموں کے سوا کسی کو ان کی خواب گاہ میں جانے کی اجازت نہیں تھی۔ تین سال بعد ہی اب لیڈی مکلارنس نے گھر سے قدم باہر نکالا تھا۔ زیادہ تر خاموش رہتی ہیں اور اکثر ــــــ" بیرا کچھ کہتے کہتے خاموش ہوگیا۔

"تم خاموش کیوں ہوگئے؟" میں نے پُرتجسس انداز میں دریافت کیا۔

"کبھی کبھی جب وہ بولتی ہیں تو عجیب بہکی بہکی اور بے سروپا باتیں کرنے لگتی ہیں۔"

"مثلاً"

"سوری سر ــــ" بیرے نے دبی زبان میں کہا۔ "ہمارے اونچے حلقوں میں آج بھی لیڈی مکلارنس کو وہی مقام اور عزت حاصل ہے جو مسٹر مکلارنس کی زندگی میں حاصل تھا ۔ اگر کسی کو میری اور آپ کی گفتگو کا پتا چل گیا تو میری ملازمت جاتی رہے گی۔"

بیرا کھانے کا سامان میز پر چُن کر تیزی سے واپس لوٹ گیا' میں نے ایک بار پھر لیڈی مکلارنس کی میز کی سمت کن انکھیوں سے دیکھا جو کرسی کی پشت پر سر لگائے اس طرح چھت کو ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی جیسے یا تو اس کی روح جسم سے پرواز کرچکی تھی یا پھر وہ اس پر غور کررہی تھی کہ اگر چھت اچانک منہدم ہوکر اس کے سر پر گری تو اس کا انجام کس حد تک بھیانک ہوسکتا ہے۔ مجھے اس کے فاترالعقل ہونے میں اب کوئی شبہ نہیں رہ گیا تھا۔ اس جانب سے نظر ہٹا کر میں نے کھانا شروع کیا' ندیم اور گراہم کے درمیان ہونے والی گفتگو بظاہر بڑی خوشگوار نظر آ رہی تھی' دونوں ہی بات بات پر مسکراتے نظر آرہے تھے۔

اس وقت میں کن انکھیوں سے ندیم اور گراہم کی جانب دیکھ رہا تھا جب ایک اجنبی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔ "کیا میں آپ کی اجازت سے یہاں بیٹھ سکتا ہوں۔"

میں نے پلٹ کر نووارد کی طرف دیکھا' وہ کوئی مقامی باشندہ ہی تھا' چہرے پر گھنی داڑھی اور بڑی بڑی مونچھیں موجود تھیں عمر تقریباً پینتالیس اور پچاس کے درمیان نظر آرہی تھی' ہلکے بادامی رنگ کے تھری پیس سوٹ میں ملبوس خاصا پرکشش اور مہذب نظر آرہا تھا۔ کچھ دیر پہلے میں اسے ایک دوسری میز پر دیکھ چکا تھا جہاں وہ اپنی ایک ہم عمر اور خوب صورت عورت کے ساتھ موجود تھا' میں نے اس کا جواب دینے سے پیشتر اسی میز کی جانب دیکھا' وہ خوب صورت عورت بدستور اپنی میز پر موجود تھی مجھے حیرت ہوئی' جب اس کی اپنی کرسی خالی تھی تو وہ میرے ساتھ کیوں بیٹھنا چاہتا تھا؟ کیا وہ ندیم کا کوئی آدمی تھا جو مجھے کوئی اہم اطلاع دینا چاہتا تھا یا پھر گراہم کے خفیہ گروہ کا کوئی فرد تھا جو مجھ سے میری اصلیت معلوم کرنے کی ٹوہ میں لگا ہوا تھا۔

"مجھے جان مینگو کہتے ہیں لیکن میرے دوست مجھے ڈنگو کے نام سے جانتے ہیں۔" اس نے اپنا تعارف کرایا پھر میری اجازت کے بغیر ہی دوسری کرسی پر براجمان ہوگیا۔

"ڈنگو ــــ" میں نے حیرت سے کہا۔ "کیا یہ نام کچھ عجیب سا نہیں ہے۔"

"درست فرمایا آپ نے۔" اس نے مسکرا کر جواب دیا۔ "لغوی اعتبار سے ڈنگو آسٹریلیا کے جنگلی یا پھر وحشی کتے کو کہتے ہیں۔"

"آپ خاصے دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہیں۔" میں نے رسمی طور پر پوچھا۔ "کیا لینا پسند کریں گے آپ۔"

"کچھ بھی نہیں۔"

"کچھ دیر پیشتر آپ شاید اپنی مسز کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔"

"جی ہاں۔" اس نے اپنی میز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے

کہا۔ "وہ اب بھی موجود ہے۔"

"فرمایئے میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں۔" میں نے اصل مقصد کی جانب آتے ہوئے بے پروائی سے پوچھا۔

"آپ کا تعلق؟"

"انڈیا سے ہے۔ جسے آپ بھارت اور ہندوستان بھی کہتے ہیں۔" میں نے اپنا مکمل تعارف کراتے ہوئے کہا۔ "میرا نام بلرام ہے اور میں یہاں ساحلی علاقے کے سی ویو ہوٹل میں مقیم ہوں جہاں میرا مینیجر رام اوتار بھی میرے ساتھ ہے۔ واپسی کے سلسلے میں ابھی تک میں نے کوئی پروگرام نہیں بنایا۔ ہوسکتا ہے کہ ہفتے دس دن میں ہی واپسی ہو جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ کچھ دنوں کے لیے شاید امریکا جانا پڑے لیکن امریکا کا دورہ قطعی طور پر تجارتی ہوگا۔"

"کیا آپ میری خاطر ایک چھوٹا سا کام کرسکتے ہیں۔" ڈنگو نے اس بار قدرے مدھم لہجے میں کہا۔

"فرمایئے۔"

"آپ اس بوڑھی عورت کو دیکھ رہے ہیں جو ہمارے سیدھے ہاتھ پر کارنر ٹیبل پر موجود ہے۔" ڈنگو نے انگوٹھے کے ہلکے سے اشارے سے جس عورت کی طرف اشارہ کیا وہ میری فراہم کردہ اطلاعات کے مطابق لیڈی مکلارنس کے سوا کوئی اور نہیں تھی۔

"کیا آپ کو بھی لارڈز کے وی آئی پی لاؤنج میں اس کی موجودگی مخمل کے کپڑے میں ٹاٹ کا پیوند تو نظر نہیں آرہی۔" میں نے تمسخرانہ لہجہ اختیار کیا۔

"آپ شاید لیڈی مکلارنس کے بارے میں زیادہ نہیں جانتے۔" وہ بدستور سنجیدہ تھا۔

"مجھے اس کی خواہش بھی نہیں اس لیے کہ میں یہاں محض تفریح طبع کے لیے آیا ہوں۔" میں نے برا سا منہ بنا کر جواب دیا۔ "محکمۂ آثار قدیمہ سے میرا دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی مجھے قدیم نوادرات اکٹھا کرنے کا کوئی شوق ہے۔"

"لیڈی مکلارنس اپنے وقت کی عظیم ترین خواتین میں شمار ہوتی تھی اور ــــ اب بھی وہ اتنی ہی عظیم ہے۔"

"ہوگی ــــ لیکن میری صحت پر اس کا بھلا کیا اثر پڑ سکتا ہے۔" میں نے ڈنگو کو سپاٹ نظروں سے دیکھا۔

"میری درخواست ہے کہ آپ کچھ دنوں کے لیے اس سے دوستی کرلیں۔" ڈنگو بدستور سنجیدہ تھا۔

"کیا مطلب؟" میں نے ڈنگو کو حیرت سے دیکھا انداز ایسا ہی تھا جیسا مجھے اس کے صحیح الدماغ ہونے پر شبہ ہو رہا ہو۔

"مجھے معلوم تھا کہ آپ کو میری خواہش عجیب سی لگے گی۔ لیڈی مکلارنس سے آپ کی دوستی میرے لیے بہت کارآمد ثابت ہوسکتی ہے۔"

"آپ خود کیوں نہیں کرلیتے اس سے دوستی۔"

". . . . . .؟" وہ مقامی لوگوں سے شدید نفرت کرتی ہے۔" ڈنگو نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "اس کا خیال ہے کہ مسٹر مکلارنس کو کسی مقامی شخص نے اپنے راستے سے ہٹانے کی خاطر موت کے گھاٹ اتارا ہے۔"

"مسٹر مکلارنس کی موت کس طرح واقع ہوئی تھی؟" اس بار میں نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

"ان کی گاڑی ایک مقامی فرم کے ٹرالر سے ٹکرا گئی تھی۔" ڈنگو نے کہا۔ "چشم دید گواہوں کے بیان کے مطابق غلطی ٹرالر کے ڈرائیور کی تھی جو شاید نشے کی حالت میں تھا۔ مسٹر مکلارنس کو زخمی حالت میں ہسپتال لے جانے کی کوشش کی گئی لیکن انہوں نے راستے میں ہی دم توڑ دیا تھا۔ ان کا ڈرائیور جائے حادثہ پر ہی ہلاک ہوچکا تھا۔"

"اور ٹرالر کے ڈرائیور کا کیا ہوا؟"

"تلاش بسیار کے باوجود بھی پولیس کے اعلیٰ دماغ بھی اس کا کوئی سراغ نہیں لگا سکے۔" ڈنگو نے کہا۔ "اور یہی وجہ ہے کہ لیڈی مکلارنس پولیس اور انتظامیہ دونوں کو مشکوک سمجھ رہی ہے اور مقامی لوگوں سے شدید نفرت کرنے لگی ہے۔"

"آپ نے اس بات کا اندازہ کس طرح کرلیا کہ وہ مجھ سے دوستی کرنے پر آمادہ ہوجائے گی۔"

"اس لیے کہ آپ کا تعلق مشرقی علاقے سے ہے۔"

"مشرقی علاقے میں تو ہندوستان کے علاوہ اور بھی بہت سارے ممالک آتے ہیں۔"

"او۔ کے۔" ڈنگو نے اکتائے ہوئے انداز میں کہا۔ "اگر آپ میری مدد نہیں کرنا چاہتے تو میں آپ کو مجبور نہیں کرسکتا۔"

"لیڈی مکلارنس سے میری واقفیت آپ کے کس کام آئے گی۔" میں نے پوچھا۔

"دراصل میں اس سے معلوم کرانا چاہتا ہوں کہ اگر میں اپنی موجودہ پارٹنر شپ ختم کرکے کوئی علیحدہ کاروبار شروع کردوں تو اس میں مجھے فائدہ ہوگا یا نقصان؟"

"کیا مطلب؟" میں نے حیرانی سے کہا۔ "آپ ایک

سمجھدار پڑھے لکھے آدمی ہو کر ایک فاترالعقل عورت سے اپنے مستقبل کا حال دریافت کرنا چاہتے ہیں۔"

"آپ کو اس کے بارے میں علم نہیں لیکن میں جانتا ہوں کہ لیڈی مکلارنس کی زبان سے نکلا ہوا ہر حرف اب تک پتھر کی لکیر ثابت ہوا ہے۔ وہ جو کچھ کہہ دیتی ہے وہ پورا ہو کر رہتا ہے۔" ڈنگو نے میری حیرت میں اضافہ کرنے کی خاطر لیڈی مکلارنس کی ذات سے منسوب متعدد ایسے واقعات سنا ڈالے جو میرے لیے ناقابل یقین تھے۔

"مسٹر ڈنگو۔" میں نے اسے مشکوک نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ کہیں میرے ساتھ مذاق تو نہیں کر رہے؟"

"مجھے معلوم تھا کہ آپ میری بات پر یقین نہیں کریں گے جو کچھ میں نے کہا ہے وہ حقیقت ہے۔" اس نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "ابھی دو ماہ پہلے کی بات ہے اس نے ایک مقامی کروڑ پتی تاجر کا بھرے بازار میں گریبان پکڑ کر کہا تھا کہ تم بارہ گھنٹے کے اندر اندر مر جاؤ گے اور ایسا ہی ہوا۔ دوسرے روز صبح اس تاجر کی لاش اس کی خواب گاہ سے خون میں لت پت ملی تھی۔ خواب گاہ میں وہ تنہا تھا اور دروازہ بھی اندر سے بند تھا۔ پولیس کی تفتیش اور پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے بعد یہی نتیجہ نکلا کہ مرنے والے نے کسی نامعلوم وجہ کی بنا پر اپنے ہاتھ سے ریوالور کنپٹی پر رکھ کر لبلبی دبا دی تھی۔ آپ چاہیں تو پولیس کے ذرائع سے اس حادثے کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مقامی لوگ اس سے خوفزدہ رہتے ہیں اور اس کے قریب جانے سے کتراتے ہیں۔"

"لیکن آپ نے یہ نتیجہ کس طرح اخذ کر لیا کہ وہ میرے کہنے سے آپ کے بارے میں کوئی رائے دے گی۔" میں نے تعجب سے کہا۔

"میں نے کہا تھا کہ وہ مشرقی لوگوں سے جنون کی حد تک پیار کرتی ہے۔"

میں ابھی کوئی جواب دینے کے بارے میں غور کر ہی رہا تھا کہ میں نے لیڈی مکلارنس کو میز سے اٹھتے دیکھا۔ وہ ڈنگو کو حقارت بھری نظروں سے گھورتی ہوئی ہماری جانب آ رہی تھی۔ ڈنگو کے چہرے پر موت کے سائے منڈلانے لگے۔ وہ ضرورت سے کچھ زیادہ ہی خائف نظر آ رہا تھا۔ لیڈی مکلارنس ہمارے قریب آ کر رک گئی۔ کچھ دیر تک ڈنگو کو نفرت سے گھورتی رہی پھر ڈنگو کے بجائے مجھ سے مخاطب ہو کر بولی۔

"ڈنگو نے ابھی کچھ دیر پہلے تم سے جو کچھ کہا وہ بحرف درست ہے میرے بچے!" اس کے لہجے سے ... جھلک رہی تھی۔ "مکلارنس طبعی موت نہیں مرا بلکہ مارا گیا تھا۔ میں آج بھی اس کے قاتلوں کی تلاش میں ہوں لیکن شاید وہ مجھ سے ابھی تک روٹھا ہوا ہے ... ہو گیوں جس روز اس کی موت واقع ہوئی تھی اس نے ... گھر سے نکلنے کو منع کیا تھا۔ شاید اس نے موت کے ... اپنے سر پر منڈلاتے ہوئے دیکھ لیے تھے۔ اس لیے ... بار بار روکتا رہا لیکن موت اس کا مقدر بن چکی تھی۔ ... سے بے پناہ محبت کرتا تھا اس لیے بالآخر میری ضد ... آگے مجبور ہو گیا اور ایک حادثے کا شکار ہو کر مجھ سے ... دور چلا گیا۔ ہمیشہ کے لیے۔" اس نے ایک سرد آہ بھری ... وہ چہرے سے جتنی مکروہ نظر آتی تھی اس کی باتوں میں ... ہی کشش تھی کچھ دیر تک خلا میں گھورنے کے بعد بولی ... "میں نے اس کی روح سے بارہا رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی لیکن ہر بار ایک دھواں سا میری نگاہوں کے سامنے ... کر رہ گیا مگر میں مایوس نہیں ہوں میرے بچے! جس دن ... نے اس کی روح کو منا لیا وہ دن اس کے قاتلوں کی زندگی ... آخری دن ہو گا۔ میری بددعا انہیں اپنے ہاتھوں ... خود اپنا گلا گھونٹنے پر مجبور کر دے گی۔ وہ خارش زدہ کتوں ... سے بھی زیادہ بدتر موت مرنے پر مجبور ہو جائیں گے ... میرا دعویٰ ہے اور میری زبان سے نکلی ہوئی کوئی بات ... تک غلط ثابت نہیں ہوئی۔"

"کیا آپ دوسروں کے بارے میں پیش گوئیاں کر سکتی ہیں؟" میں نے اس کی باتوں سے مرعوب ہوتے ہوئے پوچھا۔ شاید میں اس کی باتوں کے سحر میں پوری طرح الجھ کر رہ گیا تھا۔

"پیش گوئی۔" وہ عجیب انداز میں مسکرائی جیسے میں نے اس کی شخصیت کے بارے میں کوئی ناموزوں لفظ ادا کر دیا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر بڑی معنی خیز مسکراہٹ ابھری ... وہ یکلخت مجھے سنجیدگی سے گھورتے ہوئے بولی۔ "ابھی ... پیمانہ ایجاد نہیں ہوا جس سے کوئی لیڈی مکلارنس کی ... کی پیمائش کر سکے لیکن ایک دن برطانیہ کا بچہ بچہ میری لازوال طاقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔ یہ ... میرا دعویٰ ہے۔"

"آپ تشریف رکھیں لیڈی مکلارنس۔" ڈنگو نے اپنی کرسی سے اٹھتے ہوئے احتراماً اسے بیٹھنے کی دعوت دی ...

"وہ جو میرے شوہر کے قاتل ہیں ان کی کسی پیشکش کو ...

قبول نہیں کر سکتی۔" لیڈی مکلارنس نے حقارت سے جواب دیا۔

"میں دخل در معقولات کی معافی کا خواستگار ہوں لیکن کسی ایک فرد یا خاندان کی غلطی کا ذمے دار پوری قوم کو تو نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔" میں نے ڈنگو کی سفارش کرنے کی کوشش کی۔

"یہ تم کہہ رہے ہو میرے بچے!" وہ حیرت سے بولی۔ "کیا تم اس حقیقت کو بالکل فراموش کر بیٹھے کہ اسی سفید نسل قوم نے اپنی دوغلی پالیسی کے تحت ایک طویل عرصے تک تمہاری سرزمین پر اپنا تسلط جمائے رکھا تھا۔ آج بھی یہ تمہیں ایسی ہی نظروں سے دیکھتے ہیں جیسے تم ان کے پیدائشی غلام ہو۔ تم ایسے لوگوں کو کیا نام دو گے؟"

"ان تمام حقائق کے باوجود میں آپ سے مسٹر ڈنگو کے مستقبل کے لیے نیک تمناؤں اور دعاؤں کی درخواست کروں گا۔"

لیڈی مکلارنس کا جھری زدہ چہرہ ایک لمحے کو کانپ اٹھا۔ اس نے حقارت سے ڈنگو کی جانب دیکھا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ بڑی مشکل سے اپنے غصے اور جذبات پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی۔ قرب و جوار کی میز کے افراد بھی اب ہماری باتوں کی جانب متوجہ تھے۔ کچھ دیر تک لیڈی مکلارنس کے پورے وجود پر زلزلے کی سی کیفیت طاری رہی پھر اس نے قدرے نرم مگر سپاٹ لہجے میں ڈنگو سے کہا۔

"جو پھول کاغذ سے تیار کیے جاتے ہیں ان کی مہک بھی عارضی ہوتی ہے۔ میں تم سے شدید نفرت کرتی ہوں اس لیے کہ سانپ کے بچے بھی سنپولے کہلاتے ہیں۔ آج تم زندگی کی بقا کے لیے مجھ سے دودھ کا پیالہ طلب کر رہے ہو لیکن کل ـــــ میں جانتی ہوں کل کیا ہو گا۔ جب تمہارے جوڑ اور پٹھے مضبوط ہو جائیں گے تو سب سے پہلے مجھے ڈسنے کی کوشش کرو گے۔ کیوں ڈنگو کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟"

جواب میں ڈنگو صرف تھوک نگل کر رہ گیا لیکن اس کی پرامید نگاہیں اب بھی لیڈی مکلارنس کے چہرے پر مرکوز تھیں۔

"تمہارے ذہن میں ترقی کرنے کا جو خیال مچل رہا ہے وہ کبھی پورا نہیں ہو گا۔ میرا مشورہ ہے کہ تم اپنے جتھے سے علیحدہ ہو کر کام کرنے کا ارادہ ترک کر دو ورنہ آسمانی بلائیں تم کو اور تمہارے پورے خاندان کو تباہی کے اندھیرے غار میں دفن کر دیں گی۔" وہ پورے یقین سے ڈنگو سے مخاطب تھی۔ "لیڈی مکلارنس کی اس پیش گوئی کو کبھی فراموش کرنے کی حماقت نہ کرنا ورنہ تم بڑے خسارے میں رہو گے۔"

ڈنگو نے اس بار بھی کوئی جواب نہیں دیا البتہ لیڈی مکلارنس کا جواب سن کر اس کا چہرہ تاریک ہو گیا تھا۔ دوسری میز پر بیٹھی ہوئی ڈنگو کے ساتھ والی عورت کا چہرہ بھی کسی اندرونی خوف سے زرد پڑ گیا تھا۔

"تم میرے بچے!" کچھ توقف کے بعد اس نے میری طرف شفقت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم عظیم ہو جو اپنے دشمنوں کی بھی سفارش کرنے کا حوصلہ رکھتے ہو۔ میں تمہارے مستقبل میں جھانک کر دیکھ رہی ہوں۔ ترقی کی راہیں قدم قدم پر تمہارا استقبال کریں گی اور وہ جو تمہارے دوست ہیں تمہاری خاطر بڑی سے بڑی قربانی بھی پیش کرنے سے دریغ نہیں کریں گے۔ فی الحال میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتی۔ ویسے ڈنگو نے جو کہا تھا وہ غلط نہیں تھا۔ مجھے مشرق اور اس میں بسنے والوں سے والہانہ محبت ہے جنون کی حد تک۔"

"لیڈی مکلارنس۔" میں نے اپنی کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کے اس جذبے کی قدر کرتا ہوں اور میری خواہش ہے کہ ـــــ"

"تمہیں اجازت ہے میرے بچے!" اس نے میرا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی جواب دیا۔ "تم جب چاہو مجھ سے مل سکتے ہو، مکلارنس کیسل کے دروازے مشرق میں بسنے والوں کے لیے ہمیشہ کھلے رہتے ہیں لیکن دو شرط پر ـــــ تم مجھ سے جب بھی ملو، تنہا ملو، تمہارے ساتھ کوئی مقامی شخص نہیں ہونا چاہیے ورنہ میرے گونگے اور بہرے گارڈز شاید اس کے ساتھ تمہیں بھی اس بربریت کا نشانہ بنا دیں جو ان کے معصوم دلوں میں مکلارنس کے مرنے کے بعد پیدا ہوئی ہے اور دوسری شرط یہ ہے کہ تم کبھی مجھ سے دروغ گوئی سے کام نہیں لو گے۔"

"کیا آپ کے محافظ پیدائشی گونگے اور بہرے ہیں۔" میں نے یونہی روانی میں پوچھ لیا۔ اس کی دوسری شرط میں دیدہ و دانستہ نظرانداز کر گیا۔

"نہیں۔" وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ "وہ مکلارنس کے بہترین جانثار اور وفادار ساتھی جو اس کے ایک اشارے پر خون کا آخری قطرہ تک بہا دینے کو ہر دم تیار رہتے تھے۔ مکلارنس کی موت ... ان بے گناہوں کے لیے ایک ایسا صدمہ جانکاہ تھا جسے وہ ماننے کو تیار نہیں تھے۔ وہ یہ بھی سننا پسند نہیں کرتے کہ مکلارنس اب اس دنیا میں

نہیں ہے۔ چنانچہ انہوں نے کچھ ایسی زہریلی دھات اور ادویات کا استعمال کیا کہ ان کی قوت گویائی اور قوت سماعت ہمیشہ کے لیے جاتی رہی لیکن قدرت نے ان کی بیش بہا قربانی کے عوض انہیں اشاروں کی زبان سمجھنے کی لامحدود قوتوں سے نواز دیا ہے۔"

"میں کسی دن آپ کے دولت خانے پر ضرور حاضری دوں گا جو میرے لیے کسی اعزاز سے کم نہ ہو گا۔"

"میں تمہیں خوش آمدید کہوں گی میرے بچے!" اس نے بڑی محبت سے جواب دیا پھر ڈنگو کو حقارت بھری نگاہوں سے گھورتی ہوئی تیزی سے مڑی اور میزوں کے درمیان سے گزرتی ہوئی لاؤنج سے باہر چلی گئی۔ میں نے اس بات کو خاص طور پر محسوس کیا تھا کہ اس کے جانے کے بعد وی آئی پی لاؤنج میں بیٹھے ہوئے افراد کے چہروں پر طمانیت کا احساس واپس لوٹ آیا تھا۔ البتہ جاپانی نژاد جوڑا بدستور اپنی زبان میں سرگوشیوں میں مصروف تھا۔ میں نے سرسری طور پر ندیم اور گراہم کی میز پر نظر ڈالی۔ وہ دوستانہ انداز میں کھانے سے شغل کر رہے تھے۔ یوں جیسے وہ ایک دوسرے کے بہترین دوست ہوں اور ان کے درمیان کبھی کوئی رنجش بھی پیدا نہ ہوئی ہو۔

میرے ساتھ ڈنگو بھی کرسی پر بیٹھ گیا پھر اس نے کہا۔ "آپ بڑے خوش نصیب ہیں مسٹر بلرام جو لیڈی مکلارنس نے آپ کو اپنے کیسل میں خوش آمدید کہنے کے اعزازات سے نوازا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"آپ ہی نے تو کہا تھا کہ اسے مشرق کے لوگوں سے پیار ہے۔"

"ہاں، میں نے غلط نہیں کیا تھا۔" ڈنگو نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "لیکن مجھے اس بات کا بخوبی علم ہے کہ اس نے مکلارنس کی موت کے بعد کسی اجنبی کو مکلارنس کیسل میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی۔ خواہ اس کا تعلق مشرقی ممالک ہی سے کیوں نہ ہو۔"

"کیا آپ وہاں تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کر چکے ہیں۔"

"متعدد بار لیکن، کیسل کے گونگے اور بہرے گارڈ ہمہ وقت اپنے فرائض کی انجام دہی میں بہت چوکس رہتے ہیں اور کسی کو قریب پھٹکنے کی اجازت بھی نہیں دیتے۔"

"بہرحال مجھے خوشی ہے کہ اس نے آپ کے سلسلے میں پیش گوئی کرنے میں کسی حیل و حجت سے کام نہیں لیا۔"

"ہاں۔" ڈنگو نے کچھ عجیب مبہم لہجے میں کہا پھر اٹھتے ہوئے بولا۔ "میں اب اجازت چاہوں گا۔"

پھر مجھ سے اجازت ملنے کے بعد ڈنگو اور اس کی ساتھ والی عورت نے بھی وہاں مزید رکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میں نے ایک بار پھر ندیم کی جانب کن انکھیوں سے دیکھا پھر کھانے میں مصروف ہو گیا لیڈی مکلارنس کا وجود اب میرے لیے دلچسپی کا باعث بن چکا تھا۔ اس کے جملے میرے کانوں میں بدستور گونج رہے تھے۔ اس کے علاوہ ایک خیال نہ جانے کیوں رہ رہ کر میرے ذہن میں ابھر رہا تھا۔ ڈنگو وہ نہیں تھا جو وہ نظر آ رہا تھا پھر وہ کون تھا؟

❁

رات کے تقریباً گیارہ بج رہے تھے لیکن راجو اب تک واپس نہیں آیا تھا۔

میں سی دیو میں اپنے ہوٹل کے کمرے کی بالکونی پر کھڑا دور ٹمٹماتی روشنیوں کو دیکھ رہا تھا۔ ہوٹل پر سیاحوں کے ہنگامے ابھی تک جاگ رہے تھے۔ دور تک سمندر کی سائیں سائیں کرتی ہوئی موجوں کے ساتھ کبھی کبھی نیچے بار روم سے ابھرنے والے بہکے ہوئے قہقہوں کی آوازیں بھی میرے کان میں گونجنے لگتی تھیں۔

میں نے لارڈز کے وی آئی پی لاؤنج میں راجو کو تلاش کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ مجھے وہاں کہیں نظر نہیں آیا تھا۔ اتنی رات گئے تک ہوٹل سے دور رہنا بھی اس کے لیے مناسب نہیں تھا۔ خاص طور پر ایسی صورت میں جبکہ گراہم کے خونخوار شکاری گریشیا کے قاتلوں کی بو سونگھتے پھر رہے تھے۔

معاً میرے ذہن میں ایک خیال سرعت سے ابھرا کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ راجو سی دیو کے اندر ہی کہیں ہنگاموں میں مصروف تھا۔ ہماری حیثیت سیاحوں جیسی تھی اور راجو خاص طور پر اس حیثیت میں پوری طرح لطف اندوز ہو رہا تھا۔ مجھے راجو کا انتظار اس لیے بھی شدت سے تھا کہ میں اس سے گراہم اور ندیم کے درمیان ہونے والی گفتگو کے بارے میں دریافت کرنا چاہتا تھا۔ راجو چونکہ ندیم کا دست راست تھا اس لیے مجھے یقین تھا کہ ندیم نے اسے کسی نہ کسی طرح اپنے اور گراہم کے مابین ہونے والی گفتگو کے ماحصل سے ضرور آگاہ کیا ہو گا۔

میں ابھی نیچے جا کر راجو کو تلاش کرنے کے ارادے سے لباس تبدیل کر ہی رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے لپک کر ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو۔۔۔ بلرام اسپیکنگ۔" میں نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"اوہ۔۔۔ یو۔۔۔ سوئٹ ہنی۔" دوسری جانب سے ایک نسوانی آواز کے ساتھ ہی ہوائی بوسے کی گونج بھی میرے کانوں سے ٹکرائی۔

"کون ہو تم؟" میں نے محتاط انداز میں سوال کیا۔

"تمہاری پرستار۔" دوسری جانب سے بولنے والی نے بڑی روانی سے انگریزی میں جواب دیا۔

"سوری۔" میں نے سپاٹ لہجہ اختیار کیا۔ "میرا خیال ہے کہ تم سے جلدی میں غلط نمبر ڈائل ہو گئے ہیں۔"

"اوہ نو! ہیلن اب اتنی زیادہ نشے میں بھی نہیں ہے کہ وہ اپنے محبوب کے نمبر بھی نہ یاد رکھ سکے۔"

"میں کسی ہیلن سے واقف نہیں ہوں۔"

"جھوٹ بول رہے ہو۔" اس بار اس کے لہجے میں ہنسی کا عنصر شامل تھا۔ "ہیلن آف ٹرائے کو دنیا جانتی ہے۔ کیا تمہیں علم نہیں کہ یونانی دیو مالا کی مشہور روایات کے مطابق مجھے قاتل حسن کی علامت بھی سمجھا جاتا ہے۔ میری ذات سے بہت ساری کہانیاں مشہور ہیں۔ مختلف مقامات پر میری پرستش مختلف انداز میں آج بھی ہو رہی ہے۔ تھراپنی (therapne) کے مقام پر حسن و جمال کی دیوی کی حیثیت سے۔ رہوڈس (Rhodes) کے لوگ مجھے درختوں کی محافظ دیوی کے طور پر پوجتے ہیں اور علاقے کے ملاح میرا مقدس نام لیے بغیر اپنی کشتیاں یا جہاز سمندر کی موجوں کے حوالے نہیں کرتے۔"

"اگر تم صرف میرا امتحان لینا چاہتی ہو تو میں تمہیں یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ تم دیوی اور دیوتا زیس اور لیڈا کی وہ حسین بیٹی ہو جس سے حسن اور عشق کی اور بہت ساری روایات بھی مشہور ہیں۔ تم ٹرائے کے شہزادے کے عشق میں گرفتار ہو کر یا پھر اسے اپنی زلفوں کا اسیر بنا کر پیرس بھاگ گئی تھیں پھر یونان کی ملکہ نے تمہاری بازیابی کے لیے ایک مہم چلائی تھی اور۔۔۔"

"اور اتنا کچھ جاننے کے بعد تم ابھی کہہ رہے کہ اپنی ہیلن سے ناواقف ہو۔" اس نے بڑی لگاوٹ سے کہا۔ "تمہیں تو اپنی قسمت پر ناز کرنا چاہیے تھا کہ میں نے تمہاری خاطر ایک نیا جنم لیا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ تم شاید اپنا اور میرا وقت برباد کر رہی ہو۔" میں نے اکتاہٹ بھرے انداز میں اسے ٹالنے کی کوشش کی۔ میرا ذاتی خیال تھا کہ وہ بری طرح نشے میں ہو گی اور رانگ نمبر مل جانے کے بعد مجھ سے فلرٹ کر کے لطف اندوز ہو رہی ہو گی۔

"یہ کیسے جان لیا تم نے کیا تم وہی بلرام نہیں ہو جو آج لارڈز کے وی آئی پی لاؤنج میں لیڈی مکلارنس سے ملاقات کا شرف حاصل کر رہے تھے۔"

"کون ہو تم؟" میں سنجیدہ ہو گیا۔

"تمہاری ہیلن۔" وہ کھنکتا قہقہہ لگا کر بولی۔

"فون کرنے کا مقصد کیا ہے؟"

"تم سے مل کر دل بہلانے کو جی چاہتا ہے۔" وہ کچھ زیادہ ہی فری ہونے لگی۔ "اجازت ہو تو تمہارے روم میں آ کر کچھ وقت تمہارے ساتھ گزار لوں۔ تم مجھے اچھے لگتے ہو۔"

"میں فون بند کر رہا ہوں۔"

"پلیز۔۔۔ ایسی بے رخی بھی اچھی نہیں۔" وہ تیزی سے بولی۔ "کیا تم اتنی جلدی ہیلن کو بھول گئے۔ وہ ہیلن جس نے ایک بار تمہاری جان بچائی تھی۔ بڑے احسان فراموش معلوم ہوتے ہو۔"

"ایک بات بہت سنجیدگی سے کہوں۔ مانو گی۔" میں نے زچ آ کر کہا۔

"تم حکم دے کر دیکھو۔ میں اپنا لازوال حسن تمہارے قدموں میں بکھیر دوں گی۔"

"تم کوئی بھی ہو مجھے اس وقت تنگ مت کرو۔ میں اس وقت بے حد تھکا ہوا ہوں بڑی شدت سے نیند کے جھکولے مجھ پر غنودگی کی کیفیت طاری کر رہے ہیں۔"

"بڑے خشک اور بور لگ رہے ہو اس قسم کی باتیں کرتے ہوئے۔" اس نے کہا۔ "اگر تم واقعی سیاح ہو تو یہ بھی ضرور جانتے ہو گے کہ سی دیو میں قیام کرنے والوں کے لیے رات سونے کے لیے نہیں جاگنے کے لیے ہوتی ہے۔"

"فار گاڈ سیک وقت گزاری کے لیے مجھے بلاوجہ تنگ کرنے کے بجائے تم کسی اور کے نمبر پر قسمت آزما سکتی ہو۔"

"کتنی شادیاں کر چکے ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"عورتوں سے صرف وہی مرد الرجک ہوتے ہیں جن کی ازدواجی زندگی بار بار ناکامی کا شکار ہوئی ہو۔"

"آئی سی۔" میں نے نفرت سے پوچھا۔ "بہت زیادہ تجربہ کار معلوم ہوتی ہو۔"

"تمہاری توقعات سے کہیں زیادہ۔" وہ بے تکلفی

سے بولی۔ "کہو تو یہ بھی بتا دوں کہ تمہاری اصلیت کیا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں اس کا آخری جملہ سن کر چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ شاید وہ گراہم کے گروہ سے تعلق رکھتی تھی اور مجھے باور کرانا چاہتی تھی کہ وہ میری اصلیت سے واقف ہے۔

"زیادہ سمجھنے کی کوشش نہ کرو اور الجھ جاؤ گے اور انسان جب الجھن کا شکار ہو تو اس سے قدم قدم پر غلطیاں سرزد ہونے لگتی ہیں جبکہ ہمیں ہر لمحہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔" اس بار وہ بڑی سنجیدگی سے اپنی مادری زبان میں بولی۔ "میں یونہی وقت ضائع کر رہی تھی صرف یہ معلوم کرنے کے لیے کہ کوئی تیسرا شخص ہماری گفتگو سننے کی کوشش تو نہیں کر رہا۔"

"کون ہو تم؟" میں نے اردو میں پوچھا۔

"جولی ــــ مونا ــــ ماریا یا پھر ہیلن جو چاہو سمجھ لو۔" اس نے تیزی سے کہا۔ "تمہارے لیے ایک ضروری پیغام ہے۔ تمہارا ساتھی رام اوتار ایک بزنس ڈیل کے سلسلے میں مصروف ہے۔ آج رات وہ سی ویو میں نہیں گزارے گا۔"

"اوہ! ماریا۔" میں نے اس بار دوستانہ لہجہ اختیار کیا۔ "میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"پوچھو۔"

"گراہم اور ندیم کے درمیان کیا طے پایا۔"

"سوری۔ یہ دونوں نام میرے لیے اجنبی ہیں۔" اس کے ساتھ ہی دوسری جانب سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ مجھے بڑی شدت سے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ ماریا نے اصل پیغام پہنچانے کے لیے جو طویل راستہ اختیار کیا تھا وہ اس کے تجربے اور ذہانت کی دلیل تھی لیکن میں نے فون پر گراہم اور ندیم کا نام لے کر شاید عقلمندی کا ثبوت نہیں دیا تھا۔

☼

رات، میں چونکہ دیر سے سویا تھا اس لیے صبح میری آنکھ بھی دیر سے کھلی۔ میں اٹھتے ہی باتھ روم میں چلا گیا۔ ندیم سے دوری اور حالات سے ناواقفیت نے میرے اندر ایک ہلچل سی مچا دی تھی۔ مجھے ندیم پر شدید غصہ آ رہا تھا جس نے نارمن کے سلسلے میں مجھے میری اصلی شکل میں لکی اسٹارز جانے کی ہدایت کی تھی۔ اگر اس وقت میں بلرام کے میک اپ میں ہوتا تو اس وقت مجھے دور رہنے کی کوفت نہ برداشت کرنی پڑتی پھر گراہم سے پہلی ملاقات کے وقت بھی مجھے میری اصلی شکل میں اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ اسی نے گراہم کو انتقام لینے پر مجبور کر دیا ہو گا۔ گراہم کی جگہ کوئی اور ہوتا تو شاید وہ بھی وہی کچھ کرتا جو گراہم کر رہا تھا۔ ممکن ہے ان باتوں کے پس پشت ندیم کی کوئی خاص مصلحت کارفرما ہو، لیکن بہرحال میں اس مصلحت سے ناواقف ہی تھا اور ان ہی عوامل نے مجھے شدید اکتاہٹ کا شکار کر دیا تھا۔

پندرہ بیس منٹ تک نیم گرم پانی سے نہانے کے بعد میرے ذہن سے کسل مندی کے اثرات دور ہوئے۔ باتھ روم سے باہر نکلا تو میں نے دیکھا کہ راجو بستر پر خراٹے لے رہا تھا جس وقت میں باتھ روم میں گیا تھا وہ اپنے بستر پر موجود نہیں تھا۔ وہ کس وقت کمرے میں داخل ہوا اور کب نیند کی آغوش میں گم ہوا مجھے اس کی مطلق خبر نہ ہوئی۔ یہ کوئی تشویش کی بات بھی نہیں تھی اس لیے کہ راجو کے پاس کمرے کی ڈپلی کیٹ چابی موجود تھی۔

میں نے اسے جگانا مناسب نہیں سمجھا۔ نیچے جا کر ڈائننگ ہال میں ناشتا کیا پھر اوپر آ کر بالکونی میں آرام کرسی پر بیٹھ کر اخبارات کے مطالعے میں مصروف ہو گیا۔ فضا خاصی خوشگوار تھی۔ آسمان پر ہلکے اودے بادل چھائے ہوئے تھے اور ہلکی ہلکی بوندا باندی بھی جاری تھی۔ ساحل پر غیر ملکی سیاحوں کے علاوہ مقامی لوگ بھی بڑی تعداد میں موسم سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

میں خاصی دیر تک اخبارات کے مطالعے میں مصروف رہا۔ میرے ذہن میں ندیم کا تصور بار بار ابھر رہا تھا۔ اس نے جو کچھ کہا تھا اور کر رہا تھا مجھے اس کے بارے میں مطلق کوئی علم نہیں تھا۔ اگر مجھے اس کی دوستی اور قربت کا خیال نہ ہوتا تو شاید اب تک میں خاموشی سے واپسی کا ٹکٹ کٹا چکا ہوتا۔ بہرحال میں نے طے کر لیا تھا کہ پہلی ملاقات میں ندیم سے کھل کر اس مسئلے پر بات کروں گا۔ شاید تنہائی کے احساس اور میک اپ کے بکھیڑے نے مجھے زیادہ ہی حساس بنا دیا تھا۔

وہ کہانی جو میرے نام سے شروع ہوئی تھی اب ندیم اس میں بحیثیت مرکزی کردار کے اپنا رول ادا کر رہا تھا۔ میں اپنے خیالات کی رو میں بھٹک کر ماضی کے تانے بانوں میں الجھنے لگا۔ روپ نگر میں اگر پہلی پوسٹنگ نہ ہوئی ہوتی تو شاید میں اس وقت تجارت میں آنے کے بجائے ایس ایس پی کے عہدے پر فائز ہوتا۔ روپ نگر کے ساتھ ہی میرے ذہن میں شنکر اور کالکا کا تصور ابھر آیا پھر ماضی کے کئی واقعات

تصویر بن کر میرے ذہن کے پردے پر سلسلے وار اجاگر ہونے لگے۔ کالکا نے میری خاطر شنکر سے ٹکرا کر خود کو دیوی دیوتاؤں کے عتاب کا نشانہ بنا دیا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ اس نے مجھے سمندر پار سفر کرنے کا مشورہ دیتے وقت اس بات کا وعدہ بھی کیا تھا کہ وہ دیوتاؤں کی قید سے آزاد ہوتے ہی مجھ سے رابطہ قائم کرے گی لیکن ابھی تک ایسا نہیں ہوا تھا۔

کالکا کے خیال نے میرے وجود کو گنگنا دیا تھا۔ میں نے اس کے صرف دو روپ دیکھے تھے۔ اس نے کئی موقعوں پر مجھے موت کے منہ سے نجات دلائی تھی۔ اس اعتبار سے وہ میری محسنہ تھی۔ کچھ سوچ کر میں نے دل ہی دل میں کالکا کے پراسرار وجود کو آواز دی، لیکن اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ شاید دیوی دیوتاؤں نے اس پر عائد پابندیوں میں کچھ اور سختی کر دی تھی۔ ورنہ وہ جواب ضرور دیتی۔ پھر میرا ذہن کمبل پوش بزرگ کی شخصیت کے بارے میں غور کرنے لگا۔ خدا کے اس برگزیدہ بندے نے مجھے ان کالی طاقتوں سے دور رہنے کی تاکید کی تھی لیکن میں اپنی ضد پر اڑا رہا پھر میری ہی خاطر اس بزرگ نے اپنی ٹیڑھی میڑھی لکڑی غصے میں اس منڈل کی جانب اچھال دی تھی جس میں پنڈت بنسی دھر دھونی رمائے بیٹھا کالکا کی قوتوں کو جنتر منتر کے ذریعے اسے قبضے میں کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ سفید ریش بزرگ کی اس لکڑی کی کرامت نے بنسی دھر کے منڈل کو توڑ دیا۔ برفانی پہاڑ کی وہ گپھا زلزلے کی کیفیت سے دوچار ہو گئی تھی اور بنسی دھر روئی کے گالے کے مانند فضا میں اچھلا تھا اس کے بعد کیا ہوا مجھے اس کی کوئی خبر نہیں ہوئی۔ کالکا نے بارہا استفسار کے باوجود اپنی زبان بند رکھی تھی لیکن مجھے یقین تھا کہ بزرگ کی لازوال رحمانی قوتوں نے اس منحوس پنڈت کو کسی سنگلاخ چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش کر دیا ہو گا۔

اچانک میری نظر اپنی اس انگلی پر پڑی جس میں بزرگ کی دی ہوئی وہ صندلی انگوٹھی اس وقت بھی موجود تھی جو میرے سوا کسی اور کو نظر نہیں آتی تھی۔ اس انگوٹھی کی موجودگی میں کالکا کی کالی قوتیں بھی میرے دل کا احوال جاننے سے قاصر ہو گئی تھیں۔ بزرگ مجھ سے خفا ہو چکے تھے لیکن وہ صندلی انگوٹھی شاید اب بھی غائبانہ طور پر میری مدد کر رہی تھی۔

میں اپنے خیال میں کتنی دیر محو رہا مجھے یاد نہیں پھر راجو کی آواز میرے کانوں میں گونجی تو میرے خیالات کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا، وہ کمرے میں کھڑا اپنے گیلے بدن کو تولیے سے خشک کر رہا تھا۔ وہ کس وقت بیدار ہوا اور کس وقت غسل خانے سے فارغ ہوا مجھے اس کی بھی مطلق کوئی خبر نہیں ہوئی۔

"کیا آپ ناشتا کر چکے ہیں؟"

"ہاں۔" میں نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "کچھ دیر بعد لنچ کا وقت ہو جائے گا۔"

راجو لباس تبدیل کر کے میرے قریب ہی بالکونی میں آ کر بیٹھ گیا۔ غسل کرنے کے بعد اب وہ بالکل تر و تازہ لگ رہا تھا۔ روم سروس کو فون کرنے کے بعد اس نے اپنے لیے صرف کافی کا آرڈر دیا تھا۔ کافی پینے کے دوران وہ خاموش بیٹھا ساحل پر ہونے والے حسین ہنگاموں سے لطف اندوز ہو رہا تھا پھر اس نے ایک سگریٹ سلگا کر دھواں اڑاتے ہوئے کہا۔

"میرا اندازہ اگر غلط نہیں تو شاید آپ میری رات کی غیر حاضری سے ناراض ہیں۔" اس نے خود ہی سوال کیا پھر خود ہی جواب دیتے ہوئے کہا۔ "دراصل باس نے مجھے ایک ضروری کام سونپ دیا تھا۔"

"رات ماریا نے ہیلن بن کر مجھے اس کی اطلاع دے دی تھی۔"

"وہ بہت دور اندیش لڑکی ہے۔" راجو نے ماریا کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔ "بے پناہ صلاحیتوں اور خوبیوں کی مالک، اکثر ایسے مشکل کام بھی کر گزرتی ہے جو گروہ کے دوسرے افراد سرانجام دینے سے کتراتے ہیں۔ باس اسی وجہ سے اس پر بے حد اعتماد کرتا ہے۔ وہ گروہ کے لیے اب تک سیکڑوں بیش بہا خدمات انجام دے چکی ہے۔ موت اس کے نزدیک کسی دلچسپ کھیل سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ خاص طور پر میک اپ کے فن میں اسے مہارت حاصل ہے۔ میں نے بھی یہ فن اسی سے سیکھا ہے۔"

"کیا گزشتہ رات تم اور ماریا ایک ساتھ ہی تھے۔"

"نہیں۔"

"ندیم اور گراہم کے درمیان کیا طے پایا؟"

"جو کچھ ہوا ہے مجھے اس کا اندازہ کسی حد تک پہلے ہی سے تھا۔"

"کیا مطلب؟"

"گراہم نے مفاہمت کی راہ اختیار کرنے کا وعدہ کر لیا ہے۔" راجو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "وہ گریشیا کی موت کے صدمے کو بھی بھول جانے پر آمادہ ہو گیا ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ اس آمادگی کے پیچھے بھی گراہم کی

کوئی خطرناک سازش ہو۔"

"ہاں، ہو سکتا ہے لیکن اگر ایسا ہوا تو وہ گراہم کی زندگی کا آخری دن ثابت ہو گا اور طے شدہ پروگرام کے تحت گراہم کی جگہ اس کا لڑکا البرٹو لے لے گا۔"

"کیا کل رات تم البرٹو ہی سے ملے تھے؟" میں نے قیاس آرائی کی۔

"نہیں۔" راجو نے ایک طویل کش لے کر پُرفضا ماحول میں آلودگی بکھیرتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں نے کل رات صرف اس شخص کے کھوج میں گزاری ہے جس نے ڈنگو کی حیثیت میں آپ سے مل کر لیڈی مکلارنس سے دوستی پیدا کرنے کا مشورہ دیا تھا۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے راجو کو وضاحت طلب نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "کیا ڈنگو کی اصلیت کچھ اور ہے۔"

"ہاں۔" ماریا نے اسے بغور دیکھنے کے بعد ہی رائے قائم کی تھی کہ وہ میک اپ میں تھا۔ بعد میں اس کی تصدیق بھی ہو گئی تھی۔"

"کیا ہے اس کی اصلیت؟" میں نے دلچسپی لیتے ہوئے دریافت کیا۔

"یہ بھی ایک عجیب اتفاق ہے کہ ماریا اور باس دونوں ہی کو ڈنگو کی اصلیت پر شبہ ہوا تھا پھر باس کے حکم پر میں نے گزشتہ رات سی ویو سے دور گزاری تھی۔

"میں نے تم سے ڈنگو کی اصلیت کے بارے میں پوچھا تھا۔"

"میری معلومات کے مطابق وہ کئی مہینوں سے ڈنگو کے میک اپ میں دیکھا جا رہا ہے لیکن اس کی اصلیت کچھ اور ہے۔" راجو نے اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "دراصل وہ مقامی سیکرٹ سروس کا چیف انسپکٹر پاول ہے۔"

"آئی سی۔" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔ "کیا اسے بھی میری اصلیت پر شبہ ہو گیا ہے؟"

"میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا لیکن میرا خیال ہے کہ ایسا نہیں ہے۔" راجو نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "وہ محض لیڈی مکلارنس کی وجہ سے آپ سے مل بیٹھا تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ لیڈی مکلارنس ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتی تھی وہ بلا کی حسین تھی اس لیے مکلارنس کی حسن پرستی نے اس غریب لڑکی کو زمین سے اٹھا کر آسمان پر پہنچا دیا پھر اسے لیڈی کا خطاب ملا اور وہ تمام سیاہ و سفید کی بلا شرکت غیرے مالک بن گئی۔ بلا کی ذہین عورت [illegible] اس لیے ان لوگوں کا دل بھی اپنے حسن اخلاق سے [illegible] لیا جو مکلارنس کے قریبی ساتھیوں میں سے تھے۔ وہ [illegible] ملازموں سے برابری کا سلوک کرتی تھی چنانچہ وہ بھی [illegible] کے اشاروں پر چلنے لگے اور آج بھی اس کے تابع ہیں۔"

"تو کیا پاول کا خیال ہے کہ خود لیڈی مکلارنس [illegible] اپنے شوہر کی موت کی سازش مرتب کی تھی تاکہ وہ جا[illegible] کی مالک بن سکے۔"

"انسپکٹر پاول کے علاوہ کچھ اور بااثر لوگ بھی [illegible] خیال کے حامی ہیں۔"

"کوئی خاص وجہ۔"

دراصل لیڈی مکلارنس اپنے شوہر کے لیے [illegible] وارث پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی تھی [illegible] مکلارنس بڑی شدت سے کسی وارث کی کمی محسوس [illegible] اور اسی خیال سے کہ کہیں وارث کی لالچ میں مکلا[illegible] ان خوبصورت لڑکیوں میں سے کسی ایک کا انتخاب [illegible] کر لے جو اس کے اردگرد منڈلاتی رہتی تھیں۔ [illegible] مکلارنس نے تمام جائیداد پر قبضے کرنے کی خاطر مکلار[illegible] ہمیشہ کے لیے راستے سے ہٹا دیا۔"

"ایسی صورت میں تو شبہے کی بنیاد پر بھی [illegible] مکلارنس کو حراست میں لے کر تفتیش کی جا سکتی [illegible] میں نے ایک سابقہ پولیس آفیسر کی حیثیت سے [illegible] تجربات کی روشنی میں کہا۔ "مردوں کے مقابلے [illegible] عورتیں زیادہ کمزور ہوتی ہیں اس لیے پولیس کی طرف [illegible] ہونے والے ممکنہ تھرڈ ڈگری کے استعمال سے پہلے ہی [illegible] زبان کھول دیتی ہیں۔"

"انسپکٹر پاول نے اس کی کوشش کی تھی لیکن [illegible] ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ اول اس لیے کہ یہ حقیقت [illegible] مکلارنس کے گونگے اور بہرے گارڈز جو حکومت کی [illegible] سے بااختیار ہیں کسی اجنبی کو لیڈی مکلارنس کے اشا[illegible] کے بغیر کیسل کے قریب نہیں پھٹکنے دیتے اور دوسری [illegible] عجیب روایت یہ بھی مشہور ہے کہ لیڈی مکلارنس بہت [illegible] جادوگرنی بھی ہے جس کا اندازہ لوگوں کو مکلارنس کی [illegible] کے بعد ہوا۔"

"کیا اس جادوگرنی والی کہانی میں کچھ حقیقت [illegible] شامل ہے۔"

"ہاں لوگوں کا خیال ہے کہ لیڈی مکلارنس کی [illegible] سے جو بات نکل جاتی ہے وہ پتھر کی لکیر ثابت ہوتی [illegible]

راجو نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "مکلارنس کی موت سے آج تک اس نے جن جن باتوں کی پیش گوئیاں کی ہیں وہ حیرت انگیز طور پر حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی ہیں اس کے علاوہ ایک اور اہم بات اور بھی ہے۔ لیڈی مکلارنس شادی کے بعد سب سے زیادہ خوش پوش اور خوش گفتار خاتون شمار کی جاتی تھی لیکن مکلارنس کے انتقال کے بعد اس نے اپنی جون ہی بدل ڈالی۔ کئی کئی ہفتوں تک ایک ہی لباس میں نظر آتی ہے۔ اس حد تک چڑچڑی ہو گئی ہے کہ اب کسی سے ہمکلام ہونا بھی گوارا نہیں کرتی۔ ایک بات یہ بھی مشہور ہے کہ اس نے مکلارنس کی موت کے بعد سوائے اس رہائشی کیسل کے جہاں وہ مقیم ہے تمام جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ ایک مقامی ٹرسٹ کے نام کر دی ہے۔"

"کیا اس بات کی تصدیق نہیں ہو سکی۔"

"ایک رات میں، میں نے جو کچھ معلوم کر لیا ہے وہی بہت ہے۔" راجو بے پروائی سے بولا۔ "حقیقت کیا ہے اس سے ہمیں کوئی سروکار نہیں ہے۔"

"گویا انسپکٹر پاول میرے ذریعے لیڈی مکلارنس تک رسائی حاصل کرنا چاہتا ہے۔"

"بظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔"

"لیکن ایک بات قابل غور ہے۔" میں نے کہا۔ "اگر یہ بات درست ہے کہ لیڈی مکلارنس جادوگرنی ہے تو کیا وہ انسپکٹر پاول کو ڈنگو کی حیثیت سے شناخت نہیں کر سکتی۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ اس راز کو پا چکی ہے۔" راجو نے سنجیدگی سے کہا۔ "آپ کی میز پر آنے کے بعد اس نے ڈنگو کو حقارت سے مخاطب کرتے ہوئے پہلا جملہ یہی کہا تھا کہ جو پھول کاغذ سے تیار کیے جاتے ہیں ان کی مہک بھی عارضی ہوتی ہے اور یہ بھی مشورہ دیا کہ وہ اپنے جتھے سے علیحدہ رہ کر کام کرنے کا ارادہ ترک کر دے۔"

"تم نے وہ جملے کس طرح سن لیے۔" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہم بھی جاپان سے تعلق رکھنے والے بھی ٹوٹی پھوٹی انگریزی بولنے اور سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔"

"اوہ۔" میں نے حیرت سے کہا۔ "کیا وہ جاپانی جوڑا جو میری میز کے بائیں جانب بیٹھا تھا وہ تم اور ماریا تھے۔"

جواب میں راجو نے مسکراتے ہوئے اقرار کر لیا۔

"اور وہ زبان جو تم دونوں بول رہے تھے۔"

"وہ صرف جاپانی لب و لہجے کی نقل تھی۔"

"تم دونوں واقعی حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک ہو۔" میں نے ان دونوں کی تعریف کرنے میں بخل سے کام نہیں لیا۔

"ذرہ نوازی ہے آپ کی۔" راجو نے کہا۔ "ورنہ من آنم کہ من دانم۔"

"تم نے جن حالات سے پردہ اٹھایا ہے اس کے بعد ندیم کا کیا خیال ہے۔" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔ "کیا میرا لیڈی مکلارنس کی دعوت پر اس کے محل تک جانا مناسب ہو گا۔"

"باس کا مشورہ یہی ہے کہ آپ کو لیڈی مکلارنس سے ملاقات کرنی چاہیے۔" راجو نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے ڈنگو یا انسپکٹر پاول لیڈی مکلارنس کے سلسلے میں آپ سے دوبارہ رابطہ قائم کرنے کی کوشش ضرور کرے گا۔"

*

راجو نے مجھے جو حالات بتائے تھے میں ان پر دن بھر بڑی سنجیدگی سے غور کرتا رہا، ڈنگو اور لیڈی مکلارنس دونوں ہی کی شخصیت میرے لیے دلچسپی کا سبب بن چکی تھی چنانچہ میں نے لیڈی مکلارنس سے ملنے کی خاطر اس کے کیسل تک جانے کا ارادہ کر لیا۔

شام کی چائے پینے کے بعد میں نے دوبارہ شیو کیا۔ بہترین سوٹ زیب تن کرنے کے بعد جانے کے لیے تیار ہوا تو راجو نے کہا۔ "کیا آپ کو اشاروں کی زبان آتی ہے۔"

"صرف اس حد تک کہ کام چلا سکتا ہوں۔"

جواب میں راجو نے جیب سے ایک ٹائی پن نکال کر میرے حوالے کرتے ہوئے بڑی رازداری سے کہا۔

"اسے احتیاط سے ٹائی پر لگا لیجیے۔ بظاہر یہ ٹائی پن ہے لیکن اس کے اندر ایک بے حد حساس اور پاورفل ٹرانسمیٹر موجود ہے جس کی فری کوئنسی صرف میرے اور باس کے پاس موجود ہے۔ آپ کے درمیان جو گفتگو ہو گی وہ بہ آسانی ہم تک پہنچتی رہے گی۔"

"اور اگر لیڈی مکلارنس کے جادوگرنی ہونے والی بات درست ثابت ہوئی تو۔" میں نے ٹائی پن کو لگاتے ہوئے کہا۔

"باس یہی معلوم کرنا چاہتا ہے کہ اس کی اصلیت کیا ہے۔"

میں راجو کو وش کرتا ہوا لفٹ کے ذریعے نیچے آیا۔ ہوٹل کے پارکنگ لاٹ میں بہت ساری خالی ٹیکسیاں موجود تھیں۔ میں ان میں سے ایک کا دروازہ کھول کر پچھلی

نشست پر بیٹھ گیا۔

"کہاں چلنا ہے جناب؟" ٹیکسی ڈرائیور نے میٹر ڈاون کرتے ہوئے پوچھا۔

"مکلارنس کیسل۔"

"مکلارنس کیسل۔" ڈرائیور نے چونکتے ہوئے پلٹ کر مجھے کچھ ایسی نگاہوں سے دیکھا جیسے یا تو اسے اپنی قوت سماعت پر یقین نہیں آیا تھا یا اسے میرے صحیح الدماغ ہونے پر شبہ ہو رہا تھا۔

"کوئی خاص بات۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"جج ــــ جی نہیں۔" ڈرائیور نے اپنی بوکھلاہٹ کو چھپانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے جواب دیا پھر ٹیکسی کو بڑی مہارت سے دوسری گاڑیوں کے درمیان سے کاٹتا ہوا ہوٹل سے باہر کھلی سڑک پر آ گیا۔

میں پچھلی سیٹ پر بیٹھا ٹیکسی ڈرائیور کے رویے پر بڑی سنجیدگی سے غور کر رہا تھا۔

ٹیکسی پندرہ منٹ تک لندن کی بھری پری شاہراہوں کے درمیان سے گزرتی رہی' عام حالات میں ٹیکسی ڈرائیور مقامی لوگوں کے مقابلے میں غیر ملکی سیاحوں کو زیادہ اُجرت کی وجہ سے ترجیح دیتے ہیں۔ سی ویو کے پارکنگ لاٹ میں بھی اس ٹیکسی ڈرائیور نے بڑے پُرتپاک انداز میں مجھے جھک کر سلام کرتے ہوئے میرا خیر مقدم کیا تھا لیکن مکلارنس کیسل کا نام سنتے ہی اس کے چہرے کے تاثرات یکسر تبدیل ہو گئے تھے۔ میں نے اس تغیر کو خاص طور پر محسوس کیا تھا۔ غالباً" وہ بھی مکلارنس کیسل کے بارے میں بہت کچھ جانتا تھا۔ میں خاصی دیر تک اس کے بدلے ہوئے رویے پر غور کرتا رہا پھر جب ٹیکسی شہری حدود سے نکل کر نواحی علاقے کی سمت فراٹے بھر رہی تھی تو میں چپ نہ رہ سکا۔

"کیا مکلارنس کیسل یہاں سے خاصی دور ہے۔" میں نے ڈرائیور کو کریدنے کی خاطر محتاط انداز میں گفتگو کا آغاز کیا۔

"جی ہاں۔"

"پھر تو عام حالات میں ٹیکسی ڈرائیور اس طرف جانے سے گریز ہی کرتے ہوں گے؟"

"جی ہاں۔"

"شاید اس لیے کہ واپسی کا سفر بغیر کسی پسنجر کے گزارنا پڑتا ہے۔"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"فکر مت کرو۔" میں نے اسے تسلی دی۔ "تمہیں واپسی کا کرایہ بھی ادا کر دوں گا۔"

"تھینک یو سر۔" اس نے سپاٹ لہجے میں شکریہ ادا کیا۔

"کیا تم پہلے کیسل کے لیے سواری لے گئے ہو۔"

"جی نہیں۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ایک بار اس کے قریب سے گزرنے کا اتفاق ضرور ہوا تھا۔"

"لیڈی مکلارنس نے بطور خاص مجھے اپنے کیسل مدعو کیا ہے۔ میں گزارش کرتا تو بلاشبہ مجھے پک کرنے کے لیے وہ اپنی شاندار گاڑی بھی بھیج دیتی لیکن میں نے بوجھ کر ایسا نہیں کیا۔"

"کیا آپ اس معزز خاتون سے مل چکے ہیں۔" مکلارنس کے لیے معزز کا لفظ استعمال کرنے کے باوجود اس کے لہجے سے بیزاری جھلک رہی تھی۔

"ہاں۔ صرف ایک بار۔ کیوں؟"

"کچھ نہیں۔ یوں ہی برسبیل تذکرہ پوچھ لیا تھا۔"

"کیا تم مقامی ہو؟"

"جی نہیں ــــ میرا تعلق منگولیا سے ہے۔"

"پھر تو تم ایشین ہوئے۔" میں نے بات آگے بڑھائی۔ "میرا اندازہ ہے کہ لیڈی مکلارنس ایشیا سے تعلق رکھنے والوں کو زیادہ پسند کرتی ہے۔"

"اسی لیے میں نے آپ کو کیسل تک لے جانے سے انکار نہیں کیا لیکن۔"

"لیکن کیا؟" میں نے اس کی خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے استفسار کیا۔

"لیڈی مکلارنس کے گونگے اور بہرے گارڈز اپنے فرائض کی انجام دہی میں کچھ زیادہ سخت واقع ہوئے ہیں۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "پہلی بار جب میں کیسل کی طرف گیا تھا تو مجھے اپنی جان بچانا مشکل ہو گیا تھا۔ وہ صرف اشاروں کی زبان سمجھتے ہیں اگر میرے پاس اپنی شناخت کرانے کے لیے کاغذات نہ ہوتے تو شاید وہ مجھے مار ڈالنے سے بھی دریغ نہ کرتے۔"

"لیڈی مکلارنس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔"

"میں نے آج تک اسے روبرو کبھی نہیں دیکھا۔ البتہ دو بار اس کی تصویر اخباروں میں دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔"

"تم لندن میں کب سے مقیم ہو؟"

"تقریباً" گیارہ سال سے۔ جب میں یہاں آیا تھا اس وقت میری عمر صرف اٹھائیس سال تھی۔ میرا ارادہ تعلیم حاصل کرنے کا تھا لیکن حالات نے اس کی اجازت نہیں دی اور میں ٹیکسی ڈرائیور بن گیا۔"

"تمہاری شادی ہو چکی ہے۔"

"جی ہاں۔ دو بچے بھی ہیں جو فی الحال تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔"

"تم نے ان کے بارے میں کیا سوچا ہے۔" میں نے محض بے تکلفی بڑھانے کی خاطر پوچھا۔

"قبل از وقت یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن میری کوشش یہی ہوگی کہ وہ پڑھ لکھ کر کوئی معزز پیشہ اختیار کریں۔"

"کیا تم نے کسی مقامی لڑکی سے شادی کی ہے۔"

"جی نہیں۔ اس کا تعلق سن کیانگ سے ہے۔" اس نے نظریں بدستور سڑک پر جمائے ہوئے جواب دیا۔ "بڑی 'جفاکش اور وفادار بیوی ہے' میں دن بھر ٹیکسی چلاتا ہوں اور وہ ایک مقامی اسکول میں پرائمری کے بچوں کو پڑھاتی ہے۔"

"تمہارا نام کیا ہے۔"

"کیوردلن باتور۔"

"خاصا مشکل نام ہے۔"

"یہ میرا اصلی نام ہے جناب۔ ویسے یہاں مجھے لوگ بوبی کے نام سے جانتے ہیں۔"

میں خاصی دیر تک بوبی کے ساتھ بے تکلفی پیدا کرتا رہا پھر بولا۔ "مکلارنس کیسل اب کتنی دور رہ گیا ہے۔"

"ہمیں وہاں پہنچنے کے لیے ابھی تقریباً" پینتالیس منٹ کا سفر اور طے کرنا پڑے گا۔"

"مسٹر مکلارنس کو اپنی رہائش گاہ شہر سے اتنی دور تعمیر کرانے کی کیا ضرورت تھی۔"

"اکثر بڑے بڑے مقامی لوگ سکون اور ذہنی آرام کی خاطر شہری حدود سے دور ہی کسی پُرفضا مقام پر تنہائی میں رہنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔"

"میرا نام بلرام ہے اور میرا تعلق انڈیا سے ہے۔" میں نے اپنا تعارف کرایا۔ "کاروباری آدمی ہوں لیکن اس کے ساتھ ساتھ سیاحی کا شوق بھی ہے۔"

"خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" بوبی نے جھجکتے ہوئے کہا۔ "اگر برا نہ مانیں تو ایک بات پوچھوں۔"

"پوچھو۔"

"آپ لیڈی مکلارنس سے کس غرض سے ملنا چاہتے ہیں۔" اس نے سوال کیا پھر خود ہی اس کی وضاحت کرتے ہوئے بولا۔ "کیا آپ بھی اس سے اپنے کاروبار یا کسی نجی معاملے میں کسی پیش گوئی کے خواہش مند ہیں؟"

"اوہ۔ گویا تم لیڈی مکلارنس کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہو۔"

"اس کے بارے میں مختلف روایتیں مشہور ہیں جناب۔" اس نے سنجیدگی سے مجھے اپنی معلومات سے استفادہ پہنچانے کی کوشش کی۔ "کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ مستقبل میں جھانکنے اور پیشگوئیاں کرنے میں حیرت انگیز صلاحیت رکھتی ہے۔ اکثر افراد اس کی شخصیت کو محض فراڈ کہتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ وہ بے سروپا باتیں کرتی ہے جس میں اکثر اتفاقیہ طور پر درست ثابت ہو جاتی ہیں۔ ایک گروپ اسے ذہنی مریضہ کی حیثیت سے جانتا ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جو اسے جادوگرنی گردانتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ مکلارنس کی روح آج بھی اس کے اردگرد منڈلاتی رہتی ہے اور وہی اس کی مدد اور رہنمائی کرتی ہے۔"

"کیا یہ درست ہے کہ وہ مقامی لوگوں کو اپنے شوہر کا قاتل سمجھتی ہے۔"

"اس کا جواب تو محکمۂ پولیس اور سراغرسانی کے ذمے دار آفیسر ہی دے سکتے ہیں لیکن لیڈی مکلارنس کا یہی خیال ہے کہ اس کے شوہر کو جان بوجھ کر اس کے حریفوں نے اپنے راستے سے ہٹا دیا ہے۔"

"اس خیال یا شبہے کی کوئی معقول وجہ بھی ضرور ہوگی۔" میں نے پوچھا۔

"میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن لوگوں کی زبانی سنا ہے کہ مسٹر مکلارنس کھل کر حکومت اور انتظامیہ کی مختلف پالیسیوں پر بڑی سخت اور بے لاگ تنقید کرتے تھے جسے صاحب اقتدار حلقہ اچھی نظروں سے نہیں دیکھتا تھا۔"

کچھ دیر تک ہمارے درمیان لیڈی مکلارنس کی بابت گفتگو ہوتی رہی پھر ٹیکسی کچے کی جانب سے ایک پختہ روڈ کی طرف مڑ گئی۔ سڑک کے دونوں اطراف دور دور تک سبزہ نظر آ رہا تھا۔ سامنے کی سمت کچھ فاصلے پر گھنے درختوں کا لامتناہی سلسلہ کافی وسیع و عریض علاقے میں پھیلا ہوا تھا اور اس سلسلے سے تقریباً" چار پانچ فرلانگ دور قدیم طرز کی محل نما ایک عمارت کے کچھ حصے نظر آ رہے تھے۔ درخت

خاصے بلند اور گھنے تھے جس کے اندر آٹھ دس آدمی بآسانی دوسروں کی نگاہوں میں آئے بغیر چھپ کر بیٹھ سکتے تھے اور اپنے کسی بھی دشمن کو نہایت آرام سے نشانہ بنا سکتے تھے۔ اس حصے میں چاروں اطراف سوائے اس قدیم طرز کے محل کے اور کوئی عمارت نظر نہیں آرہی تھی۔

"ان گھنے درختوں کی دوسری طرف مکلارنس کیسل کی شاندار عمارت موجود ہے۔" بوبی نے ٹیکسی کی رفتار کم کرتے ہوئے کہا۔ "جہاں سے درختوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اس کے قریب آپ کو جو بورڈ نظر آرہا ہے اس پر واضح طور پر جلی حرفوں میں یہ نوٹس درج ہے کہ اس بورڈ سے آگے جانے والا خود اپنی موت کا ذمے دار ہوگا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کو اس بورڈ سے بچاس گز پہلے ہی چھوڑ دوں گا۔ بقیہ سفر آپ کو اپنے رسک پر پیدل طے کرنا پڑے گا۔ ایک مشورہ اور دے رہا ہوں۔ لیڈی مکلارنس کے گونگے اور بہرے گارڈز افریقہ کے ان آدم خور جنگلیوں سے زیادہ وحشی اور درندہ صفت ہیں جو اپنے شکار کو موت کے گھاٹ اتارتے وقت ایک خاص قسم کی مسرت سے دو چار ہوتے ہیں۔"

"کیا وہ مجھ سے کوئی سوال جواب کیے بغیر ہی مار ڈالیں گے۔"

"ایسا بھی نہیں ہے۔" بوبی نے کہا۔ "اگر لیڈی مکلارنس نے آپ کو واقعی مدعو کیا ہے تو اس نے آپ کے بارے میں اپنے آدمیوں کو کچھ ہدایتیں بھی ضرور جاری کی ہوں گی۔"

ایک لمحے کو میرے ذہن میں آیا کہ جہاں تک آچکا تھا وہیں سے واپس پلٹ جاؤں لیکن پھر صندلی انگوٹھی کی موجودگی نے مجھے حوصلہ دیا اور میں نے واپسی کا ارادہ ترک کر دیا۔ بوبی نے حسب وعدہ مجھے اس نوٹس بورڈ سے پہلے ہی اتار دیا۔ میں نے کرائے کے طور پر اسے ایک معقول رقم دی جسے اس نے تھوڑے سے پس و پیش کے بعد شکریے کے ساتھ قبول کر لیا۔

بوبی کے واپس جانے کے بعد میں کچھ دیر تک قرب و جوار کا جائزہ لیتا رہا' جہاں سے درختوں کا سلسلہ شروع ہوتا تھا وہاں سے سرخ بجری کی روش بل کھاتی ہوئی کیسل تک جاتی نظر آرہی تھی جو پیدل چلنے والوں کے لیے تھی۔ اس کے ساتھ ہی پختہ سڑک بھی موجود تھی۔ دور دور تک کسی آدم زاد کا بظاہر کوئی وجود نظر نہیں آرہا تھا۔ پورا علاقہ بھائیں بھائیں کر رہا تھا۔ ہر سمت ایک پراسرار سناٹا طاری تھا۔ اپنی شناخت کے لیے میرے پاس بلرام کی تصویر والا پاسپورٹ موجود تھا اس کے علاوہ بغلی ہولسٹر میں پسندیدہ اور آزمودہ آٹو میٹک بھی تھا جسے میں ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتا تھا۔

کچھ دیر تک غور و خوض کرنے کے بعد میں نے بجری والی روش پر قدم بڑھانے شروع کر دیے لیکن ابھی میں بہ مشکل بیس پچیس گز کا فاصلہ طے کر پایا تھا کہ اچانک گھنے درختوں سے چار طویل القامت افراد جو جدید اسلحے سے لیس تھے کود کر میرے سامنے آگئے' ان کی آنکھوں میں درندگی کے سوا کچھ اور نہیں تھا۔ چاروں رائفل تانے کچھ دیر تک مجھے وحشیانہ انداز میں گھورتے رہے پھر ان میں سے ایک لمبے لمبے قدم بڑھاتا میرے قریب آگیا۔

"غوں ۔۔۔ غاں ۔۔۔ غاں۔" اس نے ہاتھ کے اشارے سے میری اصلیت معلوم کرنے کی کوشش کی جواب میں میں نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں سمجھانے کی کوشش کی کہ میں وہاں خود سے نہیں آیا بلکہ بلایا گیا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اپنا پاسپورٹ نکال کر اس کے حوالے کر دیا جسے وہ الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا' پاسپورٹ پر چسپاں تصویر کو میرے چہرے سے ملاتا رہا پھر اس نے اشارے سے مجھے پتھر کی اس بینچ پر بیٹھنے کو کہا جو روش کے دونوں طرف تھوڑے تھوڑے فاصلے پر موجود تھیں۔ میں نے خاموشی سے اس کے اشارے پر عمل کیا' وہ تعداد میں چونکہ مجھ سے زیادہ تھے اس لیے ابھی تک انہوں نے میری تلاشی لینے کی زحمت گوارا نہیں کی تھی۔ تین رائفلیں اور تین شعلہ بار نگاہیں میری ایک ایک حرکت پر جمی ہوئی تھیں۔

میں بینچ پر بیٹھ گیا تو جس شخص نے میرا پاسپورٹ چیک کیا تھا اس نے اپنی جیب سے ایک مختصر سی عجیب و غریب کیمرے نما کوئی چیز نکالی پھر اس کے ایک مخصوص حصے کو دبا کر اپنی زبان میں غوں ۔۔۔ غوں ۔۔۔ غوں ۔۔۔ غاں کرتا رہا۔ اس کے بعد اس نے وہ کیمرے نما شے جیب میں واپس رکھی' میرے قریب آکر میرا پاسپورٹ واپس کیا پھر بڑے مہذب انداز میں ہاتھ کو دائرے کی شکل میں گھماتے ہوئے اس نے بڑی آسانی سے مجھ پر یہ بات واضح کر دی کہ کوئی گاڑی مجھے لینے آرہی ہے' میں نے اثبات میں سر کو جنبش دی پھر بڑی بے پروائی سے پاسپورٹ جیب میں رکھا اور ایک سگریٹ جلا کر گاڑی کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ اس دراز قد وحشی نما انسان نے

محض غوں غاں کے ذریعے اپنا مافی الضمیر دوسری جانب سے کال اٹینڈ کرنے والے پر کس طرح ظاہر کیا ہوگا۔ غالباً انہوں نے کوئی مخصوص لب و لہجہ پہلے سے طے کر رکھے تھے جس کے ذریعے وہ پیغام رسانی کے مشکل کام کو بہ آسانی انجام دینے کے عادی بن چکے تھے۔

مجھے وہاں زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا' دس منٹ کے اندر اندر ایک جھلملاتی ہوئی گاڑی میرے قریب آکر رکی اور میں ڈرائیور کے اشارے پر خاموشی سے پچھلی نشست پر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد ہی میں مکلارنس کیسل کی شاندار عمارت کے ڈرائنگ روم میں لیڈی مکلارنس کے سامنے موجود تھا۔ میری توقع کے خلاف وہ اس وقت بھی کم و بیش اسی لباس میں ملبوس تھی جس میں' میں اسے دو بار پہلے دیکھ چکا تھا۔ کمرے کے خوبصورت ماحول اور اعلیٰ قسم کے قیمتی فرنیچر اور ساز و سامان کے درمیان مجھے لیڈی مکلارنس کا وجود کچھ عجیب سا لگ رہا تھا۔

"مجھے یقین تھا کہ تم ضرور آؤ گے۔" اس نے مجھے اپنے قریب صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا پھر خود بھی بیٹھتے ہوئے بولی۔ "تمہیں یہاں تک پہنچنے میں کسی دشواری یا پریشانی کا سامنا تو نہیں کرنا پڑا۔"

"نہیں۔" میں نے اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں کی سمت دیکھتے ہوئے کہا جس میں اس وقت بھی ایک چمک تھی۔ اس کے جسم پر بس آنکھیں ہی تھیں جو بڑی منفرد لگتی تھیں۔

معاً ایک خیال میرے ذہن میں بڑی سرعت سے ابھرا اگر لیڈی مکلارنس کے لیے یہ بات درست تھی کہ وہ جادوگرنی اور مستقبل میں جھانکنے اور پیشگوئیاں کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے تو پھر میرے میک اپ کا بھرم بھی اس پر کھل چکا ہوگا۔ شاید وہ ڈنگو کی اصلیت سے بھی واقف ہی تھی جو اس نے دبی زبان میں کاغذ کے پھول اور سانپ اور دودھ کا حوالہ دیا تھا لیکن کسی خاص مصلحت کی بنا پر اس نے کھل کر ڈنگو کی سرکاری حیثیت کو بے نقاب نہیں کیا تھا۔

مجھے شاید لیڈی مکلارنس کی دعوت پر اس کے پاس جانے میں اتنی جلدی نہیں کرنا چاہیے تھی۔ غور و خوض کرنے کے بعد سمجھ بوجھ کر کوئی قدم اٹھانا چاہیے تھا لیکن اب پچھتانے سے کچھ حاصل نہیں تھا۔ تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ اس کی واپسی مشکل تھی بہرحال میں نے طے کر لیا تھا کہ اس سے گفتگو کرتے وقت پوری طرح محتاط رہوں گا۔

"تم ناشتا کر کے ہوٹل سے چلے ہو گے اس لیے اب رات کا کھانا کھانے کے بعد ہی تمہاری واپسی ممکن ہوگی۔" اس نے مہمان نوازی کا ثبوت دیتے ہوئے کہا لیکن اس کے لہجے میں تحکمانہ انداز بھی شامل تھا۔ اس کی آنکھیں بدستور میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ اس کے دیکھنے کا انداز بتا رہا تھا جیسے وہ کسی کھلی ہوئی کتاب کے بغور مطالعہ میں مصروف ہو۔

"اس تکلف کی کوئی خاص ضرورت تو نہیں ہے لیکن اگر یہ آپ کا حکم ہے تو میں انکار بھی نہیں کروں گا۔"

"میں محسوس کر رہی ہوں کہ تم ایک باہمت اور باصلاحیت نوجوان ہو شاید اسی لیے تم نے لارڈز میں مجھ سے ڈنگو کی سفارش کی تھی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"مروت اور کسی کے کام آنا اچھی بات ہے لیکن کسی اجنبی سے اتنی جلدی کھل مل جانا میرے نزدیک عقلمندی کی دلیل نہیں ہے۔ میں تمہیں محتاط رہنے کا مشورہ دوں گی۔ یہاں کے لوگوں کے دل و دماغ میں بڑا تضاد ہوتا ہے۔ وہ سوچتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ اور ہیں لیکن ٹھہرو' شاید میں روانی میں غلط بات کہہ گئی۔ مجھے دراصل یہ کہنا چاہیے تھا کہ بظاہر اوپر سے وہ جتنے معصوم' نیک اور ملنسار نظر آتے ہیں اندر سے ان کے دلوں میں اتنا ہی بغض' کینہ اور کھوٹ بھرا ہوتا ہے' کھوٹے اور کھرے کی پہچان ہر کوئی نہیں کر سکتا اس لیے میرا مشورہ ہے کہ تم جب تک یہاں رہو محتاط رہنے کی کوشش کرو۔"

"لارڈز میں آپ نے کہا تھا کہ آپ اپنے شوہر کے قاتلوں کی دعوت قبول نہیں کرتیں تو کیا۔۔۔"

"نہیں۔۔۔" اس نے پہلو بدل کر جواب دیا۔ "ڈنگو میرے شوہر کا قاتل نہیں ہے لیکن وہ اس قتل کے اندر میرا ہاتھ تلاش کرنے کی کوشش میں اپنا قیمتی وقت ضائع کر رہا ہے۔"

"لیکن وہ تو ایک تجارت پیشہ آدمی ہے اور آپ سے صرف مشورے کا طلب گار تھا۔" میں نے محتاط لہجے میں کہا۔ "وہ مجھے بتا رہا تھا کہ آپ لازوال قوتوں کی مالک ہیں اور آپ کی زبان سے نکلی ہوئی بات کبھی غلط ثابت نہیں ہوتی۔"

"اس کے باوجود لوگ مجھ کو آزمانے کی کوشش کرتے ہیں۔" لیڈی مکلارنس نے اپنے سر کے الجھے ہوئے بالوں میں انگلیوں سے کنگھی کرتے ہوئے جواب دیا۔ "دو اور دو ہمیشہ چار ہوتے ہیں لیکن وہ عقل کے اندھے اسے پانچ ثابت کرنے کی تگ و دو کر رہے ہیں۔ ذرا غور کرو میرے

بچے! اگر مجھے صرف دولت کا لالچ ہوتا تو میں اپنے شوہر کو اپنے راستے سے ہٹانے کے بعد اس کی بے پناہ دولت اور جائیداد کو ٹرسٹ کے حوالے کیوں کرتی۔"

"کیا میں ایک ذاتی قسم کا سوال کرنے کی جسارت کر سکتا ہوں۔"

"تمہیں اجازت لینے کی ضرورت نہیں اس لیے کہ تم میرے مہمان ہو اور میں نے آج تک اپنے کسی مہمان کی دل شکنی کبھی نہیں کی۔ جو چاہو بلا تکلف پوچھ سکتے ہو۔"

"آپ نے لارڈز میں کہا تھا کہ آپ متعدد بار مسٹر مکلارنس کی روح سے رابطے کی کوشش کر چکی ہیں لیکن ابھی کامیاب نہیں ہو سکیں اس لیے کہ وہ آپ سے ناراض ہیں۔"

"ہاں۔۔" وہ ایک سرد آہ بھر کر اداس لہجے میں بولی۔ "یہ سچ ہے کہ وہ مجھ سے روٹھا ہوا ہے' اسی لیے میں ابھی تک اس کی روح سے اس کے قاتلوں کا سراغ نہیں معلوم کر سکی۔"

"کیا آپ کسی بھی مردہ شخص کی روح سے رابطہ قائم کر سکتی ہیں۔" میں نے دبی زبان میں پوچھا۔

"ہاں۔۔ لیکن میں اپنے شوہر کی روح کے ساتھ زبردستی نہیں کر سکتی۔" اس نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "زندگی میں' میں ہمیشہ اس کے تابع رہی ہوں۔ مجھے اس سے بہت زیادہ پیار تھا۔ آج بھی میری محبت میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ اس کے باوجود جب لوگ میری ذات پر شبہ کرتے ہیں تو میری قوت برداشت جواب دے جاتی ہے۔ وہ مجھے دیوانی اور پگلی سمجھتے ہیں لیکن جس دن انہیں میری قوت کا اندازہ ہو گیا اس روز وہ میری رہائش گاہ کے اردگرد کتوں کی طرح دُم ہلاتے پھریں گے۔"

"آپ نے ڈنگو سے کہا تھا کہ وہ ایسے جتھے سے علیحدہ ہو کر کام کرنے کا ارادہ ترک کر دے ورنہ آسمانی بلائیں اسے اور اس کے خاندان کو ہولناک تباہی سے دوچار کر دیں گی۔"

"تم نے اپنا کیا نام بتایا تھا۔" اس نے میرے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔ اس کا لہجہ اس قدر معنی خیز تھا کہ میرے پورے جسم میں ایک سرد لہر دوڑ گئی۔

"بلرام۔۔" میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی' میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ وہ میری اصلیت کا راز پا چکی ہے۔

"خوبصورت نام ہے لیکن میری ایک بات یاد رکھو۔ زمین اور آسمان کبھی ایک نہیں ہو سکتے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"ڈنگو کے بارے میں تمہاری ذاتی رائے کیا ہے۔" اس نے ایک بار پھر میرے سوال کو نظر انداز کر دیا۔

"اس روز لارڈز میں وہ مجھ سے پہلی بار ملا تھا۔"

"لیکن اس کے باوجود تم اس کے بارے میں بہت کچھ جان چکے ہو؟" وہ عجیب تکبر سے مسکراتے ہوئے بولی۔ "کیا تم میری بات سے انکار کر سکو گے میرے معصوم بچے!"

"اس کا اصل نام غالباً" جان مینگو ہے لیکن اس کے دوست احباب اسے ڈنگو کے نام سے یاد کرتے ہیں۔" میں نے سنجیدگی برقرار رکھی۔ "اس نے مجھ سے اپنا تعارف اسی انداز میں کرایا تھا۔ کیا اس نے غلط بیانی سے کام لیا تھا۔"

"جو لوگ دوسروں سے الگ تھلگ نظر آئیں ان کے بارے میں کھوج لگانا انسانی جبلت میں شامل ہے۔" اس نے یکلخت گہری سنجیدگی اختیار کر لی۔ "شاید اسی لیے تم نے لارڈز میں میرے بارے میں پوچھ گچھ کی تھی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کی بات سن کر چونک اٹھا' مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ بیرے اور میرے درمیان ہونے والی گفتگو اتنی مدھم آواز میں ہوئی تھی کہ شاید اسے برابر والی میزوں پر بیٹھے ہوئے افراد بھی نہیں سن سکتے تھے پھر؟ لیڈی مکلارنس کو اس کا علم کس طرح ہو گیا؟

"تمہاری شخصیت بھی مجھے دوسرے افراد کے مقابلے میں دلچسپ نظر آ رہی ہے۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکرائی۔ "یہی وجہ ہے کہ میں نے تم کو مکلارنس کیسل میں آنے کی دعوت دی تھی۔"

"آپ کی باتیں بھی آپ کی شخصیت کی طرح پراسرار ہیں۔" میں نے اس کی تعریف کی۔

"لیکن تم۔۔" وہ ایک لمحے تک مجھے گھورتے رہنے کے بعد سپاٹ آواز میں بولی۔ "میں تسلیم کرتی ہوں کہ تم ابھی تک مکمل طور پر مجھے نظر نہیں آ سکے۔"

"جی۔۔" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"ایک پردہ سا ہے جس نے تمہاری شخصیت کے کچھ پہلوؤں کو اپنے اندر چھپا رکھا ہے۔"

"آپ شاید۔"

"نہیں۔۔" وہ تیزی سے بولی۔ "میں بہکی بہکی باتیں نہیں کر رہی ہوں۔ یہ حقیقت ہے کہ تم وہ پہلے شخص ہو جو مکمل طور پر میری نگاہوں کے سامنے ہونے کے باوجود کچھ زاویوں سے پوشیدہ ہو۔ درمیان میں کوئی شے ایسی ضرور حائل ہے جو میرے ذہن کی لہریں تمہارے وجود کی گہرائیوں تک نہیں پہنچ پا رہی۔ کسی طاقت سے ٹکرا کر واپس لوٹ آتی ہیں۔"

"میں آپ کا مقصد نہیں سمجھ سکا۔" میں نے بڑی سادگی سے جواب دیا۔ ویسے لیڈی مکلارنس کی بات سن کر میرے ذہن میں اسی کراماتی صندلی انگوٹھی کا خیال ابھرا تھا جو سفید ریش بزرگ نے مجھے دی تھی۔ اس کی موجودگی میں کالکا کی لازوال قوتیں بھی میرے دل کا بھید نہیں معلوم کر سکتی تھیں اور اس وقت غالباً" وہی انگوٹھی میرے اور لیڈی مکلارنس کے درمیان حائل ہو رہی تھی۔

"تم لیڈی مکلارنس سے اڑنے کی کوشش کر رہے ہو۔ میرے بچے! شاید اس لیے کہ ابھی تم مجھ سے پوری طرح واقف نہیں ہوئے۔ کیا تم میری قوت کا ایک چھوٹا سا کھیل دیکھنا پسند کرو گے۔" اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا پھر اس سے پیشتر کہ میں کوئی جواب دیتا اس کی نگاہوں کا مرکز تبدیل ہو گیا۔ اب وہ اس پتھر کی خوبصورت مورتی کی طرف متوجہ تھی جو ہمارے سامنے شیشے کی گول میز پر ایک شوپیس کے طور پر رکھی ہوئی تھی۔ چند لمحوں تک وہ ٹکٹکی باندھے اسے دیکھتی رہی پھر اس کی کرخت آواز ڈرائنگ روم میں بازگشت بن کر گونجی۔ "میں۔۔ لیڈی مکلارنس تجھے حکم دیتی ہوں کہ ان باتوں کو دہراتی چلی جا جو کچھ دیر پہلے سی ویو ہوٹل میں بلرام اور رام اوتار کے درمیان ہوئی تھیں۔"

پھر اس وقت میں حیرت سے اچھل پڑا جب مورتی کے ہونٹوں کو جنبش ہوئی۔ دوسرے ہی لمحے وہ تمام گفتگو جو میرے اور راجو کے درمیان ہوٹل میں ہوئی تھی ٹیپ کی ہوئی آوازوں کی طرح فضا میں گونجنے لگی۔ میں آنکھیں پھاڑے اس بے جان مورتی کو دیکھتا رہا پھر جب اس کے ہونٹوں کی جنبش ختم ہوئی تو لیڈی مکلارنس نے میری طرف دیکھتے ہوئے فخریہ انداز میں کہا۔

"کیا اب بھی تم اس بات سے انکار کر سکو گے کہ جو کچھ میں نے تمہارے بارے میں کہا تھا وہ غلط ہے؟"

"آپ کی قوت حیرت انگیز ہے۔" میں نے پہلو بدلتے ہوئے جواب دیا۔ "اب جبکہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ انسپکٹر یادو کی شخصیت آپ کے لیے بے نقاب ہو چکی ہے اور اس کے ارادے واضح ہو چکے ہیں تو کیا آپ اسے مزید ڈھیل دینے کا ارادہ رکھتی ہیں۔"

"انسپکٹر یادو۔۔" اس نے حقارت سے کہا۔ "جو شیر اور ہاتھی کا شکار کھیلنے کے عادی ہوں ان کے لیے طاعون زدہ حقیر چوہے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ اندھیروں میں ہاتھ پیر چلا رہا ہے۔ اس کی بے بسی میرے لیے خوشی کا باعث ہے۔"

"آپ کی پتھر کی مورتی میرے لیے ایک عجوبے سے کم نہیں۔"

لیڈی مکلارنس نے میری جانب غور سے دیکھا پھر وہ تیزی سے اٹھی' میز سے پتھر کی مورتی کو اٹھا کر اس نے فرش پر اتنی شدت سے مارا کہ پلاسٹر آف پیرس کے ٹکڑے دور دور تک بکھر گئے' میں حیرت سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ لیڈی مکلارنس نے اچانک جو حرکت کی تھی وہ اس بات کی یقین دہانی کے لیے بہت کافی تھی کہ اس پر کبھی کبھی دماغی دورے بھی ضرور پڑے ہوں گے۔

"بیٹھ جاؤ۔" وہ دوبارہ اپنی نشست کی جانب بڑھتے ہوئے بولی۔ "پتھر کی یہ بے جان مورتیاں میرے لیے سستے اور حقیر کھلونے سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتیں۔ میں تمہیں دکھانا چاہتی تھی کہ اس مورتی کے اندر کوئی لاسلکی نظام پوشیدہ نہیں تھا۔"

"آپ مجھے شرمندہ کر رہی ہیں۔" میں نے تذبذب کی کیفیت سے دوچار ہوتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ میں تمہیں صرف یہ باور کرانا چاہتی ہوں کہ دوبارہ میرے بارے میں کسی قسم کی سراغرسانی کی کوشش کبھی نہ کرنا۔" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "تمہاری ٹائی پن بلاشبہ ایک حساس اور پاور فل میڈیا ہے لیکن لیڈی مکلارنس کے کیسل میں صرف اس کا اشارہ کام کرتا ہے۔ اس کے علاوہ تمام قوتیں بیکار اور ناکارہ ہو کر رہ جاتی ہیں میری مرضی اور اجازت کے بغیر یہاں کا ایک ذرہ بھی اڑ کر کیسل سے باہر نہیں جا سکتا۔ مجھے افسوس ہے کہ تمہارا ساتھی اس وقت اپنے کمرے میں بیٹھا ہماری گفتگو سننے کی ناکام کوشش میں الجھ رہا ہو گا۔"

"مجھے افسوس ہے محترم خاتون لیکن۔"

"جو کچھ ہو چکا اسے بھول جاؤ۔" اس نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے بڑی اپنائیت کا اظہار کیا۔ "تم اس وقت میرے مہمان ہو اور میں مہمانوں کی قدر کرتی ہوں۔ کیا تم اس بات پر یقین کرو گے کہ مکلارنس کی موت کے بعد تم پہلے شخص ہو جس نے میری قیام گاہ کی دہلیز کو عبور کیا

ہے۔"

"میں اسے اپنی عزت افزائی سمجھوں گا۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ مجھے یقین تھا کہ لیڈی مکلارنس میرے ساتھیوں کے بارے میں بہت کچھ جان چکی ہے' ایسی صورت میں اس کے ساتھ کھل کر گفتگو کرنا ہی زیادہ مناسب تھا۔

"آج تم پہلی بار مجھ سے ملے ہو۔ آہستہ آہستہ تمہیں اندازہ ہو جائے گا کہ لیڈی مکلارنس ایک ایسی ناقابل تسخیر شخصیت کی مالک ہے جس سے ٹکرا کر پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو سکتا ہے لیکن میری ایک نصیحت ہمیشہ یاد رکھنا۔ ہمارے درمیان جو بھی گفتگو ہو اس کا علم کسی تیسرے کو نہیں ہو ورنہ ہو سکتا ہے کہ تم میری رفاقت سے محروم ہو جاؤ۔ ایسی صورت میں فائدہ حاصل کرنے کے بجائے بہت خسارے میں رہو گے۔"

"میں آپ کے پُر خلوص مشورے کو ذہن نشین رکھوں گا۔"

"تم ایک اچھے انسان ہو۔ ابھی تمہیں دنیا میں بہت کچھ کرنا ہے۔ تم مجھے پہلی ہی نظر میں عام انسانوں سے ہٹ کر نظر آئے تھے اسی لیے مجھے تمہارے اندر دلچسپی لینا پڑی۔ ویسے تم چاہو تو میں تمہیں ہمیشہ کے لیے حرف غلط کی طرح فراموش بھی کر سکتی ہوں۔" اس نے خلا میں گھورا پھر اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے بولی۔ "ہماری عمروں میں بڑا فرق ہے۔ تم کو بچہ کہتے ہوئے مجھے ایک روحانی مسرت کا احساس ہوتا ہے۔ شاید اسی لیے کہ قدرت نے میرے نصیب میں اولاد نہیں لکھی تھی۔ قسمت کے لکھے کو کوئی نہیں مٹا سکتا مگر تم چاہو تو ہم دوست کی حیثیت سے بھی مل سکتے ہیں۔" اس کے لہجے کی اداسی بڑھتی جا رہی تھی۔ "مکلارنس کی زندگی میں مقامی لوگ مجھے سب سے زیادہ حسین' باذوق اور خوش پوش عورتوں میں شمار کرتے تھے لیکن مکلارنس کی موت کے بعد سے وہ مجھے چڑیل سمجھنے لگے ہیں۔ مجھے دیکھتے ہیں تو کترا کر نکل جاتے ہیں۔ میں ان کی نگاہوں کا مفہوم اور دل کا حال جاننے کی قدرت رکھتی ہوں لیکن میں نے آج تک کسی سے کوئی شکوہ' کوئی گلہ نہیں کیا۔ تم بتاؤ میرے عزیز۔ کیا میں مکلارنس کی موت کو بھول جاؤں اس کے غم کو فراموش کر دوں۔ اس دل کو قدموں سے روند ڈالوں جو آج بھی مکلارنس کی یاد میں دھڑکتا ہے۔ کیا یہ مکلارنس سے بے وفائی نہیں ہو گی؟"

وہ ایک لمحے کو سانس لینے کی خاطر رکی پھر اس نے دوبارہ بولنا شروع کیا۔

"مکلارنس کی موت کے بعد سیکڑوں بڑے بڑے لوگوں نے میرا ہاتھ تھام کر مجھے سہارا دینے یا پھر میرے قریب آنے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے ان میں سے کسی کی پیشکش قبول نہیں کی۔ میں نے اپنی خواہشوں کو مکلارنس کے پیار پر قربان کر دیا۔ جب لوگ میری جانب سے مایوس ہو گئے تو میرے خلاف ان کی گندی اور ناپاک زبانیں طرح طرح کے الزام تراشنے لگیں۔ یہ بھی انسانی فطرت ہے کہ جب وہ کسی شے کے حصول میں ہار کر ناکام ہو جاتا ہے تو محض اپنی انا کو تسکین پہنچانے کی خاطر دوسرے کے اندر خامیاں نکالنا شروع کر دیتا ہے۔ میرے ساتھ بھی یہی سب کچھ ہوا۔ میں چاہتی تو اپنے خلاف زہر اگلنے والی زبانوں کو بند کر سکتی تھی لیکن میں مکلارنس کے اصول پر قائم رہی۔ وہ بڑا نیک اور رحم دل واقع ہوا تھا۔ اپنے دشمنوں اور حریفوں سے انتقام لینے کے بجائے انہیں معاف کر دینے کا عادی تھا۔"

لیڈی مکلارنس بولتی رہی۔ میں سنتا رہا۔ اس وقت وہ صرف ایک عورت لگ رہی تھی۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کی آنکھوں کے گوشے بھیگنے لگے تھے۔ میں نے اس کے جذبات کو ٹٹولنے کی خاطر دبی زبان میں کہا۔

"آپ جس معاشرے اور تہذیب میں سانس لے رہی ہیں وہاں تو ایک شوہر کی موجودگی میں بھی۔۔۔"

"جن کے شوہر نہیں ہوتے وہ ہی بے راہ روی کا شکار ہو کر گمراہی کے راستے پر چل نکلتی ہیں۔" وہ تیزی سے بولی۔ "ایک اوسط گھرانے سے لے کر شاہی محل تک اس قسم کی ہزاروں داستانیں موجود ہیں۔ بے حیائی ہماری تہذیب کو گھن کی طرح کھائے جا رہی ہے لیکن پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔ تم اگر یقین کر سکو تو میری مثال تمہارے سامنے موجود ہے۔"

"کیا آپ کو یقین ہے کہ مسٹر مکلارنس طبعی موت نہیں مرے۔"

"کوئی اور بات کرو۔" وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے بولی۔ "اصلیت کیا ہے یہ ایک نہ ایک دن ضرور بے نقاب ہو کر رہے گی۔"

ہم اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے۔ ابھی تک ایک سوال تشنہ تھا۔ لیڈی مکلارنس نے مجھے اپنے کیسل میں آنے کی دعوت کیوں دی تھی۔ کیا اسے صرف میری شخصیت نے مرعوب کیا تھا یا اس دوستی کے پس پردہ اس کا کوئی اور مقصد کار فرما تھا۔

ساڑھے آٹھ بجے ایک ملازم نے اطلاع دی کہ کھانا چُنا جا چکا ہے تو میں اس کے ساتھ اٹھ کر کھانے کی میز پر آگیا جہاں دو ملازم پہلے ہی سے ہاتھ باندھے باادب کھڑے تھے۔ ڈائننگ روم کی سجاوٹ بھی لیڈی مکلارنس کے اعلیٰ ذوق کا منہ بولتا ثبوت تھی۔ کھانے کے دوران کچھ دیر تک میں خاموش رہا۔ دو آدمیوں کی موجودگی میں' میں نے کھل کر کوئی بات کرنی مناسب نہیں سمجھی تھی۔ لیڈی مکلارنس اصرار کرکے مجھے ہر ڈش کی طرف متوجہ کرتی رہی۔ وہ میزبانی کے فرائض سے بخوبی واقف تھی۔

"کیا آپ کے تمام ملازم گونگے اور بہرے ہیں۔" میں نے دبی زبان میں پوچھا تو وہ مسکرا کر بولی۔

"تم کھل کر بات کر سکتے ہو۔ یہاں جو ملازم سننے اور سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں وہ بھی اپنی زبان کھولنے کی جرأت نہیں کرتے۔"

"میں آپ سے اپنے بارے میں کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "انسپکٹر پاول یا ڈنگو نے بتایا تھا کہ آپ کی پیشگوئیاں کبھی غلط ثابت نہیں ہوتیں۔"

"تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا تمہارے بارے میں کچھ جانے بوجھے بغیر میں نے تمہیں یہاں مدعو کر لیا ہو گا۔" اس کا لہجہ معنی خیز تھا۔

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے اسے وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"پہلی ہی ملاقات میں سب کچھ سمجھنے کی کوشش نہ کرو۔" اس نے فرائڈ فش کا ایک ٹکڑا منہ میں ڈالتے ہوئے کہا۔ "فی الحال میں تمہیں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ آکٹوپس کا مطلب کیا ہوتا ہے۔"

"ایک خطرناک سمندری مخلوق۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں۔" اس نے میری معلومات میں اضافہ کرتے ہوئے کہا۔ "آکٹوپس کو ہشت نیش اور ہشت پا بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا جسم تھیلی کے مانند ہوتا ہے جس سے آٹھ عدد طویل اور خطرناک بازو منسلک ہوتے ہیں۔ ان بازوؤں کے ذریعے وہ اپنے شکار کو مضبوط رسیوں کی طرح اپنی گرفت میں لے کر اس قدر شدت سے دبوچتا ہے کہ اس کا دم گھٹ کر رہ جاتا ہے۔ اپنے سے بڑے شکار کو پھانسنے کی خاطر وہ اپنا سیاہ رنگ کا لعاب دہن اسپرے کرتا ہے جو شکار کو مفلوج کر دیتا ہے۔"

"آپ کی معلومات خاصی وسیع ہیں۔" میں نے اسے سراہتے ہوئے کہا۔ "اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو شاید آپ ایک سے زیادہ زبانوں سے بھی واقف ہیں۔"

"ہاں' مجھے دنیا میں بولی جانے والی گیارہ مختلف زبانوں پر مکمل عبور حاصل ہے۔"

"کیا آپ کا تعلق؟"

"تمہارے دوست نے تم سے میرے بارے میں جو کچھ کہا تھا وہ غلط نہیں ہے۔" اس نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے جواب دیا۔ "میرا تعلق ایک غریب خاندان سے ہے۔ میرا باپ ایک چھوٹے سے فارم ہاؤس کا مالک تھا جس کی آمدنی سے وہ آٹھ افراد کا پیٹ بہ مشکل پالتا تھا۔"

"کیا آپ کے اور بھی بھائی بہن ہیں؟"

"ہاں۔" اس کا لہجہ پھر اداس ہو گیا۔ "مکلارنس حسن کا شیدائی تھا لیکن وہ جس کلاس سے تعلق رکھتا تھا اس کے اپنے کچھ علیحدہ اصول ہوتے ہیں۔ شادی کے وقت اس نے پہلی شرط یہی رکھی تھی کہ میں اس کی شریک حیات بننے کے بعد اپنے خاندان کے کسی افراد سے کبھی نہیں ملوں گی اور۔۔۔ میں آج بھی اپنے عہد پر قائم ہوں' مجھے نہیں معلوم کہ وہ کس حالت میں ہیں۔ میں نے ان کے بارے میں جاننے کی کبھی کوشش بھی نہیں کی۔ شاید اس لیے کہ عہد شکنی میرے نزدیک سب سے بڑا گناہ ہے۔"

"آپ آکٹوپس کے بارے میں کچھ عرض کر رہی تھیں۔" میں نے اسے دوبارہ اصل موضوع کی طرف لانے کی خاطر کہا۔

"تمہارا دوست بہت ذہین اور دور اندیش نوجوان ہے۔ میں اس کی صلاحیتوں کا اعتراف کرتی ہوں لیکن گراہم اس کی توقعات سے کہیں زیادہ خطرناک ہے۔" لیڈی مکلارنس نے سنجیدگی سے کہا۔ "نارمن جن حالات کا شکار ہوا ہے اس میں اس کی اپنی ذات کو کوئی دخل نہیں تھا۔ وہ تمہارے دوست کے ساتھ جو خورد برد کر رہا تھا اس کی پشت پر بھی گراہم کا سازشی ذہن کام کر رہا تھا۔"

"آپ گراہم کے بارے میں اور کیا جانتی ہیں۔" میں نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

"اسے نارمن' ہاورڈ اور اپنے تین دیگر ساتھیوں کی موت کا کوئی غم نہیں ہے جو لوگ اس کے قریبی واقف کار ہیں وہ اسے آکٹوپس کے علاوہ موت کے سوداگر کے نام سے بھی جانتے ہیں لیکن حسین اور اوباش عورتیں اس کی سب سے بڑی کمزوری ہیں۔ وہ حد درجہ عیاش اور بدکردار

واقع ہوا ہے۔ گریشیا کو وہ اپنی داشتاؤں میں سب سے زیادہ عزیز رکھتا تھا اسی لیے ابھی تک وہ اس کی موت کے انتقام کی آگ میں جھلس رہا ہے۔" لیڈی مکلارنس بولتی رہی۔ "بظاہر اس نے تمہارے دوست کی جانب دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے۔ اس کا بات عہد بھی کیا کہ اب وہ کسی قسم کی جوابی کارروائی سے گریز کرے گا لیکن وہ عیاری اور مکاری سے ایک خطرناک سازش کا جال بن رہا ہے۔"

"وہ کیا؟" میں نے تجسس بھرے انداز میں سوال کیا۔

"گراہم اس معصوم اور غم زدہ لڑکی کو ٹریپ کرنے کے لیے جال بچھا رہا ہے جسے تم نے سہارا دے کر نیکی کا راستہ دکھایا ہے۔"

"آپ کا اشارہ نسیم کی طرف ہے۔" میں نے بے چینی کا اظہار کیا۔

"ہاں۔" اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ تمہارا دوست اپنی بیوی کو اپنی زندگی سے زیادہ عزیز رکھتا ہے۔ گراہم اسے اغوا کرانے کا منصوبہ بنا رہا ہے اور اگر وہ کامیاب ہو گیا تو گریشیا کا انتقام بھی پورا ہو جائے گا اور وہ تمہارے دوست کو اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور بھی کر دے گا۔"

"اس سے پیشتر میں گراہم کا جسم چھلنی کر ڈالوں گا۔" میں نے غصے سے جواب دیا۔ لیڈی مکلارنس کی فراہم کردہ اطلاعات نے میرے تن بدن میں آگ لگا دی تھی پھر میں نے کسی خیال کے تحت تیزی سے کہا۔ "آپ اس سلسلے میں کیا پیش گوئی کرتی ہیں؟ کیا گراہم اپنے ناپاک مقصد میں کامیاب ہو جائے گا۔"

"تم کیا چاہتے ہو؟" اس نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"گراہم کے گندے منصوبے کی ناکامی۔"

"صرف ناکامی۔" اس کے لہجے میں سفاکی بھی شامل ہو گئی۔

"کیا مطلب!"

"تم چاہو تو گراہم اس گڑھے میں گر کر اپنی جان سے ہاتھ دھو سکتا ہے جسے وہ نسیم کے لیے کھود رہا ہے۔" وہ بڑے وثوق سے بولی۔

"کیا کوئی اور طریقہ ممکن نہیں ہے۔"

"میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ بنیادی طور پر تم ایک شریف نیک اور رحم دل انسان ہو۔" اس نے مجھے بغور دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "بہرحال تم اب مطمئن ہو جاؤ۔ میں گراہم کے منصوبے کو اس طرح ناکام بنا دوں کہ سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔"

میں جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ایک شخص تیزی سے ڈائننگ ہال میں داخل ہو کر غوں غاں کی زبان میں کوئی ایسی ہی اہم بات کہی جسے سن کر لیڈی مکلارنس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ مجھے اس کی نگاہوں سے شعلوں کی لپٹیں پھوٹتی محسوس ہو رہی تھیں۔ وہ بہت غور سے نووارد کی بات سنتی رہی پھر اسے اشارے سے جانے کو کہا اور مجھ سے مخاطب ہو کر بولی۔

"مجھے افسوس ہے کہ ایک ایسا ضروری اور اہم [illegible] درپیش آگیا ہے کہ میں تمہاری میزبانی کے فرائض جاری نہیں رکھ سکوں گی۔" اس نے میز سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "تم کھانے کے بعد واپس جا سکتے ہو۔ میرے ملازم تمہیں نہایت عزت سے تمہارے ہوٹل تک چھوڑ آئیں گے اور ہاں تم مکلارنس کی تصویر والے اس سنہری سکے کو اپنے پاس رکھو۔" اس نے اپنے اوورکوٹ کی جیب سے ایک [illegible] نکال کر میری جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اس سکے کی موجودگی میں تم جب چاہو بنا روک ٹوک یہاں آکر مجھ سے مل سکتے ہو۔ میرے ملازم تم سے کسی قسم کی باز پرس نہیں کریں گے۔ البتہ ایک بات کا خاص خیال رکھنا۔ سکہ گم ہو جانے کی صورت میں تم پہلی فرصت میں مجھے آگاہ کر دو گے۔"

پھر وہ اپنا جملہ مکمل کر کے تیزی سے مڑی اور لمبے لمبے قدم اٹھاتی ڈائننگ روم سے باہر چلی گئی۔ میں نے ہتھیلی پر رکھے ہوئے گنّی کے برابر والے اس سنہری سکے کو دیکھا جس کی ایک جانب مکلارنس کی ابھری ہوئی تصویر موجود تھی اور دوسری جانب ایک کا ہندسہ دائرے کے اندر نظر آرہا تھا۔

□

حالات کے پیش نظر میرا ندیم سے فوری طور پر ملنا بہت ضروری ہو گیا تھا۔ لیڈی مکلارنس نے گراہم کی جانب سے کی جانے والی جس سازش کی نشاندہی کی تھی اس کے بعد ایک معمولی سی غفلت بھی بازی پلٹنے کا سبب بن سکتی تھی۔ میں نسیم کو کسی قیمت پر حالات کا شکار نہیں ہونے دینا چاہتا تھا وہ پہلے ہی بہت بد نصیب تھی۔ وقت کے دھارے جو صورت اختیار کر رہے تھے اس میں اس غریب کا کوئی دخل نہیں تھا لیکن گراہم اسے لیڈی مکلارنس کے مطابق اغوا کرنے کے لیے خوبصورت جال بن رہا تھا۔ شکار کو پھانسنے کا دستور بھی عجیب ہوتا ہے۔ ایک جاندار کو مارنے کی خاطر دوسرے جاندار کی قربانی دینا پڑتی ہے۔ نسیم کو بھی اسی مقصد کے تحت اغوا کیا جا رہا تھا کہ ندیم کے کس بل نکل جائیں۔ ندیم جذباتی نوجوان تھا اگر وہ غصے میں دیوانہ ہو کر گراہم کے خلاف کوئی جوابی کارروائی کرتا تو اس کے عوض نسیم کی لودھڑی ہوئی لاش بھی کسی ویران شاہراہ سے دستیاب ہو سکتی تھی۔

راجو نے بھی مجھ سے یہی کہا تھا کہ گراہم کے پاس ایسے خطرناک شکاری کتے ہیں جو اس کے ایک اشارے پر کسی کی بوٹیاں بھی ادھیڑ سکتے ہیں۔ لیڈی مکلارنس کی باتوں سے بھی یہی ظاہر ہوتا تھا کہ میری خوشنودی کی خاطر وہ گراہم کو اس کے مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دے گی لیکن اس یقین دہانی کے باوجود میں کوئی رسک لینے کو تیار نہیں تھا۔ مکلارنس کیسل میں اس سے ملاقات کرنے کے بعد مجھے بڑی حد تک اس کی طاقت کا اندازہ ہو گیا تھا لیکن ان تمام باتوں کے باوجود میں فوری طور پر ندیم سے مل کر اسے حالات سے باخبر کرنا چاہتا تھا۔

میں سی ویو پہنچا تو راجو بے چینی سے میری راہ تک رہا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی اس کی نگاہوں میں مسرت کی کرن پھوٹ پڑی۔

"خدا کا شکر ہے کہ آپ کو صحیح سلامت دیکھ رہا ہوں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونکا۔

"ریسیونگ سیٹ پر آپ کے اور ٹیکسی ڈرائیور کے درمیان ہونے والی گفتگو مجھے صاف سنائی دے رہی تھی لیکن اس کے بعد اچانک سگنل ملنا بند ہو گئے تھے جس نے مجھے پریشان کر دیا تھا۔" راجو نے اپنی تشویش کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا لیڈی مکلارنس سے آپ کی ملاقات نہیں ہو سکی۔"

"ہوئی تھی مگر ایک مختصر وقت کے لیے۔" میں نے لیڈی مکلارنس کی ہدایتوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے محتاط لہجے میں کہا۔ "اسے کہیں جانے کی بہت جلدی تھی، ممکن ہے ہماری دوسری ملاقات جلد ہی ہو' اس نے یہی کہا تھا۔"

"کیا آپ کے اور اس کے درمیان اشاروں کی زبان میں گفتگو ہوئی تھی۔"

"میں تمہارا مقصد نہیں سمجھا۔"

"ریسیونگ سیٹ پر سگنل نہ ملنا میرے لیے پریشان کن ہے۔"

"ممکن ہے ٹرانسیٹر میں وقتی طور پر کوئی فنی خرابی پیدا ہو گئی تھی۔"

"لیڈی مکلارنس سے ملاقات کے بعد آپ نے اس کی شخصیت کے بارے میں کیا نتیجہ اخذ کیا ہے۔"

"وہ دیوانی یا پاگل نہیں ہے بلکہ حیرت انگیز قوتوں کی مالک ہے۔"

"پھر۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ اس کی حیرت انگیز قوتوں سے ہمارے لاسلکی نظام کو ناکارہ کر رہا ہو۔"

"ہو سکتا ہے۔" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا پھر گفتگو کا موضوع بدلتے ہوئے بولا۔ "کیا تم میرا میک اپ اتارنے میں میری مدد کر سکتے ہو یا یہ تکلیف خود مجھے برداشت کرنی پڑے گی۔"

"میں سمجھا نہیں۔" راجو نے حیرت کا اظہار کیا۔ "اگر میری معلومات غلط نہیں ہیں تو باس نے آپ کو مزید تین دن تک اسی میک اپ میں رہنے کی گزارش کی ہے اس کے بعد آپ اپنی اصلی صورت میں واپس آسکتے ہیں۔ تین روز میں سے صرف دو دن باقی رہ گئے ہیں۔"

"نہیں اب میں ایک لمحے کے لیے بھی اس حلیے کو برداشت نہیں کر سکتا۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"ہاں۔" مجھے بروقت سوجھ گئی۔ "لارڈز کی ملاقات کے بعد انسپکٹر پاول کو غالباً" اس بات کا شبہ ہو گیا ہے کہ میں میک اپ میں ہوں اس کے آدمی میرے تعاقب میں ہیں۔ ٹریپ ہو جانے کی صورت میں حلیہ تبدیل کرنے کا سبب بتانا میرے لیے دشوار ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ گریشیا کے پراسرار قتل کے الزام میں ہی مجھے حراست میں لے لیں۔"

"آپ کو اس بات کا شبہ کس طرح ہوا کہ جو لوگ آپ کا تعاقب کر رہے ہیں وہ انسپکٹر پاول ہی کے تعینات کردہ ہوں گے۔" راجو نے جرح کی۔ "ہو سکتا ہے وہ گراہم کے گروہ کے افراد ہوں۔"

"وہ کوئی بھی ہوں لیکن اب میں اس حلیے کو برداشت نہیں کر سکتا۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "تمہیں بہرحال مجھے اس میک اپ سے نجات دلانا ہو گی ورنہ یہ زحمت بھی مجھے کرنا ہو گی۔"

"کیا یہ مناسب نہ ہو گا کہ ہم [illegible] مشورہ کر لیں۔" راجو نے نرم لہجے میں [illegible]

[illegible]

میں نے ہامی بھری تو راجو نے اپنے مخصوص سیٹ پر ندیم سے رابطہ قائم کیا پھر اپنا کوڈ نمبر بتانے کے بعد اسے حالات سے آگاہ کر دیا۔ اس کے بعد ندیم کے حکم پر اس نے اپنی دستی گھڑی اتار کر میرے حوالے کر دی۔

"ہیلو۔ میں ڈریگن کا روم میٹ بول رہا ہوں۔" میں نے اپنا تعارف کرایا۔

"کیا تم میری خاطر دو دن اور انتظار نہیں کر سکتے۔" دوسری جانب سے ندیم کی بھرائی ہوئی آواز ابھری۔

"نہیں۔" میرا جواب مختصر تھا۔

"کوئی خاص وجہ۔"

"میں تم سے فوری طور پر ملنا چاہتا ہوں۔"

"ملاقات کسی وقت بھی ہو سکتی ہے لیکن اس کے لیے لباس تبدیل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔" ندیم نے بڑی دوراندیشی سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ موجودہ لباس میں ہماری ملاقات نامناسب ہو گی۔"

"کوئی خاص بات۔"

"ہاں مجھے فوری طور پر کچھ اہم تجارتی امور پر تم سے کچھ ڈسکس کرنا ہے۔"

"لباس کی تبدیلی تمہارے لیے نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے۔" ندیم نے کہا۔ "مجھے خوش قسمت ستارے پر ابھی تک مکمل یقین نہیں آسکا۔" ندیم نے لکی اسٹارز کی رعایت سے خوش قسمت ستارے کا لفظ استعمال کیا تھا۔ "زر، زن اور زمین ہمیشہ انسان کے لیے مصیبت کا سبب ثابت ہوئے ہیں۔"

"مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"او۔ کے، اگر تمہاری ضد یہی ہے تو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا لیکن میری ایک درخواست ہے۔"

"کیا؟"

"لباس تبدیل کرنے کے لیے صبح کا وقت زیادہ مناسب ہو گا۔ تم اس طرح اپنے کمرے سے نکلو گے کہ وہاں کا کوئی ملازم تمہیں دیکھ نہ سکے۔ عمارت سے باہر آکر تم ساحل کی طرف جاؤ گے جہاں ایک سیاہ رنگ کی مرسڈیز پارک ہو گی۔ تم اپنا کوڈ بتا کر اس میں بیٹھ جانا۔"

"اور کوئی ہدایت۔" میں نے اکتاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

"تمہاری روانگی کے دو گھنٹے بعد تمہارے روم میٹ کو بھی اس عمارت سے کہیں دوسری جگہ نئے لباس میں منتقل ہونا پڑے گا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب کسی فوری خیال کے تحت بولا۔ "ساحل پر سیاہ رنگ مرسڈیز کی تعداد ایک سے زیادہ بھی ہو سکتی ہے صورت میں مجھے کیا کرنا ہو گا۔"

"مجھے یقین تھا کہ تم یہ سوال ضرور پوچھو گے" نے سنجیدگی سے کہا۔ "میرا ایک مشورہ ذہن نشین کر گاڑی ہمیشہ احتیاط سے چلاؤ اس لیے کہ انسانی جسم اسپیئر پارٹس مارکیٹ میں نہیں ملتے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"فی الحال اتنا ہی کافی ہے۔ باقی باتیں بعد میں اطمینان سے ہوں گی۔" ندیم نے کہا اس کے ساتھ ہی دوسری جانب سے ابھرنے والی مدھم سی کلک کی آواز کے ساتھ رابطہ منقطع ہو گیا۔ میں نے خاموشی سے گھڑی راجو کے حوالے کر دی اور اسے ندیم کی ہدایت سے آگاہ کر دیا۔

اس رات میں خاصی دیر تک بستر پر آنکھیں بند کیے لیڈی مکلارنس اور گراہم کے بارے میں سوچتا رہا۔

❖

دوسری صبح میں ٹھیک آٹھ بجے اپنے کمرے سے اس حلیے میں نکلا، راہداری سنسان پڑی تھی اس لیے کسی نے نہیں دیکھا۔ میں نے راجو کو ہدایت کر دی تھی کہ کسی جگہ سے منتقل ہوتے وقت میرا سامان بھی اپنے ساتھ لے جائے جسے میں براہ راست یا پھر ندیم کے ذریعے حاصل کر لوں گا۔ میرے ہاتھ میں اس وقت صرف ایک بریف کیس تھا جس میں شہباز خان کی حیثیت سے میرے اصلی کاغذات اور کچھ ضروری چیزوں کے علاوہ ایک سلیپنگ سوٹ بھی موجود تھا۔

آرام سے قدم اٹھاتا ہوا ہوٹل کے کاؤنٹر کے قریب سے گزرنے لگا تو کاؤنٹر کلرک نے مجھے روکتے ہوئے معذرت سے مخاطب کیا۔ "معاف کیجئے گا جناب کیا آپ رات ہمارے ہوٹل میں کسی کسٹمر کے مہمان تھے؟"

"کیا مطلب؟" میں نے اسے ناگوار انداز میں گھورا۔

"میں زحمت دینے کے لیے معافی کا خواستگار ہوں لیکن آج میں نے آپ کو پہلی بار رہائشی کمروں کی طرف سے آتا دیکھا ہے اور وہ بھی اتنے سویرے جبکہ اس وقت بیشتر افراد گہری نیند میں ہوں گے۔"

"کیا اتنے سویرے رہائشی کمروں سے نکل کر باہر آنا کوئی قانونی جرم ہے۔" میرے لہجے میں تلخی آگئی۔

"ہمیں ایک بار پھر معذرت خواہ ہوں لیکن حال ہی میں پولیس کی جانب سے ہمارے اوپر کچھ پابندیاں عائد کی گئی ہیں جس کی وجہ سے ہم مجبور ہو گئے ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ کل شام ساڑھے سات بجے تم شاید ڈیوٹی پر نہیں تھے۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"آپ کا خیال درست ہے جناب۔" اس نے بڑے مہذب لہجے میں کہا۔ "میری ڈیوٹی رات بارہ بجے سے شروع ہوئی تھی۔"

"شاید اسی وجہ سے تم مجھے پہچان نہیں سکے۔"

"میں سمجھا نہیں جناب۔"

"کل رات میں مسٹر بلرام اور رام اوتار کا مہمان تھا جو یہاں مقیم ہیں۔" میں نے اس پر شخصیت اور بھاری بھرکم آواز کا رعب ڈالتے ہوئے جواب دیا۔ "تم اگر چاہو تو میں تمہارے ساتھ واپس مسٹر رام اوتار کے کمرے تک چل سکتا ہوں تاکہ تم میری بات کی تصدیق کر سکو۔"

"اب میں اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتا جناب۔" اس نے رجسٹر میں بلرام اور رام اوتار کی انٹری چیک کرتے ہوئے جواب دیا۔ "آپ شوق سے جا سکتے ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ میری مداخلت کو آپ نظرانداز کر دیں گے۔"

میں کاؤنٹر کلرک کو گھورتا ہوا سی ویو سے باہر آکر ساحل کی جانب قدم اٹھانے لگا جہاں اس وقت بھی کچھ حسین جوڑے چہل قدمی میں مصروف تھے۔ ساحل پر اس وقت پانچ گاڑیاں موجود تھیں لیکن ان میں کالے رنگ کی کوئی مرسڈیز نہیں تھی۔ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ کل ندیم سے ہونے والی گفتگو کے دوران مجھے وقت کا تعین بھی کر لینا چاہیے تھا۔ بہرحال مجھے بیس منٹ سے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ سیاہ رنگ کی ایک مرسڈیز ساحل کے قریب پہنچ کر رک گئی پھر اس میں سے ایک ڈرائیور نے سر باہر آکر سگریٹ جلائی اور سمندر کا نظارہ کرنے لگا۔ فوری طور پر میں نے اس گاڑی کی سمت بڑھنے کی جلدی نہیں کی تھی۔ میں ٹہلتا ہوا اس کی پشت کی جانب سے گزرا۔ دراصل میں اس بات کی تصدیق کرنا چاہتا تھا کہ گاڑی کے اندر کوئی اور بھی موجود تھا یا وہ خالی تھی۔ قریب سے گزرتے ہوئے میری نظر گاڑی کے عقبی شیشے پر پڑی تو چونک اٹھا۔ اس پر ایک اسٹیکر چسپاں تھا جس پر انگریزی میں ایک کوٹیشن درج تھا۔

"ڈرائیو ودھ کیئر لائف ہیز نو اسپیئر"

(Drive with care, life has no spare)

ندیم نے گاڑی کی شناخت کی خاطر اسی کوٹیشن کا اردو ترجمہ کیا تھا۔ میں بلا جھجک قدم بڑھاتا ہوا ڈرائیور کے قریب سے گزرا اور مدھم آواز میں اسے مخصوص کوڈ بتاتا ہوا پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر نہایت اطمینان سے بیٹھ گیا۔ دوسرے ہی لمحے گاڑی چل پڑی۔ ڈرائیور نے کوڈ ورڈ سننے کے بعد مجھ سے کسی قسم کا مزید کوئی سوال نہیں کیا تھا۔

خاصی دیر تک مختلف سڑکوں کا چکر لگانے کے بعد مرسڈیز لندن کے مشہور ہائیڈ پارک میں داخل ہو کر رک گئی۔ ڈرائیور نے اتر کر دروازہ کھولا اور میں نیچے اتر آیا۔

جو لوگ ہائیڈ پارک کے نام سے واقف ہیں اور لندن جا چکے ہیں وہ اس کے بارے میں یقیناً بہت کچھ معلومات رکھتے ہوں گے۔ اس پارک میں ہر شخص کو ہر قسم کی آزادی حاصل ہے حتیٰ کہ یہاں حکمرانوں اور سیاست دانوں کے خلاف بھی زہر اگلنے کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔ اپنے رقبے کے اعتبار سے بھی اسے سب سے بڑا پارک ہونے کا شرف حاصل ہے۔

"کیا مجھے یہیں اتارنے کا حکم ملا تھا۔" میں نے ڈرائیور سے پوچھا۔

"جی ہاں۔"

"ندیم کہاں ہے؟"

"مجھے اس بارے میں کوئی علم نہیں جناب۔" ڈرائیور نے جو کوئی مقامی باشندہ ہی نظر آرہا تھا بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "آپ نے جو نام لیا وہ بھی میرے لیے نیا ہے۔"

"تمہیں ساحل پہنچنے کے سلسلے میں کیا ہدایت دی گئی تھی۔"

"صرف یہ کہ جو شخص ایک مخصوص کوڈ ورڈ سے اپنی شناخت کرائے اسے لمبا راستہ اختیار کر کے ہائیڈ پارک میں چھوڑ دیا جائے اور دو گھنٹے بعد اسے ایک مخصوص ہوٹل میں پہنچا دیا جائے۔ مجھے صرف اتنی ہی ذمے داری سونپی گئی ہے۔"

"گویا تم دو گھنٹے تک یہیں میرا انتظار کرو گے۔"

"جی ہاں۔"

"ٹھیک ہے۔ پچھلی سیٹ پر میرا بریف کیس پڑا ہے اس کا خیال رکھنا میں پارک کا ایک چکر لگا کر آتا ہوں۔" میں نے ڈرائیور کو ہدایت کی پھر روش پر قدم بڑھاتا ہوا آگے چل پڑا۔ ایک فرلانگ دور جانے کے بعد ندیم سے

میری ملاقات ہو گئی لیکن اگر اس نے خود مجھے اپنی اصلی آواز میں مخاطب نہ کیا ہوتا تو شاید میں اس پر کوئی توجہ دیے بغیر اس کے قریب ہی سے گزر جاتا وہ اس وقت میک اپ میں تھا۔ چسٹر اور فیلٹ ہیٹ نے اس کی جون بالکل ہی بدل دی تھی۔ اس کے چہرے پر نظر آنے والی داڑھی اور مونچھوں کے بال جھاڑ جھنکار کی طرح بکھرے ہوئے تھے۔ ہاتھ میں صبح کا تازہ اخبار موجود تھا اور چہرے پر کچھ ایسے ہی تاثرات موجود تھے جیسے وہ سیاست کے میدان کا پٹا ہوا مہرہ ہو۔ میں اسی بنچ پر تھوڑے فاصلے پر بیٹھ گیا جس پر وہ پہلے سے موجود تھا۔ اخبار کو اس طرح اٹھا رکھا تھا کہ اس کا آدھا چہرہ چھپ کر رہ گیا تھا۔

"اب کہو کیا بات ہے؟" ندیم نے بدستور اخبار پر نظر جمائے ہوئے پوچھا۔

"گراہم اور تمہارے درمیان کیا معاہدہ ہوا ہے۔" میں نے قریب و جوار کا جائزہ لیا وہاں ہمارے سوا کوئی اور نہیں تھا۔

"اس نے وعدہ کیا ہے کہ اب ہمارے ساتھ دوستوں جیسا برتاؤ کرے گا۔"

"گریشیا کی موت کے بارے میں اس کا کیا کہنا ہے؟"

"اس نے اس سلسلے میں کھل کر کسی خیال کا اظہار نہیں کیا مگر یہ خیال ہے کہ اسے معلوم ہو گیا ہے کہ گریشیا ہمارے ہی کسی آدمی کے ہاتھوں شکار ہوئی ہے۔"

"ایسی صورت میں کیا تم اس کی جانب سے دوستی کی توقع رکھ سکتے ہو۔"

"میں سمجھا نہیں۔" ندیم نے میری جانب کن انکھیوں سے دیکھا۔ "کیا تمہارے ذہن میں کوئی نیا خطرہ جنم لے رہا ہے۔"

"ہاں۔" میں نے سوچے سمجھے انداز میں جواب دیا۔ "میری چھٹی حس بتا رہی ہے کہ گراہم اپنے فیصلے پر قائم نہیں رہے گا۔ وہ اتنی آسانی سے گریشیا کی حسین یادوں کو فراموش نہیں کر سکے گا۔"

"تم پریشان مت ہو۔ میرے آدمی ہر وقت اس پر نظر رکھیں گے۔" ندیم بے پروائی سے بولا۔

"ضروری تو نہیں کہ وہ خود میدان عمل میں چھلانگ لگا کر اپنی حماقت کا ثبوت دے۔ وہ جو کام کرنا چاہتا ہے اس کے لیے وہ اپنے شکاری کتوں کو بھی استعمال کر سکتا ہے۔"

"اگر ایسا کوئی حادثہ پیش آیا تو اسے بھاری نقصان اٹھانا پڑے گا۔" ندیم نے پُراعتماد لہجے میں جواب دیا۔

"اور اگر اس نے تمہاری کسی دکھتی رگ ... تو۔۔۔"

"کیا مطلب؟"

"ہو سکتا ہے اس کے آدمی تسیم کو اغوا کر لیں ... وہ تمہیں اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیں۔"

"تمہارے دل میں یہی خیال کیوں ابھرا؟" ... اخبار تہہ کر کے ایک طرف رکھ دیا۔ اس کے چہرے ... تاثرات یکلخت بدل گئے تھے۔

"میں نے کہا نا کہ میری چھٹی حس بار بار اسی ... کی نشاندہی کر رہی ہے۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "... کے علاوہ میرا خیال یہ بھی ہے کہ نارمن تمہارے سا... فراڈ کر رہا تھا اس میں گراہم بھی برابر کا شریک تھا۔"

"کیا کل رات تم لیڈی مکلارنس سے ملے ...؟" ندیم نے مجھے ٹٹولتی نظروں سے گھورا۔

"ہاں۔"

"کہیں اس نے تو ساری پیش گوئیاں نہیں کیں ... تم اپنی چھٹی حس سے تعبیر کر رہے ہو۔" ندیم نے ... کریدنا چاہا۔

"لیڈی مکلارنس سے میری ملاقات بڑی مختصر رہی ..." میں نے بڑی خوبصورتی سے اس کے ذکر کو ٹالتے ہوئے کہا۔ "تم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ لندن آنے سے اس پہلے ... تم میری چھٹی حس کو بار بار آزما چکے ہو۔ کیا میرے ذ... میں اچانک ابھرنے والی کوئی بات یا خدشے غلط ثابت ہوتے ہیں۔ میں کوئی پہنچا ہوا بزرگ بھی نہیں ہوں لیکن ہو سکتا ہے یہ سب میرے پرنانا کا کرشمہ ہو جو وقتاً فوقتاً میری رہنمائی کرتے ہوں۔"

ندیم نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ کچھ دیر تک اپنے خیالات میں مستغرق رہنے کے بعد بولا۔ "ایک بات ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"وہ کیا؟"

"تم اپنے ان خدشات کا اظہار بلرام کے روپ ... بھی کر سکتے تھے۔"

"میں اس میک اپ سے تنگ آچکا تھا۔" میں نے بہانہ تراشا۔ "میری جلد کے اندر ناقابل برداشت سوزش ہونے لگی تھی اور ۔۔۔ لیڈی مکلارنس نے مجھے بلرام کے میک اپ میں ہونے کے باوجود شہباز کی حیثیت سے پہچان لیا تھا۔"

"تم نے اچھا کیا جو مجھے ایک اہم خطرے سے قبل از وقت آگاہ کر دیا۔" ندیم کے لہجے میں سفاکی آگئی۔ "اس سے پہلے کہ گراہم کے ہاتھ یا اس کا ناپاک ذہن تسیم کے سلسلے میں گردش میں آئیں میں اس کا قصہ ہی ختم کر دوں گا۔ اس کے بعد البرٹو ہی اسٹارز کا مالک ہو گا۔"

"میں حالات سے نبٹ لوں گا لیکن۔۔۔"

"لیکن کیا؟" میں نے پُرتجسس لہجے میں سوال کیا۔

"تم نے شہباز کی حیثیت میں دوبارہ سامنے آکر مشکلات پیدا کر دی ہیں، ہو سکتا ہے کہ گراہم کے آدمی پھر تمہاری جانب سخت رخ اختیار کریں۔"

"تم صرف تسیم کی حفاظت کا خیال رکھو۔ میں گراہم کے آدمیوں سے ٹکرانے کا حوصلہ رکھتا ہوں۔"

"خوش فہمی ہے تمہاری۔" ندیم نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "وہ جتنا زمین کے اوپر نظر آتا ہے اس سے کئی گنا زمین کے اندر بھی اس کے قدم مضبوطی سے جمے ہوئے ہیں۔ بہرحال اب مجھے دو محاذوں پر بیک وقت توجہ دینا پڑے گی۔"

"تم شاید بھول رہے ہو میرے دوست کہ میرا تعلق محکمۂ پولیس سے بھی رہ چکا ہے اس کے علاوہ میں اب اتنا بچہ بھی نہیں ہوں کہ کوئی مجھے گود میں اٹھا کر لے اڑے اور میں کوئی مزاحمت بھی نہ کر سکوں۔"

"اس کا فیصلہ تو اب آنے والے حالات ہی کر سکیں گے۔" ندیم نے کہا پھر بولا۔ "میرا مشورہ ہے کہ تم اب شہباز ہی کی حیثیت سے سی ویو کے بجائے ہوٹل امپائر میں منتقل ہو جاؤ۔ میں نے وہاں تمہارے لیے سارے انتظامات کر دیے ہیں۔ تمہیں صرف کاؤنٹر پر جا کر اپنا تعارف کرانا ہو گا جس کے بعد تمہیں تمہارے کمرے تک پہنچا دیا جائے گا اور تم لیڈی مکلارنس سے ملتے رہنا۔ میرا خیال ہے کہ وہ ہمارے لیے بہت کارآمد ہو سکتی ہے۔ اونچے حلقوں میں وہ اب بھی خاصا اثر و رسوخ رکھتی ہے۔"

"کیا یہ مناسب نہیں ہو گا کہ ہم حالات کے پیش نظر تسیم کو لندن سے کہیں اور منتقل کر دیں۔"

"نہیں۔" اس بار ندیم کسی چوٹ کھائے ہوئے زخمی ناگ ہی کی طرح پھنکارا تھا۔ "میں گراہم کے مقابلے میں بزدلی کا مظاہرہ نہیں کر سکتا۔ تم تسیم کی طرف سے مطمئن رہو۔"

پھر تقریباً دو گھنٹے بعد ہی میں اس سیاہ رنگ کی مرسڈیز میں بیٹھ کر ہوٹل امپائر کے لیے روانہ ہو گیا جہاں ساتویں منزل پر روم نمبر 92 میرے نام پر پہلے ہی سے بک تھا۔ ایک گھنٹے بعد میرا باقی سامان بھی ایک پورٹر کے ذریعے میرے کمرے میں پہنچ گیا۔ وہ سامان وہاں کس کے طرح پہنچا مجھے اس کا علم نہیں تھا۔

○

گھپ اندھیرے میں دو شعلہ بار نگاہیں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ میرے جسم میں خوف کی ایک سرد لہر دوڑ گئی۔ مجھے تاریکی میں ان آنکھوں کے سوا کچھ اور نہیں سجھائی دے رہا تھا لیکن وہ آنکھیں جس انداز میں مجھے گھور رہی تھیں میں ان کا مقصد سمجھنے سے قاصر تھا۔ ان آنکھوں میں قہر و غضب بھی تھا۔ انتقام کی آگ بھی شعلے کے روپ میں بھڑک رہی تھی اور ان میں شکوے اور شکایت کی کیفیتیں بھی موجود تھیں۔

وہ آنکھیں کس کی تھیں؟۔۔۔ کوئی مرد یا پھر عورت؟۔۔۔ وہ مجھ سے کیا چاہتی تھیں؟۔۔۔ ان کا مفہوم کیا تھا؟ کیا مجھے صرف خوفزدہ کرنے کی خواہشمند تھیں یا مجھ سے کچھ کہنا بھی چاہتی تھیں؟

"کالکا۔" میرے ذہن میں اچانک کالکا کا پراسرار تصور ابھر آیا۔ شاید وہ دیوی دیوتاؤں کی قید سے رہائی پا چکی تھی اور حسب وعدہ پہلی فرصت میں میرے قریب آگئی۔ وہ پراسرار اور لازوال قوتوں کی مالک تھی۔ میں اس کی طاغوتی شکتیوں کا چمتکار دیکھ چکا تھا۔ سفید ریش بزرگ نے مجھے اس سے دور رہنے کی تلقین کی تھی۔ بزرگ کی روحانی کرشمہ سازیاں بلاشبہ غیبی قوتوں کا مظہر تھیں۔ ان کی باتیں تائید غیبی سے منسلک تھیں۔ اس میں کسی شک و شبہے کی گنجائش نہیں تھی۔ زندگی کے کئی موڑ پر انہوں نے بروقت میری مدد کی تھی۔ مجھے موت کے منہ سے بچایا تھا۔ شیطانی قوتوں کے مقابلے میں اس برگزیدہ بزرگ کی پلکوں کا ایک اشارہ بھی بہت تھا لیکن میں کالکا کے احسانات کو بھی فراموش نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے مجھے شنکر کے شر سے نجات دلائی تھی۔ میری خاطر وہ شنکر کی پلید قوتوں سے بھی ٹکرا گئی تھی اور اس جرم کی پاداش میں دیوی دیوتاؤں کے قہر کا نشانہ بن گئی تھی۔

لیکن اگر وہ کالکا ہی تھی تو پھر مجھے اس قدر قہر آلود اور شاکی نظروں سے کیوں گھور رہی تھی؟ شاید وہ مجھ سے خفا تھی۔ مگر کیوں؟ میرے ذہن میں متعدد شبہات سر اٹھانے لگے تھے۔ ان گنت خیالات ابھر کر آپس میں گڈمڈ ہونے لگے۔ وہ نگاہیں میری دیکھی بھالی تھیں۔ بڑی مانوس سی تھیں لیکن میں اس وقت انہیں پہچاننے سے قاصر تھا۔

اچانک میرے ذہن میں کالکا کے ساتھ ہی لیڈی

مکلارنس کا تصور بھی ابھرا۔ اس نے مجھے اپنے دولت خانے پر مدعو کیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ کوئی شے درمیان میں ایسی حائل ہے جو اس کی قوت کو میرے دل کی گہرائیوں تک پہنچنے سے روک رہی تھی۔ میں اس کے بیان کے مطابق وہ پہلا شخص تھا جس نے مکلارنس کی موت کے بعد اس کے محل میں قدم رکھا تھا۔ مگر اس مہربانی کا مقصد کیا تھا؟ لیڈی مکلارنس کس وجہ سے میری شخصیت میں دلچسپی لینے پر مجبور ہو گئی تھی؟ کیا انسپکٹر پادل کے بیان کے مطابق اس نے صرف ایک مشرقی شخصیت کے ناتے میرے اندر دلچسپی لی تھی یا اس کے پس پردہ اس کا کوئی اور مقصد بھی تھا؟ وہ مجھ سے کیا چاہتی تھی؟ وہ کیا عوامل تھے جس نے اسے میرے دل میں جھانکنے پر مجبور کیا تھا؟

میرا ذہن چکرا تا رہا مجھے یاد تھا کہ وہ ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی میزبانی کا فرض ادا کر رہی تھی جب ایک شخص نے وارد ہو کر اسے اپنی زبان میں کوئی پیغام دیا تھا۔ وہ بات یقیناً اتنی اہم تھی کہ لیڈی مکلارنس جس نے پہلی بار مجھے کیسل میں آنے کی دعوت دی تھی۔ اچانک کہیں جانے کے لیے مجبور ہو گئی۔ مجھے اس پر حیرت ہوئی تھی۔ وہ عورت جو پتھر کی ایک مورتی کو ٹیپ کی طرح میلوں دور ہونے والی گفتگو دُہرانے کا حکم دے سکتی تھی۔ وہ نووارد کا پیغام سننے کے بعد اپنی مخفی ذوتوں کے ذریعے ان کا حل بھی تلاش کر سکتی تھی۔ عوامی حلقوں میں وہ جادوگرنی بھی سمجھی جاتی تھی لیکن اس وقت اس نے اپنے جادو سے کام نہیں لیا تھا۔ مجھ سے معذرت کر کے بڑی جلدی میں رخصت ہو گئی تھی۔

کیا نووارد کی کہی ہوئی بات کا تعلق میری ہی ذات سے تھا؟ کیا وہ بات اتنی ہی سنگین تھی جس نے لیڈی مکلارنس کو اتنی جلدی مجھ سے ناراض کر دیا تھا؟ اگر نہیں تو پھر وہ مجھے اس طرح کیوں گھور رہی تھی؟

خاصی دیر تک میں بستر پر گم صم پڑا ان مانوس آنکھوں کی شناخت میں اپنے ذہن کو کرید تا رہا۔ مجھے پورا یقین تھا کہ میں نے ان آنکھوں کو بہت قریب سے دیکھا تھا لیکن شاید اس وقت میری ذہنی قوتیں اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں مفلوج ہو کر رہ گئی تھیں۔ میں عجیب تذبذب کی حالت سے دوچار تھا۔ مجھے اس بات پر حیرت بھی تھی کہ ان آنکھوں کے علاوہ مجھے اس کے جسم یا چہرے کا کوئی اور حصہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ آنکھیں عجیب پراسرار نظر آ رہی تھیں۔

جواب میں ان آنکھوں میں ایک ہلکی سی گردش ہوئی لیکن اس کے زاویے میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔ بدستور وہ میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"لیڈی ۔۔۔ مکلارنس ۔۔۔" میں نے زیر لب دل سے اس مدھم آواز میں پکارا۔

اس بار بھی دوسری جانب سے کوئی جواب نہیں دیا۔ البتہ ان پراسرار آنکھوں میں تیرتی خون کی کچھ اور گہری ہو گئیں لیکن اس کے ساتھ ہی ان کی کے گوشے بھی بھیگنے لگے تھے۔ نفرت اور اداسی کی صورتوں کو آپس میں گڈمڈ ہوتے دیکھ کر میری پریشانی کچھ اور اضافہ ہو گیا۔

"کون ہو تم؟" میں نے اس بار الجھتے ہوئے لہجے سوال کیا۔

وہ بدستور خاموش رہیں ان آنکھوں سے خون ڈورے بڑی سرعت سے چھٹنے لگے۔ اب ان میں خون کے بجائے بے بسی اور بے کسی کے تاثرات ابھرنے تھے۔ بدلتے حالات کے سحر نے مجھے پوری طرح تسخیر تھا۔ اچانک باہر کہیں زور سے بجلی کا کڑاکا ہوا اور پورا وجود میری نگاہوں کے سامنے اجاگر ہو کر دوبارہ میں ڈوب گیا۔

وہ نسیم تھی جو میرے کمرے میں موجود مجھے حسرت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"نسیم!" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔ "تم اس وقت یہاں ؟ کوئی خاص بات ہے؟"

اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور دبی دبی سسکیاں میرے کانوں میں گونجنے لگیں۔

"تم مجھے بہت زیادہ پریشان نظر آ رہی ہو؟" میں نے بے چینی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "مجھے بتاؤ تمہاری اداسی پریشانی کا سبب کیا ہے؟"

"میں ۔۔۔ میں اس وقت ایک درخواست لے کر آئی ہوں۔" وہ کپکپاتی آواز میں بولی۔

"کیا ندیم نے تمہیں کچھ کہا ہے؟" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"نہیں۔" اس نے بڑے خلوص سے کہا۔ "وہ مجھ سے بے انتہا پیار کرتے ہیں۔"

"پھر تم کیا کہنا چاہتی ہو؟" میں نے ہمدردی اور اپنائیت کا اظہار کیا۔

"آپ ۔" وہ رک رک کر بولی۔ "آپ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔"

"کیا تمہیں ایک بھائی کے خلوص پر اعتماد نہیں رہا۔" میں جذباتی ہو گیا۔

"نہیں ۔۔۔ ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔"

"پھر ۔۔۔؟"

"آپ نے اگر میرے سلسلے میں کوئی قدم اٹھایا تو شاید میں پھر کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤں گی۔"

"تمہیں اس بات کا خیال کس طرح آیا۔" میں نے حیرت سے پوچھا۔ نسیم کا جواب سن کر میرے دل کو ایک دھچکا سا لگا تھا۔ میں نے اسے ایک بھائی کا پیار دیا۔ میرے پیار میں کوئی کھوٹ، کسی قسم کی ملاوٹ نہیں تھی۔ میں اس کے مستقبل کو تابناک دیکھنے کا خواہش مند تھا۔ اس کے خوبصورت ہونٹوں سے غم کے تاثرات کو ہمیشہ کے لیے کھرچ کر ان پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹیں سجانے کا متمنی تھا۔ اس کی خاطر میں اپنی جان کی بازی بھی لگا سکتا تھا لیکن وہ مجھے دور رہنے کی تلقین کر رہی تھی۔ ایک لمحے کے لیے میں جیسے اپنے وجود میں منجمد ہو کر رہ گیا۔ اس کی آنکھیں میرے چہرے کے بدلتے تاثرات کا جائزہ لیتی رہیں پھر اس کی آواز میری قوت سماعت سے ٹکرائی۔

"میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتی لیکن اس ہولناک چہرے والے پراسرار شخص نے مجھے یہی باور کرانے کی کوشش کی تھی۔" وہ مبہم لہجے میں بولی۔

"کون تھا وہ؟" میں نے تیزی سے دریافت کیا۔

"م ۔۔۔ میں نے اسے پہلی بار دیکھا تھا۔ وہ شکل سے بڑا مکروہ اور ہولناک لگ رہا تھا۔" اس نے سہمی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "وہ ہڈیوں کا پنجر ہی نظر آ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں پتلی نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ حلقوں کی خلا کے اندر بھڑکتی آگ کے شعلے سے لپک رہے تھے۔ اس کے ہونٹ ساکت تھے لیکن اس کی آواز میں بادلوں جیسی گھن گرج تھی۔ میں نے خوفزدہ ہو کر آنکھیں بند کر لیں لیکن اس کے کہے ہوئے جملے بڑی دیر تک بازگشت بن کر میرے کانوں میں گونجتے رہے۔"

"کیا تمہیں وہ جملے یاد ہیں؟" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے استفسار کیا۔

"ہاں۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔ "اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر مجھے اپنی اور ندیم کی زندگی سے پیار ہے تو میں آپ سے دور رہوں، ہو سکے تو آپ کے علم میں لائے بغیر اچانک ندیم کو ساتھ لے کر کہیں دور چلی جاؤں ورنہ ۔۔۔۔۔۔" وہ بولتے بولتے رک گئی۔

"ورنہ کیا ہو گا؟" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔

"میری موت میری ماں کی موت سے زیادہ بھیانک ہو گی اور ندیم اپاہجوں جیسی زندگی گزارنے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

"تم نے یقیناً کوئی خواب دیکھا ہو گا۔" میں نے اسے تسلی دینے کی کوشش کی۔ "ذہن الجھا ہو اور پریشان ہو تو اکثر سوتے میں اسی قسم کے ڈراؤنے خواب نظر آتے ہیں لیکن حقیقت سے ان کا دور کا بھی تعلق نہیں ہوتا۔"

"کچھ خواب سچے بھی ہوتے ہیں۔" وہ گومگو کی کیفیت سے دوچار تھی۔ پریشان کن لہجے میں بولی۔ "مجھے اپنی زندگی کی کوئی پروا نہیں لیکن میں ندیم کو کسی حالت میں کھونا نہیں چاہتی۔"

"پریشان مت ہو۔" میں نے ٹھوس آواز میں جواب دیا۔ "جب تک میں زندہ ہوں دنیا کی کوئی طاقت تمہارا اور ندیم کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتی۔"

"میں آپ کے خلوص پر شبہ بھی نہیں کر سکتی لیکن مجھے اپنی ماں کی دردناک موت ابھی تک یاد ہے۔" اس نے مجھے لاجواب کرنے کی خاطر آہستہ سے کہا۔ "آپ کی موجودگی اور تمام حفاظتی انتظامات کے باوجود موت کے سرد ہاتھ پراسرار طور پر اس کی شہ رگ تک پہنچ گئے تھے اور قانون ۔۔۔ قانون ابھی تک میری ماں کے قاتلوں کو تلاش کرنے کے سلسلے میں بے بس نظر آ رہا ہے۔"

"کیا ندیم کو علم ہے کہ تم اس وقت مجھ سے ملنے آئی ہو؟"

"کیوں ؟ کیا مجھے اس وقت یہاں نہیں آنا چاہیے تھا؟" اس نے عجیب انداز میں سوال کیا۔

"ہاں۔" میں نے اسے حالات کے پیش نظر ایک ممکنہ خطرے سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ "کچھ دشمن عناصر تمہیں یرغمال بنا کر ندیم کو اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دینے کے خواہش مند ہیں۔"

"مجھے کسی حد تک اندازہ ہے لیکن کیا آپ ان دشمنوں کی یلغار کے سامنے سینہ سپر ہو سکیں گے؟ انہیں ان کے خطرناک ارادوں سے باز رکھ سکیں گے؟" اس بار نسیم نے استہزائیہ انداز اختیار کیا تو میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔

"کیا تمہیں میری باتوں پر اعتماد نہیں رہا۔" میں نے قدرے تلخ لہجے میں پوچھا۔

"بات اعتماد کی نہیں۔ حقائق کی ہے شہباز خان۔

ریت کے حقیر ٹیلے بکھر تو سکتے ہیں لیکن تیز و تند طوفانوں کی شدتوں کو روکنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ تمہارے حق میں بھی یہی بہتر ہے کہ اب ندیم اور نسیم سے دور رہو ورنہ ممکن ہے کہ تمہیں اپنی موت پر پچھتانے کا موقع بھی میسر نہ آسکے۔"

اس بار کمرے میں نسیم کے بجائے کسی مرد کی آواز ابھری انداز ایسا ہی تھا جیسے کسی تانبے کے برتن میں لوہے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے آپس میں پوری شدت سے ٹکرا رہے ہوں۔ تاریکی میں نظر آنے والی آنکھیں یکلخت میری نگاہوں سے اوجھل ہوگئی تھیں۔

میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ کمرا اندر سے بند تھا اور اس میں میرے سوا کوئی نہیں تھا۔ میں نے شاید کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا تھا۔ امپائر ہوٹل میں قیام کرنے سے پہلے میں نے ندیم کو یہی مشورہ دیا کہ وہ نسیم کا خاص خیال رکھے۔ لیڈی مکلارنس نے مجھ سے یہی کہا تھا کہ گراہم نے محض رسمی طور پر ندیم سے مفاہمت کا اظہار کیا تھا۔ ورنہ وہ گریشیا کی موت کو نہیں بھولا اور نسیم کو اغوا کرنے کی خاطر منصوبے بنا رہا تھا۔ شاید ان ہی پریشان کن حالات نے مجھے ایک ڈراؤنے خواب کی کیفیت سے دوچار کردیا تھا۔ یہ کوئی انہونی بات نہیں تھی۔ انسان اپنے آپ کو جن حالات سے بہت زیادہ وابستہ کردیتا ہے اکثر وہی حالات خواب کی شکل بھی اختیار کرلیتے۔

میں نے گھڑی پر نظر ڈالی۔ اس وقت صبح کے ساڑھے چھ کا عمل تھا۔ کمرے کی مشرقی سمت والی کھڑکی سے صبح کی خوابناک روشنی شیشے سے چھن چھن کر کمرے میں اجالا بکھیر رہی تھی۔ میں ایک لمحے تک بستر پر بیٹھا خواب کے بارے میں سوچتا رہا۔ اگر وہ خواب نہیں تھا تو پھر یقیناً کوئی طاغوتی طاقت کی ڈرامائی تشکیل ہوگی جس نے نسیم کے روپ میں مجھے گراہم اور ندیم کے معاملات سے دور رہنے کی تاکید کی تھی۔ لیکن وہ طاغوتی طاقت کس کی تھی؟ کیا گراہم نے بھی کچھ ایسے لوگوں کی خدمات حاصل کر رکھی تھیں جو بلیک میجک کے ذریعے مخالفین کو خوفزدہ کرکے راستے سے ہٹ جانے پر مجبور کردیتے ہیں؟ مشرق سے زیادہ مغرب کے لوگ کالے جادو پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ میں نے اپنی داستان کے آغاز میں بتایا تھا کہ مجھے پراسرار کہانیاں اور ایسے ناول پڑھنے کا شوق جنون کی حد تک تھا جن میں ناقابل یقین اور محیر العقول واقعات رقم ہوتے تھے۔ میں نے ایسے متعدد کرداروں اور زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد کے بارے میں بھی پڑھ رکھا تھا جو روحوں سے باتیں کرانے کا دعویٰ کرتے تھے اور عالمگیر شہرت کے حامل بن گئے تھے۔ اس میں ایک نام ایلن گیرٹ کا تھا جو جذب کی گہری کیفیتوں سے دوچار ہو کر روحوں سے رابطہ قائم کرلیتی تھی اور ان کے پیغام سناتی رہتی تھی۔ انگلستان میں دور دور تک اس کی شہرت کا چرچا تھا۔ شرلاک ہومز کے خالق مشہور زمانہ سر آرتھر کانن ڈائل کے بارے میں بھی یہ بات مشہور ہے کہ وہ اپنی آخری عمر میں سر آلیور لاج سے ملنے کے بعد روحانیت کا معتقد ہوگیا تھا اور روحوں سے تعلق پیدا کرنے کے لیے تجربے کرتا رہا۔

دنیا کے ان گنت لوگ آج ناسٹر ڈمیس (Nosteradmus) کے نام سے بخوبی واقف ہیں جس کی پیش گوئیاں چار سو سال پر محیط ہیں اور آج بھی اس کی کہی ہوئی باتیں حرف بحرف درست ثابت ہو رہی ہیں۔ محمود غزنوی کے دربار سے وابستہ ابوریحان البیرونی کے متعلق بھی لوگ اس حقیقت سے واقف ہیں کہ وہ ایک مشہور منجم تھا اور آیندہ پیش آنے والے واقعات کی سو فیصد درست نشاندہی کرتا تھا۔ تاریخ کی کتابیں البیرونی کی مخفی قوتوں کی شاہد ہیں۔

بہرحال مجھے رہ رہ کر یہی خیال آرہا تھا کہ جو خواب میں نے دیکھا تھا اس میں کسی طاغوتی قوت یا بلیک میجک کو ضرور دخل حاصل تھا۔ خاصی دیر تک میں اس خواب سے الجھتا رہا پھر میں نے کچھ سوچ کر ندیم سے رابطہ قائم کیا جو غالباً" نیند سے اٹھا تھا۔

"ہیلو۔" ریسیور پر اس کی غنودگی میں ڈوبی ہوئی آواز ابھری۔

"میں شہباز بول رہا ہوں۔"

"اتنی صبح صبح بور کرنے کا مقصد؟"

"میں نسیم کے بارے میں دریافت کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا وہ اس وقت کمرے میں تمہارے ساتھ موجود ہے۔"

"ہاں۔ وہ بے خبر نیند سو رہی ہے۔" ندیم نے بدستور نیند میں ڈوبی آواز میں دریافت کیا۔ "کیا کوئی خاص بات؟"

"نہیں۔ میں نے محض خیریت دریافت کرنے کے لیے فون کیا تھا۔"

"خدا سمجھے تم سے بلاوجہ نیند سے اٹھادیا۔" ندیم نے

کہا پھر اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

ندیم سے تسنیم کی خیریت دریافت کرنے کے بعد میں نے سکون کا سانس لیا۔ نائٹ گاؤن کی بیلٹ کستا ہوا اٹھ کر کھڑکی کے قریب ہو گیا باہر ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی۔ ایک لمحے تک میں کھڑکی کے قریب کھڑا دور تک پھیلے ہوئے سبزے کا مشاہدہ کرتا رہا پھر غسل کے ارادے سے باتھ روم میں چلا گیا۔ غسل کرنے کے بعد میں لباس تبدیل کر کے باہر آیا تو میرے ذہن سے خواب کے بوجھل اثرات زائل ہو چکے تھے۔ میرا جسم قدرے ہلکا ہو چکا تھا۔ مجھے اس وقت ایک کپ گرما گرم کافی کی خواہش بڑی شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے روم سروس کو فون کیا دوسری جانب سے ایک سُریلی اور مترنم آواز ابھری۔ اس وقت شاید کوئی خاتون آن ڈیوٹی تھی۔

"ہیلو"

"ایک کپ کافی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا بریک فاسٹ آپ ڈائننگ ہال میں آ کر کریں گے۔"

"اس سوال کا جواب کیا کافی کے آرڈر کے ساتھ ہی دینا ضروری ہے؟"

"او، نو سر۔ آئی ایم سوری۔" اس نے میرے لہجے کی تلخی محسوس کرتے ہوئے معذرت کا اظہار کیا۔ "روم سروس میں پانچ دس منٹ لگ جاتے ہیں اس لیے میں نے یوں ہی پوچھ لیا تھا۔"

"کوئی بات نہیں آپ فی الحال ایک کپ کافی بھیج دیں۔"

"رائٹ سر۔" اس نے بڑے مہذب لہجے میں جواب دیا۔

ریسیور کریڈل پر رکھ کر میں اس بالکونی میں آ کر کھڑا ہو گیا جو عقب کی جانب واقع تھی۔ وہاں سے دور دراز کا منظر خاصا بھلا معلوم ہو رہا تھا۔ میں ریلنگ پر کہنی ٹکا کر جھک گیا۔ میرے ذہن کے پردوں پر رات والے خواب کی دھندلی دھندلی تصویر ابھی تک رینگ رہی تھی۔ میرے دماغ میں صرف ایک ہی نام رہ رہ کر گونج رہا تھا۔ 'گراہم کا نام' لیڈی مکلارنس نے اس کی جانب سے تسنیم کے اغوا کیے جانے کے خدشے کا اظہار کیا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی اس بات کا یقین بھی دلایا تھا کہ وہ گراہم کے ناپاک مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دے گی۔ میں نے بلرام کے میک اپ سے اسی لیے چھٹکارا حاصل کیا تھا کہ اگر گراہم اور اس کے شکاری کتے میری تلاش میں ہیں تو مجھے دوبارہ [illegible] دیکھ کر ضرور چونکیں گے۔ اس طرح ممکن تھا کہ وہ اغوا کا خیال ترک کر کے مجھ پر ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کریں۔

ٹھیک بارہ منٹ بعد دروازے پر دستک ہوئی۔ دروازہ کھولا تو امپائر کی یونیفارم پہنے ہاتھ میں ٹرے لیے ایک بیرا موجود تھا۔ میں دروازے کے سامنے سے ہٹ گیا۔ اس نے پہلے بڑے مہذب انداز میں ٹرے سمیت جھک کر مجھے صبح بخیر کہا پھر آگے بڑھ کر ٹرے اس گول میز پر رکھ دی جو مغربی گوشے میں موجود تھی۔ میز کے ساتھ چار بڑی ہی خوبصورت کشن موجود تھے۔ میں کرسی پر بیٹھ کر کافی تیار کرنے لگا کچھ دیر بعد میں نے دروازے کی سمت دیکھا تو دروازہ بند تھا لیکن بیرا بدستور دروازے کے قریب موجود تھا۔

"کیا مطلب؟" میں نے کافی کا ایک گھونٹ لیتے ہوئے استہزائیہ انداز میں اسے مخاطب کیا۔ "کیا تم کافی کے خالی برتن ساتھ لے جانے کے ارادے سے یہاں کھڑے ہو؟"

"جی نہیں مجھے برتن سے زیادہ آپ کو ساتھ لے جانے کی فکر لاحق ہے۔" اس نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ دونوں ہاتھ اس نے پتلون کی جیبوں میں ڈال رکھے تھے۔

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔ بیرے کا جواب سن کر میرے ذہن کے گوشوں میں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔

"آرام سے کافی ختم کر لیں مسٹر شہباز۔" اس نے سیدھا ہاتھ کو جیب سے نکالا تو اس میں سائلنسر لگا آٹومیٹک بھی موجود تھا۔ "مطلب سمجھنے کے لیے ہم کافی سے زیادہ موقع دیں گے۔ فی الحال کافی ختم کریں ہاں کسی قسم کی ہوشیاری دکھانے کی کوشش نہ کیجیے قرب و جوار میں میرے تین ساتھی اور بھی ہیں۔"

اس کے لہجے میں سفاکی تھی۔ میرے ذہن میں بار بار پھر گراہم کا نام ابھر آیا۔

میں نے جان بوجھ کر کافی ختم کرنے میں قدرے سستی کا مظاہرہ کیا۔ میرے ذہن میں صرف ایک ہی سوال گونج رہا تھا' وہ شخص جو بیرے کے روپ میں اسلحہ ہاتھ میں لیے کھڑا نہایت اطمینان سے کافی ختم ہونے کا انتظار کر رہا تھا کس گروہ سے تعلق رکھتا تھا؟ آٹومیٹک کی موجودگی میں مجھے یقین تھا کہ اس نے جو کچھ کہا تھا اسے کر گزرنے کی طاقت بھی رکھتا ہو گا۔ اس نے مجھے وارننگ دی تھی کہ میں کسی قسم کی حماقت کرنے کی کوشش سے گریز کروں اس لیے کہ اس کے تین مسلح ساتھی باہر بھی قرب و جوار میں کہیں موجود تھے۔ میرا دل گواہی دے رہا تھا اس نے اپنے ساتھیوں کے بارے میں جو بات کہی تھی اسے محض دھمکی نہیں کہا جا سکتا تھا۔ بڑے ہوٹلوں میں کوئی بھی واردات کرنے کے لیے ہمیشہ صرف ایک آدمی سامنے آتا ہے۔ اس کے باقی ساتھی دور دور رہ کر کسی بھی غیر یقینی صورت حال سے نمٹنے کے لیے پوری طرح چوکس رہتے ہیں۔

میں نے کافی ختم کرنے کے بعد اس کی جانب غور سے دیکھا ظاہر ہے وہ میک اپ میں نہیں معلوم ہوتا تھا لیکن اس کے چہرے پر کسی قسم کی پریشانی یا جلد بازی کی علامتیں بھی موجود نہیں تھیں۔ چہرے کے نقوش بتا رہے تھے کہ وہ مقامی باشندہ تھا۔ وہ جس سکون سے کھڑا میری طرف دیکھ رہا تھا اس سے بھی یہ بات صاف ظاہر ہو رہی تھی کہ اسے جس کام پر مامور کیا گیا ہے وہ اس میں پورا تجربہ اور مہارت رکھتا ہے۔ اس کے چہرے سے کسی قسم کی سفاکی یا کرختگی بھی ظاہر نہیں ہو رہی تھی۔ اس کے برعکس اس نے مجھے مہذب لہجے میں مخاطب کیا تھا۔ وہ اپنے رول کی اداکاری نہایت اطمینان سے کر رہا تھا۔

"سر۔" اس نے مسکراتے ہوئے مجھے دوبارہ مخاطب کیا۔ "میرا خیال ہے کہ آپ کافی سے لطف اندوز ہو چکے ہیں۔"

"تمہاری گفتگو کا انداز بتا رہا ہے کہ تم پڑھے لکھے بھی ہو اور خاصے مہذب بھی ہو۔"

"آپ نے میرے بارے میں جو رائے قائم کی ہے اس سلسلے میں کوئی تردید یا تائید نہیں کروں گا لیکن اتنا بتانا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ جو کام مجھے سونپے جاتے ہیں اس کی انجام دہی میں کسی کوتاہی کا مظاہرہ کرنا بھی میرے اصول کے خلاف ہے۔"

"جو کام تم کر رہے ہو اس میں پکڑے جانے اور جرم ثابت ہونے کی صورت میں لمبی سزا کے بھی امکانات ہوتے ہیں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پولیس مقابلے میں زندگی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھوں۔" اس نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ "میں کسی ایسے کردار کا مالک نہیں ہوں لیکن اس کے باوجود اس پر یقین رکھتا ہوں کہ جس گولی پر میرا نام لکھا ہے وہ کسی دوسرے کے جسم کو نہیں لگ سکتی اور موت کا جو وقت لکھا جا چکا ہے وہ اٹل ہوتا ہے۔"

"میرے بارے میں تمہیں کیا حکم ملا ہے؟"

"صرف اتنا کہ آپ کو شرافت کا مظاہرہ کرنے کی صورت میں بڑی عزت کے ساتھ ہوٹل امپائر کی عمارت سے ایک طے شدہ مقام پر منتقل کر دیا جائے۔"

"تمہیں اس کام کا کتنا معاوضہ ملے گا۔" میں نے اسے خریدنے کی ایک موہوم سی کوشش کی۔

"بات معاوضے کی نہیں زبان کی ہوتی ہے مائی ڈیئر۔" اس نے بے تکلفی سے جواب دیا۔ "جو ڈیل ایک بار ڈن ہو جائے اس کی خلاف ورزی میرے نزدیک کمینگی ہی کہلائے گی۔ آپ کا کیا خیال ہے؟"

"تم شاید ٹھیک کہہ رہے ہو۔"

"اس وقت پونے آٹھ ہو رہے ہیں اور طے شدہ پروگرام کے تحت ہمیں آپ کو ہر حالت میں ایک مقررہ وقت سے پیشتر اس مقام تک پہنچانا ہے جس کی نشاندہی پہلے کی جا چکی ہے۔"

"کیا تم میرے ایک آخری سوال کا جواب دینا پسند کرو گے۔"

"اگر میرے دائرہ اختیار میں ہوا تو۔" اس نے محتاط لہجہ اختیار کیا۔

"تمہارا تعلق کس گروہ سے .... میرا مطلب ہے کہ تمہیں میرے اغوا کے لیے کس نے تعینات کیا ہے؟"

"سوری ...." وہ شانے اُچکاتے ہوئے بولا۔ "اس کا علم ضرور میرے رنگ لیڈر کو ہے۔ میری حیثیت محض ایک اُجرتی کارندے کی سی ہے" ویسے اگر مجھے آپ کے سوال کا جواب معلوم بھی ہوتا تو شاید میں اپنی زبان بند ہی رکھتا۔ بدعہدی ہمارے پیشے کے اصول کے خلاف ہے۔"

"تم اگر اتنے ہی بااصول آدمی ہو تو تمہیں کسی بزنس میں ہونا چاہیے تھا یا پھر سیاست کے میدان میں خاصی شہرت کما سکتے تھے۔"

"مسٹر شہباز۔" اس بار اس نے قدرے بدلتے ہوئے تیور سے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ ہم دونوں ہی اپنا وقت برباد کر رہے ہیں۔ باہر ہمارے دیگر ساتھی منتظر ہوں گے۔"

میں جواب میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ میرا آٹومیٹک بستر پر تکیے کے نیچے رکھا ہوا تھا۔ جیب میں ہوتا تو شاید میں کچھ کر گزرنے کے بارے میں غور کر سکتا تھا لیکن موجودہ حالات میرے حق میں نہیں تھے۔ میرے پاس اس کے حکم کی تعمیل کرنے کے سوا کوئی اور چارہ بھی نہیں تھا۔ میں قدم اٹھاتا ہوا اس کی جانب بڑھا تو اس نے ہاتھ کے اشارے سے مجھے رکنے کا اشارہ کرتے ہوئے بے حد سنجیدگی سے کہا۔

"مجھے امید ہے کہ آپ کسی غیر دانشمندانہ اقدام اٹھانے

کی عقلمندی کا مظاہرہ نہیں کریں گے۔ یہ بات میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ ہمیں اس بات کا بھی علم ہو چکا ہے کہ کسی زمانے میں آپ کا تعلق محکمۂ پولیس سے بھی رہ چکا ہے۔ ہمیں اوپر سے یہی حکم ملا ہے کہ کسی خطرے کا شبہ ہوتے ہی وقت ضائع کیے بغیر آپ کی چھٹی کر دی جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہم اچھے واقف کاروں کی طرح نیچے اتریں گے۔ میں بیرے کی یونیفارم میں ہوں اس لیے آپ جیسے معزز لوگوں کی خدمت کرنا میرا فرض ہے۔ یہاں سے نیچے اترنے کے بعد میں آپ کو پارکنگ لاٹ میں پہلے سے موجود ایک وین میں بٹھانے کی خدمت انجام دوں گا۔ اس کے بعد میرا کام ختم ہو جائے گا۔"

"کیا تم نے بیروں والا یہ لباس محض اپنی شخصیت کو پردے میں رکھنے کی خاطر پہنا ہے یا واقعی تمہارا نام ہوٹل کے ملازمین کی فہرست میں موجود ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ اب ہمیں اپنے سفر پر روانہ ہو جانا چاہیے۔" اس نے میرے سوال کو یکسر نظرانداز کرتے ہوئے جواب دیا پھر اپنا آٹومیٹک جیب میں رکھنے کے بعد سرسراتی آواز میں بولا۔ "مجھے امید ہے کہ آپ میری ہدایت پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔ دوسری صورت میں آپ کی زندگی کی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔"

میں خاموشی سے اس کے ساتھ ہولیا۔ وہ بڑی سرعت سے میری پشت پر پوزیشن سنبھال چکا تھا۔ لفٹ میں سوار ہوتے وقت بھی اس کا سیدھا ہاتھ جیب میں تھا۔ لفٹ میں ہم دونوں کے علاوہ چار آدمی اور بھی تھے۔ ان چاروں میں سے ایک دو اس کے ساتھی بھی ہو سکتے تھے اس لیے میں نے رسک لینے کی کوشش نہیں کی۔

میرا ذہن برابر حالات کے مختلف زاویوں کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ جو لوگ مجھے اغوا کر رہے تھے یا کرا رہے تھے وہ مجھے موت سے ہمکنار نہیں کرنا چاہتے تھے۔ ان کا مقصد کچھ اور ہی رہا ہو گا ورنہ اتنا بکھیڑا پھیلانے کی کیا ضرورت تھی۔ مجھے میرے کمرے میں بھی اس طرح ختم کیا جا سکتا تھا کہ کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہوتی۔ اس کے علاوہ میرے ذہن میں ندیم کی شخصیت بھی ابھر رہی تھی۔ اس نے اگر مجھے خاص طور پر امپائر میں رہائش اختیار کرنے کو کہا تھا تو اس میں بھی کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور ہو گی۔ عین ممکن تھا کہ اس وقت بھی اس کے گروہ کے ایک دو افراد میری نقل و حرکت کی نگرانی کر رہے ہوں۔ نسیم کے اغوا اور گراہم کے خطرناک ارادے سے باخبر ہو جانے کے بعد ندیم نے یقینی طور پر اپنے بندوں کو پوری طرح چوکس رہنے کا حکم جاری کر دیا ہو گا۔ میں نے چونکہ ندیم کے مشورے کو نظرانداز کر کے بلرام والا میک اپ اتارا تھا اس لیے اس نے میری حفاظت پر اپنے کچھ خاص آدمیوں کو ضرور مامور کیا ہو گا۔

لفٹ گراؤنڈ فلور پر جا کر رکی تو ہم پانچوں افراد جو بظاہر خود

ایک ایک دوسرے سے لا تعلق نظر آرہے تھے
وقت میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں۔
درست تھا کہ کچھ آدمی میری نگرانی پر تعینات کیے
یہ بھی ممکن تھا کہ ہوٹل کی عمارت سے باہر نکلتے
گروہوں کے درمیان گولیوں کی تڑتڑاہٹ کا مظاہرہ
جاتا لیکن میرا یہ خدشہ درست ثابت نہیں ہوا۔
میں ایک لینڈ کروزر موجود تھی۔ اغوا کرنے والے
اس کی پچھلی سیٹ پر بٹھاتے ہوئے بڑے معنی خیز
مسکراتے ہوئے سلام کیا پھر واپس پلٹ گیا۔ لینڈ
ڈرائیور کے علاوہ تین افراد اور بھی موجود تھے۔
پہلے سے موجود دونوں آدمیوں نے اپنے اسلحہ کی
ہوئے مجھے صبر و تحمل سے بیٹھے رہنے کی ہدایت کی۔
پر ڈرائیور کے ساتھ بیٹھا ہوا شخص بھی میرے اندازے
مطابق غیر مسلح نہیں رہا ہو گا۔
لینڈ کروزر شہر کی پر رونق شاہراہوں سے گزرتی
کا سفر جب ایک قدرے سنسان سڑک پر شروع ہوا
آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی۔ میں نے کسی قسم کی جدوجہد
حماقت اس لیے نہیں کی کہ میں اب ان کے رحم و کرم
آنکھوں پر پٹی بندھنے کے بعد صندلی انگوٹھی کو ٹٹول کر
بدستور میری انگلی میں موجود تھی۔ مجھے اس کی موجودگی
سا تھا کہ کوئی دشمن میری ہلاکت کا سبب نہیں بن سکتا
تک ایسا ہی ہوتا آیا تھا۔
تقریباً ایک گھنٹے تک لینڈ کروزر کا سفر جاری رہا
دوران وہ کبھی رفتار کم کر دیتے تھے اور کبھی گاڑی طوفان
باتیں کرنے لگتی وہ میری طرف سے پوری طرح باخبر تھے
میری سابقہ ملازمت کے بارے میں بھی علم تھا اس
دیدہ و دانستہ لینڈ کروزر کی رفتار کو کم اور زیادہ کر رہے تھے
میں ہوٹل سے اس مقام تک فاصلے کا اندازہ قائم نہ
جہاں مجھے لے جایا جا رہا تھا۔ میرے ذہن میں اس
صورت و شکل محفوظ ہو چکی تھی جس نے مجھے اغوا کیا
میک اپ میں نہیں تھا تو رہائی پانے کے بعد دوبارہ
کی صورت میں میں اسے ہزاروں میں شناخت کر سکتا تھا
ذہن میں ان چار آدمیوں کا خیال بھی رہ رہ کر آرہا تھا
میں ہمارے ساتھ موجود تھے اور بعد میں تتر بتر ہو گئے
دل اس بات کو سمجھنے کے لیے تیار نہیں تھا کہ ان میں
اغوا کرنے والے کا ساتھی نہ ہو۔ ان چاروں میں
کا نمائندہ بھی ہو سکتا تھا لیکن انہوں نے غالباً مصلحتاً
کوئی توجہ نہیں دی۔ انجانے بنے رہے تھے مگر کیوں؟
لینڈ کروزر کا سفر ختم ہوا تو میری آنکھوں کی پٹی کھول
مجھے نیچے اترنے کا حکم دیا گیا۔ اب وہ مجھے حفاظت سے

اسلحہ کی نمائش بھی کر رہے تھے۔ میں نے آنکھ کھولی تو اس
ششدر رہ گیا کہ گاڑی کسی پورٹیکو کے بجائے کسی ایسے
گیراج میں کھڑی تھی جہاں دو گاڑیوں کی گنجائش اور بھی موجود
لیکن وہاں کھڑکی یا دروازے قسم کی کوئی شے نظر نہیں آرہی
گاڑی یقیناً کسی پھاٹک سے گزرنے کے بعد ہی گیراج میں
ہوئی ہوگی لیکن میں نے کسی دروازے کے کھلنے یا بند ہونے
کی آواز نہیں سنی تھی۔ فوری طور پر میں نے یہی اندازہ لگایا
وہاں کا نظام حساس مشینوں کے ذریعے خود کار بنیادوں پر قائم
گیراج میں دیواروں پر اور زمین پر جا بجا ٹائر ٹیوب اور ایسے
بڑے سلیقے سے موجود تھے جو گاڑیوں کی مرمت میں کام
تھے۔
شاید گیراج کے اندر ہی کوئی چور دروازہ فرش پر کہیں نہ
ضرور موجود ہو گا جہاں وہ مجھے قید کرنے کا ارادہ رکھتے تھے
میرا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ میرے ساتھ سفر کرنے والوں میں
ایک نے مجھے پیچھے پیچھے آنے کو کہا۔ اس کے باقی ساتھی
پشت پر اسلحہ لیے پوری طرح محتاط تھے۔ ہم قدم بڑھاتے
سامنے دیوار کے قریب جا کر رک گئے۔ ایک لمحے کو میرے
ذہن میں قدیم زمانے کا وہ نظام چکرا کر رہ گیا جب کسی مجرم کو دیوار
کے ساتھ کھڑا کر کے گولیوں سے اس کے جسم کو چھلنی کر دیا جاتا
لیکن وہ اتنی دور لانے کے بعد ایسا کیوں کر رہے تھے؟ وہ چاہتے
تو ہوٹل کے کمرے میں ہی ٹھکانے لگا سکتے تھے پھر اتنا رسک
لینے کی کیا ضرورت تھی؟ شاید اس لیے کہ وہ موت کی تشہیر نہیں
چاہتے تھے؟ ہوٹل میں کسی لاش کے دریافت ہونے کے بعد
پولیس اور محکمۂ سراغ رسانی کے علاوہ دوسری ایجنسیاں بھی
حرکت میں آسکتی تھیں۔ ان کی کامیابی کی صورت میں مجرموں کو
بے نقاب ہونے کا خطرہ بھی لاحق ہو سکتا تھا؟ میں ابھی ان
خیالوں میں الجھا ہوا تھا کہ سامنے والی دیوار میں دروازے کے
برابر ایک خلا پیدا ہو گئی۔ دیوار کے دو حصوں نے دروازے کی جو
شکل پیدا کی تھی وہ بھی بالکل بے آواز تھی۔ مجھے آگے قدم
بڑھانے کا حکم ملا۔ دروازے سے گزرتے ہی خود کار نظام دوبارہ
حرکت میں آیا پھر دروازے کے بند ہوتے ہی گھپ اندھیرا چھا گیا۔
سامنے کے بعد میں تاریکی میں قدم بڑھاتا رہا پھر اچانک ایک
دروازہ نمودار ہوئی جس سے گزرنے کے بعد میں نے ایک ایسے
کمرے میں قدم رکھا جو بطور ڈرائنگ روم استعمال کیا جاتا تھا۔
کمرے کی ہر چیز قیمتی اور قابل دید تھی۔ اعلیٰ قسم کے فرنیچر کے علاوہ
دیواروں پر خوبصورت اور سنہری فریم کے اندر خوبصورت تصاویر
لینڈ اسکیپ کے مناظر بھی بڑی چابکدستی سے محفوظ کیے گئے
فرش پر اتنا دبیز قالین موجود تھا کہ قدم اٹھاتے اور رکھتے
ایک بار بھی محسوس ہوتا تھا۔ میں نے نظریں گھما کر
کمرے میں میرے علاوہ صرف وہ شخص موجود تھا جو میری

رہنمائی کے لیے آگے آگے چل رہا تھا۔ پشت پر چلنے والے دونوں افراد کہیں راستے میں ہی رک گئے تھے۔ میں نے کمرے میں موجود شخص کی طرف وضاحت طلب نظروں سے دیکھا تو اس کے ہونٹوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ پھیل کر گہری ہوتی چلی گئی پھر اس نے اپنے چہرے سے ایک باریک ماسک علیحدہ کیا تو میرے سامنے وہی بیرا کھڑا تھا جس نے مجھے میرے کمرے میں کافی سرو کرنے کے بعد اغوا کیا مگر اس کا لباس بدلا ہوا تھا۔ میں نے اسے خود اپنی آنکھوں سے لینڈ کروزر میں داخل ہونے کے بعد ہوٹل کی طرف واپس جاتے دیکھا تھا اور گاڑی چل پڑی تھی۔ تو کیا وہ راستے میں اس وقت دوبارہ کسی دوسرے ساتھی کو اتار کر اس کی جگہ لے چکا تھا جب گاڑی کو میں نے سفر کے دوران ایک دو جگہ وقفے وقفے سے رکتے محسوس کیا تھا؟ میں ابھی اسے چشم حیرت سے دیکھ رہا تھا کہ اس نے مسکرا کر کہا۔

"مجھے معلوم ہے میرے محترم دوست کہ اس وقت آپ کے ذہن میں کیا خیال چکرا رہا ہے۔"

"تم ......" میں نے کچھ کہنا چاہا لیکن وہ میرا جملہ کاٹتے ہوئے تیزی سے بولا۔

"میں وہ نہیں ہوں جو آپ سمجھ رہے ہیں۔"

"لیکن میری آنکھیں دھوکا نہیں کھا سکتیں۔" میں نے پورے وثوق سے جواب دیا۔ "تم وہی ہو جس نے بیرے کی یونیفارم میں مجھے کافی سرو کی تھی۔"

"میں آپ کے اس بیان کی تردید بھی نہیں کروں گا۔" وہ ایک بار پھر معنی خیز انداز میں مسکرایا۔

"وہ بھی اسی میک اپ میں تھا جس میں آپ اس وقت خادم کو دیکھ رہے ہیں۔" وہ بڑے مہذب لہجے میں بولا لیکن اس نے اتنی شرافت کا ثبوت بھی نہیں دیا تھا کہ اپنا آٹومیٹک واپس جیب میں رکھ لیتا۔ شاید اسے اس بات کا خطرہ لاحق تھا کہ کہیں میں اچانک اس پر جھپٹ نہ پڑوں۔

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے اسے مشکوک نظروں سے گھورا۔ "تمہارے چہرے کی ساخت، قد و قامت اور گفتگو کرنے کا انداز سو فیصد اس بیرے کے چہرے کی بناوٹ اور لب و لہجے سے ملتا جلتا ہے۔ لباس کے سوا سر مو کوئی فرق نہیں ہے۔"

"آپ درست فرما رہے ہیں۔" وہ مسکرا کر بولا۔ "ہمارے قد و قامت ضرور ایک جیسے ہیں لیکن چہرے کے نقوش جدا جدا ہیں جنہیں میک اپ کے ذریعے بالکل ایک جیسا بنا دیا گیا اگر آپ باقی دو افراد کے چہرے کا ماسک اتار کر دیکھیں تو آپ کو وہ دونوں بھی بالکل میرے ہی جیسے نظر آئیں گے۔ لباس کے فرق کے علاوہ۔ آپ چاہیں تو میں آپ کی پریشانی دور کرنے کی خاطر دونوں کو یہاں بلا کر اپنے بیان کی تصدیق کرا سکتا ہوں۔"

"نہیں۔" میں نے تیکھے انداز میں جواب دیا۔ "میں شاید

یہاں تم لوگوں کی شناختی پریڈ کرنے کی غرض سے نہیں لایا گیا ہوں۔"

"آپ مجھے خاصے ذہین لگتے ہیں۔" وہ استہزائیہ انداز میں بولا۔ "آپ کی اطلاع کے لیے بتا دوں کہ آپ کو یہاں ایک مہمان کی حیثیت سے لایا گیا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو شاید ہمارا برتاؤ آپ کے ساتھ مختلف نوعیت کا ہوتا۔"

"بہت خوب۔" میں زہرخند سے بولا۔ "گویا تمہارے گروہ میں میزبانی کے فرائض جدید اسلحہ سے ادا کیے جاتے ہیں۔"

"آپ اسے ٹریڈیشن بھی کہہ سکتے ہیں۔" اس کے لہجے میں لطیف سا طنز بھی شامل تھا۔ "یہ سب کچھ آپ کی اور ہماری حفاظت کے پیش نظر کیا گیا ہے۔ دوسری شکل میں آپ شاید اتنی آسانی سے ہماری دعوت قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوتے۔ کیا میں کوئی غلط بات تو نہیں کہہ رہا ہوں؟"

"مجھے یہاں لانے کا مقصد کیا ہے؟" میں نے اس بار اسے گھورا۔

"اس سوال کا جواب تو میں نہیں دے سکوں گا لیکن میرا اندازہ ہے آپ کو کچھ دنوں تک یہاں مہمان کی حیثیت سے رکھا جائے گا اس کے بعد واپس کھلی فضا میں آزادی کا سانس لینے کے لیے چھوڑ دیا جائے گا۔"

"مجھے تم لوگوں کا اندازِ گفتگو . . . . خواب سا لگ رہا ہے۔" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"ہو سکتا ہے آپ درست کہہ رہے ہوں۔" اس کا لہجہ دوبارہ معنی خیز ہو گیا۔ "کچھ خواب ایسے بھی ہوتے ہیں جو انسان جاگتے میں بھی دیکھتا ہے اور ایسے خواب غلط نہیں ہوتے۔"

"تمہارا تعلق کس پارٹی سے ہے۔" میں نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کو زیادہ وقت نہیں دے سکوں گا۔ آپ یہاں اطمینان سے تشریف رکھیں اور اس شخصیت کا انتظار صبر و تحمل سے کریں جس کی ایما پر آپ کو یہاں لایا گیا ہے۔" وہ جانے کے لیے پلٹا پھر یک لخت رک کر بولا۔ "ایک بات اور عرض کر دوں ہم ایک بااخلاق اور مہذب مہمان ہونے کے ساتھ ساتھ سنگدل، سفاک اور بدترین دشمن کا رول بھی ادا کرنے کے فن سے بخوبی واقف ہیں لیکن یہ سب کچھ آپ کے اپنے برتاؤ پر منحصر ہو گا۔ میرا خیال ہے آپ میرا مطلب بخوبی سمجھ گئے ہوں گے۔" پھر وہ اپنا جملہ مکمل کرنے کے بعد لمبے لمبے قدم اٹھاتا تیزی سے ایک دروازے سے باہر نکل گیا۔

میں خاموشی سے ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ اب تک جو صورت حال جس تسلسل سے پیش آ رہی تھی اس نے مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا جن افراد نے مجھے اغوا کیا تھا ان کا برتاؤ میرے ساتھ دشمنوں جیسا نہیں تھا۔ وہ مجھے ایک مہمان کی حیثیت دے رہے تھے۔ اگر واقعی ایسا ہی تھا تو پھر ڈرامائی انداز میں اغوا کیوں کیا گیا تھا؟ اس خیال کے اُبھرتے ہی ندیم کا تصور بھی میری نگاہوں کے سامنے ... نے مجھے تین روز تک بلرام ہی کے میک اپ میں رہنے کی تھی لیکن میری ضد کے سامنے مجبور ہو گیا تھا پھر ... فرمائش پر ہوٹل امپائر میں قیام کرنا پڑا تھا۔ میں نے ... رُوپ میں آنے کا فیصلہ اس غرض سے کیا کہ اگر ... شکاری کتے محض ندیم کو اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے کے ... کرنے کی خاطر نسیم کا اغوا کرنا چاہتے تھے تو وہ یہ کام ... اغوا کرنے کے بعد کر سکتے تھے۔ لیڈی مکارنس نے بھی ... کہا تھا کہ گراہم نے محض وقتی طور پر ندیم کو اندھیرے ... کی خاطر درویش کوی کو بروئے کار لاتے ہوئے اس کی جانب ... اور مفاہمت کا ہاتھ بڑھایا ہے ورنہ اس کے دل میں ... کینہ و بغض بھرا تھا۔

ممکن ہے میرے سامنے آنے کے بعد گراہم ... خیال کے مطابق اپنے شکاری کتوں کو میری طرف لگا ... کو بھی اس کی اطلاع کسی طرح مل گئی اور پھر اس ... مخصوص تومیوں کے ذریعے مجھے نہایت مہذب انداز ... محفوظ مقام پر پہنچانے کی خاطر یہ سارا ڈراما اسٹیج کیا ہو۔

میں بڑی دیر تک آرام دہ صوفے پر بیٹھا حالات ... ملاتا رہا پھر تھک ہار کر پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند ... اگر وہ حرکت ندیم ہی کی تھی تو اس نے اچھا نہیں کیا ... کم از کم مجھے حالات سے باخبر کر دینا چاہیے تھا۔ مجھے ... صلاحیتوں پر پورا بھروسا تھا۔ وہ اپنے جسم کے ہر حصے ... تحتی آنکھ رکھتا تھا جو کسی دشمن کی بروقت نشان دہی کر ... اس کے وفادار ساتھی ہر لمحہ اور ہر پل اس کی خبرگیر ... تھے۔ اس کی خاطر وہ آنکھ بند کر کے موت کے اندھے کنویں ... بھی چھلانگ لگا سکتے تھے لیکن زندگی میں کوئی لمحہ اور کوئی ... بھی ضرور آتا ہے کہ انسان کی تمام حفاظتی تدابیر دھری ... رہ جاتی ہیں اور دشمن اپنا کام کر گزرتا ہے۔ حریف کو کم ... دانش مندی کے منافی ہے۔ دنیا میں ہزاروں مثالیں ایسی ... ہیں کہ ہزاروں حفاظتی دستے کی موجودگی کے باوجود ... چابکدستی سے اپنے مطلوبہ شخص کو لے اُڑے یا ... موت کے گھاٹ اتار دیا تھا کہ بڑے بڑے سراغرساں ... انگشت بدنداں رہ گئے تھے۔ اگر دشمن کسی چالاک تومڑی ... جیسا ہو تو وہ سیکڑوں تومیوں کے درمیان سوئے ہوئے ... کو منہ میں دبوچ کر اس طرح نکل جاتا ہے کہ کسی کو کانوں کان خبر ... نہیں ہو پاتی۔ جن لوگوں نے جم کاربٹ کی شکاریات کا ... مطالعہ کیا ہو گا وہ ایسے بے شمار واقعات سے بخوبی واقف ہوں ... گے۔ نسیم کے ساتھ بھی کوئی ایسا ہی ناقابلِ یقین حادثہ ...

تھا۔ میں تادیر ذہنی جمناسٹک کرتا رہا پھر گھپ اندھیروں میں کالکا کا تصور کسی طلسماتی روشنی کی طرح اُبھرا۔ وہ لامحدود اور پُراسرار شیطانی قوت کی مالک تھی۔ اس کے لیے دوریاں اور فاصلے کوئی حقیقت نہیں رکھتے تھے۔ متعدد موقعوں پر اس نے مجھے موت کے منہ سے نہ صرف دودھ کی مکھی کی طرح نکالا تھا بلکہ آئندہ پیش آنے والے خطرات سے بھی آگاہ کیا تھا۔ وہ میری ہی خاطر شنکر سے ٹکرانے کے بعد دیوی دیوتاؤں کے کشٹ کو بھوگ رہی تھی۔ اگر آزاد ہو چکی ہوتی تو حسب وعدہ میرے پاس ضرور آتی۔ پھر بھی ایک موہوم سی امید کے تحت میں نے اس کے پُراسرار وجود کو دل ہی دل میں پکارا۔ دوبارہ اس کی جانب سے کوئی جواب نہیں ملا لیکن تیسری آواز پر میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ کالکا کی مانوس آواز میرے کانوں میں گونج اٹھی۔ اس کا لہجہ مدھم تھا اور اس کی آواز کہیں بہت دور سے آتی محسوس ہو رہی تھی۔

"تمہاری کالکا رانی تمہاری آواز سن رہی ہے۔" اس کی آواز میں اداسی تھی۔

"کالکا۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "میں اس وقت بڑی شدت سے تمہاری ضرورت محسوس کر رہا ہوں۔"

"میں جانتی ہوں کہ تمہارے اوپر کیا بیت رہی ہے۔"

"اس کے باوجود تم خاموش تماشائی بنی سب کچھ دیکھ رہی ہو۔" میں نے شکوہ کیا۔

"ایسا وچار مت کرو شہباز۔ کالکا تمہاری کارن شنکر کی پلید شکتیوں سے بھی ٹکرا گئی تھی پھر یہ دھیان تمہارے من میں کس طرح آیا کہ تم کٹھنائیوں سے دوچار ہو اور تمہاری کالکا رانی دور بیٹھی تماشا دیکھتی رہے۔"

"پھر تم مجھ سے ابھی تک اتنی دور کیوں ہو۔" میں نے سوال کیا۔ "کیا ابھی تک تمہیں رہائی نہیں ملی۔"

"مجھے آزاد کر دیا گیا ہے لیکن ......" وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"لیکن کیا ......" میں نے تیزی سے پوچھا۔ "کیا تم میری مدد نہیں کر سکتیں؟"

"کاش میں تمہاری سہائتا کر سکتی۔" اس کے جواب میں مایوسی تھی۔

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔

"دیوی دیوتاؤں نے مجھے آزاد ضرور کر دیا ہے لیکن کیول اس شرط پر کہ میں دو برسوں تک کسی منش کی کوئی سہائتا نہیں کروں گی۔"

"اوہ ......" میں نے بجھی ہوئی آواز میں کہا پھر کچھ سوچ کر بولا۔ "کیا تم مجھے یہ بھی نہیں بتا سکتیں کہ مجھے کن لوگوں نے اور کس مقصد سے اغوا کیا ہے؟ وہ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"

"نہیں ...... میں مجبور ہوں شہباز۔" کالکا نے اس بار سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "میں دیوی دیوتاؤں کو دیئے ہوئے وچن کو نہیں توڑ سکتی اگر میں نے ایسا کیا تو ان کی مہان شکتی مجھے پھر پتھر کی بے جان مورتی کا رُوپ دے دے گی اور پھر کبھی میری بیاکل آتما اس مورتی میں نہیں داخل ہو سکے گی۔"

"اگر تم میری مدد نہیں کر سکتی تھیں تو پھر تمہیں میری پکار کا جواب دینے کی کیا ضرورت تھی؟" میں جھلا کر رہ گیا۔

"ایسا مت کہو شہباز ورنہ تمہاری کالکا رانی کا دل ٹوٹ جائے گا۔" کالکا کے لہجے میں التجا تھی۔

"چلی جاؤ کالکا۔" میں تلملا کر بولا۔ "میری دنیا سے اتنی دور نکل جاؤ کہ پھر کبھی تمہاری پرچھائیں کی ایک جھلک بھی مجھے نہ دکھائی دے۔"

"یہ ...... یہ تم کہہ رہے ہو شہباز؟ کیا تم بھول گئے کہ کالکا نے تمہاری کارن کیا کچھ بلیدان کیا ہے؟"

"یہ احسان جتانے کا وقت نہیں ہے۔ تم جانتی ہو کہ میں کن حالات سے دوچار ہوں۔"

"میں اوش تمہاری چنتا دیکھ رہی ہوں پرنتو اس میں میرا کیا دوش ہے؟" وہ بڑی معصومیت سے بولی۔ "کیا تم یہ چاہو گے کہ تمہاری کالکا پھر پتھر کی مورتی کا روپ دھار کر کہیں گند میں پھینک دی جائے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"نراش مت ہو۔" اس کی مدھر آواز پھر میرے کانوں میں گونجی۔ "دو برس تو پل جھپکتے میں بیت جائیں گے۔ اس کے بعد تمہاری کالکا کبھی تم سے جدا نہیں ہو گی۔ میں وچن دیتی ہوں کہ اس سمے میں تمہارے دشمنوں کو ایسا سراپ دوں گی کہ مرنے کے بعد ان کی آتما بھی کبھی سکھ کا ایک سانس نہیں لے سکے گی۔ وہ سدا اپنے کیے کی آگ میں جلتے رہیں گے۔"

"چلی جاؤ کالکا۔ اس وقت مجھے صرف سکون کی ضرورت ہے۔"

پھر میں نے کالکا کے تصور کو اپنے ذہن سے جھٹک کر نکال دیا۔ میرے ذہن میں تیز اور گرم آندھیوں کے جھکڑ چل رہے تھے۔ نسیم کا تصور اور خدانخواستہ اس کے اغوا ہو جانے کا خیال بھی میرے لیے سوہان روح سے کم نہیں تھا۔ میں نے اسے بہن کہا تھا۔ وہ میرے ارمانوں اور میری خوشیوں کا شیش محل تھی جسے میں مسمار اور چکنا چور ہوتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

نہ جانے کب تک میں اپنے خیالوں میں مستغرق رہا پھر کسی کے قدموں کی آہٹ سن کر میں نے آنکھیں کھولیں تو میرے وجود کے کسی گوشے میں بم کا شدید دھماکا ہوا۔ میری آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ میں ہڑبڑا کر اُٹھا مجھے ایک بار پھر ایسا ہی محسوس ہو رہا تھا جیسے میں جاگتے میں کوئی خواب دیکھ رہا

ہوں۔

وہ حسین اور خوبرو عورت جو اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ کسی ناگن کی طرح لہراتی بل کھاتی ڈرائنگ روم میں میرے سامنے کھڑی تھی گریشیا کے سوا کوئی اور نہیں تھی۔ وہی گریشیا جو گراہم کی عزیز ترین داشتہ تھی، جسے میں راجو کے ساتھ خود اپنی آنکھوں سے سی ویو کے ساحل پر مردہ حالت میں دیکھ چکا تھا۔ جس کی لاش کو میرے علاوہ اور بھی سیکڑوں آدمیوں نے دیکھا تھا۔ وہی گریشیا جس کی موت نے گراہم کو لیڈی مکلارنس کے بیان کے مطابق دیوانہ بنا دیا تھا۔ اسی گریشیا کی موت کا انتقام لینے کی خاطر گراہم نے ندیم کو دھوکے میں رکھ کر نسیم کے اغوا کا پروگرام بنایا تھا۔ وہی گریشیا اس وقت گوشت پوست میں اور زندہ حالت میں میرے سامنے کھڑی تھی مجھے بڑی نشیلی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک قاتلانہ مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔

اس کے جسم پر باریک آتشی رنگ کا نائٹ گاؤن موجود تھا جس کے اندر سے اس کے مرمریں جسم کے تمام نشیب و فراز کسی ایسے جوالا مکھی کی طرح نظر آ رہے تھے جس کے اندر ابلنے والا لاوا کسی لمحے بھی پھٹ پڑنے کو مچل رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں میرے لیے نفرت کے بجائے دعوت گناہ تھی۔ اس کا انداز بڑا دلفریب مگر فاتحانہ تھا۔ کچھ دیر تک میں پتھر کے تراشیدہ کسی بے جان مجسمے کے مانند ساکت و جامد کھڑا اس کے وجود کی سحر انگیزیوں کو حیرت بھری نظروں سے دیکھتا رہا پھر میرے ہونٹوں کو ایک لرزیدہ سی جنبش ہوئی۔

"تم..... ابھی زندہ ہو۔"

"زندہ نہ ہوتی تو اس وقت تمہارے سامنے کیسے کھڑی ہوتی؟" اس نے ایک خاص ادا سے اپنی ناگن جیسی زلفوں کو شانوں پر بکھیرتے ہوئے جواب دیا۔ اس کی آواز سن کر مجھے یوں لگا تھا جیسے کسی مندر کی تمام گھنٹیاں ایک ساتھ بج اٹھی ہوں۔ اس کے لباس اور جسم سے پھوٹنے والی خوشبو پورے ماحول پر ایک نشے کی سی کیفیت طاری کر رہی تھی۔

"پھر..... وہ کون تھی..... " میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"اوہ..... " وہ توبہ شکن انگڑائی لے کر بولی۔ "تم شاید ابھی تک اس گریشیا کو فراموش نہیں کر سکے جسے غالباً تمہارے ساتھی ہی نے بلو پائپ سے پھینکی ہوئی زہریلی سوئی کے ذریعے موت کی نیند سُلا دیا تھا۔"

"کیا..... کیا وہ تم نہیں تھیں؟" میں نے ایک احمقانہ سوال کیا۔ اس کے حسن کی رعنائیوں نے شاید مجھے متاثر کر دیا تھا۔

"نہیں۔" اس کی مترنم آواز میں ساغروں کے ٹکرانے کی آواز ابھری پھر وہ میرے سامنے ایک خالی صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ "تم گراہم سے شاید پوری طرح واقف نہیں ہو۔ بڑا ہی عیاش اور ندیدہ عاشق واقع ہوا ہے۔ میرے علاوہ اس نے اور بھی بے شمار خوبرو عورتوں کو پال رکھا ہے لیکن مجھے دوسروں سے زیادہ عزیز رکھتا ہے۔ اسے میرے وجود، میرے جسم اور روح سے اتنا پیار ہے کہ وہ میری خاطر اپنی جان کا نذرانہ بھی پیش کرنے سے دریغ نہیں کرے گا۔ کسی دشمن کی بُو سونگھتے ہی مجھے اس خوبصورت رہائش گاہ تک محدود رہنے کا حکم جاری کر دیتا ہے۔ کوئی اس کا حکم ماننے سے انکار نہیں کر سکتا۔ میں بھی نہیں۔ اس کے واقف کار اسے آکٹوپس کے نام سے یاد کرتے ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ وہ کسی آکٹوپس سے زیادہ خطرناک واقع ہوا ہے۔ اسے اپنے دشمنوں کو موت کے گھاٹ اُتار کر ایک خاص لذّت کا احساس ہوتا ہے۔ وہ اپنے اندر درندوں جیسی خو رکھتا ہے۔ کسی کی خون میں لت پت تڑپتی لاش کو دیکھ کر اس پر نشے کی سی کیفیت طاری ہونے لگتی ہے۔ اس کے برعکس وہ کسی روٹھی ہوئی محبوبہ کی خاطر کتوں کی طرح اس کے تلوے چاٹنے پر بھی آمادہ ہو جاتا ہے۔" وہ ایک لمحے کو رکی پھر میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔ "نارمن، ہاورڈ اور اپنے دوسرے ساتھیوں کی موت نے اسے چوکنا کر دیا تھا۔ اس نے سمجھ لیا تھا کہ اسے تمہارے دوست پر قاتل ہونے کا یقین آچکا ہے۔ اس کے بعد ہی اس نے اپنے ساتھیوں کی موت کا انتقام لینے کی خاطر ایک خطرناک منصوبہ بنایا تھا لیکن اس منصوبے کو آخری شکل دینے سے پیشتر اس نے میری ایک ڈپلی کیٹ کو سی ویو کے ساحل پر آزاد گھومنے پھرنے پر مامور کر دیا تھا۔ وہ تمہارے دوست سے انتقام لینے سے پیشتر اپنے شبہے کی تصدیق کرنا چاہتا تھا۔"

"کیسا شبہ؟" میں نے خود کو صوفے پر گراتے ہوئے دریافت کیا۔

"گراہم جب نکی اسٹارز میں اپنے آفس کے اندر تم دونوں سے ملا تھا اس نے اسی وقت اپنے ساتھیوں کے انتقام کی خاطر تمہارا انتخاب کیا تھا مگر اسے شبہ تھا کہ تمہارے دوست نے اس کی آنکھوں کی مخصوص چمک سے اس کے ارادے کو بھانپ لیا تھا۔ اس کے بعد جب تم بلرام کے میک اپ میں سی ویو میں قیام کرنے گئے تو اس نے میری ڈپلی کیٹ کو بطور چارا تمہارے سامنے ڈال دیا جسے ہڑپ کرنے میں تمہارے ساتھی اور تمہارے دوست نے بڑی جلد بازی کا مظاہرہ کیا تھا۔ میری فرضی موت کے بعد ہی اس نے تمہارے دوست کی بیوی کو اغوا کرنے کا پروگرام مرتب کیا ہے۔ اسے قوی امید ہے کہ اس اغوا میں کامیاب ہونے کے بعد وہ تمہارے دوست سے اپنی ہر بات منوانے کی پوزیشن میں ہو گا۔"

"میرا خیال ہے کہ گراہم اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہ ہو گا۔"

"نہ سہی۔" وہ بے پروائی سے بولی۔ "مجھے ان باتوں سے کوئی غرض نہیں۔"

پھر اس سے پہلے کہ میں کوئی جواب دیتا ایک خوبصورت لڑکی شراب اور اس کے بیشتر لوازمات کی بیش قیمت ٹرالی لیے اندر داخل ہوئی اور اسے گریشیا کے سامنے پیش کر کے نظریں جھکائے اُلٹے قدموں خاموشی سے واپس چلی گئی۔

"تم کیا لینا پسند کرو گے؟" لڑکی کے جانے کے بعد اس نے بڑی لگاوٹ سے دریافت کیا۔

"سوری..... میں شراب نہیں پیتا۔" میں نے رُکھائی سے جواب دیا۔

"بُرا کرتے ہو۔" اس نے اپنے لیے ایک گلاس تیار کرتے ہوئے مجھے بڑی مخمور نظروں سے دیکھا۔ "شراب اور شباب کا تو چولی دامن کا ساتھ ہے۔ حجاب کے پردوں کو درمیان سے ہٹانے کی خاطر اس کا استعمال ہمیشہ بڑا معاون ثابت ہوتا ہے۔"

"مجھے یہاں کس مقصد کے لیے لایا گیا ہے؟"

"کیا میری موجودگی کے باوجود اس سوال کے جواب کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔" اس نے بہکی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر ایک ہی گھونٹ میں جام کو حلق میں انڈیلتی چلی گئی۔

"کیا گراہم کو اس بات کا علم ہے کہ میں اس وقت تنہائی میں تمہارے ساتھ موجود ہوں۔"

"میرا خیال ہے کہ نہیں۔" وہ بے پروائی سے بولی۔

"اگر اسے علم ہو گیا تو؟"

"علم ہو جانے کی صورت میں ممکن ہے کہ اس کے بلڈ ہاؤنڈ نما انسانی درندے تمہاری بوٹیاں نوچ کھسوٹ کر ڈالیں۔" وہ ایک خاص ادا سے مسکرائی پھر پہلو بدل کر بولی۔ "یہ بھی ممکن ہے کہ وہ تمہیں محض اس لیے معاف کر دے کہ تم کو میں نے پسند کیا ہے۔ جو لوگ تمہیں یہاں تک لائے ہیں وہ بھی گراہم کے مخصوص ملازم ہیں۔"

"تم..... " میں نے آتشی لباس سے اس کے جھلکتے جسم کو حقارت سے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "تم نے مجھے یہاں کیوں بلایا ہے؟"

جواب میں اس نے مجھے کچھ ایسی تعجب انگیز نظروں سے گھورا جیسے اسے میرے انسان ہونے پر شبہ ہو رہا ہو پھر وہ اپنے تراشیدہ ہونٹوں پر ایک قاتلانہ تبسم بکھیرتے ہوئے بولی۔

"کیا تمہاری شادی ہو چکی ہے؟"

"نہیں۔"

"آئی سی۔" اس کی نگاہیں مسرت کے احساس سے چمک اٹھیں۔ "جبھی تم اس قدر اناڑی نظر آ رہے ہو۔"

"تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔" میں نے اسے [illegible] نظروں سے گھورتے ہوئے اپنا سوال دُہرایا۔ "مجھے یہاں کس [illegible] سے لایا گیا ہے؟"

"مقصد۔" اس نے بہکی ہوئی آواز میں کہا۔ "وہ بھی معلوم ہو جائے گا۔ اتنی جلدی بھی کیا ہے۔ ابھی دو چار روز تک تو تم میرے مہمان رہو گے اس کے بعد میرے آدمی نہایت عزت و احترام سے تمہیں واپس چھوڑ آئیں گے۔ یہ اور بات ہے کہ مجھے اتنی جلدی تم سے دور ہو جانے کا افسوس ضرور ہو گا لیکن میں مجبور ہوں۔" وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ "گراہم اپنے بیشتر ویک اینڈ اسی چھت کے نیچے گزارتا ہے اور اس روز وہ کسی اور کی موجودگی کو اس عمارت کی حدود میں بھی برداشت کرنے کا عادی نہیں ہے۔ وہ جتنی دیر یہاں رہتا ہے میرے باڈی گارڈ بھی عمارت سے دور دور رہ کر ہماری نگرانی کرتے ہیں۔"

"اوہ..... گویا وہ بھی تمہاری طرح خاصا بے باک اور بے غیرت واقع ہوا ہے۔" میں نے نفرت کا اظہار کیا۔

"تم جسے بے غیرتی کا نام دے رہے ہو وہ ہماری تہذیب کا ایک حصہ ہے۔" وہ بڑے پیار سے بولی۔ "صرف ایک دوسرے کے لیے مخصوص ہو جانا زندگی کی مسرتوں کو بھی محدود کر دیتا ہے۔ ہمارے یہاں شادی شدہ جوڑے بھی ڈیٹنگ کو معیوب نہیں سمجھتے۔ وہ کھلے دل سے ایک دوسرے کے مہمان کو خوش آمدید کہنے کے عادی ہوتے ہیں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کی طرف سے نگاہیں پھیر کر اپنا نچلا ہونٹ چبانے لگا۔

"کیا تم نے گراہم کو قریب سے نہیں دیکھا؟" اس کی سپاٹ آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "کیا دنیا کی کوئی عورت اس کے بھدے، بھاری بھرکم اور مردانہ کشش سے عاری وجود کو اپنی خوشی سے برداشت کر سکتی ہے؟"

"اس کا تجربہ تمہیں اور تمہاری جیسی عورتوں کو زیادہ بہتر طور پر ہو گا جنہیں گراہم نے اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے پال رکھا ہے۔"

"تم..... " وہ یکلخت غصے میں بل کھاتی کھڑی ہو گئی۔ میرے جواب نے جیسے پٹرول پر دہکتی آگ کا اثر دکھایا تھا۔ اس کے لہجے کی تمام لگاوٹ اور مستی کرب میں تبدیل ہو گئی۔ ہاتھ میں بھرے ہوئے جام کو پوری قوت سے زمین پر مارتے ہوئے جھلّا کر بولی۔ "انسان کی کچھ اپنی مجبوریاں بھی ہوتی ہیں جو اسے اپنے ہاتھوں سے اپنا گلا گھونٹنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔ انسان اگر دو چار وقت کے فاقے سے ہو تو وہ ڈسٹ بن میں پھینکے گئے سڑے گلے پھل اور کھانے کو بھی قبول کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ گراہم کا منحوس وجود پھر بھی ڈسٹ بن میں پڑے ہوئے باسی اور جھوٹے کھانوں سے بہتر ہے۔"

اس کے چہرے پر ابھرنے والی غصے اور نفرت کی تپش نے اس کے حسین وجود کو کچھ اور اجاگر کر دیا تھا۔

"تم غصے کی حالت میں پہلے سے زیادہ حسین لگ رہی ہو۔"

میں نے اسے جلانے کی خاطر زہرخند سے کہا تو وہ آپے سے باہر ہو گئی۔

"گریشیا سے نفرت تمہیں بہت مہنگی پڑے گی۔" اس کی نگاہوں سے شعلے اُبلنے لگے۔ "آج تک میرے کسی پالتو کتے نے بھی نے کبھی میرے اشارے پر دم ہلانے سے انکار نہیں کیا۔ تمہاری کیا حیثیت ہے۔"

"جب تم نے کتے پال رکھے ہیں تو پھر تمہیں انسانوں کی کیا ضرورت ہے۔" میں نے اس کے شعلوں کو ہوا دینے کی خاطر کہا۔ "کیا آکٹوپس جیسے آدم خور کی موجودگی میں بھی کسی اور کے بارے میں سوچنے کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔"

"تم ..... تم گریشیا کی توہین کر رہے ہو۔" وہ چیخ اُٹھی۔ "میرے ایک اشارے پر میرے گارڈز تمہیں بھون کر رکھ دیں گے۔"

"تم اس کے سوا اور کچھ کر بھی نہیں سکتیں۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "موت برحق ہے۔ جس صورت میں رقم کر دی گئی ہے اسے دنیا کی تمام قوتیں مل کر بھی ٹس سے مس نہیں کر سکتیں۔"

"نان سنس۔" وہ پوری شدت سے گرجی۔ "تم شاید اپنی زندگی سے عاجز آچکے ہو۔"

پھر شاید وہ تالی بجا کر اپنے گارڈز کو بلانے کے بارے میں غور کر رہی تھی کہ پوری عمارت جیسے گولوں کی تڑتڑاہٹ کی لپیٹ میں آگئی۔ شاید دو مخالف گروہ ایک دوسرے سے ٹکرا گئے تھے۔ میں ابھی اس حسین بساط کے پٹنے کے بارے میں غور ہی کر رہا تھا کہ اچانک عقبی جانب کی کسی کھڑکی کا شیشہ پُرشور چھناکے کے ساتھ ٹوٹا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے گریشیا کو باہر کی جانب برق رفتاری سے لپکتے دیکھا پھر اس سے پیشتر کہ میں حالات کی نوعیت کو سمجھ پاتا کسی نے پشت سے ایک بھیگا ہوا رومال میری ناک پر جما دیا۔ ایک ناگوار سی بُو کے احساس کے ساتھ ہی مجھے اپنا ذہن گھپ تاریکی میں ڈوبتا محسوس ہوا پھر کسی نے ایک ہی جھٹکے سے اٹھا کر اپنے کاندھے پر لاد دیا تھا۔ میرے بے ہوشی سے ہمکنار ہوتے ہوئے ذہن میں گولوں کی ریٹ ریٹ کی آواز آخری وقت تک گونجتی رہی۔

*

دوبارہ ہوش آنے پر میں نے خود کو نرم و گرم بستر پر پایا۔ لیڈی مکارنس میرے قریب ہی ایک آرام کرسی پر موجود تھی۔ شاید میں اس وقت اس کی خواب گاہ میں تھا۔ لیڈی مکارنس کی پشت کے قریب دروازے سے لگا ایک باڈی گارڈ موجود تھا جس نے بڑی بے جگری سے ایک جدید طرز کی آٹومیٹک رائفل اپنے کندھے سے لٹکا رکھی تھی۔

مجھے یہ سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی کہ گریشیا کی حسین قید سے چھٹکارا دلانے کی خاطر لیڈی مکارنس کے گرگے اور بہرے گارڈز میرے کام آئے ہوں گے۔ میرا ذہن رفتہ رفتہ بیدار ہو رہا تھا۔ مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ لیڈی مکارنس کو میرے اغوا کی خبر کس طرح مل گئی اور ندیم کے وہ جاںنثار کہاں ہوئے جنہیں یقیناً میری نگرانی پر مامور کیا گیا ہو گا۔ کیا وہ اس بھی ہنگامے میں کام آچکے تھے یا کسی مصلحت کی بنا پر انہوں نے اپنا آپریشن ملتوی کر دیا تھا۔ لیڈی مکارنس نے مجھے ہوش میں آتا دیکھا تو کسی شفیق بزرگ کی طرح کرسی گھسیٹ کر میرے بستر کے قریب آگئی۔ بڑے پیار سے میری پیشانی پر اپنے کھردرے ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی۔

"مجھے افسوس ہے کہ میرے آدمیوں کو تمہیں مجبوراً وقتی طور پر بے ہوشی سے ہمکنار کرنا پڑا لیکن اگر ایسا کیا گیا ہوتا تو شاید تم بوکھلاہٹ میں کسی سنسناتی ہوئی گولی کا نشانہ بھی بن چکے ہوتے۔ بہرحال اب تم کیسا محسوس کر رہے ہو۔"

"ذہن پر ہلکی ہلکی غنودگی کے اثرات ابھی تک باقی ہیں۔"

"پریشان مت ہو۔ یہ کلوروفارم کا اثر ہے جو بہت جلد زائل ہو جائے گا۔"

"لیڈی مکارنس۔ میں آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھول سکتا۔" میں نے اس بے ہنگم عورت کو متشکرانہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم بھول رہے ہو کہ میں نے تمہیں اپنا دوست کہا تھا اور دوستوں کا حساب ہمیشہ دل میں ہوتا ہے۔" اس کے لہجے میں خلوص تھا۔

"آپ کو اس بات کا علم کس طرح ہو گیا کہ مجھے گریشیا کے لوگوں نے اغوا کیا ہے۔" میں نے پر تجسس انداز میں پوچھا۔

"تمہیں یاد ہو گا کہ جب پہلی بار تم یہاں آئے تھے اور میں تمہاری میزبانی کے فرائض انجام دے رہی تھی اس وقت میرے ایک ملازم نے آکر مجھ سے کچھ کہا تھا جس کے بعد میں تم سے معذرت کر کے چلی گئی تھی۔ جانتے ہو اس نے مجھے کیا اطلاع دی تھی؟"

"نہیں۔"

"اس نے مجھے اس حقیقت سے آگاہ کیا تھا کہ جس گریشیا کو تمہارے ساتھی نے ختم کیا تھا وہ اصلی نہیں تھی۔ میں اس بات کی تصدیق کے لیے چلی گئی تھی اور پھر مجھے اس بات کا علم ہو گیا کہ گراہم نے تم لوگوں کے ساتھ ایک آزمائشی کھیل کھیلا تھا۔" وہ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بولی۔ "دراصل وہ بلرام اور رام اوتار کی اصلیت جاننا چاہتا تھا جس میں اسے ناکامی نہیں ہوئی۔"

"آئی ۔ سی۔" میں نے حیرت کا اظہار کیا پھر کچھ توقف کے بعد بولا۔ "مگر ایک بات ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"وہ کیا؟"

"کیا گراہم کو اس بات کا علم نہیں ہو سکا کہ اس کی عزیز ترین داشتہ نے مجھے کس مقصد کے تحت اپنے آدمیوں سے اغوا کرایا تھا۔"

"جو لوگ ضرورت سے زیادہ عیاش ہوتے ہیں ان کے خون میں بے غیرتی بھی شامل ہوتی ہے۔" لیڈی مکارنس نے برا سامنہ بنا کر بڑی حقارت سے جواب دیا۔ "گراہم چونکہ اس کے ناقابل برداشت اور ناپسندیدہ وجود کی حقیقت سے آشنا ہے اس لیے وہ بھی مجبوراً" بے غیرتی کا سہارا لے کر اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ رہا گریشیا کا مسئلہ تو تم اسے آدم خور شیرنی بھی کہہ سکتے ہو۔ وہ اخلاق سے گری ہوئی عورت شب بسری کی خاطر ہر روز ایک نیا شکار کرتی ہے۔ گراہم سب کچھ جانتے ہوئے بھی خاموش رہتا ہے۔ شاید اس لیے کہ وہ اس بات سے بھی بخوبی واقف ہے کہ گریشیا کے خلوت کدے میں داد و عیش حاصل کرنے والوں میں بے شمار ایسے اثر و رسوخ رکھنے والے ذی حیثیت افراد اور کالے دھندے میں ملوث دہشت بدمعاش بھی شامل ہیں جو گراہم کی کسی مداخلت پر اس کے ناپاک وجود کو اپنے راستے سے ہٹانے کی طاقت بھی رکھتے ہیں۔ وہ لوگ آکٹوپس سے زیادہ درندہ صفت واقع ہوئے ہیں۔"

لیڈی مکارنس بڑے نفرت انگیز انداز میں گریشیا کے بارے میں اپنی معلومات سے آگاہ کرتی رہی پھر یکلخت سنجیدگی سے بولی۔ "تم نے بہرحال اپنے دوست کی ہدایت پر عمل نہ کر کے حماقت ہی کا ثبوت دیا تھا۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"ہر چند کہ گراہم کے شکاری کتے بلرام کی شخصیت میں تمہاری بُو سونگھ چکے تھے لیکن اس کے باوجود تمہیں اسی میک اپ میں رہنا چاہیے تھا۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا۔"

"فرق پڑ چکا ہے میرے عزیز۔" اس نے خلا میں گھورتے ہوئے کہا۔ "گراہم تمہیں اور تمہارے دوست کو اپنے راستے سے ہٹانا چاہتا ہے۔ وہ اس پارٹنرشپ کے معاہدے کو ختم کرنا چاہتا ہے جو تمہارے دوست اور اس کے درمیان ہوا تھا۔ اس کے گروہ کے افراد نے اسے اس حقیقت سے ضرور باخبر کیا ہو گا کہ گریشیا نے تمہیں اغوا کرایا تھا۔ ذرا سوچو۔ کیا اب بھی وہ تمہارے وجود کو آسانی سے برداشت کر لے گا۔ نہیں یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اپنے گروہ کے خاص آدمیوں کو تمہاری ہلاکت کے احکام جاری کر چکا ہو۔"

"کیا وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا؟"

"نہیں۔" لیڈی مکارنس نے کچھ غور کرتے ہوئے بڑے وثوق سے کہا۔ "اس لیے کہ تمہیں میری حمایت حاصل ہے اور ابھی اس سرزمین پر کسی ایسے شخص نے جنم نہیں لیا جو مجھ سے ٹکرانے کی جرأت کر سکے۔"

"ندیم اور نسیم کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟" میں نے موقعے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے پوچھا۔ "کیا وہ بھی آکٹوپس کے غلیظ چنگل سے محفوظ رہ سکیں گے۔"

"وقت کا انتظار کرو۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔ "کل کیا ہو گا اس کا علم میرے علاوہ کسی اور کو نہیں۔ گراہم نے جس شیطانی قوت کا سہارا لیا ہے اب وہ بھی میری مٹھی میں ہے۔"

"کیا آپ مجھے اس کا نام بتانا پسند کریں گی۔" میں نے بے چینی سے پوچھا۔ شیطانی قوتوں کے حوالے سے میرے ذہن میں وہ تمام نام اُبھر آئے جن سے میرا واسطہ پڑ چکا تھا۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ وہ کون ہے؟ شنکر کو چتا کی آگ میں جلتے رُوپ نگر کے ہزاروں باسیوں نے دیکھا تھا ..... کالکا نے اگر مجھ سے جھوٹ نہیں بولا تھا تو اسے دو سال کے لیے کسی کے بھی کام آنے سے منع کر دیا گیا تھا۔ یوں بھی مجھے یقین تھا کہ وہ میرے مقابلے میں گراہم کا ساتھ کبھی نہیں دے سکتی۔ پنڈت بنسی دھر ہی ایک واحد شخص تھا جس کے بارے میں کالکا نے بھی کچھ بتانے سے گریز کیا تھا لیکن میں نے اسے خود اپنی آنکھوں سے سفید ریش بزرگ کا عتاب نازل ہونے کے بعد ربر کی کسی گیند کے مانند اُچھل کر سنگلاخ چٹانوں سے ٹکراتے دیکھا تھا پھر چاروں سمت دھوئیں کے گہرے بادل نمودار ہو جانے کی وجہ سے میں اس کا انجام نہیں دیکھ سکا تھا۔

"میں کسی دن تمہیں اپنی لائبریری کی سیر بھی کراؤں گی۔" وہ بڑے فخر سے بولی۔ "ایسی لائبریری جس کی مثال پوری دنیا میں کہیں اور نہیں ہو گی۔ میں نے جو نوادرات جمع کیے ہیں وہ عجیب و غریب ہونے کے ساتھ ساتھ ناقابلِ یقین بھی ہیں لیکن تم جب خود اپنی جیتی جاگتی آنکھوں سے میری لائبریری کی طلسماتی دنیا کا نظارہ کرو گے تو تمہیں میری باتوں کا یقین آجائے گا۔ وہ ایک ایسی لائبریری ہے میرے عزیز' جس کے بارے میں انسانی ذہن سوچ بھی نہیں سکتا۔ وہاں تمہیں ایسی بے شمار چیزیں نظر آئیں گے جن کے بارے میں تم مستند کتابوں میں بہت کچھ پڑھ چکے ہو اور اچھی خاصی معلومات بھی رکھتے ہو گے۔"

لیڈی مکارنس کے چہرے پر اس وقت ساحرانہ پرچھائیں لرز رہی تھی۔ اس کی چھوٹی چھوٹی چمک دار آنکھوں میں مجھے رنگ برنگے گول دائرے سے اُبھرتے نظر آرہے تھے جو بڑی تیزی سے گردش کر رہے تھے۔ ایک لمحے کے لیے مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نامعلوم سیارے کی پراسرار مخلوق ہو جو غلطی سے بھٹک کر زمین پر آگئی تھی لیکن پھر بتدریج وہ اپنی اصلی حالت میں واپس آگئی۔

"آپ نے میری ذات پر جو اعتماد کیا ہے میں اس کے لیے

شکر گزار ہوں۔"

"مجھے تمہارے اوپر نہیں خود اپنی ذات پر اعتماد ہے۔" وہ ٹھوس آواز میں بولی۔ "جو میں چاہتی ہوں وہ ہو جاتا ہے اور جس بات کے لیے میری نگاہوں کے زاویے بدل جائیں اس کا ہو جانا ممکن نہیں ہو سکتا۔"

"اپنی ذات پر بھروسا اور یقین ہونے کے باوجود کیا آپ مجھے اس شیطانی قوت کے نام سے آگاہ نہیں کریں گی جو گراہم کی پشت پناہی کر رہی ہے۔"

"تمہیں شاید یاد ہے کہ نسیم نے تمہارے خواب میں آنے کے بعد ہڈیوں کے کسی ایسے پنجر کا ذکر کیا تھا جس کی آنکھوں کی خلا سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ اس کی آواز میں بادلوں کی گھن گرج شامل تھی۔"

"اوہ....." میں حیرت سے اُچھل پڑا۔ "آپ کو اس خواب کی باتیں کس طرح معلوم ہو گئیں؟"

"اتنی جلدی بہت کچھ جاننے کی کوشش نہ کرو۔" وہ معنی خیز انداز میں بولی۔ "ویسے تمہاری اطلاع کے لیے میں اتنا ضرور بتا سکتی ہوں کہ وہ استخوانی پنجراب بھی اپنی اصل شکل میں میری قید میں ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ لیڈی مکارنس خواب کی دنیا کی باتیں کر رہی تھی۔ اس کے اشارے میری سمجھ سے بالاتر تھے۔ میں اسے وضاحت طلب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی پُراسرار شخصیت کے بارے میں' میں نے مقامی لوگوں کی زبانی جو کچھ سن رکھا تھا وہ کم تھا۔

"صرف ایک معما ہے جسے ابھی تک میں حل نہیں کر سکی لیکن تمہارے چہرے کے تاثرات بتا رہے ہیں کہ تم کن سوچوں میں گم ہو۔" اس نے سپاٹ آواز میں جواب دیا پھر سرسراتے لہجے میں بولی۔ "کیا تم اس شیطانی قوت کو دیکھنا پسند کرو گے؟"

"میں اسے اپنی خوش بختی تصور کروں گا۔" میں نے تیزی سے جواب دیا۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں۔

"میں تمہاری خواہش کو پورا کر سکتی ہوں لیکن ایک شرط پر۔" وہ بے حد سنجیدہ تھی۔

"وہ کیا؟"

"جو کچھ تم یہاں دیکھو گے اسے یہیں بھول جاؤ گے۔ اس کا تذکرہ کسی اور سے نہیں کرو گے ورنہ ہو سکتا ہے کہ مجھے مجبوراً تمہارے ساتھ بھی وہی برتاؤ کرنا پڑے جو میں نے اپنی لازوال قوت کے ذریعے اس کے ساتھ کیا ہے جس نے گراہم کی خاطر مجھ سے ٹکرانے کا خواب دیکھا تھا لیکن اب اس کا وجود اور اس کی روح دونوں میرے قبضے میں ہیں اور وہ میرا غلام ہے۔ اسے اب میرے اشاروں پر چلنا ہو گا۔"

"آپ مجھ پر اعتماد کریں۔ میں وعدہ خلافی نہیں کروں گا۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "یوں بھی آپ میری محسنہ ہیں۔"

"ایک بار پھر سوچ لو۔ زبان کھولنے کی صورت میں تمہیں بھی میری دشمنی مول لینی ہو گی۔" اس کا لہجہ بے حد سرد تھا۔

"مجھے منظور ہے۔"

جواب میں لیڈی مکارنس نے مجھے غور سے دیکھا پھر اس نے اپنے گارڈ کو اشارے کی زبان سے باہر جانے کو کہا اور اُٹھ کر خواب گاہ کی تمام کھڑکیاں اور دروازے بند کر کے ان کے پردے کھینچ دیے۔ کمرے میں اب نیم تاریکی کا راج تھا۔ اپنا کام مکمل کرنے کے بعد وہ دوبارہ صوفے پر بیٹھ گئی۔ اب اس کے چہرے پر بالکل ویسی ہی علامتیں نظر آ رہی تھیں جیسی عام طور پر کسی فلم میں جادوگرنی کا رول ادا کرنے والی کے چہرے پر موجود ہوتی ہیں۔

"میرے عزیز۔" اس کی سرسراتی ہوئی آواز خواب گاہ میں اُبھری۔ "اب تم اپنی نگاہیں سامنے کی سمت جما دو اور جب تک میں تمہیں کوئی دوسری ہدایت نہ دوں تمہاری توجہ کسی اور جانب مبذول نہیں ہونی چاہیے۔ البتہ اس دوران تم میری ہدایت پر عمل کرتے رہو گے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا پھر اپنی نظریں سامنے اس پختہ دیوار پر مرکوز کر دیں جس پر سوائے ایک خوبصورت لینڈ اسکیپ کے فریم کے کوئی اور شے موجود نہیں تھی۔

خواب گاہ میں اب موت کی سی پُراسرار خاموشی طاری تھی۔ میرے دل کی دھڑکنیں بتدریج تیز ہو رہی تھیں۔ ایک ہی سمت نظریں جمائے جمائے میری نگاہوں کے سامنے تاریکی کا غبار کچھ اور گہرا ہوتا جا رہا تھا۔ لیڈی مکارنس نے مجھ سے اس شیطانی قوت کو دکھانے کا دعویٰ کیا تھا جس نے نسیم کے روپ میں آ کر مجھے ندیم اور گراہم کے معاملات سے دور رہنے کی تاکید کی تھی۔ اس نے مجھے یہ بھی باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ وہی شیطانی قوت گراہم کی پشت پناہی کر رہی تھی لیکن اب اس کا جسم اور روح لیڈی مکارنس کے قبضے میں تھی۔

میرے لیے ان تمام باتوں پر یقین کر لینا دشوار تھا۔ میری نظریں ابھی دیوار پر ہی مرکوز تھیں کہ اچانک میں نے دیوار سے گزر کر ایک انسانی کھوپڑی کو خواب گاہ میں داخل ہوتے دیکھا جو مجھ سے کچھ فاصلے پر آ کر فضا میں معلق ہو گئی۔ اس کا منہ دوسری جانب تھا۔ سر کے علاوہ جسم کا کوئی دوسرا حصہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں ان خون کے قطروں کو بھی دیکھ رہا تھا جو اس کی کٹی ہوئی گردن سے قطرہ قطرہ ٹپک رہے تھے۔ مجھے ایسا لگا جیسے میں کسی سینما ہال میں بیٹھا کوئی ہارر موی (Horror Movie) دیکھ رہا ہوں۔ کچھ دیر کمرے میں گہرا سکوت طاری رہا پھر لیڈی

مکارنس کی سپاٹ اور سرد آواز خاموشی کا سینہ چیرتی ہوئی اُبھری۔

"میں لیڈی مکارنس تجھے حکم دیتی ہوں کہ اب تو اپنی منحوس صورت کو ہماری جانب پھیر لے۔"

اس آواز کے ساتھ ہی میں نے فضا میں معلق کھوپڑی کو آہستہ آہستہ اپنا رُخ تبدیل کرتے دیکھا پھر جب اس کی شکل میری نگاہوں کے سامنے آئی تو میرا دل اُچھل کر حلق میں آ گیا۔ وہ پنڈت بنسی دھر کے سوا کسی اور کا چہرہ نہیں تھا لیکن وہ ہڈیوں کا پنجر نہیں لگ رہا تھا بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے ابھی ابھی کسی نے اس کا سر تن سے جُدا کر کے فضا میں معلق کر دیا ہو۔

پھر آہستہ آہستہ اس کے چہرے پر روشنی نمایاں ہونے لگی اب میں اسے بخوبی دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر زندگی کی کوئی علامت نہیں تھی۔ ہونٹ ایک دوسرے سے چپکے ہوئے تھے اور پُتلیاں آنکھوں کے حلقوں میں بالکل بے جان اور ساکت نظر آ رہی تھیں لیکن خون کے قطرے بدستور ٹپک رہے تھے۔

"میرے عزیز....." اس بار لیڈی مکارنس نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے سوال کیا۔ "کیا تم یہ چہرہ پہچانتے ہو؟"

"ہاں۔" میں نے کسی معمول کی طرح جواب دیا۔ "یہ ناپاک چہرہ میرے دشمن پنڈت بنسی دھر کا ہے جو کبھی میری موت کا خواہاں تھا۔" میری نگاہیں بدستور فضا میں معلق چہرے پر مرکوز تھیں۔ میں نے اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال تھا کہ یہ مر چکا ہے میں نے اسے خود اپنی نظروں سے سنگلاخ چٹانوں سے ٹکراتے دیکھا تھا۔"

"اس کے بعد ہر طرف دھوئیں کا غبار پھیل گیا تھا کیوں؟"

"ہاں؟"

"وہ دھواں اس کی شیطانی قوتوں نے پھیلایا تھا تاکہ یہ تمہاری نظروں سے چھپ کر فرار ہو سکے اور تم اسے مُردہ سمجھ کر فراموش کر دو۔"

"لیکن اس کا جسم کیا ہوا؟" میں نے دھڑکتے دل سے سوال کیا۔

"وہ میرے لیے بے معنی تھا اس لیے میں نے اسے ضائع کر دیا۔"

"اور یہ خون کے قطرے جو اس کی کٹی ہوئی گردن سے ٹپک رہے ہیں۔" میں نے پُرتجسس لہجے میں دریافت کیا۔

"یہ لیڈی مکارنس کا عذاب ہے اور یہ سزا یہ اس وقت تک جھیلتا رہے گا جب تک میں اس کی خود سر کھوپڑی کو باقاعدہ محفوظ نہیں کر لیتی۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"فی الحال اتنا سمجھ لو کہ یہ خون کے قطرے میرے قیمتی قالین کو داغدار کرنے کی طاقت نہیں رکھتے' یہ میرے حکم سے ٹپکتے ہیں اور فضا ہی میں تحلیل ہو جاتے ہیں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ لیڈی مکارنس کی باتیں میرے ذہن کو گنگ کر رہی تھیں' میں تصویرِ حیرت بن کر پنڈت بنسی دھر کے منحوس اور بے جان چہرے اور منجمد نقوش کو دیکھتا رہا۔

"میرے عزیز۔" لیڈی مکارنس کی آواز دوبارہ میرے کانوں میں گونجی۔ "کیا تم اپنے اس دشمن سے کوئی گفتگو کرنا پسند کرو گے۔"

"کیا......" مجھے اپنی قوتِ سماعت پر دھوکا ہونے لگا' میں نے وضاحت چاہی۔ "کیا میں اس بے جان چہرے سے گفتگو کر سکتا ہوں؟...... کیا یہ ممکن ہے......؟"

"تم لیڈی مکارنس سے مخاطب ہو۔" اس کی آواز میں یقین کی کیفیت پائی جاتی تھی۔ "تم اس منحوس پر نظریں جمائے رہو' میں اسے تمہارے ساتھ سوال جواب کرنے پر مجبور کرتی ہوں۔"

اس کے بعد میں نے روشنی کی کچھ شعاعوں کو فضا میں نمودار ہو کر فضا میں معلق چہرے کی جانب لپکتے دیکھا اس کے بعد میرے ذہن کو دوسرا شدید جھٹکا لگا شاید اس وقت میں دنیا کے آٹھویں عجوبے سے دوچار تھا۔ میری نظریں جھپکے بغیر پنڈت بنسی دھر کے چہرے پر مرکوز تھیں جس کے اندر زندگی کی حرکت بتدریج بیدار ہو رہی تھی' میں پھٹی پھٹی نظروں سے ان پُتلیوں کو حلقوں میں حرکت کرتے دیکھ رہا تھا جو کچھ دیر پہلے بے جان اور منجمد نظر آ رہی تھیں ان آنکھوں میں بے بسی کے بھرپور تاثرات صاف طور پر نمایاں نظر آ رہے تھے۔

"پنڈت بنسی دھر۔" لیڈی مکارنس کی آواز دوبارہ پُراسرار ماحول کے ناقابلِ یقین طلسم کا سینہ چیرتی ہوئی خواب گاہ میں اُبھری...... "کیا تم میری آواز سن رہے ہو؟"

"ہاں۔" پنڈت بنسی دھر کے ہونٹوں کو جنبش ہوئی۔ "میں تمہاری آواز سن رہا ہوں۔"

"پنڈت بنسی دھر۔" اس بار میں نے اسے مخاطب کیا۔ "کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟"

"ہاں..... تم شہباز خان ہو۔" اس نے نفرت سے جواب دیا۔ "صرف تمہاری ہی کارن میرے تمام جیون کی تپسیا کا ستیاناس ہوا اور اب تمہاری ہی وجہ سے میری ساری شکتی مجھ سے چھن چکی ہے۔ میں بالکل کنگال ہو گیا ہوں۔"

"کیا اب تم اس قابل نہیں کہ میری زندگی مجھ پر حرام کرنے کا سندر سپنا بھی دیکھ سکو۔" میں نے طنزیہ پیرائے میں کہا۔ "تمہیں تو اپنی مہان شکتی پر بڑا گھمنڈ تھا' تم مجھے برباد کرنے کی خاطر کالکا کو قابو کرنے کے لیے سوچ رہے تھے لیکن اس کا انجام کیا ہوا۔ تم نے میرے لیے جو کنواں کھودا تھا اس میں خود ہی منہ

کے بل گر پڑے۔"

بنسی دھر کی کھوپڑی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کی آنکھوں میں الجھن تیر رہی تھی۔

"کیا یہ درست نہیں ہے کہ تم نے گراہم کی مدد کرنے کا بیڑا اُٹھایا تھا۔" لیڈی مکلارنس نے حقارت سے پوچھا۔ "گراہم جو میرے نزدیک گندی نالی میں رینگنے والے کیڑے سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔"

"یہ تمہارا اور گراہم کا آپس کا معاملہ ہے۔ ہاں یہ ٹھیک ہے کہ میں نے گراہم کی سہائتا کرنے کا وچن دیا تھا۔" پنڈت بنسی دھر نے کہا۔ "اس سے میری بدھی (عقل) میں تمہارا دھیان نہیں آیا تھا ورنہ میں کوئی دوسرا اپائے کرتا۔"

"کیا تم مجھ سے پنجہ لڑانے کی ہمت کرسکتے تھے؟" لیڈی مکلارنس کے لہجے میں چیلنج تھا۔

"یدھ (جنگ) میں کچھ بھی ہوسکتا ہے۔" بنسی دھر نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "کبھی کوئی بلوان چت بھی ہوجاتا ہے' ایک غلط قدم اس کی تمام بھاوناؤں (خواہشات) کو اکارت کردیتی ہیں اور کبھی کوئی مُورکھ بھی وجے (جیت) کے نعرے بلند کرتا ہوا میدان سے باہر آتا ہے۔ بس سمے سمے کی بات ہے۔ مجھ سے بھی ایک بھُول ہوگئی تھی اس وقت اس کی سزا بھوگ (جھیل) رہا ہوں پرنتو دوسرا جیون پراپت کرنے کے بعد میں تمہیں اوش بتاؤں گا کہ میری شکتی اپرم پار ہے۔"

"یو...... بلڈی فول...... کیا تم یہ سوچ رہے ہو کہ میں تمہاری بات پر قہقہے لگانے کی کوشش کروں گی۔ نہیں میں تمہیں اس قابل بھی نہیں سمجھتی کہ تمہیں اپنے برابر کھڑے ہونے کی اجازت دوں۔ میری نگاہوں میں تمہاری قیمت اس پرانی سینڈل کے سول سے بھی زیادہ نہیں جسے میں ناقابلِ استعمال ہوجانے کے بعد اُتار کر پھینک دیتی ہوں۔"

"بنسی دھر......" میں نے اسے مخاطب کیا۔ "تمہاری مہان شکتی اب کیا کہتی ہے......؟ کیا گراہم اور اس کے شکاری کتے اپنے مقصد میں کامیاب ہوجائیں گے۔"

"تم شاید میرا مذاق اُڑانے کی کوشش کررہے ہو۔" پنڈت بنسی دھر نے شعلہ بار نگاہوں سے میری سمت دیکھا۔

"نہیں...... میں تمہیں صرف یہ یاد دلانے کی کوشش کررہا ہوں کہ کبھی تم آکاش کی بلندیوں پر اُڑتے تھے لیکن آج......"

"سمے بدلتے رہتے ہیں مورکھ۔" اس نے بدستور مجھے نفرت سے گھورتے ہوئے کہا۔ "میں سدا اس پنجرے میں بند نہیں رہوں گا۔ ایک نہ ایک دن اس کی تیلیاں توڑ کر اُڑ جاؤں گا' اس کے بعد کیا ہوگا......؟ یہ کل آنے والا سمے تمہیں بتائے گا۔"

"اس بات کو اپنی گندی کھوپڑی سے نکال دو۔ یو ڈرٹی سوائن۔" لیڈی مکلارنس کی غضبناک آواز اُبھری۔ "میں ایک بار جسے میجک باکس میں بند کرکے اپنی لائبریری کے کسی شیلف میں سجالیتی ہوں پھر وہ پوری لائف میری اجازت کے بغیر اپنے ہونٹ بھی نہیں ہلا سکتا۔ صرف ایک خوب صورت مجسمہ بن کر رہ جاتا ہے۔ پلاسٹر آف پیرس کا ایک بے جان مجسمہ جو صرف میری آنکھوں کے اشارے پر دوبارہ زندگی کی حرارت محسوس کرسکتا ہے۔"

"اس جیون میں تمہارا جادو چل گیا ہے پر ضروری نہیں کہ دوسرا جنم لینے کے بعد بھی......"

"شٹ اپ اینڈ گیٹ لاسٹ۔" لیڈی مکلارنس نے انتہائی حقارت سے کہا پھر اس کے ساتھ ہی بنسی دھر کا چہرہ یکلخت بے جان ہوگیا۔ اس کی آنکھوں کی پتلیاں اور ہونٹ ایک بار پھر ساکت ہوگئے۔ بالکل پلاسٹر آف پیرس کے کسی تراشیدہ مجسمے کی طرح ایک لمحے تک وہ فضا میں معلق رہا پھر بجلی کے کڑکنے کی آواز کے ساتھ ہی روشنی کی ایک تیز شعاع اس کے چہرے پر پڑی اور وہ تیزی سے دُور ہوتا ہوا میری نگاہوں کے سامنے اوجھل ہوگیا' اب میرے سامنے پھر وہی خواب گاہ کی دیوار موجود تھی۔

لیڈی مکلارنس نے اُٹھ کر کھڑکی اور دروازے کے پردے ہٹائے تو خواب گاہ میں روشنی پھیل گئی' میں نے سب سے پہلے اس جگہ کو غور سے دیکھا جس پر بنسی دھر کی کھوپڑی معلق تھی لیکن اس جگہ کا قالین بالکل بے داغ ہی نظر آرہا تھا' خون کے ایک قطرے کا بھی دور دور تک کوئی نشان نہیں تھا۔ میں نے پلٹ کر لیڈی مکلارنس کی سمت دیکھا وہ اپنی آرام کرسی پر بڑے اطمینان سے بیٹھی تھی' اس کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ بھی اس وقت مجھے بڑی بھیانک اور پُراسرار نظر آرہی تھی۔

"تم خوفزدہ مت ہو۔" وہ مجھ سے بڑے پیار سے مخاطب ہوئی۔ "جو کچھ تم نے دیکھا ہے اسے بھول جاؤ اور صرف اتنا یاد رکھو کہ جب تک میں تم پر مہربان ہوں تم کو کسی سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

"کیا گراہم مجھے دوبارہ کسی اور ذریعے سے نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کرے گا۔"

"اپنے ذہن پر بوجھ مت ڈالو میرے عزیز۔ کھلی فضا میں آزادی کا سانس لینے کی کوشش کرو۔" اس نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

"میرے لیے اب کیا حکم ہے' کیا میں واپس جاسکتا ہوں؟"

"کیوں نہیں۔" وہ دوبارہ بڑے مہذب لہجے میں بولی۔ "میرے گارڈز تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے بغیر نہایت عزت سے تمہارے ہوٹل کے کمرے تک چھوڑ آئیں گے۔"

"کیا میں اسی ہوٹل میں قیام نہیں کرسکتا جہاں میرا دوست

اپنی بیوی کے ساتھ رہتا ہے۔" میں نے موقع غنیمت جان کر پوچھا۔

"تم جہاں چاہو رہ سکتے ہو۔" اس نے اس بار مجھے کچھ عجیب معنی خیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "اب لیڈی مکلارنس اور اس کے گونگے بہرے گارڈز تمہارے سائے کی بھی حفاظت کریں گے لیکن اپنا وعدہ یاد رکھنا جو کچھ تم نے دیکھا ہے اس کے سلسلے میں تمہاری زبان پر ہمیشہ تالے پڑے رہیں گے۔"

پھر حسب وعدہ اس کے گارڈز مجھے امپائر ہوٹل میں میرے کمرے تک چھوڑ کر چلے گئے تھے!

❊

میرے ذہن میں پنڈت بنسی دھر کی جو پھانس موجود تھی وہ بھی نکل چکی تھی لیکن لیڈی مکلارنس کے بارے میں جو روایات میں نے سُنی تھیں اس کی ایک جھلک دیکھ کر ہی مجھے اس بات کا یقین ہوچکا تھا کہ وہ کوئی بہت بڑی جادوگرنی ہے' اس نے مجھے اپنی کسی ایسی لائبریری کی سیر کرانے کا وعدہ کیا تھا جو اس کے بیان کے مطابق روئے زمین پر اپنے طرز کی واحد لائبریری تھی۔ اس نے لائبریری کے بارے میں بھی طلسماتی دنیا کا اشارہ استعمال کیا تھا۔

لیڈی مکلارنس کے ساتھ گزارے ہوئے پُراسرار لمحوں کا ایک ایک سین ابھی تک میرے ذہن کے پردوں میں رینگ رہا تھا' اس کے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے تھے پھر اچانک مجھے یاد آیا' پنڈت بنسی دھر کی کھوپڑی نے جب اس سے کہا تھا کہ وہ ایک نہ ایک دن اس قفس کی تیلیاں توڑ کر اُڑ جائے گا تو لیڈی مکلارنس کے لہجے میں سفاکی آگئی تھی اس نے بڑے غضبناک لہجے میں اس بات کا دعویٰ کیا تھا کہ وہ ایک بار اپنے جس شکار کو میجک باکس میں بند کرکے اپنی لائبریری میں کسی شیلف کی زینت بنالیتی ہے پھر وہ پلاسٹر آف پیرس کا ایک بے جان مجسمہ بن کر رہ جاتا تھا۔ اس جملے سے لیڈی مکلارنس کا کیا مقصد تھا؟ وہ لائبریری کس قسم کی ہوگی جس کی مثال پوری دنیا میں کہیں اور نہیں مل سکتی تھی؟

میں اس وقت امپائر کے ڈائننگ ہال میں بیٹھا لنچ کرنے میں مصروف تھا اور میرا ذہن لیڈی مکلارنس کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اچانک مجھے اس سنہری سکے کا خیال آگیا جو مجھے لیڈی مکلارنس نے دیا تھا' اس نے کہا تھا کہ اس سکے کو دیکھنے کے بعد اس کے گونگے بہرے گارڈ مجھے بڑی عزت و احترام کے ساتھ اس کے کیسل کے اندر تک پہنچادیں گے' وہ سکہ دراصل مکلارنس کے ذہن کی اختراع تھی' وہ چونکہ پُرسکون زندگی گزارنے کا عادی تھا اس لیے اپنے قدیم طرز پر بنے ہوئے محل میں ہر کس و ناکس کی آمد پسند نہیں کرتا تھا چنانچہ اس نے وہ سکہ بنواکر صرف ان لوگوں کو دیا تھا جو اس کے بہت قریبی دوست اور عزیز تھے۔ اس سکے کی موجودگی میں اس کے مہمان بنا کسی روک ٹوک کے مکلارنس کیسل میں داخل ہوسکتے تھے لیکن اس کی موت کے بعد وہ سکے لیڈی مکلارنس کو واپس کردیے گئے تھے' ان ہی سکوں میں سے ایک نمبر کا سکہ مجھے دیا گیا تھا تاکہ میں جب بھی چاہوں لیڈی مکلارنس سے مل سکوں۔

میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر دیکھا' وہ سکہ اس وقت بھی میری جیب میں موجود تھا' مجھے قدرے سکون محسوس ہوا لیکن ایک سوال جو رہ رہ کر مجھے پریشان کررہا تھا وہ یہ تھا کہ آخر لیڈی مکلارنس خاص طور پر میری شخصیت کے اندر اتنی دلچسپی کیوں لے رہی ہے؟ لارڈز کے بیرے نے کہا تھا کہ وہ اکثر بہکی بہکی باتیں کرتی ہے جو حیرت انگیز طور پر درست ثابت ہوتی ہیں۔ پہلی ملاقات کے دوران اس نے اس بات کا دعویٰ بھی کیا تھا کہ وہ ارواح سے بھی رابطہ قائم کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس کا خیال تھا کہ مکلارنس طبعی موت نہیں مرا تھا' اسے قتل کیا گیا تھا' اس نے اس بات کا اقرار بھی کیا تھا کہ وہ اپنے مرحوم شوہر کی رُوح سے رابطہ قائم کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکی' شاید اس لیے کہ وہ اس سے رُوٹھ گیا تھا۔ اس کے برعکس لیڈی مکلارنس نے یہ بھی کہا تھا کہ سیکرٹ سروس کے چیف انسپکٹر پاول کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی مکلارنس کی موت کا ذمے دار اسی کو ٹھہرا رہے ہیں۔

اصلیت کیا تھی......؟ اگر یہ حقیقت تھی کہ مکلارنس کو اس سے بے پناہ محبت تھی اور اس نے اسے فرش سے اُٹھا کر عرش تک پہنچادیا تھا تو پھر اس کی رُوح لیڈی مکلارنس سے کیوں روٹھ گئی؟ میں ان ہی گتھیوں کو سلجھانے میں ذہنی جمناسٹک کرنے میں مصروف تھا جب کسی نے اچانک پشت سے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے "ہیلو" کہا اور میں چونک اُٹھا' میں نے تیزی سے پلٹ کر دیکھا۔ وہ انسپکٹر پاول کے سوا کوئی اور نہیں تھا لیکن اس وقت بھی اسی حلیے میں تھا جس میں وہ پہلی بار لارڈز میں مجھ سے مل چکا تھا۔

"آپ......" میں نے جان بوجھ کر اسے ایسے لہجے میں مخاطب کیا جیسے اس سے پہلی بار مل رہا تھا' وجہ معقول تھی اس لیے کہ میں لارڈز میں اس سے بلرام کے میک اپ میں ملا تھا' انسپکٹر پاول نے مجھے آزمانے کی خاطر اچانک بڑا نفسیاتی طریقۂ کار اختیار کیا تھا' میری جگہ کوئی اور ہوتا تو شاید گھبرا جاتا لیکن پولیس کے محکمے سے وابستہ رہنے کے باعث میں اس قسم کے نفسیاتی حربوں سے بخوبی واقف ہوچکا تھا۔

"اوہ۔ سوری۔" اس نے سنبھل کر میری طرف غور سے دیکھا پھر دبی زبان میں بولا۔ "لیکن میرا خیال ہے کہ ہم پہلے بھی کہیں مل چکے ہیں۔ کہاں؟ مجھے اس وقت ٹھیک سے یاد نہیں آرہا۔"

"ہوسکتا ہے آپ کو مغالطہ ہوا ہو۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "ممکن ہے چہروں کی مماثلت نے آپ کو بھٹکا دیا ہو۔"

"آپ کا نام۔"

"شہباز احمد خان۔" میں نے آخری نوالہ منہ میں ڈالتے ہوئے کہا پھر نیپکن سے منہ صاف کرتے ہوئے پوچھا۔ "آپ کو کس کی تلاش ہے؟"

"آپ کا قیام کہاں ہے۔" اس نے میری بات کو نظرانداز کرتے ہوئے سوال کیا۔

"اسی ہوٹل میں جہاں آپ مجھے اس وقت دیکھ رہے ہیں۔"

"حیرت ہے۔" اس نے میرے چہرے پر نظر جمائے جمائے کہا۔ "اگر یہ محض اتفاق ہے تو میری زندگی کا سب سے عجیب اور حیرت انگیز اتفاق ہوگا۔"

"آپ کیا پینا پسند کریں گے۔ یا پھر لنچ۔" میں نے اسے خالی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے دریافت کیا۔

"جی نہیں...... میں لنچ لے چکا ہوں۔" وہ میرے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

مجھے یقین تھا کہ وہ مجھے پہچان چکا ہے' بہرحال اس وقت بڑی شاندار اداکاری کر رہا تھا۔

"آپ کو کس کی تلاش ہے؟" میں نے دوستانہ لہجہ اختیار کیا۔

"ایک بات پوچھوں اگر آپ کو ناگوارِ خاطر نہ گزرے۔" وہ میری بات نظرانداز کرتے ہوئے بولا۔ "دو روز قبل بھی کیا آپ کا قیام یہیں امپائر میں تھا۔"

"جی نہیں۔" میں معنی خیز انداز میں مسکرایا۔ "دو روز پہلے میں ساحل کے قریب واقع ہوٹل سی ویو میں مقیم تھا۔"

"کیا آپ کا کوئی ایسا بھائی یا دوست بھی ہے جس کی شکل یا چہرے کے نقش و نگار آپ سے ملتے جلتے ہوں۔" اس نے پہلو بدل کر سوال کیا۔

"اب سمجھا......" میں نے یکلخت سنجیدگی اختیار کرلی۔ "آپ کو شاید مسٹر بلرام کی تلاش ہے۔"

"آپ...... آپ کو کیسے علم ہوا......؟" اس نے چونکنے کی بڑی خوب صورت اداکاری کی۔

"مجھے علم نجوم میں بھی تھوڑا بہت دخل ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"اگر میرا علم غلط نہیں ہے تو شاید آپ کوئی تجارت پیشہ آدمی ہیں۔"

"جی ہاں...... لیکن......"

"پریشان مت ہوں مسٹر جان مینگو عرف ڈنگو۔" میں نے شرارت کا انداز اختیار کیا۔ "مجھے سیاحت کے دوران ہوٹل کے ساتھ ساتھ حلیہ بدلتے رہنے کا شوق بھی ہے شاید اس لیے یکسانی سے انسان بہت جلد اُکتا جاتا ہے یا پھر اسے نئے ... کا شوق ہوتا ہے' ویسے میں آپ کو داد دیتا ہوں کہ آپ نے اس حلیے میں بھی پہچاننے میں کسی غلطی سے کام نہیں لیا۔"

"تو کیا......"

"جی ہاں......" میں نے اس کی بات کاٹی۔ "میں وہ بلرام ہوں جو پہلی بار آپ سے لارڈز میں مل چکا ہوں' اس روز آپ اپنی مسز کے ہمراہ تھے اور ہمارے درمیان لیڈی مکلارنس کے بارے میں گفتگو ہوئی تھی۔ آپ نے مجھ سے فرمائش کی تھی کہ میں آپ کے سلسلے میں اس سے مستقبل کے بارے میں دریافت کروں۔ آپ نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ لیڈی مکلارنس مشرق میں بسنے والے افراد کو پسند کرتی ہے اور آپ نے غلط نہیں کہا تھا۔"

"کیا مطلب...... کیا آپ اس خبطی عورت سے مل چکے ہیں۔" وہ جذباتی سا نظر آنے لگا۔ "مجھے یقین تھا کہ وہ آپ سے ملنے میں گریز نہیں کرے گی...... لیکن...... کیا آپ حقیقت میں مسٹر بلرام ہی ہیں۔" آخری جملہ ادا کرتے وقت اس نے ایک بار پھر مجھے عجیب نظروں سے دیکھا' وہ جو اداکاری کر رہا تھا وہ بیشک اس کے پیشے کا ایک اہم رول تھا جسے وہ بڑی کامیابی سے ادا کر رہا تھا۔

"آپ اگر چاہیں تو میں شروع سے آخر تک وہ تمام باتیں دُہرا سکتا ہوں جو لارڈز میں ہمارے درمیان ہوئی تھیں اور وہ باتیں بھی جو لیڈی مکلارنس نے بِن بلائے ہماری میز پر آکر کی تھیں۔"

"حیرت انگیز......" اس نے مجھے تعریفی نظروں سے دیکھا پھر بے تکلفی سے بولا۔ "اگر وہ میک اپ کا کمال تھا تو میں اسے باکمال ہی کہوں گا۔"

"اور اس کے جواب میں آپ نے جس طرح مجھے دوسرے حلیے میں بھی شناخت کرلیا میں اس کی داد دینا بھی اپنا فرض سمجھتا ہوں۔" میرے لہجے میں ہلکا سا طنز تھا جو وہ بڑی ڈھٹائی سے نظرانداز کرتے ہوئے بولا۔

"کیا یہ حقیقت ہے کہ آپ لیڈی مکلارنس سے مل چکے ہیں۔"

"جی ہاں...... میں اس سے ملاقات کی غرض سے مکلارنس کیسل پہنچ گیا تھا اور آپ کے اندازے کے عین مطابق لیڈی مکلارنس نے مجھے دیکھ کر نہ صرف خوشی کا اظہار کیا بلکہ بڑا شاندار استقبال بھی کیا تھا۔"

"مجھے یقین ہے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ مقامی لوگوں کے مقابلے میں مشرقی افراد کو زیادہ ترجیح دیتی ہے لیکن ون منٹ آپ اس سے کس حلیے میں ملے تھے۔"

"بلرام کے حلیے میں لیکن اس سے پیشتر کہ...... میری

پیش گوئی کرتی میں نے اسے بتا دیا تھا کہ میرا اصلی نام شہباز ہے۔" میں نے دل ہی دل میں انسپکٹر پاول کے بارے میں سوال پر مسکراتے ہوئے کہا۔ "میری صاف گوئی پر اس نے مسرت کا اظہار کیا تھا۔"

"کیا آپ نے اس سے میرے سلسلے میں بھی گفتگو کی تھی۔"

"ہاں لیکن اس نے کھل کر کوئی بات نہیں کی۔ البتہ آپ کے ذکر پر اس کے چہرے پر ایک ناخوشگواری کی سی کیفیت ضرور طاری ہوگئی تھی۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اس کی باتوں سے میں نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ وہ آپ کو پسند نہیں کرتی۔"

"کوئی وجہ......"

"میں نے اسے زیادہ کریدنا مناسب نہیں سمجھا لیکن اس نے باتوں باتوں میں اس بات کا اظہار کیا تھا کہ کچھ لوگ اسے مسٹر مکلارنس کا قاتل سمجھ رہے ہیں۔" میں نے میز پر کہنی ٹیک کر آگے جھکتے ہوئے قدرے رازداری سے پوچھا۔ "کیا یہ حقیقت ہے مسٹر ڈنگو کہ وہ جو بظاہر ایک ستم رسیدہ اور خبطی سی عورت نظر آتی ہے اپنے شوہر کو قتل بھی کرسکتی ہے۔"

"میں نے بھی یہ بات کچھ لوگوں سے سنی ہے لیکن اصلیت کیا ہے مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں۔" ڈنگو نے شانے اچکاتے ہوئے اپنی عدم دلچسپی کا اظہار کیا پھر بولا۔ "میں تو صرف اس سے اپنے مستقبل کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا خواہشمند ہوں۔"

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ ایک خبطی اور دیوانی سی عورت مستقبل میں جھانکنے کی صلاحیت بھی رکھتی ہوگی۔"

"مجھے بھی پہلے یہی شبہ تھا لیکن پھر اس کی باتیں حیرت انگیز طور پر درست ثابت ہونے کا چرچا عام ہونے لگا۔" ڈنگو نے کہا۔ "کچھ عرصے پہلے ہی کی بات ہے کہ جب وہ کہیں منظرِ عام پر نظر آتی تھی تو اس کے اطراف لوگوں کا ہجوم اکٹھا ہوجاتا تھا' اس وقت وہ آسمان کی جانب نظریں اٹھا کر عجیب و غریب باتیں اشاروں کنایوں میں کرنے لگتی تھی' اسے پہلے مقامی لوگوں سے اتنی نفرت نہیں تھی مگر اب تو وہ ہمارے قرب کو بھی برداشت کرنے کو تیار نہیں۔ کچھ مقامی لوگوں کے لیے اس کی زبان سے نکلی ہوئی بددعائیں حیرت انگیز طور پر درست ثابت ہوئی تھیں جس کے بعد سے لوگ اس سے خوف زدہ ہوکر کترانے لگے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ کبھی کبھی اس کے جسم کے اندر کوئی پراسرار روح حلول کر جاتی ہے اور اس وقت اس کی زبان سے جو بات نکلتی ہے وہ حرف بہ حرف درست ہوتی ہے۔"

"کیا آپ ان محیّرالعقول باتوں پر یقین رکھتے ہیں۔" میں نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"بلیک میجک اور جادوگرنیوں کے قصے یہاں بہت عام ہیں۔" وہ محتاط انداز میں بولا۔ "براہِ راست تو آج تک میرا واسطہ ان لوگوں سے نہیں پڑا لیکن میرا خیال ہے کہ بیشتر لوگ ان پر اعتقاد رکھتے ہیں' میں نے ایک دو ایسے افراد کے نام بھی سُنے ہیں جو میجک بال سامنے رکھ کر اسے اپنی مخفی طاقت سے روشن کرتے ہیں پھر مستقبل کا حال بتاتے ہیں لیکن ان معاملات میں یہاں آج کل مردوں کے مقابلے میں عورتوں کے چرچے بہت عام ہیں۔"

"کیا آپ یہ بات لیڈی مکلارنس کی شخصیت کو پیش نظر رکھ کر کہہ رہے ہیں۔"

"نہیں۔ میں ذاتی طور پر اسے بہت زیادہ اہمیت نہیں دیتا لیکن میرے کچھ دوستوں اور خاص طور پر بزنس کے کچھ شرکا کا اصرار ہے کہ میں اس سے کاروباری امور کے سلسلے میں ضرور رابطہ قائم کروں۔"

"کیا آپ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرچکے ہیں۔"

"ہاں۔ ایک دوبار میں نے پبلک مقامات پر اس کے قریب ہونے کی کوشش کی تھی لیکن......"

"لیکن کیا......"

"وہ مجھے دیکھتے ہی نجانے کیوں بڑی حقارت سے اپنا منہ پھیر لیتی ہے۔"

"مجھے یاد ہے۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے تفریح لیتے ہوئے کہا۔ "لارڈز میں بھی اس نے یہی کہا تھا کہ وہ اپنے شوہر کے قاتلوں کے ساتھ کسی قسم کا میل جول رکھنا پسند نہیں کرتی۔"

انسپکٹر پاول نے فوری طور پر کوئی جواب نہیں دیا' کسی سوچ میں مستغرق نظر آنے لگا لیکن اس کی دوربین نگاہیں بدستور میرے چہرے پر مرکوز تھیں شاید وہ میرے ذہن اور میری اصلیت کا ایکسرے اپنے تجربات کی روشنی میں کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"آپ خاموش کیوں ہوگئے مسٹر ڈنگو۔" میں نے بڑی رازداری سے پوچھا۔ "کیا آپ کسی نہ کسی زاویے سے لیڈی مکلارنس کے شوہر کے قاتل یا قاتلوں سے کوئی واقفیت رکھتے ہیں۔"

"نہیں......" اس نے بُرا سا منہ بنا کر جواب دیا۔ "میں آپ کو پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ میں ایک بزنس مین ہوں اور مسٹر مکلارنس کا شمار ان شخصیتوں میں کیا جاتا تھا جو ملکہ تک رسائی رکھتے تھے۔ ایسی صورت میں بھلا میری اور اس کی کیا دشمنی ہوسکتی ہے۔"

"گویا آپ کے سلسلے میں لیڈی مکلارنس کی ماورائی قوتوں نے اس کی غلط رہنمائی کی ہے۔"

"اس کا جواب تو وہی دے سکتی ہے۔"

"مجھے حیرت ہے کہ آپ ان تمام باتوں کے باوجود لیڈی

مکلارنس ہی سے اپنے کاروبار کے سلسلے میں پیش گوئی کے خواہاں کیوں ہیں جبکہ آپ کے کہنے کے مطابق آپ کچھ دوسرے ایسے افراد سے بھی واقف ہیں جو میجک بال روشن کرکے.........."

"اس کی بھی ایک خاص وجہ ہے جس کا تعلق براہِ راست میری ذات سے نہیں ہے۔" وہ میرے جملے کو کاٹتے ہوئے بولا۔

"کیا میں وہ وجہ دریافت کرسکتا ہوں۔" میں نے بڑی سادگی سے کہا۔

"اس خبیث بڑھیا نے ایک بار میرے ایک کاروباری پارٹنر کے سلسلے میں یہ پیش گوئی کی تھی کہ وہ چھتیس گھنٹوں کے اندر اندر کسی خوب صورت عورت کے ہاتھوں گولیوں کا نشانہ بن جائے گا۔"

"پھر......"

"ویسا ہی ہوا جیسا لیڈی مکلارنس نے کہا تھا۔" انسپکٹر پاول نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اس نے میرے جس پارٹنر کے بارے میں پیش گوئی کی تھی وہ اپنی پہلی بیوی کو طلاق دینے کے بعد دوسری شادی کرچکا تھا' ہمارے معاشرے میں یہ ایک عام سی بات تھی' اس کے علاوہ جس عورت کو طلاق دی گئی تھی اس نے ایک مہینے سے بھی کم عرصے میں دوسری شادی کرلی تھی' اس واقعے کو دو سال بیت گئے لیکن لیڈی مکلارنس نے جیسا کہا تھا ویسا ہی ہوا۔" وہ سانس لینے کے بعد بولا۔ "ٹھیک چھتیس گھنٹے بعد اس عورت نے ایک پارک میں اپنے پہلے شوہر یعنی میرے بزنس پارٹنر کو دیکھا تو نجانے کیوں اس پر دیوانگی کا دورہ پڑگیا' سیکڑوں افراد کی موجودگی میں اس نے اپنے پستول کی پوری چھے کی چھے گولیاں میرے پارٹنر کی جسم میں اُتار دیں۔"

"بعد میں اس عورت نے پولیس کو کیا بیان دیا۔" میں نے برجستہ پوچھ لیا لیکن انسپکٹر پاول بڑا گھاگ واقع ہوا تھا' اس نے بڑی بے پروائی سے شانے اچکاتے ہوئے کہا۔

"ایک اچھے اور سمجھدار بزنس مین کی طرح میں بھی پولیس سے ہمیشہ دور ہی رہنے کی کوشش کرتا ہوں۔ ویسے میں نے دوسرے دن اخبارات میں اس کا بیان پڑھا تھا۔ اس نے قتل کی کوئی وجہ بتانے سے صاف انکار کردیا تھا البتہ کھلے الفاظ میں پولیس اور عدلیہ کے اعلیٰ حکام کی موجودگی میں قتل کی مرتکب ہونے کا اقرار کرلیا تھا اور نتیجے کے طور پر وہ آج کل جیل کی سزا بھگت رہی ہے۔"

"آئی۔ سی۔" میں نے پُرخیال لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔ "ایسی صورت میں تو آپ کو لیڈی مکلارنس سے دور ہی رہنا چاہیے۔"

"لارڈز کی ملاقات نے مجھے بھی خوف زدہ کردیا ہے۔" اس نے ایک بار پھر بڑی خوب صورت اداکاری کرتے ہوئے جواب دیا پھر میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر دوستانہ لہجے میں بولا۔ "میں دراصل اب صرف یہ چاہتا ہوں کہ اس خبطی عورت کا دل کم میری طرف سے صاف ہوجائے آپ چونکہ اس سے مل چکے ہیں' وہ آپ کو اپنے کیسل میں خوش آمدید بھی کہہ چکی ہے اس لیے مجھے یقین ہے کہ آپ اگر چاہیں تو اس کی نظروں میں پوزیشن صاف کرسکتے ہیں۔ کیا میں امید رکھوں کہ آپ ایک دوست کی حیثیت سے میرے کام آئیں گے۔"

"لیڈی مکلارنس سے محض ایک دو ملاقاتوں میں اس بارے میں کچھ معلوم کرلینا اتنا آسان نہیں ہے کہ اس کے دل کا حال جانا جاسکے بہرحال میں کوشش کروں گا کہ آپ کے اور اس کے درمیان مفاہمت کی کوئی صورت پیدا ہوجائے۔"

"میں آپ کا یہ احسان کبھی فراموش نہیں کروں گا۔" اس نے بے تکلفی سے کہا پھر اُٹھتے ہوئے بولا۔ "مجھے اس وقت کاروباری سلسلے میں کچھ ضروری کام نمٹانے ہیں۔ میں دوبارہ آپ سے بہت جلد ملنے کی کوشش کروں گا۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ مجھے اپنا کوئی وزیٹنگ کارڈ عنایت کردیں تاکہ اگر کسی وقت مجھے آپ کی ضرورت پڑجائے تو میں فوری طور پر آپ سے ملاقات کرسکوں۔"

"کیوں نہیں۔" اس نے جیب سے اپنا وزیٹنگ کارڈ نکال کر میرے حوالے کیا پھر بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کیا اور تیز تیز قدم اُٹھاتا ڈائننگ ہال سے نکل گیا۔

میں نے اس کے جانے کے بعد وزیٹنگ کارڈ پر نظر ڈالی۔ اس پر انسپکٹر پاول کے بجائے جان مینگو کا نام جلی حرفوں میں درج تھا۔ کارڈ پر فرم کے نام کے ساتھ ضروری فون نمبر' ٹیلکس اور فیکس نمبر بھی موجود تھے!

میں دل ہی دل میں مسکرائے بغیر نہ رہ سکا!

ڈائننگ ہال سے اپنے روم تک جاتے وقت بھی میرا ذہن انسپکٹر کی شخصیت کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ میرا ذاتی خیال تھا کہ وہ یقیناً ایک کامیاب پولیس آفیسر تھا' ایک بزنس مین کا رُوپ اختیار کرتے وقت اس نے تمام وہ احتیاطی تدابیر بھی اختیار کرلی تھیں جو کسی عام شخص کو بڑی آسانی سے فریب دے سکتی تھیں۔ اس کا وزیٹنگ کارڈ اس بات کی گواہی تھا' مجھے یقین تھا کہ وزیٹنگ کارڈ پر فرم کا جو نام اور ٹیلی فون نمبر درج تھے وہ بھی غلط نہیں ہوں گے' اپنے میک اپ کا بھرم قائم کرنے کے لیے پہلے ہی اس نے کسی ایسے دوست یا واقف کار کو ضرور اعتماد میں لیا ہوگا جو حقیقتاً کوئی مصروف تجارت پیشہ ہوگا۔

پولیس اور کسی مشکوک فرد کے درمیان چوہے بلی کا یہ کھیل کم از کم میرے لیے نیا نہیں تھا' لفٹ میں سوار ہونے کے بعد بھی میں نے ایک سرسری نگاہ سے ان افراد کا جائزہ لیا تھا جو میرے ہم سفر تھے۔ اگر انسپکٹر پاول کسی بھی وجہ سے میری ذات میں دلچسپی لے رہا تھا تو اس کے کچھ ماتحت میرے سائے کی طرح

نگرانی ضرور کررہے ہوں گے' ہوسکتا ہے کہ اسے میرے اغوا کے دونوں مرحلوں کے بارے میں پوری طرح علم رہا ہو لیکن اس نے جان بوجھ کر کسی قسم کی مداخلت مناسب نہ سمجھی ہو' گریشیا اور اس کے باڈی گارڈز بھی اس کی نظر میں پہلے سے رہے ہوں گے۔ لیڈی مکلارنس سے تعلقات بڑھانے کا مشورہ اسی کا تھا اس لیے اس کے ساتھی اس وقت بھی خاموش تماشائی بنے رہے ہوں گے جب میں گریشیا کے خوب صورت اور حسین جال سے نکالا گیا تھا۔ گریشیا کے بارے میں لیڈی مکلارنس نے جس حقارت اور نفرت سے اپنی رائے کا اظہار کیا تھا اس سے میں نے فوری طور پر یہی اندازہ لگایا تھا کہ گریشیا کی شخصیت بھی اس معروف ملکہ سے مختلف نہیں تھی جو ہر رات ایک نئے اور پسندیدہ شخص کو دادِ عیش دینے کے بعد دوسری صبح اس کی سربریدہ لاش کو قلعہ نما مکان کی دوسری جانب پھنکوادیا کرتی تھی جسے ٹھکانے لگانے کے لیے اس کے مخصوص آدمی پہلے سے تیار رہتے تھے' گریشیا کو ایک نظر دیکھنے کے بعد خود میں نے بھی اندازہ لگالیا تھا کہ اس نے مجھے کس مقصد کے لیے اغوا کرایا تھا۔ اگر لیڈی مکلارنس کے گونگے اور بہرے گارڈز نے بروقت مداخلت نہ کی ہوتی تو شاید اپنے گھناؤنے مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد گریشیا کے زرخرید گورکن مجھے بھی کسی ویران اور سنسان علاقے میں دفن کرچکے ہوتے۔

گریشیا بلاشبہ ایک حسین اور خوب صورت عورت تھی' اس کے جسم کے خدوخال جنسِ مخالف کو اپنے سحر میں مبتلا کرنے کی پوری کشش رکھتے تھے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ گراہم اسے برداشت کررہا تھا لیکن مجھے ان باتوں سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ میرے ذہن میں صرف ایک سوال رہ رہ کر اُبھر رہا تھا' انسپکٹر پاول میری ذات میں اچانک دلچسپی لینے پر کیوں مجبور ہوگیا تھا؟ لیڈی مکلارنس کی شخصیت میں اس کی دلچسپی اس کے فرائض کا ایک حصہ تھی اس لیے کہ کچھ ذمے دار افراد لیڈی مکلارنس کی طرف سے مشکوک تھے۔ ان کا خیال تھا کہ کسی نہ کسی زاویے سے وہ بھی اپنے شوہر کی موت کا ذمے دار ہے مگر مجھے درمیان میں کیوں گھسیٹا جارہا تھا؟ کیا انسپکٹر پاول کی تجربہ کار نظروں نے یہ بات بھانپ لی تھی کہ لیڈی مکلارنس بھی میری ذات میں دلچسپی لے رہی تھی اور محض اسی لیے مجھے بطور "چارا" استعمال کیا جارہا ہو؟

لفٹ سے باہر نکل کر کوریڈور سے گزرتے وقت بھی میری نگاہیں ان دو افراد کی نقل و حرکت کا جائزہ لے رہی تھیں جو میرے ساتھ ہی باہر آئے تھے لیکن میں نے جب انہیں مخالف سمت کی طرف جاتے دیکھا تو اس شبہے کو ذہن سے نکال دیا کہ وہ انسپکٹر پاول کے سادہ لباس والے ہوسکتے ہیں۔ میری ذات میں دلچسپی لینے سے پہلے ہی اس نے یقیناً ایک گھاگ اور دوراندیش پولیس آفیسر کی طرح میرے بارے میں بہت ساری معلومات حاصل کرلی ہوں گی۔ شاید یہ بات بھی اس کے پوشیدہ نہ رہی ہو کہ بزنس کے میدان میں قدم رکھنے سے پہلے میرا بھی اپنے والد کی طرح محکمۂ پولیس سے واسطہ رہ چکا تھا' ایسی صورت میں انسپکٹر پاول اگر میری نگرانی کرارہا تھا تو اس نے اس کے لیے بھی بہت سوچ بوجھ کے بعد کوئی ایسا طریقۂ کار اختیار کیا ہوگا جس پر مجھے اتنی آسانی سے شبہ نہ ہوسکے۔

اپنے کمرے میں داخل ہونے کے بعد میں کچھ دیر تک حالات کے تانے بانے پر غور کرتا رہا پھر میں نے فون کا ریسیور اُٹھا کر ڈائریکٹ لائن طلب کی اور ندیم کے ہوٹل کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ اس کی خاموشی مجھے بُری طرح کھل رہی تھی۔ عام حالات میں شاید میں اس طرح براہِ راست ندیم سے فون کے ذریعے رابطہ قائم کرنے کی حماقت کبھی نہ کرتا لیکن لیڈی مکلارنس کی اس یقین دہانی کے بعد کہ میں اب جہاں چاہوں بلاخوف و خطر نقل و حرکت کرسکتا ہوں اور یہ کہ اب اس کے مخصوص گارڈز میری نگرانی کریں گے مجھے کسی قسم کا کھٹکا نہیں تھا' مکلارنس کیسل میں میری آنکھیں جس ناقابلِ یقین منظر کا نظارہ کرچکی تھیں اس نے مجھے یقین دلادیا تھا کہ لیڈی مکلارنس کے بارے میں یہ بات غلط مشہور نہیں تھی کہ وہ ایسی جادوگرنی ہے جو اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ اس کی پُراسرار قوت کی پرواز انسانی ذہن سے کہیں زیادہ تیز اور حساس تھی جو پیش آنے والے خطرات کو رونما ہونے سے پیشتر ہی بھانپ لیتی تھی۔

ندیم سے رابطہ قائم ہونے میں بمشکل دو منٹ لگے ہوں گے' اتفاق سے کال نسیم کے بجائے خود ندیم ہی نے ریسیو کی تھی۔ "میں شہباز بول رہا ہوں۔"

"تم.......امریکا سے تمہاری واپسی اتنی جلدی کیسے ہوگئی۔" ندیم نے وہ جملہ یقیناً نسیم کو سنانے کے لیے کہا ہوگا جو اس کے قریب ہی کہیں موجود رہی ہوگی۔

"کیا تمہیں ابھی تک میری واپسی کا علم نہیں ہوا تھا۔" میں نے معنی خیز لہجے میں سوال کیا۔

"مجھے خوشی ہے کہ تم جلدی واپس آگئے۔ مجھے تمہاری دوری کا احساس بڑی شدت سے ہورہا تھا۔"

"کیا نسیم تمہارے پاس موجود ہے۔" میں نے پوچھ ہی لیا۔

"ہاں۔ مجھے یقین ہے کہ نسیم کو بھی تمہاری واپسی کی خوشی ضرور ہوگی۔ ون منٹ۔" ندیم نے ایک لمحہ کے توقف کے بعد کہا۔ "میرا اندازہ غلط نہیں ثابت ہوا۔ اس وقت میں نسیم کے چہرے پر مسرت کی قوسِ قزح پھوٹتے دیکھ رہا ہوں۔"

"میں تم سے فوری طور پر ملنا چاہتا ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "فون پر گفتگو مناسب نہیں ہوگی۔"

"ٹھیک ہے۔ تم ائرپورٹ سے سیدھے اِدھر ہی آجاؤ۔ میں

تمہارے لیے کمرا بک کرائے لیتا ہوں۔" ندیم نے وہ جملہ بھی نسیم کو سنانے کی غرض سے کہا ہوگا۔

"او۔ کے" میں نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں فوری طور پر امپائر کو گڈبائی کہہ کر تمہارے ہوٹل پہنچ رہا ہوں۔"

مجھے امپائر سے منتقل ہوکر ندیم کے ہوٹل تک پہنچنے میں اتنی ہی دیر لگی جتنی ائرپورٹ سے وہاں تک جانے میں لگ سکتی تھی۔ میں نے اس کا خاص خیال رکھا تھا تاکہ نسیم کو کسی قسم کا شبہ نہ ہوسکے' وہ مجھے دیکھ کر حقیقتاً خوشی سے کھل اٹھی تھی' بڑی دیر تک وہ ندیم کے ساتھ ہی میرے کمرے میں بیٹھی باتیں کرتی رہی۔ شام کو چائے ہم نے ایک ساتھ ہی پی لی تھی پھر وہ دونوں اپنے کمرے میں چلے گئے۔ نسیم کی موجودگی میں ندیم اور میں دونوں ایسے بنے رہے جیسے میں سچ مچ امریکا کا کامیاب تجارتی ہنگامی سفر کرکے واپس لوٹا تھا۔

دوسرے روز مجھے تنہائی میں ندیم سے ملاقات کا موقع مل گیا۔ اس وقت وہ میرے کمرے میں موجود عقبی سمت کھلنے والی کھڑکی کے قریب ایک صوفے پر نہایت آرام سے بیٹھا باہر پھیلے ہوئے نظاروں سے لطف اندوز ہورہا تھا' اس کے چہرے سے جو بے پروائی مترشح تھی وہ مجھے گراں گزر رہی تھی۔

"کیا تمہیں ان حالات کا علم ہے جن سے میں اب تک دوچار ہوچکا ہوں۔" میں نے گہری سنجیدگی سے سوال کیا۔

"میرا خیال ہے کہ لیڈی مکلارنس کی وہ بات غلط نہیں تھی جو اس نے تم سے لارڈز میں ملاقات کے دوران کہی تھی۔"

"کون سی بات۔"

"یہی کہ زمین اور آسمان کا فرق کبھی نہیں مٹ سکتا۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میرا اشارہ گریشیا اور لیڈی مکلارنس کی طرف تھا۔" ندیم نے سگریٹ کا کش لے کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "کیا تم نے ان دونوں کی عمروں' ذوق و شوق' جوانی اور بڑھاپے کے علاوہ ان کے ذہنوں میں پائی جانے والی اُن تصاویر پر غور نہیں کیا جن کا فرق کبھی نہیں مٹ سکتا۔ واقعی دونوں میں زمین اور آسمان کا فاصلہ موجود ہے۔"

"گویا تم حالات سے پوری طرح باخبر ہو۔" میں نے ندیم کو گھورا۔

"تمہارا کیا خیال ہے؟" ندیم نے جواب دیا۔ "کیا میں تمہاری طرف سے بے خبر رہ سکتا ہوں۔"

"تو کیا تمہیں علم تھا کہ مجھے گریشیا کے آدمیوں نے امپائر سے اغوا کیا تھا۔"

"ہاں...... میرے آدمی ایک لمحے کے لیے بھی تم سے زیادہ دور نہیں تھے' اگر حالات کوئی غلط رُخ اختیار کرتے تو وہ خاموش تماشائی نہ ثابت ہوتے۔ مجھے پل پل کی خبر مل رہی تھی پھر جب مجھے اس بات کی اطلاع ملی کہ گریشیا نے تمہاری خوشی [illegible] اضافے کی خاطر تمہیں اپنا مہمان بننے کے شرف سے نواز [illegible] خاطر اُٹھوایا ہے تو میں نے اپنے آدمیوں کو دور رہنے کی [illegible] کردی۔"

"مگر تمہیں اس کا یقین کس طرح آگیا کہ وہ گریشیا [illegible] حرکت تھی جبکہ خود میری نگاہوں کے سامنے راجو [illegible] کے ذریعے پھینکی گئی زہریلی سوئی سے اسے بی دیو [illegible] (BEACH) پر ابدی نیند سلا دیا تھا۔"

"میں ہمیشہ کھلی آنکھوں سے حالات کا جائزہ لینے کی [illegible] کرتا ہوں۔" ندیم یکلخت سنجیدہ ہوگیا۔ "میرے جاں نثار [illegible] ہمیشہ قریب رہ کر خطرے کے امکانات اور اس کی بو سونگھ [illegible] صلاحیت رکھتے ہیں۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ گراہم کی [illegible] میں گریشیا کا نام اور اس کی پرکشش شخصیت سرفہرست [illegible] پہلی بار جب میں تمہارے ساتھ گراہم سے اس کے آفس [illegible] تھا اسی وقت میں نے گراہم کے ارادے بھانپ لیے تھے [illegible] نے نارمن' ہاورڈ اور اپنے باقی لوگوں کی موت کا انتقام [illegible] خاطر تمہارا انتخاب کیا تھا' میرا اندازہ ہے کہ گراہم کو اس [illegible] ہوگئی ہوگی کہ تم اور راجو' بلرام اور رام اوتار کی حیثیت [illegible] دیو میں قیام پذیر ہو۔ میں نے جان بوجھ کر گراہم کے [illegible] ارادوں کی تصدیق کے لیے وہ جال بچھایا تھا اور اس [illegible] دونوں کی اصلیت کو بے نقاب کرنے کی خاطر نقلی گریشیا [illegible] چارا سامنے ڈال دیا۔" ندیم نے سانس لیتے ہوئے کہا۔ "[illegible] کا بچھایا ہوا وہ حسین جال میرے لیے کھلا چیلنج تھا جسے [illegible] قبول کرنے کے بعد ہی راجو کو بلوپائپ کے استعمال کا [illegible] تھا۔ اس وقت مجھے اس بات کا علم نہیں تھا کہ وہ گریشیا [illegible] کیٹ ثابت ہوگی لیکن بعد میں پوسٹ مارٹم کے وقت [illegible] شخصیت کی قلعی کھل گئی۔ مجھے اس اہم خبر کو حاصل کر[illegible] لیے اچھی خاصی تگ و دو کرنا پڑی تھی۔"

"لیکن پولیس نے اس حقیقت کو راز رکھنے میں کیا [illegible] سمجھی تھی۔"

"پولیس نے نہیں بلکہ گراہم نے اس بات کو پوشیدہ [illegible] جانے کے عوض ایک بھاری رقم خرچ کی تھی اور اپنا اثر و [illegible] بھی استعمال کیا تھا۔ بہرحال اس کے بعد میری ہدایت پر [illegible] آدمیوں نے اور کچھ مقامی اُجرتی جرائم پیشہ افراد نے مل [illegible] گریشیا کا نہ صرف کھوج لگالیا بلکہ یہ بات بھی میرے علم [illegible] کہ وہ کس قماش کی عورت ہے چنانچہ جب مجھے تمہارے [illegible] اطلاع ملی اور یہ علم ہوا کہ تمہیں گریشیا کے عشرت کدے [illegible] پہنچایا گیا ہے تو میں نے جان بوجھ کر اپنے آدمیوں کو کسی [illegible] کے کرگزرنے سے روک دیا' میں دیکھنا چاہتا تھا کہ [illegible] شکاری کتے تمہارے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں لیکن شاید

گریشیا کے ارادے کا علم اس وقت ہوا جب لیڈی مکلارنس کے گارڈز نے تمہیں گریشیا کے چنگل سے نکال کر مکلارنس کیسل پہنچا دیا تھا۔"

"تمہاری دوراندیشی اور مصلحتیں مجھے موت کے منہ میں بھی دھکیل سکتی تھیں۔" میں نے بُرا سا منہ بنا کر جواب دیا۔ "جو لوگ مجھے گریشیا کے اشارے پر اس کی رہائش گاہ تک لے گئے تھے وہی گراہم کے حکم پر مجھے موت کے گھاٹ بھی اُتار سکتے تھے۔ کیوں کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔"

"تمہارا یہ خیال اپنی جگہ درست ہے لیکن کیا تم اس بات کا یقین کروگے کہ گریشیا کے جن لوگوں نے تمہیں اغوا کیا تھا ان میں ایک آدمی میرا زرخرید بھی تھا جو بساط کو پلٹنے کی بھرپور صلاحیتوں کا مالک ہے۔"

ندیم سنجیدہ تھا' میں نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا' تھوڑے توقف کے بعد کہا۔ "لیڈی مکلارنس کے گارڈز نے مجھے گریشیا کی قید سے رہائی دلائی ہوگی۔ تمہیں اس کا یقین کس طرح آگیا؟"

"تم پہلی بار میرے ساتھ یہاں آئے ہو جبکہ میں نے ایک مدت سے لیڈی مکلارنس کی پُراسرار اور پہلودار شخصیت کی تہ تک پہنچنے کے لیے کئی قابل اعتماد آدمیوں کو تعینات کر رکھا ہے۔"

"پھر...... اب تک تمہارے آدمیوں نے اس عورت کے بارے میں کیا کچھ معلومات حاصل کی ہیں۔" میں نے پُرتجسس لہجے میں دریافت کیا۔

"ابھی تک انہیں کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔" ندیم نے پہلو بدلتے ہوئے جواب دیا پھر وہ مزید کچھ کہنا چاہ رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ریسیور اُٹھالیا' میرا خیال تھا کہ وہ کال نسیم کی ہوگی لیکن دوسری جانب سے ایک بھرائی ہوئی مردانہ آواز اُبھری۔

"پلیز...... ریسیور مسٹر ندیم کو دے دیں۔" بولنے والے کا لہجہ مہذب تھا' میں نے خاموشی سے ریسیور ندیم کی طرف بڑھا دیا۔ ندیم نے ریسیور لے کر کان سے لگالیا اس نے صرف "ہیلو...... " کہا تھا پھر دوسری طرف سے بولنے والے کی بات سنتا رہا' میں دیکھ رہا تھا کہ ندیم کی نظروں میں اُلجھن اور مسرت کے ملے جلے تاثرات اُبھر رہے تھے۔ اس کی شخصیت کا یہ پہلو میرے لیے نیا بھی تھا اور عجیب بھی۔

"سُرخ بتی کا سگنل آن کردو...... میں کسی قسم کی کوتاہی پسند نہیں کروں گا...... ہاں' تمہیں پوری اجازت ہے۔" ندیم نے بڑے سفاک لہجے میں کہا...... "دوسری ہدایت میں تمہیں بعد میں دوں گا۔"

"کون تھا......" میں نے ندیم کو ریسیور رکھتا دیکھ کر سنجیدگی سے پوچھا۔

"فی الحال میں تم سے دو گھنٹے تک صرف اپنے کمرے تک محدود رہنے کی درخواست کروں گا۔ اس کے بعد تمہیں ہر قسم کی آزادی ہوگی۔" ندیم نے تیزی سے اُٹھتے ہوئے کہا پھر اس سے پیشتر کہ میں کچھ پوچھتا وہ پلٹ کر برق رفتاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گیا۔ میرے ذہن میں ایک بار پھر مختلف وسوسے سر اُبھارنے لگے!

✧

میری مثال "آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا" سے مختلف نہیں تھی' میں نے ایک ہنگامے سے چھٹکارا پانے کے لیے راہِ فرار اختیار کی تھی لیکن لندن میں نئے ہنگامے مجھے چاروں طرف سے گھیر رہے تھے۔ ندیم نے مجھے فون پر ہونے والی گفتگو کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا لیکن میں اتنا بچہ بھی نہیں تھا کہ اس کی "دو گھنٹے تک کمرے تک محدود" رہنے کی درخواست کا مقصد نہ سمجھ سکتا۔

مجھے اب اپنا اندازہ درست لگ رہا تھا' جس روز میں نے پہلی بار "لکی اسٹارز" میں نارمن کے سلسلے میں ندیم کی درخواست پر قدم رکھا تھا اسی روز سے گراہم کے آدمی میرے تعاقب میں تھے' سلسلے کی کڑیاں مجھے مضبوط نظر آرہی تھیں' انسپکٹر پاول اور لیڈی مکلارنس کا اضافہ بعد میں ہوا تھا۔

دو گھنٹے تک کمرے میں محدود رہنے کی درخواست کا صرف ایک ہی مطلب نکلتا تھا' گراہم یا پھر انسپکٹر پاول کے تعینات کردہ ایجنٹس میری خوشبو سونگھتے ہوئے یہاں تک بھی پہنچ گئے تھے۔ فون پر ندیم کو اپنے آدمیوں کے ذریعے یہی اطلاع ملی ہوگی' جواب میں اس نے اپنے آدمیوں کو جو ہدایت دی تھی اس کا مفہوم بھی پولیس کی زبان میں یہی نکلتا تھا کہ کسی ممکنہ خطرناک سچویشن در پیش آنے کی صورت میں دشمن کو بے دریغ ٹھکانے لگا دیا جائے۔

دو نام جو میرے ذہن میں اُبھرے تھے میں نے ان میں سے انسپکٹر پاول کے نام کو مسترد کردیا۔ اس کے ایجنٹ صرف میری نقل و حرکت پر نظر رکھ سکتے تھے' مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے جبکہ گراہم کے بارے میں خود ندیم نے حالات کی روشنی میں اس بات کا اظہار کیا تھا کہ وہ نارمن' ہاورڈ اور اپنے دوسرے ساتھیوں کے بدلے میں مجھ سے انتقام لینا چاہتا تھا۔ اگر اس کے علم میں یہ بات آچکی تھی کہ گریشیا کے آدمیوں نے مجھے کس مقصد کے لیے اغوا کیا تھا تو یقیناً وہ کانٹوں پر لوٹنے پر مجبور ہوگیا ہوگا' گریشیا نے خود اقرار کیا تھا کہ گراہم اس کی "نامعقول مصروفیات" جاننے کے باوجود درگزر سے کام لینے کا عادی تھا لیکن میری پوزیشن دوسرے عام آدمیوں سے مختلف تھی۔ گراہم کے دل میں اگر میرے خلاف انتقام کی آگ نے بھڑک کر شعلے کا روپ اختیار کرلیا تھا تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں تھی' اس کی

جگہ میں ہوتا تو شاید میری ذہنی کیفیت بھی وہی ہوتی جو گراہم کی ہو رہی ہوگی۔ ممکن ہے ندیم کو فون پر یہی اطلاع ملی ہو کہ گراہم کے آدمی ہوٹل تک پہنچ چکے ہیں اور انہیں گراہم کی جانب سے میرے سلسلے میں "شوٹ ایٹ سائٹ" (دیکھتے ہی گولی مار دو) کے احکام مل چکے ہیں۔

میں تلملا کر اُٹھا اور کمرے میں ٹہلنے لگا' ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے میرا ایمان ہے کہ موت برحق ہے اور اس کے لیے جو وقت مقرر کیا جا چکا ہے اسے کوئی ٹال نہیں سکتا لیکن اس کے ساتھ ہی جانتے بوجھتے ہوئے جلتی آگ میں چھلانگ جانا بھی عقلمندی کے منافی تھا۔ ایک خیال مجھے اس بات پر اُکسا رہا تھا کہ میں باہر نکلوں اور خود حالات کا سامنا کروں لیکن ندیم کی درخواست مجھے اپنے پیروں میں بیڑیاں محسوس ہو رہی تھی۔

میں ٹہلتے ٹہلتے بے خیالی میں اس بالکونی کی طرف چلا گیا جو ہوٹل کے مرکزی دروازے کی جانب واقع تھی۔ اچانک میری نظر اس بتائی لڑکی پر پڑی جو عین ہوٹل کے سامنے والی رہائشی بلڈنگ کی بالکونی میں کھڑی تھی' اس نے منی اسکرٹ پہن رکھا تھا' دور ہونے کے باوجود وہ بہت حسین نظر آ رہی تھی۔ اس کی نگاہیں میری بالکونی کی طرف تھیں لیکن میرے بالکونی میں قدم رکھتے ہی اس نے جس انداز میں جلدی سے اپنی توجہ دوسری سمت مبذول کی تھی اس نے میری چھٹی حس کو بیدار کر دیا' میرے ذہن کے حساس گوشوں میں سرخ بتیاں جلنے بجھنے لگیں۔

"خطرہ" میرے دماغ میں یہ مختصر سا لفظ تیزی سے اُبھرا دوسرے ہی لمحے میں برق رفتاری سے پلٹ کر دیوار کی آڑ میں ہو گیا اگر مجھے ایک لمحے کی دیر ہو جاتی تو شاید کسی خاموش رائفل سے نکلی ہوئی وہ گولی میرے وجود کو چاٹ چکی ہوتی جو میرے درمیان سے ہٹ جانے کے بعد فرش سے ٹکرا کر کمرے کی عقبی دیوار کا تھوڑا سا پلاسٹر اُدھیڑ چکی تھی' میں نے اپنی پوزیشن تبدیل کی' بالکونی سے ملحقہ کھڑکی کے دبیز پردے کو معمولی سا کھسکا کر میں سامنے والی بالکونی کی سمت دیکھا۔ وہ خوب صورت لڑکی جو مجھے شکار کرنے کے لیے بطور "چارا" استعمال کی گئی تھی اس وقت بالکونی میں موجود نہیں تھی' میں نے بلڈنگ میں واقع اس بالکونی کے محل وقوع کو ذہن نشین کیا پھر ہاتھ ملتا ہوا گھوم کر ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس وقت مجھے اپنی بے بسی کا احساس بڑی شدت سے ہو رہا تھا' موت چاروں طرف سے اپنا گھیرا میری جانب تنگ کر رہی تھی لیکن میں حالات سے کھل کر سینہ سپر ہونے کے بجائے چھپا بیٹھا تھا پھر اچانک ایک خیال میرے ذہن میں تیزی سے اُبھرا' تمام احتیاط کو بالائے طاق رکھ کر میں نے فوری طور پر ندیم سے رابطہ قائم کرنے کی ٹھان لی۔ مجھے اپنے ارادے میں ناکامی نہیں ہوئی' خلاف توقع دوسری جانب سے خود ندیم نے کال ریسیو کی تھی' شاید وہ فون کے قریب ہی موجود تھا۔

"ہیلو....." اس کی آواز ریسیور پر اُبھری۔ انداز ایسا تھا جیسے اسے کسی کال کا انتظار رہا ہو۔

"میں شہباز بول رہا ہوں۔"

"خیریت....." اس نے تیزی سے سوال کیا۔

"ہوٹل کے عین سامنے والی گرے کلر کی بلڈنگ کے ز... طور سے مجھ پر فائر کیا گیا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "کچھ دیر پیشتر ایک خوب صورت سی نوجوان لڑکی اس فلیٹ کی بالکونی میں موجود تھی' فلیٹ کا نمبر تو میں نہیں بتا سکتا لیکن اگر ہوٹل کے مرکزی دروازے پر کھڑے ہو کر اس عمارت پر نظر ڈالی جائے تو وہ فلیٹ رائٹ ہینڈ کارنر سے تیسرے نمبر پر واقع ہے۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ فائر اسی فلیٹ سے کیا گیا تھا؟" ندیم نے اس بار بڑی مدھم آواز میں دریافت کیا' غالباً وہ ... درپیش حالات سے بے خبر ہی رکھنا چاہتا تھا۔

"تم شاید بھول رہے ہو کہ میں ایک پولیس آفیسر بھی ہوں۔" میں نے قدرے خشک لہجے میں کہا۔

"تمہیں کوئی صدمہ تو نہیں پہنچا۔" ندیم نے میری خیریت دریافت کی۔

"میرا خیال ہے کہ تم جتنا وقت ضائع کر رہے ہو اتنی دیر میں ہمارا مطلوبہ مجرم تمہارے آدمیوں کی دسترس سے بہت دور نکل جانے میں کامیاب ہو جائے گا۔"

"رائٹ..... میں تمہیں کچھ دیر بعد کال بیک کرتا ہوں۔" دوسری جانب سے ریسیور کریڈل پر رکھنے کی آواز سنائی دی۔

میں ایک بار پھر حالات کے بارے میں غور کرنے لگا۔ مصلحت کا تقاضا یہی تھا کہ مجھے ندیم اور نسیم کے ساتھ فوری طور پر اس سرزمین کو خیرباد کہہ دینا چاہیے تھا جہاں چاروں طرف خطرے منڈلا رہے تھے لیکن میرا اندازہ تھا کہ ندیم میری اس تجویز پر عمل کرنے سے گریز کرے گا۔ ممکن تھا کہ وہ نسیم کو میرے ساتھ واپس جانے پر اپنی رضامندی کا اظہار کر دیتا لیکن ... میں پارٹنر ہونے کی وجہ سے وہ گراہم سے خوف زدہ ہو کر بھاگنے ... موت کو زیادہ ترجیح دیتا' وہ اسی ٹائپ کا انسان تھا اس نے ... جس ٹریڈ سے وابستہ کر رکھا تھا اس نے اسے خطرات سے کھیلنے کا عادی بنا دیا تھا۔ ویت نام میں پیدا ہونے والے ان بچوں کی طرح جو بموں کے دھماکوں اور بھڑکتی آگ کے شعلوں میں پل کر جوان ہوئے تھے' زندگی اور موت کا بھیانک رقص ان کی زندگی کا جزو لازم بن کر رہ گیا تھا جس کے بغیر انہیں شاید بے کیفی کا احساس ضرور ہوتا ہو۔

میں ندیم کو تنہا چھوڑنا بھی مناسب نہیں سمجھتا تھا۔ اس نے زندگی کے اہم موڑوں پر جس انداز میں اپنی جان پر کھیل کر میری مدد کی تھی اسے فراموش نہیں کر سکتا تھا۔ حا...

...یب سی صورت اختیار کر رکھی تھی۔ میں ابھی کسی آخری فیصلے پر پہنچنے کی کوششوں میں مصروف ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔

"ہیلو..... شہباز اسپیکنگ....."

"اوہ..... تو تم ابھی تک زندہ ہو....." میری توقع کے خلاف ندیم کے بجائے کسی اور شخص کی سرسراتی ہوئی آواز اُبھری۔ "میں نے صرف یہی معلوم کرنے کے لیے فون کیا تھا۔"

"کون ہو تم.....؟"

"ظاہر ہے کہ اگر تمہارا دوست ہوتا تو تمہاری زندگی کی خبر سن کر مجھے اتنا افسوس نہ ہوتا جتنی تمہاری موت کی اطلاع میرے لیے مسرت انگیز ثابت ہوتی۔" دوسری جانب سے سفاکی کا مظاہرہ کیا گیا۔ "بہرحال' میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اب تم زیادہ عرصے تک زندہ نہیں رہ سکو گے۔"

"میری موت سے تمہیں کیا حاصل ہو گا؟"

"بالکل ویسی ہی خوشی جیسی کسی بڑی لاٹری کا ٹکٹ نکل آنے پر اس کے مالک کو ہوتی ہے۔"

"زیادہ خوش فہمی بھی کبھی انسان کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے۔" میں نے سپاٹ آواز میں کہا۔

"اسی لیے میں تمہیں یہ مشورہ دینا چاہوں گا کہ تم اپنے دوست پر زیادہ اعتماد نہ کرو۔ ہم جب چاہیں گے اسے بھی بھون کر رکھ دیں گے۔"

"فی الحال تم اپنی اس دھمکی کو عملی جامہ پہنانے سے کیوں گریز کر رہے ہو؟ کوئی خاص مصلحت؟"

"تم ابھی نادان ہو۔ ان باتوں کو نہیں سمجھ سکو گے۔"

"پھر۔ تمہارا کیا مشورہ ہے؟" میں نے زہرخند سے دریافت کیا۔ "کیا میرے لیے اپنی زندگی بچانے کا کوئی راستہ باقی نہیں رہ گیا ہے۔"

"ایک راستہ ممکن ہے۔" سرد آواز میں جواب ملا۔ "چوبیس گھنٹے کے اندر اندر واپس لوٹ جاؤ۔"

"تم اس قدر یقین کے ساتھ میری زندگی کی ضمانت کس طرح دے رہے ہو؟" میں نے اسے کریدنے کی خاطر پوچھا۔ "کیا گراہم نے تمہیں اس بات کا اختیار دے رکھا ہے کہ تم اس کے مشورے کے بغیر بھی کوئی قدم اٹھا سکو؟"

"زیادہ چالاک اور ہوشیار بننے کی حماقت نہ کرو۔ ہمیں اس بات کا علم ہے کہ تم محکمہ پولیس میں ایک اہم عہدے پر بھی فائز رہ چکے ہو لیکن تمہیں شاید اس بات کا تجربہ نہیں ہے کہ تمہارے یہاں کے جرائم پیشہ افراد ہمارے ایجاد کردہ سائنٹفک طریقوں سے ابھی سیکڑوں میل پیچھے ہیں۔"

"کیا تم کسی خاموش رائفل سے نامردوں کی طرح پردے کے پیچھے چھپ کر کسی پر فائر کرنے کو بھی سائنٹفک کہو گے؟" اسے ٹٹولنے کی خاطر اس بار میں نے حقارت سے کہا۔

"میں نہیں سمجھ سکا کہ تم کس فائر کی بات کر رہے ہو؟" دوسری جانب سے حیرت کا اظہار کیا گیا لیکن جواب دینے کا انداز اس بات کی غمازی کر رہا تھا کہ وہ دیدہ و دانستہ تجاہل عارفانہ سے کام لینے کی کوشش کر رہا تھا۔

"میں ایک شرط پر تمہاری اس سائنٹفک سرزمین کو خیرباد کہنے کو آمادہ ہو سکتا ہوں۔" میرے لہجے میں گہرا طنز تھا جو شاید اس کے سر سے گزر گیا۔

"کیا....." اس نے بدستور سرد لہجے میں دریافت کیا۔

"مجھے صرف ایک بار دس منٹ کے لیے اس حسین لڑکی سے ملوا دو جسے تم نے کیچوے کی طرح کانٹے پر چڑھا کر ایک بڑی مچھلی کو شکار کرنے کا انتہائی گھٹیا اور بازاری طریقہ اختیار کیا تھا۔"

"بڑی مچھلی....." اس بار میرے کہے ہوئے جملے کا مذاق اُڑاتے ہوئے کہا گیا۔ "تمہاری بات سن کر قہقہے لگانے کو دل چاہ رہا ہے' تمہیں شاید اپنے بارے میں ضرورت سے کچھ زیادہ ہی خوش فہمی لاحق ہو گئی ہے ورنہ تمہاری حیثیت ہماری نظروں میں اس مچھلی سے زیادہ نہیں ہے جسے اگر پانی سے نکال کر خشکی پر پھینک دیا جائے تو وہ تڑپ تڑپ کر دم توڑ دیتی ہے۔ اب تمہارے لیے بھی ہمیں کچھ ایسا ہی طریقۂ کار اختیار کرنا پڑے گا کہ تم خود اپنے ہاتھوں سے اپنا گلا گھونٹنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔"

"مجھے اس کی اطلاع پہلے سے کر دینا تاکہ میں وقت آنے سے پہلے ہی گلا گھونٹنے کی پریکٹس شروع کر دوں ورنہ عین وقت پر ناتجربہ کاری کی بنا پر مجھے زیادہ اذیت کا سامنا کرنا پڑے۔"

"ٹھیک ہے..... وقت کا انتظار کرو....." سفاک لہجے میں جواب دینے کے ساتھ ہی دوسری جانب سے لائن منقطع کر دی گئی۔

وہ لمحات میرے لیے بہت جاں گسل تھے۔ ایک طرف وہ گرے رنگ کی عمارت سے خاموش رائفل کے ذریعے موت کی گھات لگائے بیٹھے تھے' وہ لڑکی مختصر سا لباس پہنے بالکونی میں محض اس لیے کھڑی تھی کہ اگر میں اسے کمرے کے اندر سے بھی ایک نظر دیکھ لیتا تو بالکونی میں آ کر اس کا بغور جائزہ لینے کی کوشش ضرور کرتا۔ مشرق کے باشندے مغربی ماحول کی آزادی دیکھ کر دنگ رہ جاتے ہیں' ان کے اندر کا انسان خوب صورت اور بے حجاب دوشیزاؤں کو دیکھ کر مچل اُٹھتا ہے' انہیں ایسے ایسے ہوش ربا مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں جس کا بیان اس ماحول کی لذتوں کو پوری طرح اُجاگر کرنے سے قاصر ہے۔ جو لوگ لندن اور دوسرے ممالک کی سیر کر چکے ہیں وہ ان باتوں اور حسین گھاتوں سے بخوبی واقف ہوں گے' مغربی ماحول میں شرم و حیا کی کوئی بندش' کوئی پابندی نہیں۔ ہر کوئی آزاد ہے' کسی ٹرین یا بس

کی ایک نشست پر بیٹھا ہوا شخص بھی اپنے برابر والی اس سیٹ پر زیادہ توجہ دینے کی زحمت گوارا نہیں کرتا جہاں سرعام اخلاق سوز حرکتوں اور بوس وکنار کا مظاہرہ کرنا معیوب نہیں سمجھا جاتا۔

بہرحال میں نے بالکونی میں جاکر کسی دانشمندی کا ثبوت نہیں دیا تھا' مجھے ندیم کی دو گھنٹے تک اپنے کمرے تک محدود رہنے کی ہدایت پر دوراندیشی سے عمل کرنا چاہیے تھا۔ وہ میری چھٹی حس کا کرشمہ تھا جس نے مجھے موت کے منہ جانے سے بال بال بچالیا تھا' کچھ میرے ستاروں کی گردش میرے حق میں تھی جو لڑکی کے عقب میں چھپے ہوئے موت کے فرشتے نے جلدبازی کا مظاہرہ کرڈالا' اگر وہ اطمینان سے کام لیتی تو عین ممکن تھا کہ میں اس وقت لاش کی ہی صورت میں بالکونی میں خون میں لت پت پڑا ہوتا لیکن شاید وہ سفید پوش بزرگ کی دعاؤں کا نتیجہ تھا یا میری انگلی میں موجود صندلی انگوٹھی کی کرامت تھی جس نے مجھے اور میرے دشمن کو ایک ہی وقت پر عمل کرنے پر اکسایا تھا اور میں موت کے منہ میں جاتے جاتے زندگی کی سمت واپس پلٹ آیا تھا۔

اگر وہ میری موت ہی کے درپے تھے تو پھر اس فون کی کیا ضرورت تھی؟ وہ کون تھا جس نے چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر لندن سے واپسی کی صورت میں زندگی کی ضمانت کی پیشکش کی تھی......؟ کیا وہ اتنی ہی اہم حیثیت کا مالک تھا کہ اسے گراہم کے مشورے کے بغیر بھی کچھ فیصلے کرنے کا اختیار حاصل تھا؟ میں نے سوچا۔ یہ بھی ممکن ہو سکتا تھا کہ اس نے فائرنگ کی کوشش میں ناکامی کے بعد گراہم کو صورت حال سے آگاہ کیا ہو اور اس کی جانب سے ملنے والے سگنل کے بعد ہی مجھے فون کیا ہو۔

فون کی گھنٹی دوبارہ بجی تو میرے خیالات کا شیرازہ منتشر ہوگیا۔ اس بار میں نے ریسیور اٹھانے میں جلدبازی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ اب کس کا فون ہو سکتا تھا۔ میں نے سوچا۔ کیا اب براہِ راست گراہم نے مجھ سے رابطہ قائم کی کوشش کی ہوگی؟

انسپکٹر پاول کے کسی خفیہ لباس والے نے کسی دوسرے متوقع حملے کے بارے میں مجھے اپنی معلومات سے آگاہ کرنا مناسب سمجھا ہوگا یا پھر وہ کال ندیم کی تھی......؟ میں ایک لمحے تک ذہنی جمناسٹک کرتا رہا پھر میں نے ہاتھ بڑھاکر ریسیور اٹھالیا۔

"شہباز خان اسپیکنگ۔" میں نے خشک لہجہ اختیار کیا۔

"ندیم بول رہا ہوں۔"

"کوئی نئی خبر۔" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"تم نے جس فلیٹ کی نشاندہی کی تھی اس میں سوائے اس لڑکی کے کوئی اور نہیں وہ جو تمہیں بالکونی میں نظر آئی تھی۔" ندیم نے تفصیل بیان کرتے ہوئے جواب دیا۔ "اس کا نام جولیا ہے۔ ایک مقامی فرم میں بحیثیت اسٹینوگرافر ملازم ہے۔"

"کیا وہ وہاں تنہا رہتی ہے۔"

"ہاں۔ پڑوسیوں کے بیان کے مطابق وہ ایک اچھے کردار کی

مالک ہے۔"

"مجھے اس کے کردار سے کوئی غرض نہیں۔" میں نے جھلا کر کہا۔ "لیکن میں بڑے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ فائرنگ اسی کے فلیٹ سے کی گئی تھی۔"

"میں تمہارے خیال کی تردید نہیں کر رہا۔" ندیم نے وضاحت کی۔ "ہم جس ماحول میں اس وقت سانس لے رہے ہیں وہاں کی ہر شے بکاؤ ہوتی ہے۔ ممکن ہے کسی بھاری معاوضے کی پیشکش نے اس لڑکی کو بھی وقتی طور پر خرید لیا ہو اور اب لا انجان بننے کی کوشش کر رہی ہو۔"

"کیا تمہارے آدمیوں نے براہِ راست جولیا سے بھی رابطہ قائم کیا تھا۔" میں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔"

"برا کیا۔" میں تیزی سے بولا۔ "ہو سکتا ہے کہ تمہارے آدمی کے ملنے کے بعد ہی اس حسین ناگن نے ان لوگوں کو حالات سے باخبر کردیا ہو جن کی طرف سے مجھے چوبیس گھنٹے کے اندر اندر اس سرزمین کو خیرباد کہہ دینے کی پیشکش کی گئی تھی۔ دوسری صورت میں وہ میرے علاوہ تم کو بھی الجھن ڈالنے سے دریغ

نہیں کریں گے۔"

"کیا تمہیں فون پر دھمکی دی گئی ہے۔" ندیم نے گہری سنجیدگی سے دریافت کیا۔ جواب میں میں نے فون پر ہونے والی تمام تفصیل حرف بہ حرف دہرادی۔

"اس فون کال کے بعد تم کس نتیجے پر پہنچے ہو۔" ندیم نے میری بات مکمل ہونے کے بعد پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں ان کی پیشکش قبول کر لینی چاہیے۔" میں نے تھوڑے توقف کے بعد کہا۔ "بظاہر اب ہمارے یہاں ٹھہرنے سے کوئی فائدہ بھی نہیں ہے۔ نرنجن لال کو ٹھکانے لگانے کے ساتھ ساتھ گراہم اور تمہارے درمیان ضروری معاہدے بھی ہو چکے ہیں۔"

"پھر کریشیا کے آدمیوں نے جو گراہم ہی کے وفادار کہتے ہیں تمہیں اغوا کرنے کی کوشش کیوں کی تھی؟"

"تمہارے بیان کے مطابق ممکن ہے کریشیا نے مجھے اپنے لیے پسند کرلیا ہو۔ خود اس نے بھی مجھ سے یہی کہا تھا کہ دو چار روز مہمان رکھنے کے بعد مجھے باعزت طور پر رہائی مل جائے گی۔"

"اور اس گولی کو کس خانے میں فٹ کرو گے جو گرے رنگ کی عمارت کے فورتھ فلور سے تمہارے اوپر چلائی گئی تھی۔"

"ہو سکتا ہے کہ انہیں اس شخص سے کوئی خاص پرخاش رہی ہو جو مجھ سے پہلے میرے کمرے میں رہائش پذیر ہو اور اسی کے دھوکے میں وہ مجھ پر گولی داغ دینے کی حماقت کر بیٹھے ہوں۔" میں نے بات بنانے کی کوشش کی۔

"اس فون کال کے بارے میں کیا کہو گے جس کا ذکر ابھی تم نے کیا تھا۔"

"وہ۔" میں نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے جواب دیا۔ "محض تمہیں صرف وقتی طور پر ٹینشن میں مبتلا کرنا چاہتا تھا۔"

"شہباز۔ کیا تم مجھے بہلانے کی کوشش کر رہے ہو؟" ندیم نے سرسراتے لہجے میں جواب دیا۔ "کیا میں بچہ ہوں کہ تمہاری باتوں میں آجاؤں گا۔ نہیں۔" اچانک اس کا لہجہ سفاک ہوگیا۔ "گراہم نے تمہارے منظرِ عام پر آنے کے بعد جو خطرناک چال چلنے کی حماقت کی ہے اسے اس کا جواب ضرور ملے گا۔"

"میرا مشورہ ہے کہ تم اگر بہل جاؤ تو اسی میں ہمارے لیے زیادہ عافیت ہے۔" میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"سوری۔" ندیم نے فیصلہ کن انداز اختیار کیا۔ "البتہ تم چاہو تو تسنیم کو اپنے ساتھ لے جا سکتے ہو اس کی غیر موجودگی میں میرے لیے گراہم کے خلاف کوئی جوابی کارروائی زیادہ مؤثر ثابت ہوگی۔"

"تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا میں تمہیں خطرے میں تنہا چھوڑ کر اکیلا چلا جاؤں گا۔"

"مجھے تم سے اسی جواب کی توقع تھی۔" ندیم نے کہا۔ "ویسے اگر تم کسی طرح تسنیم کو تنہا واپس جانے پر آمادہ کر سکو تو ہمارے لیے زیادہ آسانیاں ہوں گی۔ یہاں اس کی موجودگی ہمارے لیے دشواریوں کا سبب بھی بن سکتی ہے۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میں تسنیم کو اس سلسلے میں آمادہ نہیں کر سکوں گا۔ اس کے بارے میں بھی تم ہی کو کوئی بہانہ تراشنا پڑے گا۔" میں نے بڑی صاف گوئی سے جواب دیا پھر بولا۔ "گراہم کے سلسلے میں تم نے کیا فیصلہ کیا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ اب اس کھیل کو ختم ہو جانا چاہیے۔" ندیم نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ "اس کے مقابلے میں البرٹو ہمارے لیے زیادہ سودمند ہوگا۔"

"یہ مت بھولو کہ سانپ کا بچہ ہمیشہ سنپولا ہی کہلاتا ہے۔" میں نے سپاٹ انداز میں کہا۔ "ضروری نہیں ہے کہ تم نے البرٹو کے بارے میں جو رائے قائم کر رکھی ہے وہ گراہم کی موت کے بعد بھی ویسی ہی ثابت ہو۔"

"میں کل کے بارے میں خوش فہمی کا شکار ہونے کا عادی بھی نہیں ہوں۔ میرا اصول ہے کہ جو کرنا ہے اسے کل کے بجائے آج ہی کرڈالوں۔ کل جو کچھ ہوگا اسے کل دیکھا جائے گا۔"

"میرے لیے کوئی نیا فرمان؟" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "میرا مطلب ہے کہ کیا اب بھی مجھے صرف اپنے کمرے تک محدود رہنا ہوگا۔"

"نہیں...... تم جہاں چاہے جا سکتے ہو۔"

"شکریہ۔"

میں نے فون بند کردیا' رات کا کھانا میں نے اپنے کمرے میں ہی کھایا۔ میرا خیال تھا کہ ندیم اور تسنیم میرے ساتھ تھوڑا وقت گزارنے کی خاطر ضرور آئیں گے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ میں بستر پر لیٹا رات گئے تک پیش آنے والے حالات کے بارے میں غور کرتا رہا۔ جہاں تک گراہم کا تعلق تھا۔ میں نارمن اور ہاورڈ کی وجہ سے اس کی نظروں میں آگیا تھا لیکن ابھی تک میں یہ نہیں سمجھ سکا تھا کہ انسپکٹر پاول اور لیڈی مکارنس نے کس مقصد کے تحت میری ذات میں دلچسپی لینی شروع کی تھی۔

لیڈی مکارنس نے مجھے یقین دلایا تھا کہ اب وہ اور اس کے گارڈز میری حفاظت کریں گے۔ مکارنس کیسل میں میری آنکھوں نے جو کچھ بھی دیکھا تھا اس کے بعد مجھے اس بات کا یقین آگیا تھا کہ وہ یقیناً ایک ایسی جادوگرنی تھی یا پراسرار علوم میں اتنا دخل رکھتی تھی کہ لوگوں کے علاوہ انسپکٹر پاول بھی براہِ راست اس سے ٹکرانے سے گریز کر رہا تھا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ اس نے مجھے بطور ترمپ کارڈ استعمال کرنے کا پروگرام بنا لیا تھا۔ بہرحال مجھے لیڈی مکارنس کے علاوہ انسپکٹر پاول کی جانب

سے اس بات کا یقین تھا کہ ان دونوں کے خفیہ ہرکارے میری نگرانی پر ضرور مامور ہوں گے۔ گراہم ندیم کا پارٹنر تھا لیکن اب وہ براہِ راست مجھ سے انتقام لینے پر تُل گیا تھا چنانچہ میں نے طے کرلیا تھا کہ اب ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر آرام سے نہیں بیٹھوں گا۔ گراہم کے علاوہ میں نے لیڈی مکلارنس اور انسپکٹر پاول کو بھی آزمانے کی ٹھان لی تھی۔ میرے پاس ابھی چوبیس گھنٹے تک دشمن کی طرف سے آزادی کا پروانہ موجود تھا' کم از کم فون پر یہی کہا گیا تھا۔ اس کے علاوہ مجھے اس صندلی انگوٹھی پر کامل یقین تھا جو سفید ریش بزرگ کا تحفۂ خاص تھی۔

دوسری صبح کا ناشتا میں نے ڈائننگ ہال میں کیا' بظاہر میں خود کو بہت بے پروا ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن میری نگاہیں قرب و جوار کا جائزہ لے رہی تھیں۔ مجھے اس وقت وہاں کوئی ایسا شخص نظر نہیں آیا جس پر میں شبہ کر سکتا۔ ناشتے سے فارغ ہو کر میں ٹہلتا ہوا ہوٹل سے باہر آگیا۔ سڑک پر ٹریفک رواں دواں تھا میں گاڑیوں کے ہجوم سے بچتا بچاتا سڑک عبور کرکے دوسری جانب واقع گرے کلر کی بلڈنگ تک جا پہنچا پھر چوتھی منزل پر مجھے اپنے مطلوبہ فلیٹ کو تلاش کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ فلیٹ کے باہر جولیا مائیکل کے نام کی تختی نے میری مزید رہنمائی کردی تھی۔

میں نے اپنی دستی گھڑی پر نظر ڈالی۔ اس وقت صبح کے ساڑھے آٹھ بجے تھے۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو شاید میری مطلوبہ شخصیت پوری تیاری کے ساتھ کسی بھی لمحے دروازہ کھول کر برآمد ہو سکتی تھی۔ اس کے دفتر کے لیے جانے کا وقت ہوچکا تھا لیکن میں نے اس کا انتظار نہیں کیا۔ بڑے اطمینان سے ہاتھ بڑھا کر اس طرح کال بیل کو یکے بعد دیگرے دو بار پش کیا جیسے میں اس کا کوئی پرانا شناسا رہا ہوں۔ مجھے انتظار کی زحمت نہیں اٹھانی پڑی۔ ایک منٹ بعد جس لڑکی نے دروازہ کھولا وہ وہی لڑکی تھی جسے میں کل اپنے ہوٹل کے کمرے کی بالکونی سے دیکھ چکا تھا' اس کے جسم پر ٹاول کا گاؤن اور بال بھیگے ہوئے تھے۔ شاید وہ غسل خانے سے نکل کر آئی تھی' مجھے اعتراف ہے کہ وہ اس وقت کل کے مقابلے میں میک اپ کے بغیر بھی خاصی دلکش' شاداب اور حسین نظر آرہی تھی لیکن وہاں اس کے حسن کے قصیدے پڑھنے نہیں گیا تھا۔

"فرمایئے۔" اس نے مجھے سر سے پیر تک ایسی نظروں سے دیکھا جیسے میں اس کے لیے قطعی اجنبی تھا۔

"مس جولیا۔"

"جی ہاں۔" اس نے بدستور اجنبی انداز میں جواب دیا۔ "جولیا میرا ہی نام ہے۔"

"اور مائیکل۔" میں نے دریافت کیا۔

"کیا آپ کا تعلق سنس (CENSUS) ڈپارٹمنٹ سے ہے۔" اس کے لہجے میں ناخوشگواری شامل تھی۔

"جی نہیں۔" میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے قدرے مشکوک انداز میں اپنا تعارف کرایا۔ "میرا نام شہباز خان ہے اور میں آپ کی بالکونی کے عین سامنے والے ہوٹل کے اس کمرے میں مقیم ہوں جو......"

"اب تم کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟" وہ میرا جملہ کاٹ کر اُکتائی ہوئی بولی۔ "کل سے اب تک متعدد افراد بلاوجہ میرے سکون کو برباد کر چکے ہیں۔ مجھے بتاؤ' کیا تمہیں یقین ہے کہ تمہارے اوپر میرے ہی فلیٹ سے فائر کیا گیا تھا۔"

"بالکل نہیں۔" میں نے دروغ گوئی اور معصومیت سے کام لیا۔ "ممکن ہے پولیس نے یا کسی دوسری ایجنسی نے محض شبے کی بنا پر آپ کو کریدنے کی کوشش کی ہو۔"

"جب میرے ہاتھ صاف ہیں تو پھر مجھے کسی ایجنسی کی پروا نہیں ہے۔" اس نے نفرت سے جواب دیا پھر مجھے گھورتے ہوئے بولی۔ "تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

"اس بات کی معذرت کرنے کے لیے کہ آپ کو بلاوجہ میری خاطر زحمت اُٹھانا پڑی۔"

"تمہیں اس بات کا اندازہ کس طرح ہوا کہ مجھے تم پر ہونے والے حملے کے سلسلے میں کریدا گیا ہے۔" اس نے مجھے گہری اور مشکوک نظروں سے دیکھا۔

"وہ دراصل مجھے ہوٹل کے ایک اسٹیوارڈ نے بتایا تھا۔"

"میرا وقت ضائع کرنے کی کوشش مت کرو مسٹر۔" اس بار اس نے نفرت سے کہا۔ "میں اجنبیوں سے میل ملاپ بڑھانے کی عادی نہیں ہوں۔"

پھر اس سے پیشتر کہ میں جواب میں کچھ کہتا اس نے بڑے غصے سے دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ میں نے وہاں مزید رُکنا مناسب نہیں سمجھا بظاہر لڑکی کی باتوں سے اس بات کا اندازہ لگانا مشکل تھا کہ وہ مجھ پر ہونے والے حملے میں کس وجہ سے یا کس حد تک شریک تھی۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ حملہ آوروں نے زبردستی اس کے فلیٹ کو استعمال کیا ہو۔ بہرحال مجھے اس بات کا یقین تھا کہ فائر جولیا مائیکل کے فلیٹ ہی سے کیا گیا تھا اور وہ ان لوگوں کی بابت کچھ نہ کچھ ضرور جانتی تھی۔ اگر وہ اس کے لیے اجنبی تھے تو کم از کم وہ ان کے چہروں کو ضرور دیکھ چکی تھی۔ زبان بند رکھنے کا ایک سبب یہ بھی ہو سکتا تھا کہ زبان کھولنے کی صورت میں اسے موت کی دھمکی دی گئی ہو۔

گرے رنگ کی عمارت سے باہر نکل کر میں نے ایک ڈبل ڈیکر بس پکڑی اور یوں ہی بلاوجہ شہر کا چکر لگاتا رہا' دوپہر کا کھانا میں نے ایک دوسرے ہوٹل میں کھایا تھا اس کے بعد میں نے کچھ وقت ٹیوب سروس (تین بوگیوں والی ریل کار کی طرح وہ تیز رفتار سروس جو بجلی سے زیرِ زمین چلتی ہے) سے لطف اندوز ہونے میں صرف کیا پھر شام کا وقت میں نے ویسٹ منسٹر (WEST MINSTER) پر واقع ایک تفریح گاہ میں گزارا۔ دو سیٹوں والی ایک موٹر بوٹ کرائے پر حاصل کرکے تقریباً دو گھنٹے تک پانی کی صاف و شفاف لہروں پر ہچکولے کھاتا رہا۔ ان موٹر بوٹس کی رفتار چونکہ فکسڈ ہوتی ہے اس لیے انسان انہیں مرضی کے مطابق برق رفتاری سے نہیں دوڑا سکتا' یہ گھنٹے کے حساب سے کرائے پر ملتی ہیں اور بے تکلف جوڑے صحیح معنوں میں ان سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

بظاہر میں ایک سیاح کی حیثیت سے لندن کے مختلف علاقوں اور تفریح گاہوں کی خاک چھانتا پھر رہا تھا لیکن میری نگاہیں کسی ایسے شخص کی متلاشی تھیں جس پر میں اس بات کا شبہ کر سکتا کہ وہ میری نگرانی کر رہا ہے لیکن مجھے اپنے ارادے میں مایوسی ہی کا سامنا کرنا پڑا۔

میں جن حالات سے دوچار تھا اس میں اس طرح تنہا گھومتے پھرنا دانشمندی کے منافی تھا' دشمن کا کوئی اُجرتی قاتل کسی بھی موقعے پر مجھے موت کے گھاٹ اُتار سکتا تھا لیکن اب میں نے موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مقابلہ کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا' میں مرد تھا' عورتوں کی طرح چوڑیاں پہن کر کسی چاردیواری کے اندر گھٹتے رہنا مجھے منظور نہیں تھا۔

پھر جب شام کے سائے رات کے گھپ اندھیرے میں مدغم ہونے لگے تو اچانک ہی میں نے ایک خطرناک ارادہ کرلیا' رات کا کھانا کھانے کے بعد میں نے ایک بس پکڑی اور لکی اسٹارز کیسینو کی سمت روانہ ہوگیا۔ سانپ کی بل میں ہاتھ ڈالنے والے اس بات سے بھی بخوبی واقف ہوتے ہیں کہ ڈس لیے جانے کی صورت میں ان کی موت بھی واقع ہو سکتی ہے لیکن میں یہ بھی جانتا تھا کہ گیدڑ کی سو سال کی زندگی سے شیر کی ایک روز کی زندگی بہتر ہوتی ہے۔ مجھے گیدڑ بن کر زندگی گزارنا منظور نہیں تھا شاید یہی جذبہ مجھے لکی اسٹارز تک کھینچ لے گیا تھا۔

ٹاپ فلور پر قدم رکھتے ہی خاص طور پر سرخ رومال جیب میں رکھنے والے کارندے مجھے دیکھ کر چونک اٹھے تھے۔ انہیں اپنی قوتِ بینائی پر یقین نہیں آرہا تھا۔ یہ بات ان کے لیے یقیناً تعجب خیز تھی کہ شکار خود اپنے قدموں سے چل کر شیر کی کچھار تک آگیا تھا۔ ان کی نگاہوں سے نفرت اور حقارت کا جذبہ مترشح تھا۔ میں ان کی پروا کیے بغیر سیدھا کاؤنٹر پر گیا جہاں نیا فلور انچارج اپنے سینے پر اس اعزاز کا بیج لگائے بڑی شان بے نیازی سے سینہ تانے کھڑا ہال میں بیٹھے ہوئے لوگوں کا عقابی نظروں سے جائزہ لینے میں مصروف تھا۔ اچانک اس کی نظر مجھ پر پڑی تو وہ اس طرح چونکا جیسے گہری نیند میں اس کی آنکھ کھل گئی ہو' ایک لمحے تک وہ مجھے بڑی پُرتجسس نگاہوں سے گھورتا رہا' میں نے اسے پہلے نہیں دیکھا تھا لیکن شاید وہ میری شخصیت سے بخوبی واقف تھا۔

"فرمایئے۔" اس نے اپنی حیرت پر کسی قدر قابو پاتے ہوئے دریافت کیا۔ "ہم آپ کی کیا خدمت کرسکتے ہیں۔"

"مجھے مسٹر گراہم سے ملاقات کرنی ہے۔" میں نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔

"آپ کا نام۔"

"شہباز خان۔"

"سوری مائی ڈیئر۔" فلور انچارج نے جو کسرتی جسم اور دراز قد کا مالک تھا' بے رخی کا مظاہرہ کیا۔ "باس کی ملاقات کا وقت دس سے بارہ بجے تک ہے ان اوقات کے علاوہ کسی اجنبی سے ملنا باس کے اصول کے خلاف ہے۔"

"تمہارا نام۔"

"ایڈگر۔" اس نے دیدہ و دانستہ اپنے جسم کی نمائش کرتے ہوئے کھردرے لہجے میں کہا۔ "ایڈگر جونز جسے لوگ ایڈی کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں اور تمہاری اطلاع کے لیے یہ بھی عرض کردوں کہ میں بہت اچھی شہرت اور کردار کا مالک بھی نہیں ہوں۔ جو لوگ میرے ماضی سے واقف ہیں وہ میرے قریب پھٹکنے سے بھی گریز کرتے ہیں۔"

وہ مجھے مرعوب کرنے کی کوشش کر رہا تھا اور میرے کانوں میں وہ آواز بازگشت بن کر گونج رہی تھی جس نے ہوٹل میں فائرنگ کے بعد میرے زندہ یا مردہ ہونے کی تصدیق کی خاطر فون کیا تھا پھر مجھے چوبیس گھنٹے کے اندر اندر ملک کی سرحدوں سے دور نکل جانے کی ہدایت کی تھی۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا وہ سو فیصد ایڈگر عرف ایڈی ہی کی آواز تھی۔

"میرا مشورہ ہے کہ تم میرا نام مسٹر گراہم تک پہنچا دو۔ ہو سکتا ہے کہ وہ مجھ سے ملاقات کرنے سے انکار نہ کریں۔" میں نے ایڈی کی شخصیت سے مرعوب ہوئے بغیر سنجیدگی سے کہا۔

"کوئی خاص اور اہم کام جو صبح تک نہیں ٹالا جا سکتا۔" ایڈی نے مجھے تیز نظروں سے گھورا۔ ان نگاہوں میں کسی زہریلے ناگ کی سحرانگیز چمک موجود تھی۔

"ہاں۔" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "میرے پاس صرف چوبیس گھنٹے کی مہلت تھی جو آج شام ختم ہو چکی ہے۔ میں اسی سلسلے میں تمہارے باس سے کچھ ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں نہیں سمجھ سکا کہ تم کس مہلت کی بات کر رہے ہو۔" ایڈی نے حقارت سے کہا لیکن اس کی گفتگو کا انداز اب اس بات کی غمازی کر رہا تھا کہ وہ حقیقت سے انحراف کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ میں دل ہی دل میں مسکرائے بغیر نہ رہ سکا چوبیس گھنٹے کی مہلت کے حوالے نے اس کی شخصیت کے دوسرے رخ کا بھانڈا پھوڑ دیا تھا۔

"کیا تم مسٹر گراہم کی تمام نجی باتوں اور مصروفیات سے بھی

باخبر رہتے ہو۔" میں نے بدستور سنجیدگی سے سوال کیا۔

"کیا چاہتے ہو تم۔" ایڈی نے ایک طرح سے مجھے باقاعدہ چیلنج کرتے ہوئے دریافت کیا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ سرخ رومال والے بیشتر کارندوں کی نظریں اس کی جانب سے کسی خاص اشارے کی منتظر تھیں جس کے بعد شاید وہ مجھے بھنبھوڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالنے سے بھی گریز نہ کرتے۔ میں ایڈی سے ہمکلام ہونے کے باوجود اس کے کارندوں کی جانب سے بے خبر نہیں تھا۔

"مسٹر گراہم سے میری ملاقات بہت ضروری ہے۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب میں کہا۔

"اور اگر میں تمہیں اس کی اجازت نہ دوں تو۔" ایڈی کے لہجے میں سفاکی آگئی۔

"تو میں یہی سمجھوں گا کہ مسٹر گراہم تمہاری اجازت کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھا سکتے۔"

"دفع ہو جاؤ یہاں سے۔" وہ کسی سانپ کے انداز میں پھنکارا۔ "میں اس فلور پر خون خرابا پسند نہیں کرتا ورنہ....."

"کیا میں تم سے ایک سوال کر سکتا ہوں۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔

"پوچھو۔"

"تم سے پیشتر نارمن نامی ایک شخص یہاں کا انچارج ہوا کرتا تھا اور اگر میری یادداشت مجھے دھوکا نہیں دے رہی ہے تو وہ بہت ملنسار اور مہمان نواز طبیعت کا مالک تھا۔ آج کل کہاں ہے؟"

"جہنم میں۔" ایڈی کے تیور اچانک ہی خطرناک ہو گئے، مجھے قہر آلود نظروں سے گھورتے ہوئے بولا۔ "تم یہاں سے اپنے قدموں پر چل کر جانا پسند کرو گے یا مجھے تمہارے لیے کوئی اور بندوبست کرنا پڑے گا۔"

میں کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ کاؤنٹر پر رکھے ہوئے انٹرکام کا بزر بول اٹھا، ایڈی نے بدستور مجھے کھا جانے والی نظروں سے گھورتے ہوئے ریسیور اٹھا لیا پھر دوسرے ہی لمحے اس نے "اوکے باس" کہہ کر ریسیور کریڈل پر واپس رکھ دیا۔ اس کے بعد مجھے نفرت بھرے لہجے میں مخاطب کرتے ہوئے بولا۔

"تم خوش قسمت ہو جو باس نے اس وقت تم سے ملنا منظور کر لیا ہے۔"

"مجھے کم از کم مسٹر گراہم کی ذات سے اسی بات کی توقع تھی۔" میں نے ایڈی سے کہا پھر ان جانے پہچانے راستوں کی سمت قدم بڑھانے لگا جن سے گزر کر میں ایک بار پہلے ندیم کے ساتھ گراہم سے ملاقات کر چکا تھا۔ گراہم کے بارے میں مجھے اس بات کا علم پہلی ہی ملاقات میں ہو چکا تھا کہ اس نے اپنے مخصوص کمرے میں شارٹ سرکٹ ٹیلی وژن اسٹیشن قائم کر رکھا

تھا جہاں سے بیٹھے بیٹھے وہ کیسینو کے ہر فلور کا جائزہ لیتا رہتا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اس کو میری آمد کی اطلاع بھی مخصوص طور پر نصب کیمروں کے ذریعے اسی وقت مل گئی ہوگی جب میں نے گلی اسٹارز میں قدم رکھا ہوگا۔ اس نے خاص طور پر میرے اور ایڈی کے درمیان ہونے والی گفتگو کا ایک ایک لفظ بھی بہت غور سے سنا ہوگا۔

بہرحال مجھے گراہم کی طرف سے گرین سگنل مل جانے کے بعد اس کے خاص کمرے تک پہنچنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ میں اس کے کمرے میں داخل ہوا تو ٹھٹک کر دروازے پر ہی رک گیا۔ مجھے ملاقات کی اجازت دینے کے باوجود اس نے اپنے اس شغل کو جاری رکھا تھا جس میں شاید وہ پہلے سے مصروف تھا۔

ایک آرام کرسی نما صوفے پر نیم دراز وہ اس وقت بھی مے نوشی میں اپنے پورے تن و توش کے ساتھ مصروف تھا۔ وہ تنہا نہیں تھا اس کے ساتھ دوسرے صوفے پر ایک نہایت خوبصورت لڑکی جو صورت و شکل اور پہناوے کے اعتبار سے کوئی مصری کیبرے ڈانسر لگ رہی تھی اپنی تمام تر حسن کی رعنائیوں اور نزاکتوں کے ساتھ بیٹھی گراہم کے لیے جام تیار کر رہی تھی۔ اس کا باریک لباس اس کے جسم کو پوری طرح چھپانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی گہرے سیاہ رنگ کے شیشے کی خوبصورت اور نہایت قیمتی گول میز موجود تھی جس پر مے نوشی کے تمام لوازمات بڑے سلیقے سے موجود تھے۔

"رک کیوں گئے مائی ڈیئر۔" گراہم نے مجھے بڑے دوستانہ انداز میں مخاطب کیا۔ "مجھے افسوس ہے کہ ایڈی نے تم سے جس

انداز میں گفتگو کی وہ تمہارے شایان شان نہیں تھی۔ شاید وہ تمہاری شخصیت سے واقف نہیں تھا ورنہ اس گستاخی کی جرأت کبھی نہ کرتا جس کے لیے میں تم سے معذرت خواہ ہوں۔"

میں گراہم کے اشارے پر اس کے قریب رکھے ایک خالی صوفے پر بیٹھ گیا۔ مصری نژاد کیبرے ڈانسر نے ایک خاص دلربانہ انداز میں مسکرا کر مجھے دیکھا پھر ٹوٹی پھوٹی انگریزی زبان میں بولی۔

"کیا تم میرے ہاتھوں سے ایک جام لینا پسند کرو گے۔"

"سوری۔" میں نے مہذب لہجے میں انکار کیا۔ "میں ابھی تک اس نعمت سے محروم ہوں۔"

"کیا تم تنہا آئے ہو مائی ڈیئر شہباز۔ میرا مطلب ہے کہ کیا میرا بزنس پارٹنر اور تمہارا دوست تمہارے ساتھ نہیں آیا۔" گراہم نے ایک لمبا گھونٹ حلق سے نیچے اتارتے ہوئے دریافت کیا۔

"نہیں۔" اس بار میں نے قدرے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں اس وقت بالکل تنہا آیا ہوں۔"

"اوہ..... کوئی خاص بات۔" اس نے خوبصورت لڑکی کی موجودگی میں بھی بڑے رازدارانہ انداز میں پوچھا پھر جلدی سے بولا۔ "معاف کرنا، میں تم دونوں کا تعارف کرانا تو بھول ہی گیا۔ ان سے ملو۔" وہ لڑکی سے بولا۔ "یہ میرے ایک پارٹنر مسٹر ندیم کے دوست مسٹر شہباز خان ہیں جو بڑی پہلو دار شخصیت کے مالک ہیں اور مسٹر شہباز..... یہ گلی اسٹارز کے مخصوص طائفے میں ایک نئے اور حسین باب کا اضافہ ہیں..... مس مرجینا الحبیب مصر کی ایک مشہور اور معروف کیبرے ڈانسر۔"

"خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" میں نے مرجینا سے اخلاقاً کہا۔

جواب میں وہ صرف مسکرا کر رہ گئی۔

"مجھے خوشی ہے مسٹر شہباز کہ تم نے گراہم سے ملنے میں ایک سیدھا سادا راستہ اختیار کیا۔" گراہم نے ایک اور لمبا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔ "جو لوگ غلط یا ٹیڑھا راستہ اختیار کرتے ہیں وہ مجھے پسند نہیں آتے۔ میں شاید تمہیں مسٹر ندیم کی موجودگی میں بتا چکا ہوں کہ نہ جانے کیوں میرے دوست احباب مجھے آکٹوپس کے نام سے یاد کرتے ہیں۔" آخری جملہ ادا کرتے ہوئے اس نے نہایت انکساری سے کام لینے کی کوشش کی تھی۔

"مسٹر گراہم....." میں نے کن انکھیوں سے مرجینا کی سمت دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا ہم کھل کر بات کر سکتے ہیں۔"

"کیا اب بھی کسی بات کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔" اس بار گراہم یکلخت سنجیدہ ہو گیا۔ میں اس کے لہجے کے کھردرے پن کو محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکا۔

"ہاں۔ کچھ باتیں ایسی ہیں جو وضاحت طلب ہیں۔" میں نے صوفے پر پہلو بدلا۔

جواب میں گراہم نے ہاتھ اٹھا کر مرجینا کو جانے کا اشارہ کیا۔ مرجینا کسی حسین ناگن کی طرح اپنے لوچدار جسم کو بل دیتی ہوئی اٹھی، تمام تکلفات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس نے جھک کر گراہم کے بھدے ہونٹوں پر اپنے نازک لبوں کی سرخی منتقل کی پھر لہراتی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئی۔

"کہو۔ کیا وضاحت کرنا چاہتے ہو۔" گراہم نے مجھے گھورتے ہوئے دریافت کیا۔

"میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے اپنے ہوٹل کے کمرے میں کسی خاموش رائفل کا نشانہ بنانے کی کوشش کیوں کی گئی تھی۔" میں نے کسی تمہید کے بغیر اصل موضوع کو چھیڑ دیا۔

"اس میں براہ راست میری مرضی کو کوئی دخل نہیں تھا۔" گراہم نے بے پروائی سے شانے اچکاتے ہوئے جواب دیا۔ "دراصل وہ نارمن کے ساتھی ہیں جو اپنے دوست کا انتقام لینے پر بضد ہیں۔ جذبات جب بھڑک اٹھیں تو سمندر کی بپھری ہوئی موجوں کا انداز اختیار کر لیتے ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں طوفانی لہروں کو روکنے کی خاطر کوئی بند باندھنے سے قاصر ہوں۔"

"نارمن کی موت میں اس غداری کو دخل تھا جو اس نے ندیم کے ساتھ کی تھی۔"

"مجھے معلوم ہے۔" گراہم تیزی سے بولا۔ "لیکن کیا بالکل اسی طرح نارمن کے ساتھیوں کو اس بات کا حق نہیں ہے کہ وہ اپنے دوست کی موت پر اپنے غم اور غصے کا اظہار بھی نہ کر سکیں۔ نہیں مسٹر شہباز، تم غلطی پر ہو۔ محبت اور جنگ میں ہر حربے کا استعمال جائز ہوتا ہے۔"

"لیکن میں درمیان میں کس طرح آگیا جناب۔"

"میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں۔" وہ میرے جملے کو درمیان سے کاٹتے ہوئے سپاٹ آواز میں بولا۔ "مجھے تم سے ہمدردی ہے لیکن کیا کیا جائے کہ میں نے اپنے ساتھیوں کو اس بات کی سختی سے تاکید کر دی ہے کہ وہ میرے پارٹنر کے خلاف کوئی قدم اٹھانے کی جرأت نہیں کریں گے۔"

"آئی سی..... گویا مجھے نعم البدل کی طور پر ہدف بنایا جا رہا ہے۔" میں نے زہرخند سے جواب دیا۔

"تم ہاورڈ کو کیوں فراموش کر رہے ہو۔" گراہم نے سرسراتے لہجے میں کہا۔ "وہ غریب بھی تو صرف اس لیے مارا گیا کہ نارمن کا دوست تھا۔ میرا خیال ہے کہ تم میرا مقصد سمجھ رہے ہو گے اور کیا تم اس حقیقت سے انکار کر سکو گے کہ اکثر گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے۔"

"گویا تم نے مجھے راستے سے ہٹانے کا آخری فیصلہ کر لیا ہے۔" میں نے گہری سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"میں نے نہیں..... نارمن کے ساتھیوں نے۔" گراہم نے

وضاحت کی۔

"کیا مس گریشیا کی ڈیلی کیٹ کو بھی نارمن کے ساتھیوں نے سی ویو کے بیچ پر کسی خاص مقصد کے تحت استعمال کیا تھا۔"

گراہم کے چہرے پر ایک رنگ آکر گزر گیا۔ میں نے اس کی دکھتی رگ پر پاؤں رکھ دیا تھا۔ وہ مجھے خونخوار نگاہوں سے گھورنے لگا، کمرے میں ایک لمحے تک موت کا سناٹا طاری رہا پھر گراہم کی پاٹ دار آواز ابھری۔

"میرا مشورہ ہے کہ اب تم دوبارہ گریشیا کا نام دُہرانے کی کوشش نہیں کروگے اور ایک بات اور کان کھول کر سن لو، تم جن لوگوں کی طاقت کے بل بوتے پر یہاں تک چلے آئے ہو انہیں کھرچ کر ذہن سے نکال دو اس لیے کہ گراہم اس طوفان کا دوسرا نام ہے جس کے سامنے ریت کی دیواریں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔ ابھی تک میرے آدمی صرف چوہے اور بلی کا کھیل کھیل رہے ہیں۔ میں نے ابھی تک انہیں آخری سگنل نہیں دیا۔"

"اس کی بھی کوئی خاص وجہ ہوگی۔" میں نے بے پروائی سے پوچھا۔

"ضروری نہیں ہے کہ میں تمہارے ہر سوال کا جواب دوں۔ ویسے بھی کارڈز سے گیمبلنگ کرنے والا اپنا ٹرمپ کارڈ قبل از وقت کبھی ایکسپوز نہیں کرتا۔ اس کے علاوہ بھی ہم جس کاروبار سے وابستہ ہیں اس کے اپنے علیحدہ کچھ اصول ہوتے ہیں اور تم ان زرّیں اصولوں سے پوری طرح واقف نہیں ہو۔ اس لیے..... میں تم سے ان معاملات میں کچھ ڈسکس کرنا پسند نہیں کروں گا۔"

"تم..... تم مجھے انڈرایسٹیمیٹ کر رہے ہو مسٹر گراہم۔" میں خود پر قابو نہ پاسکا۔

"انڈرایسٹیمیٹ۔" گراہم استہزائیہ لہجے میں بولا۔ "اگر تمہارا خیال ہے کہ ہم تمہارے بارے میں ناواقف ہیں تو یہ تمہاری بھول ہے۔ ہمارے آدمی اس وقت تک کسی اجنبی پر ہاتھ ڈالنے کا رسک نہیں لیتے جب تک اس کے بارے میں تفصیل سے پوری معلومات اکٹھا نہ کرلیں۔ ہماری فائل پر تمہارے تمام کوائف موجود ہیں۔ تمہارے والد کون ہیں اور تم بزنس میں آنے سے پہلے کس عہدے پر فائز رہ چکے ہو۔ میرے ماہرین نے جنہیں تم اپنی زبان میں شاید مجرم، جرائم پیشہ اور قاتل کا نام دو گے۔ تمہاری فائل کا بغور مطالعہ کیا ہے اور اس کے بعد ہی ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ تم اور تمہارے سابقہ تجربے ہمارے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔" گراہم ایک لمحے کو رکا پھر میرے چہرے کے تاثرات کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد بولا۔ "کیا میں امید رکھوں کہ تم میری صاف گوئی کا برا نہیں مانو گے۔"

"ندیم کے بارے میں تمہارے آدمیوں نے کیا رائے قائم کی ہے۔" میں نے گراہم کا آخری جملہ نظرانداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"جب تک ہم کاروبار میں ایک دوسرے کے شریک ہیں اس وقت تک ہمارے مفادات بھی مشترک ہیں اور ہم ایک دوسرے سے اپنے کسی مفاد کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کرتے۔" گراہم نے اس بار قدرے نرم آواز میں جواب دیا۔ "میں مسٹر ندیم کو زبان دے چکا ہوں کہ اگر لندن میں رہتے ہوئے اسے کسی قسم کا کوئی نقصان پہنچا تو اس کی تمام تر ذمے داری گراہم اور اس کے کارندوں پر ہوگی اور گراہم کی زبان سے جو بات نکلتی ہے وہ پتھر کی لکیر کی حیثیت رکھتی ہے۔"

"سمجھ گیا۔ تمہارے آدمی صرف میری موت کے خواہاں ہیں۔"

"تم انہیں نارمن اور ہاورڈ کے دوست کہو تو زیادہ مناسب ہوگا۔" گراہم نے اپنا گلاس ختم کرتے ہوئے کہا پھر اس نے میز پر رکھے ہوئے ریموٹ کے کسی بٹن کو دبایا تو مرجینا ایک منٹ بعد ہی دوبارہ لہراتی بل کھاتی واپس آگئی پھر گراہم کے اشارے پر اس کے لیے نیا جام تیار کرنے لگی۔

"میں اب اجازت چاہوں گا۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"کیا تم میرے ساتھ کسی قسم کا من پسند مشروب پینا بھی پسند نہیں کروگے۔" گراہم نے ازراہِ تکلف دریافت کیا۔

"پھر کبھی سہی۔ اس وقت میں ذرا جلدی میں ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا پھر جاتے جاتے رک کر بولا۔ "مجھے تم سے ایک آخری اہم بات اور کہنی ہے۔"

"کہو۔"

"نارمن کے ساتھیوں کو بتا دینا کہ میں خدا کی لازوال قوت پر ایمان رکھنے کے علاوہ کسی اور کی طاقت کے بل بوتے پر بھروسا کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ اس کے علاوہ میں کاغذی پہلوان بھی نہیں ہوں جو موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کا مقابلہ نہ کرسکوں۔" میں نے ٹھوس لہجے میں بڑے اطمینان سے اپنی بات مکمل کی پھر واپسی کے راستے پر قدم اٹھانے لگا۔

گراہم کے ہونٹوں پر معنی خیز سی مسکراہٹ کھیلنے لگی۔ اس نے ریموٹ کے کسی دوسرے بٹن کو دبایا تھا لیکن یہ اس بات کا سگنل تھا کہ مجھے واپسی میں بھی کچھ نہ کہا جائے۔ اس بات کا اندازہ مجھے اس لیے ہوا کہ کاؤنٹر سے گزرتے وقت میں نے ایک بار پھر ایڈی کی آنکھوں میں انتقامی شعلوں کا شیطانی رقص دیکھا تھا۔ مجھے اپنی دسترس سے نکلتا دیکھ کر وہ کسی زہریلے سانپ ہی کی طرح بل کھا کر رہ گیا تھا۔ اس کے سرخ رومال والے ساتھیوں کی کیفیت بھی اس سے کچھ زیادہ مختلف نہیں تھی لیکن گراہم کا اشارہ مل جانے کے بعد وہ میرا راستہ کاٹنے کی جرأت بھی نہیں کر سکتے تھے۔

لفٹ کے ذریعے نیچے آنے کے بعد جب میں باہر نکلنے لگا تو ایک بہکا ہوا شرابی مجھ سے ٹکرا گیا۔ میرے اعصاب میں ایک دم تناؤ کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ میرا سیدھا ہاتھ تیزی سے آٹومیٹک کے دستے پر مضبوطی سے جم گیا لیکن میرے ذہن میں اچانک جس خطرے نے سر ابھارا تھا وہ درست نہیں ثابت ہوا۔ مجھ سے ٹکرانے والا شرابی لڑکھڑاتے ہوئے سنبھلا پھر معذرت کرتا ہوا پارکنگ لاٹ کی طرف چلا گیا۔ اس کی چال بتا رہی تھی کہ اس نے شاید ضرورت سے کچھ زیادہ چڑھالی تھی۔

میں نے احاطے سے باہر نکل کر ٹیکسی پکڑی اور اپنے ہوٹل کے لیے واپس روانہ ہوگیا۔ راستے میں بس یونہی اتفاقیہ طور پر میرا ہاتھ کوٹ کی جیب میں گیا تو وہاں کاغذ کا کوئی ٹکڑا بھی موجود تھا۔ میں نے تیزی سے اسے نکال کر باہر پھیلی ہوئی روشنی میں پڑھنے کی کوشش کی۔ وہ ایک ٹائپ کیا ہوا مختصر سا پیغام تھا جو غالباً شرابی نے مجھ سے ٹکرانے کی اداکاری کرتے وقت میری جیب تک پہنچا دیا تھا۔

"تم نہ جانے کیوں مجھے بہت اچھے لگے۔ میں تم سے دوبارہ ملنے کی کوشش ضرور کروں گی۔ مرجینا الحبیب۔" میں نے پرچے کو دوبارہ بہت غور سے پڑھا پھر حقارت سے اسے ریزہ ریزہ کرکے ہوا میں باہر کی سمت اچھال دیا اور گراہم سے ہونے والی گفتگو پر غور کرنے لگا۔

ہوٹل سے واپسی کے وقت بھی میں نے اس بات کا اندازہ لگانے کی کوشش کی تھی کہ کہیں کوئی گاڑی میرا تعاقب تو نہیں کر رہی لیکن مجھے حیرت ہی ہوئی۔ اس وقت بھی غالباً" میری نگرانی یا تعاقب کو ضروری نہیں سمجھا گیا تھا، ہوٹل کا فاصلہ چونکہ زیادہ تھا اس لیے میں نے اپنے تھکے ہوئے اعصاب کو سکون بخشنے کی خاطر سر کو سیٹ کی پشت پر ٹکا کر آنکھیں بند کرلیں، البتہ میرا ذہن اس وقت بھی پوری طرح جاگ رہا تھا۔

*

گراہم سے ملاقات کے بعد میرے اس شبہے کی تصدیق ہوگئی تھی کہ مجھ پر جولیا مائیکل کے فلیٹ سے ہی فائرنگ کی گئی تھی۔ اس کے علاوہ گراہم نے اس بات کی بھی کھلم کھلا تصدیق کردی تھی کہ نارمن اور ہاورڈ کے ساتھی میری جان کے دشمن بنے ہوئے ہیں لیکن یہ محض اس کا سیاسی بیان تھا۔ جس طرح سیاست میں گھناؤنی سازش کرنے والے عین وقت پر اپنی پوزیشن کو صاف کرنے کی خاطر اپنا الزام کسی اور کے سر تھوپ دیتے ہیں۔ اسی طرح سے گراہم نے ندیم کی وجہ سے میری متوقع موت اور کیے جانے والے حملوں کی تمام تر ذمے داری نارمن، ہاورڈ اور ان کے ساتھیوں کے کھاتے میں ڈال دی تھی لیکن میں بخوبی جانتا تھا کہ گراہم کے اشارے کے بغیر اس کے گروہ کا کوئی بھی شخص ذاتی دشمنی کے باوجود کسی کے خلاف کوئی قدم اٹھانے کا مجاز نہیں تھا۔ مجھے مرجینا الحبیب کے اس پیغام پر بھی حیرت تھی جو کسی نے اسی کے اشارے پر میری جیب تک پہنچایا تھا۔ گراہم کے بیان کے مطابق وہ ایک مصری کیبرے ڈانسر تھی جس نے حال ہی میں لکی اسٹارز میں اپنے فن کا مظاہرہ کرنے کا ایگریمنٹ کیا تھا پھر...؟ اس نے میری شخصیت میں دلچسپی کا اظہار کیوں کیا تھا؟ اسے مجھ سے کیا ہمدردی تھی جو وہ مجھ سے دوبارہ ملنا چاہتی تھی؟ کیا وہ گراہم کی اس عادت سے واقف نہیں تھی کہ وہ جس لڑکی کو منظورِ نظر بنالے اس کا کسی اور سے ملنا جلنا پسند نہیں کرتا تھا؟

صبح کے ناشتے سے فارغ ہو کر میں کمرے میں ایک ایسی جگہ آرام کرسی ڈالے بیٹھا تھا جہاں سے جولیا کے فلیٹ پر بہ آسانی نظر رکھی جاسکتی تھی۔ ہرچند کہ مجھے اس بات کا یقین تھا کہ ایک بار اپنے مقصد میں ناکامی کے بعد میرے ممکنہ قاتل دوبارہ اس فلیٹ کو استعمال کرنے کی حماقت کبھی نہ کریں گے لیکن میں جولیا کے بارے میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ وہ فائرنگ کی اس سازش میں کسی زاویے سے شریک تھی یا اسے زبردستی استعمال کیا گیا تھا۔

اچانک دروازے پر دستک ہوئی تو میں چونک اٹھا۔ حالانکہ مجھے امید نہیں تھی کہ گراہم کے کارندے کم از کم اب ہوٹل کے کمرے میں مجھ پر وار کرنے کی کوشش کریں گے لیکن پھر بھی ایک بار اسی غلط فہمی کا شکار ہو کر اغوا ہو جانے کے بعد میں پوری طرح محتاط ہوگیا تھا۔ میں نے پنجوں کے بل لپک کر آٹومیٹک اٹھایا اور دروازے کے قریب آکر دریافت کیا۔

"کون ہے؟"

"ندیم۔"

میں دروازہ کھول کر ایک سمت ہوگیا، ندیم نے کمرے میں داخل ہو کر میرے ہاتھ میں دبے آٹومیٹک کو دیکھا تو مسکرا کر بولا۔

"خدا کا شکر ہے کہ تم نے اب محتاط رہنے کی عادت ڈال لی ہے لیکن اب یہ کھلونے کسی کام کے نہیں رہے۔" اس نے میرے آٹومیٹک پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ راکٹ لانچر، ماؤزر اور جدید رائفلوں کا دور ہے جو اتنی خوبصورتی سے ایک چھوٹے سے بریف کیس میں سما جاتی ہیں کہ کسی کو ان پر شبہ نہیں ہوتا اور وہی بریف کیس سوٹ بوٹ میں ملبوس کسی آدمی کے ہاتھ میں موجود ہو تو اسے قاتل نہیں کسی دفتر کا بڑا افسر یا فرم کا ایگزیکٹو سمجھا جاتا ہے۔ کہو تو ایک بریف کیس کا بندوبست تمہارے لیے بھی کرا دوں۔"

"شکریہ۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں اسلحہ کی نمائش کرنے والوں کو احمق ہی سمجھتا ہوں اس لیے کہ ان کے پاس کسی اسلحہ کا علم ہو جانے کے بعد پھر ان کے دشمن یا قاتل کسی اچانک وار سے احتراز کرتے ہیں۔ ان کا وار اتنا اچانک اور بھرپور ہوتا ہے کہ دوسرے فریق کو سنبھل کر کسی جوابی کارروائی

کا موقع نہیں مل پاتا۔"

"لیکن تمہارا معاملہ اب قدرے مختلف ہو گیا ہے۔" ندیم نے کہا۔ "اس بات کا علم ہو جانے کے بعد نارمن اور ہاورڈ کے ساتھی تمہاری جان کے درپے ہیں تمہارا ہر طرح سے کیل کانٹے سے لیس ہونا بہت ضروری ہے۔"

"کیا وہ نارمن ہی کے آدمی تھے۔ جنہوں نے جولیا مائیکل کے فلیٹ سے مجھے نشانہ بنانے کی کوشش کی تھی۔"

"جولیا نے تمہیں کیا بیان دیا ہے۔" ندیم نے مجھے معنی خیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔

"اوہ....." میں نے دوبارہ آرام کرسی پر دراز ہوتے ہوئے کہا۔ "گویا تمہیں اس بات کا علم ہو چکا ہے۔"

"ہاں۔" ندیم نے مجھے سپاٹ نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "تم کل صبح سے رات تک کہاں کہاں گئے، کن تفریحی مقامات کی سیر کی اور کن کن افراد سے ملے میرے پاس اس کی مکمل رپورٹ ہے۔"

"حیرت ہے۔" میں نے تعریفی انداز اختیار کیا۔ "میں تمہارے ان کارندوں کو داد دوں گا جو میری نگرانی پر مامور تھے۔ میں نے ایک لمحے لیے اس بات کا خیال رکھا تھا لیکن مجھے کسی پر شبہ بھی نہیں ہو سکا۔"

"اچھا اب جلدی سے اٹھ کر تیار ہو جاؤ نسیم کسی لمحے بھی آسکتی ہے۔"

"کیا مطلب۔"

"آج وہ لندن گھومنے کے موڈ میں ہے اور میں اسے کچھ ایسے تاریخی مقامات کی سیر کراؤں گا جو ممکن ہے تمہارے لیے بھی دلچسپی کا باعث ثابت ہوں۔"

"مثلاً"۔

"پہلے تیار ہو جاؤ۔ باقی گفتگو راستے میں بھی ہو سکتی ہے۔"

میں ندیم کو گھورتا ہوا غسل خانے میں چلا گیا۔ مجھے تیار ہونے میں بمشکل پندرہ منٹ لگے تھے۔ تیار ہو کر باہر آیا تو ندیم کمرے میں تنہا ہی تھا۔ نسیم ابھی تک نہیں آئی تھی۔ میں ٹہلتا ہوا ندیم کے قریب چلا گیا جو بالکونی میں ریلنگ پر کہنیاں ٹکائے کھڑا تھا۔ اس کے چہرے سے بے پروائی مترشح تھی۔

"یہاں بالکونی میں کھڑا رہنا ہمارے لیے مخدوش بھی ثابت ہو سکتا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"فکر مت کرو۔ میری موجودگی میں ایسا نہیں ہوگا۔" ندیم نے مسکرا کر جواب دیا۔

"ضروری نہیں ہے کہ فائر کسی سڑک پر پارک کی ہوئی کار ہی سے کیا جائے جہاں تمہارے سادہ لباس والے موجود ہوں گے۔ قاتل جولیا کے بعد اب کسی دوسرے فلیٹ سے بھی اپنا نشانہ آزما سکتے ہیں۔"

"ایسی صورت میں بھی تم ہی ان کا ہدف ہو گے۔ میرا کچھ نہیں بگڑے گا۔"

"کیوں؟" میں نے مصنوعی حیرت کا اظہار کیا۔ "کیا تم نے اپنے جسم پر کوئی ایسا محلول لگا رکھا ہے کہ تم سب کو دیکھ سکو اور تمہیں کوئی نہ دیکھ سکے۔"

"یہ بات نہیں ہے۔"

"پھر تمہاری خوش فہمی کا سبب کیا ہے۔" میں نے اکتا کر پوچھا۔

"گراہم۔" ندیم یکلخت سنجیدہ ہو گیا۔ "کیا اس نے تم سے ملاقات کے وقت یہ نہیں کہا تھا کہ اس نے میرے سلسلے میں گرگوں کو کیا ہدایت جاری کر رکھی ہے۔ میں گراہم کے ذہن کو سمجھتا ہوں اور مجھے اس بات کا یقین بھی ہے کہ جب تک ہمارے درمیان پارٹنرشپ کا رشتہ قائم ہے وہ مجھے موت کے گھاٹ اتارنے سے گریز ہی کرے گا۔"

"تمہیں اس بات کا علم کس طرح ہوا کہ گراہم اور میرے درمیان کیا بات چیت ہوئی تھی جبکہ اس وقت وہاں ہم دونوں کے علاوہ کوئی تیسری شخصیت موجود نہیں تھی۔" میں نے چونکتے ہوئے حیرت سے پوچھا۔ "کیا تم نے اپنے کسی کارندے کے ذریعے گراہم کے آفس اور اس کے مخصوص کمروں میں کوئی حساس ٹرانسمیٹر نصب کرا رکھا ہے جو وہاں کی تمام تک....."

"نہیں....." ندیم نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "تم گراہم سے ابھی پوری طرح واقف نہیں ہو۔ وہ اس قدر محتاط رہنے کا عادی ہے کہ خود اپنا سایہ دیکھ کر بھی چونک اٹھتا ہے اور اس کے مخصوص کمرے روزانہ صبح اس کے

ماہرین سائنٹفک آلے سے بغور معاینہ کرتے ہیں اور کسی بھی نصب آلے کی موجودگی کا بڑی آسانی سے سراغ لگا لیتے ہیں۔ یوں بھی ٹرانسمیٹر کا استعمال اب ہمارے کاروبار میں متروک ہو چکا ہے۔ اس کی جگہ سائنس کی نئی نئی ایجاد نے ایسے ایسے آلات کو جنم دیا ہے جن کے سامنے ٹرانسمیٹر کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہ جاتی۔"

"یہ بھی تو ممکن ہو سکتا ہے کہ تم نے محض قیاس آرائی کی ہو اور اتفاق سے تمہاری بات اندھیرے میں چلائے گئے تیر کی طرح بائی چانس نشانے پر جا بیٹھی ہو۔"

"اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گراہم نے تم سے چوہے اور بلی والے کھیل کی بات بھی محض تفریحاً نہ کی ہو۔" ندیم نے میری حیرت میں مزید اضافہ کرتے ہوئے جواب دیا۔ "یہ درست ہے مائی ڈیئر کہ ابھی تک اس نے آخری سگنل نہیں دیا۔ گراہم حقیقت ایک ایسی طاقت کا نام ہے جس کے سامنے رشتے داریاں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔"

"پھر اس کی خاموشی کی کیا وجہ ہے۔" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"وہ ابھی تک تمہیں خوفزدہ کرنے کی خاطر مختلف حربے آزما رہا ہے ورنہ تم اسی دن ختم ہو گئے ہوتے جب جولیا مائیکل کے فلیٹ سے تمہارے اوپر فائر کیا گیا تھا۔"

"کیا مطلب؟"

"ہو سکتا ہے میرا اندازہ غلط ہو لیکن میرا خیال ہے کہ گراہم تمہیں خوفزدہ کر کے اس بات کا متمنی ہے کہ میں بوکھلا کر ڈائمنڈ سنڈیکیٹ اور اسٹارز میں اپنے حصے کا تمام شیئر اس کے ہاتھوں سستے داموں فروخت کر دوں تاکہ وہ بلاشرکت غیرے پورے کاروبار کا مالک بن جائے اور۔" ندیم نے سرسراتے لہجے میں کہا۔ "اس کے بعد وہ یقیناً میرے خون کا بھی پیاسا ہو جائے گا۔"

"پھر تم نے کیا جوابی راستہ اختیار کیا ہے۔"

"میں سوچنے کا نہیں۔ کر گزرنے کا عادی ہوں۔" ندیم کے ہونٹوں پر سفاکی مترشح تھی۔ "جس لمحے بھی کوئی بات کھوپڑی میں سما گئی اسے کر گزرنے سے دریغ نہیں کروں گا۔"

"میں ایک بار پھر پورے خلوص اور سنجیدگی سے تمہیں واپسی کا مشورہ دوں گا۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "تم اب تنہا نہیں ہو۔ ایک معصوم وجود بھی تمہاری ذات سے وابستہ ہے۔ اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو وہ بھی جانبر نہ ہو سکے گی۔"

"مجھے افسوس اس بات کا ہے مائی ڈیئر کہ گراہم نے تمہارے اوپر کرشیا کے سلسلے میں پابندی عائد کر دی ہے۔" ندیم نے بڑی ہوشیاری سے گفتگو کا رخ بدل کر ایک ٹھنڈی سانس لی۔ "میں نے اسے دیکھا تو نہیں لیکن اس کے حسن کی بڑی شہرت سنی ہے۔ ویسے تم اگر سچے دل سے کرشیا سے محبت یا ذہنی وابستگی کا اقرار کر لو تو میں گراہم کے حق میں اپنی پارٹنرشپ سے دست بردار ہونے کو بھی تیار ہوں۔ کیوں؟ کیا خیال ہے؟"

"انتظار کرو۔" میں نے بھی بے پروائی سے مسکراتے ہوئے کہا۔ "دوبارہ اگر قسمت نے یاوری کی اور کرشیا کا قرب حاصل ہو گیا تو اس سے مشورہ کرنے کے بعد تمہارے سوال کا جواب دے سکوں گا۔"

جواب میں ندیم بھی مسکرا دیا پھر نسیم کے آجانے سے ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ ہم تینوں ہوٹل سے باہر آکر سیاہ رنگ کی ایک لمبی سی گاڑی میں بیٹھ گئے۔ ندیم اور نسیم پچھلی سیٹ پر تھے جبکہ میں اگلی نشست پر تھا۔ گاڑی کا ڈرائیور کوئی مقامی ہی باشندہ نظر آرہا تھا لیکن میں یہ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا کہ کھلی سڑک پر کچھ دیر سفر کے بعد اس نے عقبی شیشے میں بار بار دیکھنا شروع کر دیا تھا۔ میں نے بھی احتیاطاً اپنی سمت والے شیشے پر نظر ڈالی۔ ڈارک میرون کلر کی ایک سیڈان ایک مخصوص فاصلے سے ہمارے تعاقب میں آرہی تھی۔ میں نے کن انکھیوں سے ندیم کو دیکھا جو نسیم کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھا اور پھر مجھے اس بات کا یقین کر لینے میں کوئی پس و پیش نہیں ہوا کہ تعاقب کرنے والی سیڈان میں بھی ندیم ہی کے کارندے موجود ہوں گے۔ نسیم اس کے ساتھ تھی اس لیے ظاہر ہے کہ ندیم نے ہر قسم کے ممکنہ خطرے سے نپٹنے کا بندوبست پہلے ہی سے کر لیا ہوگا۔ میں نے سیڈان کو ذہن سے نکال دیا اور اس بات پر غور کرنے لگا کہ ندیم کو میرے اور گراہم کے درمیان ہونے والی گفتگو کا علم کس طرح ہو گیا جبکہ میرے کہنے پر گراہم نے وقتی طور پر موجینا کو بھی کمرے سے رخصت کر دیا تھا۔

"آپ کس سوچ میں گم ہیں۔" اچانک نسیم نے مجھے مخاطب کیا تو میری سوچوں کا شیرازہ بکھر گیا۔ میں جلدی سے سنبھل کر بولا۔

"میں سوچ رہا ہوں کہ اگر ہم نے کسی گائیڈ کو بھی ساتھ لے لیا ہوتا تو خاص خاص مقامات دیکھنے میں زیادہ آسانی ہوتی۔"

"بکواس مت کرو۔" ندیم نے مجھے چھیڑتے ہوئے کہا۔ "میں جانتا ہوں کہ تم اس وقت واحد حاضر اور جمع غائب کے مسئلے پر بڑی سنجیدگی سے غور کر رہے ہو۔"

"میں سمجھی نہیں۔" نسیم نے وضاحت چاہی تو ندیم نے شرارت سے جواب دیا۔

"تمہارے بھائی صاحب کو اس وقت اپنے لنڈورے ہونے کا بڑی شدت سے احساس ہو رہا ہے۔"

میں مسکرا کر خاموش ہو گیا۔ ہم لندن کی مختلف شاہراہوں سے گزرتے رہے۔ ندیم نسیم کو جتانے کی خاطر دنیا جہان کے لطیفے سناتا رہا پھر ہماری گاڑی ایک قدیم طرز کی عمارت کے سامنے پہنچ

کر رک گئی۔ میں نے پیچھے آنے والی سیڈان پر نظر ڈالی جو سڑک کی دوسری جانب واقع ایک ڈپارٹمنٹل اسٹور کے سامنے رک گئی تھی۔

"یہ کون سی جگہ ہے؟" نسیم نے دریافت کیا۔

"مادام تساؤ کا عجائب گھر۔" ندیم نے کار سے اترتے ہوئے کہا۔ "لندن آنے والوں نے اگر مادام تساؤ کا عجائب گھر نہیں دیکھا تو پھر کچھ نہیں دیکھا۔ یہ دنیا کی بہترین تفریح گاہوں میں سے ایک ہے اور اپنی مثال آپ ہے۔ یہاں مختلف ممالک کے سربراہوں، دانشوروں، اداکاروں اور چیدہ چیدہ شخصیتوں کے مومی اور کیمیکل سے محفوظ کیے گئے مجسمے رکھے ہوئے ہیں، ہر مجسمے کے قدموں کے قریب اس کا مختصر نام اور شجرہ لکھا ہوتا ہے۔ ماہرین ان مجسموں کو اتنی چابکدستی سے بناتے ہیں کہ نقل پر اصل کا گمان ہوتا ہے۔"

ندیم نے غلط نہیں کہا تھا۔ ہم ٹکٹ لے کر عمارت کے اندر داخل ہوئے تو میری آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ وہاں موجود مجسمے اور ان کے اوپر نظر آنے والے لباس کو دیکھ کر بالکل ایسا ہی محسوس ہوتا تھا جیسے وہ سو فیصد اصل ہوں۔ بے شمار لوگ میری طرح حیرت سے ان مجسموں کو دیکھنے میں اس قدر محو تھے کہ ایک دوسرے کا ہوش نہیں تھا۔ بسا اوقات تو ایسا بھی ہوتا تھا کہ اصل تماش بینوں پر بھی مجسمہ ہونے کا گمان ہوتا تھا۔ ایک بار میرے ساتھ بھی ایسا ہی اتفاق ہوا۔ ایک خوبصورت سی عورت ایک جگہ اس طرح ساکت و جامد کھڑی تھی کہ میں دھوکا کھا گیا۔ اس کی شکل و صورت حیرت انگیز طور پر صوفیہ لورین سے ملتی تھی جو میری پسندیدہ اداکارہ تھی۔ چنانچہ میں نے قریب جا کر اسے چھو کر محسوس کرنے کی کوشش کی تو اس کے ہونٹوں پر بے اختیار ایک شریر سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں جسے مجسمہ سمجھ رہا تھا دراصل وہ ایک جیتی جاگتی دوشیزہ تھی۔ جس نے صوفیہ لورین کی طرح ضرورت سے کچھ زیادہ ہی ڈھیلا ڈھالا اور مختصر سا لباس زیب تن کر رکھا تھا۔ میرے قریب کھڑے ہوئے لوگ بھی میری حماقت پر ہنس پڑے۔ ندیم اور نسیم مجھ سے کچھ فاصلے پر کھڑے اسٹالن کے مجسمے کو دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔ میں نے لڑکی سے معذرت کی اور قدم بڑھاتا ہوا ندیم کے قریب چلا گیا۔

میں نے جو اپنا حادثہ بیان کیا ہے وہ تنہا میرے ساتھ پیش نہیں آیا۔ لندن کے مقامی باشندے جن کی شکل مادام تساؤ میں رکھے ہوئے مجسموں سے ملتی جلتی ہے وہ اکثر یہاں آنے والوں کے ساتھ اسی قسم کا مذاق کرتے ہیں اور لطف اندوز ہوتے ہیں۔ ان کی تہذیب میں شرارتوں کو برا نہیں سمجھا جاتا اس لیے اگر کوئی سیاح ان کو مجسمہ سمجھ کر یا حقیقت جانتے ہوئے بھی کوئی قابل اعتراض حرکت کر بیٹھے تو وہ اس کا برا نہیں مانتے۔ مسکرا کر ٹال جاتے ہیں۔ سارا معاملہ بس ایک بار "سوری" کہہ دینے سے رفع دفع ہو جاتا ہے۔

ہم سب وہاں موجود بے شمار مجسموں کو دیکھتے پھر رہے تھے پھر اچانک میں ایک مجسمے کے قریب پہنچ کر رک گیا۔ وہ ایک خوبصورت اور حسین دوشیزہ کا مجسمہ تھا۔ جس نے لباس اور زیورات پہن رکھے تھے۔ نہ جانے کیوں مجھے صورت جانی پہچانی سی لگ رہی تھی پھر میں نے اس کے قدموں پر نظر ڈالی تو اس کا نام پڑھ کر حیرت سے اچھل پڑا۔ وہ لیڈی مکلارنس کا مجسمہ تھا جو غالباً" اس وقت بنایا گیا تھا جب وہ جوان تھی۔ میں نے اس کے برابر والے مجسمے کو دیکھا جو مسٹر ... کا تھا جو لارڈز کے روایتی لباس میں ایک قیمتی چھڑی ... کھڑا دکھائی دے رہا تھا۔ اسے چسٹر اور فلیٹ ہیٹ ... تھا۔ میں نے دونوں مجسموں کو قدرے پیچھے ہٹ کر دیکھا۔ ان کی جوڑی یقیناً اپنے زمانے کی خوبصورت جوڑیوں میں شمار ہوتی ہوگی۔ ابھی میں ان مجسموں کو ... مصروف تھا کہ اچانک مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے لیڈی ... نے آنکھوں کی جنبش سے مجھے اپنے قریب آنے کا اشارہ ... میں نے اس کی آنکھوں کو غور سے دیکھا۔ وہ ... میں ساکت و جامد ہی نظر آ رہی تھیں۔ شاید وہ خیال ... غالباً" ذہنی وابستگی نے مجھے گمراہ کرنے کی کوشش کی ... دل ہی دل میں شرمندہ ہو کر آگے بڑھنے کا ارادہ کیا ... اسی وقت لیڈی مکلارنس کی نگاہوں نے بالکل زندہ ... طرح مجھے اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا تھا۔ اس ... حسین پلکوں نے بھی جنبش کی تھی۔ وہ میرا وہم ... تھی۔ میں نے پورے ہوش و حواس میں ان حسین ... پتلیوں اور پلکوں کو جنبش کرتے دیکھا تھا۔ مجھے اشارہ ... بعد وہ دوبارہ منجمد ہو کر رہ گئی تھیں۔

میں پھٹی پھٹی نگاہوں سے لیڈی مکلارنس کے ... رہا، میرے دل کی دھڑکنیں آہستہ آہستہ تیز ہو رہی ... نے مجسمے سے نظر ہٹا کر آگے بڑھنے کی کوشش کی لیکن ... اندر حرکت کرنے کی قوت سلب ہو کر رہ گئی تھی ... تک بت بنا کھڑا مجسمے کو دیکھتا رہا پھر میرے قدم ... سمت بڑھنے لگے۔

... انداز بالکل ایسا ہی تھا جیسے میں خواب ... کیفیتوں سے دوچار ہوں۔ میری رگوں میں دوڑنے ... گردش بتدریج تیز ہو رہی تھی!!

میں نے اس کی بے جان آنکھوں پر بھی متحرک ہونے اور اپنی جانب آنے کا اشارہ کرنے کے گمان کو حقیقت سمجھ کر قبول کرلیا تھا۔

ندیم اور نسیم مجھ سے دور نکل گئے تھے۔ میں نے اپنے ذہن کو جھٹک کر آگے بڑھنے کی کوشش کی لیکن شاید میری قوتِ ارادی میرا ساتھ نہیں دے رہی تھی یا پھر وہ کوئی نادیدہ قوت تھی جس نے مجھے اپنے سحر میں پوری طرح جکڑ لیا تھا۔ لیڈی مکلارنس کے موی مجسمے کی آنکھیں قطعی بے حس و حرکت تھیں۔ اس کے باوجود کوئی تحریک مجھے اس کے قریب جانے پر اکسا رہی تھی۔ میں نہ چاہنے کے باوجود اس کی سمت قدم اٹھانے لگا۔ لوگوں کا ہجوم رواں دواں تھا۔ نقرئی قہقہے اور لوگوں کی ملی جلی آوازیں ہال میں گونج رہی تھیں۔ ہر فرد پوری طرح اس عجائب گھر کی دلچسپی سے محظوظ ہو رہا تھا۔

میں لیڈی مکلارنس کے مجسمے کے قریب جا کر رک گیا جہاں ایک معمر جوڑا پہلے سے موجود تھا۔

"یہی ہے وہ خبیث عورت جس کے پراسرار وجود نے برطانیہ کے اندر ایک ہیجان انگیز بے چینی سی پھیلا رکھی ہے۔" بوڑھا اپنی ساتھی عورت سے مخاطب تھا۔ "کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اسی نے مسٹر مکلارنس کو اپنے راستے سے ہٹایا ہے۔"

"مگر کیوں ــــ؟" عورت نے متذبذب انداز میں سوال کیا۔ "آخر اس کی کوئی نہ کوئی وجہ بھی ضرور ہوگی۔ محض یونہی کسی پر الزام تراشی کرنا میرے نزدیک کوئی اچھی عادت نہیں ہے۔"

"لوگوں میں آئے دن جو چہ میگوئیاں ہوتی رہتی ہیں کیا تم ان سے ناواقف ہو؟" بوڑھے نے سوال کیا۔

"ہو سکتا ہے وہ محض اس عورت کو بدنام کرنے کے درپے ہوں۔" ساتھی عورت نے ٹھوس لہجے میں دلیل پیش کی۔ "یہی عورت جو آج عجیب بے ہنگم لباس میں دیوانوں کی طرح گھومتی پھرتی ہے مسٹر مکلارنس کی زندگی میں سب سے زیادہ حسین اور خوش پوش تسلیم کی جاتی تھی اور پھر اخبارات اس بات کی تشہیر بھی کر چکے ہیں کہ مکلارنس کی موت کے بعد اس عورت نے تمام جائیداد کسی نہ کسی رفاہی ادارے کے نام وقف کر دی ہے۔"

"قتل کا محرک جائیداد کے علاوہ کچھ اور بھی ہو سکتا ہے۔" بوڑھے نے اپنی بات اونچی رکھنے کی خاطر زور دے کر کہا۔ "عین ممکن ہے کہ مسٹر مکلارنس کی نگاہوں میں اس عورت کا کوئی ایسا رخ بے نقاب ہو گیا ہو جو اس کے لیے قطعی ناقابلِ برداشت ہو اور ــــ"

"اور لیڈی مکلارنس نے اس راز کو دفن رکھنے کی خاطر اپنے شوہر کو ٹھکانے لگوا دیا ہو۔" بوڑھی عورت نے کہا۔

"ہاں۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے؟"

"جو کچھ تم سوچ رہے ہو معاملہ اس کے برعکس بھی ہو سکتا ہے۔" عورت نے برا سا منہ بنا کر جواب دیا۔ "ضروری تو نہیں ہے کہ جب تک اصل صورت حال کا پتا نہ چلے اسی عورت کو موردِ الزام ٹھہرایا جائے۔"

"اور وہ پراسرار باتیں جو اس عورت کی ذات سے منسوب ہیں، تم انہیں کیا کہو گی؟" بوڑھے نے اپنی بات منوانے کی خاطر کہا۔ "کیا اس کی بیشتر پیش گوئیاں اب تک درست ثابت نہیں ہوئیں؟ کیا تم اس حقیقت کو بھی جھٹلا سکتی ہو کہ اس عورت کے منہ سے جو بھی الٹی سیدھی بات نکلتی ہے وہ کسی نہ کسی صورت میں سچ ثابت ہوتی ہے۔"

"اس ملک میں ایسی بے شمار عورتیں ہیں جو جادوگرنیوں کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ وہ بھی پیش گوئیاں کرتی ہیں اور بلیک میجک میں مہارت رکھتی ہیں۔" بوڑھی عورت نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "کیا تم ان سب [illegible] قاتل ہونے کا الزام لگا سکتے ہو؟"

"نان سینس۔" بوڑھا قدرے جھلا گیا۔ "میں نے ہمیشہ یہ محسوس کیا ہے کہ تم لیڈی مکلارنس کے ذکر [illegible] جذباتی ہو جاتی ہو۔"

"شاید اس لیے کہ تم مردوں نے اسی ایک عورت [illegible] اپنی نفرتوں کا ہدف بنا رکھا ہے۔" عورت کے لہجے میں [illegible] طنز تھا۔ "کسی ٹھوس ثبوت کے بغیر کسی کی شخصیت کو [illegible] مسخ کر دینا میرے نزدیک کوئی مستحسن فعل نہیں ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ مادام تساؤ کے عجائب خانے [illegible] ایسے تمام مجسموں کو ہٹا دینا چاہیے جو متنازع شہرت [illegible] حامل ہوں۔" بوڑھا جھلا گیا۔

"میں تمہارے اس خیال کی تردید نہیں کروں گی [illegible] لیے کہ عورتوں کے مقابلے میں مردوں کی تعداد اس [illegible] میں اکثریت رکھتی ہے۔"

"کیا ہم اس بحث میں اپنا قیمتی وقت ضائع نہیں [illegible] رہے؟" بوڑھے نے گویا بڑی خوبصورتی سے بات [illegible] کی خاطر مسکرا کر کہا پھر عورت کی کمر میں بڑی محبت سے [illegible] ڈال کر دوسری سمت چلا گیا۔

میں بدستور اپنی جگہ پر کھڑا تھا۔ میری نگاہیں لیڈی مکلارنس کے چہرے پر مرکوز تھیں جو بوڑھے جوڑے کی تنقید اور تبصرے سے قطعی بے نیاز دکھائی دے رہا تھا پھر اچانک میں چونک اٹھا، وہ آواز جو سرسراتی ہوئی میرے کانوں میں گونجی تھی وہ لیڈی مکلارنس کے سوا کسی اور کی نہیں تھی۔

"تم نے سنا یہ دقیانوسی پرانے زمانے کے خیالات رکھنے والے لکیر کے فقیر قسم کے لوگ میرے بارے میں کیا خیالات رکھتے ہیں لیکن میں نے آج تک ان باتوں کا برا نہیں منایا۔ شاید اس لیے کہ مجھے ان باتوں سے کبھی کوئی سروکار نہیں رہا۔ یا پھر اس لیے کہ میں نے اس قسم کی فضول اور بے سروپا باتوں میں کبھی اپنا قیمتی وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کی۔"

میرے خون کی گردش تیز ہونے لگی۔ میں پوری توجہ سے مجسمے کے بے حس و حرکت اور منجمد ہونٹوں کو دیکھ رہا تھا لیکن اس آواز کی صحت سے بھی انکار نہیں کر سکتا تھا جو میرے کانوں میں گونجی تھی۔ وہ میرا وہم نہیں، ایک ناقابلِ تردید حقیقت تھی۔

"کیا تم میری آواز سن رہے ہو۔" لیڈی مکلارنس کی آواز نے مجھ سے سوال کیا۔

میں نے اثبات میں اپنے سر کو خفیف سی جنبش دی۔

"جو کچھ میں کہہ رہی ہوں اسے غور سے سنو۔" لیڈی مکلارنس کی مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "تم نے لکی اسٹارز جا کر گراہم سے ملاقات کر کے اچھا نہیں کیا۔ تمہارا یہ عمل ایسا ہی تھا جیسے کوئی نادان بچہ شہد کی مکھیوں کے چھتے پر پتھر اچھال دے۔ گراہم نے تم سے تمہارے دوست کے بارے میں جو کچھ کہا تھا وہ غلط نہیں ہے۔ وہ مکار، فریبی اور دوغلا شخص اس وقت تک تمہارے دوست کو کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کرے گا جب تک وہ گراہم کا پارٹنر ہے لیکن اس کے اُجرتی بدمعاش تمہارا پیچھا آسانی سے نہیں چھوڑیں گے۔ میں نے اسی غرض سے اپنے مجسمے کی پتلیوں کو حرکت دے کر تمہیں قریب آنے کی دعوت دی تھی۔"

"تو کیا؟"

"نہیں۔" لیڈی مکلارنس کی آواز تیزی سے میرے کانوں میں گونجی۔ "اپنے ہونٹوں کو جنبش دینے کی حماقت سے گریز کرو۔ جو کچھ دریافت کرنا چاہتے ہو اسے ذہن میں سوچو، تمہارے خیالات کی لہریں مجھ تک پہنچ جائیں گی۔"

"کیا گراہم نے ایڈی کے ذریعے مجھے چوبیس گھنٹے کی جو مہلت دی تھی اس کے ختم ہو جانے کے بعد ــــ"

"وہ دھمکی گراہم کی جانب سے نہیں تھی۔ ایڈگر نے ذاتی طور پر تمہیں خوفزدہ کرنے کی خاطر ایک گھٹیا حربہ استعمال کیا تھا۔ میں جانتی ہوں کہ ایڈگر کی حقیقت کیا ہے۔ وہ ایک ایسا خطرناک دہشت گرد ہے جس کی خدمات حاصل کرنے کے لیے دوسرے ممالک بھی اس کے تجربوں سے منہ مانگے معاوضے کے عوض استفادہ کرتے رہتے ہیں۔ لندن آنے سے پیشتر وہ ایک خطرناک یہودی لابی کے لیے خدمت انجام دیتا رہا ہے لیکن وقتی طور پر وہ منظرِ عام سے ہٹ گیا ہے۔ وہ ایک زہریلا اور خطرناک ناگ ہے جس کے کاٹے کا کوئی منتر نہیں لیکن گراہم میرے نزدیک ایڈگر سے بھی زیادہ خطرناک شخصیت کا مالک ہے جو اپنے شکار کو سسکا سسکا کر مارنے میں لطف محسوس کرتا ہے۔"

"کیا گراہم ابھی تک میرے تعاقب میں ہے؟"

"وہ بڑا کمینہ خصلت واقع ہوا ہے۔ خود کبھی کسی محاذ پر جانے کی حماقت نہیں کرتا۔ صرف آنکھ کے اشاروں سے اپنے اُجرتی بدمعاشوں کو شطرنج کے مہروں کی طرح استعمال کرتا ہے۔ آج کل اس نے ایڈگر اور اس کے ساتھیوں کی خدمات حاصل کر رکھی ہیں۔ تمہارے ذریعے وہ تمہارے دوست کو اس بات پر مجبور کر دینے کے خواب دیکھ رہا ہے کہ وہ اپنے تمام شیئرز (share) گراہم کے ہاتھوں فروخت کر دے۔"

"اس کے بعد کیا ہوگا؟" میں نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

"کل کیا ہوگا اس غم کو ابھی سے مت پالو۔ فی الحال میں تمہارے لیے پریشان ہوں۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"ایڈگر کے کچھ ساتھی اس وقت بھی تمہاری گھات میں ہیں۔" لیڈی مکلارنس نے سنجیدگی سے کہا۔ "گراہم اپنی داشتہ گریشیا کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا۔ شاید اس لیے کہ گریشیا اس کی کمزوری ہے لیکن گریشیا نے تمہیں جس مقصد کی خاطر اغوا کرایا تھا اس کا انکشاف ہو جانے کے بعد گراہم تمہارا شدید دشمن ہو گیا ہے۔ اس نے ایڈگر کو تمہارے پیچھے لگا دیا ہے اور ایڈگر کے تجربے کار ساتھی اس وقت بھی تمہارے تعاقب میں ہیں۔"

"کیا ان کی نشاندہی ممکن نہیں؟"

"میرے عزیز۔" اس بار لیڈی مکلارنس کی آواز میں

کر خنگی آ گئی۔ "میری لغت میں ناممکن کا کوئی لفظ موجود نہیں۔ لکی اسٹارز میں گفتگو کے دوران گراہم نے تم سے کہا تھا کہ اس شخصیت کو ذہن سے کھرچ کر نکال دو جس کے بل بوتے پر تم وہاں تک پہنچ گئے تھے۔ اس مردود نے خود کو طوفان اور میری قوت کو ریت کی دیوار سے تعبیر کیا تھا۔ اس نے یہ بھی باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ وہ تمہارے ساتھ ابھی تک چوہے اور بلی کا کھیل کھیل رہا ہے۔"

"ہاں۔ اس نے یہی سب کچھ بکواس کی تھی۔" میں نے نفرت کا اظہار کیا۔

"چیونٹی کی جب موت آتی ہے تو اس کے پر نکل آتے ہیں۔" لیڈی مکلارنس کا لہجہ بے حد سرد تھا۔ "گراہم کے دن بھی اب گنے چنے رہ گئے ہیں۔ میں عنقریب اسے ایسی سزا دوں گی جسے وہ تمام عمر فراموش نہیں کر سکے گا لیکن ابھی مجھے تمہاری فکر لاحق ہے۔ ایڈگر نے اپنے ساتھیوں کو ایک خطرناک حکم دیا ہے۔ اگر وہ تمہیں مادام تساؤ کے عجائب خانے سے اغوا کرنے میں ناکام رہیں تو موت کی نیند سلا دیں۔"

میں جواب میں تھوک نگل کر رہ گیا۔ خوف کی ایک سرد لہر میرے جسم میں سرایت کر گئی۔ ہال میں اس ہجوم کے درمیان کسی بے آواز جدید اسلحہ سے کسی فرد کا بھی چراغ گل کر دینا کوئی دشوار گزار بات نہیں تھی۔ سائنس کی ترقی نے جہاں انسانیت کی خدمات کے لیے کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں' ان کی بقا کی خاطر بیش بہا خدمات انجام دی ہیں' وہاں جدید اسلحہ کی ایجاد کی موت کو بہت ارزاں بھی کر دیا تھا۔

میں نے نظریں گھما کر دیکھا۔ ندیم اور نسیم بھیڑ میں کہیں گم ہو چکے تھے۔ مجھے نظر نہیں آ رہے تھے اور لیڈی مکلارنس کے بیان کے مطابق موت کے سرد ہاتھ میرے گرد اپنا حلقہ تنگ کر رہے تھے۔ سانس کی آمد و رفت جو میری زندگی کی ضمانت تھی کسی لمحے میرے وجود سے اپنا ناتا توڑ بھی سکتی تھی۔

"گھبراؤ نہیں' جب تک لیڈی مکلارنس کی ہمدردیاں تمہارے ساتھ ہیں گراہم یا ایڈگر کی پوری فوج بھی تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔" اس کی آواز نے مجھے یقین دلاتے ہوئے کہا۔ "کسی جلد بازی کا مظاہرہ کرنے کی حماقت نہ کرنا۔ میری بات دھیان سے سنو۔ ایڈگر کا ایک ساتھی اس وقت بھی تمہارے بائیں جانب تھوڑے فاصلے پر گہرے بادامی رنگ کے سوٹ میں ملبوس موجود ہے۔ اس کے دوسرے ساتھی مادام تساؤ کے عجائب خانے سے باہر نیلے رنگ کی ایک ڈیلیوری وین میں جدید اسلحہ سے لیس موجود ہیں۔ ان افراد میں دو فرد ایسے بھی ہیں جو بین الاقوامی پولیس کو مطلوب ہیں۔ انہوں نے اپنے چہرے پر پادریوں جیسا میک اپ کر رکھا ہے۔ تم ان معلومات سے استفادہ . . . کر سکتے ہو۔"

"وہ کس طرح؟" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے سوال کیا۔ میں اتنے کمزور اعصاب کا مالک نہیں تھا لیکن اس وقت جو پچویشن لاحق تھی اس نے مجھے نروس ضرور کر دیا تھا۔

"میرے مجسمے سے دور ہٹنے کے بعد بھی تم خود کو بے پروا ظاہر کرنے کی کوشش کرو گے۔ البتہ بادامی رنگ کے سوٹ والے سے محتاط رہنا۔ اسے کوئی ایسا موقع فراہم نہ کرنا جو تمہیں اس کے ساتھ باہر جانے پر مجبور کرے۔" لیڈی مکلارنس کی آواز میرے کانوں میں گونجتی رہی۔ "میں تمہیں ایک نمبر دے رہی ہوں۔ پہلی فرصت میں اس نمبر پر وہ معلومات فراہم کرنے کی کوشش کرو جو میں نے تمہیں دی ہیں۔ یہ ایک پولیس موبائل کا کوڈ نمبر ہے۔ وہ تمہاری معلومات پر فوری اقدام کریں گے لیکن اپنا نام بتانے کی حماقت نہ کرنا۔ تمہیں یہی ظاہر کرنا ہوگا کہ تم بھی اسی گروہ کے ایک فرد ہو لیکن اب اپنی جرائم پیشہ زندگی سے تنگ آ چکے ہو اور ان کی تنظیم سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے ہو۔"

اب لیڈی مکلارنس کے مجسمے کے سامنے زیادہ دیر میرا رکنا مناسب نہیں تھا۔ میں نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر ایک سگریٹ جلانے کی کوشش کی لیکن اسی لمحے ایک شخص تیزی سے میرے قریب آتے ہوئے بولا۔

"ایکسکیوزمی سر' ہال کے اندر سگریٹ نوشی ممنوع ہے۔"

"سوری۔" میں نے سگریٹ کا پیکٹ دوبارہ جیب میں رکھتے ہوئے کہا پھر بائیں جانب گھوم کر آگے قدم بڑھانے لگا۔ بادامی رنگ کا سوٹ والا مجھ سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ میں نے اس پر کوئی خاص توجہ نہیں دی مبادا اسے کسی قسم کا شک ہوتا البتہ میں نے اس بات کا ضرور خیال رکھا تھا کہ آگے بڑھتے ہوئے میرے اور اس کے درمیان کوئی نہ کوئی آدمی ضرور موجود ہو۔

بظاہر میں اب بھی یہی ظاہر کر رہا تھا کہ یہاں رکھے ہوئے مجسموں میں دلچسپی لے رہا ہوں لیکن میری نظریں بڑی

...نڈت سے کسی فون بوتھ کو تلاش کر رہی تھیں جہاں سے ...نا پولیس موبائل کو اصل صورت حال سے آگاہ کر سکتا۔ ...مجھے اپنے مقصد میں زیادہ دیر تک مایوسی کا سامنا نہیں کرنا ...پڑا۔ ہال کے مغربی گوشے میں مجھے ایک ایسا بوتھ نظر آ گیا جو ...لندن میں شیشے کے ساؤنڈ پروف بوتھ کے طرز پر بنا ہوا تھا۔ ...میں نے چلتے چلتے بس اچانک ہی اپنے تعاقب کرنے والے ...کو ایسا تاثر دیا تھا جیسے میں کسی دوست کو فون کرنا چاہتا ...ہوں۔ اس کے دو منٹ بعد میں نے بوتھ میں داخل ہو کر ...لیڈی مکلارنس کے بتائے ہوئے نمبروں کو ڈائل کیا اور ...رابطہ قائم ہونے پر وہ تمام خفیہ معلومات دہراتا چلا گیا۔ ...گفتگو کرتے وقت بھی اپنے ہونٹوں پر مصنوعی مسکراہٹ ...بکھیر کر یہی ظاہر کر رہا تھا کہ اپنے کسی بے تکلف دوست یا ...گرل فرینڈ سے مخاطب ہوں۔ موبائل اسکواڈ کو میں نے ...اس بادامی رنگ کے سوٹ والے کا حلیہ اور ناک و نقشے کی ...تفصیل بھی بتا دی جو اس وقت بھی ایک ایسے مجسمے کے ...قریب جیب میں ہاتھ ڈالے کھڑا تھا جہاں سے بوتھ کو ...آسانی دیکھا جا سکتا تھا۔

...فون کر کے میں باہر آیا تو ندیم اور نسیم سے ملاقات ہو ...گئی۔ وہ دونوں غالباً میری ہی تلاش میں تھے۔ میں ان کے ...ساتھ گفتگو کرتا ہوا ہجوم میں گھل مل گیا تھا۔ تقریباً بیس ...منٹ تک میں وقفے وقفے سے کسی نہ کسی بہانے سے سوٹ ...والے کو دیکھتا رہا پھر اس کے بعد جب میں نے ایک بار پلٹ کر ...دیکھا تو دور دور تک مجھے کوئی نظر نہیں آیا۔ البتہ تھوڑے ...فاصلے پر کچھ افراد جمع ہو کر کسی بات پر حیرت کا اظہار کرتے ...نظر آ رہے تھے۔ مجھے یہ جاننے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی ...کہ پولیس کے سادہ لباس والے مطلوبہ شخص کو بہ آسانی ...دبوچ کر اپنے ساتھ لے جانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ ...ندیم یا نسیم کو میرے بارے میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہو سکا۔

...یہاں سے واپسی کے وقت میں لیڈی مکلارنس کے ...موی مجسمے کو تشکرانہ نظروں سے دیکھنا نہیں بھولا تھا جس ...نے اگر بروقت میری مدد نہ کی ہوتی تو شاید میرے دشمن ...اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے۔

❦

...دوسری صبح شائع ہونے والے مقامی اخباروں میں ...تساؤ کے عجائب خانے سے گرفتار کیے جانے والوں کے ...بارے میں سنسنی خیز سرخیاں موجود تھیں۔ نیلے رنگ کی ...ڈیلیوری وین سے ڈرائیور سمیت کل پانچ افراد گرفتار ...ہوئے تھے جن کا تعلق مجرمانہ سرگرمیوں میں دخل رکھنے والے دہشت گردوں سے تھا۔ اخبارات نے خاص طور پر ان دو افراد کی تصویر بھی شائع کی تھی جو پادری کے میک اپ میں تھے۔ ان دونوں تخریب کاروں نے بڑی دیدہ دلیری سے اپنے خطرناک جرائم کا اعتراف کرتے ہوئے یہ دلیل پیش کی تھی کہ وہ اپنے ملک اور اپنی قوم کے لیے جو خدمت سرانجام دے رہے ہیں وہ اس پر قطعی شرمندہ نہیں ہیں البتہ پولیس کی سخت کارروائی کے باوجود ان دونوں نے ان خاص دہشت گردی کے واقعات سے قطعی لاعلمی کا اظہار کیا تھا جس کی بدولت ان کی تصاویر مختلف ممالک کے سربراہوں کو ارسال کی گئی تھیں تاکہ وہ اپنی سیکرٹ سروس والوں کے ذریعے ان کی گرفتاری کو ممکن بنا سکیں۔ ان پادریوں کے بھیس میں گرفتار ہونے والوں نے بڑے فخر سے پولیس کو یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ ان کی گرفتاری عمل میں آنے کے باوجود ان کی تنظیم میں کوئی خلا پیدا نہیں ہو گی۔ اس لیے کہ ان کے سیکڑوں ساتھی اپنے ملک اور قوم کی بقا کے لیے سر سے کفن باندھے اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ انہوں نے کسی مخصوص واردات کی تفصیل بیان کرنے سے گریز کرتے ہوئے صرف اتنا اعتراف کیا تھا کہ وہ دشمن ممالک کی جڑیں کھوکھلی کرنے کی خاطر زندگی کی آخری سانسوں تک جہاد کرتے رہیں گے اور وہ دن دور نہیں جب ان کا ملک دنیا کے نقشے میں سب سے بلند مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اپنی تخریبی سرگرمیوں کے سلسلے میں کسی اظہارِ ندامت کے بجائے انہوں نے یہ مؤقف اختیار کر رکھا تھا کہ محبت اور جنگ میں کسی حربے کا استعمال ان کے نزدیک ناجائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔

پولیس نے اخباری نمائندوں کو صرف گرفتار کیے جانے والوں کے بارے میں سرسری معلومات سے آگاہ کیا تھا۔ ان کی اصل تصویریں اور نام پوشیدہ رکھے گئے تھے۔ بادامی رنگ کے سوٹ والے نے اپنی گرفتاری پر شدید ردعمل کا اظہار کیا تھا۔ اس نے وین سے گرفتار کیے جانے والوں سے اپنی قطعی لاعلمی کا اظہار کیا تھا اور پولیس کو اپنی تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا تھا کہ وہ ایک معزز شہری ہے اور ایک مقامی ادارے میں سول انجینئر کے عہدے پر فائز ہے اس نے اپنا نام اور پتا بھی ظاہر کیا تھا جس کی تصدیق کرنے کے بعد پولیس نے کسی ثبوت کی عدم موجودگی کے باعث اسے باعزت طور پر رہا کر دیا تھا۔

میں بڑی دلچسپی سے ان تفصیلات کو پڑھ رہا تھا۔ مجھے

اس بات کا بخوبی علم تھا اور ذاتی تجربہ بھی تھا کہ ہمارے ہاں محض ایک معمولی سے شبہے کی بنیاد پر اکثر بے گناہوں کو اتنے تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے کہ یا تو وہ ظلم سے بچنے کی خاطر اپنے ناکردہ گناہوں کو تسلیم کرلیتے ہیں یا پھر برسوں کسی ہسپتال میں زیر علاج رہتے ہیں اور اس خوف سے زبان کھولنے سے گریز کرتے ہیں کہ اگر انہوں نے ایسا کیا تو انہیں کسی نہ کسی دوسرے جرم میں ملوث کرکے دوبارہ گرفتار کرنے کے بعد ریمانڈ کے دوران اس بات کا سختی سے احساس دلا دیا جاتا ہے کہ انہوں نے سچائی کا اظہار کرکے کتنے سنگین اور بھیانک جرم کا ارتکاب کیا تھا لیکن دوسرے ممالک میں ایسا نہیں ہوتا۔ وہاں پولیس مجرم کو گرفتار کرنے سے پیشتر نہ صرف یہ کہ اپنی شناخت ضروری سمجھتی ہے بلکہ اس وقت تک انتہائی مہذب رویّے کا مظاہرہ کرتی ہے جب تک جرم ثابت نہ ہو جائے یا گرفتار ہونے والا خود اپنے جرم کا اقبال نہ کرلے بہرحال دونوں صورتوں میں زیرِ حراست افراد کو اس بات کا قانونی حق حاصل ہوتا ہے کہ اگر وہ چاہیں تو اپنے قانونی مشیروں سے جیل کے اندر ایک کمرے میں صلاح و مشورے بھی کرسکتے ہیں۔ محض شبہ یا شک کی بنا پر کسی کو چوبیس گھنٹے سے زیادہ عرصے کے لیے پولیس اپنی تحویل میں رکھنے کی مجاز نہیں ہوتی۔ وہ ہر حال میں قانون کی بالا دستی کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہیں۔

بادامی رنگ کے سوٹ والے کو بھی غالباً" اسی لیے رہا کردیا گیا تھا کہ پولیس کے پاس اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں تھا لیکن ذاتی طور پر میں اس بات کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں تھا کہ وہ بے گناہ ہوگا۔ اگر ایسا ہوتا تو کم از کم لیڈی مکلارنس اس کی نشاندہی کبھی نہ کرتی۔ پولیس نے بھی فون پر موصول ہونے والی اس اہم اطلاع کی بنا پر بادامی رنگ کے سوٹ والے کو جس نے اپنا نام جم گاور بتایا تھا اور ثبوت کے طور پر فوری قانونی دستاویز بھی پیش کردی تھیں، قانونی طور پر نظرانداز نہیں کیا ہوگا۔ عدم ثبوت کی بنیاد پر اسے باعزت رہا کردینے کے باوجود کسی نہ کسی سادہ لباس والے کو اس کی نگرانی پر ضرور مامور کیا ہوگا۔

میں ابھی ان باتوں پر غور کر رہا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ آنے والا ندیم کے سوا کوئی اور نہیں تھا۔ اس کے چہرے پر اس وقت بڑی گمبھیر قسم کی سنجیدگی طاری تھی۔ شاید وہ صبح کے اخبارات کا مطالعہ کرچکا تھا۔ کچھ دیر تک ہمارے درمیان عام موضوع پر گفتگو ہوتی رہی پھر خود میں نے ہی اسے کریدنے کی خاطر پوچھا۔

"کیا تم نے آج اخبارات میں شائع ہونے والی سرخیوں کو دیکھا ہے؟"

"ہاں۔ اس وقت میں اسی سلسلے میں آیا تھا۔"

"کوئی خاص بات۔" میں نے بے پروائی سے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"میں تمہیں ایک بہت ہی اہم اور دوستانہ مشورہ دینا چاہتا ہوں۔"

"خیریت!" میں نے دوبارہ تعجب کا اظہار کیا تو وہ سنجیدگی سے بولا۔

"خیریت اب اسی میں ہے کہ تم جتنی جلدی ممکن ہو یہاں سے واپس چلے جاؤ۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"میں بھی ابھی تک نہیں سمجھ سکا کہ تمہیں بادامی رنگ کے سوٹ والے پر کس طرح شبہ ہوگیا تھا۔" ندیم کا لہجہ معنی خیز تھا۔

"لیکن ــــــ!"

"مجھے باتوں میں اڑانے کی کوشش مت کرو۔" اس نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "تم شاید بھول رہے ہو کہ میں تمہیں اپنی ذمے داری پر اپنے ساتھ لایا تھا۔ میرا کوئی نہ کوئی آدمی ہر وقت تمہاری نگاہوں سے اوجھل رہنے کے باوجود تمہاری نگرانی پر مامور رہتا ہے جس سے مجھے پل پل کی خبریں ملتی رہتی ہیں۔"

"اوہ ــــــ" میں نے بے پروائی سے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "میرے بارے میں تمہارے نمائندے کی تازہ ترین رپورٹ کیا ہے؟"

"تم خاصی دیر تک لیڈی مکلارنس کے مومی مجسمے کے قریب رہے تھے۔"

"اس بات کا آج کے اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں سے کیا تعلق ہے؟"

"مجسمے کے قریب سے ہٹنے کے بعد تم نے ایک ساؤنڈ پروف فون بوتھ سے کسی کو فون کال کی تھی جس کے دس منٹ بعد ہی پولیس اسکواڈ کی وہ کارروائی عمل میں آئی جسے اخبارات نے مقامی پولیس کی شاندار کارکردگی قرار دیا ہے۔" ندیم نے میرے چہرے کے تاثرات کو بغور دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ "کیا تم مجھے بتانا پسند کروگے کہ تم نے فون کس کو کیا تھا؟"

"تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے پہلو بدل کر پوچھا۔

"وہ کال تم نے پولیس موبائل کے نمبروں پر کی تھی

جس کے بعد ہی وہ آپریشن عمل میں آیا تھا۔"

"دو اور دو کو چار کرنا کوئی ایسا دشوار بھی نہیں ہے۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ "ویسے بائی دے وے کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ تمہارے سادہ لباس والوں نے میرے بارے میں تمہیں جو رپورٹ دی ہے وہ محض قیاس آرائی ہو جس کا اصلیت سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہو۔"

"پلیز شہباز!" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم جس بات کو مذاق میں ٹالنے کی کوشش کر رہے ہو وہ ایک سنگین صورت اختیار کرچکی ہے۔ میں تمہارا دوست ہوں۔ مجھے بتاؤ کہ تمہیں اس بادامی رنگ کے سوٹ والے پر کیوں کر شبہ ہوا تھا؟"

"میری چھٹی حس نے مجھے اس کی جانب سے محتاط رہنے کا مشورہ دیا تھا۔ کیوں؟ کیا تمہارے آدمیوں نے تمہیں نہیں بتایا کہ وہ شخص تساؤ کے عجائب خانے میں داخل ہونے کے بعد ہی سے میرے تعاقب میں لگا ہوا تھا۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "مجھے اس بات کا قطعی کوئی علم نہیں کہ پولیس نے اسے کب اور کیوں گرفتار کیا تھا لیکن میں یہ بڑے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر وہ پولیس کے چنگل میں نہ پھنس گیا ہوتا تو شاید پھر مجھے براہ راست اس کی گوشمالی کے لیے کوئی مناسب طریقہ اختیار کرنا پڑتا۔"

"مجھے تمہاری ذہانت پر کوئی شبہ نہیں۔ میں تمہاری چھٹی حس کے کچھ تجربات اس سے پیشتر بھی دیکھ اور آزما چکا ہوں لیکن مجھے صرف اتنا معلوم کرنا ہے کہ تم نے وہ فون کال کسے کی تھی؟"

"پولیس کے موبائل اسکواڈ کو۔" میں نے مختصر جواب دیا۔ لیڈی مکلارنس کی سابقہ ہدایت پر میں نے طے کرلیا تھا کہ اس کا نام کسی طرح بھی درمیان میں نہیں آنے دوں گا۔

"اور تمہیں پولیس موبائل کے نمبروں کا علم کس طرح ہوا تھا؟" ندیم نے مجھے کریدنے کی کوشش کی۔

"تم شاید بھول رہے ہو کہ میرا تعلق پولیس کے محکمے سے بھی رہ چکا ہے جہاں اس قسم کے ایمرجنسی نمبروں کو یاد رکھنا اور ان کا بروقت استعمال انتہائی اہم اور ضروری سمجھا جاتا ہے۔"

"کیا تم اس سوٹ والے سے پہلے سے واقف تھے؟"

"ہاں۔" میں نے ہوا میں تیر چھوڑتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ میں نے اس روز اسے دیکھا تھا جب میں گراہم سے دوٹوک گفتگو کے ارادے سے لکی اسٹارز کے مخصوص فلور پر گیا تھا۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو شاید وہ ایڈگر کے گروہ کا کوئی اہم فرد ہوگا جسے میری نقل و حرکت کا جائزہ لینے پر مامور کیا گیا تھا۔"

اس بار ندیم نے فوری طور پر کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ کسی سوچ میں گم ہو گیا تھا۔ غالباً" وہ تیر جو میں نے اندھیرے میں چلایا تھا ٹھیک نشانے پر لگا تھا۔

"کیا سوچ رہے ہو؟" میں نے اس کی خاموشی کو ٹٹولنے کی خاطر پوچھا۔

"سوٹ والے کی حد تک تمہارے بیان پر یقین کیا جا سکتا ہے لیکن نیلے رنگ کی وین سے بین الاقوامی دہشت پسند گروہ سے متعلق افراد کی گرفتاری ــــ"

"یہ اتفاق بھی ہو سکتا ہے۔" میں نے جلدی میں وضاحت کی۔ "دنیا کے اکثر ممالک ان جرائم پیشہ افراد کی بیخ کنی کی خاطر ان کے گرد اپنا گھیراؤ تنگ کر رہے تھے۔ عین ممکن ہے کہ پولیس موبائل کے اسکواڈ نے محض شبہے کی بنیاد پر اس وین کو چیک کیا ہو اور وہ لوگ اتفاقاً" پولیس کے ہتھے چڑھ گئے ہوں۔"

"ہو سکتا ہے۔" ندیم نے پُرخیال انداز میں کہا پھر میری نگاہوں میں نگاہیں ڈال کر بولا۔ "میں تمہارے مفروضے پر فی الحال یقین کیے لیتا ہوں، لیکن شاید تمہیں ابھی تک اس بات کا علم نہیں ہو سکا کہ وہ بادامی سوٹ والا کتنی اہم شخصیت کا مالک تھا۔"

"اخبار میں شائع ہونے والی خبروں سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے۔ اگر وہ اہم شخصیت کا مالک نہ ہوتا تو پولیس اتنی آسانی سے اسے باعزت طور پر رہا نہ کردیتی۔"

"میں تمہاری معلومات میں ایک بات کا اور اضافہ کرنا پسند کروں گا۔" ندیم سپاٹ لہجے میں بولا۔ "برطانیہ کی پولیس اتنی فالتو بھی نہیں ہے کہ وہ کسی نامعلوم شخص کی جانب سے موصول ہونے والی معمولی معمولی باتوں کی چھان بین کرنے کی خاطر اپنا قیمتی وقت برباد کرتی پھرے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں قدرے گڑبڑا گیا۔ ندیم کی دلیل میں خاصا وزن تھا۔

"کیا تم نے فون پر پولیس کو اپنے نام اور پتے سے آگاہ کیا تھا؟"

"نہیں۔" میں روانی میں کہہ گیا۔

"پھر تمہاری بات میں کتنے فی صد صداقت ہے میں اس کا اندازہ بخوبی لگا سکتا ہوں۔" ندیم نے معنی خیز انداز میں

مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "میرا تعلق جس میدان سے ہے وہاں ریت کا ایک ذرّہ بھی اگر اڑ کر ادھر سے ادھر ہو جائے تو اسے نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ دوسری شکل میں ہمیں ناقابلِ تلافی نقصانات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ کبھی کبھی تو زندگی کے بھی لالے پڑ جاتے ہیں۔ اسی لیے ہمیں اپنی آنکھیں اور کان نیند کی حالت میں بھی کھلے رکھنے پڑتے ہیں۔ ہمارے اپنے الگ تھلگ اصول ہوتے ہیں۔ ہم ذاتی طور پر اپنے معاملات کو سلجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ پولیس کو درمیان میں لانے کی حماقت کبھی نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے اور پولیس کے مابین ایک مخصوص فاصلہ ہمیشہ قائم رہتا ہے۔ ہمارے سوچنے، سمجھنے اور کچھ کر گزرنے کے طریقے بھی ایک دوسرے سے قطعی مختلف اور جداگانہ ہوتے ہیں۔ ہم جسے ایک بار دوست کہہ دیتے ہیں اس کے مفاد کی خاطر اپنی زندگیاں بھی قربان کر دینے سے گریز نہیں کرتے اور جس کا نام بطور دشمن ہماری فہرست پر آجاتا ہے ہم اسے کسی قیمت پر بھی کھلی فضا میں سانس لینے کی مہلت نہیں دیتے۔ یا تو وہ ہمیشہ کے لیے لاپتا ہو جاتا ہے یا پھر اس کی لاش کے ٹکڑے کسی ویران شاہراہ کے درمیان بکھرے ہوئے پائے جاتے ہیں اور پولیس سالہا سال اصل قاتل یا قاتلوں کی گرد کا بھی سراغ نہیں لگا پاتی۔ کسی کو اچانک قتل کر دینے کے بعد راہِ فرار اختیار کرتے وقت ہم اپنے خون آلود جوتوں کے نشانات بھی مٹا ڈالنے کے عادی ہوتے ہیں۔"

ندیم جذباتی انداز میں کہتا رہا، میں سمجھ رہا تھا کہ وہ مجھے کیا باور کرانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس کا اندازہ غلط بھی نہیں تھا۔ وہ اس بات کی تہ تک پہنچ گیا تھا کہ میرے بیان میں کہیں نہ کہیں خلا ضرور ہے۔ اس کی سوچ اپنی جگہ درست تھی لیکن میں لیڈی مکلارنس کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔ پہلی ملاقات کے دوران ہی لیڈی مکلارنس نے بڑی سختی سے مجھ پر یہ پابندی عائد کی تھی کہ میں اس کے بارے میں ہمیشہ اپنی زبان بند رکھنے کی کوشش کروں گا۔ دوسری صورت میں میرے حق میں برآمد ہونے والا نتیجہ کسی طور بھی اچھا ثابت نہیں ہوگا۔

میں خاموشی سے ندیم کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا اندازہ لگاتا رہا۔ کچھ دیر تک وہ اپنی کسی سوچ میں مستغرق رہا پھر یکلخت دوستانہ انداز میں بولا۔

"اگر تم کو میری کسی بات سے دکھ پہنچا ہو تو میں اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ ہم اچھے دوست ہیں اور اچھے دوست رہیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کبھی کوئی ذاتی مجبوری بھی دوستی کی راہ میں آڑے آجاتی ہے۔ بہرحال اس وقت ہمیں جس صورت حال کا سامنا ہے وہ کچھ زیادہ اچھی نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"تمہارے پاس آنے سے پیشتر میرے ایک خاص آدمی نے مجھے مطلع کیا تھا کہ کل رات کے پچھلے پہر کسی نے جم گاور عرف جمی کو پراسرار طور پر موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ اس کی لاش اس کی خواب گاہ ہی سے برآمد ہوئی ہے اور جس عمارت میں وہ مقیم تھا اس کے باہر فٹ پاتھ سے پولیس کے اس سادہ لباس والے کارندے کی لاش بھی ملی ہے جسے جمی کی نگرانی پر مامور کیا گیا تھا۔"

"جم گاور یا جمی؟"

"اسی شخص کا نام تھا جو بادامی رنگ کے سوٹ میں تھا اور تمہاری چھٹی حس کے مطابق وہ تمہارے تعاقب میں لگا ہوا تھا۔" ندیم نے بظاہر سنجیدگی سے جواب دیا لیکن میں اس کے لہجے میں ہلکے طنز کی آمیزش کو محسوس کر رہا تھا۔ ندیم نے اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "تمہیں شاید اس بات کا بھی علم نہ ہو کہ جمی ایڈگر کا دست راست تھا۔ ایڈگر عرف ایڈی کے بارے میں تمہیں صرف اتنا بتا دینا کافی سمجھتا ہوں کہ وہ گراہم سے کہیں زیادہ خطرناک شخصیت کا مالک ہے۔ ایک چھوٹا سا نقصان بھی برداشت کرنا اس کے اصول کے خلاف ہے۔ جمی تو اس کے لیے بہت زیادہ اہم تھا۔"

"پھر......"

"میرا اب بھی یہی مشورہ ہے کہ تم پہلی فلائیٹ سے واپس لوٹ جاؤ ورنہ حالات کوئی نازک موڑ بھی اختیار کر سکتے ہیں۔"

"موت سے ڈر کر بھاگنا بزدلی کی علامت ہے۔" میں نے فیصلہ کن انداز میں جواب دیا۔

"اگر تمہارا آخری فیصلہ یہی ہے تو پھر میں تمہیں خود اپنے سائے سے بھی آیندہ محتاط رہنے کا مشورہ دوں گا۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا پھر کچھ دیر بعد اٹھ کر چلا گیا۔ جاتے جاتے اس نے ایک بار پھر سنگین حالات کا احساس دلانے کی کوشش کی تھی۔

دوپہر کے کھانے کے بعد میں کچھ دیر آرام کرنے کی غرض سے لیٹا تو میرے ذہن میں اچانک لیڈی مکلارنس کا

ابھر آیا، لندن کے متوسط طبقے میں اس کے بارے میں مختلف باتیں مشہور تھیں میں نے لیڈی مکلارنس کو اس سے کہیں زیادہ مختلف پایا تھا۔ وہ بلاشبہ اپنے کردار میں ایک پراسرار وجود کی مالک تھی۔ میں اپنی آنکھوں سے مکلارنس کے بارے میں اس کی پراسرار قوت کا ناقابلِ یقین تماشا دیکھ چکا تھا۔ وہ صرف جادوگرنی نہیں بلکہ بڑی پہلودار شخصیت کی مالک تھی۔ شوہر کے انتقال کے بعد اس نے اپنے شاندار کردار کو جس انداز میں حیرت انگیز طور پر تبدیل کیا تھا۔ وہ سب کے لیے تجسس کا باعث بن گیا تھا۔ ایک طبقہ اس کی تبدیلی کو مشکوک نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ لیڈی مکلارنس نے کسی خاص اور اہم راز کو مخفی رکھنے کی خاطر مکلارنس کو اپنے راستے سے ہٹا دیا پھر دیوانگی کا چولا پہن کر وہ لوگوں کو اپنی بے گناہی کا ثبوت دیتی پھر رہی ہے۔ بعض افراد اس تبدیلی کو شوہر کی اچانک جدائی سے تعبیر کرتے تھے۔ ان کے خیال کے مطابق لیڈی مکلارنس جو اپنے شوہر سے بے حد پیار کرتی تھی جس کے کہنے پر اس نے اپنے ماضی کو اپنے وجود کے اندر دفن کر لیا تھا، ماں باپ اور خاندان والوں سے ملنا جلنا ترک کر دیا تھا، شوہر کی اچانک حادثاتی موت کے صدمے کو برداشت نہیں کر سکی۔ بیوگی کے احساس نے اس کے اندر کی عورت کو ایک لمحے میں موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اس کے ذہن کو حادثے سے شدید ذہنی صدمہ پہنچا تھا جسے وہ برداشت کرنے سے قاصر تھی اسی لیے اس نے شوہر کے ساتھ ساتھ اپنے ماضی کے رکھ رکھاؤ اور روز مرّہ کے معمولات کو بھی اس کے ساتھ قبر میں دفن کر دیا تھا اور لوگ اس کی اس تبدیلی کو مختلف رنگ دے رہے تھے۔ اپنی اپنی ذہنی سوچ کے مطابق قیاس آرائیاں کر رہے تھے۔ اکثر لوگوں کو یقین تھا کہ مکلارنس جو ایک سیدھا سادا اور پُروقار شخصیت کا مالک تھا، اپنی بیوی کی پراسرار حرکتوں سے عاجز آ گیا تھا اس نے متعدد بار لیڈی مکلارنس کو مجبور کیا تھا کہ وہ شیطانی قوتوں سے چھٹکارا حاصل کرے۔ اسی بات نے بڑھ کر لیڈی مکلارنس کو شوہر کی جانب سے دل برداشتہ کر دیا ہوگا جس کا نتیجہ مکلارنس کی حادثاتی موت کی صورت میں رونما ہوا۔ غرض کہ جتنے منہ تھے اتنی باتیں بھی تھیں۔

مغرب کی آزاد فضا میں سانس لینے والے جہاں ایک طرف ہر معاملے میں بہت زیادہ کشادہ دل اور آزاد خیال ہوتے ہیں وہیں ضرورت سے کچھ زیادہ ہی توہمات کا شکار بھی ہیں۔ وہ کالے جادو اور پراسرار علوم کے حامل لوگوں سے حد درجہ خوفزدہ رہتے ہیں۔ مشرق کے مقابلے میں مغرب میں ایسے لٹریچر کی بہتات ہے جس میں ایسے ایسے ناقابلِ یقین واقعات کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا ہے جسے عقلِ سلیم ماننے کو تیار نہیں ہوتی۔ ڈریکولا کا کردار آج پوری دنیا کے لوگوں کے لیے باعثِ حیرت ہے حالانکہ اس کی حیثیت محض ذہنی اختراع سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی، انسانی خون پینا بذاتِ خود ایک مکروہ فعل ہے لیکن اسی گھناؤنے پس منظر میں اب تک ان گنت فلمیں بنائی جا چکی ہیں جس میں ڈریکولا کے کردار کو امربیل کی طرح پھیلتے دکھایا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ڈریکولا کے کردار کی رعایت حاصل کر کے ایک مؤثر ذرائع ابلاغ سے صلیب کی اہمیت اور ایک مخصوص مذہب کی تبلیغ کو دنیا کے گوشوں میں پھیلانے کا تصور کارفرما ہو۔

ڈریکولا کے کردار کے علاوہ اور بھی بہت سارے کردار فلموں کے ذریعے عالمی شہرت اختیار کر چکے ہیں۔ کسی ہوشمند انسان کا مہینے کے انتیس دن تک نارمل رہنا اور چودھویں رات کو عین رات کے بارہ بجے بھیڑیے کی شکل اختیار کر لینا، اس کے جسم پر لمبے لمبے بالوں کا اگ آنا اور اس کیفیت میں راتوں رات درندگی پھیلانے کے بعد دوسری صبح کا سورج طلوع ہوتے ہی اپنی اصل صورت اختیار کر لینا ایک ایسی الف لیلوی داستان کہی جا سکتی ہے جسے بچوں اور ناپختہ ذہنوں کو گمراہ کرنے کی کامیاب کوشش تو قرار دیا جا سکتا ہے لیکن ان فضولیات کو تسلیم کر لینا دیوانگی کے عین مترادف ہوگا۔

جہاں تک فکشن کا تعلق ہے تو اس موضوع پر بڑے بڑے جغادری مصنفوں اور عالمی شہرت یافتہ لکھاریوں نے بھی طبع آزمائی کی ہے لیکن ان قصوں کہانیوں میں فضولیات کو کبھی کوئی دخل نہیں رہا۔ البتہ دیومالائی کہانیوں کو اس لیے قبول کیا جا سکتا ہے کہ اس کے اوپر بیشتر ممالک اور مذاہب کی مستند کتابیں اور لٹریچر موجود ہے۔

لیڈی مکلارنس سے ملنے سے پیشتر میں ذاتی طور پر بلیک میجک اور روحوں سے بات کرانے والی شخصیتوں کو محض فراڈ سمجھتا تھا لیکن پنڈت بنسی دھر کے کٹے ہوئے سر کو ہوا میں معلق رہ کر زندہ انسانوں کی طرح باتیں کرتا دیکھ لینے کے بعد مجھے اس بات پر یقین کر لینا پڑا کہ لیڈی مکلارنس کے بارے میں جو پراسرار اور ناقابلِ یقین باتیں مشہور تھیں اس میں سے کچھ درست بھی تھیں اس کے علاوہ وہ میری

محسنہ بھی تھی۔ گریشیا کے خوبصورت چُنگل سے نجات دلانے میں بھی اس نے میری مدد کی تھی اور اب اس نے اپنے موی مجسمے کے ذریعے مجھے جن خطروں کی نشاندہی کرکے زندگی بخشی تھی وہ بھی میرے لیے ناقابلِ فراموش تھی لیکن ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ ایک اہم سوال بھی بار بار میرے ذہن میں ابھر آتا تھا۔ لیڈی مکلارنس کو میری ذات سے کیا دلچسپی لاحق ہو گئی تھی؟ اگر وہ مشرقی ممالک کے افراد کے لیے کسی وجہ سے اپنے دل میں کوئی نرم گوشہ رکھتی تھی تو لندن میں میرے علاوہ بھی لاکھوں افراد موجود تھے پھر قرعۂ فال میرے ہی نام کیوں نکلا تھا؟ کیا یہ محض اتفاق تھا یا اس کے پس پردہ بھی کوئی پراسرار بات پوشیدہ تھی؟

بڑی دیر تک میں بستر پر لیٹا کروٹیں بدلتا رہا۔ میرے ذہن میں متعدد سوالات ابھر ابھر کر آپس میں گڈمڈ ہو رہے تھے پھر اچانک کچھ سوچ کر میں تیزی سے اٹھا۔ ریسیور اٹھا کر میں نے آپریٹر سے ڈائریکٹ لائن مانگی اور مکلارنس کیسل کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ مجھے ابھی تک ان نمبروں کو استعمال کرنے یا نہ کرنے کے سلسلے میں لیڈی مکلارنس کی جانب سے کوئی واضح اشارہ نہیں ملا تھا۔ کچھ دیر تک دوسری جانب سے گھنٹی بجنے کی آواز ابھرتی رہی پھر کسی مرد نے کال ریسیو کی تھی۔

"ہیلو۔" میرے کانوں میں ایک ایسی آواز گونجی جس میں بیزاری کا عنصر شامل تھا۔

"مجھے لیڈی مکلارنس سے بات کرنا ہے۔" میں نے مہذب لہجے میں کہا۔

"کیا نام ہے تمہارا؟" اس بار بھی ترش لہجے میں سوال کیا گیا۔

"کیا میرے لیے اپنے نام کا اظہار کرنا ضروری ہے؟"

"ہاں۔" کھردرے انداز میں کہا گیا۔ "اس کے بغیر مادام کسی اجنبی سے بات کرنا پسند نہیں کرتیں۔"

"میرا خیال ہے کہ میرے لیے اپنا نام ظاہر کرنا مناسب نہ ہوگا۔"

"یہ تمہارا خیال ہے مگر مجھے یقین ہے کہ نام معلوم ہوئے بغیر مادام تمہیں کوئی اہمیت نہیں دیں گی اس لیے کہ غیر متعلقہ لوگوں کو منہ لگانا مادام کے اصول کے خلاف ہے۔"

"کیا یہ ریفرنس کافی نہ ہوگا کہ میں کل مادام تساؤ کے عجائب خانے گیا تھا۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"لیڈی مکلارنس کے لیے یہ حوالہ کافی ہوگا۔"

"میں نہیں سمجھ سکا کہ تم بلاوجہ اپنا وقت [illegible] کر رہے ہو۔" اس بار دوسری طرف سے بولنے [illegible] لہجے سے حقارت مترشح تھی۔ "مادام تساؤ کے عجا[ئب خانے میں] ہر روز لاکھوں افراد تفریح کی غرض سے جاتے ہیں [اور] روز مجھے اسی قسم کی فضول کالوں کو ریسیو کرنا پڑتا [ہے۔"]

"میں تمہاری بات کی تردید نہیں کروں گا [لیکن کیا تم] اس بات پر یقین کرو گے کہ میں دو بار مکلارنس [کیسل] آ چکا ہوں۔" میں نے اس پر اپنی اہمیت جتانے [کی کوشش] کی۔ "میرے پاس وہ مخصوص سنہری سکہ بھی [ہے] جسے دکھا کر میں بلا کسی روک ٹوک کے مادام سے [ملاقات] کرنے کا شرف حاصل کر سکتا ہوں۔"

"نمبر بتاؤ۔"

"نمبر ون۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"انتظار کرو۔" سپاٹ لہجے میں جواب ملا۔ "[میں مادام] کو مطلع کرتا ہوں۔"

پھر کوئی پانچ سات منٹ گزر جانے کے بعد [دوسری] سمت سے لیڈی مکلارنس کی مانوس آواز سنائی دی۔

"کہاں سے بات کر رہے ہو؟"

"اپنے ہوٹل کے کمرے سے۔ میرا نام۔۔۔"

"نہیں۔" میری بات کو تیزی سے کاٹ [دیا] گیا۔ "نام بتا کر تم دوسری حماقت کا ثبوت دو گے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"تمہیں کم از کم ہوٹل سے مجھ سے رابطہ [قائم کرنے] کی کوشش نہیں کرنا چاہیے تھی۔ بہرحال [بات] کرو۔"

"میری اطلاع کے مطابق گزشتہ رات بار[ہ بجے سیاہ سوٹ وا]لے سوٹ والے کو قتل کر دیا گیا ہے۔ اس کے [علاوہ جس] شخص سادہ لباس میں اس کی نگرانی پر مامور کیا گیا [تھا اسے] بھی راستے سے ہٹا دیا گیا۔"

"تمہارا کیا خیال ہے میرے عزیز۔ کیا تم [سمجھتے ہو] کوئی ایسی اطلاع بھی ہو سکتی ہے جو مجھ سے پہلے [تمہارے] کانوں تک پہنچ جائے۔" لیڈی مکلارنس نے سنج[یدگی سے] کہا۔ "مجھے اس بات کا بھی علم ہے کہ تمہارے دو[ست نے] تمہیں فوری طور پر واپسی کا مشورہ دیا ہے۔"

"میں نے اسی غرض سے فون کیا تھا۔" میں [نے سنجیدگی] سے کہا۔ "کیا مجھے اپنے دوست کا مشورہ قبول [کر لینا] چاہیے؟"

"حالات نے جو سنگین صورت حال اختیار کر لی ہے [اس] کے پیش نظر تمہارے دوست کا مشورہ اپنی جگہ غلط [نہیں] ہے لیکن میں نے تم سے کہا تھا کہ جب تک تمہیں [میری] ہمدردی حاصل ہے اس وقت تک کوئی طاقت تمہیں [نقص]ان نہیں پہنچا سکتی۔"

"کیا ایڈگر اپنے دست راست کی موت پر خاموش [رہے] گا۔" میں نے سنجیدگی سے دریافت سے کیا۔

"میں اس بات کو تسلیم کرتی ہوں کہ ایڈی کا شمار دنیا [کے] ٹاپ کلاس دہشت گردوں میں ہوتا ہے۔ وہ آکٹوپس [کے] مقابلے میں کہیں زیادہ شیطان، مکار، دوغلا اور خبیث [واق]ع ہوا ہے۔ بین الاقوامی نوعیت کی سیکڑوں ہولناک [وارداتوں] میں براہ راست ملوث ہونے کے باوجود اس نے ابھی [تک] اپنے پیچھے کوئی ایسا سراغ نہیں چھوڑا ہے جو اسے [پو]لیس کی نظروں میں مشکوک ثابت کر سکے۔" لیڈی [مک]لارنس نے اپنے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "یہ [بات] بھی اپنی جگہ درست ہے کہ جمی کی موت نے اسے پاگل [کر دی]ا ہے اور ایسی شکل میں جبکہ اسے مجبوراً جمی کو اپنے [راست]ے سے ہٹانے پر مجبور ہونا پڑا۔ اگر جمی پولیس کے ہتھے [چڑھ] جاتا تو عین ممکن تھا کہ وہ ایڈی کے سلسلے میں پولیس [کی] تھرڈ ڈگری ٹریٹمنٹ سے مجبور ہو کر اپنی زبان کھول [دیت]ا۔ میں جانتی ہوں کہ اس وقت ایڈی کے ذہن میں [تمہ]ارے خلاف پکنے والا لاوا پھٹ کر ابل پڑنے کے لیے [ٹھاٹ]ھیں مار رہا ہے لیکن تمہیں پریشان ہونے کی کوئی [ضر]ورت نہیں ہے۔"

"بہرحال میں شکر گزار ہوں کہ اگر آپ نے بروقت [میر]ی مدد نہ کی ہوتی تو شاید۔۔۔۔"

"بھول جاؤ ان پرانی اور روایتی باتوں کو۔ آج کی اس [مشی]نی دنیا میں بغیر کسی مفاد کے کوئی کسی کے کام نہیں آتا۔ [ش]اید میں بھی نہیں۔" لیڈی مکلارنس نے بڑی سنجیدگی سے [کہ]ا پھر اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے بولی۔ "جانتے ہو [ک]ہ تم میری توجہ کا مرکز کیوں بنے ہو؟"

"نہیں۔" میں نے مختصراً جواب دیا۔

"جس طرح کسی دھتی پڑھنے والے کے لیے بازار میں [آ]نے والی ہر نئی کتاب ایک خاص دلچسپی کا باعث بن جاتی [ہے] بالکل اسی طرح کسی بھی نووارد کا سامنا میرے اندر کے [تج]سس کو ہوا دیتا ہے۔ مجھے مشرق سے والہانہ عشق ہے [اس] لیے میں مشرقی لوگوں میں زیادہ دلچسپی لیتی ہوں۔ جس [طرح] مطالعے کا شوقین کتاب مکمل کر لینے کے بعد اپنی دلچسپی کسی نئی کتاب کی جانب مبذول کر دیتا ہے اسی طرح مشرقی بودوباش رکھنے والوں کے کردار کو اپنی کسوٹی پر پرکھنے کے بعد ان کی شخصیت میرے لیے اپنی اہمیت کو کھو دیتی ہے لیکن تمہارا معاملہ ذرا مختلف ہے۔ جانتے ہو کیوں؟ اس لیے کہ تمہاری شخصیت کا مطالعہ ابھی تک میرے لیے ممکن نہیں ہوا۔ میں نے اپنے تجربات میں آج تک کبھی شکست کا سامنا نہیں کیا لیکن تمہارے اندر کوئی ایسی مخفی قوت ضرور موجود ہے جو میرے تجسس کو ابھار رہی ہے۔"

"مخفی قوت۔" میں نے اپنے ہاتھ میں موجود صندلی انگوٹھی کی جانب دیکھتے ہوئے انجان بن کر پوچھا۔ "میں سمجھا نہیں۔"

"ہو سکتا ہے کہ تم خود بھی اس پوشیدہ مگر حیرت انگیز قوت کی موجودگی سے لاعلم ہو۔ یہ بھی ممکن ہے تم نے اس راز سے واقف ہونے کے باوجود اسے زبان تک نہ لانے کی قسم کھا رکھی ہو۔ بہرحال جب تک میں معمے کو حل نہیں کر لیتی تمہاری ذات میں میری دلچسپی برقرار رہے گی۔"

"میں اب بھی ان باتوں کا مقصد سمجھنے سے قاصر ہوں۔" میں نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "کیا آپ مجھے اس پوشیدہ طاقت کے بارے میں بتانا پسند کریں گی جو میرے وجود کے اندر موجود ہونے کے باوجود میرے علم میں نہیں ہے۔"

"اگر تم غلط بیانی سے کام نہیں لے رہے ہو تو فی الحال صرف اتنا جان لو کہ دنیا کی کوئی بھی طاقت تمہارے دل کی گہرائیوں میں نہیں جھانک سکتی۔"

"کیا آپ مجھے درپیش حالات کے پیش نظر میرے بارے میں کوئی پیش گوئی کر کے میری رہنمائی کر سکتی ہیں؟" میں نے بڑی سادگی سے کہا۔

"اس بار تم نے اپنی ذہانت کا ثبوت دے کر ایک اہم بات دریافت کی ہے۔" لیڈی مکلارنس نے جواب دیا۔ "میری بات غور سے سنو اور اسے اچھی طرح ذہن نشین کر لو۔ تمہیں بہت جلد دوبارہ اغوا کرنے کی کامیاب کوشش کی جائے گی۔"

"کامیاب کوشش؟" میں نے چونکتے ہوئے تیزی سے دریافت کیا۔ "کیا مجھے اغوا کرنے والے اپنی کوشش میں کامیاب ہو جائیں گے؟"

"ہاں۔" لیڈی مکلارنس نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔ "وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے اور ایک بات کا خیال رہے۔ تم مزاحمت کی کوشش نہیں کرو گے۔

اگر تم نے ایسا کیا تو خسارے میں رہو گے۔ فی الحال میں صرف اتنا ہی بتانا پسند کروں گی۔"

"لیکن......"

"میرا قیمتی وقت برباد نہ کرو۔" اچانک لیڈی مکلارنس نے چڑچڑے پن کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "صرف میری ہدایت پر عمل کرتے رہو۔"

پھر اس کے ساتھ ہی دوسری جانب سے ریسیور کریڈل پر رکھنے کی آواز ابھری۔ میں کچھ دیر ریسیور ہاتھ میں لیے بیٹھا رہا پھر میں نے بھی اسے کریڈل پر واپس رکھ دیا۔

"تمہیں دوبارہ اغوا کرنے کی کامیاب کوشش کی جائے گی۔" لیڈی مکلارنس کا کہا ہوا وہ جملہ بڑی دیر تک میرے ذہن میں کھٹکتا رہا۔

✤

شام کی چائے پینے کی غرض سے میں اپنے کمرے سے نکل کر لفٹ کے ذریعے نیچے جانے لگا تو اتفاقاً میری نظر لفٹ میں موجود اس خوبصورت، حسین اور کم سن لڑکی پر پڑی جو میرے ساتھ سفر کر رہی تھی۔ رنگت کے اعتبار سے وہ مقامی ہی لگ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں بے حد سحر انگیز تھیں جو صنف مخالف کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں بلاشبہ بھرپور کشش رکھتی تھیں۔

لڑکی کے جسمانی نشیب و فراز بھی خاصے دلکش تھے۔ اس نے اپنی اجلی جلد کی نمائش کی خاطر منی اسکرٹ اور بلاؤز پہن رکھا تھا۔ اس کی عمر میرے محتاط اندازے کے مطابق سترہ اٹھارہ سال سے کسی طرح بھی زیادہ نہیں تھی۔ مشرق میں اس عمر کی لڑکیوں کو ذہنی طور پر نابالغ اور معصوم ہی سمجھا جاتا ہے لیکن مغرب کی روایت اس کے برعکس ہے۔ وہاں چودہ سال کی عمر تک پہنچتے ہی لڑکیاں نہ صرف یہ کہ بالغ ہو جاتی ہیں بلکہ زندگی کی تمام اونچ نیچ سے بھی پوری طرح واقف ہو جاتی ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ مغرب کی آزاد فضا میں کھل کر سانس لینے کا سبب ان کو جنسی بے راہ روی کا شکار کر دیتا ہے۔ اس کیفیت میں اگر ان کے قدموں میں کوئی لغزش آجائے تو اسے زیادہ معیوب بھی نہیں سمجھا جاتا۔ لڑکی کے بزرگ اسے سرزنش کرنے یا کوئی خاطر خواہ سزا دینے کے بجائے اس کی ہر ممکن مدد کرتے ہیں۔ جب تک اس کی مشکل آسان نہ ہو جائے وہ ہر طرح سے اس کی دیکھ بھال کرتے ہیں اس کے بعد دوبارہ اسے سفاری پارکوں میں چوکڑیاں بھرتے ہوئے ہرنوں کی طرح آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے۔

لفٹ میں ہم سفر لڑکی کو دیکھ کر مجھے اس میں بھی کچھ ایسا ہی اندازہ ہوا تھا۔ اس کی غزالی بے باک نگاہوں میں کسی ایسے ماہر شکاری کی خصوصیات موجود تھیں جو کسی شکار کو اپنے جال میں کی پوری پوری صلاحیت رکھتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ذہن میں ابھرنے والا وہ خیال محض نسلی اور مذہبی نتیجہ ہو لیکن مجھ سے نگاہیں چار ہو جانے کے بعد گلابی اور گلزار ہونٹوں پر جو معنی خیز مسکراہٹ ابھری اس کا مفہوم صاف لفظوں میں کچھ یہی تھا کہ تم اگر تو میری صحبت میں خوشگوار لمحے بھی گزار سکتے ہو۔

عام حالات میں اگر وہ حسین لڑکی مجھ سے اس طرح ٹکرائی ہوتی تو شاید میں اس کی نگاہوں کی اس دعوت کو وقت گزاری کے طور پر تفریح کے لیے قبول کر لیتا لیکن حالات نے میرے اطراف جو جال بُن رکھے تھے ان میں میری ایک معمولی سی غلطی بھی میرے لیے ناقابل تلافی نقصان کا سبب بن سکتی تھی۔ میں بذات خود بھی چونکہ شکار کا شوقین تھا اس لیے اس حقیقت سے بھی پوری طرح واقفیت رکھتا تھا کہ کسی خطرناک شکار کو پھانسنے کے لیے اکثر معمولی جانوروں کو چارے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ ممکن تھا کہ میرے دشمنوں نے بھی اس لڑکی کو میرے لیے "چارے" کے طور پر استعمال کرنے کی کوشش کی ہو۔ چنانچہ میں نے لڑکی کی معنی خیز مسکراہٹ کے جواب میں کچھ اس طرح نگاہیں پھیر لیں جیسے میں نے سرے سے اس کی طرف پوری توجہ ہی نہ دی ہو۔ لیڈی مکلارنس نے فون پر میرے بارے میں کسی کامیاب اغوا کی کوشش کی جو پیش گوئی کی تھی اس کے پیش نظر ضروری تھا کہ میں اپنے سائے سے بھی محتاط رہوں۔ اس نے مجھے خاص طور پر تاکید کی تھی کہ میں اس اغوا کی کوشش کو ناکام بنانے کی خاطر کسی جوابی کارروائی سے گریز کروں ورنہ خسارے میں رہوں گا۔ ممکن ہے اس نے میری جوابی کارروائی کی شکل میں کسی خطرے کی بو سونگھ لی ہو لیکن اس کے باوجود میں خود کو "تر نوالے" کی طرح تھالی میں رکھ کر دشمنوں کے سامنے پیش کر دینے کو تیار نہیں تھا چنانچہ اس روز بھی کمرے سے نکلتے وقت میں نے نہ صرف یہ کہ اپنے آٹومیٹک کو لوڈ کر لیا تھا بلکہ ایک فالتو میگزین بھی میری جیب میں محفوظ تھا۔ اگلے لمحے کیا پیش آنے والا تھا میں اس سے قطعی لاعلم تھا لیکن مجھے اس بات کا بھی بخوبی علم تھا کہ محض دوسروں کے سہارے جینے والے اور دوسروں کی قوت پر بھروسا کر کے

ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے والے زندگی میں اپنے لیے کوئی مقام نہیں بنا سکتے۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ اپنی صلاحیتوں کو زنگ آلود کر لیتے ہیں۔ ان کا انجام بڑا مایوس کن ہوتا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ وہ عظیم طاقتیں جو کل تک دنیا کے نقشے پر سرفہرست نظر آتی تھیں آج اپنی بقا کی جنگ لڑنے میں مصروف ہیں اور وہ ممالک جو اس عظیم طاقت کے سائے تلے پناہ گزیں تھے عجیب کسمپرسی کا شکار ہیں۔

ایک سابقہ پولیس آفیسر ہونے کے ناتے بھی کسی مجرم کے آگے ہتھیار ڈال دینا میری شان کے خلاف تھا۔ میں مسلمان ہوں اور اس بات پر یقین کامل رکھتا ہوں کہ موت کا جو وقت مقرر کیا جا چکا ہے اسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں ٹال سکتی۔ اگر قسمت نے دشمن کی طرف سے چلائی گئی گولی پر میرا نام رقم کر دیا تھا تو لیڈی مکلارنس کی پیش گوئی یا پُراسرار قوتیں بھی اسے نہیں مٹا سکتی تھیں۔

گراؤنڈ فلور پر لفٹ سے باہر آکر میں ڈائننگ ہال کی طرف قدم بڑھا رہا تھا کہ میری نظر چیف انسپکٹر پاول پر پڑی جو استقبالیہ پر کھڑا کاؤنٹر کلرک سے باتوں میں مصروف تھا۔ اس کے چہرے پر اس وقت بھی جان مینگو کا میک اپ تھا۔ ہوٹل کی عمارت میں اس کی موجودگی محض اتفاقیہ نہیں ہو سکتی تھی۔ ممکن ہے وہ کاؤنٹر کلرک سے میرے ہی سلسلے میں ضروری معلومات حاصل کر رہا ہو۔ مجھے اس بات کا بھی یقین تھا کہ انسپکٹر پاول کے سیکشن سے تعلق رکھنے والے کچھ سادہ لباس والے بھی میری نگرانی پر ضرور مامور ہوں گے۔ بہرحال وہ ابھی تک اسی غلط فہمی کا شکار تھا کہ میں اس کی اصلیت سے ناواقف ہوں۔ میں نے بس ایک لمحے کے لیے اس کی طرف دیکھا پھر ڈائننگ ہال کی سمت لمبے لمبے قدم اٹھانے لگا۔

بیرے کو چائے کا آرڈر دینے کے بعد میں سروس کا انتظار کر رہا تھا کہ وہی کمسن، حسین اور بے حجاب لڑکی جو لفٹ میں مجھے دیکھ کر مسکرائی تھی میرے قریب آکر رک گئی۔

"میرا نام روز ہے۔" اس نے میری نگاہوں میں جھانکتے ہوئے اپنا تعارف کرایا۔ "روز ہاورڈ۔"

"خوبصورت نام ہے۔" میرا لہجہ سپاٹ تھا۔

"میں مسٹر ہاورڈ کی بیٹی ہوں۔"

پہلی بار میں نے ہاورڈ کے نام کو سرسری طور پر سنا تھا لیکن جب دوسری بار اس نے وہ نام دہرایا تو میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ ندیم نے غداری کے جرم میں نارمن کو جو سزا دی تھی، ہاورڈ بھی اس کی لپیٹ میں آگیا تھا۔ گراہم نے ملاقات کے دوران کھلے لفظوں میں اس بات کا اظہار کیا تھا کہ جو لوگ مجھ پر قاتلانہ حملہ کر رہے ہیں اور میری جان لینے کے درپے ہیں وہ نارمن اور ہاورڈ کے دوست احباب ہیں۔

اگر روز اسی ہاورڈ کی بیٹی تھی جو سیکڑوں من مٹی کے نیچے دفن کیا جا چکا تھا تو پھر وہ مجھ سے قریب ہونے کی کوشش کیوں کر رہی تھی؟ میں نے سوچا اور غور سے روز کے چہرے پر نظریں ڈالیں۔ وہ گلاب کے کسی تر و تازہ پھول کے مانند شاداب نظر آرہی تھی۔ اس کی مسکراتی نظروں یا چہرے سے کسی ایسی علامت کا اظہار نہیں ہو رہا تھا جسے کسی انتقامی سازش سے تعبیر کیا جا سکتا۔

"آپ کا نام شاید شہباز خان ہے۔" اس نے بے تکلفی سے کہا۔

"جی ہاں۔" میں سنجیدگی سے بولا۔ "آپ کا خیال درست ہے لیکن......"

"کیا آپ مجھے بیٹھنے کو نہیں کہیں گے۔" اس نے مسکراتے ہوئے دریافت کیا پھر میرے اشارے پر عین میرے مقابل بیٹھتے ہوئے بولی۔ "آپ چھٹے فلور کے روم نمبر سکس او فور (604) میں مقیم ہیں۔"

"جی ہاں۔"

"میرا قیام سکس او تھری میں ہے۔" اس نے کہا۔ "میں کل رات ہی پیرس سے یہاں پہنچی ہوں اور میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے آپ کے ساتھ والا روم بھی مل گیا۔"

"کیا آپ مجھے پہلے سے جانتی ہیں؟" میں نے تجسس بھرے لہجے میں کہا۔

"جی نہیں۔" وہ اس بار سنجیدگی سے بولی۔ "آپ کا نام مجھے کاؤنٹر سے معلوم ہوا تھا۔ دراصل میں جب بھی کسی ہوٹل میں ٹھہرتی ہوں تو اپنے آس پڑوس میں رہنے والوں کے بارے میں ضرور دریافت کرتی ہوں۔ یہ میری ہابی ہے۔"

"کیا آپ کا مستقل قیام یہاں لندن میں نہیں ہے۔"

"کبھی تھا۔ اب نہیں ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میری ماں کا تعلق جرمنی سے ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔ "لوگوں کا ایک عام تاثر ہے کہ جرمن عورت اپنے

شوہر کے معاملے میں سب سے زیادہ وفادار اور خدمت گزار ہوتی ہے۔ میں اس پر کوئی تبصرہ نہیں کروں گی۔ ویسے میری پیدائش یہیں لندن میں ہوئی تھی۔ چار سال کی عمر تک میں یہیں پلی بڑھی لیکن اس کے بعد۔۔۔" وہ ایک لمحے کے توقف کے بعد بجھے ہوئے لہجے میں بولی۔ "اس کے بعد مجھے اپنی ماں کے ساتھ جرمنی واپس جانا پڑا۔ لندن کے حالات ہمارے لیے سازگار نہیں رہے تھے۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"ہاں۔" روز نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "میرے باپ نے میری ماں کو طلاق دے کر دوسری شادی کرلی تھی لیکن یہ کوئی حیرت انگیز بات نہیں ہے ایسا ہوتا رہتا ہے۔ عام لوگوں کے علاوہ شاہی محل سے وابستہ افراد کے بارے میں بھی ایسے بے شمار واقعات مشہور ہیں جو آئے دن اخبارات کی زینت بنتے رہتے ہیں۔"

"آپ پیرس میں کیا کرتی ہیں؟"

"میرا خیال ہے کہ آپ کچھ زیادہ ہی تکلف کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔" اس نے سپاٹ آواز میں کہا۔ "میں آپ سے عمر میں بہت چھوٹی ہوں اس لیے آپ مجھے تم کہہ کر بھی مخاطب کرسکتے ہیں۔"

"تم نے کہا تھا کہ تمہاری ماں ابھی تک جرمنی میں مقیم ہے۔" میں نے بزرگانہ انداز اختیار کیا۔

"میں نے غلط نہیں کہا تھا۔ طلاق ہو جانے کے بعد اس نے جرمنی واپس جا کر ایک سپر اسٹور میں ملازمت اختیار کرلی ہے۔ میں پیرس میں تعلیم حاصل کر رہی ہوں۔ میری ماں میرے مستقبل کو بہت تابناک دیکھنے کی خواہش مند ہے۔ سپر اسٹور کی ملازمت سے جو وقت بچ جاتا ہے اس میں وہ ٹیوشن پڑھاتی ہے اس لیے کہ مجھے تعلیم کے دوران سرمائے کی کمی کا احساس نہ ہو سکے۔"

"تمہارے والد یہاں لندن میں کہاں مقیم ہیں؟" میں نے دریافت کیا پھر وضاحت طلب لہجے میں پوچھا۔ "کیا تم اپنے والد سے ملنے کی غرض سے آئی ہو؟"

"جو لوگ مرجاتے ہیں ان سے ملاقات کرنا ممکن نہیں ہوتا۔" اس کے چہرے پر اداسی پھیل گئی۔

"کیا مطلب؟" میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ "تمہارے والد یہاں کیا کرتے تھے؟"

"ہر وہ برا کام جو انسان کے لیے کسی وقت بھی تباہی کا باعث بن سکتا ہے۔" روز نے اپنا نچلا ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔ "وہ جس راستے کے مسافر تھے اس پر جگہ جگہ موت کے مائل اسٹون نصب تھے لیکن دولت کی ہوس اور راتوں رات بڑا آدمی بننے کی خواہش انسان کو اندھا کر دیتی ہے۔ میرا باپ بھی خود اپنے کھودے ہوئے گڑھے میں گر کر ہلاک ہو گیا۔ مجھے اس سے کوئی ہمدردی بھی نہیں ہے۔ ہماری تہذیب کے اطوار کچھ عجیب ہیں۔ بچوں کو بہت جلد اس وقت ماں باپ اپنے قرب سے دور کر دیتے ہیں جب اسے تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں بچوں کو کم عمری ہی سے اپنے راستے کا تعین کرنا پڑتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ہم بہت جلد آزادی سے متاثر ہو کر گمراہی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ روشنیوں کی چمک دمک سے ہماری آنکھیں چندھیا جاتی ہیں پھر اس وقت کھلتی ہیں جب وقت گزر چکا ہوتا ہے۔ ہمیں اچھے برے کی تمیز نہیں رہتی۔ سچ پوچھیے تو ہم بے راہ روی کا شکار نہیں ہیں بلکہ یہ سب کچھ انتقامی کارروائی کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے۔ ہم جو زہر پی چکے ہیں اسے ایک سے دوسرے جسم میں منتقل کر رہے ہیں۔"

روز بڑی سمجھداری کی باتیں کر رہی تھی۔۔۔ میں نے پہلی نظر میں اس کے بارے میں جو رائے قائم کی تھی وہ درست نہیں تھی۔ مجھے اس کی باتوں سے یا اس کی ماں کی بدقسمتی کی داستان سے بھی کوئی غرض نہیں تھی۔ میرے ذہن میں تو بس اس کا ایک جملہ کھٹک رہا تھا۔ اس نے میرے برابر والا کمرا مل جانے کو اپنی خوش قسمتی قرار دیا تھا۔ آخر کیوں؟

بیرا میرے آرڈر کی سروس کرنے لگا تو میں نے روز سے پوچھا۔

"تم کیا لینا پسند کرو گی؟"

"میں چائے پی چکی ہوں پھر بھی کمپنی دینے کی خاطر ایک کپ کافی پی لوں گی۔"

میں نے بیرے کو کافی کا آرڈر دیا تو وہ الٹے قدموں واپس چلا گیا۔ میں بظاہر چائے پینے میں مصروف تھا لیکن اس کے ساتھ میں یہ بھی محسوس کر رہا تھا کہ روز مجھے پرتجسس نظروں سے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی۔ بیرا کافی لے آیا تو اس نے اپنے لیے کپ تیار کیا پھر ایک گھونٹ لیتے ہوئے بولی۔ "کیا آپ محض سیر و سیاحت کی غرض سے لندن آئے ہیں یا کوئی اور کام بھی مقصود تھا؟"

"کچھ کاروباری معاملات بھی نمٹانے تھے۔" میں نے روز کے جملے کی چبھن کو محسوس کرتے ہوئے جواب دیا۔

"اس ہوٹل میں آپ تنہا مقیم ہیں یا آپ کا کوئی اور دوست بھی ہے۔"

"مس روز۔۔۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "تم مجھ سے کیا معلوم کرنا چاہتی ہو؟"

"صرف اتنا کہ میرے باپ کی موت کن حالات میں واقع ہوئی تھی۔" اس نے بڑی صاف گوئی سے کہا پھر مجھے سپاٹ نظروں سے گھورتے ہوئے بولی۔ "میں اسی ہاورڈ کی بیٹی ہوں جو نارمن کے چکر میں پڑ کر بربادی کے اس راستے پر چل نکلا تھا جس کی آخری منزل موت ہی ہو سکتی ہے۔ میں غلط تو نہیں کہہ رہی؟"

"انسان کوئی بھی راستہ اختیار کرے اس کی سرحدیں ہمیشہ موت ہی سے جا ملتی ہیں لیکن۔۔۔"

"ہوسکتا ہے جو کچھ مجھے بتایا گیا ہے وہ غلط ہو۔" وہ تیزی سے میرا جملہ درمیان سے اچکتے ہوئے بولی۔ "مجھے اپنے مرحوم باپ سے نہ کوئی ہمدردی ہے نہ ہی میں اس کی ناجائز ذرائع سے کمائی ہوئی کسی دولت یا جائیداد سے اپنا ترکہ وصول کرنے کی کوئی خواہش رکھتی ہوں لیکن اس حقیقت سے انکار بھی نہیں کرسکتی کہ وہ بہرصورت میرا باپ ضرور تھا۔"

"تمہیں ہاورڈ کی موت کے بارے میں کیا بتایا گیا ہے؟" میں نے سنبھل کر پوچھا۔

"یہی کہ وہ نارمن کے ساتھ ہی مارا گیا تھا۔" اس نے پھر بڑی صاف گوئی سے کام لیا۔ "شاید آپ کے دوست کو شبہ تھا کہ نارمن اس کے ساتھ کسی غداری کا مرتکب ہو رہا تھا۔ میں جانتی ہوں کہ میرا باپ نارمن کے ہر ناجائز کام میں برابر کا شریک تھا' شاید اسی لیے نارمن کے ساتھ وہ بھی لپیٹ میں آگیا۔"

"تمہیں یہ باتیں کس نے بتائی ہیں؟"

"کل رات پیرس سے آنے کے بعد میں نے پہلا کام یہی کیا تھا کہ کئی اشارز کے نمبروں پر رابطہ قائم کرکے اپنے باپ کی موت کا اصل سبب دریافت کرنے کی کوشش کی گئی۔"

"کیا تمہاری گفتگو گراہم سے ہوئی تھی؟" میں نے گہری سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے سوال کیا۔

"نہیں۔۔۔ جس شخص نے کال ریسیو کی تھی اس نے اپنا تعارف ایڈی کی حیثیت سے کرایا تھا۔ ممکن ہے ایڈی محض ایک فرضی نام ہو۔ بہرحال اسی نے مختصراً مجھے نارمن اور میرے باپ کی غیر طبعی موت کے بارے میں آگاہ کیا تھا۔" روز نے کافی کا آخری گھونٹ حلق کے نیچے

اتارتے ہوئے کہا۔ "اسی نے مجھے ہوٹل کی نشاندہی کرتے ہوئے آپ کے نام اور روم نمبر سے آگاہ کیا تھا۔ یہ بات بھی مجھے ایڈی ہی کے ذریعے معلوم ہوئی ہے کہ اسی ہوٹل میں آپ کا وہ دوست بھی مقیم ہے' نارمن اور ہاورڈ جس کے عتاب کا شکار ہوئے تھے۔"

"میرا خیال ہے کہ لندن کی پولیس اتنی گئی گزری بھی نہیں ہے کہ کسی قتل کا سراغ نہ لگا سکے۔" میں نے سنبھل کر جواب دیا۔ "اس کے علاوہ کوئی قاتل بھی اتنا احمق نہیں ہوگا کہ قتل جیسے خطرناک جرم کا ارتکاب کرکے کھلے عام پولیس کی نگاہوں کے سامنے دندناتا پھرے۔ اس کے ساتھ ہی ایک بات اور بھی توجہ طلب ہے۔"

"وہ کیا۔۔۔؟"

"ایڈی اگر تم سے ہمارے اوپر قاتل ہونے کا شبہ ظاہر کرسکتا ہے تو اس نے اب تک پولیس کو اس بات سے کیوں آگاہ نہیں کیا؟"

روز نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا' میں نے جو دلیل پیش کی تھی شاید اس نے اسے کسی خیال میں مستغرق کردیا تھا' کچھ دیر تک وہ خالی خالی نظروں سے مجھے تکتی رہی پھر بڑے مدھم لہجے میں بولی۔

"کیا میں آپ پر اعتماد کرسکتی ہوں؟"

"اس کا انحصار تمہاری اپنی ذات سے متعلق ہے اور خاص طور پر ایسی صورت میں جبکہ تمہیں یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ اصل مجرم میں اور میرا ساتھی ہے۔"

"آپ کے دوست کا کیا نام ہے؟"

"ندیم۔۔۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "وہ تھرڈ فلور پر اپنی مسز کے ساتھ مقیم ہے۔"

"کیا آپ ایڈی سے واقف ہیں؟"

"کسی حد تک۔۔۔" میں نے محتاط انداز اختیار کیا۔ "جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے' ایڈگر یا ایڈی کا شمار ان دہشت گردوں میں کیا جاتا ہے جن کا نام بین الاقوامی پولیس کی فہرست میں درج ہے۔"

"میں نے بھی یہی اندازہ لگایا ہے۔" اس نے مدھم آواز میں جواب دیا۔

"کیا مطلب۔۔۔؟" میں نے روز کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔ "کیا تم اس سے براہ راست مل چکی ہو؟"

"نہیں۔۔۔ کل رات پہلی بار میں نے صرف فون پر

اس کی آواز سنی ہے۔"

"حیرت ہے ـــــ" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "صرف ایک بار فون پر گفتگو کرنے کے بعد ہی تم نے اس کے بارے میں رائے بھی قائم کرلی۔"

"آپ کا یہ سوال میرے لیے غیر متوقع نہیں ہے۔" وہ گہری سانس لے کر بولی پھر کسی خیال میں گم ہوگئی۔

"اگر میرا اندازہ غلط نہیں مس روز تو تم مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش کررہی ہو؟" میں نے اسے کریدنے کی کوشش کی۔

"میرا خیال ہے کہ اب مجھے پہلی فرصت میں اس ملک کو چھوڑ دینا چاہیے۔ شاید میں نے ماں کی مرضی کے خلاف یہاں آنے کا جو فیصلہ کیا تھا وہ بھی صحیح نہیں تھا۔" اس دفعہ روز کے لہجے میں خوف کا عنصر بھی شامل تھا۔

"کوئی خاص بات ـــــ" میں نے اس بار بڑی اپنائیت سے کہا۔ "اگر میں تمہارے کسی کام آسکوں تو مجھے خوشی ہوگی۔"

"صحیح کون ہے اور کون غلط ہے اس کا فیصلہ کرنا میرے لیے آسان نہیں ہے پھر بھی میں آپ کو ایک مشورہ دینا چاہوں گی۔"

"وہ کیا ـــــ"

"ایڈی نے مجھے ملنے کی دعوت دی ہے۔" وہ کچھ توقف سے بولی۔ "مجھے جرائم کی دنیا یا جرائم پیشہ افراد کے بارے میں کوئی تجربہ نہیں لیکن حالات کے پیش نظر میں اسی نتیجے پر پہنچی ہوں کہ ایڈی مجھے خریدنا چاہتا ہے۔"

"کیا مطلب ـــــ؟" میں چونکا۔

"اس کی باتوں سے میں نے یہی اندازہ لگایا ہے کہ شاید وہ آپ کے خلاف کسی خطرناک اقدام کے سلسلے میں میری خدمات حاصل کرنے کا خواہشمند ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔ "ہوسکتا ہے کہ میں آپ پر اعتماد کرکے بھی غلطی کررہی ہوں بہرحال میں آپ کو محتاط رہنے کا مشورہ دوں گی۔"

"بہت بہت شکریہ ـــــ" میں کہا۔ "ویسے تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ ایڈی کے اشارے پر میرے اوپر قاتلانہ حملے پہلے بھی ہوچکے ہیں مگر میں تمہارے سامنے زندہ سلامت بیٹھا ہوں۔ شاید اس لیے کہ ابھی آسمانوں پر میری موت کے فیصلے پر آخری مہر نہیں لگی۔"

"میرے لیے آپ کا مشورہ کیا ہوگا؟" اس بار روز نے الجھے ہوئے انداز میں سوال کیا۔

"میں تمہیں یہی مشورہ دوں گا تمہیں پہلی فرصت میں اس ملک کی سرحدوں کو عبور کرجانا چاہیے۔"

وہ تھوڑی دیر خاموش بیٹھی میرے چہرے کے تاثرات کو پڑھنے کی کوشش کرتی رہی پھر کچھ جواب دیے بغیر بڑے مضمحل انداز میں اٹھی اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ڈائننگ ہال سے باہر نکل گئی۔

روز کے جانے کے بعد میں تھوڑی دیر تک اسی کے بارے میں سوچتا رہا۔ اتفاقات بھی کبھی کبھی عجیب صورت اختیار کرلیتے ہیں' وہ لندن میں اپنے باپ کے قاتلوں کے سلسلے معلومات حاصل کرنے کی غرض سے آئی تھی اور اتفاق سے اسی ہوٹل میں ٹھہری جس میں' میں اور ندیم قیام پذیر تھے پھر ایڈی نے اسے جو اطلاعات فراہم کی تھیں اس کے پیش نظر وہ مجھ سے ملنے کے بجائے کسی اور طریقے سے بھی میرے اور ندیم کے سلسلے معلومات حاصل کرسکتی تھی لیکن اس نے ایسا نہیں کیا براہ راست مجھ سے مل بیٹھی اور اب جاتے جاتے اس نے مجھے محتاط رہنے کا مشورہ دیا تھا جس کے دو ہی مطلب ہوسکتے تھے یا تو وہ حقیقتاً اتنی بھولی بھالی اور معصوم تھی کہ اسے میری باتوں پر یقین آگیا تھا یا پھر اس نے ایڈی کے کہنے پر مجھے پہلے سے طے شدہ کسی سازشی پروگرام کے تحت ایک خوب صورت فریب میں مبتلا کرنے کی کوشش کی تھی بہرحال یہ بات اپنی جگہ ایک مسلمہ حقیقت تھی کہ میں کسی نہ کسی زاویے سے اس کے باپ کی موت میں ملوث تھا۔ ایسی صورت میں ایڈی کے ذریعے حالات کا علم ہوجانے کے بعد اسے مجھ سے شدید نفرت کا اظہار کرنا چاہیے تھا لیکن اس کے برعکس اس نے مجھ سے بڑے سادہ اور سلجھے انداز میں گفتگو کی تھی اور پھر ایک ہی ملاقات میں میری باتوں پر اعتماد کرکے مجھے ایڈی کی طرف سے محتاط رہنے کا مشورہ بھی دے ڈالا تھا۔

میں بڑی سنجیدگی سے روز کے طرز عمل پر غور کررہا تھا' اگر ہاورڈ اس کی ماں کو طلاق دے کر اپنی زندگی سے دور کرچکا تھا تو فطری طور پر اسے باپ کے قتل سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے تھا جبکہ اسے علم تھا کہ اس کا باپ کن خطرناک راہوں کا مسافر تھا' زندگی میں ہاورڈ سے ملنے کی کوشش میں خون کی کشش کو دخل ہوسکتا تھا لیکن اس کی موت کے بعد وہ کس غرض سے لندن آئی تھی؟ کیا وہ محض اپنے باپ کے قاتلوں کا دیدار کرنے آئی تھی؟ اس نے دوران گفتگو یہ بھی کہا تھا کہ اس کی ماں نے اسے منع کیا تھا لیکن اس کے باوجود وہ لندن میں موجود تھی ـــــ آخر

کیوں؟ اسے جب اس بات کا علم تھا کہ اس کا باپ جن راستوں پر چل رہا تھا اس کا انجام موت کی بھیانک سرحدوں سے جاملتا ہے تو پھر اسے کی اسٹارز فون کرکے ہاورڈ کی موت کا سبب جاننے کی کیا ضرورت تھی؟ کیا وہ یہ سب کچھ محض تفریحاً کررہی تھی یا اس کے پس پردہ کوئی خاص جذبہ کارفرما تھا؟ وہ جذبہ کیا ہوسکتا تھا؟

میں روز کے بارے میں کوئی آخری نتیجہ اخذ کرنے سے قاصر تھا' اس کی باتیں مجھے ہضم نہیں ہورہی تھیں خاص طور پر ایڈی کا حوالہ درمیان میں آجانے کے بعد روز کی شخصیت نے کچھ عجیب سی صورت اختیار کرلی تھی۔ اگر وہ نارمن اور ہاورڈ کی موت کا انتقام ہی لینا چاہتا تھا تو یہ کام وہ اپنے تجربے کار کارندوں سے بھی لے سکتا تھا۔ روز کو درمیان میں لانے کا کیا سبب تھا؟

چائے سے فارغ ہوکر میں ہوٹل کی لائبریری میں جابیٹھا' وہاں میرے علاوہ اور بھی بہت سارے لوگ تھے لیکن ان میں زیادہ تعداد بوڑھوں کی تھی جن کے پاس وقت گزاری کے لیے شاید مطالعے کے علاوہ اور کوئی ذریعہ نہیں تھا' میں نے سرسری طور پر وہاں موجود افراد پر نظر ڈالی پھر شیلف سے جم کاربٹ کی ایک کتاب نکالی اور الگ تھلگ ایک کوچ میں بیٹھ کر اس عظیم شکاری کے ناقابل فراموش زندگی کے کارناموں سے لطف اندوز ہونے لگا۔ جو لوگ جم کاربٹ کے نام سے واقف ہیں وہ یہ بھی ضرور جانتے ہوں گے کہ دنیا کے اس عظیم شکاری نے اپنی زندگی صرف آدم خور شیر اور چیتوں کو مارنے کے لیے وقف کررکھی تھی' کسی دوسرے جانوروں کو محض تفریح طبع کے لیے شکار کرنا اس کے اصول کے خلاف تھا' وہ اس قدر مشاق اور تجربہ کار تھا کہ پگ مارک (پنجوں کے نشانات) پر ایک نظر ڈالنے کے بعد ہی اس بات کا بخوبی اندازہ لگالیتا تھا کہ وہ نشانات کس آدم خور درندے کے ہیں جو انسانی خون کا پیاسا بن چکا ہے یا کسی عام شیر اور چیتے کے ہیں جو اس کے نزدیک جنگل کا بادشاہ ہونے کے باوجود نہایت معصوم جانور ہے اور انسانوں سے کترا کر گزر جانے کا عادی ہوتا ہے اس وقت تک کسی کو لقمۂ اجل بنانے سے گریز کرتا ہے جب تک کسی اناڑی شکاری کی چلائی ہوئی گولی سے زخمی نہیں ہوتا' قدرت نے شیر کی زبان میں یہ تاثیر رکھی ہے کہ جب وہ اپنے زخموں کو چاٹتا ہے تو وہ حیرت انگیز طور پر مندمل ہونے لگتے ہیں لیکن ایسا کرنے سے خون کا ذائقہ اس کے منہ کو لگ جاتا ہے' اس کی نگاہوں میں اس مخلوق کی شکل محفوظ ہوجاتی ہے جو اسے زخمی کرنے کا سبب بنتا ہے اور پھر انتقام کا جذبہ اسے آدم خور بنادیتا ہے۔

میں چونکہ شکار کا شوقین ہوں اس لیے جم کاربٹ کے حیرت انگیز اور دلیرانہ کارناموں کی داستان میں اس قدر منہمک ہوگیا کہ مجھے اس شخص کی آمد کا کوئی احساس تک نہ ہوسکا جو میرے قریب والی دوسری کوچ پر قبضہ جما چکا تھا پھر اس کی موجودگی کا احساس بھی اسی وقت ہوا جب اس نے ازخود مجھے مخاطب کیا تھا۔

"اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو تم بھی مجھے شکار کے رسیا معلوم ہوتے ہو۔"

"جی ـــــ" میں نے چونک کر بوڑھے کو غور سے دیکھا' اس نے ڈھیلی ڈھالی خاکی رنگ کی پتلون اور باریک چمڑے کی جیکٹ پہن رکھی تھی' چہرے پر بڑی بڑی مونچھیں تھیں' آنکھوں میں ایک عجیب خواب ناک سی کیفیت موجود تھی' سر پر اس نے پرانے طرز کا ہیٹ کچھ اس طرح جما رکھا تھا جیسے وہ بھی اس کے وجود کا ایک لازمی حصہ ہو' لائبریری میں جابجا سگریٹ نوشی ممنوع ہونے کی تختیاں موجود تھیں شاید اسی لیے اس نے خود فریبی کے انداز میں اپنے الٹے ہاتھ کی انگلیوں کے درمیان ایک بجھا ہوا سگار دبا رکھا تھا' میں نے پہلی نظر میں اس کی عمر کا تخمینہ ساٹھ اور پینسٹھ کے درمیان لگایا تھا۔ اس نے اپنے سیدھے ہاتھ میں "لیڈی چیٹرلیز لور" نامی ہیجان انگیز ناول پکڑ رکھا تھا جس کے سرورق پر ایک نیم عریاں نوجوان اور خوب صورت سی لڑکی کو بارش میں نہاتے دکھایا گیا تھا۔ میں اس کی جانب متوجہ ہوا تو وہ بڑے بھونڈے انداز میں اپنے بھدے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیرنے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔

"جوانی میں مجھے بھی شکار کا شوق تھا لیکن اب ہاتھ میں رعشہ آجانے کے سبب میں ٹھیک ٹھیک نشانہ لگانے سے قاصر ہوں۔"

"شاید اسی لیے آپ نے شوق کے ساتھ ساتھ اپنا ذوق بھی بدل دیا ہے۔" میں نے اس کے ہاتھ میں دبی کتاب پر ایک اچٹتی ہوئی نگاہ ڈالتے ہوئے مسکرا کر طنز کیا۔

"تم نوجوانوں میں بس یہی ایک خرابی ہے کہ وہ ہر شے کو سطحی نظروں سے دیکھنے کے عادی ہوتے ہیں۔" وہ قدرے ناگوار لہجے میں بولا۔ "کلاسیکی ادب کو بھی تم لوگوں نے فحش نگاری سمجھ رکھا ہے۔ "مادام باوری" اور "لیڈی جوزفین" نامی مشہور زمانہ کتابوں کو تمہارے جیسے نوجوان

چھپ کر چوری چوری پڑھنا ضرور پسند کرتے ہیں لیکن تمہارے اندر اتنی اخلاقی جرأت نہیں ہوتی کہ ان فن پاروں کی قدر کرسکو۔"

"اگر آپ کو میری بات ناگوار گزری ہے تو معافی کا خواست گار ہوں۔" میں نے بوڑھے سے پیچھا چھڑانے کی خاطر کہا۔

"معذرت اور معافی دونوں میرے نزدیک مہمل الفاظ ہیں۔ فرار حاصل کرنے کا ایک بھونڈا طریقہ۔" اس نے مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا پھر یکلخت بڑی رازداری سے بولا۔ "کیا تم یقین سے کہہ سکتے ہو کہ تم سے ابھی تک کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔"

"میں سمجھا نہیں ۔۔۔۔۔" میں نے سنجیدگی سے وضاحت چاہی۔

"ابھی کچھ دیر پہلے تم ڈائننگ ہال میں ایک ایسی خوب صورت اور کم سن لڑکی کے ساتھ رازونیاز میں مصروف تھے جس نے بکنی ٹائپ لباس پہن رکھا تھا۔ کیا تم اس لباس کو عریانیت کے زمرے میں شمار ... نہیں کروگے۔"

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے محترم۔" میں نے تیزی سے جواب دیا۔ "وہ لڑکی میرے لیے قطعی اجنبی ہے، آج پہلی بار وہ مجھ سے ملی تھی جس میں میرے ارادے کا کوئی دخل نہیں تھا۔"

"ملاقات ہمیشہ پہلی بار ہوتی ہے۔" بوڑھا بڑے بھونڈے انداز میں مسکرایا۔ "بے تکلفی اور اخلاق کی حدوں کو رفتہ رفتہ پھلانگا جاتا ہے اور یہ بھی درست ہے کہ پہلی ملاقات میں صرف ایک فریق کی مرضی کو دخل ہوتا ہے پھر وہ دوسرے کو اپنا ہم خیال بنا کر ہی ملاقات کے سلسلوں کو آگے بڑھاتا ہے۔" بوڑھا ایک لمحے کو سانس لینے کی خاطر رکا پھر سرد آہ بھر کر بولا۔ "وہ جو مجھے تنہا چھوڑ کر اب کافن (انگریزوں کا تابوت) میں سکون کی ابدی نیند سو رہی ہے اس کی اور میری ملاقات بھی پہلی بار اسی طرح ایک ہوٹل میں ہوئی تھی۔ میں اس کے حسن سے متاثر ہو کر اس کی جانب بڑھا تھا۔ پہلی ملاقات میں ایک اجنبی سے گفتگو کرتے ہوئے وہ بھی جھجکی تھی لیکن پھر رفتہ رفتہ حجاب کے پردے ہمارے درمیان سے ہٹتے گئے، وہ بھی میری طرح ایک متوسط طبقے سے تعلق رکھتی تھی اس لیے ہم نے ایک دوسرے سے شادی کرنے کا فیصلہ کرلیا، زندگی کے پچیس تیس سال اس طرح گزر گئے جیسے کل کی بات ہو پھر وہ ایک موذی مرض کا شکار ہو کر اس دنیا سے کوچ کر گئی اور مجھے دنیا کے ہنگاموں میں بالکل تنہا اور بے یارومددگار چھوڑ گئی۔ اب صرف اس کی یاد باقی رہ گئی جسے میں نے اپنے جینے کا سہارا سمجھ لیا ہے۔"

مجھے اس بوڑھے کی داستان سے کوئی سروکار نہیں تھا چنانچہ میں گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "آپ کا قیام اس ہوٹل میں ہے؟"

"نہیں ۔۔۔۔۔ لیکن میں ہر روز تقریباً اسی وقت اس لائبریری میں آبیٹھتا ہوں، پہلے مجھے کتب بینی کا اتنا شوق نہیں تھا لیکن اب ۔۔۔۔۔"

"مجھے اس وقت ایک ضروری کام سے جانا ہے۔" میں اسے ٹالتے ہوئے بولا۔ "ہوسکتا ہے کہ ہماری دوسری ملاقات پھر اسی جگہ ہو۔"

"میں اب اتنا ناسمجھ بھی نہیں ہوں کہ ایک معمولی سی بات بھی نہ سمجھ سکوں۔" اس نے کچھ عجیب نظروں سے مجھے گھورتے ہوئے جواب دیا۔ "میں جانتا ہوں کہ تم محض مجھ سے پیچھا چھڑانے کے لیے ایک خوب صورت بہانہ تراش رہے ہو ۔۔۔۔۔ کیوں؟ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔"

"آپ مجھے خاصے سمجھدار معلوم ہوتے ہیں۔" میں نے بڑی صاف گوئی سے جواب دیا، بوڑھے کی باتیں میرے لیے تکلیف دہ ثابت ہو رہی تھیں، میں نے اٹھنے کی کوشش کی تو اس نے میرا ہاتھ تھام لیا، اس کی گرفت اس کی عمر کے مقابلے میں خاصی مضبوط تھی۔

"نہیں میرے دوست ۔۔۔۔۔ تم آسانی سے مجھ سے پیچھا نہیں چھڑا سکوگے۔" اس نے سرسراتے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب ۔۔۔۔۔" مجھے پہلی بار ایک خطرے کا احساس ہوا۔

"تمہیں میرے ساتھ چلنا ہوگا۔" اس نے مدھم مگر تحکمانہ آواز میں جواب دیا۔ "تمہاری اطلاع کے لیے یہ بھی عرض کردوں کہ میں اس وقت یہاں تنہا نہیں ہوں، میرے دو ساتھی اور بھی ہیں۔ اگر تم نے میرے اشاروں پر عمل کرنے سے گریز کیا تو شاید تمہاری موت بھی بالکل اسی انداز میں واقع ہو جس طرح تمہارے ساتھی نے سی ویو کے ساحل پر گریشیا کی ڈیلی کیٹ کو بلو پائپ کے ذریعے اپنا نشانہ بنایا تھا۔"

"کون ہو تم ۔۔۔۔۔؟" میں نے دبی زبان میں سوال کیا۔

"فی الحال تم مجھے اپنے لیے بے ضرر ہی سمجھو لیکن حکم عدولی کی صورت میں، میں تمہارے لیے موت کا فرشتہ بھی ثابت ہوسکتا ہوں۔" اس کا لہجہ سرد اور سفاک تھا۔

"مجھے کیا کرنا ہوگا؟" حالات کے پیش نظر میں نے ہتھیار ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"تمہیں خاموشی سے دوستانہ انداز میں اٹھ کر میرے ساتھ پارکنگ لاٹ تک چلنا ہوگا جہاں میری کار تمہاری منتظر ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اس کے بعد تمہیں ایک مخصوص عمارت میں لے جا کر چھوڑ دیا جائے گا اس کے بعد ہمارا کام پورا ہوجائے گا۔"

"تمہیں اس کام کے عوض کتنے معاوضے کی پیشکش کی گئی ہے۔"

"ان باتوں سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں حاصل ہوگا۔ ہم سودے بازی کے قائل نہیں ہیں۔"

میرے ذہن میں لیڈی مکلارنس کے کہے ہوئے الفاظ گونجنے لگے، اس نے کہا تھا کہ مجھے ایک بار پھر اغوا کرنے کی کامیاب کوشش کی جائے گی، اس کے ساتھ ہی اس نے تاکید بھی کی تھی کہ اگر میں نے مزاحمت کی کوشش کی تو خسارے میں رہوں گا، میری جیب میں بھرا ہوا آٹومیٹک موجود تھا، میں اگر چاہتا تو اپنے بچاؤ کے لیے کوشش کرسکتا تھا، ہم جس جگہ بیٹھے تھے وہاں قرب و جوار میں کوئی تیسرا شخص نہیں تھا، فوری طور پر ایک آدمی سے مقابلہ کرنا میرے لیے کچھ ایسا دشوار بھی نہیں تھا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا، شاید میرے خاموش رہنے کے فیصلے میں لیڈی مکلارنس کی پراسرار شخصیت کو خاصا دخل حاصل تھا۔

"کیا سوچ رہے ہو ....؟" بوڑھے نے جو میرے خیال سے میک اپ میں تھا فیصلہ کن انداز اختیار کیا۔ "خاموشی سے میرے حکم کی تعمیل کروگے یا اذیت ناک موت مرنا پسند کروگے۔"

"میں تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔"

"گڈ ۔۔۔۔۔ مجھے تم سے اسی جواب کی امید تھی۔" بوڑھے نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "مجھے معلوم ہے کہ تم ہر وقت مسلح رہنے کے عادی ہو، شاید اس وقت بھی ہو لیکن زیادہ ہوشیاری کا مظاہرہ کرنے کی حماقت نہ کرنا ورنہ نتائج کی ذمے داری ہمارے آدمیوں پر نہیں ہوگی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا، ایک ثانیے کے لیے میرے اعصاب میں تناؤ کی سی کیفیت پیدا ہوئی لیکن میں نے جلد ہی اپنے آپ پر قابو پالیا، خاموشی سے اٹھا اور بوڑھے کے ساتھ چلتا ہوا پارکنگ لاٹ تک چلا گیا جہاں ایک سفید رنگ کی کار موجود تھی جس میں مجھے بیٹھنے کا حکم ملا۔ پچھلی نشست پر ایک شخص پہلے سے موجود تھا، میں نے خاموشی سے قدم اٹھائے اور اس کے برابر بیٹھ گیا، دوسرے شخص نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا، انجن اسٹارٹ ہونے کی آواز ابھری۔ کار تیزی سے راستہ بناتی ہوئی ہوٹل سے باہر کھلی سڑک پر آگئی پھر ایک موڑ کاٹتے ہوئے اچانک پچھلی نشست پر بیٹھے ہوئے شخص نے بڑی پھرتی سے ایک بھیگا ہوا رومال میری ناک پر رکھ دیا، اس کی گرفت خاصی مضبوط تھی، میں نے خود کو اس کی گرفت سے آزاد کرانے کی جدوجہد کی مگر شاید وہ کلوروفارم ہی تھا جو تیزی سے میرے اعصاب کو مفلوج کر رہا تھا پھر میرا ذہن گھپ اندھیروں میں ڈوبتا چلا گیا!

میرے ذہن سے بے ہوشی کے اثرات بتدریج زائل ہو رہے تھے، میرا دماغ اب پوری طرح کام کر رہا تھا اور ان حالات کے بارے میں غور کر رہا تھا جس کے تحت ہوٹل کی لائبریری سے ایک خبیث بوڑھے نے مجھے اغوا کیا لیکن مجھے اغوا کرنے والے افراد کون تھے ۔۔۔۔۔؟ ہوٹل کے کاؤنٹر پر میں نے چیف انسپکٹر پاول کو بھی دیکھا تھا، وہ چونکہ لیڈی مکلارنس کی وجہ سے میری شخصیت میں دلچسپی لے رہا تھا اس لیے میرا خیال تھا اس نے اپنے شعبے کے ایک دو سادہ لباس والوں کو بھی میری نقل و حرکت کی نگرانی پر ضرور تعینات کر رکھا ہوگا۔

روز ہاورڈ سے میری ملاقات جس ماحول میں ہوئی تھی وہ بھی میرے لیے حیران کن تھا، صورت شکل اور گفتگو کے اعتبار سے وہ مجھے ایک بھولی بھالی اور معصوم لڑکی محسوس ہوئی تھی، وہ مجھے اپنے باپ کا قاتل بھی سمجھ رہی تھی پھر بھی براہ راست مجھ سے ملنے میں اس نے کوئی عار نہیں سمجھا تھا۔ آخر کیوں ۔۔۔۔۔؟ گفتگو کے دوران اس نے ایڈی کا حوالہ بھی دیا تھا جس نے اسے فون پر میرے خلاف معلومات فراہم کی تھیں لیکن پھر میری وضاحت کے بعد وہ کچھ سہمی سہمی نظر آنے لگی اس نے مجھے بڑی معصومیت اور خلوص کے ساتھ ایڈی سے محتاط رہنے کی تلقین کی تھی تو کیا وہ سب کچھ اس کی اداکاری تھی۔ فریب تھا؟

روز سے ملاقات ختم ہونے کے بعد ہی میں نے وقت گزاری کی خاطر لائبریری کا رخ کیا تھا، ندیم سے گفتگو کے بعد میں .... اپنے سلسلے میں آئندہ کا لائحہ عمل تیار کرنا چاہتا تھا، ندیم نے مادام تساؤ والے واقعہ کے بعد مجھے فوری طور پر واپسی کا مشورہ دیا تھا، اس کا خیال تھا کہ جمی کے قتل کے بعد ایڈی کا دوسرا نشانہ میں ثابت ہوں گا لیکن میں نے ندیم کا مشورہ ماننے سے انکار کردیا، میں نے واپسی کا راستہ

اختیار کرنے کے بجائے ہر محاذ پر دشمنوں سے لڑنے کا مصمم ارادہ کرلیا تھا، ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہنا اب مجھے منظور نہیں تھا لیکن [illegible] کرنے سے پہلے ہی میں ایک بار پھر دشمنوں کے جال میں پھنس کے بے بس ہو گیا تھا۔

میں نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں، میں ایک مختصر مگر سلیقے سے آراستہ خواب گاہ میں بستر پر موجود تھا...... گریشیا؟ میرے ذہن میں فوری طور پر گراہم کی اس داشتہ کا نام ابھرا جو مجھے پہلے بھی تر نوالہ سمجھ کر اغوا کرا چکی تھی لیکن لیڈی مکلارنس کے گونگے بہرے گارڈز نے بروقت مجھے اس کے خوب صورت جال سے نکال لیا، خوب صورت حسین اور آبرو باختہ عورت اگر ایک بار کسی بات کی ضد پکڑلے تو آسانی سے اس سے دست بردار نہیں ہوتی، صرف...... موت ہی اسے اس کے ناپاک عزائم سے باز رکھ سکتی ہے۔ تو کیا گریشیا نے اپنی آرزو کی تکمیل کی خاطر دوبارہ مجھے اغوا کرالیا تھا یا پھر وہ گراہم تھا جو بڑے مکارانہ انداز میں میرے ساتھ چوہے بلی کا کھیل کھیل رہا تھا؟

ابھی میں ذہنی جمناسٹک کرنے میں مشغول تھا کہ اس خوب صورت مصری نژاد کیبرے ڈانسر کو کمرے میں داخل ہوتا دیکھ کر چونک اٹھا، وہ سو فیصد مرجینا الحبیب تھی جسے میں پہلی بار گراہم کے عشرت کدے میں دیکھ چکا تھا، نگی اسٹارز سے واپسی پر مجھے اپنی جیب میں اس کا ایک ٹائپ شدہ پیغام ملا تھا جس میں اس نے لکھا تھا کہ میں اسے اچھا لگا ہوں اور وہ مجھ سے دوبارہ ملنے کی کوشش کرے گی۔ گویا اپنی خواہش کی تکمیل کی خاطر اب گریشیا کے بعد ایک اور حسین عورت نے مجھے اپنا ہدف بنانے کی چال چلی تھی، اگر میں بدقماش ہوتا تو یقیناً اپنی خوش قسمتی پر رشک کرتا لیکن میں نے خوش فہمی کا شکار ہونے سے گریز کیا۔ ہوسکتا تھا کہ مرجینا الحبیب بھی گراہم کی شطرنج کی بساط کا ایک مہرہ ہو جس پر مجھے "شہ اور مات" کرنے کی غرض سے آگے بڑھایا گیا ہو مگر گراہم کو ان باتوں میں وقت ضائع کرنے کی کیا ضرورت تھی وہ ایڈی یا پھر اپنے اور کسی اجرتی قاتل کے ذریعے مجھے ٹھکانے لگوا سکتا تھا؟ وہ شارٹ کٹ کے بجائے طویل راستے اختیار کر رہا تھا۔ آخر کیوں.....؟ اس کا مقصد کیا تھا؟ کیا وہ مجھے ایذا پہنچا کر ندیم کو اس بات پر مجبور کرنا چاہتا تھا کہ وہ اپنے تمام شیئرز اس کے ہاتھ فروخت کردے؟

میری نگاہیں مرجینا کے حسین چہرے پر مرکوز تھیں اس وقت وہ کسی رقاصہ کے لباس میں اپنی عریانیت کا مظاہرہ نہیں کر رہی تھی بلکہ اس نے مصری طرز کے تنگ پائنچے کی ڈھیلی ڈھالی شلوار اور بند گلے کی قمیص پہن رکھی تھی لیکن اس کی مست نگاہوں سے اس وقت بھی گردش میں آئے ہوئے پیمانے چھلکتے نظر آرہے تھے، میرے قریب آکر وہ خاص ادا کے ساتھ رک گئی، میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بڑے پیار اور لگاوٹ بھرے پاگل کردینے والے انداز میں بولی۔

"میرے آدمیوں نے تمہیں یہاں تک لانے میں کوئی زیادتی یا برا سلوک تو نہیں کیا؟"

"نہیں....." میں جھلا کر بولا۔ "تمہارے مہذب آدمیوں نے دست بستہ ہو کر مجھ سے یہاں آنے کی درخواست کی تھی اور میں ہنسی خوشی اپنی مرضی سے ان کے ساتھ یہاں تک آگیا پھر....."

"پھر کیا.....؟" مرجینا کے گداز ہونٹوں پر ایک دلنواز تبسم کی لہر دوڑ گئی۔

"پھر شاید تمہاری اس خواب گاہ کے سحر انگیز ماحول نے مجھے تھپکیاں دے کر سلا دیا تھا۔" میں جلے کٹے لہجے میں تلملا کر رہ گیا۔

"جس روز تم گراہم سے ملنے آئے تھے اسی روز میں نے پہلی نظر میں تمہاری صلاحیتوں کو بھانپ لیا تھا۔"

"کیا مطلب.....؟" میں چونکا۔

"یہی کہ تم ایک صاف گو اور دلیر شخصیت کے مالک ہو۔ نہ ہوتے تو کم از کم شیر کی کچھار میں داخل ہو کر شیر سے نگاہیں ملانے کی حماقت کبھی نہ کرتے۔"

"وہ میرا ذاتی معاملہ تھا۔"

"اب تم میرا ذاتی معاملہ ہو۔" وہ بڑی بے باکی سے مسکراتے ہوئے میرے قریب ہی بستر پر بیٹھ گئی، میں ہڑبڑا کر اٹھا تو وہ سر کی ایک جنبش سے ناگن زلفوں کو پشت کی جانب اچھالتے ہوئے بولی۔ "مرجینا کو جو چیز پسند آئے پھر وہ اسے کسی بھی قیمت پر حاصل کیے بغیر چین سے نہیں بیٹھتی۔"

"بڑی پاکیزہ عادتوں کی مالک نظر آتی ہو۔" میں نے اس پر غصے سے طنز کیا۔

"یقین نہیں آتا تو آزما کر دیکھ لو۔" وہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔ "میں اس وقت خواب گاہ میں تمہارے سامنے بالکل تنہا موجود ہوں، میرا کوئی دوسرا آدمی بھی کہیں آس پاس موجود نہیں ہے۔ تمہاری جیب میں تمہارا آٹومیٹک بھی مع ایک بھرے ہوئے فاضل میگزین کے

ساتھ موجود ہے۔ اگر تم مجھ سے نفرت کا اظہار کرنا چاہتے ہو تو اپنا آٹومیٹک نکالو اور میرے وجود کو چھلنی کر ڈالو۔ میں اف بھی نہیں کروں گی۔"

میں نے غیر اختیاری طور پر اپنا ہاتھ جیب میں ڈالا، مرجینا نے غلط بیانی سے کام نہیں لیا تھا، میرا آٹومیٹک فاضل میگزین کے ساتھ میرے پاس موجود تھا لیکن میں نے اسے نکالنے کی کوشش نہیں کی، مرجینا کے بارے میں سوچنے لگا جو میرے لیے ایک مشکل عورت ثابت ہو رہی تھی، میرے ذہن میں کئی سوال بڑی تیزی سے یکے بعد دیگرے ابھر رہے تھے۔

کیا مرجینا جو کچھ کہہ رہی تھی وہ صداقت پر مبنی تھا یا اس میں بھی اس کی کوئی گہری چال پوشیدہ تھی؟..... وہ گراہم کے نگی اسٹارز کی رقاصہ تھی، اس کے لیے چاہنے والوں کی کوئی کمی نہیں تھی پھر اس نے میرا ہی انتخاب کیوں کیا تھا.....؟ کیا یہ محض اتفاق تھا یا اس حرکت کے پس پشت کوئی گہری سازش کارفرما تھی.....؟ ہوسکتا ہے گراہم کے بجائے ایڈی سے ملی ہوئی ہو اور اسی کے اشاروں پر اپنی اداکاری کا مظاہرہ کر رہی ہو.....؟ اگر میں اسے مار دیتا تو قاتل کی حیثیت سے قانون کے آہنی شکنجوں میں جکڑ کر رہ جاتا..... میں اس وقت جس رہائش گاہ میں موجود تھا اس پر پولیس کی ریڈ بھی ممکن ہوسکتی تھی اور مرجینا کا بیان مجھے اس کے اغوا کا ملزم بھی قرار دینے کے بہت کافی تھا.....؟

"کس خیال میں کھوئے ہوئے ہو....."

"مجھے یہاں کس مقصد کے لیے لایا گیا ہے....." میں نے اسے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"میں کچھ دنوں اپنا مہمان رکھ کر تمہیں بہت قریب سے دیکھنا چاہتی ہوں، جب دل بھر جائے گا تو تمہیں آزاد کردوں گی۔"

"گویا اس گھر میں میری حیثیت قیدیوں جیسی ہوگی۔"

"نہیں....." وہ تیزی سے بولی۔ "تم اس گھر میں بھی مکمل آزادی کے ساتھ جہاں چاہو گھوم پھر سکتے ہو لیکن پھاٹک سے باہر اس وقت تک قدم نکالنے کی حماقت نہ کرنا جب تک میں تمہیں اس کی اجازت نہ دے دوں ورنہ نتائج کی ذمے داری بھی تمہارے اوپر ہوگی۔"

"گریشیا سے واقف ہو؟" میں نے اسے ٹٹولنے کی خاطر دریافت کیا۔

"ہاں..... وہ گراہم کی منظور نظر ہے۔" مرجینا معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے بولی۔ "تم اسے بدنام زمانہ ملکہ قلوپطرہ کا جانشین بھی کہہ سکتے ہو جو مردوں کو داد عیش دینے کے بعد اخفائے راز کے سبب موت کے گھاٹ اتروا دیتی تھی، گراہم کو یہ سب کچھ معلوم ہے اس کے باوجود گریشیا اس کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ ایڈی بھی گریشیا کے حسن سے استفادہ کر رہا ہے لیکن تم میرا شمار اس فہرست میں نہیں کرسکتے جس میں گریشیا کا نام آتا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میں مین کلر نہیں ہوں۔" وہ عجیب انداز میں گویا ہوئی۔ "میں صرف خوب صورت اور حسین چیزوں کی شیدائی ہوں، انہیں قریب سے دیکھنا اور پرکھنا میری ہابی ہے۔ میں نے آج تک کسی گلاب کے مہکتے پھول کو ٹہنی سے توڑنے کی کوشش نہیں کی، مجھے اس سے والہانہ عشق ہے لیکن میں صرف اس کی مہک اور جاذبیت کو قریب سے دیکھ کر گزر جاتی ہوں۔"

"لیکن کسی آزاد پنچھی کو پنجرے میں بند رکھنا ذوق کی تسکین کے زمرے میں تو شمار کیا جاسکتا تھا مگر ذوق کی یہ تسکین پرندے کی قوت پرواز کی شدتوں میں کمی پیدا کردیتی ہے۔"

"تم شاعروں جیسی باتیں کر رہے ہو۔" وہ بے پروائی سے مسکراتے ہوئے بولی۔ "مجھے شاعری سے بھی والہانہ عشق ہے لیکن جو بات حد سے تجاوز کرجائے وہ مجھے ہمیشہ گراں گزرتی ہے۔ مثلاً فارسی کے ایک شعر میں تبریزی نے کسی دوشیزہ کے لیے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ اگر وہ اپنے عاشق کا دل اپنی مٹھی میں کرلے تو وہ اس کے حسین گالوں پر موجود سیاہ تل پر سمرقند اور بخارا بھی قربان کرسکتا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے، کیا یہ دروغ گوئی اور فریب نہیں ہے۔"

"مجھے یہاں کتنے دنوں مہمان رکھا جائے گا؟" میں نے اس کی باتوں کو نظرانداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"یہ حالات پر منحصر ہے۔"

"حالات پر یا تمہاری مرضی پر۔"

"ایک ہی بات ہے۔" اس نے پھر مجھے الجھانے کی خاطر کہا۔ "ہوسکتا ہے کہ میں کل ہی تمہیں آزاد کردوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ تمہاری مردانہ وجاہت، تمہاری معصوم اور بھولی بھالی صورت اور اس کے اندر پوشیدہ جاذبیت کو محسوس کرنے میں برسوں بیت جائیں۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ تم مجھے ایک بار گولی مار کر ہمیشہ کے لیے ان کیمیائی اجزا کے اندر محفوظ کرلو جس کے ذریعے ہزاروں سال گزرجانے کے بعد آج بھی اہراموں کے اندر فرعونوں کی لاشیں روزِ اوّل کی طرح محفوظ ہیں۔"

"انسان کے جسمانی اجزا اگر متحرک نہ ہوں تو پھر میرے نزدیک ان میں اور سرد لاشوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔" مرجینا نے اپنی منطق پیش کی۔ "تم فکرمند نہ ہو' میں وعدہ کرتی ہوں کہ تمہیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔"

"کسی کی آزادی سلب کردینے کے بعد اسے تسلیاں دینا میرے نزدیک ایک اذیت ناک عمل ہے۔"

"تم میری آنکھوں میں جھانک کر دیکھو۔ ان کی گہرائیوں میں تمہیں صحراؤں میں پھوٹنے والے وہ سوتے بھی نظر آئیں گے جس کے کنارے بیٹھ کر کسی تھکے ماندے مسافر کو ایک خاص فرحت کا احساس ہوتا ہے۔ زندہ رہنے کی تمنا بڑھ جاتی ہے۔ ایسا سکون محسوس ہوتا ہے الفاظ کے ذریعے جن کی وضاحت نہیں کی جاسکتی۔"

"میں تمہاری اس منفرد قید سے آزادی حاصل کرنے کی خاطر خودکشی بھی کرسکتا ہوں۔" میں نے جھلا کر جواب دیا۔

"تم ایسا نہیں کروگے؟" وہ یکلخت سنجیدہ ہوگئی۔ "اس لیے کہ گراہم بھی یہی چاہتا ہے اور ایڈی ــــ وہ جمی کی موت کے بعد تمہارے خون کا پیاسا ہو رہا ہے۔ تمہیں میرا شکر گزار ہونا چاہیے کہ میری نظرِ انتخاب نے تمہیں ایک محفوظ پناہ گاہ بھی فراہم کردی ہے۔"

"دولت میں قوت ہوتی ہے۔" میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی' جو لوگ تمہارے اشارے پر آج مجھے اٹھا کر یہاں لائے ہیں' وہی کل دولت کی لالچ میں آکر گراہم یا ایڈی کے ہاتھوں خود کو فروخت بھی کرسکتے ہیں۔"

"مرجینا کو اپنے آدمیوں پر اعتماد ہے۔" وہ بڑے وثوق کے ساتھ پُراعتماد لہجے میں بولی۔ "وہ اپنی گردنیں تو کٹا سکتے ہیں لیکن کسی بھی قیمت پر اپنی وفاداری کا سودا نہیں کرسکتے۔"

"کبھی کبھی یہی خوداعتمادی بڑی جان لیوا ثابت ہوسکتی ہے۔"

"تم کچھ دیر آرام کرلو۔ میں پھر آؤں گی۔" مرجینا نے بدستور بڑی روانی سے اردو بولتے ہوئے کہا پھر مجھے پیار بھری نظروں سے دیکھتی ہوئی خواب گاہ سے باہر چلی گئی۔

• میں مجبوراً بستر پر دوبارہ لیٹ کر مرجینا کے بارے میں سوچنے لگا' جس انداز میں' میں نے اسے گراہم کے لیے جام تیار کرتے دیکھا تھا وہ ان باتوں کی نفی کرتا تھا جو اس نے کچھ دیر پہلے مجھ سے کی تھیں' گراہم کے کمرا خاص میں مرجینا کا عریاں لباس بھی اس کے کردار کو اجاگر کرنے کے لیے بہت کافی تھا' یوں بھی وہ ایک رقاصہ تھی جس کا پیشہ ہی اس بات کا متقاضی تھا کہ وہ اپنے پرستاروں کو اپنے حسن کے فریب میں مبتلا رکھے۔ کم از کم میں اس بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں تھا کہ وہ محض ایک پروانے کی طرح کسی شمع پر جل مرنے کے لیے آمادہ ہوسکتی تھی' میرے اغوا کے پیچھے یقیناً کوئی گہری سازش پوشیدہ تھی جسے چھپانے کی خاطر وہ اپنی لچھے دار گفتگو میں مجھے الجھانے کی کوشش میں بڑی شاندار اور پیشہ ورانہ اداکاری کا مظاہرہ کررہی تھی۔

دروازے پر دوبارہ کسی کے قدموں کی آہٹ ابھری تو میرے خیالات کا شیرازہ منتشر ہوگیا' میں نے بے دلی سے دروازے کی سمت دیکھا پھر بڑبڑا کر اٹھ بیٹھا' مجھے اپنی نگاہوں پر یقین نہیں آرہا تھا یا پھر میں جاگتے میں کوئی خواب دیکھ رہا تھا۔ میں کسی سحرزدہ انسان کی طرح پلکیں جھپکائے بغیر لیڈی مکلارنس کو دیکھ رہا تھا جو حسبِ معمول اسی لباس میں ملبوس تھی جو اس کی پراسرار شخصیت میں سوگواری کو نمایاں کرتا تھا' وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی میرے قریب آکر رک گئی' اس کی آنکھوں میں مجھے اس وقت بھی وہی مخصوص چمک نظر آرہی تھی جس کے اندر میں طاغوتی قوتوں کا ہیجان انگیز رقص محسوس کرچکا تھا۔

میری کیفیت اس وقت کسی طلسماتی فلم کے اس ہیرو جیسی تھی جسے کیمرا ٹرک کے ذریعے بھیانک صورتوں کو نمایاں اور غائب کردینے کی وجہ سے خوفزدہ کرنے کی صورتِ حال پیدا کی جاتی ہے۔ لیڈی مکلارنس کا وجود بھی اس وقت میرے لیے بڑا حیران کن تھا' اس کی پراسرار شخصیت نے شاید میرے الجھے ہوئے ذہن کو تسلی دینے کی خاطر انسانی ہیولے کا روپ دھار لیا تھا' وہ غالباً میری اپنی نگاہوں کا فریب تھا جس نے مجھے سراب کی کیفیتوں سے دوچار کر رکھا تھا' میں اس کے خیالی پیکر کو پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"اس قدر حیرت سے مجھے کیوں دیکھ رہے ہو؟" لیڈی مکلارنس کے ہونٹوں کو جنبش ہوئی' اس کی مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی تو دوبارہ چونکا جو کچھ میں سمجھ رہا تھا

درست نہیں تھا' لیڈی مکلارنس کی خواب گاہ میں موجودگی میرے ذہن کی پیداوار یا کوئی خواب نہیں تھا وہ اپنے اصلی رنگ و روپ میں ایک زندہ حقیقت کی طرح میرے سامنے کھڑی تھی۔

"آپ ــــ اور یہاں۔" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے اپنی حیرت کا اظہار کیا۔

"کیوں ــــ کیا میرے یہاں آنے پر کوئی پابندی عائد ہے؟"

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" میں نے جلدی سے وضاحت کی۔ "دراصل میں اس وقت کلب اسٹارز کی ایک مصری کیبرے ڈانسر کی قید میں ہوں' اس نے مجھے باور کرانے کی کوشش کی تھی اس رہائشی مکان کے خارجی اور داخلی تمام دروازوں پر سخت پہرا ہے اور اس کی اجازت کے بغیر کوئی پرندہ بھی یہاں پر نہیں مار سکتا۔"

"تم لیڈی مکلارنس کا شمار پرندوں میں کررہے ہو؟" اس نے سپاٹ انداز میں مجھے گھورا' اس کے لہجے سے ناگواری مترشح تھی۔

"میں معافی کا خواستگار ہوں لیکن ــــ"

"مجھے تمہاری ذہنی کیفیت کا بخوبی علم ہے میرے عزیز۔" وہ میرا جملہ قطع کرتے ہوئے بولی۔ "مجھے معلوم ہے کہ تم اس وقت مرجینا کی تحویل میں ہو۔ اس کی اصلیت کیا ہے یہ بات بھی مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ ایک بدسلاحیت اور خطرناک قسم کی عورت ہے' میں نے اسی لیے پیش گوئی کی تھی کہ تم اپنے اغوا میں کسی مزاحمت یا طاقت کا استعمال نہیں کروگے' اگر تم ایسا کرتے تو شاید تمہیں ناقابلِ تلافی نقصان سے دوچار ہونا پڑتا۔"

"کیا اس نے مجھے گراہم یا ایڈی کے اشارے پر اغوا کیا ہے؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"گراہم اور ایڈی۔" لیڈی مکلارنس نے سرسراتے لہجے میں کہا۔ "میرا خیال ہے کہ اب مجھے گراہم کو کوئی مناسب سبق سکھانا پڑے گا۔"

"مرجینا نے مجھے بتایا تھا کہ جمی کی موت کے بعد سے ایڈی بھی میرے خون کا پیاسا ہو رہا ہے۔"

"پریشان مت ہو۔ میں پہلے بھی تم سے کہہ چکی ہوں کہ جب تک میں تمہارے اوپر مہربان ہوں تمہیں کسی جان لیوا حالات سے دوچار نہیں ہونا پڑے گا۔" لیڈی مکلارنس نے خلا میں گھورتے ہوئے کہا۔ "اس کے علاوہ دنیا کی کوئی طاقت آسانی سے تمہارے اوپر غالب نہیں آسکتی۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"وہ پراسرار قوت جو تمہارے اندر موجود ہے' جس نے مجھے بھی تمہاری ذات میں دلچسپی لینے پر مجبور کردیا ہے۔ میں کوشش بسیار کے باوجود ابھی تک اس نادیدہ قوت کے راز سے ناواقف ہوں لیکن میں اپنی شکست تسلیم نہیں کروں گی۔" لیڈی مکلارنس نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔ "ایک نہ ایک دن میں اس قوت کے راز کو ضرور پالوں گی۔ اس کے بارے میں' میں یقین سے کوئی حتمی بات نہیں کہہ سکتی لیکن میرا علم اس بات کی نشاندہی ضرور کرتا ہے کہ جب تک وہ طاقت تمہارے ساتھ ہے دنیا کی کوئی قوت تمہیں موت سے ہمکنار نہیں کرسکتی۔ شاید میں بھی نہیں۔ لیڈی مکلارنس' جس کی زبان سے نکلی ہوئی کوئی بات کبھی غلط ثابت نہیں ہوئی' جس کی آنکھوں کی ایک جنبش ہی دشمنوں کی سرکوبی کے لیے بہت کافی ہوتی ہے۔ پنڈت بنسی دھر کی صورت میں تم میری قوت کا ایک معمولی سا تماشا دیکھ چکے ہو۔"

"میرے موجودہ اغوا کے بارے میں آپ کیا کہتی ہیں؟" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔ "کیا میں اپنی مرضی سے اس قیدوبند سے گلوخلاصی حاصل کرسکتا ہوں۔"

"ہاں ــــ تم ایسا کرسکتے ہو لیکن میں اس کا مشورہ نہیں دوں گی۔"

"کوئی خاص وجہ ــــ؟"

"تم اس چھت کے نیچے زیادہ محفوظ ہو۔" لیڈی مکلارنس نے مبہم الفاظ میں جواب دیا۔ "تمہیں کچھ دنوں اور انتظار کرنا ہوگا اس کے بعد تم اپنی مرضی سے جو قدم چاہو اٹھا سکتے ہو۔"

"کیا میں ایک سوال کرسکتا ہوں۔" میں نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "کیا مرجینا اور اس رہائش گاہ کے سکیورٹی گارڈز کو آپ کی آمد پر کوئی اعتراض نہیں ہوا۔"

"اعتراض ــــ" وہ بڑے معنی خیز اور پراسرار انداز میں بولی۔ "اعتراض کی نوبت تو اس صورت میں پیدا ہوسکتی تھی میرے عزیز جب ان کی نگاہیں میرے وجود کا سراغ لگا سکتیں۔"

"کیا مطلب ــــ؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"میں نے اپنی قوت کے زور سے ان کے ذہنوں کو

مسمرائز (MESMERISE) کردیا ہے۔" وہ کسی فاتح جرنیل کی طرح مسکرائی۔ "ان کی نگاہوں کے سامنے ایک ایسی دھند پیدا کردی ہے جس کی وجہ سے مجھے نہیں دیکھ سکتے۔"

"حیرت ہے ......" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔ "کیا آج کی دنیا میں بھی یہ باتیں ممکن ہیں۔"

"کل تک تم آسمانی سیاروں کو ناقابل تسخیر سمجھتے تھے لیکن آج کا انسان ان سیاروں پر پہنچ کران کے بارے میں تحقیق کررہا ہے۔ دنیا میں آج بھی ایسی بے شمار ناقابل یقین قوتیں موجود ہیں جنہیں عقل سلیم تسلیم نہیں کرتی لیکن محض اس لیے کہ ابھی تک عام انسانوں کی نظریں ان تک نہیں پہنچ سکی ہیں۔"

"آپ نے ایک بار اپنی کسی لائبریری کا ذکر کیا تھا۔" میں نے یاد کرتے ہوئے کہا۔ "ایک ایسی لائبریری جہاں تک عام ذہنوں کی رسائی بھی ناممکن ہے۔"

"ہاں۔ میں نے غلط نہیں کہا تھا۔" وہ گہری سنجیدگی سے بولی۔ "میں عنقریب تمہیں اس مقام کی سیر کرانے کا شرف بخشوں گی۔"

"کب ......" میں نے بے چینی کا مظاہرہ کیا تو وہ مسکرا کر بولی۔

"ہوسکتا ہے کہ تم آج رات ہی میری اس لائبریری کو دیکھ سکو جہاں تک ابھی کسی اور کی رسائی نہیں ہوسکی' اس کے علاوہ آج رات میں تم کو ایک ناقابل یقین تماشا اور بھی دکھاؤں گی۔"

"مگر میں یہاں سے نکلوں گا کس طرح؟"

"یہ تم میرے اوپر چھوڑ دو۔ میں تم سے صرف یہی کہنے آئی تھی کہ ابھی سے اپنے اعصاب کو قابو میں رکھنے کا عمل شروع کردو' ورنہ ہوسکتا ہے کہ اچانک میری قوت کا تماشا دیکھتے ہی تمہارے دل کی حرکت تمہارا ساتھ چھوڑ دے۔"

میں نے لیڈی مکلارنس سے کچھ وضاحت طلب کرنا چاہی لیکن عین اسی وقت ایک شخص کھانے کی ٹرالی گھسیٹتا ہوا داخل ہوا اور میرے دل کی بات دل ہی میں رہ گئی۔

"میں اب جارہی ہوں میرے عزیز۔ رات کو ہماری ملاقات دوبارہ ہوگی۔" لیڈی مکلارنس نے نجانے کیوں مجھے تیز نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہا پھر پلٹ کر چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی کھانا لانے والے ملازم کے سامنے سے گزرتی ہوئی باہر نکل گئی۔

مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ ملازم نے لیڈی مکلارنس کی میری خواب گاہ میں موجودگی کا کوئی نوٹس نہیں لیا تھا' شاید اس ملازم کی نگاہیں بھی اسے دیکھنے سے قاصر ہی رہی تھیں!!

*

رات کو کھانا کھانے کے بعد میں نے کافی پینے کی خواہش کا اظہار کیا جسے رد نہیں کیا' مجھے حیرت تھی کہ میں مرجینا کی قید میں تھا لیکن اس کے باوجود میری خواہش کا احترام کیا جارہا تھا' وہ شخص جو میری خدمت پر مامور تھا ایک ادھیڑ عمر کا آدمی تھا' وہ میری خواہشات کی تکمیل اس طرح کرتا تھا جیسے میرا ذاتی ملازم ہو' وہ خاصا کم سخن اور کم گو واقع ہوا تھا' شاید اسے ان باتوں سے پرہیز کرنے کا حکم دیا گیا تھا' وہ میری باتوں کا جواب محض ہوں' ہاں یا نہیں میں دیا کرتا تھا۔ عمر کے اعتبار سے وہ زیادہ ضرور تھا اس کے قویٰ خاصے مضبوط نظر آتے تھے' چال ڈھال کے اعتبار سے اگر اسے پھرتیلا کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا' اس کی آنکھوں کی چمک اس بات کی غمازی کرتی تھی کہ وہ جو کچھ نظر آتا ہے اس کے برعکس ہے' میرے استفسار پر اس نے اپنا نام ضرغام بتایا تھا۔

میری خواہش کے احترام میں کافی کی ٹرے رکھ کر واپسی کے ارادے سے پلٹا تو میں نے اسے آواز دے کر روک لیا' وہ کسی روبوٹ ہی کی طرح پلٹا تھا۔

"یہ دوسرا کپ کس کے لیے ہے؟" میں نے ٹرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سوال کیا۔

"مالکن کے لیے......" اس نے مختصراً جواب دیا۔

"کیا مرجینا بھی میرے ساتھ کافی پئیں گی۔"

"شاید۔" وہ بدستور سپاٹ لہجے میں بولا۔ "مجھ سے یہی کہا گیا تھا۔"

"اس وقت وہ کہاں ہے؟"

"مجھے اس کا علم نہیں ہے۔"

"ضرغام۔" میں نے اس کے جواب پر معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "کیا ضرغام ہی تمہارا اصلی نام ہے۔"

"آپ کو ناپسند ہے تو کوئی اور نام رکھ لیں۔ میری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔" اس نے بڑی فرمانبرداری سے جواب دیا۔ "نام کی تبدیلی کے بعد بھی مجھے وہی فرائض ادا کرنے ہوں گے جو اب کررہا ہوں۔"

"کیا تم اپنی موجودہ زندگی اور حیثیت سے مطمئن ہو؟"

میں نے اسے کریدنے کی کوشش کی۔

"میں کوئی فلسفی نہیں ہوں پھر بھی اتنا ضرور جانتا ہوں کہ انسان کسی حال میں بھی مطمئن نہیں رہتا' نئی نئی منزلوں کی تلاش اور خوب سے خوب تر کی جستجو اسے ہمیشہ سیمابی کیفیتوں سے دوچار رکھتی ہے۔" اس نے بڑی سادگی سے کہا۔ "آپ خود اپنی مثال لے لیں' یہاں آپ کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں' ہر قسم کا آرام اور آسائش میسر ہے لیکن کیا آپ مطمئن ہیں؟ کیا یہاں سے فرار ہوجانے کا خیال آپ کو مضطرب نہیں رکھتا۔"

"تم خاصے پڑھے لکھے اور ذہین آدمی معلوم ہوتے ہو۔"

"ذرہ نوازی ہے آپ کی ورنہ من آنم کہ من دانم۔"

"مرجینا کے پاس کب سے ملازمت کررہے ہو؟"

"یہ میرا ذاتی معاملہ ہے جناب۔" وہ تیزی سے بولا۔ "آپ کوئی اور حکم دیں' ضرغام حکم کی بجا آوری میں کسی سستی یا کاہلی کا ثبوت نہیں دے گا۔"

"مجھے یہاں ہر قسم کا آرام اور آزادی حاصل ہے لیکن اس کے باوجود مجھے اس رہائش گاہ سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہے۔" میں نے دوسرے زاویے سے اسے ٹٹولنا چاہا۔ "کیا تم اس کی وجہ جانتے ہو؟"

ضرغام نے جواب دینے کے بجائے مجھے تیز نظروں سے گھورا پھر کوئی جواب دیے بغیر خاموشی سے ایڑیوں کے بل گھوم کر کمرے سے باہر نکل گیا' وہ ملازم ہونے کے باوجود بہت دور اندیش اور معاملہ فہم تھا' اس کی نگاہوں کی چمک اس کی غیر معمولی ذہانت کی دلیل تھی' شاید اسے جس انداز میں میرے لیے استعمال کیا جارہا تھا وہ اس سے قطعی مختلف قسم کی کوئی چیز تھا۔

مرجینا کمرے میں داخل ہوئی تو میں سنبھل کر بیٹھ گیا' اس کے لوچدار اور حسین جسم پر اس وقت بالکل اسی طرز کا لباس تھا جیسا میں گراہم کے خاص کمرے میں اس وقت دیکھ چکا تھا جب وہ اس کے لیے جام پر جام تیار کرنے کے ساقیانہ فرائض انجام دے رہی تھی' اس کے جسم کے نشیب و فراز خاصے ہیجان انگیز تھے' میک اپ نے اس کے ظاہری حسن کو کچھ اور دو آتشہ بنادیا تھا' وہ سراپا قہر نظر آرہی تھی' میں نہ چاہنے کے باوجود اس کی سمت دیکھتا رہا۔ حسن اور جوانی کے اندر بھی ایسا ایک نشہ اور کشش پوشیدہ ہوتا ہے جو بڑے بڑے زاہدوں کو بھی تسخیر کرلینے کی صلاحیت رکھتا ہے' میں بھی اسی کشمکش کا شکار ہوکر رہ گیا تھا۔ اس کی نگاہوں کی مستی مجھے خوابوں کی حسین وادیوں کی سیر کرا رہی تھی' اس کے بل کھا کر چلنے کا خوب صورت انداز میرے جذبات کو گدگدا رہا تھا' اس کے حسن کا نکھار میری عمر کے تقاضوں کو اور اکسا رہا تھا' اس کی نگاہوں کا خمار میرے قدموں میں لغزش پیدا کررہا تھا' اس کے جسم سے پھوٹنے والی سحر انگیز مہک مجھے کسی اور دنیا کی سیر کرنے پر مجبور کررہی تھی' اس کے گداز ہونٹوں پر کھیلنے والی شوخ اور شریر مسکراہٹ میرے صبر کی آزمائش کررہی تھی' اس کے وجود کا یقین ہی میرے لیے بڑا ہیجان انگیز تھا' وہ سراپا ناز تھی اور میں مجسم اضطراب' میں خوابوں کی کیفیت میں گم تھا' اس نے میرے برابر بیٹھنے کے بعد مجھے مخاطب کیا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے مندر میں رہنے والی کنواری داسیوں نے وہاں کی ساری گھنٹیوں کو ایک ساتھ چھیڑ دیا ہو' میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔

"مجھے اگر نکی اسٹارز جاکر بہکے ہوئے شرابیوں کے درمیان رقص کرنے کی مجبوری نہ ہوتی تو شاید میں تمہیں ایک لمحے کو بھی تنہا نہ چھوڑتی۔" اس کے گفتگو میں لگاوٹ بھی تھی اور مجبوری کا احساس بھی تڑپ رہا تھا' اس کی نگاہیں میرے چہرے پر پھسل رہی تھیں' اس کے قرب کی تپش مجھے کسی مومی مجسمے کی طرح پگھلانے کی کوشش کررہی تھی۔

"کیا تمہارا وہاں جانا ضروری ہے؟" میں نے اپنے ڈگمگاتے اعصاب کو متوازن رکھنے کی کوشش کی۔

"ہاں ......" وہ ایک ٹھنڈی سانس بھر کر بڑے محبوبانہ انداز میں بولی۔ "میں نہیں چاہتی کہ میری غیر حاضری گراہم یا ایڈی اور ان کے ساتھیوں کو میری جانب کسی شک میں مبتلا کردے۔"

"اور اگر کسی طرح گراہم کو یہ معلوم ہوگیا کہ اس کے شکار پر تم نے قبضۂ غاصبانہ کررکھا ہے تو۔" میں نے اس کو خوفزدہ کرنے کی کوشش کی۔

"میں کل کی فکر کرنے کی عادی نہیں ہوں ...... البتہ احتیاط شرط ہے۔"

"تمہاری واپسی کب تک ہوگی؟"

"آج میں ناسازئ طبیعت کا بہانہ کرکے جلدی آجاؤں گی۔" اس کی نشیلی آنکھوں میں کئی ساغر ٹکرا کر چھلک اٹھے' بڑے مترنم لہجے میں بولی۔ "صرف تمہاری خاطر۔"

"کمرا اندر سے بند کرکے سونا میری پرانی عادت ہے۔" میں نے کافی کے دو کپ تیار کرکے ایک اس کی جانب

بڑھادیا۔

"کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" اس نے سرگوشی کی۔ "تم اپنے بستر پر محوِ خواب رہنا میں عالمِ تصور میں تمہاری پرستش کرتی رہوں گی۔"

"ایک بات پوچھوں۔" میں جھلا کر بولا۔ "کیا تم کسی خاص مقصد کے لیے مجھے بے وقوف بنا کر کسی غلط فہمی میں مبتلا کرنا چاہتی ہو۔"

"غلط فہمی۔" اس نے آنکھیں بند کر کے بڑے خوابیدہ لہجے میں کہا۔ "کاش تم اس ایک مختصر لفظ کے مفہوم سمجھنے کی خاطر ان بے چین موجوں کا تصور کر سکو جو ساحل تک پہنچنے کی خاطر سرمارتی رہتی ہیں اور کنارے پر پہنچ کر بھی مایوس لوٹ جاتی ہیں لیکن اس مایوسی میں بھی ایک لذت ہوتی ہے' سرشاری ہوتی ہے' ایسی تلملاہٹ ہوتی ہے جو آسودگی کا نامکمل سبب بھی بن جاتی ہے۔"

"شاعرانہ تکلم وقت کا زیاں ہے۔" میں نے خشک انداز اختیار کیا۔ "جو لوگ جاگتے میں خواب دیکھنے کے عادی ہوں وہ احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں۔"

"تم نے شاید ابھی تک تصویر کا ایک ہی رخ دیکھا ہے۔" وہ مجھے دیکھ کر توبہ شکن انگڑائی لے کر بولی۔ "بازی مات ہوجانے کے بعد جو خلش پیدا ہوتی ہے وہ دائمی ہوتی ہے۔ جیت جانے کی صورت میں وقتی مسرتیں بہت جلد اپنا اثر کھودیتی ہیں۔"

"تم نے یہ باتیں کہاں سے سیکھی ہیں؟" میں نے تلملا کر پوچھا۔

"تجربات زندگی کا نچوڑ ہوتے ہیں۔" وہ بڑے دل آویز انداز میں مسکراتے ہوئے اٹھی۔ "مجھے دیر ہو رہی ہے۔ میں اب اجازت چاہوں گی۔"

"کافی نہیں پیوگی۔" میں نے اس کے بھرے ہوئے کپ پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"کافی پی لی ہے۔" اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سحر انگیز لہجے میں کہا پھر ایک خاص ادا سے مسکراتی ہوئی گھومی اور ماحول میں نشے کا رنگ بکھیرتی چلی گئی۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں مرجینا کے خوف سے اپنی خواب گاہ کا دروازہ اندر سے بند کر کے لیٹا تھا پھر درپیش حالات کی گھٹن بڑی سرعت سے میرے ذہن پر غالب آنا شروع ہوگئی تھی' میں بہت جلدی نیند کی آغوش میں گم ہوگیا تھا' میں کب تک محوِ خواب رہا مجھے کچھ یاد نہیں البتہ اتنا ضرور یاد ہے کہ کوئی مانوس سی آواز مجھے کہیں دور سے بلا رہی تھی' میں اس آواز پر غور کر رہا تھا کہ یکلخت ناگوار دواؤں کی بو کا ایک تیز جھونکا میرے ذہن سے اتنی شدت سے ٹکرایا کہ میں نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں' میں اس وقت ایک وھیل چیئر پر موجود تھا اور لیڈی مکلارنس میرے سامنے کھڑی میرے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہی تھی' میں نے نظریں گھما کر ماحول کا جائزہ لیا' میں اس وقت کسی تنگ سی راہداری میں تھا جس کے دونوں سروں پر کسی دروازے یا نکاسی کا کوئی دوسرا راستہ نظر نہیں آرہا تھا' اس راہداری کی چھت پندرہ فٹ سے کچھ زیادہ ہی بلند تھی جس پر مدھم پاور کا ایک نیلا بلب روشن تھا' اس بلب کی روشنی نے ماحول کو بڑا پراسرار بنا رکھا تھا۔

"تم اب کیسا محسوس کر رہے ہو؟" لیڈی مکلارنس نے مجھے مخاطب کیا۔

"میں اس وقت کہاں ہوں؟" میں نے تعجب سے پوچھا' ناگوار دواؤں کی بو کا وہ تیز جھونکا ابھی تک میرے ذہن میں چکرا رہا تھا۔

"تفصیل میں جانے کی کوشش مت کرو۔ صرف اپنی قسمت پر فخر کرو۔" اس نے بڑی گمبھیر سنجیدگی سے کہا۔ "اس کرۂ ارض پر تم وہ پہلے خوش نصیب اجنبی ہو جو کچھ دیر بعد اس انوکھی اور ناقابلِ یقین لائبریری کی سیر کرے گا جسے میں نے بڑی مصیبتیں جھیلنے کے بعد مرتب کیا ہے مگر ایک بات پھر ذہن نشین کرلو۔ تم یہاں سے واپسی کے بعد اپنی زبان پر مکمل قابو رکھو گے جو کچھ اپنی نظروں سے دیکھو گے اس کے بارے میں اگر تم نے کبھی لب کشائی کی حماقت کی تو شاید وہ لمحہ تمہاری زندگی کا آخری لمحہ ثابت ہو۔"

"وہ بو......"

"وہ بھی میری اپنی ایجاد ہے جو انسان کو نہ صرف پل بھر میں نیند سے بیدار کر دیتی ہے بلکہ رفتہ رفتہ اس کے ذہن کو خاصی توانائی بھی بخشتی ہے۔" لیڈی مکلارنس نے مجھے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "تم ذہنی طور پر خود کو کیسا محسوس کر رہے ہو؟"

"میں بالکل نارمل ہوں البتہ اس بو کا اثر ابھی پوری طرح زائل نہیں ہوا۔"

"تمہارے دل کی دھڑکنوں کا کیا حال ہے؟"

"میں پوری طرح صحت مند ہوں۔"

"گڈ۔" اس نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "اب

تمہیں اپنے قدموں پر کھڑے ہو کر اس سامنے والی دیوار تک چلنا ہوگا' اس کے بعد تم ایک ایسی دنیا کی سیر کرو گے جو ممکن ہے تمہاری نگاہوں میں طلسماتی ہو' لیکن میں تمہیں ایک ایسا ثبوت بھی پیش کروں گی کہ تمہاری عقل دنگ رہ جائے گی۔ ایک ایسا کرشمہ جس کی بھیانک یاد تمہارے وجود کا ایک حصہ بن جائے' تم میرے اس کرشمے کو مرتے دم تک فراموش نہیں کر سکو گے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا میرے اندر تجسس کا ایک دریا موجزن تھا۔ میرے ہاتھ میں کمبل پوش بزرگ کی وہ صندلی انگوٹھی موجود تھی جو طاغوتی قوتوں کے لیے ابھی تک ایک معمہ بنی ہوئی تھی۔ خود لیڈی مکلارنس نے بھی مجھ سے یہی کہا تھا کہ میری ذات میں اس کی دلچسپی صرف اس وقت تک برقرار رہے گی جب تک وہ میرے وجود کے اندر چھپی اس طاقت کا اندازہ نہ لگا لے۔

میں اب خود کو بالکل نارمل محسوس کر رہا تھا۔ مجھے اس بات پر حیرت ضرور تھی کہ جب میں مرجینا الحبیب کی رہائش گاہ میں قید تھا اور اپنی خواب گاہ اندر سے بند کر کے سویا تھا تو کس طرح بے خبری کے عالم میں لیڈی مکلارنس تک پہنچ گیا لیکن میں نے یہ خیال اپنے ذہن سے جھٹک دیا۔ لیڈی مکلارنس نے اپنی لائبریری کا جو بھیانک تصور میرے ذہن پر وقتاً فوقتاً طاری کیا تھا میں پورے ہوش و حواس کے ساتھ اسے دیکھنا چاہتا تھا چنانچہ میں وھیل چیئر سے اٹھ کر اپنے قدموں پر کھڑا ہوگیا۔ میرے جسم پر اس وقت وہی لباس موجود تھا جو میں نے سوتے وقت پہنا تھا۔

راہداری کو آگے سے جس دیوار نے بند کر رکھا تھا اس کا فاصلہ وھیل چیئر سے بیس پچیس فٹ سے کسی طرح کم نہیں تھا' میں پورے اعتماد سے قدم بڑھاتا ہوا اس دیوار کے قریب پہنچ کر رک گیا۔

"اب اپنی آنکھیں بند کر کے اس دیوار سے گزر جاؤ۔" لیڈی مکلارنس نے ہدایت کی۔ "جب تک میں نہ کہوں تم دوبارہ آنکھیں نہیں کھولو گے۔"

میں نے فطری طور پر آنکھیں بند کرنے سے پہلے اس دیوار کو چھو کر دیکھا' وہ خاصی ٹھوس اور مضبوط تھی۔

"کیا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہے ہو۔" لیڈی مکلارنس کی سرسراتی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"کیا میں اس دیوار سے ہو کر گزر سکتا ہوں۔" میں نے اپنی حیرت کا اظہار کیا۔

"وقت مت ضائع کرو۔ صرف میری ہدایت پر عمل کرو۔"

میں نے ایک لمحہ کے لیے کچھ سوچا پھر آنکھیں بند کر کے آگے بڑھتا چلا گیا۔ مجھے حیرت تھی کہ میں دیوار سے نہیں ٹکرایا تھا جبکہ آنکھ بند کرنے سے پیشتر میں نے اپنے اور دیوار کے درمیانی فاصلے کو بخوبی محسوس کیا تھا جو دو فٹ سے کسی طرح بھی زیادہ نہیں تھا۔ "اب قدموں پر گھوم کر اپنی آنکھیں کھول دو۔"

میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا' میری نظروں کے سامنے وہی ٹھوس دیوار موجود تھی جس سے حیرت انگیز طور پر گزر کر میں دوسری جانب پہنچ چکا تھا۔ اس حصے میں راہداری کے مقابلے میں زیادہ گھپ اندھیرا تھا۔ دیوار پر مدھم پاور کا جو سرخ بلب ٹمٹما رہا تھا وہ اس اندھیرے کو دور کرنے کے لیے ناکافی تھا۔

"حیرت انگیز۔" میں نے تعجب سے کہا پھر لیڈی مکلارنس کی ہدایت پر اپنی پشت دیوار کی سمت کرلی' میری نگاہوں کے سامنے گھٹا ٹوپ اندھیرے کا راج تھا۔ لیڈی مکلارنس میرے برابر بمشکل دو گز کے فاصلے پر کھڑی تھی لیکن وہ کسی دھندلے ہیولے کے مانند دکھائی دے رہی تھی۔

"میرے عزیز۔ اس وقت تم اسی لائبریری میں موجود ہو جس کا ذکر میں نے کیا تھا۔" لیڈی مکلارنس کی آواز ابھری۔ "خود پر قابو رکھنے کی کوشش کرنا۔ میں اب اندھیرے کو دور کر رہی ہوں۔"

لیڈی مکلارنس کے جملے کے اختتام کے ساتھ ہی گھپ اندھیرا بقعۂ نور بن گیا اور میں حیرت سے اچھل پڑا۔ وہ ایک وسیع و عریض ہال تھا جس میں لوہے کی بڑی بڑی قد آور الماریاں موجود تھیں۔ ان الماریوں کے ان گنت حصوں کے اندر شیشے کے بے شمار مستطیل شکل کے باکس موجود تھے اور ان بکسوں میں دنیا کے بیشتر نامور سائنس دانوں' دانشوروں' فرماں رواؤں' اداکاروں' محققین اور اپنے اپنے شعبہ میں ماہرین کی کھوپڑیاں نظر آرہی تھیں' بظاہر وہ پلاسٹر آف پیرس یا کسی مخصوص قسم کی سفید چکنی مٹی سے بنے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ شیشے کے ہر بکس کے نیچے اس شخصیت کا نام' تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات کے علاوہ اس شعبے کا نام بھی جلی حروف میں تحریر تھا جس سے وہ متعلق رہ چکا تھا۔ ان میں زیادہ تر کھوپڑیاں ان افراد کی تھیں جنہیں دنیا سے کوچ کیے ایک طویل مدت اور صدیاں بھی بیت چکی تھیں۔ میں پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس

عجیب و غریب لائبریری کو دیکھ رہا تھا جو یقیناً اپنی نوعیت کی پہلی لائبریری تھی جہاں ہزاروں کی تعداد میں وہ کھوپڑیاں موجود تھیں جن کی نقل کو دیکھ کر اصل کا گمان ہوتا تھا۔

"یہ سب کچھ یقیناً کسی ماہر مجسمہ ساز کی برسوں کی محنت کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔"

"کیا تم ان بے جان کھوپڑیوں کو قریب سے دیکھنا پسند نہیں کرو گے؟" لیڈی مکلارنس نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

اس کی دعوت پر میں لوہے کی ان ریکس (RACKS) کے قریب جا کر ان کھوپڑیوں کو بغور دیکھنے لگا جنہیں اتنے ماہرانہ انداز میں اس قدر چابک دستی سے ان کے اصل روپ میں اجاگر کیا گیا تھا کہ وہ کیفیتیں بھی جھلک رہی تھیں جو مرنے والوں کی زندگی کا خاصہ رہ چکی تھیں۔ میں ایک ایک کھوپڑی کو بڑے ذوق و شوق اور تعریفی نظروں سے دیکھ رہا تھا پھر میں ایک شیشے کے بکس کے سامنے جا کر رک گیا جس کے نیچے "راسپوتین، گریگوری -ئیموچ۔ (1872-1916) اور روسی راہب" کے حرف اور ہندسے درج تھے۔ اس کھوپڑی کو بھی اس خوبصورت انداز میں ڈھالا گیا تھا کہ اس کی خباثتیں بھی عیاں نظر آ رہی تھیں۔

"بہت خوب۔" میں نے لیڈی مکلارنس کو مخاطب کیا۔

"کیا تم اس کھوپڑی کو چھو کر محسوس کرنا پسند کرو گے؟" لیڈی مکلارنس نے سنجیدگی سے کہا پھر شیشے کے بکس کو کھول دیا، میں نے آہستہ سے ہاتھ بڑھا کر اسے چھوا۔ میرے خیال کے مطابق وہ پلاسٹر آف پیرس ہی سے تشکیل دیا گیا تھا، میں اسے چھو کر ہٹا تو لیڈی مکلارنس نے شیشے کے دروازے بند کر دیے پھر مجھے دیکھ کر عجیب پراسرار انداز میں مسکراتے ہوئے بولی۔

"کیا تم راسپوتین سے گفتگو کرنا بھی پسند کرو گے؟"

"جی ـــ" میں نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "آپ شاید مجھ سے مذاق کر رہی ہیں۔"

"میرے عزیز۔ تم نے اس لائبریری کے سلسلے میں اپنے ذہن میں جو رائے قائم کی ہے وہ غلط ہے۔ دنیا کا کوئی بھی دولت مند اور صاحب حیثیت شخص اپنے شوق کی تسکین کی خاطر اس قسم کی مصنوعی کھوپڑیاں کسی بھی ماہر مجسمہ ساز سے بنوا سکتا ہے لیکن اس وقت یہاں تمہیں جو کھوپڑیاں نظر آ رہی ہیں، وہ اصلی ہیں۔ میرے اشارے پر یہ اپنی اصل شکل بھی اختیار کر سکتی ہیں اور زندہ انسانوں کی طرح اپنی مادری زبان میں تم سے باتیں بھی کر سکتی ہیں۔"

مجھے لیڈی مکلارنس کے بیان پر شبہ ہو رہا تھا، اس نے شاید میرے چہرے کے تاثرات سے میرے ذہن میں ابھرنے والے خیالات کو پڑھ لیا تھا۔ جواب میں اس کی پراسرار آنکھوں میں طاغوتی قوتوں کا وہی رقص جاری ہو گیا جو میں ایک بار پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ اس نے مجھ سے کچھ کہے بغیر اپنے جھاڑ جھول قسم کے اوور کوٹ کی جیب سے ریموٹ کنٹرول کی شکل سے ملتی جلتی ایک شے نکالی جس پر مختلف رنگوں کے بٹن موجود تھے۔ اس نے اپنا رخ کھوپڑی کی جانب کیا پھر ریموٹ کنٹرول کے ایک بٹن کو دبا دیا۔ اس کے بعد میری نگاہوں نے جو منظر دیکھا وہ ناقابلِ یقین ہی تھا۔

میری نگاہیں راسپوتین کی کھوپڑی پر مرکوز تھیں جس کی سفید کھوپڑی کی رنگت آہستہ آہستہ انسانی جسم کی رنگت اختیار کر رہی تھی پھر میرے دیکھتے ہی دیکھتے زندہ صورت میں نظر آنے لگا۔ اس کی پتلیاں اپنے حلقوں میں اس طرح گردش کر رہی تھیں جیسے اسے ایک طویل مدت کے سونے کے بعد نیند سے بیدار کیا گیا ہو۔ اس کی کھوپڑی کا ایک ایک عضو زندہ انسانوں کی طرح حرکت کر رہا تھا، مجھے اپنی قوتِ بصارت پر شبہ ہونے لگا۔ شاید میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔ میری اپنی کیفیت بھی کسی ایسے مجسمے سے کم نہیں رہ گئی تھی جسے سرتاپا زندگی کی علامتوں سے نواز کر ایک بت کے مانند زمین پر استادہ کر دیا گیا ہو، میں پھٹی پھٹی نگاہوں سے راسپوتین کی اس زندہ کھوپڑی کو دیکھ رہا تھا جو میرے لیے دنیا کے تمام عجوبوں میں سرفہرست نظر آ رہی تھی، میرے جسم میں خون کی گردش تیز ہو رہی تھی۔

"اپنے دل کی دھڑکنوں کو قابو میں رکھو میرے عزیز۔" لیڈی مکلارنس نے بدستور کھوپڑی پر نظر جماتے ہوئے مجھے مخاطب کیا۔ "مجھے بتاؤ، کیا تم اسے روسی زبان میں بولتا دیکھنا چاہو گے یا اپنی زبان میں اس سے گفتگو کرنا پسند کرو گے۔"

"کک ـــ کیا یہ بھی ممکن ہے کہ میں اس سے اردو زبان میں بات کر سکوں۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

"نہیں ـــ یہ وہ زبان نہیں بول سکتا جو اسے نہ آتی ہو۔ ہاں، تم اس سے انگریزی میں بات چیت کر سکتے ہو۔" لیڈی مکلارنس نے کہا پھر اس نے ریموٹ کا ایک دوسرا بٹن دباتے ہوئے مجھے مخاطب کیا۔ "اب تم اس سے سوال کرو۔ یہ تمہیں جواب دینے پر مجبور ہو گا۔"

"کیا تم میری آواز سن سکتے ہو؟" میں نے اپنے اعصاب پر قابو پاتے ہوئے راسپوتین کی کھوپڑی سے انگریزی میں سوال کیا۔

"ہاں۔ میں تمہاری آواز سن رہا ہوں۔"

"کیا تم مجھے اپنے بارے میں کچھ بتانا پسند کرو گے؟"

"تم کیا دریافت کرنا چاہتے ہو؟" راسپوتین کی متحرک آنکھوں نے مجھے گھورتے ہوئے قدرے ناگوار لہجے میں پوچھا۔

"تمہاری تعلیم کہاں تک تھی؟" میں نے سوال کیا۔

"میں نے کبھی کتابوں میں دلچسپی نہیں لی۔ تم مجھے ان پڑھ کہہ سکتے ہو لیکن اس کے باوجود تمہیں میری ذہانت کی قائل ہونا پڑے گی۔"

"مستند کتابوں میں درج ہے کہ تم ایک اوباش اور بدکردار شخص تھے؟"

"جب خوبصورت اور بے باک چہرے کسی نوجوان کو اپنے گھیرے میں لے لیتے ہیں تو اس کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں۔ خون کی گردش اور جوانی کا جوش انسان کے ذہن سے گناہ اور ثواب کے تصور کو مٹا دیتا ہے اور پھر جب ایک نوجوان شہر کی رنگینیوں کو قریب سے دیکھتا ہے تو اس کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔ مجھے جو مواقع ملے میں نے انہیں ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ میرے لیے زندگی کا مفہوم ہی شراب اور شباب کے سوا کچھ اور نہیں تھا۔"

"کیا یہ درست ہے کہ تم نے زارینہ کو فریب دے کر دربار خاص میں ایک اونچا مقام حاصل کیا تھا؟"

"ہاں۔ شاید اس لیے کہ اقتدار کی ہوس انسان کو اندھا کر دیتی ہے۔" اس کے لہجے میں تلخی تھی۔ "کیا تمہاری آج کی دنیا میں مکر و فریب سے کام نہیں لیا جا رہا۔ کیا اقتدار کی جنگ کی خاطر بھائی بھائی کے خون کا پیاسا نظر نہیں آتا۔"

"کیا تم بتاؤ گے کہ تم نے زارینہ کو کس طرح فریب دیا تھا؟"

"میرے بارے میں تمہاری معلومات غالباً" بہت کم ہیں۔" اس کی خشک آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "میں ایک راہب بھی تھا۔ میں نے اپنی روحانی طاقتوں کے ذریعے زار روس کے نو عمر ولی عہد کو بیمار ڈال دیا تھا جس کا علاج ڈاکٹروں کے لیے ناممکن تھا پھر میں نے اسے اپنے روحانی علاج سے صحت یاب کر کے دربار میں اہمیت حاصل کی۔ زار اور زارینہ دونوں میرے مداح بن گئے پھر میں نے اس موقعے سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ اس کے محل میں حسین خوبصورت اور شوخ و شنگ جوانیوں کی کوئی کمی نہیں تھی۔ شراب میرے لیے پانی کی طرح مہیا کی جاتی تھی۔"

"اور تمہیں پہلی جنگ عظیم کے وقت شہزادہ پوسویوف نے جرمنوں کا جاسوس سمجھ کر قتل کر دیا۔"

"موت ہر حال میں برحق ہوتی ہے۔" وہ جھلاتے ہوئے بولا۔ "اس کے لیے کسی کے اچھا یا برے ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

میں ہنس کر رہ گیا، لیڈی مکلارنس نے ایک بٹن دبایا تو گوشت پوست میں نظر آنے والی کھوپڑی بتدریج ایک بار پھر پلاسٹر آف پیرس کی بنی ہوئی نظر آنے لگی۔ وہ سب کچھ میرے لیے حیرت انگیز تھا۔ میں اپنی کئی پسندیدہ شخصیتوں سے اسی طرح گفتگو کرتا رہا پھر میں مائیکل ڈی فاسٹرے کی کھوپڑی کے سامنے جا کر رک گیا جو تاریخ میں ناسٹراڈیمس (NOSTRA DAMUS) کے نام سے مشہور ہوا، وہ 14 دسمبر 1503ء کو پیدا ہوا اور تریسٹھ کی عمر پا کر 1566ء میں فوت ہوا۔ اس نے تقریباً" ساڑھے چار سو سال پہلے 4772 مصرعوں پر مشتمل جو پیش گوئیاں کی تھیں وہ آج تک ہر دور میں حرف بحرف سچ ثابت ہوتی رہی ہیں، میں کچھ دیر اس کی کھوپڑی سے بھی ہم کلام رہا پھر میں نے کچھ سوچ کر سوال کیا۔

"کیا تم آج بھی اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا سکتے ہو۔"

"جب تک سانس کی رفتار جاری رہے انسان کی صلاحیتیں بھی اس کا ساتھ دیتی رہتی ہیں، یہ اور بات ہے وقت کے ساتھ ان میں بھی کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔" اس نے بڑے مہذب انداز میں جواب دیا۔

"کیا تم آج بھی کسی کے بارے میں کوئی پیش گوئی کر سکتے ہو۔" میں نے دریافت کیا۔

جواب میں اس کی آنکھوں کی پتلیاں اپنے حلقوں میں بڑے مدبرانہ انداز میں چکرانے لگیں۔ اس کی پیشانی پر بالکل زندہ انسانوں جیسی سلوٹیں ابھر آئیں۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ اپنے ذہن پر زور دے کر مستقبل میں جھانکنے کی کوشش کر رہا ہو پھر اس کی نگاہوں کا زاویہ میری سمت ہو گیا۔ وہ بے حد سنجیدگی سے بولا۔

"میرے دوست، مجھے نہیں معلوم کہ تم نے کس دور میں میری روح کو دوبارہ جھنجوڑ کر بیدار کرنے کی کوشش کی ہے لیکن میں اتنا ضرور بتا سکتا ہوں کہ تمہیں مستقبل قریب

میں دو تین نا قابل تلافی نقصان اٹھانا پڑیں گے لیکن اس ملک میں نہیں جہاں تم اس وقت موجود ہو بلکہ ......"

قبل اس کے کہ وہ اپنا جملہ مکمل کرتا لیڈی مکلارنس نے جلدی سے بٹن دبا کر اس کی کھوپڑی کی حرارتوں کو دوبارہ منجمد کر دیا۔ شاید وہ اس بات کو پسند نہیں کرتی تھی کہ مجھے قبل از وقت اپنے بارے میں' آنے والے کل کے بارے میں کچھ معلوم ہو۔

"یہ کیا کہنا چاہ رہا تھا۔" میں نے لیڈی مکلارنس سے پوچھا۔

"فی الحال اس بات کو بھول جاؤ۔" اس نے مجھے ٹالتے ہوئے جواب دیا۔ "میرے ساتھ آؤ' ابھی مجھے تمہیں ایک اور عجیب و غریب تماشا دکھانا ہے' ایسا تماشا جو شاید تم نے زندگی میں پہلے کبھی خواب و خیال میں بھی نہ سوچا ہو۔"

میں خاموشی سے لیڈی مکلارنس کے ساتھ ساتھ قدم بڑھانے لگا' اس نے ناسٹراڈمیس کی کھوپڑی کو مزید کچھ بولنے سے یکلخت روک دیا تھا۔ آخر کیوں؟ کیا وہ کوئی ایسی ہی اہم بات تھی جو لیڈی مکلارنس کو بھی پہلے سے معلوم تھی لیکن وہ مجھ سے چھپانا چاہتی تھی؟ وہ بات کیا تھی؟ میرے ذہن میں پریشان کن خیالات ابھر ابھر کر آپس میں گڈ مڈ ہو رہے تھے۔ ناسٹراڈمیس کی کھوپڑی نے مجھے اتنا باور کرا دیا تھا کہ مجھے دو تین ناقابل تلافی نقصان سے دوچار ہونا پڑے گا۔ وہ نقصان اس کے جملے کی ساخت کے لحاظ سے مجھے لندن سے باہر کسی اور ملک میں پیش آنے والے تھے لیکن وہ نقصان کیا تھا اور وہ ملک کون سا تھا۔ ان سوالات کے جواب تشنہ رہ گئے تھے۔ میں نے سوچا کہ اس سلسلے میں لیڈی مکلارنس کو کریدوں لیکن پھر میں نے اپنا ارادہ تبدیل کر دیا' مجھے امید نہیں تھی کہ وہ اس موضوع پر زبان کھولے گی۔ اگر ایسا ممکن ہوتا تو پھر اسے دخل در معقولات کرنے کی کیا ضرورت درپیش آگئی تھی۔

وسیع و عریض ہال کو عبور کرنے کے بعد وہ مغربی کونے کے ایک کمرے میں داخل ہوئی جو یقیناً اس کا خاص کمرا تھا جہاں بیٹھ کر وہ شیطانی عمل کرتی ہوگی۔ وہاں جس قسم کی چیزیں موجود تھیں وہ میرے خیال کی تائید کر رہی تھیں پھر درمیان میں گول میز پر رکھی ہوئی ایک اور سفید کھوپڑی پر میری نظر پڑی تو میں حیرت سے اچھل پڑا۔ وہ کسی مردہ انسان کی نہیں بلکہ گراہم کی کھوپڑی تھی۔ میں اس کے قریب گیا تو میں نے اسے شیشے کے بکسوں میں بند کھوپڑیوں سے مختلف پایا۔ وہ کسی کھوپڑی کا پنجر تھی جس پر گراہم کے چہرے کا ربڑ کا بنا ہوا ماسک چڑھا دیا گیا تھا۔

"معاف کرنا میرے عزیز۔ میں ایک لمحے کے لیے تمہیں بھول گئی تھی۔ بیٹھ جاؤ تم کھڑے کیوں ہو۔"

میں اس کے اشارے پر دوسری کرسی پر بیٹھ گیا۔

"میرا خیال ہے کہ تمہیں اپنے دشمن کی کھوپڑی پہچاننے میں کوئی دشواری نہیں پیش آئی ہوگی۔" وہ [illegible] لہجے میں بولی۔

"آپ کا اندازہ درست ہے۔" میں گراہم کی کھوپڑی کی نقل کو حقارت بھری نظروں سے گھورتا ہوا بولا۔

لیڈی مکلارنس میری بات کا جواب دینے کے بجائے خاموشی سے اٹھی اور اسٹین لیس اسٹیل کا درمیانہ درجے کا ایک بکس اٹھا لائی جو ایک جانب رکھے ہوئے شیلف پر موجود تھا۔ اس نے اسے کھولا تو میں اس کے اندر رکھے ہوئے ان جھلمل کرتے اوزاروں کو دیکھ کر دنگ رہ گیا جو عام طور پر آپریشن میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ لیڈی مکلارنس کی پراسرار نظریں ایک بار پھر گراہم کے چہرے پر مرکوز ہو گئی تھیں۔ اس کے ہونٹ آہستہ آہستہ جنبش کر رہے تھے۔ وہ کچھ پڑھ رہی تھی یا بول رہی تھی لیکن اس کی آواز میرے کانوں تک نہیں پہنچ رہی تھی' میں اس کی ایک ایک حرکت کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اس کے ہونٹوں کی جنبش تھم گئی پھر اس نے مجھے مخاطب کیا۔

"کیا تم نے زندگی میں اس طرح بھی کسی کی سرجری ہوتے دیکھی ہے کہ مریض آپریشن ٹیبل سے میلوں دور ہو لیکن تیز دھار آلات اس کے جسم کے کسی حساس حصے کی سرجری کرتے رہیں۔"

"نہیں۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "یہ ناممکن ہے۔"

"ناممکن کا لفظ لیڈی مکلارنس کی ڈکشنری میں نہیں ہے۔"

"لیکن ......"

"تم چاہو تو اپنے دشمن کے دماغ کی سرجری تم اپنے ہاتھوں سے بھی کر سکتے ہو لیکن اس میں ایک خطرہ بھی ہے۔ دماغ کی سرجری بہت پیچیدہ عمل ہوتا ہے۔ سرجن کی ایک معمولی سی غلطی بھی مریض کے لیے جان لیوا ثابت ہو سکتی ہے۔ مجھے گراہم کی موت پر کوئی صدمہ نہیں ہوگا لیکن میری خواہش ہے کہ وہ زندہ رہے۔ پاگلوں کی طرح اس اذیت سے دوچار رہے جس کا کوئی علاج ممکن نہ ہو۔"

میں لیڈی مکلارنس کے منہ سے خارج ہونے والے عجیب و غریب جملے سن رہا تھا۔ ایک عام آدمی اگر ان باتوں

کو سنتا تو شاید اسے لیڈی مکلارنس ہی کے صحیح الدماغ ہونے پر شبہ ہوتا لیکن میں اس کی پراسرار شخصیت کے کئی ناقابل یقین تماشے اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔

"ٹھہرو۔ ایک طریقہ ممکن ہے۔" وہ بدستور گراہم کی ماسک شدہ کھوپڑی کو پوری توجہ سے گھورتے ہوئے بولی۔ "میں اس کے دماغ کے حساس حصوں پر چھوٹے چھوٹے نشان لگائے دیتی ہوں' تمہیں بس ان مخصوص نشانوں پر بڑی ہوشیاری سے نشتر چبھونے ہوں گے۔ اس کے بعد کیا ہوگا۔ تم خود اپنے کانوں سے سن اور آنکھوں سے دیکھ سکو گے۔"

پھر میرے جواب کا انتظار کیے بغیر اس نے باریک نوک والی سرخ رنگ کی ایک پنسل سے کھوپڑی کے کچھ حصوں پر چھوٹے چھوٹے نشان لگانے شروع کر دیے اس عمل کو پورا کرنے کے بعد اس نے ان نشانوں کو دوبارہ بہت غور سے دیکھا پھر اسٹین لیس اسٹیل کے بکس سے ایک سوئے سے ملتا جلتا آلہ نکال کر میرے جانب بڑھاتے ہوئے بولی۔

"لو...... میں نے تمہارا کام بہت آسان کر دیا ہے۔ اب تم ان سرخ نشانات پر یہ سوا گھونپتے رہو لیکن بہت احتیاط سے تمہارا ہاتھ بہکنا نہیں چاہیے ورنہ میرا خواب ادھورا رہ جائے گا۔"

میں نے خاموشی سے اس کے ہاتھ سے سوا لے لیا' میں یہ بات سمجھنے سے قاصر تھا کہ ربر کے اس کے ماسک پر سوا گھونپنے سے گراہم کی صحت پر بھلا کیا اثر پڑ سکتا ہے' بہرحال میں نے بڑی احتیاط کے ساتھ سوئے کی تیز دھار نوک کو ان سرخ نشانات پر گھونپنے اور نکالنے کا عمل شروع کر دیا جو لیڈی مکلارنس نے لگا رکھے تھے۔ مجھے اس کام میں دو منٹ سے زیادہ وقت نہیں لگا ہوگا لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ میرے لیے حیرت انگیز ہی تھا۔ ربر کے ماسک پر میں نے جہاں جہاں سوئے کی نوک کو چبھویا تھا وہاں سے تازہ تازہ' انسانی خون اور سفید رنگ کا پگھلا ہوا کوئی مادہ نکلنا شروع ہو گیا تھا۔

"میں تمہیں مبارکباد دیتی ہوں میرے عزیز۔" لیڈی مکلارنس نے بڑے جذباتی انداز میں کہا۔ "تمہارا آپریشن سو فیصد کامیاب رہا۔"

"کیا محض اس عمل سے گراہم جیسا گرانڈیل اور خطرناک شخصیت کا مالک اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھے گا۔"

"ہاں۔" وہ اس بار بڑے سرد اور سفاک لہجے میں بولی۔ "لیڈی مکلارنس کی کہی ہوئی بات آج تک کبھی غلط ثابت نہیں ہوئی۔ اب بھی نہیں ہوگی۔"

"مجھے اب کیا کرنا ہوگا۔" میں نے پہلو بدلتے ہوئے سوال کیا۔

"تمہیں اب مرجینا کی رہائش گاہ کے اسی کمرے میں واپس جانا ہوگا جہاں سے تمہیں یہاں لایا گیا ہے لیکن اس سے پہلے مجھے ایک بار پھر تمہیں بے ہوشی کی کیفیت سے دوچار کرنا پڑے گا لیکن صبح جب تم اٹھو گے تو خود کو بالکل تازہ دم محسوس کرو گے۔" اس نے اپنے اوور کوٹ کی جیب سے ان ہیلر (INHALER) ٹائپ کی ایک مختصر سی پلاسٹک کی بنی ہوئی شے نکالی اور اس کو کھولتے ہوئے بولی۔ "میرا خیال ہے کہ تم میری اس چھوٹی سی مگر اہم احتیاط کا برا نہیں مناؤ گے۔"

"بالکل نہیں۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا' مجھے معلوم تھا کہ وہ اپنے کہے پر ضرور عمل پیرا ہوگی اس لیے میرے انکار سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔

میرا جواب سن کر اس کے چہرے پر طمانیت کی ایک لہر دوڑ گئی۔ وہ اپنی کرسی سے اٹھ کر میرے قریب آئی' اس نے اپنے ہاتھ میں دبا ہوا ان ہیلر میری ناک کے دونوں نتھنوں سے باری باری لگایا۔ کافوری قسم کی خوشبو کا ایک تیز جھونکا میرے دماغ سے ٹکرایا اس کے بعد میرا ذہن بے ہوشی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔ مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ لیڈی مکلارنس نے میرے سر کو بڑی محبت سے تھام کر کرسی کی پشت سے ٹکا دیا تھا۔

❖

وہ دروازے پر ہونے والی دستک کی آواز ہی تھی جسے سن کر میں نیند سے بیدار ہوا تھا۔ میرے ذہن پر ابھی تک گزشتہ رات کی حیرت انگیز باتوں کی ہلکی سی دھند طاری تھی۔ میں نے دیوار گیر کلاک پر نظر ڈالی' اس وقت گیارہ کا عمل تھا۔ میں آہستہ سے اٹھا اور خوابگاہ کے اس دروازے کو کھول دیا جو اندر سے بند تھا۔ دروازے پر ضرغام ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔

"ناشتا لاؤں جناب؟"

"کیوں۔" میں نے قدرے ناگوار لہجے میں پوچھا۔ "کیا میرا ڈائننگ روم میں جانا منع ہے؟"

"آپ کی مرضی پر منحصر ہے۔"

"ٹھیک ہے تم جا کر ناشتا کرو۔ میں دس منٹ میں ضروریات سے فارغ ہو کر آتا ہوں۔"

ضرغام کے جانے کے بعد میں نے دروازہ دوبارہ اندر سے بند کرلیا اور غسل خانے میں چلا گیا۔ میرے ذہن میں ابھی تک گزشتہ رات کی باتیں گونج رہی تھیں۔ لیڈی مکلارنس کی طاغوتی قوتوں پر مجھے کوئی شبہ نہیں تھا لیکن مجھے میری خوابگاہ سے اور دروازے پر موجود حفاظتی دستے کے افراد کی نگاہوں سے بچا کر کس طرح نکالا گیا اور واپس پہنچایا گیا یہ بات میرے لیے تعجب خیز تھی۔ ہو سکتا ہے کہ لیڈی مکلارنس نے میرے سلسلے میں بھی وہی عمل کیا ہو جس کے بعد مجھے دوسروں کی نگاہوں سے اوجھل کر دیا گیا ہو لیکن لیڈی مکلارنس کی لائبریری میں' میں نے جن کھوپڑیوں کو گوشت پوست کی حالت میں زندہ انسانوں کی طرح گفتگو کرتے سنا تھا اس کی صحت پر ابھی تک مجھے یقین نہیں آرہا تھا۔ سائنس نے بلا شبہ وقت کے ساتھ ساتھ بے پناہ ترقی کی ہے لیکن وہ افراد جن کو مرے ہوئے سیکڑوں سال بیت گئے ہوں ان کی کھوپڑیوں کا دوبارہ زندہ انسانوں کی شکل میں آکر بات چیت کرنا ایک ناقابل یقین عمل تھا۔ جہاں تک گراہم کی کھوپڑی کے حیرت انگیز آپریشن کا معاملہ تھا تو وہ عمل میرے لیے زیادہ پراسرار نہیں تھا۔

ہندوستان اور پاکستان میں آج بھی اس قسم کے عمل کرنے والے موجود ہیں۔ میں نے ایسی بے شمار روایتیں سن رکھی تھیں کہ اگر کوئی عامل اور کامل شخص کسی انسان کا پتلا بنا کر اس کے جسم کے مخصوص حصوں میں سوئیاں چبھو کر اسے پرانے قبرستان یا مرگھٹ میں زمین کھود کر دفن کردے تو وہ شخص جس پر گندہ عمل کیا گیا ہے اس وقت تک اذیت اور کرب کی حالت سے دوچار رہتا ہے جب تک اس کا پتلا دوبارہ زمین سے برآمد کرکے اس میں چبھوئی گئی سوئیوں کو علیحدہ نہ کیا جائے۔

روپ نگر میں دوران ملازمت میں سفلی شعبدہ بازیوں کے ایسے کئی واقعات سے دوچار ہو چکا تھا جس پر آج بھی یقین کرنے کو جی نہیں چاہتا تھا لیکن انہیں جھٹلایا بھی نہیں جا سکتا' خاص طور پر جمنا کی گرفتاری کے بعد میں نے حوالات کی آہنی سلاخوں کو موم کی طرح پگھلا ہوا دیکھا تھا۔ زمیندار حشمت خان والا معاملہ' اونکار ناتھ اور پٹواری اوم پرکاش والے تمام حادثات گندے سفلی عمل کا نتیجہ تھے جس کے بے شمار عینی شاہد آج بھی روپ نگر میں موجود تھے' بہرحال گراہم کی ماسک زدہ کھوپڑی کا آپریشن میرے لیے خاصا دلچسپ رہا تھا اور میں اس کے نتائج معلوم کرنے کے لیے بہت بے چین تھا۔ مجھے اس بات پر بھی تشویش تھی کہ ندیم کے کارندوں نے ابھی تک مجھے بچانے کی کوشش کیوں نہیں کی تھی۔

دس منٹ بعد میں تیار ہو کر ڈائننگ روم میں پہنچا۔ مرجینا وہاں پہلے سے موجود تھی۔ اس کے جسم پر اس وقت بھی شب خوابی کا لباس موجود تھا جس کے اوپر اس نے ایک ہلکی شال ڈال رکھی تھی۔ اس کی آنکھوں سے نیند کا خمار جھانک رہا تھا۔ شاید وہ رات دیر سے سوئی تھی۔ اس وقت اس کے اندر وہ شوخی اور شرارت بھی نظر نہیں آرہی تھی جو میں گزشتہ شام دیکھ چکا تھا۔ وہ کسی خیال میں مستغرق تھی۔ میں نے قریب پہنچ کر اسے صبح بخیر کے کلمات سے نوازا تو وہ اس طرح چونکی جیسے اسے کچی نیند سے جھنجوڑ کر زبردستی بیدار کردیا گیا ہو۔

"میرا خیال ہے کہ تم رات لکی اسٹارز سے خاصی دیر سے واپس آئی ہو؟"

"ہاں۔" اس نے مجھے دیکھ کر مسکرانے کی کوشش کی لیکن اس وقت اس کی مسکراہٹ میں وہ کشش نہیں تھی جو دلوں کی دھڑکنوں کو گرما دیتی ہے۔

"پھر تمہیں اتنی جلدی بیدار ہونے کی کیا ضرورت تھی۔" میں نے ٹیبل کی دوسری طرف اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "یہ تمہارا اپنا گھر ہے یہاں صرف تمہارا حکم چلتا ہے۔ تم ملازموں کو ہدایت بھی کر سکتی تھیں کہ تمہیں جگانے کی کوشش نہ کی جائے۔"

"ضرغام اسی لیے تم سے ناشتے کے لیے دریافت کرنے گیا تھا۔" وہ جماہی لیتے ہوئے بولی۔ "تم نے ڈائننگ ٹیبل پر ناشتا کرنے کا خیال ظاہر کیا تو اس نے مجبوراً مجھے جگانا ضروری سمجھا۔"

"کیا مطلب؟"

"تم اپنے کمرے میں ناشتا کرتے تو اور بات تھی لیکن تمہارا ڈائننگ ٹیبل پر تنہا بیٹھ کر ناشتا کرنا مجھے منظور نہیں تھا۔ اسی لیے میں نے رات سونے سے پہلے ضرغام کو ضروری ہدایت کردی تھی۔"

"میں تمہاری باتوں کو کیا رنگ دوں۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے سوال کیا۔ "تمہیں میری خواہشات کا خیال بھی دامن گیر رہتا ہے اور تم ہی نے مجھے اس پنجرے میں قید کر رکھا ہے۔"

"عشق کی انتہا انسان کو اکثر دیوانگی کی آخری حدوں تک لے جاتی ہے لیکن اگر تم مجھ سے دل برداشتہ ہو کر یہاں سے جانا چاہتے ہو تو اب میں تمہیں یہاں رکنے پر مجبور بھی نہیں کروں گی۔"

"میں خواب دیکھ رہا ہوں یا تم دیوانگی کی سرحدوں سے واپس لوٹ آئی ہو۔" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"اس وقت شاید میں حقیقت پسندی کی بات کر رہی ہوں۔" وہ ایک لمحے کے لیے خاموش ہو گئی پھر جب ضرغام ناشتے کے لوازمات میز پر چننے کے بعد مرجینا کے اشارے پر واپس چلا گیا تو اس نے میرے لیے چائے تیار کی اور کپ میری جانب بڑھاتے ہوئے بڑی ٹھنڈی سانس بھر کر بولی۔

"مجھے اپنی حیثیت کا احساس ہو چکا ہے۔ میں شاید عورت نہیں۔ صرف ایک کیبرے ڈانسر ہوں جس کا کام بہکے ہوئے شرابیوں کا دل بہلانا ہے' رقص کرتے وقت میں دیکھتی ہوں کہ بڑے بڑے سرمایہ دار' سیاست داں اور زہد و تقویٰ کی تعلیم دینے والے مبلغ بھی میرے جسم کی ایک ایک حرکتوں پر دیوانہ وار مرمٹنے کو تیار رہتے ہیں۔ وہ دونوں ہاتھوں سے میرے اوپر سرمایہ لٹانے کی خاطر ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں بالکل اسی طرح جس طرح ایک گودے دار ہڈی بے شمار کتوں کو اس کے حصول کی خاطر لہولہان کر دیتی ہے۔ میں ان کی نگاہوں کی بوالہوسی کا اندازہ لگانے کی صلاحیت رکھتی ہوں۔ وقت' حالات اور پیشے کی نوعیت نے مجھے تجربہ کار کر دیا ہے۔ کسی دانشور کا قول ہے کہ رات کی تاریکی گناہوں کو ختم دیتی ہے' اس نے ٹھیک ہی کہا ہے۔ لوگ صرف ایک رات کے لیے تو مجھے اپنی آغوش کی زینت بنانے کی خاطر مجنوں اور فرہاد کو بھی بہت پیچھے چھوڑ دیتے ہیں لیکن صبح کا اجالا پھیلتے ہی وہ مجھ سے چھٹکارا حاصل کرنے کی خاطر قسم قسم کے بہانے تراشنے لگتے ہیں' انہیں اپنی شرافت اور عزت میری عصمت سے زیادہ پیاری ہوتی ہے۔ وہ شرافت کا لبادہ اوڑھ کر انسانوں کی بھیڑ بھاڑ میں بہ آسانی گم ہو جاتے ہیں لیکن میں شاید اپنی پیشانی سے بدنامی کے اس داغ کو نہیں مٹا سکتی جو تمہارے معاشرے اور مہذب سماج کا ایک انمول تحفہ ہے۔"

"میں کہیں خواب تو نہیں دیکھ رہا۔" میں نے اس کی گفتگو سے محظوظ ہوتے ہوئے کہا۔ "آج تو تم خاصی ہوش مندی کی باتیں کر رہی ہو۔"

"ہوش زندگی میں ہر شخص کو ایک بار ضرور آتا ہے۔" وہ چائے کا ایک گھونٹ لیتے ہوئے بڑے فلسفیانہ انداز میں بولی۔ "کسی کو اس وقت جب وہ سنبھل کر زندگی کی شاہراہوں پر ثابت قدم ہو جاتا ہے اور کوئی اس وقت ہڑبڑا کر سنبھلنے کی کوشش کرتا ہے جب توبہ کے دروازے اس پر بند ہو جاتے ہیں۔ واپسی کے سارے راستے مسدود ہو کر رہ جاتے ہیں اور وہ گھٹ گھٹ کر لمحہ بہ لمحہ موت سے قریب تر ہونے لگتا ہے۔"

"تمہیں سنبھلنے سے کس نے روکا ہے۔" میں نے اس کی باتوں میں دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔ "کیا کوئی خاص مجبوری لاحق ہے؟"

"یہی سمجھ لو۔" وہ اداس لہجے میں بولی پھر ناشتا کرنے میں مصروف ہو گئی۔ کچھ دیر تک ہم خاموشی سے بیٹھے زندگی کی حرارت کو برقرار رکھنے کی خاطر پیٹ کا ایندھن بھرتے رہے پھر میں نے دبی زبان میں کہا۔

"آج تمہاری باتیں مجھے بھلی معلوم ہو رہی ہیں۔"

"صرف باتیں؟" وہ زہرخند سے بولی۔

"کیا تمہارے کہنے کے بموجب میں اب واقعی آزاد ہوں۔" میں نے اس کے جملے کی گہرائی سے بوکھلا کر جلدی سے گفتگو کا موضوع بدل دیا۔

"ہاں۔ تم جب چاہے جا سکتے ہو لیکن اگر رات کی تاریکی میں جاؤ تو زیادہ مناسب ہو گا۔" اس نے سپاٹ آواز میں کہا پھر جلدی سے وضاحت کرتے ہوئے بولی۔ "میں نہیں چاہتی کہ تمہیں کوئی میری رہائش گاہ سے نکلتے دیکھے۔ تمہارے اچانک منظر عام سے غائب ہو جانے کے بعد گراہم اور ایڈی کو خاص تشویش لاحق ہے۔ ان کے آدمی تمہاری تلاش میں ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں۔"

"تمہیں اس کا اندازہ کس طرح ہوا؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"کل رات بھی وہ دونوں سر جوڑے بیٹھے تمہاری اچانک گمشدگی کے بارے میں باتیں کر رہے تھے لیکن ـــــــ" وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"لیکن کیا؟" میں نے بے چینی سے پوچھا۔

"گراہم کے ساتھ جو حادثہ پیش آیا ہے اس نے لکی اسٹارز کے تمام بڑوں کو پریشان کر دیا ہے لیکن ایڈی۔ شاید اس نے اس حادثے کا کوئی خاص اثر نہیں لیا۔"

"گراہم کو کیا حادثہ پیش آیا؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے۔ لوگوں کا فی الحال یہی خیال ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"میں خود بھی ابھی تک کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکی' جو

کچھ ہوا وہ اس قدر اچانک ہوا کہ میرے علاوہ ایڈی بھی ایک لمحے کو پریشان ہوگیا۔"

میرے دل کی دھڑکن بتدریج تیز ہو رہی تھی۔ مرجینا نے اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"گراہم اپنے خاص کمرے میں بیٹھا ایڈی سے تمہارے ہی سلسلے میں بات کر رہا تھا جب اس نے اچانک کراہ کر اپنے سر پر ہاتھ رکھا پھر وہ اس طرح دونوں ہاتھوں سے سر کو پکڑ کر چیخنے لگا جیسے کسی شدید ذہنی دباؤ میں مبتلا ہو۔ اس پر دیوانگی کی سی کیفیت طاری ہو رہی تھی۔ ایڈی نے [illegible] وقت ڈاکٹر کو فون کیا پھر ڈاکٹر نے [illegible] گراہم [illegible] ہاتھ پکڑ کر سر سے ہٹایا تو میں جھرجھری لے کر ر[illegible]۔ اس کے سر کے مختلف حصوں سے خون کی دھاریں پھوٹ رہی تھیں۔ وہ دیوانوں کی طرح چیخ رہا تھا۔ اس عالم میں اس نے ایڈی کو بھی نہیں پہچانا تھا۔ ڈاکٹر نے اسے فوری طور پر ہسپتال کے آئی سی یو میں منتقل کردیا ہے۔"

"برین ہیمرج۔" میں نے انجان بنتے ہوئے پوچھا۔

"ہو سکتا ہے لیکن ڈاکٹر نے رات گئے معائنے اور ضروری ٹیسٹ کرانے کے بعد کچھ اور کہا ہے۔" مرجینا نے بے پروائی سے کہا۔ "اس کا خیال ہے کہ گراہم کی کچھ حساس نسیں پنکچر ہوگئی ہیں جس کی وجہ سے وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے۔"

"ایڈی کا اب میرے بارے میں کیا خیال ہے۔"

"ممکن ہے میرا اندازہ غلط ہو لیکن شاید وہ اب بھی تمہارا پیچھا آسانی سے نہیں چھوڑے گا۔" مرجینا بولی۔ "اس کا شمار ان دہشت گردوں میں ہوتا ہے جو ایک بار کسی بات کا ارادہ کرلیں تو موت بھی ان کو اس ارادے کی تکمیل سے نہیں روک سکتی۔"

"کیا تم جانتی ہو کہ ایڈی کا قیام کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اس کے بارے میں کوئی بھی وثوق سے نہیں کہہ سکتا۔" مرجینا نے کہا۔ "وہ ضرورت سے کچھ زیادہ محتاط زندگی گزارنے کا عادی ہے۔ کسی ایک جگہ ٹک کر نہیں ٹھہرتا لیکن تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟ کیا تم ایڈی سے ٹکرانے کے بارے میں تو نہیں سوچ رہے؟ اگر ایسا ہے تو یہ خیال اپنے ذہن سے نکال دو۔ وہ اپنا سایہ دیکھ کر بھی چونک اٹھنے کا عادی ہے۔ جمی کی موت نے اسے اور خطرناک بنادیا ہے۔"

"تم جمی کے بارے میں کیا جانتی ہو؟" میں نے اسے وضاحت طلب نظروں سے گھورا۔

"شاید وہ ایڈی کا کوئی اہم آدمی تھا جو پولیس کی نظ[ر] میں آگیا تھا۔" مرجینا نے بے پروائی سے جواب دیا "ایڈی نے میری موجودگی میں گراہم سے کہا تھا کہ وہ جم[ی کی] موت کا انتقام لیے بغیر چین سے نہیں بیٹھے گا۔"

"میرا خیال ہے کہ تم میری ایک اچھی دوست ثا[بت] ہو سکتی ہو۔" میں نے مرجینا کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہاں سے جانے کے بعد بھی تمہیں یاد رکھوں گا۔"

"میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھوں گی۔"

"کیا تمہارے پاس میک اپ کا سامان موجود ہوگا؟"

"چیل کے گھونسلے میں ماس نہ ہو۔ بھلا یہ کیسے [ممکن] ہے مگر تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"میں چاہتا ہوں کہ یہاں سے میک اپ کرنے کے [بعد] ہی باہر قدم نکالوں تاکہ ایڈی یا اس کے آدمی مجھے شناخ[ت] نہ کر سکیں۔"

"اچھا خیال ہے۔ ویسے تمہیں اس سلسلے میں بھی [کسی] دشواری کا سامنا نہیں کرنا ہوگا۔" وہ مجھے دلچسپ نگاہو[ں] سے دیکھتے ہوئے بولی۔ "تمہارا ایسا میک اپ کردوں گی [کہ] تم بھی خود اپنے آپ کو پہچاننے میں دھوکا کھا جاؤ گے لیک[ن] ایک شرط پر۔"

"وہ کیا؟"

"جب تک میں اس شہر میں ہوں تم مجھ سے فون [پر] رابطہ ضرور قائم رکھو گے۔" وہ جذباتی لہجے میں بولی۔ "وقت پڑنے پر کبھی کبھی کھوٹا سکہ بھی کام آجاتا ہے۔ ہو سک[تا] ہے کہ میں بھی تمہارے کسی کام آسکوں۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔" میں نے خلوص دل سے کہا [اور] ناشتا کرنے میں مصروف ہوگیا۔ مرجینا کسی سوچ میں مستغر[ق] نظر آنے لگی۔ شاید میرے جانے کے خیال نے اسے آزردہ خاطر کردیا تھا۔ اس کیفیت میں، میں نے اسے چھیڑ[نا] مناسب نہیں سمجھا۔

❀

میں نے قد آدم آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنا جائز[ہ] لیا۔ مرجینا نے غلط نہیں کہا تھا۔ اس وقت میرے چہرے کی ظاہری ساخت میں اس قدر نمایاں تبدیلیاں آچکی تھیں کہ میں خود اپنے آپ کو نہ پہچان سکا۔ مجھے یقین تھا اس حلیے میں شاید ندیم اور اس کے ساتھی بھی مجھے شناخت نہ کر سکیں گے۔ ندیم کا خیال ذہن میں ابھرتے ہی میرے اندر ایک تجسس آمیز سی ہلچل پھیل گئی۔ ہوٹل میں آخری بار

گفتگو کے دوران اس نے حالات کے پیش نظر فوری طور پر واپسی کا مشورہ دیا تھا۔ اس نے مجھے یہ باور کرانے کی کوشش بھی کی تھی کہ وہ میری طرف سے ایک لمحے کو بھی غافل نہیں رہتا۔ اس کے تعین کردہ افراد ہر وقت چوکس رہ کر میری نگرانی کرتے رہتے ہیں اور اسے پل پل کی خبروں سے آگاہ کرتے رہتے ہیں۔ تو کیا ندیم کو ابھی تک میرے اغوا کی اطلاع نہیں ملی تھی جو اس کی جانب سے میری بازیابی کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ مرجینا الحبیب کلب اسٹارز میں ایک کیبرے ڈانسر کی حیثیت سے کنٹریکٹ پر آئی تھی لیکن بہت جلد گراہم سے بے تکلف ہوگئی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنے پیشے کی نوعیت کے اعتبار سے اس میں کوئی عار نہ سمجھا ہو۔ دولت کے حصول اور اپنی بقا کے لیے دنیا کے بڑے بڑے ہوٹلوں کے مالکان اور دیگر ایسے تمام اداروں سے جہاں سے اس کا تجارتی تعلق ہو اس کا پیشہ ورانہ تعلقات خوشگوار رکھنا ضروری تھا۔ دولت کے حصول کی خاطر ہی وہ اپنے جسم کی نمائش اور ہیجان انگیز رقص کا مظاہرہ کرنے پر مجبور تھی۔ وہ بلاشبہ ایک خوبصورت اور حسین فنکارہ تھی۔ اسے لوگوں کا دل جیتنا آتا تھا، وہ امربیل کی طرح لوگوں کو شکار کرنے کی خاطر ان کے اطراف خوبصورت جال بُننے کے فن میں بھی مہارت رکھتی تھی۔ دولت کی خاطر وہ کچھ بھی کر سکتی تھی۔ مجھے بھی گراہم کے اشارے پر ختم کر سکتی تھی۔ مرجینا کو اس بات کا احساس ضرور ہوگا کہ دنیا کے تمام فنکاروں کی طرح جب اس کی عمر ڈھلنے لگے گی اور جسم کے اعضا اس کا ساتھ چھوڑنے لگیں گے تو اس کے چاہنے والوں میں بھی کمی ہو جائے گی۔ وہ فنکار جنہیں اس بات کا احساس ہوتا ہے وہ وقت کو رائگاں نہیں جانے دیتے۔ اس کے ایک ایک پل اور ایک ایک لمحے کو کیش کرتے رہتے ہیں تاکہ انہیں بعد میں پچھتاوؤں کا شکار نہ ہونا پڑے۔

گراہم اور ایڈی میرے دو بڑے دشمن تھے۔ جمی کی موت کے بعد وہ مجھے ہر قیمت پر اپنے راستے سے ہٹانا چاہتے تھے۔ مرجینا کلب اسٹارز میں پرفارم کر رہی تھی، وہ میری قدر و قیمت سے واقف تھی اگر چاہتی تو منہ مانگے دام وصول کر کے مجھے میرے دشمنوں کے حوالے کر سکتی تھی لیکن اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ حالات کی سنگین نوعیت کو بھانپتے ہوئے وہ مجھے خطرات کے سمندر سے نکال لائی تھی۔ نہ جانے کیوں وہ مجھ سے مانوس ہوگئی تھی۔ میرے خیال میں پیشے کے اعتبار سے وہ کسی کے دام عشق میں گرفتار ہونے والی اسامی نہیں تھی لیکن شاید قدرت میرے اوپر مہربان تھی۔ مرجینا نے نہ صرف مجھے موت کے منہ سے نکالا تھا بلکہ اسی نے مجھے گراہم کی دیوانگی سے باخبر کیا تھا۔ لیڈی مکلارنس نے جو کچھ کیا تھا گراہم پوری طرح اس کا شکار ہوگیا تھا۔ مرجینا کو ان حالات کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا لیکن وہ اچانک میرے اوپر بہت زیادہ مہربان ہوگئی تھی۔ میں اپنی ذات سے اس کی دلچسپی کو کوئی نام نہیں دے سکا لیکن میں نے یہ ضرور طے کرلیا تھا کہ وہ جب تک لندن میں رہے گی میں اس سے رابطہ ضرور رکھوں گا۔

میں آئینے کے سامنے سے ہٹا تو میں نے مرجینا کو اپنی طرف متوجہ پایا۔ وہ بڑے انہماک اور حسرت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس نے خود اپنے ہاتھوں سے بڑی مہارت کے ساتھ میرا میک اپ کیا تھا لیکن اب شاید میری جدائی کا احساس اس کی آنکھوں میں اتر آیا تھا۔ اس نے مجھے کن حالات اور کن وجوہات کی بنا پر اغوا کیا تھا یہ وہی بہتر جانتی تھی۔ میں صرف اتنا جانتا تھا کہ اس کے بروقت ایکشن نے مجھے ایک بڑے نقصان سے بچالیا تھا۔ مجھے اس سے کوئی شکایت نہیں تھی، اگر کوئی شکوہ تھا تو ندیم سے تھا جس نے پلٹ کر میری کوئی خبر نہیں لی تھی۔

"تم یہاں سے نکل کر کہاں جاؤ گے؟" مرجینا نے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"ابھی میں نے کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا۔"

"میری طرف سے تمہارے اوپر کوئی بندش نہیں ہے۔" وہ مسکرا کر بولی۔ "تم ہر طرح سے آزاد ہو لیکن چاہو تو کچھ دن اور یہاں قیام کر سکتے ہو۔"

"جو لوگ موقعے سے فائدہ نہیں اٹھاتے وہ اکثر خسارے میں رہتے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"مجھے یقین ہے کہ گراہم کی دیوانگی نے اس وقت ایڈی کی تمام تر توجہ... اسی کی جانب مبذول کر رکھی ہوگی۔" میں نے بڑے سفاک انداز میں کہا۔ "میرے ایک دشمن کو قدرت نے سزا دی اور دوسرے کو میں موت کے گھاٹ اتاروں گا۔ اس وقت حالات میرے حق میں سازگار ہیں، میں ان سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔"

"سوچ لو۔ ایڈی سے ٹکرانا تمہارے لیے لوہے کے چنے چبانے سے زیادہ سخت مرحلہ ثابت ہوگا۔"

"مجھے موت اور خدا دونوں پر کامل یقین ہے۔" میں

نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "خدا کے حکم کے بغیر کوئی پتا بھی نہیں کھڑک سکتا اور موت کا جو وقت لکھا جا چکا ہے اسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں ٹال سکتی۔"

"میری ایک درخواست مانو گے۔" مرجینا نے کہا پھر خود ہی وضاحت کرتے ہوئے بولی۔ "میرے گھر سے تمہارا پیدل نکلنا تمہارے دشمنوں کے کان کھڑے کر سکتا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ کسی کو تمہارے بارے میں کوئی شبہ لاحق ہو اس لیے تم جہاں بھی چاہو ضرغام تمہیں میری اس گاڑی میں چھوڑ آئے گا جسے میں خاص خاص موقعوں پر استعمال کرتی ہوں۔"

میں نے کچھ دیر سوچنے کے بعد اس کی پیشکش قبول کرلی۔ اس نے بلاشبہ بڑی دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے مجھے ایک نیک مشورہ دیا تھا۔ میں جانے کے لیے بڑھا پھر مجھے ندیم کا خیال آگیا۔ میں نے پلٹ کر مرجینا سے کہا۔

"کیا میں تمہارے فون سے ایک ضروری کال کر سکتا ہوں۔"

پھر مرجینا کی اجازت سے میں نے اپنے ہوٹل کے نمبر ڈائل کیے۔ ندیم سے رابطہ قائم ہونے میں مجھے دیر نہیں ہوئی۔ یہ بھی میری خوش قسمتی تھی کہ کال ندیم ہی نے ریسیو کی تھی' اگر تسیم نے ریسیور اٹھایا ہوتا تو شاید میں کوئی گفتگو کیے بغیر ہی سلسلہ منقطع کر دیتا۔

"میں نے تمہیں صرف یہ اطلاع دینے کے لیے فون کیا ہے کہ ابھی میں زندہ ہوں۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

"اس وقت کہاں سے بول رہے ہو؟" ندیم نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"جہنم سے۔" میں نے جھلا کر جواب دیا۔

"کفران نعمت کی باتوں سے پرہیز کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔" ندیم نے بے پروائی سے کہا۔ "جنت میں رہ کر جہنم کی باتیں کرنا تمہیں زیب نہیں دیتا۔ کاش تمہاری جگہ میں ہوتا۔"

"کیا مطلب؟" میں چونک اٹھا۔

"تم جہاں مقیم ہو اس کے لاکھوں پرستار وہاں سے صرف بند پھاٹک کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ کر پلٹ جاتے ہیں اور تم اسے جہنم کہہ رہے ہو۔ بڑی حیرت کی بات ہے۔"

"تم نے سب کچھ معلوم ہونے کے باوجود کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ کوئی خاص وجہ؟"

"ہاں۔" ندیم نے اس بار گہری سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں تمہاری طرف سے غافل نہیں ہوں' لیکن میرا خیال ہے کہ تم جہاں ہو وہاں بہت زیادہ محفوظ ہو۔ باہر کے حالات جس تیزی سے تبدیل ہو رہے ہیں تمہیں شاید اس کا اندازہ نہیں ہے۔"

"تم شاید آکٹوپس کے ذہنی توازن کھو بیٹھنے کی بات کر رہے ہو۔"

"کیا؟" ندیم نے حیرت کا اظہار کیا۔ "تمہیں اس کی اطلاع کس طرح ملی؟ کیا مرجینا نے بتایا ہے؟"

"یہ بھی درست ہے لیکن میری چھٹی حس نے عین اسی وقت مجھے چونکا دیا تھا جب وہ پہاڑ کا تودا (گراہم) مے نوشی کرتے کرتے اچانک اذیتناک حالات کا شکار ہوا تھا۔"

"اگر تمہیں صورت حال کا علم ہو چکا ہے تو پھر میں تمہیں اس جنت سے باہر قدم نکالنے کا مشورہ نہیں دوں گا جسے تم جہنم کا نام دے رہے ہو۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "آکٹوپس اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے اور اب کسی خون آشام درندے کے مانند لندن کے گلی کوچوں میں تمہاری بُو سونگھتا پھر رہا ہے۔ وہ جمی کی موت کا حساب بے باق کرنے کی خاطر پاگل ہو رہا ہے۔"

"تم جانتے ہو کہ شکار کھیلنا میری ہابی ہے اور شکاری وہی ہوتا ہے جو شیر کی کچھار میں گھس کر اسے اپنی گولی کا نشانہ بنا دے۔"

"میں تمہیں اس قسم کی کسی حماقت کا مشورہ نہیں دوں گا۔"

"مجھے اب تمہارے مشورے کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے ٹھوس آواز میں جواب دیا۔ "اب میں نے خود اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کا فیصلہ کرلیا ہے۔"

"کیا تم صرف چوبیس گھنٹے اور انتظار نہیں کر سکتے۔"

"نہیں۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "اب میں ایک لمحہ بھی ضائع کرنے کو تیار نہیں ہوں۔"

پھر اس سے پیشتر کہ ندیم کوئی جواب دیتا میں نے لائن کاٹ دی۔ بہرحال میرا یہ خیال غلط ثابت ہوا کہ ندیم میری طرف سے بے خبر تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اس کے آدمی شب و روز میری نگرانی پر مامور ہوں گے۔ مرجینا سے اجازت لے کر میں باہر آیا تو پورٹیکو میں دروازے سے ملی ہوئی سیاہ رنگ کی ایک اسپورٹس کار کھڑی ہوئی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ضرغام پہلے سے موجود تھا۔ میں مرجینا سے رخصتی مصافحہ کرنے کے بعد گاڑی میں بیٹھا تو ضرغام نے پوچھا۔

"کہاں چلنا ہے جناب؟"

"لکی اشارز۔" میں نے سرد آواز میں کہا تو سیاہ رنگ کی اسپورٹس کار حرکت میں آگئی۔ عمارت کے پھاٹک سے نکلتے ہوئے ضرغام نے مجھے شیشے چڑھانے کی گزارش کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتا دیا تھا کہ گاڑی مکمل طور پر بلٹ پروف ہے اس لیے مجھے کسی قسم کی پریشانی لاحق نہیں ہونی چاہیے۔ ضرغام ڈرائیونگ کے معاملے میں خاصی مہارت رکھتا تھا۔ اس نے مجھے لکی اشارز کے پارکنگ لاٹ تک پہنچانے میں بڑی پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا۔ میں نے راستے ہی میں اس بات کا اندازہ لگایا تھا کہ میرا تعاقب نہیں کیا گیا تھا۔ میں نے اپنی دستی گھڑی پر نظر ڈالی۔ اس وقت رات کے ساڑھے گیارہ کا عمل تھا۔ گراہم کو گزشتہ رات جو سانحہ پیش آیا تھا اس نے لکی اشارز کے روز مرہ کے ہنگاموں پر کوئی اثر نہیں ڈالا تھا۔ میں نے احتیاطاً اپنا آٹومیٹک چیک کیا جو اس وقت بھی میری پتلون میں موجود تھا۔ فاضل میگزین میں نے دوسری جیب میں رکھا تھا کہ خطرے کی صورت میں اسے نکالنے میں دیر نہ ہو۔

اسپورٹس کار سے نیچے اتر کر میں نے روایتی انداز میں جیب سے سگریٹ نکال کر سلگایا اور لفٹ کی طرف قدم بڑھانے لگا' شراب کی ملی جلی مہک اور قہقہوں کی آوازوں نے ماحول کو اپنی گرفت میں لے رکھا تھا۔

میں قدم بڑھاتا ہوا عمارت میں داخل ہوا پھر لفٹ میں سوار ہو کر تھرڈ فلور کا بٹن دبا دیا۔ لفٹ میں' میں تنہا نہیں تھا میرے ساتھ پانچ افراد اور بھی تھے۔ لفٹ کی چوڑائی اور لمبائی پانچ فٹ اور نو فٹ سے کسی طرح کم نہیں ہوگی۔ دو افراد سامنے کے حصے سے ٹیک لگائے کھڑے تھے جن میں ایک مقامی اور ایک غیر ملکی باشندہ تھا۔ میں درمیان میں جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا تھا۔ دروازے کے قریب ایک تیسرا شخص جو ڈیل ڈول کے اعتبار سے کسی بن مانس سے کم نہ تھا ایک مقامی لڑکی کے ساتھ کھڑا باتوں میں مصروف تھا۔

لفٹ دوسری منزل پر رکی تو ہمارے درمیان ایک فرد کا اضافہ ہو گیا۔ وہ مجھے کچھ جانا پہچانا لگ رہا تھا۔ خاص طور پر اس کی آنکھیں میری توجہ کا سبب بنی تھیں۔ میں ان آنکھوں کو پہلے بھی کہیں بہت قریب سے دیکھ چکا تھا۔ کہاں؟ مجھے یاد نہیں آ رہا تھا۔ دروازہ بند ہونے کے بعد لفٹ دوبارہ چلی لیکن تیسری منزل پر پہنچنے سے پہلے ہی وہ غیر متحرک ہو کر رک گئی۔ پاور آف ہو جانے کے ساتھ ہی لفٹ کے اندر گھپ اندھیرا پھیل گیا۔ میری چھٹی حس میں بس اچانک ہی کسی نادیدہ خطرے کا احساس ابھر آیا۔ میں نے بڑی تیزی سے اپنی جگہ تبدیل کی۔ دوسرے ہی لمحے ایک ہلکی سی "پچ" کی آواز ابھری اس کے ساتھ ہی کوئی کراہتا ہوا بھد سے فرش پر گرا تھا۔ لڑکی کی چیخ کی آواز نے اس بات کی نشاندہی بھی کر دی کہ مرنے والا شاید اسی کا گرانڈیل ساتھی تھا۔

"وہاٹ نان سینس۔" انگریز باشندے کی آواز میرے بائیں جانب سے ابھری پھر مجھے ایسا ہی لگا جیسے دو آدمی آپس میں گتھم گتھا ہو گئے ہوں۔ میں نے ایک بار پھر اپنی پوزیشن اندھیرے میں بدلی اور جیب سے اپنا آٹومیٹک نکال لیا۔ جو کچھ ہو رہا تھا میں اسے محض اتفاقیہ سانحہ نہیں کہہ سکتا تھا۔ وہ سب کچھ سوچی سمجھی سازش کا نتیجہ تھا۔ شاید میرے دشمنوں کو لکی اشارز میں میرے داخلے کی اطلاع کسی طرح مل گئی تھی اور انہوں نے جلدی میں مجھے لفٹ کے اندر ہی شکار کر لینے کا منصوبہ بنا ڈالا تھا۔

جو دو فرد آپس میں گتھم گتھا ہوئے تھے اب ان کی زبان سے مغلظات بھی نکلنا شروع ہو گئی تھیں۔ ان کی پوزیشن بار بار تبدیل ہو رہی تھی۔ ایک بار وہ دونوں مجھ سے ٹکرا گئے تھے۔ انگریز باشندہ بوکھلا کر "ہیلپ ہیلپ" کی آوازیں لگا رہا تھا۔ میں تیزی سے پنجوں کے بل اٹھا اور اندازے سے دروازے کی جانب کھسکنے لگا' پھر میرا ہاتھ کسی کے جسم سے ٹکرایا تھا۔ وہ وہی لڑکی تھی جو دروازے کے پاس کھڑی تھی۔ میرا ہاتھ اپنے جسم سے ٹکراتے ہی اس نے چیخنے کی کوشش کی تھی لیکن دوسرے ہی لمحے میں نے اپنا ایک ہاتھ اس کے منہ پر پوری قوت سے جما دیا اور دوسرا ہاتھ اس کی کمر کے گرد ڈال کر اسے قدرے آگے کی جانب ہٹا دیا اور خود دیوار سے لگ گیا۔ اب وہ میرے لیے ڈھال کا کام دے رہی تھی۔ اس نے خود کو میری گرفت سے آزاد کرنے کی جدوجہد شروع کی تو میں نے اس کے کانوں میں سرگوشی کی۔ "بے بی زندگی چاہتی ہو تو منہ سے کوئی آواز نکالنے کی حماقت نہ کرنا۔" میری دھمکی کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ لڑکی نے اپنی جدوجہد ایک دم ختم کر دی لیکن میں اس کی بکھری بکھری سانسوں کے زیر و بم کو بخوبی محسوس کر رہا تھا۔

لڑکی خاموش ہو چکی تھی لیکن اس کی سانسیں اب بھی تیز تیز چل رہی تھیں‘ میری سرگوشی کا خاطر خواہ اثر ہوا تھا‘ شاید اس کے ذہن میں یہی خیال ابھرا کہ اس کے ساتھی کو میں نے ہی کسی سائلنسر لگے پستول سے ہلاک کیا ہوگا۔ وہ بظاہر پہلی نظر میں مجھے کوئی کال گرل نہیں لگی تھی لیکن مجھے اس کے کردار کے بارے میں کوئی خوش فہمی بھی نہیں تھی۔ اگر وہ نیک اور شریف ہوتی تو مقامی ہونے کے باوجود ایک دیسی باشندے کے ساتھ جو اس کے مقابلے میں دیو قامت ہی لگ رہا تھا اس طرح نہ ہنس بول رہی ہوتی‘ اس کے علاوہ کیسینو میں کسی شریف لڑکی کے آنے کا سوال ہی نہیں تھا‘ دونوں کی عمروں میں اتنا تضاد تھا کہ لڑکی کو اس گرانڈیل شخص کی گرل فرینڈ بھی نہیں سمجھا جاسکتا تھا‘ وہ یقیناً اس لڑکی کو کسی معقول معاوضے کے عوض ہی لکی اسٹارز تک لانے میں کامیاب ہوا تھا لیکن اب شاید وہ اس دنیا میں نہیں رہا تھا۔ جس طرح وہ کراہتا ہوا دھم سے لفٹ کے فرش پر گرا تھا اس سے میں نے فوری طور پر یہی اندازہ لگایا تھا‘ بہرحال وہ مقامی لڑکی اب میرے لیے ڈھال کا کام دے رہی تھی۔

جو افراد آپس میں گتھم گتھا تھے ان کی زبان سے بدستور گالیوں کا طوفان جاری تھا۔ ان میں سے ایک وہی تھا جو دوسرے فلور سے لفٹ میں سوار ہوا تھا اور دوسرا شخص وہی ہو سکتا تھا جو میرے ساتھ پہلے سے لفٹ میں موجود تھا۔

دوسرے فلور سے لفٹ کی روانگی کے بعد پاور فیل ہو جانے کے بعد لفٹ کا درمیان میں رک جانا محض ایک اتفاقیہ امر نہیں تھا‘ اس کیسینو میں یقیناً ایسے بریک ڈاؤن کے اتفاقیہ حالات سے نمٹنے کے لیے اسٹینڈ بائی جنریٹر ضرور ہوگا‘ بہرحال جو کچھ ہو رہا تھا وہ یقینی طور پر کسی سوچی سمجھی اسکیم کے پیش نظر ہو رہا تھا۔

انگریزی بیلپ بیلپ کی آوازیں بدستور تھوڑے تھوڑے وقفے سے جاری تھیں‘ آٹومٹک کے دستے پر میری گرفت پوری طرح جمی ہوئی تھی‘ ایک بار دونوں افراد گھپ اندھیرے میں لڑکی سے بھی ٹکرائے تھے جس سے اس کی دل کی دھڑکنیں اور سانسوں کا زیر و بم کچھ اور تیز ہو گیا تھا۔

”تمہارا ساتھی کون تھا؟“ میں نے لڑکی کے کانوں میں سرگوشی کی۔

”........وہ...... وہ مجھ سے ایک گھنٹا قبل ایک بار روم میں ملا تھا اور پھر......“

”پھر تم دولت کی لالچ میں اس کے ساتھ یہاں پہنچ آئیں۔“

”ہاں۔ آں۔“

”کیا تم اسے پہلے سے جانتی ہو؟“

”نہیں......“

”لکی اسٹارز آنے کا مشورہ کس نے دیا تھا؟“

”اسی موٹے آدمی نے جو شاید اب اس دنیا میں نہیں ہے

لیکن...... تم کون ہو؟“ لڑکی نے سہمے ہوئے مدھم لہجے میں سوال کیا۔

”میں تمہارا دشمن نہیں لیکن اگر تم نے میری مرضی کے خلاف شور مچانے کی کوشش کی تو ہو سکتا ہے کہ تمہیں بھی اپنے ساتھی کے ہمراہ دوسری دنیا کے سفر پر روانہ ہونا پڑے۔“

”ن۔ نہیں۔“ اس نے پھنسی پھنسی آواز میں جواب دیا۔ ”میں ایسا ہی کروں گی جیسا تم کہوگے۔“

تاریکی کے باوجود میرا ذہن پوری طرح جاگ رہا تھا۔ مرجینا نے میرے چہرے پر جو میک اپ کیا تھا اس کے باوجود شاید میرے دشمنوں نے مجھے پہچان لیا تھا لیکن وہ شخص کون تھا جو دوسرے فلور سے لفٹ میں سوار ہوا تھا؟ اس کی آنکھیں میری جانی پہچانی تھیں‘ میں اسے پہلے بھی کہیں دیکھ چکا تھا پھر اچانک مجھے یاد آگیا‘ میں نے اس شخص کو ایڈی کے ساتھ اس وقت کھڑے ہوئے دیکھا تھا جب پہلی بار میں تن تنہا گراہم سے ملنے لکی اسٹارز آیا تھا۔ اس کی نگاہوں میں کسی زہریلے ناگ جیسی خوفناک چمک تھی جو میرے ذہن کے گوشوں میں محفوظ ہو کر رہ گئی تھی اور اس وقت وہ جس شخص سے اندھیرے میں موت اور زندگی کی جنگ لڑ رہا تھا وہ یقیناً ندیم کا کوئی سادہ لباس والا تھا جسے میری نگرانی پر مامور کیا گیا تھا لیکن ایک سوال اب بھی تشنہ رہ جاتا تھا‘ اس نے مجھے شناخت کس طرح کرلیا تھا جو وہ میرے ساتھ ہی لفٹ میں سوار ہوا تھا؟ کیا وہ محض اتفاق تھا یا کسی نے میری نشاندہی کردی تھی؟ میرے میک اپ میں ہونے کا راز مرجینا یا ضرغام کے علاوہ کسی اور کو نہیں معلوم تھا پھر یہ سلسلہ افشا کس طرح ہوا؟ کیا مرجینا اس سازش میں شریک تھی یا پھر ضرغام

نے گاڑی سے اترنے کے بعد پہلے سے موجود ایڈی کے کسی آدمی کو میری موجودگی سے آگاہ کردیا تھا۔

چند لمحوں تک گالیوں کی آواز بلند ہوتی رہی پھر کوئی دوسرا شخص بھی کراہ کر خاموش ہوگیا‘ شاید وہ بھی اب اس دنیا میں نہیں رہا تھا لیکن مرنے والا کون تھا؟ ایڈی کے گروہ کا وہ شخص جو دوسرے فلور سے ہمارے ساتھ ہوا تھا یا پھر وہ شخص جو اس کے ساتھ خطرے کی بو سونگھتے ہی الجھ پڑا تھا‘ بہرحال میں اب پوری طرح ہر قسم کی رسک لینے کو تیار تھا۔ میں نے طے کرلیا تھا کہ اگر کسی نے میری طرف آنے کی کوشش کی تو میں اسے بے دریغ ٹھنڈا کردوں گا۔ لڑکی کا نازک جسم اب بھی میری گرفت میں بری طرح لرز رہا تھا۔ کوئی دوسرا موقع ہوتا تو شاید میں اس کے جسم کی حرارت سے ضرور لطف اندوز ہوتا لیکن جب انسان موت اور زندگی کے دوراہے پر کھڑا ہو تو اس وقت لڑکھڑانے کی حماقت کبھی نہیں کرتا‘ میری بھی یہی کیفیت تھی۔ میں نے صرف اپنے بچاؤ کی خاطر اسے بطور ڈھال استعمال کر رکھا تھا۔

”بلیک ڈریگن۔“ کسی نے مدھم آواز میں ندیم کا مخصوص کوڈ استعمال کیا۔ ”آپ کہاں ہیں؟“

”میں خیریت سے ہوں لیکن تم نے مجھے کس طرح پہچان لیا؟“

”یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے۔“ اس کی سرسراتی ہوئی آواز ابھری۔ ”لکی اسٹارز میں ایڈی کے کارندے بہت چوکس ہیں‘ وہ یہاں آنے والے ہر اجنبی کو کھنگال رہے ہیں‘ میں نے بھی ان ہی کی لائن پر عمل کرتے ہوئے ایک رسک لیا تھا۔“

”کیا تم نے اسے ختم کردیا......“ میں نے دھیمی آواز میں پوچھا۔

”نہیں۔ میں نے اسے صرف بے ہوشی کی حالت سے دوچار کیا ہے۔“ اس نے بڑی بے جگری سے جواب دیا۔ ”اب یہ میرے ساتھ ہی واپس جائے گا‘ باس کے یہ احکام ہیں کہ فی الحال ہر قسم کے خون خرابے سے گریز کیا جائے۔“

”کیا ایڈی کے آدمیوں کے چوکس ہونے کے باوجود تم اسے آسانی سے اپنے ساتھ لے جانے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔“

”یہ میرا کام ہے جسے مجھے ہر قیمت پر انجام دینا ہے لیکن اب آپ کا کیا پروگرام ہے؟“

”کیا تم مجھے ایڈی کے بارے میں کچھ بتا سکو گے؟“ میں نے اس کی بات کو یکسر نظرانداز کرتے ہوئے سوال کیا۔ ”میرا مطلب ہے کہ وہ اس وقت کہاں مل سکے گا؟“

”گراہم کو پیش آنے والے حادثے کے بعد اندرونی افراد میں افراتفری سی پھیل گئی ہے‘ ابھی تک اس کی اطلاع یہاں مستقل آنے جانے والوں کو نہیں ہوئی ورنہ شاید وہ ادھر کا رخ بھی نہ کرتے۔“

”میں نے تم سے ایڈی کے بارے میں دریافت کیا تھا۔“

”یقین سے کچھ نہیں کہا جاسکتا مگر میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ گراہم کے بعد عارضی طور پر ایڈی اور اس کے آدمی ہی لکی اسٹارز کی دیکھ بھال کررہے ہیں۔“ اس شخص نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔ ”گراہم کو اچانک اور حیرت انگیز طور پر جس صورت حال سے دوچار ہونا پڑا ہے اس کے بعد ایڈی صرف ایک بار ہسپتال میں دکھائی دیا تھا اس کے بعد سے کسی کو نظر نہیں آیا۔ ممکن ہے حالات کے پیش نظر وہ انڈر گراؤنڈ ہوگیا ہو۔“

پھر اس سے پیشتر کہ میں کوئی دوسرا سوال کرتا لفٹ پاور آجانے سے دوبارہ روشن ہوگئی۔ میں نے لڑکی کو اپنی گرفت سے آزاد کردیا۔ میرے سامنے کھڑا ہوا مقامی باشندہ ابھی تک اسی جگہ کھڑا تھا جہاں میں نے اسے لفٹ میں سوار ہونے کے بعد دیکھا تھا۔ لڑکی اور وہ دونوں اس شخص کو سہمی سہمی نظروں سے دیکھ رہے تھے جس نے دوسرے کسی بے ہوش آدمی کو کندھے پر ڈال رکھا تھا۔ لفٹ کے فرش پر لڑکی کے ساتھ نظر آنے والا بھاری بھرکم شخص اوندھے منہ پڑا تھا لیکن وہ مرا نہیں تھا اس کو نالیا“

بے ہوش کردینے والا "ڈاٹ" مار کر بے بس کردیا گیا تھا جس سے میں نے فوری طور پر یہی اندازہ لگایا تھا کہ ایڈی نے اپنے آدمیوں کو مجھے زندہ گرفتار کرنے کے احکامات جاری کیے ہوں گے، شاید وہ جمی گادر عرف جمی کا انتقام اپنی مرضی کے مطابق لینا چاہتا تھا۔

لفٹ اب تیسرے فلور کی طرف جارہی تھی۔ لڑکی مجھے عجیب نگاہوں سے دیکھ رہی تھی، کند ہم جنس باہم جنس پرواز کے مصداق وہ پاور آتے ہی تیزی سے اپنے ہم وطن کے قریب جاکھڑی ہوئی تھی۔ غیرملکیوں کی یہ فطرت ان کی بے پناہ آزادیوں کے باوجود قابل تعریف ہے کہ وہ دکھ درد میں ہمیشہ ایک دوسرے کے کام آتے ہیں اور دل کھول کر ایک دوسرے کے لیے رفاہی کاموں میں مدد کرتے ہیں، میرے لیے یہ وقت غیرملکیوں کی فطرت کی مدح سرائی کا نہیں تھا۔ مجھے فوری طور پر کوئی آخری فیصلہ کرنا تھا، میں نے اس شخص کو بغور دیکھا جو دوسرے فلور سے لفٹ میں سوار ہونے والے ایڈی کے ساتھی کو کسی آٹے کی بوری کی طرح بے پروائی سے کاندھے پر لادے کھڑا تھا۔

"اسے کیا ہوا؟" غیرملکی نے سوال کیا۔

"ضرورت سے زیادہ پی لی تھی اس لیے مشکل سے قابو میں آیا ہے۔"

"اور یہ......جو زمین پر پڑا ہے۔" اس نے بلیک ڈریگن کا کوڈ استعمال کرنے والے کو مشکوک نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "میں نے سائلنسر لگے ہوئے کسی اسلحے کی آواز سنی تھی اور یہ فرش پر گرا تھا۔"

"خیال ہے تمہارا۔" جواب بے پروائی سے دیا گیا۔ "کیا تم اس کی جسامت اور ڈیل ڈول کو نہیں دیکھ رہے، اگر اسے قتل کیا گیا ہوتا تو اس وقت لفٹ کے فرش پر خون ہی خون ہوتا۔"

دلیل معقول تھی اس لیے مقامی شخص نے دوسرا کوئی سوال نہیں کیا۔ لفٹ کے اوپر والی سیاہ پٹی پر تین کا ہندسہ ابھرا اس کے ساتھ ہی لفٹ رک گئی۔ دونوں ملکی باشندوں نے دروازے کی جانب قدم بڑھایا تھا لیکن میرے نامعلوم ساتھی نے انہیں روک دیا۔

"تم دونوں کو میرے ساتھ واپس نیچے چلنا ہوگا۔" اس کا لہجہ یکلخت بڑا سفاک ہوگیا۔ "اگر تم نے کسی مزاحمت یا آواز بلند کرنے کی کوشش کی تو تم میں سے کوئی بھی زندہ نہیں رہے گا۔"

دونوں کے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے، شاید انہوں نے اس حکم کی پیروی ہی میں اپنی زندگی کی سلامتی سمجھی تھی۔ میرے پاس اب وقت نہیں تھا، لفٹ کا دروازہ کھلتے ہی میں باہر آگیا۔ آٹومیٹک کو میں نے دوبارہ اپنی جیب میں واپس رکھ لیا تھا۔ مجھے فوری طور پر کوئی قدم اٹھانا تھا اس لیے کہ اس بات کا اندیشہ بھی پیش نظر تھا کہ لفٹ کے پہنچنے کے بعد اگر ایڈی کے ساتھیوں کو حالات کا اندازہ ہوگیا تو وہ زیادہ چوکس ہوجائیں گے۔ میں نے تیزی سے آگے بڑھنے کی کوشش کی لیکن دو سیاہ سوٹ والوں نے جو وہاں پہلے سے تعینات تھے مجھے روکا، ان دونوں کی جیبوں سے سرخ رومال جھانک رہے تھے، یہ اس بات کی نشاندہی تھی کہ وہ اس حفاظتی دستے کے بظاہر مہذب افراد ہیں جو گاہکوں کے لیے مہمان نوازی کے فرائض انجام دیتے تھے لیکن وہ کتنے مہذب اور شریف تھے اس کا اندازہ مجھے بہت پہلے ہوگیا تھا۔ شرافت کے لباس میں ان کا تعلق اس گروہ کے اجرتی بدمعاشوں اور غنڈوں سے تھا جو خطرے کی بو سونگھتے ہی اپنے شکار کی جانب آدم خور درندوں کی طرح جھپٹتے تھے اور پل بھر میں ان کی تکا بوٹی کرڈالنے سے دریغ نہیں کرتے تھے۔

"ہم تھرڈ فلور پر آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔" ان میں سے ایک نے بڑے مہذب لہجے میں کہا۔ "کیا آپ تنہا تشریف لائے ہیں؟"

"ہاں......لیکن مجھے یہاں نیچے سے اوپر تک کوئی ایسا نوٹس بورڈ نظر نہیں آیا جس پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہو کہ لگی اسٹارز میں تنہا آنے والوں پر کوئی پابندی عائد ہے۔" میں نے ان کی مداخلت پر برا مناتے ہوئے جواب دیا۔

"ہم معافی کے خواستگار ہیں جناب۔" دوسرا بولا۔ "مگر میرا خیال ہے کہ آپ شاید اس فلور پر پہلی مرتبہ تشریف لائے ہیں۔"

"میں تمہارے خیال کی تردید نہیں کروں گا۔" میں نے جیب سے سگریٹ نکال کر سلگاتے ہوئے بے پروائی سے کہا۔ "میں دو روز پہلے ہی بمبئی سے یہاں ایک ضروری کنٹریکٹ سائن کرنے کے لیے آیا تھا اور آج فرصت ملتے ہی یہاں آگیا۔ کیا تمہارا تعلق اس فلور کی انتظامیہ میں سے ہے۔"

"جی ہاں۔"

"خوشی ہوئی تم دونوں سے مل کر۔" میں نے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا۔ "میرا خیال ہے کہ تم دونوں میری رہنمائی کرنے میں خاصے معاون اور مددگار ثابت ہوگے۔"

"کیوں نہیں۔" پہلے والے نے مجھے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہم تھرڈ فلور پر آنے والے ہر مہمان کو خوش آمدید کہنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔"

"مجھے بتائیں سر۔" دوسرے نے سنجیدگی سے پوچھا۔ "ہم آپ کی کیا خدمت کرسکتے ہیں؟"

"کیا تم میرے لیے کسی خوب صورت پارٹنر کا بندوبست کرسکتے ہو؟" میں نے کسی اوباش شخص کی طرح مدھم لہجے میں دریافت کیا۔

وہ کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ اس کے ہاتھ میں دبے موبائل پر سرخ بتی روشن ہوکر اسپارک کرنے لگی۔

ہیلو۔" اس نے میری بات کا جواب دینے کی بجائے ...ن کو کان سے لگالیا۔ اس کا دوسرا ساتھی بدستور اپنی ...وں سے میری اصلی شخصیت کا ایکسرے کرنے میں مصروف ...موبائل والا شخص ایک لمحے تک دوسری جانب سے کہی ...والی بات کو بغور سنتا رہا۔ میں نے اس کے چہرے کے ...لتے ہوئے تاثرات کو بطور خاص نوٹ کیا تھا۔

...محترم......" اس نے موبائل پر گفتگو ختم کرنے کے بعد ...بڑی سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "آپ کو یہاں تک پہنچنے ...کی زحمت کا سامنا تو نہیں ہوا؟"

"...جی ہاں۔" میں نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے ...دیا۔ "گویا تمہیں لفٹ میں ہونے والے حادثے کی ...مل رہی تھی لیکن اس میں بظاہر حیرت کی کوئی بات نہیں ...ائٹ کلبس اور کیسینو میں اس قسم کے واقعات اکثر رونما ...رہتے ہیں۔ بہرحال، میں خوش ہوا کہ تمہاری انتظامیہ ...طرح ہر معاملات پر نظر رکھنے کی عادی ہے۔"

"کیا میں آپ کا نام دریافت کرسکتا ہوں۔" دوسرے نے

"راج کشن۔" میں نے برا سا منہ بناکر جواب دیا۔ "میرا ...ہے کہ اب مجھے یہاں زیادہ دیر نہیں ٹھہرنا چاہیے۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"جہاں اتنی پابندیوں سے گزرنا پڑے وہاں انسان کھل کر ...نہیں کرسکتا۔"

میں نے جانے کے ارادے سے لفٹ کی جانب قدم اٹھایا ...ن وہ دونوں تیزی سے ایک بار پھر میرے راستے میں حائل

"اب کیا مصیبت ہے؟" میں نے جھلاہٹ کا اظہار کیا۔

"مجھے افسوس ہے جناب لیکن حالات کچھ ایسے ہی ہیں کہ ...تمام نئے آنے جانے والوں پر کڑی نگرانی رکھنی پڑرہی

"میں نے اسی لیے یہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا۔"

"ہم آپ کی دوراندیشی کی داد دیتے ہیں لیکن جانے سے ...آپ کو ہمارے ساتھ ایک کمرے تک چلنا ہوگا۔" پہلے نے ...انداز میں کہا۔

"کیوں......؟" میری آواز میں برہمی تھی۔

"ہم یہ دیکھنا پسند کریں گے کہ آپ کی اصلیت کیا ہے؟" ...ملا۔ "ممکن ہے آپ نے میک اپ کر رکھا ہو، بہرحال اگر ...ندیشہ غلط نکلا تو ہم آپ سے دست بستہ معذرت کرلیں

...میرے لیے فی الحال مفر کا کوئی راستہ نہیں تھا، میں نے ان ...دونوں کو غصے سے دیکھا پھر ان کے اشارے پر بائیں جانب والی مختصر اور پتلی گیلری کی جانب قدم اٹھانے لگا جس کے آخر میں ایک اسٹور روم واقع تھا جس میں دنیا جہاں کا کاٹھ کباڑ بھرا تھا، اسی اسٹور روم میں ایک ٹوٹی ہوئی میز ایک بوتل موجود تھی۔

"تائی سن۔" دوسرے شخص نے جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اپنے ساتھی کو مخاطب کیا۔ "مجھے یقین ہے کہ اگر مسٹر راج کشن نے اپنا نام درست بتایا ہے اور ان کے چہرے پر کوئی میک اپ نہیں ہے تو اس بوتل کا محلول ان کی راست گوئی کو ثابت کروے گا دوسری صورت میں ہمیں ہمارا وہ شکار بھی مل سکتا ہے جس کی بگ باس کو تلاش ہے۔"

"اوہ......" میں نے ان دونوں کو دھوکا دینے کی خاطر بڑی بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "میرا خیال ہے کہ تم دونوں یقیناً کسی غلط فہمی کا شکار ہو جس کے لیے بعد میں کف افسوس ملنے کے سوا تمہیں کچھ اور حاصل نہیں ہوگا۔"

حالات نے اچانک ایسی مخدوش صورت اختیار کرلی تھی کہ میرے پاس سوائے اس کے کوئی دوسرا چارہ نہیں رہ گیا تھا کہ میں انہیں اندھیرے میں رکھ کر کوئی جوابی کارروائی کرسکوں، ہمیں گیلری سے گزر کر اس اسٹور روم تک آتے ہوئے کسی اور نے نہیں دیکھا تھا۔ میں نے جان بوجھ کر اپنی طرف سے کوئی ایسی حماقت نہیں کی جو انہیں قبل ازوقت ہوشیار کرتی، شاید اسی لیے انہوں نے ابھی تک کسی اسلحے کی نمائش نہیں کی تھی جبکہ مجھے یقین تھا کہ ان کے پاس انتہائی جدید قسم کا کوئی نہ کوئی خطرناک ہتھیار ضرور ہوگا۔ وہ بدقماش لوگ تھے اور ہر وقت کسی بھی خطرناک سچویشن سے نبرد آزما ہونے کے لیے پوری طرح ہوشیار رہنے کے عادی تھے۔

"جانتے ہو کہ اگر تمہارے چہرے پر کسی قسم کا میک اپ ہوا تو اس کی سزا کیا ہوگی؟" دوسرے شخص نے انتہائی سفاک لہجے میں مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "تم بدترین حالات سے دوچار ہوسکتے ہو۔"

"میرا خیال ہے تم اپنا اور میرا دونوں کا قیمتی وقت برباد کررہے ہو، میں نے اس کیسینو میں آکر یقیناً حماقت ہی کا ثبوت دیا ہے۔ شہر میں اور بھی بے شمار تفریح گاہیں موجود ہیں۔ بہرحال تم اپنی تسلی کرلو لیکن مجھے تمہاری یہ مہمان نوازی ہمیشہ یاد رہے گی۔"

"ہمیں افسوس ہے مگر ہم اپنی تسلی کرنے کے لیے مجبور ہیں۔"

"جلدی کرو۔" میں نے غصے سے تلملا کر کہا۔ "میرا قیمتی وقت مت ضائع کرو۔"

پہلے شخص نے آگے بڑھ کر بوتل اٹھائی، میں اس طرح کھڑا ہوگیا کہ اس کی پشت اپنے ساتھی کی طرف تھی، میں ان دونوں پر آسانی سے نظر رکھ سکتا تھا۔ میرے لیے ایک ایک لمحہ قیمتی تھا،

مجھے ان کے ہاتھوں موت گوارا نہیں تھی۔ میں کمانڈو ایکشن کے لیے پوری طرح تیار تھا' پہلے شخص نے بوتل کے محلول سے ایک موٹا کپڑا بھگویا پھر وہ میری جانب بڑھا تھا۔ میرے لیے وہ گھڑی آن پہنچی تھی جس کا انتظار تھا۔ پہلا شخص جیسے ہی میرے قریب آیا میں نے ذرا سا اچھل کر اپنے سیدھے گھٹنے کو پوری شدت سے اس کے پیٹ میں مارا' وہ "اوغ" کہتا ہوا دہرا ہوگیا۔ میں نے بڑی پھرتی سے اپنا ریوالور جیب سے نکال لیا۔ یہ سب کچھ جس اتنی برق رفتاری سے پلک جھپکتے ہوا کہ انہیں سنبھلنے کا موقع بھی نہ مل سکا۔

"خبردار۔" میں نے ان دونوں کو بڑے خوں خوار انداز میں للکارا۔ "اگر تم میں کسی نے منہ سے ذرا آواز نکالی تو میں بے دریغ تمہارے جسم کو چھلنی کردوں گا۔"

"کون ہو تم......؟"

"وہی جس کی تمہارے چوہے ایڈی کو تلاش ہے۔"

"تم یہاں سے بچ کر نہیں جاسکوگے۔" دوسرے شخص نے مجھے جھانسا دینے کی کوشش کی۔ "ہاں' اگر تم ہمیں چھوڑنے کا وعدہ کرو تو ہم تمہیں ایک خفیہ راستے سے اس طرح کیسینو سے باہر نکال سکتے ہیں کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوگی۔"

"میں یہاں سے واپس جانے کے ارادے سے نہیں آیا ہوں۔" میں نے پہلے شخص کو جو پیٹ پکڑے کھڑا تھا کراٹے کا ایک ایسا نپا تلا ہاتھ مارا کہ وہ کراہتا ہوا زمین پر ڈھیر ہوگیا۔ مجھے قوی امید تھی کہ اب وہ تین چار گھنٹے سے پیشتر دوبارہ ہوش میں نہیں آئے گا' اب میرے لیے صرف ایک شخص باقی رہ گیا تھا اس نے بھاگنے کی حماقت نہیں کی۔ لیکن وہ خوفزدہ بھی نظر نہیں آرہا تھا۔

"میں تمہیں زندہ چھوڑ سکتا ہوں لیکن صرف ایک شرط پر۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"وہ کیا......؟"

"تم مجھے صرف اتنا بتادو کہ اس وقت تمہارا بگ باس یعنی کہ ایڈی کہاں مل سکتا ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم۔ شاید کوئی بھی یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ وہ کس وقت کہاں ہوتا ہے؟"

"کوئی ایسا شخص جس پر ایڈی اعتبار کرتا ہو۔" میں نے دوسرا رخ اختیار کیا۔

"میک آرتھر......" اس نے تھوڑے سے توقف سے جواب دیا۔ "جمی کے بعد آج کل وہی بگ باس کے زیادہ قریب رہتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس وقت بھی وہ مینجر کے کمرے میں موجود ہو۔"

"کیا وہی مینجر ہے؟"

"ہاں...... البرٹ کے آنے تک باگ باس نے کیسینو کے دیکھ بھال کی ذمے داری اسی کو سونپ رکھی ہے۔"

"تائی سن اور تمہارے علاوہ اس وقت تھرڈ فلور پر سیاہ سوٹ والوں کی اور کتنی تعداد موجود ہے؟"

"تین......" اس نے مختصراً جواب دیا۔

"کیا آرتھر اس وقت اپنے کمرے میں تنہا ہوگا؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا' ہوسکتا ہے کہ وہ مصری کیبرے ڈانسر بھی اس کے ساتھ موجود ہو۔" اس نے قدرے نفرت سے کہا۔ "مسٹر گراہم کو پیش آنے والے حادثے کے بعد وہ آج کل اپنا زیادہ وقت آرتھر کے ساتھ ہی گزارتی ہے۔"

"ایک اہم بات اور۔" میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم لوگوں کو لکی اسٹارز میں میرے آنے کی اطلاع پہلے سے مل چکی تھی۔"

"نہیں......" وہ بڑی صاف گوئی سے بولا۔ "بگ باس کو اس بات کا یقین نہیں تھا کہ تم دوبارہ لکی اسٹارز میں آنے کی حماقت کروگے مگر اس کے باوجود ہمیں بڑی سختی سے یہ احکام ملے ہیں کہ ہر نئے آنے جانے والے پر کڑی نگرانی رکھی جائے۔"

"کیا تم سب کے ساتھ یہی سلوک کررہے ہو جو تم دونوں نے میرے ساتھ کیا ہے؟"

وہ خاموش رہا' اس کی آنکھوں میں اچانک ابھرنے والے الجھن اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات اس بات کی غمازی کررہے تھے کہ وہ کوئی خاص بات مجھ سے چھپانے کی کوشش کررہا ہے۔

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"یہاں ہمیں نام سے نہیں نمبر سے یاد کیا جاتا ہے' میرا نمبر آٹھ ہے' ویسے میرا نام ڈسمنڈ ہے۔" اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "مجھے اب جانے دو ورنہ میرے دوسرے ساتھی مجھے تلاش کرتے ہوئے یہاں تک بھی آسکتے ہیں۔"

میں نے اسے غور سے دیکھا' وہ قد و قامت اور جسامت کے اعتبار سے مجھ سے بہت زیادہ ملتا جلتا تھا۔ صرف ہمارے چہرے ایک دوسرے سے مختلف تھے' میں نے فوری طور پر ایک اہم فیصلہ کرلیا پھر اس پر عمل کرنے میں' میں نے زیادہ دیر نہیں لگائی' آٹومیٹک کی زد پر میں نے اسے ہاتھ اٹھا کر قریب آنے کو کہا۔

"سوچ لو۔ مجھے مار کر بھی تم فائدے میں نہیں رہوگے" ڈسمنڈ یا نمبر آٹھ نے جواب دیا۔

"کیا تم مجھے یہاں سے فرار ہونے کے خفیہ راستے سے آگاہ کرسکتے ہو؟"

"ہاں......" اس کی آنکھوں میں امید کی ایک کرن روشن ہوئی پھر اس نے مجھے وہ راستہ بتادیا جس کے ذریعے کیسینو سے کسی کی نظر میں آئے بغیر باہر نکلا جاسکتا تھا۔

"میں تم پر اعتماد کرسکتا ہوں لیکن اس سے پہلے میں تمہاری

...لینا ضروری سمجھتا ہوں۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" وہ میرے قریب آگیا پھر ...اشارے پر وہ منہ دوسری طرف کرکے کھڑا ہوگیا۔ اس کا ...یہی تھا کہ میں اسے تلاشی لینے کے بعد چھوڑ دوں گا لیکن ...نے ایسا نہیں کیا' چوٹ کھائے ہوئے زخمی سانپ کو زندہ ...رنا خود اپنی موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا اور میں یہ ...کرنے کو تیار نہیں تھا۔

ڈسمنڈ کے گھومتے ہی میں نے آٹومیٹک کے دستے سے اس کی ...پر ایک بھرپور ضرب لگائی۔ میں اس نسخے کو پولیس کی ...کے دوران بھی ایک دوبار استعمال کرچکا تھا۔ اس وقت ...مجھے ناکامی نہیں ہوئی' ڈسمنڈ کی کھوپڑی میں یقیناً متعدد ...روشن ہوکر گھپ اندھیروں میں مدغم ہوگئے ہوں گے۔ وہ ...آواز نکالے بغیر ہی کسی کٹے ہوئے شہتیر کی طرح فرش پر ...ہوگیا۔ دوسرے ہی لمحے میں نے طے شدہ پروگرام کے تحت ...اور اس کے لباس کو تبدیل کیا پھر اس کا موبائل اٹھا کر باہر ...گیلری میں اس وقت میرے علاوہ کوئی دوسرا سیاہ سوٹ والا ...تھا' اپنے چہرے کو چھپانے کی خاطر میں نے رومال کو جیب ...نکال کر ہاتھ میں دبالیا تاکہ بوقت ضرورت اس کا استعمال کیا ...سکے۔ تیز تیز قدم اٹھاتا میں لفٹ تک آیا' ایک نظر میں نے ...مینی ہال پر ڈالی جہاں پہلے کی طرح اس وقت بھی خاصی رونق ...آرہی تھی۔ میں ایک لمحے کو رکا پھر لفٹ کو کال کیا اور اس ...اوپر آنے کے بعد میں بڑی بے پروائی سے اندر داخل ہوا ...گراؤنڈ فلور کا بٹن دبادیا۔ میرا ذہن اس وقت بڑی تیزی سے ...کررہا تھا۔

*

...جو سودا موت سے نجات حاصل کرنے کے لیے کیا جائے وہ ...کھرا ہوتا ہے' اس میں کھوٹ کے امکانات بہت کم ہوتے ...تائی سن کا انجام دیکھنے کے بعد ڈسمنڈ کو اس بات کا احساس ...ہوگیا تھا کہ اس کے ستارے بھی گردش میں آچکے ہیں' ممکن ہے ...اس نے ایڈی کے سلسلے میں دروغ گوئی سے کام لیا ہو لیکن میک ...آرتھر کے سلسلے میں اس نے جو کچھ کہا تھا وہ غلط نہیں ہوسکتا ...آرتھر کے بارے میں زبان کھولتے وقت اس کی نگاہوں میں ...ت کا احساس جھلک رہا تھا۔ بظاہر ڈسمنڈ یا نمبر آٹھ بھی گراہم ...کا ملازم تھا' گراہم کے بعد اسے اور اس کے ساتھیوں کو ایڈی ...اشاروں پر چلنا پڑ رہا تھا۔ سیاہ سوٹ والے خود بھی دہشت ...اور خطرناک گروہ کے افراد تھے' ان کے لیے زندگی اور ...کی کوئی اہمیت نہیں تھی' وہ مارنے یا مرجانے کے اصول پر ...کے عادی تھے جس کے لیے انہیں بھاری معاوضہ ملتا تھا۔ ...گراہم کے بعد وہ ایڈی کو "مجبوراً" برداشت کررہے تھے' یہ ...ذاتی خیال تھا' دلیل بہت مضبوط تھی۔ انہیں یقیناً اس بات کا علم رہا ہوگا کہ ایڈی کا شمار ان چند جرائم پیشہ اور دہشت گردوں میں ہوتا تھا جس کی تلاش میں عالمی پولیس کو بھی خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ وہ پولیس کے سامنے بھی گردن اٹھا کر اور سینہ تان کر چلنے کا عادی تھا۔ پولیس کی فائل پر اس کا نام ضرور موجود تھا لیکن ان کے پاس کوئی ایسا ٹھوس ثبوت نہیں تھا جس کی بنا پر وہ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی ڈال سکتے۔ وہ کسی چھلاوے سے کم نہیں تھا۔ بڑی بڑی وارداتوں میں وہ اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ پیش پیش رہتا تھا لیکن اس کے باوجود وہ ابھی تک پولیس کے ہتھے نہیں چڑھ سکا تھا۔ وہ ہر واردات بڑے سائنٹفک انداز میں کرتا تھا اور اپنے پیچھے کوئی ایسا نشان نہیں چھوڑتا تھا جس پر چل کر قانون اس کی گردن دبوچ سکے۔ گراہم کے سیاہ سوٹ والوں کو یقیناً اس بات کا علم رہا ہوگا کہ ایڈی کس قماش کا بدمعاش ہے چنانچہ وہ اس کے اشاروں پر چلنے کو مجبور تھے لیکن میک آرتھر...... شاید گراہم کے آدمیوں نے اسے دل سے قبول نہیں تھا۔

ڈسمنڈ کی گفتگو سے مجھے یہی اندازہ ہوا تھا' ویسے اس بات کے امکانات کو بھی رد نہیں کیا جاسکتا تھا کہ مرجینا کی شخصیت ڈسمنڈ اور آرتھر کے درمیان تنازعے کا سبب بن گئی ہو۔ ممکن تھا کہ ڈسمنڈ اسے کباب میں ہڈی سمجھ رہا ہوں اس لیے اس نے مجھے اس کے بارے میں بتانے سے گریز نہ کیا ہو اور اسی وجہ سے اس نے مجھے وہ خفیہ راستہ بھی بتادیا جس کے ذریعے میں کسی کی نظروں میں آئے بغیر کیسینو کے اندرونی حصوں میں داخل ہوسکتا تھا۔

لفٹ سے باہر آکر میں نے سرسری طور پر حالات کا جائزہ لیا' سب کچھ بالکل نارمل نظر آرہا تھا۔ میں سیاہ سوٹ میں ملبوس ہونے کے بعد کیسینو کی انتظامیہ ہی کا ایک فرد نظر آرہا تھا لیکن چہرے پر میک اپ ہونے کی وجہ سے کسی وقت بھی میرا بھید کھل سکتا تھا چنانچہ میں نے روشنی میں آنے کی حماقت نہیں کی۔ تاریکی کا سہارا لینے کی خاطر مجھے ایک طویل چکر کاٹنا پڑا جس کے بعد میں عمارت کی پشت پر اس حصے تک پہنچ گیا جہاں سے اوپر کو راستہ جاتا تھا۔ میں پوری طرح محتاط تھا' میرے ایک ہاتھ میں ڈسمنڈ کا موبائل تھا' دوسرا ہاتھ میں نے جیب میں پڑے ہوئے آٹومیٹک کے دستے پر جما رکھا تھا تاکہ اسے بروقت استعمال کیا جاسکے۔

عمارت کی پشت پر پہنچنے کے بعد میں نے الیکٹرک سب اسٹیشن سے ملحقہ اس کمرے میں داخل ہونے میں کسی جلدی کا مظاہرہ نہیں کیا' بظاہر وہاں میرے سوا کوئی اور نظر نہیں آرہا تھا لیکن میں اس بات کو ماننے کو تیار نہیں تھا کہ اس چور راستے کی نگرانی پر کسی شخص کو تعینات نہ کیا گیا ہو۔ میری چھٹی حس بار بار مجھے یہ باور کرانے کی کوشش کررہی تھی کہ کوئی نہ کوئی' کہیں نہ کہیں ضرور موجود ہوگا' اس نے کوئی ایسی پوزیشن حاصل کررکھی

ہوگی جہاں سے وہ دوسروں کی نظر میں آئے بغیر بہ آسانی ادھر آنے جانے والوں پر نظر رکھ سکے۔ ابھی میں اس خیال کی تصدیق کی خاطر قرب و جوار کا جائزہ لینے کی کوششوں میں مصروف تھا کہ اچانک پشت پر واقع ایک تناور درخت کی اوٹ سے ایک شخص نکل کر میرے قریب آگیا۔ وہ بھی سیاہ سوٹ میں ملبوس تھا اور یقینی طور پر میرے بھی اسی لباس میں ہونے کی وجہ سے دھوکا کھا گیا تھا۔ یعنی اس وقت قدرے تاریکی میں تھا اس لیے اس بات کے امکان زیادہ روشن نہیں تھے کہ آنے والا فوراً ہی میرے چہرے کے میک اپ کو بھانپ لے گا۔

"کون......؟" درخت کی اوٹ سے برآمد ہونے والے نے میرے قریب آکر مدھم آواز میں سوال کیا۔

"نمبر آٹھ......" میں نے ڈیسمنڈ کے لہجے کی نقل کرتے ہوئے سرگوشی کی۔ "تمہارا دوسرا ساتھی کہاں ہے؟"

"دوسرا ساتھی۔" وہ چونکا اور مجھے مشتبہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ اس کے جواب سے مجھے اس بات کا بخوبی اندازہ ہوگیا تھا کہ میں نے اندھیرے میں جو تیر چلایا تھا وہ نشانے پر نہیں لگا تھا' بہرحال میں نے فوراً ہی حاضر دماغی سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"کیا تائی سن تمہاری طرف نہیں آیا؟"

"نہیں......" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اس کی ڈیوٹی تو تمہارے ساتھ تھرڈ فلور پر تھی۔"

"ہاں...... لیکن آرتھر نے اسے تمہارے ساتھ مل کر نگرانی کرنے کے آرڈر جاری کردیے تھے۔" میں نے اپنا چہرہ چھپانے کی خاطر رومال سے چہرہ صاف کرتے ہوئے کہا۔ مجھے ہر لمحہ اس بات کا اندیشہ لاحق تھا کہ کہیں وہ میرے میک اپ کے راز سے آگاہ نہ ہوجائے' اس کے ہاتھ میں نظر آنے والی خودکار رائفل اس بات کا ثبوت تھی کہ اسے کسی پر بھی شبہ ہونے کی صورت میں بے دریغ گولی ماردینے کے اختیار بھی حاصل ہوں گے۔

"کوئی خطرہ......؟" اس نے دبی زبان میں پوچھا پھر اس طرح دائیں بائیں دیکھنے لگا جیسے خطرہ اس کے سر پر موجود ہونے کے بجائے کہیں آس پاس ہی منڈلا رہا ہو۔ وہ خاصا محتاط شخص دکھائی دیتا تھا لیکن اس وقت میرے سیاہ سوٹ سے دھوکا کھا رہا تھا۔

"شاید آرتھر کو فون پر کوئی ایسی اطلاع ملی ہو جس نے اسے زیادہ محتاط رہنے پر مجبور کردیا ہو۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"لیکن تائی سن کو اگر میرے ساتھ نگرانی کے احکامات ملے تھے تو وہ کہاں غائب ہوگیا؟" اس کے لہجے میں اب تشویش کا عنصر بھی شامل تھا۔

"کیا آرتھر اپنے کمرے میں موجود ہے؟" میں نے اس کے سوال کو نظرانداز کرتے ہوئے دریافت کیا پھر مختلف انداز... بولا۔ "ایڈی کی اور بات تھی لیکن یہ آرتھر...... اب میرے اختیار سے باہر ہوتا جارہا ہے۔ خدا جانے ایڈی... تک چارج سنبھالے گا' سنا ہے وہ مسٹر گراہم کے مقابلے م... نرم دل واقع ہوا ہے۔"

"میں نے بھی یہی سنا ہے لیکن تم آرتھر کی خلاف کیوں..."

"میرا خیال ہے کہ تم بھی اس کی وجہ سے واقف ہو..." نے بدستور ناگوار انداز میں جواب دیا۔

"کیبرے ڈانسر مرجینا......؟" اس کا لہجہ معنی خیز ہوگ...

"ہاں......" میں نے مختصراً جواب دیا' صرف اس... وقت ضائع کررہا تھا تاکہ وہاں کسی اور کی موجودگی کے امکا... غور کرسکوں اس کے علاوہ میں یہ بھی دریافت کرنا چاہتا ت... آرتھر کہاں ہے؟ آرتھر کی غیر موجودگی کی صورت میں میرا ا... کسی نادیدہ خطرے کا سبب بھی بن سکتا تھا۔

"ڈونٹ بی سو سنٹی مینٹل۔" اس نے مجھے سمجھا... کوشش کی۔ "یہ کیبرے ڈانسرز کبھی کسی کے ساتھ سنجیدہ... ہوتیں' مسٹر گراہم کی بات اور تھی لیکن وہ گراہم کے بعد... مسٹر آرتھر کو صرف اس لیے شیشے میں اتارنے کی خاطر کوشاں... کہ کسی طرح اپنے کنٹریکٹ کی مدت میں اضافہ کراسکے۔"

"کیا اس وقت بھی وہ آرتھر ہی کے کمرے میں ہوگی۔" ... نے اپنے لہجے میں رقابت کے جذبے کو واضح کرتے ہو... دریافت کیا۔

"یقین سے نہیں کہہ سکتا لیکن میری اطلاع کے مطابق پروگرام شروع ہونے سے پہلے اپنا بیشتر وقت اسی کے سا... گزارتی ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا پھر رائفل کو... ٹانگ کے ساتھ ٹکا کر جیب سے سگریٹ کا پیکٹ اور لائٹر نکا... ہوئے بولا۔ "دوسری ڈانسرز کے مقابلے میں مرجینا خاصی اونچ... معلوم ہوتی ہے۔ تمہاری دال آسانی سے نہیں گلے گی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا' میرے پاس اب کسی فور... ایکشن کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔ لائٹر کی روشنی میں... یقیناً میری اصلیت سے واقف ہوجاتا چنانچہ میں نے اسے اس... موقع نہیں حاصل ہونے دیا۔ قبل اس کے کہ وہ لائٹر روشن کر... میں نے اپنا سیدھا ہاتھ کسی آہنی شکنجے کی طرح اس کی گردن م... ڈال دیا۔ وہ میرے سیدھے ہی ہاتھ پر کھڑا تھا اور میں نے اپنا ہا... سامنے کی جانب سے اس کی گردن میں ڈالا تھا اس لیے ا... سنبھلنے کا موقع نہیں مل سکا' اس کی گردن سینے کی جانب جھکتی چل... گئی۔ میں اگر زیادہ قوت استعمال کرتا تو اس کی گردن کا منکا ٹوٹ... بھی سکتا تھا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا' یکے بعد دیگرے دو معمو... جھٹکے دیے جس کے بعد وہ میری آہنی گرفت میں پھڑپھڑایا پھر اس... کے ہاتھ پیر ساکت و بے جان ہوگئے' وہ بے ہوشی سے دوچار...

ہوچکا تھا۔ میں نے تیزی سے اسے رائفل کے ساتھ گھسیٹ کر تناور درخت کی آڑ میں لے جاکر اس طرح اس کو تنے سے لگا کر بٹھا دیا جیسے وہ آرام کرنے کی غرض سے بیٹھا ہو۔ رائفل کا چیمبر خالی کرنے کے بعد میں نے اسے بھی بے ہوش شخص کے قریب ہی درخت سے ٹکا دیا تھا۔

میں نے ایک ممکنہ خطرے سے نجات حاصل کرنے کے بعد ادھر ادھر دیکھا پھر لمبے لمبے قدم اٹھاتا اس کمرے تک پہنچ گیا جس کے اندر سے اوپر جانے کے لیے وہ چور راستہ موجود تھا جس کی نشاندہی ڈیسمنڈ نے کی تھی۔ اوپر جانے والے گول زینے پر مدھم پاور کا ایک بلب ٹمٹما رہا تھا' احتیاطاً میں نے کسی فوری ٹکراؤ سے نمٹنے کے لیے اپنا آٹومیٹک نکال کر اس کے دستے پر اپنی گرفت مضبوطی سے جمالی۔ سیڑھیوں سے گزر کر میں اس کے اختتام پر واقع واحد دروازے کے قریب پہنچ کر رک گیا' دروازے سے کان لگا کر میں نے اندر کی سن گن لینے کی کوشش کی جہاں سے کسی عورت اور مرد کے ملے جلے قہقہوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں کچھ دیر خاموش کھڑا رہا پھر میں نے دروازے کی ناب پر ہاتھ رکھ کر اسے آزمایا' وہ لاک نہیں تھا۔ میری رگوں میں دوڑنے والے خون کی حدت تیز ہورہی تھی' میں وہاں ایڈی کو ٹھکانے لگانے کی غرض سے آیا تھا لیکن اس کی غیر موجودگی میں بس اچانک ہی میں نے میک آرتھر سے ٹکرانے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ آرتھر کے ذریعے میں ایڈی پر یہ بات واضح کرنا چاہتا تھا کہ میں اب اس کے خوف سے کسی چوہے کے بل میں چھپ کر نہیں بیٹھوں گا۔

میں نے بس ایک لمحے کو انتظار کیا پھر دروازہ کھول کر تیزی سے طوفانی انداز میں داخل ہوگیا جہاں مرجینا ایک پستہ قد اور گٹھے ہوئے جسم کے مالک کے ساتھ سامنے صوفے پر بیٹھی ہنس بول رہی تھی' میرے خیال کے مطابق وہ میک آرتھر ہی تھا۔ میں جس انداز میں داخل ہوا تھا اس سے وہ دونوں ہی بوکھلا گئے تھے۔ آٹومیٹک کا رخ اپنی جانب دیکھ کر آرتھر نے کسی حماقت کا ثبوت نہیں دیا تھا' بظاہر اس نے اپنے اعصاب پر قابو پانے میں بڑی حیرت انگیز پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس کی کینہ توز نظریں میرے چہرے پر مرکوز تھیں' شاید وہ مجھے ابھی تک اپنے اسٹاف کا کوئی آدمی سمجھ کر شناخت کرنے کی کوشش کررہا تھا' البتہ میں نے مرجینا کی آنکھوں میں حیرت اور الجھن کے ملے جلے تاثرات ضرور پڑھ لیے تھے۔ میرے چہرے کا میک اپ اسی کی کارکردگی کا مرہون منت تھا اس لیے اسے مجھے پہچاننے میں یقیناً کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا ہوگا۔ اس کے انداز بتارہے تھے کہ وہ مجھ سے کہنا چاہ رہی تھی۔ "تمہیں یہاں نہیں آنا چاہیے تھا' یہاں تمہارے لیے ہر طرف خطرہ ہی خطرہ ہے۔" لیکن میں نے ان دونوں کو ایسی ہی نظروں سے گھورا تھا جیسے میری ان دونوں میں سے کسی ایک سے بھی کوئی شناسائی نہ رہی ہو۔

پستہ قد اور گٹھے ہوئے جسم کا مالک جسے میں آرتھر سمجھا تھا بدستور مجھے گھورے جارہا تھا۔ میرے ہاتھ میں موجود آٹومیٹک دیکھ کر وہ ابھی تک الجھن کا شکار نظر آرہا تھا۔ مجھے خوشی تھی کہ اس وقت آرتھر اپنی ریوالونگ چیئر پر نہیں تھا۔ جو لوگ غلط قسم کے کام کے عادی ہوتے ہیں ان کے دفتروں کے اندر جہاں وہ بیٹھتے ہیں وہاں کوئی نہ کوئی چور بٹن یا سوئچ ضرور ہوتا ہے جس کے استعمال سے وہ باہر والوں کو اندر درپیش خطرے سے بہ آسانی مطلع کردیتے ہیں لیکن اس وقت کم از کم وہ اس پوزیشن میں نہیں تھا کہ میرے بارے میں اپنے گرگوں کو درپیش خطرے سے آگاہ کرسکتا۔ اسے اس بات پر بھی حیرت تھی کہ اگر میں واقعی اس کے خیال کے مطابق اسی کے اسٹاف کا کوئی آدمی تھا تو پھر مجھے چور راستہ اختیار کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

"کون ہو تم......؟" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد اس نے خشک لہجے میں مجھے مخاطب کیا۔

"کیا آپ اپنے عملے کے افراد سے بھی واقف ہیں؟" میں نے ڈیسمنڈ کی آواز میں ہی جواب دیا۔

"نہیں......" وہ بڑی رعونت سے بولا۔ "میں ہر کس و ناکس سے ملنا پسند نہیں کرسکتا' خاص طور پر حفاظتی دستے کے افراد کو مسٹر ایڈی ہی ہینڈل کرتے ہیں۔"

"لیکن وہ اس وقت کیسینو میں موجود نہیں ہیں۔ اگر وہ ہوتے تو میں آپ کو زحمت نہ دیتا۔" میں نے قدرے اکھڑ لہجے میں جواب دیا۔ میک آرتھر کی بات سے مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ گارڈز آن ڈیوٹی کے تمام افراد سے واقف نہیں ہے اس لیے میرے میک اپ کا بھانڈا جلدی نہیں پھوٹے گا۔

"کیا کام ہے؟" اس نے مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "یہ تم نے اپنا پستول میرے اوپر کیوں تان رکھا ہے؟"

"اس لیے مسٹر آرتھر کہ تم کوئی چالاکی نہ کرسکو۔" میرا لہجہ یکلخت سرد ہوگیا۔ "محبت اور جنگ میں ہر حربے کا استعمال جائز ہوتا ہے' اگر تم نے شرافت کی زبان نہیں سمجھی تو پھر مجھے گولی کی زبان میں تم سے گفتگو کرنا پڑے گی۔"

"تم نے شاید اس وقت یا تو زیادہ پی رکھی ہے یا اپنے ہوش میں نہیں ہو۔" اس کی پیشانی شکن آلود ہوگئی۔ "اگر تم نے زیادہ چڑھالی ہے تو پھر ایڈی کے عتاب سے تمہیں کوئی بھی بچا سکے گا۔ میں بھی نہیں' اس لیے کہ وہ ڈیوٹی کے اوقات میں کسی کو پینے کی اجازت نہیں دیتا اور تم کو یہ بھی بخوبی علم ہوگا کہ کیسینو میں اگر کوئی پتا بھی اس کی مرضی کے خلاف کھڑکے تو اسے اس کی ہوا لگ جاتی ہے۔"

"پھر تو مسٹر ایڈی کو اس بات کا علم بھی ضروری ہوگا کہ تم میرے راستے کی دیوار بننے کی کوشش کررہے ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"میں مرجینا کو کیسینو کے اندر کسی اور کے ساتھ برداشت نہیں کر سکتا۔ مسٹر گراہم کی اور بات تھی۔"

"لیکن میں نہیں جانتی کہ تم کون ہو؟" مرجینا نے انجان بنتے ہوئے گھبرا کر کہا۔ "شاید آج میں تمہیں پہلی بار دیکھ رہی ہوں۔"

"میں اسی لیے تم سے اپنا باقاعدہ تعارف کرانے آیا ہوں۔" میں نے کسی پیدائشی عاشق کا رول ادا کرتے ہوئے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ "آج کے بعد تم مسٹر آرتھر سے دور ہی رہو گی۔ میرا نام ڈسمنڈ ہے' اس نام کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو اور یہ بھی سن لو کہ ڈسمنڈ جسے چاہتا ہے' اسے کسی دوسرے کے پہلو میں برداشت نہیں کر سکتا' چاہے وہ اس کا باس ہی کیوں نہ ہو۔"

"گیٹ آؤٹ۔" آرتھر غراتا ہوا اٹھا تھا لیکن میرا الٹا ہاتھ سیدھے شانے کی جانب اٹھنے کے بعد اس قدر تیزی اور شدت سے لہرایا کہ آرتھر لڑکھڑاتا ہوا دوبارہ صوفے پر ڈھیر ہو گیا' اس کے ہونٹ سے خون کی ایک پتلی سی لکیر پھوٹ نکلی تھی' مرجینا نے اچھل کر ایک طرف ہونے میں بڑی پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا۔

"یو...... باسٹرڈ۔" آرتھر آپے سے باہر ہو گیا' شاید اسے مرجینا کی موجودگی میں اپنی بے عزتی کا زیادہ احساس ہوا تھا۔ اس نے دوبارہ بڑے غصے میں اٹھنے کی کوشش کی تھی لیکن اس بار میرا سیدھا ہاتھ پوری قوت سے اس کی گردن اور شانے کے جوڑ پر پڑا اور وہ اٹھنے کی کوشش میں کامیاب ہونے کے بجائے لہراتا ہوا فرش پر الٹ گیا۔

"مسٹر آرتھر......" میں نے اسے بڑے سفاک لہجے میں مخاطب کیا۔ "یہ بھی اچھا ہوا کہ تم اپنے ماتحتوں سے پوری طرح واقف نہیں ہو ورنہ پہلی ہی نظر میں تاڑ جاتے کہ میں وہ نہیں ہوں جو تمہیں نظر آ رہا ہوں۔"

"کون ہو تم......؟" اس نے مجھے گھورتے ہوئے مردہ سی آواز میں دریافت کیا' دوسری ضرب اتنی بھرپور تھی کہ وہ اٹھنے کے قابل نہیں رہا تھا۔

"وہی جس کی ایڈی کو بڑی شدت سے تلاش ہے۔" اس بار میں نے اپنی اصلی آواز میں کہا تو آرتھر کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس نے بڑی جلدی سے اپنی پوزیشن صاف کرنے کی خاطر بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "یہ تمہارا اور مسٹر ایڈی کا ذاتی معاملہ ہے۔ میں درمیان میں نہیں آتا۔"

"کیا میں جا سکتی ہوں؟" مرجینا نے خوفزدہ لہجے میں دریافت کیا۔

"زیادہ چالاک بننے کی کوشش نہ کرو۔" میرے لہجے میں سفاکی آ گئی۔ "اگر تم نے کوئی حماقت کرنے کی کوشش کی تو مجھے مجبوراً ایک گولی ضائع کرنا پڑے گی اس لیے کہ میں حسین عورتوں کو کسی زہریلی ناگن سے بھی زیادہ زہریلا اور خطرناک سمجھتا ہوں اور ناگنوں کو سر کچلنے میں ایک خاص لذت محسوس کرتا ہوں۔ کیا تم پسند کرو گی کہ میں آرتھر سے نمٹنے سے پہلے تمہارے جسم کو خاک میں ملا دوں۔"

"نن...... نہیں...... نہیں۔" مرجینا نے خوفزدہ ہو کر تھرتھرانے کی بڑی جاندار اداکاری کرتے ہوئے گڑگڑا کر کہا۔ "مجھے مت مارنا۔ تم جیسا کہو گے ویسا ہی ہو گا۔ پلیز...... میں آئندہ سے مسٹر آرتھر سے دور ہی رہوں گی۔"

"آرتھر......" میں آرتھر سے مخاطب ہوا۔ "تمہارے حفاظتی دستے کے تین افراد اس وقت کیسینو کے مختلف حصوں میں بے ہوش پڑے ہیں۔ میں جان کی بازی لگا کر تمہارے آفس تک پہنچا ہوں۔ اگر زندگی چاہتے ہو تو مجھے صرف اتنا بتا دو کہ ایڈی اس وقت کہاں ملے گا؟"

"مجھے نہیں معلوم...... شاید اس کا علم کسی کو بھی نہ ہو گا۔" اس نے جلدی سے جواب دیا۔ "ایڈی جمی کی موت کے بعد سے بہت زیادہ محتاط ہو گیا ہے۔"

"ایسی صورت میں مجھے تمہیں ٹھکانے لگانا پڑے گا تاکہ ایڈی کے انتقام کی آگ دو آتشہ ہو جائے' جنگلی سور کا شکار کھیلنا میری ہابی بھی ہے۔"

"لل...... لیکن میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟" آرتھر ہکلانے لگا۔

"کیا تم اب جان چکے ہو کہ میں کون ہوں؟"

"ہاں۔ آں۔ تم شاید شہباز ہو۔"

"تمہاری پہلی غلطی یہی ہے کہ تم میرے نام سے واقف ہو۔" میں نے سفاک لہجے میں جواب دیا۔ "اس کے علاوہ مجھے یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ جمی کی جگہ اب تم نے لے لی ہے' ایڈی آج کل تمہیں اپنا دست راست سمجھ رہا ہے اور میں نے طے کر لیا ہے کہ ایڈی کے ان تمام سیدھے الٹے ہاتھوں کو کاٹ کر اسے اپاہج کر دوں گا جس کے بل بوتے پر وہ اکڑنے کی کوشش کرتا ہے۔"

"لیکن میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔" وہ گڑگڑانے لگا۔ "اگر ایڈی مجھ پر اعتماد کرتا ہے تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟"

"مرجینا......" میں نے مرجینا کو تحکمانہ انداز میں مخاطب کیا۔ "کیا تم میری خاطر مسٹر آرتھر کے ہاتھ پاؤں باندھنے کا کام انجام دے سکو گی۔"

مرجینا سہمے ہوئے انداز میں اٹھی پھر اس نے میرے حکم کی تعمیل میں دیر نہیں لگائی۔ آرتھر نے بھی حالات کے پیش نظر کسی قسم کی کوئی مزاحمت نہیں کی تھی' البتہ اس نے بے بس ہونے کے بعد بھی اپنے بچاؤ کے لیے ایک آخری کوشش اور کی۔

"تم اگر مجھے چھوڑ دو تو میں تمہیں منہ مانگا انعام دے سکتا ...اس کے لہجے میں التجا تھی۔

"تمہارا اندازہ غلط ہے آرتھر۔ میں نے تمہیں اغوا برائے ...ان کی خاطر کوئی سزا دینے کا پروگرام نہیں بنایا ہے۔" میں ...سرد لہجے میں جواب دیا۔ "جس روز ایڈی میرے ہاتھ آ گیا ...یں آزاد کر دیا جائے گا' یہ میرا وعدہ ہے۔"

"م...میں آزاد ہو کر تمہارے لیے زیادہ کارآمد ثابت ...سکتا ہوں۔" اس نے تیزی سے کہا۔ "میرا مطلب ہے ایڈی ...معمول کے مطابق تمہیں مطلع کر سکتا ہوں۔"

"آئی ایم سوری۔ میں دشمنوں کی زبان پر اعتبار کر لینے کا ...ل نہیں ہوں۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا پھر میں ...تھر کو اٹھا کر کندھے پر لادنے کے ارادے سے آگے بڑھا' اس ...آنکھوں میں موت کے سائے لرز رہے تھے لیکن اس سے ...ر میں اپنے ارادے میں کامیاب ہوتا کسی نے پشت سے ...ے حملہ کیا اور آٹومیٹک میرے ہاتھ سے نکل گیا۔ میرے دل ...دھڑکن تیز ہو گئی' پاسا پلٹنے کا تصور ہی میرے لیے موت سے ...نہیں تھا' مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ انہوں نے مجھے گولی ...نے سے دریغ کیوں کیا تھا جبکہ ایڈی میرے خون کا پیاسا ہو رہا ...حملہ اس قدر اچانک اور شدید تھا کہ میرے قدم لڑکھڑا کر رہ ...میں نے گرتے گرتے پلٹ کر دیکھا تو وہ حملہ آور جو تعداد ...میں تھے کوئی غیر نہیں تھے۔ وہ لیڈی مکلارنس کے گونگے اور ...باڈی گارڈز تھے جنہیں میں پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ ان میں ...ایک نے لپک کر آرتھر کو اٹھا لیا پھر تیزی سے کمرے سے ...گیا' واپسی کے لیے بھی اس نے خفیہ راستہ ہی استعمال کیا ...وہ سب خطرناک اور جدید خودکار اسلحے سے لیس تھے۔ میں ...ایک نظر مرجینا پر ڈالی پھر نگاہوں ہی نگاہوں میں اسے زبان ...رکھنے کی تلقین کرتا ہوا خود بھی عقبی راستے سے باہر نکل گیا۔ ...تیز تیز قدم پارکنگ لاٹ کی جانب اٹھ رہے تھے۔ اس ...آپریشن کے بعد میرا جلد از جلد کیسینو کی حدود سے باہر نکل ...بہت ضروری تھا۔ مجھے امید تھی کہ کوئی نہ کوئی ٹیکسی یا کیب ...ضرور دستیاب ہو جائے گی لیکن پھر میری یہ مشکل بھی آسان ...پارکنگ لاٹ میں پہنچتے ہی جو شخص تیزی سے ایک کار کی ...نکل کر سامنے آیا وہ ضرغام کے سوا کوئی اور نہیں تھا۔

"تم......" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔ "کیا تم مجھے چھوڑ کر ...نکل گئے تھے؟"

"اس کا جواب میڈم مرجینا زیادہ بہتر طور پر دے سکتی ہیں۔ ...اب آپ کو فوری طور پر یہاں سے نکل جانا چاہیے۔"

ضرغام کے جواب کے بعد میں نے اس سے دوسرا کوئی ...سوال مناسب نہیں سمجھا اور گاڑی میں خاموشی سے بیٹھ گیا' ...تھوڑی دیر بعد ہی ہم کیسینو سے خاصی دور ایک کشادہ سڑک پر سفر کر رہے تھے۔

"اب کہاں جانے کا پروگرام ہے؟" ضرغام نے سوال کیا۔

"مرجینا نے تمہیں کیا ہدایت دی ہے؟"

"میرے ذمے صرف یہی کام تھا کہ جب تک آپ کو کسی رہائشی ٹھکانے تک نہ پہنچا دوں آپ کی نگرانی کرتا رہوں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔ "میرا خیال ہے اب آپ کا واپس میڈم کی رہائش گاہ پر جانا مناسب نہ ہو گا۔"

"ٹھیک ہے۔ تم مجھے کسی ہوٹل تک پہنچا دو' اس کے بعد تمہارا کام ختم ہو جائے گا۔"

ضرغام نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے ایک بار دل میں سوچا تھا کہ اسی ہوٹل میں جاؤں جس میں ندیم اور تسیم کا قیام تھا' اس ہوٹل کا جو کمرا میرے نام بک تھا اس کی چابی بدستور میرے پاس تھی لیکن میں نے مصلحت کی بنا پر وہاں جانا مناسب نہیں سمجھا۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد میں ایک اوسط درجے کے ہوٹل میں اپنے لیے کمرا حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ میں نے ہوٹل کے رجسٹر میں اپنا نام زاہد بن عبید لکھوایا تھا اور خود کو مراکش کا باشندہ ظاہر کیا تھا۔ کاؤنٹر کلرک کے استفسار پر میں نے اسے بتایا تھا کہ میرا ایک ملازم کچھ دیر بعد میرا سوٹ کیس اور ہینڈ بیگ لے آئے گا جسے میرے کمرے تک پہنچا دیا جائے۔

میں اس وقت اعصابی طور پر بری طرح تھکن محسوس کررہا تھا اس لیے کمرے کو اندر سے بولٹ کرنے کے بعد بستر پر نیم دراز ہوکر لیڈی مکلارنس کے بارے میں سوچنے لگا جس کے باڈی گارڈز نے عین وقت پر کیسینو پہنچ کر میری ایک مشکل آسان کردی تھی۔ آرتھر کو اغوا کرتے وقت میں نے یہ نہیں سوچا تھا کہ اسے کہاں رکھا جائے گا۔ ابھی میں لیڈی مکلارنس کے بارے میں غور کررہا تھا کہ کمرے میں رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بجی اور میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ مجھے ابھی وہاں پہنچے پندرہ منٹ بھی نہیں ہوئے تھے پھر میرا پتا کسی اور کو کس طرح ہوگیا؟

"ہیلو۔۔۔۔زاہد بن عبید۔" تیسری گھنٹی پر میں نے ریسیور اٹھا کر بدلی ہوئی آواز میں کہا۔

"بلیک ڈریگن۔" دوسری جانب سے ندیم کی مانوس آواز سنائی دی۔

"تمہیں میری اس ہوٹل میں موجودگی کا علم کس طرح ہوگیا؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"میرا خیال ہے تم اس بات کو بھول رہے ہو کہ تمہیں لندن آنے کی دعوت میں نے دی تھی۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اس خیال کو ذہن سے نکال دو کہ میں تمہاری طرف سے ایک لمحے کو بھی غافل رہتا ہوں۔" ندیم نے بے حد سنجیدگی سے جواب دیا۔ "یہ تو ہوسکتا ہے کہ کسی وقت تمہارا سایہ تمہارے وجود کا ساتھ چھوڑدے لیکن میں یا میرے ماتحت ایک پل کے لیے بھی تم سے دور رہیں یہ ناممکن ہے۔"

"کیا تمہیں علم ہے کہ میک آرتھر کو کون لوگ لے گئے ہیں؟"

"امتحان لینے کی کوشش کررہے ہو؟" ندیم نے میری بات کا برا منانے کے بجائے خندہ پیشانی سے کہا۔ "کیا تمہیں اس بات سے انکار ہے کہ آرتھر کو اٹھالے جانے والے لیڈی مکلارنس کے آدمی تھے۔ وہی لیڈی مکلارنس جو بالکل کالکا کے انداز میں تم پر مہربان ہوتی جارہی ہے۔ ویسے ایک بات کہوں تم نے ایک اہم محکمے سے متعلق رہنے کے باوجود کیسینو میں کسی اچھی کارکردگی کا ثبوت نہیں دیا۔"

"میں سمجھا نہیں۔۔۔۔۔۔"

"تمہاری پہلی حماقت یہ تھی کہ تم نے کیسینو سے واپسی سے قبل اپنے اس لباس کو قطعی فراموش کردیا جو ڈسمنڈیا نمبر آٹھ کے جسم پر موجود تھا' بہرحال اب تمہیں اس کے لیے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں' میرے آدمیوں نے نہ صرف تمہارا لباس ضائع کردیا ہے بلکہ اس اسٹور ہی کو نذر آتش کردیا جس میں تمہیں تمہاری اصلیت دریافت کرنے کے لیے لے جایا گیا تھا۔ دوسری غلطی یہ ہے کہ تم نے آرتھر کو اغوا کرنے کا پروگرام بناتے ہوئے اس بہت ہی اہم نکتے پر غور نہیں کیا کہ تم اسے اپنے ساتھ کہاں لے جاتے؟ کیوں' کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔"

"ضروری نہیں ہے کہ میں جس محکمے سے متعلق رہا ہوں وہاں کے سارے افراد ہی شرلاک ہومز کی طرح مدبر اور باصلاحیت ہوں۔"

"گویا تمہیں اپنی غلطی کا احساس ہوچکا ہے۔"

"مرجینا کے بارے میں کیا خیال ہے؟" میں نے ندیم کے جملے کی کاٹ کو نظرانداز کرتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔ "کیا وہ اپنی زبان بند رکھے گی؟"

"اس سے پوچھنے کے بعد ہی بتا سکتا ہوں۔" ندیم نے طنزیہ لہجے میں کہا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "اگر اسے تمہیں پکڑوانا ہی مقصود ہوتا تو وہ اس وقت ہی ایڈی سے منہ مانگے دام وصول کرسکتی تھی جب تم اس کی رہائش گاہ پر تھے۔ اس کے علاوہ تم ضرغام کو کیوں فراموش کررہے ہو جو مرجینا ہی کے اشارے پر کیسینو میں آخری وقت تک موجود تھا۔"

"تمہیں ایک اہم کام کرنا ہے۔" میں نے ایک بار پھر دل میں اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے موضوع بدلا۔ "میرا بریف کیس اور ہینڈ بیگ بھجوادو۔"

"مجھے تمہارے اور ہوٹل کے کاؤنٹر کلرک کے درمیان ہونے والی گفتگو کی اطلاع مل چکی ہے۔ گھبراؤ مت' تمہارا سامان روانہ کیا جاچکا ہے لیکن تم نے ایک تیسری غلطی اور بھی کی ہے۔"

"وہ کیا۔۔۔۔۔۔؟"

"ہوٹل کے رجسٹر میں تم نے خود کو مراکش کا باشندہ لکھوا کر کسی ذہانت کا ثبوت نہیں دیا۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "زاہد بن عبید کا نام اختیار کرنے کے سلسلے میں تم بہت سارے جواز پیش کرسکتے ہو لیکن اگر کسی نے تم سے مراکش میں بولی جانے والی زبان میں گفتگو کی تو کیا تم اس کا جواب دے سکوگے۔۔۔۔۔؟"

"میرا خیال ہے کہ اس کی نوبت نہیں آئے گی۔" میں نے اطمینان کا اظہار کیا۔

"اس غلط فہمی کو ذہن سے نکال دو' لیڈی مکلارنس کی وجہ سے ابھی تک انسپکٹر پاول کے سادہ لباس والے تمہاری نگرانی پر مامور ہیں' ہوسکتا ہے کہ انہیں بھی اس کا علم ہوچکا ہو کہ تم اس وقت کہاں مقیم ہو' ویسے اس کے امکانات بہت کم ہیں اس لیے کہ جب مرجینا کے آدمیوں نے تمہیں اغوا کیا تھا اس وقت پاول کے آدمی تمہارا ٹریک کھوچکے تھے اور اس وقت تم جس میک اپ میں ہو اس میں پاول کے فرشتے بھی تمہیں شناخت نہیں کرسکتے۔ مرجینا میک اپ کے معاملے میں اپنا جواب نہیں رکھتی۔"

"کیا تم اسے پہلے سے جانتے ہو؟" میں نے کسی خیال سے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"صرف دوبار ملاقات ہوئی ہے لیکن جس انداز میں وہ تم پر مہربان ہے اس انداز میں میری پذیرائی نہیں ہوئی۔"

"اپنے اپنے نصیب کی بات ہے۔" میں نے شوخی سے جواب دیا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"موجودہ میک اپ میں تمہارا میرے ہوٹل آنا دوراندیشی کے منافی ہوگا۔" ندیم نے کہا پھر توقف سے بولا۔ "تم کل رات گیارہ اور بارہ بجے کے درمیان مجھ سے بلیو برڈ نائٹ کلب میں ملو۔ ممکن ہے اس وقت میں بھی کسی خاص میک اپ میں ہوں۔"

"ایڈی کے بارے میں تمہاری کیا رپورٹ ہے؟"

"فی الحال اس کا خیال ذہن سے نکال دو۔ وہ کوئی آبی پرندہ نہیں ہے جسے تم سر پر جھاڑ جھنکاڑ باندھ کر آسانی سے شکار کرلوگے۔" ندیم نے کہا۔ "اس سلسلے میں بھی تم سے کل رات بات ہوگی۔"

پھر دوسری جانب سے سلسلہ منقطع کردیا گیا' میں دوبارہ بستر پر دراز ہوکر حالات کا جائزہ لینے لگا۔ بیس منٹ بعد ہوٹل کے ملازم نے میرا سوٹ کیس اور ہینڈ بیگ میرے کمرے تک پہنچادیا۔ اس کے جانے کے کچھ دیر بعد میں نے آپریٹر سے ڈائریکٹ لائن مانگی اور مکلارنس کیسل کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ لیڈی مکلارنس سے رابطہ قائم ہونے میں مجھے زیادہ دیر انتظار کی زحمت نہیں اٹھانا پڑی۔

"اس وقت فون کرنے کا مقصد کیا ہے؟" رسمی گفتگو کے بعد لیڈی مکلارنس نے پوچھا۔

"میں ایڈی کا پتا معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیوں۔۔۔۔۔۔؟"

"جمی کی موت کے بعد وہ کسی درندے کی طرح میری بو سونگھتا پھر رہا ہے۔" میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "اس سے پہلے کہ وہ میرا سراغ پاسکے میں اسے ختم کردینا پسند کروں گا۔"

"میں تمہیں اس کا مشورہ نہیں دوں گی۔" لیڈی مکلارنس نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"کوئی خاص وجہ۔۔۔۔۔؟"

"دوبارہ کبھی مجھ سے کسی بات کی کوئی خاص وجہ دریافت کرنے سے پرہیز ہی کرنا۔" اس بار وہ جھلاہٹ سے بولی۔ "کیا مناسب ہے اور کیا نامناسب اس کا اندازہ لیڈی مکلارنس سے بہتر اور کون لگا سکتا ہے؟"

"میں اس کا اعتراف کرتا ہوں لیکن۔۔۔۔۔۔"

"ایک بات اور ذہن نشین کرلو۔" دوسری جانب سے میرا جملہ درمیان سے کاٹتے ہوئے خشک لہجے میں کہا گیا۔ "آئندہ تم چھوٹی چھوٹی اور فضول باتوں کے سلسلے میں مجھے فون کرنے سے گریز ہی کرنا۔"

"آرتھر کے بارے میں آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے۔"

"یہ سوچنا اب میرا کام ہے' تمہارا نہیں اور مجھے اس سلسلے میں تمہارے کسی مشورے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔" ایک بار پھر قدرے ناگوار لہجے میں جواب دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی دوسری جانب سے ریسیور کریڈل پر رکھنے کی آواز بھی سنائی دی تھی۔ میں ایک ثانیے تک ریسیور ہاتھ میں لیے لیڈی مکلارنس کے بارے میں سوچتا رہا پھر ریسیور رکھ کر دوبارہ بستر پر دراز ہوگیا۔ میرا خیال تھا کہ کچھ دیر بعد اٹھ کر لباس تبدیل کرلوں گا لیکن ذہن پر طاری ہونے والی غنودگی اور تھکن کے شدید احساس نے مجھے اس کا موقع نہیں دیا۔

*

صندل اور لوبان کی ملی جلی تیز خوشبو میری قوت شامہ سے ٹکرارہی تھی۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا' اس خوشبو کو سونگھے مجھے ایک مدت گزر چکی تھی' پورا کمرا اس کی تیز مہک سے بھرا ہوا تھا' میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔ یہ خوشبو ایک اشارہ تھی ان بزرگ کی موجودگی کا جنہوں نے صندلی انگوٹھی کے گرانقدر عطیے سے مجھے نوازا تھا۔ میرے اوپر وجد کی کیفیت طاری ہونا شروع ہوگئی' میں دیوانوں کی طرح چاروں طرف دیکھنے لگا لیکن شاید میری بصارت میرا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ خوشبو کی مہک تیز سے تیز تر ہوتی جارہی تھی۔ میں عالم کیف و مستی سے دوچار تھا' سرشاری کی کیفیت میرے وجود کے گرد احاطہ کیے ہوئے تھی پھر سفید ریش بزرگ کی وہی مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی' میں نے تیزی سے اپنا رخ تبدیل کیا' وہ نورانی چہرہ جسے خدا نے اپنی بے پناہ رحمتوں سے نواز رکھا تھا' میرے سامنے موجود تھا۔ بزرگ کے بدن پر اس وقت بھی کمبل موجود تھا۔ سیدھے ہاتھ میں وہی ٹیڑھی میڑھی کراماتی لکڑی موجود تھی جس کا کرشمہ میں پنڈت جنی دھر کے سلسلے میں دیکھ چکا تھا۔ میں نے متعدد بار بزرگ سے گڑگڑا کر اس کراماتی لکڑی کی طلب کا اظہار کیا تھا لیکن میری درخواست تاحال درخور اعتنا نہیں ہوئی تھی۔

کمبل پوش بزرگ مجھ سے چند قدم کے فاصلے پر اسی لکڑی کا سہارا لیے کھڑے تھے۔ ان کے چہرے کے اطراف نور کا ایک ہالا موجود تھا لیکن ان کی پیشانی شکن آلود تھی۔ وہ جن تیز نظروں سے مجھے ایک ٹک گھور رہے تھے میں اسے خوشی کی علامت سے تعبیر نہیں کرسکتا تھا' وہ یقیناً مجھ سے خفا تھے۔ مجھ سے کوئی ایسی غلطی ضرور سرزد ہوئی تھی جو ان کی ناراضگی کا سبب بن گئی تھی۔

لندن میں موجودگی کے دوران بھی آڑے وقتوں میں مجھے ان سفید ریش بزرگ کی یاد بارہا آئی تھی جن کی عطا کردہ انگشتری

نے ہمیشہ مصیبت میں میرے وجود کو استحکام بخشا تھا۔ مجھے علم تھا کہ پنڈت جنسی دھر کے منڈل کو توڑنے کی خاطر میں نے جو جذباتی قدم اٹھایا تھا وہی ان کی خفگی کا سبب بن گیا تھا۔ انہوں نے بارہا مجھے کالکا' شنکر اور پنڈت جنسی دھر سے دور رہنے کی خاطر اشاروں کنایوں میں تلقین کی تھی لیکن میں نے ان کا کہا نہیں مانا تھا۔

میں پلکیں جھپکائے بغیر خدا کے اس برگزیدہ اور عمر رسیدہ بندے کو دیکھ رہا تھا جس کی بزرگی کا سایہ میرے اوپر کسی گھنے درخت کی ٹھنڈی چھاؤں کی طرح موجود تھا۔ ان کی صندلی انگوٹھی اس وقت بھی میری انگلی میں موجود تھی' اسی انگوٹھی کی برکتیں تھیں جس نے کالکا کی پراسرار کالی قوتوں کو بھی میرے دل کا احوال جاننے سے معذور کردیا تھا اور لیڈی مکارنس بھی میرے دل کا حال جاننے سے مجبور تھی۔ اس نے صاف لفظوں میں مجھ سے یہی کہا تھا کہ کوئی لازوال طاقت میرے وجود پر سایہ فگن ہے جس کے راز کو وہ ہر قیمت پر جاننے کے لیے مضطرب تھی' وہی صندلی انگوٹھی تھی جس نے لیڈی مکارنس کو میری ذات میں دلچسپی لینے پر مجبور کیا تھا' اس نے کھلے لفظوں میں اس بات کا اقرار کیا تھا کہ میرے ذات میں اس کی دلچسپی صرف اس وقت تک برقرار رہے گی جب تک وہ اس لازوال قوت کا کھوج لگانے میں کامیاب نہیں ہوجاتی جس نے ابھی تک کالکا کی طرح اس کی پراسرار نگاہوں کو بھی میرے دل کی گہرائیوں تک پہنچنے سے روک رکھا تھا۔ لیڈی مکارنس نے بڑے واضح الفاظ میں بتایا تھا کہ جب تک وہ پراسرار اور حیرت انگیز قوت میرے ساتھ ہے دنیا کی کوئی طاقت میرا بال بھی بیکا نہیں کرسکتی۔

مجھ پر کئی بار ایسے آڑے وقت آئے تھے جب موت اور زندگی کا فاصلہ میرے اوپر بہت تنگ ہوگیا تھا لیکن اس صندلی انگوٹھی کی کرامت نے معجزاتی طور پر مجھے فساد اور شر سے محفوظ رکھا تھا' میں کئی بار موت کے منہ میں جاتے جاتے بال بال بچا تھا۔ اسی انگوٹھی نے لیڈی مکارنس کی توجہ میری جانب مبذول کی تھی اور اب لیڈی مکارنس کی پراسرار قوتیں بھی میرے دشمنوں کے مقابلے پر میرا ساتھ دے رہی تھیں۔ میرے ذہن میں گزرے وقتوں کے ناسازگار حالات موجزن تھے اور نگاہیں کمبل پوش بزرگ کے نورانی چہرے پر مرکوز تھیں۔

تادیر خاموشی کا یہ سحر قائم رہا پھر بزرگ نے مجھے سپاٹ لہجے میں مخاطب کیا۔

"مردود...... یہ آنکھیں پھاڑے پڑپڑ مجھے کیا گھور رہا ہے؟"

"مجھے خوشی ہے کہ آپ نے مجھے معاف کردیا۔" میں نے اپنے جذبات کی ترجمانی کی۔ "مجھے یقین تھا آپ مجھے اپنی شفقتوں سے محروم نہیں کریں گے۔"

"پھر تو نے خیالی پلاؤ پکانا شروع کردیا۔" بزرگ نے حسب معمول ڈھکے چھپے اشاروں میں کہا۔ "کنکوے اڑانے کی عادت ابھی تک نہیں گئی۔"

"میں آپ کی بات کا مقصد نہیں سمجھا میرے محترم۔" میں نے بڑی عاجزی سے کہا۔

"دیگ کے نیچے سے لکڑیاں کھینچ لے ورنہ سارا پلاؤ جل بھن کر راکھ ہو جائے گا۔ شعبدہ بازوں کی طرح ہوا میں قلابازیاں چھوڑ دے ورنہ کہیں سر کے بل زمین پر گرا تو بھیجا پاش پاش ہو جائے گا۔"

"میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں بابا۔ مجھے مکمل کر اپنی باتوں کے مفہوم سے آگاہ کردیں۔" میں گڑگڑانے لگا۔

"عقل زنگ آلود ہو گئی لیکن ابھی تک سمندر کے کنارے کنارے گھوم رہا ہے۔" بزرگ نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "صحرا کی طرف دوڑ لگا دے' کہیں ویرانے میں جا کر مٹی میں لگانی شروع کردے۔ پوبارہ ہو جائے گا۔"

"مجھے آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہے میرے بزرگ۔"

"میری مان تو بھنبیری کی طرح ہوا میں اڑنا چھوڑ دے ورنہ چکر گھنی ہو کر رہ جائے گا۔ سر کے بل الٹا کھڑا ہو جا۔ عقل خود بخود روشن ہو جائے گی۔"

"آپ کی باتیں میرے لیے معما ہیں۔" میں نے انکساری سے کہا۔ "میں اس کی گہرائیوں تک نہیں پہنچ سکتا۔"

"جنت میں جائے گا؟" اس بار بزرگ نے سنجیدگی سے مجھے گھورتے ہوئے سوال کیا۔ "وہاں تجھے انواع واقسام کے میوے ملیں گے۔ اگر بتیسی سلامت رہی تو اسے آسانی سے چبا لے گا ورنہ سب کچھ آخ تھو ہو جائے گا۔"

"مجھے اپنی لکڑی عنایت کر دیں بابا۔ مجھے اس کی شدید ضرورت ہے۔"

"جنت کو پکڑ لے۔ جلدی کر۔" بزرگ کے لہجے میں وحشت کے آثار پیدا ہونے لگے۔ "اگر قدموں کے نیچے سے نکل گئی تو ساری زندگی پچھتائے گا۔ گھڑی کی سوئیاں دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر چمگادڑ کی طرح لٹک جا۔"

"میں سمجھا نہیں میرے محترم۔"

"شاید نیلی چھتری والے کو یہی منظور ہے۔" بزرگ نے چھت کی جانب دیکھ کر ایک سرد آہ بھری پھر مجھے گھورتے ہوئے بولے۔ "مردود .... اندھے ..... نابینا ..... اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ مورتیوں کے پیچھے بھاگتا چلا جا' اندھیروں میں بھٹکتا رہ۔ بار بار لقا کبوتر کی طرح فضا میں قلابازیاں لگاتا رہ۔ چھتری کی طرف مت دیکھا کر جو تیرے بغیر ویران ہو رہی ہے۔ بدبخت! آسمان کے اوپر موجود بادل کے اس ٹکڑے کو بھی ایک نظر پلٹ کر دیکھ لے جو تیرے اوپر سایہ کیے ہوئے ہے۔ بارش شروع ہو گئی تو بس بھیگے کپڑے نچوڑتا رہے گا۔

...ہو جائے گا۔"

"خدا کے لیے۔ مجھے بتا دو بابا کہ تمہارا اشارہ کس طرف ہے۔" میں نے دوبارہ گڑگڑا کر کہا۔

"اشارے۔" کمبل پوش بزرگ نے دیوانوں کی طرح قہقہے لگانے شروع کر دیے پھر یکلخت سنجیدگی اختیار کر کے دائیں بائیں گھورتے ہوئے بڑی مدھم آواز میں کہا۔ "کالی پری لال دیو سے بیاہ رچا کر پھر چلکس بازی کرنے آرہی ہے۔ ابھی سے ٹھمکا لگانا شروع کردو۔ وہ روٹھ گئی تو پھر تیرا کیا بنے گا؟ کٹے ہوئے کنکوے کی طرح آسمانوں پر ڈگمگاتا رہے گا۔"

"مجھ پر رحم کرو بابا۔ تمہاری باتوں کا مفہوم سمجھنا میرے بس کی بات نہیں۔"

"نیم کی پتی چبانا شروع کر دے۔ نبولی کھایا کر۔ سارے اٹھارہ اٹھا غفیل ہو جائیں گے۔ ہا.... ہا.... ہا...." بزرگ نے دیوانوں کی طرح ایک بار پھر قہقہے لگاتے ہوئے کہا پھر خلاؤں میں گھورتے ہوئے بڑے دردناک لہجے میں بولے۔ "میں ٹک .... ٹک .... کی آواز سن رہا ہوں۔ تو بھی کان کھڑے کر لے .... سوتا رہا تو لاد چلے گا بنجارہ۔ قلابازی کھا کر پلٹ جا' ناک کی سیدھ میں دوڑ لگانا شروع کردے۔"

"حالات نے مجھے جکڑ رکھا ہے میرے محترم۔" میں نے عاجزی سے کہا۔ "میرے دشمن میرے اوپر عرصہ حیات تنگ کر رہے ہیں۔ موت میرے تعاقب میں ہے۔ مجھے کچھ نہیں سجھائی دیتا۔ مجھے رہنمائی کی ضرورت ہے۔"

"بازار سے قطب نما خرید کر چبا لے۔ ساری سمتیں روشن ہو جائیں گی۔ کیا سمجھا؟"

"میں کچھ نہیں سمجھا۔" میں نے الجھتے ہوئے جواب دیا۔ "حالات کی رفتار نے میرے اوپر تمام دروازے بند کر رکھے ہیں۔"

"بکتا ہے اندھے۔" بزرگ نے ایک لمحے کے لیے سنجیدگی اختیار کی پھر دیوانوں کی طرح چاروں طرف نظر دوڑاتے ہوئے بولے "آہستہ بول۔ کسی نے سن لیا تو سونے کی چڑیا ہاتھ سے جاتی رہے گی۔ میری بات مان لے۔ بغل بجاتا ہوا بغلی دروازے سے نکل جا۔ اللہ بھلا کرے گا۔"

"میری انگلی تھام کر مجھے منزل کا راستہ دکھا دو بابا۔ میں التجا کرتا ہوں۔"

"چسنی منہ سے لگا لے۔ وقتی طور پر آرام آجائے گا۔" بزرگ کی آنکھیں یک لخت غصے سے لال ہو گئیں۔ ان کے چہرے پر جلالی کیفیتوں کا رنگ بڑی تیزی سے گہرا ہو رہا تھا۔ مجھے گھورتے ہوئے حقارت سے بولے۔ "روشنی سے تیری آنکھیں چندھیا گئی ہیں۔ اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مارنا چھوڑ دے۔ ابھی تھوڑا وقت باقی ہے۔ طلسمی لبادوں کو تار تار کر دے۔ ناخن بڑھا کر خود کو لہولہان کر۔ زخموں کو چاٹا کر۔ خون کی مہک' مشک و عنبر سے زیادہ تیز ہوتی ہے۔ تتلیوں کے پیچھے دوڑ لگانے سے باز آجا۔ غور سے دیدے اٹھا کر اوپر کی جانب دیکھ۔ کالی آندھی کے جھکڑ نیچے اتر رہے ہیں۔ دونوں ہاتھ فضا میں بلند کر کے ان کا راستہ کاٹ دے۔ چراغ کی لو ٹمٹما رہی ہے۔ دیے کا تیل ختم ہو جائے تو پھر دھوئیں کی لکیریں ہاتھ نہیں آتیں۔ سب چھو منتر ہو جاتا ہے۔ خالی پنجرے سے چڑیوں کے چہچہانے کی آوازیں ابھریں۔ پنگوڑا خالی چلے گا تو اس سے قلقاریوں کے بجائے چرخ چوں۔ چرخ چوں کی آوازیں سنائی دیں گی۔ لیکن تو۔ تو کان میں گندگی ٹھونس کر چین کی بنسری بجانا شروع کردے۔"

کمبل پوش بزرگ کی باتیں میری سمجھ سے بالاتر تھیں لیکن میں اتنا ضرور سمجھ رہا تھا کہ ان کی آمد خالی از علت نہیں ہے۔ وہ جو خدا کے محبوب اور نیک بندے ہوتے ہیں خدا ان کو اپنی رحمتوں اور برکتوں سے نواز دیتا ہے' روشن ضمیر کردیتا ہے پھر ان کے لیے کون و مکان کے فاصلے باقی نہیں رہتے' ان کے قلب روشن ہو جاتے ہیں' ان کی چشم بصیرت اتنی تیز ہو جاتی ہے کہ گھپ اندھیروں کے باوجود وہ تاحد نظر دیکھنے کی قوت حاصل کرلیتے ہیں' وہ ارض و سما کی گردش کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں لیکن اس مقام پر پہنچنے کے بعد ان کی زبانوں پر تالے ڈالے دیے جاتے ہیں' وہ خدا کے راز کو دنیا والوں پر آشکار کرنے کی

جرأت سے محروم کردیے جاتے ہیں' انہیں بھٹکے ہوئے لوگوں کو راستی کی راہ پر گامزن کرنے کی خاطر صرف اشاروں کنایوں میں گفتگو کی اجازت ہوتی ہے' کل کیا ہونے والا ہے اس کے اظہار سے ان کی قوت گویائی سلب کرلی جاتی ہے۔

"میرے محترم۔" میں نے ان کے دل کے بھید کو پالینے کی کوشش کی۔ "میں جس راہ پر چل رہا ہوں کیا وہ قدرت کو منظور نہیں ہے۔"

"عاقبت نااندیش۔۔۔۔ ناہنجار۔۔۔۔ اب بزرگوں کے ساتھ بھی کبڈی کھیلنے کی کوشش کررہا ہے۔" کمبل پوش بزرگ نے میری بات کا مفہوم جان لیا تھا' جلالی حالت میں گھورتے ہوئے بولے۔ "کوڑے دان پر جاکر رقص شروع کردے۔ پیٹ بھرنے کے لیے گندگی میں سے بھی دانہ چگنے کی عادت ڈال لے یا پھر لنگوٹی باندھ کر جس طرف سینگ سائیں قلانچیں بھرنا شروع کردے۔ زقند لگانے کی عادت ڈال لے ورنہ ایک راستہ اور بھی ہے۔ بالی عمریا اور پتلی کمریا کے بحر زخار میں ناک دبا کر غوطہ لگادے۔ ٹھمکے لگایا کر۔"

"میری ذہانت کا امتحان نہ لو بابا۔" میں نے گڑگڑا کر التجا کی۔ "میں بہت گناہ گار آدمی ہوں' تمہاری بلندیوں کو نہیں چھو سکتا۔ تمہیں اپنی بزرگی کا واسطہ' مجھے میرے انجام سے باخبر کردو۔۔۔۔۔۔ نہیں تو میں بھٹک جاؤں گا۔"

"وہ دیکھ۔۔۔۔۔۔ وہ سامنے۔۔۔۔۔" کمبل پوش بزرگ نے دیوانوں کی طرح ایک جانب انگلی اٹھا کر سرگوشی کی۔ "روئی کے گالوں جیسے ابر آلود بادلوں کا سینہ شق ہورہا ہے۔ جنت بھی آہستہ آہستہ سرک رہی ہے۔۔۔۔۔۔ سن۔۔۔۔۔ غور سے سن۔۔۔۔۔ طوفان اٹھنے کی آوازیں'۔۔۔۔۔۔ شائیں۔۔۔۔۔ شائیں' آرہی ہیں' اب سب تائیں تائیں نش ہوجائے گا۔۔۔۔۔۔ غور سے دیکھ۔۔۔۔۔۔ کسی بدبخت نے کتے کی دم سے پٹاخے باندھ کر اسے آگ دکھادی ہے اور وہ بدنصیب منہ اٹھائے بھاگے جارہا ہے۔ پکڑو۔۔۔۔۔ پکڑو۔۔۔۔۔ دوڑو۔۔۔۔۔ کہیں نگاہوں سے اوجھل نہ ہوجائے۔"

پھر بزرگ نے دروازے کی سمت دوڑ لگادی اور پلک جھپکتے میں میری نگاہوں سے اوجھل ہوگئے۔ کمرے میں بھری ہوئی صندل اور لوبان کی خوشبو آہستہ آہستہ سمٹ رہی تھی' میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہورہی تھیں۔ میں نے تیزی سے اٹھ کر بزرگ کے تعاقب میں دوڑنا چاہا تو منہ کے بل فرش پر گر پڑا۔ میں نے آنکھیں کھولیں' کمرے میں میرے سوا کوئی اور نہیں تھا۔ میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگا پھر ٹیلی فون کی گھنٹی کی تیز آواز کمرے میں گونجی تو میں چونک اٹھا۔ میں نے گھڑی پر نگاہ ڈالی' اس وقت رات کے دو کا عمل تھا۔ اتنی رات گئے کون مجھے فون کرسکتا ہے؟ میں نے سوچا پھر تیزی سے لپک کر ریسیور اٹھالیا۔

"ہیلو۔۔۔۔۔" میں نے دل کی دھڑکنوں کو سمیٹتے ہوئے کہا۔ "زاہد بن عبید۔"

"تم ابھی تک سوئے نہیں۔" دوسری جانب سے لیڈی مکلارنس کی آواز سنائی دی۔

"سوگیا تھا لیکن۔۔۔۔۔"

"لیکن کیا؟"

"کوئی خواب دیکھتے دیکھتے اچانک آنکھ کھل گئی۔" میں نے خود کو سنبھالا۔

"ہاں۔ میں تمہاری آوازیں سن رہی تھی مگر تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آرہی تھیں۔"

"کیا میری آوازیں آپ تک پہنچ رہی تھیں؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔ "یہ کیسے ممکن ہے؟"

"لیڈی مکلارنس کے لیے کوئی بات ناممکن نہیں ہے۔ تم کون سی زبان بول رہے تھے میں ابھی تک نہیں سمجھ سکی مگر ایک بات میں بڑے یقین سے کہہ سکتی ہوں۔ کچھ دیر پہلے تم کمرے میں اکیلے نہیں تھے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے ایک بار پھر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "آپ یقین کریں' میں نے جب سے کمرے میں قدم رکھا ہے اس وقت سے بالکل تنہا ہوں۔ آپ چاہیں تو اپنے آدمیوں کے ذریعے اس بات کی تصدیق کراسکتی ہیں۔"

"میں تصدیق کرچکی ہوں۔" لیڈی مکلارنس نے بڑے گمبھیر لہجے میں جواب دیا۔ "ہوسکتا ہے تم کو کسی اور کی موجودگی کا علم نہ ہوا یا پھر تم مجھ سے چھپانے کی کوشش کررہے ہو۔ بہرحال میں نے ابھی اپنی ہار تسلیم نہیں کی' ایک نہ ایک دن میں اس معمے کو ضرور حل کرلوں گی جو تمہاری ذات سے وابستہ ہے۔"

"لیڈی مکلارنس۔" میں نے تیزی سے پوچھا۔ "کیا آپ مجھے بتاسکتی ہیں کہ آپ نے جو آوازیں سنی تھیں وہ کس قسم کی تھیں؟"

"رات خاصی بھیگ چکی ہے۔ اپنے ذہن پر کسی قسم کا بوجھ نہ ڈالو' آرام سے سوجاؤ' ابھی مجھے اور بھی بہت سارے اہم کام سرانجام دینے ہیں۔"

دوسری جانب سے سلسلہ منقطع ہونے کی ہلکی سی کلک کی آواز ابھری تو میں نے بھی ریسیور کریڈل پر رکھ دیا لیکن میرے ذہن میں ایک سوال بازگشت بن کر گونجنے لگا۔

یا لیڈی مکلارنس نے کمبل پوش بزرگ اور صندلی انگوٹھی کا راز پالیا تھا یا وہ ابھی تک اندھیروں میں ہی بھٹک رہی ہے؟

❊

دوسری صبح میں بیدار ہوا تو رات کی باتیں میرے ذہن میں گونجتی رہیں۔ ندیم اور لیڈی مکلارنس سے ہونے والی گفتگو کی

مجھے اس بات کا بخوبی اندازہ ہوگیا تھا کہ دونوں میری نا قابل نہیں تھے لیکن مجھے سب سے زیادہ فکر کمبل کی لاحق تھی وہ ایک عرصے کے بعد مجھے نظر آئے تھے کی طرح ڈھکے چھپے جملوں میں اپنی عندیہ بیان کرکے اوجھل ہوگئے تھے۔ ان کی باتیں میرے لیے کسی معمے نہیں تھیں۔ میں نے ہر طرح سے ذہنی جمناسٹک کرکے ان کا مفہوم جاننے کی کوشش کی لیکن ان کے آخری جملوں کے گالوں جیسے ابر آلود بادلوں کا سینہ شق ہورہا ہے اور آہستہ آہستہ سرک رہی ہے۔" کا اشارہ مجھے نجانے کیوں اندر پریشان کررہا تھا۔ میں نے بہت غور و خوض کیا' ہر ان معنی خیز جملوں کے راز کی تہ تک پہنچنے کی کوشش شاید کامیابی میرے مقدر میں نہیں تھی۔ کاش میں ان کا مفہوم جان لیتا۔

دوپہر کے کھانے کے بعد میں ہوٹل سے رخصت ہوگیا' میں لباس تبدیل کرلیا تھا لیکن میرے چہرے پر ابھی تک وہی اپ تھا جو مرجینا نے اپنی قیام گاہ سے رخصت کرتے وقت تھا۔ میں بلاوجہ لندن کی سڑکوں اور تفریح گاہوں کی سیر کرتا شام کی چائے میں نے ایک دوسرے ہوٹل میں پی' لکی اسٹارز میری واپسی کے بعد وہاں کیا گزری تھی مجھے اس کا مطلق کوئی نہیں تھا چنانچہ میں نے ایک فون بوتھ سے جو قدرے غیر آباد علاقے میں واقع تھا مرجینا کو فون کیا۔ میں اس سے بعد کی صورت کے بارے میں دریافت کرنا چاہتا تھا۔

"ہیلو۔۔۔۔۔" دوسری جانب سے کسی مرد نے فون ریسیو کیا اس کی آواز پہچاننے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ وہ تھا۔

"مسٹر ٹام۔۔۔۔۔" میں نے اپنے دل کی مزید تسلی کرنے کی خاطر نام لے کر مخاطب کیا۔ "مجھے مرجینا سے کچھ ضروری باتیں ہیں۔"

"ہولڈ کریں۔۔۔۔۔۔"

میں فون بوتھ کے اندر سے بھی اپنے اطراف کا جائزہ لے رہا تھا۔ ندیم نے اپنی گفتگو کے دوران یہ بھی کہا تھا کہ چیف پاول کے سادہ لباس والے غالباً" اس وقت سے میرا پیچھا کرچکے تھے جب مرجینا کے آدمیوں نے مجھے اغوا کیا تھا۔ کسی حد تک اس بات کا علم تھا کہ پاول میری ذات میں کیوں دلچسپی لے رہا ہے لیکن ابھی تک وہ کھل کر میرے سامنے نہیں آیا تھا۔ شاید ابھی تک اس کے سادہ لباس والے وہ تمام کوائف حاصل نہیں کرسکے تھے جو پاول کو میرے سلسلے میں مطلوب تھے۔

"ہیلو۔۔۔۔ مرجینا اسپیکنگ۔" دوسری جانب سے مرجینا کی آواز سنائی دی تو میرے خیالات کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔

"میں تم سے کچھ ضروری معلومات کرنا چاہتا ہوں۔"

"مجھے اس کا اندازہ ہے۔" اس نے کہا۔ "تم غالباً" ان حالات کی تفصیل جاننے کے لیے بے قرار ہو جو لکی اسٹارز سے تمہارے جانے کے بعد رونما ہوئے تھے۔۔۔۔۔۔ کیوں؟ میرا اندازہ غلط تو نہیں ہے۔"

"نہیں۔۔۔۔۔۔" میں اسے سراہتے ہوئے جواب دیا۔ "تم بلاشبہ ایک ذہین اور دوراندیش شخصیت کی مالک ہو۔"

"تم نے کیسینو میں آکر اچھا نہیں کیا۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"تمہاری قسمت اچھی ہے جو ابھی تک کیسینو کے اجرتی بدمعاش تمہاری اصلیت کے راز سے واقف نہیں ہوسکے۔" مرجینا نے سنجیدگی سے کہا۔ "صرف ٹائی سن اور ڈسمنڈ نے تمہیں اس میک اپ میں دیکھا تھا جو میں نے تمہارے چہرے پر کیا تھا لیکن تمہارے جانے کے بعد کسی تیسرے شخص نے اس اسٹور کو آگ لگادی جہاں وہ دونوں بے ہوشی کی حالت سے دوچار تھے۔ آگ لگنے کے بعد ان کے جسم جل کر کوئلے کی شکل اختیار کرچکے تھے اس لیے وہ تمہاری نشاندہی نہیں کرسکے تھے' تیسرے شخص کو جسے تم نے چور راستے سے آرتھر کے کمرے تک پہنچنے سے پیشتر بے ہوش کیا تھا اندھیرا ہونے کی وجہ سے وہ بھی تمہارے حلیے کو اچھی طرح نہیں دیکھ سکا۔ کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ اسٹور میں آگ کس نے لگائی تھی؟"

"وہ بھی تمہاری طرح میرا کوئی مہربان ہی تھا۔"

"کیسینو کے عملے کے افراد پاگل کتوں کی طرح ہر طرف تمہاری بو سونگھتے پھر رہے ہیں۔" مرجینا نے سنجیدگی سے کہا پھر تیزی سے پوچھا۔ "وہ لوگ کون تھے جو آرتھر کو کندھے پر ڈال کر لے گئے تھے' کیا وہ بھی تمہارے ساتھی تھے؟"

"ہاں۔۔۔۔۔۔" میں نے مبہم انداز میں کہا۔

"اس وقت تم کہاں سے بول رہے ہو۔ میرا مطلب ہے کہ کیا تم نے ہوٹل سے ہی مجھے کال کیا ہے؟"

"نہیں۔۔۔۔۔۔ میں اس وقت ہوٹل سے بہت دور ہوں۔"

"میرا ایک مشورہ مانو گے۔"

"تم نے مجھ پر جو احسان کیا ہے اسے میں ہمیشہ یاد رکھوں گا۔" میں نے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ "تم مجھے کیا مشورہ دینا چاہتی ہو؟"

"مجھے یقین ہے کہ تم ابھی تک اسی میک اپ میں ہو۔"

"تمہارا اندازہ غلط نہیں ہے۔"

"میری مانو تو وہ ہوٹل بدل دو لیکن کسی اور ہوٹل میں قیام کرنے سے پہلے تمہیں ایک بار پھر مرجینا کے قرب کو برداشت کرنا ہوگا۔" اس نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر کہا پھر سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے بولی۔ "تمہارا موجودہ حلیے میں رہنا ٹھیک نہیں ہے' ہوسکتا ہے کسی اور نے تمہیں اس میک اپ میں دیکھ

لیا ہو' اگر تم پسند کرو گے تو میں تمہارے چہرے پر کوئی اور میک اپ کر دوں گی۔"

"میں بھی اسی لائن پر سوچ رہا ہوں۔" میں نے اس کی بات کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "کیا یہ مناسب نہ ہو گا کہ میں اپنے اصلی روپ میں واپس آجاؤں۔"

"سوچ لو...... اصلی حلیے میں آنے کے بعد ایڈی اور اس کے شکاری کتے بہ آسانی تمہارا پیچھا پکڑنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

"میں ایڈی یا موت سے خوفزدہ نہیں ہوں۔" میں نے ٹھوس آواز میں کہا۔ "کیا میں کل دوپہر میں تم سے مل سکتا ہوں۔"

"میں ضرغام کو کل گیارہ بجے تمہارے پاس بھیج دوں گی۔ "وہی تمہیں میرے پاس لے آئے گا اور تمہارے لیے کسی اور ہوٹل کا بندوبست بھی کر دے گا۔"

"کہیں ایسا نہ ہو کہ میری وجہ سے تم بھی کسی مصیبت کا شکار ہو جاؤ۔"

"کیا مطلب......؟"

"ہو سکتا ہے کہ لکی اسٹارز کے اجرتی بدمعاش تمہاری بھی کڑی نگرانی کر رہے ہوں اور......"

"اس کی فکر مت کرو......" مرجینا نے میری بات کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "اول تو ایسی کوئی بات نہیں ہوگی اور اگر ہوئی بھی تو وہ تمہیں شناخت نہیں کریں گے۔ رہا میرا معاملہ تو تم پریشان نہ ہو۔ میں جانتی ہوں کہ کسی سچویشن کو کس طرح ہینڈل کیا جاتا ہے۔"

"کیا لکی اسٹارز والوں کو اس بات پر حیرت نہیں ہوئی ہو گی کہ ہم نے صرف آرتھر کو کیوں اغوا کیا اور تمہیں کیوں نظرانداز کر دیا گیا؟"

"انہیں اس بات پر کوئی تعجب نہیں ہوا شاید اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ تمہارا شکار میں نہیں بلکہ آرتھر تھا۔"

"ایک اہم بات اور......" میں نے کچھ سوچتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "کیا ایڈی کے زرخرید کتوں نے تم سے میرے حلیے کے بارے میں نہیں پوچھا تھا؟"

"پوچھا تھا لیکن میں نے انہیں تمہارا جو حلیہ بتایا ہے شاید میں نے خواب میں بھی اس شکل کے آدمی کو کبھی نہیں دیکھا۔"

"میں ایک بار پھر تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

"کچھ حساب ایسے ہوتے ہیں جو صرف دوستوں کے دل میں ہوتے ہیں۔ بہرحال' وقت کا خیال رکھنا' ضرغام کل ٹھیک گیارہ بجے تمہیں لینے پہنچ جائے گا۔" اس جملے کے اختتام کے ساتھ ہی دوسری جانب سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا اور جواب میں' میں بھی ریسیور کو ہک پر لٹکانے کے بعد فون بوتھ سے باہر آگیا۔ قرب وجوار میں مجھے کوئی ایسا شخص نظر نہیں آیا جس پر میں اپنے تعاقب کیے جانے کا شبہ کر سکتا۔

ندیم نے مجھے گیارہ اور بارہ بجے رات کے درمیان بلیوبرڈ نائٹ کلب میں ملنے کو کہا تھا جو سینٹرل لندن میں پکاڈلی اسٹریٹ پر واقع تھا۔ میں وہاں دس بجے ہی پہنچ گیا' پکاڈلی اسٹریٹ کے خوب صورت اور حسین ہنگاموں سے لطف اندوز ہوتا ہوا میں بازار کی سیر کرتا رہا۔ پتھر کی خوب صورت عمارتیں جس پر نقش و نگار قابل دید تھے' ان عمارتوں پر جھلمل کرتے ہوئے نیون سائن کی رنگ برنگی روشنیاں ایک عجیب سماں پیش کر رہی تھیں۔ پکاڈلی کا علاقہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے' یہاں زیرز بازار' تفریحی مراکز اور قسم قسم کی دلچسپیاں لوگوں کو جوق در جوق اپنی جانب کھینچتی ہیں۔ اس علاقے میں ہر قسم کی عیاشی بھی ہوتی ہے' سب کچھ کھلے انداز میں بغیر کسی شرم و حیا کے برملا ہوتا ہے۔ کوئی دوسرے پر انگلیاں نہیں اٹھاتا اس لیے کہ سب اپنی اپنی دھن میں مست ہوتے ہیں' اتنی فرصت کسی کے پاس نہیں ہوتی جو وہ کسی اور کی نقل و حرکت پر غور کر سکے۔ یہاں ایسی خاص جگہیں بھی ہیں جہاں سوانا باتھ اور اسٹیم باتھ بھی ہوتا ہے۔

پکاڈلی اسٹریٹ کے علاقے میں سرشام ہی سے خوب صورت اور نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کی آمد کا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے خاص طور پر پکاڈلی کے عقبی حصے میں جو وہاں کا ریڈلائٹ ایریا ہے۔ وہاں برطانوی اور غیرملکی حسینائیں اپنے شکار کی تلاش میں گھومتی رہتی ہیں' جس کی جیب گرم ہو وہ کھل کر عیاشی کر سکتا ہے۔

ہرچند کہ ان باتوں کا میری کہانی یا داستان سے براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے لیکن میں اپنے پڑھنے والوں کو یہ بتانا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ ہم انگریز قوم کو جتنا مہذب سمجھتے ہیں دور قریب سے اس کے بالکل برعکس نظر آتے ہیں۔ انہوں نے اپنی عیاشی اور تفریحات کے لیے ایسے ایسے اڈے بنا رکھے ہیں جو انسانیت کے نام پر کسی بدنما داغ سے بھی زیادہ نمایاں نظر آتے ہیں' ایسے ایسے خوب صورت اسنیک بار' نائٹ کلبس اور ہوٹل بنا رکھے ہیں جس کی تفصیل کو قلم بند کرنا ہی شرافت کے منافی ہے۔ خاص طور پر برائیٹن بیچ کا علاقہ تو اپنی مثال آپ ہے' یہاں بوس و کنار نہ صرف یہ کہ سرعام بڑے دھڑلے کے ساتھ ہوتا ہے بلکہ اسی علاقے میں باقاعدہ اور قانونی طور پر ایک نیوڈ کلب (NUDE CLUB) بھی واقع ہے جہاں صرف ننگے لوگوں کا داخلہ ہی ممکن ہوتا ہے۔ اس کلب میں داخلے کے لیے ممبر ہونا ضروری ہے' بھاری فیس ادا کرنے کے بعد آپ اس تہذیب کا بغور مطالعہ کر سکتے ہیں جہاں ہر نوجوان' بوڑھا' بچہ' عورتیں اور لڑکیاں باہمی رشتوں سے بے نیاز ہو کر مادرزاد برہنہ گھومتے پھرتے اور ہنستے بولتے نظر آتے ہیں۔ وہ اس بے غیرتی میں کوئی عار نہیں سمجھتے' ماں باپ' بیٹی' بھائی اور بہن سب ہی کپڑوں کی قید سے بالکل آزاد نظر آتے ہیں' کوئی کسی کی پروا نہیں کرتا۔ وہاں وہ سب کچھ ہوتا ہے جو ایک عام انسانی ذہن سوچنے' سمجھنے اور یقین کر لینے سے قاصر ہے لیکن اس مکروہ حقیقت سے کوئی انکار بھی نہیں کر سکتا۔

بہرحال میں تقریباً" ایک گھنٹے تک پکاڈلی کی رنگینیوں سے لطف اندوز ہوتا رہا پھر ٹھیک گیارہ بجے میں ٹکٹ لے کر بلیوبرڈ نائٹ کلب میں داخل ہو گیا جہاں مستیاں اور بہکے ہوئے نظارے اپنے پورے شباب پر تھے۔ یہاں لڑکیوں کی تعداد مردوں کے مقابلے میں کچھ زیادہ ہی تھی جن کے جسم پر نظر آنے والا لباس نہ ہونے کے برابر تھا۔ میں بڑی مشکلوں سے بہکی بہکی مصنوعی اداؤں اور مہکتے ہوئے جسموں کے ہجوم سے گزرتا ہوا ایک ایسے گوشے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا جہاں ایک دو میزیں خالی تھیں لیکن ان پر بھی ریزرو کی تختیاں موجود تھیں' بیٹھنے کے لیے کوئی ایک نشست بھی خالی نہیں تھی۔ میں واپسی کے ارادے سے پلٹا لیکن اسی وقت ایک کاؤ بوائے ٹائپ کے شخص نے میرا راستہ روک لیا۔ اس کے جسم پر جینز کی پتلون اور چمڑے کی جیکٹ نظر آرہی تھی' سر پر ایک بڑا ہیٹ موجود تھا' اس کی داڑھی جھاڑ جھنکار کے مانند بڑھی ہوئی تھی۔ پہلی نظر میں' میں اسے کسی ساحلی علاقے میں رہنے والا مچھیرا ہی سمجھا تھا۔ میں نے اس سے کترا کر نکل جانے کی کوشش کی تو اس نے بڑی بے تکلفی سے میرا ہاتھ تھام لیا اور ہونٹوں کے درمیان پھنسے ہوئے موٹے سگار کو تقریباً" چباتا ہوا بولا۔

"مایوس مت ہو مائی ڈیئر۔ جن میزوں پر ریزرو کی تختیاں رکھی ہوئی ہیں ان میں سے ایک میرے لیے مخصوص ہے۔ کیا تم میرے ساتھ بیٹھ کر ایک جام پینا پسند کرو گے؟"

میں چونک اٹھا' وہ آواز ندیم کے سوا کسی اور کی نہیں تھی لیکن اس وقت وہ جس حلیے میں تھا اس میں' میں تو کیا شاید نسیم بھی اسے ندیم کی حیثیت سے شناخت نہیں کر سکتی تھی۔

ندیم کو اس حلیے میں دیکھ کر مجھے حیرت ہی ہوئی تھی۔ لیڈی مکلارنس کے علاوہ خود گراہم نے بھی ایک بار مجھ سے اس بات کا اقرار کیا تھا کہ جب تک اس کے اور ندیم کے درمیان کاروباری تعلقات استوار ہیں۔ گراہم کے اجرتی بدمعاش اور قاتل اسے کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے مگر اب گراہم اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا تھا۔ وہ ہسپتال میں پڑا موت اور زندگی کی جنگ لڑ رہا تھا۔ جمی کی موت نے ایڈی کو میرا خطرناک ترین دشمن بنا دیا تھا۔ وہ اور اس کے گرگے لندن کے شہری اور نواحی علاقوں میں ہر جگہ میری بو سونگھتے پھر رہے تھے۔ اب میک آرتھر کے اغوا کے بعد تو وہ اور زیادہ بلبلا اٹھا ہو گا۔

گراہم نے ایڈی کی خدمات حاصل کرنے کے بعد اسے نارمن اور ہاورڈ کی موت کی کہانی سے بھی ضرور باخبر کیا ہو گا۔ ایڈی کو یقیناً اس بات کا علم بھی ہو گا کہ میرے اور ندیم کے درمیان کس قسم کے تعلقات تھے۔ ایسی صورت میں وہ براہ راست ندیم کو بھی تھوڑی بہت زک پہنچا کر اپنے دل کا غبار ہلکا کر سکتا تھا اور اگر ندیم کو اس بات کا یقین تھا کہ گراہم کی طرح ایڈی بھی اس وقت تک اس کے اوپر ہاتھ ڈالنے کی حماقت نہیں کرے گا جب تک لکی اسٹارز کے تمام شیئر گراہم کی تحویل میں نہیں پہنچ جاتے۔ تو پھر اسے اس وقت میک اپ میں ہونے کی کیا ضرورت درپیش آگئی تھی؟ کیا اس نے وہ میک اپ محض مجھے دشمنوں کی نگاہوں سے محفوظ کرنے کی وجہ سے کیا تھا؟ اسے آواز کے ذریعے شناخت کر لینے کے بعد ہی میں اس کے ساتھ ایک میز پر بیٹھ گیا تھا۔ ندیم نے ریزرو کی تختی اوندھا دی تھی اور عجیب مضحکہ خیز انداز میں سگار چبا چبا کر اس کے کش لگا رہا تھا۔

میز پر بیٹھنے کے بعد اس سے پیشتر کے ہمارے درمیان گفتگو کا سلسلہ شروع ہوتا ایک خوبصورت لڑکی جس نے مختصر لباس پہن رکھا تھا اور خاصی بدمست نظر آرہی تھی انتہائی بے تکلفی سے سگریٹ کا دھواں اڑاتی ہمارے درمیان آکر کھڑی ہو گئی۔ وہ یقیناً کال گرل ٹائپ ہی کی کوئی لڑکی تھی جنہیں قمار خانوں اور شبینہ کلبوں میں مستقل طور پر یا کمیشن پر رکھا جاتا تھا۔ ان کا کام یہی ہوتا تھا کہ وہ گاہکوں کو پھانس کر انہیں پینے پلانے پر آمادہ کریں۔ اس کی عمر زیادہ نہیں تھی۔ چہرے کے نشیب و فراز میں بھی ایک معصوم قسم کی تازگی موجود تھی۔ وہ کوئی مقامی ہی دکھائی دے رہی تھی۔

"ہیلو۔" اس نے کرسی پر اپنے خوبصورت اور حسین وجود کو گراتے ہوئے ندیم سے پوچھا۔ "کیا تم میری کمپنی پسند کرو گے؟"

"تمہارا خوبصورت سا نام کیا ہے؟" ندیم نے کسی پروفیشنل عیاش کے سے انداز میں پوچھا۔

"تم جس نام سے جی چاہے پکار لو۔ کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" وہ بڑے فلسفیانہ لہجے میں بولی۔ "نام بدل جانے سے میری حیثیت میں کوئی فرق نہیں آجائے گا۔"

"بلیوبرڈ میں کب سے ہم جیسے بھولے بھالے گاہکوں کا شکار کھیل رہی ہو؟" ندیم نے معنی خیز انداز میں سرگوشی کی۔

"تم.... اور بھولے بھالے۔" وہ سگار کا دھواں اڑانے کے ساتھ ساتھ مسکرا کر بولی۔ "میں نے تمہیں آج یہاں پہلی بار دیکھا ہے لیکن تم وہ نہیں جو بظاہر دکھائی دے رہے ہو۔ ایک نمبر کے گھاگ معلوم ہوتے ہو۔"

"اور تم؟"

"میں بلیوبرڈ میں آٹھ سال سے کال گرل کا دھندا کر رہی ہوں۔ کیا تم یقین کرو گے؟"

"تمہاری عمر اس وقت کیا ہوگی؟"

"پینتیس سال۔" وہ میز پر کہنی ٹکا کر ندیم کے چہرے پر دھواں چھوڑتے ہوئے بولی۔ "لیکن تم عمر پوچھ کر کیا کرو گے۔ تجربے کی بات کرو مائی ڈیئر۔ آٹھ سال کا تجربہ اس پروفیشن میں کم ہی لڑکیوں کو ہوتا ہے لیکن وہ اتنی سیکسی اور کمسن نظر نہیں آتیں جتنی میں نظر آرہی ہوں۔ چھوڑو ان فضول باتوں کو۔ یہ بتاؤ پیو گے کیا۔ اسکاچ' برانڈی' وہسکی یا پھر بیئر۔"

"بیئر از نو فیر (بیئر پینے میں خطرہ نہیں)" ندیم نے اس کے سراپا کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"آئی نو۔ وہسکی از آلویز رسکی۔" وہ ایک آنکھ کی پلک جھپکا کر کاروباری لہجے میں بولی۔ "لیکن بیئر میں کمیشن زیادہ نہیں ملتا۔"

"اس کی فکر مت کرو۔" ندیم نے ایک بڑا نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ میں بڑی بے تکلفی سے دباتے ہوئے کہا۔ "میں ہمیشہ ایڈوانس دینے کا عادی ہوں لیکن ایک شرط پر۔"

"وہ کیا؟"

"میں رقابت پسند نہیں کرتا۔" ندیم بولا۔ "تم کال گرل ہو ایک وقت میں کئی گاہکوں کو اُلّو بناتی ہو لیکن میں اسے پسند نہیں کرتا اور جو چیز مجھے پسند نہ ہو اسے میں برداشت نہیں کرتا۔"

"خاصے پرانے کھلاڑی نظر آتے ہو اور خطرناک بھی۔ پرانی کہانیوں کے ان خطرناک بلیک ڈریگن کی طرح جن کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ جب وہ سانس لیتے تھے تو ان کے منہ سے آگ کے شعلے نکلتے تھے۔"

میں بلیک ڈریگن کے حوالے پر چونکا۔ وہ ندیم کا مخصوص کوڈ تھا جو ایک دوسرے کو شناخت کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ میرا اندازہ غلط ثابت نہیں ہوا۔ وہ کال گرل بھی ندیم کی کوئی پرانی واقف کار تھی جس نے کوڈ ورڈ میں اپنی شناخت کرادی تھی۔

"تم واقعی حسین بھی ہو اور دور اندیش بھی۔" ندیم نے جیب سے ایک سگریٹ کیس نکال کر میز پر رکھ دیا پھر ایک عجیب قسم کا لائٹر نکال کر اسے سگریٹ کیس پر رکھتے ہوئے بولا۔ "کیا تمہیں بارٹینڈر پر اعتماد ہے۔"

"ہاں۔ میں اسے بہت دنوں سے جانتی ہوں اور پھر اس طرح اسے کمیشن بھی اس کی توقع سے زیادہ ملے گا۔ بڑا خبیث اور لالچی آدمی ہے ہر لڑکی سے کمیشن بھی لیتا ہے اور...."

"پھر وہسکی کی بوتل کا آرڈر دے دو۔" ندیم نے لہرا کر جواب دیا تو وہ اٹھ کر چلی گئی۔

"کیا تم اس لڑکی کو پہلے سے جانتے ہو؟" میں نے لڑکی کے جانے کے بعد ندیم سے دریافت کیا۔

"تمہیں اس بات کا شبہ کس طرح ہوا؟"

"تمہارا کوڈ ورڈ۔"

"مجھے خوشی ہے کہ اب تم بالغ ہوتے جارہے ہو۔" ندیم نے مسکرا کر جواب دیا پھر ہال میں بیٹھے ہوئے افراد کا جائزہ لینے لگا۔

لڑکی کی واپسی میں پندرہ منٹ لگے تھے۔ اس بار وہ تنہا نہیں تھی۔ ایک سروس کرنے والا بیرا بھی اس کے ساتھ تھا جس نے ٹرے میں پینے پلانے کے تمام لوازمات سجا رکھے تھے۔ وہ تمام چیزیں میز پر رکھ کر چلا گیا تو ندیم نے لڑکی سے پوچھا۔

"کیا اس وقت بھی اس کے گروہ کا کوئی آدمی یہاں موجود ہے؟"

"نہیں۔" لڑکی نے بڑے ناز و ادا سے تین جام تیار کرتے ہوئے جواب دیا۔ "کل ایک مرغا آیا تھا۔ میں نے اسے دانہ ڈال دیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس کے ذریعے ہم اپنے مطلوبہ آدمی تک پہنچ جائیں۔"

میں اپنے پڑھنے والوں کو پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ میں نے شراب کو کبھی منہ نہیں لگایا لیکن ندیم کے اشارے پر میں نے اپنا جام اٹھا کر ایک چسکی لی۔ بوتل کے اندر اناس کا جوس تھا لیکن اوپر بلیک ڈاگ کا باقاعدہ لیبل موجود تھا۔ ندیم نے شاید پہلے ہی سے تمام اہتمام کر رکھا تھا۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ جس شخص کو تم نے گھاس ڈالی ہے وہ آسانی سے زبان کھول دے گا؟"

"میں نے کچی گولیاں نہیں کھیلی ہیں اور پھر اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ بڑے بڑے بادشاہوں سے لے کر بڑے بڑے ڈاکوؤں تک نے کسی نہ کسی حسین عورت ہی کے دام میں گرفتار ہو کر مات کھائی ہے۔" لڑکی نے پر اعتماد لہجے میں کہا۔ "میں جانتی ہوں کہ مرد کس نازک وقت پر دل اور ہوس کے ہاتھوں مجبور ہو کر سب کھایا پیا اگل دیتا ہے۔"

"تم اس قدر خاموش کیوں بیٹھے ہو؟" اس بار ندیم نے مجھے مخاطب کیا۔

"کیا میں گفتگو کرسکتا ہوں؟" میں نے کن انکھیوں سے لڑکی کی طرف دیکھا جو چپس کھانے میں مشغول تھی۔

"میں نے شاید تمہیں تفصیلی گفتگو کی خاطر یہاں آنے کی دعوت دی تھی۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم اس حسین تتلی پر اعتماد کرسکتے ہو۔ اپنے ہی قبیلے کی ایک ہوشیار اور دور اندیش لڑکی ہے جو اب تک بے شمار کارہائے نمایاں انجام دے چکی ہے۔"

"مرجینا کا خیال ہے کہ مجھے اپنا موجودہ میک اپ فوری تبدیل کرکے کسی دوسرے ہوٹل میں مقیم ہوجانا چاہیے۔"

"اس کا مشورہ نہایت مناسب اور معقول ہے۔ اس نے کل دوپہر گیارہ بجے ضرغام کو تمہارے پاس بھیجنے کا وعدہ کیا ہے

...را مشورہ بھی یہی ہے کہ تمہیں مرجینا اور ضرغام دونوں سے ...تفادہ کرنا چاہیے۔ دونوں ہی بہت کام کے آدمی ہیں۔"

"ضرغام کے میرے پاس آنے کی اطلاع تمہیں کس نے ...؟" میں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"مرجینا نے اس سلسلے میں فون پر مجھ سے تبادلہ خیال کیا ...۔" ندیم نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ "وہ تمہارے ...لے میں بہت جذباتی ہو رہی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"اس نے کھل کر کچھ نہیں کہا لیکن میرا اندازہ یہی ہے کہ وہ ...ارے دام الفت میں بری طرح پھنس کر رہ گئی ہے۔"

"میں آپ کو پیشگی مبارکباد دیتی ہوں۔" لڑکی نے جواب ...ی بہکنے لگی تھی مجھے شوخ نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ ...ندن کے بڑے بڑے لارڈ اور امراء بھی مرجینا کو اپنانے کا ...ب دیکھ رہے ہیں لیکن شاید وہ آپ سے محبت کرتی ہے۔"

"مجھے ایڈی کا پتا درکار ہے۔" میں نے لڑکی کی بات اور اس ...معنی خیز مسکراہٹ کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"جلد بازی سے کام مت لو۔" ندیم نے گلاس اٹھا کر بالکل ...ی شرابیوں جیسے انداز میں ایک گھونٹ لیا پھر سگار کا دھواں ...تے ہوئے بولا۔ "میرے اپنے آدمی بھی اس کی تلاش میں ...لیکن ابھی تک وہ بھی اس کا کوئی سراغ نہیں پاسکے۔ شاید وہ ...ت کے پیش نظر انڈر گراؤنڈ ہوگیا ہے۔ جمی کی موت' گراہم ...دیوانگی اور اب میک آرتھر کی لاش۔ ان تینوں واقعات نے ...اور زیادہ محتاط کر دیا ہے۔"

"میک آرتھر کی لاش۔" میں حیرت سے اچھل پڑا۔ "لیکن ...تو...."

"پرانی بات ہے۔" ندیم نے کہا۔ "آج صبح میک آرتھر کی ...کی اسٹارز کے عقبی حصے میں پڑی پائی گئی ہے۔ اس کے جسم ...کسی قسم کی خراش کا کوئی معمولی سا نشان بھی نہیں تھا۔ پوسٹ ...کی ابتدائی رپورٹ کے مطابق اس نے ضرورت سے زیادہ پی ...جو اس کی موت کا سبب بن گئی۔"

"تمہارا کیا خیال ہے۔" میں نے ندیم کو بغور دیکھتے ہوئے ...کیا آرتھر کا بیڈ سیونل مناسب تھا؟"

"ہاں۔ لیڈی مکارنس نے آرتھر کی لاش کا تحفہ جس انداز ...پیش کیا ہے وہ یقینی طور پر اس کی ذہانت کی دلیل ہے۔" ...ندیم مجھ سے گفتگو بھی کرتا جارہا تھا اور لوگوں کو دکھانے کی ...لڑکی سے چھیڑ خانی کرنے میں بھی مصروف تھا۔ میں کچھ دیر ...لا میک آرتھر کے انجام کے بارے میں سوچتا رہا پھر دبی ...آواز سے بولا۔

"میں تم سے ایک وعدہ لینا چاہتا ہوں۔"

"وہ کیا؟"

"ایڈی میرا شکار ہے اس لیے اس کی کمین گاہ کا علم ہو جانے کے بعد تم سب سے پہلے مجھے اس کی اطلاع دو گے۔ تم یا تمہارے آدمی اسے ٹھکانے لگانے کی کوشش نہیں کریں گے۔"

"اس کا فیصلہ ایڈی کے منظر عام پر آنے یا اس کا سراغ مل جانے کی صورت میں ہی کیا جاسکتا ہے۔"

"تم مجھے جتنا بزدل یا ڈرپوک سمجھ رہے ہو میں اس کے بالکل برعکس ہوں۔" میں ٹھوس لہجے میں بولا۔ "یہ اور بات ہے کہ میں نے آج تک بلاوجہ کسی انسان کا شکار نہیں کیا لیکن ایڈی ایسا خطرناک درندہ ہے جس کو بخش دینا مصلحت کے خلاف ہے۔ میرے جسم میں پٹھانوں کا گرم لہو دوڑ رہا ہے۔ تم مجھے صرف ایڈی کا پتا بتا دو اس کے بعد میں جانوں اور میرا دشمن۔"

"ایک بات کہوں مائی ڈیئر۔" اس بار لڑکی نے بے تکلفی سے میرے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر نشیلے لہجے میں کہا۔ "ایڈی کا خیال اپنے ذہن سے کھرچ کر نکال دو۔ وہ کم از کم تمہارے بس کا نہیں ہے۔"

میں نے تیزی سے اپنا ہاتھ کھینچتے ہوئے خشک انداز میں لڑکی کو گھورا۔ "میں لڑکیوں کو منہ لگانے کا عادی نہیں ہوں۔"

"ہائے۔" لڑکی نے بے حیائی کا مظاہرہ کیا۔ "شاید تمہاری اسی ادا نے مرجینا کو تمہارا غلام بنا دیا ہے۔ یو آر ریئلی ویری سوئٹ اینڈ چارمنگ۔ تم کو شاید قدرت نے چاہے جانے کے لیے ہی تخلیق کیا ہے۔"

میری رگوں میں دوڑتے ہوئے خون کی حدت تیز ہوگئی۔ میں نے لڑکی کو حقارت بھری نگاہوں سے دیکھا پھر کچھ کہنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ ایک لمبے تڑنگے شخص نے جو صورت ہی سے کوئی تھرڈ ریٹ بدمعاش نظر آرہا تھا اور ہم سے ایک میز چھوڑ کر تیسری میز پر ایک کال گرل کے ساتھ بیٹھا راز و نیاز میں مصروف تھا تیزی سے اٹھ کر ہماری میز کے قریب آیا اور آتے ہی لڑکی سے کہا۔

"ہنی۔ تم کتنی دیر میں فارغ ہوگی؟"

"اپنی میز پر جاؤ۔" ندیم کے ساتھ بیٹھی ہوئی لڑکی نے حقارت سے کہا۔ "میں کاروباری اوقات میں کسی کی دخل اندازی پسند نہیں کرتی۔ خواہ وہ میرا باپ ہی کیوں نہ ہو جس نے شادی کرنے کے پندرہ روز بعد ہی میری ماں کو طلاق دے دی تھی۔ اسی کی مہربانی نے آج مجھے اس محفل کی زینت بننے پر مجبور کر دیا ہے۔ چلے جاؤ۔ میں اس وقت مصروف ہوں۔" لڑکی نے آخری جملہ اتنی اونچی آواز میں کہا تھا کہ قریب [illegible] میں بیٹھے ہوئے افراد کے علاوہ بلیو برڈ کے عملے کے دیگر افراد بھی چونک اٹھے تھے۔

"تم نے اپنی مصروفیت کی جو قیمت وصول کی ہے میں اس سے دگنی قیمت ادا کرنے کو تیار ہوں۔"

"شٹ اپ اینڈ گیٹ لاسٹ۔" لڑکی نے ایک بار پھر بلند آواز میں اسے نفرت سے جواب دیا۔

"سوچ لو ہنی۔" نووارد کے تیور اچانک خطرناک ہو گئے۔ "تم اپنے لانگ فیلو یعنی کنگ آف دی نائٹ کلبس سے دشمنی مول لے کر اچھا نہیں کر رہی ہو۔ تمہیں اس وقت کی بے رخی تمہارے اندازے سے بھی زیادہ مہنگی پڑ سکتی ہے۔"

لڑکی جسے ہنی کہہ کر مخاطب کیا جا رہا تھا کچھ سخت جواب دینا چاہتی تھی لیکن اسی وقت ندیم جو ایک لمحہ پہلے بالکل بے پروا نظر آ رہا تھا بجلی کی سی پھرتی سے اٹھا پھر اس کا ہاتھ پوری شدت سے بجلی کے مانند لہرایا اور لانگ فیلو لڑکھڑاتا ہوا برابر والی میز کے لوگوں پر جا گرا پھر اس سے پہلے کہ وہ پلٹ کر کوئی جوابی کارروائی کرتا، بلیو برڈ کے دو ویٹر جو خاصے گٹھے ہوئے جسم کے مالک تھے تیزی سے لپکے اور لانگ فیلو کو اس طرح گھسیٹتے ہوئے کلب سے باہر لے گئے جیسے قصائی کسی مردہ جانور کو گھسیٹتا ہے۔ ایک لمحے کے لیے کلب کے ماحول میں جو افراتفری کی فضا قائم ہوئی تھی وہ دوسرے ہی لمحے دور ہو گئی۔ ہنی کے چہرے سے ابھی تک نفرت اور حقارت کے تاثرات مترشح تھے۔

"بھول جاؤ اسے۔" ندیم نے بے پروائی سے پے در پے دو تین گھونٹ حلق کے نیچے اتارتے ہوئے کہا۔ "آئندہ وہ تم سے بے تکلف ہونے کی کوشش نہیں کرے گا۔"

"عشق پر کسی کا زور نہیں چلتا۔" میں نے ہنی کو چھیڑنے کے خاطر کہا۔ "مرجینا کا عشق بھی تمہارے لانگ فیلو ہی کی طرح شاید ون وے ٹریفک کے اصولوں پر چل رہا ہے۔"

ہنی نے مجھے ایک پل کے لیے گھور کر دیکھا پھر اناناس کے جوس سے شراب کا ذائقہ کشید کرنے کی کوشش میں مصروف ہو گئی۔

"پاول کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" اس بار میں نے ندیم کو مخاطب کیا۔ "کیا یہ درست ہے کہ وہ میرا ٹریک کھو بیٹھا ہے یا جان بوجھ کر اس نے اپنے آدمیوں کو دور رہنے کی ہدایت کر دی ہے۔"

"پاول کے پاس تمہارے خلاف کوئی ایسا ثبوت نہیں ہے جس کی بنا پر وہ قانونی چارہ جوئی کر سکے۔" ندیم نے کہا۔ "اسے زیادہ اہمیت نہ دو۔ وہ صرف لیڈی مکلارنس کی وجہ سے تمہارے اندر دلچسپی لے رہا ہے۔"

"لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "اس بات کا اعتراف تمام مقامی لوگوں کو ہے کہ لیڈی مکلارنس کی پراسرار نگاہیں دیوار کی دوسری جانب بھی دیکھنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ ایسی شکل میں پاول کا جان مینگو والا روپ کیا معنی رکھتا ہے۔"

"تم ایک بات اہم بات کو فراموش کر رہے ہو۔"

"وہ کیا؟"

"خود لیڈی مکلارنس نے بھی ابھی تک جان مینگو کے چہرے سے نقاب ہٹا کر اسے انسپکٹر پاول کے اصلی روپ میں لانے کی کوشش نہیں کی۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے تیزی سے سوال کیا۔ "تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا یہ ان دونوں کی ملی بھگت ہوگی؟"

"ہو بھی سکتی ہے۔" ندیم نے نفرت کا اظہار کیا۔ "ہم جس قوم اور جس ماحول کے اندر اس وقت سانس لے رہے ہیں اس کی سیاست میں خاموشی سے نقب زنی کے ذریعے دوسروں پر حکومت کرنے کا قبیح فعل بھی معیوب نہیں سمجھا جاتا۔ کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں کہ یہاں اکثر و بیشتر شاہی خاندان کے مرد اور عورتوں کے بارے میں بھی کس قدر شرمناک واقعات جنم لیتے ہیں۔ ان بے ہودہ داستانوں کو اخبارات ہوا دیتے ہیں پھر کتابی صورت میں اس کی لاکھوں اور کروڑوں کاپیاں بین الاقوامی پیمانے پر فروخت ہوتی ہیں لیکن کوئی جوابی کارروائی کرنے کے بجائے کوئی ایک یا دونوں فریق اپنے جنسی تعلقات کا اعتراف کر لیتے ہیں۔ یا خاموشی سے اپنی شہرت سے محظوظ ہوتے رہتے ہیں۔ اس قوم کے افراد سے ہر بات ممکن سمجھی جا سکتی ہے۔"

"ہم کہاں سے چلے تھے اور کہاں پہنچ گئے۔" ہنی نے کہا۔ "فی الحال ہمارا کام صرف اس قبر کو کھودنا ہے جہاں ایڈی نے اپنے آپ کو روپوش کر رکھا ہے۔"

"فکر مت کرو۔ اگر وہ ابھی تک اسی شہر میں موجود ہے تو میرے آدمی بہت جلد اسے تلاش کر لیں گے۔" ندیم نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"اس کو بے نقاب کرنے کا ایک طریقہ اور بھی ہے۔"

"وہ کیا؟" ندیم نے مجھے غور سے دیکھا۔

"میں زاہد بن عبید کا حلیہ ترک کر کے اپنی اصل شکل میں سامنے آجاؤں۔"

"غلط خیال ہے تمہارا۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "ایڈی نہ صرف یہ کہ نہایت عیار اور چالاک ہے بلکہ انتہائی کینہ خصلت بھی واقع ہوا ہے۔ وہ سامنے آنے کے بجائے اپنے آدمیوں کے ذریعے بھی تمہیں ٹھکانے لگوا سکتا ہے۔"

"البرٹو کے بارے میں کیا معلوم ہوا؟" ہنی نے ندیم سے پوچھا۔

"ہو سکتا ہے کہ وہ ایک ہفتے کے اندر اندر للی اسٹارز کا چارج سنبھال لے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس بزنس کو وائنڈ اپ کرنے کی خاطر اپنے تمام شیئر فروخت کر دے۔ ایسی صورت میں للی اسٹارز پر مکمل میرا قبضہ ہو گا۔"

"کیا تم نے اس سلسلے میں البرٹو سے کوئی بات کی ہے؟"

"نہیں۔" ندیم مسکرایا۔ "میرے بات شروع کرنے کی صورت میں شیئرز کی قیمت میں اضافہ بھی ہو سکتا ہے۔ دوسری شکل میں مجھے یقین ہے کہ البرٹو سب سے پہلے مجھ ہی سے صلاح و مشورہ کرے گا۔"

ٹھیک اسی وقت کسی جھینگر کے ٹرٹرانے کی بڑی مدھم آواز ابھری اور اس کے ساتھ ہی ندیم نے اپنا لائٹر اٹھا لیا۔ سگار ایش ٹرے میں رگڑنے کے بعد اس نے سگریٹ کیس سے ایک سگریٹ نکال کر جلدی سے سلگایا پھر لائٹر کو ہتھیلی پر رکھ کر کان کے قریب کر لیا۔ بظاہر یہ سب کچھ نیچرل نظر آ رہا تھا۔ لائٹر کو جلانے کے بعد سے جھینگر کی آواز بھی یکلخت ختم ہو گئی تھی۔

"میں تمہیں اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔" میں نے ندیم سے کہا۔ "للی اسٹارز کے مکمل حصول کے بعد تمہاری پریشانیوں میں اضافہ بھی ہو سکتا ہے۔"

ندیم نے کوئی جواب نہیں دیا، خاموش بیٹھا کچھ سوچتا رہا۔

"میری مانو تو تم اپنے شیئرز بھی البرٹو کے ہاتھوں فروخت کر دو۔" میں نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

ندیم بدستور کسی خیال میں گم نظر آ رہا تھا۔ اس کی خاموشی میرے علاوہ ہنی کو بھی گراں گزر رہی تھی۔

"کیا آج کل تم نے فلسفے کی کسی دقیق کتاب کا مطالعہ شروع کر رکھا ہے؟" میں نے ندیم سے سوال کیا۔

"ہنی۔" ندیم نے اس بار بڑی سنجیدگی سے لڑکی کو مخاطب کیا۔ "میرا ایک کام کر دو۔ میں تمہیں ایک نمبر دے رہا ہوں۔ کلب کے باہر جو فون بوتھ موجود ہے تم اسے استعمال کرو گی۔ کلب کے کسی فون کو استعمال کرنے کی حماقت نہ کرنا۔ دوسری جانب سے جو بھی فون کال ریسیو کرے تمہیں اسے میرا کوڈ بتانے کے بعد صرف ایک جملہ کہنا ہو گا۔ پروجیکٹ نمبر ون.... ایکشن اوڈ۔" ندیم نے اپنا جملہ مکمل کرنے کے بعد جیب سے قلم نکال کر ہنی کا ہاتھ بڑے رومانٹک انداز میں تھام کر اس پر کچھ لکھا اس کے بعد ہنی مسکراتی ہوئی اٹھ گئی تھی۔

"کیا میں یہ سمجھوں کہ تمہیں اب مجھ سے زیادہ ہنی پر اعتماد ہے جو محض ایک کال گرل ہے اور پیسوں کے عوض اسے کوئی بھی خرید سکتا ہے۔" میں نے ندیم سے شکوہ کیا۔

"اول تو اس لڑکی کا نام ہنی نہیں ہے اور دوسرے یہ کہ وہ بکنے والی اسامی نہیں ہے۔" ندیم نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "ویسے تم نے اس بات کا اندازہ کس طرح لگا لیا کہ میں ہنی کو تم پر ترجیح دے رہا ہوں؟"

"پروجیکٹ نمبر ون.... اور.... ایکشن الاوڈ کا کیا مطلب ہے۔" میں نے مشکوک انداز اختیار کر کے ندیم کو ٹٹولنے کی کوشش کی۔ "کہیں ایسا تو نہیں کہ تمہیں بیٹھے بیٹھے کسی ایسی جگہ کا خیال آگیا ہو جہاں ایڈی روپوش ہو اور تم۔"

"نہیں۔" ندیم نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔ "تمہارا اندازہ غلط ہے۔ میں نے ہنی کو جو ہدایت دی ہے وہ ایک کال موصول ہونے کے بعد ہی ضروری سمجھی ہے۔"

"کال۔ میں سمجھا نہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ جھینگر کے ٹرٹرانے کی وہ مدھم آواز تم نے بھی ضرور سنی ہو گی جو ایک لمحہ پہلے ابھری تھی۔ یہ لائٹر دراصل ایک حساس ٹرانسیسٹر کا کام بھی دیتا ہے۔"

"آئی سی۔" میں نے حیرت کا اظہار کیا پھر بولا۔ "تمہیں کیا پیغام موصول ہوا تھا؟"

"میرا خیال ہے کہ اب تمہیں پہلی فلائیٹ سے واپس جانا ہو گا۔" ندیم بے حد سنجیدہ تھا۔

"کوئی خاص وجہ؟"

"ہاں۔ انکل کی طبیعت اچانک ناساز ہو گئی ہے۔ کل رات انہیں معمولی ہارٹ اٹیک بھی ہوا ہے۔ صورت پوری طرح کنٹرول میں ہے۔ ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ خطرے کی کوئی بات نہیں پھر بھی تمہارا جانا ضروری ہے۔" ندیم نے کہا۔ "تم ہوٹل واپس جا کر سامان پیک کرو۔ میں تمہاری واپسی کا فوری بندوبست کرتا ہوں۔"

"پروجیکٹ نمبر ون.... اور...."

"فی الحال ان چکروں میں مت پڑو۔" ندیم نے اٹھتے ہوئے کہا پھر دو بڑے بڑے نوٹ جیب سے نکال کر پلیٹ کے نیچے دبائے اور بلیو برڈ سے باہر نکل آیا۔ اس کے قدموں میں اس وقت بھی لڑکھڑاہٹ تھی جو سو فیصد مصنوعی تھی۔ میں خاموشی سے اس کی کار میں بیٹھ گیا۔

میرا ذہن اس وقت بڑی سنجیدگی سے اپنے والد کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ندیم نے مجھ سے یہی کہا تھا کہ اٹیک معمولی نوعیت کا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اس نے محض میری پریشانی کی وجہ سے فوری طور پر مجھے اصلی صورت حال سے آگاہ نہ کیا ہو؟

❋

ہوٹل پہنچ کر میں نے فوری طور پر آپریٹر کے ذریعے لانگ ڈسٹنس کال بک کرائی اور بے چینی سے کمرے میں ٹہلنے لگا۔ دس منٹ بعد فون کی گھنٹی بجی تو میں نے لپک کر ریسیور اٹھا لیا۔

"بات کیجئے سر۔ آپ کی کال ہے۔" دوسری جانب سے آپریٹر کی آواز ابھری تو میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔

"ہیلو۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے ماؤتھ پیس میں کہا۔ مجھے اس وقت اپنے جذبات پر قابو پانا مشکل ہو رہا تھا۔ میری پلکیں ابھی بھیگی نہیں تھیں لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ جیسے صبر کے پیمانے ایک ساتھ ٹکرا کر چھلک اٹھیں گے۔ واہمے اور وسوسے میرے دل کو ماؤف کر رہے تھے، کوئی پراسرار قوت اندر ہی اندر میرا دل مسوس رہی تھی۔

"ہیلو" ریسیور پر مجھے اپنے دیرینہ ملازم احمد علی کی آواز سنائی دی تو میرا دل دھک سے رہ گیا۔ شاید اس وقت گھر پر کوئی اور نہیں تھا۔

"امی حضور کہاں ہیں؟" میں نے لرزتی آواز میں دریافت کیا۔

"وہ ہسپتال میں ہیں چھوٹے سرکار۔" احمد علی نے کہا۔ "کل رات بڑے سرکار کو دل کا دورہ پڑ گیا تھا لیکن ...."

"کیا؟" میں تقریباً چیخ اٹھا۔ "ڈیڈی کی حالت اب کیسی ہے؟"

"ان کی طبیعت اب بہتر ہے چھوٹے سرکار۔ ابھی کچھ دیر پہلے بیگم صاحبہ کا فون بھی آیا تھا۔ انہوں نے بتایا ہے کہ بڑے سرکار اب خطرے سے باہر ہیں۔ البتہ ڈاکٹروں نے انہیں آرام کی غرض سے کچھ دنوں تک ہسپتال میں رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ گھر کا خیال رکھیں۔ میں پہلی فرصت میں یہاں سے روانہ ہو رہا ہوں۔" میں نے احمد علی سے کہا۔ "امی حضور کا فون آئے تو انہیں ضرور بتا دیجئے گا۔"

"بہتر ہے چھوٹے سرکار۔ آپ گھر کی طرف سے بالکل پریشان نہ ہوں۔"

"اور کوئی خاص بات تو نہیں ہے؟"

"جی نہیں۔" احمد علی نے کہا۔ "آپ جتنی جلدی آجائیں شہباز میاں اتنا ہی بہتر ہے۔ کل رات گئے ہوش میں آنے کے بعد سے بڑے سرکار آپ کو کئی بار یاد کر چکے ہیں۔"

"مجھے علم ہے۔" میری آواز رندھ گئی۔ "جب انسان کے دل کو کوئی جھٹکا لگتا ہے تو اسے اپنے ضرور یاد آتے ہیں۔ مجھے احساس ہے کہ ڈیڈی میری کمی کو بڑی شدت سے محسوس کر رہے ہوں گے۔"

پھر میں نے فون بند کر دیا۔ میرے دل کی کیفیت دگرگوں ہو رہی تھی۔ جلدی جلدی واپسی کے اعتبار سے اپنا رخت سفر باندھنا شروع کیا۔ جو بات مجھ سے ندیم نے کہی تھی کم و بیش وہی بات احمد علی نے بھی کہی لیکن نہ جانے میرے دل کو کسی طرح چین کیوں نہیں آرہا تھا۔ جسم کی مشینری کا کوئی اہم پرزہ جیسے اندر ہی ٹوٹ کر میرے وجود کو کچوکے لگا رہا تھا۔ کاش میرے اختیار میں ہوتا تو میں ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اڑ کر امی اور ابو کے پاس پہنچ جاتا۔ انہیں یقیناً اس وقت میری ضرورت ہوگی۔ میں نے جلدی جلدی سامان پیک کیا پھر کچھ دیر آرام کرنے کی غرض سے بستر کی جانب بڑھا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے لپک کر ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری جانب سے ندیم کی آواز ابھری۔

"تمہاری واپسی کے تمام انتظامات مکمل ہو چکے ہیں۔ کچھ دیر آرام کرلو۔ فلائیٹ صبح آٹھ بجے روانہ ہوگی۔ میں اور نسیم تمہیں لینے کی خاطر ٹھیک چھ بجے آئیں گے۔"

میں نے گھڑی کی سمت نظر اٹھائی۔ اس وقت رات کے ساڑھے بارہ کا عمل تھا۔

"ندیم۔" میں اپنے اضطراب پر قابو نہ پا سکا۔ "کیا آٹھ بجے سے پہلے کوئی فلائیٹ نہیں مل سکتی۔"

"جسٹ ریلیکس۔" ندیم نے میری ہمت بڑھانے کی کوشش کی۔ "میرا رابطہ برابر دوسری طرف سے قائم ہے۔ پریشانی کی کوئی خاص بات نہیں ہے۔ انکل کی حالت کل کے مقابلے میں آج بہت بہتر ہے۔ آٹھ سے پہلے کی صرف ایک فلائیٹ ہے لیکن اس کا روٹ زیادہ لمبا ہے۔"

ندیم سے بات ہو جانے کے بعد میرے دل کا بوجھ کچھ ہلکا ضرور ہو گیا لیکن کچھ نامعلوم سے اندیشے اب بھی میرے وجود کی گہرائیوں میں سر ابھار رہے تھے۔ میں اس کی کوئی وجہ بیان کرنے سے قاصر ہوں لیکن اس حقیقت سے انکار بھی نہیں کر سکتا کہ مجھے رہ رہ کر عجیب سا احساس ہو رہا تھا جیسے کسی خطرناک طوفان کی شدتیں دبے پاؤں میری جانب قدم اٹھا رہی تھیں۔

میرے ذہن پر اس وقت ایک بوجھل بوجھل سا اثر طاری تھا۔ حالات نے مجھے بہت مضمحل کر دیا تھا۔ میں تھک سا گیا تھا اس لیے آرام کرنے کی غرض سے بستر پر نیم دراز ہو گیا پھر کب میری آنکھ لگی مجھے کچھ یاد نہیں لیکن وہ کسی کھٹکے کی آواز ہی تھی جسے سن کر میں ہڑبڑا کر اٹھا تھا۔ کسی خطرے کے احساس نے مجھے یکلخت ہوشیار کر دیا۔ میں اس اندیشے کو کوئی نام دینے سے قاصر ہوں لیکن میرے ذہن میں دور کہیں سرخ بتیاں خطرے کی علامت بن کر روشن ہو رہی تھیں۔ میں نے جلدی سے دونوں تکیے گھسیٹ کر سیدھ میں کیے ان پر اس طرح چادر ڈال دی جیسے کوئی چادر منہ تک اوڑھے سو رہا ہے پھر میں نے اپنا آٹومیٹک نکالا اور لپک کر دروازے کے ساتھ والی دیوار سے چپک کر کھڑا ہو گیا جسے کھولنے کی خاطر مختلف چابیوں کو آزمایا جا رہا تھا۔ کمرے کی تیز روشنی کو بند کر کے میں نے مدھم پاور کا نائٹ بلب روشن کر دیا۔ میرے کان دروازے پر لگے ہوئے تھے جسے کھولنے والے ابھی تک اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکے تھے۔ وہ کون ہو سکتے تھے؟ میں نے سوچا۔ کیا انہیں زاہد بن عبید کی شخصیت کے پیچھے چھپے ہوئے شہباز خان کی اصلیت کا علم ہو گیا تھا لیکن کیسے....؟

میرے ذہن میں یکے بعد دیگرے مختلف آوازیں بازگشت بن کر گونج رہی تھیں پھر مجھے یاد آگیا کہ اپنی اصلیت کا اظہار میں نے خود اپنی حماقت سے کیا تھا۔ لانگ ڈسٹنس کال بک کراتے وقت میں نے زاہد عبید کے بجائے شہباز خان کا نام لے لیا تھا۔ شاید میرے دشمن سائے کی طرح میرے تعاقب میں لگے ہوئے تھے ورنہ اتنی جلدی میری حقیقت سے باخبر نہیں ہو سکتے تھے۔

ہوٹل کا آپریٹر یا کوئی دوسرا ملازم ایسا ضرور تھا جو میرے دشمنوں سے ملا ہوا تھا۔ اسی نے فوری طور پر میری مخبری کر دی تھی۔ شاید انہیں اس بات کا علم بھی ہو گیا کہ میں صبح آٹھ بجے کے بعد ان کی دسترس سے دور جا چکا ہوں گا اسی لیے وہ کسی فوری کارروائی پر آمادہ ہو گئے تھے۔ دروازے کے کی ہول میں بار بار مختلف چابیاں آزمانے کی مدھم آواز اس وقت میرے کانوں میں گونج رہی تھی۔ میرے والد ہسپتال میں تھے۔ میں ان کی تیمارداری کی خاطر جانا چاہ رہا تھا اور وہ میرا راستہ روکنے کے درپے تھے لیکن شاید وہ اس بات سے واقف نہیں تھے کہ جو رشتے خون کے ہوتے ہیں اور مقدس ہوتے ہیں ان کے درمیان دنیا کی کوئی خلیج حائل نہیں ہو سکتی۔ پانی پر لاٹھی مار کر اسے دو حصوں میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ طوفان کی شدتوں کے سامنے بند باندھنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ پانی کا تیز و تند ریلا تمام رکاوٹوں کو اپنے ساتھ بہا کر لے جاتا ہے۔

"جلدی کرو۔" باہر سے کسی نے سرگوشی میں اپنے ساتھی سے کہا۔ "ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ کاؤنٹر کلرک نے نیند کی جھونک میں ہمیں غلط چابیوں کا گچھا تھما دیا ہے۔" دوسرے نے کہا۔ "تم رکو، میں دوسرا گچھا لے کر آتا ہوں۔"

"ذرا محتاط رہنا۔" پہلے نے دبی زبان میں کہا۔ "ہمیں ایک ایک قدم پھونک پھونک کر اٹھانا ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ ہم اسے یہاں اس ہوٹل میں بظاہر تنہا سمجھ رہے ہوں لیکن اس کے دوسرے ساتھی بھی کہیں قریبی کمرے میں موجود ہوں۔"

"رسک تو بہرحال لینا ہی ہے۔" دوسرے نے جواب دیا۔ "اگر ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے تو بیس ہزار کے مہکتے ہوئے نوٹ ہماری جیب میں ہوں گے۔"

"تم نے جلد بازی میں سودا کرنے کی حماقت کی ہے۔" پہلا شخص بولا۔ "کسی کی زندگی کی قیمت بیس ہزار سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔"

"کسی سوئے ہوئے شخص کو مارنا ایسا کوئی دشوار کام بھی نہیں ہے مگر ہوٹل کی انتظامیہ اور پولیس خاموش تماشائی تو نہیں بنی رہے گی۔" دوسرے نے کہا۔

"تفتیش اور چھان بین ہونی یقینی بات ہے لیکن ہم کوئی ایسا نشان نہیں چھوڑیں گے جو پولیس کو ہم تک پہنچنے کا موقع فراہم کرے۔"

"تم شاید ہوٹل کے آپریٹر اور نائٹ ڈیوٹی کاؤنٹر کلرک کو فراموش کر رہے ہو۔" دوسرے نے کہا۔ "اگر وہ قانون کی گرفت میں آگئے تو تھرڈ ڈگری ٹریٹمنٹ ان کو زبان کھولنے پر مجبور بھی کر سکتا ہے۔"

"میں نے اس کا انتظام پہلے ہی کر لیا ہے۔" پہلے شخص نے معنی خیز لہجے میں جواب دیا۔ "آپریٹر کو میں نے جو ڈوز دی ہے وہ اسے دو گھنٹے کے اندر اندر اوپر پہنچا دے گی۔ رہا کاؤنٹر کلرک تو یہاں سے کامیاب ہونے کے بعد ہم واپس جاتے ہوئے اسے بھی ٹھکانے لگا دیں گے۔"

دوسرے شخص نے کوئی جواب نہیں دیا پھر کسی کے قدموں کی چاپ ابھر کر دور ہوتی سنائی دی۔ شاید پہلا شخص کاؤنٹر کلرک سے چابیوں کا دوسرا گچھا لینے چلا گیا تھا۔ میرے لیے یہ موقع نہایت مناسب تھا۔ میں اچانک دروازہ کھول کر اسے بہ آسانی ٹھکانے لگا سکتا تھا۔ اس کے بعد دوسرے شخص سے بھی نمٹنا میرے لیے کوئی دشوار نہ ہوتا لیکن میں نے اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے میں جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ دو آدمیوں کو ٹھکانے لگانے کے بعد میرے راستے اور بھی مسدود ہو سکتے تھے۔ پولیس کی تفتیش مکمل ہونے تک میں لندن سے باہر نہیں جا سکتا تھا جبکہ میں ہر قیمت پر واپس جانے کا ارادہ کر چکا تھا۔

حالات نے کچھ عجیب سچویشن اختیار کر لی تھی۔ میں اپنے دشمنوں کو منہ توڑ جواب دینے کے بجائے خود کو اس وقت بڑا بے بس محسوس کر رہا تھا پھر اس سے پیشتر کہ میں کوئی فیصلہ کر سکتا باہر سے کسی کے کراہنے کی آواز ابھر کر گھٹتی چلی گئی۔ اس کے فوراً ہی بعد کسی نے دروازے پر آہستہ سے دستک بھی دی تھی۔ شاید میرے قاتلوں نے مجھے پھانسنے کے لیے کوئی نیا جال تیار رکھا تھا۔ میرے لیے ایک ایک لمحہ بڑا جان لیوا ثابت ہو رہا تھا۔ میں اپنے اعصاب کے تناؤ پر بمشکل قابو پا رہا تھا۔ دروازے پر دوسری بار پھر دستک دی گئی اس کے بعد مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی کے جوتے کی ایڑی فرش پر رگڑ کھا رہی ہو۔ میں نے تیزی سے جھک کر چابی کے سوراخ سے آنکھ لگا دی پھر میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ وہ ادھیڑ عمر کا شخص جو اپنے شکار کو دونوں ہاتھوں سے تھامے راہداری میں لفٹ کی جانب لے جا رہا تھا ضرغام کے سوا کوئی اور نہیں تھا۔ میں نے اسے پہچاننے میں غلطی نہیں کی تھی پھر میں نے دیکھا ضرغام اس شخص کو بڑی پھرتی سے گھسیٹتا ہوا لفٹ کے بائیں جانب واقع ایک کمرے میں لے گیا۔

میں بدستور گھٹنوں کے بل بیٹھا چابی کے سوراخ سے باہر کا جائزہ لے رہا تھا۔ دو منٹ بعد ہی میں نے لفٹ کا دروازہ کھلتے دیکھا پھر ایک شخص تیزی سے باہر نکلا۔ اس کے ہاتھ میں چابیوں کا گچھا دیکھتے ہی میں سمجھ گیا تھا کہ وہ اس شخص کا ساتھی تھا جو ضرغام کی پھرتی کا شکار ہو گیا تھا۔ لفٹ سے برآمد ہونے والا شخص بظاہر ایک ذی حیثیت شخص نظر آرہا تھا۔ پہلی نظر میں اس کا لباس اور صورت شکل دیکھ کر شاید ہی کوئی اس کے بارے میں نتیجہ قائم کر سکتا کہ اس کا تعلق جرائم پیشہ افراد کے کسی گروہ سے بھی ہو سکتا ہے۔

لفٹ کے قریب کھڑا وہ ایک لمحے تک دائیں بائیں دیکھتا رہا۔ میں نے اس کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر دروازے کا ہینڈل گھما کر اس میں ہلکی سی جھری پیدا کردی۔ ضرغام کو دیکھ لینے کے بعد میرے اندر تقویت کا احساس پیدا ہو چکا تھا۔ مجھے اپنے ارادے میں مایوسی نہیں ہوئی۔ میں نے جو ٹریپ تیار کیا تھا میرا شکار اسے دیکھتے ہی بڑے پراسرار انداز میں مسکرایا تھا۔ دروازے کی جھری دیکھ کر وہ یہی سمجھا تھا کہ اس کا دوسرا ساتھی کسی طرح میرے کمرے کو کھولنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ وہ آہستہ آہستہ پنجوں کے بل قدم اٹھاتا میرے کمرے کی جانب بڑھ رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ دائیں بائیں بھی دیکھتا جارہا تھا۔

میں اپنی جگہ پوری طرح محتاط تھا۔ میرا شکار میرے دروازے کے بالکل قریب آکر رک گیا۔ وہ میرے مقابلے میں بظاہر اتنا قوی بھی نظر نہیں آرہا تھا کہ میں اس پر قابو پا سکتا۔ آٹومیٹک کے دستے پر میری گرفت بڑے پیشہ ورانہ انداز میں جمی ہوئی تھی۔ میں تیزی سے اٹھ کر دوبارہ دیوار سے چپک کر کھڑا ہو گیا۔ باہر کھڑے ہوئے شخص نے میرے خیال کے عین مطابق تیزی سے دروازے کو کھولتے ہوئے اندر داخل ہونے کی حماقت کی تھی۔ اس کے بعد اس کی کھوپڑی میں یقیناً بے شمار تارے ناچ گئے ہوں گے۔ ریوالور کے دستے سے کیا ہوا میرا وار اتنا بھرپور تھا کہ وہ منہ سے کوئی آواز نکالے بغیر ہی دھم سے فرش پر اوندھے منہ گرا تھا۔ میں نے برق رفتاری سے دروازہ بند کیا پھر میں نے حفظ ماتقدم کے طور پر اس کی کنپٹی پر ایک اور نپا تلا ہاتھ رسید کر دیا تاکہ وہ دوبارہ جلدی ہوش میں نہ آسکے پھر اس سے پہلے کہ میں اس کی جامہ تلاشی لیتا دروازے پر پھر ہلکی سی دستک کی آواز سنائی دی۔

"کون؟" میں نے نیند میں ڈوبی آواز میں پوچھا۔

"میں ضرغام ہوں۔" دوسری جانب سے کہا گیا۔ "کیا آپ خیریت سے ہیں؟"

میں نے جواب دینے کے بجائے دروازہ کھولا تو ضرغام تیزی سے اندر آگیا پھر زمین پر اوندھے پڑے ہوئے شخص کو گھورتے ہوئے بولا۔

"مجھے اسی کی تلاش تھی لیکن آپ....."

"میں اس وقت دروازے کے قریب ہی موجود تھا جب یہ میرے کمرے میں داخل ہونے کی خاطر مختلف چابیوں کو کی ہول میں آزما رہے تھے پھر میں نے تمہیں بھی اس وقت اس کے دوسرے ساتھی کو گھسیٹ کر ایک کمرے میں لے جاتے دیکھا جب یہ چابیوں کا دوسرا گچھا لینے نیچے گیا تھا۔"

"کیا آپ نے اپنا سفری سامان تیار کر لیا ہے؟"

"ہاں۔ میرے ساتھیوں نے یہاں ٹھیک چھ بجے پہنچنے کو کہا ہے۔"

"آپ میرا انتظار کریں۔ میں اسے بھی اپنے کمرے تک چھوڑ کر واپس آتا ہوں لیکن جب تک میں آواز نہ دوں آپ دروازہ کھولنے کی غلطی نہ کیجئے گا۔"

ضرغام دوسرے شخص کو بھی ٹانگ سے پکڑ کر تیزی سے کھینچتا ہوا باہر لے گیا۔ اپنی عمر کے برخلاف وہ اس وقت نوجوانوں سے بھی زیادہ طاقت اور پھرتی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ میں نے اس کے باہر جاتے ہی دروازہ دوبارہ اندر سے بند کر لیا پھر ضرغام کی واپسی کوئی پندرہ منٹ بعد ہی ہوئی تھی۔ اس بار وہ بہت جلدی میں دکھائی دے رہا تھا۔

"ہمیں اسی وقت یہ ہوٹل چھوڑ کر میڈم کے پاس چلنا ہوگا۔"

"لیکن میرے ساتھی؟"

"پروگرام اب تبدیل ہو گیا ہے۔" اس نے تیزی سے کہا۔ "آپ کے ساتھی اب میڈم مرجینا کی قیام گاہ سے آپ کو پک کریں گے۔ اس دوران آپ کے چہرے کا موجودہ میک اپ اتارنا بھی ضروری ہے اس لیے کہ آپ کے سفری دستاویز پر کہیں بھی زاہد بن عبید کا نام یا تصویر موجود نہیں ہے۔"

"میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں لیکن یہ دونوں اس وقت مجھے مارنے کے ارادے سے نہ آتے تو۔"

"اس شکل میں بھی آپ کے چہرے کا میک اپ روانگی سے پہلے یقینی طور پر اتارا جاتا۔"

"تم اس ہوٹل میں کب سے مقیم ہو؟"

"سوری۔" ضرغام نے پھر اسی سرد مہری سے کام لیا جس کا مظاہرہ وہ پہلی ملاقات میں کر چکا تھا۔ "آپ کو میرے بارے میں جو کچھ معلوم کرنا ہے وہ میڈم سے کریں۔"

"کیا مرجینا ہی نے تمہیں اس ہوٹل میں قیام کا مشورہ دیا تھا؟"

"ہمارے پاس وقت کم ہے۔" ضرغام نے تیزی سے کہا پھر جلدی جلدی میرا سامان اٹھانے لگا۔

"تمہیں شاید ایک بات کا علم نہیں۔" میں نے اسے حالات سے باخبر کرنے کی خاطر کہا۔ "اس وقت ہوٹل کے کاؤنٹر پر جو نائٹ ڈیوٹی کلرک موجود ہے وہ بھی ان دونوں کا ساتھی ہے۔ کیا وہ ہمیں آسانی سے نکل جانے کی اجازت دے دے گا؟"

"ضرغام اپنا کام کبھی ادھورا نہیں چھوڑتا۔" ضرغام نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "میں اسے بے ہوش کر کے دونوں کے پاس چھوڑ آیا ہوں۔"

"لیکن۔"

"پلیز وقت برباد نہ کریں۔ ہمارے لیے ایک ایک لمحہ بہت قیمتی ہے۔ باقی باتیں راستے میں بھی ہو سکتی ہیں۔" ضرغام نے

باقی سامان اٹھانے کو کہا پھر اس نے مجھے ہوٹل سے باہر لے جانے کے لیے عقبی راستہ اختیار کیا تھا جہاں ایک سیاہ کار موجود تھی جس میں ڈرائیونگ سیٹ پر کوئی شخص پہلے سے موجود تھا۔ ہمارے بیٹھتے ہی سنسان سڑک پر فراٹے بھرنے لگی۔ ضرغام اگلی سیٹ پر میرے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔

"ہوٹل کے بلز ادا نہ کرنے کی صورت میں کیا میرے خلاف....."

"آپ کے خلاف نہیں۔" ضرغام نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ "جو بھی کارروائی ہوگی وہ مراکشی باشندے زاہد بن عبید کے خلاف ہوگی جس کا اب کوئی وجود نہیں رہ جائے گا۔"

ضرغام نے چونکہ ایک معقول دلیل پیش کی تھی اس لیے میں نے خاموشی اختیار کرلی۔

❖

ایک تھکا دینے والے طویل سفر کے بعد میں نے اپنے ملکی ائیرپورٹ پر قدم رکھا تو میرے دل کی کیفیت ہی کچھ اور تھی چونکہ میں نے احمد علی کو اپنے پہنچنے کا وقت اور فلائیٹ نمبر وغیرہ سے مطلع نہیں کیا تھا اس لیے میرے لیے کوئی گاڑی نہیں آئی تھی۔ میں نے ائرپورٹ سے نکل کر ٹیکسی پکڑی اور پہلے سیدھا گھر گیا جو اس وقت میں اپنے اصلی حلیے میں تھا۔

گھر پر اس وقت امی موجود تھیں جو میرے اچانک پہنچ جانے پر پہلے تو مجھے کو بہت خوش ہوئیں پھر ان کی پلکوں کے گوشے نمناک ہونے لگے۔

"پریشان نہ ہوں امی حضور' اب تو میں آگیا ہوں۔" میں نے ان کے سینے سے لپٹ کر کہا تو ایک عجیب طمانیت کا احساس ہوا۔ وطن کی مٹی کی بوباس اور ماں کی آغوش کی گرمی کی لذت ہی کچھ اور ہوتی ہے۔

امی والد صاحب کے لیے شام کا کھانا لے جانے کی خاطر آئی تھیں۔ میں نے جلدی جلدی غسل کر کے لباس تبدیل کیا اور امی کے ساتھ ہی ہسپتال کے لیے روانہ ہو گیا۔ اس وقت شام کے ساڑھے چھ کا عمل تھا۔

"خدا نے بڑا رحم کیا ہمارے حال پر۔" امی نے راستے میں والد صاحب کی کیفیت سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ "دل کا دورہ زیادہ شدید نہیں تھا پھر بھی اس کی اطلاع ملتے ہی میری تو جان ہی نکل گئی تھی۔ تمہارے نہ ہونے کی وجہ زیادہ سے زیادہ تھی۔"

"اب کیسی طبیعت ہے ڈیڈی کی؟"

"بارہ گھنٹے تک انتہائی نگہداشت کے یونٹ (I.C.U) میں رہنے کے بعد آج صبح ہی پرائیویٹ روم میں منتقل کیا گیا ہے۔" امی نے جواب دیا۔ "ڈاکٹروں نے اطمینان دلا دیا ہے کہ اب وہ خطرے سے باہر ہے لیکن ابھی کچھ دنوں تک انہیں ہسپتال میں ہی رہنا پڑے گا۔"

"اچھا ہے۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "جو دیکھ بھال اور طبی امداد فوری طور پر ہسپتال میں مل سکتی ہے وہ گھر پر نہیں مل سکتی اور پھر اس طرح ڈیڈی کو آرام بھی مل جائے گا۔"

"بڑی مشکلوں سے تمہارے باپ نے صرف دو روز تک ہسپتال میں رہنے کی ہامی بھری ہے ورنہ وہ تو آج ہی میرے ساتھ آنے پر آمادہ تھے جبکہ ڈاکٹر انہیں کم از کم ایک ہفتہ رکھنا چاہتے ہیں۔"

"آپ مطمئن رہیں۔ میں ڈیڈی کو سمجھا لوں گا۔"

"جب سے ہوش میں آئے ہیں تمہیں کئی بار پوچھ چکے ہیں۔"

"مجھے علم ہے۔ کل رات احمد علی نے فون پر بتایا تھا۔"

ہسپتال میں جس وقت میں والد صاحب کے پاس پہنچا تو مجھے دیکھ کر ان کے ہونٹوں پر وہی مخصوص مسکراہٹ ابھر آئی جو ان کی طبیعت کا خاصہ تھی' شاید وہ دل کے دورے کو بھی کوئی اہمیت نہیں دے رہے تھے۔ میں قدم بڑھاتا ان کے بستر کے قریب پہنچا تو بڑی ٹھوس آواز میں بولے۔

"اچھا ہوا تم آگئے۔ کل ایک ضروری ٹینڈر بھرنا ہے جس کی تفصیل تمہیں وارثی بتا دے گا۔ ریٹ بھرتے وقت عقلمندی سے کام لینا۔ اس ٹینڈر کے مل جانے کی صورت میں ہمیں لاکھوں کا فائدہ ہوگا۔"

"جہنم میں گیا فائدہ۔" امی نے جل بھن کر کہا۔ "مجھے آپ کی فکر گھلائے دے رہی ہے اور آپ لاکھوں کے فائدے کی سوچ رہے ہیں۔"

"تم ہی سمجھاؤ اپنی ماں کو۔" والد صاحب نے مسکراتے ہوئے مجھے مخاطب کیا۔ "ڈاکٹروں کے کہنے پر بلاوجہ مجھے اس کمرے میں قید کر رکھا ہے۔"

"ڈاکٹروں نے آپ کو کچھ دنوں کے لیے آرام کا مشورہ دیا ہے۔" میں نے والد کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بڑے پیار سے کہا۔ "اور اب تو میں آگیا ہوں۔ آپ کو کسی بات کی فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"مجھے اپنے سے زیادہ تمہاری اور تمہاری ماں کی فکر لاحق ہے۔" والد صاحب نے معنی خیز انداز میں امی کو کن انکھیوں سے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "دل کمزور ہو جائے تو اس پر قابو پانا مشکل ہو جاتا ہے اور یہاں صورت حال یہ ہے کہ ہر آدھے گھنٹے بعد ایک سے ایک خوبصورت نرسیں اور لیڈی ڈاکٹر آتی رہتی ہیں۔ اگر اس عمر میں قدم بہک گئے تو تم دونوں ہی کو شکایت ہوگی۔"

"آپ میری فکر نہ کریں۔" امی نے جلدی سے کہا۔ "اگر کوئی ڈاکٹر یا نرس پسند آگئی ہے تو مجھے بتائیں' میں بڑے ڈاکٹر

سے کہہ کر اس کی مستقل ڈیوٹی لگوائے دیتی ہوں تاکہ آپ کا دل بہلتا رہے۔"

"اور اگر دل کچھ زیادہ ہی بہل گیا تو؟"

"مجھے اس پر بھی کوئی اعتراض نہ ہوگا۔" ماں نے ایک خالص مشرقی عورت کی طرح جواب دیا۔ "آپ صحت مند رہیں' مجھے اس کے عوض آپ کی ہر شرط منظور ہے۔"

"شہباز بیٹے! تم گواہ رہنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری ماں اپنی بات سے مکر جائیں۔"

مجھے خوشی تھی کہ والد صاحب بالکل صحت مند انسانوں کی طرح ہنس بول رہے تھے۔ دل پر جو غبار تھا وہ چھٹ گیا اس کے بعد میں ڈاکٹر سے ملا جو والد صاحب کو اٹینڈ کر رہا تھا۔ اس نے بھی مجھے یہی بتایا کہ دل کا دورہ زیادہ شدید نہیں تھا اور ایک ہفتے کے بعد انہیں ہسپتا[ل] سے چھٹی مل جائے گی۔

میں ڈا[کٹر] سے مل کر واپس والد صاحب کی طرف جا رہا تھا کہ عابد وارثی اور ٹونی سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ مجھے انہیں دیکھ کر مسرت ہوئی۔ وہ میرے وفادار ساتھی تھے۔ میں نے انہیں ملازم کی حیثیت سے کبھی ٹریٹ نہیں کیا تھا۔ وہ بھی دفتر کا سارا کام دل جمعی سے کرتے تھے۔ میں نے انہیں ان کے شعبے میں پورا اختیار دے رکھا تھا۔ ان سے کسی قسم کی پوچھ گچھ یا باز پرس نہیں کی جاتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ نہایت دیانتداری اور پوری لگن سے اپنا اپنا کام کرتے تھے۔ ٹونی کو دیکھ کر میرے ذہن میں ماضی کی کچھ تلخ یادیں تازہ ہوگئیں۔ وہ میرا سب سے جانثار آدمی تھا۔ میری ہی حمایت کی خاطر میرے دشمنوں نے اسے سیدھے ہاتھ سے محروم کر دیا تھا لیکن وہ اب بھی پوری تندہی سے اپنا کام سرانجام دیتا تھا۔

میں خاصی دیر تک ان سب کی خیریت دریافت کرتا رہا۔ وہ مجھے میری غیر حاضری میں دفتری کارکردگی کے بارے میں بتاتے رہے۔ میں نے وارثی سے اس ٹینڈر کے بارے میں پوچھا جس کا ذکر والد صاحب نے کیا تھا۔

"آپ مطمئن رہیں سر۔" وارثی بڑے پر اعتماد لہجے میں بولا۔ "حالانکہ جے شنکر کمپنی والے بھی اس کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں لیکن ٹینڈر یقینی طور پر ہماری ہی فرم کو ملے گا۔"

"جے شنکر کمپنی۔" میں نے سوالیہ نظروں سے وارثی کو دیکھا۔ جے شنکر کے نام سے شنکر کا پراسرار اور منحوس وجود میرے ذہن میں ابھر آیا تھا۔

"نرنجن لال کی موت کے بعد اس کا ادارہ بالکل ہی ٹھپ ہوگیا ہے۔" وارثی بولا۔ "لیکن جے شنکر کمپنی کے وجود میں آنے کے بعد ہمیں پھر مقابلے کو مد نظر رکھنا پڑتا ہے۔"

"اس کمپنی کا مالک کون ہے؟" میں نے اپنی معلومات کی خاطر دریافت کیا۔

"شنکر ناتھ پانڈے۔" وارثی نے جواب دیا۔ "پہلے ماڈرن کمپنی کے نام سے آئرن اینڈ اسٹیل کا کام کرتا تھا[۔] نرنجن لال کے بعد اب اس نے جے شنکر کمپنی کے نام [سے] کنسٹرکشن کا کام بھی شروع کر دیا ہے۔"

"کیسا آدمی ہے؟"

"میں اس سے صرف ایک بار ملا تھا۔ ہماری ملاقات ا[یک] ٹینڈر ہی کے سلسلے میں گورنمنٹ کے دفتر میں ہوئی تھی۔ بظا[ہر] ملنسار اور با اصول شخصیت کا مالک نظر آتا ہے۔ اندر کا[حال] خدا ہی بہتر جانے۔"

"آپ کو موجودہ ٹینڈر کے ملنے کا یقین کس طرح ہے؟" [میں] نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"میں بتاتا ہوں جناب۔" عابد نے کہا۔ "جس پروجیکٹ کے لیے ٹینڈر کال کیا گیا ہے وہاں کے عملے کے اکثر افراد [سے] میری ملاقات ہے۔"

"آئی سی لیکن یہ بھی تو ممکن ہے کہ جے شنکر کمپنی وا[لے] ہمارے مقابلے میں کم ریٹ دیں۔"

"ہم اپنا ریٹ سب سے آخر میں داخل کریں گے [سر]۔" عابد نے کہا۔ "اس سے پہلے ہمیں جے شنکر کمپنی کا ریٹ معل[وم] ہو جائے گا۔"

"ڈیڈی کی خواہش ہے کہ یہ ٹینڈر ہماری کمپنی کے حق [میں] کھلے۔"

"ایسا ہی ہوگا باس۔" اس بار ماسٹر ٹونی نے کہا۔ "جب [تک] آپ کا یہ خادم موجود ہے کوئی اور کمپنی تاور کنسٹرکشن کمپنی [سے] سبقت نہیں لے جاسکے گی۔"

کچھ دیر بعد وارثی اور عابد والد صاحب کی طبیعت دریاف[ت] کر کے چلے گئے لیکن ماسٹر ٹونی ابھی تک موجود تھا۔ میں نے ا[س] کے چہرے کو بغور دیکھا کوئی بات ایسی ضرور تھی جو ٹونی کی زبا[ن] تک آتے آتے رک رہی تھی۔ وہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتا تھا لی[کن] ابھی تک وہ شاید اس کا فیصلہ نہ کر سکا تھا کہ وہ بات مجھ سے [کہے] یا نہ کہے۔

"ٹونی۔" میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بڑ[ے] پیار سے کہا۔ "تم نے میری خاطر جو اذیت برداشت کی ہے ا[ور] قربانی دی ہے اسے میں تمام زندگی یاد رکھوں گا۔"

"میں آپ کا نمک حلال ہوں جناب۔ آپ نے اس وق[ت] میرے سر پر ہاتھ رکھا تھا جب مجھے دوسری کمپنی سے ایک جھوٹے الزام کی خاطر برطرف کر دیا گیا تھا۔" وہ جذباتی [ہونے] لگا۔ "آپ میرے محسن ہیں۔ آپ کی خاطر ماسٹر ٹونی اپنی جا[ن] دینے سے بھی دریغ نہیں کرے گا۔"

"مجھے اس کا اندازہ ہے۔" میں نے اسے سراہتے [ہوئے] جواب دیا۔ "لیکن نرنجن لال کی موت کے بعد لب[…]

صاف ہوگیا۔ وہ پراسرار قوتیں جو ہمارے خلاف برسرپیکار تھیں وہ بھی ایک ایک کر کے جہنم واصل ہو چکی ہیں۔"

"میں آپ سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں باس۔" ٹونی نے قدرے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"کس سلسلے میں؟"

"آپ کے ڈیڈی کے سلسلے میں۔" ٹونی نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "اگر آپ میری بات مانیں تو کسی بزرگ سے کوئی تعویذ لے کر بڑے سرکار کے ہاتھ پر ضرور باندھ دیں۔"

"کیا مطلب؟" میں ٹونی کے مشورے پر چونکا۔

"گاڈ از گریٹ سر۔ جو کچھ ہوتا ہے اسی کی مرضی سے ہوتا ہے لیکن آدمی اگر پری کاشن (PRECAUTION) کے طور پر اپنی حفاظت کا بندوبست کر لے تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟" میں نے مضطرب لہجے میں ٹونی کو وضاحت طلب نگاہوں سے دیکھا۔

"کل رات میں نے ایک ڈریم (خواب) دیکھا تھا باس۔ جیسے کسی نے بڑے سرکار کی ڈمی (DUMMY) بنا کر ان کے دل کے مقام پر کچھ بڑی بڑی کیلیں ٹھوک کر اسے کسی پرانے گریویارڈ (قبرستان) میں دفن کر دیا ہے۔" ماسٹر ٹونی نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "خدا کرے یہ سب کچھ میرا وہم ہو لیکن ٹونی کا دل کل رات سے بہت ڈسٹرب ہے۔"

"تم نے اچھا کیا جو مجھے اپنے خواب سے آگاہ کر دیا لیکن پریشان مت ہو۔ خدا جو کرے گا بہتر ہی کرے گا۔" میں نے ٹونی کا شکریہ ادا کر کے اسے رخصت کیا پھر والد صاحب کے کمرے میں آگیا جہاں واقعی ایک صحت مند اور خوبصورت نرس انہیں انجکشن لگانے میں مصروف تھی اور والد صاحب میری امی کو دیکھ کر عجیب انداز میں زیر لب مسکرا رہے تھے۔

اس رات میں والد صاحب کے پاس رہا اور امی کو گھر بھیج دیا۔ ڈاکٹر اور نرسیں بڑی پابندی سے اپنی ڈیوٹیاں انجام دے رہے تھے۔ رات کو اس ہارٹ اسپیشلسٹ نے بھی راؤنڈ لیا والد صاحب جس کے زیر علاج تھے۔ اس نے تفصیلی معائنے کے بعد ایک بار پھر مکمل اطمینان کا اظہار کیا۔ ساڑھے دس بجے رات تک میں والد صاحب کے قریب بیٹھا رہا۔ انہیں ضروری دوا کھلا کر نائٹ بلب روشن کیا اور دیگر تمام لائٹس آف کر کے اپنے بستر [پر] آگیا۔ میں تھکا تھکا ہوا تھا۔ میں نے سونے کی کوشش کی لیکن نہ جانے کیوں ماسٹر ٹونی کے جملے میرے دماغ میں بازگشت بن کر گونج رہے تھے۔

دوسرے روز میں دفتر گیا تو عجیب سا لگا۔ خاصی مدت کے بعد اپنے آفس میں داخل ہوتے ہوئے میری کیفیت کسی ایسے ہی ہرن جیسی تھی جو بڑے دنوں بعد اپنی ڈار سے مل کر مسرور ہو رہا ہو۔ دفتر میں میرے آنے کی اطلاع مجھ سے پہلے پہنچ گئی تھی۔ اسٹاف کا ایک ایک ممبر باری باری مجھ سے ملنے کے لیے آرہا تھا۔ ان کے اندر خلوص تھا' پیار تھا' ان کے چہرے خوشی سے دمک رہے تھے' سب سے آخر میں میری سکریٹری اور اسٹینو مسکراتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ وہ کسی شگفتہ اور تر و تازہ پھول کے مانند کھلی کھلی نظر آرہی تھی۔

عارفہ میری پر اعتماد ورکر تھی۔ وہ خوبصورت تھی' حسین تھی۔ شروع شروع میں جب اس نے پہلی بار میرے دفتر میں قدم رکھا تھا تو وہ کسی فاختہ کے مانند سہمی سہمی نظر آتی تھی لیکن پھر آہستہ آہستہ اس کے خدشات دور ہوگئے اور اعتماد بحال ہوتا گیا۔ نسیم کے ساتھ میرے برتاؤ کو دیکھ کر وہ مجھ سے اور زیادہ قریب ہوگئی تھی۔

"اور سناؤ عارفہ۔" میں نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے شکوہ کیا۔ "تم سب سے آخر میں سے ملنے آئیں۔ کیا تمہیں میری واپسی کی خوشی نہیں ہوئی؟"

"مجھے زیادہ خوشی ہوئی تھی سر اسی لیے میں دیر سے آئی تاکہ آپ سے دیر تک باتیں کر سکوں۔" اس نے بے تکلفی سے کہا پھر پوچھا۔ "نسیم کیسی ہے' ندیم صاحب کے ساتھ خوش تو ہے؟"

"ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔ خوش تو ہے۔"

"کیا بات ہے سر؟" عارفہ سنجیدہ ہوگئی۔ "خدانخواستہ کہیں۔۔۔"

"نہیں' ایسی کوئی بات نہیں ہے جو تم سمجھ رہی ہو۔" میں نے وضاحت کی۔ "وہ دونوں ایک دوسرے سے بہت خوش ہیں۔ بڑے اچھے اور بے تکلف دوستوں کی طرح لیکن ندیم جس راستے کا مسافر ہے اس میں قدم قدم پر خطرات ہیں۔"

"اس کے باوجود انہوں نے نسیم کو تحفظ دے کر بڑا مستحسن قدم اٹھایا ہے۔" عارفہ نے دبی زبان میں نسیم کے ماضی کی سمت ایک ہلکا سا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہی کیا کم ہے وہ ابھی تک اپنی ٹہنی پر مہک رہی ہے۔ اسے شاخ سے توڑا نہیں گیا اور آپ ۔۔۔ آپ نے تو ایسی مثال قائم کی ہے جو خواب لگتی ہے۔ اس دور میں آپ جیسے لوگ بھلا کہاں ہوتے ہیں جو کسی کو پامال کرنے کے بجائے اسے بہن جیسے مقدس رشتے سے نواز کر اس کا وائی سارا بن جائیں۔"

"نہیں۔۔۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "مجھے شرمندہ مت کرو۔ میں نے جو کچھ کیا وہ اپنا فرض سمجھ کر کیا اور فرض شناس راستے پر چلتے ہوئے انسان ہمیشہ ثابت قدم رہتا ہے۔ اس کے بدلے میں تو کوئی شہرت نہیں پیدا ہوگی۔ انسانیت تو ہر دور میں کہیں نہ کہیں ضرور موجود ہوتی ہے۔ آج اس کا فقدان ضرور

ہے لیکن تم بیک جنبشِ زباں انسانیت جیسے مقدس لفظ کو حرفِ غلط کی طرح مٹا تو نہیں سکتیں۔"

"آپ بہت عظیم ہیں سر۔" اس کی آنکھیں ڈبڈبانے لگیں۔

"تم نے اپنے بارے میں تو کچھ بتایا ہی نہیں۔" میں نے جلدی سے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔ "میرے بعد۔ میرا مطلب ہے کہ میرے کچھ دنوں کے لیے چلے جانے کے بعد تمہیں یہاں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔"

"دفتری اوقات میں پرسنل باتیں زیب نہیں دیتیں ورنہ ایک جملہ ضرور کہتی۔"

"کہہ ڈالو ورنہ تمہیں نہ جانے کب تک انتظار کرنا پڑے۔"

"مجھے ایک بھائی کا پیار اور پر خلوص محبت پہلے حاصل تھی۔" وہ اظہار تشکر کے طور پر نظریں جھکا کر بولی۔ "آپ کے چلے جانے کے بعد ایک باپ کا پیار اور شفقت بھرا سایہ بھی مل گیا۔"

"بہت خوب۔" میں نے اسے چھیڑا۔ "اب تو تمہاری عقل داڑھ بھی نکلنے لگی ہے۔ اب شاید مجھے تمہارا بھی کوئی بندوبست کرنا پڑے گا۔"

وہ چھوئی موئی کے کسی نرم اور معصوم پودے کے مانند اپنے وجود کی پاکیزگی میں سمٹ گئی۔ اس کے چہرے پر شفق کے دھنک رنگ بکھر گئے۔ میں نے اس خوبصورت منظر کو دل کے شفاف آئینے میں محفوظ کر لیا پھر وارثی ایک فائل لیے داخل ہوا تو عارفہ آہستہ سے اٹھی اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی باہر چلی گئی۔

"سر یہ ہے وہ فائل جو نئے ٹینڈر سے متعلق ہے۔" وارثی نے مجھے مختصر تفصیل سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ "ایک نظر آپ بھی دیکھ لیں تو بہتر ہوگا۔ ہمیں آج دوپہر تین بجے تک اس کا ٹینڈر داخل کرنا ہے۔"

"جب آپ اور والد صاحب اسے دیکھ چکے ہیں تو پھر میرے دیکھنے کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔" میں نے کہا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "البتہ والد صاحب کی خواہش کے مطابق یہ ٹینڈر ہماری ہی کمپنی کے نام کھلنا چاہیے۔"

"عابد صاحب اسی سلسلے میں گئے ہوئے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ دو بجے تک وہ اپنے ذرائع اور تعلقات استعمال کرنے کے بعد وہ ریٹ معلوم کرنے میں ضرور کامیاب ہو جائیں گے جو جے شنکر کمپنی والے دیں گے۔ میں نے باقی تمام تفصیلات کی خانہ پری کر لی ہے صرف ریٹ بھر کر ٹینڈر داخل کرنے کا کام باقی رہ گیا ہے۔"

"گڈ۔" میں نے یوں ہی سرسری طور پر فائل میں لگے ہوئے کاغذات کو الٹ پلٹ کر دیکھا پھر کچھ سوچ کر پوچھا۔ "آپ کے خیال میں یہ شنکر ناتھ پانڈے کس قسم کا آدمی ہے؟"

"میری براہ راست کبھی ملاقات نہیں ہوئی ہے لیکن سنا ہے کہ بااصول آدمی ہے لیکن۔۔۔" وارثی کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"لیکن کیا؟" میں نے اس کے چہرے کے بدلتے تاثرات بغور جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

"ہو سکتا ہے میرا اندازہ غلط ہو لیکن میں محسوس کر رہا ہوں کہ ادھر کچھ دنوں سے وہ ہمارے ساتھ باقاعدہ مقابلہ کرنے کی ٹھان چکا ہے۔"

"اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ اپنی کمپنی کی ساکھ قائم کرنے کے لیے انسان کو اپنے ہم عصروں کے ساتھ مقابلہ تو بہرحال کرنا پڑتا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "جو آگے بڑھنے کی جدوجہد نہیں کرتے وہ ہمیشہ پیچھے ہی رہ جاتے ہیں۔"

"جے شنکر کمپنی میں نرنجن لال کا ایک پرانا ملازم بھی کام کر رہا ہے۔ میری اس کی زیادہ دوستی تو نہیں لیکن اکثر ملاقات ہوتی رہتی ہے۔" وارثی نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ایک بار اس نے کہا تھا کہ شنکر ناتھ پانڈے نئے کاروبار میں پوری طرح قدم جمانے کے بعد نرنجن لال کی بربادی کا حساب چکتا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، ممکن ہے یہ بات اس نے اپنی طرف سے کہی ہو مگر میں نے آپ کو بتانا فرض سمجھا اسی لیے ذکر کر دیا"۔

"آپ نے اچھا کیا جو یہ بات میرے کان میں ڈال دی۔"

وارثی کے جانے کے بعد میں دوسری فائلوں کے مطالعے میں مصروف ہو گیا۔ تقریباً" ساڑھے بارہ بجے عارفہ نے مجھے انٹر کام پر اطلاع دی کہ کوئی خاتون مجھ سے فون پر بات کرنے کی خواہش مند ہیں۔

"کیا نام ہے ان کا؟"

"میں نے دریافت کیا تھا سر لیکن جواب یہی ملا کہ وہ براہ راست آپ سے کوئی اہم بات کرنا چاہتی ہیں۔"

"کام کی نوعیت کیا ہے؟"

"اس سلسلے میں بھی وہ صرف آپ کو بتانا پسند کریں گی۔" عارفہ کے لہجے میں بیزاری تھی۔

"ٹھیک ہے۔ لائن ڈائریکٹ کر دیں۔" میں نے سرسری انداز میں جواب دیا پھر فون کا ریسیور اٹھایا۔

"ہیلو۔ شہباز اسپیکنگ۔" میں نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ میری نظریں اس وقت بھی ایک فائل پر جمی ہوئی تھیں۔

"میں کومل ورما بول رہی ہوں۔" دوسری جانب سے ایک مترنم آواز ابھری۔ "شنکر ناتھ پانڈے کی لیڈی سکریٹری۔"

شنکر ناتھ پانڈے کا نام سن کر میں نے فائل بند کر دی۔

"مجھے شنکر ناتھ پانڈے جی سے گفتگو کر کے یقیناً خوشی ہوگی۔" میں نے کاروباری اخلاق کا مظاہرہ کیا۔

"وہ اس وقت سیٹ پر نہیں ہیں لیکن جاتے جاتے آپ کے نام ایک ضروری پیغام چھوڑ گئے ہیں۔"

"فرمایئے۔"

"آج تین بجے جو ٹینڈر طلب کیا گیا ہے آپ اس میں حصہ لینے کی کوشش نہ کریں۔" اس بار خشک لہجے میں کہا گیا۔ "اسی میں آپ کی بہتری ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے تیور بدل کر جواب دیا۔ "کیا شنکر ناتھ پانڈے جی براہ راست اس سلسلے میں مجھ سے اپنی خواہش کا اظہار نہیں کر سکتے تھے۔"

"اس کا جواب وہی دے سکتے ہیں۔ میں کیول اتنا جانتی ہوں اگر آپ نے باس کی آگیا کا پالن نہ کیا تو آپ کو سارا جیون پچھتانا پڑے گا۔" اس بار نفرت سے جواب دیا گیا تھا پھر دوسری جانب سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

اس پیغام نے میرے تن بدن میں آگ لگا دی تھی۔ تھوڑی دیر تک میں کرسی پر بیٹھا پیچ و تاب کھاتا رہا پھر میں نے انٹر کام پر عارفہ سے دریافت کیا۔ "کیا آپ جے شنکر کمپنی کے مالک کی لیڈی سکریٹری کے نام سے واقف ہیں۔"

"جی ہاں۔ کومل ورما۔" عارفہ نے جواب دیا۔ "اس کے نام کا علم بھی مجھے ماسٹر ٹونی کے ذریعے ہوا تھا۔"

"کیا ڈیڈی کی موجودگی میں بھی کومل ورما یا شنکر ناتھ پانڈے کا کبھی فون آیا تھا۔"

"جی نہیں۔ کم از کم میرے علم میں نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "آپ کومل ورما سے دوبارہ میری بات کرائیں۔"

دو منٹ بعد ہی کومل ورما کی آواز مجھے دوبارہ فون پر سنائی دی۔ اس کا لہجہ اس بار بھی مترنم ہی تھا۔

"فرمایئے۔ میں آپ کی کیا سیوا کر سکتی ہوں؟"

"کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ آپ نے میرے جواب کا انتظار کیے بغیر لائن ڈسکنکٹ کیوں کر دی تھی؟" میں نے خشک لہجے میں پوچھا۔

"میں نے۔۔۔۔۔" دوسری جانب سے تعجب کا اظہار کیا گیا۔ "میں نے تو آپ کو کوئی فون نہیں کیا تھا۔"

"لیکن میں آپ کی آواز پہچاننے میں کوئی غلطی نہیں کر رہا ہوں۔"

"آپ کو اوش کوئی دھوکا ہوا ہے سر۔" کومل ورما نے نرم لہجے میں جواب دیا۔ "ہو سکتا ہے کہ کسی اور لڑکی نے آپ کے ساتھ مذاق کیا ہو۔"

"کیا شنکر ناتھ پانڈے جی اس وقت اپنے آفس میں موجود ہیں؟" میں نے دوسرا رخ اختیار کیا۔

"یس سر۔" ایک بار پھر کومل ورما نے بڑے مہذب انداز میں کہا۔ "کیا آپ باس سے بات کرنا پسند کریں گے؟"

"پلیز۔" میں نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ کومل ورما کی آواز کو پہچاننے میں مجھ سے کوئی غلطی نہیں ہوئی تھی۔ مجھے اس بات پر بھی تعجب ہوا کہ پہلے اس نے کہا تھا کہ شنکر ناتھ پانڈے دفتر میں موجود نہیں ہیں جبکہ اب اس کا جواب اس کے برعکس تھا۔ میں نے اسی وجہ سے براہ راست صاحب معاملہ سے بات کرنے کی خواہش کا اظہار کر دیا تھا۔ عام حالات میں شاید میں گفتگو میں پہل کرنے سے گریز ہی کرتا لیکن اس وقت میں اس معمے کو حل کرنا چاہتا تھا جو کومل ورما کے متضاد رویے سے پیدا ہو گیا تھا۔

"ہیلو۔" دوسری جانب سے ایک مردانہ آواز ابھری۔ "شنکر ناتھ پانڈے۔"

"میں شہباز خان بول رہا ہوں۔ شہباز انٹرپرائز اور نادر کنسٹرکشن کے دفتر سے۔" میں نے سنجیدگی سے اپنا تعارف کرایا۔

"مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ آپ نے سیوک کو یاد کیا۔" شنکر ناتھ پانڈے نے کہا۔ "میں نے سنا تھا کہ آپ کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ واپس کب لوٹے؟"

"کل ہی آیا ہوں؟"

"آپ کے پتاجی کی طبیعت اب کیسی ہے؟" اس بار بھی بڑے ملنسار انداز میں جواب ملا۔ "میں شما چاہتا ہوں کہ حاضر نہیں ہو سکا۔ پرنتو آج شام کو اوش حاضری دوں گا۔ اسی بہانے آپ کے درشن بھی ہو جائیں گے۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ ہمارے ذاتی اور کاروباری دونوں تعلقات دوستی کی بنیادوں پر استوار رہیں۔" میں نے اسے

ٹٹولنے کی خاطر کہا۔ "اسی خاطر میں نے آپ کو ... ہے۔"

"بڑی کرپا ہے آپ کی۔"

"پانڈے جی۔" میں نے دوستانہ انداز میں اسے آزمانا چاہا۔ "میں نے سنا ہے کہ آپ ہر قیمت پر ٹینڈر کو حاصل کرنا چاہتے ہیں جو آج شام چھ بجے کھلنے والا ہے۔ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کے حق میں دست بردار ہو سکتا ہوں۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہیں شہباز صاحب۔" پانڈے نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں بھلا ایسا کیوں چاہوں گا کہ آپ اس ٹینڈر سے اپنا ہاتھ کھینچ لیں' آپ کے علاوہ بھی کئی کمپنیاں اس دوڑ میں حصہ لے رہی ہیں۔ میں کس کس کو روکوں گا۔ ... بھگوان کی اچھا (مرضی' اختیار) پر ہوتی ہے۔ آپ سے کسی نے غلط بات کہی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی تیسری پارٹی اس طرح ہم دونوں کے درمیان مس انڈر اسٹینڈنگ پیدا کر کے اپنا کام نکالنا چاہتی ہو۔"

"ہو سکتا ہے یہی بات ہو۔" میں نے اسی کی کہی ہوئی بات کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ "شام کو تو ملاقات ہو رہی ہے نا۔"

"آف کورس۔"

شنکر ناتھ پانڈے سے گفتگو ہو جانے کے بعد میری الجھن میں کمی کے بجائے اور اضافہ ہو گیا۔ اس نے کاروباری انداز میں جو بات کی تھی وہ اپنی جگہ غلط نہیں تھی۔ اس کی بات یا لب و لہجے سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی تھی کہ وہ ہماری کمپنی کے ساتھ بگاڑ کرنا چاہتا ہو۔ اس کا رویہ بھی درست ہی تھا لیکن کومل ورما کی شخصیت میرے لیے کسی لاینحل معمے سے کم نہیں تھی۔ مجھے پورا یقین تھا کہ اس کی آواز کو پہچاننے میں' میں نے کوئی غلطی نہیں کی تھی۔

کیا کومل ورما دہری شخصیت کی مالک تھی یا اس کی پشت پر کوئی پراسرار قوت کام کر رہی تھی؟ وہ پراسرار قوت کس کی ہو سکتی تھی؟ میرے ذہن میں متعدد خیالات ابھر کر آپس میں گڈمڈ ہو رہے تھے۔ میں بڑی دیر تک اس سلسلے میں اپنے خیال میں مستغرق رہا پھر میں نے ٹونی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی' مجھے یقین نہیں تھا کہ وہ مل سکے گا۔ زیادہ تر وہ مختلف سائٹس کی دیکھ بھال کے فرض کی ادائیگی میں مشغول رہتا تھا' دفتری کام وہ سائٹ کا کام ختم ہونے کے بعد کرتا تھا۔ میرے یہاں اوور ٹائم کا کوئی دستور نہیں تھا۔ میں اس بات سے واقف تھا کہ خواہ کوئی مشینری ہو یا گوشت پوست کا آدمی اس کے کام کی قوت ایک مخصوص وقت تک ممکن ہوتی ہے اس کے بعد اگر اسے آرام نہ ملے تو وہ ٹھپ ہو جاتی ہے لیکن ماسٹر ٹونی کا مسئلہ اور تھا۔ وہ دیر تک کام کرتا تھا لیکن براہ راست اس نے مجھ سے اس کا ذکر نہیں کیا تھا۔ مجھے اس کی محنت اور کارکردگی کا علم دوسروں کے ذریعے ہوا تھا چنانچہ میں نے اس کی تنخواہ میں معقول اضافہ کر دیا تھا۔ میں نے اس وقت کچھ سوچ سمجھ کر ہی ماسٹر ٹونی سے رابطہ قائم کیا تھا۔ فون پر اس کی آواز سن کر مجھے ایک نامعلوم سی خوشی کا احساس بھی ہوا تھا۔

"کیا تم آج سائٹ پر نہیں گئے؟"

"نہیں باس' میں نے اپنے ماتحتوں کو ضروری ہدایت ہی دے دی تھی۔"

"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

"طبیعت ان کی خراب ہوتی ہے باس جو اپنی طرف سے ہر وقت زیادہ فکرمند رہتے ہیں لیکن آپ جانتے ہیں کہ میں نے ایسی کوئی علت نہیں پالی جس کی وجہ سے مجھے بلاوجہ اپنے ذہن پر زور دینا پڑے اور پھر اس سے فائدہ بھی کیا ہو گا۔" ماسٹر ٹونی نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔ "گاڈ از گریٹ باس۔ ہم تو صرف کٹھ پتلی ہیں جسے وہ اپنے اشاروں پر نچاتا رہتا ہے۔ جب اس کا دل کسی سے بھر جاتا ہے تو وہ اس کی ڈوری توڑ دیتا ہے اور زندگی کا کھیل ختم ہو جاتا ہے۔ وہی لائف اینڈ ڈیتھ کا مالک ہے۔ ہمارے فکرمند ہونے سے کیا ہوتا ہے۔"

"میں نے تمہیں اس وقت ایک خاص مقصد کے لیے فون کیا ہے۔"

"آپ حکم دیں باس۔" ٹونی نے بڑے عزم کے ساتھ جواب دیا۔

"میں تم سے شنکر ناتھ پانڈے کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔ "کس ٹائپ کا آدمی ہے۔ میرا مطلب ہے کہ کیا نرنجن لال کی طرح وہ بھی کاروباری معاملات میں زندگی اور موت کی حد تک آگے بڑھ سکتا ہے؟"

"کسی نے آپ کو غلط اطلاع دی ہے باس۔ میں شنکر پانڈے کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ ایک بااصول بزنس مین ہے۔ رہا پروفیشنل جیلسی کا معاملہ تو شاید وہ دنیا کے ہر بزنس میں ہوتی ہے۔" ٹونی نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "بہرحال وہ نرنجن لال کی طرح کمینہ خصلت نہیں ہے۔ زمین اور آسمان کا فرق ہے ان دونوں میں۔"

"کردار کے معاملے میں اس کا کیا ٹائپ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میری اطلاع کے مطابق وہ زیادہ شوقین مزاج نہیں ہے لیکن معاف کرنا باس' من پسند ڈش سامنے ہو تو اچھے اچھوں کی رال ٹپک جاتی ہے۔"

"کومل ورما کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے اصل مقصد کی طرف آتے ہوئے کہا۔

"اچھے فیگر کی مالک ہے۔" ٹونی نے جواب دیا۔ "بغیر میک اپ کے بھی ہینڈسم کہی جا سکتی ہے۔ جے شنکر کمپنی جوائن کرنے سے پہلے وہ ایک کاٹن مل کی مصنوعات کے لیے ماڈلنگ کیا کرتی

... "شنکر پانڈے اور کومل ورما کے تعلقات کس ٹائپ کے ... میں نے کہا پھر جلدی سے وضاحت کرتے ہوئے پوچھا۔ "میں ... کیا اسے اتنے اختیارات حاصل ہیں کہ وہ شنکر پانڈے کا نام استعمال کرتے ہوئے کسی کاروباری معاملات میں مداخلت یا ... دھڑلے سے کام لے سکے؟"

"بات کیا ہے باس؟" ٹونی نے چونکتے ہوئے سوال کیا۔ "کیا اس نے کوئی ایسی حرکت کرنے کی ہمت کی ہے؟"

"نہیں۔ میں صرف اپنی معلومات کی خاطر دریافت کر رہا ہوں۔"

"آپ باس ہیں اگر ماسٹر ٹونی کو ڈارک میں رکھنا چاہتے ہیں ... اس کی وجہ پوچھنے کی جرأت نہیں کر سکتا کہ آج دفتر آتے ہی آپ کو خاص طور پر کومل ورما کے بارے میں اتنی معلومات حاصل کرنے کی کیا ضرورت پڑ گئی۔" اس بار ماسٹر ٹونی کے لہجے میں ہلکے سے شکوے کی آمیزش تھی پھر اس نے اپنے جذبات پر قابو پاتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "شنکر پانڈے ہر کاروباری ... کی طرح اپنے اسٹاف کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ کام کرنے والوں کی قدر بھی کرتا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ وہ کاروباری معاملات میں کسی کی بے جا مداخلت کو پسند نہیں کرتا۔"

جواب میں' میں نے ایک لمحے کو تامل کیا پھر کومل ورما کے ... اور اس سے دوبارہ ہونے والی گفتگو کے بارے میں ماسٹر ٹونی کو پوری تفصیل سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

"اس خیال سے کہیں تمہارے اندر میری باتوں سے کوئی ... پھوٹ نہ شروع ہو جائے میں نے تمہیں اصل بات بتا دی ... لیکن ایک بات کا سختی سے خیال رکھنا ان باتوں کا علم فی الحال کسی اور کو نہیں ہونا چاہیے۔"

"ٹونی کے بلڈ میں کوئی لیکیج نہیں ہے باس۔ آپ مجھ پر اعتماد کر سکتے ہیں۔" ٹونی نے اس بار بھی جذباتی انداز میں جواب دیا پھر ... "آپ نے اچھا کیا جو مجھے تفصیل سے آگاہ کر دیا۔ اب میں اپنے ذرائع سے معلوم کر لوں گا کہ یہ کومل ورما کتنے پانی میں ہے۔"

ٹونی سے رابطہ ختم کر کے میں دوبارہ اپنے کاموں میں مصروف ہو گیا۔ ٹھیک دو بجے عابد اور وارثی میرے کمرے میں داخل ہوئے۔ ان کے ہاتھ میں وہی ٹینڈر والی فائل تھی۔ میں عابد کے چہرے پر نظر ڈالتے ہی سمجھ گیا تھا کہ اسے اپنے ارادے میں کسی ناکامی سے دوچار نہیں ہونا پڑا ہے پھر بھی میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "اور سنایئے۔ مسٹر عابد کیا رہا تمہاری بھاگ دوڑ کا نتیجہ؟"

"کام بن گیا ہے سر۔" وہ آہستگی سے بولا۔ "ٹینڈر سربمہر ہوتے ہیں لیکن جوڑ توڑ سے ہر کام آسان ہو جاتا ہے۔ جے شنکر کمپنی نے جو ریٹ بھرے ہیں مجھے اس کا علم ہو گیا ہے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر وارثی۔ اب آپ مسٹر عابد کے ساتھ بیٹھ کر ٹینڈر کی باقی خانہ پری بھی کر لیں۔ ریٹ طے کرنے کے سلسلے میں آپ کو میری طرف سے پوری پوری اجازت ہے لیکن ٹینڈر ہمارے ہی نام کھلنا چاہیے۔" میں نے آخری جملہ ذاتی انا کو بھی درمیان میں لاتے ہوئے کہا۔ "اب یہ میری بھی خواہش ہے۔"

"ایسا ہی ہو گا۔" وارثی نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "ٹینڈر ٹھیک چھ بجے کھلے گا اور ہم فوری طور پر حسب توقع آپ کو خوشخبری ہی سنائیں گے۔"

"میں اس وقت ہسپتال میں ڈیڈی کے پاس ہوں گا۔"

"اوکے سر۔"

ساڑھے چار بجے آفس سے اٹھ کر میں گھر گیا۔ نہا دھو کر لباس تبدیل کیا پھر ہسپتال پہنچ گیا۔ ڈیڈی کی حالت اب پہلے کے مقابلے میں زیادہ بہتر نظر آ رہی تھی۔ وہ شاید اپنی خود اعتمادی کی وجہ سے تیزی سے ری کور کر رہے تھے۔ جس وقت میں ان کے پاس پہنچا اس وقت ڈی ایس پی سراج بھی وہاں پہلے سے موجود تھا۔

"ہیلو۔ مسٹر شہباز۔" اس نے مجھے دیکھتے ہوئے خوشی کا اظہار کیا۔ "آپ کب واپس آئے؟"

"کل شام واپسی ہوئی ہے۔"

"کیا لندن میں آپ کا کام مکمل ہو گیا یا پھر جانے کا ارادہ ہے؟" سراج نے دریافت کیا۔

"فی الحال یقین سے نہیں کہہ سکتا۔" میں نے گول مول جواب دیا۔ "ممکن ہے دوبارہ جانا پڑ جائے۔ حالات پر منحصر ہے۔"

اسی وقت وہ ڈاکٹر بھی آگیا جو ڈیڈی کا علاج کر رہا تھا۔ رسمی ہیلو ہیلو کرنے کے بعد اس نے بڑی پیشہ ورانہ سنجیدگی سے والد صاحب کا تفصیلی چیک اپ کیا پھر بڑے پر اعتماد لہجے میں بولا۔

"میرا خیال ہے کہ اب انہیں صرف ایک دو دن آرام کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد انہیں گھر جانے کی اجازت ہوگی لیکن اس شرط پر کہ گھر جانے کے بعد بھی یہ کم از کم دو ہفتے مکمل طور پر بیڈ ریسٹ کریں گے۔"

میری والدہ چونکہ پردے کی دوسری سمت تھیں اس لیے جب میں انہیں خوشخبری سنانے کے لیے گیا تو ان کی آنکھوں میں مسرتوں کے موتی پہلے ہی جگمگ جگمگ کر رہے تھے۔

"سب اس کا کرم ہے۔" امی نے مجھے دیکھ کر دعا کے لیے ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا۔ "دلوں کے بھید اس کے سوا کوئی نہیں جان سکتا لیکن یہ میرا ایمان ہے کہ وہ جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے۔"

میں امی سے بات کرنے کے بعد سراج کو لے کر کمرے سے باہر آگیا۔

"نرنجن لال کے بارے میں تو شاید آپ کو لندن پہنچتے ہی اطلاع مل گئی ہوگی۔" سراج نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ میں اس کی نگاہوں میں تجسس دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک فرض شناس اور دیانتدار پولیس آفیسر تھا اس لیے کسی معاملے کی چھان بین میں اپنے اور پرائے کی تمیز کرنے کا عادی نہیں تھا۔

"اچھا کاروباری وہی کہلاتا ہے جو حالات سے پوری طرح باخبر ہو۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔

"مسٹر ندیم کیا ابھی تک لندن ہی میں ہیں؟"

"جی ہاں۔ ان کے ہنی مون کی معیاد ابھی پوری نہیں ہوئی۔ کچھ ذاتی مسئلے درپیش ہیں۔ ہو سکتا ہے اسے واپسی میں دیر لگ جائے۔"

میری نظر بار بار گھڑی کی طرف اٹھ رہی تھی۔ اس وقت شام کے پونے چھے بجے تھے اور اگر میری گھڑی غلط نہیں تھی تو پندرہ منٹ بعد اس ٹینڈر کا فیصلہ ہونے والا تھا جس نے نہ جانے کیوں مجھے مضطرب کر رکھا تھا۔ میں ابھی سراج سے گفتگو میں مصروف تھا کہ شنکر ناتھ پانڈے آگیا۔ اس نے بڑی گرم جوشی کے ساتھ دوستانہ انداز میں مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"میں اس سے پہلے آپ کے پتا کی طبیعت کی جان کاری کے لیے نہیں آسکا اس کے لیے معافی چاہتا ہوں۔" اس کے لہجے میں بھی خلوص کا عنصر شامل تھا۔ مجھے اس کے بارے میں میرے کارندوں نے جو اطلاع فراہم کی تھی وہ اس پر پورا اترتا تھا۔ اس میں تصنع یا بناوٹ برائے نام بھی نہیں تھا۔ ٹھہرے ٹھہرے انداز میں بڑے پر اعتماد لہجے میں باتیں کرنے کا عادی تھا۔ خاصا خوش پوش اور طرحدار آدمی نظر آتا تھا۔ سراج کچھ دیر رکنے کے بعد اجازت لے کر چلا گیا۔ میں شنکر ناتھ پانڈے کے ساتھ وزیٹرز روم میں بیٹھا باتیں کر رہا تھا کہ ایک خوبصورت سی لڑکی کر[illegible] میں داخل ہوئی اور تیزی سے قریب آکر شنکر ناتھ پانڈے [illegible] مخاطب ہوئی۔

"سوری سر......دہ......"

"کوئی بات نہیں۔ کاروبار میں اونچ نیچ اور جیت ہار نہ ہو [illegible] مزہ نہیں آتا۔" پانڈے نے بے پروائی سے مسکراتے ہوئے [illegible] سے کہا پھر اس سے میرا تعارف کرانے لگا۔ "مسٹر شہباز یہ [illegible] میری لیڈی سکریٹری مس کومل ورما...... اور مس کومل...... یہ ہمارے متر مسٹر شہباز' شہباز انٹرپرائز اور نادر کنسٹرکشن [illegible] مالک' کل ہی لندن سے واپس آئے ہیں۔"

"آپ سے مل کر خوشی ہوئی سر۔" کومل ورما نے بڑ[illegible] اخلاق سے کہا۔

"تھینکس۔" میں نے کومل ورما کو غور سے دیکھا۔ ماسٹر [illegible] نے لفظوں میں اس کے بارے میں جو کچھ بیان کیا تھا وہ بالکل و[illegible] ہی تھی۔ لیڈی سکریٹری کے فرائض انجام دینے کے باوجود وہ [illegible] بھی اپنے رکھ رکھاؤ سے ماڈل گرل ہی نظر آتی تھی۔ پبلک ریلیشنگ کے اعتبار سے وہ یقیناً ایک کامیاب سکریٹری ہوگی [illegible] پہلی نظر میں کومل ورما کے بارے میں کوئی غلط رائے قائم نہیں [illegible] سکا لیکن ایک بات میں بڑے یقین سے کہہ سکتا تھا کہ فون پر [illegible] والی آوازوں اور اس آواز میں ذرہ برابر بھی کوئی فرق نہیں تھا [illegible] میں اس وقت سن رہا تھا۔

مجھ سے مخاطب ہونے کے بعد کومل ورما نے شاید نگاہوں [illegible] نگاہوں میں جے شنکر پانڈے سے کچھ کہا تھا جس کا اندازہ [illegible] فوراً ہی ہوگیا۔ "میں آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں مسٹر شہباز۔" پانڈے نے مجھ سے کہا۔ "آپ آج جس ٹینڈر کی با[illegible] مجھ سے کر رہے تھے وہ آپ ہی کی فرم کے نام کھلا ہے۔ ویسے [illegible] دی وے۔ کیا آپ مجھے اس منش کا شبھ نام بتانا پسند کریں [illegible] جس نے اس ٹینڈر کے سلسلے میں آپ کو میرے بارے میں ا[illegible] غلط خبر پہنچائی تھی۔"

"آپ کا اندازہ غلط نہیں تھا پانڈے جی۔" میں نے اس [illegible] سوال کے جواب سے گریز کرتے ہوئے کہا۔ "وہ یقیناً کسی تیس[illegible] پارٹی کی شرارت تھی جو ہمارے درمیان رنجش پیدا کر کے اپنا کا[illegible] بنانا چاہتی تھی۔" میں نے اپنے جملے کے اختتام کے بعد ایک [illegible] پھر کن انکھیوں سے کومل ورما کے چہرے پر نظر آنے وا[illegible] تاثرات کا جائزہ لیا لیکن وہاں مجھے کوئی ایسی علامت نظر نہیں [illegible] آئی جس کی بنا پر میں اس فون کال کو اس کی ذات سے منسوب [illegible] سکتا جس کے ذریعے مجھے اس ٹینڈر کی دوڑ سے الگ رہنے کو [illegible] گیا تھا اور انکار کی صورت میں زندگی بھر پچھتانے کی دھمکی د[illegible] گئی تھی۔

"میں اب اجازت چاہوں گا مسٹر شہباز۔" پانڈے [illegible]

[illegible] ہوئے کہا پھر بڑی گرمجوشی سے رخصتی مصافحہ کرتے ہوئے [illegible] "امید ہے اب ہماری ملاقات ہوتی رہے گی۔"

"کیوں نہیں۔" میں نے بھی خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا۔ "میں آپ کے کسی کام آسکا تو یہ میری خوش قسمتی ہوگی۔"

"دھنیہ واد (شکریہ) مسٹر شہباز۔" جواب میں پانڈے نے [illegible] سے کہا پھر کومل ورما کے ساتھ وزیٹرز روم سے باہر چلا [illegible]

اس رات والد صاحب کی طبیعت خاصی بہتر تھی ٹینڈر ملنے [illegible] خوشخبری سن کر ان کا چہرہ تمتما اٹھا تھا۔ پانڈے کے جانے کے [illegible] مجھے وارثی اور عابد سے اطلاع مل چکی تھی کہ ہمیں اپنے [illegible] میں کامیابی ہوئی۔ رات تقریباً ساڑھے نو بجے تک میں [illegible] صاحب کے قریب کرسی پر بیٹھا باتیں کرتا رہا پھر نرس نے [illegible] انہیں آخری خوراک دی تو میں نے نائٹ بلب روشن کر کے [illegible] معمول دیگر تمام لائٹس آف کر دیں اور اپنے بستر پر آکر [illegible] گیا۔ اس روز بھی میں نے سونے سے پیشتر کمرے کو اندر سے [illegible] کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی اس لیے کہ میرے [illegible] جانے کی صورت میں والد صاحب کو کال بیل کے ذریعے کسی [illegible] نٹ کو بلانے میں کسی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

*

رات کے تقریباً دو بجے تھے جب ایک نرس نے مجھے جگا کر [illegible] دی کہ میرے لیے کوئی کال آئی ہے۔ میں نے اٹھ کر والد [illegible] کو دیکھا وہ پر سکون نیند سو رہے تھے۔ میں آواز پیدا کیے [illegible] قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر آیا اور کاؤنٹر کی جانب قدم [illegible] نے لگا جہاں نائٹ ڈیوٹی اسٹاف موجود تھا۔ فون کالز اسی [illegible] پر ریسیو کی جاتی تھیں پھر مطلوبہ آدمی کو بلا لیا جاتا تھا۔ [illegible] ذہن میں صرف یہی ایک خیال تھا کہ وہ کال امی نے والد [illegible] کی خیریت دریافت کرنے کے لیے یا کسی اور ضروری [illegible] کے کام کے لیے کی ہوگی۔

"ہیلو......" میں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے [illegible]

"میں کومل ورما بول رہی ہوں۔" دوسری جانب سے کومل [illegible] کی مانوس آواز سنائی دی۔

"کوئی خاص بات؟" میں نے قدرے خشک لہجے میں سوال [illegible]

"مجھے افسوس ہے کہ رات کے دو بجے آپ کی نیند ڈسٹرب [illegible]"

"کیا آپ نے صرف یہی کہنے کی خاطر مجھے ڈسٹرب کیا ہے۔" [illegible] اس کے جواب پر تلملا اٹھا۔

"نہیں۔ میں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ آپ نے میرے منع کرنے [illegible] باوجود اپنا ٹینڈر داخل کر کے اچھا نہیں کیا۔" اس نے سپاٹ اور خشک آواز میں کہا۔ "میں نے آپ سے کہا تھا مسٹر شہباز کہ اگر آپ نے میری بات نہ مانی تو آپ کو سارا جیون پچھتانا پڑے گا۔"

"میرا خیال ہے کہ تم وہ نہیں ہو جو خود کو ظاہر کر رہی ہو۔" میں نے تیزی سے جواب دیا۔ "ویسے تم یقیناً کوئی کامیاب اداکارہ ضرور ہو جو کومل ورما کی آواز کی بڑی مہارت سے نقل کر رہی ہو۔"

"تمہارا خیال غلط ہے۔" اس بار آپ کے بجائے تم کہہ کر مخاطب کیا گیا۔ "میں کومل ورما ہی بول رہی ہوں اور تمہیں ایک بری خبر سنانا چاہتی ہوں۔"

"میرا خیال ہے تم میرا وقت برباد کر رہی ہو۔" میں نے نفرت کا اظہار کیا۔

"فون بند نہ کرنا مسٹر شہباز۔ میری بات غور سے سنو۔ تم نے اور تمہارے دوست نے مل کر نرنجن لال کے ساتھ جو بھیانک کھیل کھیلا تھا اب اس کے جواب دینے کا سمے آگیا ہے۔" کومل ورما کی آواز میں کرختگی بڑھتی جا رہی تھی۔ "نرنجن لال سے میرا کیا سمبندھ تھا یا ہے۔ میں تمہیں بتانا ضروری نہیں سمجھتی لیکن اب نرنجن لال کے بدلے میں تمہیں اپنے پتا کی لاش کو اپنے کاندھوں پر اٹھانا پڑے گا۔"

"شٹ اپ۔" میں اتنی زور سے چیخا کہ کاؤنٹر کی دوسری جانب موجود نائٹ اسٹاف بھی چونک کر میری جانب دیکھنے لگا۔

"تم شاید کومل ورما کی بات کو مذاق سمجھ رہے ہو لیکن کمرے میں واپس جا کر اپنی نظروں سے دیکھ لو کہ تمہارے پتا اس سمے زندگی اور موت کی آخری جنگ لڑ رہے ہیں اور وجے (جیت) موت کی ہوگی۔"

میں نے غصے سے فون بند کر دیا پھر تقریباً دوڑتا ہوا کمرے میں داخل ہوا تو یہ دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کہ والد صاحب اپنے بستر کے بجائے نیچے فرش پر پڑے بری طرح تڑپ رہے تھے۔ ان کے منہ سے گاڑھا گاڑھا خون فوارے کی طرح ابل رہا تھا۔ میرے دل کی اس وقت کیا کیفیت تھی یہ میں ہی بہتر جانتا ہوں۔ ایک دو منٹ کے اندر اندر وہ سب کچھ کیسے ہوگیا یہ بات میری سمجھ میں نہیں آرہی تھی لیکن یہ وقت ان باتوں کو سمجھنے یا سمجھانے کا نہیں تھا۔

میں پاگلوں کی طرح ڈاکٹر کو بلانے کے ارادے سے باہر کی جانب لپکا تھا۔

میں ڈاکٹر کو بلا کر لایا تو وہ بھی ایک لمحے کو والد صاحب کی کیفیت دیکھ ششدر رہ گیا' شاید اسے اپنی نگاہوں پر یقین نہیں آرہا تھا' وہ ششدر کھڑا تھا' والد صاحب کے جسم میں بظاہر اب کسی قسم کی حرکت نظر نہیں آرہی تھی۔

"ڈاکٹر......" میں نے اس کا بازو تھام کر غصے سے جھنجوڑا۔ "میں یہاں تمہیں تماشا دیکھنے کے لیے نہیں لایا ہوں۔"

ڈاکٹر نے تیزی سے بڑھ کر والد صاحب کا معاینہ کیا' ان کی نبض دیکھی' کانوں سے آلہ لگا کر دل کی دھڑکن سننے کی ناکام کوشش کی پھر مایوس ہو کر کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔

"آئی ایم سوری مسٹر شہباز۔"

میں اس کے لہجے ہی سے سمجھ گیا تھا کہ باپ کا سایہ میرے سر سے اٹھ چکا تھا' موت کا کوئی وقت' کوئی دن' کوئی لمحہ انسانوں کو قبل از وقت نہیں معلوم ہوتا جو گھڑی معین کردی جاتی ہے وہ اٹل ہوتی ہے' اسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں ٹال سکتی' زندگی خدا کی امانت ہے وہ جب چاہے اسے واپس لے لیتا ہے' اس پر کسی کا زور' کسی کا بس نہیں چلتا' موت جس انداز میں لوح محفوظ پر رقم کردی جاتی ہے' اسی طرح واقع ہوتی ہے لیکن میرے ذہن میں اس وقت کچھ اور ہی طوفان اٹھ رہا تھا۔

پہلے شنکر ناتھ پانڈے کی لیڈی سیکریٹری کومل ورما نے مجھے ٹینڈر کی دوڑ سے علیحدہ ہونے کے لیے کہا تھا' اس نے کھلے لفظوں سے مجھے دھمکی دی تھی کہ اگر میں نے اس کا کہنا نہ مانا تو مجھے ناقابل تلافی نقصان پہنچ سکتا ہے پھر میرے کانوں میں ماسٹر ٹونی کے الفاظ گونجے اس نے اپنے خواب کے پیش نظر مجھے والد صاحب کے ہاتھوں پر کسی بزرگ سے تعویذ لے کر باندھنے کا مشورہ دیا تھا اور اب کومل ورما ہی نے رات کے دو بجے مجھے فون کرکے میرے باپ کی موت کی اطلاع دی تھی اور وہ غلط ثابت نہیں ہوئی تھی۔

جو نرس رات کی ڈیوٹی پر تھی اور جس نے مجھے جگا کر فون پر اطلاع دی تھی وہ بری طرح نروس نظر آرہی تھی لیکن میں نے اس سے کسی قسم کی بازپرس نہیں کی۔ ڈاکٹر بضد تھا کہ والد کی لاش کا پوسٹ مارٹم کراکے موت کی وجہ معلوم کی جائے لیکن میں نے اس کے مشورے پر عمل نہیں کیا۔ اس سے فائدہ بھی کیا تھا' پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کوئی کہانی تو سنا سکتی تھی لیکن مرنے والے کو نئی زندگی نہیں عطا کرسکتی' میں نے فون کرکے اپنے ملازم احمد علی کو حالات کی اطلاع دی پھر ایک گھنٹے بعد کاغذات کی خانہ پری کرکے ایمبولینس کے ذریعے والد صاحب کی لاش لے کر گھر پہنچا تو وہاں پہلے ہی سے کہرام مچا ہوا تھا' میری ماں اپنی بیوگی کے غم سے پچھاڑیں کھا رہی تھی' محلے کی عورتیں اسے صبر کی تلقین کررہی تھیں۔ پاس پڑوس کے لوگ اکا دکا کرکے جمع ہورہے تھے۔ وہ بھی مجھے گلے لگا لگا کر افسوس کا اظہار کررہے تھے موت کا

...بھی کچھ عجیب ہوتا ہے' ہر شخص مرنے والے کے قریبی ...داروں سے گلے مل کر اپنے غم کا اظہار کرتا ہے پھر جب ...کی باری آتی ہے اور دوسرے اسے صبر کی تلقین کرتے ہیں۔ ...سلسلہ ازل سے قائم ہے اور ابد تک قائم رہے گا۔

میں نے والد صاحب کی تجہیز و تکفین میں دیر نہیں لگائی' ...ظہر کے وقت ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں مٹی کے ...حوالے کردیا گیا' گھر واپس آیا تو میں ماں کو پچھاڑے کھاتا دیکھ کر ...آنسو بھی ضبط نہ کرسکا' تادیر ماں کو اپنی چھاتی سے لگا کر ...لیکن یہ آنسو صرف غم کی ترجمانی تو کرسکتے ہیں لیکن اس ...نہیں کرسکتے جو مرنے والا چھوڑ جاتا ہے۔ صرف وقت کا ...مرہم آہستہ آہستہ زخموں پر کھرنڈ جمارہا ہے لیکن یہ محض عارضی ...ثابت ہوتا ہے سالہا سال گزرنے کے بعد بھی جب ان زخموں کو ...ٹھیس لگتی ہے تو وہ پھر سے تازے ہوجاتے ہیں۔

والد کی رسومات میں میرے عملے کے افراد پیش پیش رہے ...وہ سب میرے غم میں برابر کے شریک تھے' میری طرح وہ ...بھی محسوس کررہے تھے کہ ان کے سروں سے بھی ایک شفیق ...کا سایہ ہمیشہ کے لیے اٹھ چکا ہے۔

دس روز بعد میں نے دوبارہ دفتر میں قدم رکھا تو زخموں پر ...والا کھرنڈ ایک بار پھر اکھڑ گیا' میرے سارے ساتھی ...غمگساری کررہے تھے' ایک ایک کرکے اپنے اپنے انداز ...مجھے تسلی دے رہے تھے' میں اس روز کوئی کام نہیں کرسکا' ...نے والد کی موت کے سلسلے میں والدہ کو کچھ نہیں بتایا تھا ...میرے اپنے ذہن میں گرم ہواؤں کے جھکڑ چل رہے تھے' ...نرنجن لال زندہ تھا اس وقت بھی میرے کچھ آدمی ...پراسرار قوتوں کے ہاتھوں شکار ہوئے اور اب میرے ...والد صاحب بھی کسی پراسرار طاقت ہی کا نشانہ بنے تھے اور میں ...جاننے کی کوشش کررہا تھا کہ وہ پراسرار قوت کس کی ہے جس ...نے ایک بار پھر میرے سکون کو درہم برہم کردیا تھا؟

...ندیم کو والد صاحب کی موت کی اطلاع مل چکی تھی' اس ...نے مجھے تعزیت کے ساتھ ساتھ فون پر یہ بھی کہا تھا کہ وہ فوری ...ٹیم کے ساتھ واپس آرہا ہے لیکن میں نے اسے منع کردیا ...میرا خیال تھا کہ میں ماں کو ساتھ لے کر کچھ دنوں کے لیے ...کسی اور پرفضا مقام پر چلا جاؤں گا تاکہ ان کا کچھ غم غلط ...لیکن قدرت کو شاید کچھ اور ہی منظور تھا۔

گیارہویں روز میں نے دفتر پہنچ کر سب سے پہلے ماسٹر ٹونی کو ...طلب کیا' وہ میرا سب سے جاں نثار آدمی تھا' میری ہی وجہ سے ...ایک ہاتھ سے محروم ہوگیا تھا لیکن مجھے علم تھا کہ وہ اب ...میرے بہت کام آسکتا تھا۔ میں ابھی ٹونی کا انتظار کررہا تھا کہ ...ورما کا فون آگیا۔

کومل ورما کا نام سنتے ہی میرے اندر جیسے آگ کے شعلے بھڑک اٹھے لیکن اب میں یہ بھی سمجھ رہا تھا کہ اس کے وجود کے اندر کوئی ایسی پراسرار قوت بھی موجود تھی جس سے ابھی تک وہ بھی ناواقف تھی۔ میں یہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ شنکر ناتھ پانڈے نے بھی والد صاحب کی تمام رسومات میں حصہ لیا تھا۔

"ہیلو......" میں نے ریسیور اٹھا کر سنجیدگی سے کہا۔

"میں کومل ورما بول رہی ہوں سر۔" اس کی مانوس اور مترنم آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "مسٹر پانڈے آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔" پھر شنکر پانڈے کی آواز سنائی دی۔

"مسٹر شہباز۔" مجھے آپ کے پتا کی موت کا بہت دکھ پہنچا ہے' وہ بڑے نیک اور ملنسار آدمی تھے' مجھے وشواس ہے کہ بھگوان انہیں سورگ میں جگہ دے گا۔"

"شکریہ پانڈے جی۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"میں آپ سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔"

"کہیے۔"

"بھگوان کو جو منظور ہوتا ہے وہ اوش پورا ہوتا ہے۔" شنکر پانڈے کا لہجہ بے حد نرم تھا' منش کو وہی جیون دان کرتا ہے اور جب اس کی اچھا (خواہش) ہوتی ہے تو وہ اس کی آتما کو دوبارہ آکاش پر واپس بلا لیتا ہے' منش بڑا لاچار اور بے بس ہے' وہ مرنے والے کو زمین کی گود یا چتا کی آگ میں رکھنے کے سوا اور کر بھی کیا سکتا ہے' پرنتو منش منش کا دارو (علاج) بھی ہوتا ہے' میں آپ کے پتا سمان ہوں اگر کبھی میری ضرورت پیش آئے تو میں ہمیشہ تن' من' دھن سے آپ کی سہائتا کرنے کو تیار رہوں۔"

"میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں پانڈے جی۔" اس بار میں نے شنکر پانڈے کے لہجے میں چھپے خلوص کو محسوس کرتے ہوئے جواب دیا۔ "اگر مجھے کوئی ضرورت ہوئی تو میں سب سے پہلے آپ ہی کو زحمت دوں گا۔"

"میں آپ سے ایک بنتی اور کروں گا۔"

"فرمایئے۔"

"کیا آپ مجھے اس وشٹ کا نام بتانا پسند کریں گے جس نے ٹینڈر کے سلسلے میں ہمارے اور آپ کے درمیان ایک دیوار کھڑی کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"میں اسے نہیں جانتا۔" میں نے اپنی زبان پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "جس نے فون پر مجھے دھمکی دی تھی۔"

"کبھی اگر آپ کو اس کے سلسلے میں کوئی جان کاری ہو تو مجھے ضرور بتایئے گا۔"

"میرا خیال ہے وہ اب مجھے دوبارہ فون نہیں کرے گا۔" اس بار میں نے قدرے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ "شاید اس لیے کہ اس نے مجھے جو دھمکی دی تھی وہ پوری ہوچکی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں......" پانڈے کی آواز سے حیرت کا اظہار ہوا تھا۔

"اس نے کہا تھا کہ اگر میں نے ٹینڈر میں ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی تو مجھے تمام زندگی پچھتانا پڑے گا۔ شاید اس کا اشارہ میرے والد کی موت ہی سے تھا۔"

"کیا ایسا ہو سکتا ہے؟" پانڈے نے تعجب سے پوچھا۔

"ایسا ہو چکا ہے پانڈے جی۔" میں نے تیزی سے کہا۔

"لیکن یہ کیسے ممکن ہے؟" پانڈے نے پھر حیرت کا اظہار کیا۔ "بھلا منش کیول زبان ہلا کر کسی کو کس طرح ختم کر سکتا ہے۔ پرنتو ایک منٹ کیا آپ کے پتا کو قتل تو نہیں کیا گیا؟"

"جی نہیں......"

"پھر...... یہ سب کچھ کس طرح ہوا؟"

"پانڈے جی۔" میں نے اپنے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "اس دھرتی پر اب بھی کچھ کالی اور سفید قوتیں موجود ہیں جو انسان کو پراسرار طور پر موت کا شکار کر دیتی ہیں۔"

"میں آپ کا مطلب سمجھ رہا ہوں لیکن......" پانڈے نے ایک لمحے کے توقف سے کہا۔ "کہیں آپ کے من میں میری طرف سے تو کھوٹ نہیں ہے...... میں بھگوان کی سوگند اٹھا کر کہتا ہوں مسٹر شہباز کہ میں ایسی کسی شکتی سے واقف نہیں ہوں۔ آپ اگر چاہیں تو میں آپ کو واشواش دلانے کے کارن اپنی کنسٹرکشن کا کام بند بھی کر سکتا ہوں۔"

"مجھے آپ کی ذات پر پورا یقین ہے پانڈے صاحب۔" میں نے صاف گوئی سے جواب دیا۔ "لیکن اس کے باوجود مجھے یقین ہے کہ کوئی پراسرار قوت میرے خلاف پھر سر اٹھانے کی کوشش کر رہی ہے۔"

"کیا مطلب...... کیا پہلے بھی کبھی ایسا ہو چکا ہے؟" پانڈے کے لب و لہجے سے حیرت اور تعجب کے ملے جلے تاثرات مترشح تھے۔

"جی ہاں......" میں سپاٹ آواز میں بولا۔ "زنجن لال کی زندگی میں کئی بار ایسا ہو چکا ہے۔"

"لیکن......"

"آپ بالکل پریشان نہ ہوں۔" میں نے پانڈے کا جملہ کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "میں بڑا کھرا اور صاف گو واقع ہوا ہوں جس دن مجھے آپ کی ذات پر شک ہوا اس روز میں آپ پر اپنے شبہے کا اظہار کرنے میں کسی جھجک یا ہچکچاہٹ سے کام نہیں لوں گا۔"

پھر میں نے فون بند کر دیا' ایک منٹ بعد ہی مسٹر ٹونی کمرے میں داخل ہوا اور میرا اشارہ پا کر میرے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا' میرا ذہن ابھی تک شنکر پانڈے کے بارے میں غور کر رہا تھا' میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ پانڈے میرے والد کی موت کا براہ راست ذمے دار نہیں' البتہ کومل ورما کی شخصیت میرے لیے ابھی تک ایک معمّا بنی ہوئی تھی پھر کسی خیال کے تحت میں نے تیزی سے انٹرکام پر وارثی سے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا۔

"آپ نے مجھے بتایا تھا کہ جے شنکر کمپنی میں زنجن لال کا کوئی پرانا ملازم بھی کام کر رہا ہے' جس نے آپ سے زنجن لال کی ذات کو جے شنکر پانڈے کے کاروبار سے منسوب کر کے ایک خاص بات کہی تھی۔"

"جی ہاں سر...... میں نے غلط نہیں کہا تھا۔"

"کیا وہ بات اس نے براہ راست آپ سے کہی تھی۔"

"جی ہاں۔"

"میں اس کا نام جاننا پسند کروں گا۔"

"پورا نام تو مجھے نہیں معلوم لیکن زیادہ تر لوگ اسے اشوک کے نام سے جانتے ہیں۔"

"میرے لیے اتنا ہی کافی ہے۔"

"کوئی خاص بات ہے سر۔"

"نہیں......" میں نے ریسیور رکھ دیا۔ "ٹونی خاموش بیٹھا میری باتوں کو سن رہا تھا' میں نے وارثی کے ساتھ اپنی مختصر گفتگو ختم کی تو ٹونی نے بغور میرے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

"کیا بات ہے باس۔ آپ کچھ ڈسٹرب دکھائی دے رہے ہیں۔"

"تم اشوک کو جانتے ہو۔" میں نے ٹونی کے سوال کو نظرانداز کرتے ہوئے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"پہلے زنجن لال کے ساتھ تھا' آج کل جے شنکر کمپنی میں ملازمت کر رہا ہے لیکن۔"

"کیا تم کبھی اس سے مل چکے ہو؟" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"بہت اچھی طرح واقف ہوں۔" ٹونی نے مجھے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "آپ کیا دریافت کرنا چاہتے ہیں۔"

"مجھے اس کا پتا درکار ہے۔" میں سپاٹ لہجے میں بولا۔

"کیا میں آپ کے کسی کام آ سکتا ہوں۔" ٹونی کا لہجہ یکلخت معنی خیز ہو گیا۔

"ہاں۔ تمہیں صرف کومل ورما پر نظر رکھنی ہے' مجھے اس کے بارے میں ایک ایک منٹ کی تفصیل درکار ہو گی۔" میں نے کہا۔ "وہ کہاں جاتی ہے' کن لوگوں کے ساتھ اٹھتی بیٹھتی ہے اور اس کے دیگر مشاغل کیا ہیں؟"

"مجھے خوشی ہے باس کہ آپ نے ٹونی کو خدمت کا موقع دیا لیکن یہ اشوک۔"

"اس معاملے کو میں بذات خود ہینڈل کروں گا۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔

"کیا ایک سوال کر سکتا ہوں۔" ٹونی نے مجھے اشوک کے

...یں سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ "آپ کومل ورما پر کس قسم ...ک کر رہے ہیں۔ میں یہ بات اس لیے دریافت کر رہا ہوں کہ ...ایک بار پہلے بھی مجھ سے کومل ورما کے بارے میں دریافت ...چکے ہیں۔"

میں نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا' ماسٹر ٹونی کو بغور دیکھتا ...پھر میں نے اسے اعتماد میں لیتے ہوئے کومل ورما سے فون پر ...بار ہونے والی گفتگو سے آگاہ کیا۔

"آئی سی۔" ٹونی کرسی پر پہلو بدل کر بولا۔ "آپ کے حکم ...بموجب میں آج ہی سے کومل ورما کے سائے کی بھی خفیہ طور ...نگرانی شروع کر دوں گا لیکن......"

"لیکن کیا......" میں نے ٹونی کی خاموشی کو محسوس کرتے ...ے وضاحت چاہی۔

"میں نے اپنی پارسائی کے بارے میں کبھی کوئی قسم نہیں ...ائی باس۔" وہ بے حد سنجیدگی سے بولا۔ "میرا ماضی کھلی کتاب ...مانند آپ کے علم میں ہے' یہ اور بات ہے کہ اب میں نے ...پرانے ٹونی کو دفنا دیا ہے لیکن پرانے تجربات کا نچوڑ اب بھی ...ل خاص موقعوں پر میری بڑی رہنمائی کرتا ہے' عورتوں کی ...ٹائپ کے بارے میں بھی میرا تجربہ خاصا وسیع ہے۔ آپ ...کومل ورما کے بارے میں مجھے جن تفصیلات سے آگاہ کیا ہے ...ہی جگہ لیکن میرا دل گواہی نہیں دیتا کہ وہ ایسا کر سکتی ہے۔"

"یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ؟"

"میں نے آپ کو بتایا تھا باس کے جے شنکر کمپنی کو جوائن ...نے سے پیشتر وہ ماڈلنگ کرتی تھی۔ ماڈلنگ کی پرکشش دنیا میں ...نے بڑا نام بھی پیدا کیا لیکن اس کے خلاف کبھی کوئی ...نڈل مشہور نہیں ہوا۔" ماسٹر ٹونی نے کہا پھر کچھ سوچ کر بولا۔ ...سکتا ہے کوئی خبیث اور پراسرار قوت اس کے وجود کو ...ال کر رہی ہو۔"

"اسی لیے میں نے فی الحال تمہیں اس کی نگرانی پر مامور کیا ...۔"

ٹونی مجھ سے گفتگو کرنے کے بعد چلا گیا تو ایک بار پھر میرے ...ں متضاد خیالات سر ابھارنے لگے۔ میں جن پراسرار ...ات واقف تھا اب ان میں سے صرف دو میری نگاہوں میں ...ایک کالکا اور دوسری لیڈی مکلارنس میں خاصی دیر تک ...ورزش کرتا رہا پھر کچھ سوچ کر میں نے دل ہی دل میں کالکا کو ...آوازیں دیں لیکن دوسری جانب سے کوئی جواب نہیں ملا۔ ...باپ کی موت میرے لیے کوئی ایسا سانحہ نہیں تھی جسے میں ...اسے فراموش کر دیتا' میرے وجود کے اندر ایک طوفان ...تھا' اگر میرے والد کی موت طبعی حالت میں رونما ہوتی تو ...میں اسے کاتب تقدیر کا فیصلہ سمجھ کر صبر کر لیتا لیکن ایسا ...تھا' لوگوں کی نگاہوں میں وہ طبعی موت ہی تھی لیکن میں حالات کے پیش نظر ایسا سمجھنے سے قاصر تھا چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ ایسے تمام دشمنوں کو چن چن کر موت کے گھاٹ اتاروں گا جنہوں نے مجھے باپ کے سائے سے محروم کیا تھا۔

مجھے اس وقت لیڈی مکلارنس کی یاد بری طرح آ رہی تھی' وہ اگر موجود ہوتی تو بڑی آسانی سے مجھے میرے باپ کے قاتلوں کے بارے میں مکمل تفصیل سے آگاہ کر سکتی تھی' ایک بار میرے دل میں آیا کہ فون کر کے اس سے مدد کی درخواست کروں لیکن پھر میں نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا۔ لیڈی مکلارنس کے ذریعے اپنے دشمن کو شکار کرنا ایسا ہی تھا جیسے مچان پر محفوظ رہ کر کوئی شکاری اپنے شکار پر گولی چلاتا ہے' اسے کوئی اندیشہ کوئی فکر لاحق نہیں ہوتی۔ اسی خیال کے پیش نظر میں نے لیڈی مکلارنس کی جانب دست سوال دراز کرنے سے گریز کیا' اس کے ساتھ ہی میں جے شنکر کمپنی کے مشتبہ افراد کو بھی نظرانداز نہیں کرنا چاہتا تھا' اکثر آنکھیں دھوکا بھی کھا جاتی ہیں' کچھ لوگ جرائم پیشہ ہونے کے باوجود ایسی معصوم شکل بنائے پھرتے ہیں کہ ان کے ظاہر اور باطن میں کوئی فرق نہیں محسوس ہوتا حالانکہ وہ اوپر سے جتنے مخلص اور ملنسار نظر آتے ہیں اندر سے اتنے ہی بھیانک اور خطرناک ہوتے۔

ممکن تھا کہ جے شنکر پانڈے اور کومل ورما کے درمیان کوئی ملی بھگت ہو اور وہ دونوں مل کر مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہے ہوں' اندھیرے میں گھیر کر وہ مجھے شکار کرنا چاہتے ہوں' چنانچہ میں نے ان کی شخصیتوں کو بھی نظرانداز نہیں کیا تھا' ماسٹر ٹونی کو کومل ورما کی نگرانی پر مامور کرنے کے بعد میں نے پانڈے کی شب و روز کی مصروفیات معلوم کرنے کی خاطر عابد کو تعینات کر دیا تھا' البتہ اشوک کا معاملہ میں نے خود اپنے ہاتھ میں رکھا تھا۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سارے امکانی پہلو تھے میں

جن پر پوری سنجیدگی سے غور کررہا تھا۔ خاص طور پر کالکا کی پراسرار شخصیت میرے لیے زیادہ توجہ کا باعث بنی ہوئی تھی' میں نے جب بھی اسے آواز دی تھی اس نے مجھے کسی نہ کسی بہانے جواب ضرور دیا تھا لیکن اس بار والد صاحب کی موت کے سلسلے میں اس کی طرف سے مکمل خاموشی طاری تھی۔

"آخر کیوں......؟"

میں شام کو دفتر سے فارغ ہو کر گھر جانے کے لیے اٹھ رہا تھا کہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ سراج کا فون آگیا۔

"مسٹر شہباز۔ میں نے ہر ممکنہ زاویے سے ہسپتال میں تعینات آن ڈیوٹی افراد کو کھنگال لیا ہے لیکن ان میں سے کسی پر بھی نادر صاحب کے قاتل ہونے کا شبہ نہیں کیا جاسکتا۔"

"مجھے اس بات کا یقین پہلے ہی سے تھا۔" میں نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔

"کیا مطلب......؟" سراج نے حسب عادت مجھے کریدنے کی کوشش کی۔ "میرا مطلب ہے کہ کیا آپ کا شبہ باہر کے کسی آدمی پر ہے۔"

"فی الحال میں اس کا کوئی حتمی جواب دینے سے قاصر ہوں۔" میں نے ازراہ تفنن کہا۔ "ویسے ایک بات قابل غور ضرور ہے کہ میرے واپس آتے ہی موت اور زندگی کے درمیان آنکھ مچولی کا کھیل دوبارہ شروع ہوگیا۔"

"مجھے آپ سے ہمدردی ہے مسٹر شہباز۔" سراج نے سنجیدگی سے کہا۔ "نادر خان صاحب صرف آپ کے والد ہی نہیں' میرے محسن بھی تھے' مرحوم نے زندگی کے ہر موڑ پر میری مدد کی تھی' آج میں جو کچھ ہوں ان ہی کوششوں کی وجہ سے ہوں' ان کے بغیر مجھے بھی اپنی زندگی میں ایک خلا محسوس ہورہا ہے۔"

"شکریہ مسٹر سراج۔"

"اگر میں قاتلوں یا مشکوک افراد کے سلسلے میں آپ کے کسی کام آسکوں تو یہ میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی ہوگی۔"

"ایک بار پھر شکریہ۔ اگر مجھے ضرورت پیش آئی تو میں آپ کو بلا تکلف زحمت دوں گا۔" میں نے بڑی گمبھیر سنجیدگی سے کہا پھر دوسری طرف سے جواب کا انتظار کیے بغیر ریسیور واپس کریڈل پر رکھ دیا!

☆

تین روز بعد شام کو سات بجے کے قریب میں کریم ولا کی تیسری منزل پر واقع نو نمبر کے فلیٹ کے سامنے موجود تھا' اس وقت میں ٹریک سوٹ میں تھا' ریڈی میڈ میک اپ کے بعد میرے چہرے میں اتنی تبدیلیاں ہوچکی تھیں کہ شاید میرا کوئی قریبی دوست بھی مجھے نہیں پہچان سکتا تھا' میک اپ کرنے کا فن میں نے لندن میں قیام کے دوران راجو سے سیکھا تھا جو حیرت انگیز صلاحیتوں کا مالک تھا۔

تین روز کی مختصر مدت کے باوجود میں نے اشوک کے بارے میں خاصی معلومات کرلی تھیں' وہ گزشتہ دوماہ سے شنکر کمپنی میں سائٹ سپروائزر کی حیثیت سے کام کررہا تھا' اس کی عمر بتیس سال تھی' شادی ہوئے چار سال ہوچکے تھے لیکن ابھی تک اس کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی' کام کا آدمی ہونے کے باوجود وہ خاصا رنگین مزاج بھی واقع ہوا تھا' وہ دو تین کلب کا ممبر بھی تھا' تمبولا بڑے ذوق و شوق سے کھیلتا تھا' صنف مخالف کے لیے اس کے اندر خاصی کشش موجود تھی اس کی کئی لڑکیوں کے ساتھ اس کی خاصی دوستی تھی' جے شنکر کمپنی کی ملازمت کے مختصر عرصے میں اس نے کومل ورما کے ساتھ کسی حد تک بے تکلفی پیدا کرلی تھی۔ آٹھ بجے دفتر سے فارغ ہونے کے بعد وہ سیدھا گھر آتا تھا پھر نہا دھو کر اور لباس تبدیل کرکے نکل جاتا تھا' دوبارہ اس کی واپسی رات گئے ہی ہوتی لیکن ہفتے میں دوبارہ وہ دفتری کام کے بعد صرف گھر تک محدود تھا' شاید اس لیے کہ اس کی بیوی جس کا نام شیتل تھا اس کے بارے میں کوئی غلط رائے قائم نہ کرسکے۔ میری معلومات کے مطابق شیتل کا تعلق ایک متوسط گھرانے سے تھا اور اشوک سے اس کی لو میرج ہوئی تھی۔

تیسری منزل پر کل تین فلیٹس تھے' میں نے ایک لمحے توقف کے بعد مطلوبہ فلیٹ کی کال بیل دبادی' میرا آٹومیٹک اس وقت بھی میرے پاس موجود تھا' پہلی گھنٹی کی آواز مجھے واضح طور پر سنائی دی تھی لیکن اس کا کوئی رد عمل نہیں ہوا' چند منٹ کے بعد میں نے گھنٹی کو پہلے کی نسبت زور سے دبادیا' اس بار مایوسی نہیں ہوئی' اندر سے بولٹ کھلنے کی آواز سنائی دی اس کے بعد جو شکل مجھے نظر آئی وہ حسینوں کے زمرے میں شمار کی جاسکتی تھی' خلاف توقع ایک اجنبی کو ٹریک سوٹ میں اپنے فلیٹ کے دروازے پر کھڑا دیکھ کر اسے حیرت ہی ہوئی تھی۔

"کس سے ملنا ہے آپ کو۔" اس نے مجھے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"کیا اشوک گھر پر ہے؟" میں نے اس طرح بے تکلفی کا مظاہرہ کیا جیسے میں اشوک کو ایک عرصے سے جانتا ہوں' میں نے جان بوجھ کر اپنی آواز میں بھی تھوڑی تبدیلی پیدا کرلی تھی۔

"نہیں' وہ ابھی آفس سے نہیں آئے لیکن۔"

"میرا نام کرن کمار ہے۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "اشوک نے مجھ سے ساڑھے چھ بجے ملنے کو کہا تھا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن......"

"میں نے اس بار بھی اس کے خوب صورت چہرے پر الجھن کے تاثرات دیکھے تھے' یہ ایک قدرتی امر تھا اس لیے کہ وہ پہلی بار مجھے دیکھ رہی تھی۔

"کیا میں کچھ دیر انتظار کرسکتا ہوں؟" میں نے اس کا جملہ کاٹتے ہوئے سوال کیا۔

"آپ ایسا کریں۔ کچھ دیر بعد آجائیں۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ہوسکتا ہے جب تک اشوک بھی آجائیں۔"

پھر اس نے دروازہ بند کرنے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے اس کو موقع نہیں دیا' جوتے کو دروازے کے بیچ پیدا ہونے والی خلا میں پھنسا کر میں نے جھٹکا دیا اور دوسرے ہی لمحے میں فلیٹ کے اندر تھا' یہ سب کچھ اتنی جلدی اور اس کی توقع کے خلاف ہوا تھا کہ اسے سنبھلنے کا موقع نہیں مل سکا میری قوت کے سامنے اس کی دفاعی کوشش کارگر نہیں ہوسکی تھی' وہ لڑکھڑا کر دو قدم پیچھے ہوگئی اور اب مجھے خوف زدہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"گھبراؤ نہیں۔" میں نے اس کے حسین چہرے کو گھورتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارا دشمن نہیں ہوں لیکن اگر تم نے شور مچانے کی کوشش کی تو پھر مجھے یقیناً تمہیں خاموش کرنے کے لیے کوئی سخت قدم اٹھانا پڑے گا۔"

وہ بدستور گنگ ہی رہی صورت شکل کے علاوہ اس کے اندر سیکس اپیل کا بھی کوئی فقدان نہیں تھا' میرے اندازے کے مطابق اس کی عمر بائیس تیئس سال سے زیادہ نہیں رہی ہوگی' جسمانی اعتبار سے بھی وہ اس قابل تھی کہ کسی "بیوٹی کانٹیسٹ" (مقابلہ حسن) میں حصہ لے سکتی تھی' اس کے جسم پر سنہری پلو والی آسمانی رنگ کی ساڑھی موجود تھی' تنگ بلاؤز نے اس کے جسمانی نشیب و فراز کو خاصا اجاگر کردیا تھا' بادامی آنکھیں کسی معصوم پری سے مشابہت رکھتی تھیں۔

"تت۔ تم کیا چاہتے ہو؟" اس نے سہمی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"اگر میرا خیال غلط نہیں ہے تو تم اشوک کی دھرم پتنی شیتل ہو۔" میں نے جان بوجھ کر ہندی کا ایک لفظ استعمال کیا تاکہ وہ میری اصلیت سے پوری طرح واقف نہ ہوسکے۔

میرے سوال کے جواب میں اس نے محض اثبات میں سر کو خفیف سی جنبش دینے پر اکتفا کیا تھا' وہ بدستور سہمی ہوئی تھی اور کن انکھیوں سے اس طرح ادھر ادھر دیکھنے لگتی تھی جیسے کسی شکاری کی زد میں آیا ہوا کوئی شکار گولی چلنے سے پہلے ہی بھاگ نکلنے کے امکانات پر غور کرتا ہو۔

"مجھ پر وشواس کرو۔" میں نے اسے تسلی دی۔ "اگر تم نے میرے کہنے پر عمل کیا تو میں تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

"مطلب......" اس بار اس نے مدھم آواز میں پوچھا۔

"میں تم سے تمہارے پتی (شوہر) کے بارے میں کچھ سوال کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا......" اس نے دوبارہ اختصار سے کام لیا۔

"آج اشوک کی واپسی کب تک ہوگی۔" میں نے سپاٹ لہجے میں دریافت کیا۔

"اب آتے ہی ہوں گے۔" اس نے اپنے جھوٹ سے غالباً مجھے کسی آنے والے خطرے سے خوف زدہ کرنے کی کوشش کی۔

"تم اس سمے اپنے فلیٹ میں اکیلی ہو یا کوئی اور بھی ہے۔" میں نے جان بوجھ کر اس کی آنکھوں کی گہرائیوں میں دور تک جھانکتے ہوئے پوچھا۔

"م......میں اکیلی ہوں۔" اس بار شیتل نے خود پر قابو پاتے ہوئے جواب دیا۔ "لیکن اگر تم نے کوئی غلط قدم اٹھانے کی کوشش کی تو میں شور مچا کر پاس پڑوس کو بھی اکٹھا کرلوں گی۔"

"تم جو سمجھ رہی ہو وہ غلط ہے۔" میں نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "خوب صورت لڑکیوں کا شکار کرنا تمہارے پتی دیو کا کام ہے۔ میں ذرا مختلف قسم کا آدمی ہوں۔ رہا تمہارے شور مچانے کا سوال تو مجھے وشواس ہے کہ تم ایسا نہیں کروگی اس

لیے کہ میں جانتا ہوں تمہاری خوب صورت گردن میں جو یہ منگل سترپڑا ہے وہ تمہارے اور اشوک کے اس سمبندھ کی نشانی ہے جو شادی کرنے سے پہلے سے تم دونوں کے درمیان قائم تھا۔ تمہاری ضد کی وجہ سے تمہارے ماتا پتا کو تمہارا ہاتھ اشوک کے ہاتھوں میں دینا پڑا تھا ورنہ میری اطلاع کے مطابق وہ اسے پسند نہیں کرتے تھے۔"

"کون ہو تم......" وہ میری معلومات پر چونک اٹھی۔

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری جیسی سندر بیوی کے ہونے کے باوجود اشوک آج بھی کئی حسین کنیاؤں کے ساتھ رنگ رلیاں مناتا پھرتا ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے......" شیتل کا لہجہ یکلخت تلخ ہوگیا۔

میں نے گھڑی پر نظر ڈالی' اس وقت پونے آٹھ ہو رہے تھے' گویا اشوک کے آنے میں اب صرف دس پندرہ منٹ باقی تھے' شاید شیتل کو بھی اس بات کا اندازہ ہوگیا تھا اسی لیے اس کے لب و لہجے میں تلخی آگئی تھی۔

"میری بات دھیان سے سنو شیتل جی۔" میں نے اس بار قدرے درشت انداز میں کہا۔ "اشوک نے درمیان میں آکر ہم دونوں کا راستہ کھوٹا کردیا تھا ورنہ آج تم مسز اشوک کے بجائے مسز کرن کمار ہوتیں اس لیے کہ میں ایک عرصے سے تمہیں اپنے من مندر میں سجائے تمہاری پوجا کر رہا ہوں۔" "میں اگر چاہوں تو اس سمے بھی تمہارے سندر اور کومل شریر سے اپنی پیاس بجھا سکتا ہوں۔"

"میں جان دے دوں گی لیکن کوئی پاپ نہیں ہونے دوں گی۔" وہ غصے سے بولی۔

"تم میرا مطلب نہیں سمجھیں۔" میں نے سرد لہجے میں اسے سمجھانے کی کوشش کی' تمہارے بگلا بھگت کے آنے میں اب زیادہ دیر نہیں ہے' اگر میرے من میں پاپ ہی ہوتا تو شاید اب تک تم اپنا سب کچھ کھو چکی ہوتیں۔" میں اپنا آٹومیٹک نکالتے ہوئے بولا۔ "جب موت اور چتا کی آگ کے شعلے آنکھوں کے سامنے بھڑکتے نظر آنے لگیں تو انسان اپنی زندگی بچانے کی خاطر ہر بات پر رضامند ہو جاتا ہے لیکن میں اس ارادے سے نہیں آیا ہوں۔"

"پھر...... تم چاہتے کیا ہو؟" وہ مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے بولی۔

"صرف اتنا شریمتی جی کہ اشوک کے آنے کے بعد تم یہی ظاہر کرو گی کہ ہم دونوں پرانے پریمی ہیں۔"

"اور اگر میں تمہارا کہا ماننے سے انکار کردوں تو......"

"تو ہو سکتا ہے کہ میں اشوک کو گولی مار کر موت کے گھاٹ اتار دوں۔" میرے لہجے میں سفاکی آگئی۔

"اور اگر میں نے تمہارا کہا مان لیا تو اشوک میرا گلا گھونٹ کر ختم کردے گا۔" شیتل نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔

"سوچ لو۔" میں نے آٹومیٹک کو انگلیوں کے درمیان دو چکر دینے کے بعد اس کے دستے پر گرفت جماتے ہوئے کہا۔ "سمے بہت کم ہے اور تمہیں کوئی نہ کوئی آخری فیصلہ کرنا ہے اشوک کی موت یا میرے کہے پر عمل کرنا۔"

"مجھے بدنام کرکے تمہیں کیا ملے گا؟"

"بکومت۔ میرے پاس فضول باتوں کے لیے وقت نہیں ہے۔" میں نے کرخت آواز میں جواب دیا۔ "اگر میں یہاں کسی اور ارادے سے آیا ہوتا تو اب تک کسی طوفان کی طرح تمہاری جیسی سندرتا اور کومل شریر کو روند کر گزر چکا ہوتا۔"

وہ کسی سوچ میں پڑگئی' میرے پاس بھی کوئی واضح پروگرام نہیں تھا' فی الحال میں صرف اشوک کو کسی طرح قابو کرکے اس کے ذریعے ان لوگوں تک پہنچنا چاہتا تھا جو میرے باپ کی موت کے ذمے دار تھے' اس پر اپنا تسلط جمانے کے بعد میں کومل کے بارے میں بہت ساری باتیں معلوم کرسکتا تھا۔ ابھی تک مجھے اس بات کا یقین نہیں تھا کہ اشوک ہی میرے باپ کا اصل قاتل ہوگا ورنہ میں کوئی لمبا راستہ اختیار کرنے کے بجائے اس کی زندگی کے چراغ کو گل کرنے کی خاطر اور بھی بہت سارے شارٹ کٹ اختیار کرسکتا تھا۔ اشوک کی شخصیت نے اس لیے میری نگاہوں میں اہمیت حاصل کرلی تھی کہ وہ اپنی موجودہ ملازمت سے پہلے کئی برسوں تک میرے کاروباری دشمن نرنجن لال کے ساتھ کام کرچکا تھا' اس کے علاوہ وارثی کے بیان کے مطابق اشوک نے کہا تھا کہ کنسٹرکشن کے کام میں قدم جمانے کے بعد شنکر پانڈے نے نرنجن لال کی بربادی کا حساب چکتا کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ میں اشوک سے یہ بات بھی دریافت کرنا چاہتا تھا اسے شنکر پانڈے کے ارادے کا علم کس طرح ہوا تھا۔

میں اور شیتل دونوں ہی اپنے اپنے خیالات میں مستغرق تھے کہ کال بیل کی آواز ابھری اور ایک ساتھ ہی ہمارے خیالات کا شیرازہ بکھر گیا' میں نے برق رفتاری سے لپک کر آٹومیٹک کی نال شیتل کی پشت سے لگائی پھر سرسراتے لہجے میں بولا۔

"خبردار...... کسی حماقت کی کوشش نہ کرنا ورنہ اشوک کے ساتھ تم بھی کام آجاؤ گی۔"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا' چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی دروازے کے قریب گئی اور اس کی چٹخنی کھول دی' میں بدستور ٹریگر پر انگلی رکھے پوری طرح محتاط تھا' شاید شیتل کو بھی اس بات کا اندازہ ہوگیا تھا کہ میں نے اسے جو دھمکی دی تھی اس پر عمل کرنے سے بھی دریغ نہیں کروں گا اس لیے اس نے کوئی چالاکی دکھانے کی حماقت نہیں کی' دروازہ کھول کر وہ ایک طرف ہوگئی' اشوک بڑے اطمینان سے اندر داخل ہوا اور میں نے ایک بار پھر پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دروازے کو دوبارہ بند کیا۔

"آئی وارن یو مسٹر اشوک۔" میں نے اشوک کو بڑے بیزار لہجے میں مخاطب کیا۔ "اگر تم نے کسی حماقت کا مظاہرہ کیا تو تمہارا جسم چھلنی کردوں گا۔"

اشوک نے بوکھلاہٹ میں دونوں ہاتھ فضا میں بلند کردیے' اس کی نگاہیں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ شیتل ہم دونوں کے درمیان کھڑی تھی۔

"ہاتھ۔ نیچے گرالو مسٹر اشوک' میں کوئی پولیس آفیسر نہیں ہوں۔"

"میں تم سے بنتی کرتا ہوں کہ ہمیں گولی مت مارنا۔" اشوک نے خوف سے تھرتھراتے ہوئے کہا۔ "تم یہاں سے جو چاہے لے جاسکتے ہو لیکن تمہیں اس فلیٹ میں چند ہزار روپے اور کچھ زیورات کے علاوہ کچھ نہیں ملے گا۔"

"تم شاید اپنی سندر بیوی کو بھول رہے ہو جو کسی بلینک بیرر چیک کی حیثیت رکھتی ہے۔" میں نے بدلی ہوئی آواز میں کہا۔ "اگر تم درمیان میں نہ آئے ہوئے تو شیتل اس وقت میری دھرم پتنی ہوتی۔"

"تم......"

"تمہاری پتنی کا بہت پرانا متر ہوں' وشواس نہیں آتا تو اس سے معلوم کرلو۔"

جواب میں اشوک نے شیتل کو دیکھا' اسی لمحے میں نے ہلکا کا دباؤ شیتل کی کمر پر بڑھا دیا' یہ ایک طرح کا اشارہ تھا شیتل نے سمجھنے میں غلطی نہیں کی' ہونٹ کاٹتے ہوئے مردہ لہجے میں بولی۔ "کرن کمار ٹھیک کہہ رہا ہے لیکن ہمارے درمیان کبھی کوئی سمبندھ نہیں رہا۔"

اشوک نے نفرت سے شیتل کو دیکھا پھر مجھے گھورتا ہوا بولا۔ "تم اس سمے یہاں کس کارن آئے ہو؟"

"تمہارا کیا خیال ہے؟"

"بلیک میلنگ؟"

"نہیں......" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "تمہیں مجھے صرف ایک تحریر لکھ کر دینی ہوگی جس کے بعد میں یہاں سے چلا جاؤں گا لیکن اس شرط پر کہ میرے جانے کے بعد تم پولیس کو اس واقعہ کی اطلاع نہیں دو گے۔ ایسی صورت میں مجھے مجبوراً تمہیں ٹھکانے لگانا پڑے گا۔"

"کس قسم کی تحریر چاہتے ہو؟"

"تمہیں صرف اتنا لکھنا پڑے گا کہ شیتل کی بے ہودہ تصاویر کے لیے تم پچاس ہزار روپے دینے کو تیار ہو لیکن اس کے لیے تمہیں ایک ماہ کی مدت درکار ہوگی۔" میں نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "تحریر کے اوپر کسی کا نام لکھنے کی زحمت نہیں اٹھانی پڑے گی لیکن نیچے تمہارے وہی دستخط ہوں گے جو تم اپنے دفتر کے کاغذات اور چیک پر کرتے ہو۔"

"کیا یہ......"

"نہیں......" میں نے اس کا جملہ مکمل ہونے سے پیشتر کہا۔ "یہ بلیک میلنگ نہیں ہوگی۔ صرف ایک تحریری دستاویز ہوگی جو آئندہ کے لیے تمہیں میرے اشاروں پر چلنے پر مجبور کرتی رہے گی۔"

"اور اگر میں اس قسم کی کوئی تحریر لکھنے سے انکار کردوں تو۔"

"اس صورت میں تمہارے جسم کے اندر جو ٹوٹ پھوٹ ہوگی اس کی ذمے داری میرے اوپر عائد نہیں ہوگی۔" میں نے تیزی سے کہا پھر اندھیرے میں تیر چلاتے ہوئے بولا۔ "ویسے بھی تمہاری اطلاع کے لیے یہ عرض کردوں اب بھی میرے پاس تمہارے کچھ ایسے پریم پتر (محبت بھرے خطوط) موجود ہیں جو تم نے اپنی گرل فرینڈس کے نام لکھے ہیں۔ میں ان خوب صورت اور سندر ناریوں میں سے کسی ایک کو بھی ٹھکانے لگا کر تمہیں بڑی آسانی سے سزا کروا سکتا ہوں۔"

مجھے مایوسی نہیں ہوئی' میں نے تاریکی میں جو تیر چھوڑا تھا وہ ٹھیک نشانے پر بیٹھا' اشوک سمندر کے جھاگ ہی کی طرح بیٹھ گیا اب وہ شیتل سے نظریں ملانے سے بھی کترا رہا تھا۔ میں نے لوہا گرم دیکھ کر ایک بھرپور ضرب اور لگائی۔

"میرے پاس وقت کم ہے مسٹر اشوک۔"

"میں ابھی تک یہ نہیں سمجھ سکا کہ تم آخر چاہتے کیا ہو؟"

"صرف ایک پرونوٹ (PRONOTE) ابھی اور اسی وقت۔ باقی باتیں بعد میں فون پر بھی ہوتی رہیں گی۔"

اشوک ایک لمحے تک کسی خیال میں مستغرق رہا پھر اس نے میری بتائی ہوئی تحریر لکھ کر میرے حوالے کردی' میں نے خاموشی سے وہ پرچہ تہ کرکے جیب میں رکھ لیا پھر مسکراتے ہوئے بولا۔

"مجھے خوشی ہے کہ تم نے میری بات سے انکار نہیں کیا۔ ویسے جاتے جاتے تمہیں ایک وشواس دلانا چاہتا ہوں' میں نے تمہاری دھرم پتنی کو آج پہلی بار دیکھا ہے' آج سے پہلے ہمارے درمیان کبھی کوئی ملاقات نہیں ہوئی۔"

"لیکن......"

"میں اب جا رہا ہوں مسٹر اشوک' مجھے امید ہے کہ تم میرے جانے کے بعد بھی شانت رہنے کی کوشش کرو گے۔ پولیس اگر ان معاملات سے دور ہی رہے تو زیادہ بہتر ہوگا۔"

پھر میں نے شیتل پر ایک آخری نظر ڈالی جو کسی سہمی ہوئی فاختہ کے مانند اپنے وجود میں سمٹی سمٹائی کھڑی تھی' اس کے بعد میں آرام سے چلتا ہوا باہر آگیا لیکن واپسی سے پہلے ہی فلیٹ کو باہر سے بولٹ کرنا نہیں بھولا تھا' میرے پاس ابھی تک اشوک کے خلاف کوئی ایسا واضح ثبوت نہیں تھا کہ اسے قاتل سمجھ سکتا'

اسی لیے میں نے فی الحال پرونوٹ پر اکتفا کیا تھا جسے میرے حوالے کرنے کے بعد وہ پوری طرح سے میرے چنگل میں پھنس چکا تھا۔ اب میں اپنے آیندہ کے لائحہ عمل پر سنجیدگی سے غور کررہا تھا۔

ماسٹر ٹونی اور عابد مجھے برابر کومل ورما اور شنکر پانڈے کے بارے میں پل پل کی خبر سے آگاہ کررہے تھے۔

اس وقت بھی جب میں آفس میں بیٹھا کام میں مصروف تھا تو عارفہ نے مجھے ٹونی کی کال کی اطلاع دی، میں نے ریسیور اٹھایا تو ماسٹر ٹونی نے کہا۔

"باس، میرے پاس آپ کے لیے ایک اہم اطلاع ہے۔"

"کیا....." میں نے بے پروائی سے پوچھا۔

"گزشتہ رات تقریباً ساڑھے گیارہ اور بارہ کے درمیان اشوک اور اس کی بیوی کو قتل کردیا گیا۔"

"نہیں۔" میں چونکا۔ "تمہیں کومل ورما کی نگرانی سونپی گئی تھی پھر یہ اشوک درمیان میں کہاں سے آگیا۔"

"میں کومل ورما ہی کا تعاقب کرتا ہوا کریم ولا تک پہنچا تھا۔" ٹونی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "کومل ورما کل دفتر سے اٹھنے کے بعد سیدھی اپنے گھر گئی تھی، رات گیارہ بجے وہ گھر سے دوبارہ نکلی اور سیدھی کریم ولا گئی جہاں تیسری منزل پر واقع نو نمبر کے فلیٹ میں اشوک کا قیام ہے، جس وقت اس نے اشوک کے فلیٹ کے دروازے پر دستک دی اس وقت میں اس سے زیادہ دور نہیں تھا، دروازہ اشوک ہی نے کھولا تھا پھر ان کے درمیان کچھ بات ہوئی اور کومل ورما فلیٹ کے اندر چلی گئی فلیٹ سے اس کی واپسی بارہ بجے رات ہوئی تھی، اشوک سے ملنے کے بعد وہ سیدھی اپنے گھر گئی تھی، اس کے پاس جو اسپورٹس کار ہے اسے وہ خود ہی ڈرائیو کررہی تھی، گاڑی میں اس کے سوا کوئی اور نہیں، واپسی کے وقت اس نے شارٹ کٹ کے بجائے ایک طویل راستہ اختیار کیا تھا، بظاہر وہ بالکل نارمل ہی نظر آرہی تھی، میرا مطلب ہے کہ اس کے چہرے پر کسی قسم کی پریشانی یا بوکھلاہٹ کے کوئی تاثرات موجود نہیں تھے، رات دو بجے تک میں اس کے مکان کی نگرانی کرتا رہا اس کے بعد واپس آگیا تھا۔"

"پھر تم یقین سے کس طرح کہہ سکتے ہو کہ اشوک اور اس کی بیوی کو قتل کردیا گیا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

"کومل ورما اور اشوک کی رات گئے ملاقات مجھے کچھ مشکوک سی لگی تھی۔ سارا دن وہ دونوں دفتر میں ایک ساتھ ہی رہے تھے پھر اتنی رات گئے اسے اشوک کے فلیٹ پر جانے کی کیا ضرورت پیش آگئی تھی۔" ٹونی نے کہا۔ "مجھے آپ نے چونکہ صرف کومل ورما کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی ڈیوٹی سونپی تھی اس لیے میں نے اپنے ایک خاص آدمی کو اشوک کی نگرانی پر مجبور کردیا تھا، میں دراصل معلوم کرنا چاہتا تھا کومل ورما نے اتنی رات گئے اشوک سے ملنے کی ضرورت کیوں محسوس کی تھی اور اس کی واپسی کے بعد اشوک کا ردعمل کیا ہوا تھا۔ میرے اسی آدمی نے ابھی کچھ دیر پہلے مجھے اطلاع دی ہے کہ اشوک اور اس کی بیوی دونوں کو قتل کردیا گیا اور پولیس اس وقت وہاں تفتیش میں مصروف ہے، میرا آدمی رات سوا بارہ کے قریب اشوک کے فلیٹ کی نگرانی کرنے کے لیے پہنچ گیا تھا، اس کا بیان ہے کہ اس نے رات اشوک کو فلیٹ سے نکلتے نہیں دیکھا، پھر صبح دودھ والے کے آنے کے بعد ہی یہ راز کھلا کہ ان دونوں کو قتل کیا جاچکا ہے۔"

"کیا پولیس ہسپتال میں بھی تمہاری کوئی واقفیت ہے۔" میں نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں۔ میرے کچھ پرانے واقف کار اب بھی وہاں خدمت انجام دے رہے ہیں۔"

"کیا تم ان پر بھروسا کرسکتے ہو؟"

"آپ صرف حکم دیں باس۔ راستہ تلاش کرنا میرا کام ہوگا۔"

"مجھے پہلی فرصت میں اشوک اور اس کی بیوی کی پوسٹ مارٹم رپورٹ درکار ہوگی۔"

"میں سمجھ گیا باس۔" ٹونی کا لہجہ پراعتماد تھا۔ "رپورٹ آپ کو شام تک مل جائے گی۔"

"کومل ورما اس وقت کہاں ہے؟"

"اپنے آفس میں۔"

"ایک بات اور...... کیا تم نے جس خاص آدمی کو اشوک کی نگرانی کے لیے تعینات کیا تھا۔ اس نے اشوک اور اس کی بیوی کے قتل ہونے کی روداد نہیں سنائی۔ میرا مطلب ہے کہ کیا ان دونوں کو گولی مار کر ہلاک کیا گیا تھا یا کسی اور آلے سے قتل کیا گیا تھا۔"

"سوری باس۔ اس بارے میں مجھے ابھی تک کوئی تفصیل نہیں معلوم ہوئی۔"

"ٹھیک ہے، مجھے تمہارے دوسرے فون کا انتظار رہے گا لیکن کام بہت رازداری سے اس طرح ہونا چاہیے کہ کسی کے کانوں کان کوئی بھنک بھی نہ ملے۔"

"میں اس کی اہمیت سمجھ رہا ہوں باس۔ آپ اعتماد رکھیں ٹونی کوئی کچا راستہ اختیار نہیں کرے گا۔"

ماسٹر ٹونی کے فون نے مجھے نئی الجھن میں مبتلا کردیا تھا، میرے ذہن میں متعدد سوال بڑی تیزی سے ابھر رہے تھے۔

"کیا یہ محض ایک اتفاق تھا یا کسی نے میری ملاقات کے بعد کومل ورما کو حالات سے باخبر کردیا تھا؟ ایسی صورت میں یہ بات بھی قرین قیاس تھی کہ کچھ لوگ میری نگرانی بھی کررہے ہوں یا وہ صرف اشوک کی نقل و حرکت پر نظر رکھے ہوئے ہوں

اور انہوں نے ایک اجنبی کی ملاقات کو کومل ورما تک پہنچادیا تھا؟ اشوک کی نگرانی اگر ہو رہی تھی تو اس کا مقصد کیا تھا؟ کیا اس پر کسی قسم کا شبہ کیا جارہا تھا؟ اور اسے اگر قتل کرنے کا منصوبہ بنالیا گیا تھا پھر کومل ورما ہی کیوں' کسی اجرتی قاتل کی خدمات حاصل کرکے بھی اسے ٹھکانے لگایا جاسکتا تھا؟ کیا کومل ورما اتنے ہی مضبوط اعصاب کی مالک تھی کہ وہ بیک وقت دو آدمیوں کو قتل کرنے کے باوجود بالکل نارمل دکھائی دے رہی تھی؟ میں نے میک اپ کرنے کے بعد اشوک سے ملاقات کی تھی جبکہ ماسٹر ٹونی کے بیان کے مطابق کومل ورما اپنی اصل حالت میں کریم ولا میں داخل ہوئی تھی؟ ممکن ہے کچھ لوگوں نے اسے مذکورہ بلڈنگ یا اشوک کے فلیٹ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا بھی ہو' ایسی صورت میں اس کی شخصیت پولیس کی نگاہوں میں مشکوک بھی ہوسکتی تھی پھر اس نے اتنا بڑا رسک کیوں مول لیا تھا؟

اشوک اور اس کی بیوی کو اسی روز کیوں ٹھکانے لگایا گیا جس روز میں نے ان سے ملاقات کی تھی؟ کیا اشوک کے پاس کوئی ایسا راز تھا جو میرے والد کے قاتلوں کو بے نقاب کرسکتا تھا یا پھر اسے کسی اور جرم کی پاداش میں زندگی سے ہاتھ دھونا پڑا تھا؟

میں بڑی دیر تک ذہنی جمناسٹک کرتا رہا پھر میں نے عارفہ سے ڈائریکٹ لائن مانگ کر بذات خود کومل ورما کی رہائش گاہ پر فون کیا' مجھے اپنے آدمیوں کے ذریعے اس بات کا علم ہوگیا تھا کہ کومل ورما کے باپ کا انتقال ہوئے پانچ سال بیت چکے ہیں اور اب وہ اپنی بوڑھی ماں کے ساتھ زندگی بسر کررہی تھی' جہاں وہ قیام پذیر تھی وہاں اس کی ماں اور ایک ملازم کے علاوہ کوئی چوتھی شخصیت موجود نہیں تھی' ماسٹر ٹونی اس بات کا انکشاف پہلے ہی کرچکا تھا کہ جے شنکر نامی کمپنی کو جوائن کرنے سے پہلے وہ ایک کاٹن مل کی مصنوعات کے لیے ماڈلنگ کا کام کرتی تھی۔

"ہیلو......" تیسری گھنٹی کے بعد دوسری جانب سے کال ریسیو کی گئی' وہ کسی بوڑھی عورت کی آواز تھی۔

"آپ شاید کومل ورما کی ماتا جی ہیں۔" میں نے بدستور بدلی ہوئی آواز میں کہا۔ اس بات کی کوشش بھی کی تھی کہ خود کو کسی ہندو گھرانے کا ایک فرد ظاہر کرسکوں۔

"ہاں...... تم کون ہو؟"

"آپ مجھے اپنا ایک سیوک ہی سمجھیں ماتا جی۔" میں نے بڑے خلوص سے جواب دیا۔ "اس سمے میں آپ سے کومل ورما کے سلسلے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

"بھگوان نہ کرے۔ کوئی ایسی ویسی بات تو نہیں ہے۔" اس بار اس نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں جی۔ کیا آپ مجھے یہ بتانا پسند کریں گی کہ کومل ورما کل رات گیارہ اور بارہ کے درمیان کہاں تھی۔"

"وہ گھر پر ہی تھی۔ نو بجے کے بعد وہ کبھی بھی گھر سے باہر نہیں جاتی لیکن تم یہ سب کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"کیا آپ کو پورا وشواس ہے کہ وہ کل رات گھر پر ہی تھی؟"

"ہاں......" دوسری جانب سے پورے وثوق سے کہا گیا۔ "کل ہمارے یہاں کچھ مہمان آگئے تھے' رات گیارہ بجے تک ہم جاگتے رہے تھے لیکن تم......"

"ہوسکتا ہے کہ جو کچھ مجھے معلوم ہوا ہے وہ غلط ہی ہو۔"

"تمہیں کیا معلوم ہے؟" اس کے لہجے سے پریشانی جھلک رہی تھی۔

"ہاں جی۔ کیا آپ کسی ایسے لڑکے سے بھی واقف ہیں جو آپ کے گھر آتا جاتا ہو اور کومل ورما کا گہرا متر بھی ہو۔"

"اب تم شاید مجھے پریشان کرنے کی کوشش کررہے ہو۔" اس بار ناگوار انداز میں جواب دیا گیا۔ "مجھے اپنی بچی پر پورا وشواس ہے کہ وہ کبھی کوئی غلط قدم نہیں اٹھائے گی۔ اس کا کوئی دوست نہیں جو کبھی ہمارے گھر آیا ہو لیکن تم کون بول رہے ہو۔"

میں نے کوئی جواب دینے کے بجائے فون بند کردیا' میرے ذہن میں اب نئے وسوسے جاگ رہے تھے۔ "اگر فون پر ملنے والی اطلاع درست تھی کہ کومل ورما کل رات گھر سے باہر نہیں نکلی تھی تو پھر وہ لڑکی کون تھی جو کومل ورما کے میک اپ میں اشوک کے فلیٹ پر گئی تھی؟ کیا ماسٹر ٹونی کی اطلاع غلط تھی یا اس کی نظریں بھی اصلی اور نقلی کی تمیز کرنے میں دھوکا کھاگئی تھیں؟ ماسٹر ٹونی کا بیان تھا کہ اس نے اشوک کے فلیٹ سے نکل کر سیدھا گھر کا رخ کیا تھا؟ تو کیا کومل ورما کی ماں بھی اس تمام سازش میں شریک تھی جو فی الحال میرے والد کی پراسرار موت سے شروع ہوکر اشوک اور شیتل کی موت پر ختم ہوئی تھی؟"

کومل ورما کی شخصیت میرے لیے ایک ایسا معما بن چکی تھی جس کا حل کرنا میرے لیے بے حد دشوار تھا' پہلے اس نے مجھے فون پر دھمکی دی تھی کہ ٹینڈر کے معاملے میں میں شنکر پانڈے کا راستہ کھوٹا کرنے سے باز آجاؤں۔ میرے استفسار پر اس نے ہی بتایا کہ شنکر پانڈے اس وقت اپنی سیٹ پر موجود نہیں تھا لیکن صرف دو منٹ بعد جب میں نے دوبارہ اس سے رابطہ قائم کیا تو اس کے انداز میں زمین آسمان کا فرق تھا' صرف یہی نہیں بلکہ اس نے میرے کہنے پر شنکر پانڈے سے میری بات بھی کرادی تھی۔ اس کے بعد ہسپتال میں اسی نے مجھے موت کی اطلاع بھی بڑی حقارت سے دی تھی' وہ تمام آوازیں میرے ذہن میں محفوظ تھیں اور ان آوازوں میں مجھے اب تک ذرہ برابر فرق بھی نہیں محسوس ہوا تھا۔

میں ابھی اپنے خیالات میں گم تھا کہ عارفہ

...پی سراج کے فون کی اطلاع دی۔

...ہیلو۔" میں ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں کہا۔

...میں سراج بول رہا ہوں۔"

...ثنیت۔" میں نے جان بوجھ کر حیرت اور جلدبازی کا ...کیا۔ "کیا والد صاحب کی موت کے سلسلے میں ڈور کا کوئی ...آپ کے ہاتھ آگیا ہے۔"

"نہیں لیکن میں آپ کو اس وقت ایک اور اطلاع دینا چاہتا ...

"...کیا......؟"

"...گزشتہ رات اشوک نامی ایک شخص کو اس کی بیوی سمیت ...کردیا گیا۔"

"...اشوک۔" میں نے پھر حیرت کا اظہار کیا۔ "یہ کون ذات ...ہیں۔"

"...جے شنکر کمپنی میں سائٹ سپروائزر کی حیثیت سے ملازم ...

"...آئی سی' لیکن آپ اس کی موت کی اطلاع مجھے کیوں ...رہے ہیں۔"

"...مسٹر شہباز۔" سراج نے قدرے الجھے ہوئے انداز میں ...کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کی کوئی توجیح پیش نہیں کی ...

"...مثلاً......"

"دیکھیے' آپ میری باتوں سے کوئی غلط نتیجہ اخذ کرنے کی ...نہیں کریں گے۔" سراج نے ایک طرح سے اپنی پوزیشن ...بات کے سلسلے میں تمہید باندھتے ہوئے کہا۔ "اشوک اور ...نوجوان بیوی شیتل کو ایسی حالت میں مردہ پایا گیا ہے کہ ان ...کسی معمولی خراش کا نشان بھی نہیں مل سکا' فلیٹ میں ...کی افراتفری بھی نظر نہیں آسکتی' ہر شے اپنی جگہ پر ...سلیقے سے موجود تھی لیکن......" سراج کچھ کہتے کہتے ...خاموش ہوگیا۔

"آپ خاموش کیوں ہوگئے؟" میں نے وضاحت چاہی۔

"...بات دراصل یہ ہے کہ مجھے ابھی کچھ دیر پہلے ایک خاتون کا ...فون آیا تھا جس کے بیان کے مطابق آپ کل شام تقریباً سات ...ساڑھے سات بجے میک اپ کرکے ٹریک سوٹ پہن کر اشوک ...سے ملے تھے۔"

"...میں سمجھا نہیں۔" میں نے قدرے ناخوشگوار لہجہ اختیار ...

"...ابھی نہیں سمجھ سکا۔ سچویشن کچھ ایسی ہے کہ خود میں ...نتیجہ اخذ کرنے سے قاصر ہوں۔" سراج کے لہجے میں ...

"...فون کرنے والی خاتون نے اپنا نام نہیں بتایا تھا۔" میں ...نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"اس نے اپنا نام کومل ورما بتایا تھا۔" سراج نے کہا۔ "میری اطلاع کے مطابق اسی نام کی ایک لڑکی شنکر پانڈے کی لیڈی سیکریٹری بھی ہے' میں نے اسے فون پر ملنے والی اطلاع کے بعد فون بھی کیا تھا لیکن اس کا کہنا ہے کہ اس نے مجھے کوئی فون نہیں کیا۔"

"کیا آپ نے ان دونوں آوازوں میں کوئی فرق نہیں محسوس کیا؟"

"نہیں...... میں اپنے تجربے کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ وہ دونوں آوازیں ایک دوسرے سے سو فیصد ملتی تھیں۔"

"اور میرا خیال ہے کہ میں نے ملازمت سے پہلے ملنی والی ٹریننگ کے دوران ٹریک سوٹ' پی ٹی اور اختتامی تقریب میں منعقد ہونے والے اسپورٹس کے موقع پر آخری بار پہنی تھی اور بھلا میری اشوک یا اس کی بیوی سے کیا دشمنی ہوسکتی ہے جبکہ ابھی مجھے لندن سے واپس آئے دو ہفتے بھی نہیں گزرے اور اس عرصے میں مجھے جس غم سے دوچار ہونا پڑا اور جو ذہنی اذیت ہورہی ہے اس کا اندازہ میرے سوا کوئی اور نہیں کرسکتا۔"

"میں آپ کی پوزیشن سمجھ رہا ہوں لیکن آخر کومل ورما نامی لڑکی نے ایک ہی وقت میں دو جھوٹ بولنے کی کوشش کیوں کی۔" سراج نے وضاحت کی۔ "ایک بار اس نے اشوک اور شیتل کی موت کے سلسلے میں آپ کا نام لیا اور دوسری بار میرے کال بیک کرنے پر اس نے سرے سے مجھے کوئی فون کرنے سے انکار کردیا۔"

"میں نے آپ سے پہلے ہی کہا تھا کہ لندن سے میری واپسی کے بعد موت اور زندگی کے درمیان آنکھ مچولی کا کھیل دوبارہ جاری ہوگیا ہے اور آپ اس بات کے گواہ بھی ہیں کہ میرے والد کی موت جن حالات میں ہوئی ہے اس پر ہسپتال کے ڈاکٹر بھی ابھی تک یقین کرنے کو تیار نہیں ہیں۔"

"میرا مقصد وہ نہیں ہے جو آپ سمجھ رہے ہیں۔" سراج نے اس بار بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "محسن علی' سیٹھ پرشوتم اور داور کے ساتھ رونما ہونے والے پراسرار واقعات ابھی تک میری الجھن کا باعث بنے ہوئے ہیں اور اب ایک بار پھر وہی سلسلہ شروع ہوگیا۔

"کیا یہ ممکن نہیں ہوسکتا کہ خود کومل ورما نے کسی ذاتی رنجش کی بنا پر یا کسی اور خاص وجوہ کی بنا پر خود ہی اشوک اور اس کی بیوی کو ماردیا ہو اور میرا نام مشکوک افراد کی فہرست میں شامل کرانے کی کوشش کی ہو۔"

"لیکن آپ ہی کا نام کیوں؟"

"اس سلسلے میں آپ دو اور دو چار کا فارمولا بھی استعمال کرسکتے ہیں۔" میں نے بے پرواہی سے کہا۔

"میں سمجھا نہیں۔"

"مجھے اپنے والد کی موت کے سلسلے میں اشوک کے اوپر شبہ ہوا اور میں نے اسے اور اس کی بیوی کو مار کر اپنا انتقام پورا کرلیا۔"

"آپ شاید مجھ سے مذاق کررہے ہیں۔"

"یہ آپ کی سوچ ہے مگر آج کل کسی کیس کو جلد از جلد نمٹانے کے سلسلے میں جو طریقہ کار استعمال کیا جارہا ہے وہ کچھ اسی طرز کا ہے کہ پولیس کسی کی بھی پتلی گردن دیکھ کر اس میں پھانسی کا پھندا ڈال دے اور خود سرخ رو ہوجائے۔"

"میں آپ کی بات کو یکسر رد نہیں کروں گا لیکن پانچوں انگلیاں برابر بھی نہیں ہوتیں۔"

"میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں۔" اس بار میں نے اکتائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"نرنجن لال والے معاملات اور پراسرار واقعات میں آپ نے مجھے تاریکی میں رکھا تھا لیکن اس بار میں خاص طور پر آپ سے ایک درخواست کروں گا۔ اگر آپ کو کسی ناقابل یقین صورت یا حالات کا سامنا ہو تو آپ مجھے اس سے ضرور آگاہ کریں گے۔"

"داور کے سلسلے میں بھی جو باتیں سامنے آئی تھیں۔ اسے جادو یا مسمریزم کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے۔" میں نے ماضی کے ایک ورق کی نشاندہی کی۔ "جو قوتیں انسان کی نظروں سے پوشیدہ ہوں انہیں ہتھکڑیاں اور بیڑیاں نہیں پہنائی جاسکتیں' ہم اور آپ مسلمان ہونے کے ناتے ان باتوں پر یقین نہیں کرتے لیکن دیومالائی کتابوں کو اٹھاکر دیکھئے۔ دوسری ماتھولیجز (MYTHOLOGIES) کو پڑھیں تو قدم قدم پر ایسے مافوق الفطرت واقعات ملیں گے جسے عقل سلیم تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہوتی۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں لیکن اس کے باوجود میں آپ سے تعاون کی درخواست کروں گا۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں آپ کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کرنے کو تیار ہوں لیکن ایک شرط پر۔"

"وہ کیا......؟"

"اگر آپ کو میرے والد کے قتل یا قاتلوں کا کوئی سراغ مل جائے تو آپ انہیں قانونی گرفت میں جکڑنے کے بجائے میرے حوالے کردیں گے تاکہ میں اسے اپنی مرضی کے مطابق کیفر کردار تک پہنچاسکوں۔"

"آپ اس وقت جذباتی ہورہے' میں پھر کسی وقت آپ سے مل کر براہ راست اس مسئلے پر گفتگو کروں گا' اس کے بعد دوسری جانب سے سلسلہ منقطع کردیا گیا۔

شام کو دفتر سے اٹھنے سے ذرا پیشتر ٹونی نے مجھے کم و بیش وہی حالات بتائے جو اشوک اور شیتل کے سلسلے میں سراج پہلے ہی بتاچکا تھا لیکن اس نے ایک خاص بات جو مجھے بتائی وہ میرے لیے قابل غور تھا۔ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق اشوک اور شیتل کو گلا گھونٹ کر مارا گیا تھا!

میرے ذہن میں ایک بار پھر کالکا کا نام ابھرا' میں نے ا... عالم تصور میں آواز دی' اس بار مجھے مایوسی کا سامنا نہیں کر... پڑا۔ "کیوں یاد کیا ہے اپنی داسی کو۔" اس کی آواز کہیں بہ... دور سے آتی محسوس ہورہی تھی۔

"میرے اوپر جو بیت چکی ہے جو گزر رہی ہے کیا تم اس... ناواقف ہو؟" میں نے شکوہ کیا۔

"مجھے پل پل کی خبر ہے۔" اس نے کہا۔ "مجھے تمہارے ... کے مرنے کا بھی دکھ ہے لیکن ابھی میں کچھ کرنے سے مجبو... ہوں۔"

"لیکن پچھلی بار تو تم نے کچھ اور کہا تھا۔" میں نے ا... یاد دلانے کی کوشش کی۔

"میں نے غلط نہیں کہا تھا لیکن ابھی دیوی دیوتاؤں نے ... اپنی کشٹ سے پوری طرح آزاد نہیں کیا۔" وہ بولی۔ "تمہار... کارن شنکر کے پلید شریر کو چتا کی اگنی کے حوالے کرنے کے ب... سے مجھ پر جو پابندیاں ہیں' وہ ابھی ختم نہیں ہوئیں۔"

"کیا تم مجھے میرے والد کی موت کے سلسلے میں بھی ک... نہیں بتاسکتیں۔"

"میں مجبور ہوں شہباز۔ ابھی میں سب کچھ جانتے ہو... بھی تمہاری کوئی سہائتا نہیں کرسکتی' پرنتو اس بات کا وشوا... دلاتی ہوں کہ آزاد ہونے کے بعد میں تمہارے دشمنوں کو ا... کشٹ دوں گی کہ ان کی آتماؤں کو بھی سکون کا ایک سانس بھ... نہیں ہوگا۔"

"اور اگر اس وقت تک میں بھی کام آگیا تو۔" میں تلملا... بولا۔

"ایسا مت کہو شہباز۔" کالکا نے بڑی لگاوٹ بھرے... میں جواب دیا۔ "تمہیں کچھ نہیں ہوگا۔"

"تم اتنے یقین سے کس طرح کہہ سکتی ہو؟"

"دیوی دیوتاؤں نے مجھے اس بات کا وچن دیا ہے کہ وہ ... تک تمہاری رکھشا (حفاظت) کریں گے" کالکا نے سنجیدگی... کہا۔ "اگر انہوں نے وچن توڑ دیا تو پھر میں بھی ان کی قید... آزاد ہوجاؤں گی۔"

"کالکا۔" میں نے بڑی عاجزی سے کہا۔ "مجھے صرف ا... بتادو کہ کومل وما کی اصلیت کیا ہے' میرا دل گواہی دیتا ہے کہ ... اپنے وجود میں نظر آنے کے باوجود کسی بد روح سے کم نہیں ... حالات کے پیش نظر مجھے اس بات کا یقین بھی ہے کہ کسی ن...

...ے میرے باپ کی پراسرار موت میں اس کا ہاتھ بھی ...امل ہے۔"

...کالکا نے کوئی جواب نہیں دیا میں نے تھوڑے ...ے کئی بار اسے آوازیں دیں لیکن میری آواز صدا بہ صحرا ...بتیں!

...والدصاحب کی موت کے بعد سے میں نے ماں کے ساتھ ہی ...میں سونا شروع کردیا تھا' وہ بڑے حوصلے اور ہمت والی ...میری خاطر انہوں نے اپنے لرزتے کپکپاتے آنسو بہت جلد ...کی اوٹ میں چھپالیے تھے' وہ ماں تھی' جانتی تھی کہ اگر ضبط ...من اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تو میرے قدم بھی ڈگمگانے ...گے انہوں نے والدصاحب کے ساتھ زندگی کی شاہراہ پر ...ویل مسافت طے کی تھی لیکن اب وہ راستے گرد آلود ہوگئے ...نزل کے نشان دھندلا کر مٹتے جارہے تھے۔ مجھے معلوم تھا کہ ...رف ایک ناخن انگلی سے جدا ہوجائے تو انسان کو کتنی ...ہوتی ہے' ان کا ناخن نہیں اکھڑا تھا' زندگی کا سہاگ اجڑ ...ا لیکن اس کے باوجود مجھے سہارا دینے کی خاطر اپنے سوکھے ...پر زندگی کی تازگی سجائے ہوئے تھیں۔

...والد کی جدائی کے بعد ان کے اندر جو ٹوٹ پھوٹ ہورہی ...میں اسے بڑی شدت سے محسوس کررہا تھا' اکثر وبیشتر میں ...ان کی آنکھوں کو سرخ دیکھا تھا' وہ یقیناً چھپ چھپ کر آنسو ...ہوں گی لیکن سوئم کے بعد سے انہوں نے اپنی زندگی کو ...میرے لیے مخصوص کردیا تھا' میرے سوا اب ان کا تھا بھی ...؟ شاید یہی وجہ تھی کہ جو وہ اپنے سینے پر صبر کی سل رکھ کر ...گزار رہی تھیں مجھے اس کا احساس تھا' میں نے کئی بار ...سمجھانے کا ارادہ کیا لیکن ہربار ناکام رہا جو بندھن ٹوٹ ...تھے وہ میری تسلی دینے سے دوبارہ نہیں جڑسکتے تھے البتہ اس ...ماں کے وہ زخم بھرنے کے بجائے چھلک ضرور اٹھتے جنہیں وہ ...تہ آہستہ خشک کرنے کی کوشش کررہی تھیں' میں جب ان کی ...ں کے سامنے ہوتا وہ اپنے زخموں کو سینے کی اتھاہ گہرائیوں ...چھپالیتی تھیں لیکن میرے نگاہوں سے اوجھل ہونے کے بعد ...ضرور ٹوٹ جاتے ہوں گے جسے میری موجودگی میں وہ بڑی ...اسے سنبھالے رکھتی تھیں۔

...مجھے ماں کی جانب سے جو پریشانی لاحق تھی وہ بجا نہیں تھی' ...دیکھ رہا تھا کہ والدصاحب کی جدائی کا غم انہیں اندر ہی اندر ...کھلا کررہا تھا' میرے پاس اس کا کوئی تدارک بھی نہیں تھا' ...اس خلا کو پر کرنے سے قاصر تھا جو مشیت ایزدی نے پیدا کردیا

اس وقت بھی میں ماں کے کمرے میں اپنے بستر پر لیٹا ان ...باتیں کررہا تھا جب انہوں نے اچانک گفتگو کا موضوع بدل کر کہا۔

"شہباز بیٹے' میری ایک بات مانو گے۔"

"آپ حکم دیں امی۔" میں نے بڑی فرمانبرداری سے کہا۔

"میری خواہش یہ ہے کہ اب تم اپنا گھر بسالو۔" امی بڑی مضبوطی سے خود کو سنبھالتے ہوئے بولیں۔ "تم نہیں ہوتے تو یہ گھر بڑا سونا سونا لگتا ہے' جیسے کاٹنے کو دوڑ رہا ہو۔"

"آپ کی خواہش کے لیے میری جان بھی حاضر ہے لیکن ابھی تو......" میں کچھ کہتے کہتے خاموش ہوگیا۔

"میں جانتی ہوں کہ تم کیا کہنا چاہ رہے ہو۔" وہ میرے نامکمل جملے کا مفہوم بھانپ گئی تھیں ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "جب تک تمہارے باپ کا چالیسواں نہ ہوجائے اور میں عدت کے دن نہ گزار لوں جب تک میں اپنی خواہش پوری نہیں کرسکتی شاید اس لیے کہ دنیا کی فرسودہ رسمیں انسان کو مجبور کردیتی ہیں۔ انہیں دوسروں کی امنگوں اور آرزوؤں کا مطلق کوئی احساس بھی ہوتا' وہ یہ بھی نہیں سوچتیں کہ وقت کی رفتار کسی پل بھی تھم سکتی ہیں' اس کے بعد تمام حسرتیں اور تمام مسرتیں خاک میں مل جاتی ہیں' اسی کا نام دنیا ہے۔"

ماں کی باتیں سن کر میں تڑپ اٹھا' میں نے ضبط سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"ایسی باتیں نہ کریں امی حضور' ابھی تو آپ کو میرے اور میرے بچوں کی شادیاں کرنی ہیں۔"

"یہ سب دل کو جھوٹی تسلی دینے کی باتیں ہیں۔ کل کیا ہوگا' کون جانتا ہے؟" ماں کے لہجے میں کرب تھا۔

"اچھا یہ بتائیں۔" میں نے اٹھ کر ان کے قریب جاتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ نے میرے لیے کوئی چاند جیسی لڑکی دیکھ رکھی ہے۔ مجھے بتائیں امی' اس کا رنگ کیسا ہے' ناک نقشہ کیسا ہے' کیا ہنستے وقت اس کے دانت صاف و شفاف موتیوں کی طرح جھلکتے ہیں۔ اس کی تعلیم کہاں تک ہے؟ اور اس کا خوب صورت سا نام کیا ہے۔" پھر میں نے امی کو بہلانے کی خاطر کسی ضدی بچے کی طرح مچلتے ہوئے کہا۔ "امی' میں شادی کے وقت سہرا نہیں باندھوں گا۔ اس کے بوجھ سے سر میں درد بھی ہو جاتا ہے اور اچھا بھلا انسان کارٹون بن کر رہ جاتا ہے۔"

"سہرا تو خوشیوں اور مسرتوں کی نشاندہی کرتا ہے۔" امی نے بڑے پیار سے کہا۔ "ایک بار باندھ لینے میں کیا حرج ہے۔"

"کیا مطلب......؟" میں ماں کو ستانے کی خاطر کہا۔ "کیا سہرا صرف ایک بار ضروری ہوتا ہے۔ اسلام نے مردوں کو......"

"کیوں حماقت کی بات کر رہا ہے۔" ماں نے اس بار زیر لب مسکراتے ہوئے کہا۔ "نقش اول ہمیشہ نقش اول ہی رہتا ہے' خدا نہ کرے کہ تمہیں کسی دوسری شادی کی ضرورت پیش آئے جو شریف ہوتے ہیں وہ ایک ہی کے ساتھ بری بھلی جیسی بھی گزرے گزار دیتے ہیں۔"

"پھر تو آپ کو میرے لیے دلہن تلاش کرنے میں پاپڑ بیلنے پڑیں گے۔" میں نے شرارت سے جواب دیا۔

"کیا مطلب......؟" ماں نے مجھے غور سے دیکھا تو میں نے یکلخت بڑے معصوم انداز میں سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔

"اگر صرف ایک ہی پر گزارا کرنا ہے تو بہت دیکھ بھال کر اور پھونک پھونک کر کوئی قدم اٹھانا پڑے گا۔"

"میں سمجھ رہی ہوں شہباز کہ تم ماں کی دل جوئی کی خاطر ایسی باتیں کر رہے ہو ورنہ......"

"ورنہ کیا......" میں نے امی کے لہجے میں درد کی کسک محسوس کی تو بے چین ہو گیا۔

"میں نے کل رات بڑے ابا کو خواب میں دیکھا تھا۔" امی نے اپنے آنسوؤں پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "جانتے ہو وہ مجھ سے کیا کہہ رہے تھے۔"

"کیا......"

"وہ...... وہ مجھے اپنے پاس بلا رہے تھے۔"

"امی......" میں چیخ اٹھا۔ "خدا کے لیے ایسی باتیں نہ کریں' ابھی مجھے آپ کی زندگی۔ قدم قدم پر آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔"

"خدا کے فیصلوں کے آگے انسان کی ذاتی خواہشات کو کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ تمہارے باپ کی مثال تمہارے سامنے موجود ہے۔" ضبط پیہم کے باوجود اس بار ماں کی آواز بھرا گئی۔ "ڈاکٹروں نے ان کی زندگی کی ضمانت دی تھی' وہ زندگی کی جانب بڑی تیزی سے واپس لوٹ رہے تھے لیکن یہ سب کچھ نظروں کا فریب تھا' وہی ہوا جو قدرت کو منظور تھا۔ زندگی سب سے زیادہ ناپائیدار شے کا نام ہے' اس پر کبھی بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔ سانسیں تو بس گنی چنی ہوتی ہیں۔ کون جانے کب روح چلتے پھرتے جسم کا ساتھ چھوڑ دے۔"

"آپ کو میری جان کی قسم جو اب ایسی باتیں کریں۔" میں تڑپ کر بولا۔ "آپ کے سوا اب اس دنیا میں میرا کون ہے' آپ نہ رہیں تو پھر میں بھی ٹوٹ کر بکھر جاؤں گا۔ ریزہ ریزہ ہو جاؤں گا۔" میں نے ماں کی کشادہ آغوش میں سر چھپا کر سسکتے ہوئے کہا تو ماں کی ممتا بھی ضرور تڑپ اٹھی ہوگی لیکن انہوں نے جلدی سے میرے سر پر بڑی شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"اچھا۔ اب ایسی باتیں نہیں کروں گی۔"

رات خاصی دیر تک میں امی کے ساتھ بیٹھا ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا پھر جب ان کی آنکھوں میں نیند کا خمار دیکھا تو ان کی کشادہ پیشانی پر بوسہ دے کر اپنے بستر پر آگیا لیکن میری نیند اچاٹ ہو گئی تھی' امی نے بڑے ابا کے خواب کا ذکر کیا تو میری نگاہوں کے سامنے سفید ریش بزرگ کا وہی نورانی چہرہ ابھر آیا جس نے لندن میں میرے خواب میں کچھ مبہم اشارے دیے تھے' اس وقت میں ان اشاروں کا مطلب نہیں سمجھ سکا تھا لیکن اب وہ اشارے واضح ہونے شروع ہو گئے تھے' خدا کے اس برگزیدہ بندے نے کہا تھا کہ "روئی کے گالوں جیسے ابر آلود بادلوں کا سینہ شق ہو رہا ہے۔ چراغ کی لو ٹمٹا رہی ہے۔ دیئے کا تیل جل گیا تو پھر دھوئیں کی لکیریں ہاتھ نہیں آتیں۔ خالی پنجرے سے چڑیوں کے چہچہانے کی آواز نہیں ابھرتی۔"

میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں' کمبل پوش بزرگ نے اشاروں کنایوں میں مجھے میرے باپ کا سایہ سر سے اٹھ جانے کے سلسلے میں سمجھانے کی کوشش کی تھی پھر ان کا کہا ہوا ایک جملہ میرے کانوں میں گونجا تو میری روح لرز اٹھی' انہوں نے کہا تھا۔ "وہ دیکھ۔ وہ سامنے ...... جنت بھی آہستہ آہستہ سرک رہی ہے۔ سن...... غور سے سن' طوفان اٹھنے کی آوازیں شائیں شائیں آ رہی ہیں۔ اب سب کچھ تائیں تائیں فش ہو کر رہ جائے گا۔"

ان جملوں کے ساتھ ساتھ ماں نے جو کچھ خواب میں دیکھا تھا' بڑے ابا نے جو کچھ ان سے کہا تھا وہ شاید کسی آنے والے طوفان کا پیش خیمہ ہی ہو سکتا تھا' میں نے ماں کی طرف دیکھا' جس کے قدموں تلے میری جنت تھی پھر میں اپنے جذبات پر قابو نہ پا سکا' آہستہ سے اٹھ کر خواب گاہ سے باہر نکلا اور پائیں باغ

کے ایک سنسان کنج میں بیٹھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا' رو رو کر خدا سے ماں کی زندگی کی بھیک مانگنے لگا' اس کے سوا میں اور کر بھی کیا سکتا تھا۔

پھر کب تک میں باغ میں بیٹھا آنسو بہاتا رہا کب اٹھ کر واپس کمرے میں آیا اور کب میری آنکھ لگی' مجھے کچھ یاد نہیں میری کیفیت اس وقت کسی ایسے شخص سے مختلف نہیں تھی جسے ہپناٹزم کے زیر اثر لانے کے بعد خواب بیداری کی حالت سے دوچار کر دیا گیا ہو۔

دوسری صبح میں دیر سے بیدار ہوا' رات کی باتوں کا بوجھل بوجھل اثر ابھی تک میرے دل و دماغ پر طاری تھا' اس خیال سے ماں ناشتے کی میز پر میرا انتظار کر رہی ہوگی میں بستر چھوڑ کر جلدی جلدی ضروریات سے فارغ ہوا' ڈائننگ روم میں گیا تو ماں حسب توقع وہاں پہلے سے موجود تھی' مجھے دیکھ کر انہوں نے اخبار ایک طرف رکھ دیا بڑے پیار سے بولیں۔

"کیا بات ہے شہباز بیٹے' آج تمہیں اٹھنے میں دیر ہو گئی' طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔"

"آپ کی دعا سے بالکل بھلا چنگا ہوں البتہ رات کو ذرا دیر سے آنکھ لگی۔" میں نے ماں کے قریب کرسی پر بیٹھتے ہوئے انہیں خوش کرنے کی خاطر کہا۔ "آپ نے ذکر ہی ایسا چھیڑ دیا تھا کہ ساری رات خواب میں اپنی شادی کے ہنگامے دیکھتا رہا۔"

"کیا کیا دیکھ ڈالا۔" ماں نے میرے لیے ناشتا تیار کرتے ہوئے مسکرا کر پوچھا۔

"یہی کہ میں سہرا باندھے' منہ پر رومال رکھے ایک نہایت خوب صورت اسٹیج پر رکھے ہوئے سرخ رنگ کے صوفے پر بیٹھا ہوں' میرے سامنے لوگوں کا ایک ہجوم موجود ہے جنہوں نے بڑے نفیس لباس زیب تن کر رکھے ہیں اور بار بار اس طرح میری طرف نظریں گھما گھما کر دیکھ رہے ہیں جیسے میں دنیا کا آٹھواں عجوبہ ہوں۔" میں نے ناشتہ کرتے ہوئے جواب دیا۔ "خوب صورت اور زرق برق لباس پہنے خوب صورت حسین اور شوخ و شنگ لڑکیوں کا ایک ہجوم سا اسٹیج پر میرے گرد جمع ہے اور وہ مجھے مسکراتی نظروں سے دیکھ دیکھ کر نجانے چپکے چپکے میرے بارے میں کیا کیا کھسر پھسر کر رہی ہیں' فضا میں موسیقی کی آواز گونج رہی ہے۔ ایک عجیب سا خواب آور سماں طاری تھا۔"

"پھر کیا ہوا؟" ماں نے چائے بنا کر پیالی میری طرف بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

"پھر قاضی صاحب اسٹیج پر آ گئے' نکاح ہوا اور چھوارے تقسیم ہونے شروع ہو گئے' اس کے بعد مہمان اس طرح کھانے پر ٹوٹ پڑے جیسے زندگی میں پہلی بار اچھے کھانے کھانے کا اتفاق ہو رہا ہو' کچھ لوگوں نے اپنی پلیٹوں میں صرف چکن فرائڈ کے انبار لگائے تھے' کچھ لوگ نمکین کھانے سے پہلے ہی سوئٹ ڈش کی میز پر دھاوا بول رہے تھے' مال مفت دل بے رحم کے مصداق مرد و زن سب ہی ایک دوسرے پر سبقت لے جانے میں مصروف تھے' اس قدر ندیدے پن سے بوٹیاں ہڑپ کر کے ہڈیاں ادھر ادھر اچھال رہے تھے کہ کسی کی ساری داغدار ہو رہی تھی اور کوئی اپنا رومال پانی میں بھگو کر اپنا سوٹ صاف کرنے میں مشغول تھا' ایک نوجوان نے تو انتہا کر دی ہجوم میں گھل مل کر ایک لڑکی سے اس طرح ٹکرایا کہ اس بیچاری نے بیوٹی پارلر جا کر سیکڑوں روپے دے کر اپنا جو ہیئر اسٹائل بنوایا تھا اس طرح خراب ہو گیا جیسے کسی عقاب نے چڑیا کے گھونسلے کو اجاڑ کر رکھ دیا ہو لڑکی نے پلٹ کر کھا جانے والی نظروں سے اس نوجوان کو گھورا لیکن بات بڑھنے نہیں پائی اور معاملہ "سوری اور ایکسکیوزمی' پر رفع دفع ہو کر رہ گیا۔"

"جی ہاں۔ میری رائے میں شادی کرنے کا بس یہی ایک فائدہ ہے کہ دولہا کی خاصی آؤ بھگت ہوتی ہے اور خاص طور پر لڑکیاں اسے اپنے ہجوم میں یرغمال رکھتی ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ انواع و اقسام کے سینٹ اور عطر میں بسے ہوئے لباس کی خوشبو اس غریب کو نزلے زکام میں مبتلا کر دے" میں نے چائے کا ایک گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔ "بہرحال خدا خدا کر کے رات کے کوئی ڈیڑھ بجے دلہن کی رخصتی عمل میں آئی۔ میں تھک کر چور ہو چکا

تھا اور بقول شاعر کباب سیخ کی طرح اپنے پہلو بدل بدل کر بڑیوں کو چٹخنے سے محفوظ کیے ہوئے تھا۔ رخصتی کے وقت بھی ایک عجیب سماں طاری تھا' کوئی رو رہا تھا تو کوئی ہنس رہا تھا' کسی بوڑھی خاتون کو اس بات پر آنسو بہانے کا موقع میسر آگیا تھا کہ ان کی بیٹی اب کا گھر آنگن سونا کرکے پیا گھر سدھار رہی ہے اور کچھ لڑکیاں دلہن کو دیکھ کر دل ہی دل میں سوچ رہی تھیں کہ ان کا نمبر کب آئے گا اور اپنے ہونے والے دولہا کے ساتھ رخصت ہونے کی گھڑی ذرا کب ان کے حق میں سازگار ہوگی۔"

"شہباز۔ تم نے یہ باتیں کہاں سے سیکھ لی ہیں؟" ماں نے مجھے پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"امی حضور......" میں نے جلدی سے جواب دیا۔ "شادی نہیں ہوئی تو کیا ہوا؟" خدا جھوٹ نہ بلوائے تو اب تک سیکڑوں قربانی کے بکروں کو سہرا باندھے ٹھک ٹھک کر چلتے دیکھ چکا ہوں' تجربہ بڑے کام کی چیز ہے لیکن کل رات اسی تجربے نے مجھے خواب میں مروا دیا۔"

"کیا مطلب......؟"

"نہ پوچھئے تو بہتر ہے۔" میں نے ایک آہ سرد بھر کر کہا۔ "خدا خدا کرکے رات کے تین بجے تھکن سے نڈھال ہونے کے بعد بڑے ارمانوں سے حجلہ عروسی میں داخل ہوا۔ سجے سجائے بستر پر سرخ لباس میں ملبوس پھولوں اور زیور سے لدی پھندی ایک دلہن کو گٹھری کی صورت میں گھونگھٹ نکالے دیکھا تو دل باغ باغ ہوگیا۔ ساری تھکن دور ہوگئی لیکن جانتی ہیں کہ اس کے بعد کیا ہوا؟"

"کیا ہوا......؟"

"دلہن کے قریب، جاکر بڑے ارمانوں سے اس کا گھونگھٹ اٹھایا تو دل جو پہلے گارڈن گارڈن ہو رہا تھا اس طرح بجھ گیا جیسے کسی نے اچھے بھلے، جلتے چولھے کو پر کئی بالٹیاں پانی ڈال کر اسے فریز کردیا ہو' سارا جوش و خروش پل بھر میں کافور ہوکر رہ گیا۔" میں نے نیپکن اٹھا کر منہ پونچھتے ہوئے بڑی مایوسی سے کہا۔ "دلہن کا مکھڑا دیکھا تو اسے چندے آفتاب چندے ماہتاب کے بجائے کولتار کا ڈرم دیکھ کر سارے ارمان خون خون ہوکر رہ گئے' بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے کسی الٹے توے پر کسی نے سفیدی کی کوچی پھیر کر اس کی ظاہری رنگت کو وقتی طور پر تبدیل کرنے کی بڑی ناکام کوشش کی ہو اور اس کے بعد......... جب نئی نویلی دلہن نے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا تو رہی سہی امیدیں بھی خاک میں مل کر رہ گئیں' بیچاری ایک آنکھ سے محروم تھی اور دوسری آنکھ سے بھینگی نظر آرہی تھی' پیشانی پر جھومر چمک دمک رہا تھا لیکن اس کے اطراف برص کے سفید سفید دھبے بھی یوں واضح طور پر نظر آرہے تھے جیسے کسی اناڑی مستری نے پلاسٹر کرتے وقت سیمنٹ کے ساتھ سفید رنگ کا امنشن (EMULSION) بھی ملا دیا ہو' سر کے بال بھی جگہ جگہ سے یوں غائب تھے جیسے دیمک چاٹ گئی ہو اور اس کے بعد.........

اس کے بعد میں فیض احمد فیض کا یہ شعر پڑھتا ہوا مایوسی سے سر جھکائے حجلہ عروسی سے باہر آگیا۔ع —

یوں بہار آئی ہے اس بار کہ جیسے قاصد
کوچہ یار سے بے نیل مرام آتا ہے

مجھے یہ دیکھ کر بڑی مسرت ہو رہی تھی کہ امی میری حماقت انگیز اور فرضی خواب کی روداد سن کر مسکرا اٹھی تھیں' میں نے ناشتے سے فارغ ہوکر لباس تبدیل کیا' کمرے سے باہر آکر حسب دستور ماں کی پیشانی کا بوسہ لیا پھر اپنا بریف کیس اٹھا کر باہر آگیا جہاں پورٹیکو میں ڈرائیور میری گاڑی کے قریب پہلے سے میرا منتظر تھا۔

دفتر پہنچا تو عارفہ نے مجھے بتایا کہ ندیم کی کال دو بار آچکی ہے اس نے دوبارہ فون کرنے کو کہا تھا۔ مجھے حیرت تھی کہ ندیم کو دفتر فون کرنے کی کیا ضرورت تھی جبکہ وہ تقریباً" روز ہی مجھ سے گھر پر رابطہ قائم کرتا تھا' اس نے کئی بار مجھ سے اپنی واپسی کے بارے میں دریافت کیا تھا لیکن میں نے اسے روک دیا تھا' والد صاحب کی موت کے بعد میں نے جو فیصلے کیے تھے انہیں بذات خود انجام دینا چاہتا تھا' ندیم آجاتا تو وہ میرے مسائل میں اپنی ٹانگ ضرور پھنساتا' میں اسے ان تمام حالات سے دور ہی رکھنا چاہتا تھا۔

میرے ذہن میں کومل ورما کی شخصیت ابھی تک ایک معما بنی ہوئی تھی' مجھے یقین تھا اس کی شخصیت کے پشت پر کسی نہ کسی پراسرار قوت کا ہاتھ ضرور شامل تھا یا پھر وہ خود ہی پراسرار قوتوں کی مالک تھی اس تصور کے ساتھ ہی میرے ذہن میں لیڈی مکلارنس کا تصور ابھر آیا جو بظاہر بالکل بے ضرر اور ایک عام سی عورت نظر آتی تھی لیکن میں اپنی آنکھوں سے اس کی بے پناہ اور ناقابل یقین قوتوں کا تماشا دیکھ چکا تھا' خاص طور پر وہ لائبریری جہاں میں نے ان شخصیت سے زندہ انسانوں کی طرح بات چیت کی تھی جن کو موت سے ہم کنار ہوئے سالہا سال تک بیت چکے تھے مگر لیڈی مکلارنس کی قوت ان کو دوبارہ زندہ کرکے قوت گویائی بھی عطا کرنے کی طاقت رکھتی تھی۔ اس نے لندن میں جس انداز میں پنڈت بنسی دھر سے میری ملاقات کرائی تھی وہ بھی میرے لیے کسی ہارر (HORROR) فلم سے کم نہیں تھی۔ پنڈت بنسی دھر کالکا کی لازوال قوت کو اپنے قبضے میں کرنے کی خاطر ایک پہاڑی غار میں چھپا بیٹھا جاپ کر رہا تھا' کالکا نے مجھے باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ وہ جس منڈل میں بیٹھا ہے اسے توڑنا خود اس کے اختیار کی بات بھی نہیں تھی اور اگر وہ اپنے ساٹھ دن کے جاپ میں کامیاب ہوگیا تو پھر کالکا مکمل طور پر اس کے اشاروں پر عمل کرنے کو مجبور ہوجائے گی لیکن نورانی چہرے والے سفید ریش دراز بزرگ نے میری خاطر اپنے ہاتھ کی لکڑی اس منڈل

کی جانب اچھال دی تھی پھر جیسے وہاں بھونچال سا آگیا تھا' میں نے پنڈت بنسی دھر کو خود اپنی نگاہوں سے کسی ربڑ کی معمولی اور حقیر گیند کی طرح منڈل سے اچھل کر غار کی سنگلاخ چھت سے ٹکراتے دیکھا تھا پھر ہر چیز پر غبار چھا گیا تھا' مجھے قوی امید تھی کہ بنسی دھر کی کھوپڑی کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہوگئی ہوگی لیکن وہ اپنی پراسرار قوتوں کی وجہ سے بچ گیا تھا جس کا علم کالکا کو بھی نہیں تھا اس کے بعد وہ میرا جانی دشمن بن گیا۔ میرے تعاقب میں لندن پہنچ کر وہ گراہم سے مل گیا' وہ اگر چاہتا تو اپنی پلید اور گندی قوت کے ذریعے مجھے چٹکیوں میں مسل سکتا تھا' میں ان گندی سفلی قوتوں کا مشاہدہ اس وقت ہی کرچکا تھا جب میں اے ایس پی (A.S.P.) کی حیثیت سے روپ نگر میں تعینات تھا' شنکر نے محض جمنا کو آزاد کرانے کی خاطر جیل کی آہنی سلاخوں کو اپنی ناپاک قوتوں کے ذریعے موم بنا کر پگھلا ڈالا تھا' فریبی شنکر پنڈت دھر کو اپنا گرو مانتا تھا لیکن میں نے اسی گرو کی کٹی ہوئی گردن کو لیڈی مکلارنس کی خواب گاہ میں فضا میں معلق دیکھا تھا' اس نے مجھ سے زندہ انسانوں کی طرح گفتگو کی تھی' وہ شاید مجھے سسکا سسکا کر مارنا چاہتا تھا لیکن اپنے مقصد میں کامیاب ہونے سے پہلے وہ لیڈی مکلارنس کی قوت کا شکار ہوگیا تھا' مرنے کے بعد بھی اسے آواگون (تناسخ) کے عقیدے پر پورا یقین تھا' اسی لیے اس نے مجھے اور لیڈی مکلارنس کو چیلنج کیا تھا کہ وہ دوسرا جنم لینے کے بعد ہم سے اپنا انتقام ضرور لے گا لیکن لیڈی مکلارنس نے اسے شیشے کے بکس میں بند کرکے اپنی لائبریری میں محفوظ کرلیا تھا۔

میں ایک مسلمان ہوں اس لیے مجھے آواگون کے عقیدے پر کوئی اعتقاد نہیں تھا لیکن ہندوؤں میں اس عقیدے کو مانا جاتا ہے کہ روح ایک بار جسم سے نکل کر کچھ مدت کے بعد دوسری شکل میں بھی دنیا میں واپس آسکتی ہے' وہ اگر چاہے تو کسی دوسرے جسم میں داخل ہوسکتی ہے' میری معلومات کے مطابق ایک تصور یہ بھی تھا کہ جو انسان دنیا میں اچھے عمل کرنے کے بعد مرتا ہے اسے دوسرے جنم میں بھی کسی نیک انسان کی شکل ملتی ہے لیکن وہ جن کے اعمال گندے ہوں دوسری زندگی میں بھی انہیں اسی شکل میں زمین پر واپس اتارا جاتا ہے یا پھر وہ جانور کا روپ اختیار کرلیتے ہیں۔ ہوسکتا تھا کہ پنڈت بنسی دھر کی بے چین روح نے کومل ورما کے جسم پر اپنا قبضہ جمالیا ہو اور جب چاہے اسے اپنی مرضی پر چلنے کے لیے مجبور کردیتا ہو۔

اکثر انسان ان باتوں کو ہوش میں آنے کے بعد یاد نہیں کرسکتا جو اس سے نیند کی کیفیت میں سرزد ہوتی ہیں' وہ اس کیفیت میں بیدار ہوکر چلتا پھرتا ہے' ضروری کام بھی انجام دیتا ہے پھر واپس آکر اپنے بستر پر لیٹ کر سوجاتا ہے لیکن جب صبح بیدار ہوتا ہے تو اسے کچھ یاد نہیں رہتا' میڈیکل سائنس میں اس بیماری کو سومبولزم (SOANAM BULISM) کہتے ہیں۔

اب تک پیش آنے والے حالات کے مطابق پیش منظر میں کومل ورما کی شخصیت تھی لیکن پس منظر میں کوئی اور طاقت کارفرما تھی' ایک لڑکی کو راہ سے ہٹادینا میرے لیے کچھ ایسا دشوار بھی نہیں تھا لیکن اول تو میں کسی بے گناہ کے خون سے اپنے ہاتھ نہیں رنگنا چاہتا تھا اور پھر مجھے یہ خیال بھی لاحق تھا کہ اگر وہ کوئی دوسری طاغوتی طاقت تھی جو کومل ورما کو کسی معمول کی طرح استعمال کررہی تھی تو وہی طاقت کسی اور انسانی جسم پر بھی قبضہ جماکر میرے لیے دشواریاں پیدا کرسکتی تھی' بہرحال ایک بات طے تھی کہ وہ طاقت ابھی تک کھل کر میرے سامنے نہیں آئی تھی' اس کی کیا وجہ تھی میں اسے جاننے سے ابھی تک قاصر تھا۔

میں اس وقت دفتر میں بیٹھا اپنے کام میں مصروف تھا جب عارفہ نے ندیم کی کال آتے ہی اس سے میرا رابطہ جوڑ دیا۔

"ہیلو......" میں نے فائل بند کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیسی گزر رہی ہے۔"

"یہاں سب خیریت ہے لیکن مجھے تمہاری اور آنٹی کی فکر لاحق ہے' نجانے وہ میرے بارے میں کیا خیال کررہی ہوں گی کہ میں دوست ہوتے ہوئے بھی لندن میں بیٹھا عیش کررہا ہوں اور تم وہاں تنہا حالات کا مقابلہ کررہے ہو۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم بار بار مجھے واپسی کے ارادے سے کیوں روک رہے ہو؟"

"اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ امی کے عدت کے دن پورے ہونے کے بعد انہیں لے کر تمہارے پاس لندن آجاؤں۔" میں نے ایک خوب صورت سا بہانہ تراشتے ہوئے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ یہ تبدیلی ان کی صحت کے لیے خوش گوار ثابت ہوگی۔"

"کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ تم کسی وجہ سے مجھے اندھیرے میں رکھنے کی کوشش کررہے ہو۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے موضوع بدل دیا۔ "اور سناؤ نسیم کیسی ہے؟"

"فرسٹ کلاس......... تمہیں تقریباً" روزانہ ہی یاد کرتی ہے۔"

"ایڈی کا کیا بنا؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "کیا اس کا کوئی سراغ ملا' یا وہ ابھی تک انڈر گراؤنڈ ہے۔"

"وہ ابھی تک کہیں روپوش ہے لیکن میرے آدمیوں نے اس کی تلاش کا سلسلہ ابھی ترک نہیں کیا' آخر کب تک وہ زیر زمین رہ سکتا ہے' ایک نہ ایک دن تو اسے سامنے آنا ہی پڑے گا۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ تمہارے آدمی اسے لندن کے کونے کھدروں میں تلاش کرتے پھر رہے ہوں اور وہ کسی دوسرے شہر یا ملک میں بیٹھا عیش کررہا ہو۔"

"ہو سکتا ہے۔"

"بہرحال مجھے یقین ہے کہ تمہیں میری بات یاد ہوگی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"وہ کیا......"

"ایڈی میرا شکار ہے اور میں اسے خود اپنے ہاتھوں سے شکار کروں گا۔"

"چلو ٹھیک ہے۔" ندیم نے گول مول انداز میں جواب دیا۔ "یہ میرا وعدہ ہے کہ اگر اس نے سامنے آکر مجھ پر یا میرے آدمیوں پر حملہ کرنے کی حماقت نہیں کی تو میں اسے تمہارے لیے ضرور محفوظ رکھوں گا۔ تم جانتے ہو کہ میں اینٹ کا جواب ہمیشہ پتھر سے دینے کا عادی ہوں۔"

"للی اسٹار کے سلسلے میں کیا رہا۔"

"اس کا چارج البرٹو نے سنبھال لیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ بہت جلد اپنے تمام شیئرز بھی میرے ہاتھوں فروخت کردے۔ وہ اس لائن کا آدمی نہیں ہے۔ جس پر گراہم سفر کر رہا تھا۔"

"گراہم کے بارے میں کیا خبر ہے؟"

"وہ ابھی تک مینٹل ہسپتال میں ہے اور تمہیں یہ سن کر تعجب ہوگا کہ ابھی تک اس کی اصل بیماری کی تشخیص نہیں ہو سکی۔" ندیم نے کہا پھر تیزی سے بولا تم نے ابھی تک چیف انسپکٹر پادل عرف مینگو کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا جس کے سادہ لباس والے دن رات گلی کوچوں میں تمہیں تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔"

"گویا تمہارا یہ خیال ٹھیک ہی تھا کہ کہ اس کے آدمی اس وقت میرا سراغ کھو چکے تھے جب مرجین الطیب کے آدمیوں نے مجھے اغوا کیا تھا۔"

ندیم سے گفتگو کرنے کے بعد میں نے کچھ دیر نسیم سے بات کی پھر سلسلہ منقطع کر دیا' میں یہاں یہ بھی بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے جان بوجھ کر ندیم کو ان حالات سے بے خبر ہی رکھا تھا جس کے تحت والد صاحب کی موت واقع ہوئی تھی۔ میرے دشمنوں نے میری خاموشی اور شرافت کا جو فائدہ اٹھایا تھا اس کا ایک ایک زخم میرے وجود کی گہرائیوں میں ابھی تک تازہ تھا' میرے اوپر حریفوں کا جو قرض تھا اب میں اسے بغیر کسی کی مدد لیے خود اپنے بل بوتے پر چکتا کرنا چاہتا تھا۔

یہ میرا حتمی فیصلہ تھا!!

ایک اہم فیصلہ کر لینے کے بعد میرا ذہن ایک بار پھر کالکا کی پراسرار قوت کے بارے میں الجھ گیا۔ اس نے آخری بار مجھ سے کہا تھا کہ وہ میرے والد کے قاتلوں سے واقف ہے لیکن اپنی زبان کھولنے سے قاصر ہے۔ اس نے مجھ سے عہد کیا تھا کہ دیوتاؤں کی قید سے رہائی ملتے ہی وہ میرے دشمنوں کو ایسے اذیت ناک حالات سے دوچار کرے گی کہ مرنے کے بعد ان کی ارواح بھی سکون کا سانس نہ لے سکیں گی۔ میں نے اسے اپنی زندگی کے خطرات کے بارے میں بتایا تو اس نے بڑے وثوق کے ساتھ کہا تھا کہ دیوی دیوتاؤں نے اسے قید کرتے وقت وعدہ کیا تھا کہ وہ میری حفاظت اور میری زندگی کے ضامن ہوں گے۔ دیوتا اگر قول توڑ دیتے تو کالکا کے اوپر عائد پابندیاں بھی از خود ختم ہو جاتیں۔

مجھے کالکا کی وہ پراسرار باتیں محض ایک ڈھونگ نظر آرہی تھیں۔ شاید وہ مجھے بچہ سمجھ کر بہلانے کی کوشش کر رہی تھی۔ میری خاطر شنکر کو ٹھکانے لگانے کے بعد ہی وہ دیوی دیوتاؤں کا شکار ہوئی تھی۔ پھر دیوی دیوتا اسے میری زندگی کی ضمانت بھلا کیسے دے سکتے تھے؟ ہمارے درمیان مذہب اور عقائد کا بہت بڑا فرق حائل تھا۔ دونوں فریق ایک دوسرے کو نہیں جانتے تھے۔ ایسی صورت میں کالکا کا یہ کہنا کہ اسے میری زندگی کی ضمانت دی گئی ہے سراسر "جھوٹ تھا۔ دغا تھی' فریب تھا۔ شاید وہ مجھ سے خفا ہو گئی تھی یا پھر ہمارے درمیان مذہب آڑے آگیا تھا۔

یہ درست ہے کہ کالکا کی پراسرار قوتوں نے متعدد بار آڑے وقتوں میں میرا ساتھ دیا تھا لیکن جب جنگ مذہبی صورت اختیار کرلے تو پھر دوست دوست کے خنجر گھونپنے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ شنکر کی قوت اور پنڈت جنسی دھر کا انجام یقیناً طاغوتی قوتوں کو اچھا نہیں لگا ہو گا اور شاید اسی لیے گندی طاقتوں نے کومل ورما کو میرے لیے ایک پراسرار معمّا بنا دیا تھا۔ کومل ورما کا خیال دل میں آتے ہی میرا خون رگوں میں جوش مارنے لگا۔ مجھے اپنے باپ کی اذیت ناک موت یاد آئی تو دل کے بھرتے زخم پھر تازہ ہو گئے۔ میں نے اسی وقت ایک فیصلے پر پہنچ کر ماسٹر ٹونی کو فون کیا۔ رابطہ قائم ہونے میں دیر نہیں لگی۔

"ٹونی اسپیکنگ باس۔"

"کیا تم ابھی تک کومل ورما کی نگرانی کر رہے ہو؟"

"یس باس۔" ماسٹر ٹونی نے تیزی سے جواب دیا۔ "جب تک آپ کی طرف سے کوئی دوسرا سگنل نہیں ملتا میں اپنا مشن جاری رکھوں گا۔"

"اشوک کے مرنے کے بعد حالات میں کوئی تبدیلی پیش آئی؟"

"جی ہاں۔ کومل ورما صرف دفتر اور دفتر سے گھر تک محدود ہو کر رہ گئی ہے۔"

"تمہیں ایک ذمے داری اور سونپنی ہے۔"

"حکم کریں باس۔"

"فون پر نہیں۔" میں نے گہری سنجیدگی سے جواب دیا۔ "تم پہلی فرصت میں میرے دفتر آجاؤ۔"

"او کے باس۔"

ٹونی سے رابطہ منقطع کر کے میں ایک ضروری فائل کے مطالعے میں مصروف تھا کہ عارفہ نے مجھے انٹرکام پر اطلاع دی کہ

میرے لیے ایک لانگ ڈسٹنس کال ہے اور کوئی لیڈی مکارنس مجھ سے بات کرنا چاہتی ہے۔"

"جلدی ملاؤ۔ بی کوئیک۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے کہا۔ لیڈی مکارنس کا نام سنتے ہی میرے اندر جیسے زندگی کی ایک لہر دوڑ گئی تھی۔

"ہیلو۔ شہباز خان اسپیکنگ۔" رابطہ قائم ہونے کے بعد میں نے کہا۔ "آپ کیسی ہیں؟"

"میں بالکل ویسی ہی ہوں جیسا تم نے آخری بار دیکھا تھا۔" ریسیور پر لیڈی مکارنس کی مانوس آواز سنائی دی۔ "لیکن مجھے تم سے ایک شکایت ہے میرے عزیز۔"

"وہ کیا؟" میں یکلخت سنجیدہ ہو گیا۔

"تم نے مجھے ان حالات کی اطلاع نہیں دی جو تمہیں پیش آرہے ہیں۔"

"میں نے کئی بار سوچا تھا لیکن؟"

"لیڈی مکارنس کی آنکھیں فاصلوں کی قید سے آزاد ہیں۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تم نے مجھے فون کیوں نہیں کیا اور ندیم کو واپسی کے ارادے سے کیوں منع کیا ہے۔ اپنے پیروں پر کھڑے ہونا بہت اچھی بات ہے لیکن وقت پڑنے پر کوئی دوست کام نہ آسکے تو پھر ایسے تعلقات سے کیا فائدہ؟"

"میں معذرت خواہ ہوں۔"

"مجھے تمہارے والد کی موت پر افسوس ہے۔"

"کیا اس واقعے کی اطلاع ندیم نے آپ کو دی تھی۔" میں نے پوچھا۔

"تم شاید ابھی لیڈی مکارنس کی لازوال قوتوں کا اندازہ لگانے سے قاصر ہو میں نے کہا تھا کہ میری نگاہیں فاصلوں کی قید سے آزاد ہیں۔ اسی طرح میرے کان بھی بہت دور دراز تک سننے کی قوت رکھتے ہیں۔" لیڈی مکارنس نے ٹھوس لہجے میں کہا۔ "میں نے شاید تم سے کہا بھی تھا کہ میں تمہارے اندر کیوں دلچسپی لے رہا ہوں۔ صرف اس پراسرار قوت کا راز حاصل کرنے کی خاطر جو مجھے تمہارے دل کے اندر تک جھانکنے سے روک رہی ہے لیکن تم دنیا کے خواہ کسی گوشے میں رہو میں جب چاہوں تمہاری آواز سن سکتی ہوں۔"

"آپ کو شاید علم ہو گا کہ میرے باپ کی موت کسی ناپاک قوت کی گندی سازش کا نتیجہ تھی۔" میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"ہاں مجھے حالات کا علم ہو چکا ہے۔"

"تو کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ میرے باپ کی موت کا ذمہ دار کون تھا۔" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"انسان انسان سے انتقام لے سکتا ہے لیکن پرچھائیوں سے بدلہ لینا اس کے بس کی بات نہیں ہوتی۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"تم سمجھنے کی کوشش نہ کرو۔ سب کچھ میرے اوپر چھوڑ دو۔"

"لیکن میرے انتقام کی آگ اسی وقت ٹھنڈی ہو گی میں خود اپنے ہاتھوں سے اپنے دشمنوں کو کیفر کردار تک پہنچا دوں۔"

"ایسی صورت میں تمہیں طویل عرصے تک انتظار کرنا پڑے گا۔" لیڈی مکارنس نے مبہم لہجے میں کہا تو میرا اضطراب دوچند ہو گیا۔

"میں آپ سے ایک اہم بات دریافت کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔ "کیا پنڈت جنسی دھر کی روح ابھی تک آپ کے قبضے میں ہے۔"

"ہاں۔ لیڈی مکارنس جسے اپنی لائبریری میں محفوظ کر لے پھر اس کی روح تہ خانے سے باہر نہیں جا سکتی۔"

"کالکا کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟"

"تم نے کبھی اس بارے میں مجھے تفصیل سے نہیں بتایا لیکن میں اس کے بارے میں بہت کچھ جانتی ہوں۔" لیڈی مکارنس نے سنجیدگی سے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ حالات تمہیں دوبارہ لندن آنے پر مجبور کر دیں گے۔ کالکا اور اس کی پراسرار قوت کے بارے میں اسی وقت بات ہو گی۔"

"میری والدہ کے بارے میں آپ کیا پیش گوئی کریں گی۔"

میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔ "میرا خیال ہے کہ جن گندی قوتوں نے میرے سر سے میرے باپ کا سایہ چھین لیا ہے وہ مجھے ماں کی گود سے محروم کرنے کی بھی سازش کریں گے۔"

"تمہیں اس کا اندیشہ کس طرح پیدا ہوا۔" لیڈی مکارنس نے تیزی سے دریافت کیا۔ "کیا یہ بات تم سے کسی نے کہی تھی۔ کیا تم مجھے اس کا نام بتانا پسند کرو گے؟"

"یہ بات مجھ سے کسی نے نہیں کی۔" میں نے جان بوجھ کر کمبل پوش بزرگ کے بارے میں اسے کچھ نہیں بتایا۔ "بس میرا خیال ہے کہ......"

"نہیں میرے عزیز۔" لیڈی مکارنس نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے معنی خیز انداز اختیار کیا۔ "میرا ذہن ایک ایسی کسوٹی ہے جو کھرے اور کھوٹے کے فرق کو سمجھتا ہے۔ تم شاید مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش کر رہے ہو۔ شاید اسی پراسرار قوت کے بارے میں جس نے مجھے تمہاری ذات میں دلچسپی لینے پر مجبور کر دیا ہے۔"

"آپ میری بات پر یقین کریں۔ باپ کی موت کے بعد مجھے ماں کی موت کا صرف ایک خدشہ لاحق ہے۔"

"کوئی خاص وجہ تو ضرور ہو گی۔"

"ہاں۔ کسی نے مجھے بزنس کے معاملات میں ایک اہم کام سے دور رہنے کی ہدایت کی تھی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "مجھے اس بات کی دھمکی بھی دی گئی تھی کہ اگر میں نے اس کی بات نہ مانی تو وہ مجھے باپ کی شفقتوں سے محروم کر دے گی۔"

"تمہارا اشارہ غالباً کومل وما کی طرف ہے۔"

"ہاں... لیکن آپ کو......"

"مجھے ہر بات کا علم ہے۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ اشوک اور اس کی بے گناہ بیوی کو موت کا نشانہ کیوں بنایا گیا ہے؟ ان دونوں کو مارنے کا اصل مقصد کیا تھا؟ میں تمہیں فی الحال صرف محتاط رہنے کی تاکید کرتی ہوں۔"

"گویا آپ بھی مایوس کر رہی ہیں۔"

"مایوسی کی بات مت کرو میرے عزیز۔ کچھ حالات ایسے ہوتے ہیں جو بڑی قوت کو بھی خاموشی پر مجبور کر دیتے ہیں۔ یہ تم بھی جانتے ہو اور میں بھی کہ انسان محض ایک کٹھ پتلی ہے جس کی ڈور خدا کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ وہ جس طرح چاہتا ہے ڈور کو کھینچتا ہے اور ڈھیل دیتا ہے۔ ہم اس کے اشارے پر چلنے پر مجبور ہیں لیکن پریشان مت ہو۔ وقت کا انتظار کرو اور اس بات پر کامل یقین رکھو کہ وہ جو کچھ کرتا ہے اس میں انسان کی بہتری کا کوئی نہ کوئی پہلو ضرور مضمر ہوتا ہے۔ وہ ہر فرد کو ایک حد تک ڈھیل دیتا ہے جب ڈور کھینچ لیتا ہے تو زندگی کا شیرازہ ریت کے مانند بکھر جاتا ہے۔" لیڈی مکارنس نے بڑی سنجیدگی سے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "آج میرے پاس جو پراسرار قوتیں موجود ہیں وہ سب اس کی مرہون منت ہیں۔ کل کیا ہو گا۔ کیا ہونے والا ہے۔ یہ اس کی ذات انسان پر منکشف کرتی ہے۔ میری کوئی پیش گوئی آج تک غلط ثابت نہیں ہوئی۔ یہ اسی کے اشارے ہیں جو مجھے ملتے رہتے ہیں۔ وہ ہر شخص کو کسی نہ کسی انداز کسی نہ کسی زاویئے سے کل کے بارے میں اشارے دیتا رہتا ہے یہ اور بات ہے کہ انسان ان علامتوں کو سمجھنے سے قاصر رہے۔"

"اشوک اور شیتل کو مارنے سے مجرموں کا مقصد کیا تھا۔" میں نے دریافت کیا۔

"وہ تمہاری شخصیت کو ملوث کرنا چاہتے تھے۔ قانون کی نگاہوں میں تمہاری پوزیشن کو مشکوک کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے لیکن اب ایسا ممکن نہیں ہو گا۔"

"کومل وما کے بارے میں آپ کا کیا......" "مجھے افسوس ہے کہ فی الحال میں تمہیں ان حالات کی پیچیدگیوں سے آگاہ نہیں کر سکتی جس میں تمہیں الجھایا جا رہا ہے۔"

میرے ذہن میں کالکا کا تصور ایک بار پھر ابھرا۔ اس نے بھی فی الحال حالات کے بارے میں مجھے کوئی اشارہ دینے سے دریغ کیا تھا۔

"میں نے اس وقت تمہیں صرف تمہارے والد کی موت پر افسوس کا اظہار کرنے کی خاطر فون کیا تھا۔" لیڈی مکارنس نے کہا پھر میرے جواب کا انتظار کیے بغیر اس نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

لیڈی مکارنس کی کال نے مجھے ذہنی طور پر کچھ اور الجھا دیا تھا۔ اسے سب کچھ معلوم تھا لیکن وہ اپنی زبان کھولنے سے مجبور تھی۔ آخر کیوں؟ میں ابھی خیالات کے تانے بانوں کو ترتیب دینے کی ناکام کوششوں میں مصروف تھا کہ ٹونی آ گیا۔

"یس باس۔" اس نے میرے اشارے پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ "میرے لیے کیا حکم ہے؟"

"میں تم سے ایک بہت ہی اہم اور خطرناک کام لینا چاہتا ہوں۔" میں نے ٹونی کے کٹے ہوئے بازو پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"آپ صرف حکم دیں باس، ٹونی آپ کی خاطر اس بلڈنگ کے ٹاپ فلور سے بھی سر کے بل نیچے چھلانگ لگانے سے انکار نہیں کرے گا۔"

"مجھے تم پر اعتماد ہے۔ نہ ہوتا تو خاص طور پر تمہیں زحمت نہ دیتا۔" میں نے جذباتی انداز میں کہا۔ "جو کام تم سے لینا چاہتا ہوں اس کے لیے میں کسی اجرتی قاتل یا پیشہ ور بدمعاش کی خدمات بھی حاصل کر سکتا تھا۔"

"ایسا کیا کام ہے باس جو ماسٹر ٹونی آپ کے لیے نہیں کر سکتا۔"

"میں چاہتا ہوں کہ تم بذات خود یا پھر اپنے کسی قابل اعتماد

ساتھی کے ذریعے کومل وما کو اغوا کر لو۔" میں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "تم اسے پولیس کی نگاہوں سے چھپا کر کہاں رکھو گے یہ سوچنا تمہارا مسئلہ ہو گا۔ اس کام کے عوض میں تم کو......"

"ٹونی کو اتنا ذلیل نہ کریں باس کہ وہ خود اپنی نظروں سے بھی گر جائے۔" ٹونی جذباتی ہو گیا۔ "آپ نے ٹونی کے سر پر اس وقت ہاتھ رکھا تھا جب اس کا کوئی سہارا نہیں تھا۔ میں اس احسان کو کبھی نہیں بھولوں گا۔"

"کام اتنی ہوشیاری سے ہونا چاہیے کہ کسی کو کانوں کان اس کی بھنک بھی نہ مل سکے۔"

"آپ مطمئن رہیں باس۔" ٹونی نے پراعتماد لہجے میں جواب دیا۔ "کومل وما کو دو روز کے اندر اندر اٹھا لیا جائے گا۔ آپ کہیں تو ٹونی اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر سکتا ہے۔"

"نہیں میں فی الحال اسے ختم نہیں کرنا چاہتا۔"

"او کے باس۔" ٹونی نے تیزی سے جواب دیا پھر سرسراتی آواز میں بولا۔ "کیا آپ کو یقین ہے کہ بگ باس کے مرڈر میں اسی کا ہاتھ ہے۔"

"ابھی یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔" میں نے ٹونی سے کہا۔ "تم اسے اغوا کرنے کے بعد فوری طور پر مجھے اطلاع کرو گے۔"

"ایسا ہی ہو گا۔"

ٹونی کے جانے کے بعد پھر دفتری کاموں میں مصروف ہو گیا۔ شام کو اٹھنے کی تیاری کر رہا تھا کہ عارفہ نے مجھے بتایا کہ کومل وما کی کال ہے۔ کومل وما میں اس نام کو سن کر چونکا۔ اس کی پراسرار شخصیت شاید میرے ساتھ آنکھ مچولی کھیل رہی تھی۔ میں نے عارفہ سے لائن ملانے کو کہا پھر فون کا ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے بولا۔

"شہباز خان۔"

"مجھے وشواش تھا کہ تم ابھی دفتر میں ہی ہو گے۔" اس نے تم کا صیغہ اختیار کر کے مجھے چونکا دیا۔ شاید اس وقت وہ اسی پراسرار قوت کے زیر اثر تھی جس نے میری راتوں کی نیند اور دن کا چین اڑا رکھا تھا۔

"کوئی خاص کام۔" میں نے سنبھل کر پوچھا۔

"تم نے ماتا جی کو میرے سلسلے میں فون کر کے اچھا نہیں کیا۔ میں کہاں آتی ہوں اور کہاں جاتی ہوں اس سے تمہیں کوئی سمبندھ نہیں ہونا چاہیے۔؟"

"تمہیں یقیناً کوئی غلط فہمی ہوئی ہے، میں نے تمہاری ماتا جی کو......"

"جھوٹ بولنے کی کوشش مت کرو۔" اس کے لہجے میں کرختگی تھی۔ "جس طرح تمہارے آدمی میری نگرانی کر رہے ہیں اسی طرح میرے کچھ چاہنے والے بھی تمہارے اور تمہارے کارندوں کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ مجھے ایک ایک پل کی خبریں ملتی رہتی ہیں۔"

"تم کہنا کیا چاہتی ہو؟" میں نے بھی سخت لہجہ اختیار کیا۔

"اپنے شکاری کتوں سے کہو کہ وہ مجھ سے دور ہی رہیں ورنہ......"

"ورنہ کیا۔" میں تلملا اٹھا۔

"تم اپنے پتا کا انجام دیکھ چکے ہو۔" وہ سرد لہجے میں بولی۔ "مجھے مجبور نہ کرو کہ میں تمہارے خلاف کوئی اور کارروائی کروں۔ کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں مسٹر شہباز خان جس کا کوئی مول نہیں ہوتا اور کچھ رشتے ایسے ہوتے ہیں جو بچھڑ جائیں تو منش ان کا کوئی بدل نہیں ڈھونڈ سکتا۔"

"میرا خیال ہے کہ تم اس وقت اپنے ہوش میں نہیں ہو۔" میری رگوں میں دوڑتے ہوئے خون کی گردش تیز ہو گئی۔

"فون بند مت کرنا مائی ڈیئر شہباز۔" اس نے بڑے پیار سے کہا۔ "تم جوان بھی ہو اور سندر بھی۔ اس دھرتی کی کوئی بھی کنیا (لڑکی) تمہیں اپنانے کی خاطر اپنا جیون بھی داؤ پر لگا سکتی ہے۔ پرنتو اگر تم کسی حادثے کا شکار ہو کر اپنی سندرتا کھو بیٹھے تو مجھے بھی افسوس ہو گا۔ تم کسی کو نہ شہباز کی حیثیت میں اپنی شکل دکھا سکو گے نہ کرن کمار کا روپ دھار کر کسی کو دھوکا دینے کے قابل رہو گے۔"

"تم کس کرن کمار کی بات کر رہی ہو؟" میں نے انجان بنتے ہوئے پوچھا۔

"وہی کرن کمار جو ٹریک سوٹ میں بھیس بدل کر اشوک سے ملنے اس کے فلیٹ پر گیا تھا۔" اس کا لہجہ تلخ ہونے لگا۔ "سچ پوچھو تو تم ہی ان دونوں کی موت کا کارن بنے ہو۔ نہ تم وہاں جاتے نہ انہیں اپنے جیون سے منہ موڑ کر ترلوک سدھارنا پڑتا۔"

"آئی - سی۔ گویا تم نے ہی سراج کو فون کر کے میرے خلاف اس کے کان بھرنے کی کوشش کی تھی۔"

"تم اسے میری جانب سے ایک چھوٹی سی وارننگ بھی سمجھ سکتے ہو۔ ورنہ میں چاہوں تو تمہیں آج بھی سولی تک پہنچا سکتی ہوں۔"

"میرا خیال ہے کہ تم دن میں سپنے دیکھنے کی عادی ہو۔" میں نے لاپروائی سے جواب دیا۔

"تم مجھے چیلنج کر رہے ہو؟"

"تمہیں نہیں۔ اس گندی آتما کو جس نے اس وقت تمہارے جسم کو اپنے قابو میں کر رکھا ہے۔" میں نے حقارت سے کہا۔

"خیال ہے تمہارا مسٹر شہباز ورنہ میں وہی کومل بول رہی ہوں جس کا پیچھا تمہارے آدمیوں نے اشوک کے فلیٹ تک کیا

تھا۔

"اچانک ایک خیال میرے ذہن میں بڑی سرعت سے ابھرا۔

"کیا تمہاری کوئی جڑواں بہن بھی ہے۔" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"مجھے وشواش تھا کہ تم اس راز کو ایک نہ ایک دن ضرور پا لوگے۔"

"کیا تم دونوں کے نام بھی ایک ہیں۔"

"نہیں۔ میرا نام موہنی ہے لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں جب بھی تمہیں فون کروں گی کومل ورما ہی کے نام سے کروں گی۔"

"میں نے کوئی جواب دینے کے بجائے فون بند کیا اور ڈائرکٹ لائن سے کومل ورما کے گھر فون کیا۔

"ہیلو۔" فون اس کی ماں نے ریسیو کیا تھا۔ ایک بار میں اس آواز کو پہلے بھی سن چکا تھا۔

"میں پولیس ڈیپارٹمنٹ سے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ سراج بول رہا ہوں۔" میں نے سراج کے لہجے میں کہا۔ "مجھے آپ سے ایک ضروری بات پوچھنی ہے۔"

"کیا۔"

"کیا کومل ورما کے علاوہ آپ کی کوئی دوسری بھی لڑکی ہے جس کی شکل ہو بہو کومل ورما سے ملتی جلتی ہے۔"

"ہے نہیں۔ بلکہ تھی۔" دوسری جانب سے اداس آواز میں کہا گیا تھا۔ "میری دونوں بیٹیاں جڑواں پیدا ہوئی تھیں لیکن اسے مرے ہوئے پورے چودہ سال بیت چکے ہیں۔"

"کیا اس کی چتا کو آپ نے خود اپنے ہاتھوں سے آگ لگائی تھی۔"

"نہیں۔ اس وقت میری مانگ کا سیندور نہیں اجڑا تھا اس لیے اس کے پتا نے اس کی چتا کو آگ دکھانے کا دکھ جھیلا تھا۔ پھر دو مہینے بعد۔" اس کی آواز رندھ گئی۔

"آپ کی بیٹی۔ میرا مطلب ہے کہ مرنے والی بیٹی کا نام کیا تھا۔"

"موہنی۔" دوسری جانب بدستور دکھ بھرے لہجے میں جواب دیا گیا۔

"کیا موہنی کی آواز بھی کومل ورما سے ملتی جلتی تھی۔"

"ہاں۔ وہ دونوں ہم شکل تھیں۔ ان کی آواز بھی ایک دوسرے سے اتنی ملتی جلتی تھی کہ کبھی کبھی تو میں بھی دھوکا کھا جاتی تھی کہ ان میں سے موہنی کون ہے اور کومل کون ہے لیکن آپ یہ سب کچھ کیوں پوچھ رہے ہیں۔ اس بات کے لہجے میں تجسس شامل تھا۔

"وہ چھت سے نیچے گر کر مری تھی۔"

"مری نہیں تھی بلکہ مارا گیا تھا۔"

"کیا مطلب؟"

"موہنی کو جس آدمی نے چھت سے نیچے دھکا دیا تھا وہ ہماری قید میں ہے۔" میں نے بات بناتے ہوئے کہا۔ "جہاں اس نے دوسرے جرم کا اقبال کر لیا ہے وہاں یہ بھی اگل دیا ہے کہ موہنی کی موت میں بھی اس کا ہاتھ تھا۔"

"لیکن اس نے ایسا کیوں کیا؟ موہنی نے اس کا کیا بگاڑا تھا۔" دوسری طرف سے رندھی ہوئی آواز میں پوچھا گیا۔

"اس بات کو سن کر آپ کو دکھ ہوگا۔ اس لیے جو کچھ ہو چکا ہے۔ اب اسے بھول جائیے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا پھر فون بند کر دیا۔

موہنی کا نام درمیان میں آجانے سے میرے لیے کچھ مشکلات اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ میرے ذہن میں متعدد سوال ابھرنے لگے۔ "اگر وہ موہنی ہی کی آتما تھی جس نے کومل ورما کے جسم پر اپنی مرضی کے مطابق قبضہ جما رکھا تھا تو اس نے میرے باپ کو کس گناہ کی پاداش میں اذیت ناک موت کی سزا دی؟ اشوک اور شیتل کو کیوں مارا گیا؟ یہ بات تو سوچی جا سکتی تھی کہ اشوک نے موہنی کو دھوکا دے کر اس کے ساتھ کوئی زیادتی کی ہو جس کا انتقام اس کی بے چین روح نے لے لیا۔ لیکن شیتل کو کس بات کی سزا دی گئی اور پھر اس ٹینڈر سے موہنی کی روح کا کیا تعلق تھا جس کی بدولت نئے اور پیچیدہ حالات نے جنم لیا تھا؟ یہ بات بھی سوچی جا سکتی تھی کہ موہنی اس ٹینڈر کو حاصل کرنے میں کومل ورما کی مدد کرنا چاہتی ہو لیکن تان پھر اسی ایک بات پر ٹوٹتی تھی کہ میرے باپ کو کیوں مارا گیا تھا؟ کیا ان کی موت بھی اسی ٹینڈر کے حصول کا نتیجہ تھی جس کے لیے کومل ورما نے مجھے وارننگ دی تھی؟

ایک بار نرنجن لال کی کہانی بھی ایک ٹینڈر ہی کے سلسلے میں شروع ہوئی تھی اور اب تاریخ پھر اپنے آپ کو دہرا رہی تھی۔ کیا یہ محض ایک اتفاقیہ مطابقت تھی؟ میں ان ہی خیالات میں الجھ رہا تھا کہ وارثی ایک فائل ڈسکس کرنے کی خاطر میرے آفس میں داخل ہوا اور میری سوچ کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔

*

شام کو میں والدہ کے ساتھ لان میں بیٹھا چائے پی رہا تھا کہ احمد علی نے جے شنکر پانڈے کے آنے کی اطلاع دی۔ مجھے اس وقت پانڈے کی آمد پر حیرت ہوئی۔ گھر میں، میں اپنا زیادہ وقت امی کے پاس گزارتا تھا۔ انہیں ایک لمحے کو بھی تنہا نہیں چھوڑتا تھا کہ کہیں انہیں تنہائی کا احساس نہ ہو۔ تنہائی کا احساس جو سم قاتل سے بھی زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔ زیادہ سوچنے سے دماغ کی شریانیں بھی پھٹ سکتی ہیں۔ والد صاحب کی جدائی کا غم ان کے لیے کوئی ایسا معمولی حادثہ نہیں تھا جسے آسانی سے بھلا دیا جاتا۔

برسہا برس کی رفاقت تھی۔ دونوں میں جسے ایک پل میں فراموش کرنا ان کے بس کی بات نہیں تھی۔ ایک بار مجھے احمد علی نے دیکھ کے بتایا تھا کہ اس نے ماں کو والد صاحب کی تصویر کے سامنے کھڑا آنسو بہاتے دیکھا ہے۔ وہ بڑے رقت بھرے لہجے میں ان سے کچھ باتیں کر رہی تھیں۔

کسی تصویر کے سامنے کھڑا ہو کر اس سے باتیں کرنا ایک فضول سی بات تھی۔ انسان اس طرح خود کو فریب دیتا ہے ورنہ روح کا جسم سے نکلنے کے بعد دنیا سے کوئی تعلق نہیں رہ جاتا لیکن آنسوؤں کا سیل رواں خشک ہو جائے تو دل کا بوجھ البتہ ہلکا ہو جاتا ہے۔ صبر آتے ہی آتے آتا ہے اور پھر وہ تو میری بوڑھی ماں تھی۔ انہوں نے والد صاحب کے ساتھ بڑا لمبا سفر طے کیا تھا۔ اس کی تکان کے دور ہونے میں کچھ وقت لگتا تو ضروری تھا۔ بسا اوقات انسان کی حالت ایسی ہو جاتی ہے کہ دوسروں کی خاطر زبردستی کی ہنسی ہنستا ہے لیکن اندرونی طور پر وہ خون کے آنسو روتا رہتا ہے۔ وہ مصنوعی مسکراہٹ دنیا دکھاوے کو محض ایک دھوکا ہوتی ہے۔ اس طرح انسان خود کو فریب دیتا ہے۔

مجھے احساس تھا کہ میرے دفتر چلے جانے کے بعد امی کو گزرے ہوئے لمحوں کی حسین یادیں ضرور آتی ہوں گی۔ وہ زندگی کی شاہراہ پر ایک دوسرے کے ہم سفر تھے لیکن ایک موڑ پر پہنچ کر ایک ساتھی اچانک گم ہو گیا تھا۔ گھر کے ایک ایک در و دیوار سے والد صاحب کی یادیں وابستہ تھیں۔ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہر وقت امی کو ان کی باتیں یاد آتی ہوں گی۔ انسان مر جاتا ہے لیکن اس کی باتیں زندہ رہتی ہیں اور یہی باتیں نشتر بن کر روح کی اتھاہ گہرائیوں میں چھپی رہتی ہیں۔ ان پر کسی کا بس نہیں چلتا وہ اندر ہی اندر انسان کو کھوکھلا کرتی ہیں۔ سمندر کی اس تیز و تند لہروں کے مانند جو ساحل پر آکر واپس لوٹتی ہیں تو کنارے کی مٹی بھی بہا لے جاتی ہیں جو شخص اس ریت پر کھڑا ہو۔ اسے پاؤں تلے زمین کھسکتی محسوس ہوتی ہے۔ انسان کی کیفیت بھی سمندر کے کنارے پڑی ہوئی اس ریت سے مختلف نہیں ہوتی جو ہر آنے والی لہر کے ساتھ آہستہ آہستہ اپنے اصلی مقام سے دور ہو جاتی ہے پھر جب سمندر کی لہریں انہیں دور لے جاتی ہیں تو وہ سمندر کی گہرائیوں کا ایک حصہ بن جاتی ہیں جہاں پہنچ کر انہیں سکون ملتا ہے۔ گہرائی میں سمندر کی لہریں محض آب رواں کی طرح چلتی ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ کنارے کی وہ ریت سمندر کی گہرائیوں میں جمع ہو کر ایک ٹیلے کی شکل اختیار کر لیتی ہیں جس پر سے نئے نئے انواع و اقسام کے پودے نکلتے ہیں لیکن دنیا کی نگاہیں انہیں دیکھ نہیں پاتیں۔ وہاں تک پہنچنے کے لیے کسی ماہر تیراک کو دور بہت دور سمندر کی میں غوطہ لگانا پڑتا ہے جب کہیں جا کر وہ اس دنیا کا حسن دیکھ پاتا ہے۔

ساحل کی ریت کے حقیر ذرے سمندر کی گہرائیوں میں جا کر چٹان کی ایسی صورت اختیار کر لیتے ہیں پھر بپھری ہوئی موجیں ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ صرف ان سے ٹکرا کر گزر جاتی ہیں۔ یہی حال انسان کا ہے وہ دنیا کے حسن اور اس کی رنگینیوں میں گم ہو کر اپنی اس لازوال طاقت کو بھول جاتا ہے کبھی ان پر نظر نہیں ڈالتا۔ ان کے بارے میں غور کرنے کی کوشش نہیں کرتا لیکن وہ لوگ جو دنیا کی رنگینیوں کو یکسر بھول کر خداوند کریم سے لو لگا لیتے ہیں۔ دن رات اسی کی یاد میں گم رہتے ہیں۔ اسی کے سامنے سجدہ ریز ہو کر گڑگڑاتے رہتے ہیں تو خدا ان کو بے پناہ رحمتوں سے نواز دیتا ہے۔ ان پر سے زمان و مکان کی قید اٹھا لی جاتی ہے پھر ان کے قدم بھی کسی آہنی چٹان کے مانند اتنے ٹھوس اور مضبوط ہو جاتے ہیں کہ دنیا کی کوئی قوت انہیں متزلزل نہیں کر پاتی۔ موت بھی اسی طرح زندگی کا دوسرا نام ہے جس کے بارے میں لوگ غافل ہو جاتے ہیں۔ دنیا کی رنگینیاں انہیں اس درجہ اپنے اندر سمو لیتی ہیں کہ اسے سوچنے سمجھنے کی فرصت نہیں ملتی۔ شاید وہ یہ جانتے ہوئے بھی انجان بن رہتا ہے کہ زندگی دنیا میں سب سے ناپائیدار چیز ہے۔ روح اور جسم کا رشتہ تو بس آخری سانس کے کچے دھاگے سے بندھا ہوتا ہے جو ایک بار ٹوٹ جائے تو پھر کبھی نہیں جڑتا ہے۔ ہاں مرنے کی باتیں اس کی یادیں اس کا تصور ضرور باقی رہ جاتا ہے جو اس سے محبت کرنے

کو بار بار رلاتا رہتا ہے۔ یہی کیفیت میری ماں کی تھی۔ ان کے زخم ابھی ہرے تھے۔ ایک ذرا سی ٹھیس لگنے سے بھی ہوئی بات کا ذکر انہیں دوبارہ تازہ کر دیتی ہے۔ کتنے انمول ہوتے ہیں وہ آنسو جو کسی کی یاد کا سہارا لے کر خون کی شکل میں دل سے ابھرتے ہیں پھر آنسو بن کر اس کی پلکوں سے ڈھلک کر زمین کی گہرائیوں میں گم ہو جاتے ہیں۔"

یہ زندگی بھی عجیب تماشا ہے جہاں انسان پیسوں کے حصول کے لیے ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوششوں میں شب و روز لگا رہتا۔ قریب اور دور کے تمام رشتوں کو بھول جاتا ہے۔ دولت کی چمک اس کی آنکھوں کو چندھیا دیتی ہے۔ رشتے کی اہمیت اس کے لیے ثانوی ہو جاتی ہے پھر وہ اس وقت چونکتا ہے جب بنے ناتے اس سے ٹوٹ جاتے ہیں پھر وہ سب کچھ بھول کر ایک لاش کی جسم پر بیٹھا آنسو بہاتا رہتا ہے۔ اپنی غلطیوں کا احساس اس کے دل کو کچوکے لگاتا رہتا ہے لیکن وہ آنسو اصلی نہیں ہوتے۔ دکھاوے کے لیے ہوتے ہیں۔ کیا فائدہ ان آنسوؤں سے جو کسی کی لاش پر بیٹھ کر بہائے جائیں۔ اس طرح تو اس کے آنسو مرنے والے کو اور مضطرب کر دیتے ہیں۔ اس کا زخم ناسور بن جاتا ہے لیکن وہ اپنے غم کا اظہار نہیں کر پاتا۔ قدرت اس سے قوت گویائی چھین لیتی ہے۔ وہ سب سن سکتا ہے دیکھ سکتا ہے لیکن کوئی شکوہ کوئی شکایت زبان پر نہیں لا سکتا۔ اس کی روح تڑپتی رہتی ہے، سسکتی رہتی ہے، بلکتی رہتی ہے لیکن سب بے سود ہوتا ہے۔

لیکن ماں باپ بیٹے اور شریک حیات کا رشتہ اس وقت تک برقرار رہتا ہے جب تک دوسرا فریق بھی موت کا مزہ نہیں چکھ لیتا۔ یادوں کے ہیولے ہمیشہ زندہ رہ جانے والوں کا پیچھا کرتے رہتے ہیں۔ یہی کچھ حالت میری ماں کی بھی تھی۔ میری خاطر وہ اپنے بے جان ہونٹوں پر مسکراہٹیں سجا لیتی تھی لیکن میں اگر چاہتا بھی تو اس بات کا اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ ماں نے ان مسکراہٹوں کو سجانے کی خاطر اپنے دل کا کتنا خون کیا ہو گا۔

میں احمد علی سے کہہ کر پانڈے کو ٹال دینا چاہتا تھا۔ مجھے اپنی ماں کی مسکراہٹیں زیادہ عزیز تھیں جو بڑے پیار سے بیٹھی مجھ سے باتیں کر رہی تھی لیکن قبل اس کے کہ میں اپنے دل کی بات زبان پر لاتا ماں نے پوچھا۔

"یہ جے شنکر پانڈے کون ہے۔"

"ہے ایک بزنس مین جو کنسٹرکشن کے کام میں نیا نیا آیا ہے۔"

"تم اسے بلا لو میں اندر چلتی ہوں۔"

ماں اٹھ کر اندر چلی گئی تو میں نے پانڈے کو اندر بلا لیا۔ اس نے گرم جوشی سے مجھ سے ہاتھ ملایا تھا پھر میرے اشارے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"میں نے اس وقت آپ کو ڈسٹرب تو نہیں کیا۔"

"جی نہیں۔ میں ماں کے ساتھ بیٹھا چائے پی رہا تھا۔"

"مجھے اس بات کا احساس ہے مسٹر شہباز کہ آپ کی ماتا جی کے دل پر کیا گزر رہی ہو گی لیکن منش صبر کے سوا اور کر بھی کیا سکتا ہے۔"

"اور فرمایئے پانڈے جی۔ آپ کا کاروبار کس طرح چل رہا ہے۔" میں نے موضوع بدل کر پوچھا۔

"بھگوان کی کرپا سے سب کچھ ٹھیک ہی ہے۔"

"پانڈے جی۔" میں نے کچھ سوچ کر سنجیدگی سے کہا۔ "کیا میں آپ سے درخواست کر سکتا ہوں؟"

"کوئی خاص بات۔" اس نے بڑی اپنائیت سے پوچھا۔

"میں چاہتا ہوں کہ جو ٹینڈر میری کمپنی کے نام نکلا ہے اسے آپ کو سونپ دوں۔"

"میں سمجھا نہیں۔" پانڈے نے تعجب سے کہا۔ "آپ ایسا کیوں سوچ رہے ہیں؟"

"نادر کنسٹرکشن کمپنی والد صاحب کے نام تھی۔ انہیں اس ٹینڈر کو حاصل کرنے کی بڑی حسرت تھی لیکن اب جب وہی نہیں رہے تو میرے لیے اس ٹینڈر میں کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ میرا کاروبار ویسے ہی خاصا پھیلا ہوا ہے کس کس پروجیکٹ کو سنبھالتا پھروں گا۔"

"میں آپ کی محبت اور جذبے کی قدر کرتا ہوں شہباز صاحب لیکن شاید ابھی تک آپ پانڈے کو پوری طرح سمجھ نہیں پائے۔" اس نے سنجیدگی سے نرم لہجے میں کہا۔ "دھن دولت ہر بزنس مین کی سب سے بڑی کمزوری ہوتی ہے لیکن میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں۔ جنہیں دوستی سے زیادہ دولت عزیز ہوتی ہے۔ اگر آپ وشواس کریں تو بھگوان کی سوگند کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے اس ٹینڈر کے ہاتھ سے نکل جانے کا کوئی دکھ نہیں ہے۔"

"اور میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"میں اس سے ایک دوسرے کام سے آیا ہوں۔"

"فرمایئے۔"

"میں آپ سے کیول اس منش کا نام دریافت کرنا چاہتا ہوں جس نے ہمارے اور آپ کے درمیان پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔"

"آپ یہ سوال ایک بار پہلے بھی کر چکے ہیں اور میں نے پہلے بھی یہی کہا تھا کہ میں اس سے ناواقف ہوں۔" میں نے بڑی صاف گوئی سے کہا۔ "ٹینڈر والی دھمکی مجھے فون پر دی گئی تھی۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر میں نے اس کا کہنا نہ مانا تو پھر مجھے تمام زندگی پچھتانا پڑے گا اور... اس نے غلط نہیں کہا تھا۔ ٹینڈر کھلنے والی رات ہی میرے والد کا سایہ میرے سر سے اٹھ گیا۔"

"نہیں۔" پانڈے نے چونکتے ہوئے کہا۔ "بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"ایسا ہو چکا ہے پانڈے جی۔" میں نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "والد صاحب زندگی کی طرف تیزی سے واپس آتے آتے اچانک ہم سے ہمیشہ کے لیے منہ موڑ گئے۔ ان کی لاش کمرے میں خون میں لت پت ملی تھی۔ میں ان باتوں سے پہلے بھی گزر چکا ہوں۔ کچھ کالی طاقتیں مجھ سے زندگی کی تمام خوشیاں چھین لینا چاہتی ہیں۔"

"کالی طاقتیں۔" پانڈے نے پھر حیرت کا اظہار کیا۔ "لیکن ان پلید شکتیوں کو بھلا آپ سے کیا بیر ہو سکتا ہے۔"

"پانڈے جی۔" میں نے اس بار پانڈے کو بہت غور سے تکتے ہوئے سوال کیا۔ "کیا میں بھی آپ سے ایک سوال کر سکتا ہوں؟"

"کیا؟"

"اشوک اور شیتل کی موت کے بارے میں آپ کی ذاتی رائے کیا ہے؟"

"مجھے ان دونوں کی موت کا دکھ ہے۔ اشوک کو ہماری کمپنی میں آئے ابھی زیادہ دن نہیں ہوئے تھے لیکن اس کی کارکردگی اور ایمان داری نے بہت جلد ہمارے دلوں میں جگہ پیدا کر لی تھی۔"

"پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق اسے گلا گھونٹ کر مارا گیا ہے لیکن....."

"میرا خیال ہے اشوک اور شیتل کی موت میں بھی اسی ناپاک قوت کا ہاتھ ملوث ہے جس نے میرے والد کو ہم سے چھین لیا ہے۔"

"لیکن اشوک..."

"میں بتاتا ہوں۔" میں نے پانڈے کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "اشوک نے ایک بار میرے ایک آدمی کے سامنے کہا تھا کہ آپ کنسٹرکشن کے نئے کام میں پوری طرح اپنے قدم جما لیں تو نرنجن لال کی بربادی کا حساب ضرور چکتا کریں گے۔"

"یہ سراسر جھوٹ ہے۔ بہتان ہے میرے اوپر۔" پانڈے نے چونکتے ہوئے اپنی پوزیشن کی وضاحت کی۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کی باتوں میں کوئی تصنع یا بناوٹ نہیں تھی پھر اس نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ مجھے اس کا نام بتانا پسند کریں گے جس نے اشوک کی کہی ہوئی یہ بات آپ تک پہنچائی تھی۔"

"وہ میرا ہی ایک قابل اعتماد اور دیانت دار آدمی ہے۔"

"کیا آپ کو اس کی بات پر وشواس آگیا تھا۔" پانڈے نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے بے چینی سے سوال کیا۔

"ہاں۔" میں سنجیدگی سے بولا۔ "لیکن میرا دل تو گواہی دے رہا ہے وہ بات آپ نے اشوک سے نہیں کہی ہوگی۔"

"پھر کس نے کہی ہوگی؟"

"ہو سکتا ہے کہ کسی خاص مصلحت کی بنا پر وہ بات اشوک کے ذہن میں کسی اور نے بٹھا دی ہو؟"

"لیکن کس نے؟" "اسی پلید طاقت نے جو اب تک تین زندگیوں کی بھینٹ لی چکی ہے۔"

اسی وقت سراج بھی آگیا۔ میں نے جے شنکر پانڈے سے سراج کا تعارف کرایا تو وہ حیرت زدہ رہ گیا۔ شاید اس لیے کہ وہ ابھی تک کومل ورما کی وجہ سے پانڈے ہی کو تمام حالات کا ذمہ دار سمجھ رہا تھا۔ ہمارے درمیان کچھ دیر تک ادھر ادھر کی رسمی باتیں ہوتی رہیں پھر سراج نے موقع پا کر براہ راست پانڈے سے دریافت کیا۔

"آپ کا اپنی لیڈی سیکریٹری کومل ورما کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"کس سلسلے میں؟" پانڈے نے کومل ورما کا نام سن کر سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"وہ آپ کے ساتھ کب سے کام کر رہی ہیں؟"

"تقریباً" دو سال سے۔"

"کیا آپ یقین سے کہہ سکتے ہیں مسٹر پانڈے کہ کومل ورما ایک اچھے کردار کی مالک ہے۔"

"جی ہاں۔ کم از کم میں نے اس کے بارے میں یہی رائے قائم کی ہے کہ وہ نہایت ملنسار ہے اور دیانتداری سے اپنا کام انجام دیتی ہے۔ مجھے یا عملے کے کسی دوسرے شخص کو کبھی اس سے کسی قسم کی شکایت نہیں ہوئی۔" پانڈے نے کہا پھر کچھ سوچ کر بولا۔ "کیا آپ کومل ورما پر کسی قسم کا شک کر رہے ہیں؟"

"کومل ورما اور اشوک کے تعلقات آپس میں کیسے تھے؟" سراج نے اس کی بات کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے اس بات پر کبھی غور نہیں کیا۔" پانڈے نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ "وہ دو سال سے میری لیڈی سکریٹری کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دے رہی ہے لیکن اس عرصے میں مجھے کبھی اس سے کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ میری فرم جوائن کرنے سے پہلے وہ ایک کاٹن کمپنی کے لیے ماڈلنگ بھی کرتی رہی ہے لیکن وہاں بھی اس کا کوئی اسکینڈل سننے میں نہیں آیا۔"

"آئی۔ سی۔" اس بار سراج نے خالص پولیس والا انداز اختیار کیا۔ "گویا آپ اسے اس وقت سے جانتے ہیں جب وہ صرف ایک ماڈل گرل تھی۔"

"آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔" پانڈے نے اپنی پوزیشن کی وضاحت کی۔ "اس کے کردار کے بارے میں یہ بات مجھے اس وقت معلوم ہوئی تھی اس نے جب سے ہماری فرم جوائن کرلی

تھی۔"

"لیکن آپ یقین سے کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ وہ اچھے کردار کی مالک ہے۔"

"پہلے وہ کیا کرتی تھی یا کیا نہیں۔ میں اس بارے میں کچھ زیادہ جان کاری نہیں رکھتا جب سے اس نے میرے یہاں ملازمت کی ہے میں نے اسے ہمیشہ اپنے کام سے کام رکھتے پایا ہے۔" اس بار پانڈے کے لب و لہجے میں بھی ایک تلخی سی آگئی لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ سراج کا اس کی ذات کو کومل ورما کی ذات سے منسوب کرنا اچھا نہیں لگا تھا۔ یہ ایک قدرتی امر تھا۔ اس کی جگہ اگر میں بھی ہوتا تو شاید سراج کے بے سروپا سوال پر آنا جاتا۔ ویسے سراج بھی جس انداز میں پانڈے کو کرید کر کومل ورما کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسے بھی غلط نہیں کہا جا سکتا تھا۔ اس لیے کہ کومل ورما ہی نے اشوک اور شیتل کے ساتھ میرے میک اپ کر کے اشوک کے فلیٹ پر جانے کی اطلاع دی تھی اور ایک پولیس آفیسر ہونے کے ناطے ان تمام باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے وہ جو چھان بین کر رہا تھا وہ بھی ایک ذمے دار پولیس افسر کے فرائض میں داخل تھا۔

حالات نے چونکہ خاصی سنجیدہ صورت حال اختیار کر لی تھی اس لیے میں سراج کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"مجھے یقین ہے کہ مسٹر پانڈے جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ ٹھیک ہی ہے۔ کومل ورما سے ان کا تعلق محض ڈیوٹی کے اوقات تک محدود ہے۔ اس کے بعد وہ کیا کرتی ہے کس سے ملتی ہے یا اس کا کردار کیسا ہے اس کی ذمے داری کسی طرح بھی پانڈے پر عائد نہیں ہوتی۔"

"شکریہ مسٹر شہباز کہ آپ نے میرے من کی بات کر دی۔" اس نے میرا شکریہ ادا کیا پھر دوبارہ سراج کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا آپ کو کسی بات پر شبہ ہے جو آپ میری لیڈی سکریٹری کے بارے میں چھان بین کر رہے ہیں؟"

"آئی ایم سوری مسٹر پانڈے۔" سراج نے روکھائی سے جواب دیا۔ "ہم قبل از وقت کسی حتمی فیصلے پر چھلانگ لگانے کی کوشش نہیں کرتے۔ اس کے علاوہ جب تک ہماری تفتیش مکمل نہ ہو جائے ہم اپنی ہر بات اور مشکوک افراد کی فہرست کو ٹاپ سیکرٹ رکھتے ہیں۔"

"لیکن ایک مشکوک فرد کا نام تو آپ نے بہرحال ظاہر کر دیا۔" اس بار پانڈے نے پہلی بار مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس کی بھی ایک خاص وجہ ہے۔" سراج نے بڑی خوبصورتی سے پانڈے کو اخلاقی طور پر پابند کرنے کی خاطر کہا۔ "مسٹر شہباز اور نادر خاں صاحب مرحوم سے میری بہت دیرینہ رفاقت ہے۔ میری اور آپ کی ملاقات اس گھر کے اندر ہوئی اس لیے مجھے امید ہے کہ آپ اپنی خوبصورت لیڈی سکریٹری کا ساتھ دینے کے بجائے قانون کا زیادہ خیال رکھیں گے۔"

"میں آپ کی بات سمجھ رہا ہوں۔ آپ وشواس رکھیں۔" پانڈے نے تیزی سے کہا۔ "جو باتیں اس وقت ہم تینوں کے درمیان ہوئی ہیں وہ کسی چوتھے کے کان تک نہیں پہنچیں گی۔"

"تھینکس مسٹر پانڈے۔" سراج بولا۔ "مجھے آپ سے اسی جواب کی توقع تھی۔"

"میں اب اجازت چاہوں گا۔" پانڈے نے اٹھتے ہوئے کہا تو اخلاقاً ہم دونوں بھی کھڑے ہو گئے۔ پانڈے نے جاتے جاتے پوچھا۔ "آپ کی ماتا جی کی طبیعت اب کیسی ہے؟"

"زخم آہستہ آہستہ بھر رہے ہیں۔" میں نے ایک لمبی سانس لے کر جواب دیا۔ "کچھ وقت تو ضرور لگے گا۔"

"میں کبھی اگر آپ کے کسی کام آسکوں تو مجھے امید ہے کہ آپ سیوا کرنے کا موقع ضرور دیں گے۔"

"میں آپ کی اس محبت کو ہمیشہ یاد رکھوں گا۔"

پھر پانڈے کے جانے کے بعد سراج نے مجھ سے پوچھا۔

"یہ حضرت اس وقت یہاں کیا کرنے آئے تھے؟"

"میرا ذاتی خیال ہے مسٹر سراج کہ جے شنکر پانڈے ایک سنجیدہ اور ملنسار آدمی ہے۔ اس کی شخصیت پر کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔"

"اور..... یہ کومل ورما۔" سراج کا لہجہ معنی خیز تھا۔

"اس کی پراسرار شخصیت ابھی تک میری سمجھ میں بھی نہیں آسکی۔ البتہ ایک بات میرے ذہن کو پریشان کر رہی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"موہنی۔"

"موہنی۔" سراج چونکا۔ "یہ موہنی کون ہے اور ان تمام معاملات کے درمیان کہاں سے آگئی؟"

"آج میں نے کومل ورما کی ماں کو ٹٹولنے کی خاطر آواز بدل کر فون کیا تھا۔" میں نے سراج کو اپنی اور کومل ورما کی ماں کی باتوں کی پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "موہنی کے درمیان میں آجانے سے حالات نے ایک پیچیدگی سی پیدا کر دی ہے۔"

"جہاں تک اشوک اور شیتل کی موت کا تعلق ہے تو موہنی والی بات کچھ کچھ سمجھ میں آتی ہے۔" سراج نے الجھی ہوئی ڈور کو سلجھانے کی کوشش کی۔ "ہو سکتا ہے کسی ذاتی وجوہ پر اس کی روح نے ان دونوں سے اپنا کوئی پرانا حساب چکتا کیا ہو لیکن آپ کے والد سے موہنی کی بدروح کو بھلا کیا پرخاش ہو سکتی ہے۔"

"میرا خیال ہے ابھی کھیل ختم نہیں ہوا۔"

"کیا مطلب؟" سراج چونکا۔

"ہو سکتا ہے کہ ابھی کچھ اور موتیں بھی واقع ہوں۔"

"آپ اتنے یقین سے یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں۔" سراج نے پہلو بدل کر پوچھا۔

"جس طرح پہلے کہتا رہا ہوں۔" میں معنی خیز انداز میں مسکرایا۔ "میری چھٹی حس کچھ اسی قسم کے اشارے دے رہی ہے۔"

"مسٹر شہباز، اگر آپ برا نہ مانیں تو ایک بات کہوں۔"

"فرمایئے۔"

"کبھی کبھی تو مجھے اس بات کا شبہ بھی ہونے لگتا ہے کہ کہیں وہ پراسرار قوت آپ ہی کی تو نہیں جو یہ سب گل کھلا رہی ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "آپ اگر چاہیں تو مشکوک افراد کی فہرست میں میرا نام بھی شامل کر لیں۔"

"میں مذاق کر رہا تھا۔" سراج نے جلدی سے اپنے جملے کی وضاحت کی۔

پھر ہم دونوں جے شنکر پانڈے کے جانے کے بعد بھی لان پر بیٹھے رات تقریباً نو بجے تک گپ شپ کرتے رہے پھر احمد علی نے آکر کھانے کی اطلاع دی تو مجھے وقت گزرنے کا بڑی شدت سے احساس ہوا۔ میں نے اٹھتے ہوئے سراج کو بھی کھانے کی دعوت دی لیکن اسے دس بجے کسی شادی میں شرکت کرنا تھی اس لیے معذرت کر کے چلا گیا اور تیزی سے اندر گیا جہاں امی کھانے کی میز پر ہی بیٹھی میرا انتظار کر رہی تھیں۔

❖

صبح میں دفتر پہنچا تو سراج وہاں پہلے سے موجود تھا۔ ہم گزشتہ شام کو بھی ملے تھے لیکن سراج کے چہرے پر نظر آنے والے الجھن اور پریشانی کے تاثرات اس بات کی غمازی کر رہے تھے کہ وہ اس وقت مجھے کوئی اچھی خبر سنانے نہیں آیا۔ میں نے اس کے لیے چائے کا آرڈر دیا پھر آفس کے اس حصے میں آکر بیٹھ گیا جہاں میں نے چار آرام کرسیوں اور گول میز سے ایک مختصر سا ریٹائرنگ روم بنا رکھا تھا۔

سراج نے گفتگو کی ابتدا نہیں کی، کسی گہری سوچ میں مستغرق نظر آرہا تھا پھر چائے کے دو تین گھونٹ لینے کے بعد ہی میں نے کریدا تھا۔

"میرا خیال اگر غلط نہیں ہے تو ہمارے درمیان کل رات کو بھی بڑی تفصیلی ملاقات ہو چکی ہے۔"

"آپ نے مجھے بتایا تھا کہ روپ نگر میں آپ کی ملاقات سفلی کا ناپاک عمل کرنے والے ایک شخص شنکر سے ہوئی تھی۔" سراج نے مجھے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔"

"اور آپ کے بیان کے مطابق روپ نگر ہی میں اس کی چتا کو آگ لگائی گئی تھی۔"

"جی ہاں۔"

"شنکر کی موت کی خبر کی تصدیق کس نے کی تھی؟"

"انکل دھرم داس نے جو والد صاحب کے پرانے واقف کار تھے اور ایس پی کے عہدے پر پہنچ کر ریٹائرڈ ہوئے تھے۔"

"کیا ان کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی شنکر کی موت کے چشم دید گواہ ہیں۔"

"کیوں۔" میں نے کہا۔ "شنکر کی موت کے بعد روپ نگر کے باسیوں کے درمیان خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی تھی۔ انکل دھرم داس کے علاوہ روپ نگر کے اور بھی ذمہ دار آفیسر اس وقت وہاں موجود تھے جب چمار ذات کے ایک آدمی نے شنکر کی چتا کو آگ لگائی تھی۔"

"پھر تو یہ سب کچھ حیرت انگیز ہی کہا جا سکتا ہے۔"

"بات کیا ہے۔" میں نے دلچسپی لیتے ہوئے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"کل رات کے وقت آپ کے گھر واپسی کے بعد مجھے ایک کال موصول ہوئی تھی اور......"

"اور کیا؟" میں نے تجسس سے پوچھا۔

"جس شخص نے فون پر مجھ سے گفتگو کی تھی اس نے بھی مجھے اپنا نام شنکر ہی بتایا تھا۔" سراج نے گہری سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اس مردود نے مجھے یہ بھی باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ مر جانے کے باوجود وہ ابھی تک زندہ ہے اور پراسرار گندی قوتوں کا مالک ہے۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ کسی بھی انسانی روپ میں نظر آسکتا ہے۔ اس کی بد روح جو چاہے گی وہ ہوگا۔"

"ممکن ہے وہ فون کسی دوسرے شخص نے پولیس کو غلط ٹریک پر ڈالنے کی خاطر کیا ہو۔"

"پہلے میرا خیال بھی اسی طرف گیا تھا لیکن ایسا نہیں تھا۔"

"کیا مطلب۔"

"اس حرامزادے کی بد روح نے مجھے فون پر جے شنکر پانڈے کی کار کے ایکسیڈنٹ کی اطلاع دی تھی اور اس ہسپتال کا نام بھی بتایا تھا جہاں پانڈے کو رکھا گیا تھا۔"

"تو کیا؟"

"نہیں۔" سراج نے تیزی سے کہا۔ "پانڈے ابھی تک زندہ ہے بلکہ اس کے جسم پر ایک معمولی سی خراش بھی موجود نہیں ہے البتہ اس کی گاڑی ضرور چکنا چور ہو گئی۔ میں نے خود گاڑی کی حالت دیکھی ہے۔ حیرت ہے کہ پانڈے زندہ کس طرح بچ گیا۔ اس کی لاش کو پس کر ناقابل شناخت ہو جانا چاہیے تھا۔"

"کیا آپ پانڈے سے مل چکے ہیں۔" میں نے پوچھا۔

"اس وقت بھی وہیں سے آرہا ہوں۔"

"اس نے کیا بیان دیا ہے؟"

"اس کا کہنا ہے کہ وہ سامنے آجانے والے ایک ٹرک کو دیکھ کر بری طرح بوکھلا گیا تھا۔ اس نے اسٹیئرنگ کاٹنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ جیسے جام ہو گیا تھا پھر کسی نے پکڑ کر بڑی پھرتی سے باہر کھینچ لیا تھا۔ اس طرح وہ کام آنے سے بال بال بچ گیا۔"

"مگر شنکر کا نام درمیان میں کس طرح آگیا۔"

"پانڈے کے بیان کے مطابق اس نے وہ غیبی ہاتھ نہیں دیکھے جس نے اسے موت کے منہ میں جاتے جاتے عین وقت پر بچا لیا تھا البتہ فٹ پاتھ پر گرنے کے بعد کسی بلدیدہ شخص نے اسے یہی کہا تھا کہ وہ روپ نگر کا رہنے والا ہے۔ اس کا نام شنکر ہے اور یہ بھی کہ مرنے کے باوجود اس کی لازوال سفلی قوتیں ابھی تک برقرار ہیں۔ وہ کسی انسان کی شکل میں سامنے آسکتا ہے اور جو چاہے کر سکتا ہے۔"

"پانڈے کی باتوں سے آپ نے کیا اندازہ لگایا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ فرضی کہانی نہیں سنا رہا ہے البتہ حادثے سے لے کر ابھی تک وہ سکتے جیسی کیفیت سے دوچار ہے۔"

میرا ذہن ایک بار پھر کومل ورما کے بارے میں سوچنے لگا۔ ہو سکتا تھا کہ وہ شنکر کی بد روح ہی ہو جو اس کے ذریعے مجھ سے اپنا انتقام لینا چاہتی ہو، لیکن جے شنکر پانڈے ہی کیوں اگر شنکر کی روح ابھی تک اپنے انتقام کی خاطر دنیا میں بھٹکتی پھر رہی تھی تو سب سے پہلے اسے مجھے اپنا شکار کرنا چاہیے تھا لیکن شاید وہ اس نورانی چہرے والے سفید ریش بزرگ کی وجہ سے براہ راست مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔

"ممکن ہے پانڈے نے آپ کو جو بیان دیا ہو وہ درست ہو لیکن میرا دل اس بات کی گواہی نہیں دے رہا کہ شنکر یا اس کی روح ابھی تک اس دنیا میں موجود ہے۔"

"پھر تو ہمیں یہی سوچنا چاہیے کہ پانڈے ہم سے جھوٹ بولنے کی کوشش کر رہا ہے مگر کیوں؟ اس طرح وہ کیا مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے۔"

"مسٹر سراج۔ کیا ٹرک اور کار کے ایکسیڈنٹ کے کچھ چشم دید گواہ بھی ہیں۔" میں نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے سوال کیا۔

"ایک سے زیادہ گواہ ہیں اور ان کا بیان یہی ہے کہ ایکسیڈنٹ سے بس ایک لمحے پہلے پانڈے اپنی کار سے اڑتا ہوا نکلا تھا اور فٹ پاتھ پر جا گرا تھا۔"

"اس کے باوجود میری چھٹی حس شنکر یا اس کی بد روح کے وجود کے سلسلے میں نفی کرتی ہے۔"

"کوئی خاص وجہ۔" سراج نے مجھے غور سے گھورا۔

"قبل از وقت میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"کیا آپ نے آواگون کے مسئلے کے بارے میں کچھ نہیں پڑھا؟"

"میں سرے سے اسے مانتا ہی نہیں۔" میں نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"پھر یہ جو حادثہ پیش آیا ہے اسے آپ کیا نام دیں گے۔"

"حادثہ ہر صورت میں حادثہ ہی کہلائے گا۔ رہا پانڈے کا حیرت انگیز طور پر بچ جانا تو قدرت انسان کی اصلاح کے لیے اس قسم کے معجزے اکثر دکھاتی رہتی ہے۔ کیا آپ معجزوں پر یقین نہیں رکھتے۔"

"رکھتا ہوں لیکن پھر پانڈے کے منہ سے شنکر ہی کا نام کیوں نکلا۔"

"ہو سکتا ہے کہ اس نے یہ نام پہلے کہیں سن رکھا ہو اور اس کی مناسبت سے اس کے ذہن میں فوری طور پر شنکر کا نام ابھرا ہو اور پانڈے نے اس کی سفلی قوتوں کے بارے میں بھی سن رکھا ہو۔ عام طور پر کسی بھی حادثے یا مشکل حالات سے بچ نکلنے کے بعد انسان کے ذہن میں خدا کا نام ابھرتا ہے اور وہ اپنی زندگی بچ جانے کو معجزے کا نام دیتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ پانڈے کے ذہن میں بھی ایک جان لیوا حادثے سے بچ جانے کی صورت میں لاشعوری طور پر شنکر کا نام آگیا ہو۔" میں نے سراج کو قائل کرنے کی کوشش کی۔ "آپ ان باتوں سے اس اس قدر پریشان کیوں ہیں۔" پانڈے بچ گیا کیا یہی آپ کے لیے کافی نہیں ہے۔"

"حیرت کی بات یہ ہے کہ چشم دید گواہوں میں سے بھی کسی ایک نے اس ٹرک کا نمبر دیکھنے کی زحمت گوارہ نہیں کی۔"

"شاید اس لیے کہ انسان کی زندگی کسی ٹرک کے نمبر سے زیادہ اہم ہوتی ہے۔"

"مانے لیتا ہوں۔" سراج نے پہلو بدل کر پوچھا۔ "لیکن پھر آپ اشوک، شیتل اور اپنے والد کی موت کو کیا نام دیں گے؟ کیا یہ سب بھی اتفاقی حادثے تھے یا اس کے پیچھے بھی کوئی طاغوتی قوت کام کر رہی تھی۔"

"فی الحال میں کوئی آخری نتیجہ اخذ کرنے سے قاصر ہوں۔"

"آپ کا کیا مشورہ ہے؟ کیا میں کومل ورما کو حراست میں لے لوں۔"

"فائدہ۔" میں نے کہا۔ "اس کے خلاف ابھی تک آپ کے پاس کوئی ایسا ٹھوس ثبوت نہیں ہے جس کی بنا پر اسے مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا کیا جا سکے۔"

"پھر میں کیا کروں۔" سراج جھلا گیا۔

"پانڈے کا بیان لیجیے اور اسے داخل دفتر کر لیں۔"

سراج نے اس بار کوئی جواب نہیں دیا۔ ہونٹ کاٹتا ہوا اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے دس منٹ

بعد ہی میں بھی جے شنکر پانڈے کی خیریت دریافت کرنے ہسپتال پہنچ گیا۔

"آپ۔" پانڈے نے مجھے دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا۔ اس کی مسکراہٹ میں میں کوئی تصنع یا بناوٹ نہیں محسوس کر سکا۔ بہت دیر تک میں پانڈے کے قریب بیٹھا اس سے حادثے کے بارے میں دریافت کرتا رہا۔ اسی دوران ڈاکٹر بھی ایک نرس کے ساتھ معائنے کے لیے آیا اور اس نے پانڈے کو اس بات کی اجازت دے دی کہ وہ اگر چاہے تو گھر جا سکتا ہے۔"

"میرا خیال ہے ڈی۔ ایس۔ پی سراج نے بھی اس سلسلے میں آپ سے ضرور ملاقات کی ہوگی اور آپ کا بیان لیا ہوگا۔"

"جی ہاں۔ میں ان کا شکر گزار ہوں۔"

"آپ جس انداز میں حادثے کا شکار ہونے سے بال بال بچے ہیں وہ یقیناً ایک حیرت انگیز بات ہے۔ شاید آپ کی کوئی نیکی آپ کے کام آ گئی۔"

"سب بھگوان کی کرپا ہے۔"

"کیا میں آپ سے ایک خاص بات دریافت کر سکتا ہوں؟"

"کیوں نہیں۔"

"آپ کے ذہن میں یہ شنکر کا نام کس طرح آ گیا؟"

"شنکر۔" پانڈے نے حیرت سے کہا۔ "میں یہ نام آج پہلی بار سن رہا ہوں۔"

"کیا آپ نے یہ بات سراج سے نہیں کہی تھی کہ شنکر نامی روپ نگر کے ایک باسی نے جس کی چتا کی راکھ بھی اب پانی میں گم ہو چکی ہوگی سفلی کے علم کے زور پر آپ کی مدد کی تھی۔"

"نہیں۔" پانڈے نے پھر حیرت سے جواب دیا۔ "جہاں تک میرا خیال ہے میں نے ایسی کوئی بات مسٹر سراج سے نہیں کہی تھی۔ ایسی شکل میں جبکہ میں شنکر نامی کسی شخص سے واقف ہی نہیں ہوں تو بھلا اس کا نام کس طرح لے سکتا ہوں۔"

"ہو سکتا ہے سراج کو نام سننے اور یاد رکھنے میں کوئی غلط فہمی ہوئی ہو۔" میں نے بڑی خوبصورتی سے بات بناتے ہوئے کہا۔ "میرا مشورہ ہے آپ کو ہسپتال سے جانے کے بعد بھی کچھ دنوں آرام ضرور کرنا چاہیے۔"

"میں نے بھی یہی سوچا ہے۔"

"کیا میں آپ کے کسی کام آ سکتا ہوں۔" میرے لہجے میں انکساری تھی۔

"اگر ضرورت پڑی تو آپ کو اپنا متر سمجھتے ہوئے ضرور تکلیف دوں گا۔"

ہسپتال سے واپسی کے وقت مرا ذہن پھر بری طرح الجھ رہا تھا۔ سراج کی یادداشت اتنی کمزور نہیں تھی کہ اسے پانڈے کا بیان یاد نہ رہتا۔ اس نے خاص طور پر شنکر کے ساتھ ساتھ روپ نگر کا بھی نام لیا تھا جبکہ پانڈے نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ شنکر نامی کسی شخص سے سرے سے واقف نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ جو ناپاک قوت میرے والد کی موت کا سبب بنی تھی اور محض اس لیے اشوک اور شیتل کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا کہ میں نے اشوک سے ایک ایسا پرونوٹ لکھوا لیا تھا جس کی بنا پر اس کی زبان کھلوا سکتا تھا۔ اسی نے پولیس کو الجھن کا شکار کرنے کی خاطر وقتی طور پر پانڈے کے جسم پر قبضہ کر کے شنکر کے سلسلے میں بیان دینے پر مجبور کر دیا ہو۔

مجھے حیرت صرف اس بات کی تھی اس بار وہ طاغوتی قوت کھل کر سامنے آنے سے گریز کر رہی تھی مگر کیوں؟ کیا اس میں کوئی مصلحت تھی یا پھر وہ میرے سامنے آنے سے کترا رہی تھی۔

میں نے اپنی انگلی میں پڑی ہوئی صندلی انگوٹھی کو دیکھا جس کی موجودگی میں نہ تو کوئی قوت میرے دل کے اندر جھانک سکتی تھی اور نہ ہی کوئی جان لیوا قسم کا نقصان پہنچا سکتی تھی پھر میرے ذہن میں اس نورانی بزرگ کا چہرہ ابھر آیا جس کا سایہ ابھی تک میرے سر پر قائم تھا یہ اور بات ہے کہ پیدا ہونے والے حالات نے وقتی طور پر میرا ذہن الجھن میں مبتلا کر دیا تھا۔ میرے ذہن میں بس ایک ہی نام صدائے بازگشت بن کر گونج رہا تھا۔ کول ورما..... کول ورما....."

✿

دفتر پہنچ کر میں ابھی کرسی پر پوری طرح بیٹھ بھی نہیں سکا تھا کہ سراج آ گیا۔ اس وقت اس کی کچھ عجیب سی کیفیت تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ بڑی دور سے بھاگتا ہوا آ رہا ہو' لیکن اس کی سانس کسی دھونکنی کی مانند بھی نہیں چل رہی تھی۔ البتہ چہرے سے تکان کا شدید احساس عیاں تھا۔ دفتر میں داخل ہو کر وہ اس طرح صوفے پر گرا تھا جیسے کسی ایک داؤ پر اپنی تمام پونجی لٹا بیٹھا ہو۔ اس کی آنکھیں میرے بجائے چھت کی طرف تھیں۔ وہ کسی گہری سوچ میں مستغرق تھا۔

میں چند لمحے تک اس کی کیفیت کو بغور دیکھتا رہا۔ کوئی واقعہ ایسا ضرور ظہور پزیر ہوا تھا جس نے اس کے سارے کس بل نکال دیے تھے۔ ورنہ پہلے وہ زندگی سے اس قدر مایوس نظر نہیں آیا تھا۔

میں اپنی کرسی سے اٹھ کر اس کے قریب جا کر بیٹھ گیا لیکن وہ بدستور چھت کو گھورے جا رہا تھا۔ شاید وہ یہ بھی بھول گیا تھا کہ وہ اس وقت میرے آفس میں موجود ہے۔ میں کچھ دیر تک اسے سنجیدگی سے دیکھتا رہا پھر بولا۔

"کہاں سے تشریف لا رہے ہو۔"

"ایک گلاس ٹھنڈا پانی۔" اس نے اسی کیفیت میں میری طرف دیکھے بغیر کہا۔

میں نے ملازم کو بلا کر پانی لانے کو کہا پھر جب وہ گلاس پانی

حلق کے نیچے اتار چکا تو اس کے چہرے سے تکان کے اثرات زائل ہونے لگے پھر صوفے پر سنبھل کر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"اگر صورت حال یہی رہی تو یا تو میں ملازمت سے استعفیٰ دے کر کوئی باعزت کاروبار شروع کر دوں گا یا پھر کسی مینٹل ہسپتال میں داخل ہو کر اپنا باقاعدہ علاج کراؤں گا۔"

"خیریت؟"

"میں اس وقت کول ورما کے گھر سے سیدھا آپ کی طرف آ رہا ہوں۔"

"کول ورما۔" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "آپ وہاں کیا کرنے گئے تھے؟"

"موہنی کے بارے میں پوچھنے گیا تھا لیکن.....؟"

"لیکن کیا؟"

"اس بوڑھی کھوسٹ عورت نے موہنی کا نام سن کر میری طرف اس طرح دیکھا جیسے میں دوسرے سیارے سے اتر کر وہاں پہنچا ہوں۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"اس کا بیان ہے کہ اس کے ہاں نہ تو کبھی جڑواں لڑکیاں پیدا ہوئی تھیں' نہ وہ موہنی نامی کسی لڑکی سے واقف ہے۔"

"پھر اس نے مجھ سے فون پر غلط بیانی سے کیوں کام لیا تھا۔" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہو سکتا ہے کہ آپ سے گفتگو کرتے وقت بھی اس کے جسم کے اندر کوئی بد روح چھپی بیٹھی ہو اور اسی نے موہنی کی فرضی کہانی سنانے پر اسے مجبور کر دیا ہو اور ہوش میں آنے کے بعد وہ سب کچھ بھول گئی ہو۔"

"آپ اس سے کس حیثیت میں ملے تھے۔"

"کیا مطلب؟"

"میرا مطلب یہ ہے کہ کیا آپ نے اس پر یہ ظاہر کر دیا ہے کہ آپ ایک ذمہ دار پولیس آفیسر ہیں۔"

"اس سے میرے خیال میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔" سراج جھلا کر بولا۔ "اگر کوئی پراسرار مخفی طاقت پس پردہ کام کر رہی ہے تو وہ میری حیثیت سے بھی ضرور واقف ہوگی۔ جیسے آپ کے بارے میں کہا گیا تھا کہ آپ بھیس بدل کر اور ٹریک سوٹ پہن کر اشوک سے ملنے گئے تھے۔"

"آپ کی دلیل بڑی معقول ہے۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا پھر بولا۔ "میرے پاس بھی آپ کے لیے ایک خبر موجود ہے۔"

"وہ کیا۔"

"آپ کی زبانی جے شنکر پانڈے کو پیش آنے والے حادثے کے بارے میں سن کر میں بھی اس سے ملنے گیا تھا۔"

"پھر۔"

"پانڈے کا بیان ہے کہ اس نے آپ سے شنکر نام کے کسی آدمی کا کوئی ذکر نہیں کیا اس لیے کہ وہ بھی اس نام کے کسی آدمی سے ناواقف ہے۔"

سراج میرا جواب سن کر حیرت سے اچھل پڑا پھر تھوڑے توقف سے بولا۔

"حالات کے پیش نظر اب یہ بات سو فیصد درست ہے کہ کوئی نہ کوئی طاغوتی طاقت ہمارے خلاف کام کر رہی ہے۔"

"ہمارے نہیں بلکہ صرف میرے خلاف۔"

"میں سمجھا نہیں۔" سراج نے مجھے وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"کیا میری غیر موجودگی میں بھی آپ کو اس قسم کی پراسرار قوت سے دوچار ہونا پڑا تھا؟"

"میں سمجھ رہا ہوں۔" سراج نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔

"خدا کا شکر ہے کہ یہ بات آپ کی سمجھ میں جلدی آ گئی۔"

"لیکن اگر آپ کی بات کو تسلیم کر لیا جائے تو ایک اہم سوال اور پیدا ہوتا ہے۔"

"وہ کیا؟"

اشوک، شیتل اور آپ کے والد ہی کیوں؟ اگر وہ کوئی طاغوتی طاقت ہے تو براہ راست آپ کو (خدا نہ کرے) نقصان پہنچانے سے کیوں گریز کر رہی ہے۔ میرا مقصد یہ ہے کہ اس کا ہدف صرف آپ ہیں تو وہ دوسرے بے گناہوں کے خون سے اپنے ہاتھ کیوں رنگ رہی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ میرے خلاف کوئی جان لیوا قدم اٹھانے سے مجبور ہے۔" میں نے کن انکھیوں سے صندلی انگوٹھی کی طرف دیکھا۔

"میں سمجھا نہیں؟"

"اگر گندی قوتیں مجھے موت کے گھاٹ اتار سکتیں تو بہت پہلے اتار چکی ہوتیں لیکن وہ ایسا کرنے سے قاصر ہیں۔" میں نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ "آپ داور کو کیوں بھول رہے ہیں۔ جو شخص آپ کی نگاہوں کے سامنے لوہے کی موٹی موٹی زنجیروں کو کچے دھاگے کی طرح توڑ کر ہولناک قوت کا مظاہرہ کر سکتا تھا کیا وہ براہ راست میری گردن نہیں مروڑ سکتا تھا۔"

"لیکن آپ کی اور اس کی دشمنی کیا تھی؟"

"تھی کوئی بات جس نے شنکر کو بلاوجہ میرا دشمن بنا دیا تھا۔ اس کی کوئی قیمتی شے میرے قبضے میں آگئی تھی جسے وہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔" میں نے ایک لمحے کی خاموشی کے بعد دوبارہ کہنا شروع کیا۔ "پھر پنڈت بسنی دھر کے درمیان میں آجانے سے مجھے وہ شے اس کے حوالے کر دینی پڑی۔ اس کے بعد شنکر یقیناً مجھے سفلی قوتوں کا شکار کر سکتا تھا لیکن اس وقت موقع اس کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔"

"میں اب بھی آپ کا مقصد نہیں سمجھا۔" سراج نے مجھے کریدتے ہوئے پوچھا۔ "آخر وہ کیا بات تھی جس نے آپ کے مقابلے میں شنکر اور بسنی دھر کی شیطانی قوتوں کو مجبور کر دیا تھا۔"

"وہ ایک بزرگ کا سایہ ہے جو آج بھی میرے سر پر قائم ہے اور جب تک وہ سایہ میری حفاظت کرتا رہے گا دنیا کی بڑی سے بڑی قوت بھی میرا بال بیکا نہیں کر سکتی ہے۔ یہ میرا ایمان ہے اور آپ بھی بخوبی جانتے ہیں کہ رحمانی قوتوں کے سامنے شیطانی قوتیں سر اٹھانے سے ہمیشہ گریز کرتی ہیں۔"

"پھر یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے۔ کیوں ہو رہا ہے؟"

"مجھے راستے سے ہٹانے کی خاطر وہ اوچھے ہتھکنڈے اختیار کر رہی ہیں۔"

"لیکن ان کا مقصد کیا ہے۔" سراج الجھتے ہوئے بولا۔ "اس کی الجھن کچھ بے جا بھی نہیں تھی۔ حالات ہی ایسے تھے جس نے اس کے دماغ کی چولیں تک ہلا کر رکھ دی تھی۔"

"میں اپنے بزنس اور تمام کاروبار سے دست کشی اختیار کر لوں گا۔"

"اس سے انہیں کیا فائدہ پہنچے گا؟"

"اس کا جواب بھی وہی نادیدہ قوتیں دے سکتی ہیں لیکن میرا ذاتی خیال ہے کہ وہ نرنجن کے خاتمے کے بعد مجھے بھی اس میدان میں پھلتا پھولتا نہیں دیکھنا چاہتیں۔ کبھی کبھی ایک چھوٹی سی چنگاری بھی بھڑک کر ایسے خطرناک شعلوں کا روپ اختیار کر لیتی ہے جو آسانی سے نہیں بجھائی جا سکتی۔" میں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ اس بات پر یقین کریں گے مسٹر سراج کہ ان طاغوتی قوتوں نے لندن تک بھی میرا تعاقب کیا تھا لیکن وہ خدا کے فضل و کرم سے خود ہی اپنے کیفر کردار تک پہنچ گئیں۔"

"لیکن ان معاملات کی چھان بین پولیس آخر کس طرح کر سکتی ہے۔"

"اس کا بھی ایک آسان طریقہ ہے۔"

"وہ کیا؟" سراج نے مجھے پرامید نظروں سے دیکھا۔

"جو شخص بھی پتلی گردن کا نظر آئے اسے پکڑ کر سارے الزام اس کے سر تھوپ دیجئے یا پھر کسی ایسے پنڈت پجاری کو محکمہ پولیس کے کسی بڑے عہدے پر فائز کر دیا جائے جو اپنے دفتر میں ہمہ وقت کسی منڈل میں دھونی رمائے اور کنڈلی مارے بیٹھا مالا جپتا رہے پھر ضرورت پڑنے پر طاغوتی قوتوں کو ان کی اصلی شکل میں یا تو قانون کے حوالے کرتا رہے یا پھر اپنی شکتی کے زور پر انہیں جلا کر اس طرح بھسم کر دے کہ وہ پھر کبھی سر نہ اٹھا سکیں۔"

"آپ شاید اس وقت قانون کا مذاق اڑا رہے ہیں۔" سراج نے قدرے ناخوشگوار انداز میں کہا۔

اس کے علاوہ اور کیا بھی کیا جا سکتا ہے۔" میں نے بے بسی کا مظاہرہ کیا۔

"کومل ورما کے بارے میں اب آپ کی کیا رائے ہے۔" سراج نے دوبارہ سنجیدگی اختیار کی۔

"میرا خیال ہے کہ اب تک پیش آنے والے حالات میں اس کی شخصیت محض ایک کھلونے جیسی ہے جس کو گندی قوتیں بڑی خوبصورتی سے اپنی مرضی کے مطابق استعمال کر رہی ہیں۔ ویسے ایک بات اس بار قدرے مختلف ہے۔"

"وہ کیا؟"

"پہلے طاغوتی قوتیں کھل کر اور سامنے آکر مجھے للکارتی تھیں۔ میرے آدمیوں کو نقصان پہنچاتی تھیں لیکن اس بار سوائے والد صاحب کی موت کے علاوہ ابھی تک کوئی حادثہ پیش نہیں آیا۔"

"آپ اسے صرف حادثہ سمجھ رہے ہیں۔"

"اور کیا سمجھوں مسٹر سراج۔" میں نے ایک لمبی سانس لے کر کہا۔ "میرے نزدیک تو زندگی اور موت دونوں ہی حادثہ ہیں۔"

"آپ کا کیا خیال ہے اگر آپ اپنا کاروبار کسی دوسرے

ملک میں جا کر سیٹ کر لیں تو یہ حادثے ختم ہو سکتے ہیں۔"

"نہیں۔" میں نے بڑے وثوق سے جواب دیا۔ "جب تک میرا دم قائم ہے یہ ناقابل یقین واقعات رونما ہوتے رہیں گے خواہ میں دنیا کے کسی گوشے میں جا کر آباد ہو جاؤں۔"

"آپ شاید درست کہہ رہے ہیں۔" سراج بولا۔ "جب سے یہ حادثات ہو رہے ہیں میری اپنی عقل بھی خبط ہو کر رہ گئی ہے۔"

"صبر سے کام لینے کی عادت ڈالیں۔" میں نے سرد آہ بھر کر جواب دیا۔ "کبھی کبھی انسان جب صراط مستقیم سے بھٹک جاتا ہے تو شاید ایسے ہی حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ قدرت کا نظام بھی یہی ہے کہ جو انسان بوتا ہے وہی کاٹتا ہے۔ شاید مجھ سے بھی کچھ ایسی ہی غلطیاں سرزد ہو گئی تھیں جس کی وجہ سے یہ تمام پریشانیاں لاحق ہو گئی ہیں۔ جب ملازمت کے بعد میری پہلی پوسٹنگ روپ نگر میں ہوئی تھی اسی وقت میرے والد نے اپنی پریشانی کا اظہار کر دیا تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ میری پوسٹنگ روپ نگر کے علاوہ کہیں اور ہو جائے لیکن ایسا ممکن نہیں ہوا اور مجھے روپ نگر جانا پڑا۔"

"لیکن ان سب باتوں سے بھلا روپ نگر کا کیا تعلق ہے۔؟" سراج نے مجھے حیرت سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"بہت گہرا تعلق ہے مسٹر سراج۔" میں نے کہا۔ "میری اور شنکر کی ملاقات اسی روپ نگر میں ہوئی تھی۔ دراصل میرے دفتر کی ایک اہم فائل گم ہو گئی تھی جو میری تحویل میں تھی۔ اس کے نہ ملنے کی صورت میں ساری ذمے داری میرے اوپر عائد ہوتی۔ اسی موقع پر میرے ایک ماتحت نے مجھے شنکر سے ملنے کا مشورہ دیا تھا اور شنکر نے جو سفلی کے گندے عمل کا مالک تھا مجھے اس گمشدہ فائل کے بارے میں سب کچھ بتا دیا۔ یہاں میں ایک بات اور کہوں گا کہ دنیا کے اسی فیصد افراد ضعیف الاعتقاد ہوتے ہیں۔ شاید میں بھی ان اسی فیصد افراد میں شامل ہوں جو شنکر کی چکنی چپڑی باتوں میں آکر اس کا گرویدہ ہو گیا جس کا خمیازہ مجھے آج تک کسی نہ کسی شکل میں بھگتنا پڑ رہا ہے۔ یہ ایک طویل داستان ہے مسٹر سراج، آپ چاہیں تو مجھے اس داستان کا جیتا جاگتا کردار بھی سمجھ سکتے ہیں اور کیا آپ کو یہ سن کر تعجب نہ ہوگا کہ اس داستان کا آغاز ایک پتھر کی بے جان مورتی سے ہوا تھا جو قد و قامت کے اعتبار سے کسی گڑیا سے زیادہ بڑی نہیں تھی۔"

"وہ مورتی کس قسم کی تھی؟"

"میں ابھی تک اس راز کو نہیں سمجھ سکا۔" میں نے جلدی سے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔ "شیطانی قوتوں نے ابھی تک میرا پیچھا نہیں چھوڑا۔ میرے والد کا سایہ میرے سر سے اٹھ گیا اور اب۔ اب ہو سکتا ہے ان کا دوسرا شکار میری ماں ہو۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ خدا نہ کرے کہ ایسا ہو۔"

"میں بھی خدا سے یہی دعا کرتا ہوں کہ ماں کا سایہ میرے سر پر ہمیشہ قائم رہے لیکن نہ جانے کیوں یہ خیال بار بار خطرے کی گھنٹی بن کر میرے وجود میں گونجنے لگتا ہے۔"

سراج کے جواب دینے سے پہلے فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھایا۔

"میں ٹونی بول رہا ہوں۔" دوسری جانب سے ٹونی کی آواز سنائی دی۔ "کیا آپ اس وقت دفتر میں تنہا ہیں؟"

"نہیں۔" میں نے مختصر جواب دیا۔

"پھر آپ صرف میری باتیں سنتے رہیں۔ ہم نے آج صبح دفتر جاتے ہوئے کومل ورما کو اغواء کر لیا ہے۔"

"مال کہاں اتروایا گیا ہے۔" میں نے اشارے کی زبان میں سوال کیا۔

"گودام نمبر چار کے تہ خانے میں۔" ٹونی نے میرا اشارہ سمجھتے ہوئے جواب دیا۔ "وہاں میں نے اپنے اعتماد کے آدمی کو تعینات کر دیا ہے کوئی پرندہ بھی وہاں پر نہیں مار سکتا۔"

"لوڈنگ ٹرک کا کیا رہا۔" میں نے اس بار بھی گھما پھرا کر پوچھا۔

"اس کی اسپورٹس کار ہم نے ایک ویران سڑک پر چھوڑ دی تھی۔" ٹونی نے کہا۔ "ہم اسے اپنی ویگن میں لائے ہیں باس۔"

"گڈ۔ میں تمہاری کارکردگی پر بہت خوش ہوں۔" میں نے اپنی خوشی کا اظہار کیا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

"آج کل آپ کا بزنس کیسا چل رہا ہے۔" سراج نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

"فرسٹ کلاس۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا پھر سراج مجھ سے رخصتی مصافحہ کر کے چلا گیا اور میرا ذہن کومل ورما کے بارے میں سوچنے لگا جسے ماسٹر ٹونی کے مطابق اغواء کر لیا گیا تھا۔ اس وقت میرے ہونٹوں پر ایک آسودہ سی مسکراہٹ پھیل کر گہری ہو رہی تھی۔

❦

میری گاڑی پوری رفتار سے نادر کنسٹرکشن کے گودام کی طرف فراٹے بھر رہی تھی جو میرے آفس سے تقریباً آٹھ میل دور تھا۔ میرے ذہن میں کومل ورما کا حسین تصور چکرا رہا تھا۔ میں اس سے ایک یا دو بار ہی ملا تھا۔ وہ جے شنکر پانڈے کی لیڈی سکریٹری بننے سے پیشتر ماڈلنگ کرتی رہی تھی اس لیے ہر وقت اپنے فیگر اور اس کی نوک پلک کا خیال رکھنے کی عادی ہو چکی تھی۔ ویسے بھی اسے بلاشبہ حسینوں میں شمار کیا جا سکتا تھا۔

جے شنکر کمپنی میں ملازم ہوتے ہی اس نے وہاں کے لوگوں پر اپنی ذہانت کا اس طرح سکہ جما لیا تھا کہ ہر شخص اس کی ذہانت، کارکردگی اور حسن کا قائل ہو گیا تھا۔ خود جے شنکر پانڈے نے بھی اس کی کارکردگی سے خوش ہو کر اپنی اسپورٹس

کار اسے بطور تحفہ دے ڈالی تھی۔ کومل ورما کے کمپنی جوائن کرنے سے پہلے وہ بقول شخصے کنسٹرکشن کے میدان میں لنگڑا لنگڑا کر چل رہا تھا لیکن کومل ورما کے آتے ہی جیسے اس کی کمپنی کو چار چاند لگ گئے تھے۔ اب اس کی شناخت ہونے لگی تھی۔ وہ جہاں جاتا وہاں اسے عزت کی نگاہوں سے دیکھا جانے لگا۔ بڑے بڑے ٹینڈر بھی اس کے نام کھلنے لگے تھے۔ شاید اسی لیے وہ کومل ورما کو گھر آئی لکشمی کی طرح پوجنے لگا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ وہ چونکہ ذاتی طور پر شریف اور نیک آدمی تھا اس لیے اس نے کومل ورما کو کبھی بری نظروں سے نہیں دیکھا تھا لیکن دفتر کے بیشتر عملے کے افراد کومل ورما کے دفتر میں قدم رکھتے ہی ٹھنڈی ٹھنڈی سانسیں بھرنے لگتے تھے۔ جو لوگ وقت سے پہلے آفس پہنچ جاتے ان کی نگاہیں کام کے دوران بھی بار بار ان زینوں کی طرف اٹھتی رہتی تھیں جس سے گزر کر وہ اپنے کمرا خاص تک جاتی تھی۔ دو چار سر پھرے نوجوانوں نے باقاعدہ اس سے عشق کرنے کی کوشش بھی شروع کر دی تھی لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے تھے۔ کردار کے معاملے میں وہ اتنی ہی سخت اور دلیر واقع ہوئی تھی کہ ایک روز اس نے بھرے دفتر میں ارجن نامی ایک بانکے سجیلے نوجوان کے گریبان پر ہاتھ ڈال دیا تھا۔ بات جب شنکر پانڈے تک پہنچی تو اس نے کھڑے کھاٹ ارجن کی چھٹی کر دی حالانکہ وہ بڑے کام کا آدمی تھا۔ اس واقع کے بعد سے عملے کے دوسرے تمام منچلے نوجوانوں نے کومل ورما سے محبت کا اظہار کرنے سے توبہ ہی کر لی تھی۔

کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ ارجن کومل ورما کو آسانی سے معاف نہیں کرے گا لیکن اس قسم کی کوئی نوبت نہیں آئی بلکہ اس کے برعکس وہ کومل ورما کو جہاں بھی دیکھتا تھا ہاتھ جوڑ کر پرنام کرنا نہیں بھولتا تھا۔ مجھے یہ تمام باتیں مسٹر ٹونی اور دیگر ذرائع سے ایک ایک کر کے معلوم ہوئی تھیں۔ کمپنی میں اس کی ریپوٹیشن بری نہیں تھی۔ وہ بے حد نیک اور ملنسار قسم کی لڑکی واقع ہوئی تھی۔ ارجن والے واقعے کے تیسرے روز اس نے خود جے شنکر پانڈے سے بنتی کی تھی اسے ملازمت پر واپس بلا لیا جائے لیکن جے شنکر نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ وہ ایک با اصول شخصیت کا مالک تھا اور ایک بار جو فیصلہ کر لیتا تھا اس پر سختی سے ڈٹا رہنے کا عادی تھا۔ ارجن کے ساتھ پیش آنے والے واقعے کے بعد سے عملے کے افراد کومل ورما' سے خوفزدہ رہنے لگے تھے لیکن یہ فضا زیادہ دنوں تک برقرار نہ رہ سکی۔ کومل ورما نے شاید ان کے دور دور رہنے کی وجہ سمجھ لی تھی اس لیے وہ خود ان کے ساتھ جا کر اٹھنے بیٹھنے لگی پھر اسے عملے کے افراد میں ملنسار سمجھا جانے لگا البتہ یہ بات سب کو معلوم تھی کہ وہ کردار کے معاملے میں کسی آہنی چٹان سے کم نہیں تھی چنانچہ سب اس کے ساتھ کھل کر باتیں کرتے تھے لیکن ارجن والے واقعے کے بعد سے کسی نے بھی کومل ورما کے سامنے اظہار عشق کرنے کی جسارت نہیں کی تھی۔

ٹونی نے کومل ورما کے اغواء کی اطلاع گودام نمبر چار ہی کے فون سے دی تھی۔ میں نے اپنے گودام میں فون کا جال بچھا رکھا تھا تاکہ ایمرجنسی آجانے کی صورت میں بھاگ دوڑ نہ کرنی پڑے۔ ہر گودام پر ہمہ وقت ایک گودام کیپر موجود رہتا تھا تاکہ وقت پڑنے پر اس سے بہ آسانی رابطہ قائم کیا جا سکے۔

میں آندھی اور طوفان کی طرح گاڑی دوڑاتا ہوا گودام کے علاقے میں داخل ہوا جسے چاروں طرف سے موٹے موٹے لوہے کے جال اور خاردار قسم کی ایسی سلاخوں سے محفوظ کر دیا گیا تھا کہ وہاں کسی کا داخل ہونا ناممکنات ہی میں سے تھا۔ اس احاطے کے دو پھاٹک تھے ایک داخلی اور ایک خارجی۔ میں اس وقت خارجی دروازے سے اندر داخل ہوا مسلح چوکیدار نے دور ہی سے میری گاڑی پہچان کر بڑا پھاٹک کھول دیا تھا۔

حسب توقع ماسٹر ٹونی مجھے گودام نمبر چار کے باہر ہی ٹہلتا ہوا مل گیا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ تیزی سے میری جانب لپکا تھا۔

"مجھے پورا یقین تھا باس کہ آپ یہاں تک پہنچنے میں دیر نہیں لگائیں گے۔"

"کیا کومل ورما کو یہاں تک لانے کی خبر کسی اور کو تو نہیں ہوئی۔" میں نے گاڑی سے نیچے اترتے ہوئے مدھم آواز میں پوچھا۔

"میں اسے بند وین میں لایا تھا باس اس لیے کسی کے دیکھنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"کیا وہ آسانی سے تمہارے قابو میں آگئی تھی۔

"جی ہاں۔" ٹونی مسکراتے ہوئے بولا۔ "ہمارے ایک آدمی نے پوچھنے سے پہلے ہی اس کی گاڑی کے دو پہیوں کے والو (VALYE) ڈھیلے کر دیے تھے اس کے بعد ویسا ہی ہوا جیسا ہم نے سوچا تھا۔ گھر سے نکلنے کے ایک فرلانگ بعد ہی اس نے گاڑی روک کر پہیوں کو دیکھا جن کی آدھی ہوا نکل چکی تھی' وہ بری طرح تلملا رہی تھی جب ہم نے قریب پہنچ کر اسے لفٹ دینے کی پیشکش کی تو اس نے بڑی خوشی سے قبول کر لی۔ میں نے اپنے دوسرے ساتھی کو اسپورٹس کار کے قریب ہی اتار دیا تھا اور ہدایت کر دی تھی کہ اس میں ہوا بھروا کر جے شنکر کمپنی پر چھوڑ آئے۔ "کیا تمہیں یقین ہے اسے تمہارے اوپر کسی قسم کا شبہ نہیں ہوا تھا؟"

"میں نے کچی گولیاں نہیں کھیلی ہیں باس' زندگی گزار دی ہے اسی دشت کی سیاحی میں۔" وہ موڈ میں آکر بولا۔ "اور ایک ٹنڈے آدمی سے کسی کو بھی کیا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔"

"کیا اس نے یہاں آنے کے بعد بھی کسی قسم کا احتجاج نہیں کیا۔"

"یہ ٹونی امپائر ہے۔ باس پھر ایک سنسان سڑک سے ہٹ کر واقع ہے اس لیے یہاں پہنچ کر کسی کو اپنی بے بسی کا احساس تو ہو سکتا ہے لیکن اس کا شور و غل مچانا سود مند ثابت نہیں ہو سکتا۔" ٹونی نے کہا۔ "میں نے گودام نمبر چار کا انتخاب بھی اس لیے کیا تھا کہ وہ دوسرے گوداموں کے درمیان واقع ہے جہاں سے سڑک نام کی کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ ویسے بھی وہ ایک ماڈل گرل رہ چکی ہے۔ اس لیے اس نے زیادہ غل مچانے کے بجائے اسی میں اپنی عافیت سمجھی تھی کہ میرے کسی حکم سے انکار نہ کر سکے۔"

نہ جانے کیوں میرا دل ٹونی کی بات تسلیم کر لینے کو نہیں چاہ رہا تھا۔ لڑکی اگر باعزت ہو تو کسی بھی ایسی صورت میں جہاں اس کی عزت کو خطرہ لاحق ہو وہ موت کو ہمیشہ زندگی پر ترجیح دینا زیادہ پسند کرتی ہے۔ بہرحال میں ٹونی کے ساتھ دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اندر داخل ہو گیا' گودام نمبر چار میں زیادہ تر لکڑیوں کے انبار لگے ہوئے تھے جو کھڑکی اور دروازے بنانے کے کام آتے تھے۔ یہ ایک اچھا خاصا وسیع و عریض گودام تھا جس کے ایک حصے میں گودام کیپر کا وہ کمرا واقع تھا جہاں اس وقت کومل ورما ایک کرسی کے ساتھ بندھی خاموش بیٹھی تھی' میں اس کے سامنے گیا تو وہ مجھے دیکھ کر ایک لمحے کو ششدر رہ گئی۔

"مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے؟" اس نے بڑی سنجیدگی سے دریافت کیا اس کے لب و لہجے میں کوئی خوف نہیں تھا۔ بڑی مطمئن نظر آرہی تھی۔

"صرف تمہاری اصلیت جاننے کے لیے۔" میں نے اسے تیز نگاہوں سے گھورتے ہوئے قدرے درشت آواز میں جواب دیا۔

"اوہ۔" اس کے لبوں پر ایک معنی خیز سا تبسم لہرایا۔ "تم اگر میری اصلیت جاننا چاہتے ہو تو سنو۔۔۔ تمہارے آدمی بھی دھوکا کھا گئے۔ میں کومل ورما نہیں۔ موہنی ہوں' تمہیں میری بات پر یقین نہیں آتا تو کومل ورما کو فون کر کے میرے بیان کی تصدیق کر لو۔"

"میں نے اسے قہر آلود نگاہوں سے دیکھا ریسیور اٹھا کر جے شنکر کمپنی کے نمبر ڈائل کرنے لگا پھر اس وقت ریسیور میرے ہاتھ سے چھوٹتے چھوٹتے رہ گیا جب دوسری جانب سے بھی کومل ورما ہی کی آواز سنائی دی۔ میں نے اسے اپنا نام بتایا تو وہ جلدی سے بولی۔

"پانڈے جی کا ایک ضروری پیغام ہے آپ کے لیے۔ میں دوبار آپ کو دفتر کے نمبروں پر رابطہ کرنے کی کوشش کر چکی ہوں۔"

"کوئی خاص پیغام۔۔۔" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"جی ہاں سر۔ پانڈے جی اپنے صحت مند ہونے کی خوشی میں کل رات شیرٹن میں ڈنر دے رہے ہیں۔ آپ کو خاص طور پر انوائیٹ کرنے کو کہا ہے۔ پلیز آیئے گا ضرور۔ پانڈے جی نے دفتر سے جاتے جاتے مجھے دوبار آپ کے سلسلے میں ریمائنڈ کرایا ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا' ریسیور رکھ کر پھر کرسی سے بندھی لڑکی کو دیکھنے لگا جو ہو بہو کومل ورما ہی نظر آرہی تھی' میری نگاہیں دھوکا نہیں کھا رہی تھیں' اس کے چہرے کے نقوش' اس کا رنگ و روپ اس کی آواز اور بولنے کا انداز سب کچھ کومل ورما ہی جیسا تھا' پھر اچانک ایک خیال میرے ذہن میں بڑی سرعت سے ابھرا۔

"کہیں کومل ورما' کالکا اور لیڈی مکلارنس ایک ہی شخصیت کے تین مختلف روپ تو نہیں ہیں؟"

اس کے بعد

"حصہ سوئم"

خبیث
3
انوار صدیقی

وہ سچویشن ہی ایسی تھی جس نے میرے ذہن کی تمام چولیں ہلا کر رکھ دی تھیں۔ کومل ورما کا ایک ہی وقت میں دو جگہ موجود ہونا میرے لیے حیران کن تھا۔ ایک میرے سامنے کرسی پر بندھی بیٹھی تھی عجیب معنی خیز انداز میں مسکرا رہی تھی۔ دوسری نے صبح فون پر جے شنکر پانڈے کے جشن صحت کے لیے ڈنر میں شرکت کی دعوت دی تھی؟

میرے ذہن میں متعدد سوالات ابھر رہے تھے۔

جے شنکر پانڈے کا ہولناک ایکسیڈنٹ سے بچ جانا تعجب خیز امر تھا۔ وہ کس کی شخصیت تھی جس نے بروقت پانڈے کو گاڑی کے مکمل تباہ ہونے سے پہلے ڈرائیونگ سیٹ سے اٹھا کر باہر فٹ پاتھ پر پھینک دیا تھا؟

شنکر نامی شخص کے پیچھے کس کا ہاتھ کام کر رہا تھا جس نے چتا کی آگ میں جل کر بھسم ہو جانے کے باوجود سراج کو فون کر کے یہ اطلاع دی تھی کہ وہ مرنے کے باوجود زندہ ہے اور اس کی بدروح جو چاہے گی وہی ہو گا؟ یہی بات اس شخص نے جے شنکر پانڈے سے کہی تھی جس نے اسے فٹ پاتھ سے اٹھایا تھا اس نے بھی پانڈے کو اپنا نام شنکر ہی بتایا تھا اور وہی بات کہی تھی جو فون پر سراج کو کہی گئی تھی۔ وہ شنکر نامی شخص کون تھا؟

کیا شنکر کی بدروح واقعی ابھی تک دنیا میں بھٹک رہی تھی یا اس کے پیچھے کوئی پراسرار ہاتھ تھا جو مختلف شخصیتوں سے ایک ہی بات کہلوا رہا تھا؟ وہ کومل ورما کون تھی جس نے اشوک کے فلیٹ پر میرے میک اپ میں جانے کی اطلاع دی تھی؟

کومل ورما کی ماں نے فون پر یہی بتایا تھا کہ اس کی دو جڑواں اور ہم شکل لڑکیاں تھیں جن سے موہنی نامی لڑکی چھت سے گر کر ہلاک ہو گئی تھی لیکن اس نے سراج سے کسی موہنی کے سلسلے میں قطعی انکار کر دیا تھا۔ اس نے ایسا کیوں کیا تھا؟ کچھ ایسی ہی صورت پانڈے کے بیان سے بھی سامنے آئی تھی۔ اس نے سراج کو بیان دیا تھا کہ ایکسیڈنٹ کے بعد شنکر نامی آدمی اس سے ملا تھا لیکن جب میں پانڈے کی خیریت دریافت کرنے ہسپتال گیا تو پانڈے نے سرے سے اس بات سے انکار کر دیا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ شنکر نامی کسی شخص کا نام وہ پہلی بار میری زبان سے سن رہا تھا۔ اس کا کون سا بیان درست تھا اور کون سا غلط؟

پانڈے کی گاڑی کو کسی حادثے سے دوچار کرنے اور پھر اسے موت کے منہ میں جانے سے بچا لینے میں کیا مصلحت تھی؟

کیا کومل ورما کی شخصیت محض ایک کھلونے جیسی تھی جسے کوئی پراسرار قوت اپنی مرضی سے چلا رہی تھی؟

وہ پراسرار قوت کون تھی؟ شنکر کا لکایا پھر لیڈی مکلارنس؟

میرے ذہن میں ایک آخری سوال بڑی تیزی سے ابھرا۔

اگر وہ گاڑی کومل ورما ہی کی تھی جس سے موہنی کو اغوا کیا

کیا تھا تو پھر کومل ورما کس گاڑی میں دفتر پہنچی تھی؟ میں نے کچھ سوچ کر دوبارہ جے شنکر پانڈے سے رابطہ قائم کیا۔ اس بار کومل ورما کے بجائے کسی مرد کی بھاری آواز سنائی دی۔

"مجھے کومل ورما سے بات کرنی ہے۔"

"سوری..... آج وہ دفتر نہیں آئی۔"

"کیا پانڈے جی موجود ہیں؟"

"جی نہیں۔ وہ ابھی تک گھر پر آرام کر رہے ہیں۔"

"آئی سی۔" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔ "کیا کومل ورما نے چھٹی کی کوئی درخواست بھیجی تھی یا دفتر نہ آنے کا فون کیا تھا؟"

"اس نے ایک روز پہلے ہی اپنی چھٹی منظور کرا لی تھی۔ ویسے بائی دے وے آپ کون صاحب بول رہے ہیں؟"

میں نے کوئی جواب دینے کے بجائے ریسیور واپس کریڈل پر رکھ دیا پھر ماسٹر ٹونی کو علیحدہ بلا کر اس کو ہدایت کی وہ ڈی ایس پی سراج کو فوری طور پر فون کرکے بلا لے۔ ٹونی کو کچھ اور ضروری ہدایت دینے کے بعد میں دوبارہ کومل ورما یا موہنی کے سامنے جا کر دوسری کرسی پر بیٹھ گیا۔

"کیا بات ہے مسٹر شہباز خاں۔ تم کن وچاروں میں گم ہو۔" اس نے بڑی بے پروائی سے دریافت کیا۔

"میں تمہیں کیا سمجھوں؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے سوال کیا۔ "کومل ورما یا موہنی؟"

"جو تمہارے من میں آئے۔ میری صحت پر اس کا کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکرانے لگی۔

"میں نے تمہاری حیثیت کی تصدیق کی خاطر جے شنکر جی کو پہلا فون کیا تھا اسے کومل ورما ہی نے ریسیو کیا تھا۔"

"پھر..... کیا اب بھی تم مجھے موہنی ماننے کو تیار نہیں۔"

"دوسری بار فون پر مجھے بتایا گیا ہے کہ آج کومل ورما چھٹی پر ہے جس کی منظوری اس نے ایک دن پہلے ہی حاصل کر لی تھی۔" میں نے اسے تیز نظروں سے گھورا۔ "کیا تم صاف گوئی سے کام نہیں لے سکتیں؟"

"میں تمہیں پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ میں موہنی ہوں۔"

"موہنی نہیں بلکہ اس کی بدروح۔" میں نے تصحیح کی۔ "تمہاری ماں کے ایک بیان کے مطابق تم چھت سے گر کر ہلاک ہو چکی ہو لیکن....."

"جب تمہارے متر پولیس آفیسر نے میری ماتا جی سے ملاقات کی تھی تو انہوں نے موہنی کے وجود سے ہی انکار کر دیا تھا۔" وہ بے پروائی سے بولی۔ "تم شاید اسی الجھن کا شکار ہو کیوں؟"

"ہاں۔"

"دراصل ماتا جی کو میں نے منع کیا تھا کہ وہ جڑواں بہنوں کا ذکر دوسری بار کسی سے نہ کریں۔ اسی کارن انہوں نے سراج سے کہا تھا کہ موہنی نام کی کسی لڑکی کو نہیں جانتیں۔"

"چلو مانے لیتے ہیں لیکن دو سوال ابھی باقی رہ جاتے ہیں۔"

"وہ کیا؟"

"وہ لڑکی کون تھی جس نے میری پہلی کال کو کومل ورما کی آواز میں ریسیو کیا تھا جبکہ کومل ورما چھٹی پر ہے۔"

"تم بچوں جیسی مورکھ باتیں کر رہے ہو۔" اس نے اپنی نہیں بلکہ میری بے بسی کا مذاق اڑاتے ہوئے جواب دیا۔ "جب تم مجھے موہنی کی بھٹکتی ہوئی آتما مان چکے ہو تو پھر یہ بھی جان لو کہ آتماؤں کی شکتی مہان ہوتی ہے۔ وہ جو رنگ جو روپ چاہیں دھار سکتی ہیں۔"

"کیا اشوک اور شیتل کو بھی تمہاری شکتی نے ترلوک سدھارنے کی خاطر گلا گھونٹ کر مارا تھا؟"

"ہاں۔ میں اس سے انکار نہیں کروں گی۔" وہ اچانک سنجیدہ ہو گئی۔ "پرنتو تم اس کا کارن جاننے کی کوشش نہیں کرو گے۔"

"میرے بارے میں تم کیا جانتی ہو؟"

"تم بزنس میں آنے سے پہلے ایک اعلیٰ پولیس آفیسر بھی رہ چکے ہو۔ کیوں کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟"

"نہیں۔" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔ "کیا اشوک سے تمہاری دشمنی تھی یا پھر اس نے تمہارے ساتھ....."

"تم قسمت کے دھنی ہو شہباز خان۔" وہ میرا جملہ کاٹ کر بپھرے ہوئے لہجے میں بولی۔ "ایک چھایا ہے جو تمہاری سہائتا کر رہی ہے لیکن جس دن بھی اس چھایا کا جال ٹوٹ گیا وہ تمہارے جیون کا آخری دن ہو گا۔"

"کیا میں یہ سمجھوں کہ اس وقت تم نے کومل ورما کے سندر شریر پر قبضہ جما رکھا ہے؟" میں نے اسے باتوں میں الجھانے کی کوشش کی مجھے سراج کی آمد تک اسے روکے رکھنا تھا تاکہ کومل ورما کے معمے کو حل کیا جا سکے۔

"نہیں، مگر میں نے یہ روپ تمہارے ہی کارن دھارا ہے تاکہ ماسٹر ٹونی کو مجھے اغوا کرتے وقت کوئی اچنبھا نہ ہو۔" اس نے تلملا کر کہا۔ "ویسے تم نے ماسٹر ٹونی کو درمیان میں لا کر اچھا نہیں کیا۔ وہ غریب تو پہلے ہی تمہاری نمک حلالی میں اپنے ایک ہاتھ سے محروم ہو چکا ہے۔"

"کہیں ایسا تو نہیں کہ تم کالکا کی مہان شکتی ہو جو اس بار موہنی کے نام سے مجھے دھوکا دینے کی کوشش کر رہی ہے۔" میرا لہجہ معنی خیز تھا۔ جواب میں اس نے بس ایک پل کے لیے مجھے عجیب نگاہوں سے دیکھا پھر سپاٹ آواز میں بولی۔ "کالکا... میں نہیں سمجھتی کہ تم کس کالکا کی بات کر رہے ہو؟"

"وہی جس نے میری خاطر شنکر کو ناگ رانی بن کر ڈس لیا تھا۔"

"نہیں.... میں کسی بھی کالکا کو نہیں جانتی۔"

"لیڈی مکارنس کے بارے میں تم کیا جواب دو گی؟" میں نے اسے کریدنے کی خاطر دوسرا رخ اختیار کیا۔

"یہ نام میں پہلی بار سن رہی ہوں۔" اس نے تیزی سے جواب دیا۔

"اور پنڈت جنسی دھر۔" میں نے ایک اور داؤ آزمایا۔ "وہی جسے شنکر اپنے گرو دیو سمجھتا تھا۔"

"جب میں شنکر ہی کو نہیں جانتی تو پھر پنڈت جنسی دھر کو کیسے جان سکتی ہوں؟"

"پھر..." میں نے پولیس افسرانہ لہجے میں سوال کیا۔ "تم یہ سب کھیل تماشے کیوں کر رہی ہو؟"

"تمہیں نشٹ کرنے کی خاطر۔" اس کی آنکھوں میں میرے لیے حقارت تھی۔

"میری ذات سے تمہیں کیا نقصان پہنچا ہے؟"

"سمے آنے دو۔" اس نے بدستور نفرت کا اظہار کیا۔ "ساری گتھائیں ایک ایک کرکے کھل جائیں گی۔"

"کومل ورما کے سروس جوائن کرنے سے پہلے جے شنکر نام کی کمپنی سے دو چار لوگ ہی واقف تھے لیکن آج ہر سمت اس کی جے جے کار ہو رہی ہے کیا اس میں بھی تمہارا ہاتھ ہے؟ اور اگر ایسا ہے تو پھر تمہاری پراسرار مہان آتما اس ٹینڈر کے سلسلے میں پانڈے جی کی سہائتا کیوں نہیں کر سکی جس کی وجہ سے تمہارے منحوس چیلنج نے مجھے میرے باپ کے سائے سے محروم کر دیا۔" میں نے اسے حقارت بھری نظروں سے دیکھا۔

"تم تو ابھی سے بیاکل ہو گئے۔" وہ استہزائیہ انداز میں بولی۔ "ابھی تو کھیل شروع ہوا ہے مہاراج۔"

"تمہاری دشمنی اگر مجھ سے ہے تو پھر تم اپنی مہان شکتی کو میرے خلاف استعمال کیوں نہیں کرتیں؟"

"کہا نا بھولے ناتھ کہ کوئی چھایا ہے جس نے تمہارے چاروں اور ایک منڈل کھینچ رکھا ہے پرنتو اب اس کے ٹوٹنے کے دن قریب آرہے ہیں۔" وہ مجھے گھورتے ہوئے بولی۔ "مہان شکتیاں ایک نہ ایک دن تمہیں گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیں گی۔"

"وہ شبھ دن کب آئے گا؟" میں نے اس کی بات کا مضحکہ اڑاتے ہوئے اپنی صندلی انگوٹھی کی جانب کن انکھیوں سے دیکھا۔

"تمہیں زیادہ دیر اس شبھ دن کا انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔" وہ مسکرا کر بولی۔ "پریم اور یدھ میں سب چلتا ہے۔ ہم تمہارے ہاتھ پیر کے اتنے ٹکڑے کر دیں گے کہ تم سارا جیون بیاکل رہو گے۔"

"کیا تم دن میں بھی سپنا دیکھنے کی عادی ہو۔" میں نے اس کا مذاق اڑایا پھر اپنی دستی گھڑی کی جانب دیکھا۔ میرے اندازے کے مطابق اتنا وقت گزر چکا تھا کہ سراج وہاں کسی بھی لمحے پہنچ سکتا تھا۔

"تمہیں شاید اپنے متر سراج کا انتظار ہے۔ کیوں؟" اس نے معنی خیز انداز میں مسکرا کر جواب دیا۔ "چنتا مت کرو۔ وہ بس پل دو پل میں آنے ہی والا ہے۔ اچھا ہے میری شکتی کا چمتکار دیکھ کر اسے پھر سے کچھ بھولی بسری باتیں دیا آجائیں گی۔"

موہنی یا کومل ورما نے غلط نہیں کہا تھا۔ اس کا جملہ پورا ہوتے ہی سراج اپنے دو ماتحتوں اور ماسٹر ٹونی کے ساتھ گودام کیپر کے کمرے میں داخل ہوا لیکن کرسی سے بندھی لڑکی کو دیکھتے ہی وہ اس انداز میں چونکا تھا جیسے اس پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہوں۔ پھٹی پھٹی نظروں سے وہ کومل ورما یا موہنی کو دیکھے جا رہا تھا۔ اس کے ماتحتوں کی حالت بھی اس سے کچھ زیادہ مختلف نہیں تھی۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے مسٹر شہباز؟" اس نے تعجب خیز انداز میں کہا۔ "کہیں میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہا؟"

"کیا مطلب؟" اس بار میں چونکا تھا۔

"ٹونی کے ذریعے ملنے والی اطلاع کے بعد میں سیدھا کومل ورما سے ملنے اس کے گھر گیا تھا اور ابھی اس سے ملنے کے بعد سیدھا اسی طرف آرہا ہوں لیکن....."

"میں کومل ورما نہیں ہوں شری سراج۔ میرا شبھ نام موہنی ہے۔"

"موہنی۔" سراج نے حیرت سے اس نام کو دہرایا پھر اچانک اس کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ اس نے موہنی کو تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "اگر تم موہنی ہو تو پھر یقیناً تم قانون کی نگاہوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کر رہی ہو۔ تم مری نہیں بلکہ زندہ ہو۔"

"تم کس قانون کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی بات کر رہے ہو؟" وہ مسکرا کے بے پروائی سے بولی۔ "قانون تو پہلے ہی اندھا ہوتا ہے۔ دھول جھونکنے سے اسے کیا نقصان ہو گا۔ رہی تمہاری دوسری بات کہ میں زندہ ہوں تو اس بات کو اپنے من اور دھیان دونوں سے کھرچ کر نکال دو اس لیے کہ میں ایک بھٹکتی ہوئی آتما ہوں جس نے کومل ورما کا روپ دھار رکھا ہے۔"

"لیکن تمہاری ماں کا بیان ہے کہ....."

"اس بیان کے چکر میں اپنا سمے مت برباد کرو۔" اس نے سراج کو گھورتے ہوئے کہا۔ "اگر تم قانون کی رکشا (حفاظت) کرتے ہو تو اپنے متر شہباز خان سے پوچھو کہ مجھے کس جرم میں اغوا کرایا گیا ہے؟"

"تمہاری اصلیت جاننے کے لیے۔" میرے بجائے سراج نے خشک لہجے میں جواب دیا۔ "اور اب تم قانون کے قبضے میں آچکی ہو تو ہم اس بات کی تصدیق بہ آسانی کر سکیں گے کہ کومل ورما اور تمہارے ہم شکل ہونے کا اصل چکر کیا ہے اور تمہاری

ماں نے مجھ سے جھوٹ کیوں بولا تھا۔"

"اچھا..." وہ عجیب پراسرار انداز میں مسکرائی۔ "کیا تمہیں امید ہے کہ تم اپنے ارادے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔"

"اسے ہتھکڑی پہنا دو۔" سراج نے اپنے ایک ماتحت سے جس کی وردی پر دو ستارے چمک رہے تھے تحکمانہ انداز میں کہا پھر جو کچھ ہوا اسے دیکھ کر سب ہی حیرت زدہ رہ گئے۔ جن رسیوں سے موہنی یا کومل ورما کو جکڑ کر رکھا گیا تھا وہ کچے دھاگے کے مانند تڑتڑا کر ٹوٹ گئیں۔ وہ مسکراتی ہوئی کرسی سے اٹھی اور سراج کے قریب جا کر بولی۔

"اگر لوہے کے کنگن میرے ہاتھ میں پہنانے ہیں تو پھر میں اسے تمہارے ہاتھوں سے پہننا پسند کروں گی۔"

سراج جس کی آنکھوں سے حیرت اور تعجب کے ملے جلے تاثرات عیاں تھے۔ اس نے بمشکل تمام سب انسپکٹر کے ہاتھ سے ہتھکڑی لے کر اسے موہنی کے ہاتھوں میں ڈال کر بند کر دیا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ سراج نے وہ حرکت کسی معمول جیسے انداز میں کی تھی۔

"اب تم مجھے کہاں لے چلو گے؟" اس نے سراج کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"سرکاری مہمان خانے میں۔" سراج سنبھل کر بولا لیکن اس کے چہرے پر اس وقت بھی خوف کے سائے لرز رہے تھے۔

"کیا یہیں کچھ لے دے کر فیصلہ نہیں ہو سکتا۔" وہ عجیب انداز میں مسکرا کر بولی۔

"شٹ اپ۔" سراج نے گرج کر کہا۔

"زیادہ اونچا بولنے کی کوشش مت کرو مسٹر سراج۔" یکلخت اس کا لہجہ بڑا سرد اور سفاک ہو گیا۔ "جب تمہارے مسٹر شہباز خان نے ماسٹر ٹونی کو دور لے جا کر اس سے باتیں کی تھیں میں نے اپنی شکتی کے زور سے ان باتوں کو سن لیا تھا۔ مجھے بھی تمہارے یہاں پہنچنے کا اتنا ہی انتظار تھا جتنا مسٹر شہباز کو۔ مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔" اس نے آخری جملہ پھر طنزیہ انداز میں کہا تھا۔

"کیا کہنا چاہتی ہو؟" سراج کے لب و لہجے میں اب وہ گھن گرج نہیں تھی جو شٹ اپ کہتے وقت پیدا ہوئی تھی۔

"کومل ورما سے دور ہی رہو۔ موہنی کا چکر من سے نکال دو اسی میں تمہاری مکتی ہے۔" اس کی آواز میں ایک طرح کی تنبیہہ تھی۔

"تم... مجھے خوفزدہ یا ڈرانے کی کوشش کر رہی ہو۔"

"سوچ لو... ابھی سے تمہارے ہاتھ میں ہے اور اگر یہ سے نکل گیا تو پھر مجھے دیوی دیوتاؤں کے چرنوں میں ایک نئی بھینٹ اور چڑھانی پڑے گی۔ پرنتو تمہیں چنتا کرنے کی ضرورت نہیں ابھی تمہارے بھینٹ چڑھانے کا نمبر نہیں آیا۔"

"میں تمہاری یہ شرط مان سکتا ہوں۔" سراج نے تھوک نگلتے ہوئے جواب دیا۔ "لیکن ایک شرط پر۔ تمہیں مجھے یہ بتانا ہو گا کہ ان سب کھیل تماشوں میں تم کس حیثیت سے اپنا پارٹ ادا کر رہی ہو۔"

"جس کہانی میں سسپنس ہو اگر اس کا بھید پہلے کھل جائے تو پھر اس کے انت (آخر) کا سارا سواد جاتا رہتا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"گھبراؤ نہیں۔ میری باتوں کا مطلب بہت جلد تمہاری سمجھ میں آ جائے گا۔" اس نے ٹونی کی سمت ایک نظر ڈال کر سراج سے کہا پھر چکرا کر زمین پر گر پڑی۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ ناقابل یقین حد تک حیرت انگیز تھا۔

زمین پر گرتے ہی اس کے بدن سے آگ کے خوفناک شعلے بلند ہونے لگے۔ ان شعلوں کی لپیٹ میں ہونے کے باوجود اس کے بھیانک قہقہوں کی آوازیں پورے گودام میں صدائے بازگشت بن کر گونج رہی تھیں پھر آگ سرد پڑ گئی۔ وہاں راکھ کے ڈھیر کے سوا کچھ نہیں تھا جس کے درمیان لوہے کی مضبوط ہتھکڑی پڑی تھی۔ ہم سب جیسے گنگ ہو کر رہ گئے تھے پھر اچانک ہوا کا ایک تیز جھونکا آیا اور راکھ کو اپنے ساتھ اڑا کر لے گیا۔

سراج کچھ ایسے ہی انداز میں ایک کرسی پر بیٹھا جیسے اگر وہ کچھ دیر اور کھڑا رہتا تو چکرا کر گر بھی سکتا تھا۔ اس کے دونوں ماتحتوں کے چہروں پر بھی ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ ماسٹر ٹونی جو بڑے مضبوط اعصاب کا مالک تھا اس وقت وہ بھی اپنی جگہ کھڑا بید مجنوں کے درخت کی طرح کانپ رہا تھا۔ میری کیفیت بھی دوسروں سے کم نہیں تھی۔

خاصی دیر تک ہر شخص گم صم اور تصویر حیرت بنا رہا پھر سراج ہی نے گفتگو کی پہل کی۔

"مسٹر شہباز... آپ بھی ایک پولیس آفیسر رہ چکے ہیں کیا قانون ایسے شعبدوں کا کوئی حل نکال سکتا ہے؟"

"مسٹر سراج۔" میں نے سراج کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ کومل ورما کے گھر ہوتے ہوئے یہاں پہنچے تھے؟"

"ہاں۔ اس وقت وہ گھر پر ہی تھی اور بڑی گرم جوشی اور ملنساری کے انداز میں اس نے ہمارا استقبال کیا تھا۔"

"آپ نے اس سے موہنی کے بارے میں بھی کوئی سوال کیا تھا؟"

"کیا تھا۔" سراج نے کہا۔ "لیکن اس نے میرے سوال کا کوئی جواب نہیں دیا۔ بڑی خوبصورتی سے بات ٹال گئی تھی۔"

"ایک حیرت انگیز بات اور بھی ہے باس۔" ماسٹر ٹونی سنجیدگی سے بولا۔ "اس کی وہ گاڑی بھی گھر پر ہی کھڑی تھی جسے میرے دوسرے ساتھی نے ہوا بھروانے کے بعد جے شنکر کمپنی

کے باہر چھوڑا تھا۔"

"کیا آپ مجھے حالات کی تفصیل بتانا پسند کریں گے؟" سراج نے مردہ سی آواز میں مجھ سے کہا اور جب میں نے پوری تفصیل دہرائی اور دوبارہ جے شنکر کمپنی کے نمبوں پر گفتگو کرنے کا ذکر کیا تو سراج کی بے چینی اور حیرت دوچند ہو گئی۔

"آپ میری جگہ ہوتے تو کیا کرتے۔" سراج نے بڑی بے بسی سے مجھ سے سوال کیا۔ "کیا ان تمام باتوں کا جو اس وقت رونما ہوئی ہیں ضابطے کے تحت تحریر میں لانا پسند کرتے۔"

"اس سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔"

"پھر... میں کیا کروں؟" اس نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"سوائے صبر کے اور کیا بھی کیا جا سکتا ہے؟" میں نے کہا۔ "جو کچھ ہوا ہے اسے صرف اپنی ذات تک محدود رکھیں ورنہ اوپر والے بڑے افسران بھی آپ کے لیے پریشانی کا سبب بن سکتے ہیں۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں لیکن نادر خان صاحب کی موت کو نظر انداز بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے علاوہ راکھ بن کر غائب ہو جانے سے پہلے وہ یہ بھی کہہ گئی ہے کہ اس بدبخت کو اپنے دیوتاؤں کے قدموں میں دو چار قربانیاں اور پیش کرنی ہیں۔"

"اس نے غلط نہیں کہا۔" میں ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا۔ "میں آپ سے پہلے بھی اس اندیشے کا اظہار کر چکا ہوں کہ والد صاحب کے بعد اب گندی اور طاغوتی قوتیں میری ماں کو اپنا نشانہ بنانے کی کوشش کریں گی اور اگر ایسا ہوا تو پھر شاید..."

میں نے اپنا جملہ مکمل نہیں کیا۔ اپنے ہونٹ کو بڑی سختی سے دانتوں تلے بھینچ لیا۔ قانون کے محافظوں کی موجودگی میں اگر میں یہ کہہ جاتا کہ ماں کے انتقال (خدانخواستہ) کے بعد میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو کر چھلک اٹھے گا اور انتقام کی آگ مجھے اندھا کر کے جوابی کارروائی پر مجبور کر دے گی۔ میں بھی اپنے دشمنوں کو چن چن کر ماروں گا جس میں دو چار بے گناہ بھی لپیٹ میں آ سکتے تھے تو سراج اور اس کے دونوں ماتحت میری بات کے گواہ بن جاتے۔ میں بڑے ضبط سے کام لیا تھا۔ ورنہ اس بات کا کھٹکو مجھے پہلے بھی تھا کہ جو قوتیں میرے بے گناہ باپ کا سایہ میرے سر سے اٹھا چکی تھیں وہ مجھ سے ماں کی ممتا چھین لینے سے بھی دریغ نہیں کریں گی۔ کمبل پوش اور سفید ریش بزرگ نے بھی کچھ ایسی باتیں مجھے اشارے کنایوں میں بتانے کی کوشش کی تھی۔ اس کے علاوہ مجھے فون پر اس بات کی دھمکی بھی مل چکی تھی کہ وہ ناپاک قوتیں مجھے برباد کر دینے کے درپے تھیں۔ شاید وہ نرنجن لال کی موت کا انتقام لینے کی خاطر میرے خلاف برسرپیکار ہو گئی تھیں لیکن حیرت صرف اس بات کی تھی۔ ابھی تک ان قوتوں نے خود کو اندھیرے میں رکھا ہوا تھا۔ صرف کومل ورما کی واحد ذات ہراول دستے میں نظر آ رہی تھی لیکن میں سمجھ رہا تھا وہ بذات خود کچھ بھی نہیں۔ اسے پراسرار قوتیں محض ایک کھلونے کی طرح استعمال کر رہی تھیں۔ میرے ذہن میں ایک بار پھر وہی قوتیں اور ان کے مکروہ چہرے ابھرنے لگے جن کا ذکر میں اپنی داستان حیات میں کرتا رہا ہوں۔"

☆

دو روز بعد سراج مجھے لے کر جے شنکر کمپنی پہنچ گیا۔ میں نے اسے منع کرنے کی کوشش بھی کی۔ میرا خیال تھا کہ پانڈے کا پیش آنے والے واقعات سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے جبکہ سراج کا کہنا تھا کہ خانہ پری کر لینے میں کوئی حرج بھی نہیں۔ وہ پولیس کے نکتہ نگاہ سے اس بات کو جاننے کے لیے مضطرب تھا کہ اگر پانڈے ان معاملات میں ملوث ہے تو کس حد تک وہ کومل ورما کے بارے میں بھی ایسی معلومات ضرور رکھتا ہو گا جس کا ذکر اس نے پہلے کبھی نہیں کیا تھا بہرحال میں سراج کے بے حد اصرار پر اس کے ساتھ جانے پر مجبور ہو گیا۔ اس بہانے میں کومل ورما کو ایک بار پھر قریب سے دیکھنے کا خواہشمند تھا۔

پانڈے اسی روز دفتر آیا تھا۔ ہم نے اسے اپنی آمد کی اطلاع دلوائی تو وہ خود ہی دروازے پر ہمارے استقبال کے لیے آ گیا۔ اس نے ہم دونوں کے ساتھ بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کیا۔ سراج کے کہنے پر کافی منگوائی گئی جسے ایک ملازم کومل ورما کے ساتھ لیے اندر داخل ہوا تھا۔ میں نے کومل ورما کو غور سے دیکھا وہ ہو بہو اس لڑکی سے ملتی جلتی تھی جسے ماسٹر ٹونی نے میرے کہنے پر اغوا کیا تھا۔ کومل ورما کے چہرے پر بلا کی شگفتگی اور تازگی تھی۔ بظاہر وہ بہت معصوم نظر آ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر ایسی کوئی علامت موجود نہیں تھی جس کی بنا پر اس کے بارے میں یہ تصور بھی کیا جا سکتا کہ اسے اصل معاملات سے دور کا بھی کوئی تعلق ہو اور اگر واقعی خود کو دیدہ و دانستہ معصوم ظاہر کرنے کی کوشش کر رہی تھی تو یقیناً ایک کامیاب اداکارہ کہی جا سکتی تھی۔

کافی خود کومل ورما نے ہمارے ساتھ بیٹھ کر تیار کی تھی پھر وہ پیالیاں ہماری سمت بڑھانے کے بعد جانے کی خاطر اٹھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ سراج نے اسے روکتے ہوئے کہا۔

"آپ کچھ دیر کے لیے تشریف رکھیں مجھے آپ سے کچھ ضروری معلومات حاصل کرنی ہیں۔"

"فرمایئے۔" وہ دوبارہ اپنی جگہ پر سنبھل کر بیٹھ گئی۔

"کیا آپ کی کوئی جڑواں بہن بھی تھی جو چھت سے گر کر ہلاک ہو گئی تھی۔"

"جی نہیں۔"

"کیا آپ موہنی نامی کسی ایسی لڑکی سے واقف ہیں جس کی شکل آپ سے حیرت انگیز طور پر ملتی ہے۔"

"جی نہیں۔" کومل ورما نے نہایت سادگی سے جواب دیا۔ "میں موہنی نامی کسی لڑکی سے واقف نہیں ہوں۔"

"ذرا سوچ کر بتایئے۔ کیا آپ نے کبھی ایسا محسوس کیا ہے کہ آپ کوئی ایسا کام کر رہی ہیں جس میں آپ کی اپنی مرضی کو کوئی دخل نہ ہو۔"

"میں آپ کے سوال کا مطلب نہیں سمجھی۔"

"دو روز پہلے آپ غالباً چھٹی پر تھیں؟" سراج نے اگلا سوال کیا۔

"جی ہاں۔"

"چھٹی لینے کی کوئی خاص وجہ؟"

"چھٹی کیول آرام کرنے یا کسی ذاتی کام کے لیے ہی لی جا سکتی ہے۔" وہ ایک مخصوص مگر دلفریب انداز میں مسکرا کر بولی۔ "لیکن میں نے پرسوں ماتا جی کے جنم دن کے کارن چھٹی لی تھی۔ کیوں؟ کیا آئندہ مجھے کسی قانون کے تحت آپ سے پرمیشن لے کر چھٹی کرنی ہوگی۔"

"جی نہیں۔" سراج نے بھی مسکرا کر جواب دیا۔

کچھ دیر بعد جب وہ کمرے سے چلی گئی تو پانڈے نے براہ راست سراج کو مخاطب کیا۔

"میرا خیال تھا کہ آپ لوگ یہاں صرف مجھ سے میری خیریت دریافت کرنے آئے ہوں گے۔"

"اصل وجہ یہی تھی مسٹر پانڈے لیکن میں نے سوچا کہ اسی بہانے آپ کی لیڈی سکریٹری سے بھی دو دو باتیں ہو جائیں۔"

"ایک بات پوچھوں مسٹر سراج؟"

"فرمایئے۔"

"کیا آپ میری سکریٹری پر کسی قسم کا شبہ کر رہے ہیں؟" پانڈے نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

"حالات ہی کچھ ایسے ہیں کہ اگر میری جگہ آپ ہوتے تو شاید مجھ سے زیادہ پریشان ہو جاتے۔" سراج نے موہنی کے بارے میں مختصر تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"آئی سی۔" پانڈے نے سنجیدگی سے کہا۔ "مجھے تو یہ کوئی پراسرار فلمی کہانی جیسی باتیں لگتی ہیں۔"

"حالانکہ اس کہانی کا ایک کردار آپ خود ہیں۔"

"کیا مطلب؟" پانڈے نے چونکتے ہوئے حیرت سے پوچھا۔

"ڈیئر مسٹر پانڈے۔" سراج نے بے تکلفی سے کہا۔ "کیا یہ درست نہیں ہے کہ کومل ورما کے آنے سے پہلے آپ کی کمپنی خسارے میں جا رہی تھی جبکہ اب آپ کا شبھ نام ہر جگہ جانا پہچانا جا رہا ہے۔"

"ہاں میں اس بات سے انکار نہیں کروں گا۔" پانڈے نے کہا۔ "اس کے قدم ہماری کمپنی کے لیے بہت فائدہ مند ثابت ہوئے ہیں۔"

"اسی لیے شاید آپ نے اس دفتر آئی لکشمی کو خوش کرنے کے لیے اپنی اسپورٹس کار بھی بطور تحفہ دے دی تھی۔"

"ہاں۔ یہ بھی درست ہے۔" پانڈے نے ایک بار پھر اقرار کیا۔ "اس کے قدم ہماری ساکھ بنانے میں بڑے ہی بھاگوان ثابت ہوئے ہیں۔"

"اور سنایئے پانڈے جی آپ کی طبیعت کیسی ہے۔" میں نے پہلی بار گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے پوچھا۔

"بھگوان کی دیا ہے۔ اسی کی کرپا سے بچ گیا ورنہ اب تک تو میری چتا کی راکھ بھی دریا میں بہائی جا چکی ہوتی۔"

"خدا نہ کرے کہ ایسا ہو۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "ابھی تو آپ کو میرے لیے بھی زندہ رہنا ہوگا۔"

"ضرور.... ضرور.... اگر میں آپ کی کوئی سیوا کر سکا تو میری بڑی خوش قسمتی ہوگی۔"

"آپ عمر میں مجھ سے بڑے ہیں۔ اس لیے خدمت تو مجھے آپ کی کرنی چاہیے۔ میں تو صرف اپنے کاروبار کے اچھے برے کی خاطر آپ سے مشورہ حاصل کر سکتا ہوں۔"

"میں اس کے لیے بھی ہر وقت حاضر ہوں۔"

کچھ دیر بعد میں اور سراج، پانڈے سے اجازت لے کر واپس ہونے کے ارادے سے اٹھ گئے۔

"میرا خیال پہلے بھی یہی تھا کہ پانڈے کا ان معاملات سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔" میں نے سراج سے کہا۔

"لیکن میرا نظریہ کچھ اور ہی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"پانڈے اور کومل ورما کے درمیان کوئی نہ کوئی تعلق ایسا ضرور ہے جو ابھی تک ہماری نگاہوں سے اوجھل ہے۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"اسپورٹس کار ہی کیوں؟" سراج نے بال کی کھال نکالتے ہوئے کہا۔ "پانڈے اگر اس لڑکی سے متاثر ہو گیا تھا یا دولت کی کنجی سمجھ رہا تھا تو اس کی تنخواہ یا عہدے میں بھی خاطر خواہ اضافہ کر سکتا تھا۔ اسپورٹس کار جیسی قیمتی چیز کا تحفے میں دے دینا کوئی نہ کوئی معنی ضرور رکھتا ہے۔"

"مثلاً؟" میں نے پوچھا۔

"ہمیں اس کی وجہ معلوم کرنے کی خاطر ابھی کچھ اور بھاگ دوڑ کرنی پڑے گی۔"

"ایز یو وش۔" (جیسی آپ کی مرضی) میں نے شانے اچکاتے ہوئے جواب دیا۔

تمام راستے اسپورٹس کار ہی سراج کے ذہن میں رہ رہ کر سر ابھارتی رہی پھر جب اس نے مجھے میرے دفتر کے سامنے پہنچ کر خدا حافظ کہا تو میں نے اطمینان کا سانس لیا لیکن یہ اطمینان زیادہ دیر برقرار نہ رہ سکا۔ دفتر پہنچتے ہی مجھے لیڈی مکلارنس کی کال ریسیو ہوئی تھی۔

"اب آپ کیسی ہیں؟" میں نے ازراہ ہمدردی ایک عام سا

سوال کیا۔

"میں خیریت سے ہوں لیکن تمہاری خیریت سے زیادہ مطمئن نہیں ہوں۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میں تمہیں فون پر نہیں سمجھا سکتی۔" لیڈی مکلارنس نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "میرا مشورہ مانو تو اپنی مدر (ماں) کو لے کر جتنی جلدی ممکن ہو لندن واپس آجاؤ۔ اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "والد صاحب کے بعد اب گندی قوتیں میری ماں کے لیے گھات لگائے بیٹھی ہوں گی۔"

"میں فی الحال کوئی پیش گوئی کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔" اس نے اپنی مجبوری کا اظہار کیا۔

"آپ جیسی پراسرار اور حیرت انگیز قوتوں کی مالک اور مجبوری۔" میں نے چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔ "بات مجھے عجیب سی معلوم ہوتی ہے۔"

"فی الحال میں تمہیں ایک ہی مشورہ دے سکتی ہوں میرے عزیز۔" لیڈی مکلارنس نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "تم اور مسٹر سراج دونوں کومل ورما یا موہنی سے دور ہی رہو تو بہتر ہے۔ دوسری شکل میں تمہیں بھاری نقصانات برداشت کرنے ہوں گے۔ اس وقت بھی تم دونوں نے پانڈے کے دفتر جا کر اور اس کی سکریٹری کو کریدنے کی جو کوشش کی وہ بھی نامناسب تھی۔"

"آئی سی۔" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔ "گویا آپ کو ہماری ایک ایک منٹ کی خبریں مل رہی ہیں۔"

"ہاں۔ میں شاید تمہیں پہلے بھی بتا چکی ہوں کہ میرے لیے فاصلے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ میں اپنی حیرت انگیز قوتوں سے جو مجھے گاڈ گفٹڈ (خدا کی طرف سے تحفہ میں ملی ہیں) ہیں خلا کے اس پار بھی سب کچھ دیکھ اور سن سکتی ہوں لیکن تمہارے دل کے اندر نہیں جھانک سکتی۔"

"میں کومل ورما یا موہنی کے چکر میں نہیں پڑا میڈم۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔ "پہل ان ہی لوگوں نے کی تھی۔"

"اس کے باوجود میں تمہیں خاص طور پر ان سے دور رہنے کا مشورہ دوں گی۔"

"دوسرے الفاظ میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ آپ بھی انہیں قوتوں کو فیور (Favour) کر رہی ہیں جو میرے خلاف ہیں۔"

"اس کا ایک مطلب اور بھی ہو سکتا ہے۔"

"وہ کیا؟"

"تم شاید حالات کے تحت میری ذات پر بھی شبہ کر رہے ہو؟"

"میری جگہ آپ ہوتیں تو آپ کیا کرتیں؟" میں نے سپاٹ آواز میں دریافت کیا۔

"ے گاڈ ہیلپ یو مائی پور چائیلڈ۔ (میرے غریب بچے خدا تمہاری مدد کرے) اس کے علاوہ میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ میں نے تمہیں ایک نیک مشورہ دیا ہے۔ ماننا نہ ماننا تمہارے اختیار کی بات ہے۔" اس کے ساتھ ہی دوسری جانب سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ غالباً لیڈی مکلارنس نے میرے آخری جملوں کا برا منایا تھا۔

"ابھی میں لیڈی مکلارنس کے بارے میں کوئی آخری نتیجہ اخذ کرنے کی خاطر اس کی شخصیت کو مختلف زاویوں سے پرکھنے میں مشغول تھا کہ میری ڈائرکٹ لائن والے فون کی گھنٹی نے میری توجہ اپنی طرف مبذول کر لی۔ میں نے صرف اپنے بہت ہی قریبی دوستوں اور خاص واقف کاروں کو وہ نمبر دے رکھا تھا اس لیے میں یہی سمجھا کہ دوسری جانب سے میرا کوئی قریبی جاننے والا ہوگا ورنہ عام طور پر میری کالیں دوسرے نمبروں پر عارفہ ریسیو کرتی تھی بہرحال میں نے ریسیور اٹھا کر "ہیلو" کہا تو دوسری جانب سے ابھرنے والی آواز کومل ورما یا موہنی کی مانوس آواز سن کر چونکے بغیر نہ رہ سکا۔

"شہباز خان۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ میرا پیچھا چھوڑ دو۔ کیا تم شرافت سے باز نہیں آؤ گے۔" اس کے لہجے میں دھمکی تھی۔

"میرا خیال ہے تم کسی وہم میں مبتلا ہو گئی ہو ورنہ......"

"نہیں۔" اس نے تیزی سے کہا۔ "تم مجھ سے جھوٹ بولنے کی کوشش مت کرو۔ پہلے تم نے مجھے ماسٹر ٹونی کے ذریعے اغوا کرایا اور آج تم اپنے ستر کے ساتھ جے شنکر پانڈے سے بھی ملے ہو۔"

"اب میرے لیے کیا حکم ہے؟" میں نے بے پروائی سے پوچھا۔

"اگر مکتی چاہتے ہو تو جتنی ترنت (جلدی) ممکن ہو اپنی ماتا کو لے کر اس دیش سے دور چلے جاؤ۔ دوسری شکل میں تم کو بھاری نقصان اٹھانا پڑے گا۔"

میں اس جواب پر چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ صرف چند لمحے پیشتر کم و بیش یہی مشورہ مجھے لیڈی مکلارنس نے فون پر دیا تھا۔

"تمہارا اشارہ لندن جانے کی طرف ہے۔" میں نے اسے آزمانے کی خاطر پوچھا۔

"تمہارے لیے لندن ہی زیادہ مناسب جگہ ہوگی اس لیے کہ وہاں ایک انگریز کنیا کی شکتی بھی تمہاری سہائتا کر سکتی ہے۔"

"کہیں وہ انگریز کنیا تم خود ہی تو نہیں ہو۔" میں نے تیزی سے کہا۔

"مجھے وشواس تھا کہ تم میرے اوپر اس کا دوسرا روپ ہونے کے سلسلے میں ضرور دوچار کرو گے جس نے ابھی تم سے فون پر بات کی تھی۔"

"کیا تم لیڈی مکارنس سے واقف ہو؟" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"سے برباد مت کرو شہباز خان۔ میں تمہیں صرف دو دن کی مہلت اور دے سکتی ہوں اس کے بعد جو بھی ہو گا اس کی ذمے داری تمہارے اوپر ہو گی۔"

"کیا تم یہ چاہتی ہو کہ میں پانڈے جی کے لیے میدان خالی چھوڑ دوں؟"

"جیون میں شاید پہلی بات تم نے ایک عقلمندی کی بات کی ہے۔" اس کے لہجے میں طنز تھا۔

"گویا تم نرنجن لال کا انتقام لینا چاہتی ہو۔ کیوں؟"

"چلو یہی سمجھ لو۔"

"ایک بات میں ابھی تک نہیں سمجھ سکا۔" میں نے بڑے سنجیدگی سے کہا۔ "اگر تمہاری گندی آتما نرنجن لال کا بدلہ لینا چاہتی ہے تو تم براہ راست مجھے اپنی مہان شکتی کا نشانہ بنانے سے کیوں کترا رہی ہو؟"

"کیول وہ چھایا ہے جو تمہاری سہائتا کر رہی ہے۔ پرنتو چنتا مت کرو۔ اس چھایا پر قابو پا لینے کے بعد پہلا نمبر تمہارا ہی ہو گا۔"

"تم مہان شکتی کے مالک ہو تو بے گناہوں کے خون کیوں بہا رہی ہو۔"

"تمہارا گھمنڈی سر اپنے چرنوں میں جھکانے کے کارن۔" حقارت سے بولی۔

"میرا خیال ہے تم جو کچھ کر رہی ہو اسے کمینگی کا نام بھی دیا جا سکتا ہے۔" میں نے بھی نفرت کا اظہار کیا۔

"شہباز خان۔ تم ابھی بالک ہو۔ زیادہ اونچے سروں میں بات نہ کیا کرو۔"

"اور میں سمجھ رہا ہوں کہ تم اپنی اوقات سے زیادہ بڑھ چڑھ کر بول رہی ہو۔" مجھے غصہ آگیا۔ "جو لوگ بے قصور ہیں انہیں کوئی نقصان پہنچانا تمہاری شکتی کو زیب دیتا ہے۔"

"مجھے اور برے دوشی اور نردوشی کے چکروں میں مت ڈالو۔ جیون پیارا ہے تو ہمارا کہا مان لو۔" وہ فیصلہ کن لہجے میں بولی۔ "کومل ورما سے الگ رہو اور یہاں سے کہیں دور چلے جاؤ۔"

"آئی سی۔" میں نے معنی خیز آواز میں جواب دیا۔ "گویا تمہاری پلید آتما نے کومل ورما کے سندر شریر کو اپنا کھلونا بنا رکھا ہے۔ کیا تم اتنی خوف زدہ ہو کہ کھل کر میرے سامنے آنے سے کتراتی ہو۔" میں نے اسے اکسا کر اس کا بھید معلوم کرنے کی کوشش کرنی چاہی۔

"میرے ہزاروں روپ ہیں شہباز خان۔ تم کون کون سے روپ دیکھو گے؟"

"کوئی سندر اور کنول جیسے تازہ پھول کے روپ میں آکر تمہیں دیکھ کر میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو سکیں۔" میں نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے جواب دیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تم آسانی سے سیدھا راستہ اختیار نہیں کرو گے۔" اس نے مجھے چیلنج کیا۔ "سوچ لو۔ تمہاری وجہ سے دوسروں کو کشٹ اٹھانا پڑے گا۔ کیا تم اسے پسند کرو گے؟"

"ایک بات میری بھی سن لو۔" میں نے کرخت لہجے میں جواب دیا۔ "میں اب تک خاموش تھا لیکن شاید اب چپ نہ رہ سکوں مجھے بھی اینٹ کا جواب پتھر سے دینا آتا ہے۔"

"کیا تمہیں ماسٹر ٹونی پر بھی کوئی دیا نہیں آئے گی جس کو تمہاری وجہ سے ایک ہاتھ کھونا پڑا تھا۔" اس کا جواب معنی خیز تھا۔

"کیا مطلب؟" میں نے تلخ آواز میں دریافت کیا۔

"اتنی جلدی بوکھلا گئے۔ چنتا مت کرو۔ تمہیں کچھ دیر بعد ہی ایک اطلاع ملے گی جسے سن کر تم ہاتھ ملنے کے سوا کچھ اور نہیں کر سکو گے۔" اس نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگاتے ہوئے جواب دیا پھر فون بند کر دیا گیا۔

میں نے بھی ریسیور رکھا نہیں تھا کہ انٹر کام کا بزر جاگ اٹھا۔

"یس" میں نے ریسیور اٹھا کر پوچھا۔

"سر۔" عارفہ نے کچھ گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔ "آپ کے لیے گوداموں کے چیف فورمین دانش کی کال ہے۔ وہ بہت بوکھلایا ہوا لگ رہا ہے۔"

"جلدی ملاؤ۔" میں نے تیزی سے کہا۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔

"سر۔ میں گودام سے دانش بول رہا ہوں۔" رابطہ قائم ہونے کے بعد دوسری جانب سے دانش کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔ "ہم لوگ ماسٹر ٹونی کو لے کر ریڈ کراس ہسپتال جا رہے ہیں۔ وہ ایک حادثے سے دوچار ہو گیا ہے۔"

"حادثہ!" میں چونکا۔ "تفصیل کیا ہے؟"

"سوری سر۔" دانش نے تیزی سے کہا۔ "میں نے اس وقت صرف آپ کو اطلاع دینے کی خاطر فون کیا تھا۔ تفصیل سنانے کا وقت نہیں۔ خون زیادہ بہ جانے کے سبب اگر فوری طبی امداد نہ پہنچائی گئی تو جان جانے کا خطرہ ہے۔ آپ ریڈ کراس ہسپتال پہنچیے۔"

دوسری جانب سے فون کی لائن ڈیڈ ہو گئی۔ دانش کے پاس غالباً تفصیل سنانے کا وقت نہیں تھا۔ اس کی آواز سے ہی پتا

چل رہا تھا کہ وہ بہت جلدی میں ہے۔ ماسٹر ٹونی کی حالت خطرے میں تھی۔ اسے فوری طبی امداد کی ضرورت تھی ورنہ اس کی جان خطرے میں تھی۔ دانش کے ان الفاظ کے ساتھ ہی میرے ذہن میں ایک لمحہ پہلے ملنے والی کال کے آخری جملے گونج اٹھے۔ "چھنا مت کرو تمہیں کچھ دیر بعد ہی ایک اطلاع ملے گی جسے سن کر تم ہاتھ ملنے کے سوا کچھ اور نہ کر سکو گے۔"

میں تیزی سے اٹھ کر بیرونی دروازے کی جانب لپکا اور وارثی کو ساتھ لے کر ریڈ کراس ہسپتال کی جانب گاڑی دوڑانے لگا۔ میں اس وقت جس برق رفتاری کا مظاہرہ کر رہا تھا اسی سے وارثی کو بھی حالات کی سنگینی کا اندازہ ہو چکا تھا۔ میری تیز رفتاری کسی حادثے کا سبب بھی بن سکتی تھی لیکن اس وقت مجھے صرف ماسٹر ٹونی کی جان کی فکر تھی۔ وہ خطرے میں تھا۔ میں نے اسی کے ذریعے کومل ورما یا موہنی کو اغوا کرایا تھا۔ اس لیے شاید نادیدہ قوتوں نے اس کو سزا دی تھی۔

ریڈ کراس ہسپتال کے اندر پہنچتے ہی میں نے گاڑی سے اتر کر کار کی چابی وارثی کی جانب اچھالی تاکہ وہ اسے پارکنگ لاٹ تک لے جا سکے اور خود تقریباً دوڑتا ہوا اندر داخل ہوا۔ آپریشن تھیٹر کے باہر مجھے اپنے گوداموں میں کام کرنے والے بہت سارے جانے پہچانے چہرے نظر آ رہے تھے جن میں دانش بھی شامل تھا۔ میں اسے ہاتھ پکڑ کر گھسیٹتا ہوا ایک طرف لے گیا۔

"کیا ہوا ماسٹر ٹونی کو۔" میں نے تیزی سے کہا۔

"وہ آرا مشین کا سوئچ آن کرنے کے بعد اس کے سامنے لیٹ گیا تھا۔" دانش نے مجھے تفصیل بتائی۔ "اتفاق ہی سمجھیں کہ میں اس وقت راؤنڈ لیتا ہوا گودام نمبر چار میں داخل ہوا تھا۔ آرا مشین کی آواز نے مجھے اپنی طرف متوجہ کر لیا پھر میں نے جو کچھ دیکھا وہ ناقابل یقین ہی تھا۔ ماسٹر ٹونی بڑے اطمینان سے چت لیٹا تھا۔ میں نے لپک کر مشین کا سوئچ آف کیا لیکن اتنی دیر میں اس کی سیدھی ران دو دو انچ کے فاصلے سے تین جگہ سے تو ہے کے قریب کٹ چکی تھی۔ مجھے ایک منٹ کی بھی دیر ہو جاتی تو شاید ......" دانش اپنا جملہ مکمل نہ کر سکا۔ اس کی آواز بھرانے لگی تھی۔

"ڈاکٹر کیا کہہ رہے ہیں۔"

"وہ اسے یہاں پہنچتے ہی آپریشن تھیٹر میں لے گئے ہیں۔ بڑا ڈاکٹر اور ایک سرجن بھی اندر موجود ہے۔" دانش نے بدستور رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

"ماسٹر ٹونی کو خون کی ضرورت ہو گی۔" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"ہم چھ بوتل خون دے چکے ہیں۔ ضرورت پڑی تو اور بھی دیں گے لیکن..."

"لیکن کیا؟" میری حالت غیر ہونے لگی۔

"آپ شاید میری بات پر یقین نہیں کریں گے سر۔" ماسٹر ٹونی اس قدر آرام سے آنکھیں کھولے لیٹا تھا جیسے اپنے آرام دہ بستر پر لیٹا ہوا ہو۔ اس کی دونوں آنکھیں بھی کھلی ہوئی تھیں۔ حیرت اس بات پر ہے کہ اس نے ران پر آرا چلتے وقت بھی کسی قسم کا شور و غل نہیں کیا تھا۔

"مشین آپریٹر اس وقت کہاں مر گیا تھا۔" میں نے جھلا کر پوچھا۔

"اس کا بیان ہے کہ خود ماسٹر ٹونی نے اسے ایک ضروری کام سے باہر بھیج دیا تھا۔" دانش نے جھرجھری لیتے ہوئے کہا۔

"سر اگر مجھے ذرا دیر اور ہو جاتی تو شاید ٹونی کا جسم دو حصوں میں کٹ چکا ہوتا۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میرے ذہن میں تیز آندھی کے گرم جھکڑ چل رہے تھے۔ دانش کے بیان کے بعد مجھے یقین تھا کہ ماسٹر ٹونی نے وہ حرکت کس کے اشارے پر کی ہو گی اور اس نے شاید فون پر ٹھیک ہی کہا تھا۔ اس وقت میں پچھتانے کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ دولت کی ریل پیل دنیا کی ہر شے کو بآسانی خرید سکتی ہے لیکن موت سے کوئی سودہ بازی نہیں کی جا سکتی۔ دانش کا بیان میرے ذاتی بچاؤ کے لیے بہت کافی تھا لیکن میں دل ہی دل میں اپنے آپ کو ملامت کر رہا تھا۔ میں نے یقیناً ماسٹر ٹونی کے ذریعے کومل ورما یا موہنی کو اغوا کرانے کی حماقت کی تھی۔ طاغوتی قوتیں ایک بار پہلے بھی اس غریب کو میری وجہ سے ایک ہاتھ سے محروم کر چکی تھیں۔ اس بار اسے چیر ڈالنے کا پروگرام بنایا گیا تھا۔ یقینی طور پر ان ہی نادیدہ اور گندی طاقتوں نے ماسٹر ٹونی کے ذہن کو ماؤف کر دیا ہو گا ورنہ وہ ہوش مندی کی کیفیت میں ایسی حرکت کبھی نہ کرتا۔

میں آپریشن کے تھیٹر کے باہر دیوانوں کی طرح ٹہل رہا تھا اور اندر میرا ایک جاں نثار ساتھی موت اور زیست کی کشمکش سے دوچار تھا۔ باقی ورکروں کی نگاہیں آپریشن تھیٹر کے دروازے پر جمی ہوئی تھیں جس کے دھندلے شیشے پر سرخ رنگ سے جلی حرفوں میں نو انٹری (NO ENTRY) درج تھا اور باہر ہسپتال کے دو باوردی ملازم بھی تعینات تھے تاکہ کوئی جذبات کا شکار ہو کر دیوانگی کی صورت میں اندر گھسنے کی جرات نہ کر سکے۔ ایک گھنٹے سے زیادہ وقت گزر چکا تھا لیکن ابھی تک کوئی ایک بندہ بشر بھی باہر نہیں نکلا تھا جس سے اندر کا احوال دریافت کیا جا سکتا پھر میں نے اچانک سراج کو آتے دیکھا تو میرے اعصاب میں تناؤ کی کیفیت پیدا ہو گئی۔

"کیا ہوا مسٹر شہباز۔" سراج نے میرے قریب آکر سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"آپ کو اس حادثے کی اطلاع کس طرح ہوئی۔" میں

سراج سے پوچھا۔ "کیا میرے کسی ورکر نے۔"

"نہیں۔" سراج نے جلدی سے کہا پھر ایک لمحے کی خاموشی کے بعد الجھے ہوئے انداز میں بولا۔ "اس بار بھی مجھے موہنی نے اس حادثے کی اطلاع دی تھی۔"

"آپ کو کس طرح اندازہ ہوا؟"

"میں ایک دوبار پہلے بھی اس کی آواز سن چکا ہوں اور پھر مجھے اس بات کا بھی علم ہے کہ اس روز موہنی کو آپ کے گودام تک پہنچانے والا بھی ماسٹر ٹونی ہی تھا۔ شاید اسی لیے اس غریب کو نشانہ بنانے کی دوسری کوشش کی گئی ہے۔"

"اسے اغواء کرانے کا پروگرام میں نے بنایا تھا۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "آپ چاہیں تو میرے خلاف اغوا اور تحویل بیجا میں رکھنے کا کیس بنا سکتے ہیں۔ میں اپنا تحریری بیان بھی دینے کو تیار ہوں۔"

"خود کو سنبھالیے مسٹر شہباز۔" سراج نے ہمدردی کا اظہار کیا۔ "میں اس وقت یہاں حادثے کی چھان بین کرنے کی غرض سے نہیں آیا ہوں۔ آپ کی پریشانی کی وجہ سے آپ کا ہاتھ بٹانے آیا ہوں۔"

"جو کچھ ہو رہا ہے اس میں ہماری ہمدردیاں بھی ایک دوسرے کے لیے بے سود ہی ہیں۔" میں نے تلخ آواز میں جواب دیا۔ "آپ نہ سہی لیکن متعلقہ تھانے کے افسران تو اس کی تفتیش بہرحال کریں گے۔"

"آپ اس سلسلے میں بالکل پریشان نہ ہو۔" سراج نے کہا۔ "اسے ایک اتفاقیہ حادثے کا رنگ بھی دیا جا سکتا ہے۔ اس قسم کے حادثات آئے دن رونما ہوتے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ متعلقہ تھانے کا ایس۔ ایچ۔ او۔ میرے نیچے رہ چکا ہے۔ میں اسے ہدایت کر دوں گا کہ وہ بلاوجہ کیس کو الجھانے کی کوشش نہ کریں بلکہ ایک دو افراد کے بیان لے کر فائل کو داخل دفتر کر دے۔"

میں کوئی جواب دینا نہیں چاہتا تھا لیکن اسی وقت بڑا ڈاکٹر آپریشن تھیٹر سے باہر نکلا۔ میرے علاوہ سراج اور دانش بھی اس کی جانب تیزی سے لپکے تھے۔

"اوہ۔ آپ بھی یہاں موجود ہیں۔" ڈاکٹر نے سراج کو دیکھ کر سنجیدگی سے کہا۔ "مریض کی حالت چونکہ تشویشناک تھی اس لیے ایمرجنسی کی وجہ سے ہم متعلقہ تھانے کو۔"

"اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" سراج نے جواب دیا۔ "اب میں خود ہی اس حادثے کی کارروائی مکمل کر لوں گا۔"

"مریض کی کیا حالت ہے۔" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"آپ میں سے مسٹر شہباز کون ہیں۔"

"میں ہوں۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے جواب دیا۔ وہاں چونکہ میرے ورکروں کی بھیڑ جمع ہونے لگی تھی اس لیے ڈاکٹر مجھے اور سراج کو ایک ملحقہ کمرے میں لے گیا جہاں آکسیجن کے سلنڈر رکھے ہوئے تھے۔

"مسٹر شہباز۔" ڈاکٹر نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "سرجن وحید کا خیال ہے کہ مریض کی زندگی بچانے کی خاطر اس کی سیدھی ٹانگ کاٹنی پڑے گی۔"

"کیا۔ کیا کوئی اور صورت ممکن نہیں ہے۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

"نہیں۔" ڈاکٹر کے لہجے سے مایوسی ٹپک رہی تھی۔ "ہم نے دوسرے تمام امکانات پر غور کرنے کے بعد ہی یہ فیصلہ کیا ہے۔"

"اگر مجبوری ہے تو پھر۔" میں اس سے آگے کچھ نہیں کہہ سکا۔ میری آواز حلق میں پھنس کر رہ گئی تھی۔

"ہمت سے کام لیں مسٹر شہباز۔" ڈاکٹر نے میری کیفیت کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "زخم بھر جانے کے بعد مصنوعی ٹانگ بھی لگائی جا سکتی ہے۔"

"آپ نہیں جانتے ڈاکٹر۔" میں نے اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ "وہ مریض میرے لیے کتنا قیمتی ہے۔"

"وہ یقیناً بڑے مضبوط اعصاب کا مالک ہے۔" ڈاکٹر نے قدرے حیرت سے کہا۔ "اس سے پہلے میں نے ایسا مریض نہیں دیکھا۔"

"کیا مطلب۔" سراج نے پوچھا۔

"اس حادثے کے بعد اسے بے ہوش ہو جانا چاہیے تھا لیکن وہ جس وقت یہاں لایا گیا اس وقت بھی پوری طرح ہوش میں تھا اور بے ہوش کرنے کے عمل سے گزرنے کے بعد اب بھی اس کی دونوں آنکھیں کھلی ہوئی ہیں۔ اس نے اپنی مٹھی پوری شدت سے بھینچ رکھی ہے اور اپنی ساری توجہ چھت کی جانب مرکوز کر رکھی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے اس نے خود کو ہپناٹائز کر رکھا ہو۔"

"کیا وہ بات چیت بھی کر رہا ہے۔" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"جی نہیں۔ ہم نے اسے کئی مرتبہ مخاطب کرنے کی کوشش کی لیکن اس نے ہماری کسی بات کا جواب نہیں دیا۔"

"ڈاکٹر۔ کیا آپ اسی حالت میں اس کی ٹانگ....."

"مجبوری ہے مسٹر شہباز۔" ڈاکٹر نے تشویش کا اظہار کیا۔ "ہم نے ہر ممکن کوشش کر کے دیکھ لیا ہے۔ ضروری انجکشن کے علاوہ اور خون روکنے کی کوشش بھی جاری ہے لیکن اس کے باوجود اگر فوری طور پر اس کی ٹانگ کاٹی نہ گئی تو سیپٹک پورے جسم میں پھیل کر موت کا سبب بھی بن سکتا ہے۔"

"نہیں۔ اسے مرنا نہیں چاہیے ڈاکٹر۔" میں جذباتی ہو گیا۔ "اگر ٹانگ کاٹنے سے اس کی زندگی بچ سکتی ہے تو پھر آپ اس میں دیر نہ کریں۔"

ڈاکٹر دوبارہ آپریشن تھیٹر میں چلا گیا تو سراج نے سرگوشی کی۔

"میرا خیال ہے کہ طاغوتی قوتوں نے ابھی تک اس کے اعصاب پر قبضہ جما رکھا ہے۔"

"حالانکہ انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

"کیا مطلب۔"

"اگر انہیں ماسٹر ٹونی کو اذیت ناک کیفیت سے دوچار کرنا مقصود تھا تو پھر اس کے اعصاب کو پرسکون رکھنے کی بات سمجھ میں نہیں آتی۔"

میں اور سراج کمرے سے باہر آئے تو دانش لپک کر میرے قریب آگیا۔

"سر کوئی تشویش کی بات تو نہیں ہے۔" دانش مجسم سوال بن گیا تھا۔

"ماسٹر ٹونی کی سیدھی ٹانگ کاٹنی پڑے گی۔ اس کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں ہے۔"

"اس کی زندگی تو بچ جائے گی نا سر۔"

"ہاں۔" میں نے بجھے ہوئے دل سے جواب دیا۔ "ڈاکٹروں کا یہی خیال ہے۔"

سراج مجھے ایک طرف لے گیا۔ اس وقت وہ خلاف توقع ایک با اصول پولیس افسر کے بجائے بڑی ہمدردی اور انسان دوستی کا ثبوت دے رہا تھا۔ لوگوں سے الگ تھلگ آنے سے بعد اس نے دبی زبان میں کہا۔

"میرا خیال ہے کہ اب ہمیں بھی جوابی کارروائی کرنا پڑے گی۔"

"کیا پولیس فورس نادیدہ قوتوں کے خلاف بھی جدید اور خود کار اسلحہ سے کوئی موثر کارروائی کر سکتی ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ اب اس ناپاک قوت کو سامنے لانے کی خاطر صرف ایک ہی صورت باقی رہ جاتی ہے۔"

"وہ کیا۔"

"کومل ورما یا موہنی کی موت۔"

"کیا؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "یہ آپ کیا رہے ہیں۔"

"ہاں، میری چھٹی حس بھی اب آپ کی طرح کام کرنے لگی ہے۔" سراج نے مسکرا کر جواب دیا۔

"میں بھی ان ہی لائنوں پر غور کر رہا ہوں۔" میں بے حد سنجیدہ تھا۔

"یہ کام آپ میرے اوپر چھوڑ دیں۔ میں آپ کو قانون ہاتھ میں لینے کا مشورہ نہیں دوں گا۔"

"قانون۔" میں نے بڑے سرد لہجے میں جواب دیا پھر قدم اٹھاتا اپنے ورکروں کے قریب چلا گیا جن کے چہرے ستے ہوئے نظر آرہے تھے۔ [illegible] ہی ماسٹر ٹونی سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ میں ان کا دکھ بانٹنے کی خاطر ان کو تسلی دینے لگا لیکن خود میری حالت بھی ان سے مختلف نہیں تھی، بظاہر میں ان سے باتیں کر رہا تھا لیکن میرے ذہن کے ہر گوشے میں بس ایک ہی لفظ گونج رہا تھا۔ "انتقام..... انتقام..... انتقام....."

❖

کومل ورما یا موہنی کی ذات ہی تمام فساد کی جڑ تھی۔ حالات کی روشنی میں، میں نے یہی نتیجہ اخذ کیا تھا کہ موہنی کی بدروح نے کومل ورما کے جسم کو اپنے لیے انتخاب کر لیا تھا ورنہ کومل ورما بذات خود کسی جرم میں ملوث نہیں تھی۔ کوئی ناپاک قوت موہنی کے فرضی نام سے موت اور زندگی کا کھیل کھیل رہی تھی۔

اس وقت رات کے دس کا عمل تھا جب میں نے اپنی گاڑی جمیل پارک کے قریب روکی اور اتر کر پیدل ہی ٹہلتا ہوا اس مکان کی سمت چل پڑا جو کومل ورما کی قیام گاہ تھی۔ جمیل پارک سے اس کا فاصلہ کم از کم تین فرلانگ ضرور رہا ہوگا۔ میں اس وقت بھی میک اپ میں تھا۔ میں نے اس وقت اپنی ذاتی گاڑی کے بجائے کرائے کی حاصل کردہ وہ گاڑی جو میں نے اشوک کے نام سے حاصل کی تھی استعمال کی تھی۔ میرے چہرے پر بھی اشوک ہی کا میک اپ تھا اس میک اپ میں، میں نے ایک تھری اسٹار ہوٹل میں دو روز پہلے ایک کمرا حاصل کیا تھا جس کی وجہ سے مجھے وہ گاڑی حاصل کرنے میں کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔

کومل ورما کی رہائش دو سو چالیس گز کے ایک سنگل اسٹوری بنگلے نما مکان میں تھی جو کارنر میں واقع تھا۔ میں نے پوری لائن کا ایک چکر لے کر اس بات کی تسلی کرنی تھی کہ اس وقت وہاں چوکیدار ٹائپ کا کوئی فرد اپنی ڈیوٹی کے فرائض انجام نہیں دے رہا تھا۔ چنانچہ میں نے مکان کے عقبی حصے سے مکان میں داخل ہونے کا منصوبہ بنایا۔ وہ تمام مکانات جو اس لائن میں واقع تھے ایک ہی مقامی کمپنی نے بنائے تھے۔ اس لیے عقبی دیوار اتنی بلند بھی نہیں تھی کہ مجھے اندر داخل ہونے میں کسی دشواری کا سامنا کرنا پڑتا۔ میں نے دیوار پھلانگنے سے قبل اس بات کی بھی تسلی کر لی تھی کہ کوئی مجھے دیکھ تو نہیں رہا پھر مطمئن ہو کر میں نے بغلی ہولسٹر سے دیسی ساخت کا وہ پستول نکال لیا جو لائسنس یافتہ نہیں تھا اور اس پر سائیلنسر بھی فٹ تھا۔

دبے قدموں چلتا ہوا میں ایک کمرے کے قریب پہنچ گیا جہاں روشنی ہو رہی تھی۔ دوسرے کمرے کے اندر مکمل اندھیرا تھا۔ میں نے کھڑکی سے جھانک کر اندر دیکھا تو میری رگوں میں دوڑتے خون کی گردش تیز ہوگئی۔ میرا ہونے والا شکار کومل ورما اس وقت نائٹ گاؤن میں ملبوس، ٹیبل لیمپ کی روشنی میں کسی انگریزی ناول کے مطالعے میں مصروف تھی۔ اس کا نائٹ گاؤن خاصا بے ترتیب ہو رہا تھا اس لیے اس کے جسم کے اکثر حصے عریاں نظر آرہے تھے۔ وہ بلاشبہ جسمانی اعتبار سے بے حد حسین اور خوبصورت کہی جا سکتی تھی۔ جو شنکر کمپنی جوائن کرنے سے پیش تر

یقیناً ایک کامیاب ماڈل رہی ہوگی۔ اس کے جسمانی نشیب و فراز کچھ اتنے ہی پرکشش تھے کہ اس حالت میں کسی ہوش مند کو بھی دیوانہ بنا سکتے تھے لیکن میں نے چونکہ اپنے ذہن میں پہلے ہی سے ایک خطرناک منصوبہ بنا رکھا تھا اس لیے اس کے جسم کی عریانیت بھی میرے دل میں رحم کا کوئی جذبہ پیدا نہ کر سکی۔ کھڑکی کے اندر گرل لگی ہوئی تھی اور پردہ بھی موجود تھا لیکن اس میں اتنی جھری موجود تھی جس کے ذریعے میں مکینوں کی نگاہوں میں آئے بغیر اندر کا جائزہ لے سکتا تھا۔ کومل ورما کے بیڈ روم کا فرنیچر اور دیگر تمام چیزیں بھی نہ صرف قیمتی اور دیدہ زیب تھیں بلکہ اس کے اذوق کی ترجمان بھی تھیں مگر اس وقت میں کومل ورما کے جسم کو سراہنے یا اس کے اعلیٰ ذوق کی داد دینے کے لیے نہیں آیا تھا۔

ایک بار پھر میں نے اپنے اطراف کا جائزہ لیا۔ میں پورے کیل کانٹے سے لیس تھا۔ پولیس کی ملازمت نے مجھے ان ذرائع سے بھی باخبر کر دیا تھا جو ایسے موقعوں پر کسی مجرم کے لیے جرم کے ارتکاب میں آسانیاں پیدا کرتے ہیں۔ پہلے میرا ارادہ تھا کہ کسی طرح اس کے کمرے میں داخل ہونے کی کوشش کروں گا لیکن پھر میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ اندرونی جیب سے میں نے شیشہ کاٹنے والا قلم نکالا اور بڑی آہستگی سے شیشے پر چلانے لگا۔ کومل ورما اپنے مطالعے میں اس قدر منہمک تھی کہ اسے شیشے پر چلنے والے قلم کی آواز کا کوئی احساس نہیں ہوا۔ وہ چہرے کا رخ دیوار کی جانب کیے مطالعے میں مصروف رہی۔ میں نے شیشے کے ایک حصے پر نشان لگانے کے بعد اس پر ہتھیلی جما کر اندر کی طرف پش کیا تو وہ "چٹ" کی ایک مدھم آواز سے ٹوٹ کر اندر بچھے ہوئے قالین پر گرا جس کی وجہ سے کوئی آواز نہیں پیدا ہوئی پھر میں نے اس پیدا ہونے والی خلاء سے اپنا اگلا ہاتھ اندر ڈال کر تیزی سے پردے کو ایک جانب گھسیٹ دیا۔ پردہ کھینچنے کی آواز پر کومل ورما نے یکدم چونک کر کھڑکی کی جانب دیکھا پھر وہ پستول دیکھ کر اس کی خوبصورت آنکھوں میں خوف کے سائے پھیل گئے جس نے اس کا نشانہ لے رکھا تھا۔ قبل اس کے وہ کمرے سے فرار ہونے یا شور کرنے کا ارادہ کرتی میں نے تیزی سے مدھم مگر سفاک آواز میں کہا۔ اس وقت میری آواز بھی بدلی ہوئی تھی۔ میں نے گفتگو شروع کرنے سے پیشتر وہ چھوٹا سا ٹیپ ریکارڈ آن کر دیا جو بے حد حساس واقع ہوا تھا۔ "خبردار اگر تم نے بھاگنے یا شور مچانے کی کوشش کی تو میں تمہارے اس حسین جسم کو پوری چھ عدد گولیوں سے بھون کر رکھ دوں گا۔ مکتی چاہتی ہو تو اپنی زبان بند ہی رکھنا۔"

"تت..... کون..... ہو تم؟" اس نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔ "تک..... کیا..... چاہتے ہو۔"

"انتقام۔" میں نے سرد آواز میں جواب دیا۔ "اپنے ذہن پر زور دے کر سوچنے کی کوشش کرو، میں وہی ہوں جس کی پیاس کو تم نے اس وقت بجھانے سے انکار کر دیا تھا جب تم ماڈلنگ کیا کرتی تھیں۔"

"گر..... گردھاری۔" وہ اندر روشنی اور باہر اندھیرا ہونے کے سبب میرا چہرہ نہیں دیکھ سکتی تھی۔ اس لیے اس کے ہونٹوں پر وہی نام ابھر آیا۔ جو اس کے ماضی سے منسلک تھا۔

"ٹھیک پہچانا تم نے۔" میں نے بدستور بدلی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "میں وہی گردھاری ہوں لیکن پہلے تمہاری بدھی (عقل) میں یہ بات نہیں آئی تھی کہ تم میری منو کامناؤں کو پورا کرتیں۔ تم اپنی سندرتا کی وجہ سے بہت مغرور ہوگئی تھیں۔ تم نے یہ بھی بھلا دیا تھا کہ گردھاری اگر کسی کومل اور دہکتے ہوئے سندر شریر سے اپنی پیاس نہیں بجھا سکتا تو پھر اسے دھرتی میں ملا دیتا ہے۔ مجھے وشواس ہے کہ تمہاری چتا کی اگنی (آگ) دیکھ کر میرے بے کل من کو کچھ سکون اوش مل جائے گا۔"

"نہ...نہیں مجھے گولی مت مارنا۔" اس نے سہمی ہوئی آواز سے کہا۔ "میں ابھی مرنا نہیں چاہتی۔ اگر میں مر گئی تو میری ماں کا آخری سہارا بھی چھن جائے گا۔"

"اور اگر تم گردھاری سے دور رہ کر زندہ رہیں تو پھر گردھاری مر جائے گا۔" میں نے کسی اوباش آدمی کے لہجے میں سرسراتے ہوئے کہا۔ "سوچ لو کیا تم اپنی ماتا کے لیے اپنا جیون بچانا چاہتی ہو یا پھر؟"

"میں تمہارے آگے ہاتھ باندھ کر بنتی کرتی ہوں گردھاری۔" وہ ہاتھ جوڑ کر بے بسی سے بولی۔ "مجھے اور میری پوترتا کو برباد کرنے کا خیال اپنے من سے نکال دو۔"

"سمجھ گیا۔" میں نے سفاک لہجے میں کہا۔ گویا تمہیں یہ سودا منظور نہیں ہے۔"

"اتنے کٹھور دل مت بنو۔ تمہارے لیے لڑکیوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔ تم اب تک نہ جانے کتنے کومل شریر کو روندنے کا پاپ کر چکے ہو۔ کیا تم اپنے جیون میں مجھے شمار کر کے پن کا ایک کام نہیں کرو گے۔"

"گردھاری پاپ کا دوسرا روپ ہے اور تم اس سے پن (ثواب کا کام) کی آس لگائے ہو۔ کیوں فضول کر رہی ہو۔"

"گردھاری پلیز، میں تم سے بھگوان کے نام پر رحم کی بھکشا مانگتی ہوں۔"

"میرے پاس سے کم ہے۔" میں نے خوفناک آواز میں جواب دیا۔ "اگر ہماری بیچ یہ لوہے کی گرل نہ ہوتی تو شاید اب تک میں تمہارے سندر شریر پر گردھاری کی چھاپ لگا چکا ہوتا۔"

"ٹھہرو۔" وہ ایک لمحے کی خاموشی کے بعد بولی۔ "میں تمہارے لیے دروازہ کھولتی ہوں لیکن....."

"نہیں..... تم گردھاری کے ساتھ اب کسی چھل کپٹ سے

کام نہیں لے سکتیں۔" میں جو اشوک کے میک اپ میں ہوتے ہوئے بھی کومل ورما کے لیے کسی گردھاری کا روپ اختیار کر چکا تھا بڑی حقارت سے بولا۔ "اب تم گردھاری سے کیول اپنی کوئی آخری اچھا (خواہش) پوری کرا سکتی ہو پرنتو اس شرط پر کہ تم میری آنکھوں سے دور رہنے کی کوئی شرط نہیں لگاؤ گی۔ نہ ہی جیون دان کرنے کی بھکشا (بھیک) مانگو گی۔

"میں تمہیں وچن دیتی ہوں۔"

"نہیں .... اب ان باتوں کا سمے بیت چکا ہے۔" میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "ہاں اگر ترلوک سدھارنے سے پہلے اگر تم گردھاری کو اپنے کومل شریر کا درشن کرا دو تو تمہارا یہ احسان ہمیشہ یاد رکھوں گا۔" میں جان بوجھ کر ایسی باتیں ریکارڈ کر رہا تھا جو بحیثیت شہباز خان کے میری بے گناہی کا ثبوت فراہم کر سکتیں۔ مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ ابھی تک موہنی کا پارٹ پلے کرنے والی بدروح نے کومل ورما کی کوئی مدد کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

"تم مجھے مار ڈالو لیکن تمہاری اس گندی خواہش کو کبھی پورا نہیں کروں گی۔" اس بار اس نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے پھر مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔" میں نے کہنے کے بعد چار فائر کیے۔ ہلکی ہلکی ٹنچ ٹنچ کی آواز ابھری اس کے ساتھ ہی کومل ورما کے جسم سے خون کا فوارہ پھوٹ نکلا۔ وہ کسی کٹی ہوئی پھولوں کی مہکتی شاخ کی طرح اپنے وجود سے علیحدہ ہو کر فرش پر گر پڑی تھی۔ اس کے بعد میں نے ٹیپ آف کر کے جیب میں ڈال لیا۔ میرا کام مکمل ہو چکا تھا۔ اس لیے میں نے بڑی برق رفتاری سے پلٹ کر عقبی دیوار پھلانگی اور باہر سڑک پر آگیا۔ باہر آکر میں نے پستول کے دستے سے اپنی انگلیوں کے نشانات رومال سے صاف کیے اور اسے مکان کے اندر اچھالتا ہوا تیزی سے پلٹا۔ واپسی کے لیے میں نے دوسرا راستہ اختیار کیا تھا۔ گاڑی میں بیٹھنے کے بعد میں نے جلدی جلدی اپنا ریڈی میڈ میک اپ اتار کر پچھلی سیٹ پر اچھال دیا لیکن اس پر سے بھی اپنے فنگر ز پرنٹس صاف کرنا نہیں بھولا تھا۔ تھری اسٹار کے اس ہوٹل سے جہاں میں نے اشوک کے نام سے کرا بک کیا تھا۔ بہت دور گاڑی ایک کنارے روک کر نیچے اترا اور اطمینان سے چلتا ہوا دوسری سڑک پر آگیا جہاں سے ایک ٹیکسی پکڑ کر اس میں بیٹھا اور گھر کی سمت روانہ ہو گیا۔ یہاں یہ بھی بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہوٹل کے کمرے سے نکلتے وقت اور کرائے کی گاڑی سے اترنے سے پہلے ایسے تمام نشانات مٹانا نہیں بھولا تھا جو پولیس کے لیے میرے سلسلے میں کوئی ثبوت فراہم کر سکتے۔ ٹیکسی بھی میں نے اپنی رہائش گاہ سے سو گز دور ہی چھوڑ دی تھی جہاں سے گھر تک پہنچنے کا سفر میں نے پیدل ہی طے کیا تھا۔ مجھے اپنی اس حرکت پر کوئی ندامت یا افسوس نہیں تھا۔ اس لیے کہ میں نے ماسٹر ٹونی کا حساب برابر کر دیا تھا۔ شاید حالات نے مجھے باغی بنا دیا تھا۔

دوسری صبح میں نہا دھو کر حسب معمول تازہ دم ہو کر دفتر پہنچا تو سراج وہاں پہلے سے موجود تھا۔ اس کے چہرے پر گہری تشویش کے تاثرات موجود تھے۔ وہ مجھے دیکھ کر اٹھا پھر ہاتھ ملا کر دوبارہ بیٹھ گیا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ جن نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا وہ ایک دوست یا پرانے واقف کار کی نہیں بلکہ قانون کی نگاہیں تھیں۔

"خیریت ....." میں نے بڑے اطمینان سے پوچھا۔ "آج صبح ہی صبح ادھر کا راستہ کیسے بھول گئے؟"

"مسٹر شہباز۔ آپ کو شاید یاد ہو گا کہ ہم نے کل ہسپتال میں ماسٹر ٹونی کو پیش آنے والے واقعات پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک پلان پر غور کیا تھا۔"

"جی .... جی ہاں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا پھر سراج کو بڑی معصوم نگاہوں سے دیکھتا ہوا بولا۔ "کیا آپ کومل ورما یا موہنی جیسی خوبصورت عورت کو ٹھکانے لگانے کا کام سرانجام دے سکتے ہیں۔ میرے خیال سے نہیں۔"

"میں اس وقت بہت سنجیدہ ہوں مسٹر شہباز۔"

"میں محسوس کر رہا ہوں لیکن.....؟"

"میں نے آپ کو مشورہ دیا تھا کہ آپ کسی صورت میں بھی قانون کو اپنے ہاتھوں میں لینے کی جذباتی حرکت سے باز رہیں گے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"گزشتہ رات کسی نے کومل ورما کو قتل کر دیا ہے۔" سراج نے مجھے وہ تمام تفصیل بتائیں جس سے میں پہلے ہی واقف تھا۔

"نہیں۔" میں نے سب کچھ سننے کے بعد چونکتے ہوئے پوچھا۔ "یہ حرکت کون کر سکتا ہے جبکہ موہنی نامی کوئی پراسرار قوت کومل ورما کی پشت پناہی کر رہی ہے۔ ویسے بائی دی وے۔ آپ کو اس قتل کی واردات کی اطلاع کہاں سے ملی۔"

"موہنی کے ذریعے۔" سراج نے پہلو بدل کر جواب دیا۔ "اس کے علاوہ میں خود اس قتل کی واردات کو دیکھ کر آرہا ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"موہنی کا فون ریسیو کرنے کے بعد میں سیدھا کومل ورما کے گھر گیا تھا جہاں اس کا جسم خون میں لت پت پڑا اپنی آخری سانسیں گن رہا تھا۔ سراج نے کہا۔ "مسٹر پانڈے بھی اس خبر کی اطلاع ملتے ہی وہاں پہنچ چکے تھے۔ کومل ورما کی ماں کے بیان کے مطابق اسی نے مسٹر پانڈے کو اس حادثے کی اطلاع دی تھی۔ ہم نے فوری طور پر کومل ورما کو طبی امداد فراہم کرنے کی غرض سے ہسپتال روانہ کیا لیکن خون زیادہ بہ جانے کے سبب وہ جاں بر نہیں

ہو سکی۔ اس نے میڈیکل ایڈ ملنے سے پہلے ہی دم توڑ دیا تھا۔

"لیکن .... یہ قتل کون کر سکتا ہے۔" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"یہی بات تو میں آپ سے دریافت کرنے کی غرض سے یہاں موجود ہوں۔" سراج کے جملے کے اندر ایک ہلکا سا تجسس بھی شامل تھا۔ وہ میرے اوپر شک کرنے میں حق بجانب تھا لیکن میں یہ بھی جانتا تھا کہ وہ بغیر ثبوت کے مجھے ہراساں نہیں کر سکتا۔ دفتر آتے وقت میں گردھاری کے فرضی نام پتے سے ٹیپ شدہ کیسٹ بھی سراج کے نام پر ایک پارسل کی صورت میں پوسٹ کر چکا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ موہنی کی بدروح اب کومل ورما کو درمیان سے ہٹانے کے بعد کوئی نیا روپ اختیار کرے گی۔"

"گویا آپ کی رائے میں اسے موہنی کی بدروح کی پراسرار قوت نے مارا ہو گا۔"

"اور کیا سوچا جا سکتا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ہو سکتا ہے کل اس کی نادیدہ طاقت نے ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو سن لی ہو اور اس کے بعد اس نے کومل ورما کو راستے سے ہمیشہ کے لیے ہٹا کر ہمیں کسی نئی الجھن میں ڈالنے کی چال چلی ہو؟"

"کیا بدروحیں گولی بھی چلا سکتی ہیں؟" سراج نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "اگر آپ کی بات مان بھی لی جائے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس پراسرار قوت کو کھڑکی کا شیشہ کاٹنے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ سائلنسر لگے ہوئے پستول کے استعمال کے بغیر بھی اسے ٹھکانے لگا سکتی تھی۔

"میں نے ابھی یہی اظہار کیا تھا مائی ڈیر مسٹر سراج کہ حالات کو الجھا کر وہ پراسرار قوت ہمیں کسی الجھن میں ڈالنا چاہتی ہے۔"

"اگر ناگوار خاطر نہ ہو تو کیا میں ضابطے کی کارروائی کی خاطر آپ سے ایک دو سوالات کر سکتا ہوں۔"

"کیوں نہیں۔" میں نے بدستور بے پروائی سے کہا۔ "آپ جو چاہیں پوچھ سکتے ہیں؟"

"کل رات نو اور گیارہ کے دوران آپ کہاں تھے؟"

"اوہ! آپ شاید میری ذات پر شبہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔" میں سنجیدہ ہو گیا۔ یہ حرکت میں نے جان بوجھ کر اپنی ناگواری کے اظہار کے طور پر کی تھی۔

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہوا۔"

"ہاں کل رات سات بجے کے بعد سے گھر پر ہی تھا۔" میں نے بلا جھجک کہا۔ "آپ اگر چاہیں تو میری ماں اور گھریلو ملازموں سے بھی دریافت کر سکتے ہیں۔"

"آئی ایم سوری مسٹر سراج لیکن آپ ہی بتائیے کہ میں کیا کروں؟" میری بات پر یقین کر لینے کے بعد اس نے بڑی بے بسی سے کہا۔ "وہ پستول جس سے کومل ورما پر چار فائر کیے گئے تھے۔ ہمیں کومل ورما کے کمرے کے باہر عقبی دیوار کے پاس پڑا ملا تھا۔"

"کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ موہنی کی پراسرار قوت نے یہ کام کسی اور کے ذریعے اس کا دماغ ماؤف کرنے کے بعد کرایا ہو۔ آپ ٹونی کو پیش آنے والے حادثے کو کیوں فراموش کر رہے ہیں۔"

"سب کچھ ممکن ہے لیکن ہم اوپر والوں کے سامنے کیا جواز پیش کریں گے۔"

"پانڈے جی کا اس قتل کے بارے میں کیا خیال ہے؟" میں نے پر تجسس انداز میں کہا۔ "کہیں ایسا تو نہیں کہ ان ہی کے دفتر کے کسی ناکام عاشق نے کومل ورما کی شرافت سے مایوس ہو کر اسے ٹھکانے لگا دیا ہو۔" آخری جملہ میں نے دیدہ و دانستہ ادا کیا تھا۔ جے شنکر کمپنی سے ارجن نامی ایک شخص کو جو بہت کام کا آدمی تھا محض اس لیے برطرف کر دیا گیا تھا کہ اس نے کومل ورما کے ساتھ بے تکلف ہونے کی کوشش کی تھی۔

"میں نے اس نکتے پر بھی غور کیا تھا لیکن مسٹر پانڈے کا خیال ہے کہ قتل جیسے بھیانک جرم کا ارتکاب ان کے کسی ملازم سے سرزد نہیں ہوا ہو گا۔ البتہ انہوں نے اپنے ارجن نامی ایک ملازم کے بارے میں اتنا ضرور کہا تھا۔ اسے کچھ عرصہ پیشتر ملازمت سے برطرف کر دیا گیا تھا۔"

"کیا ارجن پر شک نہیں کیا جا سکتا۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "چونکہ اس کی برطرفی کا سبب کومل ورما کی شخصیت تھی اس لیے اس نے انتقام کے طور پر ایک انتہائی قدم اٹھانے کا فیصلہ کر لیا ہو۔"

"میں نے اس کا نام بھی مشتبہ اشخاص کی فہرست میں شامل کر لیا ہے۔" سراج نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ اب وہ بری طرح نروس دکھائی دے رہا تھا۔

"کومل ورما کی ماں کا کیا بیان ہے؟" میں نے پوچھا۔ "کیا اس نے کسی پر اپنے شبہے کا اظہار کیا ہے؟"

"نہیں .... اس کا کہنا ہے کہ اس کی لڑکی بے داغ کردار کی مالک تھی۔"

"ایسی صورت میں صرف موہنی کی ناپاک قوت اور ارجن کی ذات پر شبہ کیا جا سکتا ہے۔"

"میں بار بار آپ کو پریشان کرنے کی خاطر آپ کے دفتر چلا آتا ہوں۔" سراج نے میری بات کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔ "آپ کو ناگوار تو محسوس نہیں ہوا؟"

"جی نہیں۔" میں نے بے تکلفی سے جواب دیا۔ "میں آپ کی مجبوری سمجھتا ہوں۔"

سراج نے میرا شکریہ ادا کیا پھر میرے اصرار پر کافی پی اور ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد رخصت ہو گیا۔ اس کے جانے کے بعد میرے ہونٹوں پر بڑی پراسرار اور معنی خیز مسکراہٹ ابھری تھی۔ مجھے یقین تھا کہ میری باتوں نے اس کے ذہن سے میرا نام ضرور کھرچ دیا ہو گا۔

سراج کے جانے کے بعد میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا پھر وارثی کو طلب کر کے پوچھا۔

"ماسٹر ٹونی کی طبیعت کیسی ہے؟"

"میں آپ کے حکم کے مطابق صبح اسے دیکھنے ہسپتال گیا تھا۔" وارثی نے اداس لہجے میں اپنے غم کا اظہار کیا۔ "اس کی ٹانگ کاٹ دی گئی لیکن ابھی کسی کو اس سے ملنے کی اجازت نہیں ملی۔ وہ ابھی آئی سی یو میں انڈر آبزرویشن ہے۔ ہو سکتا ہے کل یا پرسوں تک اسے کسی وارڈ میں شفٹ کر دیا جائے۔"

"کسی وارڈ سے آپ کی کیا مراد ہے؟" میں اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "آپ ابھی فون کر کے اس کے لیے اسپیشل وارڈ میں ڈی لکس روم بک کرا لیں۔"

"بہتر ہے۔"

"ٹونی کو ہمارے کچھ ورکروں نے اپنا خون بھی بطور عطیہ بروقت فراہم کرنے کا نیک فرض ادا کیا تھا۔ کیا آپ ان کو جانتے ہیں؟"

"ایک دو کو تو میں جانتا ہوں۔ ویسے ان لوگوں کے نام دانش کے علم میں ضرور ہوں گے۔" وارثی نے کہا۔ "خود دانش نے بھی ایک بوتل خون دیا تھا۔"

"بروقت، محبت اور بھائی چارے کی بنیاد پر جو چیز فراہم کی جائے اس کی قیمت ادا نہیں کی جا سکتی پھر بھی آپ ان تمام ورکروں کو کمپنی کی طرف سے نام بنام شکریے کا لیٹر ایشو کر دیں اور دو دو ہزار روپے بھی۔ یہ تمام اخراجات کمپنی کے کھاتے سے ادا ہوں گے۔"

"میں سمجھ گیا سر، اور آپ کے اس جذبے کی قدر بھی کرتا ہوں ورنہ اس دور میں کون کسی کا ..."

"ڈاکٹروں نے ٹونی کی صحت کے بارے میں کیا کہا ہے۔" میں نے وارثی کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا۔

"وہ سب پرامید ہیں۔" وارثی نے میرے جملے کا مفہوم سمجھتے ہوئے کہا۔ "لیکن ٹونی شاید اب آؤٹ ڈور ڈیوٹی کا کام سرانجام نہیں دے سکتا۔ یوں بھی اسے دو تین مہینے تک مکمل بیڈ ریسٹ کی ضرورت ہو گی۔"

"دانش کے سلسلے میں آپ کی کیا رائے ہے؟"

"کس سلسلے میں سر؟"

"کیا وہ آؤٹ ڈور کا کام سنبھال سکتا ہے؟"

"جی ہاں، ٹونی اکثر اسے اپنے ساتھ سائٹ پر لے جاتا تھا۔ میرے خیال میں ٹونی کی جگہ کسی نئے آدمی کے بجائے دانش زیادہ بہتر طور پر ہمارے لیے کارآمد ثابت ہو گا۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ اگر مناسب سمجھیں تو آج ہی دانش کی ترقی کر کے اسے ٹونی کی جگہ تعینات کر دیں اور دانش کی جگہ فورمین کو چیف فورمین کے اضافی کام کا لیٹر بھی تنخواہ میں معقول اضافے کے ساتھ جاری کر دیں۔"

"جیسا آپ کا حکم سر لیکن ...." وارثی نے کچھ کہتے کہتے خاموشی اختیار کر لی تھی۔

"آپ خاموش کیوں ہو گئے؟"

"ٹونی کو اپنی جگہ چھن جانے کا ضرور دکھ ہو گا۔" وارثی بولا۔ "کیا آپ اپنے فیصلے کو کچھ دن کے لیے موخر نہیں کر سکتے۔ اس وقت تک جب تک ٹونی مکمل طور پر صحت یاب نہیں ہو جاتا۔"

"نہیں، میں جو قدم اٹھا رہا ہوں بہت کچھ سوچ سمجھ کر اٹھا رہا ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "ٹونی کو میں نے اپنے اور والد صاحب کی کمپنی کے تمام کاموں کا چیف سپروائزر بنانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اس کام کے لیے اسے کمپنی کی طرف سے ایک گاڑی اور ڈرائیور فراہم کیا جائے گا جو کلی طور پر اس کے ڈسپوزل پر ہو گا۔ اس کے علاوہ ٹونی روبہ صحت ہونے کے بعد ہمارے ساتھ اسی بلڈنگ میں ایک ایسے آفس میں بیٹھا کرے گا جس میں اس کی ضرورت کے مدنظر تمام ضروری سہولتیں فراہم کی جائیں گی۔ میں نہیں چاہتا کہ اسے صحت مند ہونے کے بعد کسی بے بسی کا احساس ہو اس لیے آپ آج ہی تمام لیٹر تیار کر لیں اور ٹونی کے ہوش میں آتے ہی اسے میرے فیصلے سے آگاہ کر دیں۔ فی الحال میں ٹونی کی تنخواہ میں سہولتوں کے علاوہ پانچ ہزار کا اضافہ بھی کر رہا ہوں۔"

"میں آپ کے اس جذبے کی قدر کرتا ہوں سر لیکن کہیں ٹونی اس ترقی کو بھی اپنے اوپر اثرانداز نہ کر لے۔"

"یہ آپ مجھ پر چھوڑ دیں۔ میں ٹونی کے ہوش میں آنے کے بعد اس کا لیٹر خود اپنے ہاتھوں سے سروس کرنا زیادہ پسند کروں گا۔"

"یہ زیادہ مناسب ہو گا۔"

وارثی کے جانے کے بعد میں روزمرہ کے کاموں میں مصروف ہو گیا۔ شام کو دفتر سے اٹھنے کے بعد میں سیدھا ریڈ کراس ہسپتال ٹونی کی خیریت دریافت کرنے گیا۔ دانش کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی وہاں موجود تھے۔ کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں تھی لیکن اس کے باوجود وہ وہاں کھڑے تھے اور آنے جانے والے عملے کے افراد سے اس کی خیریت دریافت کر رہے تھے۔ دانش میرے قریب آتے ہوئے بولا۔

"ماسٹر ٹونی کی حالت اب پہلے سے بہتر ہے لیکن شاید ابھی اسے دو تین دن اور انتہائی نگہداشت میں رکھا جائے گا۔"

میں نے دانش سے خیریت دریافت کرنے کے بعد وہاں کے ڈاکٹر انچارج سے ملاقات کی۔ وہ غالباً مجھے جانتا تھا۔

"آیئے۔ میں آپ کو اندر لیے چلتا ہوں۔" اس نے اٹھتے ہوئے خندہ پیشانی سے کہا۔ "مریض کو ہم نے نیند کا انجکشن دے رکھا ہے تاکہ اسے درد کی شدت نہ ہو سکے۔ آپ اسے صرف دور سے دیکھ سکتے ہیں۔"

"اس کی اوور آل کنڈیشن اب کیسی ہے؟"

"پہلے سے بہتر ہے۔ خاص طور پر اس کا بلڈ پریشر اور پلس (pulse) کی رفتار دونوں نارمل ہیں ورنہ عام طور پر یہ چیزیں بڑھ جاتی ہیں جس سے مریض کی حالت کو قطعی طور پر اسٹیبل (Stable) نہیں کیا جا سکتا۔"

میں ڈاکٹر کے ساتھ باہر آیا تو دانش کی نگاہوں کی خاموش درخواست کو نظرانداز نہیں کر سکا۔ میری سفارش پر ڈاکٹر نے اسے بھی اجازت دے دی۔ ہم ٹونی کے کمرے میں داخل ہوئے جہاں وہ بے خبری کی حالت سے دوچار تھا۔ وہ سیدھے ہاتھ سے پہلے ہی محروم تھا اب اس کی سیدھی ٹانگ کولہے کے قریب سے کاٹ کر علیحدہ کر دی گئی تھی، جس پر موٹی موٹی پٹیاں نظر آ رہی تھیں۔ میں اپنے آنسو ضبط نہ کر سکا۔ دانش کی کیفیت بھی مجھ سے مختلف نہیں تھی۔ ہم دونوں کچھ دیر بعد باہر آ گئے۔ میرے دل کی کیفیت عجیب سی ہو رہی تھی پھر بھی میں نے ڈاکٹر کا شکریہ ادا کیا۔ دانش اور اس کے ساتھیوں کو تسلی دی اور پھر باہر آ کر گھر کے لیے روانہ ہو گیا۔ میری حالت ٹونی کی کیفیت دیکھ کر دگرگوں ہو گئی تھی۔ میرے دل کی ہر دھڑکن پکار پکار کر کہہ رہی تھی۔

"تم ہی ٹونی کی بربادی کے ذمے دار ہو۔ اسے اب تمہاری ہی وجہ سے اپاہجوں جیسی زندگی گزارنی پڑے گی۔ تم ہی اس کی مضحکہ خیز کیفیت کے ذمے دار کہلاؤ گے۔ تم نے خود کو بچانے کی خاطر کومل ورما کو اغوا کرنے کا فرض اسے سونپ کر بڑی خودغرضی کا ثبوت دیا ہے۔ تمہارے اوپر تو بزرگ کا سایہ ہے۔ ہاتھ میں سندلی انگوٹھی بھی موجود ہے جس کی وجہ سے کالی اور گندی قوتیں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھیں۔ اس کے باوجود تم نے اپنے سب سے قیمتی آدمی کی زندگی داؤ پر لگا کر اچھا نہیں کیا۔ تم اس کے ساتھ خواہ کچھ بھی کرو کتنی ہی مراعاتیں دے دو لیکن پھر بھی تم اس کے درد کا مداوا نہیں کر سکتے اور .... اور .... اگر وہ مر گیا تو تم ہی اس کے قاتل ہو گے۔ دولت سے دنیا کی ہر چیز خریدی جا سکتی ہے لیکن زندگی اور موت سے کسی قسم کی کوئی سودے بازی نہیں کی جا سکتی۔"

میرا ضمیر مجھے ملامت کر رہا تھا۔ میں گھر پہنچا تو ماں میری راہ دیکھ رہی تھی۔ مجھے اس وقت والد صاحب کی یاد آ گئی۔ وہ بھی میری ہی وجہ سے موت کے گھاٹ اتار دیے گئے تھے۔ میرے اندر ایک تناؤ کی سی کیفیت پیدا ہو رہی تھی۔ اعصاب بری طرح چٹخ رہے تھے لیکن میں نے ماں کو دیکھ کر اپنے ہونٹوں پر ایک مصنوعی مسکراہٹ سجا لی۔ یہ ایک فریب تھا جو میں خود اپنے آپ کو دے رہا تھا۔

رات کے کھانے کے دوران میں چپ چاپ سا تھا۔ ماں بہرحال ماں ہوتی ہے اس نے میرے اندر چھپے ہوئے غم کو بھانپ لیا تھا۔

"کیا بات ہے شہباز؟ تم مجھے آج کچھ افسردہ نظر آ رہے ہو۔"

"یوں ہی دفتر میں کام زیادہ تھا اس لیے تکان ہو گئی ہے۔" میں نے امی کو دلاسہ دینے کی کوشش کی۔

"میری طرف دیکھو۔" امی نے کہا میں نے ان کی طرف نظریں گھما کر دیکھنے کی کوشش کی تو ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ سے گئے۔ یہ ایک فطری عمل تھا انسان اگر اپنے دکھ درد کا حال احوال کسی سے بیان کر دے تو دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔ میری نم آنکھیں دیکھ کر امی تڑپ اٹھیں۔

"شہباز۔ کوئی بری خبر تو نہیں ہے۔" انہوں نے تیزی سے دریافت کیا۔

میں نے ماسٹر ٹونی کو پیش آنے والے حادثے کو ایک اتفاقیہ حادثہ قرار دے کر کہانی کو کچھ توڑ مروڑ کر بیان کرتے ہوئے کہا۔ "میں ابھی اس کے پاس سے آ رہا ہوں وہ میرا سب سے دلیر، محنتی اور جانثار ورکر تھا۔ ٹانگ کٹ جانے کے بعد اس کی حالت کچھ مخدوش سی ہو گئی ہے۔ ڈاکٹروں کے بیان کے مطابق اس کی زندگی بچ جائے گی لیکن نہ جانے کیوں دل کو چین نہیں آ رہا ہے۔"

"خدا پر بھروسا رکھو بیٹے۔ وہ بہتر کرے گا۔" ماں نے مجھے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "جو لوگ سچے اور محنتی ہوتے ہیں۔ ایمانداری اور دیانت سے زندگی گزارتے ہیں خدا ان کی مدد ضرور کرتا ہے۔"

کھانے کے بعد بڑی دیر تک امی سے باتیں کرتا رہا۔ باتوں باتوں میں انہوں نے ایک بار پھر میری شادی کا ذکر چھیڑ دیا۔

"زندگی کا کوئی بھروسا نہیں ہوتا کون جانے اگلی سانس زندگی کی آخری سانس ہو۔"

"پلیز امی .... خدا کے لیے ایسی باتیں نہ کریں۔"

"میری خواہش ہے کہ اپنی زندگی ہی میں تمہارے سر پر سہرا دیکھ لوں۔" امی کے لہجے میں حسرت تھی۔ ایک ماں کی آرزوؤں کی تڑپ شامل تھی۔

"آپ جہاں چاہیں جب چاہیں میری شادی کر دیں لیکن ابھی آپ کی تو عدت کے دن بھی پورے نہیں ہوئے۔"

"ایک بات پوچھوں شہباز۔"

"جی۔" میں نے ماں کی طرف وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"کیا تمہیں کوئی لڑکی پسند ہے؟ اگر ہے تو مجھے بتا دو۔ مجھے تمہاری پسند پر کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔"

"لڑکیاں تو بہت ساری دیکھی بھالی ہیں لیکن مصیبت یہ ہے کہ ایک وقت میں صرف ایک ہی سے شادی کر سکتا ہوں اس لیے ان میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ذرا مشکل ہے۔" میں نے امی کی دلجوئی کی خاطر کہا۔

"کیوں مذاق کر رہا ہے؟ میں اس وقت سنجیدگی سے بات کر رہی ہوں۔"

"میں بھی غیر سنجیدہ نہیں ہوں۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ "کہئے تو آپ کو بہت ساری لڑکیوں کی تصویریں لا کر پیش کر دوں۔ آپ جس پر انگلی رکھ دیں گی میں بلا کسی چوں و چرا کے اس سے شادی کر لوں گا۔"

"میں سمجھ رہی ہوں۔ تو مجھے بہلانے کی کوشش کر رہا ہے۔" ماں نے بڑی محبت سے دیکھا پھر پیار بھرے لہجے میں بولیں۔ "میری عدت کے دن پورے ہو لینے دو۔ پھر دیکھتی ہوں تم کیسے میری باتوں سے انکار کرتے ہو۔"

امی میری شادی کے موضوع پر خاصی دیر تک مجھ سے باتیں کرتی رہیں۔ میں ان کی خوشی کی خاطر ہاں میں ہاں ملاتا رہا پھر جب رات کے ساڑھے دس بج گئے تو اٹھ کر اپنی خواب گاہ میں آگیا تاکہ لباس تبدیل کر سکوں۔ جب سے والد صاحب کا انتقال ہوا تھا میں ماں کی تنہائی کے احساس کو ان کے وجود سے دور رکھنے کی خاطر انہیں کے کمرے میں سوتا تھا۔ کپڑے تبدیل کر کے میں خواب گاہ سے نکل ہی رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھا لیا۔

"میں موہنی بول رہی ہوں۔" دوسری جانب سے موہنی کی آواز سنائی دی۔ "وہی موہنی جس کی وجہ سے تم نے کومل ورما کو راستے سے ہٹا دیا۔"

"لیکن تم اس کے باوجود اپنی گندی قوتوں کے ذریعے اسے بچا نہیں سکیں۔"

"اتفاق ہی سمجھو جو اس وقت میں تمہارے ماسٹر ٹونی کی سہائتا کرنے میں مصروف تھی ورنہ۔۔۔"

"تم اور ٹونی کی مدد کرو گی۔" میں نے حقارت سے کہا۔ "کیوں مجھے ہنسانا چاہتی ہو؟"

"تمہاری ہی کمینگی کی وجہ سے وہ غریب ایک ٹانگ سے محروم ہوا ہے اور تم ہی اس کی زندگی بچانے کی کوشش کرو گی؟"

"ہاں۔۔۔ میں تمہارے ایک ایک آدمی کو تڑپا تڑپا کر اور سسکا سسکا کر مارنا چاہتی ہوں۔"

"اب تم کس روپ میں سامنے آؤ گی؟" میں نے نفرت سے پوچھا۔ "ظاہر ہے کہ تم مجھ سے خوف زدہ ہو اس لیے کھل کر اپنے اصلی روپ میں درشن نہیں دو گی۔"

"چنتا مت کرو۔ اس کا سمے بھی جلد آنے والا ہے۔"

"اس وقت فون کرنے کا کیا مقصد ہے؟"

"میں تمہیں ایک موقع اور دے رہی ہوں۔ سوچ لو اگر تم نے میرا کہنا نہ مانا تو ہو سکتا ہے کہ اس بار میں تمہیں سبق دینے کے کارن تمہاری ماتا کو اپنی مہان شکتی سے نرکھ میں جھونک دوں۔"

"بکواس بند کرو۔" میں نے موہنی کو ایک گندی گالی دیتے ہوئے بڑے سفاک لہجے میں کہا۔ "اگر تم نے میری ماں کی جانب اپنی گندی نظروں سے دیکھنے کی کوشش کی تو میں ان تمام مہولا سے اپنے انتقام کی آگ بجھانے سے دریغ نہیں کروں گا جن کی خاطر تم بے گناہوں کے خون سے ہولی کھیل رہی ہو۔ کومل ورما کی مثال تمہارے سامنے ہے۔ اسے نہ بھولنا۔"

"ٹھیک ہے شری شہباز خان۔ اب مجھے تمہیں کوئی ایسا سبق دینا ہو گا کہ تم میرے آگے ہاتھ باندھ کر بنتی کرو گے دیا کی بھیک مانگو گے۔ پرنتو اس بار میں تمہیں شما نہیں کروں گی۔ ہمارے بیچ اب کوئی سمجھوتا بھی نہیں ہو گا۔"

"تم بھول رہی ہو کہ میں ایک مسلمان ہوں اور مسلمان کبھی کفر کی طاقت کے آگے سرنگوں نہیں ہوتا۔" میں نے پورے اعتماد اور یقین کے ساتھ کہا پھر ریسیور کریڈل پر رکھا اور اپنے کمرے سے نکل کر ماں کی خواب گاہ کی جانب قدم بڑھانے لگا۔

اچھا ہی ہوا جو اس وقت امی کسی وظیفے کے ورد میں مصروف تھیں ورنہ میرے چہرے کی کیفیت دیکھ کر میرے دل کی کیفیت ضرور بھانپ لیتیں۔ ماں بہرحال ماں ہوتی ہے۔ اولاد کا چہرہ ایک ماں کے لیے وہ آئینہ ہوتا ہے جو دل کی چغلی کھانے سے بھی گریز نہیں کرتا۔ مجھے اس بات کا علم تھا کہ وہ وظیفہ ایک ماں اپنی جوان اولاد کے لیے اسے ہر قسم کے شر اور شیطانی قوتوں سے محفوظ رکھنے کے لیے پڑھ رہی تھی۔ اس کی زندگی اور سالمیت کے لیے خدا کے حضور دعا مانگ رہی تھی۔

میں نے محسوس کیا تھا کہ والد صاحب کی موت کے بعد سے امی کو اس بات کا شبہ ہو گیا تھا کہ کچھ نادیدہ قوتیں برسرپیکار ہیں جس کی وجہ سے ایک دکھے دل کی مانند نالبا" یہ سوچ کر ہی تڑپ اٹھی تھی کہ اگر اس کے سہاگ کے بعد اس کی گود بھی اجڑ گئی تو وہ کیا کرے گی۔ کس کے سہارے جیئے گی۔ اس وقت بھی وہ اسی اولاد کی خاطر اپنے پروردگار سے لو لگائے ہوئے تھی۔

میں نے نائٹ بلب روشن کیا اور بتی بند کر کے اپنے بستر پر لیٹ گیا۔ میرے دل میں قسم قسم کے وسوسے سر ابھار رہے تھے۔ والد کا سایہ سر سے اٹھے ابھی چند ہی دن گزرے تھے اور اب موہنی کی بد روح نے مجھے فون پر ماں کی موت کی دھمکی دی تھی۔ میں اپنے آنسو ضبط نہ کر سکا۔ میری پلکوں کے گوشے بھیگنے لگے تھے میں نے کروٹ بدل لی۔ میں کاروبار کے ہر بڑے سے بڑے

خسارے کو برداشت کر سکتا تھا۔ ہر نقصان کو سہہ سکتا تھا لیکن ماں کی جدائی کا تصور ہی میرے لیے بڑا المناک اور ناقابل برداشت تھا اگر میرا دشمن طوفان یا کسی آہنی چٹان کی صورت میں بھی میرے سامنے ہو تو میں اپنی زندگی کی پروا کیے بغیر اس سے ٹکرا جاتا لیکن ہواؤں سے لڑنا میرے بس کی بات نہیں تھی۔

مجھے معلوم تھا کہ موہنی ایک فرضی نام ہے۔ اس نام کے پیچھے ان ہی ناپاک اور گندی قوتوں میں سے کوئی ایک کام کر رہی تھی جس نے روپ نگر سے والد صاحب کی موت تک سائے کی طرح میرا تعاقب جاری رکھا تھا۔ وہ کوئی بھی قوت ہو سکتی تھی۔ شنکر' پنڈت جنی رام' کالکا یا پھر لیڈی مکلارنس۔ یہ تمام پراسرار قوتیں ناقابل یقین حد تک مجھے مختلف موقعوں پر چونکا چکی تھیں۔ میں ان ہی کے بارے میں غور کرتا۔ ان کی ارواح جسم سے جدا ہونے کے بعد بھی کسی اور کے دل و دماغ پر قبضہ جما سکتی تھیں۔ ان کے یہاں زندگی اور موت کا تصور بھی کچھ عجیب تھا' بہرحال موہنی میرے لیے ایک نام تھا۔ وہ قوت کسی نامعلوم وجہ سے کھل کر میرے سامنے آنے سے گریز کر رہی تھی پھر اچانک میرے ذہن میں جمنا کا نام ابھرا جو شنکر کی ناجائزہ محبوبہ تھی۔ جمنا کے سلسلے میں روپ نگر میں ملازمت کے دوران میں خود ایسی باتیں دیکھ چکا تھا جس کو انسانی ذہن قبول کرنے کو تیار نہیں ہو سکتا تھا لیکن وقت کے ساتھ نادیدہ قوتوں نے بھی حیرت انگیز طور پر ترقی کی تھی جس کی مثال لندن میں لیڈی مکلارنس کی صورت میں میرے سامنے آئی تھی۔ لوگ اس کے سائے سے بھی دور رہتے تھے۔ اس کی پیش گوئی جبکہ سچ ہوتی تھی۔ اس نے پنڈت جنی دھر کو جس انداز میں ایک کٹے ہوئے سر کی صورت میں اپنی خواب گاہ میں طلب کر کے گفتگو کرائی تھی وہ میرے لیے حیران کن تھی پھر اس کی زیر زمین لائبریری دیکھ کر مجھ پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔ وہ روحوں کو بھی ریموٹ کنٹرول کے ذریعے زندہ انسانوں کی طرح باتیں کرنے پر مجبور کر دیتی تھی۔

پنڈت جنی دھر کو شنکر نے اپنے گرو دیو بتایا تھا جبکہ وہ بذات خود حیرت انگیز سفلی قوتوں کا مالک تھا۔ لیڈی مکلارنس کی خواب گاہ میں اس کے ہوا میں معلق کٹے ہوئے سر نے اس بات کا دعویٰ بھی کیا تھا کہ وہ بہت جلد اس کی قید سے آزاد ہو جائے گا اور اس کے بعد وہ اپنے انتقام کو دشمنوں کی خون سے سرد کرے گا۔ ہو سکتا تھا کہ اس کی روح لیڈی مکلارنس کے جال توڑ کر آزاد ہو گئی ہو؟ وہ شنکر کی بدروح بھی ہو سکتی تھی جس نے کومل ورما کو اپنا معمول بنا رکھا تھا؟ ممکن تھا کہ اس نے اپنی گندی روح کے ساتھ جمنا کی آتما کو بھی شامل کر لیا ہو جو موہنی کا پارٹ پلے کر رہی تھی؟ لیڈی مکلارنس اور موہنی نے محض دو منٹ کے اندر اندر مجھے ایک ہی مشورہ دیا تھا کہ جتنی جلدی ممکن ہو میں ماں کو لے کر لندن چلا جاؤں۔ ایسی صورت میں لیڈی مکلارنس کے اوپر بھی میرا شبہ کرنا حق بجانب تھا۔ کالکا کی طرح اس نے بھی یہی کہا تھا کہ وہ میرے دل کی گہرائیوں میں نہیں جھانک سکتی لیکن وہ اس سحر کو توڑنے کے لیے بے چین تھی جس نے ان قوتوں کو میرے دل کی گہرائیوں تک پہنچنے سے روک رکھا تھا۔ اس زاویئے سے لیڈی مکلارنس اور کالکا کو ایک ہی شخصیت کے روپ بھی دیے جا سکتے تھے؟

"لیکن حقیقت کیا تھی؟"

"وہ قوتیں کیوں میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئی تھیں؟"

"کیا وہ صرف نرنجن کی موت کا انتقام لینا چاہتی تھیں؟"

"اگر وہ انتقام تھا تو اس کی حد کہاں تک تھی۔ میرے پورے خاندان کی عبرتناک موت' یا پھر وہ محض اپنوں کی خاطر ایک مسلمان کو اپنے درمیان سے ہٹا کر جے شنکر پانڈے اور دوسروں کے لیے میدان صاف کرانا چاہتی تھیں؟" مجھے بار بار لندن جانے کا مشورہ میرے آخری سوال کو تقویت دینے کے لیے بہت کافی تھا۔

میں خاصی دیر تک ان ہی خیالات کے الجھے ہوئے تانے بانوں کو سلجھانے میں مصروف تھا۔ کب مجھے نیند آئی اور کب میرا ذہن گھپ اندھیروں میں ڈوبتا چلا گیا۔ مجھے کچھ یاد نہیں۔ ہم میری آنکھیں بند ہی رہیں لیکن ذہن لوبان اور صندل کی ملی جلی تیز خوشبو سے جاگنے لگا۔ میرے اندر کیف و مستی کا طوفان ٹھاٹھیں مارنے لگا پھر میں نے کمبل پوش سفید ریش دراز بزرگ کو دیکھا جو میرے سامنے آڑی ترچھی لکڑی تھامے کھڑے تھے۔ ان کی نگاہیں شعلہ بار ہو رہی تھیں۔ ان کی آنکھیں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ میں آج پہلی بار ان کی نظروں میں جاہ و جلال کی کیفیت دیکھ رہا تھا۔ ان آنکھوں کی گرمی میرے دل کی دھڑکنوں کو تیز کر رہی تھی۔ میرا پورا وجود جیسے اس وقت بھڑکتے شعلوں کی زد میں تھا۔ میرے اندر ایک تلاطم سا برپا تھا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ میں تناسخ کی کیفیت سے دوچار تھا۔ کوئی پراسرار قوت میرے وجود کو استحکام بخش رہی تھی۔ مجھے اپنے قدم زمین پر نہایت مضبوطی سے جمتے محسوس ہو رہے تھے۔ میرے خون کی گردش تیز ہو رہی تھی۔ میں پلکیں جھپکائے بغیر سفید ریش بزرگ کی نگاہوں میں ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا۔ یہ سلسلہ تادیر قائم رہا پھر بزرگ کی آنکھوں کی گرمی اور میرے وجود کے اندر پیدا ہونے والی حدت بتدریج کم ہونے لگی۔

"با....." کمبل پوش بزرگ نے اپنی ٹیڑھی میڑھی لکڑی کو زور سے زمین پر مارتے ہوئے کہا۔ "عمارت کی چھت پر چڑھ کر آگ میں چھلانگ لگا دے۔"

"مجھے اس وقت آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔" میں نے انکساری سے کہا۔ "وہ مجھے والد صاحب کے سائے سے محروم کر چکی ہیں اور اب مجھے ماں کی شفقت سے بھی محروم کرنے کے خواب دیکھ رہی ہیں۔"

"میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ دم دبا کر ڈکی لگا دے لیکن اس وقت تو آسمانوں پر اڑ رہا تھا۔ کبڈی کھیل رہا تھا۔" بزرگ نے اپنی داڑھی کھجلاتے ہوئے جواب دیا۔ "اب بھی وقت ہے۔ کسی برگد کے درخت کی مضبوط شاخ کو تھام کر الٹا لٹک جا۔ چودہ طبق روشن ہو جائیں گے۔"

"مجھے مایوس نہ کریں میرے بزرگ۔ آپ کی ایک نظر کرم میرے غیر یقینی حالات کا رخ بدل سکتی ہے۔" میرے لہجے میں عاجزی تھی۔

"لقا کبوتر کی طرح پلٹیاں کھانی چھوڑ دے۔ لنگوٹ کس کر اکھاڑے میں دھوبی پاٹ لگانے کے گر سیکھ لے ورنہ لاد چلے گا بنجارہ۔"

"میں ہواؤں سے نہیں لڑ سکتا۔ نادیدہ قوتوں نے میرے اطراف موت کا جال بن دیا ہے۔ وہ اپنا گھیرا روز بروز تنگ کرتی جا رہی ہیں۔ میرا دم گھٹنے لگا ہے۔" میں نے کہا۔ "مجھے اپنی زندگی کی کوئی پروا نہیں' لیکن میری ماں بے قصور ہے بڑے صاحب۔ اس پر ایک نظر کرم ہو جائے۔"

بزرگ نے بس ایک نظر پلٹ کر ماں کی جانب دیکھا جو بے خبر سو رہی تھی پھر میری طرف گھور کر بولے۔

"نابدان کے کیڑے۔ مجھ پر کیچڑ اچھال رہا ہے۔"

"رحم کریں بڑے صاحب۔ آپ کے اشارے میری سمجھ میں نہیں آتے۔" میری آواز بھرا گئی۔

"گیس والے غبارے کی دم پکڑ کر آسمان کی طرف اڑ جا یا پھر ناک پکڑ کر سمندر میں غوطہ لگا دے۔"

"مجھے اپنی یہ لکڑی دے دو میاں صاحب۔" میں نے درخواست کی۔ "میرے لیے یہی بہت ہوگی۔"

"کیا کرے گا اس کا۔ کتے بھگائے گا۔"

"ہاں۔" میں تیزی سے بولا۔ "ان کتوں کو آپ کی کراماتی لکڑی سے مار بھگاؤں گا جو میری بوٹیاں نوچنے کی خاطر میری سمت لپک رہے ہیں مجھے کامل یقین ہے کہ میرے پاس یہ لکڑی ہوگی تو وہ میرے قریب آنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ دور دور بھونکتے رہیں گے۔"

بزرگ نے آنکھیں پٹ پٹانا شروع کر دیں۔ اس طرح آنکھیں پھاڑے میری جانب دیکھ رہے تھے جیسے میری باتیں سمجھنے کی کوشش کر رہے ہوں پھر یکلخت قہقہہ لگاتے ہوئے بولے۔ "میرے ساتھ آنکھ مچولی کھیلے گا"

"نہیں۔ میں ابھی اتنا قد آور نہیں ہوا ہوں۔"

"ڈنڈ بیٹھک لگانی شروع کر دے۔ طوفانوں کے ساتھ پنجہ لڑانے کی عادت ڈال لے ورنہ مرغی کڑکڑاتی ہوئی ڈربے سے نکل بھاگے گی۔"

"مجھ پر رحم کریں۔" میں نے رندھی ہوئی آواز میں التجا کی۔ "آپ کی باتیں میری سمجھ سے بالا تر ہیں۔"

"سن۔ میری ایک بات مانے گا؟" بزرگ نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے سرگوشی کی۔

"ہاں ...ہاں ... میں آپ کا ہر حکم ماننے کو تیار ہوں۔" میں نے جلدی سے جواب دیا۔ "مجھے آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔"

"اکڑ بکڑم بے بو کی تان لگانی شروع کر دے۔ چور نکل کر بھاگ لے گا۔"

"میں الجھ گیا ہوں صاحب۔ میرا ذہن کام نہیں کر رہا۔"

"ایک طریقہ اور بھی ہے۔" سفید ریش بزرگ نے بڑے رازدرانہ انداز میں کہا۔

"وہ کیا۔" میرے وجود میں امید کی کرن دوڑ گئی۔

"آگ بجھانے کے لیے پانی نہ ملے تو پاجامہ اوپر چڑھا لے اور ٹانگ اٹھا کر فارغ ہو جا۔ دماغ ہلکا ہو جائے گا۔"

"مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں حضرت۔" میں نے پھر التجا کی۔ "میری ماں کو بچا لیجئے۔ میں آپ سے اور کچھ نہیں مانگتا۔"

بزرگ نے پھر میری جانب غور سے دیکھا پھر دبے قدموں آگے بڑھ کر پانی کا وہ گلاس اٹھا لیا جو میرے سرہانے رکھا تھا۔ کچھ دیر تک پانی کو سونگھتے رہے پھر ایک چلو پانی ہاتھ میں لے کر ماں کی طرف اچھال دیا اور باقی میرے منہ پر زور سے مارا تو میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ لوبان اور صندل کی خوشبو ابھی تک کمرے میں مہک رہی تھی لیکن بزرگ کا کوئی اتا پتا نہیں تھا پھر میں نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا تو وہ پانی سے شرابور ہو رہا تھا۔ میں ابھی گزرے ہوئے لمحات پر غور کر رہا تھا کہ ماں بھی جاگ اٹھی۔

"کیا بات ہے شہباز۔" انہوں نے مجھے جاگتا دیکھ کر بے چینی سے پوچھا۔ "تم ابھی تک سوئے نہیں۔"

"نیند نہیں آ رہی ہے۔" میں نے امی کو ٹالنا چاہا۔

"تمہارا چہرہ یہ کیسے بھیگ رہا ہے؟" وہ میرے قریب آ کر بولیں۔ "سب خیریت تو ہے۔"

میں نے امی کی جانب غور سے دیکھا تو چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ سفید ریش بزرگ نے چلو بھر کر جو پانی پھینکا تھا اس کے چھینٹے امی کے لباس پر بھی نظر آ رہے تھے۔

"گرمی لگ رہی تھی اس لیے ابھی منہ دھو کر آیا ہوں لیکن آپ کی آنکھ کیسے کھل گئی۔" میں نے ایک معقول بہانہ تراشتے ہوئے امی سے پوچھا۔

"مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے تمہارے کپڑوں میں آگ لگ رہی ہو۔ شاید میں نے خواب دیکھا تھا۔ اسی خواب کی وجہ سے میری آنکھ کھل گئی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ امی کا جملہ سننے کے بعد ہی

مجھے احساس ہوا تھا جیسے میرا وجود اندر ہی اندر تپ رہا ہو۔

"سچ سچ بتا شہباز۔ تو کچھ پریشان تو نہیں ہے۔" امی نے کہا۔ "میں تمہارا سر دبائے دیتی ہوں۔"

میں نے امی کی طرف دیکھا پھر ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا۔ وہ ہولے ہولے میرے سر دبانے لگیں ماں کے ہاتھوں کا لمس پا کر میرے اندر جیسے پھر ٹھنڈک پڑ گئی ہو۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں پھر کب میری آنکھ دوبارہ لگی مجھے کچھ یاد نہیں۔

تین روز بعد ماسٹر ٹونی کو آئی 'سی' یو سے پرائیویٹ وارڈ کے ڈی لکس روم میں شفٹ کر دیا گیا۔ وہ بڑی تیزی سے زندگی کی طرف واپس لوٹ رہا تھا لیکن ایک ایسے شخص کی شکل میں جو اپنے سیدھے ہاتھ کے ساتھ ساتھ اپنی سیدھی ٹانگ سے بھی محروم ہو چکا تھا۔ ہر چند کہ ڈاکٹروں اور ماہرین نے مجھے یقین دلایا تھا کہ مصنوعی ٹانگ لگ جانے کے بعد ٹونی اپنے روز مرہ کے معمول کو بہ آسانی انجام دے سکتا ہے لیکن مجھے اس بات کا احساس تھا کہ اس غریب کو میری ہی وجہ سے اتنا بھاری نقصان اٹھانا پڑا تھا۔

میں وارثی کے ہمراہ جس وقت ٹونی کے کمرے میں داخل ہوا تو وہ پوری طرح ہوش و حواس میں تھا۔ دانش وہاں پہلے سے موجود تھے۔ مجھے چاروں طرف پھول کے گلدستے نظر آرہے تھے جن سے پورا کمرا مہک رہا تھا۔ وہ گلدستے اس عقیدت اور محبت کا اظہار تھے جو دوسرے ورکروں کے دلوں میں ٹونی کے لیے موجود تھا۔ دانش مجھے دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ ٹونی نے میری جانب دیکھا تو اس کی آنکھیں نمناک ہونے لگیں۔ اس نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا لیا۔ شاید وہ اپنے اندر سر ابھارنے والے طوفانی جذبوں کو پوری شدت سے روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔

میں نے آگے بڑھ کر ٹونی کو گلدستہ پیش کیا تو اس نے اسے قبول کرتے ہوئے مجھے کچھ عجیب نظروں سے دیکھا جس میں حسرت اور عقیدت کا ملا جلا تاثر موجود تھا۔

"کیسے ہو ٹونی۔" میں نے اپنی شرمندگی کو چھپاتے ہوئے پوچھا۔

"گاڈ از گریٹ باس۔" ٹونی نے مسکرانے کی کوشش کی۔ "اسی کی مہربانی سے زندہ ہوں لیکن۔"

"لیکن کیا۔" میں نے آہستہ سے پوچھا۔ میں محسوس کر رہا تھا اس وقت ٹونی کے دل پر کیا گزر رہی ہے۔ میں سوچ رہا تھا کہ وہ مجھ سے اپنی بے بسی کا شکوہ کرے گا اس لیے کہ طاغوتی قوتوں نے اسے میری ہی وجہ سے اس حال تک پہنچایا تھا۔ میں اپنے آپ کو ٹونی کا مجرم سمجھ رہا تھا چنانچہ میں نے جلدی سے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "ٹونی مجھے احساس ہے کہ میں نے شاید ایک غلط فیصلہ کیا تھا۔"

"باس۔" اس نے حیرت کا اظہار کیا۔ "یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔"

"مجھے وہ کام تمہیں نہیں سونپنا چاہیے تھا۔" میں دبی زبان میں بولا۔

"آپ غلط سمجھے باس۔" اس نے بڑے جذباتی انداز میں کہا۔ "ٹونی کو اپنی ٹانگ کٹ جانے کا غم نہیں ہے۔ افسوس تو اس بات کا ہے اب میں آپ کے کسی قابل نہیں رہا۔"

"تمہارا خیال غلط ہے، تم کل بھی میرے دست راست تھے اور آئندہ بھی شاید تمہارا مقام کوئی اور نہیں لے سکے گا۔"

"میں سمجھ رہا ہوں باس آپ کی بات کا مطلب لیکن اب تو میری قوت صرف اس شیر جیسی ہو گئی ہے جو کچھار میں بیٹھ کر ہی کسی قسمت کے مارے شکار کو ہی شکار کرنا اپنی بہادری سمجھ سکتا ہے۔" ٹونی نے حسرت بھرے لہجے میں جواب دیا۔ "شکار پر جھپٹنے اور لپکنے کے بعد اس کی گردن دبوچنے کا لطف ہی کچھ اور ہوتا ہے۔"

"شیر ہر حال میں شیر ہی کہلاتا ہے۔ چاہے اپنی کچھار میں ہو یا کہیں اور۔" میں نے اس کا حوصلہ بڑھانے کی کوشش کی۔

"شکریہ باس۔" ٹونی کے ہونٹوں پر ایک پھیکی سی مسکراہٹ ابھر آئی۔

میرے اشارے پر دانش اور وارثی اٹھ کر کمرے سے باہر چلے گئے تو میں نے کہا۔

"میں نے تمہارا انتقام لے لیا ہے ٹونی۔ کومل ورما اب اس دنیا میں نہیں رہی۔"

باس۔" ٹونی چونکا۔ "کیا آپ نے اسے خود....."

"ہاں، میں نے اسے اپنے ہاتھوں سے موت کے گھاٹ اتارا ہے۔" میں نے ٹونی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ "مجھے ابھی کچھ قرض اور بھی ادا کرنے ہیں جو تمہاری طرف سے میرے اوپر واجب ہیں۔"

"اوہ۔ نو باس نو۔" ٹونی نے کہا۔ "آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

"پانی اب حد سے گزر چکا ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "موہنی کی گندی آتما نے اب میری ماں کی طرف آنکھ اٹھانے کا فیصلہ کیا ہے۔"

"کاش میں اب بھی آپ کے کسی کام آسکتا۔" ٹونی ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا۔

"تم اب بھی میرے لیے بہت کار آمد ہو۔ شاید پہلے سے بھی زیادہ۔" میں نے موقع غنیمت جان کر جیب سے ترقی کا لیٹر والا لفافہ نکال کر ٹونی کی طرف بڑھا دیا۔

"اس میں کیا ہے باس۔" ٹونی نے حیرت سے دریافت کیا۔

"میری مشکلات کا حل۔"

جواب دینے کے بجائے ٹونی نے لفافہ کھول کر اپنا پروموشن لیٹر پڑھا تو اس کی آنکھوں کے گوشے بھیگنے لگے۔ کچھ دیر چپ چاپ لیٹا چھت کو گھورتا رہا پھر میری جانب دیکھ کر بولا۔

"مجھے خوشی ہے باس کہ آپ نے ٹونی کو کسی قابل سمجھا لیکن اب شاید میں آپ کی پہلی جیسی خدمت نہ کر سکوں گا۔ آپ مجھے جس اعزاز سے نوازنا چاہتے ہیں ٹونی اب اس کے قابل نہیں رہا۔"

"تم شاید اس پیشکش کو اپنی سابقہ خدمات کا کوئی معاوضہ سمجھ رہے۔ نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم نے میری خاطر جو کچھ کیا ہے مجھے اس پر ناز ہے۔ فخر ہے۔ اس کا کوئی معاوضہ نہیں ہو سکتا۔ تم پہلے بھی میرے لیے سب سے قیمتی تھے اور آج بھی ہو۔"

"لیکن باس....."

"مجھے مایوس نہ کرو ٹونی۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں نے جو کچھ کیا ہے بہت سوچ سمجھ کر کیا ہے۔ تم کو اپنی ذمے داریاں سونپنے کے بعد میں خود کو بہت ہلکا محسوس کروں گا اور پہلے کے مقابلے میں زیادہ آزادی سے اپنے دشمنوں سے ٹکرا سکوں گا۔ میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں نے صرف تمہیں اپنی سیٹ نہیں دی مگر تمام سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا ہے اس طرح ذمے داریوں کا بوجھ میرے شانوں سے اتر جائے گا۔"

"میں آپ کا شکر گزار ہوں باس کہ آپ نے ماسٹر ٹونی کو اس قابل سمجھا مگر۔"

"کوئی اگر مگر نہیں۔ اب تم نے انکار کیا تو مجھے دکھ ہوگا۔"

"میں آپ کی ذمے داریوں کو زندگی کی آخری سانس تک سنبھالنے کا وعدہ کرتا ہوں باس، لیکن ایک شرط پر؟"

"کون سی شرط؟"

"آپ بذات خود آگ میں جمپ لگانے کی کوشش نہیں کریں گے۔" ٹونی نے تیزی سے کہا۔ "ایک ٹونی اپاہج ہو گیا تو کیا۔ آپ کے پاس تو ابھی کئی ٹونی موجود ہیں جنہیں تھوڑا سا تراش کر کندن بنایا جا سکتا ہے۔"

"تمہارا اشارہ کس کی طرف ہے۔"

"دانش کی طرف۔" ٹونی نے جواب دیا۔ "وہ صرف ملازمت کے دوران ہی میرا دست راست نہیں رہا ہے بلکہ عام زندگی میں بھی ہم دونوں نے شانہ بشانہ ہو کر بہت سارے تیتر اور بٹیر شکار کیے ہیں۔"

"تم نے یہ بات مجھے پہلے کبھی نہیں بتائی۔"

"اس کا موقع پہلے کبھی آیا ہی کب تھا۔" ٹونی نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "آپ دانش کو کوئی خدمت کا موقع دے کر دیکھیے۔ وہ بھی میری طرح آپ کو کبھی مایوس نہیں کرے گا۔"

"اچھا ہوا جو تم نے مجھے دانش کی صلاحیتوں سے آگاہ کر دیا۔ شاید زندگی کے کسی موڑ پر مجھے اس کی ضرورت بھی درپیش آجائے۔"

"ایک بات کہوں باس۔"

"کہو۔"

"آپ نے کومل ورما کو شکار کھیل کر اچھا نہیں کیا۔" ٹونی نے کہا پھر بڑی حقارت سے بولا۔ "یہ بلیک میجک کرنے والے لوگ ایک نمبر کے باسٹرڈ ہوتے ہیں موت اور زندگی کی حقیقت ان کے لیے کیڑے کی طرح ہوتی ہے۔ جب چاہا۔ جسے چاہا گردن مروڑ کر زندگی سے آزاد کر دیا۔ میری مثال آپ کے سامنے ہے ۔ دانش نے مجھے ان حالات کی تفصیل بتائی ہے جو ہوش میں ہونے کے بعد سوچ بھی نہیں سکتا، لیکن شاید اس وقت میرے مائنڈ کو بھی ہپناٹائز کر دیا گیا تھا۔"

"اسی لیے تو میں نے تمہارا قرض چکتا کر دیا اور میں نے جو کچھ کیا اس پر مجھے ذرا بھی پچھتاوا نہیں ہے۔ اس لیے کہ دامن جل جانے کی فکر کرنے والے خود کو آگ کی لپیٹ سے کبھی نہیں بچا سکتے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے باس لیکن میری طرح وہ آپ کو بھی۔"

"نہیں۔" میں نے تیزی سے جواب دیا۔ "وہ میرے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتے اگر وہ ایسا کرنے کے قابل ہوتے تو شاید اب تک سیکڑوں بار مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر کے موت کی نیند سلا چکے ہوتے۔"

"میں سمجھا نہیں باس۔" ٹونی نے حیرت سے پوچھا۔ "وہ آپ کے خلاف کوئی قدم کیوں نہیں اٹھا سکتے۔"

"سوری ٹونی۔ فی الحال میں تمہیں اس سے زیادہ کچھ اور نہیں بتا سکتا۔"

ٹونی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ عجیب نظروں سے مجھے دیکھتا رہا پھر اسی وقت ایک نرس نے داخل ہو کر کہا۔

"سر۔ اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو کچھ دیر کے لیے باہر چلے جائیں۔" وہ پیشہ ورانہ انداز میں مسکرا رہی تھی۔

"کیوں۔ کیا آپ کو مریض سے کوئی پرائیویٹ بات کرنی ہے۔" میں نے ازراہ تفنن پوچھا۔

"جی نہیں۔ فی الحال تو صرف ان کی تیمارداری کا عمل جاری ہے۔" اس نے برجستہ کہا پھر جلدی سے وضاحت کرتے ہوئے بولی۔ "مجھے مریض کو اسپنج باتھ دینا ہے۔ آپ کو دس پندرہ منٹ کی زحمت اٹھانی پڑے گی۔"

"میں پھر کسی وقت آؤں گا ٹونی۔ تم کسی بات کی فکر نہ کرو، بس ایک بات کا خیال رکھنا۔"

"وہ کیا باس۔"

"جتنی جلدی ممکن ہو سکے تم صحت مند ہو کر اپنے عہدے کا چارج سنبھال لو تاکہ میں مکمل آزادی کے ساتھ دوسرے کام

انجام دے سکوں۔"

"مے گاڈ بلس یو سر (MAY GOD BLESS YOU)" ٹونی کی آنکھیں پھر اظہار عقیدت کی خاطر نمناک ہونے لگیں تو میں نے مسکرا کر اسے وش کیا اور کمرے سے باہر آگیا جہاں دانش اور وارثی کے علاوہ دو تین ورکر اور بھی موجود تھے۔

اس روز میں نے دانش کو پہلی بار بہت توجہ سے دیکھا وہ بلاشبہ بڑے مضبوط اعصاب کا مالک نظر آرہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں بالکل ویسی ہی چمک تھی جیسی کسی چیتے کی نگاہوں میں اس وقت ابھرتی ہے جب وہ اپنے شکار کی تلاش میں جنگل میں دبے قدموں آگے بڑھ رہا ہوتا ہے۔

"مسٹر دانش۔" میں نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ "تمہیں میری طرف سے پروموشن مبارک ہو۔"

"مجھے خوشی ہے سر' لیکن اصلی خوشی اس دن ہوگی جس دن ٹونی کو صحت مند ہونے کی نوید دے کر ہسپتال سے گھر جانے کی اجازت ملے گی۔"

"ٹونی تمہیں بہت عزیز ہے؟"

"اپنی زندگی سے بھی زیادہ۔" دانش نے بڑے وثوق اور بااعتماد لہجے میں جواب دیا۔ "ماسٹر ٹونی کے میرے اوپر بے شمار احسانات ہیں سر۔ شاید میں اپنی جان دے کر بھی ان احسانوں کا بدلہ نہ چکا سکوں گا۔"

"ٹونی نے آج پہلی بار مجھے تمہارے بارے میں کھل کر کچھ بتایا ہے۔" میں ایک مخصوص انداز میں مسکرایا۔ "میں تمہارا نام یاد رکھوں گا۔"

"شکریہ سر۔" دانش کے جواب میں بھی ایسا ہی اعتماد موجود تھا جیسے وہ مجھے یہ باور کرانا چاہتا ہو کہ اگر میں نے اسے خطرناک سے خطرناک کام کا بھی موقع دیا تو وہ مجھے مایوس نہیں کرے گا۔

میں نے دانش اور دوسرے لوگوں سے ہاتھ ملایا پھر ہسپتال سے باہر آکر گاڑی میں بیٹھ گیا' وارثی میرے ساتھ ہی تھا۔

"آپ نے ٹونی والا لیٹر اسے دے دیا۔" وارثی نے پوچھا۔

"ہاں۔ کیوں؟"

"میرا پوچھنے کا مقصد یہ تھا کہ کیا ٹونی نے ہمارے خلوص کو اپنی خدمات کا بدل تو نہیں سمجھا۔"

"آپ کا اندازہ درست تھا۔" میں نے کہا۔ "لیٹر دیکھ کر ٹونی کے چہرے پر ایسے تاثرات ابھرے تھے جیسے ہم اس پر رحم کھا رہے ہوں لیکن میں نے اسے باتوں سے مطمئن کر دیا۔" میں نے تھوڑے توقف کے بعد اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "شاید یہ اقدامات مجھے بہت پہلے کر لینے چاہیے تھے جو میں اب کر رہا ہوں۔ ٹونی کے ذمے داریاں سنبھال لینے کے بعد میں اپنے کام بہ آسانی کر سکتا تھا۔"

"اتنے سارے آوٹ ڈور ان ڈور ملازموں کے ہوتے ہوئے آپ خود کوئی کام انجام دیں۔ یہ عجیب سا لگتا ہے۔" وارثی نے بڑی اپنائیت سے کہا۔ "اگر کوئی ضروری کام ہو تو مجھے حکم دیں۔ آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں کبھی آپ کے اعتماد کو ٹھیس پہنچانے کی کوشش نہیں کروں گا۔"

"میں جانتا ہوں مسٹر وارثی' لیکن کچھ کام اتنے اہم اور ذاتی نوعیت کے ہوتے ہیں کہ انہیں کسی اور کو نہیں سونپا جا سکتا لیکن اس کے باوجود اگر ضرورت پیش آئی تو آپ ہی لوگوں سے ہاتھ بٹانے کی درخواست کروں گا۔"

وراثی سے کاروباری گفتگو کرتے ہوئے میں دفتر پہنچا تو عارفہ نے بتایا کہ میری غیر موجودگی میں جے شنکر پانڈے کے میرے لیے دو تین فون آچکے ہیں۔ انہیں کوئی اہم کام ہے۔ میں نے عارفہ سے کہا کہ وہ جے شنکر پانڈے سے میرا رابطہ کرا دے۔ دو منٹ بعد ہی میں پانڈے سے ہمکلام تھا۔

"آپ کہیں گئے تھے شاید؟"

"جی ہاں۔" میں نے کہا' ٹونی کی صحت کے بارے میں معلوم کرنے کی خاطر ہسپتال گیا تھا۔ ویسے مجھے میری سکریٹری نے بتایا ہے کہ آپ دو تین بار مجھے کال کر چکے ہیں۔ کوئی خاص بات۔"

"مجھے آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔" پانڈے نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "آپ ابھی دفتر میں کتنی دیر ہوں گے۔ دراصل میں آپ سے وہ باتیں آمنے سامنے بیٹھ کر کرنا چاہتا ہوں۔"

"اس کے لیے آپ کیوں زحمت کرتے ہیں' میں آجاتا ہوں آپ کی طرف۔"

"بڑی کرپا آپ کی' لیکن یہ میری اچھا (خواہش) ہے کہ میں آپ کے دفتر میں بیٹھ کر باتیں کروں۔"

"میں اسے اپنے لیے اعزاز سمجھوں گا۔"

"میرا انتظار کیجئے گا پلیز۔ میں آدھے گھنٹے کے اندر اندر پہنچنے کی کوشش کروں گا۔"

پھر آدھے گھنٹے بعد ہی جے شنکر پانڈے میرے دفتر میں موجود تھا۔ میں نے پہلے ہی سے عارفہ اور دیگر افراد کو ہدایت کر دی تھی کہ کسی بہت ہی اہم کام کے علاوہ ہمیں ڈسٹرب نہ کیا جائے۔ پانڈے نے کمرے میں قدم رکھا تو میں نے بڑی گرم جوشی سے آگے بڑھ کر اس کا خیر مقدم کیا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ پانڈے اس وقت کچھ سہما سہما اور خوفزدہ نظر آرہا تھا۔ میں نے کافی کا آرڈر دیا پھر کافی سرد ہونے کے بعد میں نے پانڈے کی طرف بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"اگر میں غلطی پر نہیں ہوں تو آپ اس وقت کسی بات کی وجہ سے بری طرح نروس ہیں۔"

"آپ کا اندازہ صحیح ہے۔" پانڈے نے مردہ سی آواز میں

جواب دیا پھر کچھ دیر بعد بولا۔ "سمجھ میں نہیں آتا کہ کہاں سے شروع کروں۔"

پانڈے کی باتوں سے صاف ظاہر تھا کہ وہ یقیناً کوئی بہت اہم اور خاص بات ہوگی جو اس نے فون پر کرنے سے گریز کیا تھا۔ طاغوتی قوتیں میرے تعاقب میں تھیں' چنانچہ میں نے حفظ ماتقدم کے طور پر دل ہی دل میں آیت الکرسی پڑھ کر اشارے سے حصار کھینچا پھر بولا۔

"پانڈے جی۔ آپ مجھ پر اعتماد کر سکتے ہیں۔"

"آپ پر وشواس نہ ہوتا تو یہاں تک کیوں چلا آتا لیکن......"

"آپ کھل کر کہیں۔ یہاں دنیا کی کوئی قوت آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ میں نے کچھ پڑھ کر پھونک دیا ہے جس کے بعد کالی اور گندی قوتیں بھی ہمارے قریب نہ آسکیں گی۔"

"میں نے آپ کے حتر سراج صاحب کو وچن دیا تھا کہ اگر کوئی ان ہونی بات پیش آئی تو انہیں ضرور اطلاع دوں گا۔" پانڈے نے بے چینی سے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "پرنتو میرا من کہتا ہے کہ پہلے آپ سے بات کر لوں تو زیادہ مناسب ہوگا۔"

"بات کیا ہے؟"

"بات! عجیب بات ہے۔ میرا مائنڈ تو کام نہیں کر رہا۔"

"کوئی مشکل درپیش آگئی ہو تو میں ہر طرح آپ کی سیوا کرنے پر تیار ہوں۔"

"نہیں۔ ایسی بات ہوتی تو میں فون پر بھی آپ سے کہہ سکتا تھا۔"

"پھر؟"

"آپ شاید میری بات پر وشواس نہ کریں گے لیکن میں بالکل سچ کہہ رہا ہوں کہ کومل ورما دو گھنٹے پہلے میرے دفتر میں میرے سامنے زندہ موجود تھی۔"

"نہیں۔" میں چونک اٹھا پھر اپنے دل کی تیز ہوتی دھڑکنوں پر قابو پاتے ہوئے بولا۔ "لیکن سراج نے مجھے بتایا تھا کہ جس رات کومل ورما کو قتل کیا گیا تھا اس رات آپ بھی وہاں موجود تھے۔"

"یہی تو تعجب کی بات ہے۔" پانڈے نے مردہ سی آواز میں کہا۔ کیا آپ وشواس کریں گے کہ قتل ہونے والی رات بھی کومل ورما ہی نے مجھے ایک ضروری کام سے گھر آنے کی بنتی کی تھی لیکن جب میں وہاں پہنچا تو سراج صاحب وہاں پہلے سے موجود تھے۔"

"کیا آپ نے سراج کو یہ بتا دیا تھا کہ کومل ورما نے آپ کو گھر آنے کو کہا تھا؟"

"نہیں۔" پانڈے نے بدستور سہمی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "وہاں کچھ سچویشن ہی ایسی تھی کہ میں نے کومل ورما کے فون کا ذکر کرنا مناسب نہیں سمجھا۔"

"اس رات کومل ورما کی لاش آپ کی موجودگی ہی میں پوسٹ مارٹم کے لیے روانہ کر دی گئی تھی۔"

"جی ہاں۔"

"پھر کومل ورما کی آپ کے دفتر میں موجودگی کیسے ممکن ہو سکتی ہے۔" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"ہو سکتا ہے کہ وہ موہنی کی پلید آتما ہو جس نے مرنے والی کے شریر پر قبضہ جما لیا ہو بہرحال اس نے مجھ سے کومل ورما کی حیثیت سے بات کی تھی۔"

"کوئی اہم بات۔"

"ہاں۔ اس نے مجھ سے یہی کہا تھا کہ جس لڑکی کا مرڈر ہوا ہے وہ اس کی جڑواں بہن موہنی تھی۔"

"خود کومل ورما کہاں تھی؟ اس سلسلے میں اس کا کیا بیان ہے۔"

"اس کا بیان ہے کہ چونکہ اگلے دن چھٹی تھی اس لیے وہ اپنی موسی سے ملنے ایک قریبی شہر گئی ہوئی تھی۔"

"لیکن اس نے کومل ورما کی جڑواں بہن ہونے کے باوجود اس کے کریا کرم میں کوئی حصہ نہیں لیا آخر کیوں؟" میں نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

"یہی بات میں نے اس سے پوچھی تھی۔" پانڈے نے تیزی سے جواب دیا۔ "اس کا کہنا ہے کہ موہنی نے اپنے لیے جو راستہ چنا تھا وہ اتنا گندہ تھا کہ وہ اسے اپنی بہن کہتے ہوئے شرم آتی تھی۔"

"پھر اب وہ سامنے کیوں آگئی؟ میرا مطلب ہے کہ اس طرح سامنے آجانے کے بعد تو قانون بال کی کھال نکالنے کی کوشش ضرور کرے گا۔"

"اس کا جواب بھی میرے پوچھے بغیر ہی اس نے دیا تھا۔ وہ کومل ورما ہو یا موہنی لیکن اس کا کہنا یہی ہے کہ مرنے سے پہلے اس کی بہن نے اپنی تمام شکتی اسے دان کر دی تھی اور اب۔" پانڈے نے ایک بار پھر کرسی پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "اب وہ سامنے ہوتے ہوئے بھی کیول اسی کو نظر آسکے گی۔ جسے وہ چاہے گی۔"

"پھر تو اسے آپ کے پاس آتے اور جاتے ہوئے بھی کسی اور نے نہ دیکھا ہوگا۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے پانڈے کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیا لیکن کوئی ایسی علامت تلاش نہیں کر سکا جس کی بنیاد پر اس کی کہانی کو من گھڑت کہا جا سکتا۔ دوسری صورت میں بھی اگر وہ کومل ورما یا موہنی سے ملا ہوا تھا تو اس طرح کھل کر مجھ سے ان باتوں کو نہیں کہنا چاہیے تھا مگر یہ بھی ممکن تھا کہ پانڈے نے کومل ورما کے اشارے پر ہی مجھ سے

ملاقات کر کے ایک ناقابل یقین داستان سنانے کی زحمت گوارا کی ہو۔ ابھی میں اسی مخمصے میں گرفتار تھا کہ ایک آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"جے شنکر پانڈے جو کہہ رہا ہے وہ غلط نہیں ہے۔" وہ آواز بڑی ٹھوس اور جان دار تھی۔ میں نے اس سے پہلے وہ آواز کبھی نہیں سنی تھی۔

"آپ کا خیال ٹھیک ہے۔" پانڈے نے میری بات کا جواب دیا۔ "میں نے اس کی تصدیق اپنے ملازموں سے کی لیکن ان کا کہنا ہے وہاں کوئی بھی نہیں آیا۔"

"کیا آپ نے پوچھ گچھ کے درمیان کومل ورما کا ذکر کیا تھا؟"

"نہیں۔"

"اچھا کیا۔" میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔ "آئندہ بھی اس بارے میں کسی اور سے کوئی تذکرہ نہ کیجئے گا۔ سراج سے بھی نہیں۔ وہ ایک اچھا دوست ہے لیکن قانونی معاملت میں کسی کے ساتھ رعایت کرنا اس کے اصول کے خلاف ہے۔"

"پھر آپ ہی بتایئے۔" پانڈے نے بڑی بیچارگی سے پوچھا۔ "میں کیا کروں۔"

"کومل ورما نے آپ سے کس مقصد کے تحت ملاقات کی تھی۔"

"اس کا کہنا ہے کہ اس کی سیٹ پر کسی اور کا اپوائنٹ منٹ نہیں ہونا چاہیے۔ وہ بدستور اپنا کام کرتی رہے گی اور اسے میرے علاوہ کوئی دیکھ بھی نہیں سکے گا۔" پانڈے نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "بھلا آپ ہی سوچیں۔ کیا ایسا ممکن ہو سکتا ہے۔"

"ہم جس دنیا میں سانس لے رہے ہیں وہاں کسی بات کو بھی ناممکن نہیں کہا جا سکتا۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "کل تک ہم جن باتوں پر یقین کرنے کو تیار نہیں تھے وہ آج کھلے عام ہمارے سامنے ہیں۔ اسی طرح آج ہم جن باتوں کو ناممکن سمجھ رہے ہیں وہ کل ممکن بھی ہو سکتی ہیں بلکہ مغربی ممالک میں تو اس قسم کے واقعات کا چرچا بڑا عام ہے اور آئے دن اخبارات میں اسی قسم کی خبریں بھی شائع ہوتی رہتی ہیں۔"

"یہ.... یہ آپ کہہ رہے ہیں۔" پانڈے نے اس طرح غور سے مجھے دیکھا جیسے اسے اس وقت میرے صحیح الدماغ ہونے پر شبہ ہو رہا ہو۔

"جی ہاں۔ میں یہ کہہ رہا ہوں اور اس لیے کہہ رہا ہوں کہ اس قسم کی ناقابل یقین باتیں میرے ساتھ بارہا پیش آ چکی ہیں۔" میں نے بڑے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔ "ہو سکتا ہے کہ موہنی یا کومل ورما بھی اسی سلسلے کی کوئی کڑی ہوں۔"

"اگر ایسا ہے تو وہ نادیدہ قوتیں ہماری باتیں بھی سن سکتی ہیں۔" پانڈے کی آنکھوں میں خوف ابھر آیا۔ "اس وقت بھی شاید وہ ہماری گفتگو...."

"نہیں۔" میں نے پورے وثوق سے کہا۔ "اس وقت میں نے اپنی مقدس کتاب قرآن شریف کی ایک آیت پڑھ کر ایک حصار اس کمرے کے اطراف کھینچ دیا تھا جس کے اندر کوئی طاقت بھی داخل نہیں ہو سکتی۔"

"میرے لیے کیا حکم ہے۔" پانڈے نے پوچھا۔

"فی الحال کومل ورما یا موہنی جس طرح کہہ رہی ہے اسی طرح کریں۔ میں سوچوں گا کہ بعد میں اس سلسلے میں کیا قدم اٹھایا جا سکتا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "لیکن اس بات کا خاص خیال رہے کہ آپ اس بات کا تذکرہ کسی اور سے نہیں کریں گے ورنہ وہ گندی قوت آپ کو نقصان بھی پہنچا سکتی ہے۔"

"پانڈے کچھ دیر بات کرنے کے بعد چلا گیا اور میں اس آواز کے بارے میں سوچنے لگا جس نے پانڈے کی داستان کی تائید کی تھی۔" وہ میرا وہم نہیں تھا۔ میں نے بڑے واضح طور پر اسے سنا تھا، لیکن وہ آواز کس کی تھی؟

"حیران مت ہو میرے عزیز۔" وہی آواز پھر سنائی دی۔ "تمہاری طرح میں بھی خدا کی پیدا کردہ ایک مخلوق ہوں، مجھے تمہاری حفاظت اور مدد کرنے کا حکم ملا ہے، لیکن خاص خاص صورتوں اور حالات میں۔"

"اگر تم کوئی مخلوق ہو تو تمہارا کوئی نام بھی ضرور ہوگا۔" میں نے دل ہی دل میں اسے مخاطب کیا۔ "مجھے اپنا نام بتا دو تاکہ میں مصیبت کے وقت تمہیں آواز دے سکوں۔"

"نہیں، مجھے اس کی اجازت نہیں ملی۔"

"کومل ورما اور موہنی کی پشت پر کس کی طاقت کام کر رہی ہے۔" میں نے تیزی سے سوال کیا لیکن کوئی جواب نہیں ملا، شاید وہ مخلوق جنت کے کسی قبیل سے تعلق رکھتی تھی جسے کمبل پوش، ریش دراز بزرگ نے میری حفاظت پر مامور کر دیا تھا۔ خون کی گردش کے ساتھ ساتھ اب مجھے اپنے اندر ایک نئی قوت کے ابھرنے کا احساس بھی ہو رہا تھا۔"

+

شام کو میں دفتر سے اٹھنے کی تیاری کر رہا تھا کہ سراج آ گیا۔ اس کے چہرے پر گہرے تفکرات کے تاثرات نظر آ رہے تھے۔ مجھ سے ہاتھ ملانے کے بعد وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے کوئی لمبی مسافت طے کر کے آ رہا ہو۔

"کیا بات ہے مسٹر سراج، آپ کچھ الجھے الجھے سے نظر آ رہے ہیں۔" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"ہاں، کچھ ایسی ہی بات ہے۔ دراصل دوپہر کی ڈاک میں مجھے ایک ٹیپ کا پارسل ملا ہے۔"

"ٹیپ کا پارسل!" میں نے چونکتے ہوئے کہا۔ "بھلا ٹیپ بھی کوئی پارسل کرنے کی چیز ہے۔ یقیناً کسی نے آپ کے ساتھ مذاق کیا ہوگا۔"

"وہ ٹیپ مجھے گردھاری نامی ایک غنڈے کی طرف سے ملا ہے جو پولیس کو متعدد ڈکیتی اور اغواء کی وارداتوں میں مطلوب ہے۔"

"کیا پارسل پر بھیجنے والے کے نام اور پتا درج نہیں تھا۔" میں نے انجان بنتے ہوئے سوال کیا۔

"میں اس وقت اسی پتے پر تفتیش کرنے کے بعد آ رہا ہوں۔" سراج نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میرے شبہے کے عین مطابق وہ ایک فرضی پتا تھا۔ جس مکان کا حوالہ دیا گیا ہے اس میں ایک ریٹائرڈ پروفیسر رہتا ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ پھر نام بھی غلط ہو۔" میں نے اپنی تمام تر اداکارانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے پوچھا۔ "کیا نام بتایا تھا آپ نے اس بدمعاش کا۔"

"گردھاری۔"

"ٹیپ میں کیا کام کی چیز موجود ہے۔"

"وہ ٹیپ کومل ورما کے پراسرار قتل کو بے نقاب کرنے کے لیے ایک اہم ثبوت ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"اس میں گردھاری اور کومل ورما کے وہ مکالمے موجود ہیں جو کومل ورما کے قتل سے پیشتر ان کے درمیان بولے گئے تھے۔" سراج نے کہا۔ "غالباً" جس زمانے میں وہ ماڈلنگ کرتی تھی گردھاری نے اسے اپنی داشتہ بنانے کی کوشش کی تھی جسے کومل ورما نے سختی سے رد کر دیا تھا۔ گردھاری چونکہ پولیس کو مطلوب تھا اس لیے اس نے فوری کارروائی سے گریز کیا اور اب موقع ملتے ہی کومل ورما کو ٹھکانے لگا دیا۔ ٹیپ میں گردھاری اور کومل ورما کے درمیان ہونے والی گفتگو موجود ہے۔"

"ون منٹ مسٹر سراج۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "کیا یہ ممکن نہیں کہ اس طرح گردھاری کے نام پر کسی اور نے پولیس کی توجہ اصل مقصد سے ہٹانے کی خاطر کوشش کی ہو۔"

"لیکن خاص طور پر گردھاری ہی کا نام کیوں استعمال کیا گیا۔" سراج نے سوال کیا۔

"محض اس لیے کہ وہ پولیس کو مطلوب ہو۔" میں نے جواب دیا پھر تیزی سے پوچھا۔ "کیا آپ نے ریکارڈ پر گردھاری کی آواز کا کوئی ٹیپ موجود ہے۔"

"جی نہیں۔" سراج نے قدرے تھکے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"پھر؟ آپ کس طرح ثابت کر سکتے ہیں کہ وہ آواز گردھاری کی ہے۔" میں نے کسی ماہر وکیل کی طرح جرح کی۔ "ہو سکتا ہے کہ کومل ورما کے قاتل یا قاتلوں نے اپنا سراغ مٹانے کے ساتھ ساتھ پولیس کو بھی غلط ٹریک پر ڈالنے کی کوشش کی ہو۔ ہاں، یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ قاتل کا تعلق بھی گردھاری کے گروہ سے رہا ہو جس نے اس کی آواز کی نقل کر کے پھانسی کا پھندہ اس کے گلے میں ڈلوانے کی سازش کی ہو۔ ویسے میرا خیال ہے کہ فنگر پرنٹس تو کسی کے مجرم یا بے گناہ ہونے کا قانونی ثبوت مانے جا سکتے ہیں لیکن محض آواز کی ہوئی ٹیپ پولیس کے لیے کارآمد ثابت نہیں ہو سکتی۔"

"اتنا قانون میں بھی جانتا ہوں لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب قاتل یا قاتلوں نے انتہائی ہوشیاری سے کومل ورما کو ٹھکانے لگا دیا تھا اور اپنے پیچھے کوئی ثبوت بھی نہیں چھوڑا تھا تو پھر گردھاری کا نام خاص طور پر درمیان میں لانے کی کیا ضرورت پیش آئی تھی۔"

"ہو سکتا ہے اسے گردھاری سے کوئی ذاتی پرخاش رہی ہو۔"

"بہرحال۔" سراج نے گردھاری کے نام کو ذہن سے نکالتے ہوئے کہا۔ "کومل ورما کی موت کے سلسلے میں اب موہنی کی قوت کو ذمے دار نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔"

"کوئی خاص وجہ۔"

"قتل کے سلسلے میں جو شواہد سامنے آئے ہیں اور جو طریقہ کار اختیار کیا گیا تھا وہ کسی نادیدہ قوت کی ذہنی اختراع نہیں ہو سکتی۔" سراج نے دلیل پیش کرتے ہوئے کہا۔ "اب اس ٹیپ کا پارسل ملنے کے بعد....."

"میرا خیال ہے کہ آپ نے مجھے بتایا تھا کہ کومل ورما کے قتل ہونے کی اطلاع بھی آپ کو موہنی کے فون کال سے ہوئی تھی۔" میں نے دوسرا رخ اختیار کیا۔

"جی ہاں۔"

"آپ جانتے ہیں مسٹر سراج کہ وہ میرے ساتھ دشمنی پر کمربستہ ہے۔" میں نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "ایسی صورت میں وہ موہنی کے قتل کا الزام بھی میرے سر تھوپ سکتی تھی پھر گردھاری کا نام درمیان میں کس طرح آ گیا؟"

"اگر میں آپ کی باتوں کو تسلیم کر لوں تو پھر پارسل کے ذریعے موصول ہونے والے ٹیپ کو کس خانے میں فٹ کیا جائے گا۔"

میں کوئی جواب دینا چاہتا تھا لیکن اسی وقت ڈائرکٹ لائن والی فون کی گھنٹی بجی اور میں نے جلدی سے ریسیور اٹھا لیا۔

"تم واقعی ایک کامیاب اداکار بھی ہو شری شہباز خان۔" دوسری جانب سے موہنی کی آواز ابھری۔ "گردھاری کا نام درمیان میں لا کر تم نے سراج کو اچھا دھوکا دیا ہے لیکن میں چاہوں تو اب بھی تمہیں کومل ورما کے قاتل ہونے کے جرم میں پھنسوا سکتی ہوں۔ ایک نہیں بلکہ ہزاروں ثبوت تمہارے خلاف پیش کیے جا سکتے ہیں۔ تم خود اس قتل کا اعتراف بھی کر لو گے۔"

"پھر دیر کس بات کی ہے بے بی۔" میں نے بے پروائی سے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے جواب دیا۔ "مسٹر سراج اس وقت میرے سامنے ہی ہیں۔ تم کو میری طرف سے پوری اجازت ہے زہر اگلنے کی لیکن ایک بات میری بھی دھیان سے سن لو۔ تم کیا اگر تمہاری جیسی ہزاروں گندی قوتیں بھی آپس میں گٹھ جوڑ کرلیں تو بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔"

"یہ بھی تمہاری بھول ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔ "ہم نے اس چھایا کا بھید پالیا ہے جو تمہاری رکھشا کر رہی ہے۔ ہماری مہان قوتیں بہت جلد اس جال کو کاٹ ڈالیں گی جس نے تمہیں پناہ دے رکھی ہے۔"

"کس کا فون ہے۔" سراج نے چونکتے ہوئے سوال کیا لیکن میں نے اس کے سوال کو نظرانداز کرتے ہوئے موہنی کو تلخ لہجے میں جواب دیا۔

"اگر تمہیں اپنے دیوی دیوتاؤں پر اتنا ہی گھمنڈ اور مان ہے تو پھر تم چوروں کی طرح چھپ کر کیوں وار کر رہی ہو۔ کھل کر سامنے آؤ تاکہ اس بات کا فیصلہ بھی ہو جائے کہ کون بلوان ہے اور کون کائر (بزدل)۔"

"چنتا مت کرو' تمہاری یہ اچھا بھی بہت جلد پوری ہوگی۔" موہنی نے اس بار بڑے سرد اور سفاک لہجے میں کہا۔ "میرا ایک اشارہ ہی بہت ہوگا۔ تمہارا کوئی اپنا آدمی بھی تمہیں گولی مار کر ٹھکانے لگا سکتا ہے' لیکن نہیں' میں تمہیں اتنی آسانی سے نہیں ماروں گی۔ چوہے اور بلی کا کھیل دیکھا ہے کبھی؟ میں تم سے اور تمہاری بے بسی سے اسی طرح کھیلوں گی پھر جب من بھر جائے گا تو تمہیں کالی کے چرنوں میں بھینٹ چڑھا دوں گی۔"

"تم شاید مجھے ہنسانے کی کوشش کر رہی ہو۔" میں نے حقارت سے جواب دیا۔

"ایک دو منٹ اور جی کھول کر ہنس لو پھر تمہیں رونا بھی پڑے گا۔"

"شٹ اپ۔"

"زیادہ اونچے سروں میں بولنا چھوڑ دو بالک' تم ابھی نادان ہو۔" اس نے بے پروائی سے جواب دیتے ہوئے کہا۔ "فون ذرا سراج کے حوالے کر دو۔ مجھے انہیں تمہارے سلسلے میں ایک خاص اطلاع دینی ہے جس کے بعد تم سچ مچ رونے پر مجبور ہو جاؤ گے۔"

میں نے خاموشی سے فون سراج کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "موہنی لائن پر موجود ہے۔"

"ہیلو' ڈی' ایس' پی سراج اسپیکنگ۔" سراج نے ریسیور ہاتھ میں لے کر خاصی رعب دار آواز میں کہا لیکن دوسری جانب سے جو کچھ کہا گیا اسے سن کر اس کے چہرے کا کھنچاؤ بتدریج کم ہوتا گیا پھر کچھ دیر بعد اس نے ریسیور کریڈل پر رکھتے ہوئے میری سمت غور سے دیکھا۔ "آپ کے لیے ایک بری خبر ہے۔"

"کیا مطلب۔" میں چونکا۔

"آپ کے تمام گوداموں میں آگ لگ گئی ہے۔ شہر کے دو تین فائر اسٹیشن کے عملے کے افراد آگ پر قابو پانے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن ابھی تک انہیں کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اٹھ کر تیزی سے باہر کی سمت لپکا۔ سراج نے بھی برق رفتاری سے میری پیروی کی تھی۔

☆

گودام کے پورے احاطے میں ہر طرف آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے۔ وہ علاقہ سڑک سے ہٹ کر دور واقع تھا لیکن پھر بھی وہاں اچھی خاصی بھیڑ اکٹھی ہو چکی تھی۔ اس میں میرے عملے کے افراد کی تعداد بھی شامل تھی لیکن اکثریت ان تماشائیوں کی تھی جو میری تباہی کا تماشا دیکھنے کے لیے وہاں اکٹھا ہو رہے تھے۔ متعلقہ تھانے کی پولیس اور دوسرے کارندے بھی ہجوم میں شامل تھے لیکن وہ بھی بے بس نظر آرہے تھے البتہ فائر بریگیڈ کے عملے کے کارندے پوری جانفشانی کے ساتھ آگ پر قابو پانے کی ہر ممکن تدبیر اختیار کر رہے تھے۔ سراج پولیس والوں سے واقع کی تفصیل دریافت کرنے کی خاطر ان کی طرف چلا گیا۔ ہجوم اتنا زیادہ بڑھ چکا تھا کہ میرا آگے بڑھنا دشوار ہو رہا تھا۔ مجھے ان لوگوں کی بے حسی پر شدید غصہ آرہا تھا جنہوں نے اپنی گاڑیاں بے ترتیب طریقے سے باہر میدان میں پارک کر دی تھیں اور خود قریب سے قریب تر ہو کر آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کو محض ایک تماش بین کی حیثیت سے دیکھنے کی خاطر ایک دوسرے سے زور آزمائی کر رہے تھے۔ اتنے بے حس اور خود غرض تھے یہ لوگ جو دوسرے کے نقصان پر قہقہہ لگانے اور دلچسپی کا تماشا دیکھنے کی خاطر رک گئے تھے۔ کسی کا گھر اجڑ رہا تھا اور اس کی مدد کرنے کے بجائے کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے۔ شاید ان کے دل' دل نہیں بلکہ پتھر بن چکے تھے۔ اپنے جسم پر ایک خراش آجائے تو انسان تڑپ اٹھتا ہے۔ اس کا موثر علاج کرانے میں بھی دیر نہیں کرتا لیکن یہاں دوسرا معاملہ تھا۔ نقصان ان کو نہیں میری ذات کو پہنچا تھا۔ ان کا کام تو صرف دور رہ کر تماشا دیکھنا تھا۔

شہر میں آئے دن کھیلی جانے والی خون کی ہولی ہنگامے اور ہنگاموں میں ان گنت جانوں کا زیاں ان کے لیے روز مرہ کا معمول بن گیا تھا۔ وہ گھر سے سر پر کفن باندھ کر باہر نکلنے کے عادی ہو چکے تھے۔ انہیں ہر پل یہ خطرہ لگا رہتا تھا کہ بس اچانک ہی تڑ تڑاتی ہوئی گولیوں کی آوازیں ابھریں گی۔ بھگدڑ مچے گی۔ جن کے مقدر میں موت لکھی ہے وہ گولیوں کی زد میں آکر موت کا شکار ہو جائیں گے۔ کچھ زخمی ہو کر سڑک یا فٹ پاتھ پر خون میں لت پت

پڑے ایڑیاں رگڑ رہے ہوں گے اور دوسرے اپنی جان بچانے کی خاطر ان زخمیوں کو پھلانگ پھلانگ کر اور روند روند کر کسی محفوظ پناہ گاہ میں سر چھپانے کی خاطر دیوانگی کا شکار نظر آ رہے ہوں گے۔ کچھ دیر کی چیخ و پکار کے بعد دوسرا برسٹ مارا جائے۔ فضا ایک بار پھر ان گولیوں کی آواز سن کر کانپ اٹھے گی۔ ان گنت لوگ موت کی نیند سو جائیں گے۔ کسی کا گھر اجڑ جائے گا کوئی باپ اور بھائی کی شفقت سے محروم ہو جائے گا۔ کوئی والدین کے سہارے اور کچھ معذور لوگ ایسے بھی ہوں گے جن کا کمانے والا صرف ایک ہو گا۔ ان کے دکھ درد میں ساتھ آنے والا لیکن اس وقت ممکن ہے کہ وہ بھی بیچ سڑک پر دم توڑ رہا ہو۔

گولیوں کی زبان صرف گولیاں چلانے والے شقی القلب انسان ہی سمجھ سکتے ہیں۔ گولیوں کی بوچھار رشتے ناتے' اپنے اور پرائے کی تمیز کھو بیٹھتی ہے۔ اس کا کام تو صرف ہلاک کرنا ہوتا ہے۔ شہر کی پر سکون فضا میں دہشت گردی کے جراثیم پھیلانے والے درندوں کو اس بات سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ کون جیا اور کون مرا' شاید انہیں زمین پر اتارا ہی اسی مقصد کے لیے گیا ہے کہ وہ دوسروں کے امن اور سکون کو برباد کرتے رہیں اور شہر میں سینہ تانے دندناتے پھریں اور حکومت کی جانب سے ہر دفعہ ایک ہی گھسا پٹا بیان جاری ہو کہ بدامنی پھیلانے والوں کے ساتھ آہنی ہاتھوں سے نمٹا جائے گا۔

کچھ ایسی ہی کیفیت اس وقت گودام کے باہر نظر آ رہی تھی۔ جس میں آگ بجھانے والوں کی تعداد بہت کم تھی لیکن میری بربادی کا تماشا دیکھنے والے بے پناہ لوگ موجود تھے۔ میں ابھی پوری طرح حالات کو سمجھ نہیں سکا تھا۔ گودام چونکہ کھلے میدان میں تھا اس لیے اس میں جا بجا مختلف شیڈ بنے ہوئی تھے۔ ان شیڈ کو محفوظ رکھنے کی خاطر ان کے اطراف لوہے کی جالیاں موجود تھیں جو عام چار دیواری کے مقابلے میں زیادہ مضبوط اور پائیدار تھی۔ ان میں صرف دروازے تھے۔ داخلی اور خارجی جہاں ہر وقت گارڈز تعینات رہتے تھے اور شناخت کے بغیر کسی کو اندر قدم نہیں رکھنے دیتے تھے لیکن میں جانتا تھا کہ نادیدہ' پراسرار کالی قوتوں کے لیے ان گارڈز کی موجودگی کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھی۔ آہستہ آہستہ واقعات کی ترتیب میرے ذہن میں ابھر رہی تھی۔

کومل ورما۔ یا۔ موہنی کا اغواء۔ اس کام کو میرے لیے ماسٹر ٹونی نے انجام دیا تھا۔

پھر۔ ماسٹر ٹونی کو اس کی سیدھی ٹانگ سے محروم کر دیا گیا۔

میں نے انتقام لینے کی خاطر کومل ورما کے خوبصورت جسم کو خاک میں ملا دیا۔

اور۔۔۔اب اس کے جواب میں مجھے ایک بھاری نقصان سے دوچار کیا جا رہا تھا۔

مگر پہل میری جانب سے نہیں' دوسری جانب سے شروع ہوئی تھی۔ سب سے پہلے ان گندی قوتوں نے مجھے باپ کے سائے سے محروم کیا تھا۔ ان کا صرف ایک مطالبہ تھا کہ اپنے شہر کو چھوڑ کر کسی اور ملک میں جا کر پناہ لوں ورنہ مجھ پر زندگی کا حلقہ اتنا تنگ کر دیں گی کہ میں سانس بھی مشکل سے لے سکوں گا۔

موہنی اور لیڈی مکلارنس دونوں نے مجھے حکم نہ ماننے کی صورت میں بھاری نقصان سے دوچار ہونے کی پیش گوئی کی تھی جس کی تکمیل میں اس وقت جاگتی آنکھوں سے گودام سے اٹھنے والے بھیانک شعلوں کی شکل میں دیکھ رہا تھا۔

اچانک میں نے دانش کو دیکھا جو بھیڑ چیرتا ہوا باہر نکل رہا تھا۔ پہلی نظر میں میں اسے پہچان نہیں سکا۔ اس کا چہرہ جھلس کر کالا پڑ چکا تھا۔ کپڑے بھی تار تار نظر آ رہے تھے۔ سر کے بالوں کا کچھ حصہ بھی جل گیا تھا۔ وہ بری طرح ہانپتا ہوا میری سمت بڑھ رہا تھا۔ میں لپک کر اس کے قریب چلا گیا۔

"دانش۔" میں نے اسے اپنے بازوؤں کا سہارا دیتے ہوئے آواز دی۔ "تم ٹھیک تو ہو؟"

"سر۔۔۔" وہ بڑی نحیف سی آواز میں بولا۔ "میں نے اپنی جانب سے کوئی غفلت نہیں برتی' آخری وقت تک آگ سے لڑتا رہا لیکن۔۔۔۔؟"

"یہ سب کچھ ہوا کس طرح؟"

"سر۔۔۔ میں اس وقت گودام نمبر چار میں ہی تھا جب وہی خوبصورت ناگن مجھے وہاں نظر آئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں شاید کوئی بم وغیرہ قسم کی چیز تھی۔" دانش کا سانس بے ترتیب ہو رہا تھا۔ کچھ توقف سے بولا۔ "اس نے مجھ سے کہا بھی تھا کہ اگر زندگی عزیز ہے تو گودام کے احاطے سے باہر نکل جاؤ۔۔۔ آپ یقین کریں سر۔ میں آپ کا نمک خوار ہوں۔ میں نے اس پیشکش کا جواب دینے کے بجائے اس کے منہ پر تھوک دیا تھا اور پھر۔ پھر جیسے قیامت آ گئی۔ اس خوبصورت ناگن نے بم نما وہ شے ایک جانب اچھال دی۔ ایک ہولناک دھماکہ ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے پورا گودام آگ کی لپیٹ میں آ گیا۔ وہ خوبصورت ناگن فلک شگاف قہقہے لگا رہی تھی پھر یکے بعد دیگرے کئی ہولناک دھماکوں کی آوازیں میرے کان میں گونجیں۔ میں نے تیزی سے باہر نکل کر دیکھا تو ہر طرف آگ کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ میرے ساتھیوں کی چیخ و پکار حشر کا سماں پیش کر رہی تھی۔ ہر کوئی اپنی جان بچانے کی فکر میں تھا۔ وہ باہر نکلنے کی خاطر داخلی اور خارجی دروازوں کی جانب سرپٹ دوڑے جا رہے تھے لیکن میں نے بھاگنے کی کوشش نہیں کی سر۔ مجھے فوری طور پر فائر بریگیڈ کو اس حادثے [illegible] تھی۔ میں آگ کے درمیان سے گزر کر آفس شیڈز میں گیا [illegible] زیادہ تر فون خراب ہو [illegible] مگر اتفاق؟

گیارہ نمبر شیڈ کا فون میرے کام آ گیا۔ اسی فون کے ذریعے میں نے فائر بریگیڈ کو صورت حال سے آگاہ کیا پھر میں بھی دوسروں کی طرح باہر کی سمت بھاگا لیکن اس وقت یہاں لوگوں کی اتنی بھیڑ اکٹھا ہو چکی تھی کہ باہر نکلنا دشوار ہو رہا تھا۔ بڑی مشکلوں سے آدمیوں کے اس سمندر کو چیرتا ہوا باہر نکل سکا ہوں۔ اچھا ہوا جو آپ مل گئے ورنہ۔۔۔۔"

"تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "تمہیں فوری طور پر طبی امداد کی ضرورت ہے۔"

"نو سر۔" دانش کچھ عجیب امید و بیم کی کیفیت میں بولا۔ "آپ آ گئے یہی میرے لیے بہت ہے۔"

"دانش۔" میں نے سپاٹ آواز میں کہا۔ "کیا تم اس عورت کا حلیہ دہرا سکتے ہو جو ہماری بربادی کا سبب بنی تھی۔"

"وہ۔ وہ موہنی یا کومل ورما ہی تھی سر۔"

"تم نے یہ نام کہاں سے سنے؟"

"ماسٹر ٹونی نے بتائے تھے۔" دانش نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔ "ماسٹر ٹونی نے مجھ سے یہ بھی کہا تھا کہ آپ کو ہر قیمت پر جان پر کھیل کر بچانے کی کوشش کروں۔ اس نے مجھ سے بہت بڑی قسم لی تھی سر۔"

میری آنکھوں میں عقیدت سے آنسو آ گئے۔ میرے ورکر مجھ سے اتنا پیار کرتے تھے۔ ٹونی کے بیمار ہونے کے بعد اب دانش نے اس کی جگہ سنبھال لی تھی۔ میں نے فوری طور پر ایک دوسری گاڑی کے ذریعے دانش اور دوسرے ایسے تمام ورکر کو جن کو فوری طبی امداد کی ضرورت تھی ہسپتال بھیجنے کا ناخوشگوار فرض ادا کیا۔ اسی اثنا میں سراج نے دوبارہ میرے پاس آتے ہوئے کہا۔

"میں فائر آفیسر سے مل کر آ رہا ہوں۔ اس کا خیال ہے کہ گودام کے اندر چونکہ رنگ روغن اور دوسرے کیمیکل موجود تھے اس لیے آگ نے بڑی تیزی سے گودام کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے لیکن وہ مایوس نہیں ہے۔ اس کا خیال ہے آج رات تک آگ پر پوری طرح قابو پا لیا جائے گا۔"

"مجھے معلوم ہے۔" میں نے سپاٹ اور خشک لہجے میں کہا۔ "جو آگ لگتی ہے وہ جلدی یا دیر میں بہرحال بجھ ہی جاتی ہے۔"

"آپ کا شبہ کس کی طرف ہے۔" سراج نے تھوڑے توقف کے بعد پوچھا۔

"شارٹ سرکٹ۔" میں نے زہر خند سے جواب دیا۔ "پولیس کے لیے کاغذات کی خانہ پری کے لیے یہی ایک جواز زیادہ موثر ثابت ہوتا ہے۔"

"میرا خیال ہے آپ اس وقت بہت زیادہ جذباتی ہو رہے ہیں۔"

"آپ کا کیا مشورہ ہے۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔ "کیا اتنے بڑے نقصان پر کھڑے ہو کر قہقہہ لگانا شروع کر دوں۔"

"پلیز مسٹر شہباز۔ کام یور سلف ڈاؤن (CALM YOUR SELF DON)" سراج نے دوستانہ انداز میں کہا۔ "مجھے آپ کو ہونے والے نقصان کا اندازہ ہے اور میں یہ بھی سمجھ سکتا ہوں کہ اس کے پیچھے کس کی نادیدہ قوت کام کر رہی ہے۔"

"کس کی؟" میں نے وضاحت چاہی۔

"موہنی کی۔" سراج نے بلا کسی جھجک جواب دیا۔ "کومل ورما کی موت کے بعد یہ انتقامی کارروائی وہی کر سکتی ہے۔"

"ممکن ہے۔" میں نے شانے اچکاتے ہوئے کہا پھر دانش کے ایک ماتحت کو بلا کر ہدایت کی وہ آگ بجھ جانے تک وہیں رکے۔"

میں ضروری ہدایت دینے کے بعد واپسی کے ارادے سے مڑا ہی تھا کہ اچانک موہنی کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"کیوں فری شہباز خان؟" کیا تم اب بھی مجھ سے پنجہ لڑانے کی کوشش کرو گے۔"

"پنجہ ہواؤں سے نہیں لڑایا جاتا' اگر تم واقعی کسی ناقابل شکست قوت کا کوئی روپ ہو تو کھل کر سامنے آؤ۔ میں تم سے پنجہ لڑانے سے دریغ نہیں کروں گا۔"

"بالکوں کی طرح ضد نہ کرو۔ اب بھی میرا کہا مان لو اور اپنی ماتا کو لے کر ہماری اس پوتر دھرتی سے کسی اور ملک کی طرف نکل جاؤ۔ صرف اسی میں تمہاری مکتی ہے۔"

"تم بہت زیادہ گرج چکی ہو۔" میں نے سفاک لہجے میں جواب دیا۔ "اب میرے برسنے کا تماشا بھی دیکھ لینا۔"

"کیا تمہیں اپنی ماں سے بھی پیار نہیں رہا۔"

"خبردار۔" میں چیخ اٹھا۔ "میری ماں کا نام اپنی گندی زبان پر دوبارہ کبھی نہ لانا۔"

"سوچ لو شہباز خان اگر گودام کی طرح تمہارا باقی سب کچھ بھی جل کر راکھ ہو گیا تو تمہاری کیا حیثیت رہے گی۔ کہاں سر چھپاتے پھرو گے۔ کس کس کے آگے ہاتھ پھیلاؤ گے۔ کنگال ہو گئے تو کوئی کوڑیوں کے دام بھی نہیں پوچھے گا۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میرے اندر انتقام کا جذبہ رہ رہ کر سر ابھار رہا تھا پھر یکلخت مجھے اپنی ایک غلطی کا احساس بری شدت سے ہونے لگا۔ مجھے وہ دن یاد آ گیا جب میں نسیم کی بیمار ماں کی مزاج پرسی کے بعد سینی ٹوریم سے واپس آ رہا تھا اور راستے میں میرے دشمنوں نے مجھے اپنے جال میں پھانس کر ایک زمین دوز تہہ خانے میں ڈال دیا تھا جہاں میں نے کالکا کو پہلی بار ایک ایسی حسین عورت کے روپ میں دیکھا جس کو دیکھ کر قید ہونے کے باوجود میں نے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اسے چھونے کی

خواہش کا اظہار کیا تھا لیکن کالکا نے، مجھے سختی سے منع کر دیا تھا پھر میرے بے حد استفسار پر اس نے کہا تھا کہ جب دو قوتیں آپس میں ٹکراتی ہیں تو ان میں سے کوئی ایک جل کر بھسم ہو جاتی ہے۔ مجھے اس کا تجربہ بھی ہو چکا تھا لیکن پھر وہ بات میرے ذہن سے نکل گئی تھی اگر مجھے صندلی انگوٹھی کی اس کرامت کا خیال نہ ہوتا تو موہنی کو اسی دن جلا کر ہمیشہ کے لیے راکھ کا ڈھیر بنا دیتا جس روز وہ گودام نمبر چار میں میرے قریب کرسی سے بندھی بیٹھی تھی، لیکن وہ وقت اب گزر چکا تھا اور موہنی کے روپ میں نظر آنے والی پراسرار مگر گندی طاقت شاید اسی انگوٹھی کی وجہ سے کھل کر میرے سامنے آنے سے گریز کر رہی تھی۔

گودام جل جانے کی صورت میں مجھے جو بھاری نقصان ہوا تھا وہ میری بزنس کی ساکھ کو خراب بھی کر سکتا تھا۔ میرے پاس بینک میں اچھی خاصی رقم موجود تھی۔ میں گودام جل جانے کے باوجود وقتی طور پر ان کاموں کو مکمل کر سکتا تھا جن پر اس وقت کام ہو رہا تھا لیکن اگر میں گوداموں کی تباہی کے بعد خاموشی اختیار کر لیتا تو میرے دشمن اسے میری بزدلی سے تعبیر دے کر کوئی دوسرا قدم بھی اٹھا سکتے تھے حالات کے پیش نظر میرے لیے اب اینٹ کا جواب پتھر سے دینا لازمی ہو گیا تھا۔

واپسی کے راستے میں میں نے ایک ٹیلی فون بوتھ کے قریب گاڑی روک کر جے شنکر پانڈے کے نمبر ڈائل کیے۔ کچھ دیر بعد ہی دوسری جانب سے پانڈے کی آواز سنائی دی تو میں نے ماؤتھ پیس پر رومال کی دوہری تہہ جمانے کے بعد بدلی ہوئی آواز میں کہا۔

"پانڈے جی۔ میرا خیال ہے کہ تمہیں اپنے دشمن کو ہونے والے نقصان کی اطلاع مل چکی ہوگی۔"

"کون بول رہے ہو تم؟"

"گھبراؤ مت سیٹھ۔" میں نے پانڈے کو آزمانے کی خاطر کہا۔ "میں وہی بول رہا ہوں جسے تم نے شہباز خان کے گوداموں کو آگ لگانے کے کارن منہ مانگے دام چکا کر خریدا تھا۔ تمہیں میری بات پر وشواس نہیں آتا تو خود کسی طرح معلوم کر لو۔ تمہارے دشمن کا پوری طرح سروناش ہو گیا ہے۔ میں نے جو آگ لگائی تھی اس سے گودام کا ایک تنکا بھی نہیں بچا ہوگا۔"

"لیکن....."

"دھیرج سے کام لو سیٹھ۔" میں نے اس کا جملہ کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "اگر ابھی سے تمہارے ہاتھ پیر پھول گئے تو پولیس کو کیا بیان دو گے۔"

"مگر میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو اور کس قسم کی بیکار بکواس کر رہے ہو۔" پانڈے کے لہجے میں سادگی عیاں تھی۔

"یہی بیان تم پولیس کو دینا۔ اسی میں تمہاری مکتی ہے۔"

"شٹ اپ۔" پانڈے کی گرجدار آواز ابھری۔ "تم نے شاید سپنے میں کسی کے ساتھ سودے بازی کی ہوگی ورنہ میں نے تم سے ایسی کوئی بات نہیں کی تھی۔"

"آئی سی۔" میں نے ایک بار پھر اسے ٹٹولنے کی خاطر کہا۔ تمہارا خیال ہے کہ میں تمہاری آواز ٹیپ کر کے بعد میں بلیک میل کروں گا۔ نہیں سیٹھ، اس وچار کو من سے نکال دو۔ بدمعاشوں اور قاتلوں کے بھی اپنے اپنے اصول ہوتے ہیں۔ پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔"

"میں نہیں سمجھ سکا کہ تم کیا بکواس کر رہے ہو۔" پانڈے نے نفرت کا اظہار کیا۔ اس کا لب و لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ بری طرح جھلا رہا ہوگا۔

"ٹھیک ہے پانڈے جی۔ اب تم جانو اور تمہارا کام، میں نے اپنا کام پورا کر دیا۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا پھر سلسلہ منقطع کر کے دوبارہ بوتھ سے نکل کر گاڑی میں آ بیٹھا۔

مجھے یقین آگیا تھا کہ پانڈے کا تعلق میرے گوداموں میں لگنے والی آگ سے نہیں تھا لیکن اس کے باوجود میرے اندر بھڑکنے والی آگ کے شعلے سرد نہیں پڑے تھے۔

⚜

گاڑی میں اس وقت میرے اور دانش کے علاوہ کوئی تیسرا آدمی نہیں تھا۔ میری گاڑی سول لائنز جانے والی کشادہ روڈ پر فراٹے بھر رہی تھی۔ میرے ذہن میں موہنی کے کہے ہوئے جملے لاوا بن کر ابل رہے تھے۔ اس نے کہا تھا کہ وہ "میرے لیے ایسے حالات پیدا کر دے گی کہ میں اس کے سامنے جھولی پھیلا کر رحم کی بھیک مانگنے پر مجبور ہو جاؤں گا لیکن اس وقت وہ مجھے بھیک دینے سے بھی انکار کر دے گی۔" اس نے غلط نہیں کہا تھا۔ دیوی دیوتا اور کالی قوتیں اس کی پشت پناہی کر رہی تھیں۔ وہ طاقت کے گھمنڈ میں جو منہ میں آیا کہہ گئی تھی لیکن شاید وہ بھول گئی تھی کہ میں ایک مسلمان ہوں اور مسلمان شہادت کا گھونٹ تو پی سکتا ہے لیکن کافروں کے سامنے کبھی سرنگوں نہیں ہوتا۔

مجھے سو فیصد یقین تھا کہ گوداموں میں بھڑکنے والی آگ اسی موہنی کے شیطانی عمل کا نتیجہ تھا۔ جس کی تصدیق دانش نے بھی کی تھی۔ گودام کے بلند ہونے والے شعلے میرے اوپر موہنی کا قرض بن گئے تھے جسے میں جلد از جلد بے باق کر دینا چاہتا تھا۔ ابھی تک دانش بھی پورے وثوق سے نہیں بتا سکا تھا کہ اس آگ نے ہمارے کتنے بے قصور ملازموں کو اپنے لیے بطور ایندھن استعمال کیا تھا۔ اسے علم بھی ہوتا تو شاید وہ انہیں موت کے منہ سے نہیں بچ سکتا تھا۔ جنگ اور محبت میں تمام حربوں کا استعمال جائز سمجھتا ہے۔ گیہوں کے ساتھ اکثر گھن بھی پس جاتا ہے۔ ایک دشمن جب کسی پر گولی چلاتا ہے تو نشانہ چوک جانے سے وہی گولی کسی بے گناہ کی زندگی کا چراغ بھی گل کر دیتی ہے۔ موت اور زندگی کا یہ کھیل تو ازل سے قائم ہے اور ابد تک قائم رہے گا۔

لوگ اب اس کے عادی ہو چکے ہیں۔ وہ کہیں داد فریاد لے کر نہیں جاتے۔ مرنے والے کے غم میں آنسو بہاتے ہیں پھر اسے دفن کر کے اپنے آنسو پی لیتے ہیں اور زندگی کی ضرورتوں کا احساس پھر انہیں کام کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ وہ صبح گھر سے نکلتا ہے اپنی روزی کمانے کی خاطر لیکن اس بات کا کوئی یقین نہیں کیا جا سکتا کہ وہ شام کو زندہ و سلامت گھر بھی پہنچے گا۔

امن ریلیاں آئے دن انسانیت کا درس دینے کے لیے ترتیب دی جاتی ہیں۔ بڑے بڑے دانشور اپنی دھواں دھار تقریروں سے امن اور بھائی چارے کا پیغام دیتے ہیں۔ مساوات کے مطلب سمجھاتے ہیں لیکن ہوتا وہی ہے جو دہشت گرد چاہتے ہیں۔ شاید اس لیے کہ اب دہشت گردی بھی معقول روزی کمانے کا ایک ذریعہ بن چکی ہے۔ جس کی پشت پناہی وہ ہاتھ کرتے ہیں جو قانون کی بالادستی سے بھی زیادہ مضبوط اور بلند ہوتے ہیں۔

"کیا بات ہے سر۔ آپ بہت خاموش ہیں۔" دانش نے میری خاموشی کا سبب پوچھا تو میرے خیالات کا شیرازہ بکھر گیا۔

"دانش۔" میں نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "کیا تمہیں ان ورکروں کی تعداد کا علم ہے جو گوداموں میں لگنے والی آگ میں اپنی اصلیت کھو کر کوئلے کی شکل اختیار کر چکے ہوں گے۔"

"میں وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتا لیکن مجھے یقین ہے کہ کچھ مزدور ضرور کام آگئے ہوں گے۔" دانش نے جواب دیا۔ "آگ تمام گوداموں میں ایک ساتھ لگائی گئی اور پھر اتنی تیزی سے پھیلی تھی کہ ہر شخص دم بخود ہو کر رہ گیا تھا پھر بھگدڑ مچ گئی۔ وہ زندگی بچانے کی خاطر ایک دوسرے کو روندتے ہوئے زندگی کی جانب اندھا دھند بھاگ رہے تھے۔ میں بھی بڑی مشکلوں سے باہر نکل سکا تھا۔"

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ ٹونی کو اپنے سیدھے ہاتھ اور پھر سیدھے پیر سے کیوں محروم ہونا پڑا۔ اس نے ان کالی طاقتوں سے مقابلہ کرنے میں میری مدد کی تھی جس کا نتیجہ اسے بھگتنا پڑ رہا ہے۔"

"مجھے علم ہے سر۔"

"سوچ لو اچھی طرح۔" میں نے سرسراتے لہجے میں کہا۔ "میرا ساتھ دے کر تم بھی خسارے میں رہ سکتے ہو۔"

"میں ماسٹر ٹونی کا مقابلہ تو نہیں کر سکتا سر لیکن آپ مجھے کسی بھی محاذ پر اپنے سے پیچھے نہیں پائیں گے۔"

"پھر غور کر لو۔" میں نے اس بار نرمی سے کہا۔ "ہم اس وقت کسی شادی میں شرکت کی غرض سے نہیں جا رہے ہیں۔ مجھ پر میرے ساتھیوں کا جو قرض ہے میں اسے اتارنے کی خاطر ایک خطرناک پلان پر عمل کرنے جا رہا ہوں۔ تم چاہو تو کسی محفوظ مقام پر اتر سکتے ہو۔ میں برا نہیں مانوں گا۔"

میں کچھ دیر خاموش رہا پھر میں نے بڑے سرد لہجے میں کہا۔ "دانش۔ تمہیں شاید علم ہوگا کہ جے شنکر پانڈے سول لائنز کے علاقے میں ایک چار منزلہ رہائشی پروجیکٹ پر کام کر رہا ہے۔"

"یس سر۔" دانش نے تیزی سے کہا۔ "میری اطلاع اگر غلط نہیں ہے تو اس عمارت کا ڈھانچہ قریب قریب تیار ہو چکا ہے۔"

"لیکن آج وہ زمین بوس ہو جائے گا۔" میرے لہجے میں سفاکی آگئی۔ وہ بہت دنوں سے میرے صبر کا امتحان لے رہے تھے لیکن اب پیمانہ چھلکنے کا وقت آپہنچا ہے۔ تمہیں بڑی ہوشیاری سے اس ڈھانچے کے مخصوص حصوں میں ٹائم بم رکھنے کا کام سر انجام دینا ہوگا اور اس کے بعد وقت پورا ہونے پر پے در پے دھماکوں کے بعد تمام لگژری فلیٹس منہدم ہو کر زمین پر آرہیں ہوں گے پھر سوچ لو یہ کام جان جوکھم کا ہے۔ اس میں ایک معمولی سی غلطی خود تمہاری زندگی کی آخری سانس بھی ثابت ہو سکتی ہے۔"

"میں بزدل نہیں سر۔" دانش کے لہجے میں اعتماد جھلک رہا تھا۔

"گاڑی کی ڈکی میں پانچ بم موجود ہیں۔ تمہیں اس طرح کا ٹائم سٹ کرنا پڑے گا کہ ایک دھماکے اور دوسرے دھماکے کے درمیان کم از کم دو منٹ کا وقفہ ضرور ہو۔" میں نے دانش کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ "ٹائم سیٹ کرنے سے پہلے تمہیں اس بات کا بھی خیال رکھنا ہوگا کہ پہلا دھماکہ اس وقت ہوگا جب تم خیریت کے ساتھ میرے پاس واپس آجاؤ۔"

"آپ مطمئن رہیں سر۔ دانش کسی کام میں بزدلی کا ثبوت نہیں دے گا لیکن ایک بات میں بھی دریافت کرنا چاہوں گا۔"

"پوچھو۔"

"کیا گوداموں میں آگ اسی پراسرار مگر ناپاک طاقت نے لگائی تھی جو موہنی کی شکل میں سامنے آئی تھی۔"

"ہاں۔ تمہارا خیال غلط نہیں ہے۔"

"ایسی صورت میں کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اس گندی قوت کو ہمارے پلان کا علم ہو چکا ہو اور وہ عین وقت پر اسے ناکام بنا دے۔"

"نہیں۔ ایسا نہیں ہوگا۔" میں نے بڑے وثوق سے کہا۔ "میں نے کچھ ایسے حصار کھینچ دیے ہیں جہاں گندی قوتیں تو کیا کوئی پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔ تم بلا دھڑک اپنا کام کر سکتے ہو۔ ٹونی نے مجھے اب محتاط رہنا سکھا دیا ہے۔"

دانش نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے چور نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔ وہ نروس نہیں تھا۔ پوری طرح چاق و چوبند نظر آرہا تھا۔ اس وقت رات کے تقریباً گیارہ کا عمل تھا۔ سڑک

پر اکا دکا ٹریفک موجود تھا۔ میں پوری رفتار سے گاڑی چلا رہا تھا۔ ٹھیک دس منٹ بعد میں نے اپنی گاڑی اس چار منزلہ عمارت کے نیم مکمل ڈھانچے سے تقریباً" پچاس گز دور روک دی۔ وہ علاقہ قدرے سنسان تھا۔ میں نے دانش کی طرف ڈکی کی چابی بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ڈکی میں ایک چرمی بیگ موجود ہے۔ اس کے اندر پانچ ٹائم بم کے علاوہ ایک سائلنسر لگا ہوا پستول بھی موجود ہے' تمہیں صرف ان بموں پر لگی ہوئی گھڑیوں کا ٹائم سیٹ کرنا ہے لیکن اس بات کا اندازہ ضرور لگا لینا کہ پہلا بم بلاسٹ ہونے سے کم از کم پانچ منٹ پہلے تم میرے پاس ہو گے پستول میں نے تمہاری حفاظت کے لیے رکھا ہے۔ ہو سکتا ہے وہاں نائٹ واچ مین اپنی اپنی ڈیوٹی پر موجود ہوں۔ کوشش کرنا کہ ان کی تعداد میں کمی کیے بغیر تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤ۔ میں بے گناہوں کے خون سے ہاتھ نہیں رنگنا چاہتا۔"

لیکن وہ اسٹاف جو سو چکا ہو گا وہ تو ضرور گرتے ہوئے ملبے کی لپیٹ میں آجائے گا۔"

"میں نے اس کا انتظام بھی کر لیا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "پہلا بم بلاسٹ ہونے سے پہلے وہ جاگ چکے ہوں گے۔ ہو سکتا ہے وہ اپنی جان بچانے کی خاطر قریب کی دوسری عمارت میں پناہ لیں۔ ایسی صورت میں موت کے چنگل سے ضرور نجات حاصل کر سکتے ہیں لیکن جن کا وقت پورا ہو چکا ہے ان کے لیے میں یا تم کچھ نہیں کر سکتے۔"

دانش نے میری طرف غور سے دیکھا پھر ڈکی کھول کر اس نے چرمی بیگ نکالا۔ چابی مجھے واپس کی اور بڑی بے پروائی سے اس چار منزلہ عمارت کے ڈھانچے کی سمت قدم اٹھانے لگا۔ میں نے آرام سے سیٹ سے ٹیک لگالی۔ دانش کے کامیاب ہو جانے کی صورت میں میرا اور جے شنکر پانڈے کے نقصان کا حساب کتاب کسی حد تک برابر ہو سکتا تھا۔ موہنی سے نمٹنے کے لیے اب ضروری ہو گیا تھا کہ اب میں بھی لنگوٹ کس کر اکھاڑے میں اتر جاؤں۔ مجھے اس بات احساس بھی تھا کہ اگر موہنی کی گندی آتما کو میرے مشن کی خبر ہو گئی تو دانش اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو سکتا ہے چنانچہ میں نے دانش کے روانہ ہوتے ہی اس کے گرد آیت الکرسی کا حصار کھینچ دیا اور دل ہی دل میں دعائیں مانگ رہا تھا کہ مشن پورا ہونے سے پیشتر موہنی کو اس کا علم نہ ہو سکے۔

میں ابھی اپنے خیالات میں گم تھا کہ وہی آواز میرے کانوں میں گونجی جو میں نے پہلی بار اس وقت سنی تھی جب کومل ورما کے قتل ہونے کے بعد جے شنکر پانڈے میرے دفتر میں بیٹھا کومل ورما کے زندہ ہونے کا حیرت انگیز انکشاف کر رہا تھا اور اسی آواز نے مجھے یقین دلایا تھا کہ کومل ورما یا موہنی میں سے

کوئی ایک زندہ ہے۔

"تمہارا کیا خیال ہے کہ تم جو انتہائی انتقامی قدم اٹھا رہے ہو یہ درست ہے؟"

"وہ گندی قوتیں جو میرے درپے آزار ہیں اور میرے خلاف کوئی قدم اٹھا رہی ہیں؟" میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔ "کیا قصور کیا تھا میں نے یا میرے بے گناہ لوگوں نے جس کی سزا انہیں دی گئی۔"

"میں تمہاری باتوں سے اتفاق کرتا ہوں میرے عزیز لیکن عفو اور درگزر سے کام لینا تمہاری شان کے عین مطابق ہے۔"

"یہ بات میرے سنگدل اور بے رحم دشمنوں نے اس وقت کیوں نہیں سوچی جب نرنجن لال کے زمانے سے مجھے پے در پے نقصان پہنچایا گیا۔" میں نے تڑپ کر کہا۔ "مجھے میری کچھ عزیز ہستیوں سے جدا کیا گیا مجھے بھاری نقصان پہنچایا گیا۔ ماسٹر ٹونی کو کن گناہوں کی سزا دی گئی۔ میرے والد کا کیا جرم تھا کہ زندگی کی طرف واپس لوٹتے لوٹتے انہیں موت کے منہ میں دھکیل دیا گیا۔ اب وہ مکروہ قوتیں میری ماں کو نشانہ بنانے کا سوچ رہی ہیں اور آپ۔ مجھے عفو اور درگزر کا سبق یاد دلانے آئے ہیں۔ مجھے اپنے گودام میں لگنے والی آگ کا کوئی غم نہیں۔ بزنس میں نفع اور نقصان دونوں ہوتے ہے لیکن موہنی کے ہی ہاتھوں کیوں؟ صرف اس لیے کہ میں کافروں کے لیے میدان چھوڑ کر بھاگ جاؤں۔

وہ یہی چاہتے ہیں لیکن میں انہیں باور کرانا چاہتا ہوں کہ مسلمان موت سے نہیں ڈرتا۔ مقدس کتابوں میں بھی یہی درج ہے کہ قبل اس کے کوئی موذی تمہیں نقصان پہنچائے اس کا سر کچل دو' صبر کی بھی کوئی انتہا ہوتی ہے اور اب ۔۔۔اب میرے اندر برداشت کی قوت نہیں رہی۔ میں نے اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ میں جب تک ان گندی قوتوں کا سر نہیں کچل دوں گا چین سے نہیں بیٹھوں گا۔"

"میں تمہارے قلب کی دھڑکنوں کو سن بھی رہا ہوں اور محسوس بھی کر رہا ہوں لیکن اس کے باوجود بے گناہوں کے خون سے ہاتھ رنگنا خدا کو پسند نہیں ہے۔"

"میرے والد کے سلسلے میں آپ کیا کہیں گے؟ کیا وہ قصوروار تھے؟ تسیم کی بیمار ماں کی موت کا کیا جواز تھا؟" میں نے

جذباتی لہجے میں کہا۔ "حالات کا شروع سے جائزہ لیں میرے محترم۔ آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ قصوروار کون ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ تم اپنے انتقام کی آگ بجھاؤ لیکن میں ان بے گناہوں کو بچانا اپنا فرض سمجھتا ہوں جو تمہارے دھماکے میں کام آسکتے ہیں۔"

"یہ آپ کا میری ذات پر ایک احسان ہو گا۔" میں نے تیزی سے کہا۔

"کیا مطلب؟" نادیدہ شخص کی آواز سنائی دی۔

"میں بذات خود غریبوں کے خون خرابے سے دور رہنا چاہتا ہوں۔"

"گویا تم صرف اپنے نقصان کا حساب چکتا کرنا چاہتے ہو۔"

"جی ہاں۔"

"پریشان مت ہو میرے عزیز' میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

"کیا آپ مجھے اس بات کا یقین دلا سکتے ہیں کہ میری ماں کی موت گندی قوتوں کے ہاتھوں واقع نہیں ہو گی۔"

"موت برحق ہے۔ اسے کوئی قوت ٹال نہیں سکتی۔"

"آپ کا جواب میری پریشانیوں میں اضافہ کا سبب بن رہا ہے۔"

"خدا پر بھروسا رکھو۔ وہ جو کرے گا بہتر ہی ہو گا۔" جواب نرمی سے دیا گیا پھر مجھے ایسا لگا جیسے کوئی آہستہ سے گاڑی سے اتر گیا ہو لیکن دروازے بدستور بند ہی تھے۔ میں نے اپنے شبے کی تصدیق کی خاطر دو چار بار آوازیں بھی دیں لیکن دوسری جانب خاموشی طاری رہی۔

مجھے دانش کی واپسی کے سلسلے میں زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ پینتالیس منٹ بعد وہ دوبارہ میری برابر والی سیٹ پر موجود تھا۔ چرمی بیگ اس نے پشت کی سیٹ پر اچھال دیا تھا۔

"کیا رہا۔" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"ٹھیک سات منٹ بعد پہلا دھماکہ ہو گا۔ اس نے پر اعتماد آواز میں جواب دیا۔ "میں نے ان بموں کو خاص طور پر ایسی ایسی جگہوں پر نصب کیا ہے کہ عمارت کی بنیادیں کمزور ہو کر اس کا بوجھ سہارنے سے انکار کر دیں گی۔"

دانش نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ ٹھیک سات منٹ بعد پہلا دھماکہ ہوا لیکن اس سے پیشتر فضا خود کار اسلحہ کی گولوں سے گونج اٹھی تھی یہ فائر میرے ان آدمیوں نے کیے تھے جنہیں میں نے پہلے سے ہدایت کر دی تھی۔ دانش کی واپسی کے دو منٹ بعد ہی وہ ہوائی فائرنگ شروع کر دیں۔ میں ان لوگوں کو بیدار کر کے فرار ہونے کا موقع فراہم کرنا چاہتا تھا۔ جو بے قصور تھے اور چار منزلہ عمارت میں موجود تھے۔

یکے بعد دیگرے دو دو منٹ کے وقفے سے پانچ دھماکے ہوئے اور جے شنکر پانڈے کی بنتی ہوئی ساکھ کا تاج محل زمین بوس ہو گیا۔ میں نے دوسرے دھماکے کے بعد ہی اپنی گاڑی گیئر میں ڈال کر تیزی سے موڑی اور ہوا سے باتیں کرنے لگا۔ ڈیش بورڈ پر رفتار بتانے والی سوئی اسی اور نوے کے درمیان متحرک تھی۔ ایک بار میں نے چور نظروں سے دانش کی جانب بھی نظر دوڑائیں۔ وہ بدستور بڑا بے پروا نظر آ رہا تھا۔ میں نے اسے اس کے گھر سے کچھ دور ہی گاڑی سے اتار دیا اور خود گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔

گھر میں داخل ہونے کے بعد میں سب سے پہلے اپنے پرانے وفادار اور نمک حلال ملازم احمد علی سے ملا اور یہ جان کر اطمینان کا سانس لیا کہ میری والدہ ابھی تک اسی حالت میں محو خواب ہیں جن میں' میں انہیں چھوڑ کر گیا تھا۔

✻

دوسری صبح دفتر جانے سے پہلے مجھے سب سے پہلی کال سراج کی موصول ہوئی۔

"خیریت۔" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔ "اتنی صبح صبح کیسے یاد آگئی۔"

"کل رات کسی نے دھماکہ خیز بموں کے ذریعے اس چار منزلہ عمارت کو اینٹ اور گارے کے ڈھیر میں بدل دیا جو جے شنکر پانڈے سول لائنز کے علاقے میں تعمیر کر رہے تھے۔"

"اوہ نو۔" میں نے بدستور حیرت سے کہا پھر تیزی سے پوچھا۔ "کوئی جانی نقصان تو نہیں ہوا؟"

"نہیں۔" سراج نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "میرا خیال ہے کہ وہ بم کے دھماکوں سے پہلے ہی گولوں کی تڑتڑاہٹ سے جاگ کر زندگی بچانے کی خاطر ادھر ادھر بھاگ کھڑے ہوئے تھے لیکن ابھی یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا' اصل صورت تو ملبہ ہٹنے کے بعد ہی واضح ہو گی۔"

"گویا اس بار کسی منظم سازش کے تحت ہی ایک دن میں دو خطرناک وارداتیں عمل میں آئی ہیں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "قرب و جوار میں رہنے والوں نے کیا بیان دیا ہے۔"

"وہ دھماکوں کی کان پھاڑ دینے والی آواز سن کر ہی بیدار ہوئے تھے اس لیے کسی قسم کا بیان دینے سے قاصر تھے۔"

"ملازموں کا کیا کہنا ہے۔" میں نے کہا۔ "میرا مطلب ان ورکروں اور چوکیداروں سے ہے جو عمارت میں نائٹ ڈیوٹی پر موجود رہے ہوں گے۔"

"وہ اس قدر بوکھلائے ہوئے ہیں کہ کسی قسم کا بیان دینے سے قاصر ہیں۔ البتہ اتنا ضرور معلوم ہوا ہے کہ پہلے خود کار آتشی اسلحے سے دو چار برسٹ مارے گئے تھے پھر بم کے دھماکے شروع ہو گئے۔"

"آپ کا کیا خیال ہے۔" میں نے پوچھا۔ "کیا یہ کھیل تماشے موہنی کی بدروح اسٹیج کر رہی ہے۔ پہلے میرے گوداموں

میں آگ لگنا اور اب پانڈے جی کے ایک پروجیکٹ کی تباہی۔"

"میرا خیال ہے کہ ان دونوں وارداتوں کو ایک ہی دیدہ یا نادیدہ شخصیت سے منسوب نہیں کیا جا سکتا۔"

"کیا مطلب؟"

"آپ کے گوداموں میں لگنے والی آگ کی ذمے داری تو موہنی کے کھاتے میں ڈالی جا سکتی ہے لیکن پانڈے جی کے پروجیکٹ کی بربادی میں کسی دشمن کی سازش کا ہاتھ معلوم ہوتا ہے۔"

"پانڈے جی کا کیا بیان ہے؟"

"انہوں نے کسی قسم کا بیان دینے سے انکار کر دیا ہے۔" سراج نے کہا۔ "میں نے محسوس کیا ہے کہ وہ کسی بات سے بری طرح سہمے سہمے اور خوفزدہ نظر آرہے ہیں۔ اسی لیے انہوں نے اپنی زبان سختی سے بند کر رکھی ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ ان لوگوں سے ضرور واقف ہوں گے۔ جنہوں نے انہیں ایک بھاری نقصان پہنچایا ہے لیکن اب وہ جان کے خوف سے کوئی بیان دینے یا ان کا نام لینے سے کترا رہے ہیں۔"

"ہو سکتا ہے کہ آپ کا خیال درست ہو۔"

"پانڈے جی اس وقت کہاں ہیں۔" میں نے ہمدردانہ انداز اختیار کیا۔

"میں ابھی ابھی ان کو ان کے گھر چھوڑ کر دفتر پہنچا ہوں۔" سراج نے کہا۔ "مسٹر پانڈے کی حالت زیادہ اچھی نہیں ہے۔ وہ سکتے کی کیفیت سے دوچار ہیں۔ میں نے انہیں ہسپتال میں داخل ہو جانے کا مشورہ بھی دیا تھا لیکن انہوں نے اشارے سے انکار کر دیا۔"

"ظاہر ہے مسٹر سراج۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "گودام کی آگ تو میرا ذاتی سرمایہ تھی جس کے لیے مجھے کسی کو جواب نہیں دینا پڑے گا لیکن پانڈے۔ ان کے پروجیکٹ میں تو دوسروں کا بھی اچھا خاصہ سرمایا لگا ہوگا۔ وہ کس کس کا خسارہ پورا کرتے پھریں گے۔ ان کی جگہ اگر میں ہوتا تو شاید میری ذہنی کیفیت بھی ان کی موجودہ کیفیت سے مختلف نہ ہوتی۔"

"فی الحال میں نے ذاتی شبہے کی بنیاد پر ارجن نامی اس شخص کو حراست میں لے لیا ہے جو پانڈے جی کے یہاں سے نکالے جانے کے بعد ایک دوسری کنسٹرکشن کمپنی میں کام کر رہا تھا۔ اس کنسٹرکشن کمپنی نے بھی اس پروجیکٹ کے لیے ٹینڈر بھرا تھا جس پر پانڈے کام کر رہا تھا۔ ممکن ہے ارجن نے اپنا انتقام لینے کی خاطر اپنی کمپنی کے کسی بڑے عہدیدار کو ساتھ ملا کر یہ خطرناک سازش کی ہو۔"

"ارجن کا کیا بیان ہے؟"

"وہ ابھی تک ایک ہی بیان پر ڈٹا ہے کہ وہ اس واردات کے بارے میں قطعی لاعلم ہے۔ ہو سکتا ہے دو چار روز تک پولیس کی مار کھانے کے بعد وہ سچ اگل دے۔"

تھوڑی دیر تک اسی موضوع پر گفتگو کرنے کے بعد سراج نے فون بند کر دیا۔ میں تیار ہونے کی خاطر ڈریسنگ روم کی طرف جانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ پانڈے کا فون آگیا۔

"شہباز صاحب۔ میں لٹ گیا' برباد ہوگیا۔" اس نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "مجھے نقصان کی فکر نہیں ہے۔ بھگوان کا دیا اتنا ہے کہ میں اپارٹمنٹ بک کرانے والوں کی کوڑی کوڑی لوٹا سکتا ہوں لیکن میری ساکھ کا ستیاناس ہوگیا۔"

"ابھی مسٹر سراج سے میری گفتگو ہو رہی تھی۔ ان کا خیال ہے یہ حادثہ کسی گہری سازش کا نتیجہ ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "انہوں نے آپ کے سابقہ ملازم ارجن کو حراست میں لے لیا ہے۔ شاید وہ اس کنسٹرکشن کمپنی کے لیے کام کر رہا ہے جو آپ کی جگہ تباہ ہونے والے پروجیکٹ پر کام کرنے کی خواہش مند تھی۔"

"ہو سکتا ہے آپ کے متر کا اندازہ ٹھیک ہی ہو پرنتو میرا من کچھ اور کہہ رہا ہے؟"

"وہ کیا؟"

"مجھے شاید آپ کو وہ بات نہیں بتانی چاہیے تھی۔" پانڈے کا اشارہ کومل ورما کی طرف تھا۔ "ہو سکتا ہے کہ اسے وہ بات بری لگی ہو۔"

"اس خیال کو من سے نکال دیں مسٹر پانڈے۔" میں نے جواب دیا۔ "آپ جن کا ذکر کر رہے ہیں اس کا ایک اشارہ ہی بہت ہے' پھر گولیاں اور بم چلانے کی کیا ضرورت تھی۔"

"میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ کیا کروں۔" پانڈے نے بے بسی کا اظہار کیا۔

"میں تیار ہو کر آتا ہوں آپ کی طرف لیکن ایک بات کا خیال رکھیں۔"

"کیا؟" پانڈے نے مردہ سی آواز میں پوچھا۔

"جو بات آپ نے مجھ سے کی تھی وہ کسی اور کے سامنے نہ دہرائیے گا۔"

"ٹھیک ہے۔" پانڈے نے بدستور بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا پھر سلسلہ منقطع کر دیا۔

میں نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے ریسیور کریڈل پر رکھا اور ڈریسنگ روم کی طرف چلا گیا۔ مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ میں نے موہنی کے مقابلے میں فتح حاصل کی تھی' لیکن۔ شاید یہ محض میری خوش فہمی تھی۔

میں نے پانڈے کے دفتر میں قدم رکھا تو وہ ٹہلنے میں مصروف تھا۔ اس کے چہرے پر تفکرات کے گہرے بادل منڈلا رہے تھے۔ چار منزلہ عمارت کے مسمار ہو جانے کا صدمہ اتنا گہرا تھا جسے وہ آسانی سے فراموش بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اسے اس بات کا بھی خوف لاحق تھا کہ اس نے کومل ورما کے بارے میں مجھے بتا کر ایک گندی آتما کو اپنا دشمن بنا لیا ہے۔ وہ ابھی تک موہنی یا کومل ورما ہی کو اپنی تباہی کا سبب سمجھ رہا تھا۔

مجھے دفتر میں داخل ہوتا دیکھ کر وہ ٹہلتے ٹہلتے رک گیا پھر اس نے بڑی بے بسی کے ساتھ مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں نے احتیاطاً اس کے دفتر میں داخل ہوتے ہی آیت الکرسی کا حصار کھینچ دیا تھا تاکہ دوسری کوئی گندی قوت اس حصار کے اندر داخل نہ ہو سکے۔ آیت الکرسی مجھے بزرگوں کی طرف سے بخشی گئی تھی۔ میں نے چالیس روز تک دن رات اس کا ورد کر کے خود کو اس کا عامل بنا لیا تھا۔ وہ افراد جو آیت الکرسی سے واقف ہیں۔ جنہوں نے اس کی تفسیر پڑھی ہے وہ اس کے معجزے اور بیش بہا فوائد سے بھی بخوبی واقف ہوں گے۔

"میں آپ ہی کی راہ دیکھ رہا تھا۔" پانڈے نے عجیب انداز میں کہا۔ "لیکن مجھے جو نقصان پہنچنا تھا وہ پہنچ چکا۔ اب سارا بھگتان مجھ ہی کو بھگتنا ہے۔"

"آپ مجھے خود سے الگ نہ سمجھیں۔" میں نے اس کی بے بسی سے متاثر ہو کر سنجیدگی سے کہا۔ "انسان ہی انسان کا ساتھی ہوتا ہے۔ آپ والد صاحب کے واقف کار رہ چکے ہیں تو آپ کا حق بھی میرے اوپر بنتا ہے۔ مجھے حکم دیں میں ہر طرح سے آپ کی مدد کرنے کو تیار رہوں۔"

"مجھے نقصان کی پروا نہیں ہے شہباز صاحب۔"

"پھر۔۔۔"

"آپ کا کاروبار کیسا چل رہا ہے۔" پانڈے نے اپنی بات چھوڑ کر میرے کاروبار کے بارے میں سوال کیا تو میرا ماتھا ٹھنکا۔ یا تو موہنی کی پلید آتما نے اسے میرے بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا یا پھر وہ خود کو موہنی یا کومل ورما کے ذکر سے دور رکھنا چاہتا تھا۔ شاید ابھی تک اس کا یہی خیال تھا کہ اس نے مجھے کومل ورما کی بابت بتا کر ٹھیک نہیں کیا تھا۔

"میرا کاروبار آپ کی دعا سے ٹھیک چل رہا ہے۔"

"سونی کی حالت اب کیسی ہے۔"

"وہ بھی اب ٹھیک ہے۔"

"میری بھی یہی پرارتھنا ہے کہ بھگوان اسے ٹھیک کر دے۔"

"میرا دل گواہی دیتا ہے کہ وہ ضرور ٹھیک ہو جائے گا۔" میں نے پانڈے کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا بغور مطالعہ کرتے ہوئے کہا۔ "جدید سائنس نے کافی ترقی کر لی ہے۔ ڈاکٹروں نے مجھے یقین دلایا ہے کہ مصنوعی ٹانگ لگنے کے بعد وہ عام انسانوں کی

طرح چل پھر سکے گا۔"

"آپ کے متر مسٹر سراج نے ارجن کے بارے میں کیا بتایا ہے۔" پانڈے نے پوچھا۔ "کیا ارجن نے زبان کھولی یا ابھی تک اپنے پرانے بیان پر اڑا ہوا ہے؟"

"آپ کا دوسرا خیال درست ہے۔ ارجن نے آپ کو ہونے والے نقصان کے بارے میں خود کو قطعی لاتعلق ظاہر کیا ہے۔"

"کرنا بھی چاہیے۔" پانڈے نے زہر خند سے جواب دیا۔ "اپنی مرضی سے اپنے گلے میں پھانسی کا پھندا بھلا کون ڈالتا ہے۔"

"میں اس وقت ایک کپ کافی پینے کے موڈ میں ہوں۔" میں نے جان بوجھ کر پانڈے کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے بے تکلفی کا مظاہرہ کیا۔

"شمار کیجئے گا شہباز صاحب۔" پانڈے نے بڑے انکسار سے کہا۔ "پریشانی کی وجہ سے مجھے اس بات کا دھیان نہیں رہا۔"

پھر پانڈے نے انٹرکام پر کافی کا آرڈر دیا جو پانچ منٹ کے اندر اندر سرو کردی گئی۔

"مسٹر پانڈے۔" میں نے کافی کا گھونٹ لیتے ہوئے یکلخت گہری سنجیدگی سے پوچھا۔ "مجھے فون کرنے کے بعد کیا آپ کو کچھ اور کالس بھی وصول ہوئی تھیں۔"

"جی ہاں۔" پانڈے نے طویل سانس لیتے ہوئے جواب دیا۔ "جن لوگوں نے فلیٹ اور دکانیں بک کرائی تھیں ان کے برابر فون آرہے ہیں۔ میں نے اپنے سکریٹری سے کہہ دیا ہے کہ وہ ان سے صرف پندرہ دن کی مہلت مانگے اس کے بعد ان کی رقم واپس کردے۔ بھگوان کی کرپا سے میرے پاس اتنا دھن ہے کہ میں ان کا نقصان بھر سکوں۔"

"جب رقم واپس کرنی ہے تو پھر پندرہ دن کی مہلت مانگنے کی کیا ضرورت ہے۔" میں نے اسے کریدنے کی خاطر کہا۔ "میں اپنی چیک بک ساتھ لایا ہوں۔ آپ صرف حکم دیں۔ میں کسی خدمت سے انکار نہیں کروں گا۔ اس کے علاوہ ایک بات اور بھی ہوگی۔"

"وہ کیا؟"

"میں جو چیک کاٹوں گا وہ سلف (SELF) ہوگا۔ آپ کی فرم کا نام درمیان میں نہیں آئے گا۔"

"بڑی کرپا ہے آپ کی۔ پرنتو مجھے پیسوں کی کوئی ضرورت نہیں۔"

"پھر پندرہ دن کی مہلت مانگنے کی کیا ضرورت ہے۔" میں نے پھر اپنی بات دہرائی۔

"میں چاہتا ہوں کہ اس درمیان میں انشورنس سے کلیم کے معاملات نپٹا دوں۔"

"ایک بات کہوں پانڈے جی۔"

"کہئے۔"

"مجھے فون کرنے کے بعد آپ کو کوئی خاص کال ضرور وصول ہوئی ہوگی۔" اس بار میں نے معنی خیز انداز میں پوچھا۔

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔" پانڈے نے اپنی بوکھلاہٹ کو چھپاتے ہوئے جواب دیا۔ "یہ کنسٹرکشن کمپنی کا دفتر ہے اور پھر میرا جو پروجیکٹ تباہ ہوا ہے اس میں دوسروں کے پیسے بھی۔۔۔"

"میرا اشارہ موہنی یا کومل ورما کی کال سے ہے۔" میں نے تیزی سے کہا تو پانڈے سٹپٹا گیا۔ کچھ توقف سے بولا۔

"کیا ہم اس کے علاوہ کوئی اور بات نہیں کرسکتے۔" اس کے لہجے میں کسمپرسی شامل تھی۔

"گویا میرا اندازہ غلط نہیں ہے۔"

"پلیز مسٹر شہباز۔" پانڈے نے بڑی عاجزی کا مظاہرہ کیا۔ "میں بنتی کرتا ہوں کہ آپ کوئی اور بات کریں۔ ہم مہان شکتیوں سے نہیں جیت سکتے۔"

"گھبرایئے نہیں پانڈے جی۔" میں نے اسے یقین دلانے کی کوشش کی۔ "میں نے اس وقت آپ کے کمرے کے گرد ایک ایسا منڈل (حصار) کھینچ دیا ہے جس کے اندر کوئی گندی طاقت داخل نہیں ہوسکتی' نہ ہماری بات سن سکتی ہے۔"

"ہوسکتا ہے آپ ٹھیک کہہ رہے ہوں لیکن۔۔"

"اس سے پیشتر جب آپ نے میرے دفتر میں بیٹھ کر کومل ورما والی بات کی تھی تو اس کا علم اسے ہوگیا ہے۔"

"نہیں۔ اس نے ایسی کوئی بات نہیں کی تھی۔" پانڈے نے خوفزدہ لہجے میں جواب دیا۔ "کیول اتنا ہی معلوم کیا تھا کہ میں کس کارن آپ سے ملا تھا اور ہمارے بیچ کیا بات ہوئی تھی۔"

"پھر۔ آپ نے کیا جواب دیا۔"

"میں نے یہی کہا تھا کہ ہمارے درمیان کاروبار کی بات ہو رہی تھی۔"

"اس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ وہ باتیں نہیں سن سکی تھی۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں پرنتو اس نے میرے اور آپ کے بیچ ہونے والی آج صبح کی گفتگو سن لی ہے۔"

"ہوسکتا ہے۔" میں نے جلدی سے پانڈے کا اعتماد بحال کرنے کی خاطر کہا۔ "لیکن ہمارے درمیان کومل ورما یا موہنی کے نام کا کوئی ذکر نہیں آیا تھا۔"

"اسی لیے میری جان سستی چھوٹ گئی ورنہ۔" وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو اس نے آپ کو مجھ سے میل جول بڑھانے سے منع کیا ہوگا اور شاید کوئی دھمکی بھی دی

ہوگی۔"

"ہاں۔" پانڈے نے بدستور سہمی آواز میں جواب دیا۔ "اس نے یہی کہا تھا کہ میں آپ سے زیادہ میل ملاپ رکھنے کی کوشش نہ کروں۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ آئندہ سے میرے پاس نہ دفتر آیئے گا نہ ہی فون پر گفتگو کیجئے گا۔ میں خود ہی آپ کے دفتر آجایا کروں گا۔"

"اب تو ایسا ہی کرنا ہوگا اگر میں نے ایسا نہ کیا تو وہ مجھے اور بہت سارے نقصان بھی پہنچا سکتی ہے۔" پانڈے نے دبی زبان میں کہا۔ "اس نے فون پر مجھے یہی دھمکی دی ہے کہ اگر میں نے اس کا کہنا نہ مانا تو وہ مجھے کنگال بھی کرسکتی ہے۔"

"کیا اس نے آپ کو یہ نہیں بتایا کہ آپ کے پراجیکٹ کی تباہی میں کس کا ہاتھ شامل ہے۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

"آپ خفا تو نہیں ہوں گے۔" پانڈے نے عجیب انداز سے میری سمت دیکھا۔

"اس میں بھلا خفا ہونے والی کیا بات ہے۔" میں نے جلدی سے عذر لنگ پیش کیا۔ "ظاہر ہے کہ اس نے میرا یا میرے ہی کسی آدمی کا نام لیا ہوگا۔"

"ہاں۔ پرنتو وہ بم کس نے مارے تھے اس سلسلے میں اس نے پورے وشواس سے کوئی بات نہیں کی۔ کیول آپ کا اور آپ کے ایک ملازم کا نام ضرور لیا تھا۔"

"کیا میں اس ملازم کا نام پوچھ سکتا ہوں۔" میں نے بڑے اعتماد سے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اس کا کہنا ہے کہ آپ اپنے کسی کارندے کے ساتھ تباہ ہونے والے پروجیکٹ کی طرف گئے تھے لیکن۔۔۔۔۔"

"لیکن کیا۔۔۔۔"

"اس کے بعد ایسا گھور اندھیرا چھا گیا تھا کہ اس کی آتما بھی اس اندھیرے میں نہیں جھانک سکی تھی۔"

"پانڈے جی۔" میں نے جان بوجھ کر بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "اگر آپ نے ابھی تک کومل ورما یا موہنی کے پیش کردہ شبہاب کا اظہار نہیں کیا تو اب میری طرف سے پوری اجازت ہے۔ فون اٹھائیں اور سراج سے کھل کر سب کچھ کہہ دیں۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ میں اس بات کا برا نہیں مناؤں گا۔"

"اگر مجھے ایسا کرنا ہوتا تو آپ کی اجازت سے پہلے ہی کرچکا ہوتا۔" پانڈے نے اپنی صفائی پیش کی۔ "میں نے اس کی بات کی ضرورت تھی لیکن دوسرے کان سے نکال دی تھی۔ بھلا میرے اور آپ کے بیچ کیا دشمنی ہے جو آپ مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔"

"آپ کے اور کومل ورما کے درمیان اور کیا بات ہوئی تھی۔"

"وہ آپ سے خوش نہیں ہے۔" پانڈے نے دبی زبان میں کہا۔ "اس نے سوگند اٹھائی ہے کہ وہ آپ کو جب تک تباہ نہیں کردے گی اس کی آتما کو چین نہیں ملے گا۔"

"یہ بات وہ مجھ سے براہ راست بھی کہہ چکی ہے۔" میں نے بے پرواہی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جواب دیا۔ "لیکن دیکھ لیں۔ میں آپ کے سامنے بھلا چنگا بیٹھا ہوں ویسے مجھے اس بات کا اندیشہ ضرور ہے کہ وہ میری کسی غفلت سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے گی۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مجھ سے ہار کر وہ ٹونی کی طرح میرے دوسرے کارندوں کو بھی نقصان پہنچانے کی کوشش کرے۔"

"میں آپ کو ایک حیرت انگیز بات اور بتانا چاہتا ہوں۔" پانڈے نے کہا۔ "انشورنس کے کاغذات مکمل کرنے اور تمام ثبوت وغیرہ پیش کرنے میں کتنا سے لگتا ہے اس کا تھوڑا بہت اندازہ آپ کو بھی ہوگا لیکن کیا آپ وشواس کریں گے کہ کومل ورما نے تمام کاغذات تیار کردیے ہیں۔"

"کومل ورما نے۔" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"جی ہاں۔ آج صبح جب میں دفتر پہنچا تو تمام کلیم مجھے اپنی ٹیبل پر تیار ملے تھے۔ میں ابھی اچنبھے میں گرفتار تھا کہ کومل ورما ہمیشہ کی طرح بڑی سنجیدگی سے میرے آفس میں داخل ہوئی اور اس نے فائلوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "سر میں نے انشورنس کی تمام فائلیں مکمل کردی ہیں۔"

"یہ اطلاع میرے لیے حیرت انگیز ہے۔"

"پہلے مجھے بھی وشواس نہیں تھا پرنتو جب میں نے فائلیں الٹ پلٹ کر دیکھیں تو سب کچھ ویسا ہی تھا جیسے میں نے سوچا تھا۔"

"اور کیا بات ہوئی تھی آپ کے اور اس کے درمیان۔"

"وہ رکی نہیں تھی۔ میں نے روکنے کی کوشش بھی نہیں کی۔ بس اس نے فائلوں کی طرف اشارہ کیا اور خاموشی سے الٹے قدموں واپس چلی گئی۔"

"کیا آپ کو امید ہے کہ وہ حسب وعدہ اس وقت بھی اپنی سیٹ پر موجود ہوگی۔"

"میں وشواس سے نہیں کہہ سکتا۔"

میں کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور پانڈے نے ریسیور اٹھا لیا۔ کال اسے ڈائرکٹ لائن پر موصول ہوئی تھی۔ دوسری طرف سے کیا بات کہی گئی تھی۔ یہ میں نہیں سن سکا البتہ پانڈے کے اس جواب سے کہ "جی نہیں۔ وہ میرے پاس نہیں آئے۔" مجھے اندازہ ہوگیا کہ وہ کال سراج کی ہوگی بعد میں پانڈے نے ریسیور رکھنے کے بعد میرے شبے کی تصدیق بھی کردی تھی۔

"ٹھیک ہے پانڈے جی۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں اب اجازت چاہوں گا اور جاتے جاتے آپ سے ایک درخواست بھی کروں گا۔"

"وہ کیا؟"

"جو بات ہمارے درمیان ہو اس کا ذکر کسی اور سے نہ کیجئے گا۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔" اس نے بڑی فرماں برداری سے جواب دیا پھر بولا۔ "کیا کومل ورما کی آتما نے آپ کو یہاں آتے نہیں دیکھا ہوگا۔"

"وہ مجھے جاتے ہوئے بھی ضرور دیکھے گی لیکن ہمارے درمیان کیا باتیں ہوئی ہیں یہ اس کی گندی آتما کے بڑے بھی نہیں جان سکے ہوں گے۔"

"بھگوان کرے ایسا ہی ہو ورنہ میری تو لٹیا ہی ڈوب جائے گی۔"

"آپ کی لٹیا ڈوبے گی نہیں۔ تیرتی رہے گی لیکن شرط یہی ہے آپ ذرا ہمت سے کام لیں۔"

"ایک بات اور..." پانڈے نے بدستور مصافحے کے بعد بھی میرا ہاتھ تھامے ہوئے کہا۔ "آپ کے جانے کے بعد اگر اس گندی بلا نے سامنے آکر آپ کے آنے کا کارن پوچھا تو میں کیا جواب دوں گا۔"

"صرف یہی کہ ہمارے درمیان کاروباری باتیں ہوئی تھیں۔ میں نے آپ کو مالی امداد کی پیشکش کی تھی جسے آپ نے نفرت سے ٹھکرا دیا تھا۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا پھر پانڈے کے دفتر سے باہر آگیا۔

✿

جو باتیں سامنے آرہی تھیں وہ ناقابل یقین ہی تھیں۔ کومل ورما دوسروں کی نگاہوں میں آئے بغیر اپنے فرائض منصبی انجام دے رہی تھی۔ اس نے کلیم کے تمام فائل تیار کردیے تھے اور اتنے کم وقت میں کہ شاید دنیا کا کوئی کمپیوٹر بھی نہ کرسکتا۔ اس نے مجھے اور دانش کو بھی پانڈے کے پروجیکٹ کی جانب جاتے دیکھ لیا تھا لیکن مجھے بروقت آیت الکرسی کا خیال آگیا تھا ورنہ شاید اب تک دانش بھی اپنے کسی ہاتھ یا پیر سے محروم ہو چکا ہوتا۔ کومل ورما کی گندی روح نے پانڈے سے بھی یہی بات کہی تھی کہ جب تک وہ مجھے تباہ و برباد نہ کرے گی اس کی بھٹکتی ہوئی آتما کو سکھ چین نصیب نہیں ہوگا۔

پراسرار قوتیں میرے اطراف اپنا گھیرا تنگ کرتی جارہی تھیں لیکن قدرت میرے اوپر مہربان تھی۔ کمبل پوش بزرگ نے اپنی انگوٹھی مجھے دے کر محفوظ کردیا تھا اور میری حفاظت کے لیے جنات کے قبیلے سے تعلق رکھنے والے کسی نیک بزرگ کو بھی تعینات کر دیا تھا۔ دوسری جانب موہنی نے مجھے سنگین

حالات سے دوچار کرنے کی دھمکی دی تھی۔

پانڈے بظاہر ایک اچھا انسان تھا لیکن انسان ماں کے پیٹ سے اچھا یا برا بن کر پیدا نہیں ہوتا۔ حالات اور حادثات اسے وقت کے دھاروں کے ساتھ بہا لے جاتے ہیں۔ اس کے پروجیکٹ کی تباہی میں میرا انتقامی جذبہ کارفرما تھا۔ بات چونکہ دو فرقوں کی درمیان اپنا احاطہ وسیع کر رہی تھی اس لیے میں نے مجبوراً دوسرے فرقے کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی تھی۔ مجھے علم تھا کہ موہنی کی گندی روح میرے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتی لیکن وہ اپنی قوتوں کے ذریعے پانڈے کو میرے خلاف اکسا سکتی تھی۔ پولیس کے اعلیٰ افسران کے ذہنوں میں زہر بھر سکتی تھی جو میرے لیے نئی پریشانیاں کھڑی کر سکتی تھیں میں تنہا چوکھی نہیں ہو سکتا تھا لیکن اس کے باوجود میں پراسرار گندی قوتوں سے ہراساں بھی نہیں تھا۔ مجھے خدا کی بزرگی اور اس کی لازوال طاقت پر مکمل ایمان تھا۔ دنیا کی تمام پلید قوتیں مل کر بھی اس کی عظمت کو ایک ذرا سا دھکا بھی نہیں پہنچا سکتی تھیں۔ میرا عقیدہ راسخ تھا، کمبل پوش بزرگ نے آخری ملاقات میں مجھے جن نظروں سے گھورا تھا اس نے میرے اندر ایک نئی قوت پیدا کردی تھی میرے قدم زمین پر اور مستحکم ہوگئے تھے۔ مجھے اصلیت کا علم نہیں تھا لیکن میرا اول گواہی دے رہا تھا کہ سفید ریش بزرگ نے میرے اندر اپنی کچھ لازوال قوتیں بھی ودیعت کر دی تھیں۔ خواب میں اس برگزیدہ بزرگ نے پانی کا ایک چلو میری ماں کے اوپر اچھال دیا تھا اور باقی پانی سے میرے اندر پیدا ہونے والی تپش کو ٹھنڈا کر دیا تھا۔ یہ سب کچھ ایک کرشمہ تھا محض خواب کی باتیں نہیں تھیں۔ قدرت نے ایک بزرگ کے وسیلے سے مجھے یقیناً ایسی خوبیوں اور قوت سے نوازا ہوگا جس کا مجھے ابھی پوری طرح علم نہیں تھا البتہ میں محسوس کر رہا تھا کہ میرے اندر اعتماد کی قوت پہلے کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہوگئی تھی۔

میں اگر تنہا ہوتا تو شاید مجھے کسی بات کی فکر لاحق نہ ہوتی لیکن میرے ساتھ میرے بیشمار کارندے اور رفیق شامل تھے جنہوں نے میری خاطر قربانیاں دی تھیں۔ میں ان کی قربانیوں کو نظرانداز نہیں کر سکتا تھا۔ وہ بے لوث قربانیاں میرے اوپر ان کا ایک قرض بن گئی تھیں۔ مجھے اپنے ساتھ ساتھ ان لوگوں کا خیال بھی رکھنا تھا۔ ان کے تحفظ کی ذمہ داری بھی مجھ پر واجب تھی۔ میں ان ذمہ داریوں سے چشم پوشی نہیں کر سکتا تھا۔

میرے ذہن میں متعدد خیالات ابھر رہے تھے۔ وہ پراسرار قوتیں جو کبھی میرے ساتھ تھیں اب ایک ایک کرکے مجھ سے علیحدگی اختیار کرنے لگی تھیں۔ کالکا ایک طویل عرصے سے خاموش تھی۔ اس نے بار بار وعدے کے باوجود مجھ سے کوئی رابطہ نہیں کیا تھا۔ لیڈی مکلارنس بھی اس بات پر مجھ سے خفا ہو گئی تھی کہ میں نے اس کے مشوروں پر عمل کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ شنکر کا وجود میری اطلاع کے مطابق ختم ہو چکا تھا لیکن اس کی زندگی کی کچھ شہادتیں ابھی باقی تھیں۔ پنڈت جسی دھر لیڈی مکلارنس کی پراسرار حیرت انگیز لائبریری میں شیشے کے ایک بکس میں مقید تھا لیکن اس نے میرے سامنے اس بات کا دعویٰ بھی کیا تھا کہ بہت جلد اس قید سے چھٹکارا حاصل کرلے گا۔ عین ممکن تھا کہ خود لیڈی مکلارنس نے اس کی روح کو میرے خلاف برسرپیکار ہونے کی خاطر اپنی قید سے آزاد کر دیا ہو۔ روپ نگر سے جن حالات نے میرا تعاقب شروع کیا انہوں نے میرا پیچھا ابھی تک نہیں چھوڑا تھا۔ پہلے نرنجن لال کے سلسلے میں کچھ قوتیں مجھے نیچا دکھانا چاہتی تھیں۔ ندیم نے نہایت خاموشی سے میرے علم میں لائے بغیر نرنجن لال کو میرے راستے سے ہمیشہ کے لیے ہٹا دیا تھا اب اس کی جگہ جے شنکر پانڈے نے لے لی تھی۔ پراسرار گندی طاقتیں اس کی پشت پناہی کر رہی تھیں۔ میں ابھی اپنے ان ہی خیالات میں مستغرق تھا کہ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے گاڑی میں میرے علاوہ کسی اور کی شخصیت بھی موجود ہے۔ میں نے ہر طرف غور کیا۔ وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ میری جگہ کوئی اور ہوتا تو اس بات کو اپنا واہمہ سمجھ کر نظرانداز کر دیتا لیکن میرے دل کی دھڑکنیں اس بات کی گواہ تھیں کہ کوئی نادیدہ شخصیت میرے بہت قریب موجود تھی۔ پھر میرے دل و دماغ میں جو مہک ابھری اسے محسوس کرکے میں چونک اٹھا۔ میں اس خوشبو کو ابھی تک نہیں بھولا تھا۔ یہ خوشبو کالکا کے جسم سے ابھر کر ایک بار اس وقت میرے وجود پر سحر بن کر چھا گئی تھی جب میں تسنیم کی والدہ کی کیفیت دریافت کرنے کی خاطر سینی ٹوریم گیا تھا۔ واپسی پر مجھے نرنجن لال کے زرخرید غنڈوں نے اغوا کرکے کسی تہ خانے میں ڈال دیا تھا اس وقت کالکا میری نگاہوں کے سامنے ایک خوبصورت اور حسین ترین دوشیزہ کی صورت اختیار کرکے نمودار ہوئی تھی۔ اس کے حسن کی رعنائیاں اور جادوگری ابھی تک میرے ذہن کے نہاں خانوں میں محفوظ تھی۔ اس کے بدن کی مہک، اس کی نگاہوں کی سحرانگیزی اور اس کے جسمانی نشیب و فراز کی حشر سامانیاں ایک عرصے تک مجھے گدگداتی رہی تھیں۔ وہ حسن اپنی مثال آپ تھا۔ وہ کسی جنگل میں کھلے ہوئے اس گلاب کی مانند شگفتہ، ترو تازہ تھی جس کی ٹہنی کی لچک تک کسی کے ہاتھ کی دسترس نہیں ہوئی تھی۔ میں نے اسے چھونے کی درخواست کی تھی لیکن اس نے ایک ادائے دلبرانہ کے ساتھ مجھے میرے ارادے سے روک دیا تھا۔ اسی نے مجھے باور کرایا تھا کہ جب ایک پراسرار قوت کسی دوسری قوت سے ٹکراتی ہے تو ان میں ایک جل کر راکھ بن جاتی ہے۔ اس نے غلط بیانی سے کام نہیں لیا تھا۔ میں داور کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔

میرا ذہن ایک بار پھر ماضی کی خوابناک گزرگاہوں میں بھٹکنے

لگا۔ شنکر نے کاکا کی مورتی کو حاصل کرنے کی خاطر میرا سہارا لیا تھا۔ اسے اپنی تمام ترگندی قوتوں کے باوجود شاید اس بات کا علم تھا کہ میرے بغیر کاکا کی مورتی کو حاصل نہیں کر سکتا۔ پہلی بار جمنا مجھے پہاڑیوں کے اس غار تک لے گئی تھی جہاں کٹورے کی شکل میں ایک دلدلی حصہ موجود تھا۔ جمنا کے کہنے پر میں نے پہلی بار اس مورتی کو نکالا تھا لیکن وہ میرے ہاتھ سے پھسل کر نکل گئی تھی۔ دوسری بار شنکر کی موجودگی میں میں اسے نکالنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس وقت شنکر کی نگاہوں میں میں نے ایسی مخصوص چمک دیکھی تھی جیسے ہفت اقلیم کی بیش بہا اور گراں قدر دولت اس کے ہاتھ آگئی ہو مگر شنکر نے کاکا کی مورتی کو چھونے کی ہمت نہیں کی تھی۔ غالباً اسے کاکا کی مہان شکتی کا علم تھا اسی لیے اس نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ میں کچھ روز اس مورتی کو اس کی امانت سمجھ کر اپنے پاس رکھوں۔ اسی دورانیہ میں نہ جانے کس وقت اس طاقت کی دیوی نے مجھے اپنی نگاہ التفات کے قابل سمجھ لیا۔ وہ جسے حاصل کرنے کی خاطر پنڈت بنسی دھر بھوکا پیاسا ایک پہاڑی گپھا میں بیٹھا چالیس روز کے جنتر منتر میں مگن تھا۔ وہی کاکا از خود مجھ پر مہربان ہو گئی تھی۔ اس نے متعدد بار بار مجھے سنگین خطرات سے بروقت نجات دلائی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ اس کے ہزاروں روپ ہیں۔

آخری بار میں نے ندیم کی موجودگی میں بیچ سڑک پر اس وقت اسے دیکھا تھا جب شنکر میرا قصہ پاک کرنے کے ارادے سے سامنے آیا تھا لیکن کاکا نے اسے ڈس لیا تھا۔ اس کے بعد دیوی دیوتاؤں نے اس پر قید کی سختیاں بڑھا دی تھیں۔ کئی بار میرے آواز دینے پر بھی اس کی سمت سے کوئی جواب نہیں ملا تھا۔

آج پھر اس کے تصور کی دبی دبی چنگاریاں میری رگ و پے میں سرایت کر رہی تھیں۔ اس کے جسم سے اٹھتے ہوئے خوشبو کے معطر جھونکے میرے اوپر طلسماتی اثرات مرتب کر رہے تھے۔ میں بے خودی کے عالم میں سرشار تھا پھر میں نے اپنے شبہات کی تصدیق کی خاطر اسے ہلکے سے آواز دے کر پوچھا۔

"کاکا ..... کیا تم اس وقت جسمانی طور پر میرے کہیں قریب موجود ہو۔"

"مجھے وشواس تھا۔" میرے کانوں میں کسی مندر کی کنواریوں کی بجائی ہوئی گھنٹیوں کی جھنکار گونج اٹھی۔ "مجھے وشواس تھا کہ تم اپنی کاکا رانی کو بھولے نہیں ہو گے۔"

"تم میری محسنہ ہو۔ میں تمہارے ان گنت احسانات کا مقروض ہوں۔ بھلا میں تمہیں کیسے فراموش کر سکتا ہوں۔"

"تمہاری یہی باتیں قید میں ہونے کے باوجود میرے شریر کو گدگداتی رہتی تھیں۔" اس نے مترنم لہجے میں جواب دیا۔ میں اس کی سانسوں کی تپش اور مہکار کو اپنے گالوں پر محسوس کر رہا تھا۔

"کاکا رانی۔" میں نے بے خودی کے عالم میں اسے [illegible]
کیا۔ "کیا میں تمہیں اسی سندر شریر میں دیکھ سکتا ہوں جس [illegible]
ایک بار پہلے دیکھا تھا۔" "میں تمہیں نراش نہیں کروں [illegible]
اس کی سانسیں گرم رفتار ہونے لگیں۔

میں نے نظر گھما کر دیکھا۔ وہ میرے برابر سیٹ پر بیٹھی قاتل نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کی رعنائیاں، اس کا [illegible] اس کے گداز جسم کا ایک ایک زاویہ پہلے سے کہیں خوبصورت نظر آرہا تھا۔ وہ عمر خیام کی تخلیق کردہ ایک شرمیلی تصویر بنی بیٹھی تھی کہ اگر میں اسے ہاتھ لگاتا تو اس [illegible] میلا ہو جانے کا اندیشہ لاحق تھا۔

اس کے جسم پر حریری لباس کچھ یوں چپک کر رہ گیا تھا [illegible] اسے کاکا کے گوشت پوست سے ایک لمحے کی جدائی بھی [illegible] نہیں تھی۔ پہلے وہ ایک طلسم تھی۔ اب طلسم ہوش ربا تھی۔ اس کی ایک ایک ادا کے بانکپن پر سیکڑوں زندگیاں [illegible] کی جا سکتی تھیں۔ اس کی ناگن زلفیں ہوا کے جھونکوں [illegible] ساتھ اس کے بدن سے چھیڑ چھاڑ کر رہی تھیں۔ اس کی نگاہوں میں ایک سحر تھا۔ میں اس سحر میں ڈوبنے لگا پھر اس [illegible] گداز لبوں کو جنبش ہوئی۔ اس کی مدھر آواز میرے کانوں [illegible] گونجی۔

"سنبھلو شہباز۔ ورنہ تم کسی حادثے سے بھی دوچار [illegible] ہو۔"

میں اس کی آواز پر چونکا۔ اس نے بروقت میری [illegible] تھی۔ ایک لمحے کی دیر ہو جاتی تو شاید میں ایک بڑے حادثے [illegible] دوچار ہو گیا ہوتا میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے شکوہ کیا۔

"کاکا۔ تم نے مجھے اپنی جدائی سے بہت تڑپایا ہے۔"

"میں خود بھی تڑپتی رہی ہوں۔" اس کے جواب [illegible] وارفتگی شوق کی فراوانی موجود تھی۔

"میں نے کئی بار تمہیں آوازیں دیں لیکن ....."

"میں مجبور تھی۔" اس نے اپنی مجبوری کا احساس [illegible]

"دیوی دیوتاؤں نے میری زبان پر تالے ڈال دیے تھے۔"

"کاکا۔" میں نے ایک بار پھر تصدیق چاہی۔ [illegible] وقت میں جاگتی نظروں سے کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہا۔"

"نہیں۔" اس کی آواز میں شراب کے ساغر کھنک [illegible]

"میں اس سے سپنا نہیں ایک زندہ روپ میں تمہارے [illegible] موجود ہوں لیکن ....." وہ کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گئی تو میں [illegible] اٹھا۔

"تم خاموش کیوں ہو گئیں کاکا رانی۔ بولتی رہو۔ [illegible] مدھر آواز میرے ذہن کو سکون بخش رہی ہے۔"

"شہباز۔" اس نے بہکے ہوئے انداز میں کہا۔ [illegible] میرے بس میں ہوتا تو میں تمہیں اپنی باہنوں میں سمیٹ [illegible]

[illegible] وشواس دلا سکتی کہ کاکا کل بھی تمہاری تھی۔ آج بھی تمہاری ہے۔"

"اور کل کیا ہوگا۔" میں نے بے چینی سے سوال کیا۔

"کل کیا ہوگا یہ کیول بھگوان اور مہان شکتی پراپت کرنے والے دیوی دیوتاؤں کے اور کوئی نہیں جان سکتا۔"

"کیا تمہیں قید سے رہائی مل گئی ہے۔"

"نہ ملتی تو اچھا تھا۔" وہ عجیب انداز میں بولی۔ اس کے جواب میں کنوارپنے کی تشنگی کی تڑپ موجود تھی۔

"میں سمجھا نہیں۔" میں یکلخت سنجیدہ ہو گیا۔

"دیوی دیوتاؤں نے مجھے اپنی قید سے آزاد کر دیا ہے۔ پرنتو میری کچھ شکتیاں چھین لی ہیں اور۔"

"اور کیا۔"

"یہ سب تمہارے کارن ہوا ہے۔" کاکا نے مخمور انداز اختیار کیا۔ "لیکن میرے لیے یہی بہت ہے کہ میں تمہیں اب قریب سے دیکھ سکتی ہوں۔ تم سے کھل کر باتیں کر سکتی ہوں۔"

"کیا اب تم میری کوئی مدد نہیں کر سکتیں۔" میں نے عالم اضطراب میں کہا۔ "تم سے جدا ہو جانے کے بعد مجھے بڑے [illegible] اٹھانے پڑے ہیں۔ میرے دشمنوں نے مجھے مار ڈالنے میں کوئی کسر نہیں [illegible] تھی۔ وہ میرے وجود کو اس دھرتی پر برداشت [illegible] سکتے۔ میرے پتا کو ان ہی پلید قوتوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ میرے گودام میں آگ لگا کر مجھے مالی نقصان پہنچایا اور اب وہ میری ماں کو مارنے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔"

"پاگل مت بنو میرے من مندر کے دیوتا۔" کاکا نے پہلی بار مجھے اتنے پیار بھرے انداز میں مخاطب کیا۔ "کالی شکتیاں تمہاری ماں کو مارنے کا جو سپنا دیکھ رہی ہیں وہ کبھی پورا نہیں ہوگا۔ میں پہلے آزاد ہو گئی ہوتی شاید وہ تمہارے پتا کے قریب بھی جانے کی ہمت نہیں کر سکتی تھیں۔"

"لیکن تمہاری قوتیں ....."

"نراش مت ہو شہباز۔ کنول گندے پانی میں بھی اپنی سندرتا برقرار رکھتا ہے۔ گلاب کا پھول ٹہنی سے ٹوٹنے کے بعد بھی اپنی مسکان نہیں کھوتا۔ تم کسی ہیرے کو گندگی میں پھینک دو لیکن اس کی چمک اور قیمت قائم رہتی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں؟"

"مرا ہوا ہاتھی بھی سوا لاکھ کا ہوتا ہے۔ تم نے یہ مثال ضرور سنی ہوگی۔" کاکا نے مجھے دلاسہ دیا۔ "میں تمہاری اور (طرف) سے ابھی کچھ دنوں تک کوئی جوابی کارروائی کرنے سے مجبور ہوں پرنتو تمہیں کسی کی بھی پیش آنے والے خطرے سے آگاہ کر سکتی ہوں اور۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمہارے دشمن میری موجودگی میں تمہارے قریب آنے کی کوشش ہی نہ کریں۔"

"وقت کی گردش اب بڑی تیز و تند ہو گئی ہے۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "وہ جب تک مجھے تباہ نہیں کر لیں گی آرام سے نہیں بیٹھیں گی۔"

"تم تو شکاری ہو شہباز۔" اس نے مجھے احساس دلایا۔ "نراشا کی باتیں تمہیں شوبھا نہیں دیتیں۔"

"اگر وہ کھل کر کسی چٹان کے روپ میں بھی میرے سامنے آجائیں تو میں ان سے ٹکرانے کی ہمت رکھتا ہوں لیکن بزدلوں کی طرح چھپ چھپا کر میری پیٹھ میں خنجر اتارنے کی کوشش کر رہی ہیں۔"

"تم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ مرنے کے بعد بھی شیر کی اپنی ایک دہشت طاری رہتی ہے۔ تمہاری کاکا رانی تو ابھی زندہ ہے۔" اس نے میرے احساس کو سہارا دیا۔

"ایک بات بتاؤ گی کاکا۔"

"پوچھو۔"

"کیا شنکر کی گندی روح ابھی تک اس دنیا میں بھٹکتی پھر رہی ہے؟"

"بھول جاؤ اس پاپی کو۔" کاکا نے بڑے اعتماد سے کہا۔ "جس کو کاکا ایک بار ناگن بن کر ڈس لے اس کی آتما کو سورگ میں بھی ایک پل کا چین نہیں مل سکتا۔ شنکر تو کیول راستے کا پتھر تھا جسے تمہاری کاکا نے ٹھوکر مار کر ہٹا دیا۔"

"پنڈت بنسی دھر کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا وہ ابھی تک لیڈی مکارنس کی قید میں ہے۔"

"ہاں۔" کاکا نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "سفید چمڑی کی وہ بدصورت ناری بھی اپنے اندر ایک مہان شکتی رکھتی ہے۔ ایسی شکتی جس کو پراپت کرنے کے کارن منش کو برسوں جاپ کرنا پڑتا ہے۔"

"کیا وہ تم سے بھی مہان ہے۔" میں نے پوچھا۔

"سمے کا انتظار کرو شہباز۔ میری شکتی مجھے واپس مل جائے تو میں تمہیں بتاؤں گی کہ کون کتنے پانی میں ہے۔"

"موہنی اور کومل ورما کے بارے میں تم کیا کہو گی۔" میں نے اسے کریدا۔

"کومل ورما نردوش تھی۔ وہ اجلے من اور سندر شریر کی مالک تھی پرنتو تم نے موہنی کا راز جاننے کی خاطر اسے مار ڈالا۔" کاکا نے کہا۔ "رہا موہنی کا سوال تو وہ ایک چھایا ہے جو کسی اور کے اشارے پر ناچ رہی ہے۔"

"کیا تم اسے نشٹ نہیں کر سکتیں۔"

"مجھے مجبور مت کرو شہباز۔" وہ بڑی عاجزی سے بولی۔ "میں اس چھایا اور اس کے پیچھے چھپے ہاتھ کو بھی نرک میں جھونک سکتی ہوں لیکن جانتے ہو اس کے بعد کیا ہوگا۔"

"کیا ہوگا؟" میں نے اضطراب کے عالم میں دریافت کیا۔

"مجھے ایک بار پھر قید کر لیا جائے گا اور ہو سکتا ہے کہ میری

آتما کو ہمیشہ کے لیے اسی مورتی کے روپ میں بند کر دیا جائے جسے شنکر نے تمہارے ذریعے حاصل کیا تھا پھر میں کبھی کوئی اور روپ نہیں دھار سکوں گی۔ پرنتو تم اگر چاہو تو تمہاری کالکا رانی اپنے جیون کا بلیدان بھی پیش کر سکتی ہے۔"

"نہیں کالکا نہیں۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "تم میرے پاس رہو میرے لیے یہی بہت ہے۔"

"کیا کرو گے تم اپنی کالکا کو اپنے پاس رکھ کر۔" اس نے ایک بار پھر اپنے سندر شریر اور آواز کا جادو جگایا۔ "جو شریر تمہارے مضبوط بانہوں میں سمیٹ کر کسمسانہ ہو سکے اس کے ہونے سے کیا ہوتا ہے۔ میں تمہاری نگاہوں کے سامنے رہی تو تمہارا گلا پیاس کی شدت سے سوکھتا رہے گا اور میرے شریر کی اگنی مجھے اندر ہی اندر جھلساتی رہے گی۔ آگ اور پٹرول کا ساتھ کسی بھی سمے سب کچھ جلا کر راکھ کر سکتا ہے۔"

"تمہارے قرب کو حاصل کرنے کی خاطر میں اپنی پیاس کو بھی اپنے دل کی گہرائیوں میں دفن کرا دوں گا۔"

"میں جانتی ہوں۔" کالکا نے ایک توبہ شکن انگڑائی لی تو اس کے حسین جسم کی رعنائیاں اور قیامت خیز بن گئیں۔ بڑے پیار بھرے لہجے میں بولی۔ "من تو یہی چاہتا ہے کہ سارا جیون تمہاری پلکوں کے چھاؤں تلے بتا دوں لیکن۔"

"لیکن کیا۔"

"میں اب تم سے اجازت لوں گی۔"

"اتنی جلدی۔"

"ہاں۔ میں ایسا کرنے پر مجبور ہوں پرنتو تم پریشان مت ہو۔" اس نے مجھے یقین دلایا۔ "میں پھر تمہارے پاس آؤں گی۔ تم سے دور رہ کر میری آتما کو بھی چین نہیں ملتا۔"

"کالکا۔" میں نے اسے یاد دلایا۔ "تم نے مجھے وچن دیا ہے کہ ہر خطرے سے مجھے آگاہ کرتی رہو گی۔"

"ہاں شہباز۔" وہ بڑے پیارے انداز میں بولی۔ "میں اپنا وچن یاد رکھوں گی پرنتو تمہیں بھی میرے کارن ایک بلیدان دینا ہوگا۔"

"وہ کیا۔"

"بات پرانی ہے اس لیے تم شاید بھول گئے ہو۔" اس نے شکوہ کیا۔ "میں نے کہا تھا کہ اگر تم نے کبھی کسی کو اپنی پتنی بنایا تو کالکا سے ہمیشہ کے لیے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔"

پھر اس سے پہلے کہ میں کوئی جواب دیتا وہ اپنی تمام تر حشر سامانیوں کو سمیٹ کر میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ اس کے نگاہوں سے اوجھل ہو جانے کے بعد بھی میں تادیر اس کے حسین تصور سے کھیلتا رہا۔

✡

میں دفتر پہنچا تو خلاف توقع ندیم کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اس

روز بربات حیران کن ثابت ہو رہی تھی۔ پانڈے نے مجھے دلایا تھا کہ کومل ورما مرنے کے باوجود اسی کے دفتر میں کام کر تھی۔ اب اس نے ایک پراسرار صورت اختیار کر لی پانڈے کے سوا وہ کسی اور کو نظر نہیں آتی تھی۔ آج ہی میری آواز نے بغیر دوبارہ میرے سامنے میرے پسندیدہ روپ آگئی تھی اور آج ہی میں ندیم کو اپنے دفتر میں دیکھ رہا تھا۔

میں نہیں چاہتا تھا کہ ندیم لندن سے واپس لوٹے۔ دوست تھا لیکن اس نے اپنے لیے جو راہ منتخب کی تھی اس اسے انتہا پسند بنا دیا تھا۔ وہ بلا کسی خوف و خطر خطرات کا عادی تھا۔ میری خاطر وہ اپنی زندگی بھی قربان کر سکتا تھا میں ایسا نہیں چاہتا تھا۔ جب وہ تنہا تھا تو اور بات تھی لیکن نسیم کی زندگی بھی اس کی ساتھ شامل ہو گئی تھی اس کے اب میں تنہا ان پراسرار قوتوں سے نپٹنا چاہتا تھا جو میرے قدم قدم پر گڑھے کھود رہی تھیں۔ ٹونی ابھی تک ہسپتال تھا۔ میں نے گودام میں لگنے والی آگ اور ٹونی والے حادثے کی اطلاع ندیم کو جان بوجھ کر نہیں دی تھی۔ نسیم کے ساتھ میرا خونی لگاؤ نہیں تھا بس میں نے اسے ایک بھائی کا پیار دیا تھا کو گندگی سے نکال کر کھلے ماحول میں سانس لینے کا عادی تھا۔ اس مقام پر پہنچا دیا تھا جہاں اس کے خلاف کوئی انگلی اٹھا سکتا تھا۔ ندیم نے اس سے شادی کر کے میرے خواب کی تکمیل کر دی تھی۔ اس نے نسیم کو جو تحفظ دیا تھا میں اسے رکھنا چاہتا تھا۔

"تم۔" میں نے ندیم کے ساتھ گرم جوشی سے گلے ملتے ہوئے حیرت کا اظہار کیا۔

"ہاں۔" ندیم نے سنجیدگی سے میری آنکھوں میں جھانکا۔

"کیوں؟ کیا تمہیں میری واپسی پر خوشی نہیں ہوئی۔"

"نسیم کہاں ہے؟" میں نے اس کی نگاہوں کے مفہوم کو سمجھتے ہوئے دریافت کیا۔ "کیا وہ بھی تمہارے ہمراہ آئی ہے؟"

"نہیں۔ میں نے اسے ساتھ لانا مناسب نہیں سمجھا۔ وہ لندن میں زیادہ محفوظ رہے گی۔"

"تمہارے ساتھ اور کون کون آیا ہے۔ میرا مطلب ہے راجو اور ماریا۔ مونا یا جولی کہاں ہیں۔"

"وہ سب لندن ہی میں ہیں۔ میں تنہا آیا ہوں۔" ندیم سنجیدہ تھا۔

"کوئی خاص کام تھا یہاں۔"

"ہاں۔"

"مجھے فون کر دیا ہوتا۔"

"میں نے تمہیں تکلیف دینا مناسب نہیں سمجھا۔" ندیم سپاٹ آواز میں بولا۔

"کیوں۔ کیا وہ کام۔"

"میں اس وقت ٹونی سے مل کر آرہا ہوں۔" ندیم ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔ "وہاں دانش سے بھی میری ملاقات ہوئی تھی۔ میرے بے حد استفسار پر اس نے گودام میں ہونے والی کہانی دہرائی تھی۔"

"بزنس میں اتار چڑھاؤ اور نفع نقصان ہوتا ہی رہتا ہے۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔

"انکل کی موت کو تم کیا کہو گے۔ نفع یا نقصان۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "مجھے اب زیادہ بہلانے کی کوشش نہ کرنا۔ میں اس ہسپتال کے ان ڈاکٹروں سے بھی مل چکا ہوں جہاں انکل کی موت واقع ہوئی تھی۔"

"میں نے جان بوجھ کر تمہیں ان حالات کی اطلاع نہیں دی تھی۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "جو نقصان ہو چکا اب اس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔"

"لیکن ان راستوں کو تو بند کیا جا سکتا ہے۔ جس راہ سے یہ تباہیاں آرہی ہیں۔" ندیم نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "سردی کی لہر آتی ہے تو انسان کھڑکیاں اور دروازے بند کر دیتا ہے۔ سرد ہوا کے جھونکوں کو برداشت کرنا میرے خیال میں دانشمندی نہیں کہا جا سکتا۔"

"میں تمہاری باتوں کو سمجھ رہا ہوں لیکن ہواؤں پر تلوار یا کسی خود کار رائفل سے گولیاں بھی نہیں برسائی جا سکتیں۔"

"میں تمہارے خیال کی تائید نہیں کروں گا۔" ندیم نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "اینٹ کا جواب پتھر سے نہ دیا جائے تو دشمن قوتیں اور سر ابھارنے لگتی ہیں۔"

"اس کے باوجود تم پراسرار اور نادیدہ قوتوں سے سامنے کوئی بند نہیں باندھ سکتے۔"

"یہ محض تمہارا خیال ہے۔ میرا نہیں۔" ندیم یکلخت سنجیدہ ہو گیا۔ "نرنجن لال کی موت کے بعد یہی نادیدہ قوتیں کچھ عرصے کے لیے خاموش ہو گئی تھیں پھر ہماری غفلت نے انہیں دوبارہ سر اٹھانے کا موقع فراہم کر دیا ہے۔"

"مگر......"

"تم جسے بے بسی کا نام دے رہے ہو میں اسے ایمان کی کمزوری سے تعبیر دوں گا۔" ندیم نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔ "کیا تم موت کو ٹال سکتے ہو؟ نہیں، لیکن اس کے عذاب اور عتاب سے بچنے کے ہزاروں طریقے ہیں۔ میری مثال تمہارے سامنے ہے۔ میں زہد و تقویٰ کا اتنا پابند نہیں ہوں جتنا دوسرے ہیں لیکن اس کے باوجود اس کی ذات پر مکمل یقین رکھتا ہوں۔ اسی یقین نے میرے بازوؤں کو قوت بخشی ہے۔ ایمان مستحکم ہو، قدم متزلزل نہ ہوں تو کوئی بلا اور نادیدہ قوتیں بھی ہمارا بال بیکا نہیں کر سکتیں۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں جس کاروبار میں ملوث ہوں اس پر قدم قدم پر موت کا ہولناک رقص جاری رہتا ہے۔ میرے راستے میں بھی بے شمار رکاوٹیں ہیں۔ اندھیرے میں کوئی سنسناتی ہوئی گولی میرے جسم اور روح کے تعلق کو ہمیشہ کے لیے ختم کر سکتی ہے لیکن میں موت سے نہیں ڈرتا۔ اس کے لیے نیلی چھتری والے نے جو وقت مقرر کر دیا ہے اسے دنیا کی بڑی سے بڑی قوت بھی نہیں ٹال سکتی، لیکن اگر ہم موت سے خوفزدہ ہو کر بیٹھ جائیں تو ہماری صلاحیتیں زنگ آلود ہو جاتی ہیں اور شاید ہم خود اپنی موت کے لیے راہ ہموار کر دیتے ہیں۔ تم نے کبھی ان دہشت گردوں کے بارے میں سوچا ہے جو بڑی بے رحم اور شقی القلب ہوتے ہیں۔ بھرے بازار میں ہزاروں آدمیوں کے بیچ وہ جسے چاہتے ہیں اس کا جسم گولیوں سے چھلنی کر دیتے ہیں۔ لیکن ان کو پکڑنے کے لیے کوئی سامنے نہیں آتا۔ جانتے ہو کیوں؟ جب کہیں کسی بازار میں ایک بھی گولی چلتی ہے تو انسان پر خوف کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ وہ مجرم کو پکڑنے کے بجائے اپنی زندگی بچانے کی خاطر پناہ کی تلاش میں بھاگ کھڑا ہوتا ہے اور اس کا یہی خوف اور بزدلی دہشت گرد کو اور طاقت ور بنا دیتا ہے۔ اس کے برعکس اگر عوام کا ریلا ان پر ٹوٹ پڑے تو دس بارہ یا پچیس پچاس لاشیں ضرور گریں گی لیکن جو بچے رہیں گے انہیں ہمیشہ کے لیے ان سے چھٹکارا مل جائے گا لیکن شاید وہ بھی تمہاری طرح سوچنے کے عادی ہیں۔ ان کے اندر اتحاد نہیں ہے۔ یقین کی کمی ہے۔ موت کا تصور ان کو اندر ہی اندر کھوکھلا کر دیتا ہے۔ رسی کے دھاگے اگر الگ الگ کر دیے جائیں تو کوئی بچہ بھی اسے طاقت کے زور پر توڑ دے گا لیکن اگر وہ مضبوطی سے آپس میں گتھے رہیں تو دوسروں کے لیے پھانسی کا پھندا بھی ثابت ہو سکتی ہیں۔ تم نے مجھے حالات سے بے خبر

رکھنے کی کوشش کی۔ کیوں؟ شاید اس لیے کہ تم مجھے خطرات سے دور رکھنا چاہتے تھے لیکن کیا تم نے کبھی یہ بھی سوچنے کی زحمت گوارا کی ہے کہ اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو مجھے کتنا دکھ ہوتا۔ نسیم کے دل پر کیا گزرتی۔ آنٹی کا کیا حال ہوتا؟"

ندیم کی دلیلوں میں وزن تھا۔ میں خاموش بیٹھا اس کی باتیں سنتا رہا۔ اس کے دل میں غبار بھرا تھا۔ وہ اس بوجھ کو ہلکا کرتا رہا۔ "وقت اور حالات کے علاوہ ذاتی نمائش اور خود غرضی نے بھی ہمارے جتھے کو کمزور کر دیا ہے۔ پہلے جب پورا خاندان ایک چھت کے نیچے زندگی گزارنے کا عادی تھا اس وقت پاس پڑوس کا کوئی آدمی یا چور اچکے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے تھے لیکن جیسے جیسے دولت کی چمک نے آنکھیں خیرہ کیں۔ لوگ علیحدہ ہوتے گئے۔ اپنے اپنے خوبصورت بنگلوں اور فلیٹوں میں منتقل ہونے لگے۔ ہمارے درمیان اخوت اور یک جہتی کے بجائے خود آپس میں ایک دوسرے سے مقابلہ بازی شروع ہو جاتی ہے۔ خون کے رشتے بھی آپس میں حسد کرنے لگتے ہیں تو بیرونی قوتیں انہیں فردا" فردا" مارنے میں زیادہ آسانی سے کامیاب ہو جاتی ہیں۔"

"میرا خیال ہے تم اب اچھی خاصی تقریر کر چکے ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے ندیم کو ٹوکا۔ "چلو، میں اپنی غلطی تسلیم کرتا ہوں۔"

"غلطی تسلیم کرتے ہو بقراط کی دم تو پھر آج سے یہ بھی محسوس کرنے کی عادت ڈالو کہ دوستی کا رشتہ عام رشتوں کے مقابلے میں سب سے زیادہ مقدم ہوتا ہے۔ سچا اور مخلص دوست وہی ہوتا ہے جو وقت پر کام آئے۔"

"یہ بھی تسلیم۔" میں نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔ "اب یہ بتاؤ کہ تمہیں تمام حالات کی خبر کس طرح ہو گئی تھی۔"

"تمہارا کیا خیال ہے۔ یہاں میرے کیسینو میں جو آدمی کام کرتے ہیں کیا وہ سب ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہتے ہیں۔" ندیم نے مجھے گھورا۔ "جب انکل کی موت واقع ہوئی تھی تو میں اسے طبعی حادثہ سمجھا تھا لیکن جب تمہارے گودام میں آگ لگی۔ ماسٹر ٹونی کے ہاتھ کے بعد اس کی ٹانگ کٹنے کا نمبر آیا تو مجھے تمہاری باتوں پر شبہ ہونے لگا چنانچہ میں نے اپنے ایک خاص آدمی کو حالات اور واقعات معلوم کرنے پر تعینات کر دیا اور آج اسی کی فراہم کردہ اطلاعات پر میں تمہارے سامنے موجود ہوں۔ بک بک کر رہا ہوں لیکن تم نے ابھی تک ایک کپ کافی کو بھی نہیں پوچھا۔ یہ بھی نہیں بتایا کہ مس عارفہ اب کیسی ہے۔ ہے بھی یا تمہاری سرد مہری سے تنگ آکر چھٹی کر گئی۔" ندیم آہستہ آہستہ خوش گفتاری کی سمت واپس آرہا تھا۔

"بکو مت۔ تم اب شادی شدہ ہو۔" میں نے انٹر کام کا بزر بجا کر عارفہ سے کافی بھیجنے کو کہا۔

"اچھا۔ اب یہ بتاؤ کہ میدان جنگ کا تازہ ترین نقشہ [illegible] ہے۔"

"نرنجن لال کے بعد اب پراسرار قوتیں جے شنکر پانڈے نامی ایک کنسٹرکشن کمپنی کے مالک کے لیے میرے خلاف [illegible] پیکار ہیں۔"

"جے شنکر پانڈے کو بھی راستے سے ہٹا دو۔ ان کا زور [illegible] ٹوٹ جائے گا۔" ندیم نے بڑے اطمینان سے کہا۔ "میں [illegible] اپنے آدمیوں کو اس کے پیچھے لگا دیتا ہوں۔ زیادہ سے زیادہ [illegible] روز کے اندر تمہارے شنکر جی کا بھی تیا پانچا ہو جائے گا۔"

"نہیں۔ فی الحال تم ایسی کوئی حماقت نہیں کرو گے۔" [illegible] نے جلدی سے کہا۔ "پانڈے کا والد صاحب سے بھی خاص [illegible] جول تھا۔ بظاہر وہ ایک اچھا انسان ہے اور خود بھی بہت [illegible] ہے۔"

"کیا مطلب۔" ندیم چونکا۔ "جب گندی قوتیں اس کی [illegible] رہی ہیں تو پھر اس کی پریشانی کا کیا سبب ہے؟"

جواب میں میں نے والد صاحب کی موت سے لے کر [illegible]

سے اپنی آخری ملاقات تک کی تمام تفصیل دہرا دی۔ صرف کالکا کی دوبارہ آمد کا ذکر نہیں کیا۔ میں نے کمبل پوش کی نوازشوں کا ذکر بھی کیا لیکن اس صندلی انگوٹھی کے راز کو ان بزرگ کے حکم پر راز ہی رکھا۔

"ہونہہ۔" ندیم پوری تفصیل سننے کے بعد کافی کا طویل گھونٹ لے کر بولا۔ "تم نے پانڈے کے پروجیکٹ کو تباہ کر کے مردانگی کا ایک کام تو کیا۔"

"لیکن وہ بے قصور ہی ہے۔"

"ہوا کرے۔" ندیم نے بے پروائی سے کہا۔ "محبت اور جنگ میں ہر چیز جائز ہوتی ہے۔"

"تم اس سے ملو گے تو شاید تمہیں بھی اس کے نقصان پر دکھ ہوگا۔"

"ایک بات بتاؤ۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔ "کیا تمہیں کومل ورما کے سلسلے میں پانڈے کی بات کا یقین آگیا ہے۔"

"نہ یقین کرنے کی کوئی وجہ بھی نہیں ہے۔" میں نے تیزی سے جواب دیا۔ "خود میں بھی اس کی دہری اور پراسرار شخصیت سے پریشان ہوں۔"

"تمہارا کیا اندازہ ہے۔ کومل ورما یا موہنی کی پشت پر کون سی پراسرار شخصیت کام کر رہی ہے۔"

"میں یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن ایک بار ایسا ہوا تھا کہ محض چند منٹ کے وقفے کے بعد مجھے موہنی اور لیڈی مکلارنس کے فون ملے تھے اور دونوں نے مجھے ایک ہی مشورہ دیا تھا کہ میں اگر مجھے زندگی عزیز ہے تو امی کو لے کر کسی دوسرے ملک میں چلا جاؤں۔"

"یہ محض ایک اتفاق بھی ہو سکتا ہے۔"

"اور یہ بھی ممکن ہے کہ موہنی اور لیڈی مکلارنس ایک ہی شخصیت کے دو مختلف روپ ہوں۔" میں نے دبی زبان میں جواب دیا۔

ندیم کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ اچانک سراج کمرے میں داخل ہوا۔ ندیم کو دیکھ کر وہ بھی چونکا تھا۔ کچھ دیر تک ہمارے درمیان رسمی گفتگو ہوتی رہی پھر سراج نے مجھ سے پوچھا۔

"آج صبح سے آپ کہاں غائب ہیں؟ میں کئی جگہ آپ کو فون پر تلاش کر چکا ہوں۔"

"خیریت۔" میں نے مسکرا کر پوچھا۔ "کیا میرا شمار بھی ایسے مجرموں میں کر لیا گیا ہے جن پر اپنی نقل و حرکت کے بارے میں پولیس کو مطلع کرنے کی پابندی عائد ہوتی ہے۔"

"ابھی تک اس کی نوبت نہیں آئی۔"

"گویا آئندہ کے لیے ایسے خدشات موجود ہیں۔" ندیم نے سوال کیا۔

"ہو بھی سکتا ہے۔" سراج نے عجیب معنی خیز انداز میں جواب دیا پھر مجھ سے مخاطب ہو کر بولا۔ "آپ نے کہا تھا کہ جس روز پانڈے کی چار منزلہ عمارت مسمار ہوئی تھی اس روز آپ شام سات بجے کے بعد سے گھر پر ہی تھے۔"

"جی ہاں۔" میں بھی سنجیدہ ہو گیا۔

"ارجن نے اقبال جرم کر لیا ہے۔" سراج نے مجھے تیز نگاہوں سے گھورتے ہوئے جواب دیا۔ "اس کا کہنا ہے کہ پانڈے کے پروجیکٹ کو اسی نے بم سے اڑایا تھا لیکن اس نے ایسا اپنی مرضی سے نہیں کیا تھا۔"

"پھر؟"

"اس نے مجسٹریٹ کے روبرو جو بیان دیا ہے اس کے مطابق آپ نے پرسنل جیلسی (ذاتی اختلاف) کی بنیاد پر اسے اس کام کے لیے مامور کیا تھا اور اس کے عوض ارجن کو پچاس ہزار روپے دیے تھے۔"

"آئی سی۔" میں نے زہر خند جواب دیا۔ "گویا اس بار پھر وہی کہانی دہرائی جا رہی ہے جو اس سے پہلے بھی آپ کو سنائی گئی تھی۔"

"میں آپ کی بات کا مطلب بھی سمجھ رہا ہوں لیکن پولیس کے لیے ضابطے کی کارروائی بھی ضروری ہوتی ہے۔" سراج نے سنجیدگی سے کہا۔

"لیکن آپ محض ایک مجرم کے بیان پر کسی کو گرفتار تو نہیں کر سکتے۔" ندیم نے سراج کو مخاطب کیا۔

"پولیس کیا کر سکتی ہے اور کیا نہیں۔ یہ ہم آپ سے زیادہ بہتر طور پر جانتے ہیں۔" سراج کا لہجہ ناخوشگوار ہو گیا۔ "آپ اگر اس معاملے میں....."

"مسٹر سراج۔" ندیم نے سراج کے جملے کو کاٹتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "میں حکومت کو ایک سال میں جتنا انکم ٹیکس ادا کرتا ہوں اتنی شاید آپ کی تین سال کی تنخواہ بھی نہ ہوتی ہوگی۔ میں قانون کی نگاہوں میں ایک معزز شہری ہوں جسے سکون سے سانس لینے کے تمام بنیادی حقوق حاصل ہیں۔ آپ کو غالبا" اس بات کا علم بھی ہوگا کہ میں شہباز کے دوستوں میں سے ہوں۔ اس لیے دنیا کا قانون میرے وجود کو شہباز کی ذات سے الگ نہیں کر سکتا۔"

"مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ آپ کا کاروبار کس نوعیت کا ہے۔" سراج نے طنزا" کہا۔

"اس کے باوجود آپ کے قانون نے کبھی میرے قریب پھٹکنے کی جرات نہیں کی۔" ندیم نے سراج کی جھلاہٹ پر مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "آپ اس کی وجہ جاننا پسند کریں تو میں ایسے افراد کے نام بھی گنوا سکتا ہوں جن کے کمرے میں آپ کو کرسی پر بیٹھنے کی اجازت بھی نہیں ہوتی جبکہ میں وہاں میز پر ٹانگیں پھیلا کر بھی آرام کر سکتا ہوں۔"

"مسٹر ندیم۔" سراج تلملا اٹھا۔ "آپ بلا وجہ بات کو بڑھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"میں اسے بھی آپ کی تنگ نظری کہوں گا۔" ندیم نے بڑے اطمینان سے کہا۔ "میں صرف آپ کو یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ جس طرح آپ ایک مجرم کے بیان پر شہباز کو مشکوک سمجھ رہے ہیں۔ اسی طرح شہر کے کچھ بڑے اور معزز لوگوں کے بیان پر آپ پر بھی اس بات کا شبہ کیا جا سکتا ہے کہ آپ محض میرے دوست کو کسی اور کے اشارے پر ایک غلط اور بے بنیاد کیس میں الجھانے کی کوشش کر رہے ہیں جس کے عوض۔"

"مسٹر ندیم۔" سراج کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ "آپ میری ایمانداری پر شبہ کر رہے ہیں۔"

"یہی جملہ شہباز کی جگہ اگر میں ہوتا تو میں بھی آپ سے کہہ سکتا تھا۔ رہا ثبوت۔ تو ثبوت اور گواہ بہ آسانی پیش کیے جا سکتے ہیں۔"

"ندیم۔" میں نے ندیم کو روکنے کی کوشش کی پھر سراج سے بولا۔ "پلیز مسٹر سراج آپ میرے دوست کی بات کا برا نہ مانیئے گا۔"

"میں آپ کو یہاں ہراساں یا اپنی تحویل میں لینے کی غرض سے نہیں آیا تھا۔" سراج نے اپنے غصے پر قابو پاتے ہوئے جواب دیا۔ "صرف ارجن کے بیان سے آگاہ کرنے آیا تھا۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ ارجن نے وہ بیان کسی نادیدہ قوت کے اشارے پر دیا ہو گا۔"

"پھر آپ کا کیا مشورہ ہے۔"

"میں آپ کو بھلا کیا مشورہ دے سکتا ہوں۔" سراج نے ندیم کو دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ "آپ خود ایک پولیس آفیسر رہ چکے ہیں۔ ایسی صورت میں کسی کو کیا کرنا چاہیے یہ آپ بھی بخوبی جانتے ہیں۔"

پھر سراج وہاں زیادہ دیر نہیں رکا تھا۔ ندیم کی وجہ سے اس نے میرے بے حد اصرار کے باوجود کافی بھی نہیں پی۔

"میرا خیال ہے کہ تم نے سراج کو بلا وجہ ناراض کر کے اچھا نہیں کیا۔"

"تم اس کی مطلق پروا نہ کرو۔ اس قسم کے افسر میری جیبوں میں پڑے رہتے ہیں۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا پھر ہمارے درمیان وہی باتیں شروع ہو گئیں جو سراج کے آنے سے قبل ہو رہی تھیں پھر ندیم مجھ سے رات کو ملنے کا وعدہ کر کے چلا گیا۔

"شہباز۔" ندیم کے جانے کے بعد کالکا کی مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "تم بالکل پریشان مت ہو۔ میں تمہارے مترسراج کی باتیں سن چکی ہوں۔"

مجھے یقین ہے کہ ارجن نے میرے خلاف جو زہر اگلا ہے وہ موہنی یا کول ورما کے [illegible] نتیجہ ہے۔"

"کول ورما کو بھول جاؤ' اب کیول موہنی کی آتما [illegible] پریشان کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔"

کیا اس کا نام موہنی ہے یا کوئی اور کسی طاقت نے [illegible] موہنی کا روپ دے رکھا ہے۔"

ان چکروں میں مت پڑو۔ صرف اس سمے کا انتظار [illegible] جب تمہاری کالکا رانی کو اس سے چھینی گئی شکتیاں واپس کر دی جائیں گی۔"

"لیکن اس سے پہلے وہ اپنے مقصد میں کامیاب [illegible] ہو گی۔"

"کالکا کے ہوتے' ایسا نہیں ہو گا۔"

"جب تم سے تمہاری طاقت چھین لی گئی ہے تو پھر تم [illegible] لیے کیا کر سکتی ہو۔"

"تم شاید بھول رہے ہو۔ میں نے کہا تھا کہ ہاتھی مرنے [illegible] بعد بھی سوا لاکھ کا ہوتا ہے۔" کالکا نے بڑے پر اعتماد [illegible] کہا۔ "ارجن نے مجسٹریٹ کی موجودگی میں وہ زہر کس کے [illegible] اگلا ہے مجھے معلوم ہے مگر اب ارجن کو دوبارہ اپنا بیان [illegible] ہو گا۔ میں اس کے دماغ کو اس قابل ہی نہ چھوڑوں گی [illegible] دوبارہ کچھ کہنے کے قابل رہ سکے۔"

"کس کس کا راستہ روکتی رہو گی۔ کس کس کا دماغ [illegible] کالکا رانی۔" میں نے ایک لمبی سانس لے کر کہا۔ "[illegible] اتنی آسانی سے میرا پیچھا نہیں چھوڑیں گی۔"

"نراش مت ہو شہباز۔ میرے ہوتے ہوئے وہ تمہارا [illegible] بگاڑ سکیں گی۔"

"کیا تمہیں پہلے سے اس بات کا علم نہیں تھا کہ ار[illegible] میرے خلاف بیان دے رہا ہے۔"

"نہیں۔ اس سمے میں کہیں اور تھی۔ پرنتو اب سب [illegible] ٹھیک ہو جائے گا۔ ویسے ایک بات بتاؤ گے؟"

"پوچھو۔"

"کیا تم جانتے ہو کہ پانڈے کو وہ بھاری نقصان کس [illegible] پہنچایا تھا۔"

"تم۔" میں چونکا۔ "تم یہ سوال مجھ سے کیوں پوچھ رہی [illegible]؟"

"جس دن اس کی عمارت تباہ ہوئی تھی اس دن تم اور دا[illegible] اس کے قریب گئے تھے۔" کالکا نے بڑی سنجیدگی سے جواب [illegible] "اس کے بعد دھوئیں کے بادل اس طرح چھا گئے تھے کہ تم [illegible] دانش دونوں اس میں گم ہو گئے تھے۔"

"تمہیں اس بات کا پتا کیسے چلا؟"

"میں نے اس کی آتما کے من میں جھانک لیا ہے جو اور [illegible] تمہارے خلاف بھڑکا رہی ہے۔" کالکا نے پھر اپنا سوال [illegible]

"تم مجھے کیول اتنا بتا دو کہ اس دن تم اور دانش اس عمارت کی طرف کیوں گئے تھے۔"

"میں۔" میں نے جلدی سے ایک خوبصورت بہانہ تراشا۔ "دانش نے اس عمارت کی بہت تعریف کی تھی۔ میں صرف دور سے اس کا ڈیزائن دیکھنے گیا تھا۔"

"پھر تم نے اپنے مترسراج کو یہ بیان کیوں دیا کہ اس روز سات بجے کے بعد تم اپنے گھر پر تھے۔"

"سراج ایک پولیس آفیسر ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ ہر وقت مجھے کریدنے کی کوشش کرے۔" میں نے پھر دروغ گوئی سے کام لیا۔ "اسی لیے میں نے اسے ڈاج دینے کی کوشش کی ہے۔ میرا دوست ہونے کے باوجود مجھے مجرم سمجھ رہا ہے۔ مجھے علم ہے کہ اس نے مجھے خریدنے کی خاطر وہ سوال کیا تھا۔"

"بھول جاؤ ان باتوں کو۔ میں ارجن کی طرف جا رہی ہوں۔"

اس کے بعد میں نے کالکا کو کئی آوازیں دیں لیکن اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔

✿

حسب وعدہ ندیم رات کو میرے گھر آیا۔ خاصی دیر تک وہ ماں کے پاس بیٹھا انہیں نسیم کی خیریت کے بارے میں بتاتا رہا۔ ان کی دلجوئی کی خاطر شرارت آمیز حرکتیں کرتا رہا اور لندن میں پیش آنے والی فرضی اور من گھڑت باتیں سناتا رہا۔ وہ میری ماں کے غم کے بوجھ کو کم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کی شخصیت کے دو پہلو تھے۔ ایک وہ جس میں وہ محض ایک کیسینو کا مالک تھا اور نہایت بے رحمی سے اپنے دشمنوں کو راستے سے ہمیشہ کے لیے ہٹا دینے کے اصول کا پابند تھا۔ مجھے لندن کا واقعہ روز اول کی طرح یاد تھا جب ندیم نے نہایت دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے نارمن اور ہاورڈ سے اپنے حساب کتاب کو چکتا کیا تھا۔ ہاورڈ نے ندیم کو مارنے کا جو منصوبہ تیار کیا تھا وہی ان دونوں کی عبرتناک موت کا سبب بن گیا تھا۔ بریف کیس کھولتے ہی ان دونوں کے جسم کے چیتھڑے ایک خوفناک دھماکے کے ساتھ فضا میں بکھر گئے تھے۔ ندیم کے اشارے پر جب اس کے دست راست راجو نے داور کا جسم گولیوں سے چھلنی کر دیا تھا اس وقت بھی مجھے اس کی ذہانت کی داد دینی پڑی تھی۔ وہ ایک کے بدلے دو مارنے کے اصول کا قائل تھا۔ وہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرانے کا عادی تھا۔ یہ اس کی زندگی کا ایک رخ تھا جس میں وہ انتہائی سفاک واقع ہوا تھا لیکن اس کے برعکس زندگی کے دوسرے رخ میں وہ ایک شریر اور کھلنڈرے بچوں جیسی حرکتیں کرتا نظر آتا تھا۔ اس کے دل میں نہ صرف یہ کہ دوسروں کے عزت و احترام کا جذبہ موجود تھا بلکہ وہ ایک مخیر انسان بھی تھا جو ضرورت مندوں کی مدد کر کے خوشی محسوس کرتا تھا۔

اس وقت وہ بالکل بچوں کی طرح اپنی معصوم حرکتوں اور باتوں سے میری ماں کو ہنسا رہا تھا پھر اچانک امی نے اسے بڑی سنجیدگی سے مخاطب کیا۔ "شہباز میرے پیٹ کی اولاد ضرور ہے لیکن میں تمہیں بھی اتنا ہی پیار کرتی ہوں جتنا اسے کرتی ہوں۔"

"یہی تو آپ برا کرتی ہیں۔" ندیم نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔ "میں شہباز کے مقابلے میں چونکہ زیادہ دبلا پتلا اور بھولا بھالا ہوں اس لیے مجھے آپ کے پیار' آپ کی ممتا' اور آپ کی دعاؤں کی زیادہ ضرورت ہے بہرحال آپ چونکہ ماں ہیں اس لیے میں اپنی حق تلفی پر کوئی احتجاج نہیں کروں گا۔"

"اچھا اب یہ شرارت کی بات ختم کرو اور کچھ دیر کے لیے سنجیدہ ہو جاؤ۔"

"ہو گیا سنجیدہ۔" ندیم نے کہا پھر وہ واقعی بہت سنجیدہ نظر آنے لگا تھا۔ میں قریب ہی بیٹھا اس کی حرکتوں پر مسکرا رہا تھا۔

"تم شہباز کے دوست بھی ہو اور بھائی بھی۔"

"دریں چہ شک۔"

"لیکن تم نے ابھی تک شہباز کے بارے میں کبھی غور نہیں کیا۔"

"میں سمجھا نہیں آنٹی؟"

"باپ کا سایہ سر سے اٹھ جانے کے بعد اب یہ ذمہ داری تمہارے اوپر عائد ہوتی ہے کہ تم اس کا گھر بسانے کی کوشش کرو۔" امی نے میری طرف دیکھ کر کہا۔ "مجھے تو یہ اپنی باتوں میں اڑا دیتا ہے۔"

"آپ فکر نہ کریں آنٹی۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "اگر اس نے شرافت سے آپ کا کہا نہ مانا تو بس اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اور قاضی جی سے نکاح کے دو بول پڑھوا کر دلہن والوں کے حوالے کر دوں گا پھر یہ جانے اور اس کے سسرال والے۔"

"مذاق میں مت ٹالو بیٹے۔" امی کی آواز میں ممتا کی خواہش تڑپ اٹھی۔ "میں چاہتی ہوں کہ مرنے سے پہلے اس کے سر پر سہرا دیکھ لوں۔"

"کوئی لڑکی ہے آپ کی نظر میں؟" ندیم پھر سنجیدہ ہو گیا۔

"یہ تیار تو ہو پہلے۔" امی نے میری سمت پیار سے دیکھا۔ "اس کے لیے تو میں ایک سے بڑھ کر ایک لڑکیوں کا انبار لگا سکتی ہوں۔"

"آپ جو حکم دیں گی میں اس سے انکار نہیں کروں گا۔" ماں کی دلجوئی کی خاطر میں نے ان کے شانوں پر سر رکھ دیا۔

کچھ دیر تک ندیم امی کے ساتھ بیٹھا میری شادی کے منصوبے بناتا رہا پھر وہ مجھے ساتھ لے کر باہر آ گیا جہاں اس کی گاڑی موجود تھی۔ میں خاموشی سے اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اس نے گاڑی اسٹارٹ کر کے پھاٹک سے باہر نکالتے ہوئے کہا۔

"میرا مشورہ ہے کہ اب تمہیں آنٹی کی خوشی کی خاطر ان کی بات مان لینی چاہیے۔"

"میں نے انکار کب کیا ہے لیکن ایسے حالات میں کہ جب کہ چاروں طرف سے مجھے گھیرا جا رہا ہے میں شادی بیاہ کی بات کیسے کر سکتا ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "جو لڑکی میری زندگی میں بیوی بن کر آئے گی ہو سکتا ہے اسے بیوہ بننے میں بھی زیادہ دیر نہ لگے۔"

"میرا خیال ہے جو خطرات میرے اردگرد منڈلاتے رہتے ہیں وہ تم سے زیادہ مہلک اور تباہ کن ہیں لیکن اس کے باوجود میں نے نسیم سے شادی کر لی۔" ندیم نے مجھے سمجھانے کی کوشش کی۔ "تم لندن میں میرے ساتھ رہ کر بہت قریب سے کچھ حالات کا جائزہ لے چکے ہو لیکن میں مایوسی کی باتوں کو اپنے قریب نہیں پھٹکنے دیتا۔ یہ باتیں انسان کو بزدل بنا دیتی ہیں اور میں بزدلوں کی موت نہیں مرنا چاہتا۔"

"تمہاری بات اور ہے۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "تمہارے دشمن تمہاری نظروں کے سامنے ہوتے ہیں تم ان سے کھل کر مقابلہ کر سکتے ہو لیکن مجھے نادیدہ قوتوں نے گھیر رکھا ہے۔"

"میں جانتا ہوں لیکن تمہاری موت اسی وقت واقع ہو گی جب قدرت چاہے گی۔" ندیم نے مجھے گھورا۔ "کیا تم اس بات سے انکار کر سکتے ہو۔"

ندیم کی باتوں میں وزن تھا۔ اس لیے میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بات کا رخ بدلتے ہوئے پوچھا۔

"ہم اس وقت کہاں چل رہے ہیں؟"

"گھبراؤ مت ..... میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔" ندیم نے مجھے ٹالنے کی خاطر کہا لیکن اس وقت میں چونکے بغیر نہ رہ سکا جب ندیم نے اپنی گاڑی ایک ایسے موڑ پر روکی تھی جہاں سے کومل ورما کا گھر صاف نظر آ رہا تھا۔ مجھے وہ رات یاد آ گئی جب میں نے کومل ورما کے خوبصورت وجود کو ہمیشہ کے لیے مٹا دیا تھا۔

"تم ... یہاں کیا کرنے آئے ہو؟" میں نے گھبرائے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

ندیم نے جواب دینے کے بجائے جیب سے سگریٹ اور لائٹر نکالا۔ سگریٹ سلگانے کے بعد اس نے ایک لمحے کو جلتے ہوئے لائٹر کو کھڑکی سے باہر نکالا پھر اسے بند کر کے جیب میں رکھ لیا۔ میں ابھی اس کی حرکت کا مقصد سمجھنے کی خاطر سوچ ہی رہا تھا کہ فضا میں ایک ہولناک دھماکے کی آواز سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے کومل ورما کے مکان سے بھیانک شعلوں کو بلند ہوتے دیکھا۔ دوسرے ہی لمحے ندیم نے بڑی برق رفتاری سے گاڑی کھلی سڑک کی جانب موڑی پھر ہوا سے باتیں کرنے لگا۔

"یہ ..... یہ تم نے کیا کیا۔" میں نے ندیم سے پوچھا۔ "اس مکان میں کومل ورما کی ماں رہتی تھی۔"

"تم انکل کی موت کو کیوں بھول رہے ہو۔" ندیم کے لہجے میں سفاکی تھی۔ "ابھی تو صرف میں نے انکل کی موت کا دیباچہ رقم کیا ہے۔ کتاب لکھنا تو اب بھی میرے اوپر ایک قرض ہے۔"

"لیکن ....."

"پریشان مت ہو۔" ندیم نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "اگر نادیدہ قوتیں دیکھنے کی طاقت رکھتی ہیں تو انہوں نے یہ بھی ضرور دیکھا ہو گا کہ میں نے کومل ورما کے مکان کو دہکتے شعلوں کی نذر کرنے کا سگنل دیا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ تمہارا پیچھا چھوڑ کر مجھ سے انتقام لینے کی ٹھان لیں۔"

"مجھے تمہاری دوستی پر ناز ہے مگر تم نے اچھا نہیں کیا۔ گندی اور پلید قوتیں میرے پیچھے پڑی ہیں۔ وہ اس تباہی کا انتقام مجھ سے لیں گی۔"

"اب تو جو ہونا تھا ہو چکا۔" ندیم نے اس بار لاپرواہی سے جواب دیا۔ "یہ کل دیکھا جائے گا۔"

"سراج بڑا گھاگ پولیس آفیسر ہے۔" میں نے کہا۔ "وہ کومل ورما کے مکان کی تباہی کو بھی ہماری ذات سے منسوب کرے گا۔"

ندیم نے کوئی جواب نہیں دیا پھر تقریباً دس منٹ بعد اس نے اپنی گاڑی سول لائنز کے علاقے میں ایک ایسے بنگلے کے سامنے روکی جہاں ایک فوجی گارڈ پوری طرح محتاط اور مسلح کھڑا ہوا تھا۔ کار کی روشنی میں، میں نے اس بورڈ کو بھی غور سے دیکھا جس پر میجر جنرل (ریٹائرڈ) سلیمان شاہ کے نام کی تختی آویزاں تھی۔ میں نے سلیمان شاہ کو کبھی دیکھا نہیں تھا لیکن اخباروں میں یہ ضرور پڑھا تھا کہ فوج سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد انہوں نے عملی سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ برسراقتدار پارٹی میں ان کو بڑی عزت اور احترام کی نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا۔ سلیمان شاہ کو وزیر بنانے کی خاطر کئی منتخب ارکان نے اپنی سیٹ سے دستبردار ہونے کا اعلان بھی کیا تھا لیکن سلیمان شاہ نے ان کی پیشکش قبول نہیں کی تھی۔

"آپ کو کس سے ملنا ہے؟" فوجی گارڈ نے رائفل پر گرفت مضبوط کرتے ہوئے قریب آ کر ندیم سے پوچھا۔

"شاہ جی گھر پر ہیں؟"

"نہیں۔ وہ آج کل ملک سے باہر گئے ہوئے ہیں۔"

"واپسی کب تک متوقع ہے؟"

"ہمیں اس کا علم نہیں۔ آپ فون کر کے بیگم صاحبہ سے معلوم کر سکتے ہیں۔" گارڈ نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا بیگم صاحبہ گھر پر ہیں؟" ندیم نے ٹھوس لہجے میں سوال کیا۔

"جی ہاں۔"

"گڈ۔" ندیم نے جیب سے ایک وزیٹنگ کارڈ نکال کر گارڈ کو دیتے ہوئے کہا۔ "اسے بیگم صاحبہ تک پہنچا دو۔"

گارڈ خاموشی سے کارڈ لے کر پھاٹک تک گیا پھر اس نے پھاٹک پر ایک ہلکی دستک دینے کے بعد کارڈ کو لیٹر بکس میں ڈال دیا۔ مجھے یہ بات سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں پیش آئی کہ اندر حفاظتی دستے کے کچھ اور مسلح افراد بھی ضرور ہوں گے۔ ندیم سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے بڑی لاپروائی سے سگریٹ کے کش لگا رہا تھا۔

"تم سلیمان شاہ کو کب سے جانتے ہو؟"

"جب سے اس نے ماہ رخ سے شادی کی ہے۔"

"ماہ رخ!" میں نے حیرت سے وضاحت چاہی۔

"سلیمان شاہ کی پری چہرہ بیوی کا نام ہے۔" ندیم نے جواب دیا۔ "سلیمان شاہ کی عمر پچاس سال سے کچھ اوپر ہی ہو گی جب کہ ماہ رخ صرف تیس سال کی ایک جیتی جاگتی قیامت ہے۔ سلیمان شاہ کی سب سے بڑی کمزوری۔"

"تم اسے کب سے جانتے ہو؟"

"اس وقت سے جب وہ مسز سلیمان نہیں بنی تھی۔" ندیم نے معنی خیز انداز میں جواب دیا۔

اسی وقت پھاٹک کھلا اور ندیم نے گاڑی بنگلے کے اندر پارک کر دی جہاں دو گاڑیاں پہلے سے موجود تھیں۔ میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ بنگلے کے اندر بھی دو مسلح فوجی گارڈ موجود تھے جن میں سے ایک نے ہماری رہنمائی ڈرائنگ روم تک کی پھر لفٹ رائٹ کرتا ہوا واپس چلا گیا۔ میں نے ڈرائنگ روم پر ایک طائرانہ نظر ڈالی جو نہایت اعلیٰ قسم کے ساز و سامان سے آراستہ تھا۔

کچھ دیر بعد ایک عورت نے آ کر ندیم سے کہا۔

"بیگم صاحبہ نے آپ کو اندر بلایا ہے۔"

ندیم بڑے پروقار انداز میں اٹھا۔ میں نے بھی اشارہ پا کر اس کی پیروی کی تھی۔ ڈرائنگ روم کے باہر ایک چھوٹا مگر انتہائی خوبصورت چوکور سا باغ بنا ہوا تھا جو خوابناک روشنیوں میں ایک دلفریب منظر پیش کر رہا تھا۔ اس پارک کے چاروں اطراف کمرے بنے ہوئے تھے۔ ملازمہ نے ایک کمرے کے باہر رک کر دروازے کو دوبار دستک دی اور الٹے قدموں واپس چلی گئی۔ ملازمہ کے جانے کے بعد دروازے کے اوپر ایک ہرے رنگ کا نائٹ بلب روشن ہوا پھر ایک کھٹکے کی آواز سنائی۔ بالکل ویسی ہی جیسے الیکٹرک لاک کے کھولنے پر ابھرتی ہے۔

ندیم دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا جہاں حقیقتاً ایک جیتی جاگتی قیامت ہمارے استقبال کو موجود تھی۔ کمرے میں ایک طرف نہایت خوبصورت مسہری تھی اور دوسرے گوشے میں ایک صوفہ سیٹ اور شیشے کی گول میز موجود تھی جس پر اعلیٰ برانڈ کی شراب موجود تھی۔ غالباً" ہمارے آنے سے پہلے وہ اپنا کوئی غم غلط کرنے میں مصروف تھی۔ فرش پر اتنا دبیز قالین تھا کہ قدموں کی آہٹ بھی اس کے اندر گم ہو کر رہ گئی تھی۔ ندیم کو دیکھ کر ماہ رخ کی نشیلی آنکھوں میں ایک مخصوص اور معنی خیز سی چمک ابھری تھی۔ اس نے میری جانب دیکھتے ہوئے ندیم سے دریافت کیا۔

"آپ کی تعریف؟"

"میرے جگری دوست۔ شہباز خان۔" ندیم نے بڑی بے تکلفی سے میرا تعارف کرایا۔ "آپ چاہیں تو انہیں زاہد خشک کا نام بھی دے سکتی ہیں۔"

"تشریف رکھیے۔" ماہ رخ نے مجھے بڑی شوخ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ان نگاہوں میں مستی کے ساغر ٹکرا رہے تھے۔ "کیا شوق فرمائیں گے آپ۔" اس نے ہمارے بیٹھنے کے بعد بطور خاص میری طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اگر زحمت نہ ہو تو صرف ایک کپ کافی۔" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ میں حتی الامکان یہی کوشش کر رہا تھا کہ اس کی طرف سے غور سے نہ دیکھوں اس لیے کہ وہ اس وقت ایسے ڈریسنگ گاؤن میں تھی جو اس کی قیامت انگیز اور بھرپور شخصیت کو اور دو آتشہ کر رہا تھا۔ ندیم نے مجھے اس کی عمر تیس سال بتائی تھی لیکن وہ جسمانی اور ظاہری رکھ رکھاؤ سے بے حد کم سن نظر آ رہی تھی۔

"یہ ابھی تک اس نعمت سے محروم ہیں۔" ندیم نے مسکرا کر جواب دیا۔

"اوہ۔" ماہ رخ نے ایک بار پھر مجھے نظر بھر کر دیکھا پھر آہستہ سے بولی۔ "کیا میرے کہنے پر بھی آپ اپنی توبہ نہیں توڑیں گے۔"

"یہ پتھر ہے اسے جونک لگنی مشکل ہے۔" ندیم نے کہا۔

"آج ادھر کا راستہ کیسے بھول گئے۔" ماہ رخ نے ندیم کے لیے گلاس تیار کر کے اس کی طرف بڑھایا پھر انٹر کام کا ایک بٹن دبا کر کسی کو میرے لیے کافی کا آرڈر پلیس کر دیا۔

"ایک ضروری کام نکل آیا تھا۔" ندیم نے گلاس اٹھا کر اسے ماہ رخ کے ہاتھ میں دبے ہوئے خوش قسمت جام سے ہلکے سے ٹکرایا پھر ایک ہی گھونٹ میں آدھا گلاس ختم کرتے ہوئے بولا۔ "ایک ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس ہیں مسٹر سراج۔ بڑا ایماندار آفیسر ہے لیکن آج کل وہ ہمارے دوست پر کچھ زیادہ مہربان ہونے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"کیا چاہتے ہو؟" ماہ رخ نے اپنا گلاس ختم کر کے دوسرا تیار کرتے ہوئے کہا۔ "کہیں دور دراز مقام پر پھنکوا دوں یا ملازمت سے برطرف کرا دوں۔"

"میرا خیال ہے کہ یہ زیادتی ہو گی۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "ضابطے کی کارروائی کرنا سراج کا حق ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ اس ایماندار شخص کو بلاوجہ میری خاطر پریشان کیا جائے۔"

"اور آپ جو دوسروں کو پریشان کر رہے ہیں۔" ماہ رخ نے ایسی نظروں سے مجھے دیکھا جیسے کوئی بلی چوہے کو پنجہ مارنے سے پہلے دیکھتی ہے پھر ایک خاص ادا سے اپنی ناگن زلفوں کو پشت کی جانب اچھالتے ہوئے بولی۔ "میرے علاوہ کوئی اور آپ کو پریشان کرے یہ بات مجھے منظور نہیں۔" ماہ رخ کے آخری جملے میں خود سپردگی کا احساس تھا۔ وہ آہستہ آہستہ بہکتی جا رہی تھی۔

"فی الحال میری درخواست ہے کہ آپ مسٹر سراج کو پریشان نہ کریں۔" میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ "اگر کبھی ضرورت پیش آئے تو میں آپ کو ضرور یاد کروں گا۔"

"آپ اور مجھے یاد کریں گے۔" اس نے میری آنکھوں میں بہت دور تک جھانکنے کی کوشش کی۔ "زہے قسمت' زہے نصیب۔"

مجھے ماہ رخ کی گفتگو سے اندازہ ہو رہا تھا کہ اس کے اور ندیم کے تعلقات کس قسم کے رہے ہوں گے ورنہ پہلی ہی ملاقات میں کسی اجنبی سے اس قدر بے تکلف ہونا کم از کم اس کے شایان شان نہیں تھا۔ اسی لمحے کافی کی ٹرے لیے ایک خوبصورت سی لڑکی اندر داخل ہوئی تو ماہ رخ قدرے سنبھل گئی۔ لڑکی کے جانے کے بعد اس نے اپنے ہاتھوں سے میرے لیے کافی تیار کی پھر میرے قریب کھسکتے ہوئے سرگوشی کی۔

"اجازت ہو تو کافی کے اس کپ میں دو چار قطرے ملا دوں۔"

"جی نہیں..... پھر کبھی سہی۔" میں نے قدرے گڑبڑا کر جواب دیا پھر کافی کا کپ اس کے ہاتھ سے لے لیا۔

"چلیے آپ نے وعدہ تو کیا۔" وہ ایک توبہ شکن انگڑائی لے کر بولی۔ "مجھے آپ کے اس "پھر کبھی" کا بڑی شدت سے انتظار رہے گا۔"

"میں تسیم کو لندن چھوڑ کر آیا ہوں۔" ندیم نے تیسرا گلاس حلق کے اندر انڈیلتے ہوئے کہا۔ "یہاں میرا قیام زیادہ دنوں نہیں ہو گا۔ اس لیے میں اپنے دوست کو آپ سے ملوانے لایا ہوں۔ مجھے قوی امید ہے کہ آپ میرے جانے کے بعد بھی ان کا خیال رکھیں گی۔"

"ایک بات تو بتاؤ۔" ماہ رخ نے ندیم کو مسکراتی نظروں سے دیکھا۔ "کیا تم آج کچھ زیادہ مہذب بننے کی کوشش نہیں کر رہے ہو۔ یہ تم نے کیا آپ..... آپ لگا رکھی ہے۔"

"سوچ لو..... " ندیم نے بے تکلفی سے کہا۔ "اگر شاہ جی کو شبہ ہو گیا تو مجھے جان بچانی مشکل ہو جائے گی۔"

"اس کی فکر کبھی نہ کرنا۔ وہ میری مٹھی میں ہے۔" ماہ رخ نے بڑے اعتماد سے کہا پھر ڈگمگاتے قدموں سے اٹھتے ہوئے ندیم سے بولی۔ "مجھے تم سے ایک بہت اہم اور ضروری بات کرنی ہے لیکن اکیلے میں۔"

ندیم خاموشی سے اٹھا پھر وہ ماہ رخ کے ساتھ کمرے سے باہر نکل گیا۔ ان کی واپسی پندرہ منٹ بعد ہوئی تھی پھر ہم جانے کے لیے اٹھے تو ماہ رخ نے خدا حافظ کرتے وقت مجھ سے بڑی گرم جوشی سے ہاتھ ملایا تھا۔ اس کے ہاتھوں کا لمس محسوس کرتے وقت مجھے ایسا ہی لگا تھا جیسے میرے وجود کے اندر بجلی کی ایک لہر سی دوڑ گئی ہو۔

"تم مجھے یہاں کس مقصد سے لائے تھے۔" میں نے واپسی میں ندیم سے پوچھا۔

"ماہ رخ سے تمہارا تعارف کرانے۔" ندیم نے کہا۔ "بڑے کام کی عورت ہے۔ ایسے لوگوں کے مراسم آڑے وقت میں بڑے کام آتے ہیں۔ تم نے سلیمان شاہ کے بارے میں ضرور سنا ہو گا لیکن ماہ رخ اس سے بھی کہیں زیادہ بااثر ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ندیم کے بارے میں سوچنے لگا جس نے اپنی جڑیں دور دور تک پھیلا رکھی تھیں۔ شاید یہی وجہ تھی جس نے اسے بہت نڈر اور بے خوف بنا رکھا تھا۔

ماہ رخ کے سلسلے میں ندیم نے جو نسخہ استعمال کیا تھا وہ اتنی جلدی زود اثر ہو گا میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ دوسرے روز میں چار بجے دفتر میں بیٹھا ایک اہم فائل کے مطالعے میں مصروف تھا کہ عارفہ نے مجھے سراج کی آمد کی اطلاع دی۔ میں نے اسے فوراً ہی اندر بلوالیا۔ سراج نے مصافحہ کے بعد میری جانب عجیب سی نگاہوں سے دیکھا۔ میں فوری طور پر اس کا مفہوم نہیں سمجھ سکا۔

"تشریف رکھیے مسٹر سراج۔"

"نہیں۔" سراج نے روکھے لہجے میں جواب دیا۔ "میں اس وقت ذرا جلدی میں ہوں۔"

"پھر۔۔۔" میں نے اسے وضاحت طلب نگاہوں سے دیکھا۔ "کیا میں سمجھوں کہ ارجن کے بیان کی روشنی میں آپ مجھے حراست میں لینے آئے ہیں۔"

"جی نہیں۔" سراج نے اس بار بھی مختصراً کہا پھر ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔ "مجھے مسٹر ندیم سے یہ امید ہرگز نہیں تھی کہ وہ اتنا آگے نکل جائیں گے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"وقتی طور پر میں ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گیا ہوں۔" سراج نے سپاٹ آواز میں کہا۔ "لیکن وقت اور حالات کبھی یکساں نہیں رہتے۔ موسم کا بھی کچھ یہی حال ہوتا ہے۔ کبھی کے دن بڑے ہوتے ہیں تو کبھی کی رات۔"

"آپ کہنا کیا چاہ رہے ہیں۔"

"فی الحال آپ مسٹر ندیم سے صرف اتنا کہہ دیجیے گا کہ میرے اور ان کے درمیان اس روز آپ کے دفتر میں جو بات ہوئی تھی اسے بھول جائیں۔ اس روز حالات نے مجھے قانون کے آگے بے بس کر دیا تھا۔"

"اوہ۔" میں نے لاپروائی سے جواب دیا۔ "وہ میرا بہت گہرا دوست ہے۔ اس لیے ذرا جذباتی ہو گیا تھا۔ آپ اس کی مطلق پروا نہ کریں۔ وہ دل کا اتنا برا نہیں ہے۔"

"جی ہاں۔" سراج نے زہرخند سے جواب دیا۔ "اس کا اندازہ مجھے ہو چکا ہے۔"

"پلیز مسٹر سراج۔" میں نے مفاہمت کا انداز اختیار کیا۔ "آپ تشریف رکھیں۔ میں آپ کے لیے کافی منگواتا ہوں۔ رہا اس روز کی گفتگو کا معاملہ تو میں ندیم کی طرف سے آپ سے معافی کا خواستگار ہوں۔ آپ والد صاحب کے واقف کاروں میں سے ہیں اس لیے آپ کا احترام ویسے بھی میرے اوپر واجب ہے۔"

سراج نے کچھ سوچا۔ شاید وہ میری بات کو اپنے طویل تجربے کی کسوٹی پر پرکھ رہا تھا۔ میں نے کافی کا آرڈر دیا اور سراج کو لے کر صوفوں کی طرف چلا گیا۔ اس کے بیٹھنے کے بعد میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"میں قانونی پیچیدگیوں کو سمجھتا ہوں مسٹر سراج۔ قانون کا احترام سب پر لازم ہے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ کبھی کبھی قانون کے کسی نیچے محافظ کو فرض کی ادائیگی کے سلسلے میں اپنی اولاد کے ہاتھوں میں بھی ہتھکڑیاں پہنانی پڑتی ہیں۔ اگر ارجن کے بیان کی روشنی میں۔۔۔"

"آپ کی اطلاع کے لیے عرض کر دوں کہ ارجن اپنے بیان سے منحرف ہو گیا ہے۔"

"لیکن اس نے تو مجسٹریٹ کی موجودگی میں اپنا بیان قلم بند کرایا تھا۔" میں نے حیرت سے کہا۔

"جی ہاں مگر جیل کسٹڈی میں جانے کے بعد اس نے اپنا سابقہ بیان بدل دیا ہے۔" سراج نے صوفے پر پہلو بدلتے ہوئے جواب دیا۔ "اس کا کہنا ہے کہ اس نے محض پولیس کے ڈرائنگ روم ٹریٹمنٹ سے بچنے کی خاطر ایک فرضی بیان دیا تھا۔"

میرے ذہن میں کالکا کا تصور ابھرا۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ ارجن کے سلسلے میں وہ سب کچھ سنبھال لے گی۔ اس سے پیشتر بھی متعدد موقعوں پر کالکا میری خاطر اپنی پراسرار قوت کا مظاہرہ کر چکی تھی لیکن ارجن کے سلسلے میں اس نے کون سی قوت استعمال کی تھی؟ میں نے سوچا۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ دیوی اور دیوتاؤں نے اس کی شکتی چھین لی ہے۔ کیا کالکا نے مجھ سے جھوٹ بولا تھا؟ یا ابھی اس کے پاس اتنی قوت باقی تھی کہ وہ میرے لیے کچھ کر سکتی؟

"آپ کس سوچ میں گم ہو گئے مسٹر شہباز؟" سراج نے مجھے ٹوکا تو میں نے جلدی سے بات بناتے ہوئے کہا۔

"کیا ارجن کے بیان کی تبدیلی میں ندیم کا کوئی ہاتھ ہے۔"

"آپ نے اس بات کا اندازہ کس طرح لگایا؟" اس کی نگاہوں میں تجسس ابھر آیا۔

"کیوں؟ کیا آپ نے ابھی چند منٹ پہلے یہ نہیں کہا تھا کہ آپ وقتی طور پر ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہوئے اور۔۔۔"

"وہ اور بات تھی۔" سراج نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے وضاحت کی۔ "دراصل مجھے اوپر سے یہ کہا گیا تھا کہ میں کچھ معزز قسم کے لوگوں سے بلاوجہ الجھ رہا ہوں۔ آپ سمجھ رہے ہوں گے کہ اس قسم کی فون کال کا مقصد کیا ہو سکتا ہے۔"

"آئی سی۔" میں نے انجان بن کر کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ یہ محض آپ کی سوچ ہو۔ میں ندیم کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ کم از کم وہ اپنے سلسلے میں اوپر تک جانے کے اصول کو پسند نہیں کرتا۔

کسی آڈ (ODD) سچویشن کو ہینڈل کرنے کے لیے اس کے پاس اور بھی بہت سے ذرائع ہیں۔"

کافی آجانے سے کچھ دیر کے لیے گفتگو کا سلسلہ منقطع ہو گیا پھر ملازم کے جانے کے بعد میں نے کافی تیار کرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"میرا خیال ہے آپ غلط انداز میں حالات کا تجزیہ کر رہے ہیں۔ تحفظ کی ضرورت مجرم پیشہ افراد کو ہوتی ہے اور مجھے ان دونوں زمروں میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔" میں نے کافی کا کپ سراج کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔ "میں خود اپنا دفاع کرنا جانتا ہوں مسٹر سراج۔"

"ایک بات پوچھوں مسٹر شہباز۔"

"پوچھیے۔"

"کیا آپ مسٹر سلیمان شاہ سے کبھی ملے ہیں۔"

سراج نے مجھے کریدنے کی کوشش کی تو میں ایک لمحے کے لیے چونکا پھر بڑی خوبصورتی سے بات بناتے ہوئے بولا۔

"نام ضرور پڑھا ہے اخباروں میں لیکن کبھی دوبدو ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔"

"مجھے اوپر سے جو کال ملی ہے اس میں سلیمان شاہ کا حوالہ بھی دیا گیا تھا۔" سراج نے کسی گھاگ پولیس افسر کی طرح میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ کے دوست مسٹر ندیم ان سے واقف ہوں؟"

"یہ بات آپ اتنے وثوق سے کس طرح کہہ سکتے ہیں۔" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"مسٹر ندیم جس کاروبار سے وابستہ ہیں اس میں بڑی مچھلیوں کا عمل دخل کچھ زیادہ ہی ہوتا ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔" میں نے غیر یقینی انداز میں جواب دیا۔ "لیکن ندیم نے مجھ سے کبھی سلیمان شاہ کے بارے میں کوئی گفتگو نہیں کی لیکن ون منٹ۔ کیا آپ کو اوپر سے معزز لوگوں کو پریشان کرنے کے سلسلے میں جو کال موصول ہوئی تھی اس میں ندیم کا نام بھی درمیان میں آیا تھا۔"

"جی نہیں۔" سراج نے کافی کا آخری گھونٹ حلق کے نیچے اتارتے ہوئے کہا۔ "کسی کا نام ظاہر نہیں کیا گیا تھا لیکن پھر بھی مجھے یقین ہے کہ میں پچھلے دو دنوں میں مسٹر ندیم کے سوا اور کسی معزز شخصیت سے نہیں ملا۔ اس لیے میں اپنی سوچ میں حق بجانب ہوں۔"

"میں آپ کی کسی ذاتی سوچ پر قدغن نہیں لگا سکتا لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ ندیم اس بات سے پوری طرح واقف ہے کہ دریا میں رہ کر مگرمچھ سے بیر لینا ہمیشہ خطرناک ہوتا ہے۔"

"میں اب اجازت چاہوں گا۔" سراج نے میری بات کا کوئی جواب دیے بغیر اٹھتے ہوئے کہا پھر خاموشی سے ہاتھ ملا کر واپس چلا گیا۔ میں اس کے تیور بھانپ رہا تھا۔ جاتے وقت اس نے مجھے جن نگاہوں سے دیکھا تھا اس کا مفہوم میری سمجھ میں یہی آیا تھا کہ اس نے وقتی طور پر اپنی شکست تسلیم کر لی ہے لیکن کسی مناسب موقع پر وہ ندیم پر ہاتھ ڈالنے سے گریز بھی نہیں کرے گا۔

سراج کے بعد میں نے ندیم کو فون کر کے حالات سے آگاہ کیا تو اس نے بڑی لاپروائی سے جواب دیا۔

"تمہارے یہ سراج صاحب شاید میرے سلسلے میں ابھی تک کسی غلط فیملی (غلط فہمی) کا شکار ہیں۔ جس روز بھی انہوں نے ایک پولیس آفیسر کی حیثیت سے میرے کیسینو کی جانب نظر اٹھائی وہ ان کی ملازمت کا آخری دن ہو گا۔ یہ رعایت بھی صرف تمہاری وجہ سے دے رہا ہوں ورنہ میں جو نیک کام انجام دے رہا ہوں اس میں مداخلت کرنے والوں کے لیے صرف ایک ہی حکم دیتا ہوں۔ بزان۔"

"نہیں۔" میں نے سنجیدگی سے ندیم کو سمجھانے کی کوشش کی۔ "تم سراج کے وہ معاملے میں کسی فارسی ترکیب کا استعمال نہیں کرو گے۔ اس لیے کہ اس کے تعلقات والد صاحب سے تھے۔ اور یوں بھی وہ ایک ایماندار اور فرض شناس پولیس آفیسر ہے۔"

"میرا فلسفہ تمہاری سوچ سے ذرا مختلف ہے۔" ندیم نے استہزائیہ لہجے میں جواب دیا۔ "ہر شخص اپنے پروفیشن میں بڑی ایمانداری اور دیانتداری سے کام لیتا ہے۔ جو لوگ رشوت لیتے ہیں وہ بھی اس زمرے میں آتے ہیں اس لیے کہ ایک طے شدہ رقم کی وصولیابی کے بعد وہ بھی بڑی ایمانداری سے اپنا وعدہ نبھاتے ہیں۔ ان کے مقابلے میں وہ لوگ ضرور بددیانتی کے مرتکب ہوتے ہیں جو ایک طرف تو سودا طے کرتے ہیں اور دوسری طرف کرپشن کی روک تھام کرنے والی ایجنسی کو باخبر کر دیتے ہیں۔ اگر میں اینٹی کرپشن کے محکمے میں ہوں تو سب سے پہلے اسی کی گردن کی پیمائش کرتا جو کسی کی شکایت لے کر میرے پاس آتا۔ اس لیے کہ کرپشن کی تحریک ہمیشہ اسی کی جانب سے ہوتی ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

"میرا خیال۔" میں نے ندیم کی انوکھی منطق پر مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "اگر میرا تعلق شعبہ تعلیم سے ہوتا تو میں دوسرے لازمی مضامین کے ساتھ کرمنالوجی کو بھی اختیاری مضمون ضرور قرار دیتا تاکہ تم اس میں پی ایچ ڈی کی سہولت سے فیضیاب ہو سکتے۔"

"لیکن میں نے جو یونیورسٹی کیسینو کی شکل میں قائم کر رکھی ہے اس میں سوائے کرمنالوجی کے اور کسی مضمون کی دخل اندازی کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور اس میں صرف ان ہی افراد کو داخلہ ملتا ہے جو مارد یا مرجاؤ کے مضمون میں پہلے سے

ڈائریکٹ کر چکے ہوتے ہیں۔"

"میرا ایک مشورہ مانو گے۔"

"کیا؟"

"اپنی زندگی میں ہی ایک وصیت نامہ تیار کرالو جس کی رو سے (خدانخواستہ) مرنے کے بعد تمہاری کھوپڑی کو آکسفورڈ یونیورسٹی میں رکھ دیا جائے تاکہ ماہرین قانون اس پر ریسرچ کر سکیں۔"

"تمہارا مشورہ خاصا نیک ہے۔ وقت ملا تو کبھی اطمینان سے بیٹھ کر اس پر بھی غور کروں گا۔" ندیم نے بے حد سنجیدگی سے کہا پھر موضوع بدل کر بولا۔ "آج شام کو دفتر سے اٹھنے کے بعد تمہارا کیا پروگرام ہے؟"

"کوئی خاص نہیں۔ کیوں؟"

"رات کو میری طرف آجاؤ۔ میں نے آج کچھ مخصوص وہیل (WHALE) ٹائپ کی بڑی مچھلیوں کی بے حد پرزور فرمائش پر ایک مصری رقاصہ کا اسپیشل شو ارینج کیا ہے جہاں کسی نامحرم کے داخلے کی اجازت نہیں ہوگی۔" ندیم نے کہا۔ "اس قید و بند سے آزاد شو کو دیکھنے کے بعد اگر تم چاہو تو اس پر کوئی تھیسس (THESIS) بھی لکھ سکتے ہو۔ راتوں رات پی ایچ ڈی نہ سہی لیکن شہرت کے بام عروج تک ضرور پہنچ جاؤ گے۔"

"بخشو بی بلی چوہا لنڈورا ہی بھلا۔" میں نے بے تکلفی سے کہا۔ "مجھے زاہد خشک ہی رہنے دو۔"

"سوچ لو.... ایسے موقع بار بار نہیں آتے۔"

"کیا نسیم کو بھی تمہاری ان نجی مصروفیات کا علم ہے۔"

"نہیں۔ میں کاروبار اور گھریلو معاملات کو ایک دوسرے سے خلط ملط کرنے کے اصول کے خلاف ہوں۔"

"اور اگر کسی گھر کے بھیدی نے مخبری کردی تو؟"

"مجھے یقین ہے کہ تم ایسی حرکت نہیں کرو گے۔ اور کوئی دوسرا کم از کم نسیم سے اس موضوع پر گفتگو کرنے کی جرات بھی نہیں کر سکتا۔"

"تم جانو اور تمہاری مصروفیات۔" میں نے اپنے جملے کے اختتام کے ساتھ ہی ریسیور رکھ دیا۔ اس کے بعد میں اٹھنے کی تیاری کر رہا تھا کہ ڈائرکٹ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ریسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔ "شہباز اسپیکنگ"

"آج کل بڑی اونچی ہواؤں میں اڑ رہے ہو۔" دوسری جانب سے موہنی کی آواز ابھری۔

"فون کرنے کا مقصد بیان کرو۔" میں نے حقارت سے کہا۔

"کاکا کی شکتی پر اب بھروسا کرنا چھوڑ دو۔ وہ ارجن کا بیان تو بدلوا سکتی ہے لیکن میری راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں پیدا کر سکتی۔"

"کیا تم نے صرف یہی کہنے کی خاطر فون کیا ہے۔"

"نہیں۔" موہنی سرد لہجے میں کہا۔ "تم نے کومل ورما کے گھر کو آگ لگا کر اچھا نہیں کیا۔"

"وہ حرکت میری نہیں تھی۔" میں نے صفائی پیش کی۔

"میں جانتی ہوں لیکن تمہارے دوست نے جو کچھ کیا ہے تمہاری ہی سہائتا کے کارن کیا ہے۔ اس لیے اس کی سزا بھی تمہیں ہی بھگتنی پڑے گی۔"

"کیا مطلب؟"

"جتنی جلدی ممکن ہو گھر پہنچنے کی کوشش کرو۔" دوسری جانب سے بڑے سفاک لہجے میں جواب ملا۔ "چاہو تو دو چار فائر بریگیڈ کی گاڑیاں بھی منگوا لو لیکن اب تمہیں اپنے گھر کی جگہ صرف راکھ کا ڈھیر ہی نظر آئے گا اور وہ لاشیں جو جل بھن کر تمہارے پہنچنے تک کوئلہ کا روپ دھار چکی ہوں گی۔"

"نہیں۔" میں غصے سے چیخا پھر میں نے ریسیور کو ایک طرف ڈالا اور دیوانوں کی طرح بیرونی راستے کی جانب لپکا۔

مجھے یقین تھا کہ میں جس انداز میں کسی چوٹ کھائے ہوئے درندے کی مانند بھاگتا ہوا دفتر سے نکلا تھا اس نے خود میرے عملے کو بھی میری صحیح الدماغی پر شبہ کرنے میں مبتلا کر دیا تھا لیکن اس وقت مجھے کسی بات کی پروا نہیں تھی۔ موہنی نے فون پر مجھے جو اطلاع دی تھی اسے سن کر شاید پاگل ہی ہوگیا تھا۔

گاڑی کھلی سڑک تک لانے میں بھی میں نے دیوانگی ہی کا ثبوت دیا تھا پھر اس کے بعد میرا سیدھا پیر پوری شدت سے ایکسیلیٹر کو نیچے کی جانب دباتا چلا گیا۔ گاڑی ہوا سے باتیں کر رہی تھی۔ میں نے ہارن پر مستقل ہاتھ جما رکھا تھا جس کی وجہ سے لوگ میرے لیے راستہ صاف کرنے پر مجبور ہوگئے۔ ایک سگنل پر اچانک گرین لائٹ سرخ میں تبدیل ہوگئی لیکن اس وقت مجھے دنیا کے کسی قانون کی کوئی فکر نہیں تھی۔ میری گاڑی نے پشت کی جانب سے ایک ہچکولا کھایا تھا۔ شاید کسی گاڑی نے مجھے ہٹ کیا تھا۔ میری گاڑی بس ایک ثانئے کو لہرائی لیکن میں نے اس پر قابو پالیا۔ راستے میں کئی سگنل درمیان میں آئے۔ نہ جانے کتنے ٹریفک کانسٹیبلوں نے مجھے روکنے کی خاطر سیٹیاں بجائی تھیں۔ میں اس وقت اپنی سرزمین پر تھا جہاں ٹریفک کی خلاف ورزی کو روکنے کی خاطر ابھی تک کوئی موثر نظام وضع نہیں ہوا تھا۔ اسٹیٹس میں ہوتا تو اب تک کئی پٹرولنگ کاریں میرے تعاقب میں سائرن بجاتی ہوئی دوڑ رہی ہوتیں۔

میرے ذہن میں ایک ہیجان بپا تھا۔ میرے دماغ کی اسکرین پر کئی سوالات ابھر رہے تھے۔

"کومل ورما کے مکان کو ندیم کے آدمیوں نے میرے علم میں لائے بغیر راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر دیا تھا پھر اس کا انتقام مجھ سے کیوں لیا گیا؟"

"کیا وہ پراسرار طاقتیں ندیم کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھیں؟ یا جان بوجھ کر صرف مجھے اپنا نشانہ بنائے ہوئے تھیں؟"

"موہنی اگر بدروح تھی تو پھر مجھے فون کس طرح کرتی تھی؟"

زندگی میں پہلی بار میرے دل میں ندیم کے خلاف بھی بڑی شدت سے نفرت کا جذبہ ابھرا تھا شاید اس لیے کہ اس کے مقابلے پر میری ماں کی زندگی کا مسئلہ درپیش آگیا تھا اگر وہ کومل ورما کے مکان کو نہ اڑاتا تو شاید وہ جوابی کارروائی نہ ہوتی جس کی اطلاع نے مجھ پر دیوانگی کی کیفیت طاری کر دی تھی۔ مجھے اس وقت کچھ بھائی نہیں دے رہا تھا۔ مجھے اپنے اردگرد دوڑتی بھاگتی گاڑیاں بڑی حقیر نظر آرہی تھیں۔ میں ان کے سیلاب سے بچتا بچاتا تیز رفتاری کے تمام ریکارڈ توڑتا ہوا گھر کی طرف جا رہا تھا۔ ماں کی زندگی اور موت کے تصور نے مجھ پر ایک وحشت سی طاری کر رکھی تھی۔ میں باپ کی ہولناک موت دیکھ چکا تھا۔ اب نادیدہ قوتوں نے میری معصوم ماں کو نشانہ بنانے کی کوشش کی تھی۔

گھر جیسے جیسے نزدیک آتا جا رہا تھا میرے دل کی دھڑکنوں میں بتدریج اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ میرے دماغ میں اس وقت بڑے خطرناک منصوبے گونج رہے تھے۔ مجھے کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ میری بینائی سلامت تھی لیکن فون پر ملنے والی اطلاع نے شاید وقتی طور پر میرے اعصاب کو بالکل معطل کر دیا تھا۔ میں اب اپنے گھر سے بمشکل سو گز کے فاصلے پر تھا جب کاکا کی مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"سنبھلو شہباز' دوسرے روڈ سے ایک ٹرک بھی آرہا ہے' اگر تم نے رفتار کم نہ کی تو کسی ہولناک حادثے سے دوچار ہو سکتے ہو۔"

"دفع ہو جاؤ میرے پاس سے۔" میں نے حقارت سے کہا۔

"زندگی کے حادثے میری ماں کی جان سے زیادہ قیمتی نہیں ہیں۔"

"تم اپنی ماں کی فکر نہ کرو۔ وہ خیریت سے ہے۔"

"نہیں۔" میں نے بدستور نفرت کا اظہار کیا۔ "تم شاید مجھے بہلانے کی کوشش کر رہی ہو۔"

"میری بات کا وشواس کرو شہباز۔" کالکا نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں تمہارے گھر کو تو نہیں بچا سکی لیکن تمہاری ماں کو میں نے اس حادثے سے پہلے ہی وہاں سے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔"

"کیا تم ٹھیک کہہ رہی ہو؟" میں نے گاڑی کی رفتار کم کر دی۔ کالکا نے غلط نہیں کہا تھا۔ مین روڈ سے گزرنے والے اس لوڈنگ ٹرک کی رفتار بھی خاصی تیز تھی جس کے بارے میں کالکا نے مجھے خبردار کیا تھا اگر میں نے اپنی اسپیڈ کم نہ کی ہوتی تو شاید ماں کی خیریت معلوم کرنے سے پیشتر ہی عالم بالا کی طرف روانہ ہو جاتا۔ میں بال بال بچا تھا۔

"شہباز۔" کالکا کے لہجے میں شکوہ تھا۔ "کیا اب تمہیں اپنی کالکا رانی پر بھی اعتبار نہیں رہا۔"

"موہنی کی بدروح نے کہا تھا کہ تم اپنی قوتیں کھو دینے کے بعد اب اس کی راہ کی رکاوٹ نہیں بن سکتیں۔"

"سمے سمے کی بات ہے۔" کالکا نے ایک سرد آہ بھری۔ "یہ کسی حد تک ٹھیک ہے کہ دیوی دیوتاؤں نے میری کچھ شکتیاں چھین لی ہیں لیکن ہمیشہ ایسا نہیں ہوگا۔ موہنی نے آج جو کچھ کہا ہے، کل اسے اس کی سزا ضرور بھگتنی پڑے گی۔"

"مجھ سے کل کی نہیں آج کی بات کرو۔" میں نے تیزی سے پوچھا۔ "اس وقت میری ماں کہاں ہے؟"

"میں نے تمہارے مکان میں آگ لگنے سے پہلے ہی تمہاری ماں کو پڑوس میں بھیج دیا تھا۔ وہ اس وقت ڈاکٹر خان کے گھر پر ہے۔"

"اگر تم سچ کہہ رہی ہو تو تمہارا یہ احسان کبھی نہ بھولوں گا۔"

"دوستوں کے بیچ احسان نہیں ہوتا شہباز۔" کالکا نے تاسف کا اظہار کیا۔ "مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ تمہارا عالیشان مکان نہیں بچا سکی۔"

"جہنم میں گیا مکان۔ مجھے اس سے زیادہ ماں کی زندگی کا خیال ہے۔"

میرے مکان کے سامنے لوگوں کا ایک ہجوم اکٹھا تھا۔ میرا گھر جل رہا تھا اور لوگ تماشائی بنے دور کھڑے آسمان سے باتیں کرتے ہوئے شعلوں کا تماشا دیکھ رہے تھے البتہ دو فائر بریگیڈ کی گاڑیاں آگ پر قابو پانے کی بھرپور کوشش کر رہی تھیں۔ میں نے ایک بار پھر غصے سے ہارن بجانا شروع کیا اور راستہ بناتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا لیکن پھر مجھے گاڑی روک دینی پڑی۔ ہجوم اتنا زیادہ تھا کہ اب میرے لیے مزید آگے جانے کی گنجائش نہیں تھی۔ میں تیزی سے دروازہ کھول کر باہر نکلا تو میری نظر سراج پر پڑی۔ بوکھلایا سا نظر آرہا تھا۔ اس کے عملے کے افراد ہلکا لاٹھی چارج کر کے مجمع کو دور ہٹانے کی کوشش میں مصروف تھے جو فائر بریگیڈ کے عملے کی کارکردگی کو متاثر کر رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر سراج تیزی سے میری سمت آیا۔

"میں دو بار آپ کو فون کر چکا ہوں لیکن دفتر سے یہی جواب ملا کہ آپ نکل چکے ہیں۔"

"آپ کو اس حادثے کی اطلاع کس نے دی تھی؟" میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے دریافت کیا۔

"موہنی کی بدروح نے۔" سراج نے کہا پھر بولا۔ "آپ کے دوست مسٹر ندیم شاید اس حادثے کی وجہ سے اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھے ہیں۔"

"کیا مطلب۔" میں چونک اٹھا۔

"وہ جلتی ہوئی آگ میں کوٹھی کے اندر جانے کی کوشش کر رہے تھے۔ ہم نے انہیں بمشکل قابو کیا ہے۔"

"اس وقت وہ کہاں ہے۔"

"وہ پوری طرح محفوظ ہیں، لیکن ابھی تک خود کو پولیس کے نرغے سے چھڑا کر بھڑکتی آگ سے خطرناک شعلوں کی طرف جانے کی بھرپور کوشش کر رہے ہیں۔"

"آپ اس کا خیال رکھیں۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

میں مجمع کو چیرتا پھاڑتا ڈاکٹر خان کی کوٹھی کی طرف لپکا جو میری رہائش گاہ سے دو بنگلے چھوڑ کر واقع تھی۔ راستے میں میرے کچھ اور بھی پڑوسی اور واقف کار ملے۔ وہ مجھ سے ہمدردی کرنا چاہتے تھے لیکن میں نے ان کی کوئی بات نہیں سنی۔ ڈاکٹر خان کی کوٹھی کا صدر پھاٹک بند تھا لیکن ان کے گارڈ نے مجھے دیکھ کر دروازہ کھول دیا۔ میں روش پر دوڑتا ہوا آگے جا رہا تھا لیکن پھر جیسے اچانک کسی نے میرے قدموں کی قوت چھین لی۔ میں نے دور سے ماں کو ڈاکٹر خان کی فیملی کے ساتھ دیکھا تو بھاگتے بھاگتے ایک دم سے سجدہ ریز ہو گیا۔ میرا مکان دوزخ جیسی آگ کی لپیٹ میں تھا لیکن میری جنت بالکل محفوظ تھی۔

میں زمین پر سر رکھے پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا۔ بڑی عاجزی، انکسار اور رقت بھرے انداز میں اس رب العزت کا شکر ادا کر رہا تھا جس نے مجھے ماں کے سائے سے محروم ہونے سے بچا لیا تھا۔ میری آہ و زاری ہچکیوں میں تبدیل ہو رہی تھی جب کسی نے میرے شانوں پر ہاتھ رکھا۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ ڈاکٹر خان میرے قریب کھڑے تھے۔ میں جلدی سے اٹھا اور بڑے جذبے سے ان سے لپٹ گیا۔ میری سسکیاں بدستور جاری تھیں۔

"صبر سے کام لیں مسٹر شہباز۔" ڈاکٹر خان نے میری پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "خدا کا شکر ادا کریں آپ کی والدہ تو سلامت ہیں۔"

"یہ آنسو اسی خوشی کی علامت ہیں۔" میں نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں اپنی ماں کی زندگی کی خاطر ایسی ایسی سینکڑوں عمارتوں کو قربان کر سکتا ہوں۔"

پھر میری ماں میرے قریب آئیں تو میں بے اختیار ان سے لپٹ گیا۔ ماں کا قرب اور اس کے وجود کی ٹھنڈک میرے لیے بڑی فرحت بخش تھی۔ میں بڑی دیر تک ان سے لپٹا کھڑا رہا۔

"شہباز بیٹے۔" ماں نے بڑے حوصلے سے کہا۔ "ہمت سے کام لو۔ میں جانتی ہوں کہ اس وقت تمہارے دل پر کیا گزر رہی ہوگی۔"

"آپ کا اندازہ غلط ہے امی۔" میں نے جواب دیا۔ "مجھے مکان جل جانے کا کوئی افسوس نہیں۔ میں اسے اپنا نقصان نہیں بلکہ آپ کی قیمتی زندگی کا صدقہ سمجھ رہا ہوں۔"

"خدا جو کرتا ہے انسان کی کوئی نہ کوئی بھلائی ضرور اس میں مضمر ہوتی ہے۔" اس بار ماں کے لہجے میں حسرت تھی۔ "مجھے بھی مکان کے جلنے کا کوئی افسوس نہیں لیکن اس سے بہت ساری یادیں بھی وابستہ تھیں۔"

"میں سمجھ رہا ہوں آپ کے دل کی کیفیت لیکن ذرا سوچیے امی، جس وقت مجھے مکان میں آگ لگنے کی اطلاع ملی تھی اس وقت میرے دل پر کیا گزری ہوگی۔" میں نے ماں کو سمجھانے کی کوشش کی۔ "یادوں کا تعلق مکان سے نہیں دل کی دھڑکنوں اور ذہن میں اٹھنے والی لہروں سے ہوتا ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن کچھ نشانیاں ایسی بھی ہوتی ہیں جو ایک بار مٹ جائیں تو دوبارہ نہیں بن سکتیں۔"

"آپ میرا منہ دیکھیے امی حضور۔" میں نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔ "اگر آپ نے ہمت ہار دی تو میں ٹوٹ کر بکھر جاؤں گا۔ ریزہ ریزہ ہو جاؤں گا۔"

"خدا نہ کرے۔" ماں کی ممتا تڑپ اٹھی۔ "کیوں ایسی بری فعل زبان پر لا رہے ہو۔"

"پھر آپ مجھ سے وعدہ کریں امی آپ صرف اور صرف میرے لیے زندہ رہیں گی۔"

ماں نے جواب میں بڑی شفقت سے میرے بازو تھپتھپائے۔ ظاہراً انہوں نے خود کو سنبھال لیا تھا لیکن میں ان کے دل کی کیفیت سمجھ رہا تھا۔ جو مکان جل چکا تھا اس سے ان کی زندگی کی ایک طویل داستان وابستہ تھی۔ مجھے احساس تھا کہ زخم بھرنے میں کچھ وقت ضرور لگتا ہے۔ اینٹ اور گارے سے تعمیر کی ہوئی عمارتیں بڑی بے جان ہوتی ہیں۔ ان کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ انہیں بار بار توڑ کر دوبارہ بنایا جا سکتا ہے لیکن ان یادوں اور لمحوں کو دوبارہ تعمیر نہیں کیا جا سکتا جو انسان کے وجود سے چمٹ کر رہ جاتی ہیں۔

دنیا میں ہر چھوٹے بڑے انسان میں آگے بڑھنے کی جبلت ہوتی ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ وہ زندگی کے جینے کے ڈھنگ بدلتا رہتا ہے۔ ایک مکان سے دوسرے مکان میں منتقل ہوتا رہتا ہے۔ ترقی کی دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کا جذبہ ایک فطری عمل ہے۔ جو لوگ گاؤں میں رہتے ہیں نقل مکانی کر کے شہروں میں آجاتے ہیں جہاں ان کی زندگی زیادہ آرام و آسائش سے گزرتی ہے لیکن وہ "رہٹ" کی آواز اور آموں کے درخت پر پڑے جھولوں کی یاد کو کبھی فراموش نہیں کرتا۔ کوئی نہ کوئی لمحہ، کوئی پل ہر انسان کو ماضی کی طرف ضرور لے جاتا ہے۔

رشتے اور ناتے بھی اسی طرح ٹوٹنے کے لیے قائم ہوتے ہیں۔ مرنے والوں کو موت کے سرد اور بے رحم ہاتھوں سے کوئی نہیں بچا سکتا لیکن موت بھی اپنی جگہ بے بس ہوتی ہے۔ وہ کسی کی روح تو قبض کر سکتی ہے لیکن مرنے والے کی یاد کو دوسروں کے دلوں سے نہیں مٹا سکتی۔ کبھی کبھی ہوا کا ایک جھونکا بھی بھولی بسری یادوں کو تازہ کر دیتا ہے۔ اس وقت ماں کے دل کی بھی یہی کیفیت تھی۔ وہ شاید گزری ہوئی باتوں کو یاد کر رہی تھیں۔ ان چیزوں کو یاد کر رہی تھیں جن سے کبھی ان کے مانگ کی افشاں جھلملاتی تھی۔ میں ان کی ڈبڈبائی آنکھوں میں بہت کچھ دیکھ رہا تھا۔ ان کی نگاہیں بار بار ان شعلوں کی طرف اٹھ رہی تھیں جو ان کے نشیمن کو جلا کر راکھ کرنے کے بھیانک رقص میں محو تھے۔

"امی۔" میں نے انہیں دوبارہ مخاطب کیا۔ "آپ کس سوچ میں گم ہیں۔"

"کچھ نہیں۔ کچھ بھی تو نہیں۔" انہوں نے میرے دل کو دلاسہ دینے کی خاطر کہا۔

"ذرا سوچیے امی اگر گھر میں آگ لگنے کی خبر سن کر مجھے راستے میں کوئی خطرناک حادثہ پیش آجاتا تو آپ کو کس بات کا غم زیادہ ہوتا۔ میرے زخمی ہونے کا یا گاڑی کی تباہی کا۔"

"خدا نہ کرے ایسا بھی ہو۔" ماں نے پھر مجھے کلیجے سے لگا لیا۔

اسی وقت سراج بھاگتا ہوا کوٹھی کے اندر داخل ہوا۔ اس کا پورا جسم پسینے میں شرابور ہو رہا تھا۔

"شہباز صاحب۔" اس نے تیزی سے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "آپ ہی چل کر مسٹر ندیم کو سمجھائیے۔ وہ ہمارے قابو سے باہر ہو رہے ہیں۔"

"کیا ہوا ندیم کو۔" امی نے پوچھا۔

"ان کا خیال ہے کہ شاید آپ بھی آگ کے شعلوں کے درمیان گھری ہوئی ہیں۔" سراج نے بڑے ادب سے کہا۔ "انہیں ہماری بات کا یقین نہیں آرہا ہے۔ ان پر دیوانگی کی کیفیت طاری ہے۔"

میں امی کو چھوڑ کر سراج کے ساتھ باہر آگیا۔ سراج نے غلط بیانی سے کام نہیں لیا تھا۔ ندیم کو سات آٹھ پولیس والوں

نے پکڑ رکھا تھا لیکن وہ خود کو ان کی گرفت سے چھڑانے کی خاطر تڑپ رہا تھا۔ مچل رہا تھا۔ اس جدوجہد میں اس کی قمیص تار تار ہو چکی تھی۔ وہ ان پولیس والوں کو مغلظات سنا رہا تھا جو کسی جونک کی مانند لپٹے ہوئے تھے۔ ندیم چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔

"حرامزادو۔ خدا کے لیے مجھے چھوڑ دو۔ ان شعلوں کے اندر میری ماں میرا انتظار کر رہی ہوگی...... کتے پلو' اگر میری ماں کو کچھ ہوگیا تو میں تم لوگوں کو چن چن کر ماروں گا۔ پورے شہر میں آگ لگا دوں گا۔ سب کچھ جلا کر راکھ کردوں گا۔ چھوڑ دو.... کتے ' میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں۔ مجھے مت روکو۔ جانے دو مجھے۔"

ندیم کی حالت دیکھ کر میں ششدر رہ گیا۔ وہ میرا رشتہ دار نہیں تھا۔ ایک کلاس فیلو تھا۔ دوست تھا لیکن اس کے وجود کے اندر کسی اولاد ہی کی طرح خون کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ اس کی حالت خاصی غیر ہو چکی تھی۔ چیختے چیختے اس کا گلا بیٹھنے لگا تھا۔ میں اس کے سامنے گیا تو جیسے اس پر ایک دم سکتہ طاری ہوگیا۔ وہ مجھے پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ شاید مجھے پر سکون دیکھ کر اسے اپنی بینائی پر شبہ ہو رہا تھا۔ میں اس کے اور قریب چلا گیا۔

"تم...." اس نے مجھے دیوانوں کی طرح گھورتے ہوئے کہا پھر دھاڑیں مار کر بچوں کی طرح رونے لگا۔ اس کی زندگی کا وہ رخ میرے لیے بالکل نیا تھا۔ میرے دل میں اس کی محبت کی جڑیں کچھ اور مضبوط ہوگئیں۔

"پریشان مت ہو ندیم۔" میں نے اسے لپٹا کر یقین دلانے کی کوشش کی۔ "امی زندہ ہیں۔"

"زندہ ہیں۔" اس پر یکلخت شادیِ مرگ کی کیفیت طاری ہوئی تو اس کی قوت مدافعت جواب دے گئی۔

"سنبھلو ندیم۔ میں تم سے سچ کہہ رہا ہوں۔" میں نے اسے پکڑ کر جھنجوڑا لیکن وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ میں نے اسے سراج اور ایک دو پولیس والوں کی مدد سے اٹھا کر جلدی سے گاڑی میں ڈالا پھر سراج سے کہا۔ "آپ امی کو بتا دیں کہ ندیم کی حالت ٹھیک ہے لیکن میں اسے فوری طور پر سکون رکھنے کی خاطر ہسپتال لے جا رہا ہوں۔"

پچھلی نشست پر ایک سپاہی سراج کے اشارے پر بیٹھ گیا۔ اس نے ندیم کا سر اپنی گود میں رکھ لیا تھا۔ میں نے تیزی سے گاڑی موڑی اور ہجوم کو چیرتا پھاڑتا کسی سڑک پر آگیا۔ ہسپتال پہنچنے تک ندیم بے ہوشی ہی کی کیفیت سے دو چار رہا۔ ڈاکٹروں نے فوری طور پر اس کا معاینہ کرنے کے بعد مجھے مطمئن کرنے کی کوشش کی۔

"پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ ان کے ذہن کو شدید شاک پہنچا ہے لیکن ایک دو گھنٹے بعد یہ دوبارہ ہوش میں آجائیں گے۔ فی الحال انہیں صرف آرام کی ضرورت ہے۔"

ڈاکٹر کے اطمینان دلانے پر مجھے قدرے سکون ملا تو میں سب سے پہلے ڈاکٹر خان کے نمبروں پر ماں کو بھی اس کی خیر اطلاع دی۔ ندیم کو بے ہوشی کی حالت میں تنہا نہیں چھو سکتا اس لیے میں کمرے میں آکر اس کے قریب ہی ایک کرسی پر نیم دراز ہوگیا۔

میرے ذہن میں ایک بار موہنی کا تصور ابھرا۔ اس نے کے سلسلے میں جو کچھ کہا تھا وہ غلط نہیں تھا۔ کالکا میرے پراسرار قوتوں کی بھڑکائی ہوئی آگ سے محفوظ نہیں رکھ سکی لیکن اس نے میری ماں کو موت کے منہ سے نکال کر جو احسان تھا وہی میرے لیے سب سے بڑا انعام تھا۔ میں ابھی ان باتوں پر غور کر رہا تھا کہ نرس نے آکر مجھے کسی کے فون کی اطلاع دی۔ میں نرس کے ساتھ ہی اٹھ کر نرسنگ کاؤنٹر پر آگیا جہاں میرے لیے کال موصول ہوئی تھی۔

"ہیلو۔" میں نے ریسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔ میرا خیال تھا وہ کال امی یا پھر سراج کی ہوگی لیکن دوسری جانب سے موہنی کی آواز سنائی دی۔

"کیوں شہباز خان۔ اب کیا خیال ہے تمہارا اپنی کالکا کے بارے میں۔"

"اس نے بہرحال میری ماں کو بچا کر مجھ پر احسان کیا ہے۔" میں نے سپاٹ آواز میں کہا۔

"ایک بار اگر شکار پر لگایا ہوا نشانہ غلط ہو جائے اور شکار سامنے ہو تو شکاری اس پر دوسری بار بھی نشانہ لگا سکتا ہے۔" موہنی استہزائیہ انداز میں بولی۔ "تمہارا کیا خیال ہے؟"

"میری ماں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟" میں نے نرسوں کی وجہ سے مدھم آواز میں کہا۔

"کومل ورما کی ماں نے تمہارے دوست کا کیا بگاڑا تھا جو اس کے گھر کے ساتھ ساتھ اسے بھی راکھ کا ڈھیر کر دیا گیا۔" اس کے لہجے میں سفاکی آگئی۔ "اب تمہیں احساس ہوگا کہ آگ اپنے شریر کو جلاتی ہے تو منش پر کیا بیتتی ہے۔"

"تم میری ماں کا خیال دل سے نکال دو' میں تمہاری ہر بات ماننے کو تیار ہوں۔" میں نے گویا اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے کہا۔ "تمہارے کہنے پر میں اپنی ماں کو لے کر اس ملک سے جانے پر بھی تیار ہوں۔"

"اتنی جلدی تمہاری کھوپڑی ٹھنڈی ہوگئی۔ تم تو بڑے گھمنڈی ہوا کرتے تھے۔" موہنی نے میرا مضحکہ اڑایا پھر سرد آواز میں کہا۔ "اب ملک چھوڑنے کا سمے بھی بیت چکا۔ اب تو کیول ایک ہی صورت ہے جو تمہیں میری شکتی سے (نجات) دلا سکتی ہے۔"

"وہ کیا۔" میں نے جلدی سے پوچھا۔

"پہلے تم اپنی ماں کا بلیدان کسی مندر میں جا کر کالی کے چرنوں میں پیش کرو پھر اپنے ہاتھ سے خود کو بھی گولی مار کر ہمیشہ کے لیے شانت کرلو۔"

"بکو مت۔" میں نے حقارت سے جواب دیا۔ "تمہاری شرط تو درکنار میں تمہاری صورت پر تھوکنا بھی گوارا نہیں کروں گا۔"

"پھر تیار رہو۔ اس بار کالکا کی شکتی تمہاری ماں کو نہیں بچا سکے گی۔"

"موت اور زندگی خدا کے ہاتھ ہے۔ یہ ایک مسلمان کا ایمان ہے۔" میں نے ٹھوس لہجے میں اسے منہ توڑ جواب دیا۔

"پھر سوچ لو شہباز خان۔ موہنی کی شکتی کے آگے تمہاری حیثیت اس کیڑے سے زیادہ نہیں ہے جسے کسی وقت بھی پیروں تلے کچلا جا سکتا ہے۔"

"اگر تمہیں اپنی گندی قوت پر اتنا ہی گھمنڈ ہے تو مجھ پر وار کرو۔"

"اس میں ابھی کچھ سمے لگے گا۔" اس نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔ "تمہارے اوپر جو چھایا ہے ابھی اس کا توڑ نہیں ہو سکا۔"

"ایک بات پوچھوں۔"

"کیا۔"

"کومل ورما کے گھر کو میرے دوست نے بم سے اڑایا تھا جس کے بارے میں مجھے پہلے سے کوئی علم نہیں تھا پھر تم مجھے اس کا ذمہ دار کیوں ٹھہرا رہی ہو؟"

"کیول اس لیے کہ تمہارے متر نے جو بھی کیا ہے وہ تمہارے کارن کیا ہے۔ اس کے علاوہ ایک بات اور بھی ہے' اگر ہم نے تمہارے متر کو بھی مار دیا تو پھر تمہاری ارتھی کو کندھا کون دے گا۔"

"اس وقت فون کرنے کا مقصد کیا تھا۔" میں نے جھنجلا کر سوال کیا۔

"کیوں۔ کیا تمہیں میری چھیڑ چھاڑ اچھی نہیں لگتی۔" اس نے پھر میرا مذاق اڑانے کی کوشش کی۔ "تم تو بہت قریب سے میرا درشن کر چکے ہو کیا میں تمہاری کالکا رانی سے زیادہ سندر نہیں ہوں۔"

"تم..." میں نے بڑی نفرت سے جواب دیا۔ "تم ایک گندی اور غلیظ روح ہو۔ تمہارا اور کالکا کا بھلا کیا مقابلہ۔"

"شہباز خان' دھرتی پر واپس آجاؤ۔ زیادہ اونچی اڑان کی کوشش مت کرو ورنہ۔"

"شٹ اپ۔" میں نے اسے جھڑک کر فون بند کر دیا۔

دو گھنٹے بعد ندیم کو دوبارہ ہوش آگیا۔ میں اس کے قریب ہی موجود تھا۔ ایک لمحے تک وہ آنکھیں کھولے یوں چھت کو تکتا رہا جیسے کوئی خواب دیکھتے دیکھتے اچانک اس کی آنکھ کھل گئی ہو پھر وہ ہڑبڑا کر تیزی سے اٹھا تھا لیکن میں لپک کر اس کے قریب پہنچ گیا۔

"لیٹے رہو۔" میں نے کہا۔ "ڈاکٹروں نے تمہیں آرام کا مشورہ دیا ہے۔"

"مم.... میں اس وقت کہاں ہوں۔"

"پریشان مت ہو۔ تم ہسپتال میں ہو اور خیریت سے ہو۔"

"اور آنٹی۔" اس نے عجیب وحشت زدہ نظروں سے مجھے گھورا۔

"وہ ڈاکٹر خان کے گھر پر ہیں۔"

جواب دینے کے بجائے وہ نڈھال ہو کر بستر پر لیٹ گیا۔ اس نے کچھ دیر تک آنکھیں بند کرلیں پھر دوبارہ میری سمت دیکھتے ہوئے بڑی خجل سی آواز میں بولا۔ "خدا کا شکر ہے کہ آنٹی بچ گئیں ورنہ میں..."

"فی الحال اپنے ذہن پر کوئی بوجھ نہ دو۔" میں نے اسے ٹوکا۔ "تمہیں صرف آرام کی ضرورت ہے۔"

"جو کچھ ہوا ہے اس کی تمام تر ذمہ داری میرے اوپر ہے۔" اس کی آواز بھرانے لگی۔ "میں تم سے بہت شرمندہ ہوں شہباز۔"

"حماقت کی باتیں مت کرو۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "تم یہاں نہ ہوتے تب بھی وہی ہوتا جو ہو چکا ہے۔ موہنی کی گندی آتما نے مجھے یہی دھمکی دی تھی کہ والد صاحب کے بعد اب میری ماں کی باری ہے۔"

"تمہارا مکان..."

"وہ اب تک جل کر راکھ ہو چکا ہوگا۔" میں نے بے پرواہی سے کہا۔ "مجھے اس کا کوئی غم نہیں ہے۔"

"آنٹی اب کہاں رہیں گی؟" اس نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"اپنے دوسرے بیٹے کے ہاں۔" میں نے اس کا مفہوم سمجھ کر جواب دیا تو اس کی آنکھوں کے گوشے بھیگنے لگے۔

"میں اب ٹھیک ہوں۔" اس نے دوبارہ اٹھنے کی کوشش کی۔ "آنٹی کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔"

"تم خاموشی سے لیٹے رہو۔" میں نے اس کے دل اور دماغ کے بوجھ کو قدرے ہلکا کرتے ہوئے جواب دیا۔ "تمہارا لباس اور حلیہ ابھی اس قابل نہیں ہے کہ تم کہیں آجا سکو۔ نرسوں کی بات اور ہے۔ ان کی زندگی میں ہر قسم کے مریض آتے جاتے رہتے ہیں لیکن مجھے ڈر ہے کہ اگر کہیں ماہ رخ نے تمہیں مجنوں کی حالت میں دیکھ لیا تو وہ یقیناً تمہاری کسی فرضی لیلیٰ سے ضرور جیلس ہو جائے گی۔"

پھر میں نے ندیم سے آرام کرنے کا وعدہ لیا اور دوبارہ گھر کی طرف چل دیا۔ میرے ذہن پر تھکن کے شدید اثرات مرتب ہو

رہے تھے۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں ایک طویل عرصے سے جاگ رہا ہوں۔ ایک پل کو بھی نہ سویا۔ میرے اعصاب پر جیسے برف کی کوئی موٹی سی تہہ جم گئی تھی۔ میں دوبارہ گھر کے نزدیک پہنچا تو لوگوں کا ہجوم چھٹ چکا تھا۔ میرے مکان سے اب بھی دھواں اٹھ رہا تھا۔ فائر بریگیڈ کے عملے کے افراد ابھی تک کسی ممکنہ چنگاری کو بجھانے کی خاطر پانی ڈالنے میں مصروف تھے۔ میرے ہونٹوں پر ایک تلخ سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں ڈاکٹر خان کی طرف گیا تو ماں ندیم کے سلسلے میں پریشان تھیں۔ میں انہیں ندیم کی طرف لے جانے لگا تو ڈاکٹر خان نے کہا۔

"مسٹر شہباز۔ کیا میرا کوئی حق نہیں ہے آپ کے اوپر۔"

"کیوں نہیں، لیکن میرے دوست کا پورا بنگلہ خالی پڑا ہے۔ اس کے علاوہ میں اس سے وعدہ کر کے آیا ہوں کہ امی کو وہاں پہنچانے کے بعد ہی دوبارہ اس کے پاس ہسپتال جاؤں گا۔"

ڈاکٹر خان نے ایک دو بر رسمی سا اصرار کیا پھر خاموش ہو گئے۔ میں ان کا شکریہ ادا کرنے کے بعد امی کو لے کر گاڑی میں واپس آگیا۔ بنگلے سے باہر نکلا تو سراج کے سپاہی نے مجھے ہاتھ دے کر روک لیا۔

"سر۔ آپ ڈی ایس پی صاحب کو فون کرلیں۔ وہ ابھی دفتر میں موجود ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے مختصراً جواب دیا۔

امی کو لے کر میں ندیم کے بنگلے میں داخل ہوا تو وہاں وہ پہلے سے ہماری پذیرائی کے لیے تیار تھے۔ شاید ندیم نے اپنے آدمیوں کو پہلے سے ہماری آمد کی اطلاع کر دی تھی۔

"شہباز۔" امی نے پوچھا۔ "ندیم کی حالت ٹھیک تو ہے نا؟"

"جی ہاں۔ ڈاکٹروں نے اسے آرام کا مشورہ دیا ہے۔" میں نے کہا۔ "میں اب اسی کی طرف جا رہا ہوں لیکن میرا خیال ہے کہ وہ ہسپتال میں نہیں رکے گا۔ ہو سکتا ہے واپسی میں میرے ساتھ ہی ہو۔"

"خدا اس کو صحت اور تندرستی عطا کرے بالکل اپنے بچوں کی طرح پیش آتا ہے۔" ماں نے اسے دعائیں دیں۔

ندیم کے ملازموں نے پہلے سے ایک کمرا تیار کر دیا تھا۔ میں نے ماں کو چھوڑا۔ ندیم کا ایک جوڑا لے کر ہسپتال پہنچا تو وہاں سراج اور جے شنکر پانڈے دونوں موجود تھے۔ ندیم اب بستر کے بجائے آرام کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی پہلا سوال یہی کیا کہ "آنٹی کہاں ہیں؟"

"ابھی ابھی ان کو تمہارے گھر چھوڑ کر آرہا ہوں۔" میں نے ندیم کے لباس کا جوڑا دیتے ہوئے کہا۔ "لو۔ اب جلدی سے مجنوں کا حلیہ تبدیل کر کے انسان کے حلیے میں آجاؤ۔"

ندیم لباس بدلنے کی خاطر چلا گیا تو پانڈے نے مجھ سے اظہار ہمدردی کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے افسوس ہے مسٹر شہباز کے کاتروں نے میرے پروجیکٹ کے بعد آپ کے مکان کو جلا ڈالا، مگر بھگوان کی بڑی کرپا ہے جو آپ کی ماتا جی بچ گئیں۔"

"شکریہ پانڈے جی۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "مجھے ماں کے بچنے کی زیادہ خوشی ہے۔ مکان تو دوبارہ بن سکتا ہے۔"

"آپ کا کیا خیال ہے مسٹر پانڈے۔" سراج نے پوچھا۔ "کیا ان دونوں وارداتوں میں کسی ایک ہی مجرم یا مجرموں کا ہاتھ شامل ہوگا؟"

"میں وشواس سے نہیں کہہ سکتا لیکن پیش آنے والے حالات اسی بات کی نشاندہی کر رہے ہیں کہ کوئی ہم دونوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش میں سرگرم عمل ہے۔"

"اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔"

"یہ معلوم کرنا تو پولیس کا کام ہے۔" پانڈے نے کہا۔ "بھلا میں کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"میرا ذاتی خیال ہے کہ ان وارداتوں کے پیچھے کوئی ایک ہی طاقت کام کر رہی ہے۔" میں نے ذو معنی انداز میں کہا۔

"اور وہ کوئی نادیدہ اور پراسرار طاقت ہے۔" سراج نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

پانڈے نے خاموش نظروں سے میری طرف دیکھا۔ میں بھی خاموش رہا لیکن میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ پانڈے نے جس انداز میں مجھے دیکھا تھا۔ اس میں کہیں نہ کہیں ایسی بات ضرور تھی جس نے میرے تجسس کو ہوا دی تھی، ممکن ہے اس کا مقصد کومل ورما کی ذات کی سمت ہو جس کے بارے میں وہ مجھے پہلے ہی بتا چکا تھا بہرحال وہ نگاہیں مجھے کھٹکی ضرور تھیں۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ جو کچھ ہوا تھا اس میں کومل ورما ہی کی پراسرار شخصیت کو دخل رہا ہو لیکن ایسی صورت میں بھی میری چھٹی حس میں رہ رہ کر ایک ہی خیال آرہا تھا کہ جے شنکر پانڈے کو اس واردات کا علم پہلے سے ضرور تھا۔

ندیم لباس تبدیل کر کے واش روم سے باہر آیا تو پہلے کے مقابلے میں زیادہ ترو تازہ لگ رہا تھا۔ ہمارے درمیان خاصی دیر تک اسی مکان کے جلنے کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی پھر سراج نے مجھ سے کہا۔

"کیا ضابطے کی کارروائی کے مطابق آپ نے ایف آئی آر کٹوا دی۔"

"جی نہیں۔" میرے لہجے میں ہلکی سی تلخی آگئی۔ "ایف۔ آئی۔ آر ان مسئلوں کا حل نہیں ہے جو ہمیں درپیش ہیں۔"

"میں نے فائر آفیسر سے بات کی تھی۔" سراج نے میرے لہجے کو محسوس کرتے ہوئے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "ابھی اس نے رپورٹ مرتب نہیں کی لیکن اس کا خیال ہے کہ آگ شارٹ سرکٹ کی وجہ سے لگی تھی۔"

"دیکھا جائے گا۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "حکومت یا پولیس بہرحال مکان کو دوبارہ تعمیر کرنے کے اخراجات نہیں دے گی اس لیے بلاوجہ عقلی گھوڑے دوڑانے سے کیا حاصل۔"

"آپ درست فرما رہے ہیں لیکن قانون کے کچھ اپنے تقاضے ہوتے ہیں۔"

"مجھے علم ہے مسٹر سراج۔" میں نے بددلی سے کہا۔ "کبھی فرصت ملی تو ایف۔ آئی۔ آر بھی ضرور درج کرا دوں گا۔ ویسے آپ کی حیثیت بہرحال چشم دید گواہ جیسی ہوگی۔"

"میں ہر خدمت کے لیے حاضر ہوں۔" سراج نے انکساری سے جواب دیا۔

"شہباز صاحب۔" پانڈے نے کہا۔ "کیا میں آپ کی کوئی خدمت کر سکتا ہوں۔"

"بہت بہت شکریہ پانڈے جی۔" میں نے جواب دیا۔ "اگر کوئی ضرورت پیش آئی تو آپ کو ضرور زحمت دوں گا۔"

پانڈے کچھ دیر بیٹھ کر چلا گیا۔ میرے ذہن میں بس اچانک ہی اس کی پوزیشن مشکوک سی ہو کر رہ گئی تھی۔ میرے پاس بظاہر اس کا جواز یا ثبوت موجود نہ تھا لیکن اس کے باوجود میرے ذہن میں کسی خطرے کے سگنل کی سرخ بتی ضرور جل بجھ رہی تھی۔ سراج اس وقت ندیم سے گفتگو کر رہا تھا جب میں نے اچانک اسے مخاطب کیا۔ "مسٹر سراج۔ میرے مکان میں آگ لگنے کی اطلاع آپ کو کس طرح ہوئی تھی۔"

"ایک گمنام فون موصول ہوا تھا۔" سراج نے پہلو بدل کر کہا۔ "پہلے میں اس فون کو کسی کی شرارت سمجھا تھا لیکن پھر متعلقہ تھانے سے دریافت کرنے پر اس کی تصدیق ہو گئی۔ میں نے آپ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن آپ شاید دفتر سے نکل چکے تھے چنانچہ میں سیدھا آپ کے گھر کی طرف گیا جہاں فائر بریگیڈ والے پہلے سے آگ پر قابو پانے کی جدوجہد میں مصروف تھے۔"

"گمنام کال آپ کو کسی عورت کی طرف سے ملی تھی......"

"میں آپ کا مقصد سمجھ رہا ہوں۔" سراج نے میرے جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔ "وہ موہنی یا کومل ورما کی آواز نہیں تھی۔ کسی مرد کی آواز تھی جو میں نے پہلی بار سنی تھی۔ ہو سکتا ہے میرا اندازہ غلط ہو لیکن میرا خیال ہے جس شخص نے مجھے اطلاع دی تھی وہ آواز بنا کر بولنے کی کوشش کر رہا تھا۔"

"تمہیں کس نے خبر دی تھی۔" میں نے ندیم کی طرف دیکھا۔

"وہ بھی کسی مرد ہی کی آواز تھی۔" ندیم نے جواب دیا۔ "میں یہی سمجھا تھا کہ وہ تمہارے دفتر کا کوئی آدمی ہوگا۔"

"تعجب کی بات ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "آپ دونوں کو کسی مرد نے اس حادثے کی اطلاع دی جبکہ مجھے اس حادثے کے بارے میں موہنی کا فون ملا تھا۔"

"ہو سکتا ہے کہ موہنی کی بدروح نے وقتی طور پر کسی کے ذہن پر قبضہ کر کے ہم دونوں کو اطلاع کرائی ہو اور اس کے بعد آپ سے براہ راست گفتگو کی ہو۔"

"ہاں۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "ہونے کو تو بہت کچھ ہو سکتا ہے۔"

"کیا آپ کا شبہ کسی اور پر ہے؟" سراج نے تیزی سے سوال کیا۔ شاید وہ میرے چہرے پر پیدا ہونے والے تغیر کو بھانپ گیا تھا۔

"جی نہیں۔" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے جواب دیا۔ "لیکن اس بار موہنی کے ساتھ ساتھ کسی مرد کی آواز کی شمولیت میرے لیے تعجب خیز ضرور ہے۔"

"ایک بات کہوں مسٹر شہباز۔" سراج نے مجھے معنی خیز نظروں سے دیکھا۔

"جی۔ فرمائیے۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ کوئی بات مجھ سے چھپانے کی کوشش

کر رہے ہیں۔"

"خیال ہے آپ کا۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "جب میں ابھی تک خود کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا تو بھلا آپ سے کیا چھپاؤں گا۔"

"بہرحال ایک بات طے ہے۔" ندیم نے دبی زبان میں کہا۔ "جو کچھ بھی ہوا ہے اور جس طرف سے بھی ہوا ہے وہ پانڈے کے پروجیکٹ کی تباہی کے بعد ہی ہوا ہے۔"

"گویا مسٹر پانڈے پر بھی شبہ کیا جا سکتا ہے۔" سراج نے کہا۔

"نہیں۔" میں نے کچھ سوچ کر سراج کے خیال کی نفی کی۔ "پانڈے پر کسی قسم کا شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ جو کچھ ہوا ہے اس میں کسی نہ کسی طاغوتی قوت کا ہاتھ بھی کسی نہ کسی زاویے سے ضرور شامل ہے۔"

سراج کے جانے کے بعد ندیم نے بڑے ڈاکٹر سے گھر جانے کی اجازت حاصل کرلی۔ ہم واپسی کے لیے روانہ ہوئے تو ندیم کچھ چپ چپ سا تھا۔ میں کسی حد تک اس کی خاموشی کی وجہ سمجھ رہا تھا چنانچہ میں نے سرسری طور پر پوچھا۔

کس سوچ میں گم ہو۔"

"آنٹی کے بارے میں غور کر رہا تھا۔"

"وہ کس سلسلے میں۔"

"شہباز۔" ندیم نے اس بار بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ "کیا تم مجھے اپنا دوست تسلیم کرتے ہو۔"

"نہیں۔" میں نے اس کے ذہن میں پکنے والی کھچڑی کی تپش محسوس کرتے ہوئے جواب دیا۔ "غلط فہمی ہوئی ہے تمہیں۔"

"میری ایک بڑی ادنیٰ سی خواہش ہے۔" ندیم جذباتی ہونے لگا۔

"میں حماقت کی باتوں کو کسی ادنیٰ سی خواہش کا عنوان نہیں دے سکتا۔" میں نے اس بار کھل کر کہا۔ "جب تک مکان دوبارہ تعمیر نہیں ہو جاتا امی بہرحال تمہارے گھر میں رہیں گی۔ رہا مکان دوبارہ تعمیر کا مسئلہ تو ابھی تک میں نے اس پر سنجیدگی سے غور نہیں کیا۔"

"لیکن، میری خواہش ہے کہ اس مکان کو میں تعمیر کراؤں۔ اپنی مرضی کے مطابق اور......"

"اور اب اگر تم نے مزید کوئی حماقت کی بات کی تو ہو سکتا ہے کہ امی کو لے کر فی الحال کسی ہوٹل میں منتقل ہو جاؤں۔" میں نے ندیم کی بات نظرانداز کرتے ہوئے کہا پھر بڑی اپنائیت سے بولا۔ "دوستوں کا حساب ہمیشہ دل میں ہوتا ہے۔ نفع یا نقصان قسمت کی بات ہوتی ہے۔ اس میں کسی کو ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔"

"مانتا ہوں مگر کیا تم اس بات سے انکار کر سکو گے کہ جو کچھ پیش آیا ہے وہ کومل ورما کے مکان کو بم سے اڑا دینے کی جوابی کارروائی نہیں ہے۔"

"ہو بھی سکتی ہے اور نہیں بھی۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"کیا مطلب۔" ندیم نے وضاحت طلب نظروں سے گھورا۔

"ابھی مطلب میرے ذہن میں بھی پوری طرح واضح نہیں ہوا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ اس بار موہنی کے علاوہ کوئی قوت بھی ہمارے مقابلے پر آئی ہے۔"

"وہ کون سی قوت ہو سکتی ہے۔" ندیم نے مجھے کریدنے کی کوشش کی۔ "کیا طاغوتی قوتوں کے علاوہ اب انسانی قوت بھی میدان میں اتر آئی ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔"

"تمہارا اشارہ کہیں جے شنکر پانڈے کی طرف تو نہیں ہے۔" ندیم نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"ابھی میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"بہرحال دشمنوں نے تمہارے مکان کو جلا کر اچھا نہیں کیا۔" ندیم کے لہجے میں انتقامی جذبہ موجود تھا۔

"نہیں۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "فی الحال تم مزید کوئی حرکت نہیں کرو گے۔ اس وقت تک جب تک میں نہ کہوں۔"

ندیم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ کسی گہری سوچ میں غرق نظر آ رہا تھا۔

✿

دو روز تک میں گھر سے باہر نہیں نکلا۔ کبھی کبھی خوشیاں انسان کے ذہن اور اس کے اعصاب کو مفلوج کر دیتی ہیں۔ میری بھی کچھ یہی حالت تھی۔ ماں کی زندگی میرے لیے سب سے قیمتی اثاثہ تھی۔ ندیم سگی اولاد کی طرح میری ماں کی خدمت میں رہتا تھا۔ ہم دونوں نے وقتی طور پر ماں کے دل سے مکان جلنے کا بوجھ کسی حد تک ہلکا کر دیا تھا۔

ان دو روز تک میں نے اور ندیم نے ایک لمحہ بھی ماں سے دور رہ کر نہیں گزارا۔ میری درخواست پر ندیم نے اپنے ملازم کو ہدایت کر دی تھی کہ اگر میرے لیے کوئی فون آئے تو اسے کسی نہ کسی بہانے سے ٹال دیا جائے۔ ندیم نے بھی ان دو دنوں میں صرف ایک کال اٹینڈ کی تھی۔ وہ نسیم کی کال تھی جسے نہ جانے کس طرح لندن میں رہتے ہوئے بھی مجھے پیش آنے والے سانحے کی اطلاع مل گئی۔ نسیم نے ہم سب سے باری باری بات کی۔ وہ فوری طور سے واپس آنا چاہتی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ میری ماں کے قریب رہ کر ان کی خدمت ہم سے زیادہ بہتر طور پر کر سکتی تھی۔ اس کا خیال غلط نہیں تھا۔ عورت عورت کے دکھ کو زیادہ بہتر سمجھتی ہے۔ وہ ماں کے پاس ہوتی تو ماں کو تنہائی کا احساس کم ہوتا لیکن حالات کے پیش نظر نسیم کو بلانا میرے نزدیک مناسب

نہیں تھا۔ میں نے اسے منع کر دیا۔ اس روز ندیم نے مجھ سے علیحدگی میں کہا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ تم نے نسیم کو واپس آنے سے منع کر کے ٹھیک نہیں کیا۔ آنٹی کے لیے وہ زیادہ بہتر خدمت گزار ہو سکتی تھی آخر ہم دونوں کب تک خود کو مستقل طور صرف گھر تک محدود رکھ سکیں گے۔"

"میں تمہارے خیال سے متفق ہوں لیکن نسیم کا یہاں آنا مناسب نہیں ہے۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"دشمن ہمارے خلاف اوچھے ہتھکنڈے استعمال کر رہا ہے۔ وہ نسیم کو بھی کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

"اگر تم نسیم کو یہاں نہیں بلانا چاہتے تو آنٹی کو لندن بھیج دو۔" ندیم نے کہا۔ "وہاں میرے ساتھی آنٹی کا بہترین خیال رکھیں گے۔"

"میں نے بھی سوچا تھا لیکن امی نے لندن جانے سے انکار کر دیا ہے۔ میں انہیں مجبور نہیں کروں گا۔ اس کے علاوہ ان کے چلے جانے کے بعد مجھے بھی سکون نہیں مل سکے گا۔ وہ قریب رہیں گی تو مجھے ڈھارس رہے گی کہ ماں کا سایہ اور ان کی دعائیں میرے ساتھ ہیں۔"

"اس صورت میں تمہیں مجھ سے ایک وعدہ کرنا پڑے گا۔"

"کیا؟"

"جب تک حالات مکمل طور پر ٹھیک نہیں ہو جاتے آنٹی یہیں میرے مکان پر رہیں گی۔" ندیم نے بڑے وثوق سے کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ میں تم کو اس کی اصل وجہ نہیں بتا سکتا لیکن تم نے اس بات کو یقیناً محسوس کیا ہوگا کہ طاغوتی قوتوں نے ابھی تک میری طرف نگاہ اٹھانے کی کوشش نہیں کی۔ میرا مکان بھی ان کی دسترس سے باہر ہے۔"

"مجھے اس کا اندازہ ہے لیکن میں کسی پر بوجھ نہیں بننا چاہتا۔"

"ٹھیک ہے۔" ندیم نے میری بات کا برا مناتے ہوئے بڑے جذباتی انداز میں جواب دیا۔ "اگر تم مجھے اتنا غیر سمجھتے ہو تو پھر یہ دو دن بھی تم کسی ہوٹل میں کمرا بک کرا کے بڑے سکون سے گزار سکتے تھے لیکن ایک فیصلہ میرا بھی سن لو میں تمہارے سلسلے میں کوئی ضد نہیں کروں گا لیکن آنٹی یہیں رہیں گی۔"

"مجھے تمہاری دوستی پر فخر ہے لیکن..."

"بکواس مت۔" ندیم نے مجھے گھورتے ہوئے شکوہ کیا۔ "اگر تمہیں میری دوستی پر اعتماد ہوتا تو تم میرے دل کو ٹھیس پہنچانے کی بات کبھی نہ کرتے۔"

مجھے ندیم کے آگے ہتھیار ڈالنے پڑے۔ اس بات کا تجربہ مجھے پہلے بھی ہو چکا تھا کہ طاغوتی قوتوں کی نظریں ندیم کے گھر تک نہیں پہنچ سکی تھیں۔ ندیم نے ایک موقع پر صرف اتنا ہی کہا تھا کہ کسی بزرگ کی دعائیں اس کے ساتھ ہیں اور انہی بزرگ کی کرامت نے ایک ایسا حصار کھینچ دیا ہے جو ندیم کی رہائش گاہ کو کالی طاقتوں سے ہمیشہ محفوظ رکھے گا۔ اس نے مجھے تفصیل نہیں بتائی تھی لیکن حالات کی روشنی میں اس بات کو کئی بار محسوس کر چکا تھا ابھی تک کسی گندی قوت نے ندیم کی طرف توجہ دینے کی جسارت نہیں کی تھی۔

تیسرے روز میں دفتر گیا تو میرے اسٹاف کے تمام ممبروں نے مجھ سے اظہار افسوس کیا۔ میں ان سب کا شکر گزار تھا۔ وہ میرے ہمدرد تھے۔ میرے دکھ درد میں برابر کے شریک تھے۔ ان کے جانے کے بعد میں نے ایک فائل اٹھا کر اس کا مطالعہ شروع ہی کیا تھا کہ ماسٹر ٹونی کا فون آگیا۔

"باس.... مجھے افسوس ہے کہ میں اس وقت بستر پر لاچار پڑا ہوں۔" ٹونی نے ایک نئے انداز میں میرا دکھ بانٹنے کی کوشش کی۔

"تم اب کیسے ہو؟"

"بس زندہ ہوں باس لیکن..."

"اپنے ذہن پر کوئی بوجھ نہ دو ٹونی۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "زندگی میں ہنگامے نہ ہوں تو جمود طاری ہو جاتا ہے اور جمود بھی موت ہی کی ایک شکل ہوتی ہے۔"

"کاش اس وقت میں آپ کے کسی کام آسکتا۔"

"تم میرے لیے اب بھی بہت کام کے آدمی ہو۔" میں نے اسے تسلی دی۔ "تم ٹھیک ہو جاؤ گے تو پھر میں تم سے بہت سارے کام لوں گا۔"

ٹونی کو دلاسہ دے کر میں نے فون رکھا تو عابد اور وارثی ایک ساتھ کمرے میں داخل ہوئے۔ عابد کے ہاتھ میں ایک بڑے سے کاغذ کا رول بھی تھا۔ "خیریت۔" میں نے ان دونوں کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"سر۔ میں نے آپ کے پلاٹ پر سے آپ سے پوچھے بغیر تمام ملبہ ہٹوایا ہے۔" عابد نے مدھم آواز میں کہا۔

"اچھا کیا آپ نے۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "اس وقت مجھے پہلی بار احساس ہوا تھا کہ اس مکان کے جل جانے کا غم میرے لاشعور میں کہیں موجود تھا جو عابد کی بات سن کر میرے شعور تک آگیا تھا۔ اس مکان سے میری بھی بہت ساری یادیں وابستہ تھیں۔ آگ کے بھڑکتے شعلوں نے مکان کو راکھ کا ڈھیر بنا دیا تھا لیکن اس میں گزرے ہوئے روز و شب کی یادیں ابھی تک زندہ تھیں۔ بہت سارے زخم ایسے ہوتے ہیں جو اوپر سے مندمل ہو جاتے ہیں لیکن جب ان کو دوبارہ ٹھیس پہنچتی ہے تو اندر ہی اندر ٹیس کی لہر سی دوڑ جاتی ہے جو دوسروں کو نظر نہیں آتی لیکن ان کی تکلیف بڑی شدید ہوتی ہے۔ اس وقت عابد کی بات نے بھی میرے زخموں پر نشتر کا کام کیا تھا۔

"آپ ایک نظر اس نقشے پر بھی ڈالیں تو مناسب ہوگا۔"
عابد نے ہاتھ میں دبا ہوا کاغذ کا رول میرے سامنے پھیلا دیا۔
انتہائی جدید ڈیزائن کا ایک قابل تعریف نقشہ تھا جو اس نے
نا بڑی محنت کے بعد میرے پلاٹ کے لیے بنوایا تھا۔ میں نے
نقشے کو دیکھ کر اپنے ہونٹ سختی سے بھینچ لیے شاید اس طرح
ا اپنے درد کی شدت کو برداشت کرنا چاہتا تھا۔
"صرف آپ اسے او۔ کے (O-K) کردیں۔" وارثی نے
ا اپنائیت سے کہا۔ "ہمارا لیبر اس کی تعمیر میں زیادہ وقت نہیں
ئے گا۔"
"اتنی جلدی بھی کیا ہے۔" میں نے بڑے صبر سے کام لیتے
ئے کہا۔
"مکان تو دوبارہ تعمیر کرنا ہی ہے سر، پھر دیر کرنے سے کیا
ئدہ۔" عابد بولا۔ "آپ صرف اپنی منظوری دے دیں باقی ہمارا
م ہوگا۔"
"ٹھیک ہے۔" میں نے ٹالنے کی خاطر کہا۔ "آپ نقشہ
ہرے پاس رہنے دیں۔ میں اسے آرام سے دیکھ لوں گا۔"
وارثی اور عابد کے جانے کے بعد عارفہ آگئی۔
"کیسی ہیں آپ؟" میں نے پوچھا۔ "دو دن میں تو میرے
یے بہت سارے فون آئے ہوں گے۔"
"جی ہاں۔ میں نے لسٹ بنا رکھی ہے۔"
"کوئی خاص نوعیت کی کال تو نہیں تھی۔"
"جی نہیں لیکن کوئی ماہ رخ صاحبہ آپ کو متعدد بار فون کر
ئی ہیں۔" عارفہ نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "کل تو وہ مجھ
ے الجھ بھی گئی تھیں۔ آپ کا فون نمبر مانگنے پر اصرار کر رہی
ہیں لیکن میں نے انہیں پھر ٹال دیا۔"
"آئی ایم سوری مس عارفہ۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "
ی شخصیتوں کی باتیں بھی بڑی ہوتی ہیں۔ ان کی ہمدردی کا
سب بھی نرالا ہوتا ہے بہرحال اگر آپ نے ان کی کسی بات کا
ا مانا ہے تو اس کے لیے میں معافی چاہتا ہوں۔"
"کون خاتون ہیں سر؟ میں نے یہ نام پہلی بار سنا ہے؟"
رفہ نے کچھ ایسے انداز میں سوال کیا کہ میں چونکے بغیر نہ رہ سکا
مکن ہے میرا وہم ہو لیکن مجھے اس کے لب و لہجے کے اندر
قابت کا جذبہ محسوس ہوا تھا۔
"آپ نے سلیمان شاہ کا نام ضرور سنا ہوگا۔ بڑی توپ قسم
ی شخصیت ہیں۔ ماہ رخ ان کی مسز کا نام ہے۔"
"آئی۔ سی۔" عارفہ نے کہا۔ "جب ہی گفتگو کرتے وقت
ی ان کے پاؤں زمین پر نہیں پڑ رہے تھے۔"
میں کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ کال چونکہ
یکسچینج کے نمبر پر تھی اس لیے عارفہ نے اسے ریسیو کیا پھر اس
کے چہرے پر یکلخت ایک ناگوار سا تاثر ابھر آیا۔

"ہولڈ کریں پلیز۔" اس نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر مجھے
مخاطب کیا۔ "سر۔ ماہ رخ صاحبہ کی کال ہے۔"
ایک بار پھر مجھے عارفہ کے لہجے میں تلخی کا احساس ہوا لیکن
میں نے اسے نظر انداز کرتے ہوئے ریسیور لے لیا۔
"ہیلو۔ شہباز اسپیکنگ۔"
"زہے قسمت' زہے نصیب کہ دو دن بعد آپ کی آواز تو
سننے کو ملی۔" دوسری جانب سے ماہ رخ نے بڑی بے تکلفی سے کہا۔
"جی ہاں۔ وہ دراصل....."
"مجھے معلوم ہے کہ غالباً" آپ کے کسی دشمن یا شرپسندوں
نے آپ کی کوٹھی کو آگ لگا دی ہے لیکن اس میں پریشانی کی کوئی
بات نہیں۔" ماہ رخ نے کچھ عجیب انداز میں کہا۔ "میرے نام پر
دو تین کوٹھیاں ہیں۔ آپ حکم دیں تو میں خود حاضر ہو جاؤں۔ اس
بہانے ملاقات بھی ہو جائے گی اور آپ چل کر خود کوئی کوٹھی پسند
کر لیجیے میں اسے آپ کے نام کر کے خوشی محسوس کروں گی۔"
"بہت بہت شکریہ لیکن کوٹھی اتنی معمولی شے بھی نہیں ہوتی
جو مفت میں کسی کو بطور تحفہ دے دی جائے۔" میں نے سنجیدگی
سے جواب دیا۔
"مسٹر شہباز اگر آپ برا نہ مانیں تو ایک بات کہوں۔"
"فرمائیے۔"
"میں گھما پھرا کر بات کرنے کی عادی نہیں ہوں۔" اس نے
بے تکلفی کا اظہار کیا۔ "اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے کی قائل
ہوں۔"
"میں سمجھا نہیں۔"
"یوں سمجھ لیجیے کہ جو کوٹھی میں آپ کے نام کروں گی وہ
میرے لیے آپ سے زیادہ قیمتی نہیں ہوگی۔" ماہ رخ نے جذباتی
لہجے میں کہا۔ "آپ نے وہ مثال تو سنی ہوگی کہ ہیرے کی قدر
صرف جوہری جانتا ہے۔"
"یہ آپ کا خیال ہے ورنہ میں....."
"پلیز مائی ڈیئر شہباز۔" ماہ رخ نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے
ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "میں آپ کے منہ سے بھی آپ کی برائی
سننا گوارا نہیں کر سکتی۔"
عارفہ میرے سامنے بیٹھی مجھے کچھ عجیب معنی خیز نگاہوں سے
دیکھ رہی تھی۔ میں ماہ رخ کے جواب پر گڑبڑا گیا۔ وہ اس وقت
میری نگاہوں کے سامنے نہیں تھی لیکن اس کے باوجود میں اس
کے بہکے ہوئے لہجے کا انداز محسوس کر رہا تھا۔
"کیوں۔ آپ خاموش کیوں ہوگئے۔"
"سوچ رہا ہوں کہ کس منہ سے آپ کا شکریہ ادا کروں۔"
میں نے سپاٹ لہجہ اختیار کیا۔
"چھوڑیے ان فضول اور رسمی باتوں کو۔" اس نے بے
پروائی سے کہا۔ "یہ بتائیے کہ آج شام کو آپ کا کیا پروگرام

ہے۔"

"دفتر سے اٹھ کر سیدھا گھر جاؤں گا۔"

"ہمارے غریب خانے کو بھی اپنا گھر سمجھئے۔" ماہ رخ نے مستی بھرے لہجے میں جواب دیا۔ "شام کی چائے اور رات کا کھانا اگر آپ میرے ساتھ کھائیں تو میں اسے اپنی عزت افزائی سمجھوں گی۔"

"پھر کبھی سہی۔" میں نے اسے ٹالنے کی خاطر کہا۔ "ابھی امی کا غم تازہ ہے اس لیے میں نے اپنے تمام آؤٹ ڈور پروگرام منسوخ کر دیے ہیں۔"

"ایک شرط پر آپ کو چھٹکارہ مل سکتا ہے۔"

"حکم دیں۔" میں نے دل پر جبر کر کے کہا۔

"جب بھی آپ کو فرصت ملے میرے غریب خانے کو ضرور رونق بخشیں گے۔ میں اسی وعدہ پر خود کو بہلا لوں گی۔" ماہ رخ نے شرافت کی تمام حدود کو پھلانگتے ہوئے کہا۔ "لیکن بقول غالب ایسا نہ ہو کہ۔ تیرے وعدے پر جئے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا۔ یوں غم سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا۔"

"اتنی مایوسی بھی اچھی نہیں۔" میں نے کہا۔ "فرصت ملتے ہی حاضری دوں گا۔"

ریسیور رکھ کر میں نے عارفہ کی جانب دیکھا تو مجھے کچھ یوں محسوس ہوا جیسے اسے میرا ماہ رخ کے ساتھ باتیں کرنا اچھا نہیں لگا لیکن کیوں؟ میں اس سے پوچھنا چاہتا تھا لیکن وہ خاموشی سے اٹھی اور کمرے سے باہر چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد بھی میں کچھ دیر تک اس تغیر پر غور کرتا رہا پھر دفتر کے کاموں میں مصروف ہو گیا۔

شام کو اٹھتے وقت اچانک مجھے دانش کا خیال آگیا۔ مجھے اس سے کوئی کام نہیں تھا۔ بس چلتے چلتے یکلخت یہ خیال ذہن میں ابھرا تھا کہ سوائے دانش کے عملے کے تمام افراد نے دو روز کی غیر حاضری کے بعد دفتر آنے پر میری خیریت دریافت کی۔ ماسٹر ٹونی نے کہا تھا۔ دانش اس کی جگہ میرے لیے ایک قیمتی نعم البدل ثابت ہوگا۔ دانش کے نہ آنے کی بہت ساری وجوہات ہو سکتی تھیں ممکن ہے وہ کسی سائٹ پر نگرانی کے کام کی اضافی ذمہ داری میں مصروف ہو۔ یہ بھی ممکن تھا کہ اسے میرے دفتر آنے کی اطلاع سرے سے ملی ہی نہ ہو اور بھی بہت سارے امکانات تھے لیکن نہ جانے مجھے اس کے نہ آنے کا احساس بڑی شدت سے ہو رہا تھا۔

پانڈے کے پروجیکٹ کو میں نے انتقامی جذبے کے تحت تباہ کیا تھا۔ اس کی تباہی میں ماسٹر ٹونی کے کہنے کے مطابق دانش نے بڑی بے جگری سے میرا ساتھ دیا تھا۔ اس کے جواب میں میرا گھر پھونک دیا گیا تھا۔ اس حادثے کی اطلاع موہنی کی خبیث روح نے مجھے فون پر دی تھی۔

میرے ذہن میں وسوسے پیدا ہونے لگے۔ ہو سکتا [illegible] پراسرار طاغوتی قوتوں کو اس بات کا علم ہو کہ پانڈے [illegible] پروجیکٹ کو اڑانے کی خاطر دانش نے اہم کردار کیا تھا اور میرے مکان کے ساتھ ساتھ ان گندی قوتوں نے کہیں دانش [illegible] بھی اپنے عتاب کا نشانہ تو نہیں بنا دیا ہو۔ میرے دل کی دھڑ [illegible] تیز ہونے لگیں۔ میری چھٹی حس کسی خطرے کا اعلان کر [illegible] تھی۔ میں نے انٹرکام پر عارفہ سے رابطہ قائم کیا۔

"سر....." دوسری جانب سے عارفہ کی سپاٹ آواز ابھری۔

"کیا آپ نے آج دانش کو دیکھا تھا؟"

"جی نہیں۔"

"پلیز۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "آپ گوڈاؤن [illegible] کر کے اس کے بارے میں دریافت کریں۔ مجھے ایک ضروری [illegible] پیش آگیا ہے۔"

عارفہ کے بعد میں نے عابد اور وارثی سے بھی دانش [illegible] بارے میں پوچھا لیکن ان دونوں نے بھی اسی خیال کا اظہار [illegible] آج ہیڈ آفس میں نہیں دیکھا گیا۔ میں نے ان دونوں سے [illegible] کہ وہ فون کے ذریعے فوری طور پر اس کو تلاش کرنے کی [illegible] کریں۔

"کوئی خاص کام ہے سر۔" وارثی نے پوچھا۔

"جی ہاں۔"

"ٹھیک ہے سر۔ میں اسے تلاش کرتا ہوں۔"

"مسٹر وارثی۔ ون منٹ" میں نے تیزی سے کہا۔ "دا[illegible]

آج کل کیا ڈیوٹی سرانجام دے رہا تھا۔"

"ماسٹر ٹونی کو پیش آنے والے حادثے کے بعد سے اس نے خود کو بہت مصروف کر لیا ہے۔ سارا سارا دن آؤٹ ڈور کی دیکھ بھال کرتا ہے اور مجھے باقاعدہ اس کی رپورٹ دیتا ہے۔"

"آج اس کا کوئی فون آیا تھا۔"

"جی نہیں۔" وارثی نے کہا پھر کچھ سوچتے ہوئے بولا۔ "میں دوسرے افراد سے بھی معلوم کرتا ہوں۔ ہو سکتا ہے اس کی کال کسی اور نے ریسیو کی ہو لیکن جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے۔ گزشتہ دو دوز سے دانش کا کوئی فون نہیں آیا۔"

"مسٹر وارثی۔" میں نے وارثی کی فراہم کردہ اطلاع پر اپنی تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "کسی آدمی کو فوری طور پر دانش کے گھر روانہ کریں اور تمام سائٹس پر بھی فون کر کے معلوم کریں کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔"

"آپ کچھ پریشان نظر آ رہے ہیں سر۔" وارثی نے میرے لب و لہجے سے میری کیفیت کا اندازہ لگاتے ہوئے کہا۔ "کیا دانش سے کوئی ضروری کام پیش آگیا ہے؟"

"آپ کسی آدمی کو اس کے گھر روانہ کر کے میرے پاس آجائیں۔" میں نے انٹرکام کا ریسیور رکھا پھر اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ میرے ذہن میں پریشان کن سوالات ابھر رہے تھے۔ میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ دانش ضرور کسی سانحے سے دوچار ہوا ہے ورنہ وہ ڈیوٹی کے معاملے میں ہمیشہ پابندی کا خاص خیال رکھتا تھا۔ دو منٹ بعد ہی وارثی نے کمرے میں داخل ہو کر مجھے اطلاع دی کہ ایک شخص کو دانش کے گھر روانہ کیا جا چکا ہے۔

"مسٹر وارثی۔ کیا دانش شادی شدہ ہے۔"

"جی نہیں۔ ابھی تک اس کی شادی نہیں ہوئی۔"

"وہ رہتا کہاں ہے؟"

"کرائے کے ایک مکان میں جہاں اس کے علاوہ دو چار آدمی اور بھی رہتے ہیں اور مل بانٹ کر مکان کا کرایہ ادا کرتے ہیں۔" وارثی نے کہا پھر دوبارہ اس نے مجھ سے سوال کیا۔ "آپ کو اس وقت اچانک دانش کی کیا ضرورت پیش آگئی ہے۔ میرا مطلب ہے کہ کسی اور آدمی کو....."

"مسٹر وارثی۔" میں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "آپ شاید ایک اہم حقیقت کو فراموش کر رہے ہیں۔"

"میں سمجھا نہیں سر۔"

"دو روز پہلے میرے مکان کو آگ لگائی گئی تھی اور آپ لوگوں کے بیان کے مطابق دانش دو روز سے ہی غائب ہے۔"

"[illegible]" وارثی نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ آپ کی والدہ کو بچانے کی خاطر مکان کے اندر گیا ہو اور پھر...... وہ بہت جذباتی اور جوشیلا جوان ہے سر۔ پروموشن کے بعد سے تو وہ کچھ زیادہ دلچسپی لے رہا تھا اپنے کاموں میں۔"

"میں بھی کچھ ایسی ہی باتیں سوچ رہا ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ٹونی کی طرح وہ بھی جان پر کھیل جانے کا عادی ہے۔"

ایک گھنٹے کے طویل اور اعصاب شکن انتظار کے باوجود دانش کا کوئی پتا نہیں چلا۔ میری تشویش میں ہر لمحہ اضافہ ہو رہا تھا۔ سائٹ پر کام کرنے والے عملے کا بھی یہی بیان تھا کہ جس روز میرے مکان کو نذر آتش کیا گیا تھا۔ اس روز سے دانش انہیں بھی نظر نہیں آیا تھا۔ عارفہ نے بھی تمام ممکنہ جگہوں پر فون کرنے کے بعد یہی جواب دیا تھا۔ میرے آفس میں اس وقت وارثی اور عابد کے علاوہ عارفہ بھی موجود تھی۔ مجھے اس شخص کا انتظار تھا۔ جسے دانش کے مکان پر روانہ کیا گیا تھا۔

"سر....." عارفہ نے میری پریشانی کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ دانش بیمار ہو یا پھر اسے کسی ضروری کام سے کہیں باہر جانا پڑ گیا ہو اور وہ اپنی روانگی کی اطلاع نہ کر سکا۔"

"میں نے ان خطوط پر بھی سوچا تھا لیکن دانش اگر کہیں باہر گیا ہوتا تو اب تک وہ کم از کم مسٹر عابد یا وارثی کو اپنے وہیر آباؤٹس۔ (WHERE ABOUTS) کی اطلاع ضرور دے چکا ہوتا۔"

"اس کے علاوہ اور کیا بات ہو سکتی ہے۔" عارفہ نے دبی زبان میں پوچھا۔

میں کوئی جواب دینے والا تھا کہ عابد کا وہ ماتحت کمرے میں داخل ہوا جسے دانش کے گھر روانہ کیا گیا تھا۔

"کچھ پتا چلا دانش کا۔" عابد نے پوچھا۔

"جی نہیں سر جس مکان میں دانش نے رہائش اختیار کر رکھی تھی۔ اس میں پانچ آدمی اور بھی رہتے ہیں۔ جن میں ایک ہماری کمپنی کا ورکر بھی شامل ہے۔ اس کے بیان کے مطابق وہ اس وقت دانش کے ساتھ ہی ایک سائٹ پر کام کر رہا تھا۔ جب دانش کو آپ کے ساتھ پیش آنے والے سانحے کی اطلاع ملی تھی اور وہ تمام کام چھوڑ کر فوری طور پر چلا گیا تھا۔ اس کے بعد سے اب تک وہ گھر نہیں پہنچا۔"

"دانش کون سی سواری استعمال کرتا تھا۔" میں نے وارثی سے پوچھا۔

"اس کے پاس موٹر سائیکل تھی سر۔" وارثی نے جواب دیا۔ "دفتری کاموں کے سلسلے میں بھی وہ کمپنی کی گاڑی استعمال کرنے کے بجائے موٹر سائیکل ہی استعمال کرتا تھا۔"

"اس کا نمبر یاد ہے آپ کو۔" میری پریشانی لحہ بہ لحہ بڑھتی جا رہی تھی۔

(1007) ون ڈبل زیرو سیون۔" عابد نے کہا۔ "پرانے ماڈل کی ٹرانف ہے لیکن بالکل نئی جیسی لگتی ہے۔"

میں نے فوری طور پر سراج کے نمبر ڈائل کیے۔ میرے دل کی دھڑکن بڑھتی جا رہی تھی۔ دانش میرا کوئی عزیز نہیں تھا لیکن وہ ایک وفادار اور جان نثار ورکر تھا جو صرف حکم کی پیروی کرنے کا عادی تھا۔ اس کے نتائج کی پروا نہیں کرتا تھا۔

"ہیلو۔ سراج اسپیکنگ۔"

"میں شہباز بول رہا ہوں۔" میں نے کہا ایک ہی سانس میں دانش کے سلسلے میں ساری تفصیل دہراتا چلا گیا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ نے موٹر سائیکل کے جو نمبر بتائے ہیں وہ اس وقت متعلقہ تھانے میں موجود ہے۔" سراج نے کہا۔ "میکز بھی وہی ہے جو آپ بتا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک بات اور بھی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"میں فائر بریگیڈ والوں کے ساتھ آخری وقت تک موجود تھا لیکن ابھی تک مجھے کسی جانی نقصان کی اطلاع نہیں ملی۔" سراج نے کہا۔ "آپ کے تمام ملازم بھی صحیح و سلامت ہیں لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے دانش کہاں گیا۔"

"اسی ایک سوال کے جواب نے مجھے بہت الجھا دیا ہے۔"

"کیا آپ کے خیال میں دانش کی گمشدگی میں بھی کسی طاغوتی قوت کا ہاتھ ہو سکتا ہے۔"

"ناممکن بھی نہیں ہے۔"

"نگران قوتوں کو دانش سے کیا دشمنی ہو سکتی ہے؟"

"جی۔" میں ایک لمحہ کو گڑبڑا گیا پھر جلدی سے بات بناتے ہوئے بولا۔ "وہ ماسٹر ٹونی کا دست راست تھا۔ ہو سکتا ہے اسے محض اسی جرم کی سزا ملی ہو۔"

"آپ کا کیا خیال ہے۔" سراج نے کہا۔ "کیا دانش کے سلسلے میں ایف' آئی' آر درج کرلی جائے۔"

"میرا مشورہ ہے کہ ابھی اس کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ "میں آپ کو دانش کی چار پانچ فوٹو روانہ کر رہا ہوں آپ اسے تھانوں میں اپنے اعتماد کے ماتحتوں کو روانہ کر دیں تاکہ اس کی تلاش کا سلسلہ فوری طور پر جاری ہو سکے۔"

"میں سمجھا نہیں مسٹر شہباز۔" سراج نے پوچھا۔ "کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ایف۔ آئی۔ آر کے بغیر ہی اس کی تلاش کا سلسلہ جاری کروا دیا جائے۔"

"جی ہاں۔"

"کوئی وجہ ...." سراج نے اس بار پولیس والوں کی طرح جرح کی۔

"اگر آپ کا اندیشہ درست ہے تو ممکن ہے۔ وہ طاقتیں مجھ سے دانش کے عوض کوئی بارگننگ کرنے کی کوشش کریں۔" میں نے جواز پیش کیا۔ "ایف' آئی' آر کے بعد دانش کی زندگی کو ناقابل تلافی نقصان بھی پہنچایا جا سکتا ہے۔"

"آئی' سی۔" سراج نے میری دلیل کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ آپ تصویریں بھیج دیں۔ میں ذاتی طور پر اس تفتیش کو خفیہ رکھنے کی ہر ممکن کوشش کروں گا لیکن طاغوتی قوتوں سے تو اس بات کو پوشیدہ نہیں رکھا جا سکتا۔ میرا خیال ہے کہ آپ میرا مطلب سمجھ رہے ہوں گے۔"

"جی ہاں۔ میں رات کو آپ سے دوبارہ رابطہ قائم کروں گا۔" میں نے ریسیور رکھتے ہوئے عابد کو ہدایت کی۔ "دانش کی پرسنل فائل سے اس کی جتنی تصاویر بھی مل سکیں سب ابھی لے جا کر ڈی ایس پی سراج کو دے آئیں۔"

عابد کے ساتھ ہی وہ آدمی بھی باہر چلا گیا جو دانش کی رہائش گاہ سے خبر لایا تھا۔ آفس میں صرف وارثی اور عارفہ رہ گئیں۔

"سر۔" وارثی نے دبی زبان میں کہا۔ "آپ نے ابھی کسی طاغوتی طاقت کے بارے میں کہا تھا۔ کیا آپ کے خیال میں اسی پارٹی نے دانش کو اغواء کرنے کی کوشش کی ہے۔"

"اس خیال کو نظر انداز بھی نہیں کیا جا سکتا۔" میں نے بات بناتے ہوئے جواب دیا۔

"ایک بات اور بھی ممکن ہے۔" عارفہ نے اظہار خیال کیا۔ "ہو سکتا ہے دانش کو کوئی حادثہ پیش آگیا ہو اور وہ خدانخواستہ کسی ہسپتال میں بے ہوش پڑا ہو۔"

"لیکن پولیس کو اس کی موٹر سائیکل صحیح و سلامت حالت میں ملی ہے۔"

"آپ میرا مطلب نہیں سمجھے سر۔" عارفہ نے جلدی سے وضاحت کی۔ "ممکن ہے دانش نے اپنی جان پر کھیل کر آپ کے گھر والوں کو بچانے کی کوشش کی اور......"

"بس۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "آپ کا یہ شبہ ممکن ہو سکتا ہے۔" پھر میں نے وارثی سے بڑی عجلت میں کہا۔ "پلیز آپ ذرا میرے مکان کے قریب واقع تمام ہسپتال پر ایک نظر ڈال لیں۔"

"رائٹ سر۔" وارثی نے جلدی سے اٹھتے ہوئے کہا پھر تیزی سے دفتر سے چلا گیا۔

"سر۔" وارثی کے جانے کے بعد عارفہ نے دبی زبان میں پوچھا۔ "کیا آپ ابھی کچھ دیر بیٹھیں گے۔"

"کوئی خاص بات۔"

"جی نہیں۔" اس نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میرا مقصد یہ تھا کہ آپ کے رکنے کا ارادہ ہو تو کافی تیار کر دوں۔ آپ اس وقت بہت پریشان ہیں۔ آپ کو سکون کی ضرورت ہے۔"

"بہت بہت شکریہ مس عارفہ۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں اب چلوں گا۔ آپ کو اگر دانش کے بارے میں کوئی اطلاع ملے تو پلیز مجھے ندیم کے نمبروں پر ضرور انفارم کر دیجیے گا۔"

میں دفتر سے اٹھ کر سیدھا گھر گیا جہاں ندیم میری امی کے ساتھ بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔

"یہ وقت ہے تمہارے آنے کا۔" اس نے مجھے دیکھتے ہی ٹوکا۔ "ابھی تک ہم نے تمہارے انتظار میں چائے بھی نہیں پی۔"

"سوری۔" میں نے بہانہ بنانے کی کوشش کی۔ "ایک ضروری کام تھا اس لیے دیر ہوگئی۔"

چائے کی میز پر بھی ندیم میری امی کی دلجوئی کی خاطر الٹی سیدھی باتیں سناتا رہا پھر جب امی چائے سے فارغ ہو کر اپنے کمرے میں چلی گئیں تو ندیم نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے پوچھا۔

"اب بتاؤ کیا بات ہے؟"

میں نے ندیم کو دانش کے بارے میں تفصیلات سے آگاہ کیا تو وہ بھی سوچ میں پڑ گیا۔ خاصی دیر کسی خیال میں مستغرق رہا پھر بولا۔

"جے شنکر پانڈے کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا دانش کے اغواء میں اس کا ہاتھ نہیں ہو سکتا؟"

"اسے بھلا دانش سے کیا دشمنی ہو سکتی ہے۔"

"ممکن ہے طاغوتی قوتوں نے اسے ایسا کرنے پر مجبور کر دیا ہو۔"

"وہ اگر چاہیں تو دانش کو موت کے گھاٹ بھی اتار سکتی تھیں۔ اغواء کرانے سے انہیں کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔"

"تمہیں پریشان کرنا۔" ندیم نے اپنی منطق پیش کی۔ "اول تو تم اس بات کو یقین سے نہیں کہہ سکتے دانش کو اغواء ہی کیا ہو گا ممکن ہے۔ اسے ٹھکانے لگایا جا چکا ہو اور دوسرے یہ کہ اگر تم پانڈے جی کو قطعی بری الذمہ سمجھ رہے ہو تو میں اسے تمہاری خوش فہمی ہی کہوں گا۔"

"مگر بظاہر پانڈے نے اب تک جو کردار ادا کیا ہے اس میں کسی شبے کی گنجائش نہیں پیدا ہوتی۔"

"یہ تمہاری ناتجربہ کاری ہے میری جان۔" ندیم نے مسکرا کر کہا پھر سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے بولا۔ "تم نے چونکہ ابھی تک زندگی کو قریب سے نہیں دیکھا اس لیے میرے مقابلے میں تمہارا تجربہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ میری ہی مثال لے لو۔ تم نہ سہی لیکن زیادہ تر لوگ مجھے انتہائی شریف اور اونچی سوسائٹی کا ایک باعزت فرد سمجھتے ہیں۔ اندر کے حالات کیا ہیں۔ یہ کم ہی لوگ جانتے ہیں۔ اسی طرح پانڈے کے بارے میں بھی تم پورے وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ تمہارے ساتھ دوغلی چال نہ چل رہا ہو۔ بزنس میں یوں بھی پروفیشنل جیلسی کو خاصا دخل ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ پانڈے بھی اندر ہی اندر تمہاری کاٹ کر رہا ہو اور ظاہری طور پر تمہاری دوستی کا دم بھر رہا ہو۔"

"لیکن دانش...."

"جہاں انتقامی جذبے ہوتے ہیں۔ وہاں اس قسم کے چھوٹے موٹے چٹکلے بھی ایک دوسرے کو پریشان کرنے کے لیے کرنے پڑتے ہیں۔" ندیم نے کہا۔ "جنگ اور محبت میں اعصاب کو قابو میں رکھنا سب سے اہم ہوتا ہے۔ اعصاب پر قابو نہ رہے تو ایک فریق دوسرے فریق کو بہ آسانی زیر کر لیتا ہے۔ پانڈے کے پروجیکٹ کی تباہی' کومل ورما کے مکان کا نیست و نابود ہونا۔ اس بات کا متقاضی تھا کہ تمہیں بھی کوئی نقصان پہنچایا جائے۔ جو تمہیں پہنچ چکا ہے۔ رہا دانش کا مسئلہ تو میرا ذاتی خیال ہے کہ اسے محض تمہارے اعصاب کو کمزور کرنے کی خاطر وقتی طور پر منظر عام سے ہٹا دیا گیا ہے۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔"

"ایسا ہی ہوگا۔" ندیم نے کہا۔ "میری بات بہرحال اس شخص سے زیادہ مستند ہوگی جو فٹ پاتھ پر بیٹھ کر طوطے سے فال کھلواتا ہے۔ بیشتر لوگ جانتے ہیں کہ جو شخص خود فٹ پاتھ پر بیٹھا ہے۔ اسے اپنی قسمت کا کوئی حال نہ معلوم ہو وہ بھلا دوسرے کے لیے کیا پیشگوئی کر سکتا ہے۔"

"تمہارا کیا خیال ہے۔" میں نے پوچھا۔ "کیا ہمیں صرف ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا چاہیے یا کوئی جوابی کارروائی کرنی چاہیے۔"

[illegible] ایک بات کو سب سے زیادہ اہمیت دے رہا [illegible]

"وہ کیا؟"

"تمہارے مکان کی تباہی کی اطلاع مجھے اور تمہارے سراج صاحب کو کسی مرد نے دی تھی جبکہ تمہیں خود موہنی نے فون کیا تھا۔"

"پھر تم کیا نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔" میں نے ندیم کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ طاغوتی قوتوں کے ساتھ اب کچھ انسانی طاقتیں بھی ہمارے خلاف سر ابھار رہی ہیں۔" ندیم نے کہا پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "ہو سکتا ہے پانڈے دیدہ و دانستہ تمہیں نقصان نہ پہنچانا چاہتا ہوں لیکن کالی طاقتوں نے اسے ایسا کرنے پر مجبور کر دیا ہو۔ اس کی دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ چونکہ تم اس کے سب سے بڑے تجارتی حریف ہو اس لیے وہ سامنے آئے بغیر تمہیں نقصان پہنچانے پر مجبور ہو اور ایسی شکل میں جبکہ اس کی ابتدا ہماری طرف سے ہوئی ہے۔"

"والد صاحب کی موت نے مجھے ایسا کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔"

"تمہاری جگہ میں ہوتا تو شاید اس سے زیادہ کر گزرتا۔" ندیم نے بڑی بے پرواہی سے کہا۔ "بہرحال اب بھی ہمارے پاس بہت سارے مواقع ہیں۔"

"نہیں۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "جب تک دانش کے

سلسلے میں کوئی پتا نہ چل جائے تم کوئی غلط قدم نہیں اٹھاؤ گے۔"

"گویا دشمن نے جو حربہ استعمال کیا ہے وہ غلط نہیں ہے۔" ندیم نے کہا۔ "وہ تمہیں اعصابی طور پر کمزور کرنا چاہتا تھا۔ جس میں اسے ناکامی نہیں ہوئی۔"

"تمہارا خیال غلط ہے۔" میں نے پر جوش لہجے میں جواب دیا۔ "میں جانتا ہوں کہ اپنا دفاع کرتے ہوئے دشمن پر وار کرنے کے موثر طریقے کیا ہوتے ہیں۔"

"بہت خوب۔ گویا اب تم بھی سن بلوغت کی حد پھلانگ چکے ہو۔"

"آج تمہاری ماہ رخ کا فون آیا تھا۔" میں نے موضوع بدلنے کی خاطر کہا۔

"مجھے یقین تھا کہ وہ ایسا ضرور کرے گی۔" ندیم معنی خیز انداز میں مسکرایا۔ "تم اسے انسانی روپ میں آدم خور شیرنی بھی کہہ سکتے ہو۔ جس کو ایک بار انسانی خون کا مزہ مل جائے تو پھر وہ ہمیشہ نت نئے شکار کی تلاش میں سرگرم عمل رہتی ہے اور میرا خیال ہے کہ تم اس کے لیے نہ صرف یہ کہ ایک جاندار بلکہ تازہ شکار بھی ثابت ہو گے۔"

"اس نے مجھے اکیلے میں گھر آنے کی دعوت دی ہے۔" میں نے ندیم کو چھیڑا۔

"چشم ما روشن دل ما شاد۔" وہ بے پروائی سے بولا۔ "میرا رنگ چونکہ کھلتا ہوا ہے اس لیے میں تمہارے حق میں رقیب روسیاہ ثابت نہیں ہوں گا۔"

"پہلی ہی ملاقات کے بعد وہ اس طرح کھل کر بے تکلفی کا اظہار کرے گی، میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔"

"میں جانتا ہوں۔ ماہ رخ ہمیشہ دو ٹوک فیصلہ کرنے کی عادی ہے۔" ندیم نے کہا۔ "میں نے اسی روز اس کی نگاہوں کا مفہوم بھانپ لیا جس روز تم میرے ساتھ اس کی کوٹھی پر گئے تھے۔ وہ تمہیں ایسی ہی للچائی نظروں سے دیکھ رہی تھی جیسے کسی معصوم بچے کو اس کی من بھاتی غذا نظر آگئی۔"

"تم اسے معصوم کہہ رہے ہو۔" میں نے حیرت سے ندیم کو گھورا۔

"نہ سہی لیکن اس کے باوجود وہ بڑی کار آمد عورت ہے۔" ندیم بولا۔ "سیاسی اور اونچے حلقوں میں اس کی حیثیت ایسی ہی ہے جیسی تاش کے پتوں میں ترپ کارڈ کی ہوتی ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ اس سے ملتے رہنے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ کبھی کبھی کوئی کھوٹا سکہ بھی کام آجاتا ہے۔"

"کبھی میرے دماغ میں کوئی خلل واقع ہوا تو تمہاری بات پر غور کرنے کا وقت نکالنے کی کوشش کروں گا۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا پھر اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ کچھ دیر بعد ندیم بھی وہیں آگیا۔

+

ندیم کا اور میرا کمرا ملا ہوا تھا۔ میں رات کے کھانے کے کچھ دیر بعد ہی سر درد کا بہانہ کر کے اپنے کمرے میں آگیا تھا پھر میں نے دس بجے کمرے کو اندر سے بند کر کے لائٹس آف کر دیں۔ بستر میں لیٹا میں ندیم سے ہونے والی گفتگو پر غور کرتا رہا۔ نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ میرا ذہن مختلف زاویوں سے جے شنکر پانڈے کی شخصیت کا تجزیہ کر رہا تھا۔ بظاہر وہ ان تمام حادثات سے غیر متعلق نظر آرہا تھا لیکن ندیم کی یہ دلیل بھی اپنی جگہ غلط نہیں تھی کہ بزنس میں ایک دوسرے سے جیلسی رکھنا ایک فطری اور کاروباری عمل ہے۔ اس کے علاوہ پہلی بار میرے ساتھ پیش آنے والے حادثہ کی اطلاع ندیم اور سراج دونوں کو کسی مرد نے دی تھی، ممکن ہے اس میں بھی موہنی کی پراسرار قوت کو دخل رہا ہو۔ اس نے پانڈے کو اپنی شیطانی قوت سے اس بات پر مجبور کر دیا ہو کہ وہ میرے خلاف کوئی انتقامی کارروائی کرے۔ وہ مردانہ آواز پانڈے کے اپنے کسی خاص اور قابل اعتماد کارندے کی بھی ہو سکتی تھی۔ ایک طرف موہنی نے مجھے اپنے سحر میں مبتلا رکھا ہوا اور دوسری طرف اس نے پانڈے کے آدمیوں کو آگ لگانے کا موقع فراہم کر دیا ہو۔

کالکا نے مجھ سے کہا تھا کہ میری ماں کی جان بچانے میں اس کا ہاتھ شامل ہے۔ میری ماں نے بھی یہی کہا تھا کہ بس بیٹھے بیٹھے اچانک ان پر عجیب قسم کی گھبراہٹ طاری ہوئی تھی۔ ایسا لگا تھا جیسے کوئی نادیدہ قوت ان کا گلا گھونٹ رہی ہو۔ انہوں نے ڈرائیور کو ڈاکٹر کو بلانے کے لیے روانہ کیا پھر باہر لان پر آگئیں لیکن انہیں کسی پل چین نہیں مل رہا تھا پھر انہوں نے خانساماں کو بلا کر ڈاکٹر خان کی طرف یہ معلوم کرنے بھیجا کہ وہ گھر پر ہیں یا نہیں۔ اس کے چند لمحوں بعد وہ اپنی بڑھتی ہوئی تکلیف کے پیش نظر چوکیدار کے ساتھ ڈاکٹر خان کے گھر کی طرف چل دیں جو دو کوٹھیاں چھوڑ کر واقع تھا۔ ہر چند کہ ڈاکٹر خان ہمارے فیملی فزیشن نہیں تھے لیکن والد صاحب سے ان کے کافی دیرینہ تعلقات تھے۔ اس کے علاوہ دونوں گھروں میں ایک دوسرے کے ہاں آنا جانا بھی تھا لیکن ابھی وہ ڈاکٹر خان کے بنگلے کے گیٹ تک پہنچی تھیں کہ ان کو ایسا محسوس ہوا جیسے زمین ان کے پیروں تلے کھسک گئی۔ وہ دھماکہ اتنا ہی شدید تھا کہ زمین تک لرز کر رہ گئی تھی۔ اس کے بعد دو دھماکے اور ہوئے اور پھر آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں نے میری پوری کوٹھی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

والدہ کے علاوہ یہی بیان قرب و جوار میں رہنے والے دوسرے مکینوں کا بھی تھا لیکن سراج کے مطابق فائر آفیسر نے اس آگ کو شارٹ سرکٹ کا نتیجہ قرار دیا تھا۔ چنانچہ کہیں نہ کہیں کوئی جھول ضرور تھا۔

دانش کی موٹر سائیکل کا میرے مکان کے قریب پایا جانا اور

خود اس کی گمشدگی بھی ایک ایسا معما تھی جسے ابھی تک حل نہیں کیا جا سکا تھا۔ پولیس اور فائر بریگیڈ کے عملے کے بیان کے مطابق انہیں وہاں ہڈیوں کا کوئی ایسا ڈھانچہ بھی نہیں ملا تھا جس پر دانش کے وجود کا شبہ کیا جا سکتا پھر وہ کہاں غائب ہوگیا تھا؟ کیا اسے اغواء کیا گیا تھا یا پھر اسے موت کے گھاٹ اتار کر سمندر برد کر دیا گیا تھا؟

میرے ذہن کے اندر ایک لاوا سا پک رہا تھا پھر ٹھیک دو بجے میں اپنے بستر سے اٹھا۔ سیاہ رنگ کا لباس زیب تن کیا کھڑکی کھول کر عقبی لان کی جانب سے حد بندی کی دیوار پھلانگ کر باہر آ گیا اور پیدل ہی پانڈے کی رہائش گاہ کی جانب چل پڑا جو بمشکل تین میل کے فاصلے پر واقع تھی۔ مجھے یہ فاصلہ طے کرنے میں تقریباً ایک گھنٹا صرف ہوا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے درمیان میں ہر ممکنہ خطرے سے بچنے کا خاص خیال رکھا تھا اور اپنے گرد آیت الکرسی کا حصار بھی کھینچ لیا تھا۔

پانڈے کی کوٹھی دو منزلہ تھی جس میں گراؤنڈ فلور پر ڈرائنگ' ڈائننگ کے علاوہ ایک ماسٹر روم آنے جانے والے مہمانوں کے لیے مخصوص تھا۔ رہائشی کمرے اوپر تھے جہاں پانڈے اپنی مختصر فیملی کے ساتھ رہتا تھا۔ میری ذاتی معلومات کے مطابق اس کے صرف دو بچے تھے جن میں سے ایک کی عمر اٹھارہ سال کی تھی اور دوسرے کی بارہ سال' وہ دونوں ایک کمرے میں رہتے تھے جبکہ تیسرا بڑا کمرا پانڈے اور اس کی بیوی کے تصرف میں تھا۔ کمروں کے قریب ہی ٹی وی لاؤنج تھا۔ یہ تمام معلومات مجھے اس کلر فل نقشے کے ذریعے حاصل ہوئی تھیں جو پانڈے نے اپنے آفس میں اپنی میز پر شیشے کے نیچے لگا رکھا تھا تاکہ اپنے کلائنٹس کو ون یونٹ بنگلے کی طرز تعمیر کے بارے میں ضرور معلومات بہ آسانی فراہم کر سکے۔

میری توقع کے عین مطابق پانڈے کے مین گیٹ پر ایک چوکیدار موجود تھا۔ چنانچہ مجھے اس میں داخل ہونے کے لیے بھی عقبی دیوار ہی پھلانگنی پڑی تھی لیکن اس سے پیشتر میں نے سیاہی رنگ کا ایک ماسک اپنے چہرے پر چڑھا لیا تھا جس کے بعد میری شناخت ناممکن ہوگئی تھی۔ دیوار پھلانگنے کے بعد میں کچھ دیر تک مالتی کی جھاڑیوں کے عقب میں دبکا بیٹھا رہا۔ میرا آٹومٹک بڑی مضبوطی سے میرے سیدھے ہاتھ میں دبا ہوا تھا۔ میں نے احتیاطاً اس پر سائیلنسر بھی لگا لیا تھا کہ اس کے استعمال سے کوئی شور و غل نہ ہو سکے۔ اس کا اندازہ لگانے کے بعد کہ قرب و جوار میں کوئی دوسرا شخص موجود نہیں ہے۔ میں آہستہ سے کھڑا ہوا اور تقریباً پنجے کے بل دوڑتا ہوا عمارت تک پہنچ گیا۔ عمارت کی پہلی منزل تک پہنچنے کے لیے پشت پر کوئی راستہ موجود نہیں تھا۔ غالباً پائپ لائنز کو بھی اس طرح کھانچا بنا کر فٹ کرنے کے بعد اوپر سے نیچے تک کور کر دیا گیا تھا کہ وہ باہر سے

نظر نہیں آتے تھے۔ میں مجبوراً دیوار کے ساتھ چپکا آہستہ آہستہ محتاط قدم اٹھاتا ہوا صدر دروازے کی طرف بڑھا جہاں کوئی شخص روشن اور عمارت کو ملانے والے خوبصورت زینے کے گول پلر سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ وہ شاید بنگلے کا چوکیدار ہی تھا جو کچھ دیر کمر سیدھی کرنے کی خاطر وہاں بیٹھ گیا تھا۔ پلر کے ساتھ ہی اس کی حود ماری پیٹر بھی ٹکی ہوئی تھی۔ ایک لمحے کو مجھے احساس ہوا تھا کہ محض ایک چوکیدار اس وسیع و عریض بنگلے کے لیے ناکافی تھا مگر میں نے اس وقت اس پر کوئی دھیان نہیں دیا۔

بنگلے کی صدر عمارت میں داخل ہونے کی خاطر میرے لیے ضروری تھا کہ پہلے اس چوکیدار نما شخص سے دو دو ہاتھ کر لوں۔ چنانچہ میں کوئی آواز پیدا کیے بغیر ورانڈے کی مختصر دیوار سے لگا آہستہ آہستہ اس کی جانب بڑھتا رہا۔ مجھے اس کے قریب پہنچنے میں بیس منٹ صرف ہوئے تھے۔ وہ جاگ رہا تھا اور کبھی کبھی نظریں گھما کر دائیں بائیں دیکھنے لگتا تھا لیکن شاید اسے اس بات کی توقع نہیں تھی کہ کوئی دشمن عقب سے بھی اس پر اچانک حملہ آور ہو سکتا تھا۔ اس کے قریب پہنچ کر میں نے پہلے بڑی آہستگی سے اس کی رکی پیٹر پر قبضہ کیا پھر اس سے پہلے کہ اسے میری موجودگی کا احساس ہوتا میرا الٹا ہاتھ بڑی مشاقی اور برق رفتاری کے ساتھ اس کے گلے میں پھانسی کے پھندے کی طرح لپٹ گیا۔ اس نے خود کو میری گرفت سے آزاد کرنے کی بھرپور کوشش کی' وہ شاید منہ سے آواز نکال کر سرونٹس کوارٹر میں محو خواب دوسرے ملازمین کو خطرے کا احساس دلانا چاہتا تھا لیکن میں نے خطرے کو بھانپ کر پوری شدت سے اس کی گردن کو جھٹکا دیا تو اس کی آواز ایک معمولی سی خرخراہٹ کے بعد اس کے حلق میں ہی دفن ہوگئی۔ پولیس کی تربیت اس وقت میرے بڑے کام آ رہی تھی۔ میرے ایک ہی جھٹکے نے اسے بے ہوش کر دیا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اب وہ کم از کم دو گھنٹے تک دوبارہ ہوش میں نہیں آئے گا۔ چنانچہ میں نے صدر دروازے کے قریب پہنچ کر جیب سے ایک موٹا اور سخت سا تار نکالا پھر اس ڈور لاک کو کھولنے میں مجھے کچھ زیادہ دشواری پیش نہیں آئی جس کے بعد میں عمارت میں داخل ہوگیا۔ نچلے حصے میں کوئی موجود نہیں تھا۔ اس کا اطمینان کر لینے کے بعد میں زینے طے کرتا ہوا تیزی سے پہلی منزل پر پہنچ گیا۔ جہاں صرف ایک کمرے سے ہلکی ہلکی لائٹ باہر آ رہی تھی۔ باقی کمرے تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ میں پنجوں کے بل چلتا ہوا روشن کمرے کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کا دروازہ بھی اندر سے لاک تھا لیکن کھڑکی کے پردوں کے درمیان اتنی جھری موجود تھی جس سے روشنی کی کرنیں باہر نکل رہی تھیں۔ میں نے کھڑکی سے چپک کر اندر کی جانب دیکھا۔ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ وہی میرا مطلوبہ کمرا تھا جس میں اس وقت سب شنکر پانڈے اپنی خوبصورت دھرم پتنی کے ساتھ دو جان ایک قالب ہو رہا تھا۔ سائڈ ٹیبل پر گلاس اور شراب کی بوتل بھی موجود تھی۔ مجھے یاد آیا کہ وہ ویک اینڈ کی رات تھی جسے اکثر لوگ سہاگ رات کی طرح منانے کے عادی ہوتے ہیں۔

میں خاموشی سے دروازے کی طرف پلٹا۔ مجھے ایک بار پھر ڈور لاک کھولنے کی خاطر اسی مڑے تڑے تار کا سہارا لینا پڑا جس میں میں تربیت کے دوران ہی خاصا مشتاق ہوگیا تھا۔ بمشکل آدھے منٹ کی کوشش کے بعد اندر سے پش بٹن کے کھلنے کی "ٹیٹ" کی آواز ابھری اور دوسرے ہی لمحے میں تیزی سے اندر داخل ہوگیا۔ چٹ کی آواز سن لینے کے بعد پانڈے کو کسی خطرے کا احساس ہوگیا تھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ اپنے دفاع کی خاطر کوئی موثر تدبیر اختیار کرتا۔ میں اس کی سر پر ریوالور تانے موت کی طرح سوار تھا۔ اس کی خوبصورت بیوی نے تیزی سے خود کو رضائی کے اندر سمیٹ لیا تھا' لیکن پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ "مجھے افسوس ہے پانڈے جی مہاراج کہ میں نے آپ کے رنگ میں بھنگ ڈال دیا۔" میں نے بدلی ہوئی آواز میں بڑی سفاکی سے کہا۔ "پرنتو آپ کو بہرحال میری وارننگ کا خیال رکھنا ہوگا۔ آپ نے اگر چھل کپٹ سے کام لینے کی کوشش کی تو مجھے مجبوراً آپ دونوں کے خون سے ہاتھ رنگنے کا پاپ کرنا پڑے گا۔ آپ کی مکتی اسی میں ہے کہ میری باتوں کا ٹھیک ٹھیک جواب دیتے رہیں۔"

"تم ..... جتنی چاہے دولت مانگ لو لیکن مجھے جان سے مت مارو۔" پانڈے ایک ہی دھمکی میں لرزنے لگا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ وہ محض جان بچانے کی خاطر اداکاری کر رہا ہو۔

"تمہارا خیال غلط ہے پانڈے جی۔" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ "میں نے اس سے کسی دھن دولت کے کارن تمہارے کمرے میں داخل ہونے کا خطرہ مول نہیں لیا تھا۔ مجھے کیول اپنے سوالات کے جواب چاہییں۔"

"کیا چاہتے ہو؟"

"نہیں سندری۔" میں نے قہر آلود نظروں سے مسز پانڈے کو دیکھا جس کا سیدھا ہاتھ آہستہ آہستہ تکیے کی طرف سرک رہا تھا۔ "تم اپنے دونوں ہاتھ اپنے سندر شریر کے اوپر ہی کر لو۔ ورنہ ہو سکتا ہے کہ مجھے پہلے تمہیں اپنے اور پانڈے جی کے درمیان سے ہٹانا پڑے۔"

مسز پانڈے جو بلاشبہ ایک خوبصورت اور حسین جسم کی مالک تھی گھبرا کر اپنے دونوں ہاتھ سامنے کر لیے۔ موت کا تصور اس کی آنکھ میں ابھر کر اس طرح ساکت ہوگیا تھا کہ اب وہ پلکیں جھپکاتے ہوئے بھی خوف محسوس کر رہی تھی۔ اسے خوف زدہ کرنے کے بعد میں پانڈے کی طرف متوجہ ہوا۔

"پانڈے جی۔ کیا تم سیوک کو یہ بتانا پسند کرو گے کہ تم نے کس کے اشارے پر شہباز خان کی کوٹھی کو آگ لگانے کی حماقت کی تھی۔"

"میں نے ..." پانڈے چونکا لیکن اپنی آنکھوں میں ابھرنے والی حیرت کو نہ چھپا سکا۔ جلدی سے بولا۔ "تمہیں کوئی غلطی فہمی ہوئی ہے ورنہ میں ..."

"میں سچ معلوم کرنے کے کارن یہاں آیا ہوں پانڈے جی۔" میں نے اس کا جملہ کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "اگر آپ نے شرافت سے زبان نہ کھولی تو مجھے مجبوراً آپ کی زبان کھلوانے کی خاطر آپ کی سندر دھرم پتنی کے شریر کے کچھ

ٹکڑے کاٹنے پڑیں گے جس کا مجھے کوئی افسوس نہیں ہوگا۔"

"میں نے جو کچھ کیا وہ موہنی کی مہان شکتی کے کہنے پر کیا۔" پانڈے نے فوراً ہی ہتھیار ڈال دیے۔ "اگر میں ایسا نہ کرتا تو شاید وہ مجھے زندہ نہ چھوڑتی۔ میری بات کا وشواس کرو۔ اس نے یہی کہا تھا کہ اگر میں نے اس کی آگیا کا پالن نہ کیا تو وہ مجھے کتے کی موت مار دے گی۔"

"کتے کی موت تو میں بھی تمہیں مار سکتا ہوں۔ پرنتو میں ایسا نہیں کروں گا۔" میرے لہجے میں بلا کی سفاکی آگئی۔ میں نے اسے قہر آلود آواز میں مخاطب کیا۔ "اب اس شخص کا نام بھی اگل دو۔ جس نے تمہارے اشارے پر باس کی کوٹھی کا ستیاناس کیا ہے۔"

"میں اس کا نام نہیں جانتا۔ میں نے اسے دیکھا بھی۔" پانڈے جلدی سے بولا۔ "میں نے کیول اس کی آواز فون پر سنی تھی۔ اس نے موہنی کا حوالہ دے کر مجھ سے بات کی تھی۔"

"چلو۔ مانے لیتا ہوں لیکن تمہارے درمیان سودا کتنے میں پٹا تھا۔"

"میری بات کا وشواس کرو۔ میں بھگوان کی سوگند کھا کر کہتا ہوں کہ ابھی تک اس نے نہ مجھ سے کسی رقم کا مطالبہ کیا ہے' نہ دوسری بار بات کی ہے۔ ویسے اس نے یہ ضرور کہا تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح اپنے کام کی اجرت مجھ سے ضرور وصول کرلے گا۔"

میں نے سیاہ چشمے کے پیچھے سے پانڈے کا جائزہ لیا۔ وہ شاید غلط بیانی سے کام نہیں لے رہا تھا پھر بھی میں نے اسے کریدنے کی خاطر تیزی سے سوال کیا۔ "کیا تمہیں معلوم ہے کہ دانش نامی شخص کو کہاں رکھا گیا ہے؟"

"دانش۔" پانڈے نے اس نام کو دہراتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "یہ نام میں پہلی بار تمہارے منہ سے سن رہا ہوں۔"

"موہنی نے تم سے کیا کہا تھا۔" میں نے دوسرا زاویہ آزمانے کی کوشش کی۔

"اس نے کیول اتنا کہا تھا کہ میں اس کے حوالے سے ملنے والی فون کال پر بلا چوں وچرا کیے عمل کرتا رہوں۔ ورنہ وہ مجھے اپنی شکتی سے نشٹ کر دے گی۔" پانڈے نے اس بار مردہ سی آواز میں کہا۔ "شاید اس سے بھی اس کی آتما کہیں آس پاس موجود ہو۔ وہ شاید اب مجھے زندہ نہیں چھوڑے گی۔"

"اس کی چنتا مت کرو۔" میں نے بڑے وثوق سے کہا۔ "جہاں میرے جیسا راکشش موجود ہو۔ وہاں پلید اور گندی شکتیاں دور دور تک پھٹکنے کی جرات نہیں کر سکتیں لیکن اس بات کا وشواس کس طرح کرلوں کہ تم نے مجھے جو کچھ بتایا ہے۔ وہ جھوٹ نہیں ہے؟"

"تم اس کی تصدیق شہباز سے بھی کر سکتے ہو۔" پانڈے نے تیزی سے جواب دیا۔ "میں نے اسے بہت ساری باتیں ایسی بھی بتا رکھی ہیں جس کا علم ہمارے سوا کسی اور کو نہیں ہے۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ پانڈے نے یقیناً کومل ورما کی بات میرے علاوہ کسی اور کو نہیں بتائی ہوگی۔ اس کا آخری جملہ اس بات کی ترجمانی کر رہا تھا کہ وہ مجھ سے دروغ سے کام نہیں لے رہا۔

"تمہیں میری ایک بات کا دھیان رکھنا ہوگا۔" میں نے تھوڑے توقف کے بعد کہا۔ "میں تم سے پھر کسی وقت فون پر بات کروں گا' اگر تمہیں اس انجان آدمی کا فون دوبارہ موصول ہو تو تم اس سے دانش کے بارے میں ضرور معلوم کرو گے۔"

"تم نے باس کس کو کہا تھا؟ کیا تم شہباز خان کے آدمی ہو۔"

"ان چکروں میں سے برباد نہ کرو۔ کیول ایک نام یاد رکھنا۔ راکشش۔" میں نے حقارت سے جواب دیا۔ "میں اب تم دونوں کو جیوت (زندہ) چھوڑ کر واپس جا رہا ہوں۔ موہنی کی پلید آتما کا فون ملے تو اس سے بھی میری بات نہ کرنا اور ہاں' میرے جانے کے بعد ایک گھنٹے تک تم اپنے کمرے سے باہر نکلنے کی کوشش نہیں کرو گے ورنہ ہو سکتا ہے کہ میرے دوسرے متر جو تمہاری کوٹھی کے آس پاس موجود ہیں۔ تمہیں بھون کر رکھ دیں۔" میں نے ایک نظر مسز ورما کی طرف دیکھا جو بدستور سکڑی سمٹی اور سہمی اپنے جسم کو رضائی کے اندر لپیٹے پڑی تھی پھر میں نے آخری بار پانڈے کو دیکھا اور تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ دونوں میرے جانے کے بعد بھی میری دی ہوئی

دھمکی کے خلاف کوئی اقدام کرنے کی جسارت نہیں کریں گے۔ میں نے پانڈے کی خوابگاہ سے اپنی خوابگاہ تک واپسی کا سفر بھی پوری احتیاط سے طے کیا تھا۔

✿

صبح ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر میں دفتر جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا کہ ندیم میرے کمرے میں داخل ہوا۔ اس وقت میں ایک قد آدم آئینے کے سامنے کھڑا ٹائی باندھ رہا تھا۔

"اب تمہارے سر کا درد کیسا ہے؟" ندیم نے میری خیریت دریافت کی۔

"پہلے سے بہت بہتر ہے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "رات سونے سے پہلے میں نے سر درد کی گولیاں کھالی تھیں۔ اس لیے اب خود کو خاصا ہلکا پھلکا محسوس کر رہا ہوں۔"

"تم شاید جلدی سو گئے تھے۔" ندیم نے کہا اس کا لہجہ نارمل ہی تھا۔ "میں رات دس بجے تمہاری طرف آیا تھا لیکن لائٹ آف تھی اس لیے واپس چلا گیا۔"

"اب کیا پروگرام ہے تمہارا؟"

"فی الحال لیٹ کر لمبی تان کر دوبارہ سو جاؤں گا۔" ندیم مسکرایا۔ "میرے اور تمہارے اندر صرف رات اور دن کا فرق ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب بہت واضح ہے۔ تم دن بھر کاروبار کرنے کے بعد رات کو سوتے ہو اور میں دن بھر آرام کرنے کے بعد رات کو کاروبار شروع کرتا ہوں۔"

"میرا اب بھی تمہارے لیے یہی پرخلوص مشورہ ہے کہ یہ نائٹ کلب اور کیسینو وغیرہ کے چکر سے باز آجاؤ۔" میں نے ندیم کو سمجھانے کی کوشش کی۔ "اب تم تنہا نہیں ہو' نسیم کا بوجھ بھی ہے' تمہارے کندھوں پر۔ تمہارے پاس دولت کی کوئی کمی نہیں ہے۔ کوئی بھی دوسرا شریفانہ کام شروع کر سکتے ہو۔"

"اگر میں نے کوئی شریفانہ بزنس شروع کر دیا ہوتا تو شاید اس وقت تم سے گفتگو کرنے کے بجائے تمہاری تجہیز و تکفین کے کاموں میں الجھا ہوتا۔" اس بار ندیم کا لہجہ بے حد معنی خیز تھا۔ میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے پوچھا۔

"فی الحال میں تمہیں صرف اتنا سمجھا سکتا ہوں کہ جو حماقت تم نے کل رات کی تھی۔ اسے دوبارہ نہ کرنا۔" ندیم نے مجھے گھورتے ہوئے جواب دیا۔ "تمہاری اطلاع کے لیے ایک بات اور عرض کر دوں کہ جے شنکر پانڈے کی کوٹھی پر ایک نہیں' بلکہ دو گارڈ رات بھر پہرہ دیتے ہیں۔ جس وقت تم دیوار پھاندنے کے بعد مالتی کی جھاڑی کی اوٹ میں چھپے تھے۔ اس وقت عقبی حصے پر پہرہ دینے والے گارڈ نے جو ایک محفوظ مقام پر بیٹھا تھا تمہیں دیکھ لیا تھا۔ وہ تمہیں نشانہ بنانے والا تھا لیکن تم خوش قسمت تھے جو بچ گئے۔ اگر میرے آدمیوں نے بروقت اس گارڈ کو قابو کر کے دوسری دنیا کے سفر پر پارسل نہ کیا ہوتا تو تم اس وقت یہاں اتنے اطمینان سے کھڑے ٹائی نہ باندھ رہے ہوتے۔"

"اوہ۔ گویا تمہیں حالات کا علم ہو چکا ہے۔"

"ہاں وہ میرے جاں نثار ساتھیوں کو جو مجھ سے دور رہنے کے بعد بھی میری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب رہتے ہیں۔" ندیم نے سنجیدگی برقرار رکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ تم نے مجھ سے مشورہ کیے بغیر رات والی حماقت کس لیے کی تھی؟"

"میں دیکھنا چاہتا تھا کہ میرے مکان کو نذر آتش کرنے میں پانڈے کا ہاتھ کس حد تک شامل ہے۔" میں نے ندیم کو مکمل تفصیل سے آگاہ کرتے ہوئے جواب دیا۔ "میرا خیال ہے کہ اس نے مجھ سے غلط بیانی سے کام نہیں لیا ہوگا۔"

"تم شاید اب بھی کسی خوش فہمی کا شکار ہو۔" ندیم نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "پانڈے' موہنی کی پراسرار گندی طاقتوں کے مقابلے میں تمہیں ترجیح دے گا۔ یہ بات میرے حلق کے نیچے نہیں اتر سکتی بہرحال' میرا مشورہ ہے کہ آئندہ تم پانڈے سے محتاط ہی رہنا۔ جھوٹ اور سچ کیا ہے۔ اب میرے آدمی پانڈے سے اگلوالیں گے۔ میں نے گزشتہ رات ہی ضروری ہدایت کر دی ہیں۔ برائے مہربانی تم درمیان میں ثالث بننے کی کوشش نہ کرنا۔"

میں ابھی جواب دینے کے بارے میں غور کر رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے لپک کر ریسیور اٹھایا۔

"باس۔ میری فکر نہ کرنا۔" دوسری جانب سے دانش نے میری آواز پہچانتے ہوئے بڑی مدھم آواز میں کہا۔ "آپ کو اب محتاط رہنے کی زیادہ ضرورت ہے اس لیے کہ کے.... کک.... کک.... کک۔" اس کے ساتھ ہی دانش کی آواز گھٹتی چلی گئی۔ شاید کسی نے اچانک پشت سے وار کر کے دانش کی بات پوری نہیں ہونے دی تھی۔

"ہیلو.... ہیلو.... ہیلو...." میں نے اسے متعدد آوازیں دیں لیکن دوسری جانب سے کوئی جواب نہیں ملا پھر ہلکی سی کلک کی آواز کے ساتھ ہی رابطہ منقطع کر دیا گیا۔

"کس کی کال تھی؟" ندیم نے میرے چہرے کے بدلتے تاثرات کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔

"دانش کی۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔

"پھر..... تم نے ریسیور رکھ کیوں دیا؟"

"دوسری جانب سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"دانش کوئی اہم بات کہنا چاہتا تھا لیکن وہ بات مکمل نہ کر سکا۔" میں نے دانش کا نامکمل جملہ دہراتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ دانش نے کوئی اہم سراغ پالیا ہے جس سے وہ مجھے باخبر کرنا چاہتا تھا مگر میرے دشمنوں نے بروقت اس پر حملہ کر کے اس کی زبان بند کر دی۔"

ندیم نے فوراً کوئی جواب نہیں دیا۔ کچھ دیر تک بڑی سنجیدگی سے کسی خیال میں منہمک رہا پھر میری جانب دیکھتے ہوئے بولا۔

"میرا خیال ہے کہ دانش تمہیں ان لوگوں کی شخصیت سے باخبر کرنا چاہتا تھا جنہیں موہنی کے کہنے پر تمہارے پیچھے لگایا گیا ہے لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔ جس طرح دانش نے تمہارے دشمنوں کے کسی آدمی کا تعاقب کیا تھا ممکن ہے بالکل اسی طرح دشمن کا کوئی ساتھی بھی دانش کے پیچھے لگ گیا ہو اور اسی نے دانش کو وقتی طور پر خاموش کر دیا ہو۔"

"ہو سکتا ہے۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے اپنے خدشے کا اظہار کیا۔ "اگر تمہارا اندازہ درست ثابت ہوا تو پھر دانش کی زندگی کی کوئی امید نہیں کی جا سکتی۔"

"ضروری نہیں ہے۔" ندیم نے کہا۔ "یہ بھی ممکن ہے کہ دانش کے ذریعے تمہارے ساتھ کوئی سودے بازی کریں۔"

میں ابھی کوئی جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ ندیم نے جلدی سے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھانے کے بجائے فون کا بٹن آن کر دیا۔ "ہیلو۔ ندیم بول رہا ہوں۔" اس نے مائیک سے قریب ہو کر سنجیدگی سے کہا۔

"مجھے تم سے نہیں، مسٹر شہباز سے بات کرنی ہے۔" دوسری جانب سے کھردرے لہجے میں کہا گیا۔ وہ جو بھی تھا آواز بدلنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"کون ہو تم؟"

"تمہیں میرے نام سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے۔ شہباز کو دو۔" دوسری طرف سے تحکمانہ انداز میں جواب ملا۔

"میرا خیال ہے کہ تمہیں فون کرنے کا سلیقہ نہیں" ندیم نے سرد مہری کا مظاہرہ کیا۔ "کم از کم تمہاری گفتگو نے یہی اندازہ لگایا ہے کہ تمہارا تعلق ان لوگوں میں سے ہے جنہیں شریف اور تمیزدار کہا جا سکے۔"

"تمہارا اندازہ غلط نہیں ہے۔" حقارت سے کہا گیا۔ مسٹر شہباز سے کچھ اہم بات کرنی ہے۔ ریسیور اس کے حوالے کرو۔"

"کیا فون پر کسی قسم کی غنڈہ گردی کرنے کا ارادہ ہے؟"

"میرا ایک مشورہ مانو گے مسٹر ندیم۔"

"کہو۔" ندیم نے بے پرواہی سے جواب دیا۔ "میں سن رہا ہوں۔"

"تمہارے حق میں بہتر ہے کہ ہمارے اور شہباز کے درمیان آنے کی کوشش نہ کرو ورنہ خسارے میں رہو گے۔"

"اگر تم میرے بارے میں جانتے ہو تو تمہیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ بزنس میں نفع اور نقصان دونوں کے امکانات ہوتے ہیں اس لیے مجھے خسارا ہونے کی صورت میں بھی کوئی افسوس نہیں ہوگا کیونکہ میں خسارا پورا کرنے کے طریقوں سے بھی بخوبی واقف ہوں۔"

"کیا میں یہ سمجھوں کہ تم میرا وقت برباد کرنے کی کوشش کر رہے ہو؟"

"تم شہباز سے کس سلسلے میں بات کرنا چاہتے ہو؟"

"اس کا علم تمہیں بعد میں بھی ہو سکتا ہے۔"

"گڈ۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "اب تم نے ایک قاعدے کی بات کی ہے اس لیے میں ریسیور شہباز کے حوالے کر رہا ہوں۔"

"ہیلو۔" میں نے ندیم کے اشارے پر مائیک کے قریب ہوتے ہوئے کہا۔ "میں شہباز بول رہا ہوں۔"

"اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو تم اس وقت شاید دانش کے سلسلے میں پریشان ہو رہے ہو گے۔ کیوں؟"

"کیا تم دانش کو جانتے ہو؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"ہاں لیکن صرف اس حد تک کہ اس نے ہمارا تعاقب کر کے اپنی موت ہی کو دعوت دی ہے۔"

"آئی سی۔" میں چونکا۔ "گویا اس وقت دانش تمہارے قبضے میں ہے۔"

"تمہاری جگہ کوئی بچہ ہوتا تو وہ بھی یہی نتیجہ اخذ کرتا۔"

"کیا چاہتے ہو؟" میں نے سرد لہجے میں سوال کیا۔

"جتنی جلدی ممکن ہو سکے اس ملک سے اپنا منہ کالا کر لو' دوسری صورت میں شاید تمہیں ساری عمر پچھتانے کے علاوہ اور کوئی کام باقی نہ رہے گا۔"

"اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو شاید تم ہی لوگوں نے میرے مکان کو آگ بھی لگائی ہے؟"

"ہاں۔ ہم انکار نہیں کریں گے۔" دوسری جانب سے سفاک انداز اختیار کیا گیا۔

"پانڈے سے تمہارا کیا رشتہ ہے؟"

"وہی جو مفلسی کا دولت سے ہوتا ہے۔"

"اور اگر میں تمہیں پانڈے کے مقابلے میں زیادہ رقم کی آفر دوں تو؟"

"سوری۔ یہ ہمارے اصول کے خلاف ہے۔ ہم ایک بار جس پارٹی سے کنٹریکٹ کر لیتے ہیں اس کے ساتھ دغا نہیں کرتے۔" اس بار تضحیک آمیز لہجے میں جواب ملا۔ "ہاں' تم اگر چاہو تو ہم دانش کے سلسلے میں تمہارے ساتھ سودے بازی کر سکتے ہیں۔"

"کتنی رقم درکار ہے؟"

"دس لاکھ۔ اس میں کمی کی کوئی گنجائش نہیں ہوگی۔"

میں نے ندیم کو دیکھا جو بڑی توجہ سے ہماری گفتگو سن رہا تھا۔ اس نے اشارے سے مجھے گفتگو جاری رکھنے کی ہدایت کی۔

"واپسی کا طریقہ کار کیا ہوگا؟" میں نے دریافت کیا۔

"تم کل شام تک ہماری مطلوبہ رقم پانڈے کو کیش کی شکل میں پہنچا دو۔ دانش تمہیں واپس مل جائے گا۔"

"کیا تم اتنا بڑا رسک لینے کو تیار ہو؟" میں نے کہا۔ "ایسی صورت میں کہ جب وہ تمہیں شناخت کر چکا ہے۔"

"اس کی فکر مت کرو۔ یہ سب سوچنا ہمارا کام ہے۔"

"اور اگر میں تمہاری مطلوبہ رقم....."

"شہباز خان۔" دوسری جانب سے کرخت لہجے میں جواب ملا۔ "ہم اگر مگر سننے کے عادی نہیں ہیں' تمہیں سودا منظور ہے تو ڈن کرو۔ ویسے میرا خیال ہے کہ تم دانش جیسے جاں نثار کو اس سے بدتر حالت میں دیکھنا پسند نہیں کرو گے جس میں ٹونی جتلا ہے۔"

ماسٹر ٹونی کی مثال دے کر اس نے مجھے دانش کے انجام سے باخبر کرنے کی کوشش کی تھی۔ میں ایک لمحہ کو لرز کر رہ گیا۔ میرے دشمنوں اور طاغوتی قوتوں نے مل کر ماسٹر ٹونی کو لب گور تک پہنچا دیا تھا۔ اس کی زندگی اپاہجوں سے بدتر کر دی تھی' اگر دانش نے واقعی میرے دشمن کا سراغ پالیا تھا تو پھر ان سے ہر بات کی توقع کی جا سکتی تھی۔ میرے والد کا انجام میرے سامنے تھا۔ اس کے بعد اگر کالکا نے بروقت میری ماں کو ڈاکٹر خان کے ہاں جانے پر مجبور نہ کیا ہوتا تو شاید وہ بھی مکان کے ساتھ جل کر خاک ہو جاتی۔

پانڈے نے مجھ سے اس بات کا اقرار کیا تھا کہ اس نے موہنی کی قوت سے خوفزدہ ہو کر کسی نادیدہ شخص سے فون پر بات کی تھی۔ وہ اس سے واقف نہیں تھا۔ اس نے مجھے یہ بھی باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ کومل ورما ایک بدروح کی صورت میں ابھی تک اس کی فرم میں کام کر رہی تھی۔ میرا ذہن الجھنے لگا۔ میں نے سوچا۔ اگر موہنی کے بارے میں پانڈے نے غلط بیانی نہیں کی تو پھر کومل ورما کہاں سے پیدا ہو گئی؟ میں نے اسے خود اپنے ہاتھوں سے موت کے گھاٹ اتارا تھا پھر ایک ہی وقت میں ان دونوں کا نام کس طرح آ رہا تھا؟ پانڈے کا بیان اگر حقیقت پر مبنی تھا کہ اس نے کرائے کے دہشت گردوں سے صرف فون پر بات کی تھی تو پھر دانش کے سلسلے میں دس لاکھ کی خطیر رقم

پانڈے کے حوالے کرنے کو کیوں کہا جا رہا تھا؟ موہنی جو بذات خود ایک شیطانی قوت تھی اس نے پانڈے کو کسی اجرتی قاتل یا قاتلوں سے بات کرنے کی ہدایت کیوں کی تھی؟

میرا ذہن بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا۔

"تمہارے پاس وقت کم ہے مائی ڈیئر مسٹر شہباز۔" مائیک پر دوسری جانب سے بولنے والی کی سرد آواز ابھری۔ "اگر تم مجھے باتوں میں الجھا کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہے ہو کہ میں کس نمبر سے بات کر رہا ہوں تو اس میں تمہاری کامیابی ممکن نہیں اس لیے کہ میں ایک پبلک بوتھ سے فون کر رہا ہوں۔ تمہارے پاس صرف ایک ہی راستہ ہے کہ ہماری بات مان لو ورنہ دانش تمہیں کس حالت میں ملے گا تم شاید اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

"مجھے یہ سودا منظور ہے۔" میں نے ندیم کے اشارے پر کہا۔ "لیکن میں پانڈے کو درمیان میں نہیں لانا چاہتا۔"

"وقت مت ضائع کرو۔ میں صرف ہاں یا نہیں میں جواب سننا چاہتا ہوں۔"

"تم شاید میری پوزیشن سمجھنے کی کوشش نہیں کر رہے۔" میں نے اسے گفتگو میں الجھانے کی خاطر کہا۔ "اگر میں نے پانڈے والی شرط مان لی تو میری ساکھ...."

"جہنم میں گئی تمہاری ساکھ۔" حقارت سے کہا گیا۔ "ہماری آفر پر پھر غور کر لو۔ میں دو گھنٹے بعد تمہیں دوبارہ فون کروں گا اور ہاں مسٹر ندیم یا کسی اور کو درمیان میں لانے کی حماقت نہ کرنا ورنہ تمہارا انجام خطرناک ہی ہوگا۔"

اس کے ساتھ ہی گفتگو کا سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ میں نے ندیم کی سمت دیکھا جو کسی گہری سوچ میں غرق تھا۔ میں اس وقت سوائے اندر ہی اندر کھولنے کے اور کر بھی کیا سکتا تھا۔ دانش نے میری خاطر جو قدم اٹھا لیا تھا مجھے اس کے بارے میں مطلق کوئی علم نہیں تھا لیکن وہ بہرحال میری ہی ٹیم کا ایک فرد تھا۔ ماسٹر ٹونی ابھی تک ہسپتال میں تھا اور اب دانش کی زندگی خطرے میں تھی۔ فون کرنے والے نے مجھے جو دھمکی دی تھی وہ اسے عملی جامہ بھی پہنا سکتا تھا۔ خاص طور پر ایسی صورت میں جب کہ موہنی کی گندی قوت پانڈے کا ساتھ دے رہی تھی۔ میرے لیے دس لاکھ کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ مشین کا کوئی اہم پرزہ اگر ناکارہ ہو جائے تو پوری مشین ٹھپ ہو کر رہ جاتی ہے۔ دانش بھی میری مشینری کا ایک اہم پرزہ تھا۔ اس نے پانڈے کے پروجیکٹ کو میرے صرف ایک اشارے پر بڑی بے جگری سے بم مار کر تباہ و برباد کر دیا تھا۔ رحمانی قوتوں اور آیت الکرسی کی برکتوں نے اسے دشمنوں کی نظروں سے بچا لیا تھا لیکن میرے گھر کو لگنے والی آگ کے شعلے اسے ایک بار پھر روشنی میں لے آئے تھے۔ شاید دانش نے ان افراد کو دیکھ لیا تھا جنہوں نے میرے مکان کو آگ لگائی

تھی۔ اسے یقیناً کسی پر شبہ ہوا ہوگا جو وہ اس کے تعاقب
گیا پھر شبے کے یقین میں بدل جانے کے بعد ہی اس
کر کے محتاط رہنے کی تاکید کی تھی۔ وہ مجھے ان مشتبہ
کے نام بھی بتانا چاہتا تھا لیکن بروقت دشمنوں نے اس
کر دی اور اب وہ مجھ سے دانش کی زندگی کے عوض
مطالبہ کر رہے تھے۔

میرے ذہن میں تیز آندھی کے جھکڑ چل رہے
قوتیں مجھے پانڈے کے راستے سے ہٹانا چاہتی تھیں۔
میری کوئی دشمنی نہیں تھی لیکن شاید وہ نرنجن لال کی
قرض چکتا کرنے کی خاطر میرے خلاف برسرپیکار ہو
فرقہ واریت کی اس فضا میں میرے قدم ایک لمحے کو
لڑکھڑائے تھے۔ مجھے اس بات پر یقین تھا کہ موت برحق
کا ایک وقت معین ہے جسے کوئی نہیں ٹال سکتا چنانچہ
سے ہراساں نہیں ہوا تھا لیکن والد صاحب کی اذیتناک
ماں کو پیش آنے والے خطرے نے جو صورت حال اختیار
اس میں میرے قدم ڈگمگانے لگے تھے۔ میرے اندر کا
کوئی پرزہ آہستہ آہستہ اپنی قوت مدافعت کم کرنے لگا تھا۔
قدموں تلے اولاد کی جنت ہوتی ہے اور جنت کی کوئی
ہوتی۔ اس کے حصول کی خاطر انسان اپنی عمر عزیز کا
عرصہ عبادتوں اور ریاضتوں میں گزار دیتا ہے پھر بھی
بات کا یقین نہیں ہوتا کہ خدا کے حضور اس کی سجدہ
شرف قبولیت کا درجہ حاصل کر لیا ہوگا۔ کبھی کبھی
صرف ایک نیکی اس کے تمام زندگی کے گناہوں کو
ذریعہ بن جاتی ہے اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ قدم
ایک لڑکھڑاہٹ برسوں کی عبادتوں کو رائگاں کر دیتی ہے
میں جو کچھ بھی تھا والدین کی دعاؤں کا اس میں
زیادہ دخل تھا.... پھر؟ میں نے خود کو حالات کی منجدھار
کی کسی ناؤ کی مانند ہچکولے کھانے کے لیے کیوں چھوڑ
میرے دشمن مجھے صرف ملک بدر کر کے اپنی کامیابی کا
چاہتے تھے۔ اس کے عوض اگر میری ماں کی زندگی
تو پھر میں نے خود کو کسی کشمکش میں کیوں ڈال رکھا تھا
حصول کی خاطر میرے دشمنوں کی گندی قوتوں نے جو
وہ بہت کم تھی۔ بڑا سستا سودا تھی۔ مجھے ان کی
چاہیے تھی۔ میں نے سوچا۔ میں نے فیصلہ کرنے میں
دانشمندی کا ثبوت نہیں دیا تھا اس لیے کہ ساری
دولت بھی ماں کا نعم البدل نہیں ہو سکتی لیکن پھر
موہنی نے ایک موقع پر مجھ سے کہا تھا کہ اب میرے
وقت گزر چکا ہے۔ وہ دنیا کے کسی کونے میں بھی
سانس نہیں لینے دے گی۔ شاید کومل ورما کی موت
ماں کی عبرتناک موت نے موہنی کو اپنا ارادہ بدلنے

تھا۔ وہ ہر قیمت پر مجھے تباہی اور بربادی سے دوچار کرنے کا مصمم ارادہ کر چکی تھی۔ میرے پاس فرار کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ عذر کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔

"شہباز۔" ندیم کی آواز میری قوت سماعت سے ٹکرائی تو میرے خیالات کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ "ہمارے پاس صرف دو گھنٹے کی مہلت ہے اور ان دو گھنٹوں کے اندر اندر ہمیں دانش کی موت یا زندگی کے بارے میں کوئی اہم فیصلہ کرنا ہے۔"

"ہاں۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔"

"کیا ارادہ ہے تمہارا؟" ندیم نے معنی خیز انداز میں سوال کیا۔ "کیا دانش کی خاطر تم مسٹر پانڈے کو دس لاکھ کی رقم پہنچانے پر آمادگی کا اظہار کر دو گے؟"

"نہیں۔" میں نے پوری سنجیدگی سے کہا۔ "میں دانش کے ساتھ ساتھ خود کو بھی حالات کی صلیب پر چڑھا دوں گا لیکن ناپاک قوتوں کے آگے گھٹنے نہیں ٹیکوں گا۔"

"گڈ۔" ندیم کی آنکھوں میں ایک مخصوص چمک پیدا ہوئی۔ "زندگی میں شاید تم نے پہلی بار ایک کام کی بات کی ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے اسے وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"مطلب میں تمہیں واپس آکر سمجھاؤں گا۔" وہ تیزی سے اٹھتے ہوئے بولا۔ "لیکن جب تک میں واپس نہ آؤں یا میری کوئی فون کال تمہیں نہ ملے تم گھر سے باہر قدم نکالنے کی کوشش نہیں کرو گے۔"

"تم۔ کہاں جا رہے ہو؟"

"شکار کھیلنے اور وہ بھی شیر کی کچھار میں گھس کر۔ تم آنٹی کا خیال رکھنا۔" ندیم نے کہا پھر وہ تیزی سے قدم بڑھاتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔ میرے ذہن میں ایک بار پھر پریشان خیالات کا ہجوم ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ میں کشمکش کے عالم میں اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگا۔ ندیم کی آنکھوں میں ابھرنے والی چمک اس بات کی غماز تھی کہ وہ کسی اہم نتیجے پر پہنچ چکا ہے لیکن اس نے مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ اتنی عجلت میں کہاں جا رہا تھا۔ اس کے آخری جملے میرے کانوں میں گونج رہے تھے کہ اچانک کاکا کی مانوس آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔

"شہباز۔ بہت بے کل دکھائی دے رہے ہو؟"

"کالکا۔" میرے ذہن میں امید کی ایک کرن تیزی سے کوندی۔ "کیا تمہیں نہیں معلوم کہ۔"

"مجھے کچھ بتانے کی کوشش مت کرو۔" اس نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔ "میں سب کچھ جانتی ہوں پرنتو مجھے تم سے ایک شکایت بھی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"تمہارے من میں اب کالکا کے لیے وہ تڑپ نہیں رہی جو پہلے ہوا کرتی تھی۔"

"نہیں۔" میں نے وضاحت کی۔ "تمہارا خیال غلط ہے۔ میری ماں کی زندگی بچا کر تم نے میرے اوپر جو احسان کیا ہے میں کبھی....."

"سنجیدہ مت ہو شہباز۔" کالکا نے کہا۔ "میں تم سے چھیڑ کر رہی تھی۔ تم کیول ہنستے بولتے اچھے لگتے ہو۔"

"ہنسنا بولنا انسان کے اپنے اختیار میں نہیں ہوتا۔ کبھی کبھی حالات اور واقعات انسان کو آنسو بہانے پر بھی مجبور کر دیتے ہیں۔"

"اتنی جلدی نراش مت ہوا کرو۔ سمے ہمیشہ ایک جیسا نہیں رہتا۔"

"لیکن میرے ساتھ جو آنکھ مچولی کھیلی جا رہی ہے اس نے میرے اعصاب کو جھنجوڑ کر رکھ دیا ہے۔"

"کیوں؟ کیا تمہیں اب اپنی کالکا پر وشواس نہیں رہا؟" اس کے لہجے میں شکایت تھی۔

"ایک بات کہوں۔ برا تو نہیں مانو گی؟"

"کہو۔ تمہاری باتیں مجھے ہمیشہ اچھی لگتی ہیں۔"

"پہلے تم خود سے میرا خیال رکھتی تھیں۔ تمہارے احسانات بے شمار ہیں لیکن اب....."

"میں سمجھ رہی ہوں۔" کالکا سنجیدہ ہو گئی۔ "شنکر جیسے دشٹ کے ساتھ تمہارے کارن یدھ کرنے کے بعد دیوی دیوتاؤں نے تمہاری کالکا رانی پر کچھ پہرے بٹھا دیے ہیں پرنتو میں اب بھی تمہاری داسی ہوں۔ تم جب بھی سچے من سے آواز دو گے میں تمہیں جواب ضرور دوں گی۔"

"موہنی کی شکتی مجھے اپنے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر رہی ہے۔"

"پھر، تم نے کیا سوچا ہے؟"

"میں موت گوارا کر لوں گا لیکن اس کے سامنے کبھی گھٹنے نہیں ٹیکوں گا۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔

"شاید تم نے دانش کو پیش آنے والے حادثے کا اثر اپنے من پر بہت گہرا لیا ہے۔"

"کیوں کیا مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا؟"

"تم نہیں جانتے شہباز لیکن میں جانتی ہوں کہ موہنی کی شکتی تم سے کیا چاہتی ہے۔"

"کیا چاہتی ہے؟"

"میں ابھی تم کو کچھ نہیں بتا سکتی۔" کالکا نے جواب دیا۔ "اگر میں نے ایسا کیا تو میری رہی سہی شکتی بھی جاتی رہے گی۔"

"کالکا۔" میں نے بڑی حسرت سے کہا۔ "کیا تم دانش کے سلسلے میں میری کوئی مدد نہیں کر سکتیں؟"

"کیا چاہتے ہو تم؟"

"دانش کی زندگی۔"

"کالکا تمہیں وچن دیتی ہے کہ موہنی جیسی ہزاروں سکھیاں مل کر بھی دانش کو کوئی کشٹ نہیں دے سکتیں۔" کالکا نے کہا۔ "پرنتو ایک بات یاد رکھنا کہ ابھی تمہاری کالکا رانی کھل کر سامنے نہیں آ سکتی۔"

"کالکا۔" میں نے لگاوٹ کا اظہار کیا۔ "کیا میں تمہیں پھر اسی روپ میں دیکھ سکتا ہوں جس حسین روپ میں تم مجھے پہلے نظر آئی تھیں۔"

"کاش میں تمہارے من میں جھانک کر دیکھ سکتی کہ تمہیں مجھ سے کتنا پیار ہے۔"

"کیوں؟ کیا تمہیں اعتبار نہیں ہے میری بات کا؟"

"بات وشواس کی نہیں بلکہ اس چھایا کی ہے جس نے کالکا کو بھی تمہارے من کی گہرائیوں میں جھانکنے سے روک رکھا ہے۔" کالکا نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا۔ "شہباز۔ کیا تم مجھے بھی نہیں بتاؤ گے کہ وہ کون سی شکتی ہے جس کی وجہ سے ابھی تک موہنی بھی تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکی؟"

"تم نے یہی سوال مجھ سے پہلے بھی کئی بار کیا ہے۔" میں نے انجان بن کر جواب دیا۔ "لیکن میں نہیں جانتا کہ وہ کون سی قوت ہے جو ابھی تک مجھے پراسرار قوتوں کے مقابلے میں پناہ دے رہی ہے۔ شاید خدا کو ابھی میری موت منظور نہیں ہے ورنہ تم جانتی ہو کہ شنکر اور اس کے گرو پنڈت بنسی دھر نے مجھے اپنے پیروں تلے کچلنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔"

"ہاں۔ مجھے یاد ہے۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تم نے اپنی کالکا رانی کے کارن پنڈت بنسی دھر کو اس سے چھیڑا تھا جب وہ برف پوش پہاڑوں کی گپھا میں بیٹھا مجھے حاصل کرنے کے لیے جاپ کر رہا تھا لیکن ابھی تک مجھے اس بات کی کھوج ہے کہ وہ کون سی شکتی تھی جس نے بنسی دھر جیسے مہان پنڈت کو اس کے منڈل سے باہر نکالا تھا۔ وہ تمہارے بس کا روگ نہیں تھا۔ کالکا کے نام پر وہ جو جاپ کر رہا تھا۔ میں بھی اس کا توڑ نہیں کر سکتی تھی۔ مجھے وشواس ہے کہ اس سمے بھی اس شکتی نے تمہاری سہائتا کی ہو گی جس نے کالکا اور تمہارے من مندر کے درمیان گھپ اندھیرے کی ایک دیوار کھڑی کر رکھی ہے۔"

"تم اس کو میرے جذبوں کی صداقت کا نام بھی دے

ہو۔" میں نے کالکا کو پھر خوبصورتی سے فریب دینے کی کوشش کی۔ "پیار سچا ہو تو اس کے بیچ بنسی دھر جیسے مہان پنڈتوں کے جاپ منتر بھی بے کار ہو جاتے ہیں۔"

"ہو سکتا ہے تم سچ کہہ رہے ہو۔" کالکا کے جواب میں غیر یقینی کی کیفیت کی آمیزش تھی۔

"پانڈے کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے پوچھا۔ "کیا اس نے موہنی اور کومل دیما کے بارے میں مجھ سے جو کچھ کہا ہے وہ سچ ہے؟"

"ہاں۔ پانڈے کی حالت بھی ابھی منش جیسی ہے جو اچانک بیچ منجدھار میں پھنس کر رہ جاتا ہے۔" کالکا نے سنجیدگی سے کہا۔ "موہنی کی شکتی نے اسے اپنے جال میں جکڑ رکھا ہے۔ پانڈے اس کے اشاروں پر ناچنے کو مجبور ہے۔ جس دن اس نے ایسا نہ کیا وہ اس کے جیون کا آخری دن ہو گا۔"

"دانش کو کن لوگوں نے شکار کیا ہے؟" میں اصل موضوع کی طرف آ گیا۔

"ان ہی لوگوں نے جنہوں نے تمہارے گھر کو آگ لگائی تھی۔"

"کیا تم ان حرامزادوں کی نشاندہی کر سکتی ہو؟" میں نے اپنی حقارت کا اظہار کیا۔

"وہ دھن کے پجاری ہیں۔" کالکا نے جواب دیا۔ "زندگی اور موت کا کھیل رچانا ان کی عادت ہے۔ تم انہیں منہ مانگی رقم دو تو وہ اپنے بھائی کے خون سے بھی ہاتھ رنگ سکتے ہیں۔"

"لیکن..."

"میں اب جا رہی ہوں شہباز۔" کالکا نے تیزی سے جواب دیا۔ "اگر سمے ہاتھ سے نکل گیا تو میں تمہارے ساتھی کو نہیں بچا سکوں گی۔"

میں نے دوبارہ کالکا کو آواز نہیں دی۔ میں سمجھ رہا تھا کہ وہ ان لوگوں کے نام کو زبان تک لانے سے گریز کر رہی تھی۔ مگر کیوں؟ کیا وہ بھی موہنی کی کالی قوتوں کے آگے بے بس تھی؟

☆

جوں جوں وقت گزرتا جا رہا تھا میری وحشت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ فون کرنے والے نے دانش کے سلسلے میں "ہاں" یا "نہیں" کے لیے صرف دو گھنٹے کا وقت دیا تھا۔ ان دو گھنٹوں کے اندر اندر مجھے کوئی نہ کوئی آخری فیصلہ کرنا تھا۔

میرا ذہن حالات کی بکھری ہوئی کڑیوں کو ملانے کے سلسلے میں پوری طرح کوشاں تھا۔ مختلف سوالات میرے دماغ میں صدائے بازگشت بن کر ابھر رہے تھے۔ یہ بات اپنی جگہ طے ہو چکی تھی کہ میرے مکان کو موہنی کے اشارے پر دہشت گردوں نے آگ لگائی تھی جس کی اجرت پانڈے کو ادا کرنی تھی لیکن پانڈے ان دہشت گردوں سے ناواقف تھا اس کی دہشت گردوں سے فون پر بات ہوئی تھی۔ کم از کم پانڈے کا یہی بیان تھا اور میرے اندازے کے مطابق اس نے غلط بیانی نہیں کی تھی۔ دوسری شکل میں وہ اس بات کو کبھی تسلیم نہ کرتا۔ کالکا کا بیان بھی یہی تھا کہ پانڈے کو محض کھلونے کے طور پر استعمال کیا گیا۔ اس کے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں تھا وہ آگ کس نے لگائی اور اس تخریب کاری کے سلسلے میں اسے کتنی قیمت ادا کرنی تھی؟

لیکن دانش.....

دانش کو ان دہشت گردوں یا ان کے کسی ساتھی کا سراغ کس طرح مل گیا تھا۔ کیا یہ محض ایک اتفاق تھا یا پھر مجھے گھیرنے کی خاطر گندی قوتوں نے میرے خلاف کوئی سازشی جال بنا تھا؟ کالکا جانتی تھی کہ وہ تخریب کار کون تھے لیکن میرے آخری سوال کے جواب میں وہ جلدی جانے کا بہانہ بنا کر مجھے ٹال گئی تھی؟ آخر کیوں۔ کیا کالکا بھی دوستی کی آڑ میں چھپ کر میری پشت پر خنجر گھونپنے کی ناپاک سازش کر رہی تھی؟ اگر وہ میری ماں کو موہنی کے گندے ہاتھوں سے ت دلا سکتی تھی تو پھر میرے مکان کو بھی نذر آتش ہونے سے بچا سکتی تھی۔

میرے ذہن میں مختلف وسوسے ابھر رہے تھے۔ میں نے ٹہلتے ٹہلتے دستی گھڑی پر نظر ڈالی۔ دہشت گردوں کی جانب سے فون موصول ہوئے ایک گھنٹا گزر چکا تھا۔ ایک گھنٹے کے بعد انہیں میرے "ہاں" یا "نہیں" کے جواب میں دانش کی زندگی کا فیصلہ کرنا تھا۔

ندیم نے جاتے وقت مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ کہاں جا رہا ہے البتہ اس نے یہ ضرور کہا تھا کہ شیر کا شکار کھیلنے کی خاطر اس کی کچھار کی سمت جا رہا ہے۔ جاتے وقت ندیم کی نگاہوں میں ایک تیز چمک ابھری تھی۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے ڈور کا کھویا سرا اس کے ساتھ آ گیا ہو لیکن ندیم نے اس کی کوئی وضاحت نہیں کی تھی۔

وقت گزرنے کے ساتھ میرے دل کی دھڑکنیں بھی تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ میں جیسے حالات کے شکنجے میں پھنس کر رہ گیا تھا۔ میرا دم گھٹ رہا تھا لیکن بظاہر نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ گزرتے وقت کا ایک ایک لمحہ میری رگوں میں دوڑتے خون کی گردش کو تیز کر رہا تھا پھر یکلخت میرے ذہن میں پانڈے کا نام ابھرا۔ میں تیزی سے لپک کر فون کے قریب آیا اور اس کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ دہشت گردوں نے دانش کی زندگی کی قیمت دس لاکھ مقرر کی تھی اور ان کے حکم کے بموجب مجھے وہ رقم پانڈے کو پہنچانی تھی۔ ہو سکتا تھا مجھ سے گفتگو کرنے کے بعد انہوں نے پانڈے سے میرے سلسلے میں بات کی ہو اور دس لاکھ کے بارے میں کچھ ہدایت دی ہو۔

"ہیلو۔" تیسری گھنٹی بجنے کے بعد خود پانڈے نے کال ریسیو کی تھی۔

"میں راکیش بول رہا ہوں۔" میں نے اسی آواز میں کہا جس میں گزشتہ رات پانڈے سے بات کی تھی۔

"راکیش ...کون راکیش۔" دوسری جانب سے قدرے ہچکچاہٹ سے پوچھا گیا۔

" وہی راکیش جس نے کل رات تمہارے بیڈروم میں داخل ہوکر رنگ میں بھنگ ڈالا تھا۔" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "مجھے وشواس ہے کہ تم نے اب سیوک کو پہچان لیا ہوگا۔ کہو تو یہ بھی بتاؤں کہ اس سمے تم اور تمہاری سندر پتنی......"

"میرا خیال ہے کہ کل رات ہماری گفتگو مکمل ہوگئی تھی۔" دوسری جانب سے بیزاری کا اظہار کیا گیا۔

"یہ تمہارا خیال ہے میرا نہیں۔" میں نے تیزی سے خشک لہجے میں کہا۔ "دہشت گردوں کے بارے میں جب تک مجھے مکمل حالات نہیں معلوم ہوں گے ہماری گفتگو کا سلسلہ نہیں ختم ہوگا۔"

"میں تمہیں حالات سے آگاہ کرچکا ہوں' اس کے علاوہ میرے پاس اور کوئی معلومات نہیں ہیں۔"

"یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تم بہت کچھ جانتے ہو لیکن موہنی کی شکتی کے خوف کے مارے زبان نہ کھول رہے ہو۔"

"نہیں' ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو میں کل رات بھی اپنی زبان بند ہی رکھتا۔"

پانڈے کا جواب معقول تھا' وہ چاہتا تو ان لوگوں کے سلسلے میں اپنی زبان کو تالے بھی لگا سکتا تھا جنھوں نے میرے مکان کو آگ لگائی تھی' میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ پانڈے جو کہہ رہا ہے وہ غلط نہیں ہے پھر بھی میں نے قدرے درشت لہجے میں کہا۔

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ ان لوگوں نے دانش کے سر کی کیا قیمت مقرر کی ہے؟"

"نہیں....."

"پورے دس لاکھ۔"

"لیکن میں اس سلسلے میں کیا کرسکتا ہوں؟"

"ان کا کہنا ہے کہ دس لاکھ کی رقم تمہیں پہنچادی جائے اس کے بعد دانش کو زندہ چھوڑدیا جائے گا۔"

"مجھے اس سلسلے میں بھی کسی بات کا علم نہیں۔"

"اب اتنے بھولے بھی نہ بنو پانڈے جی مہاراج" میں نے اسے کریدنے کی کوشش کی۔ "کیا تم حالات سے واقف ہوئے بغیر کسی سے اتنی بڑی رقم وصول کرلوگے؟"

"وشواس کرو..... مجھے اس سلسلے میں کوئی ہدایت نہیں ملی۔"

"اور اگر کوئی رقم لے کر تمہارے دفتر تک پہنچ جائے تو...... کیا تم اسے لینے سے انکار کردوگے؟"

"میں نے کہا نا کہ ابھی تک مجھے اس بارے میں کوئی علم نہیں ہے لیکن تم اس معاملے میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہے ہو۔ کیا تم شہباز خان کے کوئی آدمی ہو؟"

"بات اب منش کی نہیں..... طاقت کی آگئی ہے" میں نے تیزی سے جواب دیا۔ "جس طرح موہنی تمہاری سہائتا کررہی ہے اسی طرح میں شہباز خان کی مدد کررہا ہوں..... جانتے ہو کیوں..... کبھی موہنی اور میرا بڑا مضبوط شریر بندھن تھا لیکن اب وہ گھمنڈی ہوگئی ہے اور میں اس کے گھمنڈ کو توڑنے کا ارادہ کرچکا ہوں اگر موہنی کا فون آئے تو اسے اتنا ضرور بتادینا کہ وہ راکیش سے بگاڑ کر اپنے راستے میں کانٹے ہی بورہی ہے' ایک نہ ایک دن اسے پھر سے میرے چرنوں میں جھکنا پڑے گا۔ یہ راکیش کا

جملہ ہے۔ اٹل فیصلہ جسے دھرتی کی کوئی شکتی نہیں ٹال سکتی۔"

"یہ تمہاری آپس کی بات ہے لیکن میں......"

"تمہیں موہنی نے اپنا کھلونا بنایا ہے میں نے نہیں۔" میں نے پانڈے کا جملہ کاٹتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔ "موہنی کی طرح میں بھی تمہارے من کے اندر جھانک سکتا ہوں' تمہاری سوچوں کو پڑھ سکتا ہوں..... مجھے معلوم ہے کہ تم نے ابھی تک مجھ سے جھوٹ نہیں بولا اسی لیے تمہیں شما دے رکھی ہے پرنتو یاد رکھو جس دن تم نے راکیش کا راستہ کاٹنے کی کوشش کی وہ تمہارے جیون کا آخری دن ہوگا۔ مکتی چاہتے ہو تو مجھ سے کبھی بگاڑ کرنے کی کوشش نہ کرنا...... اور تم اگر چاہو تو یہ بات اپنی موہنی رانی یا کومل دیا کو بھی بتاسکتے ہو۔"

میں نے اپنا جملہ مکمل کرتے ہی ریسیور کریڈل پر واپس رکھ دیا۔ پانڈے کے بارے میں ایک بار پھر مجھے یہی نظریہ قائم کرنا پڑا کہ موہنی کی قوت اسے محض ایک کھلونے کی طرح استعمال کررہی ہے ورنہ وہ ذاتی طور پر ان تمام معاملات میں ملوث نہیں تھا۔ مگر یہ باتوں کا وقت نہیں تھا میں نے گھڑی کی طرف نظر اٹھائی جو وقت مجھے دیا گیا تھا اس کے پورا ہونے میں صرف پندرہ منٹ اور باقی رہ گئے تھے۔ میری کیفیت اس آدم خور شیر جیسی تھی جو شکار پر جھپٹتے وقت اچانک کسی گہری کھائی میں گرگیا ہو۔

میں نے اس بات کا مصمم ارادہ کرلیا تھا کہ دس لاکھ کی رقم کم از کم پانڈے کے حوالے نہیں کروں گا' اس طرح نہ صرف میں پانڈے کی نظروں میں بزدل بن جاتا بلکہ میری کاروباری ساکھ بھی خراب ہوجاتی' ماسٹر ٹونی کے بعد دانش میرے لیے بہت اہم ہوگیا تھا' میں اس کی خاطر کچھ بھی کرسکتا تھا لیکن موہنی' کومل دیا یا پانڈے کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیک سکتا تھا' ایک کلمہ گو مسلمان ہونے کی حیثیت سے باطل قوتوں کے سامنے جھک جانا یوں بھی میری شان کے خلاف تھا۔

وقت تیزی سے اپنی مسافت طے کررہا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ میری دہشت بھی بڑھتی جارہی تھی کہ اچانک فون کی گھنٹی بجی اور میں نے لپک کر ریسیور اٹھالیا' دوسری جانب ندیم تھا۔

"سیدھے کیسینو آجاؤ" مختصراً کہا گیا پھر سلسلہ منقطع ہوگیا۔

میں تیزی سے قدم اٹھاتا باہر آیا اور گاڑی میں بیٹھ کر کیسینو روانہ ہوگیا' ندیم کے مختصر جملے نے ایک بار پھر مجھے ذہنی جھنجھلاہٹ پر مجبور کردیا تھا۔ میں برق رفتاری کا مظاہرہ کرتا کیسینو پہنچا جہاں گیٹ پر موجود ایک شخص نے مجھے کیسینو کے زمیں دوز حصے تک پہنچا دیا جہاں ندیم کے علاوہ دانش بھی موجود تھا دانش کے چہرے پر نظر آنے والے نیل کے دھبے اس بات کی ترجمانی کررہے تھے کہ اسے دشمنوں نے خاصی بری طرح ٹارچر کیا ہے وہ ایک کرسی پر بیٹھا آہستہ آہستہ کراہ رہا تھا وہ شدید گھٹن میں جلا تھا لیکن اس کے چہرے پر کوئی ایسی علامت بھی نہیں تھی جسے اس کی بزدلی یا گھبراہٹ سے تعبیر کیا جاسکتا۔ مجھے دیکھ کر ایک لمحے کو اس کی نگاہوں میں خوشی کی چمک جاگ اٹھی تھی۔ میں نے ندیم کی جانب دیکھا جو آتش دان کے قریب کھڑا کسی گہری سوچ میں غرق تھا' کمرے میں ہم تینوں کے علاوہ چار افراد اور بھی تھے جن کے چہرے' قد و قامت اور لباس حیرت انگیز طور پر ایک دوسرے سے ملتے جلتے تھے' ندیم بدستور اپنی ظاہری شکل میں موجود تھا۔

"خان جابر کو لاؤ۔" اچانک وہ اپنے آدمیوں سے مخاطب ہوا جس کے جواب میں ایک شخص تیزی سے باہر چلا گیا۔

"دانش تمہیں کہاں سے ملا۔" میں نے ندیم سے پوچھا۔

"اتفاق ہی سمجھو جو قسمت نے یاوری کی ورنہ پچویشن اس وقت کچھ اور ہی ہوتی۔"

"کیا مطلب ہے......؟"

"دس لاکھ کی ادائیگی کے بعد تمہارے دانش صاحب حسب وعدہ تمہیں واپس کردیے جاتے لیکن اکڑی ہوئی لاش کی صورت میں۔"

"تم یہ بات اس قدر وثوق سے کیسے کہہ رہے ہو؟"

"اس لیے کہ میں بھی اسی میدان کا کھلاڑی ہوں جس کے ایک فرد نے دانش کو اغوا کیا تھا۔" ندیم زہرخند سے بولا۔

"کیا فون پر تم نے اس کی آواز پہچان لی تھی؟"

"ایک شبہ ہوا تھا لیکن یہ درست ہی ثابت ہوا۔"

"آئی سی..." میں نے کہا۔ "شاید تم نے اسی غرض سے مجھے گفتگو کا سلسلہ جاری رکھنے کو کہا تھا؟"

"ہاں تم نے بالکل ٹھیک کہا۔"

"لیکن تمہیں اس بات کا علم کس طرح ہوگیا کہ دانش کو کس جگہ رکھا گیا ہے؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"یہ سب تجربہ کی باتیں ہیں۔ ابھی تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گی۔"

میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ندیم کا آدمی ایک ایسے شخص کو ساتھ لے کر کمرے میں داخل ہوا جو صورت سے ہی کوئی خطرناک شخص لگتا تھا۔ اس کی عمر چالیس سے تجاوز کرتی معلوم ہورہی تھی' وہ دہرے بدن اور دراز قد کا مالک تھا۔ بڑی بڑی آنکھوں میں سرخی اور سفاکی کا ملا جلا تاثر جھلک رہا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ پشت پر بندھے تھے لیکن وہ کسی طرح بھی خوفزدہ نہیں دکھائی دیتا تھا' بائیں گال پر ایک گہرا گھاؤ تھا جس نے اس کی شکل کو اور بھیانک بنادیا تھا اس نے تنگ جینز کی پتلون پہن رکھی تھی جس پر اسی رنگ سے ملتی جلتی قمیض تھی جس کی دونوں آستینوں کو کہنیوں تک چڑھا لیا گیا تھا گلا تقریباً کھلا ہوا تھا جس سے اس کا چوڑا چکلا سینہ اور اس پر سیاہ رنگ کے بڑے

بڑے بال واضح طور پر نظر آرہے تھے کشادہ پیشانی پر نظر آنے والی شکنیں اس بات کی غماز تھیں کہ وہ کسی شدید انتقامی کارروائی کے امکانات پر غور کررہا تھا کمرے میں داخل ہونے کے بعد سے وہ برابر ٹکٹکی باندھے ندیم کو خونخوار نظروں سے گھور رہا تھا جیسے سات آدمیوں کے نرغے میں ہونے کے باوجود بڑا بے خوف نظر آرہا تھا۔

ندیم کچھ دیر تک خان جابر کو سنجیدگی سے دیکھتا رہا پھر بولا۔

"کیوں خان جابر۔۔۔ اس وقت تم کیسا محسوس کررہے ہو؟"

"مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے۔ یا یوں کہہ لو کہ خان جابر نے کبھی کسی بھی حالات سے خوفزدہ ہونا نہیں سیکھا۔" خان جابر کے لہجے میں کرختگی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ اگر ہم دوستانہ ماحول میں گفتگو کریں تو زیادہ مناسب ہوگا۔۔۔ کیوں' تمہارا کیا خیال ہے؟"

"ہاتھ پشت پر باندھ کر دوستانہ ماحول میں کوئی بات چیت نہیں ہوگی۔" خان جابر نے حقارت سے کہا۔

"یہ وقت کی ضرورت ہے ورنہ تم جانتے ہو کہ میں کھیل کو زیادہ طول دینے کا عادی نہیں ہوں۔"

"کیا معلوم کرنا چاہتے ہو۔۔۔" خان جابر نے بے پرواہی سے پوچھا۔

"فون پر دانش کے عوض دس لاکھ والے سودے کی بات کس نے کی تھی۔"

"میں نے۔" خان جابر سینہ تان کر بولا۔ "شاید اسی لیے تم بہ آسانی ہمارے ٹھکانے تک پہنچ گئے۔"

"دانش کو کس نے اغوا کیا تھا؟"

"میں نے۔"

"نہیں۔۔۔۔۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "تم مجھے دھوکا نہیں دے سکتے اس لیے کہ میں جانتا ہوں کہ تمہارے جیسے لوگ اغوا برائے تاوان جیسے معاملات میں ٹانگ پھنسانا پسند نہیں کرتے۔"

"پھر تمہارا کیا خیال ہے تمہارے آدمی کو کس نے اغوا کیا ہوگا؟"

"کوئی دوسری شخصیت جس کے لیے تم کام کررہے ہو۔"

"جب جانتے ہو تو پھر مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو۔"

"میں تم سے اس کا نام سننا زیادہ پسند کروں گا۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ تم خان جابر کی زبان کھلوالوگے۔" خان جابر کا جواب بڑا تحقیر آمیز تھا۔

"میں جانتا ہوں کہ اپنے اصول کے معاملے میں تم بہت سخت جان واقع ہوئے ہو۔" ندیم نے کہا۔ "مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تم زبان کے دھنی ہو' جس کے ساتھ گٹھ جوڑ ہوجائے اس کے خلاف ایک لفظ زبان سے نہیں نکالتے۔"

"پھر کیا خیال ہے؟" خان جابر مسکرادیا۔ "وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ؟"

"تمہیں اس کام کے عوض کتنی رقم ملی ہے۔"

"سوری۔۔۔ یہ ہمارا بزنس سیکریٹ ہے۔" خان جابر بے پرواہی سے جواب دیا۔

"میں تمہیں اس کی دگنی قیمت ادا کرنے کو تیار ہوں۔"

"خان جابر کو لالچ دینا چاہتے ہو؟"

"دنیا کی ہر سودے بازی میں کوئی نہ کوئی لالچ ضرور ہے۔"

"اور اگر میں سودا قبول کرنے سے انکار کردوں تو؟"

"خسارے میں رہوگے۔۔۔" اس بار ندیم نے سرد لہجے میں کہا۔ "میرے جان نثاروں نے جس طرح تمہیں چوہے کے بل سے نکال لیا ہے اسی طرح تمہارا باس بھی بہت جلد ہمارے قبضے میں ہوگا۔"

"سوچ پر کوئی پابندی نہیں ہے' تم جو چاہے سوچ سکتے ہو۔" خان جابر نے شانہ اچکا کر ایک بار پھر بے پرواہی کا مظاہرہ کیا۔

ندیم کے ساتھی بدستور مستعد نظر آرہے تھے ابھی تک ان میں سے کسی نے زبان نہیں کھولی۔ صرف مشینی انداز میں ندیم کے حکم کی تعمیل کررہے تھے' خان جابر' ندیم سے باتیں کرتے ہوئے ان چاروں کی طرف بار بار دیکھنے لگتا۔ شاید انہیں فرداً فرداً" شناخت کرنے کی کوشش میں مصروف تھا لیکن اس کے چہرے کے تاثرات بتارہے تھے کہ ابھی تک اسے اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی۔"

دانش بدستور کرسی پر بیٹھا درد کی شدت کو محض کم کرنے کی خاطر بار بار کراہ رہا تھا' اس کا حلیہ بتا رہا تھا کہ اغوا کرنے کے بعد اسے شدید جبر و تشدد کا نشانا بنایا گیا ہوگا وہ یقیناً بڑا سخت جان اور حوصلہ مند واقع ہوا تھا اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو شاید اپنے ہوش وحواس ہی کھو بیٹھتا۔

میں ابھی تک ایک خاموش تماشائی کی حیثیت سے کھڑا دانش کی بازیابی اور خان جابر کی گرفتاری کے بارے میں غور کررہا تھا ایک بات اپنی جگہ طے تھی کہ ندیم نے فون پر خان جابر کی آواز پہچان لی تھی ورنہ اتنی جلدی وہ خان جابر پر ہاتھ نہ ڈال سکتا۔ خان جابر کے ہاتھ آجانے کے بعد اس شبہ کو خاصی تقویت ملی تھی کہ موہنی اور طاغوتی قوتوں نے جو ابھی تک براہ راست مجھے اور ندیم کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکی تھیں کرائے کے دہشت گردوں کو بانڈے کی آڑ میں میدان میں لانے کی کوشش کی تھی۔ میرے گھر میں لگنے والی آگ کی اطلاع مجھے موہنی نے دی تھی جبکہ ندیم اور ڈی ایس پی سراج کو مردانی آواز میں اس سانحے کی اطلاع ملی تھی اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو خان جابر اور اس کے گروہ کے لوگوں نے ہی ندیم اور سراج کو آگ لگنے کی اطلاع دی تھی اگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوجاتے تو ...

باپ کے بعد ماں کی ممتا سے بھی ہمیشہ کے لیے محروم ہوجاتا۔ اس خیال کے آتے ہی میرے اندر کا وہ انسان جاگ اٹھا جو ابد سے جان کا بدلہ جان اور مال کا مال کے اصولوں پر کاربند رہا تھا۔ بدلتے موسموں اور بدلتے ادوار نے انتقام کے اس قدرتی جذبے کو مختلف رنگوں میں ڈھال دیا تھا لیکن اس کی ہیئت میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔

انتقام ہر حال میں انتقام ہی کہلائے گا چاہے وہ خود لیا جائے یا پھر کرائے کے قاتلوں کی خدمت مستعار لے کر اس جذبے کو تسکین پہنچانے کا ذریعہ بنایا جائے۔ انتقام کی اسی دوسری شکل نے آج ہمارے درمیان بے شمار محاذ کھول دیے ہیں جس کے پس منظر میں کھڑا ایک شخص دوسرے شخص کے خون سے ہولی کھیلنے کی کوشش کررہا ہے' بازار میں جس چیز کی کھپت زیادہ ہو وہ بہت جلدی پروان چڑھتی ہے' شاید اسی انتقامی جذبوں نے وقت کے ساتھ تنگ دستوں اور سرپھروں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا' وہ کرائے کے قاتل اور دہشت گرد کہلانے لگے اور بازار میں ان کی مانگ بڑھتی رہی جس سے ایک طرف انتقامی جذبوں کی تسکین ہوتی رہی تو دوسری طرف ہزاروں جرائم نے بھی جنم لینا شروع کردیا جو اپنی جڑیں تیزی سے پھیلاتے رہے' رسد و طلب کا یہ معاشی نظام جو کل تھا وہ آج بھی ہے صرف اس کے انداز وقت کے ساتھ ساتھ بدل گئے ہیں لاٹھی اور ڈنڈوں کی جگہ چھری چاقو نے لے لی پھر چاقو کی جگہ بندوقیں استعمال کی جانے لگیں اور اب سائنس کی ترقی کے ساتھ جدید وخود کار آتشی اسلحہ اور دھماکہ خیز آتش گیر مادے بھی استعمال ہورہے ہیں۔

میری نظریں خان جابر پر جمی ہوئی تھیں۔ میرا خون جوش مار رہا تھا' انتقام کی آگ آہستہ آہستہ میرے وجود کے اندر شعلوں کا روپ اختیار کررہی تھی۔ خان جابر نے صرف دانش کو اغوا کرنے کا جرم نہیں کیا تھا۔ اس نے یا اس سے متعلق دہشت گردوں نے میری معصوم ماں کو بھی آگ کے بھڑکتے شعلوں میں موت کی اذیت ناک حالت سے دوچار کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ اپنے کیے پر شرمندہ ہونے بجائے اس وقت سینہ تانے کھڑا تھا۔ خود کو بے پرواہ ظاہر کرنے کی کوشش کررہا تھا' غالباً" اسے اس بات کا یقین تھا کہ اس کے ساتھی بہت جلد اسے بازیاب کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے یا پھر مارے جانے کی صورت میں بھی اس کا خون رائگاں نہیں جائے گا

ندیم اس وقت خلاف توقع بہت صبر و ضبط کا مظاہرہ کررہا تھا ورنہ میں اس کی سفاکی کے متعدد واقعات خود اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا لیکن خان جابر کا آخری جملہ سن کر اس کے چہرے پر تناؤ کی صورت پیدا ہونے لگی تھی۔

"خان جابر۔۔۔۔۔" اس بار ندیم کے لہجے میں کرختگی تھی۔ "میں تمہیں ایک آخری موقع اور دے رہا ہوں اچھی طرح سوچ لو دشمنی کی صورت میں تم اپنی زندگی سے بھی ہاتھ دھو سکتے ہو۔"

"اور اگر میں اپنے سرغنہ یا گروپ لیڈر کا نام بتادوں تو کیا تم مجھے آزاد کردوگے؟" خان جابر معنی خیز انداز میں مسکرایا "نہیں تم مجھے اتنی آسانی سے نہیں چھوڑوگے اس لیے کہ تم جانتے ہو کہ خان جابر کسی بھی صورت میں اپنے دشمن کو معاف کرنے کا عادی نہیں ہے خواہ وہ اس کا بھائی کیوں نہ ہو' موت اور زندگی اور خون کی شناخت کی میرے نزدیک کوئی اہمیت نہیں ہے۔ میں نے مرنے یا پھر مار ڈالنے کے سوا کوئی تیسرا راستہ تلاش کرنے کی کوشش کبھی نہیں کی۔"

"خان جابر۔۔۔" اچانک میں نے اسے خونخوار نظروں سے گھورتے ہوئے کرخت لہجے میں کہا۔ "تم نے شاید ابھی تک صرف موت کی اذیتیں برداشت کی ہیں' اس کا ذائقہ نہیں چکھا۔"

"تم اپنی چونچ بند رکھو۔" خان جابر نے حقارت سے جواب دیا۔ "میں دودھ پیتے بچوں کو منہ لگانے کا عادی نہیں ہوں۔"

خان جابر کا جواب سن کر میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہوکر چھلک اٹھا' میں نے بجلی کی طرح پوزیشن بدل کر ایک بھرپور مکا اس کے جبڑوں پر رسید کیا تو ایک لمحے کو چکرا گیا۔ شاید خان جابر کے علاوہ کسی اور کو بھی اس بات کی توقع نہیں تھی کہ میں اچانک ایکشن میں آجاؤں گا خان جابر نے سنبھلنے کی کوشش کی لیکن اس کے دونوں ہاتھ چونکہ پشت کی جانب ریشمی ڈور کے ساتھ پوری مضبوطی سے بندھے ہوئے تھے اس لیے اسے سنبھلنے میں جتنا وقت درکار تھا اس کے اندر ہی اندر میں نے کرائے کا نپا تلا ہاتھ پوری قوت سے اس کی گردن کے جوڑ پر مارا تو وہ بلبلا اٹھا۔ میں نے دوسری بار بھی اسے سنبھلنے کا موقع نہیں دیا تابڑ توڑ دو رائٹ اور لیفٹ پنچ رسید کیے تو اس کے ہونٹ پر الٹی آنکھ کے نیچے سے خون کی پتلی لکیریں پھوٹ پڑیں۔

میرے اندر انتقام کی آگ پوری طرح بھڑک اٹھی تھی جو خان جابر کے خون ہی سے سرد ہوسکتی تھی' میں اسے زندگی کی سرحدوں سے اس پار روانہ کرنے کا فیصلہ کرچکا تھا' باپ کی شکل میرے سامنے تھی جو ہسپتال کے فرش پر خون میں لت پت پڑا زندگی کی آخری سانسیں گن رہا تھا' میری ماں کی وہ سہمی سہمی نظریں' میرے شعلوں کو ہوا دے رہی تھیں جو موت کے تصور نے ان پر طاری کردیا تھا۔ میرے ہاتھ اور پاؤں مشینی انداز میں چل رہے تھے۔ خان جابر اس اچانک حملے کے لیے تیار نہیں تھا اپنا موثر دفاع نہ کرسکا اور تیورا کر فرش پر گر پڑا۔

میں نے تیزی سے جیب میں ہاتھ ڈالا' میں ریوالور نکال کر اس کے منحوس وجود کو چھلنی کرنے کی ٹھان چکا تھا لیکن ندیم نے مجھے اس حسرت کو پورا کرنے کا موقع نہیں دیا' لپک کر میرا ہاتھ

تھام لیا۔

"کیا حماقت کررہے ہو شہباز۔" ندیم کی آواز میری قوت سماعت سے ٹکرائی۔ "اگر یہ مرگیا تو ایک ٹرمپ کارڈ ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔"

"اسے اپنی زبان کھولنی پڑے گی۔" میں خود کو ندیم کی گرفت سے چھڑانے کی جدوجہد کرتے ہوئے غرایا۔ "اسے ان کے نام اپنی گندی زبان سے اگلنے پڑیں گے جو میرے دشمن ہیں' جنہوں نے میرے بے قصور والد کو مارا اور پھر میری ماں کی زندگی لینے کی کوشش کی.... میں انہیں چن چن کر ماروں گا۔"

"صبر سے کام لو۔" ندیم نے مجھے ایک طرف گھسیٹتے ہوئے سرگوشی کی۔ "یہ مہرہ ہمارے بڑے کام کا ہے' اگر ڈور کا یہ سرا بھی ہاتھ سے نکل گیا تو ہمیں پھر اندھیرے میں ٹاکک ٹوئیاں مارنی پڑیں گی۔"

میں نے بمشکل خود پر قابو پانے کی کوشش کی۔ خان جابر بھی دوبارہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اس کے چہرے سے خون کی کئی لکیریں رس رس کر اس کے لباس کو رنگین کررہی تھیں۔ اس کا لباس بھی دو جگہ سے پھٹ چکا تھا لیکن اس کے تیور ابھی تک نہیں بدلے تھے بلکہ پہلے کے مقابلے میں اور زیادہ خطرناک اور سفاک ہوگئے تھے۔ وہ مجھے بڑی قہر آلود نگاہوں سے گھور رہا تھا۔

ندیم نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا دو افراد آگے بڑھے اور دانش کو دوسرے کمرے میں لے گئے لیکن ان دونوں نے واپسی میں بھی بڑی عجلت کا مظاہرہ کیا تھا۔

"خان جابر۔" ندیم کی کرخت آواز ابھری۔ "تم اس وقت ہمارے رحم و کرم پر ہو۔ ہم اگر چاہیں تو بڑے اطمینان سے کسی قربانی کے بکرے کی طرح تمہارے جسم کی بوٹیاں بنا سکتے ہیں۔ کسی کو کانوں کان بھی خبر نہ ہوگی لیکن مسلمان ہونے کے رشتے سے۔"

"آخ تھو..." خان جابر نے ندیم کا جملہ مکمل ہونے سے پیشتر ہی تھوکتے ہوئے کہا۔ "مجھے بہلانے کی کوشش نہ کرو۔ تم بھی جانتے ہو کہ انتقام کی آگ اور دہشت گردی نسلی امتیاز کو خاطر میں نہیں لاتی۔ جب خون کار اسلحہ شعلے اگلنا شروع کرتے ہیں تو ان کے لیے مذہب' رنگ اور نسل کی تفریق ختم ہوجاتی ہے۔ گولیوں کی صرف ایک زبان ہوتی ہے۔ موت' موت' اور موت' ان کے لیے مسجد اور مندر کا تقدس بے معنی ہوجاتا ہے۔ اپنے اور پرائے کی پہچان بھی ختم ہوجاتی ہے۔ دہشت گرد اور قاتلوں کا کوئی ملک' دین' دھرم اور ایمان نہیں ہوتا۔ مایوسیوں' مجبوریوں اور کئی وقت کے 'وفاقوں' کے بعد جب کوئی رائفل کے دستے پر گرفت جماتا ہے تو پیسہ اس کا خدا بن جاتا ہے۔"

"تقریر اچھی کرلیتے ہو۔" ندیم نے اسے اکسانے کی خاطر ایک آزمودہ حربہ استعمال کیا۔ "پڑھے لکھے معلوم ہوتے ہو۔"

"میرے ہاتھ کی بندشیں کھول کر دیکھو پھر میں تمہیں مردانگی کے مطلب سمجھاؤں گا۔"

"تم شاید بھول رہے ہو کہ میرے صرف دو ساتھیوں نے تمہیں اس وقت دبوچا تھا جب تمہارے ہاتھ اور پیر دونوں آزاد تھے۔"

"اندھیرے میں پشت سے وار کرنا بھی نامردوں کا کام ہے۔" خان جابر غرایا۔ "میری ایک بات کان کھول کر سن لو۔ تمہاری حق میں یہی بہتر ہے کہ مجھے گولیوں سے چھلنی کرڈالو ورنہ زندہ بچ جانے کی صورت میں خان جابر تمہیں پاتال سے نکال کر بھی خارش زدہ کتوں کی موت مارے گا۔"

میں صبر نہ کرسکا۔ میں نے برق رفتاری سے ریوالور نکال کر خان جابر کی ٹانگ کا نشانہ لے کر گولی داغ دی۔ میرا نشانہ خطا نہیں گیا۔ خان جابر کی دائیں ٹانگ کے گھٹنے کی ہڈی کرچیوں میں بدل گئی دوسرے ہی لمحے وہ لڑکھڑا کر منہ کے بل زمین پر الٹ گیا۔ میں نے دوسری بار اس کے سر کا نشانہ لینے کی کوشش کی لیکن ندیم نے میرا ریوالور جھپٹ لیا پھر اپنے چاروں ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔ "اسے اٹھا کر نمبر تین میں لے جاؤ لیکن یہ مرنے نہ پائے۔ اسے ہر قیمت پر زندہ رہنا چاہیے۔"

میں بدستور اپنی جگہ کھڑا غصے میں کانپ رہا تھا' اگر ندیم نے پلک جھپکنے کی دیر کی ہوتی تو میں خان جابر کی کھوپڑی اڑا چکا ہوتا۔ اپنے آدمیوں کے اور خان جابر کے جانے کے بعد ندیم نے میرا ہاتھ پکڑ کر باہر کی جانب کھینچا۔ اس نے زبان سے کچھ نہیں کہا تھا۔ میں اس کے ساتھ چلتا ہوا زمین دوز تہ خانے میں بنے ہوئے مختلف چھوٹے چھوٹے کمروں کے درمیانی راستوں سے گزرتا اس کے آفس تک آگیا۔ آفس سے باہر نکلا تو ہال میں ندیم کے کارندے رات کی تیاری کی خاطر جھاڑ پونچھ اور میز اور کرسیوں کی تزئین اور ترتیب میں مصروف تھے۔ ندیم نے ان میں سے کسی سے کوئی بات نہیں کی۔ خاموشی سے میرا ہاتھ تھامے کیسینو سے باہر آکر اپنی گاڑی میں بیٹھ گیا جس کی پچھلی نشست پر بظاہر ایک دبلا پتلا اور مجہول سا شخص پشت گاہ سے ٹیک لگائے باقاعدہ اونگھ رہا تھا۔ دروازہ کھلنے اور بند ہونے کے باوجود اس کی پوزیشن میں کوئی نمایاں فرق نہیں آیا تھا۔ صرف ایک لمحے کو اس کی بائیں آنکھ کی پلکوں کے درمیان ایک معمولی سی دراڑ پیدا ہوئی تھی پھر وہ بھی بند ہوگئی۔

❀

گاڑی کا رخ ندیم کی رہائش گاہ کی سمت ہی تھا لیکن اس نے ابھی تک کوئی بات نہیں کی تھی بدستور خاموش بیٹھا ونڈ اسکرین سے پیچھے بھاگتی ہوئی سڑک پر نظر جمائے ہوئے تھا۔

"کیا بات ہے۔" میں نے آدھا راستہ گزر جانے کے بعد ندیم سے پوچھا۔ "کیا سوچ رہے ہو؟"

"تم نے جلد بازی کا مظاہرہ کرکے اچھا نہیں کیا۔" ندیم نے

بدستور سامنے دیکھتے ہوئے کہا۔ "اگر خان جابر مر گیا تو سارا کھیل بگڑ جائے گا۔"

"کیوں۔ کیا جابر کو گروہ میں کوئی خاص اہمیت حاصل ہے؟"

"ہاں' وہ زبان کا بڑا پکا ہے۔" ندیم نے کہا۔ "تم اگر اس کے جسم کے ٹکڑے بھی کر ڈالو تب بھی وہ گروہ کے سرغنہ کا نام نہیں بتائے گا۔"

"کیا تم کو بھی معلوم ہے کہ وہ کون ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"میرا شبہ بھوشن جوزف پر ہے۔" ندیم نے جواب دیا۔ "انتہائی خطرناک اور چلتا پرزہ ہے۔ چھوٹے موٹے کام میں کبھی ہاتھ نہیں ڈالتا۔ میرا شبہ ہے کہ موہنی کی بد روح نے اسی کو پانڈے کی آڑ لے کر تمہارے خلاف کھڑا کیا ہو گا۔"

"بھوشن جوزف۔" میں نے اپنے ذہن پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "شاید میں یہ نام پہلے بھی سن چکا ہوں۔"

"ضرور سنا ہو گا۔ اونچے حلقے میں یہ نام بڑی عزت و احترام سے لیا جاتا ہے اس لیے کہ بھوشن ایک بینک کا بلا شرکت غیرے مالک ہے۔ بڑے بڑے لوگوں کو دل کھول کر قرضے دیتا ہے اور پھر انہیں اس طرح اپنے جال میں پھانستا ہے کہ تلملانے کی جرات بھی نہیں کر سکتے۔ ایک نمبر کا ولد الحرام شخص ہے۔ زیادہ چڑھ جائے تو سینہ تان کر اپنے نام کی کہانی چٹخارے لے لے کر سناتا ہے کہ اس کی ماں ذات کی ہندو تھی اور دوسروں کے گھروں میں کام کر کے اپنا پیٹ پالتی تھی پھر ایک روز ایک کروڑ پتی بزنس مین جوزف اس کی ماں پر عاشق ہو گیا۔ ان کے درمیان شادی ہوئی یا نہیں یہ کسی کو نہیں معلوم لیکن بھوشن بہرحال ان کے جائز یا ناجائز تعلقات کی نشانی ہے۔ قسمت کا دھنی تھا اس لیے اس کے والدین ایک حادثے میں فوت ہو گئے اور مسٹر جوزف کی تمام منقولہ اور غیر منقولہ جائداد بھوشن کے قبضے میں آ گئی۔ دولت ہاتھ آنے کے بعد اس نے اپنی حاضر دماغی سے دو اور دو چار کرنا شروع کر دیا پھر ایک بینک کی داغ بیل ڈالی اور چور دروازے سے رفتہ رفتہ وہ جرائم کی دنیا سے خود کو علیحدہ نہ کر سکا چنانچہ آج بھی اس کا زیادہ تر وقت اپنے جرائم پیشہ لوگوں کے ساتھ گزرتا ہے۔ سیاست کی آڑ میں جتنی ہڑتالیں' ہنگامے اور دہشت گردی کے واقعات جنم لیتے ہیں ان میں سے بیشتر میں بھوشن جوزف کا ہاتھ ہوتا ہے اس طرح ایک طرف وہ بڑے پیمانے پر دولت حاصل کرتا ہے اور دوسری طرف بڑی مچھلیوں کو بھی اپنے جال میں پھانس لیتا ہے۔ شاید اسی لیے ابھی تک کسی نے اس پر ہاتھ ڈالنے کی جسارت نہیں کی؟"

"کیا پولیس کو بھی ان باتوں کا علم ہے؟"

"ضرور ہو گا' مگر ابھی تک بھوشن کے خلاف کوئی ایسا ٹھوس ثبوت نہیں ملا جو اس کے خلاف قابل عمل ہوتا۔"

"تمہیں ان باتوں کا علم کس طرح ہوا؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "کیا تم اس سے مل بھی چکے ہو؟"

"ایک بار ایک سرکاری دعوت میں ملاقات ہوئی ہو گیا جو گھر پہنچنے تک برقرار رہا۔ جانتے ہو اس روز وہ کس کے ساتھ شغل کر رہا تھا۔ وزیر کے ساتھ اس بے تکلفی سے گفتگو کر رہا تھا جیسے دونوں لنگوٹیے ہوں۔ میز پر ان دونوں کے علاوہ اعلیٰ گھروں کے دو حسین چہرے بھی ان کی دلبستگی کے لیے موجود تھے۔" ندیم نے کہا۔ "بھوشن کے نجی معاملات اور انڈر گراؤنڈ کارناموں کا علم اس لیے ہے کہ ایک بار بھوشن کے ایک پولیس آفیسر نے مجھے بھوشن کے ساتھ مل کر اس کا ہاتھ بٹانے کی دعوت بھی دی تھی لیکن میں نے خوبصورتی سے ٹال دیا۔"

"کیا خان جابر اسی کے لیے کام کر رہا ہے؟"

"ہو سکتا ہے اس لیے کہ میں کم از کم اس بات سے واقف ہوں کہ خان جابر اغوا برائے تاوان جیسے چھوٹے کاموں میں نہیں ڈالتا۔ وہ ہمیشہ لمبے لمبے ہاتھ مارنے کا عادی ہے۔ لاکھ دو لاکھ اس کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔"

"پھر دانش کو یرغمال کیوں بنایا گیا؟" میں نے پوچھا۔

"تمہیں ٹریپ کرنے کے لیے۔ اس کے علاوہ مجھے یقین ہے کہ دس لاکھ کی رقم تم سے وصول ہو جانے کے بعد بھی وہ دانش کو زندہ تمہارے حوالے کبھی نہ کرتے۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔

"موہنی کو تمہاری دولت کی نہیں تمہاری لاش کی ضرورت ہے۔" ندیم نے وضاحت کی۔ "ہو سکتا ہے کہ دانش کو قتل کرنے کے بعد تمہارے حوالے کیا جاتا کہ تم بذات خود اس کے قاتل بن جاتے۔"

"آئی۔ سی' لیکن اب تم خان جابر کا کیا کرو گے؟"

"جابر اور دانش دونوں کو انڈر گراؤنڈ ہی رکھنا پڑے گا۔"

"اور اگر بھوشن جوزف کو حالات کا علم ہو گیا تو؟"

"کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" ندیم نے جواب دیا۔ "بھوشن نے کبھی اپنے چھوٹے موٹے مہرے پٹنے کی پروا نہیں کی۔ وہ بساط پلٹ کر دوسری بچھانے میں بڑی مہارت رکھتا ہے۔"

ہمارے درمیان گفتگو جاری تھی کہ ندیم نے ایک جگہ گاڑی روک دی پھر پشت پر بیٹھے ہوئے شخص سے بولا۔ "اترو۔ تمہاری منزل آ گئی ہے۔"

اونگھتے ہوئے دبلے پتلے اور دراز قد شخص نے ایک جماہی لی پھر دروازہ کھول کر نیچے اترا اور کچھ کہے بغیر بڑی لاپرواہی سے سڑک پار کرنے لگا۔

"کون ہے یہ؟" میں نے ندیم سے دریافت کیا۔

"ماسٹر کی (MASTER KEY)۔" ندیم نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا پھر گاڑی ڈرائیو کرنے میں مصروف ہو گیا۔ ہمارے درمیان ایک بار پھر خاموشی کا راج ...

دوسرے روز میں دفتر پہنچا تو سب سے پہلے عارفہ نے کمرے میں داخل ہو کر مجھے ماہ رخ کے فون کی اطلاع دی۔ میں نے عارفہ کے چہرے کو بغور دیکھا۔ یہ دوسرا موقع تھا جب ماہ رخ کے فون کی اطلاع دیتے وقت اس کے چہرے کے نقوش دھندلے پڑ گئے تھے۔ مجھے عشق و محبت کا کوئی سابقہ تجربہ نہیں تھا لیکن اس وقت میں یہ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا کہ ماہ رخ کے نام سے عارفہ کو ایک قسم کی رقابت ہو گئی ہے مگر کیوں؟ میں نے تو کبھی اس کے ساتھ پیار و محبت کی کوئی بات نہیں کی تھی۔ وہ ایک دیانت دار اور محنت کش لڑکی تھی اس لیے میں نے اس کی دفتری کارکردگی کو ہمیشہ سراہا تھا۔ ہو سکتا ہے میرے اس انداز میں اسے محبت کی کوئی کرن نظر آ گئی ہو' لیکن فی الحال وہ محبت یک طرفہ ہی سمجھی جا سکتی تھی اس لیے کہ میرے ذہن کے کسی تاریک گوشے میں بھی عارفہ کا کبھی کوئی خیال نہیں آیا تھا۔ میں کام کی وجہ سے اس کی تعریف کرتا تھا اور وہ ایک ماتحت کی حیثیت سے میری عزت اور احترام کو ملحوظ خاطر رکھتی تھی۔ ہم میں سے کسی نے کبھی دفتری ماحول کو ایک خاص حد سے تجاوز کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

وہ میرے چہرے کے تاثرات کو پڑھتی رہی پھر سنجیدگی سے بولی۔ "ماہ رخ صاحبہ کا حکم ہے کہ آپ جیسے ہی دفتر میں داخل ہوں آپ کی اور ان کی گفتگو کرا دی جائے۔ صبح سے اب تک دو بار فون آ چکا ہے۔"

"تشریف رکھیے مس عارفہ۔"

"شکریہ۔ سر۔" عارفہ کے لہجے میں شکوہ تھا۔ میرے سامنے کرسی پر خود کو سنبھالتی ہوئی بیٹھ گئی۔

میں نے ایک لمحے کی خاموشی کے بعد کہا۔ "میرا خیال ہے آپ کو بار بار ماہ رخ کا مجھے فون کرنا پسند نہیں ہے۔"

اس نے زہرخند لہجے میں جواب دیا۔ "یہ آپ کا قطعی ذاتی اور نجی معاملہ ہے۔ اس میں میری پسند اور ناپسند کو بھلا کیا اہمیت ہو سکتی ہے۔"

"ماہ رخ کے بارے میں آپ کی ذاتی رائے کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"آپ میری بات کا برا تو نہیں منائیں گے؟" اس نے قدرے جھجک کر دریافت کیا۔

"جی نہیں۔" میں نے اعتماد سے کہا۔ "آپ کو جو کہنا ہو شوق سے کہہ سکتی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ جو کچھ کہیں گی اس میں میری بھلائی کا کوئی نہ کوئی پہلو ضرور شامل ہو گا۔"

"میرا اندازہ ہے کہ ماہ رخ صاحبہ کا شمار اچھی خواتین میں نہیں کیا جا سکتا۔" اس نے نظریں جھکا کر جواب دیا۔

"آپ کبھی ملی ہیں ماہ رخ سے؟"

"جی نہیں۔"

"پھر آپ نے ان کے بارے میں ایک حتمی فیصلہ کس طرح کر لیا؟"

"میں آپ کی سیکرٹری ہوں سر۔ دن بھر سیکڑوں فون کالز ریسیو کرتی ہوں اس لیے میں گفتگو کرنے والے کے انداز ہی سے اس کی شخصیت کا تھوڑا بہت اندازہ لگا لیتی ہوں۔" اس نے بڑی صاف گوئی سے کہا۔ "میں ماہ رخ سے براہ راست نہیں ملی نہ ایسی کوئی خواہش میرے دل میں ہے لیکن اخبارات میں سلیمان شاہ اور اس کے اسکینڈل کے بارے میں بہت کچھ پڑھ چکی ہوں اور میرا خیال ہے کہ ہر اسکینڈل کے پیچھے کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی حقیقت ضرور ہوتی ہے۔"

"میں آپ کی خیال کی تردید نہیں کروں گا۔" میں نے اعتراف کیا۔ "میں ماہ رخ سے ندیم کے ساتھ پہلی بار ملا تھا اور اس پہلی ملاقات میں بہت قریب سے میں نے بھی وہی رائے قائم کی تھی جو دور بیٹھ کر آپ کی ہے۔"

"پھر' وہ بار بار آپ کو فون کیوں کرتی ہے۔ میرا مطلب ہے آپ اسے ایک بار کھل کر منع کیوں نہیں کر دیتے؟"

"میں جس کاروبار سے منسلک ہوں اس میں اچھے اور برے دونوں ٹائپ کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے۔"

"لیکن......"

"آپ پریشان نہ ہوں۔" میں نے اس کے چہرے کے بدلتے تاثرات کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "میں ماہ رخ صاحبہ سے محتاط رہنے کی کوشش ضرور کروں گا۔ ویسے بائی دی وے کیا ایک سوال میں بھی آپ سے پوچھ سکتا ہوں؟"

"پوچھیے سر۔"

"آپ نے ابھی تک شادی کیوں نہیں کی؟" میں نے اسے ٹٹولنے کی خاطر دریافت کیا۔ "میرا مطلب ہے کہ اگر کوئی مالی مشکلات درپیش ہوں تو میں بخوشی انہیں دور کرنے کو تیار ہوں۔"

"نہیں' ایسی کوئی بات نہیں ہے سر۔"

"پھر' کیا ساری زندگی تنہا رہنے کا ارادہ ہے؟"

"ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔" اس نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا میں اس کے چہرے کے تاثرات سے اس کے دل کے احساسات کو پڑھ رہا تھا۔ ایک ساتھ کام کرتے کرتے اسے یقیناً مجھ سے انس ہو گیا ہو گا اور اب شاید انس کی جگہ محبت نے لے لی تھی۔

"کیا وہ شخص آپ کی دسترس سے باہر ہے؟" میں نے مدھم آواز میں کہا۔

"کون شخص؟" وہ یکدم چونک اٹھی جیسے چوری کرتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑی گئی ہو۔

"وہی جسے شاید آپ پسند کرتی ہیں؟"

"جی......"

عارفہ سٹپٹا کر رہ گئی۔ حیا کی سرخی اس کے وجود پر قرمزی رنگ کی طرح پھیل گئی۔ اس نے میری طرف غور سے دیکھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن پھر جو کچھ ہوا اتنی برق رفتاری سے ہوا کہ ہم دونوں حیرت زدہ رہ گئے۔ ٹھنڈے بادلوں کی جگہ یکلخت تیز دھوپ نے لے لی تھی۔

میں نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس شخص کو دیکھا جو میری ہی کمپنی میں ملازم تھا۔ شاید اسی وجہ سے گارڈز نے اسے باہر دروازے پر نہیں روکا تھا۔ میری حیرت کی وجہ یہ تھی کہ اس نے میرے آفس میں داخل ہوتے ہوئے ایک ایسی جگہ کا انتخاب کیا تھا جہاں سے وہ گارڈز کی نظروں میں آئے بغیر ہم دونوں پر نظر رکھ سکتا تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے ایک دیسی ساخت کا پستول نکال کر اس کا رخ ہماری طرف کر لیا تھا۔ اس کے ارادے نیک نہیں نظر آ رہے تھے۔

"کس مقصد سے آئے ہو؟" میں نے کسی حد تک اپنے اعصاب پر قابو پاتے ہوئے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"دانش کہاں ہے؟" اس نے غراتے ہوئے پوچھا۔

"پولیس رپورٹ کی مطابق اسے اغوا کر لیا گیا ہے۔"

"یہ سراسر جھوٹ ہے۔" وہ الفاظ کو دانتوں تلے [illegible] ہوئے بولا۔ "پہلے ماسٹر ٹونی اور اب دانش۔ یہ سب [illegible] سازش ہے۔ تم ہمارے خون اور ہڈیوں کے ڈھانچے پر اپنا کاروباری محل تعمیر کرنے کے خواب دیکھ رہے ہو۔ پہلے ترقی دیتے ہو اور پھر کام نکل جانے کے بعد اس کو راستے [illegible] دیتے ہو، لیکن اب میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔"

"میرا خیال ہے تم اس وقت اپنے ہوش میں نہیں ہو۔" عارفہ نے دخل اندازی کی۔

"تم اپنی چونچ بند ہی رکھو مس عارفہ ورنہ مجھے مفت میں ایک گولی تمہارے لیے بھی ضائع کرنی پڑے گی۔"

وہ اپنے ہوش میں نہیں تھا۔ میرے دفتر میں ایک بار پہلے بھی اسی قسم کا ڈرامہ اسٹیج کیا جا چکا تھا۔ جو شخص پستول [illegible] تھا اس کی آنکھوں کی دہشت اس بات کی ترجمانی کر رہی تھی کہ اس وقت کوئی نادیدہ طاغوتی قوت اس کے جسمانی نظام کو کنٹرول کر رہی ہے۔ مجھے یاد آیا۔ ایک بار کومل ورما نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ جب چاہے گی میرے چہرے کی ساخت کو اس حد تک بگاڑ دے گی کہ میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہ جاؤں گا۔ اچانک میرے ذہن میں ایک خیال سرعت سے ابھرا۔ موہنی کی گندی طاقت کو شاید خان جابر اور دانش کے سلسلے میں علم ہو چکا تھا چنانچہ اس نے میرے ہی ایک وفادار ملازم کو میرے سامنے ایک دشمن کی حیثیت سے لا کھڑا کیا تھا۔

"تمہارا نام شاید قدیر ہے۔" میں نے اسے غور سے دیکھا۔

"قدیر کے بجائے وزیر ہوتا جب بھی کوئی فرق نہ پڑتا۔"

"مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"تمہاری موت۔" اس کے لہجے میں سفاکی تھی۔ آنکھیں سرخ انگاروں کی مانند دہک رہی تھیں۔

"پھر، انتظار کس بات کا ہے۔" میں نے بے پرواہی سے جواب دیا۔ "پستول تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اپنا ارمان پورا کر لو!"

"نہیں۔ اس پستول کی ایک ایک گولی تمہارے ناپاک وجود سے زیادہ قیمتی ہے اس لیے تمہیں خود اپنی موت کا اہتمام کرنا پڑے گا۔"

"وہ کس طرح۔"

"خاموشی سے اٹھو۔" اس نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "ہشت کی کھڑکی کے پٹ کھولو اور سر کے بل نیچے چھلانگ لگا دو، اگر تم مر گئے تو مجھے خوشی [illegible] لیکن [illegible] بچ جانے کی صورت میں تمہیں گولی نہیں ماروں [illegible] یہ میرا [illegible] ہے۔"

"وچن۔" میرے ذہن میں ایک چھناکا ہوا۔ وہ مسلمان ہو کر ہندی کا لفظ بول گیا تھا لیکن [illegible] میں یقیناً اس کے ذاتی ارادے کو کوئی دخل نہیں تھا۔ جو [illegible] کے ذہن کو قابو کیے ہوئے تھی شاید اس سے نادانستگی [illegible] ہو گئی تھی۔ میرے ذہن میں موہنی کا ناپاک تصور ابھر [illegible] عارفہ میز کی طرح سہمی سہمی نظر آ رہی تھی۔

"جلدی کرو مائی ڈیئر شہباز خان۔" پستول تانے ہوئے شخص نے تیزی سے کہا۔ "میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔"

"موت چونکہ میری ہوگی اس لیے مجھے اپنی موت کو قبول کرنے کے انداز کا اختیار بھی حاصل ہے۔" میں نے اس کی آنکھوں میں رقص کرتی ہوئی سرخیوں کو اندر گھورتے ہوئے معنی خیز انداز میں کہا۔ "تم بے شک مجھے گولی مار دو لیکن میں کھڑکی سے چھلانگ لگانے کو تیار نہیں ہوں۔"

"کیا یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے؟"

"ہاں، اور میں بار بار اپنے فیصلوں کو بدلنے کا عادی بھی نہیں ہوں۔"

"ایک بار پھر اپنی [illegible] ت پر غور کر لو شہباز خان۔ میں یہاں تمہارے ساتھ تفریح کرنے کی غرض سے نہیں آیا ہوں۔"

"تم چاہو تو میں تمہیں اپنی ساری زندگی کی جمع پونجی دینے کو تیار ہوں۔" عارفہ پھر جذباتی ہو گئی۔ "لیکن باس پر گولی مت چلاؤ۔ پلیز۔"

پستول والے نے حقارت سے پوچھا۔ "بہت زیادہ خیال ہے تمہیں اپنے باس کا۔ کیا میں یہ سمجھوں کہ تم بھی ماسٹر ٹونی اور دانش والے معاملے میں اپنے باس کی برابر کی شریک ہو۔"

اس کی توجہ عارفہ کی طرف تھی۔ میں نے تیزی سے اپنا ہاتھ الارم سوئچ کی جانب بڑھایا لیکن مجھے کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ کمرے میں ایک ہلکی سی "ٹچ" کی آواز ابھری اور پستول سے نکلی ہوئی گولی سنسناتی ہوئی میرے بازو کے قریب سے گزرتی ہوئی دیوار سے ٹکرائی تھی۔

"نہیں مسٹر شہباز۔" اس نے عارفہ کی طرف سے پلٹ کر مجھے خونخوار نظروں سے گھورا۔ "میں اتنا آسان شکار نہیں ہوں جسے تم اپنی مرضی سے ہڑپ کر جاؤ گے۔ تمہارے لیے صرف ایک ہی راستہ ہے۔ کھڑکی سے سر کے بل نیچے کود جاؤ۔ اس کے علاوہ کوئی سودے بازی نہیں ہو سکتی۔"

میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کے تیور بتدریج خطرناک سے خطرناک تر ہوتے جا رہے تھے۔ مجھے معلوم تھا کہ جب تک میری انگلی میں صندلی انگوٹھی موجود ہے طاغوتی قوتیں میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتیں لیکن میں اپنے آفس میں کسی افرا تفری کے بعد اخبارات کی سرخیاں بننا بھی پسند نہیں کرتا تھا۔

"میں اب صرف تین تک گنوں گا اس کے بعد ہو سکتا ہے کہ تمہیں اپنے ارادوں کی سنجیدگی کا یقین دلانے کی خاطر تمہاری اس خوبصورت اور حسین سیکریٹری کے جسم پر دو ایک روشندان بنا دوں۔"

"تمہاری دشمنی مجھ سے ہے۔ میری سیکریٹری نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟" میں نے تیزی سے کہا۔

"محبت اور جنگ میں سب چلتا ہے۔" وہ سفاکی سے مسکرایا۔ "کبھی کبھی گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے۔"

"میں اسے تمہاری مردانگی نہیں۔ بزدلی قرار دوں گا۔" میں نے اسے للکارا۔ "ہمت ہے تو مجھے مار کر دکھاؤ۔"

"اس کی نوبت بھی ضرور آئے گی۔ ایک۔" اس نے گنتی شروع کر دی۔

"تم ماسٹر ٹونی جیسے عظیم شخص اور دانش جیسے وفادار لوگوں کے ساتھی کبھی نہیں ہو سکتے۔" میں نے دوسرا رخ اختیار کیا۔

"یہ تمہارا خیال ہے۔ میرا نہیں۔ دو۔"

دو کی گنتی کے ساتھ ہی اس کے پستول کا رخ عارفہ کی جانب ہو گیا۔ اس کی نظریں بدستور میرے چہرے پر مرکوز تھیں اور آنکھوں میں شیطانی سرخی کا رقص جاری تھا پھر اچانک لوبان اور

صندل کی خوشبو کا تیز جھونکا میری ناک سے ٹکرایا اس کے ساتھ ہی میرے سامنے کھڑے ہوئے شخص کے ہاتھ میں دبا پستول ہاتھ سے نکل کر دور جاگرا۔ وہ اس طرح چونکا تھا جیسے کوئی ہولناک خواب دیکھتے دیکھتے یکلخت بیدار ہوگیا ہو۔ اس کی آنکھوں کی سرخی چھٹ چکی تھی۔

"سر۔" اس نے حیرت سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں اس وقت یہاں؟ آپ کے آفس میں۔ شاید غلطی سے آگیا؟"

"نہیں۔" میں نے پیش آنے والی تبدیلی کی وجہ بھانپتے ہوئے کہا۔ "تم شاید بھول رہے ہو۔ تم میرے دفتر میں کچھ ایڈوانس رقم کی درخواست لے کر آئے تھے۔"

"ایڈوانس۔" اس نے بدستور بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "لیکن میں تو سائیٹ پر جانے کے لیے گھر سے نکلا تھا۔" عارفہ کی الجھن قابل دید تھی۔ کبھی وہ مجھے اور کبھی اس شخص کو دیکھنے لگتی جو کچھ دیر قبل ایک سفاک قاتل کا رول ادا کر رہا تھا اور اب بیری طرح سہا سہا نظر آرہا تھا۔ میں نے اپنی بات کو نبھانے کی خاطر اصرار کر کے ایک معقول رقم اس کارندے کے حوالے کرنے کے بعد رخصت کیا تو عارفہ نے حیرت سے پلکیں جھپکاتے ہوئے پوچھا۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ سر۔"

"میرے دشمن بھیس اور روپ بدل بدل کر مجھے نقصان پہنچانے کے لیے سامنے آرہے ہیں لیکن شاید وہ اپنے مقصد میں کامیابی حاصل نہیں کرسکیں گے۔ کم از کم وہ میری زندگی کا چراغ گل نہیں کرسکتے۔"

پھر فون کی گھنٹی بجی تو میں نے ریسیور اٹھالیا۔ دوسری جانب ڈی۔ ایس۔ پی سراج تھا۔

"دانش کی گمشدگی کا کوئی سراغ ملا؟"

"پولیس کارروائی جاری ہے لیکن کچھ پیچیدگی درمیان میں آگئی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"آپ نے مسٹر بھوشن جوزف کا نام ضرور سنا ہوگا۔"

"شاید اخبار میں پڑھا ہو۔" میں نے بظاہر بے پرواہی سے جواب دیا لیکن سراج کی زبان سے بھوشن جوزف کا نام سن کر چونکے بغیر نہیں رہ سکا۔

"ایک بہت بڑا بینک اونر ہونے کے ساتھ ساتھ ہائی سرکل میں بھی دور تک اس کی رسائی ہے۔"

"آپ مجھے بتانا کیا چاہتے ہیں؟"

"ابھی کچھ دیر پہلے مسٹر بھوشن نے اپنے ایک خاص کارندے خان جابر کی گمشدگی کی اطلاع دی ہے۔"

"پھر اس میں تشویش کی کیا بات ہے۔ ایف آئی آر کاٹ کر تفتیش شروع کرا دیجیے۔"

"آپ نہیں جانتے لیکن میں جانتا ہوں کہ خان جابر ایک ایسے دہشت گرد کا نام ہے جسے ابھی تک قانون کے شکنجوں میں جکڑنے کی تمام کوششیں ناکام ہو چکی ہیں شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ مسٹر بھوشن جیسی' شخصیتیں اس کی پشت پناہی کر رہی ہیں۔"

"کوئی نئی بات نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "ہر دہشت گرد کی پشت پر کوئی نہ کوئی پوشیدہ ہاتھ ضرور ہوتا ہے۔ پولیس کو ایسے مجرموں کے سلسلے میں ہمیشہ ڈبل پالیسی سے کام لینا پڑتا ہے' اگر خان جابر کے خلاف کوئی مجرمانہ ثبوت پولیس فائل پر نہیں ہے تو پھر آپ کس لیے پریشان ہیں؟"

"مجھے بھی خان جابر کی تلاش تھی۔"

"خیریت؟"

"دراصل جس روز آپ کے دولت خانے کو آگ لگائی گئی اور دانش کا اغواء ہوا تھا اس روز میرے ایک کانسٹیبل نے خان جابر کو وہاں دیکھا تھا۔"

"کیا مطلب۔" میں نے چونکنے کی بھرپور اداکاری کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا دانش کے اغوا اور میرے مکان کو نذر آتش کرنے میں اسی خان جابر کا ہاتھ ہے۔"

"ابھی یقین سے نہیں کہا جا سکتا لیکن مسٹر بھوشن کے درمیان میں آجانے کے بعد سے میرے اس شبے کو زیادہ تقویت ملتی ہے کہ دونوں وارداتوں میں کسی نہ کسی زاویے سے خان جابر کا ہاتھ ضرور شامل ہے اور ہو سکتا ہے کہ مسٹر بھوشن نے کاؤنٹر چارج بنانے کی خاطر ہی قبل از وقت اس کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرائی ہو۔" سراج نے سپاٹ لہجے میں کہا پھر بولا۔ "میں خان جابر کے سلسلے میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"میں دفتر ہی میں ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا پھر گفتگو کا سلسلہ منقطع کر دیا۔

بھوشن جوزف اور خان جابر کے بارے میں ندیم نے مجھے خاصی تفصیل سے آگاہ کیا تھا لیکن سراج سے ملاقات کے بعد ایک بات یقینی ہوگئی تھی کہ پانڈے نے موہنی کے مجبور کرنے کے بعد فون پر میرے خلاف جس دہشت گرد سے گفتگو کی تھی اس کا تعلق بھوشن کی ذات سے ضرور منسلک رہا ہوگا۔ میرے مکان کو نذر آتش کرنے کے سلسلے میں بھی کسی نہ کسی زاویے سے اسی کا ہاتھ شامل رہا ہوگا۔ رہا دانش کا معاملہ تو میرے لیے سراج سے گفتگو کرنے کے بعد دو اور دو چار کرنے میں کوئی دشواری نہیں تھی۔

ندیم اور سراج کی خاطر دانش نے بھی آگ لگنے کی اطلاع پا کر میری رہائش گاہ کا رخ کیا ہوگا جہاں خان جابر یا اور کسی مشکوک آدمی کو دیکھ کر اس کی چھٹی حس جاگ اٹھی۔ اپنے شبے کی تصدیق میں دانش نے اس کا تعاقب کیا ہوگا لیکن شاید وہ اس بات کو یکسر نظرانداز کر گیا تھا کہ دہشت گردی پھیلانے والا کبھی تنہا نہیں ہوتا۔ اس کے ساتھ کچھ اور افراد بھی ضرور ہوتے ہیں جو اسے کسی خطرے میں دیکھ کر یا تو خود اسے ہلاک کر دیتے ہیں یا پھر اس کی مدد کرنے کی خاطر ہنگامے میں اضافہ کر دیتے ہیں۔ دانش کے ساتھ بھی کچھ ایسی ہی سچویشن پیش آئی ہوگی۔ جس وقت اس نے مشکوک افراد کا پیچھا شروع کیا اس وقت وہ یہ محسوس نہ کر سکا کہ دہشت گرد کے ساتھی اس کے تعاقب میں بھی لگ گئے تھے۔ وہ شخص جس پر دانش کو شبہ ہوا ہوگا وہ یقیناً کسی اچھی شہرت کا مالک نہیں رہا ہوگا' پھر مشکوک آدمی کا پتا ٹھکانا معلوم کرنے کے بعد دانش نے مجھے خطرے سے آگاہ کرنا چاہا لیکن جو لوگ اس کے تعاقب میں تھے انہوں نے اسے اس بات کا موقع نہیں دیا۔

میرے ذہن میں اس سازش کا جو خاکہ ابھرا اس میں صرف ایک جھول باقی رہ گئی تھا۔ دانش نے اپنی موٹر سائیکل کیوں استعمال نہیں کی؟ اسے چھوڑ دینے میں کیا مصلحت درپیش تھی؟ ان دونوں سوال کا جواب دانش ہی دے سکتا تھا۔ وہی اس شخص کا نام اور حلیہ بھی بتا سکتا تھا جسے مشکوک سمجھ کر اس نے تعاقب کا سلسلہ شروع کیا تھا۔

ندیم کے کیسینو پر جو سچویشن پیش آئی تھی اس نے مجھے اتنا موقع نہیں دیا کہ میں دانش سے کوئی تفصیل دریافت کر سکتا لیکن ندیم نے یقیناً دانش کو اس سلسلے میں ضرور کریدا ہوگا۔ اس خیال کے آتے ہی میں نے ندیم کو گھر پر اس کی خوابگاہ کے نمبروں پر ڈائل کیا۔ چوتھی گھنٹی پر دوسری جانب سے ندیم نے کال ریسیو کی۔

"مجھے تم سے کچھ ضروری معلومات حاصل کرنی ہیں۔"

"جلدی کرو اس لیے کہ میں نہاتے میں سے تولیہ لپیٹ کر غسل خانے سے باہر آیا ہوں۔"

"دانش نے تمہیں کن حالات سے باخبر کیا ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ خان جابر کے ہاتھ کس طرح لگا؟" میں نے دریافت کیا۔ "کیا وہ خان جابر ہی تھا دانش نے جس کا تعاقب کیا لیکن اس کی نگاہوں میں آگیا یا پھر اس کا مطلوبہ شخص کوئی اور تھا؟"

"اچانک تمہیں ان باتوں کا خیال کس طرح آگیا؟" ندیم نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا۔

"ابھی کچھ پہلے سراج یہاں سے اٹھ کر گیا ہے۔ اس کی اطلاع کے مطابق بھوشن جوزف نے براہ راست اسے فون کر کے خان جابر کی گمشدگی کی رپورٹ کرائی ہے اور اس بات پر زور دیا ہے کہ خان جابر کو جلد از جلد بازیاب کیا جائے۔"

"اگر میں تمہارے ان سراج صاحب کو ایک نمبر کا گھامڑ

کہوں تو برا تو نہیں مانو گے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"کیا سراج صاحب نے بھوشن سے یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں محسوس کی اسے اتنی جلدی خان جابر کی گمشدگی کا یقین کس طرح آگیا؟" ندیم نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "بہرحال' میرا شبہ ٹھیک ہی نکلا کہ خان جابر کی پشت پر مسٹر بھوشن ہی کا ہاتھ کارفرما ہے۔ مجھے یقین ہے کہ خان جابر کی گمشدگی نے بھوشن کو بری طرح جھنجوڑ کر رکھ دیا ہوگا۔"

"دانش نے تمہیں کیا تفصیل بتائی ہے؟" میں نے اپنا سوال دہرایا۔

"میرا خیال ہے کہ فون پر اس کی تفصیل بتانا مناسب نہ ہوگا۔"

"جو کچھ میں معلوم کرنے جارہا ہوں وہ بہت ضروری ہے۔"

ندیم نے میرے اندر کے جذبات کو شاید میرے لہجے سے محسوس کر لیا تھا۔ تھوڑے توقف کے بعد بولا۔ "میری ایک بات غور سے سنو' تم کوئی حماقت کا ثبوت نہیں دو گے۔ مجھ سے مشورہ کیے بغیر جلد بازی میں اٹھایا ہوا قدم ہمارا سارا کھیل بگاڑ دے گا اگر دشمن نے ہماری چال کو بھانپ لیا تو بساط کا رخ ہمارے حق میں کسی طرح سودمند ثابت نہیں ہوگا۔"

"لیکن......"

"میں تمہارا دوست ہوں شہباز' دشمن نہیں ہوں۔" وہ میری بات کاٹتے ہوئے بولا۔ "فی الحال میں تمہیں ایک ہی قیمتی مشورہ دے سکتا ہوں۔ شام کو دفتر سے واپسی کے وقت ماہ رخ سے ضرور ملنے کی کوشش کروں گا۔ باقی باتیں تمہاری واپسی پر ہوں گی۔"

اس کے ساتھ ہی ندیم نے فون کریڈل پر واپس رکھ دیا۔ مجھے معلوم تھا کہ ماہ رخ سے ملنے کا مشورہ اس نے کچھ سمجھ کر ہی دیا ہوگا۔ وہ میرا دوست تھا۔ اب تک میری خاطر بے شمار موقعوں پر اپنی زندگی داؤ پر لگا چکا تھا۔ خان جابر اور دانش کی بازیابی میں بھی اسی کی بروقت' ذہانت اور کوششوں کا نتیجہ تھا ورنہ شاید میں ابھی تک دانش کا کوئی سراغ نہ پا سکتا۔ خان جابر بھی چونکہ ندیم ہی کے راستے کا ایک مسافر تھا اس لیے ندیم نے فون پر اس کی آواز پہچاننے میں کسی غلطی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ ان دونوں میں صرف ایک واضح فرق تھا۔ ندیم ایک باوقار کاروباری شخصیت کا مالک تھا اور اسی وقت کوئی جوابی کارروائی کرتا تھا جب اسے کسی کی جانب سے کوئی خطرہ لاحق ہوتا تھا۔ اس نے جو کارندے پال رکھے تھے وہ زندگی کے مختلف شعبوں میں تمام تر ضروری' اچھی اور بری صلاحیتوں کے مالک تھے۔ بظاہر وہ بھی شریف نظر آتے تھے لیکن ندیم کے اشارے پر وہ ہر وقت خود کو دہکتے شعلوں میں بھی جھونکنے پر آمادہ رہتے تھے جبکہ خان جابر

کی زندگی کا بس ایک ہی رخ تھا۔ وہ ایک خطرناک قسم کا دہشت گرد تھا جو اپنی منہ مانگی رقم کے عوض کچھ بھی کر گزرنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ ندیم کی اطلاع کے مطابق وہ کسی کا پابند نہیں تھا لیکن جس کے لیے کام کرنے کی حامی بھر لیتا تھا اس سے کبھی غداری نہیں کرتا تھا۔ وہ بکاؤ مال تھا لیکن ایک شخص سے معاہدہ کر لینے کے بعد مخالف پارٹی سے کسی قیمت پر بھی ملنا اس کے اصول کے خلاف تھا۔

خان جابر بدنام ترین شخصیت کا مالک ہونے کے باوجود ابھی تک کھلی فضا میں سانس لے رہا تھا۔ سراج کے کہنے کے مطابق تمام بڑی دہشت گردی کی وارداتوں میں اس کا ہاتھ شامل تھا لیکن ابھی تک اس کی خلاف کوئی ثبوت پولیس کے ہاتھ نہیں لگا تھا۔ شاید اس لیے کہ بھوشن اور اسی جیسے بڑے سیاسی اور کاروباری افراد اس کی پشت پناہی کرتے تھے اور اس کا نام پولیس کے ریکارڈ پر آنے سے پہلے ہی اس کے حق میں پولیس کے اعلیٰ حکام کو سفارشی اور تحکمانہ فون کھڑکھڑانا شروع کر دیتے تھے جس کے سامنے قانون بے بس ہو کر گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔

ماہ رخ کا جھکاؤ میں اپنی طرف پہلی ہی ملاقات میں محسوس کر چکا تھا۔ وہ ایک خوبصورت "شکاری" تھی جو اپنا شکار پھانسنے کی تمام صلاحیتوں سے لیس تھی۔ فرق صرف اتنا تھا کہ وہ دوسرے شکاریوں کی طرح درندوں اور پرندوں کا شکار کھیلنے کے بجائے اپنے "من پسند" انسانوں کا شکار بڑی کامیابی سے کرنے کی عادی تھی

میں نے زندگی میں شراب کبھی نہیں پی لیکن پولیس کی ملازمت کے دوران اور ندیم کے ساتھ لندن میں شراب خانوں میں بارہا جانے کا اتفاق ہو چکا تھا۔ انسان اگر اپنے نفس پر قابو پانے کا عادی ہو تو وہ تمام برائیوں کے بیچ رہنے کے باوجود اپنا شمار نیکوکاروں کی فہرست میں برقرار رکھ سکتا ہے مگر تصویر کی طرح انسان کی زندگی کے بھی دو رخ ہوتے ہیں۔ ایک روشن اور دوسرا تاریک۔ شیطان کا کام صرف بہکانا ہے ویسے بھی کبھی انسان فاقوں سے تنگ آ کر مردہ جانوروں کا گوشت کھانے پر بھی مجبور ہو جاتا ہے۔

میں نے ندیم کی ایما پر نہ چاہنے کے باوجود ڈائرکٹ فون کا ریسیور اٹھایا اور ماہ رخ کے نمبر گھمانے لگا لیکن نہ جانے کیوں میری الٹی آنکھ نے رہ رہ کر پھڑکنا شروع کر دیا تھا۔ میری چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ کہیں نہ کہیں کوئی خطرہ ضرور لاحق ہے۔

دیکھا جیسے پہچاننے کی کوشش کر رہا ہو پھر اس نے یقیناً مجھے شناخت کر لیا تھا جس کی نشاندہی اس کے ہونٹوں پر ابھرنے والی معنی خیز مسکراہٹ نے کی تھی۔

"آپ... آپ شاید ایک بار مسٹر ندیم کے ساتھ آئے ہیں؟" گارڈ نے سنجیدگی سے سوال کیا اس کے انداز میں احترام شامل تھا۔

"تمہارا اندازہ غلط نہیں ہے۔"

"آپ کا نام؟"

"شہباز خان۔" میں نے بے پرواہی کا مظاہرہ کیا۔ "فون پر میں مسز سلیمان شاہ سے اپوائنٹمنٹ لے چکا ہوں۔"

گارڈ نے اپنے دوسرے ساتھی کی سمت اشارہ کیا تو کوٹھی کا پھاٹک میرے لیے کھول دیا گیا۔ اندر دو چار گاڑیاں پہلے سے

اس منظر کو دیکھ کر مسکرائے بغیر نہ رہ سکا، اس تصویر کے پس منظر سے سلیمان شاہ اور ماہ رخ دونوں ہی کی شخصیت جھلکتی نظر آ رہی تھی ابھی میں اس تصویر کو دیکھنے میں منہمک تھا کہ وہی شخص دوبارہ نمودار ہوا۔

"تشریف لائیے محترم، میڈم نے آپ کو یاد کیا ہے۔"

میں جلدی سے اٹھا اور اس کے ساتھ ہو لیا وہ مجھے ایک مرصع دروازے کے سامنے چھوڑ کر لمبے لمبے قدم اٹھاتا تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ غالباً "دروازہ ہی میری مطلوبہ منزل تھی لیکن بغیر اجازت کسی کے کمرے میں داخل ہونا ہمیشہ معیوب سمجھا جاتا ہے اس لیے میں نے آہستہ سے دروازے پر دستک دی اور جواب کا انتظار کرنے لگا۔

"تشریف لے آئیں اندر مسٹر شہباز۔" دروازے کے

قریب لگے ہوئے کسی خفیہ مائک سے ماہ رخ کی آواز سنائی دی کسی خفیہ جگہ پر نصب شدہ کیمرے کی حساس آنکھوں نے غالباً" دروازے کے باہر میری موجودگی ظاہر کر دی تھی میں نے ایک سرسری نظر دروازے کے اطراف ڈالی پھر دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو ایک لمحے کے لیے ششدر رہ گیا۔ مجھے ایسا لگا تھا جیسے میں کسی پرستان میں آگیا ہوں جہاں خس کی بھینی بھینی خوشبو ماحول کو بے حد خوابناک بنا رہی تھی کمرے کی ہر شے اپنی جگہ انگوٹھی میں نگینے کی طرح نظر آ رہی تھی۔ یہ خوابگاہ کے علاوہ ایک مختصر مگر بے انتہائی حسین ڈرائنگ روم بھی تھا۔ کمرے کے دو حصوں میں بس ایک سیڑھی حد فاصل تھی جس کے اوپر ریلنگ کے ساتھ ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہلکے نیلے رنگ کا باریک پردہ پڑا تھا۔ پردے کے ایک حصے کو ڈرائنگ روم کی شکل دے دی گئی تھی اور دوسرا حصہ جو پہلے حصے سے ایک سیڑھی اونچا تھا بطور خوابگاہ استعمال کیا جاتا تھا۔ میں ابھی ماحول کی دلکشی میں محو تھا کہ ماہ رخ کی مترنم آواز مندروں میں دیوداسیوں کی بجائی ہوئی گھنٹی کی طرح گونجی۔

"اس قدر غور سے اسے دیکھنے والے یہ بتا۔ مجھ میں کیا بات نہیں جو میرے ماحول میں ہے۔"

میں نے نظریں گھما کر آواز کی سمت دیکھا تو ماہ رخ ایک صوفے پر نیم دراز تھی، اس کے جسم پر صرف ایک باریک لباس موجود تھا جو ہونے اور نہ ہونے کے فرق کو سمجھانے میں میری طرح ناکام ہو رہا تھا۔ ماہ رخ یقیناً ایک ایسی خوبصورت شکاری تھی جو اپنے شکار کو اپنے سحر میں بے بس کر دینے کی پوری صلاحیت رکھتی تھی اس وقت بھی کچھ ایسے انداز اور زاویے سے نیم دراز تھی کہ اس کے سڈول جسم کے تمام نشیب و فراز بڑے واضح تھے۔ میں آگے بڑھ کر اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"میں نے آپ کو اس وقت ڈسٹرب تو نہیں کیا؟" میں نے بس یونہی گفتگو کا آغاز کرنے کی خاطر ایک رسمی جملہ ادا کیا۔

"جی نہیں۔" وہ مجھے مسکراتی نظروں سے دیکھ کر بولی۔ "مجھے خوشی ہے کہ آج آپ نے خود سے آنے کی زحمت گوارا کی جبکہ میں آپ کو متعدد بار فون کر چکی ہوں۔"

"مجھے اس کا علم ہے دراصل کاروباری مصروفیات کی وجہ سے۔"

"رہنے دیں شہباز صاحب۔" وہ ایک توبہ شکن انگڑائی لیتی ہوئی اٹھی۔ "نہ آنے کے سو بہانے۔"

"آئندہ اس بات کا خیال رکھوں گا کہ آپ کو شکایت کا موقع نہ ملے۔"

"تیرے وعدے پہ جئے ہم تو یہ جان چھوٹ جانا۔ کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا۔" ماہ رخ نے ایک سرد آہ بھر کر غالب کا ایک خوبصورت شعر پڑھا پھر بڑی بے تکلفی سے بولی۔ "یہ آج اتنی دور کیوں بیٹھے ہیں۔ کیا فاصلے آپ کو بہت زیادہ پسند ہیں؟"

"قرب نصیب نہ ہو تو انسان کو فاصلوں پر ہی گزارا کرنا پڑتا ہے۔" میں نے بڑی اپنائیت کا اظہار کیا پھر اٹھ کر اس کے قریب رکھے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"کچھ پئیں گے"؟ اس نے مدھم لہجے میں دریافت کیا۔

"ایک شے کے علاوہ جو چاہے پلا دیں میں انکار نہیں کروں گا۔"

"میں سمجھ رہی ہوں کہ آپ کا اشارہ شراب کی طرف ہے لیکن اگر یہی شے میں آپ کو آنکھوں سے پلا دوں تو۔"

ماہ رخ نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کچھ ایسے سحر انگیز انداز میں کہا کہ میں سچ مچ لڑکھڑا گیا، میں نے اسے غور سے دیکھا، وہ یقیناً شراب سے زیادہ قاتل تھی اس کی آنکھوں میں نہ جانے کتنے جام آپس میں ٹکرا رہے تھے، وہ سر سے پاؤں تک صرف شراب ہی شراب نظر آ رہی تھی لیکن نہ جانے کیوں مجھے ان حسین آنکھوں میں جھانکنے کے بعد یہ احساس ہوا کہ چھلکتا ہوا جام ختم ہو چکا تھا لیکن اس کی تلچھٹ باقی تھی۔ نشہ ٹوٹ چکا تھا مگر اس کا خمار ابھی تک برقرار تھا۔ ایسا کیوں تھا؟ کیا میں نے وہاں پہنچنے میں دیر کر دی تھی یا پھر ماہ رخ نے جان بوجھ کر مجھے دیر سے بلایا تھا اور اس عرصے میں وہ کوئی اور قلعہ فتح کر کے اپنی نجی فتوحات میں ایک نئے باب کا اضافہ کر چکی تھی۔

میں اس وقت ندیم کی ایما پر وہاں موجود تھا بظاہر مجھے براہ راست ماہ رخ سے کوئی کام نہیں تھا لیکن بہرحال میں ایک انسان تھا اور انسان رقابت کے جذبوں کو سمجھنے میں کبھی غلطی نہیں کرتا۔ ایک لمحے کے لیے میرے اندر بھی ایک نئے انسان نے جنم لیا جو اس بات کو محسوس کر کے تڑپ اٹھا کہ اس کی محبوبہ کسی دوسرے کے ہاتھوں کی زینت بن چکی ہو، مرد کی غیرت اس بات کو کبھی گوارا نہیں کرتی کہ محبت کے معاملے میں کوئی اور اس کا شریک ہو رومانی داستانوں میں جا بجا ایسے واقعات درج ہیں جب ایک شخص نے رقابت کی وجہ سے دوسرے کا قتل کیا اور خود پھانسی کے پھندے پر چڑھ گیا میں ماہ رخ کی آنکھوں کے سحر میں ڈوب رہا تھا جس کی کوئی تھاہ نہیں تھی۔ میری مثال اس طوطے کی سی تھی جسے کسی خوبصورت شہزادی نے اپنے محل میں ایک پنجرے میں بند کر کے ٹانگ رکھا تھا اور شہزادی جب بھی پنجرے کے قریب آتی طوطا اسے دیکھتے ہی چہکنے لگتا اس وقت کم و بیش میری بھی کچھ ایسی ہی حالت تھی، ماہ رخ کا حسن میرے وجود کا احاطہ کر رہا تھا پھر یکلخت مجھے اپنی سانس گھٹتی ہوئی محسوس ہوئی، کسی نے مجھے آواز دے کر کہا۔

"سنو شہباز خان، ہوش میں آؤ، تم اس راہ کے مسافر نہیں

ہو' اس سمندر کے قریب سے ہٹ جاؤ اگر کوئی تیز لہر آئی تو تمہیں بھی اپنے ساتھ گھسیٹ لے جائے گی ماناکہ تمہارے اندر ایک ماہر پیراک کی تمام تر خصوصیات موجود ہیں لیکن سمندر کی بپھری موجیں جب زور پکڑتی ہیں تو بڑے بڑے جہاز بھی ان کے آگے کسی حقیر تنکے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے اور..... کبھی کبھی صرف ساحل پر کھڑے ہوکر نظارہ کرنے والے بھی اپنا توازن برقرار نہیں رکھ پاتے پاؤں ایک بار رپٹ جائے تو سنبھالے نہیں سنبھلتا ابھی وقت ہے' واپس پلٹ آؤ ورنہ بعد میں پچھتاوے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔"

میں نے خود کو سنبھالا' ماہ رخ کی سحر انگیز نگاہوں کے ترکش کے تمام تیر میری سمت تھے' میں زخمی نہیں ہونا چاہتا تھا اس لیے میں نے ایک ثانئے کو اپنی توجہ دوسری طرح مبذول کی پھر مسکراتا ہوا بولا۔

"آپ کی شخصیت بہت خوب ہے۔"

"اس عزت کے لیے بہت بہت شکریہ" اس نے پلکیں جھپکائیں تو بجلیاں کوند اٹھیں۔

"آپ نے یہ نہیں دریافت کیا میں اس وقت کس غرض سے آپ کے پاس آیا ہوں۔"

"بے غرض انسان تو دنیا میں کوئی نہیں ہوتا۔" وہ معنی خیز انداز میں مجھ سے کچھ اور قریب ہوتے ہوئے بولی۔ "جب بھی کوئی ایک فریق کسی دوسرے سے ملتا ہے اس کی کوئی نہ کوئی غرض دوسرے کی ذات سے ضرور وابستہ ہوتی ہے۔ یونہی تو وہ ایک دوسرے کے قریب نہیں آتے۔"

ماہ رخ کے آخری جملے میں کھلی بے باکی تھی' میری جگہ کوئی اور ہوتا تو شاید اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھانے کی خاطر جان کی بازی لگا دیتا لیکن میں نے صرف مسکرانے پر اکتفا کی۔

میں وہاں کیوں گیا تھا مجھے خود بھی اس کا مقصد نہیں معلوم تھا لیکن ماہ رخ کے قرب نے مجھے بالغ بنا دیا۔ ماہ رخ سے میری ملاقات کے پس پردہ ندیم یقیناً اس کی سیاسی شخصیت کو بھوشن جوزف جیسے خطرناک آدمی کے خلاف بطور ایک حربہ استعمال کرنا چاہتا ہوگا وہ میجر جنرل (ریٹائرڈ) سلیمان شاہ کی بیوی تھی۔ اسے شوہر کی جانب سے مکمل آزادی اور چھوٹ ملی ہوئی تھی ندیم نے ایک بار مجھے بتایا تھا کہ یہی انڈر اسٹینڈنگ تھی جس کی بدولت سلیمان شاہ اور ماہ رخ کے درمیان ان بن نہیں ہوئی تھی ان کے درمیان ایک خاموش سمجھوتا تھا ایک دوسرے کے نجی معاملات میں حائل نہ ہونے کا سمجھوتا اسی سمجھوتے نے ابھی تک ان دونوں کے درمیان کوئی خلیج یا دراڑ نہیں حائل ہونے دی تھی۔

مجھے ان باتوں سے کوئی سروکار بھی نہیں تھا کہ سلیمان شاہ اور ماہ رخ کے درمیان کیا انڈر اسٹینڈنگ تھی' تھی بھی یا نہیں تھی' میں تو اس وقت یہ سوچ رہا تھا کہ ماہ رخ کو ٹٹول کر بھوشن جوزف کے بارے میں دریافت کروں یا نہ کروں' وہ کسی ماہر شکاری کی طرح مجھے ٹکٹکی باندھے گھور رہی تھی۔

"کیا سوچ رہے آپ؟" اس نے بڑے مخمور لہجے میں مجھے مخاطب کیا۔ "کیا دل کا مدعا زبان تک لانے میں کوئی پس و پیش محسوس کر رہے ہیں؟"

"جی نہیں یہ بات نہیں ہے۔"

"پھر کیا بات ہے کہہ ڈالیے نا۔"

"مم..... میں دراصل آپ سے کچھ دریافت کرنے آیا تھا۔"

"میں نے کہا تھا نا کہ ایک فریق جب دوسرے سے ملتا ہے تو اس میں کوئی نہ کوئی غرض ضرور ہوتی ہے۔" وہ مسکرائی۔ "آپ اپنی نے غرض کے تحت یہاں آنا چاہا اور میں نے..... میں نے اپنی غرض کی خاطر آپ کے لیے اپنی بانہیں کشادہ کر دیں۔"

"آپ..... آپ کو بھلا مجھ سے کیا غرض ہو سکتی ہے؟"

"وہی جو پیاسے اور کنویں کے درمیان ہوتی ہے۔" اس نے میرے ہاتھوں پر ہاتھ رکھ کر مدہوش ہو جانے والا انداز اختیار کیا پھر بڑی اپنائیت سے بولی۔ "چلیے میں اپنی غرض آج کے لیے ملتوی کرتی ہوں' آپ بتائیے آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"

"آپ نے کبھی بھوشن جوزف کا نام سنا ہے؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"سنا تو ہے لیکن اس کی ریپوٹیشن شاید اچھی نہیں ہے۔" اس نے ذہن پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "غالباً" کوئی بینکار ہے۔"

"جی ہاں..... میرا اشارہ اسی طرف تھا۔"

"کام کیا ہے؟" ماہ رخ نے بے پرواہی سے دریافت کیا اس کی بھوکی نظریں میرے پورے وجود پر اس طرح سرسرا رہی تھیں۔ جیسے آدم خور گدھ کو اپنے کسی شکار کا موت سے ہمکنار ہونے کا انتظار بڑی شدت سے ہوتا ہے' جب تک اسے کامیابی کا یقین نہیں ہو جاتا وہ امید وبیم کی حالت میں پر پھیلائے ہوا میں منڈلاتا رہتا ہے' اس کی نگاہیں صرف اور صرف اپنے شکار پر مرکوز ہوتی ہیں' ماہ رخ کی کیفیت بھی اس سے مختلف نہیں تھی۔

"دراصل بھوشن میرے کچھ نجی کاروباری معاملات میں بلاوجہ ٹانگ پھنسا رہا ہے۔" میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے جواب دیا۔ "میں یقین سے نہیں کہہ سکتا لیکن میرا خیال ہے کہ میرے مکان کو بھی اسی کے اشارے پر نذر آتش کیا گیا تھا۔"

"او۔ آئی۔ سی۔" اس نے ایک سگریٹ سلگا کر دو چار طویل کش لیے پھر دھوئیں کے مرغولے بنا کر ہوا میں میری جانب چھوڑتے ہوئے بولی۔ "آپ اشارہ کریں تو میں اس کی وہ ٹانگ ہی نہ سلامت رہنے دوں گی جو آپ کے راستے میں حائل ہو رہی ہے۔"

"میں آپ کا پیشگی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ کے جواب نے میرے اندر ایک نیا حوصلہ پیدا کر دیا ہے۔"

"آپ نے اپنے آنے کی غرض بتا دی۔ اب یہ بھی معلوم کر لیجیے کہ اس کام کو انجام تک پہنچانے کی خاطر میں آپ سے کیا معاوضہ طلب کروں گی؟" اس کی نگاہوں میں سرخ ڈورے ابھر کر ایک دوسرے میں گڈمڈ ہونے لگے' میرا سوال سن لینے کے بعد اس کے جواب میں بھوک کی شدت کچھ زیادہ ہی نمایاں ہو گئی تھی۔ اگر کوئی اور موقع ہوتا تو شاید میں اس حسین پنجرے کی تیلیاں توڑ کر کب کا فرار اختیار کر چکا ہوتا لیکن حالات اور وقت نے میرے قدم روک رکھے تھے۔

میں دل ہی دل میں ندیم کی تعریف کیے بغیر نہ رہ سکا' اس نے بھوشن کے پھوڑے کو چیرا لگانے کی خاطر جس نشتر کا انتخاب کیا تھا وہ نہایت موثر ثابت ہو سکتا تھا۔

"کس سوچ میں پڑ گئے؟" اس نے میرے ہاتھ پر اپنے ہاتھ کا دباؤ معنی خیز انداز میں بڑھا دیا۔ "کیا آپ معاوضہ ادا کرنے کو آمادہ نہیں ہیں؟"

"آپ حکم دیں' میں پوری بلینک چیک بک دستخط کر کے آپ کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔"

"آپ کا کیا خیال ہے؟" اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔ "کیا میرے پاس دولت کی کمی ہو گی؟"

"جی نہیں لیکن معاوضہ والی بات......"

"میں نے ہی کی تھی۔" وہ بڑے دلربانہ انداز میں اٹھی اور بھرپور انگڑائی لیتی ہوئی میرے صوفے پر میرے اتنے قریب آگئی کہ میرے پورے جسم پر چیونٹیوں نے رینگنا شروع کر دیا۔ میں اس کے وجود کی گرمی اور حدت کو بخوبی محسوس کر سکتا تھا' میں نے اسے جگہ دینے کی خاطر کھسکنے کی کوشش کی تو اس نے بڑی بے غیرتی سے میرے بازو تھام لیے پھر ایک ادا سے بولی۔ "جانتے ہیں کسی حسین عورت کی خاطر کسی دانشور نے کیا کہا ہے عورت کی مثال اس سود خور کی مانند ہے جو اپنے متاع حسن لٹانے میں بڑی دریا دلی کا ثبوت دیتی ہے لیکن اس کا خراج بھی مع سود قسط قسط وصول کرنا جانتی ہے۔"

"کیا اب معاوضہ میں کسی کمی کی کوئی گنجائش نہیں ہو سکتی؟" میں نے سرد مہری کا مظاہرہ کیا تو وہ اور بے باک ہو گئی' ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

"آپ اصرار کریں گے تو میں سود معاف کر دوں گی لیکن اصل ضرور وصول کروں گی۔ کیا خیال ہے؟"

"اور اگر میرے پاس اصل دینے کو بھی کچھ موجود نہ ہو تو۔"

"یہ آپ مجھ پر چھوڑ دیں۔" وہ میرے اور قریب ہو گئی۔ "اس کا اندازہ میں لگا لوں گی۔"

میرے لیے فرار کے تمام راستے آہستہ آہستہ مسدود ہوتے جا رہے تھے مجھے اس کا وجود اپنے اندر کی برف کو پگھلاتا محسوس ہو رہا تھا۔ میں انسان تھا' پتھر کی کوئی بے جان مورت نہیں کہ اس پر ضرب لگے اور کوئی اثر نہ ہو۔ میرے تنفس کی رفتار آہستہ آہستہ تیز ہو رہی تھی۔ مجھے اپنا دم سینے کے اندر گھٹتا سا محسوس ہو رہا تھا۔ زندگی میں یہ پہلا اتفاق تھا جب مجھے نائنداری کا احساس ہو رہا تھا۔ مجھے ماہ رخ سے نفرت ہو رہی تھی لیکن اس کا قرب میرے لیے لذت انگیز بھی تھا' وہ کسی فاتح جنرل کی طرح پیش قدمی کر رہی تھی اور میں اس کے سامنے پسپا ہو رہا تھا کہ اچانک فون کی گھنٹی بجی..... شاید قدرت نے مجھے سنبھلنے کی خاطر ایک سگنل دیا تھا' میں جلدی سے ماہ رخ سے دور ہو گیا وہ کسی بپھری ہوئی شیرنی کی طرح فون کی جانب لپکی' "کون ہے؟" اس نے جھلا کر ریسیور اٹھایا۔ اس کے انداز میں برہمی کی شدت موجود تھی ایک لمحے تک وہ دوسری جانب سے کہی جانے والی بات سنتی رہی اس کے چہرے کی تناؤ میں بتدریج کمی آ رہی تھی پھر اس نے بڑی بے رخی سے کہا۔ "ٹھیک ہے تم اس سے باتیں کرو' میں دس منٹ میں چینج کر کے آتی ہوں۔"

ریسیور کریڈل پر غصے سے رکھنے کے بعد وہ میری جانب واپس آئی پھر بڑی معذرت سے بولی۔ "مجھے ایک ضروری کام ہے اس لیے میں آپ سے معافی کی خواستگار ہوں۔"

"کوئی بات نہیں۔" میں نے خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا۔ "میں پھر کسی وقت حاضر ہو جاؤں گا۔"

"آپ نے یہ دریافت نہیں کیا کہ وہ کون سا کام ہے جو مجھے آپ سے زیادہ عزیز ہو سکتا ہے؟"

"کس کا فون تھا۔" میں نے یوں ہی پوچھ لیا۔

"سلیمان شاہ کا" وہ بڑی نخوت سے بولی "اس کے کچھ اہم مہمان آگئے ہیں۔"

مجھے رخصت کرنے کے لیے وہ دروازے تک آئی پھر بڑی تشنہ آواز میں بولی۔ "آپ اپنے کام کی فکر نہ کریں لیکن میرا معاوضہ اپنی جگہ برقرار رہے گا۔"

میں نے مسکرا کر اس کے وجود پر الوداعی نظر ڈالی پھر لمبے لمبے قدم اٹھاتا باہر آگیا' کھلی فضا میں آکر مجھے ایسا ہی لگا جیسے عمر قید کی سزا سنانے کے بعد عدالت نے میری بے بسی پر ترس کھا کر مجھے رہائی کا پروانہ عطا کر دیا ہو۔

✿

میں اسی رات ندیم کے کیسینو پہنچا تو وہ اپنے دفتر ہی میں موجود تھا' مجھے دیکھتے ہی اس کے ہونٹوں پر ایک شرارت اور معنی خیز مسکراہٹ ابھر آئی مجھے سر سے پاؤں تک غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔ "اور سناؤ' آج وقت کیسا گزرا؟"

"بس یہ سمجھ لو کہ موت کے منہ سے بال بال بچ کر نکلا ہوں۔" میں نے ندیم کے سوال کا مفہوم بھانپتے ہوئے جواب دیا۔

"میرا خیال اس کے برعکس ہے۔"

"کیا مطلب ...."

"ابھی کچھ دیر پہلے ماہ رخ کا فون آیا تھا۔" ندیم نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔ "اسے تمہارے بچ نکلنے کا افسوس ہے لیکن حالات نے اسے مجبور کردیا تھا۔"

"مجبوری اور تمہاری ماہ رخ.... یہ بات میرے حلق سے نیچے نہیں اتررہی۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"تم بھی ٹھیک سوچ رہے ہو۔ لیکن ہر شخص کی زندگی میں کچھ نہ کچھ مجبوریاں ضرور لاحق ہوتی ہیں۔" ندیم نے جواب دیا۔ "دراصل سلیمان شاہ اور ماہ رخ کے درمیان ایک سمجھوتا ہے اور اسی سمجھوتے کی بنیاد پر ان کی گاڑی چل رہی ہے ورنہ اب تک ماہ رخ کہیں اور ہوتی۔"

"لعنت بھیجو ماہ رخ پر۔" میں نے ناگوار لہجے میں کہا۔ "دانش کہاں ہے؟"

"میں اسے بلواتا ہوں لیکن تم اسے زیادہ کریدنے کی حماقت نہیں کروگے۔" ندیم یکلخت سنجیدہ ہوگیا۔

"کیا دانش نے ایسی کوئی بات تم سے کہی ہے جسے وہ دہرانا پسند نہیں کرے گا۔"

"نہیں...... لیکن یہ مت بھولو کہ ہمارا مقابلہ طاغوتی قوتوں سے ہے جو ہروقت کسی نہ کسی موقع کی تلاش میں رہتی ہیں۔" ندیم نے کہا "موہنی یا کومل ورما کی روح دانش کو ہمارے خلاف بھی بیان دینے پر اکسا سکتی ہے' اسی غرض سے میں نے ابھی تک خان جابر اور دانش دونوں کو اپنی تحویل میں لے رکھا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔ "کیا تمہاری تحویل میں ہونے کی صورت میں موہنی ان دونوں کی آزادی کے لیے کچھ نہیں کرسکتی؟"

"ہر طاقت ور اپنے برابر والے پر حملہ کرنے سے پیشتر بہت کچھ سوچتا ہے اور زیادہ تر گریز ہی سے کام لیتا ہے۔"

"اوہ... گویا تم خود کو موہنی کے ٹکر کا سمجھ رہے ہو.... یہ غلط فہمی کب سے لاحق ہوگئی؟"

ندیم میرے جواب میں مسکرا دیا لیکن اس کی مسکراہٹ کے اندر بڑا اعتماد تھا' یقین تھا پھر اس نے دانش کو بلوانے کی خاطر اپنے کسی مخصوص آدمی کو انٹرکام پر ہدایت دی اور ایک سگریٹ جلا کر اس کے کش لینے لگا۔ میں ندیم کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہا تھا' وہ میرا کلاس فیلو تھا میرا دوست تھا' میری خاطر کئی بار زندگی داؤ پر لگا چکا تھا لیکن اس کے پاس کوئی نہ کوئی ایسی قوت ضرور موجود تھی جس کی وجہ سے ابھی تک میرے خلاف برسرپیکار قوتوں نے اس سے براہ راست ٹکرانے کی کوشش نہیں کی تھی کومل ورما کے گھر کو ندیم ہی کے ایک مخصوص سگنل پر جلا کر راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کردیا گیا تھا' موہنی نے مجھے بتایا تھا کہ وہ جانتی ہے کہ اس دہشت گردی کے پیچھے کس کا ہاتھ تھا لیکن اس نے ندیم کے بجائے مجھ ہی کو موردالزام ٹھہرایا تھا۔

میرے دشمنوں نے میرے مکان کو محض تفریحاً" نذر آتش نہیں کیا تھا وہ میری ماں کو زندہ جلا دینا چاہتے تھے لیکن کالکا کے بیان کے مطابق اس نے میری ماں کو بچا لیا تھا اور اب وہ ندیم کے گھر پر محفوظ تھیں گویا ندیم کا گھر ایک ایسا مضبوط قلعہ تھا جہاں گندی اور پلید قوتوں کا عمل دخل نہیں ہوسکتا تھا۔ نسیم کی ماں کو بھی ان ہی طاغوتی قوتوں نے موت کے گھاٹ اتارا تھا لیکن نسیم ابھی تک محفوظ تھی۔ شاید اس لیے کہ وہ ندیم کی پناہ میں تھی لیکن کیوں؟ آخر وہ کون سی قوت تھی جو ہر ہر قدم پر ندیم کی پشت پناہی کررہی تھی میرے ذہن میں بے شمار سوالات گونج رہے تھے لیکن اس سے پیشتر کہ میں ندیم کی زندگی کے اس دوسرے پراسرار رخ کو کریدتا دانش کمرے میں داخل ہوا اور میری توجہ اس کی جانب مبذول ہوگئی۔

دانش کو دیکھ کر میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا' اس کی حالت ابھی تک غیر تھی چہرہ بری طرح سوج رہا تھا اور جابجا نیل پڑے ہوئے تھے' وہ اپنی ٹانگ پر ٹھیک سے چلنے سے بھی قاصر نظر آرہا تھا شاید اس کی بازیابی سے پہلے خان جابر نے اسے بری طرح اپنے تشدد کا نشانہ بنایا تھا اور یہ سب کچھ میری وجہ سے ہوا تھا' دانش نے میری خاطر میرے دشمنوں کا تعاقب کیا تھا اور اب اس کی اذیتیں بھی وہ تنہا بھگت رہا تھا۔

"باس..... آپ تو خیریت سے ہیں نا۔" ندیم کے اشارے پر دانش نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے مجھے بڑے خلوص سے مخاطب کیا "آپ کی والدہ اب کیسی ہیں؟"

"سب ٹھیک ہے لیکن تمہارے ساتھ جو کچھ ہوا ہے وہ میری وجہ سے ہوا ہے اس لیے میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ تمہارے دشمنوں سے۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے باس۔" دانش نے تیزی سے کہا۔ "میری حالت جو آج ہے وہ ہمیشہ نہیں رہے گی۔ ماسٹر ٹونی کے ساتھ رہ کر میں نے بہت کچھ سیکھا ہے... اب اتفاق ہی تھا جو تاریکی میں شکار ہوگیا۔ مگر میں نے اپنے دشمنوں کو شناخت کرلیا ہے۔ دس پندرہ روز کی بات اور ہے اس کے بعد میں ان سے ایسا بھیانک انتقام لوں گا کہ ان کی روحیں بھی قبر میں سکون سے نہ رہ سکیں گی۔"

"کون تھے وہ لوگ....؟" میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے دریافت کیا۔

"خان جابر کے بارے میں تمہارا کیا فیصلہ ہے۔" ندیم نے درمیان میں دخل اندازی کرتے ہوئے دانش سے سوال کیا۔

"خان جابر..." دانش کی نگاہوں میں شعلے لپکنے لگے "میری خواہش ہے کہ اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے

چیل کووں کو کھلا دوں۔"

"میں کوشش کروں گا کہ تمہاری خواہش کی تکمیل کرسکوں۔"

"میں ایک بار پھر آپ کا شکر گزار ہوں سر۔" دانش نے ندیم سے کہا۔ "آپ نے بروقت مجھے موت کے منہ سے نکال لیا' اگر میں مرجاتا تو شاید میری روح بھی قیامت تک انتقام کی آگ میں جھلستی رہتی۔"

"دانش ....." میں نے پھر اسے سنجیدگی سے مخاطب کیا۔ "جس وقت میرے مکان کو آگ لگائی گئی کیا خان جابر وہاں موجود تھا۔"

"میرا یہی خیال ہے باس۔"

"کیا مطلب..... "میں چونکا۔ "کیا تم نے خان جابر کا تعاقب نہیں کیا تھا؟"

"اگر وہ مجھے نظر آجاتا تو شاید میں اس کا تعاقب کرنے کے بجائے گولیوں سے چھلنی کردیتا لیکن شاید وہ مجمع میں کہیں چھپا تھا جو میری نظر میں نہیں آسکا۔"

"پھر.... تم نے کس کا پیچھا کیا تھا۔"

"بہرام کا..." دانش نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔

"بہرام.... یہ کون ہے؟"

"بہرام خان جابر کا باپ ہے باس' بظاہر ایک دبلا پتلا اور نشہ کرنے والا افیونی لگتا ہے لیکن اونگھتے وقت بھی اس کے جسم کی ہر نگاہ اپنے سائے سے بھی محتاط رہتی ہے۔" دانش نے کہا۔ "میرا خیال ہے وہ اور خان جابر دونوں ساتھ ہی تھے میں بہرام کے گریبان تک پہنچنے میں کامیاب ہوچکا تھا لیکن عین وقت پر خان جابر نے غالباً" ریوالور کا دستہ یا پھر کوئی آہنی راڈ پشت سے میرے سر پر مارا تھا جس کے بعد مجھے کچھ ہوش نہیں رہا...... لیکن شاید اس میں بھی میری ہی غلطی تھی۔"

"کیا مطلب....."

"مجھے آپ کو فون پر آنے والے خطروں سے آگاہ کرنے سے پیشتر کم از کم بہرام کو پوری طرح قابو کرلینا چاہئے تھا۔ مگر اب بھی کچھ نہیں بگڑا بزرگوں نے کہا ہے کہ دیر آید درست آید۔ اب میں بہرام اور خان جابر دونوں کو کتے کی موت ماروں گا۔ بہرام کے علاوہ میں اس کے کچھ دوسرے ساتھیوں سے بھی واقف ہوں... وہ میرے ہتھے چڑھ گئے تو میں انہیں بھی نہیں بخشوں گا۔"

"بہرام اب کہاں مل سکتا ہے؟" میں نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"ایسے دہشت گرد جو برملا افراتفری پھیلانے کے عادی ہوتے ہیں اندر سے اتنے ہی محتاط ہوتے ہیں۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "دانش کی نظروں میں آجانے کے بعد بہرام بھی یقیناً کسی انڈر گراؤنڈ چلا گیا ہوگا۔"

"میں اس ولدالحرام کے بہت سارے ٹھکانوں سے واقف ہوں سر۔" دانش نے جذباتی لہجے میں کہا۔ "مجھے ذرا اپنے پیروں پر کھڑا ہو لینے دیجئے اس کے بعد میں ثابت کروں گا کہ ماسٹر ٹونی کا شاگرد ہونا بھی کتنے فخر کی بات ہے۔"

"فی الحال جا کر آرام کرو۔" ندیم نے جلدی سے کہا۔ "ابھی تمہارے زخم تازہ ہیں' ان کے بھرنے میں کچھ وقت لگے گا۔"

"کوئی خاص وجہ تھی جو ندیم دانش کو میرے سامنے سے ہٹانا چاہتا تھا۔ میں اندر ہی اندر تلملا کر رہ گیا۔ دانش نے ندیم کا اشارہ پاکر ایک نظر میری جانب دیکھا پھر کراہتا ہوا اٹھا اور لنگڑاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ میرا خون میری طرح جوش مار رہا تھا' ندیم نے میری کیفیت بھانپ لی تھی اس لیے دانش کے کمرے سے نکلتے ہی بڑے سکون سے بولا۔

"جو لوگ گرم گرم کھانے کے عادی ہوتے ہیں وہ اکثر اپنا منہ جلا بیٹھتے ہیں۔"

"لیکن....."

"صبر سے کام لو میرے دوست..." ندیم نے میرا جملہ کاٹا۔ "وقت کا انتظار کرو اور میری ایک نصیحت ہمیشہ یاد رکھنا.... سانپ کو اس طرح مارو کہ اس کا کچومر بھی نکل جائے اور لاٹھی بھی محفوظ رہے۔"

"تم شاید بھول رہے ہو کہ دانش میری وجہ سے اس حال کو پہنچا ہے۔ اس کے باوجود تم مجھے پرسکون رہنے کی تلقین کررہے ہو" میرے لہجے میں شکوہ شامل تھا۔ "کیا میں اتنا ہی گیا گزرا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے کوئی انتقام بھی نہیں لے سکتا۔"

"وقت کا انتظار کرو جان من...." ندیم نے مجھے سمجھانے کی کوشش کی۔ "ابھی تمہیں ایسے بیشمار مواقع ملیں گے جب تم دل کھول کر اپنی بھڑاس نکال سکو گے۔ اس وقت میں تمہیں کوئی نصیحت نہیں کروں گا۔"

میں کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ ندیم کے آفس کا بیرونی دروازہ کھلا اور وہی دبلا پتلا دراز قد آدمی اندر داخل ہوا جسے ندیم نے ماسٹر کی کا نام دے رکھا تھا۔ اس وقت بھی وہ عادی افیونی اور قطعی بے ضرر سا لگ رہا تھا لیکن اس کے اندر یقیناً کچھ ایسی ہی خاص بات تھی کہ ندیم اسے دیکھتے ہی سنبھل کر بیٹھ گیا۔ اس کی نگاہوں میں بالکل ویسی ہی چمک ابھری تھی جیسے کسی درندے کی نگاہوں میں کسی شکار کو دیکھ کر ابھرتی ہے۔

"کیا خبر ہے؟" ندیم نے بڑی سنجیدگی سے سوال کیا۔

جواب میں ماسٹر کی نے ایک نظر میری جانب دیکھا پھر ندیم کا اشارہ پاکر بولا۔

"ماسٹر۔ تمہارا کام ہوگیا ہے۔"

"گڈ۔" ندیم نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔ "نمبر ون کا کیا بنا؟"

"وہ اب مردہ حالت میں اپنے فلیٹ کے نرم و گرم بستر پر آرام سے لیٹا ابدی نیند سو رہا ہے۔" ماسٹر کی نے نہایت اطمینان اور بے پرواہی سے جواب دیا۔

"کیا اس نے زبان کھولی تھی۔"

"نہیں' لیکن اتفاق ہی تھا جو نمبرون کا ایک ساتھی بھی وہاں آگیا۔" ماسٹر کی نے چٹخارہ لیتے ہوئے کہا۔ "زندگی بڑی عزیز شے کا نام ہے ماسٹر اور موت ایک ایسا بھیانک تصور ہے جو بڑوں بڑوں کا پتا پانی کر دیتا ہے۔ میں نے نمبرون کو بے بس کرکے اس کے گلے میں تار کا پھندا ڈال کر کسا تو اس کی آنکھیں ابل کر حلقے سے باہر آگئیں۔ اس کا ساتھی اس وقت لرز رہا تھا' پھر اس نے زبان کھولنے میں دیر نہیں لگائی۔ میں نے اس سے وعدہ کیا ہے کہ اس کا نام کہیں درمیان میں نہیں آئے گا۔ ہماری کامیابی کی صورت میں بڑی مچھلیاں یہی سمجھیں گی کہ نمبرون نے موت سے پہلے زبان کھول دی تھی۔"

"نمبرون کے ساتھی کا کیا نام ہے؟" ندیم نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"سوری ماسٹر۔ میں نے اس سے جو وعدہ کیا تھا وہ نہیں توڑ سکتا۔" ماسٹر کی نے بدستور بڑی بے پرواہی سے جواب دیا۔ "البتہ میں نے اس سے یہ عہد کیا تھا کہ کامیابی کی صورت میں اسے بیس ہزار کی رقم کی ادائیگی یقینی ہوگی اور وہ رقم۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔" ندیم نے اپنی کرسی پر کسمسا کر جواب دیا۔ "انفارمیشن کیا ہے؟"

"ہفتے اور اتوار کی درمیانی رات کو فلائٹ نمبر 613 سے جو ٹھیک بارہ اور ایک کے درمیان لینڈ کرے گی اس سے ایک مریض اترے گا جس کے لیے ائر کمپنی باقاعدہ وہیل چیئر فراہم کرے گی۔ نمبرون کے ساتھی کی اطلاع کے مطابق اس مریض کی سیدھی ٹانگ پر ران کی جگہ آپریشن کرکے اس میں کروڑوں روپے کے ہیرے اور جواہرات چھپائے گئے ہیں۔ ان جواہرات اور قیمتی ہیروں کو ایک ایسے بیگ میں رکھا گیا ہے جسے کوئی مشین ڈی ٹیکٹ نہیں کر سکتی۔"

ندیم نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ ماسٹر کی' کی اطلاع پر وہ کسی گہری سوچ میں گم ہوگیا تھا۔ میں نے ماسٹر کی جانب دیکھا۔ وہ اس وقت بھی بڑی بے پرواہی سے اپنی نشست پر بیٹھا کسی افیونی ہی کی طرح پنک میں نظر آرہا تھا۔ اس نے جس انداز میں ندیم سے نمبرون کے ساتھی کا نام بتانے سے انکار کیا تھا اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ اپنی زبان کا دھنی ہے اور براہ راست ندیم کے ماتحتوں میں سے نہیں ہے۔

"کامیابی کی صورت میں بیس ہزار کی رقم کی ادائیگی کی کیا صورت ہوگی؟" ندیم نے تھوڑے توقف کے بعد پوچھا تو ماسٹر کی بھونڈے ہونٹوں پر ایک معنی خیز سی مسکراہٹ ابھر کر گہری ہوتی چلی گئی۔ اس نے کسی زہریلے ناگ کی طرح بل کھا کر خشک لہجے میں کہا۔

"ماسٹر۔ مجھے اس سوال کی امید نہیں تھی۔"

"کیا مطلب۔"

"ایم۔ کے ایسے کسی گیم کو پسند نہیں کرتا جس میں ڈبل کراسنگ کا راستہ نکلتا ہو۔" ماسٹر کی نے سرد آواز میں کہا۔ "رقم میرے حوالے کی جائے گی اور اسے صاحب معاملہ تک پہنچانا میری ذمہ داری ہوگی۔"

"گڈ۔" ندیم نے اچانک پینترا بدل کر جواب دیا۔ "مجھے تم سے ایسے ہی جواب کی امید تھی۔ شاید اسی لیے میری نظر انتخاب موجودہ معاملے میں تمہارے اوپر پڑی تھی۔ میں جانتا ہوں کہ تم قول اور وعدے کے پکے ہو اور ڈبل گیم کو پسند نہیں کرتے۔"

"میرے لیے اب کیا حکم ہے؟"

"تم جا سکتے ہو۔" ندیم نے کہا پھر دراز سے دس ہزار کے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر اسے ماسٹر کی کی طرف اچھالتے ہوئے بولا۔ "یہ تم رکھ لو۔"

"کیا میں اسے بیس ہزار کی رقم کا ایڈوانس سمجھوں۔"

"نہیں۔ یہ تمہارا انعام ہے۔ بیس ہزار کی رقم تمہیں کامیابی کے بعد ادا کر دی جائے گی۔"

"شکریہ۔" ماسٹر کی نے رقم اٹھا کر بے پرواہی سے جیب میں رکھی پھر جانے کے ارادے سے اٹھا۔

"کیا تمہیں امید ہے کہ نمبرون کی لاش ابھی تک اس کے نرم و گرم بستر پر موجود ہوگی۔" ندیم نے تیزی سے پوچھا۔

"کیوں۔" ماسٹر کی کے تیور تیکھے ہوگئے۔ "اس سوال کی کیا ضرورت تھی۔"

"غلط مت سمجھو۔ میرا مقصد صرف یہ تھا کہ کہیں نمبرون کے ساتھی نے اس کی موت کی اطلاع اوپر تک نہ پہنچا دی ہو۔"

"ایسی صورت میں اس کا انجام بھی نمبرون سے مختلف نہ ہوگا اور تمہاری بیس ہزار کی رقم بھی محفوظ رہے گی۔" ماسٹر کی نے نفرت کا اظہار کرتے ہوئے بڑے اعتماد سے کہا۔ "میں کام کرنے کا عادی نہیں ہوں' اگر ہوتا تو شاید تم میرا انتخاب بھی نہ کرتے ماسٹر۔ جاتے جاتے ایک درخواست اور کروں گا۔ دوبارہ کسی موقع پر کبھی مجھے کریدنے یا ٹٹولنے کی کوشش نہ کرنا۔ ماسٹر کی اس قسم کی باتوں کا عادی نہیں ہے۔" پھر وہ مسکراتا ہوا پلٹا اور دفتر سے باہر نکل گیا۔

میرے لیے یہ پہلا اتفاق تھا جب میں نے ندیم کو کسی کے مقابلے میں کمتر محسوس کیا تھا چنانچہ میں نے ماسٹر کی کے جانے کے بعد پوچھا۔

"کیا یہ تمہارے ماتحتوں میں سے نہیں ہے۔"

"نہیں' لیکن اس کا شمار ان خطرناک لوگوں میں کیا جاتا ہے جو اپنا ہاتھ صاف رکھنے میں پوری مہارت رکھتے ہیں اور ناممکن کو بھی ممکن بنا دینے میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتے۔"

"نمبرون کون ہے؟"

"میں نے ابھی تم سے بہرام کا تذکرہ کیا تھا جس کی حیثیت بھوشن جوزف کے لیے کنگ ماسٹر کی سی تھی۔"

"آئی۔ سی۔" میں نے کسی حد تک معاملے کی نوعیت کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "گویا تم نے بھوشن کا ایک اور اہم ترین مہرہ پیٹ دیا۔"

"جرائم کی دنیا کے کھیل بھی شطرنج کی بساط کی مانند ہوتے ہیں۔" ندیم مسکرایا۔ "اس کی ہر چال بہت سوچ سمجھ کر چلنی پڑتی ہے۔ ایک ذرا سی لغزش بساط کا رخ پلٹ کر رکھ دیتی ہے۔"

"لیکن بہرام کی موت سے ہمیں کیا فائدہ ہوگا؟" میں نے کچھ سوچ کر دریافت کیا۔ "کیا تمہارا خیال ہے کہ بھوشن اس بات کو تسلیم کر لے گا کہ بہرام جیسا خطرناک دہشت گرد اسی کا آدمی تھا۔"

"جب تک بازی ختم نہ ہو۔ یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ جیت کس کی ہوگی اور کون اپنی شکست تسلیم کرے گا؟" ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا پھر اس نے اپنے ان لسٹڈ فون (UN-LISTED) کا ریسیور اٹھایا اور اس کا مائیک آن کرنے کے بعد خاموش رہنے کا اشارہ کرکے کسی کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ ایک منٹ بعد ہی مائیک پر دوسری جانب سے گھنٹی بجنے کی آواز ابھری پھر پانچویں گھنٹی پر کال ریسیو کی گئی۔

"بی' جے اسپیکنگ۔" دوسری جانب سے غالباً" بھوشن جوزف نے ہی فون ریسیو کرنے کے بعد اپنے نام کا مخفف ادا کیا تھا۔

"مجھے بھوشن جوزف سے بات کرنی ہے۔" ندیم نے آواز بدل کر انگریزی میں کہا۔ اس کا لب و لہجہ سو فیصد کسی غیر ملکی سے ملتا جلتا تھا۔

"بول رہا ہوں۔" بھاری بھرکم آواز میں جواب ملا۔

"میں ولیم پوکر بول رہا ہوں۔" ندیم نے سنجیدگی اور نفرت کے ملے جلے انداز میں کہا۔ "مسٹر جوزف کا فرسٹ کزن۔"

"میں یہ نام پہلی بار سن رہا ہوں۔"

"ہاں۔ تم غلط نہیں کہہ رہے لیکن میں نے دیدہ و دانستہ جوزف کے مرنے کے فوراً" ہی بعد منظر عام پر آنے کی حماقت نہیں کی۔"

"اب جو حماقت کر رہے ہو اس کا کیا سبب ہے؟"

"جوزف کی موت کے بعد اس کا فرسٹ کزن ہونے کی حیثیت سے میں بھی اس کروڑوں کی دولت کا حصہ دار ہوں جس پر تم نے قبضہ جما رکھا ہے۔" ندیم نے حقارت سے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ اب تم میرے فون کرنے کا مطلب اور مقصد دونوں سمجھ گئے ہوگے۔"

"کیا تم براہ راست مجھ سے مل کر گفتگو نہیں کر سکتے؟"

"نہیں۔ اس لیے کہ میں یہ معلوم کر چکا ہوں کہ تمہارے ہاتھ کتنے لمبے ہیں اور تم بذات خود بھی کتنے خطرناک آدمی ہو۔"

"تمہیں میرے بارے میں کسی دشمن نے غلط اطلاعات فراہم کی ہیں۔" دوسری جانب سے سپاٹ لہجے میں جواب ملا۔ "تم مجھ سے ملنے کا کوئی بھی وقت اور کوئی جگہ طے کر لو' پھر میں اور تم بیٹھ کر آرام سے گفتگو کریں گے اور اگر تم حقیقت میں وہی ہو جو خود کو ظاہر کر رہے ہو تو مجھے تمہارا حصہ دینے میں یقیناً مسرت ہوگی۔"

"سوری مسٹر بھوشن۔" ندیم نے بدستور غیر ملکیوں جیسے انداز میں کہا۔ "تم میرے لیے مکڑی کا جو جال بننے کی کوشش کر رہے ہو میں اس میں آسانی سے نہیں آؤں گا۔"

"پھر' رقم یا حصہ کی تقسیم اور اس کی ادائیگی کی کیا صورت ہوگی؟" اس بار بھی بڑی معصومیت سے سوال کیا گیا۔

"میں تمہیں اس کا آسان طریقہ بتاتا ہوں۔" ندیم نے ایک لمحے کے تامل کے بعد کہا۔ "سب سے پہلے اس بات کو ذہن نشین کر لو کہ میں تم سے زیادہ بڑی حیثیت کا مالک ہوں اس لیے مجھے دولت کا کوئی لالچ نہیں ہے لیکن تم نے جوزف کا جو مال تنہا ہڑپ کر رکھا ہے میں اسے بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ حصے کی تقسیم اور اس کی ادائیگی کی صورت یہ ہوگی کہ میں تمہیں ایک رفاہی ادارے کا نام فون پر ہی بتاؤں گا اور تم کسی چوں چرا کے بغیر دو کروڑ کی رقم اس ادارے کے کھاتے میں ڈونیشن کے طور پر جمع کرا دو گے۔ اس کے بعد میں واپس چلا جاؤں گا اور تم آسانی سے باقی دولت کے سہارے عیش کرتے رہو گے۔"

"تمہاری تجویز نہایت معقول ہے لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تم جوزف کے کزن ہی ہو۔" صبر و تحمل سے کہا گیا۔ "یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم اسی رفاہی ادارے کے کوئی فراڈ ہو اور مجھے بیوقوف بنا کر ایک کثیر رقم حاصل کرنے کے خواب دیکھ رہے ہو؟"

"تم خاصے ذہین اور چالاک آدمی ہو' بالکل کسی لومڑی کی طرح' لیکن اس کے باوجود تمہیں میری تجویز پر عمل کرنا پڑے گا۔"

"ورنہ تم میرے خلاف کسی عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانے پر مجبور ہو جاؤ گے۔ سوچ لو' ایسی صورت میں بھی تمہیں کھل کر میرے سامنے آنا پڑے گا۔"

"اگر میں یہ کہوں مسٹر بھوشن کہ تم میرا اور اپنا دونوں کا قیمتی وقت ضائع کر رہے ہو تو۔" ندیم نے جھلاتے ہوئے کہا۔

"یہ تمہارا ذاتی خیال ہوگا جس کے لیے میں کیا کر سکتا ہوں۔"

"گویا تم شرافت سے میری بات نہیں مانو گے۔ کیوں۔"

"مسٹر ولیم پوکر۔ یا جوکر۔ یا تم جو کوئی بھی ہو اپنی اوقات سے بڑھنے کی کوشش کر رہے ہو۔" اس بار بھوشن کے لہجے میں برہمی اور حقارت تھی۔ "اور میں اس بات کو پسند کرنے کا عادی نہیں ہوں کہ تم جیسے لوگوں کی بات برداشت کروں۔"

"میں اپنی تجویز کے سلسلے میں تمہارا جواب سننا پسند کروں گا۔" ندیم نے کرخت آواز میں جواب دیا۔

"دوبدو ملاقات کے بغیر میں تمہاری کسی تجویز پر عمل کرنے کو تیار نہیں ہوں۔"

"کیا یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے۔"

"ہاں' اور اگر تم میرے بارے میں واقف ہو تو یہ بھی جانتے ہوگے کہ بھوشن کی زبان سے ایک بار جو بات نکل جائے وہ پتھر پر لکیر کی حیثیت رکھتی ہے۔"

"مجھے معلوم ہے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تمہاری ماں جو ہندو تھی اور دوسروں کے گھروں کا کام کاج کرکے اپنا پیٹ پالتی تھی اس نے کس طرح جوزف کو اپنے حسن کے جال میں پھانسا تھا۔" ندیم کے لہجے میں تلوار کی کاٹ تھی۔ "کیا تم یقین سے کہہ سکتے ہو کہ تمہاری ماں نے میرے کزن سے باقاعدہ شادی کی تھی یا تم ان کے درمیان پیدا ہونے والے ناجائز تعلقات کی نشانی ہو؟"

"شٹ اپ۔ یو سن آف اے بچ۔" بھوشن گرج پڑا۔

"اوکے مسٹر باسٹرڈ۔ تمہیں بہت جلد اس بات کا احساس ہو جائے گا کہ تم نے میری تجویز نہ مان کر کتنی حماقت کا ثبوت دیا ہے۔" ندیم نے نفرت سے کہا پھر کسی جواب کا انتظار کیے بغیر ریسیور کریڈل پر رکھ کر مائیک آف کر دیا اور اب اس کے ہونٹوں پر ایک شریر اور معنی خیز مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

"میں نہیں سمجھ سکا کہ تمہیں کسی ولیم پوکر کا کردار تخلیق کرنے سے کیا حاصل ہوگا؟" میں نے ندیم سے کہا۔

"محبت اور جنگ میں بہت سے کردار درمیان میں آجاتے ہیں۔" ندیم نے سگریٹ جلا کر ایک طویل کش لیتے ہوئے جواب دیا۔ "تم چونکہ قانون کے محافظ رہ چکے ہو اس لیے جرائم کی دنیا کے پیچ و خم سے پوری طرح واقف نہیں ہو۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"میری ایک بات یاد رکھو' اگر دشمن کو کمزور کرنا ہو تو اس کے اعصاب پر حملہ آور ہو۔" ندیم نے کہا۔ "ولیم پوکر کا کردار فرضی ہی سہی لیکن بھوشن جیسے لالچی آدمی کی راتوں کی نیند حرام کر دینے میں بڑا موثر ثابت ہوگا۔"

"اور اس کے بعد۔"

"اس کے بعد جو کچھ ہوگا اس کے بارے میں وقت سے پہلے کچھ نہیں کہا جا سکتا اس لیے کہ ابھی تو میں نے بھوشن کے ساتھ شطرنج کے کھیل میں پہلی چال چلی ہے۔"

"دوسری چال کیا ہوگی؟" میں نے وضاحت طلب نظر سے ندیم کو گھورا۔ جواب میں ندیم نے محض مسکرانے پر اکتفا کیا۔ پھر اس نے مائیک کا ریسیور دوبارہ آن کیا اور کسی کے نمبر گھمائے۔

"ہیلو' ڈی' ایس' پی سراج اسپیکنگ۔" دوسری جانب سراج کی آواز ابھری۔

"میں بھوشن جوزف کا ایک عزیز بول رہا ہوں۔ ولیم پوکر۔" ندیم نے ایک بار پھر غیر ملکیوں کی آواز اختیار کرلی تھی۔

"میرے لیے کوئی خاص کام۔" سراج کے لہجے میں خشکی تھی۔ شاید حالات کے پیش نظر وہ بھوشن جوزف یا اس کے کسی عزیز کا نام سننا بھی گوارا نہیں کر سکتا تھا۔ اسے علم تھا کہ بھوشن کی اصلیت کیا ہے؟ کوئی درمیانہ طبقے کا آدمی ہوتا تو سراج اسے اب تک کیفر کردار تک پہنچا چکا ہوتا لیکن اسے بخوبی علم تھا کہ بھوشن کے تعلقات خاص طور پر وزیر قانون سے کس قدر گہرے ہیں۔ ایسی حالت میں سراج کے قدم کی ایک معمولی لڑکھڑاہٹ بھی اس کی تمام عمر کی بے داغ ملازمت کو ملیامیٹ کر سکتی تھی۔ یقیناً یہی وجہ تھی جو ولیم پوکر کا نام بھوشن کے کسی عزیز کی حیثیت سے سنتے ہی اس کے لب و لہجے میں بیزاری آگئی تھی۔

"ڈونٹ وری مسٹر سراج۔" ندیم نے اس کی کیفیت کا اندازہ لگاتے ہوئے دوستانہ انداز اختیار کیا۔ "میں بھوشن کا نہیں جوزف کا عزیز دار ہوں جس کی دولت پر بھوشن عیش کر رہا ہے۔"

"میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں؟"

"مجھے تمہاری مجبوری کا احساس ہے لیکن میں تمہاری مدد کے بغیر بھی بھوشن سے انتقام لیے بغیر واپس نہیں جاؤں گا۔" ندیم کے لہجے میں غرابٹ آگئی۔ "وہ ولد الحرام مجھے میرا حق دینے سے انکار کر رہا ہے اور میں نے طے کرلیا ہے کہ جس مقصد کے لیے میں نے ایک طویل سفر طے کیا ہے اسے پورا کیے بغیر واپس نہیں جاؤں گا چاہے اس کی خاطر مجھے اپنی موت ہی کیوں گوارا کرنی پڑے۔"

"کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم فون پر گفتگو کرنے کے بجائے....."

"نہیں۔" ندیم نے سراج کا جملہ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔ "بھوشن نے بھی مجھے بے نقاب کرنے کی خاطر کچھ ایسی پیشکش کی تھی لیکن میں فی الحال اس وقت تک پردے کے پیچھے رہنا چاہتا ہوں جب تک اس... کو اس کی اوقات کا احساس نہ دلا دوں۔"

"یہ آپ کا اور مسٹر بھوشن کا ذاتی معاملہ ہے اور میں..."

"تم قانون کے محافظ ہو' ڈی ایس پی اور میں تمہیں ایک ایسی اطلاع فراہم کرنا چاہتا ہوں جس کے بعد تمہارا تعلق پیدا ہو جائے گا۔" ندیم نے سرسراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "بہرام کا نام کبھی سنا ہے تم نے؟"

"ہاں۔" اس بار سراج نے بیزاری کے بجائے دلچسپی کا

اظہار کرتے ہوئے جواب دیا۔ "وہ ایک خطرناک مجرم ہے جس کے نام پر اب تک ان گنت وارداتیں پولیس کے ریکارڈ پر ہیں لیکن ابھی تک کوئی ایسا ٹھوس ثبوت نہیں ملا جس کی بنیاد پر اسے گرفتار کیا جا سکتا۔ اس کے علاوہ....."

"اسے بھوشن جیسے ولد الحرام کی حمایت بھی حاصل ہے۔" ندیم نے جملہ پورا کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن اب تمہیں کسی ثبوت کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ تم چاہو تو اسی وقت بہرام کو اپنی تحویل میں لے سکتے ہو۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"بہرام اس وقت ایک اکڑی ہوئی سرد لاش کی طرح اپنے فلیٹ کے بستر پر پڑا ہے۔ تم اس کی لاش کو اپنی تحویل میں لے سکتے ہو۔ اس کے علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ بہرام کے فلیٹ کی تلاشی لینے کے بعد تمہیں کچھ ایسے ثبوت بھی مل جائیں جو اس کے اور بھوشن کے درمیان گٹھ جوڑ ثابت کرنے کے لیے مؤثر ثابت ہوں۔"

"بہرام کا قتل کس نے کیا ہے؟" سراج نے تیزی سے

"تمہیں صرف آم کھانے سے غرض ہونی چاہیے۔" ندیم نے حقارت سے کہا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "آج کی رات تم بہرام کا کیس لوج کردو۔ کل میں تمہیں ایک ایسی اطلاع دوں گا جس میں اگر تم نے دور اندیشی سے کام لیا تو بھوشن کو آہنی سلاخوں تک پہنچانے میں تمہیں کوئی دشواری لاحق نہیں ہوگی۔"

"کیا تم قبل از وقت مجھے کوئی اشارہ دے سکتے ہو؟"

"ہاں' لیکن صرف اس حد تک کہ کل تمہیں بھوشن کے ایک ایسے ایجنٹ کو گرفتار کرنا ہوگا جو اس نطفہ نا تحقیق کے لیے بڑے پیمانے پر اسمگلنگ کر رہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اگر تم اسے پولیس کے ڈرائنگ روم ٹریٹمنٹ کی فل ڈوز دینے میں کامیاب ہو گئے تو وہ سب کچھ اگل دے۔ تمہیں اس شخص سے گفتگو کرتے وقت کوئی خفیہ ٹیپ ریکارڈر رکھنا ہوگا تاکہ تم اس کی آواز میں اس کا اعتراف اور بھوشن سے اس کا تعلق ریکارڈ کر سکو۔"

"اگر ایسا ممکن ہوا تو میں یقیناً تمہارا شکر گزار رہوں گا' لیکن ایک بات ابھی میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"وہ کیا؟"

"اگر تم واقعی جوزف کے عزیز دار ہو تو اتنے عرصے تک سامنے آنے سے کیوں گریز کرتے رہے۔"

"میرے ساتھ بھی وہی مجبوریاں لاحق تھیں جو تمہیں درپیش ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"ثبوت۔" ندیم نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "لیکن اب میں اس حرامی سور کے بارے میں بہت کچھ معلومات حاصل کرنے کے بعد اس کے قریب آیا ہوں لیکن اتنا قریب بھی نہیں کہ وہ میری بو سونگھ کر اپنے شکاری کتوں کو میرے پیچھے لگا سکے۔ تم شاید میرا مطلب سمجھ رہے ہوگے۔"

"بہرام کو قتل کرنے میں کیا مصلحت درپیش تھی۔" سراج نے پوچھا۔

"میں بھوشن کو احساس دلانا چاہتا ہوں کہ میں اس سے کمزور نہیں ہوں۔" ندیم نے کرخت اور سفاک لہجے میں کہا۔ "بہرام کا قتل میرے پروگرام کی پہلی کڑی ہے۔ اس کے علاوہ بھی بھوشن کے کچھ پالتو کتے میری ہٹ لسٹ پر موجود ہیں۔"

"ون منٹ۔" سراج نے بڑی جلد بازی میں کہا۔ "میرے فون پر ایک دوسری کال کے سگنل موصول ہو رہے ہیں۔ میں اسے اٹینڈ کرکے دوبارہ تم سے بات کرتا ہوں۔ لائن ڈس کنیکٹ نہ کرنا۔"

"مجھے علم ہے مسٹر ڈی ایس پی کہ تم ایک ایماندار' تجربہ کار اور ذہین پولیس آفیسر ہو لیکن اتنے بھی نہیں کہ مجھے دھوکہ دے سکو۔" ندیم نے سرد لہجہ اختیار کرلیا۔ "تمہاری کوشش میرا نمبر ٹریس کرنے میں کامیاب نہیں ہوگی اس لیے کہ میں ایک بوتھ سے بات کر رہا ہوں۔ فی الحال تم وقت ضائع کیے بغیر بہرام کے فلیٹ پہنچنے کی کوشش کرو ورنہ اگر اس جنگلی سور کو بھنک بھی مل گئی تو شاید تمام زندگی بہرام کی لاش بھی نہ تلاش کر سکو۔ کل تم سے دوبارہ گفتگو ہوگی۔ بائی' بائی۔"

ندیم نے دوبارہ ریسیور رکھ کر مائیک بند کر دیا۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب سی شیطانی مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔ اس نے بھوشن کے اعصاب کو کمزور کرنے کے جو طریقے استعمال کیے تھے وہ اپنی جگہ درست تھے لیکن مجھے یقین نہیں تھا کہ بھوشن جیسا صاحب حیثیت اور اثر و رسوخ رکھنے والا اتنی آسانی سے ماؤس ٹریپ میں آجائے گا چنانچہ میں نے ندیم سے کہا۔ "کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم لانگ روٹ اختیار کرنے کے بجائے کسی شارٹ کٹ سے اپنی منزل تک پہنچنے کی کوشش کریں؟"

"نہایت آسان طریقہ ہے۔" ندیم نے معصومیت سے جواب دیا۔ "میں اپنے کسی ماتحت کو بھی اس بات پر آمادہ کر سکتا ہوں کہ وہ کوئی پہلا سنہری موقع ملتے ہی ریوالور کا پورا چیمبر بھوشن کے جسم پر خالی کر دے۔"

"اور پکڑے جانے کی صورت میں کیا ہوگا؟"

"مجھے آج تک میرے کسی ماتحت نے مایوس نہیں کیا۔" ندیم نے پورے اعتماد سے جواب دیا۔ "اول تو میرے آدمی کچا کام کرنے سے گریز کرتے ہیں اور اس کام کے پس پردہ نتائج کو ذہن میں محفوظ رکھتے ہیں۔ رہا بھوشن کا معاملہ تو میں اس کی موت کے لیے کسی ایسے ہی آدمی کا انتخاب کروں گا جس کی ناکامی کے امکانات کم ہوں گے اور اگر بدقسمتی سے وہ قانون کی

نظروں میں آگیا تو پکڑے جانے سے پہلے وہ خودکشی کو ترجیح دے گا۔"

"میرا خیال ہے کہ یہ طریقہ کامیاب نہیں ہوگا۔" میں نے اپنے تجربے کی بنیاد پر کہا۔ "جو لوگ خود کو بہت اہم سمجھتے ہیں یا جرائم کی دنیا میں کوئی خاص مقام رکھتے ہیں وہ اپنے گرد و پیش سے کبھی بے خبر نہیں ہوتے۔ بھوشن نے بھی یقیناً ایسے گارڈز مقرر کر رکھے ہوں گے جو کسی کی نظروں میں آئے بغیر اس کی مکمل حفاظت کا خیال رکھتے ہوں گے۔"

"پھر۔ تمہارا کیا پروگرام ہے؟"

"میں نے ابھی تک کوئی آخری نتیجہ اخذ نہیں کیا۔" میں نے اپنے سینے کے اندر انتقام کی سلگتی آگ پر قابو پاتے ہوئے جواب دیا۔ "البتہ میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ بھوشن اور اس کے زر خرید دہشت گردوں ہی نے موہنی یا کومل ورما کے اکسانے پر میرے گھر کو نذر آتش کیا ہے۔ اتفاق ہی تھا جو میری ماں موت کے منہ سے بال بال بچ گئی ورنہ شاید ڈیڈی کی طرح وہ بھی طاغوتی قوتوں کا شکار ہوگئی ہوتی۔ میں ان تمام وارداتوں کو آسانی سے فراموش بھی نہیں کر سکتا۔"

"شہباز۔" ندیم نے میرے چہرے کے تاثرات سے میرے دل کی کیفیت کا اندازہ لگاتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "کیا تمہارا خیال ہے کہ مجھے انکل کی موت اور آنٹی کو پیش آنے والے حادثے سے کوئی دکھ نہ پہنچا ہوگا۔"

"میں تمہاری دوستی پر فخر کرتا ہوں لیکن..."

"تم کوئی حماقت کا ثبوت نہیں دوگے۔" ندیم نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔ "اور اگر میری نصیحت کے باوجود تمہارے ذہن میں کوئی پلان ہے تو میں بھی اس میں شامل ہونا پسند کروں گا۔ مجھ سے وعدہ کرو کہ تم تنہا کوئی قدم اٹھانے کی غلطی نہیں کرو گے۔"

"خان جابر کے بارے میں تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟" میں نے ندیم کی بات کو بڑی خوبصورتی سے ٹالتے ہوئے پوچھا۔

"بہرام کی لاش کے بعد خان جابر کے جسم کے ٹکڑے وصول کرنے کے بعد بھوشن کو یقیناً کوئی خوشی نہیں ہوگی۔" ندیم کے لہجے میں سفاکی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ اس کے باوجود بھوشن آسانی سے اپنی ہار تسلیم نہیں کرے گا۔"

"ہمیں بھوشن کے ہار تسلیم کرنے کے بجائے اس کی بوکھلاہٹ پر زیادہ خوشی محسوس ہوگی۔" ندیم نے بڑی بے پروائی سے کہا۔ "تم نے کبھی بلی اور چوہے کے درمیان ہونے والا زندگی اور موت کا کھیل دیکھا ہے۔ بلی چوہے پر قابو پانے کے باوجود اسے فوری طور پر ختم نہیں کرتی۔ پنجے مار مار کر اسے اذیت دیتی ہے۔ وہ چوہے کو بھاگنے کا موقع بھی فراہم کرتی ہے لیکن نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونے دیتی، پھر اس سے پہلے کہ اس کا ... کی دسترس سے دور ہو۔ وہ دوبارہ جھپٹ کر اسے اپنے ... جکڑ لیتی ہے۔ میں بھی بھوشن جوزف کے ساتھ بلی اور ... کھیل کھیلنے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔"

"دانش کا کیا بنے گا؟" میں نے پہلو بدل کر پوچھا ... دوبارہ منظرعام پر آنے کے بعد اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے ...

"ضرور پہنچے گا۔" ندیم نے میرے شبے کی تائید کی ... ہے کہ اس کا انجام ماسٹر ٹونی سے بھی زیادہ خطرناک اور ... ہو۔ اسی لیے میں نے اسے فی الحال انڈر گراؤنڈ رکھنے ... ہے۔ حالات جیسے ہی سازگار ہوں گے میں اسے پہلی فر... کسی دوسرے ملک کے لیے روانہ کردوں گا۔"

"کیا طاغوتی قوتیں جو ہماری تباہی بربادی اور موت کی ... ہیں وہ دانش کو بخش دیں گی؟ ماسٹر ٹونی کو بھی اسی لیے زندگی ... لیے معذور اور مفلوج کیا گیا تھا کہ اس نے میری خاطر کو... اغواء کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"ایسی صورت میں تو بس ایک ہی طریقہ کار باقی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"تم اپنی کاکا رانی سے رابطہ قائم کرکے معلوم کر... کوشش کرو کہ ہمیں طاغوتی گندی اور ناپاک قوتوں سے ... لیے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔" ندیم کے لہجے میں گرا... میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کچھ دیر تک بیٹھا ادھر ادھر ... کرتا رہا پھر اٹھ کر کیسینو سے باہر آگیا۔ چلتے وقت ندیم ... بار پھر مجھ سے درخواست کی تھی کہ میں اس سے مشورہ ... بھوشن جوزف یا کسی اور دشمن کے سلسلے میں کوئی آخری ... نہیں کروں گا۔

***

گاڑی چلاتے ہوئے میری نظریں سامنے سڑک پر ... تھیں لیکن ذہن حالات کے تانے بانے سلجھانے میں مص... تھا۔ روپ نگر سے جو کہانی شروع ہوئی تھی وہ طول ... پکڑتے بھوشن ورما تک آگئی تھی۔ اس دوران مختلف ... بھی پیش آئے لیکن میں ابھی تک محفوظ تھا مگر میرے ... شیطانی قوتیں مجھے سرنگوں کرنے کی خاطر ہر طرح ... تھیں۔ میرے والد کی اذیتناک موت بھی اسی سلسلے کی ایک ... تھی خود موہنی کی گندی روح نے اس کا اعتراف کیا تھا۔ ... مجھے میری ماں کے بارے میں اطلاع دی تھی لیکن میں ... ماں کے سائے سے محروم نہیں ہوا تھا لیکن وہ ہر ... مجھے ہراساں کرنے کی خاطر اپنا گھیرا تنگ کیے جا رہی ...

جرائم کی دنیا اگر شطرنج کی بساط کی حیثیت ... میرے مقابلے میں ندیم بہت دور اندیش اور شاطر کھلاڑی

ہوا تھا۔ بہرام کو ماسٹر کی کے ذریعہ جہنم رسید کرنے کے بعد اس نے ولیم پوکر کے جس کردار کو تخلیق کیا تھا وہ ہر اعتبار سے بھرپور تھا۔ اس نے بھوشن جوزف کو دوسری ضرب لگانے کی خاطر اپنے ذرائع سے جس مریض کے بارے میں ہیرے اور جواہرات اسمگلنگ کرنے کی معلومات حاصل کی تھیں وہ بھی ایک اہم کارنامہ تھا۔ وہ بھوشن کے اعصاب کو کمزور کرنے کے بعد اسے ریزہ ریزہ کرکے موت سے ہمکنار کرنے کا خواہشمند تھا۔ اس کی چالیں یقیناً قابل ستائش تھیں۔ بہرام کی لاش دستیاب ہونے کے بعد اس کے ذہن میں ضرور ایک کھلبلی سی مچی گی اس کے بعد کروڑوں کا نقصان ہونے کی خبر اس کے لیے ایک دھچکا ثابت ہوتی پھر خان جابر کے جسم کے ٹکڑوں کا پارسل موصول ہونے کے بعد شاید اس کے اندر ایک ہلچل بھی برپا ہو جاتی۔ ولیم پوکر کا فرضی کردار اس کے سامنے حقیقت کا رنگ اختیار کر سکتا تھا

ندیم نے اعصابی طور پر بھوشن جوزف کو کمزور کرنے کا جو پلان مرتب کیا تھا وہ اپنی جگہ بھرپور تھا۔ شیطانی قوتیں ندیم کے ذہن اور میرے دل کی گہرائیوں میں جھانکنے سے قاصر تھیں لیکن وہ بہرام کی موت اور خان جابر کے بارے میں یقیناً علم رکھتی ہوں گی اور اگر ایسا تھا تو پھر طاغوتی قوتیں بھوشن کو قبل از وقت پیش آنے والے خطرات سے آگاہ بھی کر سکتی تھیں۔ ندیم کی شاطرانہ چالوں کا توڑ بھی ان گندی روحوں کے لیے کسی کھیل تماشے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ ایسی صورت میں میرے لیے کھیل کو طول دینے کا ارادہ خطرناک بھی ہو سکتا تھا چنانچہ میرا ذہن کسی شارٹ کٹ کے بارے میں بڑی سنجیدگی سے غور و خوض کر رہا تھا۔

ندیم میرا عزیز دوست تھا۔ متعدد مواقع پر اس نے اپنی زندگی کی پرواہ کیے بغیر میری مدد کی تھی۔ میری والدہ کو اپنی چھت کے نیچے پناہ دینے کے بعد اس نے طاغوتی قوتوں کو بھی اپنا دشمن بنا لیا تھا۔ میں اس کی مدد کے بغیر اپنے حریفوں پر کوئی کاری ضرب لگانے کا خواہشمند تھا۔ میں نے کومل ورما کو خود موت کی وادیوں میں دھکا دیا تھا لیکن پانڈے کا بیان تھا کہ وہ ابھی تک ایک پراسرار روح کی طرح کسی کی نظروں میں آئے بغیر اس کے دفتر میں اپنا کام حسب معمول انجام دے رہی ہے۔ موہنی اس کے مقابلے میں زیادہ خطرناک کردار ادا کر رہی تھی۔ کالکا نے بھی یہی کہا تھا کومل ورما کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس نے یہ بھی اعتراف کیا تھا کہ شنکر کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد بڑی قوتوں نے اس پر کچھ پابندیاں عائد کر دی تھیں اس لیے وہ بھی موہنی کے خلاف کوئی خطرناک اور انتقامی قدم اٹھانے سے مجبور ہے۔ اچانک میرے ذہن پر ایک پرانا مثلث ابھرا۔

کالکا، موہنی اور لیڈی مکارنس، میں نے سوچا کہیں یہ تینوں پراسرار کردار ایک ہی شخصیت کے مختلف روپ تو نہیں ہیں جو صورتیں بدل بدل کر مجھے اپنے جال میں پھانسنے کی کو[شش کر رہے] ہیں؟ کالکا کی مجبوری کی کہانی مجھے وقتی طور پر فر[یب دینے کی] سازش تو نہیں؟ موہنی کی طاقت کی پشت پر کون تھا؟ لیڈی مکارنس؟

میں ابھی ذہنی الجھن ٹھیک کرنے میں مصروف [تھا کہ] ذہن میں یکلخت کمبل پوش بزرگ کا خیال ابھر آیا۔ [بہت دنوں] سے وہ میری رہنمائی کی خاطر سامنے نہیں آئے تھے [وہ مجھ] سے ناراض تھے اس لیے کہ میں نے ان کے بتا[ئے ہوئے] راستوں پر عمل نہیں کیا تھا، مگر ان کا دیا ہوا صندلی انگ[وٹھی] میری انگلی میں موجود تھا۔ یہ اسی انگوٹھی کی کرا[مت تھی کہ] شیطانی قوتیں میرے دل کا حال جاننے سے قاصر تھیں [اس کے] علاوہ موہنی نے بھی اس کا اعتراف کیا تھا۔ لیڈی [مکارنس نے] بھی مجھے یہی باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ وہ بھی کھوج لگانے کی خاطر میری شخصیت میں دلچسپی لے ر[ہی ہے ورنہ] ایک عام شخص کی حیثیت میں میرے اندر اپنے کوئی نہیں تھی جو وہ ایسے قیمتی وقت کا زیاں کرتی۔

میرے ذہن میں شنکر کا تصور ابھرا جس نے داور [کی موت] کے بعد دوبارہ اسے زندہ کیا تھا اور میری ہلاکت پر [تلا ہوا تھا] لیکن اسی صندلی انگوٹھی کی کرامت نے اسے جلا کر [راکھ کر دیا] تھا۔ کالکا نے مجھ سے کہا تھا کہ جب دو قوتیں آپس [میں ٹکراتی] ہیں تو ان میں سے ایک جل کر خاکستر ہو جاتی ہے۔ غالب[اً اسی لیے] اس نے مجھے منع کیا تھا کہ میں اس کے خوبصورت اور [...] کو ہاتھ لگانے کی غلطی نہ کروں۔ میں نے صندلی انگو[ٹھی کو] غور سے دیکھا۔ میں اس کی کرامت سے کوئی اہم [...] کا منصوبہ بنا رہا تھا کہ اچانک مجھے کار میں اپنے بہت [قریب کسی] اور کی موجودگی کا احساس ہوا۔ "کالکا" میرے ذہن [میں] تصور جاگ اٹھا۔ میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ اس لیے کہ [اس کے] بعد ہی میرے کانوں میں کالکا کی مانوس آواز گونجی تھی۔

"شہباز۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ تم اس سے کچھ زیا[دہ بے] کل ہو۔"

"کیا تم میری پریشانیوں کی وجہ نہیں جانتیں؟" [میں نے اسے] کریدنے کی کوشش کی۔

"میں وشواس سے نہیں کہہ سکتی اس لیے کہ [...] میرے اور تمہارے دل کی گہرائیوں کے درمیان ایک [دیوار] تنی ہوئی ہے لیکن میرا من کہتا ہے کہ تم اس کے [...] بارے میں سوچ رہے ہو۔"

"ہاں۔ تمہارا خیال غلط نہیں ہے۔"

"ابھی کچھ مت سوچو۔" اس نے سنجیدگی سے کہ[ا۔ "جب] تک موہنی کی شکتی اس کی سہائتا کر رہی ہے تم اس [کا] کچھ نہ کر سکو گے۔ کچھ دن اور انتظار کرو۔ دیوتا [اس کی شکتی]

چھیاں واپس کرنے والے ہیں۔ اس کے بعد تم اپنی آنکھوں [سے] دیکھ لینا کہ موہنی کا انت (انجام) شنکر سے بھی زیادہ بھیانک [ہو] گا۔"

"اور دیوی دیوتا تمہیں دوبارہ سزا دینے کی خاطر تمہارے [اوپر] اپنا عتاب نازل کر دیں گے۔" میں نے دل ہی دل میں [مسک]راتے ہوئے پوچھا۔ نہ جانے کیوں اس وقت کالکا کا مشورہ [میرے] حلق سے نیچے نہیں اتر سکا تھا۔

"تمہارے کارن مجھے سب منظور ہے۔" اس کے لہجے میں [پیا]ر کی شدت اور جذبوں کی فراوانی تھی۔

"تم نے کہا تھا کہ اگر تم نے دوبارہ دیوی دیوتاؤں کی مرضی [کے] بغیر کوئی خطرناک قدم اٹھایا تو وہ تمہیں ہمیشہ کے لیے ایک [پتھ]ر کی شکل میں تبدیل کر دیں گے پھر تمہارے لیے معافی کی [کوئ]ی گنجائش باقی نہیں رہے گی۔"

"ہاں۔ میں نے غلط نہیں کہا تھا۔" کالکا نے ایک لمحے کی [خام]وشی کے بعد جواب دیا پھر حسرت بھری آواز میں بولی۔ [تمہ]ارے پریم کے کارن میں بڑے سے بڑا بلیدان دینے کو تیار [ہوں]۔"

"میں اپنے ایک ایک دشمن کو چن چن کر اذیتناک موت [دی]نے کا خواہاں ہوں۔" میں نے گہری سنجیدگی سے پوچھا۔ "کیا [تم مج]ھے اس کے لیے کوئی آسان راستہ بتا سکتی ہو؟"

"اس کے لیے سب سے پہلے موہنی کی شکتی کو ختم کرنا [ہوگا]۔ اس کے بغیر تمہاری آشائیں پوری نہیں ہوں گی۔"

"گویا فی الحال تم مجھے دلاسہ دینے کے علاوہ میری کوئی مدد [نہیں] کر سکتیں۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

"نراش مت ہو شہباز۔ اپنی کالکا رانی پر وشواس رکھو، آج [جو] بادل منڈلا رہے ہیں وہ کل نہیں رہیں گے۔"

"ایک بات پوچھوں کالکا۔" میں نے صندلی انگوٹھی کی کنکھیوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ میرے ذہن میں داور کا انجام [گردش] کر رہا تھا۔

"پوچھو۔"

"کیا تم مجھے اپنے درشن نہیں دو گی؟"

"آج نہیں، پھر کبھی سہی۔"

"کیوں؟ آج کیوں نہیں؟"

"آج میں اس روپ میں نہیں ہوں جس سندر روپ میں تم [اپنی کال]کا رانی کو دیکھنا چاہتے ہو۔" کالکا کے لہجے میں معمولی سی [گھبراہ]ٹ بھی تھی۔

"میں نے تمہیں اس روپ میں بھی پسند کیا تھا جب تم نے [...] کی شکل اختیار کرکے شنکر کو میرے راستے سے ہٹایا تھا۔" [میں نے] کالکا کے لہجے کی پریشانی کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے مجبور نہ کرو شہباز۔ آج میں تمہارے سامنے نہیں آ سکتی۔"

"کوئی خاص وجہ؟" میں نے اسے ٹٹولنے کی خاطر سوال کیا۔

"ہاں۔ تم نے اپنے من مندر میں جس مورتی کو سجا رکھا ہے۔ میں اسے جان بوجھ کر ختم نہیں کرنا چاہتی۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"اس سے میں تمہیں سمجھا بھی نہیں سکتی۔" کالکا نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "میں جا رہی ہوں، لیکن بہت جلد واپس آؤں گی۔"

"کالکا۔" میں نے اسے کئی بار آوازیں دیں لیکن اس کی طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ شاید وہ جا چکی تھی۔ میرے ذہن میں متعدد سوالات کلبلانے لگے۔

کیا کالکا کو میرے ارادے کا علم ہو گیا تھا کہ میں صندلی انگوٹھی کی کرامت کو اس پر آزمانا چاہتا تھا؟

"لیکن اگر وہ میرے دل کی گہرائیوں میں جھانکنے سے قاصر تھی تو پھر وہ کون سا شبہ تھا جس نے اسے میرے سامنے ظاہر ہونے سے باز رکھا تھا؟"

کیا میرا خیال درست تھا کہ کالکا۔ موہنی اور لیڈی مکارنس ایک ہی شخصیت کے تین مختلف روپ ہیں؟

کالکا کو اتنی جلدی میں جانے کی کیا ضرورت پیش آ گئی تھی؟

میرا گھر قریب آ رہا تھا۔ کالکا کے سلسلے میں میرے ذہن میں مختلف شبہات ابھر رہے تھے لیکن قبل اس کے کہ میں کسی آخری نتیجے پر پہنچ سکتا۔ اجناء کے قبیل سے تعلق رکھنے والے اسی نادیدہ مہربان کی آواز میری قوت سماعت سے ٹکرائی جسے کمبل پوش بزرگ نے میری حفاظت پر مامور کیا تھا۔

"میرے عزیز۔ جتنی جلدی ممکن ہو گاڑی سے اتر کر دور بھاگنے کی کوشش کرو۔"

"کیوں۔ کیا مجھے کوئی خطرہ درپیش ہے۔" میں نے چونکتے ہوئے سوال کیا۔

"ہاں۔ تمہارے دشمنوں نے تمہاری تباہی کے لیے ایک جال بچھایا ہے۔"

"کوئی ٹائم بم؟"

"وقت ضائع مت کرو میرے عزیز ورنہ شاید تمہیں پچھتانے کا موقع بھی نہ مل سکے۔"

"میاں صاحب (سفید ریش کمبل پوش بزرگ) شاید مجھ سے ابھی تک ناراض ہیں؟" میں نے گاڑی کو تیزی سے سڑک کے کنارے روکتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے تمہارے سوال کا جواب دینے کی اجازت نہیں ہے۔"

"اگر یہ بات ہے تو پھر میں اللہ کے اس برگزیدہ بزرگ کی خوشی کی خاطر اپنی جان دینے کو تیار ہوں۔"

"ضد نہ کرو میرے عزیز، اگر دشمن اپنی چال میں کامیاب ہو گئے تو میں پیرو مرشد کو کیا منہ دکھاؤں گا۔"

میں کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ کان کے پردے پھاڑ دینے والا ایک خوفناک دھماکا ہوا۔ مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ کار کے ٹکڑوں کے ساتھ میں بھی فضا میں بکھر گیا تھا، پھر کیا ہوا؟ مجھے اس کے بارے میں کوئی علم نہ ہو سکا، میرا ذہن گھپ اندھیروں میں ڈوب گیا۔

*

ایک بار پہلے بھی میرے ساتھ کچھ ایسا ہی حادثہ پیش آ چکا تھا لیکن اس وقت میں قسمت سے زندہ بچ گیا تھا لیکن اس بار شاید میں موت کی ابدی نیند سو چکا تھا۔ زندگی اور موت کے درمیان اس قسم کی آنکھ مچولی کوئی نئی یا انوکھی بات نہیں ہے۔ کبھی کوئی مزدور کسی زیر تعمیر عمارت کی آٹھویں منزل سے گرتا ہے اور اسے معمولی سی خراش بھی نہیں آتی اور کبھی اجل کا سرد ہاتھ چلتے چلتے کسی راہ گیر کی گردن پر اپنی گرفت اچانک اس قدر مضبوط کرتا ہے کہ کسی سے مدد مانگے بغیر وہ زمین پر گرتا ہے اور اس کی روح جسم سے پرواز کر جاتی ہے۔

مجھے اپنی موت کا یقین اسی وقت آ چکا تھا جب خوفناک دھماکے سے میری گاڑی کے پرزے فضا میں بکھر گئے تھے۔ میں کسی ربر کی بے جان گیند کی مانند اچھلا تھا پھر میرا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا تھا۔ مجھے اپنی موت کا غم نہیں تھا لیکن افسوس اس بات کا تھا کہ میں اپنے دشمنوں سے خاطر خواہ انتقام نہیں لے سکا۔ میری موت کی خبر سن کر وہ یقیناً خوش ہوئے ہوں گے۔ موہنی کی گندی آتما کو قرار آ گیا ہو گا لیکن اپنی موت میں خود میرا بھی کچھ حصہ تھا۔ کمبل پوش بزرگ نے میری حفاظت کے لیے اجناء کے قبیلے سے جس نیک دل بزرگ دل کا انتخاب کیا تھا اس نے بروقت مجھے پیش آنے والے خطرے سے آگاہ کر دیا تھا۔ میرے ذہن میں ابھی تک اس کے الفاظ گونج رہے تھے۔

"میرے عزیز۔ جتنی جلدی ممکن ہو گاڑی سے اتر کر دور بھاگنے کی کوشش کرو۔"

"وقت ضائع مت کرو ورنہ شاید تمہیں پچھتانے کا موقع بھی نہ مل سکے۔"

"اگر دشمن اپنی چال میں کامیاب ہو گئے تو میں پیرو مرشد کو کیا منہ دکھاؤں گا۔"

لیکن میں اس کی باتوں پر عمل کرنے کی بجائے اس سے بحث میں الجھ گیا تھا۔ میں نے اس سے میاں صاحب کی ناراضگی کا سبب دریافت کیا تھا اور اس نے کہا تھا کہ اسے میرے اس سوال کا جواب دینے کی اجازت نہیں ہے اور پھر وہ ہولناک حادثہ پیش آ گیا جس کی نشاندہی کی گئی تھی۔

مرنے کے بعد بھی شاید میری روح اسی دنیا میں بھٹک رہی تھی۔ میں اس حادثے کے بارے میں غور و فکر کر رہا تھا۔ ٹائم بم کا دھماکا ہی تھا جس نے دنیا سے میرا تعلق منقطع کر دیا تھا لیکن وہ بم میری گاڑی میں کس طرح آ گیا؟

"شاید اس وقت جب میں ندیم سے اس کے آفس میں مصروف تھا میرے کسی دشمن نے موقع پا کر وہ آلہ میری گاڑی میں کہیں خفیہ طور پر فٹ کر دیا ہو گا؟ مگر دشمن کا آدمی میری گاڑی تک کس طرح پہنچنے میں کامیاب ہو گیا؟ میں نے گاڑی کھڑی کی تھی وہ حصہ عقب کی جانب تھا اور ندیم کی گاڑیوں کے لیے مخصوص تھا۔ اس حصے میں باقاعدہ خفیہ عملے کے افراد تعینات رہتے تھے تاکہ کوئی اس قسم کی سازشی کارروائی نہ کر سکے جس کا میں شکار ہوا تھا۔

"موہنی۔" میرے تصور میں موہنی کا مکروہ نام گونجا۔ اسی نے اپنی پلید طاقت کے ذریعے سے ندیم کے کسی آدمی کو ٹریپ کیا ہو گا جس نے بیہوشی کے عالم میں موت کے اس ڈرامے کو رچانے میں موہنی کا ساتھ دیا ہو گا۔ موہنی کی قوت میرے اور ندیم کے سلسلے میں کچھ کرنے سے قاصر تھی مگر تیسری کسی شخصیت کو اپنی کالی طاقت کے جال میں پھانسنا اس کے لیے کوئی دشوار نہیں تھا۔ قدیر کی صورت میں اس کی گندی قوت کا تماشا دیکھ چکا تھا۔ اس وقت بھی کسی غیبی قوت نے میری مدد کی تھی۔ صندل اور لوبان کا ایک جھونکا میرے دفتر میں داخل ہوا اور وہ طلسم ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گیا تھا جو قدیر کے دل و دماغ پر مسلط تھا۔

"شہباز۔"

ندیم کی آواز میرے کانوں میں گونجی تو میں تڑپ اٹھا۔ وہ میری روح کو آواز دے رہا تھا لیکن میں اس کی آواز سن رہا تھا لیکن کوئی جواب دینے کے قابل نہیں تھا۔

"شہباز۔ میرے دوست۔ آنکھیں کھولو، خدا کا شکر ہے کہ وہ تم معجزاتی طور پر بچ گئے ورنہ ....." ندیم نے اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ مگر اس بار اس نے جو کچھ کہا تھا اس سے مجھے اس بات کا احساس ہو رہا تھا کہ میں مرا نہیں زندہ ہوں۔

"میرا خیال ہے آپ انہیں فی الحال آرام کرنے دیں۔" ایک اور آواز میری قوت سماعت سے ٹکرائی۔ "ہو سکتا ہے حادثے کی دہشت ابھی تک ان کے ذہن پر مسلط ہو۔"

"ڈاکٹر۔" ندیم نے پریشانی سے سوال کیا۔ "کیا آپ کا خیال ہے کہ میرے دوست کو کوئی اندرونی چوٹ تو نہیں آئی ... وجہ سے۔"

"آپ بالکل پریشان نہ ہوں۔" ڈاکٹر نے جواب دیا۔ "ہم ہر طرح سے امتحان کر چکے ہیں۔ آپ کے دوست معجزاتی طور پر اس حادثے سے بالکل محفوظ رہے ہیں۔" میں ہسپتال میں تھا۔ میں شاید مرا نہیں بلکہ زندہ تھا۔

ندیم اور ڈاکٹر کی گفتگو نے میرے اور موت کے درمیان ایک خوشگوار خلیج پیدا کر دی تھی۔ میں نے آہستہ سے اپنے ہاتھوں کو جنبش دی۔ مجھے ناکامی نہیں ہوئی۔ میں نے آنکھ کھول کر دیکھا۔ ندیم اور ڈاکٹر کے علاوہ ایک خوبصورت سی نرس بھی میرے بستر کے قریب موجود تھی۔

"شہباز۔" ندیم مجھے آنکھیں کھولتے دیکھ کر خوشی سے دیوانہ ہو گیا۔ "خدا کا شکر ہے کہ تم ہوش میں آ گئے۔"

"میں اب چلتا ہوں۔" ڈاکٹر نے کہا۔ "صرف رات رات کی بات ہے، صبح ہم دوبارہ معائنہ کریں گے اس کے بعد آپ اپنے دوست کو گھر لے جا سکتے ہیں۔"

"تھینکس ڈاکٹر۔" ندیم نے بڑی گرم جوشی سے کہا پھر ڈاکٹر اور نرس کے جانے کے بعد بولا۔ "میں نے منت مانی تھی کہ اگر تم بچ گئے تو سو غریبوں میں کھانا تقسیم کروں گا۔"

"تم۔ اور .... منت۔" میں نے مدھم آواز میں مسکراتے ہوئے جواب دیا، میری قوت آہستہ آہستہ بحال ہو رہی تھی۔

"کیوں۔ کیا میں مسلمان نہیں ہوں۔"

"ہو تو سہی لیکن۔ تمہارے ساتھ آدھا تیتر اور آدھا بٹیر والا مسئلہ ہے۔"

"باتیں کم کرو۔ تمہیں فی الحال آرام کی ضرورت ہے۔"

"تمہیں حادثے کی اطلاع کس طرح ہوئی تھی؟" میں نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے دریافت کیا۔

"حادثے کی اطلاع بھی مجھے میرے اسی کارندے نے دی تھی جس نے تمہاری گاڑی میں پلاسٹک بم فٹ کیا تھا۔" ندیم یکلخت سنجیدہ ہو گیا۔

"کیا۔" میں حیرت سے چونک اٹھا۔

"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔" ندیم نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "اس کا بیان ہے کہ ایک خوبصورت اور حسین عورت نے اسے اس تخریبی کارروائی پر مجبور کیا تھا اور وہ اس کی خوبصورتی میں اتنا کھو گیا کہ اس کی خواہش کی تکمیل سے انکار نہ کر سکا۔ پھر وہ عورت یکلخت اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی اس کے بعد وہ خود بھی بھول گیا تھا کہ وہ ایک خطرناک سازش کا مرتکب ہو چکا ہے۔ دوسری بار اسے اس وقت اپنی حماقت کا احساس ہوا جب اسی عورت کی آواز نے اسے تمہیں پیش آنے والے حادثے کی اطلاع دی اور حکم دیا تھا کہ اس کی اطلاع مجھ تک پہنچا دی جائے۔"

"موہنی۔" میں نے مختصراً اپنے خیال کا اظہار کیا۔

"ہو سکتا ہے وہی ہو۔"

"تمہارے آدمی کا کیا بنا؟" میں نے جلدی سے پوچھا۔ "کیا تم نے اسے مار دیا؟"

"پہلے فوری طور پر یہی خیال میرے ذہن میں ابھرا تھا کہ اس غدار کے جسم کو گولیوں سے چھلنی کر دوں لیکن پھر میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ مجھے بس اچانک ہی موہنی کی کمینگی کا خیال آ گیا۔" ندیم نے سرد لہجے میں کہا۔ "ایک طرف اس نے تم کو اپنی گندی قوت کا نشانہ بنانے کی کوشش کی اور دوسری طرف اس کی یہ چال تھی کہ میرے ایک کارندے کو میرے ہی ہاتھوں جہنم رسید کرا دے۔"

"مجھے ہسپتال کون لایا تھا؟" میں نے کچھ سوچتے ہوئے دریافت کیا۔

"ڈاکٹر کا بیان ہے کہ وہ ایک بوڑھا شخص تھا۔"

"اب وہ کہاں ہے؟"

"ہسپتال کے عملے کو بھی اسی کی فکر لاحق ہے۔" ندیم نے جواب دیا۔ "تمہارا کیس ایمرجنسی کا تھا اس لیے وہ سب تمہاری طرف متوجہ ہو گئے تھے پھر تمہاری جانب سے اطمینان ہو جانے کے بعد انہیں بوڑھے کا خیال آیا لیکن وہ تمہیں داخل کرانے کے بعد وہاں موجود نہیں تھا۔"

"اور تمہیں اس ہسپتال کا علم کس طرح ہوا؟" میں نے کمبل پوش بزرگ کے بارے میں سوچتے ہوئے سوال کیا۔

"اس ہسپتال کی نشاندہی بھی میرے اسی آدمی نے کی تھی جو موہنی کی سازش کا شکار ہوا تھا۔"

میں جواب میں مسکرایا تو ندیم نے بڑے سنجیدگی سے کہا۔

"میں تمہاری مسکراہٹ کا مطلب سمجھ رہا ہوں، لیکن پریشان مت ہو۔ اب موہنی یا تمہاری کالا رانی کی پلید قوتیں دوبارہ میرے کسی آدمی کو اپنا غلام نہیں بنا سکیں گی۔"

"کیا مطلب۔" میں نے تعجب سے ندیم کو دیکھا۔ "کیا تم بھی کسی ایسے کالے علم کے ماہر ہو جو اپنے کارندوں کو ناقابل تسخیر بنا دو گے۔"

"تم نے سراج یا بہرام کے بارے میں کچھ دریافت نہیں کیا۔" ندیم نے بڑی خوبصورتی سے میرے سوال کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "سراج نے بہرام کی لاش دستیاب کر لی ہے لیکن اس کے فلیٹ کی تلاشی کی حسرت اس کے دل میں ہی رہ گئی۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"مجھے یقین ہے کہ بہرام کے فلیٹ میں کہیں کچھ ایسے ثبوت بھی موجود تھے جو اگر تمہارے سراج صاحب کے ہاتھ لگ جاتے تو پھر بھوشن جوزف کی گردن قانون کے شکنجے میں تک پھنس سکتی تھی لیکن موہنی یا پھر تمہاری کالا رانی کو یہ منظور نہیں تھا۔"

"کیا مطلب۔"

"لاش دستیاب ہونے کے بعد مسٹر سراج اور ان کے کارندوں نے ضروری کارروائی کے بعد بہرام کے اکڑے ہوئے

جسم کو پوسٹ مارٹم کے لیے روانہ کردیا تھا پھر وہ فلیٹ کی تلاشی لینا چاہتے تھے کہ اچانک فلیٹ میں آگ بھڑک اٹھی اور سب کچھ جل کر راکھ ہوگیا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اس آگ کے شعلوں سے قرب و جوار کے کسی فلیٹ یا اس کے مکینوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔"

"سراج کا کیا خیال ہے۔"

"سنا ہے وہ بوکھلائے بوکھلائے پھر رہے ہیں۔" ندیم نے بے پرواہی سے کہا۔ "بہرام کی لاش کی دستیابی ان کے لیے ایک بڑا اعزاز ہے لیکن فلیٹ میں ہونے والی آتش زدگی نے ان کی تمام خوشی ملیامیٹ کردی ہے۔"

"ہو سکتا ہے کچھ ایسا ہی حادثہ اس مریض کے ساتھ بھی درپیش آجائے جو بھوشن کے لیے ناجائز تجارت کے کاروبار میں ملوث ہے۔" میں نے ایک امکانی خدشے کا اظہار کیا۔

"نہیں۔ اب ایسا نہیں ہوگا۔" ندیم نے پر اعتماد لہجے میں جواب دیا۔

"اس یقین کی وجہ۔" میں نے ندیم کو کریدنا چاہا۔

"تم اسے میری خود اعتمادی بھی سمجھ سکتے ہو۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں اس مریض کے اطراف ایسا جال بن دوں گا کہ گندی قوتیں اس کا حصار نہیں توڑ سکیں گی۔ بھوشن کی خوش قسمتی ہی سمجھو کہ یہ خیال مجھے پہلے نہیں آیا ورنہ بہرام کے فلیٹ میں آگ کے شعلے بھی نہیں بھڑک سکتے تھے۔"

"ندیم۔ ایک بات پوچھوں۔" میں نے اسے بغور گھورتے ہوئے کہا۔ "کیا تم مجھے بھی نہیں بتاؤ گے کہ وہ کون سی رحمانی قوت ہے جو تمہاری مدد کررہی ہے۔"

"میرا ایمان۔ خدا کے وجود پر میرا یقین اور اپنی مقدس کتاب کی ان آیات پر مکمل بھروسا جو ہر مرض کا موثر علاج ہوتی ہیں۔ بس اعتقاد شرط ہے۔" ندیم کے لہجے میں ایک عجیب سی نور کی روشنی موجود تھی۔ اس کی آنکھیں روشن چراغ کے مانند جھلملا رہی تھیں۔

"یہ۔ تم بول رہے ہو۔" میں نے ندیم کو حیرت سے دیکھا۔

"میرا خیال ہے کہ شاید تمہارے سراج صاحب کو ابھی تک اس حادثے کی اطلاع نہیں ملی ورنہ وہ بھاگے چلے آتے۔" ندیم پھر اپنے موڈ میں آکر بولا۔ "یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ابھی تک بہرام کے فلیٹ کی تلاشی میں ناکامی کا سوگ منا رہے ہوں۔"

"کیا تم نے مریض کے آمد کی مکمل تفصیل سراج کو بتا دی ہے۔"

"اتنی جلدی کیا ہے۔ ابھی تو پورے چوبیس گھنٹے باقی ہیں۔"

ہم بڑی دیر تک بھوشن جوزف کے موضوع پر بات کرتے رہے پھر نرس نے آکر مجھے سکون کی خاطر نیند کا انجکشن دیا تو ندیم صبح آنے کا وعدہ کرکے چلا گیا۔ ندیم کے جانے کے بعد بھی میں

حالات کی پیچیدگیوں میں الجھا رہا۔ بہرام کے فلیٹ میں لگ [...] آگ یقیناً انہیں طاغوتی قوتوں کی شرارت تھی جو میرے [...] حیات تنگ کردینے کا بیڑا اٹھا چکی تھیں۔ وہ میرے دشمن [...] لیے کام کررہی تھیں پھر بھلا ان کے خلاف کسی دستاویزی [...] کے وجود کو کیسے برداشت کرسکتی تھیں؟

میں خاصی دیر تک موہنی اور کومل وما کے بارے میں [...] رہا پھر یکلخت میرے ذہن میں کالکا کا تصور ابھرا۔ آخری [...] میں میں نے اسے سامنے آنے پر مجبور کیا تھا لیکن وہ گریز [...] لیتی رہی۔ مجھے ٹالتی رہی۔ بہلاتی رہی پھر میرا اصرار [...] دیوی دیوتاؤں کی پراسرار باتیں کرنے لگی اور اس کے [...] اچانک رخصت ہوگئی تھی۔ شاید وہ میرے سوالات سے [...] پہلو بچانا چاہتی تھی یا پھر اجناء کے قبیل سے تعلق رکھنے [...] بزرگ کی آمد کا نتیجہ تھا جس نے اسے چلے جانے پر مجبور [...]

میرے ذہن پر آہستہ آہستہ نیند کے انجکشن کا خمار طاری [...] رہا تھا۔ میری آنکھ کے پپوٹے بوجھل ہونے لگے تھے۔ مجھے [...] کی ضرورت تھی۔ تازہ دم ہونے کے لیے آرام کرنا میرے [...] موثر ثابت ہو سکتا تھا۔ میں نے ایک طویل جماہی لی پھر [...] لے کر آنکھیں بند کرلیں۔ نیند کی آغوش میرے لیے کشادہ [...] تھی۔ ذہن کے سوچنے اور غور و فکر کی قوتیں آہستہ آہستہ [...] ہو رہی تھیں۔

مجھے ٹھیک سے یاد نہیں کہ اس وقت میں جاگ رہا تھا [...] کی شدید کیفیتوں سے دوچار تھا جب کالکا کی مانوس آواز [...] میرا نام لے کر پکارا تھا۔ اس کے لب و لہجے میں اس وقت [...] کی آمیزش یا پیار اور جذبوں کی چاشنی نہیں تھی۔ وہ لہجہ [...] حد سرد اور سناک تھا۔

پھر میں نے کالکا کو دیکھا جو میرے بستر کے قریب کچھ فا[...] ایسے بھیانک روپ میں کھڑی تھی کہ میرے جسم میں سر[...] ایک لہر سرایت کرگئی۔ اس کی خوفناک آنکھوں سے بھ[...] شعلے لپک رہے تھے۔

اس کریہہ منظر کو دیکھ کر میں نے اپنی نگاہیں پھیرنی چ[...] لیکن میں اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ جیسے کسی [...] قوت نے مجھے جکڑ کر بے بس کردیا تھا۔ اس حد تک کہ میں پلکیں بھی جھپکانے سے قاصر تھا۔

کالکا کا وہ روپ اس قدر مکروہ اور ناقابل برداشت [...] مجھے ابکائی سی آنے لگی۔ اس وقت کالکا کے جسم پر [...] بجائے چھ یا شاید آٹھ ہاتھ نظر آرہے تھے اس نے اپ[...] ہاتھ میں ننگا خنجر پکڑ رکھا تھا۔ اس کے دونوں کاندھوں پر [...] خطرناک ناگ اگ آئے تھے جو ہوا میں پھن کاڑھے لہرا [...] تھے۔ ان کی زبانیں بار بار منہ سے باہر نکل کر لپلپا رہی تھیں [...] ہولناک نگاہیں میرے وجود پر جمی ہوئی تھیں۔ کالکا کے ہو[...]

گاڑھا گاڑھا خون پھیلا ہوا تھا جیسے وہ کسی کا خون پی کر آئی ہو۔ اس کی نگاہوں سے شعلے لپک رہے تھے۔ اس کی رنگت الٹے توے سے بھی زیادہ سیاہ نظر آرہی تھی۔ سر پر بالوں کی جگہ چھوٹے چھوٹے بچھو ڈنک اٹھائے ادھر ادھر رینگتے پھر رہے تھے۔

میں دم بخود کالکا کے اس ہولناک روپ کو دیکھنے پر مجبور تھا۔ میرا جسم پسینے سے شرابور ہو رہا تھا پھر اچانک کالکا نے ایک بھیانک قہقہہ لگایا۔ اس کے دانت ڈریکولا کی طرح لمبے لمبے بے ہنگم اور نوکیلے تھے۔ مجھے جھرجھری سی آگئی۔

"شہباز خان۔" کالکا کی مکروہ آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "اس طرح آنکھیں پھاڑے کیا دیکھ رہے ہو؟"

"کالکا۔" میں نے سہمی سہمی آواز میں جواب دیا۔ "یہ..... یہ تم ہو..... یا میں کوئی پریشان خواب دیکھ رہا ہوں۔"

"میں کوئی سپنا نہیں حقیقت ہوں۔"

"لیکن تمہارا یہ روپ.....؟ کیا تم میری خاطر اپنا روپ نہیں بدل سکتیں۔" میں نے التجا کی۔

"کیوں؟" اس نے خون آلود ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔ "تم تو میرے پریمی ہو شہباز خان اور پریمی جسے چاہتا ہے اسے من کی گہرائیوں سے چاہتا ہے۔ رنگ و روپ اور شریر کا سچے پیار کے آگے کوئی مول نہیں ہوتا۔"

"مگر تم اس روپ میں میرے سامنے کیوں آئی ہو؟" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے سوال کیا۔

"کیول تمہیں یہ بتانے کی خاطر کہ کالکا اگر تمہیں پیار کر سکتی ہے تو تمہارا خون بھی پی سکتی ہے۔"

"یہ..... یہ تم کہہ رہی ہو؟"

"ہاں۔" وہ حقارت سے بولی۔ "یہ سچ ہے کہ میں تمہارے من کے اندر نہیں جھانک سکتی لیکن ابھی میرے پاس اتنی شکتی موجود ہے کہ میں خطرے کی بو سونگھ سکوں۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"جان بوجھ کر انجان بننے کی کوشش مت کرو۔" وہ مجھے کھا جانے والی نگاہوں سے گھورتے ہوئے بولی۔ "کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ تم نے حادثے سے پہلے میرا روپ دیکھنے کی آشا کیوں کی تھی؟"

"اس لیے کہ مجھے تمہارا وہ روپ پسند ہے۔" میں نے جلدی سے جواب دیا۔ "اس سے پہلے بھی میں تم سے کئی بار درخواست کرچکا ہوں۔"

"تم..... میرے سندر شریر کو چھونا چاہتے ہو۔ میرے انگ انگ سے اپنے من کی پیاس بجھانا چاہتے ہو۔ کیوں؟"

"ہاں۔" میں نے اقرار کیا۔ "میں تمہارے وجود کا یقین کرنا چاہتا ہوں۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔" وہ گرج اٹھی۔ "حادثے سے پہلے تمہارے من میں اپنی کالکا رانی کے لیے پیار نہیں بلکہ کھوٹ تھا۔ تم داور کی طرح مجھے بھی اپنی کسی شکتی کے زور سے جلا کر راکھ کردینے کے سپنے دیکھ رہے تھے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ گنگ سا رہ گیا۔ شاید اس لیے کہ کالکا اپنے جس شبے کا اظہار کررہی تھی وہ غلط نہیں تھا۔ "تم کیول ایک منش ہو شہباز خان۔" وہ بدستور مجھے حقارت بھری نگاہوں سے گھورتے ہوئے بولی۔ "دھرتی پر کسی نالی میں رینگنے والے اس کیڑے کی طرح جسے کوئی بھی اپنے پیروں تلے مسل کر ختم کرسکتا ہے۔ تم کالکا اور اس کی مہان شکتیوں کا مقابلہ کرنے کا دھیان اپنے من سے کھرچ کر پھینک دو ورنہ بہت گھاٹے میں رہو گے۔"

"کالکا۔" میں نے جواب میں کچھ بہانہ تراشنے کی کوشش کی لیکن اس نے مجھے اس کا موقع نہیں دیا۔

"میرے ساتھ چھل کپٹ سے کام لینے کی کوشش مت کرو۔ میں چاہوں تو آنکھ کے ایک اشارے سے تمہیں جلا کر بھسم کر سکتی ہوں۔ پرنتو میں من کے آگے مجبور ہوں۔ میں نے تم سے پیار کیا ہے۔ اس لیے تمہیں اس سمے شما کررہی ہوں لیکن ایک بات دھیان میں رکھنا۔ اگر تم نے دوبارہ کبھی اپنی کالکا رانی کو دھوکا دینے کی کوشش کی تو وہ تمہارے جیون کا آخری دن ہوگا۔"

اس بار کالکا کے لہجے میں نرمی تھی۔ میں نے جلدی سے اس نرمی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا۔

"مجھے مارنے کے لیے میرے دشمن ہی بہت ہیں۔ اگر تم نے بھی مجھ سے منہ موڑ لیا تو میں بالکل بے بس ہو جاؤں گا۔"

"نہیں۔" وہ بڑے یقین سے بولی۔ "جب تک کالکا تمہارے ساتھ ہے کوئی شکتی تمہیں جان سے نہیں مار سکتی۔"

"لیکن وہ حادثہ.....؟" میں نے تیزی سے کہا۔ "کیا دشمنوں نے وہ چال مجھے ختم کردینے کے لیے چلی تھی؟"

"مجھے سب کچھ معلوم ہے شہباز۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔ "موہنی کی پلید آتما نے تمہارے متر (دوست) کے ایک آدمی کے دماغ پر قبضہ کرکے تمہیں موت کے گھاٹ اتارنے کی چال چلی تھی لیکن تم بچ گئے۔"

"اس لیے کہ شاید ابھی میری زندگی کے کچھ دن اور باقی ہیں۔" میں نے سرد آہ بھر کر جواب دیا۔

"نہیں تم کالکا کی آنکھوں میں دھول نہیں جھونک سکتے۔" وہ پھر نفرت سے بولی۔ "تمہیں بچانے میں اسی شکتی کا ہاتھ ہے جو اس سے پہلے بھی تمہاری سہائتا کرچکی ہے۔"

"ہم..... میں ایسی کسی طاقت سے واقف نہیں ہوں۔" میں نے پھر دروغ سے کام لیا۔ "ہو سکتا ہے تم ٹھیک کہہ رہی ہو لیکن۔"

"جس سمے تمہیں وہ حادثہ پیش آیا تھا اس سمے میں تم سے دور نہیں تھی۔ اگر کوئی اور شکتی تمہاری رکھشا نہ کرتی تو میں

تمہیں بچالیتی۔"

"میں نے تمہیں آوازیں بھی دی تھیں لیکن تم نے کوئی جواب نہیں دیا۔" میں نے شکوہ کیا۔

"میں نے ایسا جان بوجھ کر کیا تھا۔" کالکا نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ "حادثے سے پہلے موہنی کی شکتی تمہارے اوپر اپنا منتر کر چکی تھی اور میں نہیں چاہتی تھی کہ اسے وہاں میری موجودگی کی خبر ہو۔ اگر ایسا ہو جاتا تو شاید اس کا وار خالی نہ جاتا۔"

"کیا تم موہنی کی مہان شکتی کے سامنے آنے سے ڈرتی ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"تم ان باتوں کا کھوج لگانے میں اپنا سمے مت برباد کرو۔" وہ بڑی گمبھیر آواز میں بولی۔ "سمے کا انتظار کرو۔ دھیرج سے کام لو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔"

"اگر اس سے پہلے موہنی یا میرے کسی اور دشمن کی چال کامیاب ہو گئی تو....."

"وہ تمہیں تھوڑا بہت کشٹ ضرور دے سکتے ہیں مگر جب تک کالکا کی چھایا تمہارے ساتھ ہے وہ تمہیں جان سے نہیں مار سکتے۔"

"کالکا۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم مجھے یہ بتا سکتی ہو کہ موہنی اور کومل ورما کا کیا چکر ہے؟"

"پانڈے نے تم سے غلط نہیں کہا تھا کہ کومل ورما اب بھی اس کے دفتر میں کام کر رہی ہے اور وہ پانڈے کے علاوہ کسی اور کو نظر نہیں آتی لیکن یہ سب نگاہوں کا فریب ہے۔ وہ جو کومل ورما کا روپ دھارے ہے وہ کوئی اور ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔ "کیا کسی دوسری آتما نے کومل ورما کے جسم پر قبضہ جما لیا ہے۔"

کالکا جواب میں کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن اچانک اس کی نگاہوں میں خوف کی پرچھائیاں لرزنے لگیں پھر پل بھر میں وہ اپنے مکروہ وجود کو سمیٹ کر میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ اسی لمحے کمرے میں ایک اور نسوانی قہقہے کی آواز گونجی۔ میں نے نگاہوں کا زاویہ بدل کر دیکھا۔ وہ موہنی تھی۔ وہی موہنی جسے ماسٹر ٹونی نے میرے اشارے پر کومل ورما سمجھ کر اغوا کیا تھا اور اب اس کی اذیت ناک سزا بھگت رہا تھا۔ شاید کالکا نے موہنی کی آمد کو محسوس کر لیا تھا اسی لیے وہ درمیان سے ہٹ گئی تھی۔ اس نے مجھے باور کرایا تھا کہ جب تک اسے اس کی کھوئی ہوئی شکتی واپس نہیں مل جاتی وہ موہنی کے سامنے آنے سے قاصر ہے۔

"تم نے دیکھا شہباز خان۔ تمہاری کالکا رانی میری ہوا پا کر ہی نو دو گیارہ ہو گئی۔" موہنی نے فاتحانہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں نے تم سے کہا تھا نا کہ کالکا مجھ سے ٹکرانے کی ہمت نہیں کرے گی۔"

"موہنی۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے کہا۔ "تم مجھ سے کیا چاہتی ہو؟ تم نے میرے بے گناہ باپ کو مار ڈالا۔ میری ماں کو بھڑکتی آگ کے شعلوں میں جھونکنے کی کوشش کی۔ ٹونی کو زندگی کے لیے معذور کر دیا۔ آخر کیوں؟"

"نرنجن لال کی موت کے بارے میں تم کیا جواب دو گے؟" وہ نفرت سے بولی۔ "کومل ورما کے سندر شریر کو تم نے خود اپنے گندے ہاتھوں سے چھلنی کیا تھا۔ اس کی ماں بھی نردوش تھی لیکن تمہارے منتر نے اسے مکان کے ساتھ ہی نشٹ کر کے رکھ دیا تھا۔"

"لیکن شروعات ہماری جانب سے نہیں ہوئی تھی۔" میں نے جواز پیش کیا۔ "دشمنی کی ابتدا شنکر نے کی تھی۔"

"مجھے معلوم ہے۔ مگر تم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ شنکر اور پنڈت بنسی دھر مہاراج بھی ہمارے ہی دھرم کے آدمی تھے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"فی الحال اتنا سمجھ لو کہ اگر کوئی پنچھی اپنی ڈار سے بچھڑ جائے تو بڑی آسانی سے شکار ہو جاتا ہے۔ اسی کارن بدھی مانوں نے کہا ہے کہ منش کو ذات پات کے ساتھ گٹھ جوڑ رکھنا ضروری ہے۔" اس کے لہجے میں گہرا طنز تھا۔

"تم نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اس ملک سے اپنا کاروبار سمیٹ کر کہیں اور چلا جاؤں۔"

"ہاں مگر تم نے میری بات نہیں مانی تھی۔"

"میں اپنی ماں کی خاطر اب تمہاری شرط ماننے کو تیار ہوں۔"

"اب سمے بیت چکا ہے شہباز خان۔" موہنی نے تلخ لہجہ اختیار کیا۔ "اب تمہارے بوریا بستر گول کرنے سے کوئی لابھ نہیں ہو گا۔ ہم نے تمہیں گھیر کر مارنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ میں چاہوں تو اس سمے بھی تمہارا کریا کرم کر سکتی ہوں لیکن مہان شکتیوں نے تمہارے لیے تڑپ تڑپ کر مرنے کا فیصلہ کیا ہے اور اب اس فیصلے کو کوئی شکتی نہیں ٹال سکتی۔ اذیت ناک موت مرنا تمہارے بھاگ میں لکھا جا چکا ہے۔"

"پھر اب تک تم نے براہ راست میرے اوپر کھل کر وار کیوں نہیں کیا؟" میں ہمت کر کے بولا۔ "ہمارے بے قصور کارندوں کو نقصان پہنچانے سے تمہیں کیا حاصل ہو گا؟"

"من کی شانتی۔" اس کے لہجے میں طنز تھا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم جیسی شکتیوں نے ابھی تک مجھے یا میرے منتر کو اپنی پلید شکتیوں سے نقصان پہنچانے کی کوشش کیوں نہیں کی؟" میں نے قدرے درشت لہجے میں کہا۔ "میں جانتا ہوں کہ تم ہمارے سلسلے میں لاچار ہو۔ تمہارے دیوی اور دیوتا ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" موہنی نے ہونٹ چباتے ہوئے

نفرت سے جواب دیا۔ "ابھی ہم تم دونوں کے خلاف اپنی کوششوں میں سپھل (کامیاب) نہیں ہوئے ہیں لیکن ہم نراش بھی نہیں ہیں۔ وہ سمے بھی بہت جلد آئے گا کہ تم ہمارے چرنوں پر لوٹ لوٹ کر جیون کی بھکشا مانگو گے اور ہم تمہیں شما نہیں کریں گے۔ تمہیں اور تمہارے منتر کو کالی کے چرنوں میں بھینٹ چڑھا کر اپنی جیت کا جشن منائیں گے۔"

"تم شاید جاگتے میں کوئی خواب دیکھ رہی ہو۔"

"کل کا انتظار کرو۔" وہ سرد لہجے میں بولی۔ "تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ کون دھرتی پر گھٹنے ٹیکنے کو مجبور ہوتا ہے۔"

"میں کل کا انتظار کرنے کو تیار ہوں لیکن ایک شرط پر۔"

"وہ کیا؟"

"آج کے بعد ہماری جنگ صرف ایک دوسرے کی حد تک محدود رہے گی۔ ہم ایک دوسرے کے نردوش لوگوں کا خون نہیں بہائیں گے۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔" اس نے فیصلہ کن آواز میں جواب دیا۔ "ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی خاطر یدھ (جنگ) میں کوئی بھی ہتھیار استعمال کیا جا سکتا ہے۔"

"لیکن....."

"میں جا رہی ہوں شہباز خان۔" اس نے زمین پر تھوکتے ہوئے بڑی سرد مہری سے کہا۔ "اب ہماری تمہاری جنگ دھرم کی جنگ ہو گی۔ کون جیتے گا کون ہارے گا اس کا فیصلہ آنے والا سمے کرے گا لیکن ایک بات اپنے من سے نکال دو۔ دھرم کی اس فیصلہ کن جنگ میں تمہاری کالکا کی کوئی شکتی تمہارے کام نہیں آسکے گی۔"

پھر وہ بھی میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں۔ طاغوتی قوتوں کی مکروہ صورتیں میری نگاہوں کے سامنے کسی کے سینما سائز کی طرح آتیں پھر اوجھل ہو جاتیں۔ کالکا نے میرے سامنے آکر خفگی کا اظہار کیا تھا۔ شاید وہ مجھے اپنی قوتوں سے مرعوب کرنا چاہتی تھی جو اتنا بھیانک روپ اختیار کر کے میرے سامنے آئی۔ اسے میرے دل کا حال نہیں معلوم ہو سکا تھا لیکن اسے شبہ ہو گیا تھا کہ میں نے حادثے سے قبل سامنے آنے کی دعوت کیوں دی تھی؟ اس نے مجھے اپنی طاقت کا احساس بھی دلا دیا تھا لیکن موہنی کے سامنے آنے سے پچھڑی وہ غائب ہو گئی تھی جس کا مطلب یہی تھا کہ وہ موہنی کی طاقت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

میں بدستور ساکت و جامد اپنے بستر پر ان گندی قوتوں کے بارے میں غور کر رہا تھا کہ ایک اور نسوانی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ میں نے چونک کر نظر کا زاویہ تبدیل کیا تو وہاں کومل ورما اپنے حسن و شباب کی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ موجود تھی۔

اس کی آنکھوں میں ایک فاتحانہ مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔ اس مسکراہٹ میں ایک گہرا طنز بھی چھپا تھا۔

"کیوں شہباز خان۔" اس کے لبوں کو جنبش ہوئی تو فضا میں جیسے مندر کی گھنٹیوں کی آواز بج اٹھی۔

"ہاں ..... آں۔" میں نے اسے حیرت سے گھورتے ہوئے جواب دیا۔

"میں جانتی ہوں کہ اس سمے تمہاری عقل کام نہیں کر رہی ہو گی۔" اس کے لہجے میں تلوار کی سی کاٹ تھی۔ "تم نے تو مجھے میری خواب گاہ میں چوروں کی طرح چھپ کر گولیوں سے چھلنی کر دیا تھا۔ مجھے دوبارہ اسی روپ میں دیکھ کر تم حیران ہو گے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ ایک لمحے تک مجھے گھورتی رہی پھر اس کے خوبصورت ہونٹوں کو دوبارہ جنبش ہوئی۔

"ایک بات پوچھ سکتی ہوں۔"

"کیا؟"

"تم تو خود قانون کے محافظ تھے پھر تم نے میرے اوپر وہ انیائے (ظلم) کیوں کیا تھا۔"

"موہنی اور تمہاری اصلیت جاننے کی خاطر۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"پھر کیا کھوج لگایا تم نے؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا لیکن میرا خیال ہے کہ تم دونوں ایک ہی وجود کے دو مختلف روپ ہو۔"

"نہیں۔" وہ تیزی سے بولی۔ "موہنی میری بڑی بہن ہے۔ ہاں ہم دونوں کی شکلیں اتنی ملتی جلتی ہیں کہ اکثر سورگ باشی ماتا جی بھی دھوکا کھا جاتی تھیں۔ ماتا جی یاد ہیں نا تمہیں! وہی جنہیں تمہارے دوست کے ساتھیوں نے مکان کے ساتھ جلا ڈالا تھا۔"

"لیکن تم نے تو کہا تھا کہ تمہاری کوئی بہن نہیں ہے۔" میں نے اس کے آخری جملے کو یکسر نظرانداز کرتے ہوئے جواب دیا۔

"میں نے جھوٹ بولا تھا۔" وہ نفرت سے بولی۔ "موہنی مجھ سے بڑی ہے۔ اس نے کسی کارن گھر چھوڑ دیا تھا اور نہیں چاہتی تھی کہ دنیا والے ہمارے سمبندھ سے واقف ہو سکیں۔ اسی مجبوری کی وجہ سے اس نے مجھے اور ماتا جی دونوں کو منع کر دیا تھا کہ پولیس کو بھی بات سے دور رکھا جائے۔"

"کیا قانون کی نظروں میں دھول جھونکنا تمہارے نزدیک کوئی جرم نہیں ہے۔"

"پاپ اور پن کے چکر میں مت پڑو۔" وہ تیزی سے بولی۔ "تمہیں مکتی مل سکتی ہے۔ مجھے وشواس ہے کہ موہنی دیدی میری بات ضرور مان لیں گی۔"

"کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"میں تمہیں صرف دو دن کا سمے اور دلوا سکتی ہوں۔" اس نے ٹھوس لہجے میں کہا۔ "اس عرصے میں تم اپنی ماتا اور منتر

دونوں کو ساتھ لے کر کہیں دور چلے جاؤ۔ ہماری اس پوتر جنم بھومی سے بہت دور۔"

"اور اگر میں انکار کر دوں تو.....؟"

"یہ تمہارے جیون کی سب سے بڑی بھول ہو گی۔" اس کا لہجہ سفاک ہو گیا۔ "تم نے مجھے مار ڈالا تھا لیکن میں اب بھی تمہارے سامنے اپنے پیروں پر کھڑی ہوں پرنتو تمہارا کریا کرم اگر ایک بار ہو گیا تو پھر کبھی اس دنیا میں واپس نہیں آؤ گے۔"

"ہم مسلمان ہیں۔ ہمارے ہاں آواگون کے مسئلے کو کوئی اہمیت حاصل نہیں ہے۔" میں نے سپاٹ انداز میں جواب دیا۔ "ہمارا اعتقاد ہے کہ موت اٹل ہے اور اس کے لیے جو وقت اور لمحہ مقرر کر دیا جاتا ہے اسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں ٹال سکتی۔"

"کیا بھگوان بھی نہیں۔"

"ہمارے ہاں مٹی کے بھگوان نہیں ہوتے۔" میرے لہجے میں حقارت تھی۔

"پھر میں پورے وشواس سے کہہ سکتی ہوں کہ تمہارے برے دن آگئے ہیں۔ اب دیوی دیوتاؤں کے عتاب سے تمہیں کوئی شکتی بھی نہیں بچا سکتی۔ کالکا بھی نہیں۔"

"ایک سوال میں بھی پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"پوچھو۔"

"اگر کالکا کی شکتی تمہارے اور موہنی کے آگے کوئی اہمیت نہیں رکھتی تو پھر تم بار بار اس کا نام کیوں دہراتی ہو؟"

"تمہیں کیول اس بات کا وشواس دلانے کے کارن کہ تم گھپ اندھیروں میں بھٹک رہے ہو۔"

"کیا تمہیں صرف یہی کہنے کی خاطر میرے سامنے آنا پڑا ہے۔"

"میں جانتی ہوں شہباز خان کہ تم مضبوط اعصاب کے مالک ہو جو موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرانے کی کوشش کر رہے ہو۔ اپنے اوپر تمہیں بہت گھمنڈ ہے پرنتو یہ گھمنڈ بہت جلد ریت کے بنائے ہوئے سندر مکان کی طرح ہوا کے ایک جھونکے سے ٹوٹ کر بکھر جائے گا۔ میں جا رہی ہوں لیکن اتنا یاد رکھنا کہ تمہارے جیون کے دن اب گنے چنے رہ گئے ہیں۔"

اپنے جملے کے اختتام کے ساتھ ہی کومل ورما کا خوبصورت وجود بھی پلک جھپکنے میں میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ میں شاید سوتے میں کوئی بھیانک خواب دیکھ رہا تھا۔ نیند کے انجکشن کا اثر میرے اوپر کچھ زیادہ موثر نہیں ہوا تھا ورنہ گہری نیند کی حالت میں اس قسم کی فضولیات سے دوچار نہ ہوتا۔ وہ تمام صورتیں غالباً میرے اپنے ذہن کی پیداوار تھیں جو یکے بعد دیگرے میرے سامنے نمودار ہو رہی تھیں۔ میں ان سے خوفزدہ تھا اور یہی خوف ان صورتوں کی حیثیت میں مجھے مزید ڈرانے کی کوشش کر رہا تھا۔ پھر مجھے لیڈی مکارنس کا خیال آیا۔ وہ میرے سامنے نہیں آئی تھی مگر کیوں؟ کیا میں لاشعوری طور سے خوفزدہ نہیں تھا؟

میرے ذہن میں متعدد خیالات ابھر رہے تھے لیکن پھر خوشبو کے جھونکے نے میرے دل کی دھڑکنیں تیز سے تیز کر دیں۔ وہ دل و دماغ کو تسخیر کرنے والی خوشبو خدا کے اس بزرگ کی آمد کا اعلان تھی جس میں کوئی دھوکا، کوئی فریب نہیں ہو سکتا۔ میں اس خوشبو کے کرشمے کو پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ میرا خیال غلط نہیں تھا۔ صندل اور لوبان کی ملی جلی خوشبو چاروں طرف پھیل رہی تھی۔ میں امید و بیم کی کیفیتوں سے دوچار تھا۔ میرا خیال تھا کہ کمبل پوش بزرگ مجھ سے خفا ہوں گے۔ میں نے ان کی باتوں پر عمل نہیں کیا تھا۔ میں نے اجناء کے قبیلے سے تعلق رکھنے والے اس مہربان بزرگ کی بات بھی نہیں مانی تھی جس نے مجھے خطرناک حادثے کی بروقت نشاندہی کی تھی۔ کمبل پوش بزرگ ہی نے اسے میری حفاظت کے لیے تعینات کیا تھا۔

اچانک وہ وقت بھی مجھے یاد آگیا جب بزرگ نے گلے لگا کر مجھے بھینچا تھا اور مجھے یوں لگا تھا کہ جیسے کچھ غیبی قوتیں میرے جسم میں منتقل ہو رہی تھیں۔ لیکن وہ قوتیں کیا تھیں؟ ان کے استعمال کا طریقہ کیا تھا؟ کیا وہ پراسرار قوتیں تھیں یا کمبل پوش بزرگ نے مجھے گلے لگا کر تمام خطرات سے نجات دلا دی تھی۔ ناقابل تسخیر بنا دیا تھا؟

کمرے میں کمبل پوش بزرگ کی موجودگی کے احساس نے میرے حوصلے بہت بلند کر دیے۔ خوف کا وہ احساس جو پیشتر میرے اوپر مسلط تھا یکسر ختم ہو چکا تھا پھر میں نے بادل کے اس ٹکڑے کو دیکھا جو اچانک نمودار ہو کر نیچے کی سمت آ رہا تھا۔ میں نے اس پر اپنی نظریں جما دیں۔ بادل کا وہ ٹکڑا میرے قریب زمین پر اتر کر چکرانے لگا پھر بجلی اتنے زور سے کڑکی، بادل اتنی شدت سے گرجے کہ میں نے سہم کر آنکھیں بند کر لیں مگر جب میں نے دوبارہ آنکھیں کھولیں تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ بادل کا وہ ٹکڑا تو غائب ہو چکا تھا اور اس کی جگہ کمبل پوش بزرگ اپنی ٹیڑھی میڑھی لکڑی ہاتھ میں لیے کھڑے مجھے قہر آلود نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ مجھے یہ نتیجہ اخذ کرنے میں دیر نہیں لگی کہ وہ مجھ سے سخت برہم ہیں۔ ان کی نگاہوں میں غصے کی سرخی مچل رہی تھی۔

"میرے بزرگ۔" میں نے ہمت کر کے آہستہ سے کہا۔ "مجھے احساس ہے کہ آپ مجھ سے خفا ہیں۔"

"ابھی تک لنگڑا لنگڑا کر چل رہا ہے۔ بدبخت۔" بزرگ نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "زمین پر قدم جمانے کی کوشش کر لے ورنہ یوں ہی اندھیروں میں ٹاک ٹوئیاں کھاتا رہے گا۔"

"مجھے آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہے میرے محترم۔"

"کسی بوڑھے برگد کے تنے سے لپٹ جا۔"

"میں نے پہلے بھی عرض کی تھی کہ آپ کی اشاروں کنایوں کی زبان سمجھنا میرے بس کی بات نہیں ہے۔" میں نے گڑگڑا کر کہا۔ "مجھ پر رحم کریں۔ وقت کے شکنجے مجھے جکڑنے کی خاطر اپنا گھیرا تنگ کرتے جا رہے ہیں۔"

"بغیر رومالی کا پاجامہ پہن کر ٹھمکا لگانا شروع کر دے۔" بزرگ نے دیوانوں کی طرح اپنی داڑھی کھجلاتے ہوئے جواب دیا۔ "تاک دھنا دھن شروع کر دے۔ سب دم دبا کر بھاگ لیں گے۔"

"ان کمینوں نے میرے باپ کو مار ڈالا میری ماں کو زندہ آگ کے شعلوں میں جلانے کی سازش کی ہے۔"

"خاموش رہنے کی عادت چھوڑ کر قہقہے لگانے شروع کر دے۔ ایک ایک کر کے سارے پنچھی پھر پھر کر کے اڑ جائیں گے۔" بزرگ نے معنی خیز انداز میں مجھے آنکھ مارتے ہوئے کہا۔ "بار بار قلابازی کھائے گا تو چمگادڑ کی طرح الٹا لٹکا رہے گا تمام زندگی۔"

"میرے محترم میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ....."

"بدبخت، نابنجار، گندی نالی کے کیڑے۔ اپنے میلے لباس پر نظر ڈال اور توبہ کر۔" بزرگ کو جلال آگیا۔ "آسمان کی طرف نظر اٹھانے کی خواہش ہے تو آنکھوں میں سرمہ لگایا کر۔ ورنہ کتوں کی موت مارا جائے گا۔ بھوں بھوں کرتا پھرے گا اور بچے تیرے پیچھے تالیاں بجاتے پھریں گے۔"

"مجھے اپنی یہ لکڑی عنایت کر دیں۔" میں نے درخواست کی۔

"مینار خاموشی (جہاں پارسیوں کے مردوں کو ڈالا جاتا ہے) کبھی دیکھا ہے۔" بزرگ نے دیدے نچاتے ہوئے سرگوشی کی۔ "نہیں دیکھا تو اب جا کر دیکھ لے۔ بھوکے گدھ مردوں کی بوٹیاں نوچ رہے ہوں گے۔"

"میرے محترم۔"

"شش۔" بزرگ نے ہونٹ پر انگلی جما کر ادھر ادھر دیکھا پھر سرگوشی کی۔ "آہستہ بول بدبخت۔ اگر کسی نے آواز سن لی تو سارے گدھ ایک ایک کر کے اڑ جائیں گے۔ میری بات غور سے سن۔ ایک غلیل بنا لے اور شکار کھیلنا شروع کر دے۔ سب کچھ اپاہلا ہو جائے گا۔"

"آپ شاید ابھی تک مجھ سے ناراض ہیں؟" میں نے بڑی عاجزی سے کہا۔ "مجھے اپنی ناراضگی کا سبب ہی بتا دیں۔"

"مانے گا میری بات۔"

"آپ حکم دیں۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "میں سرتابی کی جرات نہیں کروں گا۔"

"کپڑے اتار کر لنگوٹ باندھ لے اور اکھاڑے میں کود کر پہلوانوں کے ساتھ پنجہ لڑانا شروع کر دے۔ دو چار داؤں پیچ سیکھ لے پھر کبوتر اڑانے کی مشق شروع کر دے۔ کیا سمجھا؟"

"میں ابھی بھی کچھ نہیں سمجھا۔" میں نے اپنی بے بسی کا اظہار کیا۔

"پھر مجرا سنا کر بدبخت۔ گلاس میں ڈوب کر مدہوش ہو جا۔" بزرگ نے اس بار جلالی حالت میں مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "جب ساری دمڑی (دولت) لٹ جائے گی پھر چلم بھرا کرنا۔ حقے کی گڑگڑاہٹ پر کولہے مٹکا مٹکا کر چلنا شروع کر دینا۔"

بزرگ کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ مجھ سے پھر خفا ہو گئے ہیں۔ ان کی آنکھوں سے نفرت کے شعلے ابل رہے تھے۔ ایک لمحہ تک وہ مجھے گھورتے رہے پھر نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔

میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ مجھے گھٹن کا احساس بڑی شدت سے ہو رہا تھا۔ کمرے میں میرے علاوہ کوئی اور نہیں تھا۔ میرا گلا پیاس کی شدت سے خشک ہو رہا تھا۔ میں نے نرس کو بلا کر پانی لانے کو کہا۔ اس نے میرے حکم کی تعمیل میں دیر نہیں کی۔ پانی کا پورا گلاس ختم کرنے کے بعد میرے دل کی دھڑکنیں بتدریج کم ہونے لگیں۔

"آپ سوئے نہیں۔" نرس نے کہا۔ "حالانکہ ہم نے ڈاکٹر کی ہدایت پر آپ کو سکون پہنچانے کی خاطر نیند کا ڈبل ڈوز دیا تھا۔"

میں نے نرس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں اور کمبل پوش بزرگ کے جملوں کی گتھی سلجھانے میں مصروف ہو گیا۔ پھر کب میں سوچتے سوچتے نیند کی کیفیت سے دوچار ہوا۔ مجھے اس کی کوئی خبر نہیں۔

دوسری صبح میں نیند سے بیدار ہوا تو ندیم کے علاوہ سراج بھی میرے کمرے میں موجود تھا۔ میں نے ضروریات سے فارغ ہو کر ناشتا کیا پھر سراج کے چہرے کے تاثرات دیکھتے ہوئے بولا۔ "کوئی خاص بات۔ آپ اس وقت بہت سنجیدہ نظر آ رہے ہیں۔"

"جی ہاں۔" سراج نے اپنی نشست پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "حالات نے ایک نئی کروٹ لے لی ہے۔"

"کیا بھوشن جوزف نے آپ کے خلاف پھر کسی کمینگی کا ثبوت دیا ہے؟"

"سمجھ میں نہیں آتا کہ کہاں سے شروع کروں۔" سراج نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔ "میں اس وقت سیدھا اسی کی طرف سے آ رہا ہوں۔ جانتے ہیں اس نے مجھے کیوں بلایا تھا۔"

"آپ کو اس بات کا علم ہے مسٹر سراج کہ میں کل سے ہسپتال میں ہوں۔"

"اس نے مجھے ایک لکڑی کا صندوق دکھانے کی غرض سے طلب کیا تھا۔" سراج نے میری بات نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

"جانتے ہیں اس صندوق میں کیا تھا؟ خان جابر کی لاش کے ٹکڑے جو اس کے بیان کے مطابق اسے صبح صبح اپنے بنگلے کے عقبی دروازے پر رکھا ہوا ملا تھا۔"

ندیم جو اخبار کے مطالعے میں مصروف تھا خان جابر کا نام سن کر اس طرح چونکا جیسے اسے ذاتی طور پر بھی خان جابر سے کوئی پرخاش رہی ہو۔ میں دل ہی دل میں ندیم کی اس بھرپور اداکاری کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکا۔

"خان جابر....." اس نے اپنے ذہن پر زور دیتے ہوئے سراج سے کہا۔ "اگر میری معلومات غلط نہیں ہیں تو شاید خان جابر ایک شہرہ پشت بدمعاش اور دہشت گرد تھا جو پولیس کو بہت عرصے سے درکار تھا۔"

"جی ہاں۔ آپ کی معلومات اس سلسلے میں غلط نہیں ہیں۔" سراج نے طنزیہ انداز میں جواب دیا۔ جب سے سراج کو اس بات کا شبہ ہوا تھا کہ ندیم ہی کی شکایت پر اسے مسز سلیمان شاہ کی جانب سے محتاط رہنے کی وارننگ ملی ہے وہ ندیم سے کچھ اکھڑا اکھڑا رہنے لگا تھا۔

"مسٹر سراج۔" میں نے جلدی سے سراج کو اپنی جانب متوجہ کرتے ہوئے کہا۔ "کہیں اس میں بھی خود بھوشن کی کوئی چال نہ ہو۔"

"ہو سکتا ہے۔" سراج نے کہا۔ "اس نے مجھ کو براہ راست فون کر کے خان جابر کی بازیابی کے احکامات دیے تھے اور اب اسی کے گھر سے خان جابر کی لاش کے ٹکڑے بھی برآمد ہوئے ہیں۔ ممکن ہے اس نے پولیس کو الجھانے کی خاطر ڈبل گیم پلے کیا ہو۔"

"یہ کیسے ممکن ہے۔" ندیم نے پھر بڑی معصومیت سے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے خان جابر بھی بھوشن ہی کے لیے کام کر رہا تھا۔ ایسی صورت میں بھلا بھوشن اسے خود اپنے ہاتھوں سے..... بات کچھ سمجھ میں نہیں آ رہی۔"

"آپ اتنے یقین سے کس طرح کہہ رہے ہیں کہ وہ بھوشن کے لیے کام کر رہا تھا۔" سراج نے ندیم کو گھورا۔

"یہ میرا خیال ہے اور خیال کے اظہار کو ابھی تک قانون کی گرفت میں لینے کی خاطر کوئی قانونی شق وضع نہیں کی گئی۔" ندیم نے اس بار سپاٹ آواز میں کہا۔ "آپ تو بہرحال جانتے ہیں کہ میرا تعلق کس کاروبار سے ہے اور اس کاروبار سے تعلق رکھنے والے کو اپنی لائن کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلومات ضرور ہوتی ہیں۔"

"اور ان کے تعلقات بھی بہت اوپر تک ہوتے ہیں۔" سراج نے ہونٹ چباتے ہوئے ندیم کو گھورا۔

"رکھنے پڑتے ہیں مسٹر سراج۔" ندیم نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "اگر ایسا نہ ہو تو ہم جیسے شریف لوگ ایک دن بھی اپنا کاروبار جاری نہیں رکھ سکتے۔ ... خیال ہے؟"

"میں فی الحال اپنے خیال کا اظہار نہیں کر سکتا۔" ... کے لہجے میں چیلنج تھا۔

"مسٹر بھوشن نے خان جابر کی لاش کے بارے میں ... کا اظہار کیا ہو گا۔" میں نے جلدی سے سراج کو دوبارہ ... متوجہ کیا۔

"جی نہیں۔ وہ ابھی تک کوئی بیان دینے سے کترا ... اس نے اس بات کو بھی ماننے سے انکار کر دیا ہے کہ ... مجھے فون کر کے خان جابر کے لیے کوئی ہدایت کی تھی۔"

"آئی سی' پھر تو اس چال میں بھی بھوشن ہی کی ... سازش معلوم ہوتی ہے۔" میں سنجیدگی سے بولا۔

"کل ایک اور واقعہ بھی پیش آ چکا ہے۔" سراج ... چباتے ہوئے کہا۔ "خان جابر کی طرح بہرام نامی ایک ... بھی پولیس کی لسٹ پر تھا لیکن کل وہ بھی اپنے فلیٹ میں ... گیا۔"

میں اس طرح چونکا جیسے بہرام کا نام بھی میرے لیے ... میرے اصرار پر سراج نے کم و بیش وہی کہانی سنائی جو ... زبانی بڑی تفصیل سے پہلے ہی سن چکا تھا۔

"کہیں ایسا تو نہیں کہ خان جابر اور بہرام کی موت ... سلسلے کی دو کڑیاں ہوں۔"

"قبل از وقت یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن ... کام پوری تندہی سے انجام دے رہی ہے۔" سراج نے ندیم کی طرف کنکھیوں سے دیکھتے ہوئے بولا۔ "اب صرف ... شخص میری لسٹ پر اور رہ گیا ہے اگر ہم اسے رنگے ... گرفتار کر کے اس کی زبان کھلوانے میں کامیاب ہو گئے ... بھوشن کو دنیا کی کوئی طاقت قانون کی گرفت سے نہیں ... گی۔"

"کیا وہ شخص بھی بھوشن ہی کا کوئی کارندہ ہے۔" ... معصومیت سے دریافت کیا۔

ندیم نے پھر اخبار کا مطالعہ شروع کر دیا تھا۔ ... ایسا ہی تھا جیسے وہ ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو ... لاتعلق ہو گیا تھا۔

"سوری مسٹر شہباز۔" سراج نے ندیم پر ایک ... ڈالتے ہوئے کہا۔ "میں فی الحال اس سلسلے میں زبان ... قاصر ہوں اس لیے کہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔"

"دانش کے بارے میں آپ کو کوئی اطلاع ملی؟" ... گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے دریافت کیا۔

"ابھی تک پولیس دانش کا بھی، کوئی سراغ ... کامیاب نہیں ہو سکی۔"

"مسٹر سراج۔" میں نے تشویش کا اظہار کیا۔ "کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ گھن کے ساتھ گیہوں بھی پس گیا ہو؟ میرا مطلب ہے کہ ہماری اطلاع کے مطابق خان جابر اس وقت میرے گھر کے قریب ہی تھا جب اس میں آگ لگی تھی۔ دانش بھی اس دن سے لاپتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ خان جابر کے تعاقب میں گیا ہو اور..... خان جابر اور بہرام کی طرح دانش کو بھی ٹھکانے لگا دیا گیا ہو۔"

"جہاں قانون کی بالادستی حاصل نہ ہو وہاں سب کچھ ممکن ہے لیکن ہمیں اتنی جلدی مایوس نہیں ہونا چاہیے۔"

سراج کچھ دیر بعد چلا گیا۔ ندیم بھی ابھی تک اسی انہماک سے اخبار کے مطالعے میں مصروف تھا جیسے اسے سراج کی جانے کی بھی مطلق خبر نہیں ہو سکی۔

"اب یہ اداکاری چھوڑو اور کام کی کچھ بات کرو۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے مخاطب کیا۔

"کام کی اب صرف ایک ہی بات رہ جاتی ہے۔" ندیم نے اخبار رکھتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "میں اب یہ سوچ رہا ہوں کہ تمہارے سراج صاحب کو اس مریض کے بارے میں اطلاع دی جائے یا نہیں جو ماسٹر کی اطلاع کے مطابق آج رات پہنچ رہا ہے۔"

"کیوں؟ کیا تمہیں سراج کی ایمانداری اور اس کی صلاحیتوں کا یقین نہیں ہے۔"

"بات ایمانداری اور صلاحیتوں کی نہیں ہے بلکہ ان کالی طاقتوں کی ہے جو ہمارے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑی ہیں۔"

"پھر....."

"میرا خیال ہے کہ ہمیں بھی کسی نہ کسی صورت میں اس وقت ائرپورٹ پر موجود رہنا ہو گا جب تمہارے سراج صاحب مطلوبہ مریض کو گرفتار کریں۔"

"فائدہ۔"

"اگر ہماری اطلاع کے مطابق وہ مریض اتنا ہی اہم ہے کہ اس کا بیان بھوشن کو پھنسوا سکتا ہے تو بھوشن یا اس کے خاص کارندے ائرپورٹ پر کسی ہنگامی حالت پر قابو پانے کے لیے ضرور موجود ہوں گے۔"

"کیا ہمارے علاوہ تمہارے کچھ آدمی ہوں گے؟"

"اس کا جواب تمہیں ائرپورٹ پر ہی ملے گا لیکن ہمیں وہاں میک اپ میں چلنا ہو گا۔"

ڈاکٹر کے آجانے سے ہماری گفتگو کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اس نے معائنے کے بعد مجھے گھر جانے کی اجازت دے دی اور میں ندیم کے ساتھ ہسپتال سے رخصت ہو گیا۔ راستے میں ہمارے درمیان اسی اہم مریض کی باتیں ہوتی رہیں جو بھوشن کے خری کیل بھی ثابت ہو سکتا تھا۔

★★★

میں دوپہر کو آفس جانے کے ارادے سے گھر سے نکلا۔ میں نے وارثی کو فون کر کے اپنے لیے دوسری گاڑی منگوا لی تھی۔ گزرے ہوئے حادثے اور رات بھر ہسپتال میں میرے ذہن پر جو کچھ بیتی تھی اس کا ردعمل ابھی تک میرے دل و دماغ پر طاری تھا۔ کالکا' موہنی اور کومل ورما کا یکے بعد دیگرے میرے سامنے آنا الجھے ہوئے ذہن کی پیداوار بھی ثابت ہو سکتا تھا لیکن کمبل پوش بزرگ کی آمد کوئی واہمہ نہیں تھی۔ ان کے نظروں سے اوجھل ہونے کے بعد جب میں ہڑبڑا کر اٹھا تھا اس وقت بھی صندل اور لوبان کی ملی جلی خوشبو کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔

خدا کے اس برگزیدہ بزرگ کی آواز محض ایک اتفاق نہیں ہو سکتی تھی۔ وہ یقیناً مجھے ڈھکے چھپے لفظوں میں میری رہنمائی کرنے کی غرض سے آئے تھے۔ میں ان کے جملے ایک ایک کر کے یاد کرتا رہا پھر جیسے کسی اندرونی قوت نے میرے ذہن کو روشن کر دیا۔ بزرگ کے کہے ہوئے دو جملے گنبد کی صدا کی طرح میرے کانوں میں گونجنے لگے۔ انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ میں کپڑے اتار کر لنگوٹ باندھ کر اکھاڑے میں چھلانگ لگا دوں اور پہلوانوں سے پنجہ لڑانا شروع کر دوں۔ غلیل بنا کر شکار کھیلنا شروع کر دوں۔ یہ جملے کسی مجذوب کی بڑ نہیں تھے کمبل پوش بزرگ نے ڈھکے چھپے لفظوں میں مجھے تلقین کی تھی کہ میں دشمنوں کے سامنے گھٹنے ٹیکنے کے بجائے ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کروں۔ ان سے خوفزدہ ہونے کے بجائے ان کو اپنی قوت بازو کا احساس دلاؤں۔

میرے ذہن میں گرم آندھی کے جھکڑ چل رہے تھے۔ پھر میں نے اپنی گاڑی کا رخ اچانک پانڈے کی کنسٹرکشن کمپنی کی جانب موڑ دیا۔ پانڈے اس وقت اپنے دفتر ہی میں تھا۔ خلاف توقع مجھے دیکھ کر چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ میں نے پانڈے کے دفتر پہنچنے سے پہلے ہی اپنے گرد آیت الکرسی کا حصار باندھ لیا تھا۔ اس لیے مجھے نادیدہ قوتوں سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔

"آپ..." پانڈے نے مجھے دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا۔

"مجھے دراصل آپ سے ایک ضروری کام آ پڑا ہے۔" میں نے پانڈے کے کہے بغیر ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"لیکن آپ نے تو کہا تھا کہ دوبارہ میرے دفتر آنے کے بجائے فون پر گفتگو کریں گے۔" پانڈے کے لہجے میں خوف و ہراس کا ملا جلا رنگ جھلک رہا تھا۔

"مجھے یاد ہے لیکن اس وقت مجھے جو کام درپیش ہے وہ فون پر نہیں ہو سکتا تھا۔"

"مگر..... وہ....."

"آپ پریشان مت ہوں پانڈے جی۔" میں نے اس کی

بوکھلاہٹ کا مفہوم سمجھتے ہوئے کہا۔ "کومل ورما کو صرف یہاں میری آمد کا علم ہو سکتا ہے۔ ہمارے درمیان جو باتیں ہوں گی وہ انہیں نہیں سن سکے گی۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن...." پانڈے کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"آپ شاید مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں۔" میں نے ہمدردی سے پوچھا۔

"کیا آپ کو پورا وشواس ہے کہ کوئی تیسرا ہماری باتیں نہیں سن سکے گا۔"

"آپ پہلے بھی دو بار اس کا تجربہ کر چکے ہیں۔"

"ہاں۔ تبھی اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اب اگر آپ آئیں تو میں آپ سے ملنے سے انکار کر دوں۔"

"میں دراصل آپ کو شہر کے دو دہشت گردوں کی موت کے بارے میں بتانا چاہتا تھا۔" میں نے پانڈے کی بات کو یکسر نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔ "ممکن ہے آپ کو ابھی اس کا علم نہ ہوا ہو لیکن خان جابر اور بہرام دونوں اب اس دنیا میں نہیں رہے ہیں۔ شاید اب بھی ان کی لاشیں پولیس ہسپتال کے سرد خانے میں پڑی ہوں۔"

"آپ ... آپ بہرام کے بارے میں مجھے کیوں بتا رہے ہیں؟"

"اوہ۔" میں مسکرایا۔ "گویا آپ بھی بہرام کے نام سے کسی نہ کسی طرح واقف ہیں؟"

"مسٹر شہباز۔" پانڈے نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "کیا آپ کو پورا وشواس ہے کہ وہ حرامزادہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔"

"آپ اس کا نام سن کر گھبرا کیوں گئے پانڈے جی۔" میں نے معنی خیز لہجے میں دریافت کیا۔ "آج مجھے پچاس ہزار کی ادائیگی کرنی تھی۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔

"اس نے موہنی کا حوالہ دے کر مجھ سے رقم تیار رکھنے کو کہا تھا۔"

"کیا وہ آپ سے براہ راست ملا تھا؟"

"نہیں۔ ہمارے درمیان فون پر گفتگو ہوئی تھی۔"

"بہرام کا فون موصول ہونے کے بعد سے اب تک کیا موہنی نے آپ کو دوبارہ فون نہیں کیا۔"

"مجھے خود بھی اس بات پر تعجب ہو رہا ہے۔" پانڈے نے کہا۔ "اگر آپ کے بیان کے مطابق بہرام نرکھ سدھار گیا ہے تو موہنی کو اس کی اطلاع بھی ضرور دینی چاہیے تھی۔"

"ہو سکتا ہے کہ اب وہ نئی چال چلنے کا ارادہ رکھتی ہوں۔"

"ہو سکتا ہے۔" پانڈے نے کہا پھر جلدی بولا۔ "آپ اس سمے مجھے صرف بہرام کی موت کی اطلاع دینے آئے تھے۔"

"نہیں...." میں نے پہلو بدل کر سنجیدگی سے پوچھا۔ "میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا کومل ورما ابھی تک آپ کے ہاں کام کر رہی ہے۔"

"جی ہاں۔"

"میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"کیا؟" پانڈے کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"پریشان مت ہوں پانڈے جی۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "میں اسے صرف دیکھوں گا، کوئی بات نہیں کروں گا۔"

"یہ کیسے ممکن ہو گا۔ میرا مطلب ہے کہ اس نے مجھے وشواس دلایا تھا کہ میرے سوا اسے کوئی اور نہیں دیکھ سکے گا۔"

"آج ایسا نہیں ہو گا۔" میں نے کمبل پوش بزرگ کو یاد کرتے ہوئے پورے یقین سے جواب دیا۔

"ایک بار پھر سوچ لیجیے مسٹر شہباز۔" پانڈے نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔ "اگر اس نے آپ کو دیکھ لیا تو پھر ہم دونوں میں سے کسی ایک کی موت یقینی ہو گی۔ آپ شاید بچ جائیں لیکن وہ مجھے کبھی شما نہیں کرے گی۔"

"موت اور زندگی خدا یا بھگوان کے ہاتھ میں ہے۔" میں نے اسے یقین دلایا۔ "ہماری قسمت میں جو بھی لکھا جا چکا ہے اسے دنیا کی کوئی اور طاقت نہیں مٹا سکتی۔"

پانڈے ابھی کوئی آخری فیصلہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور اس نے گھبرا کر ریسیور اٹھایا پھر دوسری جانب سے اسے کوئی ایسا ہی پیغام ملا تھا جسے سن کر اس کے چہرے کی رنگت زرد پڑ گئی۔ وہ خاموشی سے ریسیور ہاتھ میں لیے بیٹھا رہا۔ جب اس نے ریسیور کریڈل پر واپس رکھا تو اس کے ہاتھ کسی خطرے کی وجہ سے لرز رہے تھے۔

"مسٹر شہباز۔" اس نے ریسیور رکھ کر میری جانب دیکھا پھر بڑے خشک اور سرد لہجے میں بولا۔ "میں بنتی کروں گا کہ آپ میرے دفتر سے چلے جائیں اور دوبارہ کبھی مجھ سے کوئی سمبندھ نہ رکھیں۔"

"موہنی۔" میرے ذہن میں موہنی کا نام کسی نیون سائن بورڈ کی طرح چمکنے لگا۔ میں نے پانڈے کی مجبوری کو محسوس کرتے ہوئے اس سے مزید کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھا۔ خاموشی سے اس کے دفتر سے باہر نکلا اور نیچے جانے والے زینے کی سمت جانے کے بجائے دائیں جانب مڑ گیا جہاں ایک دروازے پر اس وقت بھی کومل ورما کی تختی آویزاں تھی۔

میں پنجے کے بل چلتا ہوا کمرے میں داخل ہو گیا لیکن وہاں کوئی نہیں تھا۔ مایوسی کی حالت میں، میں واپسی کے ارادے سے مڑا ہی تھا کہ میرے ذہن میں ایک مانوس آواز ابھری۔

"میرے عزیز۔ دوبارہ پلٹ کر غور سے دیکھو۔ وہ جس کی خاطر تم یہاں تک آئے ہو تمہاری نگاہوں سے پوشیدہ نہیں ہے گی۔" دھڑکتے ہوئے دل سے پنجوں کے بل گھوما پھر میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔ کومل ورما جس کے خوبصورت جسم کو میں نے کلبھی گولیوں سے چھلنی کر دیا تھا اس وقت اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ کرسی پر بیٹھی سر جھکائے اپنے کام میں معروف تھی۔ شاید اسے کمرے میں اپنے سوا کسی دوسرے کی موجودگی کا علم نہیں تھا۔

"میرے عزیز۔ وقت مت ضائع کرو۔ جو کچھ کرنا ہے کر گزرو ورنہ تمہیں پھر پچھتانا پڑے گا۔"

یہ وہی آواز تھی جس نے کار والے خوفناک حادثے سے پیشتر مجھے آگاہ کیا تھا۔ میں نے اس وقت مزید کوئی بات مناسب نہیں سمجھی۔ خدا کا نام لے کر صندلی انگوٹھی کو بوسہ دیا پھر آگے بڑھ کر اسے کومل ورما کے جسم سے لگا دیا۔ وہ ہذیانی انداز میں چیخی تھی لیکن اس کے لیے بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ واور کی طرح اس وقت کومل ورما کا حسین جسم بھی شعلوں کی لپیٹ میں تھا۔

میرا خیال تھا کہ کومل ورما کی چیخ کی آواز دفتر کے دوسرے لوگوں نے بھی سنی ہو گی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ میں تیزی سے پلٹا اور زینے طے کرتا ہوا نیچے آ کر اپنی کار میں بیٹھ کر دفتر کے لیے روانہ ہو گیا۔ میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ موہنی کی روح کومل ورما کے انجام سے بے خبر نہیں ہو گی اور مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش ضرور کرے گی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ مگر یہ بھی میری خوش فہمی تھی۔ میں اپنے دفتر میں داخل ہوا تو موہنی وہاں پہلے سے ایک کرسی پر آلتی پالتی مارے بیٹھی تھی۔ اس کی نگاہوں میں انتقام کے شعلے بھڑک رہے تھے۔

"میں تمہیں کومل ورما کی موت پر مبارکباد دیتی ہوں۔" اس نے سرد لہجے میں کہا۔ "لیکن تم نے اچھا نہیں کیا۔ وہ میرے شریر کا دوسرا حصہ تھی۔ تم نے اسے جلا کر راکھ کر دیا پرنتو اب جو کچھ ہو گا وہ بڑا بھیانک ہو گا۔"

"تم نے میرے والد کو مار ڈالا۔ میری ماں کو زندہ جلانے کی کوشش کی۔ اب اس سے زیادہ بھیانک اور کیا ہو گا۔" میں نے حقارت سے جواب دیا۔

"میں سمجھ رہی ہوں کہ تم اتنے اونچے سروں میں کیوں بول رہے ہو۔" اس نے کالکا کی شان میں بڑی گندی زبان استعمال کرتے ہوئے کہا۔ "اسی نے تمہیں بتایا تھا کہ جب ایک شکتی دوسری شکتی سے ٹکراتی ہے تو کمزور شکتی جل کر خاک ہو جاتی ہے۔"

"پھر تو تمہیں یقین آ گیا ہو گا کہ میری قوت تم سے زیادہ ہے۔" میں نے فاتحانہ انداز اختیار کیا۔ "کیا اب بھی تمہاری گندی آتما میرا راستہ کھوٹا کرنے سے باز نہیں آئے گی۔"

"سمے سمے کی بات ہے شہباز خان مگر اب تمہارا جادو نہیں

چل سکے گا۔" اس نے مجھے خونخوار نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "تم اپنی شکتی کا چمتکار دکھا چکے۔ اب ہماری باری ہے۔"

"جب تم غصہ کرتی ہو تو اور حسین اور سندر نظر آنے لگتی ہو۔" میں اسے والہانہ نظروں سے دیکھ کر مسکراتا ہوا اٹھا۔ میں اسے بھی کومل ورما کی طرح جلا ڈالنا چاہتا تھا۔

"مجھ سے دور ہی رہو شہباز خان۔" وہ محتاط انداز میں بولی۔ "میرے شریر کو ہاتھ لگانے کا تمہارا سپنا کبھی پورا نہیں ہو گا۔ اب ہمیں تمہارا کریا کرم کرنے کے لیے کوئی اور راستہ اختیار کرنا ہو گا۔"

"کیا ہمارے درمیان دوستی کا رشتہ قائم نہیں ہو سکتا۔" میں نے دوستانہ انداز میں پوچھا۔

"ہو سکتا ہے۔" اس نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔ "تم اگر کالی کے چرنوں میں اپنی ماتا کی بلی (قربانی) دینے کو تیار ہو جاؤ تو پھر ہم ایک دوسرے کے متر بھی بن سکتے ہیں۔ بولو کیا تمہیں یہ شرط منظور ہو گی۔"

موہنی کا جواب سن کر میرے ذہن میں آگ لگ گئی۔ میں تیزی سے اس کی جانب لپکا لیکن وہ پلک جھپکتے میں نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ اس وقت میرے ذہن میں بس ایک ہی سوال گردش کر رہا تھا۔ "کیا طاغوتی طاقتیں صندلی انگوٹھی کے راز سے واقف ہو گئی ہیں؟"

دفتر میں میری آمد کی اطلاع پا کر دوسرے اسٹاف کے لوگ بھی میری خیریت دریافت کرنے آ گئے لیکن ان میں عارفہ نہیں تھی۔ اپنے آفس میں داخل ہوتے وقت میں نے اسے اس کے کیبن میں بیٹھے دیکھا تھا۔ پھر اس نے میری خیریت دریافت کرنے کی ضرورت کیوں نہیں محسوس کی۔ کیا وہ مجھ سے خفا تھی؟ مگر کیوں؟" دوسرے تمام اسٹاف کے جانے کے بعد میں ابھی عارفہ کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ انٹرکام کا بزر بجا۔

"یس۔" میں نے ریسیور اٹھا کر کہا۔

"سر..... مسز سلیمان شاہ کا فون آپ کے لیے صبح سے دو مرتبہ آ چکا ہے۔" عارفہ نے بتایا۔ اس کے لب و لہجے سے اس کی خفگی کی وجہ جان گیا تھا لیکن میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر وہ ماہ رخ سے اتنی الرجک کیوں ہے؟ اس نے ایک بار پہلے بھی مجھ سے کھل کر ماہ رخ کے بارے میں گفتگو کی تھی۔ اس روز مجھے اس کی باتوں کے اندر ایک لطیف سا محبت کا جذبہ محسوس ہوا تھا لیکن میں اسے ٹال گیا تھا مگر آج میں نے سنجیدگی سے عارفہ کے بارے میں غور کیا۔ وہ میری اسٹینو تھی۔ میری سیکریٹری تھی اس لیے دوسروں کے مقابلے میں مجھ سے زیادہ قریب رہتی تھی۔ اسے مجھ سے انس تھا لیکن شاید اس انس کے پیچھے محبت کا جذبہ بھی کارفرما تھا جس کا شبہ مجھے اس دن ہوا جب اس نے ماہ رخ کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔ اور آج شاید

وہ جذبہ' رقابت کی اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ وہ میری خیریت دریافت کرنے بھی نہیں آئی تھی۔ میں سنجیدگی سے عارفہ کے بارے میں غور کرنے لگا۔ وہ متوسط گھرانے سے تعلق رکھنے کے ساتھ ساتھ ایک باکردار لڑکی تھی۔ صورت شکل کے اعتبار سے بھی اسے خوبصورتی کے زمرے میں شمار کیا جا سکتا تھا۔

مجھے امی کا خیال آیا۔ وہ ادھر متعدد بار مجھ سے شادی کا تقاضہ کر چکی تھیں۔ انہوں نے کھل کر یہاں تک کہا تھا کہ اگر مجھے ذاتی طور پر کوئی لڑکی پسند ہے تو وہ اسے بھی بحیثیت بہو قبول کرنے کے لیے خوشی خوشی تیار ہیں۔ جواب میں' میں نے انہیں یقین دلایا تھا کہ میں ابھی تک کسی کی زلف کا اسیر نہیں ہوا ہوں مگر اس وقت میں نے عارفہ کے بارے میں غور کیا تو مجھے احساس ہوا کہ وہ میرے دل کے اندر سر جھکائے خاموش بیٹھی ہے۔ میں اپنی لاعلمی پر مسکرا دیا۔

"سر۔" عارفہ کی خشک آواز دوبارہ ابھری۔ "کیا محترمہ ماہ رخ صاحبہ سے لائن ملا دوں۔"

"آپ کیا چاہتی ہیں؟" میں نے پہلی بار قدرے بے تکلفی کا اظہار کیا۔

"میں آپ کی سیکریٹری ہوں سر۔" وہ بدستور سنجیدہ تھی۔ "آپ کے حکم کی تعمیل کرنا میرا فرض ہے۔ اس لیے میرے چاہنے نہ چاہنے سے بھلا کیا فرق پڑ سکتا ہے۔"

"مس عارفہ۔"

"آپ نے مجھے بتایا بھی تھا سر کہ ایک کاروباری ادارے کے مالک ہونے کی وجہ سے آپ کے لیے اونچی سوسائٹی اور ہائی سرکل کے لوگوں سے تعلقات رکھنا کس قدر اہم ہے۔" وہ میری بات سنے بغیر بولی۔ "بڑے لوگوں سے تعلقات ہوں تو وہ آڑے وقتوں میں بے حد کارآمد ثابت ہوتے ہیں۔"

"کیا آپ اس وقت مصروف ہیں؟"

"کوئی حکم۔"

"ذرا میرے کمرے میں تشریف لائیے۔"

دو منٹ بعد وہ میرے کمرے میں ہاتھ میں نوٹ بک اور پینسل لیے داخل ہوئی۔ اس کے چہرے پر اس وقت معصومیت اور خفگی کے ملے جلے تاثرات نظر آ رہے تھے۔ میں نے اسے پہلی بار غور سے دیکھا۔ وہ حسین کہے جانے کی مستحق تھی۔

"آپ نے مجھے بلایا تھا سر۔" وہ میری محویت کو محسوس کر کے بولی۔ اس کا انداز ماتحتوں جیسا تھا۔

"تشریف رکھئے۔" میں نے کرسی کی جانب اشارہ کیا تو وہ تھینک یو سر کہتے ہوئے بیٹھ گئی۔ "مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔"

"آپ آرڈر کریں سر۔"

"کیا میں امید رکھوں کہ آپ مجھ سے غلط بیانی نہیں کریں گی۔" میں نے سنجیدگی اختیار کر لی۔

"میں نے آج تک یہی کوشش کی ہے کہ آپ کے او[illegible] کوئی ٹھیس نہ پہنچ پائے۔"

"میں نے محسوس کیا ہے کہ آج کل آپ اپنے کام میں [illegible] دلچسپی نہیں لے رہی ہیں۔" میں نے باس بن کر کہا۔

"اگر مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے تو میں معافی کی خوا[illegible] ہوں۔" وہ تذبذب سی ہو گئی۔

"اور اگر میں آپ کی معافی کی درخواست رد کر دوں تو؟"

"تو آپ مجھے ملازمت سے برطرف بھی کر سکتے ہیں۔"

"آپ نے یہ نہیں دریافت کیا کہ آپ سے کیا غلطی [illegible] ہوئی ہے؟"

"اگر آپ نے کوئی بات محسوس کی ہے تو میں اس کی [illegible] نہیں پیش کروں گی۔" اس نے آہستگی سے جواب دیا۔ اس [illegible] پلکوں کے گوشے نمناک سے ہو رہے تھے۔ اس کی معصومیت [illegible] اور جاذب نظر ہو گئی۔

"آپ سے یہ غلطی سرزد ہوئی ہے کہ آپ مجھے غلط سمجھ [illegible] ہیں۔" میں نے نرم لہجے میں جواب دیا۔

"میں ..... کبھی نہیں سر....." اس نے نظر اٹھا کر [illegible] دیکھا۔

"آپ نے میرے بارے میں جو اندازے قائم کیے ہیں [illegible] قطعی بے بنیاد ہیں۔" میری آواز میں اپنائیت تھی۔

"بھلا آپ کے سلسلے میں کوئی اندازہ قائم کرنے کا [illegible] کہاں؟"

"پلیز مس عارفہ۔" میں نے اسے ٹوکا پھر کرسی پر پہلو بدل کر بڑی صاف گوئی سے کہا۔ "مجھے گھما پھرا کر بات کرنے کا سلیقہ نہیں آتا اس لیے اگر آپ برا نہ مانیں تو کہوں کہ آپ پورے دفتر میں مجھے سب سے زیادہ عزیز ہیں۔"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جلدی سے نظریں جھکا لیں [illegible] اس کی خفگی کے تاثرات یکلخت ہی کائی کی طرح چھٹ گئے [illegible]

"آپ کو میری صاف گوئی بری تو نہیں لگی۔"

"جی نہیں۔" اس نے شرماتے ہوئے سرگوشی کی۔

"ایک درخواست اور کروں گا۔" میں نے دھڑکتے ہو[illegible] دل سے کہا۔ "میں چاہتا ہوں کہ آپ ایک بار چل کر میری ا[illegible] سے مل لیں۔"

"جی۔" وہ چونک اٹھی۔

"اور دوسری بات یہ ہے کہ آج کے بعد سے آپ مجھ [illegible] ایک دوست کی حیثیت سے ملیں گی۔" میں نے اس کے چہ[illegible] کے دھنک رنگوں کو بڑے پیار سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "رہا [illegible] کا سوال تو میں اس سے ایک کاروباری ضرورت کی خاطر [illegible] ہوں۔ آپ اس کے مقابلے میں مجھے بہت زیادہ عزیز ہیں۔"

وہ میری باتوں کا مفہوم بھانپ گئی۔ اس لیے کوئی جواب نہیں دیا۔ صرف دراز پلکیں اٹھا کر مجھے بڑے پیار سے دیکھا پھر جلدی سے اٹھی اور باد صبا کے مست خرام جھونکے کے مانند کمرے سے باہر نکل گئی۔ میں کچھ دیر تک عارفہ کے بارے میں سوچتا رہا پھر دفتری کاموں میں مصروف ہو گیا۔

شام کو ٹھیک چھ بجے میں دفتر سے اٹھ گیا۔ امی کو میرا انتظار تھا۔ قدرت کے کرشمے بھی عجیب ہوتے ہیں۔ دنیا کا ہر انسان اسی خدائے بزرگ و برتر کے اشارے پر چلتا ہے لیکن اسے اس کا علم نہیں ہوتا۔ یہی کچھ میرے ساتھ بھی ہوا۔ میں دوپہر میں عارفہ سے کھل کر بات کی تھی اور گھر پہنچ کر لباس تبدیل کر کے ناشتے کی میز پر بیٹھا ہی تھا کہ امی نے میری شادی کا ذکر چھیڑ دیا۔ میز پر میرے علاوہ ندیم بھی تھا جو کسی گہری سوچ میں غرق تھا۔

"شہباز۔" امی نے مجھے مخاطب کیا۔ "کیا تو میری زندگی کی آخری خواہش کبھی پوری نہیں کرے گا۔"

"امی۔" میں چونکا۔ "یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟"

"غلط مت سمجھو۔" وہ ممتا کے جذبوں سے سرشار ہو کر مسکرائیں۔ "میں تمہارے سر پر سہرا دیکھنے کی بات کر رہی تھی۔"

"وہ تو آج ہی ممکن ہے لیکن شاید آپ کو وہ لڑکی پسند نہ آئے جسے شہباز نے پسند کیا ہے۔" ندیم نے جلدی سے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔

"کیوں۔ آخر ایسی کیا بات ہے؟" امی نے سوال کیا۔

"بات کچھ ایسی ہی ہے آنٹی۔" ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اس نے دراصل اپنے لیے جو لڑکی پسند کی ہے وہ کرسچین ہے۔ اس کا خیال ہے کہ پہلے اسے مشرف بہ اسلام کر کے میوزک پارہ ختم کرا دے۔ اس کے بعد آپ سے ملوائے لیکن لڑکی کا کہنا کچھ اور ہے۔"

"وہ کیا کہتی ہے؟" امی نے ندیم کی بکواس کو سچ سمجھتے ہوئے حیرت سے پوچھا۔

"اس کا کہنا ہے کہ نکاح دو حصوں میں ہو گا۔" ندیم بدستور سنجیدہ تھا۔ "پہلا حصہ کسی چرچ میں پادری کے ہاتھوں انجام پائے گا اور دوسرا حصہ کوئی مولوی مکمل کرے اور شادی کے بعد وہ اس وقت اسلام قبول کرے گی جب اس کے ہاں کوئی چاند سا بچہ پیدا ہو گا۔"

"لیکن یہ بھلا کس طرح.....؟"

"آپ بھی درست کہہ رہی ہیں اور لڑکی بھی اپنی جگہ غلط نہیں ہے۔" ندیم نے امی کی بات کاٹ کر اپنی بکواس جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "دنیا میں جتنے بھی لوگ یا مخلوقات ہیں ان سب کو اپنے تحفظ کا حق حاصل ہے۔ اس لڑکی نے بھی یہی خواہش کی ہے۔ بچے کی پیدائش کے بعد ہی وہ مشرف بہ اسلام ہو گی۔ اس لیے کہ خدانخواستہ اگر کہیں شادی کے بعد بچہ پیدا ہونے کی کوئی صورت میں پیش نہ آ سکے تو وہ واپس اپنے مذہب کی طرف لوٹ جائے۔ دوسری صورت میں اس کی حیثیت کالے کوے جیسی ہو گی جس نے مور کا پر لگا کر خود کو مور سمجھنے کی کوشش کی تھی لیکن اس کا انجام کیا ہوا۔ نہ اسے موروں نے قبول کیا نہ کوؤں نے۔"

"میں سمجھ گئی۔" امی مسکرائیں۔ "تو مذاق کر رہا ہے۔"

"میں بڑی سنجیدگی سے غور کر رہا ہوں اسے کیسینو کی دنیا سے نکال کر کسی سرکس میں مسخرے کی آسامی دلا دی جائے۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"تم شادی پر آمادہ ہو جاؤ۔ میں سرکس کی ملازمت قبول کر لوں گا۔"

"تم دونوں ہمیشہ اسی طرح مجھے باتوں میں ٹال دیتے ہو لیکن شہباز بیٹے..." ماں کی آواز رندھ سی گئی۔ "زندگی کا کوئی بھروسا نہیں کون جانے کب...."

"امی حضور۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "آپ نے پھر دل دکھانے والی بات شروع کر دی۔ آپ پریشان نہ ہوں امی۔ میں نے اب آپ کے حکم کی تعمیل کا ارادہ کر لیا ہے۔"

"کیا تو نے میرے لیے کوئی بہو پسند کر لی ہے؟"

"جی ہاں۔ کسی دن ملواؤں گا آپ سے۔" میں نے نظریں جھکا کر دبی زبان میں کہا۔

"زندہ باد۔" ندیم نے بچوں کی طرح نعرہ لگایا پھر مجھے گھورتے ہوئے بولا۔ "ذرا میں بھی تو اس جونک کا نام سنوں جو تم جیسے پتھر کو لگ گئی ہے۔ کون ہے وہ خوش نصیب۔"

"تم اسے اس وقت سے جانتے ہو جب تمہاری اور نسیم کی شادی نہیں ہوئی تھی۔"

"کیا مطلب؟" ندیم نے کڑوا سا منہ بنایا۔ "کیا اب مجھے اسے بھابی کہنا پڑے گا۔"

"پھر تم نے اپنی باتیں شروع کر دیں۔" امی نے پوچھا۔ "مجھے بھی تو پتا چلے کہ آخر وہ کون لڑکی ہے۔ کہاں رہتی ہے۔ کیا کرتی ہے۔ اس کا خاندان کیسا ہے۔ لوگ کیسے ہیں؟"

"وہ ایک متوسط گھرانے سے تعلق رکھتی ہے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں نے اس کے خاندان کے بارے میں کبھی دریافت نہیں کیا اس لیے کہ مجھے خاندان والوں سے نہیں بلکہ لڑکی سے شادی کرنی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ میرے حق میں ایک اچھی رفیق سفر ثابت ہو گی۔"

"کہاں رہتی ہے؟"

"ایک درمیانہ درجہ کے فلیٹ میں۔" میں نے بڑی سادگی سے جواب دیا۔ "میرا خیال ہے کہ شاید اس کا کوئی ایسا بزرگ

موجود نہیں ہے جو اس کی ذاتی پسند یا ناپسند میں رخنہ اندازی ڈال سکے۔"

"اور کرتی کیا ہے؟" امی نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"ایک دفتر میں سیکریٹری ہے۔" ندیم پھر بول پڑا۔ "تنخواہ نہایت معقول ہے۔ لڑکی خاصی قبول صورت اور مشرقی حسن کا نمونہ ہے لیکن اس دفتر کا مالک۔ میرا خیال ہے کہ وہ کچھ زیادہ اچھا آدمی نہیں ہے۔"

"اور تم اس سے شادی کرو گے؟" امی نے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"امی آپ بھی کس کی بات کا یقین کر رہی ہیں۔" میں نے ندیم کو گھورتے ہوئے کہا۔ "وہ لڑکی انتہائی مخلص شریف اور ہزاروں خوبیوں کی مالک ہے۔"

"میں مانتا ہوں لیکن آنٹی کو ذرا یہ بھی بتاؤ کہ اس کا باس کتنا نیک اور شریف النسل واقع ہوا ہے اور کس کردار کا مالک ہے۔" ندیم نے معنی خیز انداز میں کہا۔ "کم از کم میں تو اس شخص کو قابل بھروسا نہیں سمجھتا۔ آگے تم جانو اور تمہاری مرضی۔"

"شہباز بیٹے۔" امی کچھ اور سنجیدہ ہو گئیں۔ "مجھے تمہاری پسند پر کوئی اعتراض نہیں لیکن ایک ماں کی حیثیت سے اتنا حق تو ہے کہ اپنی ہونے والی بہو کے بارے میں معلومات حاصل کر سکوں۔ کیا وہ شادی کے بعد بھی ملازمت کرتی رہے گی۔"

"نہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے امی سے کہا۔ "شادی کے بعد اس کی حیثیت ملازموں جیسی نہیں رہے گی۔ وہ کاروبار میں برابر کی شریک بن جائے گی۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھی۔"

"میں سمجھاتا ہوں آنٹی آپ کو۔" ندیم نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "دراصل وہ لڑکی جس کا نام عارفہ ہے شہباز کے دفتر میں روز اول سے سیکریٹری کی خدمات انجام دے رہی ہے۔ بڑی مخلص دیانتدار اور محنتی لڑکی ہے۔ قبول صورت بھی ہے اور کئی موقعوں پر وہ ہمارے شہباز صاحب کے لیے جان کی بازی بھی لگا چکی ہے۔"

"تم نے تو مجھے ان باتوں سے ڈرا ہی دیا تھا۔" امی نے ندیم کو بڑے پیار سے گھرکی دی پھر مجھ سے بولیں۔ "اگر وہ بچی تمہیں پسند ہے تو مجھے بھی بغیر دیکھے پسند ہے لیکن میں ایک بار اس سے ملنا ضرور پسند کروں گی۔"

"ظاہر ہے۔" میں نے کہا۔ "بھلا آپ کی مرضی اور اجازت کے بغیر تو کسی آسمان سے اتری ہوئی حور سے بھی شادی نہیں کر سکتا۔"

"کیا تمہارے اور اس کے درمیان بات طے چکی ہے۔"

"جی نہیں۔" میں نے جلدی سے جواب دیا۔ "آخری فیصلہ آپ کو کرنا ہو گا اور جو سچ پوچھئے تو میں نے آج ہی پہلی بار اسے آپ سے ملنے کو کہا ہے۔"

"تمہیں اس سے پیار ہے؟"

"صرف اس حد تک وہ اپنے کام سے کام رکھتی ہے اور ہر اعتبار سے میرے معیار پر پوری اترتی ہے۔ کل کیا ہو گا یہ یقین سے نہیں کہہ سکتا؟"

"لیکن میں اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں آنٹی کہ عارفہ ہمارے شہباز کے حق میں ایک آئیڈیل بیوی ثابت ہو گی اور اب آپ جیسی معزز اور محبت کرنے والی خاتون کے تو پاؤں دھو دھو کر اپنے لیے اعزاز سمجھے گی۔"

"خدا نہ کرے۔" امی نے بڑے لاڈ سے کہا۔ "میں تو اسے کو سر آنکھوں پر بٹھا کر رکھوں گی۔"

امی بڑی دیر تک عارفہ کے بارے میں کرید کرید کر سوال کرتی رہیں۔ ندیم انہیں سنجیدگی سے بتاتا رہا۔ میں محسوس کر رہا تھا امی عارفہ کی تعریفیں سن کر اس کو پسند کرنے لگی تھیں۔ پھر ندیم نے اپنی دستی گھڑی پر نظر ڈالی اور مجھے اٹھنے کا اشارہ کیا۔ ہمیں ابھی کیسینو جا کر اپنے حلیوں میں ایسی تبدیلیاں کرنی تھیں کہ ایک دوسرے کو بھی نہ پہچان سکیں۔ آج کی درمیانی رات کو بھوشن کا کارندہ مریض بن کر پہنچ رہا تھا اور بھوشن کو قانون کے شکنجوں میں جکڑنے کا دارومدار ہماری کامیابی پر منحصر تھا۔

فلائیٹ نمبر ۶۱۳ کا ارائیول ٹائم بارہ بج کر پچاس منٹ تھا۔ ہم ائرپورٹ پر ٹھیک گیارہ بجے پہنچ گئے۔ اگر ہم کیسینو سے ایک ساتھ نہ چلے ہوتے تو شاید ہمارے لیے ایک دوسرے کی شناخت کرنا بھی مشکل ہو جاتا ندیم نے بڑی مہارت سے اپنا اور میرا میک اپ کیا تھا۔

بھوشن کا وہ مریض ہمارے لیے بہت اہم تھا۔ اس لیے ندیم نے بنفس نفیس اس کی گرفتاری میں سراج کی مدد کی ٹھانی تھی۔ مجھے یقین تھا میرے اور ندیم کے علاوہ وہاں ندیم نے اپنے اور قابل اعتماد آدمیوں کو بھی ضرور متعین کیا ہو گا لیکن ہمارے کی کے علاوہ کسی اور سے واقف نہیں تھا۔ اس لیے کہ ممکن تھا کہ وہ بھی میک اپ میں ہی ہو۔ ماسٹر کی جو عام حالات میں ایک مفلوک الحال افیونی نظر آتا تھا اس وقت گھری ہوئی اور فرنچ کٹ داڑھی میں کسی اعلیٰ خاندان کا ایک معزز حیثیت فرد نظر آ رہا تھا۔ اس نے چہرے پر سنہری فریم کی عینک رکھی تھی اور منہ میں پائپ دبائے بڑے خوبصورت انداز میں پائپ پینے میں مصروف تھا۔

وقت گزاری کی خاطر ہم نے ائرپورٹ کے ڈائننگ ہال کا انتخاب کیا جہاں اور بھی افراد موجود تھے۔ ماسٹر کی ہم سے کچھ دور چیئر چھوڑ کر بیٹھا تھا لیکن ہم سے اس طرح بے نیاز نظر آ رہا تھا جیسے اس سے پیشتر اس نے ہماری شکلیں بھی پہلے کبھی

ہوں۔ موسم میں خنکی ہونے کے باوجود وہ اس وقت ٹھنڈا فالودہ پینے میں مصروف تھا۔

"کیا ماسٹر کی کے علاوہ تمہارے کچھ اور آدمی بھی ائرپورٹ پر موجود ہیں۔" میں نے کافی کا گھونٹ لیتے ہوئے مدھم آواز میں ندیم کو مخاطب کیا۔

"میں نے ان کی گنتی نہیں کی تھی لیکن میرا اندازہ ہے کہ ماسٹر کی نے ساٹھ آدمیوں کو ضرور اہم مقامات پر تعینات کیا ہو گا۔ وہ ایسے مواقع پر کسی مکڑی ہی کی طرح خوبصورت جال بننے کا عادی ہے۔"

"کیا اس وقت وہی ہمارے مشن کو کنٹرول کرے گا۔"

"صرف اس حد تک کہ ہمارے کسی آدمی کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔" ندیم نے بے پرواہی سے کہا۔ "میں نے صرف ایک بات کی تائید کی ہے۔ ہمارے کسی آدمی کو پولیس یا دشمن کے کسی آدمی کے ہاتھوں میں نہیں جانا چاہیے۔ خواہ اسے گولی کا نشانہ ہی کیوں نہ بننا پڑے۔"

"کیا اس وقت بھوشن کے آدمی بھی ائرپورٹ پر موجود ہوں گے؟"

"تمہارا کیا خیال ہے کہ بھوشن کو اپنے اس قدر اہم اور قیمتی آدمی کی کوئی فکر لاحق نہ ہو گی۔"

مجھے اپنے سوال پر خود اپنی حماقت کا احساس ہوا۔ ظاہر تھا کہ جب ندیم نے اس مریض کے لیے اتنی رازداری سے کام لیا تھا تو بھوشن جوزف اس کے مقابلے میں زیادہ محتاط ہو گا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ طاغوتی قوتوں کو کسی طرح ہمارے پروگرام کی بھنک مل گئی ہو اور انہوں نے بھوشن کو اس سے باخبر کر دیا ہو۔ ایسی صورت میں صرف دو ہی باتیں ممکن ہو سکتی تھیں۔ یا تو بھوشن نے مریض کی آمد کا پروگرام تبدیل کر لیا ہو گا یا پھر سراج کے ایکشن کے وقت شدید ٹکراؤ اور خون خرابا۔

"کیا سوچ رہے ہو؟" ندیم نے مجھے سنجیدہ دیکھ کر پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ بھوشن کے مریض کو گرفتار کرنے کے لیے سراج کو بڑی مہارت سے کام لینا ہو گا ورنہ شدید ہنگامے کی صورت بھی پیدا ہو سکتی ہے۔"

"جہاں تین مختلف گروپ ایک ہی مقصد کے لیے زندگی اور موت کی بازی کھیلنے کو سرگرم عمل ہوں۔ وہاں سب کچھ ممکن ہو سکتا ہے۔"

"کیا یہ ممکن نہیں تھا کہ سراج اپنے ذرائع استعمال کر کے مطلوبہ شکار کو جہاز سے نیچے اترنے سے پہلے ہی دبوچ لیتا اور کسی دوسرے راستے سے ائرپورٹ سے باہر نکال لے جاتا۔" میں نے دھیمی زبان میں کہا۔ "ایسی صورت میں ہنگامے کی صورت سے بچا جا سکتا تھا۔"

"نہیں۔" ندیم نے بڑے یقین سے جواب دیا۔ "تمہیں شاید ابھی تک بھوشن کے ہائی سرکل میں تعلقات کا علم نہیں ہے۔ سراج اگر کوئی خفیہ راستے کی خاطر حکومت کے کسی ادارے سے مدد مانگتا تو اس کی خبر بھوشن کو سب سے پہلے مل جاتی۔"

"میرا خیال ہے ہم اپنا وقت برباد کر رہے ہیں۔"

"کیا مطلب۔" ندیم چونکا۔

"ہمیں اتنا لمبا چوڑا کھڑاگ پھیلانے کے بجائے بھوشن کو ختم کرا دینا چاہیے تھا۔" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا۔

"پہلے میرے ذہن میں بھی خیال ابھرا تھا لیکن میں نے اپنا ارادہ تبدیل کر دیا۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"ہاں۔ مقابلے پر آنے والے پہلوان کو اگر عوام کے سامنے اکھاڑے میں چت کیا جائے تو اس جیت کا مزا ہی کچھ اور ہوتا ہے۔"

میں کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ اچانک ندیم کی دستی گھڑی پر جو ایک پاورفل ٹرانسیٹر بھی تھی۔ مدھم آواز میں سگنل آنے شروع ہو گئے۔ آواز اتنی ہلکی تھی کہ میں ندیم کے برابر والی سیٹ پر ہونے کے باوجود اسے بمشکل سن سکا تھا۔ پھر میں نے ندیم کو سیدھا ہاتھ اٹھا کر اس پر چہرہ لگاتے دیکھا۔ اب دستی گھڑی اور اس کا منہ کا فاصلہ بہت کم ہو چکا تھا۔

"کیا بات ہے۔" ندیم نے بدستور میری جانب دیکھتے ہوئے آہستہ سے پوچھا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ مجھ سے مخاطب ہو۔ میری پوری توجہ ندیم کے چہرے پر مرکوز تھی۔ ماسٹر کی چونکہ میرے سامنے والی میز پر تھا اس لیے میں اس کی حرکات و سکنات بھی دیکھ رہا تھا۔

"لاء منسٹر اور بھوشن اس وقت وی آئی پی لاؤنج میں موجود ہیں۔" گھڑی پر ماسٹر کی کی آواز سنائی دی۔ اس نے جیب سے رومال نکال کر اپنا منہ صاف کیا تھا۔

"کیا پروگرام ہے؟"

"پارسل۔"

"گڈ۔" ندیم نے سرگوشی کی۔ "لیکن کام اتنی احتیاط سے ہو کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔"

"او۔ کے۔"

پھر ندیم نے اپنا ہاتھ دوبارہ میز پر رکھ لیا۔ اس کے چہرے کے تاثرات میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی تھی۔ وہ اب بھی بے پرواہ نظر آ رہا تھا۔

"پارسل سے ماسٹر کی کا کیا مقصد تھا؟" میں نے استفسار کیا۔

"کبھی کسی ایسی پہاڑی تفریح گاہ پر جانے کا اتفاق ہوا ہے جب وہاں برف پڑ رہی ہو۔" ندیم نے مسکرا کر پوچھا۔

"میں سمجھا نہیں۔"

"حیرت ہے ورنہ یہ تو ایک عام سی بات ہے کہ جب برف باری کی وجہ سے راستے بند ہونے لگیں تو مخصوص گاڑیوں سے فوری طور پر راستہ صاف کر دیا جاتا ہے تاکہ ٹریفک کے نظام میں کوئی رکاوٹ نہ ہو سکے۔"

"لیکن۔"

"فکر مت کرو۔" ندیم نے جلدی سے کہا۔ "ہماری دنیا میں کوئی کام ناممکن نہیں سمجھا جاتا۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا پھر میری نظر اس بیرے پر پڑی جو ماسٹرکی کی میز پر گیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں بل کا چرمی فلیپر موجود تھا۔ ماسٹرکی نے اسے کھول کر دیکھا پھر جیب سے کیش کارڈ نکال کر اس میں رکھ دیا۔ اس کے سامنے رکھے ہوئے فالودے کا گلاس خالی ہو چکا تھا۔

میرے ذہن میں اچانک ایک خیال تیزی سے ابھرا۔ ماسٹر کی ایک لمحے کو بھی اپنی میز سے نہیں اٹھا تھا۔ جس وقت ندیم نے دستی گھڑی پر سگنل موصول کیے تھے۔ اس سے ایک منٹ پہلے بھی وہی بیرا ماسٹرکی کی میز پر نظر آیا تھا۔ میری چھٹی حس بتا رہی تھی کہ وہ بیرا بھی ہمارے مشن کا ایک اہم حصہ ہے۔ غالباً اسی کے ذریعے ماسٹرکی کو لاء منسٹر اور بھوشن کے وی آئی پی لاؤنج میں موجود ہونے کی اطلاع ملی تھی اور اب بل کی ادائیگی میں جو طریقہ کار اختیار کیا گیا تھا۔ وہ بھی دراصل کوئی اہم پیغام تھا۔

میری نظر بیرے پر جم کر رہ گئی۔ وہ کاؤنٹر پر جانے کے بجائے ایک دوسری میز پر رکا تھا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ کسی آرڈر لینے کی خاطر اس میز تک گیا تھا پھر وہ کاؤنٹر کی طرف چلا گیا۔ اس کے بعد اس نے واپس ہو کر ماسٹرکی کو دوبارہ ریپر پیش کیا تھا۔ اس کے بعد وہ ریپر لے کر دوبارہ کاؤنٹر کی جانب چلا گیا۔ ایک منٹ بعد ہی میں نے اس آدمی کو اٹھتے دیکھا تھا۔ بیرا جس کی میز پر رکا تھا پھر بیرے کی واپسی کے بعد ماسٹرکی بھی اپنا کیش کارڈ اور ریپر میں رکھی ہوئی رقم لے کر اٹھ گیا تھا۔

"کس نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کر رہے ہو؟"

"کیا تمہارے کارندے بہ آسانی لاء منسٹر اور بھوشن کو راستے سے ہٹا دیں گے" میں نے ندیم کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"قبل از وقت میں یقین سے نہیں کہہ سکتا البتہ میں نے ماسٹرکی کو شاید ہی اپنے کسی پلان میں ناکام ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔"

"لاء منسٹر کی موجودگی نے یقینی طور پر سراج کو پریشانی میں مبتلا کر دیا ہوگا۔" میں نے اپنے خیال کا اظہار کیا۔

"ضروری نہیں ہے۔" ندیم نے جواب دیا۔ "میں جانتا ہوں کہ وہ اپنی فرض کی ادائیگی میں آسانی سے ہار تسلیم کرنے والا آفیسر نہیں ہے۔ ہاں اگر خود لاء منسٹر نے اسے کوئی اور ڈیوٹی سونپ دی تو وہ مجبور ہو جائے گا۔"

"خواہ کچھ بھی ہو بھوشن کے مریض کو ہر حالت میں اپنے کیے کی سزا بھگتنی پڑے گی۔" میں نے تلملا کر کہا۔ "اگر سراج کو اس فرض کی ادائیگی سے روک دیا گیا تو میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔"

"تم کس حیثیت میں اس پر ہاتھ ڈالو گے؟" ندیم نے سوال کیا۔

"یہ بعد میں سوچا جائے گا لیکن میں اسے ہاتھ سے نکلنے نہیں دوں گا۔"

"جذباتی ہونے کی حماقت مت کرنا ورنہ کھیل بگڑ جائے گا۔"

"تو کیا وہ مریض..."

"فکر مند نہ ہو اگر وہ پولیس کے جال میں نہ پھنسا تو ہمارے آدمی بھی اسے ٹھکانے لگا سکتے ہیں۔" ندیم نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ "چلو اٹھو، ہمیں نیچے چل کر بھی حالات کا جائزہ لینا ہوگا۔"

میں ندیم کے ساتھ نیچے آ گیا۔ اس وقت بارہ بج کر پندرہ منٹ ہوئے تھے۔ فلائٹ نمبر ۷۱۳ کے آنے میں اب صرف پینتیس منٹ باقی رہ گئے تھے۔ ہم نے لوگوں کے ہجوم پر نظر ڈالی۔ ادھر ادھر گھوم کر دیکھا لیکن سراج یا پولیس کے عملے کا کوئی فرد نظر نہیں آیا۔ میری پریشانی بڑھتی جا رہی تھی۔ میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ مریض کو کسی قیمت پر بھی بھوشن کے مشن کی کامیابی کا سبب نہیں بننے دوں گا۔ بھوشن جوزف سے براہ راست میری کوئی دشمنی نہیں تھی لیکن وہ طاغوتی قوتوں کے اشارے پر مجھے نیچا دکھانا چاہتا تھا اور مجھے اپنی شکست منظور نہیں تھی۔

پھر مائیک پر فلائٹ لینڈ کرنے کا اعلان ہوا تو میرے علاوہ ندیم کی تشویش بھی بڑھ گئی لیکن اسی وقت میری نظر سراج پر پڑی جو اپنی جیپ سے اتر کر لاؤنج میں داخل ہو رہا تھا۔ وہ تنہا تھا۔ کوئی دوسرا آدمی اس کے ساتھ نہیں تھا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ یا تو یوں ہی روٹین چیک کے ارادے سے ادھر آ نکلا ہو یا پھر اسے کسی بڑے آفیسر کو ریسیو کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔

"تمہارے سراج صاحب بھی خاصے سمجھدار ہوتے جا رہے ہیں۔" ندیم نے کہا۔ "مجھے یقین تھا کہ وہ یہی طریقہ اختیار کرے گا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے پوچھا۔

"اس کے ماتحت سادہ لباس میں پہلے ہی سے ہجوم میں موجود ہوں گے اور وقت پڑنے پر سامنے آئیں گے"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جہاز کے مسافروں کی آمد شروع ہو چکی تھی اور میری نظریں ان میں کسی مریض کو تلاش کرتی پھر رہی تھیں جو ہمیں مطلوب تھا پھر یکلخت میری نگاہیں چمک اٹھیں۔ دو ہٹے کٹے آدمی ایک وہیل چیئر پر بیٹھے ایک ایسے مریض کو ساتھ لا رہے تھے جو ماسٹرکی کی انفارمیشن پر پورا اترتا تھا۔ میرے اعصاب میں کھنچاؤ کی کیفیت پیدا ہونا شروع ہو گئی۔ میں نے جیب میں پڑے ہوئے اپنے آٹومیٹک ریوالور کو چیک کیا

جس پر سائلنسر بھی فٹ تھا۔

"یہی ہے ہمارا مطلوبہ مریض۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "یہ جو ہٹے کٹے آدمی اسے لا رہے ہیں یہ بھوشن ہی کے خاص آدمی ہوں گے اور کسٹم آفیسر کو شاید اوپر سے ہدایت ملی ہوگی کہ وہ اس مریض کو اپنی نگرانی میں شیڈ سے باہر تک بحفاظت پہنچا دے۔"

میں نے ندیم کی بات کا جواب دینے کے بجائے پلٹ کر پارکنگ لاٹ کی سمت دیکھا جہاں دو ایمبولینسیں بیک وقت موجود تھیں۔ ایک پر ریڈ کراس کا نشان تھا اور دوسری کسی پرائیویٹ رفاہی ادارے کی تھی۔ مریض کو شاید ان ہی دونوں میں سے ایک پر جانا تھا۔ میری نظر سراج پر پڑی جو آہستہ آہستہ اس کی جانب قدم بڑھ رہا تھا جہاں سے مریض کو باہر لایا جاتا تھا۔ وہاں بھی لوگوں کی اچھی خاصی تعداد موجود تھی۔ مریض کی جسمانی کیفیت اور چہرے پر چھائی ہوئی زردی اس بات کی غمازی کر رہی تھی کہ وہ اپنے قدموں سے دو قدم چلنے سے بھی مجبور تھا۔ ندیم نے بھی اسی کی طرف قدم اٹھا دیے۔ میں نے اس کی پیروی میں جلدی نہیں کی تھی کسی خیال کے تحت میں ان دونوں ایمبولینسوں کے قریب آ کھڑا ہوا۔ ریڈ کراس کی ایمبولینس میں ایک باوردی ڈرائیور موجود تھا جب کہ دوسری ایمبولینس کی ڈرائیونگ سیٹ پر نظر پڑتے ہی میرے خون کی گردش تیز ہو گئی۔ وہ ماسٹرکی کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا لیکن اس وقت وہ تھری پیس میں اور فرنچ کٹ داڑھی کے بجائے اپنے اسی حلیے میں تھا جس میں میں نے اسے پہلی بار ندیم کی گاڑی کی پچھلی نشست پر بیٹھے دیکھا تھا۔ اس وقت بھی وہ لاپرواہی سے اپنی سیٹ پر بیٹھا سگریٹ کے کش لگا رہا تھا۔

جس وقت وہیل چیئر پر بیٹھا ہوا مریض شیڈ سے باہر آیا سب سے پہلے سراج نے آگے بڑھ کر کسٹم آفیسر سے کوئی بات کی تھی۔ میں دور تھا اس لیے ان کے درمیان ہونے والی گفتگو نہ سن سکا لیکن سراج کے جواب میں کسٹم آفیسر نے جیب سے ایک ہی کاغذ نکال کر سراج کو دکھا دیا تھا اور وہ ہونٹ چباتا ہوا دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ دونوں ہٹے کٹے آدمیوں کے ہونٹوں پر بڑی فاتحانہ مسکراہٹ نظر آ رہی تھی۔ وہ ہجوم کے درمیان سے وہیل چیئر کو چلاتے ہوئے ریڈ کراس والی ایمبولینس کی جانب بڑھ رہے تھے کہ اچانک ان میں سے ایک کی کنپٹی سے خون کا فوارہ پھوٹ نکلا اور دوسرے ہی لمحے وہ لہرا کر فرش پر لوٹ پوٹ ہو گیا تھا۔ دوسرے شخص نے پھرتی دکھانے کی کوشش کی تھی لیکن اس کا انجام بھی پہلے سے مختلف نہیں ہوا۔ ہجوم سے چلائی جانے والی گولی اس کی پیشانی پر لگی اور وہ اوندھے منہ ڈھیر ہو گیا۔ کسٹم آفیسر بوکھلا کر تین چار قدم پیچھے ہو گیا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ حیرت انگیز ہی تھا۔ ہجوم میں بھگدڑ مچ گئی اور اس کے ساتھ ہی یکے بعد دیگرے کئی آدمی لقمہ اجل بنتے چلے گئے۔ مریض اس وقت بھی گردن جھکائے وہیل چیئر پر بیٹھا لمبے لمبے سانس لے رہا تھا۔

غالباً "بھوشن" سراج اور ندیم کے سادہ لباس والے آپس میں ٹکرا گئے تھے۔ ائرپورٹ پر موجود پولیس اور سکیورٹی کا عملہ بھی خاصا پریشان نظر آ رہا تھا۔ گولیاں مختلف سمت سے چل رہی تھیں۔ فائرنگ سائلنسر لگے ہوئے اسلحے سے ہو رہی تھی اس لیے کسی ایک سمت کا تعین کرنا ممکن نہ تھا۔ میں نے سراج کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ وہ کسٹم آفیسر کے ساتھ ہی کھڑا باتیں کر رہا تھا کہ اچانک لاؤنج میں لگے ہوئے سارے مائیک جاگ اٹھے۔

"حالات پر قابو پانے اور مجرموں کو پکڑنے کے لیے ضروری

ہے کہ وزیٹرس لاؤنج بالکل خالی کر دیا جائے۔ اس لیے تمام حضرات سے التماس ہے کہ وہ جتنی جلدی ممکن ہو سکے لاؤنج سے کم از کم سو گز کے فاصلے پر چلے جائیں۔"

اس اعلان نے مسافروں اور ان کے لواحقین میں افرا تفری پھیلا دی وہ اپنا ساز و سامان چھوڑ کر منہ اٹھائے ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ ندیم مجھے کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ میرے لیے اب وہاں کھڑا رہنا مشکل تھا اس لیے میں قدم اٹھاتا ہوا اس ایمبولینس کے قریب چلا گیا جس پر اس وقت بھی ماسٹر کی بے پرواہی سے بیٹھا لوگوں کی بھگدڑ کا تماشا دیکھ رہا تھا۔

ہجوم کائی کی طرح چھٹ رہا تھا کہ میں نے چار آدمیوں کو دیکھا جو بڑی بے جگری سے وہیل چیئر کی جانب قدم بڑھا رہے تھے۔ کہیں قریب سے یکے بعد دیگرے دو فائر ہوئے لیکن ان چاروں کی رفتار میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی تھی۔ شاید انہوں نے بلٹ پروف پہن رکھے تھے۔ میں تیزی سے لپک کر ماسٹر کی والی ایمبولینس میں سوار ہو گیا۔

"تمہیں ندیم کی جانب سے کیا ہدایت ملی ہے۔" میں نے جلدی سے پوچھا۔

"سوری۔" اس نے بدستور بے پرواہی سے جواب دیا۔ "میں باس کے علاوہ کسی اور کو جواب دہ نہیں ہوں۔"

"ایسی صورت میں ہمارے مطلوبہ مریض کو مخالف پارٹی کے لوگ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔" میرے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔

"پھر میں کیا کر سکتا ہوں۔" اس نے شانے اچکائے۔

"تم ایمبولینس کو فٹ پاتھ سے چڑھا کر لاؤنج میں مریض کے قریب لے چلو۔ میں اسے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"لیکن....."

"وقت مت ضائع کرو۔" میں نے کہا۔ "ہمیں فوری طور پر کوئی ایکشن کرنا ہو گا ورنہ ہم اپنے مشن میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔"

"مسٹر ندیم کی ہدایت تھی کہ آپ کا خاص خیال رکھا جائے۔"

"فکر مت کرو۔ میں ندیم کو جواب دے دوں گا۔"

ماسٹر کی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ شاید وہ کسی آخری فیصلے پر پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"ماسٹر کی۔" میں نے جیب سے اپنا آٹومیٹک ریوالور نکالتے ہوئے کہا۔ "کیا تم کو یہاں اس وقت اس ایمبولینس میں بلا مقصد کھڑے رہنے کا حکم ملا ہے۔"

"نہیں۔" اس نے جلدی سے کہا۔ "باس کے حکم کے مطابق نمبر تھری کو یہ ذمہ داری سونپی گئی تھی کہ وہ مریض کو میری ایمبولینس تک پہنچائے گا۔ اس کے بعد مجھے اسے باس کے بتائے ہوئے ایڈریس تک پہنچانا تھا۔"

"میں ہی نمبر تھری ہوں۔" میں نے سرد لہجے میں آخری چانس لیا۔ شاید میں ماسٹر کی کے لیے صرف نمبر ... پاس ورڈ ہی مقرر کیا گیا تھا۔ چنانچہ اس نے میری ... اس کی آنکھوں میں غیر یقینی جھلک رہی تھی لیکن اس کے ... وہ عمل کرنے پر مجبور ہو گیا۔

لاؤنج میں ابھی تک موت اور زندگی کا کھیل جاری ... چاروں افراد جو مریض کی جانب بڑھ رہے تھے ان پر ... گولیاں برس رہی تھیں لیکن ابھی تک انہیں نقصان نہیں ... تھا۔ ماسٹر کی نے تیزی سے ایمبولینس کو ایک ذرا سا بائیں ... کاٹا پھر تیزی سے فٹ پاتھ پر چڑھاتے ہوئے بولا۔ "میں ... پھیلانے والا بم پھینک رہا ہوں۔ اسی عرصے میں ہمیں ... اغوا کر لینا ہو گا۔ اگر ذرا دیر ہو گئی تو پھر ہم میں سے کوئی بھی ... سکے گا۔"

"میں ایکشن کے لیے بالکل تیار ہوں۔" میں نے ... ہوئے دل سے کہا۔

ایمبولینس تیزی سے ریورس گیئر میں مریض کے قریب ... رہی تھی پھر اس سے پیشتر کہ مخالف پارٹی کوئی جوابی کارروائی ... ایک زور دار دھماکہ ہوا اور چاروں طرف دھوئیں کے ... منڈلانے لگے۔ میں تیزی سے ایمبولینس سے کودا اور پھر ... میری قسمت ہی اچھی تھی جو میں ان چاروں سے ٹکرائے ... مریض تک پہنچ گیا۔ میں نے ایک ہی جھٹکے میں اسے وہیل ... سے اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور سانس روکے روکے ایمبولینس ... داخل ہوتے ہوئے سرسراتی آواز میں بولا۔

"جلدی چلو۔ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے ہیں۔"

"بریو۔" ماسٹر کی نے خوشگوار لہجے میں جواب دیا ... ایمبولینس کو آندھی اور طوفان کی طرح دوبارہ سڑک پر لے ... سڑک پر آتے ہی اس نے اپنی رفتار خطرناک حد تک بڑھا دی ... لیکن کچھ گاڑیاں ہمارے تعاقب میں لگی ہوئی تھیں اور خود ... آتشی اسلحہ سے ہمیں روکنے کی خاطر گولیوں کی بارش شروع ... چکی تھی۔

ٹریفک کا سارا انتظام درہم ہو گیا تھا۔ پولیس کی پٹرول کار اور سیٹیوں کی آواز گونج رہی تھی لیکن ان پر عمل کرنے کو کوئی پارٹی بھی تیار نہیں تھی۔ وہ مریض بھوشن کے لیے اتنا ہی اہم تھا کہ اس کے آدمی پاگل کتوں کی طرح ہماری بوٹیاں نوچ ڈالنے کی خاطر لپکتے چلے آ رہے تھے۔ میں مریض کے ساتھ پچھلی نشست پر تھا۔ اس کی حالت اب غیر ہونے لگی تھی اس لیے میں نے اسے سیٹ پر چت لٹا دیا۔ اس کی آنکھیں اب ہونقوں کی طرح کھلی ہوئی تھیں اور چہرے پر موت کی سائے منڈلا رہے تھے۔ شاید ساری پوزیشن اس کی سمجھ میں آ گئی تھی اسی لیے وہ بہت زیادہ خوف زدہ نظر آ رہا تھا۔ بچ جانے کی صورت میں بھی اسے اپنی موت ہی کا خطرہ لاحق تھا۔

"باہر کی پوزیشن کیا ہے؟" میں نے ماسٹر کی سے دریافت کیا۔

"وہ ابھی تک ہمارے تعاقب میں دیوانوں کی طرح لگے ہوئے ہیں۔"

"کیا ایمبولینس میں کوئی خود کار اسلحہ بھی موجود ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میں جوابی فائرنگ کر کے انہیں روکنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"اس کی ضرورت پیش نہیں آئے گی اس لیے کہ میں درمیانی فاصلہ ہر لمحہ بڑھاتا جا رہا ہوں۔" ماسٹر کی نے بڑی بے پرواہی سے جواب دیا۔ "شہری حدود سے باہر نکلنے کے بعد وہ ہماری گرد کو بھی نہیں پا سکیں گے۔ اس کے علاوہ گاڑی بھی بلٹ پروف ہے کوئی گولی اس پر اثر نہیں کر سکے گی۔"

"پانی۔" اچانک مریض نے کراہتے ہوئے کہا۔ ناہموار زمین پر گاڑی کے ہچکولوں نے یقیناً اس کے سارے انجر پنجر ڈھیلے کر دیے ہوں گے۔

"گھبراؤ نہیں۔" میں نے تسلی دی۔ "تمہاری منزل زیادہ دور نہیں ہے۔"

"تت۔ تم۔ تم کس پارٹی کے آدمی ہو؟" مریض نے مجھے مشتبہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا اور میں نے جلدی سے جیب میں رکھے ہوئے پاور فل ٹیپ ریکارڈ کا سوئچ آن کر دیا۔ اس کی گفتگو ہمارے لیے بہت اہم ثابت ہو سکتی تھی۔

"تمہارا کیا خیال ہے؟" اس بار میں نے قدرے بدلی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"مم۔ میرا خیال ہے کہ تم باس کی پارٹی کے آدمی نہیں ہو۔"

"باس سے تمہاری مراد غالباً بھوشن جوزف سے ہے۔ کیوں؟" میں نے سرد لہجے میں سوال کیا۔

"اوہ۔ گویا میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔" وہ مردہ آواز میں بولا پھر گاڑی کی چھت کو گھورنے لگا۔

"تمہارا اندازہ کیا ہے؟ یہی بتا دو۔"

"تت۔ تم بھوشن کے آدمی نہیں ہو سکتے ورنہ۔" وہ کچھ کہتے کہتے اچانک خاموش ہو گیا۔

"تم نے صحیح نتیجہ اخذ کیا ہے۔" میں سرد مہری سے بولا۔ "ہمارا تعلق کسی دوسری پارٹی سے ہے۔"

"پولیس یا کسٹم۔" وہ چونکا تھا۔

"کوئی بھی ہو سکتا ہے لیکن تمہیں ایک بات کا یقین کر لینا چاہیے کہ اب تمہاری زندگی کی صرف ایک ہی صورت باقی رہ جاتی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"جو بھی اصلیت ہے اسے سیدھی طرح اگل دو ورنہ ہم ٹیڑھی انگلیاں بھی استعمال کر سکتے ہیں۔"

"مم۔ میں نہیں سمجھ سکا کہ تم ایک مریض کو کیوں پریشان کر رہے ہو۔"

"تم مریض ضرور ہو لیکن ہمارے لیے لاکھوں اور کروڑوں کی آسامی ہو۔"

"کک۔ کیا مطلب؟"

"سیدھی ٹانگ۔ ران۔ آپریشن۔" میں نے سفاک اور معنی خیز لہجہ اختیار کیا۔ "کیا اب بھی تمہیں کسی مزید حوالے کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟"

"اگر تم اس حد تک جانتے ہو تو دنیا کی کوئی طاقت مجھے موت سے نہیں بچا سکے گی۔"

"ہم تمہاری زندگی کی ضمانت دے سکتے ہیں، لیکن ایک شرط پر۔"

"وہ کیا؟"

"تم نے اب تک بھوشن جوزف کے لیے ناجائز تجارت کے سلسلے میں جو بھی خدمات انجام دی ہیں وہ شرافت سے اگل دو۔"

"اس سے کیا حاصل ہو گا؟"

"زندگی۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "ہم خفیہ طور پر تمہارا علاج کرانے کے بعد اپنے ذرائع سے کسی ایسے آزاد علاقے میں بھیج دیں گے جہاں بھوشن کے فرشتے بھی پر نہیں مار سکتے۔"

اس نے فوری طور پر کوئی جواب نہیں دیا۔ شاید کسی آخری نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ سیدھی ٹانگ ران اور آپریشن کے حوالے کے بعد وہ سمندری جھاگ ہی کی مانند بیٹھ گیا تھا۔ باہر سے اب بھی گولیوں کی آواز آ رہی تھی لیکن اس کی شدت میں بتدریج کمی ہو رہی تھی۔ ماسٹر کی ہر لمحہ ایمبولینس کی رفتار بڑھاتا جا رہا تھا۔ میں نے ایک لمحے کے لیے اس کی جانب دیکھا۔ وہ اس وقت بھی بالکل بے بس نظر آ رہا تھا۔

"کیا سوچ رہے ہو مائی ڈیئر؟" میں نے دوبارہ مریض کو گھورتے ہوئے کہا۔ "تمہارے پاس صرف ایک ہی راستہ ہے ہمارے ساتھ تعاون کرو۔"

"تمہارا تعلق...؟"

"پریشان مت ہو۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "ہمارا تعلق کسی قانونی ایجنسی سے نہیں ہے۔"

"پھر؟"

"ہمیں بھی بھوشن ہی کی لائن کا آدمی سمجھو۔" میں نے غراتے ہوئے کہا۔ "اس باسٹرڈ کے ہاتھ لمبے ہیں اس لیے وہ مسلسل بار ہمیں چھوٹے بڑے نقصان پہنچا چکا ہے لیکن اب ہماری باری ہے۔"

"تم بھوشن کو شاید پوری طرح نہیں جانتے۔" اس نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔ "اگر اسے شبہ بھی ہو گیا تو وہ تمہیں اور تمہارے آدمیوں کو چن چن کر مار دے گا۔"

"ہم دونوں جس راستے پر چل رہے ہیں اس میں موت اور زندگی کا کھیل ہونا قدرتی بات ہے مگر تم کو ان باتوں سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے اس لیے کہ اب تم پوری طرح ہمارے جال میں پھنس چکے ہو۔"

"کیا پوچھنا چاہتے ہو؟" اس نے تھوڑے توقف کے بعد کہا۔

"تم کب سے بھوشن کے لیے کام کر رہے ہو؟"

"دو سال سے۔"

"تمہارے ذمے کیا کام ہے؟"

"بیرونی منڈیوں سے ہیرے اور جواہرات اسمگل کرنا۔" اس نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "طریقہ کار کیا ہوتا ہے اس کا اندازہ تمہیں ہو چکا ہے۔ ویسے کیا تم یقین کرو گے کہ اگر اس بار میں بچ جاتا تو پھر مجھے اس گندے فرائض کی انجام دہی کے لیے مجبور نہ کیا جاتا۔"

"کھل کر وضاحت کرو۔"

"یہ میرا چوتھا پھیرا تھا اور جس سرجن نے میرا آپریشن کیا تھا اس نے بھوشن کو یقین دلایا تھا کہ اگر پانچویں بار آپریشن ہوا تو زندہ نہ بچ سکوں گا۔ شاید اس لیے کہ وہ آپریشن کے بعد میرے اوپر کچھ ایسی ادویات کا استعمال کرتے تھے جو میرے لیے زہر سے کم نہیں تھیں۔" اس نے ایک لمحے کو سانس لیا پھر گفتگو جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "آپریشن کے بعد میرے اوپر غنودگی طاری ہو جاتی ہے پھر مجھے ایسا ہی محسوس ہوتا ہے جیسے میرا پورا جسم مفلوج ہو گیا ہو۔"

"لیکن اس وقت تو تم ہوش مندوں جیسی باتیں کر رہے ہو۔" میں نے اسے مشتبہ نظروں سے گھورا۔

"میرے اعصاب چونکہ چار آپریشنوں کے بعد خاصے کمزور ہو گئے تھے اس لیے اس بار مضر رساں ادویات کم مقدار میں استعمال کی گئی تھیں۔ اس کے علاوہ بھی تین بار کی شاندار کامیابی کے بعد اس باسٹرڈ بھوشن کو شاید اس بات کا یقین ہو گیا کہ کوئی اس پر ہاتھ ڈالنے کی جسارت نہیں کرے گا، اگر تم واقعی اس کے مخالف پارٹی کے فرد ہو تو یہ بھی ضرور جانتے ہو گے کہ اس کے مراسم کتنے اوپر تک ہیں۔"

"تم بھوشن کے جال میں کس طرح پھنسے تھے؟" میں نے کچھ سوچتے ہوئے سوال کیا۔ "کیا تم پہلے سے ہی ناجائز تجارت کے کاروبار میں ملوث تھے؟"

"نہیں۔" اس نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا اس کے چہرے پر شدید کرب اور حقارت کے ملے جلے تاثرات ابھرے تھے۔

"پھر۔ تم اس کے لیے کام کرنے پر آمادہ کیوں ہو گئے؟ لمبے کمیشن کی لالچ۔"

"آخ تھو۔" اس نے نفرت سے تھوک دیا پھر مجھے گھورتے ہوئے بولا۔ "میں تم کو اس ولد الحرام کے حرم کے بارے میں بہت کچھ بتا سکتا ہوں لیکن تمہیں میرا ایک کام کرنا ہو گا۔ اس کام کے بعد اگر میں مر بھی گیا تو مجھے اپنی موت پر کوئی افسوس نہیں ہو گا۔"

"کام کی نوعیت کیا ہے؟"

"تت۔ تمہیں میری بیوی کو اس کی قید سے آزاد کرانے کا وعدہ کرنا ہو گا۔"

"تمہاری بیوی؟"

"ہاں۔" اس نے حقارت سے جواب دیا۔ "آج سے دو سال پہلے میں اس حرامی کتے کا ڈرائیور تھا۔ وہ سور کا تخم مجھ پر بہت بھروسا کرتا تھا۔ دن رات مجھے اس کی خدمت انجام دینی پڑتی تھی اس لیے اس نے ملازمت کے کچھ دنوں بعد ہی مجھے اپنے بنگلے میں ایک سرونٹ کوارٹر دے دیا اور اس کے بعد ۔۔۔ اس کے بعد اس حرامزادے کی نظر میری بیوی پر پڑ گئی جو بہت خوبصورت اور معصوم تھی۔ عورت کے سلسلے میں وہ ماں کا تخم اتنا بدنیت واقع ہوا ہے کہ شاید نشے کی حالت میں اپنی بہن کی شناخت بھی نہ کر پائے۔ میری معصوم بیوی کو برباد کرنے کے بعد اس مردود نے کچھ تصویریں بھی بنالی تھیں جس کے ذریعے وہ مجھے آج تک بلیک میل کر رہا ہے۔"

"تمہاری بیوی کہاں رہتی ہے؟" میں نے پوچھا۔ باہر سے گولیوں کی آواز آنی بند ہو چکی تھی۔

"مجھے نہیں معلوم کہ اس ۔۔۔ نے اس غریب کو کہاں رکھا ہے؟ لیکن اس نے وعدہ کیا تھا کہ اس پھیرے کی کامیابی کے بعد وہ اسے آزاد کر دے گا۔"

"کیا اس کی آزادی کے بعد تم اسے قبول کر لیتے؟" میں نے ہمت ہارا ہوا انداز اختیار کیا۔

"ہاں۔" اس نے ہونٹ بھینچ کر جواب دیا پھر بڑے کرب سے بولا۔ "یہ اور بات ہے کہ اس کے بعد میں اسے گولی مار کر اپنا خاتمہ بھی کر لیتا۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ اس بار کی کامیابی کے بعد تمہاری بیوی تمہیں واپس مل جاتی؟"

"کیا مطلب؟" اس نے وضاحت طلب نظروں سے میری سمت دیکھا۔

"میرا خیال ہے کہ ناجائز تجارت میں جو افراد کام کے نہیں رہ جاتے ان کی حیثیت بھی ریس کے گھوڑوں جیسی ہوتی ہے جنہیں گولی مار کر زندگی کی قید سے ہمیشہ کے لیے آزاد کر دیا جاتا ہے۔" میں نے اسے اکسانے کی کوشش کی۔ "یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے تمہاری بیوی کو اپنا کام نکل جانے کے بعد پہلے ہی ٹھکانے لگا دیا ہو۔"

مریض کی نگاہوں میں نفرت کے شعلے ناچ اٹھے پھر اس نے مجھے بھوشن جوزف کے بارے میں اپنی ایک ایک معلومات سے آگاہ کرنے کے بعد کہا۔ "کیا تم میری ایک آخری خواہش پوری کر دو گے۔"

"وہ کیا؟"

"میں اس سور کے بچے کو اپنے ہاتھوں سے گولی مارنا چاہتا ہوں۔"

"تمہاری یہ خواہش حالات کے عین مطابق ہے۔ ہم اسے پورا کرنے کی کوشش کریں گے لیکن تمہیں کچھ دنوں تک ہماری قید میں رہنا پڑے گا۔" میں نے کہا۔ "اس وقت تک کے لیے جب تک بھوشن تمہاری تلاش میں تھک کر ہار نہیں جاتا۔"

"مجھے منظور ہے۔"

"کیا تمہارا نام ہری رام ہے۔"

"تمہیں یہ نام کہاں سے معلوم ہوا؟"

"پسنجر لسٹ سے۔" میں نے اپنے فرضی سوال کو نبھانے کی خاطر کہا۔

"میں کسی ہری رام سے واقف نہیں ہوں۔ میرا نام شرما ہے۔ کرشن شرما۔" اس نے سرد لہجے میں جواب دیا۔

ٹھیک اسی وقت ایمبولینس کو اتنا شدید جھٹکا لگا کہ مریض کو اگر میں نے بروقت سنبھال نہ لیا ہوتا تو وہ اچھل کر فرش پر ہی گرا ہوتا۔ خود میں بھی اپنی پوزیشن برقرار نہ رکھ سکا۔ آٹومیٹک میرے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ میں نے مریض کی جانب دیکھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ غالباً وہ بے ہوشی کی حالت سے دوچار ہو گیا تھا۔

"اب پریشانی کی بات نہیں ہے۔" ماسٹر کی کی آواز ابھری۔ "ہم کچے راستے پر اتر چکے ہیں۔"

"اور جو لوگ ہمارا تعاقب کر رہے تھے؟" میں نے جلدی سے پوچھا۔

"ان کا اب دور دور تک کوئی نشان نہیں ہے۔" ماسٹر کی

نے بڑی بے پرواہی سے جواب دیا تھا۔ میں نے ٹیپ ریکارڈ کا سوئچ آف کر دیا۔

ایمبولینس ایک زمین دوز کشادہ کمرے میں جا کر رکی تھی۔ غالباً" وہاں کے دروازے ریموٹ سے کنٹرول کیے جاتے تھے جو گاڑی کسی بھی جگہ نہیں رکی تھی۔

میں نے نیچے اتر کر دیکھا۔ وہ کمرا بیک وقت بیڈ روم بھی تھا اور ڈرائنگ روم بھی کرشن شرما کو میں نے ماسٹر کی کی مدد سے گاڑی سے نیچے اتار کر بستر پر لٹا دیا۔ وہ ابھی تک بے ہوشی کی کیفیت سے دوچار تھا اور لمبے لمبے سانس لے رہا تھا اگر میں نے اس کی گفتگو ٹیپ نہ کی ہوتی تو یقیناً مجھے اس کی بے ہوشی کی تشویش ہوتی لیکن اب میں زیادہ پریشان نہیں تھا۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ ہمارا تعاقب نہیں کیا گیا؟" میں نے ماسٹر کی سے پوچھا۔

"اگر کیا گیا ہوتا تو اب تک شاید یہ عمارت ایک دھماکے سے ختم ہو چکی ہوتی۔" ماسٹر کی نے کہا۔ "تم شاید بھوشن کی پارٹی اور اس کے پالتو شکاری کتوں سے واقف نہیں ہو۔ وہ پاتال میں بھی اپنے شکار کو زندہ رہنے کی مہلت نہیں دیتے۔"

"کیا یہاں کسی ڈاکٹر یا سرجن کا فوری طور پر بندوبست نہیں ہو سکتا؟"

"کیوں؟"

"یہ مریض ہمارے لیے بہت اہم ہے' اگر یہ مر گیا تو ایک کار آمد گواہ ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔" میں نے اپنا مافی الضمیر بیان کرتے ہوئے کہا۔ "اس کی بے ہوشی میرے لیے پریشان کن ہے۔"

"کوئی فرق نہیں پڑتا۔" ماسٹر کی نے سپاٹ لہجے میں کہا پھر بڑے سفاک لہجے میں مریض کی سمت گھورتے ہوئے بولا۔ "ویسے بھی باس کا حکم تھا کہ اسے اغواء کرنے کے بعد گولی مار دی جائے۔"

"لیکن ہیرے جواہرات کا ثبوت؟"

"فکر مت کرو۔" اس نے بدستور مریض کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ابھی کچھ دیر میں یہاں ایک سرجن اور کیمرا مین بھی پہنچنے والے ہیں۔ ہم اس کی باقاعدہ مووی بنائیں گے اور سرجن اور مووی بنانے والے ہمارے گواہ ہوں گے۔"

"لیکن...؟"

"سوری۔ میں باس کے حکم کا پابند ہوں۔ ویسے بھی اس مریض کی اہمیت ہمارے لیے ختم ہو چکی ہے۔"

پھر میں نے دیکھا کہ کرشن ورما نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ اس کی نگاہوں میں موت کے سائے سمٹ آئے تھے۔

"نہیں۔ نہیں۔" وہ ہذیانی انداز میں بولا۔ "مجھے گولی مت مارو۔ صرف میری آخری خواہش پوری کر دو۔ اس کے بعد تم کہو گے تو میں خود اپنی زندگی کا خاتمہ کر لوں گا' اگر میں مر گیا تو میری آتما گیتا کے لیے بھٹکتی پھرے گی۔"

"گیتا؟" میں نے اسے وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"میری دھرم پتنی کا نام ہے۔" وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا۔

"گھبراؤ نہیں۔ ہم تمہیں اتنی آسانی سے نہیں مرنے دیں گے۔" ماسٹر کی نے مسکرا کر کہا۔ "میں صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ تم واقعی بے ہوش ہو یا بے ہوشی کا ڈھونگ رچا کر ہماری باتیں سننا چاہتے ہو۔"

کرشن ورما نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"تم واقعی حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک ہو۔" میں نے ماسٹر کی کو تعریفی نظروں سے دیکھا۔

"لیکن کبھی کبھی حالات کے پیش نظر میں بچوں کی بات پر بھی مجبوراً" یقین کر لیتا ہوں۔" وہ معنی خیز لہجے میں بولا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ تم نمبر تین نہیں ہو۔" ماسٹر کی نے کہا۔ "باس بھی میری طرح کوئی کام ادھورا نہیں کرتا۔ نمبر تھری کی شناخت مجھے ائرپورٹ پہنچنے سے پہلے کرا دی گئی تھی۔"

"پھر؟"

"حالات ہی ایسے تھے کہ مجھے تمہارے کہنے پر عمل کرنا پڑا۔" اس نے کہا۔ "اس وقت زیادہ سوچنے کا موقع بھی نہیں تھا۔ ایک لمحہ ضائع ہو جاتا تو شاید ہماری کامیابی ناکامی میں بدل چکی ہوتی؟"

"بھوشن اور لاء منسٹر پر کیا بنی؟" میں نے اپنی معلومات کی خاطر پوچھا۔

"انہیں وی آئی پی لاؤنج میں جو مشروب پیش کیا گیا تھا اس میں بے ہوشی کی دوا بھی شامل تھی چنانچہ وہ اس وقت کسی بڑے ہسپتال کے وی آئی' پی روم میں اطمینان سے پڑے بے ہوشی کی نیند سو رہے ہوں گے۔"

ہمارے درمیان ابھی گفتگو کا سلسلہ جاری تھا کہ کمرے میں یکلخت سبز رنگ کی روشنی کا تیز جھماکا ہوا۔ میں اچھل کر ایک قدم پیچھے ہو گیا۔ میری گرفت جیب میں پڑے ہوئے آٹومیٹک پر مضبوط ہو گئی۔

"گھبراؤ نہیں میرے دوست۔" ماسٹر کی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "یہ ایک قسم کا سگنل تھا جو اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ہمیں اب کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے اور غالباً" ہمارے مطلوبہ آدمی بھی باہر موجود ہیں۔"

پھر اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ ماسٹر کی کا اندازہ غلط نہیں تھا۔ دروازے پر چھ عدد افراد موجود تھے جن میں سے دو کی آنکھوں پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں اور تین نقاب

[illegible] مشین گن لیے ان کو کور کیے کھڑے تھے۔ ان کے اندر [illegible] خودکار دروازہ پھر بند ہو گیا پھر ایک نقاب پوش نے [illegible] کر دونوں افراد کی آنکھوں کی پٹیاں کھول دیں۔ وہ [illegible] پھٹی پھٹی نظروں سے ماحول کا جائزہ لے رہے تھے۔ ان [illegible] کے چہروں پر خوف اور دہشت کی تمام تر علامتیں پوری شدت [illegible] تھیں۔ ان میں ایک شخص جو سوٹ میں ملبوس تھا اور [illegible] صورت شکل سے صاحب حیثیت نظر آ رہا تھا اس کی نگاہیں بستر [illegible] پڑے مریض پر جم گئیں۔ شاید اب وہ زبردستی وہاں لائے جانے کا مقصد سمجھ گیا تھا۔

"وقت مت ضائع کرو سرجن داؤدی۔" ماسٹر کی نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ حالات کے تقاضے ہی کچھ ایسے تھے کہ ہمیں تمہیں زبردستی یہاں لانا پڑا۔ عام حالات میں شاید تم کبھی ہمارے لیے خدمت انجام دینے پر آمادہ نہ ہوتے۔"

"مجھے کیا کرنا ہو گا؟" وہ شخص جسے سرجن داؤدی کہہ کر مخاطب کیا گیا تھا جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"ہمارے اس مریض کا ایک چھوٹا سا آپریشن۔" ماسٹر کی نے سنجیدگی سے کہا۔ "اس کی ایک ران پر آپریشن کے ٹانکے لگے ہوئے ہیں۔ تمہیں ان ٹانکوں کو کھول کر اندر کے زخم کی صفائی کرنی ہو گی۔"

"اور یہ مووی کیمرا۔"

"یہ تمام صورت حال کی منظر کشی کرے گا تاکہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے۔"

"آئی۔ سی۔" سرجن داؤدی نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "تم لوگ یقینی طور پر کسی غیر قانونی کام میں ملوث ہو اور مجھے بھی اس میں شریک ظاہر کر کے بلیک میل کرنا چاہتے ہو۔"

"بات اگر غیر قانونی نہ ہوتی میرے دوست تو اس وقت یہ مریض یہاں ہونے کے بجائے تمہارے آپریشن تھیٹر میں ہوتا۔" ماسٹر کی نے بڑی صاف گوئی سے جواب دیا۔ "رہا تمہیں اپنے جرم میں شریک کر کے بلیک میل کرنے کا مسئلہ تو میرے تینوں نقاب پوش بھی آپریشن کے وقت تمہارے اردگرد مشین گنیں تانے کھڑے ہوں گے۔ کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں ہو گا کہ تمہیں خودکار اسلحہ کے زور پر یہ سب کچھ کرنے پر مجبور کیا گیا ہے۔"

سرجن داؤدی نے کچھ کہنا چاہا لیکن پھر اپنا ارادہ ملتوی کر دیا۔ شاید اسے یقین ہو گیا کہ اسے جس مقصد کے لیے اغواء کیا گیا تھا اس کی تکمیل کیے بغیر اس کی گلو خلاصی نہ ہو گی۔ وہ مریض کے قریب جا کر اس ران کا معائنہ کرنے لگا جہاں پٹی بندھی ہوئی تھی۔ مووی بنانے والے کی حالت غیر ہو رہی تھی۔ [illegible] نہیں بلکہ خوف کا ری ایکشن تھا جس کی باعث وہ کانپ رہا تھا۔

"خود کو سنبھالو مسٹر۔" ماسٹر کی نے سرد لہجے میں مووی والے کو مخاطب کیا۔ "کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمیں ہمیشہ کے لیے تمہاری چھٹی کر کے تمہارا کام اپنے کسی آدمی کو سونپنا پڑے۔"

"نن۔ نہیں۔" وہ جلدی سے خود کو سنبھالتے ہوئے بولا۔ "تم جو چاہو گے میں وہی کروں گا۔"

ایک نقاب پوش نے میڈیکل بکس سرجن داؤدی کے قریب لے جا کر رکھ دیا پھر وہ تینوں رائفلیں تھامے اردگرد کھڑے ہو گئے۔ میں خاموش کھڑا ندیم کی صلاحیتوں پر غور کر رہا تھا جس نے بھوشن کے خلاف ثبوت جمع کرنے کے لیے ایک انتہائی موثر طریقہ کار اختیار کیا تھا۔

سرجن داؤدی کے ہاتھ مہارت سے کرشن ورما کے ٹانکے کھول رہے تھے۔ مووی کیمرا برابر چل رہا تھا۔ صرف میں اور ماسٹر کی اس کے فوکس سے دور کھڑے تھے۔ ٹانکا کھولنے کے بعد جب اندر سے ایک پولی تھین کی تھیلی برآمد ہوئی تو سرجن داؤدی نے حیرت سے ماسٹر کی کی سمت دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ سب کیا ہے؟"

جواب میں ماسٹر کی نے اشارہ کیا تو ایک نقاب پوش نے آگے بڑھ کر سرجن داؤدی کے ہاتھ سے وہ تھیلی لے کر پھر اسے کھولا تو سرجن کی آنکھیں بھی حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ پولی تھین کی تھیلی سے دس ہیرے اور جواہرات برآمد ہوئے تھے جو مووی کیمرے کی تیز فلش لائٹ میں جگمگا رہے تھے۔ ایک ایک منظر ریکارڈ ہو رہا تھا۔

"کیوں سرجن۔" مسٹر کی نے پوچھا۔ "کیا تمہیں اسمگلنگ کرنے کا یہ سائنٹیفک طریقہ پسند نہیں آیا؟"

سرجن نے کوئی جواب نہیں دیا۔ شاید وہ معاملے کی سنگینی میں اپنی شمولیت کے بارے میں نتائج پر غور کر رہا تھا۔ کچھ دیر بعد سرجن کو کمرے سے باہر لے جایا گیا اور مووی بنانے والے کے کانوں میں روئی کی اچھی خاصی مقدار ٹھونس دی گئی۔

"کرشن ورما یا روی شنکر۔" ماسٹر کی کی سرد آواز پھر کمرے میں گونجی۔ "اب تم شروع ہو جاؤ۔ اول سے آخر تک ایک ایک بات بیان کرتے چلے جاؤ لیکن اس بات کا خیال رکھنا کہ تم کوئی غلط بیانی نہیں کرو گے ورنہ شاید تم بھی قانون کے شکنجوں سے نہ بچ سکو اور تمہاری آخری خواہش پوری کرنے کی حسرت بھی دل کی دل ہی میں رہ جائے۔"

کرشن ورما کے چہرے سے شدید نقاہت ٹپک رہی تھی لیکن اسے ماسٹر کی کے حکم کی تعمیل کرنی ہی پڑی۔ کم و بیش اس نے وہی تمام باتیں دہرائی تھیں جو اس سے پیشتر میں ریکارڈ کر چکا تھا۔ آخر میں اس نے اس خواہش کا اظہار بھی بڑی ٹھوس آواز میں کیا تھا کہ اگر اسے زندگی میں ایک لمحے کے لیے بھی کوئی موقع

میسر آگیا تو وہ بھوشن جوزف سے اپنی بیوی گیتا کا بہت بھیانک انتقام لے گا۔ اپنے بیان میں اس نے اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ بیرون ملک میں مائیکل اسٹرانگ نامی ایک سرجن آپریشن کرکے خفیہ طور پر وہ ہیرے جواہرات رکھتا تھا جسے رزی سومرو نامی سرجن بعد میں نکالنے کا کام سرانجام دیتا تھا۔

کام مکمل ہونے کے بعد سرجن داؤدی اور مودی والے کو دوبارہ آنکھوں پر پٹی باندھ کر واپس لے جایا گیا۔ ویڈیو ٹیپ ماسٹر کی نے اپنے قبضے میں کرلیا تھا۔ آڈیو ٹیپ بدستور میری جیب میں محفوظ تھا۔

"مجھے یقین ہے کہ بھوشن جوزف اب کسی قیمت پر بھی نہ بچ سکے گا۔"

"ہو سکتا ہے۔"

"کیوں؟ کیا اتنے ثبوت کے باوجود وہ خود کو بے گناہ ثابت کر سکے گا۔"

"ناممکن بھی نہیں ہے۔" ماسٹر کی نے سنجیدگی سے کہا۔ "بھوشن ان تمام ثبوت کو یک طرفہ کارروائی بھی کہہ سکتا ہے۔ تم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ جس وقت فلائٹ نمبر 613 نے لینڈ کیا تھا اس وقت وہ حرامزادہ لاء منسٹر کے ساتھ تھا۔"

"آئی۔ سی۔" میں ہونٹ کاٹ کر رہ گیا۔

"اب ہمیں واپس چلنا ہوگا۔" اس نے میرے چہرے کے تاثرات پڑھتے ہوئے کہا۔ "تمہارا زیادہ دیر اس میک اپ میں رہنا مناسب نہیں ہوگا۔"

"کیا ندیم کو مشن کی کامیابی کی اطلاع مل چکی ہوگی۔"

"ہاں۔ باس کے جسم پر دو نہیں سیکڑوں آنکھیں ہیں۔"

میں خاموشی سے ماسٹر کی کے ساتھ ہو لیا۔ میرے ذہن میں متعدد خیالات ابھر رہے تھے۔ میں نے طے کرلیا تھا کہ بھوشن کو آسانی سے سکون کا سانس نہیں لینے دوں گا۔

☆☆☆

دفتر جاتے وقت بھی میرا ذہن ندیم کے بارے میں الجھ رہا تھا۔ گزشتہ رات نہ تو وہ گھر واپس ہوا تھا' نہ ہی اس کا کوئی فون آیا تھا۔ میں نے رات کو کئی بار کیسینو کے نمبر پر اسے رنگ کیا لیکن دوسری جانب سے کوئی مثبت جواب نہیں ملا۔ صبح سے بھی میں نے ندیم سے رابطہ قائم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی لیکن ابھی تک مجھے کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ کیسینو کے منیجر نے بھی اس کے بارے میں اپنی لاعلمی کا اظہار کیا تھا۔ مختلف وسوسے مجھے پریشان کر رہے تھے۔ ائرپورٹ پر وہ مریض کے آنے کے بعد اچانک ہی مجھ سے جدا ہوگیا تھا پھر اس کے بعد وہ کہاں گیا؟ کیا وہ ابھی تک کسی خاص مشن پر کام کر رہا تھا یا خدانخواستہ ائرپورٹ پر ہونے والی فائرنگ میں زخمی ہو کر کسی ہسپتال میں پڑا تھا؟ دونوں ہی صورتوں میں اسے کم از کم مجھ سے

رابطہ قائم کرنا چاہیے تھا؟

پھر یکلخت میرے ذہن میں ایک خیال بڑی سرعت ابھرا۔ کرشن درما کے حصول کے لیے اچانک ہی تین پارٹیوں درمیان ٹھن گئی تھی۔ ایک پارٹی پولیس کے سادہ لباس وال تھی۔ دوسری کا تعلق یقیناً بھوشن جوزف سے ہوگا۔ وہ مریض کے لیے اتنا اہم تھا کہ وہ اسے نظرانداز نہیں کرسکتے تھے۔ پارٹی ندیم کی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ ندیم ان کی نظر میں آگیا ہو اسے اغواء کرلیا گیا ہو؟

بہرحال میرا ذہن مختلف امکانات پر غور کر رہا تھا۔ میرا گواہی دے رہا تھا کہ ندیم جہاں بھی ہے محفوظ ہے لیکن کہاں؟ یہ سوال میرے لیے تشویش کا سبب بنا ہوا تھا۔ میں ساڑھے دس بجے دفتر میں داخل ہوا تو سراج وہاں پہلے سے تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات چغلی کھا رہے تھے کہ وہ رات جاگتا رہا ہے اور کسی شدید ذہنی الجھن میں مبتلا ہے۔ اس پریشانی کا سبب یقینی طور پر کرشن درما ہی تھا۔ مجھے اچھی طرح تھا کہ کرشن درما کے باہر آنے کے بعد سراج نے کسٹم آفیسر قریب جاکر کچھ کہا تھا اور جواب میں اسے کوئی ایسا ہی حکم نامہ دکھایا گیا تھا جسے دیکھ کر وہ تلملاتا رہ گیا تھا لیکن صبح ہی صبح اس میرے پاس آنا کیا معنی رکھتا تھا؟ کہیں اس نے مجھے میک اپ ہونے کے باوجود شناخت تو نہیں کرلیا تھا؟ یا پھر ندیم اسی کے قبضے میں تھا اور وہ مجھے ندیم کے بارے میں بتانے کی غرض سے آیا تھا۔

"خیریت۔" میں نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔ "صبح ہی صبح کیسے آنا ہوا؟"

"کچھ باتیں ایسی ہیں جس کے سلسلے میں' میں اپنے محکمے کے کسی آفیسر سے بھی تبادلہ خیال نہیں کرسکتا۔"

"لیکن میں؟"

"آپ بھی پولیس میں ایک اونچے عہدے پر فائز رہ چکے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے اکثر کچھ ایسی باتوں کی پیش گوئیاں بھی کی تھیں جو بعد میں حرف بحرف درست ثابت ہوئیں۔" سراج نے سنجیدگی سے کہا۔

"اوہ۔" میں مسکرا دیا۔ "انسان کی چھٹی حس اکثر اسے کسی آنے والے خطرے سے قبل از وقت آگاہ کردیتی ہے لیکن میں نہ تو دست شناس ہوں' نہ ہی ستاروں کی چال اور برج وغیرہ کا حساب کتاب لگا کر یقینی طور پر کوئی پیش گوئی کرسکتا ہوں۔"

"اس کے باوجود میرا خیال ہے کہ آپ مجھے کوئی بہتر مشورہ دے سکیں گے۔"

"عزت افزائی ہے آپ کی۔" میں نے انکسار سے کام لیا۔

جواب میں وہ ایک لمحے خاموش رہا پھر کرشن درما کے بارے میں فون پر ملنے والی اطلاع اور ائرپورٹ پر پیش آنے والے واقعات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے بولا۔

"میں نے آپ سے کہا تھا مسٹر شہباز کہ خان جابر اور بہرام کی موت کے بعد ایک ایسا آدمی میری لسٹ پر ہے جس کی گرفتاری اور بیان حاصل کرنے کے بعد ہم بھوشن جوزف پر ہاتھ ڈال سکتے تھے۔"

"تو کیا وہی مریض۔" میں نے سادگی سے دریافت کیا۔

"جی ہاں۔" سراج نے کہا۔ "وہ دراصل بھوشن جوزف کے لیے ناجائز تجارت کا کام سرانجام دیتا تھا۔ کم از کم میری اطلاع یہی ہے لیکن جس وقت میں نے اسے حراست میں لینے کی کوشش کی کسٹم کے ایک سینئر آفیسر نے مجھے ایک ایسا کاغذ دکھایا جس کے بعد میں خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔"

"کیا درج تھا اس کاغذ میں؟"

"چیف منسٹر کا حکم نامہ جس میں واضح طور پر کہا گیا تھا کہ اس مریض کو کوئی ایجنسی پریشان کرنے کی کوشش نہ کرے۔"

"آئی۔ سی۔ گویا بھوشن جوزف نے مریض کو کلیئر کرانے کی خاطر اپنے پورے اثر و رسوخ سے کام لیا تھا۔"

"اس کے علاوہ ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"وہ کیا؟"

"اس مریض کو حاصل کرنے کی خاطر تین مختلف پارٹیاں آپس میں ٹکرا گئی تھیں۔" سراج نے مجھے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ "ایک کا تعلق پولیس فورس سے تھا۔ وہ سب میرے قابل اعتماد اور بھروسے کے آدمی تھے لیکن میں بروقت انہیں چیف منسٹر کی طرف سے جاری کیے جانے والے حکم نامے کے سلسلے میں نہیں بتا سکا تھا۔ دوسری پارٹی بھوشن کے علاوہ کسی اور کی نہیں ہو سکتی لیکن تیسری پارٹی۔"

"اس کا تعلق کس گروہ سے تھا؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا

"میں ابھی یقین سے نہیں کہہ سکتا لیکن ایک بات وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ٹکراؤ کی وہ صورت اسی تیسری پارٹی کی وجہ سے شروع ہوئی تھی۔ ہو سکتا ہے انہیں بھی اس مریض کی اہمیت کا علم رہا ہو اور وہ اسے حاصل کرنا چاہتے ہوں۔"

"کیا آپ کے سادہ لباس والوں نے کسی مشتبہ فرد کو حراست میں بھی لیا ہے۔"

"جی نہیں۔ صورت حال بس اچانک ہی خراب ہوگئی تھی پھر مسافروں اور ہجوم میں بھگدڑ کے باعث ہم کسی کو حراست میں لینے کی پوزیشن میں بھی نہیں تھے۔"

"اور اس کے بعد مریض چھو منتر ہوگیا۔"

"اس کے علاوہ ایک خاص بات اور بھی تھی۔" سراج نے سنجیدگی سے کہا۔

"وہ کیا؟"

"کیا میں امید رکھوں کہ آپ اسے صرف اپنی حد تک محدود رکھیں گے۔"

"اگر وہ بات اتنی ہی اہم ہے تو پھر جانے دیجیے۔" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"نہیں۔ آپ غلط نہ سمجھیں۔" سراج نے جلدی سے وضاحت کی۔ "میں یہ بات اس لیے عرض کر رہا ہوں کہ اسے خفیہ رکھنے کی خاطر مجھے پریس والوں سے بھی درخواست کرنی پڑی ہے۔ کیا آپ یقین کریں گے کہ میں رات کو ایک پل بھی نہیں سو سکا۔"

"ایسی کیا اہم بات تھی؟"

"جس وقت ائرپورٹ پر افراتفری مچی تھی اس وقت بھوشن جوزف اور لاء منسٹر بھی وی آئی پی لاؤنج کے مخصوص کمرے میں موجود تھے۔ ان دونوں کو بے ہوشی کی حالت میں پایا گیا تھا۔ اب وہ ملٹری ہسپتال میں ہیں۔"

"آپ نے ان دونوں کی موجودگی کے سلسلے میں کیا نتیجہ اخذ کیا ہے۔"

"بھوشن بھی وہاں اسی مریض کی خاطر موجود ہوگا اور لاء منسٹر بھوشن کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے اس کے ساتھ تھا۔"

"مریض کے بارے میں کوئی سراغ ملا؟"

"ابھی تک اس کے بارے میں کوئی خبر نہیں ملی۔" سراج نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "پولیس کا مخصوص دستہ تمام رات مختلف مقامات پر چھاپے مارتا رہا ہے لیکن کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ اوپر سے بار بار فون موصول ہو رہے ہیں کہ اس کو ہر قیمت پر جلد از جلد بازیاب کیا جائے۔"

قبل اس کے کہ میں کوئی جواب دیتا انٹرکام کا بزر بجا اور میں

نے سراج سے معذرت کرتے ہوئے ریسیور اٹھالیا۔ "سر۔ مسٹر ندیم کی کال ہے۔" عارف کی آواز سنائی دی۔ "میں نے انہیں بتا دیا ہے۔ آپ اس وقت سراج صاحب کے ہمراہ مصروف ہیں۔ اس کے باوجود وہ آپ سے کوئی ضروری بات کرنا چاہتے ہیں۔"

"ملادیں۔" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"مجھے معلوم ہے کہ مسٹر سراج اس وقت تمہارے پاس کس مقصد سے آئے ہوں گے؟" ندیم نے کہا۔ "میری بات ختم ہوتے ہی تم اس طرح چونکنا جیسے تم مجھ سے قطعی ناواقف ہو۔ سراج کو کسی قسم کا شبہ نہیں ہونا چاہیے۔"

"کون ہو تم۔" میں نے ندیم کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے چونک کر دریافت کیا۔

"تمہارے سراج صاحب کو جس مریض کے سلسلے میں پریشان ہونا پڑ رہا ہے وہ اس وقت ایمبیسڈر ہوٹل کی دوسری منزل پر روم نمبر دو سو بائیس میں بے ہوشی کی حالت میں موجود ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" اس بار میں نے چونکنے کی اداکاری نہیں کی تھی۔ ندیم کی بات سن کر مجھے حیرت ہی ہوئی تھی۔

"وہ مریض اب ہمارے لیے کار آمد نہیں رہا۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "ہمیں جو ثبوت درکار تھے وہ مل چکے ہیں۔ ایک بات اور ایمبیسڈر میں بھوشن جوزف کا نام بھی شیئر ہولڈروں کی فہرست میں موجود ہے۔"

"تم یہ باتیں مسٹر سراج سے بھی براہ راست کر سکتے ہو۔" میں جھلاتے ہوئے خشک لہجہ اختیار کیا۔

"اچھے جارہے ہو، لیکن تم نے ماسٹر کی کو نمبر تین کا حوالہ دے کر عقلمندی کا ثبوت نہیں دیا تھا۔" ندیم نے جواب دیا۔ "قسمت ہی تھی جو بچ گئے۔ ویسے تمہاری اطلاع کے لیے بتا دوں کہ ماسٹر کی کو اس بات کا علم تھا کہ تم نمبر تھری نہیں تھے۔"

"پھر؟"

"سچویشن کے پیش نظر اس نے تمہاری بات مان لی تھی۔ اچھا بائی بائی، شام کو گھر پر ملاقات ہوگی۔"

دوسری جانب سے سلسلہ منقطع ہوا تو میں نے غصہ سے ریسیور کریڈل پر رکھا۔ سراج کو یہ بتانا مقصود تھا کہ میں دوسری جانب گفتگو کرنے والے سے واقف نہیں ہوں۔

"کون تھا؟" سراج نے پوچھا۔ اپنے نام کو سن لینے کے بعد وہ بھی چونکا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ کوئی بلا وجہ آپ کو پریشان کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"کوئی خاص بات؟"

"جی ہاں۔" میں نے الجھتے ہوئے جواب دیا۔ "دوسری جانب سے آپ کے لیے یہ اطلاع دی گئی ہے کہ پولیس کو مطلوبہ مریض اس وقت ایمبیسڈر ہوٹل کے روم نمبر دو سو بائیس میں بے ہوشی کی حالت میں موجود ہے اور اس ہوٹل میں شیئر ہولڈروں کی لسٹ پر بھوشن کا نام بھی ہے۔"

"مگر میرا خیال ہے کہ یہ انفارمیشن آپ کو ٹریپ کرنے کی خاطر بھی کی جا سکتی ہے۔"

"وہ کس طرح؟"

"اگر بھوشن کا تعلق ایمبیسڈر ہوٹل سے ہے تو پھر مریض کا وہاں ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟"

"ہو سکتا ہے کہ اس میں بھوشن ہی کی کوئی چال ہو۔" سراج نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "اس دوغلے صفت کمینے سے کوئی بات بعید بھی نہیں ہے۔ خان جابر اور بہرام کی مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس وقت اسی حرامزادے کے کسی آدمی نے کال کیا ہو۔"

"پھر۔"

"ایمبیسڈر کے روم نمبر دو سو بائیس کو چیک کر لینے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔" سراج نے کہا پھر اس نے میرے آفس سے اٹھ کر جانے میں کچھ زیادہ ہی جلدی کا مظاہرہ کیا تھا۔

❋

شام کو ندیم سے گھر پر ملاقات ہوئی تو وہ خاصا الجھا الجھا سا نظر آرہا تھا۔

"تم کل رات سے کہاں غائب تھے؟" میں نے پوچھا۔ "میں نے تمہارے ہر ٹھکانے پر پیغامات چھوڑے تھے لیکن تم سے رابطہ نہیں ہو سکا۔"

"جھک مارتا پھر رہا تھا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے کہا۔ "تم کچھ پریشان دکھائی دے رہے ہو۔"

"شاید۔" اس بار ندیم نے خود پر قدرے قابو پاتے ہوئے جواب دیا۔ "ہمیں یہ بات تسلیم کرنی پڑے گی کہ بھوشن اور اس کے گرگے ہر وقت اپنی آنکھیں کھلی رکھتے ہیں۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"سراج نے ہمارے مطلوبہ مریض کو ایمبیسڈر ہوٹل سے بازیاب کرلیا ہے لیکن زندہ حالت میں نہیں۔" ندیم نے کہا۔ "مجھے دراصل اس بات کا علم بعد میں ہوا تھا کہ اس ہوٹل میں بھوشن کی پارٹنرشپ ہے۔ ورنہ میں کرشن ورما یا ہری رام کو وہاں بھجوانے کی حماقت کبھی نہ کرتا۔"

"گویا اسے بھوشن کے کسی آدمی نے مار دیا۔"

"ظاہر ہے۔ جب وہ ہوٹل کا سینئر پارٹنر ہے تو اس کے آدمی بھی وہاں ضرور موجود ہوں گے جنہوں نے مریض کو پہچان کر بھوشن کو اطلاع دی اور اس نے بہرام کی طرح اسے بھی ختم کرا دیا۔ وہ شخص اب اس کے لیے بھی کار آمد نہیں رہا تھا۔ زندہ رہتا

تو بھوشن کے لیے پریشانی کا سبب ضرور بن سکتا تھا۔"

"لیکن سراج کے بیان کے مطابق تو بھوشن اور لاء منسٹر دونوں ہی ہسپتال میں بے ہوش پڑے تھے پھر۔"

"ضروری نہیں ہے کہ ہر حکم بھوشن ہی کی طرف سے جاری ہوتا ہو۔ اس کی عدم موجودگی میں خاص خاص موقع پر اس کے کسی قابل اعتماد آدمی کو بھی اس قسم کے اختیار حاصل ہوں گے۔"

"لیکن وہ ویڈیو ٹیپ۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"ماسٹر کی کا خیال درست ہے۔" ندیم نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا۔ "مریض کے مرجانے کے بعد اب اس ٹیپ کی کوئی قانونی حیثیت نہیں رہ جاتی۔ بھوشن یہی کہے گا کہ اس کے کسی دشمن نے اسے پھنسوانے کی خاطر وہ ٹیپ بنوائی ہے۔ ظاہر ہے ہم کسی کرائے کے آدمی کو بھی حاصل کرکے اس سے وہی کردار ادا کرا سکتے تھے جو مریض نے ادا کیا ہے۔"

"لیکن ایک مہرہ ابھی ایسا باقی ہے جو ہمارے لیے بھوشن کے خلاف اہم گواہ کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔"

"تم شاید سرجن داؤدی کی بات کر رہے ہو؟"

"ہاں۔"

"آج صبح وہ بھی چل بسا۔" ندیم نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "پوسٹ مارٹم کی رپورٹ نے اس کی موت کو ہارٹ فیل قرار دیا ہے۔"

"اور جس نے ویڈیو فلم تیار کی تھی۔" میں نے جلدی سے پوچھا۔

"وہ بھی دو روز سے لاپتا ہے۔"

"آئی۔ سی۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔ "گویا بھوشن کے آدمیوں نے تمام ثبوت ایک ایک کرکے مٹا دیے۔"

"اس کی جگہ تم ہوتے تو تم بھی وہی سب کچھ کرتے جو بھوشن نے کیا ہے۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا پھر کچھ توقف سے بولا۔ "لیکن میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو اپنی ہار تسلیم کر لیتے ہیں۔ سچ پوچھو تو مجھے خوشی ہے کہ بہت عرصے بعد اپنے ہی کسی ہم پلہ سے واسطہ پڑا ہے۔"

"ڈاکٹر سومرو کے بارے میں کیا خیال ہے۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "کرشن ورما نے اپنے بیان میں کہا تھا کہ وہی سرجری کرکے ہمیشہ ہیرے جواہرات برآمد کیا کرتا تھا۔"

"ہاں، مجھے یقین ہے کہ مریض نے غلط نہیں کہا ہوگا لیکن کسی ٹھوس ثبوت کے بغیر ہم سرجن سومرو پر بھی ہاتھ نہیں ڈال سکتے۔ اس کے علاوہ اس کے ہاتھ بھی بہت لمبے ہیں۔ چیف منسٹر سے اس کے ذاتی اور براہ راست تعلقات ہیں۔"

"گویا اتنی بھاگ دوڑ اور اچھل کود کے باوجود ہم اسی مقام پر کھڑے ہیں جہاں سے بڑے جوش و خروش سے آگے بڑھے تھے۔"

"اگر وہ مریض زندہ حالت میں سراج کو مل جاتا تو بات بن سکتی تھی۔"

"کیا تم اسے ایمبیسڈر بھیجنے کے بجائے کسی اور طریقے سے سراج کے حوالے نہیں کر سکتے تھے۔" میں نے تیزی سے کہا۔

"نہیں۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ میں یا میرا کوئی آدمی سراج کی نظر میں آئے۔"

"اب صرف ایک طریقہ باقی رہ جاتا ہے۔"

"وہ کیا؟"

"ہم براہ راست بھوشن کو ٹارگٹ بنا کر ہمیشہ کے لیے آرام کی نیند سلا دیں۔"

"جذباتی مت بنو۔" ندیم نے کہا۔ "تم ان طاغوتی قوتوں کو فراموش کر رہے ہو جو قدم قدم پر ہمارے آڑے آرہی ہیں۔ بھوشن بھی ان ہی گندی قوتوں کی ایک پیداوار ہے جس کی کہانی خان جابر سے شروع ہوئی تھی۔ بھوشن نے صرف خان جابر کو بچانے کی کوشش کی تھی اور اسی کوشش میں وہ ملوث ہوتا چلا گیا۔"

"پھر تو ایک ہی صورت باقی رہ جاتی ہے۔" میں نے تلملا کر کہا۔ "ہم ناپاک اور گندی طاقتوں کے سامنے گھٹنے ٹیک دیں۔"

"اس کا مشورہ میرے بجائے تمہاری کالکا رانی زیادہ بہتر طور پر دے سکتی ہے۔" ندیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

میں کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور ندیم نے اس طرح لپک کر ریسیور اٹھالیا جیسے اسے کسی کی کال کا انتظار رہا ہو۔

میرے دماغ کی ساری چولیں ہل کر رہ گئی تھیں۔ صندلی انگوٹھی اور کمبل پوش بزرگ کی کرامت کی وجہ سے میں محفوظ تھا۔ ندیم کے ساتھ بھی کوئی ایسی ہی صورت تھی جس کی وجہ سے موہنی یا کسی اور قوت نے اسے ابھی تک نشانہ نہیں بنایا تھا لیکن وہ اب تک ہر اس رستے کو بند کرنے میں کامیاب رہی جس پر ہم نے قدم آگے بڑھانے کی کوشش کی تھی۔ حالات کا یہ سلسلہ شنکر کی منحوس ذات سے روپ نگر میں شروع ہوا تھا اور ابھی تک جاری تھا۔ قدم قدم پر اس کی شاخیں پھوٹتی جارہی تھیں۔ بہت سارے بے گناہ دو طاقتوں کے بیچ پس کر زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ میرے والد بھی ان مرنے والوں میں شامل تھے، اگر کالکا نے بروقت مدد نہ کی ہوتی تو شاید ماں کا سایہ بھی میرے سر سے اٹھ چکا ہوتا۔ میں نے کچھ سوچ کر کالکا کو یاد کیا۔

"تمہاری بڑی کرپا جو تم نے اپنی کالکا رانی کو یاد کیا۔" کالکا کی آواز کہیں دور سے سنائی دی۔ شاید اس کی قوت ندیم کے مکان کی حدود میں نہیں داخل ہو سکتی تھی۔

"میں بڑی شدت سے تمہاری ضرورت محسوس کر رہا ہوں۔" میں نے دل پر جبر کر کے لگاوٹ کا اظہار کیا۔ "کیا تم میرے کسی کام نہیں آسکتیں۔"

"میں جانتی ہوں کہ تم مجھ سے کیا سمانتا چاہتے ہو لیکن ابھی میں کچھ نہیں کر سکتی۔"

"کیوں؟"

"موہنی کو دیوی دیوتاؤں کا آشیرباد حاصل ہے۔" کالا نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "تم نے کومل ورما کو ختم کر کے میرے لیے اور دشواریاں پیدا کر دی ہیں۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے وضاحت چاہی۔

"کومل ورما دراصل موہنی کا ایک دوسرا روپ تھی۔ تم نے اسے جلا کر موہنی کی مہان شکتی کو للکارنے کی بھول کی ہے۔"

"لیکن یہ بات تم نے مجھے پہلے کبھی نہیں بتائی تھی۔" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"دکھ تو اسی بات کا ہے کہ میں نے جو بات تمہیں بتائی تھی اسی کے کارن میں ان سے مجبور ہو کر رہ گئی ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"داور یاد ہے تمہیں۔" کالا نے بدستور سپاٹ لہجے میں کہا۔ "میں نے تمہیں بتایا تھا کہ جب دو مہان شکتیاں آپس میں ٹکراتی ہیں تو ان میں سے ایک جل کر بھسم ہو جاتی ہے۔ مجھے اب پورا وشواس ہو گیا ہے تمہارے پاس بھی کوئی شکتی ہے جس نے پہلے داور کو اب موہنی کو جلا کر راکھ کر دیا۔"

"جس دن مجھے حادثہ پیش آیا تھا شاید اس دن تم نے بھی اسی اندیشے کی وجہ سے مجھے اپنا روپ دکھانے سے انکار کیا تھا۔" میں سنجیدہ ہو گیا۔

"ایک بات بتاؤ گے؟"

"کیا؟"

"کیا اب بھی تم انکار کرو گے کہ تم اس شکتی کو نہیں جانتے جو تمہاری سمانتا کر رہی ہے۔" کالا کے لہجے میں کاٹ تھی۔ "جس سمے تم نے کومل ورما کے سندر شریر کو ہاتھ لگایا تھا اس سمے میں تم سے زیادہ دور نہیں تھی۔ میں نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور اسی کارن مجھے وشواس ہو گیا ہے کہ تم اس شکتی سے جان کاری رکھتے ہو لیکن تم نے مجھے اندھیرے میں ہی رکھا۔"

"غلط فہمی کا علاج لقمان حکیم کے پاس بھی نہیں تھا۔" میں نے انجان بننے کی کوشش کی۔ "مجھے نہیں معلوم کہ وہ کون سی قوت ہے جو میری مدد کر رہی ہے۔ ہو سکتا ہے جس طرح تمہارے دیوی دیوتا تمہاری مدد کر رہے ہیں اسی طرح کوئی رحمانی قوت میری بھی مدد کر رہی ہو۔"

"عارفہ کے بارے میں کیا کہو گے بھولے ناتھ۔" کالا نے چلے کٹے انداز میں جواب دیا۔ "کیا تم سوگند کھا کر کہہ سکتے ہو تمہیں اس نار سے کوئی لگاؤ نہیں۔"

"وہ میری سیکریٹری ہے اس لیے مجھ سے قریب بھی رہتی ہے لیکن اس کا یہ مطلب۔۔۔"

"نہیں شہباز۔ تم کالا کو دھوکا نہیں دے سکتے۔" اس نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ "اس سمے میں جا رہی ہوں۔ دوبارہ آؤں گی لیکن میری ایک بات یاد رکھنا۔ میں نے تم سے کہا تھا اگر تم نے کسی اور سندری کو اپنے من میں بسایا تو کالا سے تمہارے سارے سمبندھ ٹوٹ جائیں گے۔

پھر تم کالا کو سارا جیون نہ پا سکو گے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر کالا تمہارے جیون سے دور ہو گئی تو کوئی دوسری سندری کبھی اس کی جگہ نہ لے سکے گی۔ تم میرا مطلب سمجھ رہے ہو نا۔"

"لیکن عارفہ۔"

"میری بات پر اطمینان سے دھیان دینا پرنتو ایک بات گرہ سے باندھ لو، اگر تم نے کالا کے من کو ٹھیس پہنچائی تو یہ تمہیں بہت مہنگا پڑے گا۔"

"کیا تم بھی موہنی کی طرح میرے خون کی پیاسی ہو جاؤ گی۔"

"اس کا فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔" کالا نے سرد مہری سے جواب دیا پھر میں نے اسے کئی آوازیں دیں لیکن اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔

کالا کی باتوں نے میرے تن بدن میں آگ لگا دی۔ اس نے کھلے لفظوں میں مجھے آگاہ کرنے کی کوشش کی تھی کہ اگر میں نے عارفہ کی طرف سے اپنا خیال نہ بدلا تو عارفہ کی زندگی کو خطرہ لاحق ہو سکتا تھا۔ مجھے اپنی بے بسی کا احساس ہوا تو میری رگوں میں گردش کرنے والے خون کی رفتار کچھ اور تیز ہو گئی۔

ندیم ابھی تک فون پر گفتگو میں مصروف تھا پھر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر خون کی تمازت دوچند نظر آ رہی تھی شاید فون پر بھی اسے کوئی مایوس کن اطلاع موصول ہوئی تھی۔ میرا قیاس غلط نہیں تھا۔

"ایک اور اہم ثبوت ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔" ندیم نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "مائیکل اسٹرانگ جو سرجری کرنے کے بعد کرشن ورما کی ران میں ہیرے جواہرات رکھتا تھا اسے بھی گولی مار دی گئی۔ ابھی بیرون ملک سے مجھے یہی اطلاع ملی ہے۔"

فون کی گھنٹی دوبارہ بجی۔ ندیم نے لپک کر کال ریسیو کی پھر ریسیور میرے حوالے کر دیا۔ دوسری جانب سراج تھا۔ اس نے بھی مجھے کرشن ورما کے بارے میں وہی کہانی سنائی جو ندیم مجھے سنا چکا تھا۔ ایک لمحے کے لیے میرے دل میں یہ خیال ابھرا کہ سراج سے سرجن داوَدی کے بارے میں دریافت کروں لیکن پھر میں نے

اپنا ارادہ ترک کر دیا۔

ندیم سراج سے میری گفتگو کے دوران ہی کمرے سے باہر جا چکا تھا۔

✼

کالا کی باتیں میرے ذہن میں گردش کر رہی تھیں۔ میری [illegible] اب تک بہت سارے افراد موت کی نیند سو چکے تھے اور اب شاید عارفہ کی باری تھی۔ وہ بے قصور اور معصوم لڑکی جس کا گناہ صرف اتنا تھا کہ اس نے مجھ سے محبت کی تھی۔ میں نے دستی گھڑی پر نظر ڈالی اس وقت شام کے ساڑھے سات کا عمل تھا۔ کچھ سوچ کر میں نے عارفہ کے نمبر ڈائل کیے۔ کال خود اسی نے ریسیو کی تھی۔

"میں شہباز بول رہا ہوں۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے کہا۔

"اس وقت میرا خیال کیسے آگیا؟" وہ ایک لمحے کو بہکی پھر سنبھل کر بولی۔ "میرا مطلب ہے کہ میرے لائق کوئی خدمت۔"

"ہاں۔ مجھے تم سے ایک بہت اہم کام ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "لیکن کام بتانے سے پہلے تم وعدہ کرو کہ میں جو کچھ کہوں گا تم اس پر آنکھ بند کر کے عمل کرو گی۔ کوئی وجہ دریافت نہیں کرو گی۔"

"ایسا کیا کام درپیش ہے۔"

"پہلے وعدہ کرو۔ اس کے بعد بتاؤں گا۔"

"آپ حکم دیجیے۔" اس نے تھوڑے توقف سے جواب دیا۔ وہ اس وقت مجھ سے دور تھی لیکن اس کی آواز سے میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ حکم دیجیے کہتے وقت اس کے معصوم چہرے پر دھنک رنگ ضرور جاگ اٹھے ہوں گے، مگر یہ وقت احساسات کا نہیں بلکہ عمل کا تھا چنانچہ میں نے سنبھل کر کہا۔

"عارفہ۔ جتنی جلدی ممکن ہو تم اپنا ضروری سامان کسی اٹیچی میں رکھ کر میرے پاس چلی آؤ۔"

"لیکن اس وقت۔"

"مجھ پر بھروسا کرو، یہ وقت تفصیل بتانے کا نہیں ہے۔"

"پھر بھی۔"

"بحث مت کرو۔" میں نے تحکمانہ انداز میں کہا۔ "تم مجھ سے میری بات پر عمل کرنے کا وعدہ کر چکی ہو۔"

میں نے ریسیور واپس کریڈل پر رکھ دیا۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں۔ میں سیدھا اٹھ کر ماں کے پاس گیا وہ اپنی عبادت میں مشغول تھیں۔ میرے چہرے کو ایک ماں کی نظروں سے دیکھا تو شاید انہیں میری گھبراہٹ کا علم ہو گیا۔ جلدی سے دعا ختم کر کے چہرے پر ہاتھ پھیر کر بولیں۔

"کیا بات ہے بیٹے۔ تم مجھے کچھ فکر مند نظر آ رہے ہو۔"

"امی۔" میں نے ان کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔ "آپ نے کہا تھا نا کہ میں جتنی جلدی ممکن ہو اپنا گھر بسا لوں۔"

"یہ میری بڑی دیرینہ آرزو ہے۔"

"میں اس وقت آپ سے ایک ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"کہو۔"

"میں نے جس لڑکی کو پسند کیا ہے وہ کچھ ہی دیر میں اپنا ضروری سامان سمیٹ کر یہاں پہنچنے والی ہے۔"

"یہ۔۔۔یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟" ماں کی حیرت بے جا نہیں تھی۔

"میری وجہ سے اس کی زندگی کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔" میں نے تیزی سے جواب دیا۔ "تفصیل میں آپ کو بعد میں بتاؤں گا لیکن اتنا وعدہ کرتا ہوں کہ اگر لڑکی آپ کو پسند نہ آئی تو میں اس سے شادی کرنے کا خیال دل سے نکال دوں گا مگر جب تک وہ خطرے میں ہے اس وقت تک اسی چھت کے نیچے آپ کے سائے میں رہے گی۔"

"تم اس لڑکی کی بات تو نہیں کر رہے ہو جو تمہارے دفتر میں کام کرتی ہے۔"

"جی ہاں۔"

"کیا اس وقت تم نے اسے یہاں آنے کو کہا ہے؟"

"جی ہاں۔"

"مگر بیٹے کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ اس وقت یہاں آجائے گی؟"

"نہیں آئے گی تو مجھے اس کی موت کا بے حد افسوس ہو گا۔" میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟" ماں نے چونک کر پوچھا۔ "اسے کس قسم کا خطرہ لاحق ہے؟"

"کچھ طاغوتی قوتیں اسے میرے راستے سے ہٹانے کا فیصلہ کر چکی ہیں۔" میں نے ماں کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر کہا پھر میری آواز رندھ گئی۔ "ان ہی کالی اور ناپاک طاقتوں نے مجھے باپ کے سائے سے بھی محروم کیا تھا، اگر خدا کی رحمت اور آپ کے بڑے ابا کی دعاؤں نے میرا ساتھ نہ دیا ہوتا تو شاید وہ گندی اور منحوس قوتیں آپ کو بھی۔۔۔" میں اپنا جملہ مکمل نہ کر سکا۔ میرے آنسو ماں کے گالوں پر بہے تو وہ تڑپ اٹھیں۔ میرے چہرے کو دونوں ہاتھ میں لے کر بڑے پیار سے بولیں۔

"پریشان مت ہو میرے بچے۔ موت اور زندگی اس قادر مطلق کے ہاتھ میں ہے جس نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ خدا کی رحمتیں اور بڑے ابا کی دعائیں ضرور تمہاری حفاظت کریں گی۔"

میں ماں سے بیٹھا باتیں کر رہا تھا کہ ملازم نے آکر عارفہ کی آمد کی اطلاع دی۔ میں نے ماں کی طرف دیکھا تو وہ مسکراتی ہوئی اٹھیں اور جا کر عارفہ کو اندر لے آئیں۔ اس کی کیفیت کچھ عجیب سی تھی۔ کبھی وہ میری سمت دیکھتی اور کبھی سہمی سہمی نگاہوں سے

امی حضور کو دیکھنے لگی۔

"گھبراؤ مت بیٹی۔" ماں نے بڑی شفقت سے عارفہ کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "تم نے اچھا کیا جو میرے پاس چلی آئیں۔ مجھے ماں ہی سمجھو۔ یہاں تمہیں میرے ہوتے ہوئے کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا۔"

"خطرہ۔" عارفہ نے میری طرف وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجی اور میں نے لپک کر ریسیور اٹھا لیا۔ میری چھٹی حس کسی بری خبر کی اطلاع دے رہی تھی پھر وہی ہوا جس کا میں نے اندازہ لگایا تھا۔ میں نے ریسیور اٹھا لیا تو دوسری جانب سے کسی نوارد نے کہا۔

"مجھے افسوس ہے مسٹر شہباز کہ تمہاری عارفہ اب تک جل بھن کر کسی جلے ہوئے بکرے کی شکل اختیار کر چکی ہوگی۔"

میں نے جلدی سے فون کا مائک آن کر دیا تاکہ عارفہ بھی ہونے والی گفتگو سن سکے پھر میں نے جھلاتے ہوئے کہا۔ "کون ہو تم؟"

"اگر میں نے تمہاری عارفہ بیگم کو موہنی کی ماں کی طرح آگ میں جلا کر بھسم کر دیا ہے تو یقیناً تم مجھے اپنا دوست نہیں کہو گے۔"

اس آواز کو سن کر امی حضور کے علاوہ خود عارفہ کے چہرے پر بھی پریشانی کے سائے لہرانے لگے تھے۔

"تمہارا خیال درست ہے۔" میں نے حقارت سے کہا۔ "لیکن تم نے جو قدم اٹھایا ہے وہ آگ کو سرد کرنے کے بجائے اور ہوا دے گا' اگر تم مرد ہوتے تو ایک معصوم لڑکی کے بجائے مجھ سے مقابلہ کرتے۔"

"فکر مت کرو۔ وہ گھڑی بھی دور نہیں جب ہم تمہیں گریبان سے گھسیٹ کر اپنے قدموں پر خارش زدہ کتوں کی طرح لوٹنے پر مجبور کر دیں گے۔"

"تمہاری یہ حسرت تمہیں قبر تک بھی لے جا سکتی ہے۔"

"اس کا فیصلہ اتنی جلدی مت کرو مسٹر شہباز۔" دوسری جانب سے سرد لہجے میں جواب ملا۔ "تمہاری وجہ سے ہمارے باس کو اپنے دو قیمتی آدمیوں سے ہاتھ دھونا پڑا ہے۔ میرا اشارہ کرشن ورما اور مائیکل اسٹرانگ کی طرف ہے۔ کیا اب بھی اس کی وضاحت باقی رہ جاتی ہے کہ میں نے تمہاری چہیتی کو بھڑکتی ہوئی آگ میں روسٹ کرنے کے لیے کس کے حکم کی تعمیل کی ہے؟"

"بکواس مت کرو۔" میرے لہجے میں سفاکی آگئی۔ "میں جانتا ہوں کہ تم نے اپنی نامردی کا ثبوت کس کے اشارے پر دیا ہے۔"

"اتنی عقلمندی کی باتیں مت کرو مائی ڈیئر۔ کہیں تمہیں کسی کی نظر نہ لگ جائے۔" بولنے والے نے میرا مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔

"عارفہ کے خلاف جس نے بھی انتقامی کاررو[illegible] اسے یہ سودا بڑا مہنگا پڑے گا۔" میں نے تیزی سے [illegible] "عارفہ کا خون رائگاں نہیں جائے گا۔"

"زیادہ اونچا اڑنے کی کوشش کرو گے تو منہ کے بل گر کر خود کو زخمی کر لو گے۔ بہتر یہی ہے کہ اب عارفہ کی [illegible] ایک اتفاقیہ حادثہ سمجھ کر بھول جاؤ۔ اسی میں تمہار[illegible] ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ تم اس وقت اپنے ہوش میں [illegible] کوئی گندی قوت ہے جو تمہارے ذہن کو ریموٹ کنٹرول [illegible] اپنے اشاروں پر چلنے پر مجبور کر رہی ہے۔ تمہاری حیثیت [illegible] بے جان کھلونے سے زیادہ نہیں۔"

"کھلونے بولا نہیں کرتے۔"

"بولتے ہیں لیکن اپنی مرضی سے نہیں۔ اس میں بھی [illegible] تیکنیک کا دخل ہوتا ہے۔" میں نے سپاٹ آواز میں [illegible] "تمہیں اس وقت شاید خود بھی نہیں معلوم کہ تم کس کے [illegible] پر رقص کر رہے ہو۔"

جواب میں دوسری جانب سے خاموشی چھا گئی۔

"کالکا۔" میرے ذہن میں ایک ہی نام ابھرا۔ کچھ [illegible] اسی نے مجھے عارفہ کے سلسلے میں دبی زبان میں دھمکی د[illegible] اسی خیال کے پیش نظر میں نے حفظ ماتقدم کے طور پر عارفہ [illegible] کے فلیٹ سے ہٹنے کی تجویز پیش کی تھی۔ مجھے خوشی تھی [illegible] اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکا تھا۔

"شہباز۔" ماں نے پوچھا۔ "یہ سب کیا ہے؟"

"مائی گاڈ۔" عارفہ نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ "[illegible] نے فلیٹ نہ چھوڑا ہوتا تو شاید اس وقت..."

"خدا جو کرتا ہے بہتر ہی کرتا ہے۔" میں نے ماں اور [illegible] سمجھاتے ہوئے کہا۔ "مجھے خدا کی ذات پر مکمل یقین ہے [illegible] مال و اسباب کے مقابلے میں زیادہ قیمتی شے ہے۔"

"شہباز۔" میں نے کہا۔ "کیا تمہیں اس بات کا علم [illegible] باطل قوتیں یا تمہارے دشمن عارفہ کو ختم کرنا چاہتے ہیں؟"

"مجھے شبہ تھا اور میرا شبہ درست ثابت ہوا۔"

"کیا اس میں بھی ان ہی طاقتوں کا دخل ہے جنہوں [illegible] نسیم کی ماں اور انکل کو..."

"ہو سکتا ہے۔" میں نے عارفہ کا جملہ کاٹتے [illegible] کہا۔ "تمہارے لیے اب ضروری ہو گیا ہے کہ جب تک [illegible] ساز گار نہ ہوں۔ تمہیں اسی مکان کی چہار دیواری تک [illegible] پڑے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ ہمارے دشمن اسی غلط فہمی [illegible] رہیں کہ وہ اپنے ناپاک اور گندے عزائم میں کامیاب [illegible] ہیں۔"

"میں خود اب اس بچی کو ایک پل کے لیے بھی اپنی نگاہوں سے دور نہ ہونے دوں گی۔" امی نے عارفہ کو اپنے سینے سے لگایا تو عارفہ کے اندر کا غبار آنسوؤں کی شکل میں اس کی حسین آنکھوں سے بہہ نکلا۔

میرے لیے اب خاموش رہنا ممکن نہیں تھا۔ میں اپنے دشمنوں کو باور کرانا چاہتا تھا کہ میں ان کے مقابلے میں اپنی شکست مرتے دم تک قبول نہیں کروں گا۔

کالکا۔ بھوشن جوزف اور پانڈے جی کا نام میرے ذہن میں گرم آندھی کی طرح چکرا رہا تھا۔ اس کے علاوہ لانسر اور روی سومرو بھی میری فہرست میں شامل تھے۔ میرا دماغ انہیں ترتیب دینے کے بارے میں غور کر رہا تھا۔

☆☆☆

میں نے دشمنوں کو عارفہ کی موت کا یقین دلانے کی خاطر تین روز کے لیے آفس بند کر دیا تھا۔ اس عرصے میں صرف گھر تک یا پھر ندیم کے کیسینو تک محدود رہا۔ سراج نے ان تین دنوں میں کئی بار فون کر کے مجھ سے ہمدردی کا اظہار کیا۔ دفتر کے دوسرے لوگوں کے بھی فون آتے رہے۔ میں سوگوار انداز میں ان سے باتیں کرتا۔

ماں نے عارفہ کو قبول کر لیا تھا۔ عارفہ کو اپنے فلیٹ کے جلنے کے دکھ سے زیادہ میری ماں کے ساتھ رہنے میں خوشی محسوس ہو رہی تھی۔ ماں نے کئی بار مجھ سے اصرار کیا کہ میں کسی قاضی کو خاموشی سے بلا کر عارفہ کو اپنی زندگی کا ہم سفر بنا لوں لیکن میں نے ماں کو ٹال دیا۔ میرے دشمنوں نے میرے گرد جو حصار کھینچ رکھا تھا میں اسے توڑ کر باہر نکلنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ ایسے حالات میں خود مجھے اپنی زندگی کا بھی بھروسا نہیں تھا۔ عارفہ کو اپنا کر میں اس کا مستقبل برباد نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میرے ذہن میں اپنے دشمنوں سے بدلہ لینے کے بہت سارے پلان پک رہے تھے مگر میں نے جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ طاغوتی قوتوں کی جانب سے بھی خاموشی تھی۔ ابھی تک موہنی یا کالکا میں سے کسی نے بھی مجھ سے رابطہ قائم نہیں کیا تھا حالانکہ کالکا کو عارفہ کی فرضی موت پر خوشی کا اظہار کرنا چاہیے تھا۔

ندیم میرے اندر سلگنے والے آتش فشاں کو محسوس کر رہا تھا۔ اس نے مجھے اندر سے کریدنے کی بہت کوشش کی لیکن میں اسے بھی ہنس ہنس کر ٹالتا رہا۔ اس نے میری خاطر بہت ساری قربانیاں دی تھیں۔ میں اسے مزید کسی پریشانی میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس وقت بھی ندیم میرے پاس بیٹھا میرے وجود میں بھڑکتے شعلوں کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہا تھا جب فون کی گھنٹی بجی اور ندیم نے ریسیور اٹھا لیا پھر اسے میری طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔

"تمہاری کال ہے۔"

"کہہ دو میں اس وقت گھر پر نہیں ہوں۔"

"اسے میری بات کا یقین نہیں آئے گا اس لیے کہ اس نے تمہیں باہر تمام جگہ تلاش کرنے کے بعد ہی یہاں فون کیا ہوگا۔"

"کون ہے؟" میں نے بیزاری سے پوچھا۔

"موہنی۔"

میں نے جھپٹ کر ندیم کے ہاتھوں سے ریسیور لے لیا۔ دوسری جانب سے موہنی کی زہر آلود آواز سنائی دی۔

"میں جانتی ہوں کہ تمہیں عارفہ کی موت کا بہت دکھ ہے۔ اسی کارن میں نے تمہیں فون کیا ہے کہ تمہارا کچھ دکھ بانٹ سکوں۔"

"میرے زخموں پر نمک چھڑکنا چاہتی ہو۔" میں نے دیدہ و دانستہ جھلا کر جواب دیا۔

"نمک نہیں بلکہ مرچ۔" اس نے ایک بلند قہقہہ لگاتے ہوئے کہا پھر یکلخت سنجیدگی سے بولی۔ "ابھی تمہارا زخم تازہ ہے اس لیے میں تمہیں ایک اور خوشخبری سنانا چاہتی ہوں۔"

"وہ کیا؟"

"نسیم۔" وہ تلخ انداز میں بولی۔ "تم نے اسے بڑے پریم سے بہن بنایا تھا۔ اس کا بھوشن بنانے اور سنوارنے کی کوشش کی تھی۔ میں جانتی ہوں شہباز خان کہ نسیم سندر ہے لیکن تم بھی جانتے ہو کہ کسی سندر چیز کو نظر نہ لگ جائے اس لیے اس کے شریر پر کہیں کالا داغ لگا دیتے ہیں۔ تم ایسا کرنا بھول گئے تھے پرنتو میں نے یاد رکھا۔ اس سے تمہیں یہی خوشخبری سنانے کے کارن فون کیا ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔ میرے دل کی دھڑکنیں اچانک تیز ہونے لگی تھیں۔

"پریشان مت ہو۔ اس کا جیون کالی کے چرنوں پر بھینٹ نہیں چڑھا۔ کیول اس کے چہرے کو ضرور داغ دیا ہے کہ اسے کسی دشمن کی نظر نہ لگ سکے۔ تم چاہو تو یہ خوشخبری اپنے متر کو بھی سنا سکتے ہو۔"

"یہ کمینگی ہے۔" میں چیخ اٹھا۔ "اگر تمہاری شکتی مہان ہے تو پھر مجھ سے ٹکرانے کی کوشش کرو۔ دوسروں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟"

"میری ماں تمہیں یاد ہے۔" اس نے سرد لہجہ اختیار کیا۔ "تمہارے متر نے اسے زندہ جلا کر راکھ کرا دیا تھا۔ میں نے بھی تمہاری عارفہ کے بارے میں یہی سوچا تھا لیکن مجھے خوشی ہے کہ یہ کام تمہاری کالکا رانی نے پورا کر دیا۔ بہت گھمنڈ تھا نا تمہیں اپنی کالکا پر۔"

میں نے کوئی جواب دینے کے بجائے غصے سے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ ندیم نے مجھے وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔ میں

قسیم کے بارے میں بتا کر اسے تکلیف نہیں پہنچانا چاہتا تھا لیکن مجھے اپنے ارادے میں کامیابی نہیں ہوئی اس لیے کہ موہنی کی کال کے کچھ دیر بعد ہی ندیم کو اس سانحے کی اطلاع راجو نے لندن سے فون پر دی تھی۔ ندیم نے اس خبر کو بڑے صبر و تحمل سے سنا۔ میں اس کے چہرے کے تاثرات کو پڑھ رہا تھا۔ میری طرح اس کے اندر بھی راکھ میں دبی دبی چنگاریاں شعلوں کی شکل اختیار کر رہی تھیں۔ فون رکھنے کے بعد اس نے مجھے سنجیدگی سے مخاطب کیا۔ "قسیم ایک خطرناک حادثے کا شکار ہونے سے بال بال بچ گئی لیکن اس کی خوبصورت پیشانی پر ایک داغ رہ گیا ہے۔ سرجنوں کا خیال ہے کہ وہ داغ ہمیشہ قائم رہے گا۔"

"لیکن حادثے کی نوعیت......؟"

"میں طفل مکتب نہیں ہوں۔" ندیم نے تلملا کر اٹھتے ہوئے کہا۔ "کیا تم انکار کر سکو گے کہ ابھی اس موہنی نے تمہیں فون پر یہی اطلاع دی تھی۔" پھر وہ میرے کسی جواب کا انتظار کیے بغیر تیزی سے لمبے لمبے قدم اٹھاتا خواب گاہ سے باہر نکل گیا۔

قسیم کو پیش آنے والے حادثے کی اطلاع نے مجھے بھی پریشان کر دیا تھا۔ موہنی نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ عارفہ کے فلیٹ کو کالکا کے اشارے پر خاکستر کیا گیا تھا۔ شاید اس نے ٹھیک ہی کہا تھا اس لیے کہ آخری ملاقات میں خود کالکا نے اپنی زبان سے کچھ ایسی ہی باتیں کی تھیں۔ قسمت نے اگر میرا ساتھ نہ دیا ہوتا تو عارفہ بھی میری خاطر بے قصور ماری جاتی۔ اتفاق ہی تھا جو میں نے ایک خطرے کو محسوس کر کے عارفہ کو اپنے پاس بلا لیا تھا۔

"لیکن کیا کالکا کو اس بات کا علم نہیں ہوگا کہ اسے اپنے ناپاک ارادے میں مایوسی ہوئی ہے؟" میرے ذہن میں یہ سوال بجلی بن کر کوندا اسی لمحے کالکا کی آواز دور سے میرے کانوں میں گونجی۔

"شہباز۔ موہنی نے تمہارے ساتھ دھوکا کیا ہے۔"

"کھل کر کہو کالکا رانی۔" میں نے زہر خند لہجے میں کہا۔

"اب تم مجھے کس بات کا یقین دلانا چاہتی ہو۔"

"میری بات کا وشواس کرو۔ میں نے تمہاری عارفہ کے گھر کو آگ نہیں لگائی۔ یہ سب موہنی کے کرتوت ہیں۔ شاید اس نے میری اور تمہاری بات سن لی تھی اس لیے وہ ایک خطرناک چال چلنے میں کامیاب ہو گئی۔ ایک طرف اس نے عارفہ کے گھر کو آگ لگائی اور دوسری طرف میرے خلاف تمہارے من میں کھوٹ بھر دیا۔ پرنتو اب میں بھی ایسا سبق دوں گی کہ مرنے کے بعد اس کی آتما بھی بیاکل رہے گی۔"

"کالکا۔" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "تم نے کہا تھا اگر میں نے تمہارے سوا کسی اور سندری کو من میں بسایا تو تم مجھ سے ناراض ہو جاؤ گی۔"

"ہاں، مجھے یاد ہے لیکن..."

"جو ہو گیا اسے بھول جاؤ۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "میں

تمہارے ساتھ پریم بندھن میں بندھنے کو تیار ہوں' بولو۔ کیا...
میرے پیار کی خاطر وہی سندر روپ اختیار کر کے میرے...
نہیں آ سکتیں جس میں میں نے تمہیں پہلی بار دیکھا تھا۔"

"پریم شریر کے بندھن کا نام نہیں ہے شہباز۔" کالکا...
جواب دیا۔ "سچا پریم وہ ہوتا ہے جو من کی گہرائیوں میں...
جائے۔"

"تم شاید ٹھیک کہہ رہی ہو، لیکن جسم کے اپنے بھی کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔"

"جو من کو نہ مار سکے وہ مہان شکتی کبھی پراپت نہیں کر سکتا۔"

"میں تمہاری خاطر اس پر بھی تیار ہوں، لیکن ایک شرط ہے۔"

"حکم دو میرے دیوتا۔" وہ بڑی لگاوٹ سے بولی۔ "تمہاری داسی تمہاری ہر آگیا کا پالن کرنا اپنا دھرم سمجھتی ہے۔"

"اگر تم سچی ہو تو پھر موہنی کو میرے راستے سے ہٹا دو۔"

"شہباز اگر میں نے ایسا کیا تو دیوی اور دیوتا پھر مجھے پتھر کی مورتی بنا دیں گے، پھر میں کوئی دوسرا جنم، دوسرا روپ نہیں اختیار کر سکوں گی۔"

"کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تمہاری مورتی کو من میں بسا کر زندگی گزار دوں گا۔"

"میں سمجھ رہی ہوں۔ تم شاید کالکا کا امتحان لینا چاہتے ہو۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"چلو۔ یہی سمجھ لو۔"

"ٹھیک ہے۔" اس نے تھوڑے تامل سے جواب دیا۔ "میں کوئی ایسا راستہ تلاش کرنے کا وچن دیتی ہوں جس سے موہنی کو ل دریا ہی کی طرح تمہارے ہاتھوں ختم ہو جائے، اگر میں کامیاب ہو گئی تو پھر دیوتاؤں کے سراپ (عتاب) سے بچ سکتی ہوں۔"

"تمہیں قسیم کی زندگی کا خیال بھی رکھنا ہوگا۔" میں نے تیزی سے کہا۔

"چنتا مت کرو شہباز۔ اب موہنی اپنے کالے کرتوتوں میں کامیاب نہیں ہوگی۔ اب میں اسی سمے تمہارے پاس آؤں گی جب موہنی کا کریا کرم پورا ہو جائے گا۔"

پھر کالکا چلی گئی لیکن میں نے اس کی بات پر یقین نہیں کیا تھا۔ میری چھٹی حس گواہی دے رہی تھی کہ طاغوتی قوتیں بھیس بدل بدل کر مجھے ریگستان میں پانی کی تلاش میں سراب کے پیچھے دوڑنے پر مجبور کر رہی ہیں۔

❁

پانڈے نے مجھے راکیش سے بیس میں اپنے آفس میں دیکھا تو چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ اس وقت وہ اپنے دفتر میں تنہا نہیں تھا۔ پستہ قد اور دہرے بدن کا ایک اور شخص اس کے سامنے بیٹھا بڑے بھونڈے انداز میں سگریٹ پی رہا تھا۔ انداز بازاری سی تھا۔ سو صورت شکل اور لباس کے اعتبار سے اچھا آدمی نظر آ رہا تھا۔ اس نے جینز اور جیکٹ پہن رکھی تھی۔ جیکٹ کے نیچے سیاہ رنگ کی ایک بنیان نما شرٹ تھی جس میں سرخ اور پیلے رنگ میں ایک خونخوار شیر کو ایک سہمے ہوئے بکرے پر جھپٹتے دکھایا گیا تھا۔ چہرے پر خاصی گھنی داڑھی تھی لیکن فوری طور پر میرے دل میں یہی خیال ابھرا کہ وہ داڑھی اصلی نہیں بلکہ مصنوعی ہے۔

پانڈے کے چہرے پر بھی مجھے الجھن اور خوف کے ملے جلے تاثرات نظر آ رہے تھے۔ وہ میرے سامنے اپنی چیک بک کھولے بیٹھا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی اس کے چہرے کے رنگ میں زردی شامل ہو گئی تھی۔

"تم؟"

"ہاں۔" میں نے ایک خاص کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "سیوک کو راکیش کہتے ہیں اور شاید ہم ایک بار مل بھی چکے ہیں۔"

"مجھے اس وقت ایک ضروری کام نپٹانا ہے۔ کیا تم کچھ دیر بعد نہیں آ سکتے۔"

"تم اپنا کام نپٹا لو جب تک میں یہیں بیٹھ کر ستانے لگتا ہوں۔" میں نے بے پرواہی سے انگڑائی لیتے ہوئے کہا۔ میری نظریں پانڈے کے علاوہ اس پستہ قد شخص پر بھی تھیں جو مجھے اچھی نظروں سے نہیں دیکھ رہا تھا۔"

"کچھ کام ایسے ہوتے ہیں جو دوسروں کی موجودگی میں نہیں کیے جاتے۔" پانڈے نے کن اکھیوں سے پستہ قد آدمی کو دیکھتے ہوئے کہا پھر جلدی سے بولا۔ "میرا مطلب بزنس سیکریٹ ہے۔"

"مجھ سے کیا پردہ مسٹر پانڈے۔" میں نے بدستور بدلے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ میرے لہجے میں ہلکا سا طنز بھی تھا۔ "میں تو تمہیں ہر رنگ میں دیکھ چکا ہوں۔ پہلی ملاقات یاد ہے تمہیں جب میں تمہارے بیڈ روم میں آیا تھا اور تم....."

"بھگوان کے لیے۔" پانڈے تیزی سے بولا۔ "میں تم سے بنتی کرتا ہوں کہ اس سمے چلے جاؤ۔ اس کے بعد جو تم کہو گے مجھے منظور ہوگا۔"

پستہ قد آدمی کے چہرے کے تاثرات خطرناک ہونے لگے تھے پھر اس کا سیدھا ہاتھ جیکٹ میں بائیں سمت رینگ گیا غالباً وہ بغلی ہولسٹر سے کوئی اسلحہ نکالنا چاہتا تھا لیکن اس نے جلد بازی سے کام نہیں لیا۔ پہلی بار براہ راست مجھ سے بڑے کھردرے اور سرد لہجے میں مخاطب ہو کر کہا۔

"ہم اس وقت ایک ضروری بزنس ڈیل کر رہے ہیں جس میں کسی تیسرے شخص کی موجودگی برداشت نہیں کی جا سکتی۔" اس کی آواز میں چیلنج تھا۔ میں اپنے چاروں طرف آیت الکرسی کا حصار قائم کیے ہوئے تھا اس لیے مجھے یقین تھا کہ مجھے کوئی خطرہ لاحق نہیں ہو سکتا تھا چنانچہ میں نے ایک نظر بھر کر اس شخص کو دیکھا جس کے تیور ہر لمحہ خطرناک ہوتے جا رہے تھے پھر بڑی بے پرواہی سے پوچھا۔

"آپ کی تعریف؟"

"لوگ مجھے ٹائیگر کے نام سے جانتے ہیں۔" وہ غرایا۔ "اور جو مجھ سے واقف ہیں وہ میرے سائے سے بھی دور رہنے کی

کوشش کرتے ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ میں تمہارے سائے سے دور ہی ہوں۔" میں نے کرسی پر پہلو بدل کر سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "ویسے تمہاری اطلاع کے لیے ایک بات بتانی ضروری سمجھتا ہوں۔ میں ان اجنبیوں سے بات کر کے اپنا وقت برباد نہیں کرتا جو مجھے پہلی نظر میں اچھے نہ لگے ہوں۔"

"تم..." اس نے مجھے ایک موٹی سی گالی دی پھر اپنا آٹومیٹک ہولسٹر سے نکال لیا جس پر سائیلنسر بھی موجود تھا۔ وہ آٹومیٹک کا رخ میری سمت کرتا ہوا بڑے خوفناک لہجے میں بولا۔ "کیا تم شرافت سے زندہ اٹھ کر جانا پسند کرو گے یا...."

"بھگوان کے لیے۔" پانڈے نے اس کے آگے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "میرے آفس میں کوئی خون خرابہ نہ کرنا ورنہ میری کاروباری ساکھ تباہ ہو کر رہ جائے گی۔"

"بری بات ہے بالک۔" میں نے ٹائیگر سے کہا۔ "تم ابھی اتنے جوان نہیں ہوئے ہو کہ اس قسم کے ہتھیار سے کھیلو۔ میری مانو تو اسے واپس اپنے ہولسٹر میں رکھ لو۔ ایک بات اور تمہارے چہرے پر یہ نقلی داڑھی کچھ زیادہ اچھی نہیں لگ رہی۔ کیا تم مجھے اپنا اصلی روپ دکھانا پسند کرو گے۔"

ٹائیگر تیزی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ فیصلہ کن آواز میں غرایا "میں صرف تین تک گنوں گا اس کے بعد مجھے تمہاری موت پر کوئی افسوس نہ ہوگا اس لیے کہ انسان کی خون سے ہولی کھیلنا میری عادت ہے۔"

"بیٹھ جاؤ۔" اچانک غیر ارادی طور پر میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے ٹھوس آواز میں کہا اور وہ اس طرح میرے حکم پر دوبارہ اپنی نشست پر بیٹھ گیا جیسے میری آواز نے اسے عمل تنویم کے زیر اثر کر دیا ہو۔ اب اس کی خونخوار آنکھیں جھپکے بغیر میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ سیدھا ہاتھ اس نے نیچے گرا لیا تھا۔ پانڈے اپنی کرسی پر بیٹھا تھر تھر کانپ رہا تھا۔

یکلخت مجھے کمبل پوش بزرگ کا خیال آ گیا جنہوں نے ایک بار مجھے اس طرح نظر بھر کر دیکھا تھا کہ میں لرز اٹھا تھا۔ مجھے شبہ ہوا تھا کہ اس نیک بزرگ نے اپنی کچھ مخفی طاقتیں میرے اندر منتقل کر دی تھیں۔ شاید اس وقت وہی غیبی قوت میرا ساتھ دے رہی تھی۔ میں نے آزمانے کی خاطر ٹائیگر کو دوبارہ ٹھوس لہجے میں مخاطب کیا۔

"تمہارا اصلی نام کیا ہے؟"

"رندھیر۔" اس نے کسی معمول ہی کی طرح جواب دیا۔ اس کی آنکھیں اب ویران سی نظر آ رہی تھیں۔

"یہاں کیوں آئے تھے؟"

"پانڈے جی سے دس لاکھ کا چیک وصول کرنے۔"

"کس کے حکم سے؟"

"مجھے نہیں معلوم۔" اس نے جواب دیا۔ "مجھے فون پر ... نے یہی حکم دیا تھا۔"

"تمہارے باس کا نام کیا ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم۔" رندھیر نے سنجیدگی سے کہا۔

"پھر تمہیں یہ کیسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمہارا باس ہے۔"

"تھری فائیو کے کوڈ نمبر سے۔" اس نے تیزی سے ... "بہرام نے ایک بار مجھے یہی کوڈ نمبر بتایا تھا اور حکم دیا تھا کہ کوڈ کے حوالے کے بعد جو حکم بھی ملے اس پر عمل کروں۔"

"بہرام اب کہاں ہے؟" میں نے بہرام کے نام پر چونکتے ہوئے سوال کیا۔ "کیا سمبندھ تھا تمہارا اس کے ساتھ؟"

"وہ۔ وہ میرا استاد تھا لیکن اب اس دنیا میں نہیں۔ اسے مار ڈالا گیا ہے اور اب میں اس کی جگہ تھری فائیو کے ... کی تعمیل کرتا ہوں۔"

"پانڈے سے دس لاکھ وصول کر کے تم اس کا کیا کرتے؟"

"مجھے صرف رقم وصول کرنے کا حکم ملا تھا۔ اس کے بعد ... ہوتا مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا گیا تھا۔"

پانڈے کی حالت غیر ہونے لگی تھی۔ وہ پھٹی پھٹی نظروں سے کبھی میری طرف دیکھ رہا تھا اور کبھی ٹائیگر یا رندھیر کی جانب گھورنے لگتا۔

"اب تمہیں میرے حکم پر عمل کرنا ہوگا۔"

"مجھے منظور ہے۔"

"کیا تمہارے پاس آٹومیٹک کے علاوہ اور کوئی اسلحہ ... ہے۔"

"نہیں۔"

"اپنے نشانے پر تمہیں وشواس ہے۔"

"آج تک کوئی اڑتی ہوئی چڑیا بھی میری گولی سے بچ کر نہ جا سکی۔"

"گڈ۔ آدمی کام کے ہو۔" میں نے ایک نظر پانڈے کو دیکھا، پھر رندھیر سے تحکمانہ لہجے میں بولا۔ "تم اب پانڈے جی پر صرف دو فائر کرو گے۔ اس طرح کہ ایک گولی سیدھے ہاتھ پر اور دوسری الٹی ٹانگ پر۔ میں تمہیں صرف تین منٹ دے رہا ہوں اس کے بعد ہو سکتا ہے کہ یہی عمل مجھے تمہارے ساتھ کرنا پڑے اور ہاں ایک بات کا دھیان رکھنا کہ پانڈے جی کو مرنا نہیں چاہیے۔"

میرا حکم سن کر رندھیر تیزی سے اٹھا۔ اب اس کا رخ پانڈے کی سمت تھا اور آٹومیٹک فضا میں آہستہ آہستہ بلند ہو رہا تھا۔ "بھگوان کے لیے" پانڈے کانپتا اور لرزتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ ہذیانی انداز میں گڑگڑایا۔ "میرا سارا دھن لے لو لیکن مجھے گولی مت مارو۔ میں تم سے بنتی کرتا ہوں۔"

لیکن پھر جو کچھ ہوا وہ میری خواہش کے عین مطابق تھا۔ رندھیر کا نشانہ واقعی سچا تھا۔ آفس میں دوبار مدھم آواز میں "ٹچ ٹچ" کی آواز ابھری اور پانڈے کراہتا ہوا زمین پر الٹ گیا۔ اس کے سیدھے ہاتھ اور الٹی ران سے خون ابل رہا تھا۔ میں جلدی سے اٹھ کر کھڑا ہوا اور رندھیر کو مخاطب کر کے ٹھوس آواز میں بولا۔

"میں جا رہا ہوں۔ میرے جانے کے ٹھیک دس منٹ بعد تم یہ آٹومیٹک اپنی کنپٹی پر رکھ کر لبلبی دباؤ گے۔ کیا تم میرا حکم سن رہے ہو۔"

"ہاں۔" رندھیر نے خوابیدہ کیفیت میں میرے الفاظ دہرائے۔

پانڈے فرش پر پڑا ہاتھ پیر مار رہا تھا۔ میرے لیے اب وہاں مزید رکنا مناسب نہیں تھا۔ میں خاموشی سے آفس سے باہر نکلا اور بڑے اطمینان سے چلتا ہوا عمارت سے باہر آ کر اس طرف چل رہا جہاں میں نے دو فرلانگ کے فاصلے پر اپنی کار کھڑی کی تھی لیکن اس وقت میری کار کی نمبر پلیٹ بدلی ہوئی تھی۔ مصلحتاً اس کا اہتمام میں نے پانڈے کے آفس جانے سے پہلے ہی کر لیا تھا۔

میں دراصل نسیم کا انتقام لینے کی خاطر پانڈے کے دفتر گیا تھا لیکن وہاں رندھیر کی موجودگی نے میری مشکل حل کر دی تھی۔

دس منٹ بعد میں اپنی گاڑی میں بیٹھا سول لائنز ایریا کی طرف جا رہا تھا اور کمبل پوش بزرگ کی بخشی ہوئی اس طاقت کے بارے میں غور کر رہا تھا جس کے بارے میں مجھے پہلی بار علم ہوا تھا۔ نہ جانے کیوں میرا دل اور میری چھٹی حس گواہی دے رہی تھی کہ اب میں ان طاغوتی، شیطانی اور ناپاک قوتوں سے بھی آسانی سے نبرد آزما ہو سکتا ہوں جنہوں نے عرصہ حیات مجھ پر تنگ کر رکھا تھا۔

وہ آواز سو فیصد میری اپنی ہی تھی جس نے ٹائیگر کو بیٹھ جانے کا حکم دیا تھا لیکن اس میں میرے ارادے یا کسی جذبے کو کوئی دخل نہیں تھا۔ بس کسی غیبی اشارے کے تحت غیر ارادی طور پر وہ کلمات میری زبان سے ادا ہو گئے تھے۔ وہ یقیناً ان ہی کمبل پوش بزرگ کی کرامت تھی جس نے میری زبان میں ایک مقناطیسی تاثیر پیدا کر دی تھی۔ ایک معجزہ تھا جو قدرت کے اشارے پر رونما ہو گیا تھا۔

مگر ایک بات اپنی جگہ طے تھی مجھے یقین تھا کہ اس سفید ریش بزرگ نے اپنی کچھ طاقتیں روحانی طور پر میرے اندر منتقل کر دی ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ٹائیگر کے ہاتھوں میری موت یقینی تھی۔ اسی نے بہرام کا حوالہ بھی دیا تھا جسے شہر کا سب سے بڑا بدمعاش اور دہشت گرد کہا جاتا تھا۔ سراج کے بیان کے مطابق بہرام پولیس لسٹ پر سرفہرست تھا لیکن اسے اونچے حلقوں کی پشت پناہی حاصل تھی۔ ایسے افراد کی حمایت حاصل تھی جو برسر اقتدار پارٹی کے اندر خاصی مضبوط کرسیوں پر براجمان تھے جن کا محض ایک اشارہ کسی بھی اہم سے اہم ترین فائل کو نذر آتش کر دینے کے لیے کافی تھا۔

پانڈے بظاہر بے قصور تھا خود کالکا نے بھی اعتراف کیا تھا کہ اس کی حیثیت کسی ایسے کھلونے جیسی تھی جسے ریموٹ کے ذریعے کنٹرول کیا جاتا ہے۔ وہ دس لاکھ کا چیک بھی موہنی کے اشارے پر ہی کاٹنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔ میرا ذاتی مشاہدہ بھی یہی تھا کہ پانڈے صرف ایک بزنس مین ہے جو صرف اپنے کام سے کام رکھنے کا عادی تھا۔ کسی نفع یا نقصان کی خاطر وہ کسی کے خلاف طاقت کا استعمال کرنے کا عادی نہیں تھا۔

لیکن نسیم کو پیش آنے والے حادثے کی اطلاع نے میرے اندر سلگتے ہوئے آتش فشاں کو جیسے کرید دیا تھا۔ نسیم بے قصور تھی، معصوم تھی ہم سے ہزاروں میل دور بیٹھی تھی لیکن اسے سزا صرف اس لئے ملی تھی کہ وہ مجھ سے متعلق تھی۔ عقیدت و احترام، جزا و سزا میں بھی حیثیت کو بڑا دخل ہوتا ہے چنانچہ موہنی کی قوت نے اسے صرف مجھے تکلیف پہنچانے کے لیے ایک حادثے سے دوچار کر دیا تھا۔ وہ چاہتی تو نسیم کو اپنی ناپاک طاقت کے ذریعے موت کے گھاٹ بھی اتار سکتی تھی لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ وہ نسیم کو زندگی بھر کے لیے ایک عذاب میں مبتلا کر کے مجھے ذہنی طور پر کچوکے پہنچانے کی متمنی تھی۔ نسیم کے انتقام کے جواب میں ہی میرا ذہن پانڈے کی طرف گیا تھا۔ وہ بھی بے قصور تھا مگر میں بھی اسے ایک کرب ناک سزا دے کر موہنی کو باور کرانا چاہتا تھا کہ میں بھی اینٹ کا جواب پتھر سے دے سکتا ہوں۔

اتفاق ہی تھا جو ٹائیگر کی وہاں موجودگی نے میری مشکل آسان کر دی تھی۔ پانڈے کے زخمی ہونے اور ٹائیگر کی خودکشی کے بعد یہ معاملہ محض ان دونوں کی ذات تک محدود ہو کر رہ گیا تھا۔ پولیس کی تفتیش کے بعد یہی رپورٹ مرتب ہوتی کہ ٹائیگر جو کسی اچھی شہرت کا مالک نہیں تھا کسی خطرناک ارادے سے پانڈے کے دفتر گیا ہوگا پانڈے نے اسے دس لاکھ کا چیک لکھ دیا تھا مگر پھر کسی بات پر معاملہ طول پکڑ گیا اور ٹائیگر نے اپنے حریف کو زخمی کر دیا۔ اس کے بعد اسے کسی وجہ سے اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ وہ پانڈے کے آفس سے زندہ بچ کر فرار ہونے میں کامیاب نہیں ہو سکے گا چنانچہ پولیس کے ہاتھوں میں پھنس کر عدالت سے سزائے موت یا عمر قید سے بچنے کی خاطر اس نے خودکشی کو ترجیح دی ہوگی۔

میرے ذہن میں پانڈے اور ٹائیگر کے ممکنہ تانے بانے کا خیال ابھرا تو مجھے ہنسی آ گئی کبھی کبھی تقدیر مہربان ہو کر انسان کے لئے ایسے راستے پیدا کر دیتی ہے کہ وہ کامیاب بھی ہو جاتا ہے اور اس پر کسی قسم کا شبہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ میرے ساتھ بھی کچھ

ایسا ہی اتفاق سرزد ہوا تھا۔

اپنے مفروضوں کی تصدیق کی خاطر میں نے گاڑی کی نمبر پلیٹ دوبارہ تبدیل کی اور اپنے اصل حلیے میں سراج کے پاس اس کے دفتر چلا گیا۔ میری توقع کے عین مطابق سراج اس وقت ذہنی طور پر بڑا منتشر نظر آرہا تھا۔

"آپ!" اس نے مجھے اپنے دفتر میں دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا۔

"میں آپ کو ایک ضروری اطلاع دینے آیا ہوں۔" میں نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "گندی قوتیں پھر سے میرے خلاف سرگرم عمل ہو گئی ہیں۔ لندن میں نسیم کو ایک حادثہ پیش آیا ہے جس کی وجہ سے اس کا خوبصورت چہرہ داغدار ہو گیا ہے۔"

"کیا یہ ایک اتفاقی حادثہ نہیں ہو سکتا؟" سراج نے عین پولیس والوں جیسا انداز اختیار کیا۔

"ماسٹر ٹونی کو پیش آنے والے حادثوں کو آپ کیا کہیں گے؟" میں نے تلخ انداز اختیار کیا۔ "پوسٹ مارٹم کی وہ رپورٹ جو میرے والد کی موت پر تیار ہوئی تھی اور ڈاکٹروں نے جو بیانات دیے تھے اس سلسلے میں آپ کا جواب کیا ہوگا؟ خان جابر اور بہرام کی موت کے باوجود ابھی تک وانش لاپتہ ہے۔ جو مریض بھوشن کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہو سکتا تھا وہ پولیس کے ہاتھ آگیا تھا لیکن کس حالت میں؟ کیا یہ سب کچھ محض اتفاق تھا؟"

"آپ شاید صحیح کہہ رہے ہیں۔" سراج نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا "خود میں بھی ایسے ہی واقعات سے دوچار ہو رہا ہوں جس نے میری عقل گم کر کے رکھ دی ہے۔ ہر وہ مشکوک آدمی جو ہمیں مطلوب ہوتا ہے وہ مردہ حالت میں پایا جاتا ہے۔"

"کوئی نئی اطلاع؟"

"جی ہاں۔" سراج نے کہا پھر ٹائیگر کی خودکشی اور پانڈے کے زخمی ہونے کی کہانی سناتے ہوئے بولا۔ "ٹائیگر بہرام کا دست راست تھا اس لیے وہ ہمارے کام آسکتا تھا لیکن اس نے بھی پراسرار طور پر خودکشی کر لی حالانکہ پانڈے کے دفتر میں کام کرنے والوں کا بیان ہے کہ انہوں نے نہ تو گولیاں چلنے کی آوازیں سنیں نہ ہی پانڈے جی کے آفس کے اندر کسی قسم کی افراتفری پائی گئی۔"

"پانڈے کا کیا بنا؟" میں نے مصنوعی پریشانی کا اظہار کیا۔ "ان کی حالت تشویش ناک تو نہیں ہے؟"

"میرا ایک انسپکٹر اس ہسپتال میں موجود ہے جہاں مسٹر پانڈے کا آپریشن ہو رہا ہے' ڈاکٹروں کا خیال ہے پانڈے بچ جائے گا لیکن کوئی بات یقینی طور پر نہیں کہی جا سکتی۔"

"کیا دس لاکھ کا وہ چیک پولیس کے ریکارڈ پر آگیا ہے؟"

"جی ہاں۔ محض کاغذی کارروائی کی حد تک۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"وہ چیک کسی کے نام پر نہیں کاٹا گیا تھا۔ اس پر رقم درج ہے اور پانڈے کے مکمل دستخط بھی نہیں ہیں۔"

"مکمل دستخط سے آپ کی کیا مراد ہے؟" میں نے ...

"پانڈے اپنے کاروباری چیک پر بے ایس پانڈے دستخط کیا کرتا تھا جبکہ جو چیک پولیس کو ملا ہے صرف بے اور پی اے تک درج ہے۔"

"آئی سی۔" میں نے پرخیال لہجے میں کہا۔ "تو پانڈے دستخط مکمل کرنے سے پہلے ہی دونوں فریق کے درمیان بدمزگی پیدا ہو گئی تھی اور اسی بدمزگی کے نتیجے میں پانڈے ... ماردی گئی لیکن ٹائیگر یا رندھیر کی خودکشی کے بارے میں ... یہاں کیا کہیں گے؟"

"اس کا جواب شاید وہ نو وارد دے سکتا ہے جو پانڈے ... دفتر میں کھیلے جانے والے سنگین ڈرامے سے کچھ قبل وہاں ... تھا۔"

"دفتر والوں نے اس کی شناخت کے بارے میں کیا ... ہے؟"

"وہ نو وارد کا صرف حلیہ بتا سکے ہیں۔" سراج نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے جواب دیا۔ "دفتر والوں کا بیان ہے کہ ... شخص کو وہاں اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا۔"

"ہو سکتا ہے کہ اس میں بھی بھوشن کی کوئی خطرناک ... ہو۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "بہرام' خان جابر' پولیس کو مطلوبہ مسافر اور پھر اس کے بعد ٹائیگر۔ کیا سب ایک ہی ... کی کڑیاں نہیں ہو سکتیں؟"

"میرا ذاتی خیال بھی یہی ہے لیکن...." سراج کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔ اس کی نگاہیں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔

"لیکن کیا؟" میں نے بڑی سادگی سے پوچھا۔

"جہاں تک طاغوتی قوتوں کا معاملہ ہے تو اس کے ... یقین واقعات میں خود اپنی نگاہوں سے دیکھ چکا ہوں لیکن ... بات ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"وہ کیا؟"

"گندی طاقتوں کی پراسرار کارگزاریوں کے خلاف ... میں انتقامی کارروائی کون کر رہا ہے؟" سراج نے چبھتے ... لہجے میں کہا۔ "اب تک ایک طرف سے جو عمل ہوا ہے ... جانب سے اس کا رد عمل بھی ضرور ہوا ہے۔"

"سمجھا۔" میں نے زہرخند سے جواب دیا۔ "... شخصیت میرے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ ... اور اور کالی قوتیں میرے ہی پیچھے ہاتھ دھو کر پڑی ہیں۔"

"آپ غلط مطلب اخذ کر رہے ہیں مسٹر شہباز!" سراج ... بات بنانے کی کوشش کی۔ "ہو سکتا ہے ہمیں ٹریک سے ہٹانے ... خاطر خود نادیدہ قوتیں ہی یہ کھیل' کھیل رہی ہوں!"

"آپ نالبا" ندیم کا نام لیتے لیتے رک گئے۔" میرا لہجہ تیکھا ہو گیا۔ "وہ بہرحال میرا کلاس فیلو ہے' جگری دوست ہے اور نسیم کے رشتے کی وجہ سے ہمارے درمیان ایک خاص تعلق بھی پیدا ہو گیا ہے۔ اگر آپ کے شبہے کے مطابق پس منظر میں ندیم کا ہاتھ کام کر رہا ہے تو کیا آپ اسے ایک فطری عمل نہیں کہیں گے؟"

"اوہ۔ آپ شاید برا مان گئے۔" سراج نے ایک بار پھر وضاحت کی۔ "کبھی آپ کا تعلق بھی پولیس کے محکمے سے رہ چکا ہے' ہم کسی امکان یا پہلو کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ ویسے ایک بات آپ کو بہرحال ماننی پڑے گی کہ مسٹر ندیم کا تعلق جس کاروبار سے ہے اسے اچھا نہیں' سمجھا جاتا۔"

"مسٹر سراج! آپ نے شاید وہ مثل ضرور سنی ہوگی کہ یار کا تعلق یار کی یاری سے ہوتا ہے اس کے افعال یا کاروبار سے نہیں۔" میں نے اس بار زیادہ تلخی سے جواب دیا۔ "آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے اکثر اپنی چھٹی حس کے حوالے سے آپ کے سامنے کچھ شبہات کا اظہار مختلف مواقع پر کیا تھا جو بعد میں حرف بحرف درست ثابت ہوئے تھے۔ ان باتوں کی بنیاد پر اگر آپ میرے خلاف بھی پولیس کے نکتہ نگاہ سے کچھ مشکوک ہوں تو میں اس پر کوئی اعتراض کرنے کے بجائے اسے بھی آپ کی پیشہ ورانہ صلاحیتوں ہی سے تعبیر کروں گا۔"

"پلیز مسٹر شہباز..... یقین کیجئے کہ میرا مطلب وہ نہیں تھا جو آپ سمجھ رہے ہیں۔"

"سوچنا اور سمجھنا ہر فرد کا بنیادی حق ہے جسے قانون کی کسی بھی شق سے قابل گرفت نہیں کیا جا سکتا۔" میں نے تیزی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "شاید میں نے اس وقت یہاں آکر آپ کو ڈسٹرب کیا۔ آئی ایم سوری فار دیٹ۔"

پھر میں تیزی سے سراج کے کمرے سے باہر نکل گیا اور اس غریب کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

ٹائیگر کو ٹھکانے لگانے اور پانڈے سے نسیم کا انتقام لینے کے بعد میرے حوصلے بلند ہو گئے کرسی اور طاقت کا نشہ صرف وہی خوب جانتے ہیں جو اس کا مزہ چکھ چکے ہیں۔ شراب کا نشہ جز وقتی ہوتا ہے' کچھ دیر تک انسان کے قدم لڑکھڑاتے ہیں اس پر سرور و کیف کی لہر آتی ہے لیکن پھر گزر جاتی ہے لیکن طاقت کا نشہ دو آتشہ ہوتا ہے۔ اس میں انسان کے قدم میں کوئی لرزش' کوئی کپکپاہٹ نہیں ہوتی بلکہ اس کے قدم اور مضبوطی سے زمین پر جم جاتے ہیں۔ میری حالت بھی کچھ ایسی ہی تھی۔ کمبل پوش بزرگ نے مجھے جو قوت بخشی تھی اس نے میرے اندر ایک نیا جوش' ایک نیا ولولہ پیدا کر دیا تھا۔ اب تک دشمن مجھے قدم قدم پر بے بس کرنے کی خاطر چوٹ دیتے رہے تھے' اب میری باری تھی۔

سراج ایک ذہین اور دیانت دار آفیسر تھا۔ اس نے کسی متقابل پارٹی کا شبہ ظاہر کر کے یقیناً اپنی دور اندیشی کا ثبوت دیا تھا۔ تالی کبھی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی اس کے لئے دوسرے ہاتھ کی بھی ضرورت ہوتی ہے یہ بات ایک عام آدمی بھی جانتا ہے۔ سراج تو پھر ایک تجربہ کار آفیسر تھا۔ میں اس کمرے سے ناگواری کا اظہار کر کے اٹھا تھا۔ ٹائیگر کی موت سراج کے لئے بھی یقیناً خوشخبری ہی ثابت ہوئی تھی۔ میرے لئے ضروری تھا کہ فوری طور پر پانڈے سے مل کر اس کے دل سے اپنے خلاف شکوک کو دور کر سکوں۔ کومل ورما کی موت کے بعد اس نے یقیناً میری طاقت کا تھوڑا سا اندازہ لگا لیا ہوگا۔ راکیش اس لیے کے ایک معمہ ضرور تھا مگر اس نے پہلی ملاقات کے وقت ہی اس بات کے شبہے کا اظہار کیا تھا کہ میں شہباز کا کوئی ماتحت ہوں۔ ہوش میں آنے کے بعد وہ یہی بیان پولیس کو بھی دے سکتا تھا۔ ہرچند کہ سراج یا پولیس ڈیپارٹمنٹ کو میرے ورکرز میں راکیش نامی کوئی آدمی نہ ملتا لیکن میں پولیس کو خود سے دور رکھنا چاہتا تھا۔ راکیش نامی کسی شخص کی عدم موجودگی میں وہ یہ شبہ بھی کر سکتے تھے کہ میرے ہی کسی آدمی نے راکیش کا میک اپ اختیار کر کے پانڈے کو زخمی کرنے کی سازش کی ہوگی۔ ممکن تھا میرا اندیشہ غلط ہی ثابت ہوتا لیکن بہرحال میرے دل کے اندر ایک چور تھا جس کی پردہ پوشی میرے لئے ضروری تھی۔

میں روپ نگر میں ایک ذمے دار پولیس آفیسر رہ چکا تھا مجھے اس کا علم بخوبی تھا کہ پولیس اگر ایک بار کسی پر شبہ کر لے تو آخری دم تک اسے دور کرنے کے لیے سرگرداں رہتی ہے۔

میرا ذہن بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا۔ ندیم بھی اچانک نسیم کو پیش آنے والے حادثے کی اطلاع پا کر چلا گیا تھا۔ اس کا ابھی تک کوئی پتا نہیں تھا۔ صرف ایک خیال سا تھا کہ شاید وہ پہلی فلائٹ سے لندن چلا گیا؟ لیکن مجھے اس کی تصدیق کا موقع نہیں مل سکا تھا۔ میں ندیم کے بارے میں غور کرنے لگا' نسیم اسی کے کیسینو میں ایک ڈانسر تھی۔ وہ بلاشبہ خوبصورت جسم اور دلکش چہرے کی مالک تھی لیکن ندیم نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی تھی پھر میں نے نسیم کو سہارا دینے کی کوشش کی۔ اس کے حالات جاننے کے بعد اسے ایک بھائی کا پیار دیا تو ندیم کا زاویہ نگاہ بھی بدل گیا۔ میرے کہنے پر اس نے نسیم کو اپنی زندگی کا ساتھی بنا لیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ نسیم سے کس قدر پیار کرتا تھا۔ حالات کے منجدھار سے دور رکھنے کی خاطر ہی اس نے نسیم کو لندن میں چھوڑ دیا تھا۔ راجو اور ندیم کے جاں نثاروں کی ایک ٹیم نسیم کی حفاظت پر مامور تھی لیکن وہ لوگ بہرحال نادیدہ قوتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے اس لئے موہنی کی گندی قوت اپنا کام کر گئی۔

پھر یکلخت ندیم کے بارے میں سوچتے سوچتے اس کے حوالے سے میرے ذہن میں ولیم پوکر کا نام ابھر آیا جو ندیم کے

دماغ کی اختراع تھی۔ اس نام کے ذہن میں ابھرتے ہی میرے ہونٹوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ ابھر آئی۔ مجھے ڈور کا وہ سرا مل گیا جس کی مجھے فکر لاحق تھی چنانچہ میں نے گاڑی ایک پبلک بوتھ کے قریب روکی۔ بوتھ میں جاکر سراج کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"ہیلو۔" دوسری جانب سے سراج ہی کی آواز ابھری۔ وہ ابھی تک الجھا ہوا تھا۔

"شہباز تمہارے پاس کس غرض سے آیا تھا؟" میں نے ولیم پوکر کی آواز بناتے ہوئے خشک لہجے میں دریافت کیا۔

"تم... شاید......"

"شاید نہیں، میں یقیناً ولیم پوکر ہی بول رہا ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں نے تمہیں ایک ذہین آفیسر سمجھا تھا لیکن تم نے میرے بہت سے ٹرمپ کارڈز ضائع کردیے۔ مجھے سب سے زیادہ افسوس اس مریض کا ہے جس کی لاش تمہیں ایمبیسڈر ہوٹل سے ملی تھی۔ اس کا بیان اس بھوشن کو پھنسوا سکتا تھا۔"

"لیکن۔"

"مجھے معلوم ہے کہ تمہارے راستے میں کیا دشواریاں پیش آگئی تھیں" میں نے روکھے انداز میں کہا۔ "بہرحال بھوشن نے اگر میرا حصہ شرافت سے نہ دیا تو شاید وہ بھی اس دولت پر اکیلے قابض نہ رہ سکے گا، تم قانون کے محافظ ہو۔ اس لیے اپنے خول اور دائرے سے باہر نہیں نکل سکتے۔ تمہارے لیے حد بندیوں کو پھلانگنا ناگزیر ہے لیکن مجھ پر ایسی کوئی پابندی عائد نہیں ہوتی۔ میں جب چاہوں بھوشن کو موت کے گھاٹ اتار سکتا ہوں لیکن میں اسے اتنی آسانی سے نہیں ماروں گا۔ ابھی مجھے اس سے بہت سارے حساب برابر کرنے ہیں۔"

"تم نے مسٹر شہباز کا نام کیوں لیا تھا؟" سراج کا یہ سوال میری توقع کے عین مطابق تھا۔

"میں نہیں چاہتا کہ تمہارا وہ دوست بلاوجہ درمیان میں آکر الجھ جائے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میں تمہیں اتنا کند ذہن نہیں سمجھتا تھا۔" میں نے قدرے جھلا کر کہا۔ "کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ تمہارے دوست کے گھر کو آگ لگانے میں خان جابر کا ہاتھ تھا۔ خان جابر جو بہرام کا استاد تھا اور یہ دونوں حرامزادے بھوشن کے خاص آدمی تھے۔ کیا تم اب بھی دو اور دو چار نہیں کرسکتے؟"

"گویا مسٹر شہباز کے مکان کو بھوشن کے اشارے پر نذر آتش کیا گیا تھا۔"

"تم نے میری تمام محنت پر پانی پھیر دیا ڈی ایس پی۔" میں نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔ "مریض مسافر اور بہرام دونوں تمہارے ہاتھ سے نکل گئے لیکن میں نے اب بھی اپنی ہار تسلیم نہیں کی۔"

"اب تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"مجھے جو کرنا تھا وہ کرچکا ہوں لیکن اسے ابتدا سمجھو۔"

"کیا؟" سراج کا چونکنا قدرتی امر تھا۔ "کیا ٹائیگر..."

"کیوں..." میں نے جلدی سے سراج کی بات کاٹی۔ "تمہیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ ٹائیگر بھی بہرام اور خان... کے سلسلے کی ایک درمیانی کڑی تھا، ٹائیگر کی موت کے بعد اس ولد الحرام بھوشن کو بھی الٹی میٹم دے چکا ہوں کہ اگر ابھی اس نے مجھے جائداد کا وہ حصہ میرے حوالے نہ کیا جس کا میں حقدار ہوں تو پھر اس کا انجام بھی ان لوگوں سے مختلف نہ ہوگا جو موت کی نیند سوچکے ہیں۔"

"مگر پانڈے نے تمہارا کیا بگاڑا تھا؟"

"براہ راست مجھے تمہارے پانڈے جی سے کوئی دشمنی نہ تھی لیکن وہ جو دس لاکھ کا چیک لکھ کر ٹائیگر کے حوالے کر... وہ بھی کیش ہونے کے بعد بھوشن ہی کے کھاتے میں جمع ہوتا... لیے میں نے اسے ایک معمولی سزا دی ہے۔" میں نے سرد... اختیار کیا۔ "گھبراؤ نہیں۔ پانڈے مرے گا نہیں لیکن اتنا... یاد رکھے گا کہ اگر دوبارہ اس نے بغیر سوچے سمجھے کوئی دوسرا... کاٹنے کی حماقت کی تو وہ اس کی زندگی کا بھی آخری چیک ہو... ہے۔"

"کیا میں اب تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتا؟" سراج... کہا۔ "میرا مطلب ہے کہ قانون کو ہاتھ میں لے کر تم... مجرموں کی صف میں شامل ہوجاؤ گے۔ میری مانو تو کوئی ایسا طر... اختیار کرو جس سے سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔"

"تمہارے مشورے کا بہت بہت شکریہ ڈی ایس پی۔" میں... نے الفاظ چباتے ہوئے سرد لہجے میں جواب دیا۔ "فی الحال... نے تمہیں اس لیے فون کیا ہے کہ تم مسٹر شہباز کو کچھ دنوں... لئے خاموش اور دور دور رہنے کا مشورہ دے دو۔ بھوشن اور ا... کے زرخرید شکاری کتوں کی وجہ سے تمہارے دوست کو... نقصان پہنچا ہے اب اسے ولیم پوکر پورا کرے گا۔"

اس کے بعد میں نے رابطہ منقطع کیا اور دوبارہ آکر ا... گاڑی میں بیٹھ گیا۔ خوش بھی تھا کہ ولیم پوکر کے فرضی کردار... میری ایک بڑی مشکل آسان کردی تھی لیکن اس کے ساتھ... مجھے اس بات کا احساس بھی تھا کہ ولیم پوکر کا نام سن کر سراج... کے ذہن میں ایک کھلبلی ضرور رچ گئی ہوگی۔

دوسرے دن میں ہسپتال پہنچا تو پانڈے کو آپریشن کے بعد... وی آئی پی روم میں منتقل کیا جاچکا تھا جہاں ایک سب انسپکٹر اور... چار مسلح پولیس والے باقاعدہ تعینات تھے۔ کسی ملاقاتی کو اندر... جانے کی اجازت نہ تھی لیکن سب انسپکٹر چونکہ سراج کی وجہ سے... مجھ سے واقف تھا اس لیے مجھے پانڈے سے ملنے میں زیادہ...

...ائی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔

پانڈے اس وقت ہوش و حواس میں تھا، مجھے دیکھ کر اس کے ...رے پر خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔

"مجھے وشواس تھا کہ آپ میری خیریت دریافت کرنے ضرور ...یں گے۔"

"لیکن یہ سب ہوا کیسے؟"

"سب قسمت کے کھیل ہیں۔" وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا۔ "...ش بھگوان کی مرضی کے خلاف کیا کرسکتا ہے۔"

"ڈاکٹروں کا کیا کہنا ہے۔ آپ ٹھیک تو ہوجائیں گے؟"

"زخم زیادہ خطرناک نہیں ہے۔" پانڈے نے کہا۔ "...روں نے وشواس تو دلایا ہے کہ میرا ہاتھ اور پاؤں دوبارہ کام ...نے لگے گا۔ آگے جو بھاگیہ میں لکھا ہے وہ تو ہر حال میں ہو کر ...ہے گا۔"

میرے اور پانڈے کے درمیان وہی گفتگو ہوتی رہی جو پہلے میرے علم میں تھی پھر اچانک پانڈے نے میری طرف غور دیکھتے ہوئے کہا۔ "اگر آپ برا نہ مانیں تو ایک بات معلوم ...چاہتا ہوں۔"

"ضرور پوچھئے۔" میں نے دوستانہ لہجے میں جواب دیا۔ "...میں آپ کے کسی کام آسکا تو میری خوش قسمتی ہوگی۔"

"کیا آپ راکیش نامی کسی آدمی سے واقف ہیں؟"

"راکیش۔" میں نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ...ہوئے اس نام کو دہرایا۔ "آپ نے یہ نام کہاں سنا ہے؟"

"وہ دوبار مجھ سے ملا تھا اور دونوں ہی بار خطرناک حالات ...دوچار ہونا پڑا۔" پانڈے نے میرے چہرے کے تاثرات کو ...گھورتے ہوئے جواب دیا۔ "کل جب ٹائیگر یا رندھیر نامی ...نے مجھ پر گولی چلائی اس سے بھی وہ میرے آفس میں ...تھا۔ اسی کے کہنے پر ٹائیگر نے مجھے زخمی کیا تھا۔"

"میرا خیال ہے کہ یہ راکیش بھی کوئی خطرناک آدمی ہے۔" ...نے بڑی سنجیدگی سے بات بناتے ہوئے کہا۔ "ایک بار وہ مجھ ...بھی مل چکا ہے، اس نے مجھے دھمکی دی تھی کہ اگر میں نے آپ ...کو نقصان پہنچانے کی سازش کی تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے ...گا۔"

"...تی ہے۔" پانڈے نے پرخیال انداز میں جواب دیا۔ "پھر ...دونوں کے ساتھ ڈبل گیم پلے کررہا ہے، پہلی ملاقات میں ...مجھ سے بھی کچھ ایسی ہی باتیں کی تھیں جیسے وہ آپ کا کوئی ...لگتا ہے۔ پرنتو ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔"

"...اسے ہم دونوں کو چیٹ کرنے کی کیا ضرورت پیش آگئی ...ٹائیگر والا تو راکیش کے سامنے بالکل بھیگی بلی بن گیا تھا۔" ...مجھے سراج صاحب سے کچھ تفصیل معلوم ہوچکی ہے۔"

میں نے کچھ توقف سے پوچھا "کیا آپ دس لاکھ کا وہ چیک ٹائیگر کے ہی لیے کاٹ رہے تھے؟" پانڈے نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اچانک اس کے چہرے پر خوف کے سائے منڈلانے لگے تھے۔

"آپ پریشان نہ ہوں پانڈے جی۔" میں نے بڑے وثوق سے کہا۔ "ہمارے درمیان جو گفتگو ہوگی وہ کوئی اور نہیں سن سکے گا۔"

"وہ تو آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں لیکن......"

"میرا خیال ہے کہ اس چیک کے پیچھے بھی موہنی کا ہاتھ ہوگا۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"ہاں۔ آپ کا اندازہ غلط نہیں ہے مگر ایک بات اور بھی مجھے پریشان کررہی ہے۔"

"کیا؟"

"پچھلی بار آپ جب میرے دفتر آئے تھے اس کے بعد سے کومل ورما مجھے نظر نہیں آئی۔"

"آئی سی۔" میں نے بات بنائی۔ "ہوسکتا ہے کہ کومل ورما اور موہنی ایک ہی شخصیت کے دو روپ ہوں اور کومل ورما کی حیثیت میں آپ کے دفتر میں کام کرنے کا جو مقصد تھا اس کے پورا ہوجانے کے بعد وہ آپ کے سامنے نہ آرہی ہو۔"

"لیکن اس کا مقصد کیا ہوسکتا ہے؟"

"کبھی ملاقات ہوئی تو پوچھ کر بتاؤں گا۔" میں نے ازراہ تفنن کہا لیکن پانڈے میرے طنز کو نہیں سمجھ سکا بدستور سنجیدگی سے بولا۔ "ایک بات مجھے اور بے کل کررہی ہے۔ اگر ٹائیگر موہنی کے اشارے پر میرے پاس چیک لینے آیا تھا تو پھر اس کی آتما نے ٹائیگر کی رکھشا کیوں نہیں کی؟"

"اوہ۔" میں نے پانڈے کو الجھانے کی خاطر کہا۔ "گندی آتمائیں ہر قسم کا روپ اختیار کرسکتی ہیں۔ کیا راکیش بھی موہنی ہی کا کوئی تیسرا روپ نہیں ہوسکتا اور اس نے محض الجھانے کی خاطر ایک نیا ڈرامہ پیش کرنے کی کوشش کی ہو۔"

"سب کچھ ہوسکتا ہے مسٹر شہباز لیکن جب میں اس کی آتما کے اشارے پر چل رہا ہوں تو پھر اسے مجھے نقصان پہنچانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"ٹائیگر کا ہاتھ ذرا بہک جاتا تو گولیاں آپ کی ران اور ہاتھ پر لگنے کے بجائے دل یا کنپٹی پر بھی لگ سکتی تھیں۔" میں نے معنی خیز انداز میں جواب دیا تو پانڈے نے میرے خیال سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ راکیش ہی نے ٹائیگر کو حکم دیا تھا کہ میں مرنے نہ پاؤں اور گولیاں میرے سیدھے ہاتھ اور الٹی ران پر لگنی چاہئیں۔"

"ون منٹ۔" میں نے بڑی خوبصورت اداکاری کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا ٹائیگر اور راکیش دونوں ایک ساتھ آپ کے

پاس آئے تھے؟"

"نہیں۔ پہلے ٹائیگر آیا تھا اس کے کچھ دیر بعد راکیش آیا تھا۔"

اسی لمحے سراج کمرے میں داخل ہوا تو میں پانڈے سے ہاتھ ملاتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔ سراج کی طرف میں نے دیدہ و دانستہ کوئی خاص توجہ نہیں دی تھی بلکہ اسے نظرانداز کرنے کی کوشش کی تھی۔

"مسٹر شہباز" سراج نے مجھے روکنے کی کوشش کی۔ "مجھے آپ سے ایک بات کی وضاحت کرنی ہے۔"

"پھر کبھی سہی۔ اتنی جلدی بھی کیا ہے اور آپ۔ آپ تو جب چاہیں پولیس کے دو کارندے بھیج کر مجھے اپنے دفتر میں بھی طلب کر سکتے ہیں۔" میں نے زہرخند سے کہا پھر تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا' میں دراصل سراج کو اس بات کا پوری طرح احساس دلانا چاہتا تھا کہ اس نے اگر میری ذات پر "دوسری پارٹی" ہونے کا شبہ کیا ہے تو وہ غلط ہے۔ یہ ایک نفسیاتی حربہ تھا جس میں ابھی تک مجھے ناکامی نہیں ہوئی تھی۔

ندیم کے بارے میں میرا خیال غلط نہیں تھا وہ فوری طور پر نسیم کو پیش آنے والے حادثے کی خبر سن کر لندن روانہ ہوگیا تھا میرے اس خیال کی تصدیق کیسینو کے مینجر نے کردی تھی لیکن وہ اس بات کا کوئی خاطرخواہ جواب نہیں دے سکا کہ اس کی واپسی کب تک ہوگی۔

دفتر پہنچ کر میں نے سب سے پہلے لندن میں ندیم سے رابطہ قائم کیا' عارفہ اگر ہوتی تو یہ کام وہ انجام دیتی لیکن وہ دوسروں کی نظروں میں مرچکی تھی اور میں نے اس کی سیٹ پر ابھی کسی دوسرے کو تعینات نہیں کیا تھا۔ ندیم سے میری گفتگو زیادہ طویل نہیں ہوئی۔ اس کے بیان کے مطابق نسیم حسب معمول صبح کے وقت اپنا ناشتا تیار کررہی تھی کہ گیس کا چولہا یک دم اتنی تیزی سے بھڑکا کہ وہ بوکھلا گئی پھر اس سے پیشتر کہ وہ سنبھل کر خود کو محفوظ کرسکتی آگ کے شعلوں نے اس کے چہرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ اس کے بعد نسیم کو اس وقت ہوش آیا جب وہ ہسپتال میں تھی۔

"ڈاکٹروں کا کیا خیال ہے؟" میں نے بے چینی سے پوچھا۔ "اس کے چہرے کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچے گا؟"

"جو ہونا تھا وہ ہوچکا۔" ندیم نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ "موہنی کی اطلاع غلط نہیں تھی۔ نسیم کی پیشانی پر ایک سیاہ داغ نمایاں طور پر باقی رہ گیا ہے۔ اس کے بارے میں ابھی یقین سے کچھ نہیں کہا جاسکتا ہے ہوسکتا ہے کہ پٹیاں تبدیل کرتے کرتے وہ نشان مٹ جائے اور یہ بھی ممکن ہے وہ پھیل کر پوری پیشانی کو سیاہ کردے۔ ڈاکٹر ابھی تک خود بھی کوئی فیصلہ نہیں کرسکے۔"

"اس کے صحت مند ہونے میں کتنے دن لگیں گے؟"

"اس بارے میں ابھی کچھ یقین سے نہیں کہا جاسکتا"

"پریشان مت ہو۔" میں نے اسے تسلی دی۔ "ایک میں' میں بھی...."

"نہیں۔" ندیم نے سختی سے تاکید کی "تم یہاں حماقت نہ کرنا۔ اگر تم میدان سے ہٹ گئے تو آنٹی اور بھی کوئی خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔"

"لیکن۔"

"مجھے اس بات کا علم ہے میرے دوست کہ تم نسیم سے پیار کرتے ہو لیکن یہ کیوں بھول رہے ہو وہ اب میرے بھی ایک اہم حصہ بن چکی ہے۔" ندیم نے سمجھانے کی کی۔ "میں نسیم کی دیکھ بھال کررہا ہوں ہوسکتا ہے کہ حا بستر ہوں تو میں اسے لے کر واپس آجاؤں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا' میرے سینے میں انتقام بھڑک رہی تھی۔

"کیا سوچ رہے ہو؟"

"میرا مشورہ ہے کہ تم نسیم کو لے کر یہاں آجاؤ۔" خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "ہمارے ملک میں بھی دنیا سرجن اور ڈاکٹر موجود ہیں۔"

"عارفہ کا کیا حال ہے؟" ندیم نے میری بات کرتے ہوئے کہا۔ "اس کی زندگی کی اطلاع ابھی کم نہیں ملی؟"

"نہیں.... فی الحال لوگ اسے مردہ ہی سمجھ رہے ہیں"

"شہباز۔" ندیم سنجیدگی سے بولا۔ "میرا ایک گے۔"

"کہو؟"

"تم پہلی فرصت میں عارفہ کے ساتھ شادی کرلو خواہش یہی ہے اور پھر زندگی اور موت کا کیا بھروسہ۔ کس وقت کس کی آنکھ ہمیشہ کے لئے بند ہوجائے اور کے دلوں کی حسرت دل کی دل میں ہی رہ جائے۔"

"تمہاری بات سمجھ رہا ہوں۔" میں نے کہا۔ "عارفہ بھی پسند ہے امی کو بھی لیکن ابھی حالات موافق نہیں نہیں چاہتا کہ وہ بیوی بننے کے بعد بیوہ ہوجائے۔"

"یہ حالات اس وقت بھی تھے جب میں نے نسیم 'اس کی ماں کا عبرتناک انجام یاد ہے نا تمہیں۔" ندیم پیش کی۔ "طاغوتی قوتیں اور ہمارے بدترین دشمن اس ہمارے خلاف ایک کے بعد دوسرا محاذ کھول رہے وقت بھی کوئی سنسناتی ہوئی زہرآلود گولی میری زندگی کا کرسکتی تھی' ایسی صورت میں نسیم کو بھی وہی صدمہ جس کا اظہار تم عارفہ کے لئے کررہے ہو۔"

"میں تمہاری بات کی تردید نہیں کروں گا۔ قدرت

منظور ہوتا ہے وہ ہر حال میں پورا ہوتا ہے لیکن ایسی حالت میں کہ جب تم اور نسیم......"

"تم شادی کا یقین دلاؤ میں نسیم کو واپس لانے میں دیر نہیں لگاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں آج ہی امی سے تمہاری خواہش کا اظہار کروں گا۔"

"بہت خوب...." ندیم نے پہلی بار ہنس کر کہا۔ "گویا مزے تم اڑاؤ گے اور ساری ذمے داری کا انحصار مجھ پر ہوگا۔"

"ہاں۔" میں نے بڑی اپنائیت کا اظہار کیا "تمہارا کاندھا مجھے اپنے سے زیادہ مضبوط محسوس ہوتا ہے۔"

"چلو یہی سہی لیکن تم آمادہ تو ہوئے۔"

"ایک بات سے ڈر لگتا ہے۔" میں نے ایک لطیف مذاق کیا۔ "کہیں عارفہ سے شادی ہونے کے بعد تم میرے رقیب نہ ہوجاؤ۔"

"بکواس نہیں۔" ندیم نے خوشی کا اظہار کیا۔ "پہلے میں شرارتاً عارفہ کے ہاتھوں کی کافی کی فرمائش کرتا تھا اور اب تو مجھے اس کا پورا پورا حق حاصل ہوگا۔"

"اوکے۔ میں تمہیں بہت جلد خوش خبری سناؤں گا۔ نسیم کا خیال رکھنا۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا پھر ریسیور رکھ کر عارفہ کے بارے میں سوچنے لگا۔ وہ شاید ایک عرصے سے مجھے پسند کرتی تھی لیکن اس نے کسی زاویے سے بھی کبھی مجھے اس کا احساس نہیں ہونے دیا تھا لیکن درمیان میں ماہ رخ کے آجانے کے بعد اس کے اندر کی قوت زیادہ دنوں تک اپنے پیار کی پردہ پوشی نہ کرسکی۔ وہ کھل کر میرے سامنے آگئی۔ اس کا وہ معصوم سا انداز مجھے اچھا لگا تھا۔ میں نے پہلی بار سنجیدگی سے ماں کی خواہش پر غور کیا تو ہر اعتبار سے میرے انتخاب کی مستحق ثابت ہوئی۔ پھر حالات نے اسے میری دہلیز تک پہنچا دیا۔ اب وہ مجھے محبوب نہیں بلکہ محسن سمجھ رہی تھی۔

میں عارفہ کے بارے میں غور کررہا تھا کہ فون کی گھنٹی کی آواز نے میری توجہ اپنی جانب مبذول کرلی۔ "ہیلو..... شہباز اسپیکنگ۔" میں نے ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں کہا۔

"موہنی بول رہی ہوں۔"

"تم۔" یکلخت میرا موڈ آف ہوگیا۔ "کس لئے فون کیا ہے؟"

"تم سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔"

"اب کیا بات باقی رہ گئی ہے۔"

"عارفہ"

"عارفہ!" میں عارفہ کا نام سن کر چونک اٹھا۔

"ہاں۔" موہنی کے لہجے میں سنجیدگی تھی۔ "مجھ سے ایک بھول ہوگئی تھی' میں نے عارفہ کے فلیٹ کو خود پھونکنے کے بجائے اس کی ذمے داری اپنے ایک سیوک کو سونپ دی تھی۔ اس نے مجھے وشواس دلایا ہے کہ تمہاری عارفہ رانی کوئلے کا روپ دھارنے کے بعد راکھ کے ڈھیر میں بدل گئی تھی۔ پرنتو نہ جانے کیوں میرا من کہتا ہے کہ کہیں نہ کہیں کوئی بھول چوک ضرور ہوگئی ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"میرا من کہتا ہے کہ عارفہ ابھی مری نہیں.... زندہ ہے۔"

"مجھے فون کرنے کی کیا ضرورت تھی؟" میں نے نفرت کا اظہار کیا۔ "کیا تم گندی اور ناپاک شکتی کے زور سے اصلیت نہیں معلوم کرسکتیں؟"

"تم نے اپنے چاروں اور سیاہ بادلوں کا جو گھیرا ڈال رکھا ہے اسے بس ایک پل کے لئے درمیان سے ہٹادو پھر میں تمہیں بتاؤں گی کہ موہنی کتنی مہان شکتیوں کی مالک ہے۔"

"بہت خوب۔" میں نے تضحیک آمیز انداز اختیار کیا۔ "تم مہان شکتیوں کی مالک ہونے کے باوجود میرے معاملات میں مجبور و بے بس ہو۔ یہ جان کر خوشی ہوئی۔"

"یہ خوشی زیادہ دن قائم نہیں رہ سکے گی۔" موہنی کا لہجہ سرد اور سفاک ہوگیا۔ "میں اس منڈل کو بہت جلد توڑ دوں گی جس کے اندر تم نے بہت کچھ چھپا رکھا ہے۔"

"میں اس دن کا بڑی شدت سے انتظار کروں گا۔" میں نے کہا پھر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ موہنی کے فون نے میرا اچھا خاصا موڈ خراب کردیا تھا۔

☆☆☆

کاؤنٹر پر بیٹھی ہوئی وہ لڑکی یقیناً خوبصورت اور حسین کہلانے کی مستحق تھی جو اپنی پیشہ ورانہ مسکراہٹیں باربار اپنے مخروطی ہونٹوں پر سجا کر مریضوں کو اٹینڈ کررہی تھی' اس کی مسکراہٹ مریضوں کے لیے زندگی کی نوید بھی کہی جاسکتی تھی لیکن میں وہاں اس کی مسکراہٹ کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملانے نہیں گیا تھا شاید یہی وجہ تھی کہ جب اس نے ایک غیرملکی مریض کو خلاف توقع بہت زیادہ سنجیدہ پایا تو ایک لمحے کو خود بھی سنجیدہ ہوگئی۔

وہ مریض ویٹنگ لاؤنج میں بیٹھے ہوئے اکثر مریضوں کی توجہ کا مرکز بن چکا تھا۔ اس کے چہرے کی ساخت ہی کچھ ایسی تھی کہ دیکھنے والا ایک لمحے کو اس کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہوجاتا تھا۔

اس غیرملکی مریض نے بیگی ٹائپ کی پتلون پر چار کلیٹی رنگ اور چیک ڈیزائن کا ایک چیسٹر پہن رکھا تھا جس کے کالر اس حد تک اٹھے ہوئے تھے کہ اس کے گلے کا بس ایک معمولی سا حصہ نظر آرہا تھا۔ سر پر ہیٹ تھی جس پر روایتی انداز میں کسی پرندے کے سفید و سیاہ پر نظر آرہے تھے۔ گول چہرے پر اس کی لمبی اور خمیدہ ناک کچھ عجیب بے ڈھنگی سی لگ رہی تھی آنکھوں پر

سیاہ رنگ کا چشمہ تھا جس کا فریم دور ہی سے بہت قیمتی نظر آرہا تھا۔ عمر زیادہ نہ ہونے کے باوجود اس نے الٹے ہاتھ میں واکنگ اسٹک پکڑ رکھی تھی۔ ہونٹوں کے درمیان ایک موٹا سا سگار تھا جس سے خارج ہونے والے دھوئیں کی مہک پورے وزیٹنگ لاؤنج میں لہراتی پھررہی تھی' وہ آدھے گھنٹے سے زیادہ کاؤنٹر کے قریب ہی کھڑا اپنے نمبر کا انتظار کررہا تھا۔ اس عرصے میں ایک بار بھی اس نے سگار کو ہاتھ نہیں لگایا تھا جس کے باعث جلی ہوئی سگار کی راکھ نے ابھی تک اپنے وجود سے علیحدگی نہیں اختیار کی تھی۔ اس کی نظریں بار بار دستی گھڑی کی جانب اٹھ رہی تھیں۔ ہر بار وہ سیدھا ہاتھ بلند کرکے اپنی دستی گھڑی کو دیکھتا پھر شانے جھٹک کر ٹہلنے میں مصروف ہوجاتا۔ الٹے ہاتھ کے بجائے اس نے سیدھے ہاتھ پر گھڑی باندھ کر لوگوں کو غالباً" اپنی قدامت پسندی کا ثبوت فراہم کرنے کی کوشش کی تھی۔ چہرے بشرے اور چال ڈھال سے وہ کسی اونچے طبقے کا فرد نظر آتا تھا پھر جب وہ کاؤنٹر کے قریب پہنچا تو اس نے جلتا ہوا سگار بدستو ہونٹوں اور دانتوں کے درمیان چباتے ہوئے بڑے کھردرے لہجے میں کاؤنٹر پر بیٹھی ہوئی اس خوب صورت اور حسین لڑکی کو مخاطب کیا۔

"تمہارا نام شاید موناعابد ہے؟" اس خمیدہ ناک والے کا لہجہ بھی غیر ملکیوں ہی جیسا تھا۔

"یس۔" لڑکی نے سنجیدگی سے پوچھا۔ "کیا آپ مجھے جانتے ہیں؟"

"مجھے سرجن سے ملنا ہے۔" اس نے لڑکی کے سوال کو نظر انداز کرکے اپنا مدعا بیان کیا۔

"کیا آپ نے پہلے سے وقت لے رکھا ہے؟"

"میں ایک ایمرجنسی کے تحت آیا ہوں۔"

"ٹھیک ہے لیکن باس بغیر......"

"تم یہ چٹ اپنے باس تک پہنچا دو پھر تمہاری ڈیوٹی ختم ہوجائے گی۔" خمیدہ ناک والے نے کھردرے لہجے میں تیزی سے کہا پھر ایک ٹائپ شدہ پرچی چیسٹر کے اندرونی جیب سے نکال کر لڑکی کے سامنے کاؤنٹر پر رکھ دی جس پر محض 'معرفت بھوشن جوزف' کے حروف موجود تھے۔

لڑکی نے پرچی پر نظر ڈالی تو اس کے چہرے کے تاثرات یکلخت بدل گئے' وہ جلدی سے اپنی کرسی سے اتری اور تیز قدم اٹھاتی اس کمرے کے اندر داخل ہوگئی جس پر بڑے بڑے سنہری حروف میں ڈاکٹر سرجن ردی سومرو اور اس کی لمبی چوڑی ڈگریاں تحریر تھیں۔ خمیدہ ناک والے نے دوبارہ ٹہلنا شروع کردیا۔ اس کے الٹے ہاتھ میں بدستور واکنگ اسٹک موجود تھی' سیدھا ہاتھ اس نے لڑکی کے جانے کے بعد چیسٹر کی جیب میں ڈال لیا تھا۔

لڑکی کی واپسی میں دیر نہیں لگی۔ اس نے کاؤنٹر پر پہنچ کر نووارد غیر ملکی سے کہا۔

"آئی ایم سوری سر۔ مجھے آپ کے بارے میں یہ نہیں معلوم تھا کہ آپ......"

"کیا سرجن میرے واسطے کچھ وقت نکال سکتا ہے یا نہیں؟" اس بار بھی اس نے لڑکی کا جملہ مکمل ہونے کا انتظار نہیں کیا۔

"ایک مریض اندر موجود ہے' اس کے بعد ہی آپ کا نمبر ہے۔"

گڈ۔" نووارد نے خوشی کا اظہار بھی بڑی گمبھیر سنجیدگی سے کیا پھر تھوڑے توقف کے بعد بولا۔ "کیا سرجن جس وقت مریضوں کو دیکھتا ہے اس وقت اس کے پاس کوئی اور بھی ہوتا ہے۔ میرا مطلب ہے کوئی اٹینڈنٹ وغیرہ۔"

"جی نہیں۔" لڑکی نے جواب دیا۔ "باس پرائیویسی کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ جب تک بل نہ دیں کسی مریض کی موجودگی میں عملہ کا کوئی فرد بھی اندر جانے کی جسارت نہیں کرتا۔"

پھر اندر جو مریض تھا اس کے باہر آنے کے بعد خود لڑکی نے اسے سرجن کے کمرے تک چھوڑا تھا۔ خمیدہ ناک والا اندر داخل ہوا تو خود کار دروازہ اس کے پیچھے دوبارہ بند ہوگیا۔ سر کی محض ایک خفیف جنبش سے اس نے سامنے میز پر بیٹھے ہوئے ادھیڑ عمر کے سرجن کو وش کیا پھر خود اعتمادی سے آگے بڑھ کر ایک ایسی کرسی پر بیٹھ گیا جہاں سے وہ سرجن کے علاوہ بظاہر دروازے پر بھی نظر رکھ سکتا تھا۔

"یہ پہلا اتفاق ہے کہ مسٹر بھوشن نے پہلے سے مجھے مطلع نہیں کیا ورنہ ان کی معرفت جب بھی کوئی مریض آتا ہے اس کا نام وی آئی پی لسٹ پر درج کرلیا جاتا ہے۔" سرجن ردی سومرو نے بڑی خندہ پیشانی سے کہا۔ "آپ کو میرے پاس آنے میں کسی زحمت کا سامنا تو نہیں ہوا؟"

"نہیں۔ مجھے آپ کے یہاں کا ایڈمنسٹریشن بہت پسند آیا اور خاص طور وہ کاؤنٹر گرل جس نے یہاں تک آنے پر میری مدد کی۔"

"یہ بھی اس کے فرائض کا ایک حصہ ہے۔" سومرو نے بدستور انگریزی میں کہا۔ "آپ کیا پینا پسند کریں گے' ہاٹ یا کولڈ۔"

"تمہارے پاس ایک بہت ہی اہم ضرورت کے پیش نظر آیا ہوں۔" نووارد نے جلا ہوا سگار ہونٹوں سے علیحدہ کرکے بڑی بے دردی سے ایش ٹرے میں مسلتے ہوئے کہا۔ "تمہارا نام مجھے مسٹر بھوشن ہی کے کسی ذریعے سے معلوم ہوا ہے۔"

"کیا آپ کو براہ راست مسٹر بھوشن نے نہیں بھیجا؟" سرجن سومرو نے اس بار نووارد کو گہری نگاہوں سے دیکھا۔

"کوئی فرق نہیں پڑتا۔" نووارد نے مسکرا کر کاروباری انداز اختیار کیا۔ "تمہیں تمہاری مطلوبہ فیس مل جائے گی۔ اس فیس

سے بہت زیادہ جو تم عام مریضوں سے لیتے ہو۔"

"کام کی نوعیت کیا ہے؟"

"سرجری۔" نووارد نے کہا۔ "تمہیں میرے ایک کارندے کی سرجری کرنی ہوگی جو دو روز بعد یہاں سے خلیج کے علاقوں کی طرف سفر کرنے والا ہے۔ اس کی سیٹ جہاز میں پہلے سے بک کرادی گئی ہے۔"

"مریض کہاں ہے؟"

"تم حامی بھرو تو وہ مریض بھی آجائے گا۔" اس بار نووارد معنی خیز انداز میں مسکرایا۔

"آپریشن کا فیصلہ میں مرض کی نوعیت جانے بغیر نہیں کرتا۔" سرجن سومرو نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔ نووارد کی بے تکلفی اور اس کے تکلم کا انداز شاید اب سرجن کو پسند نہیں آرہا تھا۔

"پوڈر۔" نووارد نے ایک لمحے کے بعد کن انکھیوں سے بند دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اس کے ساتھ ہی اس نے چیسٹر کی جیب سے اپنا فاؤنٹین پن نکال لیا۔

"پوڈر۔" سرجن نے حیرت سے وضاحت چاہی۔

"سرجن۔ کیا تم اس قلم کی قیمت کا اندازہ لگا سکتے ہو جو میرے ہاتھ میں موجود ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ ابھی کسی پوڈر کے بارے میں گفتگو کررہے تھے۔" سرجن کے چہرے سے اب بے زاری مترشح تھی

"پوڈر کی گفتگو سے پہلے تمہیں اس قلم کی قیمت کا اندازہ ہوجائے تو شاید ہم زیادہ دوستانہ ماحول میں کھل کر کوئی ڈیل کرسکتے ہیں۔"

"ڈیل۔ میں سمجھا نہیں؟"

"یہ قلم جو بظاہر بہت معمولی نظر آرہا ہے میں نے اسے دو ہزار ڈالر میں حاصل کیا ہے۔"

"شاید یہ کسی مشہور اور مردہ شخصیت کی ملکیت رہا ہوگا۔" سرجن نے سپاٹ انداز میں کہا۔

"یہ دراصل فاؤنٹین پین نہیں ہے مائی ڈیئر۔" نووارد نے مسکراتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ "یہ انتہائی طاقت ور پین گن ہے جس کے اندر دو گولیاں آجاتی ہیں لیکن نشانہ اگر سچا ہو تو اسے استعمال کرنے والے کو دوسری گولی چلانے کی زحمت نہیں اٹھانی پڑتی۔"

"میں سمجھا نہیں۔" سرجن نے اپنی ریوالونگ چیئر پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "مجھے اس بات پر بھی حیرت ہورہی ہے کہ آخر آپ کو مسٹر بھوشن کا نام استعمال کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"تاکہ تم پوڈر کے حوالے سے سرجری کی نوعیت بھی آسانی سے سمجھ لو۔"

"کیا مطلب؟"

"تمہیں ہری رام یا کرشن ورما کی موت کی اطلاع مل چکی ہوگی۔" نووارد نے اس بار سرد انداز اختیار کیا۔ "وہی مریض جس کی سرجری بیرون ملک مائیکل اسٹرانگ کرتا تھا اور تم باقی کام یہاں انجام دیتے تھے۔"

"کون ہو تم؟" سرجن چونکا۔ اس کے چہرے پر خوف اور حیرت کے ملے جلے تاثرات پھیل کر گہرے ہوتے جارہے تھے۔

"بھوشن کی طرح تم مجھے بھی ایک کاروباری شخص سمجھ سکتے ہو۔" وہ سرجری کے ذریعے ہیرے جواہرات کا کاروبار کرتا تھا اور میں .... میں بھی سرجری ہی کے ذریعے پوڈر کا کاروبار کرنا چاہتا ہوں اور یہ خدمت ہر قیمت پر تمہیں انجام دینی ہوگی۔ میرا خیال ہے کہ شاید اب تم سمجھ چکے ہوگے کہ پوڈر سے میری مراد ہیروئن ہے جسے تم سرجری کے ذریعے میرے آدمی کے جسم میں اس طرح محفوظ کروگے کہ کوئی اس کا سراغ نہ پاسکے۔"

"میرا خیال ہے کہ تمہیں میرے بارے میں ضرور کوئی غلط فہمی ہوگئی ہے۔"

"غلط فہمی نہیں سرجن۔" نووارد نے بڑی حقارت سے کہا۔ "غلط فیملی کہو۔ اس لیے کہ میں جانتا ہوں بھوشن جوزف کی طرح تم بھی کراس بریڈ ہو۔ کیا تم انکار کرسکو گے کہ تمہاری ماں کا تعلق بھی ایک معمولی درجے کے ہندو گھرانے سے تھا جس نے سومرو نامی ایک سرمایہ دار کو اپنے حسن کے جال میں پھنسا لیا تھا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتی تو شاید تم آج اس مقام تک کبھی نہ پہنچ سکتے۔"

سرجن نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ بڑی نفرت سے نووارد کو گھور رہا تھا پھر اچانک نووارد نے قلم کا رخ اس کی طرف کرکے کلپ پر انگلی جماتے ہوئے بڑی سفاکی سے کہا۔

"نہیں سرجن۔ تم اپنا ہاتھ کال بیل سے دور ہی رکھو بہتر ہوگا۔ کہ دونوں ہاتھ اوپر کرکے میز پر رکھ لو اور اگر تم نے اپنے پیروں کے استعمال سے بھی کسی خفیہ کال بیل کو استعمال کرنے کی چالاکی کی تو تمہاری موت یقینی ہوگی۔ تمہاری اطلاع کے لیے بھی عرض کردوں کہ میرے تین ساتھی باہر مریضوں کے درمیان موجود ہیں جو تمہاری موت کے بعد مجھے یہاں سے بچ کر نکل جانے میں میری مدد کریں گے۔ ہوسکتا ہے کہ مقابلے کی صورت میں تمہارے علاوہ تمہارے کچھ کارندے بھی کام آجائیں۔"

"موت اور زندگی سے کھیلنا میرا پیشہ ہے۔" سرجن نے تھوڑے توقف کے بعد خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ "میں نے زندگی میں کبھی کوئی جرم نہیں کیا' نہ ہی کسی جرائم پیشہ کا ساتھ دیا ہے' میں کسی ہری رام یا کرشن ورما کے نام سے بھی واقف نہیں ہوں۔"

"تمہاری اطلاع کے لیے ایک بات اور عرض کردوں۔ سرجن مائیکل اسٹرانگ بھی بھوشن کے کاروبار میں ہی ملوث ہونے

کی وجہ سے اس دنیا سے منہ موڑ چکا ہے۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا کہ۔"

"ڈونٹ ٹاک نان سنس۔" نووارد نے جو میرے سوا کوئی اور نہیں تھا سفاک لہجے میں جواب دیا۔ "زندگی دنیا کی ہر شے سے زیادہ قیمتی ہے۔" سرجن سومرو نے جواب نہیں دیا۔

"کیا تم میرا نام جاننا پسند کرو گے۔" میں نے ایک نفسیاتی حربہ استعمال کیا۔

سرجن سومرو اس بار بھی خاموش رہا۔

"میں جوزف کا کزن ہوں۔ ولیم پوکر۔" میں نے سرد لہجہ برقرار رکھا۔ "بھوشن نے میرا جائز حق دینے سے انکار کردیا ہے لیکن اب وہ خود بھی اس بے پناہ دولت کو تنہا استعمال نہیں کرسکے گا۔"

"تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟" سومرو نے مردہ لہجے میں پوچھا۔ اس کے چہرے پر اب پسینے کے قطرے جھلملانے لگے تھے۔

"تم اگر بھوشن کے خلاف گواہی دے کر میری مدد کرنے پر آمادہ ہو جاؤ تو تمہاری زندگی کی ضمانت دے سکتا ہوں۔" میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ "پولیس کے لیے وعدہ معاف گواہ بن جانے کی صورت میں تم خود کو قانون سے رعایت حاصل کرنے کا مستحق بھی ثابت کرسکتے ہو۔"

"تمہارا خیال غلط ہے۔" رودی سومرو نے جواب دیا۔ "اس کے ہاتھ تمہاری توقع سے بھی زیادہ لمبے ہیں۔ وہ مجھے کسی قیمت پر زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"اور انکار کی صورت میں تم میرے ہاتھ سے مارے جاؤ گے۔" میرے لہجے میں بلا کی سفاکی تھی۔ "فیصلہ اب تمہارے ہاتھ میں ہے۔"

"تم مجھے جو موت مارو گے وہ مجھے منظور ہے لیکن بھوشن۔ میں جانتا ہوں کہ وہ غداروں کو کتنی اذیت ناک اور بھیانک سزائیں دے کر موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔" رودی سومرو نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "تم بے شک مجھے گولی مار دو لیکن بھوشن کے خلاف کوئی بیان دینے کو تیار نہیں ہوں۔"

"پھر سوچ لو۔ کیا تمہارا یہ آخری فیصلہ ہے؟"

"ہاں۔ آخری اور اٹل فیصلہ۔"

مجھے یقین تھا کہ اب رودی سومرو میرے کسی کام کا نہیں رہ گیا۔ میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"مجھے افسوس ہے کہ تم زندگی کو داؤ پر لگا رہے ہو حالانکہ تم اگر چاہو تو بچنے کی راہ بھی اختیار کرسکتے ہو۔"

"نہیں۔ یہ ممکن نہیں ہے۔" اس نے ہونٹ چباتے ہوئے بڑے مایوس لہجے میں کہا۔ "بھوشن اپنے مخصوص اور کارآمد لوگوں پر ایسے خفیہ پہرے لگا دیتا ہے جس سے کوئی بچ کر نہیں نکل سکتا ہے۔ مائیکل اسٹرانگ ہی کی مثال لے لو وہ یہاں سے ہزاروں میل دور تھا لیکن تمہاری اطلاع کے مطابق اسے بھی گولی ماردی گئی ہے۔ بھوشن کو یقیناً اس بات کا شبہ لاحق ہوا کہ اگر وہ زندہ رہا اور اس نے پولیس کی تفتیش کے دوران اپنی زبان کھولی تو بھوشن کی حیثیت کمزور پڑ جائے گی چنانچہ اس نے وقت سے پہلے ہی اپنے راستے سے ہٹا دیا۔ تم نہیں جانتے اس کے آدمی خطرناک شکاری کتوں کی مانند مشکوک افراد کی سونگھتے پھرتے ہیں۔"

"لیکن وہ ابھی تک میرے خلاف کچھ بھی نہیں کرسکے۔" میں نے زہرخند سے جواب دیا۔

"یہ تمہاری قسمت ہے لیکن میں نہیں سمجھتا کہ تم زیادہ عرصے تک اس کا مقابلہ کرسکو گے۔ جس دن بھی اسے اس بات کا علم ہوگیا کہ تم ہی جوزف کے کزن ولیم پوکر ہو، وہ تمہاری زندگی کا آخری دن ہوگا۔"

"آئی سی۔" میں چونکا۔ "گویا اس نے تمہیں بھی میرے سلسلے میں آگاہ کردیا تھا۔"

"ہاں۔ اس نے مجھے تاکید کی تھی کہ میں خاص طور پر غیر ملکیوں سے گفتگو کرتے وقت بہت محتاط رہوں۔"

"تمہاری اطلاع کے لئے عرض کردوں کہ ہمارے درمیان ہونے والی اب تک کی تمام گفتگو میرے چیسٹر کے جیب میں رکھے ہوئے طاقت ور ریکارڈر کی ٹیپ پر محفوظ ہوچکی ہے۔ اس کے بارے میں تم پولیس کو اپنی صفائی میں کیا کہو گے؟"

"یہ میرا ذاتی معاملہ ہے؟" رودی سومرو نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "تم اپنے کام سے کام رکھو۔"

"ایز یو وش مائی ڈیئر۔" میں نے پسٹل کی کلپ پر اپنا ہاتھ کچھ مضبوط کرلیا۔ میں اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔ میرا خیال تھا کہ وہ اپنے سر پر موت کے سائے منڈلاتے دیکھ کر ٹوٹ جائے گا لیکن اب بھی وہ سینہ تانے بیٹھا تھا۔ مرنے کی خاطر پوری طرح آمادہ نظر آرہا تھا۔ میں نے اس کی خواہش کا احترام کرنے کی ٹھان لی لیکن ٹھیک اسی وقت رودی سومرو کی آنکھیں اچانک غیر متحرک ہو کر اپنے حلقوں میں جم کر رہ گئیں۔ اب اس کے دیکھنے کا انداز بھی بدل چکا تھا پھر یکلخت اس کے تھرائے ہوئے ہونٹوں کو جنبش ہوئی اور میں چونکے بغیر نہ رہ سکا وہ آواز سو فیصد موہنی کی تھی جو رودی سومرو کے منہ سے خارج ہوئی۔

"میں جانتی ہوں کہ تم وہ نہیں ہو جو نظر آرہے ہو۔ میرا من کہتا ہے کہ تم شہباز خان کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتے۔"

موہنی کا گندہ علم اور ناپاک قوتیں بھی شاید مجھے نہیں پہچان سکی تھیں۔ میں نے ایک لمحے کو سوچا کہ اسے اپنی حقیقت سے آگاہ کرکے اس کی بے بسی کا احساس دلاؤں۔ کومل دیا میرے ہاتھوں اپنے کیفر کردار تک پہنچ گئی تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ بہار حقیقت سے واقف ہوجانے کے بعد موہنی بھی میرا کچھ بھی نہیں

بگاڑ سکے گی لیکن پھر میں نے فوری طور پر اپنا ارادہ ترک کردیا۔ وہ مجھے کوئی گزند نہیں پہنچا سکتی تھی لیکن قانون کے نگہبانوں یا پھر میرے حریفوں کو میری اصلیت سے آگاہ کرکے میرے راستے میں دشواریاں ضرور پیدا کرسکتی تھی چنانچہ میں نے رودی شنکر کو حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے خوشی ہوئی کہ تم ایک اچھے اداکار بھی ہو۔ اگر اسٹیج کی دنیا سے متعلق ہوتے تو شاید انہی خوبیوں کے سبب بہت نام پیدا کرسکتے تھے۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تمہاری بدلی ہوئی زنانی آواز سن کر ایک ثانئے کو میں بھی چکرا گیا تھا۔"

"میں رودی سومرو نہیں۔ موہنی بول رہی ہوں۔" موہنی نے مجھے رودی سومرو کی پھٹی پھٹی آنکھوں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "وہی موہنی جو اس کومل دیا کی بہن ہے جسے تم نے مار ڈالا تھا۔"

"موہنی۔ کومل دیا۔" میں نے بھرپور اداکاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے رودی سومرو کو دیکھا۔ "کیا تم ایک سرجن ہونے کے علاوہ بلیک میجک کے فن پر بھی عبور رکھتے ہو۔"

"زیادہ چالاک بننے کی کوشش مت کرو، موہنی مہان شکتی تمہارے فن کا بھید جان چکی ہے۔"

میں نے اس بار بھی رودی سومرو کو ایسے انداز میں دیکھا جیسے اس کی بات میری سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ مجھے علم تھا کہ موہنی جھوٹ بول رہی ہے۔ میری اصلیت معلوم کرنے کی خاطر وہ چالبازی کا مظاہرہ کررہی تھی۔ خود کالکا نے بھی کہا تھا کہ وہ میرے دل کی گہرائیوں میں جھانکنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ لندن میں لیڈی مکارنس نے بھی ایک بار مجھ سے یہی کہا تھا کہ وہ میرے اندر محض اس لئے دلچسپی لے رہی ہے کہ میں وہ پہلا شخص تھا جس کی گہرائیوں تک پہنچنے میں اسے ناکامی ہوئی تھی۔ اس نے دعویٰ کیا تھا کہ بہت جلد اس دھند کے سحر کو توڑنے میں کامیاب ہوجائے گی جس کی وجہ سے اس کی دوربین نگاہیں میرے دل کا حال جاننے سے قاصر تھیں لیکن وہ بھی ابھی تک اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکی تھی۔

موہنی نے بھی متعدد بار مجھے اس بات کی دھمکی دی تھی کہ جس دن وہ اس گھپ اندھیرے کے جال کو توڑنے میں کامیاب ہوگئی وہ میری زندگی کا آخری دن ہوگا، اس کی طاقت تو ابھی تک اس بات کا سراغ بھی نہیں لگا سکی تھی کہ عارفہ زندہ ہے یا آگ میں جل کر خاک ہوچکی ہے، وہ یقیناً مجھے کریدنے کی کوشش کررہی تھی۔

"رودی سومرو۔" میں نے بدستور غیر ملکیوں کے لہجے میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "تم شاید اپنی ان شعبدہ بازیوں کے ذریعے کچھ وقت حاصل کرنا چاہتے ہو لیکن ایک بات یاد رکھو، اب تمہاری موت تمہارا مقدر بن چکی ہے۔"

"رک جاؤ۔" اچانک رودی سومرو اپنی اصلی آواز میں بولا۔ "میں تمہارے کہنے پر بھوشن جوزف کے خلاف گواہی دینے کو تیار ہوں۔ چاہے اس کا انجام کچھ بھی ہو۔"

میں نے فوری طور پر کوئی جواب نہیں دیا، خود کو نادیدہ طاغوتی قوتوں کے شر سے محفوظ رکھنے کی خاطر جلدی سے آیت الکرسی پڑھ کر اپنے گرد اس کا حصار کھینچا پھر سرد لہجے میں بولا۔

"تم ولیم پوکر کو کوئی فریب نہیں دے سکو گے۔ باسٹرڈ، میں سمجھ رہا ہوں کہ وقتی طور پر میرے ہاتھوں سے نجات حاصل کرنے کے خواہش مند ہو۔ اس کے بعد تم بھی زہریلے ناگ کی طرح اپنی کینچلی بدل لو گے لیکن میں تم کو اس کا موقع نہیں دوں گا۔"

میں نے پسٹل کی کلپ کو دبا دیا۔ کمرے میں ہلکی سی ٹچ کی آواز ہوئی پھر رودی سومرو بھگوان کی پوجا جیسے انداز میں اس حد تک جھکتا چلا گیا کہ اس کا سر میز پر ٹک گیا۔ میری پہلی گولی ہی اس کی پیشانی کے درمیان لگی تھی جس نے اس کا بھیجہ بھی ضرور پاش پاش کردیا ہوگا۔

میرے پاس وقت کم رہ گیا تھا۔ موہنی جاچکی تھی۔ وہ میرے راستے میں دشواریاں بھی پیدا کرسکتی تھی چنانچہ میں نے جلدی سے رودی سومرو کے مردہ جسم کو گھسیٹ کر واش روم کے اندر ڈالا۔ خون کے دھبوں کو تیزی سے صاف کیا پھر نہایت آرام سے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ مجھے یقین تھا کہ اگر موہنی کی گندی روح وہاں موجود بھی ہوئی تو اس نے صرف رودی سومرو کو مرتے دیکھا ہوگا۔ میری نقل و حرکت سے واقف نہیں ہوسکے گی اس لیے میں نے بدستور اپنے اطراف حصار باندھ لیا تھا جس کے اندر کوئی اور طاقت داخل نہیں ہوسکتی تھی۔

باہر آکر میں نے گاڑی اسٹارٹ کی پھر اسے تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا جائے حادثہ سے بہت دور نکال لے گیا۔ آدھے گھنٹے بعد میں ولیم پوکر ہی کی آواز میں میں نے ایک بوتھ سے فون کرکے سراج کو رودی سومرو کی موت کی اطلاع دی تھی۔

"ون منٹ۔" سراج نے تفصیل کے بعد بے چینی کا مظاہرہ کیا۔ "کیا تم مجھے اس کی موت کی وجہ نہیں بتاؤ گے؟"

"صرف اتنا بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ رودی سومرو ہی وہ سرجن تھا جو بھوشن کے قیمتی مریضوں کا آپریشن کرکے ہیرے جواہرات کی تھیلیاں برآمد کرنے کی ڈیوٹی انجام دیتا تھا۔"

"تم یہ بات پولیس کو پہلے بھی بتا سکتے تھے۔"

"فائدہ کیا ہوتا۔" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "تمہاری پولیس نے بہرام کے سلسلہ میں کیا کیا تھا؟ میں نے تمہیں جس اہم ترین مریض کی اطلاع دی تھی وہ بھوشن کو قانون کے آہنی شکنجوں میں جکڑنے کے لیے بہت موثر ہوسکتا تھا، لیکن تم اس موقع پر بھی بے بس ہوگئے تھے۔ ٹائیگر کی موت نے بھی تمہارے

راستے سے ایک اہم ثبوت مٹا دیا۔ صرف پانڈے باقی ہے لیکن وہ بھوشن کے سلسلے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکے گا۔"

"کیا تمہاری نظر میں ابھی ایسے کچھ اور لوگ بھی ہیں جو بھوشن کو حراست میں لینے میں میری مدد کر سکیں۔"

"اوپر سے ملنے والی کال یا پھر کسی بڑی ہستی کی ایک چٹ تمہارے قانون کو پھر سے بے بس کر دے گی۔" میں نے حقارت سے کہا۔ "ابھی میرے پاس ایک حربہ ہے جس کے استعمال کے بعد بھوشن کو دن میں تارے نظر آجائیں گے لیکن اب میں تمہیں کوئی ٹپ نہیں دوں گا۔ میں خود اس حرامزادے سے اپنا حصہ حاصل کروں گا۔"

"جذباتی بن کر تم خسارے میں رہو گے' میری بات مانو۔"

میں نے سراج کی پوری بات سننے کی ضرورت محسوس نہیں کی' سلسلہ منقطع کر کے فون بوتھ سے باہر آگیا۔

ندیم کی آواز سن کر میں اپنی خواب گاہ سے باہر نکلا تو دن چڑھ چکا تھا۔ میں نے باہر آکر عجیب سماں دیکھا۔ نسیم جس کی پیشانی پر ابھی تک پٹیاں بندھی تھیں۔ میری ماں کے سینے میں چھپی آہستہ آہستہ سسک رہی تھی' عارفہ اس کے قریب ہی بیٹھی اس کو تسلی دے رہی تھی۔ میں نے ندیم کی سمت دیکھا لیکن اس کا چہرہ کسی قسم کے اندرونی جذبات کے اظہار سے یکسر عاری تھا' اس نے بس ایک نظر مجھ پر ڈالی تھی' پھر نسیم کی جانب متوجہ ہو گیا۔

میں قدم بڑھاتا ماں کے قریب گیا' میں نے نسیم کو ہولے سے آواز دی تو ایک لمحہ کو اس کی سسکیاں تھم گئیں۔ اس نے گردن گھما کر میری طرف دیکھا پھر دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر سسکیاں بھرنے لگی۔ وہ بہت زیادہ خوف زدہ اور سہمی سہمی سی نظر آرہی تھی۔ اس کے چہرے پر وہ پہلی جیسی تازگی اور شگفتگی نہیں تھی۔ میں نے قریب جاکر اس کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "رو کیوں رہی ہے پگلی۔ ابھی تیرا بھائی زندہ ہے۔ یہاں ایک سے بڑا ایک سرجن اور ڈاکٹرز موجود ہے' میں تیرے علاج میں کوئی کسر نہیں چھوڑوں گا اور میرا دل گواہی دیتا ہے کہ تو ضرور اچھی ہو جائے گی۔" پھر میں بھی جذباتی ہو گیا۔ "میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں کہ تیری پیشانی کے داغ کو مٹانے کی خاطر میرے جسم کا ایک ایک قطرہ خون بھی کام آیا تو دریغ نہیں کروں گا۔"

"ہاں نسیم' پریشان مت ہو۔" عارفہ نے کہا۔ "پلاسٹک سرجری نے اب بہت ترقی کر لی ہے' وہ بوڑھوں کو بھی حیرت انگیز طور پر جوان بنا دیتی ہے' تمہاری پیشانی کا داغ مٹانا تو ان کے لیے بائیں ہاتھ کا کھیل ہو گا۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔" ماں نے دعا دی پھر نسیم کو دوبارہ اپنی شفقت بھری آغوش میں سمیٹ کر بولی۔ "تمہارے آنے کا مجھے شدت سے انتظار تھا۔ پوچھو کیوں؟"

"کیوں؟" نسیم نے رندھی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"میں عارفہ اور شہباز کی شادی کرنا چاہتی ہوں۔ اب تم بھی آگئی ہو تو اس نیک کام میں دیر نہیں ہو گی۔ میں آج شام کو ان دونوں کا نکاح پڑھوا دیتی ہوں۔"

"امی حضور۔" میں نے کچھ کہنا چاہا۔

"بس میں تیری بہت سن چکی' اب وہی ہو گا جو میں چاہوں گی۔" ماں نے مجھے بولنے کا موقع نہیں دیا۔

نسیم نے میری شادی کی خبر سنی تو اس نے جلدی سے اپنے آنسو پونچھ لئے' اس کے اداس چہرے پر خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ ندیم بدستور اپنی کسی سوچ میں گم تھا۔

"ندیم۔" ماں نے اسے آواز دی تو وہ اس طرح چونکا جیسے سوتے سوتے اچانک اس کی آنکھ کھل گئی۔

"جی۔" اس نے جلدی سے کہا۔

"تم نے میرا فیصلہ سن لیا ہے نا۔ میں آج شام کو عارفہ اور شہباز کو دلہا دلہن کے روپ میں دیکھنا چاہتی ہوں اور ایک دوست اور بھائی ہونے کے ناتے اس نکاح کا سارا انتظام تمہیں کرنا ہو گا۔"

"آپ پریشان نہ ہوں آنٹی۔" ندیم نے بڑے پیار سے کہا۔

"جیسا آپ چاہیں گی ویسا ہی ہو گا۔"

"اور اگر میں نے تمہیں نکاح کے وقت قبول کرنے کے بجائے نامنظور کر دیا تو۔" میں نے کن انکھیوں سے عارفہ کی طرف دیکھ کر کہا تو اس نے شرماتے ہوئے' ایک نظر مجھ پر ڈالی پھر لمبے لمبے قدم اٹھاتی ماں کے کمرے میں چلی گئی۔

"آپ نے مجھے بہن کہا ہے۔" نسیم نے میری سمت دیکھا۔ "کیا میری خاطر بھی آپ آنٹی کی خوشی پوری نہیں کریں گے۔"

"سنجیدہ مت ہو۔" میں مسکرایا۔ "میں تو یوں ہی مذاق کر رہا تھا۔"

پھر اسی شام عارفہ سے میرا نکاح ہو گیا جس میں سوائے ندیم کے باہر کا اور کوئی آدمی شریک نہیں ہوا تھا۔ ماں کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ نسیم اور عارفہ کو بھی بے حد مسرت تھی۔ ندیم نے بھی گلے لگا کر مجھے مبارکباد دی تھی لیکن مجھے اس کی ہنسی میں بھی سنجیدگی کا شبہ سا ہو رہا تھا۔ رات کے کھانے کے بعد میں نے اسے تنہائی میں کریدا تو وہ مسکرا کر بولا۔

"ابھی بہت وقت پڑا ہے پھر کبھی اطمینان سے باتیں ہوں گی۔ آج تمہاری زندگی میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوا ہے آج اس کے سوا اور کچھ نہ سوچو۔"

"تم شاید مجھے ٹالنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"ہرگز نہیں۔" اس نے پھر مجھے باتوں میں اڑانے کی کوشش کی۔ بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "ایک بات کہوں یقین کرو گے۔"

"کیا؟"

"آج دلہن بنی ہوئی عارفہ مجھے بہت پیاری لگ رہی تھی۔ بہت سے بھی زیادہ۔"

"بکو مت۔ تم مجھے کھل کر بتاؤ آخر بات کیا ہے؟"

"ایک بات کا خیال رکھنا۔ بزرگوں اور دوست واحباب کا یہ کہنا ہے کہ سہاگ رات ہر انسان کی زندگی میں صرف ایک بار آتی ہے اور یہی وہ رات ہے جب دو اجنبیوں کے درمیان سے حجاب کے پردے سرکتے ہیں۔ میں تمہیں قدم جما کر میدان میں اترنے کا مشورہ دوں گا۔"

"بہتر ہے' میں جناب کے اس قیمتی مشورے کا پورا پورا خیال رکھوں گا۔" میں نے کہا پھر اپنی ضد پر آگیا۔ "اب وہ بات اگل دو جو تمہارے پیٹ میں ہے۔"

ایک لمحے کے لیے وہ خاموش ہو گیا پھر بڑے عجیب فلسفیانہ انداز میں بولا۔

"تم میرے بہت عزیز دوست ہو' لیکن اس کے باوجود تمہیں میرے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ ہم طویل عرصے کے بعد دوبارہ ملے تھے۔ اس درمیانی عرصہ میں میں نے کیا کیا کھیل کھیلے ہیں کیسے کیسے خطروں کے پرپیچ راستوں سے ہو کر گزرا ہوں یہ صرف میں جانتا ہوں۔ میرے لیے شکست تسلیم کر لینا ایسا ہی تھا جیسے کوئی خوف سے ڈر کر سربازار ننگا ہونے پر مجبور ہو جائے۔ میں نے مجبوری کے اس احساس کو اپنے اعصاب پر حاوی نہیں ہونے دیا۔ کسی سرکش موج کی طرح کناروں سے ٹکرایا ضرور لیکن پھر بپھرے ہوئے سمندر کی طرف واپس لوٹ گیا۔ مجھے اس کا یقین ہے کہ موت کا جو وقت مقرر ہے اسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں ٹال سکتی۔ شاید اسی خیال نے ہمت اور حوصلہ دیا۔ میں نے جس پروفیشن کو اپنایا ہے اس میں ہر ہر قدم پر موت کے سائے منڈلاتے رہتے ہیں۔ ہمارے درمیان ہمیشہ ایک رسہ کشی جاری رہتی ہے۔ بڑا کاروباری اسی کو سمجھا جاتا ہے جس نے بڑے بڑے بدمعاش' شاطر غنڈے اور دہشت گرد پال رکھے ہوں۔ نسیم سے شادی سے پیشتر میں سب سے بڑا کاروباری آدمی سمجھا جاتا تھا لیکن اب.... صرف اپنی سابقہ ساکھ سے فائدہ اٹھا رہا ہوں۔"

"میں نے جناب سے شرافت یا بدمعاشی پر تقریر کرنے کی فرمائش نہیں کی تھی صرف اتنا پوچھا تھا کہ....."

"نسیم سے شادی کے بعد میں نے بڑی شدت سے یہ محسوس کیا کہ اب میری زندگی صرف اپنی زندگی نہیں رہی۔ اس میں کوئی اور بھی حصہ دار بن گیا ہے جسے ہر ہر قدم پر میری ضرورت ہے۔ اسی خیال کے پیش نظر میں نے خود کو خاصا تبدیل کر لیا ہے۔" اس نے میری بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "آج سے عارفہ بھی تمہاری زندگی میں ساجھے دار بن رہی ہے۔ میرا مشورہ ہے اب کوئی قدم اٹھانے سے پیشتر اس کے بارے میں بھی ضرور غور کرنا۔"

"میں اب بھی حضور کی تقریر کا مفہوم نہیں سمجھ سکا۔"

"میرا اشارہ ولیم پوکر کے فرضی کردار کی طرف ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"تمہارا کیا خیال ہے مسٹر شہباز خاں؟ کیا مجھے حالات کا علم نہیں ہے؟" اس نے مجھے بڑی اپنائیت سے گھورتے ہوئے جواب دیا۔ "ٹائیگر کی خود کشی' پانڈے کا زخمی ہونا اور اب روی سومرو کا انجام۔ مجھے ان تمام باتوں کی ایک ایک تفصیل معلوم ہے۔"

"اوہ۔ آئی سی۔" میں نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "گویا تم نے میرے پیچھے باقاعدہ اپنے آدمی لگا رکھے ہیں۔"

"ہاں۔ اس لیے کہ تم نرے اخروٹ ہو۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا بہرام کے فلیٹ کو آگ فرشتوں نے لگائی تھی؟ کرشن دیا کو تمہارے سراج صاحب کے ہاتھوں تک پہنچنے سے پہلے کس نے ختم کر دیا تھا۔ سرجن داؤدی اور مائیکل اسٹرانگ کی موت کے بعد تمہیں اس بات کا احساس ہو جانا چاہیے تھا کہ اب بھوشن کی بساط پر صرف روی سومرو ہی ایک قیمتی اور اہم مہرہ باقی رہ گیا تھا۔ تمہارا کیا خیال ہے کیا

بھوشن کے شکاری کتے اس کی نگرانی پر مامور نہیں رہے ہوں گے؟"

"لیکن۔"

"تم نے شاید شام کے اخبارات نہیں دیکھے جس میں روی سومرو کے قتل ہو جانے کی اطلاع کے ساتھ ساتھ ایک اور اہم خبر بھی شائع ہوئی ہے۔"

"وہ کیا؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"ایک کار کی تباہی جسے نامعلوم دہشت گردوں نے گولیاں مار مار کر چھلنی بنا دیا تھا۔ اس تباہ شدہ کار میں سے چار لاشیں برآمد ہوئی ہیں جنہیں پولیس نے شناخت کر لیا ہے۔" ندیم نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "وہ چاروں قتل و غارت گری اغوا برائے تاوان اور حرام کاری کے متعدد کیس میں پولیس کو ایک عرصے سے مطلوب تھے۔ شاید اسی لیے پولیس نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ان چاروں کی موت کسی انتقامی کارروائی کا نتیجہ ہے۔"

"مگر......"

"وہ روی سومرو کے قتل کے بعد تمہارا تعاقب کر رہے تھے۔" ندیم نے مجھے بولنے کا موقع نہیں دیا۔ "اگر ماسٹر کی نے بروقت فیصلہ نہ کر لیا ہوتا تو یہ بھی ممکن تھا کہ ان چاروں کے بجائے تم پولیس ہسپتال کے سرد خانے میں پڑے ہوتے۔"

"میں بھی تمہارے اس خیال سے متفق ہوں کہ موت کا جو وقت طے کر دیا گیا ہے اسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں ٹال سکتی۔" میں یکلخت سنجیدہ ہو گیا۔ "بہرحال میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ آیندہ تمہارے ان آدمیوں کی نقل و حرکت کا بھی خیال رکھوں گا جو سائے کی طرح میرے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" ندیم نے تیزی سے پوچھا۔ "کیا روی سومرو کے بعد بھی کچھ افراد تمہاری ہٹ لسٹ پر باقی رہ گئے ہیں؟"

"سہاگ رات زندگی میں صرف ایک بار آتی ہے۔" میں نے مسکراتے اٹھتے ہوئے کہا۔ "باقی باتیں پھر کبھی فرصت سے ہوں گی۔"

عارفہ سے شادی کے بعد میں دو روز تک دفتر نہیں گیا۔ میں نے وارثی کو بتا دیا تھا کہ میں کچھ آرام کرنا چاہتا ہوں اس لیے مجھے تنگ نہ کیا جائے۔ ان دو دنوں تک میں نے سوائے عارفہ کے کسی دوسری جانب توجہ نہیں دی۔ [illegible] خوش تھی۔ عارفہ تو ایسا محسوس کر رہی تھی جیسے اس کے ہاتھوں میں قارون کا خزانہ آگیا ہو۔ دو دنوں میں ایک بار سراج بھی مجھ سے ملنے آیا۔ میں نے اپنی شادی کے بارے میں اسے بھی اطلاع دینی مناسب نہیں سمجھی۔ وہ ابھی تک میرے گزشتہ برتاؤ کی وجہ سے مجھ سے شاکی تھا۔ عارفہ سے شادی کی خوشی کے باوجود میں نے سراج کے ساتھ اپنا رویہ تبدیل کر لیا۔ سراج کچھ دیر بیٹھ چلا گیا۔

مجھے گھر کے باہر کی دنیا کی کوئی خبر نہیں تھی۔ میرے دشمن کیا کر رہے تھے؟ بھوشن نے روی سومرو کے قتل کا کیا اثر لیا؟ کالکا اور موہنی نے خاموشی کیوں اختیار کر رکھی تھی؟ میں نے تمام باتوں کو سوچنا چھوڑ دیا تھا۔ صرف عارفہ کی ذات تک محدود ہو کر رہ گیا تھا۔ تیسرے روز جب میں دفتر جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا تو عارفہ کچھ سنجیدہ سنجیدہ نظر آ رہی تھی۔ میں نے اس سنجیدگی کا سبب پوچھا تو میرے قریب آ کر بولی۔

"میں آپ سے ایک درخواست کرنا چاہتی ہوں۔"

"بات کیا ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ آپ میری موت کی جھوٹی خبر کو زیادہ دیر تک پوشیدہ نہیں رکھ سکیں گے۔ میں جب بھی اس چار دیواری کی حدود سے باہر قدم نکالوں گی۔ ہمارے دشمنوں کو اس بات کا علم ہو جائے گا کہ میں زندہ ہوں۔ اس کے بعد نادیدہ اور گندی قوتیں پھر آپ کے راستے میں دشواریاں پیدا کرنے کی کوشش کریں گی۔"

وہ شاید ٹھیک ہی کہہ رہی تھی۔ کالکا نے مجھے دھمکی دی تھی کہ میں نے اس کے علاوہ کسی اور کو چاہا تو میرا انجام اچھا نہیں ہو گا۔ موہنی کو بھی اس بات کا شبہ تھا کہ عارفہ آگ میں جلنے سے بچ گئی ہے۔ جب اسے اپنی ناکامی کا علم ہو گا تو وہ یقیناً انتقامی جذبے کا اظہار ضروری سمجھے گی۔ مجھے بھوشن کی جانب سے بھی خطرہ لاحق تھا۔ جو واقعات گزر چکے تھے وہ اسے [illegible] دینے کے لیے کافی تھے۔ اگر میرا یہ اندازہ درست ثابت [illegible] کہ پلید طاقتیں [illegible] کی پشت پناہی کر رہی ہیں تو پھر یقیناً انہوں نے بھوشن کو بھی اس حقیقت سے آگاہ کر دیا [illegible] اس کے نقصانات کا سبب میری ذات سے وابستہ ہے۔ اس صورت میں اگر وہ کوئی جوابی کارروائی کرتا تو اسے فطرت کے خلاف نہیں کہا جا سکتا تھا۔ زندگی اسی کا نام ہے۔ یہاں انسان چند روپوں کی خاطر کسی اجنبی کے پیٹ میں چھرا گھونپ دینے سے دریغ نہیں کرتا۔ جبکہ بھوشن کو تو میری وجہ سے [illegible] نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ اس کے خاص خاص آدمی بھی اس [illegible] میں شامل تھے لیکن میں ان تمام خطروں کے باوجود چار دیواری کے اندر تمام زندگی نہیں گزار سکتا تھا۔ میرا [illegible] تھا کہ موت برحق ہے اور اس کا ایک وقت متعین کر دیا [illegible] جو اٹل ہے۔ احتیاط کرنے اور برائیوں سے دور رہنے کی ہدایت کی گئی ہے لیکن ناگہانی اور مشیت ایزدی کو کون [illegible] تھا؟ حالات نے مجھے گلے گلے تک ملوث کر رکھا تھا۔ [illegible] میرا مقدر بن چکی تھی تو وہ میرے گھر میں بھی آ [illegible] ایک لمحے کو میرے ذہن میں وہ تمام پرانی یادیں [illegible]

عارفہ کے ساتھ شادی کرنے کے بعد دو دنوں تک میں فراموش کر بیٹھا تھا۔ میں نے دشمنوں کے خلاف جو قدم آگے کی جانب بڑھائے تھے اب ان کو پیچھے لانا میرے اپنے اختیار کی بات بھی نہیں تھی۔ میں نے عارفہ کو محبت بھری نظروں سے دیکھا پھر اس کی دراز زلفوں کو چھیڑتے ہوئے بولا۔

"کیا تمہیں خدا کی ذات پر یقین ہے؟"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" وہ گھبرا گئی۔

"پھر اس کی ذات پر بھروسہ رکھو۔ وہ جو بھی کرتا ہے اس میں انسان کی بھلائی کا کوئی نہ کوئی پہلو ضرور شامل ہوتا ہے۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں، لیکن میری پریشانی بھی اپنی جگہ [illegible] نہیں ہے۔"

"پریشان مت ہو۔ [illegible] اپنا خیال رکھوں گا۔" میں نے عارفہ کو تسلی [illegible] سے روانہ ہو گیا۔ دفتر پہنچ کر میں پارکنگ لاٹ میں گاڑی پارک کرنے کے بعد نیچے اتر ہی رہا تھا کہ اچانک کالکا کی نسوانی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ وہ شاید میرے بہت قریب تھی لیکن اس نے خود کو انسانی پیکر میں ظاہر نہیں کیا تھا۔ شاید کومل ورما کی موت نے اسے بہت محتاط کر دیا تھا۔

"شہباز...... میرا مشورہ ہے کہ تم واپس گھر چلے جاؤ۔"

"کوئی خاص مصلحت؟"

"ہاں۔ میرا خیال ہے کہ آج کا دن تمہارے اوپر بھاری ہے۔" وہ بدستور سنجیدگی سے بولی۔ "حالات نے مجھے بے بس کر [illegible] ہے ورنہ میں موہنی کو اپنی شکتی کے زور سے ٹھیکری کی طرح [illegible] کر دیتی۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"وہ... وہ تمہارے خلاف بڑا مضبوط جال بن رہی ہے۔"

"کیا تم مجھے اس کی چال سے آگاہ بھی نہیں کر سکتیں؟" میں نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

"میں مجبور ہوں شہباز۔ میرا کہا مان لو، ابھی سمے ہے۔ تم واپس گھر لوٹ جاؤ۔"

"نہیں کالکا رانی۔ میں تمہارے مشورے پر عمل نہیں کر سکتا۔" میں نے بریف کیس اٹھا کر گاڑی سے اترتے ہوئے کہا۔ "موہنی نے اگر میرے لیے اپنی شیطانی قوتوں سے کوئی جال بنا ہے تو روحانی قوتیں اس جال کی بندشوں کو کچے دھاگے کی طرح توڑ بھی سکتی ہیں۔"

"کیا تمہیں اب اپنی کالکا رانی کی باتوں پر وشواس نہیں رہا؟"

"بات وشواس کی نہیں حق و باطل کی ہے اور میں باطل قوتوں کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر موت کو ترجیح دینا زیادہ پسند کروں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں جا رہی ہوں۔" کالکا نے حسرت بھری آواز میں جواب دیا۔ "میں کوشش کروں گی کہ موہنی نے جو جال تمہارے لیے بچھایا ہے اس کا کوئی توڑ کر سکوں پرنتو وشواس سے کچھ نہیں کہہ سکتی۔ اپنا دھیان رکھنا۔"

پھر کالکا چلی گئی اور میں دل ہی دل میں مسکراتا ہوا اپنے دفتر میں آگیا۔ میری دو دنوں کی غیر حاضری میں اچھا خاصا کام جمع ہو گیا تھا جسے صرف میں نمٹا سکتا تھا۔ میں نے وارثی کو بلا کر اس سے دفتری معاملات کے بارے میں دریافت کیا پھر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ دوپہر کو کھانا کھا رہا تھا کہ سراج کا فون آگیا۔

"شہباز صاحب۔" اس نے رسمی گفتگو کے بعد کہا۔ "میرا تبادلہ ہیڈ کوارٹر میں کر دیا گیا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ اس تبادلے کی پشت پر بھوشن جوزف کا ہاتھ ہے لیکن میں اس سے خوفزدہ نہیں ہوں۔"

"اگر آپ اجازت دیں تو میں اس سلسلے میں آپ کی کوئی مدد کروں۔ میرا مطلب ہے کہ آپ کے تبادلے کے سلسلے میں۔"

"شکریہ مسٹر شہباز لیکن میں چاہتا ہوں کہ بھوشن اس خوش فہمی میں مبتلا رہے کہ اس کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔" سراج کے لہجے میں خود اعتمادی تھی۔ "مجرم جب خود کو بہت زیادہ طاقتور سمجھنے لگتا ہے تو پھر اس زعم میں اس سے غلطیاں بھی سرزد ہوتی ہیں اور یہی غلطیاں اسے قانون کے شکنجوں میں پھنسا جانے کا سبب بھی بن جاتی ہیں۔ آپ میرا مطلب سمجھ رہے ہوں گے۔"

"جی ہاں لیکن۔"

"فی الحال آپ کی ہمدردی کے دو الفاظ ہی میرے لیے بہت ہیں۔ اگر کبھی ضرورت پڑی تو آپ کو ضرور زحمت دوں گا۔" سراج نے میری بات کاٹ کر بڑی گمبھیر آواز میں جواب دیا پھر سلسلہ منقطع کر دیا۔

میں دوبارہ فائلوں میں مصروف ہوا تو ندیم کا فون آگیا۔

"سنا ہے تمہارے سراج صاحب عتاب میں آگئے ہیں۔"

"یہ سب بھوشن جوزف کی کمینگی ہے۔"

"مجھے علم ہے۔" ندیم نے کہا۔ "مجھے معتبر ذرائع سے یہ بھی علم ہوا ہے کہ وہ لاء منسٹر کے ساتھ مل کر تمہیں بھی نقصان پہنچانے کا کوئی پلان کر رہا ہے۔"

"تمہاری ماہ رخ بیگم کس دن کام آئیں گی؟" میں نے مسکراتے ہوئے بے جگری سے کہا۔ "کیا وہ بھی بھوشن کے آگے خود کو مجبور سمجھ رہی ہیں۔"

"نہیں ...... تم ماہ رخ کی طاقت کا غلط اندازہ لگا رہے ہو۔ اب بھی اس کی پلکوں کی ایک جنبش لاء منسٹر کی کرسی کو ہلا سکتی ہے۔ بھوشن تو اس کے لیے کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتا لیکن ......" ندیم کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"لیکن کیا؟" میں نے تیزی سے دریافت کیا۔

"بھوشن اور لاء منسٹر کے بارے میں اس سے بات کی تھی

لیکن جانتے ہو وہ اس کام کے لیے کیا معاوضہ طلب کر رہی ہے۔"

"کیا؟"

"وہ صرف ایک رات کے لیے اپنے خلوت کدے میں تمہاری میزبانی کے فرائض انجام دینا چاہتی ہے۔ شاید وہ تم سے بھی پچھلی ملاقات میں اس بات کا اظہار کر چکی تھی۔"

"آئی ایم سوری مائی ڈیئر۔" میں نے بے تکلفی سے جواب دیا۔ "پہلے کی بات اور تھی لیکن اب میں عارفہ کی حق تلفی نہیں کر سکتا۔"

"میں بھی تمہیں اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔" ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ماہ رخ جیسی عورتیں بالکل جونک ہی کی طرح ہوتی ہیں جو ایک بار کسی سے چمٹ جائیں تو آخری دم تک اس کا خون پیتی رہتی ہیں۔"

"پھر تم نے کیا سوچا ہے؟"

"فکر مت کرو۔ ماہ رخ کے علاوہ بھی میرے پاس متعدد دوسرے موثر ذرائع موجود ہیں۔ کام اگر سیدھی انگلیوں سے نہ نکلا تو پھر ہمیں مجبوراً" دوسرا راستہ اختیار کرنا پڑے گا۔ بہرحال میں تمہیں اب اپنے سائے سے بھی محتاط رہنے کا مشورہ دوں گا۔ باقی باتیں رات کو ہوں گی۔ بشرطیکہ تم عارفہ کے بجائے کچھ وقت میرے ساتھ بھی گزار سکو۔"

"ڈونٹ بی نان سینس۔" میں نے مصنوعی غصے کا اظہار کیا پھر ریسیور رکھ کر دوبارہ ضروری فائلوں میں مصروف ہو گیا۔ کام اتنا زیادہ تھا کہ مجھے وقت کا کوئی احساس نہ رہا۔ میں فائلوں میں گم تھا کہ وارثی نے کمرے میں داخل ہو کر کہا۔

"سر مجھے آپ سے ایک ضروری اور بڑی اہم بات کرنی ہے۔"

میں نے نظر اٹھا کر دیوار گیر گھڑی کی سمت دیکھا۔ اس وقت شام کے پونے چھے کا عمل تھا۔

"کیا بات ہے مسٹر وارثی؟ تشریف رکھیے۔" میں نے تھکن دور کرنے کی خاطر انگڑائی لیتے ہوئے وارثی کو مخاطب کیا۔

"سر۔" وارثی نے کھڑے کھڑے کہا۔ "میں آپ کے لیے ایک بری خبر لایا ہوں۔"

"کیا؟" میں نے تیزی سے دریافت کیا۔

"مسٹر عابد کو پولیس نے کسٹم ہاؤس کے باہر سے گرفتار کر لیا ہے۔"

"گرفتار کر لیا گیا ہے۔" میں چونک اٹھا۔ "کیوں؟"

"ان کے بریف کیس سے ضروری کاغذات کے بجائے کنٹرا بینڈ (contraband) سونا برآمد ہوا ہے۔"

"اس وقت عابد کہاں ہے؟" میں نے تیزی سے فائل بند کر کے اٹھتے ہوئے کہا۔ میرے ذہن میں کالکا کے کہے ہوئے جملے گونجنے لگے۔ میں سمجھ رہا تھا کہ عابد کے خلاف وہ خطرناک موہنی کے علاوہ کسی اور نے نہیں بچھایا ہو گا۔

"علاقے کے پولیس اسٹیشن میں۔" وارثی نے کہا۔ "... اس کلرک نے اطلاع دی ہے جو گرفتاری کے وقت عابد ... قریب ہی موجود تھا۔"

میں نے فوری طور پر ندیم کو حالات سے باخبر کیا پھر تیزی ... اس علاقہ پولیس اسٹیشن کی سمت روانہ ہو گیا جہاں وارثی ... اطلاع کے مطابق عابد کو رکھا گیا تھا۔

"کیوں شہباز خاں۔ اب تمہارے دل کی دھڑکنیں کیا کہ رہی ہیں؟" موہنی کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"یہی کہ تم بزدل ہو، کمینی ہو۔" میں نے جھلا کر کہا۔ "پیٹھ ... سے چھرا مارنے والے کو میری زبان میں یہی کہا جاتا ہے۔"

"مجھے تمہارے ساتھ ہمدردی ہے۔" وہ میری بات ... نظر انداز کرتے ہوئے بولی۔ "جانتے ہو عابد نے پولیس کو ... تحریری بیان دیا ہے؟ اس نے اعتراف کر لیا ہے کہ تم بہت ... سے کاروبار کی آڑ میں سونے کی ناجائز تجارت بھی کرتے ... ہو۔ میں چاہتی تو تمہیں بھی رنگے ہاتھوں گرفتار کرا سکتی تھی ... مجھے چوہے اور بلی کا کھیل زیادہ پسند ہے۔ میں تمہیں تڑپا تڑ... مار دوں گی۔"

"میں جانتا ہوں کہ تم اور تمہاری گندی قوتیں کس کے ... کام کر رہی ہیں۔"

"یدھ (جنگ) اور پریم میں سب چلتا ہے۔" وہ مجھے چڑا... کی خاطر بولی۔ "بھوشن کو تمہارے مترنے کروڑوں کا نقصا... پہنچایا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ تم بھی بھوشن کی پریشانیوں ... ساجھے دار بن جاؤ اور ابھی کھیل شروع ہوا ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا سختی سے اپنے ہونٹ ... لیے۔ برق رفتاری سے گاڑی چلاتا ہوا مطلوبہ پولیس اسٹیشن ... جہاں عابد کی کار پہلے سے موجود تھی اور پولیس کا ایک ... سپاہی اس کی نگرانی کر رہا تھا۔

میں قدم اٹھاتا ہوا تیزی سے انسپکٹر انچارج کے کمرے ... پہنچا تو ایک بار پھر چونک اٹھا۔ انسپکٹر کی کرسی پر مجھے وردی ... وہی رام دیال نظر آیا جو روپ نگر میں میرا ماتحت رہ چکا تھا۔ اس ... نے جمن کی گرفتاری پر شنکر کی حمایت میں دبی زبان میں احتجاج ... تھا۔ مجھے میرے دوسرے ماتحت بدر اقبال نے بھی بتایا تھا کہ ... رام دیال مذہب کے معاملات میں بہت زیادہ متعصب واقع ...

رام دیال نے نظر اٹھا کر میری جانب دیکھا ہماری نگاہیں چار ہوئیں تو رام دیال کے ہونٹوں پر ایک مکروہ شیطانی مسکراہٹ کھیلنے لگی۔

رام دیال کی نگاہوں میں میرے لیے نفرت ہی نفرت نظر آئی تھی۔ وہ مجھے دیکھ کر اٹھ گیا تھا لیکن اس احترام کے پس منظر میں بھی وہ تمام تر خباثتوں کے ساتھ مجھ پر خنداں زن تھا۔ اس کی مسکراہٹ میں ایک گہرا طنز تھا۔ ایک گالی تھی۔ انتقام کا ایک جذبہ تھا۔ کبھی وہ میرا ماتحت تھا۔ میرے ایک اشارے پر عمل کرنا اس کے فرائض منصبی میں داخل تھا مگر وہ اس وقت بھی متعصب تھا۔ اس وقت بھی وہ اپنے دھرم کے لوگوں کے لیے آنکھیں بند کر لینے کا عادی تھا۔ شنکر کو خوش کرنے کی خاطر اس نے اس وقت میری مخالفت کی تھی جب میں نے جمنا کو ایک الزام میں گرفتار کر کے جیل میں بند کیا تھا لیکن اب۔۔۔

اب وقت کے دھارے بدل چکے تھے ہوا کا رخ تبدیل ہو چکا تھا۔ مانا کہ میں شہر کا ایک بڑا باعزت کاروباری شخص تھا۔ بڑوں کے حلقے میں ہمیشہ مجھے احترام کے قابل سمجھا جاتا ہے لیکن رام دیال قانون کا محافظ تھا اور قانون کے تقاضے پورے کرنے والوں کے لیے چھوٹے بڑوں کی کوئی تمیز نہیں ہوتی۔

میں نے رام دیال کے چہرے کی جانب سے نظریں ہٹا کر عابد کی طرف دیکھا جو دو مسلح سپاہیوں کے درمیان گردن جھکائے کھڑا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس کی گردن کچھ اور جھک گئی۔ اس کی نگاہوں میں لرزتے ہوئے آنسو اور بے بسی کا احساس اس کی بے گناہی کا ثبوت تھے لیکن اس کے باوجود وہ مجرم تھا۔

اس کے بریف کیس سے دفتری کاغذات کے بجائے ناجائز سونا برآمد ہوا تھا۔ میں جانتا تھا کہ اس کی پشت پر کس کا ہاتھ تھا۔ موہنی کی پلید روح نے مجھ سے ٹائیگر اور روی سومو کے قتل کا انتقام لیا تھا۔ پانڈے کا زخمی ہونا بھی اس کے انتقامی جذبوں کا ایک سبب تھا۔ اسی نے مجھے عابد کے سلسلے میں اپنی طاقت کا ایک چھوٹا سا چمتکار دکھایا تھا۔ اس سے پہلے کالکا کی روح نے مجھے کسی آنے والے خطرے سے باخبر بھی کیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ آج کا دن مجھ پر بھاری ہے۔ اس نے مجھ سے گھر واپس لوٹ جانے کی درخواست کی تھی۔ یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ وہ موہنی کے اس مضبوط جال کو توڑنے کی کوشش کرے گی جو میرے خلاف بنایا جا رہا تھا۔ میں نے کالکا کے مشورے پر عمل نہیں کیا۔ عمل کر لیتا شاید تب بھی کوئی فرق نہ پڑتا اس لیے کہ عابد کا تحریری بیان ہی میرے خلاف ایک اہم ثبوت تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ بیان عابد نے اپنی مرضی سے نہیں، موہنی کی گندی قوت کے زیر اثر آنے کے بعد دیا ہو گا۔ وہ میرا پرانا، قابل اعتماد اور وفادار ملازم تھا۔ میں اس کے خلاف نہیں سوچ سکتا تھا۔

کاغذات کے بریف کیس سے سونے کا برآمد ہونا بھی موہنی کے اسی مضبوط جال کی نشاندہی کر رہا تھا جس کے بارے میں کالکا نے مجھے آگاہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ میرے دل نے ایک بار پھر یہی گواہی دی کہ کالکا اور موہنی ایک ہی تھیلی کے

چٹے بٹے ہیں۔ دیوی دیوتاؤں نے کالکا کو اسی لیے سزا دی تھی کہ اس نے شنکر کو میرے مقابلے میں ترجیح دی تھی۔ وہ سب کچھ جو میں نے ندیم کی موجودگی میں دیکھا تھا وہ ایک فریب نظر بھی ہو سکتا تھا۔

"کس وچار میں گم ہیں سر؟" رام دیال کے "سر" کہنے میں بھی تلوار کی سی کاٹ تھی۔ "پدھاریے آپ کھڑے کیوں ہیں؟"

میں خاموشی سے بیٹھ گیا۔ میرے بعد رام دیال بھی اپنی کرسی پر بیٹھ گیا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کی ایک ایک حرکت' ایک ایک انداز میری موجودہ پوزیشن کا مذاق اڑا رہے تھے۔

"اچھا ہوا جو آپ خود آگئے ورنہ مجھے سپاہیوں کو بھیج کر آپ کو بلوانا پڑتا۔" رام دیال نے پھر میرا مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔ "آپ تو میرے افسر رہ چکے ہیں۔ پولیس کی نوکری سے آپ کا سمبندھ بھی پرانا ہے اور آپ تو جانتے ہیں کہ قانون اندھا ہوتا ہے۔"

"میرے آدمی کو یہاں کیوں لایا گیا ہے؟" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے رام دیال کی آنکھوں میں جھانکا۔

"اس کا کارن میرے پاس ہے۔ پرنتو میں بھی یہ جاننا چاہوں گا کہ آپ کو اتنی جلدی اپنے آدمی کی گرفتاری کی اطلاع کس طرح مل گئی؟" اس نے چبھتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

"یہ میرا ذاتی مسئلہ ہے رام دیال۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے کسی قدر سخت انداز میں جواب دیا۔ "تمہیں ان باتوں سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے۔"

"شما چاہتا ہوں جناب۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکرایا۔ "آپ کا ذاتی مسئلہ اب قانونی مسئلہ بن گیا ہے اور ایک تفتیشی افسر ہونے کے ناتے مجھے آپ سے ہر قسم کا سوال کرنے کا پورا پورا ادھیکار ہے۔"

"کیا کہنا چاہ رہے ہو؟"

"آپ کے اس آدمی نے تحریری بیان دیا ہے کہ آپ کاروبار کی آڑ میں ناجائز سونے کی کالی تجارت بھی کرتے ہیں۔" رام دیال نے عابد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے افسرانہ شان سے کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا۔ "میری فائل پر اس کا وہ بیان موجود ہے جو اس نے اپنی مرضی سے دیا ہے۔"

"کیا وہ بیان کسی مجسٹریٹ کی موجودگی میں لیا گیا ہے؟"

"دھیرج سے کام لیں شری مان شہباز جی۔" اس نے زہر خند سے کہا۔ "آپ قانون کی نظروں میں مشکوک ہو چکے ہیں۔ اس لیے آپ کو زیادہ اونچی آواز میں بات نہیں کرنی چاہیے۔ ویسے اگر آپ کی اچھا (خواہش) ہے کہ میں آپ کے آدمی کو مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش کروں تو میں اس کے لیے تیار ہوں۔ مجھے وشواس ہے کہ آپ کا یہ آدمی اپنا بیان نہیں بد[لے] گا۔"

"تم نے جو بیان لیا ہے وہ جبر و تشدد سے بھی لیا جا[سکتا] ہے۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے اسے گھورا۔ "عدا[لت] میں جانے کے بعد ایسے کاغذی بیانات کی حیثیت بدل بھی کرتی ہے۔"

"اور آپ اس ناجائز سونے کے بارے میں کیا فرما[ئیں] گے جو آپ کے آدمی کے بریف کیس سے برآمد ہوا ہے؟"

"وہ بھی میرے آدمی کو پھانسنے کی خاطر ایک شاطرانہ [چال] کہی جا سکتی ہے۔"

"اوہ۔" اس نے مجھے تیز نظروں سے گھورا۔ "آپ[کا] خیال ہے کیا دس لاکھ کا سونا پولیس اپنی طرف سے بھی کسی [کے] سر تھوپ سکتی ہے؟"

"اس شہر میں میرے بہت سارے کاروباری مخالفین [بھی] ہیں۔ وہ میری ساکھ خراب کرنے کی خاطر دس لاکھ تو کیا پچا[س] لاکھ بھی خرچ کر سکتے ہیں۔"

"پچاس لاکھ۔ یہ تو بہت بڑی رقم ہے۔" رام دیال۔ کرسی پر دونوں کہنیاں ٹکا کر آگے جھکتے ہوئے دبی زبان میں کہ[نے لگا۔] "آپ چاہیں تو میں یہ سارا معاملہ پچیس لاکھ میں بھی ختم کر[سکتا] ہوں۔"

"تم۔ مجھ سے رشوت طلب کر رہے ہو؟" میں اپنے غ[صے] کو برداشت نہ کر سکا۔

"چھی چھی' یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" اس کے ہونٹوں [پر] ایک مکروہ مسکراہٹ ابھری۔ "میں تو آپ کی سیوا کرنا چاہ[تا] ہوں۔"

"رام دیال۔ ایک بات اچھی طرح ذہن نشین کر لو۔" میں نے سخت آواز میں کہا۔ "تم گندی قوتوں کے اشارے [پر] میرے ساتھ جو کھیل کھیل رہے ہو اس کی بساط پلٹ بھی سکت[ی] ہے۔"

"آپ کی اطلاع کے لیے ایک بات اور عرض کرنا چاہت[ا] ہوں۔" اس نے بڑے ہی تلخ انداز میں جواب دیا۔ "آپ کے متر شری سراج صاحب اب اس علاقے کے ڈی ایس پی نہیں رہے۔ وہ ہوتے تو شاید آپ کی سیوا ضرور کر دیتے۔"

"تم۔"

"ایک بات اور دھیان سے سن لیں مسٹر شہباز۔" وہ میری بات کاٹتے ہوئے تیزی سے بولا۔ "یہ قانونی چکر ہیں' جس میں پھنس جانے کے بعد بڑے بڑے بلوانوں کی ہوا بھی نکل جاتی ہے۔"

قبل اس کے کہ میں رام دیال کی بات کا کوئی جواب دیتا ندیم دروازہ کھول کر تیزی سے کمرے میں داخل ہوا۔

"آپ کی تعریف؟" رام دیال نے ندیم کو سر سے پاؤں تک گھورتے ہوئے پوچھا۔

"خادم کو ندیم کہتے ہیں اور میں شہباز خان کا بڑا پرانا دوست ہوں۔"

"آئی سی۔" رام دیال نے بڑی خباثت سے کہا۔ "گویا آپ اپنے متر کی سہائتا کرنے آئے ہیں۔"

"اپنا تفصیلی تعارف تم سے پھر کسی وقت فرصت سے کراؤں گا۔" ندیم نے حقارت سے کہا پھر جیب سے ایک کاغذ نکال کر رام دیال کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔ "فی الحال یہ مسٹر عابد کی ضمانت کا پروانہ ہے۔"

رام دیال نے ایک نظر عدالت کی جانب سے جاری ہونے والے ضمانت کے کاغذات پر ڈالی پھر ندیم کو مخاطب کر کے بڑی فرعونیت سے بولا۔

"میں مسٹر عابد کو ایک جرم سے آزاد کر کے دوسرے جرم میں بھی گرفتار کرنے کی شکتی رکھتا ہوں پرنتو میں ایسا کروں گا نہیں۔"

"تم نے اگر کوئی ایسی حماقت کی تو تمہارے کاندھوں پر چمکتے ہوئے ان ستاروں کی تعداد کم بھی ہو سکتی ہے اور ممکن ہے تمہیں فوری طور پر معطل بھی کر دیا جائے۔" ندیم نے درشت لہجہ اختیار کیا۔

رام دیال کے چہرے پر ایک رنگ آکر گزر گیا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ اچانک کسی ذہنی کشمکش میں مبتلا ہو گیا ہے۔ شاید وہ کسی جلد بازی کا مظاہرہ کرنے سے گریز کر رہا تھا۔ اس کی نگاہیں ندیم پر مرکوز تھیں جیسے وہ نگاہوں نگاہوں میں تول رہا تھا پھر وہ کچھ توقف کے بعد بولا۔ "مسٹر ندیم' دریا میں رہ کر مگر مچھ سے بیر مول لینا اچھا نہیں ہوتا۔"

"یہی مشورہ میں تمہیں دینا چاہتا ہوں۔" ندیم نے بے پرواہی سے جواب دیا تو رام دیال کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"رام دیال سے دشمنی مول لے کر تم اچھا نہیں کر رہے ہو مسٹر ندیم۔"

"اس کا فیصلہ تو آنے والا سمے ہی کر سکتا ہے۔" ندیم مسکرا دیا۔

"تم شاید۔" رام دیال کچھ کہتے کہتے رک گیا لیکن اس کی شعلہ بار نگاہیں بدستور ندیم کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ غالباً وہ کوئی سخت بات کہنے کا ارادہ کر رہا تھا لیکن کسی مصلحت کی خاطر اس نے خاموشی کو ترجیح دی تھی۔

"مسٹر عابد کے سلسلے میں تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟" ندیم نے سپاٹ لہجے میں سوال کیا۔ "کیا تم اسے ضمانت پر رہا کرنے کو تیار ہو یا۔"

"عدالت کے حکم نامے کے بعد تمہارے آدمی کو روکنے کی کوشش نہیں کروں گا۔" رام دیال نے بڑے سرد لہجے میں جواب دیا۔ "تم مسٹر عابد کو لے جا سکتے ہو پرنتو ایک بات یاد رکھنا۔ رام دیال سے تمہاری دوسری ملاقات بھری عدالت میں ہو گی جہاں ٹھوس ثبوت تمہارے نہیں بلکہ میرے ہاتھ میں ہو گا۔"

جواب میں ندیم نے محض مسکرانے پر اکتفا کیا پھر ہم عابد کو لے کر تھانے سے باہر آگئے۔ میں نے اس سے کچھ پوچھنا مناسب نہیں سمجھا۔ مجھے علم تھا کہ اس کی ذہنی حالت کیا ہو گی۔ اس کے چہرے پر ابھی تک الجھن اور ذہنی کشمکش کے ملے جلے تاثرات منڈلا رہے تھے۔

"باس۔" اس نے خود ہی مجھے مخاطب کیا۔ "میں نہیں سمجھ سکا کہ یہ سب کچھ۔"

"تمہیں فی الحال ذہنی سکون اور آرام کی ضرورت ہے۔" میں نے دوستانہ لہجے میں کہا۔ "تم ابھی گھر جاؤ اور جو کچھ ہوا ہے اسے بھول جاؤ۔"

"لیکن باس۔"

"جذباتی نہ ہو عابد۔" میں نے اس کی بات کاٹی۔ "تم میرے خاصے پرانے ساتھی ہو۔ مجھے تمہاری ذات اور کارکردگی پر مکمل اعتماد ہے۔"

"شکریہ باس۔" اس نے ایک لمبی سانس لے کر گردن جھکائی پھر خاموشی سے اپنی کار میں بیٹھ کر چلا گیا۔

"میرا خیال ہے کہ تمہاری کالکا رانی یا موہنی پھر اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آئی ہیں۔" ندیم نے عابد کے جانے کے بعد کہا۔

"میرا ذاتی خیال بھی یہی ہے لیکن اس کے بریف کیس سے ناجائز سونا برآمد ہوا ہے۔ وہ اپنا تحریری بیان بھی دے چکا ہے تو ہمارے لیے مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں۔"

"وہ بیان عابد نے موہنی کی گندی قوت کے زیر اثر آکر دیا ہو گا۔"

"بہرحال' قانون دستاویزی ثبوت اور عابد کے بیان پر ہی انحصار کرے گا۔"

"پھر اب کیا ہو گا؟" میں نے ندیم کو رام دیال کے بارے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "روپ نگر میں بھی یہ میرے مخالفین میں سے تھا۔ وہ میرے سلسلے میں کوئی رعایت نہیں برتے گا۔"

"کیا کالکا اس بار تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتی؟" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "اس سے پیشتر تو وہی ایسے موقعوں پر کام آتی رہی ہے۔"

میں نے کوئی جواب دینے کے بجائے کالکا کو یاد کیا۔

"شہباز۔" کالکا کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "دیوی اور دیوتاؤں نے موہنی کے ہاتھ بہت مضبوط کر دیے ہیں۔ میں

نے اسی لیے تمہیں بتایا بھی تھا کہ وہ تمہارے خلاف ایک مضبوط جال بن رہی ہے۔ رام دیال کی ترقی اور تمہارے متر سراج کے تبادلے میں بھی اسی کا ہاتھ ہے۔ اسی نے تمہارے سیوک کے دماغ پر بھی اپنا قبضہ جمالیا ہے۔"

"اور وہ سونا؟"

"وہ بھی موہنی کی شرارت ہے۔"

"تم۔۔۔ تم میرے لیے کیا کر سکتی ہو؟" میں نے تیزی سے کہا۔ "اس سے پہلے تو ایسے موقعوں پر۔۔۔"

"تب بات اور تھی لیکن اب حالات بدل چکے ہیں۔" کالکا نے سپاٹ لہجے میں کہا پھر جلدی سے بولی۔ "اب صرف ایک ہی طریقہ تمہارے آدمی کو بچا سکتا ہے۔"

"وہ کیا؟"

"میں نے تم سے کہا تھا کہ اگر تم اس شکتی کے بارے میں بتا دو جس نے ہمارے درمیان سیاہ بادل جما رکھے ہیں تو دیوی دیوتا مجھے شما کر دیں گے اور پھر۔۔۔ پھر تمہاری کالکا رانی موہنی سے زیادہ بلوان ہو جائے گی۔ ابھی سمے باقی ہے شہباز، مجھے بتا دو کہ کون تمہاری سہائتا کر رہا ہے؟"

"میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ مجھے اس رحمانی طاقت کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔" میں نے کمبل پوش بزرگ کے کہنے پر سختی سے عمل کرتے ہوئے جواب دیا۔

"تمہیں اب شاید اپنی کالکا پر وشواس نہیں رہا؟"

"یہ تمہارا خیال ہے۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"تم کہتے ہو تو مانے لیتی ہوں لیکن من اس بات کی گواہی نہیں دیتا۔" کالکا نے کہا۔ "کومل ورما کی موت مجھے الجھا رہی ہے۔"

"تم عابد کے سلسلے میں کیا کر سکتی ہو؟" میں نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"میں۔۔۔ میں مجبور ہوں شہباز پھر بھی میں کوشش کروں گی کہ تمہارے کسی کام آسکوں۔"

پھر کالکا کی آواز نہیں سنائی دی۔ ندیم میری خاموشی کو محسوس کر رہا تھا۔

"کیا بات ہے تم اچانک خاموش کیوں ہو گئے تھے؟"

"کالکا سے باتیں کر رہا تھا۔"

"پھر کیا جواب دیا اس نے؟"

"وہ اپنی مجبوری کا اظہار کر رہی ہے۔ کومل ورما کی موت نے اس کی شکتی کم کر دی ہے۔"

"محض بکواس ہے" ندیم نے جھلا کر کہا۔ "میں ان باتوں کو ماننے کے لیے قطعی تیار نہیں ہوں۔ وہ ایک حسین فریب ہے۔ ایک خوب صورت جھوٹ ہے جو قدم قدم پر تمہیں بہکانے کی کوشش کر رہی ہے۔ میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ تمہیں ڈبل کراس کر رہی ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔" میں نے آہستہ سے جواب دیا۔ "بہرحال ہمیں عابد کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور کرنا ہو گا۔"

"ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"وہ کیا؟"

"اگر عابد کسی بد روح کے تابع ہے تو پھر اس نے تمہارے ساتھ ہوش مندوں جیسی بات کیوں کی تھی؟"

"ممکن ہے اس ایک لمحے کے لیے اس کے ذہن کو آزاد کر دیا گیا ہو؟" میں نے خیال ظاہر کیا۔

پھر ہم وہاں زیادہ دیر نہیں رکے۔ ندیم اپنی گاڑی میں بیٹھ کر کہیں چلا گیا اور میں سیدھا گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ میرا ذہن بدستور عابد والے کیس میں الجھا ہوا تھا۔ اس سے پہلے جب بھی شنکر یا پنڈت دھرم داس نے مجھے پھانسنے کے لیے کوئی جال بچھایا تھا، کالکا نے بڑی خوب صورتی سے اس کا توڑ کیا تھا۔ موہنی کی گندی قوت کے مقابلے میں بھی وہ میری مدد کر چکی تھی لیکن شنکر کی موت کے بعد سے وہ ایک محدود دائرے میں گھٹ کر رہ گئی تھی یا پھر وہ مجھ سے میری رحمانی قوتوں کا راز اگلوانے کی خاطر محض ایک ڈھونگ رچا رہی تھی۔ عابد کے سلسلے میں بھی اس نے یہی کہا تھا کہ اگر میں اپنے اور اس کے درمیان سے وہ سیاہ چادر ہٹا دوں جس نے اس قوت کی رسائی میرے ذہن اور دل کی گہرائیوں تک ناممکن بنا دی تھی تو وہ عابد کو بچا سکتی تھی لیکن میں نے اس کی پیشکش قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا اور اس کے بعد وہ مجھے ایک جھوٹا دلاسا اور تسلی دے کر چلی گئی تھی۔

شاید ندیم کا خیال درست تھا کہ وہ مجھے ڈبل کراس کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ میرے ذہن میں ایک بار پھر وہی منظر گھوم گیا جب روپ نگر میں شنکر کی ایما پر میں نے اس مورتی کو پہاڑوں کے درمیان ایک دلدلی حصے سے برآمد کیا تھا۔ شنکر نے کالکا کی مورتی کو ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ کچھ دنوں تک اسے امانت کے طور پر اپنے پاس رکھنے کی گزارش کی تھی پھر کالکا نے انسانی روپ میں آکر درخواست کی تھی کہ میں اسے کبھی شنکر کے حوالے نہ کروں۔ اس نے مجھے اپنی لازوال قوت کے بارے میں بھی بتایا تھا جس کا مظاہرہ وہ متعدد بار کر چکی تھی۔ زندگی کے کئی موڑ پر اس نے حیرت انگیز طور پر میری مشکلات کو پلک جھپکنے میں آسان کر دیا تھا۔ پھر اچانک پنڈت بنسی دھر درمیان میں آگیا۔ شنکر نے اسے اپنا گرو بتایا تھا۔ اسی کے کہنے پر میں نے کالکا کی مورتی شنکر کے حوالے کر دی تھی پھر شنکر کی موت تک کالکا کی قوت میرا ساتھ دیتی رہی اس کے بعد جب سے کمبل پوش بزرگ نے اپنی صندلی انگوٹھی مجھے تحفتہً دی تھی

کالکا کے انداز بدل گئے تھے۔ وہ اس کے بعد بھی مجھ سے دل بہلانے والی لگاوٹ کی باتیں کرتی تھی لیکن ساتھ ساتھ مجھ سے راز بھی حاصل کرنا چاہتی تھی جس کے بارے میں بزرگ نے مجھے سختی سے تاکید کر رکھی تھی کہ اس انگوٹھی کا علم میرے علاوہ کسی دوسری شخصیت کو نہیں ہونا چاہیے۔ یہ بھی ایک عجیب حیرت بات تھی کہ وہ صندلی انگوٹھی چوبیس گھنٹے میں اپنی انگلی میں پہنے رہتا تھا لیکن میرے علاوہ کسی اور کی نظر اسے نہیں دیکھ سکتی تھی۔ اسی انگوٹھی کی کرامت نے پہلے داور کو پھر کومل ورما کو جلا کر راکھ کر دیا تھا۔

میں خاصی دیر تک ماضی کی یادوں میں گم رہا پھر عابد کا خیال دوبارہ مجھے پریشان کرنے لگا۔ رام دیال میرا پرانا دشمن تھا۔ وقت اور حالات نے اسے اس قابل بنا دیا تھا کہ وہ مجھ سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں کر سکے۔ عابد کا بریف کیس اور اس کا اقبالی بیان رام دیال کے قبضے میں تھا۔ ناجائز سونے کی اسمگلنگ کوئی معمولی جرم نہیں تھا۔ اگر عابد کو سزا ہوتی تو میں بھی نہیں بچ سکتا تھا۔ ہو سکتا تھا کہ عابد کے مقابلے میں میری سزا کی مدت زیادہ طویل ہوتی۔ معاشرے میں میرا بھرم خاک میں مل سکتا تھا۔ میری کاروباری ساکھ ہمیشہ کے لیے تباہ و برباد ہو سکتی تھی۔ میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہ جاتا۔ والد صاحب کے بعد میں اپنی ماں کا آخری سہارا تھا۔ یہ سہارا بھی چھن جانے کے بعد ان کی حالت بھی غیر ہو سکتی تھی۔ عارفہ کو حالات کے بارے میں کچھ علم ضرور تھا لیکن وہ آخر کب تک میرا انتظار کر سکتی تھی۔ یہ بھی ممکن تھا کہ میرے بعد عارفہ بھی شیطانی قوتوں کا شکار ہو جاتی۔ کچھ بھی ہو سکتا تھا۔

میں ابھی ذہنی خلفشار میں مبتلا تھا کہ ایک فلک شگاف نسوانی قہقہہ میرے دماغ میں گونجنے لگا پھر موہنی کی مکروہ آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔

"کن وچاروں میں گم ہو شہباز خان؟"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سختی سے ہونٹ بھینچ لیے۔

"تم نے دیکھا شہباز خاں۔ تمہاری کالکا رانی اس بار تمہارے کسی کام نہیں آسکی۔ میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ اب اس کا دھیان من سے نکال پھینکو۔ اب وہ تمہاری کوئی سہائتا نہیں کر سکے گی۔"

"کس لیے آئی ہو؟" میں نے تلملا کر پوچھا۔

"کچھ بھی۔" اس کا لہجہ تضحیک آمیز تھا۔ "تم تو مرد ہو شہباز خان، کبھی بڑے اونچے سروں میں باتیں کیا کرتے تھے۔ بڑا گھمنڈ تھا تمہیں اپنے آپ پر اور اب اتنی جلدی ہمت ہار گئے۔ کیا کوئی چنتا آن پڑی ہے؟"

"موہنی۔"

"ہم کیا، و مہاراج۔" وہ تیزی سے میرا جملہ کاٹتے ہوئے بولی۔ "کیا یہ داسی تمہارے کسی کام آسکتی ہے؟"

"تم نے ایک بار کہا تھا کہ اگر میں یہ ملک چھوڑ کر چلا جاؤں تو۔۔۔"

"بات بڑی پرانی ہو چکی ہے اور اس کا سمے بھی بیت چکا ہے۔" وہ میری کمزوری کا مذاق اڑاتے ہوئے بولی۔ "میرا خیال ہے کہ تمہارا دماغ بھی سمے کے ساتھ ساتھ کمزور ہو گیا۔ تمہیں شاید یاد نہیں رہا۔ میں نے تم کو وچن دیا تھا کہ میں تمہارے لیے جیون کے تمام راستے بند کر دوں گی۔ تمہارا انت (خاتمہ) کومل ورما اور میری سورگ باشی ماں سے بھی زیادہ بھیانک ہو گا اور تم۔۔۔ تم تو ابھی سے ہمت ہار گئے۔"

"تم۔۔۔ تم شاید میرا مذاق اڑا رہی ہو؟" میں جھلا گیا۔

"ابھی تو کیول میں تمہارا مذاق اڑا رہی ہوں شری شہباز خاں۔" وہ بڑے طنز سے بولی۔ "ذرا اپنے سیوک عابد کو عدالت کے کٹہرے تک پہنچنے دو۔ اس کے بعد تم دیکھو گے کہ دنیا تمہارا مذاق اڑائے گی۔ میں تمہیں سسکا سسکا کر اور تڑپا تڑپا کر ماروں گی۔ ابھی تو مجھے تمہارے بہت سارے حساب کتاب چکتے کرنے ہیں۔"

"نہیں۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔ "تمہارے یہ خواب کبھی پورے نہیں ہوں گے۔"

"موہنی سے جان چھڑانے کا کوئی راستہ اختیار کرو گے؟"

"ہاں۔ میں اپنے آپ کو گولی مار لوں گا۔"

"اس کے بعد کیا ہو گا؟" وہ قہقہہ لگا کر بولی۔ "تمہاری ماتا کا کیا بنے گا؟ تمہاری یاد میں وہ رو رو کر اندھی ہو جائے گی۔ ہو سکتا ہے وہ اپنا ذہنی توازن بھی کھو بیٹھے۔ ذرا دھیان دو شہباز خان۔ کیا تم اپنی ماں کی اس چنتا کو اپنی بھٹکتی ہوئی آتما کی نظروں سے دیکھ سکو گے۔"

"اس کا تصور صرف تمہارے دھرم میں ہے۔" میں تلملا کر بولا۔ "ہمارے مذہب میں مرنے کے بعد انسان دنیا کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے پھر اس کا کوئی تعلق کسی بات سے نہیں رہ جاتا۔"

"اچھا کیا بھولے ناتھ، جو تم نے مجھے یہ بھی بتا دیا۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اب میری شکتی تمہیں اس طرح جکڑے گی کہ تم اپنے آپ کو گولی بھی نہیں مار سکو گے۔" موہنی کا لہجہ سفاک ہو گیا۔ "تمہیں زندہ رہنا ہو گا۔ اپنی تباہی و بربادی کا تماشا دیکھنے کی خاطر۔ ابھی تو بات شروع ہوئی ہے۔ کل کیا ہو گا یہ تم نہیں جانتے پرنتو موہنی کی آتما اور شکتی آنے والے کل میں جھانک سکتی ہے۔ میں دیکھ رہی ہوں شہباز خان کہ تمہارے شریر پر ایک لنگوٹی بھی نہیں ہے۔ تمہارے بدن پر سارے جہان کی کیچڑ اور دھول جمی ہوئی ہے۔ تم اپنے پیروں پر

کھڑے ہونے کے قابل بھی نہیں ہو۔ دھرتی پر کسی حقیر کیڑے کی طرح رینگ رینگ کر ایک ایک دانے کی بھیک مانگ رہے ہو لیکن لوگ اپنی ناک پر رومال رکھ کر تمہارے پاس سے کترا کر گزر رہے ہیں۔ تمہارے شریر کے گند کی بدبو دور دور تک پھیل رہی ہے۔ تمہارے زخموں کے بیچ سفید سفید کیڑے بلبلا رہے ہیں اور ــــ"

"بکواس بند کرو۔" میں چیخ اٹھا۔ "تمہارے یہ خواب کبھی پورے نہیں ہوں گے۔"

"ذرا مجھے یہ بتاؤ میرے بھولے ناتھ۔ تم موہنی کی مہان شکتی سے مکتی پانے کی خاطر کیا راستہ اختیار کرو گے؟"

"میں تمہیں بتا سکتا ہوں لیکن ایک شرط پر؟"

"وہ کیا؟"

"تم میرے سامنے اپنے اسی روپ میں آؤ جس میں ماسٹر ٹونی نے تمہیں اغوا کیا تھا۔"

"سپنے دیکھنا چھوڑ دو۔" وہ تیزی سے بولی۔ "تمہارا کیا خیال ہے، کیا داور اور کومل ورما کی موت کے بعد بھی میں تمہارے قریب آنے کا پاگل پن کروں گی۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تم ایک مہان شکتی ہونے کے باوجود مجھ سے خوف زدہ ہو؟" میں مسکرایا۔

"بات خوف زدہ ہونے کی نہیں ہے لیکن انسان کھلی آنکھوں سے مکھی بھی نہیں نگل سکتا اور پھر دیوی نے بھی یہی کہا ہے کہ منش کو بہت سوچ بچار کے بعد پھونک پھونک کر قدم اٹھانا چاہیے۔"

"اس قوت سے ڈرتی ہو جس نے داور اور کومل ورما کو جلا کر راکھ کر دیا تھا؟" میں نے اسے ٹٹولنے کی خاطر کہا۔

موہنی کی سمت سے کوئی جواب نہیں ملا۔

"کیوں؟ اب تمہیں سانپ کیوں سونگھ گیا ہے؟ اگر مہان شکتی ہو تو سامنے آ کر بات کرو۔"

موہنی نے اس بار بھی کوئی جواب نہیں دیا پھر اچانک میرے کانوں میں اجناء کے قبیل کے اس بزرگ کی آواز گونجی جسے کمبل پوش بزرگ نے میری حفاظت پر تعینات کیا تھا۔ شاید اسی بزرگ کی آمد کا نتیجہ تھا جو موہنی کی آتما اس کے سامنے قدم نہیں جما سکی تھی۔

"میرے عزیز۔ شیطانی قوتیں اتنی آسانی سے تمہارا پیچھا نہیں چھوڑیں گی۔"

"پھر میرے لیے کیا حکم ہے؟"

"پریشان مت ہو؟ خدا پر بھروسا رکھو۔ میاں صاحب کی ذات بابرکت بھی تمہارے ساتھ ہے۔"

"لیکن اس بار حالات کا رخ میرے خلاف ہے۔"

"مذہب سے لاعلمی اور گمراہی انسان کو دربدر خاک چھاننے پر مجبور کر دیتی ہے۔" بزرگ نے سنجیدگی سے جو[اب] دیا۔ "تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کیوں بھول رہے [ہو]، فرعون جیسے ملعون کے دربار میں ساحروں نے ہزاروں کی [تعداد] میں سانپ اور اژدہے ان پر چھوڑ دیے تھے پھر حضرت [موسیٰ] نے خدا کا نام لے کر اپنا عصا زمین پر ڈال دیا جس نے [ایک] خوفناک سانپ کی شکل اختیار کر کے ساحروں کے چھوڑے ہوئے تمام سانپوں اور اژدہوں کو ہڑپ کر لیا تھا۔"

"میں آپ کا اشارہ نہیں سمجھا۔"

"گھبراؤ مت۔ وقت کا انتظار کرو۔ خدا جب اپنے بندے پر مہربان ہوتا ہے تو خود اس کی رہنمائی کرتا ہے۔ طا[غوتی] قوتوں سے مطلق ہراساں مت ہو اور اس بات پر ایمان [و] اعتقاد رکھو کہ حق کے مقابلے میں باطل کی فتح کبھی نہیں ہو[تی]۔ فی الحال میں یہی کہنے کے لیے آیا تھا۔ میری باتوں کو فراموش کر دینا۔"

اس کے بعد دوسری جانب سے مکمل خاموشی طاری [ہو] گئی۔ نہ جانے کیا راز تھا کہ اب میرے دل کو قرار آ گیا تھا۔

❦

رات میں خاصی دیر سے سویا تھا۔ شیطانی قوتوں نے را[م] دیال کے ساتھ مل کر میرے خلاف جو جال بنا تھا وہ خاصا مض[بوط] تھا۔ کالکا کی حمایت کے بغیر کوئی چھٹکارا ممکن نہیں تھا لیکن مجھے اپنی مجبوریوں کا احساس دلا رہی تھی۔ خدا جانے سچ بول رہی تھی یا جھوٹ بہرحال میرے لیے ایک نئی پریشانی نے سر اٹھایا تھا۔

میں بڑی دیر تک ذہنی کشمکش میں مبتلا رہا پھر مجھے ٹائیگر یا[د] آ گیا جس نے پانڈے کے دفتر میں میرے اوپر ریوالور تان لیا تھا۔ اس کے تیور بے حد خطرناک تھے۔ ایسے وقت میں کسی غیبی قوت نے میری مدد کی تھی۔ میں کمبل پوش بزرگ کی بخشی ہوئی اس نادیدہ قوت کا کرشمہ رام دیال کے سامنے پیش کر سکتا تھا لیکن شاید قدرت کو میرا امتحان منظور تھا جو اس وقت میرے ذہن میں کوئی ایسا خیال نہیں آیا بہرحال مجھے اس بات کا کامل یقین تھا کہ ماسٹر ٹونی کے علاوہ جس طرح میرے دوسرے کارندوں کو طاغوتی قوتوں نے اپنے سحر میں پھانس لیا تھا اسی طرح انھوں نے عابد کے سلسلے میں بھی اپنی کمینگی کا ثبوت دیا تھا۔

مجھے ابھی تک دانش کے بارے میں بھی اس بات کا علم نہیں تھا کہ وہ کہاں اور کس حال میں ہے؟ ایک دو بار میں نے ندیم سے پوچھا بھی لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ شاید کسی مصلحت کے پیش نظر ٹال گیا تھا۔ ان ہی پریشان خیالات میں غوطہ لگاتے لگاتے کسی وقت میں نیند کی آغوش میں چلا گیا تھا لیکن غالباً میں بہت دیر تک نہیں سو سکا تھا جب مجھے ایسا لگا

[جی]سے کوئی بازو تھام کر آہستہ آہستہ ہلا رہا تھا۔ میں نے آنکھیں [ک]ھولیں تو خلاف توقع لیڈی مکلارنس کو دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ [سو برس کے قریب] کی وہ خمیدہ ناک والی بدشکل اور بے ہنگم بڑھیا [میرے] سامنے کھڑی مجھے گھور رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں [آج] بھی وہی چمک موجود تھی جو میں نے پہلی ملاقات میں دیکھی [تھ]ی۔ حسب معمول وہ اپنے اسی پرانے لباس میں تھی۔ اس کی [چمک]دار نگاہوں میں اس وقت بھی ساحرانہ انداز موجود تھا۔ [پ]لکیں جھپکائے بغیر وہ مجھے گھورے جا رہی تھی۔ اس کی پیشانی [بھ]ی شکن آلود تھی۔ شاید وہ مجھ سے خفا تھی یا پھر اس کے [شی]طانی ذہن میں کوئی ساحرانہ چال گردش کر رہی تھی۔ میں نے [اس]ے کئی بار مخاطب کرنے کی کوشش کی لیکن مجھے ایسا محسوس [ہو]ا جیسے یا تو میں گنگ ہو کر رہ گیا ہوں یا پھر کسی نادیدہ قوت نے [میر]ی قوت گویائی سلب کر رکھی تھی۔ خاصی دیر تک وہ میری [آنک]ھوں میں نگاہیں ڈالے کھڑی رہی پھر اس کی سپاٹ آواز [می]رے کانوں میں گونجی۔

"مجھے پہچانو تو میرے عزیز۔ میں وہی لیڈی مکلارنس ہوں [جس] کے اوپر آج بھی لندن کی پولیس مکلارنس کے قتل کا شبہ کر [رہ]ی ہے مگر ابھی تک کسی نے مجھ سے بازپرس کرنے کی جرات [نہ]یں کی۔ جانتے ہو کیوں؟ اس لیے کہ وہ سب جانتے ہیں کہ [لی]ڈی مکلارنس بلیک میجک پر بھی پوری طرح حاوی ہے۔ اس کی [زب]ان سے جو بات نکلتی ہے وہ پتھر کی لکیر ثابت ہوتی ہے۔ میری [ک]وئی پیش گوئی آج تک کبھی غلط ثابت نہیں ہوئی۔ میں جدھر [س]ے گزر جاتی ہوں خوف و ہراس پھیل جاتا ہے۔ یہ میری [برس]وں کی ریاضتوں کا نتیجہ ہے۔"

وہ ایک لمحے سانس لینے کو رکی پھر اس نے دوبارہ کہنا شروع [ک]یا۔

"تم وہ پہلے شخص ہو جس کو میں نے اپنی زمین دوز لائبریری [کی س]یر کرائی تھی۔ وہ سب کچھ نظر کا فریب نہیں تھا۔ ایک [حق]یقت ہے۔ کیا تم نے خود ان کھوپڑیوں سے اپنی زبان میں [گفتگو] نہیں کی تھی جن کو مرے ہوئے سیکڑوں اور ہزاروں [سا]ل بیت چکے ہیں لیکن میری ساحرانہ طاقت نے آج تک ان [کی ح]الت میں کوئی تبدیلی نہیں رونما ہونے دی اور تم پنڈت بنسی [دھ]ر کو کیوں بھول رہے ہو کیا تمہیں یاد نہیں کہ میں نے اس کٹے [ہو]ئے سر کو ہوا میں معلق کر کے کمرے میں طلب کیا تھا۔ اس [ن]ے تمہاری موجودگی میں دعویٰ کیا تھا کہ وہ بہت جلد قید سے [ر]ہائی حاصل کر لے گا لیکن وہ آج بھی پنجرے میں بند کسی بے [بس] پرندے کی طرح پھڑپھڑا رہا ہے۔"

"ہاں۔" میں نے مدھم لہجے میں جواب دیا۔ "مجھے سب [کچھ] یاد ہے۔"

"تم نے کہا تھا کہ میں تمہاری ذات میں صرف اس لیے دلچسپی لینے کو آمادہ ہو گئی ہوں کہ اس راز کو پانا چاہتی ہوں جس نے تمہارے وجود کے گرد ایک ایسی سیاہ چادر تان رکھی ہے جس کے اس پار میری نظریں بھی نہیں پہنچ سکیں۔ تم نے میرے استفسار پر کہا تھا کہ تم ان نادیدہ قوتوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔"

"ہاں۔ میں نے یہی کہا تھا۔"

"تم نے جھوٹ کہا تھا۔" لیڈی مکلارنس کا لہجہ تلخ ہو گیا۔ "تم ساری دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونک سکتے ہو لیکن لیڈی مکلارنس کو فریب نہیں دے سکتے۔ مجھے علم ہے کہ تمہیں زبان بند رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ میں تمہیں اس کے لیے مجبور نہیں کروں گی۔ میں اپنی طاقت سے اس معمے کو حل کروں گی چاہے اس کی خاطر مجھے اپنی زندگی بھی کیوں نہ داؤ پر لگانی پڑے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تھوک نگل کر رہ گیا۔ وہ جو کچھ کہہ رہی تھی۔ وہ حرف بہ حرف صحیح تھا۔

"میں جس بلندی پر پہنچ چکی ہوں اسے کوئی دوسرا نہیں چھو سکا لیکن تم وہ واحد شخص ہو جو میری ذات پر شاید شبہ کر رہے ہو۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"ہو سکتا ہے میرا خیال غلط ہو لیکن میرا دل گواہی دیتا ہے کہ تم مجھے بھی کالکا، موہنی اور کومل ورما جیسی حقیر قوتوں کی صف میں شمار کر رہے ہو۔" اس نے مجھے تیز نظروں سے دیکھا۔ وہ غلط نہیں کہہ رہی تھی۔ مجھے کئی بار اس بات کا شبہ ہوا تھا کہ موہنی، کالکا، کومل ورما اور لیڈی مکلارنس یہ سب ایک ہی شخصیت کے مختلف روپ ہیں۔

"جانتے ہو مسٹر شہ زر۔ میرے بچے کہ میں نے اس وقت تم سے گہری نیند میں ملاقات کرنی کیوں ضروری سمجھی ہے؟"

"نہیں۔"

"اس لیے کہ تم مجھے بہت عزیز ہو۔ عزیز نہ ہوتے تو میں تمہیں اس لائبریری کی سیر کبھی نہ کراتی جو اگر منظر عام پر آ جائے تو دنیا کے عجائبات میں اسے پہلے نمبر پر ہونے کا شرف حاصل ہو سکتا ہے۔"

"ہاں۔ میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا تم یہ جان کر خوش نہیں ہو گے کہ میری اس لائبریری میں ایک نئے شیشے کے پنجرے کا اضافہ ہوا ہے۔" اس نے معنی خیز انداز میں کہا پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بولی۔ "میں نے اس میں تمہاری کالکا کی وہ مورتی بند کر رکھی ہے جسے تم نے شنکر کے لیے حاصل کیا تھا۔"

"کیا؟" میں حیرت سے اچھل پڑا۔

"ہاں میرے عزیز۔ وہ مورتی اب میری لائبریری کی زینت بن چکی ہے لیکن ابھی وہ نامکمل ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"میری ایک معمولی سی غلطی سے کالکا کی بدروح فرار ہونے میں کامیاب ہوگئی۔ مجھے اسی کی تلاش ہے اور میں بڑے یقین اور اعتماد سے ساتھ کہہ رہی ہوں کہ ایک دن کالکا کی روح بھی میری مٹھی میں ہوگی۔ وہ میرے عجائب خانے میں ایک باب کا اضافہ کرے گی۔"

"کیا یہ فوری طور پر ممکن نہیں ہے؟" میں نے اسے کریدنے کی خاطر سوال کیا۔

"نہیں۔" لیڈی مکلارنس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "جو لوگ مچھلی کا شکار کھیلنے میں مکمل تجربہ رکھتے ہیں وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ جب خلاف توقع کوئی بڑی مچھلی فشنگ راڈ میں پھنس جائے تو اس وقت تک ڈھیل دینی پڑتی ہے جب تک وہ تھک کر نڈھال نہ ہو جائے۔ دوسری شکل میں ڈور ٹوٹ جانے کا اندیشہ زیادہ ہوتا ہے اور جو مچھلی ایک بار فشنگ راڈ میں پھنس کر نکل جائے وہ دوبارہ آسانی سے شکار نہیں ہوتی۔ اسی اصول کے پیش نظر میں کالکا کی بدروح کو ڈھیل دے رہی ہوں لیکن وہ زیادہ عرصے تک میری دسترس سے دور نہیں رہے گی۔"

"کیا میں ایک بات پوچھ سکتا ہوں؟"

"پوچھو۔"

"کالکا اور موہنی۔"

"اور کومل ورما بھی۔" لیڈی مکلارنس نے تیزی سے جواب دیا۔ "یہ سب۔ ایک ہی قوت کے تین مختلف روپ ہیں۔ ایک تمہیں ڈراتا ہے، دوسرا تھپکی دے دے کر سلاتا ہے اور تیسرا تمہاری مدد کر کے تمہیں اندھیروں میں بھٹکنے پر مجبور کرتا ہے۔"

"او۔ آئی۔ سی۔" میں نے حیرت سے کہا۔ میرا ذہن ایک لمحے کو چکرا کر رہ گیا۔

"تمہارے ماتحت مسٹر عابد کے ساتھ بھی ایک نئی سازش کی گئی ہے اور تمہیں غلط فہمی میں رکھا گیا ہے۔" لیڈی مکلارنس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "کیا یہ غلط ہے کہ پہلے کالکا نے تمہیں کسی خطرے سے باخبر کیا تھا اور اپنی مجبوری کا احساس دلانے کی کوشش کی تھی پھر موہنی نے کالکا کی طاقت کا مذاق اڑایا تھا۔"

"ہاں۔ ایسا ہی ہوا تھا۔"

"مسٹر سراج کی تبدیلی اور رام دیال کی تعیناتی کے پیچھے بھی تمہاری کالکا رانی کا ہاتھ ہے۔" اس بار لیڈی مکلارنس نے مسکراتے ہوئے معنی خیز انداز میں کہا۔ "دنیا میں تین چیزیں ایسی ہیں جو انسان کو اندھا کر دیتی ہیں۔ بے پناہ طاقت، کثیر دولت اور کوئی حسین و جمیل عورت۔ کالکا نے بھی ایک حسین عورت کے روپ میں ہی تمہیں شکار کیا تھا۔ وہ قدم قدم تمہارا اعتماد حاصل کرنے کے لیے تمہاری مدد کرتی رہی۔ یہ ہے کہ پہلے وہ تم پر مہربان تھی لیکن جب مذہب کا مسئلہ درمیان میں آگیا تو وہ اپنے دیوی دیوتاؤں کے کہنے پر تمہیں نقصان پہنچانے پر آمادہ ہوگئی۔"

میں حیرت سے آنکھیں پھاڑے لیڈی مکلارنس کو دیکھ رہا تھا جو کالکا کی شخصیت کو بے نقاب کر رہی تھی پھر اس نے ایک ثانئے کی خاموشی کے بعد کہا۔

"جانتے ہو لیڈی مکلارنس کی ساحرانہ قوتوں نے اس وقت اتنا طویل سفر کیوں اختیار کیا ہے؟"

"کیوں؟"

"تمہاری مدد کرنے کے لیے میرے عزیز۔" اس کے لہجے میں خلوص تھا۔ "کالکا یا موہنی نے تمہاری ساکھ کو برباد کرنے کی خاطر مسٹر عابد کو جس سازش کا شکار کیا ہے وہ اس میں کامیاب نہیں ہوگی۔"

"لیکن رام دیال کے قبضے میں ٹھوس ثبوت موجود ہیں۔"

"میں ان کو بھی دیکھ لوں گی۔" وہ ہونٹ چباتے ہوئے سپاٹ لہجے میں بولی۔ "میں چھوٹے موٹے کھیل تماشے دکھانے اور شعبدہ بازی کی قائل نہیں ہوں لیکن صرف تمہاری خاطر تمہاری خاطر میرے عزیز میں تمہیں یہ بتانے آئی ہوں کہ اب تمہیں فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

"مگر۔"

"اگر مگر کے چکر میں مت پڑو میرے بچے۔ اپنے دوست کی صلاحیتوں پر اعتبار کرو۔" لیڈی مکلارنس نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "اگر وہ غلط راستوں کا مسافر نہ ہوتا تو اپنے وجود کے اندر چھپی ہوئی ان لازوال طاقتوں کا استعمال بھی کر سکتا تھا۔ نیلے آسمان نے اسے تحفتہ دی تھیں لیکن اب وہ بہت دور نکل گیا ہے۔ اتنی دور کہ شاید اب اس کی واپسی بھی ممکن نہیں۔"

"عابد کا کیا بنے گا؟" میں نے بے قراری سے پوچھا۔ "رام دیال کی تعیناتی اگر موہنی یا کالکا کے اشارے پر ہوئی ہے تو مجھے آسانی سے نہیں چھوڑے گا۔ خطرے کی تلوار ہر وقت میرے سر پر لٹکتی رہے گی۔"

"ڈونٹ وری مائی چائلڈ۔ گاڈ از گریٹ اور اب تم آرام کی نیند سو جاؤ۔ میں جا رہی ہوں۔"

اس کے بعد لیڈی مکلارنس کی شخصیت آہستہ آہستہ دھوئیں میں تحلیل ہو کر میری نگاہوں سے اوجھل ہوگئی اور میرا ذہن ایک بار پھر نیند کی گہرائیوں میں ڈوب گیا۔

...نے دفتر میں قدم رکھا تو عابد وہاں پہلے سے موجود ...اداس گردن جھکائے کسی گہری سوچ میں غرق تھا۔ ...کے احساس نے شاید ابھی تک اسے پژمردہ کر رکھا تھا ...اپنے ناکردہ گناہوں کے بارے میں سوچ کر پریشان ہو رہا ...برا قابل اعتماد شخص تھا۔ میں نے اسے تمام آؤٹ ڈور ...رکھے تھے۔ اسے سیاہ و سفید کا پورا پورا حق دے ...مجھے یقین تھا کہ ناپاک قوتوں نے مجھے پھانسنے کے لیے ...چارے کے طور پر استعمال کیا ہے لیکن عابد۔ ممکن ...اس بات کا غم لاحق ہو کہ اگر عدالت نے اس کے ...جرم اور ناجائز سونے کے تحویل میں رکھنے کے جرم میں ...بڑا کا مستحق قرار دے دیا تو اس کا اثر میری ذات پر بھی ...گا۔

...چند لمحے دروازے پر کھڑا اس کی کیفیت کا اندازہ لگاتا ...اس نے میرے قدموں کی آہٹ سنی تو میری سمت دیکھ کر ...اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی نگاہوں کی لالی بتا رہی تھی کہ ...پوری رات اس نے پلکوں کے نیچے گزاری ہو۔ شاید وہ ...کو بھی نہیں سو سکا تھا۔ اس وقت اس کا چہرہ بڑا ستا ستا ...آرہا تھا۔

"کیسے ہو عابد؟" میں نے اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے اسے ...ائیت سے مخاطب کیا۔

"ٹھیک ہوں سر۔" اس نے مضمحل لہجے میں جواب دیا پھر ...اشارہ پا کر دوبارہ بیٹھ گیا۔

"کچھ پریشان معلوم ہوتے ہو؟"

...جواب میں اس نے کچھ نہیں کہا۔ ایک لفافہ نکال کر ...میرے سامنے رکھ دیا۔

"کیا ہے اس میں؟" میں ...لفافے کو ہاتھ لگائے بغیر ...۔ فوری طور پر میرے ذہن میں یہی خیال ابھرا تھا کہ ...اس نے مجھے بچانے کی خاطر اپنا استعفیٰ پیش کیا ہے۔ ...اس نے سوچا ہوگا کہ میری ملازمت سے سبکدوش ہو ...کے بعد وہ تنہا اپنے ناکردہ جرم کی پاداش میں سزا کا حقدار ...

"آپ خود ہی دیکھ لیں سر۔" اس نے مدھم لہجے میں ...دیا۔

"مسٹر عابد۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "اگر تم نے ملازمت سے علیحدگی کا پروانہ پیش کیا ہے تو یہ میرے اور تمہارے حق میں زیادہ برا ثابت ہوگا۔ جانتے ہو کیوں؟ تم ...ایک بار تحریری بیان دے چکے ہو کہ تم سونے کی ...نا معلوم کام میری وجہ سے کر رہے ہو۔ اس لیے اب ...اپنا بیان بدلا تو میرے لیے کچھ نئی دشواریاں بھی پیدا ہو سکتی ہیں۔"

"یہ میرا استعفیٰ نہیں ہے سر۔"

"پھر؟"

"یہ بھی میرا تحریری اقبال جرم ہے۔" وہ ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔ "میں نے اس میں یہی لکھا ہے کہ میں آپ کی کمپنی کی آڑ میں ایک بڑا آدمی بننے کے خواب دیکھ رہا تھا جس کا آپ کی ذات سے کوئی تعلق نہیں تھا۔"

"اور وہ بیان جو تم پہلے دے چکے ہو؟"

"وہ پولیس کے جبر و تشدد کا نتیجہ تھا۔" اس نے تیزی سے کہا۔ "وہ بیان پولیس نے آپ کو محض ملوث کرنے کی خاطر مجھ سے جبری طور پر لیا تھا۔"

"اس کا جواز کیا پیش کرو گے؟"

"پولیس کا مفاد۔" اس نے جواب دیا۔ "اس طرح وہ آپ سے لمبی لمبی رقموں کا مطالبہ کرنے کا پلان بنا رہے ہیں۔"

"تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا اس بیان کے بعد میرا نام اخباروں میں نہیں آئے گا؟ میری فرم کی ساکھ خراب نہیں ہوگی؟ نہیں مائی ڈیئر عابد تم نے جو فیصلہ کیا ہے وہ پولیس کے لیے میرے خلاف ایک نیا باب کھول دے گا۔"

"میں سمجھا نہیں سر؟"

"یہ بیان جو تم اب دے رہے ہو یہ تم نے میری ایما پر دیا ہے جس کے عوض میں نے تمہیں پانچ لاکھ روپے دیئے تھے۔" میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ "پانچ لاکھ، جس کے بدلے میں کوئی بھی مجرم اپنے بیان سے منحرف ہو سکتا ہے۔"

"لیکن سر؟"

"جو کچھ ہو چکا ہے اسے بھول جاؤ۔" میں نے اپنے سامنے پڑا ہوا لفافہ کھولے بغیر ٹکڑے ٹکڑے کر کے ردی کی ٹوکری میں ڈالتے ہوئے کہا۔ "نادیدہ قوتیں جو تمہارے بریف کیس میں رکھے ہوئے کاغذ کو سونے کے روپ میں تبدیل کر سکتی ہیں وہ اتنی کمزور نہیں ہیں کہ تمہارے دوسرے بیان کے بعد میرا پیچھا چھوڑ دیں گی۔"

"آپ شاید ٹھیک کہہ رہے ہیں مگر۔"

فون کی گھنٹی بجی تو وہ اپنا جملہ مکمل نہ کر سکا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری جانب سراج تھا۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے شہباز صاحب؟"

"وہی جو اس سے پہلے ہوتا آرہا ہے۔" میں نے بے پرواہی سے جواب دیا۔ "میرے دشمن شاید آخری سانس تک میرا پیچھا چھوڑنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔"

"شاید اسی لیے مجھے اس علاقے سے ہٹایا گیا تھا جہاں رام دیال جیسا بدنام زمانہ انسپکٹر تعینات ہے۔" سراج کے لہجے میں جھلاہٹ تھی پھر وہ خود پر قابو پاتے ہوئے بولا۔ "کیا میں آپ

کے کسی کام آسکتا ہوں؟"

"کل تک اس واقعے کی اطلاع شاید پریس تک نہیں پہنچی تھی لیکن کل جو اخبارات شائع ہوں گے وہی میری ساکھ کو تباہ کرنے کی خاطر۔"

"اس سلسلے میں آپ بالکل پریشان نہ ہوں۔" سراج نے تیزی سے جواب دیا۔ "رام دیال نے کل ہی مسٹر عابد کو ضمانت پر رہا کرنے کے بعد پریس سے رابطہ قائم کیا تھا لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکا۔"

"میں سمجھا نہیں۔ اخبار والے تو ایسی خبروں کی تلاش میں تھانے تھانے بھٹکتے پھرتے ہیں۔"

"اتفاق ہی سمجھیے جو میرے ایک ماتحت نے بروقت مجھے اس حادثے کی اطلاع کر دی۔ میں رام دیال کی کمینگی سے پوری طرح واقف ہوں۔ انتہائی کینہ پرور اور متعصب واقع ہوا ہے۔ مجھے توقع تھی کہ وہ مسٹر عابد کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد فوری طور پر پریس والوں کو فون کرکے درخواست کی کہ آپ کے خلاف کوئی خبر اس وقت تک کسی بھی اخبار میں نہیں آنی چاہیے جب تک عدالت کوئی فرد جرم عائد نہ کر دے۔" سراج نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "آپ کے والد مرحوم نادر خاں صاحب میرے کرم فرماؤں میں سے تھے۔ مجھے خوشی ہے کہ میں آپ کے کسی کام آسکا۔"

"میں آپ کا یہ احسان کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتا۔" میں نے سچے دل سے کہا۔ "آپ نے میری برسوں کی محنت کو برباد ہونے سے بچا لیا ورنہ۔"

"قصہ کیا تھا؟" سراج نے مجھے جملہ مکمل کرنے کا موقع نہیں دیا۔

"وہی مکروہ اور گندی قوتیں جو اس سے پیشتر بھی میرے خلاف کئی محاذ بنا چکی ہیں۔"

"مجھے علم ہے لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ عین موقع پر قدرت نے آپ کو بال بال بچا لیا۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ اب بھی قدرت آپ کا ساتھ دے گی اور رام دیال کو منہ کی کھانی پڑے گی۔"

"میں کچھ باتیں ذاتی طور پر آپ سے مل کر کرنا چاہتا ہوں۔ شام کو آپ کہاں مل سکتے ہیں؟"

"میں گھر پر آپ کا انتظار کروں گا۔"

میں نے سراج سے گفتگو کرنے کے بعد عابد کی جانب دیکھا جو اب بھی ملول نظر آرہا تھا۔

"مسٹر عابد آپ کو فی الحال صرف آرام کی ضرورت ہے۔ کم از کم دو روز تک آپ دفتر سے چھٹی کریں اور جو کچھ ہو چکا ہے اسے بھولنے کی کوشش کریں۔ بعد میں جو ہوگا دیکھا جائے گا۔"

"سر۔ کیا آپ کا خیال ہے کہ رام دیال مجھے گھر پر سکون سے رہنے دے گا؟"

"آپ اس بات کی فکر نہ کریں۔ میرا کچھ تعلق قانون سے بھی رہ چکا ہے۔ جب تک آپ کو عدالت کے روبرو پیش نہ کیا جائے رام دیال آپ کو پریشان کرنے کا مجاز نہیں ہوتا۔"

جواب میں عابد نے میری طرف نظر اٹھا کر دیکھا۔ اس کے ہونٹ کچھ کہنے کے لیے کھلے لیکن پھر وہ اپنا ارادہ ترک کرکے اٹھا اور نظریں جھکائے میرے آفس سے باہر چلا گیا۔

سراج کے فون آجانے کے بعد کم از کم میری یہ پریشانی دور ہو گئی تھی کہ عابد والی خبر اخبارات میں شائع ہو جانے کے بعد مجھے کتنا شدید دھچکہ پہنچ سکتا تھا پھر میرے ذہن میں لیڈی مکلارنس کا خیال جاگا جس نے گزشتہ رات مجھ سے خواب میں باتیں کی تھیں۔ اس نے مجھے یقین دلایا تھا کہ عابد والے کیس میں کوئی طاقت میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گی۔ اس نے یہ دعویٰ کیا تھا کالکا کی مورتی اب اس کی لائبریری میں محفوظ ہے لیکن تاحال وہ اس کی روح کو قابو نہیں کر سکی تھی۔ اس نے اعتراف کیا تھا کہ اس کی ایک معمولی سی غلطی نے کالکا کی مورتی سے اس کی آتما کو فرار ہو جانے کا موقع فراہم کر دیا۔ اس نے مجھے اس بات کا بھی یقین دلایا تھا کہ موہنی اور کالکا ایک ہی شخصیت کے دو روپ ہیں جو بھیس بدل کر مجھ سے بے جان کھلونے کی طرح کھیل رہی تھیں۔ کالکا کو دیوتاؤں کا آشیرباد حاصل تھا۔ وہ مجھے اپنے خوب صورت جال میں پھانس کر ماہی بے آب کی طرح مارنے کی متمنی تھی لیکن ابھی تک کمبل پوش بزرگ کی صندلی انگوٹھی اور ان کی روحانی قوتیں میرا تحفظ کر رہی تھیں۔ خدا کے اسی برگزیدہ بزرگ نے اجنا کے قبیل کے ایک مہربان کو بھی رہنمائی کے لیے تعینات کر دیا تھا۔ خود مجھے بھی اپنے خدا پر مکمل یقین تھا۔ میں حالات سے ہراساں نہیں تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ خدا اپنے بندوں کے معاملات میں جو کرتا ہے اس میں اس کی کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور شامل ہوتی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ انسان کسی مشکل میں الجھ کر گھبرا جائے ورنہ اس مالک دوجہان نے جو راہیں مقرر کر دی ہیں ان پر چلنے والا کبھی زندگی اور حالات سے مایوس نہیں ہوتا۔ ایمان کی روشنی ہمیشہ اس کی رہبری اور رہنمائی کرتی رہی ہے۔

پھر سوچتے سوچتے میرا ذہن جوزف کی طرف بھٹک گیا۔ اگر لیڈی مکلارنس اور سراج کا بیان درست تھا تو پھر رام دیال کے تبادلے میں اس کا ہاتھ بھی شامل ہو سکتا تھا۔ ابھی تک بظاہر ہم کھل کر ایک دوسرے کے سامنے نہیں آئے لیکن درپردہ حالات نے ہمیں ایک دوسرے کا دشمن ضرور بنا دیا تھا۔ اب تک جو حالات پیش آچکے تھے ان کے پیش نظر مجھے اس بات کا اعتراف تھا کہ بھوشن جرائم کی دنیا کا پرانا اور تجربہ کار کھلاڑی

تھا۔ اس نے ابھی تک اپنے پیچھے پولیس کی آسانی کے لیے کوئی سراغ نہیں چھوڑا تھا۔ سری رام یا کرشن شرما سے لے کر جتنے لوگ اس کے لیے کارآمد تھے لیکن وہ ایک ایک کو اپنی پوزیشن برقرار رکھنے کی خاطر راستے سے ہٹاتا گیا۔ اسے یقیناً میرے بارے میں علم ہو گا۔ خان جابر اور بہرام دونوں اسی کے آلۂ کار تھے۔ خان جابر نے میرے مکان میں آگ لگا کر میری زندہ جلانے کی کوشش کی تھی۔ اس خطرناک کام کے لیے اسے گندی قوتوں نے آمادہ کیا ہوگا جو میرے خلاف برسر پیکار تھیں۔ بہرام بھی میری اطلاع کے مطابق اس سازش میں شامل تھا۔ ایسی صورت میں یہی سوچا جا سکتا تھا بھوشن مجھ سے واقف نہ ہونے کے باوجود میرے خلاف ماؤس ٹریپ بن رہا تھا۔ بہرام نے ولیم پوکر کی شخصیت کو پیدا کرکے بھوشن کے ذہن میں یقیناً کچھ ذہنی پریشانیاں پیدا کر دی تھیں۔ اسی فرضی شخصیت کی آڑ لے کر میں نے روی سومرو کو موت کے گھاٹ اتارا تھا لیکن اس کی موت میرے اعمال میں ایک سنگین گناہ کا اضافہ کرنے کے سوا اور کسی کام نہیں آسکی تھی۔ اگر وہ بھوشن کے خلاف گواہی دینے پر آمادہ ہو جائے تو اس کی گواہی ہمارے لیے خاصی کارآمد ثابت ہو سکتی تھی لیکن وہ بھوشن کی شخصیت سے اس قدر خوف زدہ تھا کہ موت کو گلے لگانے پر آمادہ ہو گیا۔

ڈاکٹر نے کرشن شرما کے آپریشن کے دوران جو ویڈیو کیسٹ تیار کی تھی وہ ابھی تک ندیم کے پاس محفوظ تھا۔ کرشن شرما سے متعلق ایک آڈیو کیسٹ میری تحویل میں بھی تھا جس میں اس نے اعتراف کیا تھا کہ وہی بھوشن جوزف کے لیے ہیرے جواہرات کی اسمگلنگ کا کام انجام دیا کرتا تھا پھر اچانک میرے ذہن میں کرشن شرما کے حوالے سے گیتا کا نام ابھر آیا۔ اس نے بتایا تھا کہ بھوشن نے اس کی بیوی کو اپنے قبضے میں کرنے کے لیے اسے ناجائز تجارت پر مجبور کیا تھا۔ اس کے بیان کے مطابق گیتا کا شمار خوبصورت اور حسین عورتوں میں کیا جاتا تھا اور بھوشن عورتوں کے معاملے میں ضرورت سے کچھ زیادہ ہی واقع ہوا تھا۔ گیتا کے نام کے ساتھ ہی میرے ذہن میں ایک اور خیال بڑی سرعت سے ابھرا۔ اگر گیتا کو کسی طرح تلاش کر لیا جاتا تو ممکن تھا کہ وہ اپنے شوہر کی موت کی خبر سننے کے بعد بھوشن کے کرتوتوں کے خلاف زبان کھولنے پر مجبور ہو جاتی مگر اس بات کی کوئی ضمانت نہیں تھی کہ بھوشن نے ابھی تک اسے زندہ رہنے دیا ہوگا۔ ممکن ہے کرشن شرما کی گرفتاری عمل میں لانے کے بعد اس نے گیتا کو بھی اپنی راہ سے ہٹا دیا ہو۔ بھوشن جیسے افراد جو عورت کو کھلونا سمجھتے ہیں اس کے ساتھ کھیلنے کے بعد اسے توڑ کر کسی نئے کھلونے کی تلاش میں نکل پڑتے ہیں اور پھر گیتا بھوشن کے لیے خان جابر اور بہرام جیسی اہم بھی نہیں تھی۔

خاصی دیر تک ذہنی جمناسٹک کرنے کے بعد میں نے ریسیور اٹھایا اور ماہ رخ کے نمبر گھمانے لگا۔ ندیم کے بیان کے مطابق وہ ایک کامیاب شکاری تھی اور اپنے شکار کو پھانسنے میں خاصی تجربہ کار بھی تھی۔ اگر وہ بھوشن کو کسی طرح ٹریپ کرنے میں کامیاب ہو جاتی تو کام بن سکتا تھا۔

"ہیلو۔" تیسری گھنٹی پر دوسری جانب سے جس نے کال ریسیو کی وہ ماہ رخ کے سوا کوئی اور نہیں تھی۔

"میں شہباز بول رہا ہوں۔"

"زہے نصیب۔" وہ میری آواز سنتے ہی ترنگ میں آگئی۔ "آج میری یاد آپ کو کیسے آگئی؟"

"معافی چاہتا ہوں۔" میں نے دل پر جبر کرکے کہا۔ "ادھر کچھ مصروفیات زیادہ تھیں اس لیے۔"

"کیا اب بھی اتنی فرصت نہیں ہے کہ آپ فون کرنے کے بجائے بنفس نفیس مجھے اپنی میزبانی کا موقع دیتے۔" اس کے لہجے میں بے باکی اور عریانیت کا عنصر شامل تھا۔ وہ میری نظروں کے سامنے نہیں تھی لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ جملہ ادا کرتے وقت ایک توبہ شکن انگڑائی ضرور لے رہی ہو گی یا پھر اس کی خمار آلود اور ساحرانہ آنکھوں میں کئی جام چھلک اٹھے ہوں گے۔

"مجھے دراصل آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔"

"ضروری بات۔" اس نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر لہکتی آواز میں کہا۔ "ضروری باتیں فون پر نہیں ہوا کرتیں اور میرے دروازے بھی ابھی تک آپ کی خاطر کھلے ہوئے ہیں۔"

"ذرہ نوازی ہے آپ کی مگر۔"

"آپ غالباً" اسی آدھے تیتر اور آدھے بٹیر کی باتیں کرنا چاہتے ہیں۔" اس نے بھوشن جوزف کا نام لینے کے بجائے محاورے سے کام لیا۔

"آپ خاصی ذہین بھی واقع ہوئی ہیں۔" میں نے اسے اکسانے کی کوشش کی۔

"میرا خیال ہے کہ اس سلسلے میں میری اور آپ کی بات پہلے بھی ہو چکی ہے۔" وہ کہنے لگی۔ "کچھ کام زیادہ مشکل بھی نہیں ہوتے پھر بھی وہ۔ تھوڑی بہت فیس ضرور وصول کرلیتا ہے اور میں۔" اس کا لہجہ معنی خیز ہو گیا۔ "میں شاید آپ کو بہت کھل کر بتا چکی ہوں کہ آپ کے کام کے عوض میرا کیا معاوضہ ہو گا۔"

"کیا آپ کو یقین ہے کہ وہ آسانی سے ٹریپ ہو جائے گا۔"

"یہ میری ذمے داری ہے۔ آپ صرف میری فیس پر غور کرلیں۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے بہ مشکل جواب دیا۔ "میں کسی وقت حاضر ہونے کی کوشش کروں گا۔"

"اور میں اس وقت کا بڑی بے چینی سے انتظار کروں گی۔"

ندیم مجھے کھل کر بہت صاف صاف لفظوں میں ماہ رخ کے بارے میں بتا چکا تھا' شادی سے پہلے بھی وہ غلط روش کا شکار تھی پھر اس نے سلیمان شاہ جیسے بااثر آدمی کو اپنے جال میں پھانسنے کے بعد اس سے شادی کرلی تھی اور اب وہ لوگ بھی جو اس کے ماضی سے واقف تھے۔ اسے باعزت خاتون کے نام سے یاد کرنے پر مجبور تھے' شادی کے بعد جہاں ماہ رخ کو تحفظ مل گیا تھا وہاں سلیمان شاہ بھی اپنے مطلب کی خاطر اسے استعمال کرنے میں کوئی عار نہیں سمجھتا تھا۔

میں اپنی پارسائی کا دعویٰ نہیں کرتا' جس شخص سے کوئی معمولی سی لغزش بھی سرزد ہوجائے اسے پارسا نہیں کہا جاسکتا' میں نے تو حالات کے بھنور میں پھنس کر کئی جرم کر ڈالے تھے لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ تھی کہ میرا دامن ابھی تک کسی عورت کے سلسلے میں پاک تھا' ماہ رخ کی فیس ادا کرنے کے بعد میں بھوشن کو قانون کے شکنجوں میں پھنسوا سکتا تھا لیکن اس بات کی کیا ضمانت تھی کہ بھوشن کے ٹوٹ جانے کے بعد طاغوتی قوتیں میرا پیچھا چھوڑ دیں گی؟ بہرحال انسان اپنی انا اور ضد کی خاطر سب کچھ کر گزرتا ہے' میں بھی اپنی ذات میں اندر سے کسی موم کی طرح پگھلنا شروع ہوا تھا کہ کمرے میں صندل اور لوبان کی ملی جلی تیز خوشبو پھیلنے لگی' اس کے ساتھ ہی میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں۔ یہ خوشبو میں خدا کے اسی برگزیدہ کمبل پوش بزرگ کے وجود سے پھوٹتی تھیں جو ابھی تک میری مدد کر رہا تھا۔

میں سنبھل کر بیٹھ گیا پھر میں نے دیکھا کہ خدا کا وہ نیک دل بندہ اپنی تمام تر مجذوبانہ کیفیتوں کے ساتھ ہاتھ میں وہی ٹیڑھی میڑھی لکڑی تھامے میرے سامنے موجود ہے۔ اس کی قہر آلود نظریں میرے وجود کا احاطہ کر رہی تھیں' ان آنکھوں میں جلال تھا جو میرے دل کو لرزا دینے کے لیے بہت کافی تھا' میری پیشانی پر پسینے کے قطرے ابھرنے لگے۔

"میرے بزرگ۔" میں نے گڑگڑا کر کہا۔ "مجھے آپ کی رہنمائی کی بڑی شدت سے ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔"

"حق اللہ۔" جواب میں نعرہ بلند ہوا۔

"دشمن میری گھات میں ہیں۔" میں نے عاجزی کا اظہار کیا۔ "میں آزاد ہونے کے باوجود بڑا بے بس ہوگیا ہوں۔"

"حق اللہ۔" بزرگ نے مجھے گھورتے ہوئے پھر وہی نعرہ بلند کیا۔

"آپ خدا کے برگزیدہ بزرگ ہیں' میرے راستے میں ہر طرف تاریکی پھیل رہی ہے۔"

"حق اللہ۔"

"مجھے اندیشہ ہے کہیں میں اپنی راہ سے بھٹک نہ جاؤں"

جواب میں بزرگ کی آنکھوں سے نفرت کے شعلے [illegible] لگے' ان کا لاغر جسم کپکپانے لگا' شاید میرے منہ سے کوئی بات نکل آئی تھی۔ "میرا ذہن میرا ساتھ نہیں دے رہا" میں نے خود کو سنبھالا۔

"آنکھیں کھول لے مردود۔" بزرگ نے حقارت [illegible] جواب دیا۔ "سمندر میں سر کے بل کودنے کا ارادہ ترک کر ورنہ پھر ابھرنا مشکل ہوجائے گا۔"

"لیکن؟"

"گھڑی کی ٹک ٹک کی آوازیں غور سے سن کر نہیں بغلیں بجانی شروع کردے۔"

"وہ قدم قدم پر میرے لیے دشواریاں کھڑی کر رہے [illegible]"

"گلشن پر آج تھو کردے۔ صحرا کی طرف دوڑ لگا۔" بزرگ نے جوشیلے انداز میں جواب دیا۔ "مرے گا تو کدھ [illegible] ہڑپ کرجائیں گے' غلیل ہاتھ میں لے کر باہر نکل اور تمام کو ایک ایک کرکے توڑ دے پھر ہر طرف اندھیرا ہی [illegible] ہوگا۔"

"میں آپ کے اشاروں کو سمجھنے سے قاصر ہوں [illegible] نے الجھتے ہوئے کہا۔ "مجھے آپ کی ہدایت کی ضرورت [illegible]"

"منہ پیٹ لے۔ زبان کاٹ کر کتوں کے آگے ڈال پھر ننگا ہوجا۔ سڑکوں پر ٹھمکے لگانا شروع کردے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں میرے بزرگ۔ آپ شاید مجھ [illegible] ہیں یا پھر میری مدد نہیں کرنا چاہتے۔"

جواب میں بزرگ نے دیوانہ وار قہقہے لگانے [illegible] کردیے' جسم کے زخموں کو ناخنوں سے کرید کر پورا کرلیا [illegible] کے بعد اپنی لکڑی کو زور سے زمین پر مار کر "حق اللہ" کا [illegible] کیا پھر گول گول چکر کھانا شروع کردیا' ان پر مجذوبیت [illegible] طاری ہو رہا تھا' بڑی دیر تک وہ پھرکی کی طرح چکر لگا لگا کر [illegible] اللہ۔ حق اللہ۔ یا ہو اور ہو اللہ" کا ورد کرتے رہے پھر [illegible] زمین پر بیٹھ گئے' ان آنکھوں سے اب آنسوؤں کے [illegible] ٹپک رہے تھے۔

"اگر مجھ سے کوئی گستاخی سرزد ہوگئی ہے تو میں اس لیے معافی کا طلب گار ہوں۔"

"مجھ پر تھوک رہا ہے بدبخت۔ آسمان کی طرف دیکھ [illegible] چیلیں پر پھیلائے اڑ رہی ہیں۔"

"موہنی اور کالکا کی ناپاک قوتیں میرے خلاف [illegible] ہیں' میں زیادہ دنوں تک ان کی گندی اور پلید طاقت کا [illegible] نہیں کرسکتا۔" میں نے سنجیدگی سے عرض مدعا کیا۔

"سن۔" بزرگ نے اچانک چاروں طرف دیکھ [illegible] سرگوشی کی۔ "میری ایک بات مان۔"

"آپ حکم دیں۔ میں سرتابی کی جرات نہیں کروں گا۔"

"تو بھی مورتی بن جا۔ کوڑیوں کے مول بکا کر۔ بھونچال آجائے گا تو پھر اس میں کپڑے اتار کر ناچنا شروع کردینا۔ سمجھ رہا ہے۔"

"م۔ میرے پاس اب خودکشی کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہے۔" میں نے بے بسی کا اظہار کیا۔

بزرگ کے منہ سے جھاگ اڑنے لگے' آنکھوں سے چنگاریاں جاری ہوگئیں' ان کا پورا جسم اس طرح جھٹکے کھا رہا تھا جیسے بجلی کا کرنٹ دوڑ رہا ہو' بڑی دیر تک وہ مجھے پلکیں جھپکائے بغیر ٹکٹکی باندھے دیکھتے رہے پھر یکلخت قہقہہ لگا کر بولے۔

"کوٹھے پر چڑھ جا۔ طبلے اور سارنگی کے ساتھ ساتھ تالیاں بجایا کر۔"

"خدا کے لیے۔" میں گڑگڑانے لگا۔ "میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں' میری مدد کیجئے ورنہ۔"

"توبہ کر بدبخت۔" بزرگ نے لرزتے ہوئے کہا۔ "مجھ پر غلاظت اچھال رہا ہے۔ نابدان کے کیڑے۔"

"مجھے کچھ سجھائی نہیں دے رہا۔ میں شاید دیوانہ ہوگیا ہوں۔"

"دیوانہ۔" بزرگ نے دیدے نچا نچا کر مجھے سر سے پاؤں تک بڑے غور سے دیکھا پھر بڑی ادا سے بولے۔ "مجھے الو بنا رہا ہے۔ تیری ڈاڑھی کہاں اڑ گئی' کیا دیمک چاٹ گئی؟ تیرے چہرے پر میل کہاں ہے؟ کپڑے تار تار کرلے۔ حلق پھاڑ کر تان لگا کر لٹ الجھی سلجھا جا رے بالم۔ پھر تیرے پیچھے بھی مجمع اکٹھا ہوجائے گا۔ خاک اٹھا کر سر میں مالش کیا کر' دماغ کی جوئیں چرانا چھوڑ دیں گی' لیکن ایک بات یاد رکھ۔" وہ پھر سنجیدہ ہوگئے چاروں طرف عجیب نظروں سے دیکھتے ہوئے بڑی مدھم آواز میں کہا۔ "زلفوں میں کبھی الٹا لٹکنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ الجھ کر رہ جائے گا۔ جوئیں مارنی شروع کردے۔ سر صاف ہوگیا تو پھر چودہ طبق بھی روشن ہوجائیں گے۔ جانتا ہے روشنی کیا ہوتی؟ آسمانوں پر کڑکنے والی بجلی۔ تو بھی گرہ باندھ لے' جب بجلی چمکا کرے تو ڈر کر آنکھیں بند کرلیا کر۔ کسی کونے کھدرے میں دبک جایا کر۔ طوفانوں سے ڈرا کر۔ بادل گرجیں گے تو دل زور زور سے دھڑکے گا۔ پھر برسات ہوگی۔ برسات ہو تو ناچنا شروع کردے اور پھر ٹھمکے لگا کر گانا شروع کردے۔ لٹ الجھی سلجھا جا رے بالم۔ سمجھ رہا ہے نا میری بات۔"

"میں مر جاؤں گا لیکن دشمنوں سے ہار نہیں مانوں گا۔" پھر [illegible] عاجزی اختیار کی' بزرگ کی باتیں میری سمجھ سے باہر تھیں' وہ [illegible] اشاروں کنایوں میں مجھے کچھ سمجھا رہے تھے' جو لوگ اللہ کے قریب ہوتے ہیں وہ کھل کر بات نہیں کرتے' روشن ضمیر ہوجانے کے بعد اور محتاط ہوجاتے ہیں' مجذوب کا درجہ حاصل ہوجائے تو پھر اللہ کا قرب انہیں دنیا سے بے نیاز کردیتا ہے' وہ تمام پابندیوں سے آزاد ہوجاتے ہیں مگر اللہ نے جو باتیں راز رکھی ہیں وہ ان کی زبان سے بھی کھل کر ادا نہیں ہوتیں' وہ ڈھکے چھپے لفظوں اور جملوں میں انسان کی اصلاح کرنے کی کوشش کرتے ہیں' ان کی عارفانہ باتیں ہر شخص کی سمجھ میں نہیں آتیں' صرف وہی سمجھتا ہے جسے قدرت کی طرف سے ہدایت ہوتی ہے' ابھی شاید قدرت کی جانب سے میرے لیے ہدایت کا حکم نامہ جاری نہیں ہوا تھا جو میں خدا کے اس برگزیدہ بندے کی باتوں کی تہہ تک پہنچ سکتا۔ میرے اطراف ابھی تک دھند طاری تھی جس نے مجھ سے قوت بصارت چھین لی تھی یا پھر حالات کی تلخیوں اور پے در پے والے حادثات نے مجھے گھیر رکھا تھا' مجھے سنبھلنے اور قدم جمانے کا موقع نہیں دے رہی تھیں' گھٹن کے احساس نے میرا سانس لینا بھی دشوار کر رکھا تھا۔

"جینا چاہتا ہے؟" بزرگ نے مجھے گھورا پھر لکڑی سے زمین پر الٹی سیدھی لکیریں کھینچنے کے بعد بولے۔ "جوا کھیلنا شروع کردے۔ کوڑیاں پھینکنے کا گر سیکھ لے تو پھر پو بارہ ہوجائیں گے۔ گھوڑوں پر داؤ لگانا شروع کردے' پہلی ریس میں سات نمبر کا گھوڑا جیتے گا لیے بھاؤ سے لیکن سنبھل کر کھیلنا' وہ پیچھے سے دلکی لگاتا ہوا آئے گا اور سب سے آگے نکل جائے گا۔ سب اس کی جیت پر بوکھلا جائیں گے۔ پھر دوسری ریس نہ کھیلنا ورنہ پٹ جائے گا' تیسری ریس میں بھی تیرے ستارے گردش میں ہوں گے اس کے بعد۔ ہاں چوتھی ریس میں آٹھ نمبر پر قسمت آزمانا اور آخری ریس میں چھ نمبر پر اپنی تمام جمع پونجی لگا دینا۔ چاندی ہی چاندی ہوجائے گی۔ مگر ایک بات غور سے سن لے۔ دوسری بار ریس کی طرف جانے کی کوشش نہ کرنا ورنہ کسی بدکے ہوئے گھوڑے کی دولتی تجھے لہولہان کردے گی۔" بزرگ نے سٹے کا نمبر بتانے والوں کی طرح کہا۔ "میں نے جو نمبر بتائے ہیں انہیں بھول مت جانا۔ ترتیب اگر بگڑ گئی تو پھر وہی گا۔ لٹ الجھی سلجھا جا رے بالم۔ لٹ الجھی۔"

"میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں۔" میں نے تڑپ کر کہا۔ "میرا ہاتھ تھام کر سیدھے راستے پر لگا دیجئے۔"

"دلدل میں پھنس جائے گا۔" بزرگ نے تیزی سے مجھے ٹوکا پھر جلدی جلدی پلکیں جھپکا کر بولے۔ "پگڈنڈی پگڈنڈی چلنے کی عادت نہیں تو چمگادڑ کی طرح درخت سے الٹا لٹک کر رہ جائے گا۔"

"پھر مجھے اپنی یہ آڑی ترچھی لکڑی عنایت کردیں۔" میں نے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ "یہی میرے لیے بہت ہوگی۔"

"دم دبا کر بھاگ لے۔ کوئی تیری دم میں نمدہ فٹ کرنے

آرہا ہے۔ یا حق۔" بزرگ نے خوفزدہ لہجے میں کہا پھر حق ہو۔ ہو حق کا نعرہ لگاتے ہوئے میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔

میں ان کی باتوں پر غور کرنے لگا لیکن مجھے اس کا موقع نہ مل سکا' رام دیال سینہ تانے دندناتا ہوا اور پولیس والوں کے ساتھ میرے آفس میں داخل ہوا تو میرے خیالات کا شیرازہ بکھر کر رہ گیا' میں نے رام دیال کو غور سے دیکھا' اس کے ہونٹوں پر بڑی معنی خیز مسکراہٹ موجود تھی' وہ یقیناً کسی مقصد کے تحت آیا تھا۔ میں ابھی اس کی آمد کے مقصد کا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس نے چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کبھی میں آپ کا ماتحت بھی رہ چکا ہوں شہباز صاحب۔ کیا آپ مجھے بیٹھنے کو بھی نہیں کہیں گے؟"

"کس مقصد سے آئے ہو؟" میں نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے قدرے تلخی سے سوال کیا۔

"جمنا یاد ہے آپ کو۔ وہی روپ نگر والی جمنا جو شنکر کی رکھیل تھی۔" رام دیال نے مسکرا کر کہا۔ "آپ نے اسے آہنی سلاخوں کے پیچھے بند کر دیا تھا لیکن پھر نتیجہ کیا نکلا؟"

"میں تمہاری اس بات کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔"

"جمنا شنکر کے جنتر منتر سے آزاد ہو گئی تھی اور آپ کو بڑی مایوسی ہوئی تھی۔"

"رام دیال۔" میری پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ "نہ میرا تعلق اب پولیس سے ہے اور نہ میرے پاس فضول باتوں کو سننے کا وقت ہے۔"

"میری مصروفیات بھی یہاں آکر بہت بڑھ گئی ہیں۔" اس نے طنز کیا۔ "روپ نگر ایک چھوٹا اسٹیشن تھا جہاں ہمارا واسطہ چھوٹے چھوٹے مجرموں سے پڑتا تھا لیکن یہاں تو بڑے بڑے سورما پڑے ہیں۔ اور ایک پولیس افسر ہونے کے ناتے خطرناک قسم کے مجرموں کی سرکوبی کرنا میرا فرض ہے۔ کیوں' کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔"

"میرے پاس کس لیے آئے ہو۔" میرا لہجہ اور سخت ہو گیا۔

"آپ شاید بھول رہے ہیں شہباز جی۔ ابھی سونے سے بھرا ہوا بریف کیس اور آپ کے خلاف مسٹر عابد کا تحریری بیان میرے پاس موجود ہے۔"

"پھر۔"

"میں مسٹر عابد سے ملنا چاہتا ہوں۔" رام دیال نے افسرانہ شان سے کہا۔ "مجھے اس سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔"

"پھر میں کیا کروں؟" میں نے بدستور بے پرواہی سے پوچھا۔

"مسٹر عابد۔"

"وہ عدالت کے حکم نامے کے تحت ضمانت پر ہے اور اس کی ضمانت مسٹر ندیم نے دی ہے' تم اگر چاہو تو ندیم سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔"

"کیا آپ مجھے مسٹر عابد کا پتا بتانے کی بھی زحمت گوارا نہیں کریں گے؟"

"میرا وقت بہت قیمتی ہے رام دیال۔ تم عابد کا پتا لینے کی خاطر میرے ان ڈور چیف مسٹر وارثی سے ملو۔"

"او' کے مسٹر شہباز۔" رام دیال نے تیکھے لہجے میں جواب دیا۔ "اب ہماری ملاقات عدالت میں ہوگی۔" پھر وہ تیزی سے مڑا اور لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہوا دفتر سے باہر چلا گیا۔

شام کو میری ملاقات گھر پر ندیم سے ہوئی تو وہ خاصا ہشاش بشاش نظر آرہا تھا' تسنیم' عارفہ اور امی سب ڈرائنگ روم میں بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے' میں کمرے میں داخل ہوا تو عارفہ نے بڑی قاتلانہ نظروں سے دیکھا پھر تسنیم کے ساتھ گفتگو میں مصروف ہو گئی' یہ اس کا روز مرہ کا معمول تھا میں جب بھی تھکا ماندا دفتر سے گھر لوٹتا وہ ہمیشہ اسی طرح سچے جذبوں سے مجھے خوش آمدید کہتی کہ میری دن بھر کی تھکن دور ہو جاتی تھی' مجھ سے شادی کرنے کے بعد اس کے حسن میں کچھ اور نکھار آگیا تھا' وہ مجھے پا کر بہت خوش تھی' مجھے بھی احساس تھا کہ میں نے اتنے عرصے تک عارفہ کی نگاہوں کا مفہوم نہ سمجھ کر غلطی کی تھی' وہ انتہائی وفادار محبت کرنے والی اور سلیقہ مند لڑکی تھی لیکن میری وجہ سے گھر کی چہار دیواری میں گھٹ کر زندگی گزارنے پر مجبور تھی' طاغوتی طاقتوں کو ابھی تک یہی شبہ تھا کہ وہ اس دنیا سے رخصت ہو چکی ہے' میں بھی یہی چاہتا تھا کہ گندی قوتوں سے عارفہ کو دور رکھوں' وہ اگر دوبارہ کالکا یا موہنی کی نگاہوں میں آجاتی تو میری پریشانیاں بڑھ سکتی تھیں' عارفہ کی اپنی زندگی کو بھی خطرہ لاحق ہو سکتا تھا۔

تسنیم کے زخم بھی اپنے بھرنے لگے تھے۔ ندیم شہر کے مشہور پلاسٹک سرجن سے اس کا علاج کرا رہا تھا۔ اس کے علاج پر بے دریغ روپے خرچ کر رہا تھا' اس کے پاس دولت کی کمی بھی نہیں تھی۔

تسنیم نے مجھے دیکھا تو ملازم کو جا کر چائے کا آرڈر دے آئی' میں بھی سب کے ساتھ بیٹھ گیا' میں نے ذہن سب کے ساتھ بیٹھ کر چائے پی' ندیم میری ماں کے سامنے بالکل بچوں کی طرح چہکنے لگتا تھا شاید وہ اس طرح میری ماں کو احساس دلانا چاہتا تھا کہ وہ ابھی تنہا نہیں ہیں' اب بھی بہت سے لوگوں کو ان کی ضرورت ہے' عارفہ تو دن رات ان کے ایک ایک کام کا خیال رکھتی تھی' ماں نے بھی اسے بیٹیوں کی طرح قبول کر لیا تھا' پھر تسنیم کے آجانے سے گھر کی رونقیں اور بڑھ گئی تھیں۔

"تم اتنی دیر تک کہاں تھے؟" ندیم نے عارفہ کی طرف کنکھیوں سے دیکھ کر مجھے شکایت بھری آواز میں مخاطب کیا۔ "دفتر شام ساڑھے چار بجے تک رہتا ہے اور اس وقت شام کے سات بج رہے ہیں۔ کہاں رہے اتنی دیر؟"

"کیوں۔ تمہیں کیا ضروری کام پیش آگیا تھا؟"

"کام نہ ہو جب بھی انسان کو وقت پر گھر آنا چاہیے۔"

"آئی' سی۔" میں مسکرایا' ندیم عارفہ کے دل کی ترجمانی کر رہا تھا۔

"صرف آئی' سی سے کام نہیں چلے گا' میں بہت دنوں سے محسوس کر رہا ہوں کہ جب سے تم نے معصوم عارفہ کی جگہ نئی سیکرٹری رکھی ہے دفتر میں تمہاری مصروفیات بڑھتی جا رہی ہیں۔"

"میں نے سنا ہے کوئی فرنگن ہے۔" تسنیم نے بھی ندیم کا ساتھ دیا' میں سمجھ رہا تھا کہ وہ سب مل کر مجھے چھیڑ رہے ہیں' عارفہ بھی زیر لب مسکرا رہی تھیں۔

"ایسی ویسی۔" ندیم نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "میں جب بھی شہباز سے ملنے دفتر گیا وہ ہمیشہ اسی کے دفتر میں دکھائی دی' اپنی سیٹ پر تو وہ شاید ہی ایک منٹ کو ٹکتی ہے' کسی نہ کسی بہانے کوئی نہ کوئی کام نکال کر ٹپک پڑتی ہے شہباز کے سر پر اور یہ بھی سارے کام چھوڑ کر اسی سے ہنس ہنس کر باتوں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔"

"سنا ہے اس کی تنخواہ بھی بہت زیادہ ہے۔" عارفہ نے مسکرا کر ندیم سے کہا۔

"ہائیں۔ تم ہنس رہی ہو' تمہاری جگہ اگر میں ہوتا تو سارے گھر کے برتن توڑ ڈالتا' کبھی شہباز سے سیدھے منہ بات نہ کرتا۔" ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "واہ یہ بھی کوئی انصاف ہے۔ اگر تمہیں اسی طرح بھنورے کی طرح ڈال ڈال اور پات پات بھٹکنا تھا تو بیچاری عارفہ کو کسی معصوم گائے کی طرح گھیر لا کر کھونٹے سے باندھنے کی کیا ضرورت تھی۔" آخری جملہ ندیم نے براہ راست مجھ سے مخاطب ہو کر کیا تھا۔

"اچھا ہوا جو تم عورت نہیں ہوئے۔" امی نے مسکراتے ہوئے ندیم کو چھیڑا۔ "جس کی ساس ہوتے اس بہو کی تو زندگی اجیرن کر دیتے۔"

"امی۔ آپ بھی بیٹے کا ساتھ دے رہی ہیں؟" ندیم نے شکوہ کیا۔

"میں سمجھ رہی ہوں آپ کی باتوں کا مقصد۔" عارفہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "جب تک آپ کو کافی نہیں ملے گی آپ اسی طرح بولتے رہیں گے۔"

"اب ہوئی بات۔" ندیم نے چہکتے ہوئے کہا۔ "خدا کی قسم اب تو سیدھی انگلیوں سے گھی نکالنے کا زمانہ ہی ختم ہو گیا' اگر تم نے شرافت سے پہلے ہی اپنے ہاتھ کی کافی پلا دی ہوتی میں اب تک اس فرنگن کو نہ جانے کتنی بار گولی مار چکا ہوتا۔"

"آپ ہر وقت کیوں چھیڑتے رہتے ہیں عارفہ کو۔" تسنیم نے عارفہ کے ڈرائنگ روم سے باہر جانے کے بعد کہا۔

"خبردار جو تم نے درمیان میں آنے کی کوشش کی۔" ندیم نے تسنیم کو گھورا۔ "ندیم میرا بھائی ہے اور اس رشتے سے عارفہ اور میرا دیور بھابھی کا رشتہ ہوتا ہے اور جب تک دیور بھابھی میں اس قسم کی چھیڑ چھاڑ نہ ہو کچھ لطف نہیں آتا۔"

"کہاں سے سیکھی ہیں تم نے اس قسم کی باتیں؟" امی نے ندیم سے پوچھا تو وہ بڑے بھولپن اور معصومیت سے بولا۔

"یہ سب شہباز کی دوستی کا نتیجہ ہے ورنہ پہلے تو مجھے سیدھی طرح بات کرنی بھی نہیں آتی تھی۔"

خاصی دیر تک اسی قسم کی دلچسپ گفتگو ہوتی رہی پھر امی نماز پڑھنے چلی گئیں اور عارفہ اور تسنیم رات کے کھانے کا اہتمام کرنے کی خاطر کچن میں گئیں تو میں ندیم کے ساتھ اٹھ کر باہر لان پر آگیا۔

"کیا بات ہے؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "آج بہت موڈ میں دکھائی دے رہے ہو' کیا کوئی نیا کیسینو کھولنے کا ارادہ ہے؟"

"نہیں۔" ندیم نے کہا پھر بڑے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے بولا۔ "تمہارے رام دیال صاحب آج مجھ سے ملنے آئے تھے۔"

"اوہ۔ وہ میرے پاس بھی آیا تھا مگر میں نے اسے دھتکار دیا' کمینہ مجھ پر رعب جمانے کی کوشش کر رہا تھا۔"

"کرنا بھی چاہیے اس لیے کہ ابھی تک سونے سے بھرا ہوا بریف کیس اور عابد کا وہ تحریری بیان جو اس نے تمہارے خلاف اسمگلنگ کے جرم میں ملوث ہونے کی بابت دیا ہے وہ ابھی تک انسپکٹر رام دیال کی تحویل میں ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ شادی کے بعد سے تم موٹی عقل کے ہوتے جا رہے ہو۔" ندیم بولا۔ "اتنے اہم ثبوت رام دیال کے قبضے میں موجود ہیں کہ وہ پہلی ہی پیشی میں عدالت سے درخواست کر کے تمہارا جسمانی ریمانڈ بھی حاصل کر سکتا ہے۔"

"آج عابد دفتر آیا تھا۔" میں نے ندیم کو سنجیدگی سے عابد کے ساتھ ہونے والی تمام گفتگو بتاتے ہوئے پوچھا۔ "تمہارا کیا خیال ہے' کیا عابد اگر اپنے سابقہ بیان سے منحرف ہو جائے تو رام دیال نے جو کیس براہ راست میرے خلاف بنانے کی کوشش کی ہے وہ کمزور نہیں پڑ جائے گا۔"

"ممکن ہے پڑ بھی جائے لیکن عابد کے بارے میں بھی سوچا ہے۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "اس غریب کو بڑی لمبی سزا ہو جائے گی۔ خود کو بچا کر کسی اور کو مصیبت سے دوچار کرنا میرے نزدیک بڑی بزدلی ہے۔"

"پھر؟"

"میرا خیال ہے کہ اب تمہیں ہی اپنی شرافت کا چولا اتارنا ہوگا۔ اس طرح کام بن سکتا ہے۔"

"کیا مطلب ہے؟"

"ماہ رخ۔" ندیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اس نے مجھے فون کرکے بتایا تھا کہ تم نے بھوشن کے سلسلے میں اس سے رابطہ قائم کیا تھا۔"

"اور کیا کہا تھا اس نے؟"

"تم شاید اسے زیادہ نہیں جانتے۔ وہ بڑی صاف گو عورت ہے' اس نے مجھے بتادیا ہے کہ تمہارے کام کے عوض وہ تمہاری ذات کی قربانی چاہتی ہے۔" ندیم نے جواب دیا۔ "میرا خیال ہے کہ وہ نہ صرف بھوشن کے سلسلے میں بہت موثر ثابت ہوگی بلکہ رام دیال کے کس بل نکالنے میں اس کی آنکھوں کی ایک جنبش ہی بہت ہوگی۔"

"نہیں۔" میں نے کمبل پوش بزرگ کی باتیں یاد کرتے ہوئے جواب دیا۔ "خواہ حالات میرے خلاف کتنی ہی سنگین صورت کیوں نہ اختیار کرلیں میں ماہ رخ کی خاطر اپنی شرافت کی قربانی نہیں پیش کرسکتا۔ یہ عارفہ کی حق تلفی بھی ہوگی اور۔"

"اور کیا؟"

"انسان کے قدم اگر ایک بار گندی کائی پر پڑ کر رپٹ جائیں تو پھر اس کا سنبھلنا مشکل ہوتا ہے۔"

"سوچ لو۔" ندیم کا لہجہ معنی خیز ہوگیا۔ "اس کا نام بھی ماہ رخ ہے' سلیمان شاہ کی بدولت اس کے ہاتھ بھی بہت لمبے ہوگئے ہیں' ایک مقصد پورا کرنے کی خاطر تم کو اغواء کرالینا اس کے لیے کچھ زیادہ دشوار بھی نہ ہوگا۔"

"تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا میں موم کا بنا ہوا ہوں جو اس کی گرمی سے پگھل جاؤں گا۔"

"یہ بعد کی بات ہوگی لیکن میں ماہ رخ کو اس وقت سے جانتا ہوں جب وہ سلیمان شاہ سے وابستہ نہیں ہوئی تھی' اس کی آنکھوں میں ایسا سحر ہے کہ بے جان چیزیں بھی اس کے زد سے نہیں بچ سکتیں۔"

"تم شاید مجھے مرعوب کرنے کی کوشش کررہے ہو۔" میں نے ندیم کو بڑی سنجیدگی سے گھورا۔

"گراہم یاد ہے تمہیں۔ جرائم کی دنیا میں اسے آج بھی آکٹوپس ہی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے لیکن گریشیا نے اسے اپنے اشاروں پر ناچنے پر مجبور کررکھا تھا' میں اسی گریشیا کی بات کررہا ہوں جو ماہ رخ سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے' ایک بار اس نے بھی تمہیں چکھنے کی خاطر اپنے آدمیوں سے اٹھوالیا تھا' اگر لیڈی مکلارنس نے بروقت تمہاری مدد نہ کی ہوتی تو پھر دو ہی باتیں ہوسکتی تھیں' یا تو گریشیا تمہیں اپنی آنکھوں کے سحر سے تسخیر کرلیتی یا پھر اب تک تمہارے وجود کا کوئی سراغ بھی باقی نہ بچتا۔"

"ناممکن ہے۔" میں نے فیصلہ کن لہجہ اختیار کیا۔ "دنیا کی کوئی طاقت مجھے جھکنے پر مجبور نہیں کرسکتی' میں کسی بھی ایسی صورت میں موت کو زندگی پر ترجیح دینا زیادہ مناسب سمجھوں گا۔"

"گڈ۔" ندیم بے تکلفی سے مسکرایا۔ "میں تمہاری زبان سے یہی جملہ سننا چاہتا تھا۔"

"گویا تم اب تک مجھے پریشان کررہے تھے۔"

"نہیں۔ کسوٹی پر کھ رہا تھا۔" ندیم شرارت آمیز انداز میں مسکرایا پھر سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے بولا۔ "تم نے ابھی تک دریافت نہیں کیا کہ رام دیال اور میرے درمیان کیا گفتگو ہوئی؟"

"اس نے یقیناً تم سے عابد کا پتا پوچھا تھا؟"

"تمہارا اندازہ درست ہے لیکن جانتے ہو میں نے کیا جواب دیا۔"

"کیا؟"

"خاموشی۔"

"میں سمجھا نہیں؟" میں نے تعجب سے دریافت کیا۔

"میں نے اپنے ملازموں کو صرف اشارہ کیا تھا جنہوں نے رام دیال کو بڑے شگفتہ الفاظ میں سمجھا دیا تھا کہ اگر وہ خیریت چاہتا ہے تو خاموشی سے الٹے قدموں واپس لوٹ جائے۔"

"اور وہ چلا گیا؟"

"ہاں۔ اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔" ندیم نے بے پرواہی سے کہا۔ "شاید وہ میری اور میرے آدمیوں کی طاقت کا اندازہ لگانے میں کامیاب ہوگیا تھا' اسی میں اس کی بہتری بھی تھی ورنہ دوسری صورت میں وفادار ملازم اس کی تھوڑی بہت خیر و عافیت ضرور کرتے جس کا مجھے کوئی غم نہ ہوتا۔"

"برا ہوا۔" میں نے پہلو بدل کر کہا۔ "اب وہ اور خطرناک ہوجائے گا۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں' اس لیے کہ جب تک مقابلہ برابر کا نہ ہو کھیل میں لطف نہیں آتا' اس کے علاوہ ایک نفسیاتی وجہ اور بھی تھی؟"

"وہ کیا؟"

"انسان فطرتاً اتنا برا نہیں ہوتا جتنا حالات اسے بنا دیتے ہیں اور ایسا اسی وقت ہوتا ہے جب انسان یا تو اندر سے کمزور ہو یا پھر اپنی حد سے تجاوز کرکے حماقت انگیز حرکتیں شروع کردے۔" ندیم نے بدستور بے پرواہی سے جواب دیا۔ "رام دیال کے ساتھ دوسری صورت پیش آئے گی۔ وہ [illegible]

انگیز حالت میں کیسینو سے نکلا تھا' اس کے دو ماتحتوں کے سامنے اس کی بے عزتی ہوئی تھی اور اب مجھے پورا پورا یقین ہے کہ مجھ سے انتقام لینے کی خاطر کوئی نہ کوئی قدم بہت جلد بازی میں اٹھانے کی حماقت کرے گا۔ میرا تجربہ ہے کہ جو قدم جذبات کی رو میں بہک کر یا انتہائی جلد بازی میں اٹھائے جائیں وہ دوسرے فریق کے لیے زیادہ فائدہ مند ثابت ہوتے ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ اب وہ پہلی فرصت میں اس بات کی کوشش کرے گا کہ عابد کی ضمانت منسوخ کرادے۔"

"پھر اس سے کیا فرق پڑے گا؟"

"تمہیں شاید پولیس کے ڈرائنگ روم ٹریٹمنٹ کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ہیں؟" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "انسان موت سے بچنے کی خاطر اکثر اپنے ناکردہ گناہوں کو بھی تسلیم کرلینے پر آمادہ ہوجاتا ہے۔ ایک بار اگر رام دیال عابد کا ریمانڈ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا تو پھر اس کی پوزیشن ہمارے مقابلے میں زیادہ مضبوط ہوجائے گی۔"

"وہ اس قسم کا کوئی قدم اٹھانے کی حماقت نہیں کرے گا۔"

"تم اس قدر یقین کے ساتھ کس طرح کہہ سکتے ہو؟"

"تم نے مجھے بتایا تھا کہ رام دیال نے کہا تھا کہ اگر تم اسے پچیس لاکھ کی رقم پیش کردو تو وہ سارے مقدمات ختم بھی کرسکتا ہے۔" ندیم نے کہا۔ "غالباً" اسی وجہ سے رام دیال نے عابد کا بیان کسی مجسٹریٹ کے روبرو حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔"

"لیکن اب وہ ہم سے کسی قسم کی سودے بازی کی حماقت نہیں کرے گا۔" میں نے کہا۔ "تم نے شاید اس کے ماتحتوں کے سامنے اس کی بے عزتی کرکے اچھا نہیں کیا' میں جانتا ہوں کہ جب کوئی آفیسر کسی سے بدلہ لینے کی ٹھان لے تو پھر وہ ہزاروں طریقے اختیار کرسکتا ہے۔"

"بہرحال۔ تیر تو اب کمان سے نکل چکا ہے۔" ندیم نے شانے اچکاتے ہوئے سادگی سے جواب دیا۔

"کیا تم ذاتی طور پر ماہ رخ کے اثر و رسوخ کو استعمال نہیں کرسکتے؟"

"مثلاً۔"

"رام دیال کا تبادلہ اور سراج کی دوبارہ اپنی کرسی پر واپسی۔"

"فرق کیا پڑے گا؟" ندیم نے کہا۔ "جو ثبوت پولیس کی فائل پر آچکے ہیں وہ ختم تو نہیں کیے جاسکتے۔"

میں کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ ملازم نے آکر مجھے فون کی اطلاع دی' میں اس کے ساتھ ہی اٹھ کر اندر چلا گیا' ریسیور اٹھایا' ہیلو کہا تو دوسری جانب سے موہنی کی منحوس آواز آئی۔

"کیسے ہو شہباز خان۔ سنا ہے کہ تمہارا کوئی سیوک۔؟"

"فون کرنے کا مقصد بیان کرو؟" میں نے اس کا جملہ کاٹتے ہوئے نفرت سے پوچھا۔

"تم جانتے ہو کہ موہنی کی شکتی اپرم پار ہے' اگر تم اس کے چرنوں پر سر رکھ کر دیا کی بنتی کرو تو میں تمہاری سہائتا بھی کرسکتی ہوں پرنتو اس کے لیے بھی تمہیں میری شرط ماننی پڑے گی۔"

"کیا؟"

"میں کیول یہ جاننا چاہتی ہوں کہ عارفہ کا کیا بنا۔ وہ زندہ ہے یا مرچکی ہے؟"

"میں تمہیں اس کا جواب دے سکتا ہوں لیکن میری بھی ایک شرط ہوگی؟" میں چیختے ہوئے بولا۔

"وہ کیا؟"

"مجھے یہ بتادو کہ تمہارے اور کالکا کے درمیان کیا سمبندھ ہے؟"

"تم ابھی تک اپنی کالکا رانی کو نہیں بھولے؟" موہنی نے نفرت سے جواب دیا۔ "چنتا مت کرو' تمہاری کالکا کا انجام بھی اب خراب ہونے میں زیادہ سمے باقی نہیں رہ گیا۔ میں دیکھوں گی کہ وہ تمہاری کیا سہائتا کرسکتی ہے۔"

پھر دوسری جانب سے سلسلہ منقطع ہوگیا' میں نے ریسیور رکھ دیا پھر بڑی سنجیدگی سے ایک اہم پہلو پر غور کرنے لگا۔

اس بات کی کیا ضمانت تھی کہ لیڈی مکلارنس نے خواب میں مجھے کالکا کے بارے میں جو باتیں بتائی تھیں وہ صحیح تھیں؟

"کس کا فون تھا؟"

"موہنی کا۔" میں نے ندیم کی آواز سن کر چونکتے ہوئے کہا۔

"کوئی خاص بات؟"

"ہاں' وہ کہہ رہی تھی کہ اگر میں اس کے قدموں میں جھکنے پر آمادہ ہوجاؤں تو وہ بدبخت مجھے معاف بھی کرسکتی ہے۔"

"پھر تم کیا سوچ رہے ہو؟"

"میرا خیال ہے کہ موہنی' کالکا اور لیڈی مکلارنس ایک ہی شخصیت کے تین روپ ہیں جو مجھے بہکانے کی کوشش کررہے ہیں۔"

"اس خیال کی کوئی وجہ بھی ضرور ہوگی؟"

جواب میں' میں نے لیڈی مکلارنس سے خواب میں ہونے والی تمام گفتگو ندیم کے سامنے دہرادی۔ وہ بڑی توجہ سے میری باتیں سنتا رہا پھر کچھ دیر تک کسی گہری سوچ میں غرق رہنے کے بعد بولا۔

"میرا مشورہ ہے کہ تم لیڈی مکلارنس کو موہنی' کالکا یا کومل کی ذات سے علیحدہ ہی رکھو۔"

"کیا مطلب؟" میں نے ندیم کو غور سے دیکھا۔

"میں لیڈی مکلارنس کو اس وقت سے جانتا ہوں جب تم نے پولیس کی ملازمت اختیار نہیں کی تھی۔" ندیم نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ "لندن میں اس کی پراسرار شخصیت کسی خطرناک جادوگرنی سے کچھ زیادہ ہی اہمیت کی حامل سمجھی جاتی ہے۔ مکلارنس کی موت کا سبب اسی کو سمجھا جارہا ہے۔ لندن پولیس کے مختلف محکمے ایک طویل عرصے سے اس کے خلاف کسی اہم ثبوت کی تلاش میں سرمار رہے ہیں لیکن آج تک انھیں کوئی کامیابی نہیں ہوئی بہرحال میں تمہیں یہ باور کرانا چاہ رہا ہوں کہ کالکا' کومل ورما اور موہنی کی پراسرار شخصیتیں شنکر کے بعد تمہارے تعاقب میں لگی ہیں۔ اس وقت سے جب تم روپ نگر میں تعینات ہوئے تھے اور میں لیڈی مکلارنس کے چرچے اس سے بہت پہلے سے سن رہا ہوں۔"

"کیا تم براہ راست بھی کبھی اس خمیدہ ناک والی عورت سے ملے ہو؟"

"نہیں۔" ندیم نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے بے پرواہی سے کہا۔ "میں اس بات کی قسم کھانے کو تیار ہوں کہ میں نے آج تک کبھی کسی تیس سال سے زیادہ عمر کی عورت کے ساتھ ملاقات کرنے کی حماقت نہیں کی۔"

"ماہ رخ کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"اس کی عمر بلاشبہ اس وقت تیس سے تجاوز کر چکی ہے لیکن پہلی بار میں اس سے جب ملا تھا اس وقت وہ پچیس سال سے زیادہ کی نہیں تھی۔"

"اس قسم کے دعوے کرتے وقت تمہیں شرم بھی نہیں آتی۔"

"وہ بھی چونکہ مونث ہے اس لیے کبھی کبھار بھولے بھٹکے آجاتی ہے لیکن میں نے اس کی طرف سنجیدگی سے توجہ نہیں دی۔"

"بہت ڈھیٹ واقع ہوئے ہو۔"

"تم اسے میری صاف گوئی بھی کہہ سکتے ہو۔"

"کیا نسیم کو تمہارے ماضی کے بارے میں علم ہے؟"

"پتا نہیں ویسے ہم نے آج تک کبھی کسی کے ماضی کو کریدنے کی کوشش نہیں کی اور ہونا بھی یہی چاہیے۔" ندیم نے کہا۔ "دانش ور بھی اس رائے پر متفق ہیں کہ شادی کے بعد دونوں فریق ایک نئی زندگی کا آغاز کرتے ہیں چنانچہ پرانی زندگی کے بارے میں سوچنا کسی زاویے سے بھی مناسب نہیں ہوتا۔"

"گویا تم نے فلسفے کے بارے میں خاصا کچھ پڑھ رکھا ہے۔"

"قطعاً" نہیں۔" ندیم نے تیزی سے جواب دیا۔ "میں نے آج تک کبھی فلسفے کی کتاب کو اپنے قریب بھی نہیں پھٹکنے دیا۔ شاید اس لیے کہ انسان کی روزمرہ کی زندگی' اس کے روز و شب اور اس کی ایک ایک حرکات و سکنات بذات خود ایک فلسفہ ہیں۔ انسان اگر اس فلسفے کو سمجھنے میں کامیاب ہو جائے تو پھر اسے کتابی فلسفے کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔"

"لیڈی مکلارنس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟" میں نے دوبارہ اصل مقصد کی طرف آتے ہوئے پوچھا۔ "کیا یہ درست ہے کہ وہ کالکا کو اپنی پراسرار قوتوں کے جال میں پھانس سکتی ہے؟"

"ناممکن بھی نہیں ہے۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "ویسے ایک بات جو لیڈی مکلارنس کے بارے میں خاص طور پر مشہور ہے وہ یہ ہے کہ اس نے اپنی زندگی میں جتنی باتوں کی پیش گوئی کی ہے وہ آج تک حرف بہ حرف درست ثابت ہوتی رہی ہیں۔ لوگ شاید اسی لیے اس کے قریب جاتے ہوئے کتراتے ہیں۔"

"کیا تم بھی علم نجوم' دست شناسی اور پیش گوئیاں کرنے والوں کو مانتے ہو؟"

"ماننا نہ ماننا ایک علیحدہ بات ہے۔ ایک مسلمان کی حیثیت سے میں اس بات سے بھی واقف ہوں کہ جادو برحق ہے لیکن اسے کرنے والا کافر ہوتا ہے۔ میرا ایمان ہے کہ انسان کو سوائے خدا کی ذات کے کسی پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے لیکن تم دوسرے مذہبوں کے بارے میں ٹانگ نہیں اڑا سکتے۔ اپنے اپنے اعتقاد اور مذہبی باتوں پر عمل کرنا ہر فرقہ کا اپنا بنیادی حق ہے۔ کچھ لوگ خود ساختہ بتوں کی پوجا کرتے ہیں' کچھ آتش پرست ہیں' کچھ ایسے بھی ہیں جو دیوی دیوتاؤں کو اپنا خدا مانتے ہیں' کچھ لوگ حشرات الارض کو اپنا نجات دہندہ سمجھتے ہیں' کوئی سورج کے آگے سجدہ ریز رہتا ہے اور کوئی بے جان چیزوں پر ایمان رکھتا ہے۔ اسلام نے ہمیں تبلیغ کی اجازت ضرور دی ہے لیکن میانہ روی کے دائرے میں رہ کر۔ یہ کہیں نہیں کہا گیا جو شخص حلقہ بگوش اسلام ہونے پر آمادہ نہ ہو تم اسے نیزے کی نوک پر ہوا میں بلند کر کے اپنی کامیابی کا جشن مناتے پھرو۔"

"آج پہلی بار تمہیں اپنے رنگ میں دیکھ رہا ہوں۔"

"ابھی تم نے رنگ روپ دیکھے ہی کہاں ہیں؟" ندیم نے بے پرواہی سے مسکرا کر کہا۔ "کسی سو سالہ سانپ کی طرح میں بھی کینچلی بدلتے رہنا زندگی کی ضمانت سمجھتا ہوں۔ ایک ہی رنگ کو دیکھتے دیکھتے دل اکتانے لگتا ہے۔"

"خوبصورت بات کہی تم نے۔ کیا تم اسے فلسفہ نہیں کہو گے؟"

"شاید۔" ندیم نے شانے اچکائے پھر سنجیدگی سے بولا۔

"لیڈی مکلارنس کے بارے میں ایک بات یاد رکھنا۔ وہ سفید چمڑی کی عورت ہے اور سفید چمڑی بھی میرے نزدیک دوغلے پن کی علامت ہے۔"

"میں سمجھا نہیں؟"

"کالکا کے بارے میں اس نے جو کچھ کہا وہ یقیناً درست ہوگا لیکن تمہاری ذات میں دلچسپی لینا۔ اس کے پیچھے بھی کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہوگا۔ اس لیے میرا مشورہ ہے کہ لیڈی مکلارنس کے سلسلے میں تمہیں محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔"

"رام دیال کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے موضوع بدل کر پوچھا۔

"کس سلسلے میں؟"

"عابد کے بارے میں اس کا اگلا قدم کیا ہو سکتا ہے؟"

"کوئی نئی حماقت۔" ندیم نے اپنی دستی گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "میں قانون کی بساط کا کوئی معروف کھلاڑی نہیں ہوں پھر بھی اتنا ضرور جانتا ہوں کہ کوئی قابل گرفت ناجائز تجارت کی شے اگر انسان کے اپنے گھر سے برآمد ہو تو اسے موردالزام سمجھا جا سکتا ہے لیکن وہ اگر کسی اور کی تحویل میں ہو اور گھر سے باہر پکڑی جائے تو اسے کسی دوسرے کے کھاتے میں زبردستی نہیں ڈالا جا سکتا۔ سونے سے بھرا ہوا بریف کیس عابد کی تحویل سے اس وقت برآمد کیا گیا ہے جب وہ تمہارے دفتر سے کوسوں دور تھا۔ ایسی صورت میں رام دیال تمہیں اس کیس میں ملوث تو کر سکتا ہے لیکن قانون کو اس بات پر مجبور نہیں کر سکتا کہ وہ تمہیں بھی سزاوار سمجھے۔"

"اور عابد کا وہ بیان جس میں خاص طور پر مجھے ملوث کیا گیا ہے؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"بھنور میں پھنس کر ڈوبتا ہوا شخص اکثر اتنا خود غرض ہو جاتا ہے کہ بچانے والے کو بھی ساتھ لے ڈوبتا ہے۔ عابد کا بیان بھی اسی مثال کی روشنی میں دیکھا جا سکتا ہے۔"

"پھر۔ عابد کا کیا بنے گا؟" میں نے تشویش کا اظہار کیا۔ "کیا طاغوتی قوتیں اسے شکار کرنے میں کامیاب ہو جائیں گی؟"

"قبل از وقت حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"

"میرا خیال ہے کہ ہمیں اپنے قانونی مشیر سے عابد کے سلسلے میں مشورہ کر لینا چاہیے۔"

"میں تمہیں اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ میں اپنے وکیل سے عابد کے سلسلے میں تفصیلی بات کر چکا ہوں۔"

"اس کا کیا خیال ہے؟" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"قبل از وقت کوئی یقینی بات نہیں کہی جا سکتی۔" ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "کیس عدالت میں جانے کے بعد ہی دفاع کی کوئی لائن مقرر کی جا سکتی ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھے سو فیصد یقین تھا کہ عابد کو ناپاک اور سفلی طاقتوں نے مجھے کمزور کرنے کی خاطر اپنا نشانہ بنایا ہے۔ وہ قطعی طور پر بے گناہ تھا اور میں طے کر چکا تھا کہ اسے ہر قیمت پر بچانے کی کوشش کروں گا خواہ اس کے لیے مجھے انتہائی اقدام کیوں نہ کرنا پڑے۔ میں ابھی اپنے خیال میں مستغرق تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور ندیم نے اس طرح لپک کر ریسیور اٹھا لیا جیسے اسے کسی کے فون کا انتظار ہو۔ میں اس کے چہرے کے تاثرات کا اندازہ لگانے لگا کچھ دیر تک گفتگو کرنے کے بعد اس نے ریسیور کو کریڈل پر واپس رکھا تو اس کے ہونٹوں پر ایک شیطانی مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

"کس کا فون تھا؟"

"ماسٹر کی کال۔"

"کوئی اہم بات؟"

"ہاں۔" ندیم نے بے پرواہی سے کہا۔ "تمہارے رام دیال صاحب نے عابد کی ضمانت منسوخ کرانے کی خاطر ایک سشن جج مسٹر کھنہ سے رابطہ قائم کیا تھا لیکن انھیں کامیابی نہیں ہو سکی۔"

"لیکن؟"

"زیادہ سوالات سے پرہیز کی عادت اختیار کرو۔ دیوار کے بھی کان ہوتے ہیں۔" ندیم نے عجیب انداز میں کہا۔ "فی الحال صرف اتنا سمجھ لو کہ میں نے ماسٹر کی کو رام دیال کے پیچھے سائے کی طرح لگا رکھا ہے اور اگر رام دیال سیدھی طرح راہ راست پر نہ آیا تو پھر ماسٹر کی کو موقع محل کے اعتبار سے ہر قسم کی جوابی کارروائی کا پورا پورا اختیار ہوگا۔"

"مجھے تمہارے ماسٹر کی کی صلاحیتوں کا اعتراف ہے لیکن قانونی نکتہ نگاہ سے اگر رام دیال کو جو عابد کے کیس میں تفتیشی افسر ہے کوئی جسمانی نقصان پہنچا تو ہماری پوزیشن قانون کی نگاہوں میں مشکوک بھی قرار دی جا سکتی ہے۔"

"ہونے کو بہت کچھ ہو سکتا ہے۔"

"مثلاً؟"

"مثلاً" یہ کہ اس وقت یہاں بیٹھا تمہارے ساتھ مغز پچی کر رہا ہوں اور ہو سکتا ہے کہ نسیم خواب گاہ میں ٹہل ٹہل کر میرا انتظار کر رہی ہو۔" ندیم نے کہا پھر انگڑائی لیتا ہوا اٹھا اور اپنی اور اپنی خواب گاہ کی سمت چلا گیا۔

ندیم کے جانے کے بعد بھی میں اس کیس کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتا رہا جو پلید قوتوں نے میرے خلاف تیار کیا تھا پھر میرے ذہن میں کالکا کا لفظ ابھر آیا۔ لیڈی مکلارنس کا بیان تھا کہ موہنی اور کالکا ایک ہی آتما کے دو روپ ہیں جبکہ گزرے ہوئے واقعات اور حادثات اس خیال کی نفی کرتے تھے۔

میرے مکان کو موہنی کے اشارے پر نذرِ آتش کیا گیا تھا۔ وہ میرے والد کی پراسرار موت کے بعد میری بے گناہ ماں کو بھی جلا کر راکھ کا ڈھیر کرنا چاہتی تھی۔ اس کا اعتراف خود موہنی کی بد روح نے کیا تھا لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکی تھی۔ کالکا نے مجھے یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ اس نے بروقت میری ماں کو اگر گھر سے نکلنے کا اشارہ نہ کیا ہوتا تو وہ جل کر بھسم ہو چکی ہوتی۔

کیا سچ تھا اور کیا جھوٹ؟ یہ سوال میرے ذہن کو پریشان کر رہا تھا، اگر موہنی کے روپ میں میرے گھر کو نذرِ آتش کرنے کا مقصد یہی تھا کہ مجھے ماں کے سائے سے محروم کر دیا جائے تو پھر کالکا کے روپ میں میری ماں کو کس مقصد کے تحت بچایا گیا تھا؟ اگر طاغوتی قوتیں میرے ساتھ محض چوہے بلی کا کھیل کھیل رہی تھیں تو پھر والد کی موت سے انھیں کیا فائدہ پہنچ سکتا تھا؟ میری ماں کی طرح میرے والد کو بھی مرنے سے بچایا جا سکتا تھا لیکن اس وقت ایسا نہیں ہوا تھا۔

لیڈی مکلارنس اگر میری ہمدرد ہوتی تو وہ والد کی موت کے سلسلے میں بھی موہنی یا کالکا کی طاقتوں کی کاٹ کر سکتی تھی؟ عابد کی گرفتاری کے بعد ہی اسے یہ خیال کیوں ہوا تھا کہ مجھے کالکا اور موہنی کی حقیقت سے آگاہ کیا جائے؟ وہ اس کا اظہار میرے والد کی موت سے قبل بھی کر سکتی تھی؟ اس نے یہ بھی دعویٰ کیا تھا کہ کالکا کی مورتی اس کی لائبریری کی زینت بن چکی ہے لیکن وہ ایک ذرا سی غلطی کے سبب کالکا کی آتما کو اس کی مورتی میں قید کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی تھی؟ اگر اس کی پیش گوئیاں کبھی غلط ثابت نہیں ہوئی تھیں اور اس کی زبان سے نکلی ہوئی ہر بات پتھر کی لکیر ثابت ہوتی تھی تو پھر اس سے کالکا کو قابو کرنے میں غلطی کیوں کر ہوئی؟ میرے ذہن میں مختلف سوالات گڈمڈ ہو رہے تھے۔ روپ نگر سے لے کر عابد کی گرفتاری تک کالکا نے متعدد موقعوں پر میری مدد کی تھی اگر وہ مجھے مارنا چاہتی تو بہت پہلے اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتی تھی؟ پنڈت بنسی دھر کے بارے میں بھی کالکا ہی نے مجھے اطلاع دی تھی کہ وہ پہاڑوں کی غار میں بیٹھا اس کی تمام تر قوتوں کو تسخیر کرنے کی خاطر جنتر منتر کا جاپ کر رہا ہے۔ وہ چاہتی تو مجھے اس وقت بھی نشانہ بنا سکتی تھی جب میں پنڈت بنسی دھر کو اس کے منڈل سے نکالنے کی حماقت کرنے کی خاطر مذکورہ غار تک پہنچ گیا تھا۔ اس وقت کمبل پوش بزرگ نے میری مدد کی تھی۔

موہنی اور کومل ورما بہت بعد کی پیداوار تھیں۔ کالکا اگر مجھے اپنے فریبِ حسن کا شکار کرنا چاہتی تھی وہ اپنے روپ میں بھی بہت کچھ کامیابی سرانجام دے سکتی تھی۔ اسے موہنی اور کومل ورما کو سامنے لانے کی کیا ضرورت تھی؟ شنکر کو بھی میری نگاہوں کے سامنے کالکا نے زہریلی ناگن بن کر ڈس لیا تھا۔ کیا وہ سب کچھ ایک فریب تھا؟ کالکا کی دریافت بھی شنکر نے اپنے سفلی علم کی وجہ سے کی تھی۔ وہ چاہتا تو کالکا کو ہمیشہ مورتی ہی کی شکل میں اس دلدل میں پڑا رہنے دیتا جہاں سے اس کے اشارے پر میں نے اسے برآمد کیا تھا۔ کیا وہ سب کچھ بھی فریب تھا؟

میرا ذہن کسی آخری نتیجے پر پہنچنے سے قاصر تھا۔ لیڈی مکلارنس نے موہنی اور کالکا کو ایک ہی شخصیت کے دو پہلو بنا کر میرے ذہن کو الجھا دیا تھا۔ میں اس گتھی کو جس قدر سلجھانے کی کوشش کرتا اتنا ہی اور الجھتا جاتا پھر اچانک میرے دماغ میں ایک خیال ابھرا۔ میں نے کالکا کو تصور کی زبان سے آواز دی۔

"مجھے وشواس تھا کہ تم اپنی کالکا رانی کو ضرور یاد کرو گے۔" کالکا کی مانوس آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔

"پھر تو تمھیں شاید یہ بھی معلوم ہوگا کہ میں نے تمھیں کیوں یاد کیا ہے؟"

"میں تمھارے من کے اندر نہیں جھانک سکتی پرنتو میرا خیال ہے کہ تمھیں عابد کا دکھ ہو رہا ہے۔"

"کیا تم اس سلسلے میں میری کوئی مدد نہیں کرو گی؟"

"نہیں۔ ابھی میں موہنی سے پنجے نہیں لڑا سکتی مگر تمھیں ایک مشورہ دے سکتی ہوں۔"

"وہ کیا؟"

"عابد کو بچانے کی خاطر اپنے من پر کوئی بوجھ ڈالنے کی کوشش مت کرو۔ چین سے بیٹھے تماشا دیکھتے رہو۔" کالکا نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ "وہ مہان شکتیاں جو تمھاری سہائتا کر رہی ہیں وہی عابد کو بھی سزا ہونے سے بچا لیں گی۔"

"تم اس قدر یقین سے کس طرح کیسے کہہ سکتی ہو؟" میں نے اسے کریدنے کی کوشش کی۔

"ایک بات پوچھوں شہباز؟"

"کیا؟"

"کیا تمھیں اپنی کالکا پر وشواس نہیں رہا؟"

"حالات نے مجھے الجھا دیا ہے۔" میں نے دیدہ و دانستہ پریشان کن لہجہ اختیار کیا۔ "موہنی مجھے چین کی سانس نہیں لینے دے رہی ہے۔"

"میں جانتی ہوں کہ وہ تمھارے چاروں اور کیا جال بن رہی ہے۔"

"تمھیں یاد ہے کالکا، ایک بار میں تمھاری خاطر جان ہتھیلی پر رکھ کر پنڈت بنسی دھر سے ٹکرانے نکل کھڑا ہوا تھا۔"

"ہاں۔ کالکا تمھارے اس اپکار کو نہیں بھول سکتی۔"

"اب تمھاری باری ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "موہنی کو میرے راستے سے ہٹا دو۔"

"میں تمھارے دکھ کو سمجھ رہی ہوں پرنتو ابھی تمھاری کالکا موہنی سے نہیں ٹکرا سکتی۔"

"ٹالنے کی کوشش مت کرو کالکا رانی۔" میں نے زہرخند سے کہا۔ "تم چاہو تو کھل کر میری مدد کرنے سے انکار کر سکتی ہو۔"

"آج تم بہت اکھڑی اکھڑی باتیں کر رہے ہو۔" کالکا نے پوچھا۔ "کیا تمھارے من کے اندر میری طرف سے کوئی کھوٹ آگیا ہے؟"

"ایک بات پوچھوں کالکا؟"

"ہو پوچھو۔"

"تمھارا اور موہنی کا آپس میں کیا سمبندھ ہے؟" میں نے اس بار اکھڑ لہجہ اختیار کیا۔

"میں سمجھی نہیں۔" کالکا کے لہجے میں تجسس تھا۔

"میں نے کوئی مشکل سوال نہیں کیا۔ صرف تمھارا اور موہنی کا تعلق پوچھا ہے۔"

"تمھیں کس بات نے پریشان کر رکھا ہے؟"

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔" میں نے تلملا کر کہا۔

دوسری جانب سے فوراً کوئی جواب نہیں دیا گیا لیکن کچھ توقف کے بعد کالکا کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "میرے اوپر ایک اپکار کرو گے شہباز؟"

"اب کیا چاہتی ہو؟"

"کیول اتنا کہ تم مجھے اس دشٹ کا نام بتا دو جس نے تمھارے دل میں میری اور سے میل ڈالنے کی کوشش کی ہے؟"

"وہ بھی پنڈت بنسی دھر کی طرح کوئی مہان شکتی ہے جو تمھیں اپنے قبضے میں کرنا چاہتی ہے۔" میں نے ڈھکے چھپے انداز میں جواب دیا۔ "کیا اب تمھارے اندر اتنی طاقت بھی نہیں رہی کہ تم اس کا کھوج لگا سکو؟"

"شہباز، کیا تم کالکا کی شکتی کو آزمانا چاہتے ہو؟" اس بار اس نے قدرے تیکھے لہجے میں کہا۔ "تم نے وہ کہاوت ضرور سنی ہوگی کہ ہاتھی مرنے کے بعد بھی سوا لاکھ کا ہوتا ہے۔ دیوی دیوتاؤں نے میری کچھ شکتی ضرور کم کر دی ہے لیکن اتنی بھی نہیں کہ اپنے دشمن کو نہ پہچان سکوں۔"

"پھر کیا سوچا ہے تم نے موہنی کے بارے میں؟" میں نے اس کی بات کی صداقت معلوم کرنے کی خاطر پوچھا۔

"وہ موہنی نہیں ہو سکتی۔ کوئی اور ہے۔"

"اور کون ہو سکتا ہے؟"

"تمھاری باتوں نے میرے راستے کے اندھیرے دور کر دیے ہیں شہباز۔" کالکا نے جواب دیا۔ "میں سمجھ گئی کہ اس دھرتی پر کالکا کی شکتی کو اپنے قبضے میں کرنے کے سپنے کون دیکھ سکتا ہے؟"

"کون ہو سکتا ہے؟" میں نے انجان بن کر پوچھا۔

"طوطے جیسے ناک والی وہی سفید چمڑی والی گندی عورت جس نے دو چار چمتکار سیکھ کر لوگوں کو بے وقوف بنا رکھا ہے۔ کیوں شہباز، کیا تمھاری کالکا نے اپنے دشمن کو پہچاننے میں غلطی تو نہیں کی؟"

"مجھے خوشی ہے کہ تم نے مجھے بہت جلد اپنے دشمن کا سراغ لگا لیا۔"

"اسی نے تمھارے من میں میرے خلاف کھوٹ ڈالنے کی کوشش بھی کی ہوگی؟"

"ہاں۔" میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ "اس کا دعویٰ ہے کہ تمھاری مورتی اس کے قبضے میں ہے اور وہ بہت جلد تمھاری آتما کو بھی۔"

"اچھا کیا جو تم نے مجھے کوئی برا سمے آنے سے پہلے ہی سب کچھ بتا دیا۔" کالکا کے لہجے میں کسی ناگن کی پھنکار تھی۔ "میں اب جا رہی ہوں۔ پرنتو میری ایک بات یاد رکھنا۔ پنڈت بنسی دھر کی بات اور تھی اگر تم نے اسے میرے کارن منڈل سے نکالنے کا خطرہ نہ مول لیا ہوتا تو وہ مجھے اپنے قبضے میں کرنے میں اوش کامیاب ہو جاتا۔ وہ بڑا مہان تھا مجھ سے بھی زیادہ، لیکن وہ بڑھیا! میں دیکھتی ہوں کہ وہ کتنے پانی میں ہے۔"

"تم نے عابد کے بارے میں کیا سوچا ہے؟"

"اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ وہ نردوش ہے اس لیے اسے کچھ نہیں ہوگا۔"

"لیکن۔"

"میں بہت جلدی میں ہوں شہباز، اگر سمے ہاتھ سے نکل گیا تو بہت نقصان ہوگا۔"

پھر میں نے کالکا کو کئی بار آواز دی لیکن اس کی جانب سے کوئی جواب نہیں ملا۔ اس کی باتوں نے مجھے پہلے سے کچھ زیادہ الجھا دیا۔ میرا ذہن ایک بار پھر موہنی، کالکا اور لیڈی مکلارنس کی تکون میں پھنس کر چکرانے لگا۔

☆

دوسری صبح میں دفتر میں داخل ہوا تو وہاں پانچ نقاب پوش پہلے ہی سے میرے منتظر تھے۔ اتفاق ہی تھا جو میں نے اپنے گارڈ کی عدم موجودگی پر کوئی توجہ نہیں دی تھی ورنہ شاید خطرے کی بو سونگھ لیتا۔

ان پانچوں نے محفوظ پوزیشن سنبھال رکھی تھی۔ میں حسبِ معمول قدم بڑھاتا اپنی میز تک چلا گیا لیکن پھر یکلخت میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ ان پانچوں نے بڑی سرعت سے مجھے اپنے نرغے میں لے لیا۔ نقاب کے اندر سے

ان کی جھانکتی ہوئی نظریں اس بات کی غمازی کر رہی تھیں کہ ان سب کا تعلق جرائم کی دنیا سے بہت گہرا ہے۔ وہ بڑے مطمئن نظر آرہے تھے شاید ان کے باقی ساتھیوں نے میرے آفس کے دوسرے اسٹاف ممبوں کو قابو کر رکھا تھا۔ "تمہیں ہمارے ساتھ چلنا ہوگا۔" ان میں سے ایک نے جو چھریرے بدن کا مالک تھا مجھے بڑے سرد لہجے میں حکم دیا۔ "کسی قسم کے دنگا فساد سے پرہیز ہی کرنا ورنہ ہم تمہیں زندہ نہیں تو پھر مردہ ہی لے جائیں گے۔"

"کون ہو تم لوگ؟" میں نے اپنی بکھرتی سانسوں کو سمیٹتے ہوئے پوچھا۔

"یہاں تمہاری مدد کو کوئی نہیں آئے گا۔" اس نے میری بات کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "تمہاری اطلاع کے لیے یہ بھی بتا دوں کہ ہمارے ساتھیوں نے تمہارے دفتر سے لے کر باہر تک ہر جگہ مورچے سنبھال رکھے ہیں۔ تمہاری ایک معمولی سی حماقت بھی تمہارے جسم سے تمہاری روح کا تعلق ختم کرسکتی ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔ تم لوگ یہاں کسی نیک مقصد کے لیے نہیں آئے ہوگے۔"

"آدمی سمجھدار معلوم ہوتے ہو۔"

"مجھے تمہارے ساتھ کہاں چلنا ہوگا؟" میں نے پوچھا۔

"جہاں ہم چاہیں گے۔" اسی چھریرے بدن والے نے جواب دیا اس کے باقی چار ساتھی بدستور اپنی پوزیشن سنبھالے میرے اوپر رائفلیں تانے خاموش کھڑے تھے۔

"مجھے ساتھ لے جانے کی کیا ضرورت ہے؟" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "تم جس مقصد سے آئے ہو وہ یہاں بھی پورا کرسکتے ہو۔ کوئی لمبا کھڑاگ کھڑا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔" اس نے سفاک لہجے میں جواب دیا۔ "اگر ہمارا مقصد صرف تمہیں ٹھکانے لگانا ہوتا تو ہم اسی وقت تمہیں زندگی کے تمام دکھوں سے آزاد کردیتے جب تم نے پارکنگ لاٹ میں اپنا پہلا قدم گاڑی سے نیچے رکھا تھا لیکن ہمیں اس کا حکم نہیں ہے۔ ہم تمہیں زندہ ساتھ لے جانا پسند کریں گے لیکن تمہاری طرف سے اگر کوئی مزاحمت ہوئی تو ہمیں اس بات کی اجازت بھی حاصل ہے کہ تمہیں بلا ٹکٹ ایک لمبے سفر پر روانہ کردیں۔"

"بہت خوب۔ گویا تم سب اجرتی قاتل یا دہشت گرد ہو جو کسی اور کے حکم پر عمل کر رہے ہو۔"

"میں تمہارے اندازے کی تردید نہیں کروں گا۔"

"مجھے اغوا کرنے کی خاطر تمہیں کتنی رقم کی آفر ملی ہے؟"

"بہرام اور خان جابر یاد ہیں تمہیں؟" اس بار چھریرے بدن والے کے بائیں جانب کھڑے ہوئے شخص نے حقارت سے کہا۔ "ہم بھی اسی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے تم ہمیں خریدنے کی کوشش نہ کرنا۔"

"نمبر دو۔" چھریرے بدن والا اپنے ساتھی پر غرایا۔ "ہم نے تمہیں زبان بند رکھنے کا حکم دیا تھا۔"

"اوہ۔" میں نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا۔ "اب میں سمجھ رہا ہوں کہ تم کس کے اشارے پر یہاں آئے ہو۔"

"وقت مت ضائع کرو۔ ہمارے پاس فضول باتوں کا وقت نہیں ہے۔"

"مجھے اغواء کرنے سے تمہیں یا تمہارے باس مسٹر بھوشن کو کیا فائدہ ہوگا؟"

"یہ سوچنا ہمارا کام نہیں ہے۔" چھریرے بدن والے نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "اگر تم اس سے واقف ہو تو پھر یہ بھی جانتے ہوگے کہ اس کے پاس دولت کی کوئی کمی نہیں ہے۔"

"پھر؟"

"ہمیں تمہیں اس وقت تک اپنا مہمان رکھنے کا حکم ملا ہے جب تک عدالت سے مسٹر عابد کا کیس نپٹ نہیں جاتا۔ تمہاری حیثیت ہمارے لیے کسی معزز مہمان سے کم نہیں ہوگی۔ ہم تمہیں ہر قسم کا آرام پہنچانے کی کوشش کریں گے لیکن یہ اسی صورت میں ممکن ہو سکے گا کہ تم ہماری شرافت کی زبان سمجھنے کی کوشش کرو دوسری شکل میں ہمیں مجبوراً تمہارے ساتھ کوئی ناروا سلوک کرنا پڑے گا۔"

"بھوشن کا خیال غلط ہے۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "مجھے اغواء کرانے کے بعد بھی وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوگا۔"

"یہ سوچنا ہمارا کام ہے۔"

"ٹھیک ہے میں تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں لیکن ایک شرط پر؟"

"وہ کیا؟"

"میں اپنی گاڑی میں چلوں گا۔ تم چاہو تو اپنے دو تین ساتھیوں کو بھی میرے ساتھ سفر کرنے کی اجازت دے سکتے ہو۔ مجھے کوئی انکار نہیں ہوگا۔"

"نہیں۔ تمہیں ہمارے ساتھ چلنا ہوگا۔" اس کا لہجہ فیصلہ کن تھا۔

میرے پاس سوائے ان کے حکم کی تعمیل کے اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ میرے بغلی ہولسٹر میں میرا خاموش طبع آٹومیٹک موجود تھا لیکن اس کو خود کار اسلحہ کے مقابلے پر استعمال کرنا موت کو دعوت دینے ہی کے مترادف تھا' پھر

اچانک مجھے ٹائیگر یاد آگیا۔ پانڈے کے آفس میں اس نے بھی مجھے گولی مارنے کی خاطر ریوالور نکال لیا تھا لیکن پھر اس غیبی قوت نے اسے میرے اشارے پر عمل کرنے کو مجبور کردیا تھا جو مجھے کمبل پوش بزرگ نے عنایت کی تھی۔ میں نے ایک بار پھر اسی طاقت کے استعمال کے بارے میں غور کیا پھر چھریرے بدن والے کی آنکھوں میں پوری توجہ سے جھانکا مجھے اس وقت خود اپنے وجود کے اندر بھی لاوا ابلتا محسوس ہو رہا تھا جو صرف پانچ اجرتی قاتلوں کو تو کیا کسی آباد بستی کو بھی پوری طرح نیست و نابود کرسکتا تھا۔

میرے اندر غیبی قوتیں بیدار ہوئیں تو چھریرے بدن والے کے قدم لڑکھڑانے لگے۔ اس کے چاروں ساتھی بھی اپنی جگہ کسی بے جان بت کی طرح بے حس و حرکت نظر آنے لگے وہ پوری طرح تسخیر ہو چکے تھے۔ میرے اندر انتقامی جذبے کے شعلے ابل رہے تھے۔ میں سوچ رہا تھا کہ چھریرے جسم والے کو حکم دوں کہ وہ اپنے باقی چاروں ساتھیوں کو جہنم میں جھونک دے ان کے بدن گولیوں سے چھلنی کردے پھر اپنے ناپاک وجود سے بھی اپنی سانسوں کا رشتہ ہمیشہ کے لیے توڑ دے۔ میں پلکیں جھپکائے بغیر اس کی نگاہوں میں جھانک رہا تھا۔ ان کی بے بسی قابل دید تھی۔ چند لمحے پیشتر وہ کسی بھرے بادل کی طرح گھن گرج رہا تھا لیکن اب مفلوج ہو کر رہ گیا تھا۔ بھوشن کے لیے خان جابر کے بعد ان پانچ نقاب پوشوں کی لاش کا تحفہ بھی خاصا پریشان کن ثابت ہو سکتا تھا۔ تحکمانہ الفاظ میری زبان کی نوک تک آئے تھے کہ اچانک اجناء کے قبیل سے تعلق رکھنے والے اس نیک دل شخص کی آواز میرے کانوں میں گونجی جسے سفید ریش بزرگ نے میری حفاظت پر مامور کیا تھا۔

"سنبھلو میرے عزیز' تم غلط راستے کی طرف جا رہے ہو۔"

"لیکن۔" میں نے دل ہی دل میں کچھ کہنے کا خیال کیا لیکن میری بات کاٹ دی گئی۔

"پیرو مرشد نے جو تمہیں قوتیں عطا کی ہیں ان کا ناجائز استعمال کرو گے تو اور دشواریوں میں پھنس جاؤ گے۔"

"تو کیا خود کو موت کے حوالے کردوں۔"

"نہیں۔ اس کی ذات پر بھروسا کرو۔ موت اور زندگی کے فیصلے اس کی طاقت کے سوا اور کوئی نہیں کرسکتا۔"

"اور جو یہ آئے دن قتل و غارت گری کا بازار گرم رہتا ہے؟"

"اس میں بھی اس باری تعالیٰ کی کوئی نہ کوئی مصلحت ہے۔ وہ جو برائیوں کے راستے پر چلتے ہیں ان کا انجام بھی برا ہی ہوتا ہے اور یہ بات ہے کہ قدرت کچھ دنوں کے لیے ان کی رسی دراز کردیتی ہے۔"

"پھر میں کیا کروں؟" میں نے بے بسی سے سوال کیا۔

"خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دو۔ وہ جو کرے گا بہتر ہی کرے گا۔"

"میرے محترم۔ کیا آپ میرے لیے کچھ نہیں کرسکتے؟"

"پریشان مت ہو میرے عزیز۔ جو باتیں اور فیصلے لوح محفوظ پر رقم کردیے جاتے ہیں وہ اٹل ہوتے ہیں۔ میرے کہنے پر عمل کرو۔ مارنے والے سے بچانے والا طاقتور ہوتا ہے۔"

میں نے اپنی نگاہیں چھریرے بدن والے کی نگاہوں سے ہٹالیں۔ دوسرے ہی لمحے وہ دوبارہ حرکت میں آگئے۔

"کیا سوچ رہے ہو۔" اس کا لہجہ پھر سفاک ہوگیا۔

"میرا خیال ہے کہ مجھے تمہاری پیش کش قبول کرلینی چاہیے۔ بھوشن کا مہمان بننا میرے لیے باعث فخر ہوگا۔"

"دور اندیشی کا تقاضا بھی یہی ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا' خاموشی سے ان کے ساتھ ہولیا۔ دفتر سے روانگی سے قبل انھیں میری تلاشی لینی چاہیے تھی۔ یہ ایک فطری عمل ہوتا مگر انھوں نے ایسا نہیں کیا۔ شاید انھیں اپنے اوپر ضرورت سے کچھ زیادہ ہی اعتماد تھا۔ ویسے بھی میرا ایک آٹومیٹک بیک وقت پانچ مسلح آدمیوں کے خلاف کوئی کارنامہ انجام نہیں دے سکتا تھا۔

واپسی کے لیے انھوں نے عقبی راستہ اختیار کیا جو زیادہ تر ملازموں کے کام آتا تھا۔ غالباً وہ اسی راستے سے آئے تھے۔ مجھے بیرونی دروازے کے قریب ہی اپنا سیکورٹی گارڈ نظر آیا جو دیوار سے ٹیک لگائے ایک کرسی پر محو خواب تھا۔ اس کی رائفل اس کے دونوں ٹانگوں کے درمیان موجود تھی۔

"کیا تم نے اس غریب کو مار ڈالا ہے؟" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے سوال کیا۔

"نہیں' یہ زندہ ہے۔ البتہ اسے دوبارہ ہوش میں آنے کے لیے ابھی مزید دو گھنٹے تک اسی پوزیشن میں رہنا پڑے گا۔"

عقبی گول زینوں سے اترتے وقت ان کی ترتیب کچھ اس طرح تھی کہ دو نقاب پوش آگے تھے۔ ان کے بعد میں تھا اور میری پشت پر تین نقاب پوش تھے۔ چھریرے بدن والا کسی خاص مصلحت کی بنا پر سب سے پیچھے تھا۔ ہم زینہ طے کرتے ہوئے نیچے آگئے۔ حسب معمول اس حصے کی طرف اس وقت سناٹا ہی تھا۔ ملازموں کی آمد و رفت عموماً دوپہر کے بعد ہی شروع ہوتی تھی۔

"میں ایک بار پھر تمہیں تاکید کر رہا ہوں کہ کسی قسم کی چالاکی دکھانے کا مظاہرہ نہ کرنا ورنہ ہنگامی حالات پیدا ہونے کی صورت میں ہم تمہیں ہمیشہ کے لیے خاموش کردینے کا فیصلہ محفوظ رکھتے ہیں۔" چھریرے بدن والے نے تیزی سے میرے قریب آتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ بتا رہا تھا کہ اس نے مجھے جو وارننگ دی تھی وہ اس پر عمل بھی کرسکتا تھا۔ میں نے اس کی

بات کا جواب دینے کی ضرورت نہیں محسوس کی۔

"نمبر دو۔" مجھے وارننگ دینے کے بعد وہ اپنے اسی ساتھی سے مخاطب ہوا جس نے بہرام اور خان جابر کا حوالہ دیا تھا۔ "لکی سیون کو اشارے سے کہو کہ گاڑی اسی طرف لے آئے۔"

نمبر دو اثبات میں سر کو جنبش دیتا ہوا آگے بڑھ کر داہنی جانب مڑ گیا۔ دو منٹ بعد ہی گہرے سرخ رنگ کی ایک کار داہنی جانب سے نمودار ہوئی لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ میری توقع کے خلاف تھا۔ سرخ کار میں بھی ڈرائیور کے علاوہ ایک شخص اور موجود تھا۔ وہ بھی نقاب پوش ہی تھے۔ چھریرے بدن والے نے مجھے رائفل کی نال سے آگے بڑھنے کا حکم دیا تھا مگر اچانک اس کی پیشانی سے خون کا فوارہ ابل پڑا۔ اس کے باقی تین ساتھی بھی سرخ کار سے ہونے والی فائرنگ کے نتیجے میں تیورا کر فرش پر گرے تھے۔ یہ سب کچھ اس قدر اچانک ہوا تھا کہ کسی ایک کو بھی سنبھلنے کا موقع نہیں ملا۔

"مسٹر شہباز۔ آپ فوری طور پر اپنے دفتر واپس پہنچنے کی کوشش کریں۔ ماسٹر کی کا یہی حکم ہے کسی کو اس کی ہوا بھی نہیں لگنی چاہیے۔"

"ماسٹر کی۔" میرے ذہن میں یہی ایک نام ابھرا تھا پھر میں نے بڑی سرعت سے واپس زینوں کی طرف پلٹ کر اوپر چڑھنا شروع کر دیا۔ سرخ رنگ کی کار سے مجھے ہدایت ملنے کے بعد ہی اسے آناً "فاناً" واپس موڑ لیا گیا تھا۔

اپنے آفس میں پہنچنے کے بعد میں نے انٹرکام پر وارثی سے رابطہ قائم کر کے اسے فوری طور پر ملنے کو کہا۔ وارثی میرے آفس میں داخل ہوا تو اس کے چہرے پر بھی خوف کے سائے لرز رہے تھے۔

"آپ۔" اس نے مجھے دیکھ کر حیرت سے کہا۔ "خدا کا شکر ہے کہ آپ خیریت سے ہیں لیکن وہ۔"

"آپ لوگوں کے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا تھا؟" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"وہ تعداد میں دو تھے جنہوں نے پورے عملے کو خود کار آتشی اسلحے سے کور کر رکھا تھا۔" وارثی نے کہا۔ "ان کی واپسی ابھی ایک منٹ پہلے ہی عمل میں آئی تھی۔"

"جو کچھ ہوا اسے بھول جائیں۔" میں نے موقع کی نوعیت کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "عملے کے دوسرے افراد کو بھی ہدایت کر دیں کہ اگر کوئی شخص تفتیش کی غرض سے یہاں آئے تو اس سے یہی کہا جائے کہ یہاں کوئی بھی قابل ذکر واقعہ نہیں پیش آیا تھا۔ آپ میری بات کا مقصد سمجھ رہے ہیں نا۔"

"جی ہاں مگر وہ۔"

"میرا سیکورٹی گارڈ بے ہوشی کے عالم میں عقبی دروازے کے قریب موجود ہے۔ اسے فوری طور پر کسی محفوظ کر پہنچا دیں۔" میں نے کہا۔ "اسے ہوش میں آنے میں دو گھنٹے لگیں گے۔ ہوش میں آنے کے بعد اسے بھی ہدایت کر دیجیے گا کہ وہ بھی ہر حالت میں اپنی زبان بند رکھے۔"

وارثی نے کچھ کہنے کے لیے ہونٹ کھولے تھے لیکن پھر ارادہ ملتوی کر کے تیزی سے الٹے قدموں واپس چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے فوری طور پر ندیم سے رابطہ قا کرنے کی کوشش کی تھی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ میں مایوس ہو کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا پھر بھوشن جوزف کے بار میں سوچنے لگا جواب کھل کر سامنے آگیا تھا۔ میری رگوں م دوڑتے ہوئے خون کی گردش تیز ہونے لگی۔

دوپہر کو کھانے کے وقفے کے بعد مجھے ندیم کی کال موصو ہوئی۔

"اور سناؤ کیا کر رہے ہو؟" اس کے لہجے میں بے پروا تھی۔

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔ "کیا ماسٹر کی نے؟"

"پریشان مت ہو۔" ندیم نے میری بات کاٹتے ہوئے کہا "مطلع کچھ دیر کے لیے ابر آلود ہوا تھا لیکن اب آسمان بالکل صاف ہے۔ یقین نہیں آتا تو خود دفتر سے باہر نکل کر اس تصدیق کر لو۔"

میں سمجھ گیا ندیم فون پر گفتگو کرنے سے کترا رہا تھا۔ عق مندی کا تقاضا بھی یہی تھا۔ ہو سکتا تھا کہ دشمن ہماری فون ہونے والی گفتگو بھی ٹیپ کر رہے ہوں لیکن ایک بات ابھی تک میرے ذہن کو پریشان کر رہی تھی کہ ندیم نے اس حملے کو ا قدر راز رکھنے کی تاکید کیوں کی تھی، اگر ہم اس حادثے کو فور طور پر پولیس کی فائل پر لے آتے تو پولیس کی کارروائی بعد م ہمارے کام بھی آسکتی تھی لیکن اب اس بات کو سوچنے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ ندیم نے یقیناً کچھ سوچ سمجھ کر وہ فیصل کیا ہو گا اور اب اس کے بیان کے مطابق آسمان بالکل صاف ہو چکا تھا جس کے معنی میں نے یہی اخذ کیے تھے کہ ماسٹر کی اس کی ٹیم کے دوسرے افراد نے ان تمام نقاب پوشوں ک لاشیں بھی کہیں ٹھکانے لگا دی ہیں۔

"کیا سوچ رہے ہو۔ کیا اب پکنک کا ارادہ نہیں ہے؟" ندیم نے آسمان صاف ہونے والی بات کو نبھانے کی خاطر دریافت کیا۔

"پکنک ضرور ہو گی مگر اب اس کے تمام انتظامات م کروں گا۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب صاف ظاہر ہے۔" میں نے گھما پھرا کر اپنا مفہو ظاہر کرنے کی خاطر کہا۔ "پکنک چونکہ میرے اعزاز میں ہے

لیے اب اس کا بندوبست بھی مجھے کرنے دو۔ میں چاہتا کہ ہر کام بھرپور طریقے سے سرانجام دیا جائے۔"

"نہیں تم اس سلسلے میں کچھ نہیں کرو گے۔" ندیم نے سمجھانے کی کوشش کی۔ "میرے آدمی انتظامات کر چکے تمہیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

میں کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ سراج آفس میں داخل

"ٹھیک ہے رات کو گھر پر بات ہو گی۔" میں نے کہا پھر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

سراج اس وقت مجھے کچھ تھکا تھکا لگ رہا تھا۔ جب سے کا تبادلہ ہوا تھا آج وہ پہلی بار مجھ سے ملنے دفتر آیا تھا۔ "اور ئیے" میں نے رسمی انداز میں گفتگو کا آغاز کیا۔ "آج کل گزر رہی ہے؟"

"میں اس وقت آپ سے کچھ ضروری بات کرنے کی غرض حاضر ہوا ہوں۔"

"خیریت۔" میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"تقریباً ایک گھنٹے پہلے میرے ایک ماتحت نے جو آج کل م کے انڈر کام کر رہا ہے مجھے ایک بہت ہی اہم اطلاع دی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"رام دیال کے بارے میں، میں آپ کو پہلے ہی بتا چکا ہوں وہ ولد الحرام ایک نمبر کا کمینہ اور تعصب پرست واقع ہوا چنانچہ اب وہ بھوشن جوزف کے ساتھ مل کر مجھے پھانسنے کی شش کر رہا ہے۔"

"وہ کس طرح؟"

"بھوشن جوزف کے بنگلے کے عقبی حصے سے آج صبح چھے ان نقاب پوشوں کی لاشیں برآمد ہوئی ہیں جو سب پولیس کو کسی نہ کسی کیس میں مطلوب تھے اور ان کا تعلق بھی بہرام اور ان جابر کے گروہ سے تھا۔"

"یہ بات کس طرح معلوم ہوئی؟" میں نے دیدہ و دانستہ ان بن کر بڑی سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"پولیس کو جو لاشیں ملی ہیں ان میں سے ایک کا تعلق خان سے تھا۔ غالباً وہ خان جابر کا کوئی رشتہ دار بھی تھا۔"

"بھوشن کا کیا بیان ہے؟"

"اس نے یہی خیال ظاہر کیا ہے کہ کچھ لوگ اس کے ف خطرناک سازشیں کر رہے ہیں۔"

"پھر آپ کا نام درمیان میں کہاں سے آگیا؟"

"آپ شاید بھول رہے ہیں کہ اس وقت جب میں ائر ٹ پر بھوشن جوزف والے قیمتی مریض کو گرفتار کرنے کی کیا تھا۔ خود بھوشن بھی وہاں لامنسٹر کے ساتھ موجود تھا جنہیں بعد میں بے ہوشی کی حالت میں ہسپتال لے جایا گیا تھا۔"

"ہاں، میں یہ تفصیل آپ کی زبانی سن چکا ہوں لیکن بھوشن کی کوٹھی سے برآمد ہونے والی لاشوں کا بھلا آپ سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟"

"یہی تو جال بنایا گیا ہے میرے خلاف۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میرے ماتحت نے خبر دی ہے کہ جس وقت رام دیال فون پر بھوشن جوزف سے گفتگو کر رہا تھا اس وقت وہ بھی قریب ہی موجود تھا۔" سراج نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "بھوشن نے لاشوں کے متعلق رپورٹ درج کرانے کی خاطر فون کیا تھا اور رام دیال نے جو بڑا شاطر واقع ہوا ہے مجھے اس کیس میں ملوث کرنے کی کوشش کر ڈالی۔ اس نے بھوشن کو یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ چونکہ مریض کو حراست میں لینے میں مجھے مایوسی ہوئی تھی اور پھر اس کے بعد میرا تبادلہ بھی ہیڈ کوارٹر ہو گیا اس لیے میں نے ان نقاب پوشوں کو گولی مار کر بھوشن سے انتقام لینے کی خاطر اس کی کوٹھی کے احاطے میں پھنکوانے کی کوشش کی ہو گی۔"

"اور کیا بھوشن نے اس بات پر یقین کر لیا؟"

"میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا لیکن رام دیال نے بہرحال میری ساکھ خراب کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔"

"میرا خیال ہے کہ یہ سب وقتی پریشانی ہے۔" میں نے سراج سے کہا۔ "سات جرائم پیشہ افراد کو اس طرح گولی مار کر بھوشن کی کوٹھی میں ڈال دینا جہاں ہر وقت اس کے گارڈز شکاری کتوں کی طرح پہرہ دیتے ہوں گے ایک آدمی کے لیے ناممکنات میں سے ہی ہے۔ مجھے تو یہ کسی گروہ کا کام لگتا ہے۔" پھر یکلخت میں نے دوبارہ چونکنے کی بڑی خوبصورت اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ "کہیں یہ سب کچھ اس آدمی کی حرکت تو نہیں جو بھوشن سے نصف جائداد کی خاطر اچانک سامنے آیا ہے۔ کیا نام بتایا تھا آپ نے؟"

"ولیم پوکر۔"

"مجھے یقین ہے کہ یہ ولیم پوکر ہی کی حرکت ہو گی۔ اس طرح اس نے بھوشن پر اپنی طاقت کا اظہار کرنے کی کوشش کی ہو گی۔"

"ہو سکتا ہے۔"

"میرے لیے کوئی حکم۔"

"آپ غلط سمجھے۔" سراج نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "میں یہاں اپنی خاطر کسی سفارش کی غرض سے حاضر نہیں ہوا تھا۔ رام دیال کتنا ہی گھاگ سہی لیکن ابھی کل کا لونڈا ہے مجھ سے ٹکرانے کے بعد وہ خسارے میں ہی رہے

گا۔ میں اس وقت دراصل آپ کو مسٹر عابد والے کیس کے بارے میں یہ بتانے آیا ہوں کہ رام دیال نے ایک تیر سے دو شکار کرنے کی کوشش کی ہے۔ ایک طرف اس نے میرے خلاف بھوشن کے کان بھرے اور دوسری طرف دبی زبان میں آپ پر بھی اس بات کا شبہ ظاہر کیا ہے کہ عابد کا تعلق چونکہ آپ سے ہے اس لیے آپ یا آپ کے آدمیوں نے جوابی کارروائی کی خاطر۔"

"یہ کیسے ممکن ہے جبکہ میں بھوشن کے بارے میں کچھ زیادہ نہیں جانتا اور پھر عابد کو جعلسازی کے کیس میں ملوث کرانے سے بھلا بھوشن کو کتنی رکعت کا ثواب حاصل ہو سکتا ہے؟"

"یہ تو بعد کی بات ہے لیکن فی الحال تو رام دیال نے آپ کے خلاف بھی اس کے کان بھر دیے ہیں۔"

"چھوڑیے مسٹر سراج۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "یہ بتائیے کہ آپ کیا پینا پسند کریں گے۔ چائے، کافی یا ٹھنڈا؟"

"بہرحال میرا مشورہ یہی ہے کہ آپ بھی بھوشن اور رام دیال کی طرف سے محتاط رہیں۔" سراج نے بڑی اپنائیت سے کہا۔ "آپ کو حالات سے باخبر رکھنا میری اخلاقی ذمے داری بھی ہے۔"

"ذرہ نوازی ہے آپ کی، لیکن آپ بہرحال اس بات کے بھی گواہ ہیں کہ اب تک متعدد موقعوں پر گندی قوتیں میرے خلاف جال بنا چکی ہیں لیکن میرا بال بھی بیکا نہیں ہوا۔"

"مسٹر عابد کے سلسلے میں آپ نے کیا اقدام کیا ہے؟"

"کچھ بھی نہیں۔" میں نے کہا۔ "اب تو عدالت ہی میں رام دیال سے ملاقات ہوگی۔"

"کیا آپ نے خواب میں مسٹر عابد یا رام دیال کے انجام کے بارے میں کچھ نہیں دیکھا۔" سراج نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "مجھے یاد ہے کہ آپ کی اکثر باتیں جنھیں آپ اپنے خواب سے تعبیر کرتے ہیں یقینی طور پر درست ثابت ہوتی ہیں۔"

"یہ بھی نیلی چھتری والے کی مہربانی ہے ورنہ من آنم کہ من دانم۔"

ہمارے درمیان دیر تک رام دیال، بھوشن جوزف اور عابد والے کیس کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی پھر سراج واپس چلا گیا۔ میری رگوں میں دوڑنے والے خون کی گردش پھر تیز ہوگئی۔ میرے ذہن میں دو نام صدائے بازگشت بن کر گونج رہے تھے۔ بھوشن جوزف اور رام دیال۔

رات ندیم سے گھر پر ملاقات ہوئی تو میں نے ان لاشوں کے بارے میں دریافت کیا جو میری موت کی حسرت لیے میرے دفتر تک آئے تھے مگر اس کے بعد ان کے مردہ جسم بھوشن کی کوٹھی کے عقبی احاطے سے برآمد ہوئے تھے۔

"وہ ماسٹر کی اپنی مرضی تھی۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"کیا مطلب، کیا وہ تمہارے احکام کی بجا آوری میں بھی اپنی مرضی شامل کر سکتا ہے؟"

"میں نے اسے صرف یہ حکم دیا تھا کہ ان کو ٹھکانے لگا دیا جائے اس کے آگے اسے اختیار حاصل تھا اس لیے کہ میں نے اس کے علاوہ کوئی اور ہدایت نہیں کی تھی۔"

"لیکن بھوشن جوزف ہی کی کوٹھی کا انتخاب کیوں کیا گیا؟"

"یہی سوال میں نے ماسٹر کی سے کیا تھا۔ جانتے ہو اس نے کیا جواب دیا۔"

"کیا؟"

"وہ بھی میری طرح بھوشن کی راتوں کی نیند اور دن کا چین حرام کرنے کا خواہش مند ہے لیکن ون منٹ۔" ندیم یکلخت سنجیدہ ہوگیا۔ "تمہیں ان نقاب پوشوں کی لاشوں کا علم کس طرح ہوگیا؟"

"تمہاری فون کال کے بعد سراج میرے پاس دفتر آیا تھا۔" میں نے سراج سے ہونے والی تمام گفتگو دہراتے ہوئے کہا۔ "اگر سراج کا بیان غلط نہیں ہے تو رام دیال یقیناً طاغوتی طاقتوں کے اشارے پر ہمارا دشمن ہوگیا ہے۔"

"طاغوتی قوتیں، شیطانی طاقتیں، سفلی کا گندا علم اور جنتر منتر۔ یہ سب میرے نزدیک کتابی اور لغو باتیں ہیں۔" ندیم نے جھلا کر جواب دیا۔ "اگر وہ طاقتیں واقعی اپنے ہر فیصلے پر عبور رکھتی ہیں تو پھر ہم دونوں اب تک کیوں زندہ ہیں؟"

"شاید اس لیے کہ ہمارے سروں پر ہمارے بزرگوں کا سایہ ہے۔"

"یہ بھی دل کو تسلی دینے کی خاطر ایک جواز ہے۔ ورنہ سب سے بڑا سایہ خدا کی رحمتوں کا ہوتا ہے۔ وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ وہ اپنے نیک دل بندوں کو کسی کی حفاظت پر مامور کر دیتا ہے۔ ان صاحب علم بزرگوں کو جو اپنی تمام زندگی یاد الٰہی میں گزار دیتے ہیں لیکن آخری سانس تک انھیں تشنگی کا احساس رہتا ہے۔ خدا ایسے برگزیدہ بندوں کو اپنی رحمتوں سے نواز کر محض وسیلہ پیدا کر دیتا ہے ورنہ جو کچھ ہوتا ہے وہ اسی کے اشارے پر ہوتا ہے۔"

"میرے ساتھ اب تک جو کچھ ہوتا آرہا ہے اسے تم کیا کہو گے۔" میں نے قدرے جذباتی انداز میں پوچھا۔ "کیا میرے والد گنہگار تھے جو لقمہ اجل بنا دیے گئے؟"

"میں ان تمام واقعات اور حادثات کو مشیت ایزدی ہی کہوں گا۔"

"پھر ہم ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کی کوشش کیوں کرتے ہیں؟ سب کچھ اسی کی ذات پر کیوں نہیں چھوڑ دیتے۔"

"تم اس وقت جذباتی ہو رہے ہو اس لیے فی الحال اس مسئلے کو پھر کسی وقت کے لیے اٹھا رکھو لیکن تمہاری اطلاع کے لیے اتنا ضرور کہوں گا کہ اس نے انسان کو ہاتھ پاؤں ہلانے سے منع نہیں کیا۔ سیاہ و سفید کا فرق سمجھا کر اسے اس کی مرضی پر چھوڑ دیا ہے لیکن سزا اور جزا کا حساب اسی کے ہاتھ میں ہے۔"

ندیم کے سمجھانے سے میں سنبھل گیا۔ مجھے اپنی غلطی کا شدت سے احساس ہوا۔ میں نے دل ہی دل میں خدا سے معافی طلب کرنے کی التجا کی پھر گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے بولا۔

"عابد کے بارے میں تمہارے وکیل نے کیا مشورہ دیا ہے؟"

"ایک ہفتے بعد عدالت میں اس کیس کی پیشی ہوگی یہ بات میرے وکیل ہی نے فون پر بتائی تھی۔ ایک دو روز میں عدالت کی جانب سے باقاعدہ سمن بھی مل جائے گا۔"

"اگر مجھے بھی اس کیس میں ایک فریق بنایا گیا ہے تو کیا میرے لیے کسی وکیل کی خدمات حاصل کرنی ضروری نہیں ہے؟"

"اتنی جلدی بھی کیا ہے۔ کیس کو عدالت میں پیش ہونے دو پھر دیکھ لیں گے کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔"

"اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو تم کوئی خاص بات مجھ سے چھپا رہے ہو؟" میں نے ندیم کی نگاہوں میں جھانکا۔

"مثلاً۔"

"مثلاً وہ لائن آف ایکشن جو تمہارے شیطانی دماغ میں طے ہو چکا ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ تمہارا اندازہ درست ہی ہو لیکن اطلاعاً عرض ہے کہ معمہ کا صحیح حل فلاں فلاں بینک میں محفوظ ہے جو نتیجے کی آخری تاریخ گزر جانے کے بعد ہی بینک سے نکالا جائے گا۔ اس کے بعد ہی لوگوں کو اس سے مطلع کیا جائے گا۔" ندیم نے بڑی خوبصورتی سے بات ٹالنے کی کوشش کی۔

"میں ابھی تک نہیں سمجھ سکا کہ تمہیں کیا کہا جائے؟"

"ایک انتہائی وفاشعار اور سعادتمند شوہر یقین نہیں آتا تو نسیم سے پوچھ لو۔"

ندیم کی تقلید میں میری نگاہیں بھی دروازے کی جانب اٹھ گئیں جہاں نسیم کھڑی ندیم کے آخری جملے پر مسکرا رہی تھی۔

❋

عدالت میں ندیم بھی میرے ساتھ تھا۔ میں نے اس کے کہنے پر اس وکیل کے وکالت نامہ پر دستخط کر دیے تھے جسے میری جانب سے پیش ہونا تھا۔ ہمارے سامنے رام دیال سینہ تانے بیٹھا تھا۔ اس کی نگاہیں بار بار ہماری جانب اٹھ رہی تھیں۔ ان نگاہوں میں انتقام لینے کا بھرپور جذبہ بھی موجود تھا۔ رام دیال کے ساتھ ہی تھری پیس سوٹ میں ایک پستہ قد اور بھاری بھرکم شخص اور بھی تھا جو ظاہری شان و شوکت سے خاصا آسودہ حال نظر آرہا تھا۔ عابد پولیس کے نرغے میں ایک طرف بنچ پر بیٹھا تھا۔ "تم نے اسے پہلے کبھی دیکھا ہے؟" ندیم نے مدھم لہجے میں مجھ سے پوچھا۔ اس کا اشارہ سوٹ والے ہی کی جانب تھا۔

"کوئی خاص شخصیت؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ اب اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہ گیا کہ تمہارے سراج صاحب نے بھوشن کے بارے میں جو خیال ظاہر کیا تھا وہ غلط نہیں تھا۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔

"یہ بھوشن کا بزنس منیجر بھگوان داس ہے۔" ندیم نے عجیب انداز میں مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "بہرحال مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ اب بھوشن مخالف فریق کی حیثیت میں کھل کر سامنے آرہا ہے۔"

میں نے بھگوان داس کو غور سے دیکھا۔ وہ رام دیال سے سرگوشی میں کوئی اہم نکتے پر ڈسکس کر رہا تھا۔ اسی وقت ہمارے کیس کی پیشی کی آواز پڑی اور رام دیال ایک بار پھر میری جانب حقارت بھری نگاہوں سے دیکھتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے عابد کی گرفتاری کے سلسلے میں عدالت کو وہی کہانی سنائی جو میرے نزدیک من گھڑت تھی پھر اس نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"یور آنر موجودہ کیس میں مسٹر عابد کی حیثیت محض کیریر کی سی ہے۔ یہ درست ہے کہ ناجائز سونا اس کے بریف کیس سے برآمد ہوا ہے لیکن خود مسٹر عابد کے تحریری بیان کے مطابق جو میں سیل بند بریف کیس کے ساتھ عدالت کی تحویل میں دے چکا ہوں یہ بات واضح طور پر کہی گئی ہے کہ جو مال بریف کیس سے برآمد ہوا وہ دراصل مسٹر شہباز خان کا تھا جو اس وقت عدالت میں موجود ہیں۔ مسٹر عابد نے اپنے بیان میں اس بات کا اقرار کیا ہے کہ سونے کی ناجائز تجارت کا کام وہ مسٹر شہباز کے لیے کرتا تھا جس کا معاوضہ اسے تنخواہ کے علاوہ ملتا تھا۔ اس صورت حال اور ملزم کے تحریری بیان کی روشنی میں، میں عدالت سے درخواست کروں گا کہ وہ مسٹر شہباز کو شامل تفتیش کرے اور پولیس کو مسٹر شہباز کا ایک ہفتے کا ریمانڈ دیا جائے تاکہ کیس کی مکمل چھان بین کی جائے اور اس کیس کے اصل ملزم کو سامنے لا کر بے نقاب کیا جائے۔"

رام دیال اپنی دھواں دھار تقریر ختم کر چکا تو عدالت نے میرے وکیل سے پوچھا۔

"آپ کو پولیس کے پیش کردہ دلائل کے بعد کچھ کہنا ہے؟"

"یس یور آنر۔" میرے وکیل نے اٹھتے ہوئے کہا پھر رام دیال کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "میں عدالت سے درخواست کروں گا کہ وہ پولیس آفیسر رام دیال کو کٹہرے میں آنے کو کہے اس لیے کہ میں ان سے کچھ ایسے اہم سوالات کرنا پسند کروں گا جس سے اس کیس کا اور مسٹر شہباز کے جسمانی ریمانڈ سے بہت گہرا تعلق ہے۔"

عدالت کے اشارے پر رام دیال کٹہرے میں آیا تو میرے وکیل نے جرح شروع کی۔

"مسٹر رام دیال، کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ نے مسٹر عابد کا بیان کس مجسٹریٹ کے روبرو لیا تھا؟"

"مجھے چونکہ اس واردات کی اطلاع اچانک ملی تھی اس لیے اگر میں کسی مجسٹریٹ کو لانے کی کوشش کرتا تو۔۔۔"

"میں آپ کا مطلب سمجھ رہا ہوں۔" میرے وکیل نے تیزی سے رام دیال کا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔ "میں صرف یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ ملزم کی گرفتاری اور کاغذی کارروائی کے بعد کیا آپ نے ملزم کا بیان کسی مجسٹریٹ کے روبرو لینے کی ضرورت محسوس کی تھی؟"

"مشیر نامہ اور دو گواہوں کے دستخط کے بعد میں نے ملزم کو کسی مجسٹریٹ کے سامنے پیش کرنا ضروری نہیں سمجھا تھا۔" رام دیال نے اکڑ کر جواب دیا۔

"کیا ملزم کی گرفتاری کے بعد آپ نے مسٹر شہباز سے جو آپ کی نظر میں اصل ملزم ہیں ملاقات کرنے کی کوشش کی تھی؟"

"جی نہیں۔"

"کیا میں اس کی وجہ دریافت کر سکتا ہوں؟"

"مسٹر شہباز روپ نگر میں میرے آفیسر رہ چکے ہیں اس لیے میں نے یہی بہتر سمجھا کہ عدالت سے باقاعدہ ریمانڈ ملنے کے بعد ہی میں مسٹر شہباز سے کھل کر بات کروں گا۔"

"کیا آپ اس بات کو تسلیم کریں گے مسٹر شہباز جس وقت عدالت کی جانب سے جاری کیے گئے ضمانت کے کاغذات لے کر آپ کے پاس گئے اس وقت آپ نے مسٹر شہباز سے کہا تھا کہ اگر وہ آپ کو پچیس لاکھ کی رقم بطور نذرانہ پیش کر دیں تو آپ کیس کو ہش اپ کر دیں گے۔"

"یہ سراسر الزام ہے۔" رام دیال نے تیزی سے کہا۔ "مسٹر شہباز سے میری اس قسم کی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ میں نے ضمانت کے حکم نامہ پر عمل کرتے ہوئے ضروری کاغذی کارروائی کے بعد ملزم عابد کو چھوڑ دیا تھا۔"

"گویا آپ اس بات کا اقرار کر رہے ہیں کہ آپ ایک ایماندار پولیس آفیسر ہیں اور رشوت وصول کرنا آپ کے نزدیک پاپ ہے۔"

"جی ہاں۔" رام دیال نے تلملا کر جواب دیا۔ "حکومت کے ایک ذمے دار آفیسر پر الزام لگا کر۔"

"ون منٹ مسٹر رام دیال۔" میرے وکیل نے رام کے جملے کو کاٹتے ہوئے کہا۔ "کیا آج آپ کے پاس مسٹر عابد اور مسٹر شہباز کے علاوہ کوئی اور کیس بھی ہے جس کی پیروی آپ کو کسی دوسری عدالت میں کرنی ہے۔"

"جی ہاں۔"

"کیا میں اس دوسرے کیس کے ملزم کا نام دریافت کر سکتا ہوں؟"

"میرا خیال ہے آپ عدالت کا وقت برباد کر رہے ہیں۔" رام دیال نے میرے وکیل کو نفرت سے گھورا۔ "ملزم عابد کے کیس سے کسی اور کیس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"کیا یہ بھی غلط ہے کہ آپ نے دوسرے کیس والے سے پولیس کی جانب سے نرم رویہ اختیار کرنے کی خاطر بیس ہزار کی رقم بطور رشوت قبول کی ہے؟"

"یور آنر۔" رام دیال کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ اس نے عدالت سے مخاطب ہو کر کہا۔ "وکیل صفائی میرے اوپر جھوٹا الزام لگا رہے ہیں۔"

"آپ نے ابھی مسٹر رام دیال کے خلاف جو الزام لگایا ہے کیا آپ کے پاس اس کا کوئی ثبوت موجود ہے؟" عدالت نے میرے وکیل سے سوال کیا۔

"اس کے جواب سے پیشتر میں مسٹر رام دیال سے ایک سوال اور کرنا چاہوں گا۔"

"اجازت ہے۔"

"مسٹر رام دیال۔ کیا آپ کسی محتاط اندازے کے بعد بتا سکتے ہیں کہ آپ کی جیب میں اس وقت کتنی رقم موجود ہوگی؟"

"زیادہ سے زیادہ سو سوا سو روپے۔" رام دیال نے وثوق سے جواب دیا۔

"یور آنر۔" میرے وکیل نے مجسٹریٹ کو مخاطب کر کے کہا۔ "مسٹر رام دیال جھوٹ بول رہے ہیں۔ بیس ہزار کی رقم ہزار ہزار کے نوٹوں کی شکل میں اس وقت بھی مسٹر رام دیال کے پتلون کے سیدھی جیب میں موجود ہے۔ جو میری اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ مسٹر راج دیال ایک ذمے دار اور دیانتدار پولیس آفیسر ہونے کے بجائے ایک راشی اور کرپٹ آفیسر ہیں۔ میری درخواست ہے کہ عدالت اپنی موجودگی میں مسٹر رام دیال کی جامہ تلاشی لے تاکہ سچ اور جھوٹ کا اندازہ ہو سکے۔"

عدالت میں جو افراد موجود تھے ان میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ بھگوان داس بھی اپنی کرسی پر پہلو بدل کر رہ گیا۔

رام دیال کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔ اسے اپنی بے گناہی کا یقین تھا لیکن جب عدالت کے حکم پر اس کی جامہ تلاشی لی گئی تو اس کی مسکراہٹ بھی حیرت میں بدل گئی۔ اس کی پتلون کی سیدھی جیب سے ہزار ہزار کے بیس نوٹ برآمد ہوئے تھے۔ رام دیال کی بوکھلاہٹ اس وقت قابل دید تھی۔ میں نے ندیم کی سمت دیکھا جو اس وقت بھی بڑا بے پروا اور غیر متعلق سا نظر آرہا تھا۔

"یہ کس طرح ممکن ہوا؟" میں نے مدھم لہجے میں ندیم سے پوچھا۔

"ماسٹر کی۔" ندیم نے آہستہ سے کہا پھر بھگوان داس کو دیکھنے لگا جو بڑے غصے میں بیٹھا اپنے ہونٹ چبا رہا تھا۔

عدالت کے حکم پر رام دیال کو پولیس کی حراست میں لے کر ضروری کاغذات کی کارروائی مکمل کی گئی پھر میرا کیس اگلی پیشی تک کے لیے ملتوی کر دیا گیا جو دو روز کے بعد مقرر کی گئی تھی۔

"کیا وہ رقم۔۔۔؟" میں نے عدالت سے واپسی پر ندیم سے پوچھنا چاہا تو اس نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔

"عدالت کے احاطے میں ہی ماسٹر کی ہاتھ کی ماہرانہ صفائی کا نتیجہ تھی۔"

"لیکن اس سے میرے کیس پر کیا اثر پڑے گا۔"

"اس کے لیے ابھی ہمارے پاس دو دن کا وقت ہے۔ آرام سے سوچیں گے۔" ندیم نے جواب دیا۔ "فی الحال وہی ہوا جو میں نے پلان کیا تھا۔ رام دیال کے سارے کس بل ایک ہی جھٹکے میں نکل گئے۔ اس کے فرشتوں کو بھی اس بات کا علم نہیں ہو سکا تھا کہ بیس ہزار کی رقم کس وقت اور کس طرح اس کی جیب تک پہنچی تھی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اگلی پیشی کے بارے میں سوچنے لگا اس لیے کہ رام دیال کو پولیس حراست میں لیے جانے کے باوجود میرے کیس کی صحت پر بظاہر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا تھا اس لیے کہ رام دیال سونے سے بھرا بریف کیس اور عابد کا تحریری بیان پہلے ہی عدالت کی تحویل میں دے چکا تھا۔

دوسرے روز کے اخبارات میں رام دیال کے بارے میں بڑی تفصیل کے ساتھ گرما گرم خبریں موجود تھیں۔ پریس رپورٹرز نے نمک مرچ لگا کر بھری عدالت میں ایک پولیس انسپکٹر کی وردی سے برآمد ہونے والی رشوت کی رقم کے بارے میں لکھا تھا۔ اس خبر کے ساتھ ہی ایک تصویر بھی تھی جس میں ہوٹل کے بزنس منیجر بھگوان داس کو رام دیال کے ساتھ بیٹھا دکھایا گیا تھا۔ یہ تصویر میرے لیے خاص طور پر اہم تھی چنانچہ میں نے اسے تراش کر علیحدہ محفوظ کر لیا۔

اگلی پیشی پر عدالت میں لوگوں کا ہجوم کچھ زیادہ ہی تھا۔ رام دیال چونکہ پولیس کی حراست میں لایا گیا تھا اس لیے عدالت میں تعینات ایک دوسرے پولیس انسپکٹر کو کیس پیش کرنے کے فرائض انجام دینے پڑے۔ مجھے یہ دیکھ کر کسی حد تک مسرت ہوئی کہ آج رام دیال اور عابد ایک ہی صف میں کھڑے تھے۔ کیس کی ضروری کارروائی کے بعد عدالت کے سامنے اس بند لفافے کو کھولا گیا جس میں عابد کا تحریری بیان موجود تھا لیکن اس لفافے سے سوائے ایک سادے کاغذ کے اور کچھ برآمد نہ ہو سکا۔ مجھے اور ندیم دونوں کو اس بات پر حیرت ہو رہی تھی پھر اس وقت ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب عدالت میں تعینات پراسیکیوشن (PROSECUTION) انسپکٹر نے سیل بند بریف کیس کو کھولا۔ اس میں سے ناجائز سونے کے بجائے محض وہ دفتری کاغذات برآمد ہوئے جو عام طور پر عابد کے پاس ہوا کرتے تھے۔ میں نے عابد کی جانب دیکھا وہ بھی پھٹی پھٹی نظروں سے بریف کیس سے برآمد ہوتے دفتری کاغذات کو دیکھ رہا تھا۔ رام دیال کی حالت مجھ سے زیادہ خراب تھی اس کا چہرہ خوف کے مارے زرد پڑ گیا تھا۔

"کی ماسٹر۔" میں نے ندیم سے سرگوشی کی۔

"نہیں۔" ندیم نے حیرت سے جواب دیا۔ "یہ اس کی حرکت نہیں ہو سکتی۔"

"پھر؟" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"مجھے نہیں معلوم۔" ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

میرے ذہن میں سب سے پہلے کالکا کا خیال ابھرا۔ اس نے یہی کہا تھا کہ عابد کو کچھ نہیں ہوگا۔ لیڈی مکلارنس نے بھی مجھ سے یہی وعدہ کیا تھا اب وہ میرے معاملات میں دلچسپی لیتی رہی گے اس کے بعد جس وقت میں کمبل پوش بزرگ کی بخشی ہوئی قوت آزمانے جا رہا تھا اس وقت اجناء کے قبیل سے تعلق رکھنے والے اس مہربان شخص نے بھی مجھے روکا تھا اور یہی کہا تھا کہ سب کچھ خدا پر چھوڑ دیا جائے۔ وہ جو کرے گا بہتر ہی کرے گا۔

بہرحال میرے ذہن میں کالکا کا وہ جملہ بطور خاص گونج رہا تھا۔ "وہ مہان شکتیاں جو تمہاری سہایتا کر رہی ہیں وہی عابد کو بھی سزا سے بچائیں گی۔" اور اس وقت میں جو کچھ دیکھ رہا تھا وہ یقیناً قدرت کا کرشمہ ہی تھا۔

"یور آنر۔" میرے وکیل نے فوری طور پر موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عدالت سے رجوع کیا۔ "میں ایک بار پھر عدالت سے پر زور درخواست کروں گا کہ انسپکٹر رام دیال کو کٹہرے میں لایا جائے۔ میں اس سے کچھ اہم سوالات کرنا چاہتا ہوں جس کا اس کیس سے بہت گہرا تعلق ہے۔"

منصف کی کرسی پر بیٹھے ہوئے مجسٹریٹ کی پیشانی پہلے ہی

شکن آلود ہو چکی تھی۔ اس نے بڑی حقارت بھری نظروں سے رام دیال کی طرف دیکھا پھر رام دیال کو عدالت کے حکم پر دوبارہ کٹہرے میں لایا گیا۔ رام دیال کی حالت قابل دید ہی تھی۔ اس کے قدم چلتے وقت بھی بری طرح لڑکھڑا رہے تھے۔ چہرہ کسی بھٹی چڑھے ہوئے کورے کپڑے کی طرح سفید پڑ چکا تھا۔

"مسٹر رام دیال۔" میرے وکیل نے سوال کیا۔ "کیا یہ وہی بریف کیس ہے جس کا ذکر آپ نے اپنی رپورٹ اور مشیر نامہ میں کیا ہے۔"

"شاید۔" رام دیال نے جھجکتے ہوئے جواب دیا۔

"شاید سے آپ کی کیا مراد ہے؟" میرے وکیل نے بڑے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ کا خیال ہے کہ اس بریف کیس کو جو آپ نے عدالت کی تحویل میں دیا تھا عدالت کی مرضی سے تبدیل کردیا گیا اور ویسا ہی ایک اور بریف کیس رکھ دیا گیا جسے عدالت کے روبرو کھولنے پر وہی کاغذات برآمد ہوئے ہیں۔ جو عام طور پر مسٹر عابد کے پاس ہوا کرتے تھے؟"

"نہیں، میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" رام دیال بری طرح بوکھلا گیا۔ "میں عدالت پر کوئی شبہ نہیں کر سکتا۔"

"کیا آپ کو اچھی طرح یاد ہے کہ آپ نے مسٹر عابد کا کوئی تحریری بیان بھی لیا تھا جس کا ذکر اور پچھلی پیشی پر میرے اور آپ کے درمیان ہونے والے سوال جواب کی صورت میں عدالت کی فائل پر موجود ہے؟"

"ہاں۔ میں نے ملزم عابد کا تحریری بیان لیا تھا۔"

"پھر۔" میرے وکیل کے لہجے میں طنز تھا۔ "عدالت کے روبرو کھولے جانے والے سیل بند لفافے سے محض ایک سادہ کاغذ کس طرح برآمد ہوا۔ کیا آپ کا شبہ ہے کہ عدالت نے اس بریف کیس کے ساتھ ہی مسٹر عابد کے تحریری بیان کو بھی تبدیل۔"

"نہیں۔" رام دیال نے بوکھلا کر جلدی سے کہا۔ "میں عدالت پر شبہ کرنے کا دھیان بھی من میں نہیں لا سکتا۔"

"ایک اہم سوال اور۔" میرے وکیل نے چبھتے ہوئے انداز میں دریافت کیا۔ "کیا آپ سوم رس۔ میرا مطلب ہے کہ شراب پینے کے عادی ہیں۔"

"جی ہاں۔" رام دیال کی آواز کانپ رہی تھی۔

"کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ نے یہ تمام کیس نشے کی حالت میں محض اس لیے تیار کیا تھا کہ آپ مسٹر شہباز خان کو ہراساں کرکے کوئی لمبی رقم وصول کر سکیں؟"

"جی نہیں۔"

"کیا آپ کو اس وقت یہ بھی یاد نہیں کہ آپ نے ضمانت کے کاغذات پر مسٹر عابد کو رہا کرتے وقت مسٹر شہباز خان سے پچیس لاکھ کے عوض کیس کو خرد برد کرنے کی بات کی تھی جس کا ذکر میں نے پچھلی پیشی پر کیا تھا؟"

"یہ سراسر جھوٹ ہے۔"

"پھر سچ کیا ہے؟" میرے وکیل کا لہجہ یکلخت سخت ہو گیا۔ "کیا آپ اس بات کو تسلیم نہیں کریں گے کہ آپ ایک راشی آفیسر ہیں اور محض رشوت ہی کی خاطر آپ نے مسٹر عابد اور مسٹر شہباز کو ناجائز تجارت کے جھوٹے کیس میں پھانسنے کی کوشش کی تھی؟"

بازی نے اچانک ایسا رخ پلٹا تھا کہ رام دیال کے علاوہ عدالت میں موجود باقی افراد بھی انگشت بدنداں رہ گئے تھے عابد جس نے مجھ سے سونے کی موجودگی اور تحریری بیان کا ذکر کیا تھا وہ بھی آنکھیں پھاڑے سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

"میں عدالت سے پر زور درخواست کروں گا کہ حالات اور ان حقائق کی روشنی میں جو عدالت کے سامنے پیش آئے ہیں مسٹر عابد کو باعزت طور پر اس کیس سے بری کیا جائے اور انسپکٹر رام دیال کو جو ایک متعصب اور راشی آفیسر ثابت ہو چکا ہے سخت سے سخت سزا دی جائے تاکہ سرکاری وردی اور عدالت کے وقار کو دوبارہ کوئی ذمے دار آفیسر مجروح کرنے کی حماقت نہ کرے۔"

پھر وہی ہوا جو ہونا چاہیے تھا۔ عدالت نے باعزت طور پر عابد کو رہا کر دیا اور پراسیکیوشن انسپکٹر کو اس بات کی ہدایت جاری کی وہ رام دیال کے خلاف دھوکا دہی اور سرکاری معلومات میں فرض شناسی کو دیدہ و دانستہ نظر انداز کرنے کا کیس بنائے اس روز بھگوان داس عدالت میں موجود نہیں تھا۔

عدالت سے واپسی پر ندیم خاصا سنجیدہ نظر آرہا تھا۔

"کوئی خاص بات؟" میں نے پوچھا۔

"جو کچھ رام دیال کے ساتھ پیش آیا وہ اس سے زیادہ مستحق تھا لیکن سونے کا کاغذات میں تبدیل ہو جانا اور عابد کا تحریری بیان کورے کاغذ کی صورت میں سامنے آنا۔ یہ سب کچھ میرے لیے حیرت انگیز ہی ہے۔"

"کیا تمہیں خوشی نہیں ہوئی کہ باطل کے مقابلے میں حق کو فتح نصیب ہوئی۔"

"میں کچھ اور ہی سوچ رہا ہوں۔"

"وہ کیا؟"

"کہیں تمہاری کالکا یا موہنی نے تمہیں ٹریپ کرنے کی خاطر کوئی نیا جال تو نہیں بنا ہے۔"

"یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے؟" میں نے کہا۔ "میں نہیں سمجھ سکتا کہ مکروہ قوتیں رام دیال کے مقابلے پر میرا ساتھ دے سکتی ہیں۔"

"پھر۔" ندیم نے مجھے غور سے دیکھا۔ "اس رونما ہونے والے کرشمے کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"کمبل پوش بزرگ۔" میں نے جواب دیا۔ "اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے اور یوں بھی کرشمے صرف خدا کے برگزیدہ بندے ہی رونما کر سکتے ہیں۔"

"میری حیرت کی وجہ کچھ اور ہی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"جس وقت سونے سے بھرا ہو بریف کیس اور عابد کا بیان رام دیال کی تحویل میں تھا میں نے اسی وقت رام دیال کو ذلیل کرنے کی خاطر اسی کے ایک ماتحت کو خرید کر سونے کو پیتل سے تبدیل کردیا تھا تاکہ عابد کے تحریری بیان کو پولیس کی جانب سے تشدد قرار دیا جائے۔"

"اور وہ سونا کہاں گیا؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"کل رات تک وہ میرے ہی قبضے میں تھا لیکن آج صبح میں نے لاکر کھولا تو سونا وہاں نہیں تھا۔" ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میرا ماتھا اسی وقت ٹھنکا تھا کہ کچھ نہ کچھ ہونے والا ہے۔"

"بھگوان داس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے گفتگو کا رخ موڑتے ہوئے کہا۔ "عدالت میں آج اس کی غیر موجودگی کو تم کیا کہو گے؟"

"کسی آنے والے طوفان کا پیش خیمہ۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔

"بھوشن اس بات کو کبھی پسند نہیں کرتا کہ اس کا کوئی قانون کی نظروں میں آئے۔" ندیم نے ہونٹ چباتے جواب دیا۔ "خان جابر سے لے کر سرجن داؤدی کی موت کے تمام حقائق بھوشن کے سلسلے میں اس بات کی گواہی ہیں کہ وہ گرگ جہاندیدہ واقع ہوا ہے۔ ہو سکتا ہے اخبار میں رام دیال کے ساتھ بھگوان داس کی تصویر دیکھنے کے بعد اس نے بھگوان داس کو انڈر گراؤنڈ کر دیا ہو یا یہ بھی ممکن ہے اسے بھی راستے سے ہٹا دیا گیا ہو۔ بہرحال مجھے شام تک اس کی رپورٹ مل جائے گی۔"

"میرا خیال ہے کہ جب تک بھوشن کا قصہ ختم نہیں ہوتا اس اکھاڑ پچھاڑ کا سلسلہ جاری رہے گا۔"

"غلط خیال ہے تمہارا۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "زنجن مرے اور بھوشن کے بعد کوئی نیا مخالف بھی سامنے آسکتا ہے لیکن تم نے خاص طور پر بھگوان داس کے بارے میں کیوں پوچھا۔ کہیں تمہارے دماغ میں پھر کوئی کھچڑی تو نہیں پک رہی۔ زیادہ ڈیفنس بھی کبھی کبھی نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔"

"نہیں۔ تم فی الحال کوئی جوابی کارروائی نہیں کرو گے۔"

"تم شاید اس بات کو نظر انداز کر رہے ہو کہ اس ساری کہانی کا ہیرو میں ہی ہوں اور ہیرو کی زیادہ خاموشی تماش بینوں کے ذہن پر بہت گراں گزرتی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" ندیم نے کچھ دیر خاموشی کے بعد کہا۔ "اگر تم خود کو ہیرو سمجھ رہے ہو تو پھر میں تمہیں جوابی کارروائی سے نہیں روکوں گا۔"

"میری ایک شرط اور بھی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"تمہارے آدمی میرا تعاقب نہیں کریں گے۔"

"کل رات ماہ رخ کا فون آیا تھا۔" ندیم نے بڑی خوبصورتی سے میری بات ٹالتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ "تمہارے سلسلے میں وہ کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو رہی ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ اپنی تشنگی بجھانے کی خاطر کوئی اور طریقہ اختیار کرلے۔ تم اس کے بارے میں زیادہ نہیں جانتے۔ اس کا شمار ان شکاریوں میں کیا جاتا ہے جو یا تو اپنے پسندیدہ جانور کو ہر قیمت پر شکار کرتے ہیں یا پھر خود شکار ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ مجھے ایک فکر اور بھی لاحق ہے 'اگر کہیں عارفہ کو ان باتوں کا علم ہو گیا تو اس معصوم کے دل پر کیا بیتے گی۔"

"تم اس اندیشے سے دبلے مت ہو۔ عارفہ میرا پرابلم ہے۔" میں نے ندیم کو گھورتے ہوئے کہا پھر خاموشی اختیار کرلی۔ مجھے علم تھا کہ ندیم میری نگرانی پر مامور اپنے آدمیوں کو درمیان سے ہٹانے پر کسی طرح آمادہ نہیں ہوگا چنانچہ اس موضوع پر اس سے گفتگو کرنا فضول ہی تھا۔

✽

اس روز میں خواب گاہ میں لیٹا عارفہ سے باتیں کر رہا تھا کہ اچانک بہت دور سے کالکا کی آواز سنائی دی۔ وہ مجھے بار بار آوازیں دے رہی تھی۔ مجھے علم تھا کہ میں ندیم کے جس گھر میں اپنی والدہ اور عارفہ کے ساتھ رہتا تھا اسے کسی بزرگ نے کیل دیا تھا چنانچہ اس کے اندر کسی پلید روح کا داخلہ ناممکن ہی تھا۔ گندی اور بھٹکتی ہوئی ناپاک ارواح اور طاغوتی طاقتیں نہ تو اس مکان کے اندر داخل ہو سکتی تھیں نہ اس چہار دیواری کے اندر ہونے والی باتیں سن سکتی تھیں تاوقتیکہ مکان کے اندر رہنے والے ان گندی قوتوں سے ہم کلام ہونے کی کوشش نہ کریں۔

کالکا کی آواز دیر تک میرے کانوں میں گونجتی رہی۔ میں اٹھ کر چہل قدمی کے بہانے خواب گاہ سے باہر آگیا پھر میں نے کالکا کی پکار کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا ہوا کالکا رانی۔ آج تمہاری آواز کے اندر مجھے کچھ پریشانی محسوس ہو رہی ہے؟"

"ہاں۔ میں تمہارے لیے پریشان ہوں۔"

"میرے لیے!" میں نے طنزیہ انداز میں تعجب کا اظہار

کیا۔

"میں جانتی ہوں شہباز کہ تمہیں ابھی تک اپنی کالکا پر وشواس نہیں آیا۔ موہنی اور طوطے کی نوک جیسی ناک والی سفید چمڑی والی بوڑھی اور پاپی عورت نے میرے خلاف تمہارے من میں میل ڈال دیا ہے۔"

"نہیں ایسی کوئی خاص بات بھی نہیں ہے۔"

"تم کالکا سے اتنے روکھے لہجے میں بات مت کرو شہباز ورنہ میرا دل ٹوٹ جائے گا۔" کالکا نے بڑے جذباتی انداز میں کہا۔ "تمہیں شنکر یاد ہے نا۔ وہ پاپی نہ جانے کتنے برسوں سے میری تلاش میں بھٹک رہا تھا پرنتو اسے کامیابی نہیں ہوئی تھی پھر تم بیچ میں آگئے۔ میں نے تمہیں دیکھا تو میرا من تمہارے پیار میں تڑپ اٹھا۔ میں اس سنسار سے اپنے بندھن توڑ کر ایک مورتی کی شکل میں جیون بتا رہی تھی پرنتو تمہیں دیکھ کر مجھے ایک کنیا کے روپ میں تمہارے سامنے آنے کا خیال تڑپانے لگا اور پھر میں نے شنکر جیسے پلید اور پاپی کو بتا دیا کہ وہ مجھے کہاں پا سکتا ہے۔ اس دشٹ کے من میں یہ بات بھی میں نے ہی ڈالی تھی کہ کیول تمہارے علاوہ کوئی اور میری پوتر مورتی کو ہاتھ نہیں لگا سکتا' پھر وہی ہوا جو تمہاری کالکا نے چاہا۔ کیا تمہیں وہ سب باتیں یاد نہیں ہیں؟"

"مجھے سب کچھ یاد ہے کالکا رانی۔" میں نے اپنے لہجے میں جان بوجھ کر لگاوٹ پیدا کی۔ "اس وقت تم نے مجھے کس لیے یاد کیا ہے؟"

"میں نے ایک بار تمہیں وچن دیا تھا کہ موہنی کو تمہارے ہاتھوں کومل ورما ہی کی طرح ختم کرانے کی کوشش ضرور کروں گی۔"

"ہاں۔" میں نے دلچسپی لیتے ہوئے جواب دیا۔

"اب وہ سمے آگیا ہے جب میں اس پاپن کو تمہارے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتار سکتی ہوں۔" کالکا نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "اس کی چالیں جاننے کے لیے مجھے بہت پاپڑ بیلنے پڑے ہیں۔"

"کیا تمہیں تمہاری کھوئی ہوئی شکتیاں واپس مل گئی ہیں؟"

"نہیں، لیکن میں نے اپنی بچی کھچی شکتی ہی سے یہ جان لیا ہے کہ اب موہنی تمہارے بجائے تمہارے متر کو نرکھ میں جھونکنے کے سپنے دیکھ رہی ہے۔"

"کیا تم ٹھیک کہہ رہی ہو؟"

"کیوں؟" کالکا نے شکوہ کیا۔ "کیا تمہیں ابھی تک میری باتوں پر وشواس نہیں آیا؟ کیا میں نے تمہارے سیوک عابد کے لیے جو کچھ کہا تھا وہ سچ ثابت نہیں ہوا؟"

"لیکن وہ سونا۔"

"وہ موہنی کا فریب تھا جس کا جادو ٹوٹا تو وہ سونا بھی [illegible] بن کر ہوا میں لٹ گیا۔" کالکا نے سنجیدگی سے جواب [illegible] "موہنی جانتی ہے کہ تمہارا متر ادر اس کے سیوک ہر بار تمہیں اس کے بچھائے ہوئے جال سے بچا لیتے ہیں۔ اسی لیے [illegible] موہنی نے تمہارے متر کو ختم کرنے کے لیے سوگند کھا [illegible] ہے۔"

"کیا تم جانتی ہو کہ وہ میرے دوست کے خلاف کیا کرنے والی ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"میں نے اس سمے تمہیں اسی کارن آواز دی ہے۔ یہ بات دھیان سے سنو۔" کالکا نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "کل تمہارے متر کو ایک ہوٹل میں دعوت پر [illegible] ہے جہاں موہنی ایک نئے روپ میں موجود ہوگی۔ میں جانتی ہوں کہ وہ اپنی شکتی کے زور پر تمہارے متر کا کچھ نہیں بگاڑ [illegible] اس لیے وہ تمہارے متر کے ایک سیوک کے من میں [illegible] اس کو قتل کرنے پر تیار کرے گی پرنتو تم اگر چاہو تو اپنے متر [illegible] بچا سکتے ہو؟"

"لیکن میں موہنی کو پہچانوں گا کس طرح؟" میں نے [illegible] سے پوچھا۔

"یہ تم اپنی کالکا پر چھوڑ دو۔ میں تمہیں خاموشی سے اس [illegible] کے نئے روپ سے کسی نہ کسی طرح خبردار کردوں گی پھر تم اس پاپن کو اسی شکتی سے موت کے گھاٹ اتار دینا جو تمہارے شریر کے اندر یا باہر موجود ہے۔" کالکا نے کہا۔ "میں اسی شکتی کی بات کر رہی ہوں جس کے سہارے تم نے داور اور پھر کومل ورما کو نرکھ میں جھونکا تھا۔"

"لیکن میں ایسی کسی قوت سے۔"

"کالکا کی آنکھیں تمہارے اندر نہیں جھانک سکتیں تمہاری اس مہان شکتی کو بھی نہیں کھوج سکتیں جو بار بار تمہاری سہائتا کرتی ہے پرنتو اب ایسا بھی نہیں ہے میں بار بار تمہاری وجے (جیت) کا کارن بھی نہ سمجھ سکوں۔"

"کیا تم میرے دوست کو نہیں بچا سکتیں؟"

"کبھی کبھی تم بالکل بالکوں جیسی باتیں کرتے ہو۔ تمہاری یہی ادائیں اور بھولپن کالکا کے من میں کھب کر رہ گئی ہیں۔" کالکا نے بڑے پیار سے کہا۔ "بھولے ناتھ اگر کالکا تمہارے متر کو بچا سکتی تو تمہیں کس لیے آواز دیتی؟ کیا تمہیں یہ بھی یاد نہیں رہا کہ شنکر کو مارنے سے پہلے جب میں مہان شکتی رکھتی تھی تو تمہارے کہے بنا ہی تمہارے دشمنوں کا راستہ کاٹ رہی تھی؟"

"احسان جتا رہی ہو۔"

"نہیں۔ کیول تمہیں یہ وشواس دلا رہی ہوں کہ دنیا والوں نے تمہارے من کو میری اور (جانب) سے میلا کر دیا ہے ورنہ

کالکا آج بھی اسی طرح تمہاری داسی ہے جیسے کل تھی۔ پرنتو مجھے وشواس ہے کہ ایک دن ایسا ضرور آئے گا جب دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ میں ابھی نراش نہیں ہوئی ہوں۔"

"میں اپنے دوست کی زندگی کس طرح بچا سکتا ہوں؟" میں نے اصل مقصد کی جانب آتے ہوئے کہا۔

"تمہارا متر جس دعوت میں جا رہا ہے اس میں تم بھی چلے جاؤ لیکن اس طرح کہ وہاں کسی اور کو تمہاری موجودگی کی خبر نہ ہو۔" کالکا نے سنجیدگی سے کہا۔ "تمہیں ایسا روپ دھارنا ہوگا کہ موہنی کی پلید شکتی بھی تمہیں نہ پہچان سکے۔"

"کیوں۔ کیا تمہارے دیوی اور دیوتا موہنی کی مدد نہیں کریں گے؟"

"اوش کریں گے لیکن میں تمہارے اور موہنی کے درمیان ایک ایسی دیوار کھڑی کردوں گی جو تمہارے اصلی روپ تک اس کی میلی نظروں کو نہیں پہنچنے دوں گی۔"

"حیرت ہے۔" میں نے قدرے مشکوک انداز میں کہا۔ "کیا دیوی اور دیوتا بھی اس دیوار کو نہیں توڑ سکیں گے؟"

"مجھے وشواس ہے کہ میں ان کے راستے کی کاٹ نہیں کروں گی۔" کالکا کے لہجے میں ایک کرب پیدا ہوگیا۔ "ہاں' اگر دیوتاؤں نے میری چال جان لی تو پھر شاید تم اپنی کالکا کی آواز بھی کبھی نہ سن سکو گے۔ تمہاری کالکا کو آکاش اور زمین کے درمیان ایسی جگہ قید کر دیا جائے گا جہاں تک اور کوئی نہیں پہنچ سکتا' لیکن کالکا کو تمہارے کارن وہ قید بھی گوارہ ہوگی۔"

"کیا تمہیں پورا یقین ہے کہ موہنی میرے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچ جائے گی۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

"میرا من یہی کہتا ہے لیکن کل کیا ہونے والا ہے یہ کیول بھگوان کے اور کوئی نہیں جانتا۔ ہو سکتا ہے کل تمہاری کالکا دیوی دیوتاؤں کے کشٹ کا شکار ہو کر تم سے ہمیشہ کے لیے بچھڑ جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کالی کی شکتی مجھے میرے ارادوں میں سپھل (کامیاب) کردے۔"

"میں تمہارا شکر گزار ہوں کالکا رانی کہ تم نے بروقت مجھے ایک خطرے سے آگاہ کر دیا لیکن۔" میں کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"لیکن کیا شہباز!" کالکا نے عجیب انداز میں کہا۔ "جو کچھ تمہارے من میں ہے آج کہہ ڈالو۔"

"تم نے ابھی تک میرے ایک سوال کا جواب نہیں دیا۔"

"وہ کیا؟"

"موہنی اور تمہارا آپس میں ایک دوسرے سے کیا تعلق ہے؟"

"میں جانتی تھی کہ تم یہی پوچھو گے لیکن ابھی میں اس سوال کا جواب نہیں دوں گی۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ کل اگر میں تمہاری سہائتا کر کے اپنا وچن پورا کرنے میں کامیاب ہوگئی تو تمہیں اپنے سوال کا جواب بھی مل جائے گا۔" کالکا نے بڑی حسرت سے کہا۔ "میں اب آگیا چاہتی ہوں شہباز۔ موہنی کے بچھائے ہوئے جال کو توڑنے کی خاطر ابھی مجھے اور بھی کچھ جنتر منتر کرنے ہیں۔"

پھر کالکا کی آواز دور ہوتی چلی گئی۔ میں ایک بار پھر کالکا کے بھنور میں پھنس گیا۔ اس کی حقیقت کیا تھی؟ کیا وہ میرے ساتھ محض فریب کر رہی تھی یا پھر جو کچھ کہہ رہی تھی وہ سچ تھا؟ ماضی کے واقعات اس امر کی دلالت کرتے تھے کہ وہ پر خلوص ہے لیکن شنکر کی موت کے بعد اس کی کہانیوں میں کھوٹ بھی محسوس ہونے لگا تھا۔

"آپ یہاں اتنی دیر سے کیا کر رہے ہیں؟" عارفہ کی آواز میرے کانوں میں گونجی تو کالکا کا سحر ٹوٹ گیا۔

"چہل قدمی۔"

"لیکن آپ کے چہرے کے تاثرات کچھ اور بتا رہے ہیں؟" عارفہ نے بڑے پیار سے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "مجھے بھی نہیں بتائیں گے کہ وہ کیا بات ہے جو آپ کو پریشان کر رہی ہے؟"

"میں تمہاری خاطر پریشان ہوں۔" میں نے عارفہ کو ٹالنے کی خاطر خوبصورت جھوٹ کا سہارا لیا۔ "آخر تم کب تک اس چہار دیواری کی قید میں رہو گی؟"

"جب تک آپ میرے ساتھ ہیں۔" اس نے میرا ہاتھ تھام کر بڑے جذباتی لہجے میں کہا۔ "مجھے آپ کے سوا اور کچھ نہیں چاہیے۔"

جواب میں' میں نے اس کے دونوں بازو تھام کر بڑی محبت سے اس کی نیلی جھیل جیسی خوبصورت آنکھوں کی گہرائیوں میں جھانکا پھر اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر دوبارہ خواب گاہ میں آگیا۔

دوسری صبح میں نے ندیم سے پوچھا۔ "کیا آج تمہیں کسی ڈنر پر جانا ہے؟"

"ہاں۔" ندیم نے مسکرا کر جواب دیا۔ "اس ڈنر کا اہتمام ماہ رخ اور سلیمان شاہ نے کیا ہے۔ کیوں؟ کیا تمہیں ماہ رخ نے دعوت نہیں دی؟"

"دی تھی' مگر میں نے ایک ضروری کام کا بہانہ کر کے اسے ٹال دیا۔"

"کب تک اس غریب کا دل دکھاتے رہو گے۔" ندیم معنی خیز انداز میں بولا۔ "وہ ایک خوبصورت اور حسین عورت ہی تو ہے۔ دانہ گندم تو نہیں ہے جسے چکھنے کے بعد تمہیں جنت سے

نکال دیا جائے گا۔"

میں نے ندیم کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور آفس جانے کی تیاری کرنے لگا۔ ویسے ندیم سے گفتگو کے درمیان میں نے ہوٹل کا نام بھی دریافت کرلیا تھا جہاں اسے ماہ رخ کے دیئے ہوئے ڈنر میں شرکت کرنے جانا تھا۔

☆

ہوٹل کے دربار ہال کی رونق قابل دید تھی۔ ہر سمت رنگ و نور کا سماں تھا۔ خوشبوؤں کی مہک، خوبصورت خوش رنگ اور حسین چہرے محفل کی رونق کو دوچند کر رہے تھے۔ قہقہے کھنک رہے تھے۔ ساغر چھلک رہے تھے اور خود سر جوانیاں بڑی بے باکی کے ساتھ مہمانوں کی دل بستگی کا سامان فراہم کر رہی تھیں۔

میں ہال میں داخل ہونے کے بعد ایک لمحے کو یوں رک گیا جیسے کسی شناسا کی تلاش میں ہوں۔ میری نظر ماہ رخ پر پڑی۔ آج وہ قیامت نظر آرہی تھی۔ بجلی کی طرح مہمانوں کے درمیان کوندتی پھر رہی تھی۔ وہ میک اپ کا کمال تھا جس نے قدرتی رنگ و روپ کو عارضی جلا بخش دی تھی۔ وہ اپنی عمر سے بہت کم نظر آرہی تھی اس کے جسم پر جو تنگ لباس تھا وہ اس کی سرکش جوانی سے زور آزمائی کر رہا تھا۔ خوبصورت ملبوسات میں ہوٹل کے بیرے بڑے مستعد نظر آرہے تھے۔ شراب کی ٹرالیاں دیگر خورد نوش کے ساتھ گردش میں تھیں۔ میں چند لمحے اس ہجوم بے لگام کو دیکھتا رہا جس نے غالباً" دربار ہال میں داخلے کے وقت اپنی شرافت کا لبادہ اتار دیا تھا اور اب اپنے اصلی رنگ میں نظر آرہا تھا، لیکن مجھے ان بیہودگیوں سے کوئی غرض نہیں تھی، پھر میں نے ندیم کو دیکھا جو ایک خوبصورت اور بے حد حسین عورت کے شانوں پر ہاتھ رکھے بڑی بے تکلفی سے رازدارانہ انداز میں سرگوشیوں میں مصروف تھا۔

میں نے اس وقت ایسا میک اپ کر رکھا تھا کہ آئینے کے سامنے کھڑا ہونے کے بعد خود بھی اپنے آپ کو شناخت نہیں کر سکا تھا۔ وہاں بیشتر میزوں پر مختلف نام کی خوبصورت تختیاں آویزاں تھیں یا پھر ریزروڈ کے کارڈس رکھے ہوئے تھے۔ اس وسیع و عریض ہال میں ایک محتاط اندازے کے مطابق کم از کم چار سو آدمیوں کی گنجائش کا اہتمام کیا گیا تھا۔

اس خیال سے کہ کہیں کوئی مجھ پر شک نہ کرلے میں آہستہ آہستہ ہجوم کے درمیان خلط ملط ہوتا گیا۔ میری نگاہوں کا تجسس ہر اس لڑکی کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا جو تنہا تھی اس لیے کہ مجھے موہنی کی تلاش تھی جس کی گندی قوتوں نے میری زندگی کا سکون برباد کر رکھا تھا۔ میں ہجوم کے درمیان چکراتا پھر رہا تھا کہ ایک بیرے نے شراب کی ٹرالی میرے سامنے لاتے ہوئے کہا۔

"سر۔ آپ کیا لینا پسند کریں گے؟"

"سوری۔" میں نے زبردستی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "میں اس سے شوق نہیں کرتا۔"

"پھر تیرہ نمبر کی میز آپ کے لیے مناسب رہے گی۔" بیرے نے یکلخت بڑی سنجیدگی سے کہا پھر ٹرالی لے کر دوسری طرف چلا گیا۔

میں نے تیرہ نمبر کی میز کی جانب دیکھا جہاں ایک بے حد حسین اور الہڑ دوشیزہ تنہا بیٹھی ایک لبریز جام کو میز پر آہستہ آہستہ گردش دے رہی تھی۔ میں اس کے حسن سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ میں ہجوم کے درمیان گھومتا رہا لیکن میری نگاہیں بار بار اسی لڑکی کی طرف اٹھ جاتی تھیں جو اس وقت دوسری خواتین کے مقابلے میں خاصی کم سن نظر آرہی تھی۔ دس پندرہ منٹ تک میں اس کے آس پاس چکراتا رہا۔ مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ نہ تو اس عرصے میں کسی نے اسے مخاطب کیا تھا نہ ہی اس نے میری طرح جام کو اپنے ہونٹوں سے لگایا تھا۔ میں ابھی اس بات پر غور کر ہی رہا تھا کہ بیرے نے خاص طور پر مجھ کو تیرہ نمبر کی میز کی طرف کیوں راغب کرنے کی کوشش کی تھی کہ میرے کانوں میں اجناء کے قبیلے سے تعلق رکھنے والے مہربان شخص کی آواز گونجی۔

"میرے عزیز۔ بیرے نے تمہاری رہنمائی غلط نہیں کی۔ جس وقت اس نے تم کو اس نمبر کا حوالہ دیا تھا اس وقت اس کا ذہن کسی ناپاک قوت کے قبضے میں تھا بہرحال تم جس کی تلاش میں ہو وہ وہی لڑکی ہے جس نے ایک نیا روپ اختیار کیا ہوا ہے۔ اپنی منزل کو سر کرنے میں دیر نہ لگاؤ ورنہ ایک سنہری موقع تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔"

"موہنی۔" میرے دل و دماغ میں بس ایک ہی نام گونجا۔ کالکا نے اپنا وعدہ پورا کر دیا تھا جس کی تصدیق بھی ہو چکی تھی۔ میں نے اپنے ہاتھ میں موجود صندلی انگوٹھی کی طرف دیکھا پھر میرے قدم آہستہ آہستہ لڑکی کی جانب اٹھنے لگے۔

میرے دل کی دھڑکنیں اور خون کی گردش ہر لمحہ تیز سے تیز ہوتی جارہی تھی۔ مجھے اس بات کا خدشہ بھی لاحق تھا کہ کہیں طاغوتی قوتیں موہنی کو وہاں میری موجودگی اور اس کے انجام سے باخبر نہ کر دیں اور وہ میری دسترس سے دور نکل جائے۔ میں نے اپنی رفتار قدرے تیز کر دی۔

موہنی اور میرا درمیانی فاصلہ گھٹتا جارہا تھا۔

تیرہ نمبر میز پر بیٹھی ہوئی کم سن اور حسین لڑکی ابھی تک اپنے سامنے رکھے ہوئے جام سے کھیل رہی تھی۔ وہ موہنی کا ایک نیا روپ تھا جس کی تصدیق اجنا کے قبیل سے تعلق رکھنے والے بزرگ نے بھی کر دی تھی۔ انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ جس بیرے نے مجھے تیرہ نمبر کی میز کی بابت اشارہ کیا تھا اس وقت اس کا ذہن کسی گندی قوت کے قبضے میں تھا۔ وہ یقیناً کالکا کی پراسرار قوت ہی رہی ہوگی جو میرے لیے کام کرنے کا وعدہ کر چکی تھی۔ وہ خود کھل کر سامنے نہیں آسکتی تھی اسی لیے اس نے ہوٹل کے بیرے کے ذہن کو ایک لمحے کے لیے تسخیر کر کے موہنی کی شناخت کے لیے میری رہنمائی کا ذریعہ بنایا تھا۔

میں موہنی کی پشت پر تھا اور آہستہ آہستہ قدم اٹھا رہا تھا۔ پہلے میری رفتار تیز تھی اس لیے کہ کہیں موہنی کو میری موجودگی کا علم نہ ہو جائے لیکن پھر مجھے کالکا کی بات یاد آگئی۔ اس نے کہا تھا وہ میرے اور موہنی کے درمیان ایک ایسی دیوار کھڑی کر دے گی کہ موہنی کی میلی نظریں میری اصلیت کو نہیں بھانپ سکیں گی۔ موہنی کی موت کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی جاننا چاہتا تھا کہ آخر وہ ندیم کا کون سا ماتحت تھا جسے موہنی اپنی کالی قوت کے جال میں پھانس کر ندیم کو قتل کرا دینے کا خواب دیکھ رہی تھی پھر میری یہ خواہش بھی پوری ہوگئی۔ میں نے جلدی سے آگے بڑھ کر قریب کی ایک میز پر قبضہ جما لیا جس پر ریزروڈ کا کارڈ موجود تھا۔ میں نے ایک نظر ندیم پر ڈالی جو ابھی تک ایک حسینہ سے بڑی بے تکلفی کے ساتھ راز و نیاز میں مصروف تھا۔ میرے لیے اس وقت ندیم سے زیادہ موہنی پر نظر رکھنا ضروری تھا چنانچہ میں نے اپنی توجہ دوبارہ اس کی جانب مبذول کر دی۔ وہ اپنے سامنے بیٹھے ہوئے نوجوان کو بڑی قاتل نظروں سے دیکھ رہی تھی پھر اس کی مترنم آواز ابھری۔

"تمہیں یاد ہے کہ میں نے تم سے کیا درخواست کی تھی؟"

"ہاں۔۔۔ تمہیں حاصل کرنے کی خاطر مجھے ایک ایسے شخص کو قتل کرنا ہے جو اس وقت یہیں کہیں موجود ہے۔"

"پھر سوچ لو۔" موہنی نے بدستور اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اپنا ارادہ تبدیل کر دو۔"

"نہیں ایسا نہیں ہوگا۔" نوجوان نے کسی معمول جیسے لہجے میں جواب دیا۔ "تمہاری صرف ایک حسین مسکراہٹ کی خاطر میں کسی کو بھی جہنم رسید کر سکتا ہوں۔"

"ادھر دیکھو۔۔۔" موہنی نے گردن کی خفیف جنبش سے ندیم کی سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "وہ شخص جو نیلی ساڑھی میں ملبوس اس حسینہ کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے مسکرا مسکرا کر باتیں کر رہا ہے وہی تمہارا شکار ہے۔"

نوجوان کے چہرے سے یہی ظاہر ہو رہا تھا کہ اس کا دل و دماغ پوری طرح موہنی کے قبضے میں ہے۔ ایک نظر ندیم کی جانب ڈالنے کے بعد وہ دوبارہ موہنی سے مخاطب ہوا۔

"تم اس شخص کو کیوں مروانا چاہتی ہو؟"

"اس لیے کہ پہلے اس نے مجھے دھوکا دیا اور اب کسی دوسری کی زندگی برباد کرنے کے خواب دیکھ رہا ہے۔"

"کہو تو ان دونوں کو گولیوں سے چھلنی کردوں؟" نوجوان کے لہجے میں سفاکی تھی۔

"نہیں۔" موہنی نے جلدی سے کہا۔ "تم کسی جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کروگے۔ میں نہیں چاہتی کہ تم قانون کی نظروں میں آجاؤ اور میں ایک طویل عرصے تک تمہاری راہ تکتی رہوں۔"

"اس کی نوبت نہیں آئے گی۔" نوجوان نے مدھم لہجے میں جواب دیا۔ "میں تمہارے حکم کے مطابق اس وقت میک اپ میں ہوں اس لیے قانون کی نظریں میرے اصلی چہرے تک نہیں پہنچ سکتیں۔ میں اسے گولی مارتے ہی فرار ہو جاؤں گا۔"

"نہیں۔" موہنی نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ "تم ویسا ہی کروگے جیسا میں چاہتی ہوں۔"

"تم کیا چاہتی ہو؟" نوجوان نے سعادت مندی سے پوچھا۔

میں اس نوجوان کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا پھر یکلخت مجھے ایک شاک سا لگا۔ میک اپ میں ہونے کے باوجود کم از کم میں اسے پہچان چکا تھا۔ وہ ندیم کے کیسینو کا بارٹنڈر تھا جو ندیم کے خاص آدمیوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ میرے ذہن میں ندیم کے وہ جملے گونجنے لگے جو اس نے میری کار کو پیش آنے والے حادثے کے بعد مجھ سے ہسپتال میں کہے تھے۔ اس نے بڑے وثوق سے کہا تھا کہ اب موہنی یا کالاکا کی کالی طاقتیں اس کے کسی آدمی کو اپنا غلام نہیں بنا سکیں گی۔ یہ شاید اس کی خوش فہمی تھی اس لیے کہ اس وقت ندیم ہی کا ایک قابل اعتماد آدمی موہنی کے ساتھ بیٹھا اس کے قتل پر پوری طرح آمادہ نظر آرہا تھا۔

"میری بات غور سے سنو۔" موہنی نے نوجوان سے کہا۔ "تم خاموشی سے جاکر اس کے قریب کھڑے ہو جاؤ۔ میں کچھ دیر کے لیے ہال کی تمام بتیاں بجھادوں گی اور تم اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسے موت کے گھاٹ اتار کر فرار ہو جانا۔"

"گڈ۔" نوجوان نے مسرت کا اظہار کیا۔ "تم صرف حسین ہی نہیں خاصی ذہین بھی ہو لیکن ایک بات ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آسکی۔"

"وہ کیا؟" موہنی نے نوجوان کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"تم اس شخص کو اپنے راستے سے کیوں ہٹانا چاہتی ہو؟"

"صرف تمہاری خاطر۔" موہنی نے بڑی لگاوٹ سے کہا۔ "تم نہیں جانتے' یہ شخص بہت بڑا بلیک میلر بھی ہے۔ اگر یہ زندہ رہا تو شاید میں تمہارے ساتھ خوشگوار زندگی نہ گزار سکوں گی۔ وہ قدم قدم پر ہمارے درمیان غلط فہمیاں پیدا کرتا رہے گا۔"

"میرا خیال ہے کہ میں اس شخص کو پہلے بھی کہیں دیکھ چکا ہوں۔" نوجوان نے اپنا سیدھا ہاتھ پتلون کی جیب میں ڈالتے ہوئے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر کہا پھر چونکتے ہوئے بولا۔ "کہیں اس شخص کا نام ندیم تو نہیں ہے جو ایک مقامی کیسینو کا مالک ہے۔"

"تمہیں یہ بات کس طرح یاد آگئی؟" موہنی کے لہجے میں حیرت تھی۔ اسے یقیناً اس بات پر تعجب ہوا ہوگا کہ نوجوان کا ذہن جو اس کے خیال کے مطابق اس کے قبضے میں تھا ندیم کی شناخت کس طرح کر رہا تھا۔

"مجھے یہ بھی یاد آگیا کہ میں کون ہوں۔" نوجوان نے اس بار موہنی کو حقارت سے تکتے ہوئے کہا۔ "میں اسی کے کیسینو کا بارٹنڈر ہوں جسے تم میرے ہاتھوں موت کی ابدی نیند سلانا چاہتی ہو لیکن میں نمک حرام نہیں ہوں۔ اب باس کی جگہ میں تمہیں دوسری دنیا کے سفر پر روانہ کروں گا۔" نوجوان نے جیب سے ہاتھ باہر نکالا تو اس میں ایک پن پسٹل بھی موجود تھا۔

میرے لیے اب مزید انتظار کرنا مناسب نہیں تھا۔ ندیم نے شاید ٹھیک ہی کہا تھا کہ اب کوئی طاقت اس کے آدمیوں کو اپنا معمول نہیں بنا سکے گی۔ بارٹنڈر نے اچانک جو ایکشن لینے کی کوشش کی تھی وہ اس کے نمک حلال ہونے کا ثبوت تھی لیکن میں جانتا تھا کہ اس کے پن پسٹل سے نکلی ہوئی گولیاں موہنی کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گی اس لیے کہ وہ وجود نہیں محض سایہ تھی۔

موہنی نے بڑی قہر آلود نگاہوں سے بارٹنڈر کو دیکھا۔ اس کی نگاہوں میں الجھن کے علاوہ کسی چوٹ کھائی ہوئی ناگن کا زہر بھی صاف نظر آرہا تھا۔ شاید وہ بارٹنڈر کے بارے میں کوئی آخری فیصلہ کرنے کے بارے میں سوچ رہی تھی لیکن میں نے اسے اس کی مہلت نہیں دی۔ تیزی سے اٹھ کر میں نے موہنی کا بازو تھاما پھر صندلی انگوٹھی اس کی پیشانی سے لگا دی۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا اس کا منظر میں پہلے بھی دو موقعوں پر دیکھ چکا تھا۔ موہنی کا پورا وجود صندلی انگوٹھی کے لگتے ہی بھیانک آگ کی لپیٹ میں آگیا۔ اس کے منہ سے بڑی بھیانک و کرب ناک چیخیں بلند ہو رہی تھیں پھر وہ تیورا کر زمین پر گری۔ اس کا جسم بس لمحے بھر میں جل کر راکھ کا ڈھیر بن گیا۔ اس کے بعد ہوا کا

تیز جھونکا آیا اور اس کی راکھ کو بھی سمیٹ لے گیا۔

ہال میں موجود تمام افراد میری سمت متوجہ تھے۔ ملی جلی ناک چیخ وپکار کی آوازیں میرے کان میں گونج رہی میرے لیے وہاں سے بچ کر نکلنا مشکل نظر آرہا تھا۔ لمحے کو میں بوکھلا کر رہ گیا۔ پکڑے جانے کی صورت میں نہ میرے میک اپ کا بھرم کھل سکتا تھا بلکہ میری شہرت داغ دار ہو سکتی تھی۔ میں اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ اچانک ہال میں گھپ اندھیرا چھا گیا پھر کسی نے میری کلائی تھام تے ہوئے کہا۔ "جلدی سے نکل چلو ورنہ بات بگڑ سکتی میں نے آواز کو پہچاننے میں کوئی غلطی نہیں کی تھی۔ وہ فیصد "ماسٹر کی" کی تھی جس نے مجھے ایک بڑی مصیبت وقت بچا لیا تھا۔

☆

اس رات ندیم سے میری ملاقات نہیں ہو سکی لیکن صبح جب میں دفتر جانے کے لیے گاڑی میں بیٹھ رہا تھا وہ سامنے آگیا۔ میں اس کے چہرے کے تناؤ کا مفہوم سمجھ

"خیریت؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "کیا تم سکون کی نیند نہیں سو سکے؟"

"اگر سو گیا ہوتا تو آج صبح کے اخبارات میں دربار ہال میں والی افراتفری کی خبر کے ساتھ تمہاری اصلی صورت کی بھی ضرور شائع ہوتی جس پر تم میک اپ کا لبادہ اوڑھ کر تھے۔"

"میں شکر گزار ہوں کہ ماسٹر کی نے مجھے بروقت وہاں سے مدد دی۔" میں نے ندیم کی جھلاہٹ میں چھپی ہوئی اس کا اندازہ لگاتے ہوئے کہا جو اس کے دل میں میرے لیے تھی۔ "رات جلدی میں ذاتی طور پر میں اس کا شکریہ ادا بھول گیا تھا اس لیے اگر تمہاری اس کی ملاقات ہو تو ـــــ"

"دفتر جا رہے ہو؟"

"ہاں۔" میں نے ندیم کو بدستور گھورتے ہوئے دریافت "کوئی خاص کام؟"

"میری گاڑی موجود نہیں ہے۔ اگر تمہیں زحمت نہ ہو تو ڈراپ کرتے ہوئے نکل جانا۔" ندیم نے سپاٹ لہجے میں پھر دوسری جانب سے دروازہ کھول کر اندر آگیا۔

"زحمت تو بہرحال ہو گی لیکن نسیم کی وجہ سے تمہارا بوجھ اٹھانا پڑے گا۔"

ندیم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ کسی گہری سوچ میں تھا۔ میں نے اسے زیادہ چھیڑنا بھی مناسب نہیں سمجھا۔ کے اخبارات میری نظر سے بھی گزر چکے تھے جس میں دربار ہال میں ہونے والے ہنگامے کا ذکر بڑی بڑی سرخیوں کے ساتھ موجود تھا۔ ان سرخیوں کے پیچھے یقیناً سلیمان شاہ اور ماہ رخ کی شخصیت کار فرما تھی ورنہ وہ خبر اتنی اہم بھی نہیں تھی کہ اسے پہلے صفحہ پر جگہ دی جاتی۔ خبر کے ساتھ سلیمان شاہ کا بیان بھی تھا جس میں ہوٹل کے سیکیورٹی کے نظام کو سخت الفاظ میں تنقید کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ ماہ رخ کی تصویر بھی خبر کی زینت بڑھانے کے لیے شائع کی گئی تھی ندیم کی جھلاہٹ اپنی جگہ جائز تھی۔ ماسٹر کی نے اگر میری مدد نہ کی ہوتی شاید اس وقت میں اتنے سکون سے نہ ہوتا لیکن میں نے جو کچھ بھی کیا تھا وہ محض ندیم کی زندگی بچانے کی خاطر کیا تھا ہر چند کہ ندیم کے کیسینو کا بارٹنڈر موہنی کے ٹرانس میں نہیں تھا مگر اول تو مجھے اس کا علم پہلے سے نہیں تھا اگر ہوتا جب بھی میں ندیم کی خاطر رسک ضرور لیتا اس لیے کہ بارٹنڈر کو اپنی کالی قوتوں کا نشانہ بنانے کے بعد موہنی ندیم کو قتل کرانے کی خاطر کوئی دوسرا ذریعہ بھی اختیار کر سکتی تھی۔ ان تمام باتوں کے ساتھ کالاکا کا تصور بھی میرے ذہن میں گردش کر رہا تھا۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا وہ اپنی جگہ غلط نہیں تھا۔ موہنی اور میرے درمیان اس نے یقیناً کوئی ایسی دیوار حائل کردی تھی جس کی وجہ سے موہنی کو وہاں میری موجودگی کا علم نہیں ہو سکا اور میں اسے جلا کر راکھ کر دینے میں کامیاب ہو گیا۔ میرے راستے سے ایک اور دشمن ختم ہو چکا تھا۔

"تم بغیر بلاوے کے اس دعوت میں شریک ہونے کیوں پہنچ گئے تھے؟" ندیم نے کچھ دیر خاموشی کے بعد سوال کیا۔

"اس لیے کہ میں نسیم کو بہن کہہ چکا ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب تو اس نیلی ساڑھی والی حسینہ سے پوچھ کر ہی بتا سکتا ہوں تم جس کے ساتھ شیر و شکر ہو رہے تھے۔"

"تمہیں اس بات کی خبر کس طرح ملی تھی کہ دربار ہال میں میرے اوپر قاتلانہ حملہ کیا جائے گا؟" ندیم نے میری بات کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے بہ دستور سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"کیا؟" اس بار میرے چونکنے کی باری تھی۔ "کیا تم کو اس حملے کی خبر قبل از وقت مل چکی تھی؟"

"ہاں۔ مجھے اس کی اطلاع اسی بارٹنڈر نے دے دی تھی جسے گندی قوتوں نے میرے قتل پر آمادہ کرنے کے لیے اپنا ہدف بنایا تھا۔"

"مجھے اس بات کی خبر ہوتی تو شاید وہاں جانے کی حماقت کبھی نہ کرتا۔"

"لیکن مجھے اس کا علم تھا کہ تم ایسی کوئی حماقت ضرور کرو گے اسی وجہ سے میں نے ماسٹر کی کو تمہاری حفاظت پر مامور کیا تھا۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم نے جب مجھ سے کسی دعوت میں شرکت کے بارے میں دریافت کیا تھا مجھے اسی وقت

شبہ ہوگیا تھا۔ تمہیں موہنی یا پھر تمہاری کالکا دیوی نے اس متوقع حملے سے باخبر کردیا ہوگا۔ کیا تم کچھ بتانا پسند کرو گے کہ تمہیں اس کی اطلاع کس کے ذریعے ملی تھی؟"

"کالکا کے ذریعے۔" میں نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا پھر اس حملے سے متعلق اپنے اور کالکا کے درمیان ہونے والی تمام تفصیل دہراتا چلا گیا۔

"تمہیں یقین ہے کہ موہنی کا قصہ پاک ہوچکا ہے؟"

"داور اور کومل ورما کے سلسلے میں بھی ایسی ہی صورت حال درپیش آئی تھی۔ وہ بھی جل کر راکھ ہونے کے بعد اپنا اپنا چیپٹر (Chapter) کلوز کرگئے ہیں۔" میں نے صندلی انگوٹھی کا ذکر درمیان سے حذف کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ موہنی کی بدروح بھی اب جہنم رسید ہوچکی ہے۔"

"تم نے موہنی کو جلا کر بھسم کردینے کا ایکشن اتنی دیر میں کیوں لیا؟" ندیم نے مجھے تیز نظروں سے گھورا۔ "کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ اس کی پلید قوت نے انکل کو موت کے گھاٹ اتارا تھا؟"

میں ایک لمحے کو گڑبڑا گیا۔ ندیم کا وہ سوال میرے لیے غیر متوقع نہیں تھا لیکن کمبل پوش بزرگ نے مجھے سختی سے منع کر رکھا تھا۔ میں صندلی انگوٹھی کا ذکر کبھی زبان تک لانے کی کوشش نہ کروں ورنہ اس کی تاثیر جاتی رہے گی۔

"کیا کوئی ایسی ہی خاص بات ہے جو تم مجھ سے بھی چھپانا چاہتے ہو؟" ندیم نے شکوہ کیا۔

"نہیں۔ میں اس وقت کالکا کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔" میں نے بڑی خوب صورتی سے بات بنانے کی کوشش کی۔ "دراصل موہنی کو جلا کر خاکستر کردینے کا عمل اسی نے بتایا تھا۔"

"میری طرف غور سے دیکھو۔" ندیم جھلا گیا۔ "کیا میں تم کو صورت شکل سے اتنا ہی بے وقوف نظر آتا ہوں کہ تمہاری بات پر اعتبار کرلوں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ "کیا تمہیں میری بات پر یقین نہیں آرہا؟"

"داور اور کومل ورما کو بھی تم نے ہی ختم کیا تھا۔" ندیم کے لہجے میں خنجر کی سی کاٹ تھی۔ "کیا موہنی کو جہنم رسید کرنے کے لیے تمہیں وہ جنتر منتر انکل کی موت اور آنٹی کو پیش آنے والے سانحے کے بعد بھی یاد نہیں رہے تھے؟"

"یہی بات میں نے کالکا سے پوچھی تھی۔" میں نے ایک جھوٹ کو چھپانے کی خاطر دوسرا جھوٹ بولا۔ "اس نے کہا تھا کہ ہر بات کے لیے ایک وقت مقرر ہوتا ہے اس سے پیشتر سارے جنتر منتر بے کار ثابت ہوئے ہیں۔"

"تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا میں تمہارے جواب کو شکر میں

لپٹی ہوئی کسی تلخ گولی کی طرح آسانی سے ہضم کرلوں گا؟"

"وہم کا علاج لقمان حکیم کے پاس بھی نہیں تھا۔" ندیم نے شانے اچکاتے ہوئے جواب دیا۔ "دنیا میں کوئی اولاد جان بوجھ کر اپنے ماں باپ کے کسی شقی القلب دشمن سے اعانت نہیں کرسکتی۔"

"کالکا کے بارے میں اب تمہاری کیا رائے ہے؟" ندیم نے تلملاتے ہوئے پوچھا۔

"میں حالات کے پیش نظر یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔" میں نے سپاٹ آواز میں کہا۔ "فی الحال صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اس نے موہنی کے سلسلہ میں جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کردیا۔"

"کیا دیوی نے اس کی کھوئی ہوئی شکتی بحال کردی ہے۔" ندیم کے لہجے میں طنز کی آمیزش تھی۔

"جواب میں اس سے پوچھنے کے بعد ہی دے سکتا ہوں۔"

"گاڑی یہیں روک دو۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔

"کیا مطلب؟ کیا تمہارا ارادہ کیسینو جانے کا نہیں ہے؟"

"تھا، مگر اب نہیں ہے۔"

"اب کیا ارادہ ہے؟" میں نے گاڑی روکتے ہوئے پوچھا۔

"اب میرا ارادہ یہاں سے کوئی ٹیکسی پکڑ کر منزل مقصود تک پہنچنے کا ہے۔ بائی بائی۔" ندیم نے تیزی سے دروازہ کھول کر نیچے اترتے ہوئے کہا۔

میں نے اسے روکنا چاہا لیکن وہ میری طرف کوئی توجہ دیے بغیر تیز تیز قدم اٹھاتا آگے نکل گیا۔ اس کی جگہ اگر میں ہوتا تو شاید میرا ردعمل بھی وہی ہوتا۔ اس کی خفگی فطری تھی لیکن میری مجبوری بھی اپنی جگہ غلط نہیں تھی۔ میں کمبل پوش بزرگ سے کیے ہوئے وعدے کو نہیں توڑ سکتا تھا چنانچہ میں

نے ایک لمبی سانس لی اور دفتر کے لیے روانہ ہوگیا۔

میرے ذہن میں کالکا کا تصور پھر ابھرا۔ میں نے اسے کئی بار آوازیں دیں لیکن اس کی جانب سے کوئی جواب نہیں ملا۔ شاید دیوی دیوتاؤں کو اس کی چال بازی کا علم ہوگیا تھا۔ کالکا نے آخری ملاقات میں یہی کہا تھا کہ اسے امید ہے دیوی دیوتا اس کی طرف سے کسی بغاوت کا شبہ نہیں کریں گے لیکن ان کو ذرا بھی شک ہوگیا تو کالکا کو آسمان اور زمین کے درمیان کسی ایسی جگہ قید کردیا جائے گا جہاں کوئی دوسری طاقت اسے عتاب سے نہیں بچا سکے گی۔ موہنی کے سلسلے میں اپنا وعدہ پورا کرنے سے پیشتر اس نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ اب لیڈی مکلارنس کو بھی کوئی مناسب سبق ضرور دے گی جس نے میرے ذہن میں کالکا کے خلاف زہر بھرنے کی کوشش کی تھی۔ دوسری جانب لیڈی مکلارنس نے دعویٰ کیا تھا کہ کالکا کی مورتی اس کی ناقابل یقین لائبریری میں ایک شیشے کے بکس میں موجود ہے اور وہ بہت جلد کالکا کی روح کو بھی اپنے قبضے میں کرکے اس کا قصہ ہمیشہ کے لیے پاک کردے گی۔ حالات کے گراف کی لکیروں میں اتنے پیچ و خم تھے کہ ان کو سمجھنا میرے بس سے باہر تھا۔ کون صحیح تھا اور کون غلط اس کا فیصلہ آنے والا وقت ہی کرسکتا تھا بہرحال ایک حقیقت اپنی جگہ سو فیصد درست تھی کہ کالکا نے موہنی کا کانٹا درمیان سے نکالنے کا جو وعدہ کیا تھا وہ پورا ہوچکا تھا۔

دفتر پہنچنے تک میرا ذہن ان ہی گتھیوں کو سلجھانے میں مصروف رہا پھر میں نے دفتر پہنچ کر اپنے آفس میں قدم رکھا تو خلاف توقع ماہ رخ کو وہاں بیٹھا دیکھ کر چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ اس وقت بھی پورے میک اپ سے لیس تھی۔ اس کے جسم پر موجود تنگ لباس اس بات کی ترجمانی کررہا تھا کہ وہ کس قماش کی عورت ہے۔ اس کی نگاہوں میں شراب کے ساغر چھلک رہے تھے۔ اس کی جگہ کوئی عام عورت ہوتی تو شاید اب تک کافی بدنام ہوچکی ہوتی۔ اخبارات اور رسائل میں اس کے سیکڑوں اسکینڈل چھپ چکے ہوتے۔ عام فلمی اخبار کے پریس رپورٹر ہر وقت اس کی گھات میں لگے رہتے اور چٹپٹی اور گرما گرم خبریں شائع کرکے اپنی بزنس کو چمکانے کی کوششوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی دوڑ میں حصہ لے رہے ہوتے۔ اسی ٹائپ کی عورتیں ان کے سرکولیشن کو بڑھانے میں سب سے اہم رول ادا کرتی ہیں لیکن وہ ماہ رخ کوئی عام عورت نہیں تھی۔ سلیمان شاہ سے منسوب ہونے کے بعد گویا اس کی قاتلانہ حرکتوں کو باقاعدہ لائسنس مل گیا تھا۔ اس کا ماضی قصہ پارینہ بن کر رہ گیا تھا۔ اب کسی اخبار یا رسالے کو اتنی جرات نہیں تھی کہ وہ اس کے بارے میں کوئی غلط بات لکھ سکتے۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ سلیمان شاہ کس حیثیت کا مالک ہے اور ماہ رخ کی خوابیدہ پلکوں کی محض ایک جنبش ان کے کاروبار کو ہمیشہ کے لیے ٹھپ کرا سکتی تھی۔

"آپ ۔۔۔ اور میرے دفتر میں؟" میں نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے نجرے سیاسی انداز میں پوچھا۔ "مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا۔"

"دل کے کسی نازک گوشے کو ٹٹول کر دیکھئے۔ ممکن ہے آپ کو میری موجودگی کا یقین آجائے۔" اس نے ایک سرد آہ بھر کر جواب دیا۔

"آپ نے کیوں زحمت کی؟" میں نے اس کی آنکھوں کی ساحرانہ زد سے بچتے ہوئے جواب دیا۔ "مجھے ایک فون کردیا ہوتا۔ میں حاضر ہوجاتا۔"

"پہلے میں نے یہی سوچا تھا لیکن پھر ایک خوب صورت کہاوت یاد آگئی۔"

"وہ کیا؟"

"کنواں پیاسے کے پاس نہیں جاتا۔" اس نے بڑی نشیلی آنکھوں سے مجھے گھورتے ہوئے ایک خاص انداز میں کہا۔ "پیاسے کو خود چل کر کنویں تک جانا پڑتا ہے۔"

"آپ کی باتیں بڑی خوب صورت ہوتی ہیں۔"

"اور میرے بارے میں کیا رائے ہے؟" ماہ رخ نے اتنی بیباکی سے سرگوشی کی کہ میں بوکھلا کر رہ گیا۔

"آپ ۔۔۔ آپ اپنی باتوں سے زیادہ خوب صورت ہیں۔"

"لیکن اتنی پرکشش بھی نہیں کہ کسی طاقت ور مقناطیس کی طرح آپ کو اپنی سمت کھینچ سکتی۔" اس نے بازاری انداز میں کہا۔ "اسی لیے خود کھنچی چلی آئی آپ کے قدموں میں۔"

"کیا پئیں گی آپ؟ کولڈ ڈرنک یا کافی؟" میں نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کی۔

"کولڈ پینے سے انسان کے جذبات بھی کولڈ ہوجاتے ہیں۔" اس نے ایک توبہ شکن انگڑائی لے کر جواب دیا پھر ہلکے لہجے میں بولی۔ "آپ تو جانتے ہیں کہ میں کیا پینے کی عادی ہوں؟ لیکن یہ جگہ اس کے لیے کچھ مناسب نہیں رہے گی۔ کیا خیال ہے؟" آخری جملہ ادا کرتے وقت وہ میز پر دونوں کہنیاں ٹیک کر کچھ اتنا جھک گئی تھی کہ خود مجھے اس کے جسم سے نظریں چرانی پڑیں۔

"میں آپ سے پہلے بھی عرض کرچکا ہوں کہ میں پینے پلانے کی علت سے دور ہوں۔"

"میری خاطر بھی نہیں۔" وہ مجھے موم کرنے کی خاطر اپنے حسن کی پوری تپش استعمال کررہی تھی۔

"جی نہیں۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"چلئے کسی فائیو اسٹار ہوٹل کے پرسکون کمرے میں بیٹھ کر اطمینان سے باتیں کرتے ہیں۔" اس کی رگ رگ سے تشنگی پھوٹنے لگی۔ شاید وہ اپنے جذبات پر قابو پانے سے بھی قاصر

ہو گئی تھی۔

"ضرور چلتا۔" میں نے جلدی سے بہانہ تراشنے کی کوشش کی۔ "لیکن آج میرے پاس کچھ غیر ملکی صنعت کار آنے والے ہیں اگر میں آپ کے ساتھ چلا گیا تو مجھے لاکھوں کا خسارہ برداشت کرنا پڑے گا۔"

"کبھی ہمارے ساتھ بھی ڈیل کر کے دیکھئے۔" وہ ایک ادا سے بولی۔ "اگر آپ کو کروڑوں کا فائدہ نہ ہو تو۔۔۔"

"آئی ایم سوری۔" میں نے دل پر قابو پاتے ہوئے اس کا جملہ کاٹا۔ "میں اس وقت کہیں جانے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔"

"مسٹر شہباز۔" اس بار ماہ رخ کے لہجے میں بھی تلخی شامل تھی۔ "آپ شاید اس بات کی اہمیت کو نظرانداز کر رہے ہیں کہ اس وقت ماہ رخ آپ کے پاس چل کر آئی ہے۔ ہو سکتا ہے کل آپ کو مجبوراً میرے پاس آنا پڑے۔"

"اگر آپ برا نہ مانیں تو ایک عرض کروں۔"

"جی۔" اس نے مجھے زخمی ناگن کی طرح گھورتے ہوئے سرد آواز میں کہا۔ "فرمائیے۔"

"دراصل میں شراب اور۔۔۔"

"میں آپ کو اس کے آگے کچھ کہنے کی اجازت نہیں دوں گی۔" وہ یکلخت بل کھاتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ "فی الحال میں واپس جا رہی ہوں لیکن ایک بات کا خیال رکھیئے گا۔ ماہ رخ نے کبھی ہارنا نہیں سیکھا۔ ہو سکتا ہے کہ اب کنویں کو خود چل کر پیاسے تک جانے پر مجبور ہونا پڑے۔ اس وقت آپ میرے رحم و کرم پر ہوں گے۔ او کے۔ بائی۔" اس نے قہر آلود نظروں سے مجھے دیکھا پھر تلملاتی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئی۔

ماہ رخ کے آخری جملوں میں جو دھمکی تھی میں اس کا مطلب سمجھ چکا تھا۔ ایک بار لندن میں گراہم کی داشتہ نے بھی مجھے اپنے آدمیوں سے اٹھوا لیا تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ گریشیا نے مجھے خاموشی سے اغوا کرایا تھا اور ماہ رخ مجھے باقاعدہ چیلنج کر کے گئی تھی۔ میں کچھ دیر تک اس نئی افتاد کے بارے میں غور کرتا رہا پھر میں نے ندیم سے فوری طور پر رابطہ قائم کرنے کی خاطر کئی نمبر گھمائے لیکن اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا۔ بہرحال میں نے ایک بات طے کر لی تھی۔ حالات خواہ کتنے ہی سنگین اور اذیت ناک کیوں نہ ہوں میں ماہ رخ کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالوں گا۔

دوپہر کو میں اپنے کاموں میں مصروف تھا کہ ندیم کی کال آ گئی۔ میں نے ریسیور اٹھایا تو اس نے خشک لہجے میں پوچھا۔

"کیا بات ہے۔ تم مجھے کئی جگہ فون کر چکے ہو۔" اس کا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ ابھی تک مجھ سے شاکی ہے۔

"کیا ابھی تک تمہارا غصہ نہیں اترا۔" میں نے اسے ستانے کی خاطر کہا۔ "اسی بات پر دوستی کا دم بھرتے ہو۔"

"کام کی بات کرو۔"

"میں تمہیں یہ اطلاع دینا چاہ رہا تھا کہ میں کل تمہاری رہائش گاہ سے امی جان اور عارفہ کو لے کر ایک مقامی ہوٹل میں منتقل ہو رہا ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں نے فی الحال ایک پورا سوٹ بک کرا لیا ہے۔ دو چار ماہ میں مکان تیار ہو گیا تو وہاں چلا جاؤں گا۔"

"بکواس نہیں۔" ندیم نے میری دھونس کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔ "فون کرنے کا مقصد کیا تھا؟"

"تمہیں یہ بتانا مقصود تھا کہ آج صبح جب میں دفتر پہنچا تو ماہ رخ وہاں پہلے سے موجود تھی۔"

"اس کے آنے کا مقصد کیا تھا؟"

"ٹیڑھی انگلی سے گھی نکالنا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا پھر پوری تفصیل دہرا دی۔

"میں نے تمہیں پہلے ہی بتایا تھا کہ وہ اگر ضد پر آ جائے تو سب کچھ کر سکتی ہے۔"

"تم ہی نے سب سے پہلے مجھے اس سے ملوایا تھا۔" میں نے شکوہ کیا۔

"فکر مت کرو۔ میں ماہ رخ کو سمجھانے کی کوشش کروں گا کہ وہ تمہارا خیال دل سے نکال دے۔"

"اور اگر اس نے تمہاری بات بھی ماننے سے انکار کر دیا تو۔۔۔؟"

"پھر تمہیں اپنی زندگی کی خاطر تھوڑی بہت قربانی تو دینی ہی پڑے گی۔" ندیم کا جملہ معنی خیز تھا۔ اس کے لہجے میں اب وہ پہلے جیسا تناؤ بھی نہیں تھا۔

"کیا یہی بات تم عارفہ کے سامنے بھی کہہ سکتے ہو؟"

"کیا واقعی ماہ رخ نے تمہیں سنجیدگی سے دھمکی دی تھی؟" ندیم نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے قدرے نفرت سے جواب دیا۔ "اسے غالباً سلیمان شاہ کی طرف سے ہر قسم کی چھوٹ ملی ہوئی ہے۔"

"میں تمہاری بات کی تردید نہیں کروں گا۔ شاید میں نے تمہیں پہلے بھی بتایا تھا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم بن چکے ہیں۔ جہاں سلیمان شاہ کی دال نہیں گلتی وہاں ماہ رخ کی بے باکی کا سحر کام کرتا ہے اور جہاں ماہ رخ کو کوئی کام پڑتا ہے وہاں سلیمان شاہ کا اثر و رسوخ کام آتا ہے۔" ندیم نے بڑی صاف گوئی سے کہا۔ "دونوں ایک دوسرے کی نجی زندگی سے بخوبی واقف ہیں لیکن اس کے باوجود ایک دوسرے پر انگلی نہیں اٹھاتے۔"

"گویا دونوں ہی شیم پروف ہو کر رہ گئے ہیں۔"

"بالکل ٹھیک اندازہ لگایا تم نے۔"

"کیا تمہیں امید ہے کہ تمہارے سمجھانے سے وہ سمجھ جائے گی؟" میں نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے چھت کی طرف گھورا۔

"ہو سکتا ہے مان بھی جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس کو اپنی جھوٹی انا کا مسئلہ بنا لے۔"

"حیرت ہے۔" میں نے حقارت سے کہا۔ "تم اس فاحشہ کے لیے انا کا لفظ استعمال کر رہے ہو؟"

"اونچی سوسائٹی میں اس قسم کی داداگیری کو انا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "یہ میرا مسئلہ ہے اس لیے اب میں ہی اس کا کوئی حل تلاش کروں گا۔"

"کوئی غلط قدم نہ اٹھا بیٹھنا۔" ندیم نے سمجھانے کی کوشش کی۔ "تم کو ابھی اس بات کا علم نہیں ہے کہ ماہ رخ اگر کمینگی پر اتر آئی تو وہ کسی زخمی ناگن سے بھی زیادہ زہریلی اور خطرناک ہو سکتی ہے۔"

"جو سپیرے زہریلے سانپوں کا زہر نکالنے میں مہارت رکھتے ہیں وہ اس فن کو ماں کے پیٹ سے سیکھ کر دنیا میں قدم رکھتے۔" میں نے تلخ لہجے میں کہا پھر فون بند کر دیا۔ میرا خیال تھا کہ ندیم دوبارہ مجھ سے رابطہ قائم کر کے مجھے سمجھانے کی کوشش کرے گا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔

شام کو آفس بند ہونے کے بعد میں واپسی کے ارادے سے اٹھ رہا تھا کہ وارثی کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ کچھ گھبرایا ہوا ہے۔ "کیا بات ہے مسٹر وارثی؟" میں نے پوچھا۔ "آپ کچھ پریشان نظر آ رہے ہیں۔"

"جی ہاں سر۔ بات ہی کچھ ایسی ہے۔"

"ایک بات کہوں وارثی صاحب۔" میں ٹھوس لہجے میں بولا۔ "بزنس میں نفع اور نقصان ہونا میرے نزدیک نہ کبھی مسرت کا باعث بنا ہے نہ کبھی کسی نقصان پر میں نے افسوس کا اظہار کیا ہے۔ اس لیے اگر آپ اس وقت مجھے یہ بتانے آئے ہیں کہ کسی پروجیکٹ پر نقصان کے امکانات ہیں تو پلیز آپ اسے اپنے ہی لیول پر نمٹانے کی کوشش کریں۔ مجھے آپ پر پورا بھروسا ہے۔"

"بات یہ نہیں ہے سر۔" وارثی نے کہا۔ "دراصل میں آپ سے سائٹ نمبر تھری کے فورمین کے سلسلے میں کچھ کہنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔"

"کیا ہوا اکرم شاہ کو؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔ اکرم شاہ ایک بہت تجربہ کار اور دیانت دار ورکر تھا۔ پہلے وہ دانش کے ساتھ کام کرتا تھا پھر میں نے اسے دانش کی جگہ فورمین بنا دیا تھا۔ محنتی اور جاں نثار ہونے کے ساتھ ساتھ وہ قابل اعتماد بھی تھا۔ ماسٹر ٹونی اور دانش ہی کی طرح وہ بھی اپنے وجود میں کسی ایسی چٹان سے کم نہیں تھا جسے تسخیر کرنا آسان نہیں تھا۔

"مجھے ابھی کچھ دیر پہلے اطلاع ملی ہے کہ اکرم شاہ کو بدمعاشوں نے خودکار اسلحے کے بل پر اغوا کر لیا ہے۔" وارثی نے پریشان کن لہجے میں مجھے تفصیل سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ "اکرم شاہ کے ساتھ جو افراد سائٹ نمبر تھری پر کام کر رہے تھے انھوں نے اسے بچانے کی کوشش بھی کی تھی لیکن اسلحے کے مقابلے پر ان کے قدم نہیں ٹک سکے۔ اغوا کرنے والوں نے خوف و ہراس پھیلانے کی خاطر ہوائی فائرنگ شروع کر دی تھی۔ ہمارا ایک ورکر زخمی بھی ہوا ہے جسے فوری طور پر ہسپتال میں داخل کر دیا گیا۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ اس کا زخم تشویشناک نہیں ہے۔ ایک دو روز بعد اسے ڈسچارج کر دیا جائے گا۔"

"آپ کو حادثے کی اطلاع کس نے دی ہے؟" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"ہمارے ایک اوورسیر نے۔" وارثی نے جواب دیا۔ "اس کے بیان کے مطابق بدمعاشوں کی ٹولی ایک ڈلیوری وین میں آئی تھی جو لوگ گاڑی سے کود کر باہر نکلے وہ سب نقاب پوش تھے۔ ان کی تعداد چار تھی۔ انھوں نے کسی سے کوئی بات نہیں کی۔ فائرنگ کر کے ورکروں کو دہشت زدہ کیا پھر اکرم شاہ کو گھسیٹتے ہوئے لے جا کر وین میں ڈال دیا۔ اکرم شاہ نے اپنا دفاع کرنے کی کوشش کی لیکن ایک نقاب پوش نے رائفل کا بٹ مار کر اسے زخمی کر دیا تھا۔"

"وین کا نمبر کیا تھا؟"

"اس پر کوئی نمبر پلیٹ نہیں تھی۔"

"اور کوئی ایسی خاص نشانی جس کی بنا پر ہم مجرموں تک پہنچ سکیں۔" میں نے ہاتھ ملتے ہوئے پوچھا۔

"جی نہیں سر۔ وین کا رنگ سفید تھا لیکن اس پر کچھ تحریر نہیں تھا اور سفید رنگ کی وین اس شہر میں ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے۔" میں نے قدرے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "آپ پریشان نہ ہوں۔ میں اپنے ذرائع سے مجرموں کو ٹریس کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"کام جاری رکھنے کے سلسلے میں آپ کا کیا حکم ہے؟" وارثی نے دبی زبان میں کہا پھر وضاحت کرتے ہوئے بولا۔ "آپ کو تو علم ہے سر کہ سائٹ نمبر تھری پہاڑی علاقے میں ہے جہاں قرب و جوار میں کوئی آبادی نہیں ہے۔"

"فی الحال آپ کام جاری رہنے دیں۔" میں نے کچھ توقف سے جواب دیا۔ "میں ورکروں کی حفاظت کا بندوبست بھی کرتا

ہوں۔"

موہنی کو جلا کر راکھ کردینے کے بعد میرا خیال تھا کہ مجھے سکون کا سانس لینے کا موقع میسّر آجائے گا لیکن اکرم شاہ کے اغوا کی اطلاع نے پھر میرے اعصاب کو جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا۔ میں کچھ دیر تک اس اغوا کی واردات کے بارے میں سوچتا رہا پھر میں نے سراج کو فون کیا وہ دفتر سے نکل چکا تھا لیکن گھر پر مل گیا۔

"میں شہباز بول رہا ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا پھر اکرم شاہ کے اغوا کی تفصیل بیان کرتے ہوئے سراج سے درخواست کی کہ وہ اپنے اثر و رسوخ کا استعمال کرکے سائٹ نمبر تھری پر پولیس کا حفاظتی دستہ تعینات کروائے تاکہ ورکر اپنا کام بغیر کسی خوف و ڈر کے جاری رکھ سکیں۔

"آپ پریشان نہ ہوں۔" سراج نے جواب دیا۔ "متعلقہ تھانے کا انچارج میرے مداحوں میں سے ہے۔ میں ابھی اسے فون کرکے پولیس پارٹی کو تعینات کرائے دیتا ہوں لیکن اس واردات کے پیچھے آپ کو کن لوگوں کا ہاتھ نظر آرہا ہے؟"

"اگر مجھے اس کا علم ہوتا تو شاید میں آپ کو زحمت نہ دیتا۔" میرے لہجے میں تھوڑی ترشی بھی شامل تھی۔ "میری ایک درخواست اور بھی ہے۔ میں اس واردات کی باقاعدہ رپورٹ درج کرانا پسند نہیں کروں گا۔"

"میں آپ کو ٹھنڈے دماغ سے کسی جوابی کارروائی کا مشورہ دوں گا۔" سراج نے کسی ماہر سراغ رسانوں جیسے انداز میں کہا۔ "ہوسکتا ہے کہ مجرموں کا مقصد یہی ہو کہ آپ طیش میں آکر کوئی غلط قدم اٹھائیں جو آپ کے لیے نقصان دہ اور مجرموں کے لیے فائدہ مند ثابت ہو۔"

"میں بزنس مین ہو مسٹر سراج۔" میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔ "نفع اور نقصان کے بارے میں بھی تھوڑی بہت سوجھ بوجھ رکھتا ہوں۔ آپ میرے لیے پریشان نہ ہوں۔"

"ویسے آپ کا شبہ کس پر ہے؟" سراج نے دریافت کیا۔ "طاغوتی قوتوں نے کہیں آپ کے خلاف پھر کوئی نیا جال تو نہیں بنا ہے؟"

"نہیں۔ یہ حرکت کسی انسان کی بزدلی کی علامت ہے۔"

"کہیں یہ کوئی انتقامی کارروائی تو نہیں ہے؟" سراج نے اپنے تجربے کی روشنی میں ایک شبہے کا اظہار کیا۔ "ہوسکتا ہے کہ رام دیال کے ساتھ جو کچھ پیش آیا ہے۔ اکرم شاہ کا اغوا اسی سلسلے کی ایک کڑی ہو۔ میں نے آپ کو یہ بھی بتایا تھا کہ رام دیال نے اپنی معطلی کے احکامات جاری ہونے سے پیشتر بھوشن جوزف کے ساتھ ساز باز کرکے مجھے اور آپ دونوں کو ایک ہی تیر سے شکار کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"ابھی میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔" میں نے رام

دیال اور بھوشن جوزف کے نام پر چونکتے ہوئے کہا۔ "فی الحا میرے لیے کوئی آخری نتیجہ اخذ کرنا آسان نہیں ہے۔"

"میں آپ کے کسی کام آسکوں تو مجھے ضرور یاد کرلیں گا۔"

"شکریہ مسٹر سراج۔ اگر ضرورت پیش آئی تو میں آپ سے مدد کی درخواست ضرور کروں گا۔" میں نے سراج کا شکر ادا کرکے پھر فون کریڈل پر رکھ دیا۔ دفتر سے اٹھنے سے پہلے میں نے وارثی کو دوبارہ اپنے کمرے میں بلایا۔

"میں نے آپ کے حکم کے مطابق ہدایت جاری کردی ہے کہ سائٹ نمبر تھری کا کام بند نہیں ہوگا۔" وارثی نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"میں نے وہاں پولیس کے دستے کی تعیناتی کا انتظام کروا دیا ہے۔" میں نے جواب دیا پھر تھوڑے توقف سے بولا۔ "مسٹر وارثی، میں ایک خاص کام آپ کو سونپنا چاہتا ہوں لیکن رازداری شرط ہے۔ اس کی بھنک بھی کسی کو نہ ملنے پائے۔"

"آپ حکم دیں سر۔"

"میرا مشورہ ہے کہ آپ آج ہی اس اوورسیر سے ملاقات کریں جس نے آپ کو اغوا کی اطلاع دی تھی اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ نقاب پوشوں کا حلیہ کیا تھا۔ انہوں نے کس قسم کا لباس پہن رکھا تھا۔ قد و قامت کیا تھی۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی ایسا کلیو ہمارے ہاتھ آجائے جو اکرم شاہ کی بازیابی میں ہمارے کام آسکے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں جناب۔"

"اگر کوئی کار آمد بات معلوم ہو تو آپ مجھے رات میں کسی وقت بھی فون کرسکتے ہیں لیکن اوورسیر کو سختی سے اس بات کی تاکید کردیجیے گا کہ وہ اس واردات کے سلسلے میں کسی اور سے کوئی بات نہ کرے۔"

"میں اسے تاکید کردوں گا سر لیکن ایک بات سمجھ میں

نہیں آرہی۔ اکرم شاہ کو اغوا کرنے سے کسی کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟"

"آپ ماسٹر ٹونی اور دانش کو کیوں بھول رہے ہیں۔ وہ بھی ہمارے ہی قابل اعتماد ورکر تھے۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا پھر تیز تیز قدم اٹھاتا باہر آگیا۔

گھر جاتے وقت بھی میرے ذہن میں بیک وقت دو مسئلے چٹکیاں لے رہے تھے۔ ماہ رخ کی میرے دفتر میں آمد جو میرے لیے خلاف توقع تھی اور اکرم شاہ کا اغوا۔ ندیم نے مجھے ماہ رخ کے بارے میں بہت کچھ بتا رکھا تھا۔ وہ ایک کامیاب شکاری تھی۔ اپنے شکاریوں کو اپنے سامنے بے بس کرنے میں مہارت رکھتی تھی۔ سلیمان شاہ سے شادی سے پیشتر بھی وہ چھوٹے بڑے شکار مار لیا کرتی تھی۔ اس کے حسن کا جال بلاشبہ اتنا مضبوط تھا کہ اس میں آنے والا کوئی بھی شکار محض پھڑپھڑانے کے علاوہ فرار کا کوئی راستہ اختیار نہیں کرسکتا۔ اس کا اندازہ میں نے پہلی ملاقات میں لگالیا تھا لیکن سلیمان شاہ سے شادی کرنے کے بعد اس کا زمین پر کھڑے ہو کر شکار کھیلنا یا شکار کرکے پیچھے بھاگنا دوڑنا اچھا نہیں لگتا تھا۔ اب اسے زندگی کی تمام مراعات حاصل تھیں۔ وہ بڑے آرام سے کسی خوبصورت مچان میں بھی بیٹھ کر بڑے سے بڑے شکار کو اپنا نشانہ بنا سکتی تھی۔ اس کے بے شمار ملازم اس کے لیے درندوں کا ہانکا کرنے کو آمادہ ہوسکتے تھے۔ میں تو کوئی درندہ نہیں تھا۔ کوئی خون آشام بھیڑیا نہیں تھا۔ محض ایک انسان تھا پھر ماہ رخ نے ایک انسان کے لیے اپنی کچھار سے باہر نکلنے کی زحمت کیوں مول لی؟ وہ گھر بیٹھے بھی مجھے اپنے جال میں پھانس سکتی تھی لیکن شاید وہ اپنا مقام بھول گئی تھی یا پھر میرے سلسلے میں زیادہ جذباتی ہوگئی تھی۔ شاید اس لیے کہ میں دو تین بار اس کی زد میں آنے کے باوجود ابھی تک محفوظ رہا تھا۔ بہرحال اس نے مجھے دھمکی دی تھی کہ اگر میں نے راضی بہ رضا خود کو اس کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا تو وہ مجھے زبردستی اٹھوا بھی سکتی ہے۔ میرے معاملے میں وہ حقیقتاً کسی آدم خور شیرنی کے روپ میں سامنے آگئی تھی۔ دوسرا مسئلہ میرے لیے اکرم شاہ کا اغوا تھا۔ میں ہر پہلو سے سوچنے کے بعد بھی ابھی تک کسی آخری نتیجے پر نہیں پہنچ سکا تھا۔ جن لوگوں نے اس واردات میں رنگ بھرا تھا وہ کون لوگ تھے؟ کیا ان کی اکرم شاہ سے کوئی ذاتی دشمنی تھی یا وہ اسے اغوا کرنے کے بعد مجھے اپنی قوت بازو کا تماشا دکھانا چاہتے تھے؟

اچانک اکرم شاہ کے بارے میں سوچتے سوچتے مجھے ماسٹر ٹونی یاد آگیا جو میرے ایک اشارے پر بھڑکتی آگ کے شعلوں میں چھلانگ لگا سکتا تھا۔ خاصے دنوں سے میں اس کی عیادت کے لیے نہیں جا سکا تھا۔ ذہن الجھا ہوا تھا اس لیے میں نے

غیر ارادی طور پر گاڑی کا رخ اس کی رہائش گاہ کی سمت موڑ دیا۔ وہ چونکہ میری وجہ سے مفلوج ہو کر رہ گیا تھا اس لیے اس کے سارے اخراجات کمپنی برداشت کررہی تھی۔ میں نے حکم دے رکھا تھا کہ ماسٹر ٹونی کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔ ہر طرح سے اس کے آرام و آسائش کا خیال رکھا جائے لیکن یہ سب کچھ محض دل کا بہلاوہ تھا۔ میری ہمدردیاں یا میری دولت کی بھرمار بھی ماسٹر ٹونی کے ہاتھ پیر واپس نہیں دلا سکتے تھے۔

میں اس کے بیڈ روم میں داخل ہوا تو وہ ایک آرام کرسی پر بیٹھا شام کے اخبار کے مطالعے میں مصروف تھا۔ مجھے دیکھا تو اس کے چہرے پر زندگی کی ایک رمق دوڑ گئی۔ اخبار ایک جانب اچھال کر بولا۔

"باس۔۔۔ آپ، زہے قسمت زہے نصیب۔"

"میں شرمندہ ہوں ماسٹر ٹونی۔" میں شرمندگی کا اظہار کیا، تھکے تھکے انداز میں ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "حالات اور واقعات نے اتنا گھیر رکھا تھا کہ مجھے تمہارے پاس آنے کی فرصت نہیں ملی لیکن میں اپنے آدمیوں سے برابر تمہاری خیریت دریافت کرتا رہتا ہوں۔"

"مجھے معلوم ہے باس۔"

"تمہیں یہاں کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔"

"جب آپ جیسا مالک ہو تو پھر تکلیف کس چڑیا کا نام ہے۔" اس نے حسب معمول مسکرا کر جواب دیا۔

"ڈاکٹر روز آتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"جی ہاں باس۔" ماسٹر ٹونی نے بڑی زندہ دلی سے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اب تو میرے زخم بھی خاصے بھر گئے ہیں۔ ڈاکٹر کہہ رہا تھا کہ پندرہ بیس روز کی بات اور ہے پھر وہ میرے مصنوعی ٹانگ لگا دے گا جس کے بعد۔۔۔" ماسٹر ٹونی بڑا ہمت والا شخص تھا لیکن اس وقت اس کی آواز رندھ سی گئی اور اپنا جملہ مکمل نہ کرسکا۔

"مجھے بتاؤ ٹونی۔" میں نے مضطرب انداز میں تیزی سے پوچھا۔ "تمہیں کس بات کا غم ہے؟"

"غم۔۔۔" اس نے خلا میں گھورتے ہوئے کہا۔ "باس سوری میں آپ کے نمک کا حق ادا نہیں کرسکا اور اب تو۔۔۔"

"حماقت کی باتوں سے پرہیز کیا کرو۔" میں نے اس کی بات کا مفہوم سمجھتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ اب تم میرے دفتر میں بیٹھ کر میرے ساتھ کام کروگے۔ تم میرے لیے اب بھی اتنے ہی اہم ہو جتنے پہلے تھے۔"

ماسٹر ٹونی نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن اس کی پلکوں کے گوشے ابھی تک نمناک نظر آرہے تھے۔

"تمہیں دانش کے بارے میں تو علم ہوگیا ہوگا؟"

"لیس باس۔ مجھے خوشی ہے کہ اس کی محنت رائگاں نہیں گئی۔" ٹونی نے ٹھوس لہجے میں کہا۔ "میں نے کہا تھا کہ وہ بھی میرا ہی شاگرد ہے۔ کسی محاذ پر پیچھے نہیں ہٹے گا لیکن۔۔۔"

"لیکن کیا۔۔۔؟"

"ہم کو ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس کو کن لوگوں نے مارا تھا؟" ٹونی کے چہرے پر ایک رنگ آکر گزر گیا۔

"وہ مرا نہیں زندہ ہے۔" میں نے دبی زبان میں کہا تو ٹونی کا چہرہ اس طرح کھل اٹھا جیسے اسے برسوں پرانی کھوئی ہوئی کوئی نایاب شے مل گئی ہو۔

"وہ کہاں ہے باس؟" ٹونی نے شکوہ کیا۔ "مجھ سے ملنے بھی نہیں آیا۔"

"کسی خاص وجہ سے ہم نے اسے انڈر گراؤنڈ کردیا تھا لیکن اب خطرہ ٹل گیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ دو چار دنوں میں کھل کر سامنے آجائے۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "اس وقت میں تم سے ایک اہم سلسلے میں مشورہ کرنے آیا ہوں۔"

"آپ حکم دو باس۔" ٹونی اپنی معذوری کے باوجود سینہ ٹھونک کر بولا۔ "مرا ہوا ہاتھی بھی سوا لاکھ کا ہوتا ہے۔ قدموں پر کھڑا نہیں ہو سکتا تو کیا ہوا۔ گاڑی میں بیٹھے بیٹھے بھی آپ کے دشمنوں کو ایک ہی ہاتھ سے بھون سکتا ہوں۔"

"اکرم شاہ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے تھوڑے توقف کے بعد پوچھا۔

"وہ بھی اپنا ہی پٹھا ہے باس۔ نمک حرامی کبھی نہیں کرے گا چاہے جان چلی جائے۔" ٹونی نے پورے وثوق سے جواب دیا پھر فوراً ہی چونکتے ہوئے بولا۔ "باس آپ نے اس وقت اکرم شاہ کے بارے میں کیوں پوچھا؟ کوئی خاص بات؟"

"ہاں۔" میں نے کچھ تامل سے کہا۔ "کچھ افراد نے اسے اغوا کرلیا ہے۔"

"یہ کب کی بات ہے؟" ٹونی چونکا۔ "کل رات ہی تو وہ مجھ سے مل کر گیا تھا۔"

"یہ سانحہ آج رونما ہوا ہے۔" میں نے پہلو بدل کر جواب دیا۔ "میں اس وقت تم سے یہی معلوم کرنے آیا تھا کہ کیا تم اس اغوا کے سلسلے میں کسی پر شک ظاہر کرسکتے ہو؟"

ماسٹر ٹونی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ چھت کو گھورنے لگا جیسے کوئی بھولی بسری اہم بات کرنے کی کوشش کررہا ہے۔ میں نے اسے کریدنا مناسب نہیں سمجھا۔ وہ کچھ دیر بعد خود ہی بولا۔

"میں اکرم شاہ کو بھی بہت قریب سے جانتا ہوں۔ دل گردے کے معاملے میں وہ دانش سے بھی تیز ہے۔ سینہ تان کر گولی کھانے والے جی داروں میں اس کا شمار کیا جا سکتا ہے لیکن بس ایک خرابی بھی اس میں۔"

"وہ کیا؟"

"اکرم شاہ لنگوٹ کا ذرا کچا تھا۔"

"کیا تم ایسی کسی لڑکی سے واقف ہو جس کی خاطر اکرم شاہ کو جذبہ رقابت کے تحت اغوا کرلیا گیا ہو؟"

"وہ بڑا نڈر اور بے خوف آدمی ہے باس۔" ٹونی نے سنجیدگی سے کہا۔ "عم کی طرح وہ لڑکیاں پالنے کا بھی عادی نہیں تھا۔ اس معاملے میں بڑا ہی ذلیل واقع ہوا تھا۔ ایک بار کسی لڑکی سے ملاقات کرلینے کے بعد دوسری بار اسے دیکھ کر یوں نظریں پھیر لیتا تھا جیسے پہلے کبھی دیکھا ہی نہیں ہو۔ میں نے کئی بار اسے اس سلسلے میں ڈانٹا ڈپٹا بھی تھا لیکن باس یہ عاشقی ماشقی کے چکر ہوتے ہی خراب ہیں۔ ایک بار آدمی اس لعنت کی بھنور پڑ جائے تو پھر اس کا نکلنا ذرا مشکل ہی ثابت ہوتا ہے۔"

"پھر تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا اسے کسی لڑکی ہی کی خاطر اغوا کیا گیا ہوگا۔"

"میرا دل نہیں مانتا۔" ٹونی نے اپنے تجربے کی روشنی میں کہا۔ "جہاں رقابت کی آگ زیادہ بھڑکتی ہے وہاں گولی اندر اور دم باہر کا فارمولا استعمال کیا جاتا ہے۔ کسی کو اغوا کرنے کا کھڑاگ مول نہیں لیا جاتا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "چلتا ہوں پھر کسی وقت آؤں گا۔"

"ون منٹ باس۔" ٹونی تیزی سے بولا۔ "کہیں ایسا تو نہیں کہ میری طرح اکرم شاہ بھی کسی باسٹرڈ اسپرٹ کے عتاب کا شکار ہوگیا ہو۔"

"نہیں اب ایسا نہیں سوچا جا سکتا۔"

"میں سمجھا نہیں۔" اس نے مجھے تیز نظروں سے گھورا۔

"تمہاری والی باسٹرڈ اسپرٹ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔"

"گڈ گاڈ۔" ٹونی نے اپنی چھاتی پر صلیب کا نشان بناتے

ہوئے کہا۔ "آئی واز شیور باس۔ یہ کالی پیلی طاقتیں بہت دیر تک نہیں چلتیں۔ ایک نہ ایک دن اوپر والا ان کے کھیل تماشے کا بھی "دی اینڈ" کردیتا ہے۔ گاڈ از گریٹ۔"

میں ٹونی سے مل کر واپس ندیم کی رہائش گاہ کی طرف چل پڑا۔ میرے ذہن میں اب وہ ماہ رخ سے زیادہ اکرم شاہ کا مسئلہ کھلبلی مچا رہا تھا۔ میں ہر امکانی پہلو پہ غور کررہا تھا۔ اکرم شاہ کا اغوا اس کے دل پھینک ہونے کی وجہ سے بھی ہو سکتا تھا لیکن اگر یہی بات تھی تو اسے اتنے لوگوں کی موجودگی میں ببانگ دہل اغوا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس کی رہائش گاہ پر بھی سے ٹھکانے لگایا جا سکتا تھا پھر وہ کون لوگ تھے جو اس واردات میں ملوث تھے۔ کیا ان کا مقصد صرف مجھے مرعوب کرنا تھا؟

میں اپنے خیالات میں اتنا مستغرق تھا کہ مجھے اس تعاقب کا شبہ بھی نہ ہو سکا تھا جو شاید میرے دفتر سے نکلنے کے بعد ہی سے شروع ہوگیا تھا پھر میں اس وقت چونکا جب ایک سنسناتی ہوئی گولی نے پچھلے شیشے کو ایک جھناکے کی آواز کے ساتھ سیکڑوں حصوں میں منقسم کردیا تھا۔ شیشے سے ٹکرانے کے بعد شاید گولی نے سلپ ہو کر اپنا رخ تبدیل کرلیا تھا ورنہ شیشے کا کباڑہ کرنے کے بعد میری گردن کا منکا بھی موڑ سکتی تھی۔ میں نے برق رفتاری سے گاڑی کو سڑک پر ایک لہرا دیا پھر عقب نما شیشے میں دیکھا۔ سفید رنگ کی ایک وین دندناتی ہوئی اب بھی میرے تعاقب میں تھی۔ روڈ سنسان تھی شاید میرے دشمنوں نے اسی سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی تھی۔ قسمت ہی تھی جو میں بچ گیا۔ اس کے بعد ایکسیلیٹر پر میرے قدموں کا دباؤ بڑھ جانا ایک فطری عمل تھا۔ میرا اور سفید وین کا فاصلہ گھٹنے کی بجائے بڑھتا چلا گیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اپنا پستول بھی نکال لیا۔ ایک ہاتھ اسٹیئرنگ پر جما کر میں نے دوسرے ہاتھ سے یکے بعد دیگرے تین فائر جھونک مارے۔ یہ عمل میں نے محض دشمنوں کو یہ باور کرانے کی خاطر کیا تھا کہ اب میں محتاط ہوگیا ہوں۔ ورنہ خوف کی حالت میں کسی تیز رفتار گاڑی سے کسی دوسری گاڑی میں بیٹھے ہوئے فرد یا افراد کو نشانہ بنانا اتنا آسان نہیں تھا اور خاص طور پر جب فائر کرنے والے پر ڈرائیونگ کی ذمے داری بھی عائد ہو۔

بہرحال میری جوابی کارروائی غیر موثر بھی ثابت نہیں ہوئی۔ سفید رنگ کی وین کی رفتار اب بتدریج کم ہونے لگی تھی پھر اچانک وہ بائیں جانب والی سڑک میں مڑ کر نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ میرے ذہن میں اس وقت صرف ماہ رخ کی دھمکی آمیز جملے گونج رہے تھے لیکن وہ اتنی جلدی کارروائی کر گزرے گی، مجھے اس کا یقین نہیں آرہا تھا۔ میں نے ایک بار پھر کالکا کو یاد کیا لیکن اس بار بھی دوسری جانب سے کوئی جواب نہیں ملا۔

☆

"نہیں۔" ندیم نے پوری توجہ سے میری باتیں سننے کے بعد کہا۔ "اکرم شاہ کا اغوا اور تم پر ہونے والا قاتلانہ حملہ ایک ہی سلسلے کی کڑیاں ہیں اور اس میں ماہ رخ کا ہاتھ نہیں ہو سکتا۔"

"کیوں؟" میں نے ندیم کو شاکی نظروں سے گھورا۔

"تم شاید بھول رہے ہو کہ ماہ رخ نے تمہیں اغوا کرانے کی دھمکی دی تھی۔ جان سے مروانے کو نہیں کہا تھا۔"

"ہو سکتا ہے یہ غلطی اس کے آدمیوں سے سرزد ہوگئی ہو۔" میں نے دلیل پیش کی۔ "ممکن ہے وہ مجھے ہراساں کرکے دبوچنے کے فکر میں ہوں۔"

"میں نہیں مان سکتا۔" ندیم نے بڑے وثوق سے کہا۔ "اگر وہ ماہ رخ کے آدمی ہوتے تو تم پر کم از کم گولی چلانے کی حماقت کبھی نہ کرتے۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" میں نے جھلا کر جواب دیا۔ "کیا وہ میرے قریب آکر دست بستہ اس بات کی درخواست کرتے کہ اے مرد گستاخ تو نے ہماری آقازادی کے شیشہ دل کو اپنے انکار سے چکنا چور کردیا ہے اس لیے شرافت اسی میں ہے کہ اپنی حماقت سے باز آجا۔ ہمارے ساتھ خاموشی سے چل کر ہماری آدم خور آقازادی کی خواہش پوری کردے۔"

"کسی فلم کے لیے مکالمے لکھنا شروع کردو۔ کامیاب رہو گے۔" ندیم نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو میں نے جھلا کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن اس نے میرا ہاتھ تھام لیا پھر بڑی سنجیدگی سے بولا۔ "تم کہو تو میں لکھ کر دینے کو تیار ہوں کہ جن لوگوں نے تمہاری گاڑی پر فائرنگ کی ہے وہ ماہ رخ کے آدمی نہیں ہو سکتے؟"

"کوئی دلیل؟"

"سفید گاڑی دونوں وارداتوں میں ملوث ہے۔" ندیم نے دلیل پیش کی۔ "فرض کرلو کہ ماہ رخ ہی کے آدمی اس سفید وین میں تھے جس پر سے تم پر فائرنگ کی گئی لیکن تم بال بال بچ گئے لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ماہ رخ کو اکرم شاہ کو اغوا کرانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"دہشت گردی کے واقعات میں ایسی حرکتیں جان بوجھ کر کی جاتی ہیں تاکہ لوگوں میں خوف و ہراس پیدا ہو۔ اس کے علاوہ غنڈہ گردی کرنے والے اگر ذہین ہوں تو ایک محاذ پر توجہ مبذول کرکے دوسرے محاذ کو بہ آسانی سر کرلیتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ماہ رخ نے بھی محض اپنی بزدلانہ طاقت کا مظاہرہ کرنے کی خاطر پہلے اکرم شاہ کو اغوا کرایا ہو پھر مجھے اٹھوانے کی کوشش کی ہو۔"

"تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں ماہ رخ سے

دوسری کو بات کرچکا ہوں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونکتے ہوئے ندیم کو دیکھا۔

"اس کی حالت تمہارے سلسلے میں کسی زخمی ناگن جیسی ہے۔ اس نے مجھ سے درخواست کی ہے کہ میں تم دونوں کے معاملے میں ٹانگ پھنسانے کی کوشش نہ کروں اس لیے کہ وہ تمہیں ہر قیمت پر شکار کرنے کا تہیہ کرچکی ہے۔ اس نے یہ وعدہ بھی کیا ہے کہ وہ تمہیں کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔"

"گویا وہ مجھے اغوا کرانے کے بعد انتہائی بے شرمی سے اس بات پر مجبور کردے گی کہ میں۔۔۔"

"تم مانو یا نہ مانو مگر ماہ رخ ہے بڑے کام کی چیز۔" ندیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "انسان اکثر تاریکی میں کائی پر پاؤں پڑنے سے پھسل جاتا ہے خود کو سنبھال نہیں پاتا۔ اگر تم صرف ایک بار دن کے اجالے میں ذرا سا لڑکھڑا جاؤ تو کون سی قیامت آجائے گی۔"

"دانش کے بارے میں اب تم نے کیا سوچا ہے؟" میں نے اس کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔

"اگر تمہیں یقین ہے کہ موہنی کا قصہ پاک ہوچکا ہے تو دانش کو سامنے لانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

"میرا بھی مشورہ ہے کہ اب اسے کھلی ہوا میں سانس لینے کا موقع مل جانا چاہیے۔"

"لیکن تمہیں اس وقت اچانک دانش کا خیال کس طرح آگیا؟" ندیم نے مجھے وضاحت طلب نظروں سے گھورا۔

"ماسٹر ٹونی اور اکرم شاہ کے بعد اب دانش کی اہمیت میرے لیے اور زیادہ بڑھ گئی ہے۔"

"کیا مطلب؟ کیا تم دانش کو پھر کسی محاذ پر آزمانا چاہتے ہو؟"

میں کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور ندیم نے ریسیور اٹھالیا۔ کچھ دیر تک وہ محض ہوں ہاں کرتا رہا اور دوسری جانب سے کہی جانے والی بات غور سے سنتا رہا پھر اس کے چہرے کے تاثرات تلخ ہوتے چلے گئے۔ اس نے غصے سے پوچھا۔ "تم لوگ اس وقت کہاں مرگئے تھے؟" جواب میں دوسری جانب سے کہی گئی جو ندیم نے جھلاتے ہوئے فون کریڈل پر پٹخ دیا۔

"کس کا فون تھا؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ ندیم کے لب و لہجے سے یہی اندازہ ہو رہا تھا کہ اسے دوسری جانب سے کوئی اچھی خبر موصول نہیں ہوئی تھی۔

"ماسٹر ٹونی۔" ندیم کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"کیا ہوا ماسٹر ٹونی کو؟" میں تقریباً چیخ اٹھا۔

"اسے بڑی بے دردی سے قتل کردیا گیا اور وہ دونوں آدمی بھی کام آگئے جو تم نے اس کی خدمت پر مامور کیے تھے۔"

"ماسٹر ٹونی۔" میرے ذہن میں جیسے شیشے کی کوئی چیز ایک چھناکے سے ٹوٹ گئی۔ ٹوٹے ہوئے شیشے کی کرچیاں میرے وجو[د] کے ایک ایک حصے میں کچوکے لگا رہی تھیں۔ میری روح کو زخمی کررہی تھیں۔ میں نے ایک لمحے کو ندیم کی جانب غور سے دیکھا۔ میرے دل کے نہاں خانوں میں یہ خواہش بڑی شدت سے ابھری تھی کہ ندیم مسکرا کر ماسٹر ٹونی والی خبر کی تردید کرد[ے] لیکن ایسا نہیں ہوا۔ پھر میں نے ندیم سے کوئی سوال نہیں کیا۔ تیزی سے اٹھ کر باہر کی جانب لپکا جہاں ابھی تک میری گاڑ[ی] پورٹیکو میں موجود تھی۔ میں نے گاڑی میں بیٹھ کر بڑی جلدباز[ی] میں انجن اسٹارٹ کیا پھر طوفانی انداز میں اسے پھاٹک سے نکالتا ہوا کھلی سڑک پر لایا اور رفتار تیز کرتا چلا گیا۔

میں اپنے آپ کو ماسٹر ٹونی کا قاتل سمجھ رہا تھا۔ میں [۔۔۔] اگر اس سے ملاقات نہ کی ہوتی تو شاید وہ بچ بھی سکتا تھا۔ و[ہ] لوگ جو میرے تعاقب میں لگے تھے میرے سلسلے میں ناکا[م] ہونے کے بعد انھوں نے ٹونی کو اپنی دہشت گردی کا نشانہ بنا[کر] مجھے اپنی برتری کا احساس دلانے کی انتہائی بزدلانہ کوشش کی تھی لیکن آخر وہ لوگ کون تھے؟

☆

جائے واردات پر متعلقہ تھانے کے پولیس انسپکٹر ڈی ایس پی اور ان کے عملے کے افراد موجود تھے جو ضروری خانہ پری کرنے میں بہ ظاہر بڑی مہارت سے کام کررہے تھے۔ عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ شاید مقتول اور اس کے مردہ ساتھیوں کی روح کو مطمئن کرنے کی خاطر اس قسم کی کارکردگی دکھانا ہر پولیس آفیسر کا فرض سمجھا جاتا ہے لیکن لاشوں کو دفنانے کے بعد ان کی تمام کارکردگی سرد خانوں میں پڑی ہوئی فائلوں کے انبار تلے دب کر رہ جاتی ہے۔ کوئی قاتل اگر بدقسمتی سے شاذ و نادر ہی پولیس کے جال میں پھنس جائے تو اس کی بدقسمتی ہی کہا جاسکتا ہے ورنہ پولیس قاتل کی تلاش میں اپنا وقت برباد کرنا کچھ اتنا ضروری بھی نہیں سمجھتی۔ اس کو اور بھی ہزاروں مسائل کا سامنا درپیش رہتا ہے۔

میں دور کھڑا پولیس کی کارکردگی دیکھ رہا تھا۔ وہ جائے واردات اور مقتولین کی لاش کا ایک دوسرے سے فاصلہ ناپ رہے تھے۔ ان اشیا کی فہرست بڑی ایمانداری سے تیار کرنے میں مصروف تھے جو ان کے خیال میں مرنے والے سے زیادہ اہم تھیں۔ میں نے پہلی ہی نظر میں اندازہ لگالیا تھا کہ ماسٹر ٹونی اور اس کی خدمت پر مامور دونوں افراد کے جسم خاکی سے ارواح عالم بالا کی سمت پرواز کرچکی ہیں۔ دوسری شکل میں اگر ان کے اندر زندگی کے دس بارہ سانس باقی بھی رہ جاتے تو پولیس کی ضروری تفتیش اور کاغذ کی خانہ پری کے درمیان ہی اپنا وقت

پورا کرلیتے۔ شاید اسے بھی ضابطے کی کارروائی بھی شمار کیا جاتا ہے؟

ایک المیہ ہے کہ پولیس افسران مقتول کی بچی کھچی سانسوں کو محفوظ کرنے یا اسے فوری طبی امداد فراہم کرنے کی بجائے قاتل کی تلاش اور ضروری ثبوت کو حاصل کرنے کے سلسلے میں تفتیشی کارروائیوں کو اتنا طول دیتے ہیں کہ آخری سانس گننے والا بھی خدا کو پورا ہوجاتا ہے اور اس ناکردہ جرم کی پاداش میں اس کی لاش کا پوسٹ مارٹم بھی انتہائی اہم تصور کیا جاتا ہے۔

بہرحال میں وہاں کسی رفاہی ادارے کے صدر کی حیثیت سے نہیں ٹونی کی خبر سن کر پہنچا تھا۔ مجھے اس کی موت سے زیادہ کسی چیز سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ پولیس کے نوجوانوں نے اس پلنگ کے گرد حلقہ ڈال رکھا تھا جس پر ٹونی کی لاش موجود تھی۔ اس کے جسم کو گولیوں سے چھلنی کردیا گیا تھا۔ قتل کرنے سے پیشتر شاید اسے تشدد کا نشانہ بھی بنایا گیا تھا۔ اس کے چہرے پر بے شمار خراشیں نظر آرہی تھیں جن پر خون کی باریک باریک لہریں ابھر رہی تھیں۔ اس سے یہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا تھا کہ ٹونی کے کمرے سے بلند ہونے والی چیخ و پکار کی آوازیں سن کر [وہ] پہنچے تھے لیکن پھر قاتل یا قاتلوں نے ان کو بھی موت کی [نیند] سلادیا۔

میرے اندر کا آتش فشاں انگڑائیاں لے رہا تھا۔ ٹونی کی بے وقت کی موت نے میرے وجود کے اندر سلگنے والے لاوے کو ہوا دی تھی۔ میں بہ مشکل تمام صبر سے کام لے رہا تھا۔ اس [دورانی]ے میں ندیم بھی وہاں پہنچ چکا تھا اور میرے ساتھ ہی موجود [تھا]۔

چالیس منٹ کی کارروائی ضروری ناپ و تول اور کسی [کھو]ج نشان کی تلاش کے بعد لاشوں کو پوسٹ مارٹم کے لیے [رو]انہ کردیا گیا پھر انسپکٹر جس کا نام چترویدی تھا، میرے قریب [آ] گیا۔

"مجھے کاغذی خانہ پری کے لیے آپ کا بیان بھی قلمبند کرنا ہے۔"

"اس سے کیا حاصل ہوگا؟" میں نے حقارت سے کہا۔

"مسٹر شہباز۔ مجھے اس کا علم ہے کہ آپ بھی کسی زمانے میں پولیس ڈیپارٹمنٹ میں ایک اعلیٰ عہدے پر تعینات رہ چکے ہیں۔" وہ شاید مجھے کسی طرح پہچانتا تھا اس لیے نرمی سے بولا۔ "ضابطے کی کارروائی تو بہرحال کرنی پڑتی ہے۔"

"آپ مجھے کس طرح جانتے ہیں؟"

"میں آپ کے دوست مسٹر سراج کا ماتحت رہ چکا ہوں۔"

ٹونی کی لاش نظروں کے سامنے سے چلی گئی تو جیسے مجھ پر ایک عجیب سی غنودگی طاری ہونے لگی۔ جیسے میرے وجود کا ایک ایک حصہ مجھ سے چھین لیا گیا تھا۔ میں نے چترویدی کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے اس کے ساتھ ڈرائنگ میں آکر بیٹھ گیا۔ وہاں بھی در و دیوار سے ویرانی ٹپک رہی تھی جیسے ایک دم تمام رنگ پھیکے پڑ کے دھندلا گئے تھے۔

"جی۔" میں نے تھوڑی دیر کے بعد انسپکٹر کی طرف دیکھا۔ "آپ مجھ سے کچھ دریافت کرنا چاہتے تھے۔"

"آپ قاتلوں کے سلسلے میں کسی پر اپنا شبہ ظاہر کرسکتے ہیں؟"

"جی ہاں۔" میں نے تلخ لہجے میں جواب دیا۔ "قاتل وہی لوگ ہیں جو ٹونی کو مارنا چاہتے تھے یا پھر یوں سمجھ لیجیے کہ اس طرح وہ مجھ پر اپنی طاقت کا اظہار کرنے کے خواہشمند تھے۔"

"کیا آپ کسی ایسے شخص کا نام بتانا پسند کریں گے؟"

"میرا خیال ہے کہ قاتل صرف قاتل ہوتا ہے اس کا کوئی نام نہیں ہوتا۔"

"آئی سی۔" چترویدی نے مجھ سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "آپ کو غالباً مقتول سے بہت زیادہ محبت تھی؟"

"شاید۔" میں نے ایک سرد آہ بھر کر جواب دیا۔

"بہرحال کیا آپ ان لوگوں کا نام جانتے ہیں جنھوں نے اس جرم کا ارتکاب کیا ہے؟"

"دشمن۔" میں نے سردمہری کا مظاہرہ کیا۔ "کسی کی زندگی لینے والے کو دشمن یا قاتل ہی کہا جاتا ہے۔ اس کا کوئی نام، کوئی دھرم، کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ وہ رنگ و نسل کی قید سے آزاد ہوتا ہے۔ انسانی خون سے ہولی کھیلنا اور بے جان لاشوں پر کھڑے ہوکر فاتحانہ قہقہہ لگانا اس کا ایمان ہوتا ہے اور یہ ایمان دولت کے انبار سے خریدا جاتا ہے۔"

"لیکن پھر بھی۔۔۔"

"ان باتوں سے کچھ نہیں ہوتا ہے مسٹر چترویدی۔" میں نے سرد آواز میں کہا۔ "آپ قانون کا جھنڈا بلند رکھنے کے عادی ہیں۔ تفتیش کرنا اور مجرم کی شہ رگ تک پہنچنا آپ کے فرائض منصبی میں داخل ہے۔ آپ پوری توجہ، خلوص اور دیانت داری سے کسی مجرم کے تعاقب میں ہیں۔ ایک سنسناتی ہوئی گولی پیچھے سے آکر آپ کی زندگی کا خاتمہ کردیتی ہے۔ آپ اس کو کیا نام دیں گے؟ قاتل یا دشمن؟"

"میں آپ کے دل کی کیفیت سمجھ رہا ہوں لیکن آپ کا بیان میرے لیے اہم بھی ثابت ہوسکتا ہے۔"

"پوچھیے۔" میں نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے بیزاری سے کہا۔ ندیم میرے ساتھ ہی موجود تھا لیکن اس نے ابھی تک زبان نہیں کھولی تھی۔ کوئی خاص مصلحت ہی رہی ہوگی جو اس نے بولنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

"مرنے والے سے آپ کی ملاقات کب سے تھی؟"

چتردیدی نے کاغذ قلم سنبھالتے ہوئے پوچھا۔

"تقریباً چار پانچ سال سے۔ مرنے والے کا نام ماسٹر ٹونی تھا اور وہ میرا سب سے قابل اعتماد ورکر تھا۔"

"کیا وہ شروع ہی سے اپاہج تھا؟"

"جی نہیں۔"

"پھر اس کی وہ حالت؟"

"یہ کالی اور ناپاک قوتوں کی کمینگی کا نتیجہ تھا؟"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میں سمجھا بھی نہیں سکتا۔" میں جھلا گیا۔ "آپ اس سلسلے میں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ مسٹر سراج سے مل سکتے ہیں۔ مرنے والے کی کیس کی ابتدائی تفتیش وہ بہت پہلے کر چکے ہیں۔"

"موجودہ واردات کے پیچھے آپ کو کس پر شبہ ہے؟"

"سوری۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "میں اس سلسلے میں سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہہ سکتا کہ میں ابھی چالیس پینتالیس منٹ پہلے ٹونی سے مل کر گیا تھا۔ اس وقت وہ بالکل ٹھیک ٹھاک تھا۔"

"آپ کا کیا خیال ہے؟" انسپکٹر نے پہلو بدل کر پوچھا۔ "کیا یہ بزنس جیلیسی کا کوئی معاملہ ہو سکتا ہے؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔" میں نے مختصر جواب دیا۔

"آپ جس وقت مقتول سے ملے تھے اس وقت آپ کے درمیان کیا باتیں ہوئی تھیں۔ میرا مطلب ہے کوئی ایسی اہم بات جو قاتل کی تلاش میں قانون کے کسی کام آ سکے؟"

"نہیں۔ میں صرف ٹونی کی خیریت دریافت کرنے آیا تھا۔"

اسی لمحے ایک سپاہی اندر داخل ہوا اور انسپکٹر چتردیدی کے کان میں کچھ کہہ کر واپس چلا گیا۔

"کیا آپ کا شبہ ان ہی سفلی اور کالی قوتوں پر ہے جس نے مقتول کو اپاہجوں جیسی زندگی گزارنے پر مجبور کر دیا تھا۔"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔" میں نے بیزاری کا اظہار کیا۔

"مسٹر شہباز۔ میں آپ کی موجودہ دلی کیفیت کا اندازہ لگا سکتا ہوں لیکن قانون کے بھی کچھ اپنے تقاضے ہوتے ہیں۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ کوئی نہ کوئی ایسی بات جانتے ہیں جو ہمارے کام آ سکتی ہے۔"

"یہ آپ کا ذاتی خیال ہے۔ میرا نہیں۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"جب میں پولیس کی ملازمت میں نہیں آیا تھا جب میرا خیال بھی یہی تھا کہ کسی دشمن کا حساب چکتا کرنے کے لیے انسان کو کسی دوسرے فریق کو درمیان میں نہیں لانا چاہیے لیکن پولیس کی ملازمت اختیار کرنے کے بعد مجھے بھی اپنا خیال تبدیل کرنا پڑا۔ اس لیے کہ پولیس کا محکمہ عوام کی خدمت کرنے اور مجرموں کی بیخ کنی کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ ویسے بھی ایک عام آدمی کو اس بات کا حق حاصل نہیں ہے کہ وہ قانون کو اپنے ہاتھوں میں لے کر کوئی ایسا اقدام کرے جو۔۔۔"

"مسٹر چتردیدی۔" میں نے اسے تلخ نظروں سے گھورا۔ "میرا خیال ہے کہ ابھی آپ نے مجھے یاد دلانے کی کوشش کی تھی کہ کسی زمانے میں بھی ایک پولیس آفیسر رہ چکا ہوں۔"

"مجھے یاد ہے سر لیکن۔۔۔" وہ کچھ کہتے کہتے خاموش ہو کر ہونٹ چبانے لگا لیکن اس کی نظریں بدستور میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔

"لیکن کیا؟"

"میرا خیال ہے کہ آپ کوئی اہم بات چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"انسپکٹر۔" میں نے اسے تیز نگاہوں سے گھورا۔ "میں جانتا ہوں کہ تمہارا نام چتردیدی ہے اور میں چتر (چالاک) اور دید (ہندوؤں کی مقدس کتاب) کے مطلب بھی جانتا ہوں لیکن ضروری نہیں ہے کہ ہر انسان کی اپنی ذات کے اندر بھی وہ تمام تر صلاحیتیں موجود ہوں جو اس کے نام کے اعتبار سے ظاہر ہوتی ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو اللہ یار نامی آدمی کہیں کھیتوں میں ہل چلانے کے بجائے آرام سے اپنے عالیشان محل نما مکان میں بیٹھا چین کی بنسری بجا رہا ہوتا اور ٹانگ پر ٹانگ دھرے انگور کے خوشوں سے دل بہلا رہا ہوتا۔"

"کیا آپ میرے ایک سوال کا جواب دینا پسند کریں گے؟" انسپکٹر نے ایک بار پھر پہلو بدلا۔

"اس کا جواب سوال کی نوعیت پر منحصر ہے؟"

"کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ آپ جس گاڑی میں یہاں تشریف لائے ہیں اس کا پچھلا شیشہ کس طرح ٹوٹا تھا؟"

میرے ذہن میں وہ سپاہی ابھر آیا جس نے کچھ دیر پہلے کمرے میں داخل ہو کر چتردیدی کے کان میں کوئی بات کہی تھی۔ اس نے یقیناً اپنے نمبر بڑھانے کی خاطر انسپکٹر کو میری گاڑی کے ٹوٹے ہوئے شیشے کی اطلاع دی تھی۔

"یہ خبر بھی میں آپ ہی کی زبانی سن رہا ہوں۔" میں نے بڑے اعتماد سے جواب دیا پھر بے پروائی سے بولا۔ "ہو سکتا ہے جلدی میں گاڑی بیک کرتے ہوئے شیشہ ٹوٹ گیا ہو یا پھر راستے میں کسی بچے کی شرارت اس کا نتیجہ رہی ہو لیکن میرے نزدیک شیشے کی اتنی اہمیت نہیں ہے جتنی ایک انسان کی ہے جو بے بسی اور بے چارگی کی حالت میں مبتلا ہونے کے باوجود انتہائی بے دردی اور سفاکی سے قتل کر دیا گیا۔"

"اس واردات کی اطلاع آپ کو کب ملی تھی؟" اس نے میرے پیش کردہ جواز کو زبردستی حلق کے نیچے اتارتے ہوئے ایک نئے زاویے سے مجھے گھیرنے کی کوشش کی۔

"میں نے اس وقت گھڑی نہیں دیکھی تھی لیکن غالباً بیس یا شاید پچیس منٹ پہلے کی بات ہے جب کسی نامعلوم آدمی نے مجھے ٹونی کی موت کی اطلاع دی تھی۔"

"آپ نے وہ آواز پہلے کبھی سنی ہے یا اس آواز کے ذریعے آپ کسی پر اپنے شبے کا اظہار کر سکتے ہیں؟"

"وہ آواز میرے لیے قطعی اجنبی تھی اور میں نے اسے پہلی بار سنا تھا۔" میرا لہجہ بے حد خشک تھا۔

"پیغام کیا دیا گیا تھا؟"

"یور ٹونی از ڈیڈ ناؤ۔" میں نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔

"اور کچھ؟"

"ہاں۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "اس نے شاید یہ بھی کہا تھا کہ ٹونی کی موت کو آگ اور خون کی ہولی کی ابتدا سمجھا جائے اس کے بعد رابطہ منقطع کر دیا گیا تھا۔"

"آپ شاید بزنس کرتے ہیں؟"

"کیوں کیا بزنس کرنا کوئی جرم ہے؟" میں اب الجھنے لگا تھا۔ ندیم بدستور خاموش بیٹھا تھا۔

"آپ شاید میرا مطلب نہیں سمجھے مسٹر شہباز۔ کاروباری دنیا میں بھی کاروباری رقابتیں بھی ہوتی ہیں۔ انسان دولت کے حصول کی ایک ریس میں ایک دوسرے کو پیچھے چھوڑنے کی شدید کوشش کرتا ہے اور یہی شدت کبھی کبھی دشمنی کا رنگ بھی اختیار کر لیتی ہے۔"

"شاید۔ لیکن میرے ساتھ ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔"

انسپکٹر چتردیدی یقیناً ایک چالاک' ذہین' محنتی اور دور اندیش آفیسر نظر آ رہا تھا۔ میں دل ہی دل میں اس کی تعریف کیے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے ہر ممکن زاویے سے مجھے ٹٹولنے کی کوشش کی تھی لیکن کوئی کامیابی حاصل نہ کر سکا۔

"مجھے افسوس ہے آپ کا قیمتی وقت ضائع ہوا؟" چتردیدی نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں بہرحال آپ کو اپنے تعاون کا یقین دلاتا ہوں اگر آپ کو کبھی میری ضرورت پیش آئے تو انکسار سے کام نہ لیں۔ میں آپ کے کسی کام آ کر خوشی محسوس کروں گا۔ ویسے رخصت ہونے سے پیشتر آپ کی خدمت میں ایک بات عرض کرنا ضروری چاہتا ہوں۔ میری ملازمت کا بیشتر حصہ سراج صاحب کے ساتھ گزرا ہے۔ اس لیے میں آپ کے بارے تھوڑی بہت معلومات تو بہرحال رکھتا ہوں۔" اس کے بعد ہم ایک دوسرے سے رخصت ہو گئے۔ باہر آ کر میں اپنی گاڑی میں بیٹھنے لگا تو ندیم نے کہا۔ "میری گاڑی میں آ جاؤ۔ مجھے تم سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔ تمہاری گاڑی میرا ڈرائیور کچھ دیر بعد آ کر لے جائے گا۔"

میں خاموشی سے ندیم کے ساتھ اس کی گاڑی میں بیٹھ گیا۔ ماسٹر ٹونی کی موت نے میرے وجود کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ دانش ابھی تک زیر زمین تھا۔ اکرم شاہ کو اغوا کیا جا چکا تھا اور میں اس مثلث میں الجھ کر کسی آخری نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میرے ذہن میں رہ رہ کر تین نام ابھر رہے تھے۔

ماہ رخ۔ رام دیال یا بھوشن جوزف۔

ماہ رخ ایک حسین' خوب صورت اور زہریلی ناگن تھی۔ ممکن تھا جس وقت وہ مجھ سے ملنے آئی ہو اس وقت اس کے کچھ باڈی گارڈ بھی سادہ لباس میں رہے ہوں جنھوں نے میرا تعاقب کیا پھر اپنی ناکامی کی صورت میں مجھے خوف زدہ کرنے کی خاطر ماسٹر ٹونی پر چڑھ دوڑے ہوں۔ رام دیال پولیس کسٹڈی میں تھا لیکن اس کے بھی یقیناً کچھ چیلے ایسے ضرور ہوں گے جنھوں نے میرے مقابلے میں اس کی ذلت و رسوائی کو پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھا ہو گا اور محض اپنا جھوٹی انا کو تسکین پہنچانے کی خاطر میرے آدمیوں سے انتقام لے رہے ہوں۔ دل کی بھڑاس نکالنے کا محاورہ شاید ایسے ہی بزدلوں کے لیے تشکیل دیا گیا تھا۔

تیسری شخصیت بھوشن جوزف کی تھی جو ابھی تک میرے مقابلے میں ہر محاذ پر شکست کھاتا رہا تھا۔ میں نے یا حالات نے اس کے بہت سارے قیمتی آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ وہ ابھی تک کھل کر سامنے نہیں آیا تھا لیکن ممکن تھا کہ ماسٹر ٹونی سے اس نے اپنی کارروائی کا آغاز کیا ہو۔ ان تین ناموں کے علاوہ اور بھی ایک دو نام تھے جو میرے ذہن میں تھے۔

"ماسٹر ٹونی کی موت کا مجھے بھی بہت دکھ ہے لیکن۔۔۔"

"دکھ کسی مردہ انسان کو دوبارہ زندہ نہیں کر سکتا۔" میں نے سرد آہ بھری۔ "یہ سب محض دل کا بہلاوہ ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ ان الفاظوں سے ان کے رنجیدہ دلوں کو سکون مل جاتا ہو گا' لیکن نہیں۔ ان کے زخم اور تازہ ہو کر رسنے لگتے ہیں۔"

"مجھے اس وقت تمہاری ذہنی کیفیت کا اندازہ ہو رہا ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اپنے دشمنوں کے بارے میں غور کرتا رہا جو اب تک میری خاموشی اور شرافت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے رہے تھے لیکن وہ شاید یہ نہیں جانتے تھے کہ کسی بھی نشے کی لت بڑی دیر تک قائم رہتی ہے۔ نشے کی اپنی علیحدہ ایک لذت ہوتی ہے جو بکھرے ہوئے ذہن کو سمیٹنے میں بڑی معاون ثابت ہوتی ہے۔ اس کے اثرات بلاشبہ کسی نوجوان کو اندر ہی اندر دیمک کی طرح چاٹتے رہتے ہیں لیکن یہی زہر وقتی طور پر اس کے لیے سکون کا سبب بن جاتا ہے۔ وہ نشے کی حالت میں گرد و پیش کے حالات سے' تمام دکھ درد سے بلکہ خود اپنے

آپ سے بھی بے نیاز ہو جاتا ہے۔ میری بے بسی کی وجہ بھی یہی تھی کہ ابھی تک میں نے پلٹ کر اپنے دشمنوں پر بھرپور وار نہیں کیا تھا۔ جنونی کیفیت میں ان کے جسموں کی بوٹیاں نہیں نوچی تھیں۔ ابھی تک انسان ہی تھا درندہ نہیں بنا تھا۔ شاید یہی میری کمزوری تھی جس سے میرے دشمن بارہا فائدہ اٹھا چکے تھے۔ شیر کے منہ کو ایک بار خون لگ جائے تو پھر وہ آدم خور بن جاتا ہے۔ لوگ اس کے قریب جانے سے گریز کرتے ہیں مبادا کہ لقمہ اجل نہ بن جائیں لیکن ابھی تک میں نے خود کو بچائے رکھا تھا۔ ابھی تک میرے منہ کو خون نہیں لگا تھا لیکن اب پانی سر سے اونچا ہونے لگا تھا۔ صبر کا پیمانہ لبریز ہو کر چھلکنے والا تھا۔ ٹونی کی موت نے میرے اندر سلگنے والے آتش فشاں کو ٹھیس پہنچا دی تھی۔ میں کسی وقت بھی پھٹ سکتا تھا۔ برداشت کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ پانی کی سطح بلند ہونے لگتی ہے تو محافظوں کی نگاہیں خطرے کے نشان پر منڈلانے لگتی ہیں لیکن اچانک سیلاب کا ایک ایسا ریلا آتا ہے کہ وہ ہرے بھرے کھیتوں، کھڑی فصلوں کے علاوہ ان افراد کو اپنے ساتھ بہا لے جاتا ہے جن کی نگاہیں آخری وقت تک خطرے کے نشان پر ہوتی ہیں۔ مضبوط پشتے اور بند جو ہفتوں اور مہینوں کی ریاضت کا نتیجہ ہوتے ہیں پل بھر میں خس و خاشاک کی طرح پانی کے ریلے میں بہہ جاتے ہیں۔ ان کے وجود کا ایک معمولی سا سراغ بھی نہیں ملتا کبھی یہ سارا عمل بتدریج ہوتا ہے۔ ہر بات کی ایک حد ہوتی ہے اور جب بات حد سے گزر جائے تو پھر انسان انسان نہیں رہتا۔ باغی ہو جاتا ہے۔ قاتل بن جاتا ہے۔ اس کی دہشت گردی میں بتدریج اضافہ ہوتا رہتا ہے پھر وہ پختہ ہو جاتا ہے تو انسانی زندگیوں کے ساتھ خون کی ہولی کھیلنا اس کا دلچسپ مشغلہ بن جاتا ہے۔ اس کے لیے موت اور زندگی دونوں کی کوئی حیثیت نہیں رہ جاتی۔

میں بڑی سنجیدگی سے حالات پر غور کر رہا تھا لیکن ٹونی کی موت کے بعد اب میرے صبر کا پیمانہ بھی لبریز ہو چکا تھا۔ وہ میرا سب سے جاں نثار اور قابل اعتماد ساتھی جسے پہلے میرے دشمنوں نے ہاتھ پاؤں سے محروم کیا پھر اس کی حالت پر رحم کھائے بغیر اسے اپنی بربریت کا نشانہ بنا ڈالا۔ ٹونی کی لاش ابھی تک میری نگاہوں کے سامنے تھی۔ حلقوں سے ابلی ہوئی اس کی آنکھ جیسے مجھ سے خراج مانگ رہی تھی۔ اس کے جسم پر نظر آنے والے گولیوں کے نشانات پکار پکار کر کہہ رہے تھے۔

"باس۔ یہ مردانگی نہیں ہے۔ سراسر بزدلی ہے۔ میں مفلوج ضرور تھا لیکن نامرد نہیں تھا۔ کاش وہ باسٹرڈ کے بچے ایک خودکار رائفل میرے ہاتھ میں بھی تھما دیتے پھر میں انہیں بتاتا کہ مرد کسے کہتے ہیں۔ دلیری کس چڑیا کا نام ہے۔ میں شاید اپنی بے بسی کی وجہ سے اپنا بچاؤ تو نہ کر سکتا لیکن دشمنوں کی کچھ نفری کو جہنم رسید کر کے دل کی حسرت ضرور پوری کر لیتا۔"

"میرا خیال ہے کہ تمہیں اس وقت شدید ذہنی سکون اور آرام کی ضرورت ہے۔" ندیم نے بڑی ہمدردی سے کہا۔

میں نے پلٹ کر ندیم کی سمت دیکھا۔ میرے ہونٹوں پر ایک تلخ سی مسکراہٹ ابھری۔ میرا ایک عزیز، ایک دوست، ایک وفادار ساتھی درندگی کا نشانہ بنا دیا گیا تھا اور مجھے ذہنی سکون اور آرام کا مشورہ دیا جا رہا تھا۔

"تمہارا شبہ کس پر ہے۔" ندیم نے میرے ہونٹوں پر ابھرنے والی مسکراہٹ کا مفہوم بھانپتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔" میں نے بے دلی سے جواب دیا۔

"ماہ رخ۔" ندیم نے دبی زبان میں پوچھا۔

"شاید اسے بھی خارج از امکان نہیں کیا جا سکتا۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"اس کے علاوہ تم اور کس کی ذات پر شبہ کر رہے ہو۔"

"فی الحال میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔" میں نے روکھی آواز میں جواب دیا۔ "ویسے ماسٹر ٹونی کی موت نے مجھے اندر سے ہلا کر رکھ دیا ہے۔"

"کیا تم نے اس سفید گاڑی کے نمبر دیکھنے کی کوشش کی تھی جس سے تمہارے اوپر فائر کیا گیا تھا۔"

"نہیں۔ مجھے اس کا موقع نہیں مل سکا تھا۔"

"کیا اسی قسم کی سفید وین اکرم شاہ کے اغوا میں بھی استعمال کی گئی تھی؟"

"ہو سکتا ہے۔"

"کیا ان حملوں کے پیچھے تمہیں گندی ت کا ہاتھ بھی محسوس ہو رہا ہے؟"

"موہنی کے جل کے راکھ ہو جانے کے بعد بظاہر اس کے امکان نظر نہیں آتے۔"

"اور وہ تمہاری کالکا۔۔۔"

"موہنی کی موت کے بعد سے ابھی تک میرا اس کا رابطہ نہیں ہو سکا۔"

راستے میں ہمارے درمیان اسی قسم کی باتیں ہوتی رہیں لیکن ہم کوئی آخری نتیجہ اخذ نہیں کر سکے گھر پہنچے تو امی، نسیم اور عارفہ سب ہی پریشان تھے۔ ندیم نے سب کو تسلی دی پھر میں ڈرائنگ روم میں آگیا جہاں فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ یہ نمبر اس کے علاوہ تھا جو ہمارے بیڈ روم میں موجود تھا اور اس کا علم مخصوص لوگوں کے سوا کسی اور کو نہیں تھا۔ ندیم میرے ساتھ تھا جس نے تیزی سے آگے بڑھ کر فون کا مائیک سسٹم آن کر دیا تھا۔

"ہیلو۔" میں نے ریسیور اٹھا کر سپاٹ لہجے میں کہا۔

"اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو میں اس وقت مسٹر شہباز سے بات کر رہا ہوں۔" دوسری جانب سے ایک اجنبی آواز ابھری، میں نے اس سے پیشتر اس آواز کو پہلے کہیں نہیں سنا تھا۔ ممکن ہے وہ آواز بنا کر بول رہا ہو۔

"ہاں۔ میں شہباز بول رہا ہوں۔" میں نے اس بار ٹھوس آواز میں جواب دیا۔

"مجھے تمہارے وفادار ساتھی ماسٹر ٹونی کی موت کا افسوس ہے لیکن وہ جس کسمپرسی کی حالت میں زندگی گزار رہا تھا اس لیے یہی بہتر تھا کہ۔۔۔"

"کون ہو تم؟" میں نے غصیلی آواز میں سوال کیا۔

"اپنا دوست ہی سمجھو۔"

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"نام میں کیا رکھا ہے مسٹر شہباز، کام کی بات کرو۔" دوسری جانب سے سرد لہجہ اختیار کیا گیا۔ "ہم نے تمہیں اس وقت نیک مشورہ دینے کی خاطر فون کیا ہے۔"

"کیا چاہتے ہو؟"

"صرف ایک چھوٹی سی درخواست ہے مائی ڈیئر۔ تمہارے حق میں بہتر ہوگا کہ تم میڈم کی بات شرافت سے مان لو۔ دوسری شکل میں ہم کو تمہیں اس کی خواب گاہ تک پہنچانے کا فرض سونپا گیا ہے۔" بولنے والے کے لہجے میں گہرا طنز تھا۔ "میرا خیال ہے کہ جو عیاشی ریوالور کی زد پر کی جائے اس میں کچھ زیادہ سواد نہیں ہوتا۔ تم شاید میری بات کا مطلب سمجھ رہے ہوگے۔"

"میڈم سے تمہاری مراد ماہ رخ ہے؟" میں نے حقارت کا اظہار کیا۔

"تم جو چاہے نام دے سکتے ہو، لیکن ہم خادم قسم کے بندے ہیں اس لیے ہر عورت کو میڈم ہی کے نام سے پکارتے ہیں۔"

"آئی سی۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے نفرت سے جواب دیا۔ "گویا تم ماہ رخ کے زر خرید کتے ہو؟"

"یہ بھی ایک اعزاز ہے مسٹر شہباز اس لیے کہ کتا بڑا وفادار جانور ہوتا ہے۔"

"کیا تم نے اس وقت صرف اپنی حیثیت کی وضاحت کی خاطر فون کیا تھا؟" میں جھلا گیا۔

"وفاداری کرنا ہمارا کام ہے لیکن میڈم کے تلوے تمہیں چاٹنے پڑیں گے۔" اس کے جواب میں زہر بھرا تھا۔ "یہ بھی اپنی اپنی قسمت کی بات ہوتی ہے۔"

"شٹ اپ۔" میں حلق کے بل چلایا۔

"ایک بات غور سے سن لو مسٹر شہباز۔" اس بار سفاک لہجے میں جواب دیا گیا۔ "ہم تمہیں صرف ایک ہفتے کی مہلت دے رہے ہیں۔ شرافت سے راہ راست پر آجاؤ ورنہ شاید اپنے بندوں کی لاشیں گننا بھی تمہارے لیے دشوار ہو جائے۔"

اس کے ساتھ ہی رابطہ منقطع کر دیا گیا تھا۔ میں نے ریسیور رکھ کر ندیم کی جانب استہزائیہ نظروں سے دیکھا۔

"میرا خیال ہے کہ کسی نے تمہارے اور ماہ رخ کے درمیان ہونے والی گفتگو سن لی ہے جو اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہا ہے۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "ماسٹر ٹونی کی موت میں کم از کم ماہ رخ کا ہاتھ نہیں ہو سکتا۔"

"پھر فون پر خاص طور پر اس کا حوالہ کیوں دیا گیا؟ ایک ہفتے کی مہلت کس لیے دی گئی ہے؟" میں نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "نہیں میرے دوست۔ میں عورت کے معاملے میں تم سے زیادہ تجربہ کار نہ سہی لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ اگر وہ اپنی ہٹ پر آجائے تو پھر پانی میں ڈوبے ہوئے انسان کا بھی پیچھا نہیں چھوڑتی اور ماہ رخ بھی کسی زہریلی ناگن سے کم نہیں ہے۔"

"تم اگر چاہو تو میں ماہ رخ سے فون کر کے ماسٹر ٹونی کی موت کی تصدیق کر سکتا ہوں۔"

"نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"بھوشن جوزف کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" ندیم نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "کرشن شرما، مائیکل اسٹرائک، روبی سومرو، خان جابر، بہرام اور پھر پائیگر۔ یہ سب اس کے قیمتی مہرے تھے جو ایک کے بعد ایک پٹتے چلے گئے۔ آخری کیل رام دیال کے تابوت میں ٹھونکی گئی۔ کیا یہ تمام باتیں اس بات کی نشاندہی نہیں کرتیں کہ ماسٹر ٹونی کی موت میں اس کے آدمی کا ہاتھ ہو اور اس نے ماہ رخ اور تمہارے درمیان ہونے والی گفتگو سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہو۔"

"لیکن ماسٹر ٹونی نے اس کا کیا بگاڑا تھا؟"

"میں تمہارے خیال سے متفق ہوں لیکن تم روبی سومرو کی موت کو کس خانے میں فٹ کرو گے؟ کیا تمہاری اور اس کی براہ راست کوئی دشمنی تھی۔"

"اس کی بات اور ہے؟" میں نے کہا۔ "اگر وہ زبان کھول دیتا تو بھوشن مصیبت میں پڑ سکتا ہے؟"

"ممکن ہے یہی صورت حال ٹونی کے ساتھ بھی پیش آئی ہو۔" ندیم نے دلیل پیش کی۔ "تمہارے دشمنوں نے اسے تمہارے خلاف خریدنے کی کوشش کی ہو اور بعد میں اس کے انکار پر اسے گولی ماردی ہو۔ ٹونی زندہ ہوتا تو ان لوگوں کی نشاندہی کر سکتا تھا۔ بھوشن بھی تمہاری طرح کاروباری آدمی ہے۔ وہ ہر قسم کے ناجائز دھندے کرتا ہے لیکن اپنے اثر و رسوخ سے ہر بار قانون کے پھندوں کو توڑ کر آزاد ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اس نے بینک کھول کر اپنے تمام عیبوں کو چھپا لیا

تاکہ کوئی اس کی ذات پر شبہ نہ کر سکے۔ وہ اس قدر دولت مند ہے کہ اسے خود اپنی ماہانہ آمدنی کا اندازہ نہیں ہے۔ وہ بہت سے اداروں کا سربراہ ہے۔ بہت ساری فلاحی انجمنوں کا بوجھ بھی اس نے اپنے کاندھوں پر اٹھا رکھا ہے۔ اپنی پوزیشن اور ریپوٹیشن کو برقرار رکھنے کی خاطر بے دریغ دولت خرچ کرتا ہے۔ آئے دن بڑے بڑے ہوٹلوں میں حکومت کے ایسے سربر آوردہ لوگوں کی دعوتیں کرتا رہتا ہے جو وقت پڑنے پر اس کے کام آسکیں۔ کرشن شرما ہی کی مثال تمہارے سامنے ہے۔ وہ جس رات بھوشن کے لیے کروڑوں کا مال لے کر ہوائی اڈے پر اترا تھا، اس وقت لاء منسٹر بہ نفس نفیس بھوشن جوزف کے ساتھ وہاں موجود تھا۔ تم اپنی آنکھوں سے سراج کی بے بسی کا تماشا بھی دیکھ چکے ہو۔ اتفاق ہی تھا جو وہ مریض ہمارے ہاتھ آگیا ورنہ قانون تو بہرحال اسے اپنی گرفت میں لینے سے مجبور ہو گیا تھا۔"

"ٹونی کا کفن میلا ہو لینے دو پھر اطمینان سے کسی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کریں گے۔" میں نے بیزاری کا مظاہرہ کیا۔

"میں تمہیں کسی حماقت کی اجازت نہیں دوں گا۔" ندیم نے بڑی اپنائیت سے جواب دیا۔

"پھر میرے پاس ایک ہی طریقہ باقی رہ جاتا ہے۔"

"وہ کیا؟"

"میں تمہاری ماہ رخ کے قدموں پر جاکر سر نکا دوں۔" میں تلملا کر بولا۔

"میں تمہاری ذہنی کیفیت کا اندازہ لگا رہا ہوں۔ ایسی حالت میں کسی انسان کی حس لطیف کو نہیں چھیڑا جا سکتا ورنہ ماہ رخ کچھ ایسی ٹیڑھی کھیر بھی نہیں ہے جس کے مسئلے کو حل نہ کیا جا سکے۔"

میں کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ سراج کا فون آگیا۔ اس نے کم و بیش وہی تمام گفتگو دہرائی جو میرے اور چترویدی کے درمیان ہو چکی تھی۔ ماسٹر ٹونی کی موت کے سلسلے میں اس نے اپنے دلی رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے دبی زبان میں مجھے مشورہ دیا تھا کہ انسپکٹر چترویدی اس کے خاص ماتحتوں میں رہ چکا ہے اور اس پر اعتماد کیا جا سکتا تھا۔ سراج نے اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا تھا۔ "وہ بہت ذہین اور ذمے دار آفیسر ہے۔ نڈر اور بے خوف بھی ہے اس لیے آپ کے لیے کارآمد ثابت ہو سکتا ہے۔"

"ابھی میں خود کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا تو چترویدی سے کیا مدد لے سکتا ہوں؟" میں نے سراج کو کاٹنے کی کوشش کی۔

"میرے لائق کوئی خدمت؟"

"بہت بہت شکریہ مسٹر سراج، ہو سکتا ہے کہ میں آپ کو جلد ہی تکلیف دوں۔"

"میں اسے اپنی عزت افزائی تصور کروں گا۔"

سراج سے فون کا رابطہ ختم کرنے کے بعد میں باہر ورانڈے میں آگیا جہاں نسیم اور عارفہ امی جان کے ساتھ باتوں میں مصروف تھیں۔ عارفہ نے میری طرف غور سے دیکھا۔ وہ میرے چہرے کے تاثرات سے میری ذہنی پریشانیوں کا اندازہ لگا چکی تھی اسی لیے اس نے مجھے اس موقع پر کریدنے کی حماقت نہیں کی۔ وہ میرے لیے ایک اچھی ہم سفر ثابت ہو رہی تھی۔

ندیم نے میرے ذہن کا بوجھ ہلکا کرنے کی خاطر امی جان سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ نسیم بھی اس کا بھرپور ساتھ دے رہی تھی۔ بہ ظاہر میں بھی دوسروں کے ساتھ گفتگو میں حصہ لے رہا تھا لیکن میرا ذہن ابھی تک ماسٹر ٹونی کے قتل کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ندیم نے جو دلیلیں پیش کی تھیں اس کے الفاظ بھی میرے وجود میں صدائے بازگشت بن کر گونج رہے تھے۔

بھوشن نے ابھی تک سامنے آکر مجھ سے ٹکرانے کی کوشش نہیں کی تھی پھر بھی اس کی دوغلی شخصیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔

بھوشن کو نیچا دکھانے اور قانون کی گرفت تک پہنچانے کے لیے میں اپنے ذہن میں مختلف منصوبے بناتا اور توڑتا رہا پھر یکلخت میرے تصور میں گیتا کا تصور روشنی بن کر جگمگا اٹھا۔

گیتا کا نام ذہن میں ابھرتے ہی مجھے کرشن شرما یاد آگیا جو بھوشن جوزف کے جال میں پھنس گیا تھا پھر بھوشن نے اس کے پر کاٹ دیے تھے تاکہ وہ قفس کی خوب صورت تیلیوں کو توڑ کر فرار ہونے کی کوشش نہ کرے۔

وہ ایک وفادار ملازم تھا جو دو سال تک بھوشن کے لیے ڈرائیوری کے فرائض انجام دیتا رہا تھا۔ اپنی آسانی کے لیے بھوشن نے اسے اور اس کی بیوی کو سرونٹ کوارٹرز میں ایک کمرہ دے دیا تھا پھر شاید کرشن شرما کی بدقسمتی ہی تھی جو بھوشن کی نظر اس کی بیوی پر پڑ گئی۔ گیتا نوجوان تھی، خوب صورت تھی۔ اس کے اندر جنس مخالف کے لیے بے پناہ کشش تھی۔ اس کے تیکھے نقوش اور تراشیدہ نشیب و فراز دیکھنے والوں کو جیسے مبہوت کر دیتے تھے۔

بھوشن اس لائن کا پرانا اور شوقین کھلاڑی تھا۔ کئی بار وہ کرشن شرما کے بارے میں بھی غور کر چکا تھا کہ اسے اپنے کسی کالے دھندے سے لگا دے اس لیے کہ کرشن شرما قابل رشک صحت کا مالک تھا اور ڈرائیور کی وردی پہننے کے باوجود اس کی علیحدہ ایک شان نظر آتی تھی لیکن وہ ضرورت سے زیادہ ایماندار واقع ہوا تھا اس لیے بھوشن نے کبھی اس کی شخصیت سے کوئی رسک لینے کی کوشش نہیں کی لیکن گیتا کو ایک نظر دیکھ لینے کے بعد اس کے شیطانی ذہن میں ایک تیر سے دو شکار کرنے کا خیال بڑی سرعت سے ابھرا۔ اس نے کسی طرح گیتا کو

سبز باغ دکھا کر اس کی زندگی برباد کردی پھر اس کے بعد اس کی کچھ ایسی قابل اعتراض تصاویر بھی بنوالیں جس نے گیتا کے لبوں پر خاموش رہنے کی مہر ثبت کردی پھر ایک دن موقع پا کر اس نے کرشن شرما کو اپنے ڈرائنگ روم میں طلب کیا۔ وہ پہلا موقع تھا جب کرشن شرما نے اس خوبصورت اور شاندار ڈرائنگ روم میں قدم رکھا تھا جہاں کی آب و تاب دیکھ کر وہ ششدر رہ گیا تھا۔

"بیٹھو کرشن شرما' آج میں تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"آپ حکم دیں سرکار۔" کرشن شرما نے بھوشن کے قدموں میں دبے دبیز قالین پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"مجھے معلوم ہے کہ تم ایک ایماندار اور وفادار ملازم ہو۔" بھوشن نے جام اٹھا کر اعلیٰ قسم کی شراب کا ایک گھونٹ حلق کے نیچے اتارتے ہوئے کہا۔

"یہ سب آپ کی کرپا ہے۔ جب مالک آپ جیسا دیالو ہو تو سیوک کوئی غلط قدم اٹھانے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔"

"میں تمہیں تمہاری ایمانداری کا ایک شاندار انعام دینے کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔" بھوشن نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا پھر دبی زبان میں بولا۔ "تمہیں دھرتی سے اٹھا کر آکاش پر پہنچا دوں؟"

"میں سمجھا نہیں مالک۔" کرشن شرما نے آنکھ جھپکاتے ہوئے سوال کیا۔ فوری طور پر اس غریب کے ذہن میں یہی خیال ابھرا تھا کہ بھوشن نشے کی حالت میں اس کے ساتھ کوئی مذاق کر رہا تھا۔

"کرشن شرما۔" اس بار بھوشن نے کسی آدم خور چیتے کی مانند اپنی چمک دار آنکھیں کرشن ورما کے چہرے پر گاڑتے ہوئے کہا۔ "کیا تمہیں معلوم ہے کہ جائز کاروبار کی آڑ میں تمہارا یہ سفید پوش مالک بہت سارے کالے دھندوں میں بھی ملوث ہے۔"

"یہ۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں مالک؟" کرشن شرما کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

"اور اب میں تمہیں بھی ترقی دے کر اپنے ساتھ اسی کالے دھندے میں شریک کرنا چاہتا ہوں۔" بھوشن ٹھوس لہجے میں بولا۔ "کہو۔ کیا تمہیں یہ بات منظور ہے؟"

"دو وقت کی روکھی سوکھی مل جاتی ہے۔ یہی ہم میاں بیوی کے لیے بہت کافی ہے۔" کرشن شرما نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔ "ہم جس حال میں بھی ہیں بہت خوش ہیں مالک۔"

"گویا تمہیں میرے حکم سے انکار ہے۔" بھوشن کی کشادہ پیشانی پر بل پڑ گئے۔

"میں ڈرائیور ہوں مالک۔ مجھے بس ڈرائیور ہی رہنے دیں۔" کرشن شرما نے بھوشن کے چہرے کے تیکھے تاثرات دیکھ کر ڈرتے ڈرتے جواب دیا۔ "بزرگوں کا کہنا ہے کہ جب کوئی چھوٹا پرندہ اونچی اڑان اڑنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔"

"اور اگر تمہاری یہ بے ہودہ منطق سننے کے بعد بھی میں اسے اصرار کروں تو؟"

"میں شما کی بنتی کروں گا۔" کرشن شرما نے ہاتھ جوڑ لیے۔ "میں جہاں ہوں مجھے وہیں رہنے دیجیے مالک' آپ کا بڑا اپکار ہوگا۔"

"تمہارے رہنے کے لیے ایک علیحدہ مکان ہوگا۔"

"مالک۔"

"سواری کے لیے تمہاری اپنی گاڑی ہوگی۔" بھوشن نے ایک اور چسکی لیتے ہوئے کہا۔ "کل سے تم ایک نئی زندگی کا آغاز کرو گے لیکن۔۔۔" وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ اس کی آنکھیں بدستور کرشن شرما پر جمی ہوئی تھیں اور ہونٹوں پر رقص ابلیس جاری تھا۔

"لیکن کیا مالک۔۔۔؟" کرشن نے شرماتے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"کچھ عرصے کے لیے تمہیں اس نئے مکان میں بالکل تنہا رہنا ہوگا۔ جب تک تمہاری ٹریننگ مکمل نہ ہو جائے۔"

"اور گیتا کہاں رہے گی؟" کرشن شرما چونکا۔ "ڈرائیور ہونے کے سبب وہ بھوشن کی نجی زندگی سے بھی تھوڑا بہت واقف تھا۔

"میرے پاس۔۔۔ شہزادیوں کی طرح۔" بھوشن کے ہونٹوں پر درندوں جیسی غلیظ مسکراہٹ تھی۔ "میں اس کا ہر طرح سے خیال رکھوں گا۔"

کرشن شرما نے آج تک مالکوں کے آگے کبھی زبان نہیں کھولی تھی لیکن گیتا سے وہ بہت ٹوٹ کر محبت کرتا تھا۔ جب سے ان کی شادی ہوئی تھی وہ ایک رات بھی ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں رہے تھے۔ اس نے کئی بار ہمت کی کہ گیتا سے علیحدہ رہنے والی شرط ماننے سے انکار کردے لیکن اس کی ہمت نہیں ہوئی۔

"کیا سوچ رہے ہو کرشن شرما؟" بھوشن نے کسی کامیاب شکاری کی طرح اس کی طرف دیکھا جو پوری طرح اس کے جال میں پھنس کر رہ گیا تھا۔

"مالک۔۔۔" اس نے ڈرتے ڈرتے پہلو بدل کر کہا۔ "میں آپ کی ہر خدمت کرنے کو تیار ہوں لیکن گیتا۔۔۔"

"وہی تو اصلی ٹرمپ کارڈ ہے۔" بھوشن کا لہجہ معنی خیز ہو گیا۔

"ٹرمپ کارڈ۔ میں سمجھا نہیں۔" کرشن شرما نے بڑی ...اری سے پوچھا۔

"تاش کی پوری گڈی کا وہ سب سے اہم پتا جو بازی ...ازی جیتنے کے لیے سب سے زیادہ کارآمد ہوتا ہے۔"

"میں ابھی کوئی آخری فیصلہ نہیں کر سکتا مالک۔" کرشن ...نے ہمت کی۔ "گیتا سے پوچھنے کے بعد بتاؤں گا۔"

"وہ تمہیں اب اپنے کوارٹر میں نہیں ملے گی۔" بھوشن ...نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"خوب صورت اور سندر چیزیں صرف اپنے مقام پر شوبھا ...تی ہیں۔" بھوشن کہتا چلا گیا۔ "میں نے تمہاری گیتا کو کچھ ...ن کے لیے اپنی داسی بنا لیا ہے۔ وہ جس حال میں ہے اس ...ل میں دیکھ کر شاید تمہاری آنکھیں بھی چندھیا جائیں گی۔ تم ...ے میرے پاس اپنی ضمانت سمجھ کر رہنے دو۔ جب ہمیں یقین ...جائے گا کہ تم پوری طرح ہمارے رنگ میں ڈھل چکے ہو تو وہ ...ہیں مل جائے گی۔ اس وقت تک کے لیے گیتا کو اپنے ذہن ...ے نکال دو۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے مالک۔ گیتا میری آتما ہے اور آتما کے ...شریر زندہ نہیں رہ سکتا۔" کرشن شرما نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ ...میں آپ کا ہر حکم ماننے کو تیار ہوں۔ آپ کی خاطر جان بھی ...ے سکتا ہوں لیکن گیتا کو میرے پاس ہی رہنے دیں۔"

"میری بات دھیان سے سنو کرشن شرما۔" بھوشن نے ...ب سگار جلا کر اس کا کش لیتے ہوئے کہا۔ "میں نے تم سے ...ن کاروبار کا ذکر کیا ہے اس میں آگے بڑھنے کے لیے تو کئی ...اتے ہوتے ہیں لیکن واپسی کا کوئی راستہ نہیں ہوتا اور تم ...نتے ہو کہ میں ایسے کاموں میں کوئی رسک لینے کو تیار نہیں ...ں۔ ایک معمولی سی غلطی کروڑوں کا نقصان بن جاتی ہے اور ...ک کروڑ کتنے ہوتے ہیں تمہیں ابھی اس کا اندازہ نہیں ہے۔ ...نے تو کبھی پتھر کے ایک کروڑ ٹکڑے بھی نہیں دیکھے ہوں گے ...رحال' جب تک تم ہمارے انڈر کام کرتے رہو گے گیتا ہمارے ...س بطور یرغمال رہے گی۔ یہ میرا آخری اور اٹل فیصلہ اور تم ...انتے ہو کہ میں اپنے فیصلے بدلنے کا عادی نہیں ہوں۔"

"مالک۔" کرشن شرما نے بڑی ہمت کر کے ڈرتے ڈرتے ...ہا۔ "آپ کی بڑی کرپا ہوگی اگر آپ میری چھٹی کر دیں۔"

"میں نے کچی گولیاں نہیں کھیلی ہیں۔ بہتر ہے کہ ضد ...رنے کے بجائے خوشی خوشی تیار ہو جاؤ اور عیش کرو۔"

"وہ تو ٹھیک ہے مالک' لیکن مجھے یہ سودا منظور نہیں ...ہے۔"

"تم بھوشن جوزف کے حکم سے انکار کر سکتے ہو؟"

"میں بنتی کرتا ہوں مالک کہ۔۔۔"

"او۔ کے۔" بھوشن زہر خند سے بولا پھر اس نے جیب سے ایک لفافہ نکال کر کرشن شرما کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اسے کھول کر اچھی طرح دیکھ لو۔ اس میں تمہارے کام کی کچھ چیزیں ہیں۔ انھیں غور سے دیکھو پھر اس کے بعد بتاؤ کہ تمہارا فیصلہ کیا ہے۔"

کرشن شرما نے دھڑکتے ہوئے دل سے لفافہ کھولا تو اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اسے اپنے قوت بینائی پر شبہ ہو رہا تھا جو گیتا کی تصویروں کو ایک نئے رنگ میں دیکھ رہی تھیں جسے لباس کی قید و بند سے آزاد کچھ ایسے لوگوں کے ساتھ قابل اعتراض حالت میں ایکسپوز کیا گیا تھا کہ گیتا ہی کی شکل واضح طور پر نظر آرہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے مستی کے ساغر چھلک رہے تھے۔ انداز میں بے خودی اور خود سپرگی میں بے شرمی اور بے حیائی اپنے عروج کو چھو رہی تھی۔

کرشن شرما ان تصاویر کو پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھتا رہا۔ اس کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ اس نے گیتا کو بہت قریب سے دیکھا تھا۔ وہ بدکرداری کا مظاہرہ کبھی نہیں کر سکتی تھی۔ اس کی آنکھیں اس بات کی نشاندہی کر رہی تھیں اسے نشے میں دھت کرانے کے بعد اس کی وہ گت بنائی گئی تھی۔ کرشن شرما کی آنکھیں ساون بھادوں کے بادلوں کی طرح برس پڑیں پھر اپنی عزت بچانے کی خاطر وہ بھوشن کے بچھائے ہوئے جال میں پوری طرح بڑی مضبوطی سے جکڑ گیا تھا۔

میرے ذہن نے جس کہانی کو جنم دیا تھا وہ کم و بیش کرشن شرما کی اس آخری خواہش کے فریم میں بالکل فٹ بیٹھتی تھی جس میں اس نے بڑی حیرت بھری آواز میں کہا کہ وہ بھوشن کو اپنے ہاتھ سے گولی مارنا چاہتا ہے۔ اس نے بھوشن کے ساتھ کالے دھندے میں گزارے ہوئے کسی ایک لمحے کو بھی ہم سے چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ انتقام کی آگ اس کے جسم کے ایک ایک حصے سے شعلہ بن کر بھڑک رہی تھی لیکن ہماری ایک چھوٹی سی غلطی نے اس کی آخری خواہش نہیں پوری ہونے دی۔

ندیم نے کرشن شرما کی پوری ویڈیو فلم بنوا رکھی تھی جس میں اس کا تفصیلی بیان بھی موجود تھا۔ اس کے بعد ہم نے کرشن شرما کو اہم ثبوت کے طور پر سراج تک پہنچانے کی کوشش کی تھی۔ اسے بڑی رازداری سے ہوٹل ایمبیسڈر کے روم نمبر دو سو بائیس میں پہنچا کر سراج کو اس کی اطلاع دے دی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ کرشن شرما کا بیان اور وہ ویڈیو فلم بھوشن کے چہرے سے شرافت کا نقاب اتارنے میں بڑی موثر ثابت ہوگی لیکن ندیم کو اس کے آدمیوں نے یہ اطلاع وقت گزرنے کے بعد دی تھی کہ ایمبیسڈر ہوٹل میں بھی بھوشن کا حصہ سب سے زیادہ تھا۔ کرشن شرما کو مریض کی حالت [illegible] دیکھنے کے بعد

ہوٹل کی انتظامیہ یا بھوشن کے سفید لباس والوں نے اس کی اطلاع اوپر تک ضرور پہنچادی ہوگی اور پھر اس سے پہلے کہ قانون کے آہنی ہاتھ بھوشن کی گردن دبوچنے کی خاطر کرشن شرما تک پہنچتے' اسے قتل کردیا گیا تھا۔

میں بڑی سنجیدگی سے گیتا کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ مجھے یقین نہیں تھا کہ کرشن شرما کے بعد اب گیتا ہمارے کام آسکتی تھی۔ اس کا تحریری بیان کرشن شرما کی بنائی جانے والی وڈیو کیسٹ پولیس کے لیے کارآمد ہوسکتی تھیں۔ "لیکن کیا بھوشن نے متعدد اہم آدمیوں کو گنوا دینے کے بعد گیتا کو ابھی تک زندہ رکھا ہوگا؟" یہ ایک سوال میرے ذہن کو الجھا رہا تھا۔

ندیم نے مجھے اچانک اپنے خیالوں میں مستغرق اور گم صم دیکھا تو کہنی مار کر بولا۔

"یہ جناب اس قدر جمع حاضر اور واحد غائب کیوں نظر آرہے ہیں۔"

"کچھ نہیں۔" میں چونکا۔

"کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔" ندیم کے لہجے میں شوخی تھی۔

"کیا ہمیں بھی نہیں بتائیں گے کہ اس طرح بیٹھے بیٹھے کھو جانے کا اصل راز کیا ہے۔" نسیم نے گرہ لگائی۔ "کوئی نئی لیڈی سیکریٹری رکھ لی ہے؟"

"اگر میری زندگی میں ایسا ہوا تو میں ہر قیمت پر عارفہ کا ساتھ دوں گا۔" ندیم نے سنجیدگی اختیار کی "بلکہ یہ بھی عین ممکن ہے کہ میں اس نئی سیکریٹری کو چوٹی پکڑ کر دفتر سے نکال دوں۔"

"اور اگر وہ کوئی ماڈرن ہوئی اور چوٹی رکھنے کے خلاف ہوئی تو۔" عارفہ نے بھی مجھے چھیڑا۔

"میں اس کے وگ کا بندوبست بھی کرسکتا ہوں۔" میں نے مجبوراً گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔

"ہائیں۔" نسیم نے مجھے گھورا۔ "تو کیا واقعی کچھ ایسے خطرناک جراثیم دفتر میں پرورش پا رہے ہیں۔"

"کیوں تم لوگ مل جل کر میرے سیدھے سادے بچے کو تنگ کر رہی ہو۔" امی نے میری طرف داری کی تو میں نے "زندہ باد" کا نعرہ لگاتے ہوئے انھیں اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا پھر ملازم نے آکر ڈنر تیار ہونے کی اطلاع دی تو ہم سب اٹھ کر ڈائننگ روم میں آگئے۔

"کیا تم مجھے یہ بتانا پسند کروگے کہ خاموشی کے عالم میں تمہارے ذہن میں کس قسم کی کھچڑی پک رہی تھی۔" ندیم نے دبی زبان میں پوچھا۔

"اپنی بے بسی پر غور کر رہا تھا۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "دشمن سامنے ہیں اور ہمیں نظر نہیں آرہے۔"

ندیم نے میری جانب تیز نظروں سے دیکھا پھر مسکرا کر خاموش ہوگیا۔

*

پانڈے ابھی تک ہسپتال میں تھا۔ ڈاکٹروں نے اسے خطرے سے باہر قرار دے دیا تھا لیکن زخم ابھی بھرے نہیں تھے اس لیے وہ چلنے پھرنے سے معذور ہی تھا۔ دفتر جاتے وقت میں کسی خیال کے تحت اس کی خیریت دریافت کرنے ہسپتال چلا گیا جہاں اس وقت اس کی خوب صورت اور حسین بیوی بھی موجود تھی۔ میں اسے ایک بار پہلے بھی کیلاش بن کر اس کی خواب گاہ میں دیکھ چکا تھا لیکن اس وقت وہ زیادہ حسین نظر آرہی تھی۔

"یہ میری دھرم پتنی ہیں۔" پانڈے نے ہم دونوں کا تعارف کرایا۔

"خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" میں نے اس کے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا پھر پانڈے سے بولا۔ "آپ کو کب تک چھٹی مل رہی ہے؟"

"ڈاکٹروں کی مرضی پر منحصر ہے۔" اس نے مسکرا کر جواب دیا۔ "ویسے بھگوان کی بڑی کرپا ہے کہ ابھی تک سانس چل رہی ہے۔ اگر اس دشٹ کا ہاتھ ذرا بہک جاتا تو چتا کی آگ میں جل کر۔۔۔"

"بھگوان کے لیے۔" اس کی بیوی نے ٹوکا۔ "ایسے برے شبد زبان سے نہ نکالا کرو۔"

"مسٹر پانڈے۔" میں نے پہلو بدل کر پوچھا۔ "کیا آپ اس شخص سے پہلے سے واقف تھے جو آپ سے۔۔۔"

"نرمل۔" پانڈے نے میری بات کاٹتے ہوئے اپنی بیوی سے کہا۔ "تم ذرا دوسرے کمرے میں بیٹھو۔ مجھے شہباز جی سے کچھ کاروباری باتیں کرنی ہیں۔" پھر نرمل کے چلے جانے کے بعد پانڈے نے کچھ توقف سے کہا۔ "میں نے اس شخص کو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ میری اور اس کی پہلی ملاقات تھی۔"

"اس کے باوجود آپ نے نہ صرف اسے پہچان لیا تھا بلکہ دس لاکھ کا چیک بھی دینے پر آمادہ ہوگئے تھے؟"

"جیون سے زیادہ کوئی چیز سندر نہیں ہے۔" پانڈے نے سرد آہ بھر کر جواب دیا۔ "رہا اس آدمی کو پہچاننے کا سوال تو مجھے موہنی نے فون پر اس کی آمد کی اطلاع دی تھی اس کا نام بھی بتایا تھا۔"

"کیا نام تھا اس کا؟" میں نے بڑی معصومیت سے سوال کیا۔

"رندھیر، لیکن وہ ٹائیگر کے نام سے مشہور ہے۔" پانڈے نے سنجیدگی سے جواب دیا پھر اس کے بعد کی وہ تفصیل بھی دہرا ڈالی جو میرے علم میں تھی۔

...ے جی۔" میں نے اس بار قدرے ٹھوس لہجے میں ...کیا آپ مسٹر بھوشن جوزف کے نام سے بھی واقف ...؟"

"وہ۔۔۔ ان سے بھلا کون واقف نہ ہوگا شہر کا سب سے بڑا ...باری شخص ہے اور ہائی سرکل میں بھی اس کے تعلقات ...ن اوپر تک ہیں۔"

"آپ کبھی ملے بھی ہیں مسٹر بھوشن سے؟"

"بزنس میٹنگس میں ایک دو بار آمنا سامنا ہوا ہے لیکن ...انٹروڈکشن کبھی نہیں ہوا۔"

"ویسے آپ نے اس کے بارے میں کیا رائے قائم کی ...؟"

"میں سمجھا نہیں۔" پانڈے نے کسمسا کر پوچھا۔

"کیا رندھیر یا ٹائیگر نے آپ کو یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ رقم ...کو پہنچائی جانے والی تھی۔"

"جی نہیں۔" پانڈے نے حیرت سے کہا۔ "میں نے تو ...موہنی کے کارن وہ چیک کاٹا تھا۔ رقم کس کو جانی تھی اس ...مجھے کوئی علم نہیں۔"

"اور اگر میں یہ کہوں کہ ان تمام معاملات کے پیچھے ...ن کا ہاتھ ہے تو؟"

"کیا۔" پانڈے حیرت سے اچھل پڑا۔

"خان جابر، بہرام اور رندھیر یہ سب اسی کے آدمی تھے۔" ...نے حقارت سے کہا۔ "ابھی کچھ اور بھی ہیں جو ہماری نظر ...میں نہیں آسکے۔"

"لیکن آپ یہ بات۔۔۔"

"آپ نے شاید آج کا اخبار نہیں دیکھا جس میں ماسٹر ٹونی ...اس کے دو محافظوں کے قتل کی تفصیل موجود ہے۔"

"اوہ۔" پانڈے مجھے پھٹی پھٹی نگاہوں سے گھور رہا تھا۔ ...لیکن آپ کو یہ کچھ کیسے معلوم ہوگیا اور پھر ہم دونوں نے اس ...کا کیا بگاڑا ہے۔"

"مجھ پر بھی قاتلانہ حملہ ہوا تھا لیکن میں بال بال بچ گیا۔" ...میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "موہنی کی موت نے بھوشن کو ...اور جنونی بنا دیا ہے۔ وہ مجھے اس کی موت کا ذمے دار سمجھ ...رہا ہے۔"

"اور سچ کیا ہے؟" پانڈے نے مجھے وضاحت طلب نظروں ...سے دیکھا۔

"سچ بھی یہی ہے کہ موہنی کو میں نے ہی جلا کر راکھ کیا ...ہے۔" میں نے بڑے وثوق سے جواب دیا۔ "لیکن ابھی تک ...یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ وہ آدمی کون تھا جو رندھیر ...اور آپ کے درمیان آیا تھا۔"

"اس کا نام کیلاش ہے۔ ممکن ہے اس نے مجھے اپنا فرضی نام بتایا ہو لیکن ایک بات بہرحال ماننی پڑے گی کہ وہ بھی کسی جادوگر سے کم نہیں ہے۔" پانڈے نے درپردہ میری ہی تعریف کرتے ہوئے کہا۔ "بھگوان کی سوگند۔ میں نے اپنے جیون میں ایسا چمتکار پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ اس کو راستے سے ہٹانے کے لیے رندھیر کے تیور اچانک ہی خراب ہوگئے تھے۔ مجھے وشواس تھا کہ رندھیر کیلاش کو اسی طرح کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کردے گا جیسے قصائی بکرے کے ساتھ پیش آتا ہے لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا اس پر ابھی تک مجھے وشواس نہیں آسکا۔ کیلاش نے ایک نظر بھر کر رندھیر کو دیکھا تھا پھر وہ موم پڑگیا۔ اس کے بعد کی کہانی میں آپ کو سنا چکا ہے۔ آج کی دنیا میں بھی آپ ان باتوں پر وشواس کرسکتے ہیں۔"

"ایسی کہانیاں اور واقعات ہر دور میں مشہور ہوتے رہے ہیں اور پھر آپ کومل ورما اور موہنی کو کیوں بھول رہے ہیں۔"

پانڈے نے اس بار کوئی جواب نہیں دیا البتہ کسی اندرونی خوف کا احساس ہی تھا جو اس کے چہرے پر پھیل کر گہرا ہوتا چلا گیا تھا۔ "آپ کچھ نہ سوچیں پانڈے جی۔" میں نے اس کی حالت کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "ایک اور ایک مل کر گیارہ بن جاتے ہیں۔ میں جو ہوں آپ کے ساتھ۔"

"بڑی کرپا ہے آپ کی شہباز جی ورنہ۔۔۔"

"آپ فی الحال آرام کریں۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں پھر کسی وقت آؤں گا۔ البتہ ایک بات کا دھیان رکھیے گا۔ دس لاکھ کی رقم کوئی معمولی نہیں ہوتی جسے انسان آسانی سے فراموش کردے۔ بھوشن کے بہت سارے قیمتی مہرے پٹ چکے ہیں اس لیے ابھی وہ اپنے بچے مہروں کو سمیٹ رہا ہے لیکن اب وہ جو وار کرے گا وہ بھرپور ہی ہوگا۔"

"لیکن اسے ہم سے آخر دشمنی کیا ہے؟"

"وہی جو کسی ڈاکو کو تجوری میں بھرے مال سے ہوتی ہے لیکن آپ بھگوان پر بھروسا رکھیں۔ وہ جو بھی کرے گا اچھا ہی کرے گا۔"

پانڈے کے چہرے پر اس بار بھی خوف کی ایک لہر دوڑ گئی۔ وہ مجھے بڑی تشکرانہ نظروں سے گھور رہا تھا۔ جواب میں نے اس کو مسکرا کر وش کیا پھر کمرے سے باہر آگیا۔ دفتر جاتے ہوئے میرے ذہن میں ایک نیا خیال ابھرا۔ ندیم نے مجھے بتایا تھا کہ ایمبیڈر ہوٹل کے بیشتر شیئر کا مالک بھوشن جوزف ہی تھا۔ ایمبیڈر کا شمار شہر کے فائیو اسٹار ہوٹل میں ہوتا تھا اس لیے ایک بات طے تھی کہ وہاں بھوشن کے خاص آدمی بھی ضرور تعینات ہوں گے جو آنے جانے والوں پر گہری نظر رکھنے پر مامور ہوں گے چنانچہ ایمبیڈر میں رہ کر ان کو بہ آسانی دیکھا اور پرکھا جاسکتا تھا۔ بھوشن پر ہاتھ اٹھانے سے پیشتر میں اس کے بارے میں بہت ساری اطلاعات قبل از وقت جمع کرنے کا

ارادہ رکھتا تھا۔ میں نے اس سلسلے میں ندیم سے کوئی مشورہ نہیں کیا۔ میں نے طے کر رکھا تھا کہ اب جو کچھ کروں گا وہ تنہا ہی کروں گا۔

دن بھر میں حسب معمول دفتری کاموں میں الجھا رہا پھر اندھیرا پھیلنے کے بعد میں طے شدہ منصوبے کے تحت گھر جانے کی بجائے پبلک لائبریری میں چلا گیا۔ میرے بریف کیس میں میک اپ کا اچھا خاصا سامان پہلے سے موجود تھا۔ لائبریری کا باتھ روم جس کا ایک دروازہ پچھلی سمت بھی کھلتا تھا میرے لیے خاصا معاون ثابت ہوا۔ باتھ روم میں آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر میں نے جلدی جلدی ریڈی میڈ میک اپ کیا جس نے میرے چہرے میں ایسی نمایاں تبدیلیاں پیدا کردی تھیں کہ میں بھی اپنے آپ کو شناخت نہیں کرسکتا تھا۔ اس کے بعد میں نے لباس تبدیل کیا اور باقی چیزوں کو بڑی احتیاط سے بریف کیس میں رکھ کر عقبی راستے سے باہر نکل گیا جہاں پر پارک واقع تھا۔ پارک کو عبور کرکے میں کھلی سڑک پر آگیا پھر میں نے ایک ٹیکسی پکڑی اور ا۔ بمسیڈر کے لیے روانہ ہوگیا۔ گاڑی میں نے لائبریری کے باہر ہی چھوڑ دی تھی۔

ا۔ بمسیڈر کے پورٹیکو میں میری ٹیکسی رکتے ہی جو شاندار استقبال کیا گیا وہ خلاف از توقع نہیں تھا۔ اس وقت میری آنکھوں پر زیرو پاور کی شاندار عینک تھی اور ہونٹوں کے درمیان ایک اعلیٰ درجے کا پائپ اپنی خوشبو فضا میں بکھیر رہا تھا۔ میرے پاس سوائے ایک بریف کیس کے کچھ اور سازو سامان نہیں تھا اس لیے میں نے پورٹر کو ایک بڑا نوٹ بطور ٹپ دیتے ہوئے خالص غیرملکیوں جیسے انداز میں انگلیوں سے وش کیا پھر بریف کیس لے کر ریزوریشن کاؤنٹر پر چلا گیا جہاں ایک نہایت خوب صورت اور حسین لڑکی موجود تھی۔ صورت شکل سے وہ جرمن نژاد لگ رہی لیکن اردو اور انگریزی دونوں زبانیں بڑی روانی سے بول رہی تھی۔ اس کے چہرے کے نقوش خاصے تیکھے اور پرکشش تھے۔

"ویلکم سر۔" کاؤنٹر پر بیٹھی ہوئی حسینہ نے بڑے کاروباری انداز میں مسکراتے ہوئے کہا پھر رجسٹر کھولتے ہوئے بولی۔ "مے آئی نو یور گڈ نیم پلیز۔"

"پروفیسر مورس فرام ویت نام۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں ایک ریسرچ اسکالر ہوں۔ میرا قیام یہاں دو دن سے زیادہ نہیں رہے گا۔ اس کے بعد شاید میں جنوبی افریقہ کی طرف نکل جاؤں۔ میں نے اپنا سارا سامان پہلے ہی سے وہاں روانہ کردیا ہے۔"

"ویتنام کی جنگ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔" لڑکی نے رجسٹر میں اندراج کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں ہے۔" میں نے پائپ کا کش لگاتے ہوئے بیزاری سے جواب دیا۔ "میں گزشتہ آٹھ سال سے افریقہ میں پائی جانے والی ایک ایسی سیاہ بیل کی تلاش میں ہوں جس کی جڑ کو اگر کچھ ادویات کے ساتھ ملا کر دیا جائے تو کینسر کا مرض حیرت انگیز طور پر ختم ہوجاتا ہے۔"

"میں آپ کی کامیابی کے لیے دعا کروں گی۔" لڑکی نے اس بار بڑی تیزی سے اردو میں جواب دیا۔ "میری جگہ کوئی اور ہوتا تو شاید گڑبڑا جاتا یا اس کے چہرے کے بدلنے والے تاثرات اس کی اصلیت کے بھرم کو بے نقاب کردیتے لیکن میں نے جواب میں لڑکی کو ایسی حیرت بھری نظروں سے دیکھا جیسے اس کی زبان سے نکلی ہوئی بات کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کررہا ہوں۔"

"آئی ایم سوری مسٹر مورس۔" لڑکی نے ایک ادائے معذرت کرتے ہوئے کہا۔ "میں جلدی میں مقامی زبان بول گئی تھی۔"

"اوہ۔" میں نے شانے اچکاتے ہوئے اطمینان کا سانس لیا۔

"یور پاسپورٹ پلیز۔"

"اوہ۔ یس۔" میں نے بریف کیس کاؤنٹر پر رکھ کر اس کی تمام چیزیں الٹ پلٹ کر دیکھیں پھر بریف کیس بند کرکے جلدی جلدی اپنی جیبوں کی تلاشی لینے لگا انداز ایسا ہی تھا کہ جیسے میں اچانک پریشان ہوگیا ہوں۔

"آئی ایم سوری۔" میں نے تھک ہار کر لڑکی سے کہا پھر بریف کیس اٹھاتے ہوئے خود کلامی جیسے انداز میں بولا۔ "میں صرف دو روز کے لیے اپنے کسی واقف کار کو تکلیف نہیں دینا چاہتا تھا لیکن شاید اب مجھے اپنے دوست یا مہربان کی دروازے پر دستک دینی پڑے گی۔"

"میں ایک طرح سے آپ کی مدد کرسکتی ہوں۔" لڑکی نے مجھے روکتے ہوئے کہا۔

"وہ کیسے؟"

"ہوٹل کے رجسٹر میں آپ کے اندراجات کیے بغیر بھی میں آپ کو دو روز کے لیے ایک کمرہ دے سکتی ہوں لیکن اس کی کوئی رسید نہیں ہوگی۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونکنے کی بڑی شاندار اداکاری کرتے ہوئے لڑکی کو غور سے دیکھا۔ "کیا تم مجھے غیر قانونی حرکت کی ترغیب دے رہی ہو۔"

"نہیں۔" لڑکی نے جلدی سے وضاحت کی۔ "آپ کی حیثیت یہاں مالکان کے مہمانوں جیسی ہوگی۔"

"میں غالباً جلدی میں اپنا پاسپورٹ اور سفری کاغذات بیگ بار اپنی سامان میں رکھ کر لانا بھول گیا ہوں۔" میں۔ جیبیں ٹٹولتے ہوئے پریشانی کا اظہار کیا۔

"ڈونٹ وری سر۔" لڑکی نے حسب دستور مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہم اپنے غیر ملکی مہمانوں کا خاص خیال رکھتے ہیں۔"

"لیکن میں قانون پسند آدمی ہوں۔ غیر قانونی کام کرنا میری فطرت کے خلاف ہے۔"

"میں نے کہا نا کہ آپ ہمارے مالکان کے مہمان کی حیثیت سے یہاں رہیں گے اس لیے آپ کو کسی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ آپ کی خدمت کرنا ہمارے فرائض میں شامل ہوگا۔"

میں کچھ تامل کے بعد لڑکی کی بات ماننے پر آمادہ ہوگیا پھر اس نے ایک روم بوائے کو بلایا اور مجھے آٹھویں منزل کے ایسے کمرے میں پہنچا دیا جس کی سجاوٹ واقعی قابل دید تھی۔ کچھ دیر آرام کرنے کے بعد میں نے ڈنر کرنے کی خاطر ڈائننگ روم ہی کا انتخاب مناسب سمجھا جہاں بیٹھ کر میں مشتبہ ملازموں کو قریب سے دیکھ سکتا تھا لیکن مجھے اپنے ارادے میں کامیابی نہیں ہوئی۔ وہ سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ کسی نے بطور خاص میری جانب توجہ نہیں دی تھی۔

ڈنر کرنے کے بعد میں ٹہلتا ہوا ہوٹل سے باہر آگیا پھر میں نے ایک قریبی فون بوتھ سے گھر کے نمبر ڈائل کیے۔ اتفاق ہی تھا جو دوسری جانب سے عارفہ نے کال ریسیو کی۔

"میں شہباز بول رہا ہوں۔" میں نے بڑی مدھم آواز میں کہا۔ "تم پریشان مت ہونا۔ میں شاید دو تین روز تک گھر نہ آسکوں گا۔"

"کیا مطلب؟" عارفہ کے لہجے میں الجھن تھی۔

"مطلب واپسی کے بعد بتاؤں گا۔" میں نے سرگوشی کی۔ "فی الحال میری بات غور سے سنو۔ میری گاڑی پبلک لائبریری کے باہر کھڑی ہے اس کو کسی ڈرائیور کے ذریعہ منگوالو۔ دفتر سے اگر کوئی فون آئے تو کہہ دینا کسی ضروری کام سے باہر گیا ہوا ہوں اور کوشش کرنا کہ ندیم کو بھی ان تمام باتوں سے دور ہی رکھا جائے۔ وہ اگر اصرار کرے تو اسے بھی یہی بتا دینا کہ میں کسی کاروباری کام کے لیے تم سے کہہ کر گیا ہوں۔ میری واپسی کب تک ہوگی یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"کیا آپ کو کسی قسم کا کوئی خطرہ تو لاحق نہیں ہے؟" عارفہ نے بوکھلائے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ تم بس میری ہدایت اور میری باتوں پر عمل کرنا۔ ہوسکتا ہے کہ میں کل یا پرسوں تمہیں دوبارہ فون کروں۔ کوشش کرنا کہ تم زیادہ تر فون کے قریب ہی رہو۔"

"مگر۔۔۔" جواب میں عارفہ کچھ دریافت کرنا چاہتی تھی لیکن میں رابطہ منقطع کرتا ہوا بوتھ سے باہر نکل آیا۔ قرب و جوار میں مجھے کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آیا جس پر میں اس بات کا شبہ کرسکتا کہ وہ میری نگرانی پر مامور ہے۔ میں نے جیب سے سگار نکال کر ہونٹوں کے درمیان پھنسایا پھر لائٹر سے جلانے لگا لیکن اس وقت بھی میں بڑی احتیاط سے اپنے اطراف کا جائزہ لے رہا تھا۔

☆

رات کے تقریباً دو کا عمل تھا لیکن میں بہ دستور جاگ رہا تھا۔ میری آنکھیں چھت پر لگی تھیں اور ذہن پوری طرح بیدار تھا۔ میں نے جلد بازی میں جو قدم اٹھایا تھا اب اس میں کئی جھول نظر آرہے تھے۔ کسی گینگ کو ختم کرنے کے لیے یہ ضروری نہیں ہوتا کہ اس کے چھوٹے چھوٹے کارندوں کو ختم کیا جائے' منصوبہ بندی کی کامیابی کا انحصار ہمیشہ گینگ لیڈر پر ہوتا ہے اگر اسے ختم کردیا جائے تو پھر گینگ کے باقی افراد خود ہی تتربتر ہوجاتے ہیں۔

میرے لیے سب سے اہم شخصیت بھوشن جوزف کی تھی جسے موہنی کی پراسرار قوت نے میرے خلاف کھڑا کیا تھا۔ میری اور بھوشن کی براہ راست کوئی دشمنی نہیں تھی لیکن حالات کچھ ایسے تسلسل سے پیش آئے کہ ہم دونوں درپردہ ایک دوسرے کے دشمن بن گئے۔ ایسی صورت میں اگر ڈائرکٹ بھوشن کو بساط سے ہٹادیا جاتا تو اس کے باقی مہروں کی کوئی حیثیت باقی نہ رہ جاتی لیکن گیتا کے خیال نے مجھے کچھ زیادہ ہی جذباتی بنادیا تھا یا پھر میں کچھ زیادہ محتاط ہوگیا تھا جو بھوشن سے براہ راست ٹکرانے کے بعد اپنا نام قاتلوں کی فہرست میں نہیں شامل کرانا چاہتا تھا بلکہ گیتا کے حوالے سے بھوشن کو قانون کے شکنجوں میں جکڑوانے کا خواہش مند تھا۔ یہی خیال مجھے اس ہوٹل تک لے آیا تھا لیکن شاید میں نے وہ اقدام سوچ سمجھ کر نہیں اٹھایا تھا۔

شیر کی کچھار میں گھس کر شکار کھیلنا دانش مندی کے منافی تھا۔ کرشن شرما کا انجام میرے سامنے تھا۔ اسے اسی ہوٹل میں داخل ہوتے ہی بھوشن کو اپنے آدمیوں کے ذریعے اس کی موجودگی کی اطلاع پہنچ گئی تھی چنانچہ اس سے پہلے کہ قانون کرشن شرما کو اپنے قبضے میں لے کر بھوشن یا اس کے گینگ کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کرتا' اسے ہمیشہ کے لیے خاموش کردیا گیا تھا۔

عابد کے کیس میں عدالت میں بھوشن کے بزنس منیجر بھگوان داس کی رام دیال کے ساتھ موجودگی ہی اس بات کا ثبوت تھی کہ بھوشن میرے خلاف ایک محاذ کھول چکا ہے۔ اس کے بعد عابد کی باعزت رہائی کے حکم جاری ہونے اور رام دیال کو حراست میں لیے جانے کے بعد بھگوان داس جس طرح اچانک منظر عام سے غائب ہوا تھا وہ اس شبہے کو مزید تقویت

دینے کے لیے بہت کافی تھا کہ وہ بھی میرے خلاف سازش میں برابر کا شریک تھا۔

مجھے اے۔ میسیڈر میں قیام کرکے بھوشن کے سادہ لباس والوں کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے کے بجائے بھگوان داس کو تلاش کرنا ضروری تھا۔ بزنس منیجر کی حیثیت میں وہ یقیناً بھوشن کے بہت ساری کمزوریوں اور کاروباری راز سے واقف رہا ہوگا۔ اس کی شخصیت میرے لیے زیادہ اہم ثابت ہو سکتی تھی۔

میرا ذہن ابھی انھی باتوں میں الجھا ہوا تھا کہ دروازے پر ہلکی سی آہٹ سن کر میں یکلخت چوکنا ہو گیا۔ میں نے اپنے پستول کے دستے پر گرفت مضبوط کی اور برق رفتاری سے بستر سے رینگ کر عقبی سمت کھلنے والی بالکونی کے قریب پہنچ گیا۔ بالکونی کے دوسری جانب گہرا سناٹا طاری تھا۔ میں اس بات کا جائزہ پہلے ہی لے چکا تھا کہ بالکونی میں داخل ہونا آسان نہیں تھا۔ میری آنکھ اور کان دونوں بیرونی دروازے پر جمے ہوئے تھے۔ وہ ہلکی سی آہٹ میرا وہم نہیں تھا۔ دروازے کے باہر یقیناً کوئی موجود تھا۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں۔ میں نے طے کرلیا تھا اپنی زندگی بچانے کی خاطر کسی دشمن کو گولی مارنے سے دریغ نہیں کروں گا۔

دس منٹ نہایت خاموشی سے گزر گئے۔ اس عرصے میں مجھے کوئی دوسری آہٹ نہیں سنائی دی۔ باہر جو کوئی بھی تھا شاید ابھی تک اندر کی سن گن لینے میں مصروف تھا۔ مجھے یاد تھا کہ میں نے بستر پر لیٹنے سے قبل دروازہ لاک کرلیا تھا لیکن ہوٹل والوں کے پاس اس کمرے کی ڈپلی کیٹ چابی بھی ہو سکتی تھی۔ میں دم سادھے ایک پردے کی آڑ میں کھڑا رہا لیکن آدھا گھنٹا گزر جانے کے بعد بھی کوئی دوسری آواز نہیں سنائی دی۔ میرے اعصاب کا تناؤ بتدریج بڑھتا جا رہا تھا۔ میں خوف زدہ نہیں تھا لیکن انتظار کی زحمت میرے اعصاب کو ضرور متاثر کر رہی تھی پھر اچانک کوئی وزنی شے عقب سے میرے شانوں سے ٹکرائی اس کے ساتھ ہی مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی نوکیلی شے میرے کندھوں میں پیوست ہو رہی ہو۔ اس افتاد سے بچنے کے لیے بھی میں نے کسی بزدلی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ تیزی سے نیچے جھک کر سمر سالٹ کیا پھر غیر اختیار طور پر پردے کی طرف رخ کرکے یکے بعد تین فائر کر ڈالے۔ پستول بے آواز تھا اس کے باوجود گہرے سناٹے میں "چج۔ چج" کی آواز واضح طور پر ابھری تھی۔ دوسری جانب سے کوئی آواز نہیں سنائی دی۔ میں نے خطرہ محسوس کرتے ہوئے قالین پر لیٹے ہی لیٹے چار پانچ کروٹیں بدلیں پھر سوئچ بورڈ تک پہنچ گیا۔ کمرے کی لائٹ آن کرنے سے پہلے میں نے دو منٹ تک وہاں کسی دوسرے شخص کی موجودگی کا اندازہ لگانے کی کوشش کی لیکن کمرے میں گہری خاموشی تھی۔ یا تو میری پشت سے ٹکرانے والا میری گولیوں کا شکار ہو کر موت کی ابدی نیند سو گیا تھا یا وہ زخمی ہو کر بے ہوش ہو چکا تھا۔

میں اپنی جگہ کسی آنے والے خطرے سے دوچار ہونے کے لیے پوری طرح تیار تھا۔ میں نے بالکونی کی طرف پستول والا ہاتھ بلند کیا اور سوئچ آن کر دیا۔ کمرہ تیز روشنی سے جگمگا اٹھا لیکن اس کے بعد میں نے جو منظر دیکھا اس پر ہنسے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ ایک سیاہ فام بلی تھی جو پشت کی جانب سے مجھ سے ٹکرائی تھی اور اب پردے پر پنجے گاڑے اس طرح فضا میں جھول رہی تھی جیسے اس میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہیں تھی۔ اس کے جسم سے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے جو زمین پر بچھے ہوئے قالین میں جذب ہو رہے تھے۔ میں نے تیزی سے آگے بڑھ کر مردہ بلی کو پردے سے الگ کیا پھر پوری قوت سے اسے بالکونی سے باہر اچھال دیا۔ تیس سیکنڈ بعد ہی مجھے اس کے زمین پر گرنے کی آواز سنائی دی۔ میں نے کمرے کی لائٹ کو دوبارہ بند کیا پھر بستر پر آکر لیٹا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی کی آواز سن کر چونک اٹھا۔ اتنی رات گئے مجھے کون کال کر سکتا تھا؟ میں نے ایک لمحے کے لیے سنجیدگی سے غور کیا پھر ریسیور اٹھا کر بدلی ہوئی آواز غنودگی کے لہجے میں بولا۔

"ہیلو۔"

"سوری سر۔" دوسری جانب سے ایک نسوانی آواز

ابھری۔ "میں نے شاید آپ کو سوتے میں ڈسٹرب کیا ہے۔"

"کون ہو تم اور اس وقت مجھے فون کرنے کا مقصد کیا ہے؟" میں نے کسی جھلائے ہوئے پروفیسر کے انداز میں جواب دیا پھر جان بوجھ کر ایک طویل جماہی لی جس کی مدھم سی آواز دوسری جانب بھی ضرور سنی گئی ہوگی۔

"میں کاؤنٹر سے نائٹ ڈیوٹی ریسپشنسٹ بول رہی ہوں سر" جواب بدستور انگریزی ہی میں ملا۔

"پھر میں کیا کروں۔" میں نے الجھتے ہوئے کہا۔

"میں معافی کی خواستگار ہوں سر لیکن ابھی ابھی مجھے نائٹ واچ مین نے اطلاع دی ہے کے آپ کے کمرے کی لائٹ کچھ لمحے کے لیے جلی تھی پھر بجھا دی گئی اور ایک خون آلود مردہ بلی اوپر سے نیچے پھینکی گئی ہے۔"

"بلی اگر مردہ حالت میں پائی گئی ہے تو اس کا خون آلود ہونا بھی قدرتی بات ہے لیکن میں اس سلسلے میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں۔" میں نے بدستور جھلائے ہوئے پوچھا۔ "کیا تمہارے اس فائیو اسٹار ہوٹل میں کسی بلی کی موت ایک سوئے ہوئے پروفیسر کی نیند سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے؟"

"واچ مین کا خیال تھا کہ روشن ہونے والی لائٹ اور مردہ بلی کا تعلق آپ ہی کے روم سے ہے۔"

"اپنے واچ مین سے کہو کہ وہ ڈیوٹی آورس میں نشہ کرنے کی عادت ترک کر دے ویسے زیادہ نشہ کرنے والے بھی اکثر کینسر کے موذی مرض کا شکار ہوتے ہیں۔" میں نے نفرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"آئی ایم سوری۔" دوسری جانب سے معذرت طلب انداز اختیار کیا گیا۔

میں نے جواب دیے بغیر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ ایک بار پھر اٹھ کر بیرونی دروازے کو چیک کیا جو بدستور لاک تھا۔ اس کے بعد میں اپنے بستر پر آکر لیٹ گیا لیکن میرا ذہن کسی آنے والے خطرے کی پیشن گوئی کر رہا تھا۔ میں نے شاید بھوشن کے ہوٹل میں قیام کرکے عقل مندی کا ثبوت نہیں دیا تھا۔

دوسری صبح میری آنکھ فون کی متواتر بجنے والی گھنٹی سے ہی کھلی تھی۔ میں نے دیوار گیر گھڑی پر نظر ڈالی۔ اس وقت ساڑھے دس بج رہے تھے میں نے کروٹ بدل کر ریسیور اٹھا لیا۔

"یس۔۔۔"

"میں روم سروس کا انچارج بول رہا ہوں سر۔" دوسری جانب سے ایک مردانی آواز ابھری۔ "کیا آپ بریک فاسٹ اوپر ہی میں لینا پسند کریں گے۔"

"بھیج دو۔۔۔ آدھے گھنٹے بعد۔"

"او کے سر۔"

ریسیور کریڈل پر رکھ کر میں جلدی سے اٹھا۔ ضروریات سے فارغ ہو کر میں نے لباس تبدیل کرنے میں بھی خاصی عجلت سے کام لیا تھا۔ میرے بریف کیس میں ایمرجنسی کے طور پر صرف ایک ہی جوڑا تھا جو میں رات کو پہن کر سویا تھا لیکن اب میں دوبارہ پروفیسر مورس والے لباس میں آگیا تھا۔ گزشتہ رات کے واقعات کے بعد میں کچھ زیادہ ہی محتاط ہو گیا تھا اس لیے پستول کو باقاعدہ لوڈ کرکے جیب میں ڈال لیا تھا تاکہ فوری ضرورت کے وقت مجھے ایک لمحے کی دیری بھی نہ برداشت کرنی پڑے۔

ٹھیک آدھے گھنٹے بعد دروازے پر دستک کی آواز ابھری۔ میں نے اٹھ کر میجک آئی کے ذریعے باہر کا جائزہ لیا جہاں ہوٹل کے یونیفارم میں ایک اسٹیورڈ ناشتے کی ٹرے کے ساتھ موجود تھا۔ میں نے دروازے کا لاک کھول دیا۔ اسٹیورڈ نے پہلے مجھے جھک کر سلام کیا پھر اندر آیا اور ٹرے سے ناشتے کی پلیٹیں نکال کر بڑے سلیقے سے میز پر سرو کرنے لگا۔ اس کی یونیفارم کی پشت پر آٹھ کا ہندسہ کڑھا ہوا تھا۔ شاید وہ ہوٹل کی آٹھویں منزل پر قیام کرنے والوں کی سروس پر مامور تھا۔

"تمہارا نام کیا ہے۔" میں نے گفتگو کا آغاز کرنے کی خاطر پوچھا اس کے ساتھ ہی جیب سے سگار نکال کر بے پروائی سے جلانے میں مصروف ہو گیا۔

"ناتھن۔" اس نے آہستہ سے مہذب لہجے میں جواب دیا۔

"ناتھن!" میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ اچھے خاصے جسمانی اور کسرتی بدن کا مالک تھا۔ اس کی گفتگو سے میں نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ وہ خاصا پڑھا لکھا بھی معلوم ہوتا ہے۔ فائیو اسٹار ہوٹل میں روم سروس کا اسٹاف یوں بھی تعلیم یافتہ طبقے سے انتخاب کیا جاتا ہے لیکن ناتھن مجھے عام ہوٹل اسٹیورڈ کے مقابلے میں کچھ مختلف نظر آ رہا تھا۔ ممکن ہے وہ میرا وہم ہی رہا ہو۔ میں نے سگار جلا کر اس کا کش لگاتے ہوئے کہا۔ "تمہارا تعلق کہاں سے ہے، میرا مطلب ہے کہ تم کس ملک کے باشندے ہو؟"

"انڈیا۔" ناتھن نے مختصراً جواب دیا۔

"یور آر انڈین؟" میں نے دیدہ و دانستہ حیرت کا اظہار کیا۔

"کیوں؟" وہ ناشتا سرو کرنے کے بعد میری جانب پلٹا۔ اس کی بڑی بڑی آنکھوں سے ذہانت ٹپک رہی تھی۔ "کیا انڈین ہونا کوئی جرم ہے۔" اس کے جملے میں ہلکی سی تلخی بھی شامل تھی۔

"اوہ نو!" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میرا مقصد تمہیں ہرٹ کرنا نہیں تھا، لیکن کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں زیادہ تر وہی لوگ روم سروس کا فریضہ انجام دیتے ہیں جو غیر ملکی ہوتے ہیں اور کئی زبانیں جانتے ہیں تاکہ انھیں کسی کسٹمر کو

اٹینڈ کرنے میں کسی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔"

"میں بھی انگلش کے علاوہ جرمنی اور فرنچ زبانیں بڑی روانی سے بول سکتا ہوں۔" ناتھن نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ویسے اے مسٹر میں مجھے ملازمت محض میری قومیت اور تجربے کی بنا پر ملی ہے۔"

"تجربہ تو خیر ایک علیحدہ بات ہے لیکن یہ قومیت۔" میں نے تعجب سے پوچھا۔ "قومیت کی بنیاد سے تمہاری کیا مراد ہے۔"

"اس ہوٹل میں کئی شیئر ہولڈرس ہیں سر لیکن سب سے زیادہ شیئر ایک انڈین ہی کے پاس ہیں۔ انہی کی مہربانی سے مجھے یہ جاب ملی تھی۔" ناتھن نے گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "آپ نے کیا مسٹر بھوشن جوزف کا نام نہیں سنا۔"

"بھوشن ـــــ اور ـــــ جوزف۔" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔ "کیا یہ نام بھی دو الگ الگ قومیت سے تعلق نہیں رکھتے؟"

"آپ کا ناشتا ٹھنڈا ہو رہا ہے سر۔" ناتھن نے میرے سوال کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے ابھی دوسرے کسٹمرس کو بھی اٹینڈ کرنا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔" میں نے کسی غائب دماغ پروفیسر کا رول ادا کرتے ہوئے کہا۔ "مالک کوئی بھی ہو۔ مجھے بھلا اس سے کیا غرض۔"

"دوبارہ کب حاضر ہوں سر؟" ناتھن نے دریافت کیا۔

"آں ـــــ ہاں۔" میں نے الجھے ہوئے انداز میں کہا پھر کچھ توقف سے بولا۔ "میں زیادہ ناشتا کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ صرف دو توس اور ایک کپ چائے میرے لیے بہت ہے۔ تم آدھے گھنٹے بعد آسکتے ہو۔"

پھر وہ جانے کے لیے مڑا تو میں نے اسے روکتے ہوئے جیب سے سو کا ایک نیا نوٹ نکال کر دیتے ہوئے کہا۔ "میرے پاس مقامی کرنسی میں سب سے چھوٹا نوٹ یہی ہے۔"

"سوری سر۔ میں ٹپ لینے کو اچھا نہیں سمجھتا۔ میری تنخواہ ہی اتنی کافی ہے کہ سکھ چین سے گزر ہو جاتی ہے۔"

"میں تمہیں ٹپ نہیں انعام دے رہا ہوں۔" میں نے اسے شیشے میں اتارنے کی خاطر مسکراتے ہوئے کہا۔ "میرا قیام یہاں صرف دو روز ہے لیکن ہو سکتا ہے مجھے تم سے کوئی کام پڑ جائے۔ اس کے علاوہ میں عمر میں تم سے بڑا ہوں۔ تمہیں میرا انعام ہنس کر قبول کر لینا چاہیے۔"

"واپسی میں سوچوں گا سر۔ اس وقت جلدی میں ہوں۔"

پھر ناتھن تیزی سے کمرہ بند کرتا ہوا باہر نکل گیا۔ جاتے ہوئے وہ ڈور ناب کے اس پش بٹن کو دبانا نہیں بھولا تھا جس کے بعد کمرہ اندر سے دوبارہ لاک ہو گیا تھا۔ میں نے سو کا نوٹ جیب میں رکھنے کی بجائے میز پر چارہ سمجھ کر ڈال دیا۔ میرا اندازہ تھا کہ میں جس مقصد سے اس ہوٹل میں ٹھہرا تھا اس میں ناتھن میرے لیے خاصا کارآمد ہو سکتا تھا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ اسے کسی طرح گول مول لفظوں میں بھگوان داس کے بارے میں کریدنے کی کوشش کروں گا۔ اس کے قابو میں آجانے کے بعد میری منزل بڑی حد تک آسان ہو سکتی تھی۔

ٹھیک آدھے گھنٹے بعد دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے محتاط انداز میں میجک آئی کے ذریعے باہر دیکھا پھر ناتھن کو دیکھ دروازہ کھول دیا۔ اس نے آگے بڑھ کر بڑی مستعدی سے ناشتے کے برتن سمیٹے۔ سو کا نوٹ اس کے سامنے پڑا تھا لیکن ناتھن نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ برتن ٹرالی میں رکھ کر جانے کے لیے مڑا تو میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"تم نے اپنا انعام نہیں لیا۔"

"مجھے اپنا انعام مل چکا ہے سر۔" ناتھن نے دروازے کے قریب پہنچتے ہوئے جواب دیا۔ نہ جانے کیوں مجھے اس کے جواب میں بارود کی خوشبو محسوس ہوئی تھی۔ اس کا لہجہ معنی خیز تھا۔ ہونٹوں پر بڑی تلخ سی مسکراہٹ ابھر رہی تھی۔

"میں سمجھا نہیں۔"

"مجھے ہوٹل سے جو تنخواہ ملتی ہے وہی بہت ہے۔" وہ رکھائی سے بولا۔

"لیکن میں نے تم سے انعام کی بات کی تھی۔"

"کارکردگی اچھی ہو تو مالکان کی طرف سے انعام بھی مناسب ملتا ہے۔" اس کے لب و لہجے میں پھر کوئی ایسی خاص بات تھی جسے سن کر میرا ماتھا ٹھنکا۔ میرے وجود کے اندر کہیں سرخ بتی بار بار جل بجھ رہی تھی۔

"میں تمہاری بات کا مقصد نہیں سمجھا۔" میں نے خود کو مطمئن کرنے کی خاطر کہا۔ "کیا روم سروس کے علاوہ بھی تم کچھ اضافی کام سرانجام دیتے ہو۔"

"جی ہاں۔ میں اس بات کا خاص دھیان رکھتا ہوں کہ رہائشی کمروں کی سجاوٹ اور اس کے ساز و سامان کو کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے۔"

"میں سمجھا نہیں؟"

"شما چاہتا ہوں سر۔" ناتھن نے بالکونی کے قریب لٹکے ہوئے پردے کی جانب دیکھتے ہوئے کہا معنی خیز انداز میں جواب دیا۔ "پردے کے علاوہ مجھے قالین پر بھی خون کے کچھ جمے ہوئے قطرے نظر آرہے ہیں۔"

"اوہ۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ "تم چاہو تو واش روم اور وارڈ روب میں بھی جھانک کر دیکھ لو، تمہیں یہاں کوئی لاش نہیں ملے گی۔"

"پھر یہ خون؟"

"ایک بلی کا تھا جس کے بارے میں مجھے خود بھی حیرت ہے کہ وہ آٹھویں منزل کی بالکونی تک کس طرح پہنچ گئی۔"

"لیکن نائٹ ڈیوٹی والی ریسپشنسٹ کو آپ نے کوئی ایسی بات نہیں بتائی تھی۔"

"شاید نیند کے سبب ذہن سے نکل گیا ہو۔" میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"بہرحال آپ نے ایک غیر قانونی حرکت ضرور کی ہے۔" ناتھن نے مجھے میری غلطی کا احساس دلاتے ہوئے کہا۔ "آپ کو رہائشی کمرے میں کسی قسم کا آتش گیر مادہ لانے کی اجازت نہیں۔ البتہ اگر انتظامیہ آپ کو اس بات کی اجازت دے دے تو اور بات ہے۔"

"میں یہاں ایک دن اور ایک رات کا مہمان اور ہوں اس کے بعد ـــــ"

"مجھے معلوم ہے سر لیکن روم سروس پر ڈیوٹی دینے والا اسٹاف اگر ایسی کوئی بات مالکان کے علم میں لے آئے تو اسے اچھا خاصا معقول انعام دیا جاتا ہے۔" اس بار ناتھن کے لہجے میں لالچ کا عنصر زیادہ شامل تھا۔

"میں تمہیں ہوٹل انتظامیہ سے ملنے والے انعام سے دگنی رقم دینے کو تیار ہوں۔"

"کوئی خاص وجہ۔" اس نے مجھے تولنے کی کوشش کی۔

"ہاں۔ اول تو یہ کہ میں اس مختصر قیام کے دوران کسی الجھن میں نہیں پڑنا چاہتا اور اس کے علاوہ بھی تم میرے بہت کام آسکتے ہو۔"

"آپ حکم دیں سر۔" ناتھن دگنے انعام کا سننے کے بعد پھر رام ہو گیا تھا۔

"تم اس ہوٹل میں کب سے ملازم ہو؟"

"یہی کوئی دو ڈھائی سال سے۔" اس نے انگلیوں پر حساب لگاتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ۔" میں نے دیدہ و دانستہ مایوسی کا اظہار کیا۔ "پھر تم شاید میرے زیادہ کام نہیں آسکو گے۔"

"آپ حکم دیں سر ـــــ"

"کیا نام بتایا تھا تم نے اس ہوٹل کے مالک کا؟"

"مسٹر بھوشن جوزف۔" وہ ابھی تک دروازے کے قریب ہی کھڑا تھا۔

"بھوشن ـــــ جوزف ـــــ" میں نے سر کھجاتے ہوئے غیر یقینی انداز میں جواب دیا۔ "نہیں۔ اس کا یہ نام بہرحال نہیں تھا۔"

"آپ کس کے بارے میں دریافت کرنا چاہتے ہیں؟"

"تقریباً چار سال پہلے بھی میں نے ایک ٹرانزٹ پسنجر کی حیثیت سے اسی ہوٹل میں قیام کیا تھا۔ اس وقت میری ملاقات تمہاری انتظامیہ کے کسی بڑے افسر سے ہوئی تھی لیکن اس کا نام۔ اس کا نام یہ نہیں تھا جو تم بتا رہے ہو۔" میں نے پروفیسروں ہی جیسے انداز میں ذہن پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "اس کے نام میں شاید ڈاس یا پھر ڈامس آتا تھا۔ بڑا دوست اور مہمان نواز آدمی تھا۔"

"آپ شاید مسٹر بھگوان داس کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔" ناتھن نے معصومیت سے کہا۔

"ہاں۔ ہاں وہی مجھے یاد آگیا۔ اس کا گڈ نیم بھگوان داس ہی تھا۔"

"وہ مسٹر بھوشن کے بزنس منیجر ہیں لیکن پلیز ـــــ" ناتھن نے اس بار اطراف کا جائزہ لیتے ہوئے قدرے مدھم آواز میں کہا۔ "روم ڈیوٹی اسٹیورڈس کو زبان کھولنے کی اجازت نہیں ہے۔ صرف اپنے کام سے کام رکھنا ہے۔"

"ڈونٹ وری۔ میں تمہیں اس انفارمشن کے لیے دگنا انعام دینے کو تیار ہوں۔" میں نے دریا دلی سے کہا۔ "کیا تم مسٹر بھگوان داس سے میری ملاقات کرا سکتے ہو۔ میرا مطلب یہ ہے کہ تم مجھے صرف ان کا پتا بتا دو۔ میں خود ہی ملاقات کر لوں گا۔ آئی پرامس یو۔ تمہارا نام درمیان میں نہیں آئے گا۔"

"ون ہنڈرڈ۔ ڈالرز۔" ناتھن نے دبی زبان میں کہا۔ مجھے خوشی تھی کہ شکار آسانی سے میرے جال میں پھنس رہا تھا۔ میرے پاس ڈالر کے نام کی کوئی کرنسی اس وقت جیب میں موجود نہیں تھی۔ میں نے بس اچانک اس ہوٹل میں قیام کرنے اور بھوشن کے گرگوں کو تلاش کرنے کا پروگرام بنا لیا تھا، بہرحال میں نے بڑی فیاضی سے جیب سے اپنا پرس نکالتے ہوئے کہا۔

"میں تمہیں ون ہنڈرڈ ففٹی ڈالرز بھی دے سکتا ہوں۔ تم مجھے صرف میرے دوست کا پتا بتا دو۔"

"تمہارا دوست تم سے زیادہ دور نہیں۔ تم اسے نظر گھما کر بھی دیکھ سکتے ہو۔"

پشت سے آنے والی آواز سن کر میں اس طرح چونکا تھا جیسے کوئی انتہائی رومانٹک اور ہیجان انگیز سین چلتے چلتے اچانک ڈریکولا اپنی تمام تر خباثتوں کی ساتھ درمیان میں آگیا ہو۔ میں نے تیزی سے پلٹ کر دیکھا۔ میری نگاہوں کے سامنے وہی پستہ قد اور بھاری بھرکم جسم والا شخص موجود تھا جسے میں عابد والے کیس کی پیشی پر عدالت میں انسپکٹر رام دیال کے ساتھ بیٹھا دیکھ چکا تھا۔ اس کی آنکھوں میں اس وقت بڑی فاتحانہ چمک نظر آرہی تھی۔ وہ تنہا نہیں تھا۔ اس کے ساتھ دو گن مین بھی تھے جو اس کے دائیں بائیں اسلحہ لیے پوری طرح مستعد نظر آرہے تھے۔ مجھے اپنی نگاہوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ بند کمرے میں ان تین افراد کی موجودگی میرے لیے حیرت انگیز ہی تھی اس لیے کہ میری نظریں برابر بیرونی دروازے پر مرکوز

تھیں۔

"گھبراؤ مت مائی ڈیئر۔" بھگوان داس نے اشارے سے ناتھن کو باہر جانے کو کہا پھر دروازہ بند ہونے کے بعد ہی اس کی کرخت آواز دوبارہ ابھری تھی۔ "تم نے ہوٹل میں داخل ہو کر حماقت ہی کا ثبوت دیا ہے۔ خاص طور پر پاسپورٹ کی عدم موجودگی کا بہانہ ایک انتہائی بچکانہ حرکت تھی۔ اسی لیے تمہیں آٹھویں فلور کے اس کمرے میں ٹھہرایا گیا جو مالکان کے خاص مہمانوں کے لیے مخصوص ہے۔ ویسے میں تمہارے نشانے کی داد ضرور دوں گا۔ تم نے اندھیرے کے باوجود بلی پر کامیاب نشانہ لگایا تھا۔ تین میں سے دو گولیاں اس کے جسم پر ہی لگی تھیں لیکن ایک بلی کے نقصان سے اگر کوئی پاگل کتا ہاتھ آجائے تو اسے گھاٹے کا سودا نہیں کہا جاسکتا۔ میرا مشورہ ہے اب تم کسی چالاکی دکھانے یا ڈرامہ رچانے کی کوشش نہیں کرو گے۔ ہم تمہارے بارے میں پوری تصدیق کرچکے ہیں۔"

"مجھے حیرت ہے کہ تم اس وقت کدھر سے ٹپک پڑے۔" میں نے بہ ظاہر خود کو بے پروا ظاہر کرنے کی کوشش کی۔ میری نظریں بدستور ان دونوں مسلح افراد پر لگی تھیں جو پلکیں جھپکائے بغیر ٹرائیگر پر انگلیاں جمائے مجھے سفاکانہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ بھگوان داس کے ایک اشارے پر میرے جسم کو بہ آسانی چھلنی کردیا جاتا۔ بہ ظاہر میرے پاس فرار کا کوئی راستا بھی نہیں تھا۔

میرے پستول میں اب صرف تین ہی گولیاں بچی تھیں اور ناتھن کے چلے جانے کے بعد میرے دشمنوں کی تعداد بھی تین ہی تھی اس لیے میں فوری طور پر کوئی رسک لینے کو تیار نہ تھا۔ پولیس ٹریننگ کے دوران میں بڑے بڑے تکلیف دہ مراحل سے گزرا تھا لیکن یہ موقع ایسا نہیں تھا کہ میں اپنے تجربے کو بروئے کار لانے کی کوشش کرتا۔

مجھے بس ایک لمحے کی تلاش تھی۔ وہ ایک لمحہ جو دو فریقین میں سے ایک کو فاتح اور دوسرے کو شکست خوردہ قرار دیتا ہے چنانچہ مجھے ایسے ہی کسی لمحے کی تلاش تھی اور اس کے لیے ضروری تھا کہ میں اپنے اعصاب کو قابو میں رکھوں اور بھگوان داس کو باتوں میں لگائے رکھوں۔

"کیا یہ جاننا اب تمہارے لیے ضروری رہ گیا ہے۔" بھگوان داس کا لہجہ تضحیک آمیز تھا۔

"اگر تم سمجھتے ہو کہ آئندہ کے لیے تمہارے لیے یہ انکشاف کا باعث بن سکتا ہے تو میں اصرار بھی نہیں کروں گا۔"

"اس کی چنتا مت کرو۔" بھگوان داس نے زہرخند سے جواب دیا۔ "ہم ظالم اور خونی ضرور ہیں۔ موت اور زندگی ہمارے لیے آنکھ مچولی کے کھیل سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے

لیکن اس کے باوجود ہم مرنے والے کی آخری اچھا ضرور پوری کرتے ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ پاپ کرنے والوں کو پن (نیکی) کے کام کرنے کا بھی دھیان رکھنا چاہیے۔"

"مسٹر شہباز۔ اس خیال کو دل سے نکال دو کہ تم اب کسی بھی صورت میں یہاں سے زندہ بچ کر نکل سکو گے۔ ویسے ہم تمہاری آخری اچھا ضرور پوری کریں گے۔" آخری جملہ ادا کرتے ہوئے وہ عجیب انداز میں مسکرایا پھر سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "مجھے معلوم ہے کہ پولیس ملازمت کے دوران تم ایک کامیاب کھلاڑی رہ چکے ہو لیکن کبھی کبھی اچھے کھلاڑی بھی ڈاج کھا جاتے ہیں۔ تم بھی ڈاج کھا گئے۔ تم نے واش روم میں لگے ہوئے ٹائیلس پر شاید زیادہ دھیان نہیں دیا۔ اسی کی لکیروں کے اندر ایک چور دروازہ بھی ہے جو دوسرے کمرے میں کھلتا ہے لیکن اس کا کنٹرول دوسرے کمرے میں ہے۔ ہم اسی راستے سے تمہاری سیوا کرنے کے کارن آئے ہیں۔"

"آئی۔ سی۔" میں نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔ "گویا ناتھن بھی تمہارے گینگ ہی کا ایک فرد ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔ تم خاصے ذہین ہو لیکن اپنی ذہانت کے باوجود ہمارے ماؤس ٹریپ میں آسانی

"بھوشن جوزف کو مجھ سے کیا دشمنی ہے؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"یہی سوال میں تم سے بھی کرسکتا ہوں۔" اس نے تلخ آواز میں جواب دیا۔ "اس ہوٹل میں تمہارا بھیس بدل کر قیام کرنے کا مقصد کیا تھا۔ کیا تم ہماری ٹوہ میں نہیں تھے؟"

"میں صرف یہ معلوم کرنے کی غرض سے آیا تھا کہ انسپکٹر رام دیال کو حراست میں لیے جانے کے بعد تم اچانک انڈر گراؤنڈ کیوں ہوگئے تھے؟"

"صرف یہ دیکھنے کی خاطر کہ میرے سامنے سے ہٹ جانے کے بعد تمہارے پیٹ میں کیا کھلبلی مچتی ہے۔" اس نے مجھے تیز نظروں سے گھورا۔ "کیا تم یہ بتانا پسند کرو گے کہ تمہیں میری کھوج کس لیے تھی؟"

"میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ تم بھوشن کے لیے کتنے اہم آدمی ہو۔"

"یہ معلوم کرنے کی بھی کوئی وجہ ضرور ہوگی۔" وہ میری نگاہوں کے سامنے سینہ تانے کھڑا مجھے گھور رہا تھا۔

"سوری مسٹر بھگوان داس۔" میں نے شانے اچکائے۔ "اب جبکہ تمہارے کہنے کے مطابق موت میرے سر پر منڈلا رہی ہے تو ان باتوں سے کوئی فائدہ بھی نہیں ہے۔"

"ہم تمہیں ماریں گے ضرور لیکن اتنی آسانی سے بھی نہیں۔" اس نے میرا مذاق اڑاتے ہوئے تلخ لہجے میں جواب دیا۔ "کچھ روز تو ہمارے سیوک تمہاری آؤ بھگت کریں گے۔ اس کے بعد شاید باس خود تمہیں اپنے ہاتھوں سے مارنا زیادہ پسند کرے گا۔"

ٹھیک اسی وقت واش روم سے کسی چیز کے گرنے کی آواز ابھری۔ شاید بھگوان داس کے کچھ ساتھی وہاں بھی موجود تھے۔ وہ آواز میرے لیے زندگی کی نوید سے کم نہیں تھی۔ ایک لمحے کو تینوں ہی کی توجہ واش روم کی جانب مبذول ہوگئی۔ وہی لمحہ میرے لیے بڑا کارآمد ثابت ہوا۔ میں نے برق رفتاری سے پستول نکال کر ایک مسلح فرد پر فائر کیا۔ میرا نشانہ خطا نہیں گیا۔ اس کی بائیں کنپٹی سے خون کا فوارہ ابلا اور وہ منہ سے کوئی آواز نکالے بغیر اس طرح لڑکھڑا کر گرا کہ بھگوان داس بھی اپنا بیلنس برقرار نہ رکھ سکا۔ تیسرے مسلح آدمی نے پلٹنے کی کوشش کی تھی لیکن اتنی دیر میں میں سمر سالٹ کرتا ہوا اس کے شانے تک پہنچ چکا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ گولی چلاتا میری سیدھے پاؤں کی ٹھوکر بھرپور انداز میں اس کے چہرے پر پڑی۔ وہ توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ اس نے اٹھنے میں حیرت انگیز پھرتی کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے اسے اس کا موقع نہیں دیا میرے پستول سے دوسری آواز نکلی اور وہ بھی اچھل کر دوسری طرف ڈھیر ہوگیا۔ اب کمرے میں صرف میں اور بھگوان داس رہ گئے تھے۔ میرے پستول میں ایک گولی باقی رہ گئی تھی۔ میں نے اسے جلد بازی میں ضائع کرنے کی حماقت نہیں کی۔ بھگوان داس کو پستول کی زد میں لیتا ہوا دبے قدموں لپکا۔ واش روم کے اندر ایک سرسری نظر ڈالی۔ وہاں کوئی موجود نہیں تھا پھر بھی میں نے دروازے کو اندر سے بولٹ کرلیا۔

یہ سب کچھ اتنی جلدی میں ہوا کہ بھگوان داس کو بھی اپنی نگاہوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ شاید اسے توقع نہیں تھی کہ بازی اپنا رخ اتنی تیزی سے بدل لے گی۔ اب وہ میرے رحم و کرم پر تھا۔

"اب تمہارا کیا خیال ہے بھگوان داس۔" میں نے سردمہری سے کہا۔ "کیا اب بھی تمہارے سیوک میری آؤ بھگت کرسکیں گے؟"

"اپنی وقتی کامیابی پر اتنا گھمنڈ مت کرو مسٹر شہباز خان۔" وہ سپاٹ آواز میں بولا "تم ابھی ہوٹل سے باہر نہیں گئے ہو اور شاید زندہ بچ کر جا بھی نہیں سکو گے۔"

"خود اپنے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے سفاک انداز میں دریافت کیا۔

"مجھے اپنی موت کا اتنا غم نہیں ہوگا جتنی اس بات کی خوشی ہوگی کہ تمہاری زندگی اب اپاہجوں کی طرح گزرے گی۔" وہ بڑی بے پروائی سے بولا۔ "شاید اب تم سارا جیون آکاش کسی صورت بھی نہ دیکھ سکو گے۔ باس تمہیں بڑی اذیت ناک موت مارے گا۔ تمہیں شاید اس کے بارے میں زیادہ نہیں معلوم۔"

"خطرناک کھیلوں میں موت اور زندگی کا خیال رکھنے والے بازی کبھی نہیں جیت سکتے۔" میں نے سرد آواز میں جواب دیا لیکن بھگوان داس نے جو کچھ کہا وہ غلط بھی نہیں تھا۔ ہوٹل میں بھوشن کے اور بھی بہت سارے ساتھی ہوں گے۔ میرے لیے ایک ایک لمحہ بہت قیمتی تھا۔ میں نے خلاف توقع جو بازی اپنے حق میں کی تھی وہ ایک پل میں پلٹ بھی سکتی تھی۔ میرے ہاتھ سے دو خون ہوچکے تھے۔ بھگوان داس کو زندہ چھوڑ دینے کے بعد بھی یہ بات یقین کے ساتھ نہیں کہی جاسکتی تھی کہ وہ مجھے ہوٹل سے بچ کر نکل جانے میں کوئی مدد کرے گا۔"

پھر میں نے فیصلہ کرلیا۔ جہاں دو خون میرے ہاتھ سے ہوئے تھے وہاں ایک اور بھی کیا جاسکتا تھا۔ بھگوان داس میرے چہرے کے تاثرات بھانپ رہا تھا۔ شاید موت اس کا مقدر بن چکی تھی۔ اس نے بڑی تیزی سے اپنے بغلی ہولسٹر سے ریوالور نکالنے کی کوشش کی لیکن اس کا بھی وہی انجام ہوا جو اس کے دو ساتھیوں کا ہوچکا تھا۔ میں نے تینوں لاشوں کو کھینچ کر واش روم میں منتقل کیا پھر دروازہ کھول کر باہر دیکھا۔

راہداری اس وقت میری قسمت سے خالی ہی پڑی تھی۔ میں نے لفٹ کی جانب قدم اٹھائے اور گراؤنڈ فلور کا بٹن دبانے کے بجائے تھرڈ فلور کا بٹن دبادیا جہاں سے ملازموں کے لیے عقبی زینوں کے ذریعے نیچے جانے کا راستہ موجود تھا۔ مجھے خلاف توقع ہوٹل سے باہر نکلنے میں بھی کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ ہوٹل کے دو چار ملازمین نے مجھے دیکھا ضرور تھا لیکن کوئی توجہ نہیں دی۔ شاید وہ بھوشن کے سادہ لباس والے نہیں تھے۔

پانچ منٹ بعد ہی میں خطرے سے نکل کر ایک ٹیکسی میں بیٹھا ندیم کے کیسینو کی طرف جارہا تھا تاکہ پروفیسر مورس کے میک اپ سے نجات حاصل کر سکوں لیکن شاید ندیم کو ان معاملات سے باخبر کرنا میرے لیے مناسب نہ ہوگا۔ ایسا کرنے کی صورت میں اس کے آدمی پھر میرے پیچھے نگرانی کرنے کی خاطر سائے کی طرح لگ جاتے جبکہ میں اپنی مشکلات کا سامنا تنہا کرنا چاہتا تھا' چنانچہ میں نے ٹیکسی واپس پبلک لائبریری کی سمت مڑوالی۔ ٹیکسی سے اتر کر میں نے ڈرائیور کو کرائے کے علاوہ دس روپے بطور ٹپ دیے وہ بے حد خوش ہوگیا۔ میں نے ایک بار پھر وہی طریقہ کار اختیار کیا۔ واش روم میں جاکر جلدی جلدی اپنا ریڈی میڈ میک اپ اتارا اور پھر شہباز خان والے حلیے میں آگیا۔ اس کے بعد میں عقبی راستے سے نکل کر پارک میں آیا اور بڑے اطمینان سے چہل قدمی کرتا ہوا کھلی سڑک پر پہنچ کر دوسری ٹیکسی پکڑی اور گھر کی طرف روانہ ہوگیا۔

بھگوان داس اگر زندہ میرے ہاتھ آجاتا تو اس کے ذریعے میں بھوشن کے بہت سارے کمزور پہلوؤں سے واقف ہو سکتا تھا لیکن سچویشن ایسی ہی پیدا ہوگئی تھی کہ اگر میں اسے گولی نہ مارتا تو وہ مجھے موت کے گھاٹ اتارنے میں ایک پل کی بھی سستی کا مظاہرہ نہ کرتا۔ مجھے اس کی موت کا افسوس تھا لیکن اس بات کی خوشی بھی تھی میں زندہ سلامت اس ہوٹل سے بچ نکلنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔

بھگوان داس کے بعد اب میرے لیے گیتا کی اہمیت زیادہ بڑھ گئی تھی۔ مجھے اس بات کا بھی بڑی شدت سے احساس تھا کہ بھگوان داس کی موت کی اطلاع جب بھوشن تک پہنچے گی تو اس کے دل پر کیا گزرے گی۔ گیتا کی بازیابی اب خاصی مشکل ہوگئی تھی۔ اول تو غالب امکان اس بات کا تھا کہ اسے کرشن شرما کی موت کے بعد ہی ٹھکانے لگا دیا ہوگا۔ دوسری شکل میں اگر وہ زندہ تھی تو اس پر نگرانی اور سخت کردی گئی ہوگی' بہرحال میں طے کرچکا تھا کہ گیتا کو بازیاب کرنے کی خاطر میں ہر ممکن کوشش ضرور کروں گا خواہ اس کے لیے مجھے براہ راست بھوشن سے براہ راست ہی کیوں نہ ٹکرانا پڑے۔

ناتھن کو ہوٹل میں میری حیثیت کا علم ہوچکا تھا اس لیے بھگوان داس اور اس کے ساتھیوں کی موت کی اطلاع بھوشن تک پہنچنے میں دیر نہیں لگی ہوگی۔ میرا ذہن برابر اسی خیال میں غرق تھا۔ بھگوان داس نے میری اصلیت معلوم کرنے کی خاطر ایک بلی کی جو قربانی دی تھی اس میں وہ کامیاب رہا تھا۔ شاید اسی کامیابی کے نشے نے اسے خوش فہمیوں میں مبتلا کردیا تھا۔ ورنہ وہ اگر عقل مندی سے کام لیتا تو مجھے کسی چوہے کی طرح بہ آسانی پکڑ سکتا تھا۔ اسے ڈرامہ رچانے کی کوئی خاص ضرورت نہیں تھی لیکن شاید قسمت مجھ پر مہربان تھی جو اس وقت کھلی فضا میں ٹیکسی میں بیٹھا آزادی کے سانس لے رہا تھا۔

واش روم میں کسی وزنی چیز کے گرنے کی آواز میری آزادی کا پروانہ بن گئی تھی ورنہ بھگوان داس اور اس کے ساتھی مجھے اپنے نرغے میں لینے میں کامیاب ہوچکے تھے لیکن وہ وزنی شے کیا تھی؟ کس نے گرائی تھی؟ یہ سوال ابھی بھی میرے ذہن میں گونج رہا تھا کہ اچانک لیڈی مکلارنس کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"میرے عزیز۔ میں تمہیں آزادی کی مبارک باد پیش کرتی ہوں لیکن اس بات کی تاکید بھی کرنا ضروری سمجھتی ہوں کہ اب تمہیں پہلے کے مقابلے میں زیادہ محتاط رہنا ہوگا۔"

"تمہیں ان حالات کا علم کس طرح ہوا؟" میں نے حیرت سے دریافت کیا۔

"تم شاید بھول رہے ہو۔ میں نے کہا تھا کہ اس وقت تک تمہارے معاملات میں دلچسپی لیتی رہوں گی جب تک اس طاقت کا سراغ نہ لگالوں جو تمہاری مدد کرتی ہے۔ اس کے بعد تمہاری حیثیت میرے لیے ایک عام آدمی سے زیادہ مختلف نہیں ہوگی۔"

"کیا تمہیں میرے ارادوں کا علم ہوگیا تھا۔"

"میں تمہارے دل میں نہیں جھانک سکتی لیکن تمہاری نقل و حرکت پہ نظر رکھنا میرے لیے بچوں کے کھیل جیسا ہے۔" لیڈی مکلارنس کے جواب میں تکبر تھا۔ "میں نے تمہیں بتایا تھا کہ وقت اور فاصلوں کی قید میرے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔"

"بھگوان داس کی موت کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"بالکل ایسا ہی ہے جیسے کسی سانپ کے منہ پر پاؤں رکھ کر اسے اور زیادہ خطرناک بنادیا جائے۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "بھوشن کو اپنے دست راست کی موت کی اطلاع مل چکی ہے لیکن ابھی تک اسے اس بات کا علم نہیں ہوا کہ پروفیسر مورس کے پیچھے کس کی شخصیت کام کررہی تھی مگر اس کے ذہن میں سب سے پیشتر تمہارا ہی نام ابھرا ہے اور چند گھنٹوں بعد وہ اس کی تصدیق کرنے میں بھی کامیاب ہوجائے گا کہ پروفیسر مورس کے بھیس میں تمہارے علاوہ کوئی اور نہیں

تھا۔"

"میں سمجھا نہیں؟" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"پریشان مت ہو۔ اس کا جواب شاید بھوشن خود ہی نہیں دے گا۔" لیڈی مکلارنس نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔ "جو چالاک لوگ محض ایک بلی کے ذریعے تمہارے اوپر اپنے شبے کی تصدیق کرسکتے ہیں' ان کے پاس اور بھی بہت ذرائع ہوسکتے ہیں۔"

"کیا تمہیں ان ذرائع کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔"

"لیڈی مکلارنس گھپ اندھیروں میں گرد آلود فرش سے کوئی کھوئی ہوئی سوئی بھی تلاش کرسکتی ہے۔" وہ ٹھوس لہجے میں بولی۔ "میری نظریں دنیا کے کسی کونے میں بھی بلا روک ٹوک پہنچنے کی طاقت رکھتی ہیں۔ کہو تو اس ٹیکسی کا نمبر بھی بتادوں جو اس وقت تمہارے استعمال میں ہے۔"

"کیا تم بتا سکتی ہو کہ واش روم میں ہونے والی آواز۔۔۔"

"اتفاق ہی سمجھو جو اس وقت میرا دھیان اچانک تمہاری طرف چلا گیا تھا۔" اس نے جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔ "وہ آواز جسے سن کر تمہیں اپنے بچاؤ کی مہلت ملی تھی وہ میں نے ہی پیدا کی تھی۔ میں چاہتی تو تمہیں بچا بھی سکتی تھی۔ بھگوان داس اور اس کے ساتھیوں کی موت کے لیے میری آنکھوں کا ایک اشارہ بھی بہت تھا لیکن میں خون خرابے کی عادی نہیں ہوں۔ تم سیکرٹ سروس کے چیف انسپکٹر دل کو کیوں فراموش کر رہے ہو جو بھیس بدل کر میرے خلاف مکلارنس کے قتل کی تفتیش کرنے میں دیوانہ ہو رہا ہے۔ میں چاہوں تو اسے بھی کسی چیونٹی کی طرح اپنے پیروں تلے کچل سکتی ہوں لیکن میں بچوں کے کھیل تماشے دیکھ کر زیادہ خوشی محسوس کرتی ہوں۔ اسی لیے میں تمہاری بہادری بھی دیکھنا چاہتی تھی۔ ہاں' ناکامی کی صورت میں تمہاری مدد ضرور کرتی۔"

"گیتا کے بارے میں تمہاری معلومات کیا کہتی ہے؟" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "کیا وہ زندہ ہے اور میرے لیے بھوشن کے خلاف ایک اہم ثبوت ثابت ہوسکتی ہے؟"

"کیا سب کچھ مجھ سے ہی پوچھ لوگے۔" اس بار اس کے جواب میں بڑا گہرا طنز تھا۔ "کیا اپنی کالکا کے لیے کچھ باقی نہیں چھوڑوگے جس نے تمہاری خاطر موہنی کو کس قدر آسانی سے جلاکر راکھ کا ڈھیر کردینے میں تمہاری مدد کی تھی۔"

"ہاں' کالکا نے مجھ سے موہنی کی موت کا موقع فراہم کرنے کا وعدہ کیا تھا جس کو پورا کرنے میں اس نے کسی فریب سے کام نہیں لیا۔"

"فریب۔" لیڈی مکلارنس کا لہجہ یکلخت تلخ ہوگیا۔ "کیا تم اس قابل ہو کہ فریب اور سچائی میں تمیز کرسکو؟"

"لیکن کالکا نے۔۔۔"

"نہیں میرے عزیز۔" اس نے ایک بار پھر میرا جملہ کاٹتے ہوئے تیزی سے جواب دیا۔ "اتنی جلد بازی میں کوئی فیصلہ مت کرو۔ یہ دنیا جس میں ہم سانس لے رہے ہیں ایک تجربہ گاہ ہے۔ کامیاب وہی ہے جو اپنا ذہن اور اپنی آنکھیں کھلی رکھے۔ مجھے معلوم ہے کہ تمہارے ذہن میں ابھی تک کیا شبہ منڈلا رہا ہے۔ کیا یہ غلط ہے کہ تم کومل ورما' موہنی اور میری شخصیت کو ایک ہی کردار کے مختلف روپ سمجھ رہے ہو؟"

"ہاں۔ میں اس سے انکار نہیں کروں گا۔" میں نے صاف گوئی سے کہا۔

"مجھے تمہارا جواب پسند آیا میرے عزیز۔" لیڈی مکلارنس نے برا ماننے کے بجائے خوشی کا اظہار کیا۔ "جو لوگ سچائی کے راستے پر چلنے کے عادی ہوں جیت انہی کی ہوتی ہے۔ یہ اور بات ہے جیتنے کی خاطر بہت کچھ ہارنا بھی پڑتا ہے۔"

"کیا تم ایک کام کرسکتی ہو؟"

"کہو۔"

"تمہیں معلوم ہے کہ میں نے نسیم کو بہن بنایا ہے' وہ مجھے بہت عزیز ہے۔"

"میں سمجھ رہی ہوں کہ تم کیا کہنا چاہ رہے ہو مگر کیا تم یہ فیصلہ کرنے میں کامیاب ہوگئے کہ اس کے چہرے پر پیشانی کا وہ داغ کس کی شرارت کا نتیجہ تھی۔"

"مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ اس کی پیشانی کا وہ داغ دور ہوجائے جس کے بارے میں ڈاکٹر ابھی تک کوئی یقینی بات کہنے سے گریز کررہے ہیں۔"

"صرف آج کی رات اور انتظار کرو۔ ہوسکتا ہے کہ کل صبح تمہاری پریشانی دور ہوجائے۔" اس نے یقینی لہجے میں جواب دیا۔

"کالکا کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" میں تھوڑے توقف سے بولا۔ "اس نے کہا تھا کہ موہنی کی موت کے بعد ہوسکتا ہے کہ اسے ہمیشہ کے لیے دوبارہ مورتی کی شکل میں تبدیل کردیا جائے یا آسمان اور زمین کے درمیان معلق کردیا جائے۔"

"اور اس نے یہ بھی کہا تھا کہ یہ عتاب دیوتاؤں کی جانب سے نازل ہوگا۔"

"ہاں۔"

"لیڈی مکلارنس نے آج تک اپنی شکست کبھی تسلیم نہیں کی یا یوں سمجھ لو کہ مجھے زندگی میں ہمیشہ جیت ہی جیت ہوئی ہے۔" وہ بڑے پر اعتماد اور ٹھوس لہجے میں بولی۔ "میں نے تمہیں بتایا تھا کہ تمہاری کالکا کی مورتی میری لائبریری میں شیشے کے شوکیس میں بند ہے۔ میں تسلیم کرتی ہوں کہ میری ایک ذرا

سی عدم توجہی کی بنا پر اس کی روح میرے قبضے سے نکل گئی تھی لیکن مجھے کامل یقین ہے کہ ایک نہ ایک دن اس کی روح بھی میرے قبضے میں ہوگی اور میں تمہیں اس سے گفتگو کرنے کا ایک نادر موقع ضرور فراہم کروں گی۔ یہ میرا وعدہ ہے۔"

"گویا تم یہ کہنا چاہ رہی ہو کہ کالکا دیوتاؤں کے عتاب کا شکار نہیں ہوئی۔"

"اس کا جواب بھی تمہیں بہت جلد مل جائے گا۔ کسی خاص مصلحت کی بنا پر میں اس وقت تمہارے سوال کا جواب دینا پسند نہیں کروں گی۔"

"بھوشن سے میری پیدا ہونے والی دشمنی کے بارے میں تمہاری کیا پیشن گوئی ہے۔ کیا مجھے سرنڈر کر جانا چاہیے یا۔۔۔" میں نے جان بوجھ کر جملہ نامکمل چھوڑ دیا۔

"اس کا فیصلہ تمہیں خود کرنا ہوگا۔"

"ندیم نے مجھے اس بات کا یقین دلایا تھا کہ تمہاری زبان سے نکلی ہوئی کوئی بات یا پیشن گوئی غلط ثابت نہیں ہوتی۔" میں نے لیڈی مکلارنس کو اکسانے کی خاطر کہا۔

"تمہارا دوست حیرت انگیز صلاحیتوں کا مالک ہے۔ میں اسے بھی پسند کرتی ہوں۔"

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہوا۔" میں نے پیشن گوئی کے سلسلے میں اپنا سوال پھر دہرایا۔

"وقت کا انتظار کرو میرے عزیز اور اپنے اندر خود اعتمادی پیدا کرنے کی عادت ڈالو۔ فی الحال میں تم کو یہی مشورہ دے سکتی ہوں۔"

پھر لیڈی مکلارنس نے مجھ سے اپنا رابطہ توڑ دیا۔

☆

گھر پہنچتے ہی عارفہ نے مجھے بتایا کہ سراج کا فون میرے لیے کئی بار آچکا ہے۔ وہ مجھے یقیناً کوئی خاص خبر سنانا چاہتا تھا ورنہ متعدد بار فون کرنے کی زحمت کبھی گوارا نہ کرتا۔ عارفہ کے بیان کے مطابق وہ کل بھی میری غیر موجودگی میں بار بار فون کرتا رہا تھا۔ میں نے عارفہ کو حالات کے پیش نظر سختی سے ہدایت کر رکھی تھی کہ وہ فون پر کسی سے اپنا نام ظاہر کرنے کی کوشش نہ کرے۔ کالکا کو ابھی تک اس بات کا شبہ تھا کہ وہ زندہ ہے۔ موہنی نے بھی اعتراف کیا تھا کہ اپنے آدمیوں کے ذریعے عارفہ کے جل مرنے کی اطلاع کے باوجود نہ جانے کیوں اسے اس کا یقین نہیں آسکا تھا کہ عارفہ مرچکی ہے۔ کالکا کو بھی اگر عارفہ کے میرے ساتھ ایک ہی چھت کے نیچے رہنے کی خبر ہو جاتی تو وہ بھی اس کے بہت سارے مطلب اخذ کر سکتی تھی۔ اس نے مجھے کھلے لفظوں میں چیلنج کیا تھا کہ اگر میں اس کا نہ ہوسکا تو وہ اپنی کالی قوتوں سے کسی اور کو بھی میرا نہ بننے دے گی بہرحال میں نے عارفہ کو ایک بار پھر تاکید کر دی کہ وہ خاص خاص موقعوں کے علاوہ کال ریسیو کرنے کی حماقت نہ کرے۔

میں خاصا تھکا ہوا تھا چنانچہ سب سے پہلے میں نے غسل کر کے لباس تبدیل کیا۔ ایک کپ گرما گرم کافی پینے اور پوری طرح تر و تازہ ہونے کے بعد سراج کو فون کیا لیکن مجھے اس کے دفتر سے معلوم ہوا کہ اس کی عیاتی دوبارہ اسی جگہ ہوگئی ہے جہاں وہ عتاب میں آنے سے پیشتر تھا۔ مجھے اس خبر پر خوشی ہوئی۔ شاید سراج نے یہی خوش خبری سنانے کی خاطر مجھے فون کیا تھا۔ میں نے دوسرے نمبر پر ڈائل کیا تو کال خود سراج نے ریسیو کی تھی۔

"واپسی مبارک ہو۔" میں نے اسے مبارکباد دی۔ "لیکن اتنی جلدی یہ سب کچھ ہوا کیسے۔ میرا مطلب ہے کہ ایک بار اگر کوئی پولیس آفیسر عتاب کا شکار ہو جائے تو اتنی جلدی اس کی گلو خلاصی کے صرف دو ہی طریقے ممکن ہیں۔ یا تو لمبا مال خرچ کیا جائے یا پھر کوئی اتنی اونچی سفارش جسے ٹالا نہ جاسکے۔"

"کل آپ کہاں تھے۔ میں نے کئی بار آپ کو مختلف نمبروں پر آزمایا تھا لیکن ہر طرف سے یہی جواب ملا کہ آپ موجود نہیں ہیں۔"

"کچھ آؤٹ ڈور کام نپٹانے میں مصروف تھا۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا پھر اصل مقصد کی طرف آگیا۔ "آپ نے اتنی جلدی اپنی واپسی کی وجہ نہیں بتائی۔"

"مجھے خود بھی ابھی تک یقین نہیں آسکا کہ مسز سلیمان شاہ اچانک میرے اوپر اس قدر مہربان کیوں ہوگئیں جبکہ۔۔۔" سراج نے اپنا جملہ مکمل نہیں کیا مگر میں سمجھ رہا تھا کہ اس کے دل میں ابھی تک ندیم کی طرف سے غبار موجود ہے۔

"اس مہربانی کی کوئی نہ کوئی وجہ بھی ضرور ہوگی؟" میں نے بے پروائی سے پوچھا۔ "ویسے بائی دے وے، آپ کو اس بات کا احساس کس طرح ہوا کہ ماہ رخ ہی کی وجہ سے آپ کا تبادلہ دوبارہ اسی سیٹ پر ہوا ہے۔ ممکن ہے اس میں بھوشن کی کوئی سازش ہو۔"

"تعیناتی کا آرڈر دیکھ کر میرے ذہن میں بھی یہی خدشہ ابھرا تھا لیکن پھر مسز سلیمان شاہ نے بہ ذات خود فون کر کے مجھے اطلاع دی کہ اس نے بہت اوپر سے میری واپسی کے احکامات جاری کرائے تھے۔"

"پھر تو ڈبل مبارک ہو۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ "بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ آپ کی تو باقاعدہ لاٹری نکل آئی ہے بقول شخصے اب تو آپ کی پانچوں گھی میں اور سر۔۔۔"

"میں اب سر کڑھائی میں ہونے کی عمر سے گزر چکا ہوں۔" سراج نے میرے جملے کا مفہوم سمجھتے ہوئے جواب دیا پھر بے حد سنجیدگی سے بولا۔ "آپ نے یہ نہیں پوچھا کہ مسز سلیمان کی مہربانی کی اصل وجہ کیا تھی؟"

"میرا خیال ہے کہ دل آجانے کے لیے عمر کی قید کا ابھی تک کوئی قانون وضع نہیں ہوا۔" میں نے بذلہ سنجی کا ثبوت دیا۔

"کل صبح ہی مجھے ٹرانسفر آرڈر ملے تھے پھر چارج ہینڈ اوور کرنے سے پیشتر مسز سلیمان شاہ کا فون بھی موصول ہوا تھا۔" سراج نے میرے جملے کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "دوسری حیرت کی اطلاع یہ ہے کہ نیا چارج سنبھالنے کے ایک گھنٹے بعد ہی مجھے محترمہ کا فون دوبارہ موصول ہوا تھا۔"

"گھر آنے کی دعوت دی ہوگی۔"

"میں اس وقت بے حد سنجیدہ ہوں شہباز صاحب۔" سراج نے کہا۔ "جانتے ہیں محترمہ نے کیا کہا تھا۔"

"ابھی تک میں نے علم غیب میں دسترس حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی۔"

"مسز سلیمان شاہ نے نہایت سنجیدگی سے یہ رپورٹ دی ہے کہ کچھ لوگ انہیں اغوا کرنے کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔"

"یہ بات میرے حلق کے نیچے نہیں اتر رہی۔" میں نے اس بار سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ماہ رخ کے تعلقات اوپر تک ہیں۔ اس کا مجھے بہ خوبی علم ہے۔ جب وہ باہر نکلتی ہے تو اس کے ساتھ سیکورٹی گارڈز کی ایک فوج ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں اسے اپنے اغوا کی اطلاع پولیس رجسٹر میں درج کرانے کی کیا ضرورت تھی۔"

"یہی سوال مجھے بھی پریشان کر رہا ہے۔" سراج نے کہا۔ "ویسے ابھی تک میں نے رپورٹ درج نہیں کی۔ مسز سلیمان شاہ کا یہی حکم تھا کہ جو کچھ بھی کیا جائے انتہائی رازداری سے کیا جائے۔ اس کا کوئی ذکر پولیس کے کسی ریکارڈ پر لانے کی سختی سے تاکید کی ہے۔"

"اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔" میں نے سراج کو دلاسہ دیا۔ "جب آپ کو ماہ رخ کے اغوا کی باقاعدہ رپورٹ ملے تو دو چار ہسٹری شیٹرس اور دس نمبر کے غنڈوں کو اٹھا کر بند کر دیجیے گا۔ دنیا دکھاوے کی خاطر دو چار جگہ چھاپے ماریے گا۔ اتنی دیر میں مجھے قوی امید ہے کہ سلیمان شاہ کے شکاری کتے مجرموں کی بو سونگھتے ہوئے ان کی شہ رگ تک خود ہی پہنچ جائیں گے۔"

"آج صبح ہی صبح ایک نئی اطلاع ملی ہے۔" سراج نے سنجیدگی سے کہا۔ "مسٹر بھوشن نے فون کر کے اطلاع دی ہے کہ کسی نامعلوم شخص نے ایمبیسڈر ہوٹل میں اس کے بزنس منیجر بھگوان داس اور اس کے دو آدمیوں کو قتل کر دیا ہے۔ میں اسی طرف جا رہا ہوں۔"

"آئی سی۔" میں نے چونکتے ہوئے جواب دیا۔ "گویا کسی خاص پارٹی اور بھوشن کے درمیان باقاعدہ ٹھن گئی ہے اور یہ سلسلہ اس وقت سے شروع ہوا ہے جب اس کا کروڑوں روپے کا قیمتی مریض کرشن شری اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔" میں نے یونہی ایک شبے کا اظہار کیا۔ "کہیں ایسا تو نہیں کہ ناجائز تجارت کے میدان میں کوئی دوسری پارٹی بھی سرگرم عمل ہو اور کسی وجہ سے اس کے اور بھوشن کے درمیان باقاعدہ ٹھن گئی ہو۔ خان جابر اور بہرام وغیرہ کے قتل کی وارداتیں بھی اسی سلسلے کی کوئی کڑی ہوں؟"

"ہوسکتا ہے آپ کا اندازہ درست ہو لیکن ابھی یقین سے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔"

"کیا میں آپ کے کسی کام آسکتا ہوں۔"

"فی الحال مجھے ایمبیسڈر پہنچنے کی جلدی ہے۔ پندرہ منٹ کے اندر اندر بھوشن کا فون دوبار آچکا ہے۔ وہ خاص طور پر بھگوان داس کی موت پر پاگل ہو رہا ہے۔ میں ہوٹل سے واپسی پر آپ سے دوبارہ بات کروں گا۔" پھر دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

میرا اندیشہ غلط نہیں تھا۔ بھوشن جوزف کو بھگوان داس کی موت کی اطلاع مل چکی تھی۔ لیڈی مکلارنس نے میرے ایک سوال کے جواب میں کہا تھا کہ پروفیسر مورس کے میک اپ میں میرے ہونے کا جواب بھوشن ہی دے گا۔ یہ بات بہرحال میری تشویش کا سبب تھی لیکن میں پریشان نہیں تھا۔ محض شبے کی بنا پر کسی کو عمر قید یا پھانسی کی سزا نہیں دی جاسکتی تھی۔ بھگوان داس نے گفتگو کے دوران مجھے شہباز کے نام سے ضرور مخاطب کیا تھا مگر اس بات کا کوئی ثبوت نہیں تھا کہ اس نے جسے شہباز کے نام سے پکارا تھا وہ میں ہی تھا ہوسکتا ہے اس نے محض قانون کو دھوکا دینے اور مجھے بلاوجہ پھانسنے کی خاطر ایسا کیا ہو لیکن دل کو یہ تمام تسلیاں دینے کے باوجود لیڈی مکلارنس کے کہے ہوئے کچھ جملے میرے ذہن میں کھٹک رہے تھے۔

میں عارفہ سے بیٹھا گفتگو میں مصروف تھا کہ تسیم اور ندیم کمرے میں داخل ہوئے۔ میرا خیال تھا کہ ندیم مجھ سے رات کی غیر حاضری کے سلسلے میں ضرور پوچھے گا لیکن خلاف توقع اس نے ایسی کوئی بات نہیں کی۔ غالباً وہ موہنی کی موت کے بعد کالکا کے سلسلے میں میرے الٹے سیدھے جواب سے ابھی تک خفا تھا، لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ میرے چہرے کے تاثرات کو اس وقت بھی پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"آپ رات کو کہاں تھے۔" تسیم نے بڑی محبت اور اپنائیت سے پوچھا پھر سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بولی۔ "عارفہ نے مجھے بتایا تھا کہ آپ کسی ضروری کام سے دو تین روز کے لیے باہر جا رہے تھے۔"

"ہاں۔" میں نے بات بناتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"تمہاری پیشانی کے داغ کی خاطر کسی پہنچے ہوئے فقیر نے مجھے مخصوص تعداد میں ایک عمل پڑھنے کو کہا تھا۔ میرا خیال تھا کہ اس میں دو تین دن بھی لگ سکتے ہیں لیکن تمہاری قسمت کی بات ہے کہ عمل کی وہ تعداد ایک رات ہی میں پوری ہو گئی۔"

ندیم نے مجھے غور سے دیکھا پھر اپنے ہونٹ بھینچ لیے۔ شاید وہ میری بات کو محض ایک خوب صورت بہانہ سمجھا تھا۔

"اس عمل سے کیا ہوگا؟" عارفہ نے معصومیت سے دریافت کیا۔

"فقیروں کی باتیں فقیر ہی جانیں، بہرحال اس نے مجھے یقین دلایا تھا کہ عمل پورا ہونے کے بعد ایک رات ڈھلتے ہی دوسری صبح داغ کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہے گا۔"

"آپ مذاق تو نہیں کر رہے ہیں؟" نسیم نے پرامید نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے۔" میں نے لیڈی مکلارنس کی پیشن گوئی پر یقین کرتے ہوئے بڑے وثوق سے کہا۔ "صرف آج رات کی بات ہے کل صبح دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی بھی سامنے آجائے گا۔"

"اس کے بعد تمہارا کیا ارادہ ہے۔" ندیم نے مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔ "اگر فقیر کی کہی ہوئی بات درست ہوئی تو کیا بزنس برقرار رکھو گے یا ماتھے پر قشقہ کھینچ کر کسی پرانے برگد کی چھاؤں میں دھونی مار کر بیٹھنے کا ارادہ ہے؟"

"اس کا فیصلہ کل صبح فقیر سے دوبارہ ملاقات کرنے کے بعد ہی کر سکوں گا۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ عمل کی تعداد پوری کرنے کی خاطر تم نے کل کی رات کسی ویرانے یا جنگل میں گزاری تھی؟"

"وہ عمل مجھے ساحل سمندر پر بیٹھ کر پڑھنا تھا۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔

ندیم نے میرے جواب پر مجھے غصے سے دیکھا کچھ کہنا چاہا مگر پھر ارادہ ترک کر کے اٹھا اور لمبے لمبے قدم اٹھاتا کمرے سے باہر چلا گیا۔ عارفہ نے ندیم کے جانے کے بعد پوچھا۔

"کیا بات ہے۔ کیا ندیم بھائی آپ سے کسی بات پر ناراض ہیں؟"

"اس کا جواب تم اپنے بھائی سے ہی پوچھنا۔" میں نے جماہی لیتے ہوئے کہا۔ "فی الحال میں سونا چاہتا ہوں۔ رات پر سمندر کے کنارے بیٹھے بیٹھے ریڑھ کی ہڈی میں درد شروع ہو گیا ہے۔ مجھے نیند آجائے تو براہ کرم مجھے جگانے کی کوشش نہ کرنا۔"

"شہباز بھائی۔" نسیم نے ایک بار پھر مجھے غور سے دیکھا۔

"کیا آپ کو یقین ہے کہ میری پیشانی کا داغ صبح تک غائب ہو جائے گا؟"

"امید پر دنیا قائم ہے۔ تم بھی قائم رہو۔ اس میں بہ ظاہر کوئی نقصان بھی نہیں ہے۔"

میں نسیم اور عارفہ کو پریشانی کے عالم میں چھوڑ کر اپنی خواب گاہ میں آگیا پھر ایسا گھوڑے بیچ کر سویا کہ دوسری صبح ہی میری آنکھ کھلی تھی۔ نسیم اور عارفہ دونوں میری خواب گاہ میں ہی موجود تھیں۔

"خیریت۔" میں نے بستر سے اٹھتے ہوئے پوچھا۔ "یہ صبح ہی صبح دھاوا بولنے کی کیا وجہ ہے۔"

"آپ نے نسیم کی پیشانی کی جانب نہیں دیکھا۔" پھر عارفہ کے یاد دلانے پر میں نے نظریں گھما کر نسیم کی پیشانی کی جانب دیکھا تو میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ وہاں سیاہ دھبے کا کوئی نام و نشان بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ لیڈی مکلارنس نے جو کچھ کہا وہ حیرت انگیز طور پر درست ثابت ہوا تھا۔ نسیم کی خوب صورت آنکھوں میں خوشی کے آنسو مچل رہے تھے۔

"سراج کا کوئی فون تو نہیں آیا تھا۔" میں نے اچانک چونکتے ہوئے عارفہ سے پوچھا۔

"دن بھر میں خدا جھوٹ نہ بلائے تو پچاسوں بار فون آچکا ہے لیکن ہم نے آپ کی ہدایت پر عمل کرنے کی وجہ سے آپ کو جگانے کی کوشش نہیں کی۔"

میں نے تیزی سے اٹھ کر منہ ہاتھ دھویا، جلدی جلدی ناشتا کیا پھر سراج کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ میں یہ جاننے کے لیے بے چین تھا کہ اے۔ میسڈر کی تفتیش کے بعد سراج نے بھگوان داس کے قتل کے بارے میں کیا نتیجہ اخذ کیا تھا؟

خبیث
4
انوار صدیقی

سراج سے رابطہ قائم کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔

"مسٹر شہباز۔" فون ملتے ہی سراج نے کہا۔ "میں آپ کو متعدد فون کر چکا ہوں لیکن۔۔۔"

"مجھے رات دیر سے خبر ملی تھی اس لیے میں نے آپ کو ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں سمجھا۔" میں نے دروغ گوئی سے کام لیا۔ "اور سنائیے ا۔مبیسیڈر ہوٹل میں تفتیش کا کیا رہا۔"

"بھوشن دیوانہ ہو رہا ہے۔" سراج نے بتایا۔ "بھگوان داس کی موت سے شاید اسے کوئی گہرا دھکا لگا ہے۔"

"لگنا بھی چاہیے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "کسی بھی کاروبار میں منیجر کی حیثیت ریڑھ کی ہڈی سے کم نہیں ہوتی اور ریڑھ کی ہڈی اگر ٹوٹ جائے تو انسان بیکار ہو کر رہ جاتا ہے۔"

"مجھے معاملہ کچھ پیچیدہ نظر آ رہا ہے۔"

"ہر قتل و غارت گری کے پیچھے ہمیشہ پیچیدہ معاملات ہی ہوتے ہیں' ورنہ پولیس کے لیے مجرموں کی گوشمالی اتنی مشکل نہ ثابت ہو۔"

"ہوٹل کی کاؤنٹر گرل کا بیان ہے کہ وہاں پروفیسر مورس کے نام سے ایک شخص نے قیام کیا تھا۔" سراج نے مجھے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "کمرے میں سرو کرنے والے ناتھن نامی اسٹیورڈ کا بیان ہے کہ پروفیسر مورس کی شخصیت اسے بھی مشکوک سی لگی تھی۔"

"میں، سمجھا نہیں۔" میں نے معصومیت سے سوال کیا۔

"ناتھن اور ہوٹل کے دوسرے عملے کے بیان کے مطابق بھگوان داس اور ہوٹل کے دو ملازموں کا قتل اسی کمرے میں ہوا جس میں پروفیسر نے قیام کیا تھا۔"

"پروفیسر کا کیا بیان ہے۔"

"وہ حیرت انگیز طور پر قتل کی اس واردات کے بعد ہوٹل کے پچھلے راستے سے فرار ہو گیا۔"

"آئی سی۔ گویا قتل بھی پروفیسر ہی نے کیا ہو گا۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ اس نے میک اپ کرنے کے بعد اپنا نام بھی تبدیل کر لیا ہو۔ ورنہ اس کا پراسرار طور پر فرار ہو جانا کیا معنی رکھتا ہے لیکن کیا ہوٹل کے کسی ملازم نے بھی اسے کمرے سے نکلتے نہیں دیکھا۔"

"ناتھن کو بھی شبہ ہے کہ وہ میک اپ میں تھا۔" سراج نے توقف سے جواب دیا۔ "کمروں میں سروس کرنے کے بعد اس نے اپنے شبہ کا اظہار ہوٹل کے منیجر سے کیا تھا جس نے فوری طور پر بھوشن کو حالات سے مطلع کرنا ضروری سمجھا۔"

"کیا مطلب۔" میں نے چونک کر پوچھا۔ "کیا ہوٹل منیجر ذاتی طور پر اس کے شبے کی تصدیق کرنے کا مجاز نہیں تھا؟"

"یہی سوال میں نے بھی کیا تھا لیکن اس نے جواز پیش کیا کہ مسٹر بھوشن کی خاص ہدایت ہے کہ ہوٹل کے کسی کسٹمر کو

کسی بھی حالت میں ڈسٹرب نہ کیا جائے اور اگر ایسی کوئی صورت حال پیش آئے تو اس کی اطلاع بھگوان داس کو دی جائے۔ بھگوان داس چونکہ قتل ہو چکا تھا اس لیے نیجر نے براہ راست بھوشن کو حالات سے باخبر کردیا۔"

"آپ کا تجزیہ کیا کہتا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ پروفیسر مورس کے میک اپ میں ہونے والی بات درست ہوگی۔" سراج نے اظہار خیال کیا۔ "یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ پچھلے راستے سے جانے کے بجائے سامنے سے ہی واپس گیا ہو اور ہوٹل کے عملے نے اسے اس لیے نہ پہچانا ہو کہ واپسی میں وہ بغیر میک اپ کے رہا ہوگا۔"

"ون منٹ۔" میں نے جلدی سے پوچھا۔ "جب ہوٹل کے نیجر کا بیان یہ ہے کہ اس نے ناتھن کے بیان کی تصدیق کرنے سے پیشتر بھوشن کو مطلع کرنا ضروری سمجھا تھا تو اس نے قتل کی اطلاع کس بنیاد پر دی؟"

"اس کی اطلاع بھی اسے ناتھن ہی نے دی تھی۔" سراج نے جواب دیا۔ "پروفیسر مورس کے کمرے کا دروازہ چونکہ کھلا تھا اس لیے دوبارہ جب وہ اوپر گیا تو اس نے وہاں لاشیں پڑی دیکھیں تھیں۔"

"بات ہضم نہیں ہو رہی ہے۔" میں نے دیدہ و دانستہ الفاظ چباتے ہوئے کہا۔ "اگر فرض کرلیا جائے کہ پروفیسر میک اپ ہی میں تھا تو اس نے دروازہ کھلا چھوڑ کر فرار ہونے کا خطرہ کیوں مول لیا۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ بھگوان داس اس کمرے میں کیا کرنے گیا تھا۔ اس کے ساتھ دو آدمیوں کا ہونا کیا معنی رکھتا تھا۔"

"اس کے علاوہ بھی مجھے قتل کی اس واردات کی تفتیش کے دوران کچھ اور جھول بھی نظر آئے ہیں۔"

"مثلاً۔۔۔"

"جس رات پروفیسر مورس نے جو یقیناً میک اپ ہی میں رہا ہوگا۔ قیام کیا اسی رات اس نے ایک بلی کو بھی گولی مار کر ہلاک کیا تھا۔ ہوٹل کے نائٹ واچ مین نے اس کی اطلاع نائٹ ڈیوٹی کلرک کو دی تھی۔ جس نے پروفیسر سے تصدیق کرنی چاہی لیکن پروفیسر نے کسی بلی کے وجود سے انکار کردیا جبکہ صبح جب ناتھن نے وہاں خون کے کچھ دھبے پردے اور قالین پر دیکھے تو پروفیسر نے اس بات کو تسلیم کرلیا کہ رات کو مرنے والی بلی بالکونی کے راستے اس کمرے میں آگئی تھی۔ پروفیسر نے اندھیرے میں خطرے کی بو سونگھی تو اسے گولی کا نشانہ بنادیا۔" سراج نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "اگر صورت حال یہی تھی تو پھر ناتھن کو اس کی اطلاع فوری طور پر دینی چاہیے تھی کہ جبکہ اس نے روم سروس مکمل کرنے کے بعد نیجر کو اس امر سے آگاہ کیا تھا۔ ایک بات اور بھی قابل غور ہے۔"

"وہ کیا؟" میں نے دلچسپی لینے والے انداز میں پوچھا۔

"جائے وقوع پر ملنے والے خون کے نشانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ بھگوان داس اور اس کے ساتھیوں کو کمرے کے اندر ہی قتل کیا گیا تھا لیکن وہاں ایسے نشانات بھی واضح طور پر موجود پائے گئے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کسی لاش کو واش روم تک کھینچا گیا تھا اگر وہ کسی چوتھے آدمی کا خون تھا تو پھر اس کی لاش کہاں گئی؟ دوسری صورت میں اگر وہ صرف زخمی ہوا تھا اور اس نے پروفیسر کے فرار ہونے کے بعد کمرے سے نکلنے کی کوشش کی تھی تو پھر خون کے ان نشانات کو دروازے کی سمت جانا چاہیے تھا۔"

"اس کا جواب تو زخمی ہو کر فرار ہونے والا ہی دے سکتا ہے۔" میں نے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہوئے دریافت کیا۔ "بھوشن نے اس قتل کی کیا وجہ بیان کی ہے۔"

"ابھی اس نے کسی شبے کا اظہار نہیں کیا لیکن مجھے اس کی گفتگو سے یہی اندازہ ہوا ہے کہ وہ قتل کے کچھ پہلوؤں سے ضرور آگاہ ہے۔"

"کیا ہوٹل کے نیجر یا بھوشن نے اس بات پر کوئی روشنی نہیں ڈالی کہ بھگوان داس اپنے دو آدمیوں کے ساتھ پروفیسر کے کمرے میں کیا کرنے گیا تھا۔"

"میں نے پوچھا تھا لیکن وہ الٹا مجھ پر ہی چڑھ دوڑا۔" سراج نے جھلائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ "اس نے مجھے دبی زبان میں یہ بھی باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ اگر میں نے ایک ہفتے کے اندر اندر قاتل کو تلاش نہ کیا تو وہ میرا شمار بھی ان ناکارہ اور ناتجربہ کار افسروں میں کرے گا جو یا تو پولیس کی ملازمت کے اہل نہیں ہوتے یا پھر مٹھی اور جیب گرم کرنے کے بعد پردہ پوشی سے کام لیتے ہیں۔"

"یہ بھوشن کی کمینگی ہے جو وہ آپ کی ذات پر شبہ کر رہا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا پھر قدرے معنی خیز لہجہ اختیار کیا۔ "لیکن آپ کو بھوشن سے گھبرانے کی کیا ضرورت ہے۔"

"کیا مطلب؟ کیا آپ کو اس کا علم نہیں ہے کہ اس کی پہنچ کتنے اوپر تک ہے۔" سراج نے خلاف توقع ایک گالی بھوشن کی شان میں چٹخاتے ہوئے کہا۔ "چھوٹے موٹے منسٹر تو اس کی جیب میں ردی کاغذ کی طرح پڑے ہوتے ہیں۔"

"لیکن ماہ رخ اگر آپ کے ساتھ ہے تو پھر بھوشن کے فرشتے بھی۔۔۔"

"وہ ایک علیحدہ پریشانی ہے۔" سراج نے میری بات کاٹ کر تیزی سے کہا۔ "موصوفہ نے بھی اغوا قبل ازوقت کے سلسلے میں شور مچا رکھا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔"

"ایک طریقہ ہے میرے ذہن میں۔۔۔"

"وہ کیا؟"

"آپ ماہ رخ کو خود ہی اغوا کرالیں۔" میں نے برجستگی کا ثبوت پیش کیا۔ "اس طرح وہ اغوا ہونے کے اصل خطرے سے بھی محفوظ رہے گی اور آپ کے قریب رہ کر بھوشن کے خطرے سے بھی آپ کو محفوظ رکھنے کے سلسلے میں موثر کردار ادا کرسکتی ہے۔"

"میری جان پر بنی ہے اور آپ کو مذاق کی سوجھ رہی ہے۔"

"سوری مسٹر سراج۔" میں نے سنجیدہ ہونے کی کوشش کی۔ "کیا میں آپ کے کسی کام آسکتا ہوں۔"

"کچھ باتیں ایسی ہیں جو میں فون پر نہیں کرسکتا۔" سراج نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں ایک دو روز میں آپ سے ملنے کی کوشش کروں گا۔"

"ایز یو وش۔ آئی ایم ایٹ یور ڈسپوزل۔"

میں نے ریسیور رکھ کر بھوشن کے بارے میں سوچنا شروع کیا۔ بھگوان داس اس کا بہت اہم آدمی تھا جس کی موت نے یقیناً اسے دیوانہ کردیا ہوگا ورنہ سراج جیسے تجربہ کار پولیس افسر کے ساتھ اس کے ہوٹل کے عملے کا وہ رویہ کبھی نہ ہوتا جس کا اظہار سراج نے دبی زبان میں مجھ سے کیا تھا۔ ہوٹل کے نیجر ناتھن اور عملے کے دوسرے افراد نے بھگوان داس کے قتل کے سلسلے میں جو بیانات دیے تھے اس میں بھی یقیناً بھوشن کے مشورے کا دخل ضرور رہا ہوگا جو اپنے اثر و رسوخ کی وجہ سے خود کو قانون سے کوئی بالاتر چیز سمجھ رہا تھا۔ یہ بھی میرے حق میں اچھا تھا کہ سراج کو جائے وقوع کی تفتیش کے دوران بہت سارے جھول نظر آگئے تھے۔ مجھے خود بھی حیرت تھی کہ تینوں لاشوں کو واش روم سے گھسیٹ کر باہر لانے کی کیا ضرورت پیش آگئی تھی جب کہ میں خود ان کو واش روم میں منتقل کرنے کے بعد ہی وہاں سے فرار ہوا تھا۔ واپسی کے وقت میں نے دروازہ بھی باہر سے بند کردیا تھا لیکن ناتھن کے بیان کے مطابق اس نے دروازہ کھلا دیکھا تھا اور تینوں لاشیں اسے کمرے میں سامنے پڑی نظر آگئی تھیں۔

حالات کا دھارا میری موافقت میں تھا لیکن پھر بھی لیڈی مکلارنس کی ایک بات میرے ذہن میں صدائے بازگشت بن کر گونج رہی تھی اس نے بڑے وثوق سے کہا تھا کہ بھوشن بھگوان داس کے قتل کے پس پردہ نہ صرف میرا ہاتھ محسوس کرے گا بلکہ اس بات کی بھی تصدیق کرنے میں کامیاب ہو جائے گا کہ پروفیسر مورس کے بھیس میں میرے علاوہ کوئی اور نہیں تھا۔

ندیم کے کہنے کے علاوہ لندن کے قیام کے دوران خود میں نے بھی لوگوں کی زبانی یہی سنا تھا کہ لیڈی مکلارنس کی پیش گوئی کبھی غلط ثابت نہیں ہوتی۔ لیڈی مکلارنس نے مجھ سے یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ وہ خواہ مجھ سے کتنی ہی دور کیوں نہ رہے میری حفاظت کرتی رہے گی' اگر اس نے میری حفاظت کی ذمہ داری دل کی گہرائیوں سے قبول کی تھی تو پھر اسے بھوشن کے معاملے میں مجھے قبل ازوقت خوفزدہ کرنے کی کیا ضرورت پیش آگئی تھی۔

ابھی میں ان باتوں پر غور کر رہا تھا کہ ندیم کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر اس وقت بھی سنجیدگی مسلط تھی۔

"کیا بات ہے۔" میں نے اسے ٹٹولنے کی کوشش کی۔ "یہ کل سے تم اس قدر سنجیدگی کا شکار کیوں نظر آرہے ہو۔"

"مجھے تم سے ایک اہم بات دریافت کرنی ہے۔" ندیم نے میری بات کا کوئی اثر لیے بغیر پوچھا۔ "کیا تم مجھے یہ بتانا گوارا کرو گے کہ وہ کون سا فقیر تھا جس نے تمہیں نسیم کی پیشانی کا داغ دور کرنے کا عمل بتایا تھا۔"

"میری اس کی ملاقات بس اتفاقیہ ہی ہوگئی تھی۔" میں نے سنجیدگی سے جھوٹ بولا۔ "وہ ایک فٹ پاتھ پر بیٹھا چاک سے الٹی سیدھی لکیریں کھینچ رہا تھا۔ کچھ بچے اس کا تماشہ دیکھ رہے تھے۔ میں محض تفریحاً اسے چھیڑنے کی خاطر اس کے قریب گیا۔ سٹے کا نمبر پوچھا تو وہ میری جانب غصے سے گھورنے لگا پھر اس نے کسی پیش بندی کے بغیر مجھے نسیم کے سلسلے میں ایک عمل پڑھنے کی ہدایت کی اور اس کے بعد وہ حیرت انگیز طور پر نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔ میرا خیال ہے کہ وہ یقیناً کوئی پہنچا ہوا فقیر تھا ورنہ اچانک غائب ہونے کی قدرت بھلا کیسے حاصل کرسکتا تھا۔"

"وہ عمل کیا تھا؟"

"یہ بھی حیرت انگیز بات ہے کہ میں نے اس عمل کو زبانی یاد کرلیا تھا اور مقررہ تعداد میں پڑھا بھی تھا لیکن اب مجھے اس کا ایک لفظ بھی یاد نہیں آرہا۔" میں نے سنجیدگی کو برقرار رکھا۔ "ویسے کیا تم چشم دید گواہ نہیں ہو کہ نسیم کی پیشانی کا وہ داغ جس کے بارے میں ڈاکٹر بھی پرامید نہیں تھے' اس فقیر کے کہنے کے مطابق ایک ہی رات میں چھومنتر ہوگیا۔"

"میرا ایک مشورہ مانو گے۔"

"جو حکم عالی جاہ۔" میں نے ندیم کو چھیڑنے کی کوشش کی۔

"طاغوتی قوتوں کے جال سے بچنے کی کوشش کرو۔ ہو سکتا ہے کہ وہ تمہارے خلاف کوئی نئی سازش تیار کر رہی ہوں۔" ندیم نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا پھر تیزی سے پلٹ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

☆

دفتر جاتے وقت بھی میرا ذہن انہی باتوں میں الجھا تھا جو بھگوان داس کے قتل کے بعد سامنے آرہی تھیں۔ سراج نے جو تفتیش کی تھی اور جن خیالات و شبہات کا اظہار کیا تھا وہ

میرے حق میں تھے۔ اسے میری ذات پر ذرہ برابر شک نہیں تھا لیکن لیڈی مکلارنس کی پیش گوئی میرے ذہن کو پراگندہ کر رہی تھی۔

ندیم کی خفگی بھی میرے لیے معنی خیز تھی۔ قسیم کی پیشانی کے داغ ہرچند کہ غائب ہو چکے تھے مگر وہ اسے بھی کسی طاغوتی طاقت کا چمتکار سمجھ رہا تھا۔ اس کے آخری جملوں سے میں نے یہی نتیجہ اخذ کیا تھا مگر اس کے باوجود میرا دل گواہی دے رہا تھا وہ میری طرف سے بے خبر نہیں ہوگا۔ یہ ممکن تھا کہ پبلک لائبریری کے بعد اس کے آدمی اس لیے ڈاج کھا گئے ہوں کہ میں میک اپ کرنے کے بعد عقبی راستے سے نکل گیا تھا لیکن وہاں سے میری اچانک گمشدگی بھی اس کے لیے دو اور دو چار کرنے کے لیے بہت تھی۔ میرا دل اب بھی اس بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں تھا کہ ندیم کے آدمی میرے تعاقب یا نگرانی سے باز آ گئے ہوں گے۔ ندیم کے پاس ایسے بے شمار آدمی تھے جو اپنے فن میں کوئی ثانی نہیں رکھتے تھے۔ وہ میک اپ کے بھی ماہر تھے۔ میک اپ کے فن سے مجھے لندن میں ماریا نے ٹریننگ دی تھی۔ میں ماسٹر کی اور راجو کے کارنامے بھی دیکھ چکا تھا۔ وہ دونوں کسی چھلاوے سے کم نہیں تھے۔

میں نے کار کے عقبی آئینے پر نظر ڈالی۔ میرا خیال تھا کہ اس وقت بھی ندیم کے کچھ ماتحت میرا تعاقب ضرور کر رہے ہوں گے۔ بھگوان داس اور اس کے دو ساتھیوں کے قتل کے بعد ندیم نے میرے اوپر نگرانی کے پہرے اور سخت کر دیے ہوں گے۔ بھوشن کے مریض کو ہوٹل منتقل کرنے کے بعد ندیم ہی نے مجھے ا۔ ممبیسڈر کے بارے میں یہ حقیقت بتائی تھی کہ اس میں بھوشن کا بھی خاصا بڑا شیئر ہے۔ بھگوان داس کا قتل بھی ا۔ ممبیسڈر ہی میں ہوا تھا جس نے کم از کم ندیم کو ضرور چوکنا کر دیا ہوگا۔

اچانک کسی خیال کے تحت میں نے دفتر سے نزدیک ہی ایک پبلک فون بوتھ کے آگے گاڑی روک دی پھر نیچے اتر کر بوتھ میں داخل ہوا اور سراج کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"ہیلو۔" دوسری جانب سے سراج ہی نے کال ریسیو کی تھی۔

"میرے پاس وقت کم ہے ڈی ایس پی۔" میں نے ولیم پوکر کے لہجے میں کہا۔ "بھوشن کو سمجھانے کی کوشش کرو' اگر اس نے اب بھی جائداد کے بٹوارے میں میرا مشورہ قبول نہ کیا تو بھگوان داس کے بعد اس کا نمبر بھی آ سکتا ہے۔ ایسی صورت میں ہم دونوں مرحوم جوزف کی جائداد سے محروم ہو جائیں گے اور ٹرسٹ کاروبار کو سنبھال لے گی۔ کیا تم میری بات سن رہے ہو۔"

"سوری۔" سراج نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔ "میں دو خطرناک قوموں کے درمیان ثالث کا کردار ادا نہیں کر سکتا اس کے علاوہ قانون کی نگاہوں میں تم دونوں کی پوزیشن مشکوک ہے۔"

"صرف بھوشن تمہارے سامنے ہے اس لیے صرف ایک کی بات کرو۔" میں نے تیکھے انداز میں کہا۔ "میرے بارے میں تمہاری دوڑ دھوپ کبھی کارگر ثابت نہیں ہو سکے گی۔"

"بھگوان داس کے قتل کے بارے میں تم کیا کہو گے۔" سراج نے سوال کیا۔ "اس نے تمہارا کیا بگاڑا تھا۔"

"جنگ دو فریقوں کے درمیان لڑی جاتی ہے جس میں ان کے آدمی بھی کام آ جاتے ہیں۔ تم تاریخ کی کسی جنگ کے بارے میں پڑھ کر دیکھ لو جس میں ایک دو نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں بے قصور لوگ موت کے گھاٹ اتار دیے جاتے ہیں۔"

"گویا تم اقرار کر رہے ہو کہ پروفیسر مورس کے بھیس میں تم ہی تھے۔"

"تمہاری جگہ کوئی بچہ ہوتا تو وہ بھی یہی سمجھ سکتا تھا۔"

"اس وقت مجھے فون کرنے سے تمہارا اصل مقصد کیا ہے۔" سراج نے ایک اہم سوال کیا۔

"صرف تمہیں یہ بتانا کہ اب عمر کے ساتھ ساتھ تمہاری عقل بھی بوڑھی ہوتی جا رہی ہے۔" میں نے سپاٹ آواز میں بدستور ولیم پوکر کے لہجے میں کہا۔ "کیا کوئی قاتل اتنا احمق بھی ہو سکتا ہے ہوٹل میں تین آدمیوں کو قتل کرنے کے بعد وہ دروازہ کھلا چھوڑ کر فرار ہونے کی حماقت کر سکتا ہے۔"

"کیا کہنا چاہ رہے ہو؟"

"تم ایک ذہین آفیسر ہو۔ میں تسلیم کرتا ہوں لیکن اب تم ٹریک سے باہر بھی ہونے لگے ہو۔" میں نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "لاش کے بارے میں تم نے یہ اندازہ درست لگایا تھا کہ خون کے دھبوں اور لکیروں سے ہی ظاہر ہوتا تھا کہ کسی ایک یا دو لاش کو واش روم کی جانب گھسیٹا گیا تھا لیکن پھر بھوشن کی موجودگی اور اس کی جھلاہٹ کی وجہ سے تم ٹریک سے ہٹ گئے۔ ویسے میں تمہیں اتنا بتا سکتا ہوں کہ ان تینوں کو قتل کرنے کے بعد میں نے بڑے اطمینان سے ان کے مردہ جسموں کو گھسیٹ کر واش روم میں ڈال دیا تھا پھر میک اپ اتارنے کے بعد فرار ہونے سے قبل میں نے کمرے کا دروازہ بھی بند کر دیا تھا۔"

"پھر لاشوں کو واش روم سے گھسیٹ کر دوبارہ کمرے میں کیوں لایا گیا؟"

"یہ سوچنا تمہارا کام ہے میرا نہیں۔"

"ایک بات ابھی بھی تشنہ رہ جاتی ہے۔" سراج نے تیزی سے پوچھا۔ "بھگوان داس اور اس کے ساتھی تمہارے کمرے میں کیا کرنے گئے تھے کیا ان کو تمہاری اصلیت پر شبہ ہو گیا تھا۔"

"نہیں انھیں میرے اوپر شبہ نہیں ہوا اس لیے کہ گفتگو کے دوران بھگوان داس مجھے بار بار کسی شہباز کے نام سے مخاطب کر رہا تھا۔"

"لیکن۔۔۔"

"میری بات غور سے سنتے رہو ڈی ایس پی۔" میں نے تیزی سے جواب دیا۔ "پروفیسر مورس کی شخصیت کا راز معلوم کرنے کی خاطر انھوں نے رات کے وقت ایک بلی کو بالکونی کے راستے میرے کمرے میں پھینکا تھا اور میں نے جلد بازی میں اسے گولی کا نشانہ بنا کر واپس نیچے پھینک دیا۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ بلی کو نیچے پھینک کر میں نے غلطی کی تھی لیکن بہرحال بھوشن کے مقابلے میں قسمت میرا ساتھ دے رہی ہے۔ بھگوان داس کچھ زیادہ ہی غلط فہمی کا شکار ہو گیا تھا اس لیے وہ بھی اپنے ساتھیوں سمیت کام آ گیا ورنہ تمہیں تفتیش کے دوران جائے وقوع پر صرف ایک لاش ملتی صرف میری لاش۔"

"کیا تم مجھے تفصیل سے پوری کہانی سنانا پسند کرو گے۔"

"حماقت کی باتیں مت کرو۔" میں نے نفرت سے کہا۔ "میرا مشورہ مانو تو فوری طور پر ناتھن کو حراست میں لے کر اسے اچھی طرح نچوڑنے کی کوشش کرو۔ ہو سکتا ہے کہ وہ تمہیں اس خفیہ راستے سے بھی آگاہ کر دے جو واش روم کے اندر سے برابر والے کمرے میں کھلتا ہے۔"

"تمہیں اس راستے کے بارے میں کیا معلوم ہے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ کیا تم اس راستے کے بارے میں نہیں بتا سکتے۔"

"اپنے اختیارات کو استعمال کرو مائی ڈیئر۔ ویسے کیا تم ناتھن کا ریمانڈ لینے میں کامیاب ہو سکتے ہو؟" میں نے سراج کو غصہ دلانے کی خاطر قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "نہیں۔ شاید بھوشن تمہیں اس کی اجازت نہیں دے گا یا پھر میں یہ کہوں کہ تم اس سے ڈرتے ہو۔"

"ناتھن ہی کیوں؟" سراج نے میری بات کو نظر انداز کرتے ہوئے جلدی سے پوچھا۔ "منیجر کیوں نہیں؟ کیا ناتھن کو منیجر کے مقابلے میں زیادہ اختیارات حاصل ہو سکتے ہیں۔"

"ہاں۔" میں نے پھر اس کا مضحکہ اڑانے کی خاطر جواب دیا۔ "بالکل اسی طرح جس طرح بھوشن کو تمہارے مقابلے میں زیادہ اختیارات حاصل ہیں۔"

"تم نے شاید میرے بارے میں فیصلہ کرنے میں جلد بازی سے کام لیا ہے۔" سراج نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "مجرم خواہ کتنا ہی بااثر اور چالاک کیوں نہ ہو لیکن ایک نہ ایک دن۔۔۔"

"گھسے پٹے جملے بولنے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ عمل کرو ڈی ایس پی۔" میں نے سراج کا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔ "ناتھن تمہارے لیے بہت اہم ثابت ہو سکتا ہے بشرطیکہ تم اس کی زبان کھلوا سکو۔" اس کے بعد میں نے ریسیور کریڈل کے ہک سے ٹانگا اور بوتھ سے باہر آ گیا۔

دفتر پہنچا تو یہ دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی کہ ندیم وہاں پہلے سے موجود تھا۔ اس کے چہرے پر اس وقت بھی خفگی کے گہرے تاثرات نظر آ رہے تھے۔ صبح کی ملاقات کے بعد اس کا اس وقت میرے آفس میں موجود ہونا خالی از علت نہیں تھا بہرحال میں نے اسے دیکھ کر تعجب کا اظہار کیا۔

"تم اور اس وقت' خیریت تو ہے؟"

"میں تو خیر خیریت سے ہوں لیکن تمہاری خیریت اب مجھے مشکل نظر آ رہی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں؟"

"تمہارا کیا خیال ہے۔" ندیم نے مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "کیا اس شہر میں ایک ہی چھت کے نیچے ہوتے ہوئے بھی میں اتنا غافل ہو سکتا ہوں کہ مجھے حالات کی خبر نہ ملے۔"

"لیکن۔" میں نے کچھ کہنا چاہا مگر ندیم غصہ سے بولا۔

"اتفاق ہی سمجھو جو میرے آدمی پبلک لائبریری کے باہر ہی کھڑے رہے ورنہ شاید تم اتنی حماقتوں کا ثبوت کبھی نہ دے پاتے۔"

"حالات کے پیش نظر بھگوان داس میری لسٹ پر آ چکا تھا۔" میں نے کچھ چھپانے کے بجائے سنجیدگی سے کہا۔ "مجھے اسے مار کر کوئی افسوس نہیں ہوا۔ تم اگر چاہو تو بھگوان داس کے انجام کو دانش کے انتقام کی ایک کڑی بھی سمجھ سکتے ہو۔"

"لیکن تمہیں ا۔ ممبیسڈر جانے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا تمہیں علم نہیں تھا کہ وہ ہوٹل بھی بھوشن کی سرگرمیوں کا ایک اہم حصہ ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ بھگوان داس کی موت اسی کمرے میں لکھی تھی۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"حماقت کی باتیں مت کرو۔ تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ بھگوان داس کی موت کے بعد بھوشن کی ذہنی کیفیت کیا ہے۔"

"مجھے کچھ کچھ اندازہ ہے لیکن محض بھوشن کا ذہنی توازن برقرار رکھنے کی خاطر میں ان باتوں کو فراموش بھی نہیں کر سکتا جو اس کی وجہ سے میرے ساتھ پیش آ چکی ہیں۔"

"تم اپنی خواہش کا اظہار مجھ سے بھی کر سکتے تھے۔" ندیم نے جھلا کر کہا۔ "میرے آدمی بھگوان داس کو تمہارے مقابلے میں کہیں زیادہ عبرتناک انجام سے دوچار کر سکتے تھے۔"

"میری ایک بات کا جواب دو گے۔" میں نے قدرے نرم لہجے میں کہا۔

"تو پوچھو۔" ندیم نے مجھے گھورتے ہوئے سوال کیا۔ "کیا تمہیں اپنی طالب علمی کا دور یاد نہیں ہے۔"

"مطلب ــــ"

"جو مزہ کسی باغ سے چرا کر آم کھانے میں ہے وہ بازار سے خرید کر ــــ"

"اس کے باوجود تمہیں بہرحال مجھے مطلع کر دینا چاہیے تھا۔" ندیم نے میری کیفیت کا اندازہ لگاتے ہوئے جواب دیا۔ "میں تمہیں کبھی آم چرا کر کھانے سے نہ روکتا لیکن کم از کم اتنا تو کر سکتا تھا کہ اپنے کچھ آدمی تمہاری حفاظت پر مامور کر دیتا۔ ذرا عقل سے سوچو نادان بچے اگر خدانخواستہ تمہیں کچھ ہو جاتا تو میں آنٹی کے سوالوں کا کیا جواب دیتا؟ عارفہ کو کیا منہ دکھاتا؟"

ندیم کے لہجے میں خلوص تھا اس لیے میں نے خاموشی ہی بہتر سمجھی۔

"تم نے ابھی کچھ دیر پیشتر ایک اور حماقت کی ہے۔"

"کیا؟" میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔

"اگر بھوشن کے کچھ آدمی تمہاری نگرانی کر رہے ہیں تو یہ سوال ان کے ذہنوں میں بھی ابھر سکتا ہے کہ جب تمہارا دفتر اتنا قریب تھا تو تمہیں کسی پبلک فون بوتھ سے کسی کو فوری طور پر کال کرنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی تھی۔" ندیم نے کہا۔ "ویسے کیا تم مجھے بتانا پسند نہ کرو گے کہ تم نے کس کو کال کیا تھا؟"

"سراج کو لیکن ولیم پوکر کی حیثیت سے۔" میں نے تھوڑے توقف سے جواب دیا پھر ندیم کے اصرار پر اسے شروع سے آخر تک کی تفصیل سنانے لگا۔ وہ بڑی توجہ سے تمام واقعات کے اہم نکتوں کو نوٹ کرتا جا رہا تھا۔ میں خاموش ہوا تو اس نے مسکرا کر کہا۔

"مجھے خوشی ہے کہ اب تم رفتہ رفتہ بالغ ہوتے جا رہے ہو۔ سراج سے ولیم پوکر کی حیثیت سے تم نے جو باتیں کی ہیں وہ کار آمد بھی ہو سکتی ہیں اور کم از کم پولیس کی نگاہوں میں تمہاری پوزیشن صاف بھی ہو چکی ہو گی لیکن تم یہ کال اپنے دفتر سے بھی کر سکتے تھے۔"

"کر سکتا تھا مگر مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ کہیں بھوشن اپنے ذرائع سے میری فون کال کو ایکس چینج کی معرفت ٹیپ نہ کرا رہا ہو۔ اسی وجہ سے میں نے اب آفس کے نمبروں سے غیر ضروری باتیں کرنی کم کر دی ہیں۔"

"میرا مشورہ ہے تم اب کچھ دنوں تک ان تمام باتوں سے دور ہی رہو تو بہتر ہے۔"

"تھینک یو ویری مچ۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "تمہارے احسانات مجھ پر بے شمار ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ حالات کے پیش نظر ہمیں علیحدہ علیحدہ محاذ کھولنے پڑیں گے۔"

"کیا مطلب؟" ندیم نے مجھے وضاحت طلب نظروں سے گھورا۔

"ہم دونوں میں سے کسی ایک کا زندہ رہنا بہت ضروری ہے۔ میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ ساتھ ساتھ رہنے میں اگر خدانخواستہ کوئی ایسی ویسی بات رونما ہو گئی تو اس کا اثر گھر والوں پر بہت برا ہو گا۔"

"گویا تم اکیلے رہ کر شکار کھیلنا چاہتے ہو۔"

"ہم تم محض دوستی کی بنا پر درمیان میں آ گئے۔ ورنہ تمہارا ان لوگوں سے کوئی جھگڑا نہیں ہے جو میری زندگی کے درپے ہیں۔"

"جم لاربٹ کا نام کبھی سنا ہے۔" ندیم نے مجھے بغور دیکھا۔

"سنا بھی ہے اور پڑھا بھی ہے۔ آدم خور شیر اور چیتوں کا شکار کرنا اس کی زندگی کا مشن بن کر رہ گیا تھا۔ وہ بھی تنہا شکار پر جاتا تھا اور دشمن پر غالب آنے کے سلسلے میں کبھی کوئی رسک نہیں لیتا تھا۔"

"اس کی کامیابی کی ایک بنیادی وجہ اور بھی تھی۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "وہ جنگل کے چپے چپے اور خطرناک جانوروں کے سلسلے میں وسیع معلومات رکھتا تھا۔ جب اس کی عمر صرف دس برس تھی تب وہ ایک رات اپنے والد کی بندوق لے کر کیمپ سے تنہا نکل گیا تھا۔ صبح جب اس کی تلاش ہوئی تو وہ آم کے ایک درخت پر ایک اونچے مقام پر دو شاخوں کے درمیان ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ باپ کے غصے کے جواب میں اس نے بڑی معصومیت سے کہا تھا کہ وہ کسی شیر کا شکار کرنے کا خواہشمند تھا۔"

"کچھ ایسی ہی خواہشات اب میرے اندر بھی لاوا بن کر ابل رہی ہیں۔" میں جذباتی ہو گیا۔ "مجھے جو نقصانات اٹھانے پڑے ہیں وہ تم سے ڈھکے چھپے نہیں ہیں۔ مجھے بلاوجہ ان سنگلاخ راستوں پر گھسیٹا گیا ہے جن کا میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔"

"لیکن تم ابھی تک جنگل کی بھول بھلیوں اور جنگل کے قانون سے پوری طرح واقف نہیں ہو۔"

"تجربات اور خطرات انسان کو سب کچھ سکھا دیتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" ندیم نے میری ذہنی کیفیت کو محسوس کرتے ہوئے جواب دیا۔ "تم تنہا اپنے دشمنوں سے انتقامی کارروائی جاری رکھو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا لیکن صرف ایک شرط پر۔"

"وہ کیا۔"

"تم مجھے حالات سے بے خبر نہیں رکھو گے اور میرے ایک دو آدمی ہر محاذ پر تمہارے ساتھ ساتھ رہیں گے۔ دور دور ہی سہی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ کچھ دیر تک مجھے گھورتا رہا پھر بولا۔ "میں اب چلتا ہوں۔ کیسینو میں کچھ اہم کام نپٹانے ہیں لیکن تم اس وقت تک کوئی حماقت نہیں کرو گے جب تک مجھے اپنے فیصلے سے آگاہ نہ کر دو اور تمہاری اطلاع کے لیے یہ بھی بتا دوں کہ تمہارے فون نمبروں کو ایکس چینج سے ٹیپ نہیں کیا جا رہا ہے۔"

"یہ بات تم اس قدر وثوق کے ساتھ کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"اس لیے کہ میں جنگل کے چپے چپے سے واقف ہوں اور کسی بھی امکانی خطرے کو نظر انداز کرنا میرے اصول کے خلاف ہے۔" ندیم نے اٹھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ "میرے آدمیوں نے بہت پہلے اس بات کی چھان بین کر لی تھی۔ ویسے ایک دو آدمی ایسے بھی ہیں جو فون کے محکمے ہی سے متعلق ہیں اور میں ہر ماہ انھیں خرچ دیتا رہتا ہوں۔"

"تمہارے اور میرے کاروبار میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔" میں نے بھی اٹھتے ہوئے جواب دیا۔

"لیکن پیچ و خم دونوں ہی راستوں پر موجود ہیں۔" ندیم نے کہا پھر بڑی گرمجوشی سے ہاتھ ملا کر رخصت ہو گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے وارثی کو بلایا اور اس سے اپنے زیر تعمیر مکان کی پروگریس کے بارے میں دریافت کرنے لگا۔

"اسٹرکچر تقریباً مکمل ہو چکا ہے۔" وارثی نے مجھے بتایا۔ "البتہ حفاظتی اعتبار سے میں نے چونکہ آپ سے مشورہ کیے بغیر ہی نقشے میں معمولی رد و بدل کرا دی ہے اس لیے مناسب ہو گا کہ آپ کسی وقت چل کر دیکھ لیں تاکہ فنشنگ کا کام شروع کرا دیا جائے جس کی تکمیل میں زیادہ وقت نہیں لگے گا۔"

"مجھے آپ کی صلاحیتوں پر پورا پورا اعتماد ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "آپ نے جو تبدیلیاں کی ہوں گی وہ یقیناً کچھ سوچ سمجھ کر ہی کی ہوں گی اس لیے میرے انسپکشن کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ فنشنگ کا کام شروع کرا دیں۔"

"بہتر ہے۔ میں آج ہی سائٹ انجینئر کو بلا کر اسے ضروری احکامات جاری کیے دیتا ہوں۔"

"عابد کا کیا حال ہے۔" میں نے دریافت کیا۔

"وہ حسب دستور بڑی محنت سے اپنا کام انجام دے رہے ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ ابھی تک گزرے ہوئے حالات کا کچھ اثر ان پر باقی ہے۔"

"کاروبار میں ایسا ہوتا رہتا ہے مسٹر وارثی۔ اٹ از اے پارٹ آف دی گیم۔"

"میں جانتا ہوں سر۔" وارثی جانے کے لیے اٹھا تو میں نے کچھ سوچ کر کہا۔

"میرا مشورہ ہے کہ آپ آفس میں ڈیوٹی گارڈز کا کچھ اضافہ اور کر لیں اگر ریٹائرڈ فوجیوں کی خدمات حاصل ہو جائیں تو زیادہ بہتر رہے گا لیکن آپ ان گارڈز کے بارے میں اخبارات میں کوئی اشتہارات نہیں دیں گے۔ یہ حفاظتی کام آپ کو ذاتی طور پر اور بہت سوچ سمجھ کر انجام دینا ہو گا۔ نئے حفاظتی گارڈز ہر وقت کسی خطرے کے مقابلے کے لیے جدید اسلحے سے لیس ہوں گے لیکن وہ باوردی نہیں ہوں گے۔ وہ بھی اسٹاف کے ساتھ بیٹھ کر کام کریں گے۔ اس طرح کہ ہمارے اسٹاف کو بھی بھنک نہ مل سکے کہ وہ کون ہیں۔"

"میں سمجھ رہا ہوں سر لیکن کیا آپ کو ــــ"

"خطرات ہر انسان کے سائے کی طرح اس کا تعاقب کرتے رہتے ہیں۔" میں نے وارثی کا مفہوم سمجھتے ہوئے تیزی سے جواب دیا۔ "حفاظتی انتظامات اور احتیاطیں بھی ضروری ہیں۔"

وارثی کے جانے کے بعد میں خاصی دیر تک بھگوان داس اور ساتھیوں کے قتل کے بارے میں غور کرتا رہا۔ سراج نے مجھے بتایا تھا کہ بھوشن خاص طور پر بھگوان داس کے قتل کی وجہ سے جنونی کیفیت سے دوچار ہے۔ میں نے ولیم پوکر کی حیثیت سے اپنی پوزیشن صاف کرنے کے ساتھ ساتھ اسے موقع واردات کے بارے میں کچھ اہم ٹپس بھی دی تھیں۔ میرا خیال تھا کہ سراج ان باتوں کے بعد مجھ سے دوبارہ رابطہ قائم کرے گا لیکن ابھی تک اس نے مجھے کال نہیں کیا تھا۔

ندیم نے اس بات کی تصدیق کر دی تھی کہ میرے دفتر کے فونز کو ٹیپ نہیں کیا جا رہا چنانچہ میں نے ڈائرکٹ فون کا ریسیور اٹھایا اور بھوشن کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"ہیلو۔ بھوشن گروپ آف کمپنیز اینڈ انڈسٹریز۔" دوسری جانب سے ایک مترنم آواز سنائی دی۔

"مجھے مسٹر بھوشن سے بات کرنی ہے۔" میں نے ولیم پوکر کا لب و لہجہ اختیار کر لیا۔

"یور گڈ نیم پلیز۔"

"آپ کال تھرو کر دیں۔ میں بھوشن کا عزیز بول رہا ہوں۔"

"سوری سر۔" دوسری جانب سے معذرت کی گئی۔ "نام معلوم کیے بغیر کسی کی بھی کال تھرو کرنا میرے اختیار سے باہر ہے۔"

"اور نام ظاہر کرنا میرے لیے ناممکن ہے۔" میں نے قدرے سپاٹ اور ناخوشگوار لہجے میں جواب دیا۔

"ایسی صورت میں، میں آپ کی مدد نہیں کر سکوں گی۔ باس کے آرڈر اٹل ہوتے ہیں اور اس کے خلاف کوئی قدم اٹھانا ہمیشہ ملازمت سے برطرفی کی شکل میں سامنے آتا ہے۔"

"پلیز۔" میں نے اپنی آواز میں تھوڑی تلخی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ "کام کس قدر اہم اور ضروری ہے آپ اس کی

اہمیت کا اندازہ نہیں لگا سکتیں۔"

"مجھے افسوس ہے۔" دوسری جانب سے فیصلہ کن جواب ملا۔ "نام معلوم کیے بغیر میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکوں گی۔"

"آل رائٹ۔" میں نے الفاظ چباتے ہوئے جواب دیا۔

"مسٹر بھوشن کو ایک نمبر بتا دیں۔ تھری فائیو۔"

"لیکن ـــــ"

"میرا وقت مت ضائع کرو۔" میں نے سخت آواز میں کہا۔ "یہ میرا کوڈ نمبر ہے جو مسٹر بھوشن ہی نے مجھے دیا ہے۔ اب بھی اگر تم نے کال تھرو کرنے سے گریز کیا تو پھر حالات کی ذمہ دار تم ہو گی۔"

"پلیز ہولڈ کریں۔"

تھری فائیو کا حوالہ بس اچانک ہی میرے ذہن میں ابھرا تھا۔ یہ کوڈ نمبر مجھے رندھیر سے معلوم ہوا تھا جو ٹائیگر کے نام سے مشہور تھا لیکن اب اس دنیا میں نہیں تھا۔ مجھے زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ تیس سیکنڈ بعد ہی دوسری جانب سے بھوشن کی آواز سنائی دی لیکن بولنے کا انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ شدید غصے کی حالت میں ہو۔

"بھگوان داس اور اس کے دو ساتھیوں کی لاش کا تحفہ تمہیں کیسا لگا؟"

"تم ـــــ"

"ہاں، میں ـــــ" میں نے ولیم پوکر کی آواز میں جواب دیا۔ "کیول، کیا تمہیں میری فون کال کی توقع نہیں تھی یا تم مجھے فراموش کر چکے ہو۔"

"بکو ـــــ کیا بکنا چاہتے ہو۔" بھوشن کے لہجے میں غراہٹ تھی۔ "ویسے ایک بات بتا دوں کہ اگر بھگوان داس کی موت کے پیچھے تمہارا ہی ہاتھ ہے تمہاری موت بڑی اذیتناک ہو گی۔"

"میں نے اتنا طویل سفر اذیتناک موت مرنے کی خاطر نہیں بلکہ جوزف کی جائداد کے بٹوارے کے لیے اختیار کیا ہے۔" میں سرد آواز میں بولا۔ "مجھے اس بات کا احساس ہے کہ میں نے تمہارے ہوٹل میں بھگوان داس یا تمہارے کسی دوسرے اہم آدمی کو نشانہ بنانے کا جو پروگرام مرتب کیا تھا وہ میری دانشمندی کسی طرح نہیں کہی جا سکتی۔ شاید قسمت مجھ پر مہربان تھی جو میں بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ ویسے اپنی حماقت کے ساتھ ساتھ مجھے اس بات کی بے انتہا مسرت بھی ہے کہ تمہارا سب سے اہم مہرہ میرے ہاتھوں مارا گیا۔"

"بارود کو چنگاری دکھانے کا انجام معلوم ہے تمہیں۔"

"خوفناک دھماکا ـــــ" میں نے بے پروائی کا اظہار کیا۔ "لیکن مجھے تمہاری بے بسی کا احساس بھی ہے۔ تمہارے شکاری کتوں نے نہ تو میری شکل دیکھی ہے نہ ہی میرے جسم سے اترے ہوئے کسی لباس کی خوشبو سونگھی ہے جو انہیں میرا اتہ پتہ لگانے میں مدد دے سکے۔"

"سور کے بچے۔" بھوشن یکلخت ہی آپے سے باہر ہو کر چیخا۔ "پیچھے سے چھپ کر وار کرنا مردانگی نہیں ہے۔ ایک بار کھل کر سامنے آ جاؤ پھر تمہیں بھوشن کی طاقت کا احساس ہو گا۔"

"میرا خیال ہے کہ سور کا بچہ کہتے وقت تم کسی آئینے کے سامنے کھڑے ہوئے اپنی ہی صورت دیکھ رہے ہو گے۔" میں نے اسے چڑھانے کی خاطر کہا۔ "بھوشن کے ساتھ جوزف کے خوبصورت نام کا جوڑ بھی تمہارے خیال کی تائید کرتا ہے۔ کیوں؟ کیا تم یقین سے کہہ سکتے ہو کہ تمہاری ماں نے جوزف کے ساتھ باقاعدہ میرج کی تھی یا ـــــ"

"یو باسٹرڈ ـــــ" بھوشن کا پارہ اور چڑھ گیا۔ "مطلب کی بات کرو۔"

"میری بتائی ہوئی رقم تم اگر آج ہی رفاہی ادارے کے کھاتے میں جمع کرا دو تو کل سے ہمارے راستے الگ بھی ہو سکتے ہیں۔"

"کیا تم بھوشن پر اعتبار نہیں کر سکتے۔" اس بار بھوشن کے لہجے ہی سے صاف ظاہر تھا کہ وہ خود پر بڑی مشکل سے قابو پانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ "میں تمہیں کوئی وقت نہیں دیتا۔ یہ تمہاری مرضی پر منحصر ہے کہ تم جس وقت چاہے ایک بار مجھ سے مل لو۔ اس کے بعد میں تمہارا مطالبہ پورا کر دوں گا۔ دو چار کروڑ خرچ کر دینا میرے لیے کوئی مشکل نہیں ہو گا۔"

"تم نے یہ پیشکش ایک بار پہلے بھی کی تھی لیکن میں نے اسے رد کر دیا تھا۔"

"کیوں۔ کیا بھوشن کے سامنے آتے ہوئے ڈرتے ہو۔"

"ہاں لیکن صرف اس لیے کہ میں تمہارے ملک میں بالکل تنہا ہوں اور جو شخص جان بوجھ کر کسی اندھے کنوئیں میں چھلانگ لگانے کی کوشش کرے اسے عقلمند نہیں کہا جا سکتا۔" میں نے سرد مہری سے جواب دیا۔ "تم اگر دو چار کروڑ خرچ کر دینے کی پوزیشن میں ہو تو میرے سامنے آئے بغیر بھی میرا مطالبہ پورا کر سکتے ہو۔"

"کر سکتا ہوں لیکن میں ذاتی طور پر اپنی تسلی کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"میرا اندازہ ہے کہ تم وہ نہیں ہو جو خود کو ظاہر کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"اس شبے کی وجہ دریافت کر سکتا ہوں۔" میں نے حقارت سے پوچھا۔

"کچھ ایسے واقعات اور حقائق میری فائل پر موجود ہیں جو تمہارے کردار کی اصلیت کی نفی کرتے ہیں۔"

"بہت خوب۔" میں نے قہقہہ لگایا۔ "گویا تم اب نفی اور جمع کے چکر میں ڈال کر مجھے ٹریپ کرنے کے خواب دیکھ رہے ہو۔"

"ایک طریقہ اور بھی ہے جو مجھے تمہارے وجود کا یقین دلا سکتا ہے۔" بھوشن نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "تم اپنے پاسپورٹ کے شروع کے صفحات کی فوٹو کاپی ڈاک کے ذریعے مجھے بھیج دو۔ میں اپنی تسلی کرنے کے بعد بغیر وقت ضائع کیے تمہاری مطلوبہ رقم رفاہی ادارے کے اکاؤنٹ میں جمع کرا دوں گا۔"

"پاسپورٹ میں تصویر بھی ہوتی ہے جسے تم اپنے پالتو کتوں کو دکھا سکتے ہو۔" میں نے جلدی سے سوچتے ہوئے جواب دیا۔ "تصویر کے علاوہ اس میں ایڈریس بھی درج ہوتا ہے۔ نہیں مائی ڈیئر بھوشن، میں جانتا ہوں کہ تم اپنے دشمنوں کے اطراف کسی چالاک مکڑی ہی کی طرح جالا بننے میں ماہر ہو لیکن میں اتنی آسانی سے تمہارے بچھائے ہوئے جال میں ٹریپ نہیں ہوں گا۔"

"یو ـــــ سن آف اے بچ۔" وہ دوبارہ پاگل ہو گیا۔ چیخ کر بولا۔ "اپنے شبے کی تصدیق کیے بغیر میں تمہیں ایک کوڑی بھی دینے کو تیار نہیں ہوں۔"

"پھر سوچ لو۔" میں نے سرد آواز میں جواب دیا۔ "مجھے ذاتی طور پر رقم کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی لیے میں نے تم سے مطلوبہ رقم رفاہی ادارے میں ڈپازٹ کرنے کو کہا تھا۔"

"اس میں تمہاری کوئی چال بھی ہو سکتی ہے۔"

"اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بھگوان داس کے بعد اب اگلا نمبر تمہارا ہی ہو۔" میں نے خشک اور سفاک لہجے میں کہا۔ اس کے ساتھ ہی ریسیور رکھ کر مسکرانے لگا۔

بھوشن میرے سامنے موجود نہیں تھا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ میری کال ریسیو کرنے کے بعد اس کی ذہنی کیفیت کیا ہو گی۔ وہ یقیناً کسی خارش زدہ جانور کی طرح خود اپنا ہی جسم نوچ کھسوٹ رہا ہو گا۔ مجھے لیڈی مکلارنس کی پیش گوئی کا بھی خیال تھا جس نے بڑے وثوق سے کہا تھا کہ بھوشن پروفیسر مورس کی اصلیت معلوم کر لے گا۔ کچھ دیر تک میں اپنے خیالوں میں گم رہا پھر میں نے فائلیں اٹھائیں اور دفتری کاموں میں مصروف ہو گیا۔

شام کو دفتر سے اٹھتے وقت میرے ذہن میں اچانک کالکا کا خیال ابھر آیا۔ وہ بہت دنوں سے غائب تھی حالانکہ موہنی کے خاتمے کے بعد اس کے راستے صاف ہو گئے تھے لیکن لیڈی مکلارنس نے حسب دستور یہی دعویٰ کیا تھا کہ کالکا کی مورتی اس کی لائبریری میں قید ہے اور وہ بہت جلد اس کی روح کو بھی قید کر کے اس کی مورتی میں منتقل کر دے گی۔ لندن کے قیام کے دوران میں بھی لیڈی مکلارنس کی سحر انگیز شخصیت کے ایسے روپ دیکھ چکا تھا جو ناقابل یقین تھے۔ مجھے پنڈت بنسی دھر جیسے مہان شکتی والے کی کٹی ہوئی وہ گردن آج بھی یاد ہے جسے لیڈی مکلارنس نے میرے سامنے ہوا میں معلق کر کے مجھ سے بات کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس نے مجھے اپنی جس زیر زمین لائبریری کی سیر کرائی تھی اگر اس کا علم دوسروں کو ہوتا تو بلاشبہ اس پراسرار اور حیرت انگیز لائبریری کا شمار بھی دنیا کے عجوبوں میں کیا جاتا۔

ایک مسلمان ہونے کے ناتے مجھے ان باتوں پر اعتماد اور یقین نہیں کرنا چاہیے تھا لیکن میں شنکر کے سفلی عمل کے ان گنت کھیل تماشے دیکھ چکا تھا۔ کومل ورما، موہنی اور کالکا کے حیرت انگیز کمالات بھی میرے ذہن میں روز اول کی طرح محفوظ تھے۔ لیڈی مکلارنس کی پیش گوئیاں بھی اپنی مثال آپ تھیں اس کے علاوہ میں تاریخ کے مطالعے میں بھی خاصی دلچسپی رکھتا تھا۔ میں نے وقت کے جید مسلمانوں کے بارے میں بھی حیرت انگیز واقعات پڑھ رکھے تھے۔ آج کے دور میں بھی دانش ور ابوریحان البیرونی کے اعداد و شمار کے کھیل کو مانتے ہیں جو اپنے وقت میں کوئی دوسرا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ وہ حساب کتاب کے ذریعے آنے والے لمحوں کے جن واقعات کے بارے میں قیاس آرائی کرتا تھا وہ پتھر کی لکیر ثابت ہوتے تھے۔ محمود غزنوی جیسا عظیم فاتح تاریخ کے اوراق میں ایک نمایاں حیثیت کا حامل تھا۔ عقیدے کے اعتبار سے پکا مسلمان تھا۔ نجومیوں اور پنڈتوں سے سخت بیر رکھتا تھا۔ اس کے دربار میں وقت کے بڑے بڑے عالم اور فاضل موجود تھے جن میں البیرونی بھی تھا۔ سلطان کو البیرونی بہت عزیز تھا لیکن اسے بھی اس کی پیش گوئیوں پر اعتماد نہیں تھا مگر ایک روز محمود غزنوی جیسا راسخ الاعتقاد بھی البیرونی کے حساب کتاب پر انگشت بدنداں رہ گیا۔ اس روز اس نے البیرونی کا امتحان لینے کی خاطر اسے طلب کیا اور بڑے دوستانہ انداز میں مسکرا کر پوچھا کہ وہ جس کمرے میں بیٹھا ہے اس کے اندر کئی دروازے ہیں جن سے گزر کر باہر جایا جا سکتا ہے۔ کیا وہ سلطان کو اپنے حساب و کتاب کے ذریعے یہ بات بتا سکتا ہے کہ وہ کس دروازے سے واپس جائے گا؟ جواب میں البیرونی نے حساب کتاب لگا کر ایک پرچے پر کچھ لکھا اور اسے تہہ کر کے سلطان کے حوالے کر دیا اور درخواست کی کہ محمود غزنوی کمرے سے باہر نکلنے سے پہلے اس تحریر کو نہیں پڑھے گا۔ محمود غزنوی نے شرط قبول کر لی پھر اس نے البیرونی کے علم کو غلط ثابت کرنے کی خاطر اسی وقت کمرے میں ایک نیا دروازہ تعمیر کرایا اور اس کے ذریعے باہر نکل گیا۔ اسے مکمل یقین تھا کہ البیرونی کا اعداد و شمار کا علم جھوٹا ثابت ہو گا لیکن جب اس نے اپنی مٹھی میں بند تہہ کیا ہوا کاغذ کھول کر پڑھا تو اس پر بھی یہی عبارت درج تھی کہ سلطان ایک

نیا دروازہ تعمیر کرا کے اس کے ذریعے باہر جائے گا۔ اس کے علاوہ تاریخ کے اوراق اور بھی متعدد ایسے عالموں سے بھرے پڑے ہیں جن کے حیرت انگیز واقعات کو آج کی دنیا محض من گھڑت کہانی قرار دیتی ہے لیکن وہ اپنی جگہ مستند ہیں۔

بہرحال میرے ذہن میں اس وقت کالکا کی طویل غیرحاضری کے اسباب مختلف انداز میں سامنے آرہے تھے۔ اس نے مجھ سے ہر مشکل وقت میں مدد کا وعدہ کیا تھا لیکن اس کے باوجود وہ ایمبیسڈر میں بھگوان داس اور اس کے ساتھیوں کے پھیلائے ہوئے جال کے سلسلے میں میری رہنمائی کرنے کی غرض سے نہیں آئی تھی۔ کالکا کے تصور کے ساتھ ساتھ میرے ذہن میں یہ امکانی پہلو بھی کلبلا رہا تھا کہ کہیں لیڈی مکلارنس کالکا کی آتما کو بھی قید کرنے میں کامیاب تو نہیں ہوگئی؟

دفتر سے نکل کر پارکنگ لاٹ جاتے وقت میرے ذہن میں صرف کالکا موجود تھی لیکن گاڑی میں بیٹھنے کے بعد میں نے اس کے تصور کو ذہن سے جھٹک دیا اور ایک بار پھر بھوشن جوزف کے بارے میں سوچنے لگا۔ میں ہر قیمت پر اسے نیچا دکھانے کا فیصلہ کرچکا تھا۔ بھگوان داس کی موت ایسے حالات میں ہوئی تھی کہ اگر میں اسے بچانے اور زندہ حالت میں قابو کرنے کی کوشش کرتا تو خود اپنی زندگی کی کوئی ضمانت نہیں دے سکتا تھا۔ غرض یہ کہ بھوشن کی بساط کا ایک اہم ترین مہرہ میرے ہاتھ آتے آتے نکل گیا تھا۔ اب صرف گیتا باقی رہ گئی تھی۔ کرشن شرما کی خوبصورت اور حسین بیوی جس پر قبضہ جمانے کے بعد بھوشن نے کرشن شرما کو اپنے ناجائز کاروبار میں اہم آلہ کار بننے پر مجبور کردیا تھا۔ گیتا کی بازیابی میرے کام آسکتی تھی لیکن ابھی بھوشن کے لیے بھگوان داس کی موت کا غم تازہ تھا اس لیے فی الحال گیتا کے سلسلے میں میرے لیے جلد بازی میں اٹھایا ہوا کوئی بھی قدم خطرناک بھی ثابت ہوسکتا تھا۔

دفتر کے احاطے سے نکل کر میں کھلی سڑک پر آیا تو میں نے گاڑی کی رفتار تیز کردی میں بڑی سنجیدگی سے آیندہ کے لائحہ عمل کے بارے میں غور کررہا تھا کہ اچانک عقبی سیٹ سے کوئی ٹھوس اور سرد شے میری گردن پر جم گئی اس کے ساتھ ہی کسی نے بڑے سرد اور سفاک لہجے میں کہا تھا۔

"اگر تم نے شرافت سے میری بات پر عمل کیا تو میں تمہاری زندگی کی ضمانت بھی دے سکتا ہوں۔ دوسری صورت میں مجھے تمہاری دردناک موت پر کوئی صدمہ بھی نہیں ہوگا۔"

سرد اور ٹھوس شے جس کا دباؤ میری گردن پر تھا وہ کسی ریوالور یا پستول کی نال ہی ہوسکتی تھی۔ ایک لمحے کے لیے میرے اعصاب بکھر کر رہ گئے لیکن پھر میں نے خود کو سمیٹتے ہوئے کہا۔

"یہ ایک مصروف شاہراہ ہے اگر تم نے میرا قصہ پاک کرنے کی حماقت کی تو خود بھی محفوظ نہ رہ سکو گے۔"

"یہ سوچنا میرا کام ہے۔ تمہارا نہیں۔" پشت سے جواب ملا۔ "ویسے تمہاری اطلاع کے عرض کردوں کہ تمہارے عقب میں بلیو کلر کی جو ڈیلیوری وین آرہی ہے اس میں بھی اپنے ہی آدمی موجود ہیں جو کسی خطرے کے وقت میری مدد کرنے میں معاون ثابت ہوں گے۔"

میں نے عقبی شیشے پر نگاہ ڈالی تو بلیو کلر کی وہ وین بھی نظر آگئی جس کا حوالہ دیا گیا تھا۔ میں نے اس کا نمبر ذہن نشین کرلیا تاکہ بوقت ضرورت کام آسکے۔ مجھے کسی حد تک اس بات کا یقین بھی تھا کہ ندیم کے کچھ نہ کچھ افراد میری نگرانی پر ضرور مامور ہوں گے جو مجھے خطرے میں دیکھ کر میری مدد ضرور کریں گے۔

"اگلے چورستے سے گاڑی بائیں جانب موڑ کر اس راستے پر چلنا جو ساحلی علاقے کی طرف جاتا ہے۔" پشت سے ہدایت ملی۔

"تمہیں کسی نے غلط اطلاع دی ہے۔" میں نے بے پرواہی کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کی۔ "مجھے ساحلی علاقوں پر سیر و تفریح کی عادت نہیں ہے۔"

"تم شاید کسی غلط فہمی کا شکار ہو۔"

"یہی جملہ میں تمہارے لیے بھی کہہ سکتا ہوں۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "اگر تمہارے کچھ آدمی میری گاڑی کے تعاقب میں آرہے ہیں تو ہوسکتا ہے کہ میرے آدمی بھی ان کی نگرانی کررہے ہوں۔ بازی کا رخ کسی وقت پلٹ بھی سکتا ہے۔"

"جو خطرات سے کھیلنے کے عادی ہوتے ہیں ان کے لیے بازی کا رخ کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ ہمارا کام صرف مارنا یا مرجانا ہے۔"

"کسی دہشت گرد تحریک سے تعلق رکھتے ہو؟"

"آگے سے بائیں جانب۔" سرد لہجے میں کہا گیا۔

میرے پاس سوائے عمل کرنے کے کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا چنانچہ میں نے چورستے سے گاڑی موڑ کر اس سڑک پر ڈال دی جو ساحلی علاقے کی طرف جاتی تھی۔ ابھی تک میں اس بات کا اندازہ لگانے میں کامیاب نہیں ہوسکا تھا کہ مجھے اغوا کرنے یا کسی ویران ساحلی علاقے میں لے جاکر گولی ماردینے والے فرد یا افراد کا تعلق کس گروہ سے تھا اگر وہ بھوشن کے آدمی تھے تو پھر ان سے کسی رعایت کی توقع کرنا فضول ہی تھا۔ بہرحال میں خود کو بزدل بھی نہیں ظاہر کرنا چاہتا تھا چنانچہ میں نے اپنا سوال پھر دہرایا۔

"تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔ کیا تمہارا تعلق کسی دہشت گرد پارٹی سے ہے؟"

"نہیں۔ ہم خود کو سیاست سے بہت دور رکھتے ہیں۔"

"لیکن کسی کو اسلحہ کے زور پر اغوا کرنا بھی ایک طرح سے سیاسی عمل کے زمرے میں آتا ہے۔"

"ہمیں یہی بتایا گیا تھا کہ تم موت سے نہیں ڈرتے۔"

"آئی سی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "اگر تمہارا ارادہ مجھے قتل کرنا ہے تو پھر ساحلی علاقے تک دوڑ دھوپ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ بلاوجہ پٹرول ضائع ہوگا اور آج کل ویسے بھی چیزوں کی قیمتیں آسمان سے باتیں کررہی ہیں۔"

اس بار کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ جو شخص پچھلی سیٹ پر بیٹھا تھا اس نے میری آڑ میں رہ کر کچھ اس طرح گردن جھکا رکھی تھی کہ میں اس کا چہرہ دیکھنے سے قاصر تھا۔ بہرحال میں نے عقبی شیشے کے ذریعے اس بلیو کلر کی وین کو دیکھ لیا جو بدستور ایک محدود فاصلے سے ہمارے تعاقب میں لگی ہوئی تھی۔

"کیا میں دریافت کرسکتا ہوں کہ تمہارا تعلق کن لوگوں سے ہے۔" میں نے ایک بار پھر نامعلوم شخص کو کریدا۔

"گھبراؤ نہیں اگر تم میرے اشاروں پر چلتے رہے تو میں تمہیں جان سے نہیں ماروں گا۔"

"تو کیا صرف میری ہڈی پسلی کا سرمہ بنانے پر اکتفا کرو گے۔" میں جھلا گیا۔

"ہمیں ایسی بھی کوئی ہدایت نہیں ملی۔"

میں نے خاموشی اختیار کرلی۔ ندیم کی طرف سے کسی امکانی مدد کی امید بھی رفتہ رفتہ دم توڑ چکی تھی اس لیے کہ اب میں جس سڑک پر گاڑی دوڑا رہا تھا اس پر ٹریفک کا رش نہیں تھا۔ بلیو کلر کی وین کے علاوہ دور دور تک کسی اور گاڑی کا نشان نہیں تھا۔ ساحلی علاقہ قریب آتا جارہا تھا اور اس کے ساتھ ہی میرے اضطراب میں بھی اضافہ ہورہا تھا۔ میرا پستول اس وقت بھی بغلی ہولسٹر میں موجود تھا لیکن میں اس پوزیشن میں نہیں تھا کہ کوئی رسک لے سکتا تھا۔ اس کے باوجود میں کسی ایسے لمحے کی تلاش میں ضرور تھا جو مجھے خطرے سے نجات دلانے میں مدد کرسکے۔

اچانک میں نے بلیو کلر کی وین کو برق رفتاری سے آگے نکلتے دیکھا جس کی اگلی سیٹ پر ڈرائیور کے علاوہ ایک شخص اور بھی بیٹھا تھا۔ اندر کتنے افراد موجود تھے مجھے اس کے متعلق کوئی علم نہیں تھا۔ میں ابھی اس چال پر غور کررہا تھا کہ وین نے مجھ سے آگے نکلنے کی کوشش کس مقصد سے کی ہے کہ پشت سے تحکمانہ لہجے میں کہا گیا۔

"گاڑی سڑک کے کنارے کرکے روک لو۔"

"کیوں۔" میں نے دل کی دھڑکنوں پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "کیا یہاں سے ساحل تک کا سفر پیدل کرنے کا ارادہ ہے۔"

"جتنا کہا گیا ہے اسی پر عمل کرو۔ زیادہ چہکنا تمہارے کسی کام نہیں آسکے گا۔"

"میں ایک کاروباری آدمی ہوں۔" میں نے گاڑی کی رفتار بتدریج کم کرتے ہوئے دانہ پھینکا۔ "اس وقت بھی اگلی نشست پر جو بریف کیس رکھا ہے اس میں بیس ہزار سے زیادہ کی رقم موجود ہے۔ کیا تم مجھ سے کوئی سودا کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہو۔ مجھے ایک معمولی سا موقع فراہم کرکے تم دوسری قسط تیس ہزار کی بھی وصول کرسکتے ہو۔ پچاس ہزار کی رقم کچھ کم نہیں ہوتی۔"

"گاڑی کنارے لگا کر روک دو۔ اس کے بعد تم سے سودے بازی بھی ممکن ہوسکتی ہے۔"

مجھے اندھیرے میں امید کی ایک ہلکی سی کرن نظر آئی۔ میں نے گاڑی کو کنارے لگا کر روک دیا لیکن پھر جو کچھ ہوا وہ میری توقع کے خلاف ہی تھا۔ گاڑی کا انجن بند ہوتے ہی پچھلی نشست پر موجود شخص نے تیز خوشبو میں ڈوبا ہوا ایک چھوٹا تولیہ نکال کر میری ناک پر جما دیا۔

"کلوروفارم۔" میرے ذہن میں ایک ہی دوا کا نام ابھرا' میں نے خود کو اس کے اثر سے بچانے کی کوشش کی لیکن دشمن کی گرفت اتنی ٹھوس اور مضبوط تھی کہ مجھے اپنے ارادے میں کامیابی نہیں ہوئی۔ میں اس کی دونوں کلائیوں کو پکڑے پوری قوت صرف کررہا تھا لیکن کلوروفارم بھی اپنا اثر تیزی سے دکھا رہا تھا پھر میری گرفت کمزور پڑ گئی۔ میں نے خود کو ہوش میں رکھنے کی کوشش کی لیکن میرا ذہن گھپ اندھیروں میں ڈوبتا چلا گیا۔

مجھے کتنی دیر بعد ہوش آیا میں اس وقت کا تعین کرنے سے قاصر ہوں۔ بہرحال آنکھ کھلنے پر میں نے خود کو ایک آراستہ مگر مختصر سے کمرے میں پایا جہاں میں آرام دہ مسہری پر لیٹا تھا۔ میں ہوش آنے پر جلدی سے اٹھا۔ میرا بریف کیس مسہری کے ساتھ ہی گول میز پر موجود تھا۔ میں نے اسے کھول کر دیکھا۔ رقم کے علاوہ دوسری ضروری چیزیں بھی موجود تھیں پھر میرا ہاتھ بغلی ہولسٹر کی جانب لپکا جہاں میرا پستول بھی موجود تھا۔ میں نے اسے نکال کر چیک کیا۔ اس کا میگزین بھی بھرا ہوا تھا۔ ایک لمحے کو میرا ذہن چکرا گیا۔ میرا سر کلوروفارم کے باقی ماندہ اثر سے بھاری ہورہا تھا۔

یکلخت میری نظر اپنے لباس پر پڑی تو میرا دماغ کسی پھرکی کی طرح گھوم گیا۔ میں اس وقت سوٹ میں نہیں بلکہ ریشمی نائٹ گاؤن میں ملبوس تھا۔ میں نے اطراف کا جائزہ لیا۔ وہاں موجود ہر شے نہایت قیمتی اور خوبصورتی سے آراستہ تھی۔ کمرے میں میرے علاوہ کوئی اور نہیں تھا۔ میں نے آہستہ سے اٹھنے کی کوشش کی مگر اسی لمحے داہنی جانب کا دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی تو پستول کے دستے پر میری گرفت مضبوط ہوگئی۔ میں بجلی کی

طرح پوزیشن لے کر گھوما تھا لیکن میرا ذہن ایک بار پھر چکرا کر رہ گیا۔ میں ماہ رخ کو پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا جو گہرے سرخ رنگ کے گاؤن میں ملبوس تھی۔ اس کا چہرہ کسی گلاب کے پھول کی مانند تر و تازہ نظر آ رہا تھا جس پر پانی کے قطرے شبنم کا تاثر پیش کر رہے تھے۔ اس کی غزالی آنکھوں میں آسودگی تھی اور گداز ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

"آئی ایم اکسٹرملی سوری مائی ڈیئر۔" اس نے میری جانب چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے ہوئے کہا۔ "اگر تمہیں یہاں تک آنے میں میرے آدمیوں کے ہاتھوں کوئی پریشانی ہوئی ہے تو میں اس کے لیے معافی کی خواستگار ہوں۔"

"ہنہ۔" میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے اس کے سراپا کو نفرت بھری نگاہوں سے دیکھا۔

"میں نے تم سے کہا تھا نا کہ ماہ رخ نے زندگی میں کبھی ہارنا نہیں سیکھا۔" وہ بڑی بیباکی سے بولی۔ "میری جیت اب بھی ادھوری ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ تم اب اس کی تکمیل میں کسی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہیں کرو گے۔"

"میرا لباس۔"

"الماری میں ہینگر پر موجود ہے۔ میں نے خود اپنے نازک ہاتھوں سے تمہارے سوٹ پر استری کی ہے۔" اس نے میری نگاہوں میں نگاہیں ڈال کر بڑی مترنم آواز میں کہا۔ "کیا تم مجھے اس خدمت کا معاوضہ نہیں دو گے۔"

"بریف کیس میں اچھی خاصی رقم موجود ہے۔" میں نے خشک لہجے میں جواب دیا۔ "تم جو معاوضہ چاہو لے سکتی ہو۔"

"تم شاید مجھے ٹالنے کی کوشش کر رہے ہو۔" وہ بے غیرتی سے مسکراتی ہوئی میرے قریب بیٹھ گئی۔ اس کے جسم اور لباس سے بڑی مسحور کن خوشبو پھوٹ رہی تھی۔ ایک ادا سے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر جذباتی لہجے میں بولی۔ "تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے مقابلے میں دولت کی میری نظروں میں کوئی وقعت نہیں ہے۔ تم میرے لیے زیادہ قیمتی ہو۔"

"مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔" میں اپنا ہاتھ کھینچتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم چاہو تو مجھے من مانی سزا دے سکتے ہو۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔ "تمہارے ہاتھوں سے مر کر بھی مجھے خوشی ہوگی۔"

"یہاں میری حیثیت کیا ہے؟" میں نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔ "کیا میں اپنے آپ کو قیدی سمجھوں؟"

"ہاں لیکن صرف میری زلفوں کا اسیر۔" وہ بڑی نشیلی آواز میں بولی۔

"مجھے یقین ہے کہ باہر تمہارے آدمی ضرور موجود ہوں گے جو یہاں سے نکلنے کی صورت میں کوئی اچھا برتاؤ نہیں کریں گے۔"

"نہیں۔ ایسا نہیں ہے۔" اس نے اٹھتے ہوئے جواب دیا۔ "تم چاہو تو باہر جا کر اس کی تصدیق کر سکتے ہو۔ میں نے انھیں تمہیں صرف یہاں تک لانے کا حکم دیا تھا اور بس واپسی کے لیے کوئی احکامات نہیں دیے تھے۔ باہر تمہاری گاڑی موجود ہے جس کے اگنیشن میں چابی بھی جھول رہی ہوگی۔"

"اگر میں یہاں سے تمہاری اجازت حاصل کیے بغیر جانا چاہوں تو۔"

"جا سکتے ہو لیکن ایک بات یاد رکھنا۔" اس نے اپنی کھلی زلفوں کو سر کی خفیف جنبش سے پشت کی جانب اچھالتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اگر تم نے اپنی خوشی سے جانے کی ضد کی تو پھر تمہیں اپنی ہی مرضی سے یہاں واپس بھی آنا پڑے گا اور اس وقت ـــــ" ماہ رخ کی آنکھوں میں پھر سرخ ڈورے تیرنے لگے۔ "اس وقت تمہیں تمہارے اشاروں پر نہیں بلکہ تمہیں میری خواہشات کے مطابق عمل کرنا پڑے گا۔"

"کیا تمہیں اپنی عزت اور سلیمان شاہ کے مرتبے کا کوئی خیال نہیں ہے۔" میں نے دوسرا رخ اختیار کیا۔

"سلیمان شاہ۔" وہ بڑے معنی خیز انداز میں مسکرائی۔ "ہم ایک دوسرے کے معاملات میں دخل اندازی نہ کرنے کا وعدہ کر چکے ہیں۔ وہ بھی میری طرح شکاری ہے لیکن میں نے کبھی اس کے اس عمل پر کوئی شکایت نہیں کی۔ وہ بھی میری نجی زندگی کو کریدنے کی کوشش نہیں کرتا۔ دراصل ہم دونوں ایک دوسرے کی ضرورت بن چکے ہیں۔ اب ایک دوسرے کو چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ شاید اس لیے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے ایسے رازوں سے واقف ہیں جن کی تشہیر ہم دونوں کے لیے ناقابل تلافی نقصان کا سبب بن سکتی ہے۔"

"کیا یہ ممکن نہیں کہ تم کم از کم میرا پیچھا چھوڑ دو۔"

"صرف ایک شرط پر۔"

"وہ کیا؟"

"تم کچھ دیر کے لیے پھول بن جاؤ۔" اس نے ڈریسنگ گاؤن کو قدرے ڈھیلا کرتے ہوئے جذباتی انداز میں کہا۔ "بھنورے کا کردار میں ادا کر لوں گی۔"

"شٹ اپ۔" میں برداشت نہ کر سکا۔ تیزی سے کترا کر اس کے قریب سے گزرا۔ اس نے غلط نہیں کہا تھا۔ میرا سوٹ الماری کے ہینگر پر موجود تھا۔ میں اسے لے کر واش روم میں چلا گیا۔ ماہ رخ نے کچھ کہنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

میں واش روم سے لباس تبدیل کر کے باہر نکلا تو وہ مسہری پر بے شرمی کے ساتھ بکھری پڑی تھی۔ شاید اسے امید تھی کہ میں اسے سمیٹ لوں گا لیکن اس کے اندازے غلط ثابت ہوئے۔ میں نظریں جھکا کر کمرے سے باہر نکلا تو ایک ورانڈے

میں موجود تھا جس کے سامنے سمندر کی سرکش موجیں آپس میں گتھم گتھا ہو رہی تھیں۔ باہر دور دور تک سناٹا تھا۔ میری گاڑی اس ہٹ کے سامنے ہی پارک تھی جو غالباً ماہ رخ کی ملکیت تھی۔ میں نے تیزی سے آگے بڑھ کر اسٹیئرنگ سنبھالا اور ہٹ کی طرف نظر ڈالے بغیر واپسی کے راستے پر چل پڑا جس کی تلاش میں مجھے زیادہ وقت نہیں اٹھانی پڑی تھی۔

*

مجھے سب سے زیادہ حیرت ندیم کے سلسلے میں تھی۔ بھگوان داس اور اس کے ساتھیوں کے قتل کے بعد اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اس کے کچھ جانثار ہر لمحہ میری نگرانی پر مامور رہیں گے۔ میں نے اس کی درخواست نہیں کی تھی۔ یہ خود ندیم کا فیصلہ تھا لیکن اس کے باوجود اس کے آدمیوں نے مجھے ماہ رخ کے آدمیوں کے ہاتھوں اغوا ہونے سے نہیں بچایا۔ آخر کیوں؟ کیا وہ ماہ رخ کے سلسلے میں بے بس تھے یا پھر مجھے اغوا کرنے والوں نے انھیں ٹھکانے لگا دیا تھا۔

بہرحال، ماہ رخ نے مجھے جو چیلنج کیا تھا وہ اس میں کامیاب ہو گئی تھی۔ مجھے اغوا کر کے جہاں لے جایا گیا تھا وہ جگہ میری دیکھی بھالی تھی۔ ساحلی علاقے کے اس حصے میں صرف وی آئی پی کی ہٹس تھیں جہاں عام افراد کو نہیں جانے دیا جاتا تھا۔ خصوصاً تعطیل والے دن پولیس فورس اس بات کو یقینی بنانے کے لیے وہاں تعینات رہتی تھی کہ عام آدمی خاص آدمیوں کے رنگ میں بھنگ نہ ڈال سکے۔ مجھے جس ہٹ میں رکھا گیا تھا اس کا نمبر بھی واپسی کے وقت میں نے دیکھ لیا تھا۔ یہ محض دل کی تسلی کی خاطر تھا ورنہ میں اول تو ماہ رخ کے خلاف کوئی ایف۔ آئی۔ آر درج نہیں کرانا چاہتا تھا اور دوسرے میرے پاس کوئی ایسا ٹھوس ثبوت بھی نہیں تھا جسے میں اغوا کی واردات کے سلسلے میں بطور ثبوت پیش کر سکتا۔ یوں بھی غلاظت میں پھر پھینک کر میں اپنے لباس کے اجلے پن کو داغدار نہیں کرنا چاہتا تھا۔

رات کو ندیم دیر گئے گھر لوٹا تو میں عارفہ اور تسنیم کے ساتھ ڈرائنگ روم ہی میں موجود تھا۔ میں نے ندیم کے چہرے کا بغور مطالعہ کیا مگر اس کے دل کی کیفیت کا اندازہ نہیں لگا سکا پھر عارفہ اور تسنیم ندیم کے لیے کھانا تیار کرنے کے لیے رخصت ہو گئیں تو میں نے سنجیدگی سے ندیم کو مخاطب کیا۔

"کیا تم نے ابھی تک اپنے خاص آدمیوں کو میری نگرانی پر مامور نہیں کیا؟"

"خیریت۔ اس وقت تمہیں یہ سوال کرنے کی ضرورت کیوں پیش آ گئی۔" ندیم نے مجھے تعجب سے دیکھا۔ اس کا چہرہ کسی جذبات کی ترجمانی سے یکسر عاری تھا۔

"یوں ہی ایک خیال ذہن میں آیا تھا۔"

"اس کی کوئی وجہ بھی ضرور ہو گی۔" ندیم بدستور سنجیدہ تھا۔

"ہاں۔" میں نے اس بار کھل کر کہا۔ "آج تمہاری ماہ رخ بیگم نے مجھے اغوا کر لیا تھا۔"

"نہیں۔"

"مجھے ایک مخصوص جگہ کچھ دیر تک قید رکھا گیا لیکن بے ہوشی کی حالت میں، اس کے بعد مجھے واپسی سے روکا بھی نہیں گیا۔"

ندیم نے کوئی جواب نہیں دیا، کچھ سوچتا رہا۔

"میرا خیال ہے کہ ابھی تک تمہاری ماہ رخ صاحبہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکیں لیکن انھوں نے جال بہرحال بہت خوبصورت بنا تھا۔ میری پذیرائی کے لیے اس نے وہ تمام ہتھکنڈے اختیار کر رکھے تھے جو کسی بھی بڑے گھر کی اوباش عورتیں کر سکتی ہیں۔"

"کیا تم مجھے تفصیل سے بتانا پسند کرو گے۔"

"تم براہ راست ماہ رخ سے مل کر پوچھ لینا۔ اس طرح تجدید ملاقات بھی ہو جائے گی اور وہ تم کو میرے اغوا کی روداد زیادہ بے شرمی سے مکمل کر بتا سکے گی۔" میرے لہجے میں ہلکا سا طنز بھی شامل تھا۔

"مجھے یقین ہے کہ تم نے جو کہانی بیان کی ہے وہ سو فیصد درست ثابت ہو گی۔" ندیم نے پہلو بدل کر جواب دیا۔ "وہ سلیمان شاہ کی داشتہ تھی پھر اس کی ضرورت بن گئی۔ ان کے درمیان میاں بیوی کا جو رشتہ قائم ہے وہ بھی ایک گھناؤنی سیاست ہے مجھے معلوم ہے کہ اگر کبھی سلیمان شاہ کی کوئی گوٹ اوپر پھنس جاتی ہے تو وہ ماہ رخ کو بڑی بے غیرتی سے اپنے حریف کے سامنے چارا بنا کر ڈال دیتا ہے اور اگر ماہ رخ کو کوئی ضرورت پیش آتی ہے تو وہ سلیمان شاہ کے اثر و رسوخ سے فائدہ اٹھاتی ہے۔ سیاست میں اس قسم کی باتیں نئی نہیں ہیں۔ جس طرح ہر گاڑی میں ایک اسپیر وہیل ہوتا ہے جسے بوقت ضرورت استعمال کیا جاتا ہے، اسی طرح اب سیاست دان بھی اپنے پاس کوئی نہ کوئی حسین ساحرہ ضرور پال کر رکھتے ہیں وہ اسپیر وہیل کی طرح استعمال میں آتی رہے۔"

"میرا خیال ہے کہ ماہ رخ نے مجھے چھیڑ کر اچھا نہیں کیا۔" میں نے بگڑے ہوئے انداز میں جواب دیا۔

"نہیں۔" ندیم نے جلدی سے کہا۔ "تم ماہ رخ کے خلاف جلد بازی میں کوئی قدم نہیں اٹھاؤ گے۔ تمہارے ساتھ جو واقعہ پیش آیا ہے اس میں میرے آدمیوں کی کچھ غلطی بھی شامل ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"میرے آدمی تمہاری نگرانی پر موجود تھے لیکن ماہ رخ نے

بڑی خوبصورتی سے میری آڑ لے کر انھیں راستے سے ہٹا دیا تھا۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میرے ٹیم کے بیشترافراد اس حقیقت سے واقف ہیں کہ میں نے بھی آڑے وقتوں کے لیے ماہ رخ کو پال رکھا ہے۔" ندیم ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔ "اس نے میرے آدمیوں کو تمہاری نگرانی سے ہٹانے کی خاطر میرا نام اتنی خوبصورتی سے استعمال کیا کہ وہ بھی فریب کھا گئے اور ماہ رخ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی۔ میں جانتا ہوں کہ وہ کس قماش کی ضدی اور سرپھری عورت ہے۔ اس کے اندر کسی ناگن کا وہ سحر بھی موجود ہے جو جنس مخالف کو دم بخود کر دیتا ہے۔ وہ جس چیز کو پسند کر لیتی ہے اسے حاصل کرنے کو وہ اپنی آن کا مسئلہ بنا لیتی ہے۔ میں نے آج تک اسے ناکام ہوتے نہیں دیکھا۔"

"گویا تمہیں میرے اغوا کا علم ہو گیا تھا۔"

"شبہ ہوا تھا لیکن اس بات کی امید نہیں تھی کہ وہ تمہیں حاصل کرنے کی خاطر میرے آدمیوں کو بھی ڈاج دینے کی کوشش کرے گی۔"

"ڈاج دینے کی کیا ضرورت تھی۔" میں نے طنز کیا۔ "تم تو پہلے ہی سے اس کی زلف گرہ گیر کے شکار ہو۔"

"اس کے آدمیوں نے تمہیں پریشان تو نہیں کیا۔" ندیم نے میری بات کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔ "میرا مطلب ہے کہ کوئی ایسی حرکت جو تمہارے شایان شان نہ ہو۔"

"بہت خوب۔" میں زہرخند سے بولا۔ "گویا اب اغوا کے معاملات میں حسب مراتب اور فریق دوم کی شان کو ملحوظ خاطر رکھا جاتا ہے۔"

"وہ تمہیں اغوا کرنے کے بعد کہاں لے گئے تھے۔"

"اس خوبصورت اور حسین جہنم میں جہاں ماہ رخ کی بے غیرتی اور بے شرمی ایندھن کا کام دے رہی تھی۔"

نسیم نے آکر کھانے کو کہا تو ندیم خاموشی سے اٹھ گیا۔ میں بھی اٹھ کر اپنے کمرے میں آگیا جہاں عارفہ میری منتظر تھی۔

"کیا بات ہے۔ آج آپ کچھ پریشان پریشان سے نظر آرہے ہیں۔" عارفہ نے میرے لباس تبدیل کرنے کے بعد بڑی محبت سے پوچھا۔

"کچھ کاروباری مصروفیات ایسی درپیش تھیں کہ ـــــ"

"میں اس مقام تک پہنچنے سے پہلے آپ کی پرسنل سکریٹری کے فرائض بھی انجام دے چکی ہوں۔" اس نے اپنی خوبصورت اور نرم انگلیوں سے میرے بالوں میں کنگھی کرتے ہوئے سرگوشی کی۔ "آپ کے چہرے پر کوئی کاروباری پریشانی مجھے نظر نہیں آرہی۔ کوئی اور ہی بات ہے؟"

"اور کیا بات ہو سکتی ہے۔" میں چونکا۔

"کیا ماہ رخ نے ابھی تک آپ کو پریشان کرنا نہیں چھوڑا؟"

"کیا مطلب۔ یہ تمہارے ذہن میں ماہ رخ کا خیال کیسے آگیا؟" میں نے حیرت سے عارفہ کی نظروں میں جھانکا۔

"عورت دنیا میں سائنس کا وہ سب سے زیادہ حساس آلہ ہے اپنے راستے میں دور دراز تک آنے والی کسی بھی شے کا سراغ لگانے میں کبھی غلطی سے کام نہیں کرتا۔ اس شے کی ہیئت معلوم کرنے میں بھی عورت کا دماغ اور اس کی سوچ بڑا موثر کردار ادا کرتی ہے۔"

"کیا تمہیں اب بھی مجھ پر شبہ ہے کہ میں ـــــ"

"پلیز۔" عارفہ نے تیزی سے کہا۔ "مجھے گناہ گار مت کریں۔ میں جانتی ہوں کہ آپ کس قدر ٹھوس کردار کے مالک ہیں لیکن میں ماہ رخ جیسی عورتوں کو بھی جانتی ہوں جو اپنے مقصد کے حصول کی خاطر آخری منزل تک جانے سے بھی دریغ نہیں کرتیں۔"

"فرض کرلو۔ اس نے اپنے مقصد کی انتہا تک پہنچ کر مجھے تسخیر کرلیا تو؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔ "کیا ایسی صورت میں تم مجھ سے ناراض نہیں ہوگی؟"

"نہیں۔" عارفہ نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نرم پر اعتماد لہجے میں جواب دیا۔ "میں اتنی پڑھی لکھی ہوں کہ تسخیر اور تاراج کے مطلب سمجھتی ہوں البتہ اگر آپ نے مغلوب ہو کر اس کے سامنے ہتھیار ڈال دیے تو اور بات ہے۔"

"ایسی صورت میں تمہارا رد عمل کیا ہوگا۔"

"یہ تو آپ کی طرف سے عمل کی نوعیت کے بعد طے کیا جاسکتا ہے۔" وہ مسکرائی۔ اس کی مسکراہٹ میں محبت کی فراوانی تھی، اعتماد تھا، محبت کی تمام پاکیزگی اور ایک مشرقی عورت کی تمام خوبیاں موجود تھیں۔ میں نے بے اختیار ہو کر اس کے سراپا کو اپنے وجود کی گہرائیوں میں چھپانے کی خاطر اپنی بانہوں کی حصار میں لے لیا۔

❖

دوسری صبح میں دفتر جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا کہ سراج کا فون آگیا۔ وہ کچھ گھبرایا گھبرایا لگ رہا تھا میں نے وجہ دریافت کی تو پہلے اس نے وہی گفتگو دہرائی جو میں نے ولیم پوکر کی حیثیت سے اس سے کی تھی پھر وہ دبی زبان میں بولا۔

"میرا خیال ہے کہ بھوشن آپ کی شخصیت پر شبہ کر رہا ہے۔"

"کیا آپ بھوشن سے ملے تھے۔" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"نہیں لیکن ولیم پوکر نے یہی کہا تھا کہ بھگوان داس بار بار اسے شہباز کہہ کر مخاطب کر رہا تھا۔"

"میرا خیال ہے کہ طاغوتی قوتیں ایک بار پھر میرے خلاف سرگرم عمل ہو رہی ہیں۔"

"ہو سکتا ہے۔"

"ناتھن کے بارے میں آپ نے کیا عمل کیا؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "ہو سکتا ہے کہ ولیم پوکر نے آپ کو صحیح ٹپ دی ہو جو آپ کی تفتیشی عمل میں خاصی موثر ثابت ہو۔"

"ولیم پوکر کی ایک انفارمیشن حیرت انگیز طور پر درست ثابت ہوئی ہے۔" سراج نے جواب دیا۔ "قتل جس کمرے میں ہوا تھا اس کے واش روم سے ایک دروازہ دوسرے کمرے میں کھلتا ہے۔ ٹائل کی درمیانی لکیروں کی وجہ سے کسی عام آدمی کا اس کے بارے میں سراغ لگانا تقریباً ناممکن ہے۔ بھگوان داس اور اس کے ساتھی شاید اسی خفیہ راستے سے ولیم پوکر یا پروفیسر مورس کے کمرے میں داخل ہوئے تھے۔"

"کیا آپ نے بذات خود اس چور دروازے کا نظارہ کیا ہے؟"

"جی ہاں۔" سراج نے تفصیل بتاتے ہوئے جواب دیا "بس اتفاق ہی سمجھ لیں جو میں ولیم پوکر کی انفارمیشن کی تصدیق کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ ایمبیسڈر کا منیجر میرے بے حد اصرار کے بعد مجھے دوسرے کمرے میں لے گیا تھا جہاں میں نے تفتیش کرتے کرتے وہ خفیہ دروازہ تلاش کرلیا۔ جانتے ہو اس کے بعد کیا ہوا؟ منیجر میرے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ یہ بھی اچھا ہوا کہ وہ اس وقت میرے ساتھ تنہا تھا۔ اس نے بہت گڑگڑا کر مجھ سے درخواست کی ہے کہ اگر میں نے اس دروازے کے راز کے سلسلے میں زبان کھولی تو بھوشن اسے کتوں سے بدتر موت مارے گا۔ زندگی بچانے کے عوض اس نے اس بات کا اقرار بھی کرلیا کہ ایمبیسڈر میں ناتھن کی حیثیت بظاہر ایک اسٹیورڈ سے زیادہ نہیں ہے لیکن اسے بھوشن کی طرف سے وسیع اختیارات حاصل ہیں۔ اس نے کچھ اور ضروری اور خفیہ باتوں سے بھی مجھے آگاہ کیا ہے۔"

"کیا آپ نے ناتھن کو حراست میں لینے کی کوشش نہیں کی؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"میں نے اسے کچھ سوالات کرنے کی خاطر منیجر کے کمرے میں طلب کیا تھا۔" سراج نے کہا۔ "گفتگو کے دوران میں نے ناتھن کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگالیا تھا کہ مجھ سے باتیں کرتے وقت وہ بے حد بے پروا اور پرسکون نظر آرہا تھا۔ ہر سوال کا جواب بڑے محتاط اور بے پروا انداز میں دے رہا تھا۔ میں نے اسے تھانے لے جانے کی کوشش کی تھی لیکن کسی طرح بھوشن کو اس بات کا علم ہو گیا جس نے فون کر کے بڑی سختی سے مجھے تاکید کی ہے کہ میں ہوٹل کے چھوٹے چھوٹے ملازم کو بھی حراست میں لینے سے گریز کروں۔ بظاہر اس نے یہی وجہ بتائی ہے کہ وہ ہوٹل کی بدنامی کو پسند نہیں کرے گا۔"

"کیا آپ اوپر سے احکامات حاصل کر کے ہوٹل کے ایک معمولی اسٹیورڈ کو بھی حراست میں نہیں لے سکتے؟"

"بیرے کی پوزیشن اتنی اہم نہیں ہے جتنی بھوشن کی ہے۔" سراج نے تلملا کر جواب دیا۔ "آپ کو اس کا اندازہ پہلے بھی ہو چکا ہے۔"

"پھر فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "مرنے والے بھی بھوشن ہی کے آدمی تھے اگر وہ خود ہی قاتلوں کی گرفتاری میں قانون کے ساتھ تعاون نہیں کر رہا ہے تو آپ بھی سرسری سی رپورٹ تیار کر کے نامعلوم قاتلوں کے خلاف پرچہ کاٹ دیجیے۔ کچھ عرصے تک بھوشن کو اپنی کارکردگی دکھانے کی خاطر دو چار ہسٹری شیٹروں کو گرفتار کر کے کاغذات کی خانہ پری کیجیے پھر کیس کو داخل دفتر کر دیجیے۔ بلاوجہ اپنا خون کیوں ہلکان کر رہے ہیں۔"

"ولیم پوکر نے یہ بھی کہا تھا کہ اس کا شکار بھوشن بھی ہو سکتا ہے۔"

"ویری گڈ۔" میں نے خوشی کا اظہار کیا۔ "دعا کیجیے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے تاکہ بھوشن کی کمینگی کا قصہ ہمیشہ کے لیے پاک ہو جائے۔ نہ رہے گا بانس اور نہ بجے گی بنسری۔"

"ایک عام انسان کی حیثیت میں یہی سوچا جاسکتا ہے لیکن میں قانون کا محافظ اور ذمہ دار آفیسر بھی ہوں۔"

"جو ناتھن کو چاہنے کے باوجود حراست میں لینے سے قاصر ہے۔" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اگر برا نہ مانیں تو ایک بات کہوں۔" سراج نے میری بات کو یکسر نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

"فرمائیے۔"

"بھگوان داس اب جہنم رسید ہو گیا ہے لیکن ولیم پوکر نے یہ کیوں کہا کہ وہ مرنے سے پیشتر بار بار آپ کا نام لے رہا تھا؟ کیا آپ بھگوان داس سے پہلے کبھی ملے تھے؟"

"ہو سکتا ہے کسی تجارتی یا صنعتی میٹنگ میں آمنا سامنا ہوا ہو لیکن براہ راست میں اس سے واقف نہیں تھا۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا پھر کچھ سوچ کر تیزی سے کہا۔ "کہیں ایسا تو نہیں کہ ولیم پوکر بھی آپ سے ڈبل گیم پلے کر رہا ہو؟"

"کیا مطلب؟"

"پیشہ ور قاتل یا بدمعاش عام طور پر یہی طریقہ کار اختیار کرتے ہیں کہ پولیس کی توجہ ایک طرف مبذول کرا دیتے ہیں

اور دوسری طرف سے اپنا کام کرجاتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ولیم پو کر بھی ایسی ہی کوئی سازش کر رہا ہو۔"

"لیکن آپ ہی کے خلاف کیوں؟"

"کبھی ملاقات ہوئی تو پوچھ کر آپ کو ضرور مطلع کروں گا۔"

"پلیز مسٹر شہباز۔ میرا مقصد یہ نہیں تھا۔ حالات نے میرے ذہن کو اس قدر الجھا دیا ہے کہ۔۔۔"

"جسٹ ریلیکس مسٹر سراج۔" میں نے اس بار ہمدردی کا اظہار کیا۔ "وقت کا انتظار کیجیے۔ جو مجرم زیادہ چالاک ہوتے ہیں وہ اکثر حماقت کا ثبوت بھی دیتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ بھوشن کی کوئی ایسی ہی حماقت آپ کے کام آجائے۔"

"بڑی مچھلی کانٹے میں پھنس جانے کے باوجود اپنی طاقت کا استعمال کر کے ڈور تڑا کر نکل جانے میں کامیاب ہوجاتی ہے۔" سراج نے بے بسی کا اظہار کیا۔ "حالات کے پیش نظر بھوشن کا شمار بھی ایسی ہی بڑی مچھلیوں میں ہوتا ہے۔"

"مجھے حیرت ہے۔ کیا آپ بھوشن کے خلاف گھٹنے ٹیکنے پر بالکل ہی مجبور ہوگئے ہیں۔"

"جنگ کے طریقے بھی عجیب ہوتے ہیں مسٹر شہباز اگر پوری فوج باغی ہوجائے اور ہتھیار ڈال دے تو اکیلا کمپنی کمانڈر یا تو سینے پر گولی کھا کر مرجاتا ہے یا پھر اسے بھی زندگی بچانے کی خاطر اپنی مرضی کے خلاف خود کو دشمنوں کے رحم و کرم پر چھوڑنا پڑتا ہے۔" سراج نے قدرے جھلائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "جب عدلیہ اور قانون آزاد نہ ہو تو پھر سیاست دانوں ہی کا راج ہوتا ہے۔ آپ چاہیں تو اسے اندھیر نگری اور چوپٹ راج کا نام بھی دے سکتے ہیں۔"

"میں آپ کی مجبوری اور حالات کی نزاکت دونوں کو سمجھ رہا ہوں لیکن آپ اس اہم نکتے کو کیوں فراموش کر رہے ہیں کہ محبت اور جنگ میں تمام حربوں کا استعمال جائز ہوتا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"آپ بھی بھوشن کے سلسلے میں سیاسی ہتھکنڈے کا استعمال کرسکتے ہیں۔"

"کیا آپ اس کی وضاحت کریں گے؟" سراج نے گہری سنجیدگی سے پوچھا۔

"دنیا کی کوئی بھی حکمران پارٹی اگر اپنے کسی بڑے اور قد آور سیاسی حریف کو قابو کرنے میں ناکام ہوجاتی ہے تو وہ بھی قانون نافذ کرنے والے اداروں کا سہارا لیتی ہے۔" میں نے سپاٹ آواز میں اپنا مطلب واضح کرتے ہوئے کہا۔ "پولیس فائرنگ کے درمیان رائفل کی نال سے نکلی ہوئی گولی قانون ہی کی طرح اندھی ہوتی ہے۔ وہ کسی کی اجل کا پیغام بن کر نکلتی ہے تو پھر اس کی حیثیت یا طاقت کا اندازہ نہیں لگاتی۔ آپ بھی کسی پولیس مقابلے کی راہ اختیار کرسکتے ہیں۔ حالات خراب ہونے کے باوجود زیادہ دن تک برقرار نہیں رہتے۔ کچھ دنوں تک اکھاڑ پچھاڑ ہوتی ہے پھر اہم سے اہم فائلیں بھی سرد خانے میں داخل دفتر کردی جاتی ہیں۔"

"ہوں۔ میں آپ کی بات سمجھ رہا ہوں۔" سراج نے تھوڑے توقف کے بعد کہا۔ "تجویز بری نہیں ہے اگر کسی خطرناک مریض کے متعدی مرض سے ہزاروں آدمیوں کی جان کو خطرہ لاحق ہو تو اسے ختم کردینا ہی مناسب ہوتا ہے لیکن جوابی فائرنگ اور پولیس مقابلے کے لیے بھی کوئی معقول جواز ضروری ہوتا ہے۔"

"پولیس کے لیے کسی جواز کا پیدا کرنا میرے خیال میں کوئی ایسی دشوار بات۔۔۔"

"آپ درست فرما رہے ہیں۔" سراج نے تیزی سے کہا۔ "لیکن آپ میری پولیس لائف اور میرے کردار سے واقف ہیں۔ میں کوئی ایسا قدم اٹھانے سے قاصر ہوں جس کی بنا پر میرا ضمیر مجھے ہمیشہ ملامت کرتا رہے۔"

"ماہ رخ نے اپنے اغوا کے سلسلے میں جو پیش بندی کی تھی اس کا کیا رہا۔" میں نے کچھ سوچ کر موضوع بدلتے ہوئے پوچھا۔

"ابھی تک کسی جانب سے ایسا کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا۔"

"آپ نے بتایا تھا کہ آپ کا تبادلہ ماہ رخ کی سفارش پر ہی پرانی جگہ پر ممکن ہوا ہے۔"

"جی ہاں۔"

"میرا خیال ہے کہ ماہ رخ بھوشن کے مقابلے میں زیادہ بڑی اور طاقت ور مچھلی ہے۔ سلیمان شاہ کی وجہ سے اس کی پوزیشن سیاسی حلقوں میں بھی خاصی پائدار ہے۔ آپ اگر چاہیں تو ماہ رخ سے بھی مدد لے سکتے ہیں۔"

"ابھی اس کی نوبت نہیں آئی۔" سراج نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

کچھ دیر بعد سراج سے فون پر گفتگو کا سلسلہ بند ہوا تو میں اپنا بریف کیس اٹھا کر باہر نکلا اور دفتر کے لیے روانہ ہوگیا۔ میرے ذہن میں اس وقت بھی بھوشن ہی کا خیال گونج رہا تھا۔ وہ میرے مقابلے میں یقیناً اپنے قدم مضبوط کر رہا ہوگا تاکہ ضرورت پیش آنے کی صورت میں میرے خلاف کوئی موثر کارروائی کرسکے اور میں چاہتا تھا کہ کسی طرح اسے اندر سے اتنا کھوکھلا کردیا جائے کہ وہ میرے سامنے سر اٹھانے یا سینہ تان کر چلنے کی جسارت نہ کرسکے۔ میں گیتا کی بازیابی کے بارے میں بھی سوچ رہا تھا جو بھوشن کے خلاف استعمال کی جاسکتی تھی۔

دفتر پہنچ کر میں کام میں منہمک ہوگیا۔ دو چار فائلیں ہی نمٹا سکا تھا کہ دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور وارثی میرے آفس میں بوکھلایا ہوا داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر پائے جانے والے

تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ میرے لیے کوئی اچھی خبر نہیں لایا ہوگا۔ وہ بری طرح سہما سہما سا نظر آرہا تھا۔ آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا۔

"کیا بات ہے مسٹر وارثی۔" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "آپ مجھے کچھ پریشان نظر آرہے ہیں۔"

"سر۔۔۔ وہ۔۔۔ بھوشن جوزف۔۔۔"

"کیا ہوا بھوشن کو؟" میں چونکا۔

"اس کے ساتھ آنے والے مسلح افراد نے ہمارے گارڈز سمیت سب پر قابو پالیا ہے۔" وارثی نے تھوک نگلتے ہوئے جواب دیا۔ "بھوشن کے ساتھ آنے والوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ ہم مقابلے کا رسک نہیں لے سکتے تھے اور اب' اب بھوشن آپ کے دفتر کی طرف آرہا ہے۔ میں آفس کے باتھ روم کے راستے نکل کر آپ تک یہ اطلاع پہنچانے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ میرا مشورہ ہے آپ فوری طور پر۔۔۔"

وارثی اپنا جملہ مکمل نہ کرسکا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے بھی داخلی دروازے کی سمت دیکھا جہاں بھوشن سینہ تانے کھڑا مجھے حقارت بھری نظروں سے گھور رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں انتقامی جذبوں کی سرخی موجود تھی۔ تیور بھی خطرناک ہی دکھائی دے رہے تھے۔ میں نے وارثی کو باہر جانے کا اشارہ کیا۔

☆

میرا خیال تھا کہ بھوشن وارثی کو کمرے سے باہر جانے کی اجازت نہیں دے گا لیکن اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی شاید اسے اپنے ساتھ آئے ہوئے مسلح افراد پر پورا اعتماد تھا کہ وہ وارثی کو دفتر کی حدود سے باہر نہیں جانے دیں گے۔ وہ چونکہ میرے کمرے میں کھڑا مجھے کینہ توز نظروں سے گھور رہا تھا اس لیے آفس کے باہر بھی اس کے گارڈز ضرور موجود رہے ہوں گے جنہوں نے وارثی کے باہر نکلتے ہی اسے دبوچ لیا ہوگا۔

بھوشن جس ہنگامی انداز میں میرے دفتر میں داخل ہوا تھا اور وارثی نے مجھے جو کچھ بتایا تھا وہ میرے لیے یقیناً پریشان کن ہی تھا لیکن میں بھوشن پر یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا کہ میں اس سے خائف ہوں۔ میں نے سیدھا ہاتھ اوپر کی جانب اٹھا کر وہ چور سوئچ آن کردیا جو ایک حساس قسم کے ٹیپ ریکارڈ سے منسلک تھا۔ اس کے ذریعہ آفس میں کی جانے والی گفتگو بہ آسانی ریکارڈ کی جاسکتی تھی۔ چور سوئچ چونکہ میز کی اوپری سطح پر ایک کونے میں لگا تھا اس لیے اسے آسانی سے نہیں تلاش کیا جاسکتا تھا۔

"تشریف لائیے مسٹر بھوشن۔" میں نے اخلاقاً اٹھتے ہوئے مخاطب کیا۔ "گو کہ میں براہ راست آپ سے واقف نہیں ہوں لیکن اس کے باوجود میں آپ کو بخوبی پہچانتا ہوں۔ متعدد پارٹیوں میں ہم ایک ساتھ شریک ہوچکے ہیں۔ بس اتفاق ہی ہے جو ابھی تک ہم ایک دوسرے سے متعارف نہیں ہوئے۔"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خشم آلود نگاہوں سے گھورتا ہوا آگے بڑھا اور میرے سامنے بیٹھ گیا۔ اس کی نگاہوں میں حقارت اور انتقام کا ملا جلا احساس جھلک رہا تھا۔ میرے آفس میں ہونے کے باوجود اس کے تیور خطرناک ہی نظر آرہے تھے۔ یقیناً وہ گارڈز کی ایک بڑی تعداد کے ہمراہ میرے دفتر میں محض تفریحی یا کاروباری باتیں کرنے نہیں آیا ہوگا۔ میرے ذہن میں لیڈی مکلارنس کے کہے ہوئے جملے صدائے بازگشت بن کر گونجے مگر میں نے خود کو مطمئن ظاہر کرنے کی خاطر مسکرا کر کہا۔

"کیا پینا پسند کریں گے آپ۔ ٹھنڈا یا گرم۔"

"تمہارا کیا خیال ہے۔" اس نے مجھے گھورتے ہوئے دبنگ لہجے میں پوچھا۔ "کیا میں یہاں تمہارے ساتھ دوستی کرنے کی غرض سے آیا ہوں یا کسی کاروباری ضرورت نے مجھے یہاں آنے پر مجبور کردیا ہے۔"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔" میں پرسکون لہجے میں بولا۔ "ویسے میرا خیال ہے کہ آپ شاید چیمبر آف کامرس میں ہونے والے الیکشن کے سلسلے میں تشریف لائے ہوں گے۔ اگر میرا اندازہ درست ہے تو یہ ایک خوش آیند بات ہے۔ آپ جیسے بڑے کاروباری لوگ اگر پلیٹ فارم پر آجائیں تو کاروباری اور تجارتی اداروں کو خاصی سہولت میسر آسکتی ہو۔"

"نہیں۔ بھوشن ابھی اتنا سستا بھی نہیں ہوا کہ وہ تمہارے آفس تک محض ایک ووٹ کی خاطر آنے کی حماقت کرے گا۔"

"آئی سی۔" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "میرے لائق اور کوئی خدمت۔"

"اگر مجھے تمہاری کوئی خدمت درکار ہوتی تو میں تمہیں فون پر بھی کنٹیکٹ کرسکتا تھا۔" اس کے تیور بدستور خراب تھے۔

"پھر۔" اس بار میں نے سپاٹ لہجے میں دریافت کیا۔ "آپ نے کس سلسلے میں زحمت گوارا کی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ تم میرے آنے کی وجہ جانتے ہو۔"

"سوری۔ مجھے علم نجوم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"مسٹر شہباز۔ کیا تمہیں علم ہے کہ اس وقت تمہارا تمام عملہ میرے گارڈز کے رحم و کرم پر ہے؟"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے جواب میں اسے گھورا۔

"میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ بھوشن جوزف کی نگاہوں میں تم جیسے لوگوں کی۔۔۔"

"ون منٹ مسٹر بھوشن۔" میں نے تیز لہجے میں اسے ٹوکا۔ "میرا خیال ہے ہم ابھی تک ایک دوسرے کے اتنے بے

تکلف دوست بھی نہیں ہیں کہ ایٹی کیٹ کو یکسر نظرانداز کردیں۔"

"تم بھول رہے ہو کہ اس وقت تمہارے سامنے کون بیٹھا ہے۔" اس کی آواز میں کسی زخمی ناگ کی پھنکار تھی۔ "بہتر ہوگا کہ تم سیدھی طرح میرے سوالات کا جواب دو۔ ورنہ بھوشن کی دشمنی تمہیں اتنی مہنگی پڑے گی کہ تم اس کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔"

"تم اب حد سے بڑھنے کی کوشش کررہے ہو۔" میں نے تمام احتیاط کو بالائے طاق رکھتے ہوئے جواب دیا۔ "میرا مشورہ ہے کہ تم کھل کر بات کرو تو زیادہ بہتر ہوگا۔ میں ابھی تک یہ سمجھنے کی کوشش کررہا ہوں کہ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو۔ ویسے تمہاری اطلاع کے عرض کردوں کہ میں تم سے کسی طرح بھی خائف نہیں ہوں۔ تمہارے بارے میں' میں نے اخبارات میں بہت کچھ پڑھ رکھا ہے لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ بلاوجہ تم سے خوفزدہ رہوں۔"

"بھگوان داس کے نام سے واقف ہو۔" وہ میری بات کو نظرانداز کرتے ہوئے اصل مطلب پر آگیا۔

"غالبا تمہارے بزنس نیجر کا نام ہے۔ اکثر میں نے اسے مختلف میٹنگ میں تمہاری نمائندگی کرتے دیکھا ہے لیکن ہم ایک دوسرے سے واقف نہیں ہیں۔"

میں نے جان بوجھ کر "تھے" کا صیغہ استعمال نہیں کیا۔

"کیا تم پروفیسر مورس کے نام سے بھی ناواقف ہو۔"

"یہ نام میرے لیے قطعی غیر معروف اور اجنبی ہے۔" میں نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

"کبھی ا۔مبیسڈر ہوٹل جانے کا اتفاق ہوا ہے؟"

"نام ضرور سنا ہے جانے کا اتفاق کبھی نہیں ہوا۔"

"کیا تم واقعی اتنے بھولے اور معصوم ہو جتنا اس وقت ظاہر کرنے کی کوشش کررہے ہو۔" اس کے لہجے میں سفاکی کا عنصر بھی شامل تھا۔

ٹھیک اسی وقت جب بھوشن نے مجھ سے سوال کیا تھا مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کمرے میں ہم دونوں کے سوا کوئی تیسری شخصیت بھی موجود ہے' فوری طور پر میرا ذہن بھوشن کے ہمراہ آئے ہوئے کسی گارڈ کی سمت گیا جو غالبا میرے آفس کے اندر آگیا تھا لیکن دوسرے ہی لمحے میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

کالکا دفتر کے اس گوشے کے ایک صوفے پر نیم دراز تھی جو میں نے خاص لوگوں کے سلسلے میں مخصوص کررکھا تھا' میں نے اپنے چہرے سے اپنے اندرونی جذبات کو ظاہر نہیں ہونے دیا' یہ اور بات ہے کہ کالکا کو دیکھ کر میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئی تھیں' وہ کسی نوخیز دوشیزہ کے روپ میں اپنی تمام حشر سامانیوں کے ساتھ میرے سامنے موجود تھی۔ اس کے بیٹھنے کا کافرانہ انداز اور جسم پر نظر آنے والا لباس یقینا سحر انگیز تھا' اگر کسی فلم میں اس کی عکاسی کی گئی ہوتی تو سینسر کی قینچی اس کے ایک فریم کو بھی پردہ اسکرین پر دکھانے کی اجازت نہ دیتی' کالکا کی نگاہوں میں مستی کے جام ٹکرا رہے تھے وہ مجھے بڑی نشیلی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔" بھوشن نے اپنا سوال دہرایا تو میں نے نظر گھما کر اس کی جانب دیکھا۔

"سوچ رہا ہوں کہ تمہارے سوال کا کیا جواب دوں۔" کالکا کے آجانے سے میرے رگ و پے میں ایک نئی قوت سرایت کرگئی تھی۔

"آئی' سی۔" بھوشن کا لہجہ یکلخت خونخوار ہوگیا۔ "گویا تم شرافت سے اس بات کا اقرار نہیں کروگے کہ تم نے ا۔مبیسڈر میں پروفیسر مورس کی حیثیت سے قیام کے دوران بھگوان داس اور اس کے دو ساتھیوں کو گولی مار کر ہلاک کیا ہے۔"

"واٹ۔" میں نے حیرت سے چونکنے کی بڑی شاندار اداکاری کی' انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ الزام میرے لیے قطعی غیر متوقع اور بے بنیاد رہا ہو۔

"زیادہ چالاک بننے کی کوشش مت کرو مسٹر شہباز۔" بھوشن کرسی پر پہلو بدل کر سخت آواز میں بولا۔ "میرے آدمی کسی دشمن کی زبان کھلوانے میں خاص مہارت رکھتے ہیں۔"

"مسٹر بھوشن۔" میں نے دیدہ و دانستہ تلملا کر جواب دیا۔ "تم نے یقینا سوتے یا جاگتے میں کوئی سپنا دیکھا ہے جس کے اثرات اب تک تمہارے ذہن پر مسلط ہیں۔"

"بھگوان داس نے تمہارے میک اپ میں ہونے کے باوجود کئی بار تمہیں شہباز کہہ کر مخاطب کیا تھا۔"

"تمہیں یقینا کوئی ایسی غلط فہمی ہوگئی ہے جس کا علاج میرے پاس نہیں ہے۔" میں نے سپاٹ آواز میں کہا۔

"تم نے جس کمرے میں بھگوان داس اور اس کے ساتھیوں کو قتل کیا تھا اس سے ملحق کمرے میں تمہارے درمیان ہونے والی گفتگو کا ایک ایک لفظ ریکارڈ ہورہا تھا۔"

"اگر تمہارے پاس میرے خلاف کوئی ثبوت موجود ہے تمہیں یہاں آنے کے بجائے کسی پولیس اسٹیشن یا پھر مجسٹریٹ سے رابطہ قائم کرنا چاہیے تھا۔ ٹیپ کی جانے والی گفتگو میرے خلاف تمہارے شبہے کو خاصی تقویت دے سکتی ہے۔"

"تم نے غالبا ا۔مبیسڈر میں قیام کے دوران اس شنڈلر پر غور نہیں کیا جو چھت پر موجود تھا۔" بھوشن نے مجھے چبھتی ہوئی نظروں سے گھورا۔ "شنڈلر کے اندر ایک مختصر مگر حساس کیمرا بھی موجود ہے جس کے ذریعہ دوسرے کمرے میں اس کی

مووی بھی تیار ہوسکتی ہے۔"

"ویری گڈ۔" میں نے اسے چڑانے کی خاطر بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "پھر تو ناکردہ جرم کے باوجود شاید عدالت مجھے پھانسی کی سزا دینے سے دریغ نہ کرے گی۔"

"پھانسی کی سزا تمہیں میرے زر خرید کتے بھی دے سکتے ہیں۔" بھوشن کے لہجے میں اس بار بلا کی سفاکی تھی۔

"شہباز۔ میرے سپنوں کے راجہ۔ میرے من مندر کے دیوتا' تمہاری داسی اس سمے تمہارے پاس موجود ہے اس لیے تمہیں بھوشن سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔" کالکا کی مترنم آواز مندر میں کنواریوں کی بجائی ہوئی گھنٹیوں کی آواز بن کر میرے کانوں میں گونجی۔ "اگر تم کہو تو میں بھوشن کا کریا کرم بھی کرسکتی ہوں۔"

"حیرت انگیز۔" میں کالکا کی بات سن کر اور بے خوف ہوگیا' بھوشن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔ "ابھی تک تو کتے صرف شکار کی خاطر یا منشیات وغیرہ کی روک تھام کے لیے موثر کردار ادا کررہے تھے۔ تم نے اگر انھیں کسی شخص کو پھانسی دینے کے فن میں بھی طاق کردیا ہے تو بلاشبہ تمہارا یہ کارنامہ عالمی سطح پر بیحد سراہا جائے گا۔ یہ بھی ممکن ہے تمہیں نوبل پرائز کا حق دار بھی سمجھا جائے اور تمہارا شمار بھی دنیا کے ان افراد میں۔۔۔"

"شٹ اپ۔" بھوشن آپے سے باہر ہونے لگا پھر اس نے غصے میں تالی بجائی تو باہر کھڑے ہوئے دو مسلح گارڈ دندناتے ہوئے آفس کے اندر آگئے۔ ان کی نگاہیں بھوشن کی طرف تھیں لیکن خودکار رائفلوں کا رخ میری ہی جانب تھا۔

"میرا ایک اشارہ تمہیں گولیوں سے چھلنی کردینے کے لیے بہت کافی ہوگا۔" وہ غرایا۔ "تم خواہ کسی بھی میک اپ میں ہو لیکن میرا دل گواہی دیتا ہے کہ بھگوان داس اور اس کے ساتھیوں کا خون تم ہی نے کیا ہے۔"

"دل تو میرا بھی یہی گواہی دیتا ہے کہ میرے مکان کو آگ لگوانے میں کسی نہ کسی زاویے سے تمہارے ہاتھ بھی ضرور شامل ہیں۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "یہ بات ضرور تمہارے علم میں ہوگی کہ کاروبار اختیار کرنے سے پیشتر میں ایک ذمے دار پولیس آفیسر بھی رہ چکا ہوں۔ حالات کی روشنی میں کوئی نتیجہ اخذ کرنا مجھے بھی آتا ہے۔ ہوسکتا ہے دانش کے اغوا میں خان جابر کا ہاتھ شامل ہو جس نے فون پر مجھ سے کھل کر آگ لگانے کا اقرار کیا تھا' پولیس کے ذمے دار افراد کے علاوہ کچھ اور ایسے عینی شاہد بھی موجود ہیں جنھوں نے خان جابر کو جائے وقوعہ پر دیکھا تھا' پولیس کی فائل پر اس کا ثبوت موجود ہے کہ تم نے خان جابر کو اپنا آدمی ظاہر کرکے اسے بازیاب کرانے پر زور دیا تھا۔ دو اور دو چار کرنا مجھے بھی آتا ہے مائی ڈیئر مسٹر بھوشن لیکن میں نے تمہارے دفتر پر مسلح آدمیوں کے ساتھ چڑھائی کرنے کی حماقت نہیں کی۔"

"کبھی ایسی حماقت بھی نہ کرنا۔" وہ طنزیہ مسکراہٹ ہونٹوں پر بکھیر کر بولا۔ "ورنہ تمہارا انجام تمہارے فرشتوں کے تصور سے بھی زیادہ بھیانک اور اذیت ناک ہوگا۔"

"اس کا جواب تو آنے والا وقت ہی دے سکے گا۔" میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے اپنے غصے کا اظہار کیا۔

"بھوشن کو انڈر اسٹیمیٹ کرنے کی کوشش کرو ورنہ۔"

"ورنہ کیا ہوگا۔" میں نے بے پروائی سے پوچھا پھر کالکا کی جانب ایک سرسری نظر ڈالی جو بدستور اسی انداز میں نیم دراز تھی جو خون کی گردش اور حرارت تیز کردینے کے لیے بہت کافی تھی۔

"تم بھوشن کی طاقت کو آزمانا چاہتے ہو۔" وہ غراتا ہوا کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"طاقت کی آزمائش زر خرید غنڈوں اور دہشت گردوں کے بل بوتے پر نہیں کی جاتی۔" میں نے استہزائیہ انداز میں کہا۔ "مرد وہ ہوتا ہے جو صرف اپنے قوت بازو پر بھروسہ کرتا ہے۔"

"یو باسٹرڈ۔" وہ حلق کے بل چیخا' میرے جواب نے اسے جنونی کیفیت سے دوچار کردیا تھا' ایک لمحے تک وہ مجھے کسی آدم خور درندے کے انداز میں پھاڑ کھانے والی نظروں سے گھورتا رہا پھر دونوں مسلح افراد کی سمت دیکھ کر تحکمانہ لہجے میں بولا۔ "اس کو بال سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے لے چلو۔ میں اسے بتاؤں گا کہ بھوشن سے اونچی آواز میں بات کرنے والوں کا انجام کیا ہوتا ہے۔"

دونوں مسلح افراد بھوکے جانوروں کی طرح میری جانب لپکے تھے پھر اس طرح ایک جھٹکے سے رک گئے جیسے کوئی نادیدہ دیوار ان کے راستے میں حائل ہوگئی ہو' ان کی خودکار رائفلیں بھی ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر چکی تھیں۔ مجھے یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ کالکا کی طاغوتی قوتوں نے میرا ساتھ دیا تھا۔ پھر اس سے پیشتر کہ وہ اپنی رائفل اٹھاتے یا بھوشن اپنی حیرت پر قابو پاتا' میں نے برق رفتاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنا آٹومیٹک نکال کر کرخت لہجے میں انھیں للکارا۔

"خبردار۔۔۔ اگر تم نے کوئی چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو پھر مجھے تمہاری موت پر کوئی افسوس نہیں ہوگا۔"

بھوشن نے کوئی جواب نہیں دیا وہ حالات کے پیش نظر جیسے گنگ ہوکر رہ گیا تھا لیکن اس کی نگاہوں سے بدستور نفرت اور انتقام کے شعلے ابل رہے تھے' بازی پلٹ جانے کے باوجود وہ اپنی شکست تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں تھا' بھوشن نے مجھ سے جو گفتگو کی تھی اس کا ٹیپ ہی اس کے خلاف اور اس کے مسلح

افراد کو رنگے ہاتھوں گرفتار بھی کرا سکتا تھا۔

"مسٹر بھوشن۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "اب تمہارا اپنی طاقت کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا تم اپنے دوسرے ساتھیوں کو بلا کر یہ حکم نہیں دو گے کہ وہ مجھے بال پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے یہاں سے لے جائیں۔"

"اس بات کو ذہن سے نکال دو کہ تم بھوشن کا بال بھی بیکا کر سکتے ہو۔" وہ سرد آواز میں بولا۔ "میرے مسلح افراد نے اس وقت بھی تمہارے عملے کے تمام افراد کو قابو کر رکھا ہے' اگر تم نے میرے خلاف کوئی قدم اٹھایا تو پھر تمہارے آفس کا ایک فرد بھی زندہ نہیں بچے گا۔"

"پھر میرے لیے کیا حکم ہے مائی ڈیئر مسٹر بھوشن۔" میں نے اسے چھیڑنے کی خاطر کہا۔

"تم۔ تم بہت جلد اپنا انجام خود اپنی نظروں سے دیکھ لو گے۔"

میں نے کوئی مناسب جواب دینا چاہا لیکن اسی لمحے کالکا نے مجھے مخاطب کیا۔

"تم اس راکھشس کو باتوں میں الجھائے رکھو۔ میں تمہارے متر ڈی ایس پی سراج کو اطلاع دینے جارہی ہوں' میں چاہتی ہو کہ یہ دشٹ اپنے آدمیوں سمیت گرفتار ہو جائے۔"

پھر کالکا نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو میں نے ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت بھوشن کو مخاطب کیا۔

"مجھے تمہاری حماقت پر ہنسی بھی آرہی ہے اور رونا بھی۔ تم اس وقت میرے رحم و کرم پر ہو' میں چاہوں تو تمہیں موت کے گھاٹ اتار سکتا ہوں لیکن میں قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کی غلطی نہیں کروں گا البتہ تمہیں ایک بار پھر یہ یقین دلانا چاہوں گا میں کسی پروفیسر مورس سے واقف نہیں ہوں اور بھگوان داس یا اس کے ساتھیوں کے قتل سے بھی میری ذات کا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"تم بکواس کر رہے ہو۔" بھوشن نے گرج کر جواب دیا۔ "بہتر ہو گا کہ تم مجھے گولی مار دو۔ دوسری شکل میں اگر میں زندہ رہا تو پھر تمہیں اذیت ناک موت سے دوچار ہونا پڑے گا۔"

"غلط فہمی کا علاج لقمان حکیم کے پاس بھی نہیں تھا۔" میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ "تم خود ہی فیصلہ کرو' اپنے دماغ پر زور ڈالو اور یہ بتاؤ کہ میری تم سے یا تمہارے منیجر بھگوان داس سے کیا دشمنی ہو سکتی ہے جبکہ میں تم دونوں سے پوری طرح واقف بھی نہیں ہوں۔ ہمارے درمیان کسی قسم کا کاروباری لین دین بھی نہیں ہے' ایسی صورت میں' میں بلاوجہ۔۔۔"

"بکواس بند کرو۔" وہ سفاکی سے بولا۔ "بھوشن کے ذہن میں ایک بار جو بات بیٹھ جائے وہ آسانی سے نہیں نکل سکتی۔ میرے پاس کوئی اہم ثبوت نہ سہی لیکن اس کے باوجود میں تم سے بھگوان داس کا انتقام ضرور لوں گا۔"

"مسٹر بھوشن۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "کیا تم اپنی اوقات سے بڑھنے کی کوشش کر رہے ہو؟"

"یو سن آف اے بچ' مجھے موقع ملنے دو پھر میں تمہیں بتاؤں گا کہ بھوشن کس [illegible] کا نام ہے۔"

پھر وہی ہوا جو کالکا نے کہا تھا۔ کچھ دیر بعد سراج اور اس کے ساتھیوں نے پورے آفس کو گھیر لیا۔ بھوشن کے مسلح گارڈز نے پولیس سے مقابلے کی خاطر فائرنگ بھی شروع کر دی تھی لیکن وہ زیادہ دیر تک اپنا دفاع نہیں کر سکے' اس کے بعد سراج نے تمام مسلح افراد کو گرفتار کر لیا۔ ان کے وہ ہتھیار بھی قبضے میں لے لیے جو بغیر لائسنس تھے پھر سراج میرے کمرے میں داخل ہوا جہاں میں نے بھوشن کو بدستور پستول کی زد پر لے رکھا تھا۔ سراج نے بھوشن اور اس کے باقی دونوں ساتھیوں کو بھی حراست میں لے لیا۔

بھوشن نے اس موقع پر کوئی مزاحمت نہیں کی لیکن وہ سراج کو کچھ ایسی نگاہوں سے گھور رہا تھا جیسے اس پر یہ بات واضح کرنا چاہتا ہو کہ پہاڑ اور گلہری میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ پولیس کی بھاری نفری جب سب کو گھیرے میں لے کر باہر کی سمت ہانک رہی تھی تو میں نے سراج کو اشارے سے رکنے کو کہا اور وہ ٹیپ اس کے حوالے کرتے ہوئے بولا۔

"اس میں وہ تمام گفتگو ریکارڈ ہے جو بھوشن اور میرے درمیان ہوئی تھی۔"

"تھینکس مسٹر شہباز۔" سراج نے کہا۔ "میں نے آپ سے کہا تھا نا کہ ابھی میں نے بھوشن کے آگے ہتھیار نہیں ڈالے ہیں۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"اتفاق ہی سمجھیے جو میں بازی پلٹنے میں کامیاب ہو گیا ورنہ بھوشن کے ساتھی مجھے اور میرے عملے کے افراد کو بھون ڈالنے سے کوئی گریز نہ کرتے۔"

"کیا میں آپ کے آفس کے کچھ ذمے دار لوگوں کو بیان لینے کی خاطر اپنے ساتھ لے جا سکتا ہوں۔"

"ایز یو وش۔"

سراج کے جانے کے بعد میں نے سکون کا سانس لیا لیکن نہ جانے کیوں میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ پولیس بھوشن کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے گی۔

"کیا اب تم اپنی کالکا رانی کا شکریہ بھی ادا نہیں کرو گے۔"

کالکا کی آواز سن کر میں نے نظریں اٹھائیں' وہ ایک بار پھر مجھے صوفے پر عجیب حالت میں نیم دراز نظر آرہی تھی' میں قریب جا کر اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا' اس کے

ہونٹوں کا گداز گلاب کی پنکھڑی کی طرح بڑے تشنہ انداز میں کپکپا رہا تھا' اس کی نگاہوں میں میرے لیے پیار ہی پیار تھا' انداز میں خود سپردگی کی کیفیت تھی' ایک لمحے کو میرے دل میں یہ خیال آیا کہ کالکا کے وجود کو بھی صندلی انگوٹھی کے ذریعے جلا کر راکھ کردوں لیکن میں نے اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے سے گریز کیا۔ کالکا نے مجھے اور میرے عملے کے افراد کو بھوشن اور اس کے مسلح گارڈز سے نجات دلا کر جو احسان کیا تھا میں اس کا بدلہ بدی میں نہیں دے سکتا تھا پھر میں یہ بھی دیکھنا چاہتا تھا کہ لیڈی مکلارنس کالکا کے مقابلے میں کس حد تک طاقت ور ثابت ہو سکتی ہے۔ لیڈی مکلارنس بھی میرے لیے کارآمد تھی اس لیے میں فی الحال ان دونوں کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ وقت کا تقاضا بھی یہی تھا کہ میں ان دونوں کی پراسرار طاقت سے استفادہ کرتا رہوں۔ میری نگاہیں کالکا کے خوبصورت اور حسین جسم کے نشیب و فراز پر پھسل رہی تھیں۔ یہ محض دکھاوا تھا۔ میں کالکا کو یہی تصور دینا چاہتا تھا کہ اس کے قیامت خیز جسم نے مجھے دیوانہ بنا دیا ہے ورنہ حقیقت یہ تھی کہ اس وقت مجھے کالکا اور ماہ رخ کے مقابلے میں یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا تھا کہ ان میں سے زیادہ بے شرم اور بے غیرت کون ہے؟

"کیا بات ہے شہباز۔" کالکا نے میری نگاہوں کو محسوس کرتے ہوئے بڑی لگاوٹ سے پوچھا۔ "تم اس قدر غور سے مجھے کیوں دیکھ رہے ہو۔"

"کالکا۔" میں نے بے چینی کا اظہار کیا۔ "کیا میں تمہارے قریب آسکتا ہوں۔"

"ابھی اس کا سمے نہیں آیا۔" وہ اپنے جسم کو سمیٹ کر بیٹھ گئی۔ "شریر اور جسم کا سمبندھ ویسے بھی سچا پیار نہیں کہلاتا' پریم تو من کی گہرائیوں میں ہوتا ہے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں کہ تم مجھے اپنے قریب آنے سے کیوں منع کر رہی ہو۔" میں نے پہلو بدل کر کہا۔ "تم شاید کومل ورما' موہنی اور رداور کے انجام کی وجہ سے مجھ سے خوفزدہ ہو لیکن میں تمہیں وشواس دلاتا ہوں کہ تمہارے شریر کو ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا۔"

"پھر میرے قریب آنے کے لیے اتنے بے کل کیوں ہو۔"

"میں تمہیں بہت قریب سے دیکھنا چاہتا ہوں' تمہاری سانسوں کی مہک اور شریر کی تپش کو محسوس کرنا چاہتا ہوں' تمہارے قرب کی لذتوں سے سرشار ہونا چاہتا ہوں۔"

"ماہ رخ نے تمہیں اس کا موقع دیا تھا پھر تم نے اسے دھتکار کیوں دیا۔" وہ شوخ ہو گئی۔ "تم چاہتے تو اس کے شریر سے بھی اپنے من کی پیاس بجھا سکتے تھے۔ اسی کارن تو اس نے تمہیں اپنے آدمیوں سے اٹھوایا تھا۔"

"وہ۔ تمہیں سب کچھ معلوم ہے لیکن پھر تم نے میری کوئی مدد نہیں کی۔" میں نے شکوہ کیا۔

"میں دیکھنا چاہتی تھی کہ تم اس حسین کنیا کے شریر کی گرمی سے پگھلتے بھی ہو یا نہیں۔" اس نے مجھے پیار سے گھورتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا تم ان لوگوں کی نشاندہی کر سکتی ہو جنھوں نے مجھے اغوا کیا تھا۔" میں نے یکلخت سنجیدگی اختیار کرلی۔

"کر سکتی ہوں لیکن ایسا کروں گی نہیں۔" وہ ایک ادائے دل برانہ سے بولی۔ "وہ نردوش ہیں۔ اصل جڑ تو ماہ رخ تھی جس نے تمہیں بڑی دیدہ دلیری سے اغوا کرایا تھا۔ اس کے کارن اس نے تمہارے آدمیوں کو بھی بڑا خوبصورت جل دیا تھا اور ہاں تم نے جو اس کی ہٹ اور وین کا نمبر نوٹ کیا ہے اس سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ وہ ہٹ بھی ماہ رخ کی تھی اور وین بھی اسی کے گھریلو استعمال میں آتی ہے۔ پرنتو تم اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں کر سکو گے اور اگر تم نے ایسا کیا تو گھاٹے میں رہو گے۔"

"کیا مطلب۔" میں چونکا۔

"کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جو پہلے سے نہیں بتائی جاتیں۔ میں کیول تمہیں اتنا بتا سکتی ہوں کہ ماہ رخ سے بگاڑ کرنے کی کوشش نہ کرنا۔"

"کالکا۔" میں نے غور سے اسے دیکھا۔ "کیا تم یہ نہیں جانتیں کہ وہ مجھ سے کیا چاہتی ہے۔"

"تمہاری بھرپور جوانی سے تھوڑی سی بھکشا (بھیک)۔" کالکا معنی خیز انداز میں بولی۔ "ساگر سے اگر دو چار چلو پانی نکل جائے تو اس میں کوئی کمی نہیں آتی۔ بہتی گنگا میں دنیا ہاتھ دھوتی ہے۔ تم بھی سمے سے فائدہ اٹھالو۔"

"یہ تم کہہ رہی ہو۔۔۔ تم؟" میں نے حیرت سے جواب دیا۔ "کیا تمہیں یاد نہیں ہے کہ تم نے کیا کہا تھا۔ تم نے کہا تھا کہ اگر کبھی میں نے کسی اور سندری کو من میں بسایا تو تم اپنا سمبندھ اور سارے بندھن توڑ کر آزاد ہو جاؤ گی اور۔۔۔"

"مجھے سب یاد ہے کہ میرے من مندر کے کرشن کنہیا۔" وہ ایک توبہ شکن انگڑائی لے کر بولی۔ "میں نے من میں کسی دوسری سندری کو بسانے کی بات کی تھی بھولے ناتھ۔ گھڑی دو گھڑی من بہلانے اور من میں بسانے میں دھرتی اور آکاش کا فرق ہوتا ہے۔"

"تم نے ابھی کہا تھا کہ اگر میں نے ماہ رخ سے مقابلہ کرنے کی کوشش کی تو گھاٹے میں رہوں گا۔" میں نے کچھ سوچ کر پوچھا۔

"ہاں' میں نے غلط نہیں کہا تھا۔"

"لیکن۔۔۔"

"مجھے مجبور مت کرو شہباز۔" وہ تیزی سے بولی۔ "کیول اتنا یاد رکھو کہ کبھی کبھی منش کو موت سے چھٹکارا پانے کے لیے گندے پانی سے بھی من کی پیاس بجھانی پڑتی ہے۔"

"مگر یہ گناہ ہے۔"

"پاپ اور پن کی بات مت کرو۔" کالکا نے قدرے سنجیدگی سے کہا۔ "تمہاری دشمنی صرف بھوشن سے تھی' بھگوان داس کے ساتھیوں نے تمہارا کیا بگاڑا تھا جو تم نے ان کا کریا کرم کرڈالا؟"

"تم میرے باپ کی موت' میری ماں کے دربدر ہونے کی کہانی اور میرے آدمیوں کے نقصان کو کیوں فراموش کررہی ہو۔" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"میں بھی یہی کہہ رہی ہوں میرے مرلی دھر۔" وہ مسکرا کر بولی۔ "یدھ اور پریم میں سب چلتا ہے۔ ماہ رخ بھی۔"

"مگر۔۔۔"

"اپنی کالکا رانی کی ایک بات دھیان سے سن لو۔ اگر تم نے اس مکار اور فریبی کنیا کی آشا کی راہ میں دیواریں کھڑی کرنے کی کوشش کی تو تم کسی کو منہ دکھانے کے قابل بھی نہیں رہو گے۔ وہ اپنی ہٹ کی خاطر کتنا گر سکتی ہے تم اس کی گہرائی کو نہیں سمجھ سکتے۔"

"ایک بات کہوں کالکا رانی۔" میں نے موضوع بدلنے کی کوشش کی۔ "اگر تمہیں بھگوان داس والی رام کہانی معلوم تھی تو تم نے میری مدد کیوں نہیں کی' تم اتنے عرصے مجھ سے دور دور کیوں رہیں۔"

"تم نے مجھے یاد بھی تو نہیں کیا تھا۔" اس نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا پھر جلدی سے بولی۔ "مجھے وشواس تھا کہ بھگوان داس نے تمہارے خلاف جو جال بچھایا تھا اس میں وہ خود ہی پھنس کر دم توڑ دے گا۔ تمہارے اوپر کوئی بات نہیں آئے گی۔ اس کے علاوہ مجھے آج کل ایک ضروری کام اور بھی درپیش ہے۔"

"وہ کیا۔۔۔؟"

"تمہاری وہ طوطے جیسی ناک والی سفید چمڑی کی بڑھیا آکاش پر اڑنے کے سپنے دیکھ رہی ہے۔" کالکا نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔ "اس نے میری مورتی کو اپنے قبضے میں کرلیا ہے اور اب میری آتما پر قابو پانے کے سہانے سپنے دیکھ رہی ہے جو کبھی پورے نہیں ہوں گے۔ ابھی مجھے دیوی دیوتاؤں کی طرف سے اس بڑھیا سے ٹکرانے کا اشارہ نہیں ملا ورنہ میں اسے تمام بھید بھاؤ سمجھا دیتی کہ وہ کتنے پانی میں ہے۔"

"وہ تمہاری دشمن کیوں بن گئی؟ تمہارا اس کا کیا جھگڑا ہے؟"

"جھگڑا منش اور منش کے درمیان کبھی نہیں ہوتا۔" اس نے فلسفیانہ انداز میں جواب دیا۔ "یہ سب شکتی اور کر[illegible] کا چکر ہوتا ہے' منش خود کو منوانے کے کارن اور دشمن پر [illegible] دھاک بٹھانے کی خاطر ایک دوسرے سے ٹکراتا ہے۔ تمہار[illegible] وہ سفید چمڑی والی بددماغ بڑھیا بھی شکتی ہی کی خاطر میرا را[illegible] کاٹنے کی کوشش کررہی ہے لیکن تم اس بات کے گواہ ہو کہ م[illegible] نے تمہارے معاملے میں اسے نیچا دکھا دیا۔"

"میں۔ سمجھا نہیں۔" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"کیوں۔ کیا تمہیں یاد نہیں کہ اس نے بھوشن کے سل[illegible] میں تم سے پورے یقین اور وشواس سے کیا کہا تھا؟" کالکا [illegible] فاتحانہ انداز میں مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "اس نے کہا [illegible] کہ بھوشن پروفیسر مورس کے پیچھے چھپے ہوئے تمہارے اص[illegible] روپ کو ثابت کرنے میں کامیاب ہوجائے گا' پرنتو اس کا کہا [illegible] نہیں ہوا' میں نے اپنی شکتی کے زور سے بھوشن کو ایک [illegible] جنجال میں پھنسا دیا۔ کاش میں تمہیں دکھا سکتی کہ اس سمے اس [illegible] بڑھیا کے سینے پر کتنے سانپ لوٹ رہے ہیں۔"

"کالکا۔" میں نے پھر موضوع بدلا۔ "کیا تم ایک کام میں [illegible] میری مدد کرسکتی ہو۔"

"حکم کرو مہاراج۔" اس کے انداز میں پھر خود سپردگی [illegible] عنصر شامل ہوگیا۔

"کیا میں گیتا کو بھوشن کی قید سے نہیں نکال سکتا۔"

"گیتا۔" کالکا نے معنی خیز انداز میں مسکرا کر جواب دیا۔ "کبھی وہ سچ مچ اتنی سندر تھی کہ اس کا شریر پوجا جانے کے قابل تھا لیکن اب بھوشن اور اس کے شکاری کتوں نے اسے بھنبھوڑ کر رکھ دیا ہے' اس کے شریر کا سارا رس چوس لیا ہے' اس کے کومل جسم کو ہڈیوں کے ڈھانچے میں بدل دیا ہے۔ وہ زندہ ضرور ہے لیکن کسی مرجھائے ہوئے ایسے پھول کی طرح جو گرم ہوا کے جھونکوں کی وجہ سے بکھر چکا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ گیتا بھوشن کے سلسلے میں ایک اہم ثبوت ثابت ہوسکتی ہے۔"

"ہو بھی سکتی ہے۔" کالکا نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "تم اسے بھوشن کی قید سے مکتی دلانا چاہتے ہو تو میں تمہاری سہائتا کرنے کو تیار ہوں لیکن میرا خیال ہے بھوشن کی تباہی میں ابھی کچھ سمے باقی رہ گیا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میں نے اسے ایک جھٹکا دینے کی خاطر تمہارے متر کے ہاتھوں گرفتار ضرور کرایا ہے لیکن ابھی پولیس بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی' شاید گیتا کی گواہی بھی پولیس کے کسی کام نہ آسکے۔"

"اگر میں تم سے یہ کہوں کہ بھوشن کا قصہ ہمیشہ کے لیے پاک کردو تو۔۔۔" میں نے کالکا کو ٹٹولنا چاہا۔

"میں تمہارا حکم ماننے سے انکار نہیں کروں گی پرنتو بھوشن کی موت کے بعد ایک نیا طوفان تمہارے خلاف سر اٹھائے گا جو بھوشن کے مقابلے میں زیادہ طاقت ور ہوگا اس لیے میرا مشورہ ہے کہ ابھی سمے کا انتظار کرو' بھوشن اپنی شکتی کے بل بوتے پر جو غلطیاں کررہا ہے اسے کرنے دو' یہی غلطیاں اس کی تباہی کا باعث بنیں گی۔ رہا تمہارے بچاؤ کا معاملہ تو یہ تمہاری کالکا کی ذمہ داری ہے۔ جس پر تم ایک سچے پریمی کی طرح آنکھ بند کرکے وشواس کرسکتے ہو۔"

"لیکن میں چاہتا ہوں کہ بھوشن کا کریا کرم میرے ہاتھوں ہو۔" میں جذباتی ہونے لگا۔

"تمہاری اچھا بھی ضرور پوری ہوگی۔ یہ کالکا کا وچن ہے۔"

"کیا تم ماہ رخ کے سلسلے میں میری کوئی مدد نہیں کرسکتیں۔"

"مجھے اس کے لیے مجبور نہ کرو شہباز۔" کالکا نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے تشنہ انداز میں کہا۔ "ہوسکتا ہے کہ ماہ رخ کے شریر کے ذریعے میں بھی اپنی منوکامنائیں (دلی خواہشیں) پوری کرسکوں۔"

"کیا مطلب۔" میں نے چونک کر پوچھا۔ "یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔۔۔"

"میں تمہیں اپنے اصلی روپ میں نہیں اپنا سکتی لیکن ماہ رخ کے شریر میں داخل ہوکر تمہاری بانہوں میں ضرور مچل سکتی ہوں۔" کالکا کی حسین نگاہوں میں پھر مستی کے ساغر ٹکرانے لگے۔

مجھے اس وقت کالکا کے وجود سے بھی گھن محسوس ہورہی تھی لیکن ضبط کرکے بولا۔

"تم جانتی ہو کالکا رانی ماہ رخ کس ٹائپ کی عورت ہے' یوں بھی میں عورتوں کے قریب جانے سے۔۔۔"

"میں پھر کسی وقت تمہارے سوال کا جواب دوں گی۔" اچانک کالکا نے فضا میں گھورتے ہوئے کہا۔ "تمہاری وہ خمیدہ ناک والی بڑھیا پھر میرا راستہ کاٹنے کی کوشش کررہی ہے۔ وہ بھوشن کو میرے مقابلے پر لانا چاہتی ہے لیکن میں اس کا سپنا پورا نہیں ہونے دوں گی' مجھے آگیا دو شہباز۔ کوئی اہم ضرورت ہو تو مجھے آواز دے لینا' میں تمہاری سہائتا کو ضرور آجاؤں گی۔"

پھر کالکا کا حسین وجود میری نظروں سے اوجھل ہوگیا' میں چند لمحے تک اس کی باتوں پر غور کرتا رہا پھر میں نے ریسیور اٹھایا اور ندیم کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ جب بھوشن اور اس کے مسلح ساتھیوں نے میرے آفس پر یلغار کی تھی اس وقت ندیم کے آدمی کہاں تھے۔

"ہیلو۔۔۔" دوسری جانب سے ندیم ہی نے کال ریسیو کی۔

"شہباز بول رہا ہوں۔" میں سپاٹ لہجے میں پوچھا۔ "کیا تمہیں بھوشن کے میرے دفتر آنے کی اطلاع مل چکی ہے۔"

"ہاں۔۔۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ بھوشن اور اس کے آدمی اس وقت سراج کے آفس میں موجود ہیں اور انھوں نے کیا موقف اختیار کیا ہے۔"

"کیا تم مجھے تفصیل بتانا پسند کرو گے۔"

"بھوشن کا کہنا ہے کہ وہ تم سے محض کچھ ضروری کاروباری امور پر گفتگو کرنے کی خاطر گیا تھا۔" ندیم نے جواب دیا۔ "اس نے مسلح افراد سے اپنا کسی قسم کا کوئی تعلق ماننے سے انکار کردیا ہے۔"

"پھر وہ افراد کس سے متعلق تھے۔"

"مسلح افراد نے بھی بھوشن کو پہچاننے سے انکار کردیا ہے۔" ندیم نے تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا۔ "ان کا اقبالی بیان ہے کہ وہ تمہارے آفس میں ڈکیتی کے ارادے سے گئے تھے جہاں ان کے دو ساتھی تمہارے ہاتھوں مارے گئے پھر کسی نے پولیس کو مخبری کردی اور پولیس نے بروقت پہنچ کر انھیں گرفتار کرلیا۔"

"کیا تم اس کہانی پر یقین کرسکتے ہو۔"

"بات میری یا تمہاری نہیں۔ اقبالی بیان کی ہے جو باقاعدہ مجسٹریٹ کی موجودگی میں ریکارڈ کیا گیا ہے' قانون کی نگاہوں میں بھی اقبال جرم کی زیادہ اہمیت ہوتی ہے' میرا خیال ہے کہ بھوشن نے ان لوگوں کو قبل ازوقت پوری طرح بریفنگ کردی تھی کہ پکڑے جانے کی صورت میں انہیں کیا بیان دینا ہے۔"

"اور وہ جو ٹیپ میں نے سراج کو دی تھی۔" میں نے تلملا کر پوچھا۔ "اس کا کیا بنا۔ اس میں میرے اور بھوشن کے درمیان ہوئی وہ تمام گفتگو ریکارڈ تھی جس میں اس بات کا مکمل ثبوت موجود ہے کہ وہ مسلح افراد بھوشن ہی کے آدمی تھے اور بھوشن مجھے براہ راست دھمکی دینے اور بھگوان داس کے قتل کے سلسلے میں اپنی طاقت کا احساس دلانے کی غرض سے آیا تھا۔"

"سراج اس کو سامنے لانے کی جرات نہیں کرسکتا تھا۔" ندیم نے جواب دیا۔ "جس وقت وہ بھوشن اور مسلح افراد کو لے کر تھانے پہنچا' اس وقت چیف منسٹر کا ایک اہم آدمی سراج کے کمرے میں پہلے سے موجود تھا جس کی موجودگی میں سراج کی جگہ اگر اور کوئی بھی ہوتا تو ان احکامات کی خلاف ورزی کی جرات نہیں کرسکتا تھا جو اسے بند کمرے میں موصول ہوئے تھے۔"

"گویا بھوشن کے کسی آدمی نے گرفتاری کے فوراً بعد اوپر تک اطلاع کردی۔" میں نے تلملا کر جواب دیا۔

"سراج کی پوزیشن اس وقت خاصی قابل رحم ہے۔ بھوشن نے اس پر ہتک عزت کا دعویٰ کرنے کی دھمکی دی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ سراج نے اسے کسی ذاتی عناد کی وجہ سے غیر قانونی طور پر زیر حراست لینے کی حماقت کی ہے جس غلطی کو وہ فراموش نہیں کر سکتا۔"

"پھر۔۔۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "اب سراج غریب کا کیا بنے گا؟"

"میں نے اس سلسلے میں اپنے اثر رسوخ بھی استعمال کیے ہیں۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "میرا خیال ہے کہ بھوشن اور سراج کے درمیان مصالحت ہو جائے گی۔ ہو سکتا ہے کہ سراج کو معافی بھی مانگنی پڑے۔"

"گویا اب بھوشن میرے معاملے میں زیادہ خطرناک ثابت ہوگا۔"

"پریشان مت ہو مائی ڈیئر۔ ہم نے بھی ہاتھوں میں چوڑیاں نہیں پہن رکھی ہیں۔" ندیم نے بہ دستور بے پروائی سے جواب دیا۔ "اگر اس نے کوئی حماقت یا انتقامی کارروائی کرنے کی کوشش کی تو اس بار میرے آدمی بھی اینٹ کا جواب پتھر سے دیں گے۔"

"مجھ سے غلطی ہو گئی۔" میں نے جھلاتے ہوئے کہا۔ "ان دونوں مسلح افراد کے ساتھ مجھے بھوشن کا قصہ بھی ہمیشہ کے لیے پاک کر دینا چاہیے تھا۔"

"یہ کام میرے آدمی بھی سرانجام دے سکتے تھے لیکن میں نے انہیں موبائیل پر کسی قسم کی قتل و غارت گری سے منع کر دیا تھا۔"

"وجہ۔۔۔؟"

"میرا اصول ہے کہ جنگ اپنے علاقے کے بجائے دوسرے کے علاقے میں لڑی جائے تو زیادہ بہتر نتائج بر آمد ہوتے ہیں۔"

"میں اسے نرالی منطق کہوں گا۔"

"اپنی اپنی سوچ کی بات ہے۔" ندیم نے کہا۔ "ویسے میرا مشورہ ہے کہ تم بھوشن کے سلسلے میں فی الحال اپنا دماغ ٹھنڈا رکھنے کی کوشش کرنا۔ کسی زہریلے ناگ کے پھن کو جوتے تلے دبانے کے فن میں مہارت حاصل کیے بغیر عملی قدم اٹھانا خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔ ویسے بائی دی وے، کیا تم مجھے یہ بتاؤ گے کہ جب بھوشن کے مسلح آدمیوں نے کوئی موقع دیے بغیر تم کو اور تمہارے عملے کو قابو میں کر لیا تھا تو پھر اس کی اطلاع پولیس تک کس طرح پہنچی؟"

"میں سمجھ رہا تھا کہ تمہارے کسی آدمی نے سراج کو صورت حال کی نزاکت سے آگاہ کیا ہوگا۔" میں نے کالکا کے ذکر کو درمیان سے نکالنے کی خاطر کہا۔ "کیا تمہارے کسی آدمی نے ایسا نہیں کیا تھا؟"

"ابھی میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ بہرحال، اب تمہیں اپنی پرچھائیں سے بھی محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ بھوشن کسی وقت بھی انتقامی کارروائی کر سکتا ہے۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا، پھر دوسری جانب سے رابطہ منقطع ہونے کی آواز ابھری تو میں نے بھی ریسیور واپس کریڈل پر رکھ دیا اور بھوشن کے بارے میں غور کرنے لگا جس نے یقیناً بڑی ذہانت سے بازی کا رخ پلٹ دیا تھا۔

شام کو سراج نے بھی وہ تمام تفصیل بیان کر دیں جو ندیم مجھے بتا چکا تھا۔

"میں اب دو ماہ کی چھٹی پر جا رہا ہوں۔" سراج نے تفصیل بتانے کے بعد بجھے ہوئے دل سے کہا۔

"خیریت۔۔۔؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔ "کیا آپ بھوشن سے۔۔۔"

"بھوشن سے نہیں۔" سراج نے تیزی سے جواب دیا۔ "ملک کے سیاسی حالات سے لیکن دو ماہ کی چھٹی میں محض تفریحاً نہیں لے رہا ہوں۔ اس کے لیے مجھے مجبور کیا گیا ہے۔ دوسری صورت میں مجھے اس حرامزادے سے معافی مانگنی پڑتی جو مجھے منظور نہیں تھی۔"

"کیا اب دو مہینے تک آپ صرف ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہیں گے؟"

"اس کا جواب تو آنے والا وقت ہی دے سکتا ہے۔" سراج کے لہجے میں کوئی آنے والا طوفان مچل رہا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ نے پولیس مقابلے کا ایک سنہری موقع ضائع کر دیا۔"

"ہو سکتا ہے آپ درست کہہ رہے ہوں۔"

"بھوشن نے ان دو آدمیوں کے بارے میں کیا بیان دیا جو میرے ہاتھوں مارے گئے تھے۔" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "کیا اس سلسلے میں مجھے بھی کھینچا جائے گا؟"

"بیان تو بہرحال دینا ہوگا لیکن مجھے بھوشن کے نطفے پر اب شبہ ہو گیا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"اس نے بیان دیا ہے کہ اگر آپ نے اپنا دفاع نہ کیا ہوتا تو پھر آپ ان ڈاکوؤں کے ہاتھوں کام آ جاتے۔ اس کا بیان بھی قطعی سیاسی نوعیت کا ہے۔ اس طرح وہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ وہ حقیقتاً آپ کے دفتر محض کاروباری گفتگو کے ارادے سے گیا تھا۔"

"میرے ٹیپ کا کیا بنا؟"

"وہ میرے پاس آپ کی امانت ہے۔ کسی وقت واپس کر دوں گا۔"

"کیا اس سلسلے میں کسی زاویے سے میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں؟"

"فی الحال میں آپ کو بھی سیاست سے کام لینے کا مشورہ دوں گا۔"

سراج سے ہونے والی گفتگو کے بعد مجھے اندازہ ہو چکا تھا کہ سراج کے لیے اوپر سے ملنے والے احکامات کس قدر اذیتناک ہوں گے۔ وہ ایک ایماندار، ذمے دار اور دلیر آفیسر تھا۔ اس نے بڑے بڑے معرکوں میں گھٹنے ٹیکنا نہیں سیکھا تھا لیکن بھوشن کے بارے میں چونکہ حکومت کے ایک صوبے کی مشینری کام کر رہی تھی، اس لیے اس نے وقتی طور پر شاید اسی میں کوئی مصلحت سمجھی ہو کہ تحریری معافی کے بجائے چھٹی پر چلا جائے۔ مجھے یقین تھا کہ چھٹی کے باوجود وہ بھوشن کے خلاف ضرور مواد اکٹھا کرنے سے باز نہیں آئے گا۔

میں دفتر سے اٹھنے لگا تو بھوشن کا فون آ گیا۔

"ہیلو مائی ڈیئر مسٹر شہباز۔" اس نے استہزائیہ انداز میں کہا۔ "میں تمہیں مبارک باد دیتا ہوں کہ تم ڈاکوؤں کے حملے سے بال بال بچ گئے۔"

"تھینکس۔" میں نے سنبھل کر جواب دیا۔ "مجھے خوشی ہے کہ تم نے میرے حق میں بیان دے کر عدالت کے چکروں اور بیان بازی سے بچا لیا ورنہ مفت کی بھاگ دوڑ کرنی پڑتی۔"

"پریشان مت ہو۔ تمہیں عدالتوں کے چکر نہیں لگانے پڑیں گے۔ جس کو بیان کی ضرورت ہوگی، وہ خود تمہارے پاس آئے گا۔"

میں سمجھ رہا تھا کہ بھوشن کا وہ مصالحتی لہجہ بھی اس کی کمینگی ہی کا ایک حصہ تھا۔ اس نے یقیناً مجھے فون کر کے اپنی طاقت اور برتری کا احساس دلانے کی کوشش کی تھی۔ اس خیال سے کہ کہیں کوئی ہماری گفتگو نہ سن رہا ہو، میں نے بھی سراج کے مشورے پر سیاسی حربے کا استعمال مناسب سمجھا تھا۔ ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو سے یہی اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے دیرینہ ہمدم ہیں۔

"مجھے تمہاری دوستی سے یہی توقع تھی۔" میں نے اس کی بات کے جواب میں کہا۔

"ویسے مجھے ایک بات کی حیرت ضرور ہے۔"

"وہ کیا۔۔۔؟"

"تمہارے دوست ڈی ایس پی سراج صاحب دو مہینے کی چھٹی پر چلے گئے۔ شاید وہ ڈاکوؤں کے گروہ سے خوف زدہ ہو گئے۔" بھوشن کے لہجے میں گہرا طنز تھا۔

"سراج صاحب سے میری دوستی نہیں، بس واجبی سی ملاقات ہے۔"

"بہرحال، مجھے افسوس ہے کہ آج میرا خاصا وقت برباد ہو گیا اور تمہارے ساتھ کاروباری گفتگو بھی مکمل نہ ہو سکی۔"

"نیور مائنڈ مسٹر بھوشن۔" میں نے اس کی دھمکی کو محسوس کرتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ہم ایک ہی شہر میں ہیں، ملاقاتیں تو ہوتی ہی رہیں گی۔"

"کیوں نہیں۔ میں تم سے بہت جلد دوبارہ ملاقات کرنے کا وقت نکال لوں گا۔"

"مجھے تمہارے ساتھ ہر ملاقات میں پہلے سے زیادہ خوشی ہوگی۔" میں نے دبی زبان میں اس کا چیلنج قبول کرتے ہوئے کہا۔ "تم کہو تو میں باقی معاملات طے کرنے کی خاطر تمہارے آفس آ جاؤں؟"

"ابھی اتنی جلدی بھی کیا ہے۔" بھوشن نے میرا مضحکہ اڑانے کی خاطر چبھتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ "کچھ دنوں تو سکون کا سانس لے لو، اس کے بعد میں خود ہی تمہاری پرابلم حل کر دوں گا۔"

پھر دوسری جانب سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ میں ابھی بھوشن کی کمینگی کے بارے میں غور کر ہی رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ میں نے جلدی سے ریسیور اٹھا لیا۔ اس بار دوسری جانب سے ندیم کی آواز ابھری۔

"مجھے خوشی ہے کہ اب آہستہ آہستہ تم نے شطرنج کی چالیں سیکھ لی ہیں۔"

"کیا مطلب۔۔۔؟"

"تم نے اچھا کیا جو بھوشن سے فون پر الجھنے کی کوشش نہیں کی۔" ندیم سنجیدگی سے بولا۔ "وہ بڑی شاطرانہ چالوں سے اب تمہیں ایکس پلائٹ کرنے کی کوشش کرے گا۔"

"لیکن تمہیں۔۔۔"

"اس فکر میں گھلنے کی کوشش مت کرو ورنہ تمہاری صحت پر برا اثر پڑے گا۔" ندیم نے کہا۔ "فی الحال صرف اتنا سمجھ لو کہ تمہاری کالکا کی طرح میں نے بھی ایک دو پراسرار ارواح کو قابو کر رکھا ہے جو مجھے پل پل کی خبر دیتی رہتی ہیں۔"

"اور اگر میں اپنا موجودہ آفس کسی دوسرے کمرے میں شفٹ کر دوں تو؟"

"کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ بد ارواح اپنی پراسرار شکتی کے زور پر کہیں بھی پہنچ سکتی ہیں۔"

"سراج کو مجبوراً دو ماہ کی چھٹی پر جانا پڑ گیا ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔ حالات کے پیش نظر مناسب یہی تھا کہ وہ کچھ عرصے کے لیے منظر عام سے الگ ہو جائے۔ او کے، باقی باتیں گھر پر ہوں گی۔" ندیم نے اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم کر دیا۔

☙

اس رات بڑی شدت کی بارش ہو رہی تھی۔ موسم اتنا

خوشگوار ہو گیا تھا کہ میں اور عارفہ خاصی رات تک جاگتے رہے۔ اس روز مجھے پہلی بار اس بات کا علم ہوا تھا کہ عارفہ کو بارش سے والہانہ عشق ہے۔ اپنے ساتھ اس نے مجھے بھی بڑی دیر تک کھڑکی کے پاس کھڑا رکھا۔ بارش کے سبب مٹی کی سوندھی سوندھی خوشبو اور عارفہ کا قرب' دونوں ہی لطف انگیز تھے۔ میں اسے باندوں کے حصار میں لیے پیار و محبت کی باتیں کرتا رہا۔ پھر نیند کا غلبہ طاری ہوا تو اپنے بستر پر آگیا۔ دن بھر کی تھکن اور اعصاب شکن واقعات نے میرے ذہن کو بوجھل کر دیا تھا۔ عارفہ بہ دستور شب خوابی کے لباس میں کھڑکی کے پاس کھڑی بجلی کی چمک' بادل کی ہلکی ہلکی گرج اور موسلادھار بارش سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔

میں نے ایک طویل جماہی لے کر دوسری کروٹ بدل لی۔ پھر جلد ہی نیند کی آغوش میں پہنچ کر دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا۔ میں کتنی دیر تک سویا' مجھے اس کا احساس نہیں لیکن دوسری بار میری آنکھ اس وقت کھلی جب کسی نے بڑی بے دردی اور پوری شدت سے مجھے جھنجوڑ کر بیدار کیا تھا۔ میں ہڑبڑا کر اٹھا تو میری آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ خواب گاہ کی تمام بتیاں روشن تھیں اس لیے صورت حال کا سرسری جائزہ لیتے ہی میرا سر چکرا گیا۔ چھ' سات نقاب پوش جدید اسلحہ کے ساتھ میری خواب گاہ میں پوزیشن لیے کھڑے تھے۔ نقاب کے اندر سے ان کی جھانکتی ہوئی خون آلود نگاہیں بڑی خوفناک نظر آرہی تھیں۔ میں نے پلٹ کر بستر پر نظر ڈالی' عارفہ وہاں موجود نہیں تھی لیکن اجلی چادر کی شکن اور اس پر نظر آنے والے خون کے تازہ دھبے دیکھتے ہی یہ بات میری سمجھ میں آگئی کہ اس غریب پر کیا گزری ہوگی۔

"پریشان مت ہو مائی ڈیئر۔" بستر کے قریب کھڑے ہوئے نقاب پوش نے سرد لہجے میں کہا۔ "تمہاری خوب صورت دھرم پتنی نے ہمارے آدمیوں کے ساتھ ہاتھاپائی کی حماقت کی تھی جس کے نتیجے میں اسے معمولی زخمی ہونا پڑا۔"

"اب وہ کہاں ہے؟" میں نے تیزی سے دریافت کیا۔ موت کے ہرکاروں نے مجھے چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا۔ میرے پاس بھاگ نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا لیکن اس کے باوجود عارفہ کی غیر موجودگی نے میری رگوں میں دوڑنے والے خون کی حدت تیز کر دی تھی۔ مجھے عارفہ کے علاوہ اپنی ماں' ندیم اور نسیم کا خیال بھی ستا رہا تھا۔

"خوب صورت چیزیں کہاں ہوتی ہیں؟" اس نے بڑے بیہودہ انداز میں جواب دیا' پھر رکھائی سے بولا۔ "اب تمہیں بھی ہمارے ساتھ چلنا ہوگا۔ ہم چاہتے تو تمہیں بھی گود میں اٹھا کر لے جاتے لیکن تم اب اس قابل نہیں ہو کہ تمہارا بوجھ برداشت کیا جائے۔"

"اسی چھت کے نیچے میری ماں' میرا دوست اور اس کی بیوی بھی تھی۔۔۔ وہ سب۔۔۔"

"ہمیں ان سے کوئی غرض نہیں ہے۔" وہ مجھے سفاک نظروں سے گھورتے ہوئے بولا۔ "اوپر سے صرف تمہاری مزاج پرسی کے احکامات ملے تھے' تمہاری بیوی بلاوجہ درمیان میں آگئی چنانچہ میں نے اسے بھی ساتھ لے جانے کا فیصلہ کر لیا۔ باس خوب صورت چیزوں کا رسیا ہے۔ میرا خیال ہے وہ ہمارے اس اقدام پر خوشی کا اظہار کرے گا۔"

"اگر میری بیوی کو کچھ ہوا تو میں ایک ایک کو چن چن کر ماروں گا۔" میں نے دیوانگی سے کہا۔

"ہمیں یقین ہے کہ تمہارے دل و دماغ میں یہ خواہش ضرور مچل رہی ہوگی مگر یہ تب ہی ممکن ہوگا جب تم زندہ رہو گے اور ہم تمہیں آزادی کا پروانہ نہیں' موت کا پیغام دینے آئے ہیں۔"

"عارفہ کو واپس کر دو۔" میں نے سودا کرنا چاہا۔ "میں تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔"

"ہم اس وقت ایسی پوزیشن میں نہیں ہو کہ ہم تمہارے ساتھ کوئی سودے بازی کریں۔ تمہیں زندہ یا مردہ' ہر حال میں ہمارے ساتھ چلنا ہوگا۔ باس نے یہی حکم دیا ہے اور اس حکم کی خلاف ورزی اذیتناک موت کے مترادف ہے۔"

"کیا نام ہے تمہارے باس کا؟"

"کیا اب بھی اس سوال کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟" اس نے مجھے گھورتے ہوئے جواب دیا' پھر فیصلہ کن لہجے میں بولا۔ "ہمارے پاس کم وقت ہے' بہتر ہوگا کہ تم اب چلنے کی تیاری کرو ورنہ ہمیں مجبوراً تمہارا بوجھ بھی اٹھانا پڑے گا۔"

عارفہ کی غیر موجودگی نے مجھے دیوانہ بنا دیا تھا۔ اسے ندیم کے مکان سے باہر لے جایا گیا تھا تو پھر کالکا کو بھی اس کا علم ہو چکا ہوگا۔ کالکا نے کہا تھا کہ اگر میں نے اس کے بجائے اور سے ناتا جوڑا تو پھر وہ مجھ سے تمام بندھن توڑ کر الگ ہو جائے گی اور اس کے بعد مجھے خطرناک حالات سے دوچار ہونا پڑے گا۔ حالات کے پیش نظر کالکا کو آواز بھی نہیں دے سکتا تھا۔ مجھے اس بات کا خدشہ بھی لاحق تھا کہ جو لوگ عارفہ کو زبردستی زخمی کر کے لے گئے ہیں انہوں نے اس کے ساتھ کوئی اچھا سلوک روا نہیں رکھا ہوگا۔

"بھوشن۔۔۔" میرے ذہن میں بس ایک ہی نام صدائے بازگشت بن کر گونج رہا تھا۔ میری کیفیت اس شکاری جیسی تھی جس کے ہاتھ سے اس کا اسلحہ نکل گیا اور خونی درندوں نے اسے چاروں اطراف سے گھیر رکھا ہو۔

"کس بات پر غور کر رہے ہو؟" نقاب پوش نے سپاٹ آواز میں سوال کیا۔ "کیا تم شرافت سے ہمارے ساتھ

چلو گے؟"

"میں مسٹر بھوشن سے بات کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے ایک آخری کوشش کی۔

"سوری۔ ہمیں ایسے کوئی احکام نہیں ملے کہ ہم تمہاری کسی خواہش کا احترام کر سکیں۔"

میرے پاس اب کوئی راستہ نہیں تھا۔ میرا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔ عارفہ دشمنوں کے ہاتھ لگ چکی تھی۔ ایسی صورت میں اگر میں بھی ان کے قبضے میں چلا جاتا تو پھر عارفہ کی بازیابی کے امکانات بھی ختم ہو جاتے۔ عارفہ کو بچانے کی خاطر مجھے بہرحال رسک لینا تھا چنانچہ میں نے اٹھتے اٹھتے بجلی کی طرح لپک کر اپنا آٹومیٹک تکیے کے نیچے سے نکال لیا۔ وہ یقیناً میری حماقت ہی تھی۔ کامیابی کی صورت میں بھی میں ان کی تعداد میں صرف ایک یا دو کی کمی کر سکتا تھا۔ اس کے بعد وہ میرا حشر بھی ضرور خراب کر دیتے لیکن اس کی نوبت نہیں آئی۔ پشت سے سر پر لگائی جانے والی ضرب اتنی شدید تھی کہ میری پلکوں کے درمیان کئی سورج طلوع ہو کر غروب ہوتے چلے گئے۔ غالباً کوئی نقاب پوش میری پشت پر بھی چوکنا کھڑا تھا جسے میں اپنے ایکشن سے پہلے نہیں دیکھ سکا تھا۔

میں کب تک بیہوش رہا' مجھے اس کا کوئی احساس نہیں لیکن جب مجھے دوبارہ ہوش آیا تو مجھ پر ایک بار پھر جنونی کیفیت کا شدید حملہ ہوا۔ ہوش آنے پر میری نظر سب سے پہلے عارفہ پر پڑی تھی جو ایک ستون سے بندھی کھڑی تھی۔ اس کے جسم پر شب خوابی کا لباس اس طرح تار تار کیا جا چکا تھا کہ اس کا ہونا یا نہ ہونا برابر تھا۔ ستون کے ساتھ ہی ایک آرام کرسی پر بھوشن جوزف بیٹھا فاتحانہ انداز میں مسکرا رہا تھا۔ مجھے اپنی زندگی عارفہ کی اس نازک پوزیشن سے زیادہ عزیز نہیں تھی۔ میں نے تڑپ کر اٹھنے کی کوشش کی مگر کراہ کر رہ گیا۔ میرے ہاتھ پیر جکڑے ہوئے تھے۔

بے بسی کا احساس میرے لیے ناقابل برداشت تھا۔ میں نے پوری شدت سے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا لیا۔ عارفہ مجھے حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے نظریں گھما کر سرسری طور پر اس کمرے کا جائزہ لیا جو بہ ظاہر کسی عمارت کا زمین دوز حصہ دکھائی دے رہا تھا۔ کمرے سے نکلنے کا صرف ایک ہی دروازہ تھا جہاں دو بھاری بھرکم نقاب پوش ہاتھوں میں خودکار اسلحہ لیے پوری طرح چاق و چوبند نظر آرہے تھے۔ میں نے نہ چاہنے کے باوجود اپنی نگاہوں کا زاویہ اس طرح تبدیل کر لیا کہ عارفہ کو نہ دیکھ سکوں لیکن میرے وجود کے اندر گرم آندھی کے شدید جھکڑ چل رہے تھے۔ اگر میرے اختیار میں ہوتا تو اپنی زندگی کی قربانی دے کر بھی عارفہ کو اس شرمناک صورت حال سے رہائی دلانے سے گریز نہ کرتا۔

"بڑے مایوس نظر آرہے ہو مائی ڈیئر مسٹر شہباز!" بھوشن کی منحوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "کیا اس وقت تم نگاہوں میں نگاہیں ڈال کر مجھ سے بات کرنے کی کوشش نہیں کرو گے؟ اس روز اپنے دفتر میں تو تم بہت اونچے سروں میں بول رہے تھے۔"

"بھوشن۔۔۔" میں کسی زخمی درندے کی طرح گرجا۔ "دشمنی اگر ہے تو صرف میری اور تمہاری ہے۔ عارفہ کو درمیان میں لا کر تم نے اپنی انتہائی کمینگی کا ثبوت پیش کیا ہے۔"

"تمہاری جگہ اگر میں ہوتا تو شاید میں بھی اسی قسم کی کوئی بات کہتا لیکن اگر میری جگہ تم ہوتے تو شاید تم بھی اس قیامت خیز اور خوب صورت نظارے سے ضرور لطف اندوز ہوتے جس سے میں ہو رہا ہوں۔" بھوشن نے میری بے بسی کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔ "کوئی خوب صورت اور حسین ناری اگر کپڑوں کی قید سے بالکل ہی آزاد ہو جائے تو پھر اس کی سندرتا کا جادو ختم ہو جاتا ہے۔ البتہ شریر پر لباس کے ٹکڑے جھول رہے ہوں تو پھر منش کے اندر کا جانور اور زیادہ بھوکا ہونے لگتا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

"عارفہ کی رہائی کے بدلے میں تمہاری ہر بات ماننے کو تیار ہوں۔" میں نے بہ مشکل اپنے غصے کو ضبط کرتے ہوئے شکست کا اظہار کیا۔

"گڈ۔۔۔!" اس نے ایک فلک شگاف قہقہہ بلند کیا۔ پھر بڑی سنجیدگی سے بولا "کیا تم واقعی میری ہر بات مانو گے؟"

"ہاں۔"

"میرا تھوکا چاٹ سکو گے؟"

"ہاں' مجھے یہ بھی منظور ہے۔"

"میرے جوتوں کی نوک پر سر رکھ کر اپنی دھرم پتنی کی رہائی کی بھیک مانگو گے؟"

"میں سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔"

"مجھے منظور ہے' لیکن ایک شرط پر۔"

"وہ کیا؟" میں نے تیزی سے دریافت کیا۔

"تمہیں میرے برابر بیٹھ کر کھلی نظروں سے شیر اور ہرنی کے درمیان موت اور زندگی کا کھیل تماشہ دیکھنا ہوگا۔"

"کیا مطلب۔۔۔؟"

"شیر میرا ہوگا۔۔۔ اور۔۔۔ ہرنی تمہاری۔" بھوشن نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "کیا تم نے کبھی دیکھا ہے کہ بھوکا شیر کسی سندر ہرنی کو کس طرح پنجوں میں دبوچ کر بے بس کرتا ہے اور بیچاری ہرنی اپنی زندگی بچانے کی خاطر کیسے پھڑپھڑاتی ہے؟"

"بھوشن۔۔۔" میں پوری شدت سے چیخا۔ "باسٹرڈ۔ اگر مرد ہے تو مجھے آزاد کر کے دیکھ' پھر میں تجھے بتاؤں گا کسی مرد کو

اپنی غیرت کس قدر عزیز ہوتی ہے۔"

"ناراض کیوں ہوتے ہو میری جان۔" اس نے میری بے بسی کا مذاق اڑاتے ہوئے جواب دیا۔ "اگر تم مجھے مرد نہیں سمجھتے تو پھر تمہاری خوشی کی خاطر بھوکے شیر کا کردار میں بھی ادا کرنے کو تیار ہوں۔۔۔ کیوں؟ کیا تم بھوشن کی مردانگی دیکھنا پسند کرو گے؟"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خود کو شکنجوں سے آزاد کرانے کی خاطر پوری شدت سے تڑپا تو بندشوں نے مجھے اور قوت سے جکڑ لیا۔

"تم نے بھوشن کو اپنے جال میں پھنسانے کی خاطر پولیس چوکی تک پہنچا دیا تھا۔" وہ حقارت سے بولا۔ "یاد ہے نا تمہیں۔۔۔؟ لیکن میں نے تم سے کہا تھا کہ تم نے ابھی بھوشن کی طاقت کا اندازہ نہیں لگایا۔ یہ بھی میں نے تمہارے اوپر احسان کیا ہے جو تمہارے باقی گھر والوں کو چھوڑ دیا ورنہ وہ بھی تمہارے سامنے کھڑے اپنی دردناک موت کا انتظار کر رہے ہوتے۔ کیا تم بھوشن کی اس مہربانی کا شکریہ ادا نہیں کرو گے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اپنی بے بسی پر آنسو بہانے کے سوا میرے پاس کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔

"خان جابر، بہرام اور ٹائیگر کی موت میرے لیے زیادہ اہم نہیں تھی۔" بھوشن نے سرد لہجے میں کہا۔ "اس قسم کے شکاری کتے بازاروں میں آسانی سے مل جاتے ہیں، لیکن بھگوان داس۔۔۔ تم نے اسے مار کر اچھا نہیں کیا۔ وہ میرا سب سے قیمتی آدمی تھا۔"

"یہ تمہارا خیال ہے۔" میں نے سنبھل کر جواب دیا۔ "میں نے بھگوان داس کو نہیں مارا۔"

"پروفیسر مورس کی حیثیت سے بھی ایمبسیڈر میں قیام کر کے تم نے حماقت کا ثبوت دیا تھا۔" وہ اپنے موقف پر قائم رہا۔ "شیر کی کچھار میں گھس کر شکار کرنا تم جیسے بچوں کے بس کا کھیل نہیں ہے۔"

"تم یقیناً کسی غلط فہمی کا شکار ہو رہے ہو۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "میں کسی پروفیسر مورس سے واقف نہیں ہوں۔"

"ولیم پوکر کا نام کبھی سنا ہے؟" اچانک بھوشن نے بڑے سفاک لہجے میں سوال کیا۔

"تمہاری باتیں میری سمجھ سے بالاتر ہیں۔" میں نے بے بسی کا اظہار کیا۔ "ولیم پوکر کا نام میں پہلی بار تمہاری زبان سے سن رہا ہوں۔"

"سمجھا۔۔۔ تم شاید شرافت سے کسی بات کا اقرار نہیں کرو گے۔" بھوشن سفاک آواز میں بولا۔ "اب میں تمہیں دو شیر اور ایک ہرنی کا کھیل دکھاؤں گا۔"

میں بھوشن کا مفہوم سمجھ کر تڑپ اٹھا۔ میں نے ایک بار پھر کن انکھیوں سے عارفہ کی جانب دیکھا جسے حالات کی ستم ظریفی نے مہر بہ لب کر رکھا تھا۔ اس کی خوب صورت آنکھوں میں موت کا اذیتناک تصور جیسے جم کر رہ گیا تھا۔ نگاہیں اس طرح پھٹی پھٹی تھیں جیسے وہ کوئی بھیانک خواب دیکھ کر بری طرح سہم گئی ہو۔

"مسٹر شہباز!" بھوشن کی آواز دوبارہ گونجی۔ "میں تمہیں صرف دس منٹ کا موقع دے رہا ہوں۔ جو سچ ہے وہ شرافت سے اگل دو ورنہ میں تمہارا اور تمہاری دھرم پتنی کا وہ حشر کراؤں گا کہ شاید بھوکے کتے بھی تم دونوں کا ماس (گوشت) کھانے سے انکار کر دیں گے۔ صرف دس منٹ۔ اس کے بعد اگر تم نے سچ اگلنے کی کوشش کی بھی تو بھوشن اپنا ارادہ تبدیل نہیں کرے گا۔"

بھوشن کے آخری جملوں کے ساتھ میرے نفس کی رفتار تیز ہو گئی۔ میرے اندر ایک کشمکش جاری تھی۔ مجھے اگر اس بات کی توقع ہوتی کہ میرے سچ بول دینے کے بعد وہ عارفہ کو شرافت سے آزاد کر دے گا تو شاید میں اس سے بھی دریغ نہ کرتا لیکن مجھے علم تھا کہ بھوشن جیسا دوغلا آدمی صرف میری زبان کھلوانے کی خاطر مجھے سبز باغ دکھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ میری راست گوئی کے باوجود وہ عارفہ کو اپنی قید سے کبھی آزاد کرنے پر آمادہ نہ ہوتا۔ گیتا کی مثال میرے سامنے موجود تھی۔ کرشن متھرا کی موت کے بعد بھی اس نے گیتا کو نہیں چھوڑا تھا۔

جوں جوں وقت گزرتا جا رہا تھا، میرے دل کی دھڑکنیں تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھیں۔ عارفہ میرے اور موت کے درمیان ایک خلیج بن کر حائل ہو گئی تھی۔ اگر وہ بھوشن کے قبضے میں نہ ہوتی تو مجھے اپنی موت کا کوئی غم نہ ہوتا لیکن اس وقت مجھے صرف اور صرف عارفہ کا خیال لاحق تھا جس نے میرے لیے موت کے تصور کو بھی بڑا اذیتناک بنا دیا تھا۔

"سمے برباد مت کرو مسٹر شہباز۔" بھوشن نے تھوڑے توقف کے بعد کہا۔ "پانچ منٹ بیت چکے ہیں، اب تمہارے پاس صرف پانچ منٹ یا ساٹھ سیکنڈ کی مہلت باقی رہ گئی ہے۔ اس کے بعد تم پہلے اپنی نظروں سے اپنی دھرم پتنی کی پوترتا (پاکیزگی) کی دھجیاں اڑتے دیکھو گے، اس کے بعد میرے لوگ تمہارے جسم کو گولیوں سے چھلنی کر دیں گے۔"

میرے سر پر فیصلے کی گھڑی منڈلا رہی تھی۔ موت اور زندگی کا درمیانی فاصلہ گھٹتا جا رہا تھا۔ میں کسی آخری فیصلے پر پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن میری قوت فیصلہ جواب دیتی جا رہی تھی۔ میں اس وقت جس دوراہے پر کھڑا تھا اس کے دونوں طرف موت کے فرشتوں کا رقص جاری تھا۔ پھر میں نے اچانک ایک فیصلہ کر لیا۔ سچ بولنے کا۔ میرے فیصلے کے پس پشت امید کی مدھم سی کرن نظر آ رہی تھی۔ ہو سکتا تھا کہ میرے سچ بولنے سے عارفہ کی معیبت ٹل جاتی۔ یہ ایک موہوم سی امید تھی جس کے امکانات بہت کم تھے لیکن میں عارفہ کی خاطر رسک لینے پر مجبور تھا۔

میں نے بھوشن کی سمت دیکھا جو آرام کرسی پر بیٹھا پھانسی دینے والے مجسٹریٹ کی طرح اپنی دستی گھڑی کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر شرافت یا نرمی کی کوئی علامت موجود نہیں تھی۔ دوسری طرف عارفہ نے اپنا سر جھکا لیا تھا۔ شاید زندگی کی حسرت نے اس کے خوب صورت وجود میں تڑپ کر دم توڑ دیا تھا۔ داخلی دروازے پر کھڑے ہوئے نقاب پوش رائفل پر اپنی گرفت جمائے اس طرح پلکیں جھپکائے بغیر بھوشن کی طرف متوجہ تھے جیسے اس کے کسی آخری اشارے کے منتظر ہوں۔

مجھے سینے میں اپنا دم گھٹتا محسوس ہو رہا تھا۔ پھر میں نے بڑی مشکل سے خود کو سمیٹ کر بھوشن کو مخاطب کرنا چاہا۔ ڈوبتے کے لیے تنکے کا سہارا بھی بہت ہوتا ہے، اسی مثل کے مصداق میں نے زبان کھولنے کا فیصلہ کر لیا لیکن قبل اس کے کہ میں زبان کو جنبش دیتا، میں نے کالکا کو دیکھا جو بڑے بھیانک روپ میں میرے سامنے کھڑی مجھے قہر آلود نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ میں اس کا یہ خوفناک روپ ایک بار پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ اس کے غلیظ ہونٹوں پر تازہ خون کے دھبے موجود تھے۔ اس کے ہاتھوں کی تعداد دو سے زیادہ تھی، کندھوں پر سانپ اگے نظر آ رہے تھے جن کی پھنکارنے کی آواز بے حد دہشت ناک تھی۔ اس کے جسم کی رنگت الٹے توے سے بھی زیادہ سیاہ تھی جس پر دنیا جہان کا گند موجود تھا۔ اس کی آنکھوں میں انتقام کے شعلے لپک رہے تھے۔ سر سے پاؤں تک وہ قہر ہی قہر دکھائی دے رہی تھی۔ میں اس کی ناراضگی کا سبب سمجھ رہا تھا۔ عارفہ کو زندہ دیکھ لینے کے بعد اس کی پراسرار اور گندی قوتوں میں سیلاب امڈ آیا تھا۔ وہ عارفہ کو میری بیوی کے روپ میں دیکھ کر جوالا مکھی بن گئی تھی۔ میری نگاہوں کے سامنے کھڑی وہ مجھے انتہائی نفرت بھری انتقامی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس کے غلیظ ہونٹوں کو جنبش ہوئی۔ اس کی بھیانک آواز میری قوت سماعت سے ٹکرائی۔ "میں نے تم سے کہا تھا کہ اگر کالکا تمہیں زمین سے اٹھا کر آکاش تک لے جا سکتی ہے تو آکاش سے اٹھا کر پاتال میں بھی جھونک سکتی ہے پرنتو تم نے شاید میری بات کو مذاق سمجھا تھا۔"

"کالکا۔"

"نہیں۔" اس نے میری بات کاٹتے ہوئے درشت لہجہ اختیار کیا۔ "اب تمہیں کالکا کا نام لینے کا بھی ادھیکار نہیں رہا۔"

"میں۔ موہنی کی بات کر رہا ہوں جس نے عارفہ کا گھر جلانے کی کوشش کی تھی۔"

"اور میں کیا کروں گی، یہ تم اپنی نظروں سے دیکھو گے۔ اگر تم نے میرے پریم کا ایک رخ دیکھا ہے تو اب نفرت کا دوسرا رخ بھی دیکھ لینا۔" کالکا نے اپنی خون آلود زبان بھدے ہونٹوں پر پھیلاتے ہوئے کہا۔ "مجھے معلوم ہے کہ کچھ شکتیاں تمہارا ساتھ دے رہی ہیں لیکن آج میں دیوی اور دیوتاؤں کا آشیرباد لے کر تمہارے مقابلے پر آئی ہوں۔ آج تمہیں دھرتی کی کوئی بھی شکتی کالکا کے سراپ سے نہیں بچا سکے گی۔"

مجھے یکلخت صندلی انگوٹھی کا خیال آیا جو بدستور میری انگلی میں موجود تھی لیکن میں اس کو استعمال کرنے سے قاصر تھا۔ میں نے میاں صاحب کو مدد کے لیے پکارنا چاہا لیکن میری زبان پر جیسے تالے پڑ گئے تھے۔ میرے ذہن کے ایک گوشے میں اس مہربان شخص کا خیال ابھرا جس کا تعلق اجنا کے قبیلے سے تھا۔ کئی موقعوں پر اس نے میری مدد کی تھی۔ میاں صاحب نے اسے میری نگرانی پر مامور کیا تھا لیکن اس وقت سوائے صندلی انگوٹھی کے میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ مایوسی میرا مقدر بن چکی تھی۔ میں پھٹی پھٹی نظروں سے کالکا کے بھیانک روپ کو دیکھ رہا تھا۔

"اس طرح کیا دیکھ رہے ہو شہباز خان۔" کالکا زہرخند سے بولی۔ "تمہاری آنکھوں میں یہ اداسی کیسی ہے۔ تم تو بہت بلوان ہوا کرتے تھے۔ اپنی شکتیوں کو آواز دو۔ اس خمیدہ ناک والی مکروہ بڑھیا کو پکارو جس نے تمہیں وشواس دلایا ہے کہ وہ میری آتما کو بھی قابو کر سکتی ہے۔ تمہارے سندر مکھڑے پر نراشا کے بادل اچھے نہیں لگتے۔ چہکنے کی کوشش کرو بھولے ناتھ۔"

کالکا میری بے بسی کا مذاق اڑا رہی تھی۔ میری مجبوریوں پر طنز کر رہی تھی۔ میری حسرتوں پر تیر و نشتر برسا رہی تھی اور میں خاموش تھا۔

"یہ سندری تمہیں کالکا کے مقابلے میں زیادہ عزیز ہے؟" اس نے نفرت سے عارفہ کی سمت دیکھا۔ اس کے کاندھوں پر آئے ہوئے سانپوں کی پھنکاریں خطرناک ہو رہی تھیں۔

"کالکا۔" میں اس کے خطرناک تیور دیکھ کر چیخ اٹھا۔ "تمہارا مجرم میں ہوں مجھے جو چاہے سزا دے لو لیکن عارفہ۔۔۔"

"عارفہ۔۔۔" کالکا نے بھیانک قہقہہ لگاتے ہوئے حقارت اور طنز سے کہا۔ "سندر نام ہے۔ پرنتو اب کیول اس کے نام کی سندرتا ہی باقی رہے گی۔ اس کے کومل شریر کو میں اس قدر بھیانک بنا دوں گی کہ تم اس کی طرف کبھی دیکھنا بھی گوارا نہیں کرو گے۔ اس لیے کہ تم مرد ہو۔ مرد جو من کا نہیں کیول سندرتا کا پجاری ہوتا ہے اور جب سندرتا پر چھاؤں کے بجائے

دھوپ آجاتی ہے تو وہ اپنی نگاہیں پھیر لیتا ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ اس وقت میری کوئی بات بھی کالکا کے لیے قابل قبول نہیں ہوگی۔ مجھے اس بات پر بھی حیرت تھی کہ کالکا کے سامنے آتے ہی بھوشن، جوزف اور اس کے دونوں اسلحہ بردار اس طرح اپنی اپنی جگہ ساکت و جامد ہو گئے تھے جیسے وہ گوشت پوست کے انسان نہیں پتھر کے بے جان مجسمے ہوں یا پھر کسی مشین کے کل پرزے جنہیں سوئچ آف کر کے ان کی جگہ پر روک دیا گیا ہو۔

"تمہاری کوئی آخری اچھا ہو تو بیان کرو۔" کالکا نے اپنے ہاتھ ہوا میں لہراتے ہوئے کہا۔ "کبھی ہمارے تمہارے درمیان بھی کچھ سمبندھ تھا۔ اسی سمبندھ کے ناتے اب میں اتنی کٹھور بھی نہیں ہوں کہ تمہاری آخری خواہش بھی پوری نہ کر سکوں۔"

میں بدستور خاموش رہا۔ عارفہ شرم و حیا سے سر جھکائے کھڑی تھی۔ شاید وہ کالکا کو نہ دیکھ رہی تھی نہ ہماری آوازیں سن رہی تھی۔ کالکا کی پراسرار شخصیت نے ہر شے کو سحر زدہ کر دیا تھا۔

"چپ کیوں ہو شہباز خان۔ کچھ تو کہو۔" کالکا نے استہزائیہ انداز میں کہا۔ "کیا تم اس سے بھی اپنی سندر دھرم پتنی کو اپنے بازوؤں کے حصار میں لے کر اس کے کومل شریر سے اپنی من کی اگنی کو ٹھنڈا نہیں کرو گے۔"

"کالکا۔" میں نے کچھ سوچ کر اس کی قوت کو للکارا۔ "اگر تم مہان شکتی کی مالک ہو تو کچھ دیر کے لیے ہاتھ پیر کھول کر مجھے آزاد کر دو۔"

"کالکا سے پنجے لڑاؤ گے۔ کیوں۔" وہ بڑی حقارت سے مسکرائی پھر اس نے ایک ہاتھ اٹھا کر لہرایا تو میرے ہاتھ پیر کی بندشیں کچے دھاگے کی مانند ٹوٹ گئیں۔ "اٹھو شہباز خان۔ آج تم اپنے من کی یہ آشا بھی پوری کر لو۔ پرنتو ایک بات یاد رکھو۔ میں داور، کومل ورما یا موہنی نہیں ہوں جو تم مجھے جلا کر بھسم کر سکو۔ میں تمہارے ساتھ کوئی دیا بھی نہیں کروں گی۔"

میں عارفہ کو بچانے کی خاطر کالکا کی جانب لپکا لیکن کسی پراسرار قوت نے مجھے اتنی زور سے دھکا دیا کہ میں چکرا کر منہ کے بل زمین پر الٹ گیا۔ کالکا نے بھیانک قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"اٹھو شہباز خان۔ تم تو ایک قدم بڑھا کر ہی لڑکھڑا گئے۔"

مجھے زندگی اور موت سے زیادہ عارفہ عزیز تھی۔ میں نے دوبارہ اٹھنے میں دیر نہیں لگائی لیکن آگے بڑھنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ پراسرار اور ساحرانہ قوتوں نے میرے سامنے نادیدہ دیوار کھڑی کر رکھی تھی۔

"اب مجھے آگیا دو شہباز مہاراج۔" کالکا نے میرا مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔ "میں تمہاری سندر دھرم پتنی کی بھی کچھ سیوا کر سکوں۔"

"کالکا۔" میں حلق کے بل چلایا۔ "تم ایسا نہیں کرو گی۔"

"کون روکے گا مجھے۔۔۔؟ تم۔۔۔؟ تمہاری طوطے کی ناک والی بڑھیا یا وہ شکتیاں جو اب تک میرا راستہ کاٹتی رہی تھیں۔" اس کے لہجے میں سفاکی کے ساتھ ساتھ اعتماد بھی تھا۔ "آج دھرتی یا آکاش کی کوئی مہان سے مہان شکتی بھی کالکا کے سامنے نہیں آسکے گی۔"

پھر وہ تیزی سے عارفہ کی طرف مڑی۔ اس کے اندر انتقام کی شدت پیدا ہو رہی تھی۔ کندھوں پر اگے ہوئے سانپوں کی زبان کی لپلپاہٹ کے ساتھ ساتھ شعلے بھی لپکنے شروع ہو گئے تھے۔ کالکا کے تیور ہر لمحہ غضبناک ہوتے جا رہے تھے۔ اس کی آنکھوں سے تازہ خون کے قطرے ابل ابل کر اس کے سیاہ جسم پر پھیل رہے تھے پھر اس نے جے بجرنگ بلی اور جے کالی ماں کے نعرے بلند کر کے ایک ہاتھ کو فضا میں اٹھا کر عارفہ کی طرف جھٹکا تو بجلی کا ایک کڑکا ہوا اس کے ساتھ ہی عارفہ کی کربناک چیخ بلند ہوئی۔ میری آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ میں نے عارفہ کے الٹے ہاتھ کو جسم سے علیحدہ ہوتے دیکھا جو اب زمین پر پڑا پھڑپھڑا رہا تھا پھر کالکا کا منحوس ہاتھ ایک بار پھر فضا میں بلند ہوا اور عارفہ کا دوسرا ہاتھ بھی اس کے بدن کا ساتھ چھوڑ کر زمین پر تڑپنے لگا۔ عارفہ کی فلک شگاف چیخیں آسمان سے باتیں کر رہی تھیں۔ بھوشن اور اس کے ساتھی بدستور پتھر کے بے جان مجسمے نظر آرہے تھے۔ میں اپنی جگہ گنگ کھڑا تھا۔ عارفہ پر جو کچھ گزر رہی تھی شاید اس نے میری قوت گویائی سلب کر دی تھی۔ میری حیثیت کسی خاموش تماشائی سے زیادہ نہیں رہ گئی تھی۔

"کیوں مہاراج۔" کالکا نے میری طرف دیکھ کر طنز کیا۔ "کیا اب بھی تم اپنی مہان شکتیوں کو آواز نہیں دو گے۔ کچھ تو کرو مہاراج۔ کتّے تو اپنی دھرم پتنی کا جیون بچانے کی خاطر اندھے کنویں میں بھی چھلانگ لگا دیتے ہیں۔ تم کیسے مرد ہو جو خاموش کھڑے تماشا دیکھ رہے ہو۔"

میں نے ایک بار پھر پوری قوت صرف کر کے آگے بڑھنا چاہا لیکن میرے قدم جیسے زمین میں جکڑ دیے گئے تھے۔ میں اپنی جگہ سے جنبش کرنے سے بھی قاصر تھا۔

"ہمارے درمیان ایک بار پھر پرانے سمبندھ قائم ہو سکتے ہیں۔" کالکا نے اس بار بدلے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مجھے تمہاری ہر شرط منظور ہے۔" میں تڑپ کر بولا۔

"پھر سوچ لو۔ کہیں تم بعد میں بدل نہ جاؤ۔"

"نہیں۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "میں تمہاری شرط پوری کرنے کو تیار ہوں۔"

"مجھے وشواس تھا کہ تم اپنی سندر دھرم پتنی کے کومل شریر کو بچانے کی خاطر کالکا کی مہان شکتی کے سامنے گھٹنے ٹیک دو گے۔"

"ہاں۔ ہاں۔ میں تیار ہوں لیکن کیا تم عارفہ کے دونوں ہاتھ دوبارہ اسے واپس کر سکتی ہو؟"

"کالکا کی مہان شکتی جسے مہان دیوی دیوتاؤں کا آشیرواد حاصل ہے سب کچھ کر سکتی ہے۔" پھر اپنے جملے کے اختتام کے ساتھ ہی اس کے بھدے اور غلیظ ہونٹ ہلنے لگے۔ شاید وہ کسی منتر کا جاپ کر رہی تھی۔

میں گندی اور طاغوتی قوتوں کے ناقابل یقین کھیل تماشے پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ روپ نگر میں جمنا کو گرفتار کرتے وقت رام دیال نے مجھے منع کیا تھا۔ اس نے مجھے سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ وہ شنکر کی رکھیل ہے۔ شنکر کی سفلی قوتیں اس کی مدد ضرور کریں گی لیکن میں نے رام دیال کی بات کو محض تعصب کا رنگ دے کر نظر انداز کر دیا تھا پھر دوسری صبح مجھے اپنے آدمیوں کے ذریعے ایک حیرت انگیز اطلاع ملی تھی۔ تھانے کے جس لاک اپ میں جمنا کو قید کیا گیا تھا اس کی سلاخیں موم کی طرح پگھل گئی تھیں اور جمنا بڑے اطمینان سے فرش پر آلتی پالتی مارے بیٹھی مسکرا رہی تھی۔

مجھے یقین تھا کہ کالکا کی پراسرار قوتیں بھی عارفہ کا ہاتھ اس کے جسم سے جوڑنے میں کامیاب ہو جائیں گی پھر وہی ہوا جو میں نے سوچا تھا۔ ایک بار پلک جھپکنے کے بعد میں نے آنکھیں کھولیں تو میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ عارفہ کے دونوں ہاتھ اس کے جسم سے جڑے ہوئے تھے۔ اس کے چہرے پر کرب کے تاثرات بھی نظر نہیں آرہے تھے۔

"کیوں شہباز خان۔" کالکا نے میری سمت دیکھ کر فاتحانہ انداز میں کہا۔ "کیا اب بھی تم میری مہان قوتوں کا اعتبار نہیں کرو گے۔"

"میں اس سے پہلے بھی تمہارے حیرت انگیز چمتکار دیکھ چکا ہوں۔"

"اب تم اپنا دیا ہوا وچن پورا کرو۔" وہ یکلخت سنجیدہ ہو گئی۔ "مجھے اس شکتی کا راز بتا دو جس نے داور، کومل ورما اور موہنی کو جلا کر راکھ کر دیا تھا۔ جس کے کارن میں تمہارے من کے اندر کا حال نہیں جان سکتی تھی۔"

کمبل پوش سفید ریش بزرگ کی تنبیہہ میرے ذہن میں تازہ ہو گئی۔ انہوں نے مجھے سختی سے منع کیا تھا کہ میں صندلی انگوٹھی کے بارے میں کبھی زبان کھولنے کی کوشش نہ کروں ورنہ میرا انجام بڑا بھیانک ہوگا۔

"میری بات کا اعتماد کرو کالکا۔" میں نے دروغ سے کام لینے کی کوشش کی۔ "میں نہیں جانتا کہ۔۔۔"

"کالکا سے اب کوئی چھل کپٹ نہیں چلے گی شہباز خان۔ مکتی چاہتے ہو تو اب کھل جاؤ۔ اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔"

"میں تم سے غلط نہیں کہہ رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ۔۔۔"

"ہو سکتا ہے کہ کالکا کی مہان شکتی تمہاری سندری کی آنکھوں کی جگہ دو بھیانک سوراخ کر دے جس سے دو زہریلے ناگ جھانکنے لگیں۔ کیا ایسی ہولناک صورت میں بھی تم اسے سویکار کر لو گے؟"

"مجھ پر دیا کرو کالکا۔" میں مجسم التجا بن گیا۔

"دیا کروں اور وہ بھی تم پر۔" اس کی خونی آنکھوں سے آگ کے شعلے ابلنے لگے۔ اس کے تمام ہاتھ جو تعداد میں چھ یا آٹھ تھے پوری شدت سے دائرے کی شکل میں گردش کرنے لگے۔ ان کے حرکت کرنے کی رفتار اتنی تیز تھی کہ کمرے میں شائیں شائیں کی مدھم آوازیں گونج رہی تھیں۔ کاندھے پر اگے سانپوں نے بھی لہرانا شروع کر دیا تھا۔ میں دم بخود کھڑا آنے والے لمحات کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ کالکا کو حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ کالکا جس نے متعدد موقعوں پر میری مدد کی تھی۔ جس نے میری خاطر شنکر جیسے شیطان صفت سفلی کے ماہر کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ مجھے خوش کرنے کی خاطر، میرا اعتماد حاصل کرنے کے لیے اس نے مجھے موہنی کی موت کا موقع فراہم کیا تھا۔ بنسی دھر جیسے مہان پنڈت نے شنکر کا ساتھ دینے کی ٹھان لی تھی لیکن کالکا میرے ساتھ تھی۔ وہ مجھے ایک ایک لمحے کی خبر دیتی رہی۔ کئی بار دشمنوں نے مجھے اپنے جال میں پھانس کر موت کی ابدی نیند سلانے کے خواب دیکھے لیکن کالکا کی پراسرار قوت میرا ساتھ دیتی رہی لیکن اس وقت وہی کالکا ایک بھیانک روپ میں میرے سامنے کھڑی قہر آلود نظروں سے گھور رہی تھی۔ میں اس کی خفگی کا سبب سمجھ رہا تھا۔ اس نے مجھے پہلے ہی باور کرا دیا تھا کہ اگر میں نے اس کے سوا کسی اور کو من میں بسانے کی غلطی کی تو مجھے اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ ماہ رخ کے سلسلے میں اس نے مجھ سے جو کچھ کہا تھا اس کا ایک ایک لفظ میرے ذہن میں گردش کر رہا تھا۔ اس نے مجھے من میں بسانے اور وقتی طور پر دل بہلانے کا فرق سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

"سمے تیزی سے گزر رہا ہے شہباز خان۔" اس کی غضبناک آواز گونجی۔ "مجھے کھل کر اس شکتی کے بارے میں بتا دو۔ میں وچن دیتی ہوں کہ تمہاری عارفہ تمہیں دان کر دوں گی۔ پرنتو اگر اب بھی تم نے میرا کہا نہ مانا تو مجھے مجبوراً دیوتاؤں کے چرنوں میں تمہاری بلی (قربانی) پیش کرنی پڑے گی۔"

کالکا کی پیشکش میرے لیے کسی مژدہ جاں فزا سے کم نہیں تھی لیکن کمبل پوش بزرگ کی نصیحت میرا راستہ روک رہی تھی۔ کالکا کی نظریں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ وہ میرے

جواب کی منتظر تھی۔ میرے اندر ایک کشمکش جاری تھی پھر اچانک میرے ذہن میں رندھیر کا خیال ابھرا جو ٹائیگر کے نام سے مشہور تھا۔ پانڈے کے آفس میں وہ ایک لاکھ کی رقم وصولنے آیا تھا۔ میری مداخلت پر اس نے میرے اوپر ریوالور تان لیا تھا۔ میں نے میاں صاحب کی بخشی ہوئی قوتوں کو پہلی بار استعمال کیا۔ "سیجتیا" رندھیر نے خود ریوالور کی نال اپنی کنپٹی پر رکھ کر لبلبی دبادی تھی۔ اس نے میرے ہی حکم پر پانڈے کو بھی زخمی کیا تھا۔

اس انجانی قوت کا خیال آتے ہی میرے اندر یقین کا جذبہ پیدا ہوگیا۔ میں نے خود کو سنبھالا' خوف کے احساس کو ذہن سے جھٹک کر کالکا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سرسراتی آواز میں بولا۔

"کالکا رانی۔ تم جس طاقت کا راز جاننے کی خاطر بے چین ہو اس کا کھوج تمہارے دیوی دیوتا بھی نہیں لگا سکیں گے۔"

"تم۔۔۔" کالکا نے مجھے ایسی نظروں سے گھورا جیسے اسے میری صحیح الدماغی پر شبہ ہو رہا ہو۔ "یہ تم کہہ رہے ہو شہباز خان جس کی حیثیت میرے لیے ایک حقیر کیڑے سے زیادہ نہیں ہے جسے میں جب چاہوں اپنے چرنوں تلے مسل کر شٹ کر سکتی ہوں۔"

"کالکا۔" میرا لہجہ تحکمانہ ہوگیا۔ "عارفہ کی بندشیں کھول کر آزاد کردو۔ اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔"

جواب میں کالکا غضبناک ہوگئی اس نے بڑے غصے میں اپنے تمام ہاتھ فضا میں بلند کرلیے پھر کچھ پڑھ کر ہاتھوں کو میری جانب تیزی سے جھٹکا۔ اس کی انگلیوں سے آگ کے متعدد نیلے پیلے شعلے نکل کر میری جانب لپکے فضا میں ایک ہولناک دھماکہ ہوا اور شعلے درمیان میں ہی کسی نادیدہ قوت سے ٹکرا کر ختم ہوگئے۔ کالکا کے چہرے پر پہلی بار حیرت اور تعجب کے ملے جلے تاثرات ابھرے تھے لیکن وہ اتنی جلدی اپنی شکست ماننے کو تیار نہیں تھی۔ اسے اپنے دیوی دیوتاؤں کی مہان شکتی پر گھمنڈ تھا۔ اس نے پہلے حملے کی مایوسی کے بعد مجھ پر کئی تابڑ توڑ جنتر منتر اپنائے۔ طاغوتی قوتیں خوفناک صورتوں میں نمودار ہو رہی تھیں۔ وہ میری موت کی درپے تھیں لیکن رحمانی قوتیں کالی طاقتوں کو یکے بعد دیگرے ملیامیٹ کر رہی تھیں۔ کچھ دیر تک یہ کھیل تماشہ جاری رہا۔ کالکا کے انداز سے اب پسپائی ظاہر ہو رہی تھی۔ وہ مجھے پھٹی پھٹی نگاہوں سے گھور رہی تھی۔

"بہت ہوچکا کالکا رانی۔ عارفہ کو بندشوں سے آزاد کردو ورنہ آج وشنو اور پاروتی کی مہان شکتیاں بھی تمہیں میرے ہاتھ سے نجات نہیں دلا سکیں گی۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

کالکا کے چہرے پر اضطرابی کیفیت کے اثرات پھیل کر گہرے ہو رہے تھے۔ اس کے تیور اب وہ نہیں تھے جو پہلے تھے

پھر وہ کسی معمول کی طرح پلٹی اور عارفہ کو رسیوں کی قید[illegible] آزاد کردیا۔ بھوشن اور اس کے اسلحہ بردار ابھی تک بت[illegible] ہوئے تھے۔

"تم نے ہمیشہ میرا ساتھ دیا ہے۔ ہر آڑے وقت پر م[illegible] کام آتی رہی ہو اس لیے میں تمہیں معاف کر رہا ہوں ورنہ[illegible]

تمہارا انجام بھی داور اور موہنی سے مختلف نہ ہوتا۔"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموش کھڑی مجھے سپاٹ نظروں سے گھورتی رہی۔

"تمہیں میری ایک سیوا اور کرنی پڑے گی۔" میں نے سفاک آواز میں کہا۔ "اپنی شکتی کے زور سے بھوشن اور اس کے دونوں ساتھیوں کو اٹھا کر نرک (دوزخ) میں جھونک دو۔"

کالکا مجھے گھورتی ہوئی پلٹی پھر اس نے کوئی جنتر پڑھ کر پھونکا تو کمرے کے وسط میں ایک الاؤ نظر آنے لگا جس کے شعلے چھت تک بلند ہو رہے تھے پھر کالکا نے دوسرا منتر آزمایا تو بھوشن اور اس کے اسلحہ بردار روبوٹ جیسے انداز میں متحرک ہوکر الاؤ کی جانب بڑھنے لگے۔ عارفہ سہمی ہوئی مجھ سے لپٹی کھڑی تھی پھر اس وقت اس نے اپنی آنکھیں بند کرکے منہ دوسری طرف پھیر لیا جب بھوشن اور اس کے ساتھیوں نے بھڑکتے شعلوں کے اندر چھلانگ لگائی تھی۔ کالکا نے ان کے سوچنے سمجھنے کی قوت کو سلب کردیا تھا۔

پھر انسانی گوشت کے جلنے کی چراند فضا میں پھیلنے لگی۔ کالکا کی نگاہوں میں تاسف نظر آرہا تھا لیکن رحمانی قوتوں نے اسے پوری طرح جکڑ رکھا تھا۔

"شہباز خان۔ میرے عزیز جتنی جلدی ممکن ہو اس چھت کے نیچے سے نکل کر کھلے آسمان کے نیچے چلے جاؤ۔" لیڈی مکلارنس کی مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "یہاں تمہارے لیے خطرہ ہے۔ کالی اور ناپاک قوتیں تمہارے اطراف اپنا جال بن رہی ہیں۔"

میں نے کالکا کی سمت دیکھا پھر عارفہ کو لے کر اس عمارت سے باہر آگیا جو سنسان علاقے میں جنگل کے قریب کہیں تعمیر کی گئی تھی۔ شاید بھوشن اسے عقوبت خانے کے طور پر استعمال کرتا تھا۔ مجھے اس عمارت سے باہر نکلنے میں بھی کالکا نے میری رہنمائی کی تھی پھر میں بس ایک لمحے کو اس کی طرف سے غافل ہوا اور وہ موقع سے فائدہ اٹھا کر غائب ہوگئی۔ "تم نے برا کیا جو کالکا کو نظروں سے دور رکھا۔" لیڈی مکلارنس کی آواز ابھری۔ "اب وہ پہلی فرصت میں گندی طاقتوں سے پوری طرح لیس ہوکر تمہارے مقابلے پر آنے کی کوشش کرے گی۔ وقت بہت کم ہے۔ کوشش کرو کہ تم جلد از جلد اپنے دوست کے مکان کے اندر پہنچ جاؤ۔ وہ جگہ تمہارے لیے محفوظ ترین ہے۔ وہاں طاغوتی قوتیں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گی۔"

"لیکن مجھے واپسی کا راستہ نہیں معلوم۔"

"گھبراؤ مت میرے عزیز۔ لیڈی مکلارنس تمہاری رہنمائی کرے گی۔ اپنی آنکھیں بند کرلو اور جس سمت میری آواز سنائی دے اسی سمت قدم بڑھاتے رہو۔"

میں نے لیڈی مکلارنس کے کہنے پر آنکھیں بند کرلیں۔ عارفہ نے بھی آنکھیں بند کرکے مجھے بازو سے پکڑ رکھا تھا۔ لیڈی مکلارنس کی آواز میری رہنمائی کرتی رہی۔ میں نے اپنی رفتار تیز کردی۔ مجھے اس بات کا علم تھا کہ ندیم کے مکان کے اندر کوئی شیطانی قوت داخل نہیں ہوسکتی مگر حیرت اس بات کی بھی تھی کہ مجھے اور عارفہ کو اسی چھت کی خوابگاہ سے اغوا کیا گیا تھا۔

راستے میں کئی بار میں کسی درخت کے تنے اور ٹہنیوں سے ٹکرایا۔ شاید میں گھنے جنگل سے گزر رہا تھا۔ عارفہ نے اب اپنا ہاتھ میری کمر میں ڈال کر مضبوطی سے مجھے پکڑ لیا تھا۔ ہم تیز تیز قدم اٹھا رہے تھے پھر اچانک ہم کسی دلدل میں پھنس کر اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکے۔ عارفہ کی چیخ ویرانے میں دور تک سنائی دی تھی۔

"لیڈی مکلارنس۔" میں نے دلدل سے باہر نکلنے کی کوشش کرتے ہوئے آواز دی۔ "کہاں ہو تم۔۔۔"

"میں تم سے زیادہ دور نہیں ہوں شہباز خان۔" لیڈی مکلارنس کے بجائے کالکا کی خوفناک آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔ "اب اس گند سے تمہیں صرف موت ہی نجات دلائی گی۔ تمہاری قوتیں گند میں لتھڑے ہوئے کسی منش کی سہائتا نہیں کرتیں۔ اسی کارن میں نے تمہاری اس سفید چمڑی والی بڑھیا کی آواز میں تمہیں پھانسنے کی چال چلی تھی اور تم کالکا کے جال میں پھنس گئے۔"

"کہا گیا نا بچا۔ بدنصیب۔" اس بار کمبل پوش بزرگ کی آواز سنائی دی۔ "میں نے کہا تھا ناکہ قلابازیاں لگانا ترک کردے۔ پیشانی کو زمین پر رگڑ رگڑ کر لہولہان کرلے لیکن تو ٹھمکے لگانے سے باز نہیں آیا۔"

"رحم میرے محترم۔ رحم۔" میں نے گڑگڑا کر کہا۔ "میرا ہاتھ تھام لیں۔ میں ابھی مرنا نہیں چاہتا۔"

"بغلیں بجانا شروع کردے۔ ناک بند کرکے غوطہ لگادے۔ موت کی تکلیف آسان ہوجائے گی۔"

عارفہ مجھ سے چمٹ کر رہ گئی تھی۔ میں نے دلدل سے نکلنے کی کوشش کی لیکن اوپر آنے کے بجائے نیچے کی طرف جانے لگا۔ موت کا تصور میرے اعصاب کو آزما رہا تھا۔ میں نے عارفہ کو پوری قوت سے اپنی آغوش میں لے رکھا تھا۔ اس کے دل کی ڈوبتی ہوئی دھڑکنیں مجھے صاف طور پر سنائی دے رہی تھی۔ میں نے کمبل پوش بزرگ کو حلق پھاڑ پھاڑ کر آوازیں دیں لیکن دوسری جانب سے کوئی جواب نہیں ملا۔

موت اور زندگی کا فاصلہ تیزی سے گھٹتا جا رہا تھا۔ میں نے ہاتھ پاؤں چلانے بند کرکے خود کو تقدیر کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔

وقت کے ساتھ ساتھ زندگی کی امید بھی گزرتی جا رہی تھی۔ ہمارے جسم دلدل میں نیچے اترتے جا رہے تھے۔ ہم نے ایک دوسرے کو پوری شدت سے پکڑ رکھا تھا لیکن کیوں؟ کیا پیار کی یہ شدت موت پر غالب آسکتی تھی؟ نہیں' یہ صرف دل کا بہلاوا تھا شاید ہم یہ چاہتے تھے کہ دونوں ایک ساتھ موت کو لبیک کہیں۔

میرے ذہن میں کالکا کی شاطرانہ چال گونج رہی تھی۔ بس ایک لمحے کو میں اس کی جانب سے غافل ہوا تھا اور وہ اپنا کام کر گئی۔ لیڈی مکلارنس کی آواز میں اس نے فوری طور پر مجھے ندیم کے گھر واپسی کا مشورہ دیا تھا۔ میں اس کی آواز نہ پہچان سکا اور پھر بازی جو کچھ دیر پیشتر میرے حق میں تھی یکلخت پلٹ گئی۔ میں نے محاورتاً نہیں بلکہ حقیقتاً آنکھ بند کر کے دلدل میں چھلانگ ماردی تھی۔ کمبل پوش بزرگ کی آواز نے مجھے سہارا دیا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اب کالکا کی شیطانی قوتیں میرے خلاف موثر نہیں ہوں گی لیکن شاید یہ بھی میری خوش فہمی تھی۔ کمبل پوش بزرگ نے بارہا مجھے پیشانی کو زمین پر رگڑ رگڑ کر لہولہان کر لینے کا مشورہ دیا تھا مگر میں نے ان کی بات پر عمل نہیں کیا تھا شاید یہی وجہ تھی کہ ان کی آواز نے میری چیخ وپکار کا جواب نہیں دیا تھا۔

میرا وقت پورا ہو چکا تھا۔ کچھ گنی چنی سانسیں اور رہ گئی تھیں۔ ہمارے جسم سینوں تک دلدل کے اندر دھنس چکے تھے۔ "عارفہ۔" میں نے مضمحل لہجے میں کہا۔ "ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا۔"

"یہ وقت معافی تلافی کا نہیں' دعا کا ہے۔" وہ تھکی تھکی آواز میں بولی۔ "خدا سے دعا کیجئے شہباز کہ وہ ہماری مشکل آسان کر دے۔"

"اب دعا کے بغیر ہی ہماری مشکل کچھ دیر میں آسان ہو جائے گی۔" میں نے مایوسی کا اظہار کیا۔

"اس کی ذات سے مایوس ہونا گناہ ہے۔"

"میں نے شاید تمہیں اپنا کر اچھا نہیں کیا۔" میں ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔ "تم اسے میری خود غرضی بھی کہہ سکتی ہو۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔"

"ہاں عارفہ۔ مجھے معلوم تھا کہ جس دن بھی سفلی قوتوں کو تمہاری زندگی کی اطلاع مل گئی وہ ہمارے گرد اپنا حلقہ تنگ کر دیں گی۔ اسی غرض سے میں نے تمہیں ندیم کے گھر آنے کی دعوت دی تھی۔ میرا خیال تھا کہ ناپاک طاقتیں ندیم کی چہار دیواری کے اندر نہیں پہنچ سکیں گی لیکن ہم دونوں کو ہماری خواب گاہ سے اغوا کیا گیا جس کا مطلب یہی ہے کہ وہ طلسم بھی ٹوٹ گیا جس نے اس گھر کو ہمارے لیے ایک محفوظ پناہ گاہ بنا رکھا تھا۔ اب زندگی کی امید فضول ہے۔"

عارفہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے ہونٹوں کی جنبش بتا رہی تھی کہ وہ خدا سے زندگی کی خاطر گڑگڑا کر فریاد کر رہی تھی۔ مجھے جیسے ہنسی آگئی میں اپنی بے بسی اور بے چارگی پر قہقہہ لگانے لگا۔ کبھی کالکا نے مجھے نہ جانے کتنے محاذ پر موت کے ہاتھوں سے بچایا تھا۔ اس نے قدم قدم پر میرا ساتھ دیا تھا۔ اس کی شہ پا کر میں مغرور ہو گیا تھا۔ شنکر سے لے کر بھوشن جوزف تک کے واقعات میرے ذہن میں گھومنے لگے۔ کالکا نے اگر ہر وقت میری مدد نہ کی ہوتی تو بھوشن اور اس کے گرگے شاید میرے دفتر ہی میں میرا جسم گولیوں سے چھلنی کر چکے ہوتے۔ اس نے اچانک ایک حسین روپ میں آکر بساط کا رخ میرے حق میں موڑ دیا تھا۔ بھوشن کو وقتی طور پر منہ کی کھانی پڑی تھی لیکن پھر عارفہ کو میری بیوی کی حیثیت میں پالینے کے بعد کالکا نے اپنی نگاہیں بدل لی تھیں۔ اس نے یہی کہا تھا کہ اگر میں نے کبھی اس کے علاوہ کسی اور عورت کو دل میں بسانے کی کوشش کی تو وہ میرے لیے خطرناک بھی ثابت ہو سکتی تھی۔ اس نے غلط نہیں کہا تھا۔ اس وقت اسی کی شیطانی قوتوں نے مجھے بے بسی کی موت مرنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"شہباز۔" میرے ذہن میں کالکا کی سپاٹ آواز ابھری۔ "میری شکتی مہان ہے' تم چاہو تو میں اب بھی تمہیں موت کے اس دلدل سے نکال سکتی ہوں۔ ایک شرط پر۔"

"وہ کیا؟" تاریکی میں روشنی کی ایک کرن نظر آئی تو میں نے جلدی سے پوچھا۔

"تم زندہ رہو گے۔ میں تمہاری سہائتا کرتی رہوں گی لیکن تمہیں اس سندر ناری کو جسے تم نے اپنی بانہوں میں سمیٹ رکھا ہے میرے حوالے کرنا ہوگا۔"

"کیا تم اس آخری وقت میں بھی عارفہ کو میری بانہوں میں نہیں دیکھ سکتیں۔" میں نے تڑپ کر کہا۔ "کتنی سنگدل ہو تم۔"

"تم بھی کچھ کم کٹھور نہیں ہو شہباز خان۔" کالکا نے زہر میں بجھے ہوئے انداز میں جواب دیا۔ "میرے ہوتے تم نے کسی اور کو اپنا لیا۔ اس وچن کو بھول گئے جو تم نے اپنی کالکا رانی سے کیا تھا۔"

"اس میں کچھ غلطی تمہاری بھی تھی۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "میں نے کئی بار تمہارے قریب آنے کی کوشش کی لیکن تم نے ہر بار مجھے روک دیا۔"

"وہ میری مجبوری تھی۔"

"اب اس کہانی کو ختم ہو جانے دو۔" میں نے مایوس ہو کر جواب دیا۔ "اب زندگی اور موت کے درمیان مختصر چند سانسوں کا فاصلہ رہ گیا ہے۔ یہ چند لمحے مجھے سکون سے گزار لینے دو۔"

"اب بھی سمے ہے شہباز' عارفہ کو میرے حوالے کر دو' میں تمہیں زندگی کی ضمانت دیتی ہوں۔"

"تم عارفہ کا کیا کرو گی؟" میں نے پوچھا۔

"میں تمہاری دھرم پتنی کو کوئی کشٹ نہیں دوں گی۔ کیول اسے اس وقت تک تم سے دور رکھوں گی جب تک تم مجھے اس شکتی کا بھید نہیں بتا دو گے جس نے کالکا کے مقابلے پر تمہاری سہائتا کی تھی۔"

"مجھے نہیں معلوم۔" میں نے پھر جھوٹ بولا۔ "لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ کبھی کبھی میرے اندر سے ایک آواز آتی ہے جو مجھے سہارا دیتی ہے۔ وہی آواز میرے خون کی حدت کو تیز کر دیتی ہے پھر موت کا تصور میرے ذہن سے چھٹ جاتا ہے۔ اس کیفیت میں میری زبان سے جو کچھ نکلتا ہے وہ پورا ہو جاتا ہے۔"

"تم کالکا کی آنکھوں میں دھول نہیں جھونک سکتے۔"

"تم مجھے مر جانے دو کالکا رانی۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "اگر تمہیں میری بات کا یقین نہیں ہے تو پھر اپنے راستے الگ کر لو یا پھر اپنی مہان شکتی سے یہ سوال کرو کہ اگر کوئی قوت تمہارے مقابلے پر میری مدد کر رہی ہے تو پھر اس وقت میں موت اور زندگی کی کشمکش میں کیوں مبتلا ہوں۔ گیا میں تم سے جیمس کپٹ کرنے کی خاطر جان بوجھ کر موت کو گلے لگا رہا ہوں۔"

میری باتوں میں وزن تھا۔ حالات نے میری بات کی تصدیق میں مدد دی۔ کالکا سوچ میں پڑ گئی۔ میں نے جو نکتہ پیش کیا تھا اسے محسوس کر کے شاید اسے میری باتوں پر یقین آگیا تھا۔ میرے لیے اب زندگی کے لمحے بڑے مختصر رہ گئے تھے۔ دلدل سے اٹھنے والی بساندھ سے میرا دماغ پھٹا جا رہا تھا۔ ہم گلے تک موت کے جنگل میں پہنچ چکے تھے۔ کالکا کی تیز اور پراسرار نگاہیں میرے دل و دماغ کا ایکسرے کر رہی تھیں لیکن میں جانتا تھا کہ وہ صندلی انگوٹھی یا غیبی طاقت کا راز نہیں معلوم کر سکے گی۔

"میں تمہیں شما کرنے کو تیار ہوں لیکن تمہیں اپنی دھرم پتنی کو چھوڑنا ہوگا۔"

میں نے کوئی وعدہ نہیں کیا۔ جھلا کر بولا۔ "اب تمہارے شما کرنے سے کیا ہوگا۔ موت کے جنگل سے اب شاید تمہاری شکتی۔"

"تم کالکا کی مہان شکتی کو آزمانا چاہتے ہو؟" اس کے چہرے پر خون کی تمازت تیز ہو گئی۔ میں نے ایک اور ناقابل یقین منظر دیکھا۔ کالکا نے اپنے دونوں ہاتھ ہماری جانب اٹھا دیے۔ وہ ہاتھ تیزی سے عارفہ کی طرف بڑھ رہے تھے پھر کالکا نے مجھے اور عارفہ کو اس طرح پکڑ کر دلدل سے نکال کر خشک

زمین پر رکھ دیا جیسے ہمارا وجود اس کے لیے کسی تنکے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا تھا۔

"اب تم کیا کہو گے میری شکتی کے بارے میں؟"

"اب کہنے کو باقی ہی کیا رہ گیا ہے۔" میں نے اسے خوش کرنے کی خاطر جواب دیا۔ "میں تمہارا یہ اپکار (احسان) بھی ہمیشہ یاد رکھوں گا۔"

"عارفہ کو میرے راستے سے ہٹانے کی خاطر تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟" کالکا نے ایک بار پھر مجھے سرد لہجے میں مخاطب کیا۔ اس نے عارفہ کو بڑی حقارت بھری نظروں سے دیکھا جو میرے وجود سے بری طرح لپٹی کھڑی تھی۔

"کیا تم مجھے سوچنے کا موقع نہیں دو گی؟"

"زیادہ چتور بننے کی کوشش مت کرو شہباز خان۔" وہ فیصلہ کن انداز میں بولی۔ "تمہیں یہ فیصلہ ابھی اور اسی وقت کرنا ہو گا ورنہ پھر مجھے آگیا دو۔ میں اس کے سندر شریر کو جلا کر بھسم کیے دیتی ہوں۔"

"نہیں کالکا نہیں۔" میں چیخ اٹھا۔ "تم ایسا نہیں کرو گی۔"

"بہت زیادہ پریم ہے تمہیں اس سندری سے۔" کالکا نے غضبناک نظروں سے گھورتے ہوئے سفاک لہجے میں کہا۔ "تم چاہتے تو اس کا جیون بچ سکتا تھا لیکن اب دھرتی کی کوئی شکتی اسے میرے کشٹ سے مکتی نہیں دلا سکے گی۔"

کالکا نے اپنے ہاتھ فضا میں بلند کر لیے۔ اس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ میں نے عارفہ کو اور مضبوطی سے پکڑ لیا۔ میں اسے بے بسی کی موت مرتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ میں نے اس کے ساتھ مرنے کا آخری فیصلہ کر لیا۔ کالکا کے ہونٹ متحرک تھے۔ وہ عارفہ کے وجود کو ختم کر دینے کی خاطر کسی خطرناک منتر کا جاپ کر رہی تھی لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ میرے لیے حیرت انگیز ہی تھا۔

میں نے سفید رنگ کی ایک بلی کو اچانک اپنے اور کالکا کے درمیان حائل ہوتے دیکھا جس نے نمودار ہوتے ہی اپنا قد بڑھانا شروع کر دیا تھا پھر وہ اتنی بلند ہو گئی کہ ہم اور کالکا ایک دوسرے کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ خدا کی وہ رحم دل مخلوق ہمارے اور کالکا کے درمیان دیوار بن گئی تھی۔

"میرے عزیز۔" میری قوت سماعت سے اجنا کے قبیل سے تعلق رکھنے والے مہربان بزرگ کی آواز ٹکرائی۔ "تم اپنی شریک حیات کو لے کر یہاں سے نکل جاؤ۔ میں نے کالی اور ناپاک قوت کی آنکھوں کی بینائی وقتی طور پر چھین لی ہے۔ جب تک تم اپنے دوست کے محفوظ مکان تک نہیں پہنچ جاتے میں اس گندی بلا کو روکے رکھوں گا۔"

"لیکن وہ جگہ بھی اب ہمارے لیے محفوظ نہیں رہی۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "ہمیں ہماری خواب گاہ سے اغوا کیا گیا تھا لیکن۔۔۔"

"غیب کے اشاروں کو سمجھنے کی کوشش کرو۔" اس [illegible] زیادہ کچھ نہیں کر سکتا۔"

"کیا کمبل پوش بزرگ مجھ سے خفا ہیں؟"

"جلدی کرو میرے عزیز۔ یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے۔"

میں نے عارفہ کا ہاتھ تھاما اور عقب کی سمت دوڑتے ہوئے کہا۔ "عارفہ میری زندگی بھاگو جتنا تیز بھاگ سکتی ہو بھاگو ورنہ موت ہمارا مقدر بن جائے گی۔"

پھر کسی نے میرا بازو پکڑ کر جھنجوڑا تو میری آنکھ کھل گئی۔ میں اپنی خواب گاہ میں اپنے بستر پر لیٹا تھا اور عارفہ مجھے پریشان نگاہوں سے گھور رہی تھی۔

"تم۔۔۔؟"

"آپ شاید کوئی ڈراؤنا خواب دیکھ رہے تھے۔ تین بار لاحول پڑھیے۔" عارفہ نے بڑی محبت سے میرے چہرے سے پسینے کے قطروں کو صاف کرتے ہوئے کہا۔ میں نے اسے غور سے دیکھا۔ وہ اس وقت بھی شب خوابی کے لباس میں تھی۔ چہرے سے پسینہ خشک کرنے کے بعد اس نے مجھے پانی لا کر دیا۔ میرا دل اب بھی دھڑک رہا تھا۔ میں نے پانی پیا تو قدرے سکون ہوا۔

"اب آپ سونے کی کوشش کریں۔ میں آپ کا سر دبا دیتی ہوں۔"

"عارفہ۔" میں نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "میں خواب کی کیفیت میں کیا کہہ رہا تھا؟"

"کچھ بھی نہیں لیکن آپ کا جسم اس طرح لرز رہا تھا جیسے شدید سردی لگ رہی ہو۔ میں آپ کو چادر اڑھانے کے ارادے سے اٹھی تو آپ نے زور سے چلا کر کہا تھا۔ جتنا تیز ہو سکے بھاگو ورنہ موت ہمارا مقدر بن جائے گی۔"

"اور کچھ؟" میں نے خواب کی باتوں کو یاد کرتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے صرف اتنا ہی سنا تھا۔" وہ اپنی انگلیوں سے میرے بالوں میں کنگھی کرتے ہوئے بولی۔ "ایک بات پوچھوں؟"

"پوچھو۔"

"کیا آپ آج کل کسی بات سے پریشان ہیں؟"

"نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے آہستہ سے جواب دیا۔ میرے ذہن میں سفید بلی اور اجنا کے قبیل سے تعلق رکھنے والے مہربان کے جملے ابھی تک گونج رہے تھے۔

"پھر بھی اگر آپ مناسب سمجھیں تو کچھ دنوں آرام کر لیں۔" عارفہ نے بڑے پیار سے مشورہ دیا۔ "کبھی کبھی کام کی زیادتی بھی نیند میں خلل انداز ہوتی رہتی ہے۔"

"تم پریشان ہو۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔" میں نے خود کو سکون پہنچانے کی خاطر عارفہ کو اپنے بازوؤں کے حصار میں لے کر آنکھیں بند کر لیں لیکن میرا ذہن بڑی دیر تک اس طویل خواب کی بھول بھلیوں میں بھٹکتا رہا۔

٭

میں دفتر میں بیٹھا فائلوں کو دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا مگر میرے ذہن میں بار بار بھوشن جوزف کا خیال گونج رہا تھا۔ مجھے اس بات کی توقع نہیں تھی کہ وہ اس قدر دیدہ دلیری سے اپنے غنڈوں کے ساتھ میرے آفس تک آنے کی کوشش کرے گا۔ اگر کالکا نے بروقت میری مدد نہ کی ہوتی تو بات بگڑ بھی سکتی تھی۔ بھوشن میری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے کی خاطر نہیں آیا تھا۔ مجھے اپنی شخصیت اور طاقت کا احساس دلانے کی غرض سے آیا تھا۔ وہ مجھ سے بھگوان داس اور اس کے ساتھیوں کے قتل کا اعتراف کرانا چاہتا تھا۔ اس کے شکاری کتوں نے میرے عملے کے تمام افراد کو گھیر رکھا تھا سب اس کے رحم و کرم پر تھے۔ حالات کی گردش کوئی رخ بھی اختیار کر سکتی تھی لیکن کالکا کے آ جانے سے بات بگڑتے بگڑتے رہ گئی۔

سراج نے بھوشن اور اس کے ساتھیوں کو رنگے ہاتھوں گرفتار کیا تھا لیکن وہ اس کا بال بھی بیکا نہیں کر سکا۔ خود دو ماہ کی رخصت پر جانے کو مجبور ہو گیا۔ بھوشن نے اپنے آدمیوں کو ڈاکو قرار دے کر میرے حق میں بیان دیا تھا۔ اس طرح یہ بات ریکارڈ پر آ گئی کہ ہم ایک دوسرے کے دوست ہیں اور بھوشن محض کاروباری باتیں کرنے کی غرض سے میرے دفتر آیا تھا۔ اس نے بڑی شاطرانہ چال چل کر نہ صرف خود کو قانون کے شکنجوں سے محفوظ کر لیا بلکہ اس جال کی بندشوں کو بھی اور مضبوط کر لیا تھا جو وہ میرے خلاف بن رہا تھا۔ اب مجھے پیش آنے والے کسی اچانک اور جان لیوا حادثے میں کم از کم اس کا نام درمیان میں نہیں آ سکتا تھا۔ ویسے بھی اس کی پہنچ دور تک تھی جس کی بدولت اس کی گرفت میرے مقابلے میں زیادہ مضبوط تھی۔

میرے لیے ضروری تھا کہ فوری طور پر بھوشن کو کوئی مؤثر جواب دیتا دوسری شکل میں میری خاموشی اس کے حوصلوں کو اور بلند کر سکتی تھی۔ اپنا دفاع کرنا دانش مندی کی دلیل ہے لیکن کبھی کبھی یہ عمل دشمن کو اور تیزی اور شد و مد سے حملہ کرنے پر اکسا دیتا ہے۔ مجھے بھوشن کے مقابلے میں اپنی پسپائی منظور نہیں تھی۔ میں بڑی سنجیدگی سے غور کر رہا تھا کہ بھوشن کو کوئی ایسا سبق دوں جو اسے اپنی حدود پھلانگنے کی جسارت کرنے سے باز رکھے۔ ابھی میں ان نشیب و فراز کے بارے میں غور کر رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔

"کیا یہ درست ہے کہ بھوشن جوزف نے تمہیں خوفزدہ کرنے کی خاطر اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے کی حماقت کی تھی؟" دوسری جانب سے ماہ رخ کی آواز ابھری تو میری پیشانی پر آڑی ترچھی سلوٹیں ابھر آئیں۔

"کسی نے آپ کو غلط اطلاع دی ہے۔" میں نے بے رخی سے کہا۔ "بھوشن مجھ سے کاروباری باتیں کرنے آیا تھا۔"

"اور اس کے زر خرید غنڈے کیا کرنے آئے تھے؟"

"وہ ڈاکا مارنے کی غرض سے آئے تھے لیکن اب پولیس کی تحویل میں ہیں۔"

"کیا یہ بھی غلط ہے کہ ڈی۔ ایس۔ پی سراج نے دو مہینے کی چھٹی لے لی ہے۔"

"اس سلسلے میں آپ براہ راست سراج سے بھی رابطہ قائم کر سکتی ہیں۔"

"بہت زیادہ خفا معلوم ہوتے ہو؟" ماہ رخ نے بے باکی سے کہا۔ "کیا اب تمہیں یہ بھی منظور نہیں ہے کہ اپنی ماہ رخ کو خدمت کا کوئی موقع دو۔"

"میرا خیال ہے کہ میرے مقابلے میں سراج کو آپ کی خدمت کی زیادہ ضرورت ہے۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"ہو سکتا ہے لیکن تمہاری بات ہی کچھ اور ہے۔" فون پر سرد آہ بھرنے کی آواز واضح طور پر سنائی دی تو میں تلملا اٹھا۔

"کیوں؟ کیا میرے اندر سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں۔"

"ہاں۔" وہ معنی خیز آواز میں بولی۔ "اور میں نے ان پروں کو بہت سنبھال کر رکھا ہے۔"

"میری صحت پر اس قسم کی باتوں کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔"

"میرے دل سے پوچھو۔" اس نے بازاری انداز میں جواب دیا۔ "تمہاری صحت ہی تو ہے جس نے مجھے تمہارا دیوانہ بنا دیا ہے۔"

"مسز سلیمان شاہ۔" میں نے قدرے درشت لہجہ اختیار کیا۔ "کیا آپ حماقت کی باتوں سے پرہیز نہیں کر سکتیں۔"

"اب میں بہت آگے نکل چکی ہوں ڈارلنگ۔" اس نے میری بات کا کوئی اثر لیے بغیر کہا۔ "اب فوری طور پر واپسی مشکل ہے۔"

"گویا اب مجھے براہ راست سلیمان شاہ سے ملنا پڑے گا۔" میں نے گہری سنجیدگی سے کہا۔

"یہ کوشش بھی کر کے دیکھ لو۔" وہ بے پروائی سے بولی۔ "لیکن تم شاید بھول رہے ہو مائی ڈیئر کہ میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ میں اور سلیمان شاہ ایک دوسرے کی نجی زندگی کے بارے میں کوئی مداخلت نہیں کرتے۔ تم ہمارے تعلقات کو کاروباری بھی کہہ سکتے ہو۔ بوقت ضرورت ایک دوسرے کے کام آتے ہیں۔ ویسے تمہاری اطلاع کے لیے یہ بھی عرض کر دوں کہ سلیمان شاہ کی زیادتیوں کے خلاف کئی خوبصورت اور حسین لڑکیوں نے مجھ سے بھی شکایت کی تھی۔ جانتے ہو میں نے کیا جواب دیا۔ میں نے انھیں یہ کہہ کر اپنے ملازموں سے کوٹھی کے باہر نکلوا دیا کہ مجھے سلیمان شاہ کے کردار پر اعتماد ہے۔ میں نے غلط کہا تھا لیکن ہمارے درمیان شادی سے پہلے ہی یہ معاہدہ ہو گیا تھا کہ ہم ایک دوسرے کے ذاتی معاملات میں دخل اندازی نہیں کریں گے۔ جس دن یہ معاہدہ ٹوٹ گیا ہم دونوں ہی بہت خسارے میں رہیں گے لیکن اس کے باوجود اگر تم سلیمان شاہ سے ملنا چاہتے ہو تو ضرور ملو۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔"

"آپ آخر مجھ سے چاہتی کیا ہیں؟"

"تم اب اتنے معصوم بھی نہیں ہو کہ ایک معمولی سی بات بھی نہ سمجھ سکو۔"

"کیا صرف یہی کہنے کے لیے فون کیا تھا۔"

"کاش اس وقت تم میرے سامنے ہوتے اور میں یہ دیکھ سکتی کہ تم غصے میں کتنے حسین لگتے ہو۔"

"محترمہ۔" میں نے تنگ آ کر کہا۔ "کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ مجھے معاف کر دیں اور میرا پیچھا چھوڑ دیں۔"

"ممکن ہے مائی ڈیئر لیکن اس کے لیے وقت لگے گا۔" ماہ رخ نے پھر بے حیائی کا ثبوت پیش کیا۔ "دعا کرو کہ میرا دل جلد ہی تم سے بھر جائے۔ اس کے بعد ہم صرف دوست رہیں گے۔ تمہاری جگہ کوئی اور خوش نصیب لے لے گا۔"

"گویا ابھی مجھے دوبارہ اغوا کرانے کے امکانات باقی ہیں۔"

"نہیں۔ اب اس کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔" اس نے بڑی دیدہ دلیری سے جواب دیا۔ "وقت اور تجربوں نے خاصا مشاق بنا دیا ہے۔ میں کوئی ایسا کمزور جال شکار پر پھینکتی جسے وہ توڑ کر نکل جائے۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔

"اب مجھے تمہیں اغوا کرانے کی ضرورت نہیں رہی جب بھی اشارہ کروں گی تم خاموشی سے میرے پاس چلے آؤ گے۔"

"وہم کا علاج لقمان حکیم کے پاس بھی نہیں تھا۔"

"تم جس کی مثال دے رہے ہو اسے مرے ہزاروں سال بیت چکے ہیں۔ اب زمانہ بہت ترقی کر گیا ہے۔"

"میں لعنت بھیجتا ہوں ایسی ترقی پر جس میں شرم فقدان ہو۔" میں نے نفرت کا اظہار کیا۔

"اپنے اپنے سوچنے کا انداز ہے۔" اس نے ... سے کہا پھر سنجیدگی سے بولی۔ "ان باتوں کو پھر کسی وقت اٹھا چھوڑو فی الحال یہ بتاؤ کہ میں تمہارے لیے ... تم چاہو تو بھوشن تمہارے قدموں پر جھک کر معافی مانگنے تیار ہو سکتا ہے۔"

"کیا وہ بھی تمہارے بچھائے ہوئے کسی جال میں پھنسا ہے۔" میں نے تلخ انداز میں پوچھا۔

"ہیرے کی قدر صرف جوہری جانتا ہے جان من۔" ... کے سانس بھرنے کی آواز دوبارہ فون پر سنائی دی۔ "ہم میرے لیے ہیرا تو کیا پتھر بھی نہیں ہے۔"

"ہیرا کبھی کبھی موت کا سبب بھی بن جاتا ہے۔" ... چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں تو پہلے ہی تمہارے اوپر مر چکی ہوں۔ اس لیے موت کا کوئی غم نہیں ہوگا۔"

"نان سنس۔" میں نے تلملا کر کہا پھر ریسیور کریڈل پر رکھنے کے بجائے میز پر رکھ دیا تاکہ ماہ رخ دوبارہ فون کر کے پریشان کرنے کی کوشش نہ کر سکے۔

ماہ رخ سے رابطہ منقطع کرنے کے بعد میں ایک بار بھوشن کے بارے میں سنجیدگی سے غور کرنے لگا۔

☆

دفتر سے واپسی پر میں پانڈے کے بنگلے پر چلا گیا۔ اس کے ہاتھ اور ٹانگ کے زخم تیزی سے مندمل ہو رہے تھے۔ ڈاکٹر نے اسے اسپتال سے رخصت کر دیا تھا لیکن آرام کی ہدایت تھی۔

کچھ دیر بعد پانڈے نے مجھے اپنی خواب گاہ میں تنہا ... جہاں اس وقت اس کی خوب صورت اور حسین بیوی نرمل موجود تھی۔ میں راکیش کے میک اپ میں اسے پہلے بھی ... چکا تھا۔ اس وقت اس کے تن پر برائے نام لباس تھا لیکن

وقت وہ گلابی ساڑی میں ماتھے پر بندیا لگائے خاصی دلکش نظر آ رہی تھی۔ اس نے مجھے ہاتھ باندھ کر سلام کیا تھا۔ میں پانڈے کے بستر کے قریب جا کر اس آرام کرسی پر بیٹھ گیا جو شاید ان کی عیادت کو آنے والوں ہی کے لیے مخصوص تھی۔ کچھ دیر تک ہمارے درمیان رسمی باتیں ہوتی رہیں۔ میں پانڈے سے اس کی بیماری کے بارے میں پوچھتا رہا وہ مجھے اپنی کیفیت کے بارے میں بتاتا رہا تھا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ میری آمد کی وجہ سے وہ کچھ مضطرب دکھائی دے رہا تھا شاید کالی طاقتوں نے اس کو مجھ سے دور رہنے کی تاکید کر دی تھی یا پھر شاید وہ بیماری کا احساس تھا جو مجھے دیکھ کر اس کے چہرے پر امڈ آیا تھا۔

"بھائی صاحب۔" نرمل نے پہلی بار مجھے مخاطب کیا۔ "آپ ان کے متر ہیں۔ آپ ہی انھیں سمجھائیں کہ ابھی ان کا دفتر جانا ٹھیک نہیں ہے۔ ڈاکٹروں نے بھی یہی کہا ہے کہ ابھی ایک دو مہینے اور آرام کی ضرورت ہے۔"

شاید پانڈے نے اپنی بیوی کو میرے بارے میں بتا رکھا تھا جو وہ مجھ سے اتنی بے تکلفی سے پیش آئی تھی۔

"کیوں پانڈے جی۔" میں نے پانڈے کو غور سے دیکھا۔ "یہ میں کیا سن رہا ہوں۔"

"بستر پر پڑے پڑے اب طبیعت اکتا گئی ہے۔ دفتر میں ہزاروں کام میری وجہ سے ادھورے پڑے ہیں، بزنس الگ چوپٹ ہو رہا ہے۔" پانڈے نے کہا۔ "آپ کو تو تجربہ ہوگا کہ اگر مالک اپنی کرسی پر موجود نہ ہو تو ملازم ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے رہتے ہیں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن کاروبار، زندگی سے زیادہ قیمتی تو نہیں ہوتا۔" میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ "جو بہت زیادہ ضروری کام ہوں انھیں آپ گھر پر بھی دیکھ سکتے ہیں۔"

"یہی تو میں سمجھاتی ہوں لیکن یہ سنتے کس کی ہیں۔" نرمل نے بڑے پیار سے شوہر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اچھا بھاگوان۔ اب بس کر۔" پانڈے نے بیوی سے کہا۔ "جا، جا کر شہباز صاحب کے لیے کچھ جل پانی کا بھی بندوبست کر۔"

نرمل کمرے سے چلی گئی تو پانڈے نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"میں کل سے آپ کو فون کرنے کے لیے سوچ رہا تھا لیکن موقع نہیں مل سکا۔"

"کوئی خاص بات؟"

"میں نے اخبار میں بھوشن جوزف اور آپ کے دفتر میں ہونے والی خطرناک ڈکیتی کے بارے میں پڑھا تھا لیکن میرا من کہتا ہے کہ یہ سب جھوٹ ہے۔" پانڈے نے کہا پھر خود ہی وضاحت کرتے ہوئے بولا۔ "وہ ڈاکو نہیں بلکہ بھوشن کے اپنے ہی آدمی رہے ہوں گے۔"

"آپ اس قدر یقین سے کس طرح کہہ رہے ہیں؟" میں نے پہلو بدل کر سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"آپ شاید رندھیر کو بھول رہے ہیں۔" پانڈے نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔ "وہی جو ٹائیگر کے نام سے مشہور تھا۔"

"لیکن اس کا بھوشن یا میرے دفتر میں آنے والے غنڈوں سے بھلا کیا تعلق ہو سکتا ہے۔" میں نے انجان بن کر پوچھا۔

"رندھیر مر نہ گیا ہوتا تو میں اس سے یہ بھی قبول کرا لیتا۔" پانڈے نے بڑے یقین سے جواب دیا۔ "وہ دھن دولت کا بچاری تھا۔ کوئی بھی اچھے مول چکا کر اسے خرید سکتا تھا۔"

"لیکن بھوشن اور رندھیر کا ایک دوسرے سے کیا تعلق بنتا ہے۔" میں نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ بھوشن اپنے خریدے ہوئے غنڈوں کو بھی اس طرح استعمال کرتا تھا کہ کسی کو اس کی بھنک بھی نہیں ہوتی تھی کہ وہ کس کے لیے کام کر رہے ہیں۔"

"دو روز پہلے میرے پاس راجن سنگھ آیا تھا۔" پانڈے نے تھوڑے توقف کے بعد آہستہ سے کہا۔

"راجن سنگھ۔" میں نے پانڈے کی خاموشی اور اس کے چہرے پر ابھرنے والے ناخوشگوار تاثرات کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "یہ نام شاید میں پہلی بار سن رہا ہوں۔"

"بھگوان داس کے بعد بھوشن نے اب راجن جیسے راکھشش کو پال لیا ہے۔"

"ہو سکتا ہے آپ کو غلط اطلاع ملی ہو اس لیے کہ بھوشن جیسا متعصب آدمی کسی سکھ کو۔۔۔"

"سنگھ، سکھوں کے نام کا ایک حصہ بھی ہوتا ہے لیکن اس کے معنی شیر کے ہوتے ہیں۔" پانڈے نے میری معلومات میں اضافہ کیا۔ "جس طرح رندھیر نے اپنے نام کے ساتھ ٹائیگر لگا رکھا تھا اسی طرح راجن بھی خود کو کسی شیر سے کم نہیں سمجھتا۔"

"وہ آپ سے کس سلسلے میں ملا تھا؟"

"وہ مجھ سے جے شنکر کمپنی کے پورے کاروبار کا سودا کرنے آیا تھا۔"

"نہیں۔" میں نے حیرت کا اظہار کیا پھر پوچھا۔ "کیا راجن نے اس بات کا اقرار کیا تھا کہ اسے بھوشن نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔"

"نہیں۔ اس نے ایسی کوئی بات نہیں کہی تھی لیکن میں کوئی بچہ نہیں ہوں کہ اتنی سی بات بھی نہ سمجھ سکوں کہ راجن کی اس آفر کے پیچھے کس کی مرضی شامل ہوگی۔ بھوشن کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے جو پانڈے کے کاروبار کو خریدنے کی ہمت کر سکے۔"

"ہو سکتا ہے کہ راجن کو میں نے آپ کے پاس بھیجا ہو۔"

"آپ کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔" پانڈے نے بڑی اپنائیت سے کہا۔ "آپ چاہیں تو بغیر کسی مول تول کے میں سب کچھ آپ کے حوالے کرنے کو تیار ہوں۔"

"محبت ہے آپ کی۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا پھر پانڈے کو وضاحت طلب نظروں سے گھورتے ہوئے بولا۔ "آپ کو اس کا شبہ کس طرح ہے کہ راجن بھوشن ہی کا کوئی کارندہ ہوگا؟"

"میں بھی اسی دیس کا باسی ہوں شہباز صاحب۔ اس شہر میں پوری زندگی بتادی ہے اس لیے تھوڑی بہت جانکاری میں بھی رکھتا ہوں کہ کون کھرا ہے اور کون کھوٹا۔" پانڈے نے پہلی بار اعتراف کیا۔ "اگر دھن کی خاطر کچھ بدمعاش بھوشن کے اشارے پر ناچ رہے ہیں تو دو چار اپنے آدمی بھی ہیں جو جان پر کھیل جانے کی ہمت رکھتے ہیں۔"

"راجن کے بارے میں آپ کی معلومات کیا ہیں؟" میں نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ دنوں پہلے تک مچھیروں کی بستی میں رہا کرتا تھا اور زیر زمین ناجائز تجارت کرنے والوں کی مدد کرتا تھا۔" پانڈے نے کہا۔ "میری معلومات کے مطابق وہ ایک دو آدمیوں کا خون بھی کر چکا ہے۔ مرنے والوں کا تعلق چونکہ اسمگلروں کے گروہ سے تھا اس لیے بات دبی رہی۔ مچھیروں کی بستی کے لوگ بھی خوفزدہ رہتے ہیں اس لیے کوئی اس کے خلاف زبان نہیں کھولتا۔ ایک بار کسی نے کسٹم والوں کو راجن کے بارے میں مخبری کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اس حرامزادے کو کسی طرح اس کی بھنک مل گئی۔ کسٹم پارٹی کو ریڈ میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا اور مخبری کرنے والے کو اس کی بہت بھاری قیمت ادا کرنی پڑی۔ جس رات کسٹم پارٹی نے ریڈ کیا تھا اسی رات مخبری کرنے والے کی جھونپڑی کو پیٹرول چھڑک کر اس طرح آگ لگادی گئی کہ اس میں رہنے والوں میں سے بھی کوئی نہ بچ سکا۔ سب ہی جل کر روسٹ ہوگئے۔"

پانڈے ایک لمحے کو خاموش ہوا پھر اس نے دوبارہ کہنا شروع کیا۔

"میرے آدمیوں کی اطلاع کے مطابق راجن اب مچھیروں کی بستی میں نہیں رہتا۔ اب وہ بڑے ٹھاٹ باٹ سے ایک تین کمروں کے اپارٹمنٹ میں رہتا ہے جہاں اس کو دنیا کی تمام سہولتیں حاصل ہیں۔"

"ہو سکتا ہے کسی ناجائز تجارت کرنے والے نے اسے نواز دیا ہو۔" میں نے ایک ممکنہ شبے کا اظہار کیا۔

"پہلے میرا بھی یہی خیال تھا لیکن اب مجھے وشواس ہے کہ وہ صرف اور صرف بھوشن کے لیے کام کر رہا ہے۔"

"کیا بھگوان داس کی موت کے بعد راجن کو باقاعدہ منیجر پوسٹ پر رکھا گیا ہے؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"بھوشن بھی ایک نمبر کا بدمعاش ہے۔" پانڈے نے جواب دیا۔ "اس نے ابھی تک راجن سے براہ راست کوئی تعلق نہیں رکھا لیکن اس کے آدمی راجن سے ملتے رہتے ہیں۔ یہ اطلاع میرے ایک ایسے آدمی نے دی ہے جو کبھی راجن کا نائب ہوا کرتا تھا۔"

"آئی سی۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے آپ کی اطلاع بھوشن اور راجن کے گٹھ جوڑ کے بارے میں درست ہو لیکن اس کا کیا ثبوت ہے کہ بھوشن ہی آپ کے کاروبار کو خریدنا چاہتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ راجن کی آفر کے پیچھے کسی اسمگلر کا ہاتھ ہو۔"

"نہیں۔" پانڈے نے بڑی وثوق سے جواب دیا۔ "راجن بھوشن ہی کے اشارے پر مجھ سے ملا تھا۔ اس طرح بھوشن اپنے لیے چوڑے کاروبار کو اور پھیلانا چاہتا ہے۔"

"جے شنکر کمپنی ہی کیوں؟" میں نے پوچھا۔ "وہ کسی نئی کمپنی یا ادارے کی داغ بیل بھی ڈال سکتا ہے۔"

"اس کے پیچھے بھی اس کی کوئی نہ کوئی چال ضرور ہوگی۔ ہو سکتا ہے وہ رندھیر کی موت کی وجہ سے مجھے کنگال کرنے کے بارے میں سوچ رہا ہو۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے حیرت سے کہا۔ "اتنا بڑا سودا کرنے کے بعد بھلا آپ کنگال کس طرح ہو جائیں گے۔"

"کاغذات کی تیاری اور ڈیل مکمل ہونے کے بعد راجن اور بھوشن کے گرگے کچھ بھی کر سکتے ہیں۔"

"آپ شاید بھوشن کی ذات سے بہت خوف زدہ ہوگئے ہیں۔"

"کچھ اور باتیں بھی ہیں جن کو میں زبان تک نہیں لانا چاہتا۔" پانڈے نے خلاء میں گھورتے ہوئے جواب دیا۔ "رندھیر اگر چاہتا تو مجھے جان سے بھی مار سکتا تھا لیکن اس نے صرف مجھے اپاہج کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس کے علاوہ اور بھی کچھ باتیں ہیں۔"

"کیا میں آپ کے کسی کام آسکتا ہوں۔" میں نے رندھیر کے ذکر کو ٹالتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔" اس بار پانڈے نے کچھ عجیب انداز میں کہا۔ "میں کچھ اہم اور خاص باتیں لکھ کر ایک بند لفافے میں آپ کو دینا چاہتا ہوں لیکن اس شرط پر کہ آپ اسے میری زندگی میں نہیں کھولیں گے۔ البتہ میرے مرنے کے بعد آپ وہ بند لفافہ کسی ذمے دار پولیس آفیسر تک پہنچا دیں گے۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔ "کیا راجن یا بھوشن کی طرف سے آپ کو کوئی ایسی دھمکی ملی ہے کہ جے شنکر کمپنی کا سودا نہ کرنے کی صورت میں آپ کی زندگی کو کوئی خطرہ بھی لاحق ہو سکتا ہے؟"

"آپ کا کیا خیال ہے۔ کیا راجن جیسے غنڈے کو میرے پاس محض تفریحاً بھیجا گیا ہوگا۔" پانڈے نے بڑی گہری سنجیدگی سے کہا۔ "اگر سودا کرنا ہی منظور ہوتا تو اس کے لیے راجن کے علاوہ کوئی اور بھی سامنے آسکتا تھا۔"

پانڈے کی بات میں وزن تھا اس لیے میں نے فوراً کوئی جواب نہیں دیا پھر نرمل کے آجانے سے ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو کا موضوع بدل گیا۔ ایک کپ چائے پینے کے بعد میں پانڈے سے اجازت لے کر اٹھ گیا لیکن گھر پہنچنے تک میرا ذہن پانڈے کی باتوں ہی کے بارے میں غور کرتا رہا۔ خاص طور پر ایک نکتہ میرے دل و دماغ میں رہ رہ کر کھٹک رہا تھا۔

آخر وہ بیان کیا تھا جسے پانڈے اپنی موت کے بعد ہی پولیس کے سامنے لانا چاہتا تھا؟

*

ندیم کو میں نے حالات سے بے خبر نہیں رکھا۔ بھگوان داس کے سلسلے میں اپنے ایکشن کا رد عمل اس کی ناراضگی کی صورت میں دیکھ چکا تھا۔ مجھے اس بات کا علم بھی تھا کہ اب ندیم میری جانب سے پہلے کے مقابلے میں کہیں زیادہ محتاط ہو گیا ہوگا۔ میں اس کے کارندوں سے پوری طرح واقف نہیں تھا مگر مجھے یقین تھا کہ اس کے آدمی اب سائے کی طرح میری نگرانی پر مامور ہوں گے۔ اس کے علاوہ ندیم نے بھگوان داس کی موت، بھوشن کی گرفتاری اور رہائی کے بعد بھی مجھے محتاط رہنے کا مشورہ دیا تھا۔ اس کو شبہ تھا کہ بھوشن کے آدمی کسی وقت بھی مجھ پر قاتلانہ حملہ کر سکتے ہیں ایسی صورت میں مجھے اپنے سائے سے بھی محتاط رہنا ضروری تھا۔

بھوشن کی مثال اس درندے کی سی تھی جو ایک بار گولی لگنے سے زخمی ہو جائے تو پھر اس کی درندگی میں کمی کے بجائے اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ وہ خود اپنے قدموں تلے آئے ہوئے سوکھے پتوں کی چرچراہٹ سن کر بھی چونکنے لگتا ہے۔ بھوشن کسی درندے سے بھی زیادہ خطرناک تھا۔ سراج کی تحویل میں اس کو زیادہ وقت نہیں گزارنا پڑا تھا۔ وہ بڑی صفائی سے قانون کے ہاتھوں سے نکل گیا تھا لیکن اب پہلے کے مقابلے میں وہ یقیناً زیادہ ہوشیار ہو گیا ہوگا۔ اس کی مثال اس کمینے اور عیار شخص سے بھی دی جاسکتی ہے جو چھپ کر پیٹھ میں خنجر گھونپنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ اس کی پہنچ دور دور تک تھی اسی لیے سراج نے معافی مانگنے کے بجائے دو ماہ کی رخصت پر جانا منظور کر لیا تھا۔ تھانے سے واپسی پر اس نے بڑی دلیری سے دوبارہ مجھے فون کیا تھا اور ڈھکے چھپے لفظوں میں یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی اب وہ مجھے سسکا سسکا کر مارنے کی کوشش کرے گا اور کوئی طاقت اس کی راہ میں حائل نہیں ہو سکے گی۔

ندیم خاموشی سے میری گفتگو سنتا رہا پھر پانڈے کی "بند لفافے" والی بات پر وہ بھی چونکے بغیر نہ رہ سکا۔

"کیا تم نے اس سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی تھی کہ وہ کیا بیان ہے جو وہ اپنی زندگی میں پولیس کو دینے سے گریز کر رہا ہے۔"

"کوشش کی تھی لیکن وہ ٹال گیا۔" میں نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ اسے کسی پارٹی کی جانب سے کوئی ایسی دھمکی ملی ہے جس کی وجہ سے وہ زبان کھولنے سے کترا رہا ہے۔ دنیا میں ہر شخص کی کوئی نہ کوئی کمزوری ضرور ہوتی ہے۔ ممکن ہے پانڈے کی کوئی ایسی ہی کمزوری دشمنوں کے ہاتھوں لگ گئی ہو جس سے وہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہے ہوں اور پانڈے خطرے کی بو سونگھ لینے کے باوجود زبان کھولنے سے قاصر ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ پانڈے کا بیان ہمارے لیے کارآمد ہو سکتا ہے۔"

"لیکن اس کے لیے ہمیں اس کی موت کا انتظار کرنا ہوگا۔"

"ایسی صورت میں صرف ایک ہی طریقہ رہ جاتا ہے۔" ندیم نے خلاء میں گھورتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ہمیں پانڈے کی حفاظت کرنی ہوگی۔"

"فائدہ؟"

"جو لوگ اسے موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کر رہے ہیں یا زبردستی اس کے کاروبار کو ہتھیانا چاہتے ہیں وہ خاموش تو نہیں بیٹھیں گے۔ کوئی نہ کوئی قدم پانڈے کو مزید ہراساں کرنے کے لیے ضرور اٹھائیں گے اگر دشمن کا کوئی آدمی ہمارے ہاتھ لگ گیا تو ہم اس کو زبان کھولنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔"

"ضروری نہیں ہے کہ پانڈے پر حملہ کرنے والا ہر شخص اس کمزوری سے واقف ہو جسے وہ زندگی میں پولیس سے پوشیدہ

رکھنا چاہتا ہے۔"

"ڈور کا ایک سرا ہاتھ آجائے تو دوسرا سرا بھی کسی نہ کسی طرح تلاش کیا جاسکتا ہے۔"

"لیکن ڈور اگر بہت زیادہ الجھی ہوئی ہو تو اس کے درمیان سے ٹوٹ جانے کا اندیشہ بھی لاحق ہو سکتا ہے۔"

"میں تمہاری بات سے اتفاق کرتا ہوں لیکن ہمیں پانڈے کی حفاظت کرنی ہوگی۔"

"بھوشن کے بارے میں کیا سوچا ہے؟"

"فی الحال اسے کچھ عرصے کے لیے بھول جاؤ۔" ندیم نے بڑے وثوق سے جواب دیا۔ "مجھے یقین ہے کہ ایک بار پولیس کی تحویل تک پہنچ جانے کے بعد وہ فوراً ہی کوئی جوابی کارروائی کرنے کی حماقت نہیں کرے گا اگر ایسا نہ کرتا ہوتا تو وہ تمہیں دوبارہ فون نہ کرتا۔"

"اس کی یہی وقتی خاموشی ہمارے لیے فائدہ مند بھی ہوسکتی ہے۔" میں نے معنی خیز لہجے میں جواب دیا۔ "کیا ضروری ہے کہ ہم پہلے دشمن کے حملے کا انتظار کریں اور جوابی کارروائی بعد میں کریں۔"

"دفاعی کھیل کبھی کبھی کھلاڑی کی فتح کا سبب بن جاتا ہے۔ دور اندیشی کا تقاضا یہی ہے کہ کسی طرح دشمن کو تھکا کر اتنا نڈھال کردیا جائے کہ وہ جوابی حملہ کے وقت اپنا دفاع کرنے کے قابل نہ رہے۔"

میں جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ سراج آگیا۔ ندیم نے اٹھ کر اس سے مصافحہ کیا پھر خاموشی سے اندر چلا گیا۔ میں نے ملازم کو بلا کر چائے کا آرڈر دیا پھر سراج سے گفتگو میں مصروف ہوگیا۔ وہ نیپ جو میں نے سراج کے حوالے کی تھی وہ سراج نے کرسی پر بیٹھتے ہی میرے حوالے کردی تھی۔ میں نے اسے بڑی بے پرواہی سے میز پر ڈال دیا تھا۔

سراج کی گفتگو سے میں نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ وہ چھٹی لینے کے بعد ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہیں بیٹھا ہے۔ اندر ہی اندر وہ ان لوگوں کے خلاف ثبوت بھی اکٹھا کررہا ہوگا جن کے سبب اسے سبکی اٹھانی پڑی تھی۔

"مسٹر سراج۔" میں نے اسے کریدنے کی خاطر پوچھا۔ "دو ماہ کی چھٹیاں گزرنے کے بعد آپ کا کیا ارادہ ہے۔ میرا مطلب ہے کہ کیا آپ ڈیوٹی جوائن کرلیں گے۔"

"ابھی میرے پاس خاصا وقت ہے۔" اس نے بڑے محتاط انداز میں جواب دیا۔ "ہوسکتا ہے کہ ڈیوٹی جوائن کرلوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ چھٹیاں اور بڑھوا لوں یا پھر ملازمت ہی سے سبکدوش ہوجاؤں۔"

"گویا آپ بھوشن کے سامنے۔۔۔"

"میں نے ایسی کون بات نہیں کی جس سے یہ ظاہر ہو کہ میں بھوشن سے خوف زدہ ہوں۔" وہ تیزی سے بولا۔ "مصلحت کے اپنے کچھ تقاضے بھی ہوتے ہیں جنہیں پورا کیے بغیر کامیابی کے امکان زیادہ نہیں رہ جاتے۔"

"آج کل آپ کا کیا شغل ہے؟" میں نے پہلو بدل کر پوچھا۔

"چین سے بسر ہورہی ہے۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکرایا۔ "آپ سنائیں کاروبار کا کیا حال چال ہے؟"

"اونچ نیچ ہوتی رہتی ہے لیکن میں نے مایوسی کا لفظ اپنی لغت سے خارج کردیا ہے۔" جواب میں میں نے بھی تھوڑا لہجہ اختیار کیا پھر ایک فوری خیال کے تحت میں نے دبی زبان میں کہا۔ "مسٹر سراج۔ کیا آپ اجتماعی قوت پر یقین رکھتے ہیں۔"

"جمہوریت اسی کا نام ہے۔"

"کیا خیال ہے اگر ہم مل کر دشمن کے خلاف سینہ سپر ہوجائیں۔" میں نے کھلے الفاظ میں اپنا عندیہ ظاہر کیا۔

"میں اسے اپنی خوش قسمتی تصور کروں گا لیکن ایک بات قبل از وقت عرض کردوں۔" اس نے سنبھل کر جواب دیا۔ "جب تک میں ملازمت میں ہوں قانون کا احترام اور اس کے تقاضے پورا کرنا میرا فرض ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"ہمیں کسی بھی غیر قانونی اقدام سے پرہیز کرنا ہوگا۔"

"بھوشن کی رہائی کے سلسلے میں آپ کا کیا خیال ہے۔" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "کیا تمام واضح ثبوت کے باوجود آپ اس کی رہائی کو قانونی کہہ سکتے ہیں؟ کیا ہمارا قانون محض ایک تگڑی سفارش کے آگے دم نہیں توڑ گیا تھا؟ اور خود آپ کے ساتھ کیا ہوا؟ اگر آپ چھٹی نہ لیتے تو آپ کو قانون کی وردی میں ہونے کے باوجود ایک مجرم سے معافی طلب نہیں کرنی پڑتی۔ نہیں مسٹر سراج یہ قانون نہیں ہے۔ یہ سراسر ہٹ دھرمی ہے۔ جو لوگ کمزور اور بے بس ہوتے ہیں صرف وہ قانون کی گرفت میں آکر دم توڑ دیتے ہیں اس کے برعکس اثر و رسوخ رکھنے والے شاطر اور دہشت گرد کھلے عام دندناتے پھرتے ہیں۔"

"میں آپ کی بات کی نفی نہیں کروں گا لیکن۔۔۔"

"ہمیں اب قانون کی بالادستی کی خاطر اپنی راہیں تبدیل کرنی ہوں گی۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "چیچک کا ایک خطرناک مریض اگر سیکڑوں صحت مند انسانوں کی جان کا خطرہ بننے لگتا ہے تو ڈاکٹر اسے زندہ رکھنے کی جدوجہد کرنے کے بجائے موت کی نیند سلا کر منوں مٹی کے نیچے دبا دیتے ہیں اس لیے کہ اگر وہ زندہ چھوڑ دیا جائے تو اس کے جراثیم سیکڑوں انسانوں کی موت کا باعث بن سکتے ہیں۔ یہی طریقہ علاج اب

ہمیں قانون کو مستحکم بنانے کی خاطر اختیار کرنا پڑے گا۔ کیا وہ اعداد و شمار پولیس ریکارڈ پر موجود نہیں ہیں جس میں بے شمار ایسے افراد کو پولیس مقابلے میں ٹھکانے لگادیا گیا جو اگر پکڑے جاتے تو عدم ثبوت کی وجہ سے ان پر کوئی فرد جرم عائد نہیں کی جاسکتی تھی۔"

"بھوشن کے سلسلے میں آپ کا کیا پروگرام ہے۔" سراج نے دبی زبان میں پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ ہم اس کے گرد اپنا گھیرا اتنا تنگ کردیں کہ اسے سانس لینا بھی دشوار ہوجائے۔"

"اس کے لیے کیا ہمیں براہ راست غیر قانونی طور پر بھوشن سے ٹکرانا ہوگا۔"

میں نے سراج کے منہ سے ایک بار پھر قانون کا نام سنا تو ایک لمحے کو خاموش ہوگیا۔ میں شاید یہ غلط راہ پر قدم اٹھا رہا تھا۔ سراج ایک دیانت دار اور قانون پسند پولیس آفیسر تھا۔ اس سے رازداری کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی چنانچہ میں نے بڑی خوبصورتی سے رخ بدلتے ہوئے کہا۔

"قانونی اور غیر قانونی باتوں کا فیصلہ تو آپ کو کرنا ہوگا۔ میں تو صرف آپ کے ایک مددگار کی حیثیت سے آپ کا ہاتھ بٹاؤں گا۔ پیش منظر میں آپ اور آپ کی اسکیم ہوگی اور پس منظر میں میری خدمات ہر وقت آپ کو حاصل ہوں گی۔"

سراج نے مجھے غور سے دیکھا۔ اس نے زبان سے کچھ نہیں کہا لیکن میں محسوس کررہا تھا کہ وہ اس بات کو تاڑ گیا تھا کہ میں نے اچانک پٹڑی بدلنے کی کوشش کی ہے۔ وہ ایک کہنہ مشق اور تجربہ کار آفیسر تھا۔ مجھے اس بات کا بھی یقین تھا کہ وہ چھٹی کے دوران بھی بھوشن کے سلسلے میں خاموش نہیں بیٹھا ہوگا۔ کسی سب میرین کی طرح اندر ہی اندر دشمن کی گھات میں لگا ہوگا۔ ایسی صورت میں اسے ساتھ ملا کر کوئی غیر قانونی اقدام کرنا دانش مندی کے خلاف ہی تھا۔

"مسٹر شہباز۔" وہ تھوڑے توقف سے بولا۔ "آپ بذات خود بھی ایک ذمے دار پولیس آفیسر رہ چکے ہیں۔ میں آپ کو اس بات کا مشورہ نہیں دوں گا کہ آپ ذاتی طور پر بھوشن کے معاملے میں الجھنے کی کوشش کریں۔"

"بھوشن اپنے دہشت گردوں کے ساتھ میرے دفتر میں شاید مجھے کسی بال روم ڈنر کی دعوت دینے کی غرض سے آیا تھا۔" میں نے خشک لہجہ اختیار کیا۔ "میرے مکان کو آگ لگا کر اس کے زرخرید کتوں نے غالباً مجھے خیر سگالی کا پیغام دینے کی کوشش کی تھی۔"

"آپ اس وقت جذباتی ہورہے ہیں۔" سراج نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "پھر کسی وقت حاضر ہوں گا لیکن جاتے جاتے میں ایک بار پھر آپ کو صبر و تحمل سے کام لینے کا مشورہ دوں گا۔"

جواب میں، میں نے خاموشی سے اٹھ کر سراج سے رخصتی مصافحہ کیا پھر اندر آگیا۔

❁

ساحلی علاقے پر پھیلی ہوئی مچھیروں کی بستی خاصی گنجان تھی۔ جھونپڑیوں اور کچے مکانوں کے درمیان پھیلی ہوئی تنگ اور پرپیچ گلیاں جرائم کی پرورش کے لیے بڑی سازگار تھیں۔ ساحل پر دور دور تک کشتیاں لنگر انداز نظر آرہی تھیں۔ مکانوں میں چراغ، لالٹین یا گیس کی روشنیاں دکھائی دے رہی تھیں لیکن بستی کے قریب واقع ہوٹل میں جنریٹر ہونے کی وجہ سے اچھی خاصی روشنی موجود تھی۔ یہاں زیادہ تر میزیں سرشام ہی سے بھرنے لگتی تھیں۔ ٹوٹی پھوٹی اور میلی کچیلی میزوں پر بستی کے مچھیرے بیٹھ کر کچی شراب سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ شراب کے علاوہ یہاں دیگر مشروب اور دوسری نشہ آور اشیاء بھی فروخت ہوتی تھیں۔ نشے میں بہک کر اکثر لوگ جب آپے سے باہر ہونے لگتے تو ہوٹل کے تنومند ملازمین اسے ڈنڈا ڈولی کرکے ٹھنڈی ریت پر پھینک آتے تھے۔

ہوٹل کے مالک کا نام بشیر ماچھی تھا لیکن لوگ اسے بشیرا کے نام سے یاد کرتے تھے اور اس طرح اس سے ڈرتے تھے جیسے شیطان لاحول سے۔ وہ ایک گٹھے ہوئے جسم اور پستہ قد کا مالک تھا۔ رنگت سیاہ تھی لیکن اس کے چہرے پر نظر آنے والی آنکھیں دہکتے ہوئے انگاروں ہی کی طرح روشن نظر آتی تھیں۔ سیدھے بازو پر اس نے ایک مگرمچھ کی تصویر گدوا رکھی تھی۔ اس کی بڑی بڑی مونچھیں ہرچند کہ چہرے کی ساخت کے اعتبار سے میل نہیں کھاتی تھیں لیکن اس کی شخصیت کو رعب دار بنانے کے لیے بہرحال کافی تھیں۔ بظاہر وہ بڑا ملنسار اور ہنس مکھ

نظر آتا تھا لیکن اندر سے کسی زہریلے سانپ سے بھی زیادہ خطرناک تھا۔ ہوٹل کے نظم و نسق کو نبھانے کی خاطر اس نے سات آٹھ خطرناک غنڈے پال رکھے تھے۔ جو کسی بھی صورت حال سے نپٹنے کی خاطر ہر وقت تیار رہتے تھے۔

اس وقت بھی ہوٹل کی بیشتر میزیں بھری ہوئی تھیں جب میں نے وہاں قدم رکھا۔ میرا لباس کاؤ بوائز سے بہت زیادہ مشابہت رکھتا تھا۔ ہونٹوں کے درمیان پھنسا ہوا سگار آہستہ آہستہ دھواں خارج کر رہا تھا۔ چمڑے کی جیکٹ کے نیچے میرا آٹومیٹک بغلی ہولسٹر کے اندر موجود تھا۔ لمبے پھل کا ایک چاقو بھی میں نے احتیاطاً داہنی پنڈلی پر باندھ رکھا تھا تاکہ بوقت ضرورت کام آسکے۔ چہرے پر میک اپ تھا۔ اس لیے میرے پہچان لیے جانے کا امکان بہت کم تھا۔ اس کے باوجود میں وہاں کے لوگوں کے لیے اجنبی تھا اس لیے ہوٹل میں قدم رکھتے ہی متعدد مچھیرے میری طرف متوجہ ہوئے تھے مگر پھر وہ اپنے حال میں مست ہو گئے البتہ کاؤنٹر پر بیٹھا ہوا بشیرا ماچھی مجھے بڑی کینہ توز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے علاوہ بھی دو چار نظریں میرے ہی چہرے پر مرکوز تھیں۔ شاید وہ بشیرا کے شکاری کتے تھے جو ایک اجنبی کو دیکھ کر چوکنے ہو گئے تھے۔ میں نے چھپر والے ہوٹل میں بیٹھے ہوئے خستہ حال مگر بدمست افراد پر ایک سرسری نظر ڈالی پھر بڑی بے جگری سے قدم اٹھاتا ہوا کاؤنٹر کی سمت چلا گیا۔ بشیرا ماچھی کی نگاہیں جھپکے بغیر میرا جائزہ لے رہی تھیں۔

"مجھے راجن سنگھ کا پتا درکار ہے۔" میں نے کاؤنٹر پر پہنچ کر بڑی رازداری سے کہا۔

"کون ہو تم؟" بشیرا نے راجن کا نام سن کر چونکتے ہوئے سوال کیا۔ انداز بتا رہا تھا کہ وہ بھی راجن ہی کا کوئی آدمی ہے یا پھر وہ اس سے بہت زیادہ خوفزدہ تھا۔

"کچھ کاروباری باتیں کرنی ہیں۔"

"کس قسم کا کاروبار؟" وہ قدرے تیزی سے بولا۔ "یہ مچھیروں کی بستی ہے مسٹر جہاں صرف مچھلیوں کا کاروبار ہوتا ہے۔"

"اسی لیے تو میں سب سے بڑی مچھلی کا پتا دریافت کر رہا ہوں۔"

"تم شاید غلط جگہ آگئے ہو۔" اس نے بدلے ہوئے تیور سے جواب دیا۔

میں نے جیب سے دس گرام سونے کی ایک ٹکیا نکال کر ہاتھ پر رکھی پھر اسے بشیرا کو دکھاتے ہوئے بولا۔ "مجھے راجن سے فوری طور پر ملنا ہے۔ اس نے یہی کہا تھا کہ اس کی غیر موجودگی میں تم سے رابطہ قائم کیا جائے۔"

"لیکن ــــ وہ اب اس بستی میں نہیں رہتا۔"

"مجھے معلوم ہے۔ اسی لیے تو تم سے اس کے بارے میں دریافت کر رہا ہوں۔" میں نے خشک انداز میں بشیرا کو گھورتے ہوئے کہا۔ "میرے پاس وقت کم ہے اگر میں واپس چلا گیا تو شاید راجن تمہیں کبھی معاف نہیں کرے گا۔"

"میں تمہیں راجن کے ایک ساتھی سے ملوا سکتا ہوں۔ شاید وہ تمہارے کسی کام آسکے۔" بشیرا نے ایک لمحے تک کچھ سوچنے کے بعد کہا پھر اپنے ایک ملازم کو بلا کر میری طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ "اسے لے جا کر راجن کے منیجر سے ملوا دے۔"

میں نے بشیرا کو مسکراتی نظروں سے دیکھا پھر اس کے ملازم کے ساتھ ہو لیا۔ میں مچھیروں کی اس بستی میں بلا مقصد نہیں آیا تھا۔ مجھے پانڈے کی زبانی راجن کی موجودہ رہائش کا علم ہو چکا تھا لیکن میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ خاص طور پر راجن کی خدمات حاصل کرنے میں بھوشن کی کیا مصلحت تھی؟ کیا فضائی راستوں پر چوٹ کھانے کے بعد اس نے بحری راستوں کو اپنی ناجائز تجارت کے لیے منتخب کیا تھا؟ راجن مچھیروں کی بستی کا بے تاج بادشاہ کہلاتا تھا چنانچہ وہ بھوشن کے لیے بہت کارآمد ثابت ہو سکتا تھا۔ راجن تک پہنچنے سے پیشتر میں وہ کوائف جمع کرنے کا خواہش مند تھا جن کی بدولت بھوشن جیسے کروڑ پتی نے راجن جیسے فرد سے گٹھ جوڑ کرنا ضروری سمجھا تھا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" میں نے ہوٹل سے باہر آکر بشیرا کے ملازم سے دریافت کیا جو دبلا پتلا اور دراز قد واقع ہوا تھا۔

"سیٹھ نے مجھے صرف اتنا حکم دیا ہے کہ تمہیں راجن سنگھ کے منیجر سے ملوا دوں۔" وہ کھردرے لہجے میں بولا۔ "میرا نام جان کر کیا کرو گے۔"

"راجن کو یہ بستی چھوڑے کتنا عرصہ ہو گیا۔ میرا مطلب ہے کہ پچھلی بار جب میں آیا تھا تو وہ اسی بستی میں رہتا تھا۔" میں نے اسے کریدنے کی خاطر پوچھا۔

"اس کا جواب بھی تم کو منیجر ہی دے سکتا ہے۔" اس نے بدستور ناخوشگوار انداز میں کہا۔ "ہم صرف اپنے کام سے کام رکھتے ہیں۔"

میں نے فوری طور پر کوئی جواب نہیں دیا۔ بشیرا کا وہ دراز قد ملازم اپنی باتوں سے مجھے بڑا پراسرار نظر آرہا تھا۔ اچانک میرے ذہن میں ایک خیال تیزی سے ابھرا اگر وہ ملازم راجن کے نام اور اس کے کام سے واقف تھا تو اسے میرے ساتھ اس انداز میں گفتگو کرنے کی ہمت کبھی نہ ہوتی۔ وہ شاید راجن کے گروہ کا کوئی فرد تھا۔ میں نے اپنے شبے کی تصدیق کی خاطر اسے دوبارہ مخاطب کیا۔

"کیا راجن نے اب بشیرا ماچھی کو کمیشن دینا بند کر دیا ہے۔"

"فضول باتوں کا میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔"

ہم اس وقت ہوٹل سے خاصی دور ایک سنسان علاقے کی طرف نکل آئے تھے۔ دراز قد کا وہ ملازم مجھے مچھیروں کی بستی کی سمت لے جانے کے بجائے گھاٹ کی طرف لے جا رہا تھا۔ میری چھٹی حس نے ایک بار پھر میری رہبری کی۔ "منیجر" کا لفظ کوئی خطرناک کوڈ بھی ہو سکتا تھا۔ جسے بشیرا ماچھی نے استعمال کیا تھا۔ ممکن تھا کہ "منیجر سے ملوا دے۔" کے اشارے کے پس پردہ بشیرا نے اپنے آدمی کو مجھے ٹھکانے لگا دینے کے احکامات جاری کیے ہوں۔ تاریکی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں نے چمڑے کی جیکٹ کی زپ اور نیچے کر لی تاکہ مجھے اپنا آٹومیٹک نکالنے میں زیادہ دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اب میں پوری طرح اس پوزیشن میں تھا کہ کسی خطرے کی صورت میں فوری طور پر جوابی کارروائی کر سکوں۔ ہم دونوں خاموشی سے قدم بڑھاتے رہے۔ گھاٹ قریب آنے لگا تو میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا راجن کا منیجر مکان میں رہنے کے بجائے کسی کشتی پر قیام پذیر ہے۔"

"تم کس کے آدمی ہو اور راجن سے کس لیے ملنا چاہتے تھے۔" اس بار اس نے معنی خیز انداز میں پوچھا۔

"بھوشن کا نام کبھی سنا ہے تم نے؟"

"کیا؟" وہ حیرت سے اچھل پڑا۔ "تم بھوشن کو کیسے جانتے ہو۔"

"اسی طرح جس طرح راجن بھوشن سے واقفیت رکھتا ہے۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا پھر چبھتے ہوئے لہجے میں بولا۔ "لیکن تمہیں ان باتوں سے کوئی غرض نہیں ہونی چاہیے۔ بشیرا نے تمہیں صرف یہ حکم دیا ہے کہ مجھے راجن کے منیجر سے ملوا دو۔"

"ہاں۔" وہ تیزی سے میری سمت پلٹا۔ "سیٹھ نے مجھے یہی حکم دیا تھا۔"

"کیا مطلب۔ کیا اب تم مجھے منیجر سے ملوانے کی زحمت گوارا نہیں کرو گے۔" میں نے بگڑتے ہوئے اسے جواب دیا پھر نہایت پھرتی سے اپنا آٹومیٹک نکال کر اس کا رخ دراز قد آدمی کی جانب کرتے ہوئے سرد آواز میں بولا۔ "میں سمندر میں تیرنے والی کوئی مچھلی نہیں ہوں جسے تم لوگ آسانی سے اپنے جال میں پھانس لو گے۔"

"لیکن ــــ"

"وقت مت ضائع کرو۔" میں نے سفاک لہجے میں اس کا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔ "زندگی عزیز ہو تو اب کھل جاؤ ورنہ مجھے تمہاری موت پر کوئی افسوس نہیں ہوگا۔"

"کیا چاہتے ہو؟" اس نے سپاٹ آواز میں سوال کیا۔

"راجن اور بھوشن کے گروہ میں تمہاری کیا حیثیت ہے۔"

"میں نے بھوشن کا نام صرف راجن اور بشیرا کی زبانی سنا ہے۔ براہ راست میں اس سے واقف نہیں ہوں۔"

"کیا تم آسانی سے اپنی زبان نہیں کھولو گے۔"

جواب میں اس نے اس قدر تیزی سے آٹومیٹک کی پروا کیے بغیر مجھ پر چھلانگ لگائی کہ میں ایک لمحہ کو گڑبڑا گیا۔ مجھے اس کی توقع نہیں تھی لیکن میں اتنا بے پروا بھی نہیں تھا کہ اس کے قابو میں آجاتا۔ ذرا سی جھکائی دے کر میں نے اس کے چہرے پر ایک بھرپور ٹھوکر لگائی تو وہ کراہ اٹھا۔ وہ زمین پر گرنے کے باوجود ربر کی کسی گیند کی طرح اچھل کر کھڑا ہوا تھا لیکن اس بار میں نے کراٹے کا ایک نپا تلا ہاتھ رسید کیا تو وہ دوبارہ اپنا توازن کھو بیٹھا۔ دوسرے ہی لمحے میں اس کی چھاتی پر سوار تھا میرا آٹومیٹک اس کی پیشانی پر جم گیا۔ اس کے دونوں ہاتھ میں نے اپنے گھٹنوں کے نیچے دبا رکھے تھے۔

"اب بتاؤ۔ بھوشن اور راجن کے درمیان کیا تعلق ہے۔" میرا لہجہ بے حد سرد اور سفاک تھا۔

"راجن۔ بھوشن کے لیے کام کرتا ہے۔" اس نے کچھ توقف سے خوف زدہ آواز میں جواب دیا۔

"یہ مجھے بھی معلوم ہے لیکن کام کی نوعیت کیا ہے۔"

"وہ ــــ وہ ــــ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"انکار کی صورت میں تم میرے ہاتھوں مارے جاؤ گے۔" میرا لہجہ اور سفاک ہو گیا۔

"اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تم بعد میں مجھے زندہ چھوڑ دو گے۔" اس نے سودے بازی کرنی چاہی۔

"خطرناک کاموں میں رسک تو بہرحال لینا پڑتا ہے۔" میں نے حقارت سے کہا پھر آٹومیٹک کا دباؤ بڑھا دیا۔

"بتــــتا ہوں۔" وہ موت کے تصور ہی سے کانپ اٹھا۔ تیزی سے بولا۔ "راجن بھوشن کے لیے سونے اور ہیروئن کی اسمگلنگ کرتا ہے۔"

"آج کل اس کاروبار کی نگرانی کس کے ذمے ہے؟" میں نے دریافت کیا۔ "میرا مطلب ہے کہ راجن کے شہر منتقل ہو جانے کے بعد بھوشن کے ناجائز تجارت کی دیکھ بھال کون کر رہا ہے۔"

"بشیرا ماچھی۔" اس نے مدھم آواز میں جواب دیا۔ "تم بشیرا کو راجن کا دست راست بھی کہہ سکتے ہو۔"

"تمہاری اپنی حیثیت کیا ہے؟"

"میرے علاوہ بستی کے کچھ اور لوگ بھی آنے جانے والے مال کی نگرانی کرتے ہیں جس کے عوض بشیرا ہمیں معقول کمیشن دیتا ہے۔"

"اب یہ بھی بتادو کہ تم مجھے ساحل کی جانب کیوں لے جارہے تھے۔ منیجر سے ملوانے سے بشیرا کا مقصد کیا تھا؟"

"وہ۔۔۔ وہ میرے ہاتھوں تمہیں ٹھکانے لگوانا چاہتا تھا۔ شاید اس لیے کہ اسے تمہارے اوپر شبہ ہوگیا تھا۔ وہ تمہیں کسٹم یا پکڑ دھکڑ کرنے والی کسی ایجنسی کا آدمی سمجھتا ہے۔"

"کیا بھوشن بذات خود بھی تمہاری بستی میں کبھی نظر آیا ہے۔"

"ہوسکتا ہے آیا بھی ہو لیکن میں نے صرف ایک بار راجن اور بشیرا کو اس کے بارے میں گفتگو کرتے سنا تھا۔ اس کی صورت کبھی نہیں دیکھی۔"

"کیا ان دونوں کو علم ہے کہ تم نے ان کی زبانی بھوشن کا نام سن لیا ہے؟"

"نہیں۔ راجن اپنے باپ کے ساتھ بھی رحم کرنے کا عادی نہیں ہے۔" اس نے خوف زدہ آواز میں جواب دیا۔ "اگر اسے میرے سلسلے میں شبہ بھی ہوجاتا تو اب تک میری لاش مچھلیاں کھاچکی ہوتیں۔"

"اگر میں تمہیں زندہ چھوڑدوں تو کیا بشیرا بھی تمہیں معاف کردے گا۔" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا تو وہ گڑگڑانے لگا۔

"نہیں وہ مجھے اتنی آسانی سے معاف نہیں کرے گا۔ صرف ایک ہی طریقہ ممکن ہے تم کسی طرح مجھے زخمی کردو اگر میں بے ہوش ہوسکوں تو زیادہ مناسب رہے گا۔ بعد میں میرا بیان یہی ہوگا کہ تم تنہا نہیں تھے بلکہ تمہارے کچھ ساتھی بھی ساحل پر موجود تھے جنہوں نے مجھے اچانک گھیرلیا۔"

"عقل مند آدمی معلوم ہوتے ہو۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ ایک لمحے کو میرے ذہن میں یہ خیال آیا تھا کہ اسے موت کے گھاٹ اتار دوں لیکن پھر میں نے اپنا ارادہ ترک کردیا۔ کسی دوسرے موقع پر وہ میرے کام بھی آسکتا تھا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ اس کی خواہش کے عین مطابق تھا۔ میں نے آٹومٹک کے دستے سے اس کی پیشانی پر دو تین ضرب لگائی تو اس کا چہرہ ایک طرف ڈھلک گیا۔ سر سے بہنے والا خون اس کے چہرے پر پھیل کر اس کے وجود کو کچھ اور بھیانک بنارہا تھا۔ اس سے چھٹکارا پاکر میں تیزی سے اس جانب قدم اٹھانے لگا جہاں میں نے کرائے پر حاصل کی جانے والی گاڑی کھڑی کی تھی۔

رات گئے اپنے اصل حلیے میں گھر پہنچا تو عارفہ میری منتظر تھی۔ اس نے میری عدم موجودگی میں کھانا نہیں کھایا۔ یہ اس کی پرانی عادت تھی کہ وہ رات کا کھانا میرے ساتھ کھاتی تھی۔ کھانا کھانے کے دوران بھی میرا ذہن پانڈے کے حوالے سے راجن سنگھ اور بشیرا ماچھی کے سلسلے میں الجھا رہا۔ میں کوئی خدائی فوجدار نہیں ہوں لیکن راجن کی پشت پناہی چونکہ بھوشن کررہا تھا اس لیے مجھے بھی محتاط ہونا پڑا۔ پانڈے کے بیان کے مطابق بھوشن نے راجن کو اس کے پاس بھیجا تھا۔ راجن نے بھوشن کا نام درمیان میں نہیں لیا تھا لیکن اس نے پانڈے کو باتوں باتوں میں یہ ضرور باور کرادیا تھا کہ اگر کاروبار کا سودا اس کے ساتھ طے نہ ہوا تو اس کے نتائج خطرناک بھی ہوسکتے ہیں۔

پانڈے نے مجھ سے کہا تھا کہ بھوشن کے آدمی راجن سے ملتے رہتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی پانڈے کی گفتگو سے یہ بھی ظاہر ہوا تھا کہ وہ راجن سے خوفزدہ نہیں ہے۔ اس کے اپنے بھی کچھ لوگ تھے جس کے ذریعے وہ راجن کو اس کے ارادے سے روک سکتا تھا لیکن وہ بھوشن کے نام سے ضرور سہم گیا تھا۔ ممکن ہے یہ محض پانڈے کا خیال ہو کہ بھوشن سامنے آئے بغیر اس کے کاروبار کو خریدنا چاہتا تھا لیکن پانڈے نے راجن کے سلسلے میں جو تفصیل فراہم کی تھی میں اس کی تصدیق کرچکا تھا۔ مچھیروں کی بستی یقیناً بھوشن کے لیے سونا اگل رہی تھی۔ اس کی ناجائز تجارت کی دیکھ بھال راجن ہی کرتا تھا۔ کسٹم کے چھاپے کے بعد بھوشن نے اسے وہاں سے ہٹادیا تھا اور اب بشیرا ماچھی راجن کے نائب کی حیثیت سے سارے کام انجام دے رہا تھا جس کی تصدیق اس شخص نے کی تھی جسے میں بے ہوش کر آیا تھا۔ اسی کے ذریعے مجھے اس بات کا علم بھی ہوا تھا کہ بستی کے لوگ بھی بشیرا ماچھی سے خوف کھاتے ہیں۔ بستی میں کسی اجنبی یا نامعلوم آدمی کی موجودگی بشیرا کے حکم کی خلاف ورزی سمجھی جاتی تھی جس کی سزا بڑی بھیانک ہوتی تھی۔ اس نے اپنے آدمی کو میرے سلسلے میں بھی بظاہر یہی ہدایت کی تھی کہ مجھے راجن کے منیجر سے ملوادیا جائے۔ میری قسمت اچھی ہی تھی جو میری چھٹی حس نے بروقت مجھے چوکنا کردیا ورنہ اس وقت میری لاش بھی یا تو کسی سردخانے میں پڑی ہوتی یا بھوکی مچھلیاں اور آبی جانور میرے گوشت سے شکم سیری میں مصروف ہوتے۔

"کیا بات ہے۔" عارفہ نے میری خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے دبی زبان میں پوچھا۔ "آپ کچھ خاموش خاموش سے نظر آرہے ہیں۔"

"بھوک کی شدت۔" میں نے جلدی سے ایک خوب صورت بہانہ تراشا۔ "پیٹ بھرجانے دو پھر اطمینان سے باتیں ہوں گی۔"

"ندیم بھائی بھی کئی بار آپ کے سلسلے میں پوچھ چکے ہیں۔"

"ندیم۔" میں کسی خیال سے چونکا۔ "کیا وہ شام کو کہیں گیا تھا؟"

"جی نہیں وہ گھر پر ہی تھے۔"

"کوئی فون آیا تھا؟" میں نے سرسری طور پر دریافت کیا۔

"آیا تھا۔" عارفہ نے جواب دیا۔ "مگر اس گھر کی چاردیواری کے اندر قدم رکھنے کے بعد سے میں نے فون کو ہاتھ لگانا چھوڑدیا ہے کال نسیم یا پھر ندیم بھائی ہی اٹینڈ کرتے ہیں۔"

"فی الحال تمہارے حق میں یہی بہتر ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں نہیں چاہتا کہ ہمارے دشمنوں کو ابھی اس بات کا علم ہوسکے کہ تم ناحیات ہو۔ وہ ابھی تک اسی غلط فہمی کا شکار ہیں کہ مکان کے ساتھ ساتھ تم بھی جل کر راکھ ہوچکی ہو۔"

"لیکن حیرت اس بات کی ہے کہ میرے علاوہ اس بلڈنگ کا کوئی اور فلیٹ نہیں جلا تھا نہ ان میں رہنے والوں کو کسی قسم کا کوئی نقصان پہنچا تھا۔"

"طاغوتی قوتوں کا مقصد تمہیں نقصان پہنچانا تھا۔" میں نے جواب دیا پھر کچھ سوچ کر پوچھا۔ "ندیم کہاں ہے۔"

"اپنی خواب گاہ میں۔ نسیم کے ساتھ۔" عارفہ کے جواب میں شوخی تھی۔

"کوئی اور خاص بات؟"

"اب تو دیر ہوچکی ہے۔ آپ صبح کسی وقت پانڈے جی کو فون کرلیجیے گا۔"

"پانڈے۔" میں چونکا۔ "کیا اس کا فون آیا تھا؟"

"جی ہاں۔ دوبار اس نے آپ کو کال کیا تھا۔ شاید کوئی ضروری بات کرنی ہوگی۔"

"کال کس نے ریسیو کی تھی۔ نسیم نے یا ندیم نے؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔ پانڈے کی کال سن کر میرے ذہن میں ان گنت وسوسے جاگ اٹھے تھے۔

"مجھ سے ندیم بھائی نے کال کا ذکر کیا تھا۔"

میں نے دستی گھڑی پر نظر ڈالی۔ اس وقت رات کے ساڑھے دس کا عمل تھا۔ میں نے ایک بار سوچا کہ اسے فون کروں لیکن پھر عارفہ کی وجہ سے میں نے اپنا ارادہ ترک کردیا لیکن میرا دماغ برابر پانڈے کی کال کے سلسلے میں مختلف امکانی پہلوؤں پر غور کرنے میں مصروف تھا۔ خاص طور پر وہ بند لفافہ جو پانڈے میرے حوالے کرنا چاہتا تھا لیکن اس شرط کے ساتھ وہ لفافہ اس کی موت کے بعد پولیس کے کسی ذمے دار آفیسر کے حوالے کیا جائے۔ ہوسکتا تھا کہ اس نے اسی سلسلے میں کوئی اہم بات کرنے کی خاطر فون کیا ہو۔ یہ بھی ممکن تھا کہ اسے راجن یا بھوشن کے سلسلے میں کچھ نئی معلومات حاصل ہوئی ہوں جسے وہ مجھ تک پہنچانا چاہتا ہو۔

"نسیم آپ سے خفا ہے۔" عارفہ نے کھانا کھانے کے بعد کہا۔

"کوئی خاص بات؟"

"آپ ایک اہم بات بھول رہے ہیں۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"وہ کیا؟"

"آج اس کی شادی کی سالگرہ تھی۔"

"اوہ۔ آئی ایم رئیلی سوری۔ میرے ذہن سے بالکل نکل گیا۔"

"وہ کہہ رہی تھی کہ صبح آپ سے جھگڑا کرے گی۔"

"اس کی خفگی دور کرنے کا ایک طریقہ ہے میرے پاس بشرطیکہ تم بعد میں اس کی تصدیق کرسکو۔" میں نے ڈائننگ ٹیبل سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"کیا اب آپ ان کے رنگ میں بھنگ ڈال کر انہیں ڈسٹرب کریں گے؟"

"جی نہیں۔" میں نے عارفہ کی حسین آنکھوں میں جھانکتے ہوئے جواب دیا۔ "ہم اور آپ مل کر نسیم کی سالگرہ کا جشن منالیتے ہیں۔ بعد میں آپ اس کی تصدیق کردیجیے گا۔"

"بے شرم۔" عارفہ نے میرے جملے کا مفہوم بھانپ کر شوخی سے کہا پھر برتن اٹھانے میں مصروف ہوگئی۔

دوسری صبح میری آنکھ کھلی تو نو بج رہے تھے۔ عام طور سے میں ساڑھے سات اور آٹھ کے درمیان اٹھنے کا عادی تھا۔ عارفہ غالباً باہر ناشتا تیار کررہی تھی۔ میں نے اٹھ کر جلدی جلدی غسل کیا۔ دفتر جانے کے لیے بڑی عجلت میں تیار ہوا اور بریف کیس اٹھائے باہر آگیا۔ عارفہ اور نسیم ناشتے کی میز پر بیٹھی ہنس بول رہی تھیں۔ ندیم نظر نہیں آرہا تھا۔ عارفہ ناشتا تیار کرنے لگی تو نسیم نے خفگی کا اظہار کیا۔ "کل میری شادی کی سالگرہ تھی تو آپ گھر سے غائب تھے۔"

"سوری۔" میں نے عارفہ کی طرف دیکھا جو مسکرا رہی تھی۔

"معافی مل سکتی ہے لیکن ایک شرط پر۔"

"مجھے تمہاری ہر شرط منظور ہے۔" میں نے بڑے پیار سے جواب دیا۔

"میرا گفٹ آپ پر ڈیو ہوچکا ہے۔ اسے نہ بھولیے گا۔"

"سستے چھوٹ گئے۔" میں نے مسکرا کر کہا پھر ناشتا شروع کرتے ہوئے بولا۔ "یہ تمہارے میاں نظر نہیں آرہے ہیں۔ کیا ابھی تک لمبی تانے سو رہے ہیں۔"

"جی نہیں۔" عارفہ نے شوخی سے جواب دیا۔ "میرے بھائی ہر کام بڑی پابندی اور وقت سے کرتے ہیں۔"

"انہیں کوئی ضروری کام تھا اس لیے جلدی چلے گئے۔" نسیم نے کہا۔ "آپ کے لیے ایک پیغام چھوڑ گئے ہیں۔ دفتر پہنچتے ہی جے شنکر پانڈے کو فون ضرور کرلیجیے گا۔"

"کیا صبح بھی پانڈے کا کوئی فون آیا تھا؟"

"مجھے اس کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔" نسیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

میں نے ناشتا بھی خاصی عجلت میں کیا پھر دفتر کے لیے روانہ ہوگیا۔ دفتر پہنچا تو اپنے کمرے میں قدم رکھتے ہی چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ لیڈی مکلارنس وہاں پہلے سے موجود تھی۔ مجھے حیرت ہوئی اس لیے کہ اس نے مجھے اپنے آمد کی کوئی اطلاع نہیں دی تھی۔ حسب معمول وہ اس وقت بھی اسی لباس میں نظر آرہی تھی۔ جس میں میں نے اسے پہلی بار دیکھا تھا۔

"آپ ـــ" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"ہاں میرے عزیز۔ میں بیس منٹ سے تمہاری راہ دیکھ رہی ہوں۔"

"اپنے آنے کی اطلاع کردی ہوتی تو میں ائرپورٹ پر ــــ"

"مجھے لانگ روٹ اختیار کرنے کی عادت نہیں۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکرائی۔ اس کی مسکراہٹ بھی اسی کی طرح پراسرار تھی۔

"میں سمجھا نہیں۔"

"بیس منٹ پہلے میں مکلارنس کیسل میں تھی۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اچانک تمہارا خیال آیا تو یہاں آگئی۔"

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت سے اسے گھورا۔

"اس میں تعجب یا حیرت کی کیا بات ہے۔" وہ میز پر رکھے ہوئے پیپرویٹ کو گھماتے ہوئے بولی۔ "سائنس نے اب کافی ترقی کرلی ہے۔ مختلف شعاعوں کے ذریعے انسان کا عکس اور اس کی تحریر ایک لمحے میں ہزاروں میل کا سفر طے کرسکتی ہے لیکن سائنس کی ترقی بھی ابھی لیڈی مکلارنس کے مقابلے سے قاصر ہے۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ وقت' فاصلے اور ادوار میرے لیے کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ میں ایک پل ضائع کیے بغیر لاکھوں میل کے فاصلے بھی طے کرسکتی ہوں اور میری نگاہیں ہر گزرے اور آنے والے دور میں بھی بلا روک ٹوک جھانک سکتی ہیں۔ کیا میری لائبریری دیکھنے کے بعد بھی ابھی تک تمہیں میری صلاحیتوں کا یقین نہیں آیا۔"

"لیکن یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ انسان ـــ"

"اس دنیا میں کوئی بات ناممکن نہیں ہے۔" وہ میری بات کاٹتے ہوئے بولی۔ "لوگ بڑی بڑی تجربہ گاہوں میں بیٹھے شب و روز تسخیر کائنات کا جائزہ لے رہے ہیں اور تم اس وقت یہاں میری موجودگی پر حیرت کا اظہار کررہے ہو۔ مائیکل ڈی فاسٹرے یا ناسٹرا ڈیمس کی مثال تمہارے سامنے ہے۔ وہ سولہویں صدی کے آغاز میں پیدا ہوا تھا لیکن اس نے جو پیش گوئیاں کی تھیں وہ ہزاروں سال گزرنے کے باوجود آج بھی حرف بہ حرف درست ثابت ہورہی ہیں۔ کیا تمہارے مذہبی پیشوا اور پیغمبران غیر معمولی بصیرت کے مالک نہیں تھے جو مخفی اور بعید علم رکھتے تھے۔ کیا تم نے اپنی کتابوں میں طلسم سیمیا میں نہیں پڑھا جس کے ذریعہ روح ایک جسم سے دو میں منتقل کرسکتے ہیں اور ایسی اشیاء جن کا حقیقت تعلق نہ ہو لوگوں کو روز روشن میں دکھلا سکتے ہیں۔ محض اپنی پراسرار قوتوں کے ذریعہ خود کو پلک جھپکتے میل کا فاصلہ طے کرنے کے قابل بنالیا ہے۔ اس میں بھلا کیا بات ہے۔"

میری آنکھیں کھلی ہوئی تھیں میں حیرت سے پھاڑے لیڈی مکلارنس کو دیکھ رہا تھا جو اپنی صلاح اعتبار سے کسی عجوبے سے کم نہیں تھی پھر اس وقت م دنگ رہ گئی جب وانٹی نے میرے کمرے میں قدم رکھ اس نے لیڈی مکلارنس پر کوئی توجہ نہیں دی حقیقت نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کردیا کہ وہ دیومالا سے بھی کہیں زیادہ پراسرار ہے۔

"یس مسٹر وانٹی۔" میں نے خود پر قابو پاتے ہو سے کہا۔ "کوئی اہم فائل ڈسکس کرنی ہے۔"

"جی نہیں۔ آپ کے لیے صرف ایک پیغام پانڈے کو فون کرلیں۔"

وانٹی چلا گیا تو میں نے پھر لیڈی مکلارنس کی ط سے دیکھا۔

"میں تمہیں صرف دو باتوں کی نصیحت کرنے کی آئی ہوں۔" وہ بے حد سنجیدگی سے بولی۔ "میری عظیم کو کالکا کی حقیر مورتی اور اس کے طلسم سے ملانے کی کرو اور کوشش کرو کہ خود کو صرف اپنی دنیا اور اپنے تک محدود رکھو۔"

"کیا مطلب؟"

"مجھے افسوس ہے میرے عزیز کہ چند مجبوریوں نظر میں اپنی زبان کھول کر دوسری زوال پذیر قوتوں نہیں کرنا چاہتی۔"

"کیا آپ میری آیندہ زندگی کے بارے میں کوئی نہیں کرسکتیں؟"

"تمہاری زندگی اور تمہارا مستقبل دونوں میر کھلی کتاب کی طرح ہے لیکن ایک قوت ایسی بھی قوتوں سے بالاتر ہے اور جب تک اس کا اشارہ دوسری قوت اپنی زبان نہیں کھول سکتی۔ جو ایسا کوشش کرتی ہیں ان کی صلاحیتیں واپس چھین لی جا انھیں عبرتناک حالات سے دوچار کردیا جاتا ہے۔"

"آپ نے وعدہ کیا تھا کہ میرے مفادات کا خیا گی۔" میں نے اسے اکسانے کی کوشش کی۔

"مجھے اپنا وعدہ یاد ہے۔ اسی غرض سے اس وقت میں بذات خود تمہارے سامنے موجود ہوں لیکن ایک بات یاد رکھو۔ دنیا کا کوئی مرض لاعلاج نہیں ہے۔ شرط یہ ہے کہ مریض بدپرہیزی سے گریز کرے اور اپنے معالج کی ہدایت پر عمل کرے ورنہ پھر دوائیں اس کے لیے کارگر ثابت نہیں ہوتیں۔"

"لیڈی مکلارنس۔ کیا کالکا اس وقت ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو سن رہی ہوگی۔"

"کالکا۔ پتھر کی ایک بے جان اور حقیر مورتی جو کسی معمولی کھلونے سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی۔" لیڈی مکلارنس نے گول مول انداز میں جواب دیا۔ "میں نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ اس کی روح کو بھی قید کرکے اس کی مورتی میں منتقل کردوں گی۔ جو اس وقت بھی میری زمین دوز لائبریری میں شیشے کے ایک بکس میں موجود ہے۔ میں آج بھی اپنے وعدہ پر قائم ہوں۔ اگر تمہیں میری بات پر اعتماد نہیں ہے تو کالکا سے بھی فرمائش کرنا کہ وہ تمہیں اپنی مورتی کا درشن کرادے۔ یا پھر لندن آکر تم اپنی آنکھوں سے میری بات کی تصدیق کرسکتے ہو۔"

وہ جانے کے ارادے سے کھڑی ہوئی تو میں نے جلدی سے پوچھا۔ "کیا میں کالکا کے مشوروں پر عمل کرسکتا ہوں۔ وہ میری محسنہ ہے متعدد موقعوں پر اس نے مجھے موت کے منہ میں جانے سے بچایا ہے۔"

"میں اب جارہی ہوں میرے عزیز۔ میری دونوں نصیحتوں کو فراموش نہ کرنا اور ہاں۔" وہ مسکرائی۔ "اپنے دفتر سے میرے جانے کے صرف ایک منٹ بعد تم مجھے لندن کے نمبروں پر ضرور ڈائل کرنا تمہاری کال میں بذات خود ریسیو کروں گی۔"

پھر وہ کمرے سے چلی گئی۔ لیڈی مکلارنس کی آمد کا طریقہ کار میری سمجھ سے بالاتر تھا۔ اس نے مجھ سے جو باتیں کی تھیں وہ بھی پراسرار تھیں۔ میں نے اس کی بات کی تصدیق کرنے کی خاطر ٹھیک ایک منٹ بعد اسے لندن کے نمبروں پر ڈائل کیا اور دوسری جانب سے لیڈی مکلارنس ہی کی آواز سن کر گنگ رہ گیا۔

"مجھے معلوم تھا میرے عزیز کہ تم ضرور میری بات کی تصدیق کروگے۔ میری نصیحتوں کا خیال رکھنا۔ فی الحال میں اس کے سوا اور کچھ نہیں کہنا چاہتی۔" لیڈی مکلارنس نے سپاٹ لہجے میں کہا پھر سلسلہ منقطع ہوگیا۔

میں اس وقت خود کو طلسم ہوش ربا کا کوئی جیتا جاگتا کردار سمجھ رہا تھا جس کے سوچنے سمجھنے کی تمام صلاحیتیں سلب کرکے اسے کسی ویران اور پراسرار جزیرے پر ڈال دیا گیا تھا جہاں دور دور تک لق ودق میدان کے سوا اور کوئی ذی روح نظر نہیں آرہا تھا۔ جس سے میں واپسی کا راستہ دریافت کرسکتا۔

حالات اور واقعات نے ایک بار پھر میرے ذہن کے گوشوں میں لیڈی مکلارنس اور کالکا کی پراسرار اور ناقابل یقین شخصیتوں کو گڈمڈ کرنا شروع کردیا۔ میں ڈور کا کوئی سرا تلاش کرنے کی کوشش میں مصروف تھا کہ ڈائرکٹ لائن والے فون کی گھنٹی بجی اور میرے خیالات کا شیرازہ منتشر ہوگیا۔ میں نے ریسیور اٹھاکر کان سے لگایا۔ دوسری جانب سے پانڈے کی آواز ابھری۔

"میں کل سے آج تک آپ کو تین بار فون کرچکا ہوں۔"

"رات میری واپسی ایک تقریب کی وجہ سے تاخیر سے ہوئی تھی۔ میں نے اس وقت آپ کو پریشان کرنا مناسب نہیں سمجھا۔"

"آپ کے پریشان نہ کرنے سے کیا بنتا ہے شہباز صاحب۔ دوسرے تو میری جان ہی کے پیچھے پڑگئے ہیں۔" پانڈے کے لہجے میں پریشانی کی جھلک موجود تھی۔

"کوئی اہم بات۔"

"کل شام تقریباً پانچ بجے راجن کا فون آیا تھا۔ اس نے مجھے صرف پندرہ دن کی مہلت دی ہے اگر میں نے پندرہ دنوں کے اندر' اندر کاروبار اس کے ہاتھوں فروخت کرنے کا فیصلہ نہ کیا تو پھر حالات کی ذمے داری بھی مجھ پر ہی ہوگی۔" پانڈے نے بے بسی سے کہا۔ "یہ کیسا انیائے (ظلم) ہے۔"

"کیا آپ راجن کی آواز فون پر پہلے کبھی سن چکے ہیں؟" میں نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں لیکن اس نے اپنا نام یہی بتایا تھا۔"

"ہوسکتا ہے کہ راجن کا محض نام استعمال کیا گیا ہو۔ فون کسی اور نے کیا ہو؟"

"فرق کیا پڑتا ہے۔ بات تو ایک ہی ہے۔"

"کیا اس نے حالات کی ذمے داری کے سلسلے میں کوئی خاص دھمکی بھی دی ہے؟"

"ہاں۔ اس نے کہا ہے کہ مجھے ہر قیمت پر اس کے ساتھ سودا کرنا پڑے گا۔ وہ منہ مانگی قیمت ادا کرنے کو تیار ہے لیکن انکار کی صورت میں وہ میرے کاروبار کو برباد کرنے سے باز نہیں آئے گا۔"

"بات کچھ سمجھ میں نہیں آرہی؟" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اگر وہ منہ مانگی قیمت ادا کرسکتے ہیں تو کوئی اور کاروبار بھی کرسکتا ہے۔"

"جمے جمائے کاروبار کی بات کچھ اور ہی ہوتی ہے۔"

"پھر آپ نے کیا فیصلہ کیا؟"

"میں نے اسی سلسلے میں مشورہ کرنے کی خاطر آپ کو فون کیا تھا۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ راجن سے ہمیشہ کے لیے

چھٹکارا حاصل کرلیں۔" میں نے کہا۔ "پچھلی ملاقات میں آپ نے کہا تھا کہ کچھ آدمی آپ نے بھی برے وقتوں کے لیے رکھ چھوڑے ہیں۔ کیا وہ آپ کے کام نہیں آسکتے؟"

"میں بزدل نہیں ہوں شہباز صاحب لیکن خطروں سے ہمیشہ دور ہی رہنے کی کوشش کرتا ہوں۔ کاروباری لوگ ویسے بھی تھانے، کچہری سے پناہ مانگتے ہیں اس لیے کہ بنی بنائی ساکھ اگر ایک بار خراب ہوجائے تو دوبارہ مشکل سے ٹھیک ہوتی ہے۔ بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔"

"ایک طریقہ اور بھی ہے۔" میں نے مشورہ دیا۔ "آپ اپنے کاروبار کی قیمت مارکیٹ ریٹ سے دوگنی لگادیں اگر بھوشن ہی راجن کی پشت پناہی کررہا ہے تو وہ یہ سودا ختم کردے گا۔"

"بھوشن پر میں پہلے صرف شبہ کررہا تھا لیکن اب مجھے وشواس ہے کہ راجن اسی کے کھونٹے پر اچھل رہا ہے۔"

"اس یقین کی کوئی معقول وجہ بھی ضرور ہوگی؟"

"کل ہی رات کوئی نو بجے کے لگ بھگ مجھے راجن یا اس کا نام استعمال کرنے والے نے دوسری بار کال کیا تھا۔" پانڈے نے الجھے ہوئے انداز میں جواب دیا۔ "دوسرا فون آنے سے پہلے میں نے بھی یہی فیصلہ کیا تھا کہ کاروبار کی قیمت اتنی لگادوں کہ وہ میرا پیچھا چھوڑ دے لیکن اب بات اور ہوگئی ہے۔ کل شام مچھیروں کی بستی میں کسی نے راجن کے گروہ کے ایک آدمی کو مار دیا ہے۔ راجن مجھے اس واردات کا ذمے دار ٹھہرا رہا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ میں نے اسے وارننگ دینے کی خاطر یہ چال چلی ہے۔"

"حقیقت کیا ہے؟" میں نے جان بوجھ کر چبھتے ہوئے لہجے میں دریافت کیا۔ مجھے بشیرا مچھی یا راجن کے اس آدمی کی موت کی اطلاع کا کوئی افسوس نہیں ہوا تھا جس نے مجھے "نفیچر سے ملانے" کا فرض پورا کرنے کی کوشش کی تھی۔ شاید موت ہی اس کا مقدر بن گئی تھی ورنہ میں نے اسی کی ایما پر اسے بے ہوش کرنے کی خاطر آٹومٹک کے دستے کا استعمال کیا تھا۔

"بھگوان کی سوگند۔ مجھے نہیں معلوم کہ راجن کا وہ آدمی کون تھا اور اسے کس نے نرک میں جھونک دیا ہے۔"

"کیا راجن نے مرنے والے کے سلسلے میں بھی آپ کو کوئی دھمکی وغیرہ دی ہے؟"

"ہاں۔" پانڈے نے مردہ سے انداز میں جواب دیا۔ "اس نے کہا ہے کہ میں قاتل کو ایک ہفتے کے اندر اندر اس کے حوالے کردوں ورنہ وہ اپنے ایک بندے کا انتقام لینے کی خاطر میرے چار خاص اور کار آمد آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دے گا اور پھر اس کے بعد میرا اپنا نمبر بھی آسکتا ہے۔"

"کاروبار کے سلسلے میں بھی کوئی بات ہوئی تھی۔"

"نہیں ۔۔۔ دھ ۔۔۔ کا بچہ فون پر ہزاروں گندی، گندی گالیاں بک رہا تھا اور اب اسے کاروباری بات کرنے کی ضرورت بھی کیا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"جب وہ حرام کا جنا میرا کریا کرم ہی کردے گا تو سودے بات کون کرے گا؟"

"پھر کیا اب بھی آپ راجن کے خلاف اپنے آدمیوں کو استعمال نہیں کریں گے؟"

"ابھی میں نے کوئی آخری فیصلہ نہیں کیا لیکن جب منش کی جان پر بن جائے تو پھر اسے ہاتھ پاؤں تو ہلانے ہی پڑتے ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ کوئی جوابی کارروائی کرنے سے پہلے آپ کو پولیس کو حالات سے مطلع کردینا چاہیے۔"

"پولیس کیا کرے گی۔" پانڈے نے جھلا کر کہا۔ "بھوشن کی وجہ سے تو آپ کے متر سراج صاحب کو بھی چھٹی لینی پڑی ہے۔ راجن کا نام اخبار میں آئے گا تو بھوشن کی کمینگی سے مجھے زیادہ خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔"

"آپ راجن کا نام لیے بغیر بھی رپورٹ کراسکتے ہیں۔" میں نے کہا۔ "پولیس ریکارڈ پر ایف، آئی، آر درج ہوجانے کے بعد آپ کی پوزیشن قانونی اعتبار سے بہتر ہوجائے گی۔"

"کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔"

"پانڈے جی۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "آپ بھوشن سے تمام باتوں پر کیوں مشورہ کررہے ہیں جبکہ موہنی اور گوپال ورما ہمارے درمیان غلط فہمیاں پیدا کرتی رہی ہیں۔"

"میں کوئی رشی منی نہیں ہوں۔ کالی طاقتوں کے آگے منش بے بس ہوکر رہ جاتا ہے لیکن بھگوان کی سوگند میں آپ کو ہمیشہ سے اپنا متر سمجھتا ہوں۔"

"میری ایک بات مانیں گے؟"

"کہو۔"

"مجھے اس راز سے آگاہ کردیجیے جو آپ اپنی موت کے بعد بند لفافے میں پولیس تک پہنچانا چاہتے ہیں۔" میں نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "میری بات سمجھنے کی کوشش کیجیے۔ ابھی ہم ایک دوسرے کے کام آسکتے ہیں لیکن وقت گزر جانے کے بعد سوائے افسوس کرنے کے اور کیا باقی رہ جائے گا۔"

"میں سمجھ رہا ہوں شہباز صاحب لیکن ابھی میں نے اس سلسلے میں کوئی آخری فیصلہ نہیں کیا مگر میں آپ کو وچن دیتا ہوں کہ آپ کے مشورے پر ضرور دھیان دوں گا۔"

"ایک بات اگر آپ میری مان لیں تو شاید میں بھی آپ کے لیے بہت کچھ کرسکتا ہوں۔" میں نے ندیم کے مشورے کے پیش نظر کہا۔ "آپ اپنے آدمیوں کو اپنے کاروبار کی دیکھ

بھال پر لگادیں۔ انھیں ہر قسم کے اختیار سونپ دیں تاکہ راجن یا اس کے آدمی آپ کے بزنس کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھ سکیں رہا آپ کی حفاظت کا مسئلہ تو اس کی ذمے داری میں قبول کرتا ہوں۔"

"بڑی کرپا ہے آپ کی مگر ۔۔۔؟"

"اب اگر مگر کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ آپ کو میری یہ بات ماننی پڑے گی۔" میں نے پھر اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "آپ کو راجن کا فون نمبر معلوم ہے؟"

"ہاں کیوں؟"

"ٹھیک ایک گھنٹے بعد آپ اس ذلیل کو فون کرکے صاف صاف انکار کردیں کہ آپ کو اس کے ساتھ کوئی سودا منظور نہیں اور یہ کہ اگر اس نے آپ کی طرف نظر بھی اٹھائی تو آپ بھی اینٹ کا جواب پتھر سے دیں گے مگر فون کرنے سے پہلے اپنے آدمیوں کو کاروبار کے سلسلے میں ضروری ہدایت دینا نہ بھولیے گا۔"

"جیسا آپ کہہ رہے ہیں میں ویسا ہی کروں گا مگر بھوشن ۔۔۔"

"اس کی جانب سے آپ کوئی چنتا نہ کریں۔"

"آپ نہیں سمجھتے شہباز صاحب۔ وہ حرام کا بیج کسی زہریلے ناگ سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔" پانڈے نے اپنے خیال کا اظہار کیا۔ "ہوسکتا ہے کہ مچھیروں کی بستی میں ہونے والا قتل اسی کا حرامی پن ہو۔ جس کے کارن وہ راجن کے ذہن میں میرے خلاف زہر بھرنے کی کوشش کررہا ہو۔ دوغلا آدمی ہمیشہ دوغلی چال چلتا ہے۔"

"ہوسکتا ہے کہ آپ کا اندازہ درست ہو۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا پھر قتل کے موضوع کو ٹالتے ہوئے بولا۔ "آپ راجن کو فون کرتے وقت اس پر کسی قسم کے خوف کا اظہار نہیں ہونے دیں گے۔ لہجہ سخت رکھ کر دو ٹوک بات کریں اور اس کے بعد مجھے ضرور بتادیں کہ آپ کے درمیان کیا بات چیت ہوئی ہے۔ ویسے بائی دے وے۔ کیا آپ راجن کا ایڈریس اور فون نمبر مجھے دے سکتے ہیں۔"

"کیوں نہیں۔" پانڈے نے کہا پھر اس نے مجھے پتا اور فون نمبر دونوں لکھوا دیے۔

فون بند کرنے کے بعد میں ایک لمحے تک ذہنی طور پر راجن اور بھوشن کے بارے میں منصوبہ بندی کرتا رہا پھر اپنے دوسرے کاموں میں مصروف ہوگیا۔

دبلا پتلا اور دراز قد نووارد اس طرح وارثی کے سامنے کرسی پر بیٹھا دائیں بائیں لہرا رہا تھا جیسے وہ کسی بھی لمحے اپنا توازن کھو کر فرش پر ڈھیر ہوجائے گا۔

وارثی اسے مشتبہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ نووارد کے سر کے بال الجھے ہوئے تھے، شیو بھی تین چار دن سے نہیں کیا گیا تھا، گہرے نیلے رنگ کی جینز پر سرخ رنگ کی قمیص اس کے ذوق کا منہ بولتا ثبوت تھی۔ بظاہر وہ کسی پاپ میوزک کے بینڈ کا کوئی نمائندہ محسوس ہورہا تھا۔ شاید نشہ کرنے کا عادی بھی تھا جو اس وقت بھی سرور کی کیفیت سے دوچار تھا۔ کمرے میں داخل ہونے کے بعد اس نے بڑی مشکل سے الٹا ہاتھ اٹھا کر وارثی کو سلام کیا تھا پھر اجازت لیے بغیر ہی کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ اس کی نیم وا آنکھوں سے بھی یہی محسوس ہورہا تھا کہ وہ اس وقت بھی ترنگ میں ہے۔ شاید وہ نشہ کرنے کے معاملے میں صبح وشام کی تمیز اور وقت کے بجائے صرف اپنی مرضی کا مالک تھا۔ ابھی تک اس نے وارثی سے ہمکلام ہونے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی تھی۔

"کیا میں جناب کی تعریف پوچھ سکتا ہوں۔" کچھ توقف کے بعد وارثی نے اسے سپاٹ اور خشک لہجے میں مخاطب کیا۔

"عبدالکریم۔" اس نے بے پروائی سے جواب دیا پھر خود کو سنبھالتے ہوئے بولا۔ "زیادہ تر لوگ مجھے صرف کریم کے نام سے جانتے ہیں۔"

"یہاں آنے کی زحمت کیسے گوارا کی؟"

"بے روزگاری۔" وہ شانے اچکاتے ہوئے مسخروں جیسے انداز میں بولا۔ "جہاں بھی جاتا ہوں NO VACANCY کا بورڈ نظر آتا ہے۔ کاش میں انگریزی پڑھنا اور لکھنا جانتا تو بہتر تھا۔ آپ کا کیا خیال ہے؟"

"جناب کی تعلیمی قابلیت کیا ہے؟"

"صرف ایم۔ اے تک پڑھ سکا اس کے بعد جیب نے ڈاکٹریٹ کرنے کی اجازت نہیں دی۔"

"ایم۔ اے کی ڈگری تو غالباً اس وقت بھی آپ کی جیب میں پڑی ہوگی۔" وارثی نے طنز کیا۔

"سوری۔" نووارد یا عبدالکریم نے حقارت آمیز مسکراہٹ سے جواب دیا۔ "میں نے اسے ڈبلو، پی، بی (W.P.B) کے حوالے کردیا ہے۔"

"ڈبلو، پی، بی" وارثی نے اسے گھورا۔ "یہ کسی بہت بڑے ادارے کا نام معلوم ہوتا ہے۔"

"جی نہیں۔" وہ تلخ انداز میں مسکرایا۔ "میرا اشارہ ویسٹ پیپر باسکٹ کی طرف تھا۔"

"بہت خوب۔" وارثی تلملا گیا۔ "مذاق اچھا کرلیتے ہیں آپ۔"

"سچ کہا آپ نے۔ ہیرے کی قدر صرف جوہری جانتا ہے۔"

"میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں؟" وارثی یکلخت سنجیدہ ہوگیا۔

"آپ صرف ملازمت دے دیں۔ خدمت میں ک[illegible] گا۔"

"کیا آپ نے آفس کے باہر نو ویکینسی کا بورڈ نہیں پڑھا تھا؟"

"پڑھا تھا۔" وہ معصومیت سے بولا۔ "اسے پڑھنے کے بعد ہی آپ تک آنے کی جسارت کی ہے۔"

"مجھے افسوس ہے۔" وارثی نے رکھائی سے جواب دیا۔ "فی الحال ہمارے پاس کوئی ملازمت نہیں ہے۔"

"کچھ لے دے کر کام چل سکے تو میں اس کے لیے بھی۔۔۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ اس وقت شاید ہوش میں نہیں ہیں۔"

"دو چار وقت فاقے کی نوبت اٹھانی پڑے تو انسان پر دنیا سے بے زاری کا نشہ طاری ہوجاتا ہے۔" وہ فلسفیانہ انداز میں بولا۔ "یہ نشہ بھی بڑے کام کی چیز ہے۔ وقتی طور پر ہر ذی روح کو یا تو بے نیاز کردیتا ہے یا پھر خودکشی کرنے پر مجبور کردیتا ہے۔ بے نیازی یا خودکشی، کتنا تضاد ہے ان دونوں میں۔"

"آپ اپنا اور میرا، دونوں کا وقت برباد کررہے ہیں۔"

"جب کوئی کام نہ ہو تو انسان وقت برباد کرنے کے سوا۔۔۔"

"پلیز۔" وارثی نے فیصلہ کن انداز میں اس کا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔ "بہتر ہوگا کہ اب آپ تشریف لے جائیں۔"

"دوسری صورت میں آپ یقیناً اپنے کسی چپراسی کو بلاکر مجھے دفتر سے باہر پھنکوادیں گے۔"

"اٹ از ٹو مچ۔" وارثی غصے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ "آپ کا خیال درست بھی ہوسکتا ہے۔ اس لیے مناسب ہوگا کہ۔۔۔"

"کوئی تگڑی سفارش چلے گی۔" نووارد کے لہجے میں گہرا طنز تھا۔ وارثی کے دل میں یہی آئی تھی کہ اس سے مغز کھپانے سے بہتر ہے کہ وہ واقعی کسی چپراسی کو بلاکر اسے باہر نکلوادے۔ اسے اس بات پر بھی غصہ آرہا تھا کہ اس کے اپنے چپراسی نے کسی نووارد کو اجازت لیے بغیر اندر کیوں بھیج دیا اور کسی گارڈ نے بھی اسے روکنے کی کوشش نہیں کی۔

ان خیالات کے ذہن میں آتے ہی وارثی کے وجود کے اندر خطرے کے الارم بجنے شروع ہوگئے تھے۔ بھوشن والے حادثے کے بعد سے اس کی حفاظتی ذمے داریاں بھی بڑھ گئی تھیں۔ نووارد دشمن کا کوئی کارندہ بھی ہوسکتا تھا۔ وارثی کے جھلاکر کھڑے ہونے کے باوجود وہ بڑی ڈھٹائی سے کرسی پر دھرنا جمائے بیٹھا تھا لیکن اس سے پیشتر کہ وارثی کوئی سخت قدم اٹھاتا اس نے جیب سے ایک وزیٹنگ کارڈ نکال کر وارثی کے سامنے میز پر ڈال دیا۔

وارثی کو مجبوراً اپنا غصہ ضبط کرنا پڑا اس لیے کہ وہ کارڈ ندیم کا تھا جس کی پشت پر دستخط بھی موجود تھے [illegible] وارثی اچھی طرح پہچانتا تھا۔ کارڈ شہباز کے نام تھا۔ پیغام [illegible] تھا کہ "کارڈ لانے والے کو ملازم رکھ لو۔ شکریہ۔"

"آپ یہ کارڈ پہلے بھی دکھا سکتے تھے۔" وارثی نے اپنی کرسی پر دوبارہ بیٹھتے ہوئے نرم لہجے میں کہا۔

"میرے پاس وقت کی کوئی کمی نہیں اس لیے میں نے سوچا کہ پہلے آپ کے نیاز حاصل کرلیے جائیں۔ ملازمت کے بعد غالباً سب سے زیادہ واسطہ آپ ہی سے رہے گا۔"

"ضروری نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ باس آپ کو آؤٹ ڈور ڈیوٹی پر مامور کردیں اور آپ کو مسٹر عابد کے انڈر کام کرنا پڑے۔"

"یہ شہباز صاحب کس قسم کے آدمی ہیں۔" نووارد یا عبدالکریم نے رازداری سے پوچھا پھر وضاحت کرتے ہوئے بولا۔ "دراصل میں صبح ذرا دیر سے اٹھنے کا عادی ہوں۔"

"تشریف لائیں۔" وارثی نے اس کی احمقانہ بات کا جواب دینا مناسب نہیں سمجھا۔ اٹھتے ہوئے بولا۔ "میں آپ کو باس تک پہنچادیتا ہوں۔"

"شکریہ۔" وہ بڑے مضحل انداز میں کرسی سے اٹھ کر وارثی کے ساتھ ہولیا۔ وارثی کو حیرت ہی تھی کہ ندیم نے ایسے اول جلول آدمی کی سفارش کس وجہ سے کی؟ میرے کمرے میں داخل ہونے کے بعد وارثی نے تمام تفصیل شروع سے آخر تک سنائی پھر نووارد کو اندر بلالیا۔ میں نے ندیم کا کارڈ اور پیغام پڑھنے کے بعد نووارد کی جانب دیکھا تو اس کی کیفیت بھی وارثی کے بیان سے کچھ زیادہ مختلف نہیں تھی۔

"آپ ندیم کو کس طرح جانتے ہیں؟"

"ایک ہی شہر میں رہتا ہوں اس لیے علیک سلیک ہوگئی۔" نووارد نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "واقفیت نہ ہوتی تو شاید یہ مجھے نہ ملتا اور اگر یہ کارڈ مجھے نہ ملتا تو شاید ملازمت۔۔۔"

"پہلے آپ کہاں ملازم تھے؟" میں نے اس کا جملہ کاٹتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔

"یہ پہلا اتفاق ہوگا۔" اس نے بدستور بے پروائی سے جواب دیا۔

"آپ کس قسم کا کام آسانی سے کرسکتے ہیں۔" میں نے اسے محاورتاً نہیں بلکہ حقیقتاً برداشت کرتے ہوئے دریافت کیا۔ اگر ندیم نے اس کی سفارش نہ کی ہوتی تو میں اسے ایک لمحہ بھی برداشت نہیں کرسکتا تھا۔

"آپ کوئی کام بھی دے دیں۔ میرے اندر پک اپ کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔" اس بار اس نے پہلی بار سنجیدگی اختیار کی۔ "میں کوشش کروں گا کہ آپ کو کسی قسم کی شکایت کا موقع نہ ملنے پائے۔ ویسے میں ڈرائیونگ بہت اچھی کرلیتا ہوں۔ کئی مقابلوں میں انعامات بھی حاصل کرچکا ہوں۔"

میں نے اسے بہت غور سے دیکھا۔ مجھے شبہ سا ہو رہا تھا کہ میں اسے پہلے بھی کہیں دیکھ چکا ہوں۔ کہاں؟ یہ یاد نہیں آرہا تھا۔ ایک لمحے کو میرے ذہن میں ماسٹر کی کا تصور ابھرا لیکن پھر مجھے اپنے خیال کی نفی کرنی پڑی اس لیے کہ نووارد کی آنکھوں میں وہ چمک نہیں تھی جو ماسٹر کی شخصیت کی انفرادیت تھی۔

"میں ضرورت مند ہوں سر۔" اس نے مجھے خاموش دیکھ کر ملتجیانہ انداز میں کہا۔ "مجھے مایوس نہ کیجیے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ کل سے کام پر آجائیں۔ میں ندیم سے بات کرنے کے بعد آپ کو کسی مناسب کام پر لگادوں گا۔"

"شکریہ سر۔"

"نام کیا ہے آپ کا؟" میں نے رسمی سا سوال کیا۔

"عبدالکریم لیکن مجھے صرف کریم اچھا لگتا ہے۔"

"تعلیمی پوزیشن کیا ہے؟"

"حالات ناسازگار تھے سر اس لیے۔۔۔" اس نے وارثی کو کن انکھیوں سے دیکھتے ہوئے دبی زبان میں جواب دیا۔ "میٹرک بھی بمشکل کرسکا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ کل آجائیں۔"

جواب میں کریم نے فوجیوں کے انداز میں پاؤں جوڑ کر سیلوٹ کیا پھر آفس سے باہر نکل گیا اور وارثی ایک بار پھر اس کے "ٹائپ" کے بارے میں غور کرنے لگا۔

ٹھیک دو گھنٹے بعد مجھے پانڈے کا فون ملا۔ وہ آواز ہی سے خاصا نروس معلوم ہورہا تھا۔ "کیا آپ نے راجن کو اپنے آخری فیصلے سے آگاہ کردیا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"ہاں۔"

"پھر کیا جواب دیا اس نے؟"

"اس حرامی نے مجھے مشورہ دیا ہے کہ میں اپنے کریا کرم کا بندوبست کرلوں۔ چار روز کے اندر اندر وہ مجھے شمشان گھاٹ پہنچادے گا۔"

"آپ نے اپنے آدمیوں کو کاروباری امور کے سلسلے میں محتاط کردیا ہے۔"

"وہ پوری طرح چوکس ہیں۔ اس کے علاوہ میں نے ایک مخصوص آدمی کو راجن کے پیچھے بھی لگادیا ہے تاکہ وہ جہاں بھی نظر آئے اسے گولی ماردی جائے۔"

"گڈ۔" میں نے پانڈے کا حوصلہ بڑھانے کی خاطر اسے سراہا۔ "اب آپ نے درست قدم اٹھایا ہے۔"

"مجھے اپنی یا کاروبار کی کوئی چنتا نہیں ہے شہباز صاحب۔ صرف یہ سوچتا ہوں کہ میرے بعد نرمل کا کیا بنے گا۔ آپ کو شاید نہیں معلوم ہے کہ میرے سوا اس دھرتی پر اس کا کوئی سہارا نہیں ہے۔"

"پانڈے جی۔" میں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔ "کیا دشمنوں نے آپ کو ختم کرنے کے بعد نرمل دیوی کے ساتھ کوئی برا سلوک کرنے کی دھمکی تو نہیں دی ہے؟"

"آپ نے یہ نتیجہ کیسے نکال لیا؟" پانڈے کے لہجے میں تجسس تھا۔

"اب یہ بھی اقبال کرلیں کہ آپ یہی پیغام بند لفافے میں اپنی موت کے بعد پولیس تک پہنچانا چاہتے تھے۔" میں نے تیزی سے کہا۔

"آپ بزنس میں آنے کی بجائے اگر پولیس کے محکمے میں رہتے تو زیادہ کارآمد ہوسکتے تھے۔" پانڈے نے جواب دیا۔ "میں جو پیغام بند لفافے میں آپ کے حوالے کرنا چاہتا ہوں نرمل بھی اس کا ایک حصہ ضرور ہے لیکن۔۔۔" وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"لیکن کیا؟" میں نے پوچھا۔

"ابھی اس کا سمے نہیں آیا ہے مگر میں سوچتا ہوں کہ اب مجھے وہ پیغام تیار کرلینا چاہیے۔" پانڈے نے توقف سے جواب دیا۔ "میں نے راجن کے بارے میں بہت ساری باتیں معلوم کرلی ہیں۔ کسی زمانے میں وہ خوبصورت لڑکیوں کی دلالی کا گندا دھندا بھی کرتا تھا پھر اس نے اپنا گروہ بنالیا۔ اس کے بعد اس نے لڑکیوں کا دھندا چھوڑ کر چوری اور ڈکیتی کی وارداتیں شروع کردیں پھر اس نے مچھیروں کی بستی کی رہائش اختیار کی اور وہاں اپنے قدم جمالیے اور نشہ آور چیزوں کی ناجائز تجارت کا کاروبار شروع کردیا۔ بھوشن نے ہوائی سفر میں اپنے آدمی کے پکڑے جانے کے بعد ہی راجن سے گٹھ جوڑ کیا تھا اور اب بھوشن کی وجہ سے وہ دو ٹکے کا کتا شیر بن بیٹھا ہے جس کے پاس کبھی بس میں سفر کرنے کی خاطر ٹکٹ کے پیسے نہیں ہوتے تھے اب وہ قیمتی گاڑیوں میں بیٹھا پھرتا ہے۔ مچھیروں کی بستی اس خنزیر نے محض پولیس دکھاوے کی خاطر ترک کی ہے لیکن اب بھی وہ بستی کا شہنشاہ کہلاتا ہے۔ آج کل اس کا ایک گرگا بشیرا ماچھی اس کے اور بھوشن کے کاروبار کی دیکھ بھال کرتا ہے۔"

"مچھیروں کی بستی میں جس آدمی کا قتل ہوا تھا اس کے بارے میں بھی آپ کو کچھ معلوم ہوا؟" میں نے پانڈے کو کریدنے کی خاطر دریافت کیا۔

"ہوسکتا ہے کہ وہ پولیس یا کسٹم کا مخبر بن گیا ہو جس کی وجہ سے اس کانٹے کو راستے سے ہٹادیا گیا۔" پانڈے نے حقارت سے کہا۔ "راجن کے قوانین کسی جرمن نازی جنرل سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ اسے جس پر شبہ بھی ہوتا ہے اسے ماردیا جاتا ہے۔"

"کیا راجن کا جواب ملنے کے بعد آپ نے اپنے گھر کی حفاظت کے لیے بھی کچھ آدمی تعینات کیے ہیں؟"

"جی ہاں۔ راجن کے جواب کے بعد اب یہ ضروری ہوگیا ہے۔"

"آپ پریشان نہ ہوں۔" میں نے اسے تسلی دی۔ "آپ کی حفاظت کا ذمہ میں نے لیا ہے۔ آپ صرف اتنا کریں کہ گھر پر مامور اپنے آدمیوں کو اتنی ہدایت اور کردیں کہ وہ پوچھ گچھ کیے بغیر کسی کو گولی مارنے سے دریغ کریں۔"

"میں آپ کا مطلب سمجھ رہا ہوں۔"

"اور کوئی خاص بات؟"

"ہاں۔" پانڈے نے جلدی سے جواب دیا۔ "میرا فون ملنے کے بعد راجن نے فوری طور پر کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ کوئی دس منٹ بعد اس نے مجھے دوبارہ فون کرکے چار روز بعد میری ارتھی اٹھانے کی دھمکی دی تھی۔" پانڈے رفتہ رفتہ نارمل ہو رہا تھا۔ "مجھے وشواس ہے کہ میرا جواب سننے کے بعد اس نے اپنے دوغلے پتا بھوشن سے ضرور مشورہ کیا ہوگا۔"

"ہوسکتا ہے لیکن آپ کوئی فکر نہ کریں۔ میں آپ کے ساتھ ہوں۔"

پانڈے سے بات کرنے کے بعد میں نے ندیم سے رابطہ قائم کرکے اسے حالات سے باخبر کیا۔

"کھیل صحیح معنوں میں اب شروع ہوگا۔" ندیم نے تفصیل سننے کے بعد کہا۔ "میں نے پانڈے اور راجن کے درمیان ہونے والی گفتگو سے پہلے ہی اپنے کچھ آدمی تعینات کردیے ہیں جو پانڈے کی حفاظت کریں گے۔"

"تم نے کسی آدمی کو اپنا سفارشی کارڈ دے کر بھیجا تھا؟"

"ہاں۔" ندیم نے سرسری انداز میں جواب دیا۔ "وہ ضرورت مند تھا اس لیے میں نے اسے تمہارے پاس روانہ کردیا۔ میرا خیال ہے کہ تم اسے اپنے ڈرائیور کی جگہ بھی دے سکتے ہو۔ آدمی میرے اعتماد کا بھی ہے اور کارآمد بھی۔"

"کارآمد سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"مطلب یہ ہے کہ اگر ماہ رخ نے تمہارے اغوا کی خاطر کوئی دوسرا پروگرام مرتب کیا تو عبدالکریم تمہارے لیے خاصا کارآمد ہوگا۔"

"میرا خیال ہے کہ میں اس شخص کو پہلے بھی کہیں دیکھ چکا ہوں۔" میں نے ماہ رخ کے تذکرے کو جان بوجھ کر نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

"کہیں چلتے پھرتے دیکھا ہوگا۔" ندیم نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"تمہارے اپنے گروہ کا کوئی آدمی ہے۔"

"پریشان مت ہو۔ میں نے کسی غلط آدمی کی سفارش نہیں کی ہے۔"

دوسری جانب سے فون بند کردیا گیا۔ میں نے ندیم کے مشورے کے تحت ہی پانڈے کو مشورہ دیا تھا کہ وہ راجن کو دوٹوک جواب دے دے۔ ندیم کا خیال تھا کہ اگر اس طرح بھوشن کا کوئی آدمی جو پانڈے کو مارنا چاہتا تھا۔ ہاتھ آگیا تو اس کے ذریعے ڈور کا دوسرا سرا بھی تلاش کیا جاسکتا تھا مگر اب میں بڑی سنجیدگی سے تصویر کا دوسرا رخ دیکھ رہا تھا۔ راجن نے پانڈے کو دھمکی دی تھی کہ وہ چار روز کے اندر' اندر اس کا قصہ ہی پاک کردے گا۔ اس دھمکی کو عملی جامہ پہنانے کی خاطر راجن یا بھوشن کے ذہن میں یقیناً کوئی ایسی تجویز ہوگی کہ جو ان کو قانون کی دسترس سے محفوظ رکھے۔ ایسی شکل میں ندیم کے آدمیوں کی ایک معمولی سی بے پروائی بھی پانڈے کی زندگی کا چراغ گل کردینے کے لیے کافی ہوتی۔

شاید میں نے پانڈے کو مشورہ دے کر عقل مندی کا ثبوت نہیں دیا تھا۔ بہ ظاہر مجھے اس کے' راجن اور بھوشن کے معاملات میں دخل انداز ہونے کی کوئی ضرورت بھی نہیں تھی۔ اگر کچھ کرنا تھا تو میں اسے ذاتی طور پر بھی کرسکتا تھا۔ خاصی دیر تک میں حالات کے مختلف پہلوؤں کی اونچ نیچ کے سلسلے میں ذہنی جمناسٹک کرتا رہا پھر اچانک ایک خیال کے تحت میں نے ریسیور اٹھایا اور راجن کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ تین چار گھنٹیاں بجنے کے بعد دوسری جانب سے ایک بھاری آواز سنائی دی۔ بولنے والے کا لہجہ اس امر کی تصدیق کر رہا تھا وہ خاصا اجڈ اور تہذیب سے بالکل ہی ناآشنا تھا۔

"مجھے راجن سے بات کرنی ہے۔" میں نے بدلی ہوئی آواز اور کھردرے لہجے میں کہا۔

"کون بول رہا ہے؟"

"میرا تعلق اس سے ہے جو تمہاری پرورش کر رہا ہے۔" میں نے گول مول جواب دیا۔

"کیا تم پرورش کرنے والے کا نام نہیں لے سکتے؟"

"سوری۔ اس کا جواب میں صرف راجن کو دے سکتا ہوں۔ اسے فون پر بلاؤ۔"

"میں۔ راجن ہی بول رہا ہوں لیکن تصدیق کیے بغیر میں تمہاری کسی بات کا جواب دینے کے لیے پابند نہیں ہوں۔"

"باس نے مجھے پانڈے کی موت کے مشن کا انچارج بنایا ہے۔" میں نے دبنگ آواز میں جواب دیا۔ "تمہارے ذہن میں کیا اسکیم ہے؟"

"تم اگر سربراہ مقرر کیے گئے ہو تو سامنے آکر دوبدو بات کرسکتے تھے۔ فون کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"باس کا حکم نہیں ہے کہ میں خود کو ظاہر کروں۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "مجھے دور' دور رہ کر نگرانی کرنے کی ہدایت ملی ہے۔"

"تمہیں بہرحال اپنی شناخت کرانا ہوگی۔" راجن نے ناخوشگوار لہجے میں جواب دیا۔ "شناخت کے بغیر راجن اپنے باپ پر بھی بھروسا کرنے کو تیار نہیں ہے۔"

"تھری فائیو۔" میں نے وہی کوڈ دہرایا جو رندھیر عرف ٹائیگر نے اپنی موت سے پیشتر بتایا تھا۔

"حرامزادے۔" دوسری جانب سے راجن کی گرجدار آواز سنائی دی۔ "مجھے پہلے ہی شبہ تھا کہ تو راجن کو دھوکا دینے کی کوشش کر رہا ہے لیکن ایک بات یاد رکھ۔ راجن ان لوگوں میں سے نہیں جو پالتو کتوں کے بھونکنے سے ڈر کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔"

"میں تمہارے ساتھ ایک سودا کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے دوسرا رخ اختیار کیا۔ "بھوشن نے تمہیں پانڈے کی موت کے لیے جتنی رقم دی ہے میں تمہیں اس سے دگنی رقم دے سکتا ہوں۔"

"کیا تو پانڈے کا ناجائز باپ ہے جو اس کی زندگی کا سودا کر رہا ہے؟" اس نے ایک گندی گالی چٹخاتے ہوئے کہا۔

"تمہیں اگر اس پر اعتراض ہے تو تم مجھے اپنا جائز باپ بھی سمجھ سکتے ہو۔" میں نے سفاکی سے جواب دیا۔ "لیکن ایک بات کا خیال رکھنا کہ اگر تم نے پانڈے جی کی جانب ٹیڑھی نظروں سے دیکھا تو تمہارا انجام بھی اس شخص سے مختلف نہیں ہوگا جو تمہارے چمچے بشیرا ماچھی کے خفیہ اشارے پر مجھے فیجرت ملوانے لے جا رہا تھا۔"

"تو نے راجن کے ایک کارآمد آدمی کو مار کر اچھا نہیں کیا۔" وہ غرایا۔ "میں تمہیں پاتال سے بھی ڈھونڈ نکالوں گا اور پھر تمہارے جسم کی بوٹیاں لاغر اور بھوکے کتوں میں تقسیم کردی جائیں گی۔"

"بھوشن کے بل بوتے پر اچھل رہے ہو' بچے۔" میں نے اس کا مذاق اڑانے کی کوشش کی۔ "ورنہ میں تم کو اس زمانے سے جانتا ہوں جب تم آوارہ لڑکیوں کے دھندے سے ملنے والی کمیشن پر دو وقت کی روٹی حاصل کرتے تھے۔"

"اور کیا جانتے ہو راجن کے بارے میں؟" اس نے بے پروائی سے پوچھا۔

"آج کل تم بھوشن کے اشاروں پر جنگلی ریچھ کی طرح ناچ رہے ہو۔ اس کے لیے نشہ آور اشیا کی ناجائز تجارت کر رہے ہو۔ مجھے تمہارے بارے میں ایک' ایک پل کی خبر ہے۔ میں چاہوں تو تمہیں اور تمہارے باس دونوں کو پولیس کے ہاتھوں ریڈ ہینڈڈ (REDHANDED) گرفتار کراسکتا ہوں لیکن ایسا کروں گا نہیں اس لیے کہ میں اپنا شکار خود کرنے کا عادی ہوں۔"

"سنا ہے جب چیونٹی کی موت آتی ہے تو اس کے پر نکل آتے ہیں۔" راجن نے میرا مضحکہ اڑانے کی کوشش کی۔

"اس کا اندازہ تمہیں بہت جلد ہوجائے گا۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے کرخت آواز میں کہا۔ "تم نے پانڈے کو چار روز کی مہلت دی ہے اور میں تمہیں صرف دو روز کے اندر ایسی جگہ پہنچادوں گا جہاں تم صرف میرے رحم و کرم پر ہوگے۔"

"تم۔ اور راجن سے پنجہ لڑانے کی کوشش کروگے۔"

"بچاؤ کی صرف ایک ہی صورت ہے۔ پانڈے کا خیال دل سے نکال دو۔" میں نے اس کی بات نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔ "ورنہ تمہیں اپنی اصلیت اور حیثیت کا احساس دلانے کی خاطر مجھے اپنا قیمتی وقت برباد کرنا ہوگا۔"

"مرد ہو تو کھل کر میدان میں آکر راجن سے مقابلہ کرو۔ فون پر تو انسان ملک کے سربراہ کی شان میں بھی قصیدے پڑھ سکتا ہے۔"

"گھبراؤ نہیں۔ دو روز بعد میں تمہیں مقابلے کا موقع دے کر اس بات کا احساس ضرور دلاؤں گا کہ تم کتنے پانی میں ہو۔"

"ایک مشورہ میرا بھی ہے۔ پانڈے کی کمائی کھانے کے بجائے راجن کے گروہ میں شامل ہوجاؤ۔ زیادہ فائدے میں رہوگے۔"

"اس کا جواب بھی تمہیں دو روز کے اندر مل جائے گا۔"

میں نے سلسلہ منقطع کرکے نظر اٹھائی تو کالکا اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ میرے سامنے موجود تھی۔ اس کی حسین آنکھوں میں مستی کے ساغر چھلک رہے تھے۔ مجھے اپنی طرف متوجہ پاکر اس نے ایک توبہ شکن انگڑائی لیتے ہوئے بڑے پیار سے کہا۔

"ہنستے بولتے رہا کرو شہباز خان۔ سنجیدگی کی حالت میں اچھے نہیں لگتے۔"

"تم!" میں نے کالکا کو حیرت سے دیکھا۔

"کیوں۔ کیا تم ابھی مجھے یاد نہیں کر رہے تھے؟"

میں ایک لمحے کو چونکا۔ اس نے غلط نہیں کہا تھا۔ راجن سے بات کرنے کے بعد میرے ذہن میں کالکا ہی کا خیال ابھرا تھا لیکن حیرت اس بات کی تھی کہ صندلی انگوٹھی کی موجودگی کے باوجود اس نے میرے خیال کو کس طرح پڑھ لیا تھا۔ کہیں وہ دیوار مسمار تو نہیں ہوگئی تھی جو صندلی انگوٹھی کی کرامت نے رحمانی اور طاغوتی قوتوں کے درمیان کھڑی کی تھی۔

"کیا سوچ رہے ہو؟" اس نے مجھے خاموش دیکھ کر ایک ادا سے پوچھا۔

"سوچ نہیں رہا' صرف محسوس کر رہا ہوں۔" میں نے اس کے سراپا پر ایک گہری نظر ڈالتے ہوئے بڑی حسرت بھری آواز

میں کہا۔ "اس جسم کے پیچ و خم کو جو میری دسترس سے باہر ہے، اس حسن کی رعنائیوں کو جسے میں چھونے سے معذور ہوں ان نیوں کے گداز کو جنہیں دیکھ کر تشنگی کا احساس اور شدت اختیار کرلیتا ہے۔ کیا یہ دوریاں ختم نہیں ہوسکتیں؟"

"ابھی سمے نہیں آیا لیکن تم نے مجھے سچے من سے چاہا تو سب کچھ ممکن ہے۔"

"نہیں۔ تم مجھے بہلانے کی کوشش کررہی ہو۔"

"تمہیں اس وقت میرا یہاں آنا برا تو نہیں لگا؟" اس نے بڑی شوخی سے پوچھا۔

"تم نہ آتیں تو میں تمہیں آواز دے کر بلا لیتا۔"

"میں سمجھی نہیں؟" وہ میری آنکھوں میں جھانکنے لگی۔

"تم میرے ساتھ ہو لیکن اس کے باوجود اب بھوشن کے پالتو کتے بھی میرے اوپر بھونکنے لگے ہیں۔"

"تمہارا اشارہ راجن کی طرف ہے؟" اس نے کچھ توقف سے دریافت کیا۔

"ہاں۔" میں سنجیدگی سے بولا۔ "اس نے پانڈے کو چار روز کے اندر، اندر موت کے گھاٹ اتارنے کی دھمکی دی ہے اور اب مجھ سے بکواس کرنے لگا ہے۔"

"اپنی کالکا رانی کو حکم دو۔ تمہاری اچھا کیا ہے؟"

"میں چاہتا ہوں کہ راجن کو اس بات کا احساس دلاؤں کہ میرے سامنے اس کی حیثیت کیا ہے۔"

"بس۔" کالکا مسکرائی۔ "تم صرف حکم دو میرے من مندر کے دیوتا۔ میں اس پاپی کا سر لا کر تمہارے قدموں میں ڈال دوں گی۔"

"نہیں۔ میں اسے مارنا نہیں چاہتا۔ میری خواہش صرف اتنی ہے کہ میں اسے ذلیل کرسکوں۔ اس کا گھمنڈ خاک میں ملا سکوں۔"

"اس کے لیے تو میرا بس ایک اشارہ ہی بہت ہے۔" کالکا نے جواب دیا۔ "آج کا دن تمہارے لیے شبھ نہیں ہے مگر کل تم جو چاہو گے وہی ہوگا۔ تم اس کے گھر جا کر بھی اسے ذلیل کرسکتے ہو۔"

"لیکن وہاں ہر وقت اس کے خطرناک آدمی منڈلاتے رہتے ہیں؟"

"اس کی چنتا مت کرو۔ میں ان کو اندھا کردوں گی۔ تم ان کی نظروں کے سامنے ہوگے لیکن وہ تمہیں دیکھ نہیں سکیں گے پرنتو ایک بات کا دھیان رکھنا راجن کا خون بہانے کی کوشش نہ کرنا ورنہ اس پلید کے خون کا ایک قطرہ بھی میرے منڈل کو توڑنے کے لیے بہت ہوگا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر کالکا کو دیکھا۔ "کیا وہ تم... سے طلب... تمہیں ہرانے کی طاقت رکھتا ہے۔"

"غلط سمجھے بھولے ناتھ۔" اس نے مجھ پر فدا ہونے والے انداز میں مسکرا کر کہا۔ "میں اس منڈل کی بات کر رہی ہوں جو تمہاری رکھشا (حفاظت) کرے گا۔ ورنہ تم اشارہ کرو تو میں اس کو ہمیشہ کے لیے تباہ بھی کرسکتی ہوں۔"

"نہیں۔" میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ "فی الحال میں اس کو ایک موقع دینا چاہتا ہوں۔"

"تمہاری خواہش ضرور پوری ہوگی۔" کالکا نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولی۔ "اب میری ایک ا... بھی پوری کردو۔"

"وہ کیا۔"

"کچھ سمے نکال کر ماہ رخ کے پاس چلے جاؤ۔" ا... نگاہوں میں سرخ ڈورے تیرنے لگے۔ انگڑائی لے کر "میں اس کے شریر کے ذریعے تم سے بہت قریب ہونا... ہوں۔ اتنا قریب کہ ہماری سانسیں بھی گھل مل جائیں۔"

"ماہ رخ ہی کیوں۔ ہم ویسے بھی اپنی پیاس کی شدت... کرسکتے ہیں۔" میں کالکا کو آزمانے کی خاطر دیدہ ودانستہ بدمست شرابی کی طرح اٹھ کر لڑکھڑاتا ہوا اس کی جانب بڑھا۔ کالکا کی آنکھوں کی مستیوں میں کچھ اور اضافہ ہوگیا لیکن اس سے پہلے کہ میں اسے ہاتھوں کے حصار میں لیتا وہ چھلاوے کی طرح میری نگاہوں سے اوجھل ہوگئی۔ شاید وہ... سے خائف تھی۔ اسے اندیشہ تھا کہ میرے جسم کا لمس ا... کے وجود کو بھی جلا کر خاک کردے گا۔

٭

مجھے پہلے ہی دن اندازہ ہوگیا تھا کہ کریم بلاشبہ ایک ما... ڈرائیور ہے۔ گاڑی چلاتے وقت وہ بہت سنجیدہ نظر آتا تھا لیکن عام حالات میں ایسا ہی لگتا تھا جیسے وہ پینک میں ہو۔ ہر دیکھنے... پہلی نگاہ میں اس کے بارے میں یہی اندازہ لگاتا تھا کہ وہ کوئی کوئی نشہ کرنے کا عادی ضرور ہے۔ خود وارثی نے بھی مجھے د... زبان میں یہی مشورہ دیا تھا کہ میں اسے ڈرائیونگ جیسی ا... ڈیوٹی دینے کے بجائے اور کسی کام پر لگادوں لیکن میں نے ند... کی سفارش کو نظرانداز نہیں کیا۔ مجھے یقین تھا کہ ندیم نے کر... غلط آدمی کو بلاوجہ میرے ساتھ کرنے کی کوشش نہیں کی ہوگی۔ میں نے دبی زبان میں ایک دوبار ندیم کو کریم کے سلسلے میں کریدنے کی کوشش بھی کی تھی لیکن وہ ہر بات یہی کہہ کر ٹال... تھا کہ وہ ایک ضرورت مند ہے اس لیے اس کی سفارش کی گ... تھی بہرحال ندیم نے یہ بات بڑے یقین سے کہی تھی کہ کریم ن... صرف ایماندار ہے بلکہ اس پر اعتماد بھی کیا جاسکتا ہے۔

اس وقت رات کے بارہ کا عمل رہا ہوگا جب میں اپنی گاڑی میں بیٹھا ایک پوش علاقے کی طرف سفر کررہا تھا۔ میرے استعمال میں وہ گاڑی خاص خاص موقعوں پر ہی آتی تھی ورنہ... گیراج میں بند رہتی تھی۔

میں پچھلی نشست پر بیٹھا راجن کے بارے میں سوچ رہا تھا... کریم ڈرائیونگ سیٹ پر پوری طرح چاق وچوبند نظر آرہا تھا۔ ...چند کہ کالکا نے کہا تھا کہ وہ راجن کے آدمیوں کو اس طرح ...رھا کردے گی کہ وہ مجھے نہ دیکھ سکیں لیکن اس کے باوجود میں ...رے کیل کانٹے سے لیس تھا۔ کریم کو میں نے اس بات سے ...نہیں کیا تھا کہ اس وقت رات کے بارے بجے میں کہاں ...گاہ ...ارہا ہوں۔

بھوشن کے سلسلے میں بھی میرے ارادے خطرناک ہی تھے۔ میں اسے اپنے دفتر پر دھاوا بولنے کا جواب فوری طور پر ...نے کا خواہش مند تھا لیکن ندیم کے مشورہ پر میں نے اپنے ارادے کو ملتوی کردیا تھا لیکن قبل اس کے بھوشن راجن کو بطور آلہ کار میرے خلاف استعمال کرتا میں "دگر بہ کشتن روز ...دل" کے اصول پر عمل کرتے ہوئے اسے ایسا سبق دینا چاہتا تھا کہ وہ میری جانب نظر اٹھانے کی بھی جرات نہ کرسکے۔ اسی وجہ سے میں نے اس وقت راجن کی رہائش گاہ پر اپنی اصل صورت میں جانے کا فیصلہ کیا تھا۔ حالات کے پیش نظر میں نے جان بوجھ کر یہ رسک لینا مناسب سمجھا تھا۔ اس طرح راجن کی وساطت سے میں بھوشن کو بھی یہ باور کرانا چاہتا تھا کہ میں اس سے خائف نہیں ہوں۔

کریم نے میرے حکم پر گاڑی ایک مسجد کے عقبی دروازے والی لائن میں پارک کردی۔ یہاں سے راجن کا اپارٹمنٹ بہ مشکل ایک فرلانگ تھا۔ میں گاڑی سے نیچے اترنے لگا تو کریم نے پوچھا۔

"آپ کی واپسی کب تک ہوگی؟"

"غیر ضروری سوالات سے پرہیز کرنے کی عادت ڈالو۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"معافی چاہتا ہوں جناب لیکن میں نیند کا ذرا کچا ہوں اس لیے پوچھ لیا تھا۔"

"آئندہ احتیاط سے کام لینا۔ ڈیوٹی کے اوقات میں سونا مجھے پسند نہیں ہے۔"

"ایسا ہی ہوگا باس۔" کریم نے بڑی سعادت مندی سے جواب دیا۔

میں نے اس کا جواب دینے کے بجائے قدم آگے بڑھا دیے۔ اتنی رات گئے راجن کا اپارٹمنٹ تلاش کرنے میں مجھے دشواری بھی پیش آسکتی تھی چنانچہ میں نے دوپہر ہی ایک چکر لگا کر راستوں کو ذہن نشین کرلیا تھا۔ راجن بلڈنگ کے سیکنڈ فلور پر رہائش پذیر تھا۔ لوگوں نے مجھے یہی اطلاع فراہم کی تھی وہ تھری بیڈروم اپارٹمنٹ تھے اور اس میں زیادہ تر ایسے ہی لوگ آباد تھے جن کا تعلق اونچی سوسائٹی سے تھا۔ مجھے راجن کے اپارٹمنٹ تک پہنچنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ فلیٹ کے باہر روشنی کے لیے نائٹ بلب موجود تھے۔ میں نے اپنی صورت شکل میں کوئی تبدیلی نہیں کی تھی البتہ جینز اور جیکٹ پہن رکھی تھی۔ میرا آٹومیٹک جینز کی جیب میں موجود تھا جس پر میرے سیدھے ہاتھ کی گرفت جمی ہوئی تھی۔ کچھ دیر تک میں دروازے سے لگا کھڑا اندر کی سن گن لیتا رہا پھر میں نے آگے بڑھ کر کال بیل پر الٹے ہاتھ کی انگلی رکھ دی۔ اندر میوزیکل بیل کی آواز صاف سنائی دی تھی۔

"کون ہے؟" اندر سے کسی نے بھاری بھرکم آواز میں پوچھا۔ میری دانست میں وہ راجن ہی کی آواز تھی جسے میں فون پر بھی سن چکا تھا۔

"فرینڈ۔" میں نے کچھ سوچ کر جواب دیا۔

اندر سے الیکٹرک لاک کے کھٹ کی آواز ابھری اس کے ساتھ ہی "اندر آجاؤ" بھی کہا گیا تھا۔

میں دھڑکتے ہوئے دل سے اندر داخل ہوا لیکن دوسرے ہی لمحے اپنی جگہ جم کر رہ گیا۔ راجن میرے سامنے ایک ایزی چیئر پر بیٹھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں غیر ملکی ساخت کی سب مشین گن تھی جس کا رخ میری جانب تھا۔ دروازے کا نظام کچھ خودکار قسم کا تھا۔ میرے اندر داخل ہونے کے بعد وہ دوبارہ بند ہوچکا تھا۔ میرا ہاتھ آٹومیٹک کے دستے پر جمے کا جما رہ گیا۔ ایک معمولی سی حرکت بھی میرے جسم کو چھلنی کرسکتی تھی۔ راجن نے اپنی انگلی ٹریگر پر رکھی ہوئی تھی۔ ایزی چیئر کے برابر ہی اس کی مسہری بچھی ہوئی تھی جس کی چادر کی شکنیں بتارہی تھیں کہ میرے آنے سے پیشتر وہ بستر پر ہی رہا ہوگا۔ میں نے کوئی رسک لینے کی حماقت نہیں کی۔ ہوسکتا تھا کہ اس کے کچھ آدمی دوسرے کمرے میں بھی موجود ہوں۔

"خوش آمدید مسٹر شہباز خان۔" اس نے مجھے گھورتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "لیکن مجھے افسوس ہے کہ اس کمرے میں میرے بستر اور صرف ایک ایزی چیئر کے علاوہ بیٹھنے کی کوئی دوسری چیز نہیں ہے اس لیے تمہیں کھڑا رہنے کی زحمت اٹھانی پڑے گی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ راجن کی نگاہوں میں نگاہیں ڈالے کھڑا رہا۔ مجھے کسی ایسے موقعے کی تلاش تھی جب راجن محض ایک لمحے کو غافل ہوتا اور میں بساط پلٹنے میں کامیاب ہوسکتا۔

"مجھے آپ جیسے بڑے بزنس مین کو اور وہ بھی تنہا اپنے اس غریب خانے میں دیکھ کر حیرت ہورہی ہے۔" راجن نے پلکیں جھپکائے بغیر کہا۔ "کیا مجھ سے کوئی ضروری کام پیش آگیا ہے اگر ایسا ہے تو حکم دیا ہوتا۔ میں خود چل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا ہوتا۔ ویسے بائی دے وے کیا میں یہ معلوم کرنے

کی جسارت کرسکتا ہوں کہ آپ کو میرے غریب خانے کا پتا کس طرح معلوم ہوا؟"

"میں تم سے کچھ ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔

"کیا ضروری بات کے لیے آپ نے یہی وقت مناسب سمجھا تھا؟" اس کے لہجے میں طنز تھا۔

"پانڈے کے میرے اوپر کچھ احسانات ہیں۔" میں نے اس کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں چاہتا ہوں کہ تم اس کے کاروبار کا سودا کرنے کا ارادہ ترک کردو۔"

"اوہ۔" وہ بڑے بے ہودہ انداز میں مسکرایا۔ "گویا آپ پانڈے جی کے نمائندے کی حیثیت سے تشریف لائے ہیں۔"

"کیا ہم اس موضوع پر کھل کر بات نہیں کرسکتے۔" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں پانڈے جی کے کاروبار کو خریدنے کا فیصلہ ترک نہیں کرسکتا۔" اس نے سب مشین گن کا رخ ابھی تک میری طرف سے نہیں ہٹایا تھا۔

"کوئی خاص وجہ؟"

"وجہ نہ ہوتی تو میں آپ کو کبھی مایوس نہ کرتا۔"

"تم چاہو تو میں تمہیں اچھی خاصی معقول رقم دے سکتا ہوں۔" میں نے دوسرا پتا پھینکا۔

"راجن کے پاس دولت کی کوئی کمی نہیں ہے۔" وہ شانے اچکاتے ہوئے بولا۔ "دو چار لاکھ تو میں ہر مہینے اپنے یار دوستوں اور سنگی ساتھیوں میں بانٹ دیتا ہوں۔"

"مجھے معلوم ہے کہ تمہاری آمدنی کا ذریعہ کیا ہے۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونکا۔ اس کی نگاہوں میں اب درندگی کے آثار بھی پیدا ہونے لگے تھے۔

"دولت کی خاطر تو انسان ملک بھی چھوڑ دیتا ہے۔" میں نے کالکا کو یاد کرتے ہوئے کہا۔ "تم نے اچھا کیا جو مچھیروں کی بستی سے بظاہر اپنا تعلق ختم کرلیا۔ زیادہ خطرات سے کھیلنا بھی دانشمندی کے خلاف ہے۔"

"ایک بات اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔" وہ ہونٹ کاٹنے لگا۔

"وہ کیا"

"جنہیں اپنی زندگی عزیز نہیں ہوتی صرف وہی احمق لوگ شیر کی کچھار میں گھس کر اس کا شکار کرنے کی حماقت کرتے ہیں۔"

"شہباز۔" میرے کانوں میں کالکا کی آواز گونجی۔ "تم راجن سے خائف نہ ہو۔ یہ تمہارے اوپر فائر نہیں کرسکے گا اور کرے گا تو اس کا نشانہ خطا جائے گا۔ البتہ تمہیں اس بات کا خیال رکھنا ہوگا کہ اس کے جسم سے خون کا ایک قطرہ بھی بہے ورنہ میرا طلسم وقتی طور پر ٹوٹ جائے گا۔"

"کس سوچ میں پڑگئے شہباز صاحب۔" راجن نے میری خاموشی کو میری بزدلی یا خوف سے تعبیر دیتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ "مچھیروں کی بستی کا حوالہ دے کر تم نے عقل مندی کا ثبوت نہیں دیا۔ اب مجھے اس بات پر بھی غور کرنا پڑے گا کہ بشیرا ماچھی نے مجھے جس آدمی کے قتل کی اطلاع دی تھی اس میں کس کا ہاتھ ہو سکتا ہے۔"

"میں قتل و غارت گری سے عموماً دور ہی رہتا ہوں ہو سکتا ہے کہ ــــ"

"تم اس وقت راجن سے مخاطب ہو مسٹر شہباز ــــ راجن جو اپنے پورے جسم پر سیکڑوں آنکھیں اور کان رکھنے کا عادی ہے۔" وہ مجھے کینہ توز نظروں سے گھورتا ہوا زہرخند سے بولا۔ "کیا تم انکار کرسکو گے کہ دو روز قبل تم ہی نے تھری فائیو کا استعمال کرکے مجھ سے فون پر گفتگو کی تھی۔ اس وقت بھی تم نے پانڈے ہی کی حمایت کرنے کی کوشش کی تھی۔ کیوں؟ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ کالکا کی آواز نے میری ہمت بڑھادی تھی۔ میں نے کرخت آواز میں کہا۔ "وہ میں ہی تھا جس نے تمہیں تھری فائیو کا اشارہ دے کر بات کرنے کی کوشش کی تھی اور یہ بھی کہا تھا کہ اگر تم نے میری بات نہ مانی تو تمہارا انجام بھی اس شخص سے مختلف نہ ہوگا جسے تمہارے دست راست بشیرا ماچھی نے خفیہ کوڈ کے ذریعے مجھے موت کے گھاٹ اتارنے کا اشارہ کیا تھا۔"

"کیا اب بھی تم اس خوش فہمی میں مبتلا ہو کہ یہاں سے زندہ بچ کر واپس جاسکو گے؟" راجن کا لہجہ سفاک ہوگیا۔ اس کی خونخوار آنکھوں سے انتقام کے شعلے بلند ہونے شروع ہوگئے تھے۔

"میرا خیال ہے کہ مجھ سے ٹکرا کر تم خسارے میں رہو گے۔" میں نے جلتی ہوئی آگ پر پٹرول چھڑک دیا۔ "بھوشن سے واقف ہو تو یہ بھی جانتے ہو گے کہ وہ دوغلی شخصیت کا مالک ہے۔ اپنا مطلب نکل جانے کے بعد وہ تمہیں بھی ایندھن کی طرح دہکتی آگ میں جھونک کر بھول جائے گا کہ اس نے کبھی راجن نامی کسی وفادار کتے کو بھی پالا تھا۔"

راجن نے جواب دینے کے بجائے ایک برسٹ مارا لیکن کالکا کی پراسرار قوت نے مجھے شعلہ اگلتی گولیوں سے محفوظ ہی رکھا تھا۔ سب مشین گن کی آواز سن کر اچانک راجن کے کمرے میں چار رائفل بردار نمودار ہوگئے۔ وہ غالباً دوسرے کمرے میں موجود تھے اور تڑتڑاہٹ کی آواز سن کر بیدار ہوئے تھے۔

راجن کی آنکھوں سے خون ابل رہا تھا شاید اسے ابھی تک یقین نہیں آیا تھا کہ اس نے جو برسٹ مارا تھا اس کی ایک گولی بھی میرے وجود کو چاٹنے سے قاصر رہی تھی۔ اس کے چہرے پر غصے اور حیرت کے ملے جلے تاثرات لپک رہے تھے۔

"باس۔" اچانک نمودار ہوتے رائفل برداروں میں سے ایک نے تیزی سے پوچھا۔ "کیا حکم ہے۔ اسے بھون کر ٹکڑے ٹکڑے کردیا جائے۔"

"نہیں۔" راجن نے الٹا ہاتھ بلند کرکے انھیں منع کیا پھر دوبارہ سب مشین گن پر اپنی گرفت مضبوط کرتے ہوئے بولا۔ "یہ میرا شکار ہے۔ اسے میں کتے کی موت ماروں گا۔"

اپنے جملے کے اختتام کے ساتھ ہی راجن نے یکے بعد دیگرے دو برسٹ اور مارے لیکن کالکا کی طاغوتی قوت اس کے آڑے آگئی۔ راجن کی جھلاہٹ اور بوکھلاہٹ قابل دید تھی۔ میں نے اسے چڑانے کی خاطر کہا۔

"اپنے پالتو کتوں کو بھی موقع دو راجن۔ یہ بھی اپنے دل کی حسرت پوری کرلیں۔"

جواب میں راجن کی جانب سے کوئی اشارہ ملے بغیر ہی ان چاروں کی رائفلوں نے شعلے اگلنا شروع کردیا تھا۔ کالکا کی کالی قوت نے ان کی کوشش کو بھی ناکام بنادیا۔ کمرے میں موجود دس آنکھیں مجھے حیرت سے گھور رہی تھیں۔ میں نے آہستہ سے اپنا آٹومیٹک نکال کر اسے راجن کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

"تم اور تمہارے زرخرید غلام اپنی کوشش کرچکے۔ کیا تم اب مجھے بھی اپنا نشانہ آزمانے کا موقع دو گے۔"

راجن نے بڑی شدت سے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے بھینچ رکھا تھا۔ اس کی خونخوار نگاہیں بدستور مجھے گھور رہی تھیں لیکن اس سے پیشتر کہ وہ میری بات کا جواب دیتا کمرے میں گھپ اندھیرا پھیل گیا اس کے ساتھ ہی فائرنگ شروع ہوگئی۔ پوزیشن کے پیش نظر میں نے تیزی سے خود کو زمین پر گرادیا۔ اندھیرے میں سنسناتی ہوئی کوئی گولی میرے وجود کو بھی چاٹ سکتی تھی لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ کمرے کی روشنی کس نے بجھائی تھی اگر وہ راجن ہی کے آدمی تھے تو انھیں اندھیرا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

گولیوں کی آواز کے ساتھ یکے بعد دیگرے کربناک چیخوں کی آوازیں بھی بلند ہورہی تھیں۔ "ندیم" میرے ذہن میں ایک خیال تیزی سے ابھرا شاید وہ ندیم ہی کے آدمی تھے جو بروقت میری مدد کو آگئے تھے لیکن کس راستے سے؟ جس داخلی دروازے کے قریب میں موجود تھا وہ تو پہلے ہی کسی خودکار نظام کے تحت بند ہوگیا تھا۔

"ایک بات یاد رکھنا شہباز خان۔" تاریکی میں راجن کی گرجدار آواز ابھری۔ "اگر مجھے کچھ ہوگیا تو بھوشن اور اس کے آدمی تمہیں سسکا سسکا کر ماریں گے۔ تم اب نظروں میں آچکے ہو۔"

میں نے کوئی جواب دینے کی حماقت نہیں کی۔ گھپ اندھیرے میں اندھادھند فائر کرنے والے پر اپنی پوزیشن واضح کرنا موت کو ہی دعوت دینے کے مترادف تھا لیکن راجن یہ حماقت کرچکا تھا پھر وہی ہوا جو ایسے موقعوں پر ہوتا ہے۔ اس کی پوزیشن فائرنگ کرنے والوں کی نظروں میں آچکی تھی۔ یکے بعد دیگرے تین فائر اور ہوئے اس کے ساتھ ہی میں نے راجن کی آخری چیخ کی آواز سنی۔ وہ فائر کرنے والوں کو گندی گندی گالیاں بکنے کی کوشش کررہا تھا لیکن ایک دو گالیوں کی مدھم آواز کے ساتھ ہی اس کی آواز حلق میں گھٹ کر دم توڑ گئی۔

"شہباز۔" اچانک کالکا کی آواز میری قوت سماعت سے ٹکرائی۔ "راجن مرچکا ہے۔ اس کے جسم سے خون کا پہلا قطرہ نکلتے ہی میرا طلسم ٹوٹ چکا ہے۔ جتنی جلدی ممکن ہو یہاں سے نکلنے کی کوشش کرو۔ باہر آس پاس کے فلیٹوں کے لوگ جاگنا شروع ہوگئے ہیں۔ کسی لمحے پولیس بھی پہنچنے والی ہے۔"

"مجھے اب کیا کرنا ہوگا۔" میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"میں نے دروازہ کھول دیا ہے۔ جلدی سے اٹھو اور باہر نکلنے کی کوشش کرو۔ میں بہرحال تمہیں اپنی مہان شکتی کے ذریعے تمہاری کار تک پہنچانے کی کوشش کروں گی۔"

میرے پاس وقت کم تھا۔ میں تیزی سے اٹھ کر بیرونی دروازے سے باہر نکلا جہاں نائٹ بلب اس وقت بھی روشن تھا۔ سیڑھیوں پر دو چار آدمی موجود تھے۔ میں ایک لمحے کو ٹھٹکا تو کالکا کی پراسرار آواز دوبارہ میرے کانوں میں گونجی۔

"سمے برباد نہ کرو شہباز خان ورنہ پھنس جاؤ گے۔ یہاں سے نکلنے کی کوشش کرو۔"

"لیکن یہ لوگ ــــ؟"

"کالکا تمہارے ساتھ ہے۔ کترا کر نکل جاؤ۔ میں نے ان کی آنکھوں پر پردے ڈال رکھے ہیں۔"

میں نے کالکا کے کہنے پر عمل کیا اور تیزی سے لوگوں کے درمیان سے کتراتا ہوا نکل گیا۔ بلڈنگ سے باہر آکر اپنی کار کی سمت قدم اٹھاتے ہوئے میں نے ایک بار پھر کالکا کو آواز دے کر پوچھا۔

"کیا تم بتا سکتی ہو کہ وہ لوگ کون تھے جنھوں نے اندھیرا کیا تھا اور ــــ"

"بھول جاؤ ان باتوں کو۔ صرف اتنا یاد رکھو کہ جب تک تمہاری کالکا رانی تمہارے سنگ ہے کوئی شکتی تمہیں پریشان نہیں کرسکتی۔"

"لیکن ــــ"

"میں اب جا رہی ہوں۔ باقی باتیں پھر ہوں گی۔" کالکا نے تیزی سے جواب دیا۔ "ابھی مجھے تمھیں بچانے کے لیے کچھ اور بندوبست بھی کرنے ہیں۔"

میں نے دوبارہ کالکا کو مخاطب کرنے کی کوشش نہیں کی۔ لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہوا کار تک پہنچا تو کریم اگلی سیٹ پر اسٹیئرنگ سے سر ٹکائے اونگھ رہا تھا لیکن میری آہٹ پاتے ہی وہ بیدار ہو گیا۔ ایک لمحے بعد ہی میری گاڑی دوبارہ گھر کی جانب فراٹے بھر رہی تھی اور اس کے ساتھ ہی میرا ذہن اس گتھی کو سلجھانے میں مصروف تھا کہ وہ کون لوگ تھے جنھوں نے راجن کے اپارٹمنٹ کی روشنی گل کی تھی اور میرے دشمنوں کو میرے راستے سے ہٹانے میں میری مدد کی تھی۔

صبح ناشتے پر ندیم سے ملاقات ہوئی تو وہ خاصا موڈ میں تھا۔ اس کی گفتگو سے کم از کم میں نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ اسے میرے اور راجن کے ٹکراؤ کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے اور یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اس نے جان بوجھ کر اس کا اظہار نہ کیا ہو۔ جن افراد نے راجن کے اپارٹمنٹ میں اندھیرا کر کے فائرنگ کی تھی وہ ندیم ہی کے آدمی رہے ہوں اور اسے اب تک کی تمام رپورٹ تفصیل سے مل چکی ہو۔ ناشتے کے دوران ہمارے درمیان ہنسی مذاق ہوتا رہا پھر فون کی گھنٹی بجی تو ندیم نے اٹھ کر کال ریسیو کی کچھ دیر تک وہ بات کرتا رہا پھر دوبارہ آکر ناشتے میں شامل ہو گیا۔ میں نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ وہ فون زیادہ اہمیت کا نہیں تھا ورنہ ندیم کے چہرے کے تاثرات میں کسی نہ کسی تغیر کا پیدا ہونا قدرتی امر تھا۔

پندرہ بیس منٹ بعد فون کی گھنٹی دوبارہ بجی۔ اس بار نسیم نے کال ریسیو کی اس لیے کہ ندیم ناشتے سے فارغ ہو کر اپنے کمرے میں جا چکا تھا۔ نسیم نے بتایا کہ وہ کال میرے لیے تھی۔

"ہیلو۔" میں نے ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں کہا تو دوسری جانب سے پانڈے کی بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"شہباز صاحب۔ راجن نے مجھے ایک ہفتے کی مہلت دی تھی لیکن وہ اپنی کمینگی سے باز نہیں آیا۔"

"خیریت؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"مجھے ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ راجن یا بھوشن کے آدمیوں نے میرے آفس پر حملہ کر کے اسے برباد کر ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ پلاسٹک بم کے ذریعہ انھوں نے عمارت کو خاصا نقصان پہنچایا ہے لیکن بھگوان کی بڑی کرپا ہے کہ میرا دفتر محفوظ رہا۔ حملہ کرنے والوں کی تعداد کے بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن میرے جو آدمی وہاں خفیہ طور پر موجود تھے ان کا کہنا ہے کہ حملہ آوروں کے دو آدمی مارے گئے ہیں۔ دونوں ہی اجرتی قاتل تھے اور پولیس کو بھی متعدد کیسز میں مطلوب تھے۔ ایک آدمی میرا بھی زخمی ہوا ہے۔"

"کیا پولیس کو اس کی اطلاع دے دی گئی ہے؟"

"نہیں۔ میں نے اپنے آدمیوں کو منع کر دیا ہے" پانڈے نے جواب دیا۔ "میں نہیں چاہتا کہ میرے آدمی بلا وجہ پھنسیں لیکن میری اطلاع کے مطابق پولیس نے اب میرے دفتر والی عمارت کو گھیر رکھا ہے شاید کسی پڑوسی چوکیدار نے پولیس کو حادثے کی اطلاع کر دی ہے۔"

"کیا آپ کے آدمیوں نے فرار ہو جانے والے حملہ آوروں کی شناخت کی ہے؟"

"نہیں۔ حملہ اس قدر اچانک ہوا تھا کہ انھیں مہلت نہیں ملی کہ وہ دشمنوں کی شناخت کر سکتے اگر وہ محتاط نہ ہوتے تو شاید حملہ آور میرے دفتر کو آگ لگا کر ڈھیر کرنے کے بعد ہی دم لیتے۔"

"آپ پریشان نہ ہوں۔ مجھے معلوم تھا کہ راجن جیسے بدمعاش کہتے کچھ اور ہیں اور کرتے کچھ اور۔ اس کے خلاف ... غرض سے میں نے آپ سے کہا تھا کہ اپنے آدمیوں کو ... کر دیں۔"

"آپ کا کیا خیال ہے۔ کیا وہ اب مجھے نقصان پہنچانے سے باز آجائیں گے۔"

"آپ اپنے آدمیوں کو چوکس رہنے کی تاکید کر دیں ... ہم دیکھ لیں گے۔" میں نے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ میں ... کہہ کر آپ کے دفتر کی حفاظت کے لیے وہاں پولیس کا ... متعین کرا دوں۔"

"لیکن سراج صاحب تو خود چھٹیوں پر ہیں۔"

"اس کے باوجود وہ پولیس کے محکمہ کی حد تک خا... بھی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ اب وہ میرے مکان کو بھی ... بنانے کی کوشش ضرور کریں گے۔" پانڈے نے خوف ... میں جواب دیا۔ "نرمل بتا رہی ہے کہ اس نے صبح سویرے ... کرتے وقت فائرنگ کی آواز سنی تھی۔"

"چوکیدار کا کیا بیان ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ شاید وہ چوکیدار کو اغوا کر کے ... ہیں۔" پانڈے نے کہا۔ "وہ آس پاس کہیں بھی نظر نہیں آیا۔"

"ہو سکتا ہے کہ آپ کا خیال درست ہو لیکن ... آپ کی حفاظت کی ذمے داری لی ہے اس لیے آپ ... ہوں۔"

"جو لوگ آپ کی حفاظت کے باوجود چوکیدار ... جا سکتے ہیں وہ مجھے اور نرمل کو بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔" پانڈے کے لہجے میں طنز کی آمیزش تھی۔ "میرا خیال ہے اب میری بھلائی اسی میں ہے کہ بھوشن کے ہاتھ اپنا ...

فروخت کر کے ملک سے کہیں باہر چلا جاؤں۔"

"کیا آپ مجھے کچھ دنوں کی بھی مہلت نہیں دیں گے؟"

"دو چار دنوں سے کیا فرق پڑ جائے گا۔" پانڈے نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

میں ریسیور رکھ کر حالات کے بارے میں سنجیدگی سے غور کرنے لگا۔ راجن کی موت کی اطلاع شاید بھوشن کو فوراً ہی مل گئی تھی جو اس کے زر خرید دہشت گرد فوراً ہی ایکشن میں آگئے تھے۔ میں نے پانڈے کو جو ہدایت دی تھی اس کا مشورہ مجھے ندیم نے دیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ پانڈے پر حملہ کرنے والوں میں سے اگر کوئی ایک بھی ہاتھ آگیا تو اس کے ذریعہ ڈور کا دوسرا سرا بھی بہ آسانی تلاش کیا جا سکتا تھا۔ ندیم نے مجھے اس بات کا بھی یقین دلایا تھا کہ وہ پانڈے کی رہائش گاہ پر دشمنوں کے تمام منصوبوں کو خاک میں ملا دے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ جن لوگوں نے پانڈے کے گھر پر فائرنگ کی تھی اور اس کے چوکیدار کو اغوا کر لے گئے تھے۔ ہو سکتا تھا کہ ندیم کے آدمیوں نے انھیں بھاگ جانے پر مجبور کر دیا ہو لیکن جو دشمن عمارت کے صدر دروازے تک پہنچ سکتا تھا وہ اندر داخل ہونے میں بھی کامیاب ہو سکتا تھا۔

میں نے صبح کے اخبارات کو خاص طور پر دیکھا لیکن اس میں راجن کے فلیٹ پر ہونے والی خونریزی معرکہ آرائی کی کوئی خبر شائع نہیں ہوئی تھی جس کی دو وجہ ہو سکتی تھیں۔ یا تو پریس رپورٹروں تک اس واردات کی بھنک نہیں پہنچی تھی یا پھر بھوشن نے اپنے اثر و رسوخ استعمال کر کے اس خبر کو اخبار میں آنے سے روک دیا تھا۔

میں لباس تبدیل کر کے دفتر جانے کے لیے باہر نکلا تو ندیم پورٹیکو میں اپنی گاڑی میں بیٹھا کسی گہری سوچ میں غرق تھا۔

"میرا خیال ہے کہ تم اکیسن میں کی لگا کر گاڑی اسٹارٹ کرنے کے بارے میں سوچ رہے ہو۔" میں نے قریب جا کر خشک لہجے میں کہا۔

"مجھے امید تھی کہ تم کوئی ایسی ہی جلی کٹی بات کرو گے۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "کیا تم اپنا کچھ قیمتی وقت میرے ساتھ برباد کر سکتے ہو۔"

"چلنا کہاں ہے؟"

"جہنم میں مگر میں تمہارے ساتھ ہی ہوں گا۔"

میں نے جواب دینے کے بجائے ندیم کو غور سے دیکھا پھر دوسری سمت کا دروازہ کھول کر اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ندیم نے گاڑی اسٹارٹ کی اور اسے کوٹھی سے باہر لے آیا۔ پھاٹک پر موجود مسلح چوکیدار کے سوال کا جواب بھی اس نے سر کی خفیف جنبش سے دیا تھا۔ پانچ سات منٹ تک ہمارے درمیان کوئی گفتگو نہیں ہوئی لیکن میں نے جانے پہچانے راستوں سے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ کیسو کی طرف جا رہا تھا۔

"کیا میں تمہاری ناراضگی کا سبب دریافت کر سکتا ہوں۔" گفتگو کی پہل ندیم نے کی۔

"تم نے پانڈے کی رہائش گاہ کی حفاظت کی حامی بھری تھی لیکن۔۔۔"

"اس کے باوجود وہاں فائرنگ ہوئی اور شاید پانڈے کا چوکیدار بھی اغوا کر لیا گیا ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں حیرت سے چونکا۔ "تمھیں اس کی اطلاع مل چکی ہے؟"

"صرف اسی کی نہیں بلکہ مجھے یہ بھی علم ہے کہ کل رات راجن کے اپارٹمنٹ میں زندگی اور موت کا کیا ڈرامہ اسٹیج ہوا تھا۔" ندیم نے گہری سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں نے تم سے کہا تھا کہ میں یا میرے آدمی تمہاری جانب سے ایک لمحے کو بھی غافل نہیں ہوں گے۔ تم نے راجن جیسے خطرناک آدمی سے ٹکرانے کا جو فیصلہ کیا تھا وہ مناسب نہیں تھا۔ بھوشن والے واقعے کے بعد میں نے تمھیں کچھ دنوں کے لیے خاموش رہنے کا مشورہ دیا تھا لیکن تم نے اس پر عمل نہیں کیا۔ اس میں بھی شاید تمہاری کوئی مصلحت ہوگی۔ کوئی ایسی مصلحت جسے تم نے مجھ سے ڈسکس کرنا بھی گوارا نہیں کیا۔"

"راجن کے سلسلے میں وہ قدم میں نے پانڈے کی خاطر اٹھایا تھا۔"

"مچھیروں کی بستی میں جا کر راجن کے ایک آدمی کو موت کے گھاٹ اتارنے کے سلسلے میں تم کیا کہو گے؟ کیا اس حماقت میں بھی پانڈے کی خیر خواہی کا دخل تھا؟"

"میرے ساتھ جو کچھ گزر چکی ہے تم اس سے ناواقف نہیں ہو۔" میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔ "موت برحق ہے، جو وقت طے ہو چکا ہے اسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔"

"شاید اسی لیے تم نے اب موت کے ساتھ آنکھ مچولی کا کھیل شروع کر دیا ہے۔"

"ہاں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "مرنے سے پہلے میں اپنے دشمنوں سے کچھ حساب بے باق کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں تمھیں منع نہیں کروں گا۔"

"اس وقت تم مجھے کیسو کیوں لے جا رہے ہو۔ کیا کوئی خاص کام ہے؟"

"اس کا جواب تمھیں کیسو پہنچ کر ہی ملے گا۔"

میں نے پھر کوئی سوال نہیں کیا۔ کیسو پہنچ کر ندیم نے اپنے کچھ آدمیوں سے ان کی خیریت دریافت کی پھر مجھے ساتھ لیے خفیہ راستوں سے گزرتا ہوا اس زمین دوز کمرے تک پہنچ گیا جہاں میں پہلے بھی جا چکا تھا۔ ان زیر زمین کمروں کو ندیم خاص طور پر ٹارچر سیل کے لیے استعمال کرتا تھا۔ کمرے میں

داخل ہوتے ہی میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ وہاں پانڈے کی کوٹھی کے چوکیدار کے علاوہ دو آدمی اور بھی تھے جو صورت ہی سے چھٹے ہوئے بدمعاش لگ رہے تھے۔ ان کے جسموں پر ملیشیا کے شلوار سوٹ نظر آ رہے تھے۔ کمرے کے تین اطراف تین مسلح نقاب پوش موجود تھے۔ یہ ندیم کی اپنی فورس کے آدمی تھے جو دشمنوں کی نگرانی پر مامور تھے۔

ندیم کچھ دیر تک خاموش کھڑا دونوں شلوار قمیص والوں کو تیز نظروں سے گھورتا رہا پھر اس نے مقابلتاً" دراز قد والے کو مخاطب کیا جس کے چہرے پر گھنیری مونچھیں بھی تھیں۔ دوسرا مونچھوں کی علت سے آزاد تھا۔

"کیا تم صرف دو تھے جنہیں پانڈے کی کوٹھی پر تخریبی کارروائی کے لیے بھیجا گیا تھا۔"

نہیں۔ ہمارے پیچھے دو آدمی اور بھی تھے جو موقع کی نزاکت دیکھ کر خاموشی سے نکل گئے لیکن وہ زیادہ دیر تک خاموش نہیں رہیں گے۔ اب وہ اپنی پوری طاقت کے ساتھ انتقامی کارروائی کریں گے۔" اس نے ندیم کو ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔ "تم خواہ کوئی بھی ہو۔ باس کے عتاب سے نہیں بچ سکو گے۔ اس نے اپنے دشمنوں کو معاف کرنا نہیں سیکھا۔"

"تمہارے باس کا نام کیا ہے؟ مجھے اس سے مل کر خوشی ہوگی۔ اس لیے کہ دشمنوں کو معاف کر دینا میرے اصول کے بھی خلاف ہے۔"

"تمہارا کیا خیال ہے؟" دراز قد والے نے ندیم کو تیز اور خطرناک نظروں سے گھورا۔ "کیا ہم تمہیں اپنے بارے میں سب کچھ بتا دیں گے۔"

"تم ـــ" اس بار ندیم نے تھوڑے توقف سے کہا۔ "تم شاید افضال عرف فضلو ہو جو پولیس کو متعدد قتل، آبروریزی، اغوائے برائے تاوان اور بینک ڈکیتی کے کیسز میں مطلوب ہو اور اگر میرا خیال غلط نہیں ہے تو حکومت نے تمہیں زندہ یا مردہ پولیس کے حوالے کرنے پر کئی لاکھ کا انعام بھی مقرر کر رکھا ہے۔"

"ضروری نہیں ہے کہ ہم تمہارے ہر سوال کا جواب دیں لیکن اتنا سمجھ لو کہ اب تمہارے برے دن بہت قریب آ گئے ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"بھوشن کے لیے کب سے کام کر رہے ہو۔"

"میں کسی بھوشن کو نہیں جانتا۔"

"پانڈے کی رہائش گاہ پر کس مقصد سے گئے تھے؟"

"خود اپنا ولیمہ کھانے۔" وہ اپنے غلیظ دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے بولا۔ "سنا ہے اس کی دھرم پتنی کافی زوردار ہے۔"

"بھوشن نے تمہیں تخریب کاری کرنے کے عوض کیا آفر دی تھی۔"

"بکومت۔" وہ غرایا۔ "میں کہہ چکا ہوں کہ ہم کسی بھوشن سے واقف نہیں ہیں۔"

"میں تمہیں دگنی رقم بھی دوں گا اور زندگی کی ضمانت بھی۔" ندیم نے سرد اور ٹھہرے انداز میں کہا۔ "زبان کھول دو گے تو زیادہ فائدے میں رہو گے۔"

"آخ تھو۔" اس نے حقارت سے زمین پر تھوکتے ہوئے سفاک آواز میں جواب دیا۔ "میں تمہاری آفر پر پیشاب کرنا بھی پسند نہیں کروں گا۔"

"کیا یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے۔"

"اگر تم فضلو کو جانتے ہو تو یہ بھی ضرور جانتے ہو گے کہ میرے فیصلے چٹانوں کی طرح اٹل ہوتے ہیں۔"

جواب میں ندیم کا الٹا ہاتھ فضا میں بلند ہوا اور فضلو ڈکراتا ہوا فرش پر الٹ گیا۔ مسلح نقاب پوش کی چلائی ہوئی گولی نے اس کے الٹے گھٹنے کی ہڈی کو کرچیوں میں تبدیل کر دیا تھا۔

"اب تمہارا کیا جواب ہے؟" ندیم نے اسے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"ممـــ میں تم پر لعنت بھیجتا ہوں۔"

ندیم کا ہاتھ جو فضا میں بلند تھا نیچے گرا اور اس کی ساتھ ہی فضلو کے دل کے مقام سے خون کا فوارہ ابل پڑا۔ وہ توازن برقرار نہ رکھ سکا سیدھی کروٹ زمین پر گر کر اس کے جسم نے دو چار شدید جھٹکے کھائے پھر ساکت ہو گیا۔ اس کی بے جان مگر خونخوار آنکھیں ندیم کے چہرے پر جم کر رہ گئی تھیں۔

"کیا تم میرے ساتھ تعاون کرو گے؟" ندیم نے بڑے سفاک لہجے میں فضلو کے دوسرے ساتھی کو مخاطب کیا۔

"تم سے تعاون کرنے کے سلسلے میں وہ مجھے جو موت ماریں گے وہ زیادہ اذیتناک ہوگی اس لیے تم ہی میرا قصہ بھی ختم کر دو۔" فضلو کے ساتھی نے قدرے خوفزدہ انداز میں جواب دیا۔

"تم شاید رحیم بخش ہو جو نقب زنی میں ماہر سمجھا جاتا ہے۔"

"ہاں۔ آں۔ میں تمہاری بات کی تردید نہیں کروں گا۔"

"میں تمہیں چوبیس گھنٹے کی مہلت دے رہا ہوں لیکن صرف اس شرط پر کہ تمہیں اپنی زبان کھولنی پڑے گی۔" ندیم نے سرد آواز میں کہا۔ "دوسری صورت میں ہو سکتا ہے کہ تمہاری موت فضلو سے زیادہ دشوار اور اذیتناک ثابت ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ تمہیں دونوں آنکھوں سے محروم کر کے کسی پولیس اسٹیشن کے سامنے پھینک دیا جائے۔"

"نہیں۔ تم مجھے مار ڈالو۔ میں اندھا بن کر زندگی گزارنے پر موت کو ترجیح دوں گا۔" وہ چیخا۔

"اس کا فیصلہ چوبیس گھنٹے بعد ہی ہوگا۔" ندیم نے فیصلہ کن لہجے میں کہا پھر چوکیدار کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "نمبر نائن، میں تمہاری کارکردگی سے بہت خوش ہوں۔"

"شکریہ باس۔"

"میں فضلو کی لاش ٹھیک آدھے گھنٹے بعد پرانے قبرستان کے بڑے چوک کے قریب کوڑے دان میں پھنکوا دوں گا۔ تم پانڈے سے یہی کہنا کہ تم ایک اشتہاری مجرم کے تعاقب میں گئے تھے۔" ندیم نے کہا۔ "تم پانڈے کو اگر چاہو تو فضلو کی لاش کے ٹھکانے سے بھی آگاہ کر سکتے ہو لیکن اس شرط پر تمہارا نام درمیان میں نہ آنے پائے۔"

"میں خیال رکھوں گا باس۔"

"ٹیم کے باقی افراد کو بھی سختی سے تاکید کر دینا کہ وہ پوری طرح چوکس رہیں۔ ہو سکتا ہے کہ دشمن کا دوسرا وار زیادہ بھرپور اور خطرناک ہو۔ میں پانڈے کے سلسلے میں کسی قسم کی غفلت برداشت نہیں کروں گا۔" ندیم نے سنجیدگی سے حکم دیا پھر مجھے ساتھ لے کر اوپر اپنے آفس میں آ گیا۔

"یہ مسٹر پانڈے کا چوکیدار ـــ"

"نہیں ہے۔" ندیم نے مسکرا کر میرا جملہ مکمل کرتے ہوئے کہا۔ "اصل چوکیدار کو مجبوراً اغوا کر کے ایک محفوظ مقام پر پہنچا دیا گیا ہے۔ وہ بالکل خیریت سے ہے اور مفت میں آرام سے پڑا پڑا انڈے پراٹھے اڑا رہا ہے۔"

"کیا پانڈے کے مکان پر حملہ کرنے والے صرف دو ہی افراد تھے۔"

"ہو سکتا ہے زیادہ ہوں لیکن میرے جال میں یہی دونوں پنچھی پھنسے تھے جن میں سے ایک ختم ہو گیا۔"

"کیا یہ جوابی کارروائی راجن کے آدمیوں نے کی ہوگی۔"

"اگر ایسا ہوتا بشیرا ماچھی اور اس کے گرگے اس وقت آرام سے اپنی بستی میں پڑے خراٹے نہ لے رہے ہوتے۔"

"کیا مطلب۔"

"میرے آدمیوں نے یہی اطلاع دی ہے کہ ابھی تک راجن کی موت کی اطلاع مچھیروں کی بستی تک نہیں پہنچی۔"

"آئی سی۔" میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ "گویا یہ ایکشن بھوشن کے اشارے پر اس کے آدمیوں نے کیا تھا۔"

"فی الحال یہی سوچا جا سکتا ہے۔" ندیم نے شانے اچکا کر کہا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "تمہیں اب زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے اور ہاں۔ پانڈے سے کہہ دینا کہ وہ پریشان نہ ہو اس کی حفاظت کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کوئی کارآمد آدمی ہمارے ہاتھ نہیں لگ جاتا۔ ایک خاص بات اور پانڈے کو تاکید کر دینا کہ چوکیدار کے سلسلے میں اپنی زبان بند ہی رکھے۔"

میں خاصی دیر تک ندیم کے ساتھ بیٹھا صورت حال پر تبادلہ خیالات کرتا رہا پھر ندیم ہی کی کار لے کر دفتر کے لیے روانہ ہو گیا۔ میرا ذہن بھوشن کے بارے میں غور کر رہا تھا۔

دفتر پہنچا تو وہاں فون کا تانتا بندھ گیا۔ پہلی کال پانڈے کی تھی جس نے چوکیدار کی واپسی کی اطلاع کے ساتھ ساتھ اس کی بہادری اور شجاعت کی بھی بے حد تعریف کی۔

"اس کا بیان ہے کہ دو آدمیوں نے اسے موت کے گھاٹ اتار کر اندر داخل ہونے کی کوشش کی تھی لیکن وہ ان کے راستے میں چٹان کی طرح جما رہا پھر کسی نے پشت سے اس کے سر پر وار کیا تھا۔ غالباً وہ کسی طرح سے کوٹھی میں داخل ہو کر باڑھ کی آڑ میں چھپا اپنے ساتھیوں کا انتظار کر رہا تھا۔ بے ہوش کرنے کے بعد وہ چوکیدار کو ساتھ لے گئے۔ پاس پڑوس کے لوگ فائرنگ کی آواز سن کر جاگنے لگے تھے اس لیے حملہ آوروں نے اپنا پروگرام ملتوی کر دیا۔ ان کا خیال تھا کہ چوکیدار جلدی ہوش میں نہیں آئے گا لیکن اس کے بھاگیہ (قسمت) اچھے تھے جو وہ جلدی ہوش میں آ گیا۔ یہ بھی اس کی خوش قسمتی تھی جو اغوا کرنے والوں نے اس کی تلاشی نہیں لی۔" پانڈے نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "چوکیدار نے ہوش آنے پر گاڑی میں صرف دو آدمی دیکھے تھے جس میں سے ایک کو اس نے ہلاک کر دیا پھر فائرنگ کرتا ہوا چلتی گاڑی سے چھلانگ لگا کر باہر آ گیا۔ کچھ اندرونی چوٹیں آئی ہیں اسے مگر اسے افسوس ہے کہ وہ دوسرے آدمی کا قصہ ختم نہیں کر سکا۔"

مجھے پانڈے کی معصومیت پر ہنسی آ رہی تھی جو چوکیدار کے بیان پر یقین کر رہا تھا ورنہ اس میں بے شمار جھول بھی تھے۔ بہرحال میں نے پانڈے کو مبارکباد دیتے ہوئے پوچھا۔

"کیا آپ نے کیس پولیس کو رپورٹ کر دیا ہے؟"

"اسی کارن میں نے آپ سے مشورہ لینے کو فون کیا ہے۔"

"میرا خیال ہے آپ خاموش ہی رہیں۔ اس طرح جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ دوسری صورت میں پولیس آپ کو اور چوکیدار کو بلاوجہ تنگ کرے گی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "ویسے میرا مشورہ ہے کہ آپ اب چوکیدار کی تعداد میں اضافہ کر دیں۔"

"جیسا آپ کہیں گے ویسا ہی کروں گا لیکن آپ کے بندے اس وقت کہاں تھے جب ان دو آدمیوں نے چوکیدار کو اغوا کیا تھا۔"

"حملہ آوروں کی تعداد دو سے زیادہ تھی۔" میں نے جلدی سے بات بناتے ہوئے کہا۔ "ہمارے آدمیوں نے انھیں آپ کی کوٹھی سے دور ہی روک لیا تھا۔ جن دو افراد نے چوکیدار کو اغوا کیا تھا وہ بھی نظروں میں آ چکے تھے۔ ہمارے آدمی ان کا تعاقب کر کے دیکھنا چاہتے تھے کہ وہ چوکیدار کو کہاں لے

جارہے ہیں لیکن پھر چوکیدار کے سڑک پر گرنے کے بعد وہ یہی سمجھے تھے کہ شاید اسے مار دیا گیا ہے۔ اسی لیے انھیں تعاقب کا سلسلہ ترک کرنا پڑا۔ ویسے آپ کی اطلاع کے لیے ان میں سے ایک جو مارا گیا ہے اس کے سر کے لیے پولیس نے انعام مقرر کر رکھا تھا۔"

"آپ کو کیسے معلوم ہوا؟"

"فرار ہونے والے نے اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی خاطر لاش کو ایک کوڑے دان کے قریب پھینک دیا تھا۔" میں نے بات بناتے ہوئے جواب دیا۔ "گاڑی کا نمبر جو ہمارے آدمیوں نے نوٹ کیا تھا وہ جعلی ثابت ہوا۔ بہرحال آپ پریشان نہ ہوں۔ میں نے آپ کے گھر کی حفاظت کی ذمے داری لی ہے۔"

میں نے پانڈے سے فون کا رابطہ ختم کر کے ریسیور کریڈل پر رکھا ہی تھا کہ گھنٹی دوبارہ بجی اور میں نے برا سا منہ بنا کر ریسیور اٹھالیا۔ "ہیلو۔"

"میں سراج بول رہا ہوں۔"

"خیریت۔ کیا آپ نے بقیہ چھٹی منسوخ کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے؟"

"یہ اندازہ کس طرح لگایا آپ نے۔" سراج کے لہجے میں تجسس تھا۔

"آپ جیسا پولیس آفیسر اور دو مہینے چھٹی پر رہے۔ مجھے ابھی تک یقین نہیں آرہا۔"

"میں نے اس وقت آپ کو ایک اہم اطلاع دینے کی خاطر فون کیا ہے۔"

"میرے لائق کوئی خدمت۔"

"آج صبح پولیس کو ایک کوڑے دان سے فضلو نامی دہشت گرد کی لاش ملی ہے۔ حکومت نے اس کے زندہ یا مردہ گرفتار کرانے والے کے لیے خاصا بڑا انعام مقرر کیا تھا۔"

"مجھے پہلے بھی یقین تھا کہ آپ چھٹی لینے کے باوجود خاموش نہیں بیٹھ سکتے۔"

"میں آپ کو ایک مشورہ دینا چاہتا ہوں۔" سراج نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "فضلو کی لاش کا ملنا کچھ اچھا شگون نہیں ہے۔ اس کی موت اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ کوئی دو بڑی پارٹیاں آپس میں ٹکرائی ہیں۔ ایسی صورت میں آپ کو محتاط رہنا ہوگا۔"

"میں سمجھا نہیں۔ فضلو کی موت سے بھلا میرا تعلق کیا ہو سکتا ہے۔"

"فضلو جیسے سفید ہاتھیوں کو صرف ایک ہی شخصیت پال سکتی ہے۔ بھوشن جوزف اور اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو فضلو کی موت میں خواہ کسی کا ہاتھ ہو بھوشن آپ کی ذات پر بھی ضرور شبہ کرے گا۔"

"آئی سی۔" میں نے دیدہ و دانستہ چونکتے ہوئے کہا "آپ کا خیال سو فیصد درست ہے۔ اب مجھے اس دو غلے سے پہلے سے زیادہ ہوشیار رہنا پڑے گا۔"

"اگر آپ کہیں تو میں پولیس کے کچھ ایسے با اعتماد لوگوں آپ کی حفاظت پر مامور کردوں جو اب بھی میری عزت کرتے ہیں۔"

"شکریہ لیکن میں اپنے اردگرد بھیڑ بھاڑ پسند نہیں کرتا ویسے بھی کسی گولی پر میرا نام لکھا جاچکا ہے تو اسے خدا کے سوا کوئی اور نہیں روک سکتا۔"

"اگر کبھی میری خدمت کی ضرورت پڑے تو تکلف سے کام نہ لیجیے گا۔"

"تھینکس مسٹر سراج۔ مجھے علم ہے کہ آپ مجھ سے کتنی محبت کرتے ہیں۔"

سراج سے گفتگو ختم کرنے کے بعد میں ایک ضروری فائل کا مطالعہ کر رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور مجھے مجبوراً کال ریسیو کرنی پڑی۔ اس بار دوسری جانب سے بھوشن کی آواز ابھری تھی۔

"میں نے تمہیں ڈسٹرب تو نہیں کیا مائی ڈیئر شہباز۔" اس نے بڑے مہذب انداز میں میرا مذاق اڑانے کی کوشش کی۔

"بالکل نہیں۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "میں دو ایک روز سے پروگرام بنا رہا تھا کہ تم سے ملاقات کر کے کچھ کاروباری گفتگو کی جائے لیکن مصروفیت کی وجہ وقت نہیں نکال سکا۔"

"تم نے حکم دیا ہوتا۔ میں تمہارے درشن کرنے چلا آتا۔"

"نہیں۔" میں نے دبی زبان میں کہا۔ "تم ایک بار میرے دفتر آنے کی زحمت گوارا کرچکے ہو۔ اب میری باری ہے۔"

"جب چاہو آجاؤ۔ میرے آدمی تمہارا سواگت کرنے کو ہر وقت تیار ہیں۔" بھوشن کے لہجے میں دھمکی پوشیدہ تھی۔

"اس وقت کیسے یاد کرلیا؟"

"میں ایک خاص پروجیکٹ پر تم سے کچھ ضروری بات کرنا چاہتا تھا۔" بھوشن نے کہا پھر سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "دراصل میں ماحولی آلودگی کو دور کرنے کے لیے ایک پلانٹ لگانا چاہتا ہوں۔ حکومت سے گرانٹ حاصل کرنے میں مجھے کوئی دشواری نہیں ہوگی۔ البتہ ایک مسئلہ ضرور پیش آئے گا۔"

"وہ کیا؟"

"مجھے کچرا سمیٹنے کی خاطر محنتی اور کارآمد ساتھیوں کی ضرورت ہوگی جو صرف ایسا کوڑا کرکٹ اکٹھا کریں جن کی

موجودگی ہمارے لیے پریشانی کا باعث بن سکتی ہے۔ دو چار ایسے ماہرین کی خدمات بھی حاصل کرنی ہوگی جو خطرناک جرثوموں کی بربادی میں ہمارے کام آسکیں۔"

"اچھا جذبہ ہے لیکن اچانک تمہیں اس نیک کام کا دھیان کیسے آگیا۔" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"کیوں؟ کیا تم نے کبھی کوڑے کرکٹ کے ڈھیر یا ڈرم کے اندر مردہ جانوروں اور انسانوں کی لاشیں نہیں دیکھیں جو صفائی کا معقول انتظام نہ ہونے کی وجہ سے تعفن پیدا کرتی رہتی ہیں جس کا زہر دور تک پھیلتا رہتا ہے۔ کیا اس قسم کی بے قاعدگی کرنے والوں کو دشمن کی صف میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔" بھوشن نے معنی خیز انداز میں کہا۔ "میرا خیال ہے کہ ایسے تمام افراد کو چن چن کر گولیوں سے بھون ڈالنا چاہیے۔"

"مہذب شہری اور قانون کا احترام کرنے والے ایسا کر نہیں سکتے ورنہ میں بھی تمہارا ہم خیال ہی ہوں۔" میں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ "صرف ایک ہی طریقہ ممکن ہے کہ ہم قانون کی نگاہوں میں آئے بغیر چوری چھپے خطرناک جرثوموں کو جن میں اب مستر رساں انسانوں کو بھی شمار کیا جاسکتا ہے۔ موت کی نیند سلا دیں۔ میرے نزدیک یہ بھی انسانیت کی خدمت ہوگی لیکن میں ایسا کرنے سے قاصر ہوں۔ اس لیے کہ کبھی میرا تعلق بھی قانون نافذ کرنے والے ادارے سے رہ چکا ہے۔"

"جو لوگ زیادہ محتاط رہنے کی کوشش کرتے ہیں وہ زیادہ آسانی سے شکار ہوجاتے ہیں۔" بھوشن نے معنی خیز انداز میں کہا۔

"دانش وروں کا بھی یہی کہنا ہے کہ سیانا کوا جلدی گند کھاتا ہے۔" میں نے اسے یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ میں اس سے خائف نہیں ہوں۔

"بہرحال۔ ہمیں جلد ہی مل بیٹھ کر کوئی آخری فیصلہ کرنا ہوگا۔"

"میں ہر وقت تیار ہوں۔" میں نے اسے چڑانے کی خاطر جواب دیا۔ "ویسے میں نے سنا ہے کہ آج صبح بھی کسی دہشت گرد کی لاش کوڑے کے ایک ڈرم سے برآمد ہوئی ہے۔ شاید کوئی اشتہاری مجرم تھا۔"

"تمہیں یہ خبر کہاں سے مل گئی۔" بھوشن نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "میں نے اخبار میں ایسی کوئی سرخی نہیں دیکھی۔"

"مجھے یہ خبر اپنے ذرائع سے موصول ہوئی ہے۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔

"دشمنیاں اور انتقام کی آگ ایسے ہی واقعات سے جنم لیتی ہیں۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

"مجھے اس قسم کی وارداتوں کا کوئی خاص تجربہ نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" میں نے معصومیت سے کہا۔

"ہر تجربہ آہستہ ہی آہستہ ہوتا ہے۔ خیر' یہ بتاؤ کہ تم کب مل رہے ہو؟"

"بہت جلد۔" میں نے مختصراً کہا پھر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

بھوشن کے فون نے مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کردیا تھا۔ کاروباری امور پر تبادلہ خیالات کا محض بہانہ تھا ورنہ دراصل بھوشن مجھے مرعوب کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ راجن اور فضلو دونوں ہی اس کے خاص مہرے تھے جو پٹے جاچکے تھے۔ مجھے یقین تھا کہ فضلو کی موت کی اطلاع ملنے کے بعد بھوشن کی ذہنی کیفیت کیا ہوگی۔ وہ میرے لیے اور خطرناک ہوجائے گا۔ ندیم کا قول بھی یہی تھا کہ دشمن کے گرد گھیرا اتنا تنگ کردو کہ اسے سانس لینے میں بھی دشواری محسوس ہو مگر میں اس کے خلاف تھا۔ میرا ذاتی نظریہ تھا کہ اس سے پہلے کہ کوئی موذی ایذا پہنچانے کی کوشش کرے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے ورنہ چوٹ کھایا ہوا سانپ اور درندہ خطرناک ہوجاتے ہیں۔ بھوشن کے بارے میں بھی میں نے یہی سوچا تھا لیکن گالکا نے مجھے روک دیا۔ اس کا کہنا تھا کہ ابھی بھوشن کو چھیڑنا مناسب نہ ہوگا۔ اس نے یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ میری خواہش کے مطابق بھوشن میرے ہی ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچے گا۔

شام کو میں دفتر سے گھر جانے کے لیے روانہ ہوا تو اچانک میرے ذہن میں جیسے سوئیاں چبھنے لگی ہوں۔ شاید دن بھر کی تھکان تھی جو میرے اعصاب پر غالب آرہی تھی۔ میں نے کچھ دیر آرام کرنے کی خاطر نشست کی پشت پر سر ٹکا کر آنکھیں بند کرلیں۔ گاڑی کریم چلا رہا تھا۔ اس کے آجانے سے کم از کم ڈرائیونگ کا بوجھ میرے ذہن سے اتر گیا تھا۔

میں آنکھ بند کیے خاموش بیٹھا تھا۔ میرے ذہن پر آہستہ آہستہ غنودگی طاری ہو رہی تھی پھر گاڑی کی اور دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی تو میں ٹائی کی گرہ ڈھیلی کرتے ہوئے نیچے اترا۔ میری آنکھوں کے سامنے عجیب سی دھند طاری ہو رہی تھی۔ میں تیز تیز قدم اٹھاتا عمارت کے اندر داخل ہوگیا پھر جب یکلخت میرے ذہن سے غنودگی دور ہوئی تو میں چونک اٹھا۔ میں اس وقت اپنے گھر کے بجائے ماہ رخ کی خواب گاہ میں موجود تھا جو میری نگاہوں کے سامنے ایک آرام دہ صوفے پر بیٹھی مے نوشی سے شغل کر رہی تھی۔ حسب معمول اس کے جسم پر جو لباس تھا وہ اتنا باریک کہ نہ ہونے کے برابر تھا۔ مجھے اپنے سامنے دیکھ کر اس نے ایک ہی گھونٹ میں جام خالی کیا پھر میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔

"کاش میں نے اس وقت کچھ اور مانگ لیا ہوتا۔"
"کیا مطلب؟"
"ایک لمحے پہلے میرے دل میں یہ خواہش بیدار ہوئی کہ کاش اس وقت تم اس خوب صورت خواب گاہ میں میرے قریب ہوتے۔" اس نے دوسرا جام تیار کیا پھر اسے ہاتھ میں لیے لہراتی ہوئی اٹھی۔ اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ آنکھوں میں مستیوں کے ساغر ٹکرا رہے تھے۔ میرے قریب آکر اس نے بڑے معنی خیز انداز میں سرگوشی کی۔ "سلیمان شاہ کل ہی دورے پر گیا ہے۔ اسے واپسی میں شاید ایک ہفتے سے زیادہ دن بھی لگ سکتے ہیں۔ اکیلے گھر میں میرا دم گھٹ رہا تھا لیکن اب تم آگئے ہو تو یہ لمحے حسین بن جائیں گے۔"
"ایک بات پوچھوں ماہ رخ صاحبہ۔" میں نے اسے تلخ لہجے میں مخاطب کیا۔ "تم نے میرے ڈرائیور کو خریدنے کے لیے کتنی رقم آفر کی تھی۔"
"ڈرائیور۔" اس نے تعجب سے مجھے گھورا۔ "کیا تم خود سے یہاں نہیں آئے ہو؟"
"شہباز۔" اچانک کالکا کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "ڈرائیور کا نام درمیان میں مت لاؤ۔ اس کا ذہن ابھی تک میری گرفت میں ہے۔ تمہیں گھر چھوڑنے تک وہ میرے قبضے میں رہے گا۔ اسے کچھ یاد نہیں رہے گا کہ وہ تمہیں کہاں لے گیا تھا۔"
"کالکا!" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔ "کیا تم نے اپنی طاغوتی قوتوں کے ذریعے مجھے یہاں آنے پر مجبور کیا ہے؟"
"ہاں' اس لیے کہ میں تمہاری دوست ہوں۔ دشمن نہیں۔" وہ تیزی سے بولی۔ "ماہ رخ نے جب تمہیں پہلی بار اغوا کرایا تھا تو اس نے بے ہوشی کی حالت میں تمہاری کچھ ایسی تصویریں بھی بنالی تھیں جو اگر منظر عام پر آجائیں تو تم شاید خودکشی کرنے سے بھی دریغ نہ کرو۔ تصویروں میں تم دونوں ہی لباس کی قید سے آزاد ہو۔"
"لیکن۔۔۔" میں نے کچھ کہنا چاہا مگر اسی لمحے ماہ رخ نے مجھے مخمور نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "اچھا ہوا جو تم اپنی مرضی سے آگئے ورنہ تمہیں بلانے کے لیے میرے پاس اور بھی بہت طریقے ہیں۔ گزرے ہوئے حسین لمحوں کی کچھ ایسی حسین اور بے باک یادگاریں جن کی ایک جھلک دیکھنے کے بعد شاید تم زندگی بھر مجھ سے چھٹکارا حاصل کرنے کے سلسلے میں سوچنا بھی چھوڑ دو گے۔"
"بلیک میلنگ؟" میں دانت پیس کر بولا۔
"پلیز ڈارلنگ۔" وہ بہکنے لگی۔ "اب آگئے ہو تو اتنی خشک باتیں نہ کرو۔ ان لمحوں میں خود بھی ڈوب جاؤ اور مجھے بھی ڈوب جانے دو زندگی ایسے ہی حسین اور خوبصورت لمحوں کا نام ہے۔ تم خوش نصیب ہو جو ماہ رخ نے تمہیں چاہا ہے ورنہ ہزاروں لوگ میرے ایک لمس کے لیے بھی ترستے رہتے ہیں۔"
"میرا خیال ہے کہ بے شرمی کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔" میں نے حقارت سے جواب دیا۔
"تم حکم دے کر دیکھو۔" وہ لہرا کر بولی۔ "میں تمہارے ایک اشارے پر بے شرمی کی تمام حدود پھلانگنے کو تیار ہوں۔"
میں نے واپسی کا ارادہ کیا لیکن میرے ذہن پر ایک بار پھر غنودگی طاری ہونے لگی۔ ماہ رخ نے اگر مجھے سہارا نہ دیا ہوتا تو شاید میں چکرا کر گر گیا ہوتا پھر وہ مجھے اپنے بازوؤں کے حصار میں لیے صوفے پر آگئی۔ بھرا ہوا جام میری سمت بڑھاتے ہوئے بولی۔ "لو اسے ایک ہی گھونٹ میں ختم کر جاؤ۔ یہ زندگی ہے۔ آب حیات ہے۔ یہ وہ شے ہے جو انسان کو زمانے کی اونچ نیچ اور خطروں سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ اس کے ذہن پر نرم اور بھیگے بھیگے بادل منڈلانے لگتے ہیں۔ ان بادلوں کے اندر اسے حسن کی ایک دیوی عریاں حالت میں رقص کرتی نظر آتی ہے اور پھر۔۔۔ پھر انسان سب کچھ فراموش کر کے اونچی نیچی لہروں پر تیرنے لگتا ہے۔ وہ تنہا نہیں ہوتا۔ حسن کی وہ دیوی بھی اس کے شانہ بشانہ ہوتی ہے جو آہستہ آہستہ لہروں کی مانند ایک دوسرے سے گلے مل کر جھوم اٹھتے ہیں۔ لو اسے میری خاطر پی جاؤ۔ اپنی ماہ رخ کی خاطر پلیز۔۔۔"
میری آنکھیں غنودگی کے عالم میں بند ہو رہی تھیں۔ مجھے سب کچھ دھندلا دھندلا سا نظر آرہا تھا۔ میں نے ہاتھ مار کر جام کو توڑ دینا چاہا لیکن وہ خواہش میرے اندر گھٹ کر رہ گئی۔ میں نے ماہ رخ کی جانب دیکھا۔ وہ اس وقت بہت حسین نظر آرہی تھی۔ میں نے اس کے ہاتھوں سے جام لیا اور ایک ہی گھونٹ میں حلق کے نیچے اتار لیا۔ بس ایک ثانیے کے لیے مجھے یوں لگا تھا جیسے کوئی دہکتی ہوئی شے میرے گلے سے نیچے اتر گئی ہو لیکن دوسرے ہی لمحے مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں فضاؤں میں اڑ رہا ہوں۔ ماہ رخ نے درمیانی فاصلہ کچھ اور کم کر دیا۔ اس نے ایک توبہ شکن انگڑائی لے کر دوسرا جام تیار کر کے میری سمت بڑھایا۔ میں اسے بھی لہرا کر پی گیا۔ مجھے اب کمرے کی ہر شے ناچتی اور تھرکتی نظر آرہی تھی۔ میرے ہوش و حواس میرا ساتھ چھوڑ رہے تھے۔
"بس کرو مائی سویٹ ہارٹ۔" ماہ رخ نے اپنی بانہیں میرے گلے میں ڈالتے ہوئے کہا۔ "ایک چھلکتا ہوا جام میں بھی ہوں۔ مجھے بھی اپنے وجود میں ضم کر لو۔ سب کچھ بھول کر۔ سب کچھ فراموش کر کے میرے حسن کی گہرائیوں میں ڈوب جاؤ۔"
میں نے ماہ رخ کی سمت غور سے دیکھا۔ وہ بھی اس وقت ایک چھلکتا ہوا جام نظر آرہی تھی۔ میں اسے مدہوشی کے عالم میں دیکھتا رہا۔ وہ آہستہ آہستہ بے حجاب ہو رہی تھی۔ درمیان میں جو پردے حائل تھے وہ سرکنے لگے تھے پھر میں ضبط نہ کر سکا۔ میں نے اسے کسی معصوم پرندے کی طرح اپنی بانہوں میں دبوچ لیا۔

"شہباز۔" مجھے کالکا کی آواز کہیں دور سے آتی محسوس ہوئی۔ "میں نے جو سپنے دیکھے تھے اب ان کے پورے ہونے کا سمے آگیا ہے تم نے بھی تو کئی بار میرے سندر شریر کو چھو کر محسوس کرنے کی کوشش کی تھی۔"
"کالکا رانی۔" میں نے ماہ رخ کے سراپا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا آج تمہیں جل جانے کا خطرہ نہیں ہے۔"
"نہیں میرے من مندر کے دیوتا۔" کالکا نے مستی بھرے انداز میں جواب دیا۔ "آج تم نے امرت پی لیا ہے۔ جب تک اس کا نشہ تمہارے ذہن پر باقی رہے گا۔ تمہاری پوتر شکتیاں تم سے دور رہیں گی۔ تم اب کیول کالکا کے ہو۔ تمہاری کالکا رانی نے تمہیں پانے کے لیے بہت جتن کیے ہیں اور آج' آج میں اپنے سندر سپنوں کو پورا کرنے میں سپھل ہو گئی ہوں۔ مجھ سے دور مت رہو پران ناتھ۔ آؤ' میرے قریب آؤ۔ میرے شریر کی پیاس بجھا کر ان لمحوں کو امر کر دو۔"
نشے کا سرور آہستہ آہستہ بڑھتا جا رہا تھا۔ میرے پہلو میں ماہ رخ بکھری پڑی تھی لیکن مجھے کالکا کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ میں نے ذہن پر زور دے کر اس راز کو جاننے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ بے خودی کی کیفیت کچھ اور شدت اختیار کر گئی۔ میں نے نشے کی حالت میں لہرا کر ماہ رخ کے پھول جیسے مہکتے جسم کو اپنے بازوؤں کے حصار میں پوری شدت سے سمیٹ لیا اور اس کے بعد مجھے کسی بات کا ہوش نہیں رہا۔ ہر طرف جیسے خوابناک گھپ اندھیرے پھیل گئے تھے۔ ان اندھیروں میں کالکا اور ماہ رخ کی سانسوں کی ملی جلی مہک بھی شامل تھی جو میری بے خودی کی کیفیت کو بڑھا رہی تھی۔

*

دوبارہ مجھے ہوش آیا تو میں اپنی کار میں موجود تھا جو گھر کی جانب رواں دواں تھی۔ گزری ہوئی باتیں مجھے خواب لگ رہی تھیں لیکن جب میں نے بیرونی ماحول کو برقی قمقموں سے جگمگاتے دیکھا تو چونک اٹھا۔ میں نے بوکھلا کر اپنی دستی گھڑی کی جانب دیکھا۔ جب میں دفتر سے روانہ ہوا تھا اس وقت پانچ بجے تھے لیکن اس وقت رات کے دس بج رہے تھے۔ کریم ڈرائیونگ سیٹ پر موجود تھا اور حسب معمول پوری طرح چاق و چوبند نظر آرہا تھا۔ میری الجھن بڑھنے لگی۔ میرے ذہن پر نشے کا معمولی سا خمار ابھی تک تھا۔ جو کچھ ہوا تھا وہ خواب نہیں۔ ایک بھیانک حقیقت تھی۔ میں نے اس حقیقت کو معلوم کرنے کی خاطر کریم سے پوچھا۔ "ہم دفتر سے کب روانہ ہوئے تھے؟"

"میں نے وقت پر غور نہیں کیا تھا صاحب لیکن ہم دفتر سے سیدھے کوٹھی ہی کی جانب روانہ ہوئے ہیں۔"
"شہباز۔" کالکا کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "میں نے تم سے کہا تھا کہ تمہارے ڈرائیور کا ذہن اس وقت تک میرے قبضے میں رہے گا جب تک تم گھر نہیں پہنچ جاتے۔ اس کے بعد بھی اسے یہ یاد نہیں رہے گا کہ تم راستے میں کہاں رکے تھے۔"
"کالکا۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے شکوہ کیا۔ "مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔"
"جھوٹ مت بولو شہباز۔" وہ بڑے پیار سے بولی۔ "کیا تم نے خود اس خواہش کا اظہار نہیں کیا تھا کہ تم میرے سندر شریر کو قریب سے چھو کر محسوس کرنا چاہتے ہو۔ میں نے تو کیول تمہاری اچھا (خواہش) پوری کی ہے۔ دو پریمیوں کی آتماؤں کا بندھن اور شریر کا ملاپ کوئی پاپ نہیں ہوتا۔ اگنی (آگ) کو بجھانا توہین ہے۔ شاستروں میں یہی لکھا ہے۔"
"لیکن جو کچھ ہوا ہے وہ میرے نزدیک۔۔۔"
"بھول جاؤ شہباز خان۔ اب ان باتوں سے کوئی فائدہ نہیں۔" کالکا نے معنی خیز انداز میں کہا۔ "جو سمے بیت گیا وہ اب واپس تو نہیں آسکتا۔ کالکا پہلے بھی تمہاری تھی اور اب بھی تمہاری ہے۔ پاپ اور پن کے چکر میں مت پڑو۔ یہ دھرماتماؤں کے سوچ وچار کی باتیں ہیں۔"
میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سختی سے ہونٹ بھینچ لیے پھر یکلخت کسی فوری خیال کے تحت میں نے چونک کر صندلی انگوٹھی کی جانب دیکھا اور میرا دل دھک سے رہ گیا۔

کمبل پوش بزرگ کی دی ہوئی صندلی انگوٹھی میرے ہاتھ میں موجود تھی لیکن اس کا رنگ گہرا سرخ ہوگیا تھا۔ رنگ کی یہ تبدیلی میرے خیال کے مطابق کوئی نیک علامت نہیں تھی۔ شاید نیک دل بزرگ مجھ سے خفا ہوگئے تھے۔ وہ کراماتی انگوٹھی میرے لیے بہت کار آمد تھی۔ غالباً مجھ سے جو گناہ سرزد ہوچکے تھے اس کے جرم کی پاداش میں سفید ریش بزرگ کے غصے کی شدت نے اس کا رنگ تبدیل کردیا تھا۔ اس انگوٹھی کی بدولت کالکا اور لیڈی مکلارنس دونوں میرے دل کی گہرائیوں میں جھانکنے سے قاصر تھیں' وہ دونوں ہی اس راز کو پالینے کی خاطر سرتوڑ کوششیں کررہی تھیں جس نے ان کی رسائی میرے دل کے نہاں خانوں تک ناممکن بنادی تھی' وہ انگوٹھی ہروقت میری انگلی میں موجود رہتی تھی لیکن اس کے باوجود کوئی دوسری نظر اسے دیکھنے سے قاصر تھی' بزرگ نے مجھے سختی سے تاکید کی تھی اس کے بارے میں میں اپنی زبان ہمیشہ بند رکھوں' اسی انگوٹھی کے ذریعہ میں نے سب سے پہلے داور کو جلاکر خاک کیا تھا' وہ بہت پہلے مرچکا تھا۔ ندیم کے ایک ماتحت نے اس کا جسم گولیوں سے چھلنی کردیا تھا لیکن شنکر نے اپنے مکروہ علم سفلی کے زور سے اسے زندہ کرکے عفریت کے روپ میں میرے مقابلے پر کھڑا کیا تھا لیکن صندلی انگوٹھی کی برکتوں نے اس کے جسم سے ٹکراکر اسے آگ کے خطرناک شعلوں کی لپیٹ میں گھیر کر راکھ کردیا تھا۔

کالکا نے ایک بار مجھ سے کہا تھا کہ ایک طاقت جب دوسرے سے ٹکراتی ہے تو کمزور طاقت جل کر فنا ہوجاتی ہے۔ کالکا کا یہی جملہ داور کے سلسلے میں میرے کام آگیا تھا اس کے بعد کومل ورما اور پھر موہنی بھی اسی انگوٹھی کا شکار ہوئی تھیں۔ وہ انگوٹھی خدا کے ایک برگزیدہ بزرگ کا عطیہ تھی لیکن میں نے گناہ کے دلدل میں پھنس کر شاید اس کی تاثیر کم کردی تھی یا شاید بالکل ہی ختم کردی تھی۔ نیکی اور بدی میں سیاہ اور سفید اور ثواب و گناہ میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے' میں گناہ کا مرتکب ہوا تھا اس لیے صندلی انگوٹھی کی رحمانی قوتوں کو جلال آگیا تھا جس نے اپنی رنگت حیرت انگیز طور پر تبدیل کرلی تھی۔

میں بہت دیر تک گزرے ہوئے واقعات کے بارے میں سوچتا رہا' میں دفتر سے سیدھا گھر جانے کے ارادے سے اٹھا تھا لیکن شدید غنودگی کے اثرات نے مجھے آنکھیں بند کرلینے پر مجبور کردیا تھا پھر آنکھ کھلی تو میں نے خود کو ماہ رخ کی خواب گاہ میں پایا' شاید کوئی طاغوتی قوت میرے ذہن کو کنٹرول کررہی تھی جس کے پیش نظر میں شرافت کی تمام حدود کو ایک جست میں پھلانگ گیا' شراب اور شباب نے مل کر میرے اندر کے شیطان کو بیدار کردیا تھا' ماہ رخ کسی کھلی کتاب کی طرح میری یادداشت میں بھی ابھر رہی تھی' میں اس کی اور کالکا کی ملی جلی آوازوں کو سن رہا تھا' مجھے یاد آیا۔ کالکا نے مجھ سے فرمائش کی تھی کہ میں کبھی ماہ رخ کی طرف ہو آیا کروں' وہ براہ راست میری آ... کی زینت نہیں بن سکتی تھی لیکن ماہ رخ کے روپ میں ... کے جسم پر قبضہ جمانے کے بعد وہ وصل کی لذتوں سے ... ہوسکتی تھی۔ مجھ سے جو گناہ سرزد ہوا تھا اس میں کالکا کی پراسرار قوتوں کا بھی دخل تھا۔ اس نے مجھ سے یہ بھی انکشاف کیا تھا کہ ماہ رخ نے مجھے اغوا کرانے کے بعد بے ہوشی کی حالت میں کچھ ایسی شرمناک تصویریں بنالی تھیں جو اگر منظر عام پر آجاتیں تو میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہتا۔

میرے ذہن میں گرم ہواؤں کے طوفانی جھکڑ چل رہے تھے' میری نگاہیں صندلی انگوٹھی پر جمی ہوئی تھیں۔ جو کچھ ہوچکی تھی اس میں کالکا کی خباثتوں کا بھی دخل تھا' اس نے کسی سوچے سمجھے منصوبے کے تحت میرے خلاف کوئی بہت گہری چال چلی تھی' مجھے لیڈی مکلارنس کا خیال آیا جو ناقابل یقین قوتوں کی مالک تھی۔ آخری ملاقات میں اس نے مجھے ہوشیار رہنے اور پھونک پھونک کر قدم اٹھانے کی تلقین کی تھی مگر جو کچھ ہوچکا تھا اس میں میرے ارادوں کو کوئی دخل نہیں تھا' نادیدہ قوتوں نے میرے سوچنے سمجھنے کی قوتوں کو یکسر معطل کردیا تھا' جس میں کالکا کا ہاتھ یقینی شامل تھا' اس نے بذات خود اس کا اقرار بھی کیا تھا اس نے اپنی پیاس بجھانے کی خاطر میرے ساتھ ایک خطرناک کھیل کھیلا تھا۔

"کریم۔۔۔" میں نے کسی خیال سے اپنے ڈرائیور کو مخاطب کیا۔ "ہم دفتر سے کس وقت اٹھے تھے؟"

"میں نے پہلے ہی عرض کیا تھا صاحب کہ میں نے وقت پر غور نہیں کیا تھا۔"

"کیا میں راستے میں کسی کام سے رکا تھا؟"

"جی نہیں۔۔۔" کریم نے کہا پھر بیک ویو مرر میں مجھے دیکھتے ہوئے بولا۔ "میرا خیال ہے کہ آپ کی طبیعت اس وقت ٹھیک نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"یہی سوال آپ کچھ دیر پہلے بھی کرچکے ہیں۔"

"ہاں۔ دراصل مجھے راستے سے کچھ ضروری چیزیں خریدنی تھیں۔" میں نے بات بناتے ہوئے کہا۔ "شاید میں بھول گیا۔"

"ہوسکتا ہے۔"

"تم ندیم کو کب سے جانتے ہو۔" میں نے اپنے ذہن کا بوجھ ہٹانے کی خاطر سوال کیا۔

"زیادہ پرانی ملاقات نہیں صاحب لیکن وہ بڑے نیک اور مہربان آدمی ہیں۔"

"کیا تم بحیثیت ڈرائیور ندیم کے ساتھ بھی کام کرچکے

ہو۔" اس بار میں نے سنجیدگی سے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "ندیم نے خاص طور پر تمہیں ڈرائیور کی ڈیوٹی کے لیے منتخب کیا تھا۔"

"آپ کا اندازہ درست ہے۔" کریم نے جواب دیا۔ "میں تقریباً ایک مہینے تک ان کے لیے ڈرائیور کی خدمت انجام دے چکا ہوں لیکن یہ بہت پرانی بات ہے۔"

"کیا تم نے سلیمان شاہ کا نام سنا ہے؟" میں نے محتاط انداز میں پوچھا۔ میرے دل کے گوشے میں ایک تصور یہ بھی مچل رہا تھا کہ کہیں کریم بھی ماہ رخ کے ساتھ ملا ہوا نہ ہو۔

"صرف نام کی حد تک واقف ہوں صاحب۔"

"کبھی تم ندیم کے ساتھ ان کی کوٹھی پر بھی گئے تھے۔"

"جی نہیں۔۔۔" کریم نے بڑی سادگی سے جواب دیا۔

میں نے کریم کو زیادہ کریدنا مناسب نہیں سمجھا۔ اس کی سفارش خاص طور پر ندیم نے کی تھی اس لیے اس پر شبہ کرنے کی گنجائش بہت کم تھی۔ ہوسکتا ہے کہ کالکا نے ٹھیک ہی کہا ہو کہ اس نے میرے ڈرائیور کے ذہن کو ماؤف کردیا تھا۔ میں نے سوچا۔

"شہباز خان۔۔۔" کالکا کی آواز میری قوت سماعت سے ٹکرائی۔ "اپنے ڈرائیور کو کریدنے کی کوشش کرکے تم اپنا سمے برباد کررہے ہو۔ میں نے کہا تھا کہ اسے کچھ یاد نہیں رہے گا۔"

"ایک بات پوچھوں کالکا۔" میں نے لگاوٹ کا اظہار کیا۔

"پوچھو۔"

"کیا یہ حقیقت ہے کہ جب ماہ رخ میری آغوش میں تھی تو تم نے اس کے جسم پر قبضہ جمار کھا تھا۔"

"ہاں۔۔۔ میں انکار نہیں کروں گی۔" وہ خمار آلود لہجے میں بولی۔ "تمہیں حاصل کرنے کے لیے اس کے سوا میرے پاس کوئی دوسرا چارہ نہیں تھا۔"

"تم نے کہا تھا کہ کوئی پراسرار قوت میری مدد کررہی ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "وہی طاقت جس نے داور' کومل اور پھر موہنی کو جلاکر راکھ کردیا تھا۔"

"ہاں۔ مجھے پورا وشواس ہے کہ وہ شکتی اب بھی تمہارے اندر موجود ہے۔"

"لیکن وہ تمہارے سلسلے میں کار آمد نہیں ہوسکی۔"

"تم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ تمہارا شریر جس شریر سے ٹکرایا تھا وہ میرا نہیں ماہ رخ کا تھا' میں نے کیول اس کے من پر قابو کیا تھا۔"

"کیا یہ حقیقت ہے کہ ماہ رخ نے مجھے اغوا کرنے کے بعد۔۔۔"

"میں نے غلط نہیں کہا۔" کالکا نے تیزی سے کہا۔ "وہ جب چاہے تمہیں بلیک میل کرسکتی ہے۔"

"کیا اس سلسلے میں تم میری کوئی مدد نہیں کرسکتیں۔" میں نے اسے اکسانے کی کوشش کی۔ "میں جانتا ہوں کہ تم مہان شکتی کی مالک ہو۔ تم اگر چاہو تو ماہ رخ کے قبضے میں موجود ایسی تمام چیزوں کو غائب کرسکتی ہو جن کی وجہ سے میری عزت اور شہرت کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

"میں خود اپنے پیروں پر کلہاڑی نہیں مار سکتی۔" کالکا نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "بہت دنوں بعد تمہاری سندر باہنوں میں سمٹ کر اپنے سپنے پورے کرنے کا موقع ملا ہے۔ میں اسے گنوانا نہیں چاہتی۔"

"اگر میں وعدہ کرلوں کہ صرف تمہاری خاطر میں ماہ رخ سے ملتا رہوں گا تو؟"

"میں تمہیں وچن دیتی ہوں کہ ایسی صورت میں ماہ رخ تو کیا' اس کے بڑے بھی تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔"

"کیا تم نے وہ تصویریں دیکھ رکھی ہیں۔" میں نے دبی زبان میں پوچھا۔

"نہ دیکھتی تو تمہیں حاصل کرنے کا طریقہ میرے ذہن میں کیسے آتا۔"

"لیکن۔"

"چنتا مت کرو شہباز خان۔ جب تک کالکا رانی تمہاری ہے اس وقت تک تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔"

"کیا کوئی ایسا طریقہ نہیں ہے کہ میں براہ راست تمہارے جسم سے کھیل سکوں۔" میرے لہجے میں حسرت تھی۔

"ابھی اس کا سمے نہیں آیا۔"

"پھر میری ایک خواہش اور پوری کردو۔" میں نے لیڈی مکلارنس کے دعویٰ کی تصدیق کرنے کی خاطر کہا۔ "تم مجھے اپنی سندر مورتی لادو۔ میں اسے دیکھ کر ہی اپنا من بہلا لیا کروں گا۔"

"جب کالکا تمہاری اپنی ہے۔ تم اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہو تو پھر پتھر کی بے جان مورتی کا کیا کروگے؟"

"میں اسے اپنے خواب گاہ کی زینت بنا کر رکھوں گا۔"

"شہباز خان۔" اچانک کالکا کے لہجے میں انتقامی جذبہ بیدار ہوگیا۔ "میں جانتی ہوں کہ تم میری مورتی کا سوال کیوں کررہے ہو؟ سفید چنری والی بڑھیا تمہیں میرے خلاف بھڑکا رہی ہے۔ اسی نے تمہارے من میں یہ بات بٹھائی ہے کہ میری مورتی اس کے قبضے میں ہے اور وہ بہت جلد میری آتما کو بھی قابو کرلے گی۔"

"ہاں' اس نے یہی کہا تھا۔" میں نے سادگی سے جواب دیا۔

"زبانی جمع خرچ کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔" کالکا کا لہجہ اور سفاک ہوگیا۔ "سمے کا انتظار کرو' وہ دن دور نہیں جب

میں اس کلنکنی کا سر کاٹ کر تمہارے سامنے اسی طرح پیش کروں گی جس طرح اس بوڑھی ویشیا نے پنڈت بنسی دھر کا پوتر سر اس کے تن سے جدا کرا کے تمہارے سامنے پیش کیا تھا۔"

"کالکا۔" میں نے بڑی اپنائیت کا اظہار کیا۔ "اس بوڑھی ساحرہ کے مقابلے میں تم نے میری ہمیشہ زیادہ سہائتا کی ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ میرے اندر کوئی طاقت ہے کہ نہیں لیکن جو حالات پیش آچکے ہیں اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ قدرت نے میرے اندر کوئی قوت پیدا کر دی ہے۔ تم کہو تو میں لیڈی مکارنس سے کسی بہانے ٹکرا کر اس کا کریا کرم بھی کر دوں۔"

"اس خیال کو من سے نکال دو۔" کالکا نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "وہ تمہارے بس کا روگ نہیں ہے' اگر اسے شبہ بھی ہو گیا کہ تم اس کے بارے میں ایسا سوچ رہے ہو تو وہ تمہیں کبھی شما نہیں کرے گی۔"

"کالکا۔" میں نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔ "کیا اس وقت بھی وہ ہماری باتیں سن رہی ہو گی۔"

"نہیں۔ میں اس پاپن کے سائے سے بھی چوکنی رہتی ہوں' اسی لیے جب تمہارے پاس آتی ہوں یا تم سے باتیں کرتی ہوں تو اپنے اور تمہارے چاروں اور منڈل کھینچ دیتی ہوں جس کے اندر اس کی شکتی داخل نہیں ہو سکتی۔"

"کیا موہنی کی طرح تم مجھے کوئی ایسا موقع فراہم نہیں کر سکتیں کہ میں اس بڑھیا سے ٹکرا جاؤں۔"

"میں تمہیں کھونا نہیں چاہتی میرے پران ناتھ۔" کالکا نے مستی بھری آواز میں جواب دیا۔ "تم میری چنتا مت کرو' وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔"

"یہی خیال شنکر اور موہنی کا بھی تھا لیکن تم نے ان کے تمام جنتر منتر توڑ دیے تھے۔" میں نے جذباتی انداز اختیار کیا۔ "تمہاری خاطر میں اپنی زندگی بھی داؤ پر لگا سکتا ہوں۔"

"میں پھر تم سے بہت جلد ملوں گی۔" کالکا نے سپاٹ انداز میں جواب دیا پھر ہمارے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی۔

میری نظریں ایک بار پھر صندلی انگوٹھی پر پڑیں جس کا سرخ رنگ اور گہرا ہوتا جا رہا تھا۔

☆

اسی رات مجھے ایک بار پھر ندیم کے ساتھ کیسینو جانا پڑا۔ وہ بڑی شدت سے میرا منتظر تھا۔ میرا خیال تھا کہ وہ میرے دیر سے گھر آنے کی وجہ ضرور دریافت کرے گا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ ممکن تھا کہ لوگوں نے اسے پہلے ہی حالات سے باخبر کر دیا ہو' اس کے تعلقات چونکہ اب بھی سیاسی اور کاروباری بنیادوں پر ماہ رخ اور سلیمان شاہ سے برقرار تھے اس لیے یقیناً اسے میرا وہاں جانا ناگوار نہیں گزرا ہو گا لیکن شاید اسے ان اندرونی حالات کا علم نہ ہو سکا ہو جو مجھے پہلی دفعہ پیش تھے۔

ندیم نے مجھے عارفہ اور نسیم کے بے حد اصرار پر [illegible] مجھے کھانے کی اجازت دی تھی' میں نہا دھو کر لباس تبدیل [illegible] کے موڈ میں تھا لیکن ندیم نے مجھے اس کی اجازت نہیں [illegible] خلاف توقع وہ بہت زیادہ سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ کیسینو کی [illegible] جاتے وقت ڈرائیونگ کرتے ہوئے بھی اس کی نگاہیں سا[illegible] سڑک پر مرکوز تھیں۔ وہ کسی گہری سوچ میں مستغرق دکھائی [illegible] رہا تھا۔

"معاملہ کیا ہے؟" میں نے تھوڑی دیر کے بعد پوچھا۔

"ہمیں آج فضلو کے ساتھی سے دو ٹوک بات کرنی ہے۔"

"تمہارا اشارہ غالباً رحیم بخش کی سمت ہے لیکن تمہارے خیال میں وہ بھوشن کے خلاف زبان کھول دے گا۔"

"اگر اس نے تعاون سے انکار کیا تو اس کا انجام فضلو [illegible] زیادہ بھیانک ہو گا۔"

"اس کا اندازہ تمہارے تیور ہی سے ہو رہا ہے لیکن [illegible] خریدے ہوئے کارندوں کی موت سے بھوشن کی صحت پر کیا [illegible] پڑ رہا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "خان جابر' بہرام [illegible] ٹائیگر بھی اس کے خاص آدمی تھے لیکن ان کے مرنے کے بعد ان کی جگہ دوسروں نے سنبھال لی۔ رحیم بخش کے بعد بھی [illegible] کچھ ہو گا۔"

"میرا خیال ہے کہ راجن کی موت سے ہمیں زیادہ نقصان ہوا ہے' وہ اگر زندہ رہتا تو میں اسے آسانی سے توڑ سکتا تھا۔" ندیم سنجیدگی سے بولا۔ "اس نے اپنی زندگی کی ابتدا لڑکیوں کی دلالی سے کی تھی اور ایسے آدمی روپے کی چمک دمک کے آگے زیادہ دیر نہیں ٹھہرتے۔"

"کیا اسے تمہارے آدمیوں نے نہیں مارا تھا؟"

"کچھ اہم افراد اب بھی میری لسٹ پر موجود ہیں۔" ندیم نے راجن کے سلسلے میں میرے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کوئی ایک نہ ایک ہمارے کام آجائے۔"

"تم نے آج میرے دیر سے واپسی کا سبب نہیں پوچھا۔" میں نے موضوع بدلنے کی کوشش کی۔

"اس لیے کہ تم نے بھوشن کے سلسلے میں اب جو راستہ اختیار کیا ہے وہ زیادہ مناسب ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"ماہ رخ اور سلیمان شاہ دونوں بڑے کام کے آدمی ہیں' ایسے بااثر لوگوں سے ہمیشہ بنا کر رکھنی چاہیے۔"

"کیا میں کریم کے بارے میں تم سے کچھ پوچھ سکتا ہوں؟"

"میں نے تمہیں پہلے بھی بتایا ہے کہ وہ ایک قابل اعتماد

اور کارآمد آدمی ہے۔"

"اس کے علاوہ اور کچھ۔"

"اور کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟"

"کیا وہ ماہ رخ اور سلیمان شاہ سے بھی واقف ہے؟"

"میرا خیال ہے۔ نہیں۔"

"تمہارا خیال غلط ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میں بھی ابھی اسے سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔" میں نے دیدہ و دانستہ قدرے دروغ گوئی سے کام لیتے ہوئے کہا۔ "دفتر سے آف ہونے کے بعد میں نے اس کو صرف سلیمان شاہ کی کوٹھی چلنے کو کہا تھا اور اس نے پتا پوچھے بغیر میرے حکم کی تعمیل کر دی تھی۔"

"اس میں ایسی تعجب کی کیا بات ہے' سلیمان شاہ بہرحال ایک معروف آدمی ہے' ہو سکتا ہے کہ کریم نے کہیں آتے جاتے اس کی کوٹھی دیکھی ہو اور اس کا پتا اس کے ذہن میں محفوظ ہو گیا۔"

میں نے ندیم کو بغور دیکھا' وہ جو کچھ کہہ رہا تھا بڑی سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔ میں نے اس کے بعد کوئی سوال نہیں کیا۔ کیسینو پہنچ کر اس نے اپنے خاص آدمیوں سے بزنس کے متعلق کچھ سوال کیے پھر خفیہ راستے سے اس زمین دوز کمرے میں پہنچ گیا جہاں رحیم بخش اس وقت بھی تین مسلح نقاب پوشوں کے درمیان گھرا بیٹھا تھا لیکن آج کی حالت بہت مختلف تھی' اس کے ہونٹ خاصے متورم نظر آ رہے تھے۔ چہرے پر دونوں جانب متعدد نیلے نیلے دھبے موجود تھے۔ پیشانی کی جلد ایک دو جگہ سے پھٹی پھٹی نظر آ رہی تھی جس سے بہنے والا خون وہیں جم کر رہ گیا تھا۔ وہ ننگے فرش پر اپنے جسم کو سمیٹے بائیں کروٹ لیٹا ہلکے ہلکے کراہ رہا تھا۔ شاید اسے راہ راست پر لانے کی خاطر ندیم کے آدمیوں نے پہلے ہی سے اس کی اچھی خاصی خاطر تواضع کر رکھی تھی۔

قدموں کی آہٹ سن کر وہ خود ہی کراہتا ہوا اٹھ بیٹھا تھا' اس کی حالت خاصی ابتر نظر آ رہی تھی جس کا احساس اس کی آنکھوں کے تاثرات سے جھلک رہا تھا۔

"اب تمہارا کیا جواب ہے؟" ندیم نے اسے گھورتے ہوئے سرد لہجے میں سوال کیا۔

"وہ۔ وہ۔ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"ہو سکتا ہے تمہارا خیال ٹھیک ہو لیکن یہاں جو موت نصیب ہو گی وہ زیادہ تکلیف دہ اور اذیت ناک ہو گی۔"

"م۔ میں بھوشن کے بارے میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ وہ اس شہر کا سب سے زیادہ شریف بدمعاش ہے۔" رحیم بخش نے تھوڑے توقف سے جواب دیا۔ "فضلو براہ راست اسی کا آدمی تھا لیکن میں۔"

"میرے پاس وقت کم ہے رحیم بخش۔" ندیم نے اسے خاموش ہوتا دیکھ کر سفاک انداز میں پوچھا۔ "کیا تم پسند کرو گے کہ میں پھر تمہیں چوبیس گھنٹوں کے لیے اپنے آدمیوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دوں۔"

"ن۔ ن۔ نہیں۔" وہ خوفزدہ انداز میں باری باری تینوں مسلح نقاب پوشوں کو دیکھتے ہوئے رحم طلب لہجے میں بولا۔ "م۔ میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔ جب مرنا ہی مقدر میں لکھا ہو تو پھر تنہا مرنے سے کیا فائدہ۔"

"گڈ۔ تم نے صحیح راستے پر چلنے کا درست فیصلہ کیا ہے۔"

کمرے میں ایک لمحے تک گہری خاموشی طاری رہی پھر رحیم بخش نے کہا۔

"میں بشیرا ماچھی کا آدمی ہوں' فضلو نے اسی کے ذریعے مجھے اپنے ساتھ شامل ہونے پر مجبور کیا تھا' مجھ سے کہا گیا تھا کہ ضرورت پڑنے پر مجھے ایک کوٹھی میں نقب لگانے کی خدمت انجام دینی ہو گی لیکن وہاں صورت حال ہی کچھ اور ہو گئی۔"

"تمہارے ساتھ کل کتنے آدمی تھے؟" ندیم نے سوال کیا۔

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا اس لیے کہ میں فضلو کے ساتھ تھا لیکن میرا خیال ہے کہ وہاں فضلو کے تین چار ساتھی اور بھی تھے۔"

"بشیرا ماچھی کے کاروبار کے سلسلے میں تم کیا کہو گے؟"

"اس کی حیثیت مچھیروں کی بستی میں ہلاکو خان سے کم نہیں ہے۔" رحیم بخش نے کراہتے ہوئے جواب دیا۔ "اس سے پہلے وہاں راجن کی حکومت تھی بعد میں راجن کو بستی چھوڑ دینی پڑی۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"ہاں۔ وہ پولیس اور کسٹم والوں کی نظروں میں آگیا تھا' اگر ان کے ہاتھوں پکڑا جاتا تو شاید اس وقت دس بارہ سال قید بامشقت کی سزا بھگت رہا ہوتا۔ اس کے چلے جانے کے بعد اب بشیرا ماچھی نے اس کی جگہ سنبھال لی ہے۔ بستی کے سارے لوگ اس سے خوفزدہ رہتے ہیں' کسی کو معاف کر دینا اس کے اصول کے خلاف ہے' کسی پر شبہ ہو جانا ہی بہت ہے' اس کے بعد بشیرا کے ساتھی اس مشتبہ شخص کو بڑی بے دردی سے ٹکڑے ٹکڑے کر کے سمندر میں مچھلیوں کے لیے چارے کے طور پر ڈال دیتے ہیں۔"

"اور کچھ۔"

"مجھے صرف اتنا معلوم ہے کہ پہلے راجن اور اب بشیرا ماچھی کسی بڑی پارٹی کے لیے نشہ آور چیزوں اور ہیرے

جواہرات کی اسمگلنگ کا دھندا کرتے ہیں' میں یقین سے نہیں کہہ سکتا لیکن ہو سکتا ہے کہ وہ بڑی پارٹی بھوشن ہی کی ہو۔"

"مچھیروں کی بستی میں تم کیا ڈیوٹی انجام دیتے تھے؟"

"زیادہ تر پولیس اور کسٹم پارٹی کے افراد پر نظر رکھنا میرے ذمہ ہے۔ ویسے ایک دو بار بشیرا ماچھی مجھے ناجائز مال کے ساتھ خلیج بھی بھیج چکا ہے۔" رحیم بخش نے کہا۔ "مجھے منزل پر پہنچنے کے بعد اپنی لانچ سے اتر کر ساحل پر قدم رکھنے کی اجازت نہیں تھی' کوئی مخصوص آدمی پہلے سے طے شدہ کسی خاص نشانی یا خاص جملے کا حوالہ دے کر اپنی شناخت کراتا تھا جس کے بعد مال اس کے حوالے کر دیا جاتا تھا۔"

"اور مال کی رقم کون وصول کرتا ہے؟"

"مجھے اس کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔"

"کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ ناجائز تجارت کا مال کس دن خلیج کی طرف روانہ کیا جاتا تھا؟"

"اس کے لیے کوئی خاص دن مقرر نہیں تھا' ہمیں مال کی روانگی سے صرف دو گھنٹے پہلے اس کی اطلاع ملتی تھی اور ہم کھوجیوں کی طرح بستی کے چاروں طرف پھیل جاتے تھے لیکن ایک بات میں نے اکثر نوٹ کی ہے' اسمگلنگ کا مال ہفتے میں صرف ایک ہی دن باہر ترسیل پار کیا جاتا تھا۔"

"کیا راجن کے بستی سے ہٹ جانے کے بعد بھی پولیس یا کسٹم کی کسی پارٹی نے بستی میں ریڈ کی تھی؟"

"نہیں۔"

"تمہیں اس بات کا علم ہے کہ مال کس گھاٹ سے اور کس لانچ سے روانہ کیا جاتا ہے؟"

"نہیں۔ اس کی اطلاع روانگی سے پہلے لانچ کے ناخدا کو بھی نہیں ہوتی' جو کچھ ہوتا ہے اس کا علم صرف بشیرا ماچھی کو ہوتا ہے جو عین وقت پر کسی ناخدا اور لانچ کا انتخاب کرتا ہے۔"

"کیا تم اسمگلنگ کا مال پکڑوانے میں میری مدد کر سکتے ہو؟"

"وعدہ نہیں کرتا لیکن کوشش ضرور کروں گا۔" رحیم بخش کی نگاہوں میں امید کی ایک موہوم سی کرن نمودار ہوئی پھر وہ خوفزدہ انداز میں بولا۔ "لیکن شاید اب بشیرا ماچھی مجھے قابل اعتماد نہ سمجھے' وہ فضلو کی موت کے بعد سے میری طرف سے کھٹک گیا ہوگا۔"

"رسک لینے میں کیا حرج ہے۔" ندیم نے کہا۔ "تم اپنے بچ نکلنے کے بہت سارے بہانے بھی کر سکتے ہو' تمہارے جسم پر نظر آنے والی یہ چوٹیں اس بات کی گواہی دیں گی کہ فرار ہونے سے پہلے تم کو شدید تشدد کا نشانہ بنایا گیا تھا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن۔"

"لیکن کیا۔" ندیم نے اسے تیز نظروں سے گھورا۔

"بشیرا ماچھی ایک نمبر کا حرامی توہی ہے' اپنے باپ کو بھی کسوٹی پر پرکھے بغیر اس پر اعتبار نہیں کرتا۔ اگر اسے میرے اوپر شبہ ہو گیا تو شاید میرا انجام بھی وہی ہو جو دوسرے مشتبہ کا ہوتا ہے۔"

"پھر تمہارا کیا فیصلہ ہے۔" ندیم نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "کیا ہم تمام زندگی تمہاری میزبانی کے فرائض انجام دیتے رہیں گے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں آپ کی بات۔" اس نے تم توقف سے جواب دیا۔ "مجھے زندگی بچانے کی خاطر ایک رسک تو لینا ہوگا۔"

"میرا خیال ہے کہ اب تم نے ایک عقلمندی کا فیصلہ کیا ہے۔" ندیم نے کہا۔ "تمہاری جیت یا ہار کا انحصار تمہاری عقلمندی یا حماقت پر منحصر ہوگا لیکن بہرحال میرے ایک آدمی تمہاری نگرانی کرتے رہیں گے۔"

"بشیرا ماچھی کی اجازت کے بغیر اس بستی میں کوئی پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔"

"یہ سوچنا میرا اپنا کام ہے۔ تم اپنی بات کرو۔"

"میں تیار ہوں لیکن آپ کو بروقت اطلاع دینے کا کیا ہوگا؟"

"پہلے تم اس بات پر اچھی طرح غور کر لو کہ غداری کی صورت میں تمہیں میری طرف سے کیا سزا مل سکتی ہے۔"

"بھیانک موت۔" رحیم بخش نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے جواب دیا۔ "لیکن مجھے صرف ایک بات کا خوف زیادہ ہے' وہ ولد الحرام مجھ سے یہ ضرور پوچھے گا کہ مجھے کس پارٹی نے اغوا کیا تھا۔"

"تم اس کا جواب نہایت آسانی سے دے سکتے ہو۔" ندیم نے کہا۔ "تم اور فضلو پانڈے کے بنگلے پر گئے تھے۔ جہاں تمہارا ٹکراؤ پانڈے کے آدمیوں سے ہو گیا۔ تم اور فضلو پکڑے گئے۔ فضلو اپنی ضد پر اڑا رہا اس لیے مارا گیا لیکن تم کسی نہ کسی طرح فرار ہو گئے۔"

"یہی بہانہ مناسب رہے گا لیکن آپ کو بروقت کسی بات کی اطلاع دینے کا طریقہ کیا ہوگا۔"

"جب ایسا موقع پیش آئے تو تم اپنی دستی گھڑی منہ کے قریب لا کر مجھے پیغام دے سکتے ہو۔" ندیم نے جیب سے دستی گھڑی نکال کر رحیم بخش کے حوالے کرتے ہوئے کہا جو میں نے پہلے دن اس کی کلائی پر دیکھ چکا تھا۔

"سمجھ گیا۔" رحیم بخش نے دستی گھڑی کلائی پر باندھتے ہوئے کہا۔ "اب اس میں کوئی ہائی پاور کا ٹرانسمیٹر بھی فٹ کروا دیا گیا ہے۔"

"اس کے علاوہ ویک نتھی سی شے اور بھی ہے' ندیم نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے سرد انداز میں جواب دیا۔ "تمہاری موت بھی اسی کے اندر بند ہے' میرے ایک اشارے پر یہی گھڑی تمہارے جسم کے ٹکڑے بھی فضا میں بکھیر سکتی ہے۔"

رحیم بخش نے اس بار کوئی جواب نہیں دیا۔

"ایک بات اور ذہن نشین کرا دو' اگر تم نے اس گھڑی کو ہاتھ سے اتارنے کی کوشش کی یا اور چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو تمہارا انجام بڑا ہولناک ثابت ہوگا۔"

"ہاں۔ مجھے احساس ہے کہ اب دونوں طرف سے موت ہی میرا تعاقب کرے گی۔" رحیم بخش کے لہجے سے مایوسی ٹپک رہی تھی پھر اچانک کسی خیال کے تحت چونک کر بولا۔ "راجن کے بستی چھوڑ جانے کے بعد دوبارہ کسی پولیس یا کسٹم پارٹی نے ادھر کا رخ نہیں کیا' مخبری کے شک میں بشیرا ماچھی کئی بے گناہ لوگوں کو ختم کرا چکا ہے۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"میرا خیال ہے کہ اگر ناجائز تجارت کا مال بھوشن ہی کا ہوتا ہے تو پھر اب کوئی اس پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ میں نے یہی سنا ہے کہ بھوشن کی پہنچ دور تک ہے' ایسی صورت میں اگر مخبری کی اطلاع ناکام ثابت ہوئی تو پھر بشیرا ماچھی کا عذاب میرے سوا کسی اور پر نازل نہیں ہوگا۔" رحیم بخش نے کہا۔ "میں نے کئی ساتھیوں کی زبانی سن رکھا ہے کہ بھوشن مٹھی گرم کرنے کے سلسلے میں خاصا فیاض واقع ہوا ہے۔ وہ افسر بھی معطل کیا جا چکا ہے جس نے پہلی بار بستی پر ریڈ کرنے کی کوشش کی تھی' ایسی صورت میں۔"

"پولیس اور کسٹم کا خیال ہے اپنے ذہن سے نکال دو۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "ہم جس معاملے میں ہاتھ ڈالتے ہیں اسے کسی اور ایجنسی کے حوالے نہیں کرتے۔ خود شکار کرنے اور خود ہی پکا کر کھانے کے عادی ہیں۔"

"پھر ٹھیک ہے۔" رحیم بخش نے اطمینان کا سانس لیا۔

"کچھ دیر بعد ہمارے آدمی تمہیں آنکھوں پر پٹی باندھ کر ایک ایسے مقام پر چھوڑ جائیں گے جہاں سے مچھیروں کی بستی تک پہنچنے میں کچھ زیادہ دشواری پیش نہیں آئے گی اور ہاں' ایک بات یاد رہے' تم بشیرا ماچھی کو صرف یہی تاثر دو گے تمہیں اور فضلو کو پانڈے کے آدمیوں نے دبوچ لیا تھا۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔"

جواب میں ندیم نے رحیم بخش کو بڑی سفاک نظروں سے گھورا پھر مجھے ساتھ لے کر اوپر اپنے آفس میں آ گیا جہاں بڑی بڑی داڑھی اور مونچھوں والا ایک خوش پوش جوان پہلے سے موجود تھا۔ تھری پیس سوٹ میں بظاہر وہ کسی اونچے طبقے کا سلجھا ہوا ہی دکھائی دے رہا تھا۔ ندیم کو دیکھ کر اس نے اٹھنے کی کوشش کی تھی لیکن ندیم کے اشارے پر بیٹھا ہی رہا۔

"تم ٹھیک وقت پر آئے ہو۔" ندیم نے اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے نوجوان کو مخاطب کیا۔ "تمہیں باہر کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟"

جواب میں نوجوان نے نفی میں گردن کو جنبش دی تھی۔

"میں اب تمہیں ایک بہت ہی اہم اور خطرناک ذمہ داری سونپ رہا ہوں؟"

اس بار نوجوان نے بڑے جذباتی انداز میں اپنی چھاتی پر ہاتھ مارا' جس کے مطلب یہی تھا کہ وہ ہر خطرناک مہم کو سر انجام دینے کی خاطر آمادہ ہے' میں نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ شاید وہ قوت گویائی سے محروم ہے جو اشاروں کی زبان میں بات کر رہا تھا۔

"تم کچھ دیر آرام کر لو۔ کل صبح ماسٹر جی سے مل لینا' وہ تمہیں اس مشن کے بارے میں مکمل تفصیل سے آگاہ کر دے گا جو میں تمہیں سونپ رہا ہوں۔"

نوجوان اثبات میں سر ہلاتا ہوا اٹھا اور ندیم سے ہاتھ ملا کر کمرے سے باہر نکل گیا لیکن جاتے جاتے اس نے مجھے کچھ عجیب گہری نظروں سے دیکھا تھا۔

"کون تھا یہ شخص؟" میں نے اس کے جانے کے بعد ندیم سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ تم اسے پہلے سے جانتے ہو؟"

"میں۔" میں چونکا۔ "میں نے آج اسے پہلی بار دیکھا ہے۔"

"پھر ہو سکتا ہے کہ میں غلطی پر ہوں۔" ندیم نے مسکراتے ہوئے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔

"تم اس وقت مجھے کیسینو کیوں لائے تھے؟"

"یہ بتانے کے لیے کہ آئندہ میرا پروگرام کیا ہوگا۔" ندیم نے سنجیدگی اختیار کر لی۔ "اگر رحیم بخش والا تجربہ کامیاب ہو گیا تو تمہارے پانڈے جی کے لیے حالات زیادہ خطرناک ہو سکتے ہیں' بشیرا ماچھی اور بھوشن کے دوسرے اجرتی قاتل پہلی فرصت میں پانڈے کو اپنے راستے سے ہٹانے کی کوشش ضرور کریں گے۔"

"میرے ذہن میں بھی یہی نکتہ ابھر رہا ہے۔"

"ایسی صورت میں مناسب ہوگا کہ پانڈے اپنی سندر دھرم پتنی کو ساتھ لے کر خاموشی سے کسی دوسری جگہ منتقل ہو جائے۔" ندیم نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "اتنی راز داری سے کہ گھر کے کسی ملازم کو بھی اس کی بھنک نہ ملے۔"

"یہ کس طرح ممکن ہے۔" میں نے کہا۔ "ان دونوں کے چلے جانے کے بعد کیا گھریلو ملازموں کو اس کی خبر نہ ہوگی کہ

کوٹھی خالی ہوگئی ہے؟"

"کوٹھی خالی نہیں ہوگی۔" ندیم نے سنسنی خیز لہجے میں جواب دیا۔ "صرف اصل کو نقل سے اس طرح تبدیل کردیا جائے گا کہ کسی کو شبہ نہ ہو' اور اس کے لیے تمہیں پانڈے کو اعتماد میں لینا ہوگا' لیکن اسے یہ بھی باور کرادینا کہ اگر اس نے کوئی حماقت کی تو پھر میری کوئی ذمہ داری نہیں ہوگی۔"

"آئی سی۔" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔ "یہ طریقہ یقیناً ہماری کامیابی کی ضمانت بن سکتا ہے لیکن کیا راجن اور بھوشن کے آدمی پانڈے کی کوٹھی کی نگرانی نہ کررہے ہوں گے؟"

"یقیناً وہ بھی پوری طرح محتاط ہوں گے۔" ندیم نے مسکرا کر جواب دیا۔ "لیکن تم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ پانڈے ابھی تک پوری طرح صحت یاب نہیں ہوا۔ ڈاکٹر اور ہسپتال کی گاڑی اس کی کوٹھی پر اکثر آتی جاتی رہتی ہے۔ ہمیں کسی ہسپتال کی وین ہی استعمال کرنی پڑے گی۔"

"فضلو کی موت کے بعد وہ اور زیادہ محتاط ہوگئے ہوں گے۔" میں نے ایک امکانی خدشے کا اظہار کیا۔ "ہوسکتا ہے کہ وہ اب وہاں پر آنے جانے والے پر کڑی نگرانی کررہے ہوں؟"

"ایسے ہی موقعوں پر سیاسی چال بے حد کارگر ثابت ہوتی ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"ایک طرف کوئی ہنگامہ کرا کے لوگوں کی توجہ اس طرف مبذول کرادو اور دوسری طرف خاموشی سے اپنا کام کرجاؤ۔ یہ طریقہ ہماری عملی سیاست میں بھی بارہا کارآمد ثابت ہوچکا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا پانڈے تمہاری بات مان لے گا؟" ندیم نے آخری جملے پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"حالات کے پیش نظر اس بات کا کوئی امکان نہیں کہ وہ میرے مشورے پر عمل کرنے سے انکار کردے لیکن کیا ضروری ہے کہ ہم لانگ روٹ اختیار کریں۔ فلمی کہانی کی طرح اس معاملے کو طول دینے کے بجائے شارٹ کٹ بھی اختیار کیا جاسکتا ہے۔"

"کیا تم براہ راست بھوشن سے ٹکرانا چاہتے ہو؟" ندیم نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"بظاہر اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "ٹکراؤ تو بہرحال ہونا ہے۔ پھر کوئی لمبا راستہ کیوں اختیار کریں۔"

"تم بھوشن کی طاقت کا اندازہ پہلے بھی لگا چکے ہو؟"

"میں اس حقیقت سے انکار نہیں کروں گا کہ اس کے ہاتھ بہت دور تک پھیلے ہوئے ہیں لیکن کبھی کبھی ایک حقیر چیونٹی بھی ہاتھی کی موت کا سبب بن جاتی ہے۔"

"ایک طریقہ ممکن ہے۔ ماہ رخ بھوشن کے تمہارے لیے بہت زیادہ کارآمد۔"

"میں لعنت بھیجتا ہوں ماہ رخ اور سلیمان شا... نے تلملا کر جواب دیا۔

"پھر جو راستہ تم مناسب سمجھو وہ اختیار کرو۔ ... روکوں گا نہیں۔" ندیم نے سپاٹ آواز میں کہا۔

پھر اس سے پیشتر کہ میں کوئی جواب دیتا فون کی گھ... ندیم نے ریسیور اٹھالیا۔ اس کے چہرے پر یکلخت گہ... طاری ہوگئی تھی' دوسری جانب سے کوئی اہم اطلا... تھی لیکن ندیم صرف ہوں' ہاں' ٹھیک ہے۔ میں ... کال کرتا ہوں کے الفاظ استعمال کررہا تھا۔ غالباً و... اطلاع سے مجھے باخبر نہیں کرنا چاہتا تھا چنانچہ میں خا... اٹھا اور قدم اٹھاتا اس کے دفتر سے باہر نکل آیا۔

دوسرے روز میں دفتر سے اٹھ کر پانڈے کی طر... کے لیے نکلا تھا' میرے ذہن میں ندیم کی اسکیم گونج ر... رحیم بنگش کو چھوڑا جاچکا تھا' بشیرا ماچھی سے پہلی ملا... بعد میں نے بھی یہی اندازہ لگایا تھا کہ وہ اوپر سے جتنا... تھا اندر سے اس سے بھی زیادہ حیوان نما درندہ تھا' ... کہانی پر یقین آجانے کی صورت میں وہ سب سے پہلے ... موت کو بھی پانڈے کی ذات سے منسوب کرے گا ... فرصت میں پانڈے کا نام صفحہ ہستی سے مٹا دینے کی ... قوت استعمال کرے گا۔ ایسی صورت میں یہی بہتر تھا ... اور نرمل کو ہٹا کر ان کی جگہ ان کے ڈپلی کیٹس ... جائے۔ مجھے قوی امید تھی کہ پانڈے مجھ سے کوٹھی خا... اور چوروں کی طرح چھپ کر زندگی گزارنے کا سبب ... گا۔

میں اپنے خیالات میں مستغرق تھا اور پانڈے کو ... منوانے کی خاطر مختلف پہلوؤں پر غور کررہا تھا کہ ... نظر سامنے پڑی اور میں ایک لمحے کو گڑبڑا کر رہ ... پانڈے کی رہائش گاہ کی سمت جانے کے بجائے ش... جانے والی سڑک پر فراٹے بھر رہی تھی۔ میری ریڑھ ... خوف کی سرد لہر دوڑ گئی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بظاہر ... تھا لیکن یہ بھی ممکن تھا کہ کریم کے میک اپ میں ... اس کی جگہ سنبھال لی ہو۔ فوری طور پر میرا ہاتھ کو... رینگ گیا۔ میرا آٹومیٹک بدستور بغلی ہولسٹر میں مو... تعجب ہوا' اگر کریم کی جگہ کسی اور نے لے لی تھی ... کی موجودگی کیا معنی رکھتی تھی؟ دو ہی صورتیں ممکن ... دشمنوں نے قبل از وقت مجھے چوکنا کرنے کی ضرو... کی تھی یا پھر ان کے دوسرے افراد کسی اور گاڑی ... تعاقب کررہے ہوں گے؟ میں نے آہستہ سے ...

... کی جانب دیکھا۔ میرا خیال درست ثابت ہوا' سیاہ ... کی ایک فورڈ محدود فاصلے سے میرے تعاقب میں تھی ... دو گاڑیوں کے علاوہ دور دور تک کسی بڑی گاڑی کا وجود ... نہیں آرہا تھا۔ مجھے ایک ثانئے کو ہنسی آگئی۔ ندیم نے ... اور نرمل کے سلسلے میں دشمنوں کے خلاف جو اسکیم ... کی تھی وہی اب میرے ساتھ پیش آرہی تھی۔ میں کسی ... خطرے سے نمٹنے کے لیے پوری طرح تیار تھا۔ چوہے کی ... دشمنوں کے جال میں پھنس کر بے بسی کی موت مجھے منظور ... تھی' میں اگر چاہتا تو آٹومیٹک ہولسٹر سے نکال کر ڈرائیونگ ... پر بیٹھے ہوئے ڈپلی کیٹ کی کھوپڑی بھی اڑا سکتا تھا۔ اس ... بعد گاڑی کنٹرول کرنا بھی میرے لیے زیادہ دشوار نہ ہوتا' ... ٹریننگ کے دوران میں نے اس قسم کے خطرات سے ... ہونے اور خود کو محفوظ رکھنے کے بہت سارے گر سیکھ ... تھے۔

سیاہ رنگ کی فورڈ سے میری گاڑی کا فاصلہ بہت زیادہ نہیں ... لیکن میں یہ بھی دیکھ رہا تھا کہ میری اپنی گاڑی کی رفتار بتانے ... سوئی بتدریج بڑھتی جارہی تھی' میں نے بوکھلانے کی ... ضرورت نہیں محسوس کی' جب تک آٹومیٹک میرے پاس موجود ... میں اپنی حفاظت کرسکتا تھا۔

"کریم ــــ" میں نے اچانک چونکنے کی اداکاری کرتے ہوئے پوچھا۔ "یہ ہم کس طرف جارہے ہیں؟"

"فی الحال ہم شہر سے باہر جانے والی روڈ پر ہیں۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ لہجہ سو فیصد کریم جیسا ہی تھا۔

"لیکن میں نے تمہیں۔"

"پانڈے جی کی طرف جانے کا حکم دیا تھا۔" کریم نے میرا ... پورا کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن حالات کے پیش نظر میں نے ... راستہ اختیار کرلیا۔"

"کیا مطلب۔"

"شہر کے اندر ہی مجھے شبہ ہوگیا تھا کہ سیاہ رنگ کی فورڈ ... تعاقب میں ہے۔ اسی خیال کی تصدیق کی خاطر میں نے ... راستہ تبدیل کردیا۔"

"تم شہر کے اندر بھی مجھے اس شک سے آگاہ کرسکتے تھے۔" میں نے جھلا کر کہا۔

"آپ کسی سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے' میں نے آپ کو ... کرنا مناسب نہیں سمجھا۔" کریم نے نہایت اطمینان ... جواب دیا۔ اس کی نظریں بار بار بیک ویو مرر کی طرف اٹھ ...

"لیکن اس ویرانے میں اگر تم نے کسی عقلمندی کا ثبوت ... دیا۔" میں نے کریم کو بدستور مشتبہ نگاہوں سے گھورتے ... کہا۔ "شہر کے اندر فورڈ کو ڈاج دینے کے زیادہ بہتر مواقع مل سکتے تھے۔"

"میں نے ہر ممکن کوشش کی تھی صاحب لیکن تعاقب کرنے والے جیسے جونک کی طرح چمٹ کر رہ گئے ہیں۔"

"اب کیا ہوگا؟"

"اگر اجازت دیں تو میں اگلے موڑ پر دروازہ کھول کر نشیب کی سمت چھلانگ لگادوں۔" کریم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "تیز رفتاری کی وجہ سے سیاہ فورڈ والے مجھے نہیں دیکھ سکیں گے۔ اس طرح کم از کم ہم دونوں میں سے ایک کی جان بچ جائے گی۔"

"کون ہو تم؟" میں نے برق رفتاری سے اپنا آٹومیٹک نکال کر اس کی نال ڈرائیونگ کرنے والے کی گردن پر جمادی۔

"آپ کا خادم ہوں صاحب۔ عبدالکریم لیکن لوگ مجھے صرف کریم کے نام سے جانتے ہیں۔"

"میرے دشمنوں نے تمہیں کتنے میں خریدا ہے؟" میں نے اس بار سفاک لہجے میں کہا۔ "سیدھی طرح جواب دو ورنہ میں تمہاری کھوپڑی اڑا دوں گا۔"

"میرا مشورہ ہے کہ آپ جتنی جلدی ممکن ہو اگلی سیٹ پر آجائیں۔" اس نے میری دھمکی کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔ "اگلا موڑ آنے میں بہ مشکل دس منٹ رہ گئے ہیں۔ اگر یہ سنہری موقع بھی ہاتھ سے نکل گیا تو پھر حالات خطرناک صورت بھی اختیار کرسکتے ہیں۔"

میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا پھر بڑی احتیاط اور پھرتی کے ساتھ اگلی نشست پر چلا گیا' آٹومیٹک پر میری گرفت بدستور مضبوط تھی لیکن ڈرائیونگ کرنے والا اس کی طرف سے بے پروا نظر آرہا تھا۔

"آپ احتیاط سے کام لیجئے گا صاحب۔" اس نے یکلخت گاڑی کی رفتار تیز کرتے ہوئے کہا۔ "میں موڑ کاٹتے ہی چھلانگ لگادوں گا اس کے بعد آپ کو کنٹرول سنبھالنا ہوگا۔"

میرے پاس وقت بہت کم تھا' اگر وہ کریم نہیں تھا تو پھر مجھے گاڑی میں تنہا چھوڑنے کی حماقت کیوں کررہا تھا؟ کیا اس عیار دشمن نے گاڑی کے اندر کوئی پلاسٹک بم فٹ کررکھا تھا جس کے بلاسٹ ہونے کا وقت قریب آرہا تھا؟ میرے ذہن میں متعدد سوالات گڈمڈ ہورہے تھے پھر اس سے پیشتر کہ میں کسی آخری نتیجہ پر پہنچتا اگلا موڑ قریب آگیا۔ کریم یا اس کا ڈپلی کیٹ دروازہ کھول چکا تھا' میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں پھر موڑ کاٹتے ہی وہ کسی چھلاوے کی طرح نشیب کی جانب کود گیا' میں نے اسٹیئرنگ سنبھالنے میں بڑی پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا۔

ایک ایک لمحہ میرے لیے بڑا اعصاب شکن ثابت ہورہا تھا' میں موڑ سے گزر کر سیدھی سڑک پر کچھ ہی دور آگیا تھا کہ سیاہ رنگ کی فورڈ بھی نظر آنے لگی لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا

وہ میرے لیے ناقابل یقین ہی تھا' ایک خوفناک دھماکے کی آواز میرے کانوں میں گونجی اور اس کے ساتھ ہی سیاہ رنگ کی فورڈ کے ٹکڑے ٹکڑے فضا میں دور دور تک بکھر گئے' میں نے غیر اختیاری طور پر بریک لگا کر اپنی گاڑی روک دی' میرے تنفس کی رفتار بے ترتیب ہو رہی تھی پھر اچانک مجھے کریم نظر آیا جو پوری رفتار سے میری جانب دوڑتا آرہا تھا' وہ بھی شاید ایک اضطرابی کیفیت ہی تھی جس کے تحت میں نے ڈرائیونگ سیٹ خالی کردی لیکن آٹومیٹک بدستور میرے ہاتھ میں دبا ہوا تھا۔

دس منٹ بعد ہم دوبارہ شہر کی طرف جارہے تھے' فورڈ کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں کے قریب ہی مجھے ایک دو ادھیڑی ہوئی لاشیں بھی نظر آئی تھیں' کریم نے بڑی مہارت سے گاڑی کی رفتار کم کرکے اسے داہنی جانب کچے میں اتارا پھر دوبارہ سڑک پر آکر فراٹے بھرنے لگا۔

"تم۔۔۔"

"میں کریم ہی ہوں صاحب۔" اس نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔ "آپ کا خادم اگر آپ نے مجھے ملازمت نہ دی ہوتی تو شاید اس وقت میں کسی فٹ پاتھ پر بیٹھا۔۔۔ اللہ کے نام پر کچھ دیتا جا بابا۔۔۔ کی صدا لگا رہا ہوتا۔"

"فورڈ میں کل کتنے افراد تھے؟" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے سوال کیا۔

"میرے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ ان کی تعداد کا شمار لگا سکتا۔"

"مجھے پہلے ہی شبہ تھا کہ ندیم نے کچھ سوچ کر ہی تمہاری سفارش کی ہوگی۔" میں نے کریم کو گھورتے ہوئے کہا۔

"سفارش کے بغیر آج کل ملازمت ملتی بھی کہاں ہے؟" اس نے سادگی سے جواب دیا۔ گاڑی برق رفتاری سے اپنا سفر طے کررہی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ میں پہلے بھی تمہیں کہیں دیکھ چکا ہوں۔ شاید ندیم کے کیسینو میں۔"

"ضرور دیکھا ہوگا' اس لیے کہ مجھے یہ ملازمت حاصل کرنے کی خاطر۔۔۔"

"نہیں۔" میں نے اس کا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔ "تم وہ نہیں ہو جو نظر آتے ہو۔" میں نے تیزی سے اس جملہ کو کاٹتے ہوئے کہا۔ "کمانڈو ایکشن کسی غیر تربیت یافتہ انسان کے بس کی بات نہیں ہوتی۔"

کریم نے کوئی جواب نہیں دیا' میں نے اسے مزید کریدنا مناسب بھی نہیں سمجھا' شاید وہ مجھے اپنی اصلیت بتانے سے گریز کررہا تھا' میں اسے کچھ دیر تک خاموش رہنے کے بعد پوچھا۔

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ سلینڈ مصنوعی ہجوم میں کون لوگ تھے؟"

"یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن ایک بات طے ہے کہ اگر ہم نے انہیں تباہ نہ کیا ہوتا تو وہ بھی ہم کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا چھوڑتے۔"

"آئی ایم پراؤڈ آف یو۔" میں نے اس کی تعریف کی۔

"تھینک یو' ویری مچ سر۔" اس کے جواب دینے بھی اس بات کی غمازی کررہا تھا کہ وہ خاصا پڑھا لکھا تھا۔

ہمارے درمیان کافی دیر تک کوئی گفتگو نہیں ہوئی اب شہری حدود میں داخل ہوکر پانڈے کی کوٹھی کی جارہی تھی' میں ندیم کے بارے میں سوچ رہا تھا جس نے کسی خاص اور تربیت یافتہ آدمی کو میرے ساتھ لگا رکھا اس وقت وہ ساتھ نہ ہوتا تو پوزیشن کچھ اور بھی ہو سکتی اچانک میں نے چونک کر پھر صندلی انگوٹھی کی جانب دیکھا کا رنگ بدستور گہرا سرخ نظر آرہا تھا' شاید رنگ کی میرے لیے گردشوں کا پیش خیمہ تھی۔

میں نے پانڈے کی کوٹھی پر پہنچ کر اس سے ملاقات خلاف توقع کچھ زیادہ ہی پریشان نظر آرہا تھا' نرمل اس کے قریب بیٹھی آہستہ آہستہ اس کے سر کو اپنی نازک انگلیوں سے سہلا رہی تھی۔

"خیریت۔" میں نے پوچھا۔ "کیا طبیعت پھر خراب ہے۔"

"کیا بتاؤں۔" پانڈے نے ہونٹ چباتے ہوئے "سمجھ میں نہیں آرہا کہ مجھے اب کیا کرنا چاہیے۔"

"کوئی خاص بات؟"

"ہاں۔" وہ کچھ توقف سے بولا۔ "آج صبح ہی دو غلے راکھشش کا فون آیا تھا۔"

"بھوشن جوزف کا۔" میں سنجیدہ ہوگیا۔ "کیا کہہ رہا تھا۔"

"وہ سمجھ رہا ہے کہ میرے آدمی اس کے شکاری کتوں کے پیچھے پڑگئے ہیں۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"پہلے راجن سنگھ کو کسی نے اسی کے اپارٹمنٹ میں اس کے کچھ اور ساتھیوں سمیت نرک میں جھونک دیا تھا' اب نام کے کسی آدمی کی لاش کوڑے دان پر پڑی پائی گئی ہے سمجھ رہا ہے کہ ان وارداتوں کے پیچھے میرا ہاتھ ہے۔ بتائیے' اب میں اس حرامزادے کو کیا جواب دوں۔"

"اس نے ہم سے کہا ہے کہ مرنے والے لوگوں کے لیے پچاس لاکھ کی رقم ایک ہفتے کے اندر اندر حوالے کردی جائے ورنہ وہ ہم دونوں کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔" نرمل نے میری جانب رحم طلب نظروں سے دیکھ کر کہا۔ "کیا یہ انیائے' ظلم' نہیں ہے کہ کرنے کوئی اور۔۔۔

پچاس لاکھ کوئی اتنی معمولی رقم بھی نہیں ہوتی کہ انسان نا سمجھ کر کسی کی جھولی میں ڈال دے۔"

میرا خیال ہے کہ اب آپ کو پولیس میں ایف آئی آر درج کرادینی چاہیے تاکہ معاملہ ریکارڈ پر آجائے۔"

"پولیس۔۔۔" پانڈے نے حقارت سے کہا۔ "ایف آئی آر درج کرانے کے بعد وہ بھی ہمارا جینا دوبھر کردیں گے اس لیے کہ بھوشن کے مقابلے میں میری نہیں سنیں گے۔"

"پھر آپ نے کیا سوچا ہے۔" میں نے دریافت کیا۔

"ایک ہی طریقہ باقی رہ گیا ہے۔" وہ بے بسی سے بولا۔ "اپنا کاروبار آپ کے نام کرنے کے بعد اس ملک ہی سے منہ کالا کرلوں' کہیں ایسی جگہ چلا جاؤں جہاں میرے بارے میں کو کوئی جانکاری نہ ہو۔"

"بعد میں آپ کاروبار کو فروخت کرکے رقم ہمیں بھجوا دیجیے گا۔" نرمل نے کہا۔ "اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔"

"اور اگر میرے من میں لالچ آجائے۔ میرا مطلب ہے میں آپ کے کاروبار کو ہڑپ کرجاؤں تو؟"

"ایسا نہ کہیں شہباز صاحب۔" پانڈے نے بڑے خلوص سے جواب دیا۔ "ہمیں آپ پر پورا پورا وشواس ہے۔ آپ کی مدد حاصل نہ ہوتی تو شاید وہ اب تک ہم دونوں کا کریا کرم کرچکا ہوتا۔ میں کس زبان سے آپ کا شکریہ ادا کروں۔"

"اگر آپ لوگوں کو مجھ پر وشواس ہے تو آپ کو میرا ایک مشورہ قبول کرنا ہوگا۔" میں نے اصل موضوع کی طرف آتے ہوئے کہا۔

"آپ حکم دیں۔" پانڈے سے پہلے نرمل نے کہا۔

"آپ دونوں اس مکان کو اتنی خاموشی سے خالی کردیں کہ کسی کو اس کی بھنک بھی نہ مل سکے۔"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے؟" پانڈے نے کہا۔ "گھر کے ملازموں کو بہرحال اس کی خبر ہوجائے گی کہ ہم نے کوٹھی خالی کردی ہے۔"

"کوٹھی خالی نہیں ہوگی۔" میں نے معنی خیز انداز میں جواب دیا۔ "آپ دونوں یہاں نہ ہونے کے بعد بھی موجود رہیں گے۔"

"میں۔۔۔ سمجھا نہیں۔۔۔" پانڈے نے حیرت سے پوچھا۔ پھر جب میں نے ندیم کے مشورے کے بموجب پانڈے اور نرمل کو اسکیم سے آگاہ کیا تو پانڈے کی نگاہوں میں امید کی کرن جگمگانے لگی' نرمل بھی مجھے تشکرانہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"ہم آپ کا یہ اپکار کبھی نہیں بھولیں گے۔" وہ دبی زبان سے بولا۔

"ایک اپکار آپ کو بھی کرنا ہوگا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "اس اسکیم کا علم کسی اور کو نہ ہو ورنہ سارا کھیل چوپٹ ہوجائے گا۔"

"آپ جس طرح کہیں گے اسی طرح ہوگا۔" پانڈے نے مجھے یقین دلایا۔ پھر میں وہاں زیادہ دیر نہیں رکا' پانڈے کے گھر سے اٹھ کر میں سیدھا ندیم کے کیسینو گیا پھر اسے پانڈے سے ہونے والی گفتگو کی تفصیل سنانے لگا۔

"گڈ۔۔۔" ندیم نے مجھے تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم نے پانڈے کو راضی کرکے میری بہت ساری مشکلات آسان کردی ہیں۔"

"مثلاً۔۔۔"

"مثلاً یہ کہ اب پانڈے کی کوٹھی بھی ہمارے لیے ایک محفوظ قلعہ کا کام سرانجام دے گی۔"

پھر اسی وقت ایک خوبصورت خاتون کمرے میں داخل ہوئیں اور میں ان پر ایک اچٹتی ہوئی نگاہ ڈالتا ہوا ندیم کو "وش" کرنے کے بعد باہر آگیا۔ میں نے ندیم سے اس سیاہ فورڈ کے بارے میں بھی کچھ دریافت نہیں کیا لیکن مجھے یقین تھا کہ کریم کے ذریعے حالات سے باخبر ضرور ہوچکا ہوگا۔

☆

سراج کی آمد میرے لیے غیر متوقع نہیں تھی' کہ وہ چھٹی لینے کے باوجود بھوشن کے پیچھے لگا ہوگا' ڈیوٹی پر ہونے کی صورت میں شاید وہ کھل کر ہاتھ پاؤں نہیں چلا سکتا تھا اسی لیے وہ دو ماہ کی رخصت حاصل کرکے منظر عام سے ہٹ گیا تھا' دور دور رہ کر وہ بھوشن کے خلاف زیادہ ٹھوس ثبوت حاصل کرسکتا تھا۔ بہرحال میں نے حسب معمول اس کا استقبال بڑے تپاک سے کیا۔

"آپ میرے آنے سے ڈسٹرب تو نہیں ہوئے۔" اس نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا' میں محسوس کررہا تھا کہ اس وقت وہ اندرونی طور پر کچھ زیادہ الجھا ہوا تھا۔

"آپ کے آنے سے مجھے خوشی ہوتی ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "یہ فرمائیے کہ اس وقت آپ کیا پینا پسند کریں گے۔"

"ایک گلاس ٹھنڈا پانی۔"

میں نے گھنٹی بجا کر چپراسی کو پانی لانے کا آرڈر دیا' اس دوران ہمارے درمیان رسمی گفتگو ہوتی رہی پھر چپراسی پانی کا گلاس رکھ کر واپس چلا گیا تو سراج نے سنجیدگی سے کہا۔

"ایک بار دریافت کرنے کی خاطر حاضر ہوا ہوں۔" اس کی دوربین نگاہیں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔

"یقیناً کوئی اہم بات ہوگی۔"

"جی ہاں۔۔۔" وہ پہلو بدل کر بولا۔ "کیا میں امید رکھوں کہ

آپ مجھ سے تعاون کریں گے۔"

"بات کیا ہے۔" میں نے سراج کے چہرے کے تاثرات کو پڑھنے کی کوشش کی۔

"ایک بات آپ نے مجھے دعوت دی تھی کہ میں آپ کے ساتھ مل کر بھوشن کے خلاف کوئی موثر اقدام کروں۔"

"مجھے یاد ہے۔" میں نے سنبھل کر جواب دیا۔ "دراصل بھوشن کے مقابلے میں آپ کو جو سبکی اٹھانی پڑی ہے وہ ایک پولیس آفیسر کے شان کے خلاف تھی اور اس وردی کی بے حرمتی تھی جسے پہن کر ہم قانون کی بالادستی قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں' جان ہتھیلی پر رکھ کر جرائم کے خاتمے کی خاطر موت سے کھیلتے ہیں لیکن اگر کسی کی فرض شناسی کو وہ انعام ملے جو آپ کو ملا ہے تو پھر فرض شناسی کا جذبہ سرد پڑ جاتا ہے۔ آپ کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ بھوشن کی وجہ سے ہوا جو ایک بزنس مین ہونے کے باوجود اپنے وسیع تعلقات کی وجہ سے سیاسی میدان میں اچھا خاصا اثر و رسوخ رکھتا ہے' ایسے حالات میں میرا خیال تھا کہ اگر میں آپ کے کسی کام آسکوں تو یہ میری خوش قسمتی ہوگی۔"

"کیا آپ ذاتی طور پر بھوشن کے خلاف نہیں ہیں؟" سراج نے بھرپور انداز میں مجھے کریدنے کی کوشش کی۔

"یہ میرا قطعی ذاتی اور نجی معاملہ ہے۔" میں نے محتاط انداز میں جواب دیا پھر بات بناتے ہوئے بولا۔ "ہمارے شعبے میں بھی بزنس رئیولری اسی طرح ایک اہم رول پلے کرتی ہے جس طرح سیاست کے میدان میں ایک فریق دوسرے فریق کی کردار کشی کرکے معصوم اور بھولے بھالے لوگوں کے دلوں پر اپنی بڑائی کا سکہ جمانے کی کوشش کرتا ہے۔"

"میں آپ کی بات سے انکار نہیں کرتا لیکن بھوشن کا معاملہ کچھ دوسری نوعیت کا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے سراج کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"میں آپ کے والد کے مداحوں میں سے ہوں' ان کے بہت سارے احسانات بھی ہیں مجھ پر' اس لیے کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم کھل کر ایک دوسرے سے بات کریں۔ دوستوں کی طرح۔"

"میں اب بھی آپ کی بات کا مفہوم نہیں سمجھ سکا۔"

"میں راجن کے سلسلے میں کچھ باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں۔"

"میرا خیال ہے کہ اس کی اچھی خاصی تفصیل آپ کو پولیس ریکارڈ سے بھی مل سکتی ہے اس لیے کہ وہ کوئی اچھی شہرت نہیں رکھتا تھا۔"

"آپ کیا جانتے ہیں راجن کے بارے میں؟"

"صرف اتنا کہ وہ ایک بدنام شخص تھا جس کا پورا ماضی آلودہ ماحول اور جرائم پیشہ افراد کے ساتھ گزرا تھا۔"

"آپ کو راجن کے سلسلے میں یہ تمام معلومات کہاں حاصل ہوئیں؟" سراج کا لہجہ معنی خیز ہوگیا۔ "کیا راجن کے ماضی کے بارے میں چھان بین کرنا بھی آپ کے بزنس سے تعلق رکھتا ہے؟"

"چھان بین کرنا قانونی اصطلاح میں اس عمل کو کہتے ہیں جو بطور خاص کسی فرد' افراد یا تنظیم کے خلاف باضابطے کی کارروائی کے طور پر عمل میں آتا ہے۔" میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "جبکہ کسی جرائم پیشہ کے بارے میں میڈیا کے ذریعے عام افراد کو بھی معلومات حاصل ہوتی رہتی ہیں۔"

"درست فرمایا آپ نے۔ لیکن آپ کو اس بات کا علم کس طرح ہوا کہ راجن اب اس دنیا میں نہیں ہے؟" سراج نے کاٹ دار لہجے میں پوچھا۔ "مجھے یقین ہے کہ راجن کی موت یا اس کو پیش آنے والے حادثے کی اطلاع ابھی تک میڈیا کے ذریعے عام نہیں ہوئی ہے۔"

سراج کی گرفت خاصی مضبوط اور بھرپور تھی۔ میں نے جو کچھ کہہ گیا تھا وہ میرے خلاف بطور ثبوت بھی استعمال کیا جاسکتا تھا لیکن میں اتنا اناڑی بھی نہیں تھا کہ اپنی ہار تسلیم کرلیتا۔ چنانچہ میں نے مسکرا کر بات بناتے ہوئے کہا۔

"آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ مسٹر سراج کہ بھوشن میرے خلاف دشمنی پر آمادہ ہے' وہ اپنے ہر نقصان کو میرے کھاتے میں ڈالنے کی کوشش کرتا ہے' راجن کی موت کی اطلاع بھی مجھے اسی نے دی تھی' شاید وہ بھی بھوشن کے بدمعاشوں میں سے ایک تھا' راجن کے موت کی ذمہ داری بھوشن نے میرے ہی اوپر عائد کی ہے۔"

"کیا بھوشن نے فون کرکے آپ کو راجن کے قتل کا ذمہ دار ٹھہرایا تھا۔"

"ظاہر ہے۔" میں مسکرایا۔ "ورنہ میں ابھی اس منزل تک نہیں پہنچا جہاں الہام کی کیفیت پیدا ہونے لگتی ہے۔"

"کیا آپ کے علم میں ہے کہ راجن پہلے مچھیروں کی بستی میں رہا کرتا تھا پھر کسٹم کی ایک ناکام ریڈ کے بعد وہ پوش علاقے کے ایک اپارٹمنٹ میں منتقل ہوگیا تھا۔"

"جی نہیں۔ بھوشن نے مجھے اس کے قتل کا ذمہ دار ٹھہرانے کی خاطر فون پر بکواس کی تھی۔ راجن کہاں رہتا تھا اس کے بارے میں کسی تفصیل سے آگاہ نہیں کیا گیا تھا۔"

"اس کے باوجود آپ کو علم تھا کہ راجن شہر کے پوش علاقے کے اپارٹمنٹ میں مقیم تھا۔" سراج نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"آپ یہ بات اس قدر یقین سے کس طرح کہہ رہے ہیں؟" میں نے قدرے ناخوشگوار انداز میں پوچھا۔

"اس لیے مسٹر شہباز کہ جس رات راجن اور اس کے ساتھیوں کو قتل کیا گیا تھا اس رات بارہ بجے کے قریب آپ کو اسی عمارت میں داخل ہوتے دیکھے گئے تھے جس میں راجن کا اپارٹمنٹ واقع ہے۔"

"کوئی ثبوت ہے آپ کے پاس اس بات کا؟" میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے پوچھا۔

"پلیز مسٹر شہباز۔" سراج نے اس بار نرم اور سلجھے ہوئے انداز میں جواب دیا۔ "میں چونکہ چھٹی پر ہوں اس لیے راجن اور اس کے ساتھیوں کے قتل کی واردات سے میرا بظاہر کوئی تعلق نہیں بنتا لیکن جس پولیس سب انسپکٹر نے آپ کو اس عمارت میں جاتے دیکھا تھا وہ میرے اعتماد کا ہے۔ اسے ہمارے اور آپ کے تعلقات کا علم ہے اس لیے میں نہیں سمجھتا کہ اس نے غلط بیانی سے کام لیا ہوگا۔"

"امکانی پہلوؤں اور ٹھوس شواہد میں بڑا واضح فرق ہوتا ہے۔" میں نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "محض ایک سب انسپکٹر کی گواہی میرے لیے پھانسی کا پھندہ نہیں بن سکتی اور ایسی صورت میں جبکہ اس نے مجھے جائے وقوعہ پر نہ تو روکنے کی کوشش کی نہ ہی حراست میں لیا' اس کے علاوہ اس عمارت میں جس کا ذکر آپ کے قابل اعتماد سب انسپکٹر نے کیا ہے اس میں راجن کے اپارٹمنٹ کے علاوہ کچھ اور اپارٹمنٹس بھی ضرور ہوں گے۔"

"آپ شاید جذباتی ہورہے ہیں۔"

"ظاہر ہے۔" میں نے زہرخند سے جواب دیا۔ "میں سو دو ن فرد جرم کا اقرار تو وہ لوگ بھی نہیں کرتے جو حقیقتاً اس کے مرتکب ہوتے ہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے۔"

"راجن کے ساتھ فضلو نامی ایک خطرناک مجرم کی لاش بھی پولیس کو کوڑے دان کے ڈھیر سے ملی ہے۔"

"شاید اس کی موت کا ذمہ دار بھی میں ہی ہو سکتا ہوں۔"

"فضلو کے سلسلے میں ایک بات میں بڑے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ وہ بھوشن کے لیے کام کررہا تھا۔" سراج نے میرے جملے کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔ "میری اطلاع کے مطابق بشیرا ماچھی نامی شخص بھی بھوشن کے لیے ناجائز تجارت کا کام انجام دے رہا ہے۔"

"بالکل سو فیصد۔" سراج کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے بولا۔ "خلائی مسافر کے روشنی میں آجانے کے بعد ہی اب بھوشن نے بحری راستہ اختیار کیا ہے' پہلے راجن اس کاروبار کی نگرانی کرتا تھا لیکن اس کے بستی سے ہٹ جانے کے بعد اب وہاں بشیرا ماچھی کا حکم چلتا ہے لیکن ون منٹ۔" سراج نے اچانک چونکتے ہوئے پوچھا۔ "آپ کو بشیرا ماچھی کے بارے میں یہ معلومات کہاں سے ہوئیں۔"

"آپ شاید بھول رہے ہیں کہ بھوشن جوزف آپ کی طرح میرا دشمن بھی ہے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ آپ کی طرح میں نے بھی اپنے کچھ آدمی اس کے پیچھے لگا رکھے ہوں گے۔"

"مجھے راجن کے قتل سے کوئی ہمدردی نہیں ہے۔" سراج نے ایک لمحے کی خاموشی کے بعد بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "اگر قانون کا احترام لازم نہ ہوتا تو میں پولیس کے فرضی مقابلوں کی آڑ لے کر ایسے تمام جرائم پیشہ افراد کو ختم کرا دیتا جو ہمارے معاشرے کے اندر ناسور بن کر پھیلتے جارہے ہیں۔ فضلو کی موت پر بھی مجھے خوشی ہوئی ہے لیکن ــــ"

"قانون کے احترام کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ اگر ڈیوٹی پر ہوتے تو اس کے قاتلوں کو بھی پھانسی کے پھندے تک لے جانے کی خاطر زمین و آسمان کے قلابے ملانے کی کوشش ضرور کرتے۔"

"ہمارا کام صرف مجرموں کو روشنی میں لانا ہے۔ انھیں گرفتار کرکے ان پر فرد جرم لگانی ہے۔ فیصلہ تو بہرحال عدالت کرتی ہے۔"

"بہرحال۔" میں نے اکتائے ہوئے انداز میں کہا۔ "اب میرے لیے کیا حکم ہے آپ کا۔"

"میں آپ کا دشمن نہیں۔ دوست ہوں مسٹر شہباز اس لیے آپ کو محتاط رہ کر کوئی قدم اٹھانے کا مشورہ دوں گا۔" سراج نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "اس وقت یہاں آنے کا مقصد صرف آپ کو یہی پر خلوص مشورہ دینا تھا۔"

"بھوشن کے سلسلے میں اب تک آپ نے کیا ثبوت اکٹھا کیے ہیں۔" میں نے نرم آواز میں پوچھا۔

"اس کا جواب میں وقت آنے پر ہی دے سکوں گا۔"

"ایز یو وش۔" میں نے شانے اچکا کر بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔

سراج نے جواب دینے کے بجائے آگے بڑھ کر بڑی گرم جوشی کے ساتھ مجھ سے مصافحہ کیا پھر محبت اور اپنائیت کے جذبے کا خاموش مظاہرہ کرنے کی خاطر میرے شانے کو آہستہ سے تھپ تھپایا اس کے بعد بے حد سنجیدگی سے بولا۔

"اگر آپ کو کسی وقت میری ضرورت پیش آئے تو تکلف سے کام نہ لیجیے گا۔"

"تھینکس۔" میں نے مختصراً کہا۔

سراج کے جانے کے بعد میں کچھ دیر تک اس کی باتوں پر غور کرتا رہا' اس نے اپنے کسی ماتحت کے حوالے سے راجن کے سلسلے میں میری پوزیشن کو بے نقاب کرنے میں کسی غلطی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ شاید میں نے بھی راجن کے اپارٹمنٹ میں

اپنی اصلی صورت میں جانے کی حماقت ہی کی تھی لیکن مجھے یقین تھا کہ سراج اس سلسلے میں اپنی زبان بند ہی رکھے گا۔ وہ ایک محنتی، فرض شناس اور دیانت دار افسر تھا لیکن چھٹی پر ہونے کی وجہ سے وہ اپنی معلومات کو صرف اپنی ذات تک محدود رکھ سکتا تھا۔ جاتے جاتے اس نے جس دوستانہ انداز کا مظاہرہ کیا تھا وہ اس بات کی ضمانت تھی کہ کم از کم بھوشن کے سلسلے میں اس کا ہر ایکشن عام ایکشن سے مختلف ہوگا اس لیے کہ ٹھوس ثبوت ہونے کے باوجود وہ دوبار سراج کے ہاتھوں سے اپنے اثر و رسوخ کی بنا پر صاف بچ نکلا تھا' اسی کی وجہ سے سراج نے تحریری معافی مانگنے پر دو ماہ کی چھٹی پر جانے کو ترجیح دی تھی لیکن چھٹی پر ہونے کے باوجود اس کے قابل اعتماد ماتحت بھوشن کے خلاف ثبوت جمع کرنے کی مہم پر کام کر رہے تھے۔

میں ابھی ذہنی جمناسٹک میں مصروف تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھالیا' آپریٹر نے اطلاع دی تھی کہ میرے لیے کوئی غیر ملکی کال ہے۔ کچھ دیر بعد دوسری جانب سے لیڈی مکلارنس کی مانوس آواز ابھری۔

"میرے عزیز۔ تمہارے قدم اب بہکنے لگے ہیں۔"

"کوئی خاص ریفرنس۔"

"ہاں۔ تم نے راجن سنگھ کے اپارٹمنٹ میں اپنی اصلی صورت میں جانے کی حماقت کی تھی۔" لیڈی مکلارنس نے کہا۔ "سراج کی طرف سے اپنا دل صاف ہی رکھو' وہ بہت ساری باتوں سے واقف ہونے کے باوجود تمہارے خلاف نہیں جائے گا۔ اس بات کے بھی امکان ہیں کہ وہ کسی وقت جذبات کی رو میں بہک کر بھوشن کے خلاف کوئی غیر قانونی اقدام کر گزرتے۔"

"راجن کے سلسلے میں سراج کے کسی آدمی نے۔"

"اس کی پروا مت کرو۔" لیڈی مکلارنس نے میری بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "وہ تمہارے خلاف اپنی زبان نہیں کھولے گا' یہ میرا ذمہ ہے' لیکن اب تمہیں اپنی کالکا رانی سے محتاط رہنا ہوگا اس لیے کہ میری ریڈنگ کے مطابق وہ بھوشن اور تمہارے سلسلے میں دوغلی پالیسی سے کام لے گی۔"

"میں بھوشن سے براہ راست ٹکرانے کا خواہش مند ہوں۔ اس سلسلے میں آپ کا مشورہ کیا ہوگا۔"

"میں اور میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں لیکن ایک بات کا خیال رکھنا' تم بھوشن پر فی الحال کسی قاتلانہ حملے کرنے سے گریز ہی کروگے' ابھی اس کے ستارے اس کا ساتھ دے رہے ہیں' اس کے علاوہ شاید کوئی نادیدہ قوت تم سے ناراض ہوگئی ہے۔"

"کیا مطلب۔" میں نے چونک کر صندلی انگوٹھی کی طرف دیکھا جس کا رنگ بدستور سرخ تھا۔

"میں یقین سے اس سلسلے میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ تسلیم کرتی ہوں کہ ابھی تک میں اس پراسرار قوت کا جان سکی لیکن میرا علم کہتا ہے کہ تمہاری کسی غلطی نے عظیم قوت کو ناراض کردیا ہے' اس لیے بھی فی الحال میں کوئی انتہائی قدم اٹھانے کا مشورہ نہیں دوں گی۔ اگر جذبات سے کام لیا تو نقصان میں رہو گے۔"

"کیا کالکا میرے مقابلے میں بھوشن کا ساتھ دے گی" میں نے دریافت کیا۔

"تم اس کی فکر مت کرو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں کی کالی قوتیں بھی تمہارے خلاف کارگر ثابت نہیں ہوں" لیڈی مکلارنس نے بڑے پراعتماد لہجے میں کہا۔ "میں جا... کہ میرے بارے میں وہ تم سے کیا لاف و گزاف کر چکی۔"

"آپ ابھی کسی پراسرار قوت کی مجھ سے ناراضگی کا ذکر کر رہی تھیں۔"

"تم میرے لیے روز بروز پراسرار بنتے جارہے ہو" سنجیدگی سے بولی۔ "یا تو تم جان بوجھ کر انجان بن رہے ہو یا واقعی معصوم ہو' بہرحال میں نے ادھر کئی بار تمہارے ا... جھانکنے کی کوشش کی تھی' پہلے مجھے کوئی کامیابی نہیں ہوئی لیکن اب ـــــ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کہیں دور... آواز آرہی ہے لیکن میں اس کو واضح طور پر نہیں سن سکی۔ جس دن آوازیں صاف طور پر میری قوت سماعت سے ٹکرا... اس دن میں اس قوت کا راز بھی پالوں گی جو اب تک تم... حفاظت کرتی رہی ہے۔ جس نے لیڈی مکلارنس کو بھی تم... شخصیت میں دلچسپی لینے پر مجبور کردیا ہے۔ میں یہ بھی جانتی... وہی نادیدہ قوت کالکا کو تمہارے اندر دلچسپی لینے پر اکسا... ہے۔"

"کیا آپ اس قوت کی کوئی نشاندہی کرسکتی ہیں۔" میں... دھڑکتے ہوئے پوچھا۔

"ابھی نہیں۔ ابھی ان آوازوں میں ویسی ہی گھرگھرا... موجود ہے جیسی ٹیلی فون میں پیدا ہوجاتی ہے جس کے... گفتگو کرنے والے ایک دوسرے کی بات نہیں سمجھ سکتے... یقین سے کوئی آخری نتیجہ اخذ کرنے سے قاصر ہوں لیکن... علم کہتا ہے کہ وہ کوئی تحفہ ہے جو تمہیں کسی نے دیا ہے لیکن... اس کی تاثیر سے واقف نہیں ہو اور اگر ہو تو دوسروں پر ظاہر نہیں کرنا چاہتے۔"

"اسی قسم کی باتیں کالکا نے بھی مجھ سے کی ہیں لیکن... سمجھ نہیں سکا کہ آخر وہ کیا شے ہے جو غیبی طور پر میری... کر رہی ہے۔"

"میرے بچے۔ میں نے ہر دور' ہر تہذیب' ہر معاشرہ اور ہر مذہب کا بہت گہرا مطالعہ کیا ہے' میں انسانیت کی بھلا...

...اس لیے مجھے یہ بات تسلیم کرنے میں کوئی عار نہیں ہے کہ ...اسلام دنیا کا سب سے بہترین مذہب ہے' یہ اور بات ہے کہ ...کلمے کے ماننے والے بدترین ذہنوں کے مالک ہیں جو اپنے ...تے سے بھٹکے ہوئے ہیں۔" لیڈی مکلارنس نے اسلام کی ...ف کرتے ہوئے کہا۔ "میں نے تمہارے پیغمبروں اور ...ئوں کی کتابیں بھی پڑھی ہیں اور اس مقدس کتاب کا مطالعہ ...کیا ہے جو انسان کی زندگی سے لے کر اس کی موت تک کا ...ط کرتی ہے' مکمل ضابطہ حیات ہے' اس میں کائنات کے وہ ...م اسرار و رموز موجود ہیں جسے سلجھنے کے بعد انسان اپنی ...رگی کی معراج حاصل کرسکتا ہے۔ میں نے تمہارے عالموں' ...رگوں کے قصے بھی پڑھے ہیں اور پیغمبروں کے معجزے اور ...شموں کا احوال سمجھنے کی بھی کوشش کی ہے۔ میرا خیال ہے ...تمہارے اوپر کسی نیک بزرگ کا سایہ ہے جس نے تمہیں ...ہ قوتیں بھی ودیعت کر رکھی ہیں۔"

"ہوسکتا ہے آپ کا خیال درست ہو۔"

"اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم نے اسی بزرگ کی تاکید کے ...ن نظر ابھی تک اس راز کو سینے کی گہرائیوں میں دفن کر رکھا ...جس کی تلاش کالکا کو بھی ہے اور مجھے بھی۔"

"میرے لیے اور کوئی پیش گوئی۔" میں نے موضوع بدلتے ...ے پوچھا۔

"اپنی آنکھیں کھلی رکھو' میں تمہارے ساتھ ہوں اور ہر ...ڑے وقت میں تمہارے کام آتی رہوں گی۔ ویسے مجھے یہ ...علوم ہے کہ تمہارا دوست بھی بے حد ذہین اور مخفی قوتوں کا ...لک ہے۔ وہ تمہارا سچا رفیق ہے۔"

"کیا بھوشن کے علاوہ میں دوسرے جرائم پیشہ افراد پر بھی ...ادی آسکتا ہوں۔" میں نے کسی فوری خیال کے تحت دریافت ...لیا۔

"گھبراؤ مت' تمہیں تمہاری باتوں کا جواب بہت جلد مل ...ائے گا لیکن ایک بات کا خیال رکھنا' اب تم کالکا سے میرے ...رے میں کوئی گفتگو نہیں کروگے۔" لیڈی مکلارنس نے ...نجیدگی سے کہا پھر سلسلہ منقطع کردیا۔ اس نے گفتگو کے ...دوران مجھے اس بات کا یقین بھی دلایا تھا کہ اب اس کے اور ...میرے درمیان ہونے والی گفتگو کالکا کی قوت سماعت سے دور ...رہے گی۔

☆

حالات نے ایک بار پھر مجھے لیڈی مکلارنس اور کالکا کی ...پراسرار قوتوں کے درمیان الجھا دیا' وہ دونوں ہی ایک دوسرے ...کی طاقت کو اپنے مقابلے میں کم تر ظاہر کر رہی تھیں' ویسے ...ایک بات دونوں نے ہی کہی تھی کہ ابھی بھوشن کے قسمت کے ...ستارے اس کے حق میں ہیں اس لیے میں اس کا قصہ پاک کرنے کی کوشش نہ کروں۔

دو روز تک ندیم سے میری کوئی تفصیلی گفتگو نہیں ہوسکی' صرف اتنا ضرور معلوم ہوا تھا کہ پانڈے اور نرمل کو کسی محفوظ مقام پر پہنچا کر خفیہ طور پر ان کی جگہ ندیم نے اپنے مخصوص کارندوں کو دے دی تھی' اس کے علاوہ پانڈے کی رہائش گاہ کی حفاظت کرنے کی خاطر سادہ لباس والوں کی تعداد میں بھی اضافہ کردیا گیا تھا۔ تیسرے روز میں دفتر سے اٹھ کر سیدھا کیسینو چلا گیا۔ بھوشن سے دو دو ہاتھ کرنے سے پہلے ضروری تھا کہ میں باقی معاملات کی تفصیل سے آگاہ ہوسکوں' جلد بازی میں اٹھایا جانے والا کوئی قدم میرے لیے نقصان دہ بھی ثابت ہوسکتا تھا' مجھے اس بات پر بھی تعجب تھا کہ ان دنوں میں بظاہر بھوشن کی جانب سے بھی کوئی پیش قدمی نہیں ہوئی تھی ویسے عین ممکن تھا کہ اس نے جان بوجھ کر خاموشی اختیار کرلی ہو اور اندر ہی اندر کوئی خطرناک پلان مرتب کر رہا ہو۔

ندیم مجھے اپنے آفس میں ہی ملا' اس وقت بھی وہ اسی خوبصورت خاتون سے محو گفتگو تھا جسے میں پچھلی بار دیکھ چکا تھا' حسب سابق خاتون نے میری طرف غور سے دیکھا پھر ندیم سے بولیں۔

"کیا ہم اپنی گفتگو جاری رکھ سکتے ہیں۔"

"او یس۔" ندیم نے مسکرا کر میرا تعارف کرایا۔ "یہ میرے دوست اور عزیز مسٹر شہباز خان ہیں۔"

"خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" خاتون نے مجھ سے کہا۔ "مسٹر ندیم اکثر آپ کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں۔"

میں نے کوئی جواب دینے کے بجائے محض مسکرانے پر اکتفا کی' اس کی بات سے صاف ظاہر تھا کہ وہ ندیم سے اکثر و بیشتر ملتی رہتی ہے' کیسینو میں اس کا دیکھا جانا اس بات کی بھی دلالت کرتا تھا کہ وہ کوئی بہت اچھے کردار کی مالک نہیں ہوگی' میں ایک خالی کرسی پر بیٹھ گیا' ندیم نے خاتون سے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ جو ڈیوٹی میں تمہیں سونپ رہا ہوں وہ زیادہ دشوار ہے' تمہاری ایک معمولی سی غلطی بھی ہمارے لیے کسی بڑے نقصان کا خمیازہ ثابت ہوسکتی ہے۔"

"ڈونٹ وری۔" وہ بے پروائی سے بولی۔ "تم نے مجھے تفصیل بتادی ہے اب باقی کام میرا ہے۔ رہا نقصان کا سوال تو یہ میری اپنی ذمہ داری ہوگی لیکن ایک شرط پر۔" آخری جملہ ادا کرتے ہوئے اس نے میری جانب کن انکھیوں سے دیکھا تھا۔

"وہ کیا۔"

"جب تک ہمارا مشن پورا نہ ہوجائے تم میرے بارے میں کسی اور سے کوئی بات نہیں کروگے۔"

"ٹھیک ہے۔" ندیم نے جواب دیا۔ "وش یو گڈ لک۔"

جواب میں وہ مسکراتی ہوئی اٹھی اور ایک بھرپور نگاہ مجھ پر

ڈالتی ہوئی آفس سے باہر چلی گئی۔

"محترمہ ناں بہ تعریف۔" میں نے اس کے جانے کے بعد ندیم سے دریافت کیا۔

"ہے ایک کار آمد شے۔"

"ماہ رخ سے بھی زیادہ۔" میں نے ہلکا سا طنز کیا۔

"نہیں۔" ندیم نے مسکرا کر جواب دیا۔ "اس کا وہ ٹائپ نہیں ہے جو تم سمجھ رہے ہو۔"

"ویسے تم سے خاصی بے تکلف نظر آ رہی تھیں۔"

"ڈونٹ ایووری۔ نسیم کے ساتھ شادی سے پہلے کی بات اور تھی لیکن اس کے بعد سے میں نے خود کو پوری طرح کنٹرول کر رکھا ہے۔"

"بھوشن نے پانڈے سے ایک ہفتے کے اندر اندر پچاس لاکھ کا مطالبہ کر رکھا ہے۔" میں نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

"ابھی اس میعاد کو پورا ہونے میں تین چار دن باقی ہیں۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"کیا تم یہ رقم اس دوغلے باسٹرڈ کو دے دو گے؟"

"قبل از وقت یقین سے کوئی بات نہیں کی جا سکتی۔" ندیم نے کہا پھر جلدی سے بات کا رخ بدلتے ہوئے بولا۔ "تمہارے لیے ایک اہم خبر ہے میرے پاس' بشیرا ماچھی نے رحیم بخش کی منڈی پر قبضہ کر لیا ہے اور اب وہ پانڈے کا کریا کرم کے سلسلے میں پوری طرح آمادہ ہے۔"

"کیا بھوشن کے بارے میں بھی کوئی اطلاع ملی ہے۔ میرا مطلب ہے کہ اس کے مال کی نئی کھیپ کب جانے والی ہے۔"

"ابھی اس سلسلے میں کوئی بات نہیں معلوم ہوئی۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ رحیم بخش تمہارے ساتھ ڈبل گیم ہے کرنے کی کوشش نہیں کرے گا؟" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ وہ بشیرا ماچھی کے ساتھ مل کر تمہارے لیے کوئی خوبصورت جال بن رہا ہو۔"

"ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر ایسا ہوا تو اس کی اطلاع مجھے مل جائے گی۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "مچھیروں کی بستی میں میرے دو چار آدمی بھی ہیں جو رحیم بخش کے سائے کے ساتھ ساتھ لگے ہوئے ہیں اور مجھے پل پل کی خبر دیتے رہتے ہیں۔"

"پانڈے کے سلسلے میں کوئی نئی اطلاع۔" میں نے پوچھا۔ "کیا تبدیلی لانے کے بعد بھی بھوشن یا کسی اور نے اس کو فون پر کوئی دھمکی دینے کی کوشش کی تھی۔"

"نہیں۔ ابھی تک ایسا نہیں ہوا۔"

"کریم کے سلسلے میں تم کیا کہو گے۔" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔ "کیا وہ تمہارا کوئی ٹرینڈ آدمی نہیں ہے۔"

"میں نے اگر اس کے لیے تم سے سفارش کی تھی تو کچھ سوچ سمجھ کر ہی کی ہوگی۔ ویسے مجھے اس حادثے کی معلوم ہو چکی ہے جو تمہیں پیش آیا تھا۔" ندیم نے "جانتے ہو وہ لوگ کون تھے جو تمہاری گاڑی کا تعاقب تھے۔"

"کون تھے۔" میں نے تیزی سے دریافت کیا۔

"وہ راجن کے اپنے گروہ کے لوگ تھے جو تم سے ر موت کا انتقام لینے کے خواہش مند تھے۔"

"لیکن انھیں اس بات کا علم کس طرح ہوا کہ را پیش آنے والے حادثے میں میرا ہاتھ تھا۔" میں نے اظہار کیا۔

"بالکل اسی طرح جس طرح تمہارے ڈپٹی سپرنٹ سراج کو علم ہوا ہے۔" ندیم نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ پولیس کے آدمی راجن کی خفیہ طور پر نگرانی کرنے پر مامور کیا راجن نے اپنے آدمیوں کو اپنی حفاظت پر مامور نہ ہوگا۔ بہرحال' یہ بات طے ہے کہ راجن کے گروہ کو اس یقین ہو چکا ہے کہ ان کے سردار کا قاتل کون ہے۔"

"کیا اس گروہ کے پیچھے بھی بھوشن کا ہاتھ ہے؟"

"ہو سکتا ہے۔ لیکن میری اطلاع کے مطابق بھوشن تک اس معاملے سے الگ تھلگ ہی ہے۔"

"گویا اب ہمارے لیے ایک محاذ اور کھل گیا۔"

"ہاں اور اس کی ذمے داری سو فیصد تمہارے او ہوتی ہے۔" ندیم ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔ "میں نے مشورہ دیا تھا کہ کچھ دنوں تک آرام سے بیٹھ کر تماشا دیکھو راجن کا معاملہ تو اسے راستے سے ہٹانے کے اور بھی سارے طریقے ہو سکتے تھے۔"

"سوری۔" میں نے سپاٹ انداز میں جواب دیا۔ "میر قرض کسی اور کے کھاتے میں نہیں ڈالنا چاہتا۔"

"کیا مطلب۔ کیا کوئی خاص ارادے ہیں۔"

"ہاں۔ میں نے بات کو ٹالنے کی خاطر کہا۔ "میرا اگلا اب ماہ رخ ہوگی۔"

"جو پہلے ہی تمہارے اوپر مر چکی ہے اب اسے اور کیا گے۔"

میں زیادہ دیر کیسینو میں نہیں رکا' واپسی پر اچانک میر ذہن میں ولیم پوکر کا خیال آ گیا۔ بہت دنوں سے اس کا درمیان میں نہیں آیا تھا چنانچہ میں نے کریم سے گاڑی کو پبلک فون بوتھ کے قریب رکوایا پھر اتر کر بوتھ میں گیا بھوشن کے ڈائرکٹ نمبر ڈائل کرنے لگا' ایک منٹ بعد دو طرف سے خود بھوشن نے کال اٹینڈ کی تھی۔

"میں تمہارا دشمن بول رہا ہوں۔" میں نے ولیم پوکر لہجے میں کہا۔ "تمہیں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میری خاموشی

میری بزدلی نہ سمجھنا۔ میں بہت جلد تمہیں چاروں اطراف سے گھیر کر اس طرح ماروں گا کہ تمہیں فرار ہونے کا کوئی راستہ نہ ملے۔"

"یہ تمہاری احمقانہ باتیں ہیں۔" بھوشن نے سرد مگر نرم لہجے میں جواب دیا۔ "اب میں اتنا گیا گزرا بھی نہیں ہوں کہ تم مجھے کسی تر نوالے کی طرح ہضم کر جاؤ۔ رہا تمہاری ڈیمانڈ کا مسئلہ تو آج بھی میں تمہارے ساتھ بیٹھ کر تمہارا جائز حصہ نہیں دینے کو تیار ہوں۔"

"نہیں مسٹر بھوشن۔ تم مجھے اس طرح ٹریپ نہیں کر سکتے۔" میں نے کرخت آواز میں جواب دیا۔ "تمہیں وہی طریقہ کار اختیار کرنا ہوگا جو میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں۔"

"مجھے وہ طریقہ منظور نہیں ہے۔" بھوشن نے صاف گوئی سے کہا۔

"پھر ٹھیک ہے۔" میرا لہجہ سفاک ہو گیا۔ "میں بھی اپنے طریقہ کار پر عمل کرتا رہوں گا۔ تمہاری طاقت کو کمزور کرنے کی خاطر پہلے تمہارے ایک ایک آدمی کو کتے کی موت ماروں گا اس کے بعد تمہارا نمبر بھی بہت جلد آ جائے گا۔"

"جانتے ہو تم اس وقت کس سے مخاطب ہو۔" بھوشن کی آواز میں رعونت پیدا ہو گئی۔

"ایک تھرڈ ریٹ اسمگلر سے جو اپنے تعلقات کی بنا پر خود کو شریف ظاہر کر رہا ہے۔"

"تم اس وقت غالباً نشے میں ہو ورنہ۔"

"شٹ اپ۔" میں نے جھلا کر اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "میں اگر چاہوں تو فوج کے انتہائی حساس اداروں کے افسران سے بھی رابطہ کر کے تمہاری ساری قلعی کھول سکتا ہوں لیکن ایسا کروں گا نہیں' تم میرے شکار ہو۔ تمہیں میرے ہی ہاتھوں اپنے انجام تک پہنچنا ہوگا۔"

"کیا جانتے ہو میرے بارے میں۔" اس نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔

"بہت کچھ۔" میں نے کاٹ دار لہجے میں کہا۔ "مثلاً یہ کہ تم اب ہوا میں اڑنے کے بجائے پانی میں تیرنے لگے ہو' تم جن لوگوں پر انحصار کر رہے ہو وہ میرے ہاتھوں ایک ایک کر کے ختم ہو رہے ہیں۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میرا اشارہ راجن' اس کے ساتھیوں اور فضلو کی طرف ہے کیا یہ بھی میرے منہ سے سننا پسند کرو گے کہ اب تمہارا سب سے اہم مہرہ کون باقی رہ گیا ہے۔"

"مسٹر ولیم پوکر۔" اس بار بھوشن معنی خیز لہجے میں بولا۔ "میرا خیال ہے کہ تم وہ نہیں ہو جو خود کو پوز کر رہے ہو۔ کون ہو؟ اس کی اصلیت بھی میرے علم میں بہت جلد آ جائے گی۔"

"کیا تم مجھے چیلنج کر رہے ہو۔" میں نے سفاک انداز میں پوچھا۔ "کیا تم یہ پسند کرو گے کہ میں تمہارے بارے میں معلومات ان محکموں کے سربراہوں تک پہنچا دوں جن پر تمہارے اثر و رسوخ کا کوئی حربہ کار آمد ثابت نہیں ہوگا۔"

"بکواس۔ یو بلاڈی فول۔ میں جانتا ہوں کہ تم صرف ایک بلیک میلر ہو جو مجھے خوفزدہ کرنے کی کوشش کر رہے ہو' میں نے اپنے طور پر مسٹر جوزف کے تمام رشتے داروں کے بارے میں معلومات حاصل کر لی ہیں' ولیم پوکر نام کا ان کا کوئی عزیز نہیں تھا۔"

"بلف نہیں چلے گا یو ڈرٹی ڈاگ۔" میں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ "جب میں پتے شو کروں گا تو عین ممکن ہے کہ تم خود اپنے ہاتھوں سے اپنا گلا گھونٹنے پر مجبور ہو جاؤ۔"

"اس کے علاوہ کوئی اور بکواس کرنا چاہتے ہو؟" بھوشن نے بے پروائی سے پوچھا۔

"فی الحال جو کچھ میں نے کہا ہے وہی کافی ہے۔ باقی کا اندازہ تمہیں اس وقت ہوگا کہ جب میں اپنا ٹرمپ کارڈ استعمال کروں گا۔" میں نے سرد لہجے میں کہا پھر ریسیور کریڈل پر رکھ کر بوتھ سے باہر آ گیا۔

میں بھوشن کو نفسیاتی طور پر کمزور کرنا چاہتا تھا لیکن شاید وہ ابھی تک اپنی امارت اور اثر و رسوخ کے بل پر اچھل رہا تھا' اس کی نگاہوں میں انسانوں کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ وہ اپنے ناجائز کاروبار کو چلانے کی خاطر اجرتی قاتلوں اور بدمعاشوں کو ایندھن کی طرح جھونک رہا تھا' شاید اس کے نزدیک دولت سے زیادہ کسی اور شے کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ میرا خیال تھا کہ اب ولیم پوکر کی شخصیت کو کسی حد تک سمجھ چکا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اب اسے بھی کوئی اہمیت نہیں دے رہا تھا' غلطی شاید ہماری ہی تھی اگر ندیم یا میں نے ولیم پوکر کی فرضی شخصیت کو تخلیق کرنے کے بعد کوئی فوری کارروائی کی ہوتی تو عین ممکن تھا کہ وہ گھٹنے ٹیکنے پر تیار ہو جاتا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کے دل و دماغ سے ولیم پوکر کی اہمیت کم ہوتی جا رہی تھی۔

میں اپنے خیال میں اس قدر گم تھا کہ مجھے کسی خطرے کا اندازہ نہیں ہو سکا گاڑی کے قریب پہنچ کر میں نے کریم کو دیکھا جو اسٹیئرنگ پر سر ٹکائے بیٹھا تھا' میں نے اسے اٹھانے کی کوشش کی لیکن ٹھیک اسی وقت کسی نے پشت سے سرد لہجے میں کہا۔

"خاموشی سے پچھلی سیٹ پر بیٹھ جاؤ ورنہ تمہارا جسم چھلنی کر دیا جائے گا۔"

میں کوئی جواب دینے کی کوشش کر رہا تھا کہ ڈرائیونگ سیٹ پر سر ٹکائے ہوئے شخص نے گردن اٹھا کر میری طرف

بڑی خونخوار نگاہ سے دیکھا' وہ بہرحال کریم نہیں تھا' پی نشستوں پر وہ تنہا نہیں تھا۔ اس کے برابر ایک اور شخص بھی موجود تھا۔

"جو کہا جارہا ہے اس پر عمل کرو ورنہ تمہاری موت پر ہمیں کوئی صدمہ نہیں ہوگا۔" اس بار کسی اسلحہ کی نال مجھے اپنے پہلو میں چبھتی محسوس ہوئی۔ میرے پاس وقتی طور پر خود کو ان بدمعاشوں کے سپرد کردینے کے سوا کوئی راستہ نہیں تھا' میں نے خاموشی سے پچھلا دروازہ کھول کر اندر قدم رکھا تو چونکے بغیر نہ رہ سکا' کریم کا جسم مڑا تڑا سیٹوں کے درمیانی خلا میں پھنسا ہوا تھا۔ شاید اسے پہلے ہی قابو کرلیا گیا تھا۔ میں نے خاموشی سے اندر بیٹھ کر دروازہ بند کرنا چاہا لیکن جو شخص میری پشت پر موجود تھا مجھے دھکا دے کر میرے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔ اس کے ہاتھ میں اعشاریہ تین آٹھ کا پستول موجود تھا جس پر سائلنسر بھی فٹ تھا۔ اگلی نشست پر ڈرائیور کے ساتھ بیٹھا ہوا شخص بھی یقینی مسلح ہی رہا ہوگا پھر گاڑی تیزی سے حرکت میں آگئی۔

اگلی اور پچھلی سیٹوں پر بیٹھے ہوئے تینوں افراد صورت وشکل سے بدمعاش ہی لگ رہے تھے میں بڑی سنجیدگی سے غور کررہا تھا کہ وہ لوگ کس پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک بات طے تھی کہ وہ میرے تعاقب ہی میں کیسینو تک پہنچے ہوں گے پھر جتنی دیر میں نے بھوشن سے فون پر گفتگو کی اتنی دیر میں انھیں کریم کو قابو کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی ہوگی اس کے بعد میں بھی ان کے نرغے میں پھنس گیا۔

گاڑی شہر کی پر رونق سڑکوں پر فراٹے بھر رہی تھی لیکن میں بے بس تھا۔ میرے برابر بیٹھے ہوئے شخص نے پستول کی نال بدستور میرے جسم پر جمار کھی تھی۔ میری ایک معمولی سی حماقت بھی مجھے موت کی آغوش میں پہنچا سکتی تھی اور کسی کو کانوں کان اس کی خبر بھی نہ ہوتی۔ کریم بدستور سیٹوں کے درمیان عجیب وغریب حالت میں پھنسا نظر آرہا تھا لیکن مجھے اغوا کرنے والوں نے شاید اسے بے ہوش کرنے پر ہی اکتفا کی تھی اگر گولی ماری ہوتی تو فرش پر کہیں نہ کہیں خون کا نشان ضرور موجود ہوتا۔

خاصی دیر تک ہمارے درمیان مکمل خاموشی رہی۔ میرے ذہن میں ایک دوبار خیال آیا کہ کاکا یا لیڈی ملز کو آواز دوں لیکن میں نے اپنا ارادہ ترک کردیا۔ ان دونوں نے دعویٰ کیا تھا کہ کسی بھی آڑے وقت میں میرا ساتھ ضرور دیں گی چنانچہ انھیں میرے آواز دینے سے پیشتر ہی میری مدد کو آنا چاہیے تھا۔ میں نے صندلی انگوٹھی کی جانب دیکھا۔ اس کا رنگ بدستور سرخ تھا۔

دس منٹ بعد گاڑی ایک پوش علاقے میں داخل ہوئی تو میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔

"تم لوگ کون ہو؟" میں نے سنبھل کر پوچھا۔

"اس کا جواب بھی تمہیں بہت جلد مل جائے نشست پر بیٹھے ہوئے فرد نے جواب دیا۔ "اتنی جلد ہے۔"

"مجھے کہاں لے جارہے ہو؟"

"کیوں؟" میرے برابر بیٹھے ہوئے شخص نے سرد کہا۔ "کیا تم ان راستوں سے واقف نہیں ہو؟"

میں نے ہونٹ سختی سے بھینچ لیے۔ مجھے کسی اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ لوگ کون تھے۔ گاڑی جس پوش میں داخل ہوئی تھی اسی میں کچھ دور آگے جاکر وہ عمارت تھی جس کے ایک اپارٹمنٹ میں راجن رہا کرتا تھا جو دنیا میں نہیں تھا لیکن میں ابھی تک اس حقیقت سے تھا کہ اسے کس نے قتل کیا تھا وہ کون لوگ تھے جنھو اپارٹمنٹ کی روشنیاں گل کرنے کے بعد اندھا دھند شروع کی تھی جس کے نتیجے میں راجن اور اس کے سا آگئے تھے۔

ندیم نے مجھے بتایا تھا کہ تباہ ہونے والی سیاہ فورڈ میں ہی کے گروہ کے آدمی میرے تعاقب میں تھے جو مجھ سے کے قتل کا انتقام لینا چاہتے تھے لیکن کریم نے ان کو ا منصوبوں کے ساتھ ہی ایک دھماکے سے اڑا دیا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ اسے اب تک ہوش میں آجانا تھا۔" اگلی نشست پر بیٹھے ہوئے شخص نے کریم کی طرف کرتے ہوئے اپنے ساتھی سے کہا۔

"فکر مت کرو اگر یہ ہوش میں نہیں آیا تو ہم اسے ڈولی کرکے اپنے ساتھ ہی لے چلیں گے۔"

"کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم اسے یہیں ٹھکانے لگا بلاوجہ رسک لینے سے کیا فائدہ۔"

"نہیں۔ تم ایسی کوئی حماقت نہیں کروگے۔" پچھلی بیٹھے ہوئے شخص نے تیزی سے کہا۔ "ہم انھیں اتنی سے پارسل نہیں کریں گے اتنی اذیتیں دے کر جہنم رسید گے کہ پھر کوئی ہماری جانب متوجہ ہونے کی جرات نہ کرے اپنے ان ساتھیوں کو کیوں فراموش کررہے ہو جن کے ٹکڑے ہمیں سڑک پر دور دور تک بکھرے ملے تھے۔"

اب شبے کی کوئی گنجائش نہیں تھی وہ راجن ہی کے افراد تھے جو مجھ سے اور کریم سے اپنے ساتھیوں عبرتناک موت کا بھیانک انتقام لینے کے خواہش مند تھے شبہ اس وقت یقین میں بدل گیا جب گاڑی اسی عمارت داخل ہوئی جس میں راجن رہا کرتا تھا۔ میرے اعصاب تناؤ کی کیفیت پیدا ہونے لگی لیکن میں نے کوئی حرکت حماقت نہیں کی اس لیے کہ میرا آلو ٹنک وہ پہلے ہی

لے چکے تھے۔ یوں بھی تین مسلح افراد کی موجودگی میں لیے یہی مناسب تھا کہ کسی مناسب وقت کا انتظار کرتا۔ گاڑی پارکنگ لاٹ میں کھڑی کرنے کے بعد وہ بڑے بیان سے نیچے اترے۔ دو آدمیوں نے کریم کو گھسیٹ کر باہر اور اسے پکڑ کر لفٹ کی طرف لے جانے لگے۔ انداز ایسا تھا جیسے وہ کسی کو سنبھال سنبھال لے جارہے ہوں۔ تیسرے نے مجھ سے مخاطب ہوکر سرد لہجے میں کہا۔

"تمہارے لیے یہی بہتر ہوگا کہ خاموشی سے اتر کر میرے آگے چلو اگر تم نے عقل مندی یا چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو ہمیں مجبوراً تمہیں موت کے گھاٹ اتارنا پڑے گا۔"

"تم مجھے کہاں لے جانا چاہتے ہو؟" میں نے گاڑی سے اترتے ہوئے پوچھا۔

"اس کا جواب تمہیں بہت جلد مل جائے گا۔ چپ چاپ قدم بڑھاتے رہو۔"

عمارت کے ایک دو افراد لفٹ سے اتر کر باہر نکلے تھے ان کسی نے ہماری جانب توجہ نہیں دی البتہ انھوں نے کریم ہمدردی سے دیکھا تھا جس کے دونوں ہاتھ اپنی گردن میں لے دونوں افراد لفٹ کی طرف جارہے تھے۔ کریم شاید ابھی شدید بے ہوشی کی کیفیت سے دوچار تھا وہ اپنے پاؤں سے چل پا رہا تھا۔ دونوں آدمی اسے تقریباً گھسیٹ رہے تھے اسے لے کر لفٹ میں داخل ہوگئے۔ ان کے پیچھے پیچھے میں لفٹ میں داخل ہوا پھر میرے عقب میں آنے والے نے اندر داخل ہوکر لفٹ چلا دی۔ کریم کی حالت کے پیش نظر میں نے فی الحال بچاؤ کا کوئی راستہ اختیار کر گزرنے کے ارادے کو ترک کردیا تھا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ کریم زندہ بھی ہے یا مرچکا ہے۔

دو منٹ بعد ہم جس اپارٹمنٹ میں داخل ہوئے وہ راجن کے سوا کسی اور کا نہیں تھا۔ اندر صرف ایک مسلح شخص موجود تھا جس نے میجک آئی سے باہر دیکھنے کے بعد ہی دروازہ کھولا تھا۔ اندر سے دروازہ بند کرلینے کے بعد کریم کو فرش پر ڈال دیا گیا۔ میں بدستور کھڑا کریم کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی سانس چل رہی تھی لیکن وہ ابھی تک بے ہوش ہی تھا۔

"میرا خیال ہے کہ اب تمہیں اپنا جواب مل گیا ہوگا۔" وہ شخص جو مجھے نیچے سے کور کرکے اوپر لایا تھا سرد لہجے میں بولا۔ "غور سے دیکھ لو۔ یہ راجن کا اپارٹمنٹ ہے اور وہی کمرہ ہے جہاں تم نے اور تمہارے ساتھیوں نے اسے اندھیرا کرنے کے بعد گولیوں سے چھلنی کرڈالا تھا۔"

"کیا تم میری ایک بات کا یقین کروگے۔"

"بکو۔" وہ مجھے نفرت سے گھورتے ہوئے بولا۔

"راجن کو میں نے نہیں مارا۔" میں نے بڑے وثوق سے کہا۔ "میں اس کے رحم وکرم پر تھا جب کسی نے پورے اپارٹمنٹ کا مین سوئچ آف کردیا تھا اس کے بعد گولیوں کی آوازیں گونجنے لگی تھیں۔ راجن اندھیرے ہی میں گولیوں کا شکار ہوا تھا۔"

"تمہارا کیا خیال ہے؟" دوسرے نے حقارت سے کہا۔ "کیا وہ ہمارا ہی کوئی آدمی تھا جس نے تاریکی کرکے اپنے ساتھیوں اور سرغنہ کو بھون ڈالا تھا۔"

"اس کا جواب میرے پاس نہیں ہے۔" میں نے مدھم لہجے میں جواب دیا۔

"تم اس رات یہاں کیا کرنے آئے تھے۔" تیسرے شخص نے مجھے خونخوار انداز میں مخاطب کیا۔

"ظاہر ہے میں راجن سے ملنے کی خاطر آیا تھا۔"

"کیوں؟ کیا وجہ تھی تمہیں راجن کے ساتھ ملاقات کرنے کی۔"

"میں اسے ایک اہم اطلاع دینا چاہتا تھا۔" میں نے فوری طور پر ایک خوب صورت بہانہ تراشتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں اسے بتانا چاہتا تھا بشیرا ماچھی نے بالا ہی بالا پارٹی سے تمام معاملات طے کرلیے ہیں اور وہ راجن کو درمیان سے ہٹانا چاہتے تھے۔"

"پارٹی سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"مجھے اس کا نام نہیں معلوم ہوسکا تھا لیکن میرے مخبر نے مجھے یہی اطلاع دی تھی۔"

"تم بشیرا ماچھی کو کس طرح جانتے ہو؟" ایک نے تیزی سے سوال کیا۔

"اس کے ذریعہ چھوٹا موٹا کام میں بھی کرتا رہتا ہوں۔" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے جواب دیا۔ "جو شخص ہمارے اور بشیرا ماچھی کے درمیان لائن کا ذریعہ تھا اس نے وہ اطلاع مجھے دی تھی۔"

"کیا تم بشیرا سے ذاتی طور پر بھی مل چکے ہو۔"

"نہیں۔" میں نے اطمینان سے کہا۔ "میری اس سے براہ راست کبھی ملاقات نہیں ہوئی۔"

"جس مخبر نے تمہیں راجن کے بارے میں اطلاع دی تھی وہ کون تھا؟" سرد لہجے میں پوچھا گیا۔

"فضلو۔" میں نے اندھیرے میں تیر چھوڑا۔

میرا جواب سن کر وہ ایک دوسرے کی جانب دیکھنے لگے شاید میرے جواب نے انھیں مخمصے میں ڈال دیا تھا وہ نگاہوں نگاہوں میں میری بات کی ایک دوسرے سے تصدیق کرتے رہے پھر جس نے دروازہ کھولا تھا وہ مجھے گھورتے ہوئے بولا۔

"فضلو اب کہاں ہے؟"

"تم شاید اب میرا امتحان لینے کی کوشش کررہے ہو۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "فضلو کو قتل کروا دیا گیا ہے۔ اس کی لاش ایک کوڑے دان سے پولیس کو ملی تھی۔"

"تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا فضلو کو بشیرا ماچھی نے آدمیوں نے قتل کیا ہوگا۔"

"میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"کیا اب بھی تم بشیرا ماچھی کے ذریعہ اپنے چھوٹے موٹے کاروبار کو جاری رکھو گے؟"

"ختم کرو۔" ایک شخص نے جو بظاہر ان چاروں کا گروپ لیڈر لگتا تھا سرد لہجے میں کہا۔ "ہمیں ان فضول باتوں سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے۔ ہم ان دونوں کو یہاں صرف اس لیے لائے ہیں کہ اپنے ان ساتھیوں کا انتقام لے سکیں جنہیں گاڑی سمیت دھماکے سے اڑا دیا گیا تھا۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا البتہ اتنا ضرور سمجھ چکا تھا کہ جن لوگوں نے مجھے اور کریم کو اغوا کیا تھا ان کا تعلق راجن کے گروہ ہی سے تھا۔

"تم نے سیاہ رنگ کی فورڈ کو کیوں تباہ کیا تھا؟" دوسرے شخص نے سوال کیا۔

"وہ کسی اچھے ارادے سے ہمارا تعاقب نہیں کررہی تھی۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "اگر ہم اسے تباہ نہ کرتے تو وہ ہمیں ــــ"

"تم اب بھی ہمارے عتاب سے نہیں بچ سکو گے۔" لیڈر نما شخص نے مجھے کرخت آواز میں مخاطب کیا۔ "ہم راجن اور اپنے دوسرے ساتھیوں کی موت کا بھیانک انتقام لینے کی غرض سے تمہیں یہاں لائے ہیں۔"

"اگر یہ تم لوگوں کا آخری فیصلہ ہے تو پھر ہمیں یہاں تک لانے کی زحمت بھی کیوں گوارا کی۔ راستے ہی میں کہیں گولی مار کر پھینک دیا ہوتا۔"

"نہیں۔ ہم تمہیں اتنی آسان موت نہیں ماریں گے۔" لیڈر نے حقارت سے کہا۔ "ہم تمہیں بھوک اور پیاس کی شدت سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے پر مجبور کردیں گے۔ کیوں؟ کیا یہ ایک دلچسپ تماشا نہیں ہوگا۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کریم بدستور فرش پر بے ہوش پڑا تھا پھر لیڈر کے حکم پر دو آدمیوں نے مجھے بھی ہاتھ پیر باندھ کر فرش پر ڈال دیا۔ میں نے کوئی مزاحمت نہیں کی وہ چاروں مسلح تھے اس لیے میری کوئی جوابی کارروائی میری موت کا سبب بھی بن سکتی تھی۔

"اس کی گاڑی کا کیا کیا جائے؟" ایک شخص نے لیڈر سے پوچھا۔

"فی الحال اسے تین نمبر کے گیراج میں بند کردو۔"

لیڈر کے حکم کے ساتھ ہی وہ شخص تیزی سے باہر چلا گیا۔ باقی تینوں افراد مجھے اور کریم کو کھا جانے والی نظروں سے گھور رہے تھے پھر ان میں سے ایک نے لیڈر سے کہا۔

"کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم اسے دوسری پارٹی کے ہاتھوں فروخت کردیں۔ میرا اندازہ ہے کہ ہمیں منہ مانگی رقم بھی مل سکتی ہے۔"

"اور ہمارے ساتھیوں کا انتقام کس طرح پورا ہوگا؟"

"سیٹھ سے دام کھرے کرنے کے بعد اول تو وہ انہیں زندہ نہیں چھوڑے گا اور اگر یہ بچ بھی گئے تو ہم انہیں دوبارہ اغوا کرسکتے ہیں۔ اس طرح ہمیں اچھی خاصی رقم بھی مل جائے گی اور بعد میں ہم راجن کا انتقام بھی لے سکتے ہیں۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ سیٹھ ہم سے اس کا سودا کرنے پر آمادہ ہوجائے گا۔" لیڈر نے پوچھا۔

"میں راجن کے ہمیشہ قریب رہا ہوں۔" وہ تیزی سے بولا۔ "راجن کی باتوں سے میں نے یہی نتیجہ اخذ کیا تھا کہ سیٹھ بھی اس کا پانسہ گول کرنے کے چکر میں تھا۔"

"کوشش کرلینے میں حرج بھی کیا ہے۔" تیسرے نے جس کے ہاتھ میں خودکار رائفل موجود تھی لیڈر کو قائل کرنے کی کوشش کی۔ "فضلو، سیٹھ ہی کے لیے کام کرتا تھا۔ اسے بھی فضلو کی موت کی اطلاع ضرور ملی ہوگی۔ ایسی صورت میں ہمارا کام بن سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" لیڈر نے دوسرے شخص سے کہا۔ "ان دونوں حرامزادوں کی طرف سے پوری طرح چوکس رہنا۔ اگر کوئی حرکت بھی اگر تمہارے لیے ناقابل برداشت ہو تو میری اجازت سے انہیں لنگڑا اور لولا بھی کرسکتے ہو لیکن انہیں ہر حال میں زندہ رکھا جائے۔ میں اپنے ساتھیوں کی موت کو ابھی بھولا نہیں ہوں۔"

میں بدستور خاموش پڑا رہا۔ لیڈر اپنے ایک ساتھی کو لے کر چلا گیا تو اپارٹمنٹ میں اب میرے اور کریم کے علاوہ صرف رائفل بردار رہ گیا تھا جس نے لیڈر کے جانے کے بعد کرسی سنبھال لی تھی۔ رائفل اس نے کرسی سے اس طرح لگا کر رکھ دی کہ موقع پڑنے پر اس کے استعمال میں اسے کوئی دشواری پیش نہ آنے پائے۔ اس کے بعد اس نے جیب سے شراب کی ایک بوتل نکالی اور اسے منہ سے لگا کر ایک ایک گھونٹ میں پیتا چلا گیا۔ شاید وہ ہمارے آنے سے پہلے بھی مے نوشی کے شغل میں مصروف تھا۔ خالی بوتل کو فرش پر ایک طرف لڑھکانے کے بعد اس نے سیدھا ہاتھ اٹھا کر آستین سے منہ خشک کیا پھر میری طرف گھورتے ہوئے بولا۔

"فرش پر بے بسی کی حالت میں بندھے پڑے رہنے کا

تمہیں کیسا لگ رہا ہے؟"

"تم لوگ ابھی کسی سیٹھ کا تذکرہ کررہے تھے۔" میں نے موقع غنیمت سمجھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا میں اس کا نام دریافت کرسکتا ہوں؟"

"لیڈر واپس آجائے تو اسی سے دریافت کرلینا۔ اس کے اشارے کے بغیر ہم کوئی کام نہیں کرتے۔"

"کیا تمہارا یہ لیڈر راجن کا نائب تھا۔"

"ہاں۔"

"مجھے یقین ہے کہ تمہارے لیڈر کو ہماری طرف سے کوئی غلط فہمی ہوئی ورنہ ہم وہ نہیں ہیں جو ہمیں سمجھا جارہا ہے۔"

"اس کی ذمے داری بھی لیڈر پر ہی عائد ہوتی ہے۔ ہمیں صرف اپنے کام سے غرض ہوتی ہے۔" وہ قدرے ٹھہرا تا ہوا بولا۔ "ہاں۔ میں تمہیں اتنا ضرور بتا سکتا ہوں کہ تمہارا انجام بہت خطرناک ہوگا۔"

"اور اگر تم چاہو تو ہمیں لیڈر کے عتاب سے بچا بھی سکتے ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"ہم تمہیں منہ مانگی رقم دینے کو تیار ہیں۔" میں نے اسے لالچ دینے کی کوشش کی۔ "تم کسی بھی بہانے سے ہمیں یہاں سے فرار ہونے کا موقع فراہم کرسکتے ہو۔"

"اندازاً کتنی رقم دے سکتے ہو۔" اس نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے رازداری سے پوچھا۔

"ایک لاکھ۔" میں نے سرگوشی کی۔

"کم ہیں۔ کچھ اور اضافہ کرو۔" اس نے سودے بازی کے انداز میں کہا۔

"تم کتنا چاہتے ہو؟"

"پندرہ لاکھ۔" وہ ایک آنکھ دبا کر بولا۔ "جانتے ہو میں اتنی بڑی رقم کا کیا کروں گا۔ تمہارے لیے ایک خوب صورت سا مقبرہ بنواؤں گا جو تمہارے شایان شان ہوگا۔ تمہارے ساتھی کو اس مقبرے کے بیرونی احاطے میں دفن کیا جائے گا جس کے اوپر ایک خوب صورت سا سائبان ہوگا اور اس کے بعد جو رقم بچے گی اسے میں غریب غربا میں تقسیم کردوں گا اس لیے کہ دولت دنیا کی سب سے زہریلی شے ہوتی ہے۔ ایک بار اس کی لت پڑ جائے تو انسان خود اپنا غلام بن کر رہ جاتا ہے۔"

"پڑھے لکھے معلوم ہوتے ہو؟" میں نے دوسرا حربہ آزمایا۔

"ہاں۔ میں نے فلسفے میں ایم۔ اے کیا تھا لیکن ہر طرف سے مایوس ہونے کے بعد آخر کار خودکار اسلحہ کے مضمون میں سرے سے داخلہ لینا پڑا۔" وہ بڑے استہزائیہ انداز میں بولا۔ "اس راستے کو اختیار کرنے کے لیے نہ تو انسان کو جگہ جگہ دھکا کھانا پڑتا ہے، نہ کسی بڑی سفارش کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ البتہ شروع شروع میں کسی تجربے کار بدمعاش یا دہشت گرد کا ساتھ تلاش کرنا پڑتا ہے اور ایسے لوگوں کی ہمارے ہاں کوئی کمی نہیں ہے۔ بلکہ اس معاملے میں ہم خاصے خودکفیل واقع ہوئے ہیں۔" پھر اس کے ہونٹوں پر ایک زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی۔ مجھے گھورتا ہوا بولا۔ "اب میں سوچ رہا ہوں کہ ایکسپورٹ کا دھندا شروع کردوں۔"

"کیا مال ایکسپورٹ کرنا چاہتے ہو؟"

"اجرتی قاتل اور خطرناک قسم کے دہشت گرد۔" اس نے رائفل اٹھا کر اپنی گود میں رکھتے ہوئے جواب دیا۔ "سنا ہے بیرونی ممالک میں ان دونوں اقسام کے لوگوں کی اچھی خاصی کھپت ہے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔" میں نے اسے شیشے میں اتارنے کی خاطر سنجیدگی سے کہا۔ "تم نے بھوک اور فاقے سے تنگ آکر اپنے لیے ایک غلط راستے کا انتخاب کرلیا ہے لیکن ــــ"

"اب واپسی مشکل ہے۔" وہ ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔ "جس گھوڑے کی کمر پر ایک بار دہکتی ہوئی سلاخ سے ٹھپا لگا دیا جائے وہ سوائے ریس کے میدان کے اور کہیں کا باقی نہیں رہتا۔ ہمارے شعبے کا دستور بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ پولیس کے ریکارڈ پر ایک بار نام آجائے تو اس کو مٹانا ناممکن ہی ہوتا ہے۔ ویسے اس لائن میں اگر قسمت یاوری کرے تو پھر چاندی ہی چاندی ہوتی ہے۔ مال و دولت عیش و عشرت، رعب و دبدبہ ایک سے ایک اچھی برانڈ کی شراب، خوب صورت سے خوب صورت اور معصوم لڑکیاں سب کچھ اپنی دسترس میں ہوتا ہے۔ انسان اس لائن میں بھی ڈاکٹریٹ کرسکتا ہے۔ صرف ضمیر کو ایک برسٹ مارنا پڑتا ہے۔"

"کیا میں تمہارا نام دریافت کرسکتا ہوں؟"

"ہمدردی کی کوشش مت کرو۔" یکلخت اس نے رائفل کا رخ بڑے غصے میں ہماری طرف کردیا۔ "ہمارے کوئی نام نہیں ہوتے اور اگر ہوتے بھی ہیں تو وہ نہیں ہوتے جو پیدائش کے وقت بڑے چاؤ سے رکھے جاتے ہیں۔ مختلف شعبے کے لوگ ہمیں اپنی مرضی سے مختلف ناموں سے یاد کرتے ہیں لیکن ہم اس پر کوئی دھیان نہیں دیتے اس لیے کہ ہمارے پاس اس کا وقت ہی نہیں ہوتا۔"

میں نے فوری طور پر اسے رام کرنے کا کوئی دوسرا حربہ آزمانے کی کوشش نہیں کی۔ اس نے جو کچھ کہا تھا وہ ہمارے معاشرے کی ایک تلخ حقیقت تھی جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا تھا۔ میں اس زاویے سے فرش پر پڑا تھا کہ میرا اور کریم کا چہرہ تقریباً ایک فٹ کے فاصلے پر تھا اور ٹانگیں مخالف سمتوں میں تھیں۔ کریم ابھی تک بے ہوشی کی کیفیت سے دوچار تھا

نیین میں اس کے سینے کی حرکت سے اندازہ لگا رہا تھا کہ اس کی سانس ابھی تک چل رہی تھی۔

"تمہارے آدمیوں نے کہیں میرے ساتھی کو مار تو نہیں ڈالا؟" میں نے موضوع بدلتے ہوئے پوچھا۔ "یہ بہت دیر سے بے ہوش ہے۔"

"بے ہوشی بھی ایک نعمت ہے۔" وہ زہر خند سے بولا۔ "انسان تمام فکر و آلام سے آزاد ہو جاتا ہے۔ رہا اس کی موت کا سوال تو جو پیدا ہوا ہے اسے ایک نہ ایک دن مرنا بھی ضرور ہے پھر تم اپنے ساتھی کے بارے میں اس قدر فکرمند کیوں ہو۔"

مجھے اب اس کی باتوں سے الجھن ہو رہی تھی۔ میں نے دل ہی دل میں کالکا کو یاد کیا لیکن اس کی سمت سے کوئی جواب نہیں ملا مجھے لیڈی مکلارنس کا خیال آیا۔ اس نے کہا تھا کہ میں کالکا سے محتاط رہوں اس لیے کہ وہ میرے اور بھوشن کے سلسلے میں دوغلی پالیسی سے بھی کام لے سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ راجن کے آدمیوں کے ہاتھوں میرے اور کریم کے اغوا میں بھی کالکا کی سازش شامل ہو۔ میں نے سوچا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ وہ اچانک سامنے آ کر ایک بار پھر بساط کا رخ پلٹ دے اور مجھے اپنے دام فریب میں الجھا لے۔

کالکا اور لیڈی مکلارنس کے نام میرے ذہن میں تیزی سے گردش کر رہے تھے۔ کالکا نے روپ نگر سے لے کر اب تک میرے ساتھ متعدد موقعوں پر دوستی کا ثبوت دیا تھا۔ کئی حادثات سے محفوظ رکھا تھا۔ کئی بار آڑے وقتوں میں وہ میرے کام آئی تھی۔ اکثر اس نے مجھے موت کے منہ میں جاتے جاتے بچا لیا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی میں اسے مختلف رنگ و روپ میں بھی دیکھ چکا تھا۔ لیڈی مکلارنس کی شخصیت بھی کالکا سے کچھ کم پر اسرار نہیں تھی۔ اس کی زمین دوز لائبریری کا وجود میری زندگی کا سب سے حیرت انگیز تجربہ تھا۔ اس کے علاوہ ندیم نے بھی اس بات کی تصدیق کی تھی کہ لیڈی مکلارنس کی پیش گوئی کبھی غلط ثابت نہیں ہوتی۔ اس کی زبان سے نکلی ہوئی ہر بات پتھر کی لکیر ہوتی ہے۔ میں ابھی ان دونوں کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ میں نے اچانک لیڈی مکلارنس کو دیکھا جو رائفل والے کی پشت پر کھڑی مسکرا رہی تھی۔ اس کے جسم پر اس وقت بھی وہی لباس تھا جس میں میں نے اسے پہلی بار لندن میں دیکھا تھا۔

"کس غور و فکر میں مبتلا ہو میرے عزیز۔" اس نے براہ راست مجھے مخاطب کیا۔ میں نے اس کی آواز بہت واضح طور پر سنی تھی لیکن رائفل والے نے اس آواز کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ شاید وہ اپارٹمنٹ میں اس کی موجودگی سے بالکل ہی بے خبر تھا۔

"مجھے آپ کی مدد درکار ہے۔" میں نے اندھیرے میں امید کی کرن نظر آنے کے بعد جذباتی انداز اختیار کیا۔

"نہیں۔" رائفل والا سرد لہجے میں بولا۔ "اب دنیا کی [illegible] طاقت تمہاری مدد نہیں کر سکتی۔ تمہارے دن گنے جا[illegible] ہیں۔"

"زبان سے آواز نکالنے کی حماقت مت کرو۔" لیڈی مکلارنس نے تیزی سے کہا۔ "یہ شخص نہ مجھے دیکھ سکتا [illegible] میری آواز سن سکتا ہے لیکن تمہاری آواز ضرور سن سکتا [illegible] اس لیے تم نگاہوں کی زبان میں بات کرو۔ میں تمہاری نگاہو[ں] کا مفہوم سمجھنے کی قوت رکھتی ہوں۔"

"یہ لوگ مجھے اغوا کر لائے ہیں اور اب بھوشن کے ہاتھ[وں] میری زندگی کا سودا کرنے کے خواہش مند ہیں لیکن سودا [illegible] ہو جانے کے باوجود یہ میرے خون کے پیاسے ہی رہیں گے۔"

"میں نے کہا تھا کہ تمہاری کالکا بھوشن کے سلسلے [میں] تمہارے ساتھ ڈبل گیم بھی پلے کر سکتی ہے۔" لیڈی مکلارنس نے کہا۔ "تمہارے اغوا میں بھی اسی کا ہاتھ ہے۔ اس وقت راجن کے گروہ کے افراد اور بھوشن کے درمیان سودا [illegible]

کرانے میں مصروف ہے۔ اس کے بعد وہ ایک بار پھر تمہیں فریب دینے کی خاطر تمہاری مدد کرے گی۔"

"کیا آپ میری مدد نہیں کر سکتیں۔"

جواب میں لیڈی مکلارنس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں اس وقت تمہاری مدد ہی کی خاطر ہزاروں میل کا فاصلہ طے کر کے یہاں آئی ہوں۔"

پھر اچانک میں بندشوں سے آزاد ہو گیا۔ کریم کے ہاتھ پیر بھی آزاد ہو گئے تھے لیکن رائفل والا ہماری طرف متوجہ ہونے کے باوجود اس حقیقت سے باخبر نظر نہیں آ رہا تھا کہ ہم رسیوں کی مضبوط گرفت سے نجات حاصل کر چکے ہیں۔

"میرا ساتھی بہت دیر سے بے ہوش ہے۔" میں نے لیڈی مکلارنس کی طرف دیکھتے ہوئے نگاہوں کی زبانی کہا۔ "میں اسے ساتھ لے جانے کا خواہش مند ہوں۔ یہ میرے خاص جاں نثاروں میں سے ہے۔"

"تمہارا ساتھی اس اپارٹمنٹ میں آنے سے پیشتر ہی پوری طور پر ہوش میں آ چکا ہے لیکن ابھی تک وہ کسی موقع کی تلاش میں خود کو بے ہوش ظاہر کر رہا ہے۔ تمہاری اطلاع کے لیے یہ بھی بتا دوں کہ یہ مارشل آرٹ کا ماہر ہے اور دس بارہ دشمنوں کے مقابلے میں بھی تنہا بھاری پڑ سکتا ہے۔ راجن اور اس کے ساتھیوں کی موت بھی اسی کے ہاتھوں ہوئی تھی۔"

"کیا!" میں حیرت سے چونکا۔

"ہاں میرے عزیز۔ تمہارے دوست نے خاص طور پر اسے تمہارے ساتھ رکھنے کی خاطر اس کی سفارش کی تھی۔ اس نے راجن اور اس کے آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتارنے سے پیشتر اسی غرض سے لائٹ آف کی تھی کہ اس کی شخصیت تمہاری نظروں میں نہ آنے پائے۔ میرا مشورہ ہے کہ تم اب بھی یہ بات اپنے ساتھی پر ظاہر کرنے کی کوشش نہ کرنا۔"

"میرے بچاؤ کا طریقہ کیا ہو گا؟"

"تم اپنے ساتھی کو لے کر آرام سے نکل جاؤ۔" لیڈی مکلارنس نے بڑے اطمینان سے کہا۔ "رائفل والے کا ذہن اب میری مٹھی میں ہے جب تک میں نہ چاہوں یہ تم دونوں کو نہیں دیکھ سکے گا۔"

"لیکن بعد میں اس کے ساتھی اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"پھر تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں چاہتا ہوں کہ یہ زندہ رہے اور اس کے ساتھی اس کی ذات پر ہمارے نکل جانے کے سلسلے میں شبہ بھی نہ کریں۔"

"میں تمہارے جذبات اور احساسات کی قدر کرتی ہوں میرے عزیز۔" لیڈی مکلارنس نے کہا پھر فضا میں ادھر ادھر نظر دوڑاتے ہوئے بولی۔ "تم اپنے ساتھی کو لے کر جتنی جلدی ممکن ہو یہاں سے نکل جاؤ۔ تمہاری گاڑی نیچے موجود ہوگی۔"

"لیکن۔۔۔؟"

"وقت مت برباد کرو۔ تم جیسا چاہتے ہو ویسا ہی ہو گا۔ چلو جلدی کرو۔"

لیڈی مکلارنس کے چہرے پر بڑی پراسرار سنجیدگی پھیل کر گہری ہوتی جا رہی تھی۔ میں نے کریم کو آواز دی تو وہ تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا لیکن پھر رائفل والے پر نظر پڑتے ہی اس نے مجھے ایسی نظروں سے دیکھا تھا جیسے میں نے اس کی ساری محنت برباد کر دی ہو۔ "پریشان مت ہو۔" میں نے اس کے چہرے پر نظر آنے والے تاثرات کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ "میں نے اسے ہپناٹائز کر دیا ہے۔ دس منٹ تک اس کا ذہن بالکل ماؤف رہے گا اور اتنی دیر میں ہمیں یہاں سے دور نکل جانا ہے۔"

"اور اس کے باقی ساتھی؟"

"وقت کم ہے۔ ہم یہ باتیں راستے میں بھی کر سکتے ہیں۔" میں نے کریم کا ہاتھ تھام کر اسے دروازے کی جانب کھینچا پھر اپارٹمنٹ سے باہر نکلتے وقت میں نے رائفل والے پر ایک آخری نظر ڈالی۔ وہ کسی بت ہی کی طرح اپنی کرسی پر ساکت و جامد نظر آ رہا تھا۔

راستے میں کریم مجھ سے کرید کرید کر حالات معلوم کرنے کی کوشش کر رہا تھا اور میں اسے گول مول جواب دے کر مطمئن کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیڈی مکلارنس کے مشورے پر میں نے اس پر یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ میں اس کی اصل شخصیت سے پوری طرح باخبر ہو چکا ہوں۔

"یہ سب کون لوگ تھے سر؟" کریم نے بڑی سادگی سے کہا۔ "مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ آپ جب فون کرنے کے ارادے سے اترے تھے تو دو ر'یگیر مجھ سے ایک پتا پوچھنے کی غرض سے قریب آئے تھے۔ مجھے اس بات کا شبہ بھی نہیں ہو سکا کہ وہ مجھے اپنے جال میں پھانس رہے ہیں۔ میں ان دونوں کو پتا سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ ان کے تیسرے ساتھی نے جو غالباً گاڑی کی دوسری جانب تھا اچانک میرے سر پر پشت سے اتنا بھرپور وار کیا کہ میری پلکوں کے نیچے ان گنت سورج طلوع ہو کر غروب ہوتے چلے گئے۔ اس کے بعد میرا ذہن گھپ اندھیروں میں ڈوب گیا تھا۔" کریم کے جواب میں میں نے خاموشی ہی اختیار رکھی۔ میرا ذہن اب صرف بھوشن اور کالکا کے بارے میں غور کر رہا تھا۔

⚜

رات کے کھانے کے بعد ندیم نے مجھے بیرونی لان پر ٹہلنے کے بہانے لے جا کر کہا۔

"کل کی رات ہمارے لیے بہت اہم ثابت ہوگی۔ رحیم

بخش نے مجھے چوبیس گھنٹے پہلے ہی مطلع کر دیا ہے کہ بھوشن کا ایک بڑا کنسائنمنٹ خلیج کو روانہ کیا جانے والا ہے۔"

"لیکن اس نے پہلے کچھ اور کہا تھا۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "رحیم نے ہمیں یہی بتایا تھا کہ اسے مال کی روانگی سے صرف دو گھنٹے پہلے اس کی اطلاع ملتی ہے اور کشتی کے ناخدا اور اس کے عملے کا انتخاب بھی عین وقت پر کیا جاتا ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ بشیرا ماچھی نے محض رحیم بخش کو آزمانے کی خاطر اور اس کے بچ نکلنے کے بیان کی اصلیت جاننے کے لیے ایک چال چلی ہو لیکن ہمیں بہرحال رسک لینا پڑے گا۔"

"کیا ہم پولیس یا کسٹم کے عملے کو اعتماد میں لے سکتے ہیں؟"

"نہیں۔ رحیم نے کہا تھا کہ بھوشن نے ان دونوں محکموں کے متعلقہ افسران کو خرید رکھا ہے۔ ایسی صورت میں صرف ہمیں اپنے آدمیوں کے ساتھ صورت حال سے نپٹنا ہوگا۔"

"میرا کیا رول ہوگا؟"

"تم ہمارے ساتھ ہی ہوگے۔" ندیم نے کہا پھر میرے تذبذب کو محسوس کرتے ہوئے بولا۔ "میرا خیال ہے کہ تمہیں مجھ سے کوئی شکایت ہے۔ کیوں؟"

"میں شکایت کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں اس لیے کہ تم نے پہلے ہی اپنی چھت کے نیچے ہمیں پناہ دے کر ہمارے اوپر بہت احسان کیا ہے۔"

"تمہاری جگہ اگر میں ہوتا اور میرا ذہن گہرائی میں غوطہ لگانے سے قاصر ہوتا تو شاید میں بھی ایسا ہی کوئی گھسا پٹا مکالمہ بولنے کی کوشش کرتا۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے ندیم کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔ "گہرائی میں غوطہ لگانے سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"میں تمہاری طرف سے ایک لمحے کو بھی غافل نہیں رہتا۔" ندیم نے مجھے گھورتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "تمہیں کس وقت اور کہاں سے اغوا کیا گیا۔ کہاں لے جایا گیا اور پھر تمہاری واپسی کس طرح عمل میں آئی مجھے ان تمام باتوں کی تفصیل معلوم ہے۔"

"راجن کے اپارٹمنٹ میں ان کے گروہ کے چار مسلح افراد موجود تھے جبکہ ہماری تعداد صرف دو تھی۔" میں نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔ "اغوا کرنے والوں نے ہمیں نہتا کر دیا تھا۔ ایسی پوزیشن میں اگر وہ چاہتے تو نہایت آرام اور سکون سے ہماری تکا بوٹی کر سکتے تھے۔"

"یہ تمہارا ذاتی خیال ہے۔"

"کیوں؟" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔ "کیا کریم پر تمہیں بہت اعتماد ہے؟"

"ہاں۔ اس لیے کہ وہ تنہا اور خالی ہاتھ ہونے کے باوجود اکیلا دس آدمیوں کا مقابلہ کر سکتا ہے۔" ندیم نے مجھے کریم کے بارے میں وہی تفصیلات بتائیں جو لیڈی مکلارنس بیان کر چکی تھی۔ "اس کے علاوہ میرے دوسرے افراد بھی تمہارے قریب ہی تھے۔"

"بہت خوب۔ گویا تمہارے افراد بند دروازے دیواروں کے اندر بھی دیکھنے کی پراسرار طاقت رکھتے ہیں۔"

"تم شاید ابھی تک اس شخص سے خوفزدہ ہو جو ساتھیوں کے چلے جانے کے بعد تمہیں زندگی اور زندہ رہنے کے فلسفے سے آگاہ کر رہا تھا۔" ندیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "جانتے ہو وہ کون تھا؟"

"کون تھا؟" میں نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"میرے ہی اعتماد کا ایک آدمی تھا۔" ندیم نے کہا۔ "جس وقت تمہیں راجن کے گروہ کے افراد نے اغوا کیا تھا اسی وقت میں نے اسے راجن کے فلیٹ پہنچنے کو کہا تھا پھر اسے اصلی کی جگہ لینے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔"

"اور راجن کے گروہ کے آدمی بھی دھوکا کھا گئے!" میں نے قدرے حیرت کا اظہار کیا۔

"ہاں۔ بالکل اسی طرح جس طرح تم اسے شناخت کرنے میں ناکام رہے تھے حالانکہ تم بھی اسے بخوبی جانتے ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"وہ راجو تھا۔" ندیم مسکرایا۔ "وہی راجو جو میک اپ کا ماہر ہے۔ لندن میں کئی راتیں تم دونوں نے ایک ہی ہوٹل میں ساتھ گزاری ہیں۔ بڑی صلاحیتوں کا مالک ہے۔ بھیس اور آواز بدلنے میں وہ اپنا ثانی نہیں رکھتا۔"

"اور وہ آدمی کہاں گیا جو اپارٹمنٹ میں پہلے سے موجود تھا!" میں نے حیرت سے دریافت کیا۔

"ہو سکتا ہے اب تک وہ پولیس کی تحویل میں پہنچ گیا ہو لیکن میں یقین سے نہیں کہہ سکتا البتہ باقی تینوں ساتھی بھوشن تک پہنچ کر تمہارا سودا کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ راستے میں ہی ایک خطرناک حادثے کا شکار ہو گئے تھے۔ ان کی لاشیں شناخت کی خاطر ہسپتال کے سرد خانے میں پڑی ہیں۔" ندیم نے مجھے بغور گھورتے ہوئے کہا۔ "کیا اب تم مجھے یہ بتانا پسند کروگے کہ کار کے اس حادثے اور تمہارے راجن کے اپارٹمنٹ سے بچ نکلنے میں کس طاغوتی قوت کا ہاتھ تھا؟"

"کالکا۔" میں نے دیدہ ودانستہ لیڈی مکلارنس کا نام نہیں لیا۔

"میرا ذاتی خیال بھی یہی تھا۔"

"راجو نے تمہیں کیا بتایا؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔ "کیا اسے ہمارے بچ نکلنے کی خبر نہیں ہوئی تھی؟"

"نہیں۔ راجو کا کہنا ہے کہ اس نے حیرت انگیز طور پر تمہارے اور کریم کے جسم سے رسیوں کی بندشوں کو ٹوٹتے دیکھا تھا لیکن اس کے بعد وہ کچھ دیر کے لیے ذہنی طور پر غائب ہو کر رہ گیا۔ شاید تمہاری کالکا رانی نے تمہیں آزاد کرنے سے پیشتر ہی اس کے دماغ کو کنٹرول کر لیا تھا۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھے یقین تھا کہ کار کے حادثے میں ہلاک ہونے والوں کی پشت پر لیڈی مکلارنس کا ہی ہاتھ ہوگا لیکن کیا وہ راجو کو شناخت کرنے میں ناکام ہو گئی تھی یا دیدہ ودانستہ اس نے مجھے اس راز سے آگاہ کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا؟

"کیا سوچ رہے ہو؟"

"میں بھوشن کے بارے میں غور کر رہا ہوں۔" میں نے بڑی خوب صورتی سے بات بناتے ہوئے کہا۔ "کیا یہ بات تعجب انگیز نہیں ہے کہ راجن اسی کے لیے کام کر رہا تھا لیکن بھوشن اس کے گروہ کے دیگر افراد سے ناواقف تھا۔"

"بھوشن جیسے لوگ صرف آم کھانے سے سروکار رکھتے ہیں۔ گٹھلیاں گننے میں اپنا وقت ضائع نہیں کرتے۔"

"رحیم بخش کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے موضوع بدلتے ہوئے پوچھا۔ "کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اس نے بشیرا ماچھی کو تحریری طور پر یا کسی اور ذریعے سے اپنی پوزیشن سے متعلق آگاہ کرنے کے بعد ہمیں ٹریپ کرنے کے لیے ایک خوب صورت جال بنا ہو۔"

"ہو سکتا ہے مگر قبل از وقت یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔" ندیم نے بے پروائی سے شانے اچکاتے ہوئے جواب دیا پھر نسیم اور عارفہ کے آجانے کی وجہ سے ہم نے اپنی گفتگو کا رخ بدل دیا۔

اگلے روز میں دفتر کے کام میں مصروف تھا کہ کالکا کی مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "کیا اتنے مصروف ہو کہ ہماری طرف دیکھنے کی بھی فرصت تمہیں نہیں ہے۔"

میں نے چونک کر آواز کی سمت نظر اٹھائی۔ کالکا اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ میرے سامنے صوفے پر نیم دراز تھی لیکن اس وقت وہ خلاف توقع کچھ سنجیدہ نظر آ رہی تھی۔ اس میں خود سپردگی کا وہ انداز نہیں تھا جو ایسے موقعوں پر ہوا کرتا تھا۔

"تم ——" میں نے شکوہ کیا۔ "کل میں نے تمہیں ایک مصیبت میں گرفتار ہو جانے کے بعد آواز دی تھی لیکن تمہاری طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔"

"میں نے تمہاری آواز سن لی تھی لیکن تمہاری سفید چمڑی والی ناک بڑھیا کی وجہ سے سامنے نہیں آئی۔" وہ معنی خیز لہجے میں بولی۔ "تمہیں اس پر بہت ناز تھا۔ اس نے تم سے کہا تھا کہ وہ میری آتما کو بھی قید کرنے میں سپھل (کامیاب) ہو جائے گی۔"

"ہاں۔ اس نے یہی کہا تھا۔" میں نے محتاط انداز میں جواب دیا۔

"وہ درمیان میں نہ آتی تو میں تمہیں ان ظالموں سے بچا لیتی جنھوں نے تمہیں اغوا کیا تھا۔ پرنتو میں جان بوجھ کر سامنے نہیں آئی۔" کالکا نے فاتحانہ انداز میں توبہ شکن انگڑائی لیتے ہوئے کہا۔ "میں دیکھنا چاہتی تھی کہ وہ کس حد تک تمہاری سہائتا کر سکتی ہے۔"

"وہ اگر عین وقت پر نہ آتی تو شاید میں اس وقت ——"

"ایسے برے شبد (الفاظ) زبان پر مت لاؤ شہباز خان۔" وہ تیزی سے لگاوٹ بھرے لہجے میں بولی۔ "جب تک اس دھرتی پر کالکا کا سایہ بھی ہے۔ تمہیں کوئی شکتی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ چاہے وہ تمہاری گوری چٹی طوطے جیسی ناک والی بڑھیا ہی کیوں نہ ہو۔"

"لیکن اس نے ——"

"بس کرو شہباز خان۔" کالکا نے یکلخت سنجیدگی اختیار کر لی۔ "میں نہ چاہتی تو وہ راجن کے اپارٹمنٹ میں داخل بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ پرنتو میں نے اس کے لیے راستہ کھول دیا تھا۔ جانتے ہو کیوں؟"

"کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"تمہیں یہ دکھانے کے کارن کہ ہم دونوں میں مہان شکتی کا مالک کون ہے۔"

پھر اس سے پہلے کہ میں کوئی جواب دیتا میری آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ میں نے اچانک لیڈی مکلارنس کو اس کے روایتی لباس میں دیکھا جس کے جسم کو خوفناک سانپوں نے پوری قوت سے جکڑ رکھا تھا۔ لیڈی مکلارنس کی نگاہوں سے خوف جھانک رہا تھا وہ قطعی بے بس نظر آ رہی تھی۔ اس کے جسم کے گرد لپٹے ہوئے سیاہ اور کوڑیالے رنگ کے سانپ بڑے غضب ناک انداز میں اپنی زہریلی زبانیں لپلپا رہے تھے۔ کالکا کے چہرے پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ رقص کر رہی تھی لیکن وہ لیڈی مکلارنس کو بڑی حقارت بھری نظروں سے گھور رہی تھی جو کسی مجرم کی طرح اس کے سامنے خاموش کھڑی تھی۔ اس کا پورا جسم خوف سے لرز رہا تھا۔

"کیوں شہباز خان۔" کالکا نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے استہزائیہ لہجے میں پوچھا۔ "یہی ہے نا تمہاری وہ سفید چمڑی کی وشیا جو کالکا کی آتما کو قید کرنے کے سندر سپنے دیکھ رہی تھی۔ اسی کلٹنی نے پنڈت بنسی دھر کا سر کاٹ کر تمہارے سامنے فضا

میں معلق کر دیا تھا۔ اس کو اپنی شکتی پر بڑا گھمنڈ تھا۔ بہت اونچی ہواؤں میں اڑ رہی تھی لیکن اس سے یہ میری شکتی کے جال میں قید ہے۔ یہ اگر چاہے تو اپنی گندی زبان ہلا کر مجھ سے اپنے جیون کی بھکشا مانگنے کی بھی کوشش نہیں کر سکتی۔" کالکا کا لہجہ ہر لحہ غضب ناک ہوتا جا رہا تھا۔ "میں نے اسے پوری طرح جکڑ رکھا ہے۔ میرے ایک اشارے پر اس کے گندے شریر پر لپٹے ہوئے سانپ اس کی گوری چٹی چمڑی ہڑپ کر کے اسے ہڈیوں کے ڈھانچے میں بدل سکتے ہیں۔"

مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ لیڈی مکلارنس کالکا کے مقابلے میں اتنی بے بس اور حقیر ثابت ہوگی۔ یہ بات میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچی تھی وہ عورت۔ جس کے منہ سے نکلا ہوا جملہ پتھر کی لکیر بن جاتا تھا' جس نے مجھے اپنی زمین دوز لائبریری کی سیر کرائی تھی۔ جس کے لیے وقت اور فاصلے' ماضی اور مستقبل کوئی حقیقت نہیں رکھتے تھے وہ اس وقت زہریلے اور خطرناک سانپوں کی بندشوں میں جکڑی کھڑی کالکا کو رحم طلب نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

"کس وچار میں گم ہو شہباز خان۔" کالکا نے مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "کیا تمہیں اب بھی اپنی آنکھوں پر وشواس نہیں۔ تم کہو تو میں پلک جھپکتے میں اس کا کریا کرم کردوں۔"

"مجھے یقین آگیا کالکا رانی کہ تمہاری شکتی لیڈی مکلارنس کے مقابلے میں زیادہ مہان ہے۔" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"تمہاری کالکا کو اسی شبھ گھڑی کا انتظار تھا۔" کالکا نے مجھے مخمور نگاہوں سے دیکھا۔ "میں یہی چاہتی تھی کہ تم کالکا کے سوا کسی اور کو خاطر میں نہ لاؤ۔ کیول اپنی کالکا رانی کو اپنے من مندر میں داسیوں کی طرح بسائے رکھو۔ تم دیوتا سمان مجھے اپنے چرنوں میں بیٹھنے کی اجازت دو اور میں تمہاری پجارن بن کر تمہاری ہر آگیا کا پالن کرتی رہوں۔"

"لیکن یہ کیسا ظلم ہے کہ میں چاہنے کے باوجود تمہارے خوب صورت وجود کو اپنی بانہوں میں نہیں لے سکتا۔" میں نے ظاہری طور پر والہانہ انداز اختیار کیا۔ "یہ کیسی مجبوری ہے کہ پیاسا کنوئیں کے قریب ہو اور اپنی پیاس بجھانے کی خاطر پانی کی ایک بوند بھی حلق کے نیچے نہ اتار سکے۔ یہ دوریاں کب تک رہیں گی۔"

"سمے کا انتظار کرو۔" اس نے اٹھ کر بڑے ہوش ربا انداز میں میری طرف بڑھتے ہوئے مستی بھرے لہجے میں کہا۔ "ہمارے درمیان یہ دیواریں ہمیشہ قائم نہیں رہیں گی۔ یہ دوریاں بہت جلد ختم ہونے والی ہیں پھر تم اپنی کالکا کے کومل شریر سے کھیلنے کے لیے آزاد ہوگے۔

"اور اس وقت تک میں اسی طرح اندر ہی اندر تمہارے ملاپ کی آرزو میں تڑپتا رہوں گا۔"

"مجبوری ہے شہباز خان۔" وہ ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے جذباتی لہجے میں بولی۔ "تم اب بھی اپنی کالکا رانی کو اپنی مضبوط بانہوں میں جکڑ سکتے ہو۔ اس کے انگ انگ سے کھیل سکتے ہو لیکن فی الحال تم کو کالکا کو ماہ رخ کے روپ میں سویکار کرنا پڑے گا۔"

میں کالکا کی گلابی نظروں میں جھانکتا ہوا اپنی جگہ سے اٹھ... وہ پوری طرح میری سمت متوجہ تھی۔ میں کسی بہانے اس کے جسم سے ٹکرا کر صندلی انگ بھی کو آزمانا چاہتا تھا لیکن اس نے مجھے اس کا موقع نہیں دیا۔

"ابھی میرے قریب آنے کی کوشش مت کرنا شہباز خان۔" اس کا لہجہ معنی خیز ہو گیا۔ "میں تمہارے من کے اندر جھانک کر تمہارے دل کا حال نہیں پڑھ سکتی لیکن اتنا اوش جانتی ہوں کہ اب بھی کوئی چھپا ہے جو تمہاری سہائتا کر رہی ہے۔"

میں کالکا کو بہلانے کی خاطر کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ اچانک بجلی کا شدید کڑاکا ہوا۔ میں نے لیڈی مکلارنس کی طرف دیکھا لیکن وہ اپنی جگہ موجود نہیں تھی۔ اس کے جسم پر نظر آنے والے سانپ فرش پر پڑے تڑپ رہے تھے پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ راکھ بن کر ہوا میں اڑ گئے۔ کالکا کا چہرہ دوبارہ غضب ناک ہونے لگا۔ اس کی آنکھیں شعلے اگلنے لگیں۔

"ملکنی۔ تو موقع پاکر بھاگ نکلی لیکن کالکا تیرا پیچھا نہیں

چھوڑے گی۔" کالکا نے بپھرے ہوئے لہجے میں کہا پھر اس نے فضا میں قلابازی کھائی اور عقاب کا روپ اختیار کر کے تیر کی مانند کھڑکی سے باہر نکل گئی۔

میں تھکے ہوئے انداز میں دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ جیب سے رومال نکال کر پیشانی کے پسینے کو خشک کرنے لگا جو کچھ میری نگاہوں نے دیکھا تھا وہ ناقابل یقین ہی تھا لیکن مجھے ایک بات کی خوشی ضرور ہو رہی تھی کہ لیڈی مکلارنس کالکا کے عتاب کا شکار ہونے سے بچ نکلی تھی۔

خاصی دیر تک میں اس پراسرار اور خطرناک طاغوتی جنگ کے بارے میں غور کرتا رہا جو میرے آفس میں میری نگاہوں کے سامنے لیڈی مکلارنس اور کالکا کے درمیان لڑی گئی تھی۔ کالکا کی حیثیت اس جنگ میں فاتح جیسی تھی۔ میں نے اس روز سے پیشتر لیڈی مکلارنس کو کبھی اتنا بے بس اور کمزور نہیں دیکھا تھا۔ کالکا کی شیطانی قوتوں نے اسے زہریلے سانپوں کے ذریعے اس طرح جکڑ دیا تھا کہ وہ اپنی جگہ سے ایک ذرا جنبش کرنے سے بھی قاصر تھی۔ اس کی قوت گویا کہ بھی شاید سلب کر لی گئی تھی اس لیے کہ اس نے کالکا کی کسی بات کا جواب نہیں دیا تھا پھر کالکا جب میری سمت متوجہ ہو کر اس سے چند لمحوں کے لیے بے خبر ہوئی تو لیڈی مکلارنس کا داؤ چل گیا۔ اس کے جسم کے اطراف لپٹے ہوئے سانپ جل کر راکھ ہوگئے تھے۔ کالکا دوبارہ غضب ناک ہوگئی اور عقاب کی شکل اختیار کر کے اس کے تعاقب میں پرواز کر گئی۔ یہ سب کچھ طلسم ہوشربا کی کہانی سے کم نہیں تھا۔

مجھے جیسے اپنی قوت بصارت پر یقین نہیں آرہا تھا۔ لیڈی مکلارنس ایک عظیم قوت تھی۔ اس نے پورے لندن کو اپنی پیش گوئیوں اور پراسرار قوت کی وجہ سے خوف زدہ کر رکھا تھا۔ پولیس کو شبہ تھا کہ اس نے اپنے شوہر کو قتل کیا تھا لیکن ابھی تک کسی ایجنسی نے اس پر ہاتھ ڈالنے کی جرات نہیں کی تھی وہ کسی بدروح کی طرح لندن کے عوام کے دلوں پر طاری تھی۔ لوگ اسے دیکھ کر اپنا راستہ تبدیل کر دیتے تھے۔ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے سے ہچکچاتے تھے۔ خود سیکرٹ سروس کا چیف انسپکٹر ڈول بھی جسے مکلارنس کی موت کا راز معلوم کرنے کی خاطر لیڈی مکلارنس کے خلاف ثبوت اکٹھا کرنے پر مقرر کیا گیا تھا اس کے قریب جانے سے گھبراتا تھا۔ بھیس بدل کر وہ اپنے فرائض انجام دینے پر مجبور تھا۔ ایک بار اس نے میری وساطت سے لیڈی مکلارنس کے قریب ہونے کی کوشش کی تھی لیکن اسے کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ لیڈی مکلارنس کا دعویٰ تھا کہ وہ زماں اور مکاں کی قید سے آزاد ہے۔ وقت اور فاصلے اس کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتے وہ پل بھر میں ہزاروں میل کا سفر کرنے کی حیرت انگیز صلاحیتوں کی مالک تھی جس کا مجھے ذاتی طور پر تجربہ بھی ہو چکا تھا وہ دلوں کی گہرائیوں میں جھانکنے کی قوت کی مالک تھی۔

پھر وہ اتنی آسانی سے کالکا کے قبضے میں کس طرح آسکتی ہے؟ میرے ذہن میں یہی ایک سوال رہ رہ کر صدائے بازگشت کی طرح ابھر رہا تھا۔

مجھے وہ دن بھی بخوبی یاد تھے جب خود کالکا بھی پراسرار اور شیطانی قوتوں کی مالک ہونے کے باوجود پنڈت بنسی دھر سے خائف تھی۔ اس نے اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ پنڈت بنسی دھر مہان شکتیوں کا مالک ہے۔ اسے آسمانی دیوی اور دیوتاؤں کا آشیرواد حاصل تھا۔ کالکا کو حاصل کر کے اپنا غلام بنانے کی خاطر وہ برف پوش پہاڑوں کے ایک غار میں بیٹھا جاپ کر رہا تھا اگر میں حالات کے سامنے سینہ سپر نہ ہوا ہوتا اور کمبل پوش بزرگ نے میری مدد نہ کی ہوتی تو شاید اس وقت کالکا اپنی تمام تر قوتوں کے ساتھ پنڈت بنسی دھر کی غلام ہوتی۔ اس کے ہر حکم کو ماننے پر مجبور ہوتی لیکن لیڈی مکلارنس نے مجھے اسی پنڈت بنسی دھر سے مکلارنس ہاؤس میں ہمکلام ہونے کا شرف عطا کیا تھا۔ اس کے کٹے ہوئے سر کو میرے سامنے فضا میں معلق کر دیا تھا جس سے تازہ تازہ خون بہہ رہا تھا لیکن اس کے باوجود وہ زندہ انسانوں کی طرح مجھ سے بات کرنے پر مجبور تھا۔

میرے ذہن کے پردے پر گزرے ہوئے واقعات ایک ایک کر کے ابھر رہے تھے۔ لیڈی مکلارنس نے مجھے پراسرار اور ناقابل یقین زمین دوز لائبریری کی سیر کرائی تھی جہاں صدیوں پرانے مشہور انسانوں کی حنوط شدہ کھوپڑیاں نہایت سلیقے سے شیشے کے خانوں میں علیحدہ علیحدہ بند تھیں۔ بظاہر وہ بے جان انسانی چہرے نظر آتے تھے لیکن لیڈی مکلارنس نے ان میں زندگی پیدا کر کے مجھ سے بات کرائی تھی۔ اس نے ایک ایسا ریموٹ کنٹرول بنا رکھا تھا جس کے ذریعے وہ ان چہروں کو کنٹرول کرتی تھی اور ماضی' حال اور مستقبل کی کسی زبان میں بھی گفتگو کرانے کی حیرت انگیز قوت رکھتی تھی اگر وہ لائبریری منظر عام پر آجاتی تو شاید اسے دنیا کے عجائبات میں پہلے نمبر پر قرار دیا جاتا۔

لیڈی مکلارنس نے اس بات کا دعویٰ کیا تھا کہ اس نے کالکا کی مورتی کو بھی اسی زمین دوز لائبریری میں بند کر رکھا ہے۔ اس کی ایک معمولی سی غلطی کی وجہ سے کالکا کی روح فرار ہونے میں کامیاب ہوگئی تھی۔ اس نے مجھ سے پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ وہ ایک نہ ایک دن مجھے کالکا کی مورتی سے بھی ہمکلام ہونے کا شرف ضرور بخشے گی۔

"پھر لازوال اور حیرت انگیز قوتوں کی مالک ہونے کے باوجود وہ کالکا کے دام میں کس طرح گرفتار ہوگئی تھی؟" میں نے سوچا۔ کیا لیڈی مکلارنس کی کسی غفلت کا فائدہ اٹھا کر کالکا نے

اس پر قابو پالیا تھا؟ کیا یہ ممکن تھا؟

میں ابھی ان ہی خیالات میں الجھا ہوا تھا کہ چپراسی نے ڈاک کی ٹرے لا کر میرے سامنے رکھ دی اور میں اپنے ذہن کو بٹانے کی خاطر آنے والی ڈاک کو دیکھنے میں مصروف ہوگیا۔ ان میں کچھ کاروباری خطوط تھے، چند ایک میں ٹینڈر کے سلسلے میں اہم دستاویز موجود تھیں، کچھ خطوط ذاتی نوعیت کے تھے۔ میں لفافوں کو ایک ایک کرکے کھول رہا تھا اور اس پر اپنی ہدایت لکھ کر مختلف شعبوں کو مارک کرتا جاتا تھا پھر ایک لفافے کو دیکھ کر مجھے حیرت ہی ہوئی جس کے ایک کونے پر کیوپڈ کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ یہ ایک درمیانہ سائز کا لفافہ تھا جس میں عام طور پر مختلف قسم کے کاروباری لٹریچر اور پمفلٹس موجود ہوا کرتے تھے۔

میں نے کیوپڈ کی تصویر کو غور سے دیکھتے ہوئے لفافہ اٹھالیا۔ بظاہر اس کے اندر بھی مجھے ملے کارڈز قسم کی کوئی کاروباری شے محسوس ہوئی تھی لیکن جب میں نے پیپر نائف سے لفافہ چاک کیا تو یکلخت میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں۔ میری پیشانی یکلخت عرق آلود ہوگئی۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں بلندی سے لڑکھڑا کر پستی کی طرف جارہا تھا۔ میں پھٹی پھٹی نظروں سے ان تصویروں کو دیکھتا رہا جو بقول کا لکا کہ اگر منظر عام پر آجاتیں تو میں شریفوں کی محفل میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہ جاتا وہ انتہائی ناشائستہ اور بے ہودہ قسم کی تصویریں تھیں جس میں میں ماہ رخ کے ساتھ مختلف انداز میں اور فطری لباس میں نظر آرہا تھا۔

میں نے جلدی سے لفافہ الٹ پلٹ کر دیکھا اس پر بھیجنے والے کا کوئی نام یا پتا موجود نہیں تھا۔ میرا ایڈریس ٹائپ شدہ تھا۔ جس کے اوپر ذاتی کے حروف جلی انداز میں نظر آرہے تھے۔ میں نے گھبرا کر ان تصویروں کو جو تعداد میں دس بارہ تھیں دوبارہ لفافے میں ڈال دیا۔ میری کیفیت اس وقت کسی ایسے مجرم سے مختلف نہیں تھی جو رنگے ہاتھوں پکڑا گیا ہو۔ جس کے خلاف ناقابل تردید ثبوت موجود ہوں۔

لفافے پر بھیجنے والے کا نام اور پتا موجود نہیں تھا لیکن اس کے باوجود میں سمجھ رہا تھا کہ ان تصویروں کو کس مقصد کے تحت مجھ تک پہنچایا گیا تھا۔ اس رکیک حرکت کے پیچھے ماہ رخ کا غلیظ چہرہ بہت صاف نظر آرہا تھا جس نے مجھے اغوا کرا کے بے ہوشی کی حالت میں میرے خلاف ایسا مواد جمع کرلیا تھا جس سے انکار کرنے کے باوجود میں اپنے کردار کے اس بدنما داغ کو مٹانے سے قاصر تھا۔ مجھے ذاتی طور پر اس بات کا اندازہ ہوچکا تھا کہ ماہ رخ کا شمار کس قسم کی عورتوں میں کیا جاسکتا ہے لیکن وہ اس حد تک آگے بڑھ سکتی تھی مجھے اس بات کا اندازہ نہیں تھا۔

میرے وجود کے اندر گرم ہواؤں کے تیز جھکڑ چل رہے تھے۔ میرے تصور میں ماہ رخ کا مکروہ چہرہ گھوم رہا تھا جو سلیمان شاہ سے منسوب ہوجانے کے بعد اونچے حلقوں میں بڑی عزت اور احترام کی نگاہوں سے دیکھی جاتی تھی لیکن اس کا ظاہر اس کے باطن سے بالکل مختلف تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اس نے وہ تصاویر مجھے بلیک کرنے کی غرض سے روانہ کی ہوں گی پھر میرے ذہن میں ایک سوال تیزی سے ابھرا۔

اگر وہ تصاویر منظر عام پر آگئیں تو کیا خود ماہ رخ بھی لوگوں کی نگاہوں سے گر نہیں جائے گی؟ کیا سلیمان شاہ ان تصاویر کو دیکھنے کے بعد بھی اس کے وجود کو اپنی چھت کے نیچے برداشت کرے گا؟

میں نے جلدی سے اٹھ کر اس لفافے کو اپنی پرسنل سیف میں مقفل کیا پھر انتہائی غصے کی حالت میں ماہ رخ کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"ہیلو۔" دوسری جانب سے رابطہ قائم ہونے پر ایک باریک نسوانی آواز سنائی دی۔

"کیا میں محترمہ ماہ رخ صاحبہ سے بات کرسکتا ہوں؟" میں نے دل پر جبر کرتے ہوئے وہ کلمات اپنی زبان سے ادا کیے۔

"آپ کا نام؟"

"میں۔ شہباز بول رہا ہوں۔"

"کام کی نوعیت کیا ہے؟" دوسری جانب سے سوال کیا گیا۔

"آپ صرف ماہ رخ صاحبہ کو میرا نام بتادیں وہ مجھے جانتی ہیں۔"

"انتظار کریں۔" ریسیور پر وہی باریک نسوانی آواز ابھری۔ میں بڑی عجیب اور متضاد کیفیتوں سے دوچار تھا۔ ایک ایک لمحہ میرے لیے سخت اذیت ناک تھا مگر مجھے زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ دو منٹ بعد ہی دوسری جانب سے ماہ رخ کی آواز سنائی دی۔

"میں مسز سلیمان شاہ بول رہی ہوں۔" اس کے لب و لہجے میں جھوٹی شان اور تکبر شامل تھا۔

"خاکسار کو شہباز کہتے ہیں۔ شہباز خان۔" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"اوہ شہباز۔" ماہ رخ کا لب و لہجہ یکلخت تبدیل ہوگیا۔ "مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا۔"

"کیوں؟" میں نے تلخ آواز میں کہا۔ "کیا میری یہ کال آپ کے لیے غیر متوقع ہے۔"

"شاید۔" وہ سرد آہ بھر کر بولی۔ "تم اور مجھے یاد کرو گے مجھے اس کا بہت کم یقین تھا۔"

"حیرت ہے کہ تم یہ کہہ رہی ہو۔"

"مجھے خوشی ہے کہ اب تم بے تکلفی سے پیش آرہے ہو۔" وہ بڑی اپنائیت سے بولی۔ "میرے لیے کوئی حکم، کوئی خدمت۔"

"میں صرف ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔"

"پوچھو۔"

"میں اس حرکت کا کیا مطلب سمجھوں؟" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"حرکت۔ میں سمجھی نہیں؟"

"تم نے غلط اندازہ لگایا ہے مسز سلیمان شاہ۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔ "اگر کوئی چیز اخبار تک یا اونچے حلقوں تک پہنچی تو اس میں تم بھی برابر کی حصہ دار ہوگی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس میں مجھ سے زیادہ تمہیں نقصان اٹھانا پڑے۔"

"تمہاری خاطر مجھے ہر نقصان گوارا ہے لیکن میں اب بھی نہیں سمجھ سکی کہ تمہاری گفتگو میں یہ تلخی کیوں ہے۔ کیا مجھ سے کوئی خطا ہوگئی۔"

"تم جسے خطا کہہ رہی ہو وہ میرے نزدیک ایک ایسی گھٹیا حرکت ہے جس کا میں تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔" میں نے حقارت سے کہا۔

"مسٹر شہباز۔" اس بار ماہ رخ نے قدرے ناخوشگوار انداز میں جواب دیا۔ "تم شاید اس وقت ہوش میں نہیں ہو۔ ماہ رخ تمہارے ایک اشارے پر خود کو قربان تو کرسکتی ہے لیکن فضول تم کی تلخی اور بدکلامی برداشت نہیں کرسکتی۔"

"جو لوگ خود کو دوسروں کے لیے قربان کرنے پر آمادہ رہتے ہیں وہ اس قسم کے اوچھے ہتھکنڈے اور غیر مہذب حربے استعمال نہیں کرتے۔"

"میرا خیال ہے کہ تمہیں میرے بارے میں ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"غلط فہمی؟" میں زہر خند سے بولا۔ "کیا تم مجھے یہ بتانا پسند کروگی کہ تم نے وہ لفافہ مجھے کس مقصد کے لیے بھیجا ہے۔"

"لفافہ۔ کون سا لفافہ؟" ماہ رخ نے حیرت کا اظہار کیا تو میری رگوں میں دوڑتے ہوئے خون کی گردش دو چند ہوگئی وہ چوری کرنے کے باوجود سینہ زوری کا انداز اپنا رہی تھی۔ میں برداشت نہ کرسکا۔

"کیا تم واقعی اتنی ہی معصوم اور بھولی ہو جتنا اس وقت خود کو پوز کرنے کی کوشش کررہی ہو؟"

"پلیز شہباز۔ اتنے سرد لہجے میں گفتگو نہ کرو۔" اس نے بدستور معصومیت سے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ کسی نے تمہیں میرے خلاف بھڑکانے کی کوشش کی ہے۔ کیا تم مجھے کھل کر نہیں بتاسکتے کہ تمہاری خفگی کا سبب کیا ہے؟"

"سوری۔ میں اس قسم کی باتیں فون پر نہیں کرسکتا۔"

"تم اجازت دو تو میں تمہارے دفتر آجاؤں۔" اس کے لہجے میں بڑی اپنائیت تھی۔

"نہیں۔" میں نے جلدی سے کہا پھر کچھ سوچ کر بولا۔ "کیا آپ اس وقت مصروف تو نہیں ہیں۔"

"آپ نہیں۔ تم کہہ کر مخاطب کرو۔" اس نے التجا کی۔ "یقین کرو شہباز میں تم سے۔۔۔"

"کیا میں فوری طور پر تم سے مل سکتا ہوں؟" میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا۔

"میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھوں گی۔" وہ بہکنے لگی۔ "تم حکم دو تو میں پلکیں تمہاری راہ میں بچھادوں، دل فرش راہ کردوں۔"

"اس کا فیصلہ میں تم سے ملنے کے بعد ہی کروں گا۔" میں نے رابطہ منقطع کردیا۔ کچھ دیر تک ماہ رخ کی باتوں پر غور کرتا رہا پھر اٹھ کر دفتر سے نکلا اور پارکنگ لاٹ سے گاڑی نکال کر ماہ رخ کی طرف روانہ ہوگیا۔

ماہ رخ نے حسب توقع بڑی گرم جوشی سے میرا استقبال کیا۔ اس وقت بھی وہ اپنی خواب گاہ میں بیٹھی مے نوشی سے شغل کررہی تھی۔ اس کے جسم پر نظر آنے والا لباس اتنا چست تھا کہ جسمانی نشیب و فراز کی پردہ پوشی سے قاصر تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے گلاس شیشے کی گول میز پر رکھ دیا پھر ایک توبہ شکن انگڑائی لیتی ہوئی اٹھی۔ اس کی آنکھوں سے مستی چھلک رہی تھی۔ میری نگاہوں میں نگاہیں ڈال کر بولی۔

"زہے نصیب کہ تم اس وقت۔۔۔"

"پلیز۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "میں اس وقت تم سے کچھ اہم اور فیصلہ کن باتیں کرنے آیا ہوں۔"

"گفتگو زبان سے ادا ہوگی یا۔۔۔" اس نے جان بوجھ کر اپنا جملہ نامکمل چھوڑ دیا۔ شاید وہ ابھی تک یا تو میری آمد کا مقصد نہیں سمجھی تھی یا پھر جان بوجھ کر انجان بننے کی کوشش کررہی تھی۔

پھر میں نے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا تو وہ یکلخت سنجیدہ ہوگئی۔ ایک لمحے تک مجھے گھورتی رہی پھر بغیر کچھ کہے بل کھاتی کسی ناگن کی طرح خواب گاہ سے باہر چلی گئی۔ میں اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر تھا۔ جس انداز میں وہ کمرے سے باہر نکلی تھی اس سے یہی اندازہ ہوا تھا جیسے وہ شدید غصے میں ہو پھر وہ خواب گاہ میں واپس آئی تو اس کے ہاتھوں میں ویسا ہی ایک لفافہ تھا جیسا مجھے دفتر میں موصول ہوا تھا۔ ایک بار پھر اس نے تیز نظروں سے مجھے دیکھا پھر لفافہ میری جانب بڑھاتے ہوئے بولی۔

"ہر عورت کا اپنا ایک مقام اور کردار ہوتا ہے۔ تم کردار کا لفظ کسی بدکردار شخصیت سے علیحدہ بھی نہیں کرسکتے۔۔۔ یہ

درست ہے کہ میں نے تمہیں اپنانے کے لیے ایک غلط قدم اٹھایا تھا لیکن یہ سراسر جھوٹ ہے کہ میں نے تمہیں کوئی ایسا لفافہ بھیجا ہو اگر تم نے مجھ سے محض امکانی طور پر اپنے اغوا کیے جانے کے بعد کا راز جاننے کی خاطر یہ الزام تراشا ہے تو اور بات ہے لیکن تمہارے اس سنجیدہ مذاق سے ماہ رخ کے وجود کو جو ٹھیس پہنچی ہے شاید تم اس کی شدت کا اندازہ نہ لگا سکو گے۔"

میں نے ماہ رخ کو بہت غور سے دیکھا وہ اس وقت اداکاری نہیں کر رہی تھی اگر اس نے مجھے بلیک میل کرنے کی خاطر وہ تصاویر بھیجی ہوتیں تو برملا اس کا اقرار بھی کر سکتی تھی اس لیے کہ میں بہرحال اس کے بچھائے ہوئے گندے جال میں پھنس چکا تھا لیکن خلاف توقع وہ اس وقت بہت سنجیدہ اور صاف گو نظر آ رہی تھی۔ میں عجیب تذبذب کی کیفیت سے دوچار تھا۔

میں نے لفافہ کھول کر سرسری طور پر دیکھا۔ اس میں تصویروں کا ویسا ہی سیٹ مع نگیٹو موجود تھا جیسا مجھے دفتر میں موصول ہوا تھا۔ "میں اس وقت اس حالت میں نہیں ہوں کہ کسی مقدس چیز کو ہاتھ لگا سکوں لیکن تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ میں نے تمہیں کوئی لفافہ نہیں بھیجا۔" وہ ہونٹ چباتے ہوئے بولی۔ "ان تصویروں کے کسی دوسرے سیٹ کے وجود کو بھی میں نہیں مان سکتی اس لیے کہ فوٹوگرافی میری ہوبی ہے۔ میں نے یہ تصویریں خود تیار کی ہیں۔ جس سیف میں یہ لفافہ رکھا تھا اس تک میرے سوا کوئی اور نہیں پہنچ سکتا۔"

ماہ رخ بول رہی تھی اور میں تصویر حیرت بنا اسے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا۔

"اگر تم کو ماہ رخ کی باتوں پر اعتبار نہیں تو اس لفافے کو ریزہ ریزہ کر دو تاکہ میں تمہیں پانے کے خواب بھی نہ دیکھ سکوں۔"

ماہ رخ کے چہرے سے سنجیدگی ٹپک رہی تھی۔ میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ وہ جو کچھ کہہ رہی تھی وہ غلط نہیں تھا۔ پھر تصویروں کا کوئی دوسرا سیٹ مجھ تک کس طرح پہنچا؟ میں نے سوچا۔ کہیں اس میں بھی کالاکا کی پراسرار طاغوتی قوتوں کا کوئی دخل تو نہیں تھا؟ کوئی ایسی سازش جو میرے اعصاب کو جھنجوڑ کر رکھ دے لیکن کالاکا کو اس کی ضرورت کیوں پیش آ گئی تھی؟ کیا وہ زبردستی میری شخصیت کو ماہ رخ کے وجود کے ساتھ نتھی کرنا چاہتی تھی؟ صرف اس لیے کہ وہ براہ راست مجھے حاصل نہیں کر سکتی تھی۔

میرے ذہن میں مختلف خیالات گڈمڈ ہو رہے تھے۔ ایک لمحے کو میرے دل میں یہ خیال ابھرا کہ اس لفافے کو جو اس وقت میرے ہاتھ میں تھا نذر آتش کر دوں لیکن پھر نہ جانے کون سی قوت میرے آڑے آ گئی۔ میں نے لفافہ وہیں زمین پر پھینکا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ماہ رخ کی خواب گاہ سے باہر نکل گیا۔ تصور میں صرف ایک ہی چہرہ ابھر رہا تھا، صرف ایک نام صدا بن کر گونج رہا تھا۔ کالاکا۔۔۔ کالاکا۔۔۔ کالاکا۔۔۔

☆

وہ رات بھی میرے لیے قیامت انگیز ہی ثابت ہوئی اندھیرا پھیلتے ہی ہم مچھیروں کی بستی میں داخل ہو دو کمروں پر مشتمل کچی پکی جھونپڑی میں داخل ہوئے جہاں بوڑھے شخص نے بڑے خوفزدہ انداز میں ہمیں خوش آ تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات اس بات کی چغلی کھار کہ اپنی جھونپڑی میں اس نے خوشی اور اپنی مرضی سے جگہ نہیں دی تھی۔ کوئی مجبوری یا پھر زبردستی ایسی ضرو جس نے اسے حالات سے مفاہمت کرنے پر مجبور کر دیا بہرحال میں اور ندیم دونوں اس چٹائی پر بیٹھ گئے جو غالباً ہ لیے ہی زمین پر بچھائی گئی تھی۔ ایک جانب ایک ٹوٹی پھ نظر آ رہی تھی۔ مچھلی پکڑنے کے آلات اور دو ٹین کے کھیلے صندوق اور الگنی پر لٹکے ہوئے بدبودار کپڑے ہی کمرے کا کل اثاثہ تھا جسے ہمارے سپرد کیا گیا تھا۔ دو کمرے میں اس بوڑھے کے دوسرے افراد خانہ موجود تھے نے ہمیں اپنا نام قاسم بتایا تھا وہ ہمارے ساتھ ہی کمرے ایک جانب کچی دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔

مچھیروں کی بستی تک پہنچنے کے لیے بھی خاصے پا رچانے پڑے تھے۔ میں اور ندیم سر شام ہی سے شہر کی بستی میں چلے گئے تھے جہاں راجو نے ہمارے چہروں پر غ مچھیروں جیسا میک اپ کر دیا تھا۔ ہمیں ایسے کپڑوں کو بھی ا جسم پر برداشت کرنا پڑا جو نہ صرف بدبودار تھے بلکہ ان میں مچھلی کی ناقابل برداشت سڑاند بھی پھوٹ رہی تھی۔ نو... سے نکل کر ہمیں وہ کھٹارا بس پکڑنی پڑی تھی جو مچھیروں کی سے دو اسٹاپ پہلے تک جاتی تھی۔ وہاں سے ہمیں تقریباً میل کا سفر پیدل ہی طے کرنا پڑا تھا پھر کہیں جا کر ہم اس جھونپ تک پہنچے تھے جہاں بوڑھے قاسم نے (میرے خیال کے مطا زبردستی) ہمیں خوش آمدید کہا تھا۔

مچھلی کی سڑاند میں بسے کپڑے مجھے اپنے جسم پر کفن زیادہ اذیت ناک محسوس ہو رہے تھے۔ میرا سر درد سے جا رہا تھا اگر میرے اختیار میں ہوتا تو شاید میں وہاں ایک پل بھی برداشت نہ کرتا۔ مجھے اس بات کے بارے میں بھی کوئی علم نہیں تھا کہ ہمارے باقی ساتھی مچھیروں کی بستی کس حصے میں پوزیشن سنبھالے موجود ہوں گے۔ البتہ میں ضرور محسوس کر رہا تھا کہ ندیم میرے برعکس بہت زیادہ فریش اور پرجوش نظر آ رہا تھا شاید اس نے مچھلی کی بساند کو ایونٹک ان پیرس سینٹ کی خوشبو سمجھ کر قبول کر لیا تھا۔

میں نے ابھی تک ندیم کو ان حالات سے باخبر نہیں کیا تھا جو مجھے اپنے دفتر میں اور ماہ رخ کی کوٹھی پر پیش آئے تھے۔ میں ان مسائل کو ذاتی طور پر حل کرنا چاہتا تھا چنانچہ اس وقت بھی میں قاسم کی جھونپڑی میں بھی خاموش بیٹھا آنے والے حالات کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ مجھے یقین سا تھا کہ یا تو رحیم بنگش کا وہ بیان غلط تھا جو اس نے اپنی مشروط رہائی کے وقت دیا تھا یا پھر وہ ان حالات سے قطعی لاعلم تھا جس کے تحت بشیرا ماچھی نے ہمیں پھانسنے کی خاطر اسے بطور چارہ استعمال کرنے کا پلان مرتب کیا ہوگا۔ بھوشن جیسا آدمی اس قدر حماقت کبھی نہیں کر سکتا تھا کہ وہ چوبیس گھنٹے پیشتر ہی بشیرا ماچھی کو مال کی روانگی سے متعلق باخبر کر دیتا اور اگر اس نے پہلے سے کیے جانے والے انتظامات کے تحت بشیرا ماچھی کو اعتماد میں لینا ضروری سمجھا تھا تو پھر کم از کم بشیرا ماچھی کو ایک مخصوص وقت تک اپنی زبان بند رکھنی چاہیے تھی۔ خود رحیم بنگش نے بھی رہائی سے پہلے یہی بیان دیا تھا کہ ناجائز تجارت سے ملوث افراد کو صرف دو گھنٹے پہلے ان کے فرائض سے باخبر کیا جاتا تھا۔ چوبیس گھنٹے پیشتر والی اطلاع ابھی تک میرے حلق سے نیچے نہیں اتر رہی تھی۔ ہو سکتا تھا کہ ندیم کے ذہن میں بھی وہی خطوط ہوں جن پر میں غور کر رہا تھا لیکن بظاہر وہ ایک مہم جو کی طرح بالکل تر و تازہ اور پوری طرح چاق و چوبند نظر آ رہا تھا۔

"میرا خیال ہے بوڑھے شخص نے خوشی سے ہمیں اپنی گھاس پھوس کی چھت کے نیچے برداشت نہیں کیا ہے؟" میں نے خاموشی سے اکتاتے ہوئے انگریزی زبان میں ندیم کو مخاطب کیا۔

"ضروری نہیں ہے کہ ہر چمکنے والی شے سونا ہی ثابت ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"تمہارا اندازہ غلط ہے۔" ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "یہ بوڑھا ہمارے اعتماد کا آدمی ہے۔"

"پھر اس کے چہرے پر نظر آنے والے خوف کے تاثرات کیا معنی رکھتے ہیں؟"

"اس کی جگہ ہم ہوتے تو شاید ہماری حالت بھی کچھ ایسی ہی ہوتی۔" ندیم نے بڑے اطمینان سے کہا۔ "بشیرا ماچھی اپنی بستی میں کسی اجنبی کو برداشت کرنے کا عادی نہیں ہے اور وہ بھی رات کے وقت۔ اس نے دھونس دھڑلے سے یہاں اپنے قوانین وضع کر رکھے ہیں اس کے آدمی بڑی سختی سے مچھیروں کو ان قوانین پر عمل کرنے کی ہدایت کر چکے ہیں۔ خلاف ورزی کی صورت میں صرف ایک ہی سزا مقرر ہے۔ موت خواہ مجرم بشیرا ماچھی کا باپ ہی کیوں نہ ہو۔"

"یعنی یہاں رات ... ان کا کوئی عزیز بھی ان کے ساتھ بطور مہمان رات بسر نہیں کر سکتا؟"

"کر سکتا ہے لیکن اس کے لیے میزبان کو کم از کم چوبیس گھنٹے پیشتر بشیرا ماچھی سے اجازت حاصل کرنی پڑتی ہے۔"

"ہمارے ساتھ اس وقت اور کتنے آدمی اس بستی میں موجود ہیں؟" میں نے گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے دبی زبان میں پوچھا۔

"فکر مت کرو۔ مقابلے کی صورت میں دوسری پارٹی کو زیادہ نقصان برداشت کرنا پڑے گا۔" ندیم نے پراعتماد انداز میں جواب دیا۔

"میرا دل اب بھی گواہی دے رہا ہے کہ ہمارے لیے کوئی ماؤس ٹریپ ہی تیار کیا گیا ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔" ندیم نے مختصراً کہا۔

"کیا ہم رات بھر یہاں اسی صورت میں بیٹھے کسی دوسری اطلاع کا انتظار کرتے رہیں گے۔" میں نے قدرے بیزاری سے سوال کیا۔

"ابھی صرف آٹھ بجے ہیں۔ ہمیں کم از کم نصف رات گئے تک تو بہرحال رکنا ہوگا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ دیر بھی ہو جائے۔"

"سرکار۔" اس بار بوڑھے نے جو بڑی دیر سے ہمیں باری باری گھورنے کا فرض انجام دے رہا تھا ندیم سے پوچھا۔ "کیا آپ لوگ چائے پینا پسند کریں گے؟ میں نے سب انتظام کر رکھا ہے۔"

"ابھی نہیں۔" ندیم نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "ضرورت محسوس ہوئی تو تمہیں ضرور تکلیف دیں گے۔"

"آپ لوگ چاہیں تو تھوڑا آرام کر لیں۔" قاسم بولا۔ "میں پوری طرح چوکس رہوں گا اور اشارہ ملتے ہی آپ لوگوں کو ہوشیار کر دوں گا۔"

"تم ہماری فکر مت کرو۔ ہم آرام سے ہیں۔"

بوڑھے نے ایک بار پھر ہمیں عجیب نظروں سے دیکھا پھر خاموشی سے اٹھ کر جھونپڑی کے دوسرے حصے میں چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد ہم لوگ بڑی دیر تک بھوشن، بشیرا ماچھی اور رحیم بنگش کے متعلق آپس میں کھسر پھسر کرتے رہے پھر تقریباً دس بجے مکھیوں کی جیسی مدھم آواز سنائی دی تو ندیم نے اپنی دستی گھڑی کی چابی باہر کی سمت کھینچ کر اسے منہ کے قریب کر لیا۔

"ہیلو۔ لکی سیون آن دی لائن؟"

"میں نمبر ون بول رہا ہوں۔" جواب میں مدھم سی ایک مردانہ آواز سنائی دی لیکن میں نے اسے پہچان لیا تھا وہ رحیم بنگش کی آواز تھی۔

"کوئی خبر؟" ندیم نے گھڑی میں سرگوشی کی۔

"میرا خیال ہے کہ پارٹی کو مخبری کا شبہ ہوگیا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"گھاٹ کے کنارے بشیرا ماچھی کے آدمیوں کو کچھ مشکوک آدمیوں کی نقل و حرکت محسوس ہوئی تھی۔" رحیم بنگش نے کہا۔ "وہ شکاری کتوں کی طرح ایک ایک کشتی میں جھانکتے پھر رہے ہیں۔"

"گویا ایسی حالت میں مال کی روانگی ممکن نہیں ہوگی؟" اس بار ندیم نے گہری سنجیدگی سے پوچھا۔

"میرا ذاتی خیال بھی یہی ہے۔"

"کیا تمہاری اطلاع کے مطابق مال بستی میں پہنچ چکا ہے؟"

"مجھے ابھی تک اس کی کوئی خبر نہیں ملی۔ بشیرا ماچھی مشکوک لوگوں کی نقل و حرکت کی اطلاع ملنے کے بعد بہت محتاط ہوگیا ہے۔"

"تم اس سے کب ملے تھے؟"

"ابھی کچھ دیر پہلے وہیں سے آرہا ہوں لیکن اس نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی دیکھتے ہی ہاتھ کے اشارے سے دھتکار دیا۔" رحیم بنگش نے کہا۔ "میں نے آج سے پیشتر اسے اتنی غضب ناک اور خطرناک حالت میں پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

"آئی سی۔" ندیم نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "ایسی حالت میں ہمارا فوری طور پر بستی سے دور نکل جانا ہی زیادہ مناسب ہوگا۔"

"میرا مشورہ بھی یہی ہے۔ کسی کے پکڑے جانے کی صورت میں بشیرا ماچھی صرف میری شخصیت پر شبہ کرے گا۔"

"کیا تم اس وقت مجھ سے مل سکتے ہو؟"

"آپ پوزیشن بتائیں، میں پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔" رحیم بنگش نے تیزی سے کہا۔ "مجھے آپ سے کچھ ضروری بات بھی کرنی ہے۔"

"انتظار کرو۔ میں تمہیں کچھ دیر بعد کال کروں گا۔" ندیم نے گھڑی کی چابی واپس دبا دی پھر جیب سے اپنا لائٹر نکال لیا جو لائٹر کے ساتھ ساتھ کسی طاقتور ٹرانسمیٹر اور ریسیور کا کام بھی انجام دیتا تھا۔ میں ندیم سے کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن پھر میں نے اپنا ارادہ ترک کردیا۔ ندیم کے چہرے پر کسی آنے والے خطرناک طوفان کی علامتیں منڈلا رہی تھیں۔ اس نے لائٹر کا مخصوص حصہ اندر کی جانب ہلکا سا دبا کر ٹرانسمیٹر آن کیا پھر دبی آواز میں کہنے لگا۔ "نمبر فور۔ پلیز کم آن دی لائن۔ اٹ از نمبر لکی سیون کالنگ یو۔"

وہ بار بار تھوڑے وقفے سے ان ہی الفاظ کو لائٹر کی جالی کے قریب منہ کیے دہرا رہا تھا پھر پانچ سات منٹ کی کوشش کے بعد ہی دوسری جانب سے کال اٹینڈ کی گئی۔ کچھ دیر

تک پہلے سے طے مخصوص پاس ورڈس کا تبادلہ ہوتا رہا پھر ندیم نے بڑے سرد لہجے میں کہا۔

"ہمارے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔ تمہاری کیا اطلاع ہے؟ اوور۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے کہ ہمیں گھیرنے کی کوشش کی جارہی ہے ہم نے خطرے کی بو سونگھ لی ہے۔ اوور۔"

"تمہارے ساتھ کتنے آدمی ہیں؟ اوور۔"

"چار۔ باقی پانچ آدمی دوسری ٹیم کے ساتھ پوزیشن لیے بیٹھے ہیں۔ اوور۔"

"کیا تمہیں یاد ہے کہ دھوکے کی صورت میں تمہیں کیا کرنے کی ہدایات دی گئی تھیں؟ اوور۔"

"یس باس۔ آپ صرف حکم دیں۔ ہم ایکشن کرنے میں

زیادہ وقت نہیں لگائیں گے۔ اوور۔"

"کیا تم نے رحیم بنگش اور بشیرا ماچھی کو نگاہوں میں رکھا ہوا ہے؟ اوور۔"

"رحیم بنگش اپنی ہٹ میں ہی ہے لیکن بشیرا ماچھی نظر نہیں آرہا۔ کچھ دیر پہلے وہ ہوٹل کے کاؤنٹر پر ہی تھا پھر اٹھ کر اندر چلا گیا۔ ہوسکتا ہے وہ اندر موجود ہو۔ اوور۔"

"کیا رحیم بنگش نے ایک گھنٹے کے دوران بشیرا ماچھی سے ملاقات کی تھی؟ اوور۔"

"نہیں۔ ہماری اطلاع کے مطابق وہ ابھی تک اپنی ہٹ میں ہی ہے۔ اوور۔"

"جسٹ بلاسٹ دی باسٹرڈ۔" ندیم نے بڑے خاک لہجے میں حکم دیا۔ "لیکن کوشش یہی ہو کہ وہ دونوں نہ بچ سکیں۔ دوسرے مشتبہ لوگ جو تمہارے تعاقب میں ہوں انھیں بھی ختم کردو۔ دوسری پارٹی کو بھی اپنے ساتھ شامل کرلو۔ ہمیں اپنا آپریشن دس منٹ کے اندر اندر مکمل کرکے یہاں سے نکل جانے کی کوشش کرنی ہوگی۔ میری فکر مت کرنا۔ ہم دونوں آرام سے نکل جائیں گے اور کچھ پوچھنا چاہتے ہو؟ اوور۔"

"جی نہیں۔" دوسری جانب سے بڑے پرسکون انداز میں کہا گیا۔ "ہم آپریشن مکمل کرنے میں تین چار منٹ سے زیادہ نہیں لیں گے۔ اوور۔"

"کوشش کرنا کہ بستی کے دوسرے افراد تمہارے ایکشن سے محفوظ رہیں اوور اینڈ آل۔" ندیم نے لائٹر بند کرکے جیب میں ڈالا تو میں نے کہا۔

"مجھے پہلے ہی شبہ تھا کہ۔۔۔"

"تمہیں صرف شبہ تھا لیکن مجھے یقین تھا۔" ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"پھر اتنا سارا الکھٹ راگ پھیلانے کی کیا ضرورت تھی؟" میں نے تیزی سے کہا۔ "رحیم بنگش اور بشیرا ماچھی کو ویسے بھی ٹھکانے لگایا جاسکتا تھا۔"

"ایڈونچر مائی ڈیئر۔" ندیم نے اٹھتے ہوئے جواب دیا۔ "شیر کے شکار کا مزا اسے للکار کر مارنے میں زیادہ آتا ہے۔ مچان پر بیٹھ کر تو کوئی اناڑی بھی لبلبی دبا سکتا ہے۔"

پھر اس سے پیشتر کہ میں کوئی جواب دیتا ایک ہولناک دھماکا ہوا۔ اس کے ساتھ ہی لوگوں کی چیخ و پکار کی آوازیں بھی گونجنے لگی تھیں۔

"نکل چلو۔ اس افراتفری میں ہم زیادہ محفوظ رہیں گے۔"

قاسم بوکھلایا ہوا دوسری طرف سے برآمد ہوا لیکن ندیم اس کی جانب کوئی توجہ دیے بغیر میرا ہاتھ تھام کر جھونپڑی سے نکل کر ایک سمت بھاگنے لگا۔ ایک منٹ بعد دوسرا دھماکا ہوا جو پہلے کے مقابلے میں زیادہ شدید تھا۔ زمین قدموں تلے لرز کر رہ

گئی تھی۔ بستی کے افراد بھی اپنی جھونپڑیوں اور مکانوں سے نکل کر جان بچانے کی خاطر ادھر ادھر دوڑ بھاگ رہے تھے۔ ہر طرف قیامت کا سماں تھا لیکن ندیم اس وقت بھی بالکل فریش ہی نظر آرہا تھا۔ ہم دونوں پوری رفتار سے دوڑ رہے تھے۔

"کیا واپسی کے لیے بھی پورے ڈیڑھ میل تک اسی طرح بھاگ دوڑ کرنی پڑے گی۔" میں نے سرسری طور پر پوچھا۔

"گھبراؤ مت۔ ہماری گاڑی کہیں قریب ہی موجود ہوگی۔"

اسی لمحے تاریکی میں سڑک کے بائیں جانب سے ٹارچ جلنے اور بجھنے کے سگنل ملے، ندیم نے اپنا رخ اسی طرف موڑ دیا پھر تقریباً دو منٹ بعد ہی ہم ایک لینڈ کروزر میں بیٹھے شہر کی سمت واپس جارہے تھے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر مجھے راجو نظر آیا جو اس وقت اپنی اصلی صورت میں تھا۔

"کیا رہا باس؟" اس نے ندیم سے دریافت کیا۔

"وہی جس کا خدشہ مجھے پہلے سے تھا۔" ندیم نے بے پرواہی سے جواب دیا۔

"ون منٹ۔" میں نے ندیم کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔ "تم نے نمبر فور کو رحیم بنگش کو شوٹ ریٹ ایٹ کا حکم دیا تھا لیکن اگر میری یادداشت غلط نہیں ہے تو تم نے رحیم بنگش کو رہا کرتے وقت یہی کہا تھا کہ اس کی دستی گھڑی کے اندر کوئی ایسی شے موجود ہے جو تمہارے ایک اشارے پر اس کے ٹکڑے بھی کرسکتی ہے۔"

"وہ تو میں نے زیب داستاں کے لیے یوں ہی کہہ دیا تھا۔ ویسے کیا تم زیب داستاں کا مطلب سمجھتے ہو؟" ندیم نے بڑے موڈ میں پوچھا۔

"ایسی داستان جو تم جیسے آدمیوں کو زیب نہ دیتی ہو۔" میں نے جھلا کر جواب دیا پھر منہ دوسری طرف کرکے بھاگتی ہوئی تاریکی کو دیکھنے لگا۔

"اب تمہاری وہ عمر نہیں رہی جب تم محبوباؤں کی طرح روٹھو اور دوسرا تمہارے منانے کے لیے تڑپ اٹھے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تھوڑے توقف کے بعد ندیم نے سرگوشی کی۔

"یہ لینڈ کروزر ہے مائی ڈیئر۔ ماہ رخ کی خواب گاہ نہیں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر ندیم کی طرف دیکھا۔ میرے دل میں چور تھا اس لیے مجھے ندیم کی بات کا نوٹس لینا پڑا۔ ایک ثانیے کو میرے ذہن میں اسی شک نے سر ابھارا تھا کہ شاید ماہ رخ نے ندیم کو صبح کی روداد سے آگاہ کردیا ہوگا لیکن پھر میں نے اپنے شک کی نفی کردی۔ میں ماہ رخ کو جس جذباتی کیفیت میں چھوڑ کر آیا تھا اس سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ تصاویر کا کوئی ذکر زبان تک لائے گی۔ مجھے علم تھا کہ ندیم اور اس کے تعلقات پرانے تھے لیکن اس کے باوجود ماہ رخ

سے اس قسم کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔

"سنا ہے آج کل تمہارے اور ماہ رخ کے درمیان کچھ زیادہ ہی گاڑھی چھن رہی ہے؟"

"میں اسے مذاق سمجھوں یا رقابت؟"

"رقابت وہاں ہوتی ہے جہاں سنجیدگی سے کسی کو چاہا جائے۔" ندیم بڑی ڈھٹائی سے بولا۔ "ماہ رخ کا معاملہ تو پلیٹ فارم پر واقع ویٹنگ روم جیسا ہے جسے بحالت مجبوری کچھ دیر کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"کیوں؟ تمہیں اس قدر تعجب کیوں ہو رہا ہے۔"

"اگر یہی معاملہ تھا تو پھر تم نے اس سے میرا تعارف کیوں کرایا تھا؟"

"کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کی افادیت پہلو دار ہوتی ہے۔" ندیم نے مسکرا کر کہا۔ "ماہ رخ کا شمار بھی تم اسی فہرست میں کرسکتے ہو۔ اس کی ذاتی اور نجی زندگی کو درمیان سے نکال دو تو وہ انتہائی کارآمد عورت ہے۔ اونچی سوسائٹی میں اس کا ایک مقام ہے جسے لوگ بڑی عزت اور احترام کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ اس کی آنکھوں کا اشارہ حکومت کی پیشانی پر آئے ہوئے بل کو بھی دور کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ وہ سلیمان شاہ کی بیوی ہے اور سلیمان شاہ ایک ایسی قوت ہے جسے حکومت کا اہم ستون بھی کہا جاسکتا ہے۔"

"ہوگا لیکن اس وقت تمہیں ماہ رخ کی یاد کیسے آگئی؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"میرا خیال تھا کہ ماہ رخ کا ذکر تمہاری وقتی بوریت کو دور کردے گا۔ کیا ایسا نہیں ہوا؟" ندیم نے بڑی سادگی سے کہا۔

"نان سینس۔" میں نے تلملا کر جواب دیا پھر دوبارہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔

☆

دوسرے روز شام کو شائع ہونے والے اخبارات نے مچھیروں کی بستی میں ہونے والے دھماکوں کو ملک دشمن عناصر کے کھاتے میں ڈال دیا تھا۔ یہ کوئی ایسی تعجب خیز بات نہیں تھی۔ پولیس اور دوسری ایجنسیاں اکثر ایسے سنہری موقعوں کی تلاش میں رہتی ہیں جب وہ کسی حادثے کی آڑ لے کر اپنے بہت سارے کیس ان حادثات کے کھاتے میں ڈال دیتی ہیں۔ جب تک انسان زندہ رہتا ہے اسے گرفتار نہیں کیا جاتا لیکن اگر اسے کسی ذاتی دشمنی کی بنا پر بھی ہلاک کردیا جائے تو متعلقہ تھانے کے بہتیرے کیس مقتول کے سر منڈھ کر جرائم کی متعدد فائلوں کو نپٹا دیا جاتا ہے جب کہ اصلی مجرم اور قاتل سینہ تانے دندناتے پھرتے ہیں اور پولیس یا بااثر لوگ ان کی پشت پناہی کرتے رہتے ہیں۔

مچھیروں کی بستی میں ہونے والے دھماکے میں مرنے والوں کے اعداد و شمار کو بھی خاصا بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا تھا۔ پولیس بیان کے مطابق اس امن پسند بستی کو اس لیے دھماکے سے اڑانے کی کوشش کی گئی تھی کہ ان لوگوں نے دہشت گردوں کو بھتہ دینے سے انکار کردیا تھا۔ اس کے علاوہ جو لاشیں ناقابل شناخت ملی تھیں ان پر کسی نہ کسی تفتیش طلب کیس کے مجرم کا نام تھوپ کر پولیس نے نہ صرف اپنا کرائم گراف ہی بہتر کرلیا تھا۔ حکومت سے بہترین کارکردگی کی سند بھی حاصل کرلی۔

دھماکے کے سلسلے میں مختلف اخبارات نے مختلف رائے کا اظہار کیا تھا۔ ایک اخبار نے اپنے بزنس چمکانے کے لیے یہاں تک لکھ دیا تھا کہ حکومت اس ساحلی حصے کو اپنے کسی چہیتے شخص کے نام الاٹ کرنا چاہتی تھی لیکن جب مچھیروں نے اس بستی کو خالی کرنے سے انکار کیا تو اس حکم عدولی کی وجہ سے تخریب کاری کی آڑ لے کر اس کے کچھ حصوں کو دھماکوں کے ذریعے اڑوا دیا گیا۔ بہرحال جتنی باتیں گھڑی گئی تھیں وہ ساری کی ساری غلط تھیں۔

میں اس وقت دفتر سے اٹھنے کی تیاری کر رہا تھا جب ندیم شام کے دو تین اخبارات لیے آفس میں داخل ہوا۔ پھر ہم دونوں ہی کچھ رسمی باتوں کے بعد اخبارات کے مطالعے میں مصروف ہوگئے اور ان جھوٹی سچی کہانیوں کو پڑھنے لگے جن کا صداقت سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں تھا۔

"تمہارا کیا خیال ہے ان خبروں کے بارے میں؟" ندیم نے کچھ دیر بعد مجھ سے پوچھا۔

"بوگس رپورٹس ہیں۔"

"لیکن ان خبروں میں کسی نہ کسی زاویے سے پولیس کا ہاتھ ضرور شامل ہے۔"

"ظاہر ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "اخبار کے پریس رپورٹر ضرور ہوتے ہیں لیکن ان پریس رپورٹروں کے پاس علاء الدین کا کوئی طلسمی چراغ نہیں ہوتا جسے گھس کے چراغ کے جن سے تمام اصلیت معلوم کرلی جائے۔ جس علاقہ میں کوئی جرم ہوتا ہے وہاں کی پولیس ہی ایک ایسا واحد ذریعے ہوتی ہے جو پیش آنے والے جرم یا حادثے سے متعلق تفصیل فراہم کرتی ہے اور بیان جاری کرتے وقت پولیس کو اپنی کارکردگی کا خیال بھی لاحق ہوتا ہے چنانچہ بہت کم رپورٹس ایسی ہوتی ہیں جو اپنی اصل شکل میں سامنے آتی ہیں لیکن وہ رپورٹر جو اپنی جان جوکھم میں ڈال کر بڑی تگ و دو کے بعد اصل رپورٹ فراہم کرتے ہیں یا تو انہیں اخبار کے مالکان "حکومت کی پالیسی کے خلاف" کی قدغن لگا کر ردی کی ٹوکری میں ڈال دیتے ہیں یا پھر رپورٹ شائع ہوجانے کے بعد اوپر کے پریشر کی وجہ سے رپورٹر

کی چھٹی کردی جاتی ہے۔"

"پولیس کے محکمے میں رہنے سے تم خاصے تجربہ کار ہوگئے ہو۔" ندیم نے کہا پھر توقف سے بولا۔ "تمہارا بھوشن کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"میں سمجھا نہیں؟"

"کیا ان جھوٹی اور من گھڑت خبروں کے پیچھے بھوشن کے ارادے کو بھی کوئی دخل ہوسکتا ہے۔"

"یہ بھی عین ممکن ہے اس لیے کہ مچھیروں کی اس بستی کو بہرحال ناجائز تجارت کے طور پر بھی استعمال کیا جارہا تھا جس کی اطلاع کسٹم اور پولیس کو یقیناً ہوگی لیکن کسی بھی خبر میں اس اہم نکتے کو درمیان میں نہیں لایا گیا۔"

"تمہارے لیے ایک اطلاع اور بھی ہے۔" ندیم نے ہاتھ میں دبا ہوا اخبار ایک جانب اچھالتے ہوئے کہا۔ "مرنے والوں کی اصل تعداد کسی طرح بھی اٹھارہ سے زیادہ نہیں ہے۔ البتہ کچھ افراد زخمی بھی ہوئے ہیں لیکن مرنے والوں یا زخمی ہونے والوں میں صرف رحیم بنگش اور بشیرا ماچھی کے خاص گرگوں کی لاشیں دستیاب ہوئی ہیں۔ بشیرا ماچھی کا کوئی پتا نہیں چلا۔"

"تم اتنے یقین سے کس طرح کہہ رہے ہو؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"میں نے بم کے وہ دھماکے محض تفریحاً نہیں کرائے تھے مائی ڈیئر۔" ندیم نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "رحیم بنگش کو رہا کرنے سے پہلے ہی میرے آدمیوں نے اس کی جھونپڑی کے اندر ایک کم قوت والا ریموٹ کنٹرول بم زمین میں دبا دیا تھا۔ دوسرا بم قدرے طاقت ور تھا جسے بشیرا ماچھی کے ہوٹل میں ایک خفیہ مقام پر رکھا گیا تھا اس لیے کہ خصوصاً رات کے وقت وہ زیادہ تر اپنے ہوٹل پر ہی ملتا تھا۔"

"لیکن بشیرا ماچھی۔۔؟"

"مجھے یقین ہے کہ اسے کسی نہ کسی طرح ہماری کارروائی کی اطلاع یا پھر خطرے کا الارم مل گیا تھا۔ چنانچہ وہ موقع پاتے ہی فرار ہوگیا۔ دوسری شکل میں اس کی لاش ہماری خواہش کے عین مطابق جائے حادثہ پر ملنی ضروری تھی مگر ایسا نہیں ہوا۔"

"رحیم بنگش۔" میں نے کہا۔ "ہوسکتا ہے کہ اس نے بشیرا ماچھی کے ساتھ حق نمک ادا کرنے کی کوشش کی ہو لیکن خود اپنے جال میں پھنس کر مارا گیا اور بشیرا ماچھی فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا۔"

"بہرحال ہم اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب نہیں ہوسکے ویسے مجھے یقین ہے کہ بھوشن اس حادثے کی اطلاع ملنے کے بعد سے کانٹوں پر لوٹ رہا ہوگا۔"

"ضروری نہیں ہے۔" میں نے اختلاف کیا۔ "جس شخص کو اپنے ساتھیوں کی زندگیوں سے زیادہ اپنا مال اور دولت عزیز ہو وہ اور بہت سارے آدمی اور راستے تلاش کرسکتا ہے۔ تم خان جابر، بہرام، ٹائیگر اور بھگوان داس وغیرہ کی موت کو کیوں فراموش کر رہے ہو۔"

"اس امکان پر بھی غور کیا جاسکتا ہے لیکن میں ابھی تک بشیرا ماچھی کے بارے میں حیران ہوں۔ اس کی لاش نہ ہوٹل میں ملی اور نہ جھونپڑی میں۔" ندیم نے خلا میں گھورتے ہوئے کہا۔ "میرے آدمیوں کی اطلاع کے مطابق اس کی جائے رہائش بالکل خالی ہی ملی تھی۔"

"پھر تو ایک ہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے۔ اسے ہمارے آپریشن کی اطلاع مل گئی تھی۔"

"لیکن میرے آدمی اس کی طرف سے غافل نہیں تھے۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "ہوٹل سے روانگی کے بعد وہ سیدھا اپنی جھونپڑی میں گیا تھا جس کی نگرانی میرے آدمی کر رہے تھے مگر دھماکے کے بعد بھی اسے باہر نکلتے نہیں دیکھا گیا۔"

"مچھیروں کی بستی میں بشیرا ماچھی کی ملکیت وہی ایک جھونپڑی نہیں تھی اور بھی کئی مکانات ہیں جہاں وہ رات گزارنے کا عادی تھا۔ ہوسکتا ہے کہ جھونپڑی کے اندر کوئی چور راستہ ایسا موجود ہو جو ہمارے آدمیوں کی نظر میں نہ آسکا ہو۔"

"بہرحال، میں نہیں سمجھتا کہ اب بھوشن دوبارہ اس کے ذریعے اپنی ناجائز تجارت کا رسک لے گا۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "بھوشن جیسے کمینہ خصلت لوگ ایسے معاملات میں نہ صرف اپنے سائے سے محتاط رہتے ہیں بلکہ اپنے باپ پر بھی بھروسا نہیں کرتے۔"

"ایک بات اور بھی ہوسکتی ہے۔" ندیم نے مجھے عجیب نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "ہوسکتا ہے کہ تمہاری کالکا رانی کی پراسرار اور گندی قوت بھوشن کی پشت پناہی کر رہی ہو۔"

میں نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ لیڈی مکلارنس نے بھی اس ضمن میں مجھے محتاط رہنے کا مشورہ دیا تھا۔

میرے ذہن میں ایک بار پھر لیڈی مکلارنس اور کالکا کی شخصیتیں آپس میں گڈمڈ ہونے لگیں پھر فون کی گھنٹی نے میرے خیالات کا شیرازہ منتشر کردیا۔

"ہیلو۔ شہباز اسپیکنگ۔" میں نے ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں کہا پھر دوسری جانب سے جو آواز سنائی دی اسے سن کر میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔

وہ بشیرا ماچھی کی آواز تھی۔ میں نے اس کے لب و لہجے کو پہچاننے میں غلطی نہیں کی تھی۔

"شہباز خان۔" بشیرا ماچھی نے سرد لہجے میں کہا۔ "تم نے ہماری بستی میں دھماکے کرکے اچھا نہیں کیا۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تم زندہ بچ گئے۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "میں تمہیں اتنی آسان موت نہیں مارنا چاہتا تھا ورنہ تمہیں اس وقت بھی گولی کا نشانہ بنایا جاسکتا تھا جب تم اپنے ہوٹل میں موجود تھے۔"

"بکواس مت کرو۔" وہ غرایا۔ "اگر یہ بات تھی تو پھر تمہارے شکاری کتے لاشوں کے درمیان مجھے کس لیے تلاش کررہے تھے؟"

"محض یہ دیکھنے کی خاطر کہ کہیں تم نے خفیہ راستے سے فرار ہونے میں دیر تو نہیں لگائی۔"

"سمجھا۔ رحیم بنگش نے شاید ہماری توقع سے زیادہ غداری کا ثبوت دیا تھا۔"

"کیا تم اس بات کا شکریہ ادا نہیں کروگے کہ ہم نے تمہیں للکار کر مارنے کی خاطر فرار ہونے کا موقع فراہم کیا تھا؟" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"گھبراؤ مت۔ میں تمہارے اس قرض کو بہت جلد ادا کرنے کی کوشش کروں گا لیکن اتنا یاد رکھنا کہ تم نے بستی کے بے گناہ لوگوں کو بھی مارنے کی حماقت کی تھی۔ تمہیں یہ حرکت بہت مہنگی پڑے گی۔ میرے پاس تمہارے لیے رحم کی کوئی گنجائش نہیں ہوگی۔ میں تمہیں اور تمہارے ساتھی دونوں کو سسکا سسکا کر اذیت ناک موت ماروں گا۔"

ندیم نے مجھ سے اشارے سے دریافت کیا کہ وہ فون کس کا ہے؟ میں نے ایک کاغذ پر بشیرا ماچھی لکھ کر ندیم کی طرف بڑھا دیا پھر ماؤتھ پیس میں بولا۔

"دن میں خواب دیکھنے والے ہمیشہ احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں۔"

"اس کا جواب بھی تمہیں بہت جلد مل جائے گا۔"

"مجھے تمہارے جواب کا بڑی شدت سے انتظار رہے گا۔ ویسے ایک بات تمہارے گوش گزار کردوں، تم نے رحیم بنگش کے ذریعے جو مال ہمارے لیے بھجوایا تھا ہمیں اس کی اطلاع پہلے ہی مل چکی تھی۔"

"چنک لو شہباز خان۔" بشیرا ماچھی نے سفاک انداز میں جواب دیا۔ "لیکن تمہیں شاید بشیرا ماچھی کے بارے میں زیادہ علم نہیں ہے۔"

"میرے لیے صرف یہی جان لینا کافی ہے کہ تم بھوشن جوزف کے کمیشن ایجنٹ ہو لیکن شاید تم دوراندیشی کے تقاضوں سے پوری طرح واقف نہیں ہو۔ ورنہ تمہیں راجن کی موت

کے بعد ہی محتاط ہوجانا چاہیے تھا۔"

"فکر مت کرو۔ اب میرے لیے یہ کام کچھ زیادہ مشکل

نہیں ہوگا کہ میں تم کو اور تمہارے دوست کو اپنے راستے سے ہمیشہ کے لیے ہٹا دوں۔"

"کیا صرف یہی اطلاع دینے کی خاطر فون کیا تھا؟"

"ایک بات اور یاد رکھنا۔ اب تمہیں دنیا کی کوئی طاقت بشیرا کے قہر سے محفوظ نہ رکھ سکے گی۔" دوسری جانب سے سفاک لہجے میں کہا گیا اس کے ساتھ ہی سلسلہ منقطع کردیا گیا۔

"کیا بکواس کررہا تھا؟" ندیم نے بے پروائی سے پوچھا۔

"ہمیں اپنے عتاب سے ڈرانے کی کوشش کررہا تھا۔"

"خوش فہمی کا شکار ہے۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "وہ زیادہ دیر تک میرے آدمیوں کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں رہ سکے گا۔"

"بھوشن کے سلسلے میں اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟"

"شطرنج کے کھیل میں بادشاہ کی قوت کمزور کرنے کی خاطر پہلے پیادوں اور پھر وزیر کو راستے سے ہٹانا پڑتا ہے۔" ندیم نے جواب دیا۔ "بھوشن ہمارا آخری شکار ہوگا۔"

"اور اگر اس سے پیشتر اس نے ہمارے مہرے پیٹنے شروع کردیے تو؟"

"جنگ میں سب کچھ ممکن ہوسکتا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ ہم نے ایک لمبا راستہ اختیار کرکے کسی عقل مندی کا ثبوت نہیں دیا۔"

"کیا مطلب؟"

"ہمیں رحیم بنگش کو آزاد نہیں چھوڑنا چاہیے تھا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "بشیرا ماچھی زیادہ اہم تھا۔ ہم اسے پہلے ہی شکار کرلیتے تو زیادہ مناسب رہتا۔"

"ایسی صورت میں تو اب بشیرا کے مقابلے میں بھوشن کی شخصیت ہمارے لیے زیادہ اہم ہے۔"

"میں اسی بات پر سنجیدگی سے غور کررہا ہوں۔"

"میں تمہیں روکوں گا نہیں لیکن اتنا بتادینا ضروری سمجھتا ہوں کہ بھوشن تمہارے لیے تر نوالہ نہیں ثابت ہوگا۔ میری اطلاع کے مطابق اب اس نے اپنے حفاظتی انتظامات اور سخت کردیے ہیں۔"

"موت اور زندگی خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ ہم کو صرف عمل کرنے سے غرض ہونی چاہیے۔"

"آئی وش یو گڈ لک۔" ندیم نے اٹھتے ہوئے کہا پھر مسکراتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔

میں ندیم کی پلاننگ سے کسی طور متفق نہیں تھا۔ اس نے بشیرا ماچھی کو زخمی کرکے ہمارے لیے زیادہ خطرناک بنادیا تھا۔ لیڈی مکلارنس نے کہا تھا کہ کاکا بھوشن کے سلسلے میں میرے ساتھ دوغلی چال چل سکتی ہے۔ ہوسکتا ہے اسی کی گندی قوت نے کسی طرح بشیرا ماچھی کو آنے والے خطرے سے آگاہ کردیا ہو۔ کاکا کے نام کے ساتھ ہی مجھے وہ منظر بھی یاد آگیا جب میں نے لیڈی مکلارنس کو خطرناک سانپوں کی بندش میں بے بس دیکھا تھا۔ کاکا اور لیڈی مکلارنس کی پراسرار قوتیں میرے لیے معمہ بنتی جارہی تھیں۔ یہ طے کرنا میرے لیے اب مشکل تھا کہ ان دونوں میں سے کون میرا ہمدرد ہے اور کون دشمنی پر کمربستہ ہے۔

میرا ذاتی خیال اب بھی یہی تھا کہ اگر کسی طرح بھوشن کو ٹھکانے لگادیا جاتا تو ساری کہانی ختم ہوسکتی تھی لیکن ندیم کے علاوہ کاکا اور لیڈی مکلارنس نے بھی الگ الگ مجھ سے یہی کہا تھا کہ ابھی میرا بھوشن سے ٹکرانا مناسب نہیں ہوگا لیکن میرا ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہنا بھی مناسب نہیں تھا۔ موت اور زندگی کے درمیان بس ایک سانس کا رشتہ ہوتا ہے جو کسی وقت بھی ٹوٹ سکتا ہے۔ میرے لیے ماضی کی ہولناک باتیں اتنی کربناک تھیں جو کسی پھانس کی مانند اندر ہی اندر میرے وجود میں چبھتی رہتی تھیں۔ میں مرنے سے پہلے اس پھانس کو نکالنا چاہتا تھا ورنہ حسرتیں دل کی دل میں ہی رہ جاتیں۔

میں ابھی بھوشن کو ٹھکانے لگانے کی خاطر کوئی آخری فیصلہ کر ہی رہا تھا کہ فون کی گھنٹی کی آواز نے میرے خیالات کا شیرازہ منتشر کردیا۔ میں نے تیسری گھنٹی کے بعد ریسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔

"شہباز اسپیکنگ۔"

"میں سراج بول رہا ہوں۔"

"اوہ۔" میں نے قدرے طنزیہ پیرائے میں کہا۔ "کیا مچھیروں کی بستی میں ہونے والی ہڑبونگ میں بھی پولیس میری ذات پر شبہ کررہی ہے۔"

"جو کچھ ہوا وہ اچھا ہی ہوا۔" سراج نے سنجیدگی سے کہا۔ "اس بستی میں تخریبی اور ملک دشمن عناصر کی سرگرمیاں بڑھتی جارہی تھیں لیکن بشیرا ماچھی کا بچ نکلنا اچھا نہیں ہوا۔"

"پھر اس سلسلے میں میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں؟"

"میرا خیال ہے کہ آپ ابھی تک مجھ سے خفا ہیں؟"

"مجھے ابھی اس شہر میں رہنا ہے اور کاروبار بھی کرنا ہے اس لیے میں دریا میں رہ کر مگرمچھ سے بیر لینے کا متحمل نہیں ہوسکتا۔"

"آپ اس وقت دفتر میں کیا کررہے ہیں؟"

"میں سمجھا نہیں؟ کیا اپنے دفتر میں دیر تک بیٹھنا بھی کوئی جرم ہے؟"

"میں نے اس وقت آپ کو ایک خاص مقصد سے فون کیا تھا۔" سراج نے میرے جواب کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔ "آپ کو قتل کرنے کے لیے ایک بار پھر طاغوتی قوتیں اپنا سر ابھار رہی ہیں۔"

"کوئی اہم اطلاع؟" میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔
"ابھی کچھ دیر پیشتر مجھے کسی نے بشیرا ماچھی کے نام سے فون کیا تھا۔ ہو سکتا ہے کسی اور کے بجائے خود بشیرا نے ایسا کیا ہو۔" سراج نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "اس نے چیلنج کیا ہے کہ آج آپ گھر تک زندہ نہیں پہنچ سکیں گے۔"
"گویا آپ کا مشورہ ہے کہ میں دفتر سے اٹھنے سے پیشتر اپنی تجہیز و تکفین کا بندوبست کرلوں۔"
"جو فون مجھے کیا گیا ہے وہ براہ راست آپ کو بھی کیا جاسکتا تھا۔"
"ممکن ہے اس نے آپ کو قبل از وقت میرے جنازے میں شرکت کی دعوت دینے کی کوشش کی ہو۔"
"مسٹر شہباز، کیا آپ کچھ دیر کے لیے سنجیدہ نہیں ہو سکتے۔"
"آپ نے کچھ طاغوتی قوتوں کا حوالہ دیا ہے۔" میں سنجیدہ ہو گیا۔ "پھر یہ بشیرا ماچھی درمیان میں کہاں سے آگیا؟"
"بشیرا ماچھی کے فون کے بعد کسی خاتون نے مجھے فون کرکے بشیرا کی دھمکی کی تصدیق کی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ مجھے غلط فہمی ہو لیکن مجھے یقین ہے کہ میں اس عورت کی آواز پہلے بھی کہیں سن چکا ہوں۔"
"وہ عورت بشیرا ماچھی کی کوئی محبوبہ بھی ہو سکتی ہے۔"
"اس عورت نے دعویٰ کیا ہے کہ آپ دفتر سے باہر نکلنے سے پیشتر ہی ان کا شکار بن جائیں گے۔"
"پھر آپ کا کیا مشورہ ہے کیا میں عارضی طور پر دفتر ہی میں قیام پذیر رہوں؟"
"میں پندرہ منٹ کے اندر اندر پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ آپ اس وقت تک دفتر سے اٹھنے سے گریز کریں تو مناسب ہوگا۔"
"آپ بھول رہے ہیں کہ آپ آج کل چھٹی پر ہیں۔"
"اس کے باوجود میں آپ کے بہت کام آسکتا ہوں۔"
اس جملے کے ساتھ ہی دوسری جانب سے سلسلہ منقطع کردیا گیا۔
میں نے ریسیور واپس کریڈل پر رکھ دیا اور سنجیدگی سے سراج کی فراہم کردہ اطلاع پر غور کرنے لگا۔ کچھ دیر پیشتر ندیم کی موجودگی میں بھی بشیرا نے مجھے اذیت ناک حالات سے دوچار کردینے کی دھمکی دی تھی لیکن اسے سراج کو درمیان میں لانے کی کیا ضرورت تھی؟ وہ عورت کون تھی جس نے سراج کو فون کیا تھا؟ اور ــــ سراج نے خاص طور پر طاغوتی قوتوں کا حوالہ کیوں دیا تھا۔ میرے ذہن میں متعدد سوالات ابھر رہے تھے بہرحال احتیاطی تدابیر اختیار کرنے میں کوئی حرج بھی نہیں تھا۔ میں نے گارڈ کو اندر بلا کر سنجیدگی سے کہا۔
"تمہیں اس وقت بہت زیادہ چوکس رہنے کی ضرورت ہے۔ اپنے دوسرے ساتھیوں کو بھی اطلاع کردو کہ بغیر اجازت کے کسی کو میرے دفتر میں آنے کی اجازت نہ دی جائے۔ خواہ وہ کوئی بھی ہو۔"
"کیا کوئی خطرے کی بات ہے صاحب؟" گارڈ نے فرمانبرداری سے دریافت کیا۔
"ہو بھی سکتی ہے۔" میں نے اسے ہاتھ کے اشارے سے باہر جانے کو کہا پھر انٹرکام اٹھا کر وارثی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی لیکن دوسرے ہی لمحے انٹرکام کا ریسیور میرے ہاتھ سے چھوٹتے چھوٹتے رہ گیا۔ دوسری جانب سے مجھے وارثی کے بجائے کسی عورت کی آواز سنائی دی تھی۔
"یس سر۔ میرے لیے کوئی حکم؟"
میرے دفتر کوئی خاتون ملازم نہیں تھی پھر بھی میں نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔
"وارثی کہاں ہے؟"
"ابھی کچھ دیر پیشتر مجھ سے مزے مزے کی باتیں کر رہا تھا لیکن اب وہ فرش پر اوندھے منہ پڑا ہے۔ شاید بے ہوش ہے۔"
"تم کون ہو؟" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اپنا آٹومیٹک نکال کر کھلی دراز میں رکھ لیا تاکہ بوقت ضرورت اسے استعمال کیا جاسکے۔ میں نے سراج کی بات کو مذاق سمجھا تھا لیکن اب مجھے احساس ہو رہا تھا کہ شاید وہ میرے دفتر کے اندر ہی موجود ہے۔
"ایک خوب صورت عورت ہوں جو تم سے ملنے آئی تھی لیکن وارثی نے مجھے منع کردیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک گارڈ کو میرے سر پر مسلط کردیا تھا لیکن نہ جانے کیا بات ہے کہ اس وقت دونوں ہی فرش پر بے حس و حرکت پڑے ہیں۔"
"شاید وہ تمہارے حسن کی تاب نہ لا سکے ہوں۔" میں نے خود کو بے پرواہ ظاہر کرنے کی کوشش کی۔
"تمہارے آفس کے باہر اس وقت تین مسلح گارڈ پوزیشن سنبھالے بیٹھے ہیں۔ میرا مشورہ ہے کہ تم ان کو تاکید کردو کہ وہ میرا راستہ روکنے کی کوشش نہ کریں ورنہ ان کا انجام بھی مختلف نہیں ہوگا۔"
"تمہیں وارثی سے الجھنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا تم سیدھی راست میرے آفس میں نہیں آسکتی تھیں؟"
"پہلے میں نے یہی سوچا تھا لیکن پھر پروٹوکول کا خیال آگیا۔" وہ استہزائیہ انداز میں بولی پھر ریسیور رکھنے کی آوازیں میرے کانوں میں گونجیں۔ میں نے آٹومیٹک اٹھا کر گود میں رکھ لیا اور کرسی کو میز سے اور قریب کرلیا تاکہ آفس میں داخل ہونے والی کوئی شخصیت اسے نہ دیکھ سکے۔ میرا

ذہن آنے والے خطرے کے بارے میں سوچ رہا تھا پھر میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔
میرے آفس میں جو عورت داخل ہو رہی تھی وہ بلاشبہ حسین کہلانے کی مستحق تھی۔ اس کا نازک اندام جسم چلتے میں اس طرح لچک رہا تھا جیسے پھولوں سے لدی کوئی شاخ تیز ہوا کے زد میں آگئی ہو۔ وہ سراپا حسن کا ایک مجسمہ تھی جس کے تخلیق کار نے اسے تراشنے خراشنے کے بعد اس کے اندر روح پھونک دی ہو۔ اس کے جسمانی نشیب و فراز اس قدر دلکش اور خوب صورت تھے کہ ان پر سے نظر ہٹانا مشکل تھا۔ اس کی خوب صورت اور کشادہ پیشانی پر سرخ رنگ کی شوخ بندیا اس بات کی ترجمانی کر رہی تھی کہ وہ کسی دوسرے مذہب سے تعلق رکھتی تھی۔ میری نظریں اس کے حسین سراپا پر جیسے جم کر رہ گئی تھیں۔ وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی میرے سامنے آکر بڑے دلکش انداز میں اپنے بدن کو سمیٹ کر ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس کے گلابی ہونٹوں پر بڑی دل آویز مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ میں نے اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ مجھے اس بات پر بھی حیرت ہو رہی تھی کہ وہ میرے آفس کے اندر کیسے پہنچ آئی جبکہ میں نے اپنے گارڈز کو سختی سے ہدایت دی تھی کہ کسی کو اندر آنے کی اجازت نہ دی جائے۔
"کیا سوچ رہے ہو شہباز خان؟" وہ مترنم آواز میں بولی۔
"کیا تم نے میرے آفس گارڈز کو بھی ــــ؟"
"نہیں۔" اس نے بڑی سادگی سے جواب دیا۔ "میں نے صرف کچھ دیر کے لیے ان کی نگاہوں کے سامنے پردہ کھینچ دیا تھا۔"
"وارثی کے بارے میں ــــ"
"پریشان مت ہو۔" وہ تیزی سے بولی۔ "وہ ابھی زندہ ہے۔"
"تم ــــ"
"میں سادھنا ہوں۔" وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ "تم شاید مجھ سے واقف نہیں ہو لیکن میں تمہیں اچھی طرح جانتی ہوں۔"
"کیا تم سراج سے بھی واقف ہو؟" میں نے کچھ سوچ کر دریافت کیا۔
"ہاں۔" اس کے لہجے میں یکلخت تبدیلی آگئی۔ "ابھی کچھ دیر پہلے میں نے ہی اسے فون کیا تھا۔"
"سراج کا کہنا ہے کہ وہ تمہاری آواز پہلے بھی کہیں سن چکا ہے؟" میں نے بھی پہلو بدل کر جواب دیا۔
"وہ ابھی یہاں آنے والا ہے۔ اسی سے پوچھ لینا۔"
"بشیرا ماچھی سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"
"وہی جو تمہارا ماہ رخ سے ہے۔" اس نے مسکرا کر جواب دیا۔ "کیوں؟ کیا تم اس سے انکار کرسکو گے؟"
"یہاں آنے کا مقصد کیا ہے؟" میرے لہجے میں ترشی آگئی۔
"تمہیں موت کے گھاٹ اتارنا۔" وہ سنگ دلی سے بولی۔ "بشیرا کی خاطر میں کچھ بھی کر سکتی ہوں۔"
"پھر۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "انتظار کس بات کا ہے۔"
"اگر تم مجھ سے ایک سودا کرنے کو تیار ہو جاؤ تو میں تمہیں معاف کر سکتی ہوں؟"
"گویا تم بشیرا کے ساتھ غداری بھی کر سکتی ہو؟"
"ہاں لیکن صرف ایک شرط پر۔" وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے بولی۔ "تمہیں بھوشن کو مارنا ہوگا۔"
"تم شاید بھول رہی ہو کہ بشیرا ابھی بھوشن ہی کا ایک کارندہ ہے۔"
ٹھیک اسی وقت سراج کمرے میں داخل ہوا لیکن سادھنا سے نگاہیں چار کرنے کے بعد وہ پتھر کے کسی بے جان مجسمے کی طرح اپنی جگہ ساکت ہو گیا۔ یہ تماشا میرے لیے دلچسپ بھی تھا اور حیرت انگیز بھی پھر میرے ذہن میں ایک ہی نام ابھرا۔
"کالکا" وہ اس قسم کے چمتکار دکھانے میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتی تھی۔ میں اسے کئی روپ میں دیکھ چکا تھا۔ اس وقت بھی شاید اسی نے سادھنا کا سوانگ رچا رکھا تھا۔ "مجھے معلوم ہے کہ بشیرا بھوشن کے لیے ناجائز تجارت کا دھندا کرتا تھا۔" سادھنا نے سراج سے نظر ہٹا کر میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں نے اسے کئی بار روکنے کی کوشش بھی کی لیکن اس نے میری بات نہیں مانی۔ اس پر جو مصیبت آئی ہے وہ بھی بھوشن کی وجہ سے آئی ہے اس لیے میں بھوشن کو معاف نہیں کر سکتی۔"
"حیرت کی بات ہے۔ تم کالی قوتوں کی مالک ہونے کے بعد بھی بذات خود بھوشن کو ٹھکانے نہیں لگا سکتیں۔"
"اس کی بھی ایک وجہ ہے۔" سادھنا کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ "جس کے ساتھ میرا شریر کا بندھن رہ چکا ہو میں اسے مار نہیں سکتی۔"
"تم شاید میرے ساتھ مذاق کر رہی ہو؟" میں نے تلخ انداز میں جواب دیا۔ "ایک طرف تم نے بھوشن کے ساتھ تعلقات بھی رکھے اور اب اسی کو مارنا بھی چاہتی ہو۔"
"میرے اختیار میں ہوتا تو میں بشیرا کو بھی معاف نہ کرتی اس لیے کہ اس حرام زادے نے بھی میرے ساتھ زبردستی کی تھی لیکن اس نے میرے اوپر ایک احسان بھی کیا تھا۔" سادھنا نے سرد آواز میں کہا۔ "اس نے مجھے بھوشن کی قید سے آزاد کرایا تھا۔ یا یوں سمجھو کہ بھوشن نے مجھے انعام کی طور پر بشیرا

کی گود میں ڈال دیا تھا۔ بہرحال اگر میں بھوشن کی قید سے آزاد نہ ہوتی تو شاید اس کے پالتو کتے مرتے دم تک میری ہڈیوں کو چچوڑتے رہتے۔"

میں نے ایک بار پھر سراج کی سمت دیکھا۔ ابھی تک وہ اسی پوزیشن میں تھا۔ اس کی ایک ٹانگ بدستور فضا میں معلق تھی' دونوں ہاتھ دائیں بائیں پھیلے تھے اور اس کی بظاہر پتھرائی ہوئی نگاہیں سادھنا پر ہی مرکوز تھیں۔

"گھبراؤ مت۔ میں نے اسے ہپناٹائز کردیا ہے اور جب تک میں نہ چاہوں یہ اسی صورت میں کھڑا رہے گا۔"

"بشیرا نے سراج کو فون کرکے چیلنج کیا تھا کہ میں آج دفتر سے اٹھ کر زندہ گھر واپس نہیں پہنچ سکوں گا۔ تم نے اس کی تصدیق بھی کی تھی؟"

"ہاں۔" وہ مجھے عجیب وحشت ناک نظروں سے گھورتے ہوئے بولی۔ "میں اس سے انکار نہیں کروں گی لیکن اب میں یا بشیرا تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔"

"میں سمجھا نہیں؟"

"تمہارے دوست کی طرح میں نے آفس میں داخل ہونے کے بعد تمہیں بھی ہپناٹائز کرنا چاہا تھا لیکن تمہارے اوپر کوئی اثر نہیں ہوا۔ تمہارے چاروں طرف مجھے ایک ایسی دیوار نظر آرہی ہے جسے پھلانگنا میرے اختیار سے باہر ہے۔ کچھ دیر میں بشیرا بھی یہاں پہنچنے والا ہے۔ وہ تمہارے خون کا پیاسا ہو رہا ہے لیکن شاید وہ بھی تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے۔"

سادھنا کی بات ختم ہوتے ہی بشیرا اپنے دو مسلح ساتھیوں کے ساتھ تیزی سے اندر داخل ہوا۔ سراج کو دیکھ کر وہ ایک لمحے کے لیے ٹھٹکا تھا مگر دوسرے ہی لمحے اس کے ہونٹوں پر ایک قاتلانہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ سادھنا کی طرف توجہ دیے بغیر مجھ سے زخمی لہجے میں مخاطب ہوا۔

"اب تم میرے ہاتھ سے نہیں بچ سکوگے لیکن تمہارے اس دوست کو کیا ہوا؟"

"اس کا جواب تم اپنی سادھنا سے بھی پوچھ سکتے ہو۔"

"سادھنا۔" بشیرا چونکا۔ "کیا وہ بھی یہاں آئی تھی؟" اور بشیرا کے اس سوال پر مجھے احساس ہوا کہ وہ سادھنا کو دیکھنے سے قاصر تھا حالانکہ وہ ابھی تک کرسی پر بیٹھی ہونٹ چبا رہی تھی۔

"ہاں۔ کچھ دیر پہلے وہ آئی تھی۔"

"کیا کہا تھا اس نے تم سے۔؟" بشیرا کسی زخمی درندے کی مانند تڑپ کر بولا۔

"اس نے صرف یہی کہا تھا کہ تم نے مجھے موت کے گھاٹ اتارنے کا جو خواب دیکھا ہے وہ کبھی پورا نہیں ہوگا۔"

"خیال ہے تمہارا۔ اب تمہیں میرے ہاتھ سے کوئی طاقت نہیں بچا سکتی۔ تم نے مجھے چھیڑ کر اپنی موت کو دعوت دی ہے۔"

"بشیرا۔" میں نے اسے سخت لہجے میں مخاطب کیا۔ "تم یہاں سے خود اپنی ٹانگوں پر چل کر جانا پسند کروگے یا میں تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو اپنے ملازموں کے ذریعے اٹھوا کر سڑک پر پھنکوا دوں۔"

جواب میں اس نے ریوالور اٹھا کر مجھے نشانہ بنانے کی کوشش کی لیکن ریوالور ایک جھٹکے سے اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا اس کے ساتھیوں کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا تھا۔

"بشیرا۔" سادھنا نے بڑی حقارت سے کہا۔ "اپنے ساتھیوں کو لے کر واپس چلا جا۔ فی الحال تیرے لیے یہی بہتر ہوگا۔"

اور پھر اس وقت میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے بشیرا اور اس کے ساتھیوں کو روبوٹ کی طرح پلٹ کر جاتے دیکھا۔ سراج کی کیفیت میں ابھی تک کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔

"میرے پاس وقت کم ہے۔" وہ مجھ سے مخاطب ہوئی۔ "کیا تم بھوشن کے سلسلے میں مجھ سے سودا کرنے پر تیار ہو؟"

"تم سودا نہ کرو جب بھی میں بھوشن کو معاف نہیں کروں گا۔"

"میں تمہاری مدد کرسکتی ہوں اگر تم چاہو تو؟" اس کا لہجہ بڑا خشک تھا۔

"نہیں۔ مجھے تمہاری مدد کی کوئی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔"

"تمہاری مرضی۔" وہ ایک ادا سے اٹھتے ہوئے بولی۔ "لیکن کام بڑی احتیاط سے کرنا۔ بھوشن نے اپنی حفاظت کے لیے آج کل سادہ لباس والوں کی پوری فوج مقرر کر رکھی ہے۔"

"یہ بات تم سادھنا کا روپ اختیار کرنے کے بجائے اپنے اصل روپ میں بھی کہہ سکتی تھیں۔" میں نے اسے کریدنے کی کوشش کی۔

"کالکا۔" سادھنا نے حیرت سے پوچھا۔ "یہ کون ہے؟"

"میرے سپنوں کی رانی جو اس وقت میرے سامنے بیٹھی ہے۔"

"تمہیں ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔" وہ بڑی سنجیدگی سے بولی۔ "میں کالکا نہیں ہوں۔ سادھنا بھی میرا نام نہیں ہے۔"

"پھر کون ہو تم؟"

"بھوشن کی ارتھی اٹھنے دو پھر میں تمہیں یہ بھی بتا دوں گی کہ میں کون ہوں۔" وہ ہاتھ مسلتے ہوئے بولی۔ "فی الحال

میں بھی کسی اور کے شریر میں ایک بھٹکتی ہوئی روح ہوں۔"

پھر قبل اس کے کہ میں کوئی سوال کرتا وہ میری نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ اس کے غائب ہوتے ہی سراج حرکت میں آگیا۔

"کیا بشیرا ابھی یا اس کے آدمیوں نے آپ کو دوبارہ بھی دھمکایا تھا؟" اس نے مجھ سے سوال کیا۔

"جی ہاں۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "ابھی تھوڑی دیر پہلے اس نے مجھے فون کرکے کہا تھا کہ چند ناگزیر وجوہ کی بنا پر اس نے فی الحال میری موت کا پروگرام مؤخر کردیا ہے۔"

سراج نے مجھے ایسی نظروں سے دیکھا جیسے اسے میری صحیح دماغی پر شبہ ہو رہا ہو۔

☆

میں گھر جانے کے لیے گاڑی میں بیٹھا تو کریم مجھے خلاف توقع کچھ زیادہ ہی سنجیدہ نظر آرہا تھا۔ میں ندیم کی زبانی اس کی بابت معلوم کرچکا تھا۔ ہوسکتا تھا کہ ندیم نے اسے میرے بارے میں بھی سب کچھ بتا دیا ہو۔ گاڑی پارکنگ لاٹ سے باہر نکلی تو میں نے کریم کی مستقل خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے۔ تم اس قدر چپ چپ کیوں ہو؟"

"آپ نے ٹھیک سات بجے اپنے ایک دوست کو ملنے کا وقت دیا تھا۔"

"لیکن اس وقت تو سوا سات بج رہے ہیں۔" میں نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "تم ایسا کرو' یہاں سے کوئی ٹیکسی پکڑ کر چلے جاؤ۔ گاڑی میں ڈرائیو کرلوں گا۔"

"مجھے اس کی اجازت نہیں ہے صاحب۔"

"کیا مطلب؟"

"ندیم صاحب کے مجھ پر بڑے احسانات ہیں۔ انہوں نے مجھے سختی سے تاکید کی تھی آپ کو ایک منٹ کے لیے بھی تنہا نہ چھوڑا جائے۔"

"فکر مت کرو۔ میں کوئی دودھ پیتا بچہ نہیں ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "ندیم نے مجھے تمہارے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے۔"

"کیا یہ بھی بتا دیا ہے کہ خوب صورت لڑکیوں کے سلسلے میں میں کچھ زیادہ ہی ندیدہ واقع ہوا ہوں؟"

"کیا کہنا چاہ رہے ہو؟"

"آپ نے جس کو سات بجے کا ٹائم دیا تھا وہ بھی ایک لڑکی تھی۔"

"کیا ملنے کا پروگرام طے ہوا تھا؟"

"وہ شاید ہمارے راستے میں ہی آئے گی۔" وہ ہچکچا کر بولا۔

"اگر آپ اجازت دیں تو۔۔۔"

"کیا وہ تمہیں میرے ساتھ دیکھ کر ناراض نہیں ہوگی؟" میں نے قدرے بے تکلفی سے کہا۔

"بالکل نہیں۔ بلکہ آپ کو میرے ساتھ دیکھ کر تو اس کی باچھیں خوشی سے کھل اٹھیں گی۔"

"کیا مطلب؟" میں نے پوچھا۔

"قبل از وقت بتا دیا تو مزہ کرکرا ہوجائے گا صاحب۔" وہ دبی زبان میں مگر بے حد سنجیدگی سے بولا۔ "دراصل وہ کسی طرح آپ کو بھی جانتی ہے۔ اس نے کہا بھی تھا کہ اگر میں آپ کو ساتھ لاؤں تو اسے زیادہ مسرت حاصل ہوگی۔"

"تم نے میرے بارے میں غلط رائے قائم کی ہے۔" میں یکلخت سنجیدہ ہوگیا۔ "میرا وہ ٹائپ نہیں ہے جو تم سمجھ رہے ہو۔"

"لیکن ندیم صاحب نے تو مجھے یہی بتایا تھا کہ آپ شکار کے بہت شوقین ہیں۔"

"صرف جانوروں کی حد تک۔"

"اس خوب صورت حسینہ نے بھی ایک عدد جانور پال رکھا ہے جسے دیکھ کر آپ کے شکار کھیلنے کی حس بیدار ہوجائے گی۔"

"مجھے پالتو جانوروں کا شکار کھیلنے کا بھی کوئی شوق نہیں ہے۔"

"وہ پالتو نہیں' جنگلی جانور ہے صاحب۔" کریم بے پروائی سے بولا۔ "اس کی دیکھ بھال کے لیے کئی بندوں کو تعینات کیا گیا ہے۔"

"تمہارا اشارہ کس کی طرف ہے؟" میں نے کریم سے وضاحت طلب کی۔ ندیم نے مجھے بتایا تھا کہ کریم عورتوں کے معاملے میں بہت ٹیڑھی کھیر واقع ہوا ہے۔ اس کا سب سے دل چسپ مشغلہ اپنی صحت بنانا تھا۔

"اس پچاس ہزار کی رقم کی طرف جو اس وقت بھی ردی کاغذ کے ٹکڑوں کی طرح میری جیب کے کوڑے دان میں پڑی ہے۔" کریم نے جواب دیا۔ "مجھے یہ رقم بھی اسی خوب صورت لڑکی نے فراہم کی ہے جسے میں آپ کے دفتر کے باہر سڑک پر مشکوک انداز میں منڈلاتا دیکھ کر کسی فلمی ہیرو کی طرح اس پر ریشہ خطمی ہوگیا تھا۔ شاید وہ چاہتی بھی یہی تھی پھر میں جب اسے ساتھ لے کر ایک قریبی ہوٹل کے فیملی روم میں گیا تو اس نے بے تکلفی سے یہ رقم میری جیب میں ڈال دی۔ جو کام اس نے مجھے سونپا ہے وہ کچھ ایسا مشکل بھی نہیں ہے چنانچہ میں نے خوشی خوشی اس کی پیش کش قبول کرلی۔ اس نے یہ وعدہ بھی کیا ہے کہ اگر آپ نے ملازمت سے برطرف کردیا تو وہ مجھے اس سے اچھی ملازمت دلا دے گی۔"

کریم کی گفتگو معنی خیز تھی۔ میرے دل کی گہرائیوں میں

خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ مجھے معلوم تھا کہ کریم' ندیم کا آدمی تھا اور ندیم کے آدمی کسی قیمت پر بھی اپنی وفاداریاں بدلنے کے عادی نہیں تھے۔ ایک لمحے تک میں اس کی باتوں پر غور کرتا رہا پھر میرے ذہن میں صرف ایک ہی نام ابھرا تھا۔ بھوشن جوزف' وہی میرا سب سے بڑا دشمن تھا۔ میری زندگی کا سودا کرنے کے لیے وہ پچاس ہزار تو کیا' پچاس لاکھ بھی خرچ کرنے پر آمادہ ہو سکتا تھا۔

"تمہارا اشارہ جس جانور کی طرف ہے وہ دو پاؤں کا کوئی خطرناک درندہ تو نہیں ہے؟"

"جی ہاں۔"

"بھوشن جوزف؟" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔

"شطرنج کے کھیل میں پہلے وزیر کو گھیرا جاتا ہے' بادشاہ کا نمبر بعد میں آتا ہے۔"

"بشیرا اماچھی۔" مجھے اچانک سراج کی بات یاد آگئی۔ بشیرا اماچھی نے اسے فون کرکے یہی کہا تھا کہ میں گھر پہنچنے سے پیشتر ہی دوسری دنیا کے سفر پر روانہ کردیا جاؤں گا۔ بعد میں کسی لڑکی یا عورت نے بھی اس کی تصدیق کی تھی اور سراج نے اس بات پر بھی شک کا اظہار کیا تھا وہ اس عورت کی آواز کو پہلے بھی کہیں سن چکا ہے۔ بعد میں سادھنا اور بشیرا کی میرے دفتر میں آمد نے مجھے چونکا دیا تھا۔

"مجھے یقین تھا کہ بھوشن کے بعد آپ کے ذہن میں بشیرا جیسے زرخرید کتے ہی کا تصور ابھرے گا۔"

"اور وہ عورت کون تھی جس نے تمہیں خریدنے کی کوشش کی ہے۔ کیا تم نے اسے پہلے بھی کہیں دیکھا ہے؟"

"جی ہاں۔" کریم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "شروع شروع میں اس نے ندیم صاحب کے کیسینو میں بھی دو تین روز اپنے رقص کا مظاہرہ کیا تھا پھر دولت کی لالچ اسے ایک اور نائٹ کلب کی طرف کھینچ لے گئی۔"

"کیا اس کو علم نہیں ہے کہ تم ندیم کے اپنے آدمی ہو؟"

"موٹی سی بات ہے جناب اگر اسے اس بات کا علم ہوتا تو وہ مجھے شیشے میں اتارنے کی حماقت کبھی نہ کرتی۔"

"کیا تم نے ندیم کو بھی اس خطرے سے آگاہ کردیا ہے؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔ بشیرا اماچھی کا نام سنتے ہی میرے خون کی گردش تیز ہوگئی تھی۔ فضلو اور رحیم بخش کے بعد بشیرا اماچھی کی لاش کا تحفہ بھوشن کے لیے جلتی پر پٹرول کے عین مترادف ہوتا۔ میں چاہتا بھی یہی تھا کہ بھوشن کو للکار کر مارا جائے۔

"میں نے کسی کو اطلاع نہیں دی لیکن مجھے یقین ہے کہ ندیم صاحب کو اپنے ذرائع سے کم از کم اس بات کی اطلاع ضرور مل گئی ہوگی کہ میں اس بدنام اور آوارہ ڈانسر سے مل چکا ہوں۔ وہ میری عادتوں سے واقف ہیں اس لیے انھوں نے خطرے کی بو ضرور محسوس کرلی ہوگی۔"

"وہ عورت ہمیں کہاں ملے گی؟"

"ریڈ کراس کی عمارت کے سامنے۔"

پھر میں نے زیادہ تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں کی۔ میں چاہتا تو کسی قریبی فون بوتھ سے کنٹیکٹ کرکے اس سے پولیس کے سادہ لباس والوں کی مدد بھی حاصل کرسکتا تھا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ مجھ پر بشیرا کا ایک قرض باقی تھا۔ اس نے ایک بار مجھے مچھیروں کی بستی میں مروانے کی کوشش کی تھی۔ "راجن سے ملنے کا پاس ورڈ استعمال کرکے اس نے مجھے دھوکے سے مارنے کی کوشش کی تھی لیکن میں اسے للکار کر اس قرض کو چکانا چاہتا تھا۔

کچھ دیر بعد ہی کریم نے گاڑی ریڈ کراس بلڈنگ کے قریب پارک کردی۔ میں پوری طرح محتاط تھا۔ قرب و جوار میں ایسی کوئی عورت نظر نہیں آرہی تھی جس پر ڈانسر ہونے کا شبہ کیا جاسکتا لیکن مجھے زیادہ دیر اس کا انتظار بھی نہیں کرنا پڑا۔ ایک خوش پوش' حسین اور گٹھے ہوئے مگر لوچدار جسم کی مالک بھی۔ گاڑی کے قریب آکر اس نے بڑی کامیاب اداکاری کی تھی مجھے دیکھ کر اس طرح چونکی جیسے اسے میرا کریم کے ساتھ آنا اچھا نہیں لگا تھا یہ اور بات ہے کہ اپنے شکار کو جال میں پھنستا دیکھ کر وہ اندر ہی اندر مسرور ہو رہی ہو۔

"آپ کی تعریف؟" اس نے کریم سے میرے بارے میں دریافت کیا۔

"صاحب ہیں میرے۔ میں انھی کی فرم میں ملازم ہوں۔"

"لیکن میں نے تمہیں تنہا آنے کو کہا تھا۔" ... ہوئے انداز میں بولی۔ "زیادہ بھیڑ بھاڑ مجھے پسند نہیں۔"

"پریشان مت ہو۔" کریم نے دبی زبان میں کہا۔ "صاحب بھی میری ہی طرح شوقین واقع ہوا ہے۔"

"مگر یہ بات —"

"اب نخرے مت دکھاؤ۔" کریم نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ "چلو بیٹھو گاڑی میں۔"

وہ ایک ثانئے کو جھجکی پھر دوسری طرف سے آکر ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر میں نے بے تکلفی سے اسے مخاطب کیا۔

"کیا میں آپ کا خوب صورت نام دریافت کرسکتا ہوں؟"

"فلورا نائٹ اینگل۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"میں آپ کو ایک بار پہلے بھی مقامی نائٹ کلب میں دیکھ چکا ہوں؟" میں نے کسی اوباش شخص کا انداز اختیار کیا۔ ... رات میں آپ سے ملنا چاہتا تھا لیکن ڈانس کے بعد

آپ روم میں چلی گئی تھیں اور کلب کے منیجر نے کہا تھا کہ میک اپ روم میں آپ کسی سے ملنا پسند نہیں کرتیں۔"

"ٹھیک کہا تھا اس نے۔" وہ میری طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ "میں اجنبیوں سے زیادہ بے تکلف ہونا پسند نہیں کرتی۔"

"کیا میرے سلسلے میں کوئی رعایت نہیں ہوسکتی؟" میں نے بہکنے کی اداکاری کی۔

"سوچ کر جواب دوں گی۔" وہ مسکرادی۔

"اس وقت چلنا کہاں ہے؟" کریم نے لڑکی سے پوچھا جس نے اپنا نام فلورا بتایا تھا۔

"سی شور اپارٹمنٹس۔ آج کل میں وہیں مقیم ہوں۔"

"خوب صورت جگہ ہے۔ بالکل تمہاری ہی طرح۔" کریم نے مسکرا کر بے تکلفی سے کہا پھر گاڑی کا رخ ساحلی علاقے کی جانب موڑ دیا جہاں بے شمار خوب صورت اپارٹمنٹس اور بنگلے بنے ہوئے تھے۔ کوئی درمیانہ طبقے کا آدمی وہاں رہائش کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

ہمیں اپنی مطلوبہ جگہ پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ وہ ایک دو منزلہ خوب صورت بنگلہ تھا جو بظاہر غیر آباد نظر آرہا تھا۔ کریم نے فلورا کے کہنے پر نیچے اتر کر بنگلے کا پھاٹک کھولا پھر گاڑی اندر لے جاکر پورٹیکو میں کھڑی کردی۔

"کیا آپ یہاں بالکل تنہا رہتی ہیں؟" میں نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "میرا مطلب ہے کہ کوئی نوکر چاکر تو ضرور ہوگا؟"

"ایک بوڑھا ہے جو ذرا اونچا سنتا ہے۔"

فلورا دروازہ کھول کر نیچے اتری۔ اس کے ساتھ ہی کریم اور پھر میں بھی گاڑی سے باہر آگیا۔ فلورا نے اپنے پرس سے چابی نکال کر صدر دروازے کو کھولا۔ بظاہر وہ یہی تاثر دینا چاہتی تھی کہ بنگلے میں اس کے اور بوڑھے خانساماں کے سوا اور کوئی نہیں رہتا۔ فلورا کے ساتھ ساتھ ہم بھی اندر داخل ہوئے۔ ہمارے اندر داخل ہوتے ہی کسی نے دروازہ زور سے بند کیا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو ایک گن مین جس نے اپنے چہرے پر نقاب باندھ رکھا تھا وہاں پہلے سے تعینات تھا۔ اس کی نگاہوں سے سفاکی جھلک رہی تھی۔

"یہ کون ہے؟" میں نے فلورا سے دریافت کیا۔

"میرا باڈی گارڈ لیکن یہ بے چارا گونگا ہے صرف اشاروں کی زبان سمجھتا ہے۔" فلورا نے مجھے معنی خیز نظروں سے دیکھا۔ "میرے ایک اشارے پر میگزین کی ساری گولیاں آپ کے جسم میں اتار سکتا ہے۔"

"ایسے خوفناک اور خطرناک ماحول میں تو بڑے بڑے شہ زوروں کے دل بھی دہل جاتے ہوں گے۔" میں نے بے پروائی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جہاں بشیرا موجود ہو وہ وہاں بڑے بڑے سورماؤں کا بھی پیشاب خطا ہوجاتا ہے۔"

میں نے اس آواز پر چونک کر پشت کی جانب دیکھا جہاں بشیرا اماچھی ایک عجیب وغریب ساخت کا پستول لیے میرے سامنے سینہ تانے کھڑا تھا۔ میں نے پلٹ کر کریم کو گھورا۔

"تو تم نے میرے ساتھ غداری کی ہے؟"

"غداری نہیں سودا۔" کریم نے بھی اپنا ریوالور بغلی ہولسٹر سے نکالتے ہوئے بڑی حقارت سے کہا۔ "مجھے تمہاری وہ گالی اچھی طرح یاد ہے جو تم نے دو تین روز پہلے مجھے ایک معمولی سی غلطی پر دی تھی۔"

"کسی کو اس طرح اندھیرے میں گھیر کر مارنا مردانگی نہیں ہوتی۔" میں نے جھلا کر جواب دیا۔

"تم نے اور تمہارے دوست نے بھی رحیم بخش کے ذریعے دھوکے سے گھیر کر مارنے کی کوشش کی تھی۔" بشیرا اماچھی نے سرد لہجے میں کہا۔ "کیا تم اپنی حرکت کو مردانگی کہہ سکتے ہو؟"

"میرا خیال ہے کہ اب اس قصے کو طول دینے کے بجائے جتنی جلدی نپٹا دیا جائے اتنا ہی ہمارے لیے بہتر ہوگا۔" فلورا نے بشیرا اماچھی سے کہا۔

"کیوں؟ کیا تم کسی بات سے خوف زدہ ہو؟"

"بات خوف کی نہیں احتیاط کی ہے۔"

"نہیں۔" بشیرا اماچھی نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "میں اسے چوہے اور بلی والے دلچسپ کھیل کے ذریعے اذیتیں دے کر مارنا زیادہ پسند کروں گا۔"

"تم صرف ریفری کے فرائض انجام دو بشیرا۔" کریم نے سرد لہجے میں کہا۔ "پہلے میں اسے مردانگی کے معنی سمجھانے کی کوشش کروں گا۔"

"گڈ۔ یہ کھیل بھی میرے لیے دلچسپ ہوگا۔"

"باقی لوگوں کو بھی اسی کمرے میں بلالو۔ اس قسم کے مقابلے اسی وقت زیادہ مزہ دیتے ہیں جب اسے دیکھنے والوں کی تعداد بھی زیادہ ہو۔"

جواب میں بشیرا اماچھی نے تالی بجائی تو باقی تین گن مین جو دوسرے کمرے میں موجود تھے ہمارے سامنے آگئے۔ میں اس وقت پانچ مسلح آدمیوں کی زد میں تھا۔ کریم نے اپنا ریوالور دوبارہ بغلی ہولسٹر میں اڑس لیا پھر میری جانب خونخوار نظروں سے گھورتا ہوا بولا۔ "تم ان مسلح افراد کی کوئی فکر نہ کرو۔ یہ اس وقت تک درمیان میں نہیں آئیں گے جب تک ہم دونوں میں سے کوئی ایک اپنی ہار تسلیم نہ کرلے۔"

"تم ایک عورت کی خاطر میرے ساتھ نمک حرامی کا

ثبوت دو گے؟"

"بات عورت کی نہیں اصول کی ہے۔ تم نے مجھے اسی روز اپنا دشمن بنا لیا تھا جب میں نے مجبوراً تمہاری گالیاں برداشت کرلی تھیں۔" کریم نے بدستور سرد لہجے میں جواب دیا۔ "اگر یہ عورت درمیان میں نہ آتی تو بھی میں کوئی موقع دیکھ کر جہنم رسید کرنے سے گریز نہ کرتا لیکن اب تمہیں کوئی شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔ زندہ وہی رہے گا جو دوسرے پر مردانگی سے سبقت لے جائے۔"

پھر کریم نے جوڈو کراٹے کے انداز میں ہاتھ آگے کرکے باس کا درمیانی فاصلہ بڑھا دیا۔ اس کی آنکھوں سے حقیقتاً کسی سنگدل دشمن کے تاثرات عیاں تھے۔ ندیم کے علاوہ لیڈی مکلارنس نے بھی مجھے یہی باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ کریم تنہا دس بارہ آدمیوں پر بھاری ہو سکتا ہے لیکن اس وقت ہم پانچ مسلح آدمیوں کے نرغے میں تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کریم اس پچویشن کو کس طرح ہینڈل کرے گا۔ بہرحال مجھے بھی حملے سے بچاؤ کے لیے اپنی پوزیشن تبدیل کرنی پڑی۔ ہم نصف دائرے کی صورت میں ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے حملہ کرنے کی خاطر دائیں بائیں حرکت کررہے تھے۔ پولیس ٹریننگ کے دوران میں نے بھی مارشل آرٹ کے بے شمار داؤ پیچ سیکھ رکھے تھے مجھے اس بات پر بھی حیرت تھی کہ بشیرا مانچھی جیسے محتاط آدمی نے کریم پر کس طرح اعتماد کرلیا پھر مجھے اس کا جواب بھی مل گیا۔ "حملہ کرنے سے پیشتر میرا ایک ضروری اعلان بھی سن لو۔" بشیرا مانچھی کی آواز ابھری۔ "میں جس کاروبار میں ملوث ہوں اس میں رسک لینے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ تم دونوں میں سے جو فاتح ہوگا وہ بشیرا کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچے گا۔"

"کیا مطلب؟" کریم نے حیرت کا اظہار کیا۔

"میں تمہاری ذات پر بھی اعتبار نہیں کرسکتا۔" بشیرا کینہ توز انداز میں مسکرایا۔ "اپنے پیچھے پولیس کے لیے کوئی ثبوت یا گواہ چھوڑنا میرے اصول کے خلاف ہے۔ ہوسکتا ہے کہ تم نے مجھے پھانسنے کے لیے کوئی جال بچھایا ہو۔"

"اگر یہ بات ہوتی تو میں پہلے ہی پولیس کو مطلع کرسکتا تھا۔" کریم نے غصے سے جواب دیا۔ "ایک اجنبی عورت پر بھی اعتبار نہ کرتا۔"

"یہی بات تو میرے شک کو تقویت دے رہی ہے کہ تم نے اتنی جلدی ایک حسین عورت کی بات کس طرح مان لی۔"

"کچھ دیر پہلے میرا ریوالور ہاتھ میں تھا۔ میں اگر چاہتا تو تمہیں موت کے گھاٹ بھی اتار سکتا تھا یا پھر راستے میں ہی تمہاری اس خوب صورت ناگن کا سر کچل دیتا جس نے مجھے پچاس ہزار میں خریدنے کی کوشش کی تھی۔"

"ہوسکتا ہے تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن۔۔۔"

"فی الحال مجھے اس شخص سے ایک فیصلہ کن جنگ لڑنے دو۔" کریم نے مجھے دیکھتے ہوئے تیز لہجے میں کہا۔ "اس کے بعد میں تمہیں مطمئن کرنے کی کوشش بھی ضرور کروں گا۔"

اس کے بعد کمرے میں موت کا گہرا سکوت طاری ہوگیا۔ کریم ایک بار پھر ایکشن میں آگیا۔ اس بار اس نے حملے میں بڑی عجلت کا مظاہرہ کیا تھا۔ ہوا میں اڑ کر اس نے پھرکی کی طرح گھوم کر مجھے فلائنگ کک مارنے کی کوشش کی تھی لیکن میں اپنی جگہ پوری طرح محتاط تھا۔ ایک ذرا سی جھکائی دے کر میں نے نہ صرف اس کے حملے کا توڑ کیا بلکہ اس کی ٹانگ پکڑ کر اس طرح گھمایا کہ وہ اندھے منہ فرش پر گرا تھا لیکن دوسرے ہی لمحے وہ کسی ربر کی گیند کی طرح اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ اس بار اس نے بڑی تیزی سے پینترا بدل کر اپنی ہتھیلی کھول کر اتنا شدید حملہ کیا کہ میں کراہ کر رہ گیا۔ اس کی آنکھوں سے خون ٹپک رہا تھا پھر یہ نورا کشتی ایک حقیقی جنگ میں تبدیل ہوگئی کریم اور میں ایک دوسرے پر تابڑ توڑ حملے کرنے لگے۔ مجھے بیک کک کا ایک موقع میسر آیا تو کریم کے ہونٹ پھٹ گئے۔ اس نے خون کو آستین سے صاف کرکے جواب میں اتنا شدید حملہ کیا کہ میں اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ میرے زمین پر گرتے ہی اس نے سیدھے ہاتھ کی انگلیاں سمیٹ کر دوسری ضرب لگائی تو میں بلبلا اٹھا۔ کریم نے مجھے سفاک لہجے میں للکارا۔

"اٹھو مسٹر شہباز، میں گرے ہوئے دشمن پر وار کرنے کا عادی نہیں ہوں۔"

میں نے کریم پر ایک نظر ڈالی اس کی نگاہوں میں ایک خطرناک دشمن کی تمام تر علامتیں موجود تھیں۔ شاید اس نے پچاس ہزار کی خاطر مجھے ڈبل کراس کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس خیال کے ذہن میں ابھرتے ہی میرے اوپر جنون طاری ہوگیا۔ میں نے پیر زمین پر ٹیک کر کمر سالٹ کیا اور کمان کی طرح لچک کر دوبارہ سیدھا ہوگیا۔ ہم ایک دوسرے پر پے در پے حملے کررہے تھے۔ ہم دونوں ہی کے جسم سے خون بہہ رہا تھا۔ بشیرا اور اس کے مسلح ساتھی خاموش کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے پھر ایک خوب صورت موقع میرے ہاتھ آگیا۔ کراٹے کے ایک ہاتھ نے بس ایک لمحے کو کریم کو ڈگمگا دیا تھا۔ میں نے اس موقع کو ضائع نہیں جانے دیا پھرکی کی طرح فضا میں اچھل کر فلائنگ لگائی تو کریم زمین بوس ہوگیا۔ بڑی اذیت ناک حالت میں وہ ماہی بے آب کی مانند دو چار سیکنڈ فرش پر تڑپا پھر ساکت ہوگیا۔ وہ اوندھے منہ زمین پر بے سدھ پڑا تھا۔ شاید فلائنگ کک اس کے لیے کچھ زیادہ ہی خطرناک اور موذی ثابت ہوئی تھی۔

"ہرگز۔" بشیرا مانچھی نے مجھے تعریفی نظروں سے دیکھا۔

...ی کے فن سے ضرور واقف ہو لیکن ریوالور یا رائفل سے ...ہوئی گولی کی اپنی ایک الگ طاقت ہوتی ہے۔ جو تمہاری ...میں نہیں آئے گی۔"

"میں جانتا ہوں کہ تم میرے ساتھ کوئی نرم رویہ اختیار ...کرلو گے اس لیے کہ تمہارا باس بھوشن مجھے ہر حالت میں ...اپنے راستے سے ہٹانا چاہتا ہے۔"

"میں تمہاری بات سے انکار نہیں کروں گا۔" وہ معنی خیز ...انداز میں مسکرایا۔ "تمہاری وجہ سے نہ صرف باس کو بلکہ مجھے ...اور میرے کچھ آدمیوں کو بھی جانی اور مالی نقصان پہنچا ہے۔ ...اس کا خسارہ تمہاری لاش ہی پورا کرسکتی ہے۔"

"پھر دیر کس بات کی ہے؟" میں نے دبنگ لہجے میں کہا۔ ...میں اپنی مردانگی تمہیں دکھا چکا ہوں اب تمہارا نمبر ہے۔ میں ...تم سے کسی رحم کی درخواست نہیں کروں گا اس لیے کہ جو ...گھڑی مقرر ہو اسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں ٹال سکتی۔"

"میں تمہارے ساتھ رعایت کرسکتا ہوں لیکن ایک شرط ...پر۔" بشیرا نے ایک نئی چال چلنے کی کوشش کی۔ "اگر تم اپنے ...کسی دوست کو فون کرکے یہاں بلوانے میں کامیاب ہوجاؤ تو ...میں تمہاری موت کی سزا کو عمر قید میں بھی بدل سکتا ہوں۔"

"خیال برا نہیں ہے۔" میں نے طنزیہ پیرائے میں جواب ...دیا۔ "تمہارے ساتھ وہی مثال ہے کہ خربوزے کو دیکھ کر ...خربوزہ رنگ بدلتا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"بھوشن کی طرح تم بھی دوغلے نسل کے معلوم ہوتے ...ہو۔"

"باس۔" بشیرا کی پشت پر کھڑے ہوئے ایک مسلح شخص نے مجھے قہر آلود نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "ہمارے لیے ...کیا حکم ہے۔ کیا ہم اس کی گندی زبان ہمیشہ کے لیے بند نہ ...کردیں۔"

"اتنی آسانی سے میں اس کو جہنم رسید نہیں کروں گا۔" ...بشیرا نے سرد لہجے میں کہا پھر دروازے پر کھڑے ہوئے نقاب ...پوش سے بولا۔ "گونگا کیا تم اب بھی چھری پھینک کر کسی کو ...زخمی کرنے کا مظاہرہ کرسکتے ہو؟"

"غاں۔۔۔ غاں۔۔۔" گونگے نے اپنی چھاتی ٹھونک کر اثبات ...میں سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے۔ تم ادھر میرے قریب آجاؤ۔" بشیرا نے ...مسکراتے ہوئے کہا پھر گونگے کے قریب آنے پر اس کی رائفل ...لے کر ایک طرف رکھ دی اور لکڑی کے اس چھوٹے سے ...صندوق سے ایک تیز دھار چھری نکال کر اس کی طرف بڑھائی ...جو ایک کارنر ٹیبل پر رکھی تھی۔ گونگے نے کسی پیشہ ور کھلاڑی ...کی طرح چھری کو ہاتھ میں لے کر چوما پھر اسے الٹا پکڑ کر میری طرف خونخوار نظروں سے دیکھنے لگا۔ "اس بات کا خیال رہے کہ تمہارا نشانہ خطا نہیں ہونا چاہیے ورنہ میں تمہیں بھی اس کے ساتھ ہی ٹھکانے لگادوں گا۔" بشیرا کی سفاک آواز کمرے میں گونجی۔ گونگے نے ایک بار چھاتی ٹھونک کر بشیرا کو اپنی کامیابی کا یقین دلایا تھا۔

"پہلا نشانہ تم اس کے بائیں بازو کا لوگے لیکن اس طرح کے ہڈی محفوظ رہے۔" بشیرا نے مجھے ہولانے کی خاطر کہا۔ "میں باس کی خدمت میں اس کی ہڈیوں کا ڈھانچہ بطور تحفہ پیش کرنا پسند کروں گا۔"

میں اپنی جگہ پوری طرح محتاط تھا۔ گونگا مجھے اور میں اسے دیکھ رہا تھا۔ گونگے نے چھری والا ہاتھ فضا میں بلند کیا پھر جیسے ہی ہاتھ لہرایا میں نے اچھل کر اپنی جگہ تبدیل کردی۔ گونگا بھونڈے انداز میں قہقہے لگانے لگا۔ چھری ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھی۔ وہ پوری طرح میری نقل و حرکت دیکھ کر وار کرنے کا منصوبہ بنا رہا تھا۔ ایک منٹ بعد اس نے اپنا ہاتھ دوبارہ فضا میں بلند کیا۔ میری نظریں بدستور اس کے چہرے پر مرکوز تھیں۔ بشیرا اور اس کے ساتھی بھی اس آنکھ مچولی پر خوشی کا اظہار کررہے تھے۔ دوسری بار بھی گونگے نقاب پوش نے مجھے ڈاج دیا۔ میں اپنی جگہ تلملا کر رہ گیا پھر گونگے نے تیسری بار چھری کو فضا میں بلند کیا۔ اس بار وہ کچھ زیادہ ہی سنجیدہ نظر آرہا تھا۔ میں پوری طرح اس کے حملے سے خود کو بچانے کے لیے تیار تھا لیکن پھر جو کچھ ہوا اس کی توقع شاید کسی کو بھی نہیں تھی گونگے کا ہاتھ فضا میں جھولتا رہ گیا۔ اس کے سینے سے خون کا فوارا ابل پڑا تھا۔ کریم نے جو خود کو بے ہوش ظاہر کررہا تھا اچانک ہی ایکشن لیا تھا پھر اس سے پیشتر کہ بشیرا اور اس کے مسلح ساتھی حالات کی نوعیت کو سمجھ پاتے دو فائر اور ہوئے اور دو مسلح افراد اور ڈھیر ہوگئے۔

میں نے موقع کی نزاکت کو محسوس کرتے ہی خود کو زمین پر گرا دیا اور ایک آٹومیٹک نکال کر برق رفتاری سے لڑھکتا ہوا ایک سمت ہوگیا۔ اس عرصے میں کریم نے تیسرے آدمی کو بھی ڈھیر کردیا تھا۔ اب صرف بشیرا، اس کا ایک ساتھی اور فلورا باقی رہ گئے تھے۔ میں نے بشیرا پر فائر کردیا۔ میرا نشانہ خطا نہیں ہوا تھا۔ گولی نے بشیرا کی کلائی میں سوراخ کیا تھا تو اسلحہ اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا۔ پانچویں آدمی نے از خود اپنی رائفل زمین پر پھینک دی تھی شاید اسے اسی میں اپنی عافیت نظر آئی تھی۔ کریم حیرت انگیز پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا پھر بشیرا کو گھورتے ہوئے بولا۔

"اب میں تمہیں خود اپنی موت کا اختیار دیتا ہوں۔ تم گولی سے مرنا پسند کرو گے یا چھریوں سے؟"

فلورا کی آنکھوں میں موت کے سائے لرز رہے تھے۔ میں

نے بھی جلدی سے کھڑے ہو کر بشیرا سے کہا۔

"میں نے تم سے کہا تھا نا۔ جو گھڑی مقدر میں لکھ دی جاتی ہے وہ اٹل ہوتی ہے۔"

بشیرا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خون کے قطرے اس کی کلائی سے ٹپک ٹپک کر فرش پر گر رہے تھے۔

"تم اتنی خوف زدہ کیوں ہو فلورا ڈارلنگ۔" کریم نے سہمی ہوئی ڈانسر سے کہا۔ "کیا تم ہماری کامیابی کا جشن منانے کی خاطر کوئی خوب صورت سا رقص پیش نہیں کرو گی؟"

"مم ___ مجھے ___ معاف کردو۔" وہ ہذیانی انداز میں ہکلانے لگی۔ "میں نے جو کچھ کیا اس کے لیے مجھے مجبور کردیا گیا تھا۔ انکار کی صورت میں یہ درندہ مجھے اپنے شکاری کتوں کے حوالے کردیتا۔" آخری جملہ اس نے بشیرا کی سمت دیکھ کر کہا جو اس وقت بھی سینہ تانے کھڑا مجھے حقارت بھری نظروں سے گھور رہا تھا۔

"میں تمہیں معاف کرسکتا ہوں۔" میں نے بشیرا کے آگے چارا پھینکا۔ "صرف اس شرط پر کہ تم مجسٹریٹ کے سامنے بھوشن کے خلاف بیان دینے پر آمادہ ہوجاؤ۔ قانون تمہیں وعدہ معاف گواہ کی حیثیت دینے کا اختیار بھی رکھتا ہے۔"

"نہیں۔" وہ کسی زخمی درندے جیسے انداز میں بولا۔ "بشیرا مر تو سکتا ہے لیکن باس کے ساتھ غداری نہیں کرسکتا۔"

"کیا یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے؟"

"ہاں اور بشیرا اپنا فیصلہ بدلا نہیں کرتا۔"

"تمہاری مرضی۔" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا پھر آٹومٹک کے ٹرائیگر کو دبایا تو بشیرا کی پیشانی سے خون کا فوارہ ابل پڑا۔ وہ کسی پتھر کے مجسمے ہی کی مانند زمین پر اوندھے منہ ڈھیر ہوگیا تھا۔ "اب تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے فلورا کی جانب دیکھا۔ "کیا تم بھوشن کے خلاف بیان دینے پر آمادہ ہو یا تم بھی بشیرا کے ساتھ سفر کرنا پسند کرو گی۔"

"مم ___ مم ___ میں ___ کسی ___ . بھبھ ___ بھوشن کو نہیں جانتی۔" فلورا کی نگاہوں میں موت کے سائے لہرانے لگے۔

"ٹھیک ہے۔" کریم نے جلدی سے کہا۔ "تمہاری مشکل میں حل کیے دیتا ہوں۔" اس کے ساتھ ہی اس نے فلورا کو بھی گولی ماردی پھر مجھ سے مخاطب ہوا۔ "میرا خیال ہے کہ اب ہمیں یہاں سے نکل چلنا چاہیے۔ ہوسکتا ہے کہ گولیوں کی آواز باہر بھی سنی گئی ہو۔"

میں نے کریم کے مشورے کو ماننے میں دیر نہیں لگائی پھر جب ہم گھر کی جانب جارہے تھے تو کریم نے بڑی سعادت مندی سے کہا۔ "صاحب۔ حالات کے تحت جو کچھ ہوا میں اس کے لیے معافی چاہتا ہوں۔ اس کے علاوہ کوئی چارہ بھی نہیں

"بھول جاؤ اس ڈرامے کو۔" میں سنجیدگی سے بولا ذہن بھوشن کے بارے میں سوچنے لگا۔ اب اس کا کو علاج کرنا میرے لیے ضروری ہوگیا تھا۔ بھوشن کے ساد ھنا کا نام بھی میرے ذہن میں گڈنڈ ہو رہا تھا جس کے ہاتھوں مجھے دفتر میں مرنے سے بچایا تھا۔ اس نے احسان کے عوض مجھ سے ایک سودا کیا تھا۔ بھوشن کی سودا۔

❁

دوسری صبح ناشتے کی میز پر میرے علاوہ عارفہ، نسیم بھی موجود تھے۔ ندیم ناشتے کے ساتھ ساتھ بڑی سنجید کسی خاص خبر کے مطالعے میں مصروف تھا۔

"کیا کوئی ایسی اہم خبر ہے کہ آپ کو ناشتے کا بھی نہیں ہے؟"

"نہیں۔ ایسی کوئی خاص خبر بھی نہیں ہے۔" ند اخبار ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔ "وہی قتل و غارت گر پرانے قصے ہیں۔"

"کس کا قتل ہوگیا؟" عارفہ نے چائے کا گھونٹ ہوئے پوچھا۔

"تھا ایک بدنام شخص، بشیرا ماچھی، اسمگلنگ کے کاروبار میں ملوث تھا۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب "کسی دشمن نے اسے اور اس کے تین چار ساتھیوں کو کارروائی کے تحت مار ڈالا۔ مرنے والوں میں ایک مقامی کی ڈانسر فلورا نائٹ اینگل بھی شامل تھی۔"

"فلورا!" نسیم نے چونکتے ہوئے ندیم کی جانب دیکھا فلورا وہی تو نہیں جس نے کچھ دنوں تک ہمارے کیسینو م پرفارمنس دی تھی۔"

"ہاں وہی تھی۔"

"قتل کی وجہ کیا شائع ہوئی ہے؟" میں نے ندیم کی دیکھا۔

"پولیس نے بشیرا کی وجہ سے اس قتل کے قصے ناجائز کاروبار کی کسی دیرینہ رقابت کا رنگ دیا ہے۔ ہمار سیاست دانوں اور حکمراں طبقے کے اہم لوگوں نے وہی پر گھسا پٹا بیان دیا ہے کہ قاتلوں کو بہت جلد گرفتار کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا اور ہنگامہ کرنے والوں سے ہاتھ سے نپٹا جائے گا۔"

مجھے تعجب تھا کہ بشیرا اور اس کے ساتھیوں کے قتل اتنی جلدی اخبارات میں کس طرح آگئی۔ میرے ذہن ایک بار پھر سادھنا کا تصور ابھر آیا جو کالکا اور لیڈی مکار کی طرح پراسرار قوتوں کی مالک ثابت ہوئی تھی۔ اس نے

...نے اس کے ساتھ زیادتی کی تھی پھر بھوشن نے اسے بطور انعام پیش کردیا تھا۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ جس ...ساتھ جسمانی تعلقات میں ملوث رہ چکی ہو اسے جان سے مار دیتی ہے۔ گفتگو کے دوران اس نے ایک خاص بات اور ...تھی۔ بشیرا سے شدید نفرت کے باوجود اس کی احسان مند تھی اس لیے کہ بشیرا نے اسے بھوشن کی قید سے آزاد کرایا

"تم کس سوچ میں ڈوب گئے؟" ندیم نے مجھے چبھتے لہجے میں مخاطب کیا۔

"سوچ رہا ہوں کہ اگر مرغیوں کا وجود نہ ہوتا تو ہمیں ناشتے میں انڈوں کے بجائے کیا میسر آتا۔"

"اس کے ساتھ ہی ایک سوال یہ بھی کیا جاسکتا ہے کہ دنیا میں پہلے مرغی آئی تھی یا مرغا؟" نسیم نے دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے قدرت نے دوسروں کی طرح مرغی اور مرغے کے جوڑے کو بھی ایک ساتھ پیدا کیا تھا۔" عارفہ نے ...دیت سے کہا تو سب ہی ہنس دیے۔ ناشتے کے بعد دیگر ...ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد میں دفتر جانے کے ارادے سے باہر آیا تو ندیم اپنی گاڑی لیے پورٹیکو میں میرا منتظر تھا۔ ...نہ میرے ساتھ دروازے تک آئی تھی اس لیے میں نے ...سے کچھ پوچھنا مناسب نہیں سمجھا۔ خاموشی سے اس کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ گاڑی گیٹ سے باہر نکلی تو ندیم نے ...سنجیدگی سے کہا۔

"بھوشن نے پانڈے سے پچاس لاکھ کی رقم کا جو مطالبہ کیا تھا اس کی مدت پوری ہونے کا آج آخری دن ہے۔"

"کیا تمہیں امید ہے کہ بھوشن اب بھی پانڈے سے اپنی مطلوبہ رقم لینے کی خاطر کوئی خطرہ مول لے گا؟"

"ہو بھی سکتا ہے۔ ہمیں امکانات کو نظرانداز نہیں کرنا ہے۔ بھوشن کے پاس ایسے افراد کی کوئی کمی نہیں ہے جنہیں ایندھن کی طرح بھڑکتی آگ میں جھونکا جاتا ہے۔"

"بشیرا ماچھی کی خبر اتنی جلدی اخبارات میں کس طرح آگئی؟"

"میرے کہنے پر کریم ہی نے گمنام حیثیت سے متعلقہ تھانے کو اس کی اطلاع دی تھی۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"میں چاہتا تھا کہ بھوشن کو اس بات کی اطلاع مل جائے کہ ہم بھی ہاتھ پر ہاتھ رکھے نہیں بیٹھے ہیں۔"

"پانڈے اور نرمل کہاں ہیں؟" میں نے اپنی معلومات کی خاطر پوچھا۔

"جہاں بھی ہیں خیریت سے ہیں لیکن فی الحال ہمارا ان سے کسی طور پر رابطہ قائم کرنا مناسب نہ ہوگا۔"

"اس وقت ہم کہاں چل رہے ہیں؟"

"پانڈے کے بنگلے پر جہاں میرے آدمی پانڈے اور نرمل کا کردار بڑی خوبی اور مہارت سے ادا کر رہے ہیں۔"

"بھوشن کے آدمی بھی اس کی نگرانی پر ضرور تعینات ہوں گے۔ ایسی صورت میں کیا ہمارا وہاں جانا ___"

"کیا اس دوران بھوشن یا اس کے کسی کارندے نے پانڈے سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کی۔"

"نہیں ___" ندیم نے تھوڑے توقف سے کہا۔ "یہی بات میرے لیے الجھن کا سبب بن رہی ہے۔" بھوشن کی خاموشی کسی آنے والے طوفان کا پیش خیمہ بھی ثابت ہوسکتی ہے۔"

ہمیں پانڈے کے بنگلے پر پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگی تھی۔ ندیم نے جب سے وہاں اپنے آدمیوں کو تعینات کیا تھا میں ایک بار بھی ادھر نہیں گیا تھا چنانچہ اس وقت مجھے بھی ان آدمیوں کو پہچاننے میں حیرت انگیز تجربے سے دوچار ہونا پڑا جو پانڈے اور نرمل کا کردار ادا کر رہے تھے اگر مجھے پہلے سے اس بات کا علم نہ ہوتا تو شاید میں بھی دھوکا کھا جاتا۔ ان کی صورت و شکل کے علاوہ آوازیں بھی سو فی صد پانڈے اور نرمل سے ملتی جلتی تھیں۔ گھریلو ملازمین میں سے کسی کو کانوں کان اس کی بھنک نہیں مل سکی تھی کہ وہ جسے اپنا مالک سمجھ رہے ہیں وہ اصلی نہیں بلکہ نقلی ہیں۔

ڈرائنگ روم میں پہنچنے کے بعد ندیم نے پانڈے کا کردار ادا کرنے والے سے پوچھا۔

"کیا تم نے پرسوں کے بعد سے پھر کوئی کال ریسیو کی تھی؟"

"ہاں۔ کل رات کسی نے فون کرکے ہمیں رقم تیار رکھنے کی یاد دہانی کرائی تھی۔"

"کیا وہ آواز بھوشن کی نہیں تھی؟"

"نہیں۔ وہ کوئی اور ہی تھا۔"

"پیغام کیا تھا؟" ندیم نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"مطلوبہ رقم کے سلسلے میں صرف یہی کہا گیا تھا کہ اسے بریف کیس میں محفوظ کرکے دوسری کال کا انتظار کیا جائے۔"

ندیم نے اس بار کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ کسی گہری سوچ میں مستغرق تھا۔ اس کی نظریں بار بار دستی گھڑی پر پڑ رہی تھیں۔ شاید اسے کسی کی آمد یا پھر فون کال کا انتظار تھا۔ میرا اندازہ غلط نہیں ثابت ہوا۔ پندرہ منٹ بعد ہی فون کی گھنٹی بجی اور ندیم نے تیزی سے اٹھ کر بدلی ہوئی آواز میں کال ریسیو کی تھی۔ کچھ دیر تک وہ "ہوں ___ ہاں ___ وقت کیا ہوگا ___ ٹھیک ہے، تم اپنے آدمیوں کو ہٹالو، اتنی جلدی مت کرنا، میرے دوسرے احکامات کا انتظار کرنے کے بعد ہی کوئی قدم اٹھانا۔" جیسی باتیں کرتا رہا پھر اس نے ریسیور دوبارہ کریڈل پر رکھ دیا پھر نقلی پانڈے کو طلب کرکے بولا۔ "تم اپنے ملازمین کو فوری طور پر

کسی نہ کسی کام سے روانہ کردو۔ ان کی واپسی دو گھنٹے سے پہلے نہیں ہونی چاہیے۔"

"کوئی اہم اطلاع؟" نقلی پانڈے نے دریافت کیا۔

"ملازموں کے جانے کے دس منٹ بعد تم دونوں بھی اپنا میک اپ اتارنے کے لیے اپنے اپنے ٹھکانوں پر واپس چلے جاؤ گے۔"

"او۔ کے باس۔" وہ تیزی سے اٹھ کر باہر چلے گئے تو میں نے ندیم سے پوچھا۔

کس کا فون تھا؟"

اس نے جواب دینے کے بجائے دوبارہ ریسیور اٹھایا اور کسی کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ اس کے چہرے پر بڑی گمبھیر سنجیدگی کا راج تھا پھر دوسری طرف سے رابطہ قائم ہونے کے بعد اس نے ہو بہو پانڈے کی آواز میں کہا۔

"غور سے میری بات سنو۔ میں پانڈے بول رہا ہوں' بکواس بند کرو دوغلے کتے۔ ہاں' میں پاگل ہوگیا ہوں لیکن ایک بات کان کھول کر سن لو۔ تمہیں ایک دمڑی بھی نہیں دی جائے گی۔ فکر مت کرو میں اپنا خسارہ پورا کرنا بھی جانتا ہوں۔ تمہیں ان باتوں سے کوئی سمبندھ نہیں ہونا چاہیے۔ ہاں ہاں' یہ میرا آخری اور اٹل فیصلہ ہے۔ شٹ اپ یو سن آف اے بچ۔"

ندیم نے سلسلہ منقطع کیا پھر وہ کسی اور کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ اس بار اس نے ولیم پوکر کے لہجے میں کسی سے کہا تھا۔ "میں تمہیں ایک اہم اطلاع دینا چاہتا ہوں ڈی۔ ایس پی۔ مجھے معلوم ہے کہ تم چھٹی پر ہو لیکن اس کے باوجود یہ اطلاع تمہارے لیے اہم ثابت ہو سکتی ہے۔ اس وقت دس بجے ہیں اور ٹھیک گیارہ بجے پانڈے اور اس کی وائف کو ہمیشہ کے لیے ختم کردیا جائے گا۔ اس باسٹرڈ کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا لیکن مجھے یقین ہے کہ اس بار بھی وہ خود سامنے آنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ یو آر ہنڈرڈ پرسنٹ رائٹ۔ بشیرا اور اس کے ساتھیوں کو اس نے ہی مارا ہے لیکن تم اول تو مجھے تلاش نہیں کرسکو گے اور کامیابی کی صورت میں بھی تمہارے پاس ایسا کوئی سالڈ پروف نہیں ہوگا جس کی بنیاد پر تم مجھے ارسٹ کرسکو۔ سوری ڈی ایس پی۔ میں تمہارے کسی ماؤس ٹریپ میں آنے کی حماقت نہیں کروں گا۔ بائی۔" ندیم نے اپنا جملہ مکمل کرنے کے ساتھ ہی رابطہ منقطع کردیا۔

"بات کیا ہے؟" میں نے اسے ٹٹولنے کی کوشش کی۔ "کیا تم کوئی خطرہ محسوس کررہے ہو؟"

"مجھے معتبر ذرائع سے ایک اطلاع ملی ہے اسی کے پیش نظر ضروری احتیاط کررہا ہوں۔"

"اطلاع کیا ہے؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ اسی وقت پانڈے اور نرمل کا کردار ادا کرنے والوں نے اندر داخل ہو کر بتایا کہ انھوں نے ندیم کی ہدایت پر ملازموں کو دو... لیے باہر بھیج دیا ہے۔ میں ان دونوں کو پہچاننے کی کو... تھا۔ وہ اپنے چہروں سے میک اپ اتار چکے تھے لیکن م... اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

"اب تم دونوں بھی روانہ ہوجاؤ لیکن اس بات... رہے کہ کوئی تم دونوں کا چہرہ نہ دیکھ سکے۔"

"میں کوشش کروں گا؟"

وہ باہر نکل گئے تو میں نے ایک بار پھر ندیم... افراتفری کی وجہ دریافت کی۔

"اگر مجھے ملنے والی اطلاع درست ہوئی تو پانڈ... حسین کوٹھی ٹھیک گیارہ بجے کسی ویران کھنڈرات کا ن... کررہی ہوگی۔"

"کیا مطلب؟" میں حیرت سے اچھل پڑا۔

"گزشتہ رات یہاں بھوشن کے ایک آدمی نے ٹا... کردیا ہے جو گیارہ بجے بلاسٹ ہوجائے گا۔" ندیم نے... ہوئے کہا۔ "اسے میرے آدمیوں نے زندہ پکڑ لیا تھا... نے بم کی اطلاع دینے کے بعد جیب سے ایک کیپسول چبا لیا تھا جس نے اسے آناً فاناً دوسری دنیا کے سفر... کردیا۔ میرے آدمی اس سے وہ جگہ نہیں دریافت کر... ٹائم بم فٹ کیا گیا ہے۔"

"کیا تمہیں اس تباہی کی اطلاع صبح ہی مل گئی تھی۔

"صبح صرف ایک اشارہ ملا تھا لیکن اب فون پر... تصدیق بھی کردی گئی۔"

"کیا ہمارے پاس کوئی ایسا طریقہ نہیں ہے کہ... کوٹھی کو بچا سکیں۔ میرا مطلب ہے کہ اس کی تباہی قرب... میں رہنے والوں کے لیے بھی ہلاکت کا باعث ثابت... ہے۔"

"میں نے اسی لیے سراج کو اطلاع دی ہے۔"

"لیکن پلاسٹک بم کا تذکرہ درمیان میں نہیں آیا تھا... نے تشویش ناک لہجے میں کہا۔ "اس طرح تو لاعلمی کے سراج کی زندگی کو بھی خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔"

"پریشان مت ہو۔ سراج کو ٹائم بم کی اطلاع اب تک... چکی ہوگی اگر وہ وقت سے پہلے اپنی کوشش میں کامیاب... کچھ کرسکے گا ورنہ پھر تباہی تو ہونی ہی ہونی ہے۔"

پانڈے کی کوٹھی سے نکل کر ندیم میرے ساتھ میر... آگیا۔ اس کے چہرے پر اس وقت بھی وحشت اور دیوانگی جلی کیفیت نظر آرہی تھی۔ وہ کمرے میں ٹہل رہا تھا اور با... اپنی دستی گھڑی بھی دیکھ رہا تھا۔ ٹھیک گیارہ بج کر پانچ منٹ... کی گھنٹی بجی اور ندیم نے تیزی سے لپک کر ریسیور اٹھایا۔

"ہاں۔ کیا اطلاع ہے۔۔۔ اوہ مائی گاڈ۔۔۔ تم اس... کہاں سے فون کررہے ہو۔۔۔؟ جتنی جلدی ممکن ہو وقوع سے دور چلے جاؤ۔ میں نہیں چاہتا کہ کسی کو میرے آدمیوں پر شبہ ہو۔"

"اب کیا انفارمیشن ہے؟" میں نے فون بند ہونے کے بعد ندیم سے پوچھا۔

"وہی ہوا جس کی مجھے اطلاع ملی تھی۔ پانڈے کی کوٹھی بم کے دھماکے سے ملیامیٹ ہو کر رہ گئی ہے۔" ندیم نے ہاتھ ملتے ہوئے جواب دیا۔ "میرا خیال ہے کہ اب بھوشن کا نمبر بھی آجانا چاہیے۔"

"یہ فیصلہ میں نے بہت پہلے کیا تھا اگر تم نے اس وقت مجھے نہ روکا ہوتا تو شاید وہ نہ ہوتا جو آج ہوچکا ہے۔"

"میں تمہیں اب نہیں روکوں گا لیکن جو بھی قدم اٹھانا بہت سوچ سمجھ کر اٹھانا۔ بھوشن کسی لومڑی سے زیادہ چالاک ثابت ہوا ہے۔ شاید تم آسانی سے اس کا شکار نہ کرسکو۔" ندیم نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا پھر تیزی سے گھوم کر آفس سے باہر نکلتا چلا گیا۔

ندیم کے جانے کے بعد میرے ذہن میں کالکا کا تصور ابھر آیا۔ وہ جب سے باز بن کر لیڈی مکلارنس کے پیچھے لپکی تھی دوبارہ واپس نہیں آئی تھی۔ شاید وہ ابھی تک لیڈی مکلارنس کو دوبارہ قابو کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکی تھی یا پھر لیڈی مکلارنس نے کالکا کی روح کو بھی قابو کرکے اس کی مورتی میں منتقل کردیا ہو جس کا دعویٰ وہ کئی بار کرچکی تھی۔ میرے لیے لیڈی مکلارنس کی خاموشی بھی معنی خیز تھی اگر وہ کالکا کو مکمل طور پر قید کرچکی ہوتی تو مجھے اس کی خوش خبری ضرور سناتی مگر ایسا بھی نہیں ہوا تھا۔

کالکا اور لیڈی مکلارنس دونوں نے مجھے یقین دلایا تھا کہ وہ ہر مشکل وقت میں میرے ساتھ ہوں گی لیکن چنیروں کی بستی میں ہونے والے واقعہ سے لے کر بشیرا ماچھی اور اس کی موت تک اور اب پانڈے کی کوٹھی میں ہونے والے دھماکے تک ان دونوں میں سے کسی نے بھی مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ سادھنا کا کردار بھی میرے لیے خاصا مشکوک اور پراسرار تھا۔ یا تو وہ حقیقتاً ایک تیسری طاقت بن کر ابھری تھی یا پھر اس کی پشت پر بھی کالکا کا ہاتھ ہو سکتا تھا۔ میں ابھی اسی مثلث میں گرفتار تھا کہ ماہ رخ کا فون آگیا۔

"کیا ابھی تک تم مجھ سے خفا ہو؟" اس نے شکوہ کیا۔

"نہیں لیکن میرے ساتھ جو کچھ بھی ہوا اس میں تمہاری حماقت کے دخل کو نظر انداز بھی نہیں کیا جاسکتا۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"نہ تم نے مجھے اغوا کرا کے وہ بے ہودہ تصاویر بنائی ہوتیں نہ وہ کسی میرے ہاتھ تک پہنچ پاتیں۔"

"مجھے بھی حیرت ہے یہ سب کیوں کر اور کس طرح ممکن ہوا۔" ماہ رخ نے بے حد سنجیدگی سے جواب دیا۔ "تم جو سزا دو مجھے منظور ہے لیکن میں بڑے وثوق کے ساتھ کہہ رہی ہوں کہ میں نے تصاویر کا صرف ایک سیٹ اپنے ہاتھوں سے تیار کیا تھا اس وقت بھی وہ میری تحویل میں ہے' دوسرا سیٹ کہاں سے آگیا' یہ بات میرے لیے بھی حیرت انگیز ہی ہے۔"

"کیا تم میری ایک بات مانو گی؟"

"تم حکم دو' میں تمہارے کسی فیصلے سے انکار نہیں کروں گی۔"

"ان تصاویر کو مع نیگیٹو کے جلا ڈالو جو تمہارے پاس موجود ہیں۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں کہ تم سے گفتگو ختم کرنے کے بعد میں پہلا کام یہی کروں گی لیکن جس نے بھی دوسرا سیٹ تیار کیا ہے اس نے تیسرا بھی ضرور تیار کر رکھا ہوگا۔ جو ہم دونوں کے لیے بدنامی کا سبب بن سکتا ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ اس واقعہ کے پیچھے کسی پراسرار نادیدہ قوت کا ہاتھ شامل ہو۔"

"پراسرار نادیدہ قوت۔ میں سمجھی نہیں!" ماہ رخ نے حیرت سے دریافت کیا۔

"یہ طویل داستان ہے' کبھی فرصت میں سناؤں گا۔"

"گویا میں تم سے دوسری ملاقات کی امید کرسکتی ہوں؟" وہ پھر بہکنے لگی۔

"میرا ایک کام بھی ہے جو تم بہ آسانی سرانجام دے سکتی ہو۔" میں نے اس کے جواب کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "اپنے اثر و رسوخ کو استعمال کرکے جس طرح بھی ممکن ہو ڈی' ایس' پی سراج کو دوبارہ ڈیوٹی جوائن کرنے پر آمادہ کرو لیکن میرا نام درمیان میں نہیں آنا چاہیے۔"

"میں نے ذاتی طور پر بھی سراج کو یہ آفر دی تھی کہ اگر وہ کسی پریشر کے تحت چھٹی پر گیا ہے تو میں ہر قیمت پر اس کی مدد کرنے کو تیار ہوں مگر جواب میں اس نے مجھے یہی تاثر دینے کی کوشش کی تھی وہ اپنی مرضی سے چھٹی پر گیا ہے اور کچھ دنوں آرام کرنا چاہتا ہے۔"

"اس نے غلط بیانی کی ہوگی۔" میں نے اسے مختصراً تفصیل سناتے ہوئے کہا۔ "اس نے بھوشن کے سامنے جھکنے یا معافی مانگنے پر رخصت پر جانا زیادہ بہتر سمجھا تھا۔"

"تم فکر مت کرو' کل تک سراج کو دوبارہ اوپری احکامات کے تحت ڈیوٹی جوائن کرنی پڑجائے گی لیکن یہ بھوشن جوزف۔۔۔ تم نے ایک بار دبی زبان میں اس کا ذکر کیا تھا پھر مجھے اس کے سلسلے میں کوئی ایکشن لینے سے منع کردیا تھا۔ اب بھی وقت ہے۔ تم حکم دو تو چوبیس گھنٹے کے اندر اندر بھوشن اور اس کے

پورے خاندان کو ختم کرایا جاسکتا ہے۔"

"ابھی اس کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "فی الحال تم سراج کی پشت پناہی قبول کرلو۔ بھوشن کے سلسلے میں اگر ضرورت پیش آئی تو تمہیں تکلیف دوں گا۔"

"دوبارہ ملاقات کب ہوگی؟" وہ پھر اپنے مطلب پر آگئی۔

"ہوسکتا ہے جلد ہی کسی ملاقات کا بہانہ نکل آئے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا پھر رابطہ منقطع کردیا۔

فون رکھتے ہی گھنٹی بجی۔ میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا پھر ریسیور اٹھالیا۔

"میں سراج بول رہا ہوں۔"

"بڑی عمر ہے آپ کی۔" میں نے خوش دلی کا مظاہرہ کیا۔ "ابھی آپ ہی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔"

"کوئی خاص بات؟"

"میرا خیال تھا کہ پانچ لاشوں کے بعد پانڈے کی کوٹھی کی تباہی' یہ دونوں ایسے سنگین حادثات ہیں جو آپ کو میری یاد دلا سکتے تھے۔" میرے لہجے میں اس بار ہلکا سا طنز بھی شامل تھا۔

"میں نے اسی سلسلے میں آپ کو زحمت دی ہے۔"

"میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بن بلائے میں حاضر ہوسکتا ہوں۔"

"مسٹر شہباز۔" سراج نے بڑے خلوص سے کہا۔ "میری درخواست ہے کہ آپ میری طرف سے اپنا دل صاف کرلیں۔ ویسے بھی آج کل میں چھٹی پر ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ رخصت کی مدت ختم ہونے کے بعد میں اسے اور بڑھوالوں۔"

"یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کو مجبوراً ڈیوٹی جوائن کرنی پڑجائے۔" میں روانی میں کہہ گیا۔

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں؟"

"میں کوئی نجومی یا ماہر علم غیب نہیں ہوں لیکن آپ گواہ ہیں کہ اکثر اور بیشتر میرے خواب سچے ثابت ہوئے ہیں۔"

"آئی۔ سی۔ گویا اب آپ نے میرے سلسلے میں بھی کوئی خواب دیکھ لیا ہے۔"

"ذاتی تعلقات کو ایک طرف کرنے کے بعد بھی میں آپ کی صلاحیتوں اور فرض شناسی کی قدر کرتا ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ حکومت بھی آپ کی سابقہ کارکردگی پر غور کررہی ہو۔"

"میں آپ کی اس محبت کا شکرگزار ہوں۔" سراج نے خوشی کا اظہار کیا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "کیا آپ ان دونوں رونما ہونے والے واقعات پر کچھ روشنی ڈال سکیں گے؟"

"پولیس کے پاس امکانات اور شبہ کرنے کے لاکھوں بہانے ہوتے ہیں جس کے تحت کسی معزز شہری کو بھی بلاوجہ پریشان کیا جاسکتا ہے۔ میں تو ایک معمولی بزنس مین ہوں۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ نے ابھی تک میری جانب سے اپنا دل صاف نہیں کیا؟"

"ایسی کوئی بات نہیں مسٹر سراج۔" میں [illegible] دلاتے ہوئے کہا۔ "جن دو حادثات کے بارے [illegible] رائے معلوم کرنا چاہتے ہیں وہ میرے لیے بھی غیر [illegible] لیکن کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم فون کے بجائے [illegible] پر تفصیل سے گفتگو کرسکیں۔"

"میں دس منٹ کے اندر اندر آپ کے پاس [illegible] لیکن اس شرط پر کہ آپ کافی پہلے سے تیار کرالیں۔"

"میں نے کہیں پڑھا تھا کہ شرلاک ہومز بھی [illegible] اور اپنا مخصوص پسندیدہ پائپ پینے کے بعد ہی الجھ [illegible] سرا تلاش کرنے میں کامیاب ہوتا تھا۔"

جواب میں سراج نے ایک قہقہہ بلند کیا پھر [illegible] کردیا۔ اس کے بعد وہ حقیقتاً دس منٹ بعد ہی [illegible] بیٹھا کافی پی رہا تھا جس کا انتظام میں نے پہلے سے [illegible] کچھ دیر تک ہمارے درمیان ادھر ادھر کی باتیں ہو [illegible] سراج اصل مقصد کی طرف آگیا۔ "مچھیروں کی بستی [illegible] والے حادثے اور دھماکے کے پیچھے بھی بشیرا ماچھی [illegible] ہی دخل تھا لیکن جو لاشیں پولیس کو دستیاب ہوئی [illegible] میں بشیرا ماچھی کی لاش شامل نہیں تھی چنانچہ اسے [illegible] کے ساتھیوں سمیت قتل کردیا گیا۔" سراج نے ایک [illegible] زور دیتے ہوئے کہا۔ "حقائق کی روشنی میں ا[illegible] مطلب نکلتے ہیں کہ قاتل جو کوئی بھی تھا اسے بشیرا [illegible] تلاش تھی۔"

"لیکن کیوں؟" میں نے پولیس والوں ہی جیسے [illegible] کہا۔

"یہی ایک سوال ایسا ہے جس کا درست جواب [illegible] بعد ہم کوئی لائن آف ایکشن کا تعین کرسکتے ہیں۔"

"مگر آپ تو چھٹی پر ہیں پھر "ہم" سے کیا مراد [illegible]"

"چھٹی پر ہونے کے باوجود میں بھوشن کی [illegible] فراموش نہیں کرسکتا۔" سراج نے پہلو بدل کر کہا۔ [illegible] جس انداز میں میری تذلیل کی ہے میں اسے کبھی [illegible] سکتا۔"

"اس کے مطلب تو یہی لیے جاسکتے ہیں کہ آپ بھوشن سے اپنی بے عزتی کا پرانا حساب چکتا کرنا چا[illegible]"

"آپ چاہیں تو یہی سمجھ لیں۔" سراج نے کا[illegible] گھونٹ لیتے ہوئے سرد لہجے میں جواب دیا۔ "میں [illegible] دار پولیس آفیسر ہوں لیکن اس کے ساتھ ہی خود کو [illegible] شہری بھی سمجھتا ہوں چنانچہ اگر عزت پر کوئی حرف [illegible] ہر شخص اپنے دفاع کا حق محفوظ رکھتا ہے۔"

"لیکن قانون اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ کسی ٹھوس ثبوت کے کسی کو اپنے انتقام کا نشانہ بنائیں۔"

"میری ایک شخصیت پولیس آفیسر سے ہٹ کر بھی ہے جس پر بھوشن نے کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی ہے۔ اس نے جو کچھ کیا وہ بھی حقائق کے برعکس ہی تھا۔ میں اپنی اس طویل پولیس کی بے داغ ملازمت کا ریکارڈ رکھنے کے باوجود بھوشن کے سامنے جھکنے پر مجبور کیا گیا تھا لیکن میں نے اسے قبول کرنے کے بجائے چھٹی لے لی اور اب میں کسی صورت میں بھی بھوشن کے اس قرض کی ادائیگی ضرور کروں گا۔"

"کہیں میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہا!" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"میرا خیال ہے کہ بھوشن نے آپ کے ساتھ بھی جو کچھ کیا تھا وہ قانون کے منافی تھا۔" سراج میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔ "آپ بھی ایک ذمے دار پولیس آفیسر رہ چکے ہیں لیکن کیا آپ خود کو بھوشن کا دشمن' یا بھوشن کو اپنا دشمن نہیں سمجھتے؟"

"میں اس بات کی تردید نہیں کروں گا۔" میں نے صاف گوئی سے کہا۔ "اور اگر کوئی موقع میرے ہاتھ آیا تو میں اسے ضائع بھی نہیں کروں گا۔"

"میں بھی اب اس خطرناک جراثیم کو معاف نہیں کروں گا۔" سراج نے بڑی سچائی سے جواب دیا پھر دبی زبان میں بولا۔ "کیا مچھیروں کی بستی میں ہونے والا حادثہ محض اتفاقیہ تھا؟"

"جی نہیں۔" میں نے سنبھل کر کہا۔ "بشیرا ماچھی بھی راجن ہی کی طرح ملک دشمن سرگرمیوں میں ملوث تھا۔ ناجائز تجارت میں وہی بھوشن کا سب سے اہم کارندہ تھا۔ اس لیے اس کے راستے سے ہٹ جانے پر مجھے کوئی افسوس بھی نہیں ہے۔"

"بھوشن کے بارے میں اب آپ کا کیا لائحہ عمل ہوگا؟"

"وہی جو آپ کا ہوسکتا ہے۔" میں نے محتاط لہجے میں جواب دیا۔

"کاش میرے اختیار میں ہوتا تو میں اس حرامزادے کو گولی مارنے سے بھی دریغ نہ کرتا۔"

"کس نے روکا ہے آپ کو؟"

"حالات نے۔" سراج نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "جو لوگ جرائم کی بیخ کنی کا کام سرانجام دے رہے ہوں ان کے لیے خود کسی جرم کا ارتکاب کرنا ذرا مشکل ہوتا ہے لیکن ناممکن نہیں ہوگا۔"

"گویا آپ کسی ایسے مناسب موقع کی تلاش میں ہیں کہ سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے؟"

"آپ یہی سمجھ لیں۔" سراج نے کہا۔ "لیکن آپ وہ پہلے شخص ہیں جس کے سامنے میں اس بات کا اظہار کررہا ہوں۔"

"میرا خیال ہے کہ اب حالات کا گراف جو شکل اختیار کررہا ہے اس کے تحت ہمیں ایک دوسرے سے تعاون بھی کرنا ہوگا۔"

"میں آپ سے متفق ہوں لیکن اگر ہمارے پاس کچھ ثبوت بھی موجود ہوں تو زیادہ مناسب ہوگا۔"

"ثبوت۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "جہاں موت اور زندگی کا سوال درمیان میں آجائے وہاں ثبوت کے بجائے کچھ نہ کچھ کر گزرنے کو زیادہ اہمیت ہوتی ہے۔ ثبوت کی تلاش میں جان گنوا دینا میرے نزدیک دانش مندی نہیں ہوتی۔"

"میں چھٹی پر ہونے کے باوجود خاموش بیٹھ کر اپنا وقت ضائع نہیں کررہا ہوں۔ میرے کچھ وفادار ماتحت بھوشن کے پیچھے سائے کی طرح لگے ہوئے ہیں۔"

"کچھ کامیابی ہوئی؟" میں نے اسے کریدنے کی کوشش کی۔

"ہاں۔ کچھ ایسی ٹائپ شدہ دستاویز ہاتھ لگی ہیں جو بھوشن کے خلاف اہم ثبوت ہیں لیکن ان کی کوئی قانونی حیثیت نہیں بنتی۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر دریافت کیا۔

"ان کاغذات پر کسی فرد یا افراد کے دستخط موجود نہیں ہیں۔"

"میری اطلاع بھی یہی ہے کہ بھوشن کسی چالاک لومڑی سے زیادہ عیار واقع ہوا ہے۔ ویسے بائی دے وی۔ وہ کاغذات کس نوعیت کے ہیں۔"

"ایک مخصوص طرز کا شرائط نامہ ہے جس میں راجن کے علاوہ بشیرا ماچھی کا نام بھی موجود ہے۔" سراج نے کچھ توقف سے کہا۔ "اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ بھوشن نے ہری رام یا روی شنکر کی موت کے بعد فضائی راستے سے ناجائز تجارت کا کام بند کردیا تھا اور بحری راستے کو اختیار کیا تھا جن میں راجن اور بشیرا ماچھی کو کمیشن ایجنٹ مقرر کیا گیا تھا۔"

"یہ کاغذ آپ کے ہاتھ کس طرح آگیا؟"

"اس سوال کا جواب خود میرے لیے بھی پریشانی کا باعث بنا ہوا ہے۔ دراصل دستاویز مجھے گھر کے پتے پر بذریعہ ڈاک موصول ہوئی تھی۔"

"ہوسکتا ہے اس میں ولیم پوکر کا ہاتھ ہو؟"

"بھوشن کے گروپ کا کوئی ایسا فرد بھی ہوسکتا ہے جو کسی وجہ سے اس کا دشمن بن گیا ہو۔" سراج نے سنجیدگی سے جواب دیا پھر چونکتے ہوئے بولا۔ "کیا آپ کو اس کا علم ہے کہ مسٹر پانڈے کی کوٹھی میں بم کا جو دھماکہ ہوا تھا اس میں کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔ پولیس کی ابتدائی تفتیشی رپورٹ کے مطابق دھماکے کے وقت کوٹھی میں کوئی موجود نہیں تھا۔"

"اوہ۔" میں نے خوب صورت اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ "گویا آپ کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے آپ کو بھوشن کے خلاف کاغذات روانہ کیے تھے اسی نے بروقت پانڈے کو بھی اس بم کے دھماکے کی سازش سے آگاہ کردیا ہوگا۔"

"اس امکان کو نظرانداز بھی نہیں کیا جاسکتا لیکن ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ اگر بھوشن کا خاص آدمی اس کا دشمن بن گیا ہے تو اس نے فون پر مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی۔ وہ اگر بھوشن کے قریب ہے تو اسے خود بھی موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے۔"

"ہوسکتا ہے ابھی اسے ایسا کوئی موقع نہ ملا ہو۔"

بہرحال' میری لسٹ پر کچھ ایسے مخصوص آدمیوں کے نام موجود ہیں جنھیں بھوشن کے بہت قریب رہنے کا شرف حاصل ہے۔" سراج نے کہا۔ "ہوسکتا ہے کہ ان ہی میں سے کوئی ایک دوستی کی آڑ میں بھوشن سے دشمنی کرنے پر مجبور ہوگیا ہو۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ اب سراج بھی بھوشن کو ٹھکانے لگانے کی خاطر اصولی طور پر تیار ہوگیا تھا۔ اس کے بعد سراج مجھ سے کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن ڈائرکٹ فون پر آنے والی کال نے میری توجہ مبذول کرلی تھی۔

"ہیلو۔ شہباز اسپیکنگ۔"

"ندیم بول رہا ہوں۔ میری بات غور سے سنو۔ سراج کو یہ معلوم نہ ہو کہ تمھیں میں نے فون کیا ہے۔"

"مارکیٹ کا ریٹ کیا ہے؟" میں نے سراج کو ڈاج دینے کی خاطر کوڈورڈ کا سہارا لیا۔

"کچھ مشتبہ افراد سراج کا تعاقب کرتے ہوئے تمھارے دفتر تک بھی پہنچ گئے ہیں۔ اس وقت بھی وہ سڑک پر ادھر ادھر منڈلاتے پھر رہے ہیں۔ تم کچھ دیر تک سراج کو روکنے کی کوشش کرو۔ اس عرصے میں میرے آدمی سچویشن کو ہینڈل کرلیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں سوچ کر جواب دوں گا۔ اس وقت میں مصروف ہوں۔ ٹھیک ہے' میں تمھیں کال بیک کرلوں گا۔"

میں نے ریسیور واپس کریڈل پر رکھ دیا لیکن میرا ذہن بڑی سنجیدگی سے ندیم کی فراہم کردہ اطلاع پر غور کررہا تھا۔ یا سراج کی طرح بھوشن بھی اس کی موت کا فیصلہ کرچکا تھا؟

میں نے ایک لمحے کے لیے ندیم کی فون کال پر غور کیا پھر سراج سے بولا۔

"کیا میں دریافت کرسکتا ہوں کہ آپ کی لسٹ پر کون کون سے ایسے اہم نام موجود ہیں جنھیں بھوشن کے قرب خاص کا شرف حاصل ہے؟"

"ابھی میں نے حتمی لسٹ کا فیصلہ نہیں کیا۔"

"پھر بھی۔ ایک دو نام تو آپ کے ذہن میں ہ گے؟" میں نے اصرار کیا۔

"ہوسکتا ہے آپ میری بات پر یقین نہ کریں لی لسٹ پر سرفہرست جو نام ہے وہ پروفیسر ابرار کا ہے جنھیں ملک کا صف اول کا سائنس داں شمار کیا جاتا ہے۔" بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں نے ایک دوبار غیرملکی بیوی مارگریٹ کو بھوشن کے ساتھ شاپنگ کر دیکھا ہے۔"

"مجھے پروفیسر کا نام سن کر یقیناً ایک دھچکا پہنچا بلاشبہ اس وقت دنیا کے عظیم ترین سائنس دانوں میں جاتا ہے۔" میں نے پہلو بدل کر جواب دیا۔ "وہ میری کے مطابق بڑا تنہائی پسند آدمی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ بھو مراسم صرف مارگریٹ تک محدود ہوں۔ عورتوں کے وہ یوں بھی بہت ندیدہ مشہور ہے۔"

"لیکن میں نے خود اپنی آنکھوں سے پروفیسر ابرار کی کوٹھی پر جاتے دیکھا ہے۔"

"ہوسکتا ہے۔" میں نے سراج کے شبہ کی تا "دولت کی لالچ انسان کی شخصیت پر بھی فارسیل کا لیبل ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بھوشن نے پروفیسر کی لیبارٹری کوئی خطیر رقم فراہم کرکے اس کی دوستی حاصل کی ہو۔"

"ممکن ہے لیکن کوئی بات یقین سے نہیں کہی جا سراج جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔

"اتنی جلدی کیا ہے۔" میں نے اسے روکنے کی کی۔ "ابھی تو ہماری بات بھی مکمل نہیں ہوئی۔"

"مجھے اس وقت ایک ضروری کام سے جانا ہے وقت آجاؤں گا۔"

"کیا آپ اس وقت تنہا آئے ہیں؟"

"کیا مطلب؟" سراج نے مجھے چونک کر دیکھا۔

"بھوشن دوسروں کے علاوہ آپ کا بھی دشمن ثابت ہے۔ آپ کو یہ نکتہ نظرانداز نہیں کرنا چاہیے۔"

"آپ کو اس بات کا خیال خاص طور پر اس وقت طرح آیا؟" سراج نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "پہلے بھی میں آپ کے پاس جب بھی آیا ہوں بالکل ہوں۔ شاید اس لیے کہ ایک مسلمان کی حیثیت سے میرا ہے کہ موت کا جو وقت متعین کردیا جاتا ہے وہ اٹل ہوتا ہے"

"لیکن احتیاط بہرحال شرط ہے۔" میں نے مسکرا کر دیا۔ "آپ اس سے پیشتر بھی میری چھٹی حس اور خواب تعبیر کے قائل ہوچکے ہیں۔ ممکن ہے یہ محض میرا وہم ہو یہ خیال اچانک میرے ذہن میں ابھرا تھا کہ ہوسکتا ہے بھوشن کے کچھ زرخرید گرگے اس وقت بھی آپ کا

کررہے ہوں اور۔۔۔"

"اور وہ میرے نیچے جاتے ہی مجھ پر موت کے فرشتے بن کر ٹوٹ پڑیں گے۔" سراج نے بے پروائی سے کہا۔ "اگر یہ بات ہوتی تو وہ مجھے راستے میں بھی ٹھکانے لگا سکتے تھے۔"

"ہوسکتا ہے کہ وہ ایک تیر سے دو شکار کرنے کے خواہش مند ہوں۔"

"میں سمجھا نہیں؟" اس نے مجھے وضاحت طلب نظروں سے گھورا۔

"آپ کی جان کو اگر کوئی خطرہ میرے آفس میں یا اس کے باہر پیش آیا تو بھوشن کی ایما پر مجھے بھی اس واردات میں ملوث کیا جاسکتا ہے۔"

سراج نے مجھے بہت غور سے دیکھا۔ شاید وہ کوئی آخری نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش کررہا تھا کہ نیچے سے فائرنگ کی آوازیں آنی شروع ہوگئیں۔ ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے دو مخالف گروپ ایک دوسرے سے ٹکرا گئے ہوں۔ سراج کے ساتھ میں بھی تیزی سے باہر کی جانب لپکا تھا۔ ہم لفٹ کے ذریعے گراؤنڈ فلور پر پہنچے تو فائرنگ کا سلسلہ بند ہوچکا تھا لیکن تین لاشیں ہمارے استقبال کو موجود تھیں پھر سراج ان کے قریب گیا تو چونکے بغیر نہ رہ سکا۔

"کوئی خاص بات؟" میں نے سراج کے چہرے کے تاثرات کو محسوس کرتے ہوئے دریافت کیا۔

"ان میں دو لاشیں ایسے افراد کی ہیں جو پولیس کی لسٹ پر موجود تھے لیکن تیسری لاش۔۔۔"

"تیسری لاش کس کی ہے؟" میں نے اس لاش کو غور سے دیکھتے ہوئے سوال کیا جسے سراج حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"یہ۔۔۔ یہ لاش میرے ایک قابل اعتماد ماتحت کی ہے۔" سراج بولا۔ "مجھے اس کے مرنے کے بعد بھی اس بات کا یقین نہیں آرہا کہ یہ شخص بھی میرا دشمن بھی بن سکتا ہے۔"

"کبھی کبھی انسان خود اعتمادی کا شکار بھی ہوجاتا ہے۔"

فائرنگ کے ساتھ ہی قرب و جوار کے بازار بند ہوچکے تھے لیکن پھر آہستہ آہستہ لوگوں کی نفری موقع واردات کے اردگرد جمع ہونے لگی۔ پولیس کی سائرن کار بھی دس منٹ بعد ہی وہاں پہنچ گئی۔ متعلقہ تھانہ آفیسران چارج نے جائے وقوع پر پہنچنے میں خاصی پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا۔ شاید وہ بھی کبھی سراج کا ماتحت رہ چکا تھا اس لیے لاشوں کے بجائے اس نے سراج کے قریب آکر کہا تھا۔ "سر۔۔۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔"

"کیا مطلب؟" سراج نے چونک کر ایس 'ایچ 'او کی جانب دیکھا۔

"ہمیں کسی نامعلوم شخص نے فون پر اطلاع دی تھی کہ کچھ لوگ آپ کو قتل کرنے کے لیے گھات لگائے بیٹھے ہیں۔"

"اور ان میں ایس 'آئی منان بھی تھا۔"

سراج کے کہنے پر ایس 'ایچ 'او نے لاشوں کی طرف دیکھا تو وہ بھی اپنے ایک ساتھی کی موت پر افسردہ خاطر ہوگیا۔

"کیا یہ آپ کے ساتھ تھا؟"

"نہیں۔" سراج نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "ہوسکتا ہے کہ یہ میرے دشمنوں سے مقابلہ کرتے ہوئے مارا گیا ہو۔"

ضروری تفتیش اور پولیس کارروائی کے بعد تینوں لاشوں کو پوسٹ مارٹم کے لیے روانہ کردیا گیا۔ سراج بدستور کسی گہری سوچ میں مستغرق تھا پھر اس نے مجھے مخاطب کرکے پوچھا۔

"کیا آپ یہ بتانا پسند کریں گے آفس میں ہماری گفتگو کے درمیان آپ کو کس نے فون کیا تھا؟"

"میرے ایک کلائنٹ کی کال تھی۔ کیوں؟" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"اگر یہ بات ہے تو پھر مجھے یقیناً آپ کی چھٹی حس کی داد دینی پڑے گی۔"

"ہوسکتا ہے کہ ناکامی کے بعد خود بھوشن کے کسی آدمی نے متعلقہ تھانے کو اس کی اطلاع دے دی ہو۔"

"اگر منان زندہ بچ جاتا تو بہت کچھ معلوم کیا جاسکتا تھا۔" سراج نے کچھ سوچتے ہوئے کہا پھر مجھ سے رخصتی مصافحہ کرکے چلا گیا۔ میں دوبارہ اپنے آفس میں داخل ہوا تو وہاں کاکا اپنے حسین روپ میں موجود تھی لیکن وہ بھی خلاف توقع سنجیدہ نظر آرہی تھی۔

"تم۔" میں نے شکوہ بھرے انداز میں اسے مخاطب کیا۔ "مجھے معلوم تھا کہ تم میری غیرحاضری پر ناراض ہوگے لیکن تمھاری خمیدہ ناک والی سفید چڑی کی بڑھیا نے مجھے الجھا رکھا تھا۔"

"کیا مطلب؟ کیا تم دوبارہ اس پر قابو نہیں پاسکیں؟"

"نہیں۔" کاکا ہاتھ ملتے ہوئے بولی۔ "اس نے مکلارنس کیسل کے اندر جاکر خود کو محفوظ کرلیا تھا۔"

"میں سمجھا نہیں۔ کیا تم مکلارنس کیسل کے اندر داخل ہوکر اسے قابو نہیں کرسکتی تھیں۔"

"نہیں۔ اس مکار بڑھیا نے اپنے مکان کے چاروں طرف ایسا منڈل کھینچ رکھا ہے جسے توڑنا میرے بس کی بات نہیں تھی لیکن وہ آخر کب تک گھر میں گھسی بیٹھی رہے گی۔"

"کیا تمھیں ان حالات کا علم ہے کہ جو تمھاری غیرموجودگی میں رونما ہوچکے ہیں۔"

"مجھے ایک ایک لمحے کی خبر ہے۔" اس بار اس نے مسکرا کر اور توبہ شکن انگڑائی لے کر جواب دیا۔ "تمھاری کاکا تم

سے دور رہنے کے باوجود تمہارے بہت قریب رہتی ہے۔"

"سراج کے خلاف جو سازش تیار کی گئی تھی اس میں کس کا دخل ہے؟"

"بھوشن کے سوا اور کون ہو سکتا ہے؟" وہ بے پروائی سے بولی۔ "اگر تمہارے دوست کے آدمی موجود نہ ہوتے تو میں سراج کو بچا لیتی۔"

"کیا مطلب؟"

"میں تمہارے دل کے اندر نہیں جھانک سکتی لیکن تمہاری باتوں کو سن سکتی ہوں۔ کیا تمہارے دوست نے سراج پر حملہ ہونے کی اطلاع تمہیں نہیں دی تھی۔"

"بشیرا ماچھی اور اس کے کچھ ساتھی بھی کام آ چکے ہیں۔"

"مجھے ان کی موت کی کوئی پروا نہیں۔ جو بھی تمہارا راستہ کاٹنے کی کوشش کرے گا کالکا کی مہان شکتی اسے نرکھ میں جھونک دے گی لیکن مجھے اس بات کا افسوس ضرور ہے کہ فلورا بے قصور ماری گئی۔"

"تعجب ہے۔" میں نے زہرخند سے کہا۔ "کیا تمہاری مہان شکتی کو یہ بات نہیں معلوم کہ اسی خوب صورت ناگن نے میرے آدمی کو خرید کر مجھے مروانے کے لیے ایک خوب صورت جال بنا تھا۔"

"وہ ایسا کرنے پر مجبور تھی۔" کالکا سنجیدگی سے بولی۔ "وہ ناگن ضرور تھی لیکن بھوشن نے اس کا سارا زہر نکال دیا تھا۔ اس کے کچھ ایسے راز بھوشن کے ہاتھ آ گئے تھے جس کی وجہ سے وہ اس کے اشاروں پر ناچنے کے لیے مجبور تھی۔"

"پانڈے اور نرمل کے بارے میں ـــــ"

"مجھے علم ہے بھولے ناتھ۔" وہ عجیب معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے بولی۔ "تمہارے متر کی چال نے ان دونوں کو بھی بچا لیا۔ کیا تم انکار کرو گے کہ یہ راز تمہیں بھی معلوم تھا۔"

"میری بات چھوڑو میرے سپنوں کی رانی۔ یہ بتاؤ کہ کیا بھوشن کو اصل حالات کا علم ہو چکا ہے؟" میں نے دوستانہ انداز میں کالکا کی سحر آلود نگاہوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں ابھی تک اسے پانڈے اور نرمل کے ٹھکانے کا علم نہیں ہو سکا۔ پرنتو یہ بات سب کو معلوم ہے کہ جس سمے کوٹھی میں دھماکہ ہوا اس وقت کوٹھی میں کوئی موجود نہیں تھا۔ مجھے خوشی ہے کہ تمہارے چتر چنڈال متر نے بے گناہ لوگوں کو مرنے سے بچا لیا۔"

"اور کن باتوں کا علم ہے تمہیں۔"

"سراج کل سے ڈیوٹی جوائن کرے گا۔" کالکا کے لہجے میں گہرا طنز تھا۔ "کیا تم ہی نے ماہ رخ سے اس کی سفارش نہیں کی تھی؟"

"ہاں۔ میں انکار نہیں کروں گا۔"

"ایک بات دھیان سے سن لو میرے من مندر... تم جب بھی اس خوب صورت ناگن کے شریر سے کھیلو... کا اصلی سواد (مزہ) مجھے ملے گا۔ یہ کارن ہے جو میں... دونوں کو شما کر رکھا ہے ورنہ میں کم از کم اس ویشیا کا... اتنی دیر بھی نہ لگاتی۔"

"ہاں۔ مجھے یاد ہے کہ تم نے میرے اوپر کیا شرط... ہے۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ "میں نے اگر... عورت کے قریب جانے کی کوشش یا شادی کی تو تم م... سے بدترین دشمن بن جاؤ گی۔"

"پریم اور یدھ میں سب کچھ جائز ہے۔" اس... مخمور نگاہوں سے مجھے سرتاپا دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم... روپ نگر کی پہاڑی گپھا سے میری مورتی نہ نکالی ہو... بات تھی لیکن اب تم میرے سوا کسی اور کے ن... سکو گے۔"

"لیکن کیا یہ ظلم نہیں ہے کہ میں تمہیں تمہار... روپ میں اپنی بانہوں میں نہیں سمیٹ سکتا؟"

"میرے ایک نہیں۔ بہت سارے روپ ہیں۔... کو بھی میرا ایک روپ سمجھ کر سویکار کر لیا کرو، میرے... بہت ہو گا۔"

"کیا اس کے سوا کوئی ایسا طریقہ نہیں ہے... تمہارے اسی روپ میں ـــــ"

"ہے۔" وہ ایک ادا سے بل کھا کر بولی۔ "تم مجھے... کے راز سے آگاہ کر دو جس نے ہمارے بیچ ایک دیوار کھ... ہے۔ اس کے بعد تم میرے اسی روپ میں میرے ا... سے کھیل سکتے ہو۔"

"میں غلط بیانی سے بھی کام لے سکتا ہوں۔"

"ایسا ناممکن ہے۔" وہ بڑے اعتماد سے بولی۔ ... جھوٹ کو پرکھنا میرے لیے کوئی مشکل نہیں ہو گا۔"

"یہی تو افسوس ہے کہ ابھی تک میں خود بھی اس با... ناواقف ہوں کہ وہ کون سی غیبی قوت ہے جو میری م... ہے۔" میں نے کالکا کو آزمانے کی خاطر ایک بار پھر غلط... کام لیا لیکن وہ میری دروغ گوئی کے راز کو نہیں پا... شاید اس نے محض دھوکہ دینے کی خاطر جھوٹ اور سچ... والی بات کہی تھی۔

"ہو سکتا ہے کہ تم سچ کہہ رہے ہو؟ پرنتو میرا م... مانتا۔" کالکا نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا... جب تک میرا من کسی بات کی گواہی نہ دے میں اس پ... نہیں کر سکتی۔"

"مجھے بھی یہی شبہ ہے کہ تم مختلف روپ اختیار کر... امتحان لینے کی کوششوں میں مصروف ہو۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونکی۔

"سادھنا کیسا نام ہے؟" میں نے محتاط انداز میں کہا۔ "کیا میں تمہیں اس سندر نام سے یاد کر سکتا ہوں؟"

"سادھنا۔" اس نے مجھے مشکوک نظروں سے گھورا۔ "کیا تم اس نام کی کسی ناری سے مل چکے ہو؟"

"تمہارا من اور تمہاری مہان شکتی کیا کہتی ہے؟" میں مسکرایا۔

"یہ نام میں پہلی بار سن رہی ہوں۔" کالکا نے مضطرب ہو کر کہا۔ "مجھے بتاؤ میرے پران ناتھ۔ تمہارے ذہن میں یہی نام کیوں ابھرا؟ اس کا کوئی نہ کوئی کارن ضرور ہے جو تم مجھ سے چھپا رہے ہو؟"

"جب تمہاری پراسرار قوت تمہیں اس بات کا پتا دے سکتی ہے کہ پانڈے اور نرمل ابھی زندہ ہیں تو پھر سادھنا کے نام کے بارے میں بھی تمہیں جانکاری ہونی چاہیے۔"

"تم ان باتوں کو نہیں سمجھ سکو گے۔" اس بار کالکا نے ہاتھ ملتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "کچھ بھٹکی ہوئی آتمائیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو وقتی طور پر کسی روپ میں جنم لیتی ہیں لیکن وہ زیادہ دیر تک اس دھرتی پر نہیں رہتیں۔ دیوی اور دیوتا انھیں ایک خاص سمے کے بعد دوبارہ آکاش پر واپس بلا لیتے ہیں۔"

"میں تمہیں چھیڑنے کی خاطر ایک فرضی نام لے رہا تھا۔" میں نے گفتگو کا رخ موڑتے ہوئے کہا۔ "بھوشن کے بارے میں اب تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا اب بھی اس کے ستارے اس کی مدد کر رہے ہیں؟"

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"بھوشن کی موت۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"کچھ سمے اور گزر جانے دو۔ اس کے بعد میں بھوشن کے معاملے میں تمہاری سہائتا ضرور کروں گی۔"

"کیا تمہیں ہری رام یا کرشن شرما کی دھرم پتنی کے بارے میں کچھ معلوم ہے۔" میں نے ذہن میں ابھرنے والے ایک اچانک سوال کی تصدیق کی خاطر پوچھا۔

"اس سندری کا نام گیتا ہے پرنتو اب وہ تمہارے کسی کام کی نہیں رہ گئی۔ بھوشن اور اس کے آدمیوں نے اس کے شریر کا سارا امرت نچوڑ لیا ہے اور اسے ـــــ" کالکا کچھ کہتے کہتے اچانک خاموش ہو گئی پھر اس کی نگاہوں میں ایسی چکاچوند پیدا ہوئی جیسے اس نے کوئی اہم راز پا لیا ہو۔ وہ مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے بولی۔ "سچ سچ بتاؤ شہباز خان۔ کیا تم سادھنا نام کی کسی سندری سے مل چکے ہو؟"

"میں نے تم سے گیتا کے بارے میں دریافت کیا تھا۔" میں اس کے سوال کو نظرانداز کرتے ہوئے بولا۔

"گیتا۔" وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے بولی۔ "وہ اب اس دھرتی پر نہیں ہے۔ بھوشن نے بشیرا ماچھی کے سامنے بھی گیتا کے رس نکلے شریر کو ڈال دیا تھا پھر اسی کی مرضی سے بھوشن نے گیتا کو اسے دان کر دیا تھا۔ اس کی آتما ابھی اسی دھرتی پر بھٹک رہی ہے۔ وہ اپنا انتقام لیے بنا آکاش پر واپس نہیں جائے گی۔ دیوتاؤں نے مجھے یہی بتایا ہے۔"

"حیرت انگیز۔" میں نے اس کا مذاق اڑانے کی کوشش کی۔ "تم نے یہیں کھڑے کھڑے اپنے دیوتاؤں سے بات بھی کر لی۔"

"اس چکر میں مت پڑو۔ مجھے میرے سوال کا جواب دو۔ کیا گیتا تم سے ملی تھی؟"

"بے حد بچکانا سوال ہے۔ اول تو میں نے گیتا کو کبھی نہیں دیکھا اور اگر تمہاری بات سچ ہے تو پھر کسی بھٹکتی ہوئی بے چین روح کے لیے بھوشن یا بشیرا ماچھی کو مار ڈالنا کیا مشکل ہو سکتا ہے۔"

"وہ ایسا نہیں کر سکتی۔" کالکا نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "جیون میں جس کے ساتھ شریر کا بندھن رہ چکا ہو اس کی آتما بھی اسے مارنے کی شکتی نہیں رکھتی۔ وہ کسی اور کی سہائتا لینے پر مجبور ہے۔"

مجھے سادھنا کے سلسلے میں اپنے سوال کا جواب مل چکا تھا لیکن میں نے کالکا پر اظہار نہیں ہونے دیا۔ مسکرا کر کہا۔ "کیا یہ انیائے (ظلم) نہیں ہے کہ ایک شخص اپنی ہوس پوری کرنے کی خاطر جس کی زندگی روند ڈالتا ہے اس غریب کی بے چین روح بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔"

"یہ دھرم اور کرم کی باتیں ہیں۔ تمہاری بدھی (سمجھ) میں نہیں آئیں گی۔ تم یہ بتاؤ کہ اس وقت تمہارے ذہن میں گیتا کا دھیان کس طرح آ گیا۔"

"ہری رام یا کرشن شرما نے مرنے سے پہلے اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ وہ صرف اپنی بیوی کو بھوشن کے چنگل سے چھڑانے کی خاطر اس کے لیے ناجائز تجارت کا مہرہ بن گیا تھا۔"

"ہاں۔ اس نے ٹھیک ہی کہا تھا لیکن ـــــ" کالکا کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گئی تو میں نے اسے کریدنے کی خاطر دریافت کیا۔

"لیکن کیا؟"

"کچھ نہیں۔" اس نے بھی بات ٹالنے کی کوشش کی پھر کسی ضروری کام کا بہانہ کر کے میری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

کالکا کے بیان کی روشنی میں میرا ذہن ایک بار پھر سادھنا میں الجھ گیا۔ بشیرا ماچھی اور بھوشن سے انتقام لینے کی خاطر گیتا کو کسی اور کی مدد درکار تھی۔ اس نے بھی اپنی مجبوری کی یہی وجہ بتائی تھی جس کا ذکر کالکا نے بھی کیا تھا۔ سادھنا نے کہا تھا کہ وہ بھوشن کے سلسلے میں میری ہر ممکن مدد کر سکتی تھی۔ میں سنجیدگی

سے اس کی آفر کے بارے میں غور کرنے لگا۔

☆

ندیم میری باتوں کو نہایت سنجیدگی سے سنتا رہا پھر میرے خاموش ہونے پر کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

"اب فلورا کی موت کا سبب میری سمجھ میں آرہا ہے۔ وہ کلب ڈانسر ضرور تھی۔ مغربی تہذیب کی پیداوار تھی اس لیے اس کے لیے جنسی آزادی بھی کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھی لیکن مارگریٹ۔ ہوسکتا ہے کہ مارگریٹ کے کہنے پر بشرا ماچھی یا بھوشن کے لیے کام کرنے پر آمادہ ہوگئی ہو۔"

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔ "کیا تم مارگریٹ کو جانتے ہو؟"

"ہاں۔ کسی زمانے میں وہ لندن میں سب سے مشہور ماڈل سمجھی جاتی تھی۔ اس کا تعلق ایک غریب گھرانے سے تھا لیکن وہ دولت میں کھیلنے کی شوقین تھی۔ یہی شوق پورا کرنے کی خاطر اس نے اپنے ماں باپ کو جو خاصے قدامت پسند تھے چھوڑ دیا' جسمانی طور پر اسے احساس تھا کہ وہ اپنے اندر آگے بڑھنے کی بھرپور صلاحیتوں کی مالک ہے۔ اس نے ماڈلنگ کی دنیا میں قدم رکھا تو اسے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ عوام کی پسند نے اور مشتہرین کی ضرورت نے اسے راتوں رات امیر بنا دیا۔ دس سال تک وہ ماڈلنگ کے افق پر کسی روشن ستارے کی طرح دمکتی رہی۔ اپنے جسم کی نمائش کی خاطر وہ منہ مانگی قیمت وصول کرتی تھی۔ بڑی بڑی کمپنیوں کے مالکان بھی اسے نظرانداز کرنے کی جرات نہیں کرسکتے تھے لیکن دس سال بعد وہ اچانک مارکیٹ سے غائب ہوگئی۔ بزنس سرکل میں اس کے بارے میں مختلف افواہیں گردش کرنے لگیں۔ کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ کسی دل جلے نے زبردستی اس کے جسم کو روندا ہوگا پھر پھانسی کے خوف سے اسے مار کر کہیں دفن کردیا' اکثر حلقوں میں یہ بات بھی گردش کررہی تھی کہ کسی بڑی پروڈکٹ کے مالک نے اپنی مصنوعات کی لانچنگ کے لیے مارگریٹ کو وقتی طور پر منظر عام پر سے ہٹا دیا ہے تاکہ اس کے بارے میں چاہنے والوں کے درمیان بے چینی پھیل جائے اور پھر جب وہ اچانک اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ کسی اشتہار کی زینت بن کر جلوہ گر ہو تو مارکیٹ میں تہلکہ مچ جائے۔" ندیم نے اپنی یادداشت کو تازہ کرتے ہوئے کہا۔ "کئی سال تک وہ روپوش زندگی گزارتی رہی پھر ایک اخبار نے اسے دریافت کرلیا۔ ہیلی کاپٹر کے ذریعے پاور فل زوم لینس سے اس کی ایک تصویر بنائی گئی جب وہ پروفیسر ابرار کے ساتھ اپنے وسیع و عریض بنگلے کے لان پر ننگے پاؤں چہل قدمی کررہی تھی پھر یہ خبر بھی گرم ہوئی کہ پروفیسر نے اپنے لندن کے قیام کے دوران خفیہ طور پر اس سے شادی کرلی تھی۔ اپنے ملک میں واپس آنے کے بعد پروفیسر نے اپنا اثر و رسوخ استعمال کیا اور مارگریٹ سے شادی کی خبر مقامی اخباروں میں نہیں شائع نہ ہونے دی۔ اس سلسلے میں حکومت نے بھی پروفیسر کی بین الاقوامی شہرت کے پیش نظر اخبارات پر اس بات کا سنسر لگا دیا تھا کہ پروفیسر سے متعلق کوئی خبر بائی کمان کی منظوری کے بغیر شائع کی جائے۔"

"اگر یہ بات درست ہے تو پھر فلورا اور مارگریٹ کے تعلق کو جوڑا جاسکتا ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن مارگریٹ اس طرح بھوشن کے ساتھ گھومنا پروفیسر کی شہرت کو اثر انداز بھی کرسکتا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ پروفیسر کو اس بات کی خبر ہی نہ ہوگی۔" ندیم نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "ہمارے بڑے بڑے مفکر اور دانشور وقتی طور پر اپنے ذہن کو بہلانے کی خاطر اس قسم کی حرکت کر بیٹھتے ہیں پھر اسے اس طرح حرف غلط کی طرح فراموش کردیتے ہیں جیسے اس کا سرے سے کوئی وجود ہی نہ ہو۔ یوں کہو کہ انھیں اپنے تحقیقی کاموں اور نت نئے تجربوں سے اتنی فرصت ہی نہیں ملتی کہ وہ پلٹ کر اپنے ماضی کے کسی باب کی ورق گردانی کرسکیں۔ مارگریٹ اگر کوئی مشرقی عورت ہوتی تو شاید وہ گھر کی چہار دیواری سے باہر قدم نہ نکالتی لیکن وہ جس معاشرے اور ماحول کی پروردہ تھی اس میں جنسی کج روی بھی فیشن سمجھی جاتی ہے ہوسکتا ہے مارگریٹ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو کر چھلک اٹھا ہو۔"

"لیکن بھوشن ہی کیوں؟"

"یہی ایک بات اس وقت میرے ذہن میں بھی چبھ رہی ہے۔" ندیم نے پرخیال انداز میں کہا۔ "خاص طور پر سراج کا یہ بیان خاص اہمیت رکھتا ہے کہ اس نے خود اپنی آنکھوں سے پروفیسر ابرار کو بھوشن کی قیام گاہ پر جاتے دیکھا ہے۔"

"ہوسکتا ہے کہ پروفیسر نے مارگریٹ کے سلسلے میں بھوشن کو تنبیہہ کرنے کی خاطر۔"

"نہیں۔" ندیم نے میری بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "بڑے لوگ اس قسم کی سطحی باتوں پر وقت برباد نہیں کرتے اب ہمارے ملک میں بھی زہر پھیلنے لگا ہے کہ [illegible] مردوں کی عدم توجہی کی بنا پر اپنا وقت گزارنے کی خاطر کوئی دوسری تفریح تلاش کرلیتی ہیں جو رفتہ رفتہ انھیں غلط راہوں کا مسافر بنا دیتی ہے۔"

"لیکن سوچنا یہ ہے کہ پروفیسر جیسا عدیم الفرصت شخص بھوشن کی کوٹھی پر کس مقصد سے جاسکتا ہے۔"

"ہوسکتا ہے کہ اس ملاقات میں بھی مارگریٹ کی کسی سیاست کو دخل ہو؟" ندیم نے جواب دیا۔ "بھوشن دولت کے معاملے میں اس جانور سے مختلف نہیں ہے جو فاقے کی صورت میں مردار کو بھی مزہ لے لے کر کھاتے ہیں۔ عین ممکن ہے بھوشن نے مارگریٹ کو اپنے جال میں پھنسا کر پروفیسر کی لیب سے کوئی ایسا قیمتی راز یا فارمولا اڑانے کا پلان بنایا ہو جو دنیا کا کوئی بھی ملک بڑی سے بڑی قیمت دے کر بھی خرید سکتا ہو۔ یہ بات بھی قرین قیاس ہے کہ پروفیسر نے مارگریٹ کے کسی مسلسل اصرار کے پیش نظر بھوشن سے ملاقات کی ہو۔ ویسے میری اطلاع یہ ہے کہ پروفیسر ابرار چار چار ماہ تک خود کو صرف اپنی اس لیب تک محدود کرلیتا ہے جہاں مارگریٹ کو بھی قدم رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔"

"ایسی صورت میں تو یہ اور بھی ضروری ہوگیا ہے کہ بھوشن کو پہلی فرصت میں ختم کردیا جائے۔"

"کوشش کر دیکھو لیکن میرا خیال ہے کہ تم اس میں کامیاب نہ ہوسکو گے۔"

"تم مجھے چیلنج کررہے ہو؟"

"نہیں۔ صرف یہ باور کرانے کی کوشش کررہا ہوں کہ بھوشن نے اپنے بچاؤ کے لیے جو طریقہ کار اختیار کر رکھا ہے اس کا عملی تجربہ ہوجانے کے بعد تمہیں مایوسی ہوگی۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے اٹھتے ہوئے بے حد سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ضروری نہیں ہے کہ انسان کا ہر تجربہ کامیاب ہو مگر اس خوف کی وجہ سے کسی بامقصد تجربے سے گریز بھی نہیں کیا جاسکتا۔"

ندیم نے جواب دینے کے بجائے مجھے ایسی نظروں سے دیکھا جیسا کوئی سن رسیدہ بزرگ کسی بچے کی ضد سے مجبور ہو کر اسے اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔ ندیم کے اس طرز عمل نے مجھے بھوشن کی موت کے سلسلے میں اور سنجیدہ کردیا۔ اسی روز دوپہر کو میں اپنے آفس میں بیٹھا کام کررہا تھا کہ کسی کے کھنکارنے کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ میں نے نظریں فائل پر سے ہٹا کر دیکھا تو سادھنا میرے سامنے موجود تھی۔ اس کی خوب صورت آنکھوں میں اس وقت بھی انتقام کی چنگاریاں سلگتی نظر آرہی تھیں۔

"شاید مجھے اس وقت تمہارا ہی انتظار تھا۔" میں نے فائل بند کرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"تم نے کالکا کو میرے بارے میں کرید کر اچھا نہیں کیا۔"

"لیکن وہ۔۔۔"

"مجھے معلوم ہے کہ وہ کیول دھرتی پر بھٹکنے والی میری آتما کے راز سے واقف ہوگئی ہے لیکن مجھے وشواس ہے کہ اس کی مہان شکتی بھی مجھے تلاش کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتی۔" وہ میرا جملہ کاٹتے ہوئے بولی۔

"کیا تم واقعی کرشن شرما کی بیوی گیتا ہو؟"

"ہاں۔ میں انکار نہیں کروں گی۔"

"کالکا نے کہا تھا کہ تمہاری آتما نے کسی اور کا جسم حاصل کرلیا ہے؟"

"اس نے جو کچھ کہا تھا وہ غلط نہیں کہا تھا۔"

"کیا تم بھوشن کے سلسلے میں میری مدد کرسکتی ہو؟"

"ہاں۔ میں اس وقت تم سے یہی بات کرنے آئی ہوں۔" اس نے مجھے سرد لہجے میں جواب دیا۔ "ایک بات اچھی طرح سمجھ لو۔ میں نے بہت سوچ بچار کے بعد تمہارا چناؤ کیا ہے۔ تمہیں میرے کارن اس نرموہی کو کتوں کی موت مارنا ہوگا۔ تم انکار کروگے تو گھاٹے میں رہوگے۔ میں تمہارے بعد کسی اور کو اس پاپی کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کروں گی لیکن کسی اور کا دروازہ کھٹکھٹانے سے پہلے مجھے تمہیں موت کے گھاٹ اتارنا پڑے گا۔"

"میں سمجھا نہیں؟"

"میرے پاس سمجھانے کا سمے بھی نہیں ہے۔" وہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔ "تمہاری کالکا نے دیوتاؤں کے چرنوں میں جھک کر پرارتھنا کی ہے کہ میری آتما کو اس دھرتی سے اٹھالیا جائے لیکن جب تک میری آتما شانت نہیں ہوتی میں اسی دھرتی پر بھٹکتی رہنے پر مجبور ہوں۔ بولو' کیا تم بھوشن سے میرا انتقام لینے پر تیار ہو۔"

"ہاں۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "تمہاری طرح میں بھی اس کے خون کا پیاسا ہوں لیکن۔۔۔"

"میں سمجھ رہی ہوں کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔" اس نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "کالکا اس جنگلی سور کی سہائتا کررہی ہے۔ وہ دوغلی چال چل رہی ہے مگر وہ میری آواز سننے کی شکتی نہیں رکھتی۔ تم اس بات کی چنتا بھی مت کرو کہ اس حرام جنے نے اپنے چاروں اور شکاری کتے چھوڑ رکھے ہیں۔ میں تمہیں اس کے دفتر تک پہنچا سکتی ہوں۔ کوئی تمہارا راستہ روکنے کی ہمت نہیں کرے گا پرنتو تمہیں اپنی واپسی کا راستہ خود تلاش کرنا ہوگا۔ میں نے دیوتاؤں کو وچن دیا ہے کہ اس پاپی کے جسم سے آخری سانس نکلتے ہی آکاش پر واپس لوٹ جاؤں گی۔"

"بھوشن کو مارنے کے بعد اگر مجھے پھانسی پر لٹکنا پڑے تو بھی یہ سودا مجھے منظور ہے۔"

"مجھے وشواس تھا کہ تم میری سہائتا ضرور کروگے۔" اس کے ہونٹوں پر ایک آسودہ مسکراہٹ جاگ اٹھی۔ "میں تمہیں وچن نہیں دیتی لیکن کوشش ضرور کروں گی کہ بھوشن کے پالتو جانور تمہارا کھوج نہ لگا سکیں۔"

"تم مجھے بھوشن کے دفتر تک کب پہنچا سکتی ہو۔" میں نے جذباتی لہجے میں پوچھا۔

"آج شام چھ بجے تک۔" وہ دوبارہ سنجیدہ ہوگئی۔ "اس وقت بھوشن کے دفتر میں زیادہ بھیڑ بھاڑ نہیں ہوتی لیکن اس کے اجرتی بدمعاش قریب رہ کر اس کی دیکھ بھال کرتے رہتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "میں آج ہی اس کا کام تمام کرنے کو تیار ہوں۔"

"تم اپنے بچاؤ کی خاطر ایک کام کرسکتے ہو۔" وہ تھوڑے توقف سے بولی۔ "اپنے متر سراج پر بھروسا کرسکتے ہو۔ وہ تمہاری سہائتا کرنے پر خوشی خوشی تیار ہوجائے گا۔"

"ایک ضروری سوال باقی رہ جاتا ہے۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے گیتا کی آتما سے پوچھا۔ "کیا کالکا کو اس بات کی خبر نہیں ہوگی کہ تم میری مدد کررہی ہو۔"

"نہیں۔ میرے اور اس کے درمیان ایسا پردہ پڑا ہے جس کی دوسری طرف دیکھنا اس کے بس کی بات نہیں ہے۔"

"کیا تم یہ بتاسکتی ہو کہ بھوشن اور مارگریٹ کے درمیان کیا تعلق ہے اور پروفیسر ابرار کس مقصد سے بھوشن سے ملنے گیا تھا۔"

"میں سب کچھ جاننے کے بعد اپنی زبان نہیں کھول سکتی۔ دیوتاؤں نے میری بھٹکتی ہوئی آتما پر کچھ پہرے بھی بٹھا رکھے ہیں۔"

"اتنا تو بتاسکتی ہو کہ پروفیسر کو مارگریٹ اور بھوشن کے تعلقات کا علم ہے یا نہیں۔" میں نے اصرار کیا۔

"تم پڑھے لکھے آدمی ہو۔ دیس دیس کے بارے میں جانکاری رکھتے ہو' کیا تمہیں نہیں معلوم کہ بدیسی دنیا کی یہ گوری چٹی ناریاں اوپر سے جتنی سندر نظر آتی ہیں' اندر سے اتنی ہی میلی اور کالے کرتوتوں کی مالک ہوتی ہیں۔"

"گویا بھوشن اور مارگریٹ کے تعلقات بھی شرافت کی تمام حدود کو پھلانگ چکے ہیں۔"

"تم چھے بجے بھوشن کے دفتر کے لیے روانہ ہوجانا۔" وہ میری بات نظرانداز کرتے ہوئے بولی۔ "میں تمہیں کسی روپ میں بھی دکھائی نہیں دوں گی لیکن پھر بھی تمہارے بہت قریب رہوں گی۔ تمہیں اس پاپی تک پہنچنے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی۔"

"ٹھیک ہے لیکن ایک اہم بات ـــــ"

"میری اس بات کو بھی دھیان میں رکھنا کہ اگر تم نے میرے ساتھ دھوکہ کیا تو مجھے مجبوراً تمہیں مارنا پڑے گا۔ اس کے بغیر میں کسی اور سے سہائتا نہیں مانگ سکتی۔" سادھنا یا گیتا نے بڑے بے رحم لہجے میں کہا پھر وہ یکلخت میری نظروں کے سامنے سے چھومنتر ہوگئی۔

میں اس وقت اپنے اعصاب میں تناؤ کی کیفیت محسوس کررہا تھا۔ بھوشن کو اپنے راستے سے ہٹانے کا فیصلہ میں نے بہت پہلے کررکھا تھا لیکن شیر کی کچھار میں گھس کر اسے شکار کرنا اتنا آسان نہیں تھا۔ خود گیتا نے بھی یہی کہا تھا کہ وہ مجھے بھوشن سے جوڑ ... پہنچنے میں ... کرے گی لیکن بھوشن کی موت کے بعد مجھے خود اپنا بچاؤ کرنا ہوگا۔ میں بڑی دیر تک پیش آنے والے حالات کے بار ... میں تانے بانے جوڑتا رہا۔ میرے ذہن میں رہ رہ کر کالکا اور لیڈی مکلارنس کی یہ بات صدائے بازگشت کی طرح گونج رہی تھی کہ ابھی مجھے بھوشن سے دور رہنا چاہیے۔ اس کے ستارے ابھی گردش میں نہیں تھے۔ ند... نے بھی یہی کہا تھا کہ مجھے اپنے ارادے میں مایوسی سے دوچار ہونا پڑے گا لیکن میں نے گیتا سے جو وعدہ کرلیا تھا اس سے پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں تھا کافی غوروخوض کے بعد میں نے سراج سے رابطہ قائم کیا۔

"بڑی عمر ہے آپ کی۔" سراج نے کہا۔ "میں ابھی آپ ہی کو فون کرنے والا تھا۔"

"کوئی خاص بات؟"

"ہاں۔ اب مجھے آپ کو پیرو مرشد ہی ماننا پڑے گا۔"

"میں سمجھا نہیں؟"

"آپ نے پچھلی ملاقات میں کہا تھا کہ ہوسکتا ہے کہ مجھے فوری طور پر ڈیوٹی جوائن کرنی پڑے۔" سراج نے کہا۔ "ابھی کچھ دیر پہلے ہی مجھے کافی اوپر سے یہ احکامات موصول ہوئے ہیں کہ میں دو گھنٹے کے اندر اندر ڈیوٹی جوائن کرلوں۔"

"یہ تو میرے لیے خوش خبری ہے۔" میں نے تیزی سے کہا۔ ماہ رخ نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا وہ اس پر پوری اتری تھی۔

"لیکن ایک بری خبر بھی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"مجھے بھوشن کے علاقے میں تعینات کیا گیا ہے۔"

"گڈ۔" میں نے مسرت کا اظہار کیا۔ "یہ تو اور بھی اچھی خبر ہے۔"

"میرے لیے اس میں کچھ دشواریاں بھی پیدا ہوسکتی ہیں۔" سراج نے سنجیدگی سے کہا۔ "بھوشن مجھے اپنا دشمن سمجھتا ہے۔ ایسی صورت میں کیا وہ اپنے راج پاٹ میں میرا عمل دخل برداشت کرسکے گا۔"

"ہوسکتا ہے ان احکامات کے پیچھے بھی کوئی بہتری ہو۔" میں نے کہا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "میں نے اس وقت آپ کو ایک اہم مقصد سے فون کیا تھا۔"

"کیا بھوشن ہی کے بارے میں کوئی نئی اطلاع ملی ہے۔"

"ہاں۔ اطلاع یہ ہے کہ میں آج شام چھے بجے بھوشن سے ملنے اس کے دفتر جارہا ہوں۔ وہاں کچھ بھی ہوسکتا ہے۔"

"مگر آپ کو اچانک اس کے دفتر جانے کی کیسے سوجھ گئی"

"مسٹر سراج۔ آپ میرے واقف کار بھی ہیں اور ہم ... بھی۔ ڈیوٹی جوائن کرلینے کے بعد آپ کو میری دوستی کے بجائے اپنے فرض کو ترجیح دینی ہوگی۔ میں آپ سے کوئی شکوہ نہیں کروں گا۔"

"مسٹر شہباز۔" سراج نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "کیا آپ دو چار دن انتظار نہیں کرسکتے۔"

"میں آپ سے صرف ایک بات کی درخواست کررہا ہوں۔ اس وقت میں نے آپ سے جس پروگرام کا ذکر کیا ہے اس کا علم کسی اور کو نہیں ہونا چاہیے۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا پھر رابطہ منقطع کرنے کے بعد میں فوراً ہی ... گیا تھا۔ اس وقت دوپہر کے تین بجے تھے۔

تین گھنٹے تک میں گاڑی میں بیٹھا چکر لگاتا رہا۔ اس عرصے میں، میں نے بھوشن کے دفتر کے اردگرد چکر لگائے تھے۔ کچھ لوگوں پر مجھے شبہ بھی ہوا کہ وہ نگرانی کے کام پر مامور ہیں لیکن میرے سر پر جیسے جنون سوار تھا۔ میں نے اس مہم پر کریم کو بھی ساتھ لینا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ ندیم نے اپنے سادہ لباس والوں کو میری نگرانی کی ذمے داری سونپ رکھی ہوگی۔ عین ممکن تھا کہ وہ اس وقت بھی دور دور رہ کر میری نقل و حرکت کا جائزہ لے رہا ہوں۔ میں اطراف کا بغور جائزہ لے رہا تھا لیکن مجھے کسی ایسی گاڑی پر شبہ نہیں ہوسکا جو میرے تعاقب میں ہو۔

ٹھیک چھے بجے میں نے اپنی گاڑی بھوشن کے آفس والی عمارت کے پچھلے حصے کی ایک سائڈ روڈ پر پارک کی پھر ٹہلتا ہوا سامنے کی جانب آگیا کسی اچانک سچویشن سے دوچار ہونے کے لیے میں نے اپنا آٹومٹک پہلے ہی لوڈ کرکے اس کا سیفٹی کیچ کھول رکھا تھا۔ بھوشن کا پرسنل آفس عمارت کے جس فلور پر واقع تھا اسے قلعے کی صورت دی گئی تھی۔ لفٹ سے اترنے کے بعد تقریباً دس فٹ کی ایک راہداری تھی جس سے گزرنے کے بعد اس دروازے میں داخل ہونا پڑتا تھا جس کے اندر بھوشن کا سینٹرلی ایئرکنڈیشنڈ آفس تھا۔ بھوشن اس آفس کے آخری سرے والے کمرے میں بیٹھتا تھا تاکہ اگر اس پر کوئی قاتلانہ حملہ ہو تو حملہ آور فرار نہ ہوسکیں۔

صدر دروازے کے باہر اس وقت بھی مسلح باوردی گارڈ موجود تھا۔ میرے قریب جانے کے بعد وہ میرے راستے میں حائل ہوگیا۔ "کس سے ملاقات کرنی ہے آپ کو؟" اس نے کھردرے لہجے میں مجھ سے دریافت کیا۔

"سوری' میں کام کی نوعیت ظاہر نہیں کرسکتا۔" میں نے گارڈ کو گھورتے ہوئے کہا۔ "رہا ملاقات کرنے کا سوال تو اس کے لیے مجھے ایڈمنسٹریشن آفس کے انچارج سے ملاقات کرنی ہے۔"

"آپ شاید پہلی بار یہاں تشریف لائے ہیں۔"

"تمہارا خیال غلط نہیں ہے۔"

"ایسی صورت میں اندر جانے سے پہلے آپ کو اپنی شناخت کرانی ضروری ہے۔" وہ سرد لہجے میں بولا۔

"اور اگر میں اپنی شناخت کرانے سے انکار کردوں تو؟"

"تو آپ کو واپس جانا پڑے گا۔" گارڈ نے فیصلہ کن انداز اختیار کیا۔

"کیا مسٹر بھوشن اس وقت دفتر میں موجود نہیں ہیں؟"

"بغیر شناخت کے میں آپ کے کسی سوال کا جواب دینے کے لیے مجبور نہیں ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں واپس چلا جاتا ہوں لیکن سوچ لو۔ میری واپسی کی صورت میں تمہیں مسٹر بھوشن کے عتاب کا شکار ہونا پڑے گا۔" میں واپسی کے ارادے سے پلٹا تھا لیکن اس نے آواز دے کر مجھے روک لیا۔

"آپ اندر جاسکتے ہیں۔" اس بار اس کے لہجے میں پہلی جیسی سختی اور درشتی نہیں تھی' اس کی آنکھوں کی وہ سرخی بھی غائب ہوچکی تھی جو مجھے دیکھنے کے بعد ابھری تھی۔ میرے ذہن میں گیتا کا تصور ابھرا اس نے مجھے یقین دلایا تھا کہ نظر نہ آنے کے باوجود وہ مجھ سے بہت قریب رہے گی۔ گارڈ کے رویے میں اچانک رونما ہونے والی تبدیلی اس بات کی ترجمانی کررہی تھی کہ اس میں گیتا کی بھٹکتی ہوئی روح کا دخل تھا۔

"کیا اب میری شناخت تمہارے لیے ضروری نہیں رہی؟" میں نے اسے ٹٹولنے کی کوشش کی۔

"میں معافی چاہتا ہوں جناب۔" وہ ادب سے بولا۔ "میں نے اب آپ کو پہچان لیا ہے۔ آپ کو میں نے باس کے پاس ایک بار پہلے بھی دیکھا تھا۔"

"گڈ۔" میں دل ہی دل میں مسکرا دیا۔ "تمہاری یادداشت واقعی قابل تعریف ہے۔"

پھر میں قدم بڑھاتا ہوا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگیا جہاں ایک طرف وسیع وعریض ہال میں مختلف سیکشن کو بڑی چابکدستی کے ساتھ بلاک کی صورت میں ترتیب دیا گیا تھا۔ ہر سیکشن کو ظاہر کرنے کی خاطر چھت سے بڑے بڑے بورڈ لٹک رہے تھے۔ اس ہال میں عملے کی اچھی خاصی تعداد اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھی' ہال کی دوسری سمت آفیسوں کے کیبن بنے ہوئے تھے جس کے باہر لگی ہوئی تختیاں ان کے نام اور عہدے کو ظاہر کررہی تھیں۔ میں کن انکھیوں سے اردگرد کا جائزہ لیتا ہوا درمیانی راہداری میں بچھے ہوئے دبیز قالین پر قدم بڑھاتا ہوا اس کمرے تک پہنچ گیا جس کے باہر دروازے پر پیتل کے چمکدار حروف سے بھوشن جوزف کا نام درج تھا۔ بھوشن کے کمرے کے ساتھ ہی اس کے پی۔ اے کا آفس تھا جس کے دروازے پر مس کامنی دت کے نام کی تختی آویزاں تھی۔ بھوشن کے دروازے کے باہر دو مسلح گارڈ موجود تھے جبکہ کامنی دت کے دفتر کے باہر ایک باوردی چپراسی بیٹھا تھا۔ مسلح

گارڈ کو دیکھ کر میں نے یہی مناسب خیال کیا تھا کہ پہلے کامنی دت سے مل لیا جائے۔ چپراسی مجھے قریب آتا دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے جیب سے ایک دوسری فرم کا وزیٹنگ کارڈ نکال کر چپراسی کو دیتے ہوئے کہا۔

"اسے کامنی تک پہنچادو۔"

چپراسی نے مشینی انداز میں سر کو جنبش دی پھر کمرے کے اندر چلا گیا۔ میں راہداری میں بے پروائی سے ٹہلنے لگا۔ جو کارڈ میں نے اندر بھیجا تھا اس پر احمد کمال کا نام درج تھا کارڈ ایک کنسٹرکشن کمپنی کا ہی تھا۔ دو منٹ بعد چپراسی نے باہر آکر مجھے اندر جانے کا اشارہ کیا اس نے ابھی تک زبان سے کوئی لفظ ادا نہیں کیا تھا۔ میں اشارہ پاکر اندر داخل ہوا تو ایک لمحے کو ٹھٹک گیا۔ سامنے بڑی سی میز کے دوسری جانب ریوالونگ چیئر پر جو خاتون موجود تھی اسے میں دوبار ندیم کے ساتھ کیسینو میں دیکھ چکا تھا۔ میری نگاہیں اگر دھوکہ نہیں کھارہی تھیں تو وہ سونی صد وہی خاتون تھی۔ میرے ذہن میں مختلف سوالات ابھر کر آپس میں گڈمڈ ہونے لگے۔

اگر وہ خاتون وہی تھی جسے میں ندیم کے ساتھ کیسینو میں دو مرتبہ بہت قریب سے دیکھ چکا تھا تو پھر اس کا بھوشن کی پی اے ہونے کا کیا راز تھا؟ کہیں وہ ندیم کو ڈبل کراس تو نہیں کررہی تھی؟ اس دہری چال چلنے میں اس کی زندگی کو خطرہ لاحق تھا۔ ندیم یا بھوشن میں سے کسی ایک کو بھی مس کامنی دت کے رول کا علم ہوجاتا تو وہ خطرناک صورت حال سے دوچار ہوسکتی تھی؟ وہ صحیح معنوں میں کس کے لیے اپنی زندگی داؤ پر لگارہی تھی؟ جو راستہ اس نے اختیار کیا تھا وہ خطرناک تھا؟ کسی وقت بھی وہ اذیت ناک موت سے دوچار ہوسکتی تھی؟

"پلیز مسٹر احمد کمال۔" وہ بڑے سلجھے ہوئے مگر خالص کاروباری لہجے میں بولی۔ "تشریف رکھیے۔"

"میرا خیال ہے کہ میں آپ کو پہلے بھی دیکھ چکا ہوں؟" میں نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"باس کے ساتھ کسی پارٹی یا سیمینار میں دیکھا ہوگا۔" وہ بے نیازی سے بولی۔

"شاید۔"

"آپ کس کام سے آئے ہیں؟" اس نے اپنی نظر میرے بھیجے ہوئے کارڈ پر ڈالتے ہوئے سوال کیا۔

"مجھے مسٹر بھوشن سے ملنا ہے۔"

"کیا آپ نے باس سے براہ راست کوئی اپوائنٹ منٹ لے رکھا ہے؟" اس بار اس نے ایک خوب صورت سی نیلی ڈائری پر غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "میری لسٹ پر جو نام درج ہیں ان میں آپ کا نام نہیں ہے۔"

میں نے ایک لمحے کو سوچا کہ "ہاں" کہہ دوں لیکن فوراً ہی اس خیال کو دل سے نکال دیا اس لیے کہ وہ انٹرکام پر میرے جواب کو بھوشن سے کنفرم بھی کرسکتی تھی۔ چنانچہ میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"بھوشن صاحب سے میری ملاقات زیادہ نہیں ہے لیکن اس وقت میں ایک ضروری کام سے آیا ہوں۔"

"کام کس نوعیت کا ہے۔ دراصل میرا مطلب یہ ہے کہ باس شیڈول سے ہٹ کر کوئی کام کرنے کا عادی نہیں ہے البتہ ایمرجنسی کی صورت میں ایسا ممکن بھی ہوسکتا ہے۔"

"آپ اسے ایمرجنسی ہی سمجھ لیں۔" میں روانی میں کہہ گیا۔

"اوکے۔" وہ انٹرکام کا ریسیور اٹھاتے ہوئے بولی۔ "مجھے باس سے آپ کے سلسلے میں اجازت لینی ہوگی۔"

جتنی دیر وہ بھوشن سے بات کرتی رہی میرا دل دھڑکتا رہا۔ وہ ریسیور رکھ کر مجھ سے مخاطب ہوئی۔

"آپ باس سے مل سکتے ہیں لیکن پندرہ منٹ آپ کو انتظار کرنا ہوگا۔ ویسے بائی دا وے آپ کیا پینا پسند کریں گے۔ کوئی سافٹ ڈرنک یا کافی وغیرہ۔"

"تھینکس۔ اس وقت کسی چیز کی خواہش نہیں ہورہی۔"

"آپ شاید آج پہلی مرتبہ باس سے ملنے آئے ہیں؟"

"جی ہاں۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا پھر اسے دیکھتے ہوئے بولا۔ "کیا آپ مسٹر ندیم کو جانتی ہوں؟"

"مسٹر ندیم۔" اس نے ندیم کے نام کو دہرایا پھر یادداشت پر زور دیتے ہوئے بولی۔ "ہوسکتا ہے میں نے انہیں دیکھا ہو لیکن یہ نام میرے لیے اجنبی سا لگ رہا ہے۔ ویسے نام کے کئی آدمی بھی ہوسکتے ہیں۔ آپ کس کا ذکر کررہے ہیں؟"

میں اپنی جگہ سٹپٹا کر رہ گیا۔ شاید میں نے ندیم کا نام لے کر کسی عقل مندی کا ثبوت نہیں دیا تھا لیکن مجھے یہ دیکھ کر حیرت ضرور ہوئی تھی کہ ندیم کا نام سننے کے بعد بھی اس کے خوب صورت چہرے پر کسی قسم کا تاثر نہیں ابھرا تھا اگر وہ اداکاری کررہی تھی تو بلاشبہ بڑے کمال کے ساتھ اپنا کردار نبھا رہی تھی۔

"مسٹر ندیم ایک مقامی کیسینو کے مالک ہیں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیسی نو۔" وہ اس لفظ پر زور دیتے ہوئے مسکرائی۔ "آپ شاید کسی اور لڑکی کو مجھ سے مکس اپ کررہے ہیں۔ اس لیے کہ میں نے آج تک کسی کیسینو یا کلب کی صورت نہیں دیکھی۔"

"آپ مسٹر بھوشن کے ساتھ کب سے کام کررہی ہیں؟" میں نے پہلو بدل کر دریافت کیا۔

"تقریباً آٹھ سال سے۔ کیوں؟" وہ ایک بار پھر مسکرائی۔

"پھر ہوسکتا ہے کہ وہ لڑکی کوئی اور ہو۔" میں نے یہ ظاہر کرکے اپنی غلط فہمی کا اقرار کرلیا تھا لیکن میری آنکھیں دھوکہ نہیں کھا رہی تھیں۔ وہ سونی صد وہی خاتون تھی جسے میں ندیم کے ساتھ دیکھ چکا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ کا فرینڈ سرکل خاصا بڑا ہے۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکرائی۔

جواب میں میں بھی مسکرا کر رہ گیا۔ مس کامنی دت کے آفس کے اندر دو دروازے اور بھی تھے جس میں سے ایک پر ٹائلٹ لکھا تھا اور دوسرا دروازہ شاید بھوشن کے پرسنل آفس میں کھلتا تھا۔ مجھے اس بات پر بھی حیرت تھی کہ بھوشن نے جو ندیم کی اطلاع کے مطابق اپنے سائے سے بھی محتاط رہنے کا عادی تھا۔ مجھے دس منٹ بعد بلانے کا اقرار کیوں کرلیا تھا۔ کہیں اسے میری اصلیت تو نہیں معلوم ہوگئی تھی۔ یقیناً ایسا نہیں ہوگا اس لیے کہ میں اس وقت میک اپ میں نہیں تھا۔ یہ بھی بعید از امکان نہیں تھا کہ بھوشن نے اپنے پورے دفتر میں خفیہ کیمرے نصب کرا رکھے ہوں اور وہ اپنے آفس میں بیٹھا ہی بیٹھا ہر طرف کا جائزہ لے سکتا ہو۔ مجھے اپنے شک کی تصدیق میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ مشرق کے سمت کی دیوار پر جو لائٹ لگی تھی اس کے برابر ہی کیمرے کی خفیہ آنکھ بھی نظر آرہی تھی۔ مجھے اس وقت اپنی جذباتی کیفیت پر شدید غصہ آرہا تھا۔ بھوشن جیسے آدمی کے دفتر میں آکر میں نے دانش مندی کا ثبوت نہیں دیا۔ میں اسے دفتر سے باہر بھی کہیں ٹھکانے لگانے کا پروگرام مرتب کرسکتا تھا۔ بھوشن کا آفس میرے لیے چوہے دان بھی ثابت ہوسکتا تھا۔ بھوشن نے مجھے دس منٹ بعد بلانے کو کہا تھا۔ ہوسکتا تھا کہ اس عرصے میں وہ اپنے آدمیوں کو میرے بارے میں سگنل دے چکا ہو اور میری موت میری توقع سے بھی کہیں زیادہ اذیت ناک ثابت ہو۔ بہرحال میرے لیے اب واپسی کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ صرف یہی ایک خیال تقویت بخش رہا تھا کہ گیتا کی بھٹکتی ہوئی آتما ممکن ہے میرے لیے کوئی راستہ پیدا کردے۔

کامنی دت کسی ضروری لیٹر کو ٹائپ کرنے میں مصروف ہوگئی تھی۔ ٹھیک دس منٹ بعد ہی انٹرکام کا بزر بجا اور کامنی دت نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔ "یس سر۔ اوکے۔" اس نے صرف دو ہی بات کی پھر میری طرف دیکھ کر سنجیدگی سے بولی۔ "باس آپ کو اندر بلا رہے ہیں۔"

میں باہر جانے کی خاطر اٹھا تو اس نے مجھے روک کر کہا۔ "آپ میرے کمرے سے بھی باس تک پہنچ سکتے ہیں۔" پھر اس نے اسی دروازے کی سمت اشارہ کیا تھا جس پر مجھے شبہ ہوا تھا۔

"تھینک یو۔" میں نے مسکرا کر کہا پھر مطلوبہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگیا جہاں بھوشن اپنے ویل ڈیکوریٹیڈ آفس میں بیٹھا میرا منتظر تھا۔ مجھے دیکھتے ہی اس کے چہرے پر بڑی فاتحانہ مسکراہٹ ابھری تھی۔ مجھے ایک کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

"مجھے خوشی ہوئی آپ کو اپنے آفس میں دیکھ کر لیکن کیا میں دریافت کرسکتا ہوں کہ احمد کمال کے نام کا وزیٹنگ کارڈ بھیجنے میں آپ کی کیا مصلحت تھی؟"

"اوہ۔" میں نے اپنی غلطی کو محسوس کرنے والا انداز اختیار کیا۔ "شاید جلدی میں اپنا کارڈ دینا بھول گیا تھا۔"

"ایسی بھی کیا جلدی تھی مائی ڈیئر مسٹر شہباز۔" وہ معنی خیز نظروں سے مجھے گھورتے ہوئے بولا۔ "آپ یہاں آنے سے پہلے بھی مجھ سے اپوائنٹ منٹ لے سکتے تھے۔"

"میں نے اس کی ضرورت نہیں محسوس کی۔" میں نے گہری سنجیدگی اور بے پروائی سے جواب دیا۔ "آپ کے آفس آنا میرے اوپر قرض تھا لیکن ذاتی مصروفیات کی وجہ سے مجھے پہلے یہاں آنے کا موقع نہیں مل سکا۔"

"کوئی بات نہیں۔" اس نے بھاری بھرکم آواز میں بے تکلفی سے کہا۔ "تم نے اچھا کیا جو یہاں آگئے ورنہ شاید مجھے مجبوراً تمہیں بلوانا پڑتا۔"

"مسٹر بھوشن۔" میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جواب دیا۔ "میں چاہتا ہوں کہ تمہیں میرے بارے میں جو غلط فہمی ہے اسے دل سے نکال دو ورنہ ہم دونوں ہی کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

"کس قسم کے نقصان کی بات کررہے ہو؟" بھوشن کا لہجہ تیکھا ہوگیا۔

"بشیر اماچھی نے اگر تم سے یہ کہا ہے کہ گیتا مرچکی ہے تو غلط کہا ہے۔" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ "وہ اس کے چنگل سے فرار ہوکر میرے پاس پہنچنے میں کامیاب ہوچکی ہے۔"

"یہ اطلاع میرے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔" اس نے حقارت کا مظاہرہ کیا۔ "اول تو تم شاید مجھے ڈرانے کی کوشش کررہے ہو اور اگر تمہاری بات کو سچ بھی مان لیا جائے تو وہ دو ٹکے کی ویشیا میرے خلاف کوئی زہر اگلنے کے باوجود اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکے گی۔ مجھے تمہاری حماقت پر بھی ہنسی آرہی ہے۔ کرشن شرما کی موت کے بعد اب گیتا کا کوئی بیان تمہارے کام نہ آسکے گا۔ ہاں' اگر تم اس کے سندر شریر سے بچا کھچا رس نکالنا چاہتے ہو تو یہ اور بات ہے۔"

"اپنے متعلق بہت زیادہ خوش فہمی کبھی کبھی انسان کو موت کے منہ میں بھی دھکیل دیتی ہے۔"

"یہی بات میں تم سے کہنے والا تھا۔" وہ کسی زخمی سانپ

کی مانند پھنکارتے ہوئے بولا۔ "مجھے میرے آدمیوں نے یہی انفارمیشن دی ہے کہ تم یہاں بالکل تنہا آئے ہو۔ ایسی صورت میں بھوشن کے ماتھے کی ایک شکن بھی تمہارے جسم کے ہزاروں ٹکڑے کرنے کے لیے بہت کافی ہوگی۔"

"میں مسلمان ہوں مائی ڈیئر بھوشن جو اس بات پر مکمل یقین رکھتا ہے کہ موت کا جو وقت مقرر کردیا گیا ہے اسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔"

"یہاں کس لیے آئے ہو؟" اس نے نفرت سے پوچھا۔

"تمہیں یہ سمجھانے کے لیے میرے راستے سے ہٹ جاؤ۔"

"سمجھا۔" وہ زہر خند سے بولا۔ "تمہیں شاید اس بات پر خوشی ہوگی کہ تمہارے ڈپٹی دوست کا تبادلہ میرے ایریا میں ہوگیا ہے مگر تم یہ نہیں جانتے کہ بھوشن کے ہاتھ کہاں تک پھیلے ہوئے ہیں اگر میں چاہوں تو اسے کرسی سنبھالنے سے پہلے ہی دوسری دنیا کے سفر پر روانہ کرسکتا ہوں۔"

"گویا تم میرا پیچھا نہیں چھوڑو گے۔"

"نہیں۔" اس کے لہجے میں سفاکی آگئی۔ "اس لیے کہ تم اور تمہارا دوست میرے کئی قیمتی آدمیوں کو ختم کرا چکے ہو اور بھوشن حساب کتاب کے معاملے میں کوئی بھول چوک کرنے کا عادی نہیں ہے۔"

"شہباز خان۔" میرے کانوں میں گیتا کی آواز گونجی۔ "یہ حرام کا جنا تمہیں باتوں میں الجھا کر گھیرنے کی کوشش کررہا ہے۔ اس کے پالتو کتے نیچے جمع ہورہے ہیں۔ میں تمہارے لیے راستہ صاف کرنے جارہی ہوں۔ تم جتنی جلدی ہوسکے اسے ٹھکانے لگا کر یہاں سے نکل جاؤ۔"

"کیا تم مجھے یہ بتاؤ گے کہ تم نے پانڈے کے مکان کو اڑانے کی کوشش کس لیے کی تھی؟" میں نے گیتا کی بات سننے کے بعد بھوشن سے پوچھا۔

"اس سے پہلے تمہیں بتانا ہوگا کہ تم نے راجن اور بشیر اماچھی کو کس جرم کی سزا دی تھی؟"

گیتا نے مجھے جو اطلاع دی تھی وہ میرے ذہن میں ابھرنے والے شبہات کے عین مطابق تھی چنانچہ میں نے اپنے جملے کے اختتام کے ساتھ ہی حیرت انگیز پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنا آٹومیٹک نکال کر اس کا رخ بھوشن کی طرف کرتے ہوئے جواب دیا۔

"راجن اور بشیر اماچھی میرے لیے وہ دو سیڑھیاں تھیں جسے طے کرنے کے بعد میں تم تک پہنچنا چاہتا تھا۔"

آٹومیٹک کا رخ اپنی طرف دیکھ کر بھوشن ایک لمحے کو گڑبڑا گیا۔ شاید اسے اس بات کی توقع نہیں تھی کہ میں اس کے آفس میں بیٹھ کر اس کی موت کا تصور بھی کرسکتا ہوں۔ ایک لمحے کے لیے اس نے میری طرف غور سے دیکھا پھر استہزائیہ انداز میں بولا۔ "اس کھلونے کو واپس جیب میں رکھ لو ورنہ شاید تمہاری لاش بھی ناقابل شناخت ہوگی۔"

"اس بات کا خوف لاحق ہوتا تو میں تمہارے دفتر تک تنہا آنے کی حماقت کبھی نہ کرتا۔" میں تیزی سے اٹھتے ہوئے بولا۔ "اب تمہاری ارتھی اٹھنے کا وقت آگیا ہے۔ تمہیں اب دنیا کی کوئی طاقت مرنے سے نہیں بچا سکتی۔"

بھوشن نے جواب میں کچھ کہنے کے لیے منہ کھولنے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے اس کا موقع نہیں دیا۔ سائیلنسر لگے ہوئے آٹومیٹک سے تین بار "چ" "چ" کی مدھم آواز ابھری پھر بھوشن کے سینے سے خون کے فوارے ابل پڑے۔ وہ پھٹی پھٹی مگر پتھرائی ہوئی آنکھوں سے مجھے گھورتا ہوا سر کے بل اپنی میز پر ڈھیر ہوگیا۔

قتل کا نفسیاتی ردعمل قاتل پر ہمیشہ اقدام قتل کے بعد ہی ہوتا ہے۔ مجھے بھی اس بات کا بڑی شدت سے احساس ہوا کہ میں نے بھوشن کو اسی کے دفتر میں مار کر اچھا نہیں کیا لیکن تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ اب اس کی واپسی ممکن نہیں تھی چنانچہ میں نے آٹومیٹک کو واپس ہولسٹر میں رکھا اور واپسی کے لیے دوسرے دروازے کو منتخب کیا۔ میرے باہر نکلتے ہی خودکار دروازہ دوبارہ آہستہ سے بند ہوگیا۔ دروازے کے باہر دونوں گارڈز اب بھی موجود تھے۔ میں تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا آفس سے باہر نکلا پھر لفٹ کے ذریعے نیچے آکر ٹہلتا ہوا اپنی گاڑی تک پہنچ گیا۔ مجھے حیرت تھی کہ راستے میں کسی نے مجھے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ شاید گیتا کی بھٹکتی ہوئی روح نے میرے لیے واپسی کا راستہ بھی صاف کردیا تھا پھر مجھے یہ بھی یاد آیا کہ گیتا نے کہا تھا کہ بھوشن کے مرنے کے بعد اس کی آتما بھی آسمان پر لوٹ جائے گی۔ مجھے یہ خیال بھی ستا رہا تھا کہ سراج نے یا اس کے کسی سادہ لباس والے نے بھی روکنے کی کوشش نہیں کی تھی جبکہ میں سراج کو بھوشن سے ملاقات کی اطلاع روانگی سے پہلے ہی دے چکا تھا۔

رات کے کھانے کے بعد ندیم اور میں کچھ دیر ٹہلنے کا بہانہ کرکے باہر لان پر آگئے۔ عارفہ اور نسیم میری والدہ کے پاس ان کے کمرے میں موجود تھیں۔ میری ماں کی طبیعت دو چار روز سے خراب تھی۔ ڈاکٹروں نے انھیں فصلی بخار تجویز کیا تھا اور احتیاط کرنے کی ہدایت کی تھی چنانچہ عارفہ اور نسیم دونوں ہی ان کی تیمارداری میں رات دن لگی رہتی تھیں۔

لان پر آنے کے بعد میں نے بھوشن کے آفس جانے اور اسے قتل کرنے کی تفصیل شروع سے آخر تک سنادی لیکن ندیم کسی ردعمل کا اظہار کرنے سے گریز کرتا رہا پھر میں نے اسے کامنی دت کے بارے میں کریدا۔

"کیا تم بھوشن کی پی اے کامنی سے واقف ہو؟"

"ایک دو بار پارٹیوں میں دیکھا ہے، اچھی خاصی قبول صورت لڑکی ہے۔"

"کیا تم اسے پہلے سے نہیں جانتے؟"

"نہیں۔" ندیم نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔

"وہ لڑکی کون تھی جسے دو بار میں تمہارے ساتھ کیسینو میں دیکھ چکا ہوں؟" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "کیا تم اس بات سے انکار کروگے کہ کامنی دت اور تمہارے کیسینو میں جس لڑکی کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا ایک ہی شخصیت کے دو پہلو ہیں؟"

"تمہیں یقیناً غلط فہمی ہوئی ہے۔" ندیم نے کہا۔ "ان میں تھوڑی بہت مماثلت ضرور ہے لیکن کامنی کا اس لڑکی سے کوئی تعلق نہیں ہے جسے تم نے میرے ہمراہ دیکھا تھا۔"

"تم نے بھوشن کے قتل پر کسی تاثر کا اظہار نہیں کیا؟" میں نے رخ بدل کر سوال کیا۔

"اگر تمہاری کہانی واقعی سچ ہے تو میں تمہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں لیکن کیا میں اب تم سے یہ پوچھ سکتا ہوں کہ وہ حسین لڑکی کون تھی جسے تم نے بھوشن کے قتل جیسے سنگین موقع پر بھی اپنے ساتھ لے جانے کی حماقت کی تھی؟"

"لڑکی۔" میں چونکا پھر مسکرا کر بولا۔ "شاید اب تم مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کررہے ہو۔"

"میں نے یا میرے آدمیوں نے اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا لیکن اتنا ضرور بتایا ہے کہ وہ لڑکی حقیقتاً حسین کہلانے کی مستحق ہے۔" ندیم بدستور سنجیدہ تھا۔

"کیا تمہارے آدمیوں نے یہ بھی بتایا ہے وہ کس لباس میں تھی؟" میں نے بھی ندیم کے مذاق کو سنجیدگی کا رنگ دیتے ہوئے پوچھا۔

"میری معلومات کے مطابق وہ ہلکے ہرے رنگ کی ساڑی میں ملبوس تھی۔"

"عمر کا کیا تخمینہ لگایا گیا ہے؟" میں نے دوسرا سوال کیا۔

"میرا خیال ہے کہ تم نے بھوشن کے معاملے میں اسے ساتھ رکھ کر کسی دانشمندی کا ثبوت نہیں دیا۔" ندیم نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "لڑکیاں اتنی بہادر نہیں ہوتیں کہ پولیس ٹریٹ منٹ کو برداشت کرسکیں۔ معمولی سی سختی بھی انھیں زبان کھولنے پر مجبور کردیتی ہے۔"

"میں تمہارے نظریے سے اختلاف نہیں کروں گا لیکن یہ بات تم نے بھی ضرور سن رکھی ہوگی کہ بھوشن خوب صورت اور حسین لڑکیوں کے معاملے میں کس قدر نیچ قسم کا ندیدہ واقع ہوا ہے۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "میرا خیال تھا کہ وہ اس خوب صورت، حسین اور الہڑ دوشیزہ کو دیکھتے ہی قتل ہوجائے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ مجبوراً مجھے اسے گولیوں کا نشانہ بنانا پڑا تھا۔"

"کون تھی وہ لڑکی؟" ندیم نے مجھے غور سے گھورا۔

"میں اس کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا۔" میں شانے اچکا کر بولا۔ "دو روز قبل ہی وہ میرے دفتر میں ملازمت کے لیے آئی تھی لیکن میں پہلی ہی نظر میں اس طرح گھائل ہوگیا کہ ملازمت کے بجائے میں نے خود کو آفر کردیا۔"

"کیا اسے معلوم تھا کہ تم بھوشن کے پرسنل آفس میں کس غرض سے جارہے ہو؟"

"میں نے اسے راستے میں بتایا تھا۔" میں نے اپنی اداکاری جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "لیکن وہ بھوشن کا نام سننے کے بعد خوشی خوشی میرے ساتھ وہاں جانے پر آمادہ ہوگئی۔ میرا خیال ہے کہ وہ بھی بھوشن کے خلاف اپنے خوب صورت دل میں کوئی نہ کوئی بغض ضرور رکھتی تھی ورنہ نازک اندام نازک خیال لڑکیاں عموماً قتل وغارت گری جیسے نازک معاملات سے دور ہی بھاگتی ہیں۔"

"بھوشن کا اس لڑکی کو دیکھنے کے بعد کیا ردعمل ہوا تھا؟"

"وہ اسے دیکھ کر چونکا تھا لیکن پھر یہی ظاہر کرنے لگا جیسے وہ اس سے پہلے سے واقف نہیں تھا۔"

"لڑکی کے کیا تاثرات تھے۔"

"بھوشن کو دیکھتے ہی اس کی آنکھیں کسی آدم خور چیتے کی مانند چمکنے لگی تھیں۔"

"اور تم نے اس کی موجودگی میں بھوشن پر گولی چلائی تھی۔"

"کیوں، کیا کسی لڑکی کی موجودگی پر کسی مجرم پر گولی چلانا قانون کے منافی ہے۔"

"کیا نام تھا اس لڑکی کا؟"

"میں نے پوچھا تھا لیکن اس نے ایک توبہ شکن انگڑائی لے کر یہی جواب دیا تھا کہ میں جس نام سے بھی چاہوں اسے یاد کرسکتا ہوں۔"

"وہ بھوشن کی کوئی داشتہ بھی ہوسکتی ہے۔" ندیم نے تلملا کر جواب دیا۔ "اپنا انتقام تمہارے ہاتھوں پورا ہوجانے کے بعد وہ پولیس کو یہ بیان بھی دے سکتی ہے کہ تم نے زبردستی اسے اپنے ساتھ جانے پر مجبور کیا تھا۔ قانون کی نگاہوں میں اس کی حیثیت عینی گواہ جیسی ہوگی۔ اس لیے اس کا کوئی بیان تمہیں پھانسی کے پھندے تک۔"

"شٹ اپ پلیز۔" میں نے اکتا کر تیزی سے کہا۔ "کسی فرضی کہانی کو اتنا طول بھی مت دو کہ اس پر حقیقت کا گمان ہونے لگے۔"

"کیا مطلب؟" ندیم نے چونکتے ہوئے مجھے وضاحت

طلب نظروں سے دیکھا۔

"میرے ساتھ کوئی لڑکی وڑکی نہیں تھی۔" میں نے سنجیدگی اختیار کرلی۔ "میں نے اس معاملے میں اتنی رازداری برتی تھی کہ کریم کو بھی اپنے ساتھ نہیں لے گیا تھا۔"

"کیا تم سچ بیانی سے کام لے رہے ہو؟" ندیم کی نظریں بدستور میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔

"سوفی صد۔"

"یہ میرے لیے دوسری حیرت انگیز اطلاع ہے۔"

"پہلی اطلاع کیا تھی؟"

"وہی لڑکی جسے تمہارے ساتھ بھوشن کے پرسنل آفس میں داخل ہوتے دیکھا گیا تھا اور دوسری اطلاع یہ ہے کہ تمہارے وہاں سے نکلنے کے پندرہ بیس منٹ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ سراج بھی وہاں گیا ہے لیکن اس وقت بھوشن اپنے آفس میں موجود نہیں تھا۔ مس کامنی دت کے بیان کے مطابق وہ دو گھنٹے پہلے ہی دفتر سے رخصت ہو چکا تھا۔"

ندیم کی سنجیدگی کو دیکھ کر مجھے بھی سنجیدہ ہونا پڑا۔ کسی لڑکی کا میرے ساتھ ہونا مذاق ہو سکتا تھا مگر بھوشن کو میں نے پورے ہوش وحواس میں قتل کیا تھا اس لیے کامنی دت کا یہ بیان کہ وہ دو گھنٹے پہلے کہیں جا چکا تھا یقیناً حیرت انگیز تھا۔ ممکن ہے اس نے کسی خاص مصلحت کی بنا پر دروغ گوئی کی ہو لیکن کیوں؟ کیا وہ بھوشن کے قتل کی تشہیر نہیں چاہتی تھی یا پہلے سے دی گئی کسی ہدایت کی بنا پر اس نے وہ بیان دیا تھا؟ میرے ذہن میں مختلف سوالات ابھر رہے تھے۔

"کیا سوچ رہے ہو؟" ندیم نے میری چہرے کے بدلتے تاثرات کو محسوس کرتے ہوئے سوال کیا۔

"سوچ رہا ہوں کہ کامنی دت نے سراج سے بھوشن کے بارے میں غلط بیانی کیوں کی تھی۔"

"ہو سکتا ہے کہ بھوشن مرا نہ ہو یا بروقت طبی امداد سے بچ گیا ہو اور اس نے اپنے اوپر کیے جانے والے خونی حملے کو اخبارات کی زینت بننے سے روکنے کی خاطر اپنے اسٹاف کو مخصوص ہدایت کی ہو۔"

"یہ کیسے ممکن ہے؟" میں نے تیزی سے کہا۔ "میرے آٹومیٹک سے نکلی ہوئی تینوں گولیاں اس کے سینے میں پیوست ہوئی تھیں اور وہ سجدے کی کیفیت میں اپنی میز پر ڈھیر ہو گیا تھا۔ دوسری شکل میں اگر فرض کرلیا جائے کہ اسے فوری امداد نے موت کے منہ سے بچالیا تھا تو بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ اتنی جلدی ہوش میں کس طرح آگیا؟"

"ایک بات اور بھی ممکن ہو سکتی ہے۔" ندیم نے خلا میں گھورتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے بھوشن نے محض اپنی موت کا ڈرامہ رچایا ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"بلٹ پروف کے امکانات کو بھی نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ ہو سکتا ہے کہ بھوشن نے بھی کسی جاسوسی فلم کے ہیرو کی طرح لباس کے اندر بلٹ پروف جیکٹ پہن رکھی ہو جس کے درمیان کسی جانور کے خون کی تھیلی بھی موجود ہو۔ فلمی دنیا میں ایسے سین آئے دن پکچرائز کیے جاتے ہیں۔"

"لیکن۔"

"تم بھوشن سے پوری طرح واقف نہیں ہو۔" ندیم نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔ "میں نے تمہیں پہلے بھی یہ بات باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ وہ کراس بریڈ ہونے کے ساتھ ساتھ بہت زیادہ چالاک اور عیار واقع ہوا ہے۔"

"بلٹ پروف والی بات مانی جاسکتی ہے لیکن یہ بات ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آسکی کہ جب قدم قدم پر اس کے شکاری کتے موجود تھے تو انھوں نے واپسی میں مجھے روکنے کی کوشش کیوں نہیں کی تھی؟"

"ہو سکتا ہے کہ وہ اس حملے کا جواب ذاتی طور پر دینا چاہتا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے وہ لڑکی جو تمہارے ساتھ تھی۔"

"واٹ نان سینس۔" میں جھلا گیا۔ "میرے ساتھ کوئی لڑکی نہیں تھی۔"

"آئی سی۔" ندیم نے پر خیال انداز میں جواب دیا۔ "ہو سکتا ہے اس خوب صورت لڑکی کا کردار تمہاری کالکا رانی نے اس طرح انجام دیا کہ وہ تمہاری نگاہوں سے اوجھل رہی لیکن دوسرے اسے دیکھتے رہے۔"

ندیم کے اس خیال نے مجھے چونکا دیا۔ لیڈی مکلارنس نے بھی یہی کہا تھا کہ بھوشن کے مقابلے میں کالکا میرے ساتھ دوغلی پالیسی اختیار کرسکتی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ گیتا کی بھٹکی ہوئی آتما نے بھی مجھے اس بات کا یقین دلایا تھا کہ کالکا بھوشن کے قتل کے سلسلے میں اس کا راستہ کاٹنے میں کامیاب نہیں ہو سکے گی اگر گیتا کا بیان سچ تھا تو پھر وہ لڑکی کون تھی جسے میرے ساتھ بھوشن کے پرسنل آفس میں داخل ہوتے دیکھا گیا تھا؟ یہ بات بھی اپنی جگہ سوفی صد درست تھی کہ بھوشن کے آفس میں گیتا ہی کی آواز نے مجھے تلقین کی تھی کہ اپنا کام پورا کرکے جتنی جلدی ممکن ہو سکے وہاں سے نکل جاؤں۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ واپسی میں بھی میرے لیے راستہ صاف کرنے کی کوشش کرے گی۔ یہ بات بھی قرین قیاس تھی کہ بھوشن نے جگہ جگہ نصب کیمرے کی خفیہ نگاہوں سے میری پوری فلم تیار کرلی ہو اگر اس فلم میں وہ منظر بھی محفوظ ہو چکا تھا جب میں نے بھوشن پر وار کیا تھا تو وہ میرے خلاف سب سے اہم ثبوت ثابت ہو سکتا تھا۔ حالات نے ایک ایسے معمے کی سی پراسرار صورت اختیار کرلی تھی جس نے میرے ذہن کو بری طرح الجھا

دیا تھا۔

"کیا سوچ رہے ہو؟" ندیم نے میری خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

"اس لڑکی کے بارے میں غور کررہا ہوں جو میرے ساتھ ہونے کے باوجود مجھے نظر نہیں آرہی تھی۔"

"کیا کالکا نے تمہیں بھوشن کے سلسلے میں بھڑکانے کی کوشش کی تھی۔"

"نہیں۔ اس نے مجھے کچھ دنوں تک بھوشن سے دور رہنے کا مشورہ دیا تھا۔"

"اس کے باوجود تم نے وہاں جانے کی غلطی سے پرہیز نہیں کیا؟" ندیم نے تلملا کر جواب دیا۔

"کیا تمہارے آدمی بھی میری نگرانی کررہے تھے؟" میں نے پوچھا۔

"میرے علاوہ بھوشن کے غنڈے بھی گاڑیاں بدل بدل کر تمہارے پیچھے سائے کی طرح لگے ہوئے تھے۔ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ بھوشن نے آج کل اپنی حفاظت کے لیے بدمعاشوں اور ہسٹری شیٹر کی پوری فوج جمع کر رکھی ہے۔ اسے یقیناً اپنے آدمیوں کے ذریعے تمہاری نقل وحرکت کی رپورٹ لمحہ لمحہ مل رہی ہوگی۔ خود تمہارے بیان سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ بھوشن نے تمہیں بڑی کامیابی سے ٹریپ کرنے کا پلان مرتب کیا تھا۔"

"میں سمجھا نہیں؟"

"تم نے خود ہی کہا تھا کہ کامنی دت نے تمہیں دس منٹ تک اپنے آفس میں انتظار کرنے کو کہا تھا۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

"بھوشن بغیر اپوائنٹ منٹ کے کسی سے بھی ملاقات کرنے کا عادی نہیں ہے۔ تمہارے سلسلے میں دی جانے والی رعایت یقیناً کسی مصلحت کی بنا پر ہی کی گئی ہوگی۔"

"میں نے تمہارے کیسینو میں جس خاتون کو دیکھا تھا کیا تم اس کے بارے میں مجھے کچھ تفصیل بتانا پسند کروگے؟"

"کیا مطلب؟" ندیم نے وضاحت طلب نظروں سے مجھے گھورا۔ "تم خواہ مخواہ اس خاتون کو درمیان میں گھسیٹنے کی کوشش کیوں کررہے ہو۔"

"اس لیے کہ وہ سوفی صد وہی تھی جسے میں نے کامنی دت کے روپ میں دیکھا تھا۔"

"فی الحال تم سراج کو فون کرلو۔" ندیم نے میری بات کو یکسر نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔ "اس کا فون تمہارے لیے دوبار آچکا ہے۔"

پھر قبل اس کے کہ میں فون کرتا موبائل کی گھنٹی بجی اور میں نے اسے اٹھا کر کان سے لگا لیا۔

"میں سراج بول رہا ہوں۔" دوسری جانب سے سراج کی آواز ابھری۔ "میں ایک ضروری کام میں پھنس گیا تھا اس لیے پروگرام کے مطابق چھ بجے نہیں پہنچ سکا لیکن جس وقت میں وہاں گیا تو آپ پندرہ منٹ پہلے ہی جا چکے تھے۔"

"اس کی اطلاع آپ کو کس نے دی تھی؟"

"بھوشن کی پی اے کامنی دت نے۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ آپ بھوشن سے ملنے کے لیے گئے تھے لیکن بھوشن اس وقت دفتر میں موجود نہیں تھا چنانچہ آپ واپس لوٹ گئے۔"

"جی ہاں۔ یہی ہوا تھا۔" میں نے سراج کی معلومات کو چیلنج کرنے کی کوشش نہیں کی لیکن میرا ذہن اس کی بات سن کر چکرا ضرور گیا تھا۔ کامنی دت کی شخصیت میرے لیے اور پراسرار ہوگئی۔ اس نے سراج کو جو معلومات فراہم کی تھیں وہ سراسر جھوٹ اور غلط بیانی پر مبنی تھیں۔

"یہ بھی اچھا ہی ہوا کہ بھوشن سے آپ کی ملاقات نہیں ہو سکی۔" سراج نے سنجیدگی سے کہا۔ "میرے ڈیوٹی جوائن کرنے کے بعد اگر بھوشن کے ساتھ کوئی حادثہ رونما ہوجاتا تو وہ میرے لیے پریشانی کا سبب بھی بن سکتا تھا۔"

"میں نے اسی لیے آپ سے درخواست کی تھی کہ اپنے فرض کو میری دوستی پر ترجیح دینے کی کوشش نہ کیجیے گا۔ میں

نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے آپ کو کسی پریشانی کا سامنا ہو۔"
"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ نے اچانک بھوشن سے ملاقات کرنے کا فیصلہ کس وجہ سے کیا تھا؟"
"مجھے کچھ تجارتی معاملات پر اس کے ساتھ ڈسکشن کرنا ضروری تھا۔" میں نے جواز پیش کیا۔ "آپ کو اطلاع دینے کا مقصد صرف یہی تھا کہ کسی حادثے کی صورت میں آپ کو تفتیش میں آسانی ہو۔"
"میرا خیال ہے کہ آپ مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش کررہے ہیں۔ اس لیے کہ آپ نے اپنی ملاقات کی اطلاع دیتے وقت یہ بھی ہدایت کی تھی اس کی بھنک کسی تیسرے شخص کو نہیں ملنی چاہیے۔"
"میں نے جس تجارتی امور پر بھوشن سے ملاقات کا فیصلہ کیا تھا اس کی نوعیت کچھ اتنی اہم تھی کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ دوسرے اس سے باخبر ہوسکیں۔" میں نے بڑی خوب صورتی سے بات بناتے ہوئے کہا۔ "آپ کو اس کی اطلاع میں نے حفظ ماتقدم کے طور پر کی تھی۔"
"کیا آپ نے عارفہ کی جگہ پر کسی نئی سکریٹری کو اپوائنٹ کیا ہے؟"
"میں سمجھا نہیں؟"
"میرے آدمیوں کی اطلاع کے مطابق آپ ایک لڑکی کے ساتھ بھوشن سے ملاقات کرنے گئے تھے؟"
میرا ذہن کسی لڑکی کے ذکر پر دوبارہ چکرا کر رہ گیا۔ میں نے بڑی خوب صورتی سے بات ٹالتے ہوئے کہا۔
"وہ صرف ایک دن کے لیے بیرون ملک سے یہاں آئی تھی۔ دراصل جس تجارتی معاملے پر میں نے بھوشن سے ملاقات ضروری سمجھی تھی اس میں وہ لڑکی بھی بیرون ملک کی ایک تجارتی فرم کی جانب سے شرکت کی غرض سے آئی تھی اور ملاقات کے بعد واپس چلی گئی۔"
"ٹھیک ہے۔ میں پھر آپ سے کسی وقت مل کر بات کروں گا۔" سراج نے کہا پھر سلسلہ منقطع کردیا۔
میرا ذہن بدستور چکرا رہا تھا۔ میں اس لڑکی کے بارے میں غور کررہا تھا جس نے میرے ساتھ سفر کیا تھا لیکن میری نگاہیں اسے نہیں دیکھ سکی تھیں۔ ندیم میرے چہرے کے بدلتے تاثرات کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔
"بھوشن کے بارے میں تمہارے آدمیوں نے کیا اطلاع دی ہے؟" میں نے ندیم سے دریافت کیا۔ "اگر وہ حقیقتاً میرے فائر سے مرا نہیں تھا' صرف زخمی ہوا تھا تو یقیناً اس وقت کسی اسپتال میں زیر علاج ہوگا۔"
"یہی بات سب سے زیادہ تعجب خیز ہے۔ میرے آدمیوں نے بھی اس عمارت سے کسی زخمی کو باہر جاتے نہیں دیکھا

تھا۔" ندیم نے جواب دیا۔ "صرف بھوشن کے فرم کی ڈلیوری وین تمہارے جانے کے بعد اس عمارت سے [illegible] تھی۔"
"کیا اس وین کا پیچھا نہیں کیا گیا؟" میں نے [illegible] سوال کیا۔
"نہیں۔"
"برا ہوا۔" میں نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "ہوسکتا [illegible] بھوشن نے لوگوں کی نگاہوں سے بچنے کی خاطر اس [illegible] استعمال کو ترجیح دی ہو۔"
"لیکن ایسی صورت میں یہ بھی سوچنا پڑے گا کہ [illegible] چوروں کی طرح فرار ہونے کی کوشش کیوں کی۔"
"ولدالحرام قسم کے گھٹیا لوگ اسی قسم کی پلاننگ [illegible] ہیں۔" میں غصے سے تلملا اٹھا۔
"فکر مت کرو۔" ندیم نے مجھے تسلی دینے کی کوشش [illegible]
"میرے آدمی بہت جلد اس بات کا سراغ لگالیں [illegible] اصلیت کیا ہے۔"
پھر نسیم کے آجانے کی وجہ سے گفتگو کا وہ سلسلہ [illegible] رہ سکا۔

☆

بھوشن کے قتل کا معاملہ میرے لیے پریشانی کا سبب تھا۔ ندیم نے اس ضمن میں جو رویہ اختیار کیا تھا اس [illegible] یہی ظاہر ہوتا تھا کہ بھوشن عدم آباد کے سفر پر جانے کے [illegible] ابھی تک زمین کے سینے پر مونگ دل رہا ہے لیکن اگر وہ [illegible] تو کہاں چھپا بیٹھا تھا؟ اس نے خاموشی کس لیے اختیار [illegible] تھی؟ ہوسکتا تھا کہ ندیم کے آدمیوں نے اس کا سراغ [illegible] کے بعد ندیم کو اصل صورت حال سے آگاہ کردیا ہو اگر [illegible] درست تھی تو پھر ندیم نے مجھے اندھیرے میں کیوں ر[illegible] اس نے کامنی دت کے بارے میں بھی اس بات کو [illegible] قطعی انکار کردیا تھا کہ وہ اس سے کسی بھی حیثیت میں [illegible] ہے جبکہ میں خود اپنی نگاہوں سے اسے ندیم کے ساتھ [illegible] تھا۔ مجھے اس کا ایک جملہ بھی بخوبی یاد تھا۔ ندیم نے [illegible] کہا تھا کہ۔ "تمہاری ایک معمولی سی غلطی بھی بڑی [illegible] ثابت ہوسکتی ہے۔" اور جواب میں خاتون نے خود اعتماد[illegible] کہا تھا۔ "ڈونٹ وری تم نے مجھے تفصیل بتادی ہے [illegible] کام میرا ہے۔ رہا نفع یا نقصان تو وہ اب میری ذ[illegible] ہوگی۔" ان تمام یادداشتوں کی بنیاد پر یہی سوچا جاسکتا تھا [illegible] نے ندیم کے کیسینو میں جس خاتون کو دیکھا تھا وہی کامنی [illegible] کردار ادا کررہی تھی اور اگر سچ یہی تھا تو پھر اصل کا[illegible] کہاں تھی؟ ندیم کو مجھ سے بھی یہ بات چھپانے کی کیا [illegible] تھی؟

میں بڑی دیر تک حالات اور واقعات کے پیچ وخم میں الجھا رہا پھر کسی خیال سے میں نے ریسیور اٹھایا اور بھوشن کی پی' اے کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ دوسری طرف سے اسی کی آواز سنائی دی تھی۔
"کامنی دت آن دی لائن۔"
"میرا خیال ہے کہ تم میری آواز سننے کے بعد مجھے پہچان لوگی؟"
"سوری۔ میں فضول کالوں کا جواب دینا پسند نہیں کرتی۔"
"ون منٹ۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "میں شہباز خان بول رہا ہوں جس نے کل غلطی سے مسٹر بھوشن سے ملاقات کے وقت احمد کمال کا وزیٹنگ کارڈ اندر بھیج دیا تھا۔"
"اوہ۔ مجھے یاد آگیا۔" کامنی دت نے سرد مہری سے جواب دیا۔ "آپ کی اس غلطی کا خمیازہ بعد میں مجھے بھگتنا پڑا تھا۔ اتفاق ہی تھا جو باس نے مجھے معاف کردیا ورنہ عام طور پر وہ اس قسم کی غلطیاں معاف کرنے کا عادی نہیں ہے اور جہاں تک آپ کا تعلق ہے تو میں پورے وشواس سے کہہ سکتی ہوں کہ آپ نے جان بوجھ کر مجھے غلط وزیٹنگ کارڈ دیا تھا۔"
"آپ اتنے یقین سے کس طرح کہہ سکتی ہیں؟"
"آپ شاید بھول رہے ہیں کہ کارڈ دیکھنے کے بعد میں نے آپ کو احمد کمال ہی کے شبہ نام سے مخاطب کیا تھا مگر آپ نے اس وقت بھی اس غلط فہمی کو دور کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اس کی وجہ پوچھ سکتی ہوں؟" اس کے لہجے میں برہمی کا انداز تھا۔
"میں معافی چاہتا ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا پھر پہلو بدل کر بولا۔ "میرے جانے کے بعد مسٹر بھوشن نے آپ سے کیا کہا تھا؟"
"یہی کہ اگر دوبارہ مجھ سے ایسی کوئی غلطی ہوئی تو وہ کھڑے گھاٹ مجھے ملازمت سے نکال باہر کریں گے۔ اس کے علاوہ ایک حکم اور بھی دیا تھا اگر آپ دوبارہ دفتر کے کسی کونے کھدرے میں [illegible] تو آپ کو ملازموں سے اٹھوا کر باہر پھنکوا دیا جائے۔"
"مس کامنی دت۔ تم اتنی ہوشیار نہیں ہو جتنا بننے کی کوشش کررہی ہو۔" میں نے قدرے ناگوار انداز میں کہا۔ "میرے جانے کے بعد ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس مسٹر سراج نے مسٹر بھوشن سے ملنے کی کوشش کی تھی لیکن تم نے اسے یہ بتایا تھا کہ بھوشن دو گھنٹے سے آفس میں موجود نہیں ہے۔ کسی کام سے گیا ہوا ہے۔"
"یس۔ میں نے اس پولیس آفیسر سے یہی کہا تھا اس لیے کہ باس نے مجھے یہی حکم دیا تھا۔"
"تم پورے یقین سے کہہ سکتی ہو کہ میرے جانے کے بعد بھی تم بھوشن سے ملی تھیں؟"
"مجھے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے۔" اس نے حقارت سے جواب دیا پھر سلسلہ منقطع کردیا۔
میں تلملا کر رہ گیا۔ مجھے کامنی دت کی باتوں کا یقین نہیں آرہا تھا۔ میں نے بھوشن کو اپنی نگاہوں سے دم توڑتے دیکھا تھا پھر وہ دوبارہ کس طرح زندہ ہوگیا؟ کیا ندیم کے خیال کے مطابق بھوشن نے واقعی بلٹ پروف جیکٹ پہن رکھی تھی اور پھر میرے جانے کے بعد اس نے تمام واقعات کو ڈرامائی شکل دینے کی خاطر اپنے ماتحتوں کو مختلف ہدایتیں دی تھیں؟ اصلیت کیا تھی؟ ندیم کے گفتگو کا انداز بھی ایسا ہی تھا جیسے اس نے ذہنی اور منطقی طور پر بھوشن کا میرے ہاتھوں مارے جانے والی بات قبول نہیں کی تھی لیکن ایسا کیوں تھا؟ کیا ندیم کو اصلیت کا علم تھا۔ جسے وہ کسی خاص وجہ سے مجھ سے چھپانے کی کوشش کررہا تھا؟
فون کی گھنٹی بجی تو میں نے ذہن کو جھٹک کر ریسیور اٹھالیا۔
"شہباز اسپیکنگ۔" میں نے ماؤتھ پیس میں سنجیدگی سے کہا۔
"سراج بول رہا ہوں۔" دوسری جانب سے سراج کی آواز ابھری۔
"کوئی نئی بات؟" میں نے پوچھا۔
"میرا خیال ہے کہ بھوشن کے پرسنل آفس والے اور خاص طور پر مس کامنی دت ہمیں تاریکی میں رکھنے کی کوشش کررہی ہے۔"
"میں سمجھا نہیں؟"
"میں ابھی بھوشن کے آفس سے آرہا ہوں۔ دراصل میں سیاسی نکتہ نگاہ سے بھوشن سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں تاکہ وہ اپنے علاقے میں میری تعیناتی کو کوئی غلط رنگ نہ دے اور ہم اس کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر اپنا کام جاری رکھیں۔"
"آئی سی۔ کیا بھوشن سے آپ کی ملاقات ہوگئی؟" میں نے دل کی دھڑکنوں پر قابو پاتے ہوئے سوال کیا۔
"جی نہیں۔ بھوشن کے بزنس منیجر کا بیان ہے کہ وہ دو روز پہلے کسی بیرونی دورے پر گیا ہے اور اس کی واپسی ایک ہفتے بعد ہی ہوسکے گی۔"
"کیا مطلب؟" میں چونکا۔ "کل تو مس کامنی دت نے آپ سے کچھ اور کہا تھا؟"
"اسی کی تصدیق کی خاطر میں آج بھی اس سے ملا۔ جانتے ہیں اس نے کیا جواب دیا؟"
"کیا؟"
"اس نے سرے سے اس بات کو ہی تسلیم کرنے سے انکار کردیا کہ میں پہلے بھی کبھی اس سے ملا ہوں۔ بھوشن کے

بارے میں بھی اس نے کھل کر کچھ نہیں کہا۔ میرے استفسار کرنے پر اس نے بے رخی سے یہی جواب دیا تھا کہ وہ بھوشن کے پرسنل اور بزنس کے معاملات میں اس کی مرضی کے بغیر کسی کو کوئی انفارمیشن نہیں دے سکتی۔"

"پھر؟" میں نے دانت پیستے ہوئے پوچھا۔ "آپ کس نتیجے پر پہنچے ہیں؟"

"میرا ذاتی خیال ہے کہ بھوشن اسی شہر میں کہیں موجود ہے لیکن کسی خاص مصلحت کی بنا پر وہ وقتی طور پر روپوش ہو گیا ہو۔"

"کیا آپ ایرپورٹ انکوائری یا کسی اور ذریعے سے بھوشن کے باہر جانے والی بات کی تصدیق نہیں کر سکتے۔"

"جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ اس نے کس کمپنی سے سفر اختیار کیا ہے اس قسم کی خبر کی تصدیق تقریباً نہیں کر سکتے۔"

"اس کے انڈر گراؤنڈ ہونے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟"

"میں کوئی حتمی فیصلہ نہیں کر سکتا لیکن واقعات کے پیش نظر ایک بات ضرور کہہ سکتا ہوں۔" سراج نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "اگر آپ نے بھوشن کے آفس جانے میں جلد بازی نہ کی ہوتی تو شاید۔۔۔"

"گویا آپ مجھے موردالزام ٹھہرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔" میں جھلا گیا۔

"بات کو غلط رنگ دینے کی کوشش نہ کریں مسٹر شہباز۔" سراج نے تفصیل سے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ "میری بھوشن کے علاقے میں تعیناتی اور آپ کا اسی روز اس کے دفتر جانا بھوشن جیسے عیار اور دغاباز آدمی کے لیے یقیناً تشویش ہی کا باعث بنا ہوگا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس بات سے الجھ گیا ہو کہ اس کی مخالفت کے باوجود میری تعیناتی اسی کے علاقے میں کیوں کر ممکن ہوئی اور وہ مجھے یہاں سے ہٹوانے کی خاطر اپنا جوڑ توڑ استعمال کر رہا ہو۔"

سراج کی بات میں وزن تھا۔ بھوشن نے بھی ملاقات کے دوران مجھ سے یہی کہا تھا کہ میں سراج کی اس کے علاقے میں تعیناتی سے کسی خوش فہمی کا شکار نہ ہوں۔ یہ دعویٰ بھی کیا تھا کہ اگر وہ چاہے تو سراج کو دوسری دنیا کے سفر پر بھی روانہ کر سکتا ہے لیکن اگر اسے اپنے اوپر اس قدر اعتماد تھا تو پھر اسے انڈر گراؤنڈ جانے کی کیا ضرورت تھی؟ صورت حال کچھ ایسی شکل اختیار کر چکی تھی کہ ڈور کا کوئی سرا نہیں مل رہا تھا۔ بہرحال میں نے پر اعتماد لہجے میں کہا۔

"بھوشن آپ کے فوری تبادلے میں کامیاب نہیں ہو سکے گا۔"

"ایک بات پوچھوں مسٹر شہباز۔ کیا آپ نے میری چھٹی منسوخ کرانے اور فوری ڈیوٹی جوائن کرنے کی خاطر مسز سلیمان شاہ سے تو کوئی بات نہیں کی تھی؟"

"وہ بہت اونچی شے ہے سراج صاحب اگر چاہے تو کو بھی ہمارے راستے سے ہٹا سکتی ہے۔" میں نے

"ایک بار اس نے مجھے اس سلسلے میں اپنی خدمات پیش کرنے کی کوشش بھی کی تھی لیکن میں نے اس کی پیشکش کو رد کیا۔۔۔ میں ان شکاریوں میں سے نہیں ہوں جو مچان پر بیٹھ کر شیر کا شکار کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔"

"اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟"

"فی الحال ہمیں یہ معلوم کرنا ہوگا کہ بھوشن کہاں ہے اور مس کامنی دت کس قسم کا کردار ادا کر رہی ہے۔"

"میں نے اپنے قابل اعتماد ماتحتوں کو پہلے ہی ہدایات جاری کر دی ہیں۔"

"میں خاص طور پر کامنی دت کی اصلیت جاننا چاہتا ہوں۔" میں نے سراج کو فون پر اس سے ہونے والی ملاقات کا احوال بتاتے ہوئے کہا۔ "اس نے بڑے یقین سے کہا تھا کہ لندن جانے کے بعد وہ بھوشن سے ملی تھی لیکن اس کے برعکس اس نے آپ کو دوسرا بیان دیا۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ وہ بھوشن کے بارے میں یہ بات بھی ضرور جانتی ہوگی کہ وہ کہاں ہے۔"

"میرا ذاتی خیال بھی یہی ہے کہ کامنی دت بھوشن کے بل بوتے پر اچھل رہی ہے۔ بہرحال میں آپ سے کل ملاقات کر کے آئندہ کے لیے کوئی لائحہ عمل تیار کروں گا۔"

سراج سے بات ختم کرنے کے بعد میرا ذہن پھر کامنی دت کے سلسلے میں الجھنے لگا۔ گیتا کی آتما نے مجھ سے دوبارہ ملنے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی اگر وہ بھوشن ہی تھا جس کو میں نے گولیوں کا نشانہ بنایا تھا تو پھر گیتا کی روح دیوتاؤں کے بموجب واپس آسمان کی جانب لوٹ گئی ہوگی اور اگر وہ زندہ تھا تو پھر گیتا کی بھٹکتی ہوئی آتما نے مجھ سے دوبارہ ملنے سے کیوں گریز کیا تھا؟ ندیم اور اس کے آدمی کس لائن آف ایکشن پر کام کر رہے تھے؟ کیا ندیم بھی مجھ سے کوئی اہم بات چھپانے کی کوشش کر رہا تھا؟ میری ذہنی جمناسٹک ابھی جاری تھی کہ اپنے آفس میں کسی تیسری شخصیت کی موجودگی کا احساس ہوا۔ میں نے تیزی سے نگاہوں کا زاویہ بدل کر دیکھا۔

دروازے پر کالکا انتہائی گھناؤنے روپ میں کھڑی تھی۔ اس کی آنکھوں سے حقارت کے شعلے لپک رہے تھے۔ میں نے اس سے پہلے کالکا کو اتنی غضب ناک حالت میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔

بڑی دیر تک وہ مجھے خون آلود نظروں سے گھورتی رہی، اس کے تیور ہر لمحہ خطرناک سے خطرناک تر ہوتے جا رہے تھے۔ میری سمجھ میں اس کی خفگی کی بظاہر کوئی وجہ نظر نہیں آ رہی تھی، میں نے صندلی انگوٹھی کی سمت دیکھا وہ بدستور میرے ہاتھوں میں موجود تھی۔ کمبل پوش بزرگ مجھ پر ناراض تھے۔ میرا دل اب بھی اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ اس صندلی انگوٹھی کے سبب کالکا نہ تو میرے قریب آ سکے گی نہ ہی مجھے کوئی نقصان پہنچا سکے گی۔ اسی یقین کے تحت میں نے اپنے دل کو تسلی دی، کچھ دیر کالکا کے تیزی سے بدلتے ہوئے تیور کو دیکھا، اس وقت وہ چہرہ بے حد بھیانک نظر آ رہا تھا۔ اس کی جلد کی رنگت کوئلے سے بھی زیادہ سیاہ تھی۔ بال بری طرح الجھے ہوئے تھے اور ہونٹوں پر گاڑھا گاڑھا خون بکھرا ہوا تھا۔ کالکا نے مجھ سے کہا تھا کہ اس کے کئی روپ ہیں۔ اس سے پیشتر بھی میں اسے خوفناک روپ میں دیکھ چکا تھا۔ اس کا موجودہ روپ بھی کراہت آمیز تھا۔

"کیا بات ہے کالکا رانی۔" میں نے سپاٹ لہجے میں گفتگو کی پہل کی۔ "یہ تم اس وقت اس قدر خطرناک صورت میں کس لیے وارد ہوئی ہو؟"

"تمہیں یہ بتانے کے کارن کہ اگر کالکا تمہارے لیے رحم کی دیوی اور خوبصورت سندر نار کی شکل اختیار کر سکتی ہے تو وہ تمہیں کالی کے روپ میں ایسا شراپ بھی دے سکتی ہے کہ تم سارا جیون سکھ کی ایک سانس بھی نہ لے سکو۔"

"کالکا۔۔۔" میں نے کریہ گسٹن روز اول کے اصول پر عمل کرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "تم اس وقت بڑی اونچی ہواؤں میں اڑتی دکھائی دے رہی ہو۔ کیا میرے ساتھ بھی کوئی کھیل رچانے کا سوچ رہی ہو؟"

"اتنے اونچے سروں میں کالکا کے سامنے مت بولو شہباز خان۔" وہ ہونٹوں کا خون چاٹتے ہوئے سرد لہجے میں بولی۔ "تمہیں ابھی کالکا کی شکتی کا صحیح اندازہ نہیں ہے۔"

"مجھے اس کا اندازہ ہے۔" میں نے استہزائیہ انداز میں کہا۔ "تمہاری مہان شکتی کا ایک رنگ میں اس وقت دیکھ چکا ہوں جب پنڈت بنسی دھر پہاڑی گپھاؤں میں بیٹھا تمہیں اپنے قابو میں کرنے کی خاطر جاپ کر رہا تھا۔"

"پنڈت بنسی دھر کا شبھ نام اپنی زبان پر مت لاؤ۔ اس کی بات اور تھی، اسے دیوی دیوتاؤں کا آشیرباد حاصل تھا۔"

"لیکن تمہیں دیوی دیوتاؤں نے نہیں، میں نے اس پنڈت کی داسی بننے سے نجات دلائی تھی۔"

"تم یہ بھی دیکھ چکے ہو کہ میں نے شنکر جیسے پاپی کو کس طرح نرکھ میں جھونک دیا تھا۔"

"ہاں، اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تم ابھی تک لیڈی مکلارنس سے اپنی وہ مورتی حاصل نہیں کر سکیں جو اس کے قبضے میں ہے۔"

"کالکا کی شکتی دیکھنا چاہتے ہو؟" وہ ناگن کی طرح بل کھا کر بولی۔

"تم میرے ہاتھوں داور اور کول ورما کا انجام بھی دیکھ چکی ہو۔" میں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"میں نے بہت کچھ دیکھ رکھا ہے شہباز خان۔" اس کا لہجہ خطرناک ہو گیا۔ "پرنتو اب تم اس شکتی کے مالک نہیں رہے جو چھایا بن کر تمہاری حفاظت کر رہی تھی۔"

"کیا مطلب۔۔۔؟" میں چونکا۔

"ہمارے بیچ جو دیوار کھڑی ہے ابھی میں اس کے پار نہیں دیکھ سکتی لیکن اتنا اوش جانتی ہوں کہ تم نے اس مہان شکتی کو ناراض کر دیا ہے۔"

"پھر تو تمہیں اس کا سبب بھی معلوم ہوگا۔" میں نے بے پرواہی کا مظاہرہ کیا۔

"ہاں۔ اس کا کارن ماہ رخ کا سندر شریر ہے جس سے تم نے اپنے من کی پیاس بجھائی ہے۔" کالکا نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "وہ پوتر مہان شکتی جو دھرم اور تمہارے پرکھوں کے کارن تمہاری سہائتا کر رہی تھی وہ تمہارے اور ماہ رخ کے شریر کے ملاپ پر تم سے روٹھ گئی ہے۔"

ایک لمحے کے لیے مجھے احساس ہوا کہ کالکا نے اس طاقت کا راز معلوم کر لیا ہے جو بادلوں کی طرح میرے سر پر قائم تھی، ماہ رخ کے سلسلے میں مجھ سے جو بھی لغزش ہوئی تھی اس کا سبب بھی خود کالکا تھی۔ شاید اسی لیے اس نے مجھے بڑے مکر و فریب سے ماہ رخ کے اس کمرے تک پہنچا دیا تھا جہاں گناہ سر ابھارتا تھا لیکن میں اس بات کو نہیں مان سکتا تھا کہ کفر کی ناپائیدار قوت کسی خدا کے برگزیدہ بندے کی طاقت کا مقابلہ کر سکتی تھی۔ کالکا کی لفاظی محض اس کے خیالات کی پیداوار بھی ہو سکتی تھی۔ غالباً میری اور ماہ رخ کی تصویروں کا وہ دوسرا سیٹ بھی کالکا نے اپنے طاغوتی قوتوں سے تیار کر لیا تھا جو مجھے ڈاک سے موصول ہوا تھا۔

"کس وچار میں گم ہو گئے بھولے ناتھ؟" کالکا نے میرا مذاق اڑانے کی کوشش کی۔ "کیا میں نے کچھ جھوٹ کہا ہے جو تمہارے حلق کے نیچے نہیں اتر رہا۔"

"میں تمہاری چال کو سمجھ چکا ہوں کالکا رانی۔" میں پہلو بدل کر بولا۔ "تم نے میرے ساتھ دھوکا کیا ہے۔"

"ایسا مت کہو شہباز خان، جو گندگی تمہارے شریر پر لگ چکی ہے اس میں تمہاری اپنی مرضی بھی شامل تھی، اب اس داغ کو کوئی نہیں مٹا سکتا۔"

"مجھے معلوم ہے، تم نے اپنی کالی قوتوں سے مجھے اپنے

خوبصورت جال میں پھانسنے کی کوشش کی ہے لیکن تمہارا یہ جادو زیادہ دیر نہیں چل سکے گا۔"

"اب تم بڑی بڑی باتیں کرنا سیکھ گئے ہو' پر یہ بھی میری شکتی کا چمتکار ہے۔"

"اس وقت تم کیا کہنے آئی ہو؟"

"کیا تم اس کا اندازہ میرے روپ سے نہیں لگا سکتے؟"

"تمہارے تو بہت سارے روپ ہیں۔ میں تمہیں ناگن کے روپ میں بھی دیکھ چکا ہوں۔"

"پھر تو تمہیں یہ بھی یاد ہوگا اس روپ نے شنکر کو اس طرح ڈسا تھا کہ وہ پانی بھی نہیں مانگ سکا تھا۔"

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ اس وقت تم کس وجہ سے مجھ سے بدلے ہوئے لہجے میں بات کر رہی ہو؟" میں نے موضوع بدل دیا۔

"میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ ابھی بھوشن سے ٹکرانے کی کوشش نہ کرنا لیکن تم نے میرا کہا نہیں مانا۔"

"سمجھا۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ "تم اس سمے بھوشن کی موت کا انتقام لینے آئی ہو۔"

"تم سپنا دیکھ رہے ہو شہباز خان۔" اس نے نفرت سے جواب دیا۔ "کالکا کا کہا ہمیشہ پورا ہوتا ہے۔ تمہاری اطلاع کے لئے بتا رہی ہوں کہ بھوشن ابھی مرا نہیں۔ زندہ ہے۔"

"اور وہ کون تھا جو میری گولیوں کا نشانہ بنا تھا؟"

"وہ کیول ایک ناٹک تھا جسے تم جیسے نادان بالک نہیں سمجھ سکتے۔" کالکا زہرخند سے بولی۔ "کیا تمہارے اپنوں نے تمہاری بات کا وشواس کر لیا ہے؟"

میرے ذہن کو پھر جھٹکا لگا۔ حالات کے پیش نظر اب میں بھی یہ سمجھنے اور سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ بھوشن نے مجھے دس منٹ انتظار کیوں کرایا تھا۔ شاید کالکا ہی کی پراسرار شکتی نے اسے وہ ڈراما رچانے کا مشورہ دیا ہو' ایک لمحہ کو میرے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی' کالکا کی ناراضگی میرے لیے نقصان دہ بھی ثابت ہو سکتی تھی لیکن میں اس کے سامنے جھکنے کو بھی تیار نہیں تھا۔

"جو ناٹک خطرناک انداز میں شروع ہو اس کا انجام بھی اتنا ہی خطرناک ثابت ہوتا ہے۔" میں نے بے پرواہی کا مظاہرہ کیا۔ "تم بتاؤ ـــــ تم کس مقصد کے لیے مجھے اپنی لال پیلی نگاہیں دکھانے آئی ہو؟"

"مجھ سے الجھنے کی کوشش مت کرو۔" وہ قدرے نرم پڑی۔ "کالکا کل بھی تمہاری تھی اور آج بھی تمہاری ہے لیکن تم اپنے دل سے بھوشن کو مارنے کا خیال نکال دو۔ میں وچن دیتی ہوں کہ موہنی کی طرح اسے بھی کسی موقع پر گھیر کر تمہارے حوالے کر دوں گی۔"

"اور اگر میں تمہارا کہا ماننے سے انکار کر دوں تو؟"

"تو مجھے مجبوراً اس گھڑی تک بھوشن کی سہائتا کر[illegible] جب تک اس کے ستارے گردش میں نہیں آجاتے۔"

"اور تمہاری دشمنی مجھے مہنگی بھی پڑ سکتی ہے[illegible] بتانے کے لیے تم نے یہ خوفناک روپ اختیار کیا ہے؟"

"کالکا سے پنجہ لڑانے کا خیال دل سے نکال دو۔ ا[illegible] تمہاری مکتی ہے۔"

"مجھے منظور ہے لیکن ایک شرط پر۔"

"وہ کیا؟"

"تمہیں کچھ دیر کے لیے اپنے سندر روپ میں[illegible] بانہوں میں آنا ہوگا۔"

"نہیں۔" وہ خفگی کے انداز میں نچلا ہونٹ چبا[illegible] بولی۔ "ابھی یہ نہیں ہو سکتا۔"

"کیوں؟" میں نے اسے آزمانے کی خاطر مسکرا کر[illegible] "جب تمہیں وشواس ہے کہ وہ چھایا جو میرا ساتھ د[illegible] تھی مجھ سے روٹھ چکی ہے تو پھر تمہیں خطرہ کس بات کا[illegible]"

"دیوتاؤں نے مجھے بتایا ہے کہ اس شکتی کی کوئی[illegible] تمہارے شریر پر موجود ہے اور جب تک وہ نشانی تم سے[illegible] نہیں چھن جاتی اس کا اثر قائم رہے گا۔"

"مگر تمہیں تو کالی کا آشیرباد حاصل ہے۔" میں نے چھیڑنے کی خاطر کہا۔ "میری بانہوں میں سمٹنے کے بعد تم سندر ہاتھوں سے اس نشانی کو چرانے کی خاطر میرے[illegible] ٹٹول بھی سکتی ہو جو ابھی تک میرے علم سے باہر ہے۔"

"تم کالکا کی آنکھوں میں دھول نہیں جھونک سکتے؟"

"میرا خیال ہے کہ تمہیں ا[illegible] ت کا ڈر ہے کہ تمہارا انجام بھی داور اور موہنی جیسا نہ ہو۔"

"بھوشن کے بارے میں تمہارا کیا فیصلہ ہے؟" [illegible] بات کو نظرانداز کر گئی۔

"کیا تم مجھے یہ بتانا پسند کرو گی کہ میں نے جس [illegible] بھوشن سمجھ کر ہلاک کیا تھا وہ کون تھا؟ وہ مرنے کے بعد ز[illegible] طرح ہو گیا؟ کامنی دت کا اصل روپ کیا ہے اور بھوشن[illegible] والوں نے اس کے بارے میں اپنا بیان بار بار کیوں بدلا؟"

"میں تمہیں سب کچھ بتا سکتی ہوں پر تو اس راز کو[illegible] کرنے کے لیے تمہیں کامنی کے کومل شریر کو بھی روندنا[illegible] گا۔"

"اور اس وقت اس کے جسم کے اندر تمہاری آتما[illegible] کیوں؟"

"نہیں۔" کالکا نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا[illegible] وچن دیتی ہوں کہ تم جس کامنی دت کی بات کر رہے ہو[illegible] کے شریر سے دور ہی رہوں گی۔"

"یہ تم کہہ رہی ہو کالکا رانی۔" میں نے اسے یاد دلانے کی کوشش کی۔ "تم نے کسی دوسری عورت سے میرے ملاپ کے لیے بڑی کڑی شرط لگائی تھی۔"

"ہاں' لیکن میں چاہتی ہوں کہ تمہارے متر کو بھی بتا سکوں کہ وہ کالکا کے ساتھ چھل کپٹ کرنے میں کبھی نہیں جیت سکتا۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے چونک کر پوچھا۔ "کامنی دت کے سلسلے میں تمہیں میرا دوست کس طرح یاد آگیا۔"

"یہ راز بھی تمہیں کامنی کے شریر سے کھیلنے کے بعد ہی معلوم ہوگا۔" کالکا کا لہجہ معنی خیز تھا۔

میرے ذہن میں کئی سوالات جاگ اٹھے' میں نے ندیم سے یہی کہا تھا کہ میں کامنی کو اس کے کیسینو میں دیکھ چکا ہوں لیکن ندیم نے میری بات رد کرنے کی کوشش کی تھی اور اب کالکا اس راز کو جاننے کی خاطر مجھے کامنی سے تعلقات استوار کرنے کا مشورہ دے رہی تھی۔ آخر کیوں؟

"وہ تصویریں مجھے کس نے بھیجی تھیں جو ماہ رخ نے تیار کی تھیں۔" میں نے گفتگو کا رخ پھر تبدیل کرنے کی کوشش کی۔

"کیوں۔ کیا وہ تصویریں تمہارے من کو اچھی نہیں لگیں۔" کالکا نے اپنا پلڑا بھاری رکھنے کی خاطر جواب دیا۔ "ذرا سوچو شہباز خان' اگر وہ منہ بولتی تصویریں سلیمان شاہ کے ہاتھ لگ جائیں تو وہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔"

"تم ایسا نہیں کرو گی۔" میں دانت پیس کر بولا۔

"تمہارے پاس کیول ایک ہی راستہ ہے۔" وہ دوبارہ اصل مقصد کی جانب آگئی۔ "بھوشن کے سلسلے میں میرا کہا مان لو۔ اگر تم نے میری بات نہ مانی تو پھر سب کچھ الٹ پلٹ ہو جائے گا۔"

"میں بھوشن جیسے زہریلے ناگ کو اپنی آستین میں نہیں پال سکتا۔"

"چنتا مت کرو۔ وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔" کالکا نے مجھے یقین دلایا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے فیصلہ کن انداز میں جواب دیا۔ "بھوشن اگر میرے سامنے ہاتھ باندھ کر معافی مانگ لے تو میں وقتی طور پر اسے معاف کر سکتا ہوں۔"

"مجھے تمہاری یہ شرط منظور ہے۔" کالکا نے تھوڑے توقف کے بعد کہا۔ "بھوشن آج ہی تم سے مل کر شما کی پرارتھنا کرے گا۔"

"لیکن یہ کیسے ممکن ہے۔ بھوشن کے بزنس منیجر نے سراج کو بتایا ہے کہ بھوشن ملک سے باہر ہے اور اس کی واپسی؟"

"صرف آم کھانے سے مطلب رکھو شہباز خان' پیڑ گننے کرنا تمہارے بس کا روگ نہیں ہے۔" وہ میرا جملہ کاٹتے ہوئے بولی۔ اس کے بعد وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتی تھی لیکن اس کی آنکھوں میں حیرت کے تاثرات جاگ اٹھے' اس نے تیزی سے گھوم کر چاروں طرف اس انداز میں دیکھا جیسے کہیں قریب ہی اس کے لیے کوئی خطرہ موجود تھا۔ وہ اچانک اپنے وجود میں سمٹ کر پل بھر میں میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئی پھر صندل اور لوبان کی ملی جلی خوشبو ایک طویل عرصے کے بعد میری قوت شامہ سے ٹکرائی تو میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ اس وقت میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے کمبل پوش بزرگ کو اپنی نگاہوں کے سامنے کھڑا دیکھا۔ ٹیڑھی میڑھی لکڑی کا سہارا لیے وہ مجھے ناپسندیدہ نگاہوں سے گھور رہے تھے۔

"میرے بزرگ۔" میں نے رقت بھری آواز میں کہا۔ "مجھے ایک عرصے سے آپ کا انتظار تھا۔"

"بک بک مت کر نادان کے کیڑے ـــــ" خدا کے اس برگزیدہ بندے نے بڑی رکھائی سے کہا۔ "لا ـــــ میری انگشتری مجھے واپس لوٹا دے۔"

"نہیں ـــــ" میں نے احتجاج کیا۔ "میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کر سکتا ہوں لیکن؟"

"اب کیا میرے ساتھ بھی ٹھٹھول کرے گا۔" بزرگ کی نگاہوں میں جلال کی سرخی اتر آئی۔

"میں بے قصور ہوں۔" میں نے ہاتھ جوڑ دیے۔ "مجھ سے جو گناہ سرزد ہوا ہے اس میں میرے ارادے کا کوئی دخل نہیں تھا۔"

"آنکھ بند کر کے ڈبکی لگانے کی کوشش کرے گا تو منہ ہی کے بل زمین پر گر کر غلاظت میں لت پت ہو جائے گا۔"

"میں معافی کا خواستگار ہوں میرے محترم۔ مجھے آپ کی نظر کرم کی ضرورت ہے۔"

"زمین پر تھوک کر اسے چاٹنا شروع کر دے۔ سارے دلدر دور ہو جائیں گے۔"

"آپ کے اشارے میری سمجھ سے بالاتر ہیں۔" میں نے عاجزی سے کہا۔ "مجھے آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔ آپ میرا ہاتھ تھام لیں' مجھے سیدھا راستہ دکھا دیں۔"

"منہ پر توے کی کالک مل لے کوٹھے پہ چڑھ کر نعرہ لگانا شروع کر دے۔" بزرگ کے ہاتھ پاؤں میں رعشہ آگیا۔ ان کا سارا جسم کانپ رہا تھا' آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں' منہ سے جھاگ نکل رہا تھا' میں نے اتنے غصے کی حالت میں خدا کے اس نیک اور مہربان بندے کو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

"میں توبہ کرتا ہوں۔" میں نے کان پکڑ لیے۔

"بزرگوں سے ٹھٹھول کر رہا ہے نابکار۔ سنبھل جا۔ کشتی ہچکولے کھا رہی ہے اگر ڈوب گئی تو زندگی بھر ہاتھ

ملتا رہ جائے گا۔" بزرگ نے بڑی حقارت سے کہا ان کی بات میں کوئی ایسی گہرائی ضرور پوشیدہ تھی جسے محسوس کر کے میں سرتاپا لرز اٹھا۔

"میں سمجھا نہیں میرے محترم میں نے دھڑکتے دل سے پوچھا"

"وقت کیوں ضائع کررہا ہے۔ لا' میری انگوٹھی واپس کردے' اس کے بعد تجھے اختیار ہوگا۔ جو چاہے کرنا۔"

"نہیں۔ نہیں۔ میں انگوٹھی نہیں لوٹاؤں گا۔"

"تو پھر انگوٹھا چوسنا شروع کردے۔ چمگادڑوں کی طرح درخت سے الٹا لٹک کر چیخنا شروع کردے۔ آنکھ بند کرکے مورتیوں کے پیچھے دوڑ لگادے۔ چھل کبڈی کا مزہ نہ آجائے تو دام واپس۔"

میں نے جواب میں کچھ کہنا چاہا لیکن بزرگ کا سایہ لہرا کر فضا میں غائب ہوگیا' مجھے اپنے وجود کے اندر کوئی شے ٹوٹتی محسوس ہوئی تھی' پھر فون کی گھنٹی بجی تو میں نے دیوانوں کی طرح ریسیور اٹھالیا۔

"ندیم بول رہا ہوں۔" دوسری جانب سے ندیم کی بھرائی ہوئی آواز ابھری۔ "گھر واپس آجاؤ۔"

"کیوں؟ کیا ہوا۔" میں نے تیزی سے سوال کیا۔ "امی کی طبیعت اب کیسی ہے۔"

"ڈاکٹر اپنی سی کوشش کر رہے ہیں تم جلدی پہنچنے کی کوشش کرو۔"

اور فون میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا' مجھے ایسا محسوس ہورہا تھا جیسے زمین بڑی تیزی سے میرے پیروں تلے سے نکل گئی ہو۔ میں تیزی سے اٹھ کر باہر کی سمت بھاگا۔ کمبل پوش بزرگ کے الفاظ میرے پورے وجود میں صدائے بازگشت بن کر گونج رہے تھے۔

ڈاکٹروں نے ماں کی بیماری کے سلسلے میں تشویش کا اظہار کیا تھا لیکن وہ اسے بچانے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ نسیم نے رو رو کر برا حال کر لیا تھا۔ عارفہ کی آنکھوں سے بھی آنسو کی جھڑی لگ گئی تھی۔ ندیم کی آنکھیں خشک ضرور تھیں۔ لیکن میں اس کے اندر ابلتے آنسوؤں کے طوفان محسوس کر رہا تھا۔ وہ ہر شخص کو تسلی دے رہا تھا۔ ہر فرد کی ڈھارس بندھا رہا تھا۔ کہ خدا کی مصلحتوں کے آگے انسان کا بس نہیں چلتا۔ قدرت کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں۔ زندگی اس کی عطا کردہ ایک نعمت ہے۔ جسے وہ جب چاہے واپس لے سکتا ہے اس کے حکم کے آگے کوئی پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔ ندیم ایک ایک کو صبر کی تلقین کر رہا تھا لیکن اسے تسلی دینے والا نہیں تھا حالات نے اسے اچانک بہت بزرگ اور مدبر بنا دیا تھا۔ اسے میری ماں کی تشویشناک بیماری کا غم کسی سے کم نہیں تھا۔ لیکن وہ شاید سب کے سامنے کھل کر رونے سے گریز کر رہا تھا۔ لیکن اس کی سوجھتی ہوئی سرخ آنکھیں بتا رہی تھیں کہ وہ تنہائی میں بلک بلک کر رویا ہے۔

میرے ذہن میں رہ رہ کر کمبل پوش بزرگ کی "ہچکولے کھانے" والی بات گونج رہی تھی۔ میں نے گڑگڑا کر انہیں آواز دی لیکن وہ شاید مجھ سے بہت خفا تھے۔ کاکا کی طاغوتی قوتوں نے میرے خلاف سازش کا جو گھناؤنا جال بنا تھا۔ میں اس کو سمجھنے سے قاصر تھا لیکن اب حالات نے مجھے اس سازش کے تانے بانے میں پوری طرح الجھا دیا تھا۔ وہ میرے مقابلے پر بھوشن کی طرف داری کر رہی تھی۔ اسے میری پریشانی سے دلچسپی نہیں تھی وہ اپنے دیوی دیوتاؤں کو خوش رکھنے پر مجبور تھی۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ میں بھوشن کو اس وقت تک لئے معاف کر دوں جب تک اس کے ستارے گروش میں نہیں آ جاتے۔ اس نے وعدہ کیا تھا موقع ملتے ہی کسی طرح وہ بھوشن کو کسی موقعے پر میرے حوالے کر دے گی۔ میری ضد سے مجبور ہو کر اس نے یہ بھی کہا تھا کہ بھوشن فوری طور پر مجھ سے مل کر ہاتھ جوڑ کر معافی مانگ لے گا۔ لیکن اس کا موقع نہ آ سکا۔ شاید کاکا نے جھوٹی تسلی دی تھی۔ غالب اس کی گندی طاقت کو علم تھا کہ اگلے لمحے تقدیر میرے ساتھ کیا کھیل کھیلنے والی ہے وہ مجھے وعدوں کا بہلاوا دے کر اپنے جال میں پھانسنے کی خواہش مند تھی۔ لیکن کمبل پوش بزرگ کے آجانے سے خوفزدہ ہو کر فرار ہو گئی تھی۔ خدا کے اس برگزیدہ بزرگ نے ماں کے سلسلے میں اشاروں اشاروں میں مجھ سے کشتی کے ہچکولے کھانے والی بات کہی تھی۔ وہ مجھ سے خفا تھے۔ اپنی کراماتی صندلی انگوٹھی واپس مانگ رہے تھے۔ جس نے مجھے باطل قوتوں کے مقابلے میں محفوظ رکھا تھا۔ لیکن میری التجا پر انہیں شاید رحم آگیا تھا۔ کمبل پوش بزرگ نے غلط نہیں کہا تھا میری ماں کی کیفیت طوفان کی لہروں پر ہچکولے کھانے والی کشتی سے مختلف نہیں تھی۔ ڈاکٹروں کی سرتوڑ کوششوں کے باوجود ان کی کیفیت میں کوئی فرق نہیں آ رہا تھا۔ ہم سب ماں کی تیمارداری میں لگے رہتے تھے۔ عارفہ اور نسیم رات بھر دامن پھیلائے خدا سے ان کے حق میں دعائیں کرتی رہتی تھیں۔ ندیم نے ہم سب کو سنبھال رکھا تھا۔

میری اس پریشانی میں میرے دفتر کے تمام کارندے اور واقف کار بھی شریک تھے۔ لیکن کاکا یا لیڈی بیکلارنس نے مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی زحمت گوارہ نہیں کی تھی۔ میرے دشمن بے شمار تھے۔ راجن کے لڑکے اور بشیرا ماچھی کے ساتھی میرے خون کے پیاسے ہو رہے تھے۔ بھوشن چاہتا تو وہ بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتا تھا۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ شاید کسی کی آبی قوت نے اب میرے اطراف اپنی رحمتوں کا احاطہ کر رکھا تھا۔ باطل قوتیں اس حصار کو نہیں توڑ سکتی تھیں۔ پھر ایک ہفتے بعد میری ماں نے آنکھیں کھول دیں۔ قدرت کو شاید ان پر رحم آ گیا تھا۔ ڈاکٹروں کی امیدیں بحال ہونے لگیں۔ میں ماں کے سائے سے محروم ہونے سے بچ گیا ہماری دعائیں اور ڈاکٹروں کی مسیحائی ان کے کام آگئی وہ تیزی سے صحت یاب ہو رہی تھی۔ گیارہ روز تک ہم جس پریشانی اور کرب سے دو چار رہے اس کا اندازہ کوئی اور نہیں کر سکتا۔

بارھویں روز میں دفتر میں بیٹھا سراج سے باتیں کررہا تھا کہ اچانک بھوشن میرے آفس میں داخل ہوا۔ اس کی آمد میرے اور سراج دونوں کے لیے غیر متوقع تھی۔ مجھے حیرت تھی کہ اسے میرے آفس کے اندر آنے کی اجازت کس نے دی۔ شاید اس میں بھی کاکا کی گندی قوتوں کا دخل تھا' بھوشن کو دیکھ کر میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔ سراج بھی سنبھل کر بیٹھ گیا۔ میرا خیال تھا کہ بھوشن اس موقع پر میرے زخموں پر نمک پاشی کرے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اس کے چہرے پر اس وقت رعونت' تکبر اور بڑے پن کا کوئی احساس نہیں تھا۔ اس کا چہرہ سپاٹ تھا وہ کچھ بجھا بجھا سا نظر آرہا تھا' پھر اکلخت میرے ذہن میں کاکا کا منحوس تصور ابھرا' شاید اس نے اپنا وعدہ پورا کرنے کی خاطر اس وقت بھوشن پر اپنی سیاہ قوتوں سے قبضہ جما رکھا تھا۔ بھوشن کی نگاہوں میں نظر آنے والی بے بسی میرے خیال کی تصدیق کررہی تھی۔ میں نے اس کو بیٹھنے کو نہیں کہا۔ خاموش نظروں سے دیکھتا رہا۔ میرے اندر دبے ہوئے طوفان نے اٹھنا شروع کردیا تھا' وقت نے مجھے انتہاپسند بنادیا تھا۔ میں نے طے کر رکھا تھا کہ اگر بھوشن نے میرے اوپر کوئی طنز کرنے کی کوشش کی تو میں اسے گولیوں سے بھون ڈالنے میں کسی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہیں کروں گا۔ سراج کی موجودگی میں ہرچند میرا یہ عمل میرے لیے نقصان دہ بھی ہو سکتا تھا لیکن اب مجھے اس کی پرواہ نہیں تھی۔

"کیا میں بیٹھ سکتا ہوں۔" بھوشن نے سراج پر نظر ڈالتے ہوئے نرم لہجے میں پوچھا۔

"نہیں۔" میری پیشانی پر آڑی ترچھی سلوٹیں نمودار ہوگئیں۔ "میں اپنے بدترین دشمن کو اپنے ساتھ بیٹھنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔"

"بھول چوک بھی انسان سے ہوتی ہے۔" وہ بدستور دوستانہ انداز میں بولا۔ "کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم اچھے دوستوں کی طرح ایک دوسرے سے ہاتھ ملالیں' اس میں ہم دونوں ہی کا فائدہ ہے۔"

"مجھے تمہاری دوستی کے ذریعے کوئی فائدہ نہیں اٹھانا۔" میں نے ترش روی سے جواب دیا۔ "نفع اور نقصان مقدر کی بات ہوتی ہے' تمہاری دوستی میرے حالات کو تبدیل نہیں کرسکتی۔"

"مجھے اپنی غلطی کا احساس ہے۔ میں تم سے شما مانگنے کو بھی تیار ہوں۔"

"یہ تم نہیں۔ کوئی اور طاقت بول رہی ہے جس نے تمہارے ذہن کو اس وقت اپنے شکنجے میں کرر کھا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔ تم کس طاقت کی بات کررہے ہو؟"

"میں تمہیں سمجھانا بھی نہیں چاہتا اس لیے کہ میرے پاس اب فضول باتوں کے لیے وقت نہیں ہے۔"

"تمہاری وجہ سے مجھے زیادہ نقصان پہنچا ہے۔" بھوشن نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "تم نے اور تمہارے دوست نے مجھے ناقابل تلافی نقصانات پہنچائے ہیں' میرے بہترین ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے' میں ان گزری باتوں کو بھول بھی سکتا ہوں۔"

"تم اسے یاد رکھو پھر بھی میری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔" میں نے نفرت سے جواب دیا۔

مجھے تمہاری ماتا کی بیماری کی خبر مل چکی تھی میں تمہارے دکھ میں شریک ہونا چاہتا تھا۔ لیکن شاید اس وقت میرا تمہارے سامنے آنا مناسب نہیں تھا۔

"مسٹر سراج۔" بھوشن نے سراج کو مخاطب کیا۔ "کیا تم میری کوئی مدد نہیں کرو گے؟"

"یہ آپ دونوں کا ذاتی معاملہ ہے۔" سراج نے پہلو بدل کر جواب دیا۔ "میں اس میں دخل اندازی نہیں کرسکتا۔"

"کیوں۔ کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ اب تک میرے کتنے ساتھیوں کو ٹھکانے لگایا جاچکا ہے۔"

"ہوسکتا ہے آپ درست کہہ رہے ہوں لیکن اس کا کوئی عینی گواہ نہیں ہے اور کوئی دستاویزی ثبوت بھی نہیں۔"

"مجھے معلوم ہے۔" بھوشن کی نگاہوں کی ویرانی دور ہونے لگی۔ اس کے تیور بدل رہے تھے۔ اس کا قد پھر بلند ہونے لگا۔ اس نے بڑے پن کا اظہار کیا۔ "تم شہباز خان کے مقابلے میں میری باتوں پر کوئی دھیان نہیں دو گے۔ تمہارا میرے علاقے میں چارج سنبھالنا اس بات کی دلیل ہے کہ تم نے کسی اونچے در پر حاضری لگائی ہے لیکن یہ مت بھولو کہ بھوشن کے ہاتھ بہت لمبے ہیں جس کا تماشا تم پہلے بھی دیکھ چکے ہو۔"

"مسٹر بھوشن۔" سراج کا لہجہ سرد ہو گیا۔ "آپ ایک معزز شہری کی موجودگی میں مجھے دھمکی دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"لیکن اس کے باوجود تم بھوشن کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے؟"

"بھوشن۔" میں برداشت نہ کر سکا۔ "تم بھول رہے ہو کہ اس وقت تم میرے آفس میں موجود ہو، میں تمہیں مسٹر سراج کے ساتھ کسی قسم کی لن ترانی کی اجازت نہیں دے سکتا۔ بہتر ہوگا کہ تم الٹے قدموں واپس لوٹ جاؤ۔"

"میں تمہیں اپنا متر بنانے کو تیار ہوں لیکن مسٹر سراج۔" بھوشن نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "میں انھیں اس بات کا احساس دلانے کی کوشش کروں گا کہ بھوشن پر ہاتھ ڈالنا ان جیسے بچوں کا کھیل نہیں ہے۔"

"بھوشن۔" سراج غصے میں اٹھ کھڑا ہوا۔ "مجھے اس بات پر مجبور مت کرو کہ میں تمہیں فوری طور پر گرفتار کر کے سلاخوں کے پیچھے پہنچا دوں۔"

"اس کا نتیجہ جانتے ہو؟" بھوشن نے بڑے سکون سے جواب دیا۔ "ایک بار تمہیں چھٹی پر جانا پڑا تھا، ہو سکتا ہے کہ اس بار میرا ایک اشارہ ہمیشہ کے لیے تمہیں رخصت پر جانے پر مجبور کر دے۔"

"گٹ لاسٹ۔" میں نے تیزی سے اپنا آٹومیٹک نکال کر بھوشن پر تانتے ہوئے سفاک لہجے میں کہا۔ "کہیں ایسا نہ ہو کہ میں تمہارا ناپاک وجود ہی ہمیشہ کے لیے ختم کر دوں۔"

"پلیز مسٹر شہباز۔" سراج نے سچویشن کو محسوس کرتے ہوئے مجھے سمجھانے کی کوشش کی۔ "پستول واپس جیب میں رکھ لیں، ہمیں اپنی طرف سے کوئی غیر قانونی حرکت نہیں کرنی چاہیے۔"

بھوشن مجھے بڑی خونخوار نظروں سے گھورنے لگا لیکن پھر دوسرے ہی لمحے وہ بے حد نرم پڑ گیا۔

"ہم کاروباری لوگ ہیں مسٹر شہباز، ہمیں ایک دوسرے کے فائدے کا خیال رکھنا ہوگا۔"

"تم اپنا وقت برباد کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔" میں زہر خند سے بولا۔ "میں جانتا ہوں کہ اس وقت تمہارا دل و دماغ کس کے قبضے میں ہے لیکن اب ان باتوں سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔"

"کیا یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے۔" بھوشن نے مشینی انداز میں پوچھا۔ اس کی کیفیت اس وقت کسی ایسے روبوٹ سے مختلف نہیں تھی جس کا ریموٹ کنٹرول کسی دوسرے کے ہاتھ میں ہو اور وہ دوسری نادیدہ شخصیت کالکا کے سوا کسی اور کی نہیں ہو سکتی تھی۔

"میں بار بار فیصلے بدلنے کا عادی نہیں ہوں۔" میں نے انتہائی حقارت سے اسے دھتکارتے ہوئے کہا۔ "تمہارے لیے اب یہی بہتر ہوگا کہ جتنی جلدی ممکن ہو میرے آفس سے باہر نکل جاؤ۔"

"میں بھی آپ کو یہی مشورہ دوں گا۔" سراج نے بھوشن کو سمجھانے کی کوشش کی۔

"شہباز خان۔" میرے ذہن میں کالکا کی آواز گونجی۔ "میں نے تمہیں وچن دیا تھا کہ بھوشن تمہارے پاس آ کر اپنی غلطی کا اقرار کرے گا اور تم اسے وقتی طور پر شما کر دو گے۔"

"تم نے یہ بھی کہا تھا کالکا دیوی کہ یہ بے غیرت اور ذلیل شخص مجھ سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگے گا۔" میں نے ذہن ہی ذہن میں کالکا کو کورا سا جواب دیا۔

"ہاں۔ میں انکار نہیں کروں گی، لیکن ایک ذمہ دار پولیس آفیسر کی موجودگی میں یہ نہیں ہو سکتا۔" کالکا نے کہا۔ "تم اپنے متر کو دفتر سے باہر بھیج دو، بھوشن تمہارے چرن چھونے پر تیار ہو جائے گا۔"

"تیار ہو جائے گا یا تم اسے مجبور کرو گی۔"

"ایک ہی بات ہے۔ دونوں صورتوں میں وجہ تمہاری ہوگی۔"

"مجھے ایسی وجہ نہیں چاہیے۔" میں نے ٹکا سا جواب دیا۔ "میں سراج کو جانے کے لیے نہیں کہوں گا۔ یہ اس کی توہین ہوگی۔"

"اور میں بھی اس بات کو پسند نہیں کروں گی کہ بھوشن اور تمہارے بیچ کوئی گواہ بنے۔"

"بہت خوب۔" میں نے استہزائیہ انداز اختیار کیا۔ "تمہاری کالی قوت بھی اب گواہی اور شہادت سے ڈرنے لگی ہے۔"

"شہباز خان۔ تم کالکا کو ناراض کر کے بڑے خسارے میں رہو گے۔" کالکا کی آواز میں کسی زخمی ناگن کی پھنکار تھی۔

"نفع اور نقصان کی بات مت کرو۔" میں زہر خند سے بولا۔ "ماں کی بیماری کے صبر آزما تجربے نے مجھے قدرت کی کاریگری کے بہت سارے رنگ دکھا دیے ہیں۔"

"کیا تم اس میں بھی میرا ہاتھ سمجھ رہے ہو۔"

"نہیں۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "میں تمہارے

اور دیوی دیوتاؤں کے بارے میں کچھ زیادہ نہیں جانتا، دیو مالائی کہانیوں سے بھی مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے لیکن میں اتنا ضرور یقین رکھتا ہوں کہ موت اور زندگی تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو؟ تم۔" کالکا نے حیرت سے پوچھا۔ "تمہارے کارن تو میں نے بڑی بڑی قربانیاں دی ہیں، کیا تم اتنی جلدی سب کچھ بھول گئے۔"

"مجھے اس وقت کچھ یاد دلانے کی کوشش مت کرو کالکا رانی۔ شاید اس وقت تمہاری کوئی بات بھی میرے دل کو نہیں لگے گی۔"

"پھر میں کیا سمجھوں؟ کیا تم کالکا سے اپنے تمام پرانے سمبندھ توڑ دینا چاہتے ہو۔"

"میرے زخموں کو کریدنے کی کوشش مت کرو۔ میں اس وقت تمہارے ساتھ کوئی عہد و پیمان نہیں کر سکتا۔"

کالکا نے کوئی جواب نہیں دیا، وہ یقیناً میری ذہنی کیفیت کا اندازہ لگا رہی ہوگی۔ بھوشن بدستور اپنی جگہ کھڑا سراج کو سپاٹ نظروں سے گھور رہا تھا۔ کالکا خاموش ہوئی تو اس نے سراج سے کہا۔

"میں حالات کے تحت تمہارا مشورہ مانے لیتا ہوں مائی ڈیئر ایس پی سپرنٹنڈنٹ لیکن ایک بات یاد رکھنا بھوشن سے دشمنی مول لے کر تم سکون کا ایک سانس بھی نہیں لے سکو گے۔"

"اس کا فیصلہ آنے والا وقت ہی کرے گا۔" سراج نے بمشکل اپنے غصے پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "ایک پولیس آفیسر ہونے کی وجہ سے مجھے ہر وقت خطرات میں گھرا رہنا پڑتا ہے۔ کسی بھی دشمن کی سنسناتی ہوئی گولی کسی وقت بھی میرے جسم میں ایک خونی روشندان بنا سکتی ہے لیکن میں اپنے خدا کے علاوہ کبھی کسی اور سے خوفزدہ نہیں ہوا۔ جن کے ہاتھ صاف ہوں وہ کسی سے خوف کھانے کے عادی نہیں ہوتے۔"

"تم نے ہمیں سچ کہا ہے۔" بھوشن کی نگاہوں کی ویرانی پھر بڑھنے لگی۔ میں سمجھ رہا تھا کہ کالکا اس کے ساتھ دھوپ چھاؤں کا کھیل کھیل رہی تھی، جتنی دیر بھوشن کے اعصاب پر اپنا تسلط برقرار رکھتی وہ خاکساری کے انداز میں گفتگو کرنے لگتا تھا پھر جب وہ کالکا کی نادیدہ قوت کی قید سے آزاد ہو جاتا تھا تو اس کے اندر چھپا ہوا ایک کمینہ خصلت انسان بیدار ہونے لگتا تھا، وہ سراج کو قہر آلود نظروں سے گھورتے ہوئے بولا۔ "تمہیں بہت جلد احساس ہو جائے گا کہ بھوشن تمہارے صاف ہاتھ کو گندا بھی کر سکتا ہے۔"

"میں ایسے موقع کا منتظر رہوں گا۔" سراج نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"تم مسٹر شہباز خان۔" بھوشن میری جانب پلٹا۔ "اب تم مجھے بتاؤ گے کہ تم نے مجھے فون کر کے یہاں آنے کی درخواست کیوں کی تھی؟"

"صرف یہ بتانے کی خاطر کہ تم میری ایک فون کال کے زیر اثر بھی میرا حکم ماننے پر آمادہ ہو سکتے ہو۔" میں نے اس کی ذہنی حالت کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

"میں جا رہا ہوں، لیکن تمہیں بھوشن کی بے عزتی کا حساب اپنے خون سے چکانا ہوگا۔"

"خیال ہے تمہارا۔" میں زہر خند سے بولا۔ "ابھی میرا خون اتنا گندا بھی نہیں ہوا جو تمہاری عزت کا خیال رکھنا میرے لیے ضروری ہو، اور یہ بات بھی سمجھ لو کہ بے عزتی بھی ہمیشہ اسی کی ہوتی ہے جس کی کوئی عزت ہو۔"

"میں دیکھوں گا۔ دیکھوں گا کہ اب بھوشن کے ہاتھوں سے تمہاری موت کے درمیان کون آنے کی کوشش کرے گا۔" اس نے نفرت سے جواب دیا، پھر سراج کو گھورتا ہوا باہر نکل گیا۔

"کیا بھوشن پاگل ہو گیا ہے۔" سراج نے اس کے جانے کے بعد کہا۔ "اس کا موجودہ طرز عمل میرے لیے حیرت انگیز ہی تھا۔"

"میرا خیال ہے وہ اس قوت کسی طاغوتی قوت کے زیر اثر تھا۔"

"کیا مطلب ــــ؟"

"بھوشن یہاں اپنی مرضی سے نہیں آیا تھا۔ اسے یہاں آنے پر کسی اور نے مجبور کیا تھا۔"

"کس نے ــــ؟" سراج نے حیرت سے پوچھا۔

"اس میں اس قدر حیرت کی کیا بات ہے۔ کیا آپ نے اس سے پیشتر اس قسم کے کھیل تماشے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھے۔"

"اوہ ــــ آئی سی ــــ گویا پھر کوئی نادیدہ طاقت ہمارے خلاف بھوشن کی مدد کر رہی ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔"

"ایسی صورت میں ہم کیا کر سکیں گے، میرا مطلب ہے کہ ہواؤں اور ان دیکھی سیاہ قوتوں سے لڑنا ممکن نہیں ہے۔" سراج نے پہلو بدلا۔ "پہلے بھی ہم اپنی بے بسی کا تماشا دیکھ چکے ہیں۔"

"لیکن ابھی تک ہم اپنی جگہ قائم ہیں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "باطل قوتیں رحمانی طاقتوں کے سامنے زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتیں، ہمیں اپنے خدا اور اپنے ایمان کے علاوہ اپنے قوت بازو پر بھی بھروسا رکھنا چاہیے، اس لیے کہ مایوسی گناہ ہے۔"

سراج میرے پاس زیادہ دیر نہیں رکا، بھوشن کے بارے میں کچھ دیر تک باتیں کرنے کے بعد چلا گیا۔ اس کے جانے کے

بعد میں نے تھکے ہوئے انداز میں کرسی کی پشت پر ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرلیں۔ کالکا کا منحوس وجود میری نگاہوں میں کسی بھیانک سائے کی مانند لرز رہا تھا۔ میں نے شنکر کے کہنے پر اسے مورتی کی شکل میں برآمد کیا تھا' وہ میری احسان مند تھی' متعدد موقعوں پر اس نے بلاشبہ میری مدد کی تھی۔ اکثر مجھے موت کے منہ میں جاتے جاتے بچایا تھا لیکن بھوشن کے سلسلے میں وہ مخالفت پر کمربستہ رہی تھی۔ آخر کیوں؟

دوپہر کو ندیم میرے دفتر آگیا۔ بجھا بجھا سا لگ رہا تھا لیکن اسے میری حالت کا احساس تھا' اسے دیکھ کر میں نے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کی خاطر تمام حالات سے آگاہ کردیا۔

"میری ایک بات مانو گے؟" وہ سنجیدگی سے بولا۔ "تم سکون اور آرام سے بزنس کی سمت دھیان دو' بھوشن کا معاملہ اب میرے حوالے کردو۔ میں جانتا ہوں کہ اس ٹائپ کے آدمیوں سے کس طرح ڈیل کیا جاتا ہے۔"

"کالکا اس کی مدد کررہی ہے۔" میں نے کہا۔ "وہ مجھ سے بھی ناراض ہوگئی ہے۔"

"سب کچھ بھول جاؤ۔ اپنے ذہن پر کوئی بوجھ مت ڈالو۔"

"نہیں۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔ "بھوشن کا جو قرض میرے اوپر ہے اسے میں ہی ادا کروں گا۔"

"تمہاری مرضی' لیکن اس کے لیے تمہیں مجھ سے ایک معاہدہ کرنا ہوگا۔ تم دوبارہ کریم کو ساتھ لیے بغیر کہیں نہیں جاؤ گے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے اقرار کرلیا۔

اسی وقت فون کی گھنٹی بجی' میں نے ریسیور اٹھالیا پھر اسے ندیم کے حوالے کردیا۔

"تمہاری کال ہے۔"

ندیم ریسیور میرے ہاتھ سے لے کر گفتگو کرنے لگا' وہ صرف ہاں' ہوں اور ٹھیک ہے کی حد تک دوسری جانب سے کہی جانے والی باتوں کا جواب دیتا رہا۔ میں محسوس کررہا تھا کہ اس کے چہرے کے تاثرات بدل رہے تھے' اس کے اعصاب میں ایک ناخوشگوار تناؤ کی کیفیت صاف نظر آرہی تھی پھر اس نے بڑے سرد لہجے میں کہا۔ "فکر مت کرو۔ میرے آدمی پوری طرح چوکس ہیں۔"

"کس کا فون تھا۔" میں نے ریسیور ندیم کے ہاتھ سے لیتے ہوئے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"بھوشن کے کچھ سرپھرے آدمی نیچے تمہاری اس عمارت کے آس پاس منڈلا رہے ہیں۔"

"کیا مطلب ۔؟"

"کمینے دشمن کو ایسے ہی موقعوں کی تلاش رہتی ہے۔"
...م نے بے پرواہی کا مظاہرہ کیا۔ "ہو سکتا ہے کہ تمہاری کالکا ...ی نے اس کا اہتمام پہلے سے کر رکھا ہو کہ تمہارے انکار کے ...بھوشن کی جانب سے کیا رد عمل ہونا چاہیے۔"
"لیکن نہیں۔ میرا مطلب ہے تمہارے آدمیوں کو اس ...ت کا اندازہ کس طرح ہوا کہ وہ بھوشن کے آدمی ہیں۔"
"بشیرا ماچھی کے انجام کے بعد بھوشن نے ایک نئے ...شٹر کی خدمات حاصل کرلی ہیں۔" ندیم نے کہا۔ "تم نے ...کبھی پہلوان راشد خان کا نام سنا یا پڑھا ہوگا' بڑا نامی گرامی ...وان تھا لیکن پھر عورتوں کے چکر نے اسے غلط راہ پر ڈال ...۔ کچھ دنوں غائب رہا پھر دوبارہ منظر عام پر آیا تو وہ راشد خان ...ے بجائے "رکی" بن گیا۔ قتل و غارت گری' اغوا برائے ...ان اور کئی خوبصورت لڑکیوں کو اپنی ہوس کا نشانہ بنانے کے ...سلے میں وہ ایک دوبار پکڑا بھی گیا۔ اس کے خلاف سنگین ...یت کے الزام تھے ایک دو شہادتیں بھی تھیں جو اسے پھانسی ...ے پھندے تک لے جاسکتی تھیں لیکن اس کی نوبت نہیں ...ئی۔ رکی کے گروہ کے خطرناک آدمیوں نے ان شہادتوں کو ...الت کے کٹہرے تک پہنچنے سے پہلے ہی موت کی نیند سلا دیا' ...ا کی سرپرستی کچھ غلط قسم کے سیاسی لوگ بھی کررہے تھے۔ ...لیے وہ عدم ثبوت کی بنا پر بچ گیا۔ ایک زمانے میں وہ بشیرا ...ی اور راجن کے لیے بھی کام کرچکا ہے اور اب بھوشن نے ...ے خرید رکھا ہے۔"
"گویا رکی بھی ان لوگوں میں شامل ہے جو نیچے میری موت ...سلسلے میں گھات لگائے بیٹھے ہیں۔"
"فکر مت کرو۔ میرے آدمی اسے عمارت سے دور ہی ...یں گے اور اگر اس نے کوئی حماقت کی تو پھر اس کا وہی ...ام ہوگا جو ایسے موقعوں پر ہوا کرتا ہے۔"
"کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم اس مقابلے کی نوبت آنے ...ے پہلے ہی سراج کو حالات سے مطلع کردیں۔"
"میں بھی تمہیں یہی مشورہ دینے والا تھا۔"
میں نے ریسیور اٹھا کر سراج کے نمبر ڈائل کیے۔ وہ مجھے ...پنے دفتر میں مل گیا۔ میری زبانی تفصیل سننے کے بعد اس نے ...ی سنجیدگی سے کہا۔
"فی الحال آپ دس پندرہ منٹ تک حالات کو قابو میں ...رکھنے کی کوشش کریں۔ اس عرصے میں' میں خود اپنے سادہ ...لباس والوں کے ساتھ پہنچ رہا ہوں۔"
"کیا رکی آپ کو پہچان نہیں لے گا۔"
"میں اس کا بندوبست کرلوں گا۔" دوسری جانب سے ...سلسلہ منقطع کردیا گیا۔
ندیم کے منع کرنے کے باوجود میں اٹھ کر اس راہداری

تک پہنچ گیا جس کی کھڑکی سے نیچے دیکھا جاسکتا تھا۔ اس وقت وہاں خاصی چہل پہل تھی۔ ندیم بھی میرے ساتھ تھا' اس کی عقابی نظریں بھی نیچے سڑک پر لوگوں کے ہجوم پر منڈلا رہی تھیں پھر اس نے مجھ سے کہا۔

"اس سیاہ جیکٹ اور فرنچ کٹ داڑھی والے کو دیکھ رہے ہو جو سامنے بک اسٹال پر کتابوں کو الٹ پلٹ رہا ہے۔"

"کیا یہی رکی ہے؟"

"ہاں' لیکن اس وقت یہ اپنے اصلی روپ میں نہیں ہے۔ میک اپ میں خاصی مہارت اور سوجھ رکھتا ہے اس لیے پولیس اکثر دھوکا کھا جاتی ہے۔"

میں سیاہ جیکٹ والے کو دیکھتا رہا' ظاہری طور پر ایک پڑھا لکھا' شریف اور خوش لباس جوان لگ رہا تھا۔ کتابوں کو وہ بڑے انہماک سے اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے خاصی قابلیت رکھتا ہو' پھر اچانک میری نظر اس سیاہ داڑھی اور مونچھوں والے پر جم گئی جو تھری پیس سوٹ میں بک اسٹال کے قریب ہی ایک دوسری دکان پر آکر رکا تھا' میں اسے شاید پہلے بھی کہیں دیکھ چکا تھا پھر اس نے ایک بار گھوم کر دیکھا تو میں نے اسے شناخت کرلیا۔ وہ وہی نوجوان تھا جسے میں ندیم کے آفس میں بھی دیکھ چکا تھا۔ ندیم نے مجھے بتایا تھا کہ وہ گونگا ہے اور میں اسے جانتا ہوں لیکن میں اسے پہچان نہیں سکا تھا۔

"یہ سیاہ داڑھی والا جو گرے کلر کے تھری پیس سوٹ میں ہے۔"

"ایک ہی آدمی سمجھو۔" ندیم نے تیزی سے جواب دیا۔ "بڑی خوبصورتی اور مہارت سے اس طرح اپنا کام کر گزرتا ہے کہ خود اس کے شکار کو بھی خاصی دیر بعد احساس ہوتا ہے کہ وہ زخمی ہے۔"

"کیا یہ حقیقتاً گونگا ہے۔"

"یہ زمانہ گونگے اور بہروں کے لیے ہی زیادہ مناسب ہے جو جبر و تشدد کے خلاف بھی کوئی آواز بلند نہیں کرسکتے۔"

میں نے ندیم کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ رکی نے بک اسٹال سے ہٹ کر ایک سگریٹ سلگائی پھر اس نے بائیں جانب دیکھ کر گردن کی خفیف جنبش سے اس عمارت کی طرف اشارہ کیا تھا جس میں ہم موجود تھے۔ میں نے تیزی سے نظر گھما کر دیکھا' بائیں جانب تھوڑے فاصلے پر ایک اور پستہ قد شخص موجود تھا' وہ یقیناً رکی ہی کے گروہ سے تعلق رکھتا تھا۔ رکی کے اشارے کے جواب میں اس نے اثبات میں گردن کو جنبش دی تھی پھر اس طرح دستی گھڑی کو دیکھنے لگا جیسے وقت دیکھ رہا ہو۔ اس عرصے میں داڑھی اور مونچھوں والا بھی فٹ پاتھ کے کنارے آکر رک گیا تھا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ کسی کا منتظر ہو۔

"میرا خیال ہے اب رکی اور اس کے آدمی عمارت میں داخل ہونے کے لیے پر تول رہے ہیں۔" میں نے ندیم سے کہا۔

"اگر انھوں نے ایسا کیا تو اس کی ذمہ داری بھی ان ہی کے سر ہوگی۔" ندیم نے بدستور بے پروائی سے جواب دیا۔ "احتیاطاً" تم اپنے گارڈز سے کہو کہ وہ بھی دروازے کے باہر ادھر ادھر پوزیشن سنبھال لیں لیکن کسی مقابلے یا گولی چلانے کی زحمت اس وقت تک نہ کریں جب تک ہماری طرف سے کوئی سگنل نہ ملے۔"

میں نے ندیم کے مشورے پر عمل کرنے میں دیر نہیں لگائی۔ گارڈز کو ضروری ہدایت جاری کرنے کے بعد میں واپس کھڑکی کے قریب آیا تو ندیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تمہارے سراج صاحب بھی اب خاصے ذہین ہوتے جا رہے ہیں۔"

"کیا مطلب ــــ؟"

"وہ سفید رنگ کی گاڑی دیکھ رہے ہو جو سپر اسٹور کے سامنے کھڑی ہے۔" ندیم نے مجھے اشارے سے گاڑی دکھاتے ہوئے کہا۔ "یہ پولیس کی وہ کار ہے جو خاص خاص موقعوں پر ہی استعمال میں لائی جاتی ہے۔ اس کی نمبر پلیٹس بھی بار بار تبدیل ہوتی رہتی ہیں اور اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ پوری طرح بلٹ پروف ہے۔"

"کیا تم نے اس گاڑی سے کسی کو اترتے دیکھا تھا؟"

"ہاں۔ پچھلی سیٹ سے دو افراد اتر کر سپر اسٹور میں داخل ہوئے ہیں لیکن ان میں تمہارے سراج صاحب شامل نہیں تھے' میرا خیال ہے کہ وہ اب بھی گاڑی کے اندر بیٹھے حالات کا جائزہ لے رہے ہوں گے۔"

میں کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ نیچے سے یکلخت فائرنگ کی آواز گونجنے لگی' جو لوگ آپس میں بر سرپیکار تھے وہ اوپر سے نہیں دکھائی دے رہے تھے۔ گولیوں کی ہولناک تڑتڑاہٹ کے ساتھ ہی بازار میں بھگدڑ مچ گئی' دکانوں کے شٹر تیزی سے نیچے گرنے لگے۔ سپر اسٹور کے اندر سے بھی شٹر کو بند کرلیا گیا تھا۔ ہر طرف موت کا خوف طاری تھا لیکن رکی ابھی تک اس طرح سامنے فٹ پاتھ پر کھڑا تھا جیسے وہ پاپ میوزک سن رہا ہو' تھری پیس والا گونگا بڑی تیزی سے اس سائڈ اسٹریٹ میں داخل ہوا جو نصف دائرے میں عمارتوں کے اطراف سے گھوم کر میرے دفتر والی عمارت پر بھی آتی تھی۔ اچانک ایک شخص سپر اسٹور کا شٹر اوپر کرکے باہر نکلا وہ بظاہر بوکھلایا ہوا نظر آرہا تھا۔ اسی لیے بے دھیانی میں رکی سے ٹکرا گیا تھا لیکن پھر جو کچھ ہوا وہ حیرت انگیز ہی تھا۔ رکی کے سیدھے ہاتھ کو معمولی سی جنبش ہوئی پھر وہ شخص جو اس سے ٹکرایا تھا لہولہان ہو کر فٹ پاتھ پر ڈھیر ہوگیا۔ سفید گاڑی سے سراج اور ایک اور شخص برآمد ہوا لیکن اس عرصے میں رکی کسی چھلاوے ہی کی طرح غائب ہوچکا تھا۔

"وہ بچ کر نکل گیا۔" ندیم نے ہتھیلی ملتے ہوئے کہا پھر تیزی سے لفٹ کی طرف لپکا۔ میں نے بھی اس کی پیروی میں دیر نہیں لگائی مگر جتنی دیر میں ہم نیچے پہنچتے کھیل ختم ہوچکا تھا۔ لاشیں عمارت کے دروازے پر آپس میں گڈمڈ دکھائی دے رہی تھیں' قریب ہی ایک شخص کو تین آدمیوں نے پوری طرح جکڑ رکھا تھا وہ زخمی ہونے کے باوجود خود کو ان سے چھڑانے کی جدوجہد کررہا تھا۔ ہم بھی دوسرے تماش بینوں میں شامل ہوگئے۔ سراج اس وقت دونوں لاشوں کا معائنہ کرنے کے بعد اس شخص کو تیز نظروں سے گھور رہا تھا جسے اس کے سادہ لباس والوں نے قابو کر رکھا تھا۔ ہم سراج سے زیادہ دور نہیں تھے لیکن ہم نے مصلحتاً اس کے قریب جانے کی کوشش نہیں کی۔

"ہم ــــ" وہ اس شخص کو گھورتے ہوئے بولا۔ "میں تمہیں پہچان چکا ہوں۔ تم راجا ہو' جرائم کی دنیا کے بے تاج بادشاہ لیکن اب میں تمہاری تاج پوشی پورے دھوم دھام سے کروں گا۔"

"راجا موت سے نہیں ڈرتا ڈپٹی۔ تم یہ تڑیاں کسی اور بدمعاش کو دینا۔" وہ حقارت سے بولا' لیکن اس کے بولنے کا انداز ایسا تھا جیسے اس نے منہ کے اندر کوئی شے دبا رکھی ہو۔

"یہ دونوں تمہارے ساتھی تھے؟" سراج نے لاشوں کی سمت اشارہ کیا۔

"ہاں۔ لیکن ان کا وقت پورا ہوچکا تھا۔"

"رکی بھی تمہارے ساتھ تھا؟"

"میں کسی رکی یا دکی سے واقف نہیں ہوں۔" اس نے نفرت سے جواب دیا۔

"مجھے معلوم ہے۔ تم لوگ ڈرائنگ روم ٹریٹ منٹ کے بغیر اپنی زبانیں نہیں کھولتے۔"

"تمہاری یہ حسرت کبھی پوری نہیں ہوگی۔ راجا نے صرف ایک بار تمہاری جیلوں کا معائنہ کیا تھا لیکن تمہاری حوالات اور جیلیں مجھے پسند نہیں آئیں اس لیے کہ وہاں راجا مہاراجا کے لیے کوئی معقول بندوبست نہیں۔"

"میں تمہارے لیے سب بندوبست کروں گا۔" سراج نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا۔ وہ راجا کو ڈنڈا ڈولی کرنے کے ارادے سے اسے مزید قابو کرنا چاہتے تھے لیکن راجا ان کے ہاتھوں میں جھول کر رہ گیا۔ اس کی گردن پل بھر میں ڈھلک گئی تھی۔ منہ سے جھاگ نکل رہا تھا اور جلد کی رنگت تیزی سے بدل رہی تھی۔ شاید اس نے اپنے جبڑوں کے پیچھے کوئی زہریلا کیپسول دبا رکھا تھا جسے چباتے ہی وہ دوسری دنیا کے سفر پر روانہ ہوگیا۔ سراج تلملا کر رہ گیا۔ اس کے ہاتھوں سے پھر ایک ثبوت آتے آتے پھسل کر نکل گیا۔

سراج کی اور میری نگاہیں بس ایک لمحے کو چار ہوئیں پھر ندیم نے مجھے اوپر چلنے کا اشارہ کیا اور میں اس کے ساتھ ہولیا۔ میں نے اطراف میں نظریں دوڑائیں' داڑھی مونچھوں اور تھری پیس میں ملبوس شخص مجھے دور دور تک کہیں نظر نہیں آرہا تھا۔

ندیم کچھ دیر بعد چلا گیا تو میرا ذہن پھر بھوشن کے بارے میں الجھنے لگا۔ کامنی دت کا متضاد بیان' دفتر والوں کی غلط بیانی اور بھوشن کا سراج کی موجودگی میں میرے دفتر آنا یہ سب کچھ میرے لیے حیران کن تھا ایسی صورت میں جبکہ خود میں نے بھوشن کو اپنے ہاتھوں سے مارا تھا وہ دوبارہ کس طرح زندہ ہوگیا؟ کیا کالکا نے اس کے مردہ جسم پر اپنا تسلط جمالیا تھا؟ زخمی ہونے کی صورت میں بھی اسے کسی اسپتال میں زیر علاج ہونا چاہیے تھا۔ میری پوزیشن ایسی نہیں تھی کہ براہ راست بھوشن سے اس کے بارے میں اس قسم کے سوالات کرتا۔ سراج نے بھی غالباً اسی لیے بھوشن کو اس موضوع پر چھیڑنے کی کوشش نہیں کی تھی؟ اور اب ندیم کی اطلاع کے مطابق' مسٹری شیٹر رکی اور اس کے آدمی میری جان کے دشمن بن گئے تھے' میں حالات کو جتنا سمیٹنے کی کوشش کرتا۔ وہ اتنا ہی پھنستے جا رہے تھے۔ ندیم کو پہلے ہی اس بات کا علم تھا کہ بھوشن مرا نہیں' میں نے اس کی باتوں سے یہی اندازہ لگایا تھا۔ بہرحال ہر صورت میں یہی سوال پیدا ہوتا تھا کہ وہ شخص کون تھا جسے میں نے بھوشن کے آفس میں جہنم رسید کیا تھا۔ کالکا مجھ سے اس لیے خفا بھی تھی کہ میں نے اس کے سمجھانے کے بعد بھوشن سے کیوں ٹکر لی تھی' میرے استفسار پر اس نے بھوشن کی موت کے بارے میں صرف اتنا ہی بتایا تھا کہ جو کچھ میری نگاہوں نے دیکھا تھا وہ ایک ناٹک سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ گویا ان تمام باتوں کے پیچھے کالکا کی پراسرار شخصیت اور اس کی کالی طاقتوں کا ہاتھ تھا؟

میں نے کچھ سوچ کر سراج سے رابطہ قائم کیا۔

"مجھے افسوس ہے کہ ایک بار پھر بھوشن کے شکاری کتے ہمارے ہاتھ آتے آتے کسی بام مچھلی کی طرح پھسل کر ہاتھ سے نکل گئے۔" دوسری جانب سے سراج نے رابطہ قائم ہونے کے بعد کہا۔ "رکی نے میرے ایک سادہ لباس آدمی کو بری طرح زخمی کردیا اور راجا ــــ شاید اسے پہلے سے ہدایت کردی گئی تھی کہ کسی صورت میں بھی پولیس یا قانون کے شکنجوں میں پھنسنے سے گریز کرے۔"

"اس کی پوسٹ مارٹم کی کیا رپورٹ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اس نے منہ میں رکھا ہوا جو کیپسول چبایا تھا اس کے اندر ڈاکٹری رپورٹ کے مطابق ایسا خطرناک اور سریع الاثر زہر موجود تھا جو انسان کو پل بھر میں زندگی کی قید سے آزاد کرسکتا ہے۔"

"اور وہ دو لاشیں؟"

"وہ دونوں بھی رکی کے ساتھیوں میں سے تھے اور پولیس ریکارڈ کے مطابق کئی وارداتوں میں پولیس کو مطلوب تھے۔" سراج نے کہا پھر تھوڑے توقف سے بولا۔ "ایک سوال میرے ذہن میں کلبلا رہا ہے' حالات کی اطلاع آپ نے مجھے دی تھی لیکن آپ کو اس کی خبر کس نے دی تھی۔"

"میرے خفیہ گارڈز نے جو عمارت کے باہر بھی محتاط رہتے ہیں۔" میں نے ندیم کا نام لینے کے بجائے کہا۔ "بس اتفاق ہی سمجھ لیجیے کہ ایک گارڈ کی نظر رکی پر پڑ گئی جو میک اپ میں ہونے کے باوجود اس کی نظر میں آگیا۔ کچھ اور لوگوں کی نقل و حرکت پر شبہ ہونے کے بعد میں نے فوری طور پر آپ ہی کو اطلاع دی تھی۔"

"اپنے گارڈز کو ہدایت کردیں کہ وہ اس سلسلے میں اپنی زبان بند ہی رکھیں۔"

"بہتر، سمجھا نہیں۔"

"رکی کے گروہ کے دونوں افراد یقیناً آپ کے گارڈز کی گولیوں کا نشانہ بنے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔ "کیا آپ کے ساتھ آنے والی پارٹی سے ان کا ٹکراؤ نہیں ہوا تھا۔"

"ہوا تھا لیکن میں چونکہ مجرموں کو زندہ گرفتار کرنا چاہتا تھا اس لیے میں نے بڑی سختی سے تاکید کردی تھی کہ کسی کو جان سے نہ مارا جائے۔"

"یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان دونوں کو پولیس کے نرغے میں دیکھنے کے بعد رکی ہی کے اپنے ہی کسی آدمی نے ــــ؟"

"ممکن ہے یہی ہوا لیکن دونوں صورتوں میں آپ کے گارڈز کو زبان بند ہی رکھنی چاہیے۔"

"بھوشن کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔" میں نے رخ بدل کر کہا۔ "کیا اسے زندہ دیکھ کر آپ کو حیرت نہیں ہوئی تھی۔"

"ہوئی تھی لیکن پھر مجھے وہ ناقابل یقین وارداتیں بھی یاد آگئی تھیں جو میری موجودگی میں بقول آپ کے طاغوتی اور گندی قوتوں کا چمتکار تھیں۔" سراج نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں نے آپ سے اس شک کا اظہار بھی کیا تھا' حالات کے پیش نظر یہی کہا جاسکتا ہے کہ کسی طاقتور اور مضبوط پشت پناہی کے بغیر بھوشن اپنے لمبے ہاتھ کے باوجود آپ کے آفس میں آکر بکواس کرنے کی ہمت کبھی نہ کرتا اور خاص طور پر ایسی صورت میں جبکہ میں بھی موجود تھا۔"

"مسٹر سراج۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔

"حالات کی ستم ظریفیوں نے مجھے ذہنی طور پر بہت اُلجھا دیا ہے' میں محسوس کر رہا ہوں کہ میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو کر کسی وقت بھی چھلک سکتا ہے۔"

"نہیں۔ میں آپ کو فی الحال اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔" سراج نے تیزی سے کہا۔ "آپ ایک ذمہ دار پولیس آفیسر بھی رہ چکے ہیں اور اچھی طرح واقف ہیں کہ عام شہریوں کو قانون اپنے ہاتھوں میں لینے کی اجازت کسی صورت میں نہیں ہوتی۔"

"لیکن میں اس سے مستثنیٰ ہوں۔" میرا لہجہ تلخ ہو گیا۔ "اب میں ایک عام شہری ہونے کے بجائے ایک ایسا ٹارگٹ بن گیا ہوں جس پر چاروں اطراف سے نشانہ لگایا جا رہا ہے اور آپ کا قانون بھی اس کا کوئی تدارک نہیں کر سکا۔"

"میں آپ کی بات سے انکار نہیں کروں گا لیکن موت اور زندگی صرف خدا کے اختیار میں ہے۔"

"لیکن خدا نے یہ بھی نہیں کہا کہ کوئی شخص اگر تمہیں کسی بلند عمارت سے نیچے دھکا دینے کی کوشش کر رہا ہو تو تم اپنا دفاع بھی نہ کرو۔"

"کچھ دنوں اور صبر کرلیں۔ ہو سکتا ہے کہ میں بھوشن کے خلاف کوئی اہم ثبوت تلاش کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔"

"بہرحال میں نے آپ کو اپنی ذہنی کیفیت سے آگاہ کر دیا ہے' اب میں زیادہ دنوں تک برداشت نہیں کر سکتا۔" میں نے سلسلہ منقطع کر دیا' میرے اندر کا حیوان آہستہ آہستہ جاگنے کی کوشش کر رہا تھا۔

دنیا میں کوئی شخص ماں کے پیٹ سے اچھا یا برا بن کر پیدا نہیں ہوتا' حالات کے نشیب و فراز اسے کسی حقیر تنکے کی طرح اپنے تیز بہاؤ میں شامل کر لیتے ہیں۔ وہ جس سوسائٹی اور جس ماحول میں پرورش پاتا ہے اس کے سانچوں میں ڈھل کر رہ جاتا ہے۔ میں نے دنیا میں بے شمار ایسی مثالیں دیکھی ہیں جہاں ماں اور باپ دونوں ہمہ وقت سجدے میں پڑے اس کی رحمتوں سے امید لگائے رکھتے ہیں لیکن ان کی اولاد کلاشنکوف ہاتھوں میں لیے قتل و غارت میں مصروف رہتی ہے' کہیں اس کے برعکس بھی ہوتا ہے' سیاہ و سفید کا یہ چکر ازل سے قائم ہے اور ابد تک یونہی چلتا رہے گا۔ عروج و زوال کے قصے قیامت تک نئی نئی شکلیں اختیار کر کے سامنے آتے رہے ہیں اور آتے رہیں گے۔

میری پرورش جس ماحول میں ہوئی اس کا علم میری اس داستان پڑھنے والوں کو بخوبی ہے لیکن حالات کا گراف اب میرے اندر بھی توڑ پھوڑ کر رہا تھا' میری کیفیت دلدل میں پھنسے ہوئے اس شخص جیسی تھی جو اس غلاظت سے باہر نکلنے کے لیے جتنا ہاتھ پاؤں مارتا ہے اتنا ہی اور اندر کی جانب دھنستا چلا جاتا۔

کالکا کی مخالفت میرے لیے ایک چیلنج تھی۔ اسے طرح سے اس کا علم ہو گیا تھا کہ رحمانی قوتیں مجھ سے [illegible] ہیں۔ اس نے کچھ غلط بھی نہیں کہا تھا کمبل پوش بزرگ ایک طویل عرصے کے بعد سامنے آکر مجھ سے اپنی کراماتی انگوٹھی کی واپسی کا مطالبہ کیا تھا۔ ماں کی موت کا اشارہ بھی اسی طرف سے ملا تھا۔

اس ستم ظریفی میں بھی کالکا ہی کی کمینگی شامل تھی اس نے ماہ رخ کی خواب گاہ تک پہنچا کر میرے قدموں کو ڈگمگا دیا۔ غالباً جانتی تھی کہ رحمانی قوتیں گناہ کرنے والوں سے منہ [illegible] لیتی ہیں۔ وہ مجھے اب اشاروں پر نچانے کے خواب دیکھ رہی تھی لیکن میں بھی یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ اس کا محکوم بننے کے بجائے موت ہی کو ترجیح دوں گا۔ اس نے مجھے تمام زمانے میں رسوا کرنے کی خاطر کچھ ایسے تصویری ثبوت بھی جمع کر لیے جو ماہ رخ کی حماقت کا نتیجہ تھا لیکن اسے بھی قطعی طور پر ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جا سکتا تھا۔ وہ یہ کیک حرکت یا خدمت دینے کی خاطر اسے بھی کالکا ہی کی پر اسرار حرکتوں نے [illegible] ہو گا پھر اس کے سیف سے ان تصویروں کا حصول بھی کالکا کی قوت کے لیے کوئی مشکل نہیں تھا۔

"کس سوچ میں گم ہو میرے عزیز؟"

میرے کانوں نے ایک مانوس آواز سنی۔ میں نے [illegible] سے نگاہوں کا زاویہ تبدیل کیا۔ وہ میرا وہم نہیں حقیقت تھی۔ لیڈی مکلارنس اپنے اسی پرانے لباس میں دروازے کے [illegible] کھڑی مجھے دیکھ رہی تھی۔

"تم ــــ"

"کیوں۔ کیا تمہیں مجھے یہاں دیکھ کر تعجب ہو رہا [illegible]" اس نے معنی خیز انداز میں جواب دیا پھر میرے سامنے آ[illegible] گئی۔

"کالکا کی قوتوں کو پھر اس بات کا علم ہو سکتا ہے [illegible] میرے دفتر میں موجود ہو۔ ایسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ تمہیں ناگنوں اور زہریلے سانپوں کے شکنجے میں جکڑ کر [illegible] کروے۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "پچھلی بار [illegible] کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر فرار ہو گئی تھیں' وہ عقاب [illegible] جھپٹی تھی لیکن شاید تم اس کی رسائی سے پہلے ہی [illegible] کیسل کے اندر داخل ہو چکی تھیں۔ کالکا نے مجھ سے [illegible] تھا کہ وہ اس طلسمی حصار کو نہیں توڑ سکی جو تم [illegible] رہائش گاہ کے اطراف قائم کر رکھا ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔" لیڈی مکلارنس نے بے پروائی [illegible]

مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "وہ بھی ایک ناٹک ہی تھا جو تمہاری کالکا دیوی نے تمہیں ذہنی طور پر مفلوج کرنے کو رچایا تھا۔"

"برا نہ مانو تو ایک بات کہوں؟"

"مجھے معلوم ہے کہ تم کیا بات کہو گے۔" وہ یکلخت سنجیدہ ہو گئی۔ "یہی نا کہ اگر وہ صرف ناٹک تھا تو میں نے تمہیں قبل از وقت اس کی اطلاع کیوں نہیں دی یا پھر کالکا کی سرکوبی کے لیے کوئی اقدام کیوں نہیں کیا؟"

"میری جگہ کوئی اور ہوتا تو اس کے ذہن میں بھی کچھ ایسے ہی سوالات ضرور ابھرتے۔"

"میں فی الحال تمہیں اپنی خاموشی کی وجہ بتانے سے قاصر ہوں اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ کالکا کی گندی روح کہیں آس پاس منڈلا رہی ہو' میں نہیں چاہتی کہ اسے قبل از وقت اس بات کا اندازہ ہو کہ میں اسے قابو کرنے کے لیے کون سا راستہ اختیار کر رہی ہوں۔"

"یہ جواب میری تسلی کے لیے ناکافی ہے۔" میں نے دل برداشتہ ہو کر جواب دیا۔ "وقت اور حالات نے مجھے اپنے سائے سے بھی محتاط رہنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اگر تمہاری بے بسی کالکا کا کوئی ناٹک تھا تو تم اس کا ڈراپ سین بھی کر سکتی تھیں لیکن ایسا نہیں ہوا اور اب حالات نے جو صورت اختیار کر رکھی ہے شاید تم ان سے ناواقف ہو۔"

"یہ تمہارا اپنا خیال ہے ورنہ لیڈی مکلارنس کی نگاہیں زمین کے اندر چھپے ہوئے راز کو بھی پا لیتی ہیں۔" وہ بے حد سنجیدگی سے پراعتماد لہجے میں بولی۔ "مجھے علم ہے کہ اب کالکا بھوشن کے مقابلے پر تمہیں کمزور کرنے کی خاطر اپنے داؤ پیچ لڑا رہی ہے۔ تم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ بھوشن تمہارے ہاتھوں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر تمہارے آفس تک آگیا تھا۔"

"کالکا نے کہا تھا کہ وہ بھی ایک ناٹک ہی تھا۔"

"اس نے ٹھیک کہا تھا' تم نے جس بھوشن کو مارا تھا وہ تمہاری نگاہوں کا فریب تھا' کالکا ہی نے بھوشن کی آواز میں دس منٹ انتظار کرنے کو کہا تھا پھر وہ بھوشن کے روپ میں تمہارے سامنے آگئی اور تم وقتی طور پر خوش ہو گئے کہ تم نے اس ڈرٹی ڈاگ کا مرڈر کر دیا۔"

"لیکن کالکا کو یہ سب کچھ کرنے کی کیا ضرورت تھی' وہ چاہتی تو مجھے بھوشن کے راستے سے ہٹا سکتی تھی۔"

"وہ ایسا نہیں کر سکتی۔" لیڈی مکلارنس نے تیزی سے جواب دیا۔ "جب تک وہ قوت' جسے ابھی تک میں بھی نہیں دیکھ سکی' تمہاری مدد کر رہی ہے دنیا کا کوئی طلسم' کوئی کالی طاقت تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتی۔"

"لیکن اب کالکا نے اس قوت کو بھی مجھ سے ناراض کرنے کے راستے تلاش کرنے شروع کر دیے ہیں۔"

"مجھے یقین تھا۔ آئی واز ہنڈرڈ پرسنٹ شیور

(I Was Hundred Percet Soure)

کہ تم اس طاقت سے واقف ہو جس سے ابھی تک انکار کرتے رہے ہو۔ میرا علم مجھے کبھی دھوکا نہیں دے سکتا۔"

لیڈی مکلارنس کے جواب پر مجھے اپنی حماقت کا احساس بڑی شدت سے ہوا۔ میں نے جذباتی طور پر اس راز کو اگلنے کی غلطی کر دی تھی جسے معلوم کرنے کے لیے لیڈی مکلارنس اور کالکا (اگر وہ ایک ہی عورت کے دو روپ نہیں تھے تو) میرے اندر دلچسپی لے رہی تھیں' بہرحال میں نے بات بنانے کی خاطر پہلو بدل کر کہا۔ "میں نے اس راز کے بارے میں جو کچھ کہا ہے وہ محض میرا قیاس ہے اس لیے کہ اب کالکا کھل کر میری مخالفت پر آمادہ ہے' پہلے ایسا نہیں تھا' اب وہ بھوشن کی پشت پناہی کر رہی ہے' پہلے اس نے اس کی جرات نہیں کی تھی۔"

"بہرحال' تم مانو یا نہ مانو لیکن میرا دل کبھی کسی بات کی غلط گواہی نہیں دیتا۔"

"غلط فہمی کا علاج لقمان حکیم کے پاس بھی نہیں تھا۔"

"یہی میں بھی تمہیں سمجھانے کی کوشش کر رہی ہوں میرے عزیز کہ اس خیال کو ذہن سے کھرچ کر نکال دو کہ میں اور کالکا ایک ہی امیج کے دو سائے ہیں۔ نہیں ایسا نہیں ہے میرے بچے۔"

"کیا تم بتا سکتی ہو کہ کامنی دت نے مختلف بیانات کیوں دیے تھے؟"

"تم اسے میری موجودگی میں فون کرو۔ اس بار شاید وہ تمہیں پہچاننے سے بھی انکار کر دے اس لیے کہ اب تک اس نے جو بیانات دیے ہیں اس میں کالکا کی گندی قوت کا دخل تھا۔"

"تمہارا علم گیتا کے بارے میں کیا کہتا ہے۔" میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سوال کیا۔

"مجھے آزمانے کی کوشش کر رہے ہو۔" وہ مسکرا کر بولی۔ "کیا تم اس بات سے انکار کرو گے کہ تم سادھنا کے روپ میں گیتا سے مل چکے ہو۔"

"کیا تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ سادھنا یا گیتا کو اس بات کا علم ہے کہ بھوشن ابھی تک زندہ ہے۔"

"ہاں۔ جب تک وہ مر نہیں جاتا گیتا کی روح تمہارے آس پاس بھٹکتی رہے گی۔ ہو سکتا ہے اب وہ تم سے کسی دوسرے روپ میں ملے۔"

"بھوشن کے بارے میں تم کیا پیشن گوئی کرو گی۔" میں نے پہلو بدل کر پوچھا۔ "کیا اس کی موت میرے ہاتھوں نہیں ہو گی۔"

"مجھے مجبور نہ کرو میرے بچے۔ جو باتیں لکھ دی گئی ہیں وہ اپنی جگہ اٹل ہوتی ہیں لیکن اس کا قبل از وقت بیان کرنا مناسب نہیں ہوتا' بہرحال تم اس بات پر یقین رکھو کہ بھوشن کے معاملے میں تمہیں مایوسی کا سامنا نہیں ہوگا۔"

"وہ شخص جو سراج کی موجودگی میں میرے پاس آیا تھا وہ کون تھا؟"

"وہ ہنڈرڈ پرسنٹ بھوشن ہی تھا لیکن اس کے ذہن پر کالکا کا راج تھا۔"

"کیا تم کالکا کے مقابلے پر میری مدد کرسکوگی؟" میں نے اسے موالیہ نظروں سے دیکھا۔

"اس کا جواب آنے والا وقت تمہیں دے گا۔" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا پھر بولی۔ "اب میں جارہی ہوں میرے عزیز لیکن مجھے تمہارا خیال ہمیشہ رہے گا' میں تم سے کبھی دور نہیں ہوتی۔"

"رکی اور اس کے گروہ کے افراد بھوشن کے اشارے پر میرے خون کے پیاسے ہورہے ہیں۔"

"فکر مت کرو۔ رکی کے سلسلے میں بھی تم ایک حسین اور خوبصورت تجربے سے دوچار ہونے والے ہو۔"

پھر اس سے پیشتر کہ میں کچھ کہتا لیڈی مکلارنس چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی میرے دفتر سے باہر چلی گئی' میں نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی' البتہ اس کی آمد نے میرے ذہن کو پھر الجھا دیا۔ کامنی دت کے سلسلے میں اس نے کہا تھا کہ شاید وہ دوسری ملاقات پر مجھے سرے سے پہچاننے سے انکار کردے اس لیے کہ اس نے مختلف افراد کو بھوشن کے سلسلے میں جو متضاد بیان دیے تھے اس میں کالکا کی گندی قوت کو دخل تھا لیکن کامنی دت کو اس طرح قابو کرنے کی کیا ضرورت تھی' اگر وہ اپنے کہے کے مطابق گزشتہ آٹھ سال سے بھوشن کے دفتر میں ملازمت کررہی تھی تو اسے یقینی اپنے باس کے سیاہ کرتوتوں کا علم بھی ضرور رہا ہوگا۔ لیڈی مکلارنس کی بیان کی تصدیق کی خاطر میں نے ریسیور اٹھا کر بھوشن کی پی' اے کے نمبر ڈائل کیے' فون خود کامنی دت ہی نے ریسیو کیا تھا میں نے اس کی آواز پہچاننے میں ہرچند کوئی غلطی نہیں کی تھی پھر بھی تصدیق کی خاطر پوچھ لیا۔

"کیا آپ کامنی دت بول رہی ہیں؟"

"جی ہاں۔"

"میں شہباز خان بول رہا ہوں۔" میں نے اپنا تعارف کرایا۔

"باس اس وقت مصروف ہیں' مجھے کوئی کال تھرو نہ کرنے کی سختی سے ہدایت کی ہے۔"

"آپ نے غالباً مجھے پہچانا نہیں۔ میں ایک بار آپ سے مل بھی چکا ہوں۔"

"ہوسکتا ہے۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔ "دن بھر اجنبیوں سے واسطہ پڑتا ہے' ممکن ہے کہ شکل دیکھنے کے بعد میں آپ کو پہچان لوں لیکن شاید یہ نام میں پہلی بار سن رہی ہوں۔"

"آپ غالباً اس حادثے کو بھول رہی ہیں جو کچھ دنوں پہلے آپ کے باس کو پیش آیا تھا۔"

"حادثہ۔" اس نے حیرت کا اظہار کیا۔ "میں نہیں سمجھی کہ آپ کس حادثے کی بات کررہے ہیں؟"

"اس روز میں بغیر وقت طے کیے ملنے آیا تھا اور بھوشن نے مجھے دس منٹ کے بعد طلب کیا تھا' وہ دس منٹ میں نے آپ کے آفس میں گزارے تھے پھر آپ ہی کے کہنے پر میں نے وہ دروازہ استعمال کیا تھا جو آپ کے دفتر میں کھلتا ہے' آپ نے ہی میری رہنمائی کی تھی۔"

"آئی سی۔" اس کے لہجے میں تلخی شامل ہوگئی۔ "آپ غالباً مجھ سے فری ہونے کی کوشش کررہے ہیں۔ آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے باس اور میرے آفس کے درمیان جو دروازہ ہے اسے میرے علاوہ اور کوئی استعمال نہیں کرسکتا۔ ویسے بائی دی وے' کیا کسی خاتون سے اس طرح بے تکلف ہونے کو آپ گھٹیا پن نہیں کہیں گے۔"

میں نے جواب دینے کے بجائے تلملا کر ریسیور رکھ دیا۔ لیڈی مکلارنس نے جو کہا تھا وہ نہ صرف درست تھا بلکہ اس نے کامنی دت کے کردار کو میرے لیے اور پراسرار بنا دیا۔ مجھے پھر اس خاتون کا خیال آیا جسے دوبار میں ندیم کے کیسینو میں دیکھ چکا تھا' اس کے اور کامنی دت کے چہرے کے نقوش کافی حد تک ملتے جلتے تھے لیکن ندیم نے اس سلسلے میں قطعی انکار کردیا تھا کہ کامنی دت سے واقفیت رکھتا ہے۔ گیتا کے سلسلے میں بھی لیڈی مکلارنس نے یہی کہا تھا کہ جب تک بھوشن زندہ ہے اس کی بے چین روح میرے ارد گرد منڈلاتی رہے گی' لیکن کیوں؟ کیا سادھنا یا گیتا کی بے چین روح بھوشن کو ٹھکانے لگانے کی خاطر کسی اور کو اپنا آلہ کار نہیں بنا سکتی تھی؟ اس نے صرف میرا ہی انتخاب کیوں کیا تھا؟ لیڈی مکلارنس کی آمد نے میرے ذہن کو مزید الجھنوں کا شکار کردیا تھا۔

میں نے خود کو مصروف رکھنے کی خاطر ایک ضروری فائل کی ورق گردانی شروع کردی' دفتر سے میری دس بارہ روز کی غیر حاضری کی وجہ سے بے شمار فائلیں میری توجہ کی منتظر تھیں۔ میں خاصی دیر تک فائلوں کو دیکھتا رہا پھر ڈائرکٹ لائن پر فون کی گھنٹی بجی تو میں نے ریسیور اٹھالیا۔

"میں ماہ رخ بول رہی ہوں۔" دوسری جانب سے ماہ رخ کی آواز ابھری۔ "بڑے بے مروت ہوگئے ہو تم۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"کیوں کیا تمہیں ابھی تک سراج کی تعیناتی کی اطلاع نہیں ملی۔" اس نے بے تکلفی سے کہا۔ "تمہاری خاطر میں نے جان بوجھ کر اس کی تقرری اسی علاقے میں کرائی ہے جس میں بھوشن کا دفتر واقع ہے۔"

"سوری۔" میں نے اس کا مفہوم سمجھتے ہوئے کہا۔ "شاید میں تمہارا شکریہ ادا کرنا بھول گیا تھا لیکن۔۔۔"

"مجھے علم ہے۔" ماہ رخ نے اس بار سنجیدگی سے جواب دیا۔ "تمہیں جو دھچکا لگا ہے میں اس میں برابر کی شریک ہوں۔"

"شکریہ۔"

"شکریہ کس بات کا؟ کیا میں تمہارے دکھ درد میں شریک ہونے کا کوئی اختیار نہیں رکھتی۔"

"کس کس دکھ میں شریک ہوگی ماہ رخ۔ میری زندگی کے ہر موڑ پر ایک دشمن گھات لگائے بیٹھا ہے۔" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ یوں بھی موت تو برحق ہے۔"

"ہمت سے کام لو شہباز۔" ماہ رخ نے بڑی اپنائیت سے کہا۔ "اگر میں تمہارے کسی کام آسکوں تو مجھے خوشی ہوگی۔"

"کوئی ضرورت درپیش آئی تو میں تکلف سے کام نہیں لوں گا۔"

"جھوٹ بول رہے ہو۔" وہ پھر بہکنے لگی۔ "مجھے اپنے ذرائع سے اطلاع ملی ہے کہ رکی کے گروہ کے بدمعاشوں نے تمہارے اوپر قاتلانہ حملہ کیا تھا لیکن تم نے مجھے اس کی اطلاع دینے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی۔"

"میں نے سراج کو حالات سے باخبر کردیا تھا۔"

"پھر نتیجہ کیا نکلا۔ رکی کے دو آدمی کام آگئے' تیسرے نے قانون کی گرفت سے آزادی حاصل کرنے کی خاطر خودکشی کرلی' مقابلے میں پولیس کا ایک آدمی بھی زخمی ہوگیا جو ریڈ کراس اسپتال میں پڑا زندگی اور موت کی کشمکش سے دوچار ہے۔"

"تمہیں اس معاملے کی اطلاع کس نے دی؟"

"میرے خاص آدمیوں نے۔"

"اوہ۔ گویا اب ندیم کی طرح تم نے بھی اپنے کچھ کارندے میری نگرانی پر مامور کردیے ہیں۔"

"میں انھیں واپس بلا سکتی ہوں' لیکن ایک شرط پر۔"

"وہ کیا؟"

"تم بھوشن کا معاملہ میرے سپرد کردو۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔ "میں وعدہ کرتی ہوں کہ صرف چھتیس گھنٹے کے اندر اندر تمہیں بھوشن کے عبرتناک انجام کی اطلاع مل جائے گی۔ ہوسکتا ہے اس کی مسخ شدہ لاش پولیس کو کسی ایسے کوڑے دان میں پڑی ملے جہاں شریف اور مہذب لوگ اپنے گھر کی گندگی ڈالنے سے بھی پرہیز کرتے ہیں۔"

"نہیں۔" میرے لہجے میں کرختگی پیدا ہوگئی۔ "ندیم نے بھی مجھ سے ایسی ہی بات کی تھی لیکن میں نے اسے بھی منع کردیا ہے' بھوشن میرا شکار ہے' میں اسے اپنے ہاتھوں سے ختم کرنے کی لذت سے محروم نہیں ہونا چاہتا۔"

"مجھے تمہاری یہ شرط بھی منظور ہے۔" اس نے جواب دیا۔ "میرے آدمی بھوشن کی ڈنڈا ڈولی کرکے اسے تمہارے قدموں میں لا ڈالیں گے' پھر تم اسے اپنی مرضی سے سزا دے سکتے ہو۔"

"پلیز ماہ رخ۔ مجھ سے وعدہ کرو کہ تم بھوشن کو میری خاطر گھیرنے کی کوشش نہیں کروگی۔ میں مچان پر بیٹھ کر شیر کے شکار کرنے والوں کو بزدل سمجھتا ہوں۔"

"ایسی صورت میں مجھے اختیار ہے کہ میں تمہارے بارے میں ایک ایک منٹ کی خبریں حاصل کرتی رہوں۔"

"فائدہ۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "اگر کسی آتشی اسلحہ سے نکلی ہوئی گولی پر میرا نام لکھا جاچکا ہے تو اسے تمہارے آدمی بھی نہیں روک سکیں گے۔ پلیز مجھے تنہا حالات کا مقابلہ کرنے دو۔"

"اس بات سے کیا سمجھوں؟ کیا تم ماہ رخ کو اپنے آپ سے الگ سمجھتے ہو؟"

"نہیں۔" میں نے دل پر جبر کرکے کہا۔ "میں جلد ہی تم سے ملاقات کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا انتظار کرتے کرتے تمہاری ماہ رخ ختم ہوجائے اور تمہیں اپنا وعدہ وفا کرنے کا خیال ہی نہ آئے۔"

"ایسا نہیں ہوگا۔" میں نے اسے تسلی دی۔ "میں پہلی فرصت میں تم سے ملنے آؤں گا' ہوسکتا ہے کہ ذاتی ملاقات کے بعد میں تمہارے ذمہ بھی کوئی کام کردوں۔"

"وہ دن ماہ رخ کی زندگی کا سب سے بڑا خوشگوار دن ہوگا۔" اس کی آواز بتارہی تھی کہ وہ میرا جواب سن کر کسی لبریز جام کی مانند چھلک اٹھی تھی' اس کے ملنے جلنے والوں کی فہرست ندیم کی اطلاع کے مطابق خاصی طویل تھی لیکن میرے اندر اسے نہ جانے کیا بات نظر آگئی تھی کہ وہ میرا پیچھا چھوڑنے کو تیار نہیں تھی' عجیب کی قماش عورت تھی' سلیمان شاہ سے اس کا رشتہ جن بنیادوں پر قائم تھا وہ بھی کچھ کم حیران کن نہیں تھا' دونوں ایک دوسرے کے خلوت کدے کے رنگین واقعات سے واقف تھے لیکن انھوں نے طے شدہ معاہدہ کے تحت کبھی ایک دوسرے کی نجی زندگی اور معاملات میں دخل اندازی نہیں کی تھی۔ کبھی کبھی کرسی اور طاقت کی ہوس انسان کو اس قدر اندھا بھی کردیتی ہے کہ اسے اپنا قد بلند کرنے کے سلسلے میں اپنی

عزت و آبرو بھی داؤ پر لگانی پڑتی ہے۔ اقتدار کی بھوک اور کرسی کا نشہ انسان کو اتنا بے خود کردیتا ہے کہ وہ شرافت کی تمام قدروں کو بھی یکسر فراموش کردیتا ہے پھر اس میں اور جانوروں میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا' خود غرضی کے دھارے میں بہنے کے علاوہ کسی اور بات کی فکر لاحق نہیں ہوتی۔

ماہ رخ کو ٹالنے کے بعد میں نے پھر سراج کو فون کیا لیکن مجھے کامیابی نہیں ہوئی' اس کے دفتر سے یہی جواب ملا تھا کہ وہ کسی تفتیش کے سلسلے میں باہر گیا ہوا ہے۔ میں نے رابطہ منقطع کرکے اطمینان کا سانس لیا' ماہ رخ سے میں زیادہ تعلقات نہیں رکھنا چاہتا تھا لیکن وہ میرے لیے کار آمد ثابت ہوسکتی تھی' رکی اور اس کے گروہ کے بدمعاشوں کی سرکوبی کا کام میں اس کے حوالے بھی کرسکتا تھا' میرے لیے جو کبھی لڑنا دشوار تھا اس لیے میں اپنا کچھ بوجھ اسے سونپنا چاہتا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میری خاطر وہ کوئی بڑی سے بڑی قربانی دینے سے بھی دریغ نہیں کرے گی لیکن اس کے ساتھ مجھے یہ خوف بھی لاحق تھا کہ کہیں وہ پھر مجھ سے کوئی ایسا معاوضہ طلب کرنے کی خاطر شرافت کے اس لباس کو تار تار نہ کردے جو اس کے جسم پر نہ ہونے کے برابر تھا' میں نے ایک بار انکار کیا تھا تو وہ کسی بھوکی شیرنی کی طرح مجھ پر جھپٹ پڑی تھی پھر اس نے بے ہوشی کی حالت میں مجھ سے وہ معاوضہ وصول کرلیا تھا جو ہوش مندی کی حالت میں شاید میں کبھی ادا کرنے پر تیار نہ ہوتا۔

اشام کو میں دفتر سے جلدی اٹھ گیا' میں نے وارثی کو ہدایت کردی تھی کہ میرے نو تعمیر شدہ مکان کو کرائے پر اٹھا دے' عارفہ کی وجہ سے میں ندیم کے گھر کو نہیں چھوڑ سکتا تھا' وہ اس کے لیے سب سے محفوظ پناہ گاہ تھی جہاں طاغوتی قوتیں اس کے وجود کو مجھ سے علیحدہ کرنے کی کوشش میں کامیاب نہیں ہوسکتی تھیں۔ مجھے یقین تھا کہ ندیم بھی مجھے آسانی سے وہاں سے جانے کی اجازت نہیں دے گا' میں اس کے دل کو کوئی صدمہ بھی نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔ نسیم نے بھی دبی زبان میں کئی بار مجھ سے یہی کہا تھا کہ وہ مجھے کسی قیمت پر وہاں سے نہیں جانے دے گی' میں نے اسے بہن کہا تھا' اس کے علاوہ عارفہ بھی اس کے ساتھ بہت خوش رہتی تھی' مجھے یہ خطرہ بھی لاحق تھا کہ ندیم کی رہائش گاہ سے منتقل ہونے کے بعد ناپاک قوتیں عارفہ کی زندگی کے راز سے واقف ہوجائیں گی اور پھر کالکا اس کی زندگی کا چراغ گل کرنے کی خاطر کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرے گی۔ میں نے اسے موت کے منہ سے بروقت بچالیا تھا پھر ماں کی مرضی نے اسے میرا شریک سفر بنادیا۔ اس نے حالات سے سمجھوتا کرلیا تھا میرے کہنے پر خود کو گھر کی چہار دیواری کے اندر قید کررکھا تھا۔ جہاں نسیم اور ندیم کی رفاقت نے اسے بہت ساری خوشیاں دی تھیں' میں اس سے ان خوشیوں کو چھیننا نہیں چاہتا تھا' مجھے یقین تھا کہ میرے ایک اشار[ے پر وہ] اپنی زندگی بھی قربان کرسکتی ہے' ملازمت کے دوران ایک سچے اور دیانتدار رفیق کی طرح میرا خیال رکھتی تھی' اس کی سانسوں پر بھی مجھے اختیار حاصل تھا' میں نے [کسی] معاملے میں اس کی حق تلفی نہیں کی تھی' وہ میرے دکھ [سکھ میں] برابر سے کچھ زیادہ ہی کی شریک تھی۔

گاڑی میں بیٹھنے کے بعد میں نے کچھ سوچ کر کر[یم کو] سلیمان شاہ کی کوٹھی پر چلنے کو کہا تو اس نے بس ایک [نظر] دیکھا پھر میرے حکم کی پیروی میں اس نے عمارت سے [نکلنے] کے بعد گاڑی کا رخ اسی سمت موڑ دیا' میں محسوس کر[رہا تھا] شاید کریم کو میری زبان سے سلیمان شاہ کا نام سن کر حیر[ت ہوئی] تھی۔

"تم نے ندیم سے میرے بارے میں کیا شکوہ کیا تھا[؟" میں] نے کریم سے دریافت کیا۔

"شکوہ؟ میں سمجھا نہیں صاحب؟"

"میں اس روز کی بات کررہا ہوں جب بھوشن [...] جاتے وقت میں تمہیں اپنے ہمراہ نہیں لے گیا تھا۔"

"میں نے شکوہ نہیں کیا تھا صاحب لیکن مجھے دکھ [...] تھا۔" وہ بڑے خلوص سے بولا۔ "اگر خدانہ کرے آپ [...] خطرہ پیش آجاتا تو میرا ضمیر مجھے کبھی معاف نہ کرتا۔"

"ندیم نے مجھے مشورہ دیا ہے کہ میں آیندہ تمہیں اپنے ساتھ رکھوں۔"

"یہ میری عزت افزائی ہوگی صاحب۔"

"جس وقت رکی اور اس کے آدمیوں نے مجھ پر حملے کی خاطر عمارت میں داخل ہونے کی کوشش کی تھی ا[س وقت] تم کہاں تھے؟" میں نے کچھ سوچ کر دریافت کیا۔

"میں غافل نہیں تھا صاحب۔" اس نے سنجید[گی سے] جواب دیا۔ "اتفاق ہی تھا جو سراج صاحب کے آدمی[وں نے] اس وقت مجھ سے ٹکرانے کی کوشش کی جب میں اس [...] لے رہا تھا' اس کی قسمت اچھی ہی تھی جو وہ بچ کر نک[ل گیا] بہرحال مجھے خوشی ہے میں اس کے دو آدمیوں کو ٹھکانے [لگانے] میں کامیاب ہوگیا' راجا کی مشکیں کسنے کی کوشش اگر [...] نے نہ کی ہوتی تو وہ بھی میرے ہاتھوں کام آجاتا۔"

"تمہیں کسی نے فائرنگ کرتے دیکھا تو نہیں تھا؟"

"میں کچا کام کرنے کا عادی نہیں ہوں صاحب۔"

"آیندہ احتیاط رکھنا۔" میں نے اسے مشورہ دیا۔ "[اگ]ر قاتلانہ حملہ کرنے والے زندہ ہاتھ آجائیں تو ان [سے] کچھ اگلوایا جاسکتا ہے۔"

"آپ کا کیا خیال ہے جناب' کیا یہ حملہ مسز بھو[شن کے] اشارے پر کیا گیا تھا؟"

"ہوسکتا ہے۔" میں نے غیر یقینی سا جواب دیا۔

"رکی کے بارے میں کیا حکم ہے آپ کا؟"

"کیا مطلب ہے؟"

"میں اس کے ایک دو ٹھکانوں سے واقف ہوں۔" کریم نے پُراعتماد انداز میں کہا۔ "اس کی کچھ ایسی نشانیاں ہیں کہ وہ خواہ کسی روپ یا میک اپ میں ہو میری نگاہوں سے خود کو پوشیدہ نہیں رکھ سکتا' آپ اجازت دیں تو میں اسے جال میں پھانسنے کی کوشش کروں۔"

"فی الحال میں اپنے آدمیوں کو ان معاملات سے دور ہی رکھنا چاہتا ہوں۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"ہاں۔ میں چاہتا ہوں کے پولیس اس کا سراغ لگائے تو زیادہ مناسب ہوگا۔"

"پولیس۔" کریم معنی خیز انداز میں مسکرایا۔ "پولیس جن بدمعاشوں اور ہسٹری شیٹروں سے بھتہ لیتی ہے' اپنے مفاد کی خاطر انہیں پولیس ریڈ کی اطلاع قبل از وقت فراہم کردیتی ہے۔ سراج صاحب کے بارے میں مجھے معلوم ہے کہ ان کے ہاتھ اجلے کپڑے کی طرح صاف ہیں لیکن وہی مثال ہے کہ اکیلا چنا کبھی بھاڑ نہیں پھوڑ سکتا۔"

"تم دور دور رہ کر رکی اور اس کے ساتھیوں پر نظر رکھو اور مجھے اس سے مطلع کرتے رہو' میں کوشش کروں گا کہ اسے زندہ گرفتار کراسکوں۔"

"اس کے لیے بھی ایک نسخہ ہے میرے پاس۔" کریم تھوڑے توقف سے بولا۔ "میں ایک دو ایسی لڑکیوں سے بھی واقف ہوں جن کا تعلق رکی سے رہ چکا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ میں ان میں سے کسی کو ایک خرید لوں۔ دراصل رکی بہت بڑا بدمعاش ہونے کے باوجود خوبصورت اور حسین لڑکیوں کے سلسلہ میں لنگوٹ کا بڑا کچا واقع ہوا ہے۔ میرا دل کہتا ہے کہ کسی دن اس کی کوئی داشتہ ہی اس کی بربادی کا سبب بن جائے گی۔"

"تمہیں رکی کے بارے میں اتنی ساری معلومات کس طرح ہیں۔" میں نے کریم کو کریدنے کی کوشش کی۔

"معلومات رکھنی پڑتی ہے صاحب ورنہ رکی جیسا کینہ پرور ایک معمولی سے شک پر بھی کسی کو موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"ایک بات پوچھوں صاحب۔" اس نے تھوڑے توقف سے کہا۔ "کیا آپ اس وقت رکی ہی کے سلسلے میں سلیمان شاہ کی کوٹھی پر جارہے ہیں۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو۔" میں نے کریم کو تیز نظروں سے گھورا' مجھے اپنے معاملات اور نجی زندگی کے بارے میں اس کا دخل گراں گزرا تھا۔

"اگر آپ کو میری بات ناگوار گزری ہو تو میں ہاتھ جوڑ کر معافی چاہتا ہوں لیکن آپ کا نمک کھا رہا ہوں اس لیے آپ سے دغابازی بھی نہیں کرسکتا۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے بدستور اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"میں پھر معافی چاہتا ہوں صاحب' لیکن ایک بات آپ کو بتانا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔" کریم نے دبی زبان میں کہا۔ "کسی زمانے میں رکی کا بھی سلیمان شاہ کے گھر بہت آنا جانا رہ چکا ہے۔"

"مجھے معلوم ہے کہ سلیمان شاہ بھی دوسرے بڑے آدمیوں کی طرح غنڈے اور بدمعاش لوگوں کی سرپرستی کرنے پر مجبور ہے' یہی لوگ وقت پر ان کے کام آتے ہیں۔ سلیمان شاہ قسم کے اونچے لوگ اگر دہشت گردوں کی پشت پناہی کرنا چھوڑ دیں تو ان کی اپنی زندگی کے لالے پڑجاتے ہیں۔"

"میرا اشارہ مسز سلیمان شاہ کی طرف تھا۔" اس نے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔ "یہ ان دنوں کی بات ہے جب رکی نے بدمعاشی کے پیشے کو نہیں اپنایا تھا' صرف پہلوانی کرتا تھا لیکن پھر غلط چکروں میں پڑ کر اس نے زندگی کا منفی پہلو اختیار کرلیا۔"

"میرا خیال ہے کہ تم نے اس میدان کی اچھی خاصی سیر کی ہوئی ہے۔"

"میں آپ سے جھوٹ نہیں بولوں گا صاحب' لیکن ندیم صاحب کی ملاقات کے بعد بس میں صرف ان ہی کا ہو کر رہ گیا۔"

"کیوں؟ ایسی کیا خاص بات ہے ندیم صاحب میں۔"

"وہ ہزاروں خوبیوں کے مالک ہیں جناب۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ اتنی آسانی سے کیسینو نہ چلا رہے ہوتے۔"

"پہلے تو تم نے کہا تھا کہ تم ندیم سے پوری طرح واقف نہیں ہو۔"

"اس وقت کی بات اور تھی جناب' لیکن اب ندیم صاحب نے مجھے یہی حکم دیا ہے کہ آپ سے ہمیشہ سچ بولنے کی کوشش کروں۔"

میں کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ اچانک ایک رکشا میری گاڑی کے راستے میں آگیا' اس نے گاڑی کو کراس کرکے بائیں جانب مڑنے کی کوشش کی تھی مگر' شاید وہ گاڑی کی رفتار کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکا' کریم نے اسے بچانے کی پوری کوشش کی' اس نے فل بریک لگا کر گاڑی روکنی چاہی۔ اسے اپنے ارادے میں کامیابی بھی ہوئی تھی لیکن سڑک گیلی ہونے کے سبب ٹائر

بریک نضا میں بریک لگنے کے باعث پہیوں کی چرچراہٹ کی آواز گونجی پھر ایک ہلکا سا دھماکا ہوا۔ گاڑی پھسلن کی وجہ سے کسی مست ہاتھی کی طرح لہراتی ہوئی پوری شدت سے رکشے سے ٹکرائی پھر ٹکر کی پرشور آواز کے ساتھ ہی رکشا بے قابو ہو کر سڑک پر الٹ گیا۔

میں اور کریم دونوں ہی بیک وقت گاڑی سے اتر کر رکشے کی طرف لپکے تھے۔

راہ گیروں کا اچھا خاصا ہجوم ہمارے گرد جمع ہونے لگا تھا۔ خدا کا شکر تھا کہ رکشے والے کو زیادہ زخم نہیں آئے تھے لیکن اس کے اندر جو لڑکی موجود تھی وہ شاید اس اچانک حادثے سے بے ہوش ہو چکی تھی۔ راہ گیروں نے رکشے والے کی حمایت میں آواز بلند کرنے کی کوشش کی تھی۔ یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ غلطی خواہ کسی کی ہو لیکن ہجوم ہمیشہ کمزور پارٹی کی طرف سے بولتا ہے۔ بہرحال رکشے والا شریف ہی تھا جو اس نے اپنی غلطی تسلیم کرلی۔ میں نے حالات کے پیش نظر سو سے کچھ روپے نکال کر رکشے والے کو دیے پھر کریم نے میری ہدایت پر لڑکی کو اٹھا کر پچھلی سیٹ پر ڈالا اور تیزی سے قریبی اسپتال کی طرف روانہ ہو گیا۔

میں کریم کے ساتھ اگلی نشست پر آگیا۔ لڑکی چونکہ برقعے میں تھی اس لیے میں فوری طور پر اس کی شکل نہیں دیکھ سکا لیکن اب اس کا چہرہ میرے سامنے تھا۔ اس کے خدوخال کبھی یقیناً خوب صورت اور بے حد حسین رہے ہوں گے لیکن اب اس کا چہرہ بری طرح سے جھلس کر رہ گیا تھا۔ شاید کسی نے اس کے چہرے پر تیزاب ڈال کر اس کی خوب صورتی کو بھیانک بنا دیا تھا۔ پیشانی کے اوپر بھی کچھ بال جھلسے ہوئے تھے۔ پورے چہرے کی کھال نے سکڑ کر کچھ عجیب سی شکل اختیار کرلی تھی لیکن اس کے جسمانی نشیب و فراز اب بھی خوب صورت تھے۔ اس کی عمر پچیس چھبیس سے زیادہ نہیں تھی۔ وہ بدستور بے ہوشی کی حالت سے دوچار تھی لیکن مظلومیت کی ایک طویل داستان اس کے چہرے پر رقم تھی۔ شاید کسی نے انتقاماً اس کے چہرے کو مسخ کرنے کی کوشش کی تھی۔ پولیس کی ملازمت کے دوران میں اس قسم کی کئی کہانیاں سن چکا تھا جب کسی ناکام عاشق نے دل برداشتہ ہو کر یا اپنی نفسیاتی خواہش پوری نہ ہونے کی صورت میں لڑکی کی خوب صورتی بگاڑ دی تھی۔ وہ لڑکی جو اس وقت میری گاڑی کی پچھلی نشست پر پڑی تھی۔ اس کے چہرے کی کیفیت بھی اپنے اندر کسی کے ظلم کی داستان چھپائے ہوئے تھی۔

کریم بڑی احتیاط سے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا پھر اس سے پیشتر کہ ہم لڑکی کو طبی چیک اپ یا علاج کی غرض سے کسی ہسپتال تک لے جاتے وہ ہوش میں آگئی۔ ایک لمحے تک وہ جلدی جلدی پلکیں جھپکاتی رہی پھر یکلخت اٹھ بیٹھی۔ خود کو دو آدمیوں کے ساتھ ایک گاڑی میں دیکھ کر اس کی آنکھوں سے خوف جھانکنے لگا پھر وہ جلدی سے اپنے بھیانک چہرے کو برقعے کی نقاب سے چھپاتے ہوئے نحیف آواز میں بولی۔ ”تم... تم لوگ مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔ خدا کے لیے مجھے چھوڑ دو۔ رحم کرو مجھ پر۔“ اس کی آواز کانپ رہی تھی۔

”پریشان مت ہو۔“ میں نے اسے تسلی دی۔ ”تم اس وقت محفوظ ہاتھوں میں ہو۔“

”مم... میں شاید رکشے میں سفر کر رہی تھی پھر اس گاڑی میں کس طرح آگئی؟“ وہ اب بھی مجھے سہمی سہمی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

”تمہارا رکشا غلطی سے الٹ گیا تھا۔ تم بے ہوش تھیں اس لیے ہم فوری طور پر تمہیں اسپتال لے جا رہے ہیں۔“ میں نے نرمی سے کہا۔

”نہیں۔“ وہ بدستور خوف زدہ نظر آرہی تھی۔ ”میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں۔ مجھے یہیں کہیں اتار دو میں دوسرا رکشا پکڑ لوں گی۔“

”کہاں جانا چاہتی ہو؟“

”تم... تم کون ہو؟“ اس نے میرے سوال کا جواب دینے کے بجائے دبی زبان میں پوچھا۔

”گھبراؤ مت۔ ہم تمہارے دشمن نہیں۔ دوست ہیں۔“

”اگر تم میرے ہمدرد ہو تو مجھے کسی قریبی تھانے تک پہنچا دو۔“

”تھانے!“ میں چونکا۔ ”کیا تم کسی کے خلاف کوئی رپورٹ درج کرانا چاہتی ہو؟“

”ہاں۔ میری زندگی خطرے میں ہے۔“ اس کی آواز بھرا گئی۔ ”میرے دشمن شکاری کتوں کی طرح میرے پیچھے لگے ہیں۔ میں اگر ان کے ہاتھ آگئی تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے لیکن میں ابھی مرنا نہیں چاہتی۔“

”لیکن وہ لوگ کون ہیں اور تمہارے دشمن کیوں بن گئے ہیں؟“

”میں پولیس کے علاوہ اپنے اہم راز کسی اور کو نہیں دینا چاہتی۔“

”کسی زمانے میں میرا تعلق بھی پولیس کے محکمے سے رہ چکا ہے۔“ میں نے کہا۔ ”تم مجھ پر اعتماد کر سکتی ہو۔“

”اگر تمہارا تعلق محکمہ پولیس سے رہ چکا ہے تو تم ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ سراج کو بھی ضرور جانتے ہو گے۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے سراج کا نام سن کر اسے اطمینان دلانے کی کوشش کی۔ ”میں تمہیں سراج سے ملوا سکتا ہوں لیکن تمہارا تھانے جانا مناسب نہیں ہو گا۔“

وہ مجھے گھور کر رہ گئی۔ اس کے پاس اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ بھی نہیں تھا۔ میں نے گاڑی واپس دفتر کی طرف مڑوالی پھر قسمت اچھی تھی جو سراج بھی دفتر میں مل گیا۔ میرے کہنے پر وہ پندرہ بیس منٹ بعد ہی میرے آفس آگیا لیکن لڑکی پر نظر پڑتے ہی اس کی آنکھوں میں ایسی چمک ابھری تھی جیسے اسے بہت دنوں سے اس کی تلاش ہو' لڑکی کی کیفیت بھی کچھ ایسی ہی تھی۔ شاید وہ بھی سراج کو پہلے سے جانتی تھی۔

"تمہارا نام غالباً بانو ہے؟" سراج نے ایک کرسی سنبھالتے ہوئے لڑکی کو گھورا۔

"ون منٹ" میں نے سچویشن کو سنبھالنے کی خاطر دخل اندازی کی اور سراج کو حادثے سے لے کر دفتر آنے تک کی تمام تفصیل بتادی۔ میری گفتگو سن لینے کے بعد سراج کے چہرے کے تناؤ میں کمی آگئی تھی۔

"اگر میری یادداشت مجھے دھوکا نہیں دے رہی تو میں ایک بار تمہیں رکی کے ساتھ ایک مقامی کلب میں دیکھ چکا ہوں؟" سراج نے براہ راست بانو سے کہا۔

"ہاں۔ میں ایک بار رکی کے ساتھ وہاں جانے پر مجبور ہوگئی تھی۔"

"تم مجھ سے مل کر کیا راز بتانا چاہتی تھیں؟"

"میرا اصلی نام دلشاد ہے۔ میں ایک متوسط گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں۔ میرے والد ایک اسکول ٹیچر تھے۔"

"کیا اب نہیں ہیں؟" سراج نے تیزی سے سوال کیا۔

"نہیں۔" وہ ہونٹ کاٹتی ہوئے بولی۔ "جب تک دلشاد زندہ تھی وہ بھی زندہ تھے لیکن میرے بانو بننے کے بعد میرے والد نے غیرت کا بھرم قائم رکھنے کی خاطر خودکشی کرلی پھر اسی صدمے نے میری ماں کا سایہ بھی مجھ سے چھین لیا۔ ایک بھائی تھا جسے اس وقت گولی ماردی گئی جب اس نے مجھے اغواء ہوتے وقت بچانے کی کوشش کی تھی۔"

"آئی سی۔" سراج نے پہلو بدل کر اسے غور سے گھورتے ہوئے کہا۔ "میں تمہاری پوری کہانی سننا چاہتا ہوں۔"

"پہلی بار میرے لیے جو رشتہ آیا تھا وہ راشد خان کا تھا جو صرف پہلوانی کرتا تھا۔ اس وقت تک وہ رکی نہیں بنا تھا۔" بانو نے آہستہ سے کہا۔ "میرے والد نے اس رشتے کو منظور کرنے سے صاف انکار کردیا۔ اس لیے کہ ہم دونوں کی عمروں میں بہت زیادہ فرق تھا اس کے علاوہ میرے والد کے واقف کاروں نے یہ بھی بتایا تھا کہ راشد خان خوبصورت لڑکیوں کا رسیا ہے اور جس کے پیچھے پڑجاتا ہے اسے اپنی ہوس کا نشانہ بنائے بغیر نہیں چھوڑتا۔ میرے والد کے انکار کرنے کے بعد راشد خان اور اس کے گرگے ہمارے دشمن بن گئے۔ میرے والد نے مجھے اسکول سے اٹھالیا انہیں ڈر تھا کہ کہیں وہ لوگ مجھے راستے سے زبردستی اٹھانے کی کوشش نہ کریں۔ ایک سال تک کوئی ناخوشگوار واقعہ نہیں پیش آیا پھر خود والد صاحب نے میری والدہ کو یہ بات بتائی تھی کہ راشد خان نے اکھاڑہ چھوڑ کر غنڈہ گردی کا پیشہ اختیار کرلیا ہے۔ وہ راشد سے رکی بن گیا تھا۔ میرے گھر والوں کا خیال تھا کہ رشتے سے انکار کردینے کے بعد وہ ہمیں بھول چکا ہوگا لیکن ایسا نہیں تھا۔ ہمیں اس بات کا اندازہ اس روز ہوا جس روز رکی اور اس کے ساتھی دن دہاڑے آتشیں ہتھیار لیے وندناتے ہوئے ہمارے گھر میں داخل ہوئے تھے۔ مجھے اغواء کرنے کی غرض سے آئے تھے۔ میرے بھائی کی غیرت جاگ اٹھی۔ وہ مجھے بچانے کی خاطر رکی سے الجھ گیا لیکن رکی کے ساتھیوں نے اسے زمین پر گرا کر گولیوں سے اس کا معصوم جسم چھلنی کر ڈالا۔ دو آدمیوں نے میرے والد اور والدہ کے سینوں پر بندوق تان رکھی تھی' رکی نے مجھے زبردستی اٹھا کر کندھوں پر ڈالا پھر باہر آکر ایک بند گاڑی میں ڈال دیا جہاں اس کے دو ساتھی پہلے سے موجود تھے۔ موت کے خوف اور بھائی کی جوان موت کے صدمے نے مجھے گنگ کردیا تھا۔"

بانو کی آواز بھرانے لگی تو میں نے اٹھ کر اسے پانی دیا۔ پینے کے بعد بھی وہ کچھ دیر تک خاموش بیٹھی رہی پھر بولی۔

"میں نے راشد یا رکی کے آگے بہت ہاتھ پیر جوڑے اس سے شادی کرنے پر آمادہ ہوگئی لیکن جسے آم چوری کرکے کھانے کی لت پڑجائے وہ بازار سے اسے خرید کر نہیں کھاتا۔ میں اپنی بے بسی پر آنسو بہانے کے سوا اور کچھ نہ کرسکی۔ رکی نے میرے اس غرور کو روند ڈالا جو مجھے ماں باپ کی زندگی میں حاصل تھا۔ رکی اور اس کے دو ساتھی میری آبرو کو اپنے پیروں تلے کچلتے رہے۔ میں نے کئی بار خودکشی کی کوشش کی لیکن رکی کے آدمی میرے سلسلے میں اس طرح محتاط تھے کہ مجھے مرنے کی مہلت بھی نہ مل سکی پھر ایک دن میری موجودگی میں رکی نے اپنے ساتھیوں سے کہا تھا کہ وہ میرے عوض کسی بڑے مالدار آدمی سے خاصی لمبی رقم لے چکا ہے۔ دوسرے دن مجھے زبردستی ایک عالیشان کوٹھی کے تہ خانے میں پہنچادیا گیا جہاں دو لڑکیاں پہلے سے موجود تھیں۔ ان کا حال بھی مجھ سے مختلف نہیں تھا وہ بھی اپنی زندگی موت کے حوالے کرنے پر آمادہ تھیں لیکن وہاں بھی ہمیں ایک لمحے کو بھی تنہا نہیں چھوڑا جاتا تھا۔ میں تین روز تک اس تہ خانے میں بند رہی پھر مجھے اس مالدار کی خوابگاہ میں زبردستی پہنچادیا گیا جو نشے کی حالت میں کسی طرح وحشت تھا۔ رکی کی طرح اس نے بھی مجھے لوٹا پھر میری خوب صورتی سے متاثر ہوکر کہنے لگا کہ اگر میں وہاں سے بھاگنے کا خیال ترک کردوں اور اس کے لیے کام کرنے پر آمادہ ہوجاؤں تو مجھے عزت' شہرت اور دولت' سب کچھ دے سکتا ہے' میں نے کچھ سوچ کر اس کا کہا مان لیا۔ میرا ارادہ تھا کہ

اسے کچھ دنوں تک اعتماد میں رکھنے کے بعد مجھے فرار ہونے کا موقع مل جائے گا لیکن ایسا بھی نہ ہوسکا۔"

"اس مالدار اور بڑے آدمی کا نام کیا ہے؟" سراج نے پوچھا۔

"بھوشن جوزف۔" اس نے سر جھکا کر دبی زبان میں کہا تو سراج کے علاوہ میں بھی چونکے بغیر نہ رہ سکا۔

"اس نے تمہیں کس کام کی پیشکش کی تھی؟" اس بار سراج کے بجائے میں نے سوال کیا۔

"ناجائز تجارت میں ہاتھ بٹانے کی لیکن طریقہ کار اس قدر اذیتناک تھا کہ میں نے صاف انکار کردیا۔" وہ نظریں جھکا کر بولی۔ "میرا انکار سن کر اس نے دیوانوں کی طرح ہنسنا شروع کردیا۔ اس کے ہنسنے کا انداز بھی اس قدر مکروہ اور خوفناک تھا کہ میں سہم کر رہ گئی۔ اس کا خیال تھا کہ مجھے اپنی خوب صورتی پر ناز ہے چنانچہ اس نے اسی روز رکی کو طلب کرکے مجھے اس کے حوالے کردیا اور تاکید کی کہ میری خوب صورتی اور چہرے کو اس طرح مسخ کردیا جائے کہ میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل بھی نہ رہوں۔ رکی کسی درندے کی طرح مجھے اسی رات آنکھوں پر پٹی باندھ کر کہیں لے گیا۔ میرے ہاتھ پشت پر کرکے اس طرح باندھ دیے گئے تھے کہ میں آنکھوں کی پٹی کھولنے سے قاصر تھی۔ اسی رات رکی کے ایک ساتھی نے میرا یہ حال کردیا۔ اس نے شاید میرے چہرے پر تیزاب پھینکا تھا۔ میں نے آنکھ بند نہ کی ہوتی تو شاید اس سے بھی محروم ہوجاتی۔ مجھے اس تکلیف سے مرجانا چاہیے تھا۔ ایک ہفتے تک میں کچے فرش پر پڑی چیختی چلاتی رہی پھر زخم کی ٹیسیں کم ہونے لگیں۔ مجھے صرف ایک وقت کھانا دیا جاتا تھا۔"

بانو نے ایک سرد آہ بھر کر دوبارہ کہنا شروع کیا۔

"دو ماہ بعد رکی نے مجھے دوبارہ بھوشن کے روبرو پیش کیا۔ مجھے دیکھ کر اس نے نفرت کا اظہار نہیں کیا بلکہ مسکرا کر کہا تھا۔ "اب میں زیادہ بہتر طور پر اس کے لیے خدمت انجام دے سکتی ہوں۔ میرے چہرے کی کیفیت دوسروں کے دل میں ہمدردی کا جذبہ پیدا کرنے کے لیے کافی تھی اور بھوشن کا خیال تھا کہ ہمدردی کے اس جذبے کی آڑ میں میں اس کے لیے زیادہ کارآمد ثابت ہوسکتی ہوں۔ میں نے اس بار انکار نہیں کیا۔ زندہ رہنے کے لیے انسان بڑی سے بڑی اذیت برداشت کرلیتا ہے۔ مجھے زندگی سے کوئی لگاؤ نہیں رہ گیا تھا لیکن میں نے عہد کرلیا تھا کہ میں اپنے دشمنوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے بعد ہی دم لوں گی۔ میں نے بھوشن کے لیے کام شروع کردیا۔ قسمت اچھی تھی جو پکڑی نہیں گئی۔ ایک بار شک کی بنیاد پر مجھے کسٹم کے محکمے نے زیر حراست لے لیا تھا کہ لیکن بھوشن کے ایک ہی فون نے پورے کسٹم کے محکمے میں کھلبلی مچادی۔ میں مجرم ہونے کے باوجود باعزت طور پر چھوڑ دی گئی۔ میں نے بظاہر حالات سے سمجھوتا کرلیا تھا اس لیے میرے اوپر عائد پابندیاں بھی کم ہوتی گئیں۔ میری بھیانک اور قابل رحم صورت بھوشن کے لیے واقعی بڑی فائدہ مند ثابت ہورہی تھی۔ میرے علاوہ ایک آدمی اور بھی تھا جو بھوشن کے لیے کام کرنے پر مجبور تھا۔ بھوشن نے اس کی بیوی کو یرغمال بنا رکھا تھا۔ شاید گیتا نام تھا اس کا۔ بڑی خوب صورت اور حسین عورت تھی۔ اس کا حسن ہی اسے لے ڈوبا۔ بعد میں گیتا ہی نے مجھے بتایا تھا کہ شاید بھوشن کے آدمیوں نے اس کے سہاگ کو ہمیشہ کے لیے ختم کروادیا تھا۔"

بانو کی کہانی ہمارے لیے خاصی کارآمد تھی۔ اس میں کہیں کوئی جھول نظر نہیں آرہا تھا۔ قدرت نے محض حادثاتی طور پر اسے ہم سے ملادیا تھا اور میرا خیال تھا کہ وہ ہمارے لیے بہت کارآمد ثابت ہوسکتی تھی۔

"تمہیں بھوشن جیسے شاطر آدمی کے چنگل سے فرار ہونے کا موقع کس طرح مل گیا۔" سراج نے دلچسپی لیتے ہوئے دریافت کیا۔

"ایک بدیسی عورت کو میری حالت پر رحم آگیا تھا۔" بانو نے کہا۔ "وہ کسی بڑے آدمی کی بیوی ہے۔ بھوشن کے لیے وہ بھی بڑی کارآمد ہے۔ اس کے ذریعے بھوشن ہمارے ملک کا کوئی راز کسی اور ملک کے ہاتھوں فروخت کرنا چاہتا ہے اسی لیے اس کی نازبرداریاں بھی کرتا ہے۔ ان دونوں کے درمیان ہر قسم کے تعلقات ہیں۔ آپ شاید میرا مطلب سمجھ رہے ہیں؟"

"کیا تم اس بدیسی عورت کا نام جانتی ہو؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"ہوسکتا ہے وہ نام بھی فرضی ہو لیکن ایک رات جب دونوں قدرتی لباس میں بدمست تھے تو میں نے بھوشن کو اس عورت کو مارگریٹ کے نام سے مخاطب کرتے سنا تھا۔"

"کیا تمہیں مارگریٹ ہی نے رہا کروایا تھا؟" سراج نے مارگریٹ کے نام پر چونکتے ہوئے پوچھا۔

"رہا کرانا شاید اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ شاید اس کو میری حالت پر ترس آگیا تھا جو وہ بھوشن کی اجازت سے مجھے اپنے ساتھ لے گئی۔ اس نے اپنی ملازمہ کے بھاگ جانے کا بہانہ کیا اور کہا تھا کہ دوسری ملازمہ کا بندوبست ہوتے ہی وہ مجھے واپس کردے گی۔ بھوشن اس کی بات سے انکار نہیں کرسکا۔ میں مارگریٹ کے ساتھ چلی گئی پھر مارگریٹ نے ترس کھا کر مجھے راستے میں ہی اتار دیا۔ اس نے مجھے دھمکی دی تھی کہ اگر میں نے اس کی رعایت سے کوئی غلط فائدہ اٹھانے کی کوشش کی تو وہ مجھے شکاری کتوں کے آگے ڈال دے گی۔ میں نے اس سے یہی وعدہ کیا تھا کہ فوری طور پر اس شہر سے فرار ہوجاؤں گی لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ کچھ دنوں تک میں اپنی

ایک منہ بولی خالہ کے گھر پر چھپی رہی۔ اسی عرصے میں مجھے یہ اطلاع ملی کہ بھوشن کو میرے فرار ہونے کا علم ہوگیا ہے۔ اس نے رکی کو یہ کام سونپا تھا کہ مجھے ہر قیمت پر تلاش کرے پھر میرے وجود کو ہمیشہ کے لیے ختم کردے۔"

اس نے پھر مجھ سے پانی طلب کیا' پانی پینے کے بعد نظریں جھکائے بیٹھی ہاتھ ملتی رہی پھر بولی۔

"پہلے میں نے یہی سوچا تھا کہ اس شہر سے فرار ہوکر کسی دور دراز کے ایسے گاؤں میں پناہ ڈھونڈوں کی جہاں رکی مجھے تلاش نہ کرسکے پھر میں نے اپنے فیصلے میں تھوڑی سی ترمیم کرلی' میں پولیس کو حالات سے باخبر کرنے کے بعد روپوش ہونا چاہتی تھی۔ میں برقع نہیں پہنتی تھی لیکن اگر بغیر برقعے گھر سے نکلتی تو رکی کے آدمی مجھے پکڑ لیتے۔ چنانچہ میں نے یہ برقعے خالہ سے مانگ لیا۔ اسی نے مجھ سے کہا تھا کہ میں آپ سے ملوں۔" اس نے سراج کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "شاید اسے کسی طرح اس بات کا علم ہے کہ آپ ایک ایماندار اور فرض شناس پولیس آفیسر ہیں۔"

"اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟" سراج نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔

"اب میرے ضمیر کا بوجھ ہلکا ہوچکا ہے۔" وہ زہرخند سے بولی۔ "میں نے جو جرائم کیے ہیں ان کی فہرست بہت طویل اور گھناؤنی ہے۔ آپ چاہیں تو میں اقبالی بیان لکھ کر آپ کے حوالے کرسکتی ہوں لیکن ایک شرط پر۔"

"وہ کیا؟"

"آپ مجھے پھانسی کے پھندے تک پہنچانے کا وعدہ کریں۔" اس نے مایوس لہجے میں کہا۔ "بھوشن' رکی یا ان کے زر خرید کتے مجھے دوبارہ پکڑ لینے کے بعد جو اذیتناک موت ماریں گے میں پھانسی کے پھندے کو اس پر ترجیح دوں گی۔"

"گھبراؤ مت۔" میں نے اس کی ڈھارس بندھانے کی کوشش کی۔ "ہم تمہیں ہر قسم کا تحفظ فراہم کرنے کی کوشش کریں گے۔"

"تم میرے ساتھ چلو۔" سراج نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "میں تمہیں ایسی جگہ رکھوں گا جہاں میری مرضی کے خلاف کوئی پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔"

اس نے جواب میں میری طرف تشکرانہ نظروں سے دیکھا پھر چہرہ نقاب میں چھپاتی اٹھی اور سراج کے ساتھ چلی گئی سراج نے مجھ سے رات کو کسی وقت گھر پر ملاقات کرنے کا وعدہ کیا تھا لیکن اس سے پہلے میں ندیم سے مل کر اسے بانو کے بارے میں تفصیل بتانا چاہتا تھا چنانچہ میں سراج کے جانے کے بعد سیدھا کیسینو پہنچ گیا۔

ندیم بانو کی پوری کہانی کو بہت غور سے سنتا رہا پھر میں خاموش ہوا تو وہ جواب کے بجائے کسی گہری سوچ میں مستغرق ہوگیا۔

"تم نے بانو کے سلسلے میں کسی رائے کا اظہار نہیں کیا؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"ہمیں سوچنا پڑے گا کہ بانو کے بیان میں کہاں تک صداقت ہے۔" ندیم نے جواب دیا۔ "حالات کے تحت ہم فوری طور پر کسی پر اعتماد کرلینے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ بانو دشمنوں کی طرف سے چارا سمجھ کر ہمارے لیے ڈالی گئی ہو۔"

"لیکن اگر وہ ایکسیڈنٹ نہ ہوتا تو۔"

"ممکن ہے وہ بھی سازش ہو۔" ندیم نے میری بات کاٹی۔ "ہزار دو ہزار کی رقم کے عوض کوئی بھی یہ رسک لے سکتا تھا۔"

"مگر اس کا جلا ہوا چہرہ جس نے اسے لوگوں کے لیے کراہت کی حد تک بھیانک بنادیا ہے۔ اس کے بارے میں تم کیا جواز پیش کروگے؟"

"ہمیں اس کی اصلیت کا پتا چل جائے گا لیکن اگر تمہارا اندازہ درست ہے تو پھر بانو کو سراج کے ساتھ نہیں جانا چاہیے تھا۔" ندیم نے تھوڑے توقف سے کہا۔ "ہم اس کی حفاظت پولیس سے بہتر طور پر کرسکتے تھے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"ہمارے کئی افراد اس سے پہلے بھی پولیس کی تحویل میں نادیدہ قوتوں کی وجہ سے شکار ہوچکے ہیں۔" ندیم نے کسی وکیل کے انداز میں جرح کی۔ "اگر کالکا تمہارے خلاف بھوشن کا ساتھ دے رہی ہے تو وہ اپنی کالی قوت کے ذریعے بانو کو بھی موت کی نیند سلا سکتی تھی لیکن ایسا نہیں ہوا۔"

ندیم کا جواز اپنے اندر وزن رکھتا تھا۔ میں ایک لمحے کے لیے خاموش ہوگیا پھر میرے ذہن میں لیڈی مکلارنس کی آواز ابھری۔

"نہیں میرے عزیز' بانو تو تمہارے لیے ایک اہم ثبوت ہوسکتی ہے۔ کالکا نے بانو کو اس وقت ہی گھیرنا چاہا تھا جب وہ تمہاری کار میں تھی لیکن میں نے تمہاری کالکا رانی کے سامنے ایسی دیوار کھڑی کردی جس کو پار کرنا اس کی طاقت سے باہر ہے۔ میں کوشش کروں گی کہ بانو اس کی منحوس اور گندی قوتوں کا شکار نہ ہوسکے۔"

"کیا بانو نے جو کہانی بیان کی ہے وہ درست ہے؟" میں نے پوچھا۔

"سو فیصد۔ حقیقتاً وہ موت کو زندگی پر ترجیح دینے کو آمادہ ہے۔ رکی اس کے گروہ کے دوسرے بدمعاش اور تمہاری کالکا دیوی بھی اس کی تلاش میں ہیں۔"

"کیا بانو کا بیان قانون کے لیے بھوشن کے خلاف کوئی اہمیت رکھتا ہے؟"

"میں اس کا جواب ابھی نہیں دے سکتی۔"

"کیوں؟"

"ہوا کا رخ کسی وقت بھی بدل سکتا ہے۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ میں ایک ہی وقت میں تمہاری اور بانو دونوں کی حفاظت کرسکوں۔"

"مارگریٹ کا بھوشن کے ساتھ کیا تعلق ہے؟"

"مارگریٹ کے بارے میں تمہارا ... بہتر بتا سکے گا۔"

"میں سمجھا نہیں؟"

"فی الحال میں یہی بتا سکتی ہوں کہ تمہارا دوست ہر قدم بہت سوچ سمجھ کر اٹھاتا ہے۔ بڑی سوجھ بوجھ کا مالک ہے۔"

"کیا مارگریٹ سے ملنا ہمارے لیے مناسب ہوگا؟"

"اس کا مشورہ دوست ہی سے کرو۔ میں جارہی ہوں۔"

"کیا کالکا رانی سے رازونیاز ہورہے تھے؟" ندیم نے میری خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں؟" میں نے لیڈی مکلارنس کی باتوں کے تحت کہا۔ "میں مارگریٹ کے بارے میں غور کررہا تھا۔"

"یہ مارگریٹ کا خیال اچانک کیسے آگیا؟" ندیم نے مجھے بہت غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہمیں پروفیسر ابرار سے مل کر اسے بتانا ہوگا کہ مارگریٹ اس کے کسی اہم راز یا فارمولے کو چوری کرکے بھوشن کے ہاتھوں فروخت کرنا چاہتی ہے۔"

"پروفیسر' مارگریٹ کے بارے میں تمہاری کوئی بات نہیں مانے گا۔" ندیم نے جواب دیا۔ "وہ مارگریٹ سے ٹوٹ کر محبت کرتا ہے اس لیے کہ مارگریٹ وہ پہلی خاتون ہے جس نے پروفیسر جیسے عدیم الفرصت شخص کو بحیثیت شوہر قبول کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر پروفیسر' بھوشن سے ملا تھا تو یقیناً اس ملاقات کے پیچھے بھی مارگریٹ ہی کا ہاتھ ہوگا۔"

"لیکن اس کے باوجود محب وطن کی حیثیت سے ہمیں پروفیسر کو قبل ازوقت حالات سے باخبر کردینا چاہیے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ مارگریٹ اگر کسی طرح ہمارے جال میں پھنس جائے تو۔"

"نہیں۔" ندیم نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "فی الحال تم پروفیسر ابرار اور مارگریٹ کے قریب جانے کی کوشش نہیں کروگے۔"

"کوئی خاص وجہ؟" میں نے معنی خیز انداز میں مخاطب کیا۔ "کیا تم مارگریٹ کے بارے میں پہلے ہی کوئی قدم اٹھا چکے ہو؟"

"تمہارے ذہن میں یہ خیال اچانک کس طرح آگیا۔" ندیم چونکا۔ "سچ سچ بتاؤ۔ اس وقت خاموشی کے دوران تم کس سے باتیں کررہے تھے؟"

"لیڈی مکلارنس سے۔" میں نے قبول کرلیا۔

"اوہ۔" ندیم نے اطمینان کا سانس لیا۔ "میرا خیال تھا کہ شاید تمہاری کالکا دیوی۔"

"لیڈی مکلارنس کے بارے میں تم مجھ سے بہتر جانتے ہو۔ کیا یہ غلط ہے؟"

"نہیں۔ وہ بہت صاف گو عورت ہے۔ البتہ جو لوگ اس کی مخالفت پر کمربستہ ہوتے ہیں یا اس کے سکون کو برباد کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ انھیں کبھی معاف نہیں کرتی۔ مجھے جادو ٹونے اور کالی قوتوں پر کبھی کوئی اعتبار نہیں رہا۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ جس مرد قلندر نے میرے مکان کو کیلا تھا اور دعائیں دی تھیں وہ یقیناً کوئی مجذوب یا خدا کا بہت محبوب بندہ تھا۔ تمہاری کالکا کی طاغوتی قوتیں بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں لیکن لیڈی مکلارنس کی بات کچھ اور ہے۔ میں نے دوسروں سے یہی سنا ہے کہ وہ بلیک میجک میں اپنا ثانی نہیں رکھتی اور اس کی پیشگوئیاں بھی کبھی غلط ثابت نہیں ہوتیں۔ شاید قدرت نے اسے اپنی رحمتوں سے نواز رکھا ہے۔"

"وہ مسلم نہیں ہے۔" میں نے ندیم کو یاد دلانے کی خاطر کہا۔

"اس نئی اطلاع کا شکریہ۔" ندیم نے مسکرا کر جواب دیا پھر بڑی سنجیدگی سے بولا۔ "میں ایسی بہت ساری مثالیں پیش کرسکتا ہوں کہ کٹر سے کٹر ہندو بھی اپنا دھرم نہ چھوڑنے کے باوجود خدا پر یقین رکھتے ہیں۔ وہ اپنے پیسوں سے مسلمانوں کو حج اور زیارتوں کے لیے بھیجتے ہیں اور صرف ہندو ہی نہیں میں نے بڑے بڑے پارسیوں اور عیسائیوں کو بھی بزرگوں کے مزاروں پر بڑی پابندی سے حاضری دیتے دیکھا ہے۔"

"بات مارگریٹ اور پروفیسر ابرار کی ہورہی تھی۔" میں نے اصل موضوع کی طرف پلٹتے ہوئے کہا۔ "میرا دل گواہی دیتا ہے کہ تم مارگریٹ کے بارے میں خاموش نہیں بیٹھے ہوگے۔"

"گویا تم بھی اب لیڈی مکلارنس کی پیشگوئیوں پر یقین کرنے لگے ہو۔" ندیم معنی خیز انداز میں مسکرایا۔ "فکر مت کرو' ہم کچھ دیر بعد مارگریٹ سے بھی مل لیں گے' شاید بھوشن سے اپنے تعلقات کی نوعیت وہ خود ہی اگل دے۔"

"کیا مطلب۔ کیا تم مارگریٹ کے سلسلے میں کوئی قدم اٹھا چکے ہو؟"

"ہاں۔ لیڈی مکلارنس نے تم سے غلط نہیں کہا تھا۔ وہ میرے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔ "مارگریٹ کچھ دیر بعد ہی ہمارے مہمان خانے میں پہنچنے والی ہے۔"

"اغوا۔"

"ہاں لیکن اس مقصد کے لیے نہیں جو عام طور پر لیے

جاتے ہیں۔"

ٹھیک اسی وقت راجو کمرے میں داخل ہوا۔ مجھے دیکھ کر وہ دوستانہ انداز میں مسکرایا پھر ندیم سے بولا۔ "قندھاری انار کی پیٹی آگئی ہے، میں نے اسے محفوظ جگہ پہنچا دیا ہے۔"

"گڈ۔" ندیم نے اٹھتے ہوئے کہا پھر وہ مجھے ساتھ لے کر اسی زمین دوز تہ خانے میں آگیا جہاں اس سے پیشتر بھی کئی بار میں اپنے مخالفین سے مل چکا تھا۔ راجو نے جس قندھاری انار کا ذکر کیا تھا وہ مارگریٹ کے سوا کوئی اور نہیں تھی جو اس وقت ایک مسہری پر پڑی خود کو رسیوں کی قید و بند سے آزاد کرنے کی کشمکش میں مصروف تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ پشت پر بندھے تھے، پاؤں بھی رسیوں میں جکڑے ہوئے تھے اور منہ پر سفید رنگ کا ایک ٹیپ اس طرح چپکا ہوا تھا جس نے اس کے دونوں ہونٹوں کو جوڑ رکھا تھا۔

وہ یقیناً خوب صورت اور حسین کہلانے کی مستحق تھی۔ اس وقت خون کی گردش نے اسے کچھ زیادہ ہی دہکا دیا تھا۔ مغربی لباس بھی آزادی کی جدوجہد میں مکمل طور پر اس کی ستر پوشی کرنے سے قاصر تھا۔ اس کے سنہرے بال بکھرے بکھرے تھے اور آنکھوں سے شدید غصے کی علامت ظاہر ہو رہی تھی۔ ہمیں دیکھ کر وہ ایک لمحے کو چونکی پھر اس کی خون کی گردش اور تیز ہوگئی۔ ندیم نے اس کے ہونٹوں کو ٹیپ سے آزاد کیا تو وہ کسی بپھرے ہوئے طوفان کی طرح ابل پڑی۔ "یو ڈرٹی سوائن۔ تمہیں میرے اغوا کی بہت بھاری قیمت ادا کرنی پڑے گی۔" وہ شستہ اور صاف اردو بول رہی تھی۔ "ہمارا سفارت خانہ میری گمشدگی پر خاموش نہیں رہے گا۔ پروفیسر ابرار کو جیسے ہی میری غیر حاضری کا علم ہوا تمہاری حکومت کی ساری مشینری حرکت میں آجائے گی، تمہارے بچاؤ کی صرف ایک ہی صورت ہے، مجھے شرافت کے ساتھ آزاد کردو۔ آئی پرامس میں تم دونوں کے سلسلے میں اپنی زبان بند رکھوں گی۔"

"خوب صورت اور حسین چہرے مجھے دیوانہ کردیتے ہیں مائی سویٹ ہنی۔" ندیم نے بڑے جذباتی انداز میں اس کے بکھرے ہوئے گداز جسم کو سر سے پاؤں تک گھورتے ہوئے کہا۔ "اور دیوانگی جب حد سے گزر جائے تو پھر انسان اندھا ہوجاتا ہے۔ اسے نفع اور نقصان کی فکر نہیں ہوتی۔ ہوس کی آگ بڑی خطرناک ہوتی ہے، پیاس بجھے بغیر سرد نہیں پڑتی۔"

"شٹ اپ۔ یو ڈرٹی ڈاگ۔" اس نے ایک بار پھر مچلتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔ "اگر تم نے میرے جسم کو ہاتھ لگانے کی کوشش کی تو تمہارا انجام خراب ہی ہوگا۔"

"ہوسکتا ہے کہ میرے انجام سے پہلے تمہاری فگر (FIGURE) ہی خراب ہوجائے۔" ندیم نے اس بار قدرے سرد لہجے میں جواب دیا۔ "تم نے مجھے ڈرٹی ڈاگ کہا لیکن میں نے برا نہیں مانا اس لیے کہ میں جانتا ہوں کہ تمہاری جیسی خوب صورت خواتین کتوں کے معاملے میں بھی خاصی تجربہ کار ہوتی ہیں۔ ویسے بائی دی وے۔ تم بھوشن کو کس نام سے پکارتی ہو؟"

"آئی سی۔" مارگریٹ نے جھلا کر کہا پھر حقارت سے بولی۔ "میں مغرب کی پیداوار ہوں جہاں عورت غلام نہیں ہوتی آزاد ہوتی ہے۔ اس کے پرائیویٹ معاملات میں اس کا ہسبنڈ بھی کوئی مداخلت نہیں کرتا۔"

"میں تمہارا ہسبنڈ ہوتا تو میں بھی تمہاری نجی زندگی کو کریدنے کی کوشش کبھی نہ کرتا لیکن ہمارے ملک میں کوئی بھی دل جلا عاشق اپنے کسی رقیب کو برداشت نہیں کرتا۔ اس لیے بہتر ہوگا کہ تم اب بھوشن کا خیال دل سے نکال دو۔ صرف میری بن کر رہوگی تو زیادہ فائدہ میں رہوگی۔"

"تم شاید نشے میں ہو، ورنہ مارگریٹ سے اس قسم کی گفتگو کرنے کی ہمت کبھی نہ کرتے۔"

"پہلے نشے میں نہیں تھا لیکن تمہیں اتنا قریب دیکھ کر میرے قدم بھی لڑکھڑانے لگے ہیں۔"

"کیا چاہتے ہو؟" وہ کچھ توقف سے بولی۔ شاید پچویشن کو محسوس کرلینے کے بعد اس نے سیاسی انداز میں سوچنا شروع کردیا تھا۔

"بھوشن سے تمہارے تعلقات کس قسم کے ہیں؟" ندیم نے ایک سگریٹ جلاتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"وہی جو کسی آزاد خیال عورت کے اپنی پسند کے کسی مرد سے ہوسکتے ہیں۔" اس نے بے باکی سے جواب دیا۔

"میرے پاس ایسے بے شمار مرد موجود ہیں جو تمہیں بھوشن سے بھی اچھے لگ سکتے ہیں۔" ندیم کا لہجہ اچانک سفاک ہوگیا۔ "کیا تم ان سے ملنا پسند کروگی؟"

"مجھے اغواء کرانے سے تمہارا مقصد کیا ہے؟"

"یہی کہ تم میرے سامنے کھل جاؤ۔ اسی میں تمہاری بھلائی ہے ورنہ تمہاری صورت و شکل بانو سے بھی زیادہ عبرتناک ہوسکتی ہے۔"

"سمجھی۔" وہ ہونٹ چبانے لگی۔ "اسی نے تم لوگوں سے میرے بارے میں بکواس کی ہوگی حالانکہ میں نے اسے بھوشن کے سلاٹر ہاؤس سے نجات دلائی تھی۔"

"تمہیں شاید یہ سن کر خوشی ہوگی کہ وہ ایک حادثے کا شکار ہوچکی ہے۔" ندیم نے بات بناتے ہوئے جواب دیا۔ "تمہیں اب اس کی طرف سے زیادہ پریشان نہیں ہونا چاہیے۔"

"وہ زندہ ہوتی جب بھی مجھے اس کی پروا نہ ہوتی۔"

"میں نے تمہارے اور بھوشن کے تعلقات کے سلسلے میں دریافت کیا تھا لیکن وہ نہیں جو تم نے بڑی بے حیائی سے نقل

کیے ہیں۔"

"اس کے علاوہ تم اور کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟"

"پروفیسر ابرار، بھوشن سے کیوں ملا تھا؟"

"بھوشن نے پروفیسر کو ایک خاصی بڑی رقم اس کی لیب کے لیے ڈونیٹ کی تھی۔" مارگریٹ نے ایک لمحے کی خاموشی کے بعد کہا۔ "پروفیسر صرف اس کا شکریہ ادا کرنے گیا تھا۔"

"کیا پروفیسر کو تمہارے اور بھوشن کے نجی تعلقات کا علم نہیں ہے؟"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ پروفیسر نے مجھے ہر قسم کی آزادی دے رکھی ہے۔"

"میرا خیال ہے تم آسانی سے زبان نہیں کھولوگی۔" ندیم اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے بولا۔ "دس بارہ روز تک اسی حالت میں بغیر بریک فاسٹ، لنچ یا ڈنر کے یہاں پڑی رہوگی تو شاید تمہاری زبان قینچی کی طرح فر فر چلنے لگے گی۔ اس عرصے میں میرے آدمی تمہارے ساتھ کیا سلوک کریں گے میں اس کے بارے میں کسی سے کوئی بازپرس نہیں کروں گا۔" ندیم کا لہجہ سپاٹ تھا پھر وہ مجھے دیکھتا ہوا بولا۔ "آؤ، واپس چلتے ہیں، دوبارہ ہماری آمد اسی وقت ہوگی جب میڈم مارگریٹ خود سے ہمیں آنے کی دعوت دیں گی۔"

"ٹھہرو۔" مارگریٹ کے چہرے پر پہلی بار تشویش کے تاثرات نمایاں ہوئے۔ "تم مجھے درندگی کا نشانہ نہیں بنا سکتے۔"

"چھوٹے موٹے کام میرے ملازم ہی انجام دیتے ہیں۔" ندیم نے بڑی حقارت سے جواب دیا۔ "مجھے معلوم ہے کہ تم لوگ اوپر سے بظاہر جتنے اجلے اور صاف نظر آتے ہو اندر سے اتنے گندے اور غلیظ ہوتے ہو۔"

"سوچ لو۔ کبھی نہ کبھی تو تم مجھے آزاد کروگے اس کے بعد تمہارا انجام کیا ہوگا؟"

"ضروری نہیں ہے کہ ہم تمہیں آزاد کریں یہ بھی ممکن ہے موت تمہیں زندگی کی قید سے ہمیشہ کے لیے آزاد کردے۔"

"تم بھوشن کو نہیں جانتے۔" اس نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "اگر اسے اس بات کی بھنک بھی مل گئی کہ میں تم سے ملی تھی تو شاید وہ مجھے زندہ نہ چھوڑے گا۔"

"مجھے معلوم ہے۔ ہوسکتا ہے کہ تمہارا حشر بانو سے بھی بدتر ہو۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ بانو مرچکی ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ تم میرا قیمتی وقت ضائع کر رہی ہو۔" ندیم دوبارہ جانے کے لیے پلٹا تو مارگریٹ ہذیانی انداز میں چیخی۔

"نہیں۔ فار گاڈ سیک، مجھے پریشان مت کرو، میرے ہاتھ پیر کھول دو، میں سخت کرب میں مبتلا ہوں۔"

"پروفیسر، بھوشن سے کیوں ملا تھا۔" ندیم نے فیصلہ کن لہجے میں اپنا سوال دہرایا۔

"وہ۔ وہ میرے کہنے پر بھوشن کے پاس گیا تھا ورنہ اس کے پاس اتنی فرصت کہاں ہے کہ۔۔۔"

"ملاقات کی وجہ کیا تھی؟" ندیم نے اس کی بات کاٹ دی۔

"بھوشن کا دیا ہوا ڈونیشن؟"

"میں بتاتا ہوں تمہیں۔" ندیم نے سفاک انداز اختیار کیا۔ "تم بھوشن کے ساتھ مل کر پروفیسر کا ایک اہم فارمولا چوری کرنے کے خواب دیکھ رہی ہو۔"

بانو کی اطلاع غلط نہیں تھی۔ فارمولے کی چوری کا تذکرہ سن کر مارگریٹ کی آنکھوں میں خوف کے سائے منڈلانے لگے۔ اس کے چہرے کی رنگت خوف سے زرد ہوگئی۔ چند لمحے وہ گم صم رہی پھر نحیف اور کمزور آواز میں بولی۔

"تمہیں فارمولے والی بات کس طرح معلوم ہوئی؟"

"بھوشن نے اس فارمولے کے عوض تمہارے ساتھ کیا معاہدہ کیا تھا؟" ندیم نے اس کی بات نظرانداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"ون ملین ڈالر ایڈوانس، اتنی ہی رقم اس نے کامیابی کے بعد دینے کا وعدہ کیا ہے۔" مارگریٹ نے تھکی تھکی آواز میں جواب دیا۔

"اگر میں تمہیں اس سے بھی لمبی رقم کی آفر دوں تو کیا تم مجھے اپنا تحریری بیان دے سکوگی؟"

"نہیں۔ میں مرنے کو تیار ہوں لیکن کوئی تحریری بیان نہیں دوں گی۔"

"بھوشن وہ فارمولا کس ملک کے لیے حاصل کرنا چاہتا ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم۔"

"کیا پروفیسر نے تمہیں اپنی لیبارٹری میں داخل ہونے کی اجازت دے رکھی ہے؟"

"نہیں۔ وہاں اس کے علاوہ اور کوئی داخل نہیں ہوسکتا۔" مارگریٹ نے جواب دیا۔ "اس کا سیکورٹی کا خودکار نظام اتنا پاور فل ہے کہ اگر کوئی دوسرا شخص وہاں داخل ہونے کی کوشش کرے تو زندہ نہیں رہ سکتا۔"

"کوئی پاس ورڈ، جس کی فیڈنگ کیے بغیر وہ نظام کام نہیں کرتا؟" میں نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے سوال کیا۔

"ہاں لیکن پروفیسر اپنی موت گوارا کرلے گا لیکن وہ پاس ورڈ کسی اور کو نہیں بتائے گا۔"

"اس کے لیے بلیک میجک کے ذریعے بھی پروفیسر کی زبان

کھلوائی جاسکتی ہے۔" میں نے کہا۔ "کیا بھوشن نے ایسی کوئی کوشش نہیں کی۔"

"کی تھی لیکن اس کا کہنا ہے کہ پاس ورڈ کی فیڈنگ کے وقت پروفیسر کا داخلی دروازے پر ہونا لازم ہے۔ اس کی شکل جب تک میجک آئی کے سامنے نہیں ہوگی پاس ورڈ بھی کام نہیں کرے گا۔"

میں بڑی سنجیدگی سے مارگریٹ کے بیان پر غور کرنے لگا۔ کالاکا کی طاغوتی قوت پروفیسر کے جسم پر قبضہ کرنے کے بعد اس کی زبان سے جو چاہے کہلوا سکتی تھی۔ میرے ساتھ بھی کئی موقعوں پر ایسا ہوچکا تھا۔ بھوشن کا معافی مانگنے میرے آفس آنا اور کالاکا کی کالی قوت کا اس کے ساتھ آنکھ مچولی کھیلنا مارگریٹ کے بیان کی نفی کر رہے تھے چنانچہ میں نے اسے ٹٹولنے کی خاطر پوچھا۔

"اگر تمہارا بیان غلط نہیں ہے تو تم پروفیسر کو اس فارمولے کی چوری کی خاطر کس طرح آمادہ کرسکتی تھیں؟"

"مجھے یقین تھا کہ تم یہ سوال ضرور کروگے۔" مارگریٹ نے ایک لمحے کے توقف کے بعد کہا۔ "بلیک میجک انسان کی ذہنی قوت کو واش کرسکتا ہے، یہ عمل پروفیسر پر بھی کیا جاسکتا تھا لیکن اس نے داخلی دروازے کے لیے جو انتظامات کیے ہیں وہ حیرت انگیز طور پر ناقابل یقین ہیں۔ پروفیسر نے ایک ایسی ڈیوائس تیار کر رکھی ہے جو پروفیسر کی ذہنی کیفیت کو بھی ریڈ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے اس لیے۔"

"ون منٹ۔" ندیم نے چونکتے ہوئے پوچھا۔ "کیا بھوشن اس ڈیوائس کا تجربہ کرچکا ہے؟"

"ہاں۔" مارگریٹ مردہ آواز میں بولی۔ "اس نے یہی بتایا تھا۔ پروفیسر کی اپنی مرضی کے بغیر کوئی وہاں نہیں جاسکتا۔"

"پھر تم اسے کس طرح آمادہ کرسکتی تھیں؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"پروفیسر جب بھی میرے قریب آتا ہے وہ ٹوٹ کر مجھ سے محبت کا کھیل کھیلتا ہے۔ اس حالت میں وہ میری کسی بات کو رد نہیں کرتا۔" مارگریٹ نے رک رک کر جواب دیا۔ "میں نے ایک بار کسی اور مقصد کے لیے اس کا تجربہ کیا تھا۔ پروفیسر اس معاملے میں کسی کی زبان سے ایک لفظ بھی سننے کا عادی نہیں تھا لیکن میں نے اسے آمادہ کرلیا۔ یہی بات نہ جانے کس طرح بھوشن کو معلوم ہوگئی۔ اس کے بعد ہی اس نے مجھ سے مراسم بڑھائے تھے۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ پروفیسر تمہیں اپنے ہمراہ لیب میں لے جانے کے لیے تیار ہوجائے گا؟"

"ہاں۔ کچھ وقت ضرور لگے گا لیکن میں کامیاب ہوجاؤں گی۔"

"جسمانی نمائش سے تسخیر کروگی؟" ندیم نے حقارت سے پوچھا۔

"تم بھول رہے ہو کہ میرا تعلق تمہارے بیک ورڈ ملک سے نہیں ہے جہاں عورت چاہنے کے باوجود کھل کر محبت یا اپنی خواہش کا اظہار نہیں کرسکتی۔ وہ کسی سے ملتی بھی ہے تو چوری چوری لیکن ہم آزاد قوم کے آزاد اور کشادہ قلب انسان ہیں جو زندگی کے ایک ایک لمحے کو انجوائے کرتے ہیں۔" وہ ندیم کو گھورتے ہوئے بولی۔ "کیا تم یقین کروگے کہ پروفیسر سے شادی سے پہلے میں ماڈلنگ کرتی تھی۔ میری نجی زندگی میں کئی نوجوانوں سے میرے تعلقات کا علم میرے والدین کو بھی تھا لیکن انھوں نے کبھی مداخلت نہیں کی۔ ایک بار میرے باپ نے میری ماں کو بھی اپنے کسی پسندیدہ شخص کے ساتھ دیکھ لیا تھا لیکن اسے بھی بازپرس کی ہمت نہیں ہوئی۔ میرے پاس بھی کچھ ایسے طریقے ہیں جو پروفیسر کو جذباتی طور پر کسی بات کے لیے بھی آمادہ کرسکتے ہیں۔"

"کیا پروفیسر کو بھی تمہارے اور بھوشن کے تعلقات کا علم ہے؟"

"شاید۔"

"تم نے پروفیسر پر جو تجربہ کیا تھا کیا وہ بھوشن اور اس کی ملاقات کا تھا؟" میں نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔ میں اس سے انکار نہیں کروں گی۔"

"تم نے ابھی کہا تھا کہ بھوشن نے تمہیں ون ملین ڈالر ایڈوانس دیے ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ میں نے غلط نہیں کہا تھا۔"

"وہ رقم اب کہاں ہے؟"

"ان باتوں سے تمہارا کیا مقصد ہے؟" مارگریٹ پھر الجھ گئی۔

"میں تمہاری زندگی کی ضمانت دے سکتا ہوں لیکن ایک شرط پر۔" ندیم نے اسے مخاطب کیا۔

"وہ کیا؟"

"وہ فارمولا کس نوعیت کا ہے جسے بھوشن اپنے ملک کے ہاتھوں فروخت کرنا چاہتا ہے؟"

"تم مجھے آزاد کردو۔ میں تمہیں سب کچھ بتادوں گی۔"

"اب تمہاری آزادی کی خواہش بھی شاید تمہیں موت کے منہ سے نہیں بچاسکے گی۔"

"کیا مطلب؟"

"تمہاری گمشدگی کی اطلاع بھوشن کو مل چکی ہوگی۔ ایسی صورت میں اس کی جگہ میں ہوتا تو شاید میں بھی تمہیں پہلی فرصت میں قتل کرادیتا۔"

"ہوسکتا ہے کہ تم اپنے زاویے سے صحیح سوچ رہے ہو

لیکن بھوشن مجھے مارنے کے بعد خسارے میں ہی رہے گا۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"ہاں۔ وہ جانتا ہے کہ پروفیسر کی کمزوریوں سے میرے علاوہ کوئی دوسرا فائدہ نہیں اٹھاسکتا۔"

"آزادی کی صورت میں کیا تم اپنی زبان ہمارے سلسلے میں بند رکھنے اور ہم سے تعاون کرنے کا وعدہ کرتی ہو؟"

"میں کوشش کروں گی۔ یقین سے نہیں کہہ سکتی۔" مارگریٹ نے بڑی صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔ "بھوشن کی پشت پر کوئی ایسی نادیدہ طاقت بھی ہے جو دوسروں کے ذہنوں پر کنٹرول کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے اگر بھوشن نے اس طاقت کو میرے لیے استعمال کیا تو وہ لاشعوری طور پر میرے دل کا حال معلوم کرلے گا مگر اس کے باوجود وہ اس وقت تک مجھے قتل کرانے یا اور کوئی نقصان پہنچانے کی حماقت نہیں کرے گا جب تک وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوجاتا۔"

"ہوسکتا ہے تمہارا اندازہ ٹھیک ہو لیکن تمہارے مرنے کے بعد ون ملین ڈالر کی رقم کا کیا بنے گا؟"

"میں نے ابھی اس کے بارے میں غور نہیں کیا۔"

"غور کرلو۔ ہمیں بھی کوئی جلدی نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟" مارگریٹ نے تیزی سے پوچھا۔ "کیا تم مجھے آزاد نہیں کروگے؟"

"میری بات مان لو میڈم۔ یہاں تمہیں کسی قسم کی پریشانی نہیں ہوگی۔ بشرطیکہ تم نے فرار ہونے کی کوشش نہ کی۔" ندیم سپاٹ لہجے میں بولا۔ "اس عرصے میں ہم یہ بھی معلوم کرلیں گے کہ بھوشن کی صحت پر تمہاری گمشدگی کا کیا اثر پڑا ہے۔"

"کیا تمہاری یہ پناہ گاہ بلیک میجک کے راستے میں کوئی دیوار کھڑی کرسکتی ہے؟"

"ہاں۔ تم جب تک یہاں رہوگی، محفوظ رہوگی۔"

"مجھے منظور ہے لیکن اپنے آدمیوں سے کہو کہ وہ مجھے رسیوں کی قید سے آزاد کردیں، میرا دم گھٹنے لگا ہے۔"

جواب میں ندیم نے راجو کو طلب کیا جس نے ندیم کے کہنے پر مارگریٹ کے ہاتھ پیر کھول دیے۔ مارگریٹ نے سکون کا طویل سانس لیا لیکن اس کی نظریں رہ رہ کر اس تنومند شخص کی جانب اٹھ رہی تھیں جو راجو کے ساتھ ہی آیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک جدید رائفل تھی جس میں میگزین فٹ تھا۔ اس نے خاموشی سے داخلی دروازے پر اپنی پوزیشن سنبھال لی تھی۔ اس کا چہرہ نقاب میں پوشیدہ تھا لیکن نقاب سے جھانکتی ہوئی آنکھیں اس بات کی غمازی کر رہی تھیں کہ وہ سخت گیر طبیعت کا مالک ہے۔

"تمہارا کوئی آدمی مجھے ہاتھ نہیں لگائے گا۔" مارگریٹ نے اپنی کلائی سہلاتے ہوئے کہا جس پر رسیوں کی بندش سے ایک سرخی مائل دائرہ بن گیا تھا۔

"ہمارے آدمی اس وقت تک غیر مہذب نہیں ہوتے جب تک انھیں اس کے لیے مجبور نہ کیا جائے۔"

"کیا یہ شخص اسی طرح یہاں ہر وقت تعینات رہے گا؟" مارگریٹ نے نقاب پوش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"فکر مت کرو اگر تم پرائیویسی چاہتی ہو تو وہ بھی میسر آجائے گی لیکن اس بات کا خیال رکھنا کہ ہماری خفیہ آنکھیں تمہاری ایک ایک نقل و حرکت کا خیال رکھیں گی۔" ندیم سپاٹ لہجے میں بولا۔ "باتھ روم کے اندر ایک کال سوئچ موجود ہے۔ تم جب کسی چیز کی ضرورت محسوس کرو اس سوئچ کو دبا دینا۔ میرے آدمی تمہاری ہر ضرورت کا خیال رکھیں گے۔"

"کیا تم میرا ایک کام کرسکوگے۔"

"اس کا جواب میں کام کی نوعیت معلوم ہونے کے بعد ہی دے سکتا ہوں۔"

"کسی طرح پروفیسر کو یہ اطلاع دے دو کہ میں کسی خاص مقصد کی خاطر جان بوجھ کر روپوش ہوئی ہوں۔ دوسری صورت میں وہ طوفان کھڑا کردے گا۔"

"ڈونٹ وری۔ ہم ذاتی طور پر بھی پروفیسر سے ملاقات کرنے کی کوشش کریں گے۔"

"لیکن اس کے سامنے کسی فارمولے یا ایسی کسی بات کا ذکر نہ کرنا جو اس کے دل میں میرے خلاف نفرت بھردے۔"

"ہم جانتے ہیں کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔"

"ایک بات میری سمجھ میں نہیں آسکی۔" مارگریٹ نے مجھ پر ایک نظر ڈالتے ہوئے ندیم کو مخاطب کیا۔ "کیا تم اس کالی طاقت سے محفوظ رہ سکوگے جو بھوشن کا ساتھ دے رہی ہے؟"

"سو فیصد۔" ندیم مسکرایا۔ "ہم دنیا کی تمام نادیدہ قوتوں اور ناقابل یقین شعبدے کرنے والوں کو ہر ماہ بڑی پابندی سے بھتہ ادا کرتے ہیں۔ ان سے ہمارا ایگریمنٹ ہے کہ وہ بھتے کی ادائیگی کی صورت میں ہمارے خلاف کسی کا ساتھ نہیں دیں گے۔"

"تم شاید مجھ سے مذاق کر رہے ہو؟"

"غلط خیال ہے تمہارا۔" ندیم نے بائیں آنکھ جھپکاتے ہوئے کہا۔ "ہم جو کام کرتے ہیں وہ سنجیدگی سے کرتے ہیں۔ مذاق کرنا ہماری سرشت میں داخل نہیں ہے۔"

"کیا تمہارے آدمی تمہاری غیر موجودگی میں مجھے پریشان تو نہیں کریں گے؟"

"اس کا دارومدار بھی تمہاری مرضی پر منحصر ہے مگر میرے کسی آدمی کو اپنی کسی سازش کے تحت شیشے میں اتارنے کی کوشش بھول کر بھی نہ کرنا ورنہ ہمارے درمیان شرافت اور تہذیب کا سارا معاہدہ ختم ہوجائے گا۔"

پھر ندیم میرے ساتھ تیزی سے اوپر اپنے آفس میں آگیا۔ راجو بھی ہمارے ساتھ تھا۔

"اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟" میں نے پوچھا۔

"تمہارا کیا مشورہ ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ ہمیں فوری طور پر پروفیسر سے ملاقات کرنی چاہیے۔"

"میں نے بھی یہی سوچا ہے لیکن ہم پروفیسر سے دو روز بعد ملیں گے۔"

"وہ کیوں؟"

"میں چاہتا ہوں کہ مارگریٹ کی پراسرار گمشدگی کی اطلاع اخبارات کے ذریعہ جنگل کی آگ کی طرح ہر طرف پھیل جائے۔" ندیم نے گہری سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ہمیں دیکھنا پڑے گا کہ بھوشن اور پروفیسر کا اس خبر پڑھنے کے بعد کیا ردعمل ہوگا۔ ہو سکتا ہے تمہاری کالکا دیوی بھی کوئی اپنا چمتکار دکھانے کی کوشش کریں۔"

"میرے لیے کیا حکم ہے باس۔" راجو نے پوچھا۔

"اپنے آدمیوں کو ہر طرف پھیلا دو، مجھے رکی زندہ حالت میں درکار ہوگا۔ اس بات کا خیال رکھنا۔"

"او۔ کے باس۔" راجو نے بے پرواہی سے جواب دیا پھر خاموشی سے آفس سے باہر چلا گیا۔ میں ندیم کے ساتھ باتوں میں مشغول ہو گیا پھر گھر کے لیے ہماری واپسی بھی ایک ساتھ ہی ہوئی تھی۔ راستے میں ندیم نے کسی مصلحت کی بنا پر مارگریٹ کے اغواء کی تشہیر کا ارادہ بھی ترک کر دیا تھا۔

☆

دوسری صبح میرے لیے خاصی ہنگامہ خیز ثابت ہوئی، سب سے پہلے سراج نے مجھے فون کر کے بانو کی پراسرار موت کی اطلاع دی، اس کے بیان کے مطابق سراج نے اسے تھانے کے بجائے ایک محفوظ مقام پر رکھا تھا۔ رات تک وہ زندہ تھی لیکن صبح بند کمرے سے اس کی لاش برآمد ہوئی جو پوری طرح نیلی پڑ چکی تھی۔ اس کے جسم پر تشدد کا کوئی نشان نہیں تھا۔ پہلے سراج نے یہی خیال کیا تھا کہ شاید بانو نے خودکشی کی ہوگی لیکن بعد میں میڈیکل رپورٹ کے مطابق اس کی موت کسی سانپ کے ڈسنے سے واقع ہوئی تھی جس کا زہر بانو کے پورے جسم میں پھیل گیا تھا۔ موت کے بعد بھی اس کی آنکھیں اس طرح پوری طرح کھلی تھیں جیسے وہ کسی خاص شے کو خوفناک نگاہوں سے گھور رہی ہو۔ سراج پولیس کے محکمے کا ایک دیانتدار آفیسر تھا لیکن بانو کے سلسلے میں اس نے بڑی رازداری سے کام لیا۔ اس کی لاش کو گھر کے بجائے ایک پبلک پارک سے برآمد کرنا ظاہر کیا گیا تھا۔ پبلک پارک کی رعایت سے سانپ کے کاٹنے کا جواز بھی بن گیا تھا۔ دوسری شکل میں سراج کو لینے کے دینے پڑ جاتے۔

میرے ذہن میں کالکا کا تصور ابھرا۔ اسے بھوشن کے ذریعے اس بات کا یقینی علم ہو گیا تھا کہ مارگریٹ کو ہم نے اغواء کیا تھا۔ مارگریٹ کی تلاش میں ناکامی کے بعد ہی اس نے بانو کو موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کی ہوگی۔ میں نے ندیم کو اس کی اطلاع دی تو وہ سپاٹ لہجے میں بولا۔

"میں نے پہلے ہی اس خدشے کا اظہار کیا تھا کہ بانو چونکہ ایک اہم گواہ ثابت ہو سکتی تھی اس لیے تمہاری کالکا دیوی پہلی فرصت میں اسے اپنے انتقامی جذبے کا شکار کرے گی۔"

"اب تمہارے ذہن میں کیا پروگرام ہے؟"

"فی الحال میں تمہارے سراج صاحب کی داد دوں گا۔ جنھوں نے بانو کی لاش کی برآمدگی پبلک پارک سے دکھائی ہے۔"

"فرق کیا پڑتا ہے۔" میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "کالکا خود سراج کی زبانی اس دروغ گوئی کا اظہار کرا سکتی ہے۔"

"لیکن اس نے آج تک سراج کے خلاف کوئی اقدام نہیں کیا۔ جانتے ہو کیوں؟ وہ سراج کی شخصیت سے چوہے بلی والا کھیل کھیل رہی ہے۔"

"مارگریٹ۔" میں نے زہر آلود لہجے میں کہا۔ "ہماری قید سے آزاد ہونے کے بعد اس کا انجام بھی بانو سے مختلف نہیں ہوگا۔ کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم کسی طرح مارگریٹ سے اس کا بیان حاصل کر لیں اور بانو کے جواب میں مارگریٹ کی لاش کا تحفہ بھوشن کو روانہ کر دیں۔"

"پریشان مت ہو۔ سورج ڈھلنے سے قبل بانو کی موت کا جواب تمہاری کالکا دیوی کو پہنچ جائے گا۔"

"میں محسوس کر رہا ہوں کہ اب تم اس کہانی کے ہیرو بنتے جا رہے ہو جس کا آغاز روپ نگر میں شنکر کی منحوس شخصیت کے سامنے آنے کے بعد شروع ہوا تھا۔"

"میں اب تمہیں اقدام سے روکنے کی کوشش نہیں کروں گا۔" ندیم نے خشک لہجے میں جواب دیا جس سے صاف ظاہر تھا کہ اسے میری بات ناگوار گزری تھی۔ میں نے اس وقت مفاہمت کی کوئی بات نہیں کی۔ بانو کی موت کی اطلاع نے میرے ذہن میں تلاطم پیدا کر دیا تھا۔ ندیم کی ٹھنڈی پالیسی ممکن ہے دوراندیشی کا تقاضا ہو لیکن میں حالات کے گراف سے متفق نہیں تھا۔ میں نے ندیم سے رابطہ ختم کر کے براہ راست بھوشن کو ٹھکانے لگانے کے بارے میں سوچا۔ کالکا جس انداز میں اس کی طرفداری کر رہی تھی وہ میرے لیے اب ناقابل برداشت ہوتا جا رہا تھا مگر میں یہ بھی جانتا تھا کہ وہ بھوشن کو آسانی سے میرا شکار نہیں بننے دے گی۔ صندلی انگوٹھی کی موجودگی میں وہ یا اس کی طاغوتی قوتیں میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی

تھیں لیکن بھوشن کو تحفظ ضرور فراہم کر سکتی تھی۔ میں نے کچھ سوچ کر ماہ رخ سے رابطہ قائم کیا۔ میری آواز سن کر وہ پھر کسی بھرے ہوئے پیمانے کی طرح چھلکنے لگی۔

"میں اس وقت سنجیدگی سے کچھ باتیں کرنا پسند کروں گا۔" میں نے کھردرے لہجے میں جواب دیا۔

"تم حکم دو۔ تمہارے خاطر تمہاری ماہ رخ اتنی ہی سنجیدگی سے اپنی جان کا نذرانہ بھی پیش کر سکتی ہے۔"

"مجھے رکی کے سلسلے میں تمہاری مدد درکار ہے۔ کیا تم اسے اپنے آدمیوں کے ذریعے زندہ گرفتار کر کے میرے حوالے کر سکتی ہو؟"

"اب وقت میرے ہاتھ سے نکل چکا ہے، تم نے رکی کے سلسلے میں دیر کر دی۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔

"میں تمہارے کہے بغیر رکی کا تحفہ تمہاری خدمت میں پیش کرنا چاہتی تھی۔ اس کام پر میں نے اپنے بہترین جاں نثاروں اور خدمت گاروں کو لگا دیا تھا لیکن شاید رکی کو اس کی خبر ہو گئی۔ وہ اپنے اندیشے کے پیش نظر انڈر گراؤنڈ ہو گیا۔ بہرحال میرے آدمی اب بھی اس کی تلاش میں ہیں۔"

"میرا خیال ہے کسی نے اسے جان بوجھ کر انڈر گراؤنڈ چلے جانے کا مشورہ دیا ہوگا۔"

"وہ کون ہے؟"

"کوئی ایسی خوب صورت اور حسین عورت جس کے رکی کے ساتھ تعلقات رہ چکے ہوں۔" میں نے تلخ لہجے میں جواب دیا۔ "کیا تمہیں اس بات کا کوئی تجربہ نہیں ہے کہ رکی حسین تتلیوں پر کسی بھونرے کی طرح منڈلانے کا عادی تھا۔"

"میں تمہارا اشارہ سمجھ رہی ہوں مائی ڈیئر شہباز۔" وہ بے باکی سے بولی۔ "میں اس بات سے انکار نہیں کروں گی کہ کسی زمانے میں میرے اور رکی کے تعلقات بھی رہ چکے ہیں لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ سمندر کی ٹھاٹھیں مارتی ہوئی موجوں سے نہ جانے کتنے شوقین دل بہلاتے ہیں لیکن سمندر اپنی جگہ پر قائم رہتا ہے اور وہ افراد جو ماہر تیراک ہونے کے بل بوتے پر سمندر کی سرکش موجوں سے زور آزمائی کرتے ہیں ان کی لاش بھی تلاش بسیار کے باوجود دستیاب نہیں ہوتی۔ میں بھی ایک ایسی ہی سرکش موج ہوں جو پیراکوں کو ایک حد سے تجاوز کرنے کی اجازت کبھی نہیں دیتی۔ جو زور آزمائی کی حماقت کرتے ہیں وہ اپنی موت ہی کو دعوت دیتے ہیں۔"

"سوری۔" میں حقارت سے بولا۔ "شاید مجھے رکی کے سلسلے میں تمہیں زحمت نہیں دینی چاہیے تھی۔"

"تم غلط سوچ رہے ہو۔" اس نے بے حیائی کا مظاہرہ کیا۔ "رکی تم سے زیادہ اہم نہیں ہو سکتا۔"

"کبھی ایسی ہی کوئی بات تم نے رکی سے بھی کہی ہوگی؟"

"ہو سکتا ہے۔" وہ بے پرواہی سے بولی۔ "میں گزری ہوئی باتوں کو یاد کر کے اپنا ذہن ڈسٹرب نہیں کرتی۔ ویسے اگر تمہیں میرے اور رکی کے بارے میں علم ہو گیا ہے تو یہ ضرور جانتے ہوگے کہ سلیمان شاہ نے اپنی ضرورت کے تحت مجھے کس حالت میں قبول کیا تھا۔"

"لیکن میں سلیمان شاہ نہیں بن سکتا شاید اس لیے کہ نہ تو میں کوئی سیاست داں ہوں جو اپنی دکان سجانے کی خاطر اپنی ذاتی سطح سے گر جاتے ہیں، نہ ہی مجھے استعمال شدہ کھلونوں سے کھیلنے کا کوئی شوق ہے۔"

"شہباز خان۔ یہ تم نہیں بلکہ ماہ رخ کی دی ہوئی رعایت بول رہی ہے۔" اس نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "تمہاری جگہ کوئی اور مجھ سے ایسے لہجے میں گفتگو کرنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا لیکن تمہاری بات اور ہے۔ تم اگر مجھے گندی سے گندی گالی بھی دو گے تو میں ہنس کر برداشت کر لوں گی۔ اس لیے کہ تم وہ پہلے شخص ہو جس کو میں نے دل کی گہرائیوں سے چاہا ہے۔"

"کیا تم سلیمان شاہ کو چھوڑ کر مجھ سے شادی کرنے کا منصوبہ بنا رہی ہو؟" میں نے زہر خند سے اس کی شخصیت پر کیچڑ اچھالی۔

"نہیں، میں تمہاری شخصیت کو داغدار نہیں کروں گی لیکن تمہیں بھول جانا میرے اختیار کی بات نہیں ہے۔" وہ بے حد سنجیدہ تھی۔

"اس نوازش کا شکریہ۔" میں نے بے زاری کا اظہار کیا پھر سلسلہ منقطع کر دیا۔ کچھ دیر بعد وارثی کے اسسٹنٹ نے جسے میں نے عارضی طور پر سکریٹری مقرر کیا تھا۔ مجھے انٹرکام پر اطلاع دی کہ کامنی دت مجھ سے ملنا چاہتی ہیں۔

"کامنی دت۔" میں حیرت سے اچھل پڑا مجھے اپنی قوت سماعت پر شبہ ہو رہا تھا لیکن مجھے جو اطلاع دی گئی تھی وہ غلط نہیں تھی۔ اس لیے کہ دو منٹ بعد ہی کامنی دت میرے آفس میں میرے سامنے بیٹھی تھی۔ اس کی آمد میرے لیے کسی پریشانی کا پیش خیمہ بھی بن سکتی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ اسے کسی سازش ہی کے تحت میرے پاس بھیجا گیا ہوگا۔ میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"فرمائیے۔ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟" میں نے اس کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیتے ہوئے کاروباری انداز میں دریافت کیا۔

"میں تمہیں ایک مشورہ دینے آئی ہوں۔" وہ مسکرا کر بولی۔ "تم اپنے ذہن سے میرے باس کا خیال نکال دو۔"

"شاید اس وقت بھی تمہارا ذہن کسی اور کے قبضے میں

ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"بہت ہو چکا کالکا رانی۔" میں نے حقارت سے جواب دیا۔ "اب تم کسی روپ میں بھی مجھے دھوکا نہیں دے سکتیں۔"

"جانتے ہو تم اس سمے کس سے مخاطب ہو؟" کامنی دت نے اپنی ہی آواز میں جواب دیا۔ "بھوشن کی سکریٹری کا تمہارے پاس آنا بھی تمہارے لیے کسی بڑے انعام سے کم نہیں ہے۔"

"اب کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"مجھے باس نے آخری بار تمہیں سمجھانے کی خاطر بھیجا ہے۔ سمے سے فائدہ اٹھاؤ' اسی میں تمہاری مکتی ہے ورنہ تمہاری موت بانو سے زیادہ عبرتناک ثابت ہوگی۔"

"تم نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ تمہارے دوغلے باس نے تمہیں کس مقصد کے لیے میرے پاس بھیجا ہے۔"

"میڈم مارگریٹ۔" اس نے مجھے تیز نگاہوں سے گھورا۔ "امید ہے تم میرا مطلب سمجھ گئے ہوگے؟"

"میں نہیں سمجھا کہ تم کس مارگریٹ کی باتیں کر رہی ہو۔"

"وہی جسے تم نے یا تمہارے متر نے اغواء کیا ہے۔"

"یہ اطلاع میرے لیے قطعی تازہ ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں کسی مارگریٹ سے واقف نہیں ہوں۔"

"اگر میں تمہارے آفس میں خود کشی کرلوں تو جانتے ہو کیا ہوگا۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکرائی۔ "تم میرے قتل کے جرم میں گرفتار ہو گے پھر پھانسی کا پھندہ تمہاری آتما اور شریر کے بندھن کو سدا کے لیے ختم کردے گا۔"

"میں تمہارا ہر حکم ماننے کو تیار ہوں لیکن ایک شرط پر۔ تم میری بانہوں میں بس ایک لمحے کو سمٹ جاؤ۔"

جواب میں کامنی دت نے مجھے قہر آلود نظروں سے دیکھا۔ اس کی نگاہوں سے شعلے لپک رہے تھے پھر فون کی گھنٹی بجی تو میں نے ریسیور اٹھا لیا۔ "ندیم بول رہا ہوں۔" دوسری سمت سے ندیم کی آواز ابھری۔ "میں نے بانو کے جواب میں کامنی دت کی لاش کا تحفہ بھوشن کی خدمت میں پہنچا دیا ہے۔ "ویٹ از آل" اپنے جملے کے اختتام کے ساتھ ہی ندیم نے سلسلہ منقطع کردیا تھا۔ شاید وہ مجھ سے ابھی تک خفا تھا لیکن اس وقت اس کی خفگی کے مقابلے میں کامنی دت میرے لیے زیادہ اہم تھی۔ کامنی دت میرے سامنے موجود تھی اور ندیم نے کہا تھا کہ اس نے کامنی دت کی لاش کا تحفہ بھوشن کو روانہ کردیا ہے۔

"کیا سوچ رہے ہو مسٹر شہباز۔" میرے سامنے بیٹھی ہوئی کامنی دت نے کہا۔ "تم مارگریٹ کے سلسلے میں میرا کہا مان لو۔ اس کے جواب میں' میں تمہیں باس کے بارے میں ایسی انفارمیشن دے سکتی ہوں جو تمہارے لیے بہت کارآمد ثابت ہوں گی۔"

"ایک انفارمیشن میں بھی تمہیں دینا چاہتا ہوں۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "مجھے ابھی ابھی اسد کی ملی ہے کامنی دت کی لاش کا حسین تحفہ بھوشن کو موصول ہو چکا ہے۔"

"نیہ۔ یہ کیسے ممکن ہے۔" وہ حیرت سے بولی۔ اس کی آنکھوں میں الجھن اور شکست کے تاثرات نمایاں ہو رہے تھے۔

"اب اس ناٹک کو ختم کردو کالکا رانی۔ تم اگر کسی اور روپ میں آتیں تو شاید میں دھوکا کھا جاتا لیکن کامنی کا روپ دھار کر تم نے حماقت کا ثبوت دیا ہے۔"

"مجھ سے بھول ہو گئی۔" وہ تلملا کر اٹھ کھڑی ہوئی پھر خلاء میں گھورتے ہوئے بولی۔ "تمہارا متر مجھے بھی جل دے گیا۔ مجھے یہاں آنے سے پہلے ہی اس کامنی دت کو موت کے گھاٹ اتار دینا چاہیے تھا جو بھوشن کے دفتر میں بیٹھی سب کی آنکھوں میں دھول جھونک رہی تھی۔"

"میں سمجھا نہیں۔ ایک وقت میں تین تین کامنی دت کہاں سے پیدا ہو گئیں۔"

"اس کا جواب تمہیں جلد مل جائے گا۔" وہ جانے کے لیے گھومی تو میں نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔

"کیا اب بھی تمہیں اپنی شکتی پر گھمنڈ باقی ہے۔ کالکا رانی۔"

"ہاں۔" اس نے پلٹ کر جواب دیا۔ "میری مہان شکتی اپرم پار ہے پرنتو اس سمے مجھ سے ایک چوک ہوئی۔ شاید مجھے کامنی دت کے روپ میں نہیں آنا چاہیے تھا لیکن چنتا مت کرو۔ تمہارے متر کا یہ قرض میرے اوپر باقی رہے گا۔"

پھر اس سے پیشتر کہ میں کوئی جواب دیتا وہ نظروں سے کسی چھلاوے کی طرح غائب ہو گئی۔ کچھ دیر بعد سراج نے بھی ندیم کی فراہم کردہ اطلاع کی تصدیق کردی۔ کامنی دت کو اس کے کمرے میں ہی مردہ پایا گیا تھا۔ میرے ذہن میں مختلف خیالات ابھرنے لگے۔ کچھ دیر بعد میں ایک اہم نتیجہ اخذ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ کالکا نے ایک بار مجھ سے کہا تھا کہ کامنی دت کے سلسلے میں ندیم سے معلوم کرنے کی کوشش کرو۔ اس نے مجھے اس بات کی بھی اجازت دی تھی کہ میں کامنی دت سے تعلقات پیدا کر سکتا ہوں۔ یہ ایک ایسی پیشکش تھی جو کالکا مجھے نہیں دے سکتی تھی پھر میرے ذہن میں وہ لڑکی ابھر آئی جسے میں نے ندیم کے کمرے میں دوبار دیکھا تھا۔ ندیم نے کامنی دت کے بارے میں مجھے ٹالنے کی کوشش کی تھی جس کا ایک ہی مطلب ہو سکتا تھا کہ ندیم نے اصل کامنی دت کا اغواء کرالیا اور اس کی جگہ دوسری خاتون کو کامنی دت کے میک اپ میں بھوشن کی سیکریٹری بنا کر بھیج دیا اور اب بانو کے جواب میں اس نے اصلی

کامنی دت کو ٹھکانے لگا دیا اور جو لڑکی اس کا کردار ادا کر رہی تھی وہ بھی کالکا کی کسی بھول چوک کی وجہ سے اس کے عتاب سے نکل گئی تھی۔ کالکا کے جملے میرے مفروضوں کو تقویت دینے کے لیے بہت کافی تھے۔ "لیکن ندیم نے اس راز کو مجھ سے چھپانے کی کوشش کیوں کی۔" یہ سوال صدائے بازگشت بن کر میرے دماغ میں گونج رہا تھا۔ میں نے جھلائے ہوئے انداز میں فون اٹھا کر ندیم سے رابطہ قائم کیا۔

"کوئی نئی اطلاع۔" ندیم نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ اب ہمارے درمیان مصلحتوں کی دیوار آڑے آگئی ہے۔" میں نے ناراضگی کا اظہار کیا۔

"تم نے جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ غلط نہیں ہے۔" ندیم بولا۔ "جس کامنی دت سے تم بھوشن کے دفتر میں ملے تھے۔ وہ اصلی کامنی دت نہیں تھی۔ جس لڑکی کو تم نے آفس میں دوبارہ دیکھا تھا وہی کامنی دت کا کردار ادا کر رہی تھی۔ تم اس سے پہلے بھی کٹرا سے ماریا' مونایا جولی کے روپ میں دیکھ چکے ہو۔ لندن میں تمہارا اور اس کا ساتھ بھی رہا ہے۔ مجھے علم تھا کہ تمہاری کالکا رانی اس راز سے واقف ہو چکی تھی لیکن وہ اسے اپنی طاقت کے زور پر کسی کٹھ پتلی کی طرح استعمال کر رہی تھی اگر بانو کو نہ مارا گیا ہوتا تو شاید نقلی کامنی ابھی کچھ دنوں اور بھوشن کی سکریٹری کے فرائض انجام دیتی رہتی۔ ویسے بھی جب میرے آدمیوں نے کامنی دت کو تمہارے دفتر میں داخل ہونے کی اطلاع دی تو میں سمجھ گیا کہ اب پانی سر سے گزرنے والا ہے چنانچہ میں نے جولی کو بساط سے دور کردیا اور اس کی جگہ اصل کامنی دت کی لاش بھوشن کو موصول ہوئی۔ ویسے کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ تمہاری کالکا نے تم کو اور کس راز سے آگاہ کیا ہے۔"

"تم نے کامنی دت کی اصلیت کے بارے میں مجھے تاریکی میں کیوں رکھا تھا؟"

"مصلحت کا تقاضا یہی تھا۔"

"گویا اب تمہیں میرے اوپر بھی بھروسا نہیں رہا۔" میں نے خفگی سے جواب دیا۔

"احمقانہ باتیں مت کرو۔ میں تمہارا دشمن نہیں دوست ہوں۔ تمہاری خاطر اپنی جان بھی دے سکتا ہوں لیکن عارفہ کے سہاگ پر کسی آنچ کو برداشت نہیں کرسکتا۔" ندیم کے لہجے میں خلوص اور اپنائیت تھی۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ریسیور خاموشی سے کریڈل پر رکھ دیا۔ ندیم نے کامنی دت کے معاملے میں مجھے ڈارک میں رکھا تھا۔ اس کی جگہ میں ہوتا تو شاید میں بھی یہی کرتا جولی یا ماریا نے جو کردار ادا کیا تھا وہ اپنی جگہ پر بھرپور تھا۔ کالکا حیرت انگیز صلاحیتوں اور کالی قوتوں کی مالک تھی اگر اسے علم ہو جاتا کہ میں بھی کامنی دت کے راز سے واقف ہو گیا ہوں تو شاید جولیا کام آجاتی۔ میں خاصی دیر تک اپنے اگلے اقدام کے بارے میں غور کرتا رہا۔ بھوشن کی شخصیت اب میرے لیے ناقابل برداشت ہوتی جا رہی تھی لیکن کالکا کے علاوہ لیڈی مکلارنس نے بھی مشورہ دیا تھا کہ میں فی الحال بھوشن سے دور ہی رہوں پھر میں نے صندلی انگوٹھی کی جانب دیکھا۔ مجھے علم تھا کہ جب تک خدا کے برگزیدہ بندے کا وہ تحفہ میرے پاس ہے دنیا کی کوئی طاقت مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ میں خاصی دیر تک ذہنی جمناسٹک کرتا رہا پھر کریم کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

"تم۔" میں نے اس کی جانب دیکھا۔ "کوئی خاص بات؟"

"یس سر۔ میں نے رکی کی ایک کمزوری کا پتا چلا لیا ہے۔" کریم نے تیزی سے کہا۔ "وہ ایک مقامی سپر اسٹور میں کام کرتی ہے۔ میری اطلاع کے مطابق رکی اس پر اندھا یقین رکھتا ہے۔"

"لیکن میری اطلاع یہ ہے کہ رکی زیر زمین چلا گیا ہے۔"

"ہو سکتا ہے صاحب لیکن وہ کسی لڑکی کے بغیر دو روز سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا۔" کریم بولا۔ "میرا خیال ہے کہ مس میلبا اب بھی اس سے ملتی ہوگی۔"

"میلبا؟"

"کرسچن لڑکی ہے سر۔" کریم نے اپنا اصل مفہوم بیان کرتے ہوئے جواب دیا۔ "ایک نمبر کی چلتا پرزہ ہے۔ بڑے لوگوں کو اس طرح کاٹتی ہے کہ انہیں یہ بھی خبر نہیں ہوتی کہ کب ان کی کھال اتر گئی۔ البتہ رکی سے اس کا یارانہ فری فنڈ میں ہوگا۔ ہمارے یہاں بڑے لوگوں کے علاوہ بغیر میٹر کی ٹیکسیوں کو بھی کسی ایسے بدمعاش یا غنڈے کو مجبوراً پالنا پڑتا ہے تاکہ دوسرے اس کی جغرافیائی حرکتوں پر اعتراض نہ کرسکیں۔"

"کیا میلبا' رکی کے سلسلے میں ہماری مدد کرنے پر آمادہ ہو جائے گی؟"

"ہمیں گھی نکالنے کی خاطر انگلی ٹیڑھی کرنے والا محاورہ استعمال کرنا پڑے گا۔" کریم نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ "آپ بس اشارہ کریں۔ میں میلبا کو کھاد کی بوری کی طرح اٹھا کر آپ کے حوالے کردوں گا۔ اس کے بعد اس کی زبان کھلوانے کے لیے ندیم صاحب کا امریکن رگڑا بڑا موثر ثابت ہوگا۔"

"فی الحال تم میلبا پر نظر رکھو۔ اس کے بعد اسے اغواء کرانے پر بھی غور کرلیا جائے گا۔"

"یہ کام میں آپ کی اجازت کے بغیر ہی کرچکا ہوں۔" کریم نے جواب دیا۔ "میں نے اپنا ایک خاص آدمی مس میلبا کے پیچھے لگا دیا ہے جو سائے کی طرح اس کی ایک ایک نقل و حرکت کی نگرانی کرتا رہے گا۔ اس کے علاوہ مجھے ایک خبر اور بھی ملی

ہے۔ رکی کی غیر موجودگی میں اس کا ایک اور ساتھی جو کلر کمانڈو کے نام سے مشہور ہے وہ بھوشن کے معاملات کی دیکھ بھال کر رہا ہے۔"

"کلر کمانڈو۔ کیا تم جانتے ہو کہ وہ کہاں رہتا ہے؟"

"یس سر۔ میں اس کا ایڈریس بھی معلوم کر چکا ہوں۔ شہر کے ایک گنجان علاقے کے فلیٹ میں تنہا رہتا ہے۔"

"وہ بھی تمہیں جانتا ہے؟"

"جی نہیں۔"

کریم کی اطلاع میرے لیے کارآمد تھی چنانچہ اسی روز رات کے تقریباً دس بجے میں شہر کے مصروف علاقے میں واقع ایک بوسیدہ سی عمارت کے تیسرے فلور پر پہنچ گیا جہاں کلر کمانڈو رہتا تھا۔ دروازہ اندر سے لاک تھا۔ میں نے اسے ناک کرنے کی کوشش کی لیکن کریم نے مجھے روک دیا پھر وہ لینڈنگ پر جا کر اس چار فٹ کی دیوار پر چڑھ گیا۔ جہاں سے مطلوبہ فلیٹ کی بالکنی کا فاصلہ بہ مشکل آٹھ فٹ رہا ہوگا۔ کریم نے نہایت خطرناک انداز میں منڈیر پر کھڑے ہو کر جمپ لگائی اور بالکونی کی ریلنگ پکڑ کر لہراتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ ایک منٹ بعد ہی اس نے اتنی آہستگی سے دروازہ کھولا تھا کہ مجھے بھی اس کی آواز نہیں سنائی دی۔ کریم نے مجھے اشارہ سے اندر بلا کر دروازہ دوبارہ بند کیا پھر ملحقہ کمرے کی جانب پنجوں کے بل چلنے لگا۔ میں نے حفظ ماتقدم کے طور پر اپنا آٹومیٹک نکال کر لوڈ کر لیا۔ کریم نے آہستہ سے دروازے کو آزمایا۔ وہ بند نہیں تھا صرف بھڑا ہوا تھا۔ دوسرے ہی لمحے وہ تیزی سے بائیں مونڈھے سے دروازے کو دھکا دیتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ میں بھی برق رفتاری سے اندر پہنچ گیا۔ کلر کمانڈو اس وقت تنہا نہیں تھا ایک واجبی قسم کی عورت بھی اس کے ساتھ رنگ رلیاں منانے میں مصروف تھی جس نے ہمیں دیکھتے ہی چادر کھینچ کر خود کو اس کے اندر چھپا لیا تھا۔ کلر کمانڈو کے جسم پر صرف ایک نیکر باقی رہ گیا تھا۔ دروازے کی آہٹ سنتے ہی وہ کسی درندے کی طرح جست لگا کر پلنگ سے نیچے آ گیا لیکن میرے ہاتھ میں آٹومیٹک دیکھ کر اس نے فوراً کسی قسم کا رسک نہیں لیا۔ صرف قہر آلود نظروں سے ہم دونوں کو گھورتا رہا۔ اس کے چہرے پر کئی زخم تھے جو مندمل ہونے کے بعد بھی دکھائی دے رہے تھے۔

"کون ہو تم؟" اس نے گھن گرج کی طرح آواز نکالی تو دیسی شراب کا بھبکا بھی کمرے میں پھیل گیا۔ اس عرصے میں کریم نے غالباً اپنے نیفے میں اڑسا ہوا چاقو بھی نکال لیا تھا۔

"ہم تمہارے دوست بھی ثابت ہو سکتے ہیں لیکن ایک شرط پر۔" میں نے سرد لہجے میں بات کو طول دیے بغیر کہا۔ "تمہیں اپنی جان بخشی کے عوض ہمیں بتانا ہوگا کہ رکی کہاں روپوش ہے؟"

ایک لمحے کے لیے کلر کمانڈو کی آنکھوں میں چمک سی لہرا[ئی] پھر وہ سپاٹ لہجے میں بولا۔ "رکی۔ میں شاید یہ نام پہلی بار سن [رہا] ہوں۔"

"بھوشن کو جانتے ہو؟"

"میرا خیال ہے کہ تم لوگ غلط جگہ آ گئے ہو۔" اس [نے] منہ بنا کر جواب دیا لیکن صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ غلط بیانی [سے] کام لے رہا ہے۔

"ہمارے پاس وقت محدود ہے۔" میری آواز میں سفاک[ی] آ گئی۔ "رکی زیادہ دنوں تک ہماری نظروں سے دور نہیں رہ [سکے] گا لیکن تم ضرور خرچ ہو جاؤ گے۔"

جواب میں کلر کمانڈو نے ایسی حیرت انگیز پھرتی کا مظاہ[رہ] کیا جس کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ ہوا میں اڑتا ہو[ا] اس طرح میرے سینے سے ٹکرایا کہ میں خود کو سنبھال نہ سکا۔ آٹومیٹک میرے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ میرے زمین پر گرتے ہی اس نے کراٹے والا ہاتھ میری گردن پر مارنے کی کوشش کی اگر وہ کامیاب ہو جاتا تو میری گردن کی ہڈی بھی ٹوٹ سکتی تھی لیکن بروقت میں نے قلابازی کھائی اور اس کی زد سے باہر ہو گیا۔ کلر کمانڈو کا وار خالی گیا تو وہ ربر کی کسی گیند ہی کی طرح اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے فوری طور پر لیٹے ہی لیٹے اپنی سیدھی ٹانگ سے مارشل آرٹ کا مظاہرہ کیا تو وہ سنبھل نہ سکا۔ اچھل کر منہ کے بل زمین پر گرا۔ میں برق رفتاری سے سمرسالٹ لگا کر اٹھا پھر میری پہلی ہی ٹھوکر نے اس کے چہرے کی کھال پھاڑ دی۔ دوسری ٹھوکر کنپٹی پر لگی تو وہ کراہ اٹھا۔ اس نے کروٹ لے کر مہلت حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن اس بار میں نے ریڑھ کی ہڈی پر اتنی کاری ضرب لگائی کہ اس کا جسم دہرا ہو گیا۔ اب وہ بری طرح بلبلا رہا تھا ان میں اٹھنے کی طاقت نہیں تھی۔ مجھے یقین تھا کہ اب وہ کافی عرصے تک اپنی ٹانگوں پر سیدھا نہیں کھڑا ہو سکے گا پھر بھی میں نے لپک کر اپنا آٹومیٹک دوبارہ اٹھا لیا۔

"تمہیں ہر صورت میں رکی کے سلسلے میں زبان کھولنی پڑے گی۔" میں گرجا۔ "انکار کی صورت میں ہو سکتا ہے کہ میں تمہیں اس کرب سے ہمیشہ کے لیے نجات دلا دوں۔ جس میں تم مبتلا ہو۔"

"مم ــــ میں قسم کھاتا ہوں۔" اس نے کراہتے ہوئے جواب دیا۔ "مجھے نہیں معلوم کہ رکی کہاں پوشیدہ ہے۔"

"دماغ پر زور ڈالو۔" میں نے خشک آواز میں کہا۔ "پہلے تم رکی کے نام سے ہی واقف نہیں تھے لیکن اب واقف ہو چکے ہو۔ تھوڑی سی کوشش اور کرو تو تمہیں یہ بھی یاد آ جائے گا کہ رکی کس چوہے کی بل میں چھپا بیٹھا ہے۔"

"نہیں۔ میری بات کا یقین کرو' تقریباً چار پانچ روز سے [وہ] غائب ہے۔ آخری بار اس نے مجھے تاکید کی تھی کہ میں بھوشن کا خیال رکھوں اس کے بعد سے ہمارے درمیان دوبارہ کوئی رابطہ نہیں ہوا۔"

"کریم۔" میں نے کریم کی سمت دیکھ کر سرد لہجے میں کہا۔ "میں نے سنا ہے کہ تم مارشل کے آرٹ میں اپنا جواب نہیں رکھتے؟"

"آپ حکم دیں سر۔"

"میں کلر کمانڈو کو صرف دو منٹ کی مہلت دے رہا ہوں اگر اس عرصے میں اس کی زبان نہ کھلے تو پھر تمہیں زحمت کرنی پڑے گی لیکن اس طرح کہ ایک ہی وار میں اس کی روح پرواز کر جائے۔"

بستر پر لیٹی ہوئی عورت بری طرح سہمی سہمی نظر آ رہی تھی۔ میرے آخری جملے نے اسے اور خوف زدہ کر دیا۔ وہ چادر پھینک کر ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے باہر کی جانب لپکی تھی لیکن پھر ایک کراہ کی آواز منہ سے خارج کرتی ہوئی اپنی جگہ [ڈھے] گئی۔ ایک لمحے کے لیے جیسے اسے سکتہ ہو گیا پھر وہ لہرا کر فرش پر ڈھیر ہو گئی۔ کریم کا نشانہ حیرت انگیز طور پر سچا ثابت ہوا۔ اس کا پھینکا ہوا چاقو دستے تک عورت کی پسلی میں اتر چکا تھا۔ وہ زندگی اور موت کی کشمکش میں دو ایک بار پھڑپھڑائی پھر اس کا جسم ساکت ہو گیا۔

"میرا خیال ہے کہ تمہیں اس عورت کے اذیتناک انجام سے سبق لینا چاہیے۔"

"نہیں ــــ نہیں۔ میں کچھ نہیں جانتا۔" کلر کمانڈو نے [کپکپاتے ہوئے] لرزتے لہجے میں کہا۔ "چاہے تم مار بھی ڈالو جب بھی میں رکی کے ساتھ دغابازی نہیں کروں گا لیکن میری موت کے بعد تمہارا انجام بھی ــــ"

"کریم۔" میں نے سفاک آواز میں کہا۔ "دو منٹ پورے ہونے میں صرف بیس سیکنڈ باقی رہ گئے ہیں۔"

کریم نے خونخوار نظروں سے کلر کمانڈو کی طرف دیکھا پھر [ایک] گھٹنے کو زمین پر ٹکا کر اس طرح اپنے شکار کے قریب بیٹھ گیا کہ کلر کمانڈو کی گردن اس کے زد میں تھی پھر بیس سیکنڈ بعد اس کا کھلا ہوا ہاتھ فضا میں بلند ہوا۔ اس کے حلق سے ایک "ہاہو" کی آواز نکلی پھر پہلے ہی وار نے کلر کمانڈو کے گردن کی ہڈی توڑ دی۔ موت کے فرشتے نے اس بار اسے کراہنے کی مہلت بھی نہیں دی تھی۔

"ہمیں اب یہاں نہیں رکنا چاہیے۔" میں نے کہا۔

جواب میں کریم دوبارہ کھڑا ہو گیا لیکن فلیٹ سے باہر نکلنے سے پہلے اس نے دونوں کی نبض ٹٹول کر اس بات کا یقین کر لیا کہ ان کے جسم میں زندگی کی ایک رمق بھی باقی نہیں بچی۔ عورت کے جسم میں پھنسے ہوئے خنجر کے دستے کو بھی اس نے رومال سے صاف کیا پھر ہم باہر آ گئے۔ مجھے اس بات کا افسوس تھا کہ رکی اور بھوشن کے خلاف ایک ثبوت ہمارے ہاتھ سے نکل گیا لیکن اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔

رات کو تقریباً گیارہ بجے میں کلر کمانڈو کا قصہ نپٹا کر گھر واپس آیا تو عارفہ اور تسنیم سو چکی تھیں لیکن ندیم جاگ رہا تھا۔ ہم دونوں ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ میں نے گفتگو میں پہل نہیں کی۔ کچھ دیر خاموشی طاری رہی پھر ندیم نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"میں کامنی دت کے سلسلے میں تمہاری غلط فہمی دور کرنا چاہتا ہوں۔"

"مجھے کسی قسم کی کوئی غلط فہمی نہیں ہے۔" میں نے آہستہ سے جواب دیا۔

"ہم ایک دوسرے کے دوست ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔" وہ میرے چہرے کے تاثرات کو محسوس کرتے ہوئے بولا۔ "تم مجھے دنیا میں سب سے زیادہ عزیز ہو' شاید تسنیم سے بھی زیادہ۔ اس لیے کہ وہ خوب صورت تحفہ بھی تم ہی نے دیا تھا۔"

"اس وقت ان باتوں کی ضرورت تمہیں کیوں محسوس ہو رہی ہے؟"

"اس لیے کہ حالات نے تمہیں اب خاصا جذباتی بنا دیا ہے۔" ندیم نے بڑی اپنائیت سے کہا۔ "ہمارے درمیان مصلحتوں کی کوئی دیوار نہیں ہے۔ اس خیال کو ذہن سے نکال دو' تمہاری خاطر میں اپنی زندگی بھی قربان کر سکتا ہوں۔ جب چاہے آزما کر دیکھ لینا۔"

ندیم کے لہجے میں بے پناہ خلوص تھا۔ شاید اسے فون پر گفتگو کرتے وقت میری تلخی کا احساس ہو گیا تھا۔ میں نے ایک دو جملے ایسے کہے بھی تھے جو یقیناً اسے گراں گزرے ہوں گے۔ اس کی جگہ میں ہوتا تو شاید میرا ردعمل بھی وہی ہوتا جو ندیم کا تھا۔ میں اس کی کیفیت محسوس کر رہا تھا پھر بھی سنجیدگی سے کہا۔

"ایک بات کا وعدہ کرو۔ آئندہ تم مجھ سے کسی بات کو چھپاؤ گے نہیں؟"

"منظور ہے۔" ندیم مسکرا کر بولا۔ "نہ کوئی بات چھپاؤں گا نہ یہ پوچھوں گا کہ تم کیا حرکتیں کرتے پھر رہے ہو اور اس وقت کہاں سے آ رہے ہو۔"

"کیا مطلب؟" میں نے بظاہر حیرت کا اظہار کیا۔

"کلر کمانڈو میری نگاہ میں بھی آ چکا تھا لیکن مجھے یہ بھی علم تھا کہ بھوشن یا رکی کے سلسلے میں وہ کسی قیمت پر اپنی زبان نہیں کھولے گا۔ تم نے اس کے ساتھ جو سلوک کیا وہ اچھا نہیں کیا۔"

"اوہ۔" میں نے تھوڑے توقف سے کہا۔ "گویا تمہارے آدمی اب بھی میرے پیچھے سائے کی طرح لگے ہوئے ہیں۔"

"آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا۔" ندیم نے بڑی صاف گوئی سے جواب دیا۔ "البتہ میں نے اپنے آدمیوں کو سختی سے ہدایت کردی ہے کہ وہ صرف اسی صورت میں حرکت میں آئیں جب تمہاری زندگی کو کوئی خطرہ لاحق ہو۔"

"آئی ایم سوری۔" میں نے اپنی غلطی کا اعتراف کرلیا۔ "میں نے تم سے فون پر جو گفتگو کی تھی شاید وہ مناسب نہیں تھی۔"

"اس کا گلہ صرف مجھے نہیں بلکہ ماہ رخ کو بھی ہے۔" ندیم نے بے تکلفی سے کہا۔ "اس نے فون کرکے مجھ سے یہی کہا تھا کہ خواہ تم اس کی نجی زندگی کے بارے میں کتنے ہی تیر و نشتر کیوں نہ آزماؤ۔ وہ تمہیں فراموش نہیں کرسکتی۔"

"کیا تمہیں علم ہے کہ میں نے اس سے بے رخی کیوں اختیار کی تھی۔"

"ہاں۔ رکی کے سلسلے میں۔" ندیم نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "لیکن اس نے تمہیں سمندر اور سرکش موجوں والی مثال غلط نہیں دی تھی۔ میں کچھ ایسے افراد سے بھی واقف ہوں جو رکی کے مقابلے میں کہیں زیادہ بیچ اور بد قماش ہیں لیکن جسمانی قوت کے سلسلے میں وہ ماہ رخ کے نجی معیار پر پورے اتر چکے ہیں لیکن تمہاری بات کچھ اور ہی ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ تمہیں دیوانگی اور جنون حد تک پیار کرنے لگی ہے۔"

"مارگریٹ کے سلسلے میں کوئی پیش رفت ہوئی یا نہیں؟" میں نے گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے دریافت کیا۔

"میں نے اس سے دوسری ملاقات نہیں کی۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "دو چار روز اسے فاقہ کرلینے دو' اس کے بعد شاید اس کا دماغ ٹھکانے آجائے۔ البتہ تمہیں یہ بتا سکتا ہوں کہ بھوشن' مارگریٹ کی گمشدگی کے بعد سے دیوانہ ہو رہا ہے۔ اس کے شکاری کتے پورے شہر کے کونے کھدرے میں مارگریٹ کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔"

"پروفیسر کی کیا حالت ہے؟"

"میری اطلاع کے مطابق گزشتہ ایک ہفتے سے وہ اپنی لیبارٹری سے باہر نہیں نکلا۔ ویسے بھی وہ اتنا مصروف آدمی ہے کہ اسے مارگریٹ کے بارے میں بھی غور کرنے کی فرصت نہیں ہے۔ وہ اس کے ماضی سے بخوبی واقف ہے۔"

"کیا رات بھر جاگنے کا ارادہ ہے۔" میں نے کچھ دیر بعد جماہی لیتے ہوئے کہا۔ "باقی باتیں صبح بھی ہوسکتی ہیں۔"

"ایک درخواست ہے حضور سے۔" ندیم نے مجھے شرمندہ کرنے کی خاطر بڑی عاجزی سے کہا۔ "گر قبول افتدز ہے عزو شرف۔"

"میرے پاس وقت کم ہے فریادی۔ جو کچھ کہنا ہو جلدی

کہہ ڈالو اس لیے کہ اب مابدولت آرام کرنے کے ہیں۔"

"ظل سبحانی اگر جان کی امان پاؤں تو یہ عرض کروں فی الحال میلبا کو اپنے عتاب کا نشانہ بنانے کی حماقت کریں گے۔"

"کریم۔"

"نہیں' کریم نے مجھ سے کچھ نہیں کہا۔" وہ بولا۔ "میرے آدمیوں نے میلبا کے علاوہ کچھ ایسی لڑ بھی دریافت کرلی ہیں جو رکی کے سلسلے میں کار آمد ثابت ہیں۔"

"ٹھیک ہے مگر تم مس میلبا کے سلسلے میں مجھے نہیں رکھو گے۔"

"منظور۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ پروفیسر ابرار سے ملنے کی کوشش کریں گے۔"

"لیکن وہ تو۔۔۔"

"ہم اس سے لیبارٹری سے باہر واقع ری سپشن بھی مل سکتے ہیں۔" ندیم نے بدستور سنجیدگی سے کہا گھورنے لگا۔ شاید وہ پروفیسر سے ملاقات کرنے کے غور فکر کررہا تھا۔

☆

دوسرے روز دوپہر کو دو بجے ہم پروفیسر کی لیب استقبالیہ میں موجود تھے جہاں پروفیسر کی حفاظت کے قدم پر گارڈز موجود تھے۔ ری سپشن روم پہنچنے تک مراحل سے گزرنا پڑا۔ ہماری تلاشی لی گئی۔ میرا اٹو چیک پوسٹ پر مجھ سے لے لیا گیا تھا۔ جسمانی طور پر ماہرین نے ہر طرح سے اطمینان کرلیا تھا۔ ندیم نے

کہا کہ اس کے پاس ایک ایسی انفارمیشن ہے جو وہ پروفیسر کے علاوہ کسی اور کو نہیں دے سکتا۔

بہرحال تقریباً ایک گھنٹے تک مختلف مراحل سے گزرنے کے بعد ہمیں ایک ملاقاتی کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ جو نہ صرف ساؤنڈ پروف تھا بلکہ بلٹ پروف بھی تھا۔ انھیں جدید سائنسی ٹیکنالوجی کے حساس ترین اصولوں پر تیار کیا گیا تھا۔ ملاقاتی کمرے میں بھی ہمیں تقریباً بیس منٹ تک انتظار کرنا پڑا پھر دوسرے دروازے سے پروفیسر ابرار برآمد ہوا۔ اس کے سر اور بھنوؤں کے بال برف کی طرح نرم اور سفید تھے۔ عمر کسی طرح ساٹھ سے کم نہیں تھی لیکن جسمانی طور پر وہ اب بھی صحت مند نظر آرہا تھا۔ اپنے شعبے کے کام کی نوعیت کے اعتبار سے اس کی آنکھوں میں اس وقت ایک خاص چمک موجود تھی۔ فریم کا چشمہ اس کے وجود کا ایک اہم حصہ نظر آرہا تھا۔ وہ بہت زیادہ کم سخن اور منکسر المزاج دکھائی دے رہا تھا' چوڑی پیشانی اس کی ذہانت کی دلیل تھی۔ اس کی دوربین اور پرکار نظریں کچھ دیر تک ہمارے چہروں پر جمی رہیں پھر وہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"آپ حضرات کیا پینا پسند کریں گے؟" اس کے لہجے میں نرمی اور شائستگی ملی جلی تھی۔

"شکریہ پروفیسر۔" ندیم نے کہا پھر اس نے اپنا اور میرا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ "ہم اس وقت آپ کو ایک ضروری اطلاع دینے آئے ہیں جس کا تعلق ملک و قوم کی بقا سے بھی ہے۔"

"مجھے یہی بتایا گیا تھا جو میں آپ سے ملاقات کے لیے آگیا ورنہ شاید میں آپ کو وقت نہ دے سکتا۔" اس نے سادگی سے کہا۔

"پروفیسر کیا ہم یقیناً" رکھیں کہ آپ ہمارے اوپر اعتماد کریں گے اور ہماری کسی بات کا برا نہیں مانیں گے؟"

"اس کا فیصلہ میں آپ کی بات سنے بغیر نہیں کرسکتا۔"

"پروفیسر۔" اس بار میں نے کہا۔ "کیا یہ درست ہے آپ کسی تجربے میں مصروف ہیں جو دوسرے ممالک کے لیے بھی قیمتی اور انمول ثابت ہوسکتا ہے؟"

"میں سمجھا نہیں۔" اس نے بڑی سنجیدگی سے کہا پھر بولا۔ "میں جو تجربہ کرتا ہوں اس میں کامیابی کے بغیر کوئی بات کرنا پسند نہیں کرتا اور اگر آپ حضرات برا نہ مانیں تو یہ بھی کہہ دوں کہ میں اپنے کسی تجربے یا فارمولے کے سلسلے میں حکومت کے علاوہ کسی اور سے تبادلہ خیالات کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ میرا خیال ہے کہ آپ میری بات سمجھ رہے ہوں گے۔"

"میں آپ کے اصول کی قدر کرتا ہوں' آپ کا قومی جذبہ یقیناً قابل ستائش ہے۔" میں نے کہا ندیم خاموش بیٹھا پروفیسر کے چہرے کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

"بہت بہت شکریہ۔" پروفیسر نے مسکرا کر کہا۔ "لیکن آپ نے ابھی تک کوئی ایسی بات نہیں کی جو بہت زیادہ اہم ہو یا ایسی ہو جس پر میں اپنی بے پناہ مصروفیات سے کچھ وقت نکال کر غور کرسکوں۔"

"پروفیسر۔" اس بار ندیم نے کہا۔ "کیا یہ درست ہے کہ آپ نے اپنی لیبارٹری کے داخلی دروازے پر ایسا ڈیوائس لگا رکھا ہے کہ آپ کے سوا اور کوئی اندر نہیں جاسکتا۔ اندر جانے کے لیے کوئی ایسا پاس ورڈ بھی ہے جو آپ کے ذہن میں محفوظ ہے؟"

"یہ باتیں آپ کو کس نے بتائی ہیں۔" پروفیسر نے پہلی بار اپنے صوفے پر کسمساتے ہوئے کہا۔

"بلیک میجک' ہپناٹزم اور ٹیلی پیتھی اپنے اندر اتنی طاقت رکھتی ہیں کہ انسان کے ذہن کی باتیں اگلوا سکیں لیکن آپ نے جو ڈیوائس ایجاد کی ہے اس کے پیش نظر داخلی دروازے سے اندر جانے کے لیے ضروری ہے کہ کوئی خفیہ آنکھ آپ کو دیکھ سکے' اس کے علاوہ ڈیوائس اتنی حساس ہے کہ انسان کے ذہن کو بھی پڑھ سکتی ہے؟" میں نے پروفیسر کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "میرا مطلب یہ ہے کہ آپ اگر ٹرانس کی حالت میں خود کو میجک آئی کے سامنے لاکر پاس ورڈ بھی اپنی زبان سے ادا کردیں تو بھی داخلی دروازہ نہیں کھل سکتا؟"

پروفیسر نے چونک کر ہم دونوں کی جانب باری باری دیکھا۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی کے اثرات گہرے اور تشویشناک ہونے لگے پھر اس نے کچھ توقف سے کہا۔ "آپ نے ابھی تک یہ نہیں فرمایا کہ میرے بارے میں اتنی سیکرٹ انفارمیشن کہاں سے ملی۔"

"ہمیں یہ بھی معلوم ہے پروفیسر کہ ایک بار آپ کو کسی طاغوتی طاقت نے داخلی دروازے تک پہنچایا تھا۔ میجک آئی نے آپ کی شکل بھی دیکھی اور اس بات کا پتا بھی چلا لیا کہ آپ کے چہرے پر کسی قسم کا کوئی میک اپ نہیں تھا۔ آپ نے پاس ورڈ بھی اپنی زبان سے اپنی آواز میں ادا کیا اس ڈیوائس نے اس راز کو پالیا کہ آپ کا ذہن اس وقت نارمل نہیں ہے چنانچہ دروازہ نہیں کھلا اور اسی طاغوتی قوت نے آپ کو دوبارہ خواب گاہ تک پہنچا کر گہری نیند سلا دیا۔"

"حیرت انگیز۔" پروفیسر نے پہلو بدل کر کہا۔ "جس بات کا علم مجھے بھی نہیں اس کی خبر آپ کو کس طرح مل گئی؟"

"کیا یہ درست ہے پروفیسر کہ مسٹر بھوشن جوزف نے آپ کی لیبارٹری کے لیے ایک کثیر رقم کا ڈونیشن دیا تھا اور آپ اپنی مصروفیات کے باوجود کچھ وقت نکال کر بھوشن کا شکریہ ادا کرنے

کی خاطر اس کے گھر گئے تھے۔"
"جی ہاں۔ وہ میرا اخلاقی فرض تھا۔"
"لیکن اس فرض کا احساس آپ کو آپ کی بیگم صاحبہ نے دلایا تھا۔" ندیم نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا تو پروفیسر اس طرح چونکا جیسے اس کا ہاتھ بجلی کے ننگے تاروں سے ٹکرا گیا ہو۔ اس کی نگاہوں میں تشویش کی علامت ایک دم ہی دو چند ہو گئی۔
"کیا آپ حضرات کا تعلق سیکریٹ سروس سے ہے۔"
اس نے ہونٹ چباتے ہوئے سوال کیا۔
"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "ہم نے محض قوم کے مفاد میں آپ سے ملنا ضروری سمجھا تھا اور میں ایک پھر درخواست کروں گا کہ آپ اس ملاقات کا ذکر کسی سے نہیں کریں گے ورنہ جو قوتیں آپ کے تجربے سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہی ہیں وہ ہماری دشمن بن جائیں گی۔"
"آپ نے ابھی تک مجھے اپنے سورس آف انفارمیشن کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔" پروفیسر بدستور ہمیں غور سے دیکھ رہا تھا
"کیا آپ کو اس بات کا علم ہے کہ آپ کی بیگم، بھوشن کے ساتھ آزادانہ گھوم پھر رہی ہیں؟" ندیم نے کہا۔
"مجھے معلوم ہے۔" پروفیسر کے لہجے میں تلخی آ گئی۔ "میں نے مارگریٹ کو اس کی آزادی دے رکھی ہے۔"
"اور ہمارا سورس آف انفارمیشن بھی مسز مارگریٹ ہی ہیں۔" میں نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔ "بھوشن آپ کے تجربے کا فارمولا ہر قیمت پر حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس کے عوض اس نے مسز مارگریٹ کو ایک ملین ڈالر بطور ایڈوانس دیے ہیں اور اتنی ہی رقم فارمولا حاصل کرنے کے بعد ادا کرنے کا وعدہ بھی کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ بھوشن اس فارمولے کو اپنی منہ مانگی قیمت پر کسی بھی ملک کے ہاتھوں فروخت کر سکتا ہے۔"
"ہو سکتا ہے۔ اس کا اندیشہ مجھے بھی ہے کہ بیرونی قوتیں میرے فارمولے کو ہر قیمت پر حاصل کرنے کو آمادہ ہو جائیں گی لیکن مارگریٹ۔" پروفیسر نے خود کلامی کے انداز میں کہا پھر ہمیں وضاحت طلب نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "کیا یہ باتیں آپ کو مارگریٹ یا بھوشن نے بتائی ہیں؟"
"بھوشن اور مسز مارگریٹ اتنے نادان بھی نہیں ہیں کہ اپنا راز کسی کو بتاتے پھریں۔" میں نے پہلو بدل کر دیکھا۔
"پھر۔"
"ہم نے یہ باتیں مسز مارگریٹ سے زبردستی اگلوائی ہیں۔" ندیم نے بے حد سنجیدگی سے جواب دیا۔
"کیا مطلب؟" پروفیسر چونکا۔ "مارگریٹ اس وقت کہاں ہے؟"

"ہمارے قبضے میں۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "ہم اسے اس وقت تک آزاد نہیں کریں گے جب تک فارمولے کے سلسلے میں مکمل کر سب کچھ نہیں ہمارے
"نہیں۔ ناممکن۔" پروفیسر نے خلاء میں گھورتے ہوئے کہا۔ "مارگریٹ ایسا نہیں کر سکتی۔"
"آپ چاہیں تو ہم خفیہ طور پر اپنی اور مارگریٹ آپ کو سنوا بھی سکتے ہیں؟"
"یہ تجربہ میرے لیے بہت شاکنگ (SHOCKING) ہو گا لیکن میں اس کے لیے تیار ہوں۔" پروفیسر نے سانس لے کر کہا۔ "کیا میں اسی وقت آپ کے ساتھ ہوں؟"
"اس میں بہت زیادہ رسک ہو گا۔" میں نے کی۔ "ہم تینوں کا مرڈر بھی ہو سکتا ہے۔"
"پھر؟"
"آپ ہمیں اپنا کوئی پرسنل فون نمبر دے دیں آپ سے براہ راست رابطہ قائم کر سکیں اور کسی تعین کر سکیں کہ آپ کسی کی نظر میں آئے بغیر ہم لیکن اس طرح کہ کسی اور کو اس کی بھنک بھی نہ پلٹ بھی سکتی ہے۔"
جواب میں پروفیسر نے فوراً ہی کچھ کہنے خاصی دیر تک اپنے خیال میں غرق رہنے کے بعد سے قلم نکال کر میز پر موجود رف پیڈ سے ایک کاغذ اپنا پرائیویٹ نمبر لکھ کر ہمارے حوالے کر دیا۔
"ہم اب اجازت چاہیں گے پروفیسر۔" ہوئے کہا۔ فون نمبر ندیم نے اٹھا کر اپنی جیب تھا۔
"میری ایک درخواست ہے۔" پروفیسر نے مصافحہ کرتے وقت کہا۔ "مارگریٹ کو کسی قسم ہونے پائے۔"
"فی الحال ہم اس کے آرام کا پورا خیال آئندہ کیا ہو گا۔ اس کا فیصلہ ہماری گفتگو سننے کے کر سکتے ہیں۔"
پروفیسر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ہم اس سے نکل کر واپسی کے لیے روانہ ہو گئے۔ واپسی مختلف چیک پوسٹ پر بے شمار مراحل سے گزرنا آخری چیک پوسٹ پر پہنچے تو ہمیں چونکنا پڑا۔ ہمارے سامنے آ گئے۔ ان کے تیور خطرناک تھے۔

یم نے ابھی تک گاڑی کا انجن بند نہیں کیا تھا۔ حفاظتی کے تحت ہمارا روکا جانا کوئی حیرت انگیز نہیں تھا لیکن راز میں وہ تینوں را ئفل بردار ہمارا راستہ روکے کھڑے غور طلب ضرور تھا۔ ان کے خود کار آتشی اسلحہ کا رخ ہماری طرف تھا۔ ان کے تیور سرد اور خطرناک نظر تھے۔
ایک میرے ذہن میں ایک خیال بڑی سرعت سے ابھرا ن، مارگریٹ کے ذریعے پروفیسر کے کسی فارمولے کو رنے کا خواہش مند تھا تو اس نے اپنے آدمی بھی اس ار متعین کر رکھے ہوں گے جو نہ صرف پروفیسر بلکہ اس نے ملنے والوں پر بھی کڑی نگرانی کرتے ہوں گے۔
"میں نے ندیم سے سرگوشی کی۔ "یہ ضرور بھوشن کے ہوں گے۔"
ئی غلطی مت کر بیٹھنا، ورنہ ہم دونوں مارے جائیں یم نے دبی زبان میں جواب دیا۔
فیسر کا وہ خفیہ نمبر ہماری پریشانی کا سبب بن سکتا

لئن رہو، میں نے اسے ذہن میں محفوظ کرنے کے بعد بیٹھنے سے پہلے ہی گکروندے کی باڑھ میں پھینک دیا

ہمیں خود کو سرنڈر کرنا ہو گا؟"
لات پر منحصر ہے۔" ندیم نے جواب دیا پھر دروازے نہ نکال کر اونچی آواز میں پہرے داروں سے بولا۔ "کیا دیر انتظار کرنا ہو گا؟"
ہارا ئفل برداروں نے کوئی جواب نہیں دیا پھر ایک نص چیک پوسٹ سے نکل کر سامنے آ گیا۔ وہ گٹھے کا نہایت پھرتیلا اور چالاک آدمی نظر آ رہا تھا۔ اس انداز اس بات کی غمازی کر رہا تھا کہ وہی اس چیک انچارج ہو سکتا ہے۔
آپ اپنا آٹومیٹک واپس لینا پسند نہیں کریں گے؟" ب آ کر مجھ سے سوال کیا۔
میں بالکل ہی بھول گیا تھا۔" میں نے مسکرا کر

تاہم اپنا فرض کبھی نہیں بھولتے۔" اس نے زاز اختیار کیا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "گاڑی راستے یک طرف پارک کر لیں۔ آپ حضرات کو ابھی کچھ نا ہو گا۔"
خاص وجہ؟" ندیم نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔

"جب تک پروفیسر کی جانب سے گرین سگنل نہ ملے ہم آپ کو جانے کی اجازت نہیں دے سکتے۔"

"ہٹ از آل رائٹ۔" ندیم نے مسکرا کر جواب دیا پھر گاڑی کو بائیں جانب کاٹ کر اس مخصوص جگہ پر روک دیا جہاں پارکنگ کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ "صبر سے کام لینا' جذبات میں آکر کسی جلدبازی کے مظاہرے سے پرہیز ہی کرنا۔" اس نے انجن بند کر کے گاڑی سے اترتے وقت کہا۔ پھر ہم دونوں قدم اٹھاتے ہوئے اس پستہ قدم آدمی کے قریب آگئے جو پلکیں جھپکائے بغیر ہماری ایک ایک نقل و حرکت کا جائزہ لے رہا تھا۔

"جب تک پروفیسر سے ہمیں گرین سگنل نہیں ملتا آپ کو کچھ دیر زحمت اٹھانی پڑے گی۔" اس نے ہم دونوں کو باری باری تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ میرے ساتھ میرے کمرے میں چل کر چائے پینا پسند کریں گے؟"

"ہمیں آپ کی دعوت منظور ہے۔" میں نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ "سچ پوچھیں آفیسر تو اس وقت مجھے چائے کی خواہش بڑی شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا پھر ہمیں ساتھ لے کر اس کمرے میں آگیا جو باہر سے محض ایک کیبن سا دکھائی دیتا تھا لیکن اندر سے بہت شاندار واقع ہوا تھا۔ وہاں بھی جدید آلات جگہ جگہ نصب تھے۔

"یہ رہا آپ کا آٹومیٹک۔" ہمارے بیٹھنے کے بعد اس نے میرا آٹومیٹک میز کی دراز سے نکال کر میری طرف بڑھاتے ہوئے سپاٹ لہجہ میں کہا۔ "آپ چاہیں تو اسے چیک کر کے اپنا اطمینان کرلیں۔"

"میں اس کی ضرورت نہیں محسوس کرتا۔" میں نے دوستانہ انداز اختیار کیا۔ "کیا عام طور سے یہی ہوتا ہے کہ آخری چیک پوسٹ پر وزیٹرس کو روک لیا جاتا ہے۔"

"ضروری نہیں ہے اگر گرین سگنل فوری طور پر مل جائے تو ہم کسی کو روکنے کی کوشش نہیں کرتے لیکن اگر ایسا نہ ہو تو پھر ہمیں اپنے معزز مہمانوں کو مجبوراً" روکنا پڑتا ہے۔ پروفیسر جیسے عظیم سائنس داں کے لیے اس قسم کے انتظامات ضروری بھی ہیں۔" اس نے جواب دیا پھر چپراسی کو بلا کر چائے تیار کرنے کی ہدایت کی اور کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر بولا۔ "کیا میں یہ دریافت کرسکتا ہوں کہ آپ حضرات پروفیسر ابرار سے کس مقصد سے ملے تھے؟"

"میں اس کا ذکر غالباً آپ سے پہلے ہی کرچکا ہوں۔" ندیم نے اس بار قدرے سنجیدگی سے کہا۔ "پروفیسر ابرار سے ہماری ملاقات کچھ ایسی ہی نوعیت کی تھی جس کا اظہار کرنا ہمارے لیے ممکن نہیں ہے۔"

"آپ یقیناً بہتر سمجھتے ہوں گے۔" اس نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے جواب دیا۔ "ہر شخص کی اپنی اپنی کچھ مجبوریاں ہوتی ہے۔ میں بھی اس بات کے لیے مجبور ہوں کہ اپنے فرائض سے چشم پوشی نہیں کرسکتا۔"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔" ندیم نے اس کے سراہا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ اس شخص کے جواب کے اندر تلخی بھی شامل تھی۔

"میرا تعلق ملٹری سے رہ چکا ہے۔" اس نے کہنا شروع کیا۔ "مجھے میجر نصیر کہتے ہیں' میری پوسٹنگ وقت ملٹری انٹیلیجنس میں تھی جب ایک حادثے کی بنا پر مجبوراً قبل از وقت ملازمت سے ریٹائر ہونا پڑا پھر یہ میری قسمتی ہی تھی کہ مجھے پروفیسر ابرار کی خدمت کے لیے گیا۔ مجھے وہ تمام اختیارات حاصل ہیں جو کمانڈو ایکشن دوران کسی کمانڈو کو حاصل ہوتے ہیں۔"

"خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" میں نے جواب دیا۔

"میری اطلاع اگر غلط نہیں ہے تو آپ دونوں کا تعلق پیشے کے اعتبار سے بالکل مختلف نوعیت کا ہے؟"

"میں آپ کی اطلاع کی تردید نہیں کروں گا۔" جلدی سے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ "میں ایک ہوں' اس شعبے سے پہلے میں پولیس کے محکمے سے وابستہ ہوں' خاکسار کو شہباز خان کہتے ہیں۔"

"اور آپ؟" میجر نصیر نے ندیم کی طرف دیکھا۔

"میرا تعلق اس شعبے سے ہے ہیں جہاں آپ کی آمدورفت مشکوک سمجھی جاتی ہے۔" ندیم نے دوستانہ جواب دیا۔ "دراصل میں ایک نائٹ کلب کا مالک ہوں بد قسمتی سے ہمارے ملک میں نائٹ کلبوں کو بھی ریڈلائٹ سے کم نہیں سمجھا جاتا اور ملٹری والوں کو آؤٹ آف بانڈ میں جانے کی اجازت نہیں ہوتی۔"

"آپ دونوں ایک دوسرے کو کب سے جانتے ہیں" نے سپاٹ آواز میں دریافت کیا۔

"ہم دونوں کلاس فیلو بھی رہ چکے ہیں اور ایک کے مخلص دوست بھی۔" میں نے جواب دیا۔

چائے آجانے سے کچھ دیر کے لیے خاموشی میجر نصیر نے چائے کے کپ تیار کر کے ہمیں پیش کیے کے جانے کے بعد اس نے جیب سے سگار نکال کر کا کثیف مگر خوشبودار دھواں فضا میں بکھیرا پھر چائے گھونٹ لینے کے بعد بولا۔

"میں ایک بار پھر اپنے سوال کو دہراؤں گا۔ پروفیسر کی ملاقات کا مقصد کیا تھا؟"

"اور ہمیں پھر یہی جواب دینا پڑے گا کہ ہم قوم

خاطر اپنی زبان بند رکھنے پر مجبور ہیں۔" ندیم نے کہا۔

"کسی بزنس مین اور نائٹ کلب کے مالک کا پروفیسر ابرار ملنا یقیناً کسی اہم' انتہائی حساس راز سے ہوگا۔"

"جی ہاں۔"

"اور اب وہ اہم راز یا فارمولا آپ دونوں کے ساتھ باہر ہے؟"

"نہیں۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "اگر ایسی کوئی بات تو پروفیسر ہم سے اس معاملے پر بات چیت کرنے پر کبھی مند نہ ہوتا۔"

"کبھی کبھی انسان کی ذاتی مجبوریاں بھی اسے کسی ناپسندیدہ کو پسند کرنے پر مجبور کردیتی ہیں۔" میجر نصیر نے نچلا ہونٹ تے ہوئے جواب دیا۔ "آج کل پروفیسر کو بھی کچھ اسی قسم کی ں لاحق ہیں۔"

"مثلاً کس قسم کی مجبوری؟" میں نے سوال کیا۔ ندیم رخاموش بیٹھا کسی سوچ میں مستغرق تھا۔

یہی بات تو میں آپ حضرات سے نہایت مہذب طریقے لوم کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

مجھے پروفیسر کی کسی مجبوری کا کوئی علم نہیں ہے۔" میں سنجیدگی سے کہا۔ "میں پہلے ہی عرض کرچکا ہوں کہ ے ہماری ملاقات صرف اور صرف قومی مفاد کی خاطر ہے۔ آپ کو یقین نہیں آتا تو خود پروفیسر سے دریافت "

ہوری۔ میں پروفیسر جیسے عدیم الفرصت آدمی کو بلاوجہ نہیں کرسکتا۔"

یا آپ ہمیں ڈسٹرب کر رہے ہیں۔" اس بار میرا لہجہ کیا۔ میں میجر کے چہرے پر پیدا ہونے والے ناخوشگوار وس کر رہا تھا۔

پ پروفیسر سے اپنی ملاقات کا سبب بتادیں۔ ہم آپ کو یس کریں گے۔"

بھا۔" میں نے بدستور بدلے ہوئے لہجے میں جواب آپ نے گرین سگنل والی بات۔"

ت اب بھی گرین سگنل ہی کی ہے۔" میجر کی پیشانی ہوگئی۔ "آپ اگر ہمیں مطمئن کرادیں تو میں اپنا اور ت ضائع کیے بغیر آپ دونوں کو جانے کی اجازت دے

آپ سے غلط بیانی بھی کرسکتے ہیں۔" میں نے جھلا کر "آپ کے پاس کھرے اور کھوٹے کو پرکھنے کی کون ہے۔"

از وقت اپنے ٹرمپ کارڈ کو شو کرنا میرے اصول ہے۔"

"ہم نے پروفیسر ابرار سے ایک ایسے اہم فارمولے کے بارے میں ملاقات کی تھی جو ابھی آخری مراحل میں ہے لیکن وہ فارمولا اتنی اہمیت رکھتا ہے کہ پڑوسی ملک اسے کسی قیمت پر بھی حاصل کرسکتا ہے۔" ندیم نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "اور اگر ایسا ہوگیا تو تمام دنیا کا امن خطرے میں پڑسکتا ہے۔"

"گڈ۔" میجر نے استہزائیہ انداز اختیار کیا۔ "میرے محترم۔ کیا یہ بات حیرت انگیز نہیں ہے کہ جو اہم بات ہمیں پروفیسر کے اتنے قریب ہونے کے باوجود نہیں معلوم وہ آپ حضرات تک کس طرح پہنچ گئی؟"

"آپ اسے محض ایک اتفاق سمجھ لیں۔" میں نے جواب دیا۔

"جو بات ملکی مفاد میں ہو یا کوئی ایسا فارمولا جو تجربات کے دور سے گزر رہا ہو اس کا علم تو حکومت کے سربراہوں کو بھی قبل از وقت نہیں معلوم ہوتا لیکن آپ اس سے واقف ہوگئے؟ کیا یہ ایک حیرت انگیز بات نہیں ہے۔"

"یقیناً آپ درست فرما رہے ہیں۔" ندیم نے کہا۔ "لیکن ہم اس بات کو کسی قیمت پر بھی زبان تک لانے سے مجبور ہیں۔"

"ایسی صورت میں یہ بھی سوچا جاسکتا ہے کہ آپ حضرات بھی پڑوسی ملک کے ایجنٹ ہوں اور پروفیسر کی کسی خاص کمزوری سے واقف ہونے کے بعد اسے بلیک میل کر کے فارمولے کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔" میجر کا لہجہ کرخت ہوگیا۔ "حکومت کے اہم راز ہمیشہ ایسے ہی افراد کے ہاتھوں چوری ہو کر دشمن تک پہنچتے ہیں جو خلاف توقع کسی بہت بڑی رقم کی خاطر اپنا ضمیر بھی فروخت کرنے پر آمادہ ہوجاتے ہیں۔"

"میجر نصیر۔" ندیم نے پہلو بدل کر خشک انداز اختیار کیا۔ "یہی شبہ جو آپ ہم پر کر رہے ہیں' ہم آپ پر بھی کرسکتے ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ ہمیں آپ حضرات کو کچھ دنوں کے لیے بطور مہمان رکھنا ہوگا۔ اس وقت تک جب تک آپ ہمیں کھل کر پروفیسر سے ملاقات کی وجہ نہیں بتادیتے۔" میجر کا لہجہ فیصلہ کن تھا۔

"اگر بات صرف پروفیسر سے ہماری ملاقات کی ہوتی تو شاید آپ ہمیں پہلے ہی اپنی چیک پوسٹ سے گزرنے کی اجازت نہ دیتے۔" ندیم نے میجر کو تیز نظروں سے گھورا۔ "کیا ہمیں روکنے کی کوئی اور وجہ تو نہیں ہے؟"

"اپنا اپنا طریقہ کار ہوتا ہے۔" میجر نے شانے اچکاتے ہوئے جواب دیا۔ "آپ جس انداز میں چاہیں سوچ لیں۔"

"لیکن یہ بات طے ہے کہ آپ ہمیں آسانی سے یہاں سے جانے کی اجازت نہیں دیں گے۔" ندیم نے بے پرواہی سے دریافت کیا۔

"آپ نے پہلی بار ایک دانشمندانہ بات سوچی ہے۔" میجر زہرخند سے بولا۔

"پروفیسر ایک فارمولے پر ریسرچ کر رہا ہے جس کے ذریعے کسی میزائل اور راکٹ کے استعمال کے بغیر ہی دشمن کے حساس اور اہم دفاعی ٹھکانوں کو شعاعوں کے ذریعے برباد کیا جاسکتا ہے۔"

"کیا یہ ممکن ہے؟" اس نے ندیم کو مشکوک نگاہوں سے گھورا۔

"دنیا میں کوئی بات ناممکن نہیں ہے۔"

"لیکن کسی مصنوعی سیارے یا راڈار سسٹم کے بغیر لیبارٹری میں بیٹھے بیٹھے صرف زہریلی شعاعوں کے ذریعے دشمن کے ٹھکانوں کو برباد نہیں کیا جاسکتا اگر ایسا ہوتا تو دنیا کی بڑی بڑی سپر پاور اب تک ایسا کوئی فارمولا ضرور تیار کر چکی ہوتیں۔" میجر نے اپنا نچلا ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "میرا تعلق بھی فوج سے رہ چکا ہے' میں نے بھی سائنس کی اہم ایجادوں کے ذریعہ دشمنوں کو منہ توڑ شکست دی ہے مگر۔۔۔"

"چاند پر پہنچنے کے تصور کو بھی پہلے ناممکن سمجھا جاتا تھا لیکن آج چاند تک ہماری رسائی ممکن ہوگئی۔" میں نے تیزی سے اس کا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔ "میرا ذاتی خیال ہے کہ سائنس اور اسلامی آئیڈیالوجی کو علیحدہ علیحدہ نہیں کیا جاسکتا اور اسلام نے ہمیشہ انسان کو تمام مخلوقات پر فوقیت دی ہے اور جگہ جگہ یہ بات واضح کردی ہے کہ ایمان اگر پختہ ہو تو تسخیر کائنات بھی محض ایک کھیل ہے۔"

"میں آپ کی بات کی تردید نہیں کروں گا لیکن۔۔۔"

"مرغے کی ایک ٹانگ والی مثال کو بھی پیش نظر رکھوں گا۔" ندیم نے مسکرا کر میجر کا جملہ مکمل کیا تو اس کا چہرہ یکلخت سرخ ہوگیا۔ اب اس کے چہرے سے اس کی سخت گیر طبیعت کا اندازہ لگانا بھی قدرے آسان ہوگیا۔

میرے ذہن میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ ہماری پوزیشن ایسی تھی جیسے ہم کسی ایسے کمرے میں بند ہو کر رہ گئے ہوں جس کے چاروں طرف خطرناک شعلے بلند ہو رہے ہوں۔ اس سے بچاؤ کی خاطر ہمیں بہرحال کوئی نہ کوئی رسک لینا تھا لیکن اس بات کا خطرہ بھی تھا کہ باہر کئی مسلح افراد ہماری گھات لگائے بیٹھے ہوں گے۔ ایک ذرا سی غلطی بھی ہمارے وجود کو حرف غلط کی طرح مٹا سکتی تھی پھر اچانک ایک خیال نے میرے ذہن میں تیزی سے سر ابھارا۔ میجر نصیر بھی بھوشن کا آدمی ہو سکتا تھا اگر مارگریٹ بک سکتی تھی تو اس کے ذریعے دوسروں کو بھی خریدا جاسکتا تھا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ میجر کو کسی طرح مارگریٹ کے اغوا کی بھنک مل گئی ہو اور وہ اسی کی بنا پر ہماری زبانیں کھلوانے کی کوشش کر رہا ہو۔ ندیم نے جان چھڑانے کی خاطر ایک فرضی ایجاد کا ذکر بڑی سنجیدگی سے کیا تھا لیکن میجر نے اس پر یقین نہیں کیا۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اس وقت اس کے ذہن کو کوئی پراسرار قوت گائیڈ کر رہی ہو۔ یہ بات بہرحال طے تھی کہ بھوشن کی پشت پناہی کر رہی تھی۔ مجھے بس کسی ایک ایسے کا انتظار تھا جو ہمیں میجر نصیر پر غالب کر دیتا پھر اسے ڈھال بنا کر ہم اس خطرے سے باہر نکل سکتے تھے۔

"مسٹر ندیم۔" ندیم کا جواب سن کر میجر نے بے حد سفاک لہجے میں کہا۔ "میں آپ کو اپنا مذاق اڑانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ بہتر ہوگا کہ آپ اپنی زبان پر قابو رکھیں ورنہ ہمیں مجبوراً دوسرے طریقے بھی استعمال کرنے پڑیں گے۔"

"آپ کس بات کو مذاق سمجھ رہے ہیں' پروفیسر کے بارے میں میری صاف گوئی کو یا مرغے کی ایک ٹانگ والی مثال کو؟"

"میجر۔" میں نے اسے جواب دینے کا موقع نہیں دیا۔ "میرا خیال ہے کہ آپ پروفیسر سے ہماری ملاقات کو اہمیت نہیں دے رہے ہیں بلکہ کوئی اور اہم بات اگلوانا چاہتے ہیں۔"

"اور کیا بات ہو سکتی ہے؟" اس نے مجھے تیز نظروں سے گھورا' میرا تیر ٹھیک نشانے پر بیٹھا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ نے بھوشن جوزف کا نام سنا ہوگا؟"

"نہیں لیکن آپ کو بھوشن جوزف کا خیال کیسے آگیا؟"

"ہماری اطلاع کے مطابق پروفیسر کی سب سے بڑی کمزوری مارگریٹ ہے جو اس شہر میں بھوشن کے ہاتھوں ہوتی جارہی تھی۔"

"میں سمجھا نہیں؟" میجر کی نگاہوں میں ابھرنے والی چمک اس بات کی غمازی کر رہی تھی وہ بھوشن اور مارگریٹ کے بارے میں بخوبی جانتا ہے۔

"سنا ہے کہ بھوشن کے آدمیوں نے مارگریٹ کو اغوا کیا ہے جس نے پروفیسر کو ذہنی طور پر بہت الجھا رکھا ہے۔"

"بھوشن کی اگر مارگریٹ سے دوستی تھی تو اسے مارگریٹ کو اغوا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"آپ کے سوال کا بہت بہت شکریہ میجر نصیر۔" میں نے خالص پولیس والوں کے لہجے میں کہا۔ "گویا میرا یہ خیال درست ہے کہ آپ کو بھوشن اور مارگریٹ کے بارے میں ہم سے زیادہ علم ہے۔"

"ہمیں صرف اتنا علم ہے کہ مارگریٹ کو اغوا کیا گیا ہے اور اسے بازیاب کرانا بھی میرے فرائض میں داخل ہے۔"

"اور اگر مارگریٹ کو بازیاب نہ کیا گیا تو مسٹر نصیر' کئی ملین ڈالر کی بھاری رقم کھٹائی میں پڑ سکتی ہے۔"

"آئی سی۔" میجر کسمسا کر بولا۔ "گویا تم دونوں مارگریٹ کو درمیان میں لاکر پروفیسر کی کمزوری سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو؟"

"یقیناً۔" میں نے مسکرا کر دوسرا وار کیا۔ "آپ کو یہاں یہ بھی معلوم ہے کہ مارگریٹ' پروفیسر کی کمزوری ہے۔ ویسے کیا کوئی بتا دے گا کیا اس قسم کے قطعی ذاتی اور نجی معاملات میں بھی دلچسپی لینا آپ کے فرائض میں داخل ہے یا اس کی وجہ بھی کوئی خاص ہے۔"

"ہم۔۔۔" میجر تلملا کر اٹھ کھڑا ہوا اس کے چہرے سے اب فرعونیت ٹپک رہی تھی۔ بلی تھیلے سے باہر نکل آئی تھی۔ اس کے لہجے کی تلخی میرے مفروضے کو تقویت پہنچا رہی تھی۔

"آپ شاید یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہم اپنا ٹرمپ کارڈ شو کرنے کے بعد بھی اب یہاں سے زندہ واپس نہیں جاسکتے؟"

"تم خاصے دور اندیش ہو۔" میجر نے مجھے سفاک نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "اب تمہاری آزادی ہمارے منصوبے کی موت ثابت ہوگی۔"

"اوہ۔" میں نے پھر چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "کیا میں یہ سمجھوں کہ آپ بھی بھوشن جوزف اور مارگریٹ کی سازش میں برابر کے حصے دار ہیں؟"

"تم دونوں کی موت اب یقینی ہے۔" وہ کسی زخمی ناگ کی طرح بل کھا کر بولا۔

"سوچ لو میجر۔" میں نے بدستور بے پرواہی کا مظاہرہ کیا۔ "اگر تمہیں اس بات کا یقین ہوگیا ہے کہ پروفیسر کے معاملات میں ہمیں جو کچھ معلومات حاصل ہوئی ہیں وہ مارگریٹ کے ذریعے ہوئی ہیں تو پھر تم یہ سوچنے میں بھی حق بجانب ہوگے کہ مارگریٹ اس وقت کس کے قبضے میں ہو سکتی ہے؟"

"ہاں۔ مجھے اسی بات کا شبہ تھا کہ مارگریٹ کی گمشدگی میں کسی نہ کسی طریقے سے تمہارا دخل ضرور ہے' تمہاری پروفیسر سے ملاقات بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔"

"میں اس سے بھی انکار نہیں کروں گا لیکن تم نے شاید کسی ایک اہم نکتے پر غور نہیں کیا۔"

"کیا؟"

"اگر ہم یہاں سے زندہ و سلامت واپس نہ گئے تو مارگریٹ کی زندگی خطرے میں بھی پڑ سکتی ہے۔" میں نے اس کے ویک پوائنٹ کو چھیڑا۔ "ایک خاصے وقفے کے بعد ہمارے آدمی مارگریٹ کی زندگی کا خاتمہ کرنے سے دریغ نہیں کریں گے اس کے بعد تمہاری سازش بھی ناکام ہو جائے گی اور بھوشن کی ایک بھاری رقم بھی ڈوب جائے گی۔ ون منٹ میجر۔" میں نے اسے بولنے کا موقع دیے بغیر تیزی سے کہا۔ "ایک بات اور ذہن نشین کر لو' مارگریٹ کی موت کی اطلاع ہمارے آدمی پروفیسر تک پہنچانے میں دیر نہیں لگائیں گے۔"

میجر خاموش کھڑا ہونٹ چبا رہا تھا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے کوئی بڑا شکار اس کے ہاتھ آنے کے بعد پھسل کر نکل گیا ہو۔ اس کی آنکھوں میں نفرت اور حقارت کے شعلے رقص کر رہے تھے جس میں بے بسی کا احساس بھی شامل تھا۔ خاصی دیر تک وہ ہمیں خونخوار نظروں سے گھورتا رہا' وہ کسی آخری نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"بہتر یہی ہوگا پروفیسر کہ تم اب ہمیں جانے کا گرین سگنل دے ہی دو۔" میں نے ایک آنکھ جھپکا کر رازداری سے کہا۔ "ہم کسی معقول معاوضے کے عوض تمہارے اور بھوشن کے کام بھی آسکتے ہیں۔ کم از کم ہمیں تم سے یہی امید ہے کہ تمہیں ہماری پیشکش سے انکار نہیں ہوگا۔ البتہ بھوشن جیسا دوغلا آدمی شاید ہماری آفر قبول نہ کرے۔"

"کیا تم ہمیں یقین دلا سکتے ہو کہ مارگریٹ واقعی تمہارے قبضے میں ہے؟"

"نہ ہوتی تو ہمیں قومی مفاد کی آڑ لے کر بھلا پروفیسر سے ملاقات کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"ہم تمہیں مارگریٹ کے عوض خاصی ہینڈسم رقم دے سکتے ہیں۔"

"سوری۔ میں فوری طور پر کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ خاص طور پر ایسی صورت میں جب ہم تمہاری چیک پوسٹ پر' تمہارے رحم و کرم پر ہیں۔"

"اس بات کا کیا ثبوت ہوگا کہ تم یہاں سے جانے کے بعد اپنے وعدے سے مکر نہیں جاؤ گے۔"

"ایسے معاملات میں رسک تو بہرحال لینا پڑتا ہے۔" میں نے شانے اچکاتے ہوئے جواب دیا۔

"میں رسک لینے کو تیار ہوں لیکن اس کے لیے ہمیں کسی اور سے مشورہ کرنا ہوگا۔"

"ضرور کرو۔ ہمیں کچھ زیادہ جلدی بھی نہیں ہے' ویسے ہم نے اپنے آدمیوں کو چھ گھنٹے تک واپسی کا یقین دلایا تھا۔ اس کے بعد وہ جو قدم بھی اٹھائیں گے اس کی ذمے داری تمہارے سر ہوگی۔"

"کیا تم اپنے آدمیوں کو فون پر ہدایت نہیں دے سکتے کہ وہ تمہاری طرف سے ریڈ سگنل ملے بغیر کوئی قدم اٹھانے سے پرہیز کریں؟"

"جاسوسی ناولوں اور سنسنی خیز فلموں میں یہی ہوتا ہے کہ ہیرو بڑی چابکدستی سے ایک خاص وقت تک کے لیے اپنے حریف کو کوئی جارحانہ قدم نہ اٹھانے پر آمادہ کر لیتا ہے پھر اس کے ساتھی اپنے مقصد کے حصول کی خاطر دوڑ دھوپ شروع کر دیتے ہیں۔" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "لیکن تم شاید فراموش کر رہے ہو کہ میرا تعلق پولیس کے محکمے سے بھی رہ چکا

ہے اور اس قسم کے گھسے پٹے طریقے ہمارے لیے قابل قبول نہیں ہوتے، تمہیں بہرحال ہماری زبان پر اعتماد کرنا ہوگا اس کے علاوہ ہمیں تمہاری شرط منظور نہیں ہوگی۔"

"میرا خیال ہے کہ میں نے تمہارا آٹومیٹک واپس کرکے دوستی ہی کا ثبوت دیا ہے۔"

"تم چاہو تو اسے واپس بھی لے سکتے ہو۔" میں نے اس کے جواب دینے سے پیشتر آٹومیٹک ہولسٹر سے نکال کر میز پر ڈال دیا۔ "جس پستول کی میگزین سے گولیاں نکال دی گئی ہوں اس کی حقیقت کسی حقیر کھلونے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ اس کے خالی ہونے کا اندازہ مجھے اسی وقت ہوگیا تھا جب میں نے اسے اٹھا کر ہولسٹر میں رکھا تھا۔"

"تم۔۔۔ ضرورت سے زیادہ چالاک اور خطرناک آدمی معلوم ہوتے ہو۔" اس نے بڑی رعونت سے اپنا امریکن کولٹ دراز سے نکالتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔ "مارگریٹ کو ہم فراموش کرسکتے ہیں اس لیے کہ اس کی موت تمہاری زندگی سے زیادہ نقصان دہ اور خطرناک ثابت ہوسکتی ہے۔"

"ایک بار پھر غور کرلو میجر۔" میں نے بدستور بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "کیا تم بھوشن کی ناراضگی برداشت کرنے کی خاطر زندہ رہ سکو گے؟"

"یہ سوچنا تمہارا نہیں میرا کام ہے۔" اس نے امریکن کولٹ کا رخ ہماری طرف فضا میں بلند کرتے ہوئے سفاک لہجہ اختیار کیا۔ "میں صرف پانچ تک گنوں گا اس کے بعد تمہارے جسموں سے تمہاری روح کا تعلق ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائے گا۔"

"نیک کام میں دیر نہیں کرنی چاہیے میجر۔" میں نے اپنی صندلی انگوٹھی پر ایک نظر ڈالتے ہوئے جواب دیا۔ "چلو گنتی شروع کردو۔"

"تمہاری موت کے بعد ہوسکتا ہے کہ ہم مارگریٹ کو بازیاب کرنے میں کامیاب ہوجائیں۔ ایسی صورت میں تمہاری زندگی کی قربانیاں رائیگاں جائیں گی۔"

"قربانی سچے دل سے کی جائے تو کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔ تم اپنے ارمان بھی پورے کرکے دیکھ لو۔"

"کیا یہ تمہارا آخری جواب ہے؟"

"یہ نفسیاتی حربے مت استعمال کرو۔ ہمارے فیصلے ہمیشہ اٹل ہوتے ہیں۔"

"ایک۔۔۔" میجر نے گھڑی دیکھ کر گنتی شروع کی اس کی نگاہیں بار بار ہمارے چہروں کا جائزہ لینے میں مصروف تھیں۔ شاید وہ ہمارے چہروں سے موت کا ردعمل دیکھنے کی کوشش کررہا تھا۔ ندیم خاصی دیر سے خاموش بیٹھا حالات کا جائزہ لے رہا تھا۔

"دو۔۔۔" میجر نے گنتی جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "گزرا ہوا وقت، کمان سے نکلا ہوا تیر اور چیمبر سے نکلی ہوئی گولی کبھی واپس نہیں آسکتی۔"

"ہم نے بھی یہ مثالیں اور گیدڑ بھبکیاں بہت سن رکھی ہیں۔"

"تین۔۔۔"

"اپنے ہاتھ پر دھیان دو میجر، کہیں عین وقت پر تمہارا نشانہ خطا نہ کرجائے۔" اس بار ندیم نے سردمہری سے کہا۔

"چار۔۔۔" میجر نے چار کہنے کے بعد خاص طور پر مجھے گھورا۔ "کیا تم پہلے مرنا پسند کرو گے یا اپنی نگاہوں سے اپنے دوست کی لاش کو تڑپتا دیکھنا پسند کرو گے؟"

"میں محسوس کررہا ہوں کہ تم اب بھی ڈھلمل یقین کی حالت سے دوچار ہو۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا لیکن مجھے ندیم کی فکر لاحق تھی، صندلی انگوٹھی کی موجودگی میں میری موت مشکل تھی لیکن ندیم۔۔۔

"پانچ۔۔۔" گنتی مکمل کرنے کے بعد میجر کی انگلی کا دباؤ ٹریگر پر بڑھنے لگا، میں اقرار کرتا ہوں کہ ایک لمحے کے لیے میری نگاہوں کے نیچے گھپ اندھیرا طاری ہوگیا۔ موت کا تصور میرے لیے بڑا اذیتناک ثابت ہورہا تھا پھر جنونی انداز میں کسی مصلحت پر غور کیے بغیر میں نے اپنے سامنے رکھا ہوا پیپرویٹ بڑی پھرتی سے اٹھایا اور میجر کے ہاتھ کا نشانہ لے کر کھینچ مارا۔ گولی چلنے کی آواز کمرے میں گونجی لیکن میری بروقت جنون خیزی بڑی کام آگئی۔ میرا پھینکا ہوا پیپرویٹ ٹھیک نشانے پر لگا تھا جس کی بدولت نہ صرف میجر کا نشانہ خطا ہوگیا بلکہ امریکن کولٹ بھی اس کی گرفت سے نکل کر میز پر گرا جسے میں نے بڑی تیزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے قبضے میں لے لیا۔ یہ سب اس قدر برق رفتاری سے ہوا تھا کہ مجھے بھی اس کا یقین نہیں

آرہا تھا۔ میجر بازی پلٹ جانے کی وجہ سے بوکھلا گیا تھا۔

"سنو میجر۔" میں نے سفاک انداز میں کہا۔ "کوئی اندر داخل ہو تو اسے باہر جانے کا حکم دینے میں دیر لگانے کی حماقت نہ کرنا ورنہ ہم سے پہلے تمہاری لاش زمین پر گرے گی۔"

میرا جملہ مکمل ہوتے ہی ایک رائفل بردار تیزی سے اندر داخل ہوا۔ گولی چلنے کی آواز سننے کے بعد وہ اصل صورت حال کا اندازہ لگانے کی خاطر تقریباً بھاگتا ہوا اندر داخل ہوا تھا۔

"گٹ آؤٹ۔" میجر نے اسے گھور کر کہا۔ "باہر جاکر خیال رکھو، میرا حکم ملے بغیر کوئی اندر نہیں آئے گا۔"

رائفل بردار کو صورت حال کا جائزہ لینے سے پہلے ہی "گٹ آؤٹ" کا حکم ملا تو اس نے زمین پر پیر مار کر میجر کو سلوٹ کیا پھر اباؤٹ ٹرن ہوکر باہر نکل گیا۔

"اب تمہیں ہماری واپسی کے لیے بھی کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا ہوگا کہ تمہارے شکاری کتے کسی خطرے کی بو نہ سونگھ سکیں۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ندیم بھی میرے ساتھ ہی اٹھا تھا۔

"میں تمہاری واپسی پرسکون اور دوستانہ انداز میں کرسکتا ہوں لیکن بہتر ہوگا کہ ہم آپس میں کوئی سمجھوتا کرلیں۔" میجر کے لب ولہجے میں اب پہلی جیسی رعونت نہیں تھی، بازی کا رخ پلٹتے ہی اس نے اپنی گفتگو کا انداز بھی بدل دیا تھا۔

"دیر مت کرو میجر۔" میں نے محض رسمی طور پر دستی گھڑی پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "ہم اگر پینتالیس منٹ کے اندر اندر ایک مخصوص جگہ پر واپس نہ پہنچے تو پھر مارگریٹ کی زندگی ہمارے اختیار سے باہر ہوگی۔ سمجھوتے والی بات بعد میں فون پر بھی طے کی جاسکتی ہے لیکن شرائط پیش کرنے کا حق ہمارے اختیار میں ہوگا۔"

"مجھے مارگریٹ کی واپسی کے عوض تمہاری ہر شرط منظور ہے۔" میجر نے جواب دیا پھر ندیم اور وہ ایک ساتھ ہی باہر نکلے تھے۔ میں ان دونوں کے پیچھے تھا۔ اپنا آٹومیٹک اٹھا کر میں نے ہولسٹر میں واپس رکھ لیا تھا۔ میجر کا امریکن کولٹ میری جیب میں تھا جس کے ٹریگر پر میری انگلی جمی ہوئی تھی تاکہ میں اسے فوری طور پر استعمال کرسکوں لیکن اس کی ضرورت نہیں پیش آئی۔ ہماری گاڑی بیریر (BARRIER) سے دس پندرہ گز کے فاصلے پر پارک تھی۔ میجر ہمارے ساتھ دوستانہ انداز میں باتیں کرتا ہوا گاڑی تک آگیا۔ میری عقابی نگاہیں اس کے وجود کے ہر حصے کا جائزہ لے رہی تھیں۔ ہاتھ کے کسی مخصوص اشارے سے وہ اپنے رائفل برداروں کو خطرے کا سگنل بھی دے سکتا تھا لیکن اس نے وقت کے تقاضے کے پیش نظر کسی قسم کی کوئی حماقت مول لینے کی کوشش نہیں کی شاید اسے یقین ہوگیا تھا کہ ہم نے اسے جو دھمکی دی تھی اسے پورا کرنے میں بھی دریغ سے کام نہیں لیں گے۔ اسٹیئرنگ پر ندیم کے بیٹھنے کے بعد میں نے میجر نصیر سے کہا۔

"ہمارے درمیان دوستانے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ پروفیسر سے ہماری ملاقات کا ذکر کسی اور سے نہ کیا جائے ورنہ ہمیں جوابی کارروائی کی خاطر مارگریٹ کے گندے خون سے ہاتھ رنگنے پڑیں گے۔"

"میں ایسا نہیں کروں گا لیکن ہمارے درمیان ملاقات کی کیا شکل ہوگی؟"

"اس کی فکر مت کرو، ہم پہلی فرصت میں تمہیں اپنی تمام شرائط سے آگاہ کردیں گے۔"

"میں ایک درخواست کروں گا؟" میجر نے سنجیدگی سے کہا۔ "جب تک ہمارے درمیان مذاکرات جاری رہیں گے تم مارگریٹ کو کسی قسم کا ذہنی یا جسمانی نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔"

"معلوم ہے مجھے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "اس کی حیثیت تمہارے لیے سونے کی چڑیا اور الہ دین کے چراغ سے کم نہیں ہے۔"

"اور اب وہ سب کے لیے فائدہ مند ثابت ہوسکتی ہے۔" اس نے مجھے ناچ دیا۔

"میجر۔" میں نے گاڑی کا دروازہ کھولنے کے بعد اسے کریدنے کی خاطر سوال کیا۔ "بھوشن سے تمہاری آخری ملاقات کب ہوئی تھی؟"

"میں براہ راست اس سے ابھی تک نہیں ملا۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"اس کی ضرورت نہیں پیش آئی۔" میجر نے جواب دیا۔ "ہمارے درمیان رابطہ کا ذریعہ مارگریٹ ہی کی ذات تھی۔"

"تمہارے اور مارگریٹ کے تعلقات کس طرح پیدا ہوئے تھے؟" میں نے معنی خیز انداز میں پوچھا۔ "میں نے سنا ہے کہ وہ ابھی تک سر سے پاؤں تک مغربی تہذیب میں لتھڑی ہوئی ہے اور تم یقیناً جسمانی طور پر جنس مخالف کے لیے اپنے اندر میگنیٹک کشش رکھتے ہو۔"

جواب میں میجر نصیر نے صرف مسکرانے پر اکتفا کی۔ اس کی خاموشی اس بات کی دلیل تھی کہ مارگریٹ نے اس کے ساتھ تمام حدود پھلانگنے کے بعد ہی اسے قابو کیا ہوگا۔

"فکر مت کرو مائی ڈیئر۔" میں نے اسے نفسیاتی طور پر اپنے دباؤ میں رکھنے کی خاطر دروغ گوئی سے کام لیا۔ "مارگریٹ نے تمہارا نام نہیں لیا تھا لیکن اتنا اشارہ ضرور دیا تھا کہ پروفیسر تک پہنچنے کی خاطر ہمیں متعدد رکاوٹوں سے گزرنا ہوگا۔"

"میں اس سلسلے میں بھلا کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"او کے میجر۔" میں نے گاڑی میں بیٹھتے ہی امریکن کولٹ جیب سے نکال کر اپنی گود میں رکھتے ہوئے سنجیدگی سے

کہا۔ "اب تم اشارہ دے کر ہمارے راستے کی رکاوٹ کو درمیان سے ہٹواؤ۔ ایک بار پھر ذہن نشین کرلو کہ اگر تم نے کوئی غلطی کی تو اس کی سزا سب سے پہلے تمہیں اور اس کے بعد مارگریٹ کو ملے گی۔"

جواب میں میجر نے ہمیں بے بسی سے دیکھا پھر اس نے ہاتھ کا اشارہ دیا تو اوت کی وہ مضبوط اور رنگین راڈ اوپر اٹھالی گئی جس نے راستہ روک رکھا تھا۔ ہم نے میجر کو ہاتھ کے اشارے سے وش کیا پھر ندیم نے خاصی برق رفتاری سے رکاوٹ کو عبور کرلیا۔ اس کی نظریں بار بار عقبی شیشے کی جانب اٹھ رہی تھیں۔ میں نے دل میں خدا کا شکر ادا کیا ورنہ جس جال میں پھنس گئے تھے اس سے بچ نکلنے کی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ میری جنوں خیزی قدرت کے کرم سے ہمارے کام آگئی تھی ورنہ میجر ہمیں معاف کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

"ہوسکتا ہے کہ ہمیں آگے بھی کسی خطرے سے دوچار ہونا پڑے۔" ندیم نے کہا۔

"کیا مطلب؟" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"اس بات کے امکان کو رد نہیں کیا جاسکتا کہ میجر نے اپنے چند آدمیوں کو چیک پوسٹ سے دور بھی تعینات کر رکھا ہو اور اب تک کسی برقی آلے کے ذریعہ ان کو ساری پوزیشن سے آگاہ کردیا ہو۔ ایسی صورت میں وہ ہمیں روکنے کی کوشش ضرور کریں گے۔"

میں کوئی جواب دینا چاہتا تھا لیکن عقب سے سنائی دینے والا دھماکا اس قدر خوفناک اور لرزہ خیز تھا کہ ہماری گاڑی بھی ایک ثانئے کو سڑک پر لہراگئی تھی۔ ندیم نے گاڑی سڑک کے کنارے روک دی پھر ہم نے باہر نکل کر دیکھا تو میجر نصیر کی چیک پوسٹ کا کوئی نام و نشان بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ گرد و غبار اور بھڑکتے ہوئے خطرناک شعلوں نے ایک خاص علاقے کو پوری طرح اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا جہاں کسی کے زندہ بچ جانے کی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی۔

"اس کا مطلب ہے کہ دشمنوں کو ہمارے بارے میں اطلاع مل چکی ہے۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "ہوسکتا ہے کہ انھوں نے ہمارے اور میجر نصیر کے درمیان ہونے والی گفتگو بھی سن لی ہو اور میجر نصیر کی زبان کھولنے کی سزا اسے اس قدر بھیانک انداز میں دی گئی ہو۔"

"لیکن وہ چاہتے تو ہمیں بھی میجر کے ساتھ ہی فنا کرسکتے تھے۔"

"ہاں۔" ندیم نے جواب دیا۔ "لیکن انھوں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا شاید اس لیے کہ مارگریٹ ابھی ہمارے قبضے میں ہے اور وہ ان تمام باتوں میں ایسی کلیدی حیثیت رکھتی ہے جس کے بغیر بھوشن یا اس کے کارندے پروفیسر کو آسانی سے اپنے جال میں نہیں پھانس سکتے۔"

"تمہارا اندازہ درست ہے۔ اب ہمیں پہلے کے مقابلے میں زیادہ محتاط رہنا ہوگا۔"

"اس سے پیشتر ہمیں یہاں سے جتنی جلدی ممکن ہو دور نکل جانا چاہیے۔ ہوسکتا ہے کہ پولیس کو بھی اس حادثے کی اطلاع مل چکی ہو۔" ندیم نے دوبارہ اسٹیئرنگ سنبھالتے ہوئے کہا۔ راستے میں ہمارے درمیان اسی ہولناک دھماکے کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی۔ مارگریٹ کی اہمیت اب زیادہ بڑھ گئی تھی۔ تقریباً پندرہ منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد ہم شہر کے ہنگاموں میں داخل ہوچکے تھے۔ ندیم کسی گہری سوچ میں غرق تھا اور میرا ذہن کالکا کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ وہ اس بات کا اقرار کرچکی تھی کہ فی الحال وہ بھوشن کا کچھ نہیں بگاڑنا چاہتی۔ اسی نے مجھ سے کہا تھا کہ میں بھوشن سے دور رہوں۔ بانو کی پولیس تحویل میں ہونے والی پراسرار موت کو پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق ایک مخصوص زہر قرار دیا گیا تھا۔ میں کالکا کو شنکری کی برکت کے وقت بھی ایک ناگن کے روپ میں دیکھ چکا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ چیک پوسٹ پر ہونے والا دھماکا بھی کالکا کی خباثت کا نتیجہ ہو لیکن اس امکان کی روشنی کے عقب میں اندھیرے کی کچھ گتھیاں بھی قابل غور تھیں۔

اگر کالکا مافوقی قوت کی مالک تھی تو پھر وہ پروفیسر ابرار کے ذہن پر قبضہ کرکے فارمولے کے سلسلے میں اس کی زبان بھی کھلواسکتی تھی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ جس وقت ندیم کے آدمیوں نے مارگریٹ کو اغوا کیا تھا وہ اس وقت بھی مارگریٹ کا تحفظ کرسکتی تھی مگر اس نے ایسا بھی نہیں کیا۔ آخر کیوں؟ وہ مجھے بھوشن سے دور رہنے کو کیوں مجبور کررہی تھی؟ اس کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آسکی تھی۔ بہرحال حالات کی روشنی میں بھی سوچا جاسکتا تھا کہ یا تو وہ ہمارے لیے خطرناک سازش کا کوئی حسین جال بن رہی تھی یا پھر دیوی دیوتاؤں نے اسے بھوشن کی مدد کرنے کے لیے پابند کردیا تھا۔ میں ان ہی خیالات میں گم تھا جب لیڈی مکلارنس کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"میں تمہیں ایک نئی زندگی کی مبارکباد دیتی ہوں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے دل ہی دل میں سوال کیا۔

"تمہاری کالکا رانی اس وقت کانٹوں کے بستر پر لوٹ رہی ہوگی۔" لیڈی مکلارنس نے جواب دیا۔ "اگر میں نے بروقت تمہاری مدد نہ کی ہوتی تو کالکا میجر نصیر کے ہاتھوں تم دونوں کو ختم کرادیتی اس کے بعد اسے مارگریٹ کو تلاش کرنے میں کوئی دشواری پیش نہ آتی۔"

"کیا کالکا اپنی مافوقی قوتوں کے ذریعے پروفیسر کی زبان نہیں کھلواسکتی؟"

"وہ تین بار اس کی کوشش کرچکی ہے لیکن میں نے

اسے کامیاب نہیں ہونے دیا۔ ہرچند کہ پروفیسر ابرار کی ایجاد جس پر وہ شب و روز محنت کررہا ہے مغربی ممالک کے لیے بھی خطرناک ثابت ہو مگر میں کالکا کو اس کے مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دوں گی۔ جانتے ہو اس کی وجہ کیا ہے؟"

"کیا؟"

"اس نے مجھے اور میری قوت کو للکارنے کی حماقت کی ہے۔"

"مارگریٹ کے بارے میں تم کیا پیش گوئی کروگی؟"

"میں قبل از وقت کھل کر کوئی بات نہیں کرسکتی لیکن اتنا ضرور جانتی ہوں کہ اس کا انجام عبرتناک ہوگا۔"

"بھوشن کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"فی الحال میں بھی تمہیں اس سے دور رہنے کا مشورہ دوں گی لیکن اس کے ستارے بہت جلد گردش میں آنے والے ہیں۔"

"کیا کالکا ہی نے اس چیک پوسٹ پر دھماکا کراکے میجر نصیر اور اس کے ساتھیوں کو ہمیشہ کے لیے خاموش کردیا ہے۔"

"اس کا جواب تمہیں جلد ہی مل جائے گا۔"

"میرے بارے میں اب تم کیا کہوگی؟"

"اس خیال کو دل سے نکال دو میرے بچے کہ میں اور کالکا ایک ہی تصویر کے دو رخ ہیں۔"

"میں تمہارے خیال کی تردید نہیں کروں گا۔" میں نے صاف گوئی سے جواب دیا۔ "کبھی کبھی حالات مجھے ایسا سوچنے پر مجبور کردیتے ہیں۔"

"میں سمجھ رہی ہوں لیکن جب تک انسان کے اندر یقین اور اعتماد نہ ہو اس کے بھٹک جانے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔"

"انسان کو اپنی فطرت بدلنے میں کچھ وقت ضرور لگتا ہے۔"

"تمہارے اندر بھی اچانک ایک نمایاں تبدیلی آنے والی ہے۔" لیڈی مکلارنس نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"وہ کیا؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"اب تک وہ قوت جس کا راز ابھی تک نہ مجھے مل سکا اور نہ کالکا اس میں کامیابی حاصل کرسکی ہے، ہوسکتا ہے تم سے واپس چھین لی جائے۔"

لیڈی مکلارنس کا جواب سن کر میں ایک لمحے کو گھبراگیا، میں نے جلدی سے صندلی انگوٹھی کی سمت دیکھا جو بدستور میرے ہاتھوں میں موجود تھی۔ پھر لیڈی مکلارنس کا اشارہ کس سمت تھا؟ کیا وہ خدا کے اس برگزیدہ بندے کی بات کررہی تھی جو مجھ سے ناراض ہوچکا تھا، مجھے یاد آیا، جب اس کمبل پوش بزرگ نے اشاروں اشاروں میں میری ماں کی موت کی اطلاع دی تھی اس وقت اپنی صندلی انگوٹھی واپس کرنے کو بھی کہا تھا پھر شاید اس کو میری حالت پر رحم آگیا تھا۔ لیڈی مکلارنس کی بات سن کر میرے دل کی دھڑکن تیز ہوگئی تھی۔

"میں تمہارے چہرے کے تاثرات کو پڑھ رہی ہوں میرے عزیز، گھبراؤ مت، میں اس بات کو ابھی یقین سے نہیں کہہ سکتی مگر میرا خیال کہ کوئی نہ کوئی پراسرار قوت تمہاری مدد کرتی رہے گی۔ ہوسکتا ہے وہ تمہاری زندگی کے دھارے کو بھی بدل دے۔"

"مس میلیا کے بارے میں کیا خیال ہے۔ کیا وہ رکی یا بھوشن کے خلاف ہماری مدد کرسکتی ہے۔"

"مجھے افسوس ہے کہ کچھ مجبوریاں ایسی ہیں جنھیں قبل از وقت بیان کرنے سے قاصر ہوں لیکن تم پریشان مت ہو، اب میں تمہارے تحفظ کا پورا پورا خیال رکھوں گی۔"

"کیا کالکا ہمارے خلاف کوئی سازش کررہی ہے؟"

"ہاں۔" لیڈی مکلارنس نے مختصراً جواب دیا پھر بولی۔ "میں اب جارہی ہوں، ایک ضروری کام درپیش ہے۔"

پھر میں نے اسے دل ہی دل میں کئی بار پکارا لیکن اس کی جانب سے کوئی جواب نہیں ملا۔

"کیا بات ہے؟" ندیم نے میری خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا سوچ رہے ہو؟"

"اپنی اس جنونی حرکت پر غور کررہا ہوں۔" میں نے جلدی سے بات بناتے ہوئے کہا۔ "اگر پیپرویٹ اٹھانے میں مجھے پلک جھپکنے کی دیر بھی ہوجاتی تو شاید اس وقت ہم دونوں دوسری دنیا کے سفر پر روانہ ہوچکے ہوتے۔"

"تم اس کو مشیت ایزدی بھی کہہ سکتے ہو؟"

ہم گفتگو کرتے ہوئے گھر پہنچے تو عارفہ نے بتایا کہ کسی شخص کا فون تین چار بار میرے لیے آچکا ہے۔

"کیا فون تم نے ریسیو کیا تھا؟" میں نے بے چینی سے پوچھا۔

"نہیں۔" وہ میرا مقصد بھانپ کر بولی۔ "کال نسیم نے ریسیو کی تھی۔"

"فون کرنے والے نے اپنا کوئی نام یا نمبر بھی بتادیا تھا؟"

"نہیں۔" اس بار نسیم نے کمرے میں داخل ہوتے جواب دیا۔ "ہوسکتا ہے کہ میرا اندازہ غلط ہو لیکن اس کی گفتگو سے اندازہ ہورہا تھا کہ اسے آپ سے کوئی اہم بات کرنی ہے۔"

"سراج تو نہیں تھا؟" ندیم نے دریافت کیا۔

"نہیں۔" نسیم نے پورے وثوق سے جواب دیا۔ "کال کرنے والے کی آواز میرے لیے نئی ثابت ہوئی تھی۔"

ہم ابھی ان کالوں کے بارے میں قیاس آرائیاں کررہے تھے کہ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے لپک کر ریسیور اٹھالیا۔

"خدا کا شکر ہے کہ تم خیریت سے گھر پہنچ گئے۔ مجھے دونوں کی فکر لاحق تھی۔"

"کیا میں آپ کا نام دریافت کرسکتا ہوں؟" میں نے دبی زبان میں دریافت کیا۔ "دوسری جانب سے بولنے والے کی آواز میرے لیے کچھ نئی نئی سی لگ رہی تھی۔

"پروفیسر ابرار۔"

"اوہ۔" میں چونکا۔ "آپ کو ہمارے گھر کا نمبر کس طرح معلوم ہوا۔"

"انکوائری سے۔ یہ کوئی مشکل مرحلہ نہیں تھا جسے حل نہ کیا جاسکتا۔" پروفیسر نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں یہ جان کر خود کو بہت ہلکا محسوس کررہا ہوں کہ تم دونوں راستے میں کسی غیر متوقع حادثے کا شکار نہیں ہوئے۔"

"کیا آپ کو شبہ تھا کہ ہمیں راستے میں شکار کرنے کی کوشش ہوگی؟"

"تم اس دھماکے کو کیوں فراموش کررہے ہو جو چیک پوسٹ نمبرون پر تمہارے نکل جانے کے بعد ہوا تھا۔"

"تو کیا وہ۔" میں نے نسیم اور عارفہ کی موجودگی میں جملہ نہیں ادا کیا۔

"میں اپنے گردوپیش سے کبھی بے خبر نہیں ہوتا۔ میں نے وہ گفتگو بھی سن لی تھی جو تمہارے اور مرحوم میجر نصیر کے درمیان ہوئی تھی۔" پروفیسر نے جواب دیا۔ "تمہاری آمد میرے لیے ایک نیک شگون ثابت ہوئی ہے ورنہ مجھے میجر نصیر کی شخصیت پر غدار ہونے کا کبھی وہم وگمان بھی نہیں ہوا تھا۔ میں نے اپنے عملے کے تمام افراد کا انتخاب بہت غوروخوض کے بعد کیا تھا لیکن مارگریٹ۔ مجھے توقع نہیں تھی کہ وہ اپنی سطح سے اس قدر نیچے بھی گر سکتی ہے' بہرحال تم لوگ دھماکے کی اصلیت کو صرف اپنی ذات تک محدود رکھو گے۔"

"آپ ہم پر اعتماد کرسکتے ہیں۔"

"ہاں۔ میرا خیال ہے کہ تم دونوں محب وطن ہو۔ اس لیے احتیاطاً یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے اپنی لیب سے لے کر آخری چیک پوسٹ تک ایسا خفیہ سائنسی نظام قائم کررکھا ہے کہ نہ صرف میں ان کے درمیان ہونے والی گفتگو سے باخبر رہتا ہوں بلکہ اگر چاہوں تو ان کی نقل وحرکت بھی دیکھ سکتا ہوں۔ عام طور پر آنے جانے والے افراد اور چیک پوسٹ کے عملے کی گفتگو ریکارڈ ہوتی ہے جسے میں صرف فرصت کے وقت سن لیتا ہوں مگر تمہارے سلسلے میں مجھے شبہ تھا کہ کہیں تم لوگ بھی ان ممالک کے مقامی ایجنٹ تو نہیں جو میرا فارمولا چرانے کے لیے سردھڑ کی بازی لگا رہے ہیں۔ اسی ایک شک کی بنیاد پر میں نے تم دونوں کی نقل وحرکت کو آخری چیک پوسٹ تک نظر میں رکھا تھا پھر تمہاری اور غدار ملت میجر نصیر کی گفتگو

سننے کے بعد یہ ضروری ہوگیا تھا کہ اس کو عدم آباد روانہ کردیا جائے۔ مجھے اس کے عملے کی موت پر یقیناً افسوس ہے لیکن انسان کو اپنی بقا اور ملک وقوم کی خاطر اس قسم کی قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ ایک بات اور ذہن نشین کرلو۔ میں نے چیک پوسٹ کی ہولناک تباہی کی اطلاع وزیر داخلہ اور آئی جی پولیس کو بھی کردی ہے' ہوسکتا ہے کہ ان کی تفتیش کا دائرہ وسیع ہوکر تمہیں بھی مشتبہ افراد کی فہرست میں شامل کرلے لیکن تم اپنی اور ہماری ملاقات کے سلسلے میں اپنی زبان قطعی طور پر بند رکھنا' میں تمہیں ضمانت دیتا ہوں کہ تمہارے خلاف کوئی تادیبی کارروائی نہیں ہونے دوں گا۔"

"شکریہ پروفیسر۔"

"مارگریٹ کا خیال رکھنا' اسے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔" اس بار پروفیسر کے لہجے میں پیار بھری تلخی تھی۔

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر لیکن۔۔۔"

"میں سمجھ رہا ہوں کہ تم کیا کہنا چاہ رہے ہو۔" پروفیسر نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔ "آستین میں سانپ پالنا عقل مندی کے منافی ہے اور اسے دودھ فراہم کرنا حماقت کی انتہا ہے مگر ان تمام باتوں کے باوجود مجھے اس سے پیار ہے۔ ویسے تم اس کی زبان کھلوانے کی خاطر تشدد کے علاوہ تمام حربے استعمال کرسکتے ہو' مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔"

"کیا آپ ہماری گفتگو سننا پسند کریں گے؟"

"نہیں۔" پروفیسر نے ایک لمبی سانس لیتے ہوئے کہا۔ "پہلے مارگریٹ کے سلسلے میں مجھے تمہارے بیان کی صداقت پر یقین نہیں آیا تھا لیکن میجر نصیر اور تم دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو کے بعد اب مجھے مزید کسی ثبوت کی ضرورت باقی نہیں رہی۔"

"کیا ہم کسی ضرورت کے وقت آپ سے رابطہ کرسکتے ہیں؟"

"میں تمہیں منع نہیں کروں گا مگر میری درخواست پر تم مارگریٹ کا۔۔۔" پروفیسر کی آواز بھرا گئی پھر اس نے سلسلہ بھی منقطع کردیا۔ مجھے اس کے بڑھاپے کے عشق اور اس کی شدت کی حد تک اندازہ ہوگیا تھا۔

"کس کا فون تھا؟" نسیم نے گہری سنجیدگی سے دریافت کیا۔ عارفہ کی بے چین نگاہیں بھی میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔

"ایک پرانے کلائنٹ کا۔" میں نے بات بنائی۔ "وہ جھکی قسم کا پروفیسر ہے۔ آج کل ہماری کنسٹرکشن کمپنی کے ذریعہ ایک شاندار بنگلہ اپنی مرضی کے مطابق بنوانا چاہتا ہے۔"

"اس میں خطرے والی کیا بات ہے؟" عارفہ نے مجھے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ پارٹیاں اور بھی اس بنگلے کی کنسٹرکشن میں دلچسپی لے رہی ہیں۔ خاص طور پر ایک پارٹی نے تو اسے اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا ہے۔"

"اگر وہ پروفیسر آپ کے ذریعے کام کرانا چاہتا ہے تو کیا اسے آپ کا فون نمبر بھی نہیں معلوم۔" نسیم نے جرح کی۔

"میں نے کہا نا کہ وہ جھکی پروفیسر ہے اس لیے وہ میرا کارڈ کہیں رکھ کر بھول گیا ہوگا۔" میں نے سادگی سے جواب دیا۔ "ویسے انکوائری سے میرے گھر کا نمبر معلوم کرنا بے حد آسان ہے۔ پروفیسر نے بھی یہی طریقہ کار اختیار کیا۔۔۔"

"اور یہ ہماری گفتگو سننے سے آپ کی کیا مراد ہے؟" نسیم نے مجھے ٹٹولنے کی مزید کوشش کی۔

"خدا کے لیے اب کاروباری معاملات میں اپنی ٹانگ اڑانے سے پرہیز کرو ورنہ میں تو تم لوگوں کو جواب دیتے ہی دیتے خرچ ہوجاؤں گا۔"

"بہرحال میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ آپ کوئی نہ کوئی بات ہم سے چھپانے کی کوشش کررہے ہیں۔" عارفہ نے جواب دیا۔

"کیا تم اس پروفیسر سے ملنا پسند کروگی؟" ندیم نے مجھے سہارا دیتے ہوئے عارفہ سے پوچھا۔ "لیکن ایک بات قبل ازوقت بتادوں۔ وہ صرف جھکی ہی نہیں بلکہ انتہائی بودم اور کوڑھ مغز بھی واقع ہوا ہے۔ دوسرے کا وقت برباد کرنا اور بال کی کھال نکالنا اس کی ہوبی ہے۔"

"آپ کہتے ہیں تو مانے لیتی ہوں۔" نسیم نے مجھے مخاطب کرکے ندیم کی جانب محبت بھری نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "ورنہ ان کی اکثر باتیں قابل اعتماد نہیں ہوتیں۔"

"کب کی بات کررہی ہو' شادی کے بعد کی یا اس سے پہلے کی۔" ندیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "عارفہ اور شہباز کی موجودگی میں میری زبان بند ہی رہنے دو ورنہ کچھ شکایتیں مجھے بھی تم سے ہیں۔"

"وہ کیا؟" نسیم سنجیدہ ہوگئی۔

"بتادوں؟"

"بتادیجیے' میں نے کوئی ایسی ویسی بات کی ہی نہیں تو پھر ڈرنا کیسا۔" نسیم نے بڑے پر اعتماد لہجے میں جواب دیا۔

"چلو چھوڑو اگر میں نے سب کچھ کہہ دیا تو عارفہ کیا سوچے گی۔"

"ندیم بھائی۔" عارفہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "آپ کچھ بھی الٹی سیدھی باتیں کریں میری اور نسیم کی محبت میں کوئی دراڑ کبھی نہ پڑے گی۔"

بہرحال بات اسی ہنسی مذاق میں ٹل گئی۔ عارفہ اور نسیم کام کاج میں مصروف ہوگئیں تو میں نے ندیم کو اپنی اور پروفیسر کے درمیان ہونے والی تمام گفتگو سنادی۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں مارگریٹ کے سلسلے میں اب کوئی نیا طریقہ اختیار کرنا ہوگا۔"

"پروفیسر کے بارے میں کیا سوچا ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"میرا خیال ہے میجر نصیر کے علاوہ ہوسکتا ہے کہ کچھ غدار قسم کے لوگ اور بھی اس کی حفاظتی ٹیم میں شامل ہوں گے۔"

"ہوسکتا ہے۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "ویسے میرا ذاتی نظریہ ہے کہ اس قسم کے حساس معاملات میں زیادہ افراد کو اعتماد میں نہیں لیا جاتا بہرحال ہم مارگریٹ کی زبان کھلوانے کی کوشش کریں گے ہوسکتا ہے میجر نصیر کا انجام سننے کے بعد اس کے گفتگو کا انداز بدل جائے۔"

"میلبا کے بارے میں کیا پروگرام ہے؟"

"وہ تمہاری رہنمائی صرف رکی تک کر سکتی ہے لیکن اب معاملہ بہت آگے بڑھ گیا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ تم راجو یا ماسٹر کی میں سے کسی ایک کو پروفیسر کی خفیہ نگرانی کی ذمے داری سونپ دو۔" میں نے بتہ توقف سے کہا۔ "میجر نصیر کی اطلاع ملنے کے بعد بھوشن اور زیادہ کمینگی کا مظاہرہ بھی کر سکتا ہے۔ ممکن ہے وہ اپنے منصوبے کی ناکامی دیکھ کر براہ راست پروفیسر ابرار کو اپنا ہدف بنانے کی کوشش کر بیٹھے۔"

"میں تم سے متفق نہیں ہوں۔ بھوشن اب تک جتنی کثیر رقم پروفیسر کا فارمولا حاصل کرنے میں خرچ کر چکا وہ اسے خود اپنے ہاتھوں سے ڈوبتی نہیں دیکھ سکتا۔"

ہمارے درمیان خاصی دیر تک پروفیسر، بھوشن اور مارگریٹ کی باتیں ہوتی رہیں پھر ہم اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔

دوسری صبح میں دفتر میں داخل ہوا تو وارثی نے بتایا کہ کوئی ایک شخص مجھے کئی بار فون کر چکا ہے لیکن اس نے اصرار کے باوجود اپنا نام یا فون نمبر بتانے سے گریز کیا تھا۔ میں نے اس پر کوئی زیادہ توجہ نہیں دی ویسے میرا خیال تھا کہ میجر نصیر کے انجام کی خبر مل جانے کے بعد بھوشن نے ایک بار مجھے ٹھکانے لگانے کی خاطر اپنے کسی خاص گرگے کو مقرر کر دیا ہوگا۔ پہلے بھی متعدد بار وہ ایسا کر چکا تھا۔ میرا خیال غلط نہیں ثابت ہوا۔ میرے آفس میں آنے کے کچھ دیر بعد فون کی گھنٹی بجی اور میں جس فائل کا مطالعہ کر رہا تھا اسے بند کر کے میں نے ریسیور اٹھا لیا۔

"شہباز اسپیکنگ۔"

میں اس سے پہلے بھی تمہیں تین چار بار وارثی کے نمبر پر ڈائل کر چکا ہوں۔" دوسری جانب سے ابھرنے والی آواز میرے لیے اجنبی ہی ثابت ہوئی تھی۔

"وارثی نے مجھے اس کی اطلاع دی تھی اگر آپ نے نمبر چھوڑا ہوتا تو میں خود کال بیک کر لیتا۔"

"میرا اصول دوسروں سے مختلف ہے شہباز خان۔" بولنے والے نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں خاص طور پر کوئی واردات کرتے وقت ہمیشہ نئے لباس کو ترجیح دیتا ہوں۔ تم خود محکمہ پولیس میں رہ چکے ہو اس لیے بخوبی جانتے ہو گے کہ اکثر دھوبیوں کی طرف سے جو مخصوص نمبر یا نشان لباس پر ڈالے جاتے ہیں وہ بھی مجرموں کی نشاندہی میں پولیس کے لیے خاصے مفید ثابت ہوتی ہیں۔"

"او۔ تو گویا تم بھی کوئی جرائم پیشہ یا اجرتی قاتل قسم کی چیز ہو۔" میں نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے بے پروائی سے جواب دیا۔

"میرے پاس اپنا ذاتی پستول بھی ہے اور ایک خودکار مشین گن بھی ہے جو لائسنس شدہ ہیں مگر میں کسی کو قتل کرنے کی خاطر غیر لائسنس شدہ اسلحہ استعمال کرنے کا عادی ہوں۔"

"اور اس کے لیے تم دشمنوں پر نفسیاتی دباؤ ڈالنے کی خاطر اسے فون پر مرعوب کرنے کی بھی کوشش کرتے ہو۔"

"زیادہ خوش فہمی اچھی نہیں ہوتی۔" بولنے والے کے لہجے میں حقارت تھی۔ "میں پیدائشی طور پر دہشت گرد یا قاتل نہیں ہوں۔ تمہارے اسی معاشرے اور اس کے گھناؤنے ماحول نے مجھے بھی اپنے رنگ میں رنگ لیا ہے۔"

"اب تم شاید مجھے اپنی مجبوریوں اور بے بسی کی کہانی سناؤ گے؟" میں نے استہزائیہ انداز میں جواب دیا۔

"نہیں۔" اس کا لب ولہجہ یکلخت کرخت ہو گیا۔ "میں زیادہ لمبی چوڑی باتیں کرنے کا عادی نہیں ہوں لیکن میرا ایک اصول اور بھی ہے۔ میں اپنے شکار کو میدان چھوڑ کر بھاگ نکلنے کا ایک موقع ضرور دیتا ہوں۔"

"تم شاید اس میدان کی بات کر رہے ہو جس میں بھوشن جیسے دوغلے اور گھٹیا انسان کے قدموں کے نشان موجود ہیں۔"

"غلط سمجھے، میں نے بھوشن کا نام ضرور سنا ہے لیکن اب تک ہم دونوں کا آپس میں کوئی کاروباری واسطہ نہیں پڑا۔"

"پوچھ سکتا ہوں کہ تمہارا کاروبار کیا ہے؟"

"جرائم اور دہشت گردی بھی کاروبار میں شمار ہوتے ہیں بلکہ اس کاروبار میں دوسرے کے مقابلے میں نفع زیادہ ہے اور آدمی کو زیادہ بھاگ دوڑ بھی نہیں کرنی پڑتی۔ البتہ اس کا اعصاب مضبوط ہونا شرط ہے۔ تمہارے کاروبار کی طرح ہمارے کاروبار میں بھی اتار چڑھاؤ ہوتا ہے، کبھی کسی معمولی کیڑے پر جراثیم کش دوا چھڑکنے پر بھی لاکھ دو لاکھ مل جاتے ہیں اور کبھی سامنے والی پارٹی ہمیں منہ مانگا دام چکانے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ اکثر یہ بھی ہوتا ہے کہ تعلقات اور یارانے کی خاطر بڑا کام کرنے کے باوجود ہمیں سوائے پشت پناہی کے اور کچھ نہیں ملتا۔"

"تمہارا تعلق کس کیٹگری سے ہے؟"

"اس کا اندازہ تمہیں بہت جلد ہو جائے گا۔" اس نے گمبھیر آواز میں کہا۔ "فی الحال میں تم کو حسب معمول ایک چانس دے رہا ہوں اگر اپنی بھلائی چاہتے ہو تو ماہ رخ کے پاس جانے یا اس سے فون پر گفتگو کرنے سے بھی پرہیز کرنا ورنہ خود سمجھ دار ہو۔"

"سمجھا۔" میں نے اسے ٹٹولنے کی خاطر کہا۔ "تم یا بھوشن کے آدمی ہو یا رکی کے سلسلے میں رعایت چاہتے ہو۔"

"میں پہیلیاں بوجھنے یا بجھوانے کا قائل نہیں ہوں ویسے تمہاری اطلاع کے لیے عرض کر دوں کہ میرا بھوشن یا رکی کی ذات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"پھر ایک ہی امکان باقی رہ جاتا ہے۔ تم شاید ماہ رخ کے ناکام عاشقوں میں سے کوئی ہو۔"

"ماہ رخ اگر تمہیں فون کرے تو تم فون پر کوئی بات چیت نہیں کرو گے۔" اس نے میری بات کو نظر انداز کرتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔ "قطعی طور پر اس سے گفت وشنید بھی ختم کر دو۔ اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔"

"اور کوئی خاص بات؟" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔

"فی الحال صرف اتنا ذہن نشین کر لو کہ میں تمہیں دوسرا چانس نہیں دوں گا۔ دیٹ از آل۔" اس نے جملہ مکمل کرتے ہی فون بند کر دیا۔

میں نے مسکرا کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا لیکن ایک منٹ بعد ہی فون کی گھنٹی دوبارہ بجی اس بار ندیم کی کال تھی۔

"میں تمہاری گفتگو سن چکا ہوں، پریشان مت ہونا، میں نے تمہاری حفاظت کا معقول انتظام کر دیا ہے، ویسے اکیلا کریم بھی کافی نمک حلال قسم کا بندہ ہے۔ اس کی موجودگی میں کوئی دشمن تمہارے قریب نہیں آسکے گا۔"

"فون کرنے والے کے سلسلے میں تم نے کیا نتیجہ اخذ کیا ہے؟"

"فی الحال میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"رکی یا بھوشن کا کوئی کارندہ لگتا ہے۔" میں نے کہا۔ "ماہ رخ کا کوئی دل جلا اور ناکام عاشق بھی ہو سکتا ہے۔"

"نہیں۔" ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ماہ رخ کا ٹائپ کیا ہے تم بھی اس کا اندازہ لگا چکے ہو۔ اس کے عاشقوں کی فہرست خاصی طویل ہے۔ تم سے فون پر گفتگو کرنے والا ایک وقت میں بھلا کتنے چاہنے والوں کا راستہ روک سکتا ہے۔"

"پھر۔ تمہارا شبہ کس طرف جاتا ہے؟"

"میں گھپ اندھیرے میں بلاوجہ ہاتھ پیر چلا کر انرجی ضائع نہیں کرتا، بہرحال اب تمہیں پہلے سے زیادہ محتاط رہنا ہوگا۔"

"تم جس کہانی کا ایک کردار ہو میں اس کا ہیرو ہوں اس لیے میں ولن قسم کے کرداروں سے نپٹنا جانتا ہوں۔"

"سراج کا کوئی فون آیا؟ میرا مطلب ہے کہ چیک پوسٹ پر ہونے والے دھماکے کی کیا رپورٹ ہے؟"

"ابھی تک اس کی اطلاع نہیں ملی۔ میں نے جان بوجھ کر اسے کریدنے کی کوشش بھی نہیں کی۔"

"اچھا کیا۔ ورنہ تمہاری دلچسپی اس کے شک کا سبب بھی بن سکتی ہے۔"

"کیا تم نے مارگریٹ سے کچھ معلوم کرنے کی کوشش کی۔"

"دفتر سے اٹھ کر میری طرف آجانا، مارگریٹ سے ہماری مشترکہ ملاقات زیادہ بہتر ثابت ہوگی۔"

"اوکے۔" میں نے جواب دیا پھر فون بند کر کے دفتری کاموں میں الجھ گیا لیکن اس سے پیشتر میں نے سیکورٹی گارڈز کے انچارج کو بلا کر سختی سے تاکید کی تھی کہ وہ کسی اجنبی کو میرے ذاتی کمرے تک آنے کی اجازت نہ دیں۔ ندیم کی طرح میں نے بھی اس نادیدہ شخصیت کے بارے میں ذہنی جمناسٹک کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

شام کو دفتر سے اٹھنے کے بعد میں سیدھا ندیم کی طرف گیا جہاں راجو پہلے سے موجود تھا۔ میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا تو ندیم نے راجو سے کہا۔ "کیا تمہیں یقین ہے کہ میلبا، رکی کے ٹھکانے سے واقف ہے؟"

"میرے آدمی دو روز سے متواتر اس کے سائے کی طرح پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ اس کی تمام کالیں بھی چیک کی جا رہی ہیں لیکن ابھی تک میلبا نے اپنے فون سے رکی نامی کسی شخص سے بات نہیں کی۔"

"ہو سکتا ہے اس نے رکی کو کسی کوڈ ورڈ سے کال کیا ہو۔" میں نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے اظہار خیال کیا۔

"جی نہیں۔ اس نے سرے سے کسی مرد سے بات ہی نہیں کی۔"

"بہرحال مجھے رکی زندہ درکار ہے۔" ندیم نے کہا۔ "تم چاہو تو اس کام کے لیے دو چار آدمی اور لگا دو۔"

"مطمئن رہیں سر اگر رکی اسی شہر میں کہیں چھپا بیٹھا ہے تو میرے ساتھی بہت جلد اس کا سراغ لگا لیں گے۔"

"پروفیسر کے سلسلے میں میں نے ماسٹر کی کو ضروری ہدایت دے دی ہیں لیکن میں چاہتا ہوں تم بھی پروفیسر کی نگرانی کا خاص خیال رکھو۔"

"ٹھیک ہے۔" راجو جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔

"میری حفاظتی ٹیم میں کتنے افراد شامل ہیں؟" میں نے راجو سے سوال کیا۔

"اس کا علم باس کو زیادہ بہتر ہوگا۔" اس نے مسکرا کر ندیم کی سمت اشارہ کیا پھر خاموشی سے باہر چلا گیا۔

"کوئی نئی اطلاع؟" ندیم نے پوچھا۔

"نہیں۔" میں نے کہا۔ "تمہارے فون کے بعد مجھے زیادہ تر کاروباری فون ہی موصول ہوئے تھے۔"

"میں نے ماہ رخ کو ابھی کچھ دیر پیشتر فون کیا تھا۔" ندیم مسکرایا۔ "اس نے بڑی بے باکی سے اقرار کیا ہے کہ اس کی زندگی میں جتنے افراد آچکے ہیں وہ ان میں سے اب پانچ فیصد کے نام بھی نہیں جانتی، ویسے اس کا خیال ہے کہ ابھی تک اس کے علم میں کوئی ایسا جنونی عاشق نہیں ہے جو اس کے دربار عام میں

آنے جانے والے کو موت کی دھمکی دے کر روکنے کی کوشش کرے۔"

"آج کل اس کی فہرست پر پہلا نمبر کس کا ہے؟" میں نے زہر بھرے لہجے میں سوال کیا۔

"پرمانینٹ آدمیوں میں سے فی الحال میں صرف دو سے واقف ہوں۔" ندیم معنی خیز انداز میں بولا۔ "ایک تم اور دوسرا میں۔"

"گویا یہ ہم دونوں کے لیے بڑے فخر و اعزاز کی بات ہے۔"

ندیم نے کوئی جواب نہیں دیا پھر ہم دونوں خفیہ راستے سے اس زمین دوز کمرے تک پہنچ گئے جہاں مارگریٹ قید تنہائی میں مبتلا تھی۔ اس کی کیفیت کچھ ایسی ہی تھی جیسے کوئی ہرا بھرا درخت پت جھڑ کی زد میں آگیا ہو اس نے اپنے رکھ رکھاؤ اور لباس کے سلسلے میں خاص خیال رکھا تھا لیکن اس کے چہرے کے تاثرات اور آنکھوں کی بے چینی اس بات کی ترجمانی کر رہی تھی کہ وہ اندر سے بری طرح ٹوٹ چکی ہے۔ ہم جس وقت کمرے میں داخل ہوئے وہ برش لیے آئینے کے سامنے کھڑی اپنے بال سنوارنے میں مصروف تھی۔ ہمیں دیکھ کر اس نے غصے سے برش ایک جانب اچھال دیا۔

"مجھے یہاں اور کتنے دنوں تک رکھا جائے گا۔" اس نے ندیم کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"حالات پر منحصر ہے۔" ندیم نے بے پرواہی سے شانے اچکائے۔

"شاید تمہیں اپنے انجام کی فکر نہیں۔" وہ بھوکی شیرنی کی طرح بولی۔ "میری رہائی کے بعد تم دونوں پر کیا گزرے گی تمہیں ابھی اس کا اندازہ نہیں ہے۔"

"جانتا ہوں۔ جس کہانی کا آغاز اچھا نہ ہو اس کا انجام بھی برا ہی ثابت ہوتا ہے۔"

"اب تم مجھ سے کیا معلوم کرنے آئے ہو؟" اس نے حقارت سے پوچھا۔

"فی الحال ہم تمہیں ایک خوشخبری سنانے آئے ہیں۔" ندیم نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "تم نے اور بھوشن نے مل کر جو بساط بچھائی تھی اس کا ایک اہم مہرہ پٹ چکا ہے' دوسرے بھی ہماری نظروں میں آتے جا رہے ہیں۔"

"تم کس کی بات کر رہے ہو۔" وہ بری طرح جھلا گئی۔ "کھل کر بکواس کیوں نہیں کرتے۔"

"ہمارا تعلق چونکہ مشرق سے ہے اس لیے ہم تمہاری طرح کھل کر کوئی کام نہیں کرتے۔" ندیم نے ایک آنکھ قدرے جھپکا کر کہا۔ "ویسے تم غصے میں کچھ زیادہ ہی حسین نظر آنے لگتی ہو۔"

"ایک بات بتاؤں تمہیں؟" وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے بولی۔

"جس زمانے میں' میں ماڈلنگ کرتی تھی اس زمانے میں' میں نے دو کتے پال رکھے تھے۔ وہ بھی کبھی کبھی بالکل تمہاری ہی طرح بھونکنے لگتے تھے۔"

"تم ایک تیسرے کتے کو بھول رہی ہو۔" میں چپ نہ رہ سکا۔ "میجر نصیر۔"

وہ میجر نصیر کے حوالے پر بری طرح چونک اٹھی۔

"اس کے بارے میں اب تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔"

"تم میجر سے کس طرح ٹکرا گئے؟"

"اپنے رقیبوں کو برداشت کرنا میرے اصول کے خلاف ہے' اتفاق ہی سمجھو جو میجر ہماری نگاہوں میں آگیا۔"

"تمہاری اس کی ملاقات کہاں ہوئی تھی؟"

"یہیں' اس کلب میں۔" ندیم نے بڑی خوبصورتی سے جھوٹ بولتے ہوئے کہا۔ "شاید وہ تمہاری ہی خوشبو سونگھتا ہوا یہاں تک آگیا تھا۔ کسی سدھائے ہوئے سراغرساں کتے کی طرح۔"

"تمہارے درمیان کیا باتیں ہوئی تھیں؟" مارگریٹ نے سنجیدگی سے پوچھا۔ اس کے چہرے پر نظر آنے والا تناؤ یکلخت ہی ڈھیلا پڑ گیا تھا۔

"اس نے مجھے مشورہ دیا تھا کہ میں تمہارے اور اس کے درمیان سے ہٹ جاؤں۔ مجھے یہ بات قابل قبول نہیں تھی۔ بات بڑھتی گئی اور وہ بیچارہ دنیا سے ٹکٹ کٹا گیا۔" ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "دراصل ہم مشرقی لوگ جب کسی سے محبت کرتے ہیں تو پھر کسی اور کے وجود کو برداشت نہیں کرتے۔"

"تم مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش کر رہے ہو؟"

"اصلیت کیا ہے؟ یہ تم ہی اگل دو۔" میں نے حقارت سے کہا۔

"مجھے جو کچھ معلوم تھا وہ میں پہلے ہی بتا چکی ہوں۔" اس نے سنبھل کر جواب دیا۔

"بکواس۔" میں نے کرخت لہجے میں جواب دیا۔ "تم نے میجر نصیر کا کوئی ذکر نہیں کیا جو تمہارے اور بھوشن کے ہاتھوں اپنا ضمیر بیچ چکا تھا۔"

"میجر کو ہماری اسکیم کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا۔" وہ قدرے توقف سے بولی۔ "میں نے اسے صرف اس بات پر رضامند کیا تھا کہ وہ پروفیسر کے پاس آنے جانے والوں پر نظر رکھے۔ تم دونوں کے بارے میں البتہ اسے خاص رعایت دی گئی تھی۔"

"اور اس کام کے عوض تم نے اسے کیا معاوضہ دیا تھا؟"

م نے کہا۔

"تمہیں ہماری نجی زندگی سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے۔"

"میں گندگی میں پتھر مارنے کا قائل بھی نہیں ہوں۔" ندیم بگڑے ہوئے تیور سے جواب دیا۔ "میجر نصیر یہاں میرا شکار رنے آیا تھا لیکن خود کام آگیا لیکن مرنے سے پہلے اس نے ں خاصی اہم معلومات فراہم کر دی تھیں۔"

"پھر تم مجھ سے کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟"

"میجر نصیر کے علاوہ اور کون کون تمہاری ناپاک سازش میں ریک ہے؟"

"تم شاید ڈاج دے کر میری زبان کھلوانا چاہتے ہو لیکن ب میں تمہیں کوئی بات نہیں بتاؤں گی۔" وہ فیصلہ کن لہجے میں بولی۔ "تم چاہو تو مجھے گولی مار دو۔"

"ہمارے ملک میں غداروں کو موت کی نہیں عمر قید کی سزا جاتی ہے۔ جہاں تنہائی کی اذیت اس کے لیے ناقابل ت ہوتی ہے۔ وہ خود ہی گھل گھل موت کو گلے لگانے پر ر ہو جاتا ہے۔ ذرا غور کرو اگر تمہیں کسی تاریک کمرے میں ا جائے' کھانے کو کچھ نہ دیا جائے تو تمہاری کیفیت کیا ؟"

"تم میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکو گے۔" اس کی نگاہوں وف کے سائے لہرانے لگے۔

"میرا خیال ہے کہ ابھی تک میرے کسی آدمی نے ے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی ہوگی؟"

"کیا کہنا چاہتے ہو۔" وہ ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔

"ہو سکتا ہے کہ میں نے اپنے آدمیوں پر شرافت کے برتاؤ پابندی لگا رکھی ہے اسے ختم کر دوں۔"

"نہیں۔" وہ ہذیانی انداز میں میں چیخی۔ "تم ایسا نہیں گے' اس سے تو بہتر ہے کہ تم مجھے جان سے مار دو۔"

"کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ تم مجھے ان لوگوں کے نام اور تا دو جو تمہارے اور بھوشن کی ناپاک سازش میں آلہ کار دئے ہیں۔"

"تم یہ سب باتیں براہ راست بھوشن سے کیوں نہیں کرتے جس نے مجھے اس اذیت میں مبتلا کر رکھا ہے۔"

"ہم اس سے بھی تھوڑا بہت اگلوا چکے ہیں' تم سے صرف نا چاہتے ہیں۔" ندیم نے سرد لہجے میں جواب دیا پھر کسی بھی اسکیم کے تحت اس نے مارگریٹ کو گھورتے ہوئے یا۔ "کیا یہ درست ہے کہ پروفیسر کا اہم فارمولا چوری کے بعد تم اسے موت کے گھاٹ اتار دیتیں؟"

"ہاں۔" اس نے توقف سے جواب دیا۔ "فارمولا چوری کے بعد پروفیسر کی زندگی ہمارے لیے خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔"

"تم نے اسے مارنے کا کیا پلان بنایا تھا؟" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"سلو پوائزننگ۔"

"اس کا مشورہ تمہیں کس نے دیا تھا؟" میں نے دوسرا سوال کیا۔

"بھوشن نے۔"

"اب اس ڈاکٹر کا نام بھی بتا دو جو پروفیسر کی موت کے سلسلے میں تمہاری مدد کرتا؟" ندیم نے پوچھا۔

"ابھی ہم نے اس کے لیے کسی ڈاکٹر کا انتخاب نہیں کیا تھا۔"

"رکی کا نام سنا ہے کبھی؟" میں نے کچھ سوچ کر اندھیرے میں تیر چلایا۔

رکی کا نام سن کر ایک بار پھر مارگریٹ چونکی تھی لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو شاید تم نے رکی سے بھی جسمانی زبان میں تعلقات بڑھانے کی کوشش کی ہوگی؟"

"یہ بھی میرا نجی معاملہ ہے۔" وہ دانت پیستے ہوئے بولی۔

"جانتی ہو پروفیسر نے تمہارے بارے میں ہم سے کیا کہا تھا؟" میں نے لوہا گرم دیکھ کر ایک کاری ضرب لگائی۔ "تم جس کو سلو پوائزننگ کر کے مار ڈالنا چاہتی تھیں اس نے درخواست کی ہے تمہیں کوئی ایذا نہ پہنچائی جائے بلکہ تمہارا پورا پورا خیال رکھا جائے۔"

"کیا تم پروفیسر سے بھی مل چکے ہو؟" اس کی رنگت زرد پڑ گئی۔

"ہاں۔ قومی مفاد کی خاطر اسے تمہاری اور بھوشن کی سازش سے آگاہ کرنا ضروری تھا۔" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا۔

"تم نے اسے سب کچھ بتا دیا؟"

"اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔"

"میرا ایک کام کرو گے؟" وہ ہاتھ ملتے ہوئے بولی۔ "مجھے تھوڑا سا زہر فراہم کر دو میرے لیے اب زندہ رہنا بیکار ہی ہوگا۔"

"سوری۔" ندیم نے کہا۔ "ہم پروفیسر سے وعدہ خلافی نہیں کر سکتے' تمہارا فیصلہ وہی کرے گا۔"

"فار گاڈ سیک۔ مجھے زہر لا دو یا پھر شوٹ کر دو۔" اس نے بے حد تھکے ہوئے انداز میں ہاتھ جوڑ کر درخواست کی۔

"بھوشن نے تمہارے اور میجر نصیر کے علاوہ اور کتنے افراد کو اعتماد میں لیا ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم۔" وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

"پروفیسر سے بات کرنا پسند کرو گی؟" ندیم نے معنی خیز لہجے
پوچھا۔
"نہیں۔ اب میں اسے منہ دکھانے کے قابل نہیں
" اس نے بڑے یقین سے کہا۔ "مجھے معلوم ہے کہ
اپنی زندگی سے زیادہ مجھے پیار کرتا ہے لیکن فارمولے کی
کے سلسلے میں وہ مجھے کبھی معاف نہیں کرے گا۔ ہو سکتا
مجھے مارنے کے بعد وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر روتا
کردے مگر وہ قوم کے مفاد کے مقابلے میں مجھے ترجیح نہیں
گا۔"
"ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ تمہاری مکروہ زندگی کا خاتمہ
سر ہی کے ہاتھوں ہو۔"
"پلیز۔ اپنی ضد سے باز آجاؤ۔ میں تمہارے ہاتھ سے مرنا
پسند کروں گی۔" اس نے روتے ہوئے کہا۔ "میں پروفیسر
ں (FACE) نہیں کرسکوں گی۔"
"فارمولے کے چوری کرنے کے لیے بھوشن نے کیا پلان
ا؟" میں نے کریدنے کی کوشش کی۔
"میں تمہیں پہلے ہی بتا چکی ہوں۔ اس کے سوا مجھے کچھ
معلوم۔"
"تم جھوٹ بول رہی ہو۔" میں نے اونچی آواز میں کہا۔
ک اس قسم کی منظم سازش کرتے ہیں وہ کئی متبادل
ں کو بھی ضرور ملحوظ رکھتے ہیں اور بھوشن' اس نے بھی
میابی کے لیے تمہارے علاوہ کوئی اور طریقہ بھی ضرور
کھا ہوگا۔"
"ہو سکتا ہے لیکن مجھے نہیں معلوم۔"
"عام طور پر اس قسم کے بڑے پیمانے پر جرم کرنے والے
ہیٹ ہوتے ہیں۔" ندیم نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "اس
کیسے یقین کرلیا جائے کہ تم جو کچھ کہہ رہی ہو وہ ٹھیک

"میں اب تمہیں یقین دلانے کی کوشش بھی نہیں کروں
" اس نے نفرت سے کہا۔
"کیا یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے؟"
"ہاں۔ لاسٹ اینڈ فائنل۔"
اب میں ندیم نے دروازے پر کھڑے ہوئے آدمی کو کوئی
اشارہ کیا تو وہ اثبات میں گردن کو جنبش دیتا ہوا چلا گیا۔
جگہ دوسرے مسلح نقاب پوش نے سنبھال لی تھی۔
کے چہرے پر اب نفرت اور جھلاہٹ کے ملے جلے
ابھر رہے تھے۔ ندیم اسے معنی خیز نظروں سے دیکھ رہا
اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک مختصر سا کارڈلس نکال
کے ساتھ ہی دیوار پر لگے ہوئے ایک سوئچ کو بھی آن
اس کے کچھ دیر بعد ایک مردانہ آواز کمرے میں لگے
ہوئے خفیہ مائک کے ذریعے گونجنے لگی۔
"باس۔ رابطہ قائم ہو گیا ہے' کیا میں لائن ڈائرکٹ
کروں؟"
"ہاں' ریسیور کریڈل پر رکھ کر بٹن آف کردو۔" ندیم نے کہا
پھر کارڈلیس کو منہ کے قریب لاکر بولا۔ "ہیلو۔ ہیلو۔ ندیم آن
دی لائن۔"
"میں بول رہا ہوں۔ کوئی خاص بات؟"
دوسری جانب سے پروفیسر ابرار کی آواز کمرے میں گونجی تو
مارگریٹ کے چہرے کا رنگ یکدم ہی بدل گیا۔ اب اس کی
آنکھوں سے خوف جھلک رہا تھا۔ "میں اس وقت آپ کی مسز
کے ساتھ ہوں۔ کیا آپ بات کرنا پسند کریں گے؟" ندیم نے وہ
جملہ زیادہ زور سے نہیں کہا تھا لیکن اس کی آواز بھی پورے
کمرے میں گونج اٹھی تھی۔ شاید ٹیلی فون کے کارڈلس سسٹم کو
ڈبل وے کے اصول پر قائم کیا گیا تھا جس سے دونوں فریق کی
آواز سنی جاسکتی تھی۔ "تم نے کہا تھا کہ تم مجھے براہ راست
مارگریٹ سے ملنے کا موقع دو گے۔" پروفیسر کے لہجے سے بے
چینی مترشح تھی۔
"میں اب بھی آپ کے حکم سے انکار نہیں کروں گا لیکن
فی الحال آپ کا اپنی لیب سے باہر آنا خطرناک ثابت ہوگا۔"
ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "مارگریٹ کے اغوا اور
میجر نصیر کے انتقال نے دشمنوں کو یقینی طور پر محتاط کردیا ہوگا۔
ایسے حساس معاملات میں اگر سازش کرنے والا اپنی پلاننگ کو
فیل ہوتا محسوس کرتا ہے تو پھر۔"
"میں تمہارا مطلب سمجھ رہا ہوں۔" پروفیسر کی آواز سنائی
دی۔ "میجر نصیر کے بعد میں نے خود بھی اس بات کا فیصلہ کرلیا
ہے کہ جب تک میں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوجاتا لیب
سے ایک لمحے کو بھی باہر نہیں نکلوں گا۔ حکومت کی جانب سے
بھی حفاظتی انتظامات اور سخت کردیے گئے ہیں۔ شاید اب کوئی
پرندہ بھی میری اجازت کے بغیر لیبارٹری کے قریب نہ آسکے
گا۔"
"انسان کے علاوہ کچھ ایسی شیطانی قوتیں بھی ہوتی ہیں
جنھیں کہیں پہنچنے میں کسی اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی۔"
"میں سمجھا نہیں؟"
"میرا اشارہ طاغوتی قوتوں کی طرف ہے۔"
"میں ان افسانوی باتوں میں یقین نہیں رکھتا۔"
"لیکن ہمارے ساتھ یہی ہو رہا ہے۔ بھوشن کو اب تک
ہمارے آدمی نہایت آسانی سے جہنم رسید کرسکتے تھے لیکن کچھ
شیطانی اور گندی قوتیں اس کی پشت پناہی کر رہی ہیں۔" ندیم
نے سنجیدگی سے کہا۔ "اسی طاقت نے آپ کو بھی ٹرانس میں
لے کر فارمولے کا راز معلوم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن

آپ نے اپنے ذہن اور لیب کے داخلی دروازوں پر جو ڈیوائس تعینات کر رکھی ہے اس کی وجہ سے انھیں ابھی تک کامیابی نہیں ہوئی۔"

"آیندہ بھی نہیں ہوگی۔" پروفیسر بڑے اعتماد سے بولا۔ "میرے شب و روز جس مصروفیت میں گزرتے ہیں شاید تم اس کے بارے میں تصور بھی نہیں کر سکتے لیکن اس کے باوجود میں خدا کی عبادت اور اس کی مقدس کتاب کا مطالعہ روزانہ بڑی پابندی سے کرتا ہوں۔ خدا کے بابرکت کلام ہی کے ذریعہ میں نے اپنے چاروں طرف ایک حصار سا کھینچ رکھا ہے۔"

"اوہ۔ شاید اسی لیے کالی طاقتیں ابھی تک اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکیں۔"

"کیا مارگریٹ اس وقت تمہارے کہیں قریب ہی موجود ہے؟" پروفیسر کے لب و لہجے میں پھر بے چینی کا عنصر شامل ہو گیا۔

"ہاں۔ ہم اس وقت جس انڈر گراؤنڈ اور ساؤنڈ پروف کمرے میں ہیں اس کے اندر ایسا سسٹم قائم ہے کہ آپ کی اور میری دونوں کی آواز کمرے میں چاروں طرف یکساں طور پر گونج رہی ہے۔ میں کارڈلس آپ کی مسز کو دے رہا ہوں۔"

ندیم نے مختلف سا کارڈلس جس کی لمبائی بہ مشکل چھ انچ رہی ہوگی مارگریٹ کی طرف بڑھا دیا۔ مارگریٹ کی بوکھلاہٹ اس کے ہاتھوں کی کپکپاہٹ سے ظاہر ہو رہی تھی۔ کچھ دیر تک وہ خود پر قابو پاتی رہی پھر پھنسی پھنسی آواز میں بولی۔

"مم۔۔۔ میں مارگریٹ بول رہی ہوں۔"

"میرا خیال ہے کہ تمہیں وہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی؟" پروفیسر نے جذباتی لہجے میں کہا۔ "میں نے مسٹر ندیم اور شہباز سے یہی درخواست کی تھی کہ وہ میری خاطر تمہیں کوئی تکلیف نہ پہنچائیں۔"

"ہاں۔ ابھی تک انھوں نے مجھے کوئی جسمانی اذیت نہیں پہنچائی لیکن۔۔۔"

"میں جانتا ہوں مائی ڈیئر۔" پروفیسر نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "گیدڑ کی سو سال کی زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی زیادہ بہتر ہوتی ہے۔ اسی طرح آزادی بھی ہے جو اچانک چھن جائے یا چھین لی جائے تو انسان کا دم گھٹنے لگتا ہے۔"

"آئی ایم سوری ڈارلنگ۔" مارگریٹ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں اپنے کیے پر شرمندہ ہوں لیکن۔۔۔ کیا تم اپنی مارگریٹ کو معاف نہیں کر سکتے۔"

"غدار اور شیشے کی مثال ایک جیسی ہوتی ہے۔ شیشے میں اگر بال آجائے تو پھر اسے دنیا کی طاقت دور نہیں کر سکتی۔"

"آئی پرامس یو ڈارلنگ۔ میں تمام زندگی تمہارے ساتھ رہوں گی۔ ایک لمحے کے لیے بھی تمہاری نگاہوں سے [دور] نہیں رہوں گی۔"

"اس حرام زادے بھوشن اور میجر نصیر سے تمہارے تعلقات تھے وہ میرے علم میں آچکے ہیں۔" پروفیسر تلملا[یا]۔

"اس کے علاوہ آپ کی مسز کے ناجائز تعلقات ایک تھرڈ ریٹ دہشت گرد اور بدمعاش سے بھی رہ چکے ہیں [جو] کل انڈر گراؤنڈ چلا گیا ہے۔" ندیم نے قدرے بلند [آواز میں] کہا۔

"مارگریٹ۔" پروفیسر کراہ اٹھا۔ "یہ میں کیا [سن رہا] ہوں۔"

"میں اپنے تمام گناہوں پر شرمندہ ہوں لیکن وعدہ [کرتی] ہوں کہ آیندہ؟"

"تم نے الفاظ کی نگاہوں سے ٹپکنے والے آنسوؤں پر کبھی غور کیا ہے۔" پروفیسر نے رندھی ہوئی آواز میں [کہا۔ "یہ] آنسو نہیں بلکہ دل کی گہرائیوں سے نکلنے والا خون ہو[تا ہے] لیکن ایک بار پلکوں تک آکر ڈھلک جائے تو پھر اس کی [واپسی] کے امکانات ختم ہو جاتے ہیں۔"

"پلیز ڈارلنگ۔ گیو می اے لاسٹ چانس۔" مارگر[یٹ کے] لہجے میں التجا تھی۔

"مارگریٹ۔ میں زندگی میں تمہیں زندگی کی سانسوں تک کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔" پروفیسر۔ معصوم بچے کی طرح جواب دیا۔ "تم نے مجھ سے اس شادی کی تھی جب تم جوانی کی بھرپور زندگی گزار رہی [تھیں]۔ میں تمہیں اپنے مستقبل کا سہارا سمجھتا تھا لیکن۔۔۔ میرے اعتماد کو جو دھچکا پہنچایا ہے اس کی تلافی اب [ناممکن] ہے۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو مائی ڈیئر۔ کیا تم اپنی مارگریٹ [کو اتنی] جلدی فراموش کر دو گے۔"

"نہیں۔ تمہاری یاد میری زندگی کا سہارا ہوگی۔" [پروفیسر] نے سرد آہ بھر کر جواب دیا۔ "لیکن شاید اس وقت میں [غلطی پر] تھا جب میں نے تم سے لو میرج کی تھی۔ مجھ جیسے تجربہ کار کو اسی وقت غور کرنا چاہیے تھا کہ مغربی تہذیب میں پلی بڑھی ایک ماڈلنگ کرنے والی عورت کو جسے دنیا کی آسائشیں مہیا تھیں، جس کے پاس دولت اور چاہنے والوں کی بھی کوئی کمی نہیں تھی اس نے میرا ہاتھ تھام کر زندگی گزارنے کا فیصلہ کس لیے کر لیا تھا۔ مارگریٹ مائی سویٹ ہارٹ اس کا اعتراف نہیں کرو گی کہ تم نے اپنی جھوٹی محبت کا [اظہار] بھی کسی گہری سازش کی بنیاد پر کیا تھا۔ ہماری شادی ایک [دھوکا] تھی، تمہارا پیار ایک فریب تھا، تم مٹھی میں آئی ہوئی ریت کی طرح تھیں جو آہستہ آہستہ سرکتی ہوئی آزادی کی طرف

آسانی سے واپس ہو جاتی ہے پھر۔۔۔ پھر انسان خالی ہاتھ رہ جاتا ہے بالکل میری طرح۔"

پروفیسر کی سسکیوں کی آواز آہستہ آہستہ تیز ہوتی جا رہی تھی۔ اس کی کیفیت اس وقت کسی ایسے بچے کی سی تھی جس کے ہاتھ سے اچانک اس کا پسندیدہ کھلونا جھپٹ لیا گیا ہو۔

"تم میرے لیے سسک رہے ہو مائی ڈیئر۔" مارگریٹ نے تیزی سے کہا۔ "کیا یہ محبت نہیں ہے؟"

"ہے۔۔۔ لیکن ون دے۔۔۔" پروفیسر نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

"پھر۔۔۔ تم نے میرے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے۔" اس بار مارگریٹ نے اپنی اصلیت ظاہر کرتے ہوئے سنجیدگی سے سوال کیا۔ اس کی مغربی تہذیب نے اچانک سر ابھارا تھا۔

"تم خود اپنے بارے میں کیا فیصلہ کرتی ہو؟"

"تم مجھے ڈائیورس کر دو۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ پہلی فلائٹ سے اپنی دنیا میں واپس لوٹ جاؤں گی۔"

"تھینک مائی ہنی۔" پروفیسر نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "مجھے معلوم نہیں تھا کہ تم اتنی جلدی مجھے چھوڑنے پر آمادہ ہو جاؤ گی۔"

"اس کے علاوہ میرے پاس اور کیا راستہ رہ جاتا ہے۔" اس بار مارگریٹ نے نفرت سے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"تمہارے لیے اب صرف ایک ہی راستہ باقی رہ جاتا ہے، موت کا راستہ۔" پروفیسر دوبارہ سسک اٹھا۔

"میں اس کے لیے بھی تیار ہوں۔ قید کی زندگی سے موت میرے لیے زیادہ بہتر ہوگی۔" مارگریٹ نفرت سے بولی۔ "آئی ہیٹ یو۔ آئی ہیٹ یو۔"

"مسٹر ندیم اور مسٹر شہباز کیا آپ میری آواز سن رہے ہیں؟"

"جی ہاں۔" اس بار میں نے پروفیسر کو اپنی موجودگی کا یقین دلانے کی خاطر کہا۔

"میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔ آپ مارگریٹ کو شوٹ کر دیں۔"

"پروفیسر۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ ہم ابھی آپ کی مسز سے یہ بھی اگلوانے کی پوزیشن میں ہیں کہ فارمولے کی چوری کی سازش آپ کی شادی سے پہلے مرتب کر لی گئی تھی۔ اس طرح ہماری فہرست پر کچھ اور نام بھی آسکتے ہیں۔"

"نہیں۔" پروفیسر نے کرب سے جواب دیا۔ "میں اپنی زندگی میں مارگریٹ کی موت میں کسی تشدد کو شامل نہیں کرنا چاہتا۔"

"تم سب ایسا کر کے بھی اپنی خواہش پوری کر لو مگر میری زبان نہیں کھلوا سکو گے۔" مارگریٹ کا لہجہ فیصلہ کن تھا۔ "آئی ہیٹ آل آف یو۔"

"مسٹر شہباز۔ جتنی جلدی ممکن ہو اس غدار عورت کو گولی مار دو لیکن تم سلسلہ منقطع نہ کرنا۔" پروفیسر نے عجیب طفلانہ خواہش کا اظہار کیا۔ "میں آخری وقت تک اس کی آواز سننا چاہتا ہوں۔ تم اسے میری آخری خواہش بھی سمجھ سکتے ہو۔"

میں نے ندیم کی طرف دیکھا جو بغلی ہولسٹر سے اپنا پستول نکال کر اس پر سائیلنسر فٹ کر رہا تھا۔ میرا خیال تھا کہ مارگریٹ اپنی موت کے تصور سے گھبرا جائے گی لیکن اس نے ایسا کوئی ثبوت نہیں دیا۔ وہ کسی ماڈل گرل کے انداز میں اپنا سینہ تان کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ ابھر آئی۔ شاید وہ ندیم کے پستول کو بھی کوئی کیمرا سمجھ رہی تھی جو اس کے دلکش پوز کو اپنے اندر محفوظ کر کے اس کی پبلسٹی کے کام آئے گا۔

"پروفیسر۔" ندیم نے اپنا پستول بلند کر کے مارگریٹ کا نشانہ لیتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔ "میں آپ کی آخری خواہش کو پورا کرنے کے لیے پوری طرح آمادہ ہو چکا ہوں۔"

"پلیز۔" پروفیسر نے شدت جذبات سے کہا۔ "کوشش کرنا کہ مارگریٹ کے لیے ایک ہی گولی کافی ہو۔ میں اس کی موت کو بھی آسان دیکھنا چاہتا ہوں۔"

مارگریٹ کے ہونٹوں کی مخصوص مسکراہٹ کچھ اور گہری ہو گئی۔ اس نے سر کے ایک خفیف جھٹکے سے اپنی دراز زلفوں کو پشت کی جانب اچھالا پھر ایسے انداز میں کھڑی ہو گئی جس نے اس کے جسمانی گداز اور عریانی کو مزید بے نقاب کر دیا تھا۔ ندیم نے اسے آخری بار بہت حقارت اور نفرت بھری نظروں سے گھورا پھر لبلبی دبا دی۔ "چچ" ایک مدھم آواز فضا میں گونجی۔ پستول سے نکلی ہوئی گولی مارگریٹ کے دل کے مقام پر لگی تھی۔ فرش پر گرتے گرتے بھی اس نے رک رک کر آخری بار تین الفاظ بمشکل ادا کیے تھے۔

"آئی۔۔۔ ہیٹ۔۔۔ یو۔"

پھر وہ کراہ کر فرش پر ڈھیر ہو گئی۔ اس کی آواز کے ساتھ ہی پروفیسر کی سسکیاں بھی تیز سے تیز ہوتی گئیں۔ اس نے مارگریٹ کو اپنی نگاہوں سے مرتے نہیں دیکھا تھا اس کے باوجود وہ کسی بچے کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

"پروفیسر۔" ندیم نے پستول واپس ہولسٹر میں رکھتے ہوئے کہا۔ "خود کو سنبھالیے ابھی ملک و قوم کو آپ کی گرانقدر خدمات کی بہت ضرورت ہے۔"

جواب میں پروفیسر کی ہچکیاں لے لے کر رونے کی آواز بتدریج تیز ہوتی گئی پھر دوسری جانب سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ ندیم نے مارگریٹ کے جسم پر الوداعی نظر ڈالی پھر ہم

دونوں اوپر آگئے جہاں راجو موجود تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ اس کے پاس ہمارے لیے کوئی بہت ہی اہم اطلاع تھی۔

ہمیں آفس میں داخل ہوتا دیکھ کر راجو نے احتراماً کرسی چھوڑ دی تھی لیکن اس کے چہرے کے تاثرات بدستور اس بات کی ترجمانی کر رہے تھے کہ وہ کسی خاص مہم سے ناکام ہو کر واپس لوٹا ہے۔

"خیریت!" ندیم نے بیٹھتے ہوئے راجو سے دریافت کیا۔

"میرے پاس آپ کے لیے ایک اہم خبر ہے۔"

"کیا؟"

"مس میلبا کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔" راجو نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "چھٹی ہو جانے کے بعد وہ حسب معمول سپر اسٹور سے نکلی تھی۔ میرے آدمی کی اطلاع کے مطابق وہ بالکل فریش نظر آ رہی تھی۔ چہرے پر ایسی کوئی علامت نہیں تھی جس سے شبہ کیا جا سکتا کہ وہ کسی سے خائف ہے۔ فٹ پاتھ پر کھڑی وہ ٹریفک سگنل بند ہونے کا انتظار کر رہی تھی لیکن سگنل کھلنے کے بعد اس نے جیسے ہی سڑک عبور کرنے کی خاطر پہلا قدم اٹھایا تو اس کے جسم سے اچانک خون کے فوارے ابل پڑے۔ وہ کوئی بیان دینے کے قابل نہیں تھی لیکن اس کی حیرت سے کھلی ہوئی آنکھیں بتا رہی تھیں کہ جو حادثہ اسے پیش آیا وہ اس کی توقع کے خلاف ہی تھا۔"

"فائرنگ کسی کار سے کی گئی تھی؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"جی نہیں۔" راجو نے جواب دیا۔ "میری اطلاع کے مطابق فائرنگ سپر اسٹور کے سامنے زیر تعمیر پلازہ سے کی گئی تھی۔ ہمارے ساتھی نے فوری طور پر پلازہ میں داخل ہو کر اصلیت جاننے کی کوشش کی تھی لیکن شاید قاتل اپنا کام کرنے کے بعد عقبی راستے سے نکل گیا تھا۔ البتہ پہلی منزل سے ایک چوکیدار کی لاش ملی ہے اسے بھی گولی مار کر ہلاک کیا گیا تھا۔"

"رکی کے بارے میں کوئی اطلاع؟" ندیم نے کچھ توقف سے پوچھا۔

"جی نہیں لیکن میرے ساتھی سرگرم عمل ہیں۔"

پھر راجو کے جانے کے بعد ندیم نے کہا۔ "تمہارا کیا خیال ہے مس میلبا کے مرڈر کے سلسلے میں؟"

"شاید رکی یا بھوشن کے آدمیوں کو اس کا علم ہو گیا تھا کہ میلبا کی نگرانی کی جا رہی ہے چنانچہ انھوں نے پہلی فرصت میں اسے ٹھکانے لگا دیا۔"

"بظاہر یہی سوچا جا سکتا ہے لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ کسی دل جلے عاشق نے اپنی کوششوں میں ناکام ہونے کے بعد اسے گولی مار دی ہو۔"

"تمہارا اشارہ اس نامعلوم شخص کی جانب تو نہیں جس نے فون پر مجھے ماہ رخ سے دور رہنے کی تاکید کی اور قتل کرنے کی دھمکی بھی دی تھی؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"نہیں۔" ندیم نے بے پروائی سے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "عشق تھوک کے حساب سے نہیں کیا جاتا۔"

"ہو سکتا ہے کہ وہ جنسی کج روی کا شکار ہو میں نے ایک امکانی بات کہی۔ اس سے پہلے بھی کئی وارداتیں ایسی پولیس فائل پر موجود ہیں جس میں کسی ایک ہی شخص نے متعدد لڑکیوں کو اپنے ہوس کا نشانہ بنایا پھر ان کی زبان بند کرنے کے خوف سے موت کے گھاٹ اتار دیا۔"

"جنونی قاتل اپنے خلاف کوئی ثبوت نہ ملنے کی خاطر بروقت عمل کرتے ہیں لیکن میلبا کے کیس میں ایسا نہیں ہوا۔" ندیم نے جواب دیا۔ "وہ راجو کے بیان کے مطابق حسب معمول ہشاش بشاش حالت میں ڈیوٹی پر آئی تھی۔ اگر وہ کسی زیادتی کا شکار ہو چکی ہوتی تو سب سے پہلے پولیس سے رابطہ قائم کرتی۔"

"ایسی صورت میں صرف دو ہی باتیں سوچی جا سکتی ہیں۔" میں نے سوچتے ہوئے کہا۔ "یا تو خود رکی کو میلبا کی ذات سے کوئی خوف لاحق ہو گیا جس کی وجہ سے اس نے ایک اہم ثبوت راستے سے ہٹا دیا۔ دوسری صورت میں یہ کام بھوشن کا کوئی اجرتی قاتل ہی کر سکتا ہے۔ اس لیے کہ رکی اسی کے لیے کام کر رہا تھا۔"

"بھوشن کو ہم ابھی ٹٹولتے ہیں۔" ندیم نے ایک آنکھ جھپکاتے ہوئے کہا پھر مائیک آن کر کے فون پر کسی کا نمبر ڈائل

کرنے لگا۔ رابطہ قائم ہونے میں دیر نہیں لگی مگر دوسری طرف سے دو گھنٹی کے بعد ہی کال ریسیو کی گئی تھی۔

"ہیلو۔" کمرے میں ایک سریلی آواز سنائی دی۔

"مجھے مسٹر بھوشن جوزف سے بات کرنی ہے۔" ندیم نے ولیم پوکر کے لہجے میں کہا۔ "لائن ڈائرکٹ کر دو۔"

"کیا مسٹر بھوشن آپ سے واقف ہیں؟"

"تم شاید ابھی نئی معلوم ہوتی ہو۔"

"جی ہاں۔" لڑکی نے جواب دیا۔ "مجھے ڈیوٹی جوائن کیے ابھی صرف ایک ہفتہ ہوا ہے۔"

"آئی سی۔ بہرحال تم بھوشن سے بات کراؤ۔" ندیم نے تحکمانہ لہجے میں جواب دیا۔

"کیا میں آپ کا نام دریافت کر سکتی ہوں؟"

"ولیم پوکر۔"

"آپ کس سلسلے میں باس سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔" لڑکی نے پوچھا پھر جلدی سے وضاحت کرتے ہوئے بولی۔ "دراصل باس نے مجھے بڑی سختی سے اس بات کی ہدایت دے رکھی ہے کہ بغیر نام اور کام کی نوعیت معلوم کیے کوئی کال تھرو نہ کی جائے۔"

"میں جانتا ہوں کہ آج کل بھوشن شدید ذہنی دباؤ کا شکار ہے۔ مجھے تمہاری کارکردگی بھی پسند آئی۔ فرائض کی انجام دہی میں تمہیں کسی سے بھی کوئی رعایت نہیں برتنی چاہیے۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "بھوشن کو ذہنی آرام کی ضرورت ہے۔ میں نے اسے مشورہ بھی دیا تھا کہ وہ کچھ دنوں کے لیے صرف گھر تک محدود ہو کر آرام کرے لیکن وہ ضدی طبیعت کا مالک ہے۔ اس نے میرا مشورہ بھی قبول نہیں کیا۔"

"میں باس سے آپ کے بارے میں کیا کہوں؟" لڑکی نے اپنے سوال کو دوسرے زاویے سے دہرایا۔

"کام کی نوعیت تمہیں نہیں بتائی جا سکتی۔ تم بھوشن کو صرف میرا نام بتا دو۔ مجھے یقین ہے کہ وہ بات کرنے سے انکار نہیں کرے گا۔"

دوسری جانب سے کوئی جواب نہیں دیا گیا لیکن ایک منٹ بعد ہی بھوشن کی گرجدار آواز کمرے میں گونجی۔

"حرامزادے تم پھر زندہ ہو گئے؟"

"کچھ مصروفیات تھیں جس کی وجہ سے میں تم سے رابطہ نہیں رکھ سکا لیکن مجھے یقین تھا کہ میرا نام تمہارے ذہن میں ضرور محفوظ ہو گا۔"

"اب کیا بکواس کرنا چاہتے ہو؟"

"مس میلبا۔" ندیم نے بڑی خوبصورتی سے بھوشن کو کریدنے کی کوشش کی۔ "تمہیں اطلاع مل چکی ہو گی۔"

"مجھے ڈاج دینے کی کوشش مت کرو۔" بھوشن نے گالی بکتے ہوئے کہا۔ تم نے ولیم پوکر کا جو اسٹنٹ کھڑا کیا ہے میں اس کی حقیقت جان چکا ہوں۔"

"حیرت کی بات ہے۔ جسے خود اپنی حیثیت کا علم نہ ہو وہ دوسرے کے بارے میں کیا جان سکتا ہے۔"

"شٹ اپ۔ یو ڈرٹی سوائن۔"

"خون مت جلاؤ مائی ڈیئر۔ میں نے تم سے صرف مس میلبا کا ذکر کیا تھا۔"

"بکواس بند کرو۔ میں کسی میلبا کو نہیں جانتا۔"

"رکی کی سب سے قریبی داشتہ تھی شاید اسی لیے تمہارے ہتھے نہیں چڑھ سکی ورنہ بانو کی طرح رکی اسے بھی تمہیں ڈش میں سجا کر پیش کر دیتا۔"

"یو باسٹرڈ۔" بھوشن نے غراتے ہوئے جواب دیا۔ "مجھے دوبارہ کال مت کرنا۔ اب میں تم سے ڈائرکٹ ملوں گا۔ بہت جلد۔"

"تم ابھی تک کسی خوش فہمی کا شکار ہو۔" ندیم نے سرد لہجے میں کہا۔ "رکی جہاں کہیں بھی ہے بہت جلد سامنے آجائے گا۔"

"کیوں۔ کیا تمہیں اپنے ناجائز باپ کے بغیر کسی کمی کا احساس ستا رہا ہے۔"

"میرے پاس تمہارے لیے ایک اہم اطلاع اور بھی ہے۔" ندیم نے اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے بے حد معنی خیز انداز میں کہا۔ "تمہارے دن ملین ڈالر کی رقم ڈوب چکی ہے۔ کیا مجھے کسی مزید وضاحت کی ضرورت ہے۔"

"تم شاید مجھے بلف کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔" اس بار بھوشن نے کچھ توقف سے جواب دیا۔ "میں نے اتنی بڑی رقم کسی کاروبار پر انوسٹ نہیں کی۔"

"میجر نصیر کا حوالہ شاید تمہاری یادداشت کو تازہ کر دے۔ میرا خیال ہے تمہیں اس کے بھیانک انجام کی اطلاع مل چکی ہو گی۔"

"کس دنیا کی بات کر رہے ہو۔" بھوشن نے خود کو بے پروا ظاہر کرنے کی کوشش کی۔ "میں میجر نصیر کا نام پہلی بار تمہاری زبان سے سن رہا ہوں۔"

"مارگریٹ کے سلسلے میں تم کیا کہو گے؟"

"تم۔۔۔ تم شاید مجھے پریشان کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔ میں فون بند کر رہا ہوں۔ دوبارہ تم مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش مت کرنا۔"

"اب اس کی ضرورت بھی نہیں رہی۔" ندیم نے استہزائیہ انداز میں جواب دیا۔ "تم جب براہ راست ملو گے تو پھر تفصیل سے بات ہو گی۔"

دوسری سمت سے ریسیور کریڈل پر رکھنے کی آواز سنائی

ڈی۔ ندیم نے مائیک بند کرتے ہوئے مجھ سے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ میلبا کی موت میں کسی نہ کسی زاویے سے بھوشن کا ہاتھ بھی ضرور ہے۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"اگر رکی اس کے لیے کام کر رہا تھا تو پھر میلبا بھی اس کی نظروں میں ضرور آگئی ہوگی۔ عین ممکن ہے کہ ہماری طرح بھوشن کے آدمی بھی اس کی نگرانی پر مامور ہوں۔ انھیں شبہ ہو گیا ہو کہ کچھ اور لوگ بھی سائے کی طرح میلبا کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ ایسی پوزیشن میں میلبا کو راستے سے ہٹا دینا ہی بہتر ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ تم نے میجر نصیر اور مارگریٹ کا حوالہ دے کر اچھا نہیں کیا۔" میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ "بھوشن براہ راست ہمارا دشمن ہے۔ اس کے اجرتی قاتل ہماری نگرانی پر بھی ضرور مامور ہوں گے۔ ہو سکتا ہے کہ بھوشن کو ہماری پروفیسر سے ملاقات کا علم ہو گیا ہو۔ ایسی صورت میں اسے میجر نصیر کی موت اور مارگریٹ کی گمشدگی میں ہمارا ہاتھ ضرور نظر آگیا ہوگا۔ شاید اس نے اس بات کا اندازہ لگا لیا ہو کہ ولیم پوکر کا کردار بھی ہم دونوں میں سے کوئی ایک ادا کر رہا ہے۔ اسی بنیاد پر اس نے براہ راست ملاقات والی بات کہی ہوگی۔"

"میں تمہارے خیال سے سو فیصد متفق ہوں۔"

"پھر جان بوجھ کر تم نے۔"

"میں چاہتا ہوں کہ بھوشن براہ راست ہماری طرف متوجہ ہو جائے۔" ندیم نے میری بات کاٹتے ہوئے بڑے معنی خیز انداز میں کہا۔ "ایسی صورت میں ہمارے آدمی اس سے بہتر طور پر نپٹ سکیں گے۔"

"بھوشن اتنا احمق نہیں ہے کہ خود سامنے آنے کی کوشش کرے۔ وہ اپنے خاص آدمیوں کی توجہ بھی ہماری طرف مبذول کرا سکتا ہے۔"

"دونوں ہی صورتوں میں اس سے جلد بازی میں جو حماقتیں ہوں گی وہی ہمارے لیے کارآمد ہوں گی۔" ندیم نے مسکرا کر جواب دیا۔ "ون ملین ڈالر والی بات سن کر بھوشن کے ذہن میں کچھ دھماکے ضرور ہوئے ہوں گے۔"

"کیا تم مارگریٹ کی لاش بھی اسے تحفے میں روانہ کرو گے؟"

"نہیں۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "مارگریٹ کی موت کی اطلاع منظر عام پر نہیں آئے گی۔ وہ ہمارے لیے ایک ٹرمپ کارڈ ہے جس کے اکسپوز ہو جانے سے ہماری پلاننگ ناکام بھی ہو سکتی ہے۔"

"بہرحال معاملات اب زیادہ پیچیدہ صورت اختیار کرتے جا رہے ہیں۔"

ندیم کا جملہ مکمل ہوتے ہی انٹر کام کے بزر کی آواز تھوڑے تھوڑے وقفے سے ابھرنے لگی۔ ندیم کے چہرے پر یکلخت سنجیدگی طاری ہو گئی۔ اس نے انٹر کام کے ریسیور اٹھا کر دوسری جانب سے ملنے والا پیغام سنا پھر بڑی بے پروائی سے بولا۔ "نہیں۔ تم لوگ کسی قسم کے بچنے کا ثبوت نہیں دو گے۔ انھیں ہمارے آفس تک آنے میں بھی کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہیں ہونی چاہیے۔ نہیں جب تک میں کوئی حکم نہ دوں۔ تم لوگ کسی مزاحمت کی حماقت مت کرنا ورنہ کھیل کا رخ پلٹ بھی سکتا ہے۔"

"کون تھا؟" بات مکمل ہو جانے کے بعد میں نے ندیم سے پوچھا۔ "کوئی خاص اطلاع؟"

"ہاں۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "ملٹری اور پولیس کی بھاری نفری نے کیسینو کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ ملٹری کے کرنل کے ساتھ تمہارے سراج صاحب بھی شامل ہیں۔"

"اوہ۔ گویا انھیں پروفیسر سے ہماری ملاقات کی اطلاع مل گئی۔"

"سو وہاٹ۔" ندیم نے جواب دیا۔ "خود پروفیسر نے بھی یہی خیال ظاہر کیا تھا کہ شاید چیک پوسٹ پر ہونے والے ہلاکت خیز حادثے کے بعد تفتیش کا دائرہ پھیل کر ہم تک پہنچ جائے۔ مجھے بھی اس کی توقع تھی۔"

"لیکن مارگریٹ کی لاش!" میں نے تشویش ظاہر کی۔

"فکر مت کرو۔ میرے آدمیوں نے نہ صرف مارگریٹ کی لاش کو ٹھکانے لگا دیا ہوگا بلکہ اس کمرے کی آرائش بھی اس حد تک تبدیل کر دی ہوگی کہ شاید تم بھی اسے دیکھ کر ششدر رہ جاؤ۔" ندیم نے اطمینان سے جواب دیا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "اس بات پر قائم رہنا کہ ہم نے پروفیسر ابرار سے کوئی ملاقات نہیں کی۔"

"اور ہم نے جو گاڑی استعمال کی تھی اس کا نمبر؟"

"کام ڈاؤن۔" ندیم نے (Calm Down) جلدی سے کہا۔ "مجھے معلوم ہے کہ موجودہ پچویشن کو کس انداز میں ڈیل (Deal) کرنا ہے۔ اپنے چہرے سے یہی ظاہر کرنا کہ تمہیں کسی بات کا کوئی علم نہیں ہے۔"

پھر اس سے پہلے کہ میں کوئی جواب دیتا۔ ملٹری کا ایک کرنل سراج کے ساتھ ہی دروازہ کھول کر تیزی سے اندر داخل ہوا ان کے پیچھے دو اسلحہ بردار کمانڈوز بھی اندر داخل ہو کر پوزیشن سنبھال چکے تھے۔

"آپ کا نام؟" کرنل نے ہم دونوں کو باری باری مشکوک نظروں سے گھورتے ہوئے ندیم سے سوال کیا۔

"ندیم۔ میں اس نائٹ کلب کا مالک ہوں اور یہ۔" اس

نے میری طرف اشارہ کیا۔ "یہ میرے دوست اور کلاس فیلو ہیں۔ مسٹر شہباز خاں۔"

"آپ دونوں کتنی دیر سے یہاں موجود ہیں؟"

"میں آپ کے سوال کا مطلب نہیں سمجھا۔" ندیم نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"آپ کی پچھلے چھ سات گھنٹوں سے کیا مصروفیات رہی ہیں؟" کرنل نے تیکھے لہجے میں سوال کیا اس کی عقابی نگاہیں ہم دونوں کا ایکسرے کر رہی تھیں۔

"بزنس کی نوعیت کے اعتبار سے میں شام تک عموماً گھر پر ہی ہوتا ہوں۔ آج بھی تقریباً پانچ بجے تک گھر پر ہی تھا۔"

"کل آپ کی مصروفیات کیا رہی تھیں؟"

"غالباً کل بھی میں دوپہر کو بارہ ایک بجے سو کر اٹھا تھا۔ اس کے بعد اخبار کی جھوٹی سچی خبروں کا مطالعہ بھی کرتا رہا۔ شام کو حسب معمول نہانے کے بعد میں کلب آگیا تھا۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"اور آپ۔" کرنل نے میری سمت دیکھا۔

"میں دفتر میں لیٹ آورز تک بیٹھنے کا عادی ہوں۔" میں نے اپنے پھیلے ہوئے کاروبار کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"مسٹر شہباز کے والد نادر خاں صاحب ہمارے محکمے میں ڈی آئی جی کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے تھے۔" سراج نے میرا مزید تعارف کراتے ہوئے کرنل سے کہا۔ "بے حد ایماندار اور اصول پسند آدمی تھے۔ مسٹر شہباز کو بھی میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ بزنس میں آنے سے پہلے یہ بھی پولیس کی ملازمت میں تھے۔"

"آپ کی فراہم کردہ اطلاعات کا شکریہ۔" کرنل نے قدرے تیکھے لہجے میں سراج سے کہا پھر دوبارہ میری جانب رجوع کیا۔ "آپ نے پولیس سے سبکدوش ہونے کا فیصلہ کیوں کیا تھا؟"

"والد صاحب کے اصرار پر۔ دراصل وہ اپنا بزنس میرے حوالے کرکے خود آرام کرنا چاہتے تھے۔"

"پولیس فورس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟"

"پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ "اچھے اور برے آدمی تمام محکموں میں ہوتے ہیں۔"

"آپ یہ بزنس کب سے کر رہے ہیں؟" کرنل نے ندیم کو گھورا۔ وہ ہم سے سچ اگلوانے کی خاطر گھما پھرا کر سوالات کر رہا تھا۔

"تقریباً آٹھ سال سے۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ بیرونی ملک میں بھی میں دو نائٹ کلبس کا پارٹنر ہوں۔"

"لیکن یہ بزنس اچھی نظروں سے نہیں دیکھا جاتا۔"

"یہ آپ کی ذاتی رائے ہو سکتی ہے لیکن عوام کی نہیں! اس لیے کہ عام طور پر ہمارے نائٹ کلب فل ہاؤس بزنس کرتے ہیں۔"

"آپ کے استعمال میں جو گاڑی ہے وہ کب سے استعمال کر رہے ہیں؟"

"دو سال سے۔"

"سائنس کی ترقی کے بارے میں آپ کا کیا نظریہ ہے؟"

"سوری۔ مجھے اس شعبے سے کبھی کوئی دلچسپی نہیں رہی شاید اس لیے کہ میں آرٹس کا طالب علم تھا۔"

"آپ کی عمر کیا ہوگی؟"

"انتخابات میں اپنا ووٹ کاسٹ کر سکتا ہوں لیکن کبھی ایسا کیا نہیں۔"

"کوئی خاص وجہ۔"

"اس لیے کہ ہمارے ملک میں سیاسی استحکام نام کی کوئی چیز سرے سے ہے ہی نہیں۔ آئے دن حکومتیں بدلتی رہتی ہیں۔ ہر نیا آنے والا جانے والے کو بدنام کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جو وعدے کیے جاتے ہیں وہ نمائندے کبھی پورا نہیں کرتے۔ اس کے علاوہ یہاں سیاسی پارٹیوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ کسی کو سرفہرست نہیں کہا جا سکتا۔" ندیم نے مسکرا کر کہا۔ "ہماری سیاست فلش کھیل سے زیادہ مطابقت رکھتی ہے۔ زیادہ تر بلائنڈ چالیں چلی جاتی ہیں لیکن پتا شو کرنے میں صورت حال قطعی مختلف ہوتی ہے۔"

"کیا آپ کے پاس ایک سے زیادہ گاڑیاں ہیں؟" کرنل نے بھویں سکیڑ کر پوچھا۔

"کلب کے استعمال میں چار گاڑیاں ہیں۔ میرے استعمال میں صرف ایک گاڑی ہے۔ ویسے سال دو سال بعد گاڑیاں تبدیل کرنا میری ہوبی ہے۔"

"آپ کے پاس کتنی گاڑیاں ہیں؟" کرنل نے میری سمت دیکھا۔

"میرے ذاتی مصرف میں صرف ایک گاڑی ہے۔" میں نے سادگی سے جواب دیا۔

"ایک ہفتے پہلے تک آپ کے استعمال میں جو گاڑیاں تھیں کیا آپ اس کا نمبر بتا سکتے ہیں؟"

"ان سارے سوالات کے جواب آپ کو میرا مینیجر بھی دے سکتا تھا۔" اس بار ندیم نے قدرے ناخوشگوار انداز میں کہا۔

"ہمارے پاس آپ کے ہوٹل اور کلب کا سرچ وارنٹ بھی ہے۔" کرنل کا لہجہ تیکھا ہو گیا۔ "لیکن ہم اس فریضے کو عملی جامہ پہنا کر آپ کے کلب کی ریپوٹیشن کو خراب نہیں کرنا

چاہتے۔"

"آپ بڑے شوق سے ہوٹل اور کلب کی تلاشی لیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا لیکن کیا میں یہ پوچھنے کا حقدار ہوں کہ یہ تلاشی کیوں لی جا رہی ہے؟"

"سوری۔" کرنل کا لہجہ بہ دستور خشک تھا۔ "ہم اس سوال کا جواب دینے پر مجبور نہیں ہیں۔"

"پھر زیادہ مناسب یہی ہو گا کہ آپ اپنے دل کے ارمان پورے کر لیں۔ میں مینیجر کو طلب کر کے اسے ہدایت کیے دیتا ہوں کہ وہ آپ کے ساتھ مکمل تعاون کرے۔"

کرنل نے فوری طور پر جواب نہیں دیا۔ چند لمحے تک وہ شاید اپنے آیندہ کے لائحہ عمل کے بارے میں غور کرتا رہا پھر اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا تو دونوں کمانڈوز آفس سے باہر چلے گئے۔ سراج ابھی تک خاموش کھڑا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ اب ہمیں کھل کر بات کر لینی چاہیے۔" کرنل نے بہ دستور کھڑے کھڑے سراج سے کہا پھر ندیم کو مخاطب کر کے بڑی گمبھیر آواز میں بولا۔

"ہمیں معتبر ذرائع سے اطلاع ملی ہے کل آپ کی گاڑی شہر سے دور ایسے مقام پر دیکھی گئی ہے جو ممنوع نہ سہی لیکن اس طرف صرف خاص خاص لوگ ہی جاتے ہیں۔"

"آپ کو یقیناً غلط اطلاع دی گئی ہے۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "کل کیا گزشتہ دس بارہ روز سے ہم شہر سے باہر کسی علاقے میں نہیں گئے۔ اس سے پہلے ایک بار ساحلی علاقے کی طرف ضرور جانا ہوا تھا۔"

"ہمیں جس گاڑی کا ماڈل میک اور رنگ بتایا گیا ہے وہ اس وقت بھی آپ کے پارکنگ لاٹ میں موجود ہے۔" کرنل کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ وہ ہمیں مرعوب کرنے کی خاطر مختلف داؤ استعمال کر رہا تھا۔

"پھر دیر کس بات کی ہے؟" ندیم نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "آپ کے پاس سرچ وارنٹ بھی ہے اور آپ کے اختیارات بھی یقیناً وسیع ہوں گے۔ آپ چاہیں تو ہمیں گرفتار بھی کر سکتے ہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ آپ کو ہمارے کسی دشمن نے غلط اطلاع دی ہے۔"

"کیا آپ اپنے کسی خاص دشمن کا نام بتانا پسند کریں گے؟" کرنل نے تیزی سے پوچھا۔

"بزنس رائیوالری (Business Raivalry) دنیا کے ہر خطے میں پائی جاتی ہے۔ ہمارے ملک میں اس کا تناسب کچھ زیادہ ہی ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ کسی دشمن نے محض ہماری ریپوٹیشن خراب کرنے کے خاطر آپ حضرات کو غلط راستے پر ڈال دیا ہو۔"

"آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔" کرنل نے

اپنا سوال دہرایا۔ "آپ کو کس شخصیت پر شبہ ہے؟"

"میں کوئی ایک نام یقینی طور پر نہیں لے سکتا لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ ہمارے بزنس میں قدم قدم پر کوئی نہ کوئی دشمن ضرور ہوتا ہے۔" ندیم نے جواب دیا پھر سراج کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "میری ذاتی اطلاع کے مطابق سراج ایک ایماندار اور بااصول آفیسر ہیں لیکن اکیلا چنا بھاڑ نہیں پھوڑ سکتا والی مثل ان کے ساتھ بھی پیش آ چکی ہے۔ کچھ دنوں پیشتر یہ موصوف بھی معطل رہ چکے ہیں۔ اس میں بھی کسی ایسے دشمن کا ہاتھ شامل ہو سکتا ہے جسے مسٹر سراج کی ایمانداری اور فرض شناسی سے نقصان پہنچا ہو۔"

کرنل ایک لمحہ تک تیز نظروں سے ہمیں گھورتا رہا پھر وہ ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ سراج نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔

"مسٹر شہباز۔" کرنل نے مجھے مخاطب کیا۔ "کیا آپ

ہمیں اپنے کسی دشمن کا نام بتانا پسند فرمائیں گے۔"

"ایسا کوئی نام میرے ذہن میں نہیں ہے۔" میں نے پُراعتماد لہجہ اختیار کیا۔ "مجھے شہری حقوق کا بخوبی علم ہے۔ میرا تعلق محکمہ پولیس سے بھی رہ چکا ہے اس لیے میں اس بات سے بھی بخوبی واقف ہوں کہ کسی دشمن کے ساتھ کس طرح ڈیل کیا جا سکتا ہے۔"

"مسٹر بھوشن جوزف کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔" اس بار سراج نے کہا۔ "کیا یہ درست نہیں ہے کہ وہ ایک دو بار آپ سے دوبدو الجھ بھی چکا ہے۔"

"آپ کی اطلاع درست ہے لیکن میں نے بھوشن کو واضح کر دیا تھا کہ اگر اس نے مجھے چھیڑنے کی کوشش کی تو پھر میں قانونی دائرے میں رہ کر جوابی کارروائی کا بھی حق رکھتا ہوں۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "ہو سکتا ہے کہ بھوشن اب بھی مجھے اندرونی طور پر نقصان پہنچانے کی تگ و دو میں ہو لیکن میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے اس کے بارے میں غور کروں۔"

"مسٹر ندیم۔" کرنل نے اصل مقصد کی سمت آتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ نے ہمارے ملک کے عظیم سائنس دان پروفیسر ابرار کا نام سنا ہے؟"

"شاید کبھی اخبار کی سرخیوں میں پڑھا ہو لیکن میں عرض کر چکا ہوں کہ مجھے سائنس سے کبھی کوئی شغف نہیں رہا۔"

"ہماری اطلاع کے مطابق کل آپ دونوں حضرات پروفیسر کی لیبارٹری کی طرف جاتے دیکھے گئے تھے؟"

"میں آپ کی اطلاع کو چیلنج نہیں کروں گا کرنل۔" ندیم نے بے پروائی سے کہا۔ "لیکن یہ بات ضرور حیرت انگیز ہے کہ جس بات کی اطلاع ہمیں بھی نہیں ہے وہ حساس اداروں تک کس طرح پہنچ گئی؟"

"مسٹر ندیم۔" سراج نے پوچھا۔ "کیا آپ کی گاڑی پچھلے دنوں کسی اور کے استعمال میں بھی رہی ہے؟"

"جی نہیں۔ میری گاڑی کو سوائے میرے کوئی دوسرا ڈرائیو نہیں کرتا لیکن آپ کا اس سوال سے کیا مقصد ہے؟"

"ہماری اطلاع کے مطابق وہ گاڑی اسی ماڈل، میک اور رنگ کی تھی۔"

"جیسی میرے پاس ہے۔" ندیم نے استہزائیہ انداز میں کہا۔ "مائی ڈیر مسٹر سراج۔ اب میں اتنا اہم آدمی بھی نہیں ہوں کہ دنیا کی کوئی کمپنی صرف میرے لیے ایک گاڑی بنائے اور اس ماڈل، میک یا رنگ کی کوئی دوسری گاڑی پورے شہر میں کسی دوسرے کے پاس موجود نہ ہو۔"

"مسٹر ندیم۔" کرنل نے اس بار قدرے دوستانہ لہجے میں کہا۔ "ہمیں گاڑی کا جو نمبر دیا گیا ہے وہ بے شک آپ کی گاڑی کے نمبروں سے مختلف ہے لیکن پروفیسر کی شخصیت کی اہمیت کے پیش نظر ہم نے آپ سے ملنا ضروری سمجھا تھا۔"

"کیا پروفیسر کو خدانخواستہ۔۔۔"

"نہیں۔" کرنل نے تیزی سے کہا۔ "ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔"

"پھر؟" میں نے پوچھا۔ "اصل مسئلہ کیا ہے؟"

"کچھ باتیں اتنی اہم ہوتی ہیں کہ ہم اس کا اظہار نہیں کر سکتے۔" کرنل نے کہا۔ "ہمیں امید ہے کہ آپ بھی ہماری یہاں آمد کا مقصد کسی اور کے سامنے نہیں بیان کریں گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں لیکن آپ جس انداز میں یہاں تشریف لائے ہیں اس کی اطلاع تو بہرحال ہمارے گاہکوں کو مل چکی ہو گی۔"

"آپ اسے روٹین چیکنگ کا بہانہ بھی کہہ سکتے ہیں۔" سراج نے اظہار خیال کیا۔ اسی وقت دونوں کمانڈوز دوبارہ اندر داخل ہوئے۔

"سر۔" ایک کمانڈوز نے کرنل سے کہا۔ "ہمارے آدمیوں نے پوری عمارت کے تمام حصوں کو دیکھ لیا ہے لیکن کوئی ثبوت نہیں ملا۔"

"کیا آپ حضرات نے انڈر گراؤنڈ کمروں کو بھی دیکھ لیا ہے۔" ندیم نے کمانڈو کو مخاطب کیا۔

"جی ہاں۔ آپ کے مینیجر نے ہمارے ساتھ خاصا تعاون کیا ہے اور انڈر گراؤنڈ کمروں کی نشاندہی بھی اسی نے کی تھی۔"

"سوری فار دی ٹربل مسٹر ندیم۔" کرنل نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "آپ کو ہماری وجہ سے زحمت اٹھانی پڑی۔"

"اب چونکہ آپ حضرات مطمئن ہو چکے ہیں اس لیے کیا میں آپ سے ایک کپ چائے، کافی یا کسی سوفٹ ڈرنک پینے کی درخواست کر سکتا ہوں۔"

"پھر کبھی سہی۔"

"کرنل۔" میں نے دیدہ و دانستہ بڑی سنجیدگی سے اسے مخاطب کیا۔ "میرا خیال ہے کہ کسی نے کلب کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔"

"یہ بھی ممکن ہے کہ میرے پاس جو گاڑی ہے بالکل ویسی ہی کسی اور کے پاس بھی ہو۔" ندیم نے کہا۔

"ہم اس بات کے امکانات کے علاوہ اور بھی کئی باتوں پر غور کر چکے ہیں لیکن مخبر نے خاص طور پر آپ دونوں کا نام لیا تھا۔"

"کیا میں مخبر کا نام دریافت کر سکتا ہوں؟" ندیم نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ہمیں جو اطلاع ملی تھی وہ فون پر ملی تھی۔"

"حیرت ہے۔" میں نے معنی خیز انداز میں کہا۔ "آپ کے سننے کے مطابق پروفیسر کو کسی قسم کا کوئی حادثہ بھی پیش نہیں آیا پھر بھی ایک فون کال پر اتنی سنجیدگی سے عمل کیا جا رہا ہے اس میں اور کوئی بات تو نہیں ہے؟"

"فی الحال میں آپ کو کوئی جواب دینے سے قاصر ہوں۔" کرنل نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا پھر تیزی سے گھوما اور آفس سے باہر چلا گیا۔ اس کے ساتھ ہی سراج اور دونوں گارڈز بھی باہر چلے گئے۔ ان کے جانے کے دس منٹ بعد راجو دوبارہ کمرے میں داخل ہوا۔

"باہر لائن کلیئر ہو چکی ہے۔"

"پھر بھی ہمیں محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ کچھ سادہ لباس والے اب بھی سب کی نگرانی کر رہے ہوں۔"

"پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے باس۔" راجو بولا۔ "وہ سب مطمئن ہو کر گئے ہیں۔"

"لاش کو ٹھکانے لگا دیا؟"

"یس باس۔" راجو مسکرایا۔ "اب تک اس کی ہڈیاں بھی جل بھن کر راکھ کا ڈھیر بن چکی ہوں گی۔"

"ٹھیک ہے۔" ندیم نے اطمینان کا سانس لیا پھر کچھ توقف سے بولا۔ "رکی کی اہمیت اب ہمارے لیے پھر بڑھ گئی ہے۔ معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ میلبا کی موت میں کس کا ہاتھ ملوث ہے۔"

"باس۔ اگر آپ اجازت دیں تو اس درخت کو ہی جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا جائے جس کے سائے تلے جرم پروان چڑھ رہے ہیں۔"

"نہیں۔ فی الحال اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

راجو واپس چلا گیا تو میں نے کرسی پر پہلو بدل کر ندیم کو گھورا۔

"آخر تم چیز کیا ہو؟"

"مارکیٹ میں تلاش کرنے کی کوشش کرو۔" ندیم بڑی معصومیت سے بولا۔ "اگر کوئی دوسرا پیس مل جائے تو مجھے ضرور اطلاع کرنا۔"

"تمہاری کامیابی کی پشت پر تمہارے کارندوں کی وفاداری کا بھی بڑا دخل ہے۔"

"کریڈٹ بہرحال ٹیم کے سربراہ کو ہی ملے گا۔" ندیم نے مسکرا کر فاتحانہ لہجے میں جواب دیا۔

"میرا خیال ہے کہ گاڑی کا نمبر پلیٹ بدلنے میں تمہاری ذہانت کام آ گئی ورنہ کرنل آسانی سے ہمارا پیچھا چھوڑنے والا نہیں تھا۔"

"میری جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو شاید وہ بھی اسی ترکیب نمبر گیارہ پر عمل کرتا۔"

"تمہارا ذہن کیا کہتا ہے؟" میں نے پوچھا۔ "ہمارے بارے میں کس نے مخبری کی ہوگی؟"

"کوئی ایسا شخص جو بھوشن کے لیے کام کر رہا ہے۔ اس کا تعلق میجر نصیر سے بھی ہو سکتا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ اب واپس چلا جائے۔" میں نے جماہی لیتے ہوئے کہا۔ "آج اچھی خاصی دیر ہو چکی ہے۔"

"تم راجو کے ساتھ چلے جاؤ۔ مجھے ابھی کچھ اور ضروری کام بھی نپٹانے ہیں۔"

"ایز یو وش۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا پھر راجو کے ساتھ گھر کی سمت روانہ ہو گیا۔ نہ جانے کیوں راستے بھر میرے ذہن میں کالکا کا تصور بار بار ابھرتا رہا۔ کئی دنوں سے اس نے میری خیریت دریافت کرنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی تھی۔ میں نے کچھ سوچ کر اس کو دل ہی دل میں کئی بار آواز دی لیکن کالکا کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ میں نے سوچا۔ اگر کالکا ہی بھوشن کی پشت پناہی کر رہی ہے تو وہ یقیناً اپنی ناکامیوں پر بری طرح تلملا رہی ہوگی۔ پے در پے شکست نے اسے اپنا خون پینے پر مجبور کر دیا ہوگا۔

ندیم رات گئے کھانے کے وقت پر بھی نہیں آیا۔ مجھے اس کے بارے میں تشویش لاحق تھی۔ مارگریٹ کی گمشدگی کے بعد میجر نصیر کی چیک پوسٹ کا دھماکے سے اڑ جانا اور پھر میلبا کی موت یہ سب ایک ہی سلسلے کی بکھری ہوئی کڑیاں تھیں۔ میں بظاہر تسنیم اور عارفہ کی خاطر ہنس بول رہا تھا لیکن میرا ذہن ندیم کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ کرنل اور سراج کا پوری فورس کے ساتھ نائٹ کلب کو محاصرے میں لے کر تلاشی میں محض کاغذات کی خانہ پری نہیں سمجھی جا سکتی تھی۔ اس کی پشت پر بھوشن ہی کے کسی آدمی کا ہاتھ ہو سکتا تھا۔ پے در پے ناکامی کے بعد ممکن ہے اس نے ہمارے سلسلے میں اپنے شکاری کتوں کو "شوٹ ایٹ سائٹ" کا حکم دے دیا ہو۔ میں کھانا ختم کر کے اٹھ رہا تھا کہ ملازم نے سراج کے فون کی اطلاع دی اور میں تیزی سے اٹھ کر ڈرائنگ روم میں آ گیا۔

"میں شہباز بول رہا ہوں۔"

"میں آپ سے براہ راست ملنا چاہ رہا تھا لیکن میں نے جان بوجھ کر آنا پسند نہیں کیا۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"کرنل کو ہمارے اور آپ کے تعلقات کی اطلاع بھی مل چکی ہے۔" سراج نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "پروفیسر ابرار نے جس انداز میں اپنے چیک پوسٹ کی تباہی اور میجر نصیر کی موت کی اطلاع دی ہے حکومت اس کا خاص نوٹس لے رہی ہے۔"

"میجر نصیر کی موت اور چیک پوسٹ کی تباہی؟" میں نے انجان بن کر کہا۔ "میں سمجھا نہیں؟"

"پھر کسی وقت اطمینان سے بیٹھ کر گفتگو کروں گا۔" سراج نے کہا۔ "فی الحال میرا مشورہ ہے کہ آپ اور مسٹر ندیم کو بہت زیادہ محتاط رہنا ہوگا۔"

"وہ کس سلسلے میں؟"

"کرنل گاڑی کی نمبر پلیٹ کی وجہ سے مطمئن ہو گیا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ وہ ابھی تک آپ دونوں کو مشتبہ سمجھ رہا ہے۔"

"شک کی کوئی وجہ بھی ضرور ہوگی۔" میں نے بہ دستور سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"یہ حقیقت ہے کہ مخبر ہم دونوں کے سامنے نہیں آیا لیکن یہ بھی درست ہے کہ کسی نامعلوم آدمی نے مجھے اور کرنل دونوں کو فون کر کے یہ اطلاع بھی دی ہے جو گاڑی پروفیسر ابرار کی لیب کی طرف جاتے دیکھی گئی تھی اس میں آپ اور مسٹر ندیم موجود تھے۔"

"بھوشن۔" میں نے حقارت کا اظہار کیا۔ "شاید وہ اب اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آیا ہے۔"

"میرا ذہن بھی اسی کی طرف جاتا ہے لیکن کسی ثبوت کے بغیر ہم اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکتے۔" سراج نے جواب دیا۔ "میرے پاس ایک اطلاع اور بھی ہے۔ میلبا نامی کرسچن لڑکی جو ایک مقامی سپر اسٹور میں کام کرتی تھی اسے بھی سرعام گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔"

"کیا اس کی موت کو بھی شامل تفتیش کیا گیا ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ شاید وہ بھی بھوشن ہی کے لیے کام کر رہی تھی۔"

"کیا آپ کو یقین ہے؟"

"نہیں، صرف شبہ ہے۔" سراج نے وضاحت کی۔ "میری رپورٹ کے مطابق رکی نامی بدمعاش کے جن عورتوں سے تعلقات تھے ان میں میلبا سرفہرست تھی اور رکی، بھوشن ہی کا اجرتی قاتل تھا۔ ایسی صورت میں یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ کسی خاص مصلحت کی بنا پر مس میلبا کو بھی راستے سے ہٹا دیا گیا۔"

"مقتولہ کی تفتیش بھی کیا آپ ہی کر رہے ہیں۔"

"جی نہیں، جہاں واردات ہوئی تھی وہ علاقہ میری حدود سے باہر ہے لیکن جو تفتیشی انسپکٹر ہے وہ میرا ماتحت رہ چکا ہے۔ اسی نے مجھے اس لڑکی کی موت کی اطلاع دی تھی۔"

"گویا بھوشن ذہنی طور پر قلاش ہونے کے بعد اپنا ذہنی توازن بھی کھو چکا ہے۔"

"مسٹر شہباز، میں ذاتی طور پر اپنے عہدے سے ہٹ کر ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔" سراج نے دوستانہ لہجے میں پوچھا۔ "کیا آپ اور مسٹر ندیم نے پروفیسر ابرار سے ملاقات کی تھی؟"

"کسی دشمن کی اطلاع پر یقین کرنا آپ کے محکمے کے اصول کے خلاف ہے۔" میں نے الفاظ چباتے ہوئے کہا۔ "پروفیسر ابرار کے بارے میں ہماری واقفیت صرف اخبار میں شائع ہونے والی اطلاع تک محدود ہے۔ ویسے میں ایک بات سے آپ کو قبل از وقت مطلع کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کسی شخص نے فون پر مجھے دھمکی دی ہے کہ اگر دوبارہ میں نے ماہ رخ کی طرف دھیان بھی دیا تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"اگر میرا مشورہ مانیں تو آپ پہلی فرصت میں اس کی اطلاع ملحقہ تھانے کو دے دیں۔ ویسے آپ خود بھی واقف ہوں گے کہ ایف آئی آر کی کیا اہمیت ہوتی ہے۔"

"ہوا کرتی تھی۔" میں نے استہزائیہ انداز میں جواب دیا۔ "اب صرف سفارش پر کام چلتا ہے۔ آپ بھوشن کو کیوں فراموش کر رہے ہیں۔ اسی کی بدولت آپ کو چھٹی لینی پڑی تھی۔ اگر ماہ رخ کی سفارش درمیان میں نہ ہوتی تو شاید بھوشن کے اوپر والوں سے تعلقات آپ کی برطرفی کی صورت میں بھی سامنے آ سکتے تھے۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں لیکن ایف آئی آر پھر بھی کسی نہ کسی زاویے سے کام آ جاتی ہے۔"

"بھوشن کے بارے میں آپ کیا کر رہے ہیں؟"

"میں مایوس نہیں ہوا ہوں۔" سراج نے تیزی سے جواب دیا۔ "مجرم خواہ کتنا ہی اہم اور طاقتور ہو ایک نہ ایک دن قانون کی گرفت میں ضرور پھنستا ہے اور پھر۔۔۔"

"پھر اسے قرار واقعی سزا دی جاتی ہے۔" میں نے تلخ الفاظ میں کہا۔ "آہنی ہاتھوں سے مجرموں کی بیخ کنی کرنا اور سخت سے سخت کارروائی کرنے والے بیانات اب خاصے پرانے ہو چکے ہیں۔ لوگ ایک ہی ٹیپ کو بار بار سن کر تنگ آ چکے ہیں۔ اب صرف مائٹ از رائٹ کا دور ہے۔ ایف آئی آر اب صرف مقتول کے خلاف کٹتی ہے۔ کیا آپ میری باتوں سے انکار کریں گے کہ پولیس کے لیے اب کسی شخص کا قتل نہایت فائدہ مند ثابت ہوتا ہے۔ مرنے والے کی شخصیت کے نام پر ایسے بہت سارے سنگین جرائم نپٹا دیے جاتے ہیں، جن کی فائلیں سرد خانے میں پڑی ہوتی ہیں۔ شاید مرنے والے کے فرشتوں کو بھی ان واردات کے بارے میں کوئی علم نہ ہوتا ہو۔"

"کہیں کہیں ایسا بھی ہوتا ہے لیکن کچھ آفیسر اب بھی ایسے باقی ہیں جو اپنے فرض کو انجام دینے میں بددیانتی سے کام نہیں لیتے۔"

"صرف آٹے میں نمک کے برابر۔ بہرحال تو تم بھی یہ تو جاننا چاہتے ہیں۔" میں نے کہا پھر گفتگو کا رخ بدل کر پوچھا۔ "کرنل نے واپسی میں ہمارے بارے میں کیا باتیں کی تھیں؟"

"وہ آپ کے والد کا نام سن چکا ہے۔ کم از کم آپ کی ذات پر شبہ نہیں ہے۔"

"گویا وہ صرف ندیم پر شک کر رہا ہے جبکہ مخبر نے ہم دونوں کے ایک ساتھ ہونے کی اطلاع دی ہے۔"

"کرنل نے کھل کر کسی پر شک کا اظہار نہیں کیا۔ بہت گہرا آدمی ہے۔"

"ہوا کرے۔ ہماری صحت پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ویسے بائی دی وے کیا آپ سپر اسٹور والی کرسچن لڑکی کے قتل کے سلسلے میں مجھے کچھ معلومات فراہم کرسکتے ہیں۔"

"ابھی تک کوئی خاص نتیجہ اخذ نہیں کیا جاسکا" سراج نے کہا۔ "سپر اسٹور میں کام کرنے والوں نے صرف یہی بیان دیا ہے کہ مقتولہ زیادہ ملنسار نہیں تھی۔ صرف اپنے کام سے کام رکھتی تھی۔ خاصی مدت سے وہ ملازم تھی مگر اس نے کبھی کسی کو شکایت کا موقع بھی نہیں دیا۔"

"اس کے ملنے جلنے والوں کے بارے میں کیا معلوم ہوا؟"

"سپر اسٹور میں ڈیوٹی کے دوران کبھی اس سے کوئی ملنے کی غرض سے نہیں آیا نہ ہی کوئی فون کال آئی۔"

"اس کے کردار کے بارے میں لوگوں نے کیا بیان دیا ہے۔" میں نے پوچھا پھر وضاحت کرتے ہوئے بولا۔ "آپ نے ابھی کہا تھا کہ رکی کی لسٹ پر جو لڑکیاں تھیں اس میں مرنے والی سرفہرست تھی۔"

"میرے اپنے ذرائع نے یہی پتا چلایا ہے۔"

"میرے لیے اور کیا حکم ہے؟"

"حکم نہیں۔ میں صرف درخواست کرسکتا ہوں کہ آپ دونوں محتاط رہیں۔"

"میں آپ کے اس مشورے کا شکر گزار ہوں لیکن میں جانتا ہوں کہ بھوشن جیسے دشمن سے کس طرح ٹکرایا جاسکتا ہے۔"

"میں فی الحال آپ کو اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔"

"پانی سر سے اونچا ہونے لگے تو انسان کے لیے اپنے بچاؤ کی خاطر ہاتھ پیر چلانا ضروری ہو جاتا ہے۔"

"میں پھر کسی وقت آپ سے دوبدو ملاقات کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"کوئی خدمت ہو تو موقع ضرور دیجیے گا۔" میں نے کہا پھر فون بند کردیا۔ پلٹ کر دیکھا تو ندیم میرے عقب میں کھڑا تھا۔

"سراج کا فون تھا؟"

"ہاں۔" میں نے ندیم کو تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "سراج کا خیال ہے کہ کرنل۔"

"بھول جاؤ کرنل کو۔" ندیم نے بڑے پراعتماد انداز میں جواب دیا۔ "میں نے اس کے سلسلے میں خاصا معقول بندوبست کردیا ہے۔ اب وہ کلب کا رخ نہیں کرے گا۔"

"کوئی تگڑی سفارش۔" میں مسکرا دیا۔

"ہمارے بزنس میں اس کے بغیر کوئی آدمی ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔"

نسیم ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تو ہم نے گفتگو کا رخ بدل دیا۔ پھر ندیم اس کے ساتھ ڈائننگ روم کی طرف چلا گیا اور میں اپنے کمرے میں آگیا جہاں عارفہ میری منتظر تھی۔

دوسری صبح میں دفتر پہنچا تو ریسپشن پر ایک بے حد خوبصورت اور حسین لڑکی میری منتظر تھی۔ کچھ دیر بعد میں نے گارڈ کے ذریعے اسے اپنے دفتر میں بلالیا۔ اس کو بلانے سے پہلے میں نے وارثی سے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ جواب میں وارثی نے یہی کہا کہ وہ مجھ سے کسی بہت اہم معاملے میں ملاقات کرنے کی خواہشمند ہے۔ وارثی کو اس نے اپنا نام حسنہ بتایا تھا۔

دفتر میں داخل ہونے کے بعد اس نے مجھے بڑی گہری نظروں سے دیکھا پھر اجازت طلب کیے بغیر سامنے کرسی پر بیٹھ گئی۔ وہ حسین کہلانے کی مستحق تھی شاید اسی لیے اس کا نام حسنہ رکھا گیا تھا۔ اس کے جسم کے نشیب و فراز اور چہرے کے نقوش جنس مخالف کے لیے اپنے اندر بے پناہ کشش رکھتے تھے لیکن ایک بات جو میں نے خاص طور پر محسوس کی وہ اس کی آنکھوں کی ویرانی تھی۔

"فرمائیے۔" میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "مجھے میرے آفس مینجر نے بتایا ہے کہ آپ کسی بہت اہم کام کے سلسلے میں مجھ سے ملنا چاہتی تھیں۔"

"اگر میں آپ کے مینجر کو ملاقات کی وجہ بتا دیتی تو شاید وہ مجھے ریسپشن میں بیٹھنے کی اجازت بھی نہ دیتا۔"

"کوئی خاص بات؟"

"کیا میں آپ پر اعتماد کرسکتی ہوں؟"

"کس سلسلے میں؟" میں نے اسے غور سے دیکھا۔

"میں آپ کو کچھ اہم معلومات فراہم کرنا چاہتی ہوں لیکن اگر اس کا علم کسی اور کو ہوگیا تو وہ مجھے بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"معلومات کی نوعیت؟"

"مس میلبا۔"

"آئی سی۔" میں میلبا کا نام سن کر چونکا۔ "کیا آپ کو علم ہے کہ اس قتل کے پیچھے کن لوگوں کا ہاتھ ہے؟"

"جی ہاں لیکن زبان کھولنے سے پیشتر میں آپ سے ایک درخواست کروں گی۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔ "آپ کو مجھے ملازمت دینی ہوگی جس کے عوض میں آپ سے کوئی تنخواہ نہیں لوں گی۔"

"اس درخواست کے پیچھے کیا مصلحت ہے؟"

"سمجھنے کی کوشش کریں جو لوگ میلبا کو ٹھکانے لگانے کے بعد بھی آزادی سے دندناتے پھر رہے ہیں ہوسکتا ہے کہ وہ میرے تعاقب میں بھی ہوں۔ ملازمت مل جانے کی صورت میں انہیں اس بات کا شبہ نہیں ہوگا کہ میں آپ سے کسی خاص سلسلے میں ملی ہوں۔"

میں کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ لیڈی مکلارنس کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"میرے عزیز۔۔۔ تم حسنہ پر اعتبار کرسکتے ہو یہ تمہارے لیے بہت کارآمد ثابت ہوگی۔"

"لیکن۔۔۔"

"میں تمہیں فی الحال اس سے زیادہ نہیں بتاسکتی۔"

"کیا آپ مجھے بلا معاوضہ بھی ملازمت دینے پر تیار نہیں ہیں؟" حسنہ نے میری خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے آپ کی شرط منظور ہے لیکن آپ میلبا کو کیسے جانتی ہیں۔"

"مرنے سے ایک روز قبل اس نے مجھ سے فون پر گفتگو کی تھی۔" اس نے میرا سوال نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "اسے کسی طرح اس بات کا شبہ ہوگیا تھا کہ کچھ لوگ اس کے جان کے دشمن ہوگئے ہیں۔ دوسرے روز ہی اسے قتل کردیا گیا۔"

"کیا آپ اس کی کوئی سہیلی ہیں؟" میں نے دوبارہ اسے کریدنے کی کوشش کی۔

"مرنے سے پہلے اس نے فون پر صرف ایک نام ہی بتایا تھا' رکی۔" حسنہ نے پھر میرے سوال کو کوئی اہمیت نہیں دی۔

"لیکن آپ کو اس بات کا یقین کیسے ہوگیا کہ مجھے مس میلبا یا اس کے قاتلوں سے کوئی دلچسپی ہوگی۔"

"آپ کا نام بھی مجھے میلبا ہی نے بتایا تھا۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔ "اس نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ اگر اس کو مار دیا جائے تو میں پہلی فرصت میں آپ کو رکی کے اس خفیہ ٹھکانے سے آگاہ کردوں جہاں وہ خود کو محفوظ سمجھ رہا ہے۔"

"کیا آپ بھی کبھی رکی سے مل چکی ہیں؟"

"جی نہیں' مگر مجھے اس بات کا علم ضرور تھا کہ رکی اور مرنے والی کے درمیان کس قسم کے تعلقات تھے۔" اس بار اس نے نظریں جھکا کر کہا۔

"رکی اگر مجرم یا قاتل ہے تو اس کی گرفتاری پولیس یا دیگر قانون نافذ کرنے والے اداروں پر عائد ہوتی ہے۔" میں نے بظاہر بے پروائی سے جواب دیا۔ "میں صرف ایک بزنس مین ہوں اور بزنس مین کو دہشت گردی یا مجرموں کی سرکوبی سے کوئی تعلق نہیں۔"

"پھر۔۔۔" وہ اٹھتے ہوئے بولی۔ "شاید میں غلط جگہ پر آگئی ہوں۔"

"ون منٹ۔" میں نے اسے دوبارہ بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ کو پورا یقین ہے کہ مقتولہ نے رکی کے ٹھکانے کا جو پتا بتایا ہے وہ درست ثابت ہوگا۔"

"اگر آپ کو اعتماد نہیں ہے تو میں زیادہ اصرار بھی نہیں کروں گی۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔

"کیا آپ یہ بتاسکتی ہیں کہ میلبا کے قتل میں براہ راست

"کس کا ہاتھ شامل ہے؟"

"جی نہیں۔ مجھے میلبا نے صرف رکی کے ٹھکانے کے بارے میں بتایا تھا۔" وہ بدستور اکھڑے ہوئے انداز میں بولی۔ "یہ نہیں بتایا تھا کہ اسے کون قتل کرے گا۔ بڑی کھلی سی بات ہے شہباز صاحب اگر مرنے والی کو قاتل کا نام اور اپنے مرنے کا وقت معلوم ہوتا تو مجھے درمیان میں لانے کے بجائے براہ راست پولیس سے بھی رابطہ قائم کر سکتی تھی' جان بوجھ کر تو کوئی بھی اپنی موت کو دعوت نہیں دیتا۔"

"آپ کا قیام کہاں ہے؟"

"اسی شہر میں۔"

"اوہ۔۔۔" میں نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ "شاید آپ مجھے اپنے بارے میں تفصیل بتانے سے گریز کر رہی ہیں۔"

"میں آپ کے خیال کی تردید کروں گی۔" اس نے بے رخی سے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے' آپ چاہیں تو ابھی اور اسی وقت سے ڈیوٹی جوائن کر سکتی ہیں۔" میں نے لیڈی مکلارنس کے مشورے کو مد نظر رکھتے ہوئے کہا۔ "میری پرسنل سکریٹری کی سیٹ ابھی خالی ہے۔ بشرطیکہ آپ کو اس پر بھی کوئی اعتراض نہ ہو تو۔۔۔"

"میں کہیں بھی کام کر سکتی ہوں' کسی خاص سیٹ سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ میرا اپوائنٹمنٹ لیٹر تیار کرا دیں۔"

میں نے انٹرکام پر وارثی کو حسنہ کی تقرری کے کاغذات تیار کرنے کو کہا لیکن ایک خدشہ اس وقت بھی میرے ذہن میں کلبلا رہا تھا' کالاکا جو پراسرار قوتوں کی مالکہ تھی وہ کسی روپ اور کسی کی آواز میں بھی میرے سامنے آ سکتی تھی' یہ بات خود اس نے کہی تھی' ایک دوبار مجھے اس کا ذاتی تجربہ بھی ہو چکا تھا۔ لہٰذا میرے ذہن میں یہ خیال بھی گردش کر رہا تھا کہ کہیں کالاکا نے ہی تو لیڈی مکلارنس کے لہجے میں حسنہ کی سفارش نہیں کی تھی' اگر میرا اندیشہ درست تھا تو حسنہ میرے قریب رہ کر میرے لیے زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔

"کیا آپ ایک کپ چائے یا کافی میرے ساتھ پینا پسند کریں گی؟" میں انٹرکام پر گفتگو کے بعد اس سے دوستانہ لہجے میں پوچھا۔

"سوری۔۔۔" اس نے تیزی سے جواب دیا۔ "میں گھر سے باہر کوئی چیز کھانے اور پینے کے اصول کے خلاف ہوں۔"

"میلبا کی موت کا شاید آپ نے بہت گہرا اثر لیا ہے۔" میں نے اسے دوسرے انداز میں ٹٹولنے کی کوشش کی۔

"وہ زندہ ہوتی تب بھی میں اپنے اصولوں کو کبھی نہ توڑتی۔"

کچھ دیر بعد وارثی نے اپوائنٹمنٹ لیٹر تیار کر کے چپراسی کے ذریعے میرے پاس بھجوا دیا۔ چپراسی کے جانے کے بعد میں نے وہ لفافہ حسنہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کی تقرری پر آپ کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔"

"شکریہ۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا پھر بے پروائی سے لفافہ کھولے بغیر پرس میں رکھا' وہ اٹھی تو میں بھی اس کے ساتھ اٹھ کھڑا ہو گیا' کالاکا کے شک کی تصدیق کی خاطر میں نے اس سے ہاتھ ملانے کی کوشش کی' اگر وہ کالاکا ہی تھی تو مجھ سے ہاتھ ملانے کی حماقت کبھی مول نہ لیتی' لیکن حسنہ نے کچھ تامل کے بعد مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"میں کسی سے زیادہ بے تکلف ہونے کی عادی نہیں ہوں۔"

میں نے صرف مسکرانے پر اکتفا کی' اب مجھے کم از کم اس بات کا یقین ہو چکا تھا کہ وہ کالاکا نہیں تھی ورنہ داور' کول دریا موہنی کی طرح وہ بھی جل کر خاک ہو جاتی' اس خدشے کے نکل جانے کے بعد میں نے اس سے دوبارہ رکی کے بارے میں پوچھا۔

"کیا اب آپ مجھے وہ جگہ بتانا پسند کریں گی جہاں میلبا کے بیان کے مطابق رکی قانون کی نظروں سے چھپا بیٹھا ہے۔"

"اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو شاید آپ رکی کے ذریعے کسی پرانے دشمن تک پہنچنا چاہتے ہیں۔" وہ مسکرائی پھر جلدی سے وضاحت کرتے ہوئے بولی۔ "میلبا نے فون پر گفتگو کے وقت دبی زبان میں یہی کہا تھا رکی آپ کے لیے کسی دشمن کے خلاف ایک اہم ثبوت ہو سکتا ہے۔"

میں دوبارہ چونکا' میرے ذہن میں فوری طور پر کامنی دت کا خیال ابھرا۔ وہ ماریا تھی جسے ندیم نے میک اپ کرا کے بھوشن کے یہاں کامنی دت کی حیثیت سے پہنچایا تھا۔ ممکن ہے بھوشن نے بالکل اسی طرح حسنہ کو میرے دفتر تک پہنچانے کی کوشش کی ہو۔

"کیا مس میلبا نے مجھ سے غلط کہا تھا۔" حسنہ نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"جی نہیں۔ میں کچھ اور سوچ رہا تھا۔" میں نے بات بنانے کی کوشش کی۔

"کیا میلبا کا بیان اور بھوشن جوزف کا نام آپ کے لیے دلچسپی کا باعث نہیں ہے۔"

بھوشن جوزف کے حوالے نے مجھے حسنہ کے بارے میں اور الجھا دیا' وہ جو کوئی بھی تھی میرے بارے میں بہت کچھ جانتی تھی' پھر قبل اس کے کہ میں کسی نتیجے پر پہنچتا حسنہ نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"میں رکی کا پتا آپ کو اسی وقت دے سکتی ہوں مگر اس کو دشمنوں کی گولیوں سے بچانا آپ کا کام ہو گا۔ اس لیے کہ اگر ا

"پریشان مت ہو۔" اس نے سرد آواز میں جواب دیا۔ "تمہیں تھوڑی بہت خاطر مدارات کے بعد چھوڑ دیا جائے گا لیکن تم آزاد ہونے کے بعد بھی اپنی زبان بند ہی رکھو گے ورنہ۔۔۔ تم خود سمجھ دار ہو۔"

"کیا تم لوگوں نے میرے ڈرائیور کو مار دیا ہے۔"

"فی الحال یہ بے ہوش ہے۔" جواب ملا۔ "دو تین گھنٹے کے بعد دوبارہ ہوش میں آ جائے گا۔ اس وقت تک ہم تمہیں چھوڑ چکے ہوں گے۔"

"میرے کچھ سادہ لباس والے بھی میرے تعاقب میں ہوں گے۔" میں نے ندیم کے آدمیوں کے بارے میں سوچتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "ہو سکتا ہے وہ تمہیں راستے میں روکنے کی کوشش کریں۔ ایسی صورت میں تم دونوں کام آ سکتے ہو۔"

"اگر ہم کام آ گئے تو بھی تمہاری صحت پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" اس بار اس کے لہجے میں ایک عجیب سی الجھن موجود تھی۔ "تم بہرحال زندہ رہو گے' ہمیں اوپر سے یہی حکم ملا ہے کہ تمہیں زندہ رکھا جائے۔ یہ اور بات ہے کہ مقابلے کے دوران تمہارے ہی کسی آدمی کی گولی تمہیں چاٹ جائے۔"

"تم مذاق اچھا کر لیتے ہو۔ پڑھے لکھے معلوم ہوتے ہو۔" میں نے مسکرا کر بے پروا ثابت کرنے کی کوشش کی۔

"میرا مشورہ ہے کہ اب اگر تم اپنی زبان بند رکھو تو زیادہ مناسب ہو گا۔"

میں نے فوری طور پر کوئی جواب نہیں دیا' میرا ذہن بھوشن کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ شاید وہ مجھے اغوا کر کے اپنی برتری کا احساس دلانے کا خواہش مند تھا۔ دوسری شکل میں اس کے آدمی مجھے اس طرح پارکنگ لاٹ سے اغوا کرنے کی حماقت نہیں کرتے' سائیلنسر لگے پستول سے سامنے آئے بغیر بھی میرا کام تمام کر سکتے تھے۔ اس کے علاوہ ایک بات اور بھی قابل غور تھی۔ وہ دونوں بظاہر اپنی شکل میں نظر آ رہے تھے۔ ان کے چہرے پر کسی قسم کا میک اپ نہیں تھا۔ گاڑی نے ایک موڑ کاٹا تو ندیم کا سر ایک طرف ڈھلکنے لگا لیکن ڈرائیونگ سیٹ پر موجود آدمی نے ایک ہاتھ سے اس کا کالر مضبوطی سے پکڑ کر پشت کی جانب کھینچ کر اس طرح بٹھا دیا جیسے وہ آنکھیں بند کیے کوئی خواب دیکھ رہا ہو۔ مجھے امید تھی کہ ندیم نے جن آدمیوں کو میری حفاظت کی خاطر مامور کر رکھا تھا وہ کسی بھی لمحے سامنے آ کر بازی پلٹنے کی کوشش ضرور کریں گے لیکن اس کے ساتھ ایک خدشہ اور بھی لاحق تھا' جو لوگ اغوا کر کے لے جا رہے تھے ان کے ساتھ بھی تھوڑی بہت نفری اور بھی ہو سکتی تھی جو ندیم کے آدمیوں سے ٹکرا سکتی تھی۔ میں نے اپنی صندلی انگوٹھی کی طرف دیکھا' وہ بدستور میری انگلی میں موجود تھی۔

اغوا کرنے والوں کا اطمینان دیکھ کر یہی لگ رہا تھا جیسے انہیں کسی خطرے یا ٹکراؤ کی امید نہیں تھی پھر ایک اور خیال بڑی سرعت سے میرے ذہن میں ابھرا۔ اگر وہ بھوشن کے آدمی تھے تو پھر کالاکا نے اپنی طاغوتی قوتوں کے ذریعے یقیناً ندیم کے آدمیوں کو غیر موثر بنا دیا ہو گا۔ میں نے اپنے خیال کی تصدیق کی خاطر دل ہی دل میں کئی بار کالاکا کو آواز دی لیکن اس کی جانب سے کوئی جواب نہیں ملا۔ یہ شاید تیسرا موقع تھا جب کالاکا نے مجھے نظر انداز کیا جس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ وہ صرف بھوشن کی پشت پناہی کر رہی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ تم دونوں کو بھی پہلے کہیں دیکھ رکھا ہے۔" میں نے دوبارہ اغوا کرنے والوں کو ٹٹولنے کی کوشش کی۔

"ہو سکتا ہے۔" اس نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"اگر تم یہ بات سچ کہہ رہے ہو کہ تھوڑی سی خاطر مدارات کے بعد مجھے چھوڑ دیا جائے گا تو میں تم دونوں کے لیے خطرناک بھی ہو سکتا ہوں۔"

"یہ بھی ہو سکتا ہے' لیکن یہ سوچنا ہمارا نہیں بگ باس کا کام ہے' ہم صرف اس کے حکم کی تعمیل کرنے کے پابند ہیں۔"

"بگ باس سے تمہارا اشارہ کس کی طرف ہے؟"

"جلد بازی مت کرو۔" اس نے محتاط انداز میں جواب دیا۔ "بگ باس بھی تمہارا استقبال میک اپ میں نہیں کرے گا۔"

"میں جانتا ہوں۔" میں نے اسے آزمانے کی خاطر ہوا میں تیر چلایا۔ "بھوشن کے تعلقات بہت اوپر تک ہیں لیکن اگر اس نے مجھے زندہ چھوڑ دیا تو پھر اس کی اپنی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

"ہم پہیلیاں بوجھنے کے عادی نہیں ہیں' لیکن تمہاری اطلاع کے لیے اتنا بتا سکتے ہیں کہ اگر کبھی بگ باس اور بھوشن کے درمیان مقابلہ ہوا تو بھوشن کسی پالتو کتے کی طرح دم ہلا کر بگ باس کے قدموں میں لوٹنے پر مجبور ہو جائے گا۔"

گاڑی شہر سے نکل کر ساحل کی طرف جانے والے راستے پر آئی تو میرے ذہن میں ماہ رخ کا تصور ابھرا۔ ایک بار پہلے بھی مجھے اسی انداز میں اغوا کیا گیا تھا پھر کالاکا کی پراسرار قوت نے ان تصاویر کا ایک سیٹ چوری کر لیا تھا جسے ماہ رخ نے مجھے اپنے گھناؤنے مقصد میں کامیابی کی خاطر اپنے سیف میں محفوظ کر لیا تھا' اس کے بعد تصویر کا سیٹ مجھے ڈاک کے ذریعے وصول ہوا تھا لیکن جب میں نے ماہ رخ سے اس کی گھٹیا حرکت کی شکایت کی تو مجھے بڑی سنجیدگی سے یقین دلایا تھا کہ ان تصاویر کا صرف ایک سیٹ تیار کیا تھا جو بدستور اس کی سیف میں موجود تھا۔ شاید کالاکا نے ایک بار پھر مجھے اپنے ناپاک جال میں پھنسانے کی خاطر کوئی نئی سازش تیار کی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ تم دونوں کسی حسین عورت کے اشاروں پر ناچنے پر مجبور ہو۔"

"بکواس مت کرو۔" میرے برابر بیٹھا ہوا شخص اچانک بھڑک اٹھا۔ "ہمارا تعلق جس قبیلے سے ہے وہاں کوئی شے ہاتھ پھیلا کر بھیک کی طرح نہیں مانگی جاتی۔ زبردستی چھین لی جاتی ہے۔ رہا حسین عورتوں کا مسئلہ تو وہ معصوم اور حقیر تتلیوں کی مانند ہمارے اردگرد منڈلاتی رہتی ہیں لیکن ہم انھیں منہ بھی لگانا پسند نہیں کرتے۔"

"بیویوں سے ڈرتے ہوگے۔" میں نے اس کا مضحکہ اڑانے کی خاطر کہا' یہ ایک نفسیاتی حربہ تھا جو مجرموں کے سلسلے میں اکثر بڑا کامیاب ثابت ہو چکا تھا' شراب کی حدت اور غصے کی شدت انسان کو سچ بولنے پر مجبور کردیتی ہے۔ بیرونی ممالک میں حساس ادارے کے افراد مجرموں کو شراب پلا کر اتنا مدہوش کردیتے ہیں کہ وہ نشے کی حالت میں سچ اگلنے لگتا ہے۔ ہمارے یہاں یہ کام ڈنڈے' ڈرائنگ روم ٹریٹمنٹ یا پھر مجرم کی کسی دکھتی رگ پکڑ کر اشتعال دلا کر کیا جاتا ہے۔

"میرا خیال ہے کہ اس کی زبان کو بھی کچھ دیر کے لیے بند کردیا جائے۔" ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا شخص پہلی بار کسی شکاری کتے جیسے انداز میں غرایا۔

"نہیں۔۔۔" میرے برابر والے شخص نے ہونٹ چباتے ہوئے تلملا کر کہا۔ "ہم بگ باس کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کرسکتے۔"

"خاصے وفادار معلوم ہوتے ہو۔" میں نے اسے اکسانے کی کوشش کی لیکن اس نے مجھے صرف لال پیلی نگاہوں سے دیکھنے پر اکتفا کی۔ اس کے چہرے پر خون کی گردش اس بات کی ترجمانی کررہی تھی کہ وہ بگ باس کے حکم کی وجہ سے خون کا گھونٹ پی رہا ہے۔ دوسری صورت میں شاید وہ تمام احتیاط کو بالائے طاق رکھ کر میری بوٹیاں کرنے سے بھی دریغ نہ کرتا۔

کچھ دیر بعد گاڑی ساحلی سڑک کا ایک طویل فاصلہ طے کرنے کے بعد رکی تو میرے ذہن سے ماہ رخ کا خیال بھی نکل گیا۔ آس پاس کہیں وہ ہٹ نظر نہیں آرہی تھی جسے پہلی بار مجھے بلیک میل کرنے کے لیے استعمال کیا گیا تھا۔ میرے برابر بیٹھا ہوا شخص تیزی سے اترا' اس نے اپنے ساتھی کو مشورہ دیا تھا کہ وہ کریم کا خیال رکھے' اس کے بعد اس نے مجھے قہر آلود نظروں سے گھورتے ہوئے گاڑی سے باہر آنے کا حکم دیا تھا' میں نے مسکرا کر اس کے حکم کی تعمیل کی۔ مجھے حیرت تھی کہ ابھی تک اس نے میری تلاشی لینے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی تھی۔ میرا پستول اس وقت بھی ہمیشہ کی طرح میرے بغلی ہولسٹر میں موجود تھا۔ ان کی ایک پل کی غفلت بھی بازی کا رخ میرے حق میں پلٹ سکتی تھی لیکن ایسا ممکن نہیں ہوسکا۔ گاڑی سے

باہر آنے کے بعد ڈرائیونگ کرنے والے نے اتنی خاموشی اور پھرتی سے نکل کر عقب سے میری مشکلیں کس دی تھیں کہ میں اس کے آہنی ہاتھ کے حلقے میں کوئی جنبش نہ کرسکا۔ دوسرے شخص نے بھی بڑی چابکدستی سے میرا پستول نکال کر اپنے قبضے میں کرتے ہوئے کہا۔

"سوری مائی ڈیئر' لیکن بگ باس کا یہی حکم تھا کہ تمھیں بغیر کسی آتشی اسلحے کے اس کے سامنے پیش کیا جائے۔"

پھر مجھے کچھ دور پیدل چلنا پڑا' میرے تعاقب میں کوئی گاڑی دور دور تک موجود نہیں تھی۔ شاید مجھے اغوا کرنے والوں نے ندیم کے آدمیوں کو راستے ہی میں طاقت کا استعمال کرکے روک لیا تھا' گاڑی سے تقریباً پچاس گز دور جانے کے بعد مجھے ایک عالیشان ہٹ کے سامنے روک دیا گیا جو کسی چھوٹے موٹے بنگلے کی طرح نظر آرہی تھی' ہٹ کے اردگرد دو چار مرد نہانے کے لباس میں ادھر ادھر منڈلا رہے تھے لیکن میری چھٹی حس بتا رہی تھی وہ بھی اس ہٹ کی نگرانی پر مامور ہیں۔

"تم اندر جاسکتے ہو۔" مجھے ساتھ لانے والے نے سرد لہجے میں کہا۔ "بگ باس کے ساتھ شرافت ہی سے پیش آنا ورنہ اس کا صرف ایک اشارہ سمندری مچھلیوں کے لیے تمھاری جسامت کو غذا کے طور پر بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا' دروازہ کھلا ہوا تھا' میں اندر

داخل ہوا۔ کمرے کی آرائش اور زیبائش دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اس کی شان و شوکت ہی اس بات کا منہ بولتا ثبوت تھی وہ جس کی ملکیت تھا وہ بگ باس کہلانے کا مستحق بھی تھا۔ میں خاموشی سے ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ کمرے میں میرے علاوہ کوئی نہیں تھا لیکن دیواروں پر نظر آنے والی قدرے عریاں پینٹنگز کے ایسے شاہکار ضرور موجود تھے جو تنہائی کا احساس نہیں ہونے دے رہے تھے۔ مجھے زیادہ دیر تک انتظار نہیں کرنا پڑا پھر دوسرے کمرے کا دروازہ کھول کر جو شخص سامنے آیا اسے دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ میں اس سے براہ راست کبھی نہیں ملا تھا لیکن اس کی تصویریں برابر اخبارات کی زینت بنتی رہی تھیں۔ وہ سلیمان شاہ تھا۔ میں غیر اختیاری طور پر اٹھ کھڑا' اس کی عمر پچاس سے تجاوز کرتی نظر آرہی تھی لیکن اس کی صحت قابل رشک ہی تھی۔ چہرے پر گہرے سیاہ رنگ کی بڑی بڑی مونچھوں اور مختصر داڑھی نے اس کی شخصیت کو خاصا رعب دار بنا رکھا تھا۔ ایک لمحے تک وہ مجھے آدم خور جیسی شیر کی چمکیلی نگاہوں سے گھورتا رہا پھر اس کی بھیر آواز کمرے میں گونجی۔

"میرا خیال ہے کہ ہم پہلی بار براہ راست ایک دوسرے سے مل رہے ہیں۔" اس کا لہجہ بالکل سپاٹ اور خشک تھا۔

"جی ہاں۔" میں نے اس کے اشارے پر بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔

"آپ کو میرے آدمیوں سے کوئی تکلیف تو نہیں پہنچی؟" اس نے مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے سوال کیا۔

"جی نہیں لیکن۔۔۔"

"مجھے معلوم ہے۔" وہ میرا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی بول پڑا۔ "وہ جس طریقے سے آپ کو لائے ہیں وہ کچھ مناسب نہیں تھا لیکن اس کے علاوہ میرے پاس کوئی راستہ بھی نہیں تھا۔"

"مجھ سے کوئی خاص کام تھا؟"

"کام۔۔۔" وہ اس انداز میں مسکرایا جیسے میں نے کوئی بچکانی بات کہہ دی ہو پھر اس نے مجھے گھورتے ہوئے سرد لہجے سے کہا۔ "میری ایک درخواست ہے آپ سے۔۔۔"

"آپ حکم دیں۔۔۔" میں نے محتاط لہجے میں کہا۔

"بابا۔ میں چاہتا ہوں کہ ہماری اس ملاقات کا علم کسی اور کو نہ ہو۔" سلیمان شاہ نے دوبارہ کینچلی بدلی۔ "تم پڑھے لکھے سمجھدار آدمی ہو' تمھارا بزنس بھی میری اطلاع کے مطابق ٹھیک ٹھاک ہی چل رہا ہے اس لیے کیوں اپنے آپ کو رگڑوں میں ڈالنا چاہتے ہو۔"

"میں سمجھا نہیں شاہ صاحب؟"

"میں چاہتا ہوں کہ مجھے دوبارہ تم سے ملاقات کی ضرورت نہ پڑے۔" اس کے تیور بتدریج خطرناک ہورہے تھے۔ "میرے پاس اتنا وقت کہاں ہے بابا کہ میں تم جیسے شریف لوگوں سے بار بار ملاقات کروں۔"

میرے ذہن میں یکلخت ناکا کا مکروہ تصور ابھرا' اس نے ایک موقع پر مجھے دبی زبان میں دھمکی دی تھی کہ اگر میری اور ماہ رخ کی قابل اعتراض حالت میں کھینچی ہوئی تصویروں کا سیٹ سلیمان شاہ تک پہنچ گیا تو میرا انجام کیا ہوگا؟ اس دھمکی کے ساتھ اس نے ایک فرمائش بھی کی تھی کہ بھوشن سے ٹکرانے کا خیال ذہن سے نکال دوں۔ سلیمان شاہ کی گفتگو کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ تصویروں کا سیٹ دیکھ چکا ہے۔

"میں آپ کا اشارہ نہیں سمجھ سکا۔" میں نے انجان بننے کی کوشش کی تو اس کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا۔ اس کی کشادہ پیشانی پر اس کی سخت گیر طبیعت کی نشانی متعدد سلوٹوں کے روپ میں ابھر آئی تھیں' ایک لمحے تک وہ مجھے خونخوار نظروں سے گھورتا رہا پھر فیصلہ کن لہجے میں بولا۔

"کیا تمھیں میرے آدمی کے ذریعے میرا پیغام نہیں ملا۔ اسے محض ایک معمولی کال سمجھ کر نظرانداز مت کرو۔ زندگی سب سے قیمتی شے کا نام ہے لیکن ایک بار چلی جائے تو پھر دوبارہ واپس نہیں آتی' کیا اب بھی تمھیں کچھ سمجھنے سمجھانے کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔"

مجھے وہ کال یاد آگئی جس میں ماہ رخ سے دور رہنے کی سختی سے تاکید کی گئی تھی۔ مجھے یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ کسی طرح میری اور ماہ رخ کی ناشائستہ تصویروں کا سیٹ اس کے ہاتھ لگ چکا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ سلیمان شاہ کو کیا جواب دیتا۔ اس کی جگہ اگر میں ہوتا شاید میری کیفیت اس سے بھی زیادہ خطرناک ہوتی۔

"کیا میں نے تم سے کوئی مشکل کام کہا ہے۔" اس نے سرد لہجے میں سوال کیا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ کو۔۔۔"

"بکواس نہیں چلے گی۔" وہ غصے میں اٹھ کھڑا ہوا۔ "جو کچھ کہا گیا ہے اس پر شرافت سے عمل کرو ورنہ تمھاری لاش کا بھی کوئی سراغ نہیں ملے گا۔ سلیمان شاہ کی عزت سے کھیلنا تم جیسے دو کوڑی کے آدمیوں کے بس کی بات نہیں ہے۔"

"آپ غصہ کرنے میں حق بجانب ہے شاہ جی مگر۔۔۔"

"فضل داد۔۔۔" سلیمان شاہ نے میرا جملہ کاٹ کر بلند آواز میں کسی کو آواز دی تو ایک تنومند آدمی تیزی سے کپکپاتا ہوا ہاتھ جوڑ کر کمرے میں آگیا۔

"حکم سائیں بادشاہ۔۔۔" اس نے لرزتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"بابا۔ اس چھوکرے کو بتاؤ کہ سلیمان شاہ کے سامنے زبان

"کھولنے والے کا انجام کیا ہوتا ہے' لیکن ہاتھ ذرا ہلکا رکھنا۔" سلیمان شاہ نے اپنے مخصوص سفاک انداز میں الفاظ چباتے ہوئے کہا۔ "اس کی کھال پتلی ہے' کہیں ضائع نہ ہو جائے۔"

فضل داد سلیمان شاہ کا جملہ ختم ہوتے ہی کسی عقاب کی طرح جھپٹا پھر اس سے پیشتر کہ میں سنبھلنے کی کوشش کرتا اس نے مجھے اپنے آہنی شکنجوں میں جکڑ کر دونوں ہاتھ اٹھائے تو میں فضا میں معلق ہو گیا۔

"فضل داد۔" سلیمان شاہ نے اپنے آدمی کو ہاتھ کا اشارہ کیا۔ "اتنی جلدی مت کرو بابا۔۔۔ بکرے کو بھی قربان کرنے سے پہلے اسے پانی مانی کھلایا پلایا جاتا ہے۔ اس سے پوچھو' اگر اس کی موٹی عقل میں میری باریک بات آگئی ہے تو اسے باہر جا کر ریت پر ڈال دو ورنہ۔۔۔"

"کیوں بچھڑے۔ کیا تیری کھوپڑی میں شاہ سائیں کی بات آگئی ہے یا پھر میں تیرے کو اپنی زبان میں سمجھاؤں۔"

میری عقل خبط ہو کر رہ گئی تھی' میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا جواب دوں' سلیمان شاہ کس کینڈے کا سیاست داں تھا اس کا علم مجھے ندیم اور ماہ رخ کے ذریعے بھی ہو چکا تھا۔ ندیم کے بیان کے مطابق سلیمان شاہ اور ماہ رخ کے درمیان ایک خاص نجی معاہدہ تھا' وہ ایک دوسرے کے معاملات میں دخل اندازی نہیں کرتے تھے' خود سلیمان شاہ اپنے کسی بڑے فائدے کی خاطر ماہ رخ کو دوسروں کے حوالے کرنے میں کوئی شرم نہیں محسوس کرتا تھا لیکن شاید وہ ہماری تصویریں دیکھ کر بھڑک اٹھا تھا جو اگر منظر عام پر آجاتیں تو میرے علاوہ سلیمان شاہ کی سفاکی بھی خاک میں مل جاتی۔

میں فضا میں بدستور معلق تھا' فضل داد نے مجھے دوبارہ اپنے آہنی بازوؤں پر تولتے ہوئے کرخت آواز میں کہا۔

"ابے کیا تیرے کو سانپ سونگھ گیا۔ جواب دے۔۔۔ سائیں کی بات تیری بدھی میں آئی یا نہیں۔"

"فضل داد۔۔۔" سلیمان شاہ سفاک آواز میں گرج اٹھا۔ "اس حرامی کو دو چار بار ہوا میں پھرکی کی طرح گھما کر زمین کے بل نیچے پھینک دے' پر کھال کا خیال رکھنا بابا اسے میں اپنے گلشن میں عطر مطر لگا کر رکھوں گا۔"

فضل داد نے حکم کی تعمیل میں دیر نہیں لگائی' موت کا تصور میری پلکوں کے سامنے گھپ اندھیروں کی طرح لہرا گیا' اگر وہ سر کے بل مجھے زمین پر دے مارتا تو شاید میری موت تو نہ واقع ہوتی لیکن دماغ ضرور پلپلا ہو کر رہ جاتا' میں نے جلدی سے سلیمان شاہ کو مخاطب کیا۔

"کیا آپ مجھ سے شائستہ انداز میں گفتگو نہیں کر سکتے؟"

"بھڑاں۔ اب تم سالا ٹٹو کی اولاد میرے کو تہذیب سکھائے گا' تیرا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا۔"

"آپ کا غصہ بجا ہے لیکن جس وجہ سے آپ مجھے مجرم سمجھ رہے ہیں اس میں میرا قصور نہیں ہے۔"

"زبان بند رکھو سور کے تخم۔" سلیمان شاہ کسی زخمی شیر کی طرح تڑپ کر بولا۔ "اگر تو نے زبان کھولی تو تیرے سارے ٹکڑے بھنوا کر رکھ دوں گا۔"

"میرے لیے کیا حکم ہے سائیں بادشاہ؟" فضل داد نے سلیمان شاہ کی طرف دیکھا جس کے چہرے کا رنگ کسی دہکتے شعلوں کی طرح سرخ ہو رہا تھا اس کی آنکھیں چنگاریاں اگلتی نظر آرہی تھیں۔

"یہ دو ٹکے کا چاپٹ شرافت کی زبان نہیں سمجھے گا۔" سلیمان شاہ نے مجھے گھورتے ہوئے غضبناک لہجے میں کہا۔ "سالے کو پھینک دے نیچے اور بھون ڈال گولیوں سے۔"

میں جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن فضل داد نے اس کا موقع نہیں دیا۔ اس نے "مولا مدد" کا نعرہ لگا کر مجھے زمین پر اچھال دیا' میری پولیس ٹریننگ بروقت کام آگئی۔ سر زمین سے ٹکرانے سے پہلے ہی میں نے جمناسٹک کا مظاہرہ کیا۔ ہاتھ زمین پر ٹیک کر سر کے بل قلابازی کھا کر اٹھ کھڑا ہوا لیکن فضل داد اتنی دیر میں شلوار کے اندر قمیص اڑسا ہوا پستول نکال چکا تھا۔ میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ اس پر چھلانگ لگا دوں لیکن اس بار بھی مجھے خفت اٹھانی پڑی۔ وہ میرے ارادے کو بھانپ کر ایک طرف ہٹ گیا۔ میں اپنی ہی جھونک میں منہ کے بل زمین پر گرا' لیکن موت کے خوف نے میرے جسم میں بجلیاں بھر دی تھیں۔ میں نے دوبارہ پھرتی سے قلابازی کھانے کی کوشش کی لیکن اس بار میں تڑپ کر بلبلا اٹھا۔ سلیمان شاہ کے بوٹ کی بھرپور ٹھوکر میری ریڑھ کی ہڈی پر لگی تھی۔ اسی وقت فضل داد نے اپنا پستول والا ہاتھ ہوا میں بلند کیا تھا۔ میں نے موت کی اذیت سے بچنے کی خاطر آنکھیں بند کر لیں۔ یہ ایک قدرتی رد عمل تھا۔ اس کے بعد گولی چلنے کی آواز سنائی دی لیکن اس کے ساتھ ہی فضل داد کے کراہنے کی آواز بھی ابھری۔ میں نے تیزی سے آنکھیں کھول کر صورت حال کا اندازہ لگانے کی کوشش کی' فضل داد فرش پر پڑا آخری ہچکیاں لے رہا تھا۔ میں نے نگاہوں کا زاویہ بدل کر سلیمان شاہ کی سمت دیکھا۔ وہ غصے میں کھڑا اپنا نچلا ہونٹ چبا رہا تھا۔ ریوالور اس کے بھی ہاتھ میں موجود نہیں تھا۔ وہ سپاٹ نظروں سے دروازے کی جانب گھور رہا تھا۔ میں نے اس کی نگاہوں کا تعاقب کیا تو چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ دروازے کے سامنے ماہ رخ کھڑی سلیمان شاہ کو ٹکٹکی باندھے گھور رہی تھی۔ اس کے سیدھے ہاتھ میں اعشاریہ بائیس کا پستول دبا ہوا تھا۔ ایک لمحے تک وہ دونوں ایک دوسرے کو گھورتے رہے پھر ماہ رخ کسی زہریلی ناگن کی طرح بل کھا کر بولی۔

"سلیمان شاہ۔ تم جس بات کی سزا اس کو دینا چاہتے ہو اس میں اس کا کوئی قصور نہیں ہے۔ اسے میں نے زبردستی اپنے آدمیوں سے اٹھوایا تھا۔ تم نے شاید جو تصاویر دیکھی ہیں اس پر غور نہیں کیا ورنہ تم یہ حماقت کبھی نہ کرتے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" سلیمان شاہ کا لہجہ بھی سرد ہی تھا۔ اس عرصے میں' میں خاموشی سے اٹھ کھڑا ہوا لیکن ان دونوں میں سے کسی ایک نے بھی میری طرف توجہ نہیں دی' پھر ماہ رخ نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں نے وہ تصویریں اس کی بے ہوشی کی حالت میں اس لیے محفوظ کر لی تھیں کہ یہ دوبارہ میری دعوت شیراز کی خواہش کو رد نہ کر سکے۔"

سلیمان شاہ نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن اس کی بڑی بڑی خونخوار نگاہوں میں شعلوں کا کارقص بدستور جاری تھا۔

"تمہیں شبنم تو یاد ہو گی جسے تم نے کالج کے گیٹ سے زبردستی اٹھوا لیا تھا۔ منہ کا ذائقہ بدلنے کی خاطر' پھر تم نے اس کی چیخ و پکار پر قہقہے لگائے تھے۔" ماہ رخ نے بڑی ڈھٹائی سے کہا۔ "تمہاری اور اس کی منہ بولتی فلم بھی میرے پاس موجود ہے۔ سوچو شاہ جی۔۔۔ غور کرو' اگر وہ فلم مارکیٹ میں آجائے تو تہلکہ مچا دے گی۔ تمہاری ساری قلعی اتر جائے گی اور پھر۔۔۔"

"تم نے اس بے غیرت کے بارے میں مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا تھا۔" سلیمان شاہ نے مصالحتی انداز میں کہا۔ اس کا سارا غصہ سمندر کے جھاگ کی طرح بیٹھ گیا تھا۔

"ہمارے درمیان اس قسم کا کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا۔" ماہ رخ حقارت سے بولی۔ "ہم نے وعدہ کیا تھا کہ اب ایک دوسرے کی نجی معاملات میں کبھی دلچسپی نہیں لیں گے اور اگر تمہیں کچھ تصویروں کے ذریعہ پتا چل گیا تھا تو تم مجھ سے براہ راست پوچھ لیتے۔ شرم کس بات کی تھی' کیا تم اپنے مفاد کی خاطر مجھے۔۔۔"

"چپ کر جا۔" سلیمان شاہ نے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔ "جو کچھ ہو چکا وہی بہت ہے۔"

"تم اگر اس بے غیرت کو گولی مارنا چاہتے ہو تو اپنے ہاتھ سے مار دو۔" ماہ رخ نے استہزائیہ انداز میں جواب دیا۔ "میں تمہیں روکوں گی نہیں بس پھر مجھے بھی اختیار ہو گا میں بھی ایک ایک بے غیرتوں کو چن چن کر ختم کر دوں گی۔ تالی ایک ہاتھ سے نہیں دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے' میں نے اسی دن کے لیے تمہارے لیے بہت سارے منہ بولتے ثبوت کسی قابل بھروسا آدمی کے پاس رکھ دیے ہیں جس روز بھی تم نے مجھے راستے سے ہٹانے یا میرے پرائیویٹ معاملات میں ٹانگیں پھنسانے کی کوشش کی تو وہ سارے ثبوت ایک ایک کر کے۔۔۔"

"کچھ شرم کر۔ کیا بولے چلے جاری ہے۔" سلیمان شاہ نے ماہ رخ کو سمجھانے کی کوشش کی پھر میری طرف گھور کر بولا۔ "اسے سمجھا دے کہ اگر اس نے کسی کے سامنے زبان کھولنے کی کوشش کی تو پھر ہمارے درمیان معاہدے ٹوٹ جائیں گے۔"

"اس قسم کے معاہدوں کے ٹوٹنے سے کسی ایک پارٹی کا نہیں' دونوں پارٹیوں کو نقصان ہوتا ہے۔" ماہ رخ نے مسکرا کر جواب دیا۔ "ہم دونوں کے لیے شاید یہی بہتر ہو گا کہ اپنے درمیان بارٹر سسٹم (BARTER SYSTEM) کا سلسلہ جاری رکھیں۔ تم تو بڑے منجھے ہوئے اور دور اندیش سیاست داں ہو' کیا تمہیں آیندہ کے لیے اپنا مفاد منظور نہیں ہے۔"

جواب میں سلیمان شاہ کی نگاہوں میں ایک لمحے کے لیے کسی آدم خور چالاک چیتے کی سی چمک پیدا ہوئی پھر دوسرے ہی لمحے وہ نظریں جھکا کر اندر چلا گیا۔ میں محو حیرت کھڑا تھا۔ سلیمان شاہ اور ماہ رخ کے درمیان جو مکالمے بازی ہوئی تھی وہ انتہائی شرمناک تھی۔ خود مجھے اس وقت احساس ہو رہا تھا جیسے راہ چلتے ہوئے کسی عمارت کی اوپری منزل سے گھر کی تمام غلاظت میرے اوپر پھینک دی گئی ہو لیکن ماہ رخ کے چہرے پر شرمندگی کے کوئی تاثرات نہیں تھے۔ وہ فاتحانہ انداز میں کھڑی مجھے مسکراتی نظروں سے گھور رہی تھی۔

میں نے ماہ رخ سے ان تصاویر کے لیے کہا تھا کہ وہ اسے پہلی فرصت میں مع نگیٹو جلا دے۔ اس نے وعدہ کیا تھا لیکن شاید وہ تصویروں کو ضائع نہیں کر سکی تھی اور کسی طرح وہ سلیمان شاہ کے ہاتھ لگ گئی تھیں پھر یکلخت میرے ذہن میں کالکا کا تصور ابھرا' ان تصویروں کا سیٹ مجھے بھی کالکا نے ہی اپنی طاغوتی قوتوں کے ذریعہ بھیجا تھا۔ بھوشن جوزف سے دور رہنے کے لیے اس نے مجھے دھمکی دی تھی کہ اگر میں نے اس کا کہنا نہ مانا تو وہ فوٹوز سلیمان شاہ کے ہاتھ بھی لگ سکتے ہیں۔ میں دل ہی دل میں تلملا کر رہ گیا۔

"پریشان مت ہو شہباز خان۔" ماہ رخ بڑی اپنائیت سے بولی۔ "سلیمان شاہ اب تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا۔"

"ہو سکتا ہے کہ تمہارا خیال درست ہو لیکن محبت' سیاست اور جنگ و جدل میں ہر حربہ استعمال کیا جا سکتا ہے۔"

"میں سمجھی نہیں۔"

"تمہارے کہنے کے مطابق سلیمان شاہ ممکن ہے میری طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھے لیکن اس کا ایک اشارہ بھی مجھے موت کے گھاٹ اتارنے کے لیے بہت کافی ہو گا۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اگر اس نے ایسا کیا تو وہ حق بجانب ہو گا اس لیے کہ دنیا کا کوئی بھی مرد۔۔۔"

"صرف مرد ہی کیوں۔" وہ بے شرمی سے مسکرائی۔ "زمانہ بڑی تیزی سے بدل رہا ہے مائی ڈیئر' اب عورت بھی اینٹ کا جواب پتھر سے دے سکتی ہے۔"

"اور اس پتھراؤ کے درمیان پھنس کر کوئی تیسرا شخص بھی زخمی ہو سکتا ہے۔"

"نہیں۔ میری بات کا یقین کرو۔" وہ پُراعتماد لہجے میں بولی۔ "سلیمان شاہ کم از کم میرے معاملے میں سر اٹھانے کی کوشش کبھی نہ کرے گا۔"

"کیا تم نے وہ تصاویر نہیں جلائی تھیں؟"

"ایسا ہو سکتا ہے کہ تم کوئی حکم دو اور میں انکار کردوں؟" اس نے ایک خاص ادا سے اپنے بال پشت کی جانب اچھالتے ہوئے کہا۔

"پھر۔۔۔"

"مجھے بھی حیرت ہے کہ وہ تصاویر۔۔۔"

"کیا سلیمان نے ان تصویروں کا کوئی ذکر کیا تھا؟"

"نہیں' لیکن اس کے علاوہ بھلا اور کیا بات ہو سکتی ہے۔"

میں نے سلیمان شاہ سے ہونے والی گفتگو دہرائی تو ماہ رخ نے پھر بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔

"ہو سکتا ہے کہ جس طرح میرے خادم سلیمان شاہ کی ایک ایک حرکتوں پر نظر رکھتے ہیں اسی طرح اس نے میرے پیچھے بھی دو چار شکاری کتے لگا دیے ہوں جنھوں نے تمہارے بارے میں اس کے کان بھر دیے ہوں۔"

"اس لاش کا کیا ہوگا؟" میں نے فضل داد کی طرف دیکھا جو خون میں لت پت اکڑا پڑا تھا۔

"میں مردوں کا نہیں صرف زندوں کا خیال رکھتی ہوں۔" اس نے خود سپردگی کے انداز میں میرے اور قریب آتے ہوئے سرگوشی کی۔ اس کا پورا وجود مہک رہا تھا' کسی تیز سینٹ کی خوشبو اس کے جسم سے پھوٹ پھوٹ کر پورے کمرے میں پھیل رہی تھی' فضل داد کی لاش اس کے لیے کسی چوہے یا بلی کی لاش سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ اب ہمیں یہاں سے نکل چلنا چاہیے۔"

"اتنی جلدی بھی کیا ہے۔" اس نے اپنے گداز ہونٹوں پر انگلی گھماتے ہوئے کہا۔ "کچھ دیر سکون کا سانس تو لے لو۔"

"جو آدمی مجھے اغوا کر کے لائے تھے ان کا کیا بنا؟" میں نے بدستور سنجیدگی سے پوچھا۔

"پریشان مت ہو۔ وہ اب میرے حکم سے تمہاری گاڑی کو اسی پارکنگ لاٹ تک چھوڑ کر آئیں گے جہاں سے لائے تھے۔"

"لیکن میرا ڈرائیور؟"

"وہ کچھ دیر بعد ہوش میں آجائے گا۔" ماہ رخ نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے نشیلی آواز میں پوچھا۔ "کیا وہ تمہیں اپنی ماہ رخ سے زیادہ عزیز ہے؟"

"پلیز۔" میں نے اسے ٹالنے کی خاطر سمجھانے کی کوشش کی۔ "یہ وقت اس قسم کی باتوں کا نہیں ہے۔ موقع کی نزاکت کو محسوس کرنے کی کوشش کرو۔"

"ٹھیک ہے' پھر کبھی سہی۔" وہ ایک ادا سے انگڑائی لے کر بولی' لیکن پھر دوسرے ہی لمحے سنجیدہ ہوگئی۔ "شہباز' کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ وہ لڑکی کون تھی؟"

"لڑکی۔۔۔" میں چونکا۔ "کس لڑکی کی بات کر رہی ہو؟"

"ڈاج دینے کی کوشش مت کرو مائی ڈیئر۔" وہ معنی خیز لہجے میں بولی۔ "ماہ رخ اڑتی ہوئی چڑیا کے پر بھی گن لیتی ہے۔ عمر گزری ہے اسی دشت کی سیاحی میں' تم چاہے کسی سے بھی ملو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن شرط یہ ہے کہ تم اسے ماہ رخ پر فوقیت نہیں دو گے۔"

"تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے ورنہ میں اس ٹائپ کا نہیں ہوں جیسا تم سمجھ رہی ہو۔" میں روکھائی سے بولا۔

"پھر شاید وہ حسینہ تمہارے اوپر مہربان ہوگی جس کی وجہ سے تم اس وقت زندہ کھڑے ہو' اگر اس نے بروقت اطلاع نہ دی ہوتی یا مجھے یہاں پہنچنے میں ایک منٹ کی بھی دیر ہو جاتی تو شاید۔۔۔ کیا اب بھی تم مجھے اس کے بارے میں نہیں بتاؤ گے؟"

"کیا تمہیں کسی لڑکی نے میرے اغوا ہونے کے بارے میں مطلع کیا تھا؟" میں حیرت سے چونکا۔

"اس کی آواز فون پر بھی خاصی سریلی لگی تھی۔ میرا خیال ہے کہ وہ خود بھی رسیلی ہوگی ورنہ پتھر کو آسانی سے جونک نہیں لگا کرتی' کیا خیال ہے؟"

میں نے ماہ رخ کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میرے ذہن میں کاکا اور لیڈی مکلارنس کا نام گونجا لیکن میں فوری طور پر یہ نتیجہ اخذ کرنے سے قاصر تھا کہ ان دونوں میں سے کس نے بقول ماہ رخ کے سریلی آواز میں میری زندگی بچانے کی کوشش کی تھی۔

اس کے بعد

"حصہ پنجم"

کا مطالعہ کریں

خبیث
5
انوار صدیقی

"اگر تم مجھے اس کا نام نہیں بتانا چاہتے تو نہ سہی۔" ماہ رخ نے میری خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "لیکن ایک بات طے ہے کہ تمہیں اپنی بیوی کے بعد ماہ رخ کو دوسروں پر فوقیت دینی ہوگی ورنہ جو عورت اپنے سو کالڈ (SO CALLED) شوہر پر تمہاری خاطر پستول اٹھا سکتی ہے وہ کسی عورت کے لیے ناگن سے بھی زیادہ زہرناک ثابت ہو سکتی ہے۔"

"کیا فون کرنے والی نے اپنا نام بتایا تھا؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"نہیں۔ وہ خاصی محتاط معلوم ہوتی ہے۔" ماہ رخ نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا پھر فضل داد کی لاش کی جانب دیکھ کر بولی۔ "کیا تم اندازہ کر سکو گے کہ یہ خطرناک بچھو سلیمان شاہ کے لیے کتنا قیمتی تھا۔"

"فون پر تمہاری اور اس کی کیا بات ہوئی تھی؟"

"میرا خیال ہے کہ تم شاید واقعی اس سے ناواقف ہو۔" اس نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "لیکن ایک بات طے ہے کہ وہ تمہاری پرکشش شخصیت سے بہت زیادہ متاثر ہے۔ ورنہ وہ تمہارے بارے میں مجھے فون بھی نہ کرتی۔"

"مجھے جھوٹ کی کیا ضرورت ہے۔" میں نے تیزی سے جواب دیا پھر ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا۔ "لیکن میں بہرحال اس نامعلوم عورت کا احسان مند ضرور ہوں جس نے کسی وجہ سے بھی میری جان بچانے کی کوشش کی۔"

"ذہن پر زور ڈالو۔" ماہ رخ مسکرا کر بولی۔ "ہو سکتا ہے کہ اس رس بھری کا نقش تمہارے ذہن کے کینوس پر ابھر آئے' سویٹ مائی ڈیئر' کیا تمہیں یاد ہے کہ کوئی حسین عورت تمہارے قریب آنا چاہتی ہو لیکن تم نے اسے دھتکار دیا ہو۔"

"نہیں۔" میں بدستور سنجیدہ تھا۔ "میں تمہارے علاوہ اور کسی عورت سے بالکل ناواقف ہوں۔"

"وہ تو زبردستی کا سودا تھا۔" وہ بے غیرتی سے بولی۔ "لیکن میرا خیال ہے اب مجھے تمہیں اغوا کرانے کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔"

"میں تمہارا بھی احسان مند ہوں کہ تم نے میری جان بچائی۔" میں نے اس کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

"صرف احسان مند۔" اس کی آنکھوں میں ساغر ٹکرانے لگے۔ "کیا تم اس کا کوئی معاوضہ نہ دو گے؟"

"سلیمان شاہ اندر موجود ہے۔" میں نے اسے احساس دلانے کی کوشش کی۔ "ہو سکتا ہے کہ وہ ہماری باتیں سن رہا ہو۔"

"نہیں۔" ماہ رخ نے بڑے اعتماد سے جواب دیا۔ "اب

تک وہ پچھلے دروازے سے نکل کر جا چکا ہوگا۔"

"لیکن یہ وقت۔۔۔"

"ون منٹ" وہ چونک کر بولی۔ "میں نے صرف اور صرف ایک فوٹوسیٹ تیار کیا تھا لیکن دوسرا سیٹ تم تک بھی پہنچ گیا اور اب سلیمان شاہ؟ میرا خیال ہے کہ کوئی ہمارے راستے میں خلیج پیدا کرنے کا خواہش مند ہے۔"

"کون ہو سکتا ہے۔" میں نے بظاہر انجان بننے کی کوشش کی ورنہ خود کالکا نے مجھے اس بات کی دھمکی دی تھی کہ اگر میں نے بھوشن کا خیال وقتی طور پر دل سے نہ نکالا تو تصویروں کا ایک سیٹ سلیمان شاہ کے پاس بھی پہنچ سکتا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ کالکا کی ہی طاغوتی قوت نے مجھے سلیمان شاہ کے غصے کا نشانہ بنانے کی کوشش کی ہوگی اور بعد میں اسی نے کسی خاص مصلحت کی بنا پر ماہ رخ کو فون کر دیا۔

"میرے ذہن میں ایک دو نام ایسے ہیں جو میری خواب گاہ تک جب چاہیں رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔" اس نے سنجیدگی سے بے شرمی کا اظہار کیا۔ "ہو سکتا ہے وہ تمہارے رقیب بن گئے ہوں۔ کبھی کبھی اتنی زیادہ پی جاتی ہوں کہ مجھے کسی بات کا ہوش نہیں رہتا۔ ہو سکتا ہے کسی نے میری غفلت سے فائدہ اٹھا کر فوٹوسیٹ کے نگیٹو چرا لیے ہوں اور اس کی کئی کاپیاں تیار کروا کر اپنے پاس محفوظ کر لی ہوں اور دوسری بار بھی میری مدہوشی سے فائدہ اٹھا کر نگیٹو واپس میرے لاکر میں رکھ دیا ہو۔"

"میں تمہارے خیال سے متفق نہیں ہوں۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"ہاں اگر اسے مجھے راستے سے ہٹانا ہی منظور تھا تو پھر اسے کسی عورت سے تمہیں فون کرانے کی کیا ضرورت تھی۔"

"اس لیے کہ تمہارے مرنے کے بعد اس فوٹوسیٹ کی اہمیت بھی ختم ہو جاتی۔" ماہ رخ ہونٹ چباتے ہوئے بولی پھر اس طرح اپنے خیال میں مستغرق ہو گئی جیسے کسی خاص شخصیت کو اپنے ذہن میں پن پوائنٹ (PIN POINT) کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔ میرے پاس وقت کم تھا، کریم کو کسی وقت بھی ہوش آ سکتا تھا۔ اس کے علاوہ مجھے ان دو افراد کا رد عمل بھی دیکھنا تھا جو مجھے اغوا کر کے لائے تھے اور اب ماہ رخ کی ہدایت پر وہی مجھے باعزت طور پر واپس چھوڑنے پر آمادہ کر دیے گئے تھے، یہ بھی ممکن تھا کہ سلیمان شاہ وقتی طور پر خون کا گھونٹ پی کر ماہ رخ کی وجہ سے ٹل گیا ہو لیکن اس نے میرے لیے اپنے آدمیوں کو کوئی دوسرے احکامات جاری کر دیے ہوں۔

"میں چاہتا ہوں کہ کریم کے ہوش میں آنے سے قبل شہری حدود میں داخل ہو جاؤں۔" میں نے ماہ رخ کو مخاطب کیا۔

"میرا خیال ہے کہ اسے صورت حال سے آگاہ نہیں ہونا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے۔" ماہ رخ نے خلاف توقع مجھے واپسی کی اجازت دے دی۔ "میں پھر کسی وقت تم سے فون پر گفتگو کروں گی۔"

میں باہر نکل کر اپنی کار تک پہنچ گیا۔ کریم ابھی تک اگلی سیٹ پر پشت ٹکائے بے ہوشی کے عالم میں خراٹے بھر رہا تھا۔ جو افراد مجھے اغوا کر کے لائے تھے وہ میری گاڑی کے قریب ہی موجود تھے لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ مجھے کینہ توز نظروں سے دیکھ رہے تھے، میں نے قریب پہنچ کر اگنیشن کی سمت دیکھا چابی وہاں موجود نہیں تھی۔

"چابی کہاں ہے۔" میں نے اس شخص کو مخاطب کیا جو ڈرائیونگ کر کے مجھے ساحلی علاقے تک لایا تھا جواب میں اس نے ایک لمحے کی خاطر اپنے ساتھی کی طرف دیکھا پھر جیب سے چابی نکال کر میرے حوالے کر دی۔

"میڈم نے حکم دیا ہے کہ ہم آپ کو اسی جگہ چھوڑ آئیں جہاں سے۔۔۔"

"نہیں۔" میں نے دوسرے شخص کی بات کاٹتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا پھر دروازہ کھول کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"ہم میڈم کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔" دوسرے شخص نے دبی زبان میں کہا۔

"تم شاید فضل داد کے انجام سے بے خبر ہو۔" میں نے سرد انداز میں اسے گھورا۔

"تو کیا فضل۔۔۔"

"اب اس دنیا میں نہیں ہے۔" میں نے اس کا جملہ مکمل کیا پھر گاڑی اسٹارٹ کر کے تیزی سے اسے گھمایا پھر واپسی کے راستے پر ہو لیا۔ میرے ذہن میں ایک بار پھر رکی کا خیال ابھرا جو حسنہ کے بیان کے مطابق میرے دفتر سے بہ مشکل پانچ فرلانگ کے فاصلے پر واقع عمارت کی تیسری منزل پر لیڈی فرگوسن کے بیوٹی پارلر میں روپوش تھا۔ حسنہ نے یہ بھی کہا تھا کہ لیڈی فرگوسن کو یہ بات پسند نہیں تھی کہ رکی کسی ایک عورت کا ہو کر رہ جائے اس طرح اس کی نجی آمدنی متاثر ہو سکتی تھی۔ چنانچہ عین ممکن تھا کہ میلبا کے قتل میں بھی لیڈی فرگوسن کا ہاتھ ہو۔ وہ خود بھی رکی کی دیوانی تھی ورنہ رکی کو اپنے بیوٹی پارلر میں پناہ دینے کی حماقت کبھی نہ کرتی۔

میں دفتر سے اٹھ کر سیدھا فرگوسن کے بیوٹی پارلر جانا چاہتا تھا لیکن پیش آنے والے حالات نے میرا پروگرام ملتوی کرا دیا تھا۔ میں اس عورت کے بارے میں بھی ذہنی جمناسٹک کر رہا تھا جس نے ماہ رخ کو میرے اغوا کی خبر دی تھی اگر وہ کالکا ہی تھی تو

شاید حسنہ بھی اس کی نظر میں آ گئی ہوگی۔ بہرحال ایک بات طے تھی کہ اگر ماہ رخ نے سلیمان شاہ کی ہٹ تک پہنچنے میں ایک منٹ کی بھی دیر لگائی ہوتی تو شاید فضل داد کی گولیاں میرے جسم کو چھلنی کر چکی ہوتیں۔

ماہ رخ اور سلیمان شاہ کے درمیان جو معاہدہ تھا وہ بھی میرے لیے ناقابل یقین تھا لیکن میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ سلیمان شاہ ماہ رخ کے آنے کے بعد بھیگی بلی بن گیا تھا۔ میں نے دستی گھڑی پر نظر ڈالی۔ اس وقت شام کے سات بج رہے تھے۔ مجھے یقین نہیں تھا کہ لیڈی فرگوسن کا بیوٹی پارلر اس وقت بھی کھلا ہوگا چنانچہ میں نے ادھر جانے کا ارادہ وقتی طور پر ملتوی کر دیا۔ کریم کی بے ہوشی کی وجہ سے میں یوں ہی بے معنی چکر لگاتا رہا پھر کوئی ایک گھنٹے بعد ہی وہ آہستہ سے کراہا تھا۔

"کریم۔" میں نے اسے آواز دی۔

"جی۔" وہ ہڑبڑا کر اس طرح اٹھا جیسے کچی نیند سے بیدار ہو گیا ہو پھر مجھے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا دیکھ کر اسے حیرت ہی ہوئی تھی۔

"شاید میری آنکھ لگ گئی تھی۔" اس نے جماہی لیتے ہوئے کہا۔ "لیکن اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔"

"لیکن آج ہو گیا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "ذہن پر زور دو۔ ہو سکتا ہے کہ تمہیں اپنی گہری نیند کے بارے میں کوئی خاص اور اہم بات یاد آ جائے۔"

کریم نے مجھے غور سے دیکھا، کچھ دیر سوچتا رہا پھر ہاتھ ملتے ہوئے بولا۔

"غلطی میری ہی تھی۔ مجھے نیاز کا وہ لڈو نہیں کھانا چاہیے تھا۔"

"نیاز کا لڈو۔ میں سمجھا نہیں۔"

"میں نے اسے پہلی بار دیکھا تھا مگر چپراسی کی یونیفارم دیکھ کر دھوکا کھا گیا۔" کریم نے کہا۔ "اس نے میرے علاوہ دوسرے کئی ڈرائیوروں کو لڈو دیے تھے، یہی کہا تھا کہ اسے پہلی تنخواہ ملی تھی چنانچہ وہ اس خوشی میں نیاز کے لڈو تقسیم کر رہا تھا۔"

"لیکن تمہیں جو لڈو کھلایا گیا وہ ذرا اسپیشل قسم کا تھا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "تم دو گھنٹے کے بعد ہوش میں آئے ہو۔"

"میں اس کو ہزاروں میں بھی پہچان سکتا ہوں۔" وہ تیزی سے بولا۔ "میں اسے آسانی سے نہیں بخشوں گا۔"

"بلاوجہ ذہن پر بوجھ مت دو۔" میں نے اس بار سپاٹ لہجے میں کہا۔ "تم اسے دوبارہ آسانی سے تلاش نہیں کر پاؤ گے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ لڈو تقسیم کرتے وقت وہ میک اپ میں رہا ہو۔"

"ہو سکتا ہے لیکن۔۔۔"

"بھول جاؤ۔" میں نے کہا۔ "صرف اس بات کا خیال رکھنا کہ اس کی اطلاع کسی اور کو نہ ہو سکے ورنہ بلاوجہ کی سبکی ہوگی۔"

"میں سمجھ رہا ہوں سر مگر انھوں نے مجھے بے ہوش کیوں کیا تھا۔"

"میں اس کا سبب جان چکا ہوں، وقت آنے پر بتاؤں گا۔" میں نے گاڑی کو ایک طرف کر کے روکا۔ "کیا تم اب اس قابل ہو کہ گاڑی ڈرائیو کر سکو۔"

"جی ہاں۔" وہ میرا مطلب سمجھ کر تیزی سے دروازہ کھول کر اترا پھر اس نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور میں پچھلی نشست پر آ گیا، کچھ دیر تک میں حالات پر غور کرتا رہا پھر میں نے کچھ سوچ کر کریم سے ندیم کے کیسینو چلنے کو کہا۔ کریم نے اثبات میں سر کو جنبش دی پھر اگلے موڑ سے گاڑی کو بائیں جانب موڑ دیا۔ اب وہ پوری طرح چاق و چوبند نظر آ رہا تھا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ اب بھی اسی چپراسی میں الجھا ہوا تھا جس نے اسے خواب آور لڈو کھلا کر وقتی طور پر قطعی بے ضرر بنا دیا تھا۔

آدھے گھنٹے بعد میں ندیم کے پرائیویٹ دفتر میں بیٹھا اسے اپنے اغوا کی تفصیل سنا رہا تھا لیکن میں جان بوجھ کر حسنہ اور رکی کے بارے میں تمام باتیں گول کر گیا تھا۔

"تم خوش قسمت ہو جو سلیمان شاہ کے ہاتھوں خرچ ہونے سے بچ گئے ورنہ وہ کسی آکٹوپس ہی کی طرح اپنے شکار کو بے بس کر کے مارنے کا عادی ہے۔" ندیم نے میری گفتگو ختم ہونے کے بعد کہا۔ "تم سے پہلے ماہ رخ مجھے تمام کہانی سنا چکی ہے، ابھی کچھ دیر پہلے ہی اس کا فون آیا تھا۔"

"اس کا خیال ہے کہ اس اغوا میں میرا کوئی رقیب ملوث ہوگا۔"

"ہو بھی سکتا ہے۔" ندیم مسکرایا۔ "بہرحال ایک بات طے ہے کہ ماہ رخ تم پر بری طرح مرمٹی ہے۔"

"ایک کپ کافی۔" میں نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "اس وقت مجھے اس کی شدید ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔"

"کس کی؟ کافی کی یا ماہ رخ کی؟" ندیم کا لہجہ معنی خیز تھا۔

"میں صرف ایک بات سے الجھ رہا ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "وہ عورت کون ہو سکتی ہے جس نے ماہ رخ کو میرے بارے میں فون کیا تھا۔"

"ہو سکتا ہے کہ اس میں بھی تمہاری کالکا رانی کا مبارک ہاتھ ملوث ہو۔"

"جس وقت مجھے اغوا کیا جا رہا تھا۔ تمہارے آدمی کہاں تھے؟" میں نے ندیم کی بات کو اڑاتے ہوئے سوال کیا۔ "کیا

انھوں نے مجھے بچانے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی یا تم نے اب میرا حفاظتی پروگرام ختم کردیا ہے۔"

"اگر تمہیں سلیمان شاہ کے آدمیوں کے بجائے کسی اور نے اغوا کیا ہوتا تو شاید وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہوتے۔"

"کیا مطلب۔"

"جن دو آدمیوں نے تمہیں اغوا کیا تھا وہ سلیمان شاہ کے خاص آدمی تھے۔" ندیم نے جواب دیا۔ "میرا خیال تھا کہ شاید ماہ رخ نے دوبارہ تمہیں اپنی نجی مصروفیت کے لیے۔۔۔"

"اور اگر بقول تمہارے میں خرچ ہوگیا ہوتا تو کیا ہوتا؟" میں نے جھلا کر پوچھا۔

"نہیں۔" ندیم نے بڑے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔ "میرا خیال تھا کہ تمہیں ماہ رخ نے پھر پریشان کرنے کی کوشش کی ہوگی۔ میرے آدمیوں نے مجھے تمہاری رپورٹ فراہم کردی تھی اور میں نے دور دور رہ کر حالات کا جائزہ لینے کا مشورہ دیا تھا۔"

"تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے پوچھا۔ "کیا میری موجودگی میں ماہ رخ نے جس بے شرمی اور بے غیرتی کے ساتھ سلیمان شاہ سے بات کی تھی اور اندرونی حالات کا کچا چٹھا کھولا تھا اُسے سلیمان شاہ برداشت کرلے گا۔"

"جو آدمی خود اپنی محبت کو اپنے مفاد کی خاطر دوسروں کے لیے بطور کھلونا پیش کردے کیا اس کی کوئی عزت بھی ہوسکتی ہے؟" ندیم نے بڑے تلخ لہجے میں کہا۔ "اگر ماہ رخ درمیان میں نہ آگئی ہوتی تو البتہ سلیمان شاہ کے آدمی اس کے اشارے پر تمہاری تکا بوٹی کرڈالتے۔ فکر مت کرو، دوسری بار جب بھی سلیمان شاہ تم سے ملے گا اس کا انداز دوستوں اور پرانے شناساؤں جیسا ہوگا۔"

"کیا یہ سب کچھ حیرت انگیز نہیں ہے؟"

"چھوڑو ان باتوں کو۔" ندیم نے مسکرا کر کہا پھر یکلخت گہری سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے بولا۔ "تم نے فون پر لیڈی فرگوسن کے بارے میں کیوں پوچھا تھا؟"

"تم بھول رہے ہو۔" میں نے سادگی سے جواب دیا۔ "اس کی وجہ میں تم کو بتا چکا ہوں۔"

"اور وہ لڑکی کون تھی جو تم سے ملنے آئی تھی۔" ندیم نے مجھے ٹٹولتی نظروں سے گھورا۔

"وہ جاب کی تلاش میں آئی تھی۔"

"پھر؟"

"میں نے اسے عارضی طور پر اپنی سکریٹری کی حیثیت سے ملازم رکھ لیا ہے۔ بظاہر کسی شریف گھرانے کی اور مستحق معلوم ہوتی ہے۔"

"اور اس لڑکی کا کیا بنا جسے لیڈی فرگوسن نے رکمنڈ کیا

تھا۔"

"میں نے پہلے ہی ٹال دیا تھا۔"

"اور اب شاید مجھے ٹالنے کی کوشش کررہے ہو۔" ندیم نے مجھے تیز نظروں سے گھورا۔

"وہم کا علاج لقمان حکیم کے پاس بھی نہیں تھا۔"

"مسز فرگوسن کے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"یہی معلوم کرنے کی خاطر تو تمہارے پاس آیا ہوں۔" میں نے بے پروائی سے کافی کا ایک گھونٹ لے کر کہا۔ "کیا تم نے نہیں کہا تھا کہ مسز فرگوسن کے بارے میں شام کو تفصیل سے گفتگو ہوگی۔"

ندیم نے فوری طور پر کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے بھی کافی کا کپ اٹھا کر اپنے ہونٹوں سے لگا لیا تھا لیکن اس کی آنکھیں بدستور میرا ایکسرے کرنے میں مصروف تھیں۔ کچھ دیر بعد بڑی سنجیدگی سے بولا۔

"میرا ذاتی مشورہ ہے کہ مسز فرگوسن کے قریب جانے سے بھی پرہیز کرنا۔ اس کے بیوٹی پارلر کا بورڈ اس کے مذموم کاروبار کے لیے ایک پردے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ وہاں صرف بڑے گھرانے کی فیشن ایبل خواتین اور عورتیں آتی ہیں۔ مسز فرگوسن ان مغرب زدہ عورتوں اور لڑکیوں کے ذریعے دونوں ہاتھوں سے دولت سمیٹ رہی ہے۔ اس حقیقت سے بڑے

بڑے افسران اور حکومت کے اعلیٰ عہدے داران بھی بخوبی واقف ہیں لیکن پولیس نے آج تک چشم پوشی اختیار کررکھی ہے۔ جانتے ہو کیوں؟ اس لیے کہ اس کے ہاتھ بیرونی طاقتوں تک بھی دراز ہیں۔"

"آئی، سی۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "تو کیا وہ بھی اسی راستے پر چل رہی ہے جس پر مارگریٹ۔۔۔"

"ابھی تک اس کی تصدیق نہیں ہوسکی۔" ندیم نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "لیکن ایک بات سب جانتے ہیں کہ اس نے بڑی بڑی شخصیتوں کے ایسے راز حاصل کر رکھے ہیں کہ وہ جسے بھی چاہے اپنے اشاروں پر نچا سکتی ہے۔"

"فکر مت کرو۔" میں نے کافی ختم کرکے اٹھتے ہوئے کہا۔ "کم از کم میں اس مکڑی کے جال میں پھنسنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔"

"تم نے جس لڑکی کو ملازمت دی ہے اس کے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"بظاہر وہ نیک اور شریف معلوم ہوتی ہے۔"

"وہ بھوشن کی کوئی ایجنٹ بھی ہوسکتی ہے۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم کامنی دت کو کیوں بھول رہے ہو جس کا فرضی کردار ماریا نے ادا کیا تھا۔"

"میرے ذہن میں بھی یہی خیال ابھرا تھا۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔

"اس کے باوجود تم نے اسے ملازمت دینے کی حماقت کی ہے۔"

"صرف اس لیے کہ میں بھوشن پر یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ میں اس سے خوف زدہ نہیں ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا پھر ندیم کے آفس سے باہر آگیا جہاں مجھے ایک بار پھر وہی بڑی بڑی داڑھی اور مونچھوں والا خوش پوش نوجوان ایک میز پر بیٹھا سگریٹ کا دھواں اڑاتا نظر آگیا جسے میں ندیم کے ساتھ رازونیاز کرتے دیکھ چکا تھا۔ وہ یقیناً ندیم کے لیے کوئی اہم آدمی تھا لیکن نہ جانے کیوں مجھے یہ شبہ تھا کہ میں اسے پہلے بھی کہیں دیکھ چکا ہوں۔ کہاں؟ یہ بات ابھی تک مجھے یاد نہیں آسکی تھی۔

❦

ڈی ایس پی سراج کمرے میں داخل ہوا تو ایک باوردی انسپکٹر بھی اس کے ساتھ تھا۔ سراج کے چہرے کا تناؤ اس بات کی غمازی کررہا تھا کہ وہ اس وقت محض دوستی کی بنا پر نہیں بلکہ اپنے کسی فرض کی ادائیگی کے سلسلے میں آیا ہے۔

"کیا بات ہے مسٹر سراج؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "آپ اس وقت کچھ پریشان نظر آرہے ہیں؟"

"جی ہاں۔ میں اس وقت آفیشل ڈیوٹی پر ہوں۔"

"آپ کی تعریف؟" میں نے انسپکٹر کی جانب دیکھتے ہوئے بے پروائی سے پوچھا۔

"یہ میرے ساتھ ہے۔" سراج نے سپاٹ لہجے جواب دیا۔

"اگر آفیشل ڈیوٹی پر ہونا کرسی پر بیٹھنے سے منع کرتا ہے تو اور بات ہے، ورنہ آپ حضرات بیٹھ کر بھی گفتگو کرسکتے ہیں۔"

سراج نے میرے چہرے کو بہت غور سے دیکھا پھر اس نے انسپکٹر کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی بیٹھ گیا۔

"آپ اگر اس وقت خالصتاً مفہوم میں ڈیوٹی پر ہیں تو میرا خیال ہے کہ آفس یا اس کے باہر آپ کے کچھ مسلح افراد بھی ضرور موجود ہوں گے۔"

"میں آپ کے خیال کی تردید نہیں کروں گا۔"

"اگر خلاف قانون نہ ہو تو میں ان بیچاروں کو چائے پانی بھجوا دوں۔" میں نے بدستور بے پروائی سے کہا۔ میرے ذہن میں ابھی تک کوئی ایسی بات نہیں آسکی تھی جو سراج کو میرے خلاف کسی قانونی چارہ جوئی پر مجبور کرسکتی ہو۔

"آپ کل دفتر سے اٹھ کر کہاں گئے تھے؟" سراج نے سپاٹ لہجے میں دریافت کیا۔ اس کی آنکھیں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔

"میں آپ کے سوالات کا جواب دینے سے پہلے قانونی طور پر یہ بات پوچھنے کا مجاز ہوں کہ آپ کس سلسلے میں مجھے کریدنے کی زحمت گوارا کرنے کی خاطر میرے دفتر تک تشریف لائے ہیں؟"

"اگر میں کسی وجہ سے آپ کو اس کی نوعیت قبل از وقت بتانے سے گریز کروں تو۔۔۔؟"

"ایسی صورت میں شک و شبہات کی بنا پر اگر آپ پسند فرمائیں تو مجھے حراست میں لے سکتے ہیں۔" میں بے حد سنجیدگی سے بولا۔ "میں اپنے قانونی مشیر سے مشورہ کرنے کے بعد ہی آپ کے ساتھ تعاون کرسکتا ہوں۔"

"میرا خیال ہے اس صورتحال کے بعد بات پریس تک بھی پہنچ سکتی ہے۔"

"کیا مضائقہ ہے۔ اس طرح ہم دونوں کی تصویریں بھی عوام کو دیکھنے کو مل جائیں گی اور میرے مشیر قانون کے ریکارڈ پر یہ اہم دستاویزی ثبوت بھی آجائے گا۔ اس کے بعد اگر پولیس کارروائی ناحق یا بیجا ثابت ہوئی تو مجبوراً میں اس بات کا کلیم کرسکتا ہوں کہ پولیس نے کسی دوسری پارٹی سے سازباز کرکے میری شہرت کو دھچکا پہنچانے کی کوشش کی ہے۔" میں نے بدستور بے پرواہی کا مظاہرہ کیا۔ "اگر یہ کیس میں کسی بیرونی ملک میں کروں تو جیت کی صورت میں مجھے کئی ملین ڈالر ہرجانے کی صورت میں مل سکتے ہیں۔ یہاں کے بارے میں،

میں کوئی بات یقین سے نہیں کہہ سکتا ویسے میرا اندازہ ہے کہ پچاس لاکھ بھی میرے لیے بہت کافی ہوں گے۔"

"گویا آپ ذاتی طور پر ہمارے ساتھ تعاون نہیں کر سکتے۔" سراج نے کسمسا کر جواب دیا۔

"صرف ایک صورت میں۔ آپ کو یہ بتانا ہوگا کہ معاملہ کی نوعیت کیا ہے۔"

"کیا خود آپ کو اس بات کا علم نہیں ہے؟" اس نے مجھے کریدنے کی کوشش کی تو میں مسکرا دیا۔

"آپ شاید فراموش کر رہے ہیں کہ میرے والد پولیس میں ڈی' آئی' جی کے عہدے سے ریٹائر ہوئے تھے۔ ان کا آفیشل فائل شیشے کی طرح بے داغ تھا اور میں۔۔۔" میں نے سراج کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ "میں بھی بزنس میں آنے سے قبل ایک ذمے دار پولیس آفیسر رہ چکا ہوں۔"

"آپ کل شام دفتر سے اٹھنے کے بعد ساحلی علاقے کی طرف گئے تھے۔" سراج نے کچھ توقف کے بعد کہنا شروع کیا۔ "آپ گاڑی میں تنہا نہیں تھے' آپ کے ساتھ دو آدمی اور بھی تھے۔ اگلی نشست پر ڈرائیور کے ساتھ آپ کا اپنا ڈرائیور بھی تھا۔"

"لیکن میرے ڈرائیور کے ہوتے ہوئے میری گاڑی کوئی دوسرا شخص ڈرائیو کر رہا تھا۔"

"جی ہاں۔" سراج نے میرے نکتے کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "ساحلی علاقے پر پہنچنے کے بعد آپ اپنے ساتھی کے ہمراہ۔۔۔"

"ون منٹ۔" میں نے تیزی سے جواب دیا۔ "کیا آپ کے پاس کوئی ایسا ٹھوس ثبوت ہے جس کی بنا پر آپ اسے میرا ساتھی قرار دے رہے ہیں' ہو سکتا ہے کہ ان دو افراد نے مجھے اغواء کیا ہو۔"

"بہرحال' آپ ایک فرد کے ہمراہ اس ہٹ میں داخل ہوئے تھے جو سلیمان شاہ کی ملکیت ہے۔"

"دوسرا فرد اور میرا ڈرائیور اس وقت کہاں تھے؟" میں نے مسکرا کر سوال کیا۔

"وہ دونوں گاڑی میں ہی بیٹھے رہے تھے۔" اس بار انسپکٹر نے جواب دیا۔

"کیا میرا ڈرائیور ہوش میں تھا؟" میں نے انسپکٹر کو تیز نظروں سے گھورا۔ "میرا مطلب ہے کہ جب میں ایک فرد کے ساتھ گاڑی سے اترا تو اس وقت میرے ڈرائیور کی کیا پوزیشن تھی' کیا وہ جاگ رہا تھا یا سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر محو خواب تھا۔"

"کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جو عدالت میں صرف مجسٹریٹ کی روبرو بیان کی جاتی ہیں۔" انسپکٹر کا لہجہ استہزائیہ تھا۔ "اگر آپ پولیس میں رہ چکے ہیں تو بخوبی جانتے ہوں گے پولیس اپنا ٹرمپ کارڈ ہمیشہ عدالت میں شو کرتی ہے اگر ہم قبل از وقت سب کچھ بتا دیں تو پھر دوسری پارٹی اس کا توڑ بھی پہلے سے تیار کر لیتی ہے۔ آپ شاید میری بات سمجھ رہے ہوں گے؟"

"میں تمہاری بات سے زیادہ تمہاری اس پاور پر غور کر رہا ہوں جس کا تم ایک ڈی' ایس' پی کی موجودگی میں ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہے ہو۔" میں نے انسپکٹر کو گھورتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ تم نے انسپکٹر کی وردی پہن رکھی ہے تو اس بات سے بھی بخوبی واقف ہوگے کہ ناجائز فائدہ صرف وہی لوگ حاصل کر سکتے ہیں جو غیر قانونی ہتھکنڈوں کے ذریعے کسی کو مرعوب کرنے کی خاطر استعمال کیا جاتا ہے۔"

"آئی ایم سوری مسٹر شہباز۔" سراج نے جلدی سے صورتحال کو سنبھالنے کی خاطر کہا پھر انسپکٹر کو تنبیہی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ "جوان خون ذرا جلدی جوش میں آجاتے ہیں۔ میں آپ سے معذرت خواہ ہوں۔"

میں بات کو جان بوجھ کر طول دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ ایک وجہ تو یہ تھی کہ ہماری گفتگو خفیہ طور پر میز کے اندر ایک چور خانے میں رکھے ہوئے ٹیپ ریکارڈر پر محفوظ ہو رہی تھی دوسرے یہ کہ مجھے ابھی حالات کا صحیح طور پر اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ جس وقت میں ہٹ سے رخصت ہوا تھا اس وقت وہاں

فضل داد کی اکڑی ہوئی لاش کے علاوہ ماہ رخ بھی تھی جس نے مجھے یقین دلایا تھا کہ سلیمان شاہ عقبی دروازے سے نکل کر جا چکا ہوگا پھر سراج کو ان حالات کی اطلاع کس نے دی تھی؟ ماہ رخ نے؟ سلیمان شاہ نے؟ یا پھر کالکا کی طاغوتی قوت نے؟ جو بھوشن کے معاملے میں مجھ سے روٹھ گئی تھی۔ میرا ذہن بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا۔ ماہ رخ نے چونکہ فضل داد کو قتل کیا تھا اس لیے وہ پولیس کو غلط انفارمیشن دینے کی حماقت نہیں کر سکتی تھی جس کا دوسرا رخ یہ بھی تھا کہ اس نے محض میری خاطر نہ صرف فضل داد کو ٹھکانے لگایا تھا بلکہ سلیمان شاہ کو بھی کھری کھری سنائی تھی۔ مجھے ماہ رخ کے پہلو کو نکالنا پڑا۔ دوسرا نمبر سلیمان شاہ کا تھا جو فضل داد کے بعد ماہ رخ کی باتوں سے ہم دونوں کا تعلق سمجھ چکا تھا۔ ماہ رخ نے کچھ ایسی فلموں کا حوالہ بھی دیا تھا جو اگر منظر عام پر آجاتیں تو سلیمان شاہ کی شخصیت کا دوسرا پہلو جو بڑا گھناؤنا تھا وہ بے نقاب ہو سکتا تھا۔ یوں بھی سلیمان شاہ پولیس کو درمیان میں لائے بغیر بھی مجھے اپنے شکاری کتوں کے حوالے کر سکتا تھا۔

اس خیال کے پیش نظر میں نے سلیمان شاہ کو بھی اپنے ذہن سے نکال دیا۔ اب صرف کالکا باقی رہ جاتی تھی چنانچہ میں اس واقعے کی نوعیت معلوم کرنا چاہتا تھا جس کے تحت سراج تمام تعاقبات کو نظر انداز کر کے میرے دفتر تک پہنچا تھا۔

"میں بھی کچھ زیادہ بوڑھا نہیں ہوا ہوں۔" میں نے سراج کو مخاطب کیا۔ "میرا خون بھی اگر جوش میں آگیا تو بات خراب بھی ہو سکتی ہے۔"

"میں آپ سے انسپکٹر کے رویے کی معذرت طلب کر چکا ہوں۔" سراج نے پہلو بدل کر کہا پھر کچھ توقف سے بولا۔ "سلیمان شاہ کی اس ہٹ سے فضل داد نامی ایک شخص کی لاش برآمد ہوئی ہے جو سلیمان شاہ کے خاص آدمیوں میں سے تھا۔"

"آپ کو اس لاش کی اطلاع کس نے دی تھی؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ انسپکٹر اب خاموش بیٹھا تھا لیکن اس کے چہرے پر خون کی تپش موجود تھی۔

"ہمیں کسی نے فون پر اسی حادثے کی اطلاع دی تھی۔" سراج نے اس بار سنبھل کر جواب دیا۔ "انفارمیشن ملنے کے بعد جب پولیس پارٹی جائے وقوع پر پہنچی تو وہاں سے لاش برآمد ہوئی۔"

"ہو سکتا ہے کہ آپ ایک ذمے دار افسر کی حیثیت سے جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ درست ہی ہو لیکن ایک بات ابھی تک تشنہ رہ جاتی ہے' آپ کو میری موومنٹ کی اطلاع اس قدر تفصیل سے کس ذریعے سے حاصل ہوگئی۔"

"جس نے لاش کی اطلاع دی تھی اسی نے تفصیل بھی بیان کی تھی۔"

"فون پر۔" میں نے اس کے جملے میں اضافہ کیا۔

"جی ہاں۔"

"گویا آپ کو جس شخص نے بھی اطلاع دی ہے وہ سائے کی طرح میرا تعاقب کر رہا تھا۔"

"ہو سکتا ہے۔" سراج نے مختصراً جواب دیا۔

"بڑی حیرت انگیز بات ہے کہ دفتر سے میری روانگی کے بعد ہی اس مخبر کو یہ اندازہ کس طرح ہوگیا کہ میں ساحلی علاقے پر سلیمان شاہ کی ہٹ میں جا کر فضل داد نامی شخص کو قتل کروں گا۔"

"اس پیچیدگی کو حل کرنے میں صرف آپ ہمارے ساتھ تعاون کر سکتے ہیں۔" سراج نے اس بار مفاہمت کا انداز اختیار کیا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ جس قتل کے معاملے میں مجھے شامل تفتیش کر رہے ہیں' میں خود ہی اس کا اقرار کر لوں۔" میں نے معنی خیز انداز میں مسکرا کر کہا۔ "اگر مجھے ایسا کرنا ہوتا تو آپ کو یہاں آنے کی تکلیف نہ اٹھانی پڑتی۔ میں خود ہی آپ کی خدمت میں پیش ہو کر اپنی گرفتاری دے دیتا' وہ بھی ایک ایسے مقتول کے سلسلے میں جس کے بارے میں' میں سرے سے کوئی واقفیت ہی نہیں رکھتا۔"

سراج اور انسپکٹر دونوں میرے جواب پر چیں بہ جبیں ہو کر رہ گئے۔

"کہیں ایسا تو نہیں ہے مسٹر سراج کہ خود فضل داد کی روح نے آپ کو میرے خلاف قانونی اقدام کرنے کی خاطر مخبر کی حیثیت سے فون کیا ہو؟" میں نے دوسری چوٹ کی پھر بڑی سادگی سے بولا۔ "لیکن یہ بھلا کیسے ممکن ہے کہ روح کسی کا نمبر ڈائل کر کے اتنی تفصیل سے اپنے قتل ہونے کے ثبوت فراہم کر دے۔ ہاں یہ حرکت کسی ایسی طاغوتی اور ناپاک قوت کی ضرور ہو سکتی ہے جو پہلے بھی آپ کو شاید حیرت انگیز واقعات سے دوچار کر چکی ہو۔"

انسپکٹر نے پھر مجھے تیز نظروں سے گھورا لیکن بولنے کی حماقت نہیں کی۔ البتہ طاغوتی حوالے کے ذکر نے سراج کو ہونٹ چبانے پر مجبور کر دیا تھا' وہ کچھ دیر تک سوچتا رہا پھر دوسرا راستہ اختیار کرتے ہوئے بولا۔

"کیا یہ حقیقت ہے کہ آپ کل دفتر سے اٹھنے کے بعد سلیمان شاہ کی ہٹ پر گئے تھے۔"

"جی ہاں۔ لیکن اپنی مرضی سے نہیں۔"

"گویا آپ کو اغوا کر کے وہاں لے جایا گیا تھا۔" سراج نے تیزی سے پوچھا۔

"میں اس کی تردید نہیں کروں گا۔" میں نے محتاط انداز میں جواب دیا۔ "آپ جن دو افراد کا میرے ہمراہ ہونے کا حوالہ

دے چکے ہیں وہ میرے لیے قطعی اجنبی تھے اور انھوں نے میرے ڈرائیور کو میرے نیچے آنے سے پہلے ہی کوئی نشہ آور دوا پلا کر بے ہوش کر دیا تھا۔"

"راستے میں آپ کی اغوا کرنے والوں کے ساتھ کیا گفتگو ہوئی تھی؟" سراج ڈوز کا ایک سرا ہاتھ آجانے کے بعد پھر افسرانہ انداز میں بولا۔

"انھوں نے مجھ سے ایک بات کہی تھی۔ وہ یہ کہ اگر پولیس مجھ سے ہٹ تک جانے کی وجہ دریافت کرے تو میں زبان کھولنے کی کوشش نہ کروں، بصورت دیگر وہ مجھے قتل کرنے سے بھی گریز نہیں کریں گے۔"

"گویا آپ نے ہٹ میں فضل داد کی لاش دیکھی تھی؟"

"میں نے کب کہا۔"

"تو کیا آپ کی موجودگی میں مقتول کو گولی ماری گئی تھی۔"

"جی نہیں۔" میں نے سادگی سے جواب دیا۔ "وہ مجھے صرف ہٹ تک لے گئے تھے پھر واپس جانے کی اجازت دے دی تھی۔"

"مقصد۔" سراج نے مجھے مشتبہ نظروں سے دیکھا۔

"پولیس کو اس راہ پر لگانے کے سوا بھلا اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ میری نقل و حرکت کو مشکوک بنانا چاہتے ہوں۔"

"آپ ہی کیوں؟" سراج نے تیزی سے سوال کیا۔ "وہ اس کام کی خاطر کسی اور کو بھی منتخب کر سکتے تھے۔"

"یہ ان کے سوچنے کی بات تھی۔ میں کیا عرض کر سکتا ہوں۔"

"کیا آپ مسٹر سلیمان شاہ سے واقف ہیں؟"

"جی ہاں۔" میں نے زہرخند ہوئے لہجے میں کہا۔ "وہ ایک اہم سیاسی شخصیت ہونے کے باوجود بے داغ کردار کے مالک ہیں، ان کی مسز ماہ رخ بھی ایک سماجی کارکن ہیں جو اصلاح معاشرہ اور فلاح و بہبود کے کاموں میں پیش پیش رہتی ہیں۔ اس کا علم تو آپ کو بھی ہوگا۔"

"کیا آپ ہمیں اپنا تحریری بیان دے سکتے ہیں۔" سراج نے ماہ رخ کے حوالے پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔

"میں نہیں سمجھا کہ آپ مجھ سے کس قسم کا بیان لینا چاہتے ہیں؟" میں نے سپاٹ لہجے میں دریافت کیا۔ "جب میں سلیمان شاہ کے ہٹ میں داخل ہی نہیں ہوا اور مقتول فضل داد کا نام پہلی بار سن رہا ہوں تو۔۔۔"

"بہرحال۔۔۔" سراج نے میرے جملوں کی رعایت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا۔ "آپ اس بات کا اقرار کر چکے ہیں کہ آپ کو کل شام پارکنگ لاٹ سے اغوا کر کے ساحلی علاقے پر سلیمان شاہ کے ہٹ تک لے جایا گیا تھا۔"

"سوری۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔ "میں چونکہ ایک بزنس مین ہوں اس لیے اپنے آپ کو اخبارات کی شہ سرخی بنا کر اپنی بزنس ریپوٹیشن کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔"

سراج نے جھلا کر کچھ کہنا چاہا تھا کہ ماہ رخ دروازہ کھول کر مسکراتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ سراج کو ایک باوردی انسپکٹر کے ساتھ میرے آفس میں دیکھ کر اس کی ہونٹوں کی مسکراہٹ کی جگہ اس کی خوبصورت پیشانی پر ابھرنے والی سلوٹوں نے لے لی تھی؟

"آپ اور یہاں؟" اس نے اصل بات جاننے کی خاطر براہ راست سراج سے سوال کیا۔

"مسٹر سراج دراصل مجھ سے میرا تحریری بیان لینا چاہتے ہیں۔" میں نے جواب دیا پھر حالات کی تفصیل بیان کی تو ماہ رخ بڑی شوخی سے بولی۔

"اوہ۔ کم آن شہباز، تم نے پولیس کے محکمے کو خیرباد کہنے کے باوجود ابھی تک دوسروں کو سسپنس میں مبتلا کرنے کی عادت نہیں چھوڑی۔" پھر قبل اس کے میں کوئی جواب دیتا وہ سراج کو مخاطب کر کے بولی۔ "مسٹر شہباز کل دفتر سے اٹھنے کے بعد رات گئے تک میرے ساتھ تھے، ان کا ڈرائیور تنہا گاڑی لے کر واپس چلا گیا تھا اگر آپ خواہش کا اظہار کریں تو میں آپ کو اپنا تحریری بیان لکھوا سکتی ہوں۔"

"جی نہیں۔" سراج نے بڑی سعادت مندی کا مظاہرہ کیا۔ "آپ نے جو زبانی بیان دیا ہے وہی میرے لیے بہت ہے۔"

"اور کوئی کام۔۔۔؟"

"میں اب اجازت چاہوں گا۔" سراج نے ماہ رخ کے سوال کا اشارہ سمجھتے ہوئے کہا پھر اٹھ کر مجھے گھورتا ہوا آفس سے باہر چلا گیا۔ سراج کے جانے کے بعد ماہ رخ نے مجھے شرابی نگاہوں سے دیکھا پھر میرے سامنے کرسی پر بیٹھ گئی۔

"تم اس وقت یہاں کیسے آگئیں؟"

"صرف تمہیں پولیس کی دسترس سے دور رکھنے کی خاطر۔" وہ بہکے ہوئے انداز میں بولی۔ "کیا تم مجھے اس خدمت کا بھی کوئی منہ مانگا معاوضہ نہیں دوگے۔"

"تمہارے احسانات بے شمار ہیں۔ میں بھلا کس کس کا شکریہ ادا کروں۔" میں نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"میں چاہتی تو میرا تحریری بیان تمہیں پھانسی کے پھندے تک بھی لے جا سکتا تھا۔"

"اگر میں تمہارے بیان پر پھانسی کا سزاوار قرار دیا جاتا تو یہی کہتا کہ۔ ہوئے تم دوست جس کے اس کا دشمن آسماں کیوں ہو۔"

"آج رات کا کیا پروگرام ہے؟" اس نے میز پر دونوں کہنیاں ٹکا کر آگے جھکتے ہوئے سرسراتی آواز میں

سلیمان شاہ ایک ہفتے کے لیے اپنی زمینوں پر جا رہا ہے؟"

"تمہیں چھوڑ کر۔"

"وہ تو ضد کر رہا تھا لیکن میں نے تمہاری خاطر اس کی خواہش کو ٹھکرا دیا۔"

"عنایت ہے تمہاری ورنہ بندہ بھلا کس قابل ہے۔"

"تمہاری یہی باتیں تو تمہاری ماہ رخ کو دیوانہ بنا دیتی ہیں۔" اس نے اپنے مہکتے وجود کو لہرا کر جواب دیا۔

میں ماہ رخ کے آجانے سے خود کو بہت ریلیکس (RELAX) محسوس کر رہا تھا۔ اس نے سراج سے میری جان چھڑوا دی تھی لیکن اب اس کی نظر عنایت نے مجھے بوکھلا دیا تھا۔ وہ مجھے دعوت گناہ پر اکسانا چاہ رہی تھی اور میں کم از کم اپنے دفتر میں اس سے بے تکلف نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجی اور میں نے جلدی سے ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں کہا۔

"شہباز اسپیکنگ۔"

"میں نے کہا تھا کہ سلیمان شاہ مجھ سے ٹکرانے کی حماقت کبھی نہیں کرے گا۔" وہ ہٹ سے نکل کر سیدھا اپنی زمینوں کی طرف چلا گیا ہے۔ مجھے اس کے آدمیوں نے بتایا ہے کہ وہ ایک ہفتے بعد واپس لوٹے گا۔"

ریسیور میرے ہاتھ سے چھوٹتے چھوٹتے رہ گیا۔ دوسری جانب سے بھی ماہ رخ ہی کی آواز ابھری تھی اگر وہ اصل ماہ رخ تھی جس نے مجھے فون کیا تھا تو پھر میرے سامنے بیٹھی ہوئی دوسری ماہ رخ کون تھی؟"

"کیا تم ایک روز کے لیے مجھے میزبانی کا موقع نہیں دوگے۔" ریسیور پر ماہ رخ کی آواز دوبارہ ابھری۔ "پلیز شہباز۔ انکار مت کرنا ورنہ میرا دل ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔"

"میں تمہیں کچھ دیر بعد فون کروں گا۔" میں نے ریسیور کریڈل پر رکھ کر اس ماہ رخ کی طرف دیکھا جو میرے سامنے موجود تھی۔

"جب ایک وقت میں تین، تین کامنی دت پیدا ہو سکتی ہیں تو دو ماہ رخ بھی ہو سکتی ہیں۔" اس کا لہجہ معنی خیز ہو گیا۔

"کاکا۔" میری زبان پر بے اختیار کاکا کا نام آگیا۔

"مجھے وشواس تھا کہ تم اوش اپنی کاکا رانی کو پہچان لوگے۔" وہ میری دسترس سے دور ہوتے ہوئے بولی۔ "کیا اس رنگ میں ماہ رخ تم کو پسند نہیں آئی۔ نام میں دھرا بھی کیا ہے، شریر تو ہر حال میں شریر ہوتا ہے۔"

"تمہیں یہ روپ دھارنے کی کیا ضرورت تھی؟" میں نے پوچھا۔

"اس لیے کہ تمہیں یہ روپ اچھا لگتا ہے۔" اس کا لہجہ معنی خیز تھا۔ "اسی روپ میں تم نے ماہ رخ کی سندرتا سے اپنی من کی اگنی بجھائی تھی۔"

"اس میں بھی تمہارے ارادے کو دخل تھا۔"

"خوشی ہوئی یہ جان کر کہ تمہیں اپنی کاکا کی اتنی فکر رہتی ہے۔"

"تم کہاں غائب ہو گئی تھیں؟" میں نے شکوہ کیا۔ "مجھ سے دور دور رہنے میں تمہاری مصلحت تھی، میں نے کئی بار تمہیں آوازیں دی تھیں لیکن تم نے شاید کوئی جواب دینا پسند نہیں کیا۔"

"کیا تمہیں اس کا کارن نہیں معلوم؟" وہ معنی خیز انداز میں بولی۔ ویسے تمہاری کاکا کبھی تم سے دور نہیں رہی۔"

"مجھ پر جو کچھ بیت چکی ہے کیا تمہیں اس کا علم نہیں ہے۔"

"مجھے ایک ایک بات کی خبر ہے۔" وہ یکلخت سنجیدہ ہو گئی۔ "ابھی سراج تمہارے کمرے سے اٹھ کر گیا ہے اگر میں درمیان میں نہ آتی تو شاید وہ تمہیں اپنے ساتھ لے جاتا۔"

"آئی سی، گویا تم نے اسے فضل داد کے قتل کی اطلاع دی تھی اور پوری تفصیل بتا دی تھی۔"

"سمے کا تقاضا یہی تھا۔" اس بار اس نے روکھی آواز میں کہا۔ "یوں سمجھ لو کہ کاکا کو تم پر دیا آگئی شاید اس لیے کہ میں نے دل کی گہرائیوں سے تمہیں پریم کیا ہے۔"

"کیا میں اس بات پر قہقہہ لگانا شروع کر دوں۔" میں نے سرد لہجہ اختیار کیا۔ "ایک طرف تم مجھ سے پریم کرتی ہو اور دوسری طرف میری تباہی کا سامان پیدا کر رہی ہو۔"

"پریم اور یدھ (محبت اور جنگ) میں سب چلتا ہے اگر میں نے تمہاری تباہی کا سامان کیا تھا تو تمہیں اس تباہی سے بچا بھی دیا۔ کیا اب بھی کوئی حساب باقی رہ گیا۔ ذرا سوچو بھولے ناتھ کہ اگر کاکا ماہ رخ کو فون نہ کرتی اور وہ ٹھیک سمے پر درمیان میں نہ آجاتی تو تمہارا کیا حال ہوتا؟ کیا سلیمان شاہ یا فضل داد تمہیں شما کر دیتا۔"

"موت اور زندگی صرف خدا کے اختیار میں ہے۔" میں نے اپنے جذبے کو اجاگر کیا۔ "جو وقت لکھ دیا گیا ہے اسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں کاٹ سکتی۔"

"تم جب غصہ کرتے ہو تو اور سندر بن جاتے ہو۔" وہ ایک ادا سے مسکرائی۔

"سراج اگر مجھے ساتھ لے جاتا تو بھی وہ فضل داد کے قتل کا الزام مجھ پر ثابت نہیں کر سکتا تھا۔"

"یہی تو تمہاری بھول ہے میرے من مندر کے دیوتا کہ ابھی تک اپنی کاکا کی شکتی کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکے۔ کیا تم تمام پرانی باتیں بھول گئے۔ ذرا سوچو میرے پران ناتھ کہ میں نے تمہیں موت کے پنجے سے کتنی بار نکالا ہے۔"

"میں نے شاید پنڈت بنسی دھر کے منڈل کو توڑ کر تمہیں بچانے کی بھول کی تھی۔" میں نے تلملا کر کہا تو وہ مسکرا کر بولی۔

"اگر تم ایسا نہ کرتے تو تمہاری موت بھی تمہاری کالکا کے ہاتھوں ہی ہوتی' تم جانتے ہو کہ کس کارن وہ میری شکتی کو قابو کرنا چاہتا تھا اگر میں اس کے قبضے میں چلی جاتی تو سب سے پہلے وہ تمہیں میرے ہاتھوں موت کے منہ میں دھکیلنے کا حکم دیتا اور میں اس کی آگیا کا پالن کرنے پر مجبور ہوتی۔"

"کیا تم اس وقت مجھ پر اپنا احسان جتانے آئی ہو؟"

"نہیں۔" وہ دوبارہ معنی خیز انداز میں بولی۔ "اگر میری یہی اچھا ہوتی تو شاید تم اور تمہارا متر جو اونچے اونچے سپنے دیکھ رہا ہے۔ پروفیسر ابرار تک کبھی نہ پہنچ پاتے۔ کالکا کا ایک اشارہ تم دونوں کو میجر نصیر کے ہاتھ سے نرک (جہنم) میں جھونک دینے کے لیے بہت ہوتا۔ اس نے میرے ہی اشارے پر تمہیں اپنے جال میں پھانسنے کی کوشش کی تھی پھر میرے ہی اشارے پر وہ بے بس ہو گیا۔ کالکا چاہتی تو تمہیں رنگے ہاتھوں قانون کے شکنجے میں جکڑوا سکتی تھی۔"

"میلبا کا خون کس نے کیا تھا؟" میں نے رخ بدل کر سوال کیا۔

"بھوشن کے آدمیوں نے۔" وہ دوبارہ مسکرانے لگی۔ "اگر وہ زندہ رہتی تو بھوشن کے لیے اس کا بیان خطرہ بن سکتا تھا۔"

"مجھے معلوم ہے۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "تم میرے اور بھوشن کے مقابلے میں بھوشن کا ساتھ دے رہی ہو۔"

"میں انکار نہیں کروں گی لیکن دیوتاؤں کی آگیا کا پالن کرنا بھی میرا دھرم ہے۔"

"رکی کے بارے میں کیا تم میری رہنمائی نہیں کرو گی؟" میں نے کالکا کو ٹٹولنے کی خاطر پوچھا۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ کیا اسے حسنہ کے بارے میں بھی علم ہو چکا ہے جس نے میلبا کی موت کے بعد مجھے رکی کے پتے سے آگاہ کیا تھا۔ اس خیال کے ابھرنے کی وجہ یہ تھی کہ حسنہ نے مجھے احتیاط کے تحت رکی کا پتا کاغذ پر لکھ کر دیا تھا۔ اپنی زبان نہیں کھولی تھی۔

"رکی کا دھیان من سے نکال دو اور میری ایک بات پھر دھیان سے سنو۔" وہ بے حد سنجیدگی سے بولی۔ "میں نے تم سے کہا تھا کہ جب تک بھوشن کے ستارے گردش میں نہیں آجاتے تم اس سے دور ہی رہو۔ اب بھی میری یہی اچھا ہے کہ تم اسے بھول جاؤ' جب سمے آئے گا تو کالکا اسے بھی موہنی کی طرح تمہارے حوالے کر دے گی۔"

"اور وہ سمے شاید اس وقت آئے گا جب بھوشن پروفیسر ابرار کے اس فارمولے کا راز معلوم کر لے گا جو اگر استعمال کیا گیا تو بھوشن کی مٹی کے بہت سارے لوگ مارے جائیں گے' تباہی کا وہ طوفان تمہارے روکے بھی نہیں رک سکے گا۔"

"کبھی اپنے گریبان میں بھی منہ ڈال کر دیکھو' کیا تمہیں اپنی مٹی اور جنم بھومی سے پریم نہیں ہے۔"

"مجھے اس بات پر حیرت ہے کہ تم اپنی شکتی سے بھوشن کا ساتھ دے رہی ہو لیکن ابھی شاید تم بھی پروفیسر کی لیبارٹری کے اندر داخل ہی نہیں ہو سکیں۔"

ایک لمحے کے لیے کالکا کے چہرے پر خون کی لہر دوڑ گئی پھر وہ مسکرا کر بولی۔

"میں کیا ہوں اور میری شکتی کتنی اپرم پار ہے اس کا اندازہ تم نہیں لگا سکتے۔"

"میجر نصیر کے بارے میں کیا کہو گی؟" میں نے اسے چھیڑنے کی خاطر کہا۔ "کیا تمہیں اس بات کی خبر بھی نہیں تھی کہ پروفیسر جب چاہے کسی بھی چیک پوسٹ کو ایک دھماکے سے اڑا سکتا ہے؟"

"ہاں' مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا۔"

"مارگریٹ کے سلسلے میں تم مجھے کیا بتا سکتی ہو؟ وہ اچانک پراسرار طور پر کہاں گم ہو گئی' کیا اس میں بھی بھوشن کی کوئی چال ہے؟"

"کالکا کا امتحان لینے کی کوشش کر رہے ہو۔" وہ استہزائیہ انداز میں بولی۔ "کیا تمہیں اس کا علم نہیں ہے کہ اسے تمہارے متر کے شکاری کتوں نے گھیر کر کہیں چھپا رکھا ہے؟"

"نہیں۔" میں نے جان بوجھ کر حیرت کا اظہار کیا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "میں نے سنا ہے کہ مارگریٹ بھی تمہارے بھوشن جوزف کے لیے کسی لکشمی سے کم نہیں تھی۔ کیا تم مارگریٹ کی سہائتا نہیں کر سکتی تھیں؟"

"سمے آلینے دو پھر تم اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ لو گے۔"

"کالکا رانی۔" میں نے اسے دوبارہ کریدنے کی کوشش کی۔ "کیا تم مجھے یہ نہیں بتا سکتیں کہ بھوشن کے ستارے کب گردش میں آئیں گے۔"

"ہمارے بیچ ایک سمجھوتا ہو سکتا ہے۔" وہ تھوڑے توقف سے بولی۔ "تم مارگریٹ کو اپنے متر سے کہہ کر آزاد کرا دو۔ میں بھوشن کے بارے میں تمہیں بہت ساری ایسی باتیں بھی بتا دوں گی جو تمہارے کام آسکتی ہیں۔"

"مکڑی کا جالا بھی بڑا سندر ہوتا ہے۔" میں زہرخند سے بولا۔ "لیکن مکھی اگر ایک بار اس میں پھنس جائے تو پھر وہ بے بس ہو جاتی ہے۔"

"زیادہ اونچا اڑنے کی کوشش مت کرو شہباز خان۔" وہ تلملا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ "وہ سمے اب زیادہ دور نہیں ہے جب تم سے تمہاری شکتی چھین لی جائے گی پھر تم کالکا کی شکتی کے جال میں پھنس کر بے بس ہو جاؤ گے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے دوبارہ طنز کیا۔ "کیا کسی طاقت کے چھن جانے کے بعد میں تمہیں اپنی بانہوں میں لے سکوں گا؟"

"وہ بھی میری اچھا پر ہو گا۔ اس وقت تم کالکا کی بات نہیں ٹال سکو گے۔"

"کیا باطل اور سیاہ قوتیں کبھی رحمانی قوتوں پر غلبہ پا سکتی ہیں؟"

"ان کتابی باتوں کی الٹ پھیر میں مت پڑو۔ یہ تمہارے بس کا روگ نہیں ہے۔" اس کا لہجہ سپاٹ ہو گیا۔

"کیا تم صرف نے بھوشن کی وجہ سے اپنے بھولے ناتھ سے دوستی کا رشتہ توڑ دیا؟" میں نے اسے یاد دلانے کی کوشش کی۔ "یاد کرو' تم نے تو کہا تھا تمہاری مہان شکتی ہمیشہ میری سہائتا کرتی رہے گی پھر اب کیا ہو گیا۔ کیا میں سمجھوں کہ تمہارا پریم بھی تمہارے رنگ بدلتے روپ کی طرح ایک سندر فریب ہے۔"

"شہباز خان۔" کالکا کی نگاہوں سے چنگاریاں پھوٹنے لگیں۔ "تم میرا مذاق اڑانے کی کوشش کر رہے ہو' اپنی حدوں کو پھلانگنے کی کوشش مت کرو ورنہ......"

"وہ دن کتنا حسین ہو گا جب تمہاری نازک نازک انگلیاں میرا گلا گھونٹ رہی ہوں گی۔" میں نے اس کے خون کی گردش کو ہوا دینے کی کوشش کی۔ "تمہارے سندر شریر کی میٹھی میٹھی اور بھینی بھینی خوشبو مجھ پر نشہ سا طاری کر دے گی۔ جب کوئی عاشق کسی محبوب کے ہاتھوں مرتا ہے تو وہ موت بھی کتنی سندر اور حسین ہوتی ہو گی۔"

"کالکا کی شکتی کا چمتکار دیکھنا چاہتے ہو۔"

"جو من میں آئے دکھا دو۔" میں نے خوابیدہ انداز میں کہا۔ "وصل کی امید میں گھڑیاں گن گن گزارنا اب میرے لیے ناقابل برداشت ہو رہا ہے۔"

"کیا تم اب اپنے جیون کو کالکا کے چرنوں میں بلی چڑھانے کا فیصلہ کر چکے ہو۔" کالکا کے لہجے میں سفاکی آگئی' ماہ رخ کے روپ میں بھی اب وہ بڑی بھیانک اور مکروہ نظر آرہی تھی۔

"یہ فیصلہ تو میں نے بہت پہلے کر لیا تھا لیکن تم نے کبھی مجھے قریب آنے کا موقع نہیں دیا۔"

"جتنا مت کرو۔" وہ مجھے گھورتے ہوئے بولی۔ "میں بہت جلد تمہاری اچھا کو پوری کرنے کا موقع دوں گی۔"

"اس سمے تم ماہ رخ کے روپ میں زیادہ حسین لگ رہی ہو شاید اس لیے کہ یہ جسم ایک بار پھر میرے استعمال میں آچکا ہے' میں ابھی تک ان لذتوں کو نہیں بھول سکا جو تمہاری شکتی کی وجہ سے مجھے حاصل ہوئی تھیں۔"

"میں جا رہی ہوں شہباز خان۔" وہ تلملا کر بولی۔ "لیکن یہ بات دھیان میں رکھنا کہ تم نے آج کالکا کی شکتی کا مذاق اڑانے کی کوشش کی ہے' تم ہی اس کا نتیجہ بھی بھگتو گے۔ اس سمے کالکا بولے گی اور تم سنو گے' پرنتو اس وقت تم کالکا کی بانہوں میں نہیں اس کے چرنوں میں پڑے ہو گے۔"

"آج کیوں نہیں۔" میں نے عاشقانہ انداز میں التجا کی۔ "تم مجھے اپنے چرنوں میں ہی جگہ دے دو میں تمہارا یہ اپکار بھی نہیں بھولوں گا۔"

کالکا کی ہیئت پلک جھپکنے میں تبدیل ہو گئی اب وہ کالی کے بھیانک روپ میں میرے سامنے کھڑی تھی۔ اس کے شانوں پر اگے ہوئے بھیانک سانپ اور ناگنیں میری طرف پھنکار رہی تھیں۔ وہ اپنے بے شمار ہاتھوں کو اس طرح فضا میں دائرے کی شکل میں گردش دے رہی تھی جیسے وہ کسی لمحے کچھ بھی کرنے کی طاقت رکھتی ہے۔ اس کی نگاہوں سے ابلنے والے شعلوں کی تپش میرے وجود تک پہنچ رہی تھی۔ کچھ دیر وہ مجھے خونخوار نظروں سے گھورتی رہی پھر اپنے ہاتھوں کو ہوا میں بلند کر کے جھٹکا دیا تو مجھے اپنا سانس سینے کی گہرائیوں میں گھٹتا ہوا محسوس ہوا' سیاہ ذرات کا تپتا ہوا ایک دائرہ نمودار ہو کر میرے اطراف گردش کرنے لگا۔ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ شاید میں نے کالکا کی طاغوتی قوتوں کو للکار کر کسی دانشمندی کا ثبوت نہیں دیا تھا۔ مجھے رفتہ رفتہ سانس لینا دشوار ہو رہا تھا۔ میں نے اپنی انگلی پر نگاہ ڈالی' صندلی انگوٹھی کی موجودگی نے مجھے تقویت دی' میں واقف تھا کہ خدا کے برگزیدہ بزرگ کا دیا ہوا تحفہ جب تک میرے پاس ہے کالی قوتیں میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں' ورنہ میں شنکر کا انجام ابھی تک نہیں بھولا تھا۔ سیاہ ذرات کے ایسے ہی ایک طوفان نے اسے اپنی گردش میں لے کر پل بھر میں اس کا کریا کرم کر دیا تھا لیکن وہ اس صندلی انگوٹھی کی کرامت ہی تھی جو ذرات کا گردش کرتا ہوا تیز دائرہ ابھی تک میرے اردگرد منڈلا رہا تھا۔ اپنے جنتر منتر کی ناکامی دیکھ کر وہ اور زیادہ خونخوار ہو گئی شاید غصے کی شدت نے اسے یہ بات بھلا دی تھی کہ کوئی سایا میری مدد کر رہا ہے۔

"تمہارا یہ روپ بھی میں ایک بار پہلے دیکھ چکا ہوں۔" میں نے سانس کی گھٹن پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "لیکن تمہارے یہ جنتر منتر میرا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

"میں جانتی ہوں شہباز خان۔" وہ اپنی خون آلود مکروہ زبان کو لپلپاتے ہوئے بولی۔ "پرنتو تم یہ نہیں جانتے کہ تمہاری شکتی سے ٹکرانے کے لیے اگر میں نے اپنا جیون دان کرنے کی ٹھان لی تو پھر ہم دونوں کا ستیاناس ہو جائے گا۔ کالکا کی شکتی اور

تمہارے اوپر جو چھایا ہے اس کے ٹکرانے کے بعد ہم دونوں بھی مٹ جائیں گے۔ کالکا کو اب یہ بھی منظور ہے۔" آخری جملہ ادا کرتے ہی کالکا نے اپنی انگلیاں سیاہ ذرات کی طرف اٹھائیں تو وہ بھڑکتے ہوئے شعلوں میں تبدیل ہو گئے جو آہستہ آہستہ میرے قریب آرہے تھے۔ کالکا کی ہیبت ناک نگاہیں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں اور ہونٹ کسی منتر کا جاپ کرنے میں مصروف تھے۔ کالکا اب میرے ساتھ ساتھ خود کو بھی فنا کردینے پر آمادہ تھی۔ اس کے ہونٹوں کی حرکت جوں جوں تیز ہوتی جارہی تھی مجھے اپنا جسم جلتا محسوس ہوتا۔ شعلے میرے وجود کو جلا کر راکھ کردینے کی خاطر میری سمت لپک رہے تھے لیکن اسی وقت میری کرسی کے عقب میں کھڑکی کا شیشہ اچانک ایک چھناکے سے ٹوٹ گیا۔ کالکا نے خوفزدہ انداز میں کھڑکی کی طرف دیکھا پھر پلک جھپکتے میں وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ اس کے ساتھ شعلوں کا دائرہ بھی غائب ہو گیا اس کے بعد لوبان کی خوشبو کا جھونکا کمرے میں داخل ہوا تو میرا دل دھڑکنے لگا۔ شاید خدا کے اسی برگزیدہ اور کمبل پوش بزرگ نے میری مدد کی تھی جس نے صندلی انگوٹھی مجھے عطا کی تھی میں نظریں گھما کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"بدبخت۔ کم نصیب۔" بزرگ کی مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "اب بھی وقت ہے۔ بل کھاتے راستوں پر بھاگنا چھوڑ کر حق کی رسی کو مضبوطی سے تھام لے ورنہ واپسی کا راستہ تجھے آسانی سے نہیں ملے گا۔"

"پیرومرشد۔" میں گڑگڑایا۔ "مجھے آپ کی مدد درکار ہے۔"

"اپنی مدد آپ کر۔ ننگ خاندان، کب تک دوسروں کی انگلیاں تھام کر چلتا رہے گا۔"

"کیا اب میں اس قابل بھی نہیں رہا کہ آپ کی صورت دیکھ سکوں۔" میں نے پھر نظریں گھما کر ادھر ادھر دیکھا۔ صندل اور لوبان کی خوشبو بدستور میرے ذہن کو معطر کررہی تھی لیکن کمبل پوش بزرگ ابھی تک میری نگاہوں سے اوجھل تھے۔

"تو کس قابل ہے مردود۔ اپنے گریبان میں جھانک، وقت گزر گیا تو پھر بغلیں بجاتا پھرے گا۔"

"آپ کی نظر کرم ہو جائے تو راستے بھی میرے اوپر روشن ہو جائیں گے۔" میں نے عاجزی سے کہا۔ "مجھے مایوس نہ کیجئے ورنہ۔۔۔"

"میری طرف سے جہنم میں جا۔" بزرگ کی آواز میں جھلاہٹ شامل تھی۔ "جب جنت منہ پھیر لے تو پھر جہنم ہی لوح محفوظ پر رقم کردیا جاتا ہے۔ جس کی سیاہی اتنی پختہ ہوتی ہے کہ آسانی سے چھٹائے نہیں چھٹتی۔ اب خدا ہی تیرا حافظ۔"

پھر صندل اور لوبان کی خوشبو چھٹ گئی۔ میں نے کئی بار خدا کے اس نیک بندے کو بڑی عاجزی سے آواز دی۔ دوسری جانب سے کوئی جواب نہیں ملا، میرا ذہن انتشار کیفیت سے دوچار تھا جب حسنہ کمرے میں داخل ہوئی۔ سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"آپ کچھ پریشان معلوم ہوتے ہیں؟" اس نے اجازت کے بغیر کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "کیا کوئی بزنس ہے؟"

"کیوں؟" میں نے قدرے ناگواری کا اظہار کیا۔ "کیا میری پرابلم کو سالو (SOLVE) کرسکتی ہو؟"

"سوری۔" وہ سپاٹ آواز میں بولی۔ "میں شاید غلط کہہ گئی تھی۔"

"اب تمہاری کیا اطلاع ہے۔" میں نے موضوع بدل سوال کیا۔ "کیا میرا مطلوبہ شخص ابھی تک۔۔۔"

"پلیز مسٹر شہباز۔" وہ تیزی سے میری بات کاٹ کر "کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جو بلند آواز میں نہیں کی جاسکتیں دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔"

میں نے حسنہ کو غور سے دیکھا، وہ اچانک میرے اسرار بن گئی تھی۔ پہلے بھی اس نے رکی کے سلسلے میں مجھے کر اس کے پتے سے آگاہ کیا تھا مگر کیوں؟ اس میں کیا مصلحت تھی؟ وہ کون تھی؟ کس وجہ سے رکی کے خلاف میری مدد پر ہو گئی تھی؟ اس کی معلومات کا دائرہ بھی خاصا وسیع تھا۔ کیا اندازہ مجھے پہلی ہی ملاقات میں ہو گیا تھا؟ میں اس بات کو ماننے کو تیار نہیں ہو سکا کہ وہ محض میلسا کی موت کا انتقام لینے کی خاطر اپنی زندگی کو داؤ پر لگا رہی ہو گی پھر اس کا اصل مقصد کیا جو وہ بغیر کسی تنخواہ کے میرے دفتر میں ملازم ہونے کا اعلان کرچکی تھی؟ میں اسے مشتبہ نظروں سے دیکھنے لگا؟ کالکا کی نے میرے اندر کے جاسوس کو پھر چوکس کردیا تھا۔ میں نے کی اصلیت جاننے کی خاطر پوچھا۔

"کیا آپ کے پاس اپنا کوئی کنونس ہے یا دفتر آنے کی خاطر آپ کو دھواں اڑانے والی بسوں کی زحمت برداشت کرنا ہے۔"

"میں یہاں مستقل ملازمت کے ارادے سے نہیں ہوں۔" وہ بڑی سنجیدگی سے بولی۔ "اس دنیا کا کچھ قرض ہے پر، وہ اتر جائے تو میں آپ کی ملازمت سے بغیر کہے دستبردار ہو جاؤں گی۔"

"قرض کی ادائیگی پیسوں سے ہوتی ہے محترمہ جب آپ بغیر تنخواہ کے کام کرنے پر تیار ہو گئی ہیں۔ کیا میں اس کی وجہ دریافت کرسکتا ہوں؟"

جواب میں حسنہ نے خاموشی اختیار رکھی پھر اس نے ایک کاغذ اٹھا کر اس پر کچھ لکھا اور اسے میری طرف بڑھا دیا۔

بھی موجود تھیں۔ کمرے میں رکی کے قریب ہی کوئی عورت بھی موجود تھی۔ اس کا چہرہ نظر نہیں آرہا تھا لیکن جو حصہ بھی نظر آرہا تھا اس پر ہیجان انگیز قسم کا باریک سلیپنگ گاؤن موجود تھا۔

"کیا تم مجھے یہ بتانا پسند کروگے میرے پرانے واقف کار مسٹر کریم کہ اس وقت میک اپ کرکے تمہیں یہاں تک آنے کی زحمت کس لیے گوارا کرنی پڑی، کیا تم کسی خاص پارٹی کے لیے کام کررہے ہو؟"

"تمہارا اندازہ غلط ہے رکی۔" کریم نے بے پرواہی سے جواب دیا پھر سرد لہجے میں بولا۔ "میں مسز فرگوسن سے ایک پرانا حساب کرنے کی غرض سے یہاں آیا تھا۔ تقریباً ایک سال پرانی بات ہے جب مجھے اس کے اسٹاک کا ایک پیس پسند آگیا تھا، میں ایڈوانس کے طور پر اسے دس ہزار پیشگی دے چکا تھا لیکن جب میں پوری رقم لے کر مال اٹھانے کے ارادے سے پہنچا تو اس نے اپنی کمینگی اور بددیانتی کا ثبوت دیتے ہوئے مجھے شناخت کرنے سے بھی انکار کردیا۔ میری جگہ اگر تم ہوتے ڈیئر رکی تو تمہارا رد عمل کیا ہوتا؟" کریم نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"یہ بکواس کررہا ہے۔" دوسری عورت جو مسز فرگوسن کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتی تھی کرخت لہجے میں بولی۔ "میں نے اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

"دس ہزار کی پیشگی رقم خاصی بڑی ہوتی ہے جبکہ میری معلومات کے مطابق تم حرمزدگی کے معاملات میں لنگوٹ کھول چکے ہو۔" رکی نے مسز فرگوسن کی بات کا جواب دیے بغیر کریم کو گھورتے ہوئے سرد آواز میں کہا۔ "میری آخری اطلاع کے مطابق تم نے شاید ایک مقامی نائٹ کلب کے مالک مسٹر ندیم کے یہاں ملازمت اختیار کرلی تھی۔" رکی نے الفاظ چباتے ہوئے پوچھا۔

"میں اس اطلاع کی تردید نہیں کروں گی۔" کریم نے خوفزدہ ہوئے بغیر کہا۔

"اگر تم مسٹر ندیم کی ملازمت کا اقرار کررہے ہو تو پھر یہ بھی ضرور جانتے ہوگے کہ ندیم اور شہباز خان کے درمیان دوستی کا کیا رشتہ ہے؟"

"ہاں۔ مجھے اس کا علم ہے۔" کریم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"تازہ ترین اطلاع کے مطابق تم آج کل شہباز خان کی پرسنل کار چلانے کی ڈیوٹی سرانجام دے رہے ہو؟"

"یہ بھی سچ ہے۔"

"دو دونے کتنے ہوتے ہیں کریم؟"

"چار۔"

"گڈ تمہارا حساب بھی ٹھیک ٹھاک ہی ہے۔" کریم کا جواب سن کر رکی کا لہجہ پھر سفاک ہو گیا۔ کسی زہریلے سانپ کی طرح انتہائی خطرناک انداز میں پھنکارتا ہوا بولا۔ "تمہارے دونوں مالکان۔ میرا مطلب ہے ندیم اور شہباز خان آج کل میری تلاش میں شہر کے کوڑے دانوں کو بھی نہیں چھوڑ رہے۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ تم نے دوبارہ بدمعاشی اختیار کرلی ہو اور اب مجھے زندہ گرفتار کرنے کا خواب دیکھنے کی خاطر یہاں تک آپہنچے ہو۔ بائی دے وے کیا تمہیں یقین ہے کہ تم رکی پر قابو پاسکوگے جبکہ تم خود اس وقت میرے ہی رحم و کرم پر ہو۔"

کریم نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ شاید وہ میرے بارے میں سوچ رہا تھا۔ میں نے آٹومیٹک کے دستے پر اپنی گرفت مضبوط کرلی۔ "تمہاری خاموشی اس بات کا ثبوت ہے کہ تم یہاں مسز فرگوسن کا نہیں بلکہ میرا شکار کھیلنے کی غرض سے آئے تھے۔" رکی نے زہرخند سے کہا۔ "تم شاید بھول گئے تھے کسی آدم خور شیر کی تلاش یا اس کے شکار میں ایک لمحے کی بھول بھی شکاری کو شیر کا شکار بنادیتی ہے جو اپنا پیٹ بھرنے کے بعد شکاری کی ادھڑی ہوئی لاش کو دوسرے جانوروں کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔ جنگل کا بادشاہ مرنے کے بعد بھی بادشاہ ہی کہلاتا ہے۔ بڑے بڑے شکاری بھی ہر زاویے سے اپنا اطمینان کیے بغیر اس کے قریب جانے کا خطرہ مول نہیں لیتے اور تم۔۔۔ رکی کو شکار کرنے کی خاطر یہ چھوٹا سا کھلونا لے کر آگئے۔"

"محبت اور جنگ میں ہر حربے کا استعمال جائز ہے۔" کریم نے تھوڑے توقف کے بعد کہا۔ وہ رکی کے رحم و کرم پر تھا لیکن اس کے باوجود اس نے کسی بزدلی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔

"اچھا ہے تم نے میری ایک اور مشکل آسان کردی۔" رکی کسی خونخوار درندے کی طرح غرایا۔ "اب تم اس بات کا فیصلہ بھی کردو کہ تم کس حربے کے استعمال سے اپنی موت قبول کروگے؟"

"رکی۔" مسز فرگوسن کی آواز ابھری۔ "ہو سکتا ہے کہ اس باسٹرڈ کے ساتھ اور ساتھی بھی ہوں۔"

"نہیں۔" رکی کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی۔ "میں جانتا ہوں کہ یہ تنہا دس بارہ آدمیوں پر بھاری ہے، البتہ یہ سیر پر سوا سیر والی مثل بھول گیا تھا، ورنہ جان بوجھ کر شیر کی کچھار میں گھسنے کی حماقت کون کرتا ہے۔"

"اسلحے کے بل بوتے پر کوئی بچہ بھی اپنی مردانگی کا دعویٰ کرسکتا ہے۔" کریم نے نفسیاتی حربہ استعمال کیا۔

"گڈ۔" رکی نے خوشی کا اظہار کیا۔ "میں خود بھی شور کرنے والے کھلونے استعمال کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ ایک یا دو گولی بھی انتقام کی آگ کی شدت کو کم نہیں کرسکتیں۔ البتہ چھریوں کا استعمال بڑا خاطر خواہ ہوتا ہے۔ ایک تڑپ تڑپ کر اپنی زندگی کی بھیک مانگتا ہے اور دوسرا۔۔۔ خون کے ابلنے والے

سے چھڑائی ہے اسے کم از کم فون کر کے بتادیں کہ کسی دوسرے روپ میں اس نے کیا بیان دیا تھا۔"

میرے ذہن کو پھر ایک جھٹکا لگا' حسنہ میرے لیے لیڈی مکلارنس اور کالکا سے زیادہ پر اسرار ثابت ہو رہی تھی۔ یہ بات یقیناً قابل غور تھی کہ اسے میری اور ماہ رخ کی بات کا علم کس طرح ہو گیا۔ کیا وہ بھی حسنہ کی شکل میں کسی طاغوتی قوتوں کی مالک تھی جس نے فی الحال حسنہ کی شکل اختیار کر رکھی تھی۔

"آج نو بجے کے بعد کا وقت آپ کے شکار کھیلنے کے لیے بہت موزوں ہو گا۔" اس نے اٹھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا پھر تیزی سے قدم اٹھاتی کمرے سے باہر نکل گئی۔ میں نے انٹرکام اٹھا کر وارثی کا نمبر پریس کیا۔

"لیس سر۔" وارثی کی آواز فوراً ہی سنائی دی۔

"میری نئی سکریٹری کے بارے میں آپ کی کیا رپورٹ ہے؟"

"میرے خیال میں وہ بے پناہ صلاحیتوں کی مالک ہے۔" وارثی نے جواب دینے میں کسی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہیں کیا۔ "ملازمت کے پہلے ہی دن اس نے آفیشل ملاقات میں ایسی کارکردگی کا مظاہرہ کیا جس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ پہلی بار کسی سروس میں آئی ہے۔ ہو سکتا ہے اس نے جان بوجھ کر خود کو راہینڈ (RAW HAND) ظاہر کرنے کی کوشش کی ہو۔"

"آپ کے خیال میں اس نے ایسا کیوں کیا ہو گا؟"

"اپنے کام کا لوہا منوانے کی خاطر خاص طور پر اکثر خواتین ملازمت حاصل کرتے وقت یہی ظاہر کرتی ہیں کہ وہ پہلی بار ملازمت میں داخل ہو رہی ہیں جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہوتی ہے۔"

"آئی سی۔"

"کیا آپ کو اس سے کوئی شکایت ہے سر؟"

"جی نہیں۔ میں بھی اس کی کارکردگی سے خوش ہوں۔" میں نے جملے کے اختتام کے بعد ریسیور واپس رکھ دیا پھر کچھ دیر تک ذہنی جمناسٹک کرنے کے بعد میں نے ماہ رخ کے نمبر ڈائل کیے۔ دوسری جانب سے کال اسی نے ریسیو کی تھی۔

"شہباز بول رہا ہوں۔"

"مجھے یقین تھا کہ تم فرصت ملتے ہی مجھے دوبارہ کال کرو گے لیکن کیا یہ دریافت کر سکتی ہوں کہ اس وقت تم کس شخصیت سے مصروف گفتگو تھے کہ ماہ رخ سے بات کرنا بھی ضروری نہیں سمجھا۔"

"سراج ایک انسپکٹر کے ساتھ میرے سامنے موجود تھا۔" میں نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "اس کا شبہ ہے کہ فضل داد کا قتل میں نے کیا ہے۔"

"اس شک کی بنیاد کیا تھی۔"

"شاید اس کے آدمیوں نے سلیمان شاہ کے ہٹ تک میرا تعاقب کیا ہو گا۔ اس نے بعد میں اپنا بیان بدل کر یہ بھی کہا تھا کہ کسی نے اسے فون پر میری نقل و حرکت اور فضل داد کے قتل سے آگاہ کیا تھا۔"

"سلیمان شاہ ایسا نہیں کر سکتا۔" ماہ رخ نے بڑے وثوق سے کہا۔

"ہو سکتا ہے لیکن بہرحال سراج کو دفتر سے اٹھنے کے بعد میری ایک ایک منٹ کی موومنٹ کی اطلاع مل چکی ہے۔"

"پریشان مت ہو۔" ماہ رخ نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "تمہاری خاطر میں آئی' جی اور ڈی' آئی' جی کی کرسی بھی ہلوا سکتی ہوں۔ سراج غریب کیا بیچتا ہے۔"

"نہیں۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "پلیز' تم ایسا کوئی قدم نہیں اٹھاؤ گی۔"

"پھر۔"

"تم سراج کو صرف اتنا بیان دے سکتی ہو کہ کل دفتر سے اٹھنے کے بعد رات تک تم اور میں ساتھ رہے تھے۔"

"کاش۔ ایسا ممکن ہو سکتا۔" وہ فون پر ہی بہکنے لگی۔

"لیکن تم فون کر کے سراج سے کچھ نہیں کہو گی۔" میں نے جلدی سے صورت حال کے پیش نظر مشورہ دیا۔ "اگر سراج تم سے خود ملے تو اور بات ہے۔"

"خیال ہے۔ تمہارا۔" اس کے لہجے میں غرور و تکبر شامل تھا۔ "سراج میرے دروازے کے باہر تک آنے کی بھی ہمت نہیں کرے گا۔"

"ہو سکتا ہے لیکن میں نے اسے یہی بیان دیا ہے کہ کل میں تمہارے ساتھ تھا۔"

"کیا میں اسے بھی اپنی خوش قسمتی سمجھ سکتی ہوں کہ تم نے کسی نہ کسی بہانے اپنی ماہ رخ کو استعمال تو کیا۔" ریسیور پر ایک سرد آہ کے ساتھ کہا گیا۔

"میں نے نہیں بلکہ تم نے۔" میں نے بحالت مجبوری خود کو اس کے رنگ میں ڈھالنے کی کوشش کی۔ "سب سے پہلے تمہارے ہی آدمیوں نے مجھے زبردستی گن پوائنٹ پر اغوا کیا تھا۔ یاد ہے۔"

"تم اسے میری ضد سمجھ لو۔" ماہ رخ کی آواز لڑکھڑانے لگی۔ "لیکن اب ایسا نہیں ہو گا۔ اب میدان تمہارے حق میں بالکل صاف ہے' سلیمان شاہ کی واپسی ایک ہفتے سے پہلے نہیں ہو گی۔"

"لیکن ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنے مخصوص آدمیوں کو تمہاری نگرانی پر مامور کر رکھا ہو۔" میں نے بہانہ بنانے کی خاطر کہا۔

"نہیں۔" وہ بڑے پر اعتماد لہجے میں بولی۔ "ہم دونوں کے درمیان یہ انڈراسٹینڈنگ شروع سے ہے کہ ایک دوسرے کے پرائیویٹ معاملات میں دخل انداز نہیں ہوں گے۔ جو چاہے' جب چاہے اپنے منہ کا ذائقہ بدل سکتا ہے' کسی کو کسی پر اعتراض نہیں ہو گا۔"

"پھر میرے سلسلے میں وہ اتنا جذباتی کیوں ہو گیا۔" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"نوٹوسیٹ کی وجہ سے لیکن مجھے ابھی تک حیرت اسی بات پر ہے کہ وہ تصویریں دوبارہ کس طرح تیار کی گئی ہوں گی۔"

"ہو سکتا ہے کہ یہ بھی سلیمان شاہ کے کسی ایسے آدمی کی شرارت ہو جسے تم قابل اعتماد سمجھتی ہو۔"

"چھوڑو ان خشک باتوں کو۔" وہ دوبارہ بہکنے لگی۔ "یہ بتاؤ کہ ملاقات کب ہو رہی ہے؟"

"سلیمان شاہ کی واپسی سے پیشتر ہی کوئی وقت نکالوں گا۔" میں نے اسے ٹالنے کی خاطر کہا پھر رابطہ منقطع کر دیا۔ میرا ذہن ایک بار پھر حسنہ کی گتھی سلجھانے میں الجھ گیا۔

فون کی گھنٹی کچھ دیر بعد دوبارہ بجی۔ میں نے فوراً ہی ریسیور اٹھانے کی کوشش کی' میرا خیال تھا کہ وہ کال ماہ رخ کی ہو سکتی ہے کیونکہ میں نے سلسلہ منقطع کر دیا تھا لیکن چوتھی گھنٹی کے بعد میں نے سوچا کہ وہ کوئی اہم کال بھی ہو سکتی ہے۔ میرا اندازہ غلط نہیں ثابت ہوا۔ دوسری جانب سے لیڈی مکلارنس مجھ سے مخاطب تھی۔

"کوئی نئی بات؟" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"ہاں لیکن وہ خاص بات حسنہ سے تعلق نہیں رکھتی اس لیے کہ میں پہلے ہی اس کی سفارش کر چکی ہوں۔"

"اس کے باوجود میرا خیال ہے کہ وہ میرے لیے پر اسرار بنتی جا رہی ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ تمہارا خیال غلط نہ ہو لیکن میں فی الحال حسنہ کے بارے میں۔۔۔"

"لیڈی مکلارنس پلیز۔" میں نے پہلو بدل کر کہا۔ "اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مارتے رہنا بے حد خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے۔"

"اگر تم کو مجھ پر بھروسہ نہیں ہے میرے بچے تو میں آئندہ تم سے دور رہنے کی کوشش کروں گی۔" اس بار وہ قدرے چڑچڑے انداز میں بولی۔ "جب دو فریقین کے درمیان اعتماد اور یقین کا رشتہ ختم ہو جائے تو گاڑی زیادہ دنوں نہیں چلتی۔ ایسی صورت میں بہتر ہوتا ہے فریقین افہام و تفہیم سے۔ ساتھ ایک دوسرے سے تعلقات ختم کر دیں۔"

"میرا یہ مقصد نہیں تھا کہ میں آپ پر۔۔۔" میں نے وضاحت کرنی چاہی لیکن وہ جملہ کاٹ کر بولی۔

"پریشان مت ہو میرے بچے' میں بہرصورت تمہارا خیال رکھوں گی۔"

"مجھے یقین ہے لیکن۔۔۔"

"اس وقت میں تمہیں پانڈے کے سلسلے میں ایک ضروری اطلاع دینا چاہتی ہوں۔"

"پانڈے۔" میرے ذہن میں پانڈے کا نام سن کر ایک چھناکا سا ہوا' حالات کی رفتار اس قدر تیز ہو گئی تھی کہ مجھے پانڈے اور نرمل کے سلسلے میں کوئی خیال ہی نہیں رہا۔ ندیم نے بھی اس ذکر کو دہرانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ بھوشن کے ایک لمبی رقم کے مطالبے کے بعد ندیم کے مشورے پر پانڈے اور اس کی خوبصورت بیوی نرمل کو ایک محفوظ مقام پر منتقل کر دیا تھا اور ان کی جگہ ندیم کے آدمیوں نے ڈپلی کیٹ کی شکل میں سنبھال لی تھی۔ پانڈے نے کہا تھا کہ وہ ایک اہم تحریر دے گا جسے اس کی موت کے بعد پولیس کے کسی اعلیٰ آفیسر تک پہنچا دیا جائے لیکن اس کی نوبت بھی ابھی تک سامنے نہیں آسکی تھی اور اب لیڈی مکلارنس مجھے کوئی خاص اطلاع دینا چاہتی تھی میں نے پانڈے کا سن کر گزری ہوئی باتوں کو سوچا پھر بے چینی سے بولا۔ "مجھے پانڈے یا نرمل سے کوئی دلچسپی نہیں ہے لیکن انسانیت کے ناتے سے ان کی مدد سے انکار بھی نہیں کر سکتا۔"

"مجھے معلوم ہے۔ انسان میں اگر انسانیت ہی نہ رہے تو اس کے اور جانوروں کے درمیان تمام فرق مٹ جاتا ہے۔" وہ دبی زبان میں بولی۔ "ہمارے ملک میں تمہارے دیس کے لوگوں کو اچھا نہیں سمجھا جاتا' نشہ آور اشیاء کی وجہ سے انھوں نے اپنی ریپوٹیشن خود خراب کر رکھی ہے لیکن پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں اگر میں بھی متعصب ہوتی تو شاید ہم ایک دوسرے کے اتنا قریب نہ آتے۔"

"پانڈے کے بارے میں کیا اطلاع ہے؟" میں نے اصل مقصد کی جانب آتے ہوئے پوچھا۔

"تمہارے دوست نے ان دونوں کو جہاں منتقل کیا تھا وہ جگہ محفوظ تھی۔" لیڈی مکلارنس نے بڑی سنجیدگی سے کہنا شروع کیا۔ "اس رہائش گاہ کے اطراف کوئی ایسا سرکل (دائرہ) ہے جس کے اندر تمہاری کالکا رانی کی پہنچ ناممکن ہے۔ میں نے بہرحال ایسی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔ شاید اس لیے کہ میں پوری طرح مطمئن تھی بھوشن کالکا کی حمایت ہونے کے باوجود پانڈے اور اس کی بیوی کو تلاش نہیں کر سکے گا۔ برا نہ ماننا میرے بچے لیکن یہ حقیقت ہے کہ اگر کسی انسان کو غیر متوقع طور پر کوئی بڑی رقم مل جائے تو وہ ایمان کی روشنی کو چھوڑ کر اندھیروں میں بھٹک جاتا ہے' دولت کی چمک دمک نے بڑے بڑے اصول پسندوں کے ایمان کو بھی متزلزل کر دیا ہے۔

دراصل یہ بھی اوپر والے کی ایک آزمائش ہوتی ہے۔ جن کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں وہ خود کو خدا کے عذاب سے نہیں بچا پاتے' ان کا حشر ہمیشہ خراب اور بدترین ہوتا ہے پانڈے بھی محفوظ مقام پر ہونے کے باوجود دشمنوں کی نگاہوں میں آچکا ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں چونک اٹھا۔

"تمہارے دوست نے جن لوگوں پر بھروسا کرکے بنگلے کی نگرانی پر مامور کیا تھا ان میں سے ایک کے دل میں لالچ آگئی پھر اس نے بھوشن سے بذریعہ فون رابطہ قائم کیا اور منہ مانگی رقم حاصل کرنے کے بعد اس بنگلے کی نشان دہی کردی ہے۔" لیڈی مکلارنس اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بولی۔ "بھوشن جوزف نے اپنے شکاری کتوں کا جال پھیلا دیا۔ کالکا بھی شریک کار ہے لیکن ابھی تک کوئی اس سرکل کے اندر داخل ہونے میں کامیاب نہیں ہوسکا۔"

"کیا وہ اس دائرے کو توڑنے میں کامیاب ہوجائیں گے؟" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے دریافت کیا۔ لیڈی مکلارنس کی اطلاع میرے لیے کسی خوفناک دھماکے سے زیادہ اہم ثابت ہوئی تھی۔

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتی لیکن اتنا ضرور جانتی ہوں کہ کالکا کی سیاہ قوتوں نے اپنا پورا زور لگا رکھا ہے' وہ اپنے سے بڑی قوتوں کے ساتھ رابطہ قائم کرنے کی کوشش کررہی ہے۔ بھوشن کے آدمی بھی بڑے چوکس اور محتاط ہیں' ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی کوششوں میں کامیاب نہ ہوسکیں لیکن نتیجہ اس کے برعکس بھی ہوسکتا ہے۔ البتہ ایک بات میں بڑے یقین سے بتاسکتی ہوں کہ بھوشن نے پانڈے اور اس کی بیوی کو موت کے گھاٹ اتارنے کو اپنی انا کا مسئلہ بنا رکھا ہے۔ اس کا ذاتی خیال ہے کہ پانڈے اور نرمل کی موت سے تم کو اور تمہارے دوست کو ایک شدید ذہنی جھٹکا پہنچانے میں کامیاب ہوجائے گا۔ اس خیالی فتح نے اسے طمانیت بخش رکھی ہے۔"

"کیا بھوشن جوزف کو علم ہے کہ کالکا اس کی پشت پناہی کررہی ہے؟"

"نہیں۔ جو طاغوتی اور پراسرار قوتیں ہوتی ہیں وہ خود کو ہر ایک پر ظاہر نہیں کرسکتیں۔"

"کیا آپ اس شخص کے نام سے واقف ہیں جس نے ندیم کے اعتماد کو دھوکا دیا ہے؟" میں نے مہذب لہجے میں پوچھا۔

"میں اس کا نام ظاہر نہ کرتی لیکن میرے علم نے مجھے بتایا ہے کہ اس کے دن اب گنے چنے رہ گئے ہیں اس لیے میں اس کا نام بتانے سے گریز نہیں کروں گی۔ اس کا نام شاہد اوے لیکن وہ شہ زور کے نام سے زیادہ پہچانا جاتا ہے۔" لیڈی مکلارنس نے زور دیتے ہوئے اپنے جواب کو طول دیا۔ "ایک بات کا خاص خیال رکھنا۔ تم یا تمہارا دوست فی الحال اس بنگلے کے قریب جانے کی حماقت نہ کرنا اس لیے کہ بھوشن نے اپنے آدمیوں کو بڑی سختی سے ہدایت دے رکھی ہے کہ جو آدمی بھی بنگلے میں داخل ہونے کی کوشش کرے یا شہ زور سے ملنے آئے اسے اگر زندہ نہیں تو لاش کی صورت میں بھوشن تک پہنچا دیا جائے اس بنگلے کی نگرانی کرنے والے افراد کی تعداد بھی زیادہ ہے۔ بظاہر وہ بے ضرر نظر آئیں گے لیکن ان میں سے ہر ایک انتہائی جدید اور خطرناک اسلحہ سے پوری طرح لیس ہے۔"

"کیا آپ مجھے پانڈے اور نرمل کے بنگلے کا پتا دے سکتی ہیں؟" میں نے کاغذ قلم سنبھالتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے معلوم ہے کہ تم اپنے دوست پر سبقت لے جانے کی کوشش کروگے۔" لیڈی مکلارنس نے جواب دیا پھر مجھے رہائش گاہ کا پتا نوٹ کرادیا۔

"تھینکس لیڈی مکلارنس۔" میں نے پتا نوٹ کرنے کے بعد کہا پھر حسنہ کے ذکر کو دوبارہ چھیڑنا چاہا لیکن اس نے جواب دینا مناسب نہیں سمجھا اور رابطہ ختم کردیا۔

میرے لیے اب رکی کے ساتھ شہ زور بھی بہت اہم ہوچکا تھا۔ لیڈی مکلارنس کا اندازہ غلط نہیں تھا۔ میں شہ زور کو ندیم کے علم میں لائے بغیر قابو کرنا چاہتا تھا پھر اسے ندیم کے سامنے ہی کیفر کردار تک پہنچانے کا خواہش مند تھا لیکن حالات کے پیش نظر میں نے پہلے رکی کا انتخاب کیا اور اسی رات اپنے

چہرے میں تبدیلی کرکے مسز فرگوسن کے بنگلے کی طرف روانہ ہوگیا۔ کریم بھی میرے ہمراہ تھا۔ اس نے بھی بطور خاص ایسا ہی میک اپ کیا تھا کہ کوئی شناسا بھی ہمیں آسانی سے شناخت نہیں کرسکتا تھا۔ گاڑی کے سلسلے میں بھی احتیاط سے کام لیا اور اپنے ایک واقف کار کی گاڑی استعمال کی' میرے علاوہ کریم بھی پوری طرح مسلح تھا' میرا خیال تھا کہ ان ساری تبدیلیوں کی وجہ کریم مجھ سے ضرور دریافت کرے گا مگر ایسا نہیں ہوا۔ وہ بڑی خاموشی سے گاڑی چلاتا رہا۔ راستوں کی رہنمائی تھوڑے تھوڑے وقفے سے کرتا رہا جس کے جواب میں کریم محض گردن کو اثبات میں جنبش دے کر عمل کررہا تھا۔

"کریم۔" میں نے کچھ دیر بعد اسے مخاطب کیا۔ "کیا تمہیں معلوم ہے کہ ہم اس وقت کس مہم کو سر کرنے کے لیے جارہے ہیں؟"

"حلیہ تبدیل کرلینے کے بعد یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں سر کہ کام کی نوعیت اہم ہی ہوگی۔"

"میں کچھ اور دریافت کرنا چاہ رہا تھا؟" میں نے اس کے جواب سے قدرے خجل ہوتے ہوئے جلدی سے کہا۔ "کیا تم نے اپنے میک اپ والی بات کسی اور کو تو نہیں بتائی؟"

"جی نہیں۔" وہ بے حد سنجیدگی سے بولا۔ "آپ مجھ پر ہمیشہ اعتماد کرسکتے ہیں لیکن میری ایک درخواست ہے؟"

"وہ کیا؟"

"اگر آپ خطرات کے وقت مجھے سامنے رکھنے کا موقع دیں تو یہ میری خوش قسمتی ہوگی؟"

"اس کا جواب میں قبل از وقت نہیں دے سکتا۔ ویسے ہوسکتا ہے اس بار تمہیں بھی مقابلے کی صورت درپیش آجائے۔"

"میں اگر آپ کے کام آیا تو آپ کی مہربانی ہوگی۔" وہ بدستور سنجیدہ تھا پھر جب اس نے میری ہدایت پر گاڑی بائیں جانب موڑ کر سول لائنز کا رخ اختیار کیا تو چونک کر پوچھا۔ "سر کیا ہم اس وقت مسز فرگوسن کے بنگلے کی طرف تو نہیں جارہے ہیں؟"

"تمہیں یہ خیال کیسے آگیا؟" میں نے اسے ٹٹولنے کی خاطر سپاٹ لہجہ اختیار کیا۔

"اسے کون نہیں جانتا سر' شہر کے تمام اعلیٰ اور ذات شریف قسم کے لوگ اپنی تسلی کا خاطرخواہ سامان اس کی منڈی سے حاصل کرتے ہیں۔ یہ سارا مال بہت اعلیٰ معیاری اور ایک نمبر کا ہوتا ہے۔ گاہک کی دلچسپی کا اندازہ لگانے کے بعد وہ تازہ اور فریش مال بھی سپلائی کرتی ہے' البتہ اس کے لیے دام ضرورت سے زیادہ کچھ ہی ہوتے ہیں۔" کریم نے استہزائیہ انداز میں کہا۔ "بڑی اونچی شے ہے سر' بیوٹی پارلر پہلے اس نے اپنی ضرورت کی خاطر کھولا تھا اب وہ اس ری کینڈیشننگ فیکٹری کے تحت استعمال ہورہا ہے جہاں مسز فرگوسن بڑی مہارت سے پرانی گاڑیوں کو بھی ٹھیک ٹھاک کرکے ان افراد کے ہاتھ فروخت کردیتی ہے جو اس میدان میں نئے نئے پھنستے ہیں۔ وہ شریف لوگوں کی پہچان میں بھی بڑی تجربہ کار ہے۔ کسی ایسی کسوٹی کی طرح جس پر اصل اور نقل کی پرکھ ہوسکتی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ تم نے ری کینڈیشننگ فیکٹری کا استعمال غلط کیا ہے۔ میری اطلاع کے مطابق وہ رینٹ اے کار' کی بزنس میں زیادہ دلچسپی رکھتی ہے۔" میں نے دبی زبان میں جواب دیا۔

"آپ کا خیال زیادہ صحیح ہے۔" کریم مسکرا کر بولا۔ "ویسے مسز فرگوسن ایک ماہر بیوٹیشن کی وجہ سے اب اپنی بیوٹی کا غم بھلانے کی خاطر اکثر وبیشتر خود بھی اپنے چہرے میں ایسی تبدیلیاں کرلیتی ہے جو اس کی اصلی عمر میں دس پندرہ سال کی کمی پیدا کردیتی ہے۔"

"گویا تم اسے بہت قریب سے جانتے ہو؟" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"کیا آپ واقعی اس وقت اسی کے بنگلے پر چل رہے ہیں۔"

"ہاں۔" میں نے سنجیدگی اختیار کرلی۔ "مجھے بھی ایک اہم دانے کی تلاش ہے اور میری اطلاع کے مطابق وہ دانہ مسز فرگوسن کے بنگلے ہی میں مل سکتا ہے۔"

"رکی۔" کریم نے برجستہ جواب دیا پھر بولا۔ "مجھے اپنی حماقت اور ذہانت دونوں پر غصہ آرہا ہے۔ مجھے پہلے مسز فرگوسن کا خیال کیوں نہیں آیا۔ دراصل مسز فرگوسن' رکی سے ٹوٹ کر پیار کرتی ہے اور اس کے عوض وہ رکی کو تمام سہولتیں بہم پہنچاتی ہے۔ آپ کا مخبر سچا ہے سر اگر رکی اس کے بنگلے پر نہ ہوا تو مسز فرگوسن بہرحال اس کے ٹھکانے سے ضرور واقف ہوگی۔ ہوسکتا ہے کہ ہمیں اس کی زبان کھلوانے کی خاطر اس کی ڈنڈا ڈولی بھی کرنی پڑے لیکن۔۔۔" کریم نے چونک کر کہا۔ "جو ہیروں کی تجارت کرتے ہیں وہ اپنی رکھوالی کی طرف سے کبھی بے پرواہ نہیں ہوتے۔ میرا مطلب ہے کہ کیا ہم دو اس کے بنگلے کے کونے کھدروں کو آسانی سے کھنگال سکیں گے۔"

"ہاں' میں نے یہی فیصلہ کیا ہے۔" میں نے بے حد سنجیدگی سے جواب دیا تو کریم نے کوئی دوسرا سوال کرنے کے بجائے بڑی سعادت مندی سے درخواست کی۔ "میں یہی چاہوں گا سر کہ آپ اس معاملے میں خود پیچھے رہیں اور مجھے آگے آگے رہنے کا موقع دیں۔"

"اس کا فیصلہ بھی وقت ہی کرسکتا ہے۔" میں نے سرسری سا جواب دیا پھر کچھ سوچ کر بولا۔ "ایک بات یاد رکھنا رکی مجھے

زندہ درکار ہوگا۔"

"میں سمجھ رہا ہوں سر۔ باس نے بھی راجو اور اپنے دوسرے خاص آدمیوں کو یہی ہدایت جاری کی ہے کہ رکی کو ہرحال میں زندہ گرفتار کیا جائے۔"

پھر ہمارے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی۔ پندرہ منٹ بعد کریم نے گاڑی ایک سائڈ لائن میں اس طرح پارک کروی کے مین شاہراہ سے گزرنے والی کوئی گاڑی اسے نہیں دیکھ سکتی تھی۔ مسز فرگوسن کی رہائش گاہ اس مقام سے ڈیڑھ دو فرلانگ دور ہی تھی۔ ہم وہ راستہ پیدل طے کرنے لگے۔ اس وقت سڑک پر شاذونادر ہی کوئی کار اپنی منزل کی سمت تیزی سے فراٹے بھرتی نظر آتی تھی۔ سول لائنز کا بیشتر علاقہ نہایت خوبصورت اور قابل دید رہائش گاہوں پر مشتمل تھا۔ ہم جس وقت بنگلے سے دس پندرہ گز دور رہ گئے تو کریم نے سرگوشی کی۔

"سر۔ آپ پشت کی جانب سے اندر داخل ہوں' میں صدر دروازے سے اندر داخل ہوکر حالات کا جائزہ لیتا ہوں اگر بنگلے میں چوکیدار یا خاص محافظ قسم کی چیز موجود ہوئی تو میری طرف متوجہ ہوجائے گی اور آپ ان کی غفلت سے فائدہ اٹھاکر عقبی راستے سے اس معزز خاتون کی خواب گاہ تک پہنچنے میں آسانی سے کامیاب ہوسکتے ہیں۔"

میں نے بھی ذاتی طور پر یہی پلاننگ کی تھی۔ اس میں میری خود غرضی بھی شامل تھی جس کی وجہ رکی سے سوا کچھ اور نہیں تھی چنانچہ معمولی انکار کے بعد میں نے کریم کی درخواست منظور کرلی پھر سیدھے ہاتھ کی بائی لین میں داخل ہوگیا۔ مسز فرگوسن کی رہائش گاہ کے پشت پر پہنچنے میں مجھے بہ مشکل پانچ منٹ لگے تھے' بنگلے کے عقبی حصے میں بظاہر ہر جانب سناٹا ہی طاری تھا۔ محض ایک نیلے رنگ کا زیرو واٹ کا نائٹ بلب اندھیروں سے چیرہ دستی کی کوشش میں مصروف نظر آرہا تھا۔ میں نے ایک منٹ تک اندر سے کسی آہٹ یا سن گن لینے کی خاطر انتظار کیا پھر چہار دیواری جو پانچ فٹ سے کم نہیں تھی اس پر میں نے ہاتھ جمائے اور زور لگا کر ہوا میں جسم کو لہراتا اندر کود گیا۔ اندر کودنے کے بعد میں نے پہلے اپنا خاموش پستول نکال کر اس کا سیفٹی کیچ کھولا اس کے بعد ادھر ادھر کا جائزہ لینے کے بعد عمارت کے عقبی دروازے تک پہنچ گیا جو میرے خیال کے مطابق ملازموں اور اسی قسم کے دوسرے افراد کے استعمال کے لیے تھا۔ دروازے کے اندر کی جانب تالا موجود تھا لیکن یہ میری خوش قسمتی ہی تھی کہ وہ لاک نہیں تھا۔ میں نے نہایت آہستگی سے اسے کھولا پھر چٹخنی کو ایک جانب کھسکا کر اندر داخل ہوا پھر تالے کو پہلی ہی جیسی پوزیشن میں کردیا' حسنہ کی اطلاع غلط نہیں تھی۔ ابھی بھوشن کے آدمیوں کو اس بات کی اطلاع نہیں تھی کہ رکی کو بیوٹی پارلر سے مسز فرگوسن کی رہائش گاہ پر منتقل کردیا [illegible] دوسری صورت میں بھوشن کے آدمی مجھے اتنی آسانی سے اندر داخل ہونے کی اجازت کبھی نہ دیتے بہرحال میں مختلف راہداریوں سے گزرتا ہوا ایک ایسے کمرے تک پہنچ گیا جس کے اندر سے روشنی چھن چھن کر باہر آرہی تھی۔ میں اس دروازے کے قریب پہنچا ہی تھا کہ دروازہ کھلا اور میں سانس روک کر بڑی پھرتی سے دیوار سے چپک گیا۔ باہر جو شخص نمودار ہوا وہ نہ صرف خاصے ہٹے کٹے جسم کا مالک تھا بلکہ اس کی سیدھے ہاتھ میں ایک سب مشین گن بھی موجود تھی۔ باہر نکل کر اس نے دروازہ بھیڑا اور صدر دروازے کی سمت جانے لگا۔ میرے خیال میں وہ صدر دروازے کا محافظ رہا ہوگا اور اس وقت کسی روشن کمرے سے برآمد ہونے کی وجہ صرف یہی ہوسکتی تھی وہ کریم پر قابو پانے میں کامیاب ہوچکا تھا اور اسے مالکان میں سے کسی ایک کے حوالے کرنے کے بعد دوبارہ اپنی ڈیوٹی سنبھالنے جارہا تھا۔ میں دیوار کے ساتھ چپکا چپکا پنجوں کے بل چلتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ مسلح شخص اس وقت دروازے تک جانے کی خاطر بڑے ہال تک پہنچ گیا تھا پھر شاید وہ میرے قدموں کی آہٹ پاکر یا کسی خطرے کی بو محسوس کرکے پلٹنے کے ارادے سے رکا تھا کہ میں جھپٹ کر اس کے قریب گیا۔ میرا سیدھا ہاتھ برق رفتاری سے فضا میں بلند ہوا پھر آٹومیٹک کے دستے کی ضرب اتنی شدید تھی کہ سب مشین گن اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور وہ لہراتا ہوا فرش پر ڈھیر ہوگیا۔ میں نے جلدی سے اس کی سب مشین گن پر قبضہ کیا پھر بڑی سرعت سے اس کی ٹانگ گھسیٹتا ہوا ان سیڑھیوں کے نیچے لے گیا جہاں سے وہ فوری طور پر کسی آنے والے کو نظر نہیں آسکتا تھا۔ یہ سب کچھ اتنی جلدی ہوا کہ خود مجھے بھی حیرت ہی ہوئی تھی لیکن شاید قسمت میرا ساتھ دے رہی تھی۔ میں دوبارہ پلٹ کر اس کمرہ کے قریب آگیا جہاں سے چوکیدار برآمد ہوا تھا۔ میں نے دروازہ فوری طور پر کھولنے کی حماقت نہیں کی۔ کی ہول کے راستے اندر دیکھا تو میرا خون منجمد ہونے لگا کریم میرے سامنے موجود تھا۔ اس کی پشت دروازے کی جانب تھی۔ دوسرا شخص جو اس کے سامنے اپنی آٹومیٹک ہاتھ میں لیے بڑے محتاط انداز میں کھڑا کریم کو سفاک نظروں سے گھور رہا تھا وہ رکی کے سوا کوئی اور نہیں تھا۔ میں نے اسے معمولی میک اپ میں ہونے کے باوجود شناخت کرلیا اس لیے کہ میں اسے ایک بار پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ رکی کے جسم پر ایک نیکر کے سوا کوئی لباس نہیں تھا۔ اس کے جلد کی خوبصورت رنگت' چہرے کی حسین ساخت اور نشیلی آنکھوں کے علاوہ قدوقامت بھی خاصی پرکشش تھی۔ جنس مخالف کے لیے وہ اپنے اندر بے پناہ کشش رکھتا تھا لیکن اس وقت وہ جن نظروں سے کریم کو گھور رہا تھا ان میں کسی پیشہ ورانہ قاتل کی تمام تر ظالمانہ خصوصیات

بھی موجود تھیں۔ کمرے میں رکی کے قریب ہی کوئی عورت بھی موجود تھی۔ اس کا چہرہ نظر نہیں آرہا تھا لیکن جو حصہ بھی نظر آرہا تھا اس پر ہیجان انگیز قسم کا باریک سلیپنگ گاؤن موجود تھا۔

"کیا تم مجھے یہ بتانا پسند کروگے میرے پرانے واقف کار مسٹر کریم کہ اس وقت میک اپ کرکے تمہیں یہاں تک آنے کی زحمت کس لیے گوارا کرنی پڑی' کیا تم کسی خاص پارٹی کے لیے کام کررہے ہو؟"

"تمہارا اندازہ غلط ہے رکی۔" کریم نے بے پرواہی سے جواب دیا پھر سرد لہجے میں بولا۔ "میں مسز فرگوسن سے ایک پرانا حساب کرنے کی غرض سے یہاں آیا تھا۔ تقریباً ایک سال پرانی بات ہے جب مجھے اس کے اسٹاک کا ایک پیس پسند آگیا تھا' میں ایڈوانس کے طور پر اسے دس ہزار پیشگی دے چکا تھا لیکن جب میں پوری رقم لے کر مال اٹھانے کے ارادے سے پہنچا تو اس نے اپنی کمینگی اور بددیانتی کا ثبوت دیتے ہوئے مجھے شناخت کرنے سے بھی انکار کردیا۔ میری جگہ اگر تم ہوتے ڈیئر رکی تو تمہارا ردعمل کیا ہوتا؟" کریم نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"یہ بکواس کررہا ہے۔" دوسری عورت جو مسز فرگوسن کے سوا کوئی اور نہیں ہوسکتی تھی کرخت لہجے میں بولی۔ "میں نے اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

"دس ہزار کی پیشگی رقم خاصی بڑی ہوتی ہے جبکہ میری معلومات کے مطابق تم حرمزدگی کے معاملات میں لنگوٹ کھول چکے ہو۔" رکی نے مسز فرگوسن کی بات کا جواب دیے بغیر کریم کو گھورتے ہوئے سرد آواز میں کہا۔ "میری آخری اطلاع کے مطابق تم نے شاید ایک مقامی نائٹ کلب کے مالک مسٹر ندیم کے یہاں ملازمت اختیار کرلی تھی۔" رکی نے الفاظ چباتے ہوئے پوچھا۔

"میں اس اطلاع کی تردید نہیں کروں گی۔" کریم نے خوفزدہ ہوئے بغیر کہا۔

"اگر تم مسٹر ندیم کی ملازمت کا اقرار کررہے ہو تو پھر یہ بھی ضرور جانتے ہوگے کہ ندیم اور شہباز خان کے درمیان دوستی کا کیا رشتہ ہے؟"

"ہاں۔ مجھے اس کا علم ہے۔" کریم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"تازہ ترین اطلاع کے مطابق تم آج کل شہباز خان کی پرسنل کار چلانے کی ڈیوٹی سرانجام دے رہے ہو؟"

"یہ بھی سچ ہے۔"

"دو دو کتنے ہوتے ہیں کریم؟"

"چار۔"

"گڈ تمہارا حساب بھی ٹھیک ٹھاک ہی ہے۔" کریم کا جواب سن کر رکی کا لہجہ پھر سفاک ہوگیا۔ کسی زہریلے سانپ کی طرح انتہائی خطرناک انداز میں پھنکارتا ہوا بولا۔ "تمہارے دونوں مالکان۔ میرا مطلب ہے ندیم اور شہباز خان آج کل میری تلاش میں شہر کے کوڑے دانوں کو بھی نہیں چھوڑ رہے۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ تم نے دوبارہ بدمعاشی اختیار کرلی ہو اور اب مجھے زندہ گرفتار کرنے کا خواب دیکھنے کی خاطر یہاں تک آپہنچے ہو۔ بائی دے وے' کیا تمہیں یقین ہے کہ تم رکی پر قابو پاسکوگے جبکہ تم خود اس وقت میرے ہی رحم و کرم پر ہو۔"

کریم نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ شاید وہ میرے بارے میں سوچ رہا تھا۔ میں نے آٹومیٹک کے دستے پر اپنی گرفت مضبوط کرلی۔ "تمہاری خاموشی اس بات کا ثبوت ہے کہ تم یہاں مسز فرگوسن کا نہیں بلکہ میرا شکار کھیلنے کی غرض سے آئے تھے۔" رکی نے زہرخند سے کہا۔ "تم شاید بھول گئے تھے کسی آدم خور شیر کی تلاش یا اس کے شکار میں ایک لمحے کی بھول بھی شکاری کو شیر کا شکار بنادیتی ہے جو اپنا پیٹ بھرنے کے بعد شکاری کی ادھڑی ہوئی لاش کو دوسرے جانوروں کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔ جنگل کا بادشاہ مرنے کے بعد بھی بادشاہ ہی کہلاتا ہے۔ بڑے بڑے شکاری بھی ہر زاویے سے اپنا اطمینان کیے بغیر اس کے قریب جانے کا خطرہ مول نہیں لیتے اور تم۔۔۔ رکی کو شکار کرنے کی خاطر یہ چھوٹا سا کھلونا لے کر آگئے۔"

"محبت اور جنگ میں ہر حربے کا استعمال جائز ہے۔" کریم نے تھوڑے توقف کے بعد کہا۔ وہ رکی کے رحم و کرم پر تھا لیکن اس کے باوجود اس نے کسی بزدلی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔

"اچھا ہے تم نے میری ایک اور مشکل آسان کردی۔" رکی کسی خونخوار درندے کی طرح غرایا۔ "اب تم اس بات کا فیصلہ بھی کردو کہ تم کس حربے کے استعمال سے اپنی موت قبول کروگے؟"

"رکی۔" مسز فرگوسن کی آواز ابھری۔ "ہوسکتا ہے کہ اس باسٹرڈ کے ساتھ اور ساتھی بھی ہوں۔"

"نہیں۔" رکی کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی۔ "میں جانتا ہوں کہ یہ تنہا دس بارہ آدمیوں پر بھاری ہے' البتہ یہ سیر پر سوا سیر والی مثل بھول گیا تھا' ورنہ جان بوجھ کر شیر کی کچھار میں گھسنے کی حماقت کون کرتا ہے۔"

"اسلحے کے بل بوتے پر کوئی بچہ بھی اپنی مردانگی کا دعویٰ کرسکتا ہے۔" کریم نے نفسیاتی حربہ استعمال کیا۔

"گڈ۔" رکی نے خوشی کا اظہار کیا۔ "میں خود بھی شور کرنے والے کھلونے استعمال کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ ایک یا دو گولی کبھی انتقام کی آگ کی شدت کو کم نہیں کرسکتیں۔ البتہ چھریوں کا استعمال بڑا خاطر خواہ ہوتا ہے۔ ایک تڑپ تڑپ کر اپنی زندگی کی بھیک مانگتا ہے اور دوسرا۔۔۔ خون کے ابلنے والے

فوارے اس کی تسکین کا باعث بنتے ہیں۔ ہر وار پر نیچے گرے ہوئے شکار کے حلق سے ایک چیخ بلند ہوتی ہے اور اس کو زیر کرنے والا اس کی چھاتی پر چڑھا قہقہہ لگاتا رہتا ہے۔ مرنے والے کی آنکھوں کی سہمی سہمی پلکوں کی جنبش مارنے والے پر ایک نشہ سا طاری کردیتی ہے' وہ فاتحانہ انداز میں نعرہ لگا کر دوسرا وار کرتا ہے' کھپ کی آواز کے ساتھ ہی مرنے والوں کی آنکھیں اس طرح ابلنے لگتی ہیں جیسے اپنا حلقہ توڑ کر فرار ہونے کی کوشش کررہی ہوں۔ اس کھیل میں جو مزہ ہے وہ کسی اور میں نہیں' اس میں ایک قہقہہ بلند کرکے دوسرے کو اپنی برتری کا احساس دلاتا ہے اور دوسرا ـــ وہ سسک سسک کر زمین پر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر زندگی کی فریاد کرتا ہے۔ کیوں پیارے' کیا تم رکی کے ساتھ چاقو سے موت کا کھیل کھیلنے کی کوشش کروگے؟"

"میں تیار ہوں لیکن اس سے پہلے میں مسز فرگوسن کو ـــ"

"نہیں!" رکی چیخا۔ "تم رکی کی موجودگی میں اس کی کسی داشتہ کو استعمال نہیں کرسکتے۔"

"رکی۔ مائی ڈارلنگ۔ پلیز۔" مسز فرگوسن نے تیزی سے کہا۔ "اسے جتنی جلدی ہوسکے ختم کردو۔ میں اس کے گندے خون سے اپنا فرش گندا نہیں دیکھنا چاہتی اور خاص طور پر یہ قالین جس کو میں نے خاص طور پر اپنی خوابگاہ کے لیے ڈیزائن کرکے بنوایا تھا۔ کیا تم میری ریکوسٹ نہیں مانوگے۔ پلیز رکی۔ پلیز۔"

"اگر تم اس کوٹھی کی مالک ہو تو پھر میں تمہیں اس کا شکار کرنے کا موقع ضرور دوں گا۔" رکی معنی خیز انداز میں مسکرایا پھر اس نے کریم کا آتشی اسلحہ مسز فرگوسن کی سمت اچھال دیا۔

اب مسز فرگوسن بھی کی ہول کے دائرے کی رینج میں آگئی تھی۔ وہ ادھیڑ عمر کی ہونے کے باوجود خاصی جاندار نظر آرہی تھی۔ ڈریسنگ گاؤن اس کے جسم پر نہ ہونے کے برابر تھا۔ شاید کریم کے آنے کے بعد ہی اس نے جلدبازی میں اپنی ستر پوشی کی تھی۔

"بولو مین۔" اس نے کریم کو حقارت سے گھورتے ہوئے کہا۔ "تم اس چھت کے نیچے کس مقصد سے آیا تھا؟"

"تمہاری اصلیت کا لیٹ شو دیکھنے کے ارادے سے لیکن تمہارے نامعقول چوکیدار نے رنگ میں بھنگ ڈال دیا۔" کریم نے بے پرواہی سے کہا۔ "بہرحال تم نے سنسر کی زد سے بچنے کی خاطر جو لباس استعمال کیا ہے وہ ممبران کے لیے یقیناً قابل اعتراض ہے لیکن میں نے پوری نہ سہی آدھی فلم ضرور دیکھ لی۔ ویسے کیا تم یقین کروگی کہ اگر مادام باوری کا کردار ادا کرنے کی خاطر تمہیں جوانی میں منتخب کیا جاتا تو شاید اس کی شہرت دوچند ہوجاتی۔"

"کریم۔" رکی نے تکیے کے نیچے سے اپنا تقریباً ایک فٹ لمبا خنجر نکالتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ "تمہارا اپنا کیا خیال ہے؟ کیا تم اپنی اوقات سے بڑھ کر بات نہیں کررہے۔"

"تم جانتے ہو رکی کہ ہم دونوں جس قسم کے ذات شریف ہیں وہاں پھانسی کا پھندا بھی خود اپنے ہاتھوں سے اپنے گلے میں ڈالتے ہیں۔" کریم نے خوفزدہ ہوئے بغیر کہا۔ "چلو اچھا ہوا کہ تم نے خود ہی اس بات کا فیصلہ کردیا کہ میں اوقات سے بڑھ کر باتیں کررہا ہوں لیکن اپنے بارے میں تم کیا تبصرہ پیش کروگے' کیا اس پچوڑی ہوئی ہڈی کے ساتھ رنگ رلیاں منانا تمہیں زیب دیتا ہے۔ میں نے تو سنا تھا کہ تم آج کل صرف تازہ مال کھانے کے عادی ہو مگر تمہیں باسی کڑھی میں منہ مارتا دیکھ کر مجھے بے حد افسوس ہوا۔"

"رکی۔" مسز فرگوسن نے ہذیانی انداز میں کانپتے ہوئے کہا۔ "چوکیدار کو بلاؤ۔ اس سے کہو کہ اس باسٹرڈ کو قریبی پارک میں لے جاکر گولی مار دے اور پھر کسی جھاڑی میں پھینک دے۔"

"کیوں؟" کریم نے اس بار مسز فرگوسن کو مخاطب کیا۔ "کیا تم رکی کے رقیب کو خود نہیں مار سکتیں۔"

"نو۔" وہ چیخی۔ "یو آر اے ڈرٹی ڈوگ اور میں کتا لوگوں کو مارنا پسند نہیں کرتی۔"

"لیکن تمہاری تہذیب میں تو کتوں کو خاص اہمیت دی جاتی ہے۔ تم کیوں الرجک ہو؟"

"بہت ہوچکا کریم۔" رکی نے خنجر الٹا پکڑ کر اسے ہاتھ میں تولتے ہوئے کہا۔ "اب تم مسز فرگوسن کی شان میں گستاخی نہیں کروگے۔"

"تم کہتے ہو تو میں اس بوڑھی بندریا کے سلسلے میں تمہارے حق سے دستبردار ہوا جاتا ہوں۔" کریم نے کہا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "کیا تمہیں اس بات کی خبر مل چکی ہے تمہاری سب سے چہیتی مس میلبا کو گولی مار کر ہلاک کیا جاچکا ہے۔"

"نہیں۔" رکی نے چونکتے ہوئے کہا۔ "ایسا ناممکن ہے۔ میلبا کو مارنا رکی کے لیے ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔ تم کہیں وقت حاصل کرنے کے لیے دروغ سے تو کام نہیں لے رہے؟"

"میری بات پر یقین نہیں آتا تو اپنی اس مادام باوری سے پوچھ لو۔ یہ بھی دریافت کرلو کہ اسے کس کے اشارے پر مارا گیا ہے۔"

رکی نے نگاہوں کا زاویہ بدل کر مسز فرگوسن کی طرف دیکھا پھر سرد لہجے میں بولا۔

"کیا یہ سچ ہے کہ ـــ"

"نو ـــ" مسز فرگوسن نے رکی کے چہرے کی بدلتی رنگت کو دیکھ کر جلدی سے کہا۔ "یہ باسٹرڈ تمہیں ڈاج دے رہا ہے۔"

مجھے بس اسی لمحے کی تلاش تھی جب مسز فرگوسن اور رکی کی توجہ دروازے کی جانب سے ہٹ جائے۔ شاید کریم نے بڑی خوبصورتی سے مجھے وہ موقع فراہم کردیا تھا۔ میں نے اس لمحے کو ضائع کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ ایک ہاتھ سے دروازے کو کھولا پھر برق رفتاری سے اندر داخل ہوگیا۔ رکی اور مسز فرگوسن دونوں ہی چونکے تھے لیکن انھیں دیر ہوچکی تھی۔ میں نے مسز فرگوسن کی کلائی کا نشانہ لے کر لبلبی دبا دی' میرا نشانہ سچا ثابت ہوا مسز فرگوسن کے ہاتھ سے خون بہنے لگا۔ کریم کا آٹومیٹک اس کے ہاتھ سے نکل کر میرے قدموں کی طرف آگیا۔ رکی نے حالات کی سنگینی محسوس کی اس کا خنجر والا ہاتھ برق رفتاری سے فضا میں بلند ہوا۔ میں چاہتا تو ایک گولی اور خرچ کرکے رکی کو ہمیشہ کے لیے موت کی نیند سلا سکتا تھا لیکن وہ زندہ رہنے کی صورت میں ہمارے لیے زیادہ کارآمد ہوسکتا تھا۔ میں ابھی کوئی فیصلہ نہیں کرپایا تھا کہ رکی وار کر بیٹھا لیکن کریم لپک کر سامنے آگیا۔ ہوا میں تیرتا ہوا خنجر کریم کے سیدھے شانے میں دستے تک اتر گیا اگر وہ سامنے نہ آتا تو میری موت یقینی تھی۔ اس بار میں نے وقت ضائع کرنے کی حماقت نہیں کی۔ رکی نے صورت حال سے فائدہ اٹھا کر دوسرے دروازے کی جانب چھلانگ لگائی تھی لیکن میرے آٹومیٹک سے نکلتی ہوئی گولی اس کی بائیں پنڈلی کو ادھیڑ چکی تھی۔ رکی لڑکھڑا کر فرش پر گرا تھا۔ اس نے دوبارہ اٹھنے کی کوشش کی تھی لیکن کریم نے زخمی ہونے کے باوجود جھپٹ کر ایک بھرپور ٹھوکر کنپٹی پر لگائی تو رکی بے ہوش ہوکر فرش پر ڈھیر ہوگیا۔ میں حفظ ماتقدم کے طور پر رکی کے سینے کا نشانہ لیے کھڑا تھا پھر میں نے دیکھا کہ کریم نے بڑی بے جگری سے الٹے ہاتھ سے خنجر کا دستہ تھام کر اسے کھینچ لیا جس کے ساتھ ہی بھل بھل کرتا خون بھی ابل پڑا پھر کریم نے کسی ماہر سرجن کی طرح جیب سے رومال نکال کر پہلے خنجر کے دستے کو صاف کیا پھر اسی رومال کو اس نے بہتے ہوئے خون کی جگہ رکھ کر دبا لیا۔

"تم نے درمیان میں آنے کی حماقت کیوں کی تھی' میں رکی کو ـــ"

"نو سر۔" کریم نے تیزی سے کہا۔ "باس کے علاوہ آپ نے بھی اسی خواہش کا اظہار کیا تھا کہ رکی زندہ گرفتار کیا جائے۔"

"لیکن تم اس حالت میں ـــ"

"اب رکی کو کندھے پر ڈالنے کی زحمت آپ کو اٹھانی پڑے گی۔" اس نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔ "وقت کم ہے سر اور عقبی راستہ جس سے آپ آئے تھے شاید اب بھی کلیئر ہو۔ ہمیں یہاں سے فوری نکل چلنا چاہیے لیکن جانے سے پہلے میں ایک درخواست کروں گا۔ میرا آٹومیٹک مجھے عنایت کردیں۔ تاکہ آپ کے دونوں ہاتھ خالی ہوجائیں۔"

میں نے آٹومیٹک اس کے حوالے کردیا لیکن اس وقت مجھے احساس نہیں ہوسکا تھا کہ کریم کا اگلا منصوبہ کیا تھا۔ آٹومیٹک ہاتھ میں آتے ہی اس نے پلٹ کر مسز فرگوسن کی طرف دیکھا جو خوف سے کھڑی تھر تھر کانپ رہی تھی' کریم کا ارادہ اب میرے علاوہ مسز فرگوسن نے بھی بھانپ لیا تھا۔

"نو ـــ نو ـــ پلیز۔" وہ گڑگڑانے لگی۔ "ڈونٹ کل می۔ فار گاڈ سیک ـــ"

میں نے کریم کو روکنا چاہا لیکن اس کے آٹومیٹک سے دو شعلے لپک چکے تھے۔ مسز فرگوسن فرش پر گر کر کسی زخمی پرندے کی طرح ایک لمحے کو پھڑپھڑائی پھر اس کا جسم ساکت ہوگیا۔ اس کی آنکھیں ابھی تک پھٹی پھٹی نظر آرہی تھیں۔

کھیل ختم ہوچکا تھا چنانچہ میں نے جھک کر ایک ہی جھٹکے میں رکی کے بے ہوش وجود کو کسی بوری کی طرح اٹھا کر کندھے پر ڈال لیا۔ عقبی راستے سے واپسی کے وقت بھی ہمیں میدان صاف ہی ملا تھا۔ گاڑی میں بیٹھنے کے بعد میں نے اسے اسٹارٹ کیا پھر ندیم کے کیسینو کی طرف فراٹے بھرنے لگا۔ کریم نے رکی کے بے ہوش ہونے کے بعد بھی پچھلی نشست پر بیٹھنے کو ترجیح دی تھی۔ اس نے رومال کو ابھی تک اس مقام پر پوری شدت سے دبا رکھا تھا جہاں کریم کا پھینکا ہوا خنجر لگا تھا۔

کیسینو میں داخل ہونے کے بعد میں نے ندیم کے مخصوص پارکنگ کا انتخاب کیا تھا لیکن مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ راجو اور ندیم وہاں پہلے سے موجود تھے۔ قبل اس کے کہ میں گاڑی بند کرکے نیچے اترتا ندیم نے راجو کو اشارہ کیا جس نے تیزی سے پچھلا دروازہ کھول کر رکی کے بے ہوش وجود کو باہر کی جانب کھینچ لیا پھر وہ پل بھر میں اسے لے کر عقبی راستے سے کیسینو کی عمارت میں داخل ہوگیا۔ ندیم نے گاڑی کے قریب آکر کریم کی حالت کو دیکھا تو عجیب انداز میں مسکرا کر بولا۔

"میں تمہارا شکرگزار ہوں کہ تم نے میرے دوست کو بچانے کی خاطر اپنی قربانی پیش کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"کیا تمہیں تمام باتوں کی تفصیل معلوم ہوچکی ہے۔" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"وقت مت ضائع کرو۔ میرے آفس میں جاکر میرا انتظار کرنا' میں کریم کو اپنے ایک واقف کے کلینک میں داخل کرا کے واپس آتا ہوں اور ہاں' جتنی جلدی ہوسکے اپنے چہرے کے میک اپ سے نجات حاصل کرلینا۔ راجو اس سلسلے میں تمہاری مدد کرے گا۔"

میں نے جواب میں کچھ کہنا چاہا لیکن ندیم اتنی دیر میں

گاڑی گھما کر جا چکا تھا۔ اس کی واپسی میں تقریباً ایک گھنٹا لگا تھا۔ اتنی دیر میں میں نہ صرف اپنا میک اپ اتار چکا تھا بلکہ راجو نے میرے آٹومیٹک کی صفائی میں بھی اتنی پھرتی اور مہارت سے کام لیا تھا کہ اب کوئی یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس سے حال میں کوئی گولی چلائی گئی ہوگی۔

"شہباز، تم اپنے اس دوست کو فون کرو جس کی گاڑی استعمال کی ہے۔" ندیم نے اندر داخل ہوتے ہی بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "اس سے کہنا کہ گاڑی صبح تک اسے واپس مل جائے گی۔"

"تم نے گاڑی کو کہاں چھوڑا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"اپنے خاص گیراج میں جہاں صبح تک اسے چمکا دیا جائے گا اور وہ سارے ممکنہ نشانات بھی ختم کر دیے جائیں گے جو تمہارے لیے کسی پریشانی کا سبب بن سکتے ہیں۔"

میں نے ندیم سے اس معاملے میں بحث کرنی مناسب نہیں سمجھی ریسیور اٹھا کر اپنے واقف کار کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ میں نے اس سے وہی کچھ کہا جس کا مشورہ ندیم نے دیا تھا۔ ان نشانات کا صاف کرنا بہرحال ضروری تھا جو کریم کی انگلیوں یا رکی کی پنڈلی سے بہتے ہوئے خون کے سبب پیدا ہوئے ہوں گے۔

میں نے ریسیور رکھا تو ندیم نے راجو کی جانب دیکھا جو اندر داخل ہو رہا تھا۔

"رکی کے زخم کی صورت حال کیا ہے؟"

"گولی گوشت پھاڑتی نکل چکی ہے اس لیے خطرے کی کوئی بات نہیں ہے۔" راجو نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "میں نے مناسب جراحی کرنے کے بعد اس کی مرہم پٹی کر دی ہے، زیادہ سے زیادہ ہفتہ دس دن میں چلنے کے قابل ہو جائے گا۔"

"رکھا کہاں ہے؟"

"نمبر نو میں۔" راجو نے کوئی مخصوص کوڈ استعمال کیا تھا۔

"گڈ۔" ندیم نے کہا پھر بولا۔ "تم اب یہ معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ پولیس حرکت میں آ چکی ہے یا ابھی تک اسے حادثے کی اطلاع نہیں ملی۔"

"ٹھیک ہے۔" راجو نے فرماں برداری سے جواب دیا پھر الٹے قدموں باہر چلا گیا تو ندیم نے مجھ سے کہا۔ "کریم کے بارے میں اگر تم سے کوئی پوچھ گچھ کرے تو یہی کہنا کہ وہ دس روز کی چھٹی لے کر گیا ہے۔"

"اس کے زخم کی کیا کیفیت ہے؟" میں نے اثبات میں سر کو جنبش دینے کے بعد دریافت کیا۔

"زخم کاری ہے۔ ڈاکٹر نے فوری طور پر اسے دو تین انجکشن لگا دیے ہیں جس سے وہ آرام کی نیند سو سکے گا اور سیپٹک کے اندیشے سے بھی محفوظ رہے گا۔"

"اگر وہ بروقت سامنے نہ آ جاتا تو۔۔۔"

"شاید تم اس وقت اپنی حماقت پر ماتم کرنے کے لیے زندہ نہ ہوتے۔" ندیم نے میرا جملہ کاٹا پھر تھوڑے توقف سے پوچھا۔ "تمہیں یہ اطلاع کس نے دی تھی کہ رکی مسز فرگوسن کی رہائش گاہ پر مل سکے گا۔"

"کیوں کیا تمہیں اس کا علم نہیں تھا؟"

"نہیں۔" ندیم نے صاف گوئی سے جواب دیا۔ "میرے پاس ابھی تک رکی کے بارے میں صرف یہی اطلاع تھی کہ اسے مسز فرگوسن ہی نے کہیں پناہ دے رکھی تھی۔"

"گویا میں تم سے بازی لے گیا۔" میں فاتحانہ انداز میں مسکرایا۔

"راجو چاہتا تو تم سے پہلے رکی کو دبوچ لیتا۔" ندیم نے جواب دیا۔ "تم جس وقت کی ہول سے آنکھ لگائے بیٹھے تھے اس وقت راجو دوسری طرف موجود تھا۔"

"آئی سی۔ تو آج کل تمہارے کارآمد آدمیوں نے بھی میری انگلی پکڑ کر چلنا سیکھ لیا ہے۔"

"تمہیں رکی کے بارے میں کس نے اطلاع دی تھی؟" ندیم نے پہلو بدل کر سوال کیا۔

"سوری۔" میں نے شانے اچکاتے ہوئے جواب دیا۔ "کسی مخبر کا نام بتانا ہمارے اصول کے خلاف ہے۔"

"کاکا؟"

"ہو بھی سکتی ہے۔"

ندیم نے مجھے غور کر دیکھا پھر کچھ سوچنے لگا۔

"تم نے ایک عرصے سے مجھے پانڈے اور نرمل کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔" میں نے تھوڑے توقف کے بعد کہا۔

"یہ اچانک اس وقت تمہیں پانڈے کس طرح یاد آ گیا؟" ندیم نے دوبارہ چونک کر میری جانب دیکھا۔

"کیوں؟ کیا پانڈے کی خیریت معلوم کرنا میرے لیے کوئی قابل اعتراض بات ہے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"فکر مت کرو، پانڈے جہاں بھی ہے خیریت سے ہے۔"

"کیا اس نے وہ بند لفافہ ابھی تک تیار نہیں کیا جو وہ اپنی موت کے بعد میرے ذریعے پولیس تک پہنچانے کا خواہش مند تھا۔"

"میں نے ایک بار ذکر کیا تھا مگر وہ بڑی خوب صورتی سے ٹال گیا۔ شاید وہ کوئی ایسی ہی اہم بات ہے جسے وہ براہ راست پولیس تک پہنچانا چاہتا ہے۔ لفافہ ہمارے حوالے کرنے کے بعد تیر کمان سے نکل جائے گا۔ میرا مطلب ہے کہ ہم اس اہم اطلاع کو معلوم کرنے کی خاطر وہ لفافہ کھول کر پڑھ بھی سکتے ہیں۔"

"کیا میں پانڈے سے فون پر بات کر سکتا ہوں؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

جواب میں ندیم نے اپنا موبائل اٹھا کر کوئی نمبر ڈائل کیے پھر ایک دو کوڈ نمبر پاس ورڈ کی طرح استعمال کیا پھر موبائل میری طرف بڑھا دیا۔ دوسری طرف سے پانڈے ہیلو ہیلو کہہ رہا تھا۔

"میں شہباز بول رہا ہوں۔" میں نے مادھو تھ پیس میں کہا۔

"بڑے بھاگ ہمارے۔ آپ نے ہمیں یاد تو کیا۔" پانڈے کے لہجہ میں شکوہ تھا۔

"میں ایک ضروری کام کے سلسلے میں ملک سے باہر گیا ہوا تھا۔" میں نے بہانہ بنایا۔ "آج ہی واپسی ہوئی ہے اور اب میں آپ سے گفتگو کر رہا ہوں۔"

"اوہ۔ ہم سمجھے کہ شاید آپ نے ہمیں بھلا دیا۔"

"مجھے آپ سے ایک اہم بات کرنی ہے۔" میں نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"آپ حکم دیں۔"

"آپ نے کوئی بند لفافہ پولیس تک پہنچانے کی بات کی تھی؟"

"ہاں لیکن اب میں نے نرمل کے سمجھانے سے اپنا ارادہ تبدیل کر دیا ہے۔" وہ جلدی سے بولا۔ "میں نہیں چاہتا کہ میری موت کے بعد کسی کو بلاوجہ کیچڑ میں گھسیٹا جائے۔"

"کیا اس بات کا تعلق آپ کے کسی ویک پوائنٹ سے ہے۔" میں نے اسے کریدنے کی کوشش کی۔

"کیا فائدہ شہباز صاحب۔ جب نرمل ہی نہیں چاہتی تو میں بھی اس بات کو زبان تک نہیں لانا چاہتا۔"

"سمجھ گیا۔" میں نے اندھیرے میں تیر چلانے کی کوشش کی۔ "اس بات کا تعلق گویا آپ کی دھرم پتنی ——"

"یہ بتایئے آپ کب آرہے ہیں؟" پانڈے نے میری بات ٹالنے کی کوشش کی۔

"ابھی حالات سازگار نہیں ہیں۔ جیسے ہی کوئی موقع ملا۔ آپ تک پہنچنے کی کوشش کروں گا۔" میں نے اپنا جملہ مکمل کرنے کے بعد رابطہ منقطع کر دیا پھر موبائل ندیم کی طرف بڑھا دیا۔ ندیم گفتگو کے دوران بھی میرے چہرے کے تاثرات پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پانڈے کے سلسلے میں وہ کچھ زیادہ ہی محتاط نظر آرہا تھا۔ میں چاہتا تو اسے دسنہ کی فراہم کردہ اطلاع کی بنیاد پر شاہ وادیا شہ زور کی غداری کے متعلق بتا سکتا تھا لیکن میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا۔ میں ذاتی طور پر اسے ہینڈل

کرنے کا خواہش مند تھا۔

کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان جو بات کسی اور سے کہنا چاہتا ہے وہ ازخود ٹیلی پیتھی کے ذریعے دوسرے کے ذہن تک پہنچ جاتی ہے۔ اس وقت بھی کچھ ایسا ہی اتفاق ہوا تھا۔ انٹرکام پر ندیم نے کسی سے بات کرنے کے بعد کہا تھا کہ۔ "اسے اندر بھیج دو۔" پھر جو شخص اندر داخل ہوا وہ صورت شکل کے اعتبار ہی سے خاصا چلتا پرزہ نظر آرہا تھا۔ نو وارد نے میری موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے دبی زبان میں ندیم سے کہا۔

"باس۔ میں آپ سے ایک ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا؟"

"بات بہت ہی اہم نوعیت کی ہے اس لیے۔" اس نے کچھ کہتے کہتے رک کر دوبارہ میری جانب دیکھا۔ شاید وہ ایسی ہی کوئی اہم بات تھی جسے وہ کسی تیسرے شخص کی موجودگی میں زبان تک لانے سے گریز کر رہا تھا۔

"یہ میرے دوست مسٹر شہباز خان ہیں۔"

"اوہ۔" وہ میرا نام سن کر چونکا پھر جلدی ہی اپنے اوپر قابو پاتے ہوئے بولا۔ "یہ نام میں پہلے بھی سن چکا ہوں۔"

"تم مجھ سے کوئی اہم بات کرنا چاہ رہے تھے؟"

"جی ہاں۔" اس نے اپنی توجہ ندیم کی جانب مبذول کر دی۔ "میرا مشورہ ہے کہ مریض کو کسی دوسرے اسپتال میں منتقل کر دینا بہتر ہوگا۔"

"کوئی خاص وجہ؟" ندیم نے اسے تیز نظروں سے گھورا۔

"کچھ عمر رسیدہ مگر کھماک قسم کے گدھ آج کل اسپتال کے گرد منڈلاتے دیکھے جارہے ہیں۔"

"یہ اطلاع مجھے مل چکی ہے۔" ندیم نے اس بار بے پرواہی سے جواب دیا پھر دوبارہ سنجیدگی اختیار کر لی۔ "تمہیں کسی نے یہاں آتے دیکھا تو نہیں؟"

"جی نہیں۔" اس نے ٹھوس اور بااعتماد انداز میں جواب دیا۔ "میں نے یہاں تک پہنچنے میں جو طریقہ کار اختیار کیا تھا وہ اتنا آزمودہ تھا کہ تعاقب کرنے والا کوئی سایہ بھی میری نگاہوں سے نہیں بچ سکتا تھا۔"

میں اس شخص کو کن انکھیوں سے دیکھ رہا تھا۔ کوئی ایسی بات ضرور تھی جس کی وجہ سے میرے ذہن میں سرخ بتی نے جلنا بجھنا شروع کر دیا تھا۔ میری چھٹی حس گواہی دے رہی تھی کہ نو وارد کوئی قابل اعتماد نہیں ہو سکتا۔

"ٹھیک ہے۔" ندیم نے اسے تاکید کی۔ "واپسی میں بھی اس بات کا خیال رکھنا کہ کوئی سایہ تمہاری نقل وحرکت کی نگرانی تو نہیں کر رہا۔"

"میرا نام شہ زور ہے باس جو اپنے جسم کے ہر حصے پر ایک چور نگاہ رکھتا ہے۔"

شہ زور نے خود ہی میری مشکل حل کر دی' میری چھٹی حس میں جو شبہ تھا وہ دور ہو چکا تھا۔ جس شخص نے ندیم کے اعتماد سے دھوکا کیا تھا وہ اس وقت میرے سامنے موجود تھا۔ لیڈی مکلارنس نے یہی کہا تھا کہ وہ شہ زور کا نام کبھی ظاہر نہ کرتی لیکن اس کا علم بتا رہا تھا کہ غدار کے دن اب گنے چنے رہ گئے ہیں۔ شاید لیڈی مکلارنس نے ٹھیک ہی کہا۔ شہ زور کا نام سنتے ہی میرے اندر ایک سنسنی سی پھیل گئی تھی۔ اس نے کوڈ ورڈ میں جس مریض کا ذکر کیا تھا وہ پانڈے کے سوا کوئی اور نہیں تھا۔ شاید طاغوتی قوتیں اس دائرے کو توڑنے میں ناکام ہو چکی تھیں جو پانڈے کے بنگلے کے گرد قائم کیا گیا تھا۔ اب انھوں نے اپنی کامیابی کی خاطر ایک جال بچھانے کی کوشش کی تھی۔ وہ پانڈے اور نرمل کو کسی طرح اس دائرے سے باہر لانا چاہتے تھے پھر شہ زور واپسی کے لیے پلٹا تو میں خاموش نہ رہ سکا۔

"ون منٹ۔" میں نے اسے روکتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "کیا تم نے رکی کا نام کبھی سنا ہے؟"

"یس سر۔" شہ زور نے جواب دیا۔ "وہ باس کے ڈر سے کسی چوہے کی بل میں چھپ گیا ہے لیکن ——"

"کیا تم رکی سے ملنا پسند کرو گے۔"

"جی۔ میں سمجھا نہیں۔"

"رکی اب ہمارے قبضے میں آچکا ہے۔ کیا تم ایک نظر اس کا دیدار کرنا پسند کرو گے؟"

ندیم میری بات سن کر جھلا گیا تھا۔ شاید اسے مجھ سے اس حماقت کی توقع نہیں تھی جو میں نے رکی کا تذکرہ کر کے کی تھی۔

"میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا۔" شہ زور نے حقارت سے جواب دیا۔ "ذرا میں بھی تو دیکھوں کہ وہ آخر شے کیا ہے۔"

"میرے ساتھ آؤ۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ندیم مجھے روکنا چاہتا تھا لیکن میں نے اشارے سے منع کر دیا پھر ہم تینوں ہی زمین دوز کمروں میں سے ایک کمرے میں پہنچ گئے جہاں اس وقت راجو کے علاوہ داڑھی مونچھ والا وہ پراسرار شخص بھی موجود تھا جسے میں پہلے بھی کئی موقعوں پر دیکھ چکا تھا۔ اس وقت بھی وہ خوش پوش نظر آرہا تھا۔ شہ زور نے ان دونوں کو ہاتھ ہلا کر وش کیا۔ ندیم ابھی تک مجھے بڑی تنقیدی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"کیا تم رکی سے پہلے کبھی نہیں ملے؟" میں نے شہ زور سے سوال کیا۔

"ہو سکتا ہے کبھی دیکھا ہو لیکن ٹھیک سے یاد نہیں۔" اس نے بے پرواہی سے جواب دیا۔

"اگر میں یہ کہوں کہ خود میں ہی رکی ہوں تو؟"

"اب آپ شاید مجھ سے مذاق کر رہے ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ ہمارے درمیان ابھی تک کوئی ایسا رشتہ قائم نہیں ہوا۔ آئندہ کیا ہوگا اسے ہم دونوں یقین سے نہیں کہہ سکتے۔" میں بدستور سنجیدہ تھا۔ "ویسے بائی دے وے۔ تمہیں اس بات کا یقین کس طرح ہوگیا کہ میں رکی نہیں ہوسکتا۔"

"باس نے آپ کا نام شہباز خان بتایا تھا۔" شہ زور نے پہلی بار قدرے محتاط انداز میں جواب دیا۔

"وہ تمہیں دھوکہ دینے کی خاطر کہا تھا۔" میں نے تیزی سے جواب دیا۔ "میں ہی رکی ہوں جو اب تمہارے باس کے لیے کام کرنے پر آمادہ ہوگیا ہوں۔"

"باس۔" شہ زور نے ندیم کی سمت دیکھا۔ "کیا۔ یہ درست ہے؟"

"مجھ سے نگاہ ملا کر بات کرو شہ زور۔" میں نے اس بار اپنا آٹومیٹک نکال کر اس کا نشانہ لیتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔ "کیا تم اب بھی نہیں سمجھ سکے کہ میں نے رکی کا نام لے کر تمہیں قید خانے تک لانے کی کوشش کیوں کی ہے۔"

ندیم نے پھر بولنے کی کوشش کی لیکن میں نے دوبارہ اسے اشارے سے روک دیا۔ راجو اور نوجوان داڑھی مونچھ والا بھی آٹومیٹک میرے ہاتھ میں دیکھ کر اپنی اپنی جگہ محتاط ہوگئے تھے۔ شہ زور کی کیفیت قدرے مختلف تھی۔ وہ آٹومیٹک میرے ہاتھ میں دیکھ کر بوکھلا گیا تھا لیکن پھر اس نے اپنے آپ پر قابو پانے میں بھی بہت پھرتی کا مظاہرہ کیا اور ندیم کی طرف وضاحت طلب نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"باس۔ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟"

"صرف مجھ سے بات کرو شہ زور۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "تمہاری زندگی کا دارومدار اس وقت میری انگلی کے ایک معمولی سے دباؤ پر منحصر ہے لیکن کچھ لے دے کر معاملہ طے بھی کیا جاسکتا ہے۔"

میرا آخری جملہ سن کر شہ زور کے چہرے کی رنگت زرد پڑ گئی۔ شاید اب معاملے کی تہ تک پہنچ چکا تھا لیکن اس نے اپنی ہار نہیں مانی۔ کچھ دیر ہونٹ چباتا رہا پھر سپاٹ لہجے میں بولا۔

"میں شہ زور کے نام سے یاد کیا جاتا ہوں اور۔۔۔ باس کے علاوہ میں کسی اور کا جواب دہ کبھی نہیں رہا۔"

"فنٹی فنٹی۔" میں نے معنی خیز انداز میں کہا۔ "یہ لاسٹ چانس ہے۔ بولو۔۔۔ کیا تمہیں منظور ہے۔"

"م۔۔۔ میں۔۔۔ نہیں سمجھ سکا کہ آپ کس قسم کی پراسرار باتیں کر رہے ہیں۔"

"بھوشن کا نام سنا ہے کبھی۔" میرا لہجہ پھر کرخت ہوگیا۔

"جی ہاں۔۔۔ لیکن۔۔۔" بھوشن کے نام پر شہ زور نے

ہکلانا شروع کردیا۔

"بکواس نہیں۔" میں نے سفاک انداز میں کہا

"شرافت سے کھل جاؤ ورنہ مجھے تمہاری موت پر کوئی افسوس نہیں ہوگا۔"

"آپ کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں؟"

"بھوشن نے تمہاری وفاداری کو کتنے داموں میں خرید

ہے؟"

"یہ سراسر جھوٹ ہے۔" اس نے احتجاج کرنے کی کوشش کی۔

"کیا یہ بھی جھوٹ ہے کہ تم نے براہ راست بھوشن کو فون کرکے اس سے معاوضہ کی بات طے کی تھی اور اب اسی کی مرضی پر تم مریض کو کسی دوسری جگہ منتقل کرنے کا مشورہ دینے آئے تھے۔"

"راجو۔" ندیم نے معاملے کی سنگین صورتحال کو بھانپتے ہوئے راجو کی طرف دیکھا۔ "تم اس غدار کی زبان کھلوانے کے لیے جو طریقہ چاہو اختیار کرسکتے ہو۔"

"ون منٹ۔" میں نے راجو کو بدلے ہوئے تیور کے ساتھ شہ زور کی طرف بڑھتا دیکھ کر کہا پھر شہ زور سے بولا۔ "تمہارے ساتھ رعایت ہوسکتی ہے لیکن ایک شرط پر۔ ان عمر رسیدہ اور گھاگ قسم کے آدمخور گدھوں کی نشاندہی کردو جو بقول تمہارے اسپتال کے اردگرد منڈلا رہے ہیں۔"

"نہیں۔" شہ زور نے ہذیانی انداز میں جواب دیا۔ "مجھے معلوم ہے کہ باس کی ڈکشنری میں غدار کی سزا صرف موت درج ہے لیکن میرا نام شہ زور ہے۔ میں تمہارے فریب میں نہیں آؤں گا۔ جو سزا تم مجھے دوگے وہ بہت اذیتناک ہوگی اس لیے۔۔۔" وہ اپنا جملہ ادھورا چھوڑ کر مسکرایا پھر اس طرح منہ چلانے لگا جیسے کسی چیز کو چبانے کی کوشش کر رہا ہو پھر اچانک وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ اس کے منہ سے جھاگ نکلنے لگے۔ شاید اس نے پہلے سے کوئی زہریلا کیپسول منہ کے اندر چھپا رکھا تھا جو اپنا اثر تیزی سے دکھا رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کی جلد کی رنگت نیلی پڑگئی۔ یہ سب کچھ اتنی جلدی اور خلاف توقع ہوا کہ کوئی بھی شہ زور کو موت کے چنگل سے نہیں نکال سکا۔

ندیم نے مجھے بہت غور سے دیکھا پھر میرے قریب آکر بولا۔ "اگر تم اپنے شک کا اظہار کردیتے تو میں اس کی زبان کسی اور طریقے سے بھی کھلوا سکتا تھا۔"

"قدرت کو شاید یہی منظور تھا کہ یہ اپنی سزا خود تجویز کرے اس میں بندہ کیا کرسکتا ہے۔" میں نے بڑی معصومیت سے جواب دیا پھر آٹومیٹک بغلی ہولسٹر میں واپس رکھ لیا۔ ندیم نے کوئی جواب نہیں دیا پھر ہم دونوں اوپر آگئے۔ ندیم کسی گہری سوچ میں مستغرق نظر آرہا تھا۔

رات کو کیسینو سے ہماری واپسی بھی ایک ساتھ ہی ہوئی لیکن اس دوران بھی ندیم نے مجھ سے مسز فرگوسن یا شہ زور کے سلسلے میں کوئی سوال نہیں کیا۔ ہمارے درمیان بس ادھر ادھر کی رسمی گفتگو ہوتی رہی۔

❁

صبح خلاف توقع ندیم مجھے ناشتے کی میز پر نظر نہیں آیا۔ رات کو جلدی ہی وہ اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ وہ رکی اور شہ زور کے سلسلے میں مجھے ضرور کریدے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ ڈنر ٹیبل پر وہ حسب معمول نسیم اور عارفہ سے ہنس ہنس کر بات کر رہا تھا لیکن اس وقت بھی میں نے یہی محسوس کیا تھا کہ وہ کسی ذہنی سوچ میں غرق ہے۔ بہرحال صبح میں نے نسیم سے اس کے بارے میں پوچھا تو نسیم نے یہی بتایا کہ وہ کسی ضروری کام سے منہ اندھیرے ہی اٹھ کر چلا گیا تھا۔ وہ ضروری کام کیا تھا؟ مجھے اس کے بارے میں اب تشویش لاحق تھی۔ دفتر پہنچنے کے بعد میں نے خود کو کام میں مصروف کرنا چاہا لیکن میرے ذہن میں رہ رہ کر ندیم کا خیال ابھر رہا تھا۔ رکی کی زندہ گرفتاری اور شہ زور کی غداری نے اسے چونکا دیا تھا۔ شاید وہ اسی سلسلے میں کہیں مصروف کار ہوسکتا تھا۔ میں نے دوپہر کو اسے کیسینو فون کیا لیکن منیجر نے یہی جواب دیا کہ وہ صبح سے کیسینو بھی نہیں پہنچا۔

ہماری لسٹ پر اب صرف ایک ہی اہم کام باقی رہ گیا تھا۔ بھوشن کی موت۔ اس خیال کے ذہن میں ابھرتے ہی میری پریشانی بڑھ گئی۔ میں نے سوچا۔ کہیں ندیم نے اس معرکے کو سر کرنے کی خاطر تو خطرات میں چھلانگ نہیں لگادی۔ اس خیال نے میری الجھن میں مزید اضافہ کردیا۔ بھوشن کو مار لینا اتنی آسان بات نہیں تھی۔ مارگریٹ کی گمشدگی اور میجر نصیر کے چیک پوسٹ پر ہونے والے دھماکے نے پہلے ہی بھوشن کو محتاط کردیا تھا۔ کاکا کی باتوں سے بھی میں نے یہی نتیجہ اخذ کیا تھا کہ اب بھوشن تک ہماری رسائی اتنی آسان نہیں رہی جتنی پہلے تھی۔ رکی کے اغوا اور مسز فرگوسن کی موت نے یقیناً بھوشن کے لیے جلتی پر تیل کا کام کیا ہوگا۔ ایسی صورت میں اگر ندیم نے بھوشن کے خلاف کسی اقدام کا پروگرام مرتب کرلیا تھا تو وہ انتہائی خطرناک بھی ہوسکتا تھا۔ میں ابھی ذہن میں ابھرنے والے ان ہی پریشان کن سوالات کے ہجوم میں بھٹک رہا تھا جب فون کی گھنٹی بجی اور میں نے لپک کر ریسیور اٹھالیا۔ میرا خیال تھا کہ وہ کال ندیم کی ہوگی لیکن دوسری جانب سراج تھا۔

"میں آپ کو ایک اہم اطلاع دینا چاہتا ہوں۔"

"کوئی خاص بات؟" میں نے بے پروائی سے دریافت کیا۔

"کیا آپ مسز فرگوسن کے نام سے واقف ہیں؟"

"جی نہیں لیکن۔۔۔"

"بظاہر وہ آپ کے دفتر کے قریب ہی ایک بیوٹی پارلر چلا رہی تھی لیکن اندر ہی اندر اس نے اپنی جڑیں خاصی دور تک پھیلا رکھی تھیں۔"

"یہ اطلاع بھلا کیا اہم ہوسکتی ہے۔" میں نے الفاظ چباتے ہوئے جواب دیا۔ "اس شہر میں ہزاروں آدمی ایسے ہوں گے جن کے ہاتھ دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں اور یہ بھی

ظاہر ہے کہ وہ ان تعلقات کی بنیاد پر اپنے بہت سارے جرائم کی پردہ پوشی میں بھی کامیابی حاصل کر چکے ہوں گے۔ ہو سکتا ہے کہ پولیس کو یقینی طور پر اندازہ ہو کہ ان جرائم کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے لیکن یا تو ان جرائم کو کسی نہ کسی دباؤ کے تحت رسمی تفتیش کے بعد ختم کر دیا گیا یا پھر کاغذات کی خانہ پری اور پولیس کی کارکردگی میں چار چاند لگانے کی خاطر ایسے بے گناہ لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا جن کے فرشتوں کو بھی اس جرم کے بارے میں کوئی علم نہیں رہا ہوگا۔"

"صرف پولیس پر ہی اس کی ذمے داری عائد نہیں ہوتی۔ کبھی کبھی عالمی عدالت کی اہم ترین کرسیوں پر بیٹھے ہوئے بڑے بڑے نامور جج صاحبان بھی ایسے فیصلے لکھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں جن پر ان کا ضمیر مطمئن نہیں ہوتا لیکن گواہوں اور دستاویزی ٹھوس ثبوت کی بنیاد پر وہ مجرم کو بے گناہ اور بے گناہ کو مجرم گردانے پر مجبور ہوتے ہیں۔" سراج نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "جرائم کی دنیا کی بیخ کنی کرنے میں پولیس اور عدالت دونوں کے ذمے دار اہل کار بے بس ہو کر رہ جاتے ہیں۔ ان دونوں محکموں میں انسانی جذبات کے بجائے دلائل کی روشنی کو زیادہ اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ انصاف کا پلڑا انھی کے حق میں جھکتا ہے جدھر اوزان زیادہ ہوتے ہیں۔ شاید اسی لیے بڑے بڑے مفکرین اور دانشوروں نے قانون اور انصاف کو اندھا قرار دیا ہے۔"

"آپ کسی مسز فرگوسن کی بات کر رہے تھے؟" میں نے اصل مقصد کی جانب آتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں۔" سراج نے سنجیدگی سے کہا۔ "میری اطلاع کے مطابق وہ بھی بھوشن کے لیے کسی مخصوص ایجنٹ کا کردار ادا کر رہی تھی۔"

"تھی سے آپ کی کیا مراد ہے؟" میں نے پوچھا۔

"گزشتہ رات کسی نے اسے اس کی خواب گاہ میں گولی ماردی۔" سراج نے مختصر تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "جائے واردات پر کچھ ایسے ثبوت بھی پائے گئے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسز فرگوسن کی موت کے ساتھ ساتھ کوئی اور بھی زخمی ہوا ہے لیکن وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔"

"آپ کی ذاتی رائے اس واردات کے بارے میں کیا ہے؟"

"میں بغیر ثبوت کے کوئی یقینی بات نہیں کہہ سکتا۔ ویسے ہو سکتا ہے کہ خود بھوشن ہی نے یہ ڈراما رچایا ہو۔"

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"ریس کے کچھ گھوڑے اتنے قیمتی ہوتے ہیں کہ اوسط درجے کا آدمی ان کی قیمت کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ ان کے ریکارڈ میں بھی کہیں نمبر تو نہیں ہوتا لیکن اگر وہ کسی حادثے کی وجہ سے ریس میں حصہ لینے کے لیے قابل نہ رہیں تو انھیں گولی ماردی جاتی ہے۔ کچھ اسی قسم کا رواج ہمارے جرائم کی دنیا میں بھی ہے، کبھی کبھی جو افراد کسی گینگ لیڈر کی نگاہوں میں سب سے اونچا مقام رکھتا ہے اسے بھی ایک ایسی معمولی غلطی کی وجہ سے راستے سے ہٹا دیا جاتا ہے جو پولیس کے لیے بڑی کار آمد ہو سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ مسز فرگوسن بھی کسی ایسی ہی غلطی کی مرتکب ہو گئی ہو جس کے بعد اس کا ختم ہو جانا بھی بھوشن کے لیے کار آمد ہو سکتا تھا۔"

"صرف بھوشن ہی کیوں؟" میں نے سراج کو الجھانے کی خاطر کہا۔ "اگر آپ کے بیان کے مطابق مقتولہ کی جڑیں اونچے حلقوں میں دور دور تک پھیلی ہوئی تھیں تو کوئی اور بھی اس کے قتل کا ذمے دار ہو سکتا ہے۔"

"اس بات کے امکانات کو بھی رد نہیں کیا جا سکتا۔"

"یہ بھی ممکن ہے کہ کسی دل جلے عاشق نے مرنے والی سے کوئی پرانا حساب چکانے کی کوشش کی ہو۔"

"بہت کچھ ممکن ہے لیکن میرا ذہن مسز فرگوسن کی موت میں کسی نہ کسی زاویے سے بھوشن کی شخصیت کے ملوث ہونے کی گواہی دے رہا ہے۔"

"اس کی کوئی خاص وجہ بھی ضرور ہوگی۔"

"سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس حادثے کی اطلاع مجھے کسی نامعلوم شخص کی جانب سے فون پر موصول ہوئی تھی۔"

"کیا بھوشن ایسی حماقت کر سکتا ہے؟"

"ہو سکتا ہے اس نے جان بوجھ کر کیس کو الجھانے کی خاطر ایسا کیا ہو۔"

"شاید۔" میں نے کہا پھر بڑی سنجیدگی سے بولا۔ "لیکن مسز فرگوسن کے قتل کی اطلاع بھلا میرے لیے کیا اہمیت رکھتی ہے۔"

"کیوں۔ کیا آپ ایک دوست ہونے کے ناتے اس معاملے میں میری کوئی مدد نہیں کر سکتے؟"

"میں سمجھا نہیں؟" میں نے محتاط لہجہ اختیار کیا۔

"مجھے کسی ایسے قابل اعتماد ڈرائیور کی ضرورت ہے جس پر میں مکمل بھروسا کر سکوں۔" سراج نے ایک لمحے کے توقف کے بعد کہا۔ "کیا آپ دو چار دنوں کے لیے اپنے ڈرائیور کو میری خاطر اسپیئر کر سکتے ہیں۔"

"اگر معاملہ اتنا ہی اہم ہے تو میں خود حاضر ہوں۔" میں نے سنبھل کر جواب دیا۔ ڈرائیور کے حوالے نے مجھے چونکا دیا تھا۔

"بہت بہت شکریہ مائی ڈیئر شہباز صاحب لیکن آپ کا ڈرائیور میرے لیے زیادہ مناسب رہے گا۔ اس لیے کہ لوگوں کو میرے اور آپ کے تعلقات کا علم ہے جبکہ آپ کے ڈرائیور

کے سلسلے میں کوئی کچھ نہیں جانتا۔"

کریم کے حوالے اور سراج کی سنجیدگی نے میرے ذہن میں بے شمار شبہات کو ہوا دی تھی۔ ہو سکتا تھا کہ اس میں بھی کالکا کے پراسرار وجود کو دخل رہا ہو۔ وہ کسی بھی شخص کو ذہنی طور پر مجبور کر سکتی تھی کہ وہ مسز فرگوسن کے قتل کی اطلاع سراج تک پہنچا دے۔ اسی شخص نے کالکا کی ناپاک کالی قوتوں کے زیر اثر کریم کے سلسلے میں بھی پولیس کے کانوں میں زہر اگلا ہوگا۔ ندیم نے گزشتہ رات ہی کریم کو زخمی حالت میں اپنے کسی واقف کار کے پرائیویٹ کلینک میں داخل کرا دیا تھا جس کی اطلاع مجھے بھی نہیں تھی کہ وہ کلینک شہر کے کس علاقے میں اور کہاں واقع ہے۔

"آپ نے اپنی درخواست پیش کرنے میں ذرا دیر کر دی۔" میں نے بظاہر دوستانہ انداز میں ندیم کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے کہا۔ "میرا ڈرائیور کل ہی دس روز کی رخصت لے کر جا چکا ہے۔"

"اور کل رات ہی کسی نے مسز فرگوسن کو بھی ٹھکانے لگا دیا۔" سراج نے کاٹ دار انداز میں جواب دیا پھر جلدی سے بات بناتے ہوئے بولا۔ "اور سنائیے' آج کل آپ کا کاروبار کیسا چل رہا ہے۔"

"جس طرح دنیا کا کاروبار چل رہا ہے۔ میرا مطلب ہے کہ ہر کاروبار میں نشیب و فراز تو آتے ہی رہتے ہیں۔" میں نے سپاٹ آواز میں کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ میں آج یا کل کسی وقت آپ کے ساتھ کسی وقت ایک کپ مزیدار اور گرما گرم کافی پینے کے لیے حاضر ہوں۔"

"آپ جب چاہیں بڑے شوق سے آ سکتے ہیں۔"

دوسری جانب سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سنائی دی تو میں نے بھی ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ سراج نے محض رسمی طور پر کریم کا ذکر نہیں کیا ہوگا۔ مسز فرگوسن کی موت کی اطلاع دینے والے نے کریم کا ذکر بھی ضرور کیا ہوگا لیکن اگر وہ حرکت کالکا ہی کی تھی تو کریم کے بارے میں یہ بھی ضرور جانتی ہوگی کہ وہ کس کلینک میں داخل ہے پھر ایسی کیا مصلحت تھی جو اس نے سراج کو اس کلینک کے سلسلے میں کوئی اشارہ نہیں دیا تھا۔ میں ابھی ان سوالات کے بارے میں غور کر رہا تھا کہ حسنہ کمرے میں داخل ہوئی اور میرے خیالات کا شیرازہ منتشر ہو کر رہ گیا۔ حسنہ کی شخصیت بھی میری نگاہوں میں پراسرار ہوتی جا رہی تھی۔ مسز فرگوسن کے سلسلے میں اس نے ہی پیش گوئی کی تھی کہ اگر رات کے نو بجے کے بعد میں وہاں پہنچوں تو کسی مزاحمت کا سامنا نہیں درپیش آئے گا چنانچہ ہوا بھی کچھ ایسا ہی تھا لیکن حسنہ کو اس بات کا یقین کس طرح ہو گیا تھا؟ کیا وہ بھی کالکا اور لیڈی مکلارنس کی طرح پراسرار اور ناقابل یقین قوتوں کی مالک تھی؟ اگر ایسا تھا تو وہ خود بھی اپنے دشمنوں کو پاک کر سکتی تھی؟ میری ضرورت اس نے کس لیے محسوس کی تھی؟

"میں مخل تو نہیں ہوئی؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا پھر بڑی بے تکلفی سے میرے سامنے بیٹھ گئی۔ آج خلاف توقع وہ خود کو لیے دیے نظر آ رہی تھی۔

"ابھی ایک لمحہ پہلے ڈی' ایس' پی سراج کا فون آیا تھا۔" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کوئی اہم اطلاع؟" اس نے سادگی سے پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے اسے مختصراً تفصیل سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ سراج کو کسی طرح اس بات کی اطلاع مل گئی ہے کہ کریم بھی۔۔۔"

"کوئی فرق نہیں پڑتا۔" حسنہ میرا جملہ کاٹتے ہوئے بڑے اطمینان سے بولی۔ "سراج صاحب وہاں تک نہیں پہنچ سکتے جہاں آپ کے دوست نے کریم کو علاج کی خاطر داخل کرایا ہے۔"

"آپ یہ بات اتنے یقین سے کس طرح کہہ سکتی ہیں؟" میں نے اسے کریدنے کی کوشش کی۔

"بالکل اسی طرح جس طرح میں نے آپ کو رکی اور مسز فرگوسن کے بارے میں یقین دلایا تھا کہ رات نو بجے کے بعد آپ ان پر آسانی سے قابو پا سکتے ہیں۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکرائی۔

"میرا خیال ہے کہ کریم کے بارے میں کسی پراسرار اور نادیدہ قوت نے پولیس کو مخبری کی ہوگی۔" میں نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"ہو سکتا ہے۔" وہ بے پرواہی سے بولی "آپ کی صحت پر کیا اثر پڑتا ہے۔"

"کریم اب میرا محسن ہے۔" میں نے پہلو بدل کر کہا۔ "اگر وہ بروقت میرے اور رکی کے درمیان نہ آجاتا تو رکی کا پھینکا ہوا خنجر میرے وجود کو چاٹ بھی سکتا تھا۔"

"لیکن ایسا نہیں ہوا۔ جانتے ہیں کیوں؟" وہ یکلخت سنجیدہ ہو گئی۔

"کیوں۔" میں نے وضاحت چاہی۔

"اس لیے کہ ابھی آپ کو میری خاطر ایک آدھ کام اور انجام دینے ہیں۔"

"تو کیا۔ کریم آپ کی وجہ سے۔۔۔"

"یہ میں نے کب کہا۔" وہ تیزی سے بولی۔ "آپ اوپر والے کو کیوں بھول رہے ہیں جس کے بغیر کوئی پتا بھی اپنی جگہ سے جنبش نہیں کر سکتا۔"

"میں آپ کو کیا سمجھوں؟"

"کس سلسلے میں؟"

"یہی کہ آپ نے جو پیش گوئی کی تھی اسے کاکا کی پراسرار قوت بھی نفی نہیں کر سکی۔" میں نے حسنہ کو کاکا کی گندی قوتوں کے بارے میں کچھ تفصیل سے آگاہ کیا، وہ توجہ سے میری بات سنتی رہی، میں خاموش ہوا تو اس نے کہا۔

"دنیا میں بے شمار ایسی سپر پاور موجود ہیں جو ایک دوسرے کو اپنی ایٹمی قوت کے بل بوتے پر تباہ و برباد کر دینے کی دھمکیاں دیتی رہتی ہیں لیکن وہ اس آگ میں کودنے میں پہل کبھی نہیں کرتیں۔ شاید اس لیے کہ جب آگ بھڑکتی ہے تو وہ اپنے اور پرائے کی تمیز نہیں کرتی جو بھی اس کی زد میں آتا ہے جل بھن کر راکھ کا ڈھیر بن جاتا ہے۔"

"میں آپ کی بات سے کیا مطلب اخذ کروں۔"

"میں نے کوئی ایسی مشکل بات تو نہیں کی۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکرائی۔ "اس کا علم کوئی بھی لگا سکتا ہے کہ جب دو سپر پاور ٹکراتی ہیں تو دونوں ہی کا کچھ نہ کچھ نقصان ضرور ہوتا ہے اگر صرف ایک تباہی کا شکار ہو تو پھر اس دنیا میں دو قوتوں یا اس سے زیادہ کا وجود بھی نہ ہوتا۔"

"آئی سی۔" میں نے لوہا گرم دیکھ کر چوٹ لگانے کی کوشش کی۔ "گویا آپ بھی خود کو کاکا کے مقابلے میں ایک سپر پاور سمجھ رہی ہیں۔"

"جی نہیں۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔ "میں کوئی سپر پاور نہیں ہوں لیکن کبھی کبھی انتقام کی آگ جب شعلوں کا روپ اختیار کر لیتی ہے تو پھر انسان کے سامنے ایک ہی مقصد باقی رہ جاتا ہے۔ دشمن کی موت۔"

"آپ کسے اپنا دشمن سمجھ رہی ہیں؟" میں نے تیزی سے سوال کیا۔ حسنہ نے جواب میں کچھ کہنا چاہا لیکن ندیم اسی وقت میرے آفس میں داخل ہوا تو اس نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا جلدی سے اٹھی اور ندیم پر ایک سرسری نگاہ ڈالتے ہوئے کترا کر باہر چلی گئی۔

"صبح سے میں کئی جگہ تمہاری تلاش کی خاطر جال پھینک چکا ہوں لیکن ـــــ"

"یہ خاتون کون تھیں؟" ندیم نے میرا جملہ درمیان سے اچکتے ہوئے کہا پھر میرے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔

"ان خاتون کا نام حسنہ ہے اور یہ وہی ہیں جنھیں میں نے عارضی طور پر اپنا سکریٹری مقرر کیا ہے۔"

"حسنہ کی سفارش کس نے کی تھی؟" ندیم نے بڑی گمبھیر سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"لیڈی مکلارنس نے۔" میں نے کچھ تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "دوسری شکل میں شاید میں کسی اجنبی خاتون کو اس قدر خطرناک حد تک اپنے قریب آنے کا موقع دینے کی حماقت کبھی نہ کرتا۔"

"کیا تمہیں یقین ہے وہ لیڈی مکلارنس ہی تھی۔ میرا مطلب ہے کہ تمہاری کاکا رانی نے تمہیں کوئی حسین فریب دینے کی کوشش نہیں کی۔"

"نہیں۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں لیڈی مکلارنس سے اس کی تصدیق کر چکا ہوں۔"

"آئی سی۔" ندیم نے کہا پھر یکلخت چونکتے ہوئے پوچھا۔ "کیا رکی اور مسز فرگوسن کے بارے میں حسنہ ہی نے تمہیں انفارمیشن دی تھی؟"

"ہاں۔" میں نے اقرار کر لیا۔

"اور شہ زور کے بارے میں؟" ندیم نے تیزی سے دوسرا سوال کیا۔

"اس کے بارے میں لیڈی مکلارنس نے مجھے فون پر آگاہ کیا تھا۔ اسی نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر شہ زور کے دن گنے چنے نہ رہ گئے ہوتے تو وہ اس کی غداری کی نشاندہی کرنے سے گریز ہی کرتی۔"

"اس وقت تمہارے اور حسنہ کے درمیان کیا گفتگو ہو رہی تھی۔" ندیم نے بدستور سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"کوئی خاص نہیں۔" میں نے کہا۔ "ویسے تمہارے لیے ایک خاص اطلاع ہے میرے پاس۔" پھر میں نے سراج سے فون پر ہونے والی گفتگو کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "سراج نے کھل کر کوئی بات نہیں کی لیکن میرا دل گواہی دیتا ہے کہ اسے کسی نہ کسی طرح کریم کے زخمی ہونے کی اطلاع مل چکی ہے۔"

"ایسی صورت میں وہ براہ راست تمہیں فون کرنے کے بجائے کریم تک پہنچنے کی زیادہ کوشش کرتا۔"

"ہو سکتا ہے کہ اس نے کریم کی آڑ لے کر مجھے یہ باور کرانے کی کوشش کی ہو کہ اسے کسی طرح اس بات کا علم ہو چکا ہے کہ گزشتہ رات میں کہاں تھا۔"

"بہرحال۔ میں تم کو اب سراج سے بھی محتاط رہنے کا مشورہ دوں گا۔" ندیم نے کہا پھر تھوڑے توقف سے بولا۔ "میرا خیال ہے کہ اب تک تمہارے سراج صاحب کو جو اطلاع مل چکی ہوگی وہ ان کی کئی راتوں کی نیند اڑا دینے کی خاطر بہت کافی ہوگی۔"

"کیا مطلب۔" میں چونکا۔

"ایک ہی وقت میں کسی ایک علاقے میں دس بارہ آدمیوں کا قتل پورے شہر کو خوف و ہراس میں مبتلا کر دیتا ہے۔" ندیم نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو کیا تم نے ـــــ"

"میں تمہاری طرح احمق نہیں ہوں کہ ایسے معاملات میں اپنی شخصیت کی نمائش کرتا پھروں۔ میرے لیے جان نثار کارندے ہی بہت کافی ہیں۔"

"قتل کی واردات کس علاقے میں ہوئی ہے؟" میں نے ندیم کو تیز نظروں سے گھورا۔

"اسی علاقے میں جہاں پانڈے اور نرمل ایک بنگلے میں موجود ہیں۔" ندیم نے بے پرواہی کا مظاہرہ کیا۔ "تم ان عمر رسیدہ اور گھاگ قسم کے آدم خور گدھوں کو کیوں بھول رہے ہو جو شہ زور کی اطلاع کے مطابق اسپتال کے اردگرد منڈلا رہے تھے۔ اب کیا تم مجھ سے یہ بھی معلوم کرنے کی حماقت کرو گے کہ اسپتال کے حوالے سے شہ زور کی کیا مراد تھی۔"

"کیا بھوشن کے وہ لوگ آسانی سے تمہاری نظر میں آ گئے تھے؟"

"میں نے اپنے آدمیوں کو یہی حکم دیا تھا کہ وہ صرف مشکوک پرندوں کا شکار کھیلیں لیکن ہو سکتا ہے کہ کوئی معصوم پرندہ بھی گولیوں کی بوچھار کی لپیٹ میں آ کر ضائع ہو گیا ہو۔ گیہوں کے ساتھ گھن پس جانے کے امکانات سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا۔"

"میرا خیال ہے بھوشن اس وقت دیوانوں کی طرح اپنی بوٹیاں نوچ رہا ہوگا۔" میں نے کہا۔ "مسز فرگوسن کا قتل، رکی کی گمشدگی، مارگریٹ کا معمہ، میجر نصیر کے چیک پوسٹ کی تباہی اور اب دس بارہ آدمیوں کی موت، ان پے در پے واقعات نے اس کے اعصاب کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہوگا۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ وہ بوکھلا کر سامنے آ جائے اس لیے کہ جھاڑیوں میں چھپا ہوا کوئی زخمی آدم خور درندہ شکاریوں کے لیے ہمیشہ خطرناک ہی ثابت ہوتا ہے۔ جھاڑیوں سے برآمد ہونے کے بعد اسے آسانی سے شکار کیا جا سکتا ہے۔"

"تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا بھوشن ایسی حماقت کر گزرے گا؟"

"دنیا کا ہر مجرم اپنی کسی نہ کسی کمزوری یا حماقت ہی کی وجہ سے مارا جاتا ہے۔ رکی مثال تمہارے سامنے موجود ہے۔ بھوشن بھی انسان ہی ہے۔"

"لیکن وہ چونکہ دوغلا ہے اس لیے دو منہ والے سانپ کی طرح ہوشیار بھی ہے۔" میں نے کہا۔ "ہو سکتا ہے ایک طرف خطرے کی بو محسوس کر کے وہ اپنا راستہ بدل دے۔"

"ہونے کو بہت کچھ ہو سکتا ہے۔" ندیم عجیب انداز میں مسکرایا۔ "یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بھوشن سامنے آنے کے بجائے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو گولی مار لے۔"

"اب وہ اتنا غیرت مند بھی نہیں ہے۔" میں نے نفرت سے جواب دیا پھر فون کی جانب ہاتھ بڑھا دیا جس کی گھنٹی دوبارہ بج چکی تھی۔ "شہباز بات کر رہا ہوں۔"

"مجھے باس سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔"

میں نے دوسری جانب سے بولنے والے کا نام پوچھے بغیر فون ندیم کی طرف بڑھا دیا۔

"یس۔" ندیم نے اپنے مخصوص انداز میں کہا پھر دوسری جانب سے ملنے والی اطلاع نے اسے بے حد سنجیدہ کر دیا تھا۔ وہ صرف 'ہاں' 'ہوں' میں جواب دیتا رہا پھر بے پرواہی سے بولا۔ "کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ کس سمت جا رہا ہے۔ کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہاں، میں یہاں شام تک موجود ہوں۔ نہیں، تم میں سے کوئی بھی حماقت کا ثبوت نہیں دے گا۔ نہیں، جب تک میری طرف سے کوئی اشارہ نہ ملے تم صرف اس کی نگرانی کرتے رہو۔ ٹھیک ہے اگر ایسی کوئی صورت سامنے آ جائے تو تم صرف الجھائے رکھنا اور مجھے کسی دوسرے کے ذریعے اس کی اطلاع کر دینا۔"

"کس کا فون تھا؟" ندیم کے فون رکھنے کے بعد میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"بھوشن بہت غصے میں اپنے آفس سے نکلا ہے۔" ندیم نے مسکرا کر جواب دیا۔ "میرا خیال ہے کہ اسے اپنے آدمیوں کی موت کی اطلاع مل چکی ہے مگر اس وقت بھی اس نے اپنی حفاظت کا خاص خیال رکھا ہے۔ اس کے دفتر سے نکلتے ہی دو گاڑیاں آگے پیچھے ہو چکی ہیں۔ میری اطلاع کے مطابق وہ بھوشن کے سادہ لباس والے گارڈ ہیں جو اس کی حفاظت پر مامور ہیں۔"

"دفتر سے نکل کر وہ کس طرف روانہ ہوا ہے؟"

"میرے مخبر کا خیال ہے کہ اس کی گاڑی گورنر ہاؤس کی سمت جا رہی ہے۔"

"اوہ۔ گویا بھوشن اپنے سورسز کے ذریعے کوئی حل تلاش کرے گا۔"

"اس کی جگہ اگر ہم ہوتے تو شاید ہم بھی اپنے تعلقات استعمال کرتے۔" ندیم نے بے پرواہی کا مظاہرہ کیا۔ "اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ گورنر سے مل کر کیا زہر اگلتا ہے۔"

"ظاہر ہے کہ وہ جو بھی زہر اگلے گا وہ ہمارے خلاف ہی ہوگا۔" میں بدستور سنجیدہ تھا۔ "کیا تمہارے ساتھی بھوشن کو راستے میں گھیرنا چاہ رہے تھے۔"

"ہاں۔ ان کا خیال کچھ ایسا ہی تھا لیکن میں نے انھیں سختی سے منع کر دیا۔"

"بھوشن سے اس ہمدردی کی وجہ پوچھ سکتا ہوں؟" میں نے ندیم کو گھورا۔

"میں تم سے پہلے بھی متعدد بار کہہ چکا ہوں کہ میں مچان پر بیٹھ کر شکار کھیلنے کے اصول کے خلاف ہوں۔"

"دشمن کو زیادہ ڈھیل دینا خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔"

"خطرات سے کھیلنا ہی مردوں کی نشانی ہوتی ہے۔ جو لوگ اچانک پشت سے وار کرتے ہیں وہ بزدل کہلاتے ہیں۔"

"لیکن وہی فاتح بھی ہوتے ہیں۔"

میں ندیم سے الجھ رہا تھا کہ فون کی گھنٹی دوبارہ بجی۔ اس بار خود ندیم نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔ کال اسی کے لیے تھی۔

"گڈ۔ یہ اطلاع میرے لیے دلچسپ ہے۔ نہیں، تم صرف تماشا دیکھتے رہو، بھوشن اب کدھر گیا ہے؟ ٹھیک ہے، پریشان مت ہو۔"

"اب کیا اطلاع ملی ہے؟" میں نے ندیم کے ریسیور رکھنے کے بعد سوال کیا۔

"تمہارے سراج صاحب پولیس دستے کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں۔" ندیم نے مسکرا کر جواب دیا۔

"کیا بھوشن گورنر ہاؤس ہی گیا تھا؟" میں نے دریافت کیا۔

"ہاں اور شاید اس بار سراج صاحب کو کسی خاص اقدام کے لیے بہت اوپر سے سخت احکامات ہی ملے ہوں گے۔"

"لیکن سراج کے پاس ہمارے خلاف بھلا کیا ثبوت ہو سکتا ہے؟"

"جہاں مجبوریاں آڑے آجائیں وہاں ثبوت کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔" ندیم نے پہلو بدل کر جواب دیا۔ "پولیس کے اختیارات خاصے وسیع ہوتے ہیں، وہ اگر چاہے تو بے شمار ایسے عینی گواہ بھی پیش کر سکتی ہے جو شدید واردات کے وقت کسی چنڈو خانے میں بیٹھے نشے کی حالت میں میز پر طبلہ بجا کر کوئی پسندیدہ فلمی گانے کا بیڑہ غرق کر رہے ہوں لیکن اندھے قانون کے لیے ان کی گواہی بھی اہم ہی ہوتی ہے۔ وہ پولیس کی ہدایت کو کسی رٹو طوطے کی طرح رٹنے کے بعد عدالت میں قدم رکھتے ہیں۔"

"تمہارے ملک سے یہ لعنت کب ختم ہوگی؟"

"جب تک تم پورے ایک درجن بچوں کے باپ نہیں بن جاتے۔" ندیم نے مجھے چھیڑا پھر ہمارے درمیان اسی قسم کی گفتگو ہو رہی تھی کہ سراج اپنے ایک ماتحت اور دو مسلح سپاہیوں کے ساتھ آفس میں داخل ہوا۔ وہ بری طرح الجھا الجھا نظر آ رہا تھا۔ ندیم نے ایک نظر اسے مسکرا کر دیکھا پھر بے پرواہی سے دیوار پر لگی ہوئی تصویروں کی سمت متوجہ ہو گیا۔

"خیریت۔" میں نے سراج اور اس کے آدمیوں کو دیکھ کر قدرے ناخوشگوار لہجے میں پوچھا۔

"مسٹر شہباز، کیا آپ کو علم ہے کہ شہر کے ایک ہی علاقے میں دس بارہ آدمیوں کا قتل ہو گیا ہے۔" سراج نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"سوری۔" میں نے بدستور سرد لہجے میں جواب دیا۔

"آپ چاہیں تو مجھ سے سیمنٹ کی بوری اور بجری وغیرہ کے ٹرک کی قیمت ضرور دریافت کر سکتے ہیں۔ شاید میں اس سلسلے میں آپ کے کسی کام آسکوں لیکن قتل و غارت سے مجھے کبھی کوئی دلچسپی نہیں رہی۔"

"کیا آپ یقین سے کہہ رہے ہیں کہ آپ کا اس قتل سے کوئی تعلق نہیں ہے؟"

"کسی دشمن نے اڑائی ہوگی۔"

"یہ آپ کی ذاتی رائے ہے لیکن ـــــ" سراج نے مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے جواب دیا۔ "پولیس کے پاس ایسے گواہ موجود ہیں جنھوں نے آپ کو موقع واردات پر دیکھا تھا۔"

"موقع واردات پر ہزاروں راہ گیر موجود ہوتے ہیں لیکن ان میں سے ہر ایک کو قاتل نہیں گردانا جا سکتا۔"

"گویا آپ موقع واردات پر موجود تھے۔"

"جی نہیں۔ میں پہلی بار آپ کی زبان مبارک سے اس قتل کے بارے میں سن رہا ہوں۔"

"لیکن ابھی آپ نے خود ـــــ"

"وہ محض ایک مثال دی تھی۔" میں نے تیزی سے جواب دیا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ سراج نے اس وقت جو رویہ اختیار کر رکھا تھا اس میں اس کے اپنے ذاتی ارادے سے زیادہ مجبوری کا دخل تھا۔

"بہرحال، آپ کو میرے ساتھ تھانے چلنا ہوگا۔"

"آئی سی۔ گویا آپ اسی غرض سے کیل کانٹے سے لیس ہو کر تشریف لائے ہیں۔" میں نے اس کے آدمیوں پر ایک اچٹتی ہوئی نظر ڈالی۔

"قانون کے کچھ اپنے تقاضے بھی ہوتے ہیں اور انھیں پورا کرنا ہر ذمے دار پولیس آفیسر کا فرض ہوتا ہے۔"

"اور خاص طور سے ایسی صورت میں جب کسی ذمے دار پولیس آفیسر کو گورنر ہاؤس یا پھر آئی، جی آفس کی جانب سے ضروری احکامات ملے ہوں۔"

سراج کی نگاہوں میں میرا جواب سن کر ایک لمحے کو تجسس ابھرا پھر غائب ہو گیا۔ اسی وقت ندیم نے بڑی سرد مہری سے اٹھ کر مجھ سے جانے کی اجازت مانگی پھر آفس سے باہر چلا گیا۔ سراج نے اسے مشکوک نگاہوں سے دیکھا لیکن روکنے کی ضرورت نہیں محسوس کی۔

"کیا ارادہ ہے آپ کا۔" سراج نے دوبارہ مجھے مخاطب کیا۔ "کیا آپ میرے ہمراہ چلنے پر آمادہ ہیں۔"

"اگر میں نفی میں جواب دوں تو ـــــ"

"مجھے مجبوراً ضابطے کی کارروائی کرنی ہوگی۔" سراج کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔

"سوچ لیں مسٹر سراج۔" میں نے بگڑے ہوئے تیور سے کہا۔ "آپ کو کہیں بعد میں اپنی اس حرکت پر پچھتانا نہ پڑے۔"

"یہ بعد میں دیکھا جائے گا۔" سراج نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔

"ہمارے لیے کیا حکم ہے سر۔" سراج کے ہمراہ آنے والے سب انسپکٹر نے تیکھے لہجے میں پوچھا۔

"مسٹر شہباز۔ میری درخواست ہے کہ آپ میرے ساتھ تشریف لے چلیں تو بہتر ہوگا۔" سراج نے سب انسپکٹر کو جواب دینے کے بجائے مجھ سے درخواست کی۔

حالات ایسی نازک صورت اختیار کر لیں گے مجھے اس کا وہم و گمان بھی نہیں تھا۔ میرے انکار کی صورت میں پولیس مجھے زبردستی لے جا سکتی تھی جس سے میری بدنامی بھی ہو سکتی تھی۔ میں نے ایک لمحہ کو کچھ سوچا پھر خاموشی سے اٹھا اور سراج کے ساتھ ہو لیا۔ ندیم جس انداز میں مجھ سے اجازت لے کر گیا تھا اس سے یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا تھا کہ وہ اندرونی طور پر کسی جوابی کارروائی کا ارادہ کر کے گیا ہوگا۔ میں سراج اور پولیس کے عملے کے ساتھ نیچے جانے کے لیے لفٹ میں داخل ہوا تو کالکا کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"میرے من مندر کے دیوتا۔ تمہاری پجارن اس سے بھی تمہارے کام آسکتی ہے پرنتو ایک شرط پر۔ تم بھوشن کا دھیان من سے نکال دو۔"

"میں تمہاری بات ماننے سے انکار کر دوں تو؟" میں نے تلخ لہجے میں سوال کیا۔

"اب تمہارے پاس انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔" اس کے جواب میں طنز تھا۔

"یہ تمہارا اپنا خیال ہے۔"

"سے ابھی تمہارے ہاتھ میں ہے پران ناتھ۔" کالکا نے میرا مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔ "یہ دھیان من سے نکال دو کہ اب کوئی دوسری شکتی تمہاری سہائتا کر سکتی ہے۔"

"تم خدا کو کیوں بھول رہی ہو؟"

"بھگوان کو دنیا کے دھندوں کے بیچ گھسیٹنے کی کوشش مت کرو۔" کالکا نے برہمی کا اظہار کیا۔ "تم نہیں جانتے کہ تمہارے اوپر کیا بیتنے والی ہے۔ کیا تم جیل میں چکی پیس سکو گے؟"

"دفع ہو جاؤ۔" میں نے نفرت سے جواب دیا۔ "میں اس وقت تمہاری منحوس صورت دیکھنا اور مکروہ آواز سننا پسند نہیں کرتا۔"

"پھر سوچ لو بھولے ناتھ۔ کالکا کی دشمنی تمہیں موت کے گھاٹ تک بھی پہنچا سکتی ہے۔"

"مجھے تمہاری مدد کے بجائے موت گوارا ہے۔" میں نے

حقارت کا اظہار کیا۔

"کن وچاروں میں گم ہو شہباز خان۔" کالکا کا لہجہ انتہائی سفاکانہ تھا۔ "تم سسک سسک کر موت کی بھکشا مانگو گے پرنتو موت تمہارے قریب نہیں آئے گی۔ کالکا سے پنجہ لڑانا تمہارے بس کا روگ نہیں ہے۔ میری مہان شکتی تمہیں ایسے اذیتناک حالات سے دوچار کر دے گی جس کا اندازہ تم مہینوں میں بھی نہیں لگا سکتے۔ جو سمے تمہارے پاس ہے اس کی قدر کرو۔ صرف بھوشن کا دھیان کچھ دنوں کے لیے من سے نکال دو، میں وچن دیتی ہوں کہ جب اس کے ستارے گردش میں آجائیں گے تو میں خود اسے تمہارے چرنوں کی دھول چاٹنے پر مجبور کر دوں گی۔"

"نہیں۔" میں نے فیصلہ کن آواز میں جواب دیا۔ "مجھے بھوشن والی شرط کسی قیمت پر بھی منظور نہیں ہے۔ تم اپنی شکتی بھی آزما کر دیکھ لو۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو شہباز خان۔ تم۔" وہ بڑے تعجب سے بولی۔ "کیا تم کو ابھی تک اپنی کالکا رانی کی مہان شکتی پر وشواس نہیں ہوا، پھر سوچ لو، اگر یہ سمے بھی ہاتھ سے نکل گیا تو ـــــ"

"جب بھی تمہاری کالی اور ناپاک قوتیں میرا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گی۔" میں نے پر اعتماد انداز میں کہا۔

"تم جس چھایا کے کارن اونچا بول رہے ہو۔ اب وہ زیادہ دنوں تک تمہارا ساتھ نہیں دے گی۔" کالکا کا لب و لہجہ سرد ہو گیا۔ "میں جا رہی ہوں پرنتو اتنا یاد رکھنا کہ تم نے کالکا کی شکتی سے پنجہ لڑانے کی کوشش کی ہے۔"

میں نے دل ہی دل میں لیڈی ۔کلارنس کو آواز دی لیکن اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ مجھے حیرت تھی کہ ابھی تک لیڈی ۔کلارنس میری مدد کو کیوں نہیں آئی۔ اس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ ہمیشہ آڑے وقتوں میں میرے کام آئے گی پھر اسے اب کس بات کا انتظار تھا؟ کیا کالکا سے کھل کر مقابلہ کرنا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔

میں لفٹ سے نیچے اترا تو سراج نے اپنے ساتھیوں کو دوسری گاڑی میں جانے کی ہدایت کی اور خود مجھے لے کر اپنی گاڑی میں بیٹھنے لگا تو ایک سب انسپکٹر تیزی سے لپکتا ہوا قریب آکر بولا۔

"سر۔ کیا آپ مسٹر شہباز کو تنہا لے جانے کا رسک لیں گے؟"

"تم دفتر پہنچو۔" سراج نے انجن اسٹارٹ کرتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "میں اپنی ڈیوٹی بہتر سمجھتا ہوں۔"

سب انسپکٹر واپس چلا گیا۔ میں اگلی نشست پر خاموش بیٹھا رہا۔ مجھے معلوم تھا کہ سراج اس وقت مجبور ہے۔ اوپر سے ملنے والی ہدایت پر عمل کرنا اس کے لیے ضروری تھا۔ وہ کسی

گہری سوچ میں مستغرق تھا اور میرا ذہن اب ندیم کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ وہ مجھے تنہا چھوڑ کر نہیں جا سکتا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ اپنے تعلقات کو استعمال کرنے کی بھرپور کوشش کر رہا ہوگا ہو سکتا تھا کہ اس کے سادہ لباس والے اس وقت میری نگرانی پر مامور ہوں۔ اچانک میرے ذہن میں ایک خیال بڑی سرعت سے ابھرا اگر ندیم کے ساتھیوں نے مجھے بچانے کی کوشش کی تو اس میں پولیس مقابلے کا خطرہ بھی لاحق ہوگا اگر ایسا ہوتا تو میری پوزیشن اور خراب ہو سکتی تھی۔

"مسٹر شہباز۔" تھانہ قریب آنے لگا تو سراج نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ اس وقت مجھے ایک ناخوشگوار حکم کی پیروی کرنی پڑ رہی ہے۔"

"اور وہ حکم آپ کو گورنر ہاؤس سے ملا ہوگا۔" میں نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

"آپ کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟" سراج چونکا۔

"آپ کے آنے سے پہلے میرے آدمیوں نے اطلاع دی تھی کہ بھوشن بڑے غصے کی حالت میں اسی طرف گیا تھا۔"

"اس کی کوئی وجہ بھی معلوم ہوئی آپ کو؟"

"جی ہاں۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "ایک ہی علاقے میں دس بارہ آدمیوں کا قتل۔"

"وہ آدمی۔۔۔"

"بھوشن ہی کے اجرتی بدمعاش تھے۔ شاید آپ نے ان کے چہرے ابھی تک نہیں دیکھے۔"

"درست فرمایا آپ نے۔" سراج نے پرخیال انداز میں کہا۔ "مجھے اوپر سے یہی حکم ملا تھا کہ آپ کو فوری طور پر پولیس کی تحویل میں لے لیا جائے۔"

"کس جرم کی پاداش میں؟"

"آپ خود بھی محکمہ پولیس سے وابستہ رہ چکے ہیں۔ کبھی کبھی ہمیں اپنی مرضی کے خلاف بھی قانونی چارہ جوئی کرنی پڑ جاتی ہے۔"

"اوہ۔" میں نے سراج کو گھورا۔ "گویا اوپر والوں نے بھوشن کی اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ دس بارہ آدمیوں کے قتل میں کسی زاویے سے میرا ہاتھ بھی شامل ہے۔"

"ابھی میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔" سراج ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا۔

"آئی سی۔" میں نے اس کی بے بسی کا مذاق اڑایا۔ "گویا احکام کی دوسری قسط آپ کو بعد میں حاصل ہوگی۔"

"آپ کو اس بات کا اندازہ کس طرح ہوا کہ جو لوگ دہشت گردی کا شکار ہوئے ہیں ان کا تعلق بھوشن ہی سے ہوگا۔"

"بالکل اسی طرح جس طرح اوپر والوں کو دفتر میں بیٹھے بیٹھے محض بھوشن کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر اس بات کا الہام ہو گیا کہ میں ہی ان تمام قتل کا ذمے دار ہوں۔"

"میں سمجھ رہا ہوں کہ۔۔۔"

"پلیز مسٹر سراج۔" میں نے تیزی سے اس کی بات کاٹ دی۔ "آپ فی الحال اپنا ذہن یا ضمیر استعمال کرنے کی کوشش نہ کریں۔ وہی کریں جو اوپر سے کہا جائے۔"

"آپ کی جگہ اگر میں بھی ہوتا تو شاید میری کیفیت بھی کچھ ایسی ہی ہوتی۔"

"ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں اگر اجازت ہو۔" میں نے مسکرا کر طنز کیا۔

"کہیے۔"

"ہو سکتا ہے کہ آپ کو اوپر والوں کے حکم کی پیروی کرنے کے سلسلے میں کچھ مشکلات بھی درپیش آ جائیں۔"

"میں آپ کی بات کا برا نہیں مانوں گا۔" سراج نے تھوڑے توقف سے جواب دیا۔

اپنے آفس پہنچ کر اس نے گاڑی روکی تو اس کے انسپکٹر اور مسلح پولیس والے وہاں پہلے ہی سے ہمارے منتظر تھے۔ سراج مجھے براہ راست اپنے دفتر میں لیتا چلا گیا پھر اس نے اپنے سب انسپکٹر کو اندر بلا کر پوچھا۔

"مرنے والوں کے سلسلے میں کیا رپورٹ ہے۔"

"کل گیارہ آدمی مرے ہیں اور دو چار زخمی ہوئے ہیں جنہیں بروقت طبی امداد کی خاطر اسپتال پہنچا دیا گیا ہے۔" سب انسپکٹر نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے جواب دیا۔ "مرنے والوں میں سے آٹھ پولیس کو مختلف وارداتوں میں مطلوب تھے۔ باقی تین کے بارے میں یہی معلوم ہوا ہے کہ ان کا اس دنگے فساد سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ وہ اچانک ہونے والی فائرنگ کی لپیٹ میں آ گئے تھے۔"

"اور وہ گواہ کہاں ہیں جنھوں نے عینی شاہد بننے کی خاطر مجھے دفتر میں ہونے کے باوجود جائے واردات پر پولیس کی نگاہوں سے دیکھا ہے۔" میں نے براہ راست سب انسپکٹر سے دریافت کیا پھر بولا۔ "میرا خیال ہے کہ آپ انھیں بلا کر میرا چہرہ کرا دیں تاکہ انھیں عدالت میں کوئی مشکل نہ پیش آئے۔"

"مسٹر شہباز۔" سراج نے جلدی سے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ اب آپ زیادتی سے کام لے رہے ہیں۔"

"حیرت ہے۔" میں مسکرا دیا۔ "میں آپ کی ایک مشکل دور کرنے کی خاطر بلا معاوضہ ایک قیمتی مشورہ دے رہا ہوں اور آپ اسے زیادتی کا نام دے رہے ہیں۔ شاید نیکی کر اور پولیس کے ہتھے چڑھ جا ایسے ہی موقعوں کے لیے کہا گیا ہے۔"

"میرے لیے اب کیا حکم ہے سر۔" سب انسپکٹر نے مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے سراج سے دریافت کیا۔

"آپ باہر ٹھہریں، ضرورت پیش آئی تو میں آپ کو دوبارہ بلوا لوں گا۔"

سراج نے سب انسپکٹر کے جانے کے بعد مجھ سے کچھ کہنا چاہا تھا لیکن اسی وقت باہر سے افراتفری کی آوازیں آنے لگیں پھر قبل اس کے سراج صورت حال دریافت کرنے کی خاطر کسی کو طلب کرتا، وہ خود بھی بوکھلا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے آنے والے کو بڑی سعادت مندی سے سلوٹ کیا تھا۔ میں نے نظریں گھما کر دیکھا، پولیس آئی جی بہ نفس نفیس دروازے کے قریب کھڑا سراج کو قہرآلود نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"آپ مسٹر شہباز خان کو کس کے حکم سے یہاں لائے ہیں۔" آئی جی کا لہجہ سرد تھا۔

"مجھے گورنر صاحب کے پرسنل سکریٹری نے فون کیا تھا اور اس کے بعد آپ نے بھی فون پر۔۔۔"

"میں نے صرف یہ کہا تھا کہ آپ مسٹر شہباز پر نظر رکھیں۔" آئی جی نے سراج کا جملہ مکمل نہیں ہونے دیا۔ اس کے لب و لہجے سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ بات بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔ سراج پلکیں جھپکا کر رہ گیا۔

"آپ لوگوں نے مسٹر شہباز کے ساتھ کوئی زیادتی تو نہیں کی۔"

"ج۔۔۔جی۔۔۔ نہیں۔۔۔" سراج نے ہڑبڑا کر جواب دیا۔ "میں انھیں اپنی گاڑی میں ساتھ لے کر آیا ہوں۔"

"آیندہ اوپر سے ملنے والے احکامات کی تصدیق کیے بغیر عمل کرنے سے گریز کریں۔" آئی جی نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ "غالباً اس سلسلے میں ایک سرکلر بھی جاری کیا جا چکا ہے۔"

"جی ہاں۔" سراج نے دبی زبان میں جواب دیا۔

"گورنر یا ان کے پرسنل سکریٹری کے کسی بھی احکامات کے سلسلے میں رازداری بے حد ضروری ہے۔"

"آیندہ خیال رکھوں گا سر۔"

"مسٹر شہباز۔" اس بار مجھے مخاطب کیا گیا۔ "آپ کو جو زحمت اٹھانی پڑی۔ میں اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔"

"مجھے کوئی زحمت نہیں اٹھانی پڑی۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "مسٹر سراج سے میرے تعلقات خاصے دیرینہ ہیں لیکن میں یہ بھی بخوبی جانتا ہوں کہ مسٹر سراج ایک فرض شناس اور دیانت دار پولیس آفیسر ہیں۔ احکامات کی پیروی کرنا بھی ان کے فرائض منصبی میں شامل ہے اس لیے جو کچھ ہوا مجھے اس کی شکایت بھی نہیں ہے۔"

"لیکن جو کچھ ہوا وہ محض غلط فہمی کا نتیجہ تھا۔" آئی جی نے اپنی پوزیشن صاف کرنے کی خاطر جلدی سے کہا۔ "میں نے گورنر کے پرسنل سکریٹری سے بھی کنفرم کر لیا ہے۔ اس کا بھی یہی کہنا ہے کہ گورنر صاحب کی طرف سے ایسا کوئی حکم جاری نہیں کیا گیا۔"

"آپ کو اس بات کی اطلاع کس طرح ملی تھی کہ مجھے پولیس تحویل میں لیا جا رہا ہے۔" میں نے قدرے چبھن زدہ انداز میں پوچھا۔

"ہمارے اپنے بھی کچھ ذرائع ہوتے ہیں جن کی وضاحت ضروری نہیں ہے۔" آئی جی نے خشک لہجے میں جواب دیا۔ "بہرحال مسٹر سراج آپ کو آپ کے دفتر تک چھوڑ آئیں گے۔"

"شکریہ۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "مسٹر سراج کو پہلے ہی خاصی زحمت اٹھانی پڑی ہے، فی الحال میں انھیں مزید پریشان کرنا نہیں چاہتا۔"

"آپ اگر مناسب سمجھیں تو میرا ڈرائیور آپ کو چھوڑ آئے گا۔"

"نو تھینکس۔" میں نے آئی جی اور سراج سے باری باری ہاتھ ملایا پھر باہر آ گیا۔ تھانے سے نکل کر باہر سڑک پر آیا تو ندیم اپنی گاڑی میں بیٹھا میرا انتظار کر رہا تھا۔ مجھے یہ سمجھنے میں زیادہ دشواری پیش نہیں آئی کہ آئی جی نے بذات خود سراج کے دفتر تک آنے کی تکلیف کیوں کی تھی۔ ندیم نے یقیناً گورنر لیول سے اونچی ہی کوئی سفارش تلاش کی ہوگی ورنہ آئی جی فون پر بھی سراج کو مجھے باعزت طور پر جانے کی ہدایت جاری کر سکتا تھا۔ میں گاڑی کا دروازہ کھول کر اگلی نشست پر بیٹھ گیا تو ندیم نے گاڑی گیئر میں ڈال کر مین روڈ پر آتے ہوئے کہا۔

"سراج سے پرانے مراسم کا تجربہ کیسا رہا؟"

"وہ مجبور ہو گیا تھا۔" میں نے تھانے میں ہونے والی تمام تفصیل دہراتے ہوئے کہا۔ "آئی جی کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ بڑی مہارت سے اصلیت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کر رہا ہے۔ خود سراج بھی ششدر ہی رہ گیا تھا۔"

"گورنر صاحب بہادر نے بھی یہی کہہ کر جان چھڑائی ہے کہ ان کی طرف سے ایسا کوئی حکم جاری نہیں کیا گیا۔" ندیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "دانشوروں کا قول ہے کہ سارا جھگڑا زر، زن، زمین کی بنیاد پر ہوتا ہے لیکن جانے کیوں سفارش کا خیال ان کے ذہن سے نکل گیا۔"

"تم نے کس کی سفارش استعمال کی تھی۔" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"ظاہر ہے کہ وہ کوئی ایسی ہی شخصیت ہوگی جس کے آگے گورنر صاحب نے بھی ہتھیار ڈال دیے۔ انھی کے حکم پر آئی جی صاحب نے تھانے تک آنے کی زحمت اٹھائی تھی۔"

"بھوشن کے بارے میں اب تمہارا کیا خیال ہے۔" میں نے اس مقصد کی طرف آتے ہوئے کہا۔ "کیا اب بھی تم اس کے کھل کر میدان میں اترنے کا انتظار کرو گے۔"

"فکر مت کرو۔" ندیم نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میرے ساتھی اس وقت بھی بھوشن کا مقصد پاک کرسکتے تھے جب وہ اپنے گارڈز کے ساتھ گورنر ہاؤس جانے کے لیے نکلا تھا لیکن میں نے اپنے قیمتی آدمیوں کو کسی خطرناک ٹکراؤ سے روک دیا تھا۔"

"مصلحت کیا تھی۔"

"دس بارہ آدمی پہلے ہی کام آچکے ہیں اگر بھوشن اور اس کے ساتھیوں کو بھی ٹھکانے لگادیا جاتا تو پوری انتظامیہ حرکت میں آجاتی لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ میں بھوشن کو نظرانداز کردوں گا۔ اس کا نمبر بھی اب بہت جلد آنے والا ہے۔" ندیم نے بڑے پراعتماد لہجے میں کہا۔ "یہ بھی ممکن ہے کہ خود بھوشن کے عملے کا کوئی پرانا ملازم ہی اپنے پستول کی تمام گولیاں بھوشن کے جسم میں اتار دے۔"

"تم ایسا نہیں کرو گے۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "بھوشن میرا شکار ہے۔ میں اسے اپنے ہاتھوں سے موت کے گھاٹ اتاروں گا۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے بشرطیکہ تم بھی میری بات مان لو۔"

"کیا؟"

"تمہارے لیے ماہ رخ کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے۔ میں نے اس وقت اسی کو استعمال کیا تھا۔" ندیم نے کہا۔ "ورنہ کسی صوبے کے گورنر کی دم پر پاؤں رکھنا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ ماہ رخ بھوشن کے سلسلے میں بھی کسی خطرناک اقدام کے بارے میں غور کررہی ہے۔ تم اس ضمن میں بھی اس سے بات کرلینا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے مختصرا جواب دیا پھر کچھ سوچ کر بولا۔ "رکی کے سلسلے میں کیا ہوا۔ کیا اس نے اپنی زبان کھولی؟"

"وہ عام بدمعاشوں سے ذرا مختلف چیز ہے۔" ندیم بولا۔ "اس کی پنڈلی کا زخم خاصا گہرا ہے لیکن اس نے اس کے بارے میں بھی کسی تشویش کا اظہار نہیں کیا۔ میں نے بھی فوری طور پر اسے زبان کھولنے پر مجبور نہیں کیا لیکن میرا خیال ہے کہ رکی بھوشن کے خلاف گواہی دینے پر آمادہ ہوجائے گا۔ راجو اسے یقین دلانے کی کوشش کررہا ہے کہ میلبا کا قتل بھوشن ہی کے آدمیوں نے کیا تھا۔ میلبا رکی کو بہت عزیز تھی۔ اس کی خاطر وہ اپنے سگے باپ کے خلاف بھی زہر اگلنے کو تیار ہوسکتا ہے۔"

"کریم کی حالت اب کیسی ہے؟"

"اسے ریکور کرنے میں کچھ وقت لگے گا لیکن اس کی حالت اب خطرے سے باہر ہے۔"

پھر ندیم نے مجھے میرے کہنے پر دفتر کے سامنے ہی اتار دیا لیکن جاتے جاتے بھی اس نے مجھے ماہ رخ کا شکریہ ادا کرنے کی تاکید دوبارہ کی تھی۔ میں نے مسکرا کر حامی بھرلی۔ دفتر کے لوگ میری توقع کے عین مطابق میرے سلسلے میں پریشان تھے۔ میری فوری واپسی نے انہیں بڑی حد تک مطمئن کردیا تھا۔ شام تک میں دفتر ہی میں رہا پھر دفتر سے اٹھ کر ماہ رخ کی طرف چل پڑا۔ بھوشن کے سلسلے میں وہ میرے لیے بہت کارآمد ہوسکتی تھی۔

یوں تو ماہ رخ کو سلیمان شاہ کا ویسے بھی خوف نہیں تھا لیکن اس کی غیر موجودگی میں آنکھوں کا جو پردہ حائل تھا اب وہ بھی اٹھ چکا تھا۔ میں نے اپنی آمد کی اطلاع کرائی تو اس نے فورا ہی بلوالیا۔ میں نے اس کی خواب گاہ میں قدم رکھا تو ایک لمحے کو یہ خیال گزرا کہ میں غلطی سے کسی ایسے سمندری ساحل پر پہنچ گیا ہوں جہاں سن باتھ کی ضرورت جسم کی ستر پوشی سے زیادہ اہم سمجھی جاتی ہے۔ کچھ ایسی ہی صورت اس وقت مجھے ماہ رخ کی خواب گاہ میں نظر آرہی تھی۔ کمرے میں روشنی کا نظام پہلے سے مختلف تھا۔ چھت کے ساتھ ساتھ برقی قمقمے ضرور موجود تھے لیکن ان کے نیچے نصف دائرے کی صورت میں اس طرح کسی ٹھوس شے کو لگایا گیا تھا کہ روشنی نیچے کی سمت آنے کے بجائے چھت سے ٹکرا کر منعکس ہورہی تھی جس نے ماحول کو خاصا خوابناک بنادیا تھا۔ پوری خوابگاہ میں ایک مسحور کن خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔

ماہ رخ ایک ہلکے آسمانی رنگ کے ڈریسنگ گاؤن میں تھی۔ جس وقت میں کمرے میں داخل ہوا ماہ رخ خواب گاہ کے ایک گوشے میں بیٹھی پینے میں مست تھی۔ مجھے دیکھ کر ایک خاص ادا سے جسم کو لوچ دیتی اٹھی تو میں نے شرم سے نظریں جھکالیں۔

"مجھے یقین تھا کہ تم ضرور آؤ گے۔" وہ میرے قریب آکر بہکے بہکے لہجے میں گنگنائی۔ "خود کو بہلانے کی خاطر اور وقت کاٹنے کے لیے میں نے پینی شروع کردی تھی لیکن اتنی زیادہ نہیں پی کہ تمہارا استقبال نہ کرسکوں۔"

"میں اس وقت تمہارا شکریہ ادا کرنے کی غرض سے آیا ہوں۔" میں نے نظریں اٹھا کر اس کی جانب دیکھا تو وہ مجھے سنگ مرمر کا تراشیدہ ایک حسین شاہکار نظر آئی جس کے زیروبم کو اجاگر کرنے کی خاطر ایک باریک کپڑا ڈال دیا گیا تھا۔ عریانیت اور ننگے پن کا فرق بھی عجیب ہے اگر جنس مخالف مختصر لباس پہنے تو دیکھنے والے کا تجسس بڑھ جاتا ہے لیکن وہی جسم لباس کی قید سے قطعی آزاد ہو تو پھر حسن کی ساری رعنائیاں جیسے بجھ سی جاتی ہیں۔ مغربی تہذیب نے عریانیت کے مفہوم کو چونکہ شروع سے ختم کررکھا ہے اس لیے ان کے یہاں تجسس باقی نہیں رہ گیا۔ ساحل سمندر، نیوڈز کلب، مساج گھروں میں مادرزاد برہنہ ہوتے ہیں اور چونکہ ایک حمام میں سب ہی ننگے ہوتے ہیں تو پھر شرم وحیا ان کے قریب

بھی ہوکر نہیں گزرتی۔ ویسے بھی ان کے یہاں بربات کی کھلی چھٹی ہوتی ہے اس لیے کوئی کسی پر انگلی نہیں اٹھاتا۔ سب اپنے کام سے کام رکھتے ہیں، اپنی اپنی دنیا میں مست رہتے ہیں۔ احساس اور غیرت کا مفہوم ہی اگر ختم ہوجائے تو قید وبند کے معنی بھی فوت ہوجاتے ہیں۔ ماہ رخ بھی اگر لباس کی قید وبند سے آزاد ہوتی تو شاید اس کے اندر حسن کا مفہوم اور میری نگاہوں میں مچلنے والا تجسس فوت ہوکر رہ جاتا۔

"شکریہ۔" اس نے بالوں کو پیچھے کی جانب جھٹکتے ہوئے بڑی معصومیت سے کہا۔ "کس بات کا شکریہ؟"

"اگر تم نے آج میری مدد نہ کی ہوتی تو بھوشن اپنے مقصد میں کامیاب ہوجاتا۔ میری تجارتی ساکھ کو شدید دھچکا پہنچ سکتا تھا۔"

"تمہارا کیا خیال ہے۔" اس نے شرابی اور مخمور نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ "کیا مجھے تمہاری سفارش نہیں کرنی چاہیے تھی۔"

"یہ میں نے کب کہا۔" میں نے خود کو سنبھالا۔ "دوست وہی ہوتا ہے جو وقت پر کسی کے کام آجائے۔"

"لیکن دوسرے کے کام آنے والوں کی بھی دو خاصیت ہوتی ہے۔" اس کا لہجہ معنی خیز ہوگیا۔ "ایک وہ ہوتا ہے جو بے لوث خدمت کرتا ہے اور دوسرا۔۔۔ دوسرے میں اس کی کسی ذاتی خودغرضی کو بھی دخل ہوتا ہے۔ تم اپنی ماہ رخ کو کس میں شمار کروگے۔"

"مجھے تمہارے دونوں انداز پسند ہیں۔" میں نے اس بار اسے نظر بھر کر دیکھا۔ "میں اس کا مفہوم سمجھ رہا تھا۔ ایک بار اس کا وہی خوبصورت مرمر سے تراشیدہ جسم بے ہوشی کے عالم میں میرے تصرف میں آچکا تھا۔ میں جس گناہ سے بچنا چاہتا تھا وہ ایک بار سرزد ہوچکا تھا۔

"سچ شہباز۔" ماہ رخ نے آگے بڑھ کر درمیانی فاصلہ بھی بڑی حد تک ختم کردیا۔ میرا ہاتھ تھام کر میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر عجیب پرمسرت لہجے میں بولی۔ "یہ تم کہہ رہے ہو۔ تم؟ کہیں میرے کان تو نہیں بج رہے۔ ایک بار پھر اپنے جملے کو دہراؤ شہباز تاکہ تمہاری ماہ رخ کو احساس ہوسکے کہ وہ کوئی خواب نہیں دیکھ رہی۔"

"نہیں ماہ رخ۔" میں نے پہلی بار ہمت کی اس کے بازوؤں کو تھام کر بولا۔ "تم خواب نہیں دیکھ رہیں۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ مجھے تمہاری زندگی کے دونوں رخ پسند ہیں۔ مجھے تمہاری دوستی پر بھی فخر ہے۔"

"کاش وقت کی نبض یہیں تھم جائے۔" ماہ رخ کی گرم گرم سانسیں میرے سینے سے ٹکرانے لگیں۔ "وقت اسی مرکز پر ٹھہر جائے۔ ہمیشہ کے لیے اور میں اسی طرح تمہارے وجود کی تپش سے اپنے احساس کو گرماتی رہوں۔"

"لیکن یہ سب کچھ گناہ ہے۔" میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔

"جب دوستی اپنی انتہا کو پہنچ جائے، دل ایک دوسرے کی دھڑکنیں محسوس کرنے لگیں، آنکھیں آنکھوں کا مفہوم سمجھنے لگیں تو پھر گناہ وثواب کے تمام فاصلے ختم ہوجاتے ہیں۔" اس نے بڑے فلسفیانہ انداز اور سرسراتے لہجے میں جواب دیا۔

"لیکن۔" میں نے کچھ کہنے کی کوشش کی۔

"کسی کو آسمان کی بلندیوں تک لے جاکر اس کا ہاتھ چھوڑدیا جائے تو وہ زمین پر آکر ریزہ ریزہ ہوجاتا ہے۔" وہ بے اختیار میرے جسم سے لپٹ کر خمار آلود لہجے میں بولی۔ "پیاسا کنویں کے پاس تک جائے اور پھر پیاسا ہی رہ جائے۔ اس سے بڑی بے بسی اور کیا ہوسکتی ہے۔ میرے وجود کو تمہاری مضبوط بانہوں کی ضرورت ہے اگر تم نے مجھے ٹھکرادیا تو میں۔۔۔ میں زہر کھاکر جان دے دوں گی۔"

"خود کو سنبھالو ماہ رخ۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے کمزور آواز میں جواب دیا۔ "تم یہ کیوں بھول رہی ہو کہ ہم دونوں شادی شدہ ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے شہباز۔" اس نے اپنے نرم ہاتھوں کی بندش کچھ اور سخت کرلی۔ "مسافر تھک جائیں تو کسی سایہ دار درخت کے نیچے دو گھڑی رک کر سانس لینے کو گناہ نہیں کہا جاتا۔ مجھے معلوم ہے کہ تم کسی اور کے ہو لیکن خوشی سے اگر اپنی زندگی کے چند لمحے مجھے مستعار دے دو تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

"ماہ رخ۔"

"مجھے مایوس نہ کرو شہباز۔" اس کے لہجے میں التجا کا رنگ آگیا۔ "ہم دونوں ایک بار پہلے بھی بہت قریب سے ایک دوسرے کو چھو چکے ہیں۔ محسوس کرچکے ہیں اس لیے ایک دوسرے کے لیے اجنبی بھی نہیں ہیں۔"

"تم شاید ٹھیک کہہ رہی ہو مگر اس وقت میں مدہوش تھا۔"

"مجھ سے قریب آکر دیکھو شہباز، میں تمہیں پھر مدہوش کردوں گی۔" اس نے میرا ہاتھ تھاما پھر صوفے پر آکر اس طرح بیٹھ گئی کہ اس کا سر میری آغوش میں تھا۔ اس کے سانس کی رفتار سے اس کے جسم میں ہونے والا ارتعاش بڑا ہیجان انگیز تھا۔ اس کی شرابی آنکھیں مجھے گھور رہی تھیں۔ ان نگاہوں میں ایسا سحر تھا جو مجھے آہستہ آہستہ تسخیر کررہا تھا۔ میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن میرے قدموں میں لغزش آگئی۔ میں انسان تھا۔ انسان۔ جو غلطیوں کا پتلا ہوتا ہے۔ فرشتہ ہوتا تو شاید شیطان مجھ پر غالب نہیں ہوسکتا تھا۔ میری نگاہیں ماہ رخ کے وجود پر بہک رہی تھیں۔ اس کی مخمور نگاہیں مجھے مدہوش

کر رہی تھیں۔ اس کے پھولوں کی پتیوں جیسے نرم و گداز ہونٹ کپکپا رہے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ میرے اندر بھی ایک کشمکش جاری تھی۔

ماہ رخ میری کیفیت کا اندازہ لگا رہی تھی۔ اس نے ایک ہاتھ میری گردن میں ڈال کر آہستہ سے زور دیا تو میرے قدم جم نہ سکے' الکھڑ گئے پھر شیطان کی فتح کے وحشیانہ قہقہے خوابگاہ میں گونجنے لگے لیکن ماہ رخ کے اندر چھپا آتش فشاں مجھے اپنے ساتھ بہالے گیا۔ مجھے پیراکی آتی تھی لیکن میں نے ہاتھ پیر مار کر خود کو غرق ہوجانے سے بچانے کی کوشش نہیں کی گرم گرم سانسیں بڑی دیر تک آپس میں الجھتی رہیں' مجھے کچھ یاد نہیں رہا۔ میرے ذہن پر بوجھل بوجھل سی غنودگی طاری ہوگئی پھر مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی بپھری ہوئی لہر نے مجھے اٹھا کر ساحل کی نرم گرم ریت پر ڈال دیا' میں نے ہاتھ پیر چھوڑ کر آنکھیں بند کرلیں' لمحوں کا شمار بھلا کون کرتا۔ اتنا ہوش کس کافر کو تھا۔

مجھے یاد نہیں کہ میں کب تک نیند کی حالت سے دوچار رہا۔ میری محویت کا طلسم اس وقت آہستہ آہستہ ٹوٹنے لگا جب ایک مانوس سی آواز میرے کانوں میں رس گھولتی ہوئی ابھری۔

"شہباز۔ میرے من مندر کے دیوتا' آج تمہاری پجارن بھی تمہارے پاس جھولی پھیلائے کھڑی ہے۔ کچھ مجھے بھی دان کردو۔"

میں نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں تو ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا' کالکا اس وقت حسن کی دیوی کے سندر روپ میں میرے سامنے دامن پھیلائے کھڑی مسکرا رہی تھی۔ میں نے تیزی سے بستر کی طرف دیکھا جہاں ماہ رخ کا خوبصورت جسم بکھرا پڑا تھا۔

"تم۔" میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے کالکا کو گھورا۔ "تم یہاں کیا لینے آئی ہو۔"

"مجھے بھی تمہاری جوانی کی بھکشا درکار ہے۔ مجھے نراش مت کرنا میرے پران ناتھ۔"

"کالکا۔" میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ "کیا میں تمہارے اس سندر شریر کو اپنی بانہوں میں سمیٹ سکتا ہوں۔"

"ہاں۔" کالکا اپنے گداز ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولی۔ "آج تمہاری کالکا بھی اپنی پیاس۔ اپنے من کی اگنی بجھانے کے لیے بہت بے کل ہے۔"

"مجھ سے دور کیوں ہو۔" میں نے جان بوجھ کر بہکے بہکے لہجے میں کہا۔ "میرے قریب کیوں نہیں آتیں۔"

"لو۔ میں آنکھیں موندے لیتی ہوں۔" کالکا نے مستی کے عالم میں کہا۔ "آج میں تمہیں اپنے قریب آنے سے روکوں گی نہیں۔"

کالکا نے اپنی آنکھیں بند کرلیں تو میں تیزی سے اٹھا۔

میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔ شاید کالکا مجھے اور ماہ رخ کو دیکھ کر بے خود ہوگئی تھی۔ وہ بھول چکی تھی کہ اگر میں نے اس کے جسم کو اپنی بانہوں میں سمیٹا تو اس کا انجام بھی داور' گول ورما اور موہنی سے مختلف نہیں ہوگا۔ جل بھن کر راکھ کے ڈھیر میں بدل جائے گا۔ کالکا کی موت میرے لیے یقیناً فائدہ مند ہی ثابت ہوتی۔ اس لیے کہ اب وہ میرے کام آنے کے بجائے میرے دشمنوں کا ساتھ دے رہی تھی۔ میں نے اپنی رفتار تیز کردی۔ کالکا مستی کے عالم میں آنکھیں بند کیے کھڑی تھی اور میں اس کے انجام پر دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔

موت اور زندگی کا فاصلہ تیزی سے گھٹ رہا تھا۔ میں نے فاتحانہ انداز میں جھپٹ کر کالکا کے مہکتے چہکتے وجود کو اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا۔ مجھے یقین تھا کہ کالکا کے ناپاک وجود کے خاتمے کا وقت قریب آچکا تھا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ کالکا نے آنکھ کھول کر مجھے فاتحانہ انداز میں دیکھا تو میرے دل کی دھڑکنیں یکلخت تیز ہوگئیں۔ میں نے نگاہوں کا زاویہ بدل کر اپنے سیدھے ہاتھ کی انگلیوں کو دیکھا تو میرا دل دھک سے رہ گیا۔ صندلی انگوٹھی میری انگلی میں نہیں تھی۔

"جو سواد مجھے تمہاری بانہوں میں مل رہا ہے وہ پہلے کبھی نہیں ملا۔" کالکا نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "آج میرے جیون کا سب سے سندر دن ہے۔"

صندلی انگوٹھی کی غیر موجودگی نے مجھے بوکھلا دیا تھا' میں کالکا کو چھوڑ کر تیزی سے دو قدم پیچھے ہٹ گیا' میری کیفیت اس کھلاڑی سے مختلف نہیں تھی جس کے ہاتھوں سے شمشیر زنی کے مقابلے میں اچانک خنجر ہاتھ سے نکل گیا ہو اور وہ دوسرے کے رحم و کرم پر ہو' یہ شکست میرے لیے غیر متوقع تھی۔ کمبل پوش بزرگ نے بھی اس انگوٹھی کی واپسی پر زور دیا تھا لیکن پھر شاید انھیں میرے دگرگوں حالات پر رحم آگیا تھا۔ جاتے جاتے خدا کے اس نیک اور برگزیدہ بندے نے اشاروں کنایوں میں مجھے گناہ کی سمت راغب ہونے سے منع کیا تھا لیکن وقت کی گردش نے مجھے حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا۔ ماہ رخ میرے لیے اس وقت اس خوشہ گندم سے کم نہیں ثابت ہوئی جس کے کھانے کے بعد حضرت آدم کو جنت سے نکالا ملا تھا' لیکن اب پچھتاوے بیکار تھے۔ تیر کمان سے نکل چکا تھا اور اب میں ایک ناپاک طاغوتی قوت کے رحم و کرم پر تھا' میں نے کالکا کو جلا کر راکھ کردینے کا جو خواب کبھی دیکھا تھا وہ شرمندہ تعبیر نہیں ہوا' بازی اچانک اس کے حق میں ہوگئی تھی۔ بساط الٹ چکی تھی' اب کوئی مہرے کسی کام کے نہیں رہ گئے تھے۔ میں نے پلٹ کر ماہ رخ کی سمت نظر ڈالی وہ ابھی تک گناہ کی لذتوں سے سرشار خوابوں کی دنیا کی سیر کررہی تھی لیکن وہ اگر جاگتی ہوتی تو بھی میرے کسی کام نہیں آسکتی تھی۔ کالکا کوئی انسانی مخلوق نہیں تھی جو کسی اونچی سفارش کے آگے گھٹنے ٹیک دیتی۔

کالکا کی تیز قاتل نظریں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ اس کے گداز ہونٹوں پر فاتحانہ تبسم رقص کررہا تھا۔

"تمہارے من میں اس سمے جو بھونچال اٹھ رہا ہے وہ میں پڑھ رہی ہوں۔" وہ استہزائیہ انداز میں بولی۔ "تم نراش مت ہو میرے سپنوں کے راج کمار۔ تمہاری کالکا رانی اب بھی تمہارے چرنوں کی داسی ہے۔ پرنتو اب تم اپنی من مانی نہیں کرسکو گے۔ اب تمہیں میرے اشاروں پر چلنا ہوگا۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میرے دل کی دھڑکنیں اس جواری سے مختلف نہیں تھیں جو محض ایک غلط چال چلنے کے بعد اپنی زندگی کی تمام جمع پونجی ایک ہی داؤ پر لگا بیٹھا ہو۔ میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ کالکا کی بات سننے کے بعد مجھے بڑی شدت سے اس بات کا احساس ہوا تھا کہ اس کے اور میرے دل کی سوچوں کے درمیان جو پردہ حائل تھا وہ اٹھ چکا ہے۔ اب اس کی طاغوتی قوت میرے دل کا حال پڑھ سکتی تھی۔

"اتنے بیاکل کیوں ہو میرے بھولے ناتھ۔" کالکا نے ایک توبہ شکن انگڑائی لے کر کہا۔ "کیا آج تم کالکا کو اپنی بانہوں میں سمیٹنے کی خواہش کا اظہار نہیں کرو گے۔ کیا تمہاری کالکا رانی اس سندری سے زیادہ حسین اور خوبصورت نہیں ہے جسے تم ابھی مسل چکے ہو۔"

"مجھے اپنی غلطی کا احساس ہے۔" میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"جو بیت گیا سو بیت گیا' اب ہاتھ ملنے سے کیا فائدہ۔" وہ معنی خیز لہجے میں بولی۔ "جو چھایا تمہاری رکھشا کررہی تھی۔ وہ تمہارے سر سے چھٹ چکی ہے۔ میں نے کہا تا کہ تم جس شکتی کے بل پر اونچے سروں میں بول رہے ہو وہ زیادہ دنوں تک تمہارا ساتھ نہیں دے گی۔"

"شاید میرے مقدر میں یہی لکھا تھا۔"

"چھی۔۔۔ چھی۔۔۔ اب ایسے نراش مت ہو' کالکا اب بھی تمہیں زمین سے اٹھا کر آکاش پر بٹھا سکتی ہے لیکن اب تم میری کسی بات سے انکار نہیں کرسکو گے۔"

"نہیں۔۔۔" میں نے دل کڑا کر کے کہا۔ "میں اب بھی تمہارے اشارے پر نہیں چلوں گا۔"

"بری بات ہے۔" وہ مسکرا کر بولی۔ "اچھے بالک بڑوں کے کہنے سے انکار نہیں کرتے۔"

"اوہ۔ تم اتنی بڑی کب سے ہوگئیں؟" میں نے اس بار سخت لہجے میں سوال کیا۔

"جب سے تمہاری شکتی کا گھمنڈ ٹوٹا ہے۔" اس کا لہجہ بھی تلخ ہوگیا۔

"مجھے اپنی غلطی کا احساس ہے لیکن اس کے باوجود۔۔۔"

"تم پھر اونچا بولنے کی کوشش کررہے ہو شہباز خان۔" اس نے زہر خند سے میری بات کاٹ کر کہا۔ "چکور کی طرح چندرما تک اڑنے کی کوشش مت کرو ورنہ منہ کے بل دھرتی پر گروگے تو لہولہان ہوجاؤ گے۔"

"تم جس زندگی کی بات کررہی ہو وہ میری موت سے زیادہ بہتر نہیں ہوگی۔"

"اپنے بھوش کے بارے میں اتنی جلدی کوئی فیصلہ نہ کرو۔ تم نہیں جانتے کہ تمہارے اوپر کیا بیتنے والی ہے۔"

"مجھے کچھ جاننے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔"

"کیا اب بھی کالکا کی مہان شکتی سے پنجہ لڑانے کا دھیان تمہارے من میں کلبلا رہا ہے۔" اس کے لہجے میں خنجر کی سی کاٹ تھی۔ "اپنے من سے اس خیال کو نکال دو بھولے ناتھ' اب کالکا سے اجازت لیے بغیر موت کی دیوی بھی تمہارے قریب نہیں آئے گی۔ الجھی ہوئی ڈور کا سرا تلاش کرنے کی کوشش کروگے تو اور الجھ جاؤ گے تمہاری مکتی اسی میں ہے کہ آنکھ موند کر اپنی کالکا رانی کی آگیا کا پالن کرتے رہو۔"

"اور اپنے خدا اور رسول کو بھی بھول جاؤ۔" میں نے اسے تیز نگاہوں سے گھورا۔

"وہ تو تم بھول چکے تھے۔" اس نے بڑا گہرا طنز کیا۔ "نہ بھولتے تو ماہ رخ کی سندرتا کے جال میں پھنس کر موم کی طرح پگھل جاتے' میں کوئی غلط بات تو نہیں کررہی ہوں؟"

"انسان غلطیوں کا پتلا ہے لیکن اگر وہ سچے دل سے توبہ مانگے تو خدا اس کی توبہ ضرور قبول کرلیتا ہے۔"

"تمہیں اب اس کا موقع نہیں ملے گا۔" کالکا نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ "میں تمہیں دنیا کے گورکھ دھندوں میں اس طرح الجھا دوں گی کہ تم سسک سسک کر موت کی بھیک مانگو گے پرنتو موت بھی تمہارے قریب نہیں پھٹکے گی' جو تمہارے پاس ہے اس کی قدر کرو۔ پاپ اور پن کی باتیں دھرماتماؤں اور بڑے بڑے نیتاؤں کو شوبھا دیتی ہیں۔ تم ان چکروں میں پڑ کر کیا کروگے۔"

"تم کیا چاہتی ہو؟" میں نے سرد آواز میں پوچھا۔

"اس سندر ناری کے شریر کو چیر پھاڑ کر روند ڈالو جس نے تمہیں کالکا کے چرنوں پر لا ڈالا ہے۔"

کالکا کا لہجہ تحکمانہ تھا' وہ ماہ رخ کو میرے ہاتھوں قتل کرانا چاہتی تھی' میرے پاس فرار کا کوئی راستہ نہیں تھا لیکن میں ماہ رخ کے خون سے اپنے ہاتھ رنگنے کو بھی تیار نہیں تھا' وہ میری محسنہ تھی' میں اسے موت کے گھاٹ نہیں اتار سکتا تھا۔ مجھے یہ بھی علم تھا کہ ماہ رخ کے قتل کے بعد میرے خلاف ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوگا جس سے بچنے کی خاطر مجھے کالکا کی طاغوتی قوتوں کے سامنے دامن پھیلانا پڑے گا۔

"تم جو سوچ رہے ہو وہ غلط نہیں ہے۔" کالکا نے میرے دل کا حال پڑھتے ہوئے سرد آواز میں کہا۔ "پرنتو اس کے سوا تمہارے پاس کوئی دوسرا راستہ بھی نہیں ہے۔"

میں تلملا کر رہ گیا۔ اسی وقت لیڈی مکلارنس کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"اتنی جلدی ہمت ہارنے کی ضرورت نہیں ہے میرے عزیز۔ تم اس وقت کالکا کی گندے جال میں پھنس کر بے بس ہوگئے ہو' میں فوری طور پر تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتی لیکن اتنی پیشن گوئی ضرور کرسکتی ہوں کہ حالات ابھی اتنے خراب نہیں ہوئے جتنا تم سوچ رہے ہو۔ میرے ایک مشورے کو گرہ سے باندھ لو تم اپنے دل میں میرے بارے میں کوئی بات مت سوچنا ورنہ کالکا اس بات سے آگاہ ہوجائے گی۔"

میں نے لیڈی مکلارنس کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے اس کے بارے میں کچھ نہیں سوچا۔

"آنے والے وقت کا انتظار کرو۔ جلد بازی میں کوئی قدم

ایسا نہ اٹھانا کہ بچاؤ کے تمام راستے بند ہوجائیں۔ فی الحال تم کالکا کو شیشے میں اتارنے کی کوشش کرو۔ ماہ رخ کو قتل کرنے کے بعد تمہیں کوئی طاقت نہیں بچا سکے گی۔"

میں بدستور خاموش کھڑا کالکا کو گھورتا رہا۔

"میں اب جارہی ہوں' لیکن میں اب بھی تمہیں اس کا یقین دلاتی ہوں کہ ایک نہ ایک دن میں کالکا کی مورتی کی طرح اس کی روح پر بھی قبضہ جمالوں گی۔"

"کن وچاروں میں گم ہو بھولے ناتھ۔" کالکا نے مجھے خاموش دیکھ کر پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ تمہاری دوستی کے علاوہ اب میرے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔"

"مجھے وشواس تھا کہ تم کالکا کی شکتی کے سامنے سر جھکا دو گے۔" وہ بڑے غرور و تکبر سے بولی۔

"شاید میں نے تمہارا کہنا نہ مان کر غلطی ہی کی تھی۔" میں نے لیڈی مکلارنس کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے بھوشن کو نقصان پہنچانے کے سلسلے میں کچھ انتظار کرلینا چاہیے تھا۔"

"اب تمہارا کیا خیال ہے؟"

"میں بھوشن سے دور ہی رہوں گا۔"

"لیکن اب تم اپنی مرضی سے نہیں کالکا کی مہان شکتی سے ڈر کر یہ فیصلہ کررہے ہو۔ کیوں شہباز خان؟"

"ہاں۔ میں اس سے انکار نہیں کروں گا۔" میں نے دل میں کچھ سوچے بغیر کہا۔

"کیا تم مجھے وشواس دلا سکتے ہو کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو وہ تمہارے اندر کی آواز ہے۔" کالکا فاتحانہ انداز میں مسکراتے ہوئے بولی۔

"میں تیار ہوں۔"

"پھر آگے بڑھو۔۔۔ اور ماہ رخ کو اپنے اور میرے بیچ سے ہمیشہ کے لیے ہٹا دو۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن کبھی ماہ رخ نے بھی میرے اوپر کچھ احسانات کیے تھے۔ میری درخواست ہے کہ تم میرا اتنا کٹھن امتحان نہ لو۔"

"مارگریٹ کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟" وہ پینترا بدل کر بولی۔

"وہ۔ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اسے قتل کرنے کے بعد اس کی لاش کو اس طرح غائب کردیا گیا ہے کہ کسی کو اس کی خبر نہ ملے۔"

"اور رکی۔"

"وہ میرے دوست کے کیسینو میں قید ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ اگر تم کوشش کرو تو پروفیسر ابرار کے سلسلے میں میرے کام آسکتے ہو۔"

"مجھے کیا کرنا ہوگا۔" میں نے بڑی سعادت مندی سے دریافت کیا۔

"دھیرج سے کام لو شہباز خان۔" وہ مسکرائی۔ "میں تمہیں آہستہ آہستہ استعمال کروں گی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ماہ رخ کی خواب گاہ جو کچھ دیر قبل میرے لیے کسی طلسماتی دنیا سے کم نہیں تھی اب جیل کی اس کال کوٹھری سے زیادہ اذیت ناک تھی جہاں پھانسی پانے والے کسی مجرم کو بلیک وارنٹ کے بعد منتقل کیا جاتا ہے۔

"میجر نصیر کی چیک پوسٹ کو بم کے دھماکے سے کس نے اڑایا تھا؟"

"پروفیسر ابرار نے۔۔۔" میں نے بغیر جھجکے کہا۔ "کم از کم اس نے یہی کہا تھا۔"

"میں جانتی ہوں۔" کالکا نے میری بے بسی پر لطف اندوز ہوتے ہوئے جواب دیا۔ "مجھے خوشی ہے کہ تم جھوٹ نہیں بول رہے۔"

میں جواب میں ہونٹ چبا کر رہ گیا۔

"دس بارہ آدمیوں کے قتل میں کس کا ہاتھ تھا؟"

"میں پورے یقین سے نہیں کہہ سکتا لیکن ندیم نے مجھے یہی بتایا تھا کہ اس میں اس کے آدمیوں کا ہاتھ تھا۔"

"پانڈے اور نرمل کے بارے میں کیا کہو گے؟"

"ندیم نے ان دونوں کو بھی کسی محفوظ مقام پر رکھا ہے۔" میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ "کیا تمہاری مہان شکتی ان کا کھوج نہیں لگا سکتی؟"

"کل صبح تم سیدھے بھوشن کے دفتر جاؤ گے۔" اس نے میرے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"وہاں جا کر مجھے کیا کرنا ہوگا۔" میں نے دل پر جبر کر کے پوچھا۔

"اب یہ ضروری نہیں ہے کہ کالکا تمہاری ہر بات کا جواب دے۔" وہ بے رخی سے بولی۔ "تم صرف میری آگیا کا پالن کرتے رہو۔ اسی میں تمہاری مکتی ہے۔" میں پھر تلملا کر رہ گیا۔

"اب تم واپس جاسکتے ہو لیکن ایک بات کا دھیان رکھنا۔" اس کا لہجہ سرد اور سفاک تھا۔ "اگر تم نے کالکا کا کہنا نہ مانا تو پھر ماہ رخ کو قتل کرنے کے بعد تمہیں خود بھی تھانے جا کر اس کا اقرار بھی کرنا ہوگا۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سر جھکائے ماہ رخ کی خواب گاہ سے باہر آگیا۔ کالکا کے فاتحانہ قہقہوں نے دور تک میرا تعاقب کیا تھا۔ میرے پاس فوری طور پر لیڈی مکلارنس کے مشورہ پر عمل کرنے کے سوا کوئی دوسرا راستہ بھی نہیں تھا۔

دوسری صبح میں بھوشن کے دفتر میں اس کے سامنے بیٹھا تھا۔ لیڈی مکلارنس نے مجھے یہی مشورہ دیا تھا کہ فی الحال میں کالکا سے بگاڑ کرنے کی کوشش نہ کروں مجھے بھی کسی ایسے موقع کی تلاش تھی کہ میں الٹی ہوئی بساط کو اپنے حق میں کرسکوں' کالکا سے الجھنے کی صورت میں اس کی گندی طاقت مجھے کسی خطرناک چکر میں مبتلا کرسکتی تھی۔

بھوشن کے آفس تک پہنچنے میں مجھے کئی جگہ روکا گیا۔ میری جامہ تلاشی لی گئی۔ ان کا سلوک میرے لیے تحقیر آمیز تھا۔ میں خون کے گھونٹ پی کر سب کچھ سہتا رہا' خود بھوشن نے مجھے دیکھ کر نفرت ہی کا اظہار کیا تھا۔

"تشریف لائیں شہباز خان صاحب۔ بیٹھیے اور سنائیے آج کل آپ کے حالات کیسے ہیں' میرے پاس آنے کی زحمت کیسے گوارا کرلی۔ مجھے حکم دیا ہوتا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوجاتا۔"

"میرا خیال ہے کہ ہم دونوں ہی بزنس مین ہیں اس لیے ہمیں مفاہمت اور دوستی کا کوئی راستہ اختیار کرنا ہوگا۔"

"لیکن ہمارے بزنس میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔" وہ میرا مذاق اڑاتے ہوئے بولا۔ "دوسرے یہ کہ دوسروں پر حکم چلانا میری عادت بن چکی ہے' آپ شاید میری اس نیچر کو پسند نہ کریں۔"

"میرا اشارہ کسی مشترکہ کاروبار کی طرف نہیں تھا۔" میں نے دل پر جبر کرتے ہوئے جواب دیا۔

"اور میں آپ کے کس کام آسکتا ہوں؟" اس کے تیور میں تکبر موجود تھا۔

"میں صرف یہ چاہتا ہوں مسٹر بھوشن کے ہمارے درمیان جو غلط فہمیاں پیدا ہوگئی ہیں وہ دور ہوجائیں۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"آئی سی۔" وہ استہزائیہ انداز میں بولا۔ "گویا آپ کو اب اس بات کا احساس ہوگیا ہے کہ بھوشن سے دشمنی آپ کے لیے نقصان دہ ہی ثابت ہوگی۔"

"یہ میں نے کب کہا۔" میں نے سنبھل کر جواب دیا۔

"پھر۔ یہاں آنے میں آپ کی اور کیا مصلحت تھی؟" اس کی کشادہ پیشانی شکن آلود ہوگئی۔

"بزنس میں ہم دونوں کو ہی نقصان پہنچ سکتا ہے۔" میں سنجیدگی سے بولا۔

"کیا تم مجھے دھمکی دینے کی غرض سے آئے ہو۔" بھوشن کے تیور یکلخت بدل گئے۔ "تم شاید بھول گئے ہو شہباز خان کے اس وقت تم کس کے آفس میں براجمان ہو۔"

"میں اب بھی یہی کہوں گا مسٹر بھوشن کہ تمہیں میرے بارے میں ہی نہیں' خود اپنے بارے میں خاصی غلط فہمی ہوگئی ہے۔" میں نے تمام مصلحتوں کو بالائے طاق رکھ کر قدرے سپاٹ انداز میں جواب دیا۔

"بھوشن کی غلط فہمی بھی کسی کو شمشان گھاٹ پہنچانے کے لیے بہت کافی ہوتی ہے۔" وہ بڑے سرد لہجے میں بولا۔ "لیکن میں اپنے دشمنوں کو للکار کر مارنے کا عادی ہوں۔ تم اس وقت میرے دفتر میں نہ ہوتے تو شاید ــــ" وہ اپنا جملہ مکمل کرنے کے بعد ہونٹ چبانے لگا۔

"ٹھیک ہے۔" میں اٹھ کھڑا ہوا۔ "میں صرف یہی دیکھنا چاہتا تھا کہ تم کس حد تک آگے جاسکتے ہو۔"

"گیٹ لاسٹ۔" وہ چیخ اٹھا۔ "نکل جاؤ یہاں سے اور یاد رکھنا کہ بھوشن نے تمہیں اس وقت جیون دان کیا ہے ورنہ ــــ"

"ورنہ تم میرا کیا کرسکتے تھے۔" میرے تیور بھی بدل گئے۔ "تم اس وقت اپنے دفتر میں ہو اس لیے اونچی آواز میں بول رہے ہو' کیا مجھے اب وہ محاورہ بھی دہرانا ہوگا کہ اپنی گلی میں ــــ"

"بلیبر ــــ" بھوشن پوری قوت سے چلایا اس کے ساتھ ہی اس نے میز کے نیچے ہاتھ ڈال کر کوئی بٹن دبایا تھا۔ دوسرے ہی لمحے ایک خوفناک قسم کا آدمی رائفل تانے اندر داخل ہوا۔

"کیا حکم ہے سر۔" بلیبر نے میری سمت خطرناک نظروں سے گھورتے ہوئے بھوشن سے سوال کیا۔

"ان مہاشے کو باعزت طور پر باہر جانے کا راستہ دکھاؤ۔ تمام گارڈز اور سیکورٹی کے عملے کو سختی سے ہدایت کردو کہ اگر یہ شخص دوبارہ میرے آفس کے آس پاس دکھائی دے تو اسے ختم کردیا جائے۔ دیٹ از آل۔"

اگر میں اس وقت مجبور نہ ہوتا تو شاید بھوشن سے زندگی اور موت کا دو ٹوک فیصلہ کرلیتا' لیکن کالکا کی قوت مجھے کسی اور خطرناک کیس میں ملوث کرسکتی تھی چنانچہ میں بھوشن کو گھورتا ہوا واپسی کے ارادے سے پلٹا ہی تھا کہ بلیبر نے اپنی رائفل کا رخ بھوشن کی جانب کرکے بدلی ہوئی آواز میں کہا۔

"تم اپنے دفتر میں آئے ہوئے کسی مہمان کی بے عزتی کا کوئی حق نہیں رکھتے' تمہیں مسٹر شہباز سے اپنے رویے کی معافی مانگنی پڑے گی۔"

بلیبر کی بدلی ہوئی آواز سن کر میرے علاوہ خود بھوشن بھی چونکے بغیر نہ رہ سکا پھر اس نے دوبارہ اپنا سیدھا ہاتھ میز کے نیچے لے جانے کی کوشش کی تھی کہ بلیبر نے سفاکانہ لہجے میں کہا۔

"اپنے دونوں ہاتھ اوپر ہی رکھو مسٹر بھوشن جوزف' ورنہ تم جانتے ہو کہ بلیبر کا نشانہ آج تک کبھی خطا نہیں ہوا۔"

بلیبر کے اندر رونما ہونے والی اس اچانک تبدیلی نے

مجھے ششدر کردیا۔ وہ یقیناً اس وقت جو کچھ کہہ رہا تھا اس میں اس کے اپنے ارادے کو کوئی دخل نہیں تھا' لیکن وہ کون سی طاقت تھی جو اس وقت بلیبر کو کنٹرول کررہی تھی؟ شاید لیڈی مکلارنس ــــ میں نے سوچا پھر اچانک میرے ذہن میں کالکا کا تصور ابھرا اگر صندلی انگوٹھی کے بعد وہ مجھے اپنے اشاروں پر نچا سکتی تھی تو پھر اس نے بھوشن کے دفتر آنے پر کیوں مجبور کیا تھا؟ کیا وہ موجودہ صورتحال سے باخبر نہیں تھی یا بھوشن کے ستارے گردش میں آچکے تھے؟ اگر یہ دونوں باتیں غلط تھیں تو پھر وہ کون سی قوت تھی جس نے بلیبر کے دل و دماغ پر اپنا تسلط جما رکھا تھا' بھوشن کے ذہن میں بھی کچھ ایسے ہی خیالات گردش کررہے تھے' بلیبر کے فیصلہ کن لہجے نے اسے بھی گنگ ہی کردیا تھا۔

"وقت مت ضائع کرو مسٹر بھوشن ورنہ میں تمہارا جسم چھلنی کردوں گا۔"

"تم ــــ تم شاید اس وقت ہوش میں نہیں ہو۔" بھوشن نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

"تمہارا خیال غلط ہے۔" بلیبر کی بدلی ہوئی آواز کمرے میں گونجی۔ "اس وقت صرف بلیبر کا جسم تمہارے سامنے موجود ہے' لیکن اس کے دل و دماغ پر میرا قبضہ ہے' میرا ایک اشارہ بلیبر کی انگلیوں کو رائفل کی لبلبی دبانے پر مجبور کرسکتا ہے۔ میں تمہیں صرف ایک منٹ کی مہلت دے سکتا ہوں اس کے بعد کیا ہوگا تم خود بھی اس کا اندازہ لگا سکتے ہو۔"

"آئی ــــ ای ــــ ایم ــــ سوری مسٹر شہباز۔" بھوشن نے مردہ سی آواز میں مجھے مخاطب کیا۔

"بلیبر۔" وہی آواز کمرے میں دوبارہ سنائی دی۔ "تم دس منٹ تک اسی پوزیشن میں کھڑے رہو گے۔ اس بات کا خیال رکھنا کہ مسٹر شہباز کے دفتر سے نکلتے ہی بھوشن کسی کمینگی کا ثبوت دینے کی خاطر دوغلے پن سے کام لینے کی کوشش نہ کرے۔ دس منٹ بعد تم میری قید سے دوبارہ آزاد ہوجاؤ گے۔"

بھوشن کے چہرے پر ایک رنگ آرہا تھا ایک جارہا تھا' خود میری کیفیت بھی کچھ ایسی ہی تھی' میں ابھی تک یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ وہ کون سی نادیدہ قوت ہے جو اچانک میری مدد پر آمادہ ہوگئی ہے اور کالکا کو اس کی خبر نہ ہوسکی۔ کیا وہ لیڈی مکلارنس تھی جس نے بیک وقت کالکا اور بلیبر دونوں کو ایک ہی وقت میں اپنی پراسرار قوت یا بلیک میجک کے ذریعہ باندھ رکھا تھا۔

"ذہن پر زیادہ زور مت دو شہباز خان۔" اس بار وہ آواز مجھ سے مخاطب تھی۔ "جتنی جلدی ہوسکے یہاں سے نکل جاؤ۔"

"لیکن ــــ"

"فی الحال سوال جواب کرنے سے پرہیز کرو' واپسی کا راستہ تمہارے لیے بالکل صاف ہوگا' بھوشن کے کارندے اس وقت بھی اپنی اپنی جگہ پوری طرح چوکس ہیں لیکن وہ تمہیں دیکھ نہیں سکیں گے۔"

میں نے دوسرا سوال نہیں کیا' ایک نظر بھوشن اور بلیبر پر ڈالی' وہ دونوں ہی کسی بت کی طرح اپنی جگہ کھڑے ایک دوسرے کو پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے میں تیزی سے باہر نکل آیا' بھوشن کے حفاظتی دستے کے لوگ باقاعدہ پوزیشن لیے کھڑے تھے' میں ان کے سامنے سے تیز تیز قدم اٹھاتا عمارت سے باہر آگیا' لیکن کسی نے میری طرف کوئی توجہ نہیں دی تھی۔

اپنے دفتر کی سمت واپس جاتے ہوئے بھی میرے ذہن میں وہی پراسرار آواز گونج رہی تھی۔ جس نے میری مدد کی تھی۔ میرا خیال تھا دس منٹ بعد کالکا دوبارہ مجھ سے ضرور رابطہ قائم کرے گی' اس نے یہی کہا تھا کہ صندلی انگوٹھی نے جسے کمبل پوش بزرگ نے مجھے دیا تھا۔ اس کا میری انگلی سے غائب ہوجانا اس بات کی علامت تھی کہ میرے اوپر سے وہ سایہ ہٹ گیا تھا جس نے کالکا کی شکتی کو بے اثر بنا رکھا تھا اور اب مجھے کالکا کے اشاروں پر چلنا پڑے گا۔ اسی نے مجھے بھوشن کے دفتر جانے کا حکم دیا تھا لیکن صورتحال غیر متوقع پر تبدیل ہوگئی تھی۔

دفتر آنے کے بعد بھی میں تقریباً آدھے گھنٹے تک اسی پراسرار آواز کے بارے میں ذہنی جمناسٹک کرتا رہا پھر فون کی گھنٹی کی آواز نے میرے خیالات کا شیرازہ منتشر کردیا۔ دوسری جانب سے ندیم کی آواز سنائی دی۔

"تم نے تنہا بھوشن کے دفتر جانے کی حماقت کیوں کی تھی؟"

"میں تنہا کب تھا۔" میں نے بات بنانے کی کوشش کی۔

"مجھے یقین تھا کہ تمہارے جاں نثار ماتحت میری نگرانی پر ضرور مامور ہوں گے اور کسی آڑے وقت پر میرے کام آنے سے گریز نہیں کریں گے۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔"

"میں محسوس کررہا ہوں کہ کل رات سے تمہاری ذہنی حالت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔"

"ہوسکتا ہے کہ ماہ رخ کی ملاقات نے میرے اوپر سحر کردیا ہو۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔

"اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم کوئی اہم بات مجھ سے چھپانے کی کوشش کررہے ہو۔" ندیم سنجیدہ تھا۔

"میرا خیال ہے کہ اب ہمارے درمیان ایسی کوئی بات نہیں ہے جن سے ہم دونوں واقف نہ ہوں۔"

"بھوشن کے پاس کس لیے گئے تھے؟"

"سے یہ باور کرانے کے لیے کہ اگر اب بھی وہ اپنی حرام زدگی سے باز نہ آیا تو پھر اس کا انجام بھیانک ہی ہوگا۔"

"اور بھوشن اور اس کے گرگوں نے تمہارا راستہ روکنے کی کوشش نہیں کی۔" ندیم نے غیر یقینی انداز میں دریافت کیا۔

"ہوسکتا ہے کہ بھوشن نے اپنے دفتر میں کوئی انتہائی قدم اٹھانے سے گریز کیا ہو۔ بہرحال مجھے خوشی اس بات کی ہے کہ اس نے بات بڑھانے کی حماقت نہیں کی۔"

"تم نے کل رات ماہ رخ کو کس حالت میں چھوڑا تھا۔"

"کیا مطلب۔۔۔" میں چونک اٹھا۔ ندیم کے اس غیر متوقع سوال نے میرے ذہن کو الجھا دیا تھا۔

"ماہ رخ اس وقت ایک پرائیویٹ اسپتال کے وی آئی پی روم میں بے ہوش پڑی ہے۔" ندیم نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "اس کی حالت ابھی تک خطرے سے باہر نہیں ہے۔ ماہرین کا خیال ہے کہ اس نے جو شراب پی تھی وہ زہر آلود تھی۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے تیزی سے کہا۔ ماہ رخ کی حالت سننے کے بعد نہ جانے کیوں میرے جسم میں ایک سرد سی لہر دوڑ گئی۔

"ماہ رخ کے بنگلے پر مامور عملے کا بیان ہے کہ تم آخری آدمی ہو جس نے ماہ رخ سے ملاقات کی تھی۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "ہوسکتا ہے کہ پولیس تم سے تفتیش کی غرض سے ملے لیکن تم ایک جواب پر ڈٹے رہنا۔ جب تم ماہ رخ کی رہائش گاہ پر گئے تھے اس وقت وہ بالکل نشے کی حالت میں نہیں تھی' جو شراب اس کے معدے سے برآمد ہوئی ہے ہوسکتا ہے وہ تمہارے جانے کے بعد استعمال کی گئی ہو۔"

"کیا تم نے ماہ رخ سے ملنے کی کوشش نہیں کی۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا۔

"کی تھی۔۔۔ لیکن ابھی ڈاکٹرز نے اس کے کمرے کے باہر نو وزیٹرس کی تختی لگا رکھی ہے جس پر بڑی سختی سے عمل کیا جارہا ہے' اس کے علاوہ پولیس نے بھی اسپتال کے عملے کو سخت تاکید کر رکھی ہے کہ جب تک وہ ماہ رخ کا بیان نہیں لے لیتی کسی دوسرے شخص کو اس سے ملاقات کی اجازت نہ دی جائے۔"

"کیا سلیمان شاہ کو بھی ماہ رخ کی کیفیت کی اطلاع مل چکی ہے۔"

"شاید ابھی تک اسے اطلاع نہیں ملی۔" ندیم نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میری اطلاع کے مطابق سلیمان شاہ اپنی زمینوں پر گیا ہوا ہے اور اس کی واپسی ایک ہفتے بعد متوقع ہے۔ مجھے ماہ رخ کی ایک پرسنل سکریٹری نے یہی اطلاع دی ہے۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہوسکتا کہ سلیمان شاہ کے اشارے پر اس کے کسی نمک حلال ملازم نے شراب کی بوتلوں میں زہر ملا دیا ہو۔"

"میرا انتظار کرو۔ میں تمہاری طرف آرہا ہوں۔" ندیم نے کہا پھر رابطہ منقطع کردیا۔

ندیم کے فون نے مجھے ایک نئی الجھن سے دوچار کردیا۔ واقعات جس انداز سے پیش آرہے تھے انھوں نے میرے ذہن کو بری طرح الجھا دیا تھا۔ بھوشن کے آفس میں اس کے ملازم بلبیر کا میرے بجائے خود بھوشن پر رائفل تان لینا اور اب ماہ رخ کے زہر پینے کی اطلاع' یہ سب کچھ میرے لیے حیرت انگیز ہی تھا۔ نہ جانے کیوں میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ اب بھی کوئی پراسرار طاقت میری پشت پناہی کررہی تھی' لیکن صندلی انگوٹھی کے غائب ہوجانے کے بعد وہ کون سی قوت تھی جو میرا ساتھ دے رہی تھی' مجھے اس کی مطلق کوئی اطلاع نہیں تھی۔ لیڈی مکلارنس نے اگر میرا ساتھ دیا ہوتا تو وہ کھل کر اس کا اقرار بھی کرسکتی تھی' کمبل پوش بزرگ مجھ سے خفا نہ ہوتے تو صندلی انگوٹھی اب بھی میرے ہاتھ میں ہوتی۔ کالکا سے اب اس بات کی کوئی توقع نہیں تھی کہ وہ بھوشن کے مقابلے پر میرے کسی کام آئے گی۔ اجناء کے قبیلے کی اس نیک دل شخصیت نے جو خدا کے برگزیدہ بزرگ کے اشارے پر میری مدد کررہی تھی اس نے بھی یقیناً" نگاہیں پھیرلی ہوں گی' پھر وہ کون سی نادیدہ قوت تھی جس نے بھوشن کے دفتر میں بلبیر کے ذہن کو پلٹا دیا تھا جس وقت وہ بھوشن کے بلانے پر اندر داخل ہوا تھا اس وقت اس کی خونخوار نگاہوں میں میرے لیے قہر ہی قہر تھا۔ اس کے تیور ضرورت سے کچھ زیادہ خطرناک نظر آرہے تھے لیکن پھر انتہائی حیرت انگیز طور پر وہ بھوشن پر رائفل تان بیٹھا تھا۔ اس کے علاوہ میرا بھوشن کے آدمیوں کی نگاہوں سے گزر کر واپس نکل آنا اور ان کا دم سادھے کھڑے رہنا یہ سب کچھ کسی طلسمی کہانی سے مختلف نہیں معلوم ہورہا تھا۔

معاً" میرے دل میں لیڈی مکلارنس کا خیال ابھرا' اس کی آواز نے مجھے یقین دلایا تھا کہ بھوشن کے آدمیوں کی نگاہوں کے سامنے ایک پردہ کھینچ دیا جائے گا تاکہ وہ مجھے دیکھنے سے قاصر رہیں۔ ہوا بھی ایسا ہی تھا۔ اس خیال کے تحت میں نے لیڈی مکلارنس کو یاد کیا۔

"میں تمہارے دل کا حال پڑھ رہی ہوں میرے عزیز۔" لیڈی مکلارنس کی مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "مجھے یقین ہے کہ وہ نادیدہ قوت جس نے میرے اور تمہارے درمیان ایک دیوار کھڑی کر رکھی تھی اب تمہارا ساتھ نہیں دے رہی ہے ورنہ میں بھی کالکا کی طرح تمہارے دل کے اندر نہیں جھانک سکتی تھی۔"

"میں تمہارا شکر گزار ہوں لیڈی مکلارنس کے تم نے بھوشن کے دفتر میں۔۔۔"

"کیا اب تم میرا امتحان لینے کی کوشش کررہے ہو۔" وہ میرا جملہ کاٹتے ہوئے بولی۔

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔ "کیا تم نے مجھے اس بات کا یقین دلانے کی کوشش نہیں کی تھی کہ بھوشن کے آدمی واپسی میں مجھے نہیں دیکھ سکیں گے۔"

"میں نے کہا تھا مگر اس میں میری قوت کو کوئی دخل نہیں تھا۔" اس نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں بلاوجہ ہیروئن بننے یا دوسرے کا کریڈٹ اپنے سر لینے کی عادی نہیں ہوں۔ وہ کوئی اور ہی قوت تھی جس نے بھوشن کے آفس میں تمہاری مدد کی تھی۔"

"لیکن میں کسی قوت سے واقف نہیں ہوں۔"

"مجھے یقین ہے۔ اگر تم واقف ہوتے تو اس وقت ذہنی الجھن کا شکار کبھی نہ ہوتے۔" لیڈی مکلارنس نے کہا پھر سنجیدگی سے بولی۔ "ذہن پر زور ڈال کر سوچو میرے عزیز۔ کیا تم نے وہ آواز پہلے بھی کبھی سنی تھی جو بلبیر کے رنگ بدلنے کے بعد اچانک ہی تبدیل ہوگئی تھی۔"

"نہیں' میں نے وہ آواز پہلی بار سنی تھی۔" میں نے کہا پھر کچھ سوچ کر بولا۔ "کہیں اس میں بھی تو کالکا کی طاغوتی قوت کا کوئی دخل تو نہیں؟ ہوسکتا ہے کہ اس نے میرے ساتھ ڈبل گیم کھیلنے کی کوشش کی ہو۔"

"نہیں۔ وہ کالکا نہیں ہوسکتی۔"

"آپ اتنے یقین سے کس طرح کہہ سکتی ہیں۔" میں نے پھر بدل کر سوال کیا۔

"اس لیے کہ کالکا کی ایک ایک حرکت اب میرے مشاہدے میں رہتی ہے۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ابھی کچھ عرصے وہ اور میری دسترس سے باہر رہے گی۔ اس کے بعد وہ اپنی مورتی ہی کی طرح میرے قابو میں آجائے گی۔"

"ماہ رخ۔"

"میں جانتی ہوں۔" لیڈی مکلارنس نے ماہ رخ کا نام سن کر جواب دیا۔ "تمہارے دوست کی اطلاع غلط نہیں ہے۔ وہ اس وقت ایک پرائیویٹ اسپتال کے وی آئی پی روم میں بے سدھ پڑی ہے۔ اس نے کل رات جو شراب پی تھی وہ زہر آلود تھی۔"

"کیا اس نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے۔"

"نہیں۔ یہ تمہیں پھنسانے کی ایک سازش ہے لیکن تم پریشان مت ہو۔ مخالف قوتیں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکیں گی۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے پہلو بدل کر سوال کیا۔ "کیا تم اس طاقت سے واقف ہو جس نے میرے خلاف یہ سازش بنی ہے۔"

"ہاں' لیکن میں ابھی اس کے بارے میں زبان نہیں کھولوں گی۔"

"کیوں۔ کیا اس میں بھی کوئی مصلحت ہے۔" میرے لہجے میں ہلکی سی کاٹ بھی تھی۔

"ہاں۔ کچھ ایسی مصلحتیں ہیں جو ابھی تمہارے ذہن میں نہیں آسکتیں۔"

"بھوشن کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا وہ بلبیر کی حرکت کو آسانی سے معاف کردے گا۔"

"نہیں۔ تمہاری اطلاع کے لیے بتادوں کہ تمہارے بھوشن کے دفتر سے باہر آتے ہی بلبیر دوبارہ اپنی جون میں آگیا تھا لیکن بھوشن پاگل ہورہا ہے' اس نے بلبیر پر چوری کا الزام لگا کر اسے پولیس کے حوالے کردیا ہے' دفتر کے دوسرے لوگ بھی اس کے عتاب کا نشانہ بنے تھے' لیکن ان کا ایک ہی جواب تھا کہ انھوں نے تمہیں دفتر سے واپس جاتے نہیں دیکھا' بھوشن کو مجبوراً" ان کی بات تسلیم کرلینی پڑی لیکن اس وقت بھی وہ جنون کی حا سے دوچار ہے۔ اس کا بس نہیں چل رہا کہ خود اپنی ہی بوٹیاں نوچنا شروع کردے۔"

"کیا تم بھوشن کے بارے میں کوئی پیشن گوئی نہیں کرسکتیں۔ میرا مطلب ہے کہ اب اس کا اگلا قدم میرے خلاف کیا ہوسکتا ہے۔"

"ابھی میں پورے اعتماد سے کچھ نہیں کہہ سکتی۔ ویسے میرا خیال ہے کہ وہ اب کسی سفارش کے بجائے اپنی ذاتی قوت استعمال کرنے کی کوشش کرے گا۔"

"کیا وہ کامیاب ہوسکتا ہے۔"

"اس کا جواب آنے والا وقت ہی دے گا' لیکن میں ہر حال میں تم سے زیادہ دور نہیں رہوں گی۔" اس نے کہا پھر سلسلہ منقطع ہونے کی ہلکی سی کلک کی آواز ابھری تو میں نے بھی ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

اسی لمحے حسنہ کمرے میں داخل ہوئی اور میرا ذہن پھر الٹ گیا۔ ابھی تک اس کی شخصیت کا بھی دوسرا رخ میری سمجھ میں نہیں آسکا تھا' میں اسے تنقیدی نظروں سے گھورنے لگا۔

"میں اس وقت مخل تو نہیں ہوئی۔" اس نے بڑی معصومیت سے دریافت کیا۔

"جی نہیں۔ تشریف رکھیے۔" میں نے سنبھل کر اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا' پھر بولا۔ "آپ کو دفتر کا کام سمجھنے میں کوئی دشواری تو پیش نہیں آرہی۔"

"مجھے دفتر کے کام کی نہیں' کسی اور بات کی پریشانی لاحق ہے۔"

"وہ کیا؟" میں نے پوری توجہ سے اسے دیکھا۔

"میرا خیال ہے شاید رکی آسانی سے اپنی زبان نہیں کھولے گا۔"

"رکی۔" میں چونکا۔ "کیا آپ کو۔"

"اس بات کا علم ہو چکا ہے کہ وہ آپ کے دوست کے قبضے میں ہے۔" حسنہ نے معنی خیز انداز میں میرا جملہ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔ "کیا آپ رکی کے سلسلے میں میرا ایک مشورہ قبول کریں گے۔"

"آپ کو رکی کے بارے میں حالات کا علم کس طرح ہوا؟" میں نے اسے ٹٹولنے کی کوشش کی۔

"میرا مشورہ ہے کہ رکی کو قتل کرکے اس کی لاش کے ٹکڑے بھوشن کے بنگلے کے عقبی حصے میں پھینک دیے جائیں۔" وہ میرا سوال نظر انداز کرکے بڑی سنجیدگی سے بولی۔ "پولیس اس سلسلے میں کسی حد تک بھوشن کو پریشان کرنے میں کامیاب بھی ہو سکتی ہے۔"

"فی الحال تو میرے پریشان ہونے کا نمبر ہے۔" میں نے دوسرے زاویے سے حسنہ کو کریدنے کی خاطر کہا۔ "ماہ رخ ایک پرائیویٹ اسپتال کے وی آئی پی روم میں بے ہوش پڑی ہے' اسے شراب میں زہر دیا گیا تھا' کم از کم پولیس سرجن کی یہی رپورٹ ہے۔"

"اور اس سلسلے میں آپ کی پریشانی یہ ہے کہ اس شام آپ واحد آدمی تھے جو ماہ رخ سے ملے تھے۔"

"میں آپ کے بارے میں کیا سمجھوں۔" میں نے حیرت سے پوچھا۔ "آپ کو اتنی ساری باتوں کا علم کس طرح ہو جاتا ہے۔"

"جب آپ کو میری فکر دامن گیر ہے تو پھر مجھے بھی آپ کا خیال رکھنا ضروری ہے۔" اس کا لہجہ معنی خیز تھا۔

"میں اب بھی آپ کے اس جملے کا مقصد نہیں سمجھا۔" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔ "آپ کو اس بات کا وہم کس طرح ہو گیا کہ مجھے آپ کی فکر دامن گیر ہے جبکہ ملازمت حاصل کرنے کی درخواست خود آپ نے کی تھی۔"

"ماہ رخ کے سلسلے میں پریشان نہ ہوں۔" وہ میرے جملے کو نظر انداز کرتے ہوئے بولی۔ "اسے شراب میں زہر کے آمیزش کا علم ہوتا تو شاید وہ اسے کبھی منہ نہ لگاتی۔"

"کیا مطلب۔" میں پھر چونکا۔

"سلیمان شاہ کی جگہ اگر آپ ہوتے تو شاید آپ کے ذہن میں بھی ماہ رخ سے چھٹکارا حاصل کرنے کی ایسی ہی کوئی ترکیب آسکتی تھی۔" وہ اپنے جملے کو منقطع کیے بغیر بولی۔ "یہ بات ہر شخص کو معلوم ہے کہ سلیمان شاہ ایک ہفتے کے لیے اپنی زمینوں پر گیا ہوا ہے۔ ایسی صورت میں پولیس کا شبہ اس کی طرف نہیں جا سکے گا۔"

"تو کیا سلیمان شاہ کے کسی خاص آدمی نے جان بوجھ شراب کی بوتل میں زہر ملایا تھا۔"

"کبھی کبھی انسان بہت زیادہ محتاط ہونے کے باوجود دھوکا کھا جاتا ہے۔" حسنہ نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "ماہ رخ نے کبھی سلیمان شاہ کے کسی آدمی کو اپنی خواب گاہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی تھی۔ دونوں کے تعلقات کی نوعیت ہے یہ بیشتر لوگوں کو معلوم ہے۔ سلیمان شاہ اور ماہ رخ ایک دوسرے کی ضرورت بن چکے ہیں' لیکن آپ کی وجہ سے سلیمان شاہ نے یہی بہتر خیال کیا اب وہ ماہ رخ کا کانٹا درمیان سے نکال دے۔"

میں ایک لمحے کو گنگ رہ گیا' حسنہ کی وسیع معلومات مجھے پھر اس کی شخصیت کے بارے میں سوچنے پر مجبور کر رہی تھیں۔ میری چھٹی حس بار بار یہی کہہ رہی تھی کہ حسنہ بھی پراسرار قوتوں کی مالک ہے ورنہ اسے وہ حالات کس طرح معلوم ہو سکتے تھے جو بھوشن کے کمرے یا ماہ رخ کی بند خواب گاہ میں پیش آئے تھے۔

"کیا آپ یہ نہیں پوچھیں گے کہ ماہ رخ کی بوتل میں زہر کس نے شامل کیا تھا۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکرائی۔

"کیا آپ کی شخصیت اس کے بارے میں جانتی ہے؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"جی ہاں۔" اس نے بے پروائی سے کہا۔ "میرا تعلق جس قبیلے سے ہے اس میں ایسی باتوں کا جاننا ضروری سمجھا جاتا ہے۔" حسنہ نے پھر ایک گول مول انداز میں کہا۔ "ماہ رخ سلیمان شاہ سے اس قدر محتاط رہنے کی عادی تھی کہ وہ شراب کی ہمیشہ سیل بند بوتل استعمال کرنے کی عادی تھی لیکن اس کے اعتماد نے اسے دھوکا دیا۔"

"کیا مطلب۔۔۔"

"ماہ رخ کی خواب گاہ میں اس کی سکریٹری مس ملیحہ کے سوا کوئی دخل نہیں دے سکتا' ملیحہ کو خود ماہ رخ نے بہت چھان بین کے بعد اپنے لیے منتخب کیا تھا لیکن دولت کی طاقت کے آگے اس کے قدم بھی ڈگمگا گئے۔ سلیمان شاہ نے خاصی بھاری رقم ادا کرنے کے بعد ملیحہ کے اعتماد کو خریدا ہے۔ زہریلی شراب کی بوتل بھی اسی نے موقع پاکر تبدیل کی تھی۔"

"کالکا اور لیڈی مکلارنس کے بارے میں آپ کی کیا رائے کیا ہے؟" میں نے تیزی سے برجستہ سوال کیا۔ میں اس کی شخصیت کو بے نقاب کرنے کا خواہش مند تھا' مجھے یقین تھا کہ وہ روانی میں اپنی اصلیت کا اظہار بھی کر جائے گی لیکن ایسا نہیں ہوا۔

"کالکا اور لیڈی مکلارنس۔" اس نے غیر معمولی سنجیدگی کا مظاہرہ کیا۔ "یہ نام میں پہلی بار سن رہی ہوں۔"

میں جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا اسی وقت ندیم کمرے میں داخل ہوا۔

"میرے بارے میں کسی اور سے ڈسکس نہ کیجئے گا۔ پلیز۔" حسنہ نے سرگوشی کی پھر اٹھ کر آفس سے باہر چلی گئی۔

"کیا راز و نیاز ہو رہے تھے۔" ندیم نے میرے سامنے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"دفتری معاملات پر ڈسکشن ہو رہا تھا۔" میں نے حسنہ کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے جواب دیا پھر موضوع بدل کر پوچھا۔ "ماہ رخ کی حالت اب کیسی ہے۔"

"وہ ابھی تک کوما (COMA) کی کیفیت سے دوچار ہے' ڈاکٹر اسے بچانے کی جان توڑ کوشش کر رہے ہیں۔" ندیم نے کہا۔ "میں نے ماہ رخ سے ملنے کی کوشش کی تھی لیکن کامیاب نہیں ہو سکا۔ پولیس والے بڑی سختی سے اپنی ڈیوٹی انجام دے رہے ہیں۔"

"سلیمان شاہ کے بارے میں کیا رپورٹ ہے' کیا اسے ابھی تک ماہ رخ کے بارے میں اطلاع نہیں ملی؟" میں نے سوال کیا۔

"ہو سکتا ہے ہو گئی ہو لیکن ابھی تک وہ زمینوں سے واپس نہیں آیا۔" ندیم نے کہا پھر سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "میری بات کا خیال رکھنا' جس وقت تم ماہ رخ سے ملے تھے اس وقت وہ نشے کی حالت میں نہیں تھی۔"

میں کچھ اور معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن مجھے اس کا موقع نہیں ملا۔ سراج سادے کپڑوں میں دفتر میں داخل ہوا تھا' اس کے ساتھ جو ماتحت تھا وہ بھی سادہ لباس میں ہی تھا۔ البتہ اس نے روزنامچہ ٹائپ کا رجسٹر اور قلم ہاتھ میں دبا رکھا تھا' صاف ظاہر تھا کہ سراج میرا بیان قلمبند کرنے کے ارادے سے آیا تھا' میرا اندازہ غلط نہیں ثابت ہوا' ندیم کی موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے اس نے فوراً ہی اپنے آنے کا مقصد ظاہر نہیں کیا' کچھ دیر تک رسمی گفتگو ہوتی رہی پھر سراج کو ندیم کی موجودگی میں اصل مقصد کی طرف آنا پڑا۔

"مسٹر شہباز' میں اس وقت آفیسر نہیں بلکہ دوست کی حیثیت سے حاضر ہوا ہوں۔"

"اور یہ روزنامچہ کس خوشی میں ساتھ لیے گھوم رہے ہیں۔"

"بات دراصل یہ ہے کہ میں آپ کا بیان لینے کی غرض سے آیا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ آپ میرے ساتھ تعاون کریں گے۔" اس کے لہجے میں سعادت مندی سی تھی۔

"خیریت۔۔۔" میں نے انجان بن کر پوچھا۔

"خیریت ہوتی تو اس وقت یہاں کیوں آتا۔" اس نے کسمساتے ہوئے جواب دیا۔ "سوچ رہا ہوں کہ پھر طویل رخصت پر چلا جاؤں۔"

"بات کیا ہے؟"

"ماہ رخ صاحبہ ایک پرائیویٹ اسپتال میں داخل ہیں اور۔۔۔"

"پولیس سرجن کے دفتر کی رپورٹ ہے کہ ماہ رخ نے زہر ملی شراب پی لی ہے۔" ندیم نے جلدی سے کہا۔

"اوہ۔ گویا آپ کو یہ خبر بھی مل چکی ہے۔" ندیم کا جواب سن کر سراج نے اسے تیکھی نظروں سے دیکھا۔

"آئی سی۔" میں نے سراج سے کہا۔ "گویا آپ اس وقت ماہ رخ کے سلسلے میں میرا بیان لینے کی غرض سے تشریف لائے ہیں۔"

"جی ہاں۔ دراصل وہاں کے گارڈز اور دیگر ملازموں کا بیان ہے کہ کل شام آپ ہی وہ ملاقاتی تھے جو ماہ رخ صاحبہ سے آخری بار ملے تھے۔"

"میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ میں کل شام ماہ رخ سے ملنے گیا تھا۔" میں نے سنجیدگی اختیار کرلی۔ "آخری ملاقات والی بات ممکن ہے درست بھی ہو لیکن میں اس سلسلے میں وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"آپ ماہ رخ سے کس سلسلے میں ملے تھے؟"

"خالص کاروباری سلسلے میں۔" میں نے جواب دیا تو سراج کے ساتھ آنے والے اس کے ماتحت نے رجسٹر کھول کر اس پر سوال جواب لکھنے شروع کردیے تھے' باضابطہ کی کارروائی تھی جسے میں روک نہیں سکتا تھا' مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ بعد میں مجھے اس پر اپنے دستخط بھی کرنے ہوں گے اس لیے میں اپنی جگہ خاصا محتاط ہو گیا تھا۔

"کیا جس وقت آپ ماہ رخ سے ملے اس وقت وہ نشے کی حالت میں تھیں۔"

"بدقسمتی سے نہ تو مجھے مے نوشی کا کوئی تجربہ ہے نہ ہی میں کسی دوسرے کے بارے میں اس کا اظہار خیال وثوق سے کر سکتا ہوں۔ بہرحال جہاں تک میرا خیال ہے ماہ رخ اس وقت نشے کی حالت میں نہیں تھی جب میں اس سے ملا تھا۔"

"کیا وہ کچھ پریشان معلوم ہو رہی تھی۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میرا مطلب ہے کہ دوران گفتگو کیا کوئی ایسی بات ہوئی تھی جس سے اس بات کا اندازہ لگایا جا سکے کہ محترمہ کسی وجہ سے دل برداشتہ ہوں۔"

"جی نہیں۔ ہمارے درمیان بڑے خوشگوار موڈ اور ماحول میں گفتگو ہوئی تھی۔"

"آپ وہاں سے کس وقت رخصت ہوئے تھے۔"

"میں نے وقت نہیں دیکھا لیکن میرا خیال ہے کہ اس

وقت سات یا پھر ساڑھے سات کا وقت رہا ہوگا۔"
"اور کوئی خاص بات جسے آپ نے خاص طور پر نوٹ کیا ہو۔"
"جی نہیں۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ ہمارے درمیان بڑے خوشگوار ماحول میں گفتگو ہوئی تھی۔"
"ایک بات اور۔۔۔" سراج نے کچھ سوچتے ہوئے سوال کیا۔ "کیا جس وقت آپ کے اور ماہ رخ صاحبہ کے درمیان گفتگو ہو رہی تھی اس وقت وہاں کوئی تیسری شخصیت بھی موجود تھی۔"
"جی نہیں۔"
"کیا آپ اکثر کاروباری سلسلے میں محترمہ سے ملتے رہتے تھے؟"
"صرف بوقت ضرورت۔"
"مسٹر شہباز۔" سراج نے پہلو بدل کر سوال کیا۔ "کیا سلیمان شاہ کو اس بات کا علم ہے کہ آپ ان کی مسز سے ملتے رہتے ہیں۔"
"میں اس سوال کی وضاحت چاہوں گا۔" میں نے سراج کو تیز نظروں سے گھورا۔
"کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کی کھل کر وضاحت نہیں کی جا سکتی لیکن وہ قانونی نکتہ نگاہ سے خاصی اہم ہوتی ہیں۔"
"میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا کہ سلیمان شاہ کو ہمارے بارے میں کوئی علم ہے یا نہیں۔"
"کیا آپ کبھی سلیمان شاہ سے بھی براہ راست ملے ہیں؟"
"ایک دو بار کسی آفیشل فنکشن میں سرسری سی ملاقات ہوئی ہے۔"
"کیا آپ کو اس بات کا علم ہے کہ سلیمان شاہ آج کل اپنی زمینوں پر گئے ہوئے ہیں؟"
"میرا خیال ہے کہ ماہ رخ نے ایسی کوئی بات کہی تو تھی لیکن میں نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی۔"
"ایک آخری سوال اور۔۔۔ کیا آپ محترمہ کے بارے میں یہ بتا سکتے ہیں کہ انھوں نے جان بوجھ کر زہریلی شراب پی ہوگی یا کسی نے۔۔۔"
"آئی ایم سوری مسٹر سراج۔" میں نے تیزی سے جواب دیا۔ "آپ جو سوال مجھ سے کر رہے ہیں اس کا جواب ماہ رخ ہی بہتر طور پر دے سکتی ہیں۔"
"بائی دی وے مسٹر سراج۔" ندیم نے سنجیدگی سے پوچھا۔ "کیا آپ کو اس بات کا شبہ ہے کہ ماہ رخ کو زہر آلود شراب شہباز نے زبردستی پلائی ہوگی۔"
"میں نے یہ کب کہا۔" سراج نے ندیم کو گھورتے ہوئے کہا۔

"آپ کے آخری سوال سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کسی نہ کسی زاویے سے میرے دوست کو اس کیس سے ملوث کرنا چاہتے ہیں۔"
"قانونی باریکیوں کو آپ مجھ سے زیادہ نہیں سمجھتے ندیم۔" سراج نے ناخوشگوار انداز میں جواب دیا۔ "ویسے آپ کو بلاوجہ قانونی معاملات میں دخل اندازی سے گریز کرنا چاہیے۔"
"سوری۔" ندیم زہرخند سے بولا۔ "دراصل کسی کی مصیبت میں کام آنا میری عادت ہے۔ ایک بار میں نے شہباز ہی کے کہنے پر کسی ایسے ذمہ دار پولیس آفیسر کی بھی مدد کی تھی جسے معافی مانگنے کے جرم میں مجبوراً چھٹی پر جانا پڑا تھا۔ اگر میں اس وقت مداخلت نہ کرتا تو شاید آج صورتحال کچھ مختلف ہی ہوتی۔"
سراج اپنی جگہ بل کھا کر رہ گیا، ندیم نے اس کی دکھتی رگ کو چھیڑ دیا تھا۔
"میں اب اجازت چاہوں گا مسٹر شہباز۔" وہ تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ندیم کے تیکھے جملے نے اس کے چہرے کی تمازت کو بڑھا دیا تھا، میں نے اس کے کہنے پر رجسٹر پر موجود اپنے بیان کو بہت غور سے دیکھا پھر بلا تامل اس پر دستخط کر دیے، سراج بل کھاتا دفتر سے چلا گیا تو ندیم مسکرا کر بولا۔
"میرا خیال ہے تمہارے سراج صاحب اب مجھے محبت بھری نظروں سے دیکھنے لگے ہیں۔"
"کسی کو پسند یا ناپسند کرنا انسان کی ذاتی رائے ہوتی ہے لیکن سراج خواہ مخواہ کسی کے خلاف کوئی غیر قانونی کارروائی کرنے والے افسران میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔"
"میرا ذاتی شبہ ماہ رخ کے سلسلے میں سلیمان شاہ پر ہے۔" ندیم نے موضوع بدلتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔
"کوئی خاص وجہ۔"
"سلیمان شاہ کا اچانک زمینوں پر جانا، ماہ رخ کا زہریلی شراب پینا۔ یہ محض اتفاق نہیں ہو سکتا ہے۔" ندیم نے کہا۔ "تم یہ کیوں فراموش کر رہے ہو کہ ساحلی علاقے میں سلیمان شاہ کی ہٹ میں تمہاری اور اس کی ملاقات کس نوعیت کی تھی۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ خود سلیمان شاہ نے ماہ رخ کو راستے سے ہٹانے کی خاطر کوئی سازشی جال بچھایا ہو۔"
"ہو سکتا ہے۔" میں نے سرد آہ بھر کر کہا۔ "میری پوزیشن خاصی نازک ہو گئی ہے اس لیے کہ کسی نے سلیمان شاہ کو ساحلی علاقے میں میری ملاقات کے بارے میں اطلاع فون پر دی تھی۔ شاید وہ سلیمان شاہ ہی کا کوئی آدمی رہا ہو۔"
"ممکن ہے تمہارا قیاس درست ہو لیکن ایک بات

ہے۔" ندیم نے بڑے وثوق سے کہا۔ "ماہ رخ کا شمار ان خواتین میں نہیں کیا جا سکتا جو ناساعد حالات کے پیش نظر خودکشی کو نجات کا ذریعہ سمجھ لیتی ہیں۔"
"تمہارا شبہ کس پر جاتا ہے۔" میں نے پہلو بدل کر سوال کیا۔ میرے ذہن میں حسنہ کے کہے ہوئے جملے گونجنے لگے لیکن میں نے ندیم کے سامنے اس کا اظہار نہیں کیا اس لیے کہ حسنہ نے جاتے جاتے مجھ سے یہی درخواست کی تھی کہ میں اس سلسلے میں کسی اور سے ڈسکس نہ کروں۔
"جب تک ماہ رخ ہوش میں نہ آجائے ہم کوئی قدم نہیں اٹھا سکتے۔"
"بھوشن کے بارے میں کیا خیال ہے۔" میں نے یوں ہی ایک اور ممکنہ پہلو کو کریدنے کی کوشش کی۔ "کیا اسے اس بات کا علم نہ ہوگا کہ اس نے مجھے جس سازش میں پھانسنے کی کوشش کی تھی اس کا توڑ ماہ رخ کی سفارش نے کیا تھا۔"
"اور بھی بہت سارے امکانات ہیں لیکن ابھی یقین سے نہیں کہا جا سکتا۔" ندیم نے فلسفیانہ لہجے میں جواب دیا پھر کچھ سوچ کر بولا۔ "میرا خیال ہے کہ جب تک ماہ رخ کو ہوش نہیں آجاتا ہمیں بہت محتاط رہنا ہوگا۔ خاص طور پر بھوشن کے سلسلے میں۔ تم نے اس کے دفتر جا کر عقلمندی کا ثبوت نہیں دیا تھا۔"
"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ بساط اتنی جلدی پلٹ جائے گی۔"
"میں ایک بار پھر اسپتال جا کر ماہ رخ سے ملنے کی کوشش کرتا ہوں۔" ندیم نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے وہ ہوش میں آچکی ہو لیکن پولیس ابھی تک اس سلسلے میں رازداری سے کام لے رہی ہو۔"
ندیم کے جانے کے بعد میرے ذہن میں دوبارہ حسنہ کی شخصیت کا پراسرار پہلو ابھر آیا۔ وہ بھی یقیناً کسی ایسی طاغوتی قوت کی مالک ضرور تھی کہ اسے تمام باتوں کا علم حیرت انگیز طور پر ہو جاتا تھا۔ میرے ذہن میں اس کے ایک ایک جملے صدائے بازگشت بن کر گونج رہے تھے مجھے ایسا محسوس ہوا کہ دفتر میں میرے علاوہ کوئی اور بھی موجود ہے۔ میں نے نظر گھما کر دیکھا، کالکا اس وقت اپنے مکروہ روپ میں میرے سامنے کھڑی مجھے قہر آلود نظروں سے گھور رہی تھی۔ اس کی خونی آنکھوں میں شعلوں کا رقص ہو رہا تھا، اس کے تیور غضب ناک نظر آرہے تھے لیکن اس میں شکست کا احساس بھی شامل تھا۔
"تم۔۔۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "میں تمہارے کہنے پر بھوشن کے دفتر گیا تھا لیکن۔۔۔"
"پھر کسی کی چھایا تمہارے کام آگئی۔" کالکا غصے سے ہونٹ کاٹتے ہوئے بولی۔۔۔
"مجھے نہیں معلوم، لیکن بلیسر نے نہ جانے کیوں میری مدد کی تھی جو میں بچ کر واپس آگیا۔" میں نے کالکا کی چھایا والی

بات سن کر کہا۔ "کیا تمہیں معلوم ہے کہ بھوشن نے میرے ساتھ کیا برتاؤ کیا تھا۔"
"مجھے کیول اتنا بتا دو کہ اب کون سی شکتی تمہارے کام آرہی ہے؟"
"تمہاری شکتی بھی اپرم پار ہے۔" میں نے استہزائیہ لہجے میں کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ عین موقع پر تمہیں میرے اوپر دیا آگئی ہو اور تم نے بلیسر کا دماغ پلٹ دیا ہو۔"
"نہیں۔" وہ اپنی پراسرار نظروں سے میرے وجود کی گہرائیوں میں جھانکتے ہوئے سرد لہجے میں بولی۔ "وہ میں نہیں تھی، کوئی اور شکتی تھی لیکن ایک بات میں پورے وشواس سے کہہ سکتی ہوں، اب جو طاقت تمہارا بچاؤ کر رہی ہے وہ پوتر نہیں ہے۔"
"کیا مطلب۔" میں نے سوالیہ نظروں سے کالکا کو گھورا۔ "کیا تم اس طاقت سے واقف ہو چکی ہو۔"
"نہیں۔ پرنتو میں اتنا ضرور جانتی ہوں کہ اب تمہارے قدم ڈگمگانے کے دن آگئے ہیں۔"
"میں سمجھا نہیں۔" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔
"جس سمے تم ماہ رخ کے سندر شریر سے کھیل رہے تھے، میں تم دونوں سے زیادہ دور نہیں تھی لیکن اسی پلید آتما نے مجھے ماہ رخ کے شریر میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔" کالکا نے تھوڑے توقف سے جواب دیا۔ "اگر وہ شکتی پوتر ہوتی تو میرا راستہ کھوٹا کرنے کی کوشش کبھی نہ کرتی۔ اس لیے کہ جن کے من اجلے ہوتے ہیں وہ پاپ کی دنیا سے ہمیشہ بہت دور رہتے ہیں، جو چھایا پہلے تمہاری سہائتا کر رہی تھی وہ بہت مہان تھی۔ تم نے شاید اسے ناراض کر دیا۔ کالکا جانتی تھی کہ پاپ اور پن کا گٹھ جوڑ زیادہ دنوں نہیں چلے گا۔ اسی کارن میں نے کہا تھا کہ وہ شکتی تم سے روٹھ جائے گی اور تم بہت جلد کالکا کی مٹھی میں ہو گے۔"
"لیکن تمہارے سپنے پورے نہیں ہوئے۔"
"اتنی جلدی کوئی آخری فیصلہ بھی مت کرو۔" کالکا کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ "جس پلید قوت نے تمہارے ساتھ ناتا جوڑا ہے وہ تمہاری کالکا رانی کی نگاہوں سے زیادہ دنوں چھپی نہیں رہے گی۔"
"میرے لیے اب تمہارا کیا حکم ہے۔" میں نے اسے چڑانے کی خاطر دریافت کیا۔
"مکتی چاہتے ہو تو اب بھی میرے ساتھ دوستی کا سمبندھ توڑنے کی کوشش نہ کرنا۔"
"میں تمہیں کبھی نہیں بھول سکتا۔ تم نے کئی موقعوں پر میری جان بھی بچائی ہے لیکن بھوشن کے معاملے میں۔۔۔"
"یہ دیوتاؤں کا حکم ہے جسے کوئی نہیں ٹال سکتا۔ میں بھی

نہیں۔" وہ ٹھوس لہجے میں بولی۔ "ہاں۔ جب اس کے ستارے چکر میں آجائیں تو پھر میں دیوتاؤں کی پابند نہیں رہوں گی۔"

"تم جس پلید شکتی کی سمت اشارہ کررہی ہو کہیں وہ لیڈی مکلارنس تو نہیں ہے۔"

"کالکا سے ٹھٹھول بازی کرنے کی کوشش کررہے ہو؟" اس کے تیور تیکھے ہوگئے۔ "سفید چمڑی کی وہ بڑھیا میرے چرنوں کی دھول بھی نہیں ہے۔"

"ماہ رخ کے سلسلے میں تمہارا کیا خیال ہے۔" میں نے گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے پوچھا۔ "کیا اس نے جان بوجھ کر زہریلی شراب پی ہے یا۔۔۔"

"چنتا مت کرو۔ دھیرج سے کام لو شہباز خان۔ میں دیکھوں گی کہ وہ پلید شکتی کب تک تمہارا ساتھ دے سکے گی۔" کالکا نے خشمگیں نظروں سے مجھے گھورا۔ "میں جارہی ہوں پرنتو ایک بات دھیان میں رکھنا۔ بھوشن سے پنجہ لڑانے کی کوشش بھول کر بھی نہ کرنا۔"

پھر اس سے پیشتر کہ میں کوئی جواب دیتا وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہوگئی اور میں اس کی باتوں پر غور کرنے لگا۔ میرے ذہن میں بس ایک ہی سوال گونج رہا تھا۔ اگر کالکا کے کہنے کے مطابق کوئی گندی قوت میرا ساتھ دے رہی تھی تو اس کا مقصد کیا تھا؟ کیا اسی کی وجہ سے خدا کے برگزیدہ بزرگ نے میرے سر سے شفقت کا ہاتھ کھینچ لیا تھا؟

*

رکی کے بائیں پاؤں میں پنڈلی پر آیا ہوا میری گولی کا زخم ابھی تک مندمل نہیں ہوا تھا لیکن اسے اس کی پرواہ بھی نہیں تھی' اس کی نگرانی پر مامور افراد کا یہی بیان تھا کہ وہ ہروقت کسی گہری سوچ میں غرق رہتا تھا' اس وقت بھی جب اسے ہمارے سامنے لایا گیا تو وہ کسی سوچ میں مستغرق نظر آرہا تھا۔

"تمہارا زخم اب کیسا ہے؟" ندیم نے اسے سپاٹ لہجے میں مخاطب کیا تو رکی کے ہونٹوں پر ایک تلخ مسکراہٹ ابھر آئی۔

"جب تک رکی اپنے دشمن کے خون سے ہاتھ نہیں دھوتا اس کے زخم کبھی نہیں بھرتے۔" وہ سرد لہجے میں بولا۔

"تم اپنا دشمن کسے سمجھ رہے ہو۔" ندیم نے پوچھا۔

"ابھی میں نے اس کا فیصلہ نہیں کیا۔"

"مسز فرگوسن کی خواب گاہ میں تمہیں میں نے زخمی کیا تھا' میرے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔" میں نے رکی کو مخاطب کیا۔

"تمہارے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔" اس نے استہزائیہ انداز میں جواب دیا۔ "تم نے اگر بروقت پھرتی کا مظاہرہ نہ کیا ہوتا تو شاید رکی اس وقت تمہاری قید میں

کبھی نہ ہوتا۔ بہرحال ابھی تک میں نے تمہارے بارے میں کوئی آخری فیصلہ نہیں کیا۔"

"پھر۔۔۔" ندیم نے سوال کیا۔ "تمہارا دشمن اور کون ہوسکتا ہے۔"

"کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ میلبا کے قتل میں کس کا ہاتھ تھا؟" رکی نے ندیم کے سوال کو یکسر نظرانداز کرتے ہوئے سرد آواز میں پوچھا۔

"بھوشن کے اجرتی قاتلوں نے۔۔۔" میں نے تیزی سے جواب دیا۔

"ہوسکتا ہے' لیکن کیا تم اس کا کوئی ثبوت پیش کرسکتے ہو؟"

"ثبوت اب اس دنیا میں نہیں ہے۔" میں نے بے رخی سے کہا۔

"کیا مطلب۔" رکی چونکا۔

"مسز فرگوسن کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

"وہ۔۔۔ وہ اچھے کردار کی مالک نہیں تھی لیکن اس کے باوجود اس نے مجھے اپنی چھت کے نیچے پناہ دی تھی۔"

"صرف اس لیے کہ وہ تم پر جان چھڑکتی تھی۔"

"مجھے معلوم ہے۔"

"جب تمہیں یہ معلوم ہے تو پھر تم یہ بھی جانتے ہو کہ

رقابت کی آگ جب بھڑکتی ہے تو کسی کا گھر پھونکنے سے دریغ نہیں کرتی۔"

"کیا ثابت کرنا چاہتے ہو۔" رکی نے مجھے تیز نظروں سے گھورا۔

"مس میلبا۔" میں نے مسکرا کر اس کے زخموں پر نمک پاشی کی۔ "مسز فرگوسن کو یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ وہ تمہاری کمزوری تھی' ایسی صورت میں اگر میلبا زندہ رہتی تو مسز فرگوسن تمہارے اوپر مکمل قبضہ نہیں جما سکتی تھی۔"

"ہوسکتا ہے لیکن تم نے ابھی یہ کہا تھا کہ میلبا کو بھوشن کے اجرتی قاتلوں نے قتل کیا ہے۔"

"تمہیں اس بات پر حیرت کیوں ہے۔" میں نے گمبھیر سنجیدگی سے کہا۔ "کیا تم نہیں جانتے کہ بھوشن کے لیے کوئی حسین اور نوجوان لڑکی اتنی ہی اہم ہے جتنی کسی بھوکے کتے کے لیے گودے دار تازہ ہڈی ہوتی ہے۔"

"مجھے معلوم ہے' مگر میلبا کا ٹائپ آوارہ لڑکیوں میں نہیں کیا جاسکتا۔"

"اور تمہارے ساتھ اس کے تعلقات' کیا اس کی شرافت کہی جاسکتی ہے۔" ندیم نے مسکرا کر کہا تو رکی کی پیشانی پر ان گنت شکنیں پیدا ہوگئیں۔

"میری بات اور ہے لیکن وہ دکان پر رکھے ہوئے مال کی طرح برائے فروخت نہیں تھی۔" وہ ناخوشگوار لہجے میں بولا۔

"اور یہی خصوصیت اس کی موت کی وجہ بن گئی۔" میں نے لوہے کو گرم دیکھ کر کاری ضرب لگائی۔ "تمہیں معلوم ہوگا کہ مسز فرگوسن کے بھوشن کے ساتھ کس قسم کے کاروباری تعلقات تھے۔ وہ منہ مانگے داموں کے عوض بھوشن کو خوبصورت آزاد ماحول میں پروردہ کمسن لڑکیاں بھی فراہم کرتی تھی اور بعد میں ان لڑکیوں کو بلیک میل کرکے ان سے علیحدہ بڑی بڑی رقمیں وصولتی تھی۔"

"یہ بات میں تم سے بہتر طور پر جانتا ہوں کہ بھوشن حسین لڑکیوں کے سلسلے میں کس حد تک ندیدہ واقع ہوا ہے۔"

"میلبا کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔ "کیا اس کا شمار تم حسین لڑکیوں میں نہیں کرو گے۔"

"میرے اندر دبی ہوئی چنگاریوں کو ہوا دینے کی کوشش مت کرو۔" رکی نے مجھ تیز نظروں سے گھورا۔ "میلبا میرے لیے کوہ نور ہیرے سے بھی زیادہ انمول تھی۔"

"اور مسز فرگوسن اس انمول ہیرے کو بھوشن کے ہاتھ فروخت کرکے ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہتی تھی۔"

"کیا۔۔۔" رکی کے تیور اچانک خطرناک ہوگئے۔ "تم مجھے بہکانے کی کوشش تو نہیں کررہے ہو؟"

"تم اس وقت ہمارے رحم وکرم پر ہو اس لیے بظاہر ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ تمہیں بہکانے کی کوشش کریں۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "مسز فرگوسن اب اس دنیا میں نہیں ہے کہ ہم اسے سچ اگلنے کی خاطر اس کا گلا دبا سکیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ مسز فرگوسن نے متعدد بار تمہاری میلبا کو بھوشن کی نفسانی خواہشات کی بھینٹ چڑھانے کی خاطر آمادہ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن میلبا نے ہر بار اس کی آفر کو حقارت سے ٹھکرا دیا۔ اس نے ایک موقع پر فرگوسن کو اس بات کی دھمکی بھی دی تھی کہ اگر اس نے بھوشن کے سلسلے میں اس پر زور دینے کی کوشش کی تو وہ تم سے سب کچھ صاف صاف بتا دے گی۔ ایسی صورت میں مسز فرگوسن نے وہی کیا جو اسے کرنا چاہیے تھا۔ اس نے بھوشن کو اعتماد میں لے کر تمہاری میلبا کی زبان ہمیشہ کے لیے بند کرادی۔"

رکی نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا لیکن اس کے چہرے کے بدلتے تاثرات اس بات کی غمازی کررہے تھے کہ میری بات اس کے دل کو لگی تھی' کچھ دیر تک وہ خلا میں گھورتا رہا پھر اس نے ندیم کی طرف دیکھا۔

"کیا تم مجھے بھوشن سے فون پر گفتگو کرنے کی سہولت فراہم کرسکتے ہو؟"

ندیم نے جواب دینے کے بجائے اپنے آدمی کو اشارہ کیا۔

رکی کو ایک کارڈلیس فراہم کردیا گیا پھر کمرے میں لگے پوشیدہ اسپیکر آن کردیے گئے۔ رکی نے نمبر ڈائل کرنے شروع کیے پھر ایک منٹ بعد ہی رابطہ قائم ہوگیا۔ دوسری جانب سے ایک نسوانی آواز ابھری تھی۔

"بھوشن سے ملادو۔" رکی نے تیکھے لہجے میں کہا۔

"کیا میں آپ کا نام پوچھ سکتی ہوں۔"

"ڈبل ٹو ڈبل ٹو۔۔۔" رکی نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔ "اس نے غالباً" کوئی مخصوص کوڈورڈ استعمال کیا تھا۔

"میں سمجھی نہیں۔" دوسری جانب سے وضاحت طلب کی گئی۔

"زیادہ سمجھنے کی کوشش مت کرو۔" رکی نے اونچی آواز میں غصے کا اظہار کیا۔ "جو نمبر میں نے کہا ہے وہ بھوشن کو بتادو۔"

"ہولڈ آن پلیز۔" نسوانی آواز کمرے میں گونجی پھر کچھ دیر بعد بھوشن کی آواز سنائی۔

"کلر راؤنڈ۔" بھوشن نے بھی کسی کوڈورڈ کا سہارا لیا تھا۔

"بلائنڈ۔" رکی نے جواب دیا۔

"تم اس وقت کہاں سے بول رہے ہو؟"

"جہنم سے۔۔۔" رکی نے جھلا کر کہا۔ "لیکن فی الحال تم پریشان مت ہو۔ میں جہاں بھی ہوں خیریت سے ہوں۔"

"میں نے سنا تھا کہ تم کو ــــ"

"مسز فرگوسن اب اس دنیا میں نہیں ہے لیکن رکی ابھی زندہ ہے۔" رکی نے بھوشن کی بات کاٹ کر کہا۔

"کیا تم مجھ سے فوری طور پر مل سکتے ہو؟"

"نہیں۔"

"مجھے اپنے نمبر بتاؤ۔" بھوشن نے کسی ممکنہ خطرے کے پیش نظر بڑی دانش مندی سے کہا۔ "میں تمہیں رنگ بیک کرتا ہوں۔"

"فون بند مت کرنا بھوشن۔" رکی نے بھی دوراندیشی کا ثبوت دیا۔ "میں ایک پبلک بوتھ سے کال کر رہا ہوں۔"

"فون کا مقصد کیا تھا؟" بھوشن نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"میلبا کو کن لوگوں نے قتل کیا تھا؟" اس بار رکی نے بدلے ہوئے تیور سے دریافت کیا۔

"میرا خیال ہے کہ فون پر ہمیں ــــ"

"تم جانتے ہو مائی ڈیئر بھوشن کہ رکی کی زبان اگر کھل گئی تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔" رکی نے دوبارہ اپنا سوال دہرایا۔ "میلبا کے قتل میں کس کا ہاتھ تھا؟"

"شاید مسز فرگوسن کا۔"

"بکواس مت کرو۔" رکی کسی زخمی درندے جیسے انداز میں گرجا۔ "مسز فرگوسن نے مجھے مرنے سے پیشتر بہت کچھ بتادیا تھا۔"

"کیا؟"

"یہی کہ تم ہر قیمت پر میلبا کو اپنی ہوس کا نشانہ بنانا چاہتے تھے لیکن اس نے تمہاری ناپاک خواہش کو رد کردیا تھا اور اس کے بعد تمہارے شکاری کتوں نے تمہارے اشارے پر میلبا کو راستے سے ہٹادیا۔"

"رکی۔" بھوشن نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔ "تم شاید اس وقت نشے کی حالت سے دوچار ہو۔"

"تمہارا خیال کسی حد تک ٹھیک ہی ہے۔" رکی نے سفاک لہجے میں کہا۔ "میں اس وقت واقعی نشے کی حالت میں ہوں لیکن رکی کا نشہ اب کسی کے جسم سے ابلتے ہوئے گندے خون ہی سے ٹوٹ سکے گا۔ تم شاید میرا مطلب سمجھ رہے ہو؟"

"کتے جب پاگل ہوجائیں تو انھیں گولی ماردی جاتی ہے۔" بھوشن نے کھردری آواز میں جواب دیا۔ "تم شاید اپنا دماغی توازن کھو بیٹھے ہو۔"

"گویا میرا اندازہ درست ہے۔ میلبا کو تمہارے ہی آدمیوں نے ٹھکانے لگایا ہوگا۔"

"میرا خیال ہے کہ تم رکی نہیں، کوئی اور بول رہے ہو۔" بھوشن نے نفرت کا اظہار کیا۔ "ورنہ میں جس رکی سے واقف ہوں وہ نمک حرام نہیں تھا۔"

"رکی کی دشمنی تمہیں بہت مہنگی پڑے گی بھوشن جوزف۔" رکی نے تیزی سے کہا۔ "تمہاری خیریت صرف اسی میں ہے کہ تم مجھے اس شخص کا نام بتادو جس نے میلبا پر پہلی گولی چلانے کی جرات کی تھی۔ اس طرح تمہارا نمبر بعد میں آئے گا۔ دوسری شکل میں شاید مجھے تم ہی سے ابتدا کرنی پڑے۔"

"شٹ اپ۔" بھوشن فون پر چیخا۔ "دوبارہ میرے نمبر ڈائل کرنے کی حماقت نہ کرنا۔"

دوسری جانب سے ریسیور رکھنے کی آواز ابھری تو رکی نے کارڈلیس ندیم کی سمت بڑھاتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ اس وقت میرے اور بھوشن کے درمیان جو گفتگو ہوئی ہے وہ تمہارے کسی خفیہ نظام نے ضرور ٹیپ کرلی ہوگی۔"

"میں تمہارے اس خیال کی تردید نہیں کروں گا۔"

"کیا تم مجھ پر اعتماد کرکے صرف چوبیس گھنٹوں کے لیے آزاد کرسکو گے؟" رکی نے ہونٹ چباتے ہوئے ٹھوس لہجے میں کہا۔ "میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر زندہ رہا تو چوبیس گھنٹے کے اندر اندر اپنے آپ کو دوبارہ تمہارے حوالے کردوں گا۔"

"بھوشن کے خون سے اپنے انتقام کی آگ بجھانا چاہتے ہو؟" اس بار میں نے سوال کیا۔

"تمہاری جگہ اگر کوئی دودھ پیتا بچہ ہوتا تو وہ بھی یہی رائے قائم کرسکتا تھا۔"

"میرا خیال ہے کہ تمہارے اور بھوشن کے درمیان ہونے والی گفتگو کی ٹیپ ہی ہمارے لیے بہت کارآمد ثابت ہوگی۔"

"نہیں۔" رکی نے تڑپ کر جواب دیا۔ "میں بھوشن کو مہلت نہیں دینا چاہتا۔ تم شاید نہیں جانتے کہ اس دوغلے ولدالحرام کے تعلقات کتنے اوپر تک ہیں۔ وہ جب چاہے بساط کا رخ اپنے حق میں پلٹ سکتا ہے۔"

"ہمیں معلوم ہے۔" ندیم نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "لیکن تم شاید اس بات سے ناواقف ہو کہ آج کل بھوشن نے اپنے اطراف جو حفاظتی جال پھیلا رکھا ہے اس کو توڑنا اتنا آسان نہیں ہے جتنا تم سمجھ رہے ہو۔"

"جب سر ہتھیلی پر رکھ کر کوئی فیصلہ کرلیا جائے تو پھر ایک ہی بات ممکن ہوتی ہے۔ دونوں فریقوں میں سے کسی ایک کی موت۔"

"تمہاری موت کی خواہش ہم بھی پوری کرسکتے ہیں۔" میں نے حسنہ کے مشورے کے تحت فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔

"کیا یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے؟" رکی نے مجھے گھورتے ہوئے بڑی سفاکی سے پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔ "اور فی الحال یہ بات اپنے ذہن سے نکال دو کہ ہم تمہیں آزاد کرنے کا کوئی خطرہ مول لینے پر آمادہ ہوجائیں گے۔"

جواب میں رکی کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ کمرے میں اس وقت ہم تینوں کے علاوہ ندیم کے دو مسلح گارڈ بھی موجود تھے جن کی نگاہیں جھپکے بغیر رکی پر جمی ہوئی تھیں لیکن رکی نے شاید ان پر غور کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کی۔ میرا جواب سن کر نہتا ہونے کے باوجود اس نے کسی زخمی آدمخور چیتے کی طرح اچانک مجھ پر چھلانگ لگادی تھی۔ شاید وہ پاگل ہی ہوگیا تھا۔ اتفاق ہی تھا جو میں نے رکی کا ارادہ بھانپ لیا تھا اس لیے جلدی سے کترا کر ایک طرف ہوگیا۔ رکی نے حیرت انگیز پھرتی کے ساتھ پلٹنے کی کوشش کی تھی لیکن اسی وقت دوبار مدھم سی آواز گونجی اور رکی کے جسم سے خون کا فوارہ ابل پڑا۔ وہ اپنا توازن تمام تر کوششوں کے باوجود برقرار نہ رکھ سکا اور لڑکھڑاتا ہوا فرش پر ڈھیر ہوگیا۔

"تم ــــ مجھے ــــ اب بھی تھوڑی سی مہلت دے دو۔" وہ رک رک کر ملتجیانہ آواز میں کہہ رہا تھا۔ "اگر میلبا کی موت کا انتقام ــــ لیے بغیر رکی ــــ ای ــــ ای ــــ مرگیا تو ــــ اس کی روح کو بھی ــــ ک ــــ کبھی چین نہیں ملے ــــ آ ــــ آ ــــ"

رکی اپنا جملہ مکمل نہ کرسکا۔ اس کا سر ایک سمت ڈھلک گیا لیکن اس کی پتھرائی ہوئی نگاہیں اب بھی ہماری طرف بڑی حسرت بھرے انداز میں جم کر رہ گئی تھیں۔

"نمبر فور زیرو۔" ندیم نے ایک مسلح گارڈ کو مخاطب کیا۔ "تم رکی کی آخری خواہش پوری کردو۔ اس کی لاش کو بڑی احتیاط سے بھوشن کی کوٹھی کے عقبی حصہ تک پہنچادو لیکن ایک بات کا خیال رہے، پکڑے جانے کی صورت میں تم وہی کروگے جو وفادار اور مرد قسم کے افراد کرتے ہیں۔ تم شاید میر اشارہ سمجھ گئے ہوگے۔"

"آپ فکر نہ کریں۔" مسلح گارڈ نے بڑے پرسکون اور ٹھوس لہجے میں سینے پر ہاتھ مار کر کہا۔ "دشمن کے جال میں پھنسنے کے بجائے میں موت ہی کو زیادہ ترجیح دوں گا۔"

"گڈ۔" ندیم نے بے پرواہی سے جواب دیا پھر رکی کی اکڑی ہوئی لاش پر ایک سرسری نظر ڈالی اور میرا ہاتھ تھام کر دوبارہ اپنے آفس میں آگیا، دوسرا گن مین ہمارے ساتھ ساتھ ہی اوپر آیا تھا۔

"میں نے فور زیرو کو جو ہدایت دی ہے تمہیں اس کی نگرانی کرنی ہوگی۔" ندیم نے بڑے پرسکون انداز میں بیٹھتے ہوئے کہا۔ "کبھی کبھی انسان کو خود اپنی موت کے سلسلے میں کوئی آخری فیصلہ کرنے میں خاصی دشواری پیش آتی ہے۔ ایسے موڑ پر تمہیں فور زیرو کی مشکل آسان کرنی ہوگی۔"

"میں سمجھ رہا ہوں باس۔"

"ایک بات اور ذہن نشین کرلو۔" ندیم نے کہا۔ "رکی کی لاش بھوشن کی کوٹھی کے عقبی حصے میں ڈالنے کے بعد تم فوری طور پر مجھے صورت حال سے آگاہ کروگے اور اس وقت تک وہاں سے دور نہیں ہٹوگے جب تک پولیس موقع واردات پر نہیں پہنچ جاتی۔"

"او۔کے باس۔" گن مین نے بے حد سنجیدگی سے جواب دیا۔

"میں نے تمہیں جو ہدایت دی ہے اس کی بھنک فور زیرو کو نہیں ملنی چاہیے۔" ندیم نے تھوڑے توقف سے کہا۔ "فور زیرو کی کامیابی کی صورت میں اسے اپنی رہائش گاہ کی طرف پہنچنے کی ہدایت ضرور کردینا۔ اگلے چوبیس گھنٹوں تک اسے اپنے ٹھکانے پر بھی محتاط رہنا ہوگا۔ کسی صورت میں بھی اسے زندہ حالت میں دوسرے گروہ تک نہیں پہنچنا چاہیے۔"

گن مین نے رائفل کے دستے پر ہاتھ مار کر اپنی وفاداری کا یقین دلایا پھر الٹے قدموں تہ خانے والے راستے کی جانب لوٹ گیا۔ مجھے خوشی تھی کہ ندیم نے اتفاق سے وہی فیصلہ کیا تھا جس کا مشورہ مجھے حسنہ نے دیا تھا پھر بھی میں نے ندیم کو ٹٹولنے کی خاطر پوچھ ہی لیا۔ "رکی کی لاش کو ٹھکانے لگانے کے بعد تم نے پولیس کو اس کی اطلاع دینی کیوں ضروری سمجھی ہے۔"

"میں ولیم پوکر کو ایک بار پھر زندہ کرنا چاہتا ہوں۔" ندیم نے مسکرا کر جواب دیا۔ "ہمارے پاس بھوشن اور رکی کی گفتگو کی جو ٹیپ ہے وہ فور زیرو کی کامیابی کے فوراً بعد تمہارے سراج صاحب تک پہنچادی جائے گی جسے ولیم پوکر کی طرف سے سراج کے لیے ایک حقیر تحفہ قرار دیا جائے گا اگر اس کے باوجود تمہارے سراج صاحب ناکام رہے تو میں ان کی بزدلی پر آنسو بہانے کے سوا اور کچھ نہیں کرسکتا۔"

"تمہاری پلاننگ یقیناً شاندار ہے۔" میں نے ندیم کو سراہتے ہوئے کہا۔ "مجھے امید ہے کہ سراج اس سنہری موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھائے گا لیکن ایک بات قابل غور ہے۔ کیا بھوشن واقعی اتنی بڑی حماقت کا ثبوت دے سکتا ہے کہ رکی کو گولی مارنے کے بعد اسے اپنی ہی کوٹھی میں پڑا رہنے دے۔"

"یہ سوچنا پولیس کا کام ہے۔ ہمارا نہیں۔"

"لیکن بھوشن اس اہم نکتے کی آڑ لے کر اپنی پوزیشن کی وضاحت ضرور کرسکتا ہے۔"

"اور تمہارے سراج صاحب اگر عقل مندی کا ثبوت دیں تو اپنی رپورٹ میں یہ بھی شو کرسکتے ہیں کہ انھوں نے بھوشن کے آدمیوں کو عین اس وقت رنگے ہاتھوں پکڑلیا جب رکی کی لاش کو وہ کسی اور جگہ منتقل کرنے کی کوشش کر رہے

تھے۔ اس کے لیے سراج کو بھوشن کے چوکیدار اور دوسرے ایک دو ملازموں کو بھی گرفتار کرنا ہوگا۔"

"میرا خیال ہے کہ ولیم پوکر سراج کو اس بات کا مشورہ بھی دے سکتا ہے۔"

"میرا ذاتی خیال بھی یہی ہے لیکن مجھے خوف ہے کہ تمہاری کالکا رانی بھوشن کے معاملے میں اپنی پراسرار قوتوں سے ضرور کام لے گی۔"

"ماہ رخ کے بارے میں تازہ رپورٹ کیا ہے؟" میں نے بات کا رخ بدلا۔

"پولیس ابھی تک اسے کسی سے ملنے کی اجازت نہیں دے رہی ہے۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا پھر ایک لمحے کی خاموشی کے بعد بولا۔ "میری رپورٹ کے مطابق سلیمان شاہ کو اس حادثے کی اطلاع مل چکی ہے۔ کل صبح تک شاید وہ بھی واپس آجائے۔"

"کریم کی حالت اب کیسی ہے۔" میں نے سلیمان شاہ کے ذکر کو نظرانداز کرنے کی خاطر پوچھا۔

"خطرے سے باہر ہے لیکن شاید اسے ابھی ہفتہ دس دن تک مزید اسپتال میں رہنا پڑے گا۔ ڈاکٹروں کا یہی مشورہ ہے۔"

"کیا میں کریم سے مل سکتا ہوں۔"

"بھوشن اور رکی کے ڈرامے کو اسٹیج ہولینے دو اس کے بعد کریم سے بھی مل لینا۔"

"میں سمجھا نہیں۔ کریم سے میری ملاقات کا بھوشن اور رکی کی ذات سے بھلا کیا تعلق ہے؟" میں نے تعجب سے دریافت کیا۔

"کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جو فوری طور پر سمجھ میں نہیں آتیں لیکن ان کی اہمیت سے انکار بھی نہیں کیا جاسکتا۔"

"کیا مطلب؟"

"ہوسکتا ہے کریم سے تمہاری ملاقات تمہاری کالکا رانی کو بھی وہاں تک پہنچا دے۔ ایسی صورت میں کریم کی زندگی خطرے میں بھی پڑسکتی ہے۔"

"کیا موجودہ حالت میں کالکا وہاں تک رسائی حاصل نہیں کرسکتی۔" میں نے ندیم کو تعجب سے گھورا۔

"کیا تم مجھے تفصیل سے بتانا پسند کروگے کہ ماہ رخ سے آخری ملاقات کے دوران تم دونوں میں کیا گفتگو ہوئی تھی؟" ندیم نے بڑی خوبصورتی سے میرے سوال کو نظرانداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"تمہارا کیا خیال ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ تمہاری قسمت اچھی ہی تھی جو تم بال بال بچ گئے ورنہ سلیمان شاہ خاصی خطرناک قسم کی چیز ہے۔"

"میں سمجھا نہیں؟"

"میں نے بڑی آسان سی بات کی ہے۔" ندیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "سلیمان شاہ اور ماہ رخ کے درمیان جو معاہدہ ہے اس کی نوعیت تم بھی جانتے ہو لیکن شاید سلیمان شاہ ان قابل اعتراض قسم کی تصاویر کو برداشت نہیں کرسکا جو اس تک پہنچائی گئی تھیں۔"

"ایسی صورت میں وہ ماہ رخ کے بجائے مجھے بھی نشانہ بنا سکتا تھا۔"

"نہیں۔ وہ ایسا کرنے کی حماقت کبھی نہیں کرے گا۔" ندیم نے ایک معقول جواز پیش کیا۔ "تمہاری موت ماہ رخ کے لیے کسی تازیانے سے کم نہیں ہوگی اور ایسی صورت میں اس کا شبہ سلیمان شاہ کی طرف جائے گا جس کے نتائج سلیمان شاہ کے حق میں خطرناک بھی ہوسکتے ہیں۔ تمہیں شاید ابھی پوری طرح اس بات کا اندازہ نہیں ہے کہ ماہ رخ نے سلیمان شاہ کو کس طرح اپنے شکنجوں میں جکڑ رکھا ہے۔ وہ جب چاہے سلیمان شاہ کی پگڑی اچھال سکتی ہے۔ اس کی مضبوط ساکھ کو ملیامیٹ کرسکتی ہے۔"

"ان حالات کے پیش نظر تو یہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ خود سلیمان شاہ نے ماہ رخ کو اپنے راستے سے ہٹانے کی کوشش کی ہو۔"

"شاید ایسا ہی ہو۔" ندیم نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "لیکن ایک بات ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آسکی۔ ماہ رخ کو یہ خطرہ شروع ہی سے ہے کہ سلیمان شاہ اپنا کام نکل جانے کے بعد اسے ٹھکانے لگا سکتا ہے۔ اسی غرض سے اس نے اپنے لیے کچھ خاص قسم کے شکاری کتے بھی پال رکھے تھے جو سلیمان شاہ کے پیچھے سائے کی طرح لگے رہتے تھے۔ اس کے علاوہ ماہ رخ کبھی ایسی بوتل کی شراب نہیں پیتی تھی جو سیل بند نہ ہو۔"

"ہوسکتا ہے کہ۔۔۔" میں نے حسنہ کی بات دہرانی چاہی لیکن پھر فوراً ہی اپنا ارادہ تبدیل کردیا۔ حسنہ نے مجھے تاکید کی تھی کہ اس سلسلے میں کسی اور سے ڈسکس نہ کیا جائے۔

"کیا بات ہے؟" ندیم نے میرے چہرے کے تاثرات کو بھانپتے ہوئے سوال کیا۔ "تم کچھ کہتے کہتے خاموش کیوں ہوگئے تھے۔"

"ماہ رخ کی موجودہ حالت نے مجھے بری طرح الجھادیا ہے۔" میں نے بات بنانے کی کوشش کی۔ "اگر مان لیا جائے کہ سلیمان شاہ نے محض میری خاطر ماہ رخ کو اپنی کسی سازش کا نشانہ بنانے کی کوشش کی ہے تو پھر ماہ رخ کے بچ جانے کی صورت میں وہ اور زیادہ خطرناک ہوسکتا ہے۔"

"تم اس کی فکر مت کرو۔" ندیم نے بڑے پراعتماد لہجے میں جواب دیا۔ "جب تک ماہ رخ زندہ ہے وہ تمہارے خلاف کوئی خطرناک قدم اٹھانے کی حماقت کبھی نہ کرے گا۔"

"میں کسی روڈ ایکسیڈنٹ کا بھی شکار ہوسکتا ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "کوئی بس، کوچ یا پھر لوڈنگ ٹرک بھی میری گاڑی کے ساتھ ٹکرا کر میرے وجود کے بھی پرخچے اڑا سکتا ہے۔ اس کو محض ایک اتفاقی حادثہ سمجھا جائے گا۔"

"میرا مشورہ ہے کہ اب تمہیں گھر جاکر آرام کرنا چاہیے۔" ندیم نے جواب دیا۔ "اس وقت تمہارے ذہن کو سکون اور آرام کی ضرورت ہے۔ ویسے میں تمہیں یقین دلا سکتا ہوں کہ تمہارے ساتھ ایسا کوئی حادثہ پیش نہیں آئے گا۔"

"لیکن کالکا کی گندی قوت ناممکن کو ممکن بھی بنا سکتی ہے۔"

"رحمانی قوتیں کالی طاقتوں کے مقابلے میں زیادہ قابل بھروسا ہوتی ہیں۔ یقین شرط ہے۔" ندیم نے بزرگانہ لہجے میں کہا پھر مجھے تسلی دیتے ہوئے بولا۔ "جب تک کریم روبصحت نہیں ہوجاتا میں اس کی جگہ تمہارے لیے کسی دوسرے قابل اعتماد ڈرائیور کا بندوبست کیے دیتا ہوں۔"

"میں موت سے نہیں گھبراتا لیکن۔۔۔"

"ذہن پر زیادہ بوجھ نہ دو۔ میں جانتا ہوں کہ تم بہت زیادہ طرم باز خان اور توپ قسم کی چیز واقع ہوئے ہو۔" ندیم نے اٹھتے ہوئے کہا پھر اس نے مجھے سمجھا کر گھر واپس جانے پر مجبور کردیا۔

راستے بھر میرا ذہن مختلف قسم کے سوالات کے جواب تلاش کرتا رہا۔ جہاں تک ماہ رخ کو پیش آنے والے حادثے کا تعلق تھا تو حسنہ کی پراسرار شخصیت نے مجھے بتادیا تھا کہ ماہ رخ کو مارنے کی سازش میں اسی کی پرسنل سکریٹری ملیحہ نے سلیمان شاہ سے ایک بھاری رقم لینے کے بعد زہریلی شراب کی سیل بند بوتلیں اصلی شراب کی جگہ رکھی تھیں۔ ماہ رخ کو سازش کا شکار کرنے کے بعد ملیحہ نے یقیناً باقی زہرآلود بوتلیں ہٹادی ہوں گی لیکن کیا سلیمان شاہ ملیحہ کے جیتے جاگتے اہم ترین ثبوت کو زندہ رہنے کی مہلت دے گا؟ حفظ ماتقدم کے طور پر اس کی پہلی کوشش یہی ہوگی کہ ملیحہ کے وجود کو ختم کرادے؟ اگر حسنہ کو اس سازش کا علم ہوچکا تھا تو اس نے ماہ رخ کو بچانے کی کوشش کیوں نہیں کی؟ حسنہ نے رکی کے ذریعے بھوشن کو پھنسوانے کا مشورہ دیا تھا؟ اس کی باتوں سے بھی اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ اس کا اصل شکار بھوشن ہے لیکن کیا وہ بذات خود اپنی نادیدہ قوتوں کو بھوشن کے خلاف استعمال نہیں کرسکتی تھی؟ اس میں ایسی کیا بات تھی کہ کالکا بھی اس کے وجود سے بے خبر تھی؟ لیڈی مکلارنس نے حسنہ پر اعتماد کرنے کا مشورہ کس بنیاد پر دیا تھا؟ کیا وہ حسنہ کی اصلیت سے واقف تھی؟ اگر ایسا تھا تو پھر وہ اس کے سلسلے میں اس قدر رازداری سے کام کیوں لے رہی تھی؟ ندیم کے پاس ایسی کون سی قوت تھی جس نے کریم کو کالکا کی دسترس سے دور کر رکھا تھا؟ کیا کالکا بھوشن کے قانونی شکنجوں میں پھنس جانے کے بعد اس کی مدد نہیں کرسکتی تھی؟ اگر اس بات کے امکان تھے تو پھر حسنہ نے بھوشن کو پھنسانے کی خاطر رکی کی لاش کے استعمال کا مشورہ کیوں دیا تھا؟ کیا حسنہ کالکا کی کالی قوتوں کے راز سے آگاہ نہیں تھی؟ کہیں ایسا تو نہیں تھا کہ کالکا اور حسنہ ایک ہی وجود کے دو مختلف روپ تھے؟ اگر ایسا تھا تو پھر لیڈی مکلارنس نے حسنہ کی سفارش کیوں کی تھی؟ کہیں وہ بھی صندلی انگوٹھی کے غائب ہوجانے کے بعد کالکا اور حسنہ کے ساتھ مل کر میرے خلاف سازش کا کوئی نیا جال تو نہیں بن رہی تھی؟ اور وہ قوت کس کی تھی جس نے بھوشن کے دفتر میں بلمیر کی رائفل کا رخ میرے بجائے بھوشن کی سمت موڑ دیا تھا؟

گھر پہنچ کر کھانا کھانے کے بعد میں بستر پر لیٹا تو اس وقت بھی بے شمار سوالات میرے ذہن میں ابھر ابھر کر آپس میں گڈمڈ ہوتے رہے۔ عارفہ نے میری کیفیت کو محسوس کرکے میری پریشانی کا سبب جاننے کی کوشش کی لیکن میں اسے بڑی خوبصورتی سے ٹال گیا۔ رات کو خاصی دیر بعد میری آنکھ لگی لیکن اس وقت تک ندیم کیسینو سے واپس نہیں لوٹا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ غنودگی کے بعد نیند کی حالت سے دوچار ہوتے وقت تک عارفہ آہستہ آہستہ میرا سر دباتی رہی تھی۔

صبح ناشتے کی میز پر ندیم خاصا ترو تازہ نظر آرہا تھا۔ حالانکہ رات کو اس کی واپسی دیر سے ہوئی تھی۔ عارفہ اور نسیم کی موجودگی میں، میں نے اسے کریدنا ضروری نہیں سمجھا لیکن میری چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ رکی کے سلسلے میں اس نے جو پلان مرتب کیا تھا اس میں اسے یقیناً کامیابی ہوئی ہوگی۔

"کیا بات ہے خان صاحب۔" ندیم نے بڑے موڈ میں مجھے مخاطب کیا۔ "عارفہ بتا رہی تھی کہ رات تمہاری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی۔"

"ہاں۔۔۔ آں۔۔۔" میں نے جلدی سے بات بناتے ہوئے کہا۔ "کام کی زیادتی کی وجہ سے سر میں شدید درد ہو رہا تھا۔"

"پریشان مت ہو۔" ندیم نے مجھے چھیڑنے کی خاطر معنی خیز انداز میں کہا۔ "میں نے تمہارے سلسلے میں نسیم کو بھی وہ بات نہیں بتائی ورنہ نسیم کے پیٹ میں تکلیف ہوتی تو وہ عارفہ سے بتا دیتیں اور پھر تم بلاوجہ مجھ سے ناراض ہوتے کہ میں نے زبان کیوں کھولی۔"

"کس سلسلے میں۔" عارفہ نے پہلے مجھے دیکھا پھر ندیم کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھنے لگی۔

"نہیں ایسی کوئی خاص بات بھی نہیں ہے۔" ندیم نے جان بوجھ کر الفاظ چباتے ہوئے کہا۔ "آخر اتنا پھیلا ہوا کاروبار ہے، کسی نہ کسی کو تو تمہاری جگہ لینی تھی لیکن تمہارے خان صاحب کو ہر کسی سے اتنا فری ہونے کی کیا ضرورت ہے کہ بعد میں وہ گلے ہی پڑ جائے۔"

"آپ کس کی بات کر رہے ہیں؟" عارفہ نے چونک کر پوچھا۔

"کسی کی نہیں۔" ندیم نے ہڑبڑا کر ایک فرضی مذاق کو حقیقت کا رنگ دیتے ہوئے کہا۔ "تم فکر مت کرو، ابھی معاملہ زیادہ آگے نہیں بڑھا اور میرے ہوتے ہوئے ایسا ہو بھی نہیں سکتا۔"

"کیا بات ہے؟" عارفہ نے دبی زبان میں مجھ سے سوال کیا۔ اس کی آنکھیں ڈبڈبا رہی تھیں۔

"تم بھی کس کی باتوں میں آرہی ہو۔" نسیم نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں اتنا بیوقوف نہیں سمجھتی تھی کہ تم کان کو ہاتھ لگانے کے بجائے کوے کے پیچھے دوڑ پڑو گی۔"

"کچھ بھی ہو لیکن شہباز کو کم از کم عارفہ کو اعتماد میں لینے کے بعد ہی کوئی قدم اٹھانا چاہیے تھا۔" ندیم بدستور سنجیدہ تھا۔

"بس۔ اب میری زبان کھلوانے کی کوشش نہ کریں۔" نسیم نے پیار سے ندیم کو گھورا۔ "خود آپ ہی نے تو عارفہ کی جگہ اس لڑکی کو ملازم رکھنے کی سفارش کی تھی مگر شہباز بھائی نے منع کر دیا تو اب بیچاری عارفہ کو پریشان کر رہے ہیں۔"

"اچھا ہوا جو تم نے میری پوزیشن صاف کر دی ورنہ اس وقت جو گھٹا ٹوپ بادل اٹھے تھے وہ کسی طوفان کا پیش خیمہ بھی ثابت ہو سکتے تھے۔" میں نے کن انکھیوں سے عارفہ کی سمت دیکھتے ہوئے نسیم سے کہا تو عارفہ بھی سمجھ گئی کہ ندیم اس وقت شرارت کے موڈ میں ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی بوکھلاہٹ پر بڑی خوبصورتی سے قابو پاتے ہوئے کہا۔

"جی نہیں۔ ندیم بھائی بلاوجہ ہمارے درمیان لڑائی لگوانے کی کوشش کیوں کریں گے۔ دال میں کچھ کالا ضرور ہے۔"

"بیچارے۔ تمہارے ندیم بھائی۔" نسیم نے میری طرف داری کی۔ "ابھی تک ان کے دودھ کے دانت بھی نہیں ٹوٹے۔ ارے ان کی تو وہی مثل ہے کہ بھس میں چنگاری ڈالی جمالو دور جا کھڑی ہوئیں۔ مجھ سے پوچھو اپنے ندیم بھائی کے کرتوت۔ میں بتاؤں تمہیں کہ بھینس کتنے پانی میں اور رنگ سفید ہے یا کالا۔"

"نسیم۔ زندہ باد۔" میں نے نعرہ بلند کیا۔

"آپ کیوں نہیں کہیں گے زندہ باد۔" عارفہ نے مجھے مسکرا کر گھورا۔ "آپ کی منہ بولی بہن جو ہیں۔"

"اسے کہتے ہیں کہ نیکی کر اور دریا میں ڈال۔" ندیم نے بڑی معصومیت سے انڈے اور توس کا ایک ٹکڑا منہ میں ڈالتے ہوئے کہا۔ "میں نے تو بھلائی کی کوشش کی تھی لیکن وہاں گھر کا بھیدی لنکا ڈھانے پر آمادہ ہو گیا۔"

"قرب قیامت کی دلیل ہے ندیم بھائی۔" عارفہ نے ندیم کا ساتھ دیتے ہوئے کہا۔ "ورنہ پہلے زمانے میں تو بیویاں شوہروں کے سامنے گھونگھٹ اٹھانے سے بھی پرہیز کرتی تھیں۔ اب گز بھر کی زبان چلانے لگی ہیں۔"

ابھی ہمارے درمیان اسی قسم کی چھیڑ چھاڑ ہو رہی تھی کہ ملازم نے آکر مجھے سراج کے فون کی اطلاع دی، میں تیزی سے ناشتے کی میز سے اٹھ کر ٹی وی لاؤنج میں آگیا۔ اس وقت سراج کا فون آنے کا مطلب یہی تھا کہ کوئی بہت ہی خاص اور اہم بات رونما ہوئی ہوگی۔ میرا اندازہ غلط نہیں ثابت ہوا۔

"مسٹر شہباز۔" سراج نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ ماہ رخ صاحبہ کے سلسلے میں مجھے آپ کا بیان لینے کا فریضہ انجام دینا پڑا لیکن اب اس کی کوئی اہمیت نہیں رہی۔"

"میں سمجھا نہیں؟"

"ماہ رخ صاحبہ کو ہوش آگیا ہے، ان کا بیان بھی یہی ہے کہ انھوں نے آپ کے جانے کے بعد مے نوشی کا شغل شروع کیا تھا۔"

"اور شراب میں زہر کی آمیزش کے سلسلے میں ان کا کیا بیان ہے؟"

"انھوں نے اس حیثیت کو تسلیم کرنے سے قطعی انکار کر دیا ہے۔"

"گویا پولیس سرجن کی رپورٹ۔۔۔"

"وہ میں نے پولیس سرجن ہی کے کہنے پر اب فائل سے نکال دی ہے۔" سراج نے دبی زبان میں کہا۔ "دراصل کوئی خاص وجہ ہے جو ماہ رخ صاحبہ زہر والی کہانی کو چھپانا چاہتی ہیں۔"

"کیا سلیمان شاہ آگئے ہیں؟"

"جی نہیں۔ ابھی میرا ان سے کوئی رابطہ نہیں ہو سکا۔" سراج نے کہا پھر بڑے جذباتی انداز میں بولا۔ "اس وقت میں نے آپ کو ایک خاص خبر سنانے کی خاطر فون کیا تھا۔ بھوشن اس وقت ہماری تحویل میں ہے۔ اس بار اسے رنگے ہاتھوں پکڑا گیا ہے اور کچھ ایسے ثبوت بھی ملے ہیں جو بھوشن کو قاتل ثابت کرنے کے لیے بہت کافی ہیں۔"

"آپ مجھ سے مذاق تو نہیں کر رہے؟" میں نے جان بوجھ کر انجان بنتے ہوئے کہا۔

"جی نہیں۔ میں بالکل سنجیدہ ہوں۔" سراج نے بڑی گمبھیر سنجیدگی سے کہا۔ "مس میلبا کے سلسلے میں رکی اور بھوشن کی کچھ ان بن ہو گئی تھی۔ رکی اگر زبان کھول دیتا تو بھوشن بری طرح پھنس سکتا تھا چنانچہ اس نے کسی بہانے سے رکی کو ملاقات کرنے پر آمادہ کر لیا۔ اس کے بعد بھوشن نے اسے گولی ماردی اور اس کی لاش کو ٹھکانے لگانے کا پروگرام مرتب کر رکھا تھا کہ ہمیں کسی نے فون پر اطلاع کر دی اور ہم نے عین وقت پر پہنچ کر اسے رکی کی لاش سمیت اپنی تحویل میں لے لیا۔ میرا خیال ہے کہ اس بار وہ آسانی سے رہائی نہیں حاصل کر سکے گا۔"

"فون کس نے کیا تھا؟"

"سوری مسٹر شہباز۔" سراج نے جلدی سے معذرت کی۔ "فی الحال اوپر سے یہی احکام ملے ہیں کہ ہم بہت رازداری سے کام لیں۔ ویسے آپ کی اطلاع کے لیے عرض کر دوں کہ اس بار میں نے ڈی آئی جی صاحب کی موجودگی میں بھوشن کے خلاف تمام کارروائی کی ہے۔ پولیس پارٹی ڈی، آئی جی صاحب کی سربراہی میں ہی بھوشن کے بنگلے میں داخل ہوئی تھی۔"

"یہ آپ نے بڑی عقل مندی کا ثبوت دیا۔"

"میں پھر کسی وقت آپ کو مفصل کہانی سنانے کی کوشش کروں گا۔ ماہ رخ صاحبہ کے سلسلے میں آپ کا بیان ریکارڈ کرنے کے سلسلے میں ایک بار پھر معذرت خواہ ہوں۔" سراج نے بڑی سعادت مندی سے کہا پھر سلسلہ منقطع کر دیا۔

ناشتے کے بعد میں نے ندیم کو سراج کی فون کال کے بارے میں تفصیل بتائی تو اس نے سنجیدگی سے کہا۔ "یہ خبر مجھے گزشتہ رات ہی مل گئی تھی۔ سراج نے عقل مندی کا ثبوت دیا جو ڈی آئی جی کے ساتھ ریڈ کیا۔ تمہاری کالکارانی نے اب اگر بھوشن کی مدد کی تو اس میں ڈی آئی جی کی ٹانگ بھی گھسیٹی جائے گی۔"

"ماہ رخ کے بیان کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"مجھے پہلے ہی امید تھی کہ وہ کم از کم تمہارے خلاف کوئی بیان نہیں دے گی۔"

"کیا تمہاری اور ماہ رخ کی براہ راست کوئی ملاقات ابھی تک نہیں ہو سکی؟"

"نہیں۔ لیکن تم بھی یہی کوشش کرنا کہ فی الحال اس سے دور ہی رہو۔ سلیمان شاہ میری اطلاع کے مطابق زمینوں سے واپس آگیا ہے۔ اگر ماہ رخ کے خلاف اس نے کوئی سازش مرتب کی تھی تو پھر شاید وہ اپنی موجودگی میں تمہارا اور ماہ رخ کا ملنا پسند نہ کرے گا۔"

میں تیار ہو کر دفتر جانے کے لیے باہر آیا تو میری گاڑی پہلے ہی سے پورٹیکو میں موجود تھی۔ اس کے قریب ہی وہ نوجوان داڑھی والا بھی موجود تھا جسے میں ندیم کے کیسینو پر متعدد بار دیکھ چکا تھا۔ مجھے باہر آتا دیکھ کر اس نے تیزی سے پچھلا دروازہ کھولا۔ شاید ندیم نے اسے کریم کی جگہ تعینات کیا تھا۔ میرے ذہن میں اس وقت بھی داڑھی والے کے بارے میں یہی شبہ سر ابھار رہا تھا کہ میں اس سے پہلے بھی کہیں مل چکا ہوں۔ میں نے دو ایک بار سے غور سے دیکھا لیکن وہ بڑی مستعدی سے اپنے فرض کی ادائیگی میں مصروف تھا۔

"تمہیں ندیم نے یہ ڈیوٹی انجام دینے کو کہا ہے۔" میں نے تھوڑے توقف کے بعد اسے مخاطب کیا۔

"یس سر۔" اس نے نہایت سعادت مندی سے جواب دیا۔ "جب تک آپ کا ڈرائیور ڈیوٹی پر واپس نہیں آتا یہ خدمت مجھے ہی انجام دینی ہے۔"

"کیا تم مجھے پہلے سے جانتے ہو؟" میں نے اسے کریدنے کی کوشش کی۔

"یس سر۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ اور ندیم صاحب ایک دوسرے کے گہرے دوست ہیں۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"آپ مجھے ساجد کے نام سے پکار سکتے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے اس کے جواب پر غور کرتے ہوئے کہا۔ "کیا تمہارا اصلی نام ساجد نہیں ہے۔"

"باس نے یہی نام تجویز کیا ہے۔" اس نے صاف گوئی سے جواب دیا جس کا مطلب یہی تھا کہ وہ اپنا اصلی نام ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میرے لیے اس کا جواب مزید الجھن کا سبب تھا لیکن میں نے اس سے بازپرس ضروری نہیں سمجھی اور

سلیمان شاہ کے بارے میں غور کرنے لگا۔ دستہ نے مجھے یہی بتایا تھا کہ سلیمان شاہ نے بلیحہ کے ذریعے مل کر ماہ رخ کو راستے سے ہٹانے کی کوشش کی تھی لیکن ساتھ ہی اس نے تاکید بھی کی تھی کہ میں اس کا ذکر کسی اور کے سامنے نہ کروں اور اگر دستہ کی اطلاع درست تھی تو پھر مجھے سلیمان شاہ سے بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت تھی۔ اگر وہ ماہ رخ کو راستے سے ہٹانے کی سازش مرتب کر سکتا تھا تو پھر میرے لیے بھی اپنے شکاری کتوں کو کوئی خطرناک حکم دے سکتا تھا۔

بھوشن اس وقت پولیس کی تحویل میں تھا۔ ندیم نے کہا تھا کہ سراج نے ڈی آئی جی کی سربراہی میں کارروائی کر کے عقلمندی کا ثبوت دیا تھا لیکن کالکا کی طاغوتی قوت ڈی آئی جی کے لیے بھی خطرناک ہو سکتی تھی۔ اس نے محض بھوشن کی وجہ سے مجھ سے منہ موڑا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ کالکا' بھوشن کے خلاف کسی پولیس کیس کو کامیاب نہیں ہونے دے گی۔ اس سے پہلے بھی بھوشن کو دودھ کی مکھی کی طرح کئی مقدمات سے گلوخلاصی دلا چکی تھی لیکن اس بار اس نے ایسا نہیں کیا تھا۔ وہ چاہتی تو قبل از وقت بھوشن کو آنے والے خطروں سے آگاہ کر سکتی تھی مگر اس نے ایسا کوئی اقدام بھی نہیں کیا۔ آخر کیوں؟ میں نے سوچا۔ کیا وہ ابھی تک کسی خاص مصلحت کی بنا پر خاموش تھی یا پھر بھوشن کے ستارے ہی گردش میں آ چکے تھے؟

"بھوشن کے لیے تم پریشان مت ہو شہباز خان۔" اچانک کالکا کی مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "وہ میرا مسئلہ ہے اور میں ہی جانتی ہوں کہ مجھے اس کے لیے کیا کرنا ہے۔"

"اگر تم بھوشن کی خاطر مجھ سے ناراض تھیں تو پھر تمہیں اسے پولیس کی تحویل میں بھی نہیں جانے دینا چاہیے تھا۔"

"تمہارے پیٹ میں درد کیوں ہو رہا ہے۔" وہ تلملا کر بولی۔ "تم کالکا کی مہان شکتی کے بہت سارے چمتکار دیکھ چکے ہو۔ پولیس نے بھوشن کو گرفتار ضرور کر لیا ہے لیکن میں جانتی ہوں کہ رکی کا خون کس نے کیا تھا۔"

"کس نے کیا تھا؟" میں نے کالکا کو ٹٹولنے کی خاطر بڑی معصومیت سے دریافت کیا۔ نہ جانے کیوں میرے ذہن میں اچانک یہ خیال ابھرا تھا کہ جس قوت نے مجھے بھوشن کے دفتر میں بلبیر کے ہاتھوں سے بچایا تھا وہ کالکا سے زیادہ بڑی طاقت ہے ورنہ کالکا اتنی آسانی سے مجھے وہاں سے فرار ہونے کا موقع کبھی نہ دیتی۔

"دھیرج سے کام لو۔ سمے تمہیں سب کچھ بتا دے گا۔" کالکا نے معنی خیز انداز میں کہا۔ "میرا خیال ہے کہ تمہیں اس بات کی خبر مل چکی ہوگی کہ سلیمان شاہ زمینوں سے واپس آ گیا ہے۔"

"یہ اس وقت تمہیں سلیمان شاہ کا خیال کس طرح آ گیا؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"میں چاہوں تو سلیمان شاہ کے ذریعے بھی تمہاری زندگی کے دیے (چراغ) کو گل کرا سکتی ہوں لیکن ایسا کروں گی نہیں۔"

"مجھے معلوم ہے کالکا رانی۔" میں نے اسے شیشے میں اتارنے کی کوشش کی۔ "تم نے جسے اپنے من مندر کے اندر پوتر مورتی بنا کر سجا رکھا ہے اس کو۔"

"اس خیال کو من سے نکال دو۔" وہ خشک لہجے میں بولی۔ "ہمیں دھرم کے کارن اور دیوی دیوتاؤں کی آگیا کے انوسار اپنی منو کاموناؤں (دل کی خواہشات) کو بھی کچلنا پڑتا ہے۔"

"پھر انتظار کس بات کے ہے؟" میں نے خود کو دل برداشتہ ظاہر کرنے کی کوشش کی۔ "سسکا سسکا کر مارنے کی کیا ضرورت ہے۔ ایک ہی دفعہ میرا کریا کرم کیوں نہیں کر دیتیں۔"

"نراش مت ہو۔ وہ گھڑی بھی بہت جلد آئے گی پرنتو ابھی تمہیں کالکا کے اشاروں پر عمل کرنا ہوگا۔" اس نے سپاٹ آواز میں کہا۔ "میری بات دھیان سے سنو۔ اپنے متر سراج سے کہو کہ وہ بھوشن کے سلسلے میں زیادہ اچھلنے کودنے کی غلطی نہ کرے۔ اسی میں اس کی مکتی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ ڈی آئی جی کی وجہ سے سراج کا عمل دخل اتنا نہیں ہوگا کہ۔۔۔"

"شہباز خان۔" کالکا کے لہجے میں سفاکی آ گئی۔ "کیا تم چاہتے ہو کہ میں سارا کھیل پلٹ دوں اور بھوشن کی جگہ رکی کے قتل کے الزام میں تم اور تمہارے متر کو پھنسوا دوں۔"

"نہیں۔" میں نے دل کڑا کر کے جواب دیا۔ "کیا تم اپنی قوت سے ڈی آئی جی کو بھوشن کے سلسلے میں رام نہیں کر سکتیں۔"

"اچھا۔ اب تم کالکا کی بات سے انکار نہیں کرو گے۔ کیوں۔"

"میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔"

"زیادہ اونچی اڑنے کی کوشش مت کرو۔" وہ میرا جملہ کاٹ کر بولی۔ "کالکا سے پنجہ لڑانے کی کوشش تمہارے بس کی بات نہیں ہے۔ میں چاہوں تو اس سمے بھی کسی حادثے کے ذریعے تمہارے جیون کی لٹیا ڈبو سکتی ہوں۔"

"میں سراج کو سمجھانے کی کوشش کروں گا۔" میں نے جلدی سے ہامی بھر لی اس لیے کہ میں کالکا کی طاغوتی قوت کے بہت سارے گھناؤنے پہلے دیکھ چکا تھا۔

"مجھے وشواس تھا بھولے ناتھ کہ تم میری بات سے انکار نہیں کرو گے۔"

"ماہ رخ کے سلسلے میں تم کیا کہو گی؟" میں نے تھوڑے توقف سے دریافت کیا۔ "کیا اس نے خود سلیمان شاہ سے چھٹکارا حاصل کرنے کی خاطر زہریلی شراب پی تھی۔"

"نہیں۔ ایسا نہیں تھا۔" کالکا نے جواب دیا۔ "میں نے تمہیں بتایا تھا کہ جس سمے تم ماہ رخ کے ساتھ گل چھرے اڑانے میں مگن تھے میں نے اس کے شریر میں داخل ہو کر اپنے من کی اگنی بجھانے کی کوشش کی تھی لیکن آگ کا ایک بھڑکتا ہوا شعلہ میرے آڑے آ گیا تھا۔"

"آگ کا شعلہ۔" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"چنتا مت کرو۔" وہ تیزی سے بولی۔ "ابھی وہ اصلی روپ میں میرے سامنے نہیں آیا ہے لیکن میں دیوتاؤں کی سہائتا حاصل کر کے بہت جلد اس کا کھوج لگا لوں گی۔"

"سلیمان شاہ کے سلسلے میں تمہاری کیا رائے ہے؟" میں نے کچھ سوچ کر دریافت کیا۔ "کیا ماہ رخ کی خودکشی میں اس کا ہاتھ تو شامل نہیں ہے؟"

"سمے آنے دو۔ پھر میں تمہیں بتاؤں گی کہ یہ کیا گورکھ دھندا ہے۔"

"کیا تم جانتی ہو کہ وہ آگ کا شعلہ کیوں میری مدد کر رہا ہے؟ اس کی اصلیت کیا ہے؟"

"تم نے سراج کے سلسلے میں بات کرنے کا جو وچن دیا ہے اسے بھول مت جانا۔" کالکا نے میری بات نظر انداز کرتے ہوئے کہا پھر میں نے اس کو کئی بار دل ہی دل میں آوازیں دیں لیکن دوسری سمت سے کوئی جواب نہیں ملا۔

دفتر پہنچ کر میں اپنے آفس میں داخل ہوا تو خلاف توقع سراج وہاں پہلے سے موجود تھا۔

"کوئی تازہ خبر؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"فی الحال میں آپ کو ایک خوشخبری سنانے کی خاطر حاضر ہوا ہوں۔" سراج نے پرجوش انداز میں کہا۔ "ڈی آئی جی نے بھوشن کا جسمانی ریمانڈ حاصل کر لیا ہے۔"

"گویا اب اس کے ساتھ پولیس کا ڈرائنگ روم ٹریٹ منٹ شروع ہوگا۔"

"میں ضابطے کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کروں گا۔ ویسے ہمارے اوپر بھوشن کے کچھ قرض باقی ہیں۔ ان میں کچھ ادائیگی کر دی جائے تو یہ زیادتی بھی نہیں ہوگی۔"

"اس واردات کی اطلاع آپ کو کس نے دی تھی۔"

"میں اس کا نام ظاہر نہیں کر سکتا۔" سراج نے جواب دیا۔ "لیکن اتنا ضرور بتا سکتا ہوں کہ وہ بھوشن کے اپنے حلقے ہی کا کوئی آدمی ہے۔"

"ایک بات ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئی۔" میں نے بڑی معصومیت کا اظہار کیا۔ "کیا بھوشن اپنی کوٹھی میں رکی کو گولی مارنے کی حماقت کر سکتا ہے؟ میرا مطلب ہے کہ وہ اپنے آدمیوں کو یہ بھی حکم دے سکتا تھا کہ رکی کو کسی اور جگہ لے جا کر ختم کر دیا جائے۔"

"قاتل جب اشتعال کی انتہا کو پہنچ جاتا ہے تو پھر مصلحتوں کو یکسر فراموش کر دیتا ہے۔" سراج نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ رکی نے کوئی ایسی ہی اہم بات کہہ دی ہو جو بھوشن کے برداشت کی حد سے تجاوز کر گئی ہو۔"

"آپ نے بتایا تھا کہ واردات کی اطلاع دینے والے نے کچھ اور اہم ثبوت بھی مہیا کیے ہیں جو بھوشن کو مجرم یا قاتل ثابت کر دینے میں موثر ثابت ہوں گے۔"

"کچھ ایسی ہی بات ہے لیکن فی الحال میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کہوں گا۔"

"مائی ڈیئر مسٹر سراج۔" میں نے کالکا سے کیے ہوئے وعدے کے پیش نظر دبی زبان میں کہا۔ "کیا آپ بھول رہے ہیں کہ اس سے پہلے بھی کچھ نادیدہ طاغوتی قوتوں نے عین وقت پر بساط پلٹ دی تھی۔ آپ کو بھوشن ہی کے سلسلے میں چھٹی بھی لینی پڑی تھی۔"

"میں آپ کی بات کو سمجھ رہا ہوں۔" سراج نے قدرے سنجیدگی سے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ پراسرار قوتیں اس بار بھی ہمارے راستے میں رکاوٹ ڈالیں۔ اسی خیال کے پیش نظر میں نے ڈی آئی جی کو فور فرنٹ پر رکھا ہے۔"

"یہ آپ نے دور اندیشی سے کام لیا ہے۔" میں نے کہا پھر پوچھا۔ "ویسے کیا بھوشن نے رکی کے قتل کا اعتراف کر لیا

ہے؟"

"آپ خود بھی محکمہ پولیس سے وابستہ رہ چکے ہیں۔" سراج نے سنجیدگی سے کہا۔ "ایسا شاذو نادر ہی ہوتا ہے کہ کوئی اپنے جرم کا اعتراف کرلے اور وہ بھی قتل کے سلسلے میں۔ جو لوگ پولیس کی سختی سے بچنے کی خاطر جیل کسٹڈی میں جانے کے لیے اعتراف کرلیتے ہیں وہ بھی عدالت میں جاکر اپنے بیان سے منکر ہوجاتے ہیں۔ بھوشن تو ویسے بھی بہت گھاگ ہے۔ وہ ابھی تک نہ صرف یہ کہ رکی کے قتل سے انکار کررہا ہے بلکہ پولیس کے اعلیٰ افسران کو اپنے تعلقات کی وجہ سے دھمکی بھی دے رہا ہے۔"

"میرا مشورہ ہے کہ اگر آپ ڈی آئی جی ہی کو آگے رکھیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔"

"میں سمجھا نہیں۔" سراج نے مجھے وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"بھوشن کی رسائی کہاں تک ہے۔ آپ پہلے بھی اس کا اندازہ لگا چکے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اس بار بھی وہ بال بال بچ جانے میں کامیاب ہوجائے۔"

"ہونے کو اور بھی بہت کچھ ہوسکتا ہے لیکن پولیس کو تو بہرحال آخری وقت تک مجرم کو سزا دلانے کی کوشش کرنی پڑتی ہے۔"

"ماہ رخ کے بیان سے آپ نے کیا اندازہ لگایا ہے؟" میں نے گفتگو کا رخ بدلا۔

"ابھی تک میڈم نے صرف آپ کو بچانے کی خاطر اپنا تحریری بیان دیا ہے۔" سراج نے مسکراتے ہوئے کہا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "زہر آلود شراب کے سلسلے میں اس نے یہی کہا ہے کہ وہ اپنے قانونی مشیر سے صلاح و مشورہ کرنے کے بعد ہی کوئی بیان دے گی۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"میرا اندازہ ہے کہ ماہ رخ صاحبہ کو یقین ہے کہ زہر آلود شراب کی سیل بند بوتل کو ان کے اسٹاک میں رکھنے میں کس کا ہاتھ ہوسکتا ہے لیکن وہ کسی خاص وجہ سے اس کا نام زبان تک لانے سے گریز کررہی ہیں۔"

"سلیمان شاہ۔" میں نے اپنے شک کا اظہار کیا۔

"فی الحال کوئی بات یقین سے نہیں کی جاسکتی۔" سراج نے دبی زبان میں جواب دیا۔ "ممکن ہے میڈم کسی کو جان بوجھ کر بچانا چاہتی ہوں یا پھر وہ بذات خود اس شخصیت سے نپٹنے کے بارے میں غور کررہی ہوں۔"

"خودکشی کا کیس تو بہرحال رجسٹر کرلیا گیا ہوگا۔"

"میں اب اجازت چاہوں گا۔" سراج نے میری بات کو ٹالتے ہوئے جواب دیا پھر اٹھتے ہوئے بولا۔ "کیا میں یقین رکھوں کہ اس وقت ہمارے درمیان جو گفتگو ہوئی ہے اس کا علم کسی اور کو نہیں ہوگا۔"

"آپ میری ذات پر اعتماد کرسکتے ہیں۔" میں نے اس سے رخصتی مصافحہ کیا پھر سراج کے جانے کے بعد کرسی پر بیٹھا ہی تھا کہ حسنہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی اور میں ایک بار پھر اس کی پراسرار شخصیت میں الجھ کر رہ گیا۔ اب تک اس نے جو باتیں کی تھیں وہ حرف بہ حرف درست ثابت ہو رہی تھیں۔ بھوشن کے سلسلے میں بھی اس کی پیش گوئی غلط نہیں ہوئی۔ ماہ رخ کے سلسلے میں بھی اس نے بڑے یقین کے ساتھ اس کی سکریٹری ملیحہ کے بارے میں کہا تھا کہ اس نے سلیمان شاہ سے ملنے کے بعد ایک بھاری معاوضہ کے عوض اس کی سازش میں ہاتھ بٹایا تھا۔ ابھی تک اس سلسلے میں ملیحہ کا نام سامنے نہیں آیا تھا لیکن میرا خیال تھا کہ ملیحہ کے بارے میں بھی اس کے شبہات درست ہی ثابت ہوں گے لیکن وہ آخر تھی کون؟ اس نے میرے دفتر میں ملازمت کرنے کی آڑ کیوں لی تھی؟ کیا حقیقتاً" کچھ لوگوں سے خوف زدہ تھی یا اس نے محض فرضی کہانی سنائی تھی؟ اور لیڈی مکلارکس نے اس کی سفارش کیوں کی تھی؟ وہ میرے اشارے پر بیٹھ گئی تو میں نے پوچھا۔

"کیا آپ کو بھوشن کی گرفتاری کی اطلاع مل چکی ہے؟"

"جی ہاں۔" اس نے بڑی سادگی سے جواب دیا۔

"آپ کا سورس آف انفارمیشن کیا تھا؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"وہی جس نے مجھے ملیحہ کے بارے میں بتایا تھا۔" اس کا لہجہ اس بار معنی خیز ہوگیا۔

"سلیمان شاہ میری اطلاع کے مطابق اپنی زمینوں سے واپس آچکا ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔" اس نے مختصراً" کہا۔

"کیا اپنی سازش میں ناکام ہونے کے بعد سلیمان شاہ کو ملیحہ کی ذات سے کوئی خطرہ لاحق نہ ہوگا؟"

"میں آپ کا مقصد سمجھ رہی ہوں۔" اس نے خلا میں گھورتے ہوئے کہا۔ "اپنی سازش میں ناکامی کے بعد اصولی طور پر سلیمان شاہ کو ملیحہ کو یا تو ختم کردینا چاہیے یا پھر انڈر گراؤنڈ کردینا چاہیے لیکن وہ ایسا نہیں کرے گا۔"

"آپ اس قدر وثوق سے کس طرح کہہ سکتی ہیں؟" میں نے حسنہ کو پھر حیرت سے گھورا۔

"کیا اس کا جواب دینا میرے لیے ضروری ہے؟"

"بظاہر کوئی حرج بھی نہیں ہے اس لیے کہ ملیحہ کی شخصیت کو بے نقاب کرنا اصولی طور پر ہمارے اوپر فرض بنتا ہے۔"

"پریشان مت ہوں۔" وہ بڑے اطمینان سے بولی۔ "ملیحہ کو اس کے کیے کی بڑی عبرتناک سزا ملے گی۔"

"میں آپ کی پراسرار شخصیت کے بارے میں کیا رائے قائم کروں۔" میں نے قدرے جھلا کر سوال کیا۔

"یہ بات آپ پہلے بھی شاید ایک دو موقعوں پر کہہ چکے ہیں۔" وہ ہونٹ چباتے ہوئے بولی۔ "اگر آپ کو میرا وجود اس دفتر میں بوجھ محسوس ہو رہا ہے تو آج ہی اس ملازمت سے۔۔۔"

"میرا مطلب یہ نہیں تھا لیکن۔۔۔"

"میں آپ کو ایک مشورہ دینے کی خاطر حاضر ہوئی ہوں۔" اس نے میری بات کاٹتے ہوئے بڑی معصومیت سے کہا۔ "آپ اگر کسی پراسرار شخصیت سے خائف ہیں تو اس خوف کو دل سے نکال دیں۔ فی الحال وہ آپ کے خلاف کامیاب نہیں ہوسکے گی۔"

"آپ کا کیا خیال ہے؟" میں نے چونک کر پوچھا۔ "میں کس سے خائف ہوں؟"

"آگ کے شعلے کی لپک جب تک آپ کی پشت پناہی کرتی رہے گی کوئی دوسری قوت آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔"

حسنہ کے جواب پر میں اچھل پڑا۔ اس نے بھی کالکا ہی کی طرح کسی آگ کے شعلے کا حوالہ دیا تھا لیکن وہ آگ کا شعلہ کیا تھا؟ کون تھا؟ اس کا علم کالکا کے علاوہ حسنہ کو بھی تھا لیکن ابھی تک میں تاریکی میں بھٹک رہا تھا۔ میرے ذہن میں مختلف سوال آپس میں گڈمڈ ہو رہے تھے۔ میں نے حسنہ سے کھل کر بات کرنے کی ٹھان لی لیکن اس سے پیشتر کہ میں کوئی بات کہتا اس نے مجھے مزید حیرت زدہ کرنے کی خاطر معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ کو دانش تو یاد ہوگا؟ آپ کا وہی وفادار ملازم جو خان جابر کے ہاتھوں مرتے مرتے بچا تھا۔"

"کیا آپ اس کے بارے میں بھی جانتی ہیں؟" میں نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔

"آپ اگر چاہیں تو ساجد اور دانش کو ایک ہی شخصیت کے دو مختلف روپ سمجھ سکتے ہیں لیکن اس کا اظہار ابھی کھل کر نہ کیجیے گا ورنہ دانش یا ساجد کی زندگی کو خطرہ بھی لاحق ہوسکتا ہے۔" وہ اٹھتے ہوئے بولی۔ "میں دو روز تک دفتر نہ آسکوں گی۔"

پھر اس سے پہلے کہ میں اس کے بارے میں مزید کچھ جاننے کی کوشش کرتا وہ ایڑیوں کے بل گھومی اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی آفس سے باہر چلی گئی۔ میں نے اسے روکنا چاہا تھا لیکن میری آواز سلب ہو کر رہ گئی۔ کچھ دیر بعد میں نے وارثی کو طلب کیا۔ کچھ دیر تک کاروباری امور کے بارے میں گفتگو کرنے کے بعد میں نے دبی دبی زبان میں پوچھا۔

"حسنہ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟"

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ اسے کس خانے میں فٹ کیا جائے؟"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔

"آج کل اس کے دفتر آنے جانے کا کوئی وقت نہیں ہے۔ کب آتی ہے اور کب چلی جاتی ہے یہ معلوم کرنا مشکل ہے لیکن اس کا سارا کام اپ ٹوڈیٹ ہوتا ہے۔"

"کیا آج وہ دفتر آئی ہے؟"

"جی نہیں۔ میں نے اسے صبح سے نہیں دیکھا۔" وارثی نے سنجیدگی سے کہا۔ "ابھی کچھ دیر پہلے میں خود بھی اس کی طرف گیا تھا لیکن۔۔۔"

"وہ مجھ سے چھٹی لے کر گئی ہے۔ دو روز کی۔" میں نے کہا۔ "چند لمحے پہلے وہ میرے ہی پاس بیٹھی تھی۔ میرا خیال ہے کہ اسے کوئی ضروری کام درپیش ہے۔"

"آپ کے پاس وہ کب آئی تھی؟" وارثی نے تعجب سے پوچھا۔

"کوئی دس منٹ پہلے۔ واپسی آپ کے آنے سے ایک منٹ پہلے ہی ہوئی ہے۔"

"حیرت ہے۔" وارثی نے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ نے اپنے گارڈ کو حسنہ کے سلسلے میں کوئی خاص ہدایت دی ہے؟"

"نہیں۔ کیوں؟"

"میں ابھی حسنہ کے کمرے سے ہوتا ہوا آیا ہوں۔ وہ اپنے آفس میں نہیں تھی۔ آپ کے دفتر میں داخل ہونے سے پہلے میں نے گارڈ سے بھی دریافت کیا لیکن اس کا بیان ہے کہ اس نے بھی حسنہ کو نہیں دیکھا۔"

"ہوسکتا ہے کہ یہ محض اتفاق ہو۔" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا پھر دوسری ضروری باتیں کرنے لگا لیکن میرا ذہن بدستور حسنہ میں الجھا ہوا تھا۔ وارثی کے بیان نے اس کی شخصیت کو اور پراسرار بنا دیا تھا۔ مجھے اس وقت کومل ورما یاد آرہی تھی جو پانڈے کے لیے مرنے کے بعد بھی کام کرتی رہی تھی لیکن حسنہ؟ میں نے اپنے ذہن پر زور دینے کی بہت کوشش کی لیکن ہر بار دھوئیں کے بادل میرے راستے میں حائل ہوجاتے تھے۔

وارثی کے جانے کے بعد میں اپنے کام میں مشغول ہوگیا۔ حالات کے نشیب و فراز نے دفتری معاملات سے مجھے خاصا دور کر رکھا تھا۔ بہت ساری ضروری فائلیں میری خصوصی توجہ کی منتظر تھیں۔ میں انہیں ایک ایک کرکے نمٹاتا رہا، دوپہر کو کھانے کے بعد میں کچھ دیر آرام کرنا چاہتا تھا کہ ندیم کا فون آگیا۔

"سراج آیا تھا تمہاری طرف؟"

"ہاں۔"

"کوئی خاص بات معلوم ہوئی۔"

"نہیں۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اس بار وہ کچھ زیادہ ہی محتاط نظر آ رہا ہے۔"

"تمہارے لیے ایک اہم اطلاع ہے۔" ندیم نے کہا۔ "مجھے پتا چلا ہے کہ کچھ دیر پیشتر سلیمان شاہ نے ماہ رخ سے ملنے کی کوشش کی تھی لیکن ڈاکٹروں نے اسے اجازت نہیں دی لیکن میرا خیال اس کے برعکس ہے۔"

"وہ کیا؟"

"ہو سکتا ہے کہ خود ماہ رخ نے ڈاکٹروں کو ہدایت کر دی ہو کہ وہ ابھی کسی سے نہیں ملنا چاہتی۔"

"کیا پولیس کو اسپتال سے ہٹا لیا ہے۔"

"نہیں۔ پولیس کے مسلح افراد اب بھی پوری مستعدی سے ڈیوٹی انجام دے رہے ہیں لیکن اب ماہ رخ سے ملنے کی اجازت کا دارومدار صرف ڈاکٹروں کی صوابدید پر ہے۔"

"کیا ماہ رخ ابھی تک کسی سے نہیں ملی؟"

"براہ راست نہیں ملی لیکن ہمارے مخبروں نے اطلاع دی ہے کہ آج صبح سے وہ دو فون کر چکی ہے۔"

"سلیمان شاہ سے نہ ملنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟" میں نے بے چینی کا اظہار کیا۔

"میرا ذاتی خیال ہے کہ ماہ رخ کو بھی یہی اندیشہ ہوگا کہ اسے زہریلی شراب دلوانے میں سلیمان شاہ کا ہاتھ بھی شامل ہو سکتا ہے۔" ندیم نے جواب دیا۔ "ویسے سلیمان شاہ نے ماہ رخ سے ملاقات نہ ہونے پر کسی غصے یا جھلاہٹ کا اظہار نہیں کیا' وہ خاموشی سے ڈاکٹروں سے ماہ رخ کی خیریت دریافت کر کے واپس چلا گیا تھا۔"

"اس اطلاع میں میرے لیے بھلا کیا اہم بات ہے۔"

"اگر سلیمان شاہ نے ماہ رخ کے خلاف سازش کی ہے تو پھر ماہ رخ کے بعد اس کے ذہن میں تمہارا ہی خیال ہوگا۔" ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "تم سلیمان شاہ کے بارے میں ابھی پوری طرح واقف نہیں ہو' سیاسی حلقوں میں اسے پوجا جاتا ہے لیکن اس کے علاوہ اس کی ایک حیثیت اور بھی ہے اس کے بے شمار مرید بھی ہیں جو اس کے ایک اشارے پر جان دینے کو آمادہ ہو سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ کسی طرح سے تمہیں بھی نقصان پہنچانے کی کوشش کرے' اپنے گارڈز کو ہدایت کر دو کہ کسی اجنبی کو اس حصے میں بھی داخلے کی اجازت نہ دیں جہاں تمہارا آفس واقع ہے۔"

"میرا خیال اس کے برعکس ہے۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا۔ "ہو سکتا ہے سلیمان شاہ نے میری ہی وجہ سے ماہ رخ کو مروانے کی کوشش کی ہو لیکن ماہ رخ کے منہ سے انکار کے بعد اگر اس نے فوری طور پر میری سمت رخ کیا تو ماہ رخ کے شک کو اور بھی تقویت حاصل ہوگی۔"

"بہرحال' تمہارا محتاط رہنا ضروری ہے لیکن پریشان مت ہونا' میں نے خاص طور پر ماسٹر کی اور اس کی ٹیم کو تمہاری حفاظت پر مامور کر دیا ہے۔"

"کریم کی جگہ دوسرا ڈرائیور بھی اپنے فرائض کو پوری تندہی سے انجام دے رہا ہے' تم نے مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا لیکن میرا خیال ہے کہ میں اسے پہلے بھی کہیں دیکھ چکا ہوں۔"

"ہو سکتا ہے۔"

"کیا تم اس کا مکمل تعارف نہیں کرا سکتے۔"

"آئی سی۔" ندیم نے تھوڑے توقف سے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ تمہیں اس کے بارے میں کچھ معلوم ہو گیا ہو لیکن اس کے سلسلے میں تمہیں اپنی زبان بند ہی رکھنی ہوگی۔"

"کیا وہ بہت خاص آدمی ہے۔" میں نے زہرخند ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

"میں کچھ دیر بعد تمہیں دوبارہ فون کروں گا۔" ندیم نے کہا پھر دوسری جانب سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا' میں نے گارڈز کو بلا کر سختی سے تاکید کر دی کہ میری اجازت کے بغیر کسی کو بھی میرے آفس کی سمت آنے کی اجازت نہ دی جائے۔

ندیم نے سلیمان شاہ کے سلسلے میں جس خطرے کا اظہار کیا تھا میں اس سے پوری طرح متفق نہیں تھا۔ مجھے توقع نہیں تھی کہ ماہ رخ کے اسپتال سے رخصت ہونے سے قبل وہ کوئی دوسری حماقت کا ثبوت پیش کر سکتا ہے لیکن وہ جس ٹائپ کا آدمی تھا اس سے کچھ بعید بھی نہیں تھا کہ وہ کس وقت کیا چال چل جائے۔

اچانک میرے ذہن میں ملیحہ کا خیال ابھرا اگر حسنہ کا یہ خیال درست تھا کہ ملیحہ نے ہی سلیمان شاہ سے کوئی بھاری رقم

لے کر ماہ رخ کے خلاف سازش کی تھی تو پھر اس کی زندگی کو بھی خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ میرے مقابلے میں ملیحہ سلیمان شاہ کے لیے زیادہ اہم تھی' ایک اہم ثبوت کو مٹانے کی خاطر اس کا پہلا نشانہ ملیحہ بھی بن سکتی تھی۔ اگر کسی طرح ملیحہ ہمارے قبضے میں آجاتی تو وہ سلیمان شاہ کے خلاف بہت کارآمد ہو سکتی تھی' ابھی میرے ذہن میں ملیحہ کے متعلق یہ خیال ابھرا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے لپک کر ریسیور اٹھا لیا۔

"کیا میں مسٹر شہباز سے بات کر سکتی ہوں؟" دوسری جانب سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"کوئی خاص کام۔"

"کام کی نوعیت بھی میں مسٹر شہباز کو ہی بتا سکتی ہوں۔"

"آپ کا نام۔"

"میں۔۔۔ ملیحہ بول رہی ہوں۔"

"ملیحہ۔" میرے ذہن میں ایک چھناکا سا ہوا' اگر وہ واقعی ملیحہ ہی بول رہی تھی تو اس کا مجھے فون کرنے کا کیا مقصد ہو سکتا تھا؟ میں نے سوچا۔ اسے میرے بارے میں کس طرح علم ہوا تھا؟ کیا سلیمان شاہ ماہ رخ کے بعد اب مجھے بھی ملیحہ کے ذریعے کسی سازش کا شکار کرنا چاہتا تھا؟ ماہ رخ کو درمیان سے ہٹانے کے لیے ممکن ہے سلیمان شاہ نے میرا ذکر بھی کیا ہو اور اب وہ اسی حسین تلوار سے میری شہ رگ تک پہنچنے کی کوشش کرنا چاہتا ہو؟

"مسٹر شہباز!" ملیحہ نے میرے جواب دینے سے پیشتر ہی سنجیدگی سے کہا۔ "تم مجھ سے بہت دور ہو' میں تم سے پہلی بار ہم کلام ہو رہی ہوں لیکن مجھے یقین ہے کہ تم ہی شہباز ہو گے۔"

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے محترمہ۔" میں نے تیزی سے جواب دیا۔ "مسٹر شہباز اس وقت واش روم میں ہیں آپ کو کچھ دیر انتظار کرنا ہوگا۔"

"میرے پاس وقت کم ہے مسٹر شہباز' مجھے تم سے ایک بہت اہم بات کرنی ہے۔"

"لیکن۔۔۔"

"مجھے ٹالنے کی کوشش مت کرو مائی ڈیئر۔" اس نے تیزی سے کہا۔ "میں تم سے دور ہونے کے باوجود تمہاری ایک ایک نقل و حرکت کو دیکھ رہی ہوں۔ کہو تو یہ بھی بتا دوں کہ ابھی کچھ دیر پیشتر تم نے اپنے دوست مسٹر ندیم سے کیا باتیں کی تھیں۔"

"دو آدمیوں کے درمیان ہونے والی گفتگو ایکسچینج سے بھی سنی جا سکتی ہے۔" میں نے ایک ممکنہ شک کا اظہار کیا۔

"اوہ۔۔۔ تو گویا اب مجھے تمہیں اپنی شخصیت کے بارے میں یقین دلانے کی خاطر وہ باتیں بھی دہرانی پڑیں گی جو تمہارے اور حسنہ کے درمیان ہوئی تھیں' اس کے بعد تم نے وارثی کو بلا کر کیا گفتگو کی تھی۔"

میں حیرت سے اچھل پڑا' دوسری طرف سے بولنے والی ملیحہ نہیں ہو سکتی تھی وہ یقیناً کالکا یا پھر حسنہ کی پراسرار شخصیت ہو سکتی تھی ورنہ میرے بند کمرے میں ہونے والی گفتگو کسی کو بھلا کس طرح معلوم ہو سکتی۔

"تم بھول رہے ہو میرے دوست۔" اس بار ایک نوجوان کی آواز ریسیور پر سنائی دی۔ "تمہاری کالکا دیوی نے کیا تم سے کسی آگ کے شعلے کا ذکر نہیں کیا تھا؟"

"کون ہو تم؟" میں حیرت سے اچھل پڑا ایک ہی لائن پر پہلے ملیحہ اور پھر کسی نوجوان کی آواز نے مجھے حیرت زدہ کر دیا تھا اور پھر آگ کے بھڑکتے شعلے کا حوالہ۔ یہ سب طلسمی باتیں تھیں جو میری سمجھ سے بالاتر تھیں۔

"میری بات کا یقین کرو۔ اس وقت ملیحہ ہی تم سے ہمکلام ہے۔"

"لیکن تم۔۔۔"

"سلیمان شاہ کے اشارے پر میں نے ہی ماہ رخ کے اسٹاک میں زہر آلود شراب کی سیل بند بوتل رکھی تھی۔" نسوانی آواز دوبارہ ابھری۔ "زہر اتنا خطرناک تھا کہ اس کے دو قطرے بھی کسی ہاتھی کو زمین بوس کر سکتے تھے لیکن ماہ رخ نہ جانے کیسے بچ گئی اور اب سلیمان شاہ میری نیت پر شبہ کر رہا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ میں نے اس کے ساتھ دھوکا کیا ہے۔"

"اصلیت کیا ہے۔" میں نے حقارت کا اظہار کیا۔

"میں نے سلیمان شاہ کے ساتھ کوئی دھوکا نہیں کیا تھا۔"

"اگر سلیمان شاہ کو تمہاری نیت پر شبہ ہو گیا ہے تو پھر تم ابھی تک زندہ کس طرح ہو؟"

"میں چاہتا ہوں کہ تم اس حسین تتلی کو اپنے دوست کے زمین دوز کمروں تک پہنچا دو ورنہ سلیمان شاہ کی خباثت اسے بھی چٹ کر جائے گی۔" اس بار نوجوان کی آواز ابھری پھر فوراً ہی نسوانی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "میں نے فی الحال ایسی جگہ پناہ لے رکھی ہے جہاں تک سلیمان شاہ کا ذہن بھی نہیں پہنچ سکتا لیکن اس کے بھوکے شکاری کتے چاروں طرف میری خوشبو سونگھتے پھر رہے ہیں۔"

"مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

"میرا خیال ہے کہ میں تمہاری پناہ میں زیادہ محفوظ رہ سکتی ہوں۔"

"سلیمان شاہ کا میرے بارے میں کیا خیال ہو رہا ہے۔"

"وہ تمہارے خون کا پیاسا ہو رہا ہے' مجھے وہ تمہارے سلسلے میں بھی بطور چارہ استعمال کرنا چاہتا ہے۔"

"پھر تم نے انکار کیوں کر دیا؟" میں نے زہرخند سے کہا۔

"میرے خلاف بھی تم اس سے منہ مانگی قیمت وصول کرسکتی تھیں۔"

"وقت ضائع مت کرو۔" نوجوان کی ٹھوس آواز ابھری۔ "اپنے دوست سے کہو کہ میں ملیحہ کو اس کے آفس تک پہنچا رہا ہوں۔ اس کے بعد اس کی حفاظت کرنا تمہارے دوست کا فرض ہوگا۔ ملیحہ کی ایک مخصوص نشانی نوٹ کرلو۔ اس کے گداز ہونٹوں کے بائیں جانب ٹھوڑی سے ذرا اوپر ایک سیاہ رنگ کا تل ہے جو اس کے حسن میں چار چاند ہی لگتا ہے۔"

"خاصے رومانٹک معلوم ہوتے ہو۔"

"تمہیں بھی بتادوں گا۔ فکر مت کرو۔" اس نے معنی خیز لہجے میں جواب دیا پھر گفتگو کا سلسلہ منقطع کردیا۔ میں نے کچھ توقف کے بعد ندیم کو فون کیا لیکن ملیحہ کے سلسلے میں اس کے استفسار پر میں نے لیڈی مکلارنس کا نام لیا تھا۔ کوئی نادیدہ قوت مجھے اس وقت بھی نوجوان کے ذکر سے روک رہی تھی۔!!

"ملیحہ کو میرے پاس بھیجنے کی کوئی خاص وجہ؟" ندیم نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ اسی نے سلیمان شاہ کے کہنے پر ماہ رخ کو راستے سے ہٹانے کی سازش کی تھی۔"

"یہ تمہارا ذاتی خیال ہے کہ لیڈی مکلارنس نے ایسا کیا تھا۔" ندیم نے مجھے معنی خیز انداز میں کریدا۔

"لیڈی مکلارنس نے یہی بتایا ہے۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "وہی اپنے کسی بندے کے ذریعے اسے تمہارے پاس پہنچائے گی۔"

"کیا تم جو کچھ کہہ رہے ہو وہ درست ہے یا مجھے اندھیرے میں رکھنے کی خاطر لیڈی مکلارنس کی آڑ لے رہے ہو؟"

"باقی باتیں ملنے کے بعد ہی تفصیل سے بتاؤں گا۔"

"ملیحہ کے ساتھ میرا برتاؤ کیا ہوگا؟" ندیم نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "میں اس اسے کئی بار مار رخ کے گھر دیکھ چکا ہوں۔ اچھی خاصی صحت مند اور جاندار لڑکی ہے۔ تم اسے ایسی چکنی کائی بھی کہہ سکتے ہو کہ کوشش کے باوجود بھی اس پر پاؤں رپٹ جانے کا خطرہ لاحق ہوتا ہے۔"

"اس کا مشورہ تم تسیم سے کرلینا۔"

"وہ کتنی دیر تک یہاں پہنچ جائے گی؟" ندیم نے اس بار سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"میرا خیال کے آدھے گھنٹے کے اندر اندر۔" میں نے کہا۔ "فی الحال تم صرف اتنا خیال رکھنا کہ وہ تمہاری قید سے فرار نہ ہوجائے۔"

"ہماری قید سے انسان نہیں صرف اس کی روح ہی فرار حاصل کرسکتی ہے۔"

ندیم سے فون پر گفتگو کرنے کے بعد میں نے اس نوجوان کے بارے میں غور کرنا شروع کردیا۔ کالکا کے آگ کے شعلے والی بات کا ذکر اس نوجوان سے سننے کے بعد میں کچھ زیادہ ہی الجھ گیا تھا۔ مجھے اس بات کا شبہ بھی لاحق تھا کہ ملیحہ کے جسم پر اس کا مکمل قبضہ تھا اسی لیے وہ کبھی اپنی اور کبھی ملیحہ کی زبان میں بات کرنے لگتا تھا کالکا کی گفتگو سے میں نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ صندلی انگوٹھی کے بعد آگ کا بھڑکتا ہوا ایک شعلہ میرے اور اس کے درمیان آجاتا ہے۔ فون پر ملیحہ کے سلسلے میں گفتگو کرنے والے نوجوان نے بھی آگ کے شعلوں ہی کا حوالہ دیا تھا۔ تو کیا وہ نوجوان ہی آگ کا شعلہ تھا؟ میرا ذہن الجھ رہا تھا کہ میرے ذہن میں اس نیک دل جن کا خیال ابھرا جسے کمبل پوش بزرگ نے میری نگرانی پر مامور کر رکھا تھا۔ میں نے کچھ سوچ کر اُسے یاد کیا۔

"اب تم نے مجھے کس لیے یاد کیا ہے؟" میرے ذہن میں اس کی آواز گونجی تو ایک لمحے کو میرے اندر خون کی ایک لہر دوڑ گئی۔

"میرے محترم۔ کیا آپ کے علم میں ہے کہ میاں صاحب نے مجھ سے منہ موڑلیا ہے؟"

"ہاں۔ پیرو مرشد تم سے خوش نہیں ہیں۔"

"ان کی خفگی کی وجہ کیا ہے؟" میں نے بے چینی سے پوچھا۔

"اپنے اندر جھانک کر دیکھ میرے عزیز۔ کیا تمہیں وہاں گھپ اندھیرے نظر نہیں آتے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میاں صاحب نے کئی بار اشاروں کنایوں میں تمہارے لیے ایک مخصوص راستے کا تعین کرنے کی کوشش کی تھی لیکن افسوس کہ تم ان کے اشاروں کا مفہوم نہ جان سکے۔"

"میرے محترم۔ کیا آپ میری کوتاہیوں کی نشاندہی کرسکتے ہیں۔" میں بڑی لجاجت سے بولا۔ "میں اپنی اصلاح کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"یہ کام پیرو مرشد ہی نے اپنے ذمے لے رکھا تھا۔ میں ان کے معاملے میں مداخلت نہیں کرسکتا۔"

"لیکن سیدھا راستہ تو دکھا سکتے ہیں؟" میں نے عاجزی کا اظہار کیا۔

"صندلی انگوٹھی کی واپسی پیرو مرشد کی خفگی کی دلیل ہے اس لیے میں ان کی مرضی کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا۔"

"اس کراماتی انگوٹھی کے چھن جانے کے بعد سے میں خود کو بڑا بے دست وپا محسوس کررہا ہوں۔ طاغوتی قوتیں میری عبرتناک موت کا پلان بنارہی ہیں میں تنہا کب تک ان کی پراسرار قوتوں کا مقابلہ کرسکتا ہوں۔"

"تم پھر گمراہی کی بات کررہے ہو میرے عزیز۔ خدا کی قوت کے آگے تمام عالم کی قوتیں مل کر بھی ہیچ ہیں۔"

"حالات نے مجھے چاروں طرف سے جکڑ رکھا ہے۔"

"میں دیکھ رہا ہوں لیکن افسوس کہ میں پیرو مرشد کی خفگی کے سبب تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتا۔"

"تو کیا آپ بھی اب میرا ساتھ چھوڑدیں گے؟"

"اس کی رسی کو پکڑنے کی کوشش کرو۔ اصل نجات دہندہ وہی ہے۔"

"کالی اور گندی قوتیں میرے اطراف مکروہ سازشوں کا جال بن رہی ہیں۔" میں نے کہا۔ "کیا محترم بزرگ مجھے صندلی انگوٹھی واپس نہیں کرسکتے؟"

"یہ ان کی مرضی پر منحصر ہے۔"

"اور آپ۔ کیا آپ بھی۔؟"

"مجھے افسوس ہے میرے عزیز کہ میں پیرو مرشد کے حکم اور اشاروں کی خلاف ورزی نہیں کرسکتا۔"

"وہ آگ کا بھڑکتا ہوا شعلہ کیا ہے جو میری مدد کررہا ہے؟"

"میں جارہا ہوں۔" اس بار تلملا کر جواب ملا۔ "کاش میں اسے اس کے ارادوں سے روک سکتا۔"

"اس کے ارادے سے آپ کی کیا مراد ہے؟" میں نے تیزی سے دریافت کیا۔

"اس کا جواب تمہیں آنے والا وقت دے گا لیکن تم اگر چاہو تو اب بھی سنبھل سکتے ہو۔ میں اس کے سوا کوئی اور اشارہ نہیں دے سکتا۔"

"کیا ہاتھ تھام کر صراط مستقیم پر بھی نہیں لگا سکتے؟"

"تم کفر کا کلمہ ادا کررہے ہو۔ سنبھلو میرے عزیز سنبھلو۔ زمانہ تمہارے لیے قیامت کی چال چل رہا ہے اگر تمہارے قدم ڈگمگا گئے تو پھر تمہاری کیفیت بھی اس بدنصیب جیسی ہوگی جو دلدل سے نکلنے کی خاطر جتنا ہاتھ پاؤں چلاتا ہے اتنا ہی اور اس کی گندگی اور غلاظتوں میں لتھڑ کر رہ جاتا ہے۔ کوشش کرو کہ—"

لیکن پھر میں اس کا مکمل جملہ نہیں سن سکا۔ میرے رگ وپے میں دوڑنے والی خون کی گردش اس قدر تیز ہوگئی کہ میں ذہنی طور پر تپنے لگا۔ میری نگاہوں کی سامنے چنگاریاں سی چھٹنے لگیں، لو کے گرم اور تیز جھونکے میرے وجود کو جھلسانے لگے پھر اسی نوجوان کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"تم کو سکون کی ضرورت ہے میرے دوست، ایسے لذت آمیز اور خواب آگیں سکون کی ضرورت جو تمہیں دنیا مافیہا سے بے خبر کردے۔ تم بھول جاؤ کہ دشمن کی قوتیں تمہارے خلاف کوئی جال بھی بن سکتی ہیں۔"

"کیا مجھے ایسا سکون میسر آسکتا ہے؟" میں نے خوابیدہ انداز میں سوال کیا۔

"ہاں لیکن اس کے لیے تمہیں میرے اشارے پر چلنا ہوگا۔"

"تمہارے اشارے پر لیکن تم کون ہو؟"

"تم چاہو تو مجھے اپنا ہمراز بھی سمجھ سکتے ہو۔" وہ بے تکلفی سے بولا۔

"کیا تم مجھے کالکا کی منحوس قوتوں سے نجات دلاسکتے ہو؟"

"اس کی طرف سے بے فکر ہوجاؤ۔ اب کالکا تمہارے خلاف کچھ نہیں کرسکے گی، ہاں اگر تم چاہو تو اب بلا کسی خوف خطر کالکا کے حسین وجود سے اپنا دل بہلا سکتے ہو۔" اس نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "تم نے شاید ابھی تک ملیحہ کو بھی نہیں دیکھا۔ صرف ایک بار اسے نظر بھر کر دیکھ لو۔ تمہارے ذہن کی ساری تپش سرد ہوجائے گی۔"

"لیکن تم ملیحہ کو ندیم کے پاس چھوڑ آئے ہو۔" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں مگر تم پریشان مت ہو۔" وہ ٹھوس آواز میں بولا۔ "تمہارا دوست یا اس کے ماتحت بھی ملیحہ کے خوبصورت جسم کو ہاتھ نہیں لگا سکیں گے۔"

"تمہیں ملیحہ کو منظر عام سے ہٹانے کی کیا ضرورت تھی؟" میں نے سپاٹ لہجے میں سوال کیا۔ "کیا تم ویسے اسے سلیمان شاہ کے عتاب سے نہیں بچا سکتے تھے؟"

"بچا سکتا تھا لیکن میں چاہتا ہوں کہ سلیمان شاہ خود اپنے ہاتھوں سے اپنی بوٹیاں نوچنے پر مجبور ہوجائے۔ ماہ رخ کے سلسلے میں جو گھٹیا چال چلی تھی اس کی سزا تو اسے بہرحال ملنی چاہیے۔"

"ملیحہ کی گمشدگی کے بعد سلیمان شاہ کے اجرتی قاتل میرا جینا دوبھر کردیں گے۔" میں نے ایک ممکنہ خطرے کا اظہار کیا۔

"ماہ رخ تمہیں کیسی لگتی ہے؟" نوجوان کی سرسراتی ہوئی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"میں سمجھا نہیں؟"

"اگر سلیمان شاہ کی گدی پر ماہ رخ کو بٹھا کر تمام سیاہ وسفید کا مالک بنادیا جائے اور سلیمان شاہ کو کوڑھیوں کے اسپتال میں داخل کرنے کی نوبت آجائے تو کیا تم اسے پسند کروگے؟"

"مجھے ماہ رخ یا سلیمان شاہ کی ذات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"دلچسپی پیدا کرو میرے دوست۔ ماہ رخ کی خواب گاہ تمہارے لیے سکون کا ایک موثر ذریعہ ثابت ہوسکتی ہے۔"

"نہیں۔ میں دیدہ ودانستہ گناہ کے راستوں پر نہیں چل سکتا۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔ "میں شادی شدہ ہوں اور اپنی بیوی کی حق تلفی نہیں کرسکتا۔"

"تمہاری بیوی۔۔۔" نوجوان نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "انسان ہمیشہ ایک دوسرے کا ساتھ دینے سے قاصر ہے۔ کل کیا ہونے والا ہے کون کہہ سکتا ہے۔"

"مم۔۔۔ میں تمہارا مقصد نہیں سمجھا۔"

"کچھ قوتیں تمہاری عارفہ کے گرد اپنی قوتوں کا گھیرا تنگ کر رہی ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ اس کا ذہنی توازن خراب کرنے میں کامیاب ہوجائیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اسے تمہارے وجود سے ہمیشہ کے لیے جدا کردیں۔"

"نہیں۔" میں جذباتی ہوکر ہذیانی انداز میں بولا۔ "وہ ایسا نہیں کرسکتیں۔"

"میں بھی نہیں چاہوں گا کہ تمہارے ذہن کو کوئی شدید جھٹکا پہنچے۔"

"کیا تم عارفہ کا تحفظ نہیں کرسکتے؟" میں نے بے چینی سے سوال کیا۔

"حالات پر منحصر ہے۔" اس نے مبہم انداز میں جواب دیا۔

"لیکن تم کون ہو۔ تم نے ابھی تک مجھے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔"

"اتنی جلدی کی کیا ضرورت ہے۔ آہستہ آہستہ تمام گرہیں کھلتی چلی جائیں گی۔ وقت کا انتظار کرو۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجی اور میرے خیالات کا شیرازہ منتشر ہوگیا۔ مجھے ایسا ہی لگا تھا جیسے میں کسی گہری نیند سے اچانک جاگ اٹھا ہوں۔ بہرحال میں نے ریسیور اٹھالیا۔

"شہباز اسپیکنگ۔"

"میں ماہ رخ بول رہی ہوں۔" دوسری جانب سے ماہ رخ کی آواز ابھری۔ "تم نے ابھی تک میرے پاس آنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔"

"حالات نے مجبور کر رکھا ہے۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "پولیس اور ڈاکٹر ابھی تک کسی کو تم سے ملاقات کی اجازت نہیں دے رہے ہیں۔"

"سلیمان شاہ کے لیے میں نے خاص طور پر یہی ہدایت جاری کی تھی کہ اسے مجھ سے دور رکھا جائے لیکن تم۔۔۔ تمہاری بات اور ہے۔"

"سلیمان شاہ سے تمہاری اتنی نفرت کی وجہ پوچھ سکتا ہوں؟"

"مجھے یقین ہے کہ مجھے مروانے میں اس کا ہاتھ شامل ہے۔"

"لیکن وہ تو اپنی زمینوں پر گیا ہوا تھا۔"

"تم ابھی ان سیاسی ہتھکنڈوں کو نہیں سمجھ سکو گے۔" ماہ رخ نے سنجیدگی سے کہا۔ "مجھے شبہ تھا کہ سلیمان شاہ ہماری

تصویریں دیکھ لینے کے بعد چپکا نہیں بیٹھے گا۔ زمینوں پر جانے کا محض ایک بہانہ تھا۔ جانے سے پہلے وہ اپنی ناپاک سازش کا جال بن کر گیا تھا۔"

"تم اتنے یقین سے کس طرح کہہ سکتی ہو؟"

"کچھ مہرے بساط سے ہٹادیے گئے ہیں۔" وہ معنی خیز لہجے میں بولی۔ "شاید مجھے دیر ہوگئی اور سلیمان شاہ نے زمینوں سے واپس آتے ہی انھیں یا تو ختم کرادیا یا پھر ملک سے باہر فرار کرادیا لیکن شاید وہ ماہ رخ سے پوری طرح واقف نہیں ہے۔"

"تمہارا اشارہ کس کی طرف ہے؟" میں نے انجان بن کر کہا۔ "کیا میں تمہاری کچھ مدد کرسکتا ہوں؟"

"کیا تم نے میری پرائیویٹ سکریٹری کو دیکھا تھا؟"

"نہیں لیکن۔۔۔"

"بڑی جاندار اور حسین شے ہے۔" ماہ رخ نے اپنا انداز اختیار کیا۔ "جب میں نے اس کا انتخاب کیا تھا اسی وقت سے سلیمان شاہ کی رال اس پر ٹپکنی شروع ہوگئی تھی۔ میرے شراب کے اسٹاک کی دو چابیاں ہیں۔ ایک میرے پاس رہتی تھی اور دوسری اسی حرافہ کے پاس۔ میں بڑے وثوق سے کہہ سکتی ہوں کہ سلیمان شاہ نے اسے بھاری رقم چکا کر خرید لیا ہوگا۔ اس کی گمشدگی ہی میرے شک کو تقویت دینے کے لیے بہت کافی ہے۔"

"مگر تم نے پولیس کو ایسا کوئی بیان کیوں نہیں دیا؟" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"میں چاہتی ہوں کہ سلیمان شاہ کو اسی جال میں پھانس کر ماروں جو اس نے میرے لیے بنا تھا۔" ماہ رخ نے بے حد سنجیدہ تھی۔ "سکریٹری کو میرے آدمیوں کے ہاتھ آلینے دو پھر میں سلیمان شاہ کو بتاؤں گی کہ اس نے مجھ سے بے وفائی کرکے اپنی موت ہی کو دعوت دی ہے۔"

"تمہیں اس بات کا علم کس طرح ہوا کہ سلیمان شاہ نے تمہاری سکریٹری کو انڈر گراؤنڈ کردیا ہے۔"

"میرا نام ماہ رخ ہے جان من۔" وہ بہکتے ہوئے بولی۔ "اسپتال کے بند کمرے میں ہونے کے باوجود باہر کے تمام

حالات سے باخبر ہوں۔"

"کیا میں تم سے مل سکتا ہوں۔"

"میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھوں گی لیکن فی الحال تمہارا میرے قریب آنا مناسب نہیں ہوگا۔ میں نہیں چاہتی کہ سلیمان شاہ کے حرامی کے پلے تمہیں کوئی نقصان پہنچائیں۔ کچھ دنوں اور انتظار کرلو اس کے بعد میں سلیمان شاہ کو یا تو ختم کرادوں گی یا پالتو کتوں کی طرح اپنے قدموں پر لوٹنے پر مجبور کردوں گی۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ خود میں اس جنگ میں کام آجاؤں اگر ایسا ہوا تو میری بے چین روح بھی ہمیشہ تمہارے آس پاس بھٹکتی رہے گی۔"

"بہت خوب۔" میں نے پہلی بار شوخی سے جواب دیا۔ "گویا تم مرنے کے بعد بھی میرا پیچھا نہیں چھوڑو گی۔"

"سچ بتانا۔" وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ "کیا تم نے بھی اپنی ماہ رخ کی زندگی کی دعا مانگی تھی؟"

"کچھ کچھ۔"

"میرے۔۔۔ لیے یہ بھی بہت کچھ ہے۔" وہ بہکتے ہوئے بولی پھر یکلخت سنجیدہ ہوگئی۔ "میں تمہیں پھر کسی وقت فون کروں گی۔ کوئی اندر آنے کی خاطر دستک دے رہا ہے۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ مجھے ماہ رخ کی گفتگو پر کوئی تعجب یا حیرت نہیں ہوئی۔ سلیمان شاہ جوڑ توڑ کرنے کا ماہر تھا لیکن اس کی ساکھ کو بنانے میں بقول ندیم کے ماہ رخ کی ذات کو زیادہ اہمیت حاصل تھی۔ ان کے درمیان محبت سے زیادہ کاروباری رشتہ قائم تھا جو حیا اور شرم سے بالاتر تھا۔ دونوں ایک دوسرے کے نجی معاملات سے پردہ پوشی کرنے کے معاہدے پر عمل پیرا تھے لیکن سلیمان شاہ میرا دشمن بن گیا۔ شاید وہ مخرب اخلاق تصویریں اس سے ہضم نہیں ہوسکی تھیں۔ اس نے بڑی چالاکی اور عیاری سے ماہ رخ کو درمیان سے ہٹانے کی چال چلی تھی لیکن ماہ رخ بروقت طبی امداد کے سبب زندہ تھی اور اب وہ سلیمان شاہ سے انتقام لینے کے منصوبوں کو تشکیل دے رہی تھی۔ اس کے ذرائع لامحدود تھے۔ ملیحہ کے بارے میں اس کا شبہ کرنا قدرتی بات تھی اس لیے کہ صرف اسی کو یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ ماہ رخ کی خواب گاہ میں بلا کسی روک ٹوک کے آجاسکتی تھی۔ اس کی مے نوشی کے اسٹاک کا خیال رکھنا بھی ملیحہ کے فرائض منصبی میں شامل تھا چنانچہ زہریلی شراب کی سازش میں بھی اسی کا ہاتھ سرفہرست سمجھا جاسکتا تھا۔ بہرحال ماہ رخ اور سلیمان شاہ کی ذاتی چپقلش اور رنجشوں کا معاملہ تھا جس میں کالکا کی پراسرار قوتوں نے مجھے بھی شامل کردیا تھا۔

ماہ رخ کے ساتھ ساتھ میرے ذہن میں اس پراسرار نوجوان کا خیال بھی ہلچل مچا رہا تھا جو ایک طرف میری مدد کر رہا تھا تو دوسری جانب مجھے دھمکیاں بھی دے رہا تھا' اسی نے مجھے بھوشن کے آفس میں بلبیر کے ہاتھوں سے بچایا تھا اور اب اسی نے مجھے یہ بات باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ اگر میں نے اس کی بات ماننے سے انکار کیا تو سلیمان شاہ کی موت میرے دفتر میں بھی واقع ہوسکتی تھی جس کے بعد قانون کے ہاتھوں میں پھنس کر ذلیل ہونا میرا مقدر بن سکتا تھا۔ میری بنی بنائی ساکھ اور کاروباری پوزیشن پلک جھپکتے میں خاک میں مل سکتی تھی' دبی زبان میں اس نے عارفہ کے ذہنی توازن کھوجانے کی بات بھی کی تھی۔ وہ کیا چاہتا تھا؟ کیا اس کی صرف یہی ایک خواہش تھی کہ میں اس کے فیصلوں پر بلا چوں و چرا عمل کرتا رہوں؟ لیکن اس سے اسے کیا حاصل ہوسکتا تھا' کالکا نے اسے لپکتا ہوا شعلہ کہا تھا جس نے کالکا کو ماہ رخ کے جسم میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔ وہ جو کوئی بھی تھا یقیناً حیرت انگیز قوتوں کا مالک تھا جس کا اندازہ مجھے ملیحہ کی گفتگو سے بخوبی ہوگیا تھا کبھی وہ اپنی زبان میں گفتگو کرتی تھی اور کبھی نوجوان کے لب و لہجے میں' یقیناً ملیحہ کو اس نے اپنی بھرپور اور حیرت انگیز قوتوں کے جال میں جکڑ لیا تھا ورنہ ملیحہ اتنی احمق بھی نہیں ہوسکتی تھی کہ ماہ رخ کی سازش میں ملوث ہونے کے بعد وہ مجھ سے ہی پناہ کی درخواست کرتی۔ حسنہ کا کردار بھی میری عقل کو خبط کردینے کے لیے کافی تھا' بظاہر وہ ایک عام سی مظلوم لڑکی معلوم ہوتی تھی لیکن اس کی نگاہیں حیرت انگیز طور پر دل میں چھپے ہوئے راز بھی جان لینے کی صلاحیت رکھتی تھیں' ملیحہ کے بارے میں بھی اسی نے مجھے بتایا تھا' ساجد کے سلسلے میں بھی اسی نے کہا تھا کہ وہ دانش کی ایک بدلی ہوئی شکل ہے لیکن اس نے مجھے تاکید بھی کی تھی کہ میں ساجد یا دانش کے بارے میں کوئی بات زبان تک نہ لاؤں۔ رکی کے بارے میں بھی حسنہ ہی نے مجھے ٹپ دی تھی جو سو فیصد درست ثابت ہوئی تھی لیکن اس نے وہ معلومات مجھے لکھ کر فراہم کی تھیں۔ ایسا کیوں تھا؟ کیا حسنہ بھی کسی دوسری قوت سے خائف تھی؟ وہ دوسری طاقت کون تھی' کالکا یا وہ نوجوان جو اچانک میرا ہمدرد بن کر سامنے آرہا تھا؟

شام کو میں گھر جانے کے لیے دفتر سے نکلا تو ساجد پارکنگ لاٹ میں میرا منتظر تھا۔ حسنہ کے بتادینے کے بعد میرا وہ تجسس بھی دور ہوگیا جو اب تک قائم تھا۔ میں اسے دانش کی حیثیت سے پہچان چکا تھا۔ مجھے خوشی تھی کہ دانش جیسا جانثار پھر میرے ساتھ ہوگیا تھا۔ جب دشمنوں نے کالکا کی ایما پر میرے گھر کو آگ لگائی تھی اس وقت دانش ہی نے خان جابر کا پیچھا کرکے میرے دشمنوں کو گھیرنے کی کوشش کی تھی لیکن خود حالات کا شکار ہوکر رہ گیا۔

اس وقت بھی ساجد نے بڑی مستعدی سے لپک کر کار کا پچھلا دروازہ کھولا تھا پھر میرے بیٹھنے کے بعد اس نے ڈرائیور کی سیٹ سنبھال لی تھی' میں اس سے بہت ساری باتیں دریافت

کرنا چاہتا تھا لیکن حسنہ کی ہدایت کے پیش نظر میں نے ایسا نہیں کیا۔ ویسے دانش کے اچانک سامنے آجانے سے ماضی کی بہت ساری باتیں تازہ ہو رہی تھیں' جو زخم مندمل ہو رہے تھے وہ پھر سے تازہ ہونے لگے تھے۔ میں نے بیک ویو مرر میں دانش کو دیکھا لیکن وہ مجھ سے قطعی بے خبر ڈرائیونگ کرنے میں مصروف تھا۔

پھر اچانک گھر کے قریب پہنچنے پر ایک آخری موڑ کاٹتے ہوئے اگر دانش نے سنجیدگی کے ساتھ اپنی مہارت کا ثبوت نہ دیا ہوتا تو ہماری گاڑی اس ٹرک سے ٹکرا کر الٹ جاتی جو اچانک سامنے آگیا تھا۔ وہ کوئی لوڈنگ ٹرک تھا جس کے اوپر ایک مقامی ادارے کا نام جلی حروف میں درج تھا۔ اس نام کو پڑھتے ہی میرا ماتھا ٹھنکا۔ وہ جس ادارے کا ٹرک تھا اس میں بھی بھوشن پچاس فیصد سے زیادہ کا شیئر ہولڈر تھا۔ دانش نے معاملے کی نوعیت سمجھنے میں شاید کسی غلطی کا ثبوت نہیں دیا۔ گاڑی روکتے ہی وہ بڑی پھرتی سے دروازہ کھول کر قلابازی کھاتا ہوا اس طرح کار کی دوسری جانب چلا گیا کہ اب وہ ٹرک گاڑی کی دوسری جانب ہو گیا تھا جس کی بدولت اس میں بیٹھے ہوئے افراد دانش کی نقل و حرکت پر نظر نہیں رکھ سکتے تھے۔ وہ شاید بھوشن کے آدمی تھے جنہوں نے مجھے راستے میں گھیرنے کی کوشش کی تھی۔ سڑک پر اس وقت زیادہ ٹریفک نہیں تھا۔ انہوں نے یقیناً اسی بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس موڑ کا انتخاب کیا تھا۔ میں نے بڑی پھرتی سے بغلی ہولسٹر سے اپنا آٹومیٹک نکال لیا۔ میرا خیال تھا کہ گاڑی رکتے ہی ٹرک میں چھپے ہوئے اجرتی قاتل مجھ پر ٹوٹ پڑیں گے۔ ٹرک میں بیٹھے بیٹھے بھی وہ خود کار رائفل سے میرا قصہ تمام کر سکتے تھے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ خلاف توقع ٹرک سے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا ادھیڑ عمر کا شخص اتر کر تیزی سے میرے قریب آگیا۔ میری گرفت آٹومیٹک کے دستے پر مضبوط ہو گئی لیکن ادھیڑ عمر کے شخص نے میرے قریب آکر بڑے مہذب لہجے میں کہا۔

"معاف کیجئے گا جناب' میرا ٹرک اس جگہ پہنچ کر اچانک بند ہو گیا' شاید انجن میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہے' میں نیچے اتر کر کسی ممکنہ حادثے کے پیش نظر اس موڑ کی طرف آنے والی گاڑیوں کو روکنے کا خواہشمند تھا لیکن اس سے پہلے ہی آپ کی گاڑی آگئی۔ میں بہت شرمندہ ہوں کہ آپ کو میری وجہ سے زحمت اٹھانی پڑی لیکن آپ کا ڈرائیور۔۔۔" ادھیڑ عمر شخص نے خالی ڈرائیونگ سیٹ کی طرف غور سے دیکھا پھر حیرت سے بولا۔ "آپ کا ڈرائیور کہاں چلا گیا' کیا خدانخواستہ۔۔۔"

"نہیں۔۔۔" میں نے اسے بغور گھورتے ہوئے کہا۔ "وہ ہر وقت آنکھ کھلی رکھنے کا عادی ہے' شاید اس نے کوئی خطرہ محسوس کرتے ہی گاڑی روک کر چھلانگ لگا دی۔"

"لیکن کیوں' اسے کس قسم کا خطرہ تھا۔"

"ٹرک میں تمہارے علاوہ اور کون ہے؟" میں نے اس کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے دریافت کیا۔

"کوئی بھی نہیں۔" بوڑھا جو بظاہر شریف ہی نظر آرہا تھا ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا۔ "اگر میرے ساتھ کوئی اور ہوتا تو میں انجن خراب ہوتے ہی ٹرک کو کم از کم اس بلائنڈ ٹرننگ (BLIND TURNING) سے فوراً ہٹا دیتا۔"

"ٹرک میں کس قسم کا سامان لوڈ ہے۔" میں نے اسے ٹٹولنے کی خاطر دریافت کیا' اسی وقت دانش بھی سامنے آگیا۔ اس نے ادھیڑ عمر والے شخص کو تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "کیا تمہیں اس موڑ کے سوا کوئی اور جگہ نظر نہیں آئی۔"

"بس اتفاق کی بات ہے جناب ورنہ۔۔۔"

"دفع ہو جاؤ یہاں سے۔" دانش نے نفرت اور غصے کا اظہار کیا پھر دوبارہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ سامنے ٹرک کے ہونے کے باوجود اتنی جگہ تھی کہ گاڑی کو احتیاط سے نکالا جا سکتا تھا۔ دانش نے گاڑی اسٹارٹ کرنے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا تھا لیکن اسی وقت ادھیڑ عمر والے شخص نے مسکرا کر کہا۔

"گاڑی اسٹارٹ کرنے کا ارادہ ترک کر دو میرے دوست' تم یہاں سے آگے نہیں جا سکتے۔"

"کیوں۔ کیا آگے سڑک کھدی پڑی ہے۔"

"کبھی کبھار نئی نئی سڑکوں پر بھی موت اور زندگی کا سنگم ہو جاتا ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تیزی سے آٹومیٹک نکال کر اسے ادھیڑ عمر والے کی طرف تان کر سرد لہجے میں پوچھا۔

"مجھے معلوم تھا کہ تم نے گاڑی سے چھلانگ کیوں لگائی ہو گی۔" وہ میری بات نظر انداز کر کے دانش سے بولا۔ "میرا خیال ہے کہ تم اس بات کا اطمینان کر لینے کے بعد ہی سامنے آئے ہو کہ ٹرک میں میرے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟" میں نے اسے دوبارہ للکارا' وہ میری زد میں تھا' لبلبی پر میرا ایک معمولی سا دباؤ بھی اسے جہنم رسید کر سکتا تھا لیکن وہ بے حد بے پروا نظر آرہا تھا' میرے سوال پر اس نے مسکرا کر کہا۔

"سائنس رفتہ رفتہ بہت ترقی کر گئی ہے۔ اب ہر کام سائنٹفک اصولوں پر کیا جاتا ہے۔ ویسٹرن فلموں کا دور ضرور ختم ہو گیا لیکن جرائم کی دنیا کا گراف وقت کے ساتھ ساتھ تو اب بھی بڑھتا جا رہا ہے۔ تم چاہو تو مجھے گولی مار سکتے ہو' لیکن اس کے بعد تم دونوں کے سارے جسم سے خون کے فوارے ابل پڑیں گے' میرے ساتھی جو پوزیشن لیے تمہاری گھات میں بیٹھے تھے وہ مجھے گرتا دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اگر تم خون کی ہولی

کھیلنا چاہتے ہو تو یہ تمہاری مرضی ہو گی۔ بغیر خون خرابے کے صرف ایک ہی راستہ ہے تمہارے پاس' خاموشی سے گاڑی سے اتر کر نہایت شرافت کے ساتھ ٹرک کے پچھلے حصے میں بیٹھ جاؤ لیکن ایسا کرنے سے پہلے تمہیں اپنے یہ آتشی کھلونے میرے حوالے کرنے پڑیں گے۔"

"دغا بازی کا یہ کاروبار کب سے کر رہے ہو؟" دانش نے سپاٹ لہجے میں دریافت کیا۔

"اس وقت سے جب تمہارے دودھ کے دانت بھی نہیں ٹوٹے ہوں گے۔" اس نے حقارت سے جواب دیا۔

"کیا تمہیں یہی حکم دیا گیا ہے کہ مداخلت کی صورت میں ہمیں ٹھکانے لگا دو۔" میں نے سرد لہجے میں دریافت کیا لیکن میری چھٹی حس گواہی دے رہی تھی کہ ادھیڑ عمر کے شخص نے جو کچھ کہا تھا وہ غلط نہیں ہو گا۔ ٹرک پر اس فرم کا نام ہی اس بات کی دلالت کر رہا تھا کہ اس کا تعلق بھوشن سے بھی تھا اور ایسی صورت میں بھوشن کے شکاری کتوں کا ہماری گھات لگائے خفیہ مقامات پر موجود ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں تھی۔

"فرسٹ چوائس یہ ہے کہ تم موت پر زندگی کو ترجیح دے کر ہمارے ساتھ چلو۔ دوسری صورت میں تمہاری موت پر بھی ہم سے کوئی جواب طلبی نہیں ہو گی۔"

"بھوشن کے آدمی ہو؟" میں نے سرد لہجے میں دریافت کیا' آٹومیٹک کا رخ ابھی تک میں نے ادھیڑ عمر والے شخص کے سینے کی طرف کیا ہوا تھا۔

"اس دور میں آدمی آدمی کی پہچان بھی ایک مشکل مسئلہ ہے۔" اس نے اپنے غلیظ دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے کہا پھر ہمیں پچکارتے ہوئے بولا۔ "لاؤ یہ کھلونے میرے حوالے کر دو۔"

میں نے دانش کو بہت حیرت اور تعجب سے دیکھا جو اپنا ریوالور بڑی خاموشی سے ادھیڑ عمر والے کے حوالے کر چکا تھا۔ شاید اس نے فوری طور پر بچاؤ کا یہی راستہ مناسب سمجھا تھا۔

"تمہارا کیا فیصلہ ہے؟" دانش کا ریوالور جیب میں ڈالنے کے بعد وہ مجھ سے مخاطب ہوا۔

"اس کی بات مان لو بھولے ناتھ۔" کالکا کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "حماقت کرو گے تو جیون گنوا بیٹھو گے۔"

کالکا! میرے ذہن میں کالکا کا منحوس تصور ابھرا تو میں نے بھی خاموشی سے اپنا آٹومیٹک ادھیڑ عمر والے کے حوالے کر دیا' صندلی انگوٹھی کے غائب ہونے کے بعد کالکا کی پراسرار قوت سے مقابلہ کرنا میرے لیے کوئی دانشمندانہ اقدام نہیں تھا۔ لیڈی مکلارنس نے بھی یہی کہا تھا۔

"اب اچھے بچوں کی طرح گاڑی سے نیچے اترو اور ٹرک کے پچھلے حصے میں بیٹھ جاؤ' تمہیں تھوڑی سی زحمت ضرور ہو گی اس لیے کہ لوڈنگ ٹرک میں صرف بار برداری کا سامان رکھنے کی گنجائش ہوتی ہے۔ رہا اگلی سیٹ پر گنجائش ہونے کا مسئلہ تو میں یہ رسک مول نہیں لے سکتا' میری جگہ تم ہوتے تو شاید تم بھی اپنے دو دشمنوں کو اپنے ساتھ بٹھانے کی حماقت کبھی نہ کرتے۔"

گاڑی سے اترنے میں دانش نے پہل کی اس کے بعد مجھے بھی اس کی پیروی کرنی پڑی۔ فی الحال عقل مندی کا تقاضا بھی یہی تھا۔ ویسے میرا دل گواہی دے رہا تھا ماسٹر کی اور اس کے ساتھی اس وقت بھی کہیں قریب ہی موجود ہوں گے۔ ندیم نے مجھ سے یہی کہا تھا کہ حالات کے پیش نظر اس نے ماسٹر کی اور اس کی ٹیم کو میری نگرانی پر مامور کر دیا ہے۔ ماسٹر کی' جو اپنے جسم کے ہر حصے پر ایک خفیہ آنکھ رکھتا تھا' میں اس کے کچھ حیرت انگیز کارنامے اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔

ٹرک ہمارے اندر بیٹھتے ہی چل پڑا' اس کی رفتار بتدریج تیز ہو رہی تھی۔ دانش کسی گہری سوچ میں مستغرق تھا۔

"کیا ہم نے اپنے اسلحہ دشمنوں کے حوالے کر کے حماقت نہیں کی۔" میں نے تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد دانش سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ زندگی اسلحہ سے زیادہ قیمتی ہوتی ہے۔"

"کیا مطلب۔۔۔؟" میں نے ساجد یا دانش کو حیرت سے گھورا۔

"موت برحق ہے باس۔" اس نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "جو وقت' جو طریقہ کار لوح محفوظ پر رقم کر دیا گیا ہے اسے کوئی بھی نہیں ٹال سکتا۔"

"میرا خیال ہے کہ میں تم کو۔۔۔"

"اب ان باتوں سے کیا فائدہ۔" اس نے مجھے ٹوکتے ہوئے کہا۔ "مقدر کا لکھا ہمیشہ ہو کر رہتا ہے۔"

"تمہارے خیال میں یہ کون لوگ ہوں گے جنہوں نے ہمیں اغوا کرنے کی کوشش کی ہے۔" میں نے دانش کو ٹٹولنے کی کوشش کی۔

"جو بھی ہوں لیکن ہمارے دوست نہیں ہوں گے ورنہ ہمارے ساتھ ایسا سلوک کبھی نہ کرتے۔"

میں نے دانش کو مزید چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ مجھے معلوم تھا کہ ہمارے اغوا میں کس کا ہاتھ تھا' بھوشن کا اور کالکا اس کی مدد کر رہی تھی۔ اس کی آواز اس وقت بھی میرے کانوں میں صدائے بازگشت بن کر گونج رہی تھی۔

بھوشن پولیس حراست میں تھا۔ سراج کے بیان کے مطابق وہ پورے ثبوت کے ساتھ گرفتار کیا گیا تھا۔ ایسی صورت میں اگر کالکا ہمیں اپنی پراسرار قوتوں کا نشانہ بنا دیتی تو بھوشن پر کوئی حرف نہیں آسکتا تھا۔ شاید اسی لیے کالکا نے اپنی

طاغوتی قوتوں کے ذریعے بھوشن کے اجرتی قاتلوں اور بدمعاشوں کو ہمیں اغوا کرنے پر مجبور کیا تھا۔ اگر میں نے اس کی آواز نہ سنی ہوتی تو شاید خود کو بچانے کی خاطر رسک لینے سے دریغ نہ کرتا لیکن کالکا نے یہی کہا تھا میں دشمنوں کا کہنا مان لوں ورنہ مارا جاؤں گا۔

میرے ذہن میں متعدد خیال گونج رہے تھے' سب سے زیادہ حیرت مجھے دانش کی شخصیت پر تھی۔ حسنہ کے بیان کے مطابق وہ دانش ہی تھا۔ اس نے حالات کے پیش نظر اپنا جبہ اور نام تبدیل کرلیا تھا لیکن کیا کالکا کی ناپاک اور کالی قوتیں بھی اس کی اصلیت کا راز نہیں معلوم کرسکی تھیں؟ یقیناً ایسا ہی تھا ورنہ حسنہ مجھے اس بات کی تاکید کبھی نہ کرتی کہ میں ساجد کو دانش کے نام سے مخاطب نہ کروں۔

"تمہارا کیا اندازہ ہے۔" میں نے ایک بار پھر دانش کو مخاطب کیا۔ "کیا ندیم کے آدمی ہماری نگرانی پر مامور نہیں ہوں گے؟"

"میں ایک ڈرائیور ہوں جناب۔ بھلا میں مالکوں کے بارے میں اس کے سوا اور کیا جان سکتا ہوں کہ کون سی گاڑی کس کی ہے۔"

میں نے دوبارہ خاموشی اختیار کرلی۔ دانش کا طرز عمل اس بات کی ترجمانی کررہا تھا کہ میں اس وقت اس سے گفتگو نہ کروں' میں نے دوبارہ کالکا کے سلسلے میں سوچا' وہ مجھے ادھیڑ عمر کے ٹرک ڈرائیور کے ہمراہ جانے کی ہدایت کرکے واپس چلی گئی تھی۔ مگر کہاں؟ کیا اسے علم ہوگیا تھا کہ ہمارے کچھ اور ساتھی بھی ہماری نگرانی پر مامور ہیں۔ یقیناً ایسی ہی بات ہوگی۔ وہ ماسٹر کی اور اس کے ساتھیوں کا بندوبست کرنے گئی ہوگی۔ میں نے دانش کی سمت دیکھا جو آنکھیں بند کیے ٹرک کے تختوں سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا' اس کے چہرے پر سکون ہی سکون تھا۔ موت یا خوف کی ایک ہلکی سی جھلک بھی موجود نہیں تھی۔ شاید اسے علم تھا کہ ماسٹر کی کن صلاحیتوں کا مالک ہے' جس انداز میں اس نے ائرپورٹ پر بھوشن کے خاص الخاص آدمی ہری رام یا کرشن شرما کو قابو کیا تھا اس نے میرے علاوہ پولیس پارٹی کو اور شاید بھوشن کے آدمیوں کو بھی ششدر کردیا ہو۔ پھر ہری رام یا کرشن شرما نے ہی اس بات کی تصدیق کی تھی کہ وہ بھوشن کے لیے ہیرے جواہرات کی اسمگلنگ کے مذموم کاموں میں اس کا ساتھ دینے کے لیے مجبور تھا اس لیے کہ بھوشن نے اس کی خوبصورت' حسین اور نوجوان بیوی گیتا کو یرغمال بنا رکھا تھا۔

آدھے گھنٹے بعد ٹرک کی رفتار مدھم ہونی شروع ہوگئی پھر وہ رک گیا' ہمیں دو اسلحہ برداروں نے ٹرک سے اتارا تو ہم کسی ویران مکان کے گیراج میں تھے' میں نے اس مقام کا اندازہ لگانے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہیں ہوسکا پھر دونوں مسلح

آدمیوں نے ہمیں اسی ویران مکان کے ایک زمین دوز کمرے میں پہنچا دیا جہاں سیلن کی بو پھیلی ہوئی تھی' وہ باہر سے کمرے کا دروازہ بند کرکے چلے گئے تو ہم نے کمرے پر نظر ڈالی' وہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا جو شاید کبھی گودام کے کام آتا رہا تھا لیکن وہاں سازوسامان قسم کی کوئی شے موجود نہیں تھی البتہ کمرے کے مشرقی گوشے میں دیوار سے ٹیک لگائے ایک نوجوان ضرور موجود تھا جس کی ظاہری حالت بتارہی تھی کہ اسے خاصے طویل عرصے سے وہاں مہمان رکھا گیا تھا' اس کی داڑھی جھاڑ جھنکار کی طرح بڑھی ہوئی تھی۔ جسم پر ایک نیکر کے سوا کوئی لباس نہیں تھا اس لیے میل کی وہ تہیں بھی صاف نظر آرہی تھیں جو گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ اس کے جسم پر جم رہی تھیں' اس کے ہاتھ پیر آزاد تھے لیکن اس کے باوجود پہلی نظر میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہونے سے بھی معذور ہے۔ اس کی آنکھیں بہت ویران تھیں۔ ہمارے آنے سے پہلے شاید وہ خواب خرگوش میں مبتلا رہا ہوگا لیکن اب وہ ہمیں عجیب وحشت ناک نگاہوں سے گھور رہا تھا۔ اس وحشت کے باوجود اس کے چہرے کے تاثرات اس بات کی چغلی کھارہے تھے کہ اسے ہمارے وہاں آنے سے مسرت ہوئی ہے۔ شاید اس لیے کہ تنہائی کا زہر پیتے پیتے اس کی قوت رفتہ رفتہ دم توڑتی جارہی تھی۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔ اس کی

موجودگی نے کمرے کی وحشت میں کچھ اور اضافہ کررکھا تھا۔ کمرے سے نکاسی کا وہی ایک دروازہ تھا جس سے ہمیں اندر دھکیلنے کے بعد باہر سے مقفل کیا جاچکا تھا لیکن کمرے میں ایک تیز پاور کا بلب چھت سے لٹک رہا تھا جس کی روشنی پورے کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ اب ندیم کے آدمی بھی یہاں نہیں آسکیں گے۔" میں نے دانش کی طرف دیکھتے ہوئے خود کلامی کے لہجے میں کہا۔ "پراسرار اور گندی قوتوں نے شاید انہیں گمراہ کردیا ہو یا پھر ان کا قصہ ہمیشہ کے لیے پاک کردیا ہو۔"

"شاید ہمارے دشمن ہمیں فوری طور پر ختم نہیں کریں گے۔" دانش نے پہلی بار اپنی رائے کا اظہار کیا۔ "اگر انہیں ہمیں صرف مارنا مقصود ہوتا تو وہ راستے میں کہیں بھی ہمیں گولی مار کر کسی ویران سڑک کے کنارے پھینک چکے ہوتے۔"

"بہرحال۔ وہ ہمارے ساتھ کوئی اچھا سلوک بھی نہیں کریں گے۔" میں نے ٹوٹے ہوئے انداز میں جواب دیا۔ "سسک سسک کر مرنا ایک بار کے مرجانے سے زیادہ اذیت ناک ہوتا ہے۔"

"میں آپ کے خیال سے متفق ہوں لیکن ہمیں ہمت نہیں ہارنی چاہیے۔"

"تم شاید یہ بات بہت دیر بعد کہہ رہے ہو۔" میں نے استہزائیہ لہجے میں کہا۔ "چلتے ٹرک سے فرار ہونا ہمارے لیے زیادہ آسان ہوتا۔"

"کیا آپ کو علم ہے کہ ہمیں کس مقصد کے لیے یرغمال بنایا گیا ہے؟"

"حماقت کی باتوں سے گریز کرو۔" میں جھلا گیا۔ "اگر تم نے اپنا ریوالور دشمن کی سمت بڑھانے میں اتنی جلدی نہ کی ہوتی تو شاید ہم اس وقت یہاں نہ ہوتے۔"

"ہر شخص کو اپنی زندگی پر اختیار ہے اور جان بچانے کا حق بھی حاصل ہے۔" دانش نے الجھتے ہوئے جواب دیا۔ "زندگی کی ایک موہوم سی امید جو اس وقت ہمیں سہارا دے رہی ہے شاید ریوالور کے استعمال کے بعد اسی وقت ٹوٹ کر بکھر جاتی۔"

"تم۔۔۔ تم شاید اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھے ہو۔" میں تلملا کر بولا تو دانش کے ہونٹوں پر ایک عجیب سا تبسم ابھر آیا۔ شاید وہ اپنی مسکراہٹ سے مجھے اس بات کا احساس دلانا چاہ رہا تھا کہ جو جملہ میں نے اس کے لیے استعمال کیا تھا وہ میرے لیے زیادہ حسب حال تھا۔ میں نے دانش کی جانب سے نظریں پھیرلیں۔ بھوشن کی گرفتاری کے بعد مجھے جو سکون ملا تھا وہ زیادہ پائیدار ثابت نہیں ہوسکا' میں نے میلے کچیلے نوجوان کی سمت دیکھا جو اب اپنے جسم کو عجیب انداز میں سمیٹے ننگے فرش پر آرام سے آنکھیں بند کیے لیٹا تھا۔ غالباً وہ اس زندگی کا عادی ہوچکا تھا۔ حالات نے اسے وقت کے ساتھ مفاہمت کرنے کا سلیقہ سکھادیا تھا۔ میرا دل چاہا کہ اس کے قریب ہی جاکر اس کا حال احوال دریافت کروں۔ اس سے پوچھوں کہ کس جرم کی پاداش میں اسے قید تنہائی کی اذیت ناک سزا دی جارہی ہے۔ میں نے ارادے کی تکمیل کی خاطر اس کی جانب قدم اٹھایا لیکن دوسرے ہی لمحے ٹھٹک کر رک سا گیا۔ میرے اور اس نوجوان کے درمیان کالکا کی پراسرار شخصیت ایک حسین روپ میں سامنے آگئی' میں نے اس سے قبل کالکا کو اتنے حسین روپ اور ہیجان انگیز لباس میں نہیں دیکھا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ پھیل رہی تھی اور آنکھوں میں مستی کے ساغر ٹکرا رہے تھے۔

"تم۔۔۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے خشک آواز میں مخاطب کیا۔

"کیوں۔ کیا تم اپنی کالکا رانی کو اس حال میں دیکھ کر خوش نہیں ہوئے۔" وہ ایک توبہ شکن انگڑائی لے کر بولی۔

"حیرت ہے کالکا رانی۔۔۔" میں زہرخند سے بولا۔ "تم نے مجھے بھوشن کا دشمن سمجھ کر اس کے آدمیوں کے ذریعے اغوا کرایا ہے اور اب اسی دشمن کو دعوت نظارہ بھی دے رہی ہو' میں تمہیں کیا سمجھوں؟"

"حیرت ہے۔" وہ مجھے پیار بھرے انداز میں گھورتے ہوئے بولی۔ "تم اسی دھرتی پر سانس لے رہے ہو لیکن یہاں کے دستور سے واقف نہیں ہو؟"

"کیا مطلب؟"

"اس دھرتی پر ہر منش کے دو روپ ہوتے ہیں' ایک وہ جو دن کے اجیارے میں نظر آتا ہے اور دوسرا وہ جو اندھیروں میں دکھائی دیتا ہے' میرا خیال ہے کہ منش کا اصلی روپ وہی ہوتا ہے جو اندھیرے میں سامنے آتا ہے لیکن ہم روشنی کے باوجود اسے نہیں پہچان سکتے۔"

"اس وقت کیا تم مجھ سے انسان کے مختلف روپ کے بارے میں اپنا فلسفہ بگھارنے کی خاطر آئی ہو۔"

"غصہ مت کرو میرے من مندر کے دیوتا۔" اس کی آنکھوں کا نشہ اور گہرا ہوگیا۔ "تیز اور چالاک وہی ہوتا ہے جو سمے کی خوشیوں اور رنگینیوں کو اپنے دامن میں سمیٹ لے۔ مجھے غور سے دیکھو' کیا میں تمہیں اندر کے اکھاڑے کی اپسرا سے کم نظر آتی ہوں جس کے بارے میں تم نے آج تک صرف کتابوں اور قصے کہانیوں میں دیکھا اور سنا ہے۔"

"میرا خیال ہے تم مجھے اپنے سندر شریر سے لبھاکر کسی مصیبت میں گرفتار کرنے کا خواب دیکھ رہی ہو۔"

"کالکا کے لیے دور رخی چال چلنے کے بارے میں مت سوچو شہباز خان۔" وہ یکلخت سنجیدہ ہوگئی۔ "میں کون ہوں'

کیا ہوں اور کیا کچھ کرسکتی ہوں اس کا تماشا تم اپنی آنکھوں سے روپ نگر سے آج تک دیکھتے رہے ہو۔ کیا جمنا اور شنکر یاد ہیں تمہیں یا بالکل ہی بھول گئے؟"

"مجھے یہاں لانے کا سبب کیا ہے۔" میں نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے روکھے لہجے میں سوال کیا۔

"میں نے تمہیں منع کیا تھا بھولے ناتھ کہ بھوشن کا دھیان من میں اس سمے تک مت لاؤ جب تک اس کے ستارے گردش میں نہیں آجاتے پر تم نے اپنی کالکا کا کہا ٹھکرا دیا۔"

"میرے لیے تمہارا ہر روپ ناقابل فہم ہے۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "تمہارا کیا خیال ہے کیا مجھے یہاں لانے کے بعد بھوشن کی چتا ختم ہوجائے گی۔"

"اپنے ذہن پر کیوں بوجھ ڈال رہے ہو۔" وہ دوبارہ معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے بولی۔ "بھوشن کے لیے مجھے کیا کرنا ہے، یہ سوچنا میرا کام ہے۔ تم تو کیول اتنا سوچو کہ اب ہمارے درمیان کی ساری دیواریں گر چکی ہیں۔ اب تم اپنی کالکا رانی کو چھو کر دکھ سکتے ہو؟ اس کے سندر شریر سے اسی طرح کھیل سکتے ہو جیسے ماہ رخ کے ساتھ کھیلتے تھے۔ ان فاصلوں کو ختم کردو میرے پران ناتھ۔ کالکا کل بھی تمہاری تھی اور آج بھی تمہارا سواگت کرنے کو تن، من، دھن سے تیار ہے۔"

"مجھے افسوس ہے کالکا رانی۔" میں نے حقارت سے جواب دیا۔ "تم مجھے پاپ کے جس دلدل میں گھسیٹنا چاہتی ہو اس میں تمہیں کامیابی نہیں ہوگی۔"

"کالکا کی مہان شکتی کو للکارنے کی کوشش کررہے ہو یا یہ سمجھانے کی کوشش کررہے ہو کہ تم ماہ رخ کے ساتھ جو کھیل کھیل چکے ہو وہ پاپ نہیں بلکہ پن تھا۔"

"وہ محض ایک مجبوری تھی۔"

"اب تمہیں میرے کارن بھی مجبور ہوجانا چاہیے۔" اس کے لہجے میں طنز تھا۔ "وہ اندھیرے چھٹ چکے ہیں جو تمہاری سہائتا کررہے تھے اب کالکا تمہیں اپنی انگلیوں کے اشارے پر بھی نچا سکتی ہے۔ لیکن نہیں میرا خیال ہے پریم روگ میں زبردستی کی چھینا جھپٹی اچھی نہیں ہوتی۔"

"موت اور زندگی خدا کے ہاتھ میں ہے۔" میں نے ٹھوس آواز میں جواب دیا۔ "تم چاہو تو اپنی من مانی کرکے یہ بھی دیکھ لو۔ مگر سوچ لو، کہیں تمہیں نراش نہ ہونا پڑے۔"

"نراش ہونا پڑے۔۔۔ اور وہ کالکا کو۔" وہ فاتحانہ انداز میں قہقہہ لگا کر بولی۔ "رسی جل گئی پر بل ابھی تک نہیں گیا۔ ابھی تک اونچے سروں میں بول رہے ہو۔ بری بات ہے شہباز خان۔ اپنے اوپر گھمنڈ کرو کہ کالکا کی شکتی تم پر مہربان ہے' آؤ' مجھے اپنی بانہوں میں سمیٹ لو۔" آخری جملہ ادا کرتے ہوئے

اس کی نگاہوں میں مستی کے ساغر پھر ٹکرانے لگے تھے
"میں مر سکتا ہوں کالکا دیوی۔۔۔ لیکن تم مجھے
کے لیے مجبور نہیں کرسکتیں۔"

"تم۔۔۔ میری نرمی سے فائدہ اٹھا رہے ہو۔ انجام
اپنا؟"

"موت زندگی کے طویل راستے کی آخری حد
اور روح کا رشتہ کسی وقت بھی ٹوٹ سکتا ہے۔ تم اب
آزما کر دیکھ لو۔"

"شہباز خان۔" کالکا نے پلک جھپکنے میں اپنی
کرلی۔ اب وہ کالی کے روپ میں بڑی ہولناک نظر آ
مجھے حقارت سے گھورتے ہوئے غضب ناک لہجے
"اب تمہیں میری آگیا کا پالن کرنا پڑے گا۔ آگے
اور کسی پالتو کتے کی طرح کالکا کے چرنوں کو اپنی
چاٹو۔"

"میں کوئی پریم پجاری قسم کا دیوتا نہیں ہوں
اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر تلخی سے کہا۔
ہو وہ ناممکن ہے۔"

"ناممکن۔ اور کالکا کے لیے۔" اس نے اپنی
زبان ہونٹوں پر لپلپاتے ہوئے جواب دیا پھر اس کی
آگ کے شعلے لپکنے لگے اس کے ہونٹ متحرک ہو

نگاہوں میں قہر ہی قہر تھا۔ مجھے اپنے قدموں میں جھکانے کی خاطر وہ کسی منتر کا جاپ شروع کرچکی تھی میں نے اس کی نگاہوں کے سحر سے بچنا چاہا لیکن شاید اس نے مجھے عمل تنویم کی کیفیتوں سے دوچار کردیا تھا۔ نہ چاہنے کے باوجود میرے قدم اس کی جانب مشینی انداز میں اٹھنے لگے۔ کالکا کے ہونٹوں کی حرکت اور تیز ہوگئی۔ میں کسی معمول کی طرح اس کی سمت بڑھ رہا تھا پھر اچانک ایک شعلہ بڑی تیزی سے میرے اور کالکا کے درمیان زمین سے کڑک کر چھت کی طرف جاکر غائب ہوگیا۔

کالکا کے ہونٹوں کی جنبش اچانک تھم گئی' اس کی نگاہوں میں اب ہلکا ہلکا خوف نظر آرہا تھا۔ وہ چاروں طرف نظریں گھما کر دیکھنے لگی لیکن پھر دوسرا شعلہ ابھرا تو کالکا اچانک میری نگاہوں سے اوجھل ہوگئی۔ جو کچھ ہورہا تھا وہ پڑھنے والوں کے طلسم ہوش ربا کا کوئی پراسرار باب ہوسکتا ہے لیکن میں جیتی جاگتی آنکھوں سے اس حقیقت کو دیکھ رہا تھا۔ کالکا نے ایک بار پہلے بھی مجھے کسی شعلے کا حوالہ دیا تھا جس نے اسے ماہ رخ کے جسم میں داخل ہونے سے روک دیا تھا اور اب پھر وہی شعلہ میرے لیے نجات کا ذریعہ بن گیا تھا۔ ابھی میں حیرت میں مبتلا تھا کہ دانش کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"باس کیا آپ جاگتے میں کوئی خواب دیکھ رہے ہیں۔"

دانش کے جملے نے مجھے چونکا دیا' مجھے معلوم تھا کہ نہ تو اس نے کالکا کو دیکھا ہوگا نہ ہی ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو سنی ہوگی البتہ میری طویل خاموشی نے اسے ضرور حیرت زدہ کردیا ہوگا' میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"میں یہاں سے بچ کر نکل جانے کے لیے کسی ممکنہ طریقے کے بارے میں غور کررہا تھا۔"

"میرا مشورہ ہے کہ اب ہمیں خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دینا چاہیے ورنہ شاید ذہنی خلفشار میں مبتلا ہوکر ہماری کیفیت بھی اس دیوانے نوجوان جیسی ہوسکتی ہے جو نہ جانے کب سے قید ہے۔"

دانش کے جملے کو سن کر میں نے نوجوان کی طرف دیکھا وہ بے دار ہوچکا تھا اور گھوم گھوم کر پاگلوں کی طرح چاروں طرف نظریں دوڑا رہا تھا پھر اس کی نظریں ہمارے چہروں پر منڈلانے لگیں۔ دیکھنے کا انداز بھی اس کے دیوانے پن کا ثبوت دے رہا تھا۔

"کون ہو تم۔" میں نے اسے بڑی نرمی سے مخاطب کیا۔

"م۔۔۔ میں۔۔۔ کون ہوں؟" اس نے حیرت سے میرے الفاظ دہرائے پھر اس طرح گھومنے لگا جیسے وہ اپنی اصلیت کے بارے میں کوئی اہم ثبوت تلاش کررہا ہو۔

"اس قید تنہائی کا زہر کب سے پی رہے ہو؟" دانش نے اس سے بڑی اپنائیت سے سوال کیا۔

"میں زہر نہیں پیتا۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔ "بس' مجھے اس کا مزہ کچھ اچھا نہیں لگتا۔"

"پھر تمہیں کیا اچھا لگتا ہے؟" میں نے اس کے قریب جاکر ہمدردی کا اظہار کیا۔

"مجھے۔۔۔ مجھے اپنا گھر اچھا لگتا تھا۔" اس نے حسرت بھری آواز میں کہا۔ "لیکن میرے باپ نے مجھے کان پکڑ کر گھر سے نکال دیا۔ جب سے میں اسی طرح دربدر کی۔۔۔ ' وہ کیا کہتے ہیں اسے۔۔۔ ہاں' آں خاک چھانتا پھر رہا ہوں' جہاں ویرانی اور تنہائی میسر آتی ہے وہیں پڑ رہتا ہوں۔"

"تمہارا گھر کہاں ہے؟"

"یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔" وہ ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے بولا۔ "لیکن تم میرے باپ کو نہیں جانتے۔ وہ۔۔۔ بہت ایماندار' شریف اور ضدی واقع ہوا ہے' مجھے دوبارہ گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دے گا۔"

"تمہیں گھر سے نکالنے کی وجہ کیا تھی؟" دانش نے اس کی گفتگو میں دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

"وہ ظالم مجھے اپنی طرح سیدھا سادا' نیک اور بزدل بنانا چاہتا تھا۔"

"یہ تو کوئی بری بات نہیں ہے۔" میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ "دنیا کے تمام ماں باپ اپنے بچوں کو سیدھے راستے پر چلانے کے خواہش مند ہوتے ہیں۔"

"میں سب جانتا ہوں۔" وہ بڑے معنی خیز انداز میں بولا۔ "خود جوانی میں ان کے قدم ڈگمگاتے رہتے ہیں' ہر گناہ کی لذت کا مزہ چکھتے ہیں' زبان پر رام رام اور بغل میں چھری والی مثال ہے۔ اندر سے کچھ اوپر سے کچھ' اور جب خون کا جوش سرد پڑنے لگتا ہے تو وہ بچوں کو نصیحت کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ میں نے ساتویں جماعت میں فارسی کی کتاب میں پڑھا تھا کہ خود "رافضیحت دیگراں رانصیحت۔" یہ تو جہانگیر کا انصاف نہیں ہوا۔"

"پڑھے لکھے معلوم ہوتے ہو۔" میں نے اسے غور سے دیکھا۔

"کبھی شوق تھا لیکن اب دل نہیں لگتا۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟" دانش نے اس کے اچھائی برائی کے فلسفے اور مثالوں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے پوچھا۔

"عثمان غنی۔" اس نے تھیٹر کے مسخروں کی طرح کورنش بجالاتے ہوئے جواب دیا۔ "میں عثمان تو نہیں بن سکا البتہ غنی ضرور ہوں۔"

"اس ویرانے میں قیلولہ کرنے کی کیا سوجھی آپ کو۔" دانش نے درباری لہجہ اختیار کیا۔ "میرا ناقص خیال ہے کہ یہ جگہ حضور کے شایان شان نہیں ہے۔"

"تمہارا خیال چونکہ ناقص ہے اس لیے میں اس پر غور کرکے اپنا وقت نہیں برباد کروں گا۔" وہ شان بے نیازی سے بولا۔

"اپنے اس مختصر لباس اور حلیے کے بارے میں کیا خیال ہے جناب کا۔؟" دانش نے اسے سرتاپا گھورتے ہوئے پوچھا۔

"میں فقیری میں امیری کرنے کا قائل ہوں۔"

"شاید اسی لیے محترم کو یہاں قید و بند کی صعوبتیں جھیلنی پڑ رہی ہیں۔"

"سمجھا۔" اس نے عجیب انداز میں مسکرا کر جواب دیا۔ "گویا تم دونوں کو یہاں کس جرم کی پاداش میں بند کیا گیا ہے؟"

"ہم اس وقت جس نیم شکستہ اور ویران حویلی میں قیام پذیر ہیں وہ کیا آپ ہی کی ملکیت ہے؟"

میں بہت غور سے نوجوان کی باتیں سن رہا تھا۔ ظاہری اعتبار سے وہ کوئی دیوانہ یا پاگل نظر آرہا تھا لیکن اس کی باتیں، گفتگو کا انداز اور اس کے چہرے کا سکون میرے خیالات کی نفی کررہا تھا لیکن ایک بات جو میرے لیے پریشان کن تھی وہ وہاں اس کی موجودگی تھی جہاں کالکا کے اشارے پر بھوشن کے آدمیوں نے ہمیں محصور کردیا تھا۔ کالکا کی آمد کے وقت وہ بڑی پرسکون نیند میں ڈوبا نظر آرہا تھا لیکن پھر دو شعلے لپکنے کے بعد وہ بوکھلا کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اگر وہ ہوش مند تھا تو پھر اسے وہاں کیوں قید کیا گیا تھا؟ کیا وہ بھی بھوشن کے مخالفین میں سے کوئی تھا؟ یا پھر بھوشن کا کوئی اپنا کارندہ تھا جو کسی حکم عدولی کے جرم میں قید تنہائی کی اذیتوں سے دوچار کردیا گیا تھا؟ اس کی فلسفیانہ باتیں کیا محض اس کے ذہنی فتور کا نتیجہ تھیں یا حقیقتاً وہ دیوانگی کے عالم میں بہکی بہکی باتیں کررہا تھا؟ اور وہ دو شعلے کس کی طاقت کا کرشمہ تھے جنہوں نے کالکا کو خوف زدہ کرکے راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کردیا تھا؟ کیا خدا کے اس برگزیدہ کمبل پوش بزرگ نے ناراض ہوکر اپنی کراماتی صندلی انگوٹھی واپس لے لینے کے بعد بھی اپنا ہاتھ مکمل طور پر میرے سر سے نہیں اٹھایا تھا؟ یا پھر وہ لیڈی مکلارنس کی پراسرار شخصیت اور اس کے بلیک میجک کا کرشمہ تھا جو کالکا کی طاغوتی قوتوں سے مجھے محفوظ کیے ہوئے تھا؟

میرے ذہن میں بہت سارے ممکنہ پہلو اور سوالات گونج رہے تھے پھر یکلخت مجھے حسنہ کا خیال آیا۔ وہ مجھ سے دو روز کی رخصت لے کر کیوں گئی تھی؟ وارنی کے بیان کے مطابق وہ اس روز دفتر میں بھی نہیں دیکھی گئی جس روز میری اور اس کی آخری ملاقات ہوئی تھی۔ میرے گارڈز نے بھی وارنی سے حسنہ کے بارے میں یہی کہا تھا کہ وہ اسے نظر نہیں آئی تھی۔ یہ تمام باتیں اور حسنہ کی حیرت انگیز معلومات جو اس نے وقتاً فوقتاً مجھے فراہم کی تھیں اس بات کی دلیل تھی کہ وہ بھی کسی نادیدہ قوت کا جیتا جاگتا ثبوت تھی لیکن وہ کون تھی؟ مجھ سے کیا وہ محض رکی، مسز فرگوسن اور میلبا کے بارے آگاہ کرنے آئی تھی؟ اگر صرف یہی بات تھی تو پھر ملازمت کا اصرار کیوں کیا تھا؟ اس نے یہی کہا تھا وہ تحفظ کی خاطر ملازمت اختیار کررہی تھی، اس نے اس اظہار کیا تھا کہ بھوشن کے اجرتی قاتل بھی اس کی تلاش سرگرداں ہیں لیکن شاید وہ محض ایک بہانہ تھا، وہ کے پیش نظر میرے قریب رہنا چاہتی تھی ورنہ جو نگاہوں کے سامنے ہونے کے باوجود نظر نہیں آتی تھی لیے بھوشن یا اس کے آدمیوں سے خوفزدہ ہونا ایک بات تھی۔

میں ذہنی جمناسٹک میں مبتلا تھا لیکن میری نظریں اس نوجوان پر مرکوز تھیں جو دانش کے آخری سوال حیرت سے آنکھیں پھاڑے عجیب انداز میں دیکھ رہا تھا۔

"اس قدر حیرت سے اس خادم کو عقابی نظروں گھور رہے ہیں والئی ویران حویلی۔" دانش نے اسے کی خاطر کہا۔ "کیا اس ہیچ مداں سے کوئی قابل گردن سرزد ہوگئی ہے یا پھر میں اپنی لاعلمی کے سبب حضور اصلیت کا کوئی مذاق کر بیٹھا ہوں۔"

"تم میری آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش ہو۔" نوجوان نے اپنی جھاڑ جھنکاڑ داڑھی کو کھجا جواب دیا۔ "تم میری نگاہوں کے سامنے کھڑے ہو بیٹھنے کا صیغہ کیوں استعمال کیا، کیا تمہیں ہماری چشم ہے۔"

"اگر مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہوگئی ہے تو اس معافی کا خواستگار ہوں۔" دانش نے اس کا مذاق خاطر بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔

"نہیں۔ ہم اتنی بڑی گستاخی کرنے کے بعد کی درخواست کو چیر پھاڑ کر ردی کی ٹوکری میں پھینکنے صادر فرماتے ہیں کہ تم آبلہ پائی کی شرح کی گردان افریقہ کے لیے روانہ ہوجاؤ جہاں کے جنگلات میں سیاہ رنگ کا قد آور شتر مرغ تلاش کرنا ہوگا تاکہ تم ہوکر ہمیشہ کے لیے عالم بالا کی طرف کوچ کرجاؤ۔"

"تمہیں یہاں کون لایا تھا؟" میں نے نوجوان کو پیار سے مخاطب کیا۔ "یہ جگہ جہاں تم اس وقت موجود زمین دوز صعوبت خانہ ہے جہاں صرف برے لوگوں کو طور پر رکھا جاتا ہے۔"

"ہم اپنے ذہن پر زور دے کر غور کرو شیخو ہی اس بات کا اعلان کرچکے ہیں کہ ہمارے والد ہمیں گھر سے بے گھر اسی لیے کیا ہے کہ شرافت کی

نہیں ہے۔ ابھی میں نوجوان ہوں اس لیے کوئی پابندی، کوئی بندش بھی منظور نہیں، ہم دنیا کی رنگینیوں کو قریب سے دیکھنے کی خاطر اس حلیے کو پہنچے ہیں۔ اس باغ عالم کی حسین اور شگفتہ کلیوں کو چٹکانے کا منصوبہ ہمارے منشور میں شامل ہے۔ اس کے بعد ہم باغ زندگانی میں چہل قدمی کریں گے اور خوشہ چینی سے شغل کریں گے۔ جب تک خون کی گردش جاری ہے ہم قدرت کے تراشیدہ حسین اور خوبصورت چلتے پھرتے شاہکاروں سے اپنی خلوت میں جلوت کا رنگ گھولتے رہیں گے اور پھر۔۔۔" نوجوان نے سرد آہ بھر کر کہا۔ "جب پیری سے ہماری کمر میں خم آجائے گا تو ہم بھی ہمہ وقت خدا کے حضور سجدہ ریز ہوکر توبہ کے دروازے پر دستک دیتے رہیں گے، چہرے کو پرنور بنانے کی خاطر بڑی مقطع چقطع داڑھی رکھ کر مصلا نشین ہوجائیں گے تاکہ نیکی کے فرشتے ہمارے ماضی میں نہ جھانک سکیں۔"

"چ۔۔ غ۔۔ د۔۔۔ کے مطلب سمجھتے ہیں آپ؟" دانش نے اس بار بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"کیا تم ہمیں کندہ ناتراش سمجھ رہے ہو، بے ادب، گستاخ۔" وہ چراغ پا ہوگیا۔ "کون نہیں جانتا کہ "چ" سے مراد چمن زار رہتی ہے "غ" سے مراد غسل آفتابی بنتا ہے اور غسل آفتابی ہے جس میں جسم پر برائے نام لنگوٹی ہوتی ہے "د" سے دعوت عام یا پھر دعوت نظارہ دی جاتی ہے۔"

"خوب بہت خوب۔۔۔" دانش نے داد دی۔ "کیا خوبصورت اور حسب حال تختی بیان کی ہے جناب نے، لطف آگیا۔"

جواب میں نوجوان نے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کرکے ایک طویل انگڑائی لی پھر اس طرح دیدے نچا نچا کر ہمیں دیکھنے لگا جیسے اپنے قریب ہماری موجودگی سے قطعی طور پر لاعلم رہا ہو۔

"تم۔۔ کون ہو تم دونوں۔" اس نے قدرے ناخوشگوار لہجے میں سوال کیا۔

"ہم کوہ قاف سے تمہاری زیارت کے لیے آئے ہیں۔" میں نے اس بار جھلا کر جواب دیا تو وہ سہم کر دو قدم پیچھے ہوگیا پھر تھوڑے توقف کے بعد خوفزدہ آواز میں بولا۔ "کیا آپ دونوں کو ہماری یہاں موجودگی ناگوار گزری ہے۔"

"تم نے پہلی بار ایک عقل مندی کی بات کہی ہے لیکن وہ بے سود۔" دانش بولا۔ "ہم اس وقت دشمن کی قید میں ہیں جہاں ہمیں مجبوراً تمہیں بھی بھگتنا پڑے گا۔"

"تب۔" اس نے تعجب سے باری باری ہم دونوں کو گھورا پھر تنک کر بولا۔ "تم ہوگے قیدی۔ میں تو یہاں دو گھڑی کی سیر سپاٹا کرنے کی غرض سے آیا تھا۔ تم کہو تو واپس چلا جاؤں۔"

"بڑی مہربانی ہوگی جناب کی۔" دانش نے جھلا کر کہا۔ "مقفل دروازے میں دو چار جھری ہوا کے لیے موجود ہیں، آپ اس کے درمیان سے ہوکر بہ آسانی یہاں سے نکل جائیں گے۔"

"اوہ۔" اس نے سر کے الجھے ہوئے بالوں کو نوچتے ہوئے جواب دیا۔ "حیرت ہے کہ یہاں سے باہر نکلنے کا اتنا آسان طریقہ اب تک میری سمجھ میں کیوں نہیں آیا۔ شاید اس لیے کہ دیر آمد درست آمد والی مصلحت ہوگی۔"

"اپنی قابلیت بگھارنے میں وقت ضائع نہ کریں ورنہ کہیں ان جھریوں میں بھی روئی ٹھونس دی گئی تو پھر آپ کے فرار ہونے کے تمام راستے مسدود ہوجائیں گے۔"

"بہت بہت شکریہ اس مشورے کا، لیکن میرے جانے کے بعد آپ حضرات کیا کریں گے؟" اس نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"کسی چوہے کا بل تلاش کریں گے۔" دانش اب سچ مچ بری طرح پیچ و تاب کھا رہا تھا۔

"مناسب خیال ہے۔ اچھا، خدا حافظ، زندگی رہی تو پھر ملاقات کریں گے۔" اس نے سلام کیا پھر ہم پر الوداعی نظر ڈال کر آہستہ آہستہ مقفل دروازے کی جانب قدم اٹھانے لگا۔

اس بات میں کوئی کلام باقی نہیں رہ گیا تھا کہ وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا تھا۔ قید کی صعوبتوں نے شاید اس کو خود اپنی شناخت سے بھی محروم کردیا تھا۔ مقفل دروازے کے قریب جاکر اس نے متعدد بار جھریوں کے ذریعے باہر نکلنے کی ناکام کوشش کی۔ ہمیں اس کی ذہنی کیفیت پر رحم آنے لگا لیکن پھر اس کے بعد جو کچھ ہوا اس نے بھی انگشت بدنداں ہونے پر مجبور کردیا تھا۔ جھریوں سے گزرنے کی ناکامی کے بعد وہ ایک لمحے تک خاموشی سے کھڑا لوہے کے مضبوط دروازے کو دیکھتا رہا پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر اس آہنی دروازے کو کسی ہلکے پھلکے کھلونے کی طرح اٹھا کر ایک طرف دیوار کے سہارے کھڑا کیا اور سر جھکائے باہر نکل گیا۔۔۔

میں اور دانش ایک دوسرے کو پھٹی پھٹی نگاہوں سے گھورنے لگے، جو کچھ ہماری نظروں نے دیکھا تھا وہ ناقابل یقین ہی تھا۔۔۔!!!

جو کچھ ہماری نگاہوں نے دیکھا وہ ناقابل یقین ہی تھا۔ پاگل اور دیوانہ نظر آنے والا نوجوان ہمارے لیے حیرت انگیز ہی ثابت ہوا، جس انداز میں اس نے لوہے کے وزنی دروازے کو چوکھٹ سے علیحدہ کرکے دیوار کے سہارے کھڑا کیا تھا وہ کسی عام انسان کے بس کی بات نہیں تھی۔ ہم جو کچھ دیر سے اس کا مذاق اڑا رہے تھے اب خود تصویر حیرت بن کر رہ گئے تھے۔ شاید ہم نے کوئی خواب دیکھا تھا جس سے خوف زدہ ہو کر جاگ اٹھے تھے لیکن وہ ہمارا وہم نہیں ایک زندہ حقیقت تھی جسے فراموش نہیں کیا جاسکتا تھا۔

مجھے کالکا کی آمد اور پھر شعلوں کے لپکتے ہی اس کا غائب ہوجانا یاد آنے لگا۔ یقیناً" وہ نوجوان وہاں قیدی کی حیثیت سے نہیں رکھا گیا تھا۔ کالکا نے اس پر کوئی توجہ ہی نہیں دی تھی۔ شاید وہ اس تہہ خانے میں اس کی موجودگی سے بھی قطعی طور پر لاعلم تھی۔ وہ میرے سامنے ایک حسین ساحرہ کے روپ میں آئی تھی۔ اس نے مجھے دعوت گناہ دی تھی۔ میری جگہ اگر کوئی اور ہوتا تو شاید اس کے قدم رپٹ جاتے لیکن صندلی انگوٹھی کے اچانک غائب ہوجانے کے سبب میں محتاط ہوگیا تھا۔ مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ کمبل پوش بزرگ کی ناراضی کی وجہ کیا تھی، اسی خوف سے میں نے کالکا کے اس حسین روپ کو اپنی بانہوں میں سمیٹنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میرے انکار پر اس کی

طاغوتی قوتوں کو جلال آگیا، پھر اس نے کالی کا روپ دھار [illegible] حکم دیا تھا کہ میں کسی پالتو کتے کی طرح اس کے قدم چا[illegible] مجھے اپنے حکم پر آمادہ کرنے کے لیے جو جنتر منتر پڑھ رہی [illegible] میرے ذہن کو مفلوج کررہا تھا۔ میں نہ چاہنے کے باوجود معمول کی طرح اس کی طرف بڑھ رہا تھا، کالکا کے غلیظ ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ کھیل رہی تھی لیکن قبل اس کے کہ وہ مجھے اپنے قدموں میں جھکانے میں کامیاب ہوتی۔ آگ کے [illegible] نمودار ہوئے تھے جنھوں نے کالکا کے جنتر منتر میں خلل [illegible] تھا پھر وہ خوف زدہ ہو کر میری نگاہوں سے اوجھل ہوگئی [illegible] وہ نوجوان جس آسانی سے لوہے کے دروازے کو کسی گتے کی طرح درمیان سے ہٹا کر باہر نکل گیا تھا اس نے علاوہ دانش کو بھی ششدر کردیا تھا۔

میں اس نوجوان کے بارے میں غور کرنے لگا۔ [illegible] کامل یقین ہوگیا تھا وہ کالکا کے مقابلے میں کہیں [illegible] قامت اور طاقت ور تھا۔ یقیناً" وہی وہ طاقت [illegible] بھوشن کے دفتر میں مجھے بے عزت ہونے سے [illegible] اسی نے ملیحہ کو ندیم کے محفوظ ہاتھوں تک پہنچانے کا [illegible] کیا تھا اور وہی ان لپکنے والے شعلوں کا ایک [illegible] میرے اور کالکا کے درمیان کسی آہنی چٹان کی مانند [illegible] تھا۔ ایک موقع پر اس نے مجھ سے بھی کہا تھا کہ جب

[illegible] راضی ہے کالکا کی ناپاک قوتیں میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں، اسی نے مجھے پیشکش کی تھی کہ اگر میں چاہوں تو وہ ماہ رخ کو سلیمان شاہ کی جگہ دے کر سلیمان شاہ کو کوڑھیوں کے اسپتال میں بھی داخل کرا سکتا ہے اور اس نے یہ بھی [illegible] تھا کہ میں ماہ رخ کے علاوہ ملیحہ سے بھی جسمانی رابطہ قائم کرلوں ورنہ وہ سلیمان شاہ کو میرے دفتر میں ہلاک کرکے مجھے مصیبتوں اور الجھنوں میں بھی گرفتار کرا سکتا تھا، یہ دھمکی بھی دبی زبان میں دی تھی کہ عارفہ اپنا ذہنی توازن بھی کھو سکتی ہے۔

وہ کون تھا؟

اچانک میری مدد کی خاطر کسی چھلاوے کی طرح درمیان میں کیوں آگیا تھا؟

اس کا مقصد کیا تھا؟ کیا چاہتا تھا وہ؟

کہیں وہ بھی کالکا کی کوئی دوغلی چال تو نہیں تھی جو مجھے ایک نئی طاقت دکھا کر تسخیر کرنے کی خواہش مند تھی؟

حسنہ کون تھی؟

لیڈی مکلارکس میری زندگی کی اس عجیب و غریب داستان میں کیا کردار ادا کررہی تھی؟ کیا وہ حقیقتاً" میری دوست تھی یا محض جھوٹی تسلیوں سے گمراہ کرنے کا پارٹ نبھا رہی تھی؟

"سر۔" دانش کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں کہیں وہ خواب تو نہیں ہے۔"

"ہو بھی سکتا ہے لیکن ہمیں بہرحال وقت سے فائدہ اٹھانے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔"

میں کھلے ہوئے دروازے کی سمت لپکا، دانش نے بھی میری پیروی کی تھی، لوہے کے دروازے سے باہر نکلتے ہی ہم دوبارہ ٹھٹک کر رک گئے، جس ادھیڑ عمر والے شخص نے ہمیں اغوا کیا تھا وہ چاروں خانے چت پڑا تھا۔ اس کی آنکھیں محاورۃً" نہیں بلکہ حقیقتاً اپنے حلقوں سے باہر ابل پڑی تھیں، کسی نے ناقابل یقین قوت ہی سے اسے گلا گھونٹ کر زندگی کی سرحدوں کو پار کرا دیا تھا۔ قریب اس کی خود کار رائفل پڑی تھی جسے ساجد نے لپک کر اٹھا لیا پھر اس کا معائنہ کرتے ہوئے بولا۔

"اس کی میگزین بھری ہوئی ہے جناب۔ یہ آڑے وقت میں ہمارے بہت کام آسکتی ہے۔ ہو سکتا ہے اوپر ہمارے لیے کوئی خطرہ موجود ہو۔ اس ہتھیار سے ہم اپنا دفاع کرسکتے ہیں۔"

"شاید۔" میں نے مختصراً جواب دیا۔

سیڑھیاں عبور کرتے ہوئے تہہ خانے کے اوپر والے حصے میں آئے تو وہاں بھی تین مسلح افراد جو چہرے ہی سے خونی اور قاتل نظر آرہے تھے۔ زمین پر بے سدھ پڑے دکھائی دیے، ان کی کیفیت بھی ادھیڑ عمر والے سے مختلف نہیں تھی۔ قریب ہی ان کا آتشی اسلحہ بھی موجود تھا۔

"میرا خیال ہے کہ اب یہ رائفل یہیں پھینک دو۔" میں نے دانش کو مخاطب کیا۔ "اس کے دستے پر ہماری انگلیوں کے نشانات ہمارے لیے مصیبت کا سبب بھی بن سکتے ہیں۔"

دانش نے میرے کہنے پر جیب سے رومال نکال کر رائفل سے اپنی انگلیوں کے تمام ممکنہ نشانات صاف کیے پھر اسے تینوں مردہ اشخاص کے قریب ہی فرش پر پھینک دیا ہم اس ویران عمارت سے باہر نکلے تو ایک بار پھر ہمیں حیرت کا شکار ہونا پڑا، ہمیں جسے ٹرک کے ذریعے اغوا کیا گیا تھا اس کے برابر میری کار بھی موجود تھی۔

"میرا خیال ہے کہ دشمن اسے بھی ہمارے ساتھ ہی یہاں لائے ہوں گے۔" دانش نے اپنی رائے کا اظہار کیا۔ "عام شاہراہ پر اس کا پایا جانا ہمارے دشمنوں کے خلاف پولیس کو خطرے کا الارم بھی دے سکتا تھا۔"

"ہو سکتا ہے۔" میں نے دبی دبی زبان میں کہا پھر گاڑی کی پچھلی نشست پر بیٹھ گیا۔ ساجد نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا، واپسی میں کچھ دیر ہمارے درمیان خاموشی ہی رہی شاید میری طرح ساجد بھی اسی پراسرار نوجوان کے بارے میں سوچ رہا تھا جو ہمارے لیے ایک عجوبہ ہی ثابت ہوا تھا۔

"کس خیال میں گم ہو۔" میں نے خود کو بہلانے کی خاطر ساجد سے پوچھا۔

"اسی نوجوان کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔" ساجد نے جواب دیا۔ "وہ بظاہر انسان کے روپ میں ضرور تھا لیکن۔۔۔"

"لیکن۔۔۔" ساجد نے اپنا جملہ نامکمل چھوڑا تو میں نے تیزی سے پہلو بدل کر کہا۔ "تم چپ کیوں ہوگئے۔"

"ہو سکتا ہے کہ میرا شبہ غلط ہو لیکن وہ نوجوان مجھے جناتوں کے کسی قبیلے کا معلوم ہوتا ہے۔"

"جنات۔۔۔" میں نے حیرت کا اظہار کیا پھر میرے ذہن میں وہ نیک دل جن ابھر آیا جس نے کمبل پوش بزرگ کی ہدایت پر کئی موقعوں پر سامنے آئے بغیر میری مدد کی تھی لیکن میں ان کی ذات سے چار انسانوں کی حیرت انگیز موت کو منسلک نہیں کرسکتا تھا، تہہ خانے میں بھی میرے بلانے پر ان کی نادیدہ شخصیت نے مجھے یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ میری بے راہ روی کے سبب ہی صندلی انگوٹھی مجھ سے واپس لی گئی ہے، میں نے اس نیک دل جن سے مدد کی درخواست کی تھی لیکن اس نے بڑی صاف گوئی سے یہی جواب دیا تھا کہ اپنے پیرو مرشد کی اجازت کے بغیر وہ میرے کسی کام نہیں آسکتا، ایسی صورت اس نیک دل سے چار آدمیوں کی عبرتناک موت کو تعبیر نہیں کیا جاسکتا تھا، پھر میرے ذہن میں اس نوجوان سے کی ہوئی گفتگو کے ایک ایک الفاظ گونجنے لگے لیکن پیش آنے والے محیرالعقول واقعات اور حالات کی وجہ سے اس نوجوان کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ نہیں کرسکا۔ البتہ یہ حقیقت اپنی جگہ

مسلم تھی کہ اس کی اچانک آمد نے میرے ذہن کو بری طرح الجھادیا تھا۔

"جس طاقت کا مظاہرہ اس نوجوان نے کیا تھا وہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہوسکتی۔" ساجد نے دوبارہ اپنے شک پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"وہ اگر جنات کے قبیلے کا ہوتا تو ہوا بن کر بھی دروازے کے اس پار جاسکتا تھا۔ دروزہ اکھاڑنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"ہوسکتا ہے کہ وہ ہم پر اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنا چاہتا ہو۔"

"بہرحال' وہ جو کوئی بھی تھا بے پناہ اور ناقابل یقین قوت کا مالک تھا۔"

"اب کہاں چلنے کا ارادہ ہے۔" ساجد نے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد دریافت کیا۔

"کیسینو۔" میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ "میں ضروری سمجھتا ہوں کہ ندیم کو تازہ حالات سے باخبر کردوں۔"

"بہتر ہے۔" ساجد نے جواب دیا پھر توقف سے بولا۔ "ماسٹر حیرت انگیز صلاحیتوں کا مالک ہے لیکن وہ بھی ہمارے کسی کام نہ آسکا۔"

"ہوسکتا ہے کہ وہ بھی کسی پراسرار قوت کی وجہ سے ہمارا سراغ کھو بیٹھا ہو۔"

ساجد نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ہم کیسینو پہنچے تو ندیم بڑی اضطرابی کیفیت میں اپنے آفس میں ٹہل رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔ "کہاں گم ہوگئے تھے تم دونوں۔"

"کیوں کیا ماسٹر کی نے تمہیں ہمارے بارے میں کوئی اطلاع نہیں دی۔"

"یہی تو پریشانی کا سبب ہے۔" ندیم بولا۔ "ماسٹر کی ان لوگوں میں سے نہیں ہے جو آسانی سے دھوکا کھا جاتے ہیں۔ تم بذات خود اس کی صلاحیتوں کا مظاہرہ دیکھ چکے ہو۔ تمہاری نگرانی کرتے وقت بھی وہ پوری طرح محتاط تھا' اس نے تمہیں اور ساجد کو ٹرک میں بیٹھتے دیکھ لیا تھا اس کے ساتھ ہی وہ اور اس کے جاں نثار ساتھی بھی حرکت میں آگئے تھے' وہ کسی ویران سڑک پر ایکشن کے بارے میں غور کررہا تھا کہ تم نے ٹرک کی پشت کے پردے کو ہٹا کر اسے اشارے سے واپس جانے کو کہا تھا' ماسٹر کی کا کہنا ہے کہ وہ تمہارے اشارے کو کوئی خاص مصلحت سمجھ کر واپس اس مقام پر آیا جہاں تمہاری گاڑی پارک تھی لیکن واپسی پر اس نے تمہاری گاڑی بھی وہاں نہیں دیکھی جس کے بعد اس نے مجھے فوری طور پر اطلاع دی تھی۔"

"حیرت انگیز۔" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔ "کیا تم یقین کروگے کہ میں نے ماسٹر کی کو سرے سے دیکھا ہی نہیں اشارہ کرنا تو بعد کی بات ہے۔"

"پھر وہ کون تھا؟"

"میرا ہم زاد ہی ہوسکتا ہے۔" میں نے شانے اچکاتے ہوئے جواب دیا۔

"تم اس وقت کہاں سے آرہے ہو؟"

"کیا اب تمہارے اتنے بڑے کیسینو میں بھی کسی مشروب کی قلت پیدا ہوگئی ہے۔"

ندیم نے میرا اشارہ سمجھ کر ٹھنڈا مشروب طلب کیا۔ حلق اس وقت خشک ہورہا تھا' میں نے اپنی پیاس بجھانے کے بعد تفصیل بتانی شروع کی' ندیم میری بات کو بغور سنتا رہا پھر بولا۔

"تمہارا کیا خیال ہے؟ وہ نوجوان کون ہوسکتا ہے۔"

"فی الحال میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ وہ جو بھی تھا ہمارا دوست تھا' نہ ہوتا تو شاید اس وقت ہم یہاں نہ ہوتے۔"

"کہیں تمہاری کالکا دیوی تو تمہیں کسی نئے روپ میں فریب نہیں دے رہی ہیں۔"

"میں اس خیال سے متفق نہیں ہوں۔ کالکا پراسرار انگیز قوتوں کی مالک ہے' اسے بلاوجہ ڈھونگ رچانے کی ضرورت نہیں۔"

"پھر مجھے ساجد کا خیال زیادہ قریب تر محسوس ہوتا ہے۔"

"میں بھی ان ہی خطوط پر غور کررہا ہوں۔" میں نے سنجیدہ لہجے میں کہا پھر ملیحہ سے فون پر ہونے والی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "ایک ہی فون پر ایک ہی وقت میں مرد اور عورت کی آواز نکالنا۔"

"کوئی مشکل نہیں ہے۔" ندیم نے جواب دیا۔ "اسٹیج پر چھوٹے موٹے مسخرے بھی اس قسم کا کامیاب مظاہرہ کرتے ہیں۔"

"کیا ملیحہ یہاں نہیں پہنچی۔" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"وہ پہنچ چکی ہے اور ابھی تک محفوظ ہے۔"

"محفوظ ہے۔" میں نے ندیم کو سنجیدگی سے گھورا۔ "تمہارا مطلب کیا ہے۔"

"میرا مطلب تم اسے دیکھنے کے بعد خود ہی بہتر طور پر سمجھ سکتے ہو۔" ندیم نے اس بار معنی خیز انداز میں مسکرا کر کہا۔ میں اس کے جملے کا مفہوم سمجھ گیا' ماہ رخ کی کوٹھی پر ایک بار میں نے بھی اس کی بس ایک جھلک دیکھی تھی' وہ صحیح معنوں میں حسین کہلانے کی مستحق تھی' میری مدد کرنے والے نادیدہ نے بھی مجھے ملیحہ کے ساتھ تعلقات بڑھانے کا مشورہ دیا تھا۔ ندیم کے جملے نے میرے شوق کو مزید ہوا دی۔

"کیا وہ بھی تہہ خانے میں ہے؟" میں نے نہ چاہتے ہوئے بھی

باوجود کہہ دیا۔ "میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"سوچ لو۔" ندیم مسکراتے ہوئے اٹھا۔ "کہیں اس کی نگاہوں کا سحر تمہیں تسخیر نہ کرلے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ندیم مجھے تہہ خانے کے ایک ایسے کمرے میں لے گیا جو کسی خواب گاہ کی مانند پوری طرح آراستہ تھا' وہاں ہر قسم کا ساز و سامان موجود تھا۔ ملیحہ ڈریسنگ روم کے قریب ایک راکنگ چیئر پر بیٹھی اپنے کسی خیال میں مستغرق تھی' ہماری آہٹ پاکر چونک کر اس نے باری باری ہماری طرف پریشان نظروں سے گھورنا شروع کردیا۔ وہ یقیناً کسی مرمر کے تراشیدہ بت کی طرح اپنی مثال آپ تھی جس میں روح پھونک کر گوشت پوست کی شکل میں تبدیل کردیا تھا' اس کے بدن کے نشیب و فراز چہرے کے دل کش اور سہمے سہمے تاثرات بھی اس کے حسن کی سحر انگیزیوں میں کوئی کمی واقع نہیں کرسکے تھے' اس کی بادامی غلافی آنکھوں میں ایسی کشش تھی کہ جو کسی کو عمل تنویم کے ذریعے اپنا معمول بنا سکتی تھی' جنس مخالف کے لیے اس کے اندر بے پناہ مقناطیسی قوتیں پوشیدہ تھیں۔ مجھے حیرت تھی کہ ماہ رخ کو جب اس بات کا اندازہ تھا کہ سلیمان شاہ کس قماش کا آدمی ہے تو اس نے ملیحہ کو اس کے ساتھ ایک ہی چھت کے نیچے رکھنے کی حماقت کس لیے کی تھی۔ کیا اس میں بھی کوئی خاص مصلحت تھی یا پھر وہ سلیمان کے صبر کا امتحان لینا چاہتی تھی۔

میں اس بات سے انکار نہیں کروں گا کہ ملیحہ کو قریب سے نظر بھر کر دیکھنے کے بعد اس کے حسن کے جادو کا شکار ہوگیا تھا۔ پوری طرح اس کے وجود کے سحر میں ڈوب گیا تھا لیکن پھر اس کی مترنم مگر تیکھی آواز کمرے میں گونجی تو میں اس طرح چونکا جیسے کوئی حسین خواب دیکھتے دیکھتے اچانک میری آنکھ کھل گئی ہو۔

"مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے۔" اس نے ہم دونوں کو تیز نظروں سے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"میرا خیال ہے اس کا جواب تمہارے سینے میں کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی گوشے میں ضرور دفن ہوگا۔" ندیم نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"وہ کون لوگ تھے جو مجھے لائے تھے؟" وہ اپنے خوف پر رفتہ رفتہ قابو پانے کی کوشش کررہی تھی۔

"کیوں۔۔۔" ندیم استہزائیہ انداز میں بولا۔ "کیا تم اس وقت ہوش میں نہیں تھیں۔"

وہ ایک لمحے کو خاموش ہوگئی پھر ندیم کو گھورتے ہوئے بڑے تلخ لہجے میں کہا۔

"میں جانتی ہوں کہ تمہارے اور میڈم ماہ رخ کے نجی تعلقات کس نوعیت کے ہیں۔ ہر فرد اپنی مرضی کا مالک ہوتا ہے' اس کی اپنی بھی کوئی پسند ہوتی ہے' کوئی معیار ہوتا ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ میں بھی تمہیں ویسی ہی نظروں سے دیکھوں جیسی نگاہوں سے میڈم دیکھتی ہیں۔"

"تم شاید اپنی پارسائی کا اظہار کرنا چاہتی ہو۔" اس بار میں نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔ "لیکن پارسائی کے مفہوم کا دائرہ معنوی اعتبار سے بہت وسیع ہوتا ہے۔ تم کس قسم کی پارسائی کا دعویٰ کررہی ہو۔"

"ضروری نہیں ہے کہ میں تمہارے ہر فضول سوال کا جواب دوں۔" اس نے نفرت سے منہ پھیر کر جواب دیا۔

"کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ اگر تم اس وقت یہاں نہ ہوتیں تو کہاں ہوتیں۔" میں نے تلخ آواز میں پوچھا۔

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتی لیکن۔۔۔"

"سلیمان شاہ کے پالتو شکاری کتے ہر طرف گلی کوچوں میں تمہاری بو سونگھتے پھر رہے ہیں۔" ندیم سپاٹ آواز میں بولا۔ "اگر تم ان کے ہاتھ لگ جاتیں تو شاید وہ اب تک تمہاری تکہ بوٹی کرکے چیل کوؤں کو کھلا چکے ہوتے۔"

"گھٹیا باتیں مت کرو۔" اس نے احتجاج کیا۔ "سلیمان شاہ سے میرے ایسے کوئی مراسم نہیں تھے جیسے تمہارے اور میڈم کے تھے۔"

"جرم بذات خود بھی ایک بدترین گناہ ہے۔ کیا تم اس سے انکار کروگی۔"

"جرم۔۔۔" اس نے حیرت سے کہا۔ "میں نہیں سمجھی کہ تم کس جرم کی بات کررہے ہو۔"

"تمہارا کیا خیال ہے۔" میں نے حقارت سے دریافت کیا۔ "کیا تمہاری میڈم محض تفریحاً یا آرام کرنے کی غرض سے اسپتال میں داخل ہیں۔"

"مجھے اس کی اصل وجہ نہیں معلوم۔" وہ بدستور بے پروائی سے بولی۔ "ہوسکتا ہے میڈم نے اپنی کسی نجی ضرورت کی خاطر وقتی طور پر اسپتال میں داخل ہونا ضروری سمجھا ہو۔ ویسے کچھ لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ میڈم نے زہر لی لیا ہے۔"

"اور وہ زہر شراب کی سیل بند بوتل کے ذریعے تم نے ماہ رخ کے اسٹاک میں ملایا تھا۔" ندیم نے سرد لہجے میں کہا۔

"یہ سراسر بہتان ہے۔" ملیحہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا۔

"کیا تم مجھے بتاؤگی کہ سلیمان شاہ نے تمہیں کتنی رقم میں خریدا تھا؟" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"یہ کہانی تم دونوں نے میرے خلاف بنائی ہوگی ورنہ۔۔۔"

"اب اس اداکاری کا چولا اتار پھینکو مائی ڈیئر مس ملیحہ۔" ندیم نے بڑی سنجیدگی سے اپنے جملے پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "جو رقم تم نے سلیمان شاہ سے ایک گھناؤنے جرم کے ارتکاب کے سلسلے میں وصول کی تھی وہ اب پولیس کی تحویل میں ہے۔"

"لیکن اس بات کا کیا ثبوت ہے پولیس کے پاس کہ اس رقم کا تعلق میڈم کے زہر پینے سے ہے۔" وہ روانی میں کہہ گئی۔

"میرا خیال ہے کہ پولیس تم سے یہ سوال ضرور کرے گی کہ اتنی کثیر رقم تمہیں کہاں سے ملی؟" ندیم نے لوہا گرم دیکھ کر دوسری ضرب لگائی۔

"مجھے تم دونوں کی ہمدردی کی کوئی ضرورت نہیں۔ تم مجھے آزاد کردو' میں پولیس اور سلیمان شاہ دونوں سے نپٹ لوں گی۔" وہ بڑے اعتماد سے بولی۔ "میں میڈم سے مل کر اسے بتاؤں گی کہ اصل حالات کیا تھے۔"

"فضول ہے۔" ندیم کا لہجہ اور سرد ہوگیا۔ "میڈم کے آدمی بھی تمہاری تلاش میں شہر کا کونا کونا چھان رہے ہیں' اس نے بھی اپنے آدمیوں کو شوٹ ایٹ سائٹ کا آرڈر دے رکھا ہے' تمہاری کوئی چالاکی کام نہیں آسکے گی۔"

"پھر۔۔۔ پھر میں کیا کروں۔" پہلی بار اس کے لہجے سے مایوسی کا اظہار ہوا تھا۔

"ہم اگر تمہیں بچانا نہ چاہتے تو بلاوجہ میزبانی کا فرض کبھی ادا نہ کرتے۔" ندیم نے کہا۔ "تم جانتی ہو کہ ماہ رخ سے میرے کتنے دیرینہ اور کس نوعیت کے تعلقات ہیں۔ میرا خیال ہے کہ میں تمہاری سفارش اوروں کے مقابلے میں زیادہ بہتر طور پر کرسکتا ہوں۔"

ملیحہ نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن اب اس کے چہرے سے خوف کے تاثرات جھلک رہے تھے۔

"کس سوچ میں غرق ہو۔" میں نے پوچھا۔ "کیا تمہیں ہمارے اوپر اعتماد نہیں ہے۔"

"میرا ایک کام کرو گے۔" اس نے ندیم کو دیکھ کر ہونٹ چباتے ہوئے عجیب مایوسی بھرے انداز میں کہا۔ "مجھے کہیں سے تھوڑا سا زہر لادو' میں اپنی موت آپ مرنا چاہتی ہوں۔ سسک سسک کر اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے کے تصور ہی سے مجھے ہول آتا ہے۔"

"سلیمان شاہ نے تمہیں ماہ رخ کو راستے سے ہٹانے کے سلسلے میں کتنی رقم ادا کی تھی۔"

"کیا مطلب۔" وہ چونک کر بولی۔ "کیا تم نے وہ پولیس والی بات غلط کہی تھی۔"

"ہاں' لیکن میرا مشورہ ہے اب ہمیں ایک دوسرے پر اعتماد کرنا ہوگا' اس کے سوا کم از کم تمہارے پاس کوئی دوسرا راستہ بھی نہیں ہے۔"

ملیحہ ہونٹ چبانے لگی پھر تھوڑے توقف سے بولی۔ "سلیمان شاہ نے مجھے دس لاکھ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ نصف رقم پیشگی تھی اور دوسرا حصہ کام ہوجانے کے بعد۔۔۔ لیکن۔۔۔ اگر وہ مجھے رقم کی آفر نہ بھی کرتا تو بھی میں اس کے کسی حکم سے انکار کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔"

"آئی سی۔" میں نے خالص پولیس والوں جیسے انداز میں کہا۔ "گویا تمہاری کوئی نجی کمزوری تھی' سلیمان شاہ کی مٹھی میں ہے جسے وہ تمہارے انکار کی صورت میں استعمال کرسکتا تھا۔"

"ہاں۔" وہ نظر جھکا کر بولی۔ "ویسی ہی کمزوری جس کا ثبوت تصویر کی صورت میں سامنے آجانے کے بعد اس نے میڈم کو راستے سے ہٹانے کا پروگرام بنایا تھا۔ میڈم کے بعد دوسرا نمبر تمہارا تھا۔ لیکن کچھ عرصے بعد۔۔۔"

"سلیمان شاہ نے جو رقم تمہیں دی تھی کہ وہ کس شکل میں تھی۔" میں نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا کیش ادائیگی ہوئی تھی یا۔۔۔"

"کیش ہی تھی۔" اس نے مدھم آواز میں جواب دیا۔ "چیک کی صورت میں طے شدہ رقم کی ادائیگی اس کے لیے خطرناک بھی ثابت ہوسکتی تھی اور سلیمان شاہ جیسا گھاگ آدمی اس قسم کی حماقتیں کبھی نہیں کرتا۔"

"رقم کہاں رکھی ہے۔" میں نے سوال کیا۔

"اسے میں نے اپنے اپارٹمنٹ ہی میں ایک ایسی جگہ رکھا ہے جہاں آسانی سے کسی کا دھیان نہیں جاسکتا۔"

"فکر مت کرو۔" ندیم نے کہا۔ "یہاں تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی' بشرطیکہ تم نے میرے آدمیوں کو پریشان کرنے کی کوشش نہ کی۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ میڈم مجھے معاف کردے گی۔" ملیحہ کی حسین آنکھوں میں امید کی ایک کرن جاگ اٹھی۔

"قبل از وقت یقین سے نہیں کہا جاسکتا۔ ویسے ہوسکتا ہے اگر تم سلیمان شاہ کے خلاف ماہ رخ کے کسی کام آسکو تو تمہاری گلو خلاصی بھی ممکن ہوجائے۔"

ملیحہ نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا پھر اس سے پیشتر کہ وہ کوئی جواب دیتی ندیم کو ایک ضروری کال کی اطلاع ملی تو وہ اوپر اپنے آفس میں آگیا' میں نے بھی وہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا۔ ایک اچٹتی ہوئی نظر ملیحہ پر ڈالتے ہوئے ندیم کے پیچھے ہولیا۔

ندیم نے کال سننے کے بعد ریسیور کریڈل پر رکھا پھر تیزی سے اٹھتے ہوئے مجھ سے مخاطب ہوا۔

"میرے ساتھ آؤ۔ ہمیں فوری طور پر پانڈے کے ٹھکانے پر پہنچنا ہے۔"

"کوئی اہم اطلاع۔"

"یقین سے نہیں کہہ سکتا لیکن پانڈے نے جس انداز میں مجھے بلایا ہے اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ اچانک کسی مصیبت میں گرفتار ہوگیا ہے۔"

"اس نے کوئی اشارہ نہیں دیا تھا۔"

"نہیں۔" ندیم نے مختصراً جواب دیا۔

مجھے پانڈے کی رہائش گاہ کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا لیکن شاید دانش واقف تھا اس سے کہ ندیم نے اس سے صرف پانڈے کی رہائش کا حوالہ دیا تھا اور گاڑی تیزی سے حرکت میں آگئی' ندیم کسی گہری سوچ میں ڈوبا نظر آرہا تھا۔ میرا حال بھی اس سے کچھ مختلف نہیں تھا۔ ندیم کے کہنے کے مطابق اس نے پانڈے کو ایک ایسے محفوظ مقام پر رکھا تھا جہاں تک کالکا کی رسائی بھی ناممکن تھی۔ بھوشن پولیس کی تحویل سے نکل کر جیل کسٹڈی میں جاچکا تھا۔ اس لیے وہ اب پانڈے کے لیے کوئی خطرہ نہیں بن سکتا تھا' پھر پانڈے کو ایسی کیا پریشانی لاحق تھی جو اس نے فون پر بتانی مناسب نہیں سمجھی۔

"کیا پانڈے کی رہائش کا پتا تمہارے علاوہ کچھ اور لوگوں کو بھی ہے۔" میں نے کچھ سوچ کر ندیم سے سوال کیا۔

"وہ میرے اعتماد کے لوگ ہیں۔"

"پھر۔۔۔ پانڈے کو اچانک کیا پریشانی لاحق ہوسکتی ہے۔"

"تمہاری طرح میں بھی اسی سوال کے جواب کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ بہرحال پانڈے کے لب ولہجہ سے یہی ظاہر ہورہا تھا کہ اسے کوئی خاص پریشانی درپیش ہے۔"

پندرہ بیس منٹ کی ڈرائیو کے بعد ہم سول لائنز ایریا کے ایک بنگلے میں داخل ہوئے۔ دانش نے جیسے ہی گاڑی روکی ندیم تیزی سے دروازہ کھول کر نیچے اترا' میں نے بھی اس کی پیروی کی۔ کال بیل بجانے سے پیشتر ہی دروازہ کھول دیا گیا۔ شاید پانڈے ہمیں بنگلے میں داخل ہوتا دیکھ چکا تھا۔ اس کے چہرے پر موت کے بھیانک سائے لرز رہے تھے۔ غالباً وہ بہت دیر تک روتا رہا تھا جس کے سبب اس کی آنکھیں سوج رہی تھیں۔

"میں لٹ گیا' برباد ہوگیا ندیم بھائی۔" وہ گلوگیر آواز میں بولا۔

پھر اس کے ساتھ ساتھ ہم اندر داخل ہوئے تو ایک لمحے کو ہم بھی چکرا گئے۔ اندر کی کیفیت کچھ ایسی ہی تھی جیسے کچھ دیر پہلے وہاں بھونچال آیا ہو' ہر چیز ادھر ادھر بکھری پڑی تھی۔ شیشے کے برتن ٹوٹے پڑے تھے' آرائشی ساز و سامان جو خاصا وزنی بھی تھا الٹ پلٹ ہوگیا تھا۔

"یہ سب کیا ہے پانڈے جی۔" ندیم نے پوچھا۔ "یہ حرکت کس نے کی؟ کیا کوئی آیا تھا یہاں؟"

"جی نہیں۔" پانڈے نے گلوگیر آواز میں جواب دیا۔

"پھر اس طوفان بدتمیزی کا مظاہرہ کس نے کیا ہے۔"

"نرمل نے۔۔۔" پانڈے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے بولا۔

"ایک گھنٹے پہلے تک وہ بالکل نارمل تھی' میں ورانڈے میں تخت پر بیٹھا گیتا کا گیان دھیان کررہا تھا کہ بس اچانک ہی اس پر جیسے دیوانگی کا دورہ پڑگیا ہو' اس نے ایک ایک چیز کو پاگلوں کی طرح اٹھا اٹھا کر پھینکنا شروع کردیا۔ میں جتنی دیر میں تخت سے نیچے اترتا وہ خاصی توڑ پھوڑ مچا چکی تھی۔ میں نے اسے روکنے کی کوشش کی لیکن اس نے میری کوئی بات ماننے سے انکار کردیا۔ بھگوان جانے اس میں اتنی شکتی کہاں سے آگئی تھی کہ وہ میرے قابو میں بھی نہیں آرہی تھی۔ بڑی مشکلوں سے اس کے ہاتھ پاؤں باندھنے میں کامیاب ہوا ہوں۔"

"کیا آپ دونوں کے درمیان کسی بات پر ان بن ہوئی تھی؟" ندیم نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"جی نہیں۔" پانڈے نے کہا۔ "آپ میری بات کا وشواس کریں۔ وہ صبح سے اچھے خاصے موڈ میں تھی۔"

"اس قسم کا دورہ کبھی پہلے بھی پڑچکا ہے آپ کی شریمتی جی کو۔"

"جی نہیں۔ بھگوان کی دیا ہے کہ وہ ہمیشہ سے بھلی چنگی رہی ہے۔"

"یاد کیجئے پانڈے جی۔" میں نے پانڈے سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "کوئی ایسی بات جو آپ نے پیار میں کہی ہو لیکن نرمل دیوی نے اسے دل پر لے لیا ہو۔"

"ایسی بھی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔"

"اس وقت وہ کہاں ہیں۔" ندیم نے دریافت کیا۔

"اندر بیڈ روم میں۔" وہ قدم اٹھاتا ہوا بولا۔ "میں نے ایک کرسی سے باندھ رکھا ہے۔"

پانڈے کی کیفیت قابل رحم ہی نظر آرہی تھی' مجھے اس بات کا بخوبی علم تھا کہ وہ نرمل سے ٹوٹ کر پیار کرتا ہے اس لیے کہ وہ پانڈے کے مقابلے میں بہت کم عمر ہونے کے علاوہ خاصی حسین بھی تھی۔

ہم نے خواب گاہ میں قدم رکھا تو ہمارے علاوہ خود پانڈے کو بھی اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا' اس کے بیان کے مطابق اس نے بڑی مشکلوں سے نرمل کو قابو کرکے ایک کرسی سے باندھا تھا لیکن اس وقت وہ بنی سنوری اپنی مسہری پر نیم دراز کسی رسالے کی ورق گردانی میں مصروف تھی۔ ہم نے خواب گاہ پر نظر دوڑائی' اس کی آرائش میں بظاہر کوئی ردوبدل نہیں ہوا تھا۔ ہر شے بڑے سلیقے سے رکھی ہوئی تھی' قدموں کی آہٹ پاکر نرمل نے ہمیں دیکھا تو جلدی سے رسالہ ایک طرف رکھ کر خود کو سمیٹتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی اور بڑی اپنائیت سے ہاتھ باندھ کر ہمیں نمسکار کیا پھر میری طرف دیکھ کر بولی۔

"مجھے آپ سے ایک شکایت ہے۔"

"وہ کیا؟"

"آپ نے بہت دنوں بعد آج درشن دیے ہیں' کیا کسی بات پر ناراض ہوگئے تھے۔"

"جی نہیں۔" میں نے بہانہ تراشا۔ "کام کی مصروفیت کچھ زیادہ تھی۔"

"آپ لوگ کھڑے کیوں ہیں۔ بِدھاریے (بیٹھیے) نا۔" وہ جلدی سے ندیم کی طرف متوجہ ہو کر بولی۔ "ہمارے بڑے بھاگیہ جو آپ نے یہاں آنے کی تکلیف کی۔"

"آپ تو خیریت سے ہیں۔" ندیم نے پوچھا۔

"بھگوان کی کرپا ہے۔" اس نے بڑی انکساری سے کہا پھر پانڈے کی طرف دیکھ کر بولی۔ "آپ چل کر ڈرائنگ روم میں بیٹھیے میں جل پانی تیار کرتی ہوں۔"

"ڈرائنگ روم میں۔۔۔" پانڈے نے کچھ کہنا چاہا لیکن اس نے اپنا جملہ مکمل نہیں کیا' وہ اس وقت بری طرح الجھا الجھا ہوا نظر آرہا تھا۔

"کیا ہوا ڈرائنگ روم کو۔" نرمل نے سوالیہ نظروں سے پانڈے کو دیکھا۔ "آج صبح ہی تو میں نے اس کی جھاڑ پونچھ اور صفائی کی ہے۔"

"لیکن اب وہاں کا سامان ادھر ادھر بکھرا پڑا ہے۔" ندیم نے نرمل کے چہرے پر نظر جماتے ہوئے کہا۔

"بکھرا پڑا ہے۔" نرمل حیرت سے بولی۔ "یہ کیسے ہوا۔"

"صرف ڈرائنگ روم ہی نہیں بلکہ رسوئی گھر (باورچی خانہ) بھی الٹا پلٹا پڑا ہے۔ کانچ کے برتن ادھر ادھر ٹوٹے پڑے ہیں۔" پانڈے نے دبی زبان میں کہا تو نرمل اسے حیرت سے گھورنے لگی۔

"کیا دشمنوں کو ہمارے اس ٹھکانے کی خبر بھی مل گئی ہے۔" اس کی آواز سے اس بار خوف جھانک رہا تھا۔

میں نے ڈرائنگ ٹیبل کی طرف نظر ڈالی تو چونک اٹھا۔ وہاں جو کرسی موجود تھی اس کے قریب ہی سفید رنگ کی رسی کے متعدد ٹکڑے پڑے تھے' شاید ندیم بھی انھیں دیکھ چکا تھا لیکن کسی وجہ سے جان بوجھ کر نظر انداز کر گیا تھا' پانڈے بھی عجیب مخمصے میں گرفتار تھا۔

"مجھے بھی ایسا ہی جان پڑتا ہے۔" اس نے نرمل کو گھورتے ہوئے کہا۔

"لیکن تم تو باہر ہی بیٹھے تھے' تمھاری موجودگی میں یہ کیسے ہوگیا۔" نرمل نے حیرت سے کہا۔

"پانڈے جی اکیلے تھے جبکہ آنے والوں کی تعداد چار تھی۔" ندیم نے نرمل کی کیفیت کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ بھی ان کی شرافت ہے کہ انھوں نے پانڈے کو کچھ نہیں کہا' چاہتے تو مار بھی سکتے تھے۔"

"پھر۔۔۔ اب کیا ہوگیا۔" نرمل نے جس بے چارگی کا اظہار کیا اسے اداکاری نہیں کہا جا سکتا تھا۔

"یہ رسی کے ٹکڑے یہاں کیسے پڑے ہیں؟" ندیم نے نرمل کی توجہ دلائی تو اس کے چہرے پر خوف کے اثرات پھیل کر اور گہرے ہوگئے۔ اس نے سہمی سہمی نگاہوں سے پانڈے کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"کیا وہ دشٹ تمھیں یہاں باندھ گئے تھے لیکن یہ کیسے ممکن ہے۔" نرمل نے خود ہی اپنے سوال کی نفی کردی۔ "میں تو ایک پل کے لیے بھی یہاں سے نہیں ہٹی تھی پھر مجھے اس کی خبر کیوں نہیں ہوئی۔"

"ہوتا ہے۔" ندیم نے اسے بہلانے کی خاطر کہا۔ "کبھی کبھی انسان پڑھنے لکھنے میں اتنا ڈوب جاتا ہے کہ اسے اردگرد کسی اور کی موجودگی کا مطلق کوئی احساس نہیں ہوتا۔"

"آپ کو اس کی اطلاع کس طرح ہوئی۔" نرمل بدستور خوف زدہ نظر آرہی تھی۔

"میں نے فون کرکے بلایا ہے۔" پانڈے نے جلدی سے کہا۔

"کیا۔۔۔ ہمارے دشمنوں کو اس ٹھکانے کی خبر بھی مل گئی ہے۔" اس نے پھر اپنا جملہ دہرایا' پھر سہمے ہوئے لہجے میں بولی۔ "کیا اب بھی ہم یہیں رہیں گے؟"

"پریشان مت ہو نرمل دیوی۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں نے اب ایسا بندوبست کردیا ہے کہ دشمن تو کیا چڑیا کا کوئی بچہ بھی ادھر نہیں آسکے گا۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ کوئی چور اچکے ہوں گے۔" میں نے جلدی سے کہانی کو ایک نیا رنگ دینے کی خاطر کہا۔ "اگر وہ آپ لوگوں کے دشمن ہوتے تو شاید ہمیں آپ کی لاشوں کی اطلاع بھی پولیس کے ذریعہ ہی ملتی۔"

"بھگوان کرے ایسا ہی ہو۔"

میں نے ایک بار پھر ٹوٹی ہوئی رسی کے ٹکڑوں کی طرف دیکھا' وہ یقیناً اتنی مضبوط تھی کہ کم از کم اس کو کچے دھاگے کی طرح توڑنا نرمل جیسی حسین اور نازک اندام عورت کے بس کی بات نہیں ہو سکتی تھی پھر وہ طاقت کس کی تھی؟ فوری طور پر میرے ذہن میں اس نوجوان دیوانے کا خیال ابھرا جس نے اپنا نام عثمان غنی بتایا تھا۔ اس نے لوہے کے مضبوط دروازے کو بھی جس آسانی سے اکھاڑ کر رکھ دیا تھا وہ کسی معمولی انسان کے بس کی بات نہیں تھی۔ وانش نے اس خیال کا اظہار کیا تھا کہ عثمان غنی کا تعلق جناتوں کے کسی شیطانی گروہ سے ہے۔ ہو سکتا ہے اسی نے نرمل کے جسم پر قبضہ جمانے کے بعد وہ افراتفری پھیلائی ہو' لیکن کس لیے؟ اس نے نرمل اور پانڈے کو پریشان کرنے کی ضرورت کیوں محسوس کی تھی؟ کیا صرف وہ مجھے اپنی غیبی قوتوں سے مرعوب کرنا چاہتا تھا؟ مگر کیوں؟

کچھ دیر بعد ندیم نے واپسی کا ارادہ کیا تو نرمل اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہوگئی۔

"بھائی صاحب۔ میں آپ سے بنتی کرتی ہوں کہ ہمارے لیے کسی اور ٹھکانے کا بندوبست کردیں۔ اگر چور یا ڈاکوؤں نے یہ گھر دیکھ لیا ہے تو وہ دوبارہ بھی آسکتے ہیں۔"

"دھیرج سے کام لو بھاگوان۔" پانڈے نے اسے سمجھانے کی خاطر کہا۔ "ندیم صاحب کے ہمارے اوپر بہت اپکار (احسان) ہیں' انھوں نے وعدہ کیا ہے کہ اب کوئی ہمیں پریشان نہیں کرے گا۔"

"لیکن میرا من کچھ اور کہتا ہے۔" یکلخت نرمل نے بڑی گہری سنجیدگی اور پراعتماد لہجے میں کہا۔ "اگر وہ پاپی بھوشن ہمارے پیچھے پڑ گیا ہے اور اسے ہمارے ٹھکانے کا علم ہوگیا ہے تو ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"آپ کی اطلاع کی خاطر عرض کردوں کہ بھوشن اپنے ایک آدمی کو قتل کرنے کے جرم میں رنگے ہاتھوں پکڑا گیا ہے اور اس وقت جیل کی کسی کوٹھری میں بیٹھا اپنے ستاروں کو برا بھلا کہہ رہا ہوگا۔"

"لیکن اس کے پالتو شکاری کتے تو کھلے ہوئے ہیں۔ وہی ہماری بوٹیاں نوچنے کے بہت کافی ہوں گے۔" نرمل نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا اس کے بولنے کا انداز فطری نہیں تھا۔

"اگر وہ بھوشن ہی کے شکاری اور پالتو کتے ہوتے تو آپ لوگوں کو اس وقت بھی ٹھکانے لگا سکتے تھے۔" میں نے جواز پیش کیا۔

"وہ۔۔۔ وہ دشٹ پاپی ہمیں سسکا سسکا کر مارنا چاہتا ہے۔" نرمل نے اس بار بدکلامی کے انداز میں کہا۔ "پہلے اس نے ہمارے گھر پر اپنے آدمی بھیج کر ہمارے بسیرے کو اجاڑا اور اب۔۔۔ اب وہ ہمارے کاروبار کو چتا کی آگ کی طرح جلا کر رکھ دے گا۔"

ندیم نے نرمل کے چہرے کے بدلتے تاثرات کو غور سے دیکھا۔ میری نگاہیں بھی اسی کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں' پانڈے نے اسے سمجھانے کے لیے کچھ کہنا چاہا لیکن پھر فون کی گھنٹی کی آواز نے اسے اپنی طرف متوجہ کرلیا۔ نرمل بدستور چپ چاپ کھڑی خلا میں گھور رہی تھی۔ فون برانڈے میں ہمارے سامنے ہی رکھا تھا' پانڈے نے ریسیور اٹھا کر "ہیلو" کہا پھر دوسرے ہی لمحے ریسیور اس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر فرش پر گر پڑا۔ خود پانڈے کی حالت بھی خاصی ابتر اور قابل رحم ہوگئی تھی' وہ دیوار کا سہارا لے کر تخت پر بیٹھ گیا پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔

"کیا ہوا مسٹر پانڈے۔" ندیم نے اونچی آواز میں دریافت کیا۔ "کس کی کال تھی؟"

"نرمل نے سچ کہا تھا۔" پانڈے نے بہ مشکل اپنا جملہ ادا کیا۔ "کسی نے ہمارے کاروبار کو آگ لگادی ہے۔"

ہم نے پلٹ کر نرمل کی جانب دیکھا جو ابھی تک تصویر حیرت بنی خلا میں گھور رہی تھی' لیکن یہ وقت اس سے یا پانڈے سے کوئی سوال جواب کا نہیں تھا' ندیم اور میں ایک ساتھ ہی باہر کی جانب لپکے تھے۔

*

جس عمارت میں پانڈے کا دفتر واقع تھا وہ پوری طرح بھڑکتے ہوئے شعلوں کی لپیٹ میں تھی۔ قرب وجوار کی کچھ اور عمارتیں بھی اس کی لپیٹ میں آتی جارہی تھیں۔ ہمارے پہنچنے سے پیشتر ہی فائر بریگیڈ کا عملہ بھی وہاں پہنچ چکا تھا۔ وہ آگ پر قابو پانے کی بھرپور کوشش کررہے تھے۔ ہر طرف ہجوم ہی ہجوم تھا جس کی وجہ سے کام کرنے والے عملے کو خاصی دشواری ہورہی تھی' آس پاس کی بلڈنگوں کے دفتر کا سارا عملہ باہر سڑک پر نکل آیا تھا۔ ہم نے اپنی گاڑی تقریباً ایک فرلانگ دور ہی روک لی تھی۔ اس سے آگے جانے کی صورت میں ہم بھی ٹریفک کے اس ہجوم میں پھنس جاتے جس میں سے کسی گاڑی کا واپس نکلنا مشکل ہی نظر آرہا تھا۔ ساجد نے کمال ہوشیاری سے ایک ایسے موڑ کے قریب گاڑی پارک کی تھی جہاں سے ایک بائی لین روڈ میں مڑا جا سکتا تھا جو اس وقت خالی پڑی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ شہر کے دوچار فائر اسٹیشن کا عملہ اور بھی آجائے تو بھی پانڈے کے دفتر کو نہیں بچا سکتا۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "اب تک تو دفتر کا سارا ریکارڈ اور فرنیچر جل بھن کر خاک ہوچکا ہوگا۔"

"نرمل پر پڑنے والے دورے اور اس آگ کے پیچھے کسی ایک ہی شخص کا ہاتھ نظر آتا ہے۔" میں نے کہا۔ "ہوسکتا ہے کہ بھوشن کے جیل جانے کے بعد اس کے آدمی پاگل ہوگئے ہوں اور ہر طرف افراتفری پھیلا رہے ہوں۔"

"اور ہوسکتا ہے کہ ان دونوں حادثوں میں تمھاری کالکا دیوی کی مہربانی شامل ہو۔" ندیم نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "جہاں تک دفتر کو نذر آتش کرنے کا سوال ہے تو ممکن ہے بھوشن کے آدمیوں نے پانڈے کو سامنے لانے کی خاطر یہ گھٹیا چال چلی ہو' لیکن نرمل کی دیوانگی کو تم کیا کہو گے۔"

"مگر تم نے کہا تھا کہ پانڈے کو تلاش کرنا کالکا کے لیے بھی مشکل ہوگا۔"

"میں بھی اسی ایک نکتے پر غور کررہا ہوں۔" ندیم نے بھڑکتے شعلوں اور پانی کے درمیان ہونے والی دھواں دھار کشمکش کو دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"پھر۔۔۔ اب کیا ارادہ ہے۔" میں نے کہا۔ "میرا خیال ہے اب ہمارا یہاں رکنا بے کار ہی ہوگا۔"

"تم ساجد کے ساتھ گھر چلو' میں کچھ دیر بعد آؤں گا۔"

"لیکن تمہاری واپسی کیسے ہوگی۔"

"میری فکر مت کرو۔" ندیم نے دروازہ کھول کر نیچے اترتے ہوئے کہا۔ "کسی سے بھی لفٹ مانگ لوں گا۔"

پھر ساجد نے ندیم کا اشارہ پا کر گاڑی بائی لین روڈ کی طرف گھما دی۔ میرا ذہن پے در پے ہونے والی ان دونوں کہانیوں کے بارے میں سوچ رہا تھا' نرمل کی دیوانگی میں کسی پراسرار قوت کا ہاتھ سوچا جا سکتا تھا لیکن پانڈے کے دفتر میں کون آگ لگا سکتا تھا؟ یقیناً" اس کا کوئی دشمن ہی ہو سکتا تھا جس نے آگ لگانے کے بعد اسے فون پر اس کی خبر دینی بھی ضروری سمجھی تھی' پھر اچانک میرے ذہن میں نرمل کا ایک جملہ ابھرا' اس آگ کے بارے میں خدشے کا اظہار اسی نے کیا تھا' اس وقت اس کے بولنے کا انداز بھی فطری نہیں تھا' ایسی صورت میں یہی رائے قائم کی جا سکتی تھی کہ ان دونوں حادثوں کے پیچھے کسی ایک ہی طاقت کا ہاتھ ہوگا' لیکن وہ طاقت کس کی تھی؟

"کالکا۔۔۔ لیڈی مکلارنس۔۔۔ حسنہ" یا پھر "عثمان غنی۔"

گھر پہنچ کر میں اندر داخل ہی ہوا تھا کہ عارفہ اور نسیم دونوں بوکھلائی ہوئی میرے قریب آ گئیں۔ دونوں کے چہرے ستے ہوئے تھے' منہ پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں' میرا دل دھک سے رہ گیا۔

"کیا بات ہے۔ تم دونوں اس قدر پریشان کیوں ہو۔" میں نے نسیم سے دریافت کیا۔

"کوئی شخص بار بار فون کر رہا ہے۔" نسیم نے سہمی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "میں نے کیسینو بھی کئی فون کیے لیکن آپ دونوں وہاں بھی موجود نہیں تھے۔"

"فون کون کر رہا تھا۔" میں نے تیزی سے دریافت کیا۔

اس نے اپنا نام نہیں بتایا لیکن ہر بار اس نے صرف ایک ہی پیغام دیا تھا۔ "اس بار عارفہ بولی۔ "اس کا کہنا ہے کہ اگر آپ اس گھر سے فوراً اپنے گھر منتقل نہ ہوگئے تو خدانخواستہ آپ کو جانی اور مالی نقصان ہو سکتا ہے۔"

"اس نے اپنا نام نہیں بتایا تھا؟"

"نہیں۔"

"کیا تم دونوں پہلے بھی کبھی اس کی آواز سن چکی ہو۔"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتی لیکن میرا خیال ہے کہ وہ آواز جیسے شنکر پانڈے سے ملتی جلتی تھی۔" نسیم نے جواب دیا۔

پانڈے کا نام سن کر مجھے شدید حیرت ہوئی۔ میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ وہ پانڈے نہیں ہو سکتا پھر بھی میں نے ریسیور اٹھا کر اس کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیے' رابطہ قائم ہونے میں دیر نہیں ہوئی۔

"ہیلو۔" دوسری جانب سے پانڈے کی آواز سنائی دی۔

"شہباز بول رہا ہوں۔" میں نے کہا' پھر کچھ سوچ کر بولا۔ "دفتر میں لگنے والی آگ کی اطلاع آپ کو کس نے دی تھی' میرا مطلب یہ ہے کہ وہ آواز کسی مرد کی تھی یا عورت کی۔"

"وہ۔ وہ فون میرے ہی ایک آدمی نے کیا تھا۔" پانڈے کے لب و لہجے میں کرختگی جھلک رہی تھی۔

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"مسٹر شہباز' میرا خیال ہے کہ اب تم مجھے دھوکہ نہیں دے سکتے۔" پانڈے نے سخت آواز میں کہا۔ "میں سمجھ چکا ہوں کہ تم اور تمہارا دوست ہمارے ساتھ کیا دوغلی چال چل رہے ہو۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ شاید اس وقت۔۔۔"

"شٹ اپ۔" پانڈے نے چیخ کر کہا۔ "تم لوگوں نے مجھے گھر سے بے گھر کیا۔ صرف اس لیے کہ تم میرے بنگلے کو عیاشی کے مقصد کے لیے استعمال کرو' تمہاری ہی وجہ سے بھوشن میرا دشمن بنا' اس سے پہلے بھی میرے جس قدر نقصان ہوئے ہیں ان میں بھی تمہارا ہی ہاتھ ہے۔"

"نرمل کی دیوانگی میں کس کا ہاتھ تھا؟" میں نے سپاٹ انداز میں سوال کیا۔

"ہو سکتا ہے کہ کومل ورما کی بے چین روح مجھ سے انتقام لے رہی ہو۔ اسے بھی تم نے مارا تھا۔"

"کیا ابھی کچھ پیشتر تم ہی نے ہمیں فون کیا تھا۔"

"ہاں۔" پانڈے کا لہجہ بدستور درشت اور اکھڑا اکھڑا تھا۔ "میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ تمہارے جس آدمی نے میرے کاروبار کا ستیاناس کیا ہے وہ میری نظر میں آ چکا ہے' تم لوگ مجھے تباہ کرنا چاہتے تھے' کر چکے اب میری باری ہے۔"

"تم نے شاید یہ مشورہ دیا تھا کہ میں ندیم کے بنگلے سے شفٹ ہو کر اپنے نئے مکان میں چلا جاؤں۔" میں نے سرد مہری سے جواب دیا۔ "اس مکان میں جسے بھوشن اور اس کے آدمیوں نے جلا کر راکھ کر دیا تھا۔"

"اور تم نے اس کا انتقام لینے کی خاطر میرے کاروبار کو آگ لگا دی۔ حساب برابر ہو گیا۔ اب ہمارے درمیان نیا کھاتہ کھلے گا اور اس بار تمہیں اور تمہارے متر کو نقصان برداشت کرنا پڑے گا۔" پانڈے نے سخت لہجے میں جواب دیا۔ "میری بات دھیان سے سنو شہباز خان' جتنی جلدی ممکن ہو تم اپنے بنگلے میں چلے جاؤ۔"

"ورنہ تم اس گھر میں داخل نہیں ہو سکتے جس میں اس وقت میرا قیام ہے۔" میں نے اسے ٹٹولنے کی خاطر کہا' مجھے یقین ہو گیا تھا کہ وہ آواز پانڈے کی ضرور تھی لیکن اس وقت اس کے دل و دماغ پر کسی اور کا قبضہ تھا۔

"یہ بات من سے نکال دو مسٹر شہباز۔ میں تمہیں دفتر

جاتے ہوئے راستے میں یا پھر تمہارے اپنے ہی دفتر میں بھی ٹھکانے لگوا سکتا ہوں۔"

"آئی سی۔ گویا تم مجھے چیلنج کر رہے ہو۔"

"یہی سمجھ لو۔ ویسے ایک بات اور سن لو' میں اور نرمل کل شام کو اپنے بنگلے میں جانے کا پروگرام طے کر چکے ہیں' اپنے دوست سے کہنا کہ وہ میری کوٹھی کو بارہ گھنٹے کے اندر اندر خالی کرا دے۔"

"پریشان مت ہو۔ تمہاری کوٹھی کل صبح تک خالی ہو جائے گی۔" میں نے وقت کی نوعیت کو بھانپتے ہوئے کہا۔ "لیکن ندیم کے ساتھ رہنا یا نہ رہنا میرا ذاتی مسئلہ ہے جس میں کسی کی مداخلت پسند نہیں کروں گا۔"

"کیا یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے۔"

"ہاں۔۔۔ اور میں اپنے کیے ہوئے فیصلوں میں کوئی ترمیم کرنے کا اختیار بھی خود ہی رکھتا ہوں۔" اس بار میں نے بھی قدرے درشت لہجہ اختیار کیا۔

"لیکن اب شاید تم زیادہ دنوں تک بااختیار نہیں رہ سکو گے۔" پانڈے کے لہجے میں چیلنج تھا پھر اپنا جملہ مکمل کرنے کے بعد ہی اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا' عارفہ اور نسیم دونوں میرے قریب بیٹھی تھیں' میری گفتگو سے بھی ان دونوں نے کچھ اندازہ لگا لیا تھا پھر میں نے ریسیور رکھا تو عارفہ نے تیزی سے پوچھا۔

"خدانخواستہ کوئی پریشانی کی بات تو نہیں ہے۔"

"فون کیا پانڈے ہی کر رہا تھا۔" نسیم نے سوال کیا۔

"ہاں۔"

"کیا کہہ رہا تھا وہ۔۔۔" عارفہ نے مجھے وضاحت طلب نظروں سے دیکھا پھر بولی۔ "آپ کے یہاں رہنے یا نہ رہنے سے اس کی ذات کو کیا دخل ہے۔"

"پریشان مت ہو۔" میں نے ان دونوں کو بہلانے کی خاطر جواب دیا۔ "پانڈے اس وقت بہت زیادہ الجھا ہوا تھا۔ آج ہی اس کے ساتھ تلے اوپر دو افتاد ایسی پڑ چکی ہیں جس نے وقتی طور پر اسے پاگل کر دیا ہے۔ پہلے اس کی بیوی کا دماغی توازن خراب ہو گیا تھا' پھر کسی دشمن نے اس کے کاروباری ٹھکانے کو جلا کر راکھ کر دیا۔"

"لیکن ان دونوں حادثات سے آپ کی ذات کا بھلا کیا تعلق ہے جو آپ کو بے تکے فون کر رہا ہے۔" نسیم نے جھلا کر پوچھا۔

"آپ کوئی بات ہم سے چھپانے کی کوشش تو نہیں کر رہے ہیں۔" عارفہ نے کہا۔

"نہیں' ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے مصلحتاً" دروغ گوئی کی۔ "پانڈے نے آخر میں مجھ سے معذرت کر لی ہے۔"

"وہ یہ کیوں چاہتا ہے کہ آپ یہاں سے چلے جائیں۔" نسیم نے مجھے بغور دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ شاید وہ میرے جواب سے مطمئن نہیں ہوئی تھی۔

"اس لیے کہ وہ بھی کل شام تک اپنی کوٹھی میں واپس جانے کا ارادہ کر چکا ہے۔" میں نے ایک دو اور معقول بہانے کیے پھر بات کا رخ بدلتے ہوئے پوچھا۔ "امی جان کی طبیعت اب کیسی ہے۔"

"بخار ٹوٹ چکا ہے لیکن کمزوری ابھی تک باقی ہے۔"

"تم نے دوا پلا دی تھی۔" میں نے عارفہ سے دریافت کیا۔

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔" عارفہ نے بڑی معصومیت سے جواب دیا' وہ اب بھی میرے چہرے کے تاثرات سے میری ذہنی کیفیت کا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس کے دیکھنے کا انداز بتا رہا تھا کہ نسیم کی طرح وہ بھی میرے جواب سے مطمئن نہیں تھی۔ میں اس وقت بذات خود بھی اس مسئلے پر الجھ رہا تھا۔ نرمل کی دیوانگی کی اطلاع خود پانڈے نے دی تھی۔ اس پر پڑنے والے دورے کا اندازہ ہمیں اس کے گھر میں پہلا قدم رکھنے کے بعد ہی ہو گیا تھا۔ پانڈے کا بیان تھا کہ اس نے نرمل کو بڑی مشکلوں سے رسیوں سے باندھ رکھا ہے لیکن وہ اپنی خواب گاہ میں بالکل نارمل دکھائی دی تھی۔ کرسی کے ساتھ بندھے ہونے کے بجائے وہ اپنی مسہری پر نیم دراز ملی تھی۔ خود پانڈے بھی سفید رسی کے ٹکڑوں کو کرسی کے قریب فرش پر پڑا دیکھ کر ششدر رہ گیا تھا۔ اس کے بعد نرمل نے غیر فطری انداز میں اس اندیشے کا اظہار کیا تھا کہ کوئی طاقت اس کے کاروبار کو آگ لگا دے گی۔ اس کے بعد پانڈے کو وہی اطلاع موصول ہوئی جس کے شبہ کا اظہار نرمل کر چکی تھی۔ وہ چکرا کر رہ گیا تھا' لیکن اب وہی مجھ سے بالکل بدلے ہوئے انداز میں گفتگو کر رہا تھا۔ میرے ذہن میں اور بھی سوالات گونج رہے تھے لیکن میں نے نسیم اور عارفہ کی موجودگی میں ان سوالات کو حل کرنے کی کوشش نہیں کی اور والدہ کے کمرے میں آ گیا' جن کی طبیعت گزشتہ ایک ہفتے سے ناساز چل رہی تھی۔

رات کو کھانا کھانے کے بعد جب میں نے ندیم کو اپنی اور پانڈے کے درمیان ہونے والی تفصیل سے آگاہ کیا تو ندیم بھی مجھے حیرت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگا پھر کچھ توقف کے بعد بولا۔

"اب مجھے یقین آ چکا ہے کہ جو کھیل اچانک اتنی برق رفتاری سے شروع ہوا ہے اس کی پشت پر کسی نہ کسی پراسرار قوت کا دخل ضرور ہے۔"

"لیکن ہم ہواؤں سے تو نہیں لڑ سکتے۔" میں نے کہا۔

"کیا کاکا نے تم سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔" ندیم نے بڑی سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"نہیں۔" میں نے مختصراً جواب دیا۔

"تم نے کہا تھا کہ کاکا کی گندی طاقت بھوشن کا ساتھ دینے پر مجبور ہو گئی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بھوشن کی گرفتاری اور پھر جیل جانے کے بعد اس نے ہمیں پریشان کرنے کے لیے کئی محاذ کھول دیے ہوں۔"

"لیکن پانڈے اور نرمل تک اس کی رسائی کس طرح ہو گئی۔" میں نے گہری سنجیدگی سے کہا پھر بولا۔ "بات اگر صرف بھوشن کی ہوتی تو کاکا اپنی طاغوتی قوتوں کو بروئے کار لا کر اس کو رہائی بھی دلوا سکتی تھی۔"

"ہو سکتا ہے کہ اس بار اس نے طریقہ کار بدل دیا ہو۔" ندیم نے کہا پھر تھوڑے توقف کے بعد بولا۔ "پانڈے سے تمہاری گفتگو کس وقت ہوئی تھی۔"

"واپسی کے فوراً بعد۔ پانڈے اس سے پہلے کئی فون کر چکا تھا۔"

"اب نہیں کر سکے گا۔" ندیم نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب۔" میں نے ندیم کے جواب پر چونک کر پوچھا۔ "اب کیا ہو گیا۔"

"اب پانڈے اس دنیا میں نہیں رہا۔"

"تمہیں یہ اطلاع کہاں سے ملی۔" میں نے حیرت سے دریافت کیا۔

"میرے جو آدمی پانڈے کے بنگلے کی نگرانی پر مامور تھے انھوں نے خبر دی ہے۔" ندیم نے پہلو بدل کر گہری سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ان کی اطلاع کے مطابق پانڈے اچانک بھاگتا ہوا گھر سے باہر آیا تھا پھر اس نے بیچ سڑک پر پہنچ کر خود کو گولی مار لی اور اب اس کی لاش پولیس اسپتال کے سرد خانے میں پڑی ہے۔"

"نرمل کا کیا بنا؟ کیا اسے اس حادثے کی اطلاع مل چکی ہے۔"

"ابھی اس کی تصدیق نہیں ہوئی' لیکن میرا خیال ہے کہ وہ ابھی تک بے خبر ہے ورنہ اسپتال جا کر پانڈے کا دیدار کرنے کی کوشش ضرور کرتی۔"

"کیا یہ مناسب ہو گا کہ ہم نرمل کو فون کر کے۔۔۔"

"نہیں۔ فی الحال خاموشی ہی بہتر ہے۔" ندیم نے خلا میں گھورتے ہوئے جواب دیا۔ وہ کسی گہرے خیال میں مستغرق نظر آ رہا تھا۔

✿✿✿

میں دوسرے روز سراج کے دفتر گیا تو وہ خاصا پریشان نظر آ رہا تھا۔ کمرے میں اس کے علاوہ اس کا ایک قابل اعتماد اسسٹنٹ بھی موجود تھا جو مجھ سے اچھی طرح واقف تھا۔ سراج نے ہاتھ ملا کر مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا پھر اپنے ماتحت سے بولا۔

"کیا تم نے پڑوس میں رہنے والوں سے بھی معلومات کی تھیں؟"

"یس سر' لیکن ان کا بیان ہے وہ اکثر تین تین' چار چار روز سے اپنے اپارٹمنٹ میں نہیں آتی تھی۔ ایسی صورت میں وہ مقفل ہی رہتا تھا۔"

"اس کے چال چلن کے بارے میں کیا رپورٹ ہے؟"

"پڑوسیوں میں سے کسی کو بھی اس سے کوئی شکایت نہیں ہے' سب ہی اس کی ملنساری کی تعریف کر رہے تھے۔" سب انسپکٹر نے سنجیدگی سے کہا۔ "کم از کم اپنے محلے میں اس کا کردار بے داغ ہی تھا لیکن ایک ادھیڑ عمر کے آدمی نے اس کے بارے میں صرف اتنا کہا تھا کہ جو حسین لڑکی سلیمان شاہ اور میڈم ماہ رخ کے ساتھ چوبیس گھنٹے رہتی ہو وہ کردار کے معاملے میں مشکوک ہی سمجھی جائے گی۔"

"کون تھا وہ شخص۔۔۔؟"

"سیاست کے میدان کا ایک پٹا ہوا مہرہ۔ ایک بار اس نے سلیمان شاہ کے حلقے سے انتخاب لڑنے کی کوشش کی تھی' اس کے مقابلے پر سلیمان شاہ کا ایک بندہ بھی کھڑا ہوا تھا اس لیے ادھیڑ عمر والے کی دال نہیں گلی' اتنے کم ووٹ ملے کہ بے چارے کی ضمانت بھی ضبط ہو گئی۔ ہو سکتا ہے اسی وجہ سے وہ سلیمان شاہ اور میڈم سے خار کھاتا ہو اور ان افراد کو بھی اچھی نظروں سے نہ دیکھتا ہو جو۔۔۔"

"آخری بار وہ اپنے اپارٹمنٹ پر کب دیکھی گئی تھی؟" سراج نے اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے سوال کیا۔

"جس روز میڈم اسپتال میں داخل ہوئی تھیں' اس سے دو روز قبل' اس کے بعد سے وہ ابھی واپس نہیں آئی۔"

"ٹھیک ہے' تم دو ایک سادہ لباس والوں کو اپارٹمنٹ کی نگرانی پر مامور کر دو۔" سراج نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "وہ جس وقت بھی واپس آئے مجھے فوراً خبر دی جائے اور ہاں' اس کے علاوہ کسی اور کو اپارٹمنٹ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی جائے۔ اگر کوئی ضد کرے تو تم اسے حراست میں لے کر میرے سامنے پیش کر دو گے۔"

"او کے سر۔"

"خیریت تو ہے مسٹر سراج۔" میں نے سب انسپکٹر کے جانے کے بعد بڑی معصومیت سے دریافت کیا۔ "یہ کس لڑکی کو گھیرنے کے لیے جال بچھایا جا رہا ہے۔"

"میں دو روز سے سخت پریشان ہوں مسٹر شہباز' اسی لیے میں نے آپ سے یہاں آنے کی درخواست کی تھی ورنہ خود حاضر ہو جاتا۔"

"کوئی اہم بات۔۔۔؟"

"جی ہاں۔ دو روز سے کچھ عجیب و غریب اور پے در پے وارداتیں ہو رہی ہیں۔" سراج نے کہا پھر تھوڑے توقف سے بولا۔ "دو روز پیشتر مجھے ایک کال موصول ہوئی تھی' ہوسکتا ہے کہ کسی نے جان بوجھ کر ہمیں پریشان کرنے کی کوشش کی ہو۔ آپ خود بھی محکمے میں رہ چکے ہیں اس لیے بخوبی واقف ہوں گے کہ جب بھی کوئی بڑا آدمی یا سرکاری اہلکار پکڑا جاتا ہے تو الٹے سیدھے فون کا تانتا بندھ جاتا ہے۔"

"جی ہاں۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "پولیس کو پریشر میں لانے کی خاطر اس قسم کے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرنا اب ایک ریت بھی بن چکی ہے۔"

"جس شخص نے مجھے فون کیا تھا کہ اس نے دھمکی دی تھی کہ اگر بھوشن کے سلسلے میں پولیس نے عدالت کے روبرو اپنی اہمیت جتانے کی کوشش کی تو اس کا انجام خطرناک ہوگا۔ یہ بھی کہا تھا کہ مجھے اور آئی جی صاحب دونوں کو راستے سے ہٹادیا جائے گا۔"

"کیا دوبارہ بھی وہی فون آیا تھا؟"

"جی نہیں۔ میرا خیال ہے وہ محض کسی دیوانے کی بڑ تھی' لیکن کل مسٹر پانڈے کے کاروبار کو آگ لگانے کی واردات اور مسٹر پانڈے کی خودکشی نے مجھ کو سوچنے پر مجبور کردیا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "ویسے میرا خیال ہے کہ بھوشن کو بچانے کی خاطر اس کا پریشر گروپ کام کررہا ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ بھوشن نے پانڈے سے ایک خاصی بڑی رقم کا مطالبہ کیا تھا۔"

"جی ہاں لیکن افسوس تو اس بات کا ہے مسٹر پانڈے نے بھی ہمارا ہاتھ بٹانے سے گریز کیا۔ اگر کسی خوف کی وجہ سے وہ روپوش ہی ہونا چاہتے تھے تو کم از کم مجھے آگاہ کردیا ہوتا تاکہ میں ان کی حفاظت کا معقول بندوبست کردیتا۔"

"آگ والے حادثے میں کیا کسی کی گرفتاری ابھی تک عمل میں نہیں آئی۔"

"بغیر کسی ثبوت کے ہم کسی پر ہاتھ نہیں ڈال سکتے۔ محض کسی فون کال کی بنا پر تو ہم کچھ نہیں کرسکتے۔"

"فون کال۔" میں چونکا۔ "کیا اس آگ کے سلسلے میں بھی آپ کو کوئی فون کال موصول ہوئی تھی۔"

"جی ہاں۔ آگ کی اطلاع ملنے سے پہلے ہمیں ایک نامعلوم شخص نے فون پر یہ دھمکی دی تھی کہ وہ بھوشن کی بے عزتی کا انتقام لینے کی خاطر مسٹر پانڈے کے کاروبار کو جلا کر راکھ کردے گا۔ میں نے حفظ ماتقدم کے طور پر ایک دو آدمی وہاں بھیج دیے تھے اور ملحقہ تھانے کے انچارج کو بھی چوکس رہنے کی ہدایت کردی تھی لیکن اس کے باوجود ہمارے آدمی کسی

مشکوک شخص کو حراست میں نہیں لے سکے' ان کا کہنا آگ "آنا" فانا" اتنی برق رفتاری سے بھڑکی تھی کہ وہ ششدر رہ گئے' فائر بریگیڈ کے آتے آتے خاصا نقصان تھا۔"

"آگ لگنے کا سبب کیا تھا؟"

"ابھی تک کوئی حتمی فیصلہ نہیں ہوسکا' ویسے عام ایسے پیچیدہ معاملات میں فائل کا پیٹ بھرنے کی خاطر سرکٹ ہی کا بہانہ تراشا جاتا ہے۔"

"کیا پانڈے کی موت کے سلسلے میں بھی کوئی فون آیا" میں نے اس کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"یہی بات تو میری پریشانی کا سبب ہے' جس شخص پانڈے کے کاروبار کو نذر آتش کرنے کی دھمکی دی تھی اس پانڈے کی موت کی بھی اطلاع دی تھی لیکن ہم اسے سکے۔ ہمارے جائے وقوعہ پر پہنچنے سے پیشتر ہی وہ دم توڑ تھا۔" سراج نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "بظاہر یہ کیس فیصد خودکشی ہی کا نظر آرہا ہے جس ریوالور سے پانڈے کو ہلاک کیا تھا وہ لائسنس شدہ ہے۔ ریوالور پر انگلیوں نشانات ملے ہیں وہ بھی ماہرین کی رپورٹ کے مطابق پانڈے کے ہیں لیکن ان تمام باتوں کے باوجود نہ جانے کیوں گواہی دے رہا ہے کہ بھوشن کو بچانے کی خاطر پھر کوئی طاقت سرگرم عمل ہوگئی ہے۔"

"ہوسکتا ہے۔ مگر سابقہ تجربوں کی روشنی میں اس کی نفی بھی کی جاسکتی ہے۔ اس لیے کہ اگر وہ نادیدہ دوسروں کی طرح بھوشن کو بھی رکی کے قتل کے الزام کی مکھی کی طرح نکال سکتی ہے۔"

"یہ بھی ممکن ہے کہ اس بار اس نے ہمیں بوکھلاہٹ میں مبتلا کرنے کی خاطر اپنا طریقہ کار تبدیل کردیا ہو۔" سراج پہلو بدل کر کہا پھر فون کی گھنٹی بجی تو کال اٹینڈ کرنے ہوگیا۔ جب وہ گفتگو ختم کرچکا تو میں نے کہا۔

"مسٹر سراج' جس وقت میں یہاں آیا تھا۔ آپ ماتحت سے کسی اپارٹمنٹ کے بارے میں دریافت تھے۔"

"یہ ایک علیحدہ پریشانی ہے۔" سراج شانے ہوئے بولا۔ "کل رات میڈم ماہ رخ نے مجھ سے قائم کیا تھا۔ انھوں نے مجھے کسی قسم کی تحریری رپورٹ کرنے سے منع کیا ہے' ذاتی طور پر درخواست کی ہے کی سکریٹری مس ملیحہ کو ٹریس کرنے کی کوشش کروں ذاتی خیال ہے کہ کسی نے ان کی سکریٹری کو اغوا کرلیا۔"

"ایک بات پوچھوں مسٹر سراج۔" میں توقف

"کیا یہ حقیقت ہے کہ سلیمان شاہ نے زمینوں سے

رخ سے ملنے کی کوشش کی تھی لیکن ماہ رخ نے ان سے ملنے سے انکار کردیا تھا اور اس ضمن میں بیماری کی آڑلی تھی۔"

"آپ کو یہ بات کس طرح معلوم ہوئی۔" سراج نے مجھے چونک کر دیکھا۔

"آپ شاید بھول رہے ہیں کہ ماہ رخ کو زہر دینے کے سلسلے میں آپ نے پہلا شبہ میرے اوپر کیا تھا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"مجھے شرمندگی ہے لیکن میری جگہ آپ ہوتے تو شاید آپ بھی وہی کرتے جو میں نے کیا تھا' اس لیے کہ سلیمان شاہ کے گارڈز اور دوسرے ملازموں کا بیان یہی تھا کہ۔۔۔" "مس ملیحہ کے اچانک منظر عام سے غائب ہوجانے اور ماہ رخ کے سلیمان شاہ سے بیماری کا بہانہ کرکے نہ ملنے کے سلسلے میں آپ کی ذاتی رائے کیا ہے۔"

"گڈ۔۔۔" سراج نے خوشی کا اظہار بڑی سنجیدگی سے کیا۔ "گویا آپ کے ذہن میں بھی وہی خیال ہے جس کا شبہ مجھے ہورہا ہے۔"

"آپ کو کس بات کا شبہ ہورہا ہے؟"

"اب آپ کسر نفسی یا پھر تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہیں۔" سراج نے دونوں کہنیاں میز پر رکھ کر آگے جھکتے ہوئے مدھم آواز میں کہا۔ "میں اس بات کا شبہ پہلے بھی ظاہر کرچکا ہوں کہ میڈم نے زہریلی شراب کے سلسلے میں کسی پر شک کا اظہار نہیں کیا تھا مگر مجھے یقین تھا کہ وہ اس شخصیت سے کسی نہ کسی زاویے سے واقف ضرور ہے۔ ہوسکتا ہے کہ سلیمان شاہ کے اشارے پر کسی لالچ یا دباؤ میں آکر مس ملیحہ نے میڈم کو ختم کرنے کی سازش میں میں کوئی اہم کردار ادا کیا ہو اور اب سلیمان شاہ نے اپنے آدمیوں کے ذریعے ملیحہ کو منظر عام سے ہٹادیا ہو۔ مس ملیحہ اگر ہمارے ہاتھ لگ جاتی تو اپنی زبان کھول کر سلیمان شاہ کے لیے خطرات پیدا کرسکتی تھی۔"

"میں انکار نہیں کروں گا مسٹر سراج۔" میں نے مدھم آواز میں جواب دیا۔ "میرے ذہن میں بھی آپ کی زبانی ملیحہ کے اغوا کی اطلاع ملنے کے بعد فوری طور پر اسی شک نے سر ابھارا تھا۔ ویسے میرا خیال ہے کہ اگر ہمارا شبہ درست ہے تو اب وہ زندہ حالت میں کبھی سامنے نہیں آئے گی۔ سلیمان شاہ جیسے گھاگ اور گرگ جہاں دیدہ سے اس حماقت کی توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ ملیحہ کو زندہ چھوڑنے پر آمادہ ہوجائے گا۔"

"اور ایسی صورت میں ہمارے لیے ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔" سراج نے ہاتھ ملتے ہوئے جواب دیا۔ "ہمیں فوری طور پر مس ملیحہ کو بازیاب کرنا ہوگا۔"

"سوچ لیں۔ کیا آپ سلیمان شاہ کے مقابلے پر قدم جما کر کھڑے رہ سکیں گے۔"

سراج کے جواب دینے سے پیشتر دوبارہ فون کی گھنٹی بجی اور سراج نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھایا۔ جیسے جیسے وہ دوسری جانب سے کی جانے والی گفتگو سن رہا تھا اس کے چہرے کے تاثرات بدلتے جارہے تھے۔ میں اس تبدیلی کو خاص طور پر محسوس کررہا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ بکومت' میں قانونی اقدام کے سلسلے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیتا۔ نتیجہ بعد میں دیکھا جائے گا لیکن کیا تم کو یقین ہے کہ۔۔۔ اگر تم پولیس کے ہمدرد ہو تو کھل کر سامنے آنے سے کیوں گریز کررہے ہو۔۔۔ میں سمجھ رہا ہوں لیکن۔۔۔ ہیلو۔۔۔ ہیلو۔۔۔ ہیلو۔"

دوسری جانب سے شاید سلسلہ منقطع کردیا گیا تھا' چنانچہ سراج نے بھی ریسیور رکھ دیا۔ ایک لمحہ تک وہ ذہنی طور پر کسی فیصلے پر پہنچنے کی کوشش میں مصروف رہا پھر مجھے غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"مسٹر شہباز۔ کیا آپ میرے ساتھ تھوڑا تعاون کرسکیں گے۔"

"اگر میرے اختیار میں ہوا تو ضرور کروں گا۔"

"مجھے اسی وقت آپ کے عزیز دوست مسٹر ندیم کے کیسینو کی تلاشی لینی ہوگی اور آپ میرے ساتھ چلیں گے۔"

"لیکن ندیم نے۔۔۔"

"ہوسکتا ہے کسی شخص نے پھر ہمیں ایک درست اطلاع دی ہو۔" سراج نے سنجیدگی سے کہا۔ "اس وقت بھی اسی شخص کا فون تھا جس نے ہمیں پہلے مسٹر پانڈے کے کاروبار اور پھر اس کی خودکشی کی اطلاع دی تھی اور دونوں اطلاعات سو فیصد درست ثابت ہوچکی ہیں۔"

"نئی اطلاع کیا ہے؟"

"مس ملیحہ اس وقت مسٹر ندیم کے کیسینو میں موجود ہیں۔"

"اور آپ اسی سلسلے میں کیسینو کو کھنگالنا چاہتے ہیں۔"

"جی ہاں۔" سراج نے اٹھتے ہوئے کہا' پھر چیختے ہوئے لہجے میں بولا۔ "میری درخواست ہے کہ آپ بھی میرے ساتھ چلیں' اس طرح میری کچھ دشواریاں بھی کم ہوجائیں گی۔"

میں نے فوراً ہی کوئی جواب دینے سے پس و پیش کیا مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ ملیحہ کیسینو کے زمین دوز کمرے میں موجود ہے' جو شخصیت بھی سراج کو فون پر اطلاعات دے رہی تھی وہ یقینی طور پر کوئی ایسی ہی قوت کی مالک تھی کہ اس کی رسائی ہر جگہ ممکن تھی' میں سراج کو ٹال بھی نہیں سکتا تھا اور یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ ملیحہ کیسینو سے بازیاب ہو' اس میں ندیم کی شخصیت مخدوش ہوسکتی تھی۔

"آپ نے کوئی جواب نہیں دیا شہباز صاحب۔" سراج

نے میری خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا آپ میری مدد نہیں کریں گے۔"

"کیوں نہیں۔" میں نے اٹھتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں آپ کے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔"

"گڈ۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کی موجودگی کے سبب میں بہت ساری ریشہ دوانیوں سے بچ جاؤں گا۔"

میں اس وقت ایسی پوزیشن میں نہیں تھا کہ سراج کی درخواست کو رد کردیتا' بعد میں ملیحہ کی بازیابی کی صورت میں میری پوزیشن بھی سراج کی نظروں میں مشکوک ہوسکتی تھی' بہرحال میرا خیال تھا کہ ندیم اتنی آسانی سے کیسینو کی تلاشی دینے پر آمادہ نہیں ہوگا' اس کے اپنے بھی کچھ تعلقات تھے اور سراج بغیر وارنٹ کے اس کے کیسینو کی تلاشی بھی نہیں لے سکتا تھا۔

ہم کیسینو پہنچے تو ندیم اپنے کمرے میں ہی موجود تھا' مجھے اور سراج کو ایک ساتھ دیکھ کر اس کے چہرے پر بس ایک لمحے کو کھنچاؤ سا پیدا ہوا لیکن پھر اس نے خود پر قابو پانے کے سلسلے میں حیرت انگیز صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا۔

"تشریف لائیے مسٹر سراج۔" اس نے اٹھ کر سراج سے ہاتھ ملایا پھر دبی زبان میں بولا۔ "کیا آج پھر آپ نے کسی خاص مقصد کے تحت اس کیسینو کو عزت پہنچانے کی خاطر زحمت کی ہے۔"

"مسٹر سراج ملیحہ نامی کسی لڑکی کی بازیابی کے سلسلے میں تشریف لائے ہیں۔" میں نے سراج کی آمد کا مقصد بیان کیا تو ندیم یکلخت سنجیدہ ہوگیا۔

"کیا آپ کے پاس کیسینو کی تلاشی کے لیے کوئی سرچ وارنٹ موجود ہے۔" اس نے براہ راست سراج سے پوچھا۔

"اگر میں سرچ وارنٹ حاصل کرلیتا تو اس وقت یہاں تنہا مسٹر شہباز کے ساتھ آنے کی کوشش کبھی نہ کرتا۔" سراج نے دوستانہ انداز میں جواب دیا۔

"ملیحہ کے یہاں موجود ہونے کی اطلاع آپ کو کس نے دی تھی؟" ندیم نے خشک آواز میں سوال کیا۔

"مجھے کسی نے فون پر مخبری کی ہے۔ وہ کون تھا' میں اسے نہیں جانتا' البتہ آپ کو یہ بتانا ضرور پسند کروں گا کہ فون کرنے والا وہی شخص تھا جس نے مسٹر پانڈے کے کاروبار کی آتشزدگی اور پھر اس کی خودکشی کی اطلاع دی تھی۔"

"مسٹر سراج کا بیان ہے کہ کل رات ماہ رخ نے ملیحہ کی بازیابی کی خاطر درخواست کی تھی' اس کا خیال ہے کہ ملیحہ کو کسی وجہ سے اغوا کیا گیا ہے۔"

"آپ چونکہ اس بار میرے دوست کے ساتھ آئے ہیں اس لیے میں آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔ تشریف لائیے میرے ساتھ۔" ندیم نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں تلاشی کے سلسلے میں آپ کی مدد اپنا فرض سمجھتا ہوں۔"

مجھے اس بات کی امید نہیں تھی کہ ندیم آسانی سے سراج کو بغیر سرچ وارنٹ کے تلاشی لینے کی اجازت دے گا لیکن اس وقت میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب سراج کی تلاش بسیار کے باوجود ملیحہ وہاں نہیں ملی' گزشتہ رات میں نے جس خواب گاہ میں ملیحہ سے گفتگو کی تھی وہ بھی خالی ہی ملی تھی۔ سراج کو اپنے ارادے میں مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔ بہرحال اس نے واپسی کے وقت پہلی بار ندیم سے بڑی گرم جوشی کے ساتھ رخصتی مصافحہ کیا تھا اور تلاشی دینے کے سلسلے میں اس کے تعاون کی تعریف اور شکریہ بھی ادا کیا تھا۔

"کبھی بغیر ڈیوٹی کے بھی یہاں تشریف لائیں مسٹر سراج۔ مجھے خوشی ہوگی۔"

"مصروفیات نے موقع دیا تو آپ کی خوشی پوری کرنے کی خاطر ضرور حاضری دوں گا۔"

سراج چونکہ میری گاڑی میں آیا تھا اس لیے اس کی واپسی کا فرض بھی مجھے ادا کرنا پڑا' راستے میں ہمارے درمیان نادیدہ شخصیت کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی جو فون پر پولیس کو مختلف خبریں فراہم کررہی تھی' سراج کو اس کے آفس پہنچانے کے بعد میں سیدھا اپنے دفتر آیا پھر سب سے پہلا فون میں نے ندیم ہی کو کیا تھا۔

"مجھے معلوم تھا کہ تم دفتر پہنچتے ہی مجھے کال کرو گے۔" دوسری جانب سے ندیم نے بے پروائی سے کہا۔

"مجھے سراج کے ہمراہ مجبوراً آنا پڑا تھا۔" میں نے ندیم کو سراج سے ملاقات کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"پریشان مت ہو۔۔۔ جو کچھ ہوا بہتر ہی ہوا۔ باقی باتیں رات کو ہوں گی۔" ندیم نے جواب دینے کے ساتھ ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ شاید وہ فون پر ملیحہ کے بارے میں کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتا تھا۔

دفتر پہنچنے کے بعد میں نے سب سے پہلے وارثی کو بلا کر حسنہ کے بارے میں دریافت کیا لیکن وہ دفتر میں نہیں تھی' وہ مجھ سے دو روز کی چھٹی مانگ کر گئی تھی لیکن چھٹی گزر جانے کے بعد بھی ڈیوٹی پر واپس نہیں آئی تھی۔ مجھے دفتری امور کے سلسلے میں اس کی چنداں کوئی ضرورت نہیں تھی' لیکن اب میں اس کی اصلیت جاننے کے لیے سخت بے چین تھا' پے در پے ہونے والے حیرت انگیز واقعات نے ہمارے علاوہ پولیس کو بھی تشویش میں مبتلا کردیا تھا۔ اب تک جتنی وارداتیں ہوچکی تھیں ان میں کم از کم میرے خیال کے مطابق کسی ایک ہی پراسرار قوت کا ہاتھ تھا لیکن ابھی تک میرے ذہن کی رسائی اس تک نہیں ہوسکی تھی۔ کالکا نے دو روز سے مجھ سے کوئی رابطہ

نہیں کیا تھا۔ حسنہ بھی دو روز سے غائب تھی اور لیڈی بکلا رنس نے بھی دو روز سے میری رہنمائی کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی' اس کے علاوہ عثمان غنی کے بارے میں بھی مجھے یہ تشویش لاحق ہوگئی تھی کہ وہ اچانک میری مدد پر کیوں سامنے آیا۔ وہ کون تھا؟ مجھ سے کیا چاہتا تھا؟ اس نے مجھے کچھ دھمکیاں بھی دی تھیں جس کا بظاہر کوئی سر پیر میری سمجھ میں نہیں آسکا تھا۔

یکلخت میرے ذہن میں ایک اہم نکتہ ابھرا' یا تو جو کچھ پیش آرہا تھا اور حالات نے جو تیزی اختیار کرلی تھی اس میں کالکا ہی کا طاغوتی ہاتھ شامل تھا اور اگر ایسا نہیں تھا تو پھر اس نے مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟ ملیحہ کے سلسلے میں بھی مجھے اس بات کی کھوج لگ گئی تھی کہ ندیم نے اسے اچانک کہاں روپوش کردیا تھا' کیا اسے علم ہوگیا تھا کہ سراج اس کے کیسینو کی تلاشی لینے والا تھا۔ میری موجودگی میں ندیم نے سراج کو اپنی پوری عمارت کے ہر حصے کی سیر کرادی تھی لیکن ملیحہ کہیں بھی نہیں تھی۔ دو ہی صورتوں کے بارے میں غور کیا جاسکتا تھا' یا تو ملیحہ کو زمین دوز خواب گاہ سے ہٹانے میں خود ندیم کا اپنا ہاتھ تھا یا پھر ملیحہ کسی طرح پہرے داروں کو جل دے کر فرار ہونے میں کامیاب ہوئی تھی۔ میں ان ہی گتھیوں کو سلجھانے میں مصروف تھا کہ خوشبو کا ایک مسحور کن جھونکا میری قوت شامہ سے ٹکرایا' میں نے تیزی سے نگاہوں کا زاویہ تبدیل کیا تو کالکا اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ میرے سامنے موجود تھی۔ اس کا وہ روپ بھی کسی منتخب حسینۂ عالم سے کم نہیں تھا۔ اس روپ کو دوسروں کے لیے مسحور کن بنانے کی خاطر اس نے برائے نام لباس پہن رکھا تھا۔ اس کی آنکھوں میں مستی کے ساغر چھلک رہے تھے' میرے سامنے وہ ہاتھ باندھے کھڑی عجیب معنی خیز انداز میں مسکرا رہی تھی۔

"تم کب آئیں۔۔۔" میں نے کرسی پر پہلو بدل کر پوچھا۔

"کیوں' کیا تمہیں اس وقت میرا آنا برا لگا۔" وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی' اٹھلاتی' بل کھاتی' دل پر بجلیاں گراتی میرے سامنے آکر بیٹھ گئی۔

"دو روز سے تم کہاں غائب تھیں؟"

"دیکھ رہی تھی کہ تم اپنی کالکا کو یاد کرتے ہو یا بالکل ہی بھول گئے ہو۔" اس نے ایک ادائے دلبرانہ سے اپنی دراز اور گھنیری پلکوں کو جنبش دے کر کہا۔ "آج تم نے یاد کیا اور تمہاری داسی تمہارے چرنوں میں آگئی۔"

میں نے فوری طور پر اپنے دل کے تمام دروازے مقفل کرلیے' مجھے معلوم تھا کہ صندلی انگوٹھی کے گم ہوجانے کے بعد اب کالکا میرے دل کا احوال بھی جان سکتی تھی' ہوسکتا تھا کہ وہ پہلے ہی میرے ذہن کو پڑھ چکی ہو۔

"جب میرے اور تمہارے درمیان دھند کا ایک پردہ حائل تھا اس وقت اور بات تھی لیکن اب تو تم میرے دل کا حال جان سکتی ہو۔" میں نے اسے آزمانے کی خاطر کہا۔ "کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ان دو دنوں میں' میں نے تمہیں کتنی بار یاد کیا ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔" وہ مسکرا کر بولی۔ "تم سے ٹھٹھول کررہی تھی۔ تمہیں میری۔۔۔ اپنی کالکا کی باتیں بری تو نہیں لگتیں۔"

"اس وقت تم خلاف توقع کچھ زیادہ ہی مہربان نظر آرہی ہو۔"

"سوچتی ہوں اب تم سے پکی دوستی کرلوں۔"

"ایک شرط پر۔"

"مجھے تمہاری ہر شرط منظور ہے۔" اس نے بڑے پیار سے کہا۔

"تم آیندہ کبھی مجھے کالی یا بھیسوں کے روپ میں نظر نہیں آؤ گی۔"

"کوشش کروں گی۔" وہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔ "پرنتو یاد رکھو کہ تالی ایک ہاتھ سے نہیں' دونوں سے بجتی

ہے۔"

"کیا تمہیں مجھ سے کوئی شکایت ہے۔"

"ہاں۔" اس نے سرد آہ بھر کر خمار آلود لہجہ اختیار کیا۔ "اب جبکہ ہمارے درمیان کوئی پردہ نہیں، ہم ایک دوسرے کے قریب آسکتے ہیں، اپنی منوکامنائیں پوری کرسکتے ہیں۔ تم اب بھی دور دور ہی رہتے ہو۔ کیا میں تمہیں اچھی نہیں لگتی؟"

"اچھی تو لگتی ہو لیکن تمہارے شریر کی اگنی سے ڈرتا ہوں۔" میں نے دیدہ و دانستہ دروغ گوئی سے کام لیا۔ "کہیں ایسا نہ ہو کہ جل کر راکھ ہو جاؤں۔"

"کالکا کو بنانے کی کوشش کررہے ہو۔" اس نے روٹھتے ہوئے کہا۔

"مجھے تم سے بہت ساری باتیں کرنی ہیں۔" میں نے گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے سنجیدگی اختیار کرلی۔ "حالات کس قدر تیزی سے کروٹیں بدل رہے ہیں اس کا اندازہ میرے مقابلے میں تمہیں زیادہ ہوگا۔"

"ہاں۔ کالکا سب کچھ جانتی ہے۔" اس کا تکلم متکبرانہ ہوگیا۔ "کون کیا کررہا ہے؟ کیوں کررہا ہے؟ میں ایک ایک بات سے واقف ہوں۔"

"کیا تم مجھے بتاؤ گی کہ پانڈے کے کاروبار کو کس نے آگ لگائی تھی؟ وہ کون سی شکتی ہے جس نے پانڈے کو خودکشی کرنے پر مجبور کردیا۔"

"یہ باتیں ابھی تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گی بھولے ناتھ۔" اس نے پہلوتہی اختیار کی۔ "تم کیول اتنا یاد رکھو کہ کالکا کی مہان شکتی تمہارے ساتھ ہے۔"

"ماہ رخ نے سلیمان شاہ سے ملنے سے انکار کردیا ہے۔ اس کی کیا وجہ تھی؟" میں نے بدستور سنجیدگی سے پوچھا۔

"جو سمبندھ پاپ کی ڈور سے بندھا ہو وہ بہت جلدی ٹوٹ جاتا ہے۔" اس نے تھوڑے توقف سے جواب دیا۔ "ماہ رخ اور سلیمان شاہ کے درمیان بھی اب بہت ساری دراڑیں پڑ چکی ہیں، دونوں ایک دوسرے کے دشمن بن چکے ہیں۔ کوئی بھی کسی وقت پرلوک سدھار سکتا ہے، جس کا داؤ پہلے چل گیا وجے اسی کی ہوگی لیکن تم کس کے لیے بیاکل ہو۔"

"میرا خیال ہے کہ سلیمان شاہ نے میری وجہ سے ماہ رخ کو ختم کرانے کی کوشش کی تھی۔"

"اس کی جگہ تم ہوتے تو تم بھی یہی کرتے۔" وہ عجیب معنی خیز لہجے میں بولی۔ "ان کے درمیان کس قسم کا تعلق ہے یہ تم اور تمہارا متر بھی جانتا ہے۔" "سلیمان شاہ اور ماہ رخ دونوں ایک دوسرے کے بارے میں پاپ کی سیکڑوں کہانیوں سے جان کاری رکھتے ہیں، لیکن سلیمان شاہ تمہاری اور ماہ رخ کی تصویروں کو برداشت نہیں کرسکتا۔"

"اور وہ تصویریں تم نے سلیمان شاہ تک پہنچائی تھیں۔"

"ہاں۔ میں انکار نہیں کروں گی۔" اس نے بڑی صاف گوئی اور بے پروائی سے کہا۔ "پریم اور یدھ (جنگ) میں سب چلتا ہے۔"

"لیکن۔۔۔"

"تم کیا چاہتے ہو۔" وہ میرا جملہ کاٹتے ہوئے بولی۔ "ماہ رخ کا جیون یا سلیمان شاہ کی موت؟"

"میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ ان دونوں کے درمیان صلح ہوجائے۔"

"اب یہ ناممکن ہے۔ دونوں میں سے کسی ایک کا مرنا ضروری ہوگیا ہے۔"

"کیا تمہاری مہان شکتی بھی کچھ نہیں کرسکتی۔"

"تمہاری دلچسپی کس میں زیادہ ہے۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکرائی۔ "ماہ رخ میں یا اس کی سندر سکریٹری جو کسی کونے کھدرے میں چھپی بیٹھی ہے۔"

"پانڈے کی موت کے بعد اب نرمل کا کیا بنے گا۔" میں نے افسوس کا اظہار کیا تو کالکا چڑ گئی۔

"تمہیں سندر ناریوں کا اتنا خیال کیوں ہے۔ کیا میں تمہیں اچھی نہیں لگتی، مجھے بتاؤ، تم مجھے کس روپ میں دیکھنا چاہتے ہو۔"

"تم نے ابھی مجھ سے پکی دوستی کی بات کی تھی۔" میں نے پھر موضوع بدلنا چاہا۔

"کالکا کو جل (چکر) دینے کی کوشش مت کرو بھولے ناتھ۔ میں اب تمہارے من کے اندر جھانک سکتی ہوں۔ تمہارے وچاروں کو کھلی کتاب کی طرح پڑھ سکتی ہوں۔"

"کیا پڑھا تم نے۔۔۔" میں نے سپاٹ لہجہ اختیار کیا۔ "ہمارے درمیان دوستی نہیں ہوسکتی۔"

"ہوسکتی ہے مگر ایک شرط میری بھی ہوگی۔" کالکا کا مطلب اس کی زبان تک آگیا۔ "تمہیں پروفیسر ابرار کے سلسلے میں میری سہائتا کرنی ہوگی۔"

"کیا تم میرے ذریعے پروفیسر کا فارمولا حاصل کرنا چاہتی ہو۔"

"اس کے سوا مجھے اس بوڑھے کھوسٹ سے اور کیا دلچسپی ہوسکتی ہے۔"

"لیکن تم بھول رہی ہو کالکا رانی کہ بھوشن رکی کو قتل کرنے کے سنگین جرم میں جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے زندگی کی آخری گھڑیاں گن رہا ہے۔" میں نے تمسخر اڑانے کی کوشش کی۔ "بھوشن ہی نے اس فارمولے کی خاطر مارکر کو بھی خریدا تھا، لیکن اس کی رقم کے ساتھ ساتھ مارگریٹ ڈوب گئی۔"

"میں سمجھ رہی ہوں شہباز خان کے تم کیا کہنا چاہ رہے ہو۔" کالکا نے اس بار سنجیدگی اختیار کی۔ "تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا میں اگر نہ چاہوں تو بھی تمہاری دھرتی کا کوئی قانون بھوشن کو پھانسی کے پھندے تک لے جاسکتا ہے۔"

"اس بار سراج کے ساتھ اس کے محکمہ کا ڈی آئی جی بھی شامل ہے۔"

"نالی میں رینگنے والے ملیچھ کیڑوں کی بات مت کرو۔" وہ حقارت سے بولی۔ "رہار کی موت کا معاملہ تو میں جانتی ہوں کہ اسے بھوشن نے ہی مارا تھا۔"

"پھر۔۔۔" میں چونکنے کی اداکاری کی۔ "رکی کی لاش بھوشن کی کوٹھی میں کس طرح پہنچ گئی۔"

"اس کا پتا بھی چل جائے گا۔ تم پروفیسر ابرار کی بات کرو۔" اس نے مجھے خشک اور تیز نظروں سے گھورا۔

لیڈی مکلارنس نے مجھے مشورہ دیا تھا کہ کالکا سے بگاڑ کرنا میرے لیے دانشمندی کے منافی ہوگا لیکن حسنہ کا خیال اس کے برعکس تھا۔ اس نے مجھے یقین دلایا تھا کہ جب تک آگ کے شعلے میرے ساتھ ہیں کوئی دوسری قوت میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

"کس وچار میں گم ہو میرے من مندر کے دیوتا۔" کالکا نے مجھے لبھانے کی خاطر کہا۔ "کیا تم کالکا کی مہان شکتی سے دوستی کرنے سے انکار کرسکو گے۔" اس کے آخری جملے میں میرے لیے کھلی ہوئی دھمکی بھی تھی۔

"بھوشن کے اجرتی قاتل مجھے اور میرے ڈرائیور کو راستے سے اغوا کرکے کسی زمین دوز کمرے میں لے گئے تھے۔" میں نے پینترا بدل کر کہا۔ "وہ مجھے سسکا سسکا کر مارنے کا خواب دیکھ رہے تھے، تم نے بھی کالی کے روپ میں مجھے اپنے پیر چاٹنے کا حکم دیا تھا لیکن آگ کے شعلے لپک کر ہمارے بیچ آگئے تھے اور تم نے وہاں رکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ کیا تم مجھے بتاؤ گی کالکا رانی تم ان بھڑکتے شعلوں سے ڈر کر فرار ہوگئی تھیں؟"

کالکا بل کھاتی ہوئی کرسی سے اٹھ گئی۔ اس کی پیشانی پر بے شمار سلوٹیں ابھر آئی تھیں۔ اس کی آنکھوں سے قہر ٹپک رہا تھا۔ وہ مجھے خطرناک نظروں سے گھور رہی تھی۔ شاید اسے میری صاف گوئی گراں گزری تھی یا پھر وہ مجھے یہ تاثر دینے کی کوشش کررہی تھی کہ آگ کے وہ شعلے بھی اس کی طاغوتی قوت کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔

"کیا میں نے بھول سے کوئی غلط بات کہہ دی۔" میں نے معصومیت سے پوچھا۔

"تم نے اب کالکا کے سامنے بولنا بھی سیکھ لیا ہے۔" اس کے لہجے میں سیکڑوں ناگنوں کی پھنکار شامل تھی۔ "بڑی اونچی اونچی باتیں کرنے لگے ہو۔ اپنے قد سے بھی زیادہ۔ بہت بلندی تک اڑنے کی کوشش کررہے ہو۔۔۔ کیا تم کالکا کی شکتی کا امتحان لینا چاہتے ہو۔"

"تمہارا یہی انداز مجھے گراں گزرتا ہے۔" میں نے اسے مخاطب کیا۔ "سچائی کی کوئی بات میری زبان سے پھسل جائے تو تم ایک دم ہی رویہ بدل لیتی ہو۔"

"کس کے بل پر اتنی اونچی اڑان اڑنے کے سپنے دیکھ رہے ہو شہباز خان۔" اس نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔ اس کے تیور اور لب ولہجے میں اب سختی آگئی تھی۔

"میں اس قوت کے علاوہ کسی اور کو نہیں مانتا جس نے مجھے پیدا کیا ہے، زندگی اور موت بھی اسی کے اختیار میں ہے۔"

"میرا سمے مت برباد کرو۔" وہ ہونٹ چباتے ہوئے بولی۔ "دو شبدوں میں کیول اتنا بتادو کہ تم پروفیسر ابرار کے سلسلے میں میرا ساتھ دوگے یا نہیں۔"

"مجھے افسوس ہے۔" میں نے دل کڑا کرکے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔ "میں اپنے وطن اور اپنی قوم کے ساتھ غداری نہیں کرسکتا۔ چاہے اس کے لیے مجھے اپنی جان کا نذرانہ ہی کیوں نہ دینا پڑے۔"

"کچھ باتیں سمے سے پہلے سمجھ میں نہیں آتیں۔" کالکا نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔ "ضروری نہیں کہ منش کا انت ویسا ہی ہو جیسا وہ وچار کرے، کبھی کبھی آتما اور شریر کے سمبندھ ٹوٹنے میں بڑی کٹھنائیاں بھوگنا پڑتی ہیں۔ منش تڑپ تڑپ کر موت کی منتشا مانگتا ہے لیکن موت کی دیوی بھی اس سے منہ پھیر لیتی ہے کیا تم ایسی موت مرنا پسند کروگے؟"

"جب قسمت کے لکھے کو بھگتنا ضروری ہے تو پھر ڈر کس بات کا۔" میں نے کالکا کے ہی کہے ہوئے جملے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا۔ "ہمارا ایمان ہے کہ قسمت کا لکھا ہر حال میں پورا ہوتا ہے۔"

ایک بار پھر سوچ لو شہباز خان۔ کالکا کی دشمنی تمہیں بہت مہنگی پڑے گی۔" اس نے مجھے ڈرانے کی خاطر سفاک انداز اختیار کیا۔ "تم اپنے پتا کی موت کو کیوں بھول رہے ہو۔ کیا تمہیں اپنی ماتا پر بھی دیا نہیں آتی۔"

"کیا مطلب۔" میں تڑپ اٹھا۔ کالکا کے جملے میرے وجود میں ٹوٹے ہوئے شیشے کی کرچیوں کی طرح چبھ رہے تھے۔

"مطلب بھی تمہاری سمجھ میں آجائے گا۔ اتنی جلدی بھی کیا ہے۔" اس بار کالکا نے میری تڑپ کا تمسخر اڑاتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔

"دفع ہوجاؤ یہاں سے۔" میں چیخ اٹھا۔ "لیکن ایک بات ذہن میں رکھنا، اگر میری ماں کو کچھ ہوا تو۔۔۔"

"تم کالکا کے ٹکڑے کر ڈالو گے۔ کیوں مذاق کررہے ہو بھولے ناتھ۔" وہ زہرخند سے بولی۔ "پرچھائیوں سے پنجا لڑانا

منش کے بس کی بات نہیں ہے۔"

"اتنی ہی مہان شکتی کی مالک ہو تو پھر پروفیسر کے سلسلے میں میری مدد کی بھیک کیوں مانگ رہی ہو۔"

"سنبھلو شہباز۔ تم بھول رہے ہو کہ کالکا کی شکتی اپرم پار ہے۔ تم اس کے چمتکار بھی دیکھ چکے ہو۔"

"چلی جاؤ کالکا۔" میں ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔ "تمھیں تمھارے دیوی اور دیوتاؤں کا واسطہ۔"

"میں جارہی ہوں۔" کالکا نے تضحیک آمیز رویہ اختیار کیا۔ "مجھے معلوم ہے کہ تم اس وقت حواسوں میں نہیں ہو۔ میں پھر آؤں گی۔ پرنتو ایک بات میری بھی سن لو۔ دنیا کی کوئی بھی شکتی بھوشن کو پھانسی کی سزا نہیں دے سکتی۔ میں اس کی سہائتا کروں گی۔ بالکل اسی طرح جس طرح میں نے تمھیں شنکر کے ہاتھوں سے بچانے کی بھول کی تھی۔ اگر اس سمے میں تمھارے اور شنکر کے درمیان نہ آجاتی تو وہی تمھارے لیے بہت ہوتا' پرنتو اب بھی سمے کی ڈور کالکا کے ہاتھ میں ہے۔ بھوشن کو بچانے والی بات اپنے متر سراج اور اس کے بڑوں سے بھی کہہ دینا۔"

پھر کالکا غصہ میں بپھری ہوئی میری نگاہوں سے اوجھل ہوگئی۔ ماں کے سلسلے میں اس کی دھمکی سن کر میں برداشت نہیں کرسکا تھا' میرے ماضی کے کچھ زخم پھر سے ہرے ہونے لگے۔ اگر میرے بس میں ہوتا تو میں اس وقت تمام احتیاط کو بالائے طاق رکھ کر کالکا کی تکا بوٹی کرنے سے بھی دریغ نہ کرتا۔

میرے خون کی گردش بہت دیر تک برقرار رہی پھر میں نے خود کو مصروف کرنے کی خاطر ایک فائل کھولی ہی تھی کہ ڈائریکٹ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے ریسیور اٹھالیا۔

"ہیلو۔" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"میں نرمل بول رہی ہوں۔" دوسری جانب سے پانڈے کی بیوہ کی آواز ابھری۔

"میرے لائق کوئی خدمت۔" میں نے نرمی سے پوچھا۔

"میرے اوپر ایک دیا کروگے۔"

"آپ حکم دیں۔" میں نے بدستور انکساری سے جواب دیا۔

"میں اس سمے اپنی کوٹھی سے بول رہی ہوں' جانتے ہو کیوں۔ مجھے اب اسی چھت کے نیچے جیون بتانا ہے اور اپنے سورگ باشی پتی کا سوگ بھی منانا ہے۔"

"مجھے آپ سے پوری پوری ہمدردی ہے۔"

"کیا تم کو معلوم ہے کہ میرے پتی دیو نے خودکشی کیوں کی تھی؟" نرمل نے سپاٹ آواز میں پوچھا۔

"نہیں۔ مجھے اس کا پتا اس وقت چلا تھا جب لاش پوسٹ مارٹم کے لیے روانہ کی جاچکی تھی۔" میں نے ہمدردی کا اظہار کیا۔ "آپ پر جو بپتا پڑی ہے میں بھی اس میں برابر کا شریک ہوں اس لیے کہ پانڈے صاحب سے میرے تعلقات بھائیوں جیسے تھے۔"

"میں جانتی ہوں کہ میرے پتی دیو نے جیو ہتھیا (خودکشی) کس کارن کی ہے۔"

"گڈ۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "ایسی صورت میں تو قاتل یا قاتلوں کو فوراً گرفتار کیا جاسکتا ہے۔ کیا آپ نے ڈی ایس پی سراج کو خودکشی کی وجہ بتادی ہے۔"

"یہی سوچ رہی ہوں کہ بتاؤں یا نا بتاؤں۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میرے پتی کو شبہ ہوگیا تھا کہ میں نے کسی اور کے ساتھ تعلقات بڑھالیے ہیں۔"

"اس شک کی کیا وجہ ہوسکتی ہے۔" میں نے کہا۔

"تمھارا کیا خیال ہے میرے بارے میں۔" اس نے میرے سوال کو نظرانداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کسی نے ذاتی دشمنی یا پھر کسی اور وجہ سے سورگ باشی پانڈے جی کے کان بھرے ہوں گے۔"

"میں نے بھی انھیں یہی سمجھانے کی کوشش کی تھی لیکن ان کے اندر شکست کا پیڑ بہت زیادہ تناور ہوچکا تھا۔"

"پانڈے جی کو کس پر شبہ تھا؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"اسی ہتھیارے پر جس کا نام انھوں نے خودکشی کے ارادے سے پہلے مجھے بتایا تھا۔"

"کیا آپ مجھے وہ نام بتانا پسند کریں گی۔"

"صرف ایک شرط پر۔۔۔" نرمل نے اس بار سپاٹ لہجے میں کہا۔ "تم اس شخص کو مجبور کروگے کہ وہ خود پولیس کے سامنے پیش ہوکر اپنے گھناؤنے جرم کا اعتراف کرلے اور یہ بھی اقرار کرلے کہ اس نیچ ذات نے بلاوجہ میرے اجلے دامن پر کالک لگانے کی کوشش کی ہے۔"

"کیا آپ اس کو جانتی ہیں۔"

"کاش نہ جانتی تو اچھا تھا۔" نرمل نے حقارت سے جواب دیا۔ "میں جسے دیوتا سمجھ رہی تھی وہ پلید ثابت ہوا۔"

"پھر تو ایسے آدمی کو کسی قیمت پر معاف نہیں کرنا چاہیے۔" میں نے بھی نفرت ہی کا اظہار کیا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" نرمل نے کہا پھر اس کی آواز بڑی تلخ ہوگئی۔ "اس ہتھیارے کا ایک نام راکیش بھی ہے۔ ایک بار اس نے ہماری خواب گاہ میں اسی نام سے داخل ہوکر گھٹیا باتیں کی تھیں۔"

راکیش کا نام سن کر میرا ماتھا ٹھنکا' مجھے یقین تھا کہ کالکا

میرے پاس سے جاتے ہی نرمل کو اپنا معمول بنالیا تھا۔

"راکیش اس کا اصلی نام نہیں ہے۔ وہ صرف سوانگ رچا کر ہمارے قریب آیا تھا۔ اس کا ایک نام اور بھی ہے۔"

"وہ کیا۔" میں نے پوچھ ہی لیا۔

"شہباز خان۔" نرمل نے نفرت سے جواب دیا۔ "تم نے ہمارا دوست بن کر ہماری پیٹھ میں چھرا گھونپنے کی کوشش کی ہے۔ میں تم کو کبھی شما نہیں کروں گی۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ اس وقت بلاوجہ جذباتی ہورہی ہیں ورنہ میں کسی راکیش نامی شخص سے واقف نہیں ہوں۔"

"شہباز خان کا نام تو سنا ہوگا۔" وہ اور جذباتی ہوگئی۔ "کیا وہ تم نہیں تھے جس نے راکیش کا روپ دھارا تھا۔"

"میں آپ سے فوری طور پر مل کر کچھ صفائی پیش کرنا چاہوں گا۔"

"میرے پاس اب تمھارے لیے کوئی سمے نہیں ہے اور میں اپنا تحریری بیان دینے کی خاطر پولیس اسٹیشن جارہی ہوں' تمھیں جو صفائی پیش کرنی ہے اب عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہوکر کرنا۔"

"نرمل دیوی میں۔۔۔"

میں اپنا جملہ مکمل نہ کرسکا' دوسری جانب سے رابطہ ختم کردیا گیا تھا پھر کالکا کے شیطانی اور وحشیانہ قہقہے میرے کانوں میں گونجنے لگے' کالکا نے پھر ایک گھٹیا چال چلی تھی۔ "کیا جو حادثات پیش آرہے تھے اس کی پشت پر بھی کالکا ہی کا ہاتھ تو نہیں ہے؟" میرے ذہن میں یہ سوال بجلی بن کر کوندا تھا۔

نرمل کا آخری جملہ سن کر میں ایک لمحہ کو پریشان ہوگیا۔ میرے ذہن میں اس گھناؤنے ڈرامے کی پشت پر کالکا ہی کا ہاتھ نظر آرہا تھا۔ وہی بھوشن کی رہائی کے سلسلے میں مجھے چیلنج کرکے گئی تھی اور اب شاید اس نے نرمل کے دل و دماغ کو اپنی مٹھی میں کرلیا تھا جو اپنے گھر پہنچ گئی تھی۔ اس گھر کو خالی کرنے کے لیے پانڈے نے مجھے فون کیا تھا۔ خود پانڈے نے بھی میرے اوپر بے بنیاد الزامات لگائے تھے لیکن ندیم کی اطلاع کے بعد وہ اب اپنے تراشیدہ الزامات میں رنگ بھرنے کے لیے اس دنیا میں نہیں رہا تھا۔ سراج نے بھی اپنے آدمیوں کے حوالے سے اس بات کی تصدیق کردی تھی کہ کاروبار کو آگ لگنے کے بعد پانڈے اچانک بھاگتا ہوا اپنے عارضی ٹھکانے سے باہر نکلا تھا پھر اس نے اپنا ہی ریوالور کنپٹی پر رکھ کر لبلبی دبادی تھی۔

مجھے پانڈے کی خودکشی پر افسوس تھا۔ شاید حالات کی نوعیت نے اس کا ذہنی توازن خراب کردیا تھا لیکن اب نرمل کی باتوں نے مجھے الجھا دیا تھا۔ راکیش کے روپ میں' میں ہی اس کی خواب گاہ تک پہنچ گیا تھا۔ راکیش کی حیثیت کا علم میرے علاوہ اور کسی کو نہیں تھا پھر نرمل نے راکیش کے بھید کو کس

طرح پالیا تھا۔"

"کیا میں آپ کی سوچ میں مخل ہوسکتی ہوں؟"

میں حسنہ کی مانوس آواز سن کر چونکا۔ نرمل کی وجہ سے میں اتنا محو ہوگیا تھا کہ مجھے کمرے میں کسی اور کی موجودگی کا احساس ہی نہیں ہوسکا تھا۔ میں نے حسنہ کو بیٹھنے کی پیشکش کی پھر خود کو سنبھالتے ہوئے سنجیدگی سے بولا۔

"ملازمت میں اصولی طور پر چھٹیاں ختم ہوجانے پر یا تو واپس آکر ڈیوٹی جوائن کرلینی چاہیے یا پھر اپنی مزید غیر حاضری کی اطلاع دینی ضروری ہوتی ہے۔"

"میں اس حقیقت سے انکار نہیں کروں گی لیکن آپ شاید بھول رہے ہیں کہ میں دفتر سے کوئی تنخواہ نہ لینے کا وعدہ کرچکی ہوں۔"

"یہ باتیں صرف ہم دونوں کے درمیان ہوئی تھیں جبکہ دفتر میں اور بہت سارا عملہ بھی کام کرتا ہے۔ آپ شاید میرا مطلب سمجھ رہی ہوں گی۔"

"جی ہاں لیکن آپ دفتر والوں سے کوئی بہانہ بھی کرسکتے ہیں۔" وہ بڑی غیر سنجیدگی سے مسکرا کر بولی۔ "میں نہیں سمجھتی کہ کوئی آپ کے بہانے کی تصدیق کرنے کی حماقت کرے گا۔"

"آیندہ کے لیے کیا پروگرام ہے؟"

"میں نے آپ کی ملازمت ایک مخصوص ضرورت کے تحت اختیار کی تھی۔ جس دن میری ضرورت پوری ہوگئی میں آپ کا شکریہ ادا کرکے واپس چلی جاؤں گی۔"

"مجھے معلوم ہے لیکن تم نے ابھی تک مجھے اپنی ضرورت کے بارے میں آگاہ نہیں کیا۔" میں نے قدرے بے تکلفی سے کہا۔ "اس کی وجہ دریافت کر سکتا ہوں؟"

"سوری۔" وہ مجھے عجیب امید و بیم کی حالت میں گھورتے ہوئے بولی۔ "جس دن آپ کو میری ضرورت کا پتا چل گیا۔ اسی دن سے ہمارے راستے جدا جدا ہو جائیں گے اور میں اس عارضی تعلق کو ابھی ترک بھی نہیں کرنا چاہتی۔"

"مجھے اندازہ ہے۔" اس بار میں نے اس کی نگاہوں میں دور تک جھانکتے ہوئے جواب دیا۔ "پراسرار قوتیں اسی انداز میں گول مول بات کرتی ہیں جس طرح تم کرتی ہو۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

فی الحال میں اس سوال کا جواب صرف اسی حد تک دے سکتی ہوں کہ میری ضرورت براہ راست آپ کی ذات سے ہے اس لیے جو کچھ مجھے معلوم ہے وہ میں آپ کے مفاد میں بتا دیتی ہوں۔"

"جس کے مفاد کا اتنا خیال رکھا جاتا ہے اس سے دل کی کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھنی چاہیے۔" میں نے جان بوجھ کر رومانٹک ہونے کی کوشش کی تو اس کے گداز ہونٹوں پر معنی خیز تبسم ابھر آیا۔ کچھ توقف سے بولی۔

"میں سمجھ رہی ہوں کہ آپ محض میری زبان کھلوانے کی خاطر مصنوعی اپنائیت کا اظہار کر رہے ہیں لیکن آپ کو مذاق میں بھی ایسا نہیں کرنا چاہیے۔"

"کیوں؟" میں نے بدستور بے تکلفی کا اظہار کیا۔ "کیا میرے سینے میں دل نہیں ہے؟"

"ہے بھی اور نہیں بھی۔"

"کیا مطلب؟"

"یہ بات ابھی تک آپ کے دوست کے سوا کسی اور کو نہیں معلوم عارفہ ابھی زندہ ہے۔"

"کیا؟" میں حیرت سے اچھل پڑا۔

"فکرمند نہ ہوں، میری زبان سے نکلی ہوئی بات آپ کے سوا کوئی اور نہیں سن سکتا۔"

"لیکن۔۔۔"

"عارفہ خوش قسمت ہے جو آپ نے اسے اپنا لیا ورنہ طاغوتی قوتیں شاید اسے زندہ نہ چھوڑتیں۔"

میں ایک ثانیے کو چکرا کر رہ گیا۔ جو بات ابھی میرے اور ندیم کے علاوہ کسی اور قوت کے علم میں بھی نہیں تھی وہ حسنہ کو کس طرح معلوم ہو گئی تھی؟ کہیں وہ مجھے اعتماد میں لے کر میری زبان تو نہیں کھلوانا چاہتی تھی؟ ایسی کون سی ضرورت تھی جسے میرے سوا کوئی اور پورا نہیں کر سکتا تھا؟

"مسٹر شہباز۔" حسنہ میرے چہرے کے تاثرات کو پڑھتے ہوئے بولی۔ "کیا آپ کو میری ذات پر اعتماد نہیں ہے؟"

"ایسی بات نہیں ہے لیکن کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ تمہیں میری ذات سے اس قدر دلچسپی کس لیے ہے؟" میں نے سنبھل کر کہا۔

"میں اس کا جواب دے چکی ہوں۔" اس نے سپاٹ آواز میں کہا۔ "میری ضرورت آپ کی ذات سے وابستہ ہے اس لیے میں جب تک یہاں ہوں آپ کی حفاظت کرنا میرے اوپر فرض ہے۔"

"مجھے کیا خطرہ لاحق ہے؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"خطرات تو بہت سے ہیں لیکن فی الحال آپ کا ذہن سورگ باشی پانڈے کی سندر دھرم پتنی نرمل کے بارے میں زیادہ پریشان ہے۔"

"اگر میں یہ کہوں کہ آپ کا اندازہ غلط ہے تو؟" میں نے اسے کریدنے کی خاطر کہا۔

"کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" وہ ایک بار پھر معنی خیز مسکراہٹ ہونٹوں پر بکھیر کر بولی۔ "لیکن میں آپ کو اس بات کا اطمینان دلانا ضروری سمجھتی ہوں کہ اب نرمل پولیس کو وہ بیان نہیں دے گی جو اس نے فون پر آپ سے کہا تھا۔ آپ چاہیں تو سراج صاحب سے تصدیق کر لیں۔ نرمل اس وقت ان ہی کے دفتر میں موجود ہے۔"

"اگر اسے میرے خلاف کوئی بیان نہیں دینا تو پھر اس کا سراج کے آفس میں موجود ہونا۔۔۔"

"جگت نارائن۔" حسنہ نے سنجیدگی سے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "اس کا اصلی نام کبیر داس ہے' کبیر داس کے روپ میں اس نے دیس بھگت کا روپ بھر رکھا ہے۔ اس کے واقف کار اس کی پوجا کرتے ہیں۔ دھرتی کا سب سے بڑا دیالو سمجھتے ہیں لیکن اس کا دوسرا روپ نہیں جانتے۔ جگت نارائن کا نام پولیس لسٹ پر بھی موجود ہے لیکن ابھی تک ہمارے دیس کی پولیس بھی اس کا کھوج نہیں لگا سکی۔ جگت نارائن کے روپ میں وہ کسی راکھشس سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ رکی کے غائب ہونے کے بعد ہی بھوشن کے ٹولے نے جگت نارائن اور بھوشن کا گٹھ جوڑ کرایا تھا لیکن بھوشن بھی اس سے ناواقف ہے جگت نارائن کا دوسرا روپ کیا ہے؟"

"پھر بھوشن کے آدمیوں کو اس کی خبر کیسے ہو گئی؟" میں نے تجسس کا اظہار کیا۔

"جگت نارائن نے بدمعاشوں' ڈاکوؤں اور لیٹروں کی ایک پوری فوج بنا رکھی ہے لیکن انھیں بھی اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ وہ صرف فون پر ملنے والی ہدایت پر عمل کرتے ہیں۔ بھوشن کے ٹولے میں بھی جگت نارائن کے ایک دو آدمی موجود ہیں۔"

جگت نارائن اور بھوشن کے گٹھ جوڑ کا مقصد کیا ہے؟"

"آپ کو راستے سے ہٹانا۔" حسنہ نے بڑے یقین سے کہا۔ "بھوشن نے اس کام کے عوض اسے جو ایڈوانس دیا ہے وہ بھی کروڑوں میں ہے۔"

"لیکن اس وقت جگت نارائن کا نام درمیان میں کہاں سے آ گیا۔" میں نے پہلو بدل کر سوال کیا۔

"نرمل اس وقت اپنا یہی بیان ریکارڈ کرا رہی ہے کہ پانڈے کی موت اور اس کے کاروبار کی تباہی میں جگت نارائن اور اس کے ساتھیوں کا ہاتھ ہے۔"

"اور اس بیان کے لیے غالباً اسے تم نے آمادہ کیا ہے؟"

"اگر نہ کرتی تو کوئی اور گندی قوت اسے آپ کے خلاف زہر اگلنے پر مجبور کر دیتی۔"

"کسی اور قوت سے تمہارا اشارہ کس طرف ہے؟"

"ایک بات اور بتا دوں۔" حسنہ نے میرے سوال کو یکسر نظر انداز کر کے کہا۔ "جس کارندے نے بھوشن اور جگت نارائن کی گفتگو کرائی تھی وہ اور نرمل دونوں مارے جائیں گے۔ انھیں کوئی نہیں بچا سکتا۔"

"کیا تم بھی نہیں؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"آپ کی ذات کے علاوہ میں کسی اور کے سلسلے میں کسی دوسری طاقت سے نہیں ٹکرا سکتی۔"

"بھوشن کے اس آدمی کا نام کیا ہے جو نرمل کے ساتھ مارا جائے گا۔"

"میں نے کہا نا کہ ان دونوں کو اب موت سے نہیں بچایا جا سکتا۔ طاغوتی قوتیں اپنا جال بچھا چکی ہیں۔" حسنہ نے پر اعتماد لہجہ اختیار کیا۔

"کیا یہ مناسب نہ ہو گا کہ میں سراج کو نرمل کے بارے میں صرف اس حد تک ہوشیار کر دوں کہ اس کی زندگی خطرے میں ہے۔"

"آپ کی اپنی مرضی ہے' ضرور کر دیں لیکن اپنے نام سے نہیں۔" اس نے مسکرا کر جواب دیا۔ "ولیم پوکر کا نام استعمال کرنا زیادہ مناسب ہو گا۔"

"تم۔۔۔!" میں نے حیرت سے حسنہ کو دیکھا لیکن اپنا جملہ مکمل نہیں کیا۔

"میں ایک بار آپ سے پھر یہی درخواست کروں گی کہ آپ بھوشن کے جیل سے رہا ہوتے ہی کسی طرح اسے ٹھکانے لگا دیں۔" حسنہ یکلخت بے حد سنجیدہ ہو گئی۔ "یہ آپ کا میری ذات پر پہلا اور آخری احسان ہو گا۔"

میں نے حسنہ کو بہت غور سے دیکھا میرے ذہن میں کسی کی مانوس شخصیت کا ہیولا دھوئیں کی شکل میں آہستہ آہستہ ترتیب پا رہا تھا لیکن پھر تیز ہوا کا ایک جھونکا آیا اور ہیولے کے نقوش اجاگر ہونے کے بجائے بکھر کر غائب ہو گئے میں پھر اندھیرے میں بھٹک گیا۔

"پلیز مسٹر شہباز۔" حسنہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میرے بارے میں ذہن پر زور دینے کی کوشش نہ کریں۔ وقت آنے پر میں خود سے اپنا تعارف کرا دوں گی۔ وہ شاید ہماری آخری ملاقات ہو گی۔"

"اگر یہ بات ہے تو پھر بھوشن کو ہمیشہ زندہ رکھوں گا۔" میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ "اس لیے کہ میں تمہاری جیسی محسنہ کو کھونا نہیں چاہتا۔"

"مجھے صرف حسنہ بنا رہنے دیں۔ پلیز۔" اس نے کچھ عجیب افسردہ انداز میں مجھے دیکھا۔ ان نگاہوں میں درد و ویرانی پھیل گئی تھی۔

"تم بھوشن کی موت کیوں چاہتی ہو؟ کیا اس سے۔۔۔"

"آپ کو یہ کام کرنا ہو گا۔" اس نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ میری درخواست ہے۔"

"ون منٹ۔" میں نے اسے دوبارہ بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "تم نے ولیم پوکر کا نام کیوں لیا تھا۔ تم اس کے بارے میں کیا جانتی ہو؟"

"صرف اسی حد تک کہ اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔"

"جگت نارائن کے بارے میں تم کیا جانتی ہو؟ میرا مطلب ہے کہ کیا وہ میرے سلسلے میں کامیاب ہو جائے گا؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"پھر کبھی سہی۔ اس وقت آپ نرمل اور بھوشن کے اس آدمی کو بچانے کی کوشش کریں جن کی زندگی کی بظاہر کوئی امید نہیں نظر آتی۔" حسنہ نے سادگی سے جواب دیا اور خاموشی سے گردن جھکا کر میرے آفس سے نکل گئی۔

حسنہ کے جانے کے بعد میں نے ریسیور اٹھا کر سراج کے نمبر ڈائل کیے۔ حالات کے پیش نظر نرمل کو بچانا ضروری تھا۔ اب تک اس نے جو کردار ادا کیا تھا۔ وہ کسی طاغوتی طاقت کے زیر اثر کیا تھا۔ اس کا اپنا کوئی قصور نہیں تھا۔

"ہیلو۔ سراج آن دی لائن۔"

"ولیم پوکر دس اینڈ۔" میں نے ولیم پوکر کے لہجے میں کہا۔ "مائی ڈیئر ڈی ایس پی اگر میری اطلاع غلط نہیں ہے تو اس وقت مسٹر پانڈے کی وڈو (WIDOW) نرمل تمہارے دفتر میں موجود ہے۔"

"کیا اطلاع فراہم کرنا چاہتے ہو۔" سراج سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"نرمل جو بیان دے رہی ہے وہ غلط نہیں ہے۔" میں نے ولیم پوکر کی آواز میں کہا۔ "بھوشن نے جیل جانے کے بعد اپنے گرگوں کے ذریعے جگت نارائن کے ٹولے سے کروڑوں روپوں

کے عوض ڈیل کرلی ہے۔ یہ بات کسی طرح نرمل کی نالج میں آگئی ہے لیکن اس بد نصیب کو شاید یہ نہیں معلوم کہ وہ اپنا بیان ریکارڈ کرانے کے بعد گھر تک زندہ واپس نہیں جاسکے گی۔ اس کے ساتھ بھوشن کا وہ کارندہ بھی ختم کردیا جائے گا جس نے جگت نارائن اور بھوشن کے درمیان گٹھ جوڑ کرایا تھا۔"

"اس کا کیا نام ہے؟"

"سوری۔ مجھے اس پورفیلو کا نام نہیں معلوم لیکن تم نرمل کو بچانے کی کوشش کروگے۔ میری اطلاع کے مطابق جگت نارائن نے سارا پلان بنالیا ہے۔ اس کے آدمی نرمل کو کسی قیمت پر معاف نہیں کریں گے۔"

"ٹھیک ہے، میں دیکھتا ہوں لیکن تم اس شخص کے بارے میں اور کیا جانتے ہو؟"

"گڈ۔" میں نے سراج کی تعریف کرتے ہوئے جواب دیا۔ "نرمل کی موجودگی میں تمہیں جگت نارائن کا نام نہیں لینا چاہیے تھا۔ وہ کون ہے، اس کا اصلی نام کیا ہے اور معاشرے کے لیے کس قدر مہلک جراثیم ہے یہ میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا۔ فی الحال نرمل کو بچانے کی کوشش کرو۔ ویٹ از آل۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ حسنہ نے اب تک مجھے جو معلومات بھی فراہم کی تھیں وہ سب درست ہوئی تھیں۔ جہاں تک کبیرداس کا تعلق تھا تو میں اس سے کبھی ملا نہیں تھا لیکن اس کے بارے میں بخوبی جانتا تھا۔ اسے سوسائٹی میں خاصا اونچا مقام حاصل تھا۔ کئی تجارتی کمپنیوں کا صدر ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی وجہ سے بے شمار رفاہی ادارے بھی چل رہے تھے۔ لوگ اسے بڑی عزت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ بظاہر وہ بہت ملنسار اور کم سخن واقع ہوا تھا۔ اس کے اپنے کاروبار بھی ملک کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے تھے۔ انکم ٹیکس اور دیگر تمام محصولات کی ادائیگی میں ہمیشہ سرفہرست رہتا تھا۔ وہ لین دین کے معاملے میں بے حد کھرا اور ایماندار شخص تھا۔

حسنہ کے بجائے اگر کسی اور نے اسے جگت نارائن کی شخصیت سے منسوب کرنے کی کوشش کی ہوتی تو شاید میں کبھی یقین نہ کرتا لیکن اب صورت حال قدرے مختلف تھی۔ میں کچھ دیر تک سوچتا رہا پھر اٹھ کر نیچے آگیا۔ پارکنگ لاٹ میں ساجد میری گاڑی کے قریب ہی بیٹھا کسی فلمی میگزین کے مطالعے میں مصروف تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ تیزی سے اٹھا اور اس نے گاڑی کا دروازہ کھول دیا پھر جب تک گاڑی عمارت سے نکل کر کھلی سڑک پر نہیں آگئی ہمارے درمیان کوئی گفتگو نہیں ہوئی اس کے بعد ساجد نے پوچھا۔

"ہمیں کدھر چلنا ہے؟"

"تم جگت نارائن کے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"جگت نارائن۔" ساجد نے چونک کر اس نام کو دہرایا پھر بڑی سنجیدگی سے بولا۔ "میرا خیال ہے کہ اس کی اصلیت کے بارے میں ابھی تک پولیس کا محکمہ بھی کچھ نہیں جانتا، البتہ اس کا نام دہشت گردی، ناجائز کاروبار اور انڈر گراؤنڈ ورلڈ کے تمام معاملات میں کسی بے تاج بادشاہ کی حیثیت رکھتا ہے میری اطلاع کے مطابق وہ کسی ایسے کام میں ہاتھ نہیں ڈالتا جس میں کروڑوں کا فائدہ نہ ہو۔"

"نرمل اس وقت سراج کے دفتر میں ہے۔" میں نے دبی زبان میں کہا۔ "مجھے فون پر کسی نے اطلاع دی ہے کہ جگت نارائن کے آدمی اس کے گھر واپس پہنچنے سے پہلے ہی جان سے مار ڈالنے کا پلان مرتب کرچکے ہیں۔"

"آپ اس سلسلے میں کیا کرنا چاہتے ہیں۔" ساجد (دانش) نے گاڑی ایک فٹ پاتھ کے قریب روکتے ہوئے پوچھا۔

"میں چاہتا ہوں کہ نرمل۔۔۔"

"سوری سر۔" ساجد نے روکھے لہجے میں جواب دیا۔ "میں آپ کو اس کا مشورہ نہیں دوں گا اس لیے کہ آپ نے ابھی جس کا نام لیا ہے وہ سمندر کی ان بپھری ہوئی طوفانی لہروں سے بھی زیادہ خطرناک ہے جو بڑے بڑے منہ توڑ جہازوں کو بھی کسی حقیر تنکے کی طرح اتھل پتھل کرکے سمندر کی تہ میں ہمیشہ کے لیے دفن کردیتے ہیں اور ان کا کوئی سراغ بھی نہیں ملتا۔"

"میں براہ راست درمیان میں نہیں آؤں گا۔" میں نے ساجد کے مشورے کو کسی حد تک تسلیم کرتے ہوئے جواب دیا۔ "صرف دور رہ کر دیکھنا چاہتا ہوں کہ نرمل کا انجام کیا ہوتا ہے۔"

"آپ کو یہ اطلاع کس نے دی تھی؟"

"کسی نامعلوم شخص نے۔" میں نے بڑی صاف گوئی سے بات بنائی۔ "اس نے کچھ اور شبہات بھی ظاہر کیے ہیں۔"

"وہ کیا؟"

"بھوشن نے جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے ہونے کے باوجود جگت نارائن سے سازباز کرلی ہے۔"

ساجد نے فوراً کوئی جواب نہیں دیا لیکن میں محسوس کررہا تھا کہ میرا جملہ سن کر وہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ اس کے چہرے پر الجھن اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات نظر آرہے تھے۔

"کیا سوچ رہے ہو؟" میں نے اسے ٹٹولنے کی کوشش کی۔

"اگر آپ کو ملنے والی اطلاع درست ہے تو پھر نرمل کو سراج صاحب کے دفتر سے نکلتے ہی ختم کردیا جائے گا۔" ساجد نے گاڑی کا رخ سراج کے آفس کی طرف موڑتے ہوئے کہا۔ "وہ ہمیشہ ایسی ہی وارداتیں کرتا ہے جس سے پولیس والوں پر

بھی دہشت برقرار رہے۔ میری اطلاع کے مطابق آج تک اس کا کوئی آدمی پولیس کے ہاتھ نہیں لگا اس لیے کہ وہ ایسے لوگوں کو اپنے دوسرے آدمیوں کے ذریعے خود مروا دیتا ہے جن پر کسی شک کا احتمال بھی ہو۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جگت نارائن اور کبیرداس کے بارے میں سوچتا رہا۔ ساجد نے گاڑی کو کچھ دیر بعد ایسی جگہ پارک کیا تھا جو سراج کے آفس سے دور تھی لیکن اسے بخوبی دیکھا جاسکتا تھا۔ گاڑی جہاں پارک کی گئی تھی وہاں ایک سپر اسٹور بھی تھا جس کی وجہ سے کسی کو ہم پر شبہ نہیں ہوسکتا تھا۔ اس کے علاوہ میں نے گاڑی کے تمام شیشوں پر اس قسم کا رنگین اور باریک پلاسٹک پیپر چڑھوالیا تھا جس سے باہر تو دیکھا جاسکتا تھا مگر باہر سے اندر نہیں دیکھا جاسکتا تھا۔ گاڑی پارک کرنے کے بعد ساجد اتر کر سپر اسٹور میں چلا گیا لیکن مجھے یقین تھا کہ وہ سپر اسٹور کے اندر کسی ایسے مقام کو تلاش کرنے کی کوشش کرے گا جہاں سے سراج کے آفس پر نظر رکھی جاسکے۔

دفتر کے باہر سراج کی گاڑی کے علاوہ ایک بکتربند گاڑی بھی موجود تھی۔ تین چار مسلح پولیس والے باقاعدہ پہرہ دے رہے تھے۔ میرا خیال تھا کہ سراج نے نرمل کی حفاظت ہی کی خاطر وہ بکتربند گاڑی منگوائی ہوگی۔ دس پندرہ منٹ تک میں نظر جمائے بیٹھا ایک ایک حرکات و سکنات کا جائزہ لیتا رہا پھر میں نے سوچا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ بکتربند گاڑی کسی اور مقصد کے لیے وہاں موجود ہو اور نرمل جاچکی ہو۔ میں نے مایوس ہوکر ہارن بجاکر ساجد کو واپس بلانے کا ارادہ کیا تھا لیکن اسی وقت میں نے نرمل کو باہر آتے دیکھا۔ سراج بھی اس کے ساتھ ساتھ تھا۔ نرمل نے بکتربند گاڑی تک پہنچنے کی خاطر دفتر کی صرف دو سیڑھیاں ہی طے کی تھیں کہ اچانک اس کے جسم کے کئی حصوں سے خون کا فوارہ ابل پڑا۔ وہ ایک لمحے کو کسی بے جان بت کی طرح ساکت کھڑی رہی پھر کسی ٹوٹے ہوئے درخت کی مانند سیڑھیوں سے لڑھکتی ہوئی سڑک پر آگری۔ ٹریفک بدستور رواں دواں تھا۔ فائر چونکہ سائیلنسر لگی ہوئی خودکار رائفل سے کیا گیا تھا اس لیے فوری طور پر کسی کو اس سنگین حادثے کی اطلاع نہیں ہوئی۔ اسی وقت ساجد تیزی سے اسٹور سے باہر نکلا۔ اسٹیئرنگ پر بیٹھتے ہی اس نے گاڑی اسٹارٹ کی اور تیزی سے آگے لیتا چلا گیا۔ یہ سب کچھ اس قدر آناً فاناً ہوا تھا کہ خود سراج کو بھی اس کی امید نہیں تھی۔ وہ نرمل کے ساتھ ہونے کے باوجود بچ گیا تھا جو اس بات کی دلیل تھی کہ نرمل پر گولی چلانے والا کوئی معمولی نشانہ باز نہیں تھا۔

"وہی ہوا جس کا شبہ میں نے ظاہر کیا تھا۔" ساجد نے کچھ دیر خاموشی کے بعد کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے، کیا فائر کسی چلتی ہوئی گاڑی سے کیا ہوگا؟"

"جی نہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس کے لیے مسٹر سراج کے دفتر کے عین سامنے والی پانچ منزلہ عمارت کا انتخاب کیا گیا ہوگا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پولیس کو اس عمارت سے کسی شخص کی لاش مع رائفل کے برآمد ہوجائے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے وضاحت طلب انداز میں پوچھا۔

"اگر اس واردات میں جگت نارائن ہی کا ہاتھ ہے تو پھر اس نے اپنے اس کارندے کو بھی ختم کرادیا ہوگا جسے نرمل کی موت کے لیے آمادہ کیا گیا تھا۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ حسنہ کے بارے میں سوچنے لگا جس کی پیشگوئی نرمل کے بارے میں بھی درست ثابت ہوئی تھی۔ دفتر پہنچا تو ندیم وہاں پہلے سے موجود تھا۔

"تم اس وقت کہاں گئے تھے؟" اس نے تیزی سے پوچھا۔

"خیریت تو ہے؟" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ندیم کو غور سے دیکھا جو خاصا فکرمند نظر آرہا تھا۔ "یہ تمہارے چہرے پر ہوائیاں کیوں اڑ رہی ہیں؟"

"تم کہاں سے واپس آرہے ہو؟" ندیم نے اپنا سوال دوسرے زاویے سے دہرایا۔ اس کے چہرے پر بدستور سنجیدگی مسلط تھی۔

"ایک دفتری کام سے گیا تھا لیکن۔۔۔"

"تم شاید بھول رہے ہو کہ ماسٹر کی اپنے جسم کے ہر حصے پر ایک خفیہ آنکھ رکھتا ہے۔"

"اوہ۔ آئی سی۔" میں نے کہا۔ "گویا اسی نے تمہیں میری نقل و حرکت سے آگاہ کیا ہے۔ ویسے بائی دے وے۔ کیا پیو گے۔ چائے، کافی یا پھر کولڈ ڈرنک؟"

"فی الحال تمہارا خون پینے کو دل چاہ رہا ہے۔"

"کڑوی چیزیں زیادہ تر شوگر کے مریضوں کو راس آتی ہیں اس لیے تم میرا خون پینے کا ارادہ ترک کردو۔ بلاوجہ منہ کا ذائقہ خراب ہوگا۔"

"تمہیں یہ اطلاع کس نے دی تھی کہ نرمل سراج کے آفس گئی ہے؟"

"خود نرمل ہی نے بتایا تھا۔" میں نے دروغ گوئی سے کام لیا۔ "اس کے بیان کے مطابق کچھ نامعلوم افراد اسے جان سے مار دینے کی دھمکیاں دے رہے تھے۔ وہ سراج کے پاس اپنا بیان ریکارڈ کرانے گئی تھی۔"

"اور تم وہاں کس مقصد سے گئے تھے؟"

"نرمل نے درخواست کی تھی کہ میں دور دور رہ کر اس کا خیال رکھوں۔" میں نے دوسرا جھوٹ بولا۔ "وہ بہت گھبرائی ہوئی تھی اس لیے مجھے اس پر ترس آگیا لیکن افسوس کہ میں

اس کے کسی کام نہ آسکا۔"

"کیا نرمل نے تمہیں یہ بتایا تھا کہ اسے کون لوگ دھمکیاں دے رہے تھے؟"

"دبی زبان میں اس نے بھوشن کے آدمیوں پر شبہ ظاہر کیا تھا۔"

"اس کا اندازہ اسے کس طرح ہوگیا؟"

"اگر وہ زندہ رہتی تو اس سوال کا جواب اسی سے پوچھ کر دے سکتا تھا۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر جواب دیا۔

کچھ دیر بعد فون کی گھنٹی بجی' میں نے ریسیور اٹھالیا پھر اسے ندیم کے حوالے کردیا اس لیے کہ وہ کال اسی کے لیے تھی۔

"ہیلو۔" ندیم نے ریسیور لیتے ہوئے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "گڈ' کیا تم اس کا نام جانتے ہو۔ ہاں' ہاں میں سن رہا ہوں۔ ٹھیک ہے تم لوگ اب وہاں سے دور ہٹ جاؤ۔" ندیم نے ریسیور رکھ کر مجھے غور سے دیکھا پھر تھوڑے توقف سے بولا۔

"نرمل کا اندازہ غلط نہیں تھا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"نرمل کو بھوشن ہی کے ایک آدمی نے گولیاں مار کر ہلاک کیا ہے۔" ندیم نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "گولی سراج کے دفتر کے عین سامنے والی عمارت سیفی چیمبر کے دوسرے فلور سے چلائی گئی تھی۔ قاتل کا نام مادھولال تھا۔ پولیس کو کئی واردات میں مطلوب تھا لیکن اب وہ پولیس کے کسی کام نہ آسکے گا۔ اس لیے کہ کسی نے اسے بھی درمیان سے ہٹا دیا۔ پولیس کو صرف مادھولال کی لاش اور وہ رائفل ہی ملی ہے جس سے فائر کرکے نرمل کو مارا گیا تھا۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ خود مادھولال نے نکاسی کے راستے بند پاکر پھانسی تک جانے کے بجائے خودکشی کا شارٹ کٹ استعمال کیا ہو۔"

"نہیں۔ مادھولال کو پشت پر خنجر کے وار کرکے ہلاک کیا گیا ہے۔"

"سمجھ گیا۔ ڈبل کراس۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "قاتل کو بھی اس لیے ختم کردیا گیا کہ پولیس کے قبضے میں جانے کے بعد وہ اپنی زبان سے کچھ اگل سکتا تھا۔"

"تمہارے سراج صاحب اس وقت بری طرح نروس ہورہے ہیں۔"

"وہ ایک ذمہ دار آفیسر ہے اس لیے اس کی پریشانی بے جا بھی نہیں ہے اور ایسی صورت میں جبکہ نرمل کو اس کے دفتر کے باہر اس وقت قتل کیا گیا جب سراج بھی اس کے ساتھ تھا۔"

"سراج کے دفتر کے باہر ایک بکتربند گاڑی بھی دیکھی گئی ہے۔" ندیم نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "ہوسکتا ہے کہ اسے بھی کسی ذریعے سے نرمل کو قتل کردیے جانے کی اطلاع مل گئی ہو۔ ورنہ اول تو بکتربند گاڑی وہاں نہ ہوتی اور دوسرے یہ کہ پولیس والے اب اس قدر مہذب بھی نہیں ہوتے کہ کسی کا بیان قلمبند کرنے کے بعد اسے باہر تک چھوڑنے کی زحمت گوارا کریں۔"

"خوبصورت خواتین کے معاملے میں دنیا کا ہر شخص مہذب بن جاتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ سراج اس ٹائپ کے افسروں میں سے نہیں ہے جو تہذیب کا مظاہرہ کسی بدتہذیبی کی نیت سے کرتے ہیں۔"

"یہی وجہ ہے کہ میں نے بڑی شرافت سے تمہارے سراج صاحب کو کیسینو کی تلاشی دی تھی ورنہ بغیر وارنٹ کے شاید میں ڈی آئی جی کو بھی۔۔۔"

"مجھے تمہارے تعلق کا علم ہے۔" میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "ملیحہ کا کیا بنا' کیا تم نے اسے کہیں اور شفٹ کردیا ہے یا وہ اپنی خوبصورتی سے فائدہ اٹھا کر تمہارے آدمیوں کو دھوکا دے کر نکل گئی ہے۔"

"میرے آدمی لنگوٹ کے معاملے اتنے کچے بھی نہیں ہیں۔" ندیم نے مسکرا کر جواب دیا۔ "رہا ملیحہ کا معاملہ تو بس اتفاق ہی سمجھو کہ میں نے اسے تمہارے اور سراج کے کیسینو پہنچنے سے آدھا گھنٹے پہلے ہی اپنے فارم ہاؤس شفٹ کرادیا تھا۔ وہاں اس کی حفاظت بہتر طور پر ہوسکتی ہے۔"

"اور اگر ماہ رخ کو علم ہوگیا کہ تم نے اس کی حسین اور نوجوان سکریٹری کو فارم ہاؤس میں رکھا ہے تو اس کا ردعمل کیا ہوگا۔ خاص طور پر ایسی صورت میں جب کہ وہ ملیحہ ہی کو اپنا مجرم سمجھ رہی ہے۔"

"ملیحہ کے مجرم ہونے میں کوئی شبہ بھی نہیں ہے۔" ندیم نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "لیکن ابھی ہمیں اس سے اگلوانا ہے کہ سلیمان شاہ کے اور اس کے درمیان کس قسم کے تعلقات تھے جو وہ ماہ رخ کو سیل بند بوتل میں زہریلی شراب دینے پر آمادہ ہوگئی تھی۔"

"کیا مطلب۔" میں نے ندیم کو گھورا۔ "کیا اس سازش میں بھاری رقم کا معاوضہ طے ہوجانے کے بعد بھی کوئی پہلو باقی رہ گیا ہے۔"

"ہو بھی سکتا ہے۔ اس لیے کہ تم سلیمان شاہ کو اچھی طرح نہیں جانتے۔"

"کریم کی حالت اب کیسی ہے۔" میں نے ماہ رخ اور ملیحہ کے موضوع کو ختم کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا وہ ابھی تک اسپتال میں ہے؟"

"نہیں۔۔۔ فی الحال وہ ہانگ کانگ میں آرام کررہا ہے' تمہاری ڈیوٹی اب ساجد ہی انجام دے گا۔ کریم کو کچھ دنوں بعد میں اپنے لندن کے کاروبار کی کچھ اہم ذمہ داریاں سونپنے کا ارادہ کرچکا ہوں۔"

"بھوشن کے سلسلے میں اس کے ستارے کیا کہتے ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ اس بار وہ گلے گلے پھنس گیا ہے۔"

"یہ عوام الناس کا خیال ہے۔" میں نے معنی خیز انداز میں جواب دیا۔

"اوہ۔۔۔ گویا تمہاری کالکارانی نے تمہیں کچھ اور بتایا ہے۔"

"ہاں۔۔۔" میں سنجیدہ ہوگیا۔ "اس نے چیلنج کیا ہے کہ بھوشن کو دنیا کی کوئی طاقت اور کوئی قانون پھانسی کے پھندے تک نہیں لے جاسکتا۔ اس نے بڑے پراعتماد انداز میں کہا ہے کہ وہ بھوشن کو اس کیس سے اس طرح نکال لے گی جیسے دہی سے بال نکالا جاتا ہے۔"

"میں بھوشن کے معاملے میں اتنا فکرمند بھی نہیں ہوں۔ اسے کیفرکردار تک پہنچانا تمہارے سراج صاحب کا کام ہے۔ لیکن اس کیس سے گلوخلاصی حاصل کرنے کے بعد وہ ہمارے لیے زیادہ خطرناک ثابت ہوگا۔"

"یہ اس وقت سوچا جائے گا جب وہ باہر نکلے گا۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا پھر اٹھ کر واپس چلا گیا۔

حسنہ نے جگت نارائن کے بارے میں اشارہ دے کر میری الجھنوں کو اور بڑھادیا تھا۔ اس کے کہنے کے عین مطابق نرمل یا مادھولال کو مرنے سے کوئی نہیں بچاسکا تھا۔ حالانکہ میں نے سراج کو ولیم پوکر کی حیثیت میں اس خطرے کی اطلاع کردی تھی۔ کالکا نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ بھوشن کو پھانسی کے پھندے سے ہر قیمت پر بچالے گی۔ وہ پراسرار قوتوں کی مالک تھی۔ ذہنوں کو پلٹ دینا اس کی طاغوتی قوت کے لیے بعید نہیں تھا' میں روپ نگر سے اب تک اس کے سیکڑوں چمتکار دیکھ چکا تھا۔ مجھے کالکا سے اب اتنا خطرہ لاحق نہیں تھا۔ حسنہ نے اس بات کو بڑے یقین سے کہا تھا کہ جب تک بھڑکنے والا شعلہ میری مدد کرتا رہے گا کالکا کی ناپاک قوتیں میرا بال بھی بیکا نہیں کرسکیں گی۔

بہرحال' میں محسوس کررہا تھا کہ بھوشن کے مقابلے میں جگت نارائن میرے لیے زیادہ خطرناک ثابت ہوسکتا تھا۔ ذاتی طور پر میں نے اس کے بارے میں بہت ساری معلومات اکٹھا کرلی تھیں۔ ابھی تک سیکڑوں معاملات اور سنگین جرائم کے سلسلے میں اس کا نام پولیس کی لسٹ پر آچکا تھا لیکن نہ تو اس کی کوئی تصویر ریکارڈ پر تھی نہ ہی کسی پیشہ ور قاتل یا دہشت گرد پر جگت نارائن ہونے کا شبہ ظاہر کیا گیا تھا۔ پولیس والوں کا خیال تھا کہ وہ زیرزمین کسی خطرناک تنظیم کا سربراہ تھا جو نہایت سائنٹفک طریقوں سے واردات کرگزرتا تھا لیکن اپنے پیچھے کوئی نشان نہیں چھوڑتا تھا۔ دالنی یا ساجد نے بھی اس کے بارے میں یہی بتایا تھا کہ وہ اپنے جس آدمی کو کوئی خطرناک کام سونپتا تھا اس کو کسی دوسرے آدمی کے ذریعے ٹھکانے لگوادینا بھی اس کے اصول میں شامل تھا۔ اس کی ایک مثال مادھولال کی شکل میں میرے سامنے آچکی تھی۔

بھوشن اور جگت نارائن کی گٹھ جوڑ میرے لیے خطرناک ثابت ہوسکتا تھا اس لیے میں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ اگر کالکا نے بھوشن کو رکی کے قتل کے کیس سے دودھ کی مکھی کی طرح باہر نکالا تو میں پہلی فرصت میں اسے ٹھکانے لگادوں گا۔ حسنہ بھی یہی چاہتی تھی۔ کیوں؟ اس کی وجہ مجھے نہیں معلوم تھی۔ بہرحال میں نے طے کرلیا تھا کہ اب اپنے سائے سے بھی محتاط رہنے کے ساتھ ساتھ عملی میدان میں سرگرم عمل رہنے کی

کوشش کروں گا۔ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے سے اکثر دل کے ارمان دل میں رہ جاتے ہیں۔ میں نے یہ بھی فیصلہ کیا تھا کہ اب اپنے ارد گرد بھی ایسے جاں نثاروں کا حلقہ بنالوں گا جسے آسانی سے توڑنا دشمنوں کے بس کی بات نہیں ہوگی۔ میں نے جگت نارائن کے سلسلے میں ندیم کو کچھ نہیں بتایا تھا اور دانش یا ساجد کو بھی سختی سے تاکید کردی تھی کہ وہ بھی اس بارے میں اپنی زبان بند ہی رکھے۔

دوسرے روز میں یوں ہی سراج سے ملنے اس کے دفتر چلا گیا' اس وقت میں گاڑی خود ہی چلا رہا تھا۔ دانش میرے ہمراہ نہیں تھا۔ سراج نے گفتگو کے دوران نزل کے سلسلے میں "وہی" باتیں بتائی تھیں جو پہلے سے میرے علم میں تھیں البتہ اس نے جگت نارائن کے سلسلے میں ایک اور انکشاف کیا تھا۔ وہ جو بھی واردات کرتا تھا اس میں اپنے نام کی ایک نشانی ضرور چھوڑ دیتا تھا۔ مادھولال کی جامہ تلاشی کے دوران بھی اس کی جیب سے ایک ایسا سکہ برآمد ہوا تھا جس کی ایک جانب ایک خطرناک آدم خور چیتے کا کھلا ہوا خطرناک دہانہ نظر آرہا تھا اور دوسری جانب "J.N" کے حروف کندہ تھا۔ سراج کی اطلاع کے مطابق اس وقت تک پولیس کی تحویل میں ایسے بہت سارے سکے آچکے تھے لیکن جگت نارائن کی اصلیت کیا تھی؟ وہ کون تھا؟ اس نے جو تنظیم بنا رکھی تھی اس کا مقصد کیا تھا؟ اس کا علم کسی کو بھی نہیں تھا۔

"کیا آپ نے سیفی چیمبرس میں واقع دفتروں میں موجود اشخاص سے بھی پوچھ گچھ کی تھی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "وہاں کام کرنے والوں اور نیچے اوپر آنے جانے والوں یا ان چپراسیوں نے جو عام طور پر دفتر کے باہر بیٹھے ہوتے ہیں' کسی ایک نہ ایک نے تو قاتل کو ضرور دیکھا ہوگا۔"

"جی ہاں۔" سراج نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔ "۔۔ ایک چپراسیوں نے جو سیکنڈ فلور ہی پر کام کرتے ہیں انہوں نے قاتل کو دیکھا تھا لیکن خود وہ کس وقت قتل ہوا اور اسے کس نے قتل کیا اس سلسلے میں وہ کوئی ٹھوس جواب نہیں دے سکے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ جان بوجھ کر کوئی بیان دینے سے کترا رہے ہوں' ہمارے پولیس نظام کی خرابیوں نے اب عوام کو ہمارے ساتھ عدم تعاون پر مجبور کردیا ہے۔ گواہی کے لیے سامنے آنے والوں کی جو درگت بنتی ہے اور انہیں جس طرح مشکوک نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے اس کا علم آپ کو بھی بخوبی ہوگا۔"

"سیکنڈ فلور پر کتنے دفتر واقع ہیں۔" میں نے سراج کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"دو۔۔۔ ایک دفتر قالینوں کی ایکسپورٹ کا کام کرتا ہے جب کہ دوسرا دفتر ایک چارٹرڈ اکاؤنٹ کا ہے' لیکن آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔"

"یوں ہی۔ محض اپنی معلومات کی خاطر۔" میں نے کہا اور سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "آپ نے مجھ سے یہاں آنے کا مقصد نہیں پوچھا۔"

"آپ جب چاہیں سر آنکھوں پر تشریف لائیں۔" سراج نے انکساری کا مظاہرہ کیا۔ "میں آپ کو اپنے ہی خواہوں میں شمار کرتا ہوں۔"

"ذرہ نوازی ہے آپ کی' لیکن اس وقت میں آپ سے اپنی چھٹی حس میں ابھرنے والے ایک خیال کے اظہار کے لیے حاضر ہوا ہوں۔"

"کیا اس کا تعلق بھوشن کی ذات سے ہے۔" سراج یکلخت سنجیدہ ہوگیا۔

"مجھے آپ کی ذہانت سے یہی توقع تھی کہ آپ کا خیال اسی طرف جائے گا۔"

"تو کیا۔"

"جی ہاں۔" میں نے کہا۔ "طاغوتی قوتیں ایک بار پھر بھوشن کے سلسلے میں خم ٹھونک کر اکھاڑے میں کودنے والی ہیں۔"

"لیکن آپ کو اس کا علم کس طرح ہوا؟"

"چھٹی حس۔" میں نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اس سے پیشتر بھی کچھ خطرناک اور اہم مجرم آپ کی تحویل میں تھے جن کے بارے میں' میں نے یا تو خواب دیکھا تھا یا پھر میری چھٹی حس میں خطرے کی گھنٹی بجنی شروع ہوگئی تھی اور میرا خیال ہے کہ اب تک میری کہی ہوئی کوئی بات غلط ثابت نہیں ہوئی۔"

"میرا ذاتی خیال بھی کچھ یہی ہے۔" سراج تھوڑے توقف سے بولا۔ "بھوشن جیسے لوگ جن کی پہنچ بڑی سرکار تک ہو اتنی آسانی سے کیفر کردار تک نہیں پہنچتے' دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ رکی ایک پیشہ ور قاتل تھا اور پولیس کو متعدد معاملات میں درکار تھا۔ ابھی تک تو بھوشن کے وکیلوں نے یہی کہا ہے کہ وہ عدالت کے روبرو اپنے موکل کا دفاع کریں گے۔ رہا بھوشن کا بیان تو اس نے کہا ہے کہ پولیس نے اسے زبردستی ملوث کرنے کی کوشش کی ہے۔"

"کیا مطلب۔۔۔" میں چونکا۔ "کیا آپ نے ڈی آئی جی کی موجودگی میں۔۔۔"

"وہ بات سو فیصد درست ہے۔" سراج نے پہلو بدل کر برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔ "لیکن ہم کسی مجرم کو زبردستی سچائی اگلنے پر مجبور تو نہیں کرسکتے۔"

"اور وہ گواہ جو عینی شاہد تھے۔"

"آج کل تو بڑے بڑے سیاست دان روپے اور کرسی کی

لالچ میں آکر اپنی دیرینہ وفاداریاں تک تبدیل کردیتے ہیں' چھوٹے موٹے گواہ بھلا کس قطار و شمار میں آتے ہیں' عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہو کر اکثر یہ کہہ کر منحرف ہوجاتے ہیں کہ انہوں نے پولیس کے ڈرائنگ روم ٹریٹ منٹ کی وجہ سے غلط بیان دیا تھا۔ بھوشن کے لیے دو چار گواہوں کو خرید لینا زیادہ دشوار نہیں ہوگا مگر میں بھی آخری وقت اس کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔"

"ایک مشورہ دوں آپ کو۔"

"فرمایئے۔"

"بھوشن کے رہا ہونے کے بعد اس کو پولیس کے کسی جعلی مقابلے میں ختم کرادیں' نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔"

"سوری مسٹر شہباز' میں نے زندگی میں کبھی اس قسم کے کام نہیں کیے۔ شاید اسی لیے اب تک بڑی مشکلوں سے اس کرسی تک پہنچا ہوں ورنہ میرے بے شمار ساتھی اس وقت ایس پی کی کرسیوں پر دھرنا جمائے بیٹھے ہیں۔"

"یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔" میں اٹھتے ہوئے بولا۔ "اور آپ جیسے افسران کو تو اکثر دیانت داری کی سزا ملتی رہتی ہے۔"

سراج کے آفس سے نکل کر میں نے واپسی کے ارادے سے گاڑی موڑ کر گھمائی تو میرے ذہن میں ایک شبہ بڑی سرعت سے ابھرا' میں نے اگلے راؤنڈ اباؤٹ سے گاڑی کو موڑا اور سیفی چیمبرس کے پشت کی جانب پہنچ گیا جہاں اس عمارت کا عقبی دروازہ کھلتا تھا' گلی زیادہ کشادہ نہیں تھی اس لیے میں نے اپنی کار سڑک پر چھوڑ دی۔ دوسری جانب والے راستے پر ایک ہٹا کٹا پٹھان چوکیدار مسلح کھڑا تھا۔ میں نے اندر جانے کی کوشش کی تو اس نے مجھے روک دیا۔

"خو۔ ادھر سے جانا منع ہے' اگلے راستے سے جاؤ۔"

"میرا تعلق خفیہ برانچ سے ہے۔" میں نے مخصوص لہجے میں سرگوشی کی۔ "دوسری منزل پر جو قتل ہوا تھا اس کے سلسلے میں تم سے کچھ پوچھ گچھ کرنی ہے۔"

"براں' خو ادھر ہی خرابی ہے۔" وہ اپنی ٹھیٹھ زبان میں بولا۔ "ہم چوکیداری بھی کرے اور بعد میں ہمارا گردن بھی پکڑا جائے' یہ کدھر کا انصاف ہے' کل سے ہمارا اٹھنا بیٹھنا حرام ہوگیا ہے۔ جو بھی آتا ہے ہم سے ایسا معلومات کرتا ہے جیسے قاتل ہم کو بتا کر اوپر گیا تھا۔"

"بہرحال یہ بات تمہاری ڈیوٹی میں شامل ہے کہ غیر متعلقہ آنے والوں پر نظر رکھو۔" میں نے پولیس والوں کی طرح سرد مہری کا مظاہرہ کیا۔

"ڈیوٹی کا بات ہے اسی لیے تو ہم تم کو روکا۔" اس نے بڑی معقول بات کی۔ "پچھلا راستہ سے صرف چپراسی لوگ آتا جاتا ہے' باقی سارا کاروبار اگلے دروازے سے ہوتا ہے اور اگلے

دروازے کا چوکیدار دوسرا ہے۔ وہ صرف رات کی ڈیوٹی دیتا ہے۔ دن کو جس کا مرضی آئے آجا سکتا ہے۔"

"تمہارا نام کیا ہے۔" میں نے یوں ہی پوچھ لیا۔

"شیر گل۔" وہ کڑوا سا منہ بنا کر بولا۔

"دیکھو شیر گل۔۔۔" میں نے اسے دوستانہ انداز میں مخاطب کیا۔ "پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں' تم مجھے نیک اور ایماندار آدمی لگتے ہو۔"

"خو۔۔۔ آپ کا بڑا بڑا مہربانی۔" وہ خوش ہوگیا۔

"کیا تمہارا دفتروں میں بھی آنا جانا رہتا ہے؟"

"دفتر سے ہمارا کیا کام۔" وہ شانے اچکا کر بولا۔

"وہاں کام کرنے والے چپراسی اور صفائی کرنے والوں سے تو ضرور واقف ہوگے۔"

"آپ مطلب کا بات کرو برادر۔۔۔ آپ ہم سے کیا پوچھنا چاہتا ہے؟"

"دوسرے فلور پر جو دفاتر ہیں ان کے بارے میں تم کیا کچھ جانتے ہو؟"

"کچھ بھی نہیں۔" اس نے روکھائی سے جواب دیا لیکن اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ کوئی بات چھپانے کی کوشش کر رہا ہے۔

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں پریشان نہیں کیا جائے گا۔"

شیر گل کچھ دیر خاموش رہا پھر مجھے بغور دیکھتے ہوئے بولا۔

"آپ ایسا کرو' قالین والا دفتر کے چپراسی گل زمان سے ملاقات کرو۔"

"کوئی خاص بات؟" میں نے اسے کریدنے کی کوشش کی۔

"آپ سے پہلا جو پولیس والا لوگ آیا تھا اس نے بھی گل زمان سے بات کیا تھا' ہوسکتا ہے کہ وہ تمہارا کوئی مدد کرے۔"

"گل زمان خود کیسا آدمی ہے؟"

"ہے تو پٹھان مگر ایک نمبر کا لالچی ہے۔ اس کے علاوہ ہم کو

اور کچھ نہیں معلوم۔"

شیر گل نے چونکہ مجھے خفیہ برانچ کا افسر تسلیم کرلیا تھا اس لیے مجھے پچھلے راستے سے اوپر جانے کی اجازت دے دی‘ میں نے گل زمان کو کریدنے کی کوشش ہر زاویے سے کی لیکن اس کا ایک ہی جواب تھا کہ ڈی ایس پی سراج نے اسے سختی سے منع کر رکھا تھا کہ کسی دوسرے کو کوئی بیان نہ دے‘ میں نے اسے لالچ دینے کی کوشش کی لیکن وہ بھی چونکہ مجھے خفیہ برانچ کا پولیس افسر ہی سمجھ رہا تھا اس لیے میری ترکیب کام نہ آئی‘ میں واپسی کے لیے پلٹا تو چارٹرڈ اکاؤنٹ کے دفتر سے ایک ملازم نے نکل کر مجھ سے کہا کہ دفتر کا جنرل منیجر مجھے بلا رہا ہے‘ مجھے اس بات پر تعجب ہوا لیکن مل لینے میں کوئی حرج بھی نہیں تھا چنانچہ میں جنرل منیجر کے کمرے میں چلا گیا جو ہر اعتبار سے بہت نفیس طور پر ڈیکوریٹ کیا گیا تھا‘ باہر جنرل منیجر کے ساتھ ہی اکبر درانی کے نام کی تختی بھی لگی ہوئی تھی۔ میں اندر داخل ہوا تو وہ کسی کھاتے کی جانچ پڑتال میں مصروف تھا۔ خاصا باڈی بلڈر ٹائپ کا نوجوان آدمی تھا۔ میں نے ایک لمحے تک انتظار کیا پھر اس کی محویت ختم کرنے کی خاطر کھنکھار کر کہا۔

"مسٹر درانی۔ آپ نے شاید مجھے کسی کام کے سلسلے میں بلوایا تھا۔"

اس نے چونک کر مجھے دیکھا‘ ایک ثانیے تک گھورتا رہا پھر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

"گل زمان ایک نمبر کا حرامی اور چلتا پرزہ واقع ہوا ہے۔ وہ آپ کو کوئی بات سچ نہیں بتائے گا۔"

"اور سچ کیا ہے۔" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ مادھو لال اور اس عورت کے قتل کے سلسلے میں تفتیش کر رہے ہیں جو پولیس کے ساتھ ہونے کے باوجود کام آچکی ہے۔"

"آپ کا اندازہ غلط نہیں ہے۔" میں نے امید کی کرن محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "دراصل میرا تعلق خفیہ برانچ ــــ"

"میں دروغ گوئی کو پسند نہیں کرتا مسٹر شہباز خان۔" وہ اکھڑ لہجے میں میرا جملہ کاٹتے ہوئے بولا۔ "کبھی آپ محکمہ پولیس سے ضرور وابستہ رہ چکے ہیں لیکن آج کل اپنا ذاتی کاروبار کر رہے ہیں اور میری معلومات غلط نہیں ہیں تو آپ کے کاروبار کے تمام اکاؤنٹس کو مہر اینڈ کمپنی والے لک آفٹر کرتے ہیں۔"

"لیکن آپ ــــ؟"

"میری بات ابھی تک مکمل نہیں ہوئی۔" اس نے پھر میرا جملہ کاٹا۔ "آپ ڈی ایس پی مسٹر سراج کے واقف کار ہیں اور شاید اس عورت سے بھی تھوڑی بہت واقفیت رکھتے تھے جسے مادھو لال نے برسٹ مارا تھا۔ پھر اسے بھی قتل کردیا گیا اور اب آپ ذاتی طور پر مادھو لال کے قاتل کو تلاش کرنا چاہتے ہیں۔"

"آپ کو ان تمام باتوں کا علم کس طرح ہے؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"فرض کر لیجیے آپ کو مادھو لال کے قاتل کا نام اور پتا بتا دیا جائے تو آپ کیا کرسکیں گے؟" اس نے میرے سوال کو اہمیت نہیں دی۔

"میرا تعلق اب محکمہ پولیس نہ سہی لیکن ایک شہری ہونے کی حیثیت سے بھی میرے کچھ فرائض ہیں اور جیسا آپ نے ابھی کہا جو عورت قتل کی گئی ہے وہ میرے ایک دوست کی بیوی تھی۔ میرا وہ دوست بھی خودکشی کرچکا ہے۔ اب اگر قاتل کا نام مجھے معلوم ہوجائے تو میں اس سے اپنے دوست کی بیوہ کا حساب کتاب برابر کرنے کی کوشش کروں گا۔"

آخری جملہ میں نے خاصے جذباتی انداز میں کہا تھا‘ مجھے حیرت تھی کہ اکبر درانی کو میرے بارے میں وہ معلومات کہاں سے حاصل ہوئیں جس کا وہ ذکر کرچکا تھا۔ مہر اینڈ کمپنی کی بات تھی لیکن اسے نرمل اور میرے سلسلے میں کس طرح معلوم ہوا اور پھر خاص طور پر یہ کہ میں اس وقت گل زمان سے مادھو لال کے قاتل ہی کے بارے میں گفتگو کرنے آیا تھا‘ اس لیے کہ جب میں گل زمان سے بات کر رہا تھا اس وقت وہاں کوئی شخص ہمارے قریب نہیں تھا۔ بہرحال میں نے اکبر درانی سے اس سلسلے میں ٹٹولنے کی کوشش نہیں کی اس لیے کہ مجھے تو آم کھانے سے غرض تھی۔

"میں ایک شرط پر آپ کو کچھ معلومات فراہم کرسکتا ہوں۔" اس نے کچھ سوچ کر کہا۔ "میرا نام کہیں درمیان میں نہیں آئے گا اور نہ ہی آپ مجھ سے مزید کچھ پوچھ گچھ کریں گے۔"

"مجھے منظور ہے۔" میں نے ہامی بھرلی۔

"مادھو لال کی جامہ تلاشی پر جو سکہ برآمد ہوا تھا اس پر J.N کا مخصوص نشان موجود ہے اور میرا خیال ہے کہ ڈی ایس پی سراج نے دوست ہونے کی وجہ سے آپ کو بتا بھی دیا ہوگا کہ J.N سے کس کا نام ذہن میں ابھرتا ہے۔"

"جی ہاں ــــ میں آپ کے خیال کی تردید نہیں کروں گا۔" میں نے صاف گوئی سے جواب دیا۔

"مادھو لال کو جس شخص نے پشت سے چھریاں مار کر ہلاک کیا اس کا تعلق بھی J.N کے گروہ سے ہے۔" وہ ہاتھ میں دبی ہوئی پنسل کو گھماتے ہوئے رازداری سے بولا۔ "اس کا نام نند کشور ہے‘ میں آپ کو اس کا پتا بھی بتا سکتا ہوں لیکن وہاں جانا آپ کے لیے خطرناک ثابت ہوسکتا ہے‘ ویسے وہ آج شام چھ اور سات بجے کے درمیان آپ کو ایک مقامی پارک کی جھیل کے کنارے مل سکتا ہے۔ آپ اسے بڑی آسانی

سے شناخت کرسکتے ہیں۔ اس وقت وہ گہرے چاکلیٹ کلر کے سفاری سوٹ میں ہوگا۔ دوسری نشانی یہ ہے کہ اس کی ایک کان کی لو کٹی ہوئی ہے۔"

"لیکن آپ یہ سب کچھ اتنے یقین کے ساتھ ــــ"

"پلیز مسٹر شہباز ــــ" اس نے بڑی خشک آواز میں کہا۔ "اب آپ تشریف لے جاسکتے ہیں‘ لیکن اس بات کا خیال رہے کہ میرا نام کہیں درمیان میں نہیں آئے گا۔"

اکبر درانی کے جواب میں اتنی تلخی تھی کہ میں نے وہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا‘ ویسے بھی مجھے حیرت تھی کہ اسے مادھو لال کے قاتل کا نام کس طرح معلوم ہوا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ نند کشور کو پہلے کبھی دیکھ چکا ہو یا اور کسی طرح جانتا ہو لیکن اسے یہ علم کیسے ہوگیا کہ وہ شام کو چھ اور سات کے درمیان کسی مقامی پارک کی جھیل کے کنارے مل سکتا ہے؟ اس کے علاوہ سب سے بڑی حیرت انگیز بات یہ تھی کہ گہرے چاکلیٹ کلر کے سفاری سوٹ کا حوالہ اس نے کس طرح دیا تھا؟ کیا وہ J.N سے واقف تھا؟ اور واقف تھا تو وہ اپنی معلومات سے سراج کو بھی آگاہ کرسکتا تھا‘ اس نے میرا ہی انتخاب کیوں کیا تھا؟

میں دن بھر ذہنی تناسک میں مبتلا رہا‘ اکبر درانی کی شخصیت بھی میری نظروں میں مشتبہ لگ رہی تھی۔ بہرحال میں نے شام کو ساڑھے پانچ بجے دفتر چھوڑ دیا۔ دانش کو ایک اور کام سے روانہ کردیا اور خود چہرے پر ریڈی میڈ میک اپ کرنے کے بعد اس مقامی پارک میں پہنچ گیا جس کی نشاندہی اکبر درانی نے کی تھی‘ میک اپ کرنے کی ضرورت میں نے اس لیے محسوس کی تھی کہ خود کو کسی ممکنہ خطرے سے محفوظ رکھ سکوں‘ میں نے اپنی گاڑی کے بجائے ایک ٹیکسی کو ترجیح دی تھی۔ مجھے اس بات کی فکر بھی دامن گیر تھی کہ کہیں اکبر درانی نے مجھے ڈبل کراس کرنے کی وجہ سے نند کشور کا نام لے کر ٹریپ کرنے کی کوشش نہ کی ہو۔

پارک میں پہنچ کر میں ایک ایسی جگہ تلاش کرنے میں بڑی آسانی سے کامیاب ہوگیا جو جھیل کے کنارے سے قدرے دور ضرور تھی لیکن وہاں سے جھیل پر چہل قدمی کرنے والوں پر باقاعدہ نظر رکھنا بھی آسان تھا‘ ان پر جہاں میں بیٹھا تھا وہاں تھوڑے تھوڑے فاصلے سے اور بھی بہت سارے افراد اور فیملیاں موجود تھیں‘ بچے ادھر ادھر بھاگتے دوڑتے پھر رہے تھے‘ میں بھی بظاہر وہاں کے ماحول سے لطف اندوز ہونے کی اداکاری کر رہا تھا لیکن میری نظریں جھیل کے اطراف کسی گہرے چاکلیٹ کلر کے سفاری سوٹ والے کو تلاش کرنے میں مصروف تھیں‘ لیکن پونے سات بجے مطلوبہ شخص مجھے نظر آگیا۔ دور ہونے کے باوجود میں نے اس کے سیدھے ہاتھ کے کان کی لو کو کٹا ہوا بھی دیکھ لیا تھا‘ میرے ذہن میں کوئی واضح اسکیم نہیں تھی‘ فی الحال میں اکبر درانی کے بیان کی تصدیق اور مطلوبہ شخص کی حرکات و سکنات پر نظر رکھنا چاہتا تھا۔ مجھے مضبوط ڈور کا کوئی سرا درکار تھا جس کے ذریعہ میں کیبر داس کی دہری شخصیت کے چہرے سے مکروہ نقاب اتار کر اس کا اصلی روپ قانون کے محافظوں کو دکھا سکتا تھا یا اس سے پیشتر کہ اس کے ہاتھ میرے گریبان تک پہنچتے میں اس کا چہرہ نوچ کھسوٹ کر لہولہان کردیتا۔

میں خاموشی سے اٹھا اور ایک محدود فاصلے سے سفاری سوٹ والے کا تعاقب کرنے لگا۔ بظاہر وہ خود کو اوباش ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ قرب و جوار سے گزرنے والی لڑکیوں اور خواتین میں اس کی دلچسپی ضرورت سے کچھ زیادہ ہی نظر آرہی تھی پھر اس کی نگاہ ایک نوجوان پر جم کر رہ گئی جو جھیل کے قریب مولسری کے درخت کے تنے سے ٹیک لگائے بیٹھا آسمان کی سمت گھور رہا تھا۔ سفاری سوٹ والے نے ادھر ادھر دیکھا پھر اس کے قدم نوجوان کی سمت اٹھنے لگے۔ میں بھی سنگریزوں کی روش سے اتر کر اس کے پیچھے ہولیا۔ سفاری سوٹ والے اور نوجوان کا فاصلہ آہستہ آہستہ گھٹتا جارہا تھا لیکن نوجوان کسی خیال میں مستغرق بدستور آسمان کے دور پار خلاؤں میں کسی شے کا متلاشی تھا پھر ان دونوں کے درمیان ایک خوبصورت‘ حسین اور شاداب چہرہ حائل ہوگیا۔ میں نے اسے پہچان لیا تھا وہ شہر کے معروف کروڑ پتی تاجر سیٹھ نعمان کی اکلوتی اور لاڈلی بیٹی نغمہ تھی جنہیں میں متعدد بار پارٹیوں میں دیکھ چکا تھا۔ سیٹھ نعمان سے میری سلام دعا بھی تھی لیکن صرف پارٹیوں کی حد تک‘ البتہ مجھے نغمہ کے بارے میں یہ ضرور معلوم تھا کہ وہ اونچی سوسائٹی میں اپنی خوبصورتی اور آزاد خیالی کی وجہ سے بدنامی کی حد تک مقبول تھی۔ ماں کا سایہ سر سے اٹھ جانے اور والد کی کاروباری مصروفیات کے سبب اس کی نگہداشت مشرقی بنیادوں پر نہیں ہوسکی تھی چنانچہ وہ غلط روش پر تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی۔ سفاری سوٹ والے کے قریب جاکر وہ ایک جھٹکے سے رک گئی۔ اس کے چہرے پر خون کی گردش نمایاں طور پر نظر آرہی تھی۔

"واپس پلٹ جاؤ۔" نغمہ نے سفاری سوٹ والے کو مخاطب کرکے حقارت سے کہا۔ "اور آئندہ تم سلمان قیصر کے قریب دوبارہ کبھی نظر نہ آنا۔"

"کیوں ــــ کیا یہ بھی تمہارے کروڑ پتی باپ کی کسی مشینری کا کوئی اہم پرزہ ہے۔" سفاری سوٹ والے کا لہجہ تلخ تھا۔

"میں تمہیں منہ مانگی قیمت ادا کرسکتی ہوں لیکن ایک شرط پر ــــ تم دوبارہ کبھی سلمان قیصر سے نہیں ملو گے۔"

"سوچ لو بے بی۔" سفاری سوٹ والے نے نغمہ کو سر تا پا

گھورتے ہوئے معنی خیز انداز اختیار کیا۔ "میری قیمت کچھ بھی ہو سکتی ہے۔"

"مجھے منظور ہے۔" نغمہ نے جھجکے بغیر تیزی سے جواب دیا۔

"حیرت ہے۔ یہ ہماری پہلی ملاقات ہے اس کے باوجود تم خاصی بے تکلف ہو رہی ہو۔" سفاری سوٹ والے نے دبی زبان میں کہا۔ "میرے بارے میں کیا جانتی ہو؟"

"صرف مطلب کی بات کرو۔ میں زیادہ باتیں پسند نہیں کرتی۔" نغمہ نے حقارت کا اظہار کیا۔

"تعجب ہے ــــ تم زیادہ باتیں پسند بھی نہیں کرتیں اس کے باوجود میری منہ مانگی قیمت دینے پر آمادہ ہو۔"

"شٹ اپ ــــ" نغمہ جھلا گئی۔ "دور ہو جاؤ میری نظروں سے۔"

"اگر سیٹھ نعمان کو اس بات کا علم ہو جائے کہ اس کا کوہ نور ہیرا ایک پتھر سے رگڑ کھا رہا ہے تو ــــ"

"یو ـ باسٹرڈ۔" نغمہ کا ہاتھ گھوم گیا۔ تھپڑ کی آواز نے قریب و جوار کے لوگوں کو بھی اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا۔ بے شمار لوگ تماشائی بن کر نغمہ کی رضاکارانہ خدمت کرنے کو آمادہ ہو گئے۔ سفاری سوٹ والا گھبرا گیا تھا پھر اچانک اس نے مجمع میں نہ جانے کیا دیکھا کہ "نہیں، نہیں، نہیں۔" کرتا ہوا دیوانوں کی طرح بھاگنے لگا، کئی من چلے نغمہ کو خوش کرنے کی خاطر "نہیں، جانے نہ پائے۔" کے نعرے بلند کر کے سفاری سوٹ والے کے تعاقب میں دوڑے تھے لیکن ان میں سے کسی ایک کی بھی حسرت پوری نہ ہو سکی۔ اچانک ایک زوردار دھماکا ہوا اور سفاری سوٹ والے کا جسم چیتھڑوں کی طرح دور دور تک بکھر گیا۔ لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ میں بھاگتے ہوئے افراد کی بھیڑ چیرتا ہوا واپس اسی مقام پر آ گیا جہاں نغمہ نے سفاری سوٹ والے کو تھپڑ مارا تھا لیکن نہ تو مجھے نغمہ نظر آئی اور نہ وہ نوجوان جسے نغمہ نے سلمان قیصر کے نام سے یاد کیا تھا۔ میں نے بس ایک لمحے میں کچھ سوچا پھر بھاگتے ہوئے لوگوں کے ساتھ شامل ہو گیا۔ ایک اچھی خاصی تفریح گاہ اس وقت قیامت کا منظر پیش کر رہی تھی۔

○☆○

دوسری صبح میں ناشتے کی میز پر بیٹھا بڑی توجہ سے اخبارات کی ایک ایک سرخی دیکھ رہا تھا، کسی تفریح گاہ میں جہاں ہزاروں آدمیوں کا ہجوم ہو، ایک جانور کی موت بھی اخبار کی سرخی بن جاتی ہے لیکن ایک انسان کے جسم کی دھجیاں اڑ جانے کی کوئی خبر نہیں تھی۔ مجھے حیرت تھی کہ اخبارات میں وہ خبر کیوں کر شائع نہیں ہوئی لیکن پھر کچھ دیر بعد مجھے اس کی وجہ بھی از خود معلوم ہو گئی، بڑے لوگوں کی عزت کی بات ہو تو اخبارات بھی چپ سادھ لیتے ہیں ورنہ کتوں کے کاٹنے کی خبریں بھی آئے دن چھوٹے چھوٹے باکس اور مراسلات کالم میں نمایاں طور پر چھپتی رہتی ہیں۔ بازار سے زندگی بچانے کی کسی اہم دوا کی عدم دستیابی کی صورت پیش آ جائے تو اخبارات میں مہم کی خبریں اور تصویریں دھڑا دھڑ شائع ہوتی ہیں، لیکن سفاری سوٹ والے کے سلسلے میں کوئی خبر نہیں تھی، مجھے یقین تھا کہ نغمہ نے جو ایک کروڑ پتی باپ کی بیٹی تھی راتوں رات اخبارات کے منہ پر ٹیپ لگا دی ہو گی۔ لاکھ دس لاکھ خرچ کرنا اس کے لیے ایسا ہی تھا جیسے ہم اور آپ ترس کھا کر ایک روپیہ کسی فقیر کی جھولی میں ڈال دیتے ہیں۔ میں نے پورا اخبار دیکھنے کے بعد اسے ایک طرف رکھا تو ندیم نے کہا۔

"کیا کوئی خاص خبر تلاش کر رہے تھے۔"

"میں تو سمجھ رہی تھی کہ چائے دوبارہ گرم کرنی پڑے گی۔" عارفہ نے مسکرا کر ندیم کا ساتھ دیا تو نسیم بول اٹھی۔

"میں بھی اسی میز پر موجود ہوں۔ شہباز بھائی کی چائے بھی گرم کر دیتی۔"

"تم تو خیر موجود ہو۔ لیکن ذرا اپنے چہیتے بھائی سے پوچھو کہ وہ کہاں غائب تھے۔" ندیم نے عارفہ کی طرف داری کی۔

"اکثر بلیک میلر قسم کے لوگ اسی قسم کی غلط فہمی کی افواہیں پھیلا کر روپے بٹورنے کے عادی ہوتے ہیں۔" میں نے ندیم کو کن انکھیوں سے دیکھتے ہوئے نسیم سے کہا۔ "اگر دال نہ گلے تو پھر کھمبا نوچنا شروع کر دیتے ہیں۔"

"اور اگر کسی کند ذہن طالب علم کی گرامر کمزور ہو تو مذکر اور مونث کا فرق بھی نہیں سمجھ پاتا۔" ندیم نے شوخی سے کہا۔ "کھسیانی بلی کھمبا نوچنے والے محاورے کی بلی خدا جانے مذکر تھی یا مونث۔"

ندیم نے کچھ ایسے انداز میں کہا کہ نسیم بھی مسکرائے بغیر نہ رہ سکی۔ ناشتے سے فارغ ہو کر میں لباس تبدیل کر کے اپنے کمرے میں چلا گیا۔ میرے ذہن میں ابھی تک سفاری سوٹ والے کی ہولناک موت اور نغمہ نعمان کی شخصیت چکرا رہی تھی۔ کچھ سوچ کر میں نے فون ڈائریکٹری سے نغمہ کے نمبر تلاش کیے اور اسے رنگ کرنے لگا۔ ڈائریکٹری میں سیٹھ نعمان اور نغمہ کے نمبر علیحدہ علیحدہ درج تھے اور وہ بھی ایک کے بجائے دو دو اور تین، کچھ دیر تک گھنٹی بجتی رہی پھر دوسری جانب سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"نغمہ نعمان بول رہی ہوں۔"

"خاکسار کا کوئی نام نہیں ہے عرف عام میں مجھے شاہد ... شائع ہونے والے ایک کثیر الاشاعت روزنامہ کا کرائم رپورٹر کہتے ہیں۔" میں نے ترش لہجے میں کہا۔

"فون کرنے کا مقصد اور اخبار کا نام بتاؤ۔" دوسری جانب سے جھلا کر سوال کیا گیا۔

"مقصد آپ سمجھ چکی ہیں۔ رہا اخبار کا نام تو وہ میں اس لیے بتانے سے قاصر ہوں کہ آپ مدیر اعلیٰ کو چپ رہنے کی قیمت ادا کر چکی ہیں لیکن اطلاعاً عرض ہے کہ کسی بھی معروف اخبار میں کرائم رپورٹر کی حیثیت ریڑھ کی ہڈی کی طرح اہم ترین ہوتی ہے۔ ہم جیسے شریفوں سے تو پولیس کے بڑے بڑے طرم باز بھی پناہ مانگتے ہیں اور وہ محاورہ تو آپ نے ضرور سنا ہو گا کہ دریا میں رہ کر مگر مچھ سے بیر لینا اچھا نہیں ہوتا۔"

"کتنی قیمت چاہتے ہو اپنی زبان بند رکھنے کی؟"

"سلمان قیصر سے آپ کے تعلقات کی نوعیت دریافت کر سکتا ہوں؟" میں نے بدلی ہوئی آواز میں قدرے بازاری انداز میں پوچھا۔

"شٹ اپ ــــ" وہ چیخ کر بولی۔

"گستاخی معاف محترمہ، اس وقت اول تو میں فون پر آپ سے ہمکلام ہوں اس لیے آپ مجھے سفاری سوٹ والے کی طرح تھپڑ نہیں مار سکیں گی۔ دوسرے یہ کہ حسین اور تر و تازہ گلاب کی کلیوں کو توڑتے وقت مجھے ان کانٹوں کا بھی خیال رہتا ہے جو اسے گھیرے رہتے ہیں۔" اس بار میں نے کسی پیدائشی عاشق کی طرح ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "مجھ سے گفتگو کرتے وقت آپ کو میری نہ سہی لیکن میرے قلم کی طاقت کا اندازہ ضرور رکھنا ہو گا۔"

"مختصریات کرو۔" اس نے تلملا کر جواب دیا۔ "کتنی رقم درکار ہے تمہیں؟"

"سلمان قیصر سے آپ کی اتنی بڑھی ہوئی ہمدردی کی وجہ پوچھ سکتا ہوں۔" میں سنجیدہ ہو گیا۔

"وہ ایک خوبصورت نوجوان ہونے کے علاوہ ایک شاعر بھی ہے۔ رومان پرور اور حسین غزلیں اور گیت لکھنے والا شاعر۔ بالکل شیلے اور کیٹس کی طرح، اس کے ایک ایک شعر دل کی گہرائیوں میں اتر جاتے ہیں۔" وہ جھلائے ہوئے انداز میں بولی۔ "اور کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟"

"تعجب ہو رہا ہے۔" میں نے کہا۔ "جو لڑکی بذات خود ایک مسحور کن آزاد نظم ہو اسے بھلا کسی کی شاعری سے کیا تعلق اور پھر آپ تو پوپ میوزک کی دلدادہ ہیں۔ مشرق اور مغرب کا جوڑ۔ بات حلق سے نہیں اتر رہی۔"

"پچاس ہزار کے عوض بھونکنا بند کر سکتے ہو یا نہیں؟" وہ غصے سے بولی۔

"ٹھیک ہے۔ میں اپنی زبان اور قلم دونوں کو لگام دینے کو تیار ہوں لیکن پچاس ہزار کے عوض نہیں۔"

"ایک لاکھ۔" اس نے رعونت سے کہا۔

"جی نہیں۔ صرف ایک ملاقات۔"

"ہوش میں نہیں ہو شاید۔" وہ بپھر گئی۔ "جانتے ہو کس سے بات کر رہے ہو؟"

"مس نغمہ سیٹھ نعمان سے۔" میں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے جواب دیا۔ "لیکن ملاقات سے میرا مطلب وہ نہیں ہے جو مغربی تہذیب کی لغت میں پایا جاتا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ اس معاملے میں صرف آپ کی ذاتی پسند کو دولت سے زیادہ اختیار ــــ"

"تمہیں شاید اپنی زندگی عزیز نہیں ہے۔" وہ چیخ اٹھی، میرا کہا ہوا سچ اس کے حلق میں پھنس کر رہ گیا تھا۔

"کل شام ٹھیک پانچ بجے میں نو تعمیر شدہ مغربی ساحل کے کنارے کیفے ون پلس (ONE PLUS) میں آپ سے مل رہا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ یہ ملاقات دوستانہ ماحول میں ہو اس لیے آپ کسی حماقت کا ثبوت نہ دیجیے گا۔" میں نے اپنے جملے کے اختتام کے ساتھ لائن کاٹ دی۔ دوسرے ہی منٹ میں انکوائری سے نمبر معلوم کر کے اکبر درانی سے رابطہ قائم کر رہا تھا۔ میں اس سے ایک روز پہلے ہی سیفی چیمبرس کی دوسری منزل پر واقع چارٹرڈ اکاؤنٹ کے دفتر میں مل چکا تھا۔ اس کا کردار بھی مجھے کچھ مشکوک سا لگ رہا تھا۔

"ہیلو ــــ!" دوسری جانب سے کسی مرد کی آواز سنائی دی۔ "اکبر درانی بول رہا ہوں۔"

"میں آپ سے ایک ضروری بات دریافت کرنا چاہتا ہوں۔"

"فرمائیے۔ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔" اس کا لہجہ بے حد مہذب تھا۔ مجھے ایسا لگا جیسے وہ کوئی اور بول رہا ہو۔

"پلیز فون بند مت کیجیے گا۔" میں نے اس کی شرط یاد

کرتے ہوئے کہا۔ "میں آپ سے چاکلیٹ کلر والی سفاری سوٹ کی شخصیت کے بارے میں کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں۔"

"سفاری سوٹ۔ چاکلیٹ کلر۔" دوسری جانب سے حیرت کا اظہار کیا گیا۔ "میرے عزیز، یہ کسی ٹیلر ماسٹر کی دکان نہیں، چارٹرڈ اکاؤنٹ کا دفتر ہے۔"

"کیا آپ اکبر درانی بول رہے ہیں؟" میں نے تیزی سے دریافت کیا۔

"بول رہا ہوں، لیکن ــــ"

"یاد کیجئے، میں کل ہی آپ سے ملا تھا بلکہ آپ نے خود ہی مجھے شرف ملاقات بخشی تھی اور مادھولال کے قتل ــــ"

"آپ خواہ کوئی بھی ہوں مگر پلیز میرا وقت مت برباد کیجئے، میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ میں کسی مادھولال سے واقف نہیں ہوں۔" وہ بڑی رکھائی سے بولا۔ "اسی دردسری سے بچنے کے لیے میں نے کل اپنا آفس بند رکھا تھا۔ اور آپ فرمارہے ہیں کل ہی میں نے جناب سے ملاقات کی تھی، لاحول ولاقوۃ۔"

"ون منٹ، کیا آپ کے دفتر کی چابی کسی اور کے پاس بھی ہے۔ کسی ایسے نوجوان کے پاس جو باڈی بلڈر بھی ہو۔"

"ایک مشورہ دوں آپ کو۔" دوسری جانب سے بولنے والے نے انتہائی تلخ انداز میں جواب دیا۔ "آپ کسی ہیلتھ کلب یا جوڈو کراٹے کلب سے رجوع کریں۔ اور پلیز، میرا وقت برباد نہ کریں تو بڑی نوازش ہوگی جناب کی۔"

"دوسری جانب سے رابطہ ختم کیا گیا تو میرے ذہن میں پھر آندھیوں کے تیز جھکڑ چلنے لگے۔ فون پر گفتگو کرنے والے نے اپنا نام اکبر درانی ہی بتایا تھا لیکن اس کا کہنا تھا کہ کل اس کا دفتر بند تھا جبکہ میں اسی کے دفتر میں اکبر درانی نامی نوجوان باڈی بلڈر سے مل چکا تھا۔ اگر وہ اکبر درانی کے بجائے کوئی اور تھا تو پھر اکبر درانی کے کمرے میں کیا کر رہا تھا؟ دفتر کیسے کھولا گیا تھا؟ اور مجھے خاص طور پر سفاری سوٹ والے کا حوالہ کیوں دیا گیا تھا؟ کیا پھر طاغوتی قوتیں میرے ساتھ چوہے بلی کا کھیل، کھیل رہی تھیں؟ ابھی میں کوئی آخری نتیجہ نہیں اخذ کر سکا تھا کہ ڈائریکٹ لائن والے فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ریسیور اٹھایا۔

"شہباز دس اینڈ۔" میں نے سنجیدگی سے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"تم اگر ڈر کر بھاگ نہ کھڑے ہوتے تو شاید وہ سکہ تمہارے ہی ہاتھ لگتا جس پر J.N اور چیتے کا ٹریڈ مارک موجود تھا۔"

"کون بول رہے ہو۔" میں نے سپاٹ اور سرد لہجے میں سوال کیا۔

"تمہاری خاطر میرا ایک آدمی کام آچکا ہے لیکن میں تمہیں باور کرانا چاہتا تھا کہ انسانی زندگی کی میری نگاہوں میں کوئی اہمیت نہیں ہے۔" دوسری جانب سے بولنے والے کا لہجہ سفاک ہو گیا۔ "اگر جیون پیارا ہے تو بھوشن کے چرن چھو کر جیون کی بھیک مانگ لو ورنہ کسی طاعون زدہ چوہے کی طرح مارے جاؤ گے۔"

"جگت نارائن۔" میں نے پانسہ پھینکا۔

"نہیں۔" میں اس کا ایک خادم بول رہا ہوں، تمہیں اس لیے فون کیا ہے۔ سفاری سوٹ والے کے بھیانک انجام کو مت بھولنا۔ ہم تمہیں جب چاہیں، جس طرح چاہیں اور جہاں چاہیں کسی کیڑے کی طرح قدموں تلے کچل سکتے ہیں۔"

"اس رعایت کی بھی کیا ضرورت تھی۔" میں نے اس کا تمسخر اڑانے کی کوشش کی۔

"ہماری تنظیم کا اصول دوسرا ہے۔" اس نے زہریلے انداز میں جواب دیا۔ "ہم اندھیرے میں پشت سے خنجر گھونپنے کے عادی نہیں ہیں، ہمیشہ بہادروں کی طرح سے للکار کر مارتے ہیں۔"

"کسی کے دفتر کا تالہ کھولنے والوں کو تم کیا کہو گے۔ مرد۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے کرخت لہجے میں جواب دیا۔

"مرد نہ ہوتے تو کسی اور کے دفتر میں بیٹھ کر تمہیں تمہارا انجام دکھانے کی کوشش بھی نہ کرتے۔" اس نے ڈھٹائی سے کہا۔

"کیا سفاری سوٹ والے کو اپنے انجام کی خبر تھی۔"

"یہ ہمارا اپنا سیٹ اپ ہے۔ تم پریشان مت ہو۔ صرف اتنا خیال رکھو کہ تم بھوشن کے سلسلے میں اپنی چونچ بند ہی رکھو اور اس کے باہر آنے کے بعد تمہیں اس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانا ہوگا۔ یہ J.N کا حکم ہے اور باس اپنے حکم بدلنے کے سخت خلاف ہے۔"

"J.N کی اصلیت سے بھی واقف ہو۔"

"ہم فضول باتوں میں وقت برباد نہیں کرتے۔ J.N دوسروں کے مقابلے میں زیادہ بڑی بڑی رقمیں دیتا ہے اور حفاظت کا خیال رکھتا ہے۔"

"اور اپنے آدمیوں کو خود ہی مروا بھی دیتا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم مادھولال کے قتل کے بارے میں بھول رہے ہو۔ یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا، گردش کا پہیہ چلتا رہتا ہے۔ کسی دن تمہارا وجود بھی اسی چکر کے پہیے میں ٹکڑوں میں منقسم ہو سکتا ہے۔ نند کشور کی مثال لے لو، اسے ختم کرنے کے لیے مادھولال کی خدمات حاصل کی گئیں پھر نند کشور کے ہاتھوں دھوکے سے ختم کرا دیا گیا اور اب نند کشور بھی کام آگیا۔ کبھی غور کیا ہے تم نے ان باتوں پر۔ ہو سکتا ہے

تمہاری باری بھی جلد ہی آجائے۔"

"ہماری فکر چھوڑو۔ اپنا خیال رکھنا، J.N کسی حکم عدولی کو معاف کرنے کا عادی نہیں ہے۔"

"شاید اسی لیے چوہے کے بل میں چھپا بیٹھا تم جیسے احمقوں پر حکم چلاتا رہتا ہے اور پھر تم لوگ جانوروں کی طرح ذبح کر دیے جاتے ہو۔"

"کیا تمہارا یہی پیغام J.N تک پہنچا دیا جائے؟"

"ازیو وش۔ اینڈ گڈ بائی۔" میں نے بظاہر بے پروائی سے جواب دے کر فون بند کر دیا لیکن میں اب محسوس کر رہا تھا کہ جگت نارائن ایک گھپ اندھیرے کا نام ہے اور گھپ اندھیروں سے دو دو ہاتھ کرنا انسان کے بس کی بات نہیں تھی۔ میں بڑی سنجیدگی سے حالات کی الجھی ہوئی ڈور سلجھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ کاکا کی آواز میری قوت سماعت سے ٹکرائی۔

"اب کس وچار میں گم ہو؟ شہباز خان۔"

میں نے تیزی سے پلٹ کر دیکھا، کاکا میرے قریب ہی کھڑی مجھے بڑی تیکھی نظروں سے گھور رہی تھی۔

"تم۔" میں نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔ "اب کیا لینے آئی ہو۔"

"کیوں، کیا تم اتنی جلدی کاکا کے سارے احسانات کو بھلا دو گے۔" کاکا کا لہجہ زہر آلود ہو گیا۔ "اتنے بے مروت تم پہلے تو کبھی نہیں تھے۔"

"تم نے بھی اس طرح مجھ سے کبھی نگاہیں نہیں پھیری تھیں۔"

"بھوشن کے بارے میں میرا کہا مان لو۔ کاکا کی نگاہوں کے زاویے تمہارے حق میں پھر بدل جائیں گے۔"

"نہیں۔ میں بھوشن کی طرف دوستی کا ہاتھ کسی قیمت پر بڑھانے کو تیار نہیں ہوں۔" میں نے فیصلہ کن آواز میں جواب دیا۔

"جگت نارائن سے مقابلہ کر سکو گے۔" وہ تمسخر اڑاتے ہوئے بولی۔ "سوچ لو۔"

"کیا تم میرا پیچھا نہیں چھوڑ سکتیں۔"

"نغمہ کا صرف نام ہی سنا ہے یا یہ بھی جانتے ہو کہ وہ کس قدر خود سر اور خطرناک ناگن ہے۔"

"کیا مطلب ــــ؟"

"میں اسے بتا سکتی ہوں کہ کرائم رپورٹر کی حیثیت سے اسے تم نے فون کیا تھا۔ پھر کیا بیتے گی تمہارے اوپر۔"

"مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہے۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کی کوشش کر رہے ہو۔ کیوں میرے بھولے ناتھ۔" اس کی مسکراہٹ میں تضحیک کا پہلو نمایاں تھا۔

"وقت سے فائدہ اٹھا رہی ہو کاکا رانی۔" میں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ "ورنہ مجھے وہ وقت بھی یاد ہے جب تم میرے قریب آنے سے بھی خوفزدہ رہتی تھیں۔ کچھ یاد ہے یا سب بھول گئیں؟"

"کبھی کے دن بڑے ہوتے ہیں تو کبھی کی راتیں۔ کیا تم چاند کو نکلنے یا سورج کو ڈوبنے سے روک سکتے ہو۔" وہ زہرخند سے بولی۔ "مجھے یہ بھی یاد ہے کہ صرف ایک شنکر نے روپ نگر میں تمہارا جینا دوبھر کر دیا تھا۔ تمنا کو یاد کرو، اس نے تمہاری ساری افسری شنکر کے ایک اشارے پر مٹی میں ملادی تھی۔"

"ہاں ــــ مجھے یہ بھی یاد ہے کہ میں نے تمہیں ایک پہاڑ کی گندگی سے نکالا تھا ورنہ ــــ"

"شہباز خان۔" کاکا کا لہجہ بڑا ہی خطرناک اور سفاک ہو گیا۔ "آگ سے کھیلنے کی کوشش مت کرو ورنہ جل بھن کر راکھ ہو جاؤ گے۔"

"موت اور زندگی خدا کے ہاتھ میں ہے۔"

"یہ بات تمہیں اس وقت یاد کیوں نہیں آئی جب تم

مصیبت میں مجھے آواز دیا کرتے تھے۔"

"اب بھی وقت نہیں گزرا۔"

"وقت کی بات مت کرو۔" وہ غصے سے کانپ اٹھی۔ "وقت کل بھی کالکا کی مٹھی میں تھا اور آج بھی کالکا کے اشارے کا غلام ہے۔"

"پھر دیر کس بات کی ہے۔" میں نے حسنہ کے ایک جملے کو یاد کرتے ہوئے کہا۔ "اب تو میرے سر سے وہ سایہ بھی ہٹ گیا جس کی وجہ سے تم میرے قریب آنے سے ڈرتی تھیں۔ میرے دل کا حال نہیں جان سکتی تھیں۔"

"اب بھی ایک شکتی ایسی ہے جو تمہاری سہائتا کر رہی ہے لیکن وہ زیادہ دنوں تک تمہیں کالکا سے نہیں بچا سکے گی۔ وقت کی قدر کرو شہباز خان' مجھ سے دوستی کرلو۔ کالکا اب بھی تمہیں شما کردے گی پرنتو اس کے لیے تمہیں کچھ دنوں کے لیے بھوشن کو بھولنا ہوگا۔" وہ سپاٹ لہجے میں مجھے گھورتے ہوئے بولی۔ "میں وچن دیتی ہوں کہ سمے گزرنے کے بعد بھوشن کو بھی موہنی کی طرح تمہارے حوالے کردوں گی۔"

"تم اگر دیوی دیوتاؤں کی وجہ سے آج بھوشن کی مدد کرنے پر مجبور ہو تو وہ کل بھی تمہیں مجبور کرسکتے ہیں۔" میں نے اس بار قدرے نرمی سے جواب دیا' لیڈی مکلارنس نے مجھے یہی مشورہ دیا تھا کہ مصلحتاً کالکا سے بگاڑ نہ کروں ورنہ حالات میرے حق میں اور خراب ہوسکتے ہیں۔ چنانچہ میں نے بڑی خوبصورتی سے گفتگو کو ایک موڑ دیتے ہوئے کہا۔ "کیا ضروری ہے کہ تم کل مکمل طور پر آزاد ہو جاؤ گی؟"

"یہ بات تم نے موہنی کے سلسلے میں تو نہیں سوچی تھی' پھر اب کیوں غور کر رہے ہو۔"

"اس لیے کہ کبھی کے دن بڑے ہوتے ہیں اور کبھی کی راتیں۔" میں نے اسی کا جملہ لوٹاتے ہوئے کہا۔ "کیا تم چاند کے طلوع اور سورج کے غروب کو روک سکتی ہو۔"

"بہت سمجھ دار ہوگئے اب۔ اچھا بولنے لگے ہو۔"

"سب تمہاری کرپا ہے ورنہ میں بھلا کس قابل ہوں۔"

"تم کس قابل ہو یہ بات جاننے کے لیے تم نے کبھی کالکا کے من میں جھانکنے کی کوشش ہی نہیں کی۔" وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی پھر قریب آکر اس نے اپنی بانہیں میرے گلے میں ڈال دیں۔ اس کی سانسوں کی تپش مجھے پگھلانے لگی۔ اس کا قرب قیامت خیز تھا۔ وہ قہر کی دیوی سے اچانک ایک حسین دوشیزہ کا روپ اختیار کرچکی تھی۔ اس کے انداز میں خود سپردگی تھی۔ میں نے اس کی بانہوں کو اپنی گردن سے نکالنے کی کوشش کی تو وہ بڑی حسرت سے بولی۔

"کیا میں اتنی ہی بری ہوں کہ تم اب میرا قرب بھی برداشت نہیں کرسکتے۔" اس کے لہجے میں حسرتیں اور آرزوئیں تڑپ رہی تھیں۔

"میں پتھر نہیں ہوں کالکا رانی۔ انسان ہوں۔" میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ "یہ دھوپ چھاؤں کا کھیل کسی دن مجھے پاگل کردے گا۔"

"جب میں تمہارے لیے دیوانی ہوگئی ہوں تو تم ہوش میں رہنے کی باتیں کیوں کر رہے ہو۔" وہ بہکنے لگی۔ کسی چٹان کی طرح وہ میرے راستے میں حائل ہوگئی تھی۔ میں نے سنبھلنا چاہا لیکن سنبھل نہ سکا۔ میرے قدم رپٹ گئے۔

وہ سب کچھ ایک خواب کی مانند تھا۔ مجھے کسی بات کا ہوش نہیں تھا۔ میں نے جتنا ابھرنے کی کوشش کی اتنا ہی ڈوبتا چلا گیا پھر جوار بھاٹے کی یہ کیفیت ختم ہوئی تو میں اپنی جگہ پر بیٹھا تھا اور کالکا۔ وہ تھکے تھکے انداز میں میرے سامنے بیٹھی مسکرا رہی تھی۔ میں ان لمحوں کو الفاظ کا پیرہن دینے سے قاصر ہوں۔ جو کچھ میں نے محسوس کیا تھا وہ ایک خوبصورت خواب بھی ہوسکتا تھا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ کالکا کے گلابی ہونٹوں کی آسودگی میرے خیالوں پر نرم اور بھیگے بادلوں کے تودوں کی طرح چھائی جارہی تھی۔

"کس وچار میں گم ہو میرے پران ناتھ۔" کالکا کے لہجے میں پیار ہی پیار تھا۔

"یہ سب کچھ۔ کیا تھا۔" میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔

"کیوں۔ کیا تمہیں پچھتاوا ہو رہا ہے۔" اس نے خمار آلود آنکھوں سے مجھے دیکھا پھر بہکے انداز میں بولی۔ "آج تم نے جیون میں پہلی بار بڑے پیار سے کالکا کے شریر کو چھوا ہے۔ کالکا کی برسوں کی پیاس بجھی ہے۔ ان بیتے لمحوں کو یاد رکھنا۔ بھول گئے تو تمہاری کالکا رانی۔۔۔" وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔ اس کی بادامی آنکھوں میں تیرتے ہوئے ڈورے کچھ اور کہانی کہہ رہے تھے لیکن میں ابھی تک گزرے لمحوں کو محض خواب سمجھ رہا تھا۔ جو کچھ میں نے محسوس کیا وہ سحر بھی ہوسکتا تھا۔ کالکا طاغوتی قوتوں کی مالک تھی۔ شاید اس نے مجھے خوابوں کی دنیا میں لے جا کر اپنا اسیر بنانے کی کوشش کی تھی۔ میں نے موقع کی نزاکت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا۔

"بھوشن کے بارے میں اب تم نے کیا سوچا ہے؟"

"دھرتی کی کوئی طاقت اسے پھانسی کے پھندے تک نہیں لے جاسکتی۔" کالکا کی خباثتیں یکلخت جاگ اٹھیں۔ "میں نے دیوتاؤں کو وچن دیا اور میں اپنے دیے ہوئے وچن سے پھر نہیں کرسکتی۔"

"تمہیں معلوم ہے کہ بھوشن کے ٹولے میں اب جگت نارائن بھی شامل ہوگیا ہے؟" میں نے اسے رام کرنے کی کوشش کی۔

"ہاں میں جانتی ہوں لیکن جب تک کالکا نہ چاہے جگت نارائن کے اگلے پچھلے بھی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

"نرمل کی موت کو کیوں بھول رہی ہو۔ وہ بے گناہ ہونے کے باوجود قاتلوں کی زد میں آگئی' پانڈے نے خودکشی کرلی' دشمنوں نے اس کا گھر اور کاروبار سب کچھ جلا کر راکھ کردیا۔"

"اس میں تمہارے متر کا دوش ہے۔" وہ سپاٹ آواز میں بولی۔ "اس نے بھوشن سے ٹکرانے کا سپنا دیکھا تھا۔ پانڈے کی سہائتا کرنے کی کوشش کی تھی اگر وہ ایسا نہ کرتا تو پانڈے اور نرمل بچ بھی سکتے تھے۔"

"جگت نارائن کی اصلیت کیا ہے؟" میں نے اسے کریدا۔

"وہی جو تم نے سنا ہے۔ پرنتو ایک بات کا دھیان رہے۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔ "تم اگر سارا جیون بھی بلیدان کردو تو بھی کبیرداس کو جگت نارائن ثابت نہیں کرسکو گے۔ کیول اتنا یاد رکھو کہ صرف کالکا ہی تمہیں اس کے عتاب سے بچا سکتی ہے۔"

"مادھولال کو کس جرم میں مارا گیا؟" میں نے پہلو بدل کر پوچھا۔ "وہ تو نرمل کو مارنے میں ناکام نہیں ہوا تھا پھر۔۔۔"

"جگت نارائن نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی اسے راستے سے ہٹادیا ہوگا۔" وہ بے پروائی سے بولی۔

"کیا جھیل پارک میں سفاری سوٹ والے کی ہولناک موت بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی؟"

"ہوسکتا ہے۔" اس بار کالکا نے خلا میں گھورتے ہوئے جواب دیا۔

"اور اس کا نام نند کشور تھا؟"

"تمہیں یہ نام کس نے بتایا؟" کالکا نے چونک کر مجھے گھورا اور میں فوری طور پر اپنی جگہ محتاط ہوگیا۔ میرا خیال تھا کہ کالکا کی ناپاک قوتوں کو اکبر درانی کا علم ہوگا۔ اسی نے مجھے نند کشور کا نام بتایا تھا لیکن کالکا کے چونکنے کا انداز چغلی کھا رہا تھا کہ اسے میری اور اکبر درانی کی ملاقات کے بارے میں کچھ نہیں معلوم اگر میرا اندازہ درست تھا تو پھر اکبر درانی کی اصلیت کیا تھی؟ وہ کون تھا جو اکبر درانی کی حیثیت سے مجھے چارٹرڈ اکاؤنٹ کے دفتر میں ملا تھا۔ میں کچھ دیر تک کالکا کو سپاٹ نظروں سے گھورتا رہا پھر میں نے اسے آزمانے کی خاطر سوال کیا۔

"کیوں۔ کیا سفاری سوٹ والے کا نام نند کشور نہیں تھا؟"

"یہی نام تھا لیکن تمہیں کس نے بتایا تھا؟" وہ بدستور میری نگاہوں میں جھانکتے ہوئے بولی۔ "میں نے اپنے دل کے دروازے بند کرلیے۔ اپنی سوچوں کا سوئچ آف کردیا تاکہ وہ میرے دل کا حال نہ جان سکے۔ بات کا رخ بدل کر پوچھا۔

"تم نے نغمہ کو خود سر اور ناگن کیوں کہا تھا؟"

"میں نے غلط نہیں کہا تھا۔ وہ اوپر سے جتنی حسین نظر آتی ہے اندر سے اتنی ہی زہریلی ہے۔" وہ مجھے گھورتے ہوئے بولی۔ "اس کے قریب جانے کی کوشش بھی نہ کرنا ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔"

"کیا تم نغمہ کے سلسلے میں بھی میری کوئی مدد نہیں کرسکتیں؟"

"تم چاہو تو اس کے رنگ و روپ سے کھیل سکتے ہو' اپنے من کی پیاس بجھا سکتے ہو لیکن اپنے اصلی روپ میں۔" کالکا کا لہجہ معنی خیز ہوگیا۔ "میں تمہاری کارن اس کو رام کرلوں گی۔ وہ تمہاری ہر آگیا کا پالن کرنے پر مجبور ہوگی لیکن تم اس سے سفاری سوٹ والے کے بارے میں کچھ نہیں معلوم کرو گے۔"

"کیا وہ اتنا ہی اہم آدمی تھا؟"

"غلط سمجھے۔" اس نے مسکرا کر جواب دیا۔ "جگت نارائن کے لیے کوئی آدمی اہم نہیں ہوتا اگر اس کا سگا بھائی بھی اس کے راستے میں آجائے تو وہ اسے بھی موت کی نیند سلانے سے ہچکچائے گا نہیں۔"

"پھر تم۔۔۔"

"میں نہیں چاہتی کہ تم اس کا کھوج لگانے کی کوشش کرو۔" وہ دوبارہ سنجیدہ ہوئی۔

"نغمہ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا وہ اس کرائم رپورٹر کو اپنے جال میں پھانسنے کی کوشش نہیں کرے گی جس نے اسے ساحل کے کنارے ملاقات کی دعوت دی ہے؟"

"اسی کارن میں نے کہا ہے کہ تم اس سے اپنے اصلی روپ میں ملو۔" کالکا نے جواب دیا۔ "تم نہیں جانتے اس کے بارے میں لیکن میں جانتی ہوں' اس نے طے کرلیا ہے کہ تمہاری زبان ہمیشہ کے لیے بند کردی جائے۔ میرا اشارہ کرائم رپورٹر کی طرف ہے جس کے لیے اس نے بڑا خطرناک جال بنا ہے۔"

"سلمان قیصر کون ہے؟"

"ایک نوجوان کوی (شاعر)۔" وہ تھوڑے توقف کے بعد بولی۔ "نغمہ اس کے پریم میں دیوانی ہو رہی ہے۔ جانتے ہو کیوں۔" اچانک اس کا لہجہ پھر خمار آلود ہوگیا۔ "اس نے کئی بار اپنے سندر شریر کو اس کے سامنے کھلی کتاب کی طرح پیش کیا لیکن کوی دیومہاراج نے اسے سویکار کرنے سے انکار کردیا۔ نغمہ اپنی ہار کو ایک چیلنج سمجھ رہی ہے۔ وہ ہر قیمت پر اس دیوانے کو حاصل کرنے کے سپنے دیکھ رہی ہے لیکن وہ کبھی سپھل نہیں ہوگی۔"

"وجہ پوچھ سکتا ہوں؟" میں نے رازداری کا انداز اختیار کیا۔

"بس' یہ سمجھ لو کہ نیلے آکاش والے بھگوان کو ان کا ملاپ

منظور نہیں ہے۔ پرنتو میں اس حسین ناگن کا سارا زہر نکال کر اسے تمہارے چرنوں کی داسی بنا سکتی ہوں۔ بڑے مالدار باپ کی بیٹی ہے' سارا جیون عیش کر سکتے ہو۔ کیا خیال ہے؟"

"میں سمجھ رہا ہوں۔" میں مسکرا دیا۔ "شاید تم ماہ رخ کی طرح نغمہ کے شریر پر بھی اس وقت قبضہ جماؤ گی جب میں اس کے قریب جاؤں گا۔"

"ہاں۔" کالکا کی آنکھوں کے میخانے میں مستی کے ساغر ٹکرانے لگے۔ "میں تمہیں ہر رنگ' ہر روپ میں سویکار کرنا چاہتی ہوں۔"

"ایک بات پوچھوں؟"

"کیا اب بھی تم اجازت کی ضرورت محسوس کر رہے ہو؟"

"اس شعلے کا راز کیا ہے جس کے لپکتے ہی تم غائب ہو جاتی ہو۔ کہیں وہ تمہارا ہی کوئی نیا روپ تو نہیں ہے؟"

"تم نغمہ سے جب چاہو شہباز خان کے روپ میں مل سکتے ہو۔ وہ ٹوٹے ہوئے پھل کی طرح تمہاری جھولی میں آ گرے گی۔" کالکا نے میری بات کا جواب دینے کے بجائے اٹھتے ہوئے کہا۔ "تمہیں ایک بار پھر خبردار کر رہی ہوں۔ کسی اور حیثیت سے کبھی اس کے قریب جانے کی حماقت نہ کرنا۔"

"تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔" میں نے اس کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم مجھے اس شعلے کے راز سے آگاہ نہیں کرو گی۔"

"میں جا رہی ہوں شہباز خان پرنتو ایک بات کان کھول کر سن لو۔ تم کبھی کالکا کو کمزور سمجھنے کی بھول نہ کرنا۔"

وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو مجھے یقین آ گیا کہ شعلوں کے لپکنے کا کالکا کی ذات سے کوئی تعلق نہیں ہے پھر وہ کون سی ایسی قوت تھی جو کالکا کی راہ میں حائل ہو رہی تھی؟ میرا ذہن دوبارہ الجھنے لگا لیکن اسی وقت فون کی گھنٹی بجی اور میں نے نہ جانے کیوں دھڑکتے ہوئے دل سے فون اٹھا لیا۔ میرے وجود کے اندر ایک نامعلوم سی اتھل پتھل ہو رہی تھی۔

"شہباز اسپیکنگ۔" میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

"ندیم بول رہا ہوں۔" دوسری جانب سے ندیم کی آواز ابھری۔ "دفتر میں تمہیں کوئی خاص کام تو نہیں ہے؟"

"میں سمجھا نہیں؟" ندیم کے لہجے میں لڑکھڑاہٹ محسوس کر کے میرا دل اور زور سے دھڑکنے لگا۔

"آنٹی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ تم گھر آ جاؤ۔" ندیم نے اسی لہجے میں جواب دیا۔ "میں نے ڈاکٹر کو فون کر دیا ہے۔"

"ندیم۔" میں چیخ اٹھا۔ "تم مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش تو نہیں کر رہے ہو؟"

"نہیں۔" ندیم نے کہا۔ "آنٹی تمہیں بار بار یاد کر رہی ہیں اس لیے میں نے تمہیں فون کیا ہے۔"

"امی کا خیال رکھنا ندیم۔" میں اٹھتے ہوئے بولا۔ "میں آ رہا ہوں۔"

دوسری جانب سے ندیم نے شاید مجھے کچھ سمجھانے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ آندھی اور طوفان کی طرح لپکتا ہوا نیچے آیا۔ دانش مجھے اسٹیئرنگ پر بیٹھا ملا۔ میں نے لپک کر پچھلا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔ "گھر چلو۔۔۔ جلدی۔"

"خیریت تو ہے؟" دانش نے گاڑی اسٹارٹ کر کے تیزی سے ریورس کیا پھر اسی برق رفتاری سے کھلی سڑک پر آتے ہوئے بولا۔ "آپ مجھے کچھ پریشان نظر آ رہے ہیں۔ کوئی خاص بات؟"

"ندیم کا فون آیا تھا۔ امی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" جواب دیتے وقت نہ جانے کیوں میری آواز بھرا گئی۔

گھر پہنچ کر میں تقریباً بھاگتا ہوا امی کے کمرے میں داخل ہوا۔ نسیم' عارفہ' ندیم اور ڈاکٹر کے علاوہ گھر کی ملازمہ سب اسی ایک کمرے میں موجود تھے۔ ڈاکٹر' امی کو کوئی انجکشن لگا رہا تھا۔ ندیم نے میری وحشت کا اندازہ لگایا تو میرے قریب آ گیا۔

"پریشان مت ہو۔" وہ مجھے تسلی دیتے ہوئے بولا۔ "سب کچھ ٹھیک ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ آنکھیں پھاڑے امی کو دیکھتا رہا جو بے سدھ اپنے بستر پر پڑی تھیں۔ ڈاکٹر انجکشن لگا کر باہر نکلا تو میں اور ندیم بھی اس کے ساتھ تھے۔

"ڈاکٹر۔۔۔" میں نے دیوانگی کے عالم میں پوچھا۔ "امی کی حالت کیسی ہے؟ کوئی خطرے کی بات تو نہیں ہے؟"

"خدا سے دعا کریں' وہ بڑا مسبب الاسباب ہے۔" ڈاکٹر نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر پیشہ ورانہ انداز میں کہا۔ "میں نے نیند کا انجکشن اور پلین کلر ملا کر دے دیا ہے کچھ دیر سو کر اٹھیں گی تو طبیعت قدرے بحال ہو جائے گی۔"

"انھیں کیا مرض ہے؟" میں مجسم سوال بن گیا۔

"سب سے بڑا مرض بڑھاپا ہوتا ہے شہباز صاحب۔ ہمت سے کام لیں۔"

ندیم ڈاکٹر کو چھوڑنے باہر چلا گیا تو میں دوبارہ امی کے کمرے میں آ گیا۔ نسیم اور عارفہ امی کے قریب بیٹھی آہستہ آہستہ ان کا سر سہلا رہی تھیں۔ میں نے عارفہ کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں نمناک تھیں۔

"امی حضور۔" میں نے بستر پر امی کے قریب بیٹھ کر انھیں دھیرے سے آواز دی تو امی نے آنکھیں کھول دیں۔ ان کے چہرے پر شدید نقاہت نظر آ رہی تھی۔ میں ان کی آنکھوں سے چھلکتی ہوئی حسرت اور مایوسی دیکھ کر لرز اٹھا۔ میرا دل اور

شدت سے دھڑکنے لگا۔

"تم آ گئے شہباز۔" وہ نقاہت بھری آواز میں بولیں۔ "میں بہت دیر سے تمہاری راہ دیکھ رہی تھی۔"

"کل سے میں دفتر نہیں جاؤں گا امی۔" میں نے ان کا کمزور ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر مسکرانے کی کوشش کی۔ "جب تک آپ ٹھیک نہیں ہو جاتیں۔ میں ہر وقت آپ ہی کے پاس رہوں گا۔"

"اور دفتر۔۔۔"

"وہاں میں ندیم کو بھیج دیا کروں گا۔" میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے جواب دیا۔

"بڑا اچھا بچہ ہے وہ۔ خدا اسے اور نسیم کو ہمیشہ سلامت رکھے۔"

"اور مجھے کوئی دعا نہیں دیں گی؟" عارفہ نے شکوہ کیا۔

"تم۔۔۔ میرے شہباز کا خیال رکھنا۔" امی نے نگاہوں کا رخ بدل کر عارفہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "میری دعائیں۔۔۔ تمہارے ساتھ۔۔۔ ہیں۔"

"آپ کچھ دیر آرام کر لیں۔" میں نے امی کے ہاتھ کو آہستہ سے دباتے ہوئے کہا۔ "ڈاکٹر کہہ رہا تھا کہ آپ کو آرام کی شدید ضرورت ہے۔ سو کر اٹھیں گی تو آپ کی طبیعت بحال ہو جائے گی۔"

"امی نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ کچھ دیر تک ویران ویران نظروں سے چھت کی طرف دیکھتی رہیں پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولیں۔ "کل رات۔ میں نے تمہارے باپ کو خواب میں دیکھا تھا۔"

"یہ تو بڑا اچھا خواب ہے۔" میں نے اپنے دل سے امڈتے ہوئے آنسوؤں کو پینے کی کوشش کی۔ "خدا نے چاہا تو آپ دوبارہ صحت یاب ہو جائیں گی۔"

"تمہارے باپ۔ بہت اداس۔۔۔ اداس اور تنہا نظر آ رہے تھے۔" امی کی نگاہوں کے گوشے بھیگنے لگے۔

"امی۔" میں دبی دبی آواز میں چیخ اٹھا۔

"وہ۔ وہ۔۔۔ مجھے بلا رہے تھے۔"

"نہیں۔" میں تڑپ اٹھا۔ "آپ مجھے چھوڑ کر نہیں جائیں گی۔ کبھی نہیں۔ مجھ سے وعدہ کریں۔"

ندیم کمرے میں واپس آیا تو ہماری حالت ہی سے اس نے اندازہ لگا لیا کہ ہمارے دلوں کی کیفیت کیا تھی۔

"بچوں جیسی باتیں کر رہا ہے۔" امی نے مجھے ممتا بھری نگاہوں سے دیکھا۔ "قیامت تک۔۔۔ بھلا کون۔۔۔ زندہ رہا ہے۔"

"آنٹی۔" ندیم نے تیزی سے قریب آتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ "یہ تو سدا کا طفل مکتب ہی رہا ہے۔ آپ ہم جیسے بزرگوں سے بات کریں۔"

امی نے ندیم کی بات سنی تو ایک پھیکے سے تبسم نے ان کے مرجھائے ہوئے ہونٹوں پر ابھرنے کی کوشش کی ندیم کو بڑی اپنائیت سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "ندیم۔ بیٹے۔ تم بھی میرے۔۔۔ شہباز کا۔۔۔ خیال رکھنا۔"

اس بار امی کے لب و لہجے میں کچھ ایسی بات تھی کہ ندیم بھی تڑپ اٹھا۔ عارفہ اور نسیم نے اپنی چھلکتی ہوئی آنکھوں کو دوپٹے سے خشک کرنے کی ناکام کوشش شروع کر دی۔ میں نے چراغ نیم شب کی لو کو امی کی آنکھوں میں کپکپاتے محسوس کیا تو چیخ اٹھا۔

"امی۔ خدا کے لیے ایسی باتیں نہ کریں۔" میری آواز بھرانے لگی۔ "کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا کلیجہ پھٹ جائے۔"

"ہمت سے کام لو شہباز۔" ماں نے آخری سنبھالا لیتے ہوئے کہا۔ "عارفہ اور نسیم دونوں کا خیال رکھنا۔"

"امی پلیز۔" میں ماں کے سینے کی کشادگی میں سر چھپا کر بلکنے لگا۔ "ابھی مجھے آپ کی ضرورت ہے۔ آپ کے پیار کی' آپ کی محبت کی' آپ کی دعاؤں کی۔ میں تنہا رہ گیا تو بھٹک جاؤں گا۔"

ماں کے شفقت بھرے ہاتھ میرے الجھے بالوں میں حرکت کر رہے تھے پھر ان کی حرکت معدوم ہوئی تو کمرے میں تمام افراد دھاڑیں مار مار رونے لگے۔ مجھے جیسے سکتہ ہو گیا۔ ماں کے دل کی دھڑکن میرا ساتھ چھوڑ چکی تھی۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ ماں کی پتھرائی ہوئی نظریں میرے چہرے پر ہمیشہ کے لیے ساکت ہو گئی تھیں۔ ندیم نے آگے بڑھ کر مجھے تھام نہ لیا ہوتا تو شاید میں اپنا سر دیوار سے مار مار کر پاش پاش کر لیتا۔ نسیم اور عارفہ کے علاوہ گھر کے سارے ملازم بھی رو رہے تھے۔ ندیم نے ہاتھ بڑھا کر ماں کی آنکھیں بند کیں پھر مجھے باہر لے آیا۔ ایک ماں کا سایہ سر سے اٹھ جانے کے بعد جیسے زندگی کی تمام خوشیاں مجھ سے روٹھ گئی تھیں۔ صرف آنسوؤں کا سیلاب اور ہچکیوں کا زیر و بم میرا ساتھ دے رہے تھے۔

☆ ——— ❖ ——— ☆

تجہیز و تکفین سے فارغ ہونے کے بعد قبرستان میں موجود تمام اپنے اور پرائیوں نے فاتحہ کے لیے ہاتھ اٹھا لیے تھے۔ میں بھی دل ہی دل میں ماں کی مغفرت کے لیے دعائیں مانگ رہا تھا پھر اچانک میں نے ہجوم میں اکبر درانی کو کھڑے دیکھا۔ وہ بھی ہاتھ اٹھائے ہمارے ساتھ کھڑا تھا لیکن کیوں؟ اس کا ہمارے غم سے کیا تعلق تھا؟ میری کنپٹیاں چٹخنے لگیں۔

اکبر درانی کو فاتحہ پڑھتے دیکھ کر میں ایک لمحے کو جیسے سب کچھ بھول گیا۔ نرمل اور مادھولال کی موت کے سلسلے میں اس نے سیفی چیمبرس میں مجھے خود اپنے آفس میں بلا کر نند کشور کے بارے میں بتایا تھا پھر نند کشور بھی پارک میں جھیل کے کنارے ایک ہولناک دھماکے کے ساتھ اڑ گیا تھا۔ بعد میں' میں نے اکبر درانی سے اس کے دفتر کے نمبروں پر بات کی تو اس نے سرے سے یہ ماننے سے انکار کر دیا تھا کہ میری اور اس کی ملاقات بھی کبھی ہوئی تھی۔ اس کے بیان کے مطابق جس روز مادھولال کا قتل ہوا تھا اس کے بعد اس نے پولیس اور دیگر اداروں کی تفتیشی مہم سے تنگ آ کر اپنا دفتر بند کر دیا تھا۔

میں نے ہجوم میں ٹھہرے اکبر درانی کو غور سے دیکھا۔ وہ سو فیصد وہی تھا جس سے چارٹرڈ اکاؤنٹ کے دفتر میں ملاقات ہوئی تھی۔ اس کا میری ماں کی موت میں شرکت کرنا کیا معنی رکھتا تھا؟ وہ کون تھا؟ کس لیے میرے ذہن کو الجھانے کی کوشش کر رہا تھا؟

میرے ذہن میں آندھیاں چلنے لگیں۔ مجھے کالکا یاد آئی۔ ندیم نے جس وقت مجھے ماں کی بیماری اور طبیعت خراب ہونے کی اطلاع دی تھی۔ اس وقت کالکا میرے دفتر ہی میں تھی۔ اس نے کہا بھی تھا کہ اگر میں نے پروفیسر ابرار کے مخصوص فارم ہاؤس پر ... [illegible]

بات سے آگاہ کر دے گی کہ جس شخص نے اسے کرائم رپورٹر بن کر فون کیا تھا اور دوسرے دن مغربی ساحل کے کیفے "دن پلس" میں شام پانچ بجے ملنے کو کہا تھا وہ میرے سوا کوئی اور نہیں تھا۔ ایک موقع پر اس نے مجھے باپ کی عبرتناک موت کا حوالہ دیتے ہوئے یہ بھی کہا تھا کہ کیا مجھے اپنی ماں کی زندگی عزیز نہیں ہے۔ اس وقت میں ماں کی تازہ قبر پر کھڑا فاتحہ پڑھ رہا تھا جب اکبر درانی مجھے نظر آ گیا۔ وہ آنکھیں بند کیے دونوں ہاتھ دعا کے انداز میں اٹھائے فاتحہ پڑھنے میں مصروف تھا۔

ہر چند کہ وہ وقت میرے لیے کسی چھان بین کے لیے مناسب نہیں تھا پھر بھی میں غیر ارادی طور پر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا اس کے قریب چلا گیا۔ اتنا قریب کہ اب وہ میری دسترس سے باہر نہیں تھا۔ وہ بدستور فاتحہ پڑھنے میں محو تھا۔

"کون ہو تم؟" میں نے سرد لہجے میں سرگوشی کی۔

"بری بات ہے۔" اس نے آنکھیں بند کیے کیے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے۔"

"لیکن۔۔۔"

"میں تمہارے غم میں برابر کا شریک ہوں۔" اس نے مدھم لہجے میں جواب دیا۔ "تمہیں صرف یہ باور کرانے کی خاطر آیا ہوں کہ تمہاری ماں کی موت قطعی طور پر طبعی تھی۔ اس [illegible] کسی ماورائی طاقت کا کوئی دخل نہیں تھا۔"

"میں تم سے ایک بار پہلے بھی مل چکا ہوں۔" سیفی چیمبرس کی دوسری منزل پر واقع چارٹرڈ اکاؤنٹ کے دفتر میں۔"

"ہاں۔ میں وہی ہوں لیکن میرا اس دفتر سے کبھی کوئی تعلق نہیں رہا۔"

اس کی معصومیت پر میرے خون کی گردش تیز ہونے لگی۔ ماں کی موت نے میرے وجود کو ہلا کر رکھ دیا تھا اور اب اکبر درانی کی گول مول باتیں میرے خون کی گردش کو تیز کر رہی تھیں۔

"تم یہاں کس لیے آئے ہو؟"

"تمہاری ماں کی فاتحہ میں شرکت کی غرض سے۔"

"مگر تمہارا ہمارے تم سے کیا تعلق ہے؟" میں جھلا گیا۔

"انسان ایک دوسرے کے لیے ہمیشہ اجنبی رہتا ہے لیکن حالات اور ضرورتیں ہمیں ایک دوسرے کے قریب لے آتی ہیں اور پھر آپس کا یہ میل ملاپ انسان دوستی کا سبب بن جاتا ہے۔ کیا تمہیں میرا یہاں آنا برا لگا ہے؟"

اکبر درانی نے پہلی بار آنکھیں کھول کر مجھے گھورا تو ایک لمحے کو میں لرز اٹھا۔ اس کی بڑی بڑی آنکھوں کی جگہ صرف خلا نظر آ رہا تھا جس کے اندر آگ کے بھیانک شعلے دہک رہے تھے۔ میرے پورے جسم میں خوف کی سرد لہر دوڑ گئی لیکن پھر میں نے دیوانوں کی طرح اسے پوری قوت سے اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا اور چیخ کر بولا۔

"میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ مرد ہو تو کھل کر مقابلے پر آؤ۔ چوروں کی طرح سے آنکھ مچولی مجھے پسند نہیں ہے۔ ماں کی موت کے بعد اب مجھے کسی قوت کی کوئی پروا نہیں ہے۔ موت ایک نہ ایک دن آنی ہے پھر آج ہی کیوں نہ آ جائے۔"

"سنبھلو شہباز خان۔" ایک آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "خود کو تماشا بنانے کی کوشش مت کرو۔ میں تمہارا دشمن نہیں دوست ہوں۔"

"تم جھوٹے ہو۔ دغاباز ہو۔ مکار ہو۔ فریبی ہو۔" میں نے اسے پوری قوت سے جھنجوڑتے ہوئے کہا۔ "تم نہ سہی لیکن تمہاری جیسی کسی پراسرار قوت نے مجھے میری ماں کی موت کی دھمکی دی تھی لیکن اب موت بھی میری نگاہوں میں۔۔۔"

"شہباز۔" ندیم نے قریب آ کر مجھے پکڑ لیا۔ "ہوش میں آؤ۔"

"میں ہوش میں ہوں لیکن یہ۔۔۔" میں نے اکبر درانی کی طرف دیکھا تو میری آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ میں نے اس وقت جس کو پوری قوت سے دبوچ رکھا تھا وہ وارثی کے سوا کوئی دوسرا نہیں تھا۔ "تم۔۔۔" میں خدا سے پھٹی پھٹی نگاہوں سے گھورا۔

"اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کیجئے سر۔" وارثی نے بڑی اپنائیت سے کہا۔

"میرے ساتھ آؤ۔" ندیم مجھے ہاتھ تھام کر ماں کی قبر پر لے گیا تو میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ قبر پر بکھرے ہوئے تازہ گلاب کے پھول مجھے ان انگاروں کی طرح نظر آ رہے تھے جن پر مجھے زندگی کا باقی سفر طے کرنا تھا۔ باپ کی موت کے بعد اب ماں کا سایہ بھی میرے سر سے اٹھ چکا تھا۔ میری جنت میرے قدموں تلے سے کھینچ لی گئی تھی۔ آنسوؤں کی روانی نے میری آنکھوں کے سامنے دھند پیدا کر دی تھی۔

"پلیز مسٹر شہباز۔" سراج کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "صبر سے کام لیں ورنہ آپ کی ماں کی روح بے چین ہو جائے گی۔"

سراج نے شاید ٹھیک ہی کہا تھا۔ ماں ہر حال میں ماں ہوتی ہے۔ مرنے کے بعد بھی اس کی روح اور ممتا کی تڑپ اپنی اولاد کے لیے بے چین رہتی ہے۔ میں نے جلدی سے آنسو پونچھ لیے۔ سر تھام کر ماں کی قبر کے سرہانے بیٹھ گیا۔ ندیم اور سراج میرے وجود کو سہارا دینے کی کوشش کر رہے تھے۔ پھر ہم قبرستان سے واپس آ گئے۔ ماں کی منوں مٹی کے نیچے دبا کر اسے قبرستان کے سناٹے میں تنہا چھوڑ دیا تھا۔ راستے بھر میں خود کو سنبھالتا رہا۔ ندیم اور سراج میرے ساتھ ساتھ تھے۔ وہ مجھے بار بار صبر کی تلقین کر رہے تھے۔ میں کچھ دیر کے لیے خاموش ہو جاتا پھر ماں کا چہرہ میرے تصور میں ابھرتا تو پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتا۔

دس روز تک میں دفتر نہیں گیا۔ میری طرح ندیم' عارفہ اور نسیم کی حالت بھی غیر تھی لیکن وقت آہستہ آہستہ ہمارے داؤں کو رفو کرتا رہا زندگی کے ہنگامے رفتہ رفتہ پھر واپس آنے لگے۔

گیارہویں روز میں دفتر گیا تو میرے عملے کے افراد میرے آفس میں جمع ہو گئے۔ وہ مجھے پرسہ دینے آئے تھے۔ تعزیت کی اس رسم کو نبھا رہے تھے جو صدیوں سے چلی آ رہی تھی۔ میں ڈبڈبائی آنکھوں سے ان کی محبت' اپنائیت اور خلوص کا شکریہ ادا کرتا رہا۔ سب واپس جانے لگے تو میں نے وارثی کو ہاتھ کے اشارے سے روک لیا۔ قبرستان والی حرکت پر ندامت کا اظہار کیا تو اس نے بڑی اپنائیت سے کہا۔

"جو کچھ ہوا اسے بھولنے کی کوشش کریں سر۔ زندگی ان ہی نشیب و فراز کا نام ہے۔ ہر شخص کو ایک نہ ایک دن ایسے المناک مرحلوں سے گزرنا پڑتا ہے لیکن دنیا کا کاروبار اسی طرح چلتا رہتا ہے۔ ہم اس کی امانت ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب چاہے اپنی امانت ہم سے واپس لے لیتا ہے۔"

"آپ شاید ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" میں نے رسمی انداز میں جواب دیا۔

وارثی چلا گیا تو اکبر درانی کا خیال میرے ذہن میں دوبارہ جاگ اٹھا۔ ماں کی موت نے میرے پورے وجود کو کسی پھٹتے ہوئے آتش فشاں کی مانند جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا لیکن مجھے یقین تھا کہ جو کچھ میں نے دیکھا تھا وہ میری آنکھوں کا فریب نہیں تھا۔ میرا ذہن بھٹکتا رہا پھر میں نے خود کو فائلوں کے اندر دفن کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ دس روز کے اندر پورا کاروبار جیسے ٹھپ ہو کر رہ گیا تھا۔ وارثی نے پورے دفتر کو سنبھال رکھا تھا لیکن بے شمار فائلیں ایسی بھی تھیں جن پر میرے دستخط کے بغیر کوئی عمل درآمد نہیں ہو سکتا تھا۔ میں ان فائلوں کو نمٹانے کی کوششوں میں مصروف تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ریسیور اٹھا لیا۔

"مجھے افسوس ہے کہ تمہارے غم میں شریک نہیں ہو سکی۔" دوسری جانب سے ماہ رخ کی آواز ابھری۔ "لیکن کیا تم یقین کرو گے کہ میں بھی تمہارے دکھ میں برابر کی شریک ہوں۔ کاش میرے اختیار میں ہوتا اور میں تمہارے غموں کا کچھ بوجھ بانٹ سکتی۔"

"میں شکر گزار ہوں کہ تم نے مجھے یاد رکھا۔" میں نے ایک رسمی سا جملہ کہا۔

"مجھے خوشی ہے کہ تم دفتر واپس آ گئے۔"

"زندگی گزارنے کی خاطر جدوجہد تو کرنی ہی پڑتی ہے۔"

"کیا میں تمہارا کچھ کام بانٹ سکتی ہوں؟"

"شکریہ۔" میں نے کہا پھر بولا۔ "تم اس وقت کہاں سے بات کر رہی ہو؟"

"اسپتال سے رخصت حاصل کرنے کے بعد میں دوبارہ اسی چھت کے نیچے آ گئی ہوں جہاں سے زندگی اور موت' دوستی اور دشمنی کا کھیل شروع ہوا تھا۔ اس کے لہجے میں تلخی تھی۔ انتقام کی چنگاریاں چیخ رہی تھیں۔

"اچھا ہوا کہ تم نے سلیمان شاہ سے مفاہمت کر لی۔"

"مفاہمت" اس کا لہجہ استہزائیہ تھا۔ دوسرے یہی سمجھ رہے ہیں کہ میں اور سلیمان پھر سے ایک ہو گئے ہیں لیکن ایسا نہیں ہے۔ اب ہم ایک دوسرے کے بدترین دشمن ہیں۔"

"اس کے باوجود تم سلیمان شاہ کے ساتھ رہ رہی ہو۔"

"ہاں۔ شاید اس لیے کہ میں کوئی کمزور عورت نہیں ہوں یا پھر اس لیے کہ میں سلیمان شاہ کو فرار کا کوئی راستہ اختیار کرنے کا موقع نہیں دینا چاہتی۔ میں چاہتی ہوں کہ میرا دشمن میری نگاہوں کے سامنے رہے۔ میں اس کی ایک ایک شاطرانہ چال کو قریب سے دیکھتی رہوں تاکہ اس کا دفاع کرنے میں مجھے کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ میرا خیال ہے کہ اب سلیمان شاہ کو کم از کم اس بات کا احساس ضرور ہو گیا ہے کہ میں نے اس کے مقابلے میں اپنی شکست نہیں قبول کی۔"

"لیکن سلیمان شاہ کے خطرناک آدمی کسی وقت بھی تمہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔"

"مجھے خوشی ہے تمہیں ماہ رخ کا خیال اب بھی ہے۔" اس نے جذباتی انداز میں کہا پھر سنجیدگی سے بولی۔ "اب اس کوٹھی کی وہ پوزیشن نہیں رہی جو پہلے تھی۔ سلیمان شاہ کے زر خرید شکاری کتوں کی طرح میرے وفادار آدمی بھی ہر لمحہ ایک دوسرے کی نقل و حرکت پر کڑی نظر رکھتے ہیں۔ کسی وقت آگ کی چنگاریاں بھڑک کر خطرناک شعلوں کا روپ اختیار کر سکتی ہیں۔ خون خرابے میں بیس پچیس افراد بھی خرچ ہو سکتے ہیں لیکن میں اتنا جانتی ہوں کہ سلیمان شاہ براہ راست مجھے نشانہ بنانے کی حماقت نہیں کرے گا۔ میں نے بھی اپنے آدمیوں کو ہدایت کر دی ہے کہ وہ بھی اس کے گندے خون سے ہاتھ نہ رنگیں۔ صرف اس کے اجرتی قاتلوں کو اس بات کا احساس دلاتے رہیں کہ میں بھی پوری طرح بیدار ہوں۔"

"آگ اور پیٹرول کا ساتھ خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔" میں نے کہا۔

"لیکن ماچس کی ڈبیا کہیں گم ہو گئی ہے۔" ماہ رخ نے اپنے جملے کی وضاحت کرتے ہوئے سفاک انداز میں کہا۔ "میرا اشارہ اس حرافہ کی طرف ہے جس نے سلیمان شاہ کے کہنے پر مجھے زہر دینے کی کوشش کی تھی۔ جب تک وہ سامنے نہیں آ جاتی ہمارے درمیان کھلم کھلا جنگ کا آغاز نہیں ہو گا۔"

"کیا ملیحہ کا ابھی تک کوئی سراغ نہیں لگا؟" میں نے انجان بن کر پوچھا۔

"پہلے میرا خیال تھا کہ سلیمان شاہ کے اشارے پر اسے جان سے مار کر کہیں ویرانے میں گڑھا کھود کر دفن کر دیا ہو گا لیکن ایسا نہیں ہے۔ مجھے اپنے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ اس کے شکاری کتے اب بھی گلی کوچوں میں ملیحہ کی خوشبو سونگھتے پھر رہے ہیں اس کا خیال ہے کہ میں نے ملیحہ کو کہیں روپوش کر رکھا ہے۔ کیا یہ سچویشن دلچسپ نہیں ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے پر ملیحہ کے سلسلے میں شک کر رہے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ اسے زمین نگل گئی یا آسمان کھا گیا۔"

"ہو سکتا ہے اس نے حالات کی سنگینی کو محسوس کر کے یہ ملک ہی چھوڑ دیا ہو؟"

"نہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔" ماہ رخ نے بڑے اعتماد سے کہا۔ "وہ کہیں روپوش ہو گئی لیکن ایک نہ ایک دن اسے سامنے آنا ہو گا۔"

"کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ سلیمان شاہ نے اس کی

کس کمزوری سے فائدہ اٹھا کر تمہارے خلاف ایک خطرناک قدم اٹھانے پر اکسایا ہو گا؟"

"ہو سکتا ہے ایسی ہی کوئی صورت ہو جیسی میرے اور تمہارے درمیان تھی۔" ماہ رخ نے بڑی بے باکی سے کہا۔ "سلیمان شاہ وہ تصویریں دیکھ کر برداشت نہیں کر سکا تھا جو اس کے ہاتھ لگ گئی تھیں۔ وہ خوفزدہ تھا کہ اگر ان تصویروں کی نمائش ہو گئی تو اس کی اصلیت کا بھانڈا پھوٹ جائے گا۔ ملیحہ کو بھی کسی ایسی ہی کمزوری نے میرے خلاف انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور کیا ہو گا۔ ورنہ میں اب بھی پورے وثوق سے کہہ سکتی ہوں کہ وہ مجھے مارنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔"

"اور کوئی خاص بات؟"

"ابھی ہمارے درمیان سرد جنگ کا سلسلہ جاری ہے کوئی خاص بات رونما ہوئی تو تمہیں اخبارات کے ذریعے اس کا علم بھی ہو جائے گا۔"

"کیا یہ مناسب نہ ہو گا کہ تم سلیمان شاہ سے علیحدگی اختیار کر لو۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"پہلے میں نے اسپتال میں یہی سوچا تھا کہ سلیمان شاہ جیسے شیش ناگ سے دور ہو جاؤں لیکن پھر میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"ہاں۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے قرض دار ہیں۔ جب تک کسی ایک کا قرض چکتا نہیں ہو جاتا دوسرا اس سے علیحدگی کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔" ماہ رخ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ہم دونوں ایک دوسرے کی ضرورت بن چکے ہیں اور ہماری نجی زندگی کے تعلقات اس نہج تک پہنچ چکے ہیں جہاں سے کسی ایک ہی کی واپسی ممکن ہو سکتی ہے۔"

"کیا میں تمہارے کسی کام آ سکتا ہوں؟" میں نے برسبیل تذکرہ ایک رسمی جملہ ادا کیا۔

"اپنا خیال رکھنا۔ میں تم سے ملنے کی کوشش کروں گی لیکن اس طرح کہ سلیمان شاہ کو اس کا علم نہ ہو سکے۔ میں نے تمہارا بہت سارا قیمتی وقت برباد کیا ہے۔ اس لیے فی الحال اجازت چاہتی ہوں۔ تمہاری ماہ رخ۔" اس نے آخری جملہ بڑے جذباتی انداز میں کہا پھر سلسلہ منقطع کر دیا۔

میری حالت رفتہ رفتہ سنبھلتی جا رہی تھی پھر ایک روز شام کو میں دفتر سے گھر پہنچا تو ندیم اور سراج وہاں لان میں بیٹھے ہمارے منتظر تھے۔ میں نے بریف کیس ساجد کے حوالے کیا اور خود قدم اٹھاتا ان کے قریب جا کر بیٹھ گیا۔

"مسٹر سراج خاصی دیر سے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔" ندیم نے کہا۔

"کوئی نئی اطلاع؟" میں نے سراج کو مخاطب کیا۔

"آپ کی چھٹی حس نے جو کچھ محسوس کیا تھا وہ درست ثابت ہوا۔" سراج نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "آج بھوشن کی ضمانت کی درخواست منظور ہو گئی ہے۔"

"گویا ایک سویا ہوا فتنہ پھر آزاد ہو گیا۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"رہائی کے فوراً بعد اس نے فون پر مجھ سے رابطہ قائم کیا تھا۔" سراج بولا۔ "اس نے میرا شکریہ ادا کیا تھا کہ میں نے یا ڈی آئی جی نے اس کی ضمانت کی درخواست پر کھل کر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ لیکن اس کے شکریے کے اندر اس کا ایک خاموش پیغام بھی تھا جو میں محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکا۔ اس نے ہماری بے بسی کا مذاق اڑانے کی کوشش کی ہے اور شاید یہ بھی کہ اب وہ بہت جلد ہمارے بارے میں کوئی اہم اقدام کی کوشش کرے گا۔"

"رکی کے قتل کے عینی گواہوں کے تحریری بیان کے باوجود۔"

"وہ عدالت میں جا کر منحرف ہو گئے۔" سراج پہلو بدل کر بولا۔ "میں نے آپ سے اس شک کا اظہار پہلے ہی کیا تھا کہ بھوشن کے لیے دو چار گواہوں کو خریدنا کوئی مشکل کام نہیں ہو گا۔"

"اب کیا سوچا ہے آپ نے؟"

"فی الحال ذہنی الجھن میں گرفتار ہوں۔ کل کیا ہو گا اس کا انحصار تو مقدمے کی کارروائی پر ہو گا لیکن میرا خیال ہے کہ پولیس یہ کیس ہار جائے گی۔" سراج نے شکستہ انداز میں جواب دیا۔ "کاغذی ثبوت اور گواہوں کے بیان ایک طرف لیکن نادیدہ قوتوں سے تو کوئی بھی نہیں جیت سکا۔ آپ پہلے بھی کئی موقعوں پر ان گندی قوتوں کا ناقابل یقین کارنامہ دیکھ چکے ہیں۔"

"میں نے آپ کو زبانی ایک مشورہ دیا تھا۔ یاد ہے آپ کو۔ میں نے کہا تھا کہ پولیس مقابلے کی آڑ لے کر بھوشن کا سر ہمیشہ کے لیے کچل دیں۔"

"مجھے یاد ہے لیکن میں شاید اب بھی کوئی غیر قانونی قدم اٹھانے پر تیار نہیں ہو سکوں گا۔"

"اس کے علاوہ میرا ایک مشورہ بھی ہے۔" میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ "آپ کچھ دنوں کی رخصت حاصل کر لیں۔"

"اس سے کیا ہو گا؟"

"شاید آپ کی غیر حاضری میں' میں آپ کے کسی کام آ جاؤں۔"

"حماقت کی باتوں سے گریز کرو۔" ندیم نے مجھے ٹوکا۔ "بھوشن کی ضمانت منظور ہو جانے کے بعد اس کے خلاف کوئی خطرناک قدم اٹھایا گیا تو اس کا کیس اور مضبوط ہو جائے گا لہٰذا

خاص طور پر ایسی صورت میں کہ جب طاغوتی قوتیں بھوشن کی پشت پناہی کر رہی ہوں۔"

"مسٹر ندیم ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" سراج نے کہا۔ "آپ فی الحال اس معاملے سے دور ہی رہیں تو بہتر ہے۔"

"ایز یو وِش۔" میں نے بے پروائی سے کندھے اچکائے پھر پوچھا۔ "آپ کے ڈی آئی جی کا کیا حال ہے؟"

"انھیں بھی حیرت ہے کہ عدالت نے بھوشن کی ضمانت کس طرح منظور کرلی؟"

"اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟" ندیم نے کہا۔ "جب عینی شاہد ہی اپنے بیان سے منحرف ہو جائیں تو عدالت کیا کر سکتی ہے۔"

"مسٹر ندیم۔" سراج نے کچھ دیر بعد دوستانہ انداز میں کہا۔ "میرا خیال ہے کہ اب ہمارے درمیان خاصے دوستانہ تعلقات استوار ہو چکے ہیں۔"

"اور اب آپ شاید مجھ سے ملیحہ کے بارے میں دریافت کریں گے۔" ندیم نے مسکرا کر سراج کو دیکھا۔

"جس نامعلوم شخص نے ہمیں دوسری تمام وارداتوں کی اطلاعات دی تھیں وہ حرف بحرف درست ثابت ہوئی تھیں لیکن ملیحہ کے بارے میں ہمیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ میرا خیال ہے کہ جب تک ملیحہ منظر عام پر نہیں آتی اسی وقت تک وہ محفوظ بھی رہ سکتی ہے۔"

"گویا آپ جانتے ہیں کہ وہ کہاں روپوش ہے؟" سراج نے تیزی سے سوال کیا۔

"یہ میں نے کب کہا؟" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں نے تو محض اس خیال کا اظہار کیا تھا کہ ملیحہ کے سامنے آتے ہی ماہ رخ اور سلیمان شاہ کے درمیان جو کشمکش شروع ہوگی وہ محکمہ پولیس کے لیے خاصی تشویش ناک بھی ہو سکتی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں؟" سراج نے وضاحت طلب کی تو ندیم مسکرا دیا۔

"فرض کر لیجیے کہ وہ لڑکی سامنے آجاتی ہے اور اسے قتل کر دیا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں آپ کا جھکاؤ کس کی سمت ہوگا؟ سلیمان شاہ کی طرف جو بے حد اثر و رسوخ والا ہے جس کی شاخیں اندر ہی اندر بہت دور تک پھیلی ہوئی ہیں یا پھر ماہ رخ کی جانب جو سلیمان شاہ کی سب سے زیادہ دکھتی رگ ہے اور سلیمان شاہ کی خطرناک سازش کے علم میں آجانے کے بعد بھی بڑی دلیری سے اس کا ساتھ دے رہی ہے۔"

"ان ہی اندرونی جڑوں نے تو محکمہ پولیس کے راستے میں بارودی سرنگیں بچھا رکھی ہیں۔" سراج نے بھناتے ہوئے کہا۔ "ہم صحیح سمت میں قدم اٹھا رہے ہوتے ہیں کہ محض اوپر کی ایک فون کال ہمیں دوسری جانب ٹامک ٹوئیاں مارنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ کیس کو داخل دفتر کرنے کی خاطر ہمیشہ پہلے سے سزا یافتہ مجرم کو بلاوجہ پکڑنا پڑتا ہے۔ خواہ وہ ایک بار سزا بھگتنے کے بعد کتنا ہی پارسا کیوں نہ بن گیا ہو۔ ان حالات میں بھلا جرائم کی بیخ کنی کس طرح ہو سکتی ہے۔ اگر حالات یہی رہے تو پھر عوام میں بغاوت کا آتش فشاں بھی جاگ سکتا ہے۔ معاشرے کی اصلاح کے بجائے عوام پولیس کی دشمن ہو جائے گی۔ دوسروں کو تحفظ فراہم کرنے والے خود اپنی حفاظت کے لیے پناہ ڈھونڈنے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

"آپ درست فرما رہے ہیں۔" ندیم نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "لیکن اس میں ہمارا یا آپ کا کوئی قصور نہیں ہے۔ ہم آپ تو بے جان کٹھ پتلیاں ہیں جس کی ڈور دوسروں کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ اسی ڈور کے اشارے پر ہم ناچتے ہیں۔ سارا قصور ہمارے سٹ اپ کا ہے۔ اگر آہنی ہاتھ سے نمٹنے والے دھواں دھار باتیں ختم کر دیں اور محض عوام کو دھوکہ دینے کی خاطر بار بار یہ کہہ کر تسلی نہ دی جائے کہ اب کسی کو جرم کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی تو حالات کے دھارے کو تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ ضرورت ان درختوں کو جڑوں سے اکھاڑ پھینکنے کی ہے جن کے سائے تلے جرم پروان چڑھتا ہے۔ چھوٹی مچھلیوں کو شکار کرنے کے بجائے ان بڑی مچھلیوں کو نیٹ (net) کیا جائے جو چھوٹی مچھلیوں کو جنم دیتی ہیں لیکن ایسا ناممکن ہے۔ تالی صرف ایک ہاتھ سے نہیں بجتی۔ عوام اور حکومت دونوں کو سر جوڑ کر سوچنا پڑے گا یا پھر انقلاب رونما ہو۔ کوئی ایسا طوفانی سیلاب آئے جو ہمارے ارد گرد کی تمام گندگی کو بہا کر لے جائے۔"

بڑی دیر تک ہمارے درمیان بھوشن کے موضوع کے حوالے سے اسی قسم کی گفتگو ہوتی رہی پھر سراج چلا گیا تو ندیم نے مجھ سے پوچھا۔

"کیا تم ایمانداری سے میرے ایک سوال کا جواب دو گے؟"

"کیوں۔ کیا تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں رہا۔" میں نے شکوہ کیا۔

"تمہیں یاد ہے کہ آنٹی نے آخری وقت میں مجھ سے کہا تھا۔ تمہارا خیال رکھوں۔"

اسی کا ذکر درمیان میں آیا تو میں اداس ہو گیا۔

"اس روز قبرستان میں تم نے وارثی کا گلا دبانے کی کوشش کیوں کی تھی؟"

"شاید وہ میری وحشت یا دیوانگی تھی۔"

"میں نہیں مانتا۔" ندیم نے مجھے ٹٹولتی نگاہوں سے دیکھا۔ "کوئی نہ کوئی بات ایسی ضرور ہے جو تم مجھ سے چھپانے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"وہم کا علاج لقمان کے پاس بھی نہیں تھا۔" میں نے اکتائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"ہو سکتا ہے تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن میرا دل نہیں مانتا۔" ندیم نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "تم نے جو مظاہرہ کیا تھا جو جملے بولے تھے وہ اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ تم نے وارثی کے اندر اپنے دشمن کی شکل کو دیکھا یا محسوس کیا تھا۔"

"کالکا۔" میں نے کالکا کی منحوس ذات کا سہارا لیتے ہوئے جواب دیا۔ "اس کی نادیدہ قوت نے مجھ سے یہی کہا تھا کہ وارثی کے جسم کے اندر وہ ناپاک روح موجود ہے جو میری ماں کی قاتل تھی۔ تم ... تم والد صاحب کی موت کو کیوں فراموش کر رہے ہو۔ ان کی موت بھی حیرت انگیز طور پر واقع ہوئی تھی۔"

"تم نے وارثی سے ایک جملہ اور بھی کہا تھا کہ وہ نہ سہی لیکن اسی جیسی کسی پراسرار ہستی نے آنٹی کی موت کی دھمکی دی تھی۔ کیا تم اس جملے کی وضاحت کرو گے؟ وہ نادیدہ قوت کون تھی جس نے تمہیں آنٹی کی موت کی دھمکی دی تھی۔"

"میں شاید اس وقت پوری طرح ہوش میں نہیں تھا۔"

"کیا کالکا نے کبھی تم سے آنٹی کی موت کی بات کی تھی۔"

"ہاں لیکن میں نے اس کی بات کو کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔" میں نے الجھتے ہوئے جواب دیا پھر اٹھ کر اندر آگیا جہاں عارفہ اور نسیم دونوں ناشتے کی میز پر ہماری منتظر تھیں۔

میں نے شاور لینے اور لباس تبدیل کرنے میں زیادہ وقت نہیں لیا تھا۔ چائے کے دوران ہمارے درمیان زیادہ بات چیت نہیں ہوئی۔ امی کی موت کا اثر ابھی تک دلوں سے پوری طرح نہیں چھٹا تھا۔ نسیم اور عارفہ دونوں میری دلجوئی میں لگی رہیں لیکن ندیم وہ کسی گہری سوچ میں غرق نظر آرہا تھا۔

○☆○

میں اپنی کار میں بیٹھا پیش آنے والے حالات کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ مجھے اب کسی حد تک یقین آرہا تھا کہ اکبر درانی اور عثمان غنی ایک ہی شخصیت کے دو روپ ہیں۔ وہ چونکہ جنوں کے قبیلے سے تعلق رکھتا تھا اس لیے اپنی ہیئت بدلنے پر قادر تھا۔ کالکا کی قوتیں بھی اپنے رنگ کھل کر دکھا رہی تھیں۔ بھوشن کے سلسلے میں وہ مجھ سے کھلی دشمنی پر آمادہ ہو چکی تھی۔ اس نے ایک شرط پر مجھ سے دوستی کا وعدہ کیا تھا کہ میں پروفیسر ابرار کے سلسلے میں اس کی مدد کروں۔ انکار کی صورت میں اس نے مجھے خطرناک نتائج کی دھمکی دی تھی۔ ماں کی موت نے مجھے اندر سے توڑ کر رکھ دیا تھا۔ اکبر درانی یا عثمان غنی نے قبرستان میں مجھے یقین دلانے کی کوشش کی تھی کہ میری ماں کی موت قطعی طبعی تھی لیکن میرے ذہن میں کالکا کے وہ الفاظ بھی گونج [illegible] میری ماں کی موت کے سلسلے میں [illegible] تھے۔ [illegible] کے بعد جہاں مجھے ملاقات [illegible]

نے اپنی بے بسی کا احساس دلایا تھا وہیں مجھے اندر سے نڈر بے خوف بھی کر دیا تھا۔ بھوشن کی رہائی میرے لیے کالکا کی سے ایک چیلنج بن گئی تھی اس نے کہا تھا کہ کوئی طاقت بھوشن پھانسی کے پھندے تک نہیں لے جا سکتی۔ اس کے بر حسنہ نے مجھے یقین دلانے کی کوشش کی تھی کہ جب تک کے شعلے میری حفاظت کر رہے ہیں کوئی طاغوتی قوت میرا نہیں بگاڑ سکے گی۔ اس کے ساتھ جگت نارائن کا نام بھی میرے ذہن میں گونج رہا تھا۔ وہ بھوشن کے ساتھ ساز باز کر کے میرے خلاف برسرپیکار ہو گیا تھا۔ کبیر داس کے ویش بھگت روپ نے اسے ہر خاص و عام کی نگاہوں میں اتنا ممتاز کر دیا تھا کہ کوئی اس پر جگت نارائن ہونے کا الزام نہیں لگا سکتا تھا۔ میں ان خیالات میں مستغرق تھا کہ ایک آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"ایسی بھی کیا بے پروائی کہ ایک کار تمہارے تعاقب میں ہے اور تم اپنی موت سے بے خبر ہو۔" وہ آواز کسی نوجوان کی تھی۔

"کون ہو تم؟"

"عثمان غنی۔ تمہارا دوست۔"

"اگر تم دوستی کا دعویٰ کر رہے ہو تو پھر اس حقیقت کا اعتراف بھی کر لو کہ تم ہی اکبر درانی بھی ہو۔"

"چلو تمہارے کہنے سے اعتراف کیے لیتا ہوں لیکن [illegible] سے بالکل قدرتی انداز میں نظریں گھما کر دیکھو۔ سفید رنگ کی ویگن کے اندر تمہاری موت کے ہرکارے سفر کر رہے ہیں۔"

میں نے نظر گھمانے کے بجائے عقبی شیشے میں دیکھا۔ ایک سفید رنگ کی ویگن تیزی سے ٹریفک کو چیرتی ہماری طرف بڑھ رہی تھی۔

"ساجد۔" میں نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے اپنے جاں نثار دوست کو آواز دی۔ "اس وہائٹ کلر کی ویگن پر نظر رکھو، وہ ہمارے تعاقب میں آرہی ہے۔"

"میں اسے دیکھ چکا ہوں سر۔" ساجد نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "آپ فکر نہ کریں۔ میں پوری طرح محتاط ہوں۔"

"تمہارے ساتھی کے چالاک اور دلیر ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔" اس بار وہ آواز میرے اتنے قریب سے آئی جیسے وہ نادیدہ جوان میرے ساتھ ہی پچھلی سیٹ پر بیٹھا سفر کر رہا ہو۔ "لیکن تم شاید ابھی تک جگت نارائن کی شخصیت سے پوری طرح واقف نہیں ہو۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔ "کیا تعاقب کرنے والے اس کے آدمی ہیں۔"

"ہاں۔ کیوں کیا تمہیں میری بات کا یقین نہیں آیا؟"

"قبل از وقت میں کوئی آخری فیصلہ نہیں کر سکتا۔"

[illegible] جگت نارائن جیسے کسی خاص آدمی نے کہا تھا کہ پشت سے

وار کرنے کے قائل نہیں ہیں۔ اپنے شکار کو للکار کر مارنا ان کا پہلا اصول ہے۔"

"اس نے غلط نہیں کہا تھا۔" عثمان کی آواز ابھری۔ "اس وقت وہ تمہیں جان سے نہیں ماریں گے۔ صرف جگت نارائن کی طاقت کا اندازہ دلانے کی کوشش کریں گے۔"

"کالکا کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟" میں نے اسے آزمانے کی خاطر کہا۔

"میں اسے کسی سائے سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔"

"اگر اس کے باوجود وہ بھوشن کی ضمانت کرانے میں کامیاب ہو گئی؟"

"کیا تم بھوشن کو مارنا چاہتے ہو؟" اس نے بڑی بے پروائی سے پوچھا۔

"میں اسے صرف نیچا دکھانا چاہتا ہوں۔"

"تمہاری خواہش پوری ہو سکتی ہے لیکن ایک شرط پر۔"

"وہ کیا؟"

"تمہیں فوری طور پر مانہ سے ملاقات کرنی ہوگی۔"

"میں سمجھا نہیں؟"

"آہستہ آہستہ سب سمجھ جاؤ گے۔ فی الحال سنبھلنے کی کوشش کرو۔ سفید ویگن تیزی سے تمہارے قریب آنے کی کوشش کر رہی ہے۔"

عثمان غنی نے غلط نہیں کہا تھا۔ سفید رنگ کی ویگن کسی آسیب کی طرح دندناتی ہوئی ہمارے سروں تک پہنچ چکی تھی۔ ساجد پوری طرح محتاط تھا۔ اس نے اپنی گاڑی کو سڑک پر ایک جانب کاٹنے کی کوشش کی تھی لیکن دوسرے ہی لمحے سفید وین سے برسٹ مارا گیا تو میری گاڑی کے تمام ٹائر حیرت انگیز طور پر ہولناک دھماکے سے یکے بعد دیگرے پھٹتے چلے گئے۔ ہماری گاڑی مفلوج ہو کر فورس لینڈنگ کرنے والے کسی طیارے کی مانند دور تک رگڑتی چلی گئی۔ سفید وین نے اپنا مشن مکمل کرنے کے بعد حیرت انگیز طور پر ٹریفک کے ہجوم سے گزر کر دوسری سڑک کا رخ اختیار کر لیا تھا۔

اچانک حادثے سے کئی گاڑیاں آپس میں ٹکرا گئی تھیں۔ کچھ راہ گیر زخمی بھی ہوئے تھے۔ ٹریفک تقریباً جام ہو کر رہ گیا تھا۔ ساجد بری طرح تلملا رہا تھا۔

"سوری سر۔" اس نے کار سے باہر آنے میں میری مدد کرتے ہوئے کہا۔ "مجھ سے بس ایک لمحے کی چوک ہو گئی۔ میرا ارادہ بھی یہی تھا کہ سفید وین کو قریب آتے ہی اسے مفلوج کر دیا جائے لیکن وہ بازی لے گئی۔"

لوگوں نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ انہیں اس بات پر حیرت تھی کہ ہم دونوں اس ہولناک حادثے کے باوجود زندہ کس طرح بچ گئے۔ پولیس کے [illegible] ٹریفک کا [illegible]

تماش بینوں کو ہٹانے میں بری طرح ناکام ہو رہے تھے۔ تماش بینوں کا ہجوم بڑھتا جا رہا تھا پھر اچانک پولیس کار کے سائرن کی آواز سن کر مجمع کائی کی طرح پھٹتا چلا گیا۔ سراج ایک گاڑی سے برآمد ہوا تو میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ شاید جگت نارائن یا اس کے کسی آدمی نے سراج کو حادثے کی اطلاع پہلے سے دے دی تھی۔

"خدا کا شکر ہے آپ محفوظ رہے۔" سراج نے قریب آتے ہوئے کہا۔ اس کے ساتھ آئے ہوئے دوسرے اہلکار ہجوم کو دور ہٹانے میں کامیاب ہو چکے تھے۔

"شاید میرے قسمت کے ستارے ابھی گردش میں نہیں آئے۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"مجھے پہنچنے میں دیر ہو گئی۔" سراج نے سنجیدگی سے کہا۔ "کاش میں کچھ دیر پہلے پہنچ جاتا۔"

"اچھا ہوا آپ بروقت نہیں پہنچے ورنہ بات بڑھ بھی سکتی تھی۔"

"کیا مطلب۔" سراج نے مجھے غور سے دیکھا۔ "کیا آپ کو اس حادثے کے بارے میں پہلے سے علم تھا۔"

"اگر پہلے سے علم ہوتا تو شاید پوزیشن اس کے برعکس ہوتی جو آپ کو اس وقت نظر آرہی ہے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "دشمن کے تعاقب کا علم مجھے اچانک ہوا تھا۔"

"وہ کس طرح؟"

"میری چھٹی حس۔" میں نے بات ٹالنے کی کوشش کی۔

"گاڑی کا نمبر نوٹ کیا گیا یا نہیں۔" سراج نے ساجد سے سوال کیا۔

"سب کچھ اس قدر آناً فاناً ہوا کہ ہمیں کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع ہی نہیں مل سکا۔" ساجد نے میری توقع کے عین مطابق جواب دیا۔ میں بھی نہیں چاہتا تھا کہ سراج یا پولیس کے دوسرے کارندے کسی طور پر میری مدد کریں۔ میں اپنا حساب خود چکتا کرنے کے بارے میں پوری طرح سنجیدہ ہو گیا تھا۔

حادثے کے رونما ہونے کے بعد عثمان غنی کی آواز مجھے دوبارہ نہیں سنائی دی۔ شاید وہ بھی تماش بینوں میں شامل ہو گیا تھا۔ ٹریفک کا نظام کچھ دیر بعد بحال ہوا تو سراج مجھے اپنی کار میں لے گیا۔ ساجد کو میں نے کار کے قریب ہی رکنے کا اشارہ کیا تھا جہاں پولیس کے ماہرین ضابطے کی کارروائی اور جائے حادثہ کا نقشہ بنانے میں اپنا قیمتی وقت ضائع کرنے میں مصروف تھے۔

"آپ کو حادثہ کی اطلاع کس طرح ملی؟" میں نے کچھ دیر بعد سراج سے پوچھا۔

"اسی موڑ [illegible] فون کیا تھا [illegible] اور [illegible] اطلاع دی تھی۔" سراج نے بے حد

سنجیدگی سے کہا۔ "سوائے ملیحہ کے کیسینو میں موجود ہونے کے علاوہ اس کی تمام اطلاعات اب تک درست ثابت ہوئی ہیں۔"

"ہو سکتا ہے اس نے جان بوجھ کر ملیحہ کے سلسلے میں میرے دوست کی کاروباری ساکھ کو خراب کرنے کی کوشش کی ہو۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔

"میرا خیال ہے کہ اس میں بھی بھوشن اور اس کے اجرتی بدمعاشوں کا ہاتھ ہوگا۔" سراج نے اپنا خیال ظاہر کیا۔ "ضمانت پر رہا ہونے کے بعد اب وہ ایک ایک کو للکارتا پھر رہا ہے۔ شاید وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے۔"

سراج نے مجھے میرے اصرار پر میرے دفتر کے نیچے چھوڑ دیا۔ میں نے اس سے درخواست کی تھی کہ اس حادثے میں میرا نام درمیان میں نہ آئے۔ صرف ساجد کی موجودگی ظاہر کی جائے۔ سراج کے جانے کے بجائے میں لفٹ کی طرف بڑھنا چاہتا تھا کہ اچانک میرے ذہن میں عثمان غنی کی کہی ہوئی ایک بات گونجی اس نے کہا تھا کہ بھوشن کو نیچا دکھانے کے سلسلے میں میرا ملیحہ سے ملاقات کرنا ضروری تھا۔ کیوں؟ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آسکی تھی۔ لیکن رونما ہونے والے حالات کے پیش نظر میں نے فوری طور پر ملیحہ سے ملنے کا فیصلہ کرلیا' بھوشن کو گھٹنے کے بل اپنے سامنے بیٹھا دیکھنے کی خاطر میں کچھ بھی کرسکتا تھا۔ چنانچہ میں نے ایک چپراسی کو اوپر بھیج کر دوسری گاڑی کی چابی منگوائی اور اس میں بیٹھ کر ندیم کے فارم ہاؤس کی طرف روانہ ہو لیا۔ جو شہر سے تقریباً بیس میل دور واقع تھا۔ مجھے وہاں پہنچنے میں بیس منٹ سے زیادہ نہیں لگے۔ فارم ہاؤس کے عملے کے افراد مجھ سے واقف تھے اس لیے مجھے گیسٹ ہاؤس تک پہنچنے میں کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا جہاں راجو پہلے سے موجود تھا۔ ہمیں اچانک ایک دوسرے کو دیکھ کر حیرت ہوئی تھی۔

"آپ ___" گفتگو کی پہل راجو نے کی۔

"ملیحہ کہاں ہے؟" میں نے براہ راست اصل مقصد کی طرف آتے ہوئے کہا۔

"وہ ___ دراصل ___ باس ___" راجو کچھ کہتے ہوئے ہچکچا رہا تھا۔

"صرف ایک جملے میں جواب دو۔" میں نے راجو کو تیز نظروں سے گھورتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔ "تم مجھے ملیحہ تک پہنچا سکتے ہو یا نہیں؟"

"بھیجا باس نے آپ کو۔"

"بکومت ___" میں جھلا اٹھا۔ "ہاں ___ یا ___ نہیں۔"

راجو نے ایک لمحے کو میرے تیور کا اندازہ لگایا پھر مجھے گیسٹ ہاؤس کے اسٹور روم میں لے گیا جہاں سے بل کھاتا ہوا ایک زینہ نیچے کی طرف جاتا نظر آرہا تھا۔ راجو نے کسی خاص نظام کے تحت زمین کے اس حصے کو کسی میکنزم کے ذریعے ہٹایا تھا' میں نے ایک نظر راجو کی طرف دیکھا اور سیڑھیاں طے کرتا ہوا نیچے چلا گیا۔ سیڑھیاں ایک کشادہ … میں جاکر ختم ہوگئی تھیں جہاں صرف ایک دروازہ نظر آرہا تھا۔ میں اسے کھول کر ملحقہ کمرے میں داخل ہوا تو ملیحہ ایک دیوان پر نیم دراز چھت کو گھورنے میں مصروف تھی۔ مجھے دیکھ کر تیزی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کی حسین اور کشادہ پیشانی پر یکلخت آڑی ترچھی لکیریں ابھر آئیں۔ یہ اور بات تھی کہ غصے میں وہ زیادہ حسین نظر آنے لگی تھی۔

"تم لوگ مجھے یہاں کب تک قید رکھو گے۔" اس نے مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے سپاٹ آواز میں سوال کیا۔

"اس کا فیصلہ میں نہیں میرا دوست کرے گا۔"

"پھر تم یہاں کیا کرنے آئے ہو۔"

"وہی جس کی بدولت سلیمان شاہ نے تمہیں ماہ رخ کی زندگی سے کھیلنے پر مجبور کیا تھا۔" میں نے غیرارادی طور پر اس کے سراپا کا جائزہ لیا۔

"نہیں ___" وہ تیزی سے ایک قدم پیچھے ہوگئی۔ "تم … مجبوری سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے' میں تمہیں اس کی اجازت نہیں دوں گی۔"

"اس زمین دوز پنجرے میں تم ایک حسین پنچھی کی طرح قید ہو جو پھڑپھڑا تو سکتا ہے لیکن پنجرے کی آہنی بندشوں کو توڑ کر باہر نہیں جاسکتا۔"

"تم نے اگر کوئی غلط قدم اٹھایا تو تمہیں اس کی بڑی بھاری قیمت ادا کرنی ہوگی۔" وہ پراعتماد لہجے میں بولی۔ "تم سلیمان شاہ سے پوری طرح واقف نہیں ہو' اسے میری ضرورت ہے' ہو سکتا ہے میرے ہاتھ آجانے پر وہ میرے ساتھ … و تشدد کا مظاہرہ بھی کرے لیکن وہ مارے گا نہیں اس لیے کہ ___"

"تم بھی اس کی کچھ دکھتی رگوں سے واقف ہو۔"

"چلے جاؤ یہاں سے۔" وہ تقریباً چیخ اٹھی۔ "اپنے … کے لیے اس نے لپک کر ڈریسنگ ٹیبل سے ایک قینچی … تھی۔

ملیحہ غصے کی شدت سے لرز رہی تھی' اس کا تنفس … قدر تیز ہوگیا تھا کہ اس کا ایک ایک زیروبم قیامت بنا … میرے ذہن میں شیطان نے سر ابھارا' کوئی نادیدہ قوت … کو پامال کرنے پر مجبور کررہی تھی' میرے قدم اس طرف … جانب آہستہ آہستہ اٹھنے لگے ہوں۔ جیسے میں خواب … بیداری کی کیفیتوں سے دوچار ہوں۔ وہ سہم کر … دیوار سے جا لگی۔

"رک جاؤ۔" وہ ہذیانی انداز میں چیخی۔ "میں بتانے کو تیار ہوں کہ سلیمان شاہ نے کس وجہ سے مجھے ماہ رخ کو زہر آلود شراب کی سیل بند بوتل پہنچانے پر مجبور کیا تھا۔ تم ماہ رخ کے دوست ہو' مجھے تمہارے اور اس کے تعلقات کا بھی علم ہے' سلیمان شاہ نے مجھے تصویروں کا وہ سیٹ بھی دکھایا تھا جس نے اسے تمہیں اور ماہ رخ دونوں کو اپنے راستے سے ہٹانے پر مجبور کیا تھا۔ کچھ مجبوریاں میری بھی تھیں جو سلیمان شاہ کے علم میں پہلے سے تھیں ___ میری بات کا یقین کرو' میں ماہ رخ کو مارنا نہیں چاہتی تھی اس لیے کہ وہ مجھ پر مہربان تھی' میں بھی اس سے محبت کرتی تھی لیکن میری جگہ اگر تم ہوتے تو شاید تم بھی سلیمان شاہ کے اشاروں پر عمل کرنے پر مجبور ہوجاتے۔"

"فی الحال تو میں صرف دل کے اشاروں پر عمل کرنے پر مجبور ہوں۔"

"نہیں ___ تم ایسا نہیں کرسکو گے۔" اس نے قینچی کو الٹا کرکے اپنے سینے کے درمیان رکھ لیا۔ فیصلہ کن آواز میں بولی۔ "اگر تم نے اب ایک قدم بھی آگے بڑھایا تو میں اپنے آپ کو ہلاک کرلوں گی۔"

میرے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے۔ میں سنگ مرمر کے اس حسین مجسمے کو ٹوٹتا نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن اس سے دست بردار ہوجانا بھی میرے اختیار میں نہیں تھا۔ وہ اپنی جگہ کھڑی سہمی سہمی نظروں سے گھورتی رہی اور میں اس کے خوفزدہ حسن کی لذتوں سے سرشار ہوتا رہا۔ میرے ذہن پر ایک نشہ سا طاری ہورہا تھا۔ بالکل اسی طرح جس طرح کالکا نے میرے دفتر میں آکر مجھے تسخیر کیا تھا۔ ہوش آنے پر میں اسے محض خواب سمجھا تھا لیکن کالکا کے چہرے کی آسودگی کچھ اور ہی کہانی سنا رہی تھی۔ اس وقت بھی شاید میں خواب کی کیفیتوں سے سرشار تھا' میرے ذہن میں کسی بچے کی طرح بس ایک ہی خیال رہ رہ کر مچل رہا تھا' کسی طرح اس جیتے جاگتے اور پسندیدہ کھلونے کو اپنے ہاتھوں میں دبوچ لوں جو مجھ سے زیادہ دور نہیں تھا۔ محض ایک جست مجھے اس کے قریب پہنچا سکتی تھی لیکن اس نے اپنی موت کی دھمکی دے کر مجھے رک جانے پر مجبور کردیا تھا۔

"تم جو پوچھنا چاہو پوچھ سکتے ہو' میں غلط بیانی سے کام نہیں لوں گی لیکن صرف اس شرط پر کہ تم مجھے ہاتھ نہیں لگاؤ گے۔" وہ اپنے تنفس پر قابو پانے کی جدوجہد میں اور قیامت بنتی جارہی تھی۔

"سلیمان شاہ کے ہاتھ میں تمہاری کیا کمزوری تھی۔" میں نے سپاٹ لہجے میں پوچھا لیکن میری بھوکی عقابی نظریں بدستور اپنے سہمے ہوئے شکار پر مرکوز تھیں۔

"اسے کسی طرح میرے اور سلمان قیصر کے تعلقات کا علم ہوگیا تھا۔"

"سلمان قیصر ___" میں چونک اٹھا میری نظروں میں جھیل پارک کا وہ منظر گھوم گیا جب نغمہ نے درمیان میں آکر نند کشور کو سلمان قیصر سے دور رکھنے کی کوشش کی تھی۔ پھر نند کشور نے کسی وجہ سے خوفزدہ ہوکر بے تحاشا بھاگنا شروع کردیا تھا لیکن ایک دھماکے کی آواز کے ساتھ ہی اس کے جسم کے چیتھڑے اڑ کر فضا میں بکھر گئے تھے۔ جس جگہ اس کی موت واقع ہوئی تھی وہیں سے ایک سکہ پولیس کے ہاتھوں لگا تھا جس کی ایک جانب JN کے حروف جلی انداز میں کندہ تھے اور دوسری جانب چیتے کی شکل بنی ہوئی تھی۔ وہ سکہ جگت نارائن کا ٹریڈ مارک تھا۔ میرے ذہن میں بے شمار وسوسے گونجنے لگے۔

"سلمان قیصر کون ہے۔" میں نے انجان بن کر پوچھا۔

"وہ محض ایک شاعر ہے لیکن اس کے خیالات کی پرواز نے مجھے تسخیر کرلیا تھا۔" ملیحہ نے بے باکی سے جواب دیا۔ "وہ میرے ایک ایک انگ' ایک ایک نشیب و فراز اور جسم کے پیچ و خم کے بارے میں خوبصورت شعر کہا کرتا تھا۔ میں اس کے سحر میں ڈوبتی چلی گئی پھر جب میں چونکی تو پوری طرح لٹ چکی تھی' جس وقت سلیمان شاہ نے مجھے میری اور سلمان قیصر کی شرمناک تصویریں دکھائیں تو میں ششدر رہ گئی' نہ جانے وہ کون تھا جو ہماری نجی مصروفیات کی عکاسی چوری چھپے کرتا رہا تھا۔"

"اور تم نے محض ان تصاویر کی وجہ سے ماہ رخ کو موت کے گھاٹ اتارنے کی ناپاک سازش میں سلیمان شاہ کا ہاتھ بٹانے کی ہامی بھرلی۔"

"نہیں ___" وہ تیزی سے بولی۔ "مجھے میڈم کی موت کی سازش میں زبردستی شامل کیا گیا تھا۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"سلیمان شاہ نے مجھے تصویریں دکھائی تھیں مجھے اس کی پروا نہیں تھی۔ وہ اگر مجھے بدنام کرنے کی کوشش کرتا تو میرے پاس بھی اس کے خلاف کچھ ایسا مواد موجود تھا جو اسے خود اپنے ہاتھوں سے خودکشی کرنے پر مجبور کرسکتا تھا۔" وہ ایک لمحے کو خاموش ہوگئی پھر بولی۔ "اس نے مجھے باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ اگر میں نے میڈم کے ذاتی اسٹاک میں زہر آلود شراب کی بوتل رکھنے سے انکار کیا تو وہ ___ سلمان قیصر کو مروا دے گا۔ میں اس خوبصورت شاعر کی موت گوارا نہیں کرسکتی تھی اس لیے بک گئی۔"

"سیٹھ نعمان کی بیٹی نغمہ سے واقف ہو۔"

"مجھے معلوم ہے۔" ملیحہ نے رقابت بھرے انداز میں جواب دیا۔ "آج کل وہ سلمان قیصر پر ڈورے ڈالنے کی کوشش کررہی ہے۔ کروڑپتی باپ کی بیٹی ہے اس لیے وہ سلمان پر بے دریغ دولت خرچ کررہی ہے لیکن ___" وہ کچھ کہتے کہتے رک

گئی۔

"لیکن کیا۔۔۔؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ سلمان قیصر آسانی سے اسے قبول نہیں کرے گا۔"

"اس غلط فہمی کی کوئی وجہ؟"

"وہ نفاست پسند طبیعت کا مالک ہے۔" ملیحہ نے بڑی حقارت سے کہا۔ "بازاری چیزوں پر منہ مارنا اس کی فطرت کے خلاف ہے۔"

"سلیمان شاہ تمہاری طویل گمشدگی سے تنگ آکر بھی، تمہارے نفاست پسند شاعر کو اپنا ہدف بنا سکتا ہے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔"

"پھر تم سامنے آنے سے گریز کیوں کر رہی ہو؟"

"میں میڈم کے سامنے جانے کی ہمت نہیں کر سکتی' ان کے بڑے احسانات ہیں مجھ پر۔" ملیحہ نے عجیب انداز اختیار کیا۔ "بات اگر سلمان قیصر کے علاوہ کچھ اور ہوتی تو شاید میں میڈم کو اس سازش سے قبل از وقت آگاہ کر دیتی۔ اسی لیے میں نے تم دونوں سے درخواست کی تھی کہ مجھے کہیں سے تھوڑا زہر لادو میں اب حالات سے تنگ آچکی ہوں۔ میرے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔"

وہ آہستہ آہستہ سلمان قیصر کی محبت کے احساس سے کمزور پڑ رہی تھی۔ قینچی پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑ رہی تھی پھر یکلخت وہ مجھے حقارت سے گھورتی ہوئی بولی۔

"تم اگر میری مجبوری اور بے بسی سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو میں اس کے لیے بھی تیار ہو سکتی ہوں لیکن صرف اسی شرط پر کہ تم مجھے زہر فراہم کرو گے۔"

میں نے اس کے سراپا کو ایک بار پھر بہت غور سے دیکھا' وہ موم کی طرح آہستہ آہستہ اپنے حسین وجود میں پگھل رہی تھی' اس کی نگاہوں سے اب خوف کے بجائے بے چارگی جھلک رہی تھی۔ قینچی کو اس نے اک طرف فرش پر اچھال دیا تھا۔

میں خود کو ایک دوراہے پر کھڑا محسوس کر رہا تھا۔ ایک طرف ہمدردی کا جذبہ تھا جو میرے پیروں کی زنجیر بن رہا تھا اور دوسری طرف میرے اندر آتش فشاں کا لاوا ابل رہا تھا۔ میرے ذہن پر آہستہ آہستہ غنودگی طاری ہو رہی تھی۔ میری آنکھیں ملیحہ کی جسمانی تراش خراش پر پھسل رہی تھیں پھر میں اچانک کسی عقاب کی مانند جھپٹ پڑا۔ میرے اندر کا شیطان پوری طرح جاگ اٹھا۔ ملیحہ کی کشمکش اس کے کسی کام نہ آسکی' کسی شکار کی طرح وہ عقاب کے شکاری پنجوں کی نوک سے چھلنی ہوتی چلی گئی۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں بادلوں میں بہت بلندی پر پرواز کر رہا تھا۔

میں ہوش میں آیا تو ملیحہ بے ہوش ہو چکی تھی۔ مجھے اپنی غلطی کا بڑی شدت سے احساس ہوا لیکن تیر کمان سے نکل چکا تھا اس کی واپسی میرے اختیار میں نہیں تھی' مجھے وہ سب کچھ خواب سا لگ رہا تھا! اس لیے کہ میں اس مسہری سے دور کھڑا تھا جس پر ایک ساحرانہ حسن کی تمام تر حشر سامانیاں بکھری پڑی تھیں۔

"اب یہاں سے چپ چاپ نکل جاؤ۔" عثمان غنی کی آواز میرے قریب سے سنائی دی۔

"میرے جانے کے بعد ہوش آنے پر یہ مظلوم لڑکی شاید خودکشی کر لے گی۔"

"نہیں۔ یہ ایسا نہیں کرے گی' یہ میرا وعدہ ہے۔"

"راجو مجھے یہاں آتے دیکھ چکا ہے وہ ندیم سے۔۔۔"

"کچھ نہیں کہہ سکے گا۔" عثمان غنی نے پُراعتماد لہجے میں جواب دیا۔ "تم نے میری خواہش کا احترام کیا ہے اس لیے اب تم بھوشن کے خلاف کوئی قدم اٹھا سکتے ہو۔ چاہو تو اسے کسی حقیر کیڑے کی طرح پیروں تلے مسل کر نالی میں پھینک دو لیکن فی الحال یہ مناسب نہیں ہو سکتا' بھوشن اگر سسک سسک کر دم توڑے تو مجھے زیادہ خوشی ہوگی۔"

"لیکن کالکا نے قسم کھائی ہے کہ وہ۔۔۔"

"بھول جاؤ ان باتوں کو۔۔۔ اب کوئی قوت تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا' خاموشی سے تہ خانے سے نکل کر اوپر آگیا جہاں راجو ایک آرام کرسی پر نیم دراز خراٹے لے رہا تھا۔ میں متضاد کیفیتوں سے دوچار ہوا' مجھے کسی بات کا ہوش نہیں تھا' پھر میرے ذہن سے جب دھند چھٹی تو میں اپنے آفس میں بیٹھا تھا۔ مجھے کچھ یاد نہیں کہ جو کچھ میں نے دیکھا' محسوس کیا وہ حقیقت تھی یا محض ایک خواب تھا جو میری پلکوں سے ہو کر گزر گیا۔ پھر فون کی گھنٹی میرے کانوں میں گونجی تو میں اس طرح ہڑبڑایا جیسے سوتے میں اچانک آنکھ کھل گئی ہو۔ میں نے ریسیور اٹھا کر کانوں سے لگالیا' دوسری طرف سے ندیم کی آواز ابھری۔

"میں بہت دیر سے تمہیں کال کر رہا ہوں' کہاں تھے؟"

"کیوں۔۔۔؟" میں نے قدرے سرد لہجے میں جواب دیا۔

"کیا تمہارے ماسٹر کی نے کچھ نہیں بتایا۔"

"تم اب تک کہاں تھے؟"

"سراج کے ساتھ۔"

"کوئی رپورٹ درج نہیں کرائی۔"

"نہیں' میں نے اس کی ضرورت نہیں محسوس کی۔"

"گڈ۔۔۔" ندیم نے خوشی کا اظہار کیا۔ "میں بھی چاہتا تھا کہ بات پولیس کے ریکارڈ پر نہ آنے پائے۔"

"ماسٹر کی کی کیا رپورٹ ہے؟" میں نے سنجیدگی سے معلوم کیا۔

"سفید وین کو ماسٹر کی اور اس کے آدمیوں نے گھیرنے کی کوشش کی تھی لیکن شاید اس میں بیٹھے بدنصیب افراد کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ موت ان کے سروں پر منڈلا رہی ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔

"ہائی وے پر ٹول پلازہ سے آگے نکلتے ہی وہ ایک خوفناک دھماکے سے اڑ گئی۔ انسانی جسم کے ٹکڑے دور دور تک بکھر گئے۔ ماسٹر کی نے وہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا لیکن اس کا خیال ہے کہ وین میں دو یا دو سے زیادہ آدمی ضرور موجود تھے۔"

"بات سمجھ میں آئی۔" میں نے سادگی کا اظہار کیا۔ "اگر وہ مجھے نقصان پہنچانے میں کامیاب ہو گئے تھے تو پھر ان کو کیوں شکار کیا گیا۔"

"اس کے بارے میں شام کو گفتگو ہوگی۔"

میں نے ریسیور کریڈل پر رکھا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی دوبارہ بج اٹھی۔ اس بار دوسری جانب سے ڈی ایس پی سراج کی آواز سنائی دی۔ اس نے بھی مجھے کم و بیش وہی اطلاع دی جو مجھے ندیم کے ذریعے مل چکی تھی۔ البتہ سراج کی بات سے ایک عقدہ ضرور حل ہو گیا تھا۔ جائے حادثہ کے قریب ہی سے دو سکے ملے تھے جن پر ایک طرف JN اور دوسری جانب کسی آدم خور چیتے کا کھلا ہوا منہ بنا ہوا تھا۔

میرے ذہن میں فوری طور پر جگت نارائن ہی کا نام ابھرا۔ سراج نے بھی اسی شک کا اظہار کیا تھا۔ اس نے خاص طور پر مجھے زیادہ محتاط رہنے کا مشورہ دیا تھا' میری حفاظت کی خاطر اس نے سادہ لباس میں دو تین مسلح کمانڈو ٹائپ گارڈ تعینات کرنے کی بھی پیش کش کی تھی جسے میں نے بڑی خوبصورتی سے منع کر دیا تھا۔

☆ ——— ❖ ——— ☆

ساجد میری گاڑی گیراج بھجوا کر ڈیوٹی پر آگیا تھا' میں نے اس کے ساتھ دفتر آنا چھوڑ دیا تھا۔ ندیم نے میرے اس فیصلے پر سخت تنقید کی تھی لیکن میں نے اس کی بات سننے سے انکار کر دیا۔

"کیا یہ پوچھ سکتا ہوں کہ تمہارے اندر یہ تبدیلیاں کیوں رونما ہو رہی ہیں؟" ندیم نے مجھ سے پوچھ ہی لیا۔

"شاید امی کی موت کے بعد اب مجھے اپنی زندگی کا کوئی خوف باقی نہیں رہا۔"

"عارفہ کو کیوں بھول رہے ہو۔"

"موت برحق ہے' مجھے یا عارفہ کو بھی کسی وقت آسکتی ہے پھر خوفزدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔" میں نے بدستور سنجیدگی سے کہا پھر کچھ سوچ کر ندیم کو ٹٹولنے کی خاطر دریافت کیا۔

"راجو آج کل کہاں ہے۔"

"خیریت۔" ندیم نے چونک کر میری جانب دیکھا۔ "تمہیں اس وقت راجو کی یاد کیسے آگئی۔"

"بہت عرصے سے ملاقات نہیں ہوئی۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔

"میں محسوس کر رہا ہوں کہ آنٹی کی موت کے بعد سے تمہارے اندر خاصی تبدیلی آتی جا رہی ہے۔"

"یہ کوئی غیر فطری بات بھی نہیں ہے۔"

"جن لوگوں نے تمہاری کار کو ناکارہ بنایا تھا اور بعد میں خود بھی ہولناک تباہی کا شکار ہو گئے تھے' جانتے ہو کون تھے؟"

"بھوشن کے سوا اور کون ہو سکتا ہے۔" میں نے پھر بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔

"کالکا نے اپنی خباثتیں بہت تیز کر دی ہیں۔" ندیم نے کہا۔ "کیا اس حملے کے بارے میں اس نے تمہیں کوئی دھمکی دی تھی۔"

"نہیں۔" میں نے خشک لہجے میں کہا پھر دفتر جانے کے لیے باہر نکلا تو ندیم نے میرے قریب آکر سنجیدگی سے کہا۔

"کیا تمہیں محتاط رہنے کا مشورہ دے سکتا ہوں۔"

"کیوں نہیں۔" میں معنی خیز انداز میں مسکرایا۔ "تمہارے بہت احسانات ہیں مجھ پر' تم جو چاہو مشورہ دے سکتے ہو۔"

"میرا خیال ہے کہ ابھی تمہیں ساجد کی ضرورت ہے۔"

"میں سوچ رہا ہوں اسے دفتر کے کسی اہم کام پر لگا دوں' خاصا کارآمد آدمی ہے۔" میں نے گول مول جواب دیا پھر دفتر کے لیے روانہ ہو گیا۔

مجھے خود اپنے اندر رونما ہونے والی تبدیلی پر حیرت ہو رہی تھی۔ وقت کے بدلتے دھاروں نے میری زندگی اور سوچ کا رخ بھی بدل دیا تھا۔ یہ حقیقت تھی کہ ماں کی موت کے بعد مجھے کسی بات کی کوئی پروا نہیں رہ گئی تھی' میرا خیال ہے کہ دنیا کا ہر شخص اپنی کوئی قیمتی شے کھو جانے کے بعد اس کا اثر ضرور لیتا ہے۔ ماں تو میرے لیے زندگی کا سب سے قیمتی اثاثہ تھی۔ میں اس درد کی شدتوں کو سہنے کے لیے مجبور تھا اور اسی مجبوری نے شاید مجھے نڈر بنا دیا تھا۔

دفتر جاتے جاتے میں نے اپنی گاڑی کا رخ اچانک کبیر داس کی کوٹھی کی طرف موڑ دیا۔ میرے ذہن میں کوئی واضح اسکیم نہیں تھی۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ اس کی حقیقت کیا تھی۔ کیا اصلیت تھی' اس کے بارے میں مجھے دوسروں کے ذریعے دھماکہ خیز خبریں ملی تھیں۔ مجھے یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی تھی کہ جگت نارائن کی حیثیت میں اس نے بھوشن کی مدد کا فیصلہ کر لیا' وہ مجھے اپنی قوت کا اندازہ لگانے کی

خاطر خطرناک کھیل دکھا رہا تھا۔ اسی بہانے وہ پولیس کو بھی احساس دلانا چاہتا تھا کہ اس تک ان کی رسائی بھی ناممکن ہے' اسی خیال کے تحت میں بس اچانک کسی سوچے سمجھے پروگرام کے بغیر کبیر داس سے ملنے کی ٹھان لی تھی۔ اس کی کوٹھی ایک پوش علاقے میں "دھرم آشرم" کے نام سے مشہور تھی۔ مجھے اس کی تلاش میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔

"دھرم آشرم" کی حیثیت کسی ایسے قلعے سے مختلف نہیں تھی جسے چاروں طرف سے پوری طرح محفوظ کر دیا گیا ہو' اس کے اطراف خالی پلاٹوں پر بے شمار خیمے نظر آ رہے تھے جس میں اس کے پجاری اور سادھو لوگوں کی تعداد زیادہ تھی' کوٹھی کے اندر جانے والے صدر دروازے پر بھگوان کی بڑی بڑی مورتیاں موجود تھیں' پہرے دار قسم کی کوئی چیز بہ ظاہر نظر آ رہی تھی' ہو سکتا ہے کہ سادہ لباس میں نظر آنے والے اس کے نوکر چاکر ہی "دھرم آشرم" کے محافظ ہوں اور پوری طرح مسلح ہوں' گیٹ پر صرف ایک دھوتی بدن کے گرد لپیٹے ایک ادھیڑ عمر کا پروہت نما شخص موجود تھا جو آنے جانے والوں کے سوالات پر مامور تھا۔ اس کے قویٰ خاصے مضبوط نظر آ رہے تھے لیکن دوسروں کے سامنے اس کے بار بار جھک کر پرنام کرنے کا انداز مذہب سے اس کے گہرے لگاؤ کی ترجمانی کر رہا تھا۔ میں مدھم رفتار سے گاڑی چلاتا ہوا دروازے کے قریب پہنچا تو وہ لپکتا ہوا میرے قریب آ گیا۔

"نا میرے مترنا۔" اس نے مجھے روکتے ہوئے کہا۔ "مہاراج کے آشرم میں کوئی گاڑی نہیں جا سکتی تمہیں پیدل ہی چل کر مہاراج تک جانا ہوگا۔"

میں نے اسے غور سے دیکھا اس کی نظریں کسی کھوجی کی طرح میری اصلیت کا ایکسرے کر رہی تھیں' میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ بائیں جانب کھڑی ہوئی دوسری گاڑیوں کے ساتھ اپنی کار کھڑی کر کے واپس صدر دروازے کے قریب پہنچا تو ایک بار پھر وہی پروہت نما شخص میرے راستے میں آ گیا۔

"آپ کا شبھ نام؟"

"شہباز خان۔" میں نے جھجکے بغیر سنجیدگی سے جواب دیا۔

"سب اسی کی لیلا ہے بالک۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکرا کر بولا۔ "مہاراج کی شکتی کا چمتکار ہے کہ شیر اور بکری ایک گھاٹ پینے پر مجبور ہیں بڑے بڑے بلوان بھی یہاں آتے ہیں تو نظریں جھکا کر چلتے ہیں۔ ڈرتے ہیں کہ کہیں مہاراج کا اپمان نہ ہو جائے۔"

"کیا میں بھی تمہارے مہاراج سے مل سکتا ہوں؟"

"اوش مل سکتے ہو بالک' پرنتو ملنے کا کارن کیا ہے۔"

"کیول چرن چھونے کی غرض سے آیا ہوں۔" میں نے سخت لہجے میں جواب دیا۔

"اسی میں سیوکوں کی مکتی ہے۔" وہ ہاتھ باندھ کر لہراتا بولا۔ "مہاراج کی کرپا ہو جائے تو پتھر بھی کندن ہو جاتا ہے۔"

"کیا کبیر داس مہاراج سیوکوں کی کٹھنائیوں کو دور کرنے کی خاطر جنتر منتر کرتے ہیں۔"

"تم مہاراج کا اپمان کر رہے ہو۔" اس کا لہجہ ایکا ایک کرخت ہو گیا لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے خود کو کنٹرول کرتے ہوئے اپنی روایتی شرافت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جواب دیا۔ "مہاراج کوئی پنڈت پجاری یا سادھو نہیں ہیں' کیول دیش بھگت ہیں جو سب کی سہائتا کرتے ہیں' کبھی کسی کو نراش نہیں کرتے' جانے کتنے بھکاری مہاراج کے ٹکڑوں پر پل رہے ہیں' پاٹھ شالائیں اور ودھوا آشرم کی دل کھول کر دھن دولت سے سہائتا کرتے ہیں۔ دیش بھگتی اور دھرم بھگتی میں زمین آسمان کا فرق ہے پرنتو مہاراج نے زمین اور آکاش کو بھی گلے ملا دیا ہے۔"

"اب کیا میں تمہارے مہاراج کے درشن کرنے اندر جا سکتا ہوں۔" میں نے اکتائے ہوئے انداز میں کہا۔

"دھیرج بالک' دھیرج۔" اس نے سامنے بنے ہال نما کمرے کی طرف اشارہ کیا' "کچھ دیر سستا لو' کچھ جل پانی کر لو' ہم تمہارا شبھ نام مہاراج تک پہنچا دیں گے۔ نمبر آنے پر ہی تم مل سکتے ہو۔ مہاراج ایک سمے میں کسی ایک ہی آدمی سے ملتے ہیں۔"

میرے جی میں آیا کہ واپس لوٹ جاؤں لیکن میں نے ارادہ ترک کر دیا۔ اتنی دور آنے کے بعد خالی ہاتھ واپس جانا مجھے منظور نہیں تھا۔ میں اس شخص کو ایک نظر دیکھنا چاہتا تھا جو ایک طرف پتھر کی مورتی کی طرح پوجا جاتا تھا اور دوسری طرف جگت نارائن کے روپ میں اس نے قانون نافذ کرنے والے تمام اداروں کو ناکوں چنے چبوا رکھے تھے۔ ایک جانب وہ قابل احترام تھا جب کہ اس کا دوسرا رخ بڑا ہی بھیانک اور ہولناک تھا۔ انسانی زندگی کی اس کی نگاہوں میں کوئی وقعت نہیں تھی وہ اپنے ہی کارآمد آدمیوں کو اس طرح موت سے ہمکنار کرا دیتا تھا کہ اس کی ذات پر کسی کو شبہ نہیں ہوتا تھا۔ اونچے طبقے اور سرکاری حلقوں میں بھی اس کی پہنچ دور تک تھی۔ وہ اتنی دولت کا مالک تھا کہ شاید اسے خود بھی اپنی امارت کا صحیح اندازہ نہیں تھا۔ اس کے کاروبار دور تک پھیلے ہوئے تھے۔

ہال میں اور بھی بے شمار لوگ موجود تھے جنہیں باری باری آواز لگا کر بلایا جا رہا تھا۔ مردوں کے علاوہ چند ایسی نازک اندام اور خوب صورت حسینائیں بھی تھیں جو عام حالات میں شاید اس مکس گیدرنگ میں ایک پل گزارنا بھی گوارا نہ کرتیں۔ میرے خیال میں وہ سب ہی صاحب ثروت لوگ نظر آ رہے تھے۔ پھر وہ کبیر داس سے ملنے کی غرض سے کیوں آئے تھے! تو دو گھنٹے کے انتظار کے بعد میری اکتاہٹ میں اضافہ

ہونے لگا' میرے اپنے حساب اور اعداد و شمار کے اعتبار سے میرا نمبر آنے میں دو گھنٹے بھی لگ سکتے تھے' میں تنگ آ کر جانے کے ارادے سے اٹھا باہر نکلا تو ایک شخص نے قریب آتے ہوئے پوچھا۔

"شہباز خان آپ ہی کا نام ہے۔"

"اتفاق سے۔" میں نے بے زاری کا اظہار کیا۔

"مہاراج آپ کو یاد کر رہے ہیں۔"

مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا۔ اتنی جلدی میرا نمبر کس طرح آ گیا؟ میں نے سوچا کیا کبیر داس کو میری آمد کی اطلاع مل چکی تھی' وہ چاہتا تو مجھے انتظار کی گھڑیاں بھی گنوا سکتا تھا لیکن اس کی مخبری کا نظام یقیناً بڑا حساس تھا۔ اسے غالباً میرے جانے کا علم ہو گیا تھا۔ شاید اس ہال کے اندر کسی خفیہ جگہ پر کیمرے کی کوئی ایسی آنکھ ضرور موجود تھی جو کبیر داس کو ایک ایک پل کی خبر اور ہر ایک کی نقل و حرکت سے آگاہ کرتی ہوگی۔ میں نے ایک لمحے کو کچھ سوچا پھر نوجوان کے ساتھ ساتھ ہو لیا' کبیر داس تک پہنچنے کے لیے مجھے کئی رکاوٹوں سے گزرنا پڑتا تھا۔ ایک کمرے میں ایک بے حد حسین اور خوبصورت لڑکی نے میرا خیر مقدم کیا۔ اس کے کشادہ ماتھے پر لگی لال بندیا اس کی ذات کا اعلان کر رہی تھی۔ فوری طور پر میں نے یہی اندازہ لگایا کہ وہ پرائیویٹ سیکریٹری نما کوئی چیز رہی ہوگی۔ میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔

"آپ کا شبھ نام شری شہباز خان ہے نا۔" اس کی آواز میرے کانوں میں رس گھول گئی لیکن میں نے خشک لہجہ اختیار کیا۔

"آپ مجھے مسٹر شہباز خان بھی کہہ سکتی تھیں۔" میں نے ناگوار انداز میں گھورا۔

"برا لگا ہو تو شما کر دیجئے۔" وہ ایک ادا سے بولی پھر اپنے بائیں ہاتھ کی جانب نظر آنے والے دروازے کی سمت اشارہ کر کے کہا۔ "آپ اس دروازے سے گزر کر مہاراج کبیر داس سے ملاقات کر سکتے ہیں۔"

میں نے دروازے کی سمت دوسرا ہی قدم اٹھایا تھا کہ اس نے مجھے تیزی سے مخاطب کیا۔

"اندر جانے سے پہلے اپنے بغلی ہولسٹر میں رکھا ہوا پستول میرے حوالے کر دیں۔ شری کبیر داس جی لوہے کے کھلونوں کو رکھنا بھی پاپ سمجھتے ہیں' وہ پریم اور بھائی چارے کا آدرش رکھنے کے قائل ہیں۔"

میں نے خاموشی سے اپنا پستول نکال کر اس کے سامنے میز پر ڈال دیا۔ میں جن کمروں سے ہو کر گزرا تھا وہاں راستے میں کہیں نہ کہیں اسکریننگ مشین ضرور نصب تھی جس نے میرے بغلی ہولسٹر کی موجودگی سے انہیں قبل از وقت آگاہ کر دیا' مجھے اس بات پر کوئی حیرت نہیں ہوئی' پستول میز پر رکھنے کے بعد میں قدم بڑھاتا ملحقہ دروازے سے اندر داخل ہوا تو ایک لمحے کو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں کسی شیش محل میں داخل ہو گیا ہوں' وہاں کی ہر چیز نہایت قیمتی اور اعلیٰ تھی۔ دیواروں پر ہر طرف شیشے کے نازک کام نظر آ رہے تھے۔ سامنے صوفے پر سفید دھوتی اور کرتے میں ایک بھاری بھرکم شخص بیٹھا میری طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے اطراف کئی قیمتی صوفے اور بھی موجود تھے۔ میں قدم بڑھاتا اس کے قریب جا کر ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ پولیس کے محکمے میں ایک ذمہ دار عہدے پر فائز رہنے کے باوجود میں پہلی نظر میں کبیر داس کے بارے میں کوئی آخری فیصلہ نہیں کر سکا تھا' بظاہر وہ نیک دل اور ملنسار ہی نظر آ رہا تھا لیکن اس کے ٹھاٹ باٹ بتا رہے تھے کہ وہ غریبوں کا ہمدرد ہونے کے باوجود نہایت شان سے رہنے کا عادی ہے۔ بھاری بھرکم ہونے کے ساتھ ساتھ وہ متوازن جسم کا مالک بھی تھا۔ اس کی آنکھوں میں بظاہر ایسی کوئی خاص بات نہیں تھی جس کی بنا پر اسے قاتل یا وحشت ناک کہا جا سکتا۔ شاید اسے اپنے تاثرات پر قابو پانے میں خاصی مہارت حاصل تھی۔

"میں جب کبھی اپنے کسی مسلمان بھائی سے ملتا ہوں تو مجھے بہت خوشی ہوتی ہے۔" اس نے محتاط انداز میں گفتگو کا آغاز کیا۔ "رنگ و نسل' ذات پات' سیاہ و سفید اور اونچ نیچ کے چکروں نے ہمارا سکون برباد کر دیا ہے' لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ ان کا پالن ہار ایک ہی ہے' جب تک ہم انسان نہیں بنیں گے اپنے اندر سوئی ہوئی انسانیت کو جھنجھوڑ کر بیدار نہیں کریں گے ہمارے درمیان آپس میں کھٹ پٹ ہوتی رہے گی۔"

"میں آپ کے خیالات سے صد فی صد متفق ہوں۔"

"سب یہی کہتے ہیں لیکن ان کے ظاہر و باطن میں بڑا تضاد ہوتا ہے۔" کبیر داس نے بڑی شستہ اردو میں جواب دیا لیکن اس کا لہجہ معنی خیز تھا۔ "ہم باہر سے کچھ نظر آتے ہیں لیکن اندر سے ہماری آتما اتنی اچھی نہیں ہوتی۔"

"ابھی سائنس نے اتنی ترقی نہیں کی کہ انسان کے ضمیر کو پرکھنے کی کوئی کسوٹی تیار کر سکے۔" میں نے اسے کریدنے کی خاطر کہا۔ "میرا تعلق بزنس میں آنے سے پہلے محکمہ پولیس سے تھا۔ میں اپنے تجربے کی روشنی میں کہہ سکتا ہوں کہ میرا واسطہ چند ایسے مجرموں سے بھی پڑا ہے جو روز مرہ زندگی میں بے انتہا لائق فائق اور شریف کہلاتے تھے لیکن ان کا دوسرا رخ بڑا گھناؤنا ہوتا تھا' ملک اور قوم کو نقصان پہنچانے کی خاطر اور جرائم کی دنیا میں تہلکہ مچانے کی غرض سے وہ نت نئے تجربات کرنے کے عادی تھے لیکن ان کی آخری منزل پھانسی کا پھندا یا پھر عبرت ناک موت ہی ہوتی ہے۔"

"آپ نے کاروبار میں آنے کی ضرورت کیوں محسوس

کی؟" اس نے دوستانہ انداز میں مسکرا کر پوچھا۔ "میرا مطلب ہے کہ پولیس میں رہ کر آپ ہمارے دیش کی زیادہ خدمت کرسکتے تھے۔"

"آپ کا خیال درست ہے لیکن۔۔۔"

"کچھ لوگ ہوتے ہیں جو خطرات سے بہت جلدی خوفزدہ ہوجاتے ہیں۔" اس نے میری بات کاٹی' پھر پہلو بدل کر بولا۔ "صاف ستھرے کاروبار میں چار پیسے کما کر ان کو زیادہ سکون ملتا ہے۔"

"میرے ملازمت چھوڑنے کی وجہ کچھ اور تھی۔"

"ہوگی۔" وہ بے پروائی سے بولا۔ "فرمایئے یہ سیوک آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہے؟"

"میری خواہش ہے کہ آپ کے ساتھ مل کر کوئی بڑا کاروبار کروں۔"

"نہیں۔۔۔" اس نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا ہے میں آپ کو اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔ اس لیے نہیں کہ میں آپ کے ساتھ کاروبار کرنے سے کترا رہا ہوں' بلکہ اس لیے کہ میں ساجھے کی ہنڈیا میں شریک نہیں ہوتا اس لیے کہ ساجھے کی ہانڈی ہمیشہ بیچ چوراہے پر پھوٹتی ہے۔"

"اس میں اپنی اپنی نیت کو بھی بڑا دخل ہوتا ہے۔" میں نے دبی دبی زبان میں جواب دیا تو وہ مسکرا دیا۔

"نیت خراب ہونے میں دیر بھی نہیں لگتی۔ یہ دھن دولت بڑی بری چیز ہے شہباز صاحب' بھائی کو بھائی کا گلا کاٹنے پر مجبور کردیتی ہے۔"

"مجھے آپ سے ملنے کا بڑا اشتیاق تھا۔" میں نے رسمی طور پر کہا۔

"اچھا کیا جو ملنے چلے آئے۔" اس نے پہلی بار فاتحانہ انداز میں پہلو بدل کر کہا۔ "ملتے جلتے رہنے سے انسان ایک دوسرے کو سمجھ سکتا ہے' آپس میں مل بیٹھ کر اگر فیصلہ کرلیا جائے تو دس برائیاں جنم لینے سے رک سکتی ہیں۔"

"آج کل کچھ دشمن میرے کاروبار کو تباہ کرنے کے لیے میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔"

"اس دشمنی کی وجہ کیا ہے؟" اس نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"کمینگی۔" میں نے قدرے درشت لہجے میں جواب دیا۔ "وہ چھپ کر پشت سے میری پیٹھ میں خنجر گھونپنے کی کوشش کررہے ہیں۔"

"پھر میں آپ کے کس کام آسکتا ہوں۔" اس نے مسکرا کر دریافت کیا۔ اس کی مسکراہٹ میں میری تضحیک کا پہلو خاصا نمایاں تھا۔

"میں چاہتا ہوں کہ آپس میں مل بیٹھ کر کوئی فیصلہ کرلیا جائے۔" میں نے اسی کی بات دہرائی۔ "اس طرح دس برا[illegible] جنم لینے سے روکی جاسکتی ہیں۔"

"آپ کا دشمن کون ہے؟"

"کوئی ایسا شخص جس کے ظاہر و باطن میں زمین و آ[illegible] فرق ہے۔" میں نے تھوڑے توقف سے کہا۔ "جرائم [illegible] میں اسے جگت نارائن یا J.N کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ابھی تک قانون کو اس کے خلاف کوئی ایسا ثبوت نہیں [illegible] اس پر ہاتھ ڈالا جاسکے۔"

"بڑے اچنبھے کی بات ہے۔" اس نے سنجیدگی اختیار [illegible] پھر کچھ تامل سے بولا۔ "جگت نارائن۔ میں یہ نام شاید پہلے کہیں سن چکا ہوں۔"

"دوسری حیرت کی بات یہ ہے کہ وہ براہ راست میرا [illegible] نہیں ہے' کسی کے کہنے پر ایک بڑی رقم طے کرلینے کے بعد خوفزدہ کرنے کی کوشش کررہا ہے۔"

"کس کے کہنے پر؟"

"بھوشن۔" میں نے مختصراً کہا تو کبیر داس کی پیشانی [illegible] آلود ہوگئی۔

"آپ شاید اس دوغلے کی بات کررہے ہیں جس کے [illegible] اور ماں الگ الگ دھرم سے تعلق رکھتے تھے لیکن میں [illegible] تھا کہ وہ قتل کے کسی جرم میں گرفتار ہوگیا تھا۔"

"پرانی بات ہے۔ اب وہ ضمانت پر چھوٹ چکا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ اس کے لیے آپ کو میرے پاس آ[illegible] کے بجائے پولیس کے اعلیٰ حکام سے ملاقات کرنی چا[illegible] تھی۔" وہ نرم آواز میں بولا۔ "میں دنگے فساد سے ہمیشہ دور [illegible] ہوں۔ گند میں پتھر پھینکنے سے ہمیشہ اپنے ہی اجلے کپڑے خرا[illegible] ہوتے ہیں۔"

"کیا آپ میرے لیے اپنے اثر و رسوخ استعمال نہی[illegible] کرسکتے۔" میں نے اسے غور سے گھورا۔

"مجھے افسوس ہے۔" اس نے روکھے لہجے میں جوا[illegible] دیا۔ "میں اس سلسلے میں آپ کی کوئی سہائتا نہیں کرسکتا۔"

"گویا اب مجھے اس حرامزادے جگت نارائن سے [illegible] راست دو دو ہاتھ کرنا پڑیں گے۔" میں نے کبیر داس کی دم [illegible] پاؤں رکھ کر اسے غصہ دلانے کی کوشش کی' جواب میں ایک [illegible] کے لیے اس کے تیور بدلے تھے لیکن دوسرے ہی لمحے [illegible] ٹھنڈے انداز میں بولا۔ "بری بات ہے مسٹر شہباز' کسی کو [illegible] نکالنے سے مسئلے حل نہیں ہوتے اور پھر ایسی صورت میں [illegible] جب آپ اپنے دشمن کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے۔"

"ہاں لیکن جس دن ڈور کا ایک سرا میرے ہاتھ آگیا اس [illegible] دن جگت نارائن میرے ہاتھ سے نہیں بچ سکے گا۔" میں [illegible] زیادہ برہمی کا اظہار کیا۔ "میں اس بدذات کو خارش زدہ [illegible]

سے بدتر حالات سے دوچار کردوں گا۔"

کبیر داس کے چہرے کا رنگ بدل گیا' اس کے تیور میں ایک نمایاں تبدیلی محسوس ہوئی تھی لیکن قبل اس کے کہ وہ جواب میں کچھ کہتا وہ خوبصورت خاتون دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی جس نے مجھے کبیر داس سے ملنے کے آخری مرحلے کو طے کرایا تھا۔

"میں شما چاہتی ہوں۔" اس نے ہاتھ باندھ کر کبیر داس سے کہا۔ "پرنتو ایک دھرم شالہ کا منیم آپ سے فوری طور پر ملنا چاہتا ہے۔"

"کارن؟"

"اسے کسی معاملے میں آپ کی آگیا کی ضرورت ہے۔" لڑکی نے اس بار دزدیدہ نگاہوں سے میری طرف دیکھ کر کہا۔ اس کی جانب میری پشت تھی لیکن سامنے آئینہ میں اس کی حرکت کو بطور خاص نوٹ کیا تھا۔ وہ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بولی۔ "آپ سے مل کر وہ کچھ حساب کتاب کرنا چاہتا ہے۔"

"میں حساب کتاب کرنے کا عادی نہیں ہوں کوشلیا۔" کبیر داس نے فیصلہ کن انداز میں جواب دیا۔ "منیم سے کہہ دو کہ دھرم کرم کے کاموں میں دولت میرے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتی اگر اسے کچھ رقم کی ضرورت ہے تو تمہیں میری طرف سے اجازت حاصل ہے' جو مناسب سمجھو چیک کی صورت میں اسے دان کردو۔"

کوشلیا چلی گئی تو کبیر داس کسی خیال میں گم ہوگیا۔ نہ جانے کیوں میری چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ اس وقت ہماری گفتگو کے دوران کوشلیا کی آمد بلاوجہ نہیں تھی' کسی منیم کا تذکرہ محض دکھاوے کی خاطر درمیان میں لایا گیا تھا۔

"آپ کیا سوچ رہے ہیں کبیر داس جی؟" میں نے دھیمے لہجے میں کہا پھر اٹھتے ہوئے بولا۔ "میرا خیال ہے کہ میں نے آپ کا بہت سارا قیمتی سمے برباد کردیا۔"

"کوئی بات نہیں۔" اس نے دوستانہ انداز میں جواب دیا۔ "میں آپ کے ساتھ ہمدردی کے سوا کچھ اور نہیں کرسکتا لیکن ایک نصیحت ضرور کروں گا۔ بھوشن جیسے دو مینہے سانپ سے جتنا دور رہیں اتنا ہی اچھا ہے۔ کاروباری دنیا میں کوئی بھی اسے اچھے نام سے یاد نہیں کرتا۔"

"میں آپ کی نصیحت کا خیال رکھوں گا۔"

"اگر میرے لائق کوئی اور خدمت ہو تو ضرور یاد کیجئے گا۔" کبیر داس نے اس بار بھی بڑی اپنائیت کا اظہار کیا۔ "اگر میں آپ کی کوئی سیوا کرسکا تو مجھے خوشی ہوگی۔"

"آپ کی اس محبت کا بہت بہت شکریہ۔" میں الٹے قدم کبیر داس کے شیش محل سے باہر نکل کر کوشلیا کے کمرے میں آگیا۔ اس نے تقاضا کیے بغیر میرا پستول میرے حوالے کرتے ہوئے مسکرا کر کہا تھا۔

"مجھے وشواس ہے کہ آپ نے پستول کے سلسلے میں میری بات کا برا نہیں منایا ہوگا۔"

"آپ کی بات کا بھلا کون برا منا سکتا ہے۔" میں نے اسے سر تا پا غور سے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ "مجھے خوشی ہے کہ آپ نے اپنے فرض سے کوتاہی نہیں کی البتہ مجھے ایک بات کی شکایت ضرور ہے۔"

"وہ کیا۔" اس نے پلکیں جھپکاتے ہوئے مجھے قاتلانہ نظروں سے دیکھا۔ "کوئی بھول ہوگئی مجھ سے؟"

"آپ سے بھی اور کبیر داس جی سے بھی' آپ دونوں نے مجھ سے جل پانی کے لیے نہیں پوچھا۔ بہرحال ادھار رہا آپ پر۔" میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا پھر پلٹ کر باہر آگیا۔

دفتر جاتے ہوئے بھی میں کبیر داس کے بارے میں یہ فیصلہ نہیں کرسکا تھا کہ جگت نارائن اسی کا دوسرا روپ ہے لیکن ایک بات بہرحال طے تھی کہ کبیر داس گفتگو کرتے وقت ضرورت سے زیادہ محتاط رہنے کا عادی تھا۔ اسے اپنے چہرے کے تاثرات پر مکمل اختیار تھا۔ جگت نارائن کے سلسلے میں میں نے جو نازیبا اور سخت جملے کہے تھے وہ انھیں بھی امرت سمجھ کر پی گیا تھا۔

راستے میں میری نگاہ بار بار عقبی شیشے کی جانب اٹھ رہی تھی میں کسی ممکنہ تعاقب یا اچانک ہونے والے حملے کے پیش نظر خاصا محتاط تھا لیکن بظاہر میں کسی گاڑی پر شبہ نہیں کرسکا پھر میرے ذہن میں اچانک ایک خیال بڑی سرعت سے ابھرا۔ کیا ندیم نے واقعی میری درخواست پر اپنے آدمیوں کو میری نگرانی اور حفاظت کرنے سے روک دیا تھا؟

میں دفتر پہنچا تو وہ حسنہ پہلے سے میرے دفتر میں موجود تھی۔ وہ کچھ مضطرب نظر آرہی تھی میرے بیٹھنے کے بعد اس نے بغیر کسی تمہید کے کہا۔

"اب بھوشن کی موت کا وقت آگیا ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ اب آپ کو اس نیک کام کے کرگزرنے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔"

"میں نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ اب بھوشن میرے ہاتھوں سے نہیں بچ سکے گا۔"

"لیکن کچھ دشواریاں پیش آسکتی ہیں۔"

"وہ کیا؟"

"آپ نے براہ راست کبیر داس یا جگت نارائن کے گھر جاکر اچھا نہیں کیا' کچھ کالی طاقتیں آپ کے خلاف سر ابھار رہی ہیں۔"

"کالکا۔" میں نے حسنہ کے چہرے کو غور سے دیکھا۔

"اس نے کہا تھا کہ دنیا کی کوئی قوت اس کی موجودگی میں بھوشن کو پھانسی کے پھندے تک نہیں لے جاسکتی۔"

"میں نے لندی طاقتوں سے اب ڈرنا چھوڑ دیا ہے۔"

"وجہ پوچھ سکتی ہوں؟" حسنہ نے مجھے بڑی سنجیدگی سے مخاطب کیا۔

"ماں کی موت۔" میرے اعصاب میں کھنچاؤ پیدا ہونے لگا۔ "اس نے ایک بار مجھے دھمکی دی تھی کہ میرے والد کے بعد۔۔۔"

"یہ آپ کی ذاتی رائے ہے لیکن کم از کم کالکا کا آپ کی ماں کی موت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"تم اتنے یقین سے کس طرح کہہ سکتی ہو؟" میں الجھنے لگا۔

"میرے علاوہ کسی اور نے بھی آپ کو اس بات کا یقین دلایا تھا۔"

"میرے ذہن میں عثمان غنی کا تصور ابھرا' میں نے حسنہ کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں کی گہرائی اس بات کی ترجمانی کر رہی تھی کہ وہ عثمان غنی کے بارے میں بھی بہت کچھ جانتی ہے۔ میں نے اسے کریدنے کی خاطر دریافت کیا۔

"تم نے جس کی جانب اشارہ کیا ہے اس کے بارے میں اور کیا جانتی ہو؟"

"کالکا نے ایک موقع پر آپ سے کہا تھا کہ آپ کے قدم ڈگمگانے کا وقت آگیا ہے۔ اس نے غلط نہیں کہا تھا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"جس حادثے کو آپ خواب سمجھ رہے ہیں وہ خواب نہیں حقیقت۔"

"کیا کہنا چاہ رہی ہو؟"

"ملیحہ سے ملاقات میں آپ کے ارادے کو دخل نہیں تھا۔ جو کچھ فارم ہاؤس میں ہوا اس کا علم وہاں موجود لوگوں کے ذہنوں سے بھی مٹادیا گیا ہے لیکن ان لمحات کے کچھ اہم ثبوت حاصل کر لیے گئے ہیں جو آپ کو کسی اشارے پر چلنے کو مجبور کرسکتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ اس کی طاقت آپ کے بہت کام آئے گی۔ شاید کالکا بھی اس طوفان کے سامنے قدم نہ جما سکے لیکن۔۔۔"

"لیکن کیا؟" میں نے تیزی سے سوال کیا۔ "تمہارا اشارہ کس کی طرف ہے؟"

"جو ہونا تھا وہ ہو چکا' جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا۔" حسنہ نے گول مول جواب دیا پھر اپنا مطالبہ دہراتے ہوئے بولی۔ "بھوشن کے سلسلے میں مجھ سے اب زیادہ انتظار ممکن نہیں ہوگا۔"

"لیکن تم نے کہا تھا کہ ابھی میرے راستے میں کچھ دشواریاں بھی حائل ہوسکتی ہیں۔"

"وہ رکاوٹیں وقتی ہوں گی۔" اس کے لہجے میں اعتماد کے علاوہ مسرت کا بھرپور اظہار بھی تھا۔

"اکبر درانی کے بارے میں تم کیا جانتی ہو؟"

"وہی جو آپ سمجھ رہے ہیں۔"

"میں تمہاری زبان سے سننا چاہتا ہوں۔"

"میں مجبور ہوں۔" اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں بھوشن کی موت تک آپ کا ساتھ دے سکتی ہوں اس کے بعد ہمارے راستے ہمیشہ کے لیے الگ الگ ہو جائیں گے۔"

"کوئی ایسی بات جو تم بتانا نہیں چاہتیں۔"

"بھوشن کی موت کے بعد آپ کو میرے بارے میں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔" اس نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا پھر قدم اٹھاتی آفس سے باہر چلی گئی۔

میرے ذہن میں عثمان غنی کا تصور ابھر آیا۔ حسنہ نے اس بات کی تصدیق کی تھی کہ فارم ہاؤس میں میرے اور ملیحہ کے درمیان جو چھین جھپٹ ہوئی تھی وہ محض میرا وہم نہیں حقیقت تھی جس کے کچھ ثبوت بھی کسی کے ہاتھ لگ گئے ہیں۔ ندیم سے سرسری استفسار کے بعد مجھے اس بات کا یقین آگیا تھا کہ اسے میرے فارم ہاؤس جانے یا وہاں پیش آنے والے واقعات کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے' راجو نے بہت قریب سے دیکھا تھا' میرے اس کے درمیان گفتگو ہوئی تھی لیکن حسنہ کے بیان کے مطابق کسی نادیدہ قوت نے راجو کے ذہن کو بھی پوری طرح واش کردیا تھا۔ اس خیال کے ساتھ ہی میرے ذہن میں دانش کی کہی ہوئی بات گونجی اس نے عثمان غنی کے بارے میں یہی کہا تھا کہ وہ جنوں کے کسی قبیلے سے تعلق رکھتا ہے۔ ہمارے اغواء کے بعد وہ جس آسانی سے اوپر کے مضبوط اور وزنی دروازے کو چوکھٹ سمیت کسی کھلونے کی طرح ہٹا کر نکل گیا تھا وہی اس کی بے پناہ قوت کے اظہار کے لیے بہت کافی تھا۔

میں نے کتابوں میں یہی پڑھا تھا اس پوشیدہ مخلوق کو ہمارے عقیدے کے مطابق آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔ مستقل مزاج اور عام انسانوں کے مقابلے میں زیادہ کام کرنے والے ہوتے ہیں۔ اس پوشیدہ مخلوق میں کچھ شریف ا... بھی ہوتے ہیں اور کچھ ضدی اور شہ زور بن جاتے ہیں اور ا... شیطان صفت طبیعت سے انسان کو پریشان کرنے میں خا... لطف حاصل کرتے ہیں۔ شاید عثمان غنی بھی ان ہی بد کر... جنوں میں سے ایک تھا جو کسی سائے اور ہوا کی طرح میر... پیچھے پڑ گیا تھا۔ حسنہ نے مجھے یقین دلایا تھا کہ جب تک ... کے لپکتے بھڑکتے شعلے میرے ساتھ ہیں کوئی دوسری قوت کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ کالکا کی باتوں سے بھی یہی اندازہ ہوا تھا

صندلی انگوٹھی کے گم ہو جانے کے بعد وہ میرے دل کا حال پڑھنے کے قابل ہو گئی تھی لیکن دو موقعوں پر بھڑکتے شعلوں نے اسے بھی راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کردیا تھا۔

کالکا' حسنہ اور عثمان غنی کے بارے میں سوچتے سوچتے میرا ذہن لیڈی مکلارنس کی طرف چلا گیا۔ اس نے حسنہ کے سلسلے میں مجھ سے سفارش کی تھی کہ وہ میرے لیے کار آمد ثابت ہو سکتی ہے لیکن اس کے بعد ایک طویل عرصے سے اس نے مجھ سے رابطہ قائم نہیں کیا تھا۔ میں نے کچھ سوچ کر اسے یاد کیا۔ اس نے عہد کیا تھا میں جب بھی اسے یاد کروں گا وہ ضرور میرے پاس آئے گی لیکن اس سے پہلے کہ لیڈی مکلارنس میرے سامنے آتی میں نے خلاف توقع نغمہ کو آفس میں داخل ہوتے دیکھا اس کے ساتھ ایک دہرے بدن کا شخص بھی تھا جو مجھے باڈی گارڈ قسم کی کوئی چیز دکھائی دے رہا تھا۔

نغمہ کے تیور اچھے نہیں تھے' وہ مجھے کرخت نگاہوں سے گھورتی ہوئی بغیر اجازت کے میرے سامنے سینہ تان کر بیٹھ گئی۔ دہرے بدن اور گٹھے ہوئے جسم کا مالک اس کی پشت پر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس کی سپاٹ نگاہیں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ چہرے کے تاثرات سے پتا چلتا تھا کہ وہ نغمہ کے ایک اشارے پر مجھے موت کے گھاٹ اتارنے سے بھی دریغ نہیں کرے گا۔

"تم نے پہچانا مجھے؟" نغمہ نے گفتگو کی ابتدا بڑے تلخ انداز میں کی تھی۔

میں نے اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے ایک مخصوص سوئچ کو پاؤں کے دباؤ سے آن کیا تو میرے دونوں گارڈ خودکار رائفل تانے اندر آگئے۔ "ان صاحب کو باہر بٹھاؤ۔" میں نے نغمہ کی پشت پر کھڑے ہوئے شخص کی طرف اشارہ کیا' گارڈ کے مسلح ہونے کے باوجود اس کی خود اعتمادی میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوا تھا۔ شاید اسے اپنی صلاحیتوں پر بہت زیادہ اعتماد تھا۔ میرا جملہ سنتے ہی اس کے ہاتھ تیزی سے نیچے ہوئے تھے لیکن اس سے پیشتر کہ کسی سے ٹکراؤ کی صورت پیدا ہوتی نغمہ نے ہاتھ بلند کرکے اشارے سے اسے باہر جانے کو کہا۔ جواب میں اس نے سر کو خفیف سی جنبش دی پھر مجھے کینہ توز نگاہوں سے گھورتا ہوا باہر چلا گیا۔

"معاف کیجیے گا محترمہ۔" میں نے نغمہ کو انجان نظروں سے گھورتے ہوئے معذرت کی۔ "میں اپنے آفس میں پرائیویٹ اور مسلح گارڈز قسم کی کسی شے کو پسند نہیں کرتا۔ مجھے حیرت ہے کہ اسے اندر کس طرح آنے دیا گیا۔"

"تمہارے مسلح گارڈز اس کی تلاشی لے چکے تھے۔" اس نے بدستور نفرت کا اظہار کیا۔ "اس کے پاس سے ہتھیار قسم کی کوئی چیز برآمد نہیں ہوئی تھی۔"

"پھر اس کو ساتھ لانے کا مقصد کیا تھا؟" میں نے بڑی سادگی سے پوچھا۔ "کیا وہ آپ کا سیکریٹری یا پی' اے تھا۔"

"نہیں۔ وہ میرا محافظ ہے لیکن اسلحے کے بغیر بھی وہ چار پانچ مسلح آدمیوں کے لیے بہت بھاری ہے' میں کئی موقعوں پر اس کی طاقت کا حیرت انگیز کھیل تماشا دیکھ چکی ہوں۔"

"ہو سکتا ہے آپ درست فرما رہی ہوں لیکن۔۔۔"

"تم نے اس وقت میرے یہاں آنے کا مقصد نہیں پوچھا؟" اس نے مجھے خطرناک اور تیز نظروں سے گھورا۔

"فرمائیے' میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں؟" میں نے بدستور شرافت کا مظاہرہ کیا۔

"میں اس دو کوڑی کے کرائم رپورٹر سے ملنے آئی ہوں جس نے مجھے فون پر بلیک میل کرنے کی جرات کی تھی۔"

"میرا خیال ہے آپ غلط جگہ پر آگئی ہیں۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "یہ کسی اخبار کا دفتر نہیں ہے۔"

"تم نے مجھے مغربی ساحل پر کیفے ون پلس میں آنے کی دعوت کیوں دی تھی؟" اس کا لہجہ تضحیک آمیز تھا۔

"آپ کو ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے اس لیے کہ میں آپ سے ابھی پوری طرح سے واقف بھی نہیں ہوں۔"

"کروڑپتی تاجر سیٹھ نعمان کا نام سنا ہے کبھی۔" اس نے تکبر سے جواب دیا۔ "میں ان کی بیٹی نغمہ ہوں۔"

"خوبصورت نام ہے لیکن آپ کی گفتگو میں نغمگی نام کی کوئی بات اب تک مجھے نظر۔۔۔"

"شٹ اپ۔" وہ یکلخت بپھر گئی۔ میز پر مکا مارتے ہوئے بولی۔ "مجھے صرف یہ معلوم کرنا ہے کہ تم نے کرائم رپورٹر بن کر مجھ سے ملنے کی کوشش کیوں کی تھی؟"

"غلط فہمی کا علاج شاید لقمان حکیم کے پاس بھی۔۔۔"

"لیکن میرے پاس ہے۔" وہ میرا جملہ کاٹ کر بولی پھر پرس سے اپنی چیک بک نکالتے ہوئے کہا۔ "بکو۔۔۔ تمہیں کتنی رقم درکار ہے؟"

"کس سلسلے میں؟" میں نے ایک بار پھر انجان بننے کی کوشش کی لیکن میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ کالکا نے اپنے کہنے کے مطابق نغمہ کو میری فون کال کے بارے میں سب کچھ بتادیا ہوگا لیکن بظاہر نغمہ کے پاس اس بات کا کوئی ثبوت نہیں تھا کہ میں نے ہی کرائم رپورٹر بن کر اسے فون کیا تھا۔

"اپنی زبان بند رکھنے کے سلسلے میں۔" وہ کسی ناگن کی طرح بل کھا کر بولی۔ "کیا تم اس بات سے بھی انکار کرو گے کہ جس روز جھیل پارک میں چاکلیٹی کلر کے سفاری سوٹ والے کے جسم کی دھجیاں ایک دھماکے سے اڑ گئی تھیں۔ اس روز تم وہاں موجود نہیں تھے؟"

"آئی سی۔" میں پہلی بار چونکا پھر تجسس بھرے انداز میں

پوچھا۔ "لیکن آپ کا اس دھماکے سے کیا تعلق تھا؟"
"دھماکے یا کسی کے جسم کی دھجیوں سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے لیکن میں یہ بھی نہیں چاہتی کہ میرا نام کسی عنوان سے اخبارات میں شائع ہو۔"
"کیا اس روز آپ بھی جھیل پارک میں۔۔۔"
"ہاں، میں اس حقیقت سے انکار نہیں کروں گی۔"
"بات کچھ سمجھ میں نہیں آرہی۔"
"تم مجھے ماہ رخ کی قطار میں کھڑا کرنے کی حماقت سے باز آجاؤ ورنہ۔۔۔"
"میرا خیال ہے کہ اب آپ ایک حسین اور خوبصورت خاتون ہونے کی حیثیت کا ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کررہی ہیں۔" میرے لہجے میں بھی تلخی آگئی۔ "میں اپنی نجی مصروفیات کے سلسلے میں کسی قسم کی۔۔۔"
"میں بھی یہی چاہتی ہوں۔" وہ حیرت انگیز طور پر سرو پڑ گئی پھر کچھ توقف سے بولی۔ "مجھے معلوم ہے کہ سلمان قیصر کسی ایک کا غلام بن کر نہیں رہ سکتا، مجھے یہ بھی علم ہے کہ تمہاری ماہ رخ کی حسین سیکریٹری ملیحہ بھی اس کا شکار ہوچکی ہے لیکن میں دل کے ہاتھوں مجبور ہوں۔" وہ بے باک ہونے لگی۔ "جو چیز مجھے ایک بار پسند آجائے میں اسے ہر قیمت پر حاصل کرلینے کی عادی ہوں۔ یہ اور بات ہے کہ اسے حاصل کرلینے کے بعد میں اسے بلندی پر لے جاکر اس طرح نیچے پھینک دوں کہ وہ شیشے کے برتن کی طرح ٹوٹ کر ہمیشہ کے لیے چکنا چور ہوجائے۔"
"کیا یہ سلمان قیصر جیسے خوبصورت شاعر کے ساتھ ظلم نہیں ہوگا۔" میں نے دبی زبان میں سرگوشی کی۔
"یہ سوچنا میرا کام ہے۔" وہ ہاتھ ملتے ہوئے بولی۔ "تم نے جو کچھ جھیل پارک میں دیکھا یا سنا ہے اسے بھول جاؤ، میں صرف یہی کہنے آئی ہوں اور میں تمہیں اس کی قیمت بھی دے سکتی ہوں۔"
"کچھ چیزیں بڑی انمول ہوتی ہیں۔" میں نے جان بوجھ کر اس کی نیلی آنکھوں کی گہرائیوں میں غوطہ لگاتے ہوئے مدھم لہجے میں کہا۔ "میں نے اس روز جھیل پارک میں اس چاکلیٹ کلر میں ملبوس سفاری سوٹ والے کو سلمان قیصر کی طرف بڑھتے دیکھا تھا۔ اس کے ارادے نیک نہیں تھے پھر آپ اچانک درمیان میں آگئی تھیں۔ اس کے بعد سفاری سوٹ والا کسی نامعلوم خطرے کی بو سونگھ کر بے تحاشا بھاگا تھا لیکن ایک ہولناک دھماکے کے ساتھ ہی۔۔۔"
"یقین کرو۔ میرا اس دھماکے سے کوئی تعلق نہیں تھا لیکن اگر یہ بات اخبارات میں آگئی تو۔۔۔"
"آپ بدنام ہوجائیں گی۔" میں معنی خیز انداز میں مسکرایا۔

نغمہ نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ چند ثانیے تک خاموش بیٹھی نچلا ہونٹ چباتی رہی پھر میری طرف دیکھ کر دھیمی آواز میں بولی۔ "کیا میں امید رکھوں کہ آپ میری درخواست قبول کرلیں گے۔"
"مجبوری ہے۔ ورنہ آپ کا باڈی گارڈ غیر مسلح ہونے کے باوجود چار، پانچ افراد پر بھاری پڑسکتا ہے۔"
"میں اس وقت غصے میں تھی۔" اس نے جلدی سے وضاحت کی پھر مسکرا کر بولی۔ "کبھی گھر پر تشریف لائیے، اطمینان سے باتیں ہوں گی۔" اس نے اپنا کارڈ نکال کر میرے سامنے میز پر رکھ دیا۔
"ماہ رخ اور کرائم رپورٹر والی باتیں آپ کو کس ذریعے سے معلوم ہوئی تھیں۔" میں نے پہلی بار معنی خیز لہجے میں پوچھا۔
"گویا آپ مانتے ہیں کہ میری انفارمیشن غلط نہیں ہے۔" وہ دوستانہ لہجے میں بولی۔
"یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔"
"آپ کبھی تشریف لائیں گھر پر۔" وہ ایک ادا سے مسکرا کر اٹھتے ہوئے بولی۔ "آپ کو تمام سوالات کے جوابات پوری وضاحت سے مل جائیں گے۔"
"کہیں یہ میرے لیے کوئی ماؤس ٹریپ تو نہیں ثابت ہوگا۔" میں بھی کرسی سے اٹھ گیا۔ شاید اس کے حسن کی حشر سامانیوں نے مجھے ایسا کرنے پر مجبور کردیا تھا۔
"ٹریپ کا لطف تو ٹریپ ہوجانے کے بعد ہی محسوس کیا جاسکتا ہے۔" اس کا لہجہ معنی خیز تھا پھر وہ اپنا پرس لہراتی میرے دل پر بجلی گراتی آفس سے باہر چلی گئی۔
میں کھلے دروازے کی طرف دیکھتا رہا۔ میرے اندر کا سویا ہوا شیطان پھر آہستہ آہستہ سر ابھار رہا تھا لیکن شاید اس میں میرے ارادے کا کوئی دخل نہیں تھا۔

❋ ——— ❋ ——— ❋

ہرچند کے نغمہ نے ماہ رخ اور کرائم رپورٹر والے سلسلے میں میری بات کا جواب نہیں دیا تھا لیکن میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ اس میں صرف کالکا کی خباثتوں کے سوا کسی اور کا ہاتھ نہیں ہوسکتا۔ میں کچھ دیر خاموش کھڑا اس دروازے کی جانب دیکھتا رہا جس سے نغمہ کسی معطر ہوا کے جھونکے کی مانند گزر کر گئی تھی پھر میں اس طرح چونکا جیسے کسی سحر سے آزاد ہوگیا ہوں۔ میں دوبارہ اپنی کرسی پر بیٹھا تو ایک مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔
"میرے بچے۔ تم نے مجھے یاد کیا تھا؟"
میں نے پلٹ کر دیکھا۔ لیڈی مکلارنس میرے سامنے ہمیشہ کی طرح اپنے اسی لباس میں موجود تھی جس میں، میں نے اسے روز اول دیکھا تھا۔ مجھے یاد آگیا۔ نغمہ کے آنے سے پہلے

[...]نے اسے ذہنی طور پر آواز دی تھی۔
"میں الجھ گیا ہوں لیڈی مکلارنس۔" میں نے تھکے ہوئے [...]لہجے میں کہا۔ "مجھے تمہاری رہنمائی کی ضرورت ہے۔"
"رہنمائی۔" وہ بڑی سنجیدگی سے بولی۔ "رہنمائی کے لیے [...]تمہاری اپنی مقدس کتاب موجود ہے۔ روز اول سے روز آخر [...]ک ہر سوال اور اس کا جواب تمہاری کتاب میں موجود ہے، [...] دیکھنے، پڑھنے اور سمجھنے کی عادت اختیار کرو۔"
"یہ تم کہہ رہی ہو؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔
"ہاں، میں سفید فام ہونے کے باوجود تمہاری اس کتاب پر [...]یمان رکھتی ہوں۔"
"اور اس کے ساتھ ساتھ بلیک میجک اور پیش گوئیاں بھی [...]کرتی ہو۔" میں نے ہلکا سا طنز کیا۔
"میری بات چھوڑو۔ تم ابھی کہہ رہے تھے کہ بہت الجھ [...]گئے ہو۔" لیڈی مکلارنس نے سنجیدگی سے کہا۔ "تمہاری [...]الجھن کیا ہے؟"
"حسنہ کون ہے۔" میں نے دریافت کیا۔ "تم نے کہا تھا کہ [...]وہ میرے کام آسکتی ہے۔"
"ہاں، میں نے غلط نہیں کہا تھا۔ کیا وہ تمہیں اپنی بیش [...]بہا معلومات سے آگاہ نہیں کررہی ہے۔"
"لیکن۔۔۔"
"کچھ باتوں کا جواب قبل از وقت دینا ہمارے بس کی بات [...]نہیں ہوتی۔" اس نے میری بات سنے بغیر کہا۔ "ہر سپر پاور پر بھی [...]زمانہ کوئی پابندی ضروری ہوتی ہے۔"
"وہ بھوشن کی موت کی خواہاں کیوں ہے۔"
"کیوں۔" وہ معنی خیز لہجے میں بولی۔ "کیا تم بھوشن کو زندہ [...]دیکھنا چاہتے ہو۔"
"نغمہ کو میرے بارے میں کس نے اطلاعات فراہم کی [...]ہیں؟" میں نے دوسرا رخ اختیار کیا۔
"تمہاری کالکا رانی نے۔" اس بار لیڈی مکلارنس کرسی پر [...]پہلو بدل کر بولی۔ "حالات کی توڑ پھوڑ نے اب اسے بھی کینچلی [...]بدلنے پر مجبور کردیا ہے۔ وہ تمہارے خلاف بہت سارے محاذ [...]کھولنا چاہتی ہے۔ شاید اس لیے کہ اب اس کی کالی اور ناپاک [...]قوتیں بھی تمہارے حق میں غیر موثر ثابت ہورہی ہیں۔"
"عثمان غنی کی وجہ سے؟" میں نے اسے کریدنے کی خاطر [...]سنجیدگی سے سوال کیا۔
"میرا خیال ہے کہ تم نے کبیر داس سے مل کر اچھا نہیں [...]کیا۔" وہ میرے سوال کو نظر انداز کرکے بولی۔ "وہ تمہارے [...]لیے خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔"
"حیرت ہے۔" میں نے استہزائیہ انداز اختیار کیا۔ "جب [...]مجھے تمہاری اور عثمان غنی کی حمایت حاصل ہے تو پھر کبیر داس یا

جگت نارائن میرا کیا بگاڑ سکتا ہے۔"
"فی الحال میں اس کا جواب بھی نہیں دوں گی البتہ اس بات کی پیش گوئی کرسکتی ہوں کہ تمہارے اوپر ایک برا وقت بھی آنے والا ہے جو تمہارے لیے ایک آزمائش ہوگا۔"
"بھوشن۔۔۔ یا۔۔۔ جگت نارائن۔" میں نے مسکرا کر پوچھا۔ "تمہارا اشارہ کس کی طرف ہے؟"
"اجلی سفید پوشاک پر سیاہ چکنائی کا دھبہ لگ جائے تو مشکل سے جاتا ہے۔"
"کیا میں یہ سمجھوں کہ اب تم بھی کالکا کے خلاف زبان کھولنے سے گھبرا رہی ہو؟"
"کالکا۔" لیڈی مکلارنس کے چہرے پر زلزلے کی کیفیت طاری ہونے لگی۔ میری سامنے وہ ایک کھلونے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی، میں نے تم سے کہا تھا کہ اس کی مورتی میرے گلشن والی لائبریری میں شیشے کے ایک باکس میں بند ہے۔ اس کی روح میری ایک معمولی سی غلطی سے میرے قبضے میں آتے آتے نکل گئی لیکن وہ زیادہ دنوں تک مجھ سے نہیں بچ سکے گی۔ میں نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ ایک بار پھر میں تمہیں اپنی لائبریری کی سیر کراؤں گی۔ اس روز تم کھل کر اپنی کالکا رانی سے بات کرلینا لیکن آخری بار۔۔۔ ہوسکتا ہے کہ میں مرنے سے پہلے اپنی لائبریری کو تباہ کردوں اگر وہ تباہ ہوئی تو وہ تمام ارواح بھی ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائیں گی۔"
میرے اوپر آنے والے برے وقت کے بارے میں۔۔۔"
"مجھے افسوس ہے۔ میں تمہیں صرف آگاہ کرسکتی ہوں۔ کوئی تفصیل نہیں بتا سکتی اور مشورہ بھی نہیں دے سکتی۔"
"گویا تم بھی سپر پاورس کی لپیٹ میں آگئی ہو۔"
"یہی سمجھ لو۔"
"بھوشن کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"
"تمہیں حسنہ کی خواہش کا احترام کرنا ہوگا۔" لیڈی مکلارنس نے دبی زبان میں کہا پھر وہ اچانک کچھ سراسیمہ نظر آنے لگی، اس کی نگاہیں اس طرح ماحول کا جائزہ لے رہی تھیں جیسے وہ کسی آنے والے خطرے کی بو سونگھ رہی ہو پھر اس سے پیشتر کہ میں کچھ پوچھتا وہ یکلخت میری نظروں سے اوجھل ہوگئی۔
لیڈی مکلارنس کا اس طرح واپس لوٹ جانا کوئی نیک شگون نہیں تھا پھر اس سے پیشتر کہ میں اس کی گول مول باتوں سے کوئی نتیجہ اخذ کرسکتا باہر سے افراتفری کی آوازیں سنائی دیں، کوئی میرے آفس کے باہر کراہتا ہوا گرا تھا۔ شاید آنے والوں نے میرے گارڈز کو قابو کرلیا تھا یا پھر موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ خطرے کے احساس کے ساتھ ہی میں نے برق رفتاری سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن اچانک چھ سات نقاب

پوش رائفل تانے دندناتے ہوئے اندر گھس آئے تھے۔ میں نے فوری طور پر کوئی جوابی کارروائی کا ارادہ ترک کردیا۔

"تمہیں ہمارے ساتھ چلنا ہوگا۔" ایک نقاب پوش نے آگے آتے ہوئے سرد اور سفاک لہجے میں حکم دیا۔ "کسی قسم کی حماقت کی کوشش تمہیں جہنم رسید کرسکتی ہے۔"

"کس کے آدمی ہو؟"

"بکومت۔" وہ غرایا۔ "ہم یہاں تمہارے سوالات کے جواب دینے نہیں آئے ہیں۔"

"جگت نارائن کو شاید میرا کیبرا اس سے ملنا پسند نہیں آیا۔" میں نے خود کو بے پروا ثابت کرنے کی کوشش کی۔

"ہم کو ان باتوں سے کوئی غرض نہیں۔ ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ تم کس کی بات کررہے ہو۔"

"لیکن کسی نہ کسی نے تمہیں۔۔۔"

"وقت مت ضائع کرو۔" اس نے سرد لہجے میں کہا پھر اس کے اشارے پر دو آدمیوں نے آگے بڑھ کر مجھے پوری قوت سے پکڑ کر دروازے کی طرف دھکا دیا تو میں چکرا گیا۔ وہ فولادی قوت کے مالک تھے۔ میری کھوپڑی چٹخنے لگی لیکن میں نے احتیاط سے کام لیا۔ میں پوری طرح ان کے نرغے میں تھا اور ان کے ارادے نیک نہیں تھے، میرے پاس ان کے حکم کی تعمیل میں قدم اٹھانے کے سوا کوئی دوسرا راستہ بھی نہیں تھا۔

وہ مجھے خودکار رائفلوں سے دھکیلتے ہوئے باہر لے آئے، میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ میرے دونوں گارڈز باہر فرش پر اوندھے منہ پڑے تھے۔ جس کمرے میں میرا عملہ بیٹھتا تھا اور دوسرے شعبے کام کرتے تھے اس کے باہر بھی دو نقاب پوش پوری طرح چوکس نظر آرہے تھے۔ گویا انھوں نے پورے فلور کو کنٹرول میں لے رکھا تھا۔ میں ان کے اشارے پر عمل کرتا ہوا لفٹ کی طرف بڑھنے لگا۔ ایک نقاب پوش نے آگے بڑھ کر لفٹ کو کال کرنے کا بٹن دبا دیا۔ وہ تمام کے تمام ہر خطرے سے بے نیاز نظر آرہے تھے۔

"مجھے تم لوگ کہاں لے جاؤ گے؟"

"قبرستان۔" ایک نقاب پوش نے کرخت لہجے میں جواب دیا۔ "وہاں خوبصورت پریاں تمہاری تیل مالش کریں گی۔"

"تم شاید حالات سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کررہے ہو۔"

"ہمیں حالات کی نہیں صرف اپنے فائدے کی فکر رہتی ہے اور اپنے فائدے کے لیے ہم ناجائز اور جائز کے چکر میں نہیں پڑتے۔"

"خودکار اسلحے کے بل بوتے پر بدمعاشی کرنا میرے نزدیک مردانگی نہیں کہلاتی۔"

"فلسفہ مت کرو۔" وہ قہر آلود لہجے میں بولا۔ "ہمارے ساتھ چلو۔ ہم تمہیں بغیر اسلحہ کے بھی فری اسٹائل کرنے کی دعوت ضرور دیں گے۔ ون ٹو ون کے اصول پر۔ اس کے بعد تمہیں شاید ہماری جسمانی طاقت کا اندازہ بھی ہوجائے گا۔"

لفٹ کے پاس کھڑا ہوا نقاب پوش بھی میری طرف متوجہ تھا اس لیے وہ بھی لفٹ کا دروازہ کھلتے نہیں دیکھ سکا لیکن میں نے لفٹ کھلتے ہی خطرے کی بو محسوس کرلی تھی۔ لفٹ کے اندر سے برسٹ مارا گیا اور تین نقاب پوش پہلے ہی ریلے میں ڈھیر ہوگئے۔ میں نے تیزی سے خود کو زمین پر گرادیا۔ مجھے گھیرنے والے افراد کو شاید اس اچانک افتاد کی توقع نہیں تھی۔ اس سے پیشتر کہ وہ سنبھل پاتے دوسرا برسٹ مارا گیا۔ دو آدمی اور زمین بوس ہوگئے۔ باقی نے بڑی پھرتی سے پوزیشن سنبھال لی تھی۔ میں پختہ فرش پر قلابازیاں کھاتا ہوا ایک پائے کی آڑ میں ہوگیا۔ لفٹ سے نکلنے والے تین افراد نے بھی برق رفتار انداز میں پوزیشن سنبھال لی تھیں، ان میں سے ایک ماسٹر کی تھا جسے میں نے پہلی ہی نظر میں پہچان لیا تھا۔

دونوں جانب سے اندھا دھند فائرنگ ہورہی تھی میں فرش پر کراؤلنگ کرتا ہوا ایک اور محفوظ مقام تک پہنچ گیا۔ اب میرا آٹومیٹک ریوالور میرے ہاتھ میں تھا۔ میں نے فرش سے اٹھنے کی کوشش نہیں کی دوسری شکل میں تڑتڑانے والی گولیوں میں سے کوئی ایک میرے وجود کو بھی چاٹ جانے سے گریز نہ کرتی۔ مجھے اپنے دشمنوں کی صحیح تعداد کا اندازہ نہیں تھا لیکن میرے محتاط اندازے کے مطابق اب ان کی تعداد گھٹ کر چار پانچ تک رہ گئی تھی۔ اچانک میری نگاہوں کے سامنے ایک شعلہ سا لپکا ایک خوفناک دھماکہ ہوا پھر دو نقاب پوش اور فضا میں اڑتے ہوئے خاک نشین ہوگئے۔

"ہتھیار پھینک دو۔" ماسٹر کی کی آواز کچھ فاصلے سے ابھری۔ اس نے غالباً اسٹور روم کے آس پاس کہیں پوزیشن سنبھال رکھی تھی۔ "مقابلے کی صورت میں تمہارے باقی ساتھی بھی کام آجائیں گے۔ باقی آدمیوں پر انحصار نہ کرنا انھیں ہم نیچے تمہاری گاڑی میں آرام کی نیند سلا آئے ہیں۔"

جواب میں گولیوں کی تڑتڑاہٹ دوبارہ گونج اٹھی۔ مجھے ساتھ لے جانے والوں نے شاید آخری نفری تک مقابلے کی ٹھان رکھی تھی۔ انھیں موت اور زندگی کی کوئی پروا نہیں تھی۔ اچانک میری نظر ایک نقاب پوش پر پڑی جو دبے قدموں میری طرف آرہا تھا، میں نے اسے نشانہ بنانے کی کوشش کی لیکن شاید دیر ہوچکی تھی۔ اس کی ٹھوکر ہوا میں لہرائی تھی۔ میرا پستول ہاتھ سے نکل گیا پھر دوسری ٹھوکر بھی اتنی شدید تھی کہ میں کراہ کر رہ گیا۔ اس کے بعد مجھے گریبان پکڑ کر اٹھایا گیا۔ وہ بے پناہ قوت اور آہنی ارادوں کا مالک معلوم ہوتا تھا۔ مجھے اپنی چھاتی سے لگا کر اس نے الٹے ہاتھ کا پھندہ اس طرح میرے

گلے میں ڈال لیا کہ مجھے سینے میں اپنا دم گھٹتا محسوس ہوا۔ اس کے ہاتھ فولاد سے زیادہ مضبوط محسوس ہورہے تھے۔

"اپنے ساتھیوں سے کہو کہ ہتھیار پھینک دیں اور ہاتھ بلند کرکے سامنے آجائیں ورنہ تمہاری کھوپڑی اڑادوں گا۔" اس نے سفاک لہجے میں سرگوشی کی پھر ایک جھٹکا دیا تو میری آنکھیں حلقوں سے ابل کر باہر آتے آتے رہ گئیں۔

"میں شہباز خان بول رہا ہوں۔" میں نے موت کا حلقہ تنگ ہوتے محسوس کیا تو گھٹی گھٹی آواز میں بولا۔ "تم لوگ ہتھیار پھینک کر باہر آجاؤ، ہاتھ بلند کرکے، ورنہ میری موت اب یقینی ہوچکی ہے۔"

"شاباش۔ تم عقلمند آدمی معلوم ہوتے ہو۔" آہنی قوت والے نے کہا۔

میرے جواب دینے سے پیشتر ہی دو آدمی رائفل پھینک کر سامنے آگئے۔ ان کے چہروں پر ہلکا میک اپ تھا لیکن میں نے انھیں پہچان لیا۔ وہ ندیم کے ٹولے کے آدمی تھے لیکن ان میں ماسٹر کی نہیں تھا۔

"اپنے باقی ساتھیوں سے کہو کہ وہ بھی سامنے آجائیں۔" اس بار مجھے گرفت میں جکڑے رکھنے والے نے بذات خود بلند آواز میں کہا۔ "میں صرف پانچ تک گنوں گا۔ اس کے بعد تم دونوں کے ساتھ ساتھ شہباز خان کو بھی مار کر ختم کردیا جائے گا۔"

"ہم صرف دو ہی تھے۔" ہاتھ اٹھائے ہوئے آدمیوں میں سے ایک نے بے جگری سے جواب دیا۔ "تم چاہو تو اپنی تسلی کرسکتے ہو یا پھر ہمیں ٹھکانے ہی لگادو۔ اس کے بعد اطمینان سے کونے کھدروں میں جھانک کر ہماری بات کی تصدیق کرلینا۔"

"نیچے تمہارے کتنے ساتھی موجود ہیں؟"

"صرف ایک۔۔۔ وہ ڈرائیور ہے۔"

"تم دونوں کس کے آدمی ہو؟"

"یہ بات ہم دونوں میں سے کوئی بھی نہیں جانتا۔ بس اچانک ہمیں احکامات موصول ہوتے ہیں اور ہم مہم سر کرنے کی خاطر زندگی کی بازی لگانے کی خاطر دوڑ پڑتے ہیں۔"

"اس کا نام کیا ہے؟"

"ہمیں نام سے نہیں صرف منہ مانگے دام سے غرض ہوتی ہے، بالکل تمہاری ہی طرح۔"

"تم ہمارے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"صرف اتنا کہ تم بھی ہماری طرح کسی نہ کسی ولد الحرام سے تعلق رکھتے ہو۔" اس بار بھی بے پروائی سے جواب دیا گیا۔

اچانک دو نقاب پوش نکل کر سامنے آگئے۔ انھوں نے دونوں غیر مسلح آدمیوں کو کور کرلیا تھا پھر ایک کے اشارے پر دوسرے نے ان دونوں کی تلاشی کی لیکن ان کے پاس سے کوئی ہتھیار برآمد نہیں کرسکے۔

"میرا خیال ہے تم اپنے ساتھیوں کے بارے میں غلط بیانی سے کام لے رہے ہو۔" تیسرے نقاب پوش نے جس نے مجھے اپنے آہنی شکنجے میں جکڑ رکھا تھا سفاک لہجے میں کہا۔ "تمہارے ساتھ ایک دبلا پتلا شخص اور بھی تھا۔ میری نگاہیں دھوکا نہیں کھاسکتیں۔"

"وہ ہمارے ساتھ لفٹ میں ضرور سوار تھا لیکن ہم سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا۔"

"کیا ضمانت ہے کہ تم سچ ہی بول رہے ہو؟"

"اس کی کیا ضمانت ہے کہ تم جسے اپنا باپ سمجھتے ہو وہ تمہارا اصل باپ نہ ہو۔" غیر مسلح افراد میں سے اس بار دوسرے نے حقارت سے جواب دیا۔ "ہم جس راستے کے مسافر ہیں وہاں گولیوں کے علاوہ کوئی اور زبان نہیں سمجھی جاتی۔"

جواب میں ایک فائر کی آواز گونجی اور بولنے والا کراہتا ہوا زمین پر گرا لیکن پھر دوسرے ہی لمحے اس نے جوڈو کراٹے کے کسی ماہر کی طرح ایک ہاتھ زمین پر ٹیک کر اس تیزی سے فضا میں چکر کھلایا تھا کہ اس کی لاتوں کی ضرب دونوں مسلح نقاب پوشوں پر پڑی۔ وہ سنبھل نہ سکے اور اسی لمحے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کے دوسرے ساتھی نے ان دونوں کا اسلحہ سمیٹ کر فضا میں ایک سمت چھلانگ لگادی۔ مجھے قابو میں لینے والے کی رائفل جاگ اٹھی لیکن اس کے تینوں راؤنڈ بیکار ہی گئے، رائفل کے استعمال کے وقت اس کے لیے ہاتھ کا حلقہ ذرا ڈھیلا پڑا تو میں نے دونوں کہنیوں کو جوڑ کر اس کے پیٹ پر اتنی کاری ضرب لگائی کہ وہ سنبھل نہ سکا پھر اس سے پیشتر کہ وہ سنبھل پاتا اسٹور کی جانب سے ایک فائر ہوا اور آہنی طاقت کے مالک کے سیدھے ہاتھ کی کہنی جھول گئی، رائفل اس کے ہاتھ سے نکل چکی تھی، دو فائر اور ہوئے اور دونوں نہتے نقاب پوش بھی پھرکی کی طرح تڑپ کر گھومے پھر زمین پر ڈھیر ہوگئے۔ میں نے برق رفتاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے زخمی نقاب پوش کی رائفل پر قبضہ کرلیا۔ میں چاہتا تو اسے بھون سکتا تھا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔

"اب بتاؤ۔" میں نے اسے للکارا۔ "تم کس کے لیے کام کررہے ہو؟"

"کام کی نوعیت نہیں پوچھو گے؟" وہ کہنی کے بہتے ہوئے خون کو بے پروائی سے جھٹک کر بولا۔ "ہمارے ذمے بس ایک کام تھا اور بس۔۔۔ تمہیں اغوا کرکے ایک ایسے چوہے دان تک پہنچانا جہاں تمہاری موت تمہارے تصور سے بھی زیادہ

خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔"

"لیکن بازی اب پلٹ چکی ہے۔ اب تمہاری زندگی میرے رحم و کرم پر ہے۔"

"ہو سکتا ہے تم جاگتے میں کوئی خواب دیکھ رہے ہو۔" اس نے حقارت سے جواب دیا۔ "کاش، ہمیں تمہیں اغوا کرنے کے بجائے تمہاری موت کا حکم دیا جاتا تو صورت حال اس وقت کچھ اور ہی ہوتی۔"

"نکل چلو۔" مجھے ماسٹر کی اصلی آواز سنائی دی۔ وہ اپنے آدمیوں سے مخاطب تھا۔ "لائن صاف ہو چکی ہے لیکن پولیس کسی لمحے بھی پہنچ سکتی ہے۔"

پھر بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں گونجنے لگیں، ماسٹر کی نے لفٹ کے بجائے واپس جانے پر شاید عقبی راستے کو ترجیح دی تھی، زخمی نقاب پوش کو وہ غالباً میری صوابدید پر چھوڑ گیا تھا۔

"میرا خیال ہے اب کھل ہی جاؤ ورنہ پولیس کا ڈرائنگ روم ٹریٹمنٹ تمہاری زبان کھولنے پر مجبور کر دے گا۔"

"مجبوری ہے۔" وہ عجیب انداز میں بولا۔ "تم شاید مجھے ہنسانے کی کوشش کر رہے ہو۔ ہمارے بارے میں تمہیں شاید علم نہیں ہے۔ ہم پولیس کی تحویل میں جانا پسند نہیں کرتے۔ استاد کا بھی یہی حکم ہے۔"

"چلو استاد ہی کا نام بتا دو۔"

"تم گولی چلاؤ گے یا میں کوئی حرکت کروں۔"

اچانک نیچے سے پولیس کار کے سائرن کی آواز سنائی دی پھر میگا فون پر سراج کی آواز ابھری۔

"تم پوری طرح گھیرے جا چکے ہو۔ زندگی چاہتے ہو تو ہتھیار پھینک کر خود کو قانون کے حوالے کر دو، اسی میں تمہاری بہتری ہے، ہم دس تک گنیں گے اس کے بعد تمہارے خلاف کارروائی شروع کر دی جائے گی۔ ایک۔۔۔"

"سنا تم نے۔" زخمی نقاب پوش جو رائفل کی زد اور میرے رحم و کرم پر تھا حقارت سے مسکرایا۔ سائنس کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے لیکن ہماری پولیس ابھی تک گھسے پٹے ٹیپ کی طرح بجتی رہتی ہے۔"

"تم اسے ہمارے وسائل کی کمی بھی کہہ سکتے ہو۔"

"دو۔۔۔ تین۔۔۔ چار۔۔۔" نیچے سے گنتی شمار کی جا رہی تھی۔

"وسائل کی نہیں بلکہ خود غرضی اور کمینگی کی کمی ہے۔" وہ غرایا۔ "قومی خزانے پر جب شب خون اور ڈاکے مارے جائیں گے تو ہمارے وسائل کبھی بھی پورے نہیں ہو سکتے۔"

"تم دہشت گرد اور قاتل ہونے کے باوجود پڑھے لکھے آدمیوں جیسی بات کر رہے ہو۔"

"پانچ۔۔۔ چھ۔۔۔ سات۔۔۔" سراج تھوڑے تھوڑے وقفے سے اپنی دی ہوئی وارننگ کے لمحے گن رہا تھا۔

"اب بھی وقت ہے اپنی زبان کھول دو ورنہ۔۔۔"

جواب میں اس نے اپنے جبڑوں پر زور دے کر اسے پھر زبان کھول دی لیکن کوئی لفظ اس کی زبان سے ادا نہیں ہوا۔ نیلے رنگ کا جھاگ اس کے منہ سے جاری ہوا۔ اس کی خونخوار آنکھیں اپنے حلقے میں ساکت ہوئیں پھر وہ کسی تناور درخت کی طرح زمین بوس ہو گیا۔ اس نے پولیس تحویل میں جانے کے بجائے کسی ایسے سریع التاثیر زہر کے کیپسول کو چبا لیا تھا جو غالباً اس نے جبڑوں میں رکھا تھا۔

"آٹھ۔۔۔ نو۔۔۔"

میں نے کسی خیال کے تحت تیزی سے مرنے والے کی تلاشی لی، میرا اندازہ غلط نہیں نکلا۔ اس کے لباس کی اندرونی جیب سے وہی سکہ برآمد ہوا جس کے ایک جانب چیتے کا کھلا ہوا دہانہ نظر آ رہا تھا اور دوسری جانب J.N کے حروف کندہ تھے میں نے اس سکے کو بھی جیب میں رکھا پھر کھڑکی کے آڑ میں ہو کر زور سے بولا۔ "مسٹر سراج۔ کھیل ختم ہو چکا ہے۔ آپ بلا دھڑک اوپر آ سکتے ہیں۔"

ایک ڈیڑھ گھنٹے کی ضروری کارروائی کے بعد مرنے والے نقاب پوشوں کی لاشیں پوسٹ مارٹم کے لیے روانہ کر دی گئیں۔ نقاب کے پیچھے ایسے ہی چہرے نظر آئے تھے جو پولیس کو متعدد جرائم میں مطلوب تھے۔ J.N کے مخصوص ٹریڈ مارک والے دو سکے اور برآمد ہوئے تھے۔ جنہیں سراج نے اپنی تحویل میں لے لیا تھا۔ پولیس کے کارندوں نے پوری نو عدد لاشوں کو میرے دفتر اور فلور کے دوسرے حصوں سے برآمد کیا تھا۔ نیچے اس لینڈ روور پر بھی قبضہ کر لیا گیا جس میں دو افراد بے ہوشی کی حالت میں ملے تھے۔ ضروری کاغذات کی تکمیل کے بعد سراج نے اپنے آدمیوں کو ہدایت دے کر روانہ کر دیا پھر میرے آفس میں آ گیا۔ "یہ نقاب پوش یہاں کس ارادے سے آئے تھے؟"

"وہ مجھے اغوا کر کے کہیں لے جانا چاہتے تھے۔" میں نے پرسکون آواز میں جواب دیا۔

"کیا آپ کے آدمیوں نے ان نقاب پوشوں کو ٹھکانے لگایا تھا؟" سراج نے خالص پولیس افسروں جیسے انداز میں سوال کیا۔

"جی نہیں۔" میں نے سراج کا مطلب سمجھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "میرے دفتر میں سوائے گارڈز اور میرے علاوہ کوئی مسلح شخص نہیں ہوتا۔ گارڈز کو وہ پہلے ہی بے ہوش کر چکے تھے، اس کے بعد باہر سے گولیاں چلنے کی آوازیں ابھرنا شروع ہو گئی تھیں۔ شاید ان کے درمیان آپس میں کوئی ان بن ہو گئی تھی یا پھر کوئی دوسری پارٹی۔۔۔"

"دوسری پارٹی سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

"میں نے ایک امکانی پہلو کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔" میں نے محتاط انداز میں جواب دیا پھر تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "صرف آخری آدمی میرے قبضے میں تھا لیکن اس نے خودکشی کرلی۔"

"کیا جگت نارائن نے آپ کو فون پر کسی قسم کی کوئی دھمکی دی تھی۔"

"جی ہاں۔" میں نے فوری طور پر کچھ سوچ کر کہا۔ "لیکن میرا خیال تھا کہ وہ میرے جواب سے۔۔۔"

"اس نے فون پر آپ سے کیا کہا تھا؟" سراج نے تیزی سے سوال کیا۔

"یہی کہ میں آپ کو بھوشن کے سلسلے میں زیادہ ہاتھ پاؤں مارنے سے روک سکوں۔"

"فون کب آیا تھا؟" سراج نے میرے چہرے پر نظر جمائے ہوئے دریافت کیا۔

"کوئی دو گھنٹے پہلے کی بات ہے۔" میں نے اطمینان سے جواب دیا۔ "میں نے اس فون کو محض کسی دیوانے کی بڑ سمجھ کر نظرانداز کردیا تھا۔"

"لیکن ایسا نہیں ہوا۔"

"جی ہاں۔" میں شانے اچکا کر بولا۔ "اب صورت حال آپ کے سامنے ہے۔"

"کاش آپ نے مجھے بروقت اس اطلاع سے آگاہ کردیا ہوتا۔" سراج نے کہا پھر بات گھما کر بولا۔ "کیا آپ نے دوسری پارٹی کے کسی فرد کو بھی دیکھا تھا۔"

"میں نے محض قیاس آرائی کی تھی۔ ظاہر ہے کہ فرشتوں نے ان نونقاب پوشوں کو نہیں مارا ہوگا جن کی لاشیں پوسٹ مارٹم کے لیے روانہ کی گئی ہیں۔"

"جانتے ہیں مجھے اس واردات کی اطلاع کس نے دی تھی۔"

"کس نے؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"اسی شخص نے جو اس سے پہلے ہونے والی تین وارداتوں کی اطلاع دے چکا ہے۔"

"ہوسکتا ہے کہ وہ بھی J.N ہی کا کوئی نمائندہ ہو جو پولیس کو باری باری مایوسی سے دوچار کرکے بھوشن کے سلسلے میں پریشر ڈالنے کی کوشش کررہا ہو۔"

"اور یہ لاشیں۔ کیا یہ بطور ایندھن استعمال کی جارہی ہیں۔" سراج نے قدرے جھلا کر کہا۔ "اب تک جتنے مردہ آدمی پولیس کے ہاتھ لگے ہیں ان کا تعلق جرائم پیشہ افراد کی اس فہرست سے ہے جو ہمارے پاس پہلے سے موجود ہے' ان کے خلاف بیشمار سنگین جرائم کے مقدمات بھی درج ہیں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سراج کی بے بسی قابل دید تھی' وہ زیادہ دیر نہیں رکا۔ کاغذی خانہ پری کی خاطر ا میرا بیان قلم بند کیا پھر خاموشی سے واپس چلا گیا۔ سرا جاتے ہی مجھے ندیم کی کال موصول ہوئی۔

"تم کبیرداس کی کوٹھی پر کس مقصد کے تحت گئے اس نے کسی تمہید کے بغیر سوال کیا۔

"وہ قوم کی فلاح اور بہبود کے لیے کام کررہا ہے' رفاہی ادارے اس کی سرپرستی میں چل رہے ہیں اور۔۔۔

"میں نے تمہارے وہاں جانے کا مقصد دریافت کیا

"صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ کہیں اس خدمت خلق میں۔۔۔"

"تمہیں اس کا شبہ کس طرح ہوا؟" ندیم نے پھر بیچ کاٹا۔

"کیا کوئی اہم بات ہے؟"

"ہاں۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "تمہارے اوپر ہوا ہے وہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔" ماسٹر کی واقعی حیرت انگیز صلاحیتوں کا مالک ہے۔ نے کہا۔ "اس نے جس ڈرامائی انداز میں بساط کا رخ دے۔۔۔"

"میرا خیال ہے کہ اب تمہاری نجی سرگرمیاں بہت جارہی ہیں۔"

"ہاں۔ شاید امی کی موت نے میرا ذہنی توازن بگ ہے۔" میں نے سرد آواز میں کہا پھر ریسیور کریڈل پر رکھ

"میں ندیم کی مدد کے بغیر ہی درپیش مسائل کا حل تلاش چاہتا تھا جس میں بھوشن کی موت سرفہرست تھی۔

☼ ——— ☼ ——— ☼

رات کے کھانے کے بعد ندیم باہر لان پر میرے بیٹھا گفتگو کررہا تھا کہ ملازم نے سراج کے فون کی اطلاع "ندیم نے کارڈلیس آن کرکے کان سے لگایا پھر رسمی سلا کے بعد کارڈلیس میرے حوالے کردیا۔

"میں آپ کو اس وقت ایک اہم اطلاع دینا چاہتا ہو

"آپ کی اس نوازش کو کیا سمجھوں؟" میں نے ا ہوئے انداز میں کہا۔ "میں آپ کا محض دوست ہوں کوئی نہیں کہ آپ ہر کیس کی اطلاع مجھے دیں۔"

"سلمان قیصر کو قتل کردیا گیا ہے۔" سراج نے میری کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "ہوسکتا ہے کہ اس خبر سے آپ کا کوئی گہرا تعلق ہو۔"

"میں کسی سلمان قیصر کو نہیں جانتا۔"

"جھیل پارک میں ہونے والے حادثے میں ا شخصیت سب سے اہم تھی۔" سراج نے سنجیدگی سے "نغمہ نعمان نے اس خبر کو اخبار میں نہیں دیا تھا لیکن ا

...ناری سوٹ والے کو سلمان قیصر کے قریب جانے سے روکا تھا ...ر جو کچھ ہوا وہ آپ کے علاوہ سیکڑوں افراد نے اپنی آنکھوں ...ے دیکھا تھا۔"

"آئی سی۔" میں مجبوراً سنجیدہ ہوگیا۔ "آپ شاید اس ...ار کی بات کررہے ہیں جو ادھر کچھ دنوں سے خاصی شہرت ...اصل کررہا تھا؟"

"آپ کے دفتر پر جن لوگوں نے آپ کو اغوا کرنے ...وشش کی تھی ان کا تعلق بھی جگت نارائن سے تھا۔"

"بھی سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

"سلمان قیصر کو گلا گھونٹ کر ہلاک کیا گیا ہے۔" سراج ...لا۔ "اس کی لاش کے قریب سے بھی ویسا ہی سکہ ملا ہے جو ...ت نارائن کی نشانی ہے۔"

میں نے ایک لمحے کو چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ نغمہ اسی سلمان ...مرکی وجہ سے مجھ سے ملی تھی' مجھے یقین تھا کہ کاکا نے اسے ...یرے خلاف بھڑکایا ہوگا۔ کرائم رپورٹر والی حیثیت کا انکشاف ...ی کاکا کی شرارت تھی پھر نغمہ کے جانے کے بعد جگت ...رائن نے مجھے اغوا کرانے کی کوشش کی تھی جسے ندیم کے ...اور لباس والے ٹولے نے ناکام بنادیا تھا اور اب سلمان قیصر کو ...اتے سے بٹا دیا گیا۔ بظاہر اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی تھی ...کہ جگت نارائن کسی وجہ سے نغمہ اور میرے درمیان نفرت ...ر انتقام کے بیج بونا چاہتا ہو۔

"آپ کیا سوچنے لگے مسٹر شہباز؟" سراج کی آواز دوبارہ ...ریسیور پر ابھری۔

"نغمہ نے اس خبر کو اخبار میں آنے سے روکنے کے سلسلے ...ر اخبارات کو بھاری قیمت ادا کی تھی۔" میں نے کچھ سوچ کر ...رات سے نغمہ کے اپنے دفتر آنے والی بات کو قدرے توڑ مروڑ ...کر بیان کرتے ہوئے کہا۔ "وہ میرے پاس بھی اسی مقصد کے ...ت آئی تھی کہ میں اپنی زبان بند رکھوں۔"

"آپ ہی کے پاس کیوں؟" سراج نے ایک پولیس افسر ...نقطہ نگاہ کو سامنے رکھ کر سوال کیا۔ "جھیل پارک میں جس ...ت وہ حادثہ پیش آیا وہاں شہر کی کچھ اور اہم اور جانی پہچانی ...شخصیات بھی ضرور موجود ہوں گی۔"

"آپ کا شبہ درست ہے۔" میں نے جلدی سے وضاحت ...کر کے بولا۔ "ہوسکتا ہے کہ اس بار نادیدہ قوتوں نے دشمنوں کے ...کو پوری طرح مجھے گھیرنے کی کوشش کی ہو۔ نغمہ کے ...بعد سلمان قیصر کا قتل اسے بھی میرے خلاف شکوک ...میں مبتلا کرسکتا ہے۔"

"ہوسکتا ہے آپ کا اندازہ درست ہو لیکن آپ پر دفتر میں ...حملہ کیا گیا تھا اس میں ایک نہیں دو پارٹیاں ملوث تھیں۔" ...نے جواب دیا۔ "اگر وہ ایک ہی گروپ کے آدمی تھے اور نادیدہ قوتیں آپ کے خلاف برسرپیکار ہیں تو پھر ایک ہی گروپ میں پیدا ہونے والی نااتفاقی کے امکان کو خارج کرنا پڑے گا۔ ایسی صورت میں یہ سوال اور اہم ہوجاتا ہے کہ دوسری پارٹی کون تھی؟ جس نے آپ کے اغوا کی کوشش کو ناکام بنانے کی کوشش کی تھی۔"

"میں اس سلسلے میں بھلا کیا کہہ سکتا ہوں۔" میں نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔ "ویسے ہوسکتا ہے کہ کیس کو الجھانے کے لیے خود نادیدہ طاقت یا پھر جگت نارائن نے یہ چال چلی ہو تاکہ میری شخصیت اور زیادہ مشکوک ہوجائے۔"

"میں کوشش کروں گا کہ اغوا والے حادثے میں آپ کی پوزیشن صاف کرسکوں لیکن ایک بات پھر مجھے الجھا رہی ہے۔ پلیز' میری بات کو غلط رنگ دینے کی کوشش نہ کیجیے گا یہ بات اپنی جگہ اہمیت کی حامل ضرور ہے۔ ہر معاملے میں کسی نہ کسی زاویے سے آپ ہی کا نام درمیان میں کیوں آتا ہے۔ کیا اتنے سارے اتفاق ایک ہی فرد واحد کے ساتھ رونما ہوسکتے ہیں۔ پلیز' ون منٹ' لائن بند مت کیجیے گا۔" سراج نے مجھے ہولڈ کرنے کو کہا۔ اس کی بات اپنی جگہ غلط نہیں تھی۔ میں اس کی سیٹ پر ہوتا تو یہ خیال قدرتی طور پر میرے ذہن میں بھی ضرور ابھرتا۔

میں بڑی سنجیدگی سے سلمان قیصر کی موت کے بارے میں سوچنے لگا' متعدد امکانی پہلو میرے ذہن میں گونج رہے تھے۔ کیا سلمان قیصر کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی نغمہ میں دلچسپی لے رہے تھے۔ جنہوں نے سلمان قیصر کو محض رقابت کی بنا پر قتل کرادیا لیکن جگت نارائن ہی کے درمیان میں آنے کی کیا ضرورت تھی' اس قتل کے لیے اور بھی بے شمار اجرتی قاتلوں کی خدمات حاصل کی جاسکتی تھیں۔ پھر قتل ہی کیا ضروری تھا اگر بات رقابت اور نغمہ کے حصول کی تھی تو پھر سلمان قیصر کو اغوا کرانے کے بعد نغمہ کو بہ آسانی گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا جاسکتا تھا۔ دوسری بات جو سب سے اہم تھی وہ یہ تھی کہ کبیرداس سے میری ملاقات کے بعد سے جگت نارائن کی سرگرمیاں تیز ہوگئی تھیں۔ وہ محض خوف اور دہشت اور مجھے مرعوب کرنے کی خاطر اپنے قیمتی آدمیوں کی زندگی اور موت کی ہولی کھیلنے پر کیوں آمادہ ہوگیا تھا اگر وہ صرف میری موت کا خواہاں تھا تو پھر مجھے اغوا کرانے والی کوشش کسی خانے میں فٹ نہیں آتی تھی۔ جو لوگ میرے گارڈز کی رکاوٹ دور کرکے میرے آفس تک آگئے تھے وہ مجھے شوٹ بھی کرسکتے تھے۔ شاید ایسی صورت میں ماسٹر کی اور اس کے ساتھیوں کو میرا بچاؤ کرنے کے لیے موقع بھی میسر نہ آسکتا۔

"مسٹر شہباز۔" سراج کی گھبرائی ہوئی آواز دوبارہ میرے کانوں میں گونجی۔ "دوسری لائن پر ڈی آئی جی کی کال تھی۔

نامعلوم آدمی نے کچھ دیر پیشتر فون پر اس بات کی دھمکی دی ہے کہ اگر بھوشن کو موت کی سزا دلوانے کی کوشش ترک نہ کی گئی تو ڈی آئی جی صاحب کی موت بھی بہت اذیت ناک ثابت ہوسکتی ہے۔"

"خدا کا شکر ہے کہ کم از کم میرا نام درمیان میں نہیں آیا۔" میں نے ہلکا سا استہزائیہ انداز اختیار کیا پھر فوراً ہی سنجیدگی اختیار کرکے بولا۔ "میرا مشورہ ہے کہ جو گارڈز اس وقت ڈی آئی جی کی حفاظت پر مامور ہیں انھیں فوری طور پر ہٹا کر آپ اپنے اعتماد کے آدمیوں کو یہ اہم ذمے داری سونپ دیں۔"

"میرا ذاتی خیال بھی یہی ہے۔" سراج نے گفتگو ختم کرنے کی خاطر کہا۔ "مجھے فوری طور پر ڈی' آئی' جی صاحب سے ملاقات کرنی ہے اس لیے آپ سے کل کسی وقت گفتگو ہوگی۔"

"ایک اہم نکتہ باقی رہ جاتا ہے۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "ڈی' آئی' جی ہی کیوں کیس' فائل اور تمام ضروری بیانات آپ کے پاس موجود ہیں' عدالت میں بھوشن کے خلاف مقدمے کی کارروائی بھی آپ ہی کو نپٹانے کا فرض نبھانا ہوگا' ایسی صورت میں۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔" سراج نے الجھتے ہوئے جواب دیا۔ "ہوسکتا ہے کہ جگت نارائن یا کالی تو میں ایک بار پھر مجھے بھوشن کی سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کرنا چاہتی ہوں۔"

دوسری جانب سے سلسلہ منقطع ہوگیا تو میں نے ندیم کو تمام تفصیل سے آگاہ کردینا ہی مناسب سمجھا' وہ میری بات غور سے سنتا رہا پھر میں نے گفتگو ختم کی تو اس نے مسکرا کر کہا۔

"کیا بات مضحکہ خیز نہیں ہے کہ نغمہ کی خاطر صرف سلمان قیصر ہی کو ختم کرایا گیا جبکہ میری معلومات کے مطابق اس کے چاہنے والوں کی فہرست خاصی طویل ہے۔"

"لیکن ان دنوں شاید وہ صرف سلمان قیصر میں دلچسپی لے رہی تھی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "اس کا اقرار اس نے مجھ سے بھی کیا تھا۔"

"ہوسکتا ہے کہ کسی وجہ سے اس نے سلمان قیصر کو اپنے جال میں پھنسانے کو اپنی انا کا مسئلہ بنالیا ہو ورنہ اس کے ٹائپ کو لوک داستانوں والی ہیروئنوں میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔"

"اوہ۔ گویا تم بھی نغمہ کے سلسلے میں خاصی معلومات رکھتے ہو۔"

"رکھنی پڑتی ہیں مائی ڈیئر۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "میرا تعلق جس بزنس سے ہے اس میں ماہ رخ' نغمہ اور اسی قماش کی دوسری لڑکیاں بہت اہم رول پلے کرتی ہیں۔"

"بہرحال... معلوم ہوا۔ میرا مطلب ہے کہ

وہ ماہ رخ کے سلسلے میں کچھ کھلی یا اب بھی اسی اڑی ہوئی ہے۔"

"اس کا پرانا بیان ہی مجھے مستند نظر آرہا ہے۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"ہاں۔" ندیم نے پہلو بدل کر جواب دیا۔ "اپنے لیے زہر مانگنے کے بجائے ایک عدد ڈارٹ DART کی فرمائش کی ہے' جس کے ذریعے چلا زہریلی سوئی انسان کی زندگی کو نہایت پرسکون انداز کی سرحدیں پار کرادینے میں خاصی موثر ثابت ہو"

"پھر۔ تم نے کیا سوچا ہے؟"

"میں نے اس سے کچھ دنوں کی مہلت طلب ہوسکتا ہے کہ اس عرصے میں سلیمان شاہ اور ماہ میں بھرا ہوا غبار کوئی آخری شکل اختیار کرلے۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔ "کیا اب ملیحہ خود بجائے۔"

"ہاں۔ وہ کسی طرح سلیمان شاہ کا قصہ پاک تصاویر اور ان کے نگیٹوز حاصل کرنا چاہتی ہے۔ ماہ رخ کو زہریلی شراب فراہم کرنے کے سلسلے میں کی بات مجبوراً مان لی تھی۔"

"کیا ماہ رخ اسے معاف کردے گی؟"

"یقین سے نہیں کہہ سکتا لیکن میرا اندازہ۔ رخ کو اس بات کا اندازہ ہوگیا ہے کہ ملیحہ نے اس خطرناک قدم اٹھایا تھا وہ کسی مجبوری کی خاطر اٹھایا"

"اس موضوع پر ماہ رخ سے تمہاری کوئی بات" میں نے ندیم کو گھورا۔

"ہاں۔" ندیم نے کہا۔ "ماہ رخ کو میں نے اس سے بھی آگاہ کردیا ہے کہ ملیحہ میرے پاس پوری ہے۔"

"اور وہ یہ خبر پاکر آگ کی طرح نہیں بھڑکی" تعجب کا اظہار کیا۔

"نہیں۔ میں نے اسے بھڑکنے کا موقع ہی نہیں" ندیم نے مسکرا کر کہا۔ "البتہ ماہ رخ نے ایک خواہش کیا ہے۔ وہ براہ راست ملیحہ سے ملنا چاہتی ہے۔"

"کہیں اس ملاقات کے پیچھے کوئی سازش تو نہیں"

"نہیں۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ وہ ملیحہ کو سلیمان خلاف استعمال کرنے کی کوشش کرے۔"

"حالات کے پیش نظر ملیحہ اس سمجھوتے کو اس قبول نہیں کرے گی جب تک اس کی کمزوری سلیمان پاس موجود ہے۔"

"ماہ رخ ان ثبوت کو مٹانے کی پوری کوشش کر

ندیم نے جواب دیا۔ "وہ سلیمان شاہ کے ہزاروں راز جانتی ہے اور یہ بھی کہ دوسروں کے خلاف استعمال کرنے والا بلیک میلنگ اسٹف کہاں چھپا کر رکھتا ہے۔"

"یہ تصویر کا ایک رخ ہے۔" میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ "ہوسکتا ہے کہ ماہ رخ اچانک جذبات میں آکر کوئی ایسا قدم اٹھالے کہ۔"

"جگت نارائن کے بارے میں تمہاری معلومات کہاں تک پہنچیں؟" ندیم نے گفتگو کا رخ اچانک بدلا تو میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "اپنے پیروں پر کھڑا ہونا بڑی اچھی بات ہے لیکن کسی کو دوست سمجھ کر مشورہ لینے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔"

"میں اسے کوئی اہمیت نہیں دے رہا ہوں اس لیے کہ وہ محض بھوشن کی وجہ سے۔"

"صرف بھوشن نہیں بلکہ اس میں تمہاری کالکا رانی کا ہاتھ بھی ضرور شامل ہوگا۔"

"کالکا۔" میں نے اس نام کو دہرایا جو میری زندگی کے ساتھ جونک کی طرح چمٹ کر رہ گیا تھا۔ میرے وجود کے اندر کہیں اتھل پتھل شروع ہوگئی تھی۔

دوسری صبح میں نے دفتر جانے کے بجائے پروفیسر ابرار سے ملنے اس کی لیبارٹری کی طرف روانہ ہوگیا۔ کالکا نے یہی شرط رکھی تھی کہ اگر میں فارمولے کی چوری کے سلسلے میں اس کی مدد کروں تو وہ میرے حق میں کچھ رعایتیں دے سکتی تھی لیکن میں اس وقت فارمولا چوری کرنے کے بہانے سے نہیں بلکہ ایک سچے محب وطن ہونے کے ناتے پروفیسر سے ملنا چاہتا تھا۔ اسے بتانا چاہتا تھا کہ ابھی تک کمزور طاقتیں جو بڑھ مارنے میں اپنا جواب نہیں رکھتیں اب بھی اس کے فارمولے کے حصول کا خواب دیکھ رہی تھیں۔ میرا خیال تھا کہ کالکا میری نقل و حرکت سے بے خبر نہ ہوگی۔ نغمہ کو میرے خلاف بھڑکا کر اس نے اپنی جانب سے کھلی جنگ کا آغاز کردیا تھا۔ اسے اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی تھی جس کے فوراً بعد اس نے جگت نارائن کے آدمیوں کو میرے خلاف برسرپیکار ہونے پر اکسایا تھا مگر ماسٹر ماؤ اور اس کے صرف دو ساتھیوں نے بساط کا رخ پلٹ دیا تھا۔ اس شکست سے دوچار ہونے کے بعد سلمان قیصر کو راستے سے ہٹادیا گیا مگر اس سلسلے میں ابھی نہ میں نے نغمہ سے بات کی تھی نہ اس نے مجھے فون کیا تھا۔ البتہ مجھے پوری توقع تھی کہ سلمان قیصر کی موت نے نغمہ کو ذہنی کوفت اور اذیت سے ضرور دوچار کیا ہوگا۔ دفتر میں مجھے اغواء کرنے کی کوشش کے بعد سے اب تک رخسانہ نے بھی مجھ سے ملنے کی کوشش نہیں کی تھی وہ شاید بھوشن کے سلسلے میں مجھ سے شاکی تھی۔

پروفیسر کی لیبارٹری تک پہنچنے کی خاطر مجھے متعدد چیک پوسٹ سے ہوکر گزرنا پڑا' پہلے کے مقابلے میں اب لیبارٹری تک کسی بھی نووارد کے آنے جانے کے سلسلے میں پابندیاں پہلے سے زیادہ سخت کردی گئی تھیں۔ ہر چیک پوسٹ سے لیبارٹری بات کی جاتی اس کے بعد ہی آگے جانے کی اجازت ملتی تھی لیکن میں ایک بات بڑی سنجیدگی سے سوچ رہا تھا۔ کب کالکا جو سیاہ طاقتوں کی مالک تھی اس نے کچھ اہم لوگوں کے دماغ کو پلٹ کر اپنے ساتھ نہ ملا لیا ہوگا۔ وہ ذہنوں پر قابض ہونے کی صلاحیت رکھتی تھی میرے علاوہ اس نے یقینی طور پر کچھ اور لوگوں کو بھی ورغلانے کی کوشش کی ہوگی اور اس بات کے قوی امکانات تھے کہ وہ قریب کے لوگ جو پروفیسر کے اعتماد کے ہوں وہ کالکا کی طاغوتی قوت کی وجہ سے اس کے غلام بھی بن چکے ہوں۔

پروفیسر سے ملاقات کا ارادہ میں نے دفتر جاتے جاتے بس اچانک ہی کیا تھا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ اب وہاں کی صورت حال کیا ہے' پروفیسر کی لیب کے ریٹائرنگ روم میں پہنچ کر میں نے سکون کا سانس لیا' مجھے اس بات پر بھی حیرت تھی کہ کالکا نے مجھے راستے میں روکنے کی کوشش کیوں نہیں کی تھی۔ وہ چاہتی تو کسی ہیوی ڈیوٹی ڈرائیور کے دماغ پر قبضہ جماکر مجھے کسی خطرناک حادثے سے بھی دوچار کرسکتی تھی۔

"کیا پروفیسر سے آپ کا پہلے سے کوئی ملاقات کا وقت طے ہے۔" ایک دراز قد اور چھریرے بدن کے شخص نے اندر داخل ہوکر بڑے مہذب لہجے میں دریافت کیا۔

"آپ کی تعریف۔"

"خاکسار کو احمد غوری کہتے ہیں۔" اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی ایک خوبصورت ڈائری کے کھلے ہوئے صفحے پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "دس گیارہ سال سے پروفیسر کے ساتھ کام کررہا ہوں۔ ملاقات کرنے والوں کو پروفیسر سے مشورہ کرنے کے بعد کوئی وقت دینا بھی میرے فرائض میں داخل ہے لیکن آج کی تاریخ میں آپ کے نام کا کوئی اندراج نہیں ہے اس لیے۔"

"آپ کی فرض شناسی قابل تحسین ہے۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ "دراصل میں نے براہ راست پروفیسر ابرار سے ملاقات کی درخواست کی تھی اگر ایسا نہ ہوتا تو شاید سیکورٹی کا وہ عملہ جو چیک پوسٹس پر موجود ہے مجھے آسانی سے یہاں تک آنے کی اجازت کبھی نہ دیتا۔"

"ملاقات کی نوعیت کیا ہوگی؟" اس نے دوسرا سوال کیا پھر جلدی سے وضاحت کرتے ہوئے بولا۔ "دراصل پروفیسر ابرار اتنے مصروف شخص ہیں کہ اکثر انھیں کچھ بھی یاد نہیں رہتا۔ آپ کا نام اگر ان کے ذہن میں محفوظ نہ ہوتا تو وہ آپ کو یہاں تک آنے کی اجازت کبھی نہ دیتے لیکن انھیں یہ یاد نہیں آرہا

کہ آپ سے ان کی پہلی یا دوسری ملاقات کب اور کہاں

ہوئی تھی۔"

"آپ ان سے مسز مارگریٹ کی موت کا ذکر کردیں۔ وہ مجھے پہچان جائیں گے۔"

احمد غوری نے مارگریٹ کی موت کا ذکر میری زبان سے سننے کے بعد حیرت سے مجھے دیکھا لیکن کچھ کہے بغیر اندر چلا گیا۔ اس کے جانے کے تقریباً بیس منٹ بعد پروفیسر اپنی عینک ٹھیک کرتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ وہ تنہا نہیں تھا۔ اس کے ساتھ ایک نوعمر لڑکی بھی تھی۔ دونوں نے لیبارٹری کا مخصوص لباس پہن رکھا تھا۔ لڑکی خاصی قبول صورت تھی اور اس کے اندر کام کرنے کی لگن بھی نظر آرہی تھی۔

پروفیسر ابرار بھی احمد غوری کی طرح کچھ دیر تک مجھے خالی نظروں سے دیکھتا رہا پھر خشک لہجے میں بولا۔

"مارگریٹ کو انتقال کیے۔"

"آخری بار آپ اپنی مسز سے ہمارے ساتھ ہی ملے تھے۔" میں نے ایک اشارہ دیا تو وہ چونکا۔

"سوری۔ سوری۔" وہ معذرت کرتا ہوا میرے قریب آکر بیٹھ گیا۔ "آپ کا نام میرے ذہن میں محفوظ تھا لیکن۔"

"مجھے احساس ہے کہ آپ کس قدر مصروف آدمی ہیں۔"

"فرمائیے۔ اس وقت کیسے آنا ہوا؟"

"کیا ہم یہاں۔" میں نے اپنا جملہ نامکمل چھوڑ کر نوعمر لڑکی کی جانب دیکھا۔

"مارگریٹ کے بعد اب کیا باقی رہ گیا ہے۔" پروفیسر نے اداس لہجے میں جواب دیا۔ "میں نے اب اپنی رہائش بھی یہیں لیبارٹری میں اختیار کرلی ہے۔"

"مجھے احساس ہے کہ مسز کے انتقال کے بعد۔"

"آپ کسی کام سے آئے تھے؟" اس نے میری بات کاٹ دی خلاف توقع وہ بہت سنجیدہ ہوگیا تھا۔ شاید مارگریٹ کے ذکر نے اس کے سکون کو برباد کردیا تھا۔

"مجھے شبہ ہے کہ کچھ لوگ اب بھی۔"

"دنیا کے ہر ملک میں ہوتا ہے۔" پروفیسر نے چڑچڑے پن کا مظاہرہ کیا۔ "نوکلیئر پاور کے خاص خاص ٹھکانے اور دفاعی فارمولوں پر کام کرنے والے افراد پر دشمن کی نظر رہتی ہے۔ حفاظتی انتظامات کبھی موثر ثابت ہوتے ہیں اور کبھی دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ میں موت سے نہیں ڈرتا' جب آنا ہوگی بن بلائے آجائے گی۔ رہا کسی چوری کا سوال یا کسی کے اچانک اغوا ہونے کا معاملہ تو یہ سوچنا میرا نہیں حکومت کا کام ہے۔ میں جو کچھ کررہا ہوں وہ بھی ملک کے مفاد میں کررہا ہوں اگر ذاتی مفاد کا خیال ہوتا تو شاید مارگریٹ۔"

"سر۔" لڑکی نے کہا۔ "آپ کو شاید فریش جوس کی ضرورت ہے۔ میں ابھی لائی۔" وہ یہ کہتی ہوئی باہر نکل گئی' میں محسوس کررہا تھا کہ مارگریٹ کی موت کے غم نے پروفیسر کو ذہنی طور پر پہلے کے مقابلے میں کچھ زیادہ چڑچڑا اور بد مزاج بنا دیا تھا۔

"اگر آپ کو میرا یہاں آنا ناگوار خاطر گزرا ہے تو۔"

"جو گزرنا تھا وہ گزر چکا۔" وہ مجھے تیز نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ "آپ نے پھر کسی پر شک کا اظہار کیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ مخلص ہیں لیکن میرے پاس اتنا وقت نہیں۔ ایک ایک کی دم اٹھا کر نر اور مادہ کی شناخت کرتا پھروں۔ جو ہونا ہے وہ ہوکر رہے گا۔ میں یا آپ کوئی اسے روک نہیں سکتا۔"

"درست ہے لیکن احتیاط کرنا بہرحال شرط ہے۔"

"صرف ایک ہی طریقہ ممکن ہے کہ میں خودکشی کرلوں۔" وہ بدستور جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ "اس طرح وہ فارمولا بھی میرے ساتھ ہی دفن ہوجائے گا۔"

اسی وقت لڑکی بڑی نفاست سے اورنج کلر کا جوس لیے دوبارہ اندر داخل ہوئی۔

"اسی جوس کا کرشمہ ہے جو پروفیسر اپنی شخصیت سے بے نیاز ہوتا جارہا ہے۔" عثمان غنی کی آواز مجھے بڑے قریب سے سنائی دی۔ "فکر مت کرو' پروفیسر اب یہ جوس نہیں پی سکے گا۔"

پھر وہی ہوا جو عثمان غنی نے سرگوشی میں کہا تھا۔ اچانک ایسا جھٹکا لگا تھا جیسے کسی نے پشت سے دھکا دیا ہو۔ گلاس پروفیسر ابرار کے ہاتھ میں جانے سے پہلے ہی گر کر چور ہوگیا۔ لڑکی بری طرح سہمی سہمی نظر آرہی تھی۔ پروفیسر نے جوس یا گلاس کے ضائع ہوجانے پر کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا تھا لیکن ٹھیک اسی لمحے احمد غوری تیزی سے اندر داخل ہوا۔ وہ لڑکی کو تیز نظروں سے گھورتا ہوا بولا۔

مس ندا۔ میں محسوس کررہا ہوں کہ تم کچھ دنوں سے۔

"دفع ہوجاؤ۔" پروفیسر نے ہاتھ جھٹک کر حقارت سے غوری کو مخاطب کیا پھر قدم اٹھاتا اور منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑاتا ہوا ملاقاتی کمرے سے نکلتا چلا گیا۔

"میرا خیال ہے پروفیسر اب دوبارہ نہیں آئیں گے۔" غوری نے مجھ سے کہا۔ اس کے لہجے میں سرد مہری تھی۔

"یہ حضرت بھی اس نوعمر لڑکی کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔" عثمان غنی کی آواز ابھری۔ "تم یہاں نہ آتے تو شاید میں بھی ادھر کا رخ بھی نہ کرتا لیکن اب پروفیسر کا خیال رکھنا میری ذمہ داری ہے۔ تمہارا اب یہاں رکنا کسی طرح بھی کارآمد ثابت نہیں ہوگا۔"

عثمان غنی نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ غوری جوس گر جانے کے بعد ابھی تک الجھا الجھا نظر آرہا تھا۔

"جوس میں کیا تھا؟" میں نے دل ہی دل میں عثمان غنی سے دریافت کیا۔

ایک مخصوص دوا جو آہستہ آہستہ پروفیسر کے ذہن کو مفلوج کررہی ہے۔ آٹھ دس خوراکیں اور پروفیسر کے معدے میں منتقل ہوگئیں تو وہ اپنی خود اعتمادی بھی کھودے گا اور جب خود اعتمادی کھودے تو پھر اسے بڑی آسانی سے ٹریپ کیا جاسکتا ہے۔ اب واپس چلو۔"

میں نے احمد غوری کو بہت غور سے دیکھا پھر کچھ کہے بغیر رخصت ہوگیا۔ میرے رخصت ہوتے وقت بھی ندا کچھ زیادہ ہی خوفزدہ نظر آرہی تھی۔ آخری چیک پوسٹ تک میں نے خاموشی اختیار کررکھی پھر آہستہ سے بولا۔

"کیا تم اب بھی یہیں کہیں میرے آس پاس موجود ہو۔"

"پریشان مت ہو۔ میں پشت کی سیٹ پر لیٹا آرام کررہا ہوں۔"

"میں شکرگزار ہوں کہ تم نے متعدد موقعوں پر میری مدد کی ہے۔" میں سنبھل کر بولا۔

"تالی ایک ہاتھ سے نہیں۔ دونوں سے بجتی ہے۔" اس کا جواب معنی خیز تھا۔

"سلیمان قیصر کی موت میں کن لوگوں کا ہاتھ ہے؟"

"ہر کام میں ٹانگ اڑانا اچھا نہیں ہوتا۔ زندگی بڑی مختصر ہے' اس مختصر عرصے میں انسان کو تفکرات پالنے کے بجائے صرف ان حسین اور خوبصورت چہروں پر نظر رکھنی چاہیے جو زندگی گزارنے کی حسین علامتیں ہوتی ہیں۔ ندا تمہیں کیسی لگی؟"

"میرا خیال ہے کہ اب اس کا برا وقت قریب آگیا ہے۔"

"نہیں۔" بے پروائی سے جواب دیا گیا۔ "احمد غوری ندا کا کچھ بھی بگاڑ نہیں کرسکے گا۔"

"بخت نارائن کی شعبدے بازیوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"وقت برباد کررہا ہے۔" جواب بڑے پراعتماد لہجے میں دیا گیا۔ "جب تک میں تمہارا دوست۔ تمہارے ساتھ ہوں تمہیں کسی بات کی پروا نہیں کرنی چاہیے لیکن اس شرط پر کہ تمہیں میری خوشیوں کا بھی خیال رکھنا ہوگا۔"

"کیا تمہارا تعلق۔"

"ہاں۔ تمہارے دوست نے غلط نہیں کہا تھا۔ میرا تعلق بھی ناگوں کے ہی ایک قبیلے سے ہے۔"

"کیا میں تمہیں۔"

"اگر تمہاری یہی خوشی ہے تو مجھے دیکھ بھی لو۔" اس بار آواز میرے برابر والی سیٹ سے آئی تھی۔ میں نے نگاہوں کا زاویہ بدلا تو چونک اٹھا۔ اس وقت میرے ساتھ ایک خوبصورت اور معصوم چہرے والا لڑکا بھی سفر کررہا تھا جس کی عمر سترہ اٹھارہ سال سے زیادہ نہیں ہوگی۔

"کک۔ کیا یہی تمہارا اصلی چہرہ ہے؟" میں نے سنبھل کر دریافت کیا۔

"جو لوگ اصلی اور نقلی کے چکر میں الجھ جاتے ہیں وہ کبھی سکون کا سانس نہیں لے سکتے۔" اس نے بڑی بے باکی سے بائیں آنکھ کی پلک جھپکاتے ہوئے معنی خیز انداز میں کہا۔ "بہرحال میں تمہیں جب بھی نظر آؤں گا اسی چہرے میں نظر آؤں گا لیکن ایک بات کا خیال رکھنا۔ میرا چہرہ اور میری آواز تمہارے سوا کوئی اور نہیں دیکھ سکے گا اس لیے کبھی غلطی سے دوسروں کی موجودگی میں مجھ سے باتیں کرنے کی حماقت نہ کرنا ورنہ تماشا بن جاؤ گے۔"

"کیا تم مجھے حسنہ' لیڈی مکلارنس اور کالکا کے بارے میں کچھ بتانا پسند کرو گے؟" میں نے ایک سنہری موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔

"فی الحال نغمہ کو تمہاری ضرورت ہے۔" وہ میرے سوال کو نظرانداز کرکے بولا۔ "اگر کسی عاشق کی نگاہوں کے سامنے اس کے محبوب کو قتل کردیا جائے تو اسے سنبھلنے میں کچھ وقت درکار ہوتا ہے' ایسے میں کسی اپنے کی رفاقت بھی زخم کے لیے تریاق ثابت ہوتی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔ تم کس کی بات کررہے ہو؟"

"سلمان قیصر کی جو بن کھلے مرجھا گیا۔" عثمان غنی نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے جواب دیا۔ "جس وقت سلمان قیصر کا قتل ہوا اس سے دو منٹ پہلے نغمہ اس کی آغوش میں سر رکھے محبت کے خواب دیکھ رہی تھی۔ میں نے اگر اسے وہاں سے ہٹا نہ دیا ہوتا تو شاید اس کا پھول جیسا نازک اور مہکتا ہوا وجود بھی مٹی میں مل جاتا۔"

"کیا نغمہ کو۔"

"نہیں۔" وہ میری بات سمجھ کر تیزی سے بولا۔ "تمہارے علاوہ میرا کسی اور سے کوئی تعلق نہیں ہے' تم بھی اس بات کو راز رکھنا ورنہ شاید صندلی انگوٹھی کی طرح تم مجھے بھی کھو دو گے۔"

"تم صندلی انگوٹھی کے راز سے۔" میں چونکا۔

"نغمہ کو تمہاری محبت کے دو بول کی شدید ضرورت ہے' کسی وقت موقع نکال کر اس سے ضرور مل لینا۔" وہ میرے سوال کو یکسر انداز کرگیا۔

"کیا ملیحہ کے سلسلے میں بھی تم ہی نے مجھے اکسایا تھا؟"

"صرف ایک اشارہ کیا تھا اور تم پھرکی کی طرح ناچنے لگے۔ پروفیسر اور ندا کی فکر مت کرو' میں کم از کم ندا کو کوئی نقصان نہیں پہنچنے دوں گا۔ دولت کی ہوس نے اسے اندھا کردیا ہے لیکن اس کے باوجود اس کی نوعمری اور حسن کی رعنائیاں

اپنی جگہ بدستور قائم ہیں۔" اس نے پھر میری بات کو کوئی اہمیت دیے بغیر کہا پھر مسکرا کر دوبارہ بولا۔ "اب تمہارے ذہن میں شاید بھوشن کی موت کا تصور کلبلا رہا ہے لیکن تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ تم میرے اشارے پر عمل کرتے رہو اور تمام خطروں سے بے نیاز ہو جاؤ۔ میں تمہاری حفاظت کا خیال رکھوں گا۔ نغمہ سے ملنے کا خیال رکھنا۔" اس نے سنجیدگی سے کہا پھر ہوا کی طرح نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اب یہ بات میری سمجھ میں کچھ کچھ آ رہی تھی کہ کالکا نے پروفیسر ابرار تک پہنچنے کے سلسلے میں میرا راستہ کاٹنے کی کوشش کیوں نہیں کی تھی۔

عثمان غنی کے بارے میں ساجد کا بیان درست ثابت ہوا۔ اس نے انسانی روپ میں آ کر مجھ سے گفتگو کی تھی۔ اس کی گفتگو سے یہی ظاہر ہوا تھا کہ اس کا تعلق رنگین مزاج جن کے ٹولے سے ہے' بار بار وہ ملیحہ' نغمہ' ماہ رخ اور ندا کے بارے میں چٹخارے لے لے کر باتیں کر رہا تھا۔ شاید میں اسی کے اشارے پر ملیحہ سے ملا تھا اور کسی کو کان و کان خبر نہیں ہوئی تھی۔ راجو نے مجھے نہ صرف دیکھا تھا بلکہ میرے اور اس کے درمیان ندیم کے فارم ہاؤس پر گفتگو بھی ہوئی تھی لیکن اس نے ندیم سے کچھ نہیں کہا۔ یقیناً عثمان غنی نے اپنی آتشی قوتوں سے اس کا ذہن واش کر دیا ہو گا۔

بھوشن کے سلسلے میں اس نے اپنی طاقت کی کھل کر وضاحت کر دی تھی۔ اس نے صاف الفاظ میں کہا تھا کہ میں اس کے اشاروں پر عمل کرتا رہوں اور تمام خطروں سے بے نیاز ہو جاؤں۔ میں اشاروں والی بات سے محض ایک مقصد اخذ کر سکا تھا۔ اس نے مجھے زندگی کی بھرپور مسرتوں اور حسین لڑکیوں کے ساحرانہ انداز سے لطف اندوز ہونے پر اکسانے کی کوشش کی تھی۔ جنوں کے بارے میں' میں نے اکثر سنا تھا کہ وہ جس لڑکی پر بھی عاشق ہو جاتے ہیں آسانی سے اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے لیکن عثمان غنی اس کے برعکس ثابت ہوا تھا۔ وہ مجھے حسین چہروں کے جلووں سے سرشار ہوتے دیکھ کر نہ جانے اپنے کس جذبے کو تسکین دینا چاہتا تھا۔ میری نگاہوں سے اوجھل ہوتے وقت بھی اس نے خاص طور پر نغمہ سے مل کر اس سے ہمدردی کے دو بول بولنے کی تاکید کی تھی۔

عثمان غنی سے بات ہونے کے بعد مجھے اس بات کا اندازہ بھی ہو گیا تھا کہ وہ میری مصروفیات کے بارے میں بھی خاصا علم رکھتا ہے' حسنہ نے بھی یہی کہا تھا کہ جب تک وہ میرا ساتھ دیتا رہے گا کوئی اور قوت مجھے گزند نہیں پہنچا سکے گی لیکن عثمان غنی نے حسنہ کے سلسلے میں مجھے اکسانے کی کوئی بات نہیں کی تھی۔ کیا وہ حسنہ کی اصلیت سے واقف تھا؟ اس نے خاص طور پر حسنہ کو نظر انداز کرنے کی کوشش [illegible]

انگوٹھی کی طرح میں اسے بھی کھو دوں گا۔

دفتر پہنچ کر میں نے دو چار ضروری کام نمٹائے پھر اندر حسنہ آ گئی۔ اس وقت وہ بہت خوش دکھائی دے رہی تھی۔

"کیا میں تمہاری خوشی کی وجہ دریافت کر سکتا ہوں؟" میں نے دو چار رسمی جملوں کے بعد کریدنے کی خاطر پوچھا۔

"بھوشن۔" وہ یکلخت سنجیدہ ہو گئی۔ "میں دیکھ رہی ہوں اب اسے اذیتوں سے دوچار ہونے میں زیادہ دن نہیں لگیں گے۔ خوشی اس بات کی ہے وہ اذیتیں اسے تمہاری طرف سے نصیب ہوں گی۔"

میں نے حسنہ سے کھل کر باتیں کرنا چاہتا تھا لیکن اسی وقت سراج آ گیا۔ حسنہ خاموشی سے اٹھ کر باہر چلی گئی۔ سراج اس وقت بری طرح بوکھلایا ہوا اور الجھا الجھا سا لگ رہا تھا۔ اس کی وجہ بھی اسی نے بیان کر دی۔

"اوپر سے نیلی فونوں کا تانتا بندھا ہوا ہے۔" وہ [illegible] چباتے ہوئے بولا۔ "خاصی اونچی اونچی کرسیوں پر بیٹھے ذمے دار شخص بھی سلمان قیصر کے قاتلوں کو تلاش کر کے قرار واقعی سزا دینے پر مجبور کر رہے ہیں۔ میرے محکمے کے [illegible] ترین افسران بھی اس مشن میں برابر کے شریک ہیں کہ قاتلوں کو فوری طور پر قانونی شکنجوں میں جکڑا جا سکے۔"

"کیا ان میں نغمہ اور نعمان سیٹھ بھی شامل ہیں؟"

"نہیں۔ ابھی تک ان دونوں میں سے کسی کا فون نہیں آیا۔" سراج نے مجھے گھورتے ہوئے سوال کیا۔ "آپ نے خاص طور پر سیٹھ نعمان یا نغمہ کے بارے میں کیوں دریافت کیا؟"

"جھیل پارک والے حادثے کی روشنی میں یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ نغمہ بھی سلمان قیصر میں دلچسپی لے رہی تھی۔ تعجب تو اس بات پر ہے کہ کل تک سلمان قیصر کا شمار [illegible] شخصیتوں کی فہرست میں دور دور تک کہیں نظر نہیں آتا تھا لیکن موت کے فوراً بعد اچانک وہ اتنی اہمیت کس طرح اختیار کر گیا۔"

"ہو سکتا ہے کہ اس میں بڑے اور اونچے گھرانوں کی لڑکیوں اور خواتین کے علاوہ کچھ اور بھی پردہ نشینوں [illegible] آتے ہوں جس کی وجہ سے وہ اچانک شہرت پا گیا۔"

"مجھے قاتلوں کو گرفتار کرنے کے لیے صرف ایک ہفتے کی مہلت دی گئی ہے۔" سراج نے تلملا کر جواب دیا۔

پھر قبل اس کے کہ میں اس کی بات کا جواب دیتا عثمان غنی مجھے سراج کے برابر بیٹھا نظر آیا اسی کی ایما پر میں نے سنجیدگی سے سراج کو ہاتھ دکھانے کی فرمائش کی۔

"کیا مطلب۔" سراج نے جھلاہٹ کے باوجود [illegible] کہا۔ "یہ آپ نے پامسٹری میں کب سے شوق لینا شروع کیا؟"

"بس۔ یوں ہی کبھی کبھی شوق کر لیتا ہوں۔" میں نے سراج کا ہاتھ تھام کر اس کی ہتھیلی پر لکیروں کے جال دیکھتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ آپ کے ستارے آج کل آپ کے حق میں ہیں۔ ہو سکتا ہے ان ہی ستاروں کی موافقت آپ کو سلمان قیصر کے قاتل تک پہنچانے میں معاون ثابت ہو۔"

"اب۔ آپ شاید میری ساتھ مذاق کے موڈ میں ہیں۔"

میں نے سراج کی بات کا جواب نہیں دیا بلکہ ایک لمحے کو اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اس کی ہدایت بھی مجھے عثمان غنی نے دی تھی۔ اس کی آواز صرف مجھے سنائی دے رہی تھی۔ میں اس کی باتوں کو نوٹ کرتا رہا پھر سب کچھ سمجھ لینے اور سن لینے کے بعد میں نے آنکھیں کھول کر سراج کو بہت غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"قاتل آپ کے اردگرد منڈلا رہا ہے اور آپ اس کی گرفتاری کے لیے پریشان ہو رہے ہیں۔ ایک ہفتے کی مہلت تو بہت زیادہ ہے' آپ اگر چاہیں تو آپ کی صرف ایک فون کال سلمان قیصر کے قاتل کو گرفتار کرانے کے سلسلے میں بہت کافی ہو گی۔"

"کیا بزنس چھوڑ کر اب راسپوٹین کے نقش قدم پر چلنے کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔" سراج میری سنجیدگی پر مسکرا دیا۔ "شوق برا نہیں۔ خاص طور پر خوبصورت جوان لڑکیاں ایسے پامسٹ کی تلاش میں رہتی ہیں جو انہیں محبت میں کامیابی یا ناکامی کے سلسلے میں قبل از وقت آگاہ کر سکے۔ ویسے ہمارے ملک میں ضعیف الاعتقاد لوگوں کی کمی نہیں۔ ان میں بڑے بڑے کروڑپتی بھی شامل ہیں اور وہ لوگ بھی جو سٹے کے نمبر معلوم کرنے کی خاطر دربدر بھٹکتے پھرتے ہیں۔"

"مسٹر سراج۔" میں نے عثمان غنی کے کہنے پر اپنی سنجیدہ اداکاری جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "آپ نے میرے علم کو راسپوٹین جیسے بدکردار کی مثال دے کر شاید اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کی کوشش کی ہے ورنہ نجوم ایک ایسا علم ہے جو۔۔۔"

"پلیز مسٹر شہباز میں اس وقت سنجیدہ ہوں۔" سراج اب بھی میری حرکتوں کو مذاق سمجھ رہا تھا۔ اپنا ہاتھ کھینچ کر بولا۔ "آپ کن کھیل تماشوں سے مجھے بہلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

فون آپ کے قریب موجود ہے۔ اسے اٹھا کر اپنے دفتر کے نمبر ملائیں اور اپنے کسی قابل اعتماد ماتحت کو حکم دیں کہ وہ باہر نکل کر اس گہرے کلر کے تھری پیس سوٹ والے کو گرفتار کر لے جو دفتر کے سامنے بس اسٹاپ کے پاس ایک کھمبے سے ٹیک لگائے کھڑا بار بار دستی گھڑی دیکھ رہا ہے۔ اسے بس کا نہیں' اپنی کار کا انتظار ہے جو اس کا ڈرائیور کسی معمولی خامی کو دور کرانے کی غرض سے لے گیا ہے۔" [illegible]

"کم آن مسٹر شہباز پلیز۔" سراج نے کچھ کہنا چاہا لیکن میں اور زیادہ سنجیدہ ہو گیا۔

"وقت کم ہے مسٹر سراج۔ دس منٹ بعد سلمان قیصر کا قاتل آپ کی دسترس سے بہت دور نکل جائے گا اور پھر شاید۔۔۔"

"کیا آپ واقعی سیریس ہیں؟"

"آزمائش صداقت کی کسوٹی ہوتی ہے۔"

سراج نے میری سنجیدگی کو برقرار دیکھا تو فون اٹھا کر اپنے دفتر کے نمبر ملائے اور وہ اطلاع پاس آن کر دی جو میں نے اسے دی تھی' فون پر گفتگو مکمل ہونے کے بعد اس نے مجھے پھر غور سے دیکھا۔

"اگر یہ محض ایک مذاق ہے تو پھر۔۔۔"

"آپ کس کی بات کو مذاق سمجھ رہے۔" میں عثمان غنی کی ہدایت پر دوبارہ اپنی جون میں واپس آ گیا۔ "آپ شاید ابھی سلمان قیصر کے قاتل یا قاتلوں کے سلسلے میں اوپر سے پڑنے والے پریشر کی بات کر رہے تھے۔"

"اور آپ نے مجھے اپنے علم نجوم سے اس قاتل کو گرفتار کرنے کا طریقہ بھی بتا دیا۔"

"میں نے۔۔۔؟" میں نے حیرت سے چونک کر سراج کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ علم نجوم کا ذکر درمیان میں کہاں سے آ گیا۔"

"مسٹر شہباز۔" سراج نے مجھے بہت غور سے گھورا۔ "کیا آپ نے ابھی مجھے اپنے دفتر سے رابطہ قائم کرنے کا مشورہ نہیں دیا تھا اور وہ گرے کلر کا سوٹ والا۔۔۔"

"تعجب ہے مسٹر سراج۔" میں نے سراج کو ٹٹولتی نظروں سے دیکھا۔ "ابھی کچھ دیر پیشتر تو آپ بالکل نارمل انسانوں کی طرح باتیں کر رہے تھے پھر اچانک یہ فون کال' علم نجوم اور گرے کلر کا سوٹ والا درمیان میں کہاں سے آ گیا۔ آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔ میں نے نارمل طور پر ریسیور اٹھا لیا پھر اسے سراج کی طرف بڑھا دیا۔ سراج نے کال اٹینڈ کی تو اس کے چہرے کے تاثرات یکلخت تبدیل ہونے شروع ہو گئے۔ کبھی وہ گفتگو سننے لگتا تھا اور کبھی آنکھ پھاڑ کر حیرت سے مجھے تکنے لگتا تھا۔ "ٹھیک ہے' آپ اس پر کڑی نگرانی رکھیں۔ میں فوراً پہنچ رہا ہوں۔"

"کوئی خاص بات۔۔۔" میں نے بڑی معصومیت سے سراج کو دیکھا تو وہ دانت چبا کر رہ گیا۔ میں نے دوبارہ وضاحت چاہی۔ "آپ اس طرح مجھے کیا دیکھ رہے ہیں' کیا بھوشن یا اس کے اجرتی قاتلوں نے پھر میرے خلاف پولیس کو چکمہ دینے کی خاطر کوئی جھوٹی اطلاع دی ہے۔"

"مم۔۔۔ میں پھر کسی وقت آپ سے تفصیل سے ملاقات کروں گا۔" سراج نے بدستور مجھے گھورتے ہوئے کہا پھر تیزی سے لمبے ڈگ بھرتا ہوا آفس سے نکل گیا۔ میں نے مسکرا کر نگاہوں کا زاویہ تبدیل کیا۔ لیکن وہ کرسی اب خالی نظر آرہی تھی جس پر ایک لمحہ قبل عثمان غنی بیٹھا مجھے سلمان قیصر کے قاتل کے بارے میں اطلاع فراہم کررہا تھا۔ میں خود اپنی کیفیت پر مسکرادیا' حالات نے مجھے بڑی دلچسپ صورت حال سے دوچار کردیا تھا۔

پینتالیس منٹ بعد مجھے ندیم کا فون موصول ہوا۔

"یہ تم نے علم نجوم کا مظاہرہ کب سے شروع کردیا ہے۔"

"سراج نے فون کیا ہوگا۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ابھی کچھ دیر پہلے وہ میرے دفتر میں بیٹھا اسی قسم کی بہکی بہکی باتیں کررہا تھا۔ پے در پے ہونے والے جرائم نے شاید اس کی اچھی خاصی کھوپڑی کو بھی ہلا کر رکھ دیا ہے۔"

"کیا تم نے اسے سلمان قیصر کے قاتل کے بارے میں کوئی انفارمیشن نہیں دی تھی۔" ندیم کے لہجے میں بھی سنجیدگی آگئی۔

"پلیز۔۔۔ مجھے سچ سچ بتاؤ۔" میں نے تیزی سے تفصیل طلب انداز اختیار کیا۔ "کیا سراج جیسا قابل افسر بھی اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے۔"

"یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن ابھی چند منٹ پہلے اس نے فون کرکے مجھے یہی اطلاع دی ہے کہ تم نے اس کا ہاتھ دیکھ کر ستاروں کی چال اور نجوم کی روشنی میں سلمان قیصر کے قاتل کے بارے میں کچھ بتایا تھا۔"

"اوہ نو۔۔۔" میں نے ہمدردی کا اظہار کیا۔ "شاید بھوشن کے آدمیوں نے یا پھر کالکا کی شیطانی قوتوں سے سراج کو ذہنی طور پر مفلوج کردیا ہے۔"

"تمہارے لیے ایک اہم اطلاع اور بھی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"سراج کے بیان کے مطابق اس نے تمہارے اشارے پر جس گرے کلر کے تھری پیس سوٹ والے کو گرفتار کیا تھا وہی سلمان قیصر کا قاتل ہے' گرفتاری کے فوراً بعد اس نے قاتل ہونے کا اقرار کرلیا ہے لیکن قتل کی کوئی وجہ بتانے سے گریز کررہا ہے۔"

"حیرت انگیز۔۔۔" میں نے بھرپور تعجب کا اظہار کیا۔ "کیا یہ واقعی سچ ہے۔۔۔"

"پھر کسی وقت اطمینان سے بات ہوگی۔" ندیم نے میرا جملہ کاٹ کر کہا پھر سلسلہ منقطع کردیا۔ مجھے ایک بار پھر اس سچویشن پر ہنسی آگئی جس نے میری شخصیت پر عثمان غنی کی وجہ سے "پراسرار" کالیبل چسپاں کردیا تھا۔

دنیا میں ہر شخص کسی نہ کسی زاویے سے بڑا آدمی بننے کے خواب ضرور دیکھتا ہے۔ صحیح یا غلط راستے کا انتخاب اکثر زیادہ لوگوں کو نہیں ہوتا' دولت کی چمک دمک اور اپنا ایک الگ نشہ ہوتا ہے۔ میرے پاس دولت کی کوئی کمی تھی' زندگی مقدور بھر گزارنے کی خاطر قدرت نے بہت دے رکھا تھا۔ لیکن خوب سے خوب تر کی تلاش انسان کو کردیتی ہے' لوہے میں آپ سے آپ زنگ نہیں لگتا بلکہ ہوا کی نمی اسے رنگ بدلنے پر مجبور کردیتی ہے' قناعت پر اکتفا کتنے لوگ کرتے ہیں۔ میں بھی انسان تھا' میں نے دامن کو بچانے کی خاطر ہر ممکن کوشش کی تھی لیکن ماہ رخ پھر ملیحہ کے سلسلے میں میرے قدم لڑکھڑا گئے تھے۔ پہلی غلطی ارتکاب کالکا کی شیطانی قوتوں کے سبب ہوا تھا' میرے ایک عجیب سی تبدیلی رونما ہوئی تھی میں نے خود کو دوبارہ کرنا چاہا لیکن عثمان غنی نے مجھے ملیحہ کی جانب رجوع کرا چاہنے کے باوجود میرے قدم ایک بار پھر رپٹ گئے۔ خو نے صندلی انگوٹھی کے گم ہوجانے کے بعد میرے ذہن کو کرکے جانے کیا کیا گل کھلائے ہوں گے اس کا ایک دھندلا عکس میرے ذہن میں محفوظ تھا اور اب۔۔۔ جب غنی نے اچانک سلمان قیصر کے قاتل کے سلسلے میں مجھے تو میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ میں عثمان غنی کی وجہ سے جو وہ ممکن ہوسکتا ہے۔ اس نے بھی کالکا کی طرح کئی موقعوں میری جان بچائی تھی لیکن اب حالات نے ثابت کردیا تھا کالکا کے مقابلے میں زیادہ مخفی قوتوں کا مالک ہے۔

جنوں کے وجود سے انکار نہیں کیا جاتا' اس کا ذکر مقدس کتابوں میں بھی ہے' یہ بے پناہ قوتوں اور صلاحیتوں مالک ہوتے ہیں جو چاہتے ہیں کر گزرتے ہیں' ایسی صورت اگر میرے ذہن میں بھی اچانک عثمان غنی کی حیرت انگیز سے استفادہ کرنے کا خیال آیا تو یہ کوئی غیر فطری بات تھی۔ انسان ہر بات کا جواز ڈھونڈ لیتا ہے۔ مجھ سے جو غلطی سرزد ہوئی تھیں مجھے ان کا احساس تھا لیکن اب یہ احساس آہستہ آہستہ کم ہورہا تھا' وقت کی قوت نے سر ابھارا تو مجھے سربلندی کا احساس زیادہ شدت سے ہوا' طوفان کی شدتوں آگے میری کیفیت بھی تنکے کی طرح ڈانوا ڈول ہورہی تھی' میں نے عثمان غنی کے مشورے پر عمل کرنے کا ارادہ کرلیا کالکا کو بتانا چاہتا تھا کہ اب میں اس کی طاغوتی قوتوں سے خوفزدہ نہیں ہوں' کالکا نے میری مدد ضرور کی تھی لیکن اس کے عوض کوئی نہ کوئی شرط ضرور لگائی تھی لیکن عثمان غنی نے مجھ پر کسی قسم کی کوئی بندش نہیں عائد کی تھی۔ اس نے صرف اتنا کہا تھا کہ زندگی بار بار لوٹ کر نہیں آتی۔ اس کا مشورہ تھا کہ میں دنیا کی رنگینیوں کو اپنے دامن میں سموتا رہوں اس کے عوض اس نے یقین دہانی کرائی تھی کہ پھر مجھے کسی دوسری قوت سے خوفزدہ ہونے کی مطلق کوئی ضرورت نہیں تھی' میں نے غیر اختیاری طور پر عثمان غنی کی برتری کو قبول کرلیا۔

اسی وقت میں دفتر سے اٹھ کر نغمہ کی طرف گیا۔ مجھے اس تک پہنچنے کے لیے کم و بیش اسی دشواری کا سامنا کرنا پڑا جو ماہ رخ سے ملاقات کے دوران اول اول پیش آئی تھی لیکن اس کے بغیر ہر شخص مجھے شناخت کرنے لگا تھا۔ ان کے درمیان چہ میگوئیاں ضرور ہوتی ہوں گی۔ وہ سر جوڑ کر میرے اور ماہ رخ کے تعلق کے بارے میں دلچسپ قصے کہانیاں ضرور گھڑتے ہوں گے وہ اسی پر اکتفا کرسکتے تھے۔ اس سے آگے بڑھنے کی سزا تھی لیکن ذہنوں پر کوئی بندش نہیں تھی اس کے برعکس نعمان کے گھر کا ماحول قدرے مختلف تھا' نغمہ' ماہ رخ کی مانند ہر وقت نشے میں ڈوبی کسی کتاب کی طرح ادھر ادھر بکھری نہیں رہتی تھی اس کو اپنے اسٹینس کا خیال تھا' وہ گھر کی حد تک بڑی سخت گیر طبیعت کی مالک تھی۔ شاید وہاں لوگوں کو عوت عام کی طرز پر آنے جانے کی اجازت نہیں تھی' اسی لیے مجھے وہاں تک پہنچنے میں کچھ زیادہ دشواری پیش آئی تھی۔

نغمہ مجھے اپنی خوابگاہ میں نشے کی کیفیت میں ڈوبی اور انسانی جذبات کو مشتعل کرنے والے لباس میں نہیں ملی تھی' اس نے مجھ سے ڈرائنگ روم میں ملاقات کی تھی۔ اس نے میری اچانک آمد پر نہ کسی غصے کا اظہار کیا تھا نہ ہی اس کی حسین آنکھوں میں مستیوں کے جام ٹکرائے تھے لیکن میں نے یہ ضرور محسوس کیا تھا کہ وہ کچھ مضطرب سی تھی' مجھے اس کی کیفیت کا اندازہ پہلے ہی سے تھا۔ سلمان قیصر کی اچانک موت کی وجہ سے غم کے سائے اس کے چہرے پر منڈلا رہے تھے۔ محبت کی پہلی ہی منزل پر اگر انسان منہ کے بل زمین پر آگرے تو اسے چوٹ اور صدمے کی کیفیت کا احساس ضرور ہوتا ہے۔ یہ ایک فطری عمل ہے جس سے دامن بچانا انسان کے بس کی بات نہیں ہوتی' صدمے کا احساس کسی اپنے کو دیکھ کر اور شدت اختیار کرجاتا ہے۔ نغمہ پہلی بار میری نگاہوں میں اس وقت آئی تھی جب جھیل پارک میں حادثہ پیش آیا تھا اس وقت ہم ایک دوسرے کے لیے اجنبی تھے پھر نغمہ سے میری دوسری ملاقات میرے دفتر میں ہوئی تھی' اس وقت اس کے دماغ پر کالکا قابض تھی جس نے اسے میری جانب سے بدگمان کردیا تھا لیکن پھر شاید عثمان غنی کی قوتوں نے اسے رام کرلیا تھا اور اب ہمارے درمیان تیسری بار آمنا سامنا ہوا تھا۔

"آپ کچھ اداس اداس سی نظر آرہی ہیں۔" میں نے اس کے تاثرات کا اندازہ لگاتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں' بس کچھ۔۔۔"

"سلمان قیصر کی اچانک موت کا صدمہ مجھے بھی ہے' میں نے انہیں کبھی نہیں پڑھا لیکن مجھے اس بات کا اندازہ ہے کہ آپ اس کی مداح تھیں۔" میں نے اس کی بات کاٹ کر جواب دیا۔

"میں صرف اس کی مداح نہیں تھی اس کی شاعری کی عاشق تھی پھر یہ کیفیت ذہن سے اتر کر دل کی گہرائیوں تک جا پہنچی تھی۔"

"میں نے سراج کی زبانی سنا ہے کہ قاتل گرفتار ہوچکا ہے۔"

"آپ نے درست سنا ہے۔" وہ پہلو بدل کر بولی۔ "جو شخص پکڑا گیا ہے وہ کوئی غیر نہیں میرا فرسٹ کزن ہے۔"

"میں سمجھا نہیں؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔ "آپ کا فرسٹ کزن۔۔۔"

"ہاں۔۔۔ وہ مجھے حاصل کرنا چاہتا تھا' ہر صورت میں۔ ایک بیوی کی حیثیت سے بھی وہ مجھے قبول کرنے کو تیار تھا اور۔۔۔" وہ روانی میں کچھ کہتے کہتے رک گئی پھر سنبھل کر گویا ہوئی۔ "اس کو علم تھا کہ میں اسے کسی طور بھی اپنے قریب برداشت کرنے کو آمادہ نہیں ہوں۔ شاید وہ سلمان قیصر کو اپنے راستے کی دیوار سمجھ رہا تھا۔ چنانچہ اس نے وہ دیوار گرادی۔"

"میں یہی خبر سن کر چلا آیا تھا۔ آپ کو میرا آنا۔۔۔"

"کیسی بات کرتے ہیں۔" وہ تیزی سے بولی۔ "میں نے خود آپ کو گھر آنے کی دعوت دی تھی۔ حالانکہ میں گھر پر کسی کا آنا جانا پسند نہیں کرتی لیکن نہ جانے کیوں آپ کی کھری کھری باتیں مجھے پسند آئیں۔ لیکن آپ ایسے موقع پر تشریف لائے ہیں کہ میں کھل کر اپنی مسرت کا اظہار بھی نہیں کرسکتی۔"

"میں آپ کے غم میں برابر کا شریک ہوں۔"

"شکر گزار ہوں کہ آپ نے میرے غم کا احساس کیا۔" اس نے روایتی جملہ کہا پھر چونک کر بولی۔ "آپ کو سلمان قیصر کی موت کی اطلاع۔۔۔"

"ڈی ایس پی سراج کے ذریعہ ہوئی تھی۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"مجھے خوشی ہے کہ میرا کزن گرفتار ہوگیا۔" وہ تھوڑے وقفے سے بولی۔ "ڈیڈ اس کی طرف سے بے حد فکر مند ہیں لیکن اگر اسے تختہ دار پر بھی لٹکا دیا جائے تو مجھے کوئی افسوس نہیں ہوگا۔ کسی سے اس کی پسندیدہ شے کو زبردستی چھین لینا میرے نزدیک بدترین گناہ ہے۔"

"ایک بات پوچھوں اگر ناگوار خاطر نہ گزرے۔"

"ضرور پوچھئے۔"

"کیا آپ کو سلمان قیصر کی اچانک موت کی اطلاع پاکر میرے اوپر شبہ تو نہیں ہوا تھا۔"

"ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں یہ خیال ضرور ابھرا تھا۔" اس نے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔ "میں آپ سے اسی

سلسلے میں ملنے گئی تھی اور میرے آنے کے بعد سلمان قیصر کا قتل۔۔۔ میری جگہ آپ ہوتے تو شاید۔۔۔"

"اب میرے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔"

"میں اس جذبے کو کوئی نام نہیں دے سکتی لیکن مجھے خود ہی اس بات کا یقین بھی آگیا تھا کہ کم از کم آپ سلمان قیصر کے قتل میں ملوث نہیں ہو سکتے۔"

"کیوں۔۔۔؟" میں قدرے بے تکلف ہو گیا۔ "رقابت کی آگ تو کسی کو بھی جھلسا سکتی ہے۔"

اس نے غور سے مجھے دیکھا۔ ایک ثانئے کو فتح کا احساس اس کے وجود پر طاری ہوا لیکن پھر وہ سنبھل کر بولی۔

"ابھی کچھ دیر پہلے سراج صاحب کا فون بھی آیا تھا۔ مجھے حیرت ہے کہ قاتل ان کے دفتر کے قریب کس لیے منڈلا رہا تھا۔"

"ہوتا ہے۔۔۔ کبھی کبھی خون اپنا رنگ خود تلافی کی صورت میں بھی دکھاتا ہے لیکن سراج کو اس بات کا علم کس طرح ہوا کہ قاتل وہی شخص ہے۔" میں نے کچھ سوچ کر سوال کیا۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ کہیں سراج نے میرے نجوم والے راز کا بھانڈا تو نہیں پھوڑ دیا۔

"وہی سوال میں نے بھی کیا تھا لیکن مسٹر سراج نے کوئی آخری جواب نہیں دیا۔ صرف اتنا ضرور کہا تھا کہ اول تو جرائم پیشہ افراد کی حرکات و سکنات ہی اکثر اسے مجرم ثابت کرنے میں معاون ثابت ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ پولیس کے کچھ اپنے ذرائع بھی ہوتے ہیں۔ بہرحال مجھے خوشی صرف اس بات کی ہے کہ وہ قانون کی نظروں میں آگیا۔"

"کیا مسٹر نعمان اسے بچانے کی کوشش نہیں کریں گے۔"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتی۔" اس نے بیزاری کا اظہار کیا پھر اٹھتے ہوئے بولی۔ "آیئے میں آپ کو دکھاتی ہوں کہ میرے پاس ہر وہ رسالہ' ڈائجسٹ اور اخبار موجود ہے جس میں سلمان قیصر کی نظمیں اور غزلیں شائع ہوتی رہی ہیں۔ وہ اپنا دیوان بھی مرتب کرنا چاہتا تھا' میں نے اس کی اشاعت میں اسے مالی طور پر اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلایا تھا لیکن افسوس۔۔۔"

میں اس کے ساتھ قدم اٹھاتا اس کی اسٹڈی روم میں داخل ہوا جہاں چاروں طرف الماریوں میں ادبی کتب' رسالے' ڈائجسٹ اور نایاب کتابیں بڑے سلیقے سے موجود تھیں۔ ایک طرف راکنگ چیئر موجود تھی اس کے ساتھ ہی آرام کرنے کی غرض سے دیوان موجود تھا۔ کمرہ پوری طرح ائر کنڈیشنڈ تھا' ہمارے اندر داخل ہونے کے بعد خود کار دروازہ دوبارہ بند ہو گیا۔ نغمہ نے ائر کنڈیشنر آن کر دیا۔ وہ بچوں کی طرح مجھے سلمان قیصر کی ایک ایک تصنیف دکھاتی رہی۔ مجھے حیرت تھی کہ [illegible]

وہ لڑکی جو پوری طرح مغربی تہذیب کے رنگ میں رنگی [illegible] اس کے پاس مشرقی ادب کا کلکشن ایک عجیب سی بات [illegible]

"آپ کو تعجب ہو رہا ہوگا کہ میرے پاس یہ کتابیں کہاں سے آگئیں۔" اس نے میرے دل کی بات پڑھ لی تھی۔ "[illegible] سے کوئی دلچسپی نہیں ہے لیکن سلمان قیصر کی فرمائش پر اس کمرے کو اسٹڈی روم میں تبدیل کر دیا تھا۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ کے پاس کوئی میوزک [illegible] ضرور ہوگا۔"

"پھر کسی روز آرام سے دکھاؤں گی۔" وہ افسردہ [illegible] بولی پھر دیوان پر میرے قریب بیٹھ گئی۔ "سوچ رہی ہوں اس کمرے کی تمام کتابیں کسی پبلک لائبریری کو (DONATE) کر دوں۔"

"وہ کیوں۔۔۔؟"

"اب شاید یہ کتابیں مجھے تقویت پہنچانے کے [illegible] اذیت میں مبتلا رکھیں گی۔" اس نے ایک سرد آہ بھر [illegible] "جب وہی اس دنیا میں نہیں رہا تو پھر میں ان بے جان کتا[بوں کو] رکھ کر کیا کروں گی۔"

"انسان ضرور مرجاتا ہے لیکن اس کی تخلیقات ہمیشہ زندہ رکھتی ہے۔"

"ایک بار یہی جملہ سلمان نے بھی کہا تھا لیکن اس [کے] ساتھ اس کے جملے کی بازگشت بھی ختم ہو گئی۔"

میں نے نغمہ کو غور سے دیکھا' افسردگی نے اس کے [illegible] کی سحر کاریوں کو ایک عجیب سا رنگ دے رکھا تھا۔ زند[گی کی] علامتیں اس وقت بھی اس کے وجود میں نظر آ رہی تھیں۔

"میں اب اجازت چاہوں گا۔" میں نے آہستہ [سے کہا] جیسے وہ چونک اٹھی۔

"معاف کیجئے گا شہباز صاحب۔" اس نے مسکرا[نے کی] کوشش کی۔ "میں نے آپ کی کوئی خاطر مدارت بھی نہیں [کی۔] کیا پئیں گے آپ۔۔۔"

"پھر کبھی سہی۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ میرے [ساتھ] وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔ چند لمحے تک مجھے تکتی رہی پھر [اس کی] آنکھوں کے عقب میں چھپی ہوئی ساون کے بادلوں کی [جھڑی نہ] روک سکی۔ آنسوؤں نے طوفان کی شکل اختیار کی تو وہ [illegible] کس جذبے سے میرے سینے کی گہرائیوں میں منہ چھپا کر [رونے] لگی۔ اس کے وجود کی تپش مجھے موم کی طرح پگھلا گئی [illegible] قرب قیامت تھا' مجھے اپنے جسم کے مساموں سے چنگاریاں پھوٹتی محسوس ہو رہی تھیں' میں اس کی پیٹھ تھپتھپا کر تسلی ضرور دے رہا تھا لیکن مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میر[ے دل] کی تیز ہوتی ہوئی دھڑکنیں میرے اندر کے چور کو اس [illegible] [illegible] سسکتے سسکتے اچانک خاموش ہو

[illegible] نظروں سے مجھے گھورا۔ اس کے گداز ہونٹ' [illegible] نرم و نازک پتیوں کی طرح کپکپا رہے تھے۔

"[illegible] طرح کیا دیکھ رہی ہیں۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل [illegible] "کیا مجھ سے انجانے میں کوئی غلطی سرزد ہو گئی۔"

"نہیں۔۔۔" اس نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔ "[آپ] نے اچھا کیا جو اس وقت چلے آئے۔ میں خود کو بہت تنہا [محس]وس کر رہی تھی۔ آپ کے آنے سے تنہائی کا زہر کچھ کم [ہوا]۔"

"صبر سے کام لیں نغمہ' وقت ہر زخم کو آہستہ آہستہ بھر دیتا [ہے۔]" ابھی تک میرے سینے پر ہاتھ رکھے کھڑی تھی۔

"تم۔۔۔ تم بہت اچھے ہو شہباز۔" اس نے مجھے تم کہہ کر [بے] تکلفی سے مخاطب کیا پھر دوبارہ مجھے دونوں ہاتھوں سے جکڑ [کر] پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ جواب میں' میں نے بھی اس حسین وجود کو اپنی آغوش کی وسعتوں میں سمو لینے کی [کوش]ش میں کسی بخل سے کام نہیں لیا۔

نغمہ تادیر وحشت کی کیفیتوں سے دوچار رہی پھر مجھے [لے] کر دوبارہ ڈرائنگ روم میں آگئی جہاں میں نے ایک [illegible] عثمان غنی کو بھی آلتی پالتی مارے بیٹھے دیکھا۔ وہ ہم [دون]وں کو دیکھ دیکھ کر بڑے معنی خیز انداز میں مسکرا رہا تھا۔

"مجھے خوشی ہے کہ تم نے میرا مشورہ ماننے سے انکار نہیں [کیا] بات فکر مت کرو' یہ پہلی ملاقات ہی تم دونوں کو بہت قریب [لے] آئی ہے' دوسری ملاقات میں حجاب کے تمام پردے بھی [آہ]ستہ آہستہ سرک جائیں گے۔"

"لیکن میں کسی کی امانت میں۔۔۔" میں نے کچھ کہنا چاہا [لیک]ن اس نے موقع نہیں دیا۔

"تم نے شاید بھوشن کو زیر کرنے کی فرمائش کی تھی۔" [اس] نے میری دکھتی رگ کو چھیڑا۔

"ہاں۔۔۔ میں اس کے غرور اور تکبر کو پیروں تلے روند ڈالنا [چا]ہتا ہوں۔" میں یکلخت سنجیدہ ہو گیا' بھوشن کے ذکر نے میرے [انت]قام کی آگ کو ہوا دی تھی۔

"پھر دیر کس بات کی ہے۔" وہ بے حد سنجیدگی سے بولا۔ "یہاں سے اٹھ کر تم بھوشن کی کوٹھی پر پہنچ جاؤ' میں تمہارے ساتھ ہوں گا' لیکن مجھ سے ایک وعدہ کرو تم اسے جان سے نہیں مارو گے' آہستہ آہستہ۔۔۔ سسکا سسکا کر۔۔۔ تڑپا تڑپا کر اذیت ناک حالات سے دوچار کرو گے۔ اسے قسطوں میں مارو گے' بالکل اسی طرح جس طرح بلی چوہے کو کھیل کھیل کر موت سے ہمکنار کرتی ہے۔"

"لیکن کاکا۔"

"وقت آنے دو' پھر دیکھا جائے گا۔" اس نے للچائی ہوئی نظروں سے نغمہ کے سوگوار حسن کو دیکھا [illegible] میری نگاہوں سے [illegible]

او جھل ہو گیا۔ کچھ دیر بعد میں بھی نغمہ سے اجازت لے کر اٹھ گیا۔ چلتے چلتے اس نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ میں اس سے برابر ملتا رہوں گا۔"

"مجھے ڈر لگتا ہے۔" میں نے اس کے دل کے تاروں کو چھیڑنے کی خاطر دلی زبان میں کہا۔ "کہیں آپ کا کوئی دوسرا کزن یا واقف کار مجھے بھی سلمان قیصر کی طرح۔۔۔"

"موت سے ڈرتے ہیں۔" اس نے مجھے معنی خیز نظروں سے دیکھا۔

"شاید۔"

"فکر مت کریں۔" وہ بڑی اپنائیت سے بولی۔ "میں آپ کو مرنے نہیں دوں گی۔"

"پھر ٹھیک ہے۔" میں نے مسکرا کر ملنے کا وعدہ لیا پھر اس کی شاندار کوٹھی سے نکل کر باہر آگیا' کھلی سڑک پر آنے کے بعد میں نے اپنا رخ بھوشن کی کوٹھی کی سمت موڑ دیا۔ میرے اندر عجیب سی اکھل پتھل شروع ہو گئی تھی۔ بھوشن کو نیچا دکھانا' اس کے گھمنڈ اور بڑے پن کے احساس کو قدموں تلے روندنا میری سب سے بڑی تمنا تھی۔ عثمان غنی کے جملوں نے مجھے اچانک ہی بہت بلند' قد آور اور سرو قامت بنا دیا تھا۔ مجھے اپنے اندر بے پناہ قوت پیدا ہونے کا احساس ہو رہا تھا۔

نغمہ کی کوٹھی سے رخصت ہونے کے بعد میں سیدھا بھوشن کی رہائش پر جا پہنچا۔ مجھے کوئی خطرہ نہیں محسوس ہو رہا تھا۔ عثمان غنی کی حمایت اور تعاون کی یقین دہانی نے میرے اعتماد کو تقویت بخش دی تھی۔ مجھے دروازے پر روکا گیا لیکن پھر اندر جانے کی اجازت دے دی گئی۔ اندر کوٹھی کے اطراف مسلح افراد کا گھیرا تھا۔ حفاظتی انتظامات ضرورت سے زیادہ ہی سخت تھے۔ مسلح افراد کے سرغنہ نے مجھے دیکھا تو اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا تیزی سے قریب آکر بولا۔

"تم۔۔۔ تم کو اندر کس نے آنے دیا۔"

"میں مسٹر بھوشن سے ملاقات کرنے آیا ہوں۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"تم شہباز خان ہی ہو نا۔" اس نے مجھے پلکیں جھپکا کر غور سے دیکھا۔

"اگر تمہاری بینائی درست ہے تو پھر میں شہباز خان ہی ہوں۔"

"تم۔۔۔ تم اندر نہیں جا سکتے۔" وہ نفرت سے بولا۔

"بات بڑھانے کی کوشش مت کرو' بھوشن کو میرے آنے کی اطلاع کر دو۔"

جواب میں اس نے ایک موٹی سی گالی دی تھی جو میرے حلق سے نیچے نہیں اتر سکی۔ میرا ہاتھ تیزی سے کرانے کے [illegible] [illegible] اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گری۔

ہونٹ سے خون کی خاصی مقدار بھل بھلا کر نکل پڑی۔ اس کا لباس خون سے سرخ ہونے لگا۔ اس کے ساتھی رائفل تان چکے تھے۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں روکا پھر مجھے کسی درندے کی طرح بھوکی نظروں سے گھورتا ہوا بولا۔

"اب یہاں سے تمہاری لاش کے ٹکڑے ہی واپس جائیں گے۔"

وہ میرے کسی جواب کا انتظار کیے بغیر کسی آدم خور شیر کی مانند اپنی جگہ سے اچھلا اگر میں نے تیزی سے بچاؤ کی کوشش نہ کی ہوتی تو اس کی فلائنگ کک میرے سینے اور چہرے پر ہی پڑی ہوتی۔ میں نے ہوشیار رہنے کی کوشش کی لیکن مجھ سے پہلے وہ دوسرا حملہ کر گزرا، ایسا محسوس ہوا جیسے میری کنپٹی پر قیامت ٹوٹ پڑی ہو، میں چکرا گیا۔ اس نے موقع سے فائدہ اٹھا کر دوبارہ ہاتھ گھمایا لیکن میں جھکائی دے کر بچ گیا پھر میں نے بجلی کی سی تیزی سے اس کے عقب میں پہنچ کر اسے پوری طرح جکڑ لیا۔ وہ طاقت میں مجھ سے کہیں زیادہ تھا لیکن میں نے جو داؤ لگایا تھا اس میں وہ اپنے بچاؤ کی خاطر جتنی طاقت استعمال کرتا اسے اتنے ہی کرب سے گزرنا پڑتا۔ اس کی ریڑھ کی ہڈی توڑنے کے لیے صرف گھٹنے کی ایک بھرپور ضرب کی ضرورت تھی لیکن وہ چیخ اٹھا۔

"میں اپنی شکست تسلیم کرتا ہوں۔"

"مجھے بھوشن سے ہر قیمت پر ملنا ہے۔" میرا لہجہ فیصلہ کن تھا اس نے اپنے ایک آدمی کو اشارہ کیا جو لپکتا ہوا تیزی سے صدر دروازے سے گزر کر اندر چلا گیا۔ میں نے سرغنہ کو چھوڑ دیا۔ وہ مجھے کینہ توز نظروں سے گھور رہا تھا لیکن اس نے کوئی دغا بازی نہیں کی بلکہ اپنے آدمیوں کو دوبارہ ہاتھ کے اشارے سے تاکید کی کہ کوئی مجھ پر گولی نہیں چلائے گا۔

دس منٹ بعد مجھے کوٹھی کے اندر ڈرائنگ روم پہنچا دیا گیا۔ میرے بیٹھتے ہی دو ہٹے کٹے چٹان جیسے ٹھوس جسم کے مسلح افراد داخل ہو کر داخلی دروازے پر دائیں بائیں تعینات ہو گئے۔ ان کی خود کار رائفلیں میرا نشانہ لے چکی تھیں۔ بس لبلبی دبانے کی دیر تھی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ وہ محض حفظ ماتقدم کے طور پر مجھے یہ احساس دلانا چاہتے تھے کہ اگر میں نے کوئی غلط حرکت کی تو وہ میرا جسم چھلنی کر ڈالنے سے دریغ نہیں کریں گے۔ ان کے آنے کے پانچ منٹ بعد بھوشن حقارت بھرے انداز میں مسکراتا ہوا اندر داخل ہوا۔

"میرا خیال ہے کہ تم نے یہاں آکر کسی عقل مندی کا ثبوت نہیں دیا۔" بھوشن نے مجھے میری حماقت کا احساس دلایا۔

"میں تمہارا مشورہ لینے کی غرض سے نہیں آیا ہوں۔ میں صرف یہ وارننگ دینے آیا ہوں کہ اب اپنے شکاری کتوں کو میرے راستے سے ہٹالو ورنہ تمہارا انجام خطرناک ہو

"سوری۔" وہ ہونٹ سکوڑ کر بولا۔ "میں تمہا احمقانہ طرز گفتگو پر ہنسنے کی کوشش نہیں کروں گا لیکن کہوں گا کہ موت اب تمہارے سر پر منڈلا رہی ہے۔"

"جگت نارائن کے بل بوتے پر اکڑ رہے ہو۔" نفرت کا اظہار کیا۔

"نہیں، میں تمہارے لیے اکیلا بھی بہت ہوں جیسے شریر اور بدھو بالکوں کے ساتھ کوئی مقابلہ کر کے خراب نہیں کرنا چاہتا۔"

"کیا خیال ہے؟" میں نے اسے دعوت دی۔ "کیا بات کا فیصلہ نہ ہو جائے کہ ہم دونوں میں سے کس کو ز کا حق حاصل ہے۔"

وہ ایک لمحے تک مجھے حقارت بھری نظروں سے پھر اس نے اپنا کوٹ اتار کر پھینکا اور آستینیں چڑھ اس کے تیور اچانک ہی خطرناک نظر آنے لگے۔

"اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تمہارے اسلحہ ب مداخلت نہیں کریں گے۔" میں نے دروازے پر تعینا افراد کی طرف دیکھ کر کہا۔

"جو لوگ کاروباری میدان میں قدم رکھتے ہیں وہ نہیں جھوکتے ان کے ساتھ ان کا عملہ بھی ہوتا ہے مالک کا وفادار ہوتا ہے اور آڑے وقت میں کام بھی ہو سکتا ہے کہ میرے جان نثار لوگ بھی میرا ساتھ دینے ہو جائیں۔"

"گویا تم دغابازی سے بھی کام لوگے۔"

"دوغلا جو ہوں۔" وہ بڑے فخر سے ہنسا۔ "کیا تمہیں علم نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے میں ہر حالت میں تمہارا مقابلہ کروں گا

بھوشن کچھ دیر تک پنجوں کے بل پینترے بدلتا دونوں شکاری نظروں سے ایک دوسرے کو گھور رہے۔ بھوشن نے جست لگائی، میں اس کے توڑ کے لیے بھی لیکن بھوشن کی چال کو نہ سمجھ سکا۔ اس نے درمیان میں قدم جما کر پھرکی کی طرح اپنی سیدھی ٹانگ کو لہرایا۔ میں ا وار سے خود کو بچا نہ سکا اور چکرا کر زمین پر الٹ گیا۔ مجھے بار احساس ہوا کہ اس کے پھولے ہوئے جسم میں کتنی تھی۔ کتنی بجلیاں کوند رہی تھیں۔

"گھبراؤ مت۔" وہ میری تضحیک اڑاتے ہوئے مسکر "دوبارہ کھڑے ہو کر پوزیشن سنبھال لو۔" "میں زمین چاٹتے دشمن پر ٹھوکر مارنے کا عادی نہیں ہوں۔"

میں تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا، ایک بار پھر ہم نیم دائر شکل میں گھوم گھوم کر ایک دوسرے کا کمزور پہلو تلاش کر

ے پھر بھوشن نے بجلی کی طرح اپنے دونوں ہاتھوں کو قینچی کی ح فضا میں حرکت دی اور چیختا ہوا فضا میں بلند ہو کر اس ح گھوما کہ میں اس کی چال کو نہ سمجھ سکا۔ میں نے پولیس ننگ کے دوران جوڈو اور کراٹے کے داؤ پیچ بھی سیکھے تھے لن بھوشن میرے مقابلے میں بلاشبہ بہت زیادہ مہارت کا ل تھا چنانچہ دوسری بار بھی اسی کا وار چل گیا۔ اس کی بھرپور ت میری بائیں پسلی سے ٹکرائی تو میں کراہ اٹھا پھر اس کے اتھ اس کا کراٹے والا ہاتھ میری گردن پر پڑا۔ یہ وہی وار تھا ں کی طاقت اور مہارت سے مارشل آرٹ کے طلبہ ایک ت میں کئی کئی اینٹوں کو دو حصوں میں منقسم کر دینے کا مظاہرہ رتے ہیں لیکن خدا کا شکر ہے کہ بھوشن کی وہ ضرب اتنی کاری یں تھی۔ اس کا ہاتھ قدرے ہلکا پڑا تھا پھر بھی میری آنکھوں کے سامنے تارے ناچ اٹھے، بھوشن نے دوبارہ فضا میں اچھل ر فلائنگ کک سے مجھے زمین بوس کرنا چاہا لیکن اس بار میرا ؤ چل گیا۔ میں نے اس کا پاؤں پکڑ کر تیزی سے فضا میں ر سالٹ کیا تو بھوشن درد کی شدت سے چیخ اٹھا۔ وہ کراہتا ہوا ولہے کے بل قالین پر گرا تھا۔ میں نے وقت ضائع کرنے کی وشش نہیں کی "ہاہا" کی آواز حلق سے نکالتے ہوئے میں نے اؤں کی انگلیاں پوری طرح جوڑ کر اس کی گردن پر وار کیا تو وہ زمین پر لڑھک گیا۔ جواب میں اس نے کسی ربر کی گیند کی مانند اچھل کر دوبارہ پیروں پر اٹھنے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے تیزی سے خود کو زمین پر گرا کر پھرکی کھائی تو بھوشن دوبارہ ڈکراتا ہوا نیچے گر پڑا، اس کی دونوں پنڈلیوں پر ایک ہی وار میں قیامت وٹ پڑی تھی، اس کا سانس اب پھولنے لگا تھا۔ میں نے ایک گھٹنے کے بل زمین پر بیٹھ کر ہاتھ بلند کر کے وار کیا تھا اس کے چہرے کی جلد پھٹ گئی، میں دوسرا وار کر کے اس کے وجود کو ختم کر دینا چاہتا تھا لیکن اسی لمحے مجھے ایسا لگا جیسے میرے دائیں بازو میں کسی نے شگاف لگا کر مرچیں بھر دی ہوں، دروازے پر کھڑے ایک مسلح شخص نے مجھ پر گولی چلا دی تھی، اس کا نشانہ حیرت انگیز طور پر درست ثابت ہوا تھا، اسی لمحے میں نے کالکا کو پنی مکروہ شکل میں نمودار ہوتے دیکھا۔ وہ اپنی خون آلود زبان کو ہونٹوں پر کسی ناگن کی طرح لپلپاتے ہوئے بولی۔

"بہت ہو گیا شہباز خان، اب تمہاری موت کا سمے قریب آگیا ہے، میں نے کہا تھا کہ تم بھوشن سے پنجہ لڑانے کی کوشش نہیں کرو لیکن تم نے میری باتوں کو نظر انداز کر دیا۔ اب کالکا بھی اپنے تمام وچن توڑ کر تمہیں ہمیشہ کے لیے برباد کر دے گی۔" اس نے اپنے جملے کے اختتام کے ساتھ کوئی منتر پڑھ کر میری طرف پھونکا، چنگاریاں شعلوں کا روپ اختیار کر کے میری جانب لپکی تھیں، میرے نگاہوں کے سامنے موت کا تصور جاگ اٹھا لیکن پھر وہ آگ کے شعلے مجھ تک پہنچنے سے پہلے ہی پانی کی شکل اختیار کر کے زمین پر گر پڑے، کالکا نے قہر آلود نظروں سے بائیں جانب دیکھا جہاں عثمان غنی ایک صوفے پر بیٹھا مسکرا رہا تھا۔

"مہان شکتیاں اس طرح کسی کا کاٹ نہیں کرتیں۔"

کالکا کسی زہریلی ناگن کی طرح بل کھا کر بولی، اس کی تیز نگاہیں عثمان غنی کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"اس عہد کا پاس ہی ہے جو تم اپنی تمام تر گندی اور ناپاک قوتوں کے ساتھ میرے سامنے زندہ کھڑی ہو۔" عثمان غنی نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "جیون سے پیار ہے تو اپنا یہ بھیانک روپ بدل کر کسی خوبرو اور قاتل حسینہ کا چہرہ اپنا لو، میں بھی تمہیں کسی حسین روپ میں دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"تم۔۔۔ تم کالکا کی شکتی کو نیچا نہیں دکھا سکو گے۔" وہ غرائی۔

"ایک شعبدہ میں بھی تمہیں دکھانا چاہتا ہوں۔" عثمان غنی نے سنجیدگی سے کہا پھر اس نے صوفے پر بیٹھے بیٹھے اپنا ایک ہاتھ دراز کیا لیکن قبل اس کے کہ وہ کالکا تک پہنچ کر اس کے گندے وجود کو اپنی مٹھی میں جکڑتا وہ یکلخت نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ میں نے عثمان غنی کو بھی فضا میں تحلیل ہوتے دیکھا، ان کو میرے علاوہ کوئی تیسرا شخص نہیں دیکھ سکا تھا۔ میں نے بائیں بازو کو اٹھا کر دائیں بازو پر جما دیا جہاں سے خون بڑی تیزی سے بہہ رہا تھا۔ میں نے اپنے قدموں پر کھڑا ہونے کی کوشش کی۔ بھوشن ابھی تک اپنی جگہ پڑا کراہ رہا تھا۔ میں نے قدم اس کی طرف بڑھانے شروع کیے۔ میرے سر پر خون سوار تھا۔ میں اپنے اس کمینے دشمن کو موت سے ہمکنار کرنے کی خاطر بے چین تھا، میں عثمان غنی سے کیے ہوئے وعدے کو بھی فراموش کر کے اجل بن کر بھوشن پر ٹوٹ پڑنے کی خاطر بے چین تھا لیکن پھر دوسرا فائر ہوا اور گولی میری بائیں پنڈلی کو چیرتی ہوئی نکل کر سامنے والی دیوار سے ٹکرائی تھی۔ میں اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ دوبارہ لڑکھڑا کر فرش پر گر پڑا، میری آنکھوں کے نیچے گھپ اندھیرے بڑی تیزی سے اپنا جسم پھیلا رہے تھے۔ پھر گولیوں کی تڑتڑاہٹ کی آوازیں میری قوت سماعت سے ٹکرانے لگیں۔ ڈرائنگ روم کے داخلی دروازے پر تنے ہوئے دونوں مسلح افراد بتوں کی طرح زمین پر ڈھیر ہو گئے۔ میں نے دھندلائی ہوئی نظروں سے ہاشر کو خود کار رائفل لیے اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھا اس کے بعد میرے ذہن پر غنودگی کا اثر تیز ہونے لگا۔

گولیوں کی تڑتڑاہٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی میرا ذہن بھی بڑی تیزی سے معطل ہو رہا تھا۔

میری آنکھ کھلی تو میں کسی اسپتال کے اسپیشل وارڈ میں تھا' کمرے میں ندیم اور ڈی ایس پی سراج پہلے سے موجود تھے' ایک خوبصورت سی نرس بھی تھی جس نے مجھے ہوش میں آتا دیکھ کر بھاگ کر ڈاکٹر کو مطلع کیا' میں نے کچھ دیر کے لئے آنکھیں بند کرلیں' میرے ذہن کے پردوں پر گزری ہوئی باتیں اور بھوشن سے ہونے والی خطرناک جنگ کی کہانی کسی فلم کی طرح چل رہی تھی۔

نغمہ کے گھر سے رخصت ہونے کے بعد میں سیدھا بھوشن کو ٹھکانے لگانے کی غرض سے اس کی کوٹھی میں پہنچا تھا۔ اس کی ترغیب مجھے عثمان غنی نے دی جس نے مجھے یقین دلایا تھا کہ میں صرف اس کی باتوں اور اشاروں پر عمل کرتا رہوں اور ہر خطرے سے بے نیاز ہوجاؤں۔ بھوشن کی کوٹھی پر پہنچ کر میں نے اسے للکارا تو پھر ہمارے درمیان زندگی اور موت کی جنگ شروع ہوگئی تھی۔ بھوشن مارشل آرٹ میں پوری طرح مہارت رکھتا تھا اس کا اندازہ مجھے پہلی بار ہوا لیکن وہ اپنے بھاری بھرکم جسم کی وجہ سے مار کھا گیا۔ پولیس کی ملازمت کے دوران ملنے والی ٹریننگ اور جسم کی پھرتی میرے کام آگئی تھی' بھوشن اگر بھاری بھرکم نہ ہوتا تو شاید اس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ کر اسے ہمیشہ کے لیے ناکارہ بنا چکی تھی۔ اس کی گردن پر میں نے جس قوت سے کراٹے کا ہاتھ مارا تھا وہ کسی اینٹ کو بھی دو حصوں میں منقسم کردینے کی خاطر بہت کافی تھا۔ لیکن وہ اسے بھی جھیل گیا۔ پھر اس کے چہرے کی جلد میرے وار سے بری طرح پھٹ گئی۔ میں نے اسے ناکارہ بنانے کی خاطر اس کی پنڈلیوں پر پے در پے وار کیا تھا۔ وہ تقریباً ہمت ہار چکا تھا۔ میرے اوپر جنون سوار تھا۔ میں نے گھٹنے کے بل بیٹھ کر کراٹے کا خطرناک ترین وار کرنے کی خاطر اپنا ہاتھ فضا میں بلند کیا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میرا وہ حملہ بھوشن کو ہمیشہ کے لیے خاک میں ملا دینے کی خاطر بہت کافی ثابت ہوتا لیکن اسی وقت ڈرائنگ روم کے دروازے پر موجود ایک گارڈ نے رائفل کی لبلبی دبادی' میری حسرت دل کی دل ہی میں رہ گئی۔ میرے بائیں بازو میں جیسے کسی نے پگھلا ہوا سیسہ اتار دیا تھا۔ میں نے سنبھلنے کی کوشش کی لیکن کالا کا خود کالی کے مکروہ روپ میں درمیان میں آگئی۔ اس کے تیور خطرناک تھے لیکن عثمان غنی نے بروقت پہنچ کر کالا کا کے عمل کا توڑ کردیا۔ پھر عثمان غنی کالا کا کو میدان چھوڑ کر بھاگتا دیکھ کر اس کے تعاقب میں خود بھی فضا میں تحلیل ہوگیا۔

بھوشن بدستور فرش پر پڑا تڑپ رہا تھا۔ میں نے زخمی ہونے کے باوجود پینترا بدلا۔ میں بھوشن کے غنیمے کو ہمیشہ کے لیے ختم کردینا چاہتا تھا لیکن دوسرے گارڈ نے دوسری گولی چلائی جو میری بائیں پنڈلی کو چیرتی ہوئی آر پار ہوگئی۔ میرے قدم لڑکھڑا گئے۔ مجھے اپنی آنکھوں کے پیچھے اندھیرا پھیلتا ہوا محسوس ہوا پھر میں نے دونوں گارڈز کو خون میں لت پت ہوکر گرتے دیکھا۔ گولیوں کی گونج سے پوری کوٹھی تڑتڑا رہی تھی۔ آخری بار میں نے دھندلائی ہوئی نظروں سے ماسٹر کی کو اندر داخل ہوتے دیکھا تھا پھر جیسے میرے ذہن کے سارے سوئچ آف ہوگئے تھے۔ میرا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا اور اب میں بڑی سنجیدگی سے اپنی غلطی کے بارے میں غور کررہا تھا۔ عثمان غنی نے مجھے منع کیا تھا کہ میں فی الحال بھوشن کو جان سے مارنے کا ارادہ نہیں کروں گا لیکن میرے اوپر اچانک خون سوار ہوگیا تھا جس کی سزا کے طور پر میں اس وقت کسی اسپتال میں پڑا تھا۔

ڈاکٹر نے کمرے میں آکر میرا معائنہ کیا' میں نے دوبارہ آنکھیں کھول دیں۔

"آپ خوش قسمت ہیں مسٹر شہباز کہ دونوں گولیاں آپ کے گوشت کو چیر کر نکل گئیں۔ اگر کوئی اندر رہ جاتی یا ہڈی پر لگی ہوتی تو شاید——"

"میری زندگی کا آخری باب (CHAPTER) بھی ختم ہوجاتا۔" میں نے مسکرا کر نحیف آواز میں کہا۔

"بہرحال' اب پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے' آپ کو چار روز بعد اسپتال سے چھٹی مل جائے گی اس کے بعد ایک ہفتے یا دس دن کے بیڈ ریسٹ کے بعد آپ اپنی مصروفیات دوبارہ شروع کرسکتے ہیں۔"

"تھینکس——" میں نے رسمی طور پر جواب دیا۔

"مریض کی حالت اب نارمل ہے۔" ڈاکٹر نے گھوم کر سراج سے کہا۔ "اب آپ گفتگو کرسکتے ہیں۔"

"تم اب کیسا محسوس کررہے ہو۔" سب سے پہلے میری خیریت ندیم نے دریافت کی اس کی آنکھوں میں میرے لیے کسی بڑے بھائی یا جاں نثار دوست کا پیار جھلک رہا تھا۔

"پریشان مت ہو۔ میں اتنی آسانی سے نہیں مروں گا۔"

"تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔" ندیم نے سراج کی موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے جلدی سے کہا۔ "حماقت اور بچپنے کی باتیں پھر کسی وقت کرلینا' زیادہ باتیں کرنے سے تمہارے اوپر دوبارہ نقاہت طاری ہوسکتی ہے۔" یہ گویا ایک قسم کا اشارہ تھا کہ میں سراج سے گفتگو کرتے وقت محتاط رہوں۔

"نرس——پانی۔" میں نے قریب موجود نرس کے سراپا کا جائزہ لیتے ہوئے پانی کی خواہش کا اظہار کیا۔ پانی پی چکا تو نرس نے میرے اشارے پر بیڈ کا سرہانہ اونچا کردیا' اب میں آسانی سے پورے کمرے کا جائزہ لے سکتا تھا۔

"میں آپ کو ایک نئی زندگی کی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔" سراج نے قریب آکر کہا۔

"شکریہ۔"

"خدا کا شکر ہے کہ آپ بال بال بچ گئے ورنہ——"

"نہیں مائی ڈیئر مسٹر سراج۔" میں نے ندیم کے اشارے کو نظرانداز کرتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "مجھ پر کچھ لوگوں کے قرض ابھی باقی ہیں' انہیں چکتا کیے بغیر میں بزدلوں کی طرح دنیا سے منہ نہیں موڑوں گا۔"

"کیا آپ کو یاد ہے کہ آپ پر کس نے فائر کیا تھا۔" رسمی گفتگو کرنے کے بعد سراج نے محکمہ جاتی کارروائی کا آغاز کیا۔

"ظاہر ہے کہ وہ میرے دوست نہیں رہے ہوں گے۔" میں نے تلخ انداز اختیار کیا۔

"مجھے علم ہے لیکن اصل مجرموں کو گرفتار کرنے کی خاطر——"

"مجھے اس وقت ہوش نہیں تھا کہ میں فائر کرنے والوں کی تفصیل معلوم کرنے کی کوشش کرسکتا۔"

"مسٹر شہباز۔" سراج نے قدرے سنجیدگی سے کہا۔ "آپ یہ کیوں بھول رہے ہیں کہ کبھی آپ کا تعلق بھی محکمہ پولیس سے رہ چکا ہے۔"

"مجھے یاد ہے' لیکن اب میں ان مجبوریوں کی بیڑیوں کو کاٹ کر آزاد ہوچکا ہوں۔" میں نے سراج کے سوال کا مفہوم سمجھتے ہوئے جواب دیا۔

"آپ مسٹر بھوشن کی کوٹھی پر خود سے گئے تھے یا——"

"بھوشن نے شام کی چائے پر انوائٹ کیا تھا۔" میں نے حقارت سے جواب دیا۔

سراج میرے جواب پر کسمسا کر رہ گیا پھر تھوڑے توقف سے بولا۔

"حالات اور سچویشن کو سمجھنے کی کوشش کریں مسٹر شہباز۔"

"میں سمجھ رہا ہوں کہ معاملہ چونکہ بھوشن کا ہے اس لیے آپ پر اوپر سے کتنا پریشر ڈالا جارہا ہوگا۔"

"میں آپ کی بات سے انکار نہیں کروں گا۔ لیکن میرے اپنے بھی کچھ فرائض ہیں۔"

"فرائض۔" میں نے زہرخند سے کہا۔ "آپ ماضی سے لے کر اب تک کس طرح اپنے فرائض کی انجام دہی کرتے رہے ہیں' مجھے اس کا اندازہ ہے۔"

"کیا آپ کو اس بات کا احساس ہے کہ آپ نے مسٹر بھوشن کی کوٹھی میں داخل ہوکر کتنی بڑی غلطی کی ہے۔" سراج نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "بے شمار لوگوں نے آپ کو وہاں جاتے دیکھا ہے۔"

"میری صحت پر اب ان باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔" میں نے روکھے لہجے میں کہا۔ "آپ اگر چاہیں تو قانون کے تقاضے پورے کرنے کی خاطر مجھے گرفتار کرسکتے ہیں۔ اسپتال سے اس

آرام دہ مرے کو سب جیل قرار دے کر باہر پولیس تعینات کر دیں، آپ کا مقصد پورا ہو جائے گا۔"

"پلیز مسٹر شہباز، آپ میری باتوں کو ــــ"

"مجھے سمجھانے کی کوشش نہ کریں مسٹر سراج۔" میں تیزی سے بولا۔ "رکی کی لاش کے ٹکڑے آپ نے اور آپ کے ڈی آئی جی صاحب نے بھوشن ہی کی کوٹھی کے عقبی حصے سے برآمد کیے تھے، آپ کی فائل پر شہادتیں اور گواہوں کے بیانات بھی موجود ہیں لیکن بھوشن ــــ وہ قانون کے تمام تقاضے اور بندھن توڑ کر آزاد فضا میں سانس لے رہا ہے۔"

"اس کی ضمانت عدالت نے منظور کی ہے۔" سراج نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔

"بھوشن ہی کی وجہ سے آپ نے تین مہینے کی رخصت حاصل کی تھی۔ اس کے لیے کس عدالت نے آپ کو مجبور کیا تھا۔"

"وہ میرا ذاتی فیصلہ تھا۔"

"اس لیے کہ آپ بھوشن سے معافی مانگنے کو تیار نہیں تھے۔"

"جی ہاں ــــ میں نے جھکنا نہیں سیکھا۔" سراج نے تیزی سے جواب دیا۔

"گویا آپ تسلیم کرتے ہیں کہ پولیس میں ہونے کے باوجود ایک مجبوری آپ کے آڑے آ گئی تھی۔" میں نے پلٹ کر کہا۔ "قانون کے آہنی ہاتھ آپ کے کسی کام نہیں آئے تھے۔ آپ نے فرار کا راستہ اختیار کیا حالانکہ آپ ایک با اختیار اور دیانت دار پولیس آفیسر تھے اور اب بھی ہیں۔"

"بھوشن کے سلسلے میں آپ بھی پوری طرح حالات سے واقف ہیں۔"

"آپ مجھ سے کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں۔" میں نے تنگ آ کر سوال کیا۔

"بھوشن کی کوٹھی پر آپ کس مقصد سے گئے تھے۔"

"یہ مشورہ میں نے دیا تھا۔" ندیم نے میرے چہرے کی بدلتی رنگت کو محسوس کر کے تیزی سے کہا۔ "میں چاہتا تھا کہ ان دونوں میں کوئی تصفیہ ہو جائے تاکہ آئے دن کی پریشانیاں اور الجھنیں ختم ہو سکیں۔"

"آپ یہ بات مجھے پہلے بھی بتا سکتے تھے۔" سراج نے کڑوا سا منہ بنایا۔

"میں چاہتا تھا کہ بھوشن اس کا اعتراف کرے کہ اس نے شہباز کو مصالحت کرنے کی غرض سے اپنی کوٹھی پر آنے کی دعوت دی تھی۔"

"کیا آپ ان باتوں کا ثبوت پیش کر سکیں گے۔"

"فون پر کی جانے والی گفتگو صرف دو آدمیوں تک محدود ہوتی ہے بشرطیکہ اس کا ریکارڈ تیار کرانے کی خاطر محکمہ ٹیلی فون کو پہلے سے اعتماد میں نہ لے لیا جائے۔" ندیم نے بے پروائی سے کہا۔ "مجھے اگر اندازہ ہوتا کہ بھوشن کینگی کی دعوت دے گا تو میں اس کا بندوبست بھی بہ آسانی کر سکتا تھا۔"

"بہرحال۔" سراج نے الجھے ہوئے انداز میں جواب دیا۔ "میں مسٹر شہباز کا بیان لینے پر مجبور ہوں۔"

"سوری مسٹر سراج۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "میں فی الحال کوئی بیان نہیں دے سکتا۔"

"کوئی خاص وجہ۔"

"جی ہاں۔ قانونی پیچیدگیوں سے تحفظ حاصل کرنے کے لیے پہلے مجھے اپنے قانونی مشیر سے مشورہ کرنا ہو گا۔"

"ایسی صورت میں اسپتال میں آپ سے ملنے جلنے والوں پر کچھ پابندیاں بھی عاید کی جا سکتی ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ سوائے اپنے قانونی مشیر کے آپ کسی اور سے اس حالت میں گفتگو کر سکیں گے جب پولیس کا کوئی قابل اعتماد نمائندہ بھی کمرے میں موجود ہو۔"

"مسٹر سراج۔" ندیم جھلا گیا۔ "آپ بھول رہے ہیں کہ شہباز نے سلمان قیصر کے قتل کو گرفتار کرانے میں آپ کی مدد کی تھی، کیا آپ اس شخص کی آزادی پر پہرے بٹھانے کی کوشش کریں گے جو آپ کی مدد کرتا رہا ہے۔"

"کیا آپ اس سلسلے میں کوئی شہادت پیش کر سکیں گے۔"

"کیوں، کیا آپ نے خود فون پر مجھ سے اعتراف نہیں کیا تھا۔"

"فون پر کی جانے والی گفتگو صرف دو آدمیوں تک محدود ہوتی ہے بشرطیکہ اس کا ریکارڈ تیار کرانے کی خاطر ــــ"

"آپ اس وقت شہباز سے نہیں، ندیم سے مخاطب ہیں۔" ندیم کے تیور یک لخت کھنچاؤ اختیار کر گئے۔

"جی ہاں ــــ میں آپ ہی سے مخاطب ہوں۔" سراج نے تحمل سے کام لیا۔

"اوکے۔" ندیم نے معنی خیز انداز میں مسکرا کر جواب دیا۔ "آپ شہباز پر جو قانونی پابندیاں مناسب سمجھیں بڑے شوق سے لگوا دیں، وہ اس وقت آپ سے کوئی بات کرنے کے موڈ میں نہیں ہے۔"

"مسٹر ندیم ــــ آپ ایک بار پہلے بھی مجھ سے الجھ چکے ہیں حالانکہ ــــ"

"پرانی باتوں کو بھول جائیں۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "ملیحہ کی تلاش کے سلسلے میں کچھ رعایت بھی کی ہے، میں نے آپ کے ساتھ۔"

"کیا مطلب ــــ؟"

"کسی معزز آدمی کے گھر یا بزنس پلیس (PLACE

BUSINESS) کی تلاشی لینا اور وہ بھی بغیر سرچ وارنٹ کے کچھ زیادہ مناسب بات نہیں ہوتی۔ اگر اس روز شہباز آپ کی سفارش بن کر ساتھ نہ ہوتا تو میرے کیسینو کی تلاشی کی حرکت آپ کو بہت مہنگی پڑ سکتی تھی۔ میں آپ پر ہتک عزت کا دعویٰ بھی کر سکتا تھا اور خاص طور پر ایسی صورت میں کہ آپ کو مایوسی کے سوا کچھ نہیں ملا تھا۔" ندیم نے سرد انداز میں کہا۔ "کچھ مراسم ہر شخص کے ہوتے ہیں بلکہ ہم جیسے لوگوں کو تو اس کا خاص خیال رکھنا پڑتا ہے۔ ہمارے بزنس کا تقاضا بھی یہی ہے۔"

"آئی سی۔" سراج نے ندیم کو نظر بھر کر دیکھا۔ "آپ شاید مجھے میرے فرائض سے روکنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"جی نہیں ــــ آپ کو یہ احساس دلانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ کبھی کبھی قانون کے تقاضے بہت مہنگے بھی پڑتے ہیں۔" ندیم نے مسکرا کر جواب دیا۔ "ماہ رخ سے تو میرے مراسم بس واجبی ہیں ورنہ شاہین کی پرواز تو خاصی بلند ہوتی ہے۔"

"مسٹر شہباز۔" سراج نے تلملا کر میری جانب دیکھا۔ "کیا آپ اپنا بیان دینا پسند کریں گے۔"

"صرف اس حد تک کہ میں اس وقت آپ کے سامنے زخمی پڑا ہوں۔" میں نے خشک انداز اختیار کیا۔ "ایک مستند ڈاکٹر کی رپورٹ کے مطابق میرے جسم پر دو گولیوں کے نشانات موجود ہیں جو میری ہلاکت کا سبب بھی بن سکتی تھیں اور یہ دونوں فائر مجھ پر بھوشن کی کوٹھی پر ہوئے ہیں۔"

"بھوشن کی اپنی حالت بھی کچھ زیادہ اچھی نہیں ہے اس کے اندر بھی تھوڑی بہت ٹوٹ پھوٹ ہوئی ہے جس کا ثبوت موجود ہے، اس کے علاوہ بھوشن کے کچھ آدمی اس کی کوٹھی سے مردہ حالت میں بھی دستیاب ہوئے ہیں۔" سراج نے نرم پڑتے ہوئے اصرار کیا۔ "اسی لیے میں چاہتا ہوں کہ آپ کوئی ایسا بیان دیں جو آپ کی پوزیشن کو صاف کرنے کے لیے بہتر ثابت ہو۔"

"بھوشن کا کیا بیان ہے۔" ندیم نے تیزی سے دریافت کیا۔

"اس کا کہنا ہے کہ آپ کے دوست مسٹر شہباز کچھ ساتھیوں کے ساتھ اسے قتل کرنے کی غرض سے اس کی کوٹھی میں داخل ہوئے تھے۔ جب اس کے آدمیوں نے روکنے کی کوشش کی تو انہیں ہلاک کر دیا گیا۔" سراج نے کہا۔ "بھوشن کا کہنا ہے کہ سیلف ڈیفنس (SELF DEFENCE) کے طور پر اس کے کارندوں نے جوابی کارروائی کی تو مسٹر شہباز کا بھی زخمی ہو جانا قدرتی امر تھا۔"

"آپ کا اپنا کیا خیال ہے۔" میں نے ترش لہجے میں سوال کیا۔

"بات اگر بھوشن کی کوٹھی کے باہر کی ہوتی تو کئی زاویوں سے غور کیا جا سکتا تھا لیکن بھوشن کے کارندوں کی ہلاکت اور خود اس کا زخمی حالت میں پایا جانا قانون کو کچھ اور سوچنے پر مجبور کر رہا ہے۔ میرا خیال ہے آپ میرا مقصد سمجھ رہے ہیں۔"

"پھر ٹھیک ہے۔" میں نے فیصلہ سنا دیا۔ "آپ قانونی اقدام کریں، میں اپنا دفاع کرنے کا حق محفوظ رکھتا ہوں۔"

"لیکن ــــ"

"فکر مند نہ ہوں۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "مجھے آپ سے کسی قسم کی کوئی شکایت نہیں ہو گی۔"

سراج مایوس ہو کر چلا گیا تو ندیم نے مجھے تیز نظروں سے گھورا۔

"تمہیں بھوشن کی کوٹھی میں جانے کی کیا ضرورت تھی جو کچھ کرنا تھا وہ باہر بھی کیا جا سکتا تھا۔"

"اب تو جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"اگر ماسٹر کی اور اس کے ساتھیوں نے بروقت ایکشن نہ لیا ہوتا تو شاید اس کے علاوہ بھی بہت کچھ ہو سکتا تھا۔"

"بھوشن کو ختم کرنے کے بعد اگر مجھے موت بھی آ جاتی، میرا جسم گولیوں سے چھلنی بھی کر دیا جاتا تو مجھے کوئی دکھ نہ ہوتا۔"

"احمقوں جیسی باتیں مت کرو۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "تم اب تنہا نہیں ہو، عارفہ بھی تمہارے وجود کا ایک حصہ ہے۔"

عارفہ کا نام سن کر میں نے آنکھیں بند کر لیں کچھ دیر تک کمرے میں خاموشی رہی پھر ڈیوٹی نرس جو سراج کے سوال جواب کے وقت باہر چلی گئی تھی دوبارہ کھٹ پٹ کرتی کمرے میں داخل ہوئی۔

"ڈاکٹر نے مریض کو سکون و آرام پہنچانے کی خاطر انجکشن لگانے کی ہدایت کی ہے۔" نرس نے ندیم سے کہا تھا۔ "پلیز سر ــ اف یو ڈونٹ مائنڈ ــــ"

جواب میں ندیم کے قدموں کی آواز ابھر کر معدوم ہو گئی۔ اس کے بعد میرے بازو میں ہلکی سی چبھن سی ہوئی، نرس نے مجھے انجکشن لگایا تھا۔ دوا خاصی تیز اور موثر تھی مجھے ایک سیال مادہ رگوں میں دوڑتا ہوا تیزی سے دماغ تک جاتا محسوس ہوا اس کے بعد میں گہری نیند سے دوچار ہوتا چلا گیا ــــ!

دوسری بار میں بیدار ہوا تو میرے ذہن کا خاصا بوجھ چھٹ گیا تھا۔ ڈیوٹی نرس نے مجھے مسکرا کر کچھ دوائیں دیں پھر ایک لسٹ میرے ہاتھ میں تھما دی جس پر میرے کچھ وقف کاروں کے علاوہ دفتر کے بیشتر عملے کے افراد کے نام درج تھے۔

"یہ تمام افراد آپ کی خیریت دریافت کرنے آچکے ہیں۔" نرس نے مجھے بتایا۔

"کیا مسٹر ندیم بھی آئے تھے۔" میں نے لسٹ ایک طرف رکھتے ہوئے دریافت کیا۔ میں اس سے عارفہ کی خیریت دریافت کرنے کا خواہش مند تھا۔

"جی ہاں۔۔۔ آپ اس وقت گہری نیند میں تھے۔"

"وہ موجود ہیں یا چلے گئے۔" میں نے نرس کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"میرا خیال ہے کہ وہ اوپر سے ملاقات کی اجازت لینے گئے ہیں۔"

"کیا مطلب۔۔۔" میں چونک اٹھا۔

"باہر پولیس کی کچھ نفری بٹھادی گئی ہے۔" نرس بولی۔ "ان کو ہدایت ملی ہے کہ بغیر قانونی اجازت نامے کے کسی کو اندر نہ آنے دیا جائے۔"

نرس مجھے دوا وغیرہ پلا کر چلی گئی تو میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ حالات اتنی جلدی اپنا رخ تبدیل کرلیں گے یہ بات میں نے پہلے نہیں سوچی تھی۔ حادثے کے بارے میں جو بات سامنے آئی تھی وہ میرے حق میں نہیں تھی' سب سے پہلا سوال یہ تھا کہ میں بھوشن کی کوٹھی میں کس مقصد سے داخل ہوا تھا۔ بھوشن بھی زخمی ہوگیا تھا اس کے علاوہ بھوشن کے باڈی گارڈز کی لاشوں کا پایا جانا بھی اس بات کا کھلا ثبوت تھا کہ وہاں دنگا فساد میری وجہ سے ہوا تھا' فرد جرم میرے خلاف بہ آسانی لگائی جاسکتی تھی' سراج نے یقیناً کسی مجبوری کی وجہ سے میرے کمرے پر پولیس تعینات کی ہوگی' میں اگر سراج سے تعاون کرتا اور باہم مشورہ سے کوئی بیان دیتا تو کیس کی نوعیت بدلنے کی خاطر کہانی کچھ اور بھی بن سکتی تھی لیکن میں جذبات کی رو میں بہک گیا تھا۔

مجھے اس بات کا بھی شدت سے احساس تھا کہ اگر بھوشن کو جان سے مارنے کا خیال میرے ذہن میں نہ آتا تو عثمان غنی کی طاقت مجھے دودھ میں سے مکھی کی طرح نکال سکتی تھی۔ میری موجودگی میں کالاکا نے اسے بھرپور غصے اور جلال کی حالت میں للکارا تھا لیکن پھر وہ بھی خوفزدہ ہوکر فرار حاصل کرنے پر مجبور ہوگئی تھی۔ عثمان غنی اسی کے تعاقب میں چلا گیا تھا۔ پھر وہ سب کچھ ہوگیا تھا جو نہیں ہونا چاہیے تھا۔ جن مسلح گارڈز نے مجھ پر گولیاں چلائی تھیں وہ اتنے کم فاصلے سے میرے جسم میں بے شمار روشن دان بھی بنا سکتے تھے لیکن انہوں نے بھی اس سے گریز کیا۔ صرف مجھے زخمی کرنے پر اکتفا کی تھی۔ ان کی وہ رعایت خود ان کے لیے بہت مہنگی پڑی تھی۔ ماسٹر کی اور اس کے ساتھیوں نے کوٹھی میں داخل ہوکر بساط کا رخ پلٹ دیا تھا۔ وہ دونوں بھی کام آگئے تھے مجھے بھوشن کی کوٹھی سے ملنے والی لاشوں کی صحیح تعداد کا اندازہ نہیں تھا لیکن میرا خیال تھا کہ ان کی تعداد بہرحال چھ سے زیادہ ہی رہی ہوگی۔

پولیس کے لیے دو اور دو چار کرنا کچھ مشکل نہیں تھا' حقائق کی روشنی میں کہانی بڑی آسان اور واضح سی تھی' میں بھوشن کو قتل کرنے کے ارادے سے اپنے کچھ آدمیوں کے ہمراہ زبردستی اس کی کوٹھی میں داخل ہوا۔ ہمارے درمیان خونی ٹکراؤ ہوا جس میں بھوشن کے کچھ آدمی کام آگئے بس ایک بات میرے حق میں تھی کہ بھوشن صرف ہاتھا پائی میں زخمی ہوا تھا جبکہ ڈاکٹر کی رپورٹ کے مطابق میرے جسم پر دو جگہ گولیوں کے واضح نشان موجود تھے لیکن میں یہ بھی جانتا تھا کہ میرے مقابلے میں بھوشن کے تعلقات حکمران طبقے میں دور تک تھے ان ہی تعلقات کی بنا پر وہ ضمانت پر رہا ہوا تھا اور ڈی آئی جی کو بھی منہ کی کھانی پڑی تھی۔

بڑی دیر تک میں ان ہی خیالات میں محو رہا۔ قانونی مشیر سے مشورہ کرنے والی بات میں نے سراج کو محض مرعوب کرنے کی خاطر کی تھی۔ دراصل مجھے کچھ وقت درکار تھا کہ میں اپنے دفاع کے لیے کوئی موثر کہانی گڑھ سکتا۔ مجھے اس بات کا بھی کامل یقین تھا کہ عثمان غنی مجھے پیش آنے والے حالات سے بے خبر نہ ہوگا اور پہلی فرصت میں مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرے گا۔

"کب تک الجھنوں میں مبتلا رہوگے رفیقی۔"

عثمان غنی کی آواز میرے کانوں میں گونجی تو میں نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ وہ میرے قریب کھڑا شرارتی انداز میں مسکرا رہا تھا۔

"تم۔۔۔"

"ہاں۔۔۔" اس نے میری کیفیت کا اندازہ لگاتے ہوئے جواب دیا۔ "پریشان مت ہو رفیقی' بھوشن کا وہ کارندہ پکڑا جاچکا ہے جس نے تم کو تمہارے ساتھیوں سمیت زبردستی اغوا کیا تھا' وہ تمہیں بھوشن کی کوٹھی میں ختم کرکے قانون کی نگاہوں میں دھول جھونکنا چاہتے تھے لیکن ایک ذرا سی غلطی تمہارے کام آگئی جس کی بنا پر بھوشن کے ساتھیوں کو نقصان اٹھانا پڑا۔ بھوشن نے تمہیں طاقت کے بل پر زیر کرنے کی کوشش کی تھی' ناکام ہوتا دیکھ کر اس نے اپنے باڈی گارڈز کو تم پر گولیاں چلانے کا اشارہ کیا تھا لیکن پیشتر اس کے کہ وہ کامیاب ہوتے تمہارے ساتھیوں کی گولیاں انہیں چاٹ گئیں۔ لیکن بھوشن اسپتال میں ہونے کے باوجود دیوانہ ہورہا ہے۔ اسی کے ایک اجرتی قاتل نے اسپتال میں داخل ہوکر تمہیں مارنے کی کوشش کی' اپنا غصہ اتارنے کی خاطر کمرے کے سازوسامان کو نقصان پہنچایا لیکن پہرے پر موجود ایک سپاہی نے جان پر کھیل کر اسے گرفتار کرلیا' اس نے ایک مجسٹریٹ کی موجودگی میں اپنا بیان

ریکارڈ کرا دیا ہے۔"

"میں تمہاری بات نہیں سمجھ سکا۔"

"آہستہ آہستہ سمجھنے لگوگے رفیقی۔" وہ آنکھ جھپکا کر بولا۔ "اپنے دوست سے کہنا کہ وہ سراج کو معاف کردے' وہ بے چارہ پہلے ہی پاگلوں کی طرح چکرایا چکرایا پھر رہا ہے۔ حالات کے زیروبم نے اس کی عقل بھی خبط کردی ہے۔"

پھر عثمان غنی نے اشارہ کیا تو میں نے کمرے کی حالت پر نظر ڈالی میرا ذہن بھی گھوم کر رہ گیا' اسپتال کے جس کمرے میں میں پڑا تھا اس کا بیشتر سامان الٹا پڑا تھا' یوں لگ رہا تھا جیسے کئی آدمیوں نے بیک وقت وہاں داخل ہوکر توڑ پھوڑ کی ہو' میں ابھی عثمان غنی سے مزید کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ سراج دو سپاہیوں کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ وہ بری طرح بوکھلایا ہوا نظر آرہا تھا۔ عثمان غنی میرے قریب سے ہٹ کر ایک کرسی پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ اس کی کیفیت اس کھلنڈرے بچے سے مختلف نہیں تھی جو اپنی کسی شرارت پر بیٹھا مسکرا رہا ہو۔

"آئی ایم سوری مسٹر شہباز۔" سراج نے میرے قریب آکر شکایت آمیز لہجے میں کہا۔ "اگر آپ نے پہلے ہی مجھے اصل صورت سے آگاہ کردیا ہوتا تو۔۔۔"

"شاید جو سپاہی آپ نے یہاں مقرر کیے تھے وہ اس کمرے میں زبردستی داخل ہوکر توڑ پھوڑ نہ کرپاتے۔۔۔"

"مجھے خود بھی حیرت ہے۔۔۔" سراج نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔ "جو شخص آپ کو قتل کرنے کے ارادے سے یہاں داخل ہوا تو اسے بلاوجہ توڑ پھوڑ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"کبھی اس سے ملاقات ہوئی تو پوچھ کر بتاؤں گا۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"وہ اس وقت پولیس کی تحویل میں ہے اور اس نے ایک مجسٹریٹ کی موجودگی میں جو بیان دیا ہے وہ بھی آپ کے حق میں ہے لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ اگر بھوشن کے آدمیوں نے آپ کے ساتھیوں سمیت آپ کو زبردستی اسلحہ کے زور پر اغوا کیا تھا تو آپ نے اصلیت بتانے سے گریز کیوں کیا۔"

"جو حساب میرے اور بھوشن کے درمیان ہے اس کے بیچ میں کسی اور کو نہیں لانا چاہتا۔"

"اچھے جارہے ہو رفیقی۔" عثمان غنی نے مسکرا کر کہا۔

"بہرحال اب آپ پر سے پولیس کا پہرہ ہٹالیا گیا ہے البتہ آپ کی حفاظت کی خاطر۔۔۔"

"سوری مسٹر سراج۔" میں تیزی سے بولا۔ "مجھے اپنی حفاظت کرنی آتی ہے۔"

اسی وقت ندیم کمرے میں داخل ہوا' بازی پلٹی دیکھ کر اسے بھی حیرت ہوئی تھی' وہ مجھ سے باقاعدہ ملاقات کرنے کا اجازت نامہ حاصل کرکے آیا تھا۔ اصل صورت حال کا پتا چلا تو اس نے سراج کو گھور کر دیکھا۔

"کیا میں دریافت کرسکتا ہوں محترم ڈی ایس پی صاحب کہ آپ کے قابل اعتماد اور مسلح آدمیوں کی نگرانی کے باوجود یہ سب کچھ کس طرح ممکن ہوا۔" ندیم نے بڑے تلخ لہجے میں کہا۔ "کیا حالات کے پیش نظر اب میں آپ کو ان تمام باتوں کا ذمہ دار نہیں ٹھہرا سکتا۔"

"لیکن۔۔۔"

"ہوسکتا ہے کہ آپ نے بھوشن کے ساتھ کوئی ساز باز کرلی ہو۔" ندیم نے اس کا جملہ سنے بغیر کہا۔ "محبت اور جنگ میں تمام حربوں کا استعمال جائز ہوتا ہے۔"

"نہیں۔" میں نے جلدی سے درمیان میں مداخلت کی۔ "اس میں مسٹر سراج کا کوئی قصور نہیں ہے۔"

سراج نے ندیم کو بہت غور سے دیکھا۔ ندیم کا جواب سن کر اس کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا تھا لیکن اس نے ضبط کا مظاہرہ کیا اور اسپتال کے عملے کا بیان ریکارڈ کرنے کی غرض سے چلا گیا۔ ندیم نے اس کے جانے کے بعد معنی خیز انداز میں کہا۔

"میرا خیال ہے کہ تمہاری کالاکا رانی پھر تم پر مہربان ہورہی ہے' ورنہ بات صرف توڑ پھوڑ تک محدود نہ رہتی۔"

کالاکا کا نام سن کر میں نے عثمان غنی کی طرف دیکھا۔

"وہ میرے ہاتھ سے بچ کر نکل گئی۔" عثمان غنی نے میری نظروں کا مفہوم بھانپتے ہوئے کہا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "آئندہ سے صرف وہی کرنا جو میں کہوں' اگر تم نے بھوشن کو جان سے مارنے کا خیال دل میں نہ کیا ہوتا تو کوئی طاقت تمہیں زخمی بھی نہیں کرسکتی تھی۔ بہرحال فکر مت کرو' تم بہت جلد صحت یاب ہوجاؤ گے۔ اور اس کے بعد۔" وہ اپنا جملہ نامکمل چھوڑ کر معنی خیز انداز میں مسکرایا پھر نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔" ندیم نے میری خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے دوبارہ سوال کیا۔

"میں جب نیند سے بیدار ہوا تو بساط الٹ چکی تھی' ہوسکتا ہے یہ سب کالاکا ہی کی مہربانی ہو۔" میں نے بات ٹالنے کی خاطر کہا پھر ندیم سے ادھر ادھر کی بات کرنے لگا' میرے سمجھانے پر اس نے سراج کی جانب سے دل صاف کرلیا تھا ورنہ اس کے ارادے زیادہ نیک نہیں تھے۔

تیسرے روز میں اسپتال سے گھر آگیا۔ ان دنوں میں عارفہ نے رو رو کر اپنا برا حال کر رکھا تھا۔ نسیم کی پریشانی بھی قابل دید تھی۔ میں گھر پہنچا تو ان دونوں نے نذر نیاز کا سلسلہ شروع کردیا۔ عثمان غنی کے کہنے کے بموجب میرے زخم حیرت انگیز طور پر بہت تیزی سے بھر رہے تھے۔ ندیم کے گھر میں

طرح محفوظ تھا۔ ابھی تک اس راز سے پردہ نہیں اٹھ سکا تھا کہ نادیدہ تو میں اس مکان کے اندر داخل ہونے سے کیوں کتراتی ہیں؟"

گھر آنے بعد ہی مجھے بھوشن کی کوٹھی پر پیش آنے والے حادثے کی مکمل تفصیل معلوم ہوئی۔ اس کے کل سات آدمی کام آگئے تھے۔ دو روز تک وہ بھی اسپتال میں پڑا زخموں کی مرہم پٹی کراتا رہا تھا۔ اپنے بیان میں اس نے جو کچھ میرے خلاف کہا تھا' اسپتال میں میرے کمرے میں ہونے والی توڑ پھوڑ نے اس کے وزن کو بہت ہلکا کردیا تھا' بھوشن کے جس آدمی نے مجھ پر حملہ کیا تھا وہ اس کا پرانا اور خاص کارندہ تھا۔ اس نے مجسٹریٹ کی موجودگی میں اقبال جرم کیا تھا۔ اس سوال کے جواب میں کہ اس نے مجھے قتل کرنے کے بجائے توڑ پھوڑ کیوں کی اس نے کہا تھا کہ وہ مجھے خوفزدہ کرکے اور سہا سہا کر مارنے کا متمنی تھا۔ اپنی دانست میں پولیس کے ان کارندوں کو جو سراج کی جانب سے میرے کمرے میں تعینات کیے گئے تھے وہ طویل بے ہوشی سے دوچار کرنے کے بعد اندر آیا تھا لیکن بدقسمتی سے ایک کارندہ جلدی ہوش میں آگیا جس نے اسلحہ کے زور پر اس پر پوری طرح قابو پالیا تھا' بھوشن نے اپنے اس کارندے کے خلاف صرف یہی کہا کہ شاید اس کا ذہنی توازن اپنے ساتھیوں کی موت کی وجہ سے خراب ہوچکا تھا ورنہ بھوشن نے اس قسم کے کسی خطرناک کام پر مامور نہیں کیا تھا۔ حقیقت کیا تھی اس کا علم میرے سوا کسی اور کو نہیں تھا جو کچھ ہوا تھا اس میں عثمان غنی کا ہاتھ شامل تھا جس کی ایک بات پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے میں زخمی ہوا تھا۔

پانچ روز بعد میں باہر لان پر ایک ایزی چیئر پر بیٹھا حالات کے تانے بانے پر غور کررہا تھا کہ ندیم نے کہا۔

"کیا گھر میں پڑے پڑے تمہیں بوریت کا احساس نہیں ہورہا۔"

"عارفہ اور نسیم دونوں کا اصرار ہے کہ میں ابھی کچھ دنوں تک اور آرام کراوں۔"

"ملیحہ کے بارے میں کیا خیال ہے۔" ندیم مسکرایا۔

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے اسے وضاحت طلب نظروں سے گھورا۔

"آج شام دو خوبصورت ستارے ٹکرانے والے ہیں۔" ندیم نے کہا۔ "میں نے ماہ رخ سے وعدہ کیا ہے کہ آج اسے ملیحہ سے ضرور ملوادوں گا' کیا تم ان دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو سے محظوظ ہونا پسند نہیں کرو گے۔"

"پہلی اور پاچھ پوچھ۔"

"ایک تجربے کی بات خاص طور پر نوٹ کراو۔" ندیم نے معنی خیز انداز میں جواب دیا۔ "جب دو حسین عورتوں میں جنگ ہو تو انسان کو صرف بات رفع دفع کرنے کی کوشش ضرور کرنی چاہیے لیکن کھل کر کسی ایک کی حمایت نہیں کرنی چاہیے ورنہ دوسری جیلس ہوجاتی ہے اور خاص طور پر جب تم دونوں سے واقف ہو۔"

"یہ تجربے تم نے شادی سے پہلے حاصل کیے ہیں یا۔۔۔"

"کسی کا حق مارنے اور منہ مارنے میں بڑا فرق ہوتا ہے مائی ڈیئر۔" ندیم نے بائیں پلک جھپکا کر کہا۔ "گھر کا کھانا کھاتے کھاتے اگر طبیعت اکتانے لگے تو ایک آدھ وقت بازار کی خوراک چکھ لینے میں کوئی حرج بھی نہیں اور پھر میرا تعلق۔۔۔"

"جس کاروبار سے ہے اس نے تمہیں خاصا ڈھیٹ بنا رہا ہے۔" میں نے جملہ مکمل کیا تو وہ مسکرا کر بولا۔

"ماہ رخ مجھے بتاچکی ہے کہ رفتہ رفتہ تم بھی ڈھیٹ بننے کی پریکٹس شروع کرچکے ہو۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ ماہ رخ اور ملیحہ کی ملاقات کسی زنانی اٹھا پٹک میں تبدیل ہوجائے گی۔" میں نے ندیم کی کہی ان سنی کرتے ہوئے پوچھا۔

"فرض کرلو ایسا ہوگیا تو تم کس کا ساتھ دو گے۔" ندیم نے لہرا کر دریافت کیا۔

"میں دونوں پر لعنت بھیج کر واپس آجاوں گا۔"

"اوپری دل سے میرا جواب بھی یہی ہوسکتا تھا۔" ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "مجھے خوشی تھی کہ ندیم کی خفگی آہستہ آہستہ دور ہوتی جارہی تھی ورنہ وہ اس بات پر شاکی تھا کہ میں نے بھوشن پر چڑھ دوڑنے کی حماقت کیوں کی تھی' ہم دونوں بات کررہے تھے کہ سراج آگیا۔ ندیم اور اس کے درمیان میری کوششوں نے ایک بار پھر مفاہمت کی فضا پیدا کردی تھی۔

"کوئی نئی اطلاع۔" میں نے دریافت کیا۔

"بھوشن کی چالیں میری سمجھ سے باہر ہیں۔" سراج نے کہا۔ "کل تک وہ آپ کے خلاف زہر اگل رہا تھا۔ اوپر سے پریشر ڈلوا رہا تھا اور آج اس نے آپ کے خلاف جو پرچا کٹوایا تھا وہ واپس لینے کی تحریری درخواست پیش کردی ہے۔"

"کوئی وجہ تو ضرور لکھی ہوگی۔" ندیم نے پوچھا۔

"جی ہاں۔۔۔ اس نے لکھا ہے کہ جو کچھ ہوا وہ محض ایک معمولی سی غلط فہمی کا نتیجہ تھا ورنہ اس کے آپ کے درمیان کبھی کوئی کش مکش نہیں رہی۔"

"اس کا یہ بیان کسی گہری سازش کی نشان دہی کرتا ہے۔" ندیم نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔ "ہمیں اب اس دوغلے دشمن سے زیادہ محتاط رہنا پڑے گا۔"

میں نے سراج کی بات پر زیادہ تعجب کا اظہار نہیں کیا' میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ بھوشن کی جانب سے پیش کی جانے والی درخواست میں بھی کسی نہ کسی زاویے سے عثمان غنی کا ہاتھ ضرور موجود ہوگا چنانچہ میں نے گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے کہا۔

"نغمہ کے اس کزن کا کیا بنا جس نے سلمان قیصر کی موت کی ذمہ داری قبول کرلی تھی۔"

"وہ اب خاموش ہوگیا ہے۔" سراج نے پہلو بدل کر جواب دیا۔ "میں نے اسے کریدنے کی کوشش کی تھی کہ کیا سلمان قیصر کی موت میں اس کے جذبہ رقابت کا کوئی دخل تھا' مگر وہ صرف مجھے گھور کر رہ گیا۔"

"عدالت میں اس نے کیا بیان دیا ہے۔"

"ابھی وہ پولیس کسٹڈی میں ہے' دس روز کے جسمانی ریمانڈ کی مدت ختم ہونے کے بعد ہی پولیس عدالت میں کیس پیش کرے گی۔"

"نغمہ اور اس کے والد نے کیا بیان دیا ہے۔"

"سیٹھ نعمان کی پوری پوری کوشش یہی ہے کہ آصف اس کیس سے رہا ہوجائے لیکن نغمہ کا خیال اس کے برعکس ہے۔" سراج نے جواب دیا۔ "میں نے جان بوجھ کر ان دونوں کا بیان علیحدہ علیحدہ لیا تھا' سیٹھ نعمان کا کہنا ہے کہ آصف ایک سیدھا سادا اور نیک لڑکا ہے جس نے محض پولیس کے ڈرائنگ روم ٹریٹ منٹ کے خوف سے ایک ناکردہ جرم کا اقرار کرلیا ہے لیکن مس نغمہ کا خیال ہے کہ سلمان قیصر کو آصف ہی نے مارا ہوگا۔"

"اس خیال کی کوئی وجہ بھی ضرور بتائی ہوگی۔"

"جی ہاں۔۔۔ اس کا خیال ہے کہ آصف اس سے شادی کرنا چاہتا تھا لیکن سلمان قیصر کے درمیان میں آنے کی وجہ سے اس کی خواہش کی تکمیل مشکل تھی چنانچہ اس نے جذبات میں آکر ایک خطرناک قدم اٹھانے کا رسک بھی مول لے لیا۔"

"کیا آصف نے کبھی نغمہ سے شادی کا اظہار کیا تھا۔" اس بار ندیم نے پوچھا۔

"یہی تو حیرت کی بات ہے۔" سراج نے کہا۔ "مس نغمہ کا کہنا ہے کہ آصف کو اتنی جرات کبھی نہیں ہوئی تھی کہ وہ اس سے اظہار عشق کرسکتا۔"

"آپ ذاتی رائے کیا ہے۔"

"ابھی تک ہم آصف کی زبان کھلوانے کی کوشش کررہے ہیں' سیٹھ نعمان کی وجہ سے ہم اس پر زیادہ تشدد بھی نہیں کرسکتے۔ اصل معاملہ کیا ہے اس کا علم عدالت میں جانے کے بعد ہی ہوگا۔"

"کیا آپ نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ سلمان قیصر کی لاش کے قریب سے جگت نارائن کی پہچان ایک مخصوص سکے کی صورت میں بھی پولیس کے ہاتھ لگی ہے۔"

"اسی بات نے کیس کو الجھا رکھا ہے۔" سراج نے

تھوڑے توقف سے کہا۔ "مخصوص سکہ جگت نارائن کی نشاندہی ضرور کرتا ہے لیکن میں نہیں سمجھتا کہ آصف کا تعلق جگت نارائن کے گروہ سے بھی ہوسکتا ہے۔"

"کوئی وجہ۔۔۔"

"مسٹر آصف کا سابقہ ریکارڈ آئینے کی مانند صاف ہے۔" سراج نے میری جانب غور سے دیکھا۔ غالباً وہ میرے نجوم والی حرکت کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اپنا ارادہ کرکے بولا۔ "جس انداز میں آصف کی گرفتاری عمل میں آئی ہے وہ بھی میرے لیے حیرت انگیز ہے۔ اگر وہی قاتل ہوتا اور اس کا تعلق جگت نارائن کے ٹولے سے ہوتا تو میرے دفتر کے آگے پیچھے منڈلانے کی حماقت کبھی نہ کرتا۔"

سراج کے جانے کے بعد ہم فارم ہاوس کے لیے روانہ ہوگئے۔ عاصمہ نے بڑی مشکل سے مجھے باہر جانے کی اجازت دی تھی۔ راستے میں ندیم نے پھر آصف کا ذکر چھیڑ دیا۔

"سراج نے مجھے بتایا تھا کہ تم نے اپنے علم نجوم سے آصف کی نشاندہی کی تھی۔"

"میرا خیال ہے کہ اس نے جاگتے میں کوئی خواب دیکھا ہوگا۔" میں نے بات اڑانے کی خاطر کہا۔

"اس وقت سراج تمہارے دفتر میں موجود تھا جب تم نے اس کا ہاتھ دیکھ کر کہا تھا کہ مجرم اس کے دفتر کے قریب موجود ہے۔" ندیم نے میرے جواب کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "تمہارے ہی اصرار پر سراج نے اپنے دفتر فون کیا تھا اور پھر آصف گرفتار ہو گیا تھا۔"

"لیکن ـــ" میں نے احتجاج کرنا چاہا۔

"میں سراج نہیں ندیم ہوں۔" وہ میری طرف گھور کر بولا۔ "سچ بتاؤ کیا تمہاری کالکا دیوی نے تو تمہاری مدد نہیں کی تھی۔"

"ہو سکتا ہے لیکن اگر کوئی ایسی بات ہوئی بھی ہے تو مجھے یاد نہیں۔" میں نے درمیانی راستہ اختیار کیا تو ندیم مسکرا کر رہ گیا۔ اس کے مسکرانے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ میرے جواب سے مطمئن نہیں ہے۔

فارم ہاؤس کے باہر ماہ رخ اپنی گاڑی میں پہلے سے موجود تھی۔ ہماری گاڑی رکتے ہی وہ تیزی سے لپکتی ہوئی گاڑی سے اتر کر قریب آ گئی۔ ندیم کو خونخوار نظروں سے گھور کر بولی۔

"دل چاہ رہا ہے تمہیں شوٹ کر دوں۔"

"پھر انتظار کس بات کا ہے۔"

"بکومت۔" وہ جھلا گئی۔ "کیا اب مجھے اتنا اختیار بھی نہیں ہے کہ تمہاری غیر موجودگی میں تمہارے فارم میں داخل ہو سکوں۔"

"آئی سی۔" ندیم نے معاملے کی نوعیت معلوم ہونے کے بعد بڑی انکساری سے کہا۔ "میں معذرت خواہ ہوں لیکن تمہیں اس کی وجہ بھی معلوم ہے، تمہارے علاوہ کوئی اور بھی یہاں داخل ہو کر کیس بگاڑ سکتا تھا چنانچہ میں نے اپنے اسٹاف کو سیکورٹی کے معاملے میں سختی سے ہدایت دے رکھی تھی۔"

ماہ رخ نے بدستور غصیلی نظروں سے ندیم کو گھور کر دیکھا پھر ہماری گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی۔ ندیم کی گاڑی پہچان کر صدر دروازے پر تعینات مسلح گیٹ مین نے دروازہ کھولنے میں بڑی مستعدی اور پھرتی کا ثبوت دیا تھا۔ ہم فارم ہاؤس والی کاٹیج میں جا کر گاڑی سے اترے تو ندیم نے ماہ رخ کے تیور دیکھ کر کہا۔

"کیا معافی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔"

"اس کا جواب میں تمہیں ملیحہ سے ملنے کے بعد ہی دوں گی۔"

"نہایت مناسب خیال ہے۔" میں نے ماہ رخ کی طرف داری کی۔ "یہ شخص اس قابل ہی نہیں ہے کہ اس پر اعتماد کیا جائے۔ ملیحہ کو اس نے فارم ہاؤس میں چھپا رکھا ہے۔ اس کا علم بھی مجھے ابھی راستے میں ہوا ہے۔"

"چور کا بھائی گرہ کٹ۔" ماہ رخ مجھے والہانہ نظروں سے دیکھ کر معنی خیز انداز میں بولی۔

دس منٹ بعد ہی ہم کاٹیج کے تہہ خانے میں موجود ملیحہ کو دیکھ کر ماہ رخ کے چہرے کے تیور یکلخت خطرناک ہو[گئے] ملیحہ نے اسے دیکھ کر شرمندگی کے اظہار کے طور پر اپنی [نگاہیں] نیچی کر لی تھیں۔ چوئیشن کچھ دیر ٹینس (TENSE) رہی [پھر ماہ] رخ کی آواز کمرے میں گونجی۔

"کیا تم اس بات کا اقرار کرتی ہو کہ میرے اسٹاک [میں] زہر آلود بوتل تم نے ہی رکھی تھی۔"

"میں انکار نہیں کروں گی میڈم۔" ملیحہ نے مدھم [لہجے میں] جواب دیا۔

"سلیمان شاہ کی اس سازش کے خلاف تم مجھے اشار[ہ] دے سکتی تھیں۔"

"میں مجبور تھی۔"

"اس لیے کہ تمہارے کرتوتوں کے کچھ ثبوت تصو[یروں] کی شکل میں اس کے پاس موجود ہیں۔"

"آپ کا خیال درست ہے۔"

"تمہارا کیا خیال ہے۔" ماہ رخ کسی زخمی شیرنی کی [طرح] دہاڑی۔ "کیا میں تمہیں معاف کر دوں گی۔"

"میں خود بھی اب زندہ رہنے کی خواہش مند نہیں [ہوں] لیکن مرنے سے پیشتر میں سلیمان شاہ سے اپنی بربادی کا ا[نتقام] ضرور لوں گی۔"

"یہ کام تم میرے خلاف کی جانے والی سازش سے [پہلے] بھی انجام دے سکتی تھیں۔"

"شاید مجھے ایسا ہی کرنا چاہیے تھا لیکن اس وقت میں خائف تھی کہ میری عقل خبط ہو کر رہ گئی تھی۔"

"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مجھے ٹھکانے لگانے کے بعد تم [میری] جگہ لینے کے خواب دیکھ رہی ہو اور اب میرے بچ جانے [کے] بعد تم نے کینچلی بدلنے کی اسکیم تیار کر لی۔" ماہ رخ نے سرد [لہجے] میں کہا۔ اس کی نگاہیں بدستور ملیحہ کے چہرے پر مرکوز تھیں۔

"آپ کی یہ سوچ بھی حالات کی روشنی میں کچھ غیر فط[ری] نہیں ہے لیکن میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔"

"سلیمان شاہ سے تمہارے تعلقات کب سے تھے؟"

"یہ سراسر جھوٹ ہے۔" ملیحہ نے پہلی بار تیز لہجے [میں] جواب دیا۔ "میں نے سلیمان شاہ کو کبھی حد سے تجاوز کرنے [کی] اجازت نہیں دی۔"

"اگر تم سچی ہو تو تمہیں سلیمان شاہ کے خلاف بھر[ی] عدالت میں اس کمینگی کی گواہی دینے پڑے گی۔"

"میں ایسا نہیں کر سکتی۔"

"کیوں؟"

"میں عزت کی موت مرنا چاہتی ہوں اسی لیے میں [نے]

[ند]یم سے درخواست کی تھی کہ مجھے ایک ڈارٹ گن فراہم [کر دیں]۔" ملیحہ نے بڑے پر اعتماد لہجے میں کہا۔ "میں آپ کو [یق]ین دلاتی ہوں کہ آپ کو سلیمان شاہ کی اور میری لاش ایک [س]اتھ ہی ملے گی۔"

"اور اس طرح تمہاری شرافت کے ڈنکے بجیں گے۔" ماہ [ر]خ نے زہریلے انداز میں کہا۔

"جو کچھ بھی ہو، لیکن اس وقت میں دنیا میں موجود نہیں [ہو]ں گی۔"

"اور اگر میں یہ کہوں کہ میں سلیمان شاہ کو اس کی کمینگی [ک]ی کوئی عبرت ناک سزا دینا چاہتی ہوں تو۔"

"آپ حق بجانب ہوں گی۔"

"شٹ اپ۔" ماہ رخ کا پارہ چڑھنے لگا۔ "میں تم سے [م]شورہ نہیں بلکہ اپنے انتقام کے سلسلے میں تمہارے کردار کی [ادائ]یگی کے بارے میں پوچھ رہی ہوں۔"

"سوری میڈم۔ شاید جلدی میں میرے منہ سے کوئی غلط [ب]ات نکل گئی تھی۔"

"تمہیں سلیمان شاہ کے خلاف اب میرے اشارے پر [ع]مل کرنا ہو گا۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ مجھے اپنے ہاتھوں سے ہمیشہ کے لیے ختم کر دیں۔" ملیحہ کے لہجے میں بے بسی تھی۔

"پہلے میں نے یہی سوچا تھا کہ تمہیں اپنے شکاری کتوں کی خوراک کے طور پر فراہم کر دوں، تمہارا لذیذ گوشت یقیناً ان کی [بھ]وک پری کا تسکین آمیز سبب بن سکتا تھا لیکن اب میں نے اپنا ارادہ تبدیل کر دیا ہے، میں تم کو اور سلیمان شاہ کو سسکا سسکا کر ماروں گی۔"

ہم خاموش تماشائی کی طرح کھڑے دونوں کی گفتگو سن رہے تھے۔ ملیحہ نے جو پیشکش کی تھی وہ بھی ٹھیک تھی اور ماہ رخ نے جو انداز اختیار کیا تھا وہ بھی غلط نہیں تھا۔ ویسے بھی کسی ایک کی طرف سے بولنا مناسب نہیں تھا لیکن ذاتی طور پر میں یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکا کہ ملیحہ کو بدکردار ہونے کے باوجود اپنی بدنامی سے خوف آ رہا تھا جبکہ ماہ رخ اس حد سے قطعی بے نیاز ہو چکی تھی۔

"میں تمہارا جواب سننا چاہتی ہوں۔" ماہ رخ نے سفاک انداز میں کہا۔

"آپ مجھے جو سزا بھی دیں مجھے منظور ہو گی۔" ملیحہ نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔

"ندیم ـــ" ماہ رخ نے اس شدید غصے کی حالت میں بھی ندیم کو بڑی اپنائیت سے مخاطب کیا۔ "کیا تم مجھے کوئی ایسا فون فراہم کر سکتے ہو جس میں مائک کے علاوہ آن سنگ مشین بھی موجود ہو۔"

"میں عام طور پر ایسا ہی فون استعمال کرنے کا عادی ہوں۔"

پھر ندیم نے اپنے آدمی کو بلا کر فون طلب کیا۔ ماہ رخ نے ایک بار پھر شعلہ بار نظروں سے ملیحہ کو گھورتے ہوئے کہا۔

"تم فون پر سلیمان شاہ سے بات کرو گی ـــ اس ولد الحرام کو یہ باور کرانے کی کوشش کرو گی کہ تم کہیں روپوش ہو اور اس وقت تک منظر عام پر نہیں آ سکتیں جب تک میں راستے سے نہ ہٹا دی جاؤں۔"

پھر اس نے ماہ رخ کے جواب کا انتظار کیے بغیر مائک اور ٹیپ کا بٹن دبایا اور سلیمان شاہ کے نمبر ڈائل کرنے لگی۔ اس نے وہ مخصوص نمبر ڈائل کیا تھا جسے سلیمان شاہ کے علاوہ کوئی اٹینڈ نہیں کرتا تھا۔ دوسری جانب سے فون کی گھنٹی بجی تو ماہ رخ نے ریسیور ملیحہ کے حوالے کر دیا اور اسے قہر آلود نظروں سے گھورنے لگی۔ چار بار گھنٹی بجنے کے بعد دوسری جانب سے کال اٹینڈ کی گئی۔ کمرے میں سلیمان شاہ ہی کی آواز گونجی تھی۔

"سر ـــ" ملیحہ نے مدھم اور سہمے لہجے میں کہا۔ "میں ملیحہ بول رہی ہوں۔"

"تم ـــ تم کہاں ہو؟"

"حالات نے مجھے روپوش ہونے پر مجبور کر دیا ہے سر۔ میں نے سنا ہے کہ میڈم موت کو شکست دینے کے بعد دوبارہ کوٹھی پر واپس آ گئی ہیں اور اب ان کے پالتو درندہ صفت جانور کونے کھدروں میں میری بو سونگھتے پھر رہے ہیں۔"

"مجھے اپنا پتا بتاؤ ـــ میں فوری طور پر تم سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"یہ ناممکن ہے سر۔" ملیحہ نے بڑا خوبصورت بہانہ تراشا۔ "جو لوگ میری تلاش میں ہیں وہ یقیناً آپ کی نقل و حرکت کی نگرانی بھی ضرور کر رہے ہوں گے۔ اس کے علاوہ میں اتنی جلدی مرنا بھی نہیں چاہتی۔"

"تم اس دو کوڑی کی عورت سے خوفزدہ مت ہو۔" سلیمان شاہ نے حقارت سے کہا۔ "اگر کوئی کسی خطرناک زہریلی ناگن کو آستین میں پالتا ہے تو اس زہر نکالنے کے فن سے بھی بخوبی واقفیت رکھتا ہے۔ ماہ رخ میں ابھی اتنا حوصلہ پیدا نہیں ہوا جو وہ مجھ سے ٹکرانے کی حماقت کرے۔ تم بھی میری اڑان سے واقف ہو۔ میرے اشارے پر ماہ رخ کے سر کو بھی جوتے تلے مسل کر پھینکا جا سکتا ہے۔"

"اس کے علاوہ ہمارے پاس کوئی دوسرا راستہ بھی نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے، لیکن تم مجھے اپنا فون نمبر بتاؤ تاکہ میں بوقت ضرورت تم سے رابطہ قائم کر سکوں۔"

"میں نمبر بتا کر اس مہربان شخص کو خطرے میں نہیں ڈال

سکتی جس نے مجھے اپنی چھت کے نیچے پناہ دے رکھی ہے۔"
"تمہاری مرضی۔۔۔" سلیمان شاہ نے جھلا کر جواب دیا پھر تیزی سے بولا۔ "تم نے روپوش ہو کر حماقت ہی کا ثبوت دیا ہے' ماہ رخ کے فرشتے بھی تمہارے اوپر کوئی الزام ثابت نہیں کرسکتے تھے۔ میرا یہ بیان ہی بہت کافی ہوتا کہ اس نے اپنی آوارگی سے تنگ آکر خودکشی کرنے کی کوشش کی تھی۔"
"آپ درست کہہ رہے ہیں سر۔ لیکن میڈم کو پھر بھی مجھ پر ضرور شبہ ہوتا اس لیے کہ میرے علاوہ کوئی دوسرا ان کے اسٹاک کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا تھا۔" ملیحہ نے بدستور اپنی خوبصورت اداکاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ "میڈم اس بات کی تہہ تک بہ آسانی پہنچ سکتی ہیں کہ میں نے وہ زہریلی مگر سیل بند بوتل آپ کے اشارے پر ہی اسٹاک میں رکھی ہوگی۔"
"تم جانتی ہو کہ میں نے ایسا کیوں کیا تھا۔" سلیمان شاہ کسی خون آشام بھیڑیے کی طرح غرایا۔ "ایک دو ٹکے کے بزنس مین کے ساتھ اس کی تصویریں دیکھ کر میں صبر نہیں کرسکتا تھا۔ اگر وہ تصویریں منظر عام پر آجاتیں تو میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل بھی نہیں رہتا۔"
سلیمان شاہ کا اشارہ میرے علاوہ کسی اور کی طرف نہیں تھا اس لیے میں ایک لمحے کو گھبرا گیا۔
"میرا خیال ہے کہ اگر آپ ان دونوں ہی کو کسی طرح ایک ساتھ ختم کرادیں تو یہ قصہ ہمیشہ کے لیے پاک ہوجائے گا۔" ملیحہ نے دبی زبان میں مشورہ دیا۔
"تم دو روز بعد مجھے فون کرنا۔ اس وقت تک میں کسی نتیجے پر ضرور پہنچ جاؤں گا۔"
پھر دوسری جانب سے ریسیور رکھنے کی آواز ابھری تو ماہ رخ نے آگے بڑھ کر سوئچ آف کردیئے۔ ملیحہ نے خاموشی سے ریسیور ماہ رخ کی طرف بڑھادیا۔
"گڈ۔۔۔" ماہ رخ نے اسے تعریفی جملوں سے نوازا۔ "تم کسی سازش کو مرتب کرنے میں خاصی ذہین واقع ہوئی ہو۔ میرا خیال ہے کہ تمہیں کم از کم اس وقت تک زندہ رکھنا ضروری ہے جب تک سلیمان شاہ کیفر کردار تک نہیں پہنچ جاتا۔"
ملیحہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بدستور سر جھکائے کھڑی نچلا ہونٹ چباتی رہی۔ ماہ رخ نے فون سے ٹیپ شدہ گفتگو کا کیسٹ نکال کر اپنے قبضے میں کیا پھر ہماری طرف دیکھ کر بولی۔
"سلیمان شاہ نے مجھے دو کوڑی کی عورت کہہ کر اپنی موت ہی کو دعوت دی ہے۔"
"میں تمہیں جلد بازی میں کوئی قدم اٹھانے کا مشورہ نہیں دوں گا۔" ندیم نے کہا۔
"وہ سور کا تخم میرا زہر نکالنے کا خواب دیکھ رہا ہے اور تم مجھے انتظار کرنے کا مشورہ دے رہے ہو۔"

"سمجھنے کی کوشش کرو۔" ندیم نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ "ابھی ہمارے پاس دو روز کی مہلت باقی ہے' اس دوران میں ہمیں ٹھنڈے دماغ سے کوئی جوابی کارروائی کے بارے میں سوچنا ہوگا۔"
"مجھے پہلے ہی شبہ تھا۔" ماہ رخ نے بڑی بے غیرتی سے مجھے مسکراتی نظروں سے دیکھ کر کہا۔ "وہ ہماری تصویر دیکھنے کے بعد ہی پاگل ہوا ہوگا۔"
"میرا خیال ہے کہ اب ہمیں چلنا چاہیے۔" میں نے جلدی سے اس کی کہی ان سنی کرتے ہوئے ندیم سے کہا۔
"تمہیں اب پوری طرح محتاط رہنا ہوگا۔" ماہ رخ نے دوبارہ مجھے مخاطب کیا۔ "سلیمان شاہ اپنی سطح سے کتنا گر سکتا ہے تم اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے' ہوسکتا ہے کہ وہ مجھے ختم کرنے کا منصوبہ بنانے سے پہلے تمہارے اوپر وار کرنے کی کوشش کرے۔"
"فکر مت کرو مائی ڈیئر۔" ندیم نے میری کیفیت کا اندازہ لگاتے ہوئے ماہ رخ کو مخاطب کیا۔ "جب تک میں زندہ ہوں سلیمان شاہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکے گا۔ میں اس جیسے لوگوں سے نپٹنا جانتا ہوں۔"
"مجھے معلوم ہے۔" وہ مسکرا کر بولی۔ "تم بھی سلیمان شاہ سے کچھ کم خبیث نہیں ہو۔"
"ذرہ نوازی ہے تمہاری جو اس قابل سمجھتی ہو ورنہ من آنم کہ من دانم۔"
اس کے بعد ندیم نے وہاں رکنے کی کوشش نہیں کی' ماہ رخ نے تہہ خانے سے نکلتے نکلتے ایک بار پھر ملیحہ کو کچھ عجیب نظروں سے گھورا تھا۔ ان نظروں میں ہمدردی اور حقارت کے ملے جلے تاثرات موجود تھے۔۔۔!

☆ ------ ❖ ------ ☆

مکمل صحت یاب ہونے کے بعد میں نے دفتر میں قدم رکھا تو میرے پورے اسٹاف نے میری مزاج پرسی کی۔ وارثی اور عابد نے خوشی میں مٹھائی تقسیم کی۔ بہت دیر تک وہ میرے ہی آفس میں موجود رہے' یہ میرے اپنے ساتھی' میرے وفادار ساتھی جن کی شب و روز کی محنت نے مجھے شہرت بخشی تھی' عزت دی تھی' دولت دی تھی' وہ ایک ہی مشین کے مختلف پرزے تھے جو ایک دوسرے سے مربوط ہو کر حرکت کرنے کے عادی تھے اسی لیے ابھی تک میرے مشن میں کوئی فالٹ نہیں آیا تھا۔
اسٹاف کے افراد میں دانش (ساجد) بھی تھا جس نے میری خاطر بڑی قربانیاں دی تھیں۔ میری خاطر وہ موت سے بھی ٹکرا سکتا تھا لیکن میں نے اپنی ضد میں آکر اسے ڈرائیونگ کے فرائض سے سبکدوش کرکے ایک دوسرے کام پر لگادیا تھا۔ مجھ پر تنہا منزل سر کرنے کا جنون سوار تھا۔ اس وقت وہ بھی میری

...کے اس مشن میں جس میں سب اپنے تھے کوئی غیر نہیں ...برابر کا شریک تھا۔ چہرے پر داڑھی اور دوسری تبدیلیاں ...نے کے بعد وہ حالات کے پیش نظر سب سے الگ تھلگ ...ر دانش کے بجائے ساجد بننے پر مجبور ہوگیا تھا۔ اس کا چہرہ ...خوشی سے تمتما رہا تھا لیکن مجھے اس کی روشن آنکھوں میں ...کہیں ایک شکوہ سا ٹمٹماتا نظر آیا۔ شاید وہ اس بات سے ...ی تھا کہ میں نے اسے خود سے دور کیوں کردیا۔ اس کا شکوہ ...جا نہیں تھا۔ سب کی موجودگی میں' میں خاموش رہا لیکن ...ب کے جانے کے بعد میں دانش کو روک کر اس کی آنکھوں ...جھانکتے ہوئے پوچھا۔
"تم شاید مجھ سے ناراض ہو' کیوں۔"
"جی نہیں۔۔۔ میں بھلا آپ سے کس طرح ناراض ہوسکتا ...ں۔"
"جھوٹ بول رہے ہو۔" میں بڑی اپنائیت سے بولا۔ "میں ...تمہارے ذہن میں ہونے والی اتھل پتھل کو محسوس کررہا ...وں۔"
وہ جواب میں خاموش رہا گویا میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ ...ں نے جیب سے اپنی گاڑی کی چابی نکال کر مسکراتے ہوئے ...ں کے حوالے کی تو اس کا چہرہ اچانک کھل اٹھا۔
"اگر آپ کو کچھ ہوجاتا باس تو میں خود اپنی نگاہوں میں گر ...جاتا۔" اس نے جذباتی انداز میں کہا۔
"میں جانتا ہوں کہ تم مجھ سے کتنی محبت کرتے ہو۔"
"پھر۔۔۔ آپ نے مجھے خود سے دور کیوں کردیا تھا۔" میرا ...بر اس کی زبان پر آگیا۔
"میں کسی کی مدد کے بغیر اپنے دشمنوں سے حساب برابر کرنا ...چاہتا ہوں۔" میں یکلخت سنجیدہ ہوگیا۔ "اب تک دوسرے مجھ ...سے کھیل رہے تھے مگر اب میری باری ہے' میں انہیں سکون کی ...نیند نہیں لینے دوں گا۔"
"میں ہر محاذ پر آپ کے ساتھ رہوں گا۔"
"ایک شرط پر۔"
"وہ کیا۔" وہ مجسم سوال بن گیا۔
"ندیم میرا دوست ہے' میرا ہمدرد ہے' میرا ساتھی ہے' ...میری خاطر وہ سنگلاخ پہاڑوں سے بھی ٹکرا جانے سے کبھی گریز ...نہیں کرے گا لیکن میں چاہتا ہوں کہ ایک بار خود تن تنہا اپنے ...بازوؤں کی آزمائش بھی کرلوں' تم میرے ساتھ رہ سکتے ہو لیکن ...اس شرط پر کہ تم اپنی زبان سے میرے بارے میں کسی سے کچھ ...نہیں کہو گے۔"
"میں وعدہ کرتا ہوں باس۔ لیکن وہ جو آپ کی نگرانی پر ...مامور ہیں وہ تو خاموش نہیں رہیں گے۔"
"انہیں ان کا کام کرنے دو' تم صرف میرے کہنے پر عمل کرو۔"

دانش چلا گیا تو میں فائلوں کو دیکھنے لگا۔ میری غیر موجودگی میں بہت ساری فائلیں جمع ہوگئی تھیں' میں ان میں سے پہلے ان فائلوں کو دیکھنے لگا جن پر "اشد ضروری" کا ٹھپا لگا ہوا تھا۔ میں پوری توجہ اور انہماک سے ان فائلوں کو نپٹا رہا تھا جب مجھے اچانک ایسا محسوس ہوا جیسے میں کمرے میں تنہا نہیں ہوں۔ میرے علاوہ کوئی اور بھی ہے۔ میں نے اپنے خیال کی تصدیق کی خاطر فائلوں سے نظر ہٹا کر دیکھا تو کالکا میرے گوشہ سکون کے ایک صوفے پر بیٹھی مسکرا رہی تھی۔ ایک بار پھر وہ اپنے تمام کیل کانٹے سے لیس ہو کر مجھے دعوت نظارہ دے رہی تھی۔ مجھے اس پر ہنسی آگئی۔ کبھی وہ پوری طرح مجھ پر حاوی تھی' میں اس کا دست نگر اور محتاج تھا' یہ اور بات ہے کہ میں متعدد موقعوں پر اسی کی وجہ سے موت کے منہ میں جاتے جاتے بچا تھا لیکن اب کفر کی وہ ناپاک قوت میرے لیے خطرناک بن گئی تھی' وہ مجھے میرے دشمنوں کے سامنے سرنگوں کرنے کی خواہشمند تھی لیکن عثمان غنی کے درمیان میں آجانے سے اس کا غرور و تکبر ٹوٹ گیا تھا' وہ اب مجھے لبھا کر اپنے حسن کا جادو جگا کر اپنا الو سیدھا کرنا چاہتی تھی۔ اس کی قاتل اور ساحرانہ آنکھیں میرے چہرے پر ہی ہوئی تھیں۔
"اس قدر غور سے کیا دیکھ رہی ہو کالکا رانی۔"
"تم کام کرتے رہو مجھے اچھے لگ رہے تھے اس لیے میں نے تمہیں چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔" اس نے ایک ادا سے

جواب دیا۔

"میرے کام تم سے زیادہ اہم اور ضروری تو کبھی نہیں رہے۔" میں نے ہلکا سا طنز کیا۔

"میں محسوس کر رہی ہوں کہ اب تم کالکا سے دور ہوتے جا رہے ہو۔" وہ لہراتی بل کھاتی اٹھی۔ ہوا کے کسی معطر جھونکے کی طرح میرے قریب آکر بولی۔ "اتنے کٹھور دل تم پہلے تو کبھی نہیں تھے۔"

"کبھی کبھی انسان کے اپنے اندر بھی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ بدلتے موسموں کی طرح اس کے انداز بھی رنگ تبدیل کرنے لگتے ہیں لیکن تمہاری بات اور ہے۔" میں نے اس کے سراپا کو بہت غور سے دیکھا۔ "تم میری محسنہ ہو' میں تمہارے احسانات کا شمار کرنا چاہوں تو شاید میرے لیے یہ بھی ممکن نہ ہوگا۔"

"کالکا پہ طنز کر رہے ہو۔" وہ اٹھلا کر بولی۔

"تمہیں شاید دھوکا ہوا ہے۔" میں نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ "بھلا میں اور تم پر طنز کروں گا۔ تم جو مہان شکتی کی مالک ہو' تمہاری شکتی اپرم پار ہے' تم دیوتاؤں کی منظور نظر ہو' تم خود کو ہر رنگ میں ڈھالنے کی طاقت رکھتی ہو' تمہارا روپ نرالا ہے' تم نے میری وجہ سے شنکر کو ٹھکانے لگایا ہے' یاد ہے تمہیں۔۔۔ وہی شنکر جس کی وجہ سے میں نے تمہیں پہاڑ کی ایک تنگ و تاریک گپھا کی غلاظتوں سے نکالا تھا' اس وقت تم محض ایک بے جان مورتی تھیں لیکن اب۔۔۔ چنگاری نے چٹک کر شعلہ کا روپ اختیار کر لیا ہے۔"

"شہباز خان۔۔۔" اس نے مجھے تیز نظروں سے دیکھا' شاید وہ اپنے وجود کو میرے تیر و نشتر سے گھائل ہوتا دیکھ کر تلملا اٹھی تھی۔

"حکم دو کالکا رانی' تمہارا سیوک تمہاری ہر آگیا کا پالن کرنے کو تیار ہے۔" میں نے کسی سعادت مند عاشق کا انداز اختیار کیا۔ "اب تو میرے سر سے وہ چھایا بھی دور ہو چکی ہے جس نے تمہیں میرے دل و دماغ تک پہنچنے سے روک رکھا تھا۔ اب تو تمام دوریاں ختم ہو چکی ہیں۔ تمام فاصلے ختم ہو گئے ہیں لیکن مجھے تم سے شکوہ ہے۔۔۔ تم کبھی میرے اوپر مہربان ہوتی ہو تو اپنے حسن کے سحر سے مجھے تسخیر کر لیتی ہو' تمہاری گھنیری زلفوں کی چھاؤں تلے مجھے وہی سکون و راحت ملتی ہے جو کسی تھکے ہوئے مسافر کو نیم کے چھاؤں تلے میسر آتی ہے لیکن جب تم جوالا مکھی کا روپ دھارتی ہو تو میرا انگ انگ جل کر خاک ہونے لگتا ہے۔" میں نے بڑی معصومیت سے کہا۔ "تم ایسا کیوں کرتی ہو کالکا رانی' میرے ساتھ دھوپ چھاؤں کا یہ کھیل کیوں کھیلتی ہو۔"

"میں سمجھ رہی ہوں شہباز خان۔" وہ تلخ انداز میں ہنسی۔

"تم ایک وقتی سہارا پا کر اپنی کالکا کو بھولنے کی کوشش ہو' پرنتو اتنا یاد رکھنا کہ جب وہ چھایا ہمارے درمیان گئی تو کوئی اور شکتی بھی کالکا کا راستہ نہیں کاٹ سکے گی

"شما (معاف) کرنا کالکا رانی۔" میں نے اسے خاطر کہا۔ "میں تم سے بھوشن مہاراج کی خیریت دریا بھول ہی گیا تھا۔"

"اس کی چنتا مت کرو' جب تک میں اس کے تمہاری منوں کامنائیں (خواہش) پوری نہیں ہوں گی۔

"تم حکم دو میں بھوشن کے راستے سے ہٹ تمہارے بڑے اُپکا (احسان) ہیں مجھ پر۔"

"یہ تم نہیں' وہ شکتی بول رہی ہے جس نے تمہیں باغ دکھا کر اپنی مٹھی میں کر لیا ہے۔"

"اور سناؤ کیا خیر خبر ہے۔" میں نے بے پروائی سے کچھ سوچ کر بولا۔ "میں تمہارا شکریہ ادا کرنا تو بھول ہی یقین ہے کہ بھوشن نے تمہارے ہی مشورے پر میرے پولیس کیس واپس لیا ہے۔"

"نہیں۔۔۔ میں اس سے ایسی کوئی بات نہیں کی کالکا نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "وہ اس کی اپنی کوئی ہے۔"

"لیکن تم مجھے اس کی چال سے آگاہ نہیں کرو گی۔"

"تم کیا چاہتے ہو۔"

"مجھ سے بار بار ناراض مت ہو جایا کرو۔" میں نے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم پروفیسر ابرار سے ملنے گئے تھے؟" وہ میرے نظر انداز کرتے ہوئے بولی۔

"ہاں۔۔۔ تمہارے حکم کے مطابق میں وہاں کی لینے گیا تھا لیکن پروفیسر بری طرح چڑچڑا ہو رہا ہے' مار موت نے شاید اس کے ذہن پر کوئی خوشگوار اثر نہیں چھو

"بات اب اچھی کرنے لگے ہو۔"

"تمہاری کرم نوازیاں ہیں ورنہ۔۔۔۔"

"ایک بات کہوں شہباز خان۔۔۔ کالکا سے چھل تمہیں بہت مہنگی پڑے گی۔"

"میں بھی محسوس کر رہا ہوں کہ آج کل ہر طرف دور دورہ ہے۔"

"تم شاید بھول رہے ہو بھولے ناتھ کہ اب میں تمہا من کا حال پڑھ سکتی ہوں۔"

"کیا تم اس وقت بھی یہی کچھ کہنے آئی تھیں۔" میں اس کے حسن کی سحر انگیزیوں کو للچائی نظروں سے دیکھا۔ "بھی کیا بے رخی دو گھڑی کو آئی ہو اور اکھڑی اکھڑی باتیں کر دیں۔ میرے قریب نہیں آؤ گی۔"

"ضرور آؤں گی لیکن اس سے پہلے تمہیں بتا دوں کہ جس راستے پر تم نے قدم آگے بڑھائے ہیں اس کا موڑ تمہارے لیے خطرناک ہوگا۔"

"اسے دھمکی سمجھوں یا نصیحت۔" میں نے اسے بے پروائی سے جواب دیا۔

"میں جا رہی ہوں شہباز خان مگر یہ بات اپنی کھوپڑی سے نکال دو کہ تم کالکا کی مہان شکتی جسے دیوتاؤں کا آشیرباد بھی حاصل ہے آسانی سے چھٹکارا پالو گے۔ ایک دن پھر تمہیں میرے چرنوں پر جھکنے کے لیے مجبور ہونا ہوگا۔"

"میں تو اس وقت بھی تیار ہوں لیکن شاید تم میرے قریب آنے سے گھبرا رہی ہو۔"

"یہ خیال ہے تمہارا۔ لیکن جب من میں میل ہو تو شریر کا ملاپ ہم دونوں کو شوبھا نہیں دے گا۔"

"پھر تم اس قاتلانہ انداز میں میرے پاس بھڑکانے کی غرض سے کیوں آئی تھیں۔" میں نے شکوہ کیا۔ "وہ کوئی معمولی عورت نہیں تھی' کالکا تھی' جس کے بے شمار چمتکار اپنی بند آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔

"پروفیسر ابرار کے سلسلے میں تم نے کالکا کے ساتھ دھوکا کر کے اچھا نہیں کیا پرنتو میں اتنی جلدی اپنے ارادے سے باز نہیں آؤں گی۔ بھوشن نے ہاتھ باندھ کر مجھ سے اس فارمولے کی فرمائش کی ہے میں اس کی اچھا (آرزو) ضرور پوری کروں گی۔"

"ایک بات پوچھوں کالکا۔"

"پوچھو۔"

"کیا تم بھوشن کے ساتھ بھی لگاوٹ کی باتیں کرتی ہو۔"

"اب تم میرا اپمان کر رہے ہو۔" اس کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا۔ اس کی آنکھوں میں بھڑکتے شعلوں کا رقص شروع ہو گیا۔

"مجھے غلط مت سمجھو کالکا رانی۔" میں نے کسی پیدائشی عاشق کی طرح اظہار محبت کی۔ "کوئی بھی شخص رقابت کے جذبوں کو زیادہ دنوں نہیں دبا سکتا' شاید یہی وجہ ہے ابھی تک میں اور بھوشن ایک دوسرے کے خون کے پیاسے بنے ہوئے ہیں۔"

"تم نے اونچا اڑنا بھی سیکھ لیا ہے۔" وہ زہر خند سے بولی۔ "اپنی حیثیت پہچاننے کی کوشش کرو شہباز خان' تمہاری وہ لندن والی بڑھیا بھی ابھی تک کالکا کی گرد کو بھی نہیں چھو سکی۔ سمے کی قدر کرو' ورنہ اگر یہ بھی گزر گیا تو پھر تمہارے لیے تمام راستے ایک ایک کر کے بند ہو جائیں گے۔"

"جگت نارائن کے بارے میں مجھے تم سے کچھ پوچھنا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "اسے غریب آصف کو پولیس کے جھمیلوں میں الجھانے کی کیا ضرورت تھی۔"

"نغمہ سے بہت ہمدردی ہے تمہیں' کیوں؟"

"تم جو چاہے سمجھ لو لیکن کسی سندر کنیا کا اپمان کرنا بھی میرے نزدیک پاپ سے کم نہیں ہے۔"

"اب تم پاپ اور پن کی باتیں کرنا سیکھ گئے ہو' خوشی ہوئی مجھے۔"

"میں نے آصف کے بارے میں پوچھا تھا۔" میں نے اپنا سوال دہرایا۔

"گھبراؤ نہیں' سب کچھ بہت جلد جان جاؤ گے' بس کچھ دنوں کی بات ہے۔" کالکا نے مجھے قہر آلود نظروں سے دیکھا پھر نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ میں اس کے جانے کے بعد دوبارہ فائلوں کی سمت متوجہ ہونا چاہتا تھا کہ حسنہ کمرے میں داخل ہوئی۔ خلاف توقع وہ اس وقت بہت سنجیدہ نظر آرہی تھی۔

"کیا آج میری قسمت کے ستارے کہیں کبڈی کھیلنے گئے ہوئے ہیں۔" میں نے حسنہ کے بیٹھنے کے بعد اس کی سنجیدگی کو محسوس کرتے ہوئے جھلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔ "ابھی کالکا اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ آئی تھی لیکن روٹھ کر چلی گئی اور اب تم۔۔۔ تم شروع ہی سے روٹھی روٹھی نظر آرہی ہو۔"

"مجھے تمہاری حماقت پر غصہ آرہا ہے۔" خلاف توقع حسنہ نے کچھ زیادہ ہی بے تکلفی سے کہا۔ "تمہیں جب منع کر دیا گیا تھا تو پھر تم نے بھوشن کو جان سے مار دینے کی خواہش کیوں کی تھی۔"

"کیوں؟ کیا تم نے اس بات کا اظہار نہیں کیا تھا کہ اب میں بھوشن کا قصہ تمام کروں۔"

"جانتے ہو بھوشن نے تمہارے خلاف پولیس کیس کیوں واپس لیا ہے۔"

"کوئی گہری سازش۔" میں نے اس سے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"ہاں۔۔۔" وہ پورے یقین سے بولی۔ "اسے ایسا کرنے کے لیے جگت نارائن نے مجبور کیا تھا۔ وہ براہ راست تمہیں ٹھکانے لگانے کا منصوبہ بنا رہا ہے۔"

"آصف کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے' کیا واقعی وہ سلمان قیصر کا قاتل ہو سکتا ہے۔"

"نہیں۔۔۔" حسنہ بولی۔ "اس کی ایک الگ کہانی ہے' جگت نارائن کے آدمیوں نے اس کی کچھ مجبوریوں سے فائدہ اٹھا کر پھانسنے کی کوشش کی ہے وہ مجبوراً قربانی کا بکرا بننے پر آمادہ ہو گیا اس کے سوا اس کے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔"

"ایسی بھی کیا مجبوری ہو سکتی ہے جو انسان کو پھانسی کے پھندے تک لے جانے پر مجبور کر سکتی ہے۔"

"جگت نارائن کے آدمیوں نے آصف کی جانب ایک

چارہ ڈالا تھا' ایک مقامی کلب کی بدنام ڈانسر جو کبھی جگت نارائن کی کمزوری بھی رہ چکی ہے' جگت نارائن اپنے پیچھے کوئی ثبوت چھوڑنے کا عادی نہیں ہے۔" حسنہ نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "خوبصورت عورتیں خواہ کتنی بدکردار کیوں نہ ہوں وقتی طور پر کسی بھی نوجوان کا راستہ روک سکتی ہیں' جگت نارائن نے بھی یہی کھیل کھیلا۔ پہلے اس ڈانسر کو آصف کے پاس بھیجا پھر اپنے آدمیوں سے اس قدر صفائی سے مروادیا کہ ایک لمحے کو خود آصف بھی اپنے آپ کو اس کا قاتل سمجھنے پر مجبور ہوگیا۔ وہاں کچھ ایسے افراد بھی موجود تھے جن کا تعلق بھی جگت نارائن کے گروہ سے تھا۔ انہوں نے آصف کو جائے حادثہ سے فرار کرادیا لیکن اس سے پیشتر وہ آصف کی بوکھلاہٹ' رقاصہ کی آصف کی بانہوں میں موت اور پہلے سے طے شدہ تمام گفتگو کی ویڈیو تیار کرچکے تھے۔ آصف کی ایک بوڑھی ماں اور ایک جوان بہن بھی ہے۔ جگت نارائن نے ان دونوں کو زیر زمین پہنچادیا ہے اور آصف کو دھمکی دی ہے کہ اگر اس نے جگت نارائن کے حکم کے خلاف کوئی قدم اٹھایا تو اس کی ماں بہنوں کو ختم کرادیا جائے گا۔"

"اوہ۔ آئی سی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا پھر سوچ کر پوچھا۔ "جگت نارائن اور آصف کی دشمنی کی کیا وجہ تھی۔"

"جگت نارائن بھی نغمہ کے چاہنے والوں میں سے ایک ہے۔ مگر ایسے چاہنے والوں میں سے جن کی تمام لچھے دار باتیں بس ایک رات تک قائم رہتی ہیں' مطلب نکل جانے کے بعد وہ اسے پہچاننے سے بھی انکار کردیتے ہیں۔ جگت نارائن کے آدمیوں نے آصف کو آمادہ کرنے کی کوشش کی تھی کہ وہ نغمہ کو کسی بھی بہانے سے ایک مخصوص مکان تک پہنچادے' آصف اس پر آمادہ نہیں ہوا تو جگت نارائن نے اسے اپنا نشانہ بنادیا۔"

"لیکن آصف ہی کیوں۔۔۔ وہ اپنے ٹولے کے شہرہ بدمعاشوں کے ذریعہ بھی نغمہ کو اٹھوا سکتا تھا۔"

"اس کا خیال ہے کہ اب وہ آصف کو بچانے کا سودا کرکے براہ راست نغمہ کو پھانسنے کی کوشش کرے گا۔"

"حسنہ۔" میں نے اسے غور سے دیکھا۔ "کیا تم مجھے جگت نارائن سے ٹکرانے کا کوئی موقع فراہم نہیں کرسکتیں۔ ظاہر ہے کہ اگر وہ خوبصورت لڑکیوں کا رسیا ہے تو انہیں کیرداس کی حیثیت میں کبھی تسخیر نہ کرتا ہوگا۔ میں اسے کسی ایسے موقع پر ہی بے نقاب کرنے کا خواہشمند ہوں۔"

"مجھے افسوس ہے۔" وہ بڑی صاف گوئی سے بولی۔ "میں تم کو پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ صرف بھوشن کی حد تک میں تمہارا ساتھ دور دور رہ کر دے سکتی ہوں۔"

"تمہیں بھوشن سے کیا دشمنی ہے۔" میں نے تیزی سے متعدد بار پوچھے جانے والے سوال کو ایک بار پھر دہرایا۔

"اس کا جواب تمہیں بھوشن کی موت کے بعد ہی مل سکتا ہے' اس سے پہلے نہیں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا پھر اٹھ کر چلی گئی۔ میں اب بڑی سنجیدگی سے آصف کے بارے میں سوچ رہا تھا جو کسی تیز دھار تلوار کے اوپر فضا میں بے یارومددگار لٹکا ہوا تھا۔ زبان کھول دینے کی صورت میں اس کی بے گناہ بہن اور بوڑھی ماں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا۔ زبان بند رکھنے کی پاداش میں اسے خود پھانسی کے پھندے تک جانا تھا۔ میں نے کچھ سوچ کر نغمہ کے نمبر ڈائل کیے۔ اتفاق سے وہ مجھے گھر ہی مل گئی' کال بھی خود اسی نے ریسیو کی تھی۔

"میں آپ سے فوری طور پر ملنا چاہتا ہوں۔"

"زہے نصیب۔" وہ بے تکلفی سے بولی۔ "یہ آپ کو اچانک اور ایمرجنسی میں مجھ سے ملاقات کرنے کا خیال کس طرح آگیا۔"

"اس کا جواب میں فون پر نہیں دے سکتا۔ کچھ ایسی ہی بات ہے۔"

"ٹھیک ہے' آجائیے' میں آپ کو گھر پر ہی ملوں گی۔"

"میں آپ سے کسی ایسی جگہ ملنا چاہتا ہوں جہاں آپ کے ڈیڈی۔۔۔"

"وہ اس وقت ایک کانفرنس میں گئے ہوئے ہیں' واپسی رات سے پہلے نہیں ہوگی۔"

"پھر میں آرہا ہوں۔" میں سلسلہ منقطع کرکے نیچے آیا' دانش گاڑی کے آس پاس ہی منڈلا رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے جلدی سے لپک کر پچھلا دروازہ کھول دیا۔ گاڑی میرے بیٹھتے ہی حرکت میں آگئی۔

"کہاں چلنا ہے باس۔" دانش نے بلڈنگ کے احاطے سے نکل کر کھلی سڑک پر آتے ہوئے سوال کیا۔

"سیٹھ نعمان کا گھر دیکھا ہے تم نے؟"

"فکر نہ کریں' میں بمشکل دس منٹ بعد آپ کو ان کے عالی شان محل تک پہنچادوں گا۔"

دانش نے غلط نہیں کہا تھا' پندرہ منٹ بعد ہی میں نغمہ کے ساتھ اس کے اسٹڈی روم میں تھا جہاں ہمارے علاوہ کوئی تیسرا شخص نہیں تھا' میں نے کسی تمہید کے بغیر اسے آصف کی پوزیشن سے آگاہ کیا تو ایک ثانیے کو اس کی حسین اور کشادہ پیشانی پر سلوٹیں ابھر آئیں پھر اس نے کچھ توقف سے کہا۔

"مجھے آصف کی ماں اور بہن سے پوری پوری ہمدردی ہے لیکن اس سلسلے میں بھلا میں کیا کرسکتی ہوں۔"

"تم ذرا سی عقل مندی کا ثبوت دو تو نہ صرف آصف ایک آہنی شکنجے سے آزاد ہوسکتا ہے بلکہ جگت نارائن بھی ہمارے ہاتھ لگ سکتا ہے۔"

"نیور۔۔۔" نغمہ نے غصے سے جواب دیا۔ "میں اس باسٹرڈ کا نام

سننا بھی پسند نہیں کرسکتی۔ بات کرنا تو دور کی بات ہے۔"

"بات تم نہیں' جگت نارائن یا اس کے کسی آدمی کے ذریعے شروع ہوگی اور تمہیں محض ڈرامے کے سین میں زندگی کا رنگ بھرنے کی خاطر اپنے دل پر صبر کرکے تھوڑی سی اداکاری کرنی ہوگی۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ آصف بے گناہ ہے۔"

"سوفیصد۔۔۔"

"کیا میں تمہاری معلومات کا ذریعہ دریافت کرسکتی ہوں۔"

"اوکے۔" میں مایوسی کے انداز میں اٹھ کھڑا ہوا۔ "اگر تم بہ خوشی آمادہ نہیں ہو تو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا۔"

میں واپسی کے لیے پلٹا تو اس نے لپک کر میری کلائی تھام لی۔ اس کے نرم و گرم ہاتھوں میں کچھ ایسی تپش تھی کہ میں پگھل کر رہ گیا۔ میں نے پلٹ کر نغمہ کی جانب دیکھا' وہ خود سپردگی کے انداز میں مجھے دیکھ رہی تھی' میں نے دل کی دھڑکنوں پر قابو پانے کی کوشش کی لیکن ایک نامعلوم سی خواہش میرے اندر چھپے ہوئے شیطان کو اکسا رہی تھی' میرے قدم اکھڑ گئے۔ دوبارہ مجھے ہوش آیا تو نغمہ کے بھیگے ہوئے ہونٹوں پر ایک آسودہ سی مسکراہٹ کھیل رہی تھی' وہ اپنی فتح پر بے حد خوش تھی۔ میں نے ڈرتے ڈرتے اس سے آصف کے بارے میں دوبارہ کہا تو وہ میرا ساتھ دینے کو آمادہ ہوگئی۔ نغمہ کے ساتھ وہ سودا مہنگا ضرور تھا لیکن مجھے خوشی اس بات کی تھی کہ میں اب ایک تیر سے دو شکار کھیل سکتا تھا۔ آصف کی بے گناہی اس کی ماں بہن کی رہائی اور جگت نارائن کے چہرے کی نقاب کشائی۔ واپسی پر میں اپنے ذہن میں اس ڈرامے کی پلاننگ کررہا تھا کہ مجھے قریب سے عثمان غنی کی آواز سنائی دی۔

"یو آر گریٹ' رفیقی مجھے امید نہیں تھی کہ تم اتنی جلدی میری دوستی حاصل کرلوگے۔"

میں نے نگاہوں کا زاویہ تبدیل کیا' وہ پچھلی سیٹ پر میرے برابر ہی عجیب بچکانہ انداز میں آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا۔

"تم۔۔۔" میں نے دل ہی دل میں اسے مخاطب کیا۔ "کیا تم آصف کے سلسلے میں میری کوئی مدد کرسکتے ہو۔"

"میرے لیے اتنے چھوٹے چھوٹے لفظ استعمال نہ کیا کرو۔" وہ بے پروائی سے بولا۔ "فکر مت کرو' آصف کا معاملہ بڑی آسانی سے طے ہوجائے گا۔"

"اور اس کی بوڑھی اور جوان بہن۔"

"وہ بھی میری دسترس سے باہر نہیں ہیں' لیکن اس وقت تمہیں آصف سے زیادہ احمد غوری پر توجہ دینی چاہیے جو درپردہ تمہارا کالکا ہی کی ایما پر پروفیسر کے ذہن کو آہستہ آہستہ مفلوج کرنے کی کوشش کررہا ہے۔ اگر وہ کامیاب ہوگیا تو پروفیسر کا اہم فارمولا دشمنوں کے ہاتھ لگ جائے گا اور وہ کمسن ندا' احمد غوری نے اسے بھی اپنے خطرناک منصوبے کی خاطر اپنے جال میں پھانس رکھا ہے۔"

"ہاں۔۔۔ میں نے یہی محسوس کیا تھا۔" میں نے اپنے خیال کا اظہار کیا۔ "غالباً" کالکا کی طاغوتی قوت نے احمد غوری کے دل و دماغ کو پوری طرح اپنے ٹرانس میں لے رکھا ہے' وہی بھوشن کی خاطر پروفیسر سے وہ فارمولا حاصل کرنا چاہتی ہے۔"

"کالکا کو بھول جاؤ رفیقی' وہ محض ایک سراب ہے اور سراب سے انسان کی پیاس کم ہونے کے بجائے اور بھڑک اٹھتی ہے۔"

"مجھے کیا کرنا ہوگا۔" میں نے غیر اختیاری طور پر پوچھا۔

"احمد غوری کی زبان کھلوانے کے بعد تم ندا جیسی حسین چڑیا کو بھی اس کے پنجرے سے آزاد کراسکتے ہو اور اس اثاثے کو بھی تحفظ فراہم کرسکتے ہو جو پروفیسر ابرار کی شکل میں تمہارے وطن کی خاطر اپنی زندگی داؤ پر لگا چکا ہوں۔"

"احمد غوری مجھے اس وقت کہاں مل سکے گا۔"

"اپنے ڈرائیور سے کہو کہ گاڑی کا رخ سول لائنز کی طرف موڑ لے۔ وہاں واقع واحد سپر اسٹور کی برابر والی عمارت ثنا اپارٹمنٹ کے تھرڈ فلور پر وہ روم نمبر تھرٹی نائن میں تنہا رہتا ہے۔ اس وقت بھی وہ تمہیں گھر پر ہی ملے گا' میں تمہارے آس پاس ہی رہوں گا لیکن پھر بھی تم محتاط رہنا' وہ کسی چھلاوے کی طرح بازی پلٹ دینے کا عادی ہے۔"

"میں اسے موت کے گھاٹ اتار دوں۔" میں نے سپاٹ آواز میں پوچھا۔

"فی الحال اس کی ضرورت نہیں ہے۔" البتہ تم اسے اپنے دوست مسٹر سراج کے حوالے کرسکتے ہو' میں یہی چاہتا ہوں کہ تمہاری کالکا کی بے چینی کا بھی تماشا دیکھوں۔"

"کیا کالکا واقعی تم سے مقابلہ کرنے سے کتراتی ہے۔"

"احمد غوری کے بعد تمہیں ندا کا خیال رکھنا ہوگا۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکرایا پھر بڑی صاف گوئی سے بولا۔ "ایک بات یاد رکھو رفیقی انسان کو دوسروں سے بہت کچھ حاصل کرنے کی خاطر تھوڑا بہت خود بھی خرچ کرنا پڑتا ہے۔" اپنے جملے کے اختتام کے ساتھ ہی وہ فضا میں تحلیل ہوگیا۔

زندگی کی رفتار اچانک بہت تیز ہوتی جارہی تھی' میری فہرست میں اب بھوشن کے بعد جگت نارائن کا نام بھی شامل ہوچکا تھا جو ابھی تک جرائم کی دنیا میں اور پولیس کے محکمے میں ایک ناقابل حل معما بنا ہوا تھا۔

ثنا اپارٹمنٹ تلاش کرنے میں مجھے کوئی دشواری پیش نہیں آئی' میں نے گاڑی سے نیچے اتر کر دانش کو بھی ساتھ آنے کا اشارہ کیا تو اس کے چہرے پر خوشی کے ڈونگرے برسنے لگے۔

"ہم اس وقت جہاں چل رہے ہیں وہاں تھوڑی بہت توڑ

پھوڑ ہونے کے بھی امکانات ہیں۔"

"آپ فکر نہ کریں باس۔" دانش نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "بے کار بیٹھے میرے جوڑ پٹھے بھی جام ہونے لگے ہیں۔"

"اس بات کا خیال رہے کہ ہمیں اس کو زندہ پکڑنا ہے۔" میں نے خاموشی سے کہا اور لفٹ میں سوار ہوگیا' تیسری منزل تک پہنچنے میں بمشکل پندرہ سیکنڈ لگے تھے۔ لفٹ سے باہر نکلتے ہی ہم اس کاریڈور میں پہنچ گئے جس میں خاصا دبیز قالین بچھا ہوا تھا۔ کاریڈور کے دونوں اطراف پرسکون اپارٹمنٹ موجود تھے۔ ہر اپارٹمنٹ کے سامنے ایک پیتل کے خوبصورت گملے میں نازک نازک بیلیں لگی ہوئی تھیں۔ ذرا ذرا سی دوری پر دیوار پر خوبصورت فریمز میں خوش صورت مناظر کی تصاویر لگی ہوئی تھیں۔ ٹیک وڈ کے دروازے کے سیدھے ہاتھ کی جانب درمیان سے ذرا اوپر پیتل کے جگمگاتے نمبر اپارٹمنٹ کی نشاندہی کررہے تھے۔ پورے کاریڈور میں ایئرکنڈیشن کی نیم سرد ہوائیں سلک خرام تھیں' میں تھرٹی نائن نمبر والے دروازے کے سامنے جاکر رک گیا۔ دانش کو محتاط رہنے کا اشارہ کیا پھر کال بیل پر انگلی رکھ دی۔

دروازہ کھولنے والا خود احمد غوری تھا جو مجھے دیکھ کر بری طرح چونکا پھر سرد لہجے میں بولا۔

"تم۔۔۔ یہاں بھی آگئے۔"

"مجھے پروفیسر کے سلسلے میں آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔"

"سوری۔۔۔ میں گھر پر کسی ناواقف کار سے ملاقات کرنے کا عادی نہیں ہوں۔"

"میں جو اطلاع آپ کے لیے لایا ہوں وہ بہت اہم بھی ثابت ہوسکتی ہے۔"

"کیسی اطلاع۔" اس نے درشت لہجے میں سوال کیا۔ دزدیدہ نظروں سے وہ دانش کو بھی دیکھ رہا تھا۔

"ڈاکٹر جس غیر معمولی فارمولے پر کام کررہا ہے اس کا نصف حصہ پہلے ہی اس کی لاعلمی میں لیبارٹری سے باہر نکل چکا ہے۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"مارگریٹ کی موت کی بنیادی وجہ یہی تھی کہ اس نے بدعہدی کا ثبوت دے کر تمام رقم بٹورنے کی حماقت کی تھی۔"

"پھر۔۔۔ میں کیا کرسکتا ہوں۔" احمد غوری نے میرا جملہ سننے کے بعد کینہ توز نظروں سے گھورا۔

"میں صرف ایک مختصر سی بات دریافت کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے تیور بدل کر احمد غوری کو مخاطب کیا۔ "اگر مس ندا کے ہاتھ سے وہ مشروب گر پڑا تھا تو تمہارے چہرے کا رنگ کیوں فق ہوگیا تھا۔"

"گیٹ لاسٹ۔۔۔" وہ حقارت سے بولا پھر اس نے جھٹکے سے دروازہ بند کرنے کی کوشش کی لیکن دانش پوری حالات سے نمٹنے کو تیار تھا۔ اس نے برق رفتاری سے اپنا پیر دروازے کے درمیان ڈال کر دھکا دیا تو احمد غوری اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ وہ اس غیر متوقع حملے کی وجہ سے لڑکھڑا کر اندر فرش پر گرا تھا لیکن جب تک ہم اندر داخل ہوتے صرف حیرت انگیز پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوگیا تھا بلکہ اس کے ہاتھ میں اعشاریہ تین آٹھ کا ایک پستول بھی موجود تھا جس پر سائیلینسر فٹ تھا۔ اس نے ہم دونوں کو کور کررکھا تھا۔ اس کی انگلی کی ایک معمولی سی جنبش بھی ہم دونوں کی کھوپڑی اڑا سکتی تھی۔

"اب بتاؤ۔" احمد غوری خطرناک انداز میں غرایا۔ "تم دونوں یہاں تک کس مقصد سے پہنچے ہو۔"

"فارمولا مائی ڈیئر۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "تم چاہو تو ٹریگر دبا سکتے ہو لیکن ایک بات ذہن نشین کرلو' فارمولے کا وہ حصہ جو مارگریٹ کے ذریعے ہمارے ہاتھ لگا تھا تم زندگی اسے حاصل نہ کرسکو گے۔"

"تمہارے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ تم سچ کہہ رہے ہو۔" اس کی آنکھیں جھپکے بغیر ہمارے چہرے پر مرکوز تھیں۔

"تمہیں شاید یاد ہو کہ لیبارٹری کی طرف جانے والے راستے پر واقع پہلی چیک پوسٹ کچھ عرصے پہلے ایک خوفناک دھماکے سے اڑ گئی تھی۔ چیک پوسٹ کا تمام عملہ فضا میں چیتھڑوں کی شکل میں بکھر گیا تھا۔ ملٹری کا ایک ریٹائرڈ آفیسر چیک پوسٹ والے حادثے میں کام آگیا تھا اور اس حادثے کے دس بارہ روز بعد ہی مارگریٹ بھی ختم کردی گئی تھی۔"

"تم اس مشروب کے بارے میں کیا جانتے ہو جو مس ندا کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑا تھا۔" وہ مجھے کینہ توز نظروں سے گھورے جارہا تھا۔ پستول پر اس کی گرفت مضبوط تھی۔ خاص طور پر اس نے میرے سینے کا نشانہ لے رکھا تھا۔

"ٹھوس ذہنوں کے مالک اپنے اندر ایسی قوت ارادی رکھتے ہیں جسے کمزور کیے بغیر انہیں ان کے مقصد سے ہٹایا نہیں جاسکتا۔" میں نے صاف گوئی سے کہا۔ "مارگریٹ کی موت نے پروفیسر کو پہلا جھٹکا پہنچایا تھا لیکن وہ اپنی دھن کا پکا ہے۔ لیے اپنے وطن عزیز کے لیے اس فارمولے کی تکمیل کے کام میں مصروف ہے جو دشمنوں کی تمام دفاعی قوتوں کو غیر موثر بناسکتی ہے۔ اب پروفیسر سے وہ فارمولا حاصل کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے اس کی قوت ارادی کو کمزور کرنے کی خاطر اسے سلو پوائزنگ کرکے اس کے ذہن کو مفلوج کردیا جائے۔

اس سے پہلے تم شاید پروفیسر سے فارمولا لے کر ان کے بارے میں ضرور معلومات حاصل کرو گے۔"

"اچھا ہوا جو تم چل کر یہاں آگئے۔" احمد غوری کسی زہریلے ناگ کی طرح بل کھا کر بولا۔ "مجھے تمہاری تلاش کی خاطر کہیں بھٹکنا نہیں پڑا۔۔۔ اور۔۔۔ اب تم۔ دونوں یہاں سے زندہ بچ کر نہیں جاسکو گے۔"

"ہم یہاں سے تنہا واپس جانے کے لیے آئے بھی نہیں ہیں۔" دانش نے پہلی بار گفتگو میں حصہ لیا' اس کے لہجے میں ترخشگی تھی' "تمہیں بھی ہمارے ساتھ چلنا ہوگا' فارمولا مکمل ہوجانے کے بعد ہمیں جو کچھ ملے گا اس کا ففٹی ففٹی کرلیا جائے گا۔ یہ آفر تمہارے لیے بھی سودمند ہی ثابت ہوگی۔"

"میں مل بانٹ کر کھانے کا عادی نہیں ہوں۔" وہ معنی خیز انداز میں بولا۔ "رہا فارمولا تو پروفیسر کے ذہن میں اس کا پہلا حصہ بھی ضرور محفوظ ہوگا' نہ ہوتا تو وہ دوسرے حصے کی تکمیل میں اس طرح دیوانوں کی طرح شب و روز منہمک کبھی نہ ہوتا۔"

"گویا تم ہمارے ساتھ پارٹنرشپ کرنے کو تیار نہیں۔" دانش ہی نے دریافت کیا۔ میری نظریں اس کی انگلی پر جمی ہوئی تھیں' میں موت سے خوفزدہ نہیں تھا۔ مجھے پوری توقع تھی کہ عثمان غنی حالات سے بے خبر نہیں ہوگا' یہ بھی ممکن تھا کہ وہ کہیں آس پاس ہی کھڑا ہماری گفتگو سن رہا ہو لیکن مجھے بس ایک لمحے کی تلاش تھی' میں احمد غوری کو اپنے ہاتھوں سے سزا دینا چاہتا تھا۔ پھر قدرت نے میری یہ خواہش بھی پوری کردی' کمرے میں بائیں جانب والی کھڑکی بند تھی۔ اس پر سبز رنگ کا ڈیلشنگ بلائنڈ موجود تھا جسے ہوا کے ایک تیز جھونکے نے حرکت دی تھی۔ کھٹ کی آواز ہوئی تو احمد غوری نے تیزی سے گھوم کر کھڑکی کی طرف دیکھا بس وہی لمحہ میری آزمائش بن گیا۔ میں نے تیزی سے جست لگائی اور احمد غوری کو اپنے ساتھ زمین پر لیتا چلا گیا۔ اس نے بوکھلا کر فائر کیا لیکن اس کا نشانہ خطا گیا پھر میں نے اس کی پستول والی کلائی پر کراٹے کا ایک ہاتھ مارا تو پستول اس کے ہاتھ سے نکل گیا' وہ کراہ کر رہ گیا' اپنے بچاؤ کی خاطر وہ ٹانگیں جوڑ کر تیزی سے بدن کو فضا میں لوچ دیتا ہوا اٹھا تھا مگر اس کا پستول اب دانش کے ہاتھ میں تھا۔ احمد غوری میرے اوپر چھلانگ لگانا چاہتا تھا لیکن کراہ کر دوبارہ زمین پر الٹ گیا۔ دانش کا نشانہ خطا نہیں گیا تھا اس کی پنڈلی سے بہنے والا خون سفید قالین کو بدنما کررہا تھا۔ میں نے پہلی فرصت میں الماری سے ٹائی نکال کر اس کے ہاتھ پاؤں پوری طرح جکڑ دیئے۔

"تم لوگ زندہ نہیں بچ سکو گے۔" وہ بے بس ہونے کے باوجود بگڑتے ہوئے لہجے میں بولا۔ "تم دونوں کی موت تمہارے تصور سے بھی زیادہ عبرت ناک ہوگی۔"

"تم کس کے لیے کام کررہے ہو۔" میں نے سرد مہری سے سوال کیا۔

"اس کا اندازہ بھی بہت جلد تمہیں ہوجائے گا۔"

"ندا سے تمہارے تعلقات کس قسم کے ہیں۔"

"تمہارا کیا خیال ہے۔" وہ اب آہستہ آہستہ اپنے اعصاب پر قابو پاتا جارہا تھا۔

میں نے جواباً کچھ کہنا چاہا لیکن دوسرے ہی لمحے میں نے اس کے قریب سفید قالین پر جگت نارائن کے مخصوص نشان کو سکے کی شکل میں دیکھا تو میرے ذہن میں ایک چھناکا سا ہوا' وہ سکہ غالباً اس کی جیب میں پڑا تھا جو اچھل کود میں اس کی جیب سے باہر نکل آیا تھا جس کا اسے علم نہیں ہوسکا تھا۔ شاید احمد غوری نے جگت نارائن کی وجہ سے ہمیں خطرناک نتائج کی دھمکی دی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ اب تمہاری موت تمہارا مقدر بن چکی ہے۔" میں نے اسے تیز نگاہوں سے گھورا۔ "بات اگر بھوشن کی حد تک محدود ہوتی تو شاید وہ تمہیں معاف کردیتا لیکن جگت نارائن۔"

"جگت نارائن۔" وہ چونکا پھر تیزی سے اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے بولا۔ "یہ نام میں پہلی بار سن رہا ہوں۔"

"پھر بھی مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ تم جیسے وطن کے غداروں کا حشر جتنا خراب ہو اتنا ہی کم ہے۔ دولت کی لالچ میں آکر تم اپنے وطن کے اہم ترین راز بھی غیر حکومتوں کو فروخت کردینے سے دریغ نہیں کرسکتے۔ عمر کی قید بھی تم جیسے ضمیر فروشوں کے لیے بہت کم ہوگی۔"

"میں اب بھی تمہارا مقصد نہیں سمجھا۔" اس نے تیور بدل کر کہا۔ "تم مجھے ضمیر فروش ہونے کا طعنہ دے رہے ہو لیکن خود اپنے بارے میں تم کیا کہو گے کہ چوری اور بدمعاشی کرکے مجھ جیسے معزز شخص کے اپارٹمنٹ میں گھس آئے ہو۔"

"جگت نارائن کے بارے میں تم نے صرف دوسروں سے سنا ہے یا خود بھی کچھ واقفیت رکھتے ہو۔"

"میں اس نام کے بارے میں پہلے ہی بتاچکا ہوں کہ۔۔۔"

"تم بکواس کررہے ہو۔" میں نے حقارت سے ایک بھرپور تھپڑ اس کے منہ پر رسید کیا پھر J.N والا سکہ اٹھا کر اس کے سامنے کیا۔ "اس سکے کے بارے میں تم کیا کہو گے۔"

"یہ۔۔۔ یہ سکہ نہیں ہے۔" اس نے شاید پہلے سے سوچا ہوا جواب دیا۔ "یہ ایک شکاری کا ٹریڈ مارک ہے جو صرف آدم خور شیر اور چیتوں کو مارنے کا عادی تھا۔ تم اس کے ایک طرف چیتے کے کھلے ہوئے منہ کو دیکھ سکتے ہو۔"

"اور J.N. کے بارے میں تمہیں کیا سبق پڑھایا گیا

ہے۔" میں نے استہزائیہ لہجے میں سوال کیا۔

"ہوسکتا ہے یہ اس شکاری کا نام ہو۔"

"گویا تم شرافت سے اپنی زبان نہیں کھولو گے۔" دانش نے اسے سفاک لہجے میں مخاطب کیا۔ "اپنی ہڈیوں کا سرمہ بنوانے کا اگر اتنا ہی شوق ہے تو میں تمہیں یہاں سے اٹھا کر باہر سڑک پر بھی پھینک سکتا ہوں۔"

جواب میں احمد غوری نے خونخوار نگاہوں سے دانش کو دیکھا پھر دانت پیس کر رہ گیا۔

"اگر تم اب بھی اپنی زبان کھول دو تو ہم تمہارے ساتھ کچھ رعایت کرسکتے ہیں۔"

"میں نہیں جانتا کہ تم لوگ کون ہو' مجھ سے کیا چاہتے ہو اور وہ سکہ جو تم نے ابھی مجھے دکھایا تھا اس کا کیا مطلب ہے۔"

"گڈ ـــ" تمہارے لیے یہی انداز اختیار کرنا زیادہ مناسب ہے۔" میں نے استہزائیہ انداز میں کہا۔ "اگر تم پولیس کے سامنے بھی خود کو لاعلم' پاگل یا دیوانہ ثابت کرنے میں کامیاب ہوگئے تو تمہاری گلو خلاصی بھی ہوسکتی ہے۔"

"تم دونوں کون ہو۔ یہاں کیا لینے آئے ہو۔"

میں نے دانش کو اسے سنبھالنے کا اشارہ کیا پھر ملحقہ کمرے میں داخل ہوگیا جہاں فون مجھے سامنے ہی رکھا نظر آگیا۔ اپارٹمنٹ کی ویرانی بتارہی تھی کہ اس میں احمد غوری کے سوا اور کوئی نہیں رہتا۔ میں نے سراج سے رابطہ قائم کرنے کے بعد اسے ایک فرضی کہانی سنائی پھر اپارٹمنٹ کا پتا سمجھانے کے بعد باہر آگیا۔ میں نے اسے صرف یہی بتایا تھا کہ جگت نارائن کے گروہ کا ایک اہم آدمی اتفاقاً" میرے ہاتھ لگ گیا ہے جسے میں اپنا نام درمیان میں لائے بغیر پولیس کے حوالے کرنا چاہتا ہوں' باہر آکر میں نے احمد غوری پر ترکیب نمبر دو آزمائی۔ وہ اسلحہ کی زد پر تھا اس لیے اس کی طرف سے کوئی مزاحمت نہیں کی گئی۔ میں نے اس کی کنپٹی کی ایک مخصوص رگ پر معمولی سی زور آزمائی کی تھی جس کے نتیجے میں وہ بے ہوشی سے ہمکنار ہوگیا تھا۔ میں نے J.N والا مخصوص سکہ وہیں چھوڑ دیا پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

"نکل چلو۔" میں نے باہر کی جانب لپکتے ہوئے کہا۔ "سراج اپنے آدمیوں کے ساتھ کسی لمحے بھی یہاں پہنچنے والا ہے۔"

"لیکن۔"

"اسے خود میں نے ہی فون کیا ہے۔" میں نے دانش کی بات سمجھ کر کہا۔ "گھبراؤ نہیں' میرا نام درمیان میں نہیں آئے گا۔"

"کیا یہ بھی بھوشن کے زر خرید کتوں میں سے کوئی ایک تھا۔" دانش نے میرے ساتھ لفٹ میں سوار ہوتے ہوئے مدھم آواز میں پوچھا۔

"نہیں ـــ" میں نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے کہا۔ [illegible] کی ایک الگ کہانی ہے جس میں براہ راست میرا سا[illegible] مناسب نہیں ہے۔"

ہماری گاڑی جس وقت سروس لین کی ایک جانب [illegible] مین روڈ پر نکل رہی تھی اسی وقت دوسری جانب سے [illegible] جیپ جس پر مسلح افراد بھی موجود تھے سروس لین میں [illegible] ہورہی تھی۔

دانش نے مین روڈ پر آتے ہی گاڑی کی رفتار تیز کرد[ی] [illegible] پچھلی نشست پر ٹیک لگائے آرام سے بیٹھا تھا کہ دانش [illegible] دیر بعد مجھے ہوشیار کیا۔

"باس' میرا خیال ہے کہ سیاہ رنگ کی ٹیوٹا ہمارا تع[اقب] کررہی ہے۔"

میں نے چونک کر عقبی آئینہ پر نگاہ ڈالی' کچھ فاصلے [پر] ایک بلیک کلر کی ٹیوٹا ہمارے پیچھے لگی ہوئی تھی' میں محتاط [ہو کر] بیٹھ گیا۔

سیاہ رنگ کی ٹویوٹا ایک محدود فاصلے سے ہمارا تعاقب [کر] رہی تھی۔ دانش پوری طرح ہوشیار تھا۔ اس کی نگاہیں با[ر بار] عقبی آئینے کی جانب اٹھ رہی تھیں۔ کچھ دیر تک یہ [سلسلہ] جاری رہا پھر دانش نے ایک موڑ کاٹ کر بائیں طرف کار [کا رخ] اختیار کیا تو میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔

"یہ تم کدھر جارہے ہو؟ یہ راستہ تو دیہی علاقے کی [طرف] جاتا ہے۔"

"مجھے معلوم ہے سر۔" دانش نے رفتار بڑھاتے ہو[ئے] کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ باس کی ٹیم کے افراد ہماری نگرانی [ضرور] کررہے ہوں گے۔ سیاہ رنگ کی گاڑی ان کی نظر میں ضرور آ[گئی] ہوگی۔ ماسٹر کی اپنے جسم کے ہر حصے پر آنکھ رکھتا ہے۔ بھر[ی] سڑک پر فائرنگ کا تبادلہ کچھ بے گناہوں کی جان بھی لے [سکتا] ہے۔ اسی غرض سے میں نے گاڑی اس طرف موڑ لی ہے [تاکہ] روڈ پر ہم سیاہ کار کو بہ آسانی سینڈوچ بنا سکیں گے۔"

"اور اگر اتفاق سے ٹریفک کے ہجوم کی وجہ سے ماس[ٹر] سیاہ کار کا نشان کھو بیٹھا تو؟"

"اس بار میں غلطی نہیں کروں گا سر۔" دانش بے[حد] سنجیدہ تھا۔ "ان حرامزادوں کا ایک قرض باقی ہے مجھ پر اس[دن] میری ایک ذرا سی غلطی سے وہ ہماری کار کے ٹائر بیکار کرنے [میں] کامیاب ہوگئے تھے لیکن آج ایسا نہیں ہوگا۔"

"کیوں آج کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں آج میں پوری طرح فٹنگ فائنگ ہوں۔" دانش [نے] ترنگ میں آکر جواب دیا۔ "آج میں کچھ دور آگے جانے [کے] باوجود انھیں خود قریب آنے کا موقع ضرور فراہم کروں گا[،] اس کے بعد میں اپنا قرض چکتا کروں گا۔"

"زیادہ دور اندیشی کبھی کبھی نقصان دہ بھی ثابت ہوتی ہے۔" میں نے جواب دیا۔ ہولسٹر سے میں نے اپنا آٹومیٹک گو[لی] [کے] نکال لیا تھا لیکن اس وقت مجھے اپنی حماقت کا احساس بڑی شدت سے ہو رہا تھا۔ مجھے اپنی گاڑی میں ایک خود کار رائفل رکھنے کی ضرورت تھی تاکہ بوقت ضرورت کام آسکے لیکن یہ [وق]ت غلطیوں پر پچھتانے کا نہیں تھا۔ میں نے ایک بار پھر گھوم کر دیکھا۔ سیاہ کار اب بھی ہمارے تعاقب میں تھی لیکن اس کے پیچھے دور دور تک کسی کار کا نشان نہیں تھا۔ مطلب صاف ظاہر ہے۔ ماسٹر کی ہجوم کی وجہ سے ہمیں مس کرچکا تھا۔ شاید دانش بھی اسی نکتے پر غور کررہا تھا لیکن اس کے باوجود وہ بہت بے پرواہ دکھائی دے رہا تھا۔ وہ بار بار عقبی شیشے پر نظریں ڈال رہا تھا۔

تعاقب شاید اپارٹمنٹ سے ہماری روانگی کے بعد شروع ہوا تھا۔ شاید جگت نارائن کے آدمی پہلے سے احمد غوری کی نگرانی کررہے ہوں گے اور پھر انھیں پولیس کار دیکھ کر اندازہ ہوگیا ہوگا کہ احمد غوری کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ وہ اسے چھوڑ کر ہمارے تعاقب میں چل پڑے تھے۔ ہوسکتا ہے کہ انھوں نے روانگی سے پہلے کسی لاسلکی نظام کے ذریعہ کسی دوسری ٹیم کو احمد غوری کے بارے میں صورت حال سے آگاہ کردیا ہو۔

یکلخت میرے ذہن میں حسنہ کا کہا ہوا ایک جملہ گونجا۔ بھوشن نے جگت نارائن کے زور دینے پر ہی میرے خلاف پولیس کیس واپس لیا تھا۔ جگت نارائن براہ راست مجھ سے ٹکرانا چاہتا تھا۔ اس بات کے ذہن میں آنے کے بعد مجھے یقین ہوگیا کہ سیاہ کار میں جگت نارائن کے کارندے ہی ہوں گے۔ جو پوری طرح لیس ہوں گے۔

"آپ پریشان نہ ہوں۔" دانش نے مجھے تسلی دینی چاہی۔ "آج میں تنہا ان سب پر بھاری پڑوں گا۔"

"جانتے ہو جو لوگ ہمارا تعاقب کررہے ہیں وہ کون ہیں؟"

"دوست بہرحال نہیں ہوں گے۔"

"وہ جگت نارائن کے آدمی ہیں جو کیل کانٹے سے پوری طرح لیس ہوں گے۔" میں نے دانش کو پولیس کیس والی صورت حال سے آگاہ کیا۔ "آج وہ صرف ہماری گاڑی ناکارہ کرنے کی کوشش نہیں کریں گے۔"

"آئی سی۔ پھر تو مجھے زیادہ سخت ایکشن لینا ہوگا۔"

"آگے سے ایک راستہ گوٹھ کی سمت جاتا ہے جس کے بائیں جانب سرسوں کے کھیت دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ تم گاڑی بائیں سمت موڑ کر بس ایک لمحہ کو اپنی کار کی رفتار چیک کرنا پھر تیزی سے آگے نکل جانا۔"

"کیا آپ کا راستے میں اترنے کا خیال ہے؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔ "اس طرح میں تمہارے لیے زیادہ موثر ثابت ہوسکوں گا۔"

"آپ میری فکر نہ کریں سر۔ میں آج انھیں بھاگنے کا راستہ نہیں دوں گا۔ ان کی ساری حسرتیں دل کی دل میں گھٹ کر رہ جائیں گی۔"

"مجھے تمہاری صلاحیتوں پر اعتماد ہے پھر بھی تمہیں میری ہدایت پر عمل کرنا ہوگا۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔

دانش نے مجھ سے مزید بحث مناسب نہیں سمجھی۔ میں محسوس کررہا تھا کہ اس کے چہرے پر اچانک الجھن اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات کیوں ابھرے تھے وہ مجھے تنہا پیچھے چھوڑ کر آگے نہیں جانا چاہتا تھا۔ اگر سیاہ کار والے مجھے دیکھ لیں گے تو پھر انھیں مجھے تنہا گھیر کر مارنا کچھ زیادہ دشوار نہ ہوگا لیکن پولیس کی ملازمت اور ٹریننگ نے مجھے ڈھیٹ بنادیا تھا۔

اگلا موڑ قریب آتے ہی میں نے تیزی سے بائیں جانب رک کر دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ جمادیا۔ سیاہ رنگ کی کار سے ہمارا درمیانی فاصلہ پچاس گز سے کم نہیں رہا ہوگا۔ وہ غالباً" زیادہ عجلت میں نہیں تھے۔ ہمیں دیہی علاقے کی سمت مڑتا دیکھ کر غالباً" انھوں نے ہمارے اس اقدام کو ہماری بوکھلاہٹ سے تعبیر کیا تھا۔ انھیں معلوم رہا ہوگا کہ آبادی کا سراغ دس میل دور جانے کے بعد ہی میں آسکتا تھا۔

دانش نے جیسے ہی اسٹیئرنگ کو اچانک بائیں جانب گھما کر بریک لگایا۔ میں دروازہ کھول کر لڑھکتا ہوا سرسوں کے کھیت میں داخل ہوگیا۔ دانش تیزی سے گاڑی آگے نکال لے گیا پھر میں نے کچھ ہی دور آگے جا کر اسے رکتا دیکھا تھا۔ مجھے اس پر شدید غصہ آرہا تھا۔ موجودہ چویشن میں اسے مجھ سے قریب رکنے کی حماقت کرنے سے دریغ کرنا چاہیے تھا لیکن وقت گزر چکا تھا۔ میں نے نشیب میں جانے کے بعد اپنی پوزیشن سنبھال لی تھی پھر جیسے ہی سیاہ کار سامنے آئی۔ میں نے اس کے اگلے پہیئے کا نشانہ لے کر گولی چلادی۔ پستول پر چونکہ سائیلنسر لگا ہوا تھا اس لیے فوری طور پر اس بات کا اندازہ نہیں لگا سکتے تھے کہ فائر کس جانب سے کیا گیا ہوگا۔ بہرحال میرا نشانہ خطا نہیں گیا۔ سیاہ گاڑی کا اگلا ایک ٹائر دھماکے سے پھٹا پھر گاڑی دوسری جانب لہرانے لگی۔ رفتار تیز تھی اس لیے اسے فوراً" نہیں روکا گیا۔ دوسری صورت میں گاڑی الٹ جانے کا خطرہ بھی تھا۔ تقریباً" بیس فٹ آگے جانے کے بعد سیاہ کار ایک جھٹکے سے روک دی گئی اس میں سے چھ افراد جو آتشی اسلحہ سے لیس تھے برق رفتاری سے نیچے اترے اور غالباً" پہلے سے طے شدہ پروگرام کے تحت آدھے آدھے بٹ کر دائیں بائیں اتر گئے۔ اب وہ تقریباً" ہمارے اور دانش کے درمیان ہی تھے۔ میں

سرسوں کے درمیان آہستہ آہستہ آگے کی سمت بڑھنے لگا۔ اس وقت کرالنگ (زمین پر لیٹ کر آگے بڑھنا) کی ٹریننگ میرے لیے بڑی مفید ثابت ہو رہی تھی۔

گزرنے والا ایک ایک لمحہ موت اور زندگی کے فاصلے کو قریب تر کر رہا تھا۔ ہم اس وقت وہاں آنکھ مچولی نہیں موت کا بھیانک کھیل کھیلنے کی خاطر ایک دوسرے کی گھات میں تھے پھر اچانک دائیں جانب ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ تین میں سے دو افراد کے جسم کے چیتھڑے فضا میں بلند ہو کر دور دور بکھر گئے۔ دانش نے یقیناً دستی بم استعمال کیا تھا۔ میں ابھی پوری طرح سنبھل بھی نہیں سکا تھا کہ دوسرا دھماکہ ہوا۔ اس بار تیسرا آدمی اور سیاہ رنگ کی گاڑی ٹکڑوں میں بکھر گئی۔ دانش شاید آج کھیل کر پچھلا حساب بے باق کرنے کے موڈ میں تھا۔ اس کے علاوہ اسے میری فکر بھی لاحق ہو گئی جو وہ جلد از جلد بساط پلٹ دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ تین ساتھیوں اور گاڑی کا ہولناک انجام دیکھ کر باقی تین ساتھیوں کا بوکھلا جانا قدرتی بات تھی۔ وہ کھیت میں دوڑتے ہوئے میری طرف آنے لگے۔ اب وہ کسی طرح پکی سڑک پر پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے۔ میں نے رینگنا ترک کر کے پوزیشن سنبھال لی۔ جوں جوں ان کے قدموں کی آہٹ قریب آ رہی تھی میرے دل میں انتقام کی آگ تیز ہوتی جا رہی تھی۔ پھر وہ آگے پیچھے بھاگتے ہوئے مجھے نظر آ گئے۔ ان کا اندازہ تھا کہ میں اور دانش ایک ہی سمت میں موجود ہوں گے۔ یہی خوش فہمی ان کے لیے جان لیوا ثابت ہوئی۔ میں نے نہایت ہوشیاری سے کام لے کر سب سے پچھلے شخص کا نشانہ لے کر فائر کیا۔ "پچ" کی مدھم سی آواز ہوئی اس کے ساتھ ہی میرا مطلوبہ شکار منہ سے کوئی آواز نکالے بغیر ڈھیر ہو گیا۔ اس کے دونوں ساتھی جان بچانے کی فکر میں موت سے اور قریب تر ہوتے جا رہے تھے۔ میں نے ایک لمحے بعد دوسرا فائر کیا۔ اس بار میرے پستول سے نکلی ہوئی گولی اس کی پیشانی یا دل پر لگنے کے بجائے داہنی بازو کو چھیڑ گئی تھی۔ رائفل اس کے ہاتھ سے نکل گئی تھی۔ وہ کراہ کر نیچے بیٹھا تو اس کے دوسرے ساتھی کو بھی خطرے کا اندازہ ہو گیا۔ اس نے خود کو زمین پر گرانے میں بڑی پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا۔

"سر۔" مجھے دور سے دانش کی آواز سنائی دی۔ "آپ خیریت سے تو ہیں۔"

دانش نے میری محبت میں حماقت اور جذبات کا ثبوت دیا تھا جو دوڑتا ہوا کھلی سڑک پر آ گیا۔ میں نے زمین پر لیٹتے ہوئے شخص کی آٹومیٹک رائفل کی نال کو فضا میں بلند ہوتے دیکھا۔ وہ دانش کا نشانہ لے رہا تھا۔ میں نے یکے بعد دیگرے دو فائر کیے۔ رائفل کے ساتھ وہ بھی ایک طرف الٹ گیا لیکن ابھی ان کا زخمی ساتھی زندہ تھا جو ہم دونوں میں سے کسی ایک کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ پانچ ساتھیوں کا ہولناک انجام دیکھنے کے بعد وہ یقیناً زندگی کی بازی جیتنے کی خاطر سب کچھ کر سکتا تھا۔

"سڑک پر لیٹ جاؤ۔" خطرہ ابھی باقی ہے۔ میں نے پوری قوت سے چلا کر دانش کو الرٹ کرنے کی کوشش کی۔ اس کے ساتھ ہی حفظ ماتقدم کے طور پر اپنی پوزیشن بھی تبدیل کر لی۔ یہ احتیاطی تدبیر بے حد کارآمد ثابت ہوئی۔ زخمی ہونے والا شخص بھی اپنے فن میں ماہر تھا۔ اس نے میری آواز پر میری پوزیشن کا اندازہ لگا کر فائر کر دیا تھا۔ گولی سنسناتی ہوئی میرے قریب سے گزر گئی۔ میں نے تیزی سے ایک قلابازی اور کھائی۔

"ہتھیار پھینک دو۔" دانش کی آواز سنسناتی ہوئی میرے قریب سے گزر گئی۔ میں نے تیزی سے ایک قلابازی اور کھائی۔

"ہتھیار پھینک دو۔" دانش کی آواز سناٹے میں گونجی۔ سڑک پر لیٹنے کے بعد ہی اس نے دشمن کو للکارا تھا۔ "میں تمہیں دیکھ چکا ہوں۔ زندگی چاہتے ہو تو دونوں ہاتھ فضا میں بلند کر کے سامنے آ جاؤ ورنہ تمہارا انجام بھی تمہارے ساتھیوں سے مختلف نہیں ہوگا۔"

جواب میں دو برسٹ مارے گئے۔ ایک سڑک کی جانب اور دوسرا میری جانب لیکن اس وقفے میں میں بھی اپنی پوزیشن خاصی تبدیل کر چکا تھا۔

"حماقت سے باز آ جاؤ۔ تم اب بچ نہیں سکو گے۔" دانش نے دوبارہ چیخ کر کہا۔ وہ چونکہ سڑک پر لیٹا تھا اور ہمارا دشمن نشیب میں تھا اسلیے دانش کے لیے خطرے کی کوئی بات نہیں تھی۔

میری نگاہیں اس آخری شخص کو تلاش کر رہی تھیں میرا ارادہ تھا کہ اسے زندہ پکڑ سکوں لیکن پھر میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ اپنے دفتر میں بھی میں نے جگت نارائن کے ایک ہٹے کٹے آدمی کو جکڑ لیا تھا لیکن ... کے آنے سے پیشتر ہی اس نے جبڑوں میں چھپایا ہوا زہریلا کیپسول چبا کر خودکشی کر لی تھی چنانچہ میں نے کھیل ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ دانش کی دوسری وارننگ کے ساتھ ہی میں نے زخمی شخص کو دیکھا۔ وہ ایک ہاتھ میں رائفل تھامے اور دوسرے ہاتھ سے زخم کو دبائے تیزی سے بچ نکلنے کی حماقت میں میری نظروں میں آ گیا۔ میں نے نشانہ لے کر فائر کیا۔ گولی اس کی کنپٹی پر لگی اور وہ لہرا کر کھیتوں کے درمیان ہی ڈھیر ہو گیا۔

"لائن کلیئر ہو چکی ہے۔" میں نے دانش کو آواز دی۔ "تم گاڑی لے کر واپس آ جاؤ۔"

"سر۔ کہیں کوئی سور کا تخم باقی تو نہیں رہ گیا۔"

"نہیں۔ ایک ایک کر کے سب کام آ چکے ہیں۔"

"ہو۔ ہا۔ ہا۔" دانش خوشی کے نعرے لگاتا ہوا گاڑی کی

جانب لپکا پھر دو منٹ بعد ہی ہم شہر کی سمت واپس جا رہے تھے۔

"تم نے گاڑی قریب روک کر عقلمندی کا ثبوت نہیں دیا تھا۔ میں نے دانش کو اس کی غلطی کا احساس دلانے کی کوشش کی۔

"آپ درست فرما رہے ہیں سر لیکن میں مجبور تھا۔"

"کیا مجبوری تھی؟"

"آپ شاید میرا امتحان لینے کی کوشش کر رہے ہیں۔" وہ بے حد سنجیدگی سے بولا۔ "جنگ کے میدان میں کمانڈنگ آفیسر کی پوزیشن سب سے زیادہ اہم ہوتی ہے۔ اگر وہ کام آ جائے تو تمام نظام درہم برہم ہو کر رہ جاتا ہے۔ ایسی افراتفری کے عالم میں دشمن اپنا کام تیزی سے کر گزرتا ہے۔"

"تم نے شاید ان لوگوں پر ہینڈ گرنیڈ پھینکے تھے؟" میں نے اس کے جذبات کو محسوس کر کے بات بدلنی چاہی۔

"جی نہیں۔ وہ ٹینس بال کی طرح پلاسٹک بم تھے جسے میں نے بڑی محنت سے تیار کیا ہے۔"

"گڈ۔" میں نے اس کی تعریف کی۔ "گویا تم خطرناک ہتھیار بنانے میں بھی خاصی سوجھ بوجھ رکھتے ہو۔"

"ماں کے پیٹ سے تو کوئی یہ سب کچھ سیکھ کر نہیں پیدا ہوتا۔" اس نے اس بار فلسفیانہ لہجہ اختیار کیا۔ "حالات انسان کو آہستہ آہستہ درس دیتے رہتے ہیں۔"

"اب ماسٹر کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

"مجھے اب بھی یقین ہے کہ وہ ہمارا ٹریک کھو بیٹھا ہوگا ورنہ وہ اکیلا ہی دس بارہ آدمیوں کے لیے بہت کافی ہے۔ بلا کا پھرتیلا اور حاضر دماغ قسم کا بندہ ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھے اب بیک وقت دو خطرناک دشمنوں سے نمٹنا تھا۔ بھوشن سامنے تھا لیکن جگت نارائن اس نے اپنے مکروہ جسم پر شرافت اور خدا ترسی کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا۔ بھوشن کے سلسلے میں مجھ سے ایک ذرا سی غلطی ہو گئی تھی۔ اگر میں نے اسے عثمان غنی کے منع کرنے کے باوجود ٹھکانے لگانے کا فیصلہ نہ کیا ہوتا تو اس کے اچھے خاصے کس بل نکلے چکے تھے۔ اب جگت نارائن نے بھوشن کو پس پشت رہ کر تماشا دیکھنے کی پیشکش کی تھی۔

اس وقت جب میں اپنی کار میں زندہ سلامت اس کے بارے میں کوئی انتقامی پروگرام بنا رہا تھا وہ کبیر داس کے روپ میں کہیں بڑے سکون سے بیٹھا میری موت کی اطلاع کا منتظر ہوگا لیکن اسے جب اپنے چھ کارآمد آدمیوں کی موت کی اطلاع ملے گی تو وہ یقیناً اور زیادہ خطرناک ہو جائے گا۔ جب جب ایسی خطرناک صورت اختیار کر جائے تو پھر کم نفری کے باوجود دشمن پر اٹیک کرنے کا رسک لینا ضروری ہو جاتا ہے۔ اس طرح دشمن کے قدم اکھڑ جاتے ہیں چنانچہ میں اس وقت جگت نارائن کے بارے میں ایسا ہی کوئی فیصلہ کرنے کے بارے میں پوری سنجیدگی سے غور کر رہا تھا۔ اچانک میرے ذہن میں آصف کا خیال آیا جسے جگت نارائن نے پوری طرح کسی آکٹوپس کی طرح اپنے شکنجے میں جکڑ رکھا تھا۔ میں نے فوری طور پر اس سے ملنے کا فیصلہ کیا۔ دانش نے میرے اشارے پر گاڑی سراج کے آفس کی سمت موڑ لی۔ آدھے گھنٹے بعد میں سراج کے ساتھ بیٹھا تھا۔ میرے وہاں پہنچنے کے بعد اس نے کمرے میں تخلیہ کرنے کا اشارہ کر دیا تھا۔ "احمد غوری کے سلسلے میں کچھ پروگریس ہوئی۔" میں نے گفتگو کا آغاز کیا۔

"میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے قانون کے ساتھ تعاون کیا۔" سراج نے تمہید باندھنے کے بعد پہلو بدل کر جواب دیا۔ "اس نے ابھی تک زبان بند کر رکھی ہے۔ اس نے بس ایک ہی موقف اختیار کر رکھا ہے۔"

"وہ کیا؟"

"دو آدمیوں نے اچانک اس کے اپارٹمنٹ میں گھس کر زدوکوب کرنا شروع کر دیا تھا۔"

"اور جگت نارائن کا وہ سکہ؟"

"اس کے بارے میں وہ اپنی لاعلمی کا اظہار کر رہا تھا۔

"میں ابھی مایوس نہیں ہوا ہوں۔" سراج نے سنجیدگی سے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ وہ ڈرائنگ روم ٹریٹ منٹ کے بعد فرفر بولنا شروع کر دے۔"

"اور یہ بھی ممکن ہے کہ بھوشن کی اوپر تک کی پہنچ احمد غوری کو بھی وہی سے بال کی طرح نکال لے۔" میں نے ایک امکانی بات کہی۔ "اور خاص طور پر ایسی صورت میں کہ جب احمد غوری کے خلاف کوئی فرد جرم عائد کرانے کی خاطر ہمارے پاس کوئی جواز بھی موجود نہیں۔"

"ہاں۔ آں۔" سراج نے نچلا ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔ "پولیس پوری طرح مستعد رہنے کے باوجود کبھی کبھی بیوروکریسی کی وجہ سے مجبوریوں کا شکار ہو جاتی ہے اور خطرناک مجرموں کو زیادہ کھل کھیلنے کا موقع مل جاتا ہے۔"

"آصف کے بارے میں کیا رپورٹ ہے؟"

"وہ ابھی تک اپنے اس بیان پر قائم ہے کہ سلمان قیصر کو اس نے رقابت کی بنا پر قتل کیا ہے۔"

"اس کے باوجود آپ نے ایک بار مجھ سے کہا تھا بظاہر آصف بے گناہ نظر آتا ہے اس کے ماضی کا پورا ریکارڈ آئینے کی طرح ہے۔"

"میں اب بھی اسی رائے پر قائم ہوں۔"

"کوئی وجہ؟"

"میرا خیال ہے کہ کسی دباؤ کی وجہ سے آصف نے اقبال جرم کر لیا ہے۔ سیٹھ نعمان کا بھی یہی خیال ہے کہ اس نے

پولیس کے تشدد سے بچنے کی خاطر ایسا کیا ہے۔"
"سیٹھ نعمان اس کے سلسلے میں کیا پارٹ پلے کر رہے ہیں؟"
"وہ کروڑ پتی تاجر ہے۔ ان کے پاس دولت کی کوئی کمی نہیں۔ آصف ان کا عزیز ہے اس لیے اسے بچانے کی خاطر مسٹر نعمان نے وکلاء اور بیرسٹرس کی پوری ٹیم بنالی ہے جو کسی بھی کیس کی جیت کی ضمانت ہونے کی پوری پوری صلاحیت رکھتے ہیں۔"
"کیا آصف ان کے ساتھ تعاون کرے گا؟"
"کیا مطلب؟" سراج میرے لہجے کو محسوس کر کے چونکا۔
"زندگی کسے عزیز نہیں ہوتی؟"
"سب کو ہوتی ہے مگر کبھی کبھی انسان کو کچھ مقدس رشتوں کی خاطر زندگی کی قربانی بھی دینی پڑتی ہے۔" میں نے حالات کے پیش نظر کہا۔ "آصف پھانسی کا پھندہ گلے میں خوشی خوشی ڈالنے پر آمادہ ہو جائے گا لیکن سچ اس کی زبان پر نہیں آئے گا۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ عدالت سے ضمانت پر رہا ہونے کے بعد وہ اپنی زندگی بچانے کا کوئی راستہ اختیار کرے۔"
"میں سمجھا نہیں۔" سراج نے حیرت کا اظہار کیا۔
"احمد غوری کے سلسلے میں میرا نام تو کہیں درمیان میں نہیں آیا؟"
"جی نہیں۔" سراج نے مجھے غور سے دیکھا۔ "آپ نے یہی کہا تھا کہ آپ کا نام۔"
"میں اسی شرط کے ساتھ آصف کے سلسلے میں بھی آپ کی مدد کرنے کو تیار ہوں۔"
"میں اب بھی کچھ نہیں سمجھا۔" سراج نے پوری سنجیدگی سے کہا۔ "بہرحال میں آپ کی ہر ممکن بات ماننے کو تیار ہوں۔"
جواب میں، میں نے حسنہ سے ملنے والی معلومات کو تفصیل سے دہرایا تو سراج کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ میری بات ختم ہوئی تو اس نے کہا۔ "آپ کو ان ساری باتوں کی اطلاع کہاں سے ملی؟"
"پولیس کی طرح پرائیویٹ آدمیوں کے بھی اپنے کچھ ذرائع ہوتے ہیں۔"
"آپ نہیں بتانا چاہتے تو میں اصرار بھی نہیں کروں گا لیکن مجھے خوشی اس بات کی ہے کہ آصف کے سلسلے میں میرا اندازہ غلط نہیں ثابت ہوا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بات کرنے کا انداز اور سادگی سے تین سو دو کے کیس میں اقبال جرم کرلینا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ قاتل نہیں ہو سکتا لیکن کسی ثبوت کے بغیر ہم کوئی کارروائی نہیں کر سکتے۔" سراج نے کہا پھر چونک کر بولا۔ "کیا آپ کو علم ہے کہ آصف کی والدہ اور اس کی بہن کو کہاں بطور یرغمال رکھا گیا ہے۔"
"یہ معلوم ہوتا تو شاید میں آپ کو زحمت نہ دیتا۔" میں نے معنی خیز انداز میں کہا پھر کچھ سوچ کر بولا۔ "کیا آپ کے پاس صوفیہ نامی کلب ڈانسر کے قتل کی کیس فائل موجود ہوگی؟"
"جی ہاں لیکن اس معاملے میں اس کلب ڈانسر کے تذ کا۔۔۔؟"
"بہت گہرا تعلق ہے۔" میں نے سراج کو مزید تفصیل سے آگاہ کرتے ہوئے پوچھا۔ "صوفیہ کا قتل کہاں اور کن حالات میں ہوا تھا؟"
"وہ سمندر کے کنارے ایک ایسے بوسیدہ ہٹ کے کھنڈرات میں سے لاش کی صورت برآمد ہوئی تھی جس کے مالکان دو سال سے باہر گئے ہوئے ہیں۔ ہٹ کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی چوکیدار بھی مقرر نہیں تھا۔ دوسرے چوکیداروں کا بیان ہے کہ اکثر عیاش طبع لوگ ان کھنڈرات میں اپنے جذبات کی تسکین کرلیا کرتے تھے۔ صوفیہ کو گلا کاٹ کر ہلاک کیا گیا لیکن کوئی شہادت نہ ملنے کے بعد اس فائل کو داخل دفتر کر دیا گیا۔" سراج نے کلب ڈانسر کے بارے میں اپنی معلومات فراہم کرتے ہوئے کہا۔ "بظاہر آپ کی بات میں خاصا وزن ہے اور ایسی صورت میں جبکہ آصف کی ماں اور بہن کو بھی اغوا کر لیا گیا ہے کوئی وجہ نہیں ہے کہ میں آپ کی کہانی کو غلط قرار دوں لیکن اس کہانی سے ایک بات ضرور واضح ہوتی ہے کہ آصف کردار کے معاملے میں۔۔۔"
"ہو سکتا ہے اسے کسی بہانے سے وہاں بلایا گیا ہو۔" میں نے کہا۔ "صوفیہ کے ساتھ جگت نارائن کے آدمی بھی وہاں پہلے سے موجود ہوں گے جنھوں نے آصف کو زبردستی گھیر گھار کر اس کے خلاف بلیک میلنگ اسٹف (Stuf) مواد تیار کرا لیا ہو۔"
"یہ بات کسی حد تک سوچی بھی جا سکتی ہے مگر اس کے باوجود۔۔۔"
"کیا میں آپ کی اجازت سے آصف سے تنہائی میں گفتگو کر سکتا ہوں؟"
"ہماری دیواروں کے بھی کان اور آنکھیں ہوتی ہیں مسٹر شہباز۔" سراج نے کسمسا کر جواب دیا۔ "میں آپ پر مکمل اعتماد کر سکتا ہوں لیکن اگر یہ بات لیک آؤٹ ہو گئی تو؟"
"ٹھیک ہے۔ میں آپ کی موجودگی میں بھی آصف کو زبان کھولنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کروں گا لیکن ایک شرط پر۔"
"وہ کیا؟"
"ہماری اس خفیہ ملاقات کا علم کسی چوتھی شخصیت کو نہیں ہونا چاہیے۔"
"اس کی تو بس ایک ہی صورت ممکن ہے۔" سراج نے

۔۔۔ توقف کے بعد کہا۔ "میں آصف کو کسی بہانے سے تنہا ۔۔۔ کی غرض سے کسی ایسی جگہ لے جاؤں جہاں آپ بھی ۔۔۔ لیکن ایسی کوئی جگہ۔۔۔؟"
"جگہ کا بندوبست میرے ذمے۔" میں نے جلدی سے ۔۔۔ "لیکن آپ کو بہت محتاط رہنا ہوگا۔ جگت نارائن کے ۔۔۔ لباس والے ہر لمحہ اس کی نگرانی پر مامور ہوں گے اگر ۔۔۔ بھنک بھی مل گئی تو پھر شاید نہ ہم آصف کو بچا سکیں گے نہ ۔۔۔ کی ماں اور بہن کو۔"
"میں اس بات کی اہمیت کو سمجھ رہا ہوں۔"
میں نے جواب میں اٹھ کر سراج سے ہاتھ ملایا پھر اس ۔۔۔ رات کو گھر پر بات کرنے کا وعدہ کر کے چلا آیا۔ راستے میں، آصف ہی کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ میں نے عثمان غنی ۔۔۔ آواز سنی۔
"رفیقی۔ میرے ہوتے ہوئے تم اتنے پریشان مت ہوا ۔۔۔" میں نے نظر گھما کر دیکھا۔ وہ میرے برابر براجمان تھا۔
"تمہیں آصف سے بات کرنے کا موقع مل جائے گا۔ ۔۔۔ نارائن کے فرشتوں کو بھی اس کا علم نہیں ہوگا لیکن تم ۔۔۔ اپنی کالکا کے بارے میں کچھ نہیں سوچا۔"
"کیوں کیا تم اس کا راستہ نہیں کاٹ سکتے۔"
"تمہیں رفیق کہا ہے تو سب کچھ کر سکتا ہوں لیکن مجھے ۔۔۔ بات کا افسوس ہے۔"
"وہ کیا؟"
"اینٹ کا جواب ہمیشہ پتھر سے دیا جاتا ہے رفیقی۔ اگر ۔۔۔ نارائن تمہیں ختم کرانے کے منصوبے بنا سکتا ہے تو تم ۔۔۔ اسے کوئی خوبصورت تحفہ پارسل کر سکتے ہو۔" عثمان غنی ۔۔۔ معنی خیز انداز میں پلکیں جھپکا کر جواب دیا۔ "کوشلیا کو کیوں ۔۔۔ موش کر رہے ہو۔ بت ڈھانا تو ویسے بھی ثواب کا کام ہے۔ ۔۔۔ نارائن اسے بہت پسند کرتا ہے۔ اس کی لاش کا تحفہ پا کر ۔۔۔ دیوانہ بھی ہو سکتا ہے یہ اور بات ہے کہ مجھے کوشلیا کی جوان ۔۔۔ کا صدمہ ہوگا۔"
"حیرت ہے۔" میں نے مٹھیاں بھینچ کر کہا۔ "مجھے کوشلیا ۔۔۔ خیال پہلے کیوں نہیں آیا؟"
"دیر آید درست آید۔" وہ مسکرا کر بولا۔ "لیکن ایک بات ۔۔۔ خیال رکھنا کوئی سنگتراش بھی اپنے بنائے ہوئے کسی ناپسندیدہ ۔۔۔ کو مسمار کرنے سے پیشتر ایک بار اسے ہر زاویئے سے ۔۔۔ بری نگاہوں سے ضرور دیکھتا ہے۔ کوشلیا تو پھر ایک حسین ۔۔۔ جیتا جاگتا مجسمہ ہے۔ میرا خیال ہے کہ تم میرا مقصد سمجھ ۔۔۔ گئے ہو۔"
"کیا تم آصف کی ماں اور بہن کے سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتے؟"
"تم بھول رہے ہو رفیقی۔ میں نے تم سے ایک بار پہلے بھی کہا تھا کہ میرے اشارے پر عمل کرتے رہو اور ہر غم سے آزاد ہو جاؤ۔ میں تمہاری ہر خواہش پوری کر سکتا ہوں مگر۔۔۔" وہ مسکرا کر فضا میں تحلیل ہو گیا۔

* _____ * _____ *

کمرے میں سراج اور آصف کے علاوہ کوئی چوتھا آدمی نہیں تھا۔ ہماری ملاقات ساحلی علاقے کی ایک دور دراز ہٹ میں ہوئی تھی جس کا فیصلہ میں نے رات ہی سراج سے مل کر طے کرلیا تھا۔ یہ ہٹ میرے ایک غیر ملکی واقف کار کی تھی جو ان دنوں ملک سے باہر گیا ہوا تھا۔
"کیا تم کھل کر ہمیں سلمان قیصر کے بارے میں نہیں بتاؤ گے؟" میں نے گفتگو کی ابتدا کی۔
"مجھے جو کہنا تھا وہ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔" وہ رکھائی سے بولا۔ "اس میں کسی ترمیم یا اضافہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ سلمان قیصر کو میں نے ہی رقابت کے جذبے کے تحت ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا ہے۔"
"اور اب تم خوشی خوشی پھانسی کے پھندے پر لٹکنے کو آمادہ ہو۔" سراج نے کہا۔
"قسمت کے لکھے کو کون مٹا سکتا ہے۔"
"کیا تم نغمہ سے سچی محبت کرتے ہو؟" میں نے اسے کریدنے کی کوشش کی۔
"اب یہ سوال بھی کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔"
"تمہارے علاوہ کچھ اور افراد بھی یقیناً نغمہ میں دلچسپی رکھتے ہوں گے؟" میں نے پوچھا۔
"میں بھلا کیا کہہ سکتا ہوں۔" اس نے شانے اچکا کر بیزاری کا اظہار کیا۔
"کیا تم صوفیہ نامی کسی کلب ڈانسر سے بھی واقف ہو؟" اس بار میں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے سوال کیا۔ میرے منہ سے صوفیہ کا نام سن کر اسے ایک لمحے کو حیرت ہوئی تھی لیکن اس نے جلد ہی خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔
"صوفیہ۔ یہ نام میں نے شاید کبھی اخبار میں ضرور پڑھا تھا۔"
"ساحلی علاقوں کی تفریح گاہوں سے کوئی دلچسپی رکھتے ہو؟" میں نے دوسرا زاویہ اختیار کیا۔
"بہت زیادہ شوقین نہیں ہوں۔" اس کا لہجہ سپاٹ تھا۔
"آثار قدیمہ کے کھنڈرات کے بارے میں تمہاری ذاتی رائے کیا ہے؟"
"وقت کی بربادی اور پیسوں کی فضول خرچی۔" اس نے حقارت سے جواب دیا۔ "ہم جو اپنی آج کی تہذیب کا خیال نہیں رکھتے۔ اپنی حالت اور معاشرے کی زبوں حالی کو ختم کرنے

سے قاصر ہیں۔ ہزاروں سال پرانی تہذیب کا مطالعہ ہمارے اوپر کیا اثر انداز ہوگا۔ کلاشن کوف کلچر جب اپنی جڑیں مضبوط کرلیتا ہے تو پھر کوئی عوامی انقلاب ہی اسے ختم کرسکتا ہے لیکن ہم اپنے اپنے حال میں مست ہیں۔ ہماری سوچ انفرادی ہے۔ اجتماعی طور پر سر جوڑ کر بیٹھنا اور مسائل کا کوئی مثبت حال تلاش کرنے کے بجائے ہم ایک دوسرے کی ٹانگ گھسیٹنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ آثار قدیمہ۔ یہ محض دنیا دکھاوا ہے۔ کل کے انسان نے جو ترقی کی تھی اس سے ہمیں کیا ملے گا۔ صرف مطالعہ کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ ضرورت عمل کی ہے، جس کا فقدان ہے۔ یہ کثیر سرمایہ جو زمین کھودنے پر خرچ کیا جارہا ہے یہی کسی کچی آبادی کی بنیاد رکھ کر ہزاروں انسانوں کے سر چھپانے کے لیے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ غیر ممالک کو پرانی تہذیب میں الجھا کر ہم زیادہ دنوں تک اپنا الو سیدھا نہیں کر سکتے۔ سقراط کو محض اسی لیے زہر کا جام پینے پر مجبور کیا گیا تھا کہ وہ تحقیق کار کو نہیں بلکہ ان لوگوں کو سرعام سراہتا تھا جو اس تخلیق کے تمام پہلوؤں کو تحقیق کار کے مقابلے میں بہتر سمجھتے تھے۔ سکندر اعظم کا نام ہماری تاریخ میں سنہرے حرفوں سے لکھا گیا ہے آخر کیوں؟ لوگ ہلاکو خان سے نفرت کرتے ہیں؟ یہ سب کچھ سمجھنے کی خاطر ہمیں۔۔۔" آصف بولتے بولتے رک گیا آخر کیوں؟ اسے احساس ہوگیا تھا کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے جو کہنا چاہتا تھا اس کا وقت گزر چکا تھا۔

"تم خاموش کیوں ہوگئے؟" میں نے دلچسپی کا اظہار کیا۔

"مجھے خوشی ہے کہ ابھی تمہارے اندر کا باشعور انسان سانس لے رہا ہے۔"

"یہ چند سانس اس کی زندگی کو بڑھا نہیں رہے۔ کم کر رہے ہیں۔"

"فلسفے سے بہت زیادہ دلچسپی ہے؟"

"مجھے یہاں کیوں لایا گیا تھا؟" اس نے میرے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے سراج کی جانب دیکھا۔

"ہم تم سے ان کھنڈرات کی بات کرنا چاہتے ہیں جو تمہاری زندگی میں تباہی بن کر داخل ہوئے ہیں۔" میں نے تیزی سے کہا۔

"میں سمجھا نہیں۔"

"تم ساحلی علاقے کی اس منہدم ہٹ میں کیا کرنے گئے تھے جہاں صوفیہ کے قتل نے تمہیں دوسروں کے اشاروں پر ناچنے پر مجبور کردیا ہے۔" میں نے اسے گھورا۔

"میں نہیں جانتا کہ تم۔۔۔"

"بکومت۔" میں جھلا گیا۔ "مجھے بتاؤ کہ وہاں صوفیہ کے علاوہ اور کون کون لوگ تھے؟ صوفیہ کے قتل میں کس کا ہاتھ شامل تھا؟"

"میرا خیال ہے کہ تم لوگ اپنا اور میرا وقت ضائع کر رہے ہو؟" وہ استہزائیہ پیرائے میں بولا۔ "میں سلمان قیصر کو قتل کرنے کے جرم کا اعتراف کرچکا ہوں۔ تمہیں اس کے اور کسی بات سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے۔"

"میں بتاتا ہوں تمہیں۔" میں جذباتی ہوگیا۔ "صوفیہ کو جگت نارائن کے آدمیوں نے ٹھکانے لگایا ہے لیکن اس سے پیشتر وہ تمہاری اور صوفیہ کی آوازوں کی ٹیپ کے علاوہ وڈیو پر کچھ ایسی قابل اعتراض تصاویر بھی بنانے میں کامیاب ہو چکے تھے جسے دیکھنے کے بعد کوئی بھی شریف آدمی گڑبڑا سکتا ہے۔"

"تم شاید مجھے کسی ہارر فلم کی کہانی سنا رہے ہو۔" وہ لاپروائی سے بولا۔

"اسی فلم کا ایک متحرک سین نغمہ بھی ہے۔ تمہاری کزن۔" میں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "تمہارے علاوہ جگت نارائن بھی اس میں دلچسپی لے رہا تھا چنانچہ اس نے شطرنج کے کسی ماہر کھلاڑی کی طرح نہ صرف تم کو درمیان سے کاٹ دیا بلکہ اب شاید وہ تمہارے ہی ذریعے نغمہ تک پہنچنے کی کوشش بھی کررہا ہے۔ کامیابی کی صورت میں اس نے تمہیں سلمان قیصر کے کیس سے بری کرانے کا وعدہ کیا ہے۔"

"تم۔" وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ "کیا تم مجھے دلال سمجھ رہے ہو؟"

آصف کی آنکھوں سے چنگاریاں ابل رہی تھیں۔ لوہا پوری طرح گرم ہوچکا تھا۔ اب اس پر صرف ایک کاری ضرب کی ضرورت تھی۔ میں نے یہ موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ معنی خیز لہجے میں بولا۔

"تمہارا کیا خیال ہے؟" تم نے اگر ان کا مطالبہ پورا نہ کیا تو کیا وہ تمہاری ماں اور بہن کو آزاد کردیں گے؟"

ماں اور بہن کا سن کر وہ چونکا پھر سمندر کے جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

"میں تم سے ہاتھ جوڑ کر التجا کرتا ہوں۔" وہ مجسم التجا بن گیا۔ "مجھے پھانسی کے پھندے پر لٹکا دو لیکن میری بے گناہ ماں اور معصوم بہن کو بچالو۔"

"کیا جیل میں آنے کے بعد بھی تمہیں جگت نارائن کی طرف سے کوئی پیغام ملا ہے۔"

"ہاں۔" وہ مردہ آواز میں آہستہ سے بولا۔ "میں اس کے خوردرندے کو نغمہ سے ملوا دوں۔"

"پیغام پہنچانے والا کون تھا؟" میں نے دوسرا سوال کیا۔

"ایک کالی بھیڑ۔" آصف سراج کی طرف دیکھ کر بولا۔ "ویسی ہی جیسی ہر حساس محکمے میں ہوتی ہیں۔ ان کا خاتمہ کر دیا جائے تو پھر مجرموں کی سراغ رسانی کا ایک موثر ذریعہ ہمیشہ کے لیے ختم ہوسکتا ہے۔"

"کیا تم میرے اس کارندے کا نام بتا سکتے ہو؟"

"نہیں۔" آصف نے مسکرا کے جواب دیا۔ "زندگی کی تھوڑی بہت امید جو باقی رہ گئی ہے اسے ختم نہیں کرنا چاہتا۔"

"مجھ پر اعتبار کرو۔" سراج نے اسے یقین دلانے کی کوشش کی۔ "میں تمہاری پوزیشن کی نزاکت کو محسوس کر رہا ہوں۔ میں اپنے کارندے سے کوئی بازپرس کر کے تمہارے لیے مزید کوئی خطرہ پیدا نہیں کروں گا البتہ اس کالی بھیڑ سے محتاط رہنا ہمارے آئندہ کے پروگرام کے لیے کارآمد ہو سکتا ہے۔"

"سوری۔" آصف نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "میں کوئی رسک نہیں لے سکتا۔"

"فرض کرو اگر میں تمہاری ماں اور بہن کو بازیاب کرالوں تو تمہارا ردعمل کیا ہوگا؟" میں نے اس کے سامنے دانا ڈالا۔

"میں تمہارا یہ احسان زندگی کی آخری سانسوں تک مانوں گا۔"

"جگت نارائن کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"میں براہ راست اس سے کبھی نہیں ملا لیکن اس کے ایک کارندے سے ضرور واقف ہوں جو ہمارے درمیان کسی رابطہ آفیسر کے فرائض انجام دیتا رہا ہے۔"

"کیا تم اس کے بارے میں بتانا پسند کرو گے؟" سراج نے جلدی سے دریافت کیا۔

"میرا خیال ہے کہ وہ بھی براہ راست جگت نارائن سے واقف نہیں ہے۔ اس نے مجھے یہی یقین دلایا تھا کہ اسے جتنے احکامات ملے ہیں وہ فون پر موصول ہوئے ہیں۔"

"فرض کرو کہ تم نغمہ کو کسی طور ہموار کرنے کی سازش میں کامیاب ہوجاتے تو ایسی صورت میں تم اسے کہاں پہنچاتے؟"

"اس کا فیصلہ میرے جواب کے بعد ہی کیا جاتا۔" وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا۔ "لیکن میں ایسا نہیں کروں گا۔ موت اور زندگی تو خدا کے ہاتھ میں ہے۔ ویسے بھی میں دلالی کا یہ کام کبھی نہ کرنے کا آخری فیصلہ کرچکا ہوں۔"

"کیا تم نے ان لوگوں کو اپنے فیصلے سے آگاہ کردیا ہے؟" سراج نے تیزی سے کہا۔

"اتنا بے وقوف بھی نہیں ہوں۔ میرا آخری فیصلہ سن لینے کے بعد وہ میری ماں اور بہن کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"کیا تمہیں کچھ اندازہ ہے کہ انہیں کہاں رکھ گیا ہوگا؟" سراج نے پہلو بدل کر پوچھا۔

"نہیں۔"

"جس وقت سلمان قیصر کو قتل کیا گیا اس وقت تم کہاں تھے؟"

"تم نے ابھی کہا تھا کہ تم میری ماں اور بہن کو بازیاب کر سکتے ہو۔" آصف نے سراج کے سوال کا جواب دینے کے بجائے مجھے پرامید نظروں سے دیکھا۔ "کیا تمہیں علم ہے کہ انہیں کہاں رکھا گیا ہے؟"

"پریشان مت ہو۔" میں نے اسے دلاسہ دیا۔ "ہمارے کہنے پر خاموشی سے عمل کرتے رہو۔ ہوسکتا ہے کہ اس طرح ہم تمہارے کسی کام آجائیں۔"

اس کے چہرے پر دوبارہ مایوسی کے بادل منڈلانے لگے۔

"ہمت ہار دینا بزدلی کی علامت ہے۔" میں نے اسے اکسانے کی کوشش کی۔ "اگر وہ تمہاری زندگی میں تمہاری ماں اور بہن کو ایذا نہیں پہنچا سکتے ہیں تو تمہاری موت کے بعد ان کا ردعمل زیادہ شدید بھی ہوسکتا ہے۔ مسٹر سراج اور میں الگ الگ نہیں ہیں۔ تم ہمارے ساتھ تعاون کرو۔ ہم تمہیں تحفظ فراہم کرنے کا یقین دلاتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" وہ تھوڑے توقف کے بعد بولا۔ "اب میرے پاس اس کے علاوہ کوئی راستہ بھی نہیں ہے لیکن ایک شرط میری بھی ہے۔ میں تم دونوں کے سوا کسی اور سے کسی مسئلے پر گفت و شنید نہیں کروں گا۔"

"مجھے منظور ہے۔" سراج نے جلدی سے ہامی بھری۔

میں کوئی بات کرنا چاہتا تھا کہ اچانک میں نے عثمان غنی کو سراج کے برابر والے صوفے پر بیٹھے دیکھا۔

"میں نے تم سے وعدہ کیا تھا رفیقی کہ تم میری دل بستگی کا مواد فراہم کرتے رہو باقی سب کچھ میرے اوپر چھوڑ دو۔"

میں نے جواب میں خلا میں دیکھنا شروع کردیا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے میں کسی بہت ہی اہم نکتے پر غور کررہا ہوں لیکن اصلیت اس کے برعکس تھی۔ میں اس وقت عثمان غنی کی وہاں آمد کا اصل مقصد معلوم کرنا چاہتا تھا۔

"میں تمہارے لیے ایک خوش خبری لایا ہوں۔" عثمان غنی نے میری کیفیت کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "میں نے آصف کی ماں اور بہن کو تمہارے دوست سراج صاحب کے دفتر پہنچا دیا ہے۔ وہ پوری طرح حفاظت سے ہیں۔ پولیس کا وہ اہلکار جو جگت نارائن کے لیے مخبری کا کام سرانجام دیتا تھا میرے ایک ہی جھٹکے سے اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے۔ سراج کے نائب نے اس کو ہتھکڑی بیڑی پہنا کر بڑی مشکل سے قابو میں کر رکھا ہے۔ سراج سے کہو کہ وقت ضائع کیے بغیر دفتر پہنچے۔ اب ان دونوں خواتین کی حفاظت کی ذمہ داری اسے لینی ہوگی۔ ان دونوں کو فوری طور پر کسی محفوظ مقام پر پہنچا دیا جائے اور پولیس کارروائی کو فی الحال ملتوی رکھا جائے۔ اسی میں سب کی خیریت ہے۔ آصف کو سمجھانے کی کوشش کرو کہ وہ نغمہ کے سلسلے میں جگت نارائن کی آفر قبول کرلے لیکن یہ شرط لگا دے کہ سلمان قیصر کے قتل کیس سے گلوخلاصی کے بعد ہی وہ اس کے کام آسکے

گا۔" عثمان نے ایک لمبی سانس لے کر اپنی بات جاری رکھی۔ "کوشش کرو کہ دوسرے نمبر پر کر دو، تمہیں یہاں سے فوراً ندا کی مدد کو پہنچنا ہے۔ جگت نارائن کی آفر قبول کر لے لیکن یہ شرط لگا دے کہ سلمان قیصر کے قتل کیس سے گلو خلاصی کے بعد ہی وہ اس کے کام آ سکے گا۔" عثمان غنی نے ایک لمبی سانس لے کر اپنی بات جاری رکھی۔ کوشلیا کو دوسرے نمبر پر کر دو، تمہیں یہاں سے فوراً ندا کی مدد کو پہنچنا ہے جگت نارائن کے آدمی تمہاری کالکا کے اشارے پر اسے اغوا کرنے کے ارادے سے روانہ ہونے والے ہیں۔ تمہارے وہاں پہنچنے تک میں انہیں روکے رکھوں گا۔" پھر عثمان غنی نے مجھے ندا کا پتا سمجھایا اور نگاہوں سے غائب ہو گیا۔

"مسٹر شہباز۔" سراج نے میری طویل محویت کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔ "آپ کس خیال میں گم ہو گئے ہیں؟"

"مسٹر سراج۔" میں نے غیر فطری انداز میں کہا۔ "آپ فوراً دفتر پہنچنے کی کوشش کریں۔ وہ کالی بھیڑ جو جگت نارائن کی مخبری کر رہی تھی اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھی ہے۔"

"لیکن آپ اس بات کو اس قدر یقین سے کس طرح کہہ سکتے ہیں؟" سراج نے مجھے حیرت سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"چھٹی حس۔" میں نے بہ دستور خلا میں گھورتے ہوئے جواب دیا۔ "جب قدرت کسی پر مہربان ہوتی ہے تو پھر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی ملزم خود آپ کے دفتر پہنچ سکتا ہے تو پھر مظلوم کی رسائی بھی ہو سکتی ہے۔ کیا عجب ہے کہ اس وقت آپ کے دفتر میں وہ دونوں اغوا شدہ خواتین بھی موجود ہوں جس کی بنا پر آصف صاحب نے اپنی زبان بند کر رکھی ہے۔"

"آپ اس وقت کیا محسوس کر رہے ہیں؟" سراج چونکہ آصف کے سلسلے میں میرے نجوم کا کرشمہ دیکھ چکا تھا اس لیے قدرے گھبرا کر بولا۔ "آپ کو احساس ہے کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں"

"ہاں۔ میں جو کہہ رہا ہوں وہ غلط نہیں ہے۔" میں نے اپنی اداکاری جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "آصف کو ہدایت کر دیں کہ وہ نغمہ کو جگت نارائن سے ملانے پر آمادہ ہو سکتا ہے لیکن اس وقت جب اسے سلمان قیصر کیس سے مکمل نجات دلا دی جائے۔"

سراج کے علاوہ خود آصف بھی مجھے پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ میرا باتیں کرنے کا انداز اس وقت کسی ایسے معمول سے ملتا جلتا تھا جسے ٹرانس کی حالت میں بولنے پر مجبور کر دیا گیا ہو پھر میں نے اپنے مطلب کی بات ختم کرنے کے بعد چونکتے ہوئے آصف سے کہا۔ "تم عدالت میں یہی بیان دو گے کہ پولیس کے تشدد سے تنگ آ کر تم نے مجبوراً ایک ناکردہ سنگین جرم کا اعتراف کر لیا تھا ورنہ سلمان قیصر کی موت تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"مسٹر شہباز۔" سراج نے دخل اندازی کی اس کے سے اب بھی حیرت مترشح تھی۔ "ابھی آپ مسٹر آصف کی اور بہن کے بارے میں کچھ کہہ رہے تھے۔"

"میں۔" میں نے چونک کر پوچھا۔ "کیا کہہ رہا تھا۔"

"یہی کہ وہ دونوں اس وقت میرے دفتر میں بھی موجود سکتی ہیں۔"

"آپ شاید مجھ سے ایک بار پھر ویسا ہی مذاق کر رہے جیسا مسٹر آصف کی گرفتاری کے موقع پر کیا تھا۔"

"آپ نے یہ بھی کہا تھا کہ مسٹر سراج کا وہ کارندہ جو جگ نارائن کے ہاتھوں بکا ہوا تھا وہ بھی اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا۔ اس بار آصف نے مجھے بہت غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ آپ کو یاد نہیں؟"

"میرے خدا۔" میں نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام پریشانی کا اظہار کیا۔ "یہ مجھے کیا ہوتا جا رہا ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ آپ کو شاید اس وقت کچھ دیر آرام ضرورت ہے۔"

"شاید ایسا ہی ہو۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے اٹھتے ہو۔ کہا پھر کھوئے کھوئے انداز میں قدم اٹھاتا تیزی سے ہٹ۔ باہر آ گیا جہاں میری گاڑی موجود تھی۔ میں نے گاڑی میں بیٹھ اسے اسٹارٹ کیا پھر شہر والی سنسان روڈ پر تیزی سے روا۔ ہو گیا۔ عثمان غنی کی پراسرار شخصیت نے مجھے ایک بار پھر بڑا دلچسپ پچویشن سے دوچار کر دیا تھا۔ میں دل ہی دل میں مسکر رہا تھا۔

راستے سے میں نے دانش کو پک کیا۔ وہ ابھی تک اسی ہوٹل میں بیٹھا تھا جہاں میں اسے چھوڑ کر گیا تھا۔ اسٹیئرنگ دانش کے حوالے کر کے میں پچھلی سیٹ پر آ گیا۔ دانش کو ند کے مکان کا پتا بتانے کے بعد میں نے کچھ دیر ذہن کو آرام دی کی خاطر آنکھیں بند کی ہی تھیں کہ کالکا کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"بہت تھکے تھکے نظر آ رہے ہو بھولے ناتھ۔ کن سپنوں کی سیر کر رہے ہو؟"

"تم۔" میں نے آنکھیں کھول کر کالکا کو دیکھا جو قیامت بنی میرے پہلو میں موجود تھی۔ "اس وقت تمہیں میرا خیال کیسے آ گیا؟"

"کیوں؟ کیا میں نے پہلے کبھی تمہارا خیال نہیں کیا؟"

"میں انکار نہیں کروں گا لیکن اس وقت تم کہاں تھیں جب جگت نارائن کے تیجے ملک الموت مجھے گھیر کر جہنم رسید کرنے کی کوشش کر رہے تھے؟" میں نے شکوہ کیا۔

"اس وقت بھی میں تم سے دور نہیں تھی۔" کالکا مسکرائی۔ "اگر میں نے تمہاری سہائتا نہ کی ہوتی تو شاید تم بھگوان کو پیارے ہو چکے ہوتے۔"

"لیکن بھوشن کی رہائش گاہ پر مجھے گولیاں لگنے کے باوجود تمہیں کوئی ترس نہیں آیا تھا۔" میں نے زہرخند لہجے میں کہا۔

"وہ اور بات تھی۔ میں نے تم سے کہا تھا ابھی بھوشن سے ٹکرانے کا خیال من سے نکال دو لیکن تم نے میرا کہا نہیں مانا تھا۔"

"اس وقت تم بھی کالی کے روپ میں مجھے سزا دینے کے کارن پورے جلال سے آئی تھیں لیکن تمہارے جنتر منتر کسی کام نہ آ سکے۔" میں نے استہزائیہ لہجے میں کہا۔ "اس روز تمہیں اپنی شکست کا احساس کیسا لگا تھا؟"

"زیادہ گھمنڈی مت بنو۔" اس کا لہجہ تیکھا ہو گیا۔ "تم کالکا کی مہان شکتی کے چمتکار دیکھ چکے ہو لیکن سمے سمے کی بات ہے۔ جو حالات کل تھے وہ آج نہیں رہے۔ جو آج ہیں وہ کل نہیں رہیں گے۔ جیون اسی دھوپ چھاؤں کا نام ہے۔ میرا وشواس ہے کہ تمہیں ایک بار پھر میری مہان شکتی کی ضرورت پیش آئے گی۔"

"میرا ایک کام کر دو کالکا رانی۔" میں نے اسے مخمور نگاہوں سے دیکھا۔ "جگت نارائن کے اصلی چہرے کو بے نقاب کر دو۔"

"مجھ سے ٹھٹھول بازی مت کرو بھولے ناتھ۔" وہ ناگن کی طرح بل کھا کر بولی۔ "تم خوب جانتے ہو کہ میری طرح وہ بھی بھوشن کی سہائتا کر رہا ہے۔"

"سمجھا۔" میں زہرخند سے بولا۔ "تم اس کے مقابلے پر میرا ساتھ نہیں دو گی؟"

"یہی سمجھ لو۔"

"اس وقت کیا صرف یہی کہنے آئی تھیں؟" میری آواز میں تلخی آ گئی۔ "دور ہو جاؤ میری نگاہوں سے مجھے تمہارے من شریر اور تمہاری مہان شکتی کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو؟" اس نے مجھے قہر آلود نظروں سے گھورا۔ "کیا تم اب کالکا سے پنجے لڑانے کی کوشش کرو گے؟"

"میں کسی داس کی طرح تمہارے چرنوں میں جیون بتا سکتا ہوں کیول ایک شرط ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم کو اگر مجھ سے سچا پیار ہے تو بھوشن اور جگت نارائن دونوں کو اپنے پیار کی بھینٹ چڑھا دو۔ میں ٹھوکر مار کر ان دونوں کو ان کی حیثیت کا احساس دلانا چاہتا ہوں۔"

"بہت اونچا اڑنے کی کوشش کر رہے ہو شہباز خان۔"

"سمے سمے کی بات ہے کالکا رانی۔" میں نے استہزائیہ انداز میں جواب دیا۔ "تمہیں نرنجن لال تو یاد ہو گا تم نے اور تمہارے گرو پنڈت بنسی دھر نے مل جل کر اس کی سہائتا کرنے کی کوشش کی تھی لیکن انجام کیا ہوا۔ اب تو نرنجن کی راکھ بھی سمندر کی تہ میں نیچے بیٹھ چکی ہو گی اور پنڈت بنسی دھر کیا تم وشواس کرو گی کہ میں نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہوتے ہوئے بات کی تھی۔ اس کی گردن سے تازہ تازہ خون بہہ رہا تھا لیکن وہ لیڈی مکلارنس کے حکم پر میرے سامنے آنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ میں اسی لیڈی مکلارنس کی بات کر رہا ہوں جس نے تمہاری سندر مورتی کو ——"

"وہ سفید فام کتیا۔" کالکا بے حد خونخوار لہجے میں بولی۔ "اب شدید اس کا سمے پورا ہو گیا ہے۔"

"کوئی نئی بات کرو کالکا رانی۔ یہ جملہ تو تم کئی بار دہرا چکی ہو۔"

کالکا بل کھا کر رہ گئی۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے کسی نے کوئی وزنی پتھر اٹھا کر کسی بپھری ہوئی ناگن کے سر پر دے مارا ہو۔

"تم شاید اپنی اوقات بھول گئے ہو۔" وہ آگ بگولا ہو کر بولی۔ "کالکا کی شکتی کو سمجھنے میں تم غلطی سے کام لے رہی ہو۔"

"مجھے اپنی اوقات یاد ہے کہ کالکا لیکن تمہاری مثال اب ڈھلتے سورج کی طرح ہے۔ اس بات کو یاد رکھنا۔"

"تم کالکا کو للکار رہے ہو؟"

"یہی سمجھ لو۔" میں نے بے دلی سے جواب دیا تو وہ مجھے قہر آلود نگاہوں سے گھورتی ہوئی نظروں سے غائب ہو گئی میں نے پچھلی نشست پر سر ٹکا دیا۔ میں آنے والے لمحوں کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ بدلتے حالات کے پیش نظر فی الحال کالکا کا کوئی وار مجھ پر موثر نہیں ہو سکے گا۔"

عثمان غنی نے ایک بار پھر میری حیثیت کو سراج کے لیے خاص طور پر نہایت پراسرار بنا دیا تھا۔ بہرحال اس وقت میں صرف ندا کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ عثمان غنی نے کہا تھا کہ جگت نارائن کی سیکریٹری کو نمبر دو پر کر کے پہلے ندا تک پہنچا جائے۔ احمد غوری کے بارے میں معلوم کر لینے کے بعد اب جگت نارائن اپنے آدمیوں کے ذریعے ندا کو اغوا کرانا چاہتا تھا۔ وہ خوبصورت اور حسین سی نوعمر لڑکی محض دولت کی ہوس کی خاطر ایک فارمولے کی چوری کے سلسلے میں احمد غوری کے ساتھ مل کر اپنے ملک کا اہم راز دشمنوں کے ہاتھوں فروخت کرنے پر آمادہ ہو گئی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ اس کو ورغلانے میں بھی کالکا کی طاغوتی قوتوں کا ضرور دخل رہا ہو گا۔ احمد غوری کے بعد اب ندا کی اہمیت بڑھ گئی تھی۔ شاید اسی لیے جگت نارائن اسے فوری طور پر منظر عام پر سے ہٹانا چاہتا تھا۔ خاصی دیر تک بھی اسی بارے میں سوچتا رہا پھر گاڑی کی رفتار کم ہوئی تو میں نے آنکھیں کھول دیں۔

وہ ایک ایسی آبادی تھی جہاں اوسط درجے کے لوگ رہتے

تھے۔ دانش مکان کے نمبروں کو محتاط نگاہوں سے دیکھ رہا تھا پھر اس نے گاڑی ایک قدرے کشادہ سڑک پر روک دی جو مکانوں کے درمیان واقع تھی۔ اس کے بعد ہم پیدل سفر کرتے ہوئے اس مکان تک پہنچ گئے جس کے بارے میں عثمان غنی نے بتایا تھا۔ ہم نے اپنی کار جہاں چھوڑی تھی وہ مکان اس کی تیسری گلی میں واقع تھا۔ اس لائن میں زیادہ تر مکانات دو سو گز پر تعمیر تھے اور سنگل اسٹوری تھے لیکن وہاں پلانٹ اور صاف ستھرائی کا ضرورت سے کچھ زیادہ ہی خیال رکھا گیا تھا۔

دانش کے ساتھ مل کر میں نے مکان کے اردگرد چکر لگائے اور انداز ایسا ہی تھا جیسے ہم کسی مکان کی تلاش میں ہوں۔ تیسرے چکر میں دانش نے دبی زبان سے کہا۔

"سر۔ میں عقب سے اندر جانے کی کوشش کرتا ہوں آپ فی الحال سامنے رہیں۔"

"لیکن۔"

"میرا ذاتی خیال ہے کہ دو تین افراد سے زیادہ نہیں ہوں گے۔"

"میرا خیال قدرے مختلف ہے۔" میں نے کچھ سوچ کر جواب دیا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "اندر کی پوزیشن دیکھنے کے بعد تم مجھے فوری طور پر مطلع کرو گے۔"

دانش کے جانے کے بعد میں پھر ندا کے بارے میں سوچنے لگا۔ میرا خیال تھا کہ وہ اس مکان میں اپنے کسی بزرگ کے ساتھ نہیں رہتی ہوگی ورنہ اتنی آزادی سے وہ اپنی من مانی نہیں کر سکتی تھی دوسرا خیال میرے ذہن میں کلبلا رہا تھا کہ اگر وہ جگت نارائن کے لیے کام کر رہی ہوگی تو پھر اس کی نگرانی کا خیال بھی ضرور رکھا گیا ہوگا۔

میں تقریباً آدھے گھنٹے تک مکان کے اردگرد چکر لگاتا رہا۔ اس طرح میں نگرانی والے مکان کے بارے میں اپنی تسلی کرنا چاہتا تھا لیکن وہاں مجھے کوئی ایسا شخص نظر نہیں آیا جس پر شبہ کیا جا سکتا تھا۔ پھر مکان کے صدر دروازے سے گزرتے وقت مجھے کسی نے مدھم آواز میں پکارا۔ میں نے دانش کی آواز پہچاننے میں کوئی غلطی نہیں کی۔

"آجایئے سر۔ لائن اب کلیئر ہے۔"

میں نے اندر داخل ہونے سے پیشتر ایک بار پھر دائیں بائیں دیکھا لیکن کوئی مشتبہ شخص نظر نہیں آیا۔

"کیا پوزیشن ہے؟" میں نے اندر داخل ہونے کے بعد دانش سے دریافت کیا۔

"آپ خود ہی چل کر دیکھ لیں۔" دانش نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔

میں اس کے ساتھ قدم بڑھاتا ہوا ایک روشن کمرے میں داخل ہوا تو ندا وہاں ایک کرسی سے بندھی نظر آگئی۔ دانش نے فوری طور پر اس کے دوپٹے کا استعمال کیا تھا جسے وہ کھو۔۔۔ کشمکش میں مبتلا تھی لیکن مجھے دیکھتے ہی اس طرح چونکی ۔۔۔ اسے کرنٹ چھو گیا ہو۔ کمرے میں وہ تنہا ہی نظر آرہی تھی ۔۔۔ اس کی خواب گاہ ہی تھی جو ہر قسم کی آرائش اور آر۔۔۔ سامانوں سے مزین نظر آرہی تھی۔ عام اور اوسط درجے ک۔۔۔ بھی شخص ان قیمتی اشیاء کو افورڈ نہیں کر سکتا تھا جو وہاں آرہی تھیں۔ ندا اس وقت نائٹ گاؤن میں تھی جس نے ۔۔۔ کے حسن کو کچھ زیادہ ہی اجاگر کر دیا تھا۔

"باقی لوگ کہاں ہیں؟" میں نے دانش سے سرگوشی ک۔۔۔

"ایک خانسامہ ٹائپ کی نفری ادھر ہے جسے میں نے فی الحا۔۔۔ تین گھنٹوں کے لیے انٹاغفیل (بے ہوش) کر دیا ہے۔ اگر ۔۔۔ سے ایک لمحے کی دیر ہو جاتی تو اس کے ہاتھ میں چھپا ہوا ۔۔۔ مجھے عدم آباد پارسل کر دینے کے لیے بہت کافی ہوتا۔" د۔۔۔ نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ وہ صرف خانسامہ نہیں تھا۔ ۔۔۔ کے علاوہ پورے مکان میں کوئی اور موجود نہیں ہے۔"

ندا مجھے پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ غصے جھلاہٹ کی سی ملی جلی کیفیتوں نے اس کے حسن میں اضافہ کر دیا تھا۔ پروفیسر کی لیبارٹری کے مقابلے میں اس و۔۔۔ وہ زیادہ معصوم اور کمسن نظر آرہی تھی۔

"تم باہر کا خیال رکھو۔ جگت نارائن کے آدمی یہاں لمحے بھی پہنچ سکتے ہیں۔"

"آپ مطمئن رہیں سر۔ آپ تک پہنچنے سے پیشتر ا۔۔۔ میری لاش پر ہی سے گزرنا ہوگا۔" دانش نے گھسا پٹا جملہ ا۔۔۔ پھر تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ ندا اتنی دیر میں ا۔۔۔ اعصاب پر خاصا قابو پا چکی تھی۔ خود کو دوپٹے کی بندشوں ۔۔۔ آزاد کرنے کی کوشش بھی اس نے ترک کر دی تھی۔

"کون ہو تم اور کیا چاہتے ہو؟" اس نے مجھے گھور۔۔۔ ہوئے سوال کیا۔

"ہم تمہارے ہمدرد اور دوست ہیں اور فوری طو۔۔۔ تمہیں ایک بڑے خطرے سے بچانے کے لیے یہاں سے ۔۔۔ جانے کی خاطر آئے ہیں۔"

"مجھے بھلا کیا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے؟"

"تم نے شاید مجھے پہچانا نہیں؟"

"پہچان گئی ہوں۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔ "تم وہی ہ۔۔۔ پروفیسر ابرار سے ملنے اس کی لیبارٹری تک پہنچے تھے۔"

"اور وہاں تم تنہا نہیں تھیں۔ تمہارے ساتھ احمد غو۔۔۔ بھی تھا۔"

"ہاں۔ وہ بھی پروفیسر کے خاص آدمیوں میں شمار کیا ۔۔۔ ہے۔"

"جانتی ہو۔ وہ اس وقت کہاں ہے؟" میں نے اس ۔۔۔

۔۔۔ اب کو جھنجھوڑنے کی خاطر نفسیاتی حربہ استعمال کیا۔

"اپنے اپارٹمنٹ میں ہوگا۔ لیکن تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"اطلاعاً عرض ہے کہ احمد غوری اس وقت پولیس ۔۔۔سٹڈی میں ہے۔" میں نے اسے بڑی توجہ سے گھورتے ۔۔۔ کہا۔ "اس کی تحویل سے وہ سکہ بھی برآمد ہوا ہے جو ۔۔۔ نارائن کے خاص آدمیوں کے پاس پایا جاتا ہے۔"

"جگت نارائن۔" اس نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ ۔۔۔ کسی ایسے شخص سے واقف نہیں ہوں۔"

"مجھے یقین ہے تم غلط بیانی سے کام نہیں لے رہی ۔۔۔ گی۔"

"تم لوگ کیا چاہتے ہو؟" اس نے پھر اپنا سوال دہرایا۔

"ہم تمہیں کسی محفوظ مقام تک پہنچانا چاہتے ہیں۔"

"کیوں۔ مجھے کیا خطرہ لاحق ہے؟" اس نے بظاہر ۔۔۔ معصومیت کا اظہار کیا۔

"میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ احمد غوری پولیس کی حراست ۔۔۔ میں ہے۔"

"لیکن اس کے پولیس کی حراست میں ہونے سے میری ۔۔۔ ذات کو کیا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔"

"میرے پاس وقت کم ہے۔" میں نے اسے تیز نظروں سے گھورا۔ "اگر تم اپنی مرضی سے آمادہ نہ ہوئیں تو ہمیں ۔۔۔ زور زبردستی کرنی پڑے گی۔"

"لیکن۔" اس نے کچھ کہنا چاہا مگر میں نے اسے موقع نہیں دیا۔

"کیا وہ مشروب بہت قیمتی تھا جس کے ضائع ہو جانے پر احمد غوری نے تمہیں قہر آلود نگاہوں سے گھورا تھا۔"

"کیا تم بتاؤ گی کہ جو شخص تمہارے لیے خانساماں کے فرائض انجام دے رہا تھا اس کی اصلیت کیا تھی۔" میں نے ۔۔۔ اسے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"کیا تم نے اسے مار ڈالا؟"

"فی الحال وہ بے ہوشی کی حالت میں پڑا ہے۔" میں نے ایک امکانی پہلو پر غور کرتے ہوئے کہا۔ "اس نے میرے ساتھی کو خنجر سے ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"ہو سکتا ہے کہ اس نے تمہارے ساتھی کو چور یا ڈاکو سمجھا ہو۔"

"ممکن ہے۔ لیکن اس کے پاس کسی خنجر کی موجودگی کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟"

"میں کیا کہہ سکتی ہوں؟"

"میری بات غور سے سنو مس ندا۔" میرا لہجہ کچھ اور سخت ہو گیا۔ "احمد غوری کے پولیس کسٹڈی میں جانے کے بعد اب وہ لوگ تمہیں راستے سے ہٹانے کی کوشش کریں گے۔ اس لیے کہ تم احمد غوری کے سلسلے میں پولیس کے لیے ایک اہم ثبوت ثابت ہو سکتی ہو۔"

ندا نے مجھے حیرت سے دیکھا۔ اس کے ذہن میں یقیناً کھچڑی پکنی شروع ہو چکی تھی۔ مشروب کے حوالے ہی نے اسے بوکھلا دیا تھا۔ جو کھیل وہ کھیل رہی تھی ابھی وہ اپنی کم سنی کی وجہ سے شاید اس میں زیادہ پختہ نہیں ہوئی تھی۔ کچھ توقف کے بعد اس نے سنبھالا لینے کی ایک کوشش اور کی۔

"احمد غوری اور میں ایک ساتھ کام کرتے ہیں۔ میں اس کے سوا اس کے بارے میں اور کچھ نہیں جانتی۔ پروفیسر ابرار ہمارے اوپر اعتماد کرتا ہے۔ تم چاہو تو اس کی تصدیق براہ راست پروفیسر سے بھی کر سکتے ہو۔"

میں کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ باہر سے کسی کے دھم سے گرنے کے ساتھ ہی کراہ کی بھی آواز ابھری۔ میرے ذہن کے حساس گوشے میں خطرے کی سرخ بتی جلنے بجھنے لگی۔ میں نے تیزی سے اپنا آٹومیٹک نکال لیا۔ اسی وقت دانش کمرے میں داخل ہوا۔

"وقت کم ہے۔" وہ تیزی سے بولا۔ "میں نے آنے والوں کی پہلی کھیپ کو جو دو نفری پر مشتمل تھی پارسل کر دیا ہے ہو سکتا ہے کہ ان کے کچھ ساتھی پیچھے بھی ہوں۔ ان کے آنے سے پہلے ہمیں نکل چلنا چاہیے۔"

"تم گاڑی گیٹ کے اندر لے آؤ۔ بی کوئک۔"

میری ہدایت پا کر دانش دوبارہ باہر کی جانب لپکا۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے۔" ندا نے بوکھلا کر دریافت کیا۔

"یہ باتیں ہم راستے میں یا پھر کسی وقت سکون سے بھی کر سکتے ہیں۔ فی الحال تمہیں ہمارے ساتھ چلنا ہوگا۔"

"تم مجھے کہاں لے جانا چاہتے ہو؟" اس نے کسمسا کر پوچھا۔

باہر سے گاڑی کی آواز سنائی دی۔ دانش نے شاید واپسی میں حیرت انگیز پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا۔

"ایک بات کا فیصلہ جلد کر لو۔" میں نے ندا کو فیصلہ کن لہجے میں مخاطب کیا۔ "کیا تم ہوش و حواس میں چلنا پسند کرو گی یا پھر مجھے تمہیں بے ہوش کرنا پڑے گا۔"

"نہیں، میں ابھی مرنا نہیں چاہتی۔" اس کی آنکھوں سے خوف جھانکنے لگا۔ "میں تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔ پلیز مجھے بے ہوش نہ کرنا۔ مجھے بے ہوش ہونے کے تصور ہی سے ہول آنے لگتا ہے۔"

پھر اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ میں اسے تقریباً گھسیٹتا ہوا باہر نکلا۔ ہم پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے تو دانش نے تیزی سے گاڑی باہر نکالی پھر ایکسیلیریٹر پر پاؤں کا دباؤ بتدریج بڑھاتے ہوئے بولا۔

"کدھر چلنا ہے سر۔"

"جہاں ملیحہ کو رکھا گیا ہے وہ جگہ زیادہ محفوظ رہے گی۔"

"لیکن اس طرح تو باس کو۔"

"ہم یہ بات اس سے پوشیدہ بھی نہیں رکھ سکتے۔"

جواب میں دانش نے گاڑی کا رخ فارم ہاؤس کی طرف موڑا پھر برق رفتاری کا مظاہرہ کرنے لگا۔

"میں نے تمہارے اوپر آنکھ بند کرکے اعتبار کیا ہے۔" ندا نے سہمے ہوئے لہجے میں سرگوشی کی۔ "تم مجھے دھوکا نہیں دو گے؟"

"اگر یہی مقصود ہوتا تو اتنی تگ و دو کی کیا ضرورت تھی؟" میں نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔ "تمہیں نہایت آسانی سے گلا گھونٹ کر بھی ختم کیا جا سکتا تھا۔"

"ٹھیک ہے۔ اب میں تمہارے رحم و کرم پر ہوں۔" اس نے مردہ سی آواز میں کہا۔

"احمد غوری کو تم کب سے جانتی ہو؟"

"تقریباً" اس وقت سے جب میں نے پروفیسر کی ملازمت اختیار کی تھی۔" اس نے کچھ تامل کے بعد جواب دیا۔ "وہ ایک طرح سے میرا محسن بھی ہے۔ اس لیے کہ مجھے اسی کی سفارش پر ملازمت ملی تھی۔ ورنہ پروفیسر اپنے آس پاس اجنبی چہروں کو دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا۔"

"تمہیں کتنی تنخواہ مل رہی تھی؟"

"پانچ ہزار۔"

"اس کے علاوہ کام کی تکمیل کے بعد احمد غوری نے تمہیں کتنی رقم دینے کا لالچ دیا تھا؟"

"میں سمجھی نہیں۔" اس نے ایک بار پھر خود کو بچانے کی راہ اختیار کی۔ "تم کس کام کی تکمیل کی بات کر رہے ہو؟"

"مشروب میں اعصاب شکن دوا کون ملاتا تھا۔" میں نے سرد لہجے میں سوال کیا۔

"کیا تمہارا تعلق پولیس یا محکمہ سراغرسانی سے ہے؟"

"میرے سوال کا جواب دو۔" میں نے اس بار زیادہ کرخت لہجہ اختیار کیا۔

"میں نہیں سمجھ سکی کہ تم بار بار مشروب کے بارے میں؟"

"ساجد۔" میں نے اس کا جملہ نظرانداز کرکے دانش کو مخاطب کیا۔ انداز تحکمانہ تھا۔ "گاڑی کو نہر والے پل کے نشیب میں لے جاکر روک دینا۔"

"میں بھی یہی مشورہ دینا چاہ رہا تھا سر۔" دانش نے میرا مفہوم سمجھتے ہوئے سفاک انداز میں کہا۔ "ہمارے لیے اس لڑکی کا کوئک ڈسپوزل ہی زیادہ مناسب ہوگا۔ یہ شرافت سے کچھ قبول کرنے کے موڈ میں نہیں ہے اور ہم صرف اس ایک کی خاطر اپنا وقت برباد بھی نہیں کر سکتے۔ ابھی کچھ کام بھی نمٹانے ہیں۔ ویسے نہر والا پل اس کام کے مناسب ہے۔"

"نہیں۔ نہیں۔" ندا جلد ہی ٹوٹ گئی۔ "مجھے باتیں مت کرو۔ میں مرنا نہیں چاہتی۔ میں تمہیں ... دوں گی۔"

"کیا تمہیں علم تھا کہ احمد غوری پروفیسر کو وہ مش... دیتا تھا؟"

"ہاں۔" وہ مردہ سی نحیف آواز میں بولی۔ "اس ... کہ پروفیسر کے ذہن کو کمزور کرنے کے بعد ہی کامیابی ... سکتی تھی۔"

"کس قسم کی کامیابی۔" میں نے بدستور سرد سوال کیا۔

"وہ۔ وہ۔ دراصل پروفیسر سے کسی فارمو... حاصل کرنا چاہتا تھا۔"

"کیا اس نے یہ بات تمہیں بتائی تھی؟"

"ہاں۔ ایک بار میں نے اسے مشروب میں دوا ما... لیا تھا جس کی بوتل پر مردہ انسانوں کی سالخوردہ کھوپڑی کے کراس کے نشان کے لیبل کے علاوہ پوائزن کا لیبل ... ہوا تھا۔ اس کے بعد ہی احمد غوری نے مجھے اعتماد میں ... خاطر سب کچھ اگل دیا تھا مگر ساتھ ہی یہ دھمکی بھی د... اگر میں نے کبھی اس سلسلے میں زبان کھولنے کی کوشش..."

"کامیابی کی صورت میں اس نے تمہیں کتنی رقم ... تھا؟"

"دس لاکھ۔" ندا نے ایک ثانئے کی خاموشی ... جواب دیا۔ "مجھے اپنے ساتھ شامل کرنے کے بعد وہ ... علاوہ اپنی جیب سے دس ہزار کی رقم بھی دینے لگا۔ تم... مکان سے مجھے نکالا۔ اب وہ بھی اسی نے مجھے خرید کر دیا تھ..."

"تمہارے والدین نے کوئی اعتراض نہیں کی... مطلب ہے تمہارے الگ رہنے پر؟"

"میرے والدین اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔" سرد آہ بھر کر بولی۔ "ایک بڑا بھائی ہے جو امریکا میں ملاز... رہا ہے۔"

"اس مکان سے پہلے تمہارا قیام کہاں تھا؟"

"ایک پرائیویٹ قسم کے گرلس ہوٹل میں۔ ا... میں ایک مقامی فرم میں بحیثیت ٹائپسٹ تھی۔"

"پھر احمد غوری سے تمہاری ملاقات کیسے ہوئی؟"

"محض اتفاق ہی سمجھو۔ اس روز ٹرانسپورٹ کی ... ہونے کے سبب واپسی میں کوئی سواری نہیں مل رہی تھ... غوری نے مجھے اپنی کار میں لفٹ دی۔ اس نے اپنا بیان

...تے ہوئے کہا۔ "میں اسے کوئی اوباش شخص سمجھ کر جھجک ...تھی لیکن واپسی کے لیے دوسرا راستہ بھی نہیں تھا پھر ...اتے ہی میں اس نے مجھے ایک باعزت جاب دلانے کا وعدہ ...لیا۔ دو ماہ بعد اس نے حسب وعدہ مجھے پروفیسر کی لیبارٹری میں ...زمت دے دی۔ میری توقع کے برعکس وہ ابھی تک مجھ سے ...ی شرافت سے پیش آرہا تھا۔ اس نے مجھ سے کبھی کوئی نازیبا ...ت بھی نہیں کی۔"

"بہرحال تم دولت کی ہوس میں ملک کے ساتھ غداری کی ...رتکب ہو رہی ہو۔"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میرا اندازہ تھا کہ اس نے ...ہ سے کوئی بات چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی پھر بھی میں ...نے پوچھ ہی لیا۔

"کیا احمد غوری نے تم سے کبھی جگت نارائن کا تذکرہ کیا ...تھا؟"

"نہیں۔ اس نے مجھ سے کبھی اس نام کے بارے میں کوئی ...ات نہیں کی۔"

"یہ بھی نہیں بتایا تھا کہ وہ کس کے اشارے پر پروفیسر سے ...اہم فارمولا حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"میں نے ایک بار دبی زبان میں دریافت کرنے کی کوشش ...ی تھی لیکن اس روز پہلی بار غوری نے مجھے بڑے سخت لہجے ...میں یہی جواب دیا تھا کہ میں صرف آم کھانے سے مطلب ...رکھوں پیڑ گننے کی کوشش کبھی نہ کروں ورنہ اس کے نتائج کچھ ...بھی ہو سکتے ہیں۔ اسکے بعد میں نے اپنی زبان بند کرلی تھی جو رقم ...وہ مجھے دے رہا تھا وہ میرے لیے پرآسائش زندگی گزارنے کے ...لیے بہت کافی تھی اس کے علاوہ دس لاکھ کے تصور نے مجھے ...اندھا کردیا تھا۔ میری بات کا یقین کرو میں نے جو کچھ کیا اس ...میں میرے ارادے کا کوئی دخل نہیں تھا۔ میں آہستہ آہستہ ...غوری کے بچھائے ہوئے جال میں پھنس کر بے بس ہوگئی تھی۔ ...وہ خانسامہ بھی اسی نے میری خاطر ملازم رکھا تھا۔ اب میں یہ ...سوچنے پر مجبور ہوگئی ہوں کہ شاید وہ بھی غوری ہی کا کوئی خاص ...آدمی ہوگا جسے میری نگرانی پر مامور کیا گیا تھا۔"

"ہو سکتا ہے۔" میں نے مختصراً جواب دیا پھر کچھ سوچ کر بولا۔ "تم میری اجازت کے بغیر اپنی کہانی کسی اور کو سنانے کی ...غلطی نہیں کرو گی ورنہ میں تمہاری زندگی کی کوئی ضمانت نہیں ...دے سکتا۔"

وہ جواب میں سسک کر رہ گئی۔ میں ندیم کے فارم ہاؤس ...پہنچا تو راجو وہاں موجود تھا۔ ڈریسنگ گاؤن میں ملبوس ایک ...خوبصورت اور کمسن لڑکی کو میرے ساتھ دیکھ کر وہ چونکا تھا۔

"خیریت تو ہے جناب؟" اس نے تشویش طلب انداز میں ...دریافت کیا۔ "یہ لڑکی کون ہے؟"

"کیا نیچے ایک سے زیادہ کمرے ہیں؟" میں نے اس کی بات یکسر نظرانداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"آپ حکم دیں جناب مجھے کیا کرنا ہے؟"

"اگر گنجائش ہو تو اسے کسی دوسرے کمرے میں پہنچا دو ورنہ پھر ملیحہ کے ساتھ چھوڑ دو۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "دوسری صورت میں تمہیں سیکرٹ ڈیوٹیز پر اپنے کسی خاص اور قابل اعتماد آدمی کو تعینات کرنا ہوگا جو دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو کے ایک ایک لفظ کو نہ صرف سنتا رہے بلکہ ریکارڈ بھی کرتا رہے۔"

"ایک سائڈ روم خالی ہے۔" راجو نے کہا۔ "میں اسے وہیں ایڈجسٹ کیے دیتا ہوں۔ اس کے علاوہ ایک آدمی بھی تعینات کیے دیتا ہوں۔"

"گڈ۔" میں نے راجو کو تعریفی نظروں سے دیکھا پھر ریسٹ ہاؤس کے ڈرائنگ روم میں جاکر ندیم کو ندا کے بارے میں مختصر طور پر آگاہ کرنے لگا۔

"میرا خیال ہے کہ اب تم کچھ زیادہ پراسرار ہوتے جا رہے ہو؟" ندیم نے مکمل تفصیل سننے کے بعد کہا۔

"کیا مطلب؟"

"سراج کا فون کئی بار آچکا ہے۔ وہ تم سے فوری طور پر گفتگو کرنا چاہتا ہے۔" ندیم نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "میرا خیال ہے کہ آج کل تمہاری کالکا رانی تم پر کچھ زیادہ ہی مہربان ہے جو تم نجومی بھی بن گئے اور تمہاری چھٹی حس بھی حیرت انگیز طور پر ناقابل یقین انکشاف کرنے لگی ہے۔"

"کچھ ایسا ہی معاملہ ہے۔" میں نے سادگی سے کہا۔ مجھے ندیم کی باتوں سے اندازہ ہوگیا تھا کہ سراج نے اسے مکمل تفصیل بتا دی ہوگی۔

"تمہارے فارم ہاؤس جانے کی اطلاع مجھے ماہٹر کی کے ذریعے مل چکی ہے۔" ندیم نے کہا۔ "ندا کے مکان پر جو تین آدمی بے ہوشی کی حالت سے دوچار ہیں ان کا تعلق کس سے ہے؟"

"جگت نارائن کے گروہ سے۔" میں نے کہا پھر مجبوراً دروغ گوئی سے کام لیتے ہوئے کہا۔ "کالکا نے بروقت مجھے آگاہ کردیا تھا کہ احمد غوری کے حراست میں جانے کے بعد وہ ندا کو راستے سے ہٹانا چاہتے تھے۔ انہیں خدشہ تھا کہ ندا جیسی کم عمر لڑکی پولیس کے سامنے زیادہ دیر تک زبان بند نہیں رکھ سکے گی۔"

"اوہ۔ گویا تم نے ندا کا مطالعہ بہت قریب سے کیا ہے۔"

"ڈونٹ بی سو جیلس۔" میں نے مسکرا کر لائن ڈس کنکٹ کی پھر سراج کے نمبر ملا کر اس سے گفتگو کرنے لگا۔ سراج نے دوسری باتوں کے علاوہ ان چھ عدد لاشوں کا بھی ذکر

کیا جو مضافاتی علاقے کی سمت جانے والی روڈ پر سرسوں کے کھیت سے اور قرب و جوار سے برآمد ہوئی تھیں۔ میرے لیے وہ اطلاع کوئی نئی نہیں تھی پھر بھی میں خاموشی سے سنتا رہا۔

"احمد غوری کے بارے میں کیا رپورٹ ہے؟" میں نے تفصیل سننے کے بعد دریافت کیا۔

"وہ ابھی تک زبان بند کیے ہوئے اور اپنے سابقہ بیان پر اڑا ہوا ہے۔" سراج نے سنجیدگی سے کہا پھر بولا۔ "مسٹر شہباز میں فوری طور پر آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"کوئی خاص بات؟"

"آپ کی چھٹی حس میں جو بات آئی تھی وہ حیرت انگیز طور پر درست ثابت ہوئی ہے۔"

"کون سی بات؟" میں نے انجان بن کر سوال کیا۔ "کہیں آپ پھر مذاق اڑانے کی کوشش تو نہیں کر رہے ہیں۔"

"میں نہیں مان سکتا۔" سراج نے سنجیدگی سے کہا۔ "غالباً کچھ مخفی قوتیں اب آپ کی رہنمائی کر رہی ہیں۔"

"حیرت ہے۔ جو بات میرے علم میں ابھی تک نہیں آئی وہ آپ تک کس طرح پہنچ گئی؟"

"میرا اشارہ آصف کے اغوا شدہ ماں اور بہن کی جانب ہے۔"

"تو کیا آپ کو واقعی اصل واقعات کے بارے میں۔۔۔"

"پلیز مسٹر سراج۔" میں نے اس کی بات کاٹ کر قدرے ناخوشگوار انداز اختیار کیا۔ "آصف کی گرفتاری کے سلسلے میں بھی آپ نے علم نجوم کو میری ذات سے بلاوجہ منسوب کر کے اچھا خاصا مذاق کیا تھا۔ میرے لیے وہی بہت ہے۔ اب کوئی اور نیا شوشہ نہ چھوڑیے گا۔ پلیز۔"

میں نے لائن منقطع کر دی لیکن میں محسوس کر سکتا تھا کہ میرے جواب نے سراج کے ذہن پر کیا اثرات مرتب کیے ہوں گے۔

*** ——— *** ——— ***

وہ شخص جو میرے دفتر میں داخل ہوا خاصا قوی الجثہ واقع ہوا تھا۔ آفس گارڈ اور وہ نووارد ایک ساتھ ہی آگے پیچھے آئے تھے۔ مجھے صورت حال سمجھنے میں زیادہ دشواری نہیں ہوئی۔ میرا سکیورٹی گارڈ اس وقت بھی آنے والے کو روکنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا لیکن نووارد اس کے بس کا روگ نہیں تھا۔

"کیا بات ہے؟" میں نے گارڈ کو مخاطب کیا۔

"صاحب یہ شخص میرے روکنے کے باوجود۔"

"تم روکو گے مجھے؟" نووارد نے عجیب انداز میں مسکرا کر گارڈ سے کہا۔ "طوفان کے سامنے تو بڑے بڑے مضبوط بند ٹوٹ جاتے ہیں۔ میرا اور تمہارا معاملہ تو پہاڑ اور گلہری جیسا ہے۔ اپنا وقت نہ برباد کرو جاؤ باہر دروازے پر رائفل پکڑے کھڑے رہو۔ وہیں جچتے ہو۔"

"ولیکن۔۔۔"

"بلاوجہ خرچ ہو جاؤ گے میرے ہاتھوں۔" نووارد کے تیور اچانک خراب ہو گئے پھر اس نے ایک معمولی جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی تو گارڈ لڑکھڑا کر رہ گیا۔ زوردار جھٹکا لگا ہوتا تو وہ رائفل سمیت زمین بوس بھی ہو سکتا تھا۔

"کون ہو تم؟" میں نے گارڈ کو باہر جانے کا اشارہ کر کے نووارد کو مخاطب کیا لیکن اس کے ساتھ ہی پاؤں سے میز کے کونے میں اوپر کی جانب لگے ہوئے اس سوئچ کو بھی آن کر دیا جس کے بعد اب آفس میں ہونے والی گفتگو میرا دوسرا سکیورٹی گارڈ بھی سن سکتا تھا جو ایک محفوظ سائڈ روم میں موجود رہتا تھا۔ اس کو ریڈ الرٹ دینے کے واسطے ہی وہ سوئچ میں نے اس طرح لگوا رکھا تھا کہ دفتر کی صفائی کرنے والا بھی اس سے واقف نہیں تھا۔ دوسرے گارڈ کو قبل از وقت ہی تاکید کر دی گئی تھی کہ میرے ایک مخصوص کوڈ ورڈ کو سننے کے بعد اپنے کمرے سے باہر آ کر کسی قسم کی مداخلت کی کوشش نہ کرے۔ اس سوئچ کا بندوبست میں نے جگت نارائن کی دشمنی کے بعد ہی کیا تھا۔

"کیا بیٹھنے کو نہیں کہو گے؟" نووارد نے مجھے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"آنے کا مقصد بیان کرو۔" میں نے اس کے بے ہودہ طرز تخاطب کو نظرانداز کرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"مجھے میرے ساتھی بلیک پین تھر کے نام سے یاد کرتے ہیں۔" وہ میری اجازت کے بغیر ہی ایک کرسی پر بیٹھتا ہوا سرد لہجے میں بولا۔ "مجھے تمہارے ساتھ ایک اہم کاروباری بات کرنی ہے۔"

"کیا بزنس کرتے ہو؟"

"زندگی اور موت کے امپورٹ ایکسپورٹ کا کاروبار کرتا ہوں۔" وہ بے جگری سے بولا۔ "اس کاروبار میں خرچ کم اور منافع زیادہ ہوتا ہے۔ کبھی کبھی تو بزنس کے کسی ایک ہی ٹرانزکشن میں لاکھوں کا فائدہ ہو جاتا ہے۔"

"کسی مکان یا دفتر میں بلا اجازت اور زبردستی داخل ہونے کی سزا جانتے ہو؟" میں نے اسے تیز نظروں سے گھورا۔

"میرا خیال تھا کہ تم نے جنگلی جانوروں کے بارے میں تھوڑا بہت ضرور سن رکھا ہوگا لیکن تمہاری بات سن کر مجھے مایوسی ہوئی۔" وہ بے تکلفی سے بولا۔ "تمہاری معلومات کے لیے یہ بتا دوں کہ بلیک پین تھر چیتے کی سب سے خطرناک قسم کو کہا جاتا ہے۔ انتہائی پھرتیلا، چالاک اور برق رفتار درندہ ہوتا ہے۔ جم کاربٹ کا نام سنا ہوگا تم نے آدم خور چیتوں کو مارنے کے سلسلے میں اس نے بین الاقوامی شہرت حاصل کی تھی

[...]ن غیرے وہ آج بھی اپنے فن کا بے تاج بادشاہ تسلیم کیا [...] لیکن وہ بھی بلیک پین تھر کو نہیں مار سکا۔"

"اگر تمہید ختم ہو چکی ہے تو کھل کر بات کرو۔" میں نے [...]ے جواب دیا۔ "میرے پاس تمہارے لیے زیادہ وقت [...]"

"میں نے بتایا نا کہ میں تم سے کاروباری باتیں کرنا چاہتا [...]"

"کیا چاہتے ہو؟"

"بھوشن کا خیال کھرچ کر ذہن سے نکال دو۔" اس نے سرد [...]ناک لہجے میں کہنا شروع کیا۔ "آصف کے معاملے میں [...]نگ پھنسانے کے خیال سے باز آ جاؤ۔ احمد غوری کے [...] تم نے جو قدم اٹھایا تھا اسے نظرانداز کیا جا سکتا ہے لیکن [...]نرط بر ندا کی فوراً واپسی کر دو اور دوبارہ پروفیسر کی لیبارٹری [...]ت نظر اٹھانے کی بھی حماقت نہ کرنا۔"

"تم نے بیک وقت چار مطالبے کیے ہیں۔" میں نے بے [...] کا مظاہرہ کیا۔ "تم اگر کاروبار کرتے آئے ہو تو یہ بھی جانتے ہو گے کہ اس کی کامیابی کا انحصار کچھ لو اور کچھ [...]یا د پر ہوتا ہے۔"

"تمہاری کیا ڈیمانڈ ہے؟" وہ مجھے تیز نظروں سے گھورتے [...] بولا۔

"جگت نارائن کو میرے حوالے کر دو۔" اصلی صورت [...]اس کے عوض میں تمہارے مطالبات پر غور کر سکتا [...]"

"بہت خوب۔" وہ مسکرایا پھر کسی زہریلے سانپ کی پھنکار [...] ساتھ بولا۔ "تم نے وہ محاورہ تو ضرور سنا ہوگا کہ جہاں گھی [...] انگلی سے نہ نکلے وہاں۔۔۔"

"میں بھی اسی محاورے کا قائل ہوں۔" میں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ "اس کے علاوہ کبھی کبھی میں گریہ کسن روز کے اصولوں کو بھی اپنانے سے گریز نہیں کرتا۔"

"زندگی تمہیں زیادہ عزیز نہیں ہے شاید۔" وہ پہلو بدل کر [...] "ڈی ایس پی سراج کے بل بوتے پر نہ اکڑنا۔ ہم جب [...]اہے کسی چیونٹی کی طرح پیروں تلے مسل سکتے ہیں۔"

"سراج کو پولیس کے محکمے میں ڈبل زیرو سیون کے بجائے [...]زرو ایٹ کے نام سے زیادہ یاد کیا جاتا۔" میں نے موقع کی [...]ت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دوسرے گارڈ کو کوڈ ورڈ میں [...]ستے ہوئے کہا۔ "وہ مجرموں کی خوشبو کو سونگھنے میں بھی [...]ت رکھتا ہے اور ان کے گریبان تک پہنچنے میں دیر نہیں [...]"

"گویا تم شرافت سے میرے ساتھ کاروبار نہیں کرو گے۔ [...]"

"میری ڈیمانڈ اب بھی وہی ہے۔" جگت نارائن، تم شاید اس کے کارندے ہو۔"

"میں انکار نہیں کروں گا لیکن میں اس سے براہ راست کبھی نہیں ملا۔ کوئی بھی نہیں جانتا کہ اس کی اصلیت کیا ہے، کون ہے کہاں رہتا ہے؟" اس نے صاف گوئی سے جواب دیا۔

"اس کی جانب سے بس فون پر کوئی حکم ملتا ہے۔ ہو سکتا کہ صرف اس کے نام کا حوالہ دیا جاتا ہو۔ بہرحال اس کی حکم عدولی کی صرف اور صرف ایک سزا ہوتی ہے۔ موت۔ ہو سکتا ہے کہ تمہارے خیال میں وہ پسندیدہ شخصیت کا مالک نہ ہو بلکہ ہم جیسے لوگ اس کی پوجا کرتے ہیں۔ جانتے ہو کیوں؟ وہ ہماری کارکردگی کے سلسلے میں ہماری توقع سے کہیں زیادہ مال دینے کا عادی ہے۔"

"اور رقم کس صورت میں ادا کی جاتی ہے؟" میں نے اسے ٹٹولنے کی کوشش کی۔ کوئی نہ کوئی شخص تو ادائیگی کرتا ہوگا۔"

"میں دوسروں کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن میرا معاوضہ کام ختم ہونے کے دوسرے ہی دن میرے بینک اکاؤنٹ میں جمع ہو جاتا ہے۔"

"تم نے اپنا اکاؤنٹ بھی بلیک پین تھر کے نام کھول رکھا ہے؟"

"شہباز خاں۔" وہ یکلخت ہتھے سے اکھڑ گیا۔ "تم میرا وقت برباد کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"تم نے مجھ سے چار مطالبات کیے ہیں لیکن میں ان میں سے سوائے آصف کے علاوہ۔۔۔"

"بکو مت۔" وہ آپے سے باہر ہونے لگا۔ "آصف کی ماں اور بہن میرے پاس تھیں لیکن اب نہیں ہیں۔ اور ان دونوں کو حیرت انگیز طور پر کسی طرح بازیاب کر کے پولیس تک پہنچا دیا گیا ہے۔ تم نے بلیک پین تھر کو چھیڑ کر اپنی موت کو دعوت دی ہے۔"

"حیرت ہے۔" میں نے اسے باتوں میں الجھانے کی کوشش کی۔ "ابھی تم مجھے بلیک پین تھر کی حیرت انگیز اور پھرتی اور چالاکی کے بارے میں کچھ بتا رہے تھے پھر؟"

"سیدھی طرح کھل جاؤ۔" وہ میز پر مکا مار کر بولا۔

"اگر میں یہ کہوں کہ آصف کی کسی ماں اور بہن کے سلسلے میں پہلی بار تمہارے منہ سے سن رہا ہوں تو کیا تم یقین کرو گے؟" میں نے جان بوجھ کر قدرے نرم انداز میں سوال کیا جواب میں وہ مجھے تیز نظروں سے یوں گھورنے لگا جیسے اس کی نگاہیں میرے سچ اور جھوٹ کا ایکسرے کر رہی ہوں پھر اس کی سرد آواز دوبارہ ابھری۔ "تم پروفیسر کی لیبارٹری کس غرض سے گئے تھے؟"

"مارگریٹ کی موت کے بعد سے پروفیسر سے میری گفتگو فون پر ہوتی رہتی تھی۔" اس نے بہت خوبصورتی سے بات بناتے ہوئے جواب دیا۔ "اس روز پروفیسر ہی نے مجھے بلایا تھا وہ شاید مجھ سے کوئی ضروری بات کرنا چاہتا تھا لیکن اسے موقع نہیں ملا۔"

"کیا مطلب؟"

"ملاقات کے وقت احمد غوری ہمارے سر پر مسلط تھا اور پروفیسر اس کی موجودگی میں کچھ کہنے سے گریز کر رہا تھا۔"

"اس کے بعد تم ثنا اپارٹمنٹ میں احمد غوری کے پاس کیا کرنے گئے تھے؟"

"بزنس۔" میں نے بڑی رازداری سے سرگوشی کی۔ "جو افراد پروفیسر ابرار کے فارمولے کو حاصل کرنا چاہتے ہیں انہیں ہمارے پڑوسی ملک نے کروڑوں کی آفر دے رکھی ہے۔ میں نے اس میں حصے دار بننے کا فیصلہ کرنے کے بعد ہی احمد غوری سے ملنے کا پروگرام بنایا تھا۔"

"کیا پروفیسر نے تمہیں اس فارمولے کے سلسلے میں کچھ کہنے کو بلایا تھا؟" وہ مجھے کینہ توز نظروں سے گھور رہا تھا۔

"ہوسکتا ہے لیکن میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"تمہارا کیا خیال ہے' کیا بلیک پین تھر تمہاری باتوں میں آجائے گا؟" وہ میز پر کہنی ٹکا کے آگے کی جانب جھکتا ہوا خونخوار لہجے میں بولا۔ "کیا یہ غلط ہے کہ تم نے جے این کے تین قیمتی آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے؟ کیا تم ندا کے بارے میں واقعی اتنے ہی معصوم ہو جتنا بننے کی کوشش کر رہے ہو؟"

"میں تمہاری بات سمجھنے سے قاصر ہوں۔" میں نے الجھتے ہوئے کہا۔ "اگر تمہارے جے این کے آدمی ہمیشہ چوکس رہنے کے عادی ہیں تو پھر انھوں نے مجھے کس طرح نظرانداز کر دیا۔ کیا وہ مجھے گھیر کر ختم نہیں کر سکتے تھے یا وہ دور دور رہ کر صرف تماشا دیکھ رہے تھے؟ اپنی کھوپڑی استعمال کرنے کی کوشش کرو۔ مجھے یقین ہے کہ تم نے صرف جے این کی کہی ہوئی بات پر اعتماد کر لیا اور منہ اٹھا کر یہاں دوڑ چلے آئے۔"

وہ ایک لمحے تک میری بات پر غور کرتا رہا' شاید وہ اپنے تجربے کی کسوٹی پر میرے سچ اور جھوٹ کو پرکھنے کی کوششوں میں مصروف تھا۔

"اب صرف ایک ہی راستہ ہے۔" وہ تھوڑے توقف سے سپاٹ لہجے میں بولا۔ "تمہیں میرے ساتھ چلنا ہوگا' سیدھی طرح۔ یا پھر زبردستی' میرے لیے تمہاری بکواس کی تصدیق کرنی اب ضروری ہوگئی ہے۔"

اسی وقت انٹرکام کی سرخ بتی بلنک (BLINK) کرنے لگی' یہ دراصل اس بات کا سگنل تھا کہ میرے گارڈز پوری طرح تیار تھے اور انھوں نے بلیک پین تھر کے بارے میں پولیس کو بھی مطلع کر دیا تھا۔ میں نے انٹرکام کی طرف بے پروائی سے ہاتھ بڑھانے کی کوشش کی۔

"نہیں۔" بلیک پین تھر نے مجھے سفاک انداز میں منع کیا۔ "جب تک میں اس کمرے میں موجود ہوں تم کسی کوئی کال ریسیو نہیں کرو گے۔"

"تم۔" میں نے اس بار اسے سخت نظروں سے گھورتے ہوئے بے پروائی سے کہا۔ "اب شاید اپنی حدود سے تجاوز کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"میں تمہیں صرف پانچ منٹ کی مہلت دے سکتا ہوں۔" اس کا جواب فیصلہ کن اور لہجہ سفاک تھا۔ "یا تو کھل کر سچی بات کرو یا پھر میرے ساتھ چلنے پر آمادہ ہو جاؤ۔"

"دوسری شکل میں تم کیا کرو گے۔"

"اس کا تجربہ تمہیں پانچ منٹ بعد ہی ہوجائے گا۔"

"تم بھول رہے ہو کہ میرا ایک گارڈ اس بات سے واقف ہوچکا ہے کہ تم میرے آفس میں کس انداز سے داخل ہوئے تھے۔"

"میں ان چھوٹی چھوٹی باتوں کی پروا نہیں کرتا۔ موت اور زندگی کا کھیل میرے لیے کسی دلچسپ مشغلے سے کم نہیں۔"

بلیک پین تھر اپنا جملہ مکمل کرنے سے پہلے ہی اچھل کر کھڑا ہوگیا' اس نے سراج اور اس کے ساتھیوں کو اندر داخل ہوتے دیکھ لیا تھا' فوری طور پر اس کے دونوں ہاتھ فضا میں بلند ہوگئے تھے' شاید اس نے خود کو سرنڈر کر دینے کا ارادہ کر لیا تھا۔

"اسے ہتھکڑی لگا دو۔" سراج نے اپنے ساتھ آئے ہوئے انسپکٹر کو حکم دیا۔ "پولیس کو ایک طویل عرصے سے اس کی شدت سے تلاش تھی۔"

"رک جاؤ انسپکٹر۔" بلیک پین تھر نے ہاتھ فضا میں کیے کیے تحکمانہ انداز میں کہا۔ "اگر تم میں سے کسی نے میرے قریب آنے کی کوشش کی تو میں وہ زہریلا کیپسول چبا لوں گا جس کا تماشا تم ایک بار پہلے بھی دیکھ چکے ہو۔"

انسپکٹر کے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے' اس نے دوسرے حکم کے لیے سراج کی جانب دیکھا۔

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تم نے پولیس کے ساتھ تعاون کیا تو میں تمہاری سزا میں تخفیف کرانے کی بھرپور کوشش ضرور کروں گا۔"

"جیل اور حوالات۔۔۔" وہ عجیب مضحکہ خیز انداز میں مسکرایا۔ "تم بھول رہے ہو ڈپٹی کہ پین تھر صرف اپنی کچھار میں رہنے کا عادی ہوتا ہے' کوئی پالتو جانور نہیں ہوتا جسے پنجروں میں بند کیا جائے۔"

"چھوٹے موٹے سرکس میں چابک کے اشاروں پر ناچنے والے درندوں کے بارے میں تم کیا کہو گے۔" سراج کا لہجہ طنزیہ تھا۔

"ان کے جبڑوں میں زہریلا کیپسول نہیں ہوتا ورنہ شاید تمہارے دو کوڑی کے تماشا دکھانے والے ان درندوں کو زندہ گرفتار نہیں کر سکتے۔" اس نے معنی خیز انداز میں مسکرا کر کہا۔ "ویسے بھی میرے نزدیک کسی کو دھوکا دے کر جال میں پھانسنا مردوں کا شیوہ نہیں ہوتا۔ مرد وہ ہوتا ہے جو میدان میں کھلے زمین پر کھڑا ہو کر اور ان درندوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر للکارنے کی ہمت کرتا ہے۔"

سراج کے تمام ساتھی مسلح تھے لیکن کسی حکم کے بغیر وہ کسی قسم کی کارروائی کرنے سے قاصر تھے' میں محسوس کر رہا تھا کہ بلیک پین تھر کسی ایسے موقع کی تلاش میں تھا جب وہ سب کی نگاہوں میں دھول ڈال کر فرار ہوجاتا۔ زہریلے کیپسول والی دھمکی بھی غالباً اسی لیے تھی۔ "اس نے انسپکٹر کے بڑھتے ہوئے قدم روکنے کی خاطر دی تھی' بلیک پین تھر کی تمام تر توجہ چونکہ سراج اور اس کے ساتھیوں کی طرف تھی اس لیے میں نے اپنا آٹومیٹک بڑی آہستگی سے نکال لیا جس پر حسب معمول سائیلنسر موجود تھا۔ سراج نے مجھے حرکت کرتے دیکھ لیا تھا پھر اسی کی بدولت بلیک پین تھر نے بھی اپنے زاویے کو تبدیل کرنے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے زیادہ پھرتی کا مظاہرہ کیا' یکے بعد دیگرے میں نے دو فائر کیے' میرا نشانہ خطا نہیں گیا ایک گولی اس کی ران کو چھیدتی ہوئی نکل گئی تھی دوسری نے اس کے سینے کے ذرا اوپر شانے کے قریب سے خون کا فوارہ جاری کر دیا تھا۔ میرے اچانک اور غیر متوقع حملے سے بلیک پین تھر لڑکھڑا گیا پھر اس نے سنبھلنے کی کوشش کی تھی لیکن سراج کے ساتھیوں نے اسے تیزی سے آگے بڑھ کر پوری طرح دبوچ لیا۔ بلیک پین تھر نے مجھے خونخوار نظروں سے دیکھا پھر وہ خود کو زیادہ دیر ہوش میں نہیں رکھ سکا۔ سراج کے اشارے پر اس کے عملے کے افراد نے سب سے پہلے اس کا منہ کھول کر تلاشی لی لیکن میرے اندازے کے مطابق وہ کوئی زہریلا کیپسول برآمد نہیں کر سکے تھے البتہ اس کی جیب سے انڈے کے سائز کے چار اسموک بم برآمد ہوئے تھے۔ شاید وہ انہیں استعمال کرنے کے بعد ہی فرار کا راستہ تلاش کرنا چاہتا تھا لیکن میری بروقت مداخلت نے اسے اس کا موقع نہیں دیا۔ وہ یقیناً بڑے مضبوط اعصاب اور دل گردے کا مالک تھا۔

"میں آپ کا شکر گزار ہوں مسٹر شہباز۔" سراج نے شکار کو پوری طرح بے بس کرنے کے بعد کہا۔ "آپ نے ایک خطرناک مجرم کو گرفتار کرانے میں مدد کی ہے اس کے زندہ یا مردہ گرفتار کرنے پر حکومت کی جانب سے بہت بڑے انعام کا اعلان کیا جا چکا ہے۔ اس کا اصلی نام ابھی تک پولیس کے ریکارڈ پر بھی نہیں ہے لیکن بحیثیت بلیک پین تھر کے بھی اس کے جرائم کی فہرست خاصی طویل ہے۔"

"مسٹر سراج۔" میں نے سراج کے تمام عملے کے آفس سے باہر جانے کے بعد بڑی سنجیدگی سے درخواست کی۔ "میرا نام درمیان میں نہیں آنا چاہیے' اس کے علاوہ آپ کو اس خطرناک مجرم پر کڑی نگرانی رکھنی ہوگی۔ میرا تجربہ ہے کہ ایسے خطرناک مجرم زیادہ دنوں تک آہنی سلاخوں کے پیچھے رہنے کے عادی نہیں ہوتے' فرار کا کوئی نہ کوئی راستہ ضرور اختیار کرنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں۔"

"اوکے' میں آپ کی دونوں باتوں کا خاص خیال رکھوں گا۔" سراج نے بڑی گرم جوشی سے ہاتھ ملاتے ہوئے وعدہ کیا پھر دوبارہ میرا شکریہ ادا کر کے رخصت ہوگیا۔

پولیس کے جانے کے بعد میرے دفتر کے کارندے میری خیریت دریافت کرنے کے لیے جمع ہونے لگے۔ ان میں دانش بھی تھا جو الگ تھلگ کھڑا ہونٹ چبا رہا تھا۔ شاید وہ اس بات پر افسوس کر رہا تھا کہ ایک صحت مند شکار اس کی آنکھوں سے بچ کر پولیس کی تحویل میں کس طرح چلا گیا۔ میں اپنے عملے کو تسلی دینے میں مصروف تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔

"جتنی جلدی ممکن ہوسکے وی آئی پی اسپتال پہنچنے کی کوشش کرو۔" دوسری جانب سے ندیم کی آواز ابھری۔

"خیریت۔۔۔"

"میرے علاوہ یہاں ماہ رخ بھی موجود ہے۔ سلیمان شاہ کو آپریشن تھیٹر میں لے جایا گیا ہے۔"

"آئی سی۔۔۔" میں نے چونک کر جواب دیا۔ "میں دس منٹ کے اندر پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

پھر میں نے اپنے اسٹاف کو رخصت کیا اور نیچے آکر دانش کے ساتھ وی آئی پی اسپتال کی طرف روانہ ہوگیا جو شہر کا مہنگا ترین اسپتال تھا۔ اونچے طبقے کے لوگ بھی وہاں کے اخراجات برداشت کرنے سے کتراتے تھے۔

لیکن سلیمان شاہ کو آپریشن تھیٹر کیوں لے جایا گیا تھا؟ اسپتال میں ندیم اور ماہ رخ کی موجودگی کیا معنی رکھتی تھی؟ کیا ماہ رخ اپنا وار کرنے میں کامیاب ہوگئی تھی؟

میرے ذہن میں مختلف سوالات گردش کر رہے تھے۔۔۔!!

میں نے وی آئی پی اسپتال پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگائی۔ سلیمان شاہ کو آپریشن تھیٹر میں لے جایا جا چکا تھا۔ مجھے آپریشن تھیٹر کے باہر وزیٹرز لاؤنج میں ندیم اور ماہ رخ دونوں قریب قریب بیٹھے نظر آ گئے۔ مقامی حزب اقتدار کے علاوہ حزب اختلاف کے افراد بھی خیریت دریافت کرنے کی خاطر آ جا رہے تھے۔ ماہ رخ خلاف توقع بے حد حزن و ملال کے عالم میں نظر آ رہی تھی۔

ندیم مجھے دیکھ کر ایک طرف آ گیا۔

"یہ سب کچھ کیسے ہو گیا؟" میں نے سرگوشی کی۔ "کیا سلیمان شاہ کسی حادثے کا شکار ہوا ہے یا ــــــ؟"

"ابھی تک مجھے تنہائی میں ماہ رخ سے بات کرنے کا موقع نہیں مل سکا لیکن میرا ذاتی خیال ہے کہ جو کچھ بھی ہوا ہے اس میں ماہ رخ کا ہاتھ کسی نہ کسی زاویے سے ضرور شامل ہو گا۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "کیا تم ماہ رخ اور ملیحہ کے درمیان ہونے والی باتوں کو کوئی اہمیت نہیں دو گے؟ سلیمان شاہ نے ملیحہ سے گفتگو کرتے وقت ماہ رخ کی شان میں جو نازیبا الفاظ کہے تھے وہ سو فیصد کسی آنے والے طوفان کا پیش خیمہ تھے۔"

"انجری کس قسم کی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ڈاکٹروں کے بیان کے مطابق سر اور کولھوں پر شدید چوٹیں آئی ہیں۔"

"سرجنوں کا کیا خیال ہے؟"

"ابھی یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن اگر ماہ رخ کا ہاتھ شامل ہے تو پھر سوچنا پڑے گا۔"

"حادثے کی نوعیت کیا تھی؟"

"ماہ رخ کے بیان کے مطابق سلیمان شاہ اس وقت ... حالت میں دوسری منزل پر جانے کی خاطر سنگ مرمر کی ... طے کر رہا تھا۔ آخری سیڑھی پر پہنچ کر اس کا پیر لڑکھ... سیڑھیوں پر لڑھکتا ہوا وہ نیچے آ کر ہی رکا تھا۔ پسلیوں ... یقیناً چوٹ آئی ہو گی جس کا احساس بعد میں ہو گا۔" ... سنجیدگی سے کہا۔ "لیکن سرجن کے مطابق سر ... چوٹ زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ ایکسرے ... اچھی نہیں ہے۔"

"سلیمان شاہ نے دو روز کے اندر کوئی خط... انھانے کی بات ملیحہ سے کی تھی لیکن اس سے پہلے ... شکار ہو گیا۔" میں نے اظہار خیال کیے بغیر پوچھا۔ "... سلیمان شاہ آخری سیڑھی سے لڑھکا تھا اس وقت ... کہاں تھی؟"

"تمہارا تعلق چونکہ اب پولیس سے نہیں رہا ... اپنی زبان بند ہی رکھنا۔" ندیم نے سمجھایا۔ "جنگل میں آگ آسانی سے نہیں بجھتی۔"

ماہ رخ اس وقت برسوں کی بیمار نظر آ رہی تھی۔ اس کے چہرے کی زردی اور آنکھوں کی نمی اس بات کی غمازی تھی کہ سلیمان شاہ کو پیش آنے والے حادثے نے اسے اندر سے ہلا کر رکھ دیا ہے۔ حالانکہ پوزیشن اس کے بالکل برعکس تھی۔ وہ جس قسم کی اداکاری کر رہی تھی اس پر اسے آسکر ایوارڈ بھی دیا جاتا تو بہت کم تھا۔ مزاج پرسی کے لیے آنے والوں سے بات کرتے کرتے وہ بری طرح سسکنے لگتی تھی۔ کبھی کبھی چکرا کر بیٹھ جاتی۔

"ہمیں یہاں کب تک وقت برباد کرنا ہو گا۔" میں نے ندیم سے سوال کیا۔

"ماہ رخ کی خاطر اس وقت تک تو بہرحال ٹھہرنا ہی پڑے گا جب تک آپریشن نہیں ہو جاتا۔"

ہماری گفتگو کے دوران سراج بھی آ گیا۔ وہ بھی کچھ الجھا الجھا سا نظر آ رہا تھا۔

"آپ کی تفتیش کیا کہتی ہے؟" ندیم نے سراج کو مخاطب کیا۔

"یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ سلیمان شاہ جس وقت سیڑھیوں سے گرا اس وقت وہ نشے میں تھا لیکن اس کے علاوہ بھی کوئی بات ضرور ہے۔"

"وہ کیا؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"سلیمان شاہ ایک عادی شرابی تھا۔ پانی کی طرح شراب استعمال کرتا اس کے لیے معمول کی بات تھی۔ اس لیے نشے میں لڑکھڑانے والی بات حلق سے نیچے نہیں اتر رہی؟"

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ جلدی میں سلپ ہو گیا ہو۔" ندیم نے کہا۔ "جو لوگ شراب پینے کے عادی نہیں ہوتے وہ اس قسم کی ناگہانی کا شکار ہو جاتے ہیں۔"

"میں آپ کی بات سے مکمل اتفاق کرتا ہوں لیکن اس حادثے کے پیچھے مجھے کچھ اور عوامل بھی نظر آ رہے ہیں۔" سراج نے دبی زبان میں کہا۔ "جو ملازمین اس وقت موجود تھے ان کا بیان ہے کہ سلیمان شاہ نشے کی حالت میں لڑکھڑا کر زینے سے گرا ہوا تھا لیکن وہ تمام ملازمین ماہ رخ صاحبہ کے مداح نظر آتے ہیں۔ ایک دو ملازم جو سلیمان شاہ کے گن گاتے ہیں انھوں نے کھل کر کوئی بیان نہیں دیا لیکن میں اپنے تجربے کی روشنی میں ایک بات پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ کوئی نہ کوئی بات ایسی ہے جسے چھپانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ ماہ رخ صاحبہ کو زہریلی شراب پلانے کا رد عمل ہو۔"

"لیکن اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ سلیمان شاہ کو پیش آنے والے حادثے میں ماہ رخ کا ہاتھ بھی شامل ہے۔" ندیم نے جرح کرنے والا انداز اختیار کیا۔

"میں نے پولیس کے نقطہ نگاہ سے ایک امکانی خدشے کا اظہار کیا ہے۔" سراج نے جلدی سے وضاحت کی۔ "ہو سکتا ہے میرا اندازہ غلط ہو لیکن درست بھی ہو تو میں اسے ایک فطری رد عمل قرار دوں گا۔ ماہ رخ صاحبہ کی جگہ اگر میں ہوتا تو شاید میں بھی انہی خطوط پر عمل کرتا۔"

"ملازموں کے بیان کے مطابق اس وقت ماہ رخ کہاں تھی جب سلیمان شاہ حادثے سے دوچار ہوا تھا؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"بیانات کے مطابق وہ اس وقت اپنی خواب گاہ میں تھیں۔"

"کیا آپ کو ملازموں کے بیان پر کوئی شبہ ہے؟" ندیم نے سوال کیا۔

ماہ رخ اس وقت ایک اونچے قسم کے سیاستدان سے گفتگو کر رہی تھی۔ اس کا چہرہ بدستور آنسوؤں سے تر تھا۔ ندیم اس سیاستدان کو دیکھنے کے بعد ہی چونکا تھا پھر وہ تیزی سے اسی طرف چلا گیا۔ میرا ماتھا ٹھنکنا قدرتی بات تھی۔

"میرا خیال ہے کہ ماہ رخ جس شخص سے بات کر رہی ہے اس کا تعلق بھی سیاست سے ہی لگتا ہے۔" میں نے سراج کی توجہ دلاتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

"جی ہاں۔" سراج نے اسے دیکھتے ہوئے دبی زبان میں کہا۔ "آپ اگر چاہیں تو اسے سلیمان شاہ کا رقیب بھی کہہ سکتے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"اس کا نام سلیم شاہ ہے۔" سراج نے کہا۔ "سلیمان شاہ اور یہ دونوں ایک ہی گوشے سے تعلق رکھتے ہیں۔ پہلے ان کے درمیان بڑی گہری دوستی تھی پھر ان کے تعلقات کے درمیان دراڑیں پڑنی شروع ہو گئیں۔"

"آپ نے ابھی رقابت والی بات کہی تھی؟" میں نے وضاحت چاہی۔

"دراصل ماہ رخ صاحبہ سلیمان شاہ سے پہلے سلیم شاہ سے قریب تھیں۔" سراج نے کہا پھر جلدی سے بولا۔ "آپ کوئی غلط مطلب نہ نکالیے گا پلیز۔ ماہ رخ صاحبہ نے میرے اوپر کئی احسانات کیے ہیں لیکن حقیقت یہی ہے کہ سلیمان شاہ اور سلیم شاہ کے درمیان ماہ رخ صاحبہ کی وجہ سے ٹھن گئی ہے۔ سلیم شاہ ان دنوں میں اونچے حکومتی حلقوں میں بہت زیادہ مقبول تھا لیکن پھر ایک اسکینڈل نے اس کی پوزیشن خراب کر دی۔ اس کے اوپر غبن کا الزام عائد کیا گیا تھا جو غلط نہیں تھا۔ بعد میں معاملہ رفع دفع بھی کر دیا گیا لیکن اس کی ساکھ کو دھچکا پہنچنا ضروری بات تھی۔ اس کے بعد ہی ایک دن اچانک سلیمان شاہ اور ماہ رخ صاحبہ کی شادی کی خبر اخبارات کی زینت بنی تو سیاسی

حلقوں میں کھلبلی مچ گئی لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس شادی کے بعد سلیمان شاہ کے اثر و رسوخ حکومتی حلقوں میں بڑی تیزی سے بڑھنے لگے۔

"کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ سلیم شاہ نے۔۔۔؟"

"ہو سکتا ہے لیکن یہ بھی اسی صورت میں ممکن ہے جب ماہ رخ صاحبہ نے اس کی حوصلہ افزائی کی ہو۔"

"بلیک پین تھر آہنی سلاخوں کے پیچھے کس رد عمل کا اظہار کر رہا ہے؟" میں نے موضوع بدل کر دریافت کیا۔

"وہ ہم سب کو مغلظات سنا رہا ہے۔ اس بات کی دھمکی بھی دے رہا ہے کہ وہ ایک ایک سے نمٹ لے گا۔"

"آپ نے ابھی تک اس سے کچھ اگلوانے کی کوشش نہیں کی۔ میرا مقصد یہ معلوم کرنا تھا کہ وہ میرے آفس میں کس خطرناک ارادے سے آیا تھا؟"

"ابھی تک وہ کوئی بیان دینے کو تیار نہیں ہے۔" سراج نے دبی زبان میں کہا۔ "اس قسم کے خطرناک مجرموں پر ہم زیادہ سختی بھی نہیں کر سکتے لیکن اس کے خلاف پہلے ہی اتنے سنگین جرائم موجود ہیں کہ اس کے بچنے کے امکانات نہیں ہیں۔"

"لیکن اس نے مجھ سے اقرار کر لیا تھا کہ وہ جگت نارائن ہی کے لیے کام کر رہا ہے۔"

"اور کوئی بات بھی کی تھی؟"

"جی ہاں۔" میں نے سراج کو مکمل تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "جگت نارائن نے اسے پوری طرح بھرنے کے بعد ہی میرے پاس بھیجا تھا۔"

"میں نے اس پر کڑا پہرہ بٹھا رکھا ہے۔ یہ حکم بھی جاری کر دیا گیا ہے کہ اگر وہ فرار ہونے کی کوشش کرے تو اسے گولی مار دی جائے۔"

"آصف کا کیا حال ہے؟"

"ماں اور بہن کے بازیاب ہو جانے کے بعد سے خاصا مطمئن نظر آ رہا ہے۔"

"آپ کے اس کارندے کا کیا بنا جو جگت نارائن کی خدمت انجام دے رہا تھا؟"

"وہ فی الحال پاگل خانے میں ہے اور یہ سب کچھ آپ ہی کی وجہ سے۔۔۔"

"پلیز مسٹر سراج۔" میں نے احتجاج کیا۔ "آپ جو پراسرار باتیں میری ذات سے منسوب کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اس سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"لیکن جو کچھ میں کہہ رہا ہوں۔۔۔"

"احمد غوری کے سلسلے میں کیا رہا؟" میں نے اس کا جملہ کاٹ کر پوچھا۔

"انکے ۔۔ ۔۔۔۔ ۔۔ ۔ ے عدالت کے روبرو پیش کر دیا جائے گا لیکن اس کے بارے میں کیا فیصلہ ہوگا یہ بات حتمی طور پر نہیں کہی جا سکتی۔"

"کیا آپ میرا مشورہ مانیں گے؟"

"وہ کیا؟"

"احمد غوری کے رہا ہونے کی صورت میں بھی آپ کے آدمی برابر اس کی نگرانی پر مامور رہیں گے۔"

"جگت نارائن کا ٹریڈ مارک والا سکہ برآمد ہونے کے بعد میں نے بھی یہی فیصلہ کیا تھا۔"

"ون منٹ۔" میں نے تیزی سے سوال کیا۔ "کیا بلیک پین تھر کے پاس سے بھی کوئی سکہ برآمد ہوا ہے۔"

"جی، نہیں۔"

"بھوشن کے بارے میں کیا رپورٹ ہے؟"

"اسپتال سے رخصت ہونے کے بعد سے وہ ابھی تک صرف گھر کی حدود تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بھوشن کے بارے میں سوچنے لگا۔ مجھے اس بات کی بھی فکر لاحق تھی کہ اگر احمد غوری باعزت طور پر رہا ہو گیا تو جگت نارائن خاموش نہیں بیٹھے گا۔ میں چاہتا تو احمد غوری کے بارے میں ندا کے ذریعے اہم ثبوت فراہم کر کے اسے سزا کرا سکتا تھا لیکن ابھی میں ندا کو منظر عام پر لانے سے گریز کر رہا تھا۔

سراج کا ایک واقف کار آ گیا تو وہ اس کے ساتھ چلا گیا۔ ندیم، ماہ رخ اور سلیم شاہ کے ساتھ باتوں میں مصروف تھا۔ میں وزیٹر لاؤنج کے ایک پرسکون گوشے میں بیٹھ گیا اور ماہ رخ کے بارے میں سوچنے لگا۔ ہرچند کہ ملازمین کے بارے میں ماہ رخ پر شبہ نہیں کیا جا سکتا تھا لیکن سراج کی طرح میرا دل بھی گواہی دے رہا تھا کہ سلیمان شاہ کو پیش آنے والے حادثے میں ماہ رخ کے کسی خفیہ اشارے کو ضرور دخل ہوگا۔

"پریشان مت ہو رفیقی، سب کچھ پلان کے مطابق ہی ہو رہا ہے۔"

میں نے اس مانوس آواز پر گھوم کر دیکھا تو عثمان غنی میرے قریب ہی کشن پر آلتی پالتی مارے بیٹھا مسکرا رہا تھا۔

"کیا تمہیں علم ہو چکا ہے کہ حادثے کا ذمہ دار کون ہے؟" میں نے منہ پر ہاتھ رکھ کر دبی زبان میں پوچھا۔

"پہلے میرا پروگرام کچھ اور تھا۔" وہ بڑی سنجیدگی سے بولا۔ "میں نے سوچا تھا کہ سلیمان شاہ کو تمہارے دفتر میں ٹھکانے لگایا جائے تاکہ تم پوری طرح میری مٹھی میں آ جاؤ لیکن پھر میں نے تم سے تعلقات بہتر ہو جانے کے بعد یہ ارادہ ترک کر دیا لیکن سلیمان شاہ بہرحال میری نظروں میں تھا۔ اس نے ماہ رخ جیسی بے باک اور خوبصورت حسینہ کو زہر دلوانے کے بعد ہی میری دشمنی قبول کر لی تھی لیکن اب وہ ماہ رخ کی شان میں بھی گستاخی نہیں کر سکے گا۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔

"یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ ماہ رخ نے سلیمان شاہ سے انتقام لینے کا فیصلہ کر لیا تھا لیکن میں اسے کسی مصیبت میں گرفتار نہیں دیکھ سکتا چنانچہ مجھے درمیان میں آنا پڑا۔"

"تو کیا؟"

"ہاں۔" وہ معنی خیز لہجے میں بولا۔ "سیڑھیوں پر اسے میں نے ہی دھکا دیا تھا اور ابھی میں آپریشن تھیٹر میں بھی سرجن کے ہاتھوں میں ایک معمولی لغزش پیدا کر چکا ہوں۔ سلیمان شاہ زندہ رہے گا لیکن مفلوج ہو کر۔ نہ وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکے گا۔ نہ بول سکے گا نہ اس کے ہاتھوں میں اتنا دم ہوگا کہ وہ کچھ لکھ سکے۔ یوں سمجھ لو کہ وہ اب تمام زندگی ماہ رخ کے رحم و کرم پر رہے گا۔"

"لیکن۔۔۔"

"گھبراؤ مت۔" عثمان غنی مسکرا کر بولا۔ "زندگی اسی نشیب و فراز کا نام ہے۔ کل تک تمہارا کالکا کا دور تھا اب میری باری ہے۔ اس طرح کل تک سلیمان شاہ کی بادشاہی تھی لیکن اب ماہ رخ خود مختار ہوگی۔ میں نے تمہارے لیے ماہ رخ کے گھر کے تمام راستوں کو صاف کر دیا ہے۔"

"سلیم شاہ اس وقت ماہ رخ سے کیوں گھل مل رہا ہے؟" میں نے بات کا رخ پلٹا۔

"وقت کا تقاضا سمجھ کر پھر ماہ رخ کے ساتھ داؤ پیچ لڑانے میں مصروف ہو گیا ہے مگر وہ اپنی کوششوں میں کامیاب نہیں ہوگا۔"

"جگت نارائن کے سلسلے میں تمہاری نرم پالیسی کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟"

"تم دونوں بہادر ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ تم دونوں مقابلہ کرو کب تک دوسروں کا ہاتھ تھام کر چلتے رہو گے۔ ویسے اس بات کا یقین رکھو کہ جگت نارائن تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا اور ابھی تو تمہیں اسے کوشلیا کے حسین جسم کے مختلف اعضا بطور تحفہ بھجوانے ہیں۔"

"کیا تم نے کالکا کی طاغوتی قوتوں کو بالکل ہی معطل کر دیا ہے؟"

"نہیں۔ یہ بات میرے لیے ممکن نہیں ہے مگر میں اس کے راستے کی دیوار ضرور ثابت ہو رہا ہوں۔" عثمان غنی نے اس بار سنجیدگی سے کہا۔ "بڑی طاقتوں کے درمیان کچھ خفیہ معاہدے بھی ہوتے ہیں۔ جنہیں بغیر کسی سنگین وجہ کے نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔"

"احمد غوری اور آصف کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"وہ۔" عثمان غنی نے اچانک چونکتے ہوئے کہا پھر مسکرا کر بولا۔ "اچھا ہے۔ یہ بھی اچھا ہے۔ اب کھیلنے کا لطف دوبالا ہو جائے گا۔"

"میں سمجھا نہیں۔ تم کیا کہہ رہے ہو؟" میں نے وضاحت چاہی تو وہ بڑے ہی تیکھے انداز میں بولا۔

"کچھ باتیں بتانے کی نہیں ہوتیں۔ بہرحال تم صرف اتنا جان لو کہ تمہاری کالکارانی نے موقع سے فائدہ اٹھا کر بلیک پین تھر کو پولیس کی قید سے آزاد کرا لیا ہے۔ وہ خطرناک دشمن ہے۔ اندھیرے کا تیر۔ اس سے محتاط رہنا۔ اب وہ کالکا کے اشارے پر کھل کر نہیں بلکہ چھپ کر عقب سے تمہیں خنجر گھونپنے کی کوشش کرے گا۔"

"میں نے سراج کو پہلے ہی سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ۔۔۔"

"سراج طاغوتی طاقتوں سے نہیں ٹکرا سکتا۔ تم روپ نگر کو کیوں فراموش کر رہے ہو جہاں شنکر نے جمنا کو آزاد کرانے کی خاطر جیل کی آہنی سلاخوں کو موم کی طرح پگھلا دیا تھا۔"

"تم۔۔۔ تم مجھے کب سے جانتے ہو؟"

"بہت پہلے سے۔۔۔ جب سے میں نے ہوش سنبھالا تھا۔" وہ بائیں آنکھ جھپکا کر بولا۔ "لیکن میں نے تمہیں اس وقت صحیح معنوں میں بہت غور سے دیکھا تھا جب میاں صاحب نے تمہیں صندلی انگوٹھی سے نوازا تھا۔"

"میاں صاحب۔" میرے دل کو ایک چرکہ سا لگا۔ "ان کی خفگی نے مجھے برباد کر دیا تھا۔"

"میں تمہیں بدنصیب کہنے میں حق بجانب ہوں گا۔ اس لیے کہ میاں صاحب کی طاقت ایسی رحمانی قوت تھی جس کے سامنے باطل کی کوئی شمع روشن نہیں رہ سکتی تھی۔"

"تم۔۔۔ میاں صاحب کو کیسے جانتے ہو؟" میں نے بے چینی سے دریافت کیا۔ "کیا وہ دوبارہ کبھی میرا ہاتھ تھام کر سہارا نہیں دیں گے؟"

"ان باتوں کو فی الحال زیر بحث مت لاؤ۔" عثمان غنی نے سنجیدگی سے کہا۔ "کل کیا ہوگا کیا ہونے والا ہے اس کو راز ہی رہنے دو۔"

"میرا خیال ہے کہ تم میاں صاحب کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہو؟"

"ہاں۔ میں انکار نہیں کروں گا۔" اس نے تھوڑے توقف سے کہا پھر موضوع بدل کر بولا۔ "سراج سے تم ابھی بلیک پین تھر کے بارے میں کچھ نہ کہنا۔ میں دیکھتا ہوں کہ کالکا کی قوت اسے کس طرح تمہارے خلاف انتقام لینے پر آمادہ کر رہی ہے؟"

عثمان میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ میاں صاحب کے ذکر نے میرے وجود کو جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا۔ مجھے اپنی کوتاہیوں کا احساس ہو رہا تھا لیکن اب زمین پر گرے ہوئے دودھ پر آنسو بہانے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ میں نے بلیک پین تھر کے بارے میں سوچا۔ وہ میرے خدشات کے عین مطابق کالکا کی طاقت کی شہ پا کر فرار ہونے میں کامیاب ہو چکا تھا اور اب میرے لیے زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ کالکا کو اگر کوئی موقع مل گیا تھا تو وہ احمد غوری کو بھی رہا کرا سکتی تھی لیکن اس بلیک پین تھر کو ترجیح دی تھی۔ میں ابھی ان حالات پر غور کر رہا تھا کہ ماہ رخ روتی بسورتی میرے قریب آئی۔ ندیم بھی اس کے ہمراہ سر جھکائے کھڑا تھا۔ میں نے آپریشن تھیٹر کی جانب دیکھا جہاں برسراقتدار پارٹی کے افراد دوسرے لوگوں کے ساتھ سرجن کو گھیرے کھڑے تھے۔ میرے ذہن میں عثمان غنی کے جملے گونجنے لگے۔

"شہباز۔" ماہ رخ نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔ "سرجن نے سلیمان شاہ کے لیے ففٹی ففٹی چانسز کی غیر یقینی بات کی ہے۔ ہو سکتا ہے انھوں نے مجھے دلاسا دینے کی خاطر ایسا کیا ہو؟"

"یہ وقت دعا کا ہے۔" میں نے ماہ رخ کے چہرے کے تاثرات کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ تمہاری دعا سلیمان شاہ کے حق میں کارگر ثابت ہو۔"

"ہاں۔ میں نہیں چاہتی کہ وہ اپنی موت آپ مرے۔" ماہ رخ نے مدھم لہجے میں جواب دیا۔ "اس طرح میرا انتقام ادھورا رہ جائے گا۔ میرے سینے میں لگی ہوئی آگ کبھی سرد نہیں ہوئی۔ اندر ہی اندر جھلساتی رہے گی۔ تم بھی دعا کرو کہ وہ ٹھیک ہو جائے تاکہ میں اسے اذیت دے کر اپنا انتقام پورا کر سکوں۔"

"یہ وقت شاید اس قسم کی باتوں کا نہیں ہے۔" ندیم نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

ماہ رخ کے آخری بات سن کر مجھے حیرت بھی ہوئی تھی۔ وہ سلیمان شاہ کو اس لیے زندہ اور تندرست دیکھنا چاہتی تھی کہ اسے اپنی مرضی سے موت کی دہلیز تک پہنچانے کی خواہش مند تھی۔ یہ بھی عجیب منطق تھی۔

"مجھے معلوم ہے۔" ماہ رخ نے ندیم کو جواب دیا۔ "میں دل پر جبر کرکے زبردستی مگرمچھ کے آنسو بہا رہی ہوں لیکن یہ سب دنیا دکھاوے کے لیے ہے۔ تمہیں یاد ہے' اس نے مجھے ملیحہ سے گفتگو کرتے وقت دو کوڑی کی عورت کہا تھا۔ وہ خود یہ بھول گیا تھا کہ اس کی قدر و منزلت صرف میری وجہ سے تھی ورنہ کوئی اس کی قیمت دو ٹکے بھی نہ لگاتا۔ اس کم ظرف اور بدکردار نے مجھے آوارہ، بدچلن کہا تھا۔ کبھی اس سور کے تخم نے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر جھانکنے کی کوشش نہیں یہ بھی بھول گیا کہ ہمارے درمیان آوارگی اور بدچلنی ہی مشترک تھی ورنہ وہ اس مقام تک۔۔۔"

"پلیز ماہ رخ۔" ندیم نے اسے دوبارہ وقت کی مصلحت سے آگاہ کرنے کی ضرورت محسوس کی۔

"اس حرامزادے نے مجھے ناگن کہا تھا۔" وہ اور بھڑ

"اس نے کہا تھا کہ جب کوئی انسان کسی زہریلی ناگن کو آستین میں پالتا ہے تو اس کے زہر نکالنے کے فن سے بھی واقف ہے۔ میں اسے بتانا چاہتی ہوں کہ اس کی سوچ اس کی حماقت کی دلیل تھی۔ ماہ رخ کا صرف ایک وار اسے کوڑھی کر دینے کے لیے بہت کافی ہوتا۔ یہ حسرت اب بھی میرے دل میں مچل رہی ہے۔ تم اگر میرے دوست ہو تو دعا دو کہ وہ زندہ رہے تاکہ محسوس کر سکے کہ ماہ رخ اس کے لیے زہریلی ناگن سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ ہاں اسے زندہ رہنا چاہیے۔ ڈاکٹروں اور سرجنوں سے کہو کہ وہ اسے بچا لیں میں ان کو منہ مانگی قیمت ادا کرنے کو تیار ہوں۔"

میں ماہ رخ کی تصویر کے اس رخ کو پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ سلیمان شاہ کو بیہودہ القاب سے بھی نواز رہی تھی اور اس کی زندگی کی دعا بھی کر رہی تھی۔ اس کا جنون بڑھتا جا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر خون کی تمازت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ لوگ دور کھڑے تھے وہ بھی اس کا آخری جملہ سن کر قریب آگئے تھے۔ شاید ان کا خیال تھا کہ ماہ رخ اپنے شوہر کو پیش آنے والے حادثے کے بعد اپنا ذہنی توازن کھوتی جا رہی ہے۔

"پلیز۔" اس نے ندیم کی طرف دیکھا پھر اردگرد جمع ہونے والے لوگوں سے التجا کرنے لگی۔ "اگر تم سب میرے بہی خواہ ہو۔ میرے دوست اور ہمدرد ہو تو پلیز ڈاکٹروں سے کہو کہ وہ سلیمان شاہ کو بچا لیں۔ ففٹی ففٹی نہیں ان سے سو فیصد کی بات کرو۔ سلیمان شاہ اگر مر گیا تو میں بھی زندہ نہ رہ سکوں گی۔ اسے بچا لو جس طرح بھی ہو اسے موت کے منہ سے چھین لو۔ میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں۔"

پھر اگر ڈاکٹروں نے اسے بروقت طبی امداد فراہم نہ کی ہوتی تو شاید وہ حقیقتاً ذہنی توازن کھو بیٹھتی۔ برین ہمریج کا شکار ہو سکتی تھی۔ اس لیے نہیں کہ اسے سلیمان شاہ کی زندگی عزیز تھی بلکہ اس لیے کہ وہ اسے اپنی مرضی سے موت کی نیند سلانے کی خواہش مند تھی۔ ڈاکٹروں نے اسے سکون پہنچانے کی خاطر نیند کی سوئی لگا دی تھی۔ اس کو وارڈ میں داخل کرکے باہر نو وزیٹرز کی تختی لگا دی تو ہم اسپتال سے باہر آ گئے۔

"تصویر کا یہ رخ میرے لیے بھی عجیب تھا۔" ندیم نے راستے میں کہا۔

"انسان اپنی سطح سے اتنا گر کر بھی سوچ سکتا ہے یہ میری زندگی کے لیے بھی ایک تلخ تجربہ ثابت ہوا ہے۔"

"ابھی تمہیں زندگی میں اس قسم کے اور بھی تجربوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

"کیا مطلب؟"

"مارگریٹ کو کیوں بھول گئے۔ پروفیسر ابرار جیسے عظیم سائنس داں کی بیوی ہونے کا اعزاز ہی اس کے لیے باعث فخر تھا لیکن وہ بھی دولت کی ہوس کی خاطر دوسروں کے ہاتھوں بک گئی۔ اگر اسے پروفیسر کے فارمولے کو حاصل کرنے کا یقین ہوتا تو شاید وہ اسے شوٹ کر دینے سے بھی دریغ نہ کرتی۔"

"مغربی تہذیب میں اس قسم کا کوئی واقعہ حیرت کی نظروں سے نہیں دیکھا جاتا۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"بات اب مغرب اور مشرق کی نہیں ہے مائی ڈیئر۔" ندیم نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "قصور اس نظام اور تربیت کا ہے جس نے ہماری لگام کو ڈھیلا چھوڑ دیا ہے۔ ہم آزادی کی خاطر اس کے پیچھے اندھا دھند دوڑ رہے ہیں۔ دوسروں کی تہذیب کو اپنانے میں اپنی آزادی کی حدوں کو بھی پھلانگ رہے ہیں۔ یہ گاڑی زیادہ دنوں نہیں چلے گی۔ آج ایک کم سن مگر آزاد خیال لڑکی والدین کے سامنے سینہ تان کر اپنے حقوق کی خاطر زبان درازی کرتی ہے۔ ہمارے چند ارباب حل و عقد اسے سپورٹ کرتے ہیں لیکن کل جب اسی آزادی کا آسیب اس لڑکی کی نسوانیت کو ہڑپ کر جاتا ہے تو اس کو اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے لیکن اس وقت پانی سر سے گزر چکا ہوتا ہے۔ غیرت جاگنے پر کچھ خودکشی کر لیتی ہیں اور کچھ تمام زندگی اپنے ہمسفر کو اپنی عارضی مسکراہٹ سے محبت کا فریب دیتی رہتی ہیں۔ ہم اپنے مقام اور انسانی قدروں کو بھولتے جا رہے ہیں۔ نئی تہذیب کا سیلاب ہمیں اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے۔ ذرا غور کرو' آزادی نسواں کی باتیں کرنے والی کچھ مبلغ خواتین ایسی بھی ہیں جو مردوں کے شانہ بشانہ بیٹھ کر سروں پر دوپٹہ ڈالے بغیر لپ اسٹک اور پاؤڈر سے اپنے چہرے تھوپ کر حق اور ناحق کی باتیں کرتی ہیں۔ یہ سب کچھ ایک سراب ہے۔ ایک خوبصورت دھوکا ہے۔ ایک حسین فریب ہے جو پانی کی سطح پر ابھرنے والے بلبلوں کی طرح زیادہ دیرپا نہیں ہوتا۔ اس انداز میں ہم ایک مبلغ کا کردار نہیں ادا کر رہے ہیں۔ معاشرے میں زہر کی آمیزش کر رہے ہیں۔"

"اور کیسینو اور نائٹ کلب کی رونقیں بڑھانے کی خاطر ہم ان ہی بھٹکی ہوئی ہوا کی بیٹیوں کو غیر مردوں کے سامنے رقص کرنے پر آمادہ کرتے ہیں۔ انھیں دولت کا لالچ دے کر ان کے ضمیر کو مردہ بنا دیتے ہیں۔ کیا تم اس حقیقت کو بھی تسلیم نہیں کرو گے؟" میں نے ندیم کو تنقیدی نگاہوں سے دیکھا۔

"میں اس وقت انفرادی نہیں بلکہ۔۔۔"

"جب تک انفرادی طور پر ہم اپنی اصلاح نہیں کریں گے اجتماعی طور پر ہمارا ہر قدم فریب ہی کہلائے گا۔"

"ندا کے بارے میں تمہارے ذہن میں کیا اسکیم ہے؟" ندیم نے بڑی خوبصورتی سے موضوع سے ہٹ کر کہا۔ "میرا مشورہ ہے کہ ہمیں ملیحہ اور ندا میں سے کسی ایک کو فارم ہاؤس سے کسی دوسری جگہ منتقل کرنا ہوگا۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"رسک کم کرنے کی خاطر ہمارے لیے یہ اقدام دوراندیشی کے عین مطابق ہوگا۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "میرا خیال ہے ملیحہ کو کہیں اور ہٹا دیا جائے۔ ہم ماہ رخ کی ذہنی حالت پر فی الحال اعتبار نہیں کر سکتے۔ وہ جنون میں آکر کسی وقت ملیحہ کو ختم بھی کر سکتی ہے۔ پولیس کو بھی مطلع کر سکتی ہے۔"

"ایز یو وش۔" میں نے ندیم کی بات کو سمجھتے ہوئے کہا پھر کچھ سوچ کر پوچھا۔ "جن سرجنوں نے سلیمان شاہ کے دماغ کا آپریشن کیا ہے ان کا اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"ابھی وہ یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتے لیکن میرا ذاتی خیال ہے کہ وہ زیادہ پرامید بھی نہیں ہیں۔"

ہمارے درمیان اسی قسم کی باتیں ہوتی رہیں پھر ندیم مجھے میرے آفس ڈراپ کرکے چلا گیا۔ میں آفس میں داخل ہو کر کچھ دیر سستانے کی کوشش کر رہا تھا کہ سراج کا فون آگیا۔ اس نے بڑی بوکھلاہٹ میں بلیک پین تھر کے فرار ہو جانے کی خبر سنائی تھی۔

"میں نے اس شبہ کا اظہار پہلے بھی کیا تھا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "ویسے بائی دی وے جو لوگ اس کی نگرانی پر مامور تھے وہ کیا جواز پیش کر رہے ہیں؟"

"وہ سب اس وقت ایک قریبی اسپتال میں ہیں۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔

"انھیں کسی نے چائے میں بے ہوشی کی تیز دوا پلا دی تھی۔"

"آئی سی۔ لیکن جو لوگ باہر گیٹ پر تعینات تھے ان کا کیا بیان ہے؟"

"انھوں نے کسی کو بھی اندر آتے یا باہر جاتے نہیں دیکھا۔"

"آپ کا ذاتی تجربہ کیا کہتا ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ ایک بار پھر کوئی شیطانی قوت پولیس کے درمیان آگئی ہے۔" سراج نے دبی زبان میں جواب دیا۔ "ماضی میں جو محیرالعقول واقعات پیش آچکے ہیں آپ بھی ان سے ناواقف نہیں ہیں۔"

سراج نے غلط نہیں کہا۔ کالکا کی پراسرار قوت کے لیے اس قسم کی شعبدہ بازی بازیچہ اطفال سے زیادہ اہمیت نہیں

رکھتی تھی۔ خود عثمان غنی نے بھی یہی کہا تھا کہ بلیک پین تھر کے فرار میں کاکا کی طاغوتی قوتوں کو دخل تھا۔ اس نے مجھے بلیک پین تھر سے بہت زیادہ محتاط رہنے کی تلقین بھی کی تھی اور واضح طور پر اسے میرے حق میں ایک خطرناک دشمن قرار دیا تھا۔ خود پولیس کی فائل بھی اس کے جرائم سے بھری پڑی تھی لیکن محکمہ پولیس کی بھاری نفری اور صاحب اختیار افراد بھی ابھی تک سوائے بغلیں جھانکنے کے اس کے خلاف کوئی ٹھوس عملی اقدام اٹھانے سے قاصر ہی تھے۔

سراج سے گفتگو ختم کرنے کے بعد سب سے پہلے میں نے اپنے گارڈز کو بلا کر انہیں کچھ ہدایتیں بھی دیں پھر وارث کو بلا کر میں نے اسے مشورہ دیا کہ آفس سیکورٹی کے لیے اگر وہ چاہے تو مزید گارڈ اپوائنٹ کر سکتا ہے۔"

"کیوں سر۔ کیا آپ کسی متوقع خطرے کو محسوس کر رہے ہیں؟"

"حالات کے پیش نظر اس کے امکانات کو نظرانداز بھی نہیں کیا جا سکتا۔"

"ٹھیک ہے سر۔ میں دو گارڈز اور اپوائنٹ کیے لیتا ہوں۔"

وارث کے جانے کے بعد میں نے دانش کو طلب کیا۔ اس دوران میرے ذہن میں اچانک ایک خیال آسمانی بجلی کی طرح کوندا۔ وقت کے ساتھ ساتھ میرے لیے خطرات بڑھتے جا رہے تھے۔ میری وجہ سے میرے عملے کو پریشانی کا سامنا رہتا تھا ایسی صورت میں ایک طریقہ کار میرے کارندوں کے لیے مفید ثابت ہو سکتا تھا کہ میں ذاتی دفتر میں قریبی عمارت میں منتقل کر دوں جہاں جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے خود کو زیادہ بہتر طور پر کسی بھی مقابلے کی صورت میں تیار کیا جا سکتا تھا۔ کاکا کے لیے کسی ٹیکنالوجی کی کوئی اہمیت نہ ہوتی لیکن دوسرے خطرات سے مجھے تھوڑا بہت چھٹکارا ضرور مل سکتا تھا۔ کاکا کے لیے عثمان غنی کی قوت ہی بہت کافی تھی۔ کچھ دیر بعد دانش آفس میں داخل ہوا تو میں نے سب سے پہلے اسے بلیک پین تھر کے فرار ہو جانے کی خبر سنائی۔

"یہ برا ہوا سر۔" وہ ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔ "اگر آپ برا نہ مانیں تو ایک بات کہوں؟"

"کہو۔"

"آپ کے یہ سراج صاحب میری سمجھ میں نہیں آئے۔"

"کیوں؟"

"جب بلیک پین تھر کے زندہ یا مردہ گرفتار کیے جانے پر حکومت کی طرف سے انعام کے علاوہ مکمل چھوٹ حاصل تھی تو پھر سراج صاحب کو شارٹ کٹ اختیار کرنا چاہیے تھا۔ تھوڑی بہت تھائیں ٹھوئیں ہوتی لیکن یہ قصہ ہمیشہ کے لیے پاک ہو جاتا۔" دانش نے دبی زبان میں کہا۔ "آپ نے بھی ماہر نشانہ باز بننے کی کوشش کر ڈالی۔ اگر ذرا سا ہاتھ لرز جاتا تو کون سی قباحت تھی۔ آپ کے پاس ایک معزز شہری ہونے کی حیثیت سے سیلف ڈیفنس کا پورا پورا اختیار ہے۔ پولیس کی موجودگی میں آپ کا کسی اشتہاری اور خطرناک مجرم کو ٹھکانے لگا دینا بہت آسان ہو گیا تھا لیکن۔۔"

"جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔" میں نے بے پروائی سے شانے اچکاتے ہوئے جواب دیا۔

"اب میرے لیے کیا حکم ہے؟"

"ہماری گاڑی میں اب کسی دور مار نے کرنے والی جدید آٹو میٹک رائفل کا ہونا بہت ضروری ہو گیا ہے۔ میرے پاس اس کا لائسنس بھی ہے تم پہلی فرصت میں اس حفاظتی کام کو پورا کر ڈالو۔ اس کے علاوہ مجھے تمہارا ایک مشورہ بھی درکار ہے۔"

"میرا مشورہ!" دانش نے حیرت کا اظہار کیا تو میں نے اسے اپنے ذاتی آفس کی منتقلی کے بارے میں تفصیل بتاتے ہوئے پوچھا۔ "تمہاری کیا رائے ہے اس بارے میں؟"

"آپ کا خیال مناسب ہے سر۔ عملے سے دور رہ کر ہم زیادہ آزادی سے دھواں دار راستہ اختیار کر سکتے ہیں لیکن دشمن اگر کمینگی کا ثبوت دے تو پہلے وہ کمزوروں کو نشانہ بنانا پسند کرتا ہے۔"

"یہاں بھی حفاظت کا انتظام ہو گا۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "تم کسی قریبی عمارت میں میرے لیے کوئی ایسا آفس تلاش کرو جہاں زیادہ سے زیادہ جگہ ہمارے مصرف میں ہو تو بہتر ہے۔ کمرے بھی تین یا اس سے زیادہ ہوں تو اور مناسب ہو گا۔ اخراجات بڑھنے کی فکر نہ کرنا۔"

"میں آج ہی اس کی تلاش شروع کر دیتا ہوں۔" دانش نے بڑی مستعدی سے جواب دیا پھر کمانڈو انداز میں پلٹ کر باہر نکل گیا۔

دانش کے جانے کے بعد میں نے آفس کے کام میں مصروف ہونا چاہا لیکن اسی وقت ڈائریکٹ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔ "ہیلو۔ شہباز دس انڈ۔" میں نے سلجھے ہوئے انداز میں ماؤتھ پیس میں کہا لیکن دوسری جانب سے دی جانے والی گالی اس قدر ناقابل برداشت تھی کہ میں ضبط نہ کر سکا۔

"باسٹرڈ۔" میں نے غصے سے کہا۔ "کون ہو تم؟"

"تمہارے لہو کا پیاسا بلیک پین تھر۔" اس بار مہذب مگر خونخوار لہجہ اختیار کیا گیا۔ "ابھی تک کوئی ایسی جیل یا حوالات تعمیر نہیں ہو سکی جو بلیک پین تھر جیسے آدم خور درندے کی پرسکون زندگی میں خلل پیدا کر سکے۔"

"مجھے تمہارے فرار ہونے کی اطلاع مل چکی ہے۔"

"تمہارے ڈپٹی دوست نے بتایا ہو گا۔" جواب ملا۔ "اگر تم نامردوں کی طرح مجھ پر فائر نہ کرتے تو پولیس کے وہ کارندے جو مجھے گرفتار کرنے آئے تھے شاید وہ مجھے کبھی گرفتار کرنے میں کامیاب نہ ہوتے۔"

"تمہارے زخم اب کیسے ہیں؟" میں نے اس کا مضحکہ اڑانے کی کوشش کی۔

"انہیں اپنی زبان سے چاٹ چاٹ کر بھرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔" وہ دھاڑ پڑا۔ "سارے درندے ایسا ہی کرتے ہیں لیکن جب خون ان کے منہ کو لگ جاتا ہے تو پھر وہ آدم خور بن جاتے ہیں۔ ناگ یا ناگن مرنے سے پہلے اپنے دشمن کا عکس اپنی آنکھوں میں محفوظ کر لیتے ہیں تاکہ دوسرا فریق انتقام لینے میں کسی غلطی کا مرتکب نہ ہو۔"

"میں تمہارا مقصد سمجھ رہا ہوں۔" میں نے اسے بھڑکانے کی خاطر کہا۔ "کمینے دشمن کی پہچان یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنے محسن کا خون کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا۔"

"کیا بکواس کرنا چاہتے ہو؟"

"تم کو اب تجربہ ہو چکا ہو گا کہ جلد بازی میں بھی میرا نشانہ خطا نہیں ہوتا۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "میں چاہتا تو آٹومیٹک کا زاویہ معمولی سا تبدیل کر کے تمہیں ختم بھی کر سکتا تھا۔ بہرحال تم آئندہ مجھ سے کسی قسم کی رعایت کی توقع نہ رکھنا۔"

"ہم۔۔۔ اور بلیک پین تھر کے ساتھ رعایت کرو گے۔" دوسری جانب سے سرد لہجے میں جواب ملا پھر ریسیور پر اس کے فلک شگاف قہقہے گونجنے لگے۔ میں نے ایک لمحے کو کچھ سوچا پھر لائن ڈس کنکٹ کر دی۔ ٹیلی فون کے دونوں ریسیور اٹھا کر میں نے نیچے رکھ دیے۔ میں اس وقت اس کی مزید بکواس سننے کے موڈ میں نہیں تھا۔

میرا ذہن پراگندہ ہو رہا تھا۔ جس گالی سے مجھے بلیک پین تھر نے نوازا تھا وہ ابھی تک میرے ذہن میں صدائے بازگشت بن کر گونج رہی تھی۔ میں نے شاید غلطی کی تھی جو بلیک پین تھر کو زندہ گرفتار کرانے کی خاطر میں نے اسے محض زخمی کرنے پر اکتفا کی تھی۔ مجھے اس کا منحوس جسم اسی روز گولیوں سے چھلنی کر دینا چاہیے تھا۔ میں نے اس پر احسان کیا تھا لیکن وہ کمینہ میرے احسانوں کا بدلہ بے ہودہ گالیوں سے دے رہا تھا۔ عثمان غنی نے جو باتیں مجھ سے کی تھیں وہ رہ رہ کر مجھے یاد آ رہی تھیں۔ میں نے اس موذی انسان نما درندے کے ساتھ احسان کر کے شاید غلطی کی تھی۔ مجھے اسے اس قابل ہی نہ چھوڑنا چاہیے تھا کہ وہ پلٹ کر ایک سانس بھی لے سکتا لیکن میں نے اس سے گریز کیا اب بلیک پین تھر میرے لیے ایک خطرہ تھا۔ ایک خطرناک دشمن جس سے کچھ بھی توقع کی جا سکتی تھی۔

دفتر کی فائلوں سے میرا دل اچاٹ ہو چکا تھا۔ میں آرام کی خاطر اٹھ کر اس حصے کی طرف آ گیا جہاں صوفے رکھے تھے۔ ایک صوفے پر لیٹ کر میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ مجھے شاید سکون کی ضرورت تھی۔ بڑی دیر تک میں صوفے پر پڑا سوتا رہا پھر میری آنکھ اس وقت کھلی جب وارثی نے مجھے جگایا تھا۔ اسے ایک اہم کاروباری سلسلے میں مجھ سے کچھ ضروری کاغذات پر دستخط لینے تھے۔ میں نے وہیں بیٹھے بیٹھے کاغذات پڑھے بغیر دستخط کر دیے۔ میرا دماغ بوجھل ہو رہا تھا۔

"آئی ایم سوری سر۔" وارثی نے فائل اٹھاتے ہوئے معذرت کی۔ "میں اس وقت آپ کو ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن یہ کاغذات مجھے آج ہی داخل کرانے ہیں ورنہ۔۔"

"اٹ از آل رائٹ۔" میں نے کہا۔ "تم نے اچھا کیا جو مجھے بیدار کر دیا۔"

میں اٹھ کر واپس اپنی آفس ٹیبل پر آ گیا۔

"کوئی نئی بات؟" میں نے وارثی سے دریافت کیا۔

"جی! لیکن آپ اس وقت مجھے کچھ۔۔"

"سوتے سے اٹھا ہوں شاید اس لیے تمہیں محسوس ہو رہا ہے ورنہ پریشانی کی کوئی بات نہیں۔"

وارثی کے جانے کے بعد میں خاصی دیر تک حالات کے نشیب و فراز کے بارے میں غور کرتا رہا۔ میرے دشمنوں کی تعداد میں بتدریج اضافہ ہو رہا تھا۔ بھوشن، جگت نارائن اور بلیک پین تھر۔ یہ سب ہی ایک سلسلے کی مختلف کڑیاں تھیں جسے کاکا کی طاغوتی قوت نے مربوط کر رکھا تھا اور مجھے کسی نہ کسی طرح اس شکنجے کو توڑنا تھا۔ کچھ سوچ کر میں نے ریسیور اٹھایا اور کبیر داس کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ اس وقت شام کے چار کا عمل تھا۔ حسب توقع فون پر کوشلیا ہی کی کھنکھناتی آواز ابھری۔

"فرمائیے۔ میں آپ کی کیا سیوا کر سکتی ہوں؟"

"مجھے کبیر داس جی سے باتیں کرنی ہیں۔"

"آپ کا شبھ نام؟"

"کیلاش شرما۔" میں نے ایک فرضی نام کا سہارا لیا۔

"کوئی ضروری بات کرنی ہے۔ میرا مطلب ہے کہ اس سمے کبیر داس جی تھوڑے مصروف ہیں۔"

"کام ضروری نہ ہوتا تو میں کبیر داس جی جیسے دیش بھگت انسان کو کبھی پریشان نہ کرتا۔"

"ٹھیک ہے۔" کوشلیا نے جواب دیا پھر دس سیکنڈ بعد ہی دوسری جانب سے کبیر داس کی آواز سنائی دی۔

"کون مہاشے بول رہے ہیں؟" اس کے لہجے میں سادگی تھی۔

"میں تمہارا ناجائز باپ بول رہا ہوں۔" میں بدلی ہوئی آواز میں غصے سے بولا۔ "تمہارے دن ابھی ختم نہ ہوتے لیکن تم خود

اپنے دشمن بن چکے ہو تو پھر اس میں میرا کیا دوش؟"

"آپ کچھ خفا معلوم ہوتے ہیں۔" بدستور نرمی سے جواب ملا۔ "ایسا ہوتا ہے۔ منش جب نراش ہو جاتا ہے تو پھر اس کی بدھی (عقل) کام نہیں کرتی۔ پر نراش ہونا بھی کوئی اچھی بات نہیں ہوتی۔ بھگوان کے سامنے ہاتھ باندھ کر بھگتی کرنے سے سارے دلدر دور ہو جاتے ہیں۔"

"تم تو سچ مچ دیش بھگت معلوم ہو رہے ہو۔" میں نے اس کا مضحکہ اڑانے کی کوشش کی۔

"مجھے بتاؤ بالک۔ میں تمہاری کیا سیوا کر سکتا ہوں؟" کبیر داس نے نرمی سے جواب دیا۔ "تم کس کارن بیاکل ہو؟"

"کیا تم میری سہایتا کا وچن دے سکتے ہو؟"

"بول وچن دیتے ہیں مالک جو اپنا اور دوسرے دونوں کا سے برباد کرتے ہیں۔ جو سیو ... کے عادی ہوتے ہیں وہ کر گزرنے پر وشواس رکھتے ہیں۔ مجھے بتاؤ ... بات کی چنتا ہے جس نے تمہیں بیاکل کر رکھا ہے۔ میں اگر تمہارے کسی کام آ گیا تو میرے من کو بڑی شانتی نصیب ہوگی۔"

"جگت نارائن۔" میرا لہجہ یکلخت سفاک ہو گیا۔ "مجھے تمہارے سر کی ضرورت ہے۔ خون میں لتھڑا ہوا سر اپنے چرنوں میں۔"

"بالک۔" اس بار بھی اسی پرسکون اور نرم لہجے میں جواب ملا۔ "ہو سکتا ہے تم سے کوئی بھول ہو گئی۔ یہاں جگت نارائن نام کا کوئی آدمی نہیں رہتا۔"

"تم کبیر داس بول رہے ہو؟"

"ہاں۔"

"مجھے کسی نے بتایا تھا کہ تم اور جگت نارائن ایک ہی منش کے دو روپ ہو۔"

"میں نے کہا تھا کہ تم سے بھول ہو گئی ہے۔" وہ بدستور سادگی سے بولا۔ "پر یہ تو کوئی بات نہیں۔ انسان ہی غلطیوں کا پتلا ہوتا ہے۔"

"درندے تو بھیڑ کی کھال میں کب تک چھپا رہے گا۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "مجھے تیری اصلیت معلوم ہو گئی ہے۔"

"بھگوان تمہیں شانتی دے۔ میں اس سے تمہارے لیے کیول یہی پرارتھنا کر سکتا ہوں۔" اس نے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا۔ "تم اس وقت پریشان معلوم ہوتے ہو پھر کسی سے فون کرنا۔ کبیر داس کے در بھی کسی ضرورت مند کے لیے نہیں بند ہوتے۔"

"لیکن اب جیون کے تمام دروازوں کو اپنے اوپر بند سمجھو۔" میں نے حقارت سے کہا پھر فون منقطع کر دیا پھر ندیم کے نمبر گھمانے لگا۔ مقصد بلیک پین تھر کی فرار کی اطلاع دینے کے سوا کوئی اور کچھ نہیں تھا۔

"جب بھی دفتر سے باہر نکلنا آنکھیں کھلی رکھنا اور پوری طرح محتاط رہنا۔" ندیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "بلیک پین تھر کسی انسان کا نہیں ایک بلا یا طوفان کا نام ہے۔ وہ تمہارے ہاتھ آ کر نکل گیا یہ اور بھی برا ہوا۔ ایسے گھٹیا لوگ کسی کا احسان ماننے کے عادی نہیں ہوتے۔ دوبارہ اگر حسن اتفاق سے موقع مل جائے تو پہلی فرصت میں اسے موت کے گھاٹ اتارنے سے دریغ نہ کرنا۔"

"اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔ ویسے کیا تم نے دوسرے پیس کو منتقل کر دیا ہے؟" میں نے اشارے میں ملیحہ کے بارے میں سوال کیا۔

"ہاں، میں نیک کاموں میں دیر کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ البتہ تمہاری کم سن قیامت اب رفتہ رفتہ زندگی کی طرف تیزی سے لوٹ رہی ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ اس میں بھی کوئی خطرناک چال ہو، اپنے آدمیوں سے کہو اس سے دور دور رہ کر سخت نگرانی کریں۔"

"مطمئن رہو۔ ندا کو میرے آدمیوں سے کسی قسم کی ٹوٹ پھوٹ کا کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"اور کوئی تازہ خبر؟"

"سنا ہے کہ سیٹھ نعمان کے وکلا کل پھر آصف کے سلسلے میں ضمانت کی درخواست پیش کر رہے ہیں۔"

"احمد غوری بھی ہمارے لیے بہت اہم ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "لیکن پولیس ابھی تک اس کے خلاف کوئی ٹھوس ثبوت حاصل نہیں کر سکی۔"

"فکر مت کرو۔ جو ہوگا دیکھ لیا جائے گا۔" ندیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔

☆

اس وقت رات نصف سے زیادہ گزر چکی تھی۔ جب میں نے کوشلیا کے اپارٹمنٹ کے کال بٹن کو تیسری بار آزمایا تھا۔ میری معلومات کے مطابق وہ اپنے اپارٹمنٹ میں صرف ایک بوڑھی ماں اور چھوٹے بھائی کے ساتھ رہتی تھی۔ میں نے دانش کو واردات کے مطابق مکمل ہدایت کر دی تھی۔ اسے کوشلیا کی ماں اور بھائی کو سنبھالنا تھا۔ ہم دونوں نے ریڈی میڈ میک اپ سے اپنے چہرے اور حلیوں میں خاصی تبدیلی کر رکھی تھی پھر بھی میں نے دانش کو آزادی دے رکھی تھی کہ اگر وہ کوئی خطرہ یا ضرورت محسوس کرے تو ماں بیٹوں کو ختم بھی کر سکتا تھا۔ دانش نے صرف اثبات میں سر کو جنبش دی تھی۔ اس کی تیز نظریں اپارٹمنٹ کے درمیان سنسان راہ داری کا بغور معائنہ کر رہی تھیں۔ اپارٹمنٹ میں داخل ہونے سے پہلے بھی ہمیں ایک ناخوشگوار فرض ادا کرنا پڑا تھا۔ سیکورٹی کے انتظام کے تحت ہمارا اس وقت عمارت میں جانا ممکن نہیں تھا لیکن دانش نے بڑی پھرتی سے ان دونوں گارڈز کی کنپٹیاں مسل کر بے ہوش کر دیا تھا۔ ان کے جسموں کو گھسیٹ کر گارڈ روم میں اس طرح ڈال دیا گیا تھا جیسے وہ خواب غفلت سے دوچار ہوں۔ اٹ ہم نے خود آپریٹ کی تھی۔ دانش خلاف توقع پھرتیلا اور چاق و چوبند نظر آ رہا تھا۔

"کیا بات ہے؟" میں نے دبی زبان میں پوچھا۔ "کیا تم کسی قسم کا خطرہ یا خوف محسوس کر رہے ہو؟"

"خوف نے کبھی میرے آس پاس پھٹکنے کی کوشش نہیں کی البتہ مجھے بلیک پین تھر سے ضرور خطرہ ہے۔ زخمی درندہ ہمیشہ چھپ کر پشت سے وار کرتا ہے اور جب تک زخمی کرنے والے شکاری کو ٹھکانے نہ لگا دے چین سے نہیں بیٹھتا۔"

"اس بار وہ تمہیں کہیں نظر آئے تو تم اسے بلا جھجک شوٹ کر سکتے ہو۔"

"میں نے بھی یہی فیصلہ کر رکھا ہے۔"

سات آٹھ بار بیل بجانے کے بعد کوئی نیند میں اٹھا تھا۔ قدموں کی آواز بتدریج دروازے کے قریب آ رہی تھی۔ ہم دونوں طے شدہ پروگرام کے عین مطابق دائیں بائیں دیوار سے اس طرح چپک گئے کہ دروازہ کھولنے والا فوری طور پر ہمیں نہیں دیکھ سکتا تھا۔ وہ ایک بارہ چودہ سال کا لڑکا تھا جو نیند میں آنکھیں ملتا باہر آ گیا تھا۔ دانش نے پلک جھپکتے میں اسے دبوچ کر اس کے منہ پر اس طرح ہاتھ جما دیا کہ اس کی سانس کی آوازیں بھی گھٹنے لگیں۔ اس کی آنکھیں خوف سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

"خبردار اگر سانس کی آواز بھی نکالی تو یہیں راہداری میں فرش پر پچھاڑ کر ذبح کر دوں گا۔"

لڑکے نے اثبات میں گردن کو جنبش دی۔ گویا وہ دانش کی بات پر عمل کرنے کو رضامند تھا۔ دانش کی گرفت اتنی مضبوط اور بے ڈھب تھی کہ لڑکے کی سانس بھی گھٹنے لگی تھی۔ میں نے اشارہ کیا تو دانش نے لڑکے کے منہ سے ہاتھ ہٹا لیا لیکن وہ عمل کو دہرانے کے لیے بھی پوری طرح آمادہ تھا۔

"اندر اور کون کون ہے؟"

"میری ماتا جی اور بڑی بہن۔ کوشیلا دی۔۔۔ دی۔" لڑکے نے بمشکل اپنا تنفس درست کرتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا تم سب ایک ہی کمرے میں سوتے ہو؟" میں نے مدھم آواز میں پوچھا۔

"جی نہیں۔ میں اور ماتا جی ایک کمرے میں سوتے ہیں اور دیدی الگ سوتی ہیں۔"

"کوئی ملازم یا ماسی وغیرہ قسم کی پالتو چیز تو نہیں ہے؟" دانش نے دریافت کیا۔ "دیکھ۔ سچ سچ بول ورنہ آنتیں باہر نکال کر تیرے گلے میں مالا کی طرح ڈال دوں گا۔"

"رات کو ہم تینوں کے سوا کوئی اور نہیں ہوتا۔" لڑکا بے حد خوف زدہ نظر آ رہا تھا۔ اس نے سچ اگلنے میں دیر نہیں لگائی۔ "ماسی صبح آتی ہے اور جھاڑو برتن کر کے واپس چلی جاتی ہے۔"

"دانش ہلکا سا۔"

"رائٹ سر۔" دانش نے میرا اشارہ سمجھ کر لڑکے کی دونوں کنپٹیوں کو دبا کر اس طرح رگڑا کہ وہ پل بھر میں دانش کے ہاتھوں میں جھول گیا۔

میں آٹومیٹک نکال کر دبے قدموں اندر داخل ہوا۔ دانش نے لڑکے کو ہاتھوں میں اٹھا رکھا تھا۔ اندر لاؤنج میں مدھم پاور کا ایک نیلا بلب روشن تھا۔ دانش نے کسی ناخوشگوار بوجھ سے چھٹکارا حاصل کرنے والے انداز میں لڑکے کو ایک صوفے پر ڈال دیا۔

اپارٹمنٹ تین کمروں پر مشتمل تھا۔ ایک میں کوشلیا تنہا سوتی تھی۔ دوسرے میں اس کی ماں اور بھائی کا قبضہ تھا اور تیسرا کمرہ جو کچن سے ملحق تھا اسے بطور ڈرائنگ روم استعمال کیا جاتا تھا۔ اپارٹمنٹ سے نکلنے کے دو راستے تھے ایک وہ جس سے ہم داخل ہوئے تھے اور دوسرا عقبی راستہ تھا جو ایمرجنسی کے طور پر سیڑھیوں کی طرف کھلتا تھا۔ ممکن ہے اسے ملازموں کی آمد و رفت کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہو۔ میں نے گھوم پھر کر پوری طرح اپارٹمنٹ کے چپے چپے کا اندازہ لگایا۔ وہاں بہت زیادہ قیمتی اور پرتعیش ساز و سامان نہیں تھا لیکن جو کچھ تھا اسے بے حد سلیقے سے سجایا گیا تھا۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں نے دانش کو بوڑھی عورت کے کمرے کی جانب کا اشارہ کیا تو وہ میرے قریب آ کر بولا۔

"سر اگر اجازت ہو تو اس کی کنپٹی پر بھی ہاتھ پھیر دوں اس طرح میں آپ کے زیادہ کام آ سکتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے لیکن ہاتھ ذرا ہلکا ہی رکھنا۔ اس کے بعد صدر دروازے پر رک کر باہر کی سن گن لیتے رہنا ہو سکتا ہے کوشلیا کی نگرانی پر ایک دو افراد مامور ہوں جو ہماری نظر میں نہ آ سکے ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کچھ دیر لگنے کی صورت میں عمارت کے گارڈز بھی دوبارہ ہوش میں آ جائیں۔"

"او۔ کے۔" دانش نپے تلے قدم اٹھاتا عورت کے کمرے میں چلا گیا۔

میں نے کوشلیا کے کمرے کے بند دروازے کو آہستہ سے آزمایا۔ وہ اندر سے بند نہیں تھا۔ میں نے اندر داخل ہونے میں ضرورت سے کچھ زیادہ احتیاط کی تھی۔ خواب گاہ میں بھی ایک مدھم روشنی کا نائٹ بلب روشن تھا۔ کوشلیا دنیا و مافیہا سے بے خبر بڑی گہری نیند کے مزے لوٹ رہی تھی۔ وہ میک اپ کے بغیر ہی حسین نظر آ رہی تھی۔ اس کے کھلے ہوئے بے ترتیب

بال عجیب خوبصورت انداز میں ادھر ادھر بکھرے نظر آرہے تھے۔ حسن محوِ خواب ہو تو اس کی سحر انگیزیاں اور بڑھ جاتی ہیں اور خاص طور وہ اگر ڈریسنگ گاؤن میں ملبوس ہو تو کچھ ایسا ہی لگتا ہے جیسے کسی سنگتراش نے اپنے کسی شاہکار مجسمے کو کسی باریک لباس کے اندر چھپا دیا ہو تاکہ لوگوں کا اشتیاق زیادہ سے زیادہ بڑھ سکے۔ میں کوشلیا کے حسن کو ایک مصور کی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ قدرت کا ایک خوبصورت شاہکار تھی جسے بڑی فرصت میں تشکیل دیا گیا۔ نوک پلک سنوار کر پھر اس کے جسم میں روح پھونک کر زمین پر اتار دیا گیا۔ ایسے حسن کو مٹی میں ملا دینے کا تصور ہی میرے لیے بڑا تکلیف دہ تھا۔ ابھی میں کوئی آخری فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے میرے ذہن میں آگ بھر دی ہو۔ اس آگ کی تپش میرے وجود کو جھلسا رہی تھی۔

"سنبھلو رفیقی۔" عثمان غنی کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "تم میرے ساتھ بدعہدی کے مرتکب ہونے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"نہیں نہیں۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "ایسا نہیں ہے لیکن۔۔۔"

"بغیر کسی چوں و چرا کے میرے کہنے پر عمل کرو' اسی میں تمہارے لیے بہتری ہے۔"

"مجھے اپنا وعدہ یاد ہے۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے کہا پھر جیسے کسی نے میرے اندر چھپے ہوئے انسان کو باہر نکال کر اس کا گلا گھونٹ دیا۔ میں کسی پروانے کی طرح چلتا ہوا کوشلیا کے بستر کے قریب چلا گیا جہاں اس کی سانسوں کی مہک فضا کو معطر کر رہی تھی۔ قرب سے تپش کا احساس بڑھنے لگا تھا۔ میں نے آہستہ سے جھک کر اس کی پریشان زلفوں کو سمیٹنے کی کوشش کی تو وہ کسمسا کر رہ گئی۔ میں نے جلدی سے ہاتھ کھینچ لیا لیکن میرے اندر جوار بھاٹے کی شدت بڑھ رہی تھی۔ میری تمام تر توجہ سمٹ کر کوشلیا کے خوابیدہ حسن پر مرکوز ہو گئی تھی۔ دوسری تمام حس جیسے ناکارہ ہو گئی تھی۔ میں یہ بھی فراموش کر بیٹھا تھا کہ میری زندگی عارفہ کی امانت ہے۔ شاید کوشلیا کے ساحرانہ حسن نے مجھے پوری طرح تسخیر کر لیا تھا۔ میرے ذہن میں عثمان غنی کے جملے صدائے بازگشت بن کر گونج رہے تھے۔

"بت ڈھانا تو ویسے بھی ثواب کا کام ہے لیکن ایک بات کا خیال رکھنا۔ کوئی سنگتراش اپنے بنائے ہوئے کسی ناپسندیدہ مجسمے کو بھی مسمار کرنے سے پیشتر ایک بار اسے ہر زاویے سے تنقیدی نگاہوں سے ضرور دیکھتا ہے۔ کوشلیا تو پھر ایک حسین اور جاگتا مجسمہ ہے۔ میرا خیال ہے تم میرا مقصد سمجھ گئے ہو گے۔" مجھ پر ایک عجیب خمار کی سی کیفیت طاری تھی۔ ایسی کیفیت جس نے میرے ذہن کے سارے سوئچ آف کر دیے تھے۔ میں نے جھک کر کوشلیا کے روئی جیسے نرم گالوں پر ہاتھ پھیرا تو اس نے کروٹ بدل لی۔ یہ زاویہ میرے اندر کے آتش فشاں کو ٹھیس پہنچانے کے لیے کافی تھا۔ میں نے ایک بار پھر پیار سے ہولے ہولے اس کے گالوں پر ہاتھ پھیرا تو وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ ایک نووارد کو اپنی خواب گاہ میں تنہا دیکھ کر وہ سہم کر رہ گئی۔ خوف کی آمیزش نے اس کی آنکھوں کے گلابی ڈوروں کو اور گہرا کر دیا تھا۔ وہ خوفزدہ لہجے میں مجھے سر تاپا گھورتے ہوئے بولی۔

"کون ہو تم؟"

"پروانہ۔" میں نے سرگوشی کی۔

"یہاں کس لیے آئے ہو؟"

"سیوک پجارن کے پاس کیوں جاتا ہے؟"

"نکل جاؤ۔" وہ خود کو سنبھال کر گھٹی گھٹی آواز میں بولی۔ "میں بنتی کرتی ہوں چلے جاؤ یہاں سے۔"

"کنویں کے پاس آکر پیاسا چلا جاؤں۔" میں خوابیدہ لہجے میں بولا۔ "امید کی کرن نظر آرہی ہے تو تم مجھے نراش ہونے کا درس دے رہی ہو۔"

"تم۔۔۔ تم۔۔۔ نہیں جانتے کہ میں کون ہوں؟" اس نے اپنی اہمیت کا احساس دلانے کی کوشش کی۔ "میں کبیر داس جی کے دیش بھگت کی سکریٹری ہوں۔ اگر اسے پتا چل گیا تو وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"جو تمہارے حسن میں ڈوب چکا ہو۔ تمہارے عشق میں پہلے ہی مر چکا ہو اسے دوبارہ کون مار سکتا ہے اور مر بھی گیا تو کیا غم؟"

"سوچ لو۔ کبیر داس۔۔۔"

"کبیر داس نہیں۔" میں نے سرسراتی آواز میں جواب دیا۔ "وہ کبیر داس کے بھیس میں جگت نارائن کا ناٹک رچا رہا ہے۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ کبیر داس جی اور جگت نارائن۔ بھگوان سے توبہ کرو۔"

میں نے اسے غور سے دیکھا۔ وہ جھوٹ نہیں بول رہی تھی۔

"تم اتنے وشواس سے کیسے کہہ سکتی ہو کہ اس نے دیش بھگتی کے روپ میں ایک راکھشس کو اپنے اندر نہیں چھپا رکھا ہے؟"

"یہ جھوٹ ہے۔ میں نے اسے بہت قریب سے دیکھا ہے۔" اس نے احتجاج کیا۔

"ایک بار اپنے اس پجاری کو بھی قریب سے دیکھ لو۔ جو جان ہتھیلی پر رکھ کر تمہارے شریر کی اگنی سے اپنے من کی پیاس بجھانے آیا ہے۔"

"نہیں یہ ناممکن ہے۔ میں وہ نہیں ہوں جو تم سمجھ رہے ہو۔"

"میں بھی وہ نہیں جو تم دیکھ رہی ہو۔ چلو حساب برابر ہو گیا۔" میں نے معنی خیز انداز میں جواب دیا۔

"میں آتم ہتیا (خودکشی) کر لوں گی لیکن تمہارے گندے ہاتھ اپنے شریر تک نہیں پہنچنے دوں گی۔" اس نے خوفزدہ لہجے میں کہا پھر اٹھ کر بھاگنے کی کوشش کی۔ میں اس کے اور دروازے کے درمیان حائل تھا۔ میں نے اس کی کلائی پکڑ کر جھٹکا دیا تو وہ میرے ساتھ فرش پر بکھر گئی۔ اس کے حسن کی سحر انگیزیاں' اس کی تیز تیز چلنے والی سانسوں سے اس کے نشیب و فراز میں جو زیر و بم کی کیفیت پیدا ہوئی اس نے میرے ہوش و حواس کو اور معطل کر دیا۔ اس کا لباس بے ترتیب ہو اٹھا۔

"میں بنتی کرتی ہوں ہاتھ جوڑ کر پرارتھنا کرتی ہوں کہ مجھے چھوڑ دو۔" وہ رو دینے والے انداز میں بولی۔ "دوسرے کمرے میں میری ماتا اور بھائی سو رہے ہیں ان کی آنکھ کھل گئی تو۔۔۔"

"چنتا مت کرو۔" میں اس کی بے بسی پر مسکرایا۔ "وہ اب کبھی ہوش میں نہیں آئیں گے۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونکی۔ "کیا تم نے انہیں مار ڈالا؟"

"نہیں لیکن کباب کے بیچ اگر ہڈی آجائے تو اسے نکال کر پھینک دیا جاتا ہے۔"

"تم۔۔۔ تم راکھشس ہو۔" وہ تیزی سے اٹھی۔ ایک بار پھر اس نے کسی خوفزدہ ہرنی کی طرح قلانچیں بھرنے کی کوشش کی لیکن اس بار وہ میری آغوش میں پھنس کر مچلنے لگی۔ میں نے سخت لہجے میں اسے متنبہ کیا۔

"اب اگر تم نے بھاگنے یا شور مچانے کی کوشش کی تو مجھے تمہارا گلا گھونٹ کر ختم کرنا پڑے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ تم مجھے جان سے مار ڈالو لیکن۔۔۔"

"مجھے جگت نارائن کا پتا بتا دو۔" میں نے دانہ ڈالا۔ "اس کے بعد میں تم کو چھوڑ دوں گا۔"

"میں کسی جگت نارائن کو۔۔۔"

"تڑاخ۔" میرا ہاتھ پوری شدت سے گھوم گیا۔ اس کے پتلے ہونٹوں سے خون کی پتلی لکیر پھوٹ نکلی۔ اس نے پوری قوت سے زور آزمائی شروع کر دی لیکن کسی معصوم پرندے کی طرح عقاب کے شکنجوں میں پھڑپھڑا کر شکار ہو گئی۔ میرا جنون اترا تو وہ فرش پر بے ہوش پڑی تھی۔ میں نے اسے غور سے دیکھا۔ ذہنی طور پر مجھے ایک جھٹکا لگا۔ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا تھا لیکن پھر اچانک جیسے سرخ آندھی کے تیز اور گرد آلود جھونکے نے میری بینائی کو متاثر کر دیا۔ میرا ہاتھ غیر اختیاری طور پر اپنی بغلوں کی طرف بڑھا جہاں میں نے ایک خنجر پیٹی کے ذریعہ چھپا رکھا تھا۔ میں نے خنجر کے دستے پر اپنی گرفت مضبوط کر کے اسے خول سے باہر کھینچ لیا۔ میرا ہاتھ طوفانی انداز میں بلند ہوا پھر کوشلیا کے جسم کے مختلف حصوں سے خون کے فوارے جاری ہو گئے۔ ابھی میرا خونی عمل جاری تھا کہ دانش کمرے میں داخل ہوا جو کچھ اس کی آنکھوں نے دیکھا وہ اسے دیکھ کر بوکھلا گیا۔ اس نے لپک کر میرا خنجر والا ہاتھ تھام لیا۔

"سر۔۔۔ یہ کیا کر رہے ہیں؟"

"جگت نارائن کے آدمیوں نے مجھے گھیر کر مارنے کی کوشش کی تھی لیکن میں بچ گیا اور اب۔۔۔" میں اٹھتا ہوا بولا۔ "ہو سکتا ہے کہ کوشلیا کے حسین جسم کے ٹکڑے پارسل کی صورت میں بطور تحفہ وصول کرنے کے بعد وہ اپنے خول سے باہر نکل آئے۔"

"آپ یہ فرض مجھے بھی سونپ سکتے تھے۔" دانش نے تیزی سے کہا۔

"کوئی فرق نہیں پڑتا۔" میں بھیانک انداز میں دانش کو مسکراتے ہوئے دیکھ کر بولا۔ "اس کو ذبح میں نے کیا ہے۔ تم اس کے ٹکڑے بنا کر کبیر داس تک پہنچا دو۔ حساب برابر ہو جائے گا۔"

مجھے نہ جانے کیوں شدید چکر محسوس ہو رہے تھے۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے میں اپنے قدموں پر زیادہ دیر تک نہیں کھڑا رہ سکوں گا۔ میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن لڑکھڑا گیا۔ اگر دانش نے مجھے سنبھال نہ لیا ہوتا تو شاید میں کسی کٹے ہوئے شہتیر کی طرح فرش پر ڈھیر ہو جاتا۔ مجھے بس اتنا ضرور محسوس ہوا تھا جیسے دانش نے مجھے کندھے پر کسی لاش کی طرح لاد کر تیز تیز قدم اٹھانے کی کوشش کی تھی لیکن اس کے بعد مجھے کچھ محسوس نہیں ہوا۔ میری نظروں کے سامنے گھپ اندھیرے چھانے لگے تھے جنھوں نے میرے ذہن کو بھی اپنی لپیٹ میں لے کر معطل کر دیا تھا۔

☆

کبیر داس کو کوشلیا کی لاش کا پارسل ملنے کی خبریں مع تصاویر کے اخبارات میں شائع ہوئیں تو جیسے پورے شہر میں زلزلہ آگیا۔ سماجی تنظیموں' اور فلاحی اداروں نے اس حادثے کی شدید آواز میں مذمت کی تھی اور مجرموں کو فوری طور پر گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دینے کی سخت الفاظ میں حکومت اور حساس اداروں سے اپیل کی تھی۔ رفاہی اداروں نے بھی کبیر داس کی حمایت میں لمبے لمبے بیان جاری کیے تھے' جہاں اس حادثے سے میرا ایک انتقام پورا ہوا تھا وہیں کبیر داس کی شہرت میں چار چاند اور لگ گئے تھے۔

مجھے جس نقاہت کے عالم میں گھر لایا گیا تھا اس نے سب ہی کو پریشان کر دیا تھا۔ ہوش آنے پر میں نے خود کو اپنی خواب

گاہ میں پایا تھا جہاں ندیم کے علاوہ نسیم اور عارفہ بھی موجود تھیں۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ ندیم بار بار مجھے ناپسندیدہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ شاید دانش یا پھر ماسٹر جی نے اسے حالات کی اصل نوعیت سے آگاہ کر دیا تھا۔ کچھ دیر کے لیے نسیم اور عارفہ خواب گاہ سے کسی کام کی غرض سے باہر گئیں تو ندیم نے بڑی سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"کیا یہ سب تمہاری حرکت نہیں تھی؟"

"میں انکار نہیں کروں گا۔" میں نے اقرار کر لیا۔ "جگت نارائن کے چھ مسلح آدمیوں نے مجھے گھیر کر جہنم رسید کرنے کی کوشش کی تھی۔ میں نے اس کا قرض چکتا کر دیا ہے۔"

"تم نے عقلمندی کا ثبوت نہیں دیا۔" ندیم نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ "کیپر داس کی ذاتی اپیل پر اس حادثے کی چھان بین اور اصل مجرم کی گرفتاری کے لیے کئی ٹیمیں تشکیل دی گئی ہیں جو قاتل تک پہنچنے کی سرتوڑ کوشش کریں گی اور ___"

"تم اس کے امکانات کو یکسر جنبش قلم رد بھی نہیں کر سکتے۔" ندیم تپا کر بولا۔

"فکر مت کرو۔" میں مسکرا دیا۔ "جو کاکا بلیک پین تھر کو پولیس کے نرغے سے نکال سکتی ہے جو مجھے ایک سنگین جرم کے ارتکاب کی خاطر مجبور کر سکتی ہے وہی میری مدد بھی ضرور کرے گی۔"

"یہ کوشلیا کے خلاف تمہیں کالکا نے اکسایا تھا؟"

"ہاں۔"

"ہو سکتا ہے تم درست کہہ رہے ہو لیکن تمہاری بات حلق سے نیچے نہیں اتر رہی۔"

"کوئی وجہ؟"

"کاکا ایک ہی وقت میں دو حماقتیں نہیں کر سکتی۔" ندیم نے کہا۔ "اس نے بلیک پین تھر کو اسی لیے آزاد کرایا ہے کہ وہ تم سے اپنا انتقام لے سکے۔ ایسی صورت میں اب اگر تم اندر ہو گئے تو جیل کی آہنی سلاخیں تمہارے لیے بہترین گہوارہ ثابت ہوں گی۔"

"ہو سکتا ہے کہ اس میں بھی کالکا کی کوئی نئی چال کا کوئی خطرناک چال ہو؟"

"کیا مطلب؟"

"اگر کالکا کے پیچھے دنیا کی تمام شیطانی قوتیں ہیں تو وہ براہ راست بھی میرا خاتمہ کر سکتی تھی لیکن اس نے متعدد موقعوں پر میری بروقت مدد کر کے مجھے تحفظ فراہم کیا ہے۔ ایسی صورت میں صرف ایک ہی بات سوچی جا سکتی ہے۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "کالکا نے اپنی بازی مات کرنے کی خاطر اب آخری چال چلی ہو۔ شاید وہ آہنی سلاخوں کے پیچھے مجھے ایڑیاں

رگڑ رگڑ کر موت کی دہلیز پھلانگتے دیکھنا چاہتی ہو۔ اس طرح بلیک پین تھر بھی بچ جائے گا اور بھوشن اور جگت نارائن کی خواہشات بھی پایہ تکمیل کو پہنچ جائیں گی۔"

"میرا خیال ہے کہ درمیان کی کوئی کڑی ضرور غائب ہے۔"

"کیوں ___ تمہیں کسی درمیانی کڑی کا خیال کس طرح آ گیا؟" میں چونکا۔ مجھے شبہ تھا کہ کہیں دانش نے حالات تفصیل نہ بتا دی ہو۔

"جس راستے پر تم نے اب قدم رکھا ہے میں اس کی آخری منزلیں بھی سر کر چکا ہوں۔"

"دانش نے کچھ کہا ہے؟"

"نہیں!" ندیم نے مجھے گھورا۔ "لیکن دانش ہی کے رد عمل نے مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔"

"کیا نتیجہ اخذ کر رہے ہو؟"

"میں سمجھا نہیں۔"

"دانش بے حد نمک حلال اور وفادار آدمی ہے۔ اس نے تمہارے حکم کے تحت اپنی زبان کھولنے سے معذرت کی ہے۔ ایسی صورت میں میری جگہ اگر تم ہوتے تو شاید تم اسی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش ضرور کرتے جو میں کر رہا ہوں۔"

"کیا نتیجہ اخذ کر رہے ہو؟"

"یا تو بلیک پین تھر کے فرار ہونے میں تمہاری کالکا کے بجائے خود اس کی صلاحیتوں کا دخل تھا یا پھر جو تم نے قدم اٹھایا ہے اس میں کالکا کی خواہشوں کی تکمیل کے خواب شامل ہیں۔ بیک وقت ان دونوں واقعات میں کوئی بھی صاحب فہم کالی طاغوتی قوتوں کو ذمہ دار نہیں ٹھہرا سکتا۔"

"بہرحال جو ہونا تھا ہو چکا۔" میں نے قدرے ناخوشگوار لہجہ اختیار کیا۔ "کالکا کے وجود یا اس کی کالی طاقتوں کے بارے میں دنیا کی کوئی بھی عدالت ہماری کسی دلیل کو تسلیم نہیں کرے گی۔"

"میں تمہاری بات تسلیم کرتا ہوں لیکن جو کام تم نے کیا ہے وہی کسی اور سے بھی لیا جا سکتا تھا۔"

"فرق کیا پڑتا ہے۔" میں نے استہزائیہ انداز میں کہا۔ "پولیس کی سختی سے تنگ آ کر وہ اپنی زبان کھول دیتا تو بات میری ذات تک محدود ہو کر رہ جاتی۔"

ندیم کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ ملازم نے اندر داخل ہو کر میجر فخرالدین اور اس کے ساتھ کچھ رنگروٹوں کے آنے کی اطلاع دی۔

"فخرالدین۔" ندیم نے اس نام کو دہرایا پھر میری جانب دیکھ کر بڑی سنجیدگی سے بولا۔ "میں میجر اور اس کی ٹیم کا استقبال کرتا ہوں۔ جب تک تمہیں نہ بلایا جائے تم اپنی خواب گاہ سے باہر

آنے کی حماقت نہ کرنا اور اگر تمہیں طلب کیا جائے تو اپنی زبان پر قابو ہی رکھنا۔"

ندیم باہر چلا گیا۔ نسیم اور عارفہ کو میجر کے آنے کی بھنک مل گئی تھی۔ وہ پریشان ہو کر میرے پاس آ گئیں۔

"یہ فوج کی نفری کیوں آئی ہے؟" نسیم نے پریشان ہو کر دریافت کیا۔

"کچھ یقین سے نہیں کہا جا سکتا۔"

"میرا دل تو نہ جانے کیوں دھڑک رہا ہے۔" عارفہ نے بمشکل اپنے آنسوؤں پر قابو پاتے ہوئے میری جانب دیکھا۔

"دل دھڑکنا تو زندگی کی علامت ہے۔" میں نے مسکرا کر دونوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کی۔

"سچ سچ بتائیں شہباز بھائی، آپ کو بے ہوشی کی حالت میں کیوں لایا گیا تھا؟" نسیم نے مجھے کریدنے کی کوشش کی۔

"ظاہر ہے کہ میں بے ہوش تھا اسی لیے بے ہوشی کی حالت میں گھر لایا گیا۔" میں نے پھر بات ٹالنے کی کوشش کی۔ "آئندہ کے لیے سب کو ہدایت کر دوں گا کہ پہلے مجھے ہوش میں لانے کی مناسب تدابیر اختیار کی جائیں اس کے بعد بھلا چنگا ہونے کے بعد ___"

"بے ہوش ہونے کی وجہ کیا تھی؟" عارفہ نے بسورتے ہوئے جرح کی۔

"کام کی زیادتی کے سبب دماغ چکرا گیا تھا۔ اس کے بعد کیا ہوا مجھے نہیں معلوم۔" میں نے پھر بات کو ہنسی میں اڑانے کی کوشش کی۔ "ہوش آنے پر میں نے تم دونوں کو دیکھا تو ایک دم دل باغ باغ ہو گیا۔ میرے ذہن میں پہلا خیال یہی ابھرا کہ قدرت نے نہ صرف مجھ پر مہربان ہو کر مجھے جنت عطا کر دی ہے بلکہ خدمت کے لیے ایک کے بجائے دو حوریں بھی عنایت کر دی ہیں۔"

"آپ کو میرے سر کی قسم۔" نسیم جذباتی ہو گئی۔ "سچ سچ بتائیے اصل بات کیا ہے؟"

"سوری۔ میں تمہارے سر کی قسم کھا کر کوئی بات نہیں کہہ سکتا۔" میں سنجیدہ ہو گیا۔

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کوئی اہم بات ہم سے چھپا رہے ہیں۔"

"ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔"

"پھر میرے سر کی قسم کیوں نہیں کھا رہے۔"

"مجھ سے کسی پہنچے ہوئے بزرگ نے کہا تھا کبھی کسی ایسے کی قسم نہ کھانا جس میں خشکی ہو یا پھر جوئیں موجود ہوں ورنہ بعض حالات کے بگڑنے کا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔"

"آپ کو میری جان کی قسم؟" عارفہ کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو گئی لیکن قدرت کو میرا بچاؤ منظور تھا اس لیے ندیم کا بلاوا

آ گیا۔ میں نے ان دونوں کو دیکھ کر بے پروائی سے شانے اچکائے۔ اٹھ کر ڈرائنگ روم میں گیا جہاں ایک باوردی میجر بیٹھا ندیم سے گفتگو میں مصروف تھا۔ مجھے داخل ہوتا دیکھ کر میجر نے اپنی باتوں کا سلسلہ بند کر دیا اور تیز نظروں سے مجھے گھورنے لگا۔ اس کے گھورنے کا انداز کچھ مشکوک سا تھا۔ میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا تو اس نے مجھے بدستور گھورتے ہوئے بڑے نپے تلے انداز میں سوالات کا سلسلہ شروع کیا۔

"کل اپنے دفتر سے اٹھنے کے بعد آپ کہاں کہاں تشریف لے گئے تھے؟"

"ظاہر ہے بزنس کی خاطر کہیں نہ کہیں تو آنا جانا لگا رہتا ہے۔" میں نے وقت لے کر حالات کو بھانپنے کی کوشش کی۔

"میں آپ سے جو پوچھ رہا ہوں صرف اس کا جواب دیں۔" اس کی پیشانی شکن آلود اور منہ تیکھا ہو گیا۔ "کل دفتر سے اٹھنے کے بعد سے گھر پہنچنے تک آپ کہاں کہاں گئے تھے اور کن کن لوگوں سے ملاقات کی تھی؟"

"آئی سی۔" میں نے خلا میں گھورتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "گویا وہ فون غلط نہیں تھا۔"

"کون سا فون؟" میجر چونکا۔

"ابھی چند منٹ پہلے مجھے کسی نے فون پر دھمکی دی تھی کہ شاید مجھے کسی ناکردہ گناہ کے سلسلے میں پھانس لیا جائے گا۔"

"اس گناہ کی کوئی تفصیل بیان کی گئی تھی؟" میجر نے پہلو بدلا، اس کی عقابی نگاہیں بدستور میرے چہرے کا احاطہ کیے ہوئے تھیں۔

میں کوئی مناسب جواب دینے کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ عثمان غنی مجھے ایک صوفے سے ٹیک لگائے پیر پھیلائے فرش پر بیٹھا نظر آ گیا۔

"رفیقی، تم غلطی سے پسینہ پونچھنے کے بعد اپنا رومال کوشلیا کے فلیٹ پر چھوڑ آئے تھے۔ کوشلیا سے ملاقات کا اقرار کر لو۔ تمہارے خلاف ایسا کوئی واضح ثبوت نہیں ہے جو تمہیں قتل کا مرتکب ٹھہرانے میں مفید ثابت ہو سکے۔ وقتی پریشانی ضرور ہو گی لیکن یہ بھی تمہارے لیے خوش آئند ہی ثابت ہو گی۔ میرے ہوتے ہوئے تمہیں کسی بات کا غم یا فکر نہیں ہونی چاہیے۔"

"یہ آپ خاموش کیوں ہو گئے مسٹر شہباز؟" میجر نے قدرے سخت لہجے میں سوال کیا۔ "میں نے آپ سے کوئی سوال کیا تھا۔"

"میرا اندازہ اگر غلط نہیں ہے تو آپ اس قتل کی تفتیش کی غرض سے تشریف لائے ہیں جس کی خبر آج کے اخبارات میں شائع ہوئی ہے۔"

"آپ کو خاص طور پر اس بات کا خیال کیوں آیا؟" میجر کی

آنکھوں میں کامیابی کی چمک پیدا ہوئی۔

"اس لیے کہ کوشلیا ایک معصوم لڑکی تھی اور میری اچھی دوست بھی تھی اور کل میں اس سے ملاقات کرنے اس کے اپارٹمنٹ پر بھی گیا تھا۔"

"جب آپ اس سے ملنے گئے تھے اس وقت کیا بجا تھا؟" میجر نے تیزی سے سوال کیا۔ ندیم میرے جواب پر کسمسا کر رہ گیا تھا۔

"میں نے گھڑی نہیں دیکھی تھی لیکن محتاط اندازے سے بتا سکتا ہوں کہ اس وقت رات کے گیارہ ساڑھے گیارہ کا عمل رہا ہوگا۔"

"آپ وہاں۔۔۔ میرا مطلب ہے مس کوشلیا کے اپارٹمنٹ میں کتنی دیر ٹھہرے تھے۔" میجر نے تیزی سے پوچھا وہ مجھے جواب دینے کی مہلت نہیں دینا چاہتا تھا۔

"تقریباً بیس منٹ۔"

"آپ کو کیوں بلایا گیا تھا؟"

"کوشلیا کو کسی سے جان کا خطرہ لاحق تھا۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اس نے مجھے یہی بتایا تھا کہ کوئی اس کی زندگی تباہ کرنے پر بضد ہے۔ بصورت انکار اسے جان سے مار دینے کی دھمکی دی جا رہی تھی۔ میں اسے تسلی دے کر واپس آگیا تھا لیکن شاید میرا رومال وہیں چھوٹ گیا تھا جس کا اندازہ مجھے گھر آنے کے بعد ہوا۔"

"کوشلیا کو کس سے جان کا خطرہ تھا؟ کیا اس نے کوئی نام بھی لیا تھا؟"

"جی ہاں وہ بار بار کسی بلیک پین تھر کا حوالہ دے رہی تھی۔"

"اچھے جا رہے ہو رفیقی۔" عثمان غنی نے مسکرا کر پھر نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔

بلیک پین تھر کا نام سن کر میجر بھی ایک لمحے کو چونکا تھا پھر مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے بولا۔

"کوشلیا سے آپ کی ملاقات کس طرح ہوئی تھی؟"

"میں کبیر داس جی کے رفاہی کاموں میں اکثر حسب استطاعت مدد کرتا رہتا ہوں۔ کئی بار وہاں جانا بھی ہوا۔ اسی دوران کوشلیا سے ملاقات بھی ہوتی رہی پھر ہم ایک دوسرے کے اچھے دوست بن گئے لیکن یہ دوستی صرف فون پر گفتگو کرنے کی حد تک رہی۔ کل رات اس نے پہلی بار مجھے فون کرکے اپنے اپارٹمنٹ پر بلایا تھا۔ اس وقت وہ بری طرح سہمی ہوئی تھی اور بے حد خوفزدہ نظر آرہی تھی۔"

"کیا اس نے بتایا تھا کہ بلیک پین تھر کون ہے؟"

"نہیں۔ شاید وہ ذاتی طور پر اس سے ناواقف تھی۔"

"میں بتاتا ہوں آپ کو۔" میجر فخرالدین نے کہا پھر بلیک پین تھر کے بارے میں تفصیل سے بتاتے ہوئے بولا۔ "حال ہی میں وہ آپ پر قاتلانہ حملے کے سلسلے میں گرفتار [illegible] لیکن پھر پراسرار طور پر پولیس لاک اپ سے فرار ہوگیا۔"

"یہ تمام حقائق پولیس فائل پر سے پہلے سے موجود [illegible]" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔

"لیکن آپ نے مجھ سے اس کا تذکرہ نہیں کیا کہ [illegible] تھر نے آپ پر بھی۔"

"میں نے ضروری نہیں سمجھا تھا۔" میں نے [illegible] میں جواب دیا۔

"کیا یہ بات حیرت انگیز نہیں ہے کہ پہلے بلیک پین [illegible] آپ کو نشانہ بنانے کی کوشش کی اور پھر کوشلیا کو قتل کر [illegible]"

"ممکن ہے اس نے یہ اقدام رقابت کی بنا پر کیا [illegible] نے شانے اچکائے۔ "ہو سکتا ہے کہ اسے فون پر بھی کوشلیا کی بات چیت پسند نہ ہو اس لیے اس نے پہلے پھر۔۔۔"

"ہو سکتا ہے آپ کا اندیشہ درست ہو لیکن [illegible] نظروں میں اس بات کی کوئی اہمیت نہیں ہوگی اس [illegible] الحال صرف کوشلیا کے قاتل یا قاتلوں کی تلاش ہے [illegible] واردات سے جو واحد ثبوت ملا ہے وہ آپ کا رومال [illegible] لیے آپ کی شخصیت ہماری فائل پر سرفہرست ہے۔"

"ابزیوڈش میجر۔" میں نے اس بار ناگوار لہجہ [illegible] "میرا تعلق بھی محکمہ پولیس سے رہ چکا ہے۔ میں [illegible] امتحان میں کامیابی کے بعد ہی پولیس کی ملازمت کے [illegible] قرار دیا گیا تھا۔ میرا پورا ریکارڈ بے داغ ہے اس [illegible] میرے والد بھی۔۔۔"

"مجھے آپ کے بارے میں ان باتوں کا علم ہے [illegible] میں آپ کے ساتھ ایک رعایت کر رہا ہوں۔" میجر [illegible] قدرے سنبھل کر کہا۔ "میں چاہوں تو آپ کو زیر [illegible] لے سکتا ہوں لیکن ابھی صرف شامل تفتیش کر رہا [illegible] لیے میری درخواست ہے کہ آپ فی الحال خود کو [illegible] حدود تک محدود کر دیں بصورت دیگر ہم آپ کی [illegible] جیل قرار دے کر نظربندی کے احکامات بھی جاری [illegible] ہیں۔"

"میں آپ سے کسی بھی قانونی اقدام سے گریز [illegible] درخواست نہیں کروں گا۔"

"مسٹر ندیم سے میرے تعلقات خاصے پرانے [illegible] نے اس بار مسکرا کر کہا۔ "امید ہے آپ بھی مجھ [illegible] کریں گے۔ ویسے میں اپنے فرض کے پیش نظر ا[illegible] لباس والوں کو یہاں تعینات کرنے پر مجبور ہوں۔"

"آپ خوشی سے جو چاہیں کریں لیکن میں بھی [illegible]

[illegible] کچھ اختیارات محفوظ رکھتا ہوں۔" میں نے پہلو بدل کر [illegible] جواب دیا۔

"نہیں۔" ندیم نے مداخلت کی۔ "تم کوئی ایسی حماقت [illegible] کرو گے۔"

"میں نے ابھی کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا ہے۔" میرے لہجے [illegible] کا سا کھنچاؤ بھی شامل تھا۔

"بات کو بڑھانے کی کوشش نہ کریں مسٹر شہباز! ورنہ پھر [illegible] بھی اپنا دائرہ تفتیش وسیع کرنا پڑے گا۔"

میں نے اس بار کوئی جواب نہیں دیا۔ کوشلیا کے [illegible]نٹ کے دونوں گارڈز کا ذکر ابھی درمیان میں نہیں آیا [illegible] ہر چند کہ میں اور دانش دونوں میک اپ میں تھے لیکن [illegible] کا دائرہ وسیع ہونے کی صورت میں بازی پلٹ بھی سکتی [illegible]

"میرا خیال ہے کہ اب تم جرائم کے معاملات میں خاصے [illegible] ہوتے جا رہے ہو۔" ندیم نے میجر کے جانے کے بعد کہا۔

"[illegible]ب تمہاری صحبت کا اثر ہے۔" میں نے لطیف طنز کیا۔

"لیکن ابھی کچے ہو۔" ندیم نے مسکرا کر کہا۔ "تم نے جو [illegible] مجھے سنائی تھی وہ اس کہانی سے مختلف ہے جو میجر فخرالدین [illegible] نائی ہے۔"

"کہانیوں میں کیا رکھا ہے۔ وہ تو بدلتی رہتی ہیں۔"

"بہرحال تم نے بلیک پین تھر کا ذکر درمیان میں لا کر [illegible] کا ثبوت دیا ہے اور یہ بھی اوپر والے کی مہربانی ہے کہ [illegible] فخرالدین میرا پرانا دوست نکلا ورنہ تمہاری کہانی میں کچھ [illegible] بھی موجود تھے۔"

میں نے وضاحت طلب کرنی چاہی لیکن تسیم اور عارفہ کے [illegible] سے بات آگے نہ بڑھ سکی۔ یہ بات مجھے بعد میں معلوم [illegible] تھی کہ میجر فخرالدین نے جو کچھ کہا تھا وہ غلط نہیں تھا۔ ندیم [illegible] رہائش گاہ کے چاروں طرف سادہ لباس میں کچھ کمانڈوز کو [illegible] کڑی نگرانی پر مامور کر دیا گیا تھا۔

[illegible] روز تک میں صرف گھر تک محدود رہا تیسرے روز سراج [illegible] کر مجھے ایک اطلاع دی۔

"عدالت نے پہلی ہی پیشی پر آصف کی درخواست ضمانت [illegible] کر لی ہے۔"

"آصف کا اپنا کیا بیان ہے؟"

"[illegible] جو پہلے سے متوقع تھا۔" سراج نے بتایا۔ "اس نے [illegible] میں کھڑے ہو کر اس بیان کی سختی سے تردید کر دی جو [illegible] پولیس کی تحویل میں دیا تھا۔ جواز یہی رہا تھا کہ اس نے [illegible] تشدد سے بچنے کی خاطر ایسا کیا تھا۔"

"اس کی والدہ اور بہن کہاں ہیں؟"

"وہ پولیس کی حفاظت میں ہیں اور پوری طرح محفوظ ہیں۔"

"احمد غوری کے سلسلے میں کوئی پیش رفت نہیں ہوئی؟"

"جی نہیں۔ وہ ابھی تک یہی بکواس کیے جا رہا ہے کہ پولیس نے اسے بلاجواز حوالات میں بند کر رکھا ہے۔"

"آصف کی ضمانت کی منظوری کے سلسلے میں کیا جگت نارائن کے وکیلوں نے کوئی احتجاج کیا؟"

"محض ایک رسمی رسہ کشی ضرور اختیار کی گئی تھی۔" سراج نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ آصف اور جگت نارائن کے درمیان کوئی خفیہ معاہدہ ہوگیا ہے۔"

"مگر حوالات میں مذاکرات کس طرح ممکن ہوئے؟"

"میں نے حالات کے پیش نظر اس سے ملنے جلنے والوں کو کچھ رعایت دے دی تھی۔" سراج نے پہلو بدل کر جواب دیا۔ "اس رعایت کی وجہ سے جگت نارائن کا ایک کارندہ ہماری نگاہوں میں بھی آگیا تھا لیکن وہ بھی موت کی ابدی نیند سلا دیا گیا۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔

"دراصل ہم نے کچھ ایسے خفیہ انتظامات کر رکھے تھے کہ نہ صرف آصف سے ملنے جلنے والوں پر کڑی نظر رکھی جائے بلکہ حوالات میں ہونے والی گفتگو بھی سنی جا سکے۔ جس شخص کو ہم نے پن پوائنٹ (pin point) کیا تھا اسی نے آصف سے نغمہ کے سلسلے میں گفتگو کی تھی۔ ملاقات ختم ہونے کے بعد طے شدہ پروگرام کے تحت ہمارے سادہ لباس کے قابل اعتماد اہلکاروں نے اس کا تعاقب کیا لیکن شاید اسے یا پھر جگت نارائن کے دوسرے ساتھیوں کو اس کی بھنک مل گئی تھی چنانچہ اسے گولی مار دی گئی۔ یہ واردات ایک بھری پری سڑک پر ہوئی تھی۔ فائر کسی سائیلینسر لگے ہوئے آتشی اسلحے سے کیا گیا تھا اس لیے لوگوں کو اس کی خبر اس وقت ہوئی جب ہمارا مطلوبہ آدمی سڑک پر گرا تھا پھر اس کے جسم سے بہنے والے خون کو دیکھ کر راہ گیروں میں بھگدڑ مچ گئی۔ خوف و ہراس کی وجہ سے دکانوں کے شٹر بھی تیزی سے گرا دیے گئے۔ ہم قاتل یا قاتلوں کا سراغ نہیں پا سکے البتہ گولی چونکہ مقتول کے بائیں جانب اور گردن کے درمیان لگی تھی اس کا زاویہ پچھتر ڈگری تھا اس لیے یہی سوچا جا سکتا ہے کہ فائر کسی قریبی بلڈنگ کے دوسرے یا تیسرے فلور سے کیا گیا ہوگا۔ دو افراد چار چھ بلڈنگوں کے فلیٹوں میں چھان بین کرنے سے قاصر تھے۔ اس کے علاوہ مقتول کی سانس چونکہ چل رہی تھی اس لیے اسے فوری طور پر اسپتال لے جایا گیا لیکن کسی قسم کی طبی امداد ملنے سے پیشتر ہی اس نے دم توڑ دیا۔ البتہ مرنے سے پہلے اس نے ایک اہم نام لیا تھا۔"

"جگت نارائن۔" میں نے تیزی سے دریافت کیا۔

"جی نہیں۔ بلیک پین تھر۔" سراج نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔ "کتنی دیدہ دلیری کی بات ہے کہ اس نے حوالات سے فرار ہونے کے فوراً ہی بعد قاتلانہ سرگرمیاں دوبارہ شروع کردیں۔ مجھے یقین ہے کہ اسے جگت نارائن کے علاوہ کچھ اور صاحب حیثیت افراد کی بھی بھرپور حمایت حاصل ہے۔"

"کیا مقتول کی تحویل سے بھی جگت نارائن کی شناخت والا کوئی سکہ برآمد ہوا ہے؟"

"نہیں۔ شاید وہ زیادہ اہمیت نہیں رکھتا تھا یا پھر بلیک پین تھر نے ـــــ" سراج کچھ کہتے کہتے رکا پھر تیزی سے بولا۔ "آصف نے بھی اپنی رہائی کے بعد مجھ سے دبی زبان میں بلیک پین تھر ہی کا نام لیا تھا۔"

"وہ کس سلسلے میں؟"

"جگت نارائن اور آصف کے درمیان رابطے کا کام بلیک پین تھر کر رہا تھا۔"

"آئی سی۔" میں نے گہری سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ایسی صورت میں آصف کو بڑی خوبی اور دور اندیشی سے اپنا پارٹ پلے کرنا پڑے گا لیکن پین تھر ہی اگر جگت نارائن اور آصف کے درمیان مذاکرات کرا رہا تھا تو پھر آصف کی نگرانی پر بھی اسی کو مامور کیا گیا ہوگا؟"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" سراج نے جواب دیا پھر دبی زبان میں بولا۔ "مجھے افسوس ہے کہ میں میجر فخرالدین کو پوری طرح قائل نہیں کرسکا لیکن میں نے آپ کی وکالت کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔"

"مجھے یقین ہے۔" میں نے بے پروائی سے مسکرا کر کہا۔ "اسی بہانے کچھ دنوں آرام کا موقع مل گیا۔"

"ایک بات اور قابل ذکر ہے۔ جس عمارت سے کوشلیا کی لاش برآمد ہوئی تھی اس کے دونوں گارڈز بے ہوشی کی حالت میں پائے گئے تھے جنھیں میجر فخرالدین کے رنگروٹوں نے ریڈ کراس اسپتال پہنچا دیا تھا لیکن وہ ہوش میں آنے سے پہلے ہی انتقال کرگئے۔"

"کیا کوشلیا اپنے اپارٹمنٹ میں تنہا رہتی تھی؟" میں نے اس کی ماں اور بھائی کی خیریت معلوم کرنے کی خاطر ایک رسمی سوال کیا۔

"اس کی ماں اور ایک چھوٹا بھائی بھی ساتھ ہی رہتا تھا لیکن ـــــ" سراج نے چونک کر مجھے ٹٹولتی نظروں سے دیکھا۔ "آپ نے تو میجر کو بیان دیا تھا کہ حادثے والی رات آپ نے کوشلیا سے ملاقات کی تھی۔"

"وہ مجھے اپنی خواب گاہ میں تنہا ہی ملی تھی۔" میں نے اپنی غلطی کو محسوس کرتے ہوئے تیزی سے وضاحت کی۔ "کوشلیا سے اس کے اپارٹمنٹ میں ملنے کا پہلا اتفاق تھا۔ وہ اس کچھ اتنی خوفزدہ تھی کہ ہمیں اس کے سوا کسی اور بات کا نہیں رہا تھا۔"

"مجھے میجر نے آپ سے ہونے والی گفتگو کے بارے بتایا تھا۔" ہو سکتا ہے کہ وہ بہت ساری باتیں درمیان حذف کر گیا ہو لیکن اس نے بھی آپ کے حوالے سے پین تھر کا تذکرہ کیا تھا۔ دراصل وہ بلیک پین تھر والی فا مطالعہ کرنا چاہتا تھا۔" سراج کوشلیا کی ماں اور بھائی کا ذکر کر گیا یہ بھی ممکن تھا کہ اس نے انھیں کوئی اہمیت نہ دی۔

"کیا کہا تھا میجر نے؟"

"کوشلیا کو بربادی کی دھمکی دینے والا ہاتھ وہی تھا۔" نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "کیا کوشلیا نے آپ سے تھا؟"

"جی ہاں۔"

"اگر کوشلیا کا بیان درست تھا تو پھر ہمیں کچھ سوچنا گا۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"ہو سکتا ہے کہ خود بلیک پین تھر جگت نارائن کا ناٹک رچا رہا ہو۔"

"آپ نے نتیجہ کس طرح اخذ کرلیا؟"

"سوچنے کی بات ہے مسٹر شہباز۔" سراج نے سنجیدگی سے کہا۔ "اگر بلیک پین تھر بھی جگت نارائن کے کام کر رہا ہے تو پھر اسے یہ بھی ضرور معلوم ہوگا کہ جگت کی عدالت سے ایک معمولی لغزش کی سزا بھی موت ہوتی وہ اپنے مشکوک آدمیوں اور ان افراد کو بھی ٹھکانے لگوا جو پولیس کی نظروں میں آجاتے ہیں۔ ایسی صورت میں کیا پین تھر جگت نارائن کی سکریٹری کی عزت پر ہاتھ ڈالنے بارے میں سوچ سکتا تھا؟"

"آئی سی۔" میں نے جلدی سے سراج کی بات کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ "آپ نے بہت ہی اہم نکتہ تلاش کیا اگر آپ کا خیال درست ہے تو پھر بلیک پین تھر ہی نے جگت نارائن کا ناٹک رچایا ہوگا۔ اس طرح وہ پولیس کی مخالف سمتوں میں بانٹ سکتا ہے۔"

"افسوس۔" سراج نے نچلا ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "کم بخت ہمارے ہاتھ آنے کے بعد بھی نکل گیا۔"

"اسے یقیناً کسی طاغوتی قوت کی حمایت بھی حاصل ہوگی ورنہ وہ اتنی آسانی سے بند حوالات سے نکل کر موجود مسلح افراد کی نظروں میں آئے بغیر کسی چھلاوے کی فرار نہیں ہو سکتا تھا۔"

"کبھی کبھی قانون کی حد بندیاں بھی ہمارے لیے

…ن ثابت ہوتی ہیں۔" سراج نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "ہمیں اس کے ساتھ شوٹ ایٹ سائٹ کے فارمولے پر ہی عمل کرنا چاہیے تھا اور آپ نے بھی۔"

"آپ کی طرح میں بھی پولیس کے انداز میں سوچنے پر مجبور تھا۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "یہ میرا ذاتی خیال تھا کہ اگر وہ زندہ گرفتار ہو جاتا تو پولیس اس سے بہت سارے ایسے جرائم کا اقرار کرا سکتی تھی جن کے کیس فائل سرد خانوں میں پڑے سڑ رہے ہیں۔"

"لیکن اب ہمیں اس سلسلے میں اپنی پالیسی بدلنی ہوگی۔"

"ایک غلطی اور بھی آپ سے سرزد ہوئی ہے۔" سراج نے دبی زبان میں کہا۔ "اگر آپ نے کوشلیا سے ملنے کے فوراً بعد مجھے حالات سے آگاہ کردیا ہوتا تو شاید ہم اسے ٹریپ کرنے میں کامیاب ہو جاتے۔"

"کوشلیا نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ کئی دنوں سے دھمکی آمیز فون کر رہا تھا۔" میں نے بات بنانے کی کوشش کی۔ "مجھے یقین تھا کہ ہماری ملاقات کے فوراً ہی بعد وہ عمل کر بیٹھے گا۔"

"ایک بات اور بھی حلق سے نیچے نہیں اتر رہی۔"

"وہ کیا؟"

"اگر وہ بلیک پین تھر ہی تھا جس نے اپنی ہوس کی پیاس بجھائی تھی تو پھر اسے کوشلیا کو قتل کرکے اس کی لاش کے ٹکڑوں کا پارسل کبیر داس کو بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"اس کا جواب تو بہت آسان ہے مائی ڈیئر سراج۔" میں نے خود کو بچانے کی خاطر بڑے تلخ لہجے میں کہا۔ "خاص طور پر نہ سہی لیکن عام طور پر ہی دیکھا گیا ہے کہ جو افراد یا لیڈر غریبوں کی ہمدردی اور خیر خواہی کا بانگ دہل اعلان کرتے ہیں در پردہ وہی ان کا خون بھی چوستے ہیں۔ کبیر داس کی شخصیت بھی ایسے ہی افراد میں شمار کی جاتی ہے۔ جو عوام میں بہت زیادہ مقبول ہیں۔ وہ کئی فلاحی اور رفاہی اداروں کو اپنی جیب سے چلا رہا ہے ہزاروں لاکھوں آدمیوں کی مدد کر رہا ہے۔ اس کے دروازے پر ہر وقت لنگر جاری رہتا ہے۔ ہو سکتا ہے بلیک پین تھر نے کبیر داس کی کردار کشی اور پولیس کی توجہ ہٹانے کی خاطر ایک مذموم سازش کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی ہو۔"

"ویسے کبیر داس کے بارے میں آپ کی ذاتی رائے کیا ہے؟"

میں کوئی سادہ سا جواب دینا چاہتا تھا لیکن معاً مجھے خیال آیا کہ میجر فخرالدین میرے سلسلے میں سراج کو کچھ باتیں بتا چکا ہوگا چنانچہ میں نے سنبھل کر کہا۔

"دراصل میں رفاہی کاموں میں کئی بار کبیر داس کا ہاتھ بٹانے کے سلسلے میں اس سے ملاقات کرچکا ہوں لیکن بظاہر وہ کسی جرائم پیشہ نظر نہیں آتا۔" اندر کی بات تو اوپر ہی والا جان سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ہم جو کچھ سوچ رہے ہوں کبیر داس کا دوسرا رخ ہو۔"

سراج نے میری بات کا فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا کچھ دیر تک کسی خیال میں مستغرق رہا پھر دبی زبان میں بولا۔

"احمد غوری کے بارے میں کیا خیال ہے کیا اس واردات میں بھی بلیک پین تھر کا کوئی عمل دخل ہو سکتا ہے؟"

"نئے حالات کی روشنی میں فی الحال یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"

"کیا آپ نے ندا کا نام بھی سنا ہے؟" سراج نے اچانک ندا کا نام اس قدر خلاف توقع لیا کہ میں ایک لمحے کو اس کی شکل دیکھتا رہ گیا پھر خود پر جلدی سے قابو پاتے ہوئے پوچھا۔

"یہ ندا کون ہے؟" انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ نام میں نے پہلی بار سنا ہو۔

"احمد غوری کے ساتھ ہی پروفیسر ابرار کی لیبارٹری میں کام کرتی تھی۔"

"تو کیا اسے بھی؟" میں نے چونکنے کی شاندار اداکاری کی۔

"نہیں۔" سراج نے پرخیال انداز میں کہا۔ "وہ کئی روز سے لیبارٹری نہیں گئی۔ پروفیسر ابرار نے اس کے سلسلے میں براہ راست ہمارے ڈی آئی جی کو فون کیا تھا لیکن پروفیسر نے مس ندا کا جو ایڈریس بتایا تھا وہ وہاں سے دستیاب نہیں ہو سکی۔ اس کا مکان کھلا ملا تھا۔ محلے والوں نے بھی اس کی گمشدگی کے بارے میں کوئی یقینی بات نہیں بتائی۔ ڈی آئی جی صاحب کا خیال ہے کہ اسے اغوا کرلیا گیا ہے اس لیے کہ جس روز احمد غوری کو زخمی کیا گیا تھا اس کے ایک روز بعد ہی سے ندا بھی غائب ہو گئی ہے۔"

"گویا اس بار لڑکیوں اور خواتین کو زیادہ اہمیت دی جا رہی ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب؟"

"پہلے ماہ رخ کو زہریلی شراب دینے کی سازش، اس کے بعد میرہ کا منظر عام سے غائب ہو جانا۔ نغمہ کے ساتھ پیش آنے والے حالات، ندا کی گمشدگی یا اغوا اور اب کوشلیا کی عبرتناک موت۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "ایسے حالات میں نغمہ کو خاص طور پر پولیس حفاظت کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اب وہی ایک ایسی شخصیت باقی رہ گئی جسے ہم مجرموں کے لیے بطور چارہ استعمال کر سکتے ہیں۔"

"سلمان قیصر کی موت کے بعد غالباً آپ بھی نغمہ سے تعزیت کی خاطر اس سے ملے تھے؟"

"اس کے علاوہ بھی دو ایک ملاقاتیں ہو چکی ہیں۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "شاید میں نے آپ کو بتایا بھی تھا۔"

میجر نے آپ کو کتنے دنوں کے لیے غیر قانونی طور پر ہاؤس ارسٹ رر رکھا ہے؟"

"اس کا جواب تو میجر ہی دے سکتا ہے۔"

"کیا آپ اس غیر قانونی اقدام کے خلاف کوئی کیس فائل نہیں کریں گے؟"

"ارادہ تو تھا لیکن اب ترک کردیا۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"میجر اور ندیم پرانے دوست رہ چکے ہیں اس لیے میجر نے دوستانہ انداز میں مجھے یہی مشورہ دیا ہے کہ میں اس کے ساتھ تعاون کروں اس لیے کہ کوشلیا کے اپارٹمنٹ سے جو واحد ثبوت ملا ہے وہ میرا رومال ہے جو میں چلتے وقت وہاں بھول آیا تھا۔ ایسی صورت میں مجھے شامل تفتیش بھی کیا جا سکتا ہے۔"

"کیا میں آپ سے ایک اور سوال کر سکتا ہوں بشرطیکہ وہ ہم دونوں کے درمیان ہی رہے؟" اس بار سراج نے دبی زبان میں کہا۔

"فرمائیے۔" میں نے وضاحت چاہی۔ سراج کا وہ انداز مجھے معنی خیز ہی محسوس ہوا تھا۔

"مسٹر ندیم کے پاس کوئی ساحلی ہٹ فارم ہاؤس یا اسی قسم کی کوئی اور جگہیں بھی ہیں۔"

"میں آپ کے سوال کا مقصد نہیں سمجھ سکا۔" میں نے سراج کو بہت غور سے دیکھا۔

جواب میں سراج نے کچھ کہنے کی کوشش کی تھی لیکن اسی وقت ندیم ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر گہری تشویش کے اثرات نمایاں تھے۔ سراج نے بھی ان تاثرات کو بغور دیکھا تھا۔

خیریت؟" میں نے ندیم سے دریافت کیا۔

"ڈی آئی جی آفس کو بم کے دھماکے سے اڑا دیا گیا۔ پوری عمارت ملبے کا ڈھیر بن چکی ہے۔ ابھی تک یہ نہیں معلوم ہوا کہ کتنے افراد اس دھماکے کی لپیٹ میں آچکے ہیں۔"

"اٹ از ٹو مچ۔" سراج نے تیزی سے اٹھتے ہوئے کہا پھر اجازت لے کر فوراً ہی چلا گیا۔ ندیم کی دی ہوئی خبر نے اسے بھی بوکھلا دیا تھا۔

"ڈی آئی جی کے بارے میں کیا رپورٹ ہے؟" میں نے سراج کے جانے کے بعد دریافت کیا۔ "کیا وہ بھی دھماکے سے مرنے والوں میں شامل ہے؟"

"ہاں۔ اسی کو نشانہ بنانے کی خاطر تو دھماکہ کیا گیا تھا۔" ندیم نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "ڈی آئی جی آفس کے عملے کے بیشتر افراد بھی یا تو عمارت میں دب کر ہلاک ہوگئے ہیں یا پھر ان کے جسم کے ٹکڑے پھٹ کر فضا میں منتشر ہو چکے ہیں۔"

ہمارے درمیان گفتگو ہو رہی تھی کہ بلیک پین تھر کی کال آگئی لب ولہجہ سے وہ کوئی فاتح جنرل ہی محسوس ہو رہا تھا کال نے ہی ریسیو کی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ تمہیں اب تک ڈی آئی جی کی المناک موت کی اطلاع مل چکی ہوگی؟"

"تم اسے اپنی مردانگی سمجھ رہے ہو؟"

"بلیک پین تھر کو چھیڑ کر تم نے اچھا نہیں کیا۔" اس لہجے میں سفاکی تھی۔ "ڈی آئی جی کے بعد اب تمہارے صاحب کی باری ہے جنہوں نے مجھے گرفتار کرنے کی حماقت کی تھی۔ ہو سکے تو میرا یہ پیغام اپنے دوست تک پہنچا دو لیکن یاد رکھو اب تم کو بھی تباہی و بربادی سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ تم نے اگر اپنے سادہ لباس والے کمانڈوز کو تمہاری نگرانی پر مامور کیا ہوتا تو ہمارا پہلا شکار تم ہوتے اس لیے کہ تم نے نامردوں کی طرح بلیک پین تھر کو دھوکا دے کر زخمی کیا تھا ورنہ مسٹر اور ان کے مسلح افراد میری گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے تھے۔"

"فکر مت کرو۔ دوسری بار میں تمہیں صرف زخمی کرنے کی حماقت نہیں کروں گا۔"

"اس کا اندازہ تمہیں آنے والے وقت سے ہوگا"

دوسری جانب سے فون بند کردیا گیا۔

"کس کا فون تھا؟" ندیم نے سوال کیا۔

"بلیک پین تھر کا۔ اس نے ڈی آئی جی آفس میں دھماکے کی ذمے داری قبول کرلی ہے۔"

اسی وقت دوبارہ فون کی گھنٹی بجی اس بار دوسری جانب میجر فخرالدین کی آواز سنائی دی۔ اس بار کال ندیم نے ریسیو کی تھی۔ کچھ دیر تک وہ سنجیدگی سے باتیں کرتا رہا پھر بڑی سنجیدگی سے بولا۔

"میں تمہارا شکر گزار ہوں میجر! لیکن میری درخواست ہے کہ اگر تم مطمئن ہوگئے ہو تو اپنے سادہ لباس والوں کو ہٹا لو۔ میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں لیکن اس طرح ایک تو ہمارا کاروبار کو نقصان پہنچ رہا ہے اور دوسرے یہ کہ تم آخر کب تک ہماری نگرانی کی ذمے داری سنبھال سکو گے۔ خدا تمہیں کامیاب کرے لیکن آپریشن کرتے وقت محتاط رہنا۔ وہ زخمی ہونے کے بعد پہلے سے بھی زیادہ خطرناک واقع ہوا ہے۔ ایزیو وش۔" ندیم نے گفتگو کرنے کے بعد مجھے مخاطب کیا۔ "ہماری فون کالز بطور خاص ٹیپ ہو رہی تھیں۔ بلیک پین تھر کی کال سے بہرحال ایک فائدہ ہوا ہے کہ تمہاری شخصیت اس کی نگاہ میں صاف ہوگئی ہے۔ میجر نے بڑے وثوق سے کہا ہے کہ اس نے کال کے ذریعے اس جگہ کو لوکیٹ کرلیا ہے جہاں سے کال کی گئی تھی اور اب وہ فوری آپریشن کی تیاری کر رہا ہے۔"

"ہمارے اوپر سے پہرہ اٹھانے کے سلسلے میں اس

"اس نے اپنے آدمیوں کو لائن کلیئر کردینے کے احکامات جاری کردیے ہیں۔"

"ایک کام کی خبر سنائی ہے تم نے۔" میں نے کہا۔ "لیکن تم فوری طور پر کسی حماقت کا ثبوت نہیں دو گے۔" میں نے کہا۔ "ہو سکتا ہے بلیک پین تھر نے محض تمہیں گھر سے نکالنے کی خاطر ایک خوبصورت چال چلی ہو۔"

"سب کچھ ممکن ہے۔ ویسے ڈی آئی جی کو موت کے گھاٹ اتارنے کی دھمکی پہلے دی جا چکی تھی، کسی نے فون پر اسے کہا تھا کہ وہ بھوشن کے معاملے میں ڈی آئی جی کو اچھل کود کرنے سے روکے ورنہ اس کا انجام خراب ہوگا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "دوسری دھمکی اب بلیک پین تھر نے سراج کے لیے دی ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ سراج کو ختم کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔"

"تم اس قدر یقین سے کس طرح کہہ سکتے ہو؟" ندیم نے تیز نظروں سے گھورا۔

"دو اور دو ہمیشہ چار ہوتے ہیں۔ پانچ نہیں ہوتے۔ جو حقائق ہیں وہ تمہارے سامنے بھی ہیں۔"

دوسرے روز میں دفتر پہنچ گیا۔ وقت کی نزاکت مخدوش تھی۔ اب ہاتھ پر ہاتھ دھرے رہنے کا وقت نہیں تھا۔ آفس اٹینڈ کرنے کے بعد میں سیدھا اس اسپتال پہنچا جہاں سلیمان شاہ داخل تھا۔ عثمان غنی نے اس کے بارے میں غلط نہیں کہا تھا۔ وہ وی آئی پی روم میں داخل تھا لیکن بولنے، سننے اور چلنے کی قوتوں سے محروم ہو چکا تھا۔ ایک ہی جھٹکے نے اسے زندہ درگور کردیا تھا۔ ماہ رخ کو سلیمان شاہ کو دودھ پلاتے دیکھ کر مجھے تعجب ہی ہوا۔

"تم۔" ماہ رخ نے مجھے دیکھا تو اس کے ہونٹوں پر ایک تلخ مسکراہٹ ابھر آئی۔ "کب آئے؟"

"دو منٹ سے زیادہ نہیں ہوئے مگر مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ تم اپنے شوہر کی خدمت کر رہی ہو۔"

"شوہر۔ خدمت۔" وہ عجیب انداز میں بولی۔ "دعا کرو کہ مجھے اس خدمت کا پھل بھی مل جائے۔" پھر اس نے تیز نظروں سے سلیمان شاہ کو گھورتے ہوئے کہا۔ "کاش یہ اس قابل ہو جائے کہ میں اسے بتا سکوں کہ دو کوڑی کی عورت بھی اپنی ضد پر آجائے تو کہاں تک جا سکتی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ تم اب اسے معاف کردو۔" میں نے نرمی سے کہا۔ "اسے پہلے ہی قدرت نے عمر قید کی بڑی عبرتناک سزا دے رکھی ہے۔"

"ایسا مت کہو شہباز۔" وہ تیزی سے بولی۔ "اگر یہ انتقام ادھورا رہ گیا تو شاید مرنے کے بعد میری روح بھی سکون سے نہیں رہ سکے گی۔"

ہمارے درمیان گفتگو جاری تھی کہ سلیم شاہ کمرے میں داخل ہوا۔ مجھے ماہ رخ کے ساتھ دیکھ کر اس کی پیشانی بس ایک لمحے کو شکن آلود ہوئی تھی پھر اس نے تیزی سے خود پر قابو پاتے ہوئے ماہ رخ کو مخاطب کیا۔

"کیسی ہو؟"

"فی الحال زندہ ہوں۔ اس امید پر کہ شاید یہ پھر سے صحت مند ہو جائے۔" ماہ رخ نے سلیمان شاہ کو حقارت سے دیکھا جو آنکھیں پھاڑے چھت کو گھورے جا رہا تھا۔

"اپنا قیمتی وقت کیوں برباد کر رہی ہو۔" سلیم شاہ نے بڑی اپنائیت سے جواب دیا۔ "ڈاکٹرز اور سرجن کی ٹیم کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اب صرف موت ہی سلیمان شاہ کو زندگی کی اذیتوں سے نجات دلا سکے گی۔"

"اور اس کے بعد۔" ماہ رخ نے سلیم شاہ کو غور سے دیکھا۔

"اس کے بعد ہم پھر ایک ہو سکتے ہیں۔" سلیم شاہ نے میری موجودگی کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"شاید اب ایسا ممکن نہ ہو سکے۔" ماہ رخ نے بے حد سنجیدگی اور بے رخی سے جواب دیا۔

"تو کیا ساری زندگی سلیمان شاہ کی چھت کے نیچے گزارنے کا ارادہ کرلیا ہے؟"

"سلیمان شاہ کی آخری سانس پوری ہو لینے دو پھر کوئی فیصلہ ہو سکے گا۔"

"کیا میں بھی خود کو امیدواروں میں شامل سمجھوں؟"

"گٹ لاسٹ۔" ماہ رخ کا پارہ یکلخت چڑھتا چلا گیا۔ "نکل جاؤ یہاں سے اور دوبارہ اپنی دولت اور شہرت کی کہانیاں سنا کر مجھے خریدنے کے لیے یہاں کبھی مت آنا۔ میں تم سے قطع تعلق کر چکی ہوں۔ کیا سمجھے گٹ آؤٹ۔ آؤٹ۔"

سلیم شاہ نے ایک بار میری طرف نظر گھما کر دیکھا۔ ایک اچٹتی نظر سلیمان شاہ پر ڈالی پھر ماہ رخ کو دیکھ کر بڑی معنی خیز مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر پھیل گئی۔ وہ کسی زہریلے ناگ ہی کی طرح پھنکارا تھا۔ "تم نے اب بولنا بھی سیکھ لیا ہے اور۔ وہ بھی سلیم شاہ کی نگاہوں میں نگاہیں ڈال کر۔ اچھا ہے۔ اچھا ہے۔" وہ باہر چلا گیا تو میں نے اس کے لہجے میں چھپے انتقام کی شدت کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

"ماہ رخ پلیز۔ اپنی ذہنی حالت کو سنبھالنے کی کوشش کرو۔"

سراج کمرے میں داخل ہوا تو ماہ رخ میری بات کا جواب نہ دے سکی۔ اس نے سراج کو بھی بڑی ناپسندیدہ نظروں سے دیکھا تھا۔

"سلیمان شاہ کی طبیعت۔"

"جہنم میں گیا سلیمان شاہ۔" ماہ رخ، سراج کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی بپھر گئی۔ "کیا تم نہیں جانتے کہ اس نے میرے ساتھ موت اور زندگی کا کتنا بھیانک کھیل کھیلا تھا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے مگر۔۔۔" سراج نے اس بار خود ہی اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا شاید اسے ماہ رخ کا انداز تخاطب پسند نہیں آیا تھا۔

"اور سنایئے مسٹر سراج۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "بم دھماکے کا کیا رہا؟"

"ڈی آئی جی سمیت پولیس کے نو دوسرے اہلکار بھی کام آگئے ہیں۔ ابھی تک ملبے کی صفائی ہو رہی ہے۔ کئی مسخ شدہ لاشیں برآمد ہو چکی ہیں جنہیں سردخانے میں رکھوا دیا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے کچھ اور جسمانی اجزاء بھی پولیس کے ہاتھ آجائیں۔"

"بلیک پین تھر نے اس دھماکے کی ذمے داری قبول کر لی ہے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"کیا مطلب؟" سراج حیرت سے اچھل پڑا۔

میں نے اسے میجر سے ہونے والی گفتگو کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "یہ بھی اچھا ہوا کہ میجر کو میری بے گناہی کا یقین آگیا۔ وہ بلیک پین تھر کے تعاقب میں گیا ہے لیکن۔۔۔"

"بلیک پین تھر نے دھمکی دی ہے کہ ڈی آئی جی کے بعد دوسرا نمبر آپ کا بھی ہو سکتا ہے۔" میں نے کہا۔ "یہ گفتگو بھی میجر فخرالدین کے پاس بطور ٹیپ محفوظ ہے۔"

"پورا شہر کھنڈر میں تبدیل ہو جانے دو لیکن کسی طرح اس منحوس انسان کی یادداشت بھی چند گھنٹوں کے لیے بحال کر دو۔" ماہ رخ نے سراج سے کہا۔ "کیا تم ایک فرض شناس اور ذمے دار پولیس آفیسر ہو کر میری خاطر اتنا بھی نہیں کر سکتے۔"

میرا خیال تھا کہ ماہ رخ کے انتقام کی شدت نے اس کے ذہن کو بھی متاثر کرنا شروع کر دیا تھا۔ وہ بہکی بہکی باتیں کر رہی تھی۔ باتیں کرتے کرتے وہ حسرت بھری نظروں سے کچھ دیر تک سلیمان شاہ کو ٹکٹکی باندھے دیکھتی رہتی پھر اپنے بال نوچنے لگتی تھی۔ ڈاکٹر اور سرجن کمرے میں داخل ہوئے تو سراج مجھے اشارہ کر کے باہر لے گیا پھر بولا۔ "میں آپ کو ایک ناخوشگوار خبر سنانے کی خاطر تلاش کرتا ہوا یہاں تک آیا ہوں۔"

"خیریت تو ہے؟"

جس فلور پر آپ کا آفس تھا اسے فرنیچر سمیت جلا کر راکھ کر دیا گیا ہے البتہ عملے کے تمام افراد محفوظ ہیں۔"

"یہ کس کی حرکت ہو سکتی ہے؟" میں نے غصے سے ہونٹ کاٹتے ہوئے سراج سے پوچھا۔

"یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن قرین قیاس ہے بلیک پین تھر ہی نے ڈی آئی جی آفس کے بعد آپ کے دفتر کو نشانہ بنایا ہوگا۔"

اسی وقت ندیم بھی بوکھلایا ہوا آیا۔ اس نے بھی مجھے وہی اطلاع دی جو سراج پہلے سنا چکا تھا۔ میں تلملا کر رہ گیا۔ کام کی رفتار اچانک ہی بڑی تیز ہو گئی تھی لیکن میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میرا پہلا قدم کیا ہونا چاہیے۔

"تم فکر مت کرو رفیقی۔" عثمان غنی نے اچانک ظاہر ہو کر بڑی بے پروائی سے کہا۔ "میں تمہارے نقصان کا بہت حساب چکتا کر آیا ہوں۔ بھوشن اس وقت اسپتال میں ہے۔ ڈاکٹر اس کی زندگی بچانے کی سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں۔ تمہارا کیا مشورہ ہے۔ اسے کچھ عرصے اذیتوں میں مبتلا رکھوں یا موت کی نیند سلا دوں۔"

"راستے کی رکاوٹیں جتنی جلدی ہٹتی جائیں اتنا ہی بہتر ہے۔" میں نے عثمان غنی کی جانب دیکھ کر دل ہی دل میں کہا۔ "بھوشن کی زندگی کا چراغ گل کر دو، اس طرح کہ کسی کو تمہاری ذات پر شبہ نہ ہو سکے۔"

"تمہارا اشارہ ہی بہت ہے رفیقی۔ یہ کام میرے بائیں ہاتھ کا ہے لیکن ندا۔۔۔"

"مجھے تمہاری ہر شرط منظور ہے۔" میں نے جلدی سے اقرار کر لیا۔

عثمان غنی میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو سراج کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "میرا خیال ہے کہ ہمیں مل کر کوئی اقدام کرنا ہوگا۔"

"میں آپ کے ساتھ ہوں۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "فرمایئے۔ آپ کے ذہن میں کیا تجویز ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ ابھی آصف کی صورت میں ایک مہرہ ہمارے پاس ہے جو بازی پلٹنے میں ہمارے لیے کارآمد ہو سکتا ہے۔"

"میں نہیں سمجھتا کہ اب آصف ہمارے کسی کام آئے گا۔" میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "کوشلیا کی لاش کے ٹکڑوں کا پارسل، ڈی آئی جی آفس میں ہونے والا خطرناک دھماکہ اور اب میرے آفس میں اڑتی ہوئی راکھ۔ یہ سب ایک ہی سلسلے کی کڑیاں ہیں جس کا اختتام جگت نارائن کی موت پر ہوتا ہے اور میرا دل گواہی دیتا ہے کہ کبیر داس ہی جگت نارائن کا دوسرا روپ ہے۔"

"مگر اس کا ثبوت کیا ہے؟"

"جگت نارائن کی عبرتناک موت۔" میں نے ہاتھ ملتے ہوئے جواب دیا۔ "میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر کبیر داس کو کسی طرح ختم کر دیا جائے تو پھر جگت نارائن اور اس کے سکوں کا قصہ ہمیشہ کے لیے پاک ہو جائے گا۔"

"ضروری نہیں ہے۔" سراج نے کہا۔ "اول تو کبیر داس کو مارنے کے لیے ہمارے پاس کوئی ٹھوس قانونی جواز یا ثبوت موجود ہو، دوسرے یہ کہ کیا یہ ممکن نہیں کہ بلیک پین تھر ہی بعد میں جگت نارائن کی شخصیت کا لبادہ اوڑھ لے۔"

سراج کی بات میں وزن تھا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھے معلوم تھا کہ کبیر داس کی جڑیں کسی سالخوردہ برگد کے درخت کی طرح بہت دور دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اسے آسانی سے مارنا تقریباً ناممکن ہی تھا۔ بلیک پین تھر بھی اب ہمارے لیے اندھیرے کا زہر آلود تیر ثابت ہو رہا تھا۔

"میں بھی تمہیں صبر و سکون سے کوئی قدم اٹھانے کا مشورہ دوں گا۔" ندیم نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا۔

"مجھے قانون کی بے بسی اور بااثر لوگوں کی طاقت کا اندازہ ہے لیکن کچھ امراض ایسے بھی ہوتے ہیں جس میں مارفیا کا انجکشن ہی سود مند ثابت ہوتا ہے۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا؟" سراج نے مجھے کریدنے کی کوشش کی۔

"فی الحال میرے ذہن میں کوئی واضح اسکیم نہیں ہے لیکن میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ اب اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کا وقت آگیا ہے۔"

"بات کو سمجھنے کی کوشش کیجیے مسٹر شہباز۔" سراج تیزی سے بولا۔ "ہمارے دشمن کمین گاہوں میں چھپے بیٹھے ہیں اور ہماری توجہ بٹانے کی خاطر مختلف اطراف میں تخریبی کارروائیاں کرنے میں مصروف ہیں۔ وہ جرائم پیشہ لوگ ہیں جو کھل کر سامنے نہیں آتے لیکن آپ۔۔۔"

"مسٹر سراج! میں نے استہزائیہ انداز اختیار کیا۔ "کیا آپ میرے ہاتھوں ہتھکڑیاں میں پہنانے کا اعزاز حاصل نہیں کریں گے۔"

"بچوں جیسی باتیں مت۔۔۔" ندیم نے سرزنش کی۔ "آفس از سرنو بھی بنایا جا سکتا ہے۔"

"لیکن دل کے ناسور ایک دو دن میں نہیں بھرا کرتے۔" میرا لہجہ تلخ ہو گیا۔

"مسٹر شہباز! آپ ایک ذمے دار اور باعزت شہری ہیں اس لیے میں آپ کو ایک بار پھر تلقین کروں گا کہ۔۔۔"

سراج کا جملہ ادھورا رہ گیا۔ ایک انسپکٹر گھبرائے ہوئے انداز میں قریب آکر سراج سے مخاطب ہوا۔

"سوری سر۔ میں آپ کی باتوں میں مخل ہوا لیکن جو حادثہ پیش آیا ہے اس کی اطلاع دینی بھی بہت ضروری ہے۔"

"کس قسم کا حادثہ؟" سراج نے انسپکٹر سے وضاحت چاہی۔

"مسٹر بھوشن کو گھر پر کسی قسم کا دورہ پڑا تھا۔ انہیں فوری طور پر اسپتال لے جایا گیا لیکن ابھی طبی امداد فراہم ہونے کا سلسلہ جاری تھا کہ مسٹر بھوشن کو خون آلود قے شروع ہو گئیں۔"

"کتنی دیر پہلے کی بات ہے؟"

"میں اس وقت سیدھا اسپتال ہی سے آرہا ہوں جناب۔" انسپکٹر نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ہم اور مسٹر بھوشن تقریباً ایک ساتھ ہی اسپتال پہنچے تھے۔"

"سورس آف انفارمیشن کیا تھا؟" سراج نے تیزی سے دریافت کیا۔

"مجھے کسی مسٹر ولیم پوکر نے فون کر کے صرف اتنا کہا تھا کہ بھوشن اب نہیں بچے گا۔ اسپتال کا نام بھی اسی نے بتایا تھا پھر سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔"

سراج اور میرے علاوہ ندیم بھی چونکے بغیر نہ رہ سکا، ولیم پوکر کا فرضی نام اسی کے ذہن کی اختراع تھی پھر اس نام کو کسی اور نے کس طرح استعمال کیا؟ میرے ذہن میں فوراً عثمان غنی کا تصور ابھرا۔ اس کے لیے ولیم پوکر کا نام اور اس کی اصلیت معلوم کرنا بھی زیادہ دشوار نہیں تھا۔

"اب مسٹر بھوشن کا کیا حال ہے؟" سراج نے سوال کیا۔

"ڈاکٹر اپنی سی کوشش کر رہے ہیں لیکن میں نہیں سمجھتا کہ مسٹر بھوشن بچ سکیں گے۔ خون خاصی مقدار میں ضائع ہو چکا ہے۔"

سراج کے ساتھ ساتھ انسپکٹر اور ندیم بھی باہر کی جانب لپکے تھے۔ ندیم ہی نے مجھے اشارے سے رکنے کا کہا تھا۔ میں ماہ رخ کے کمرے کی سمت جا رہا تھا کہ اچانک میں نے لیڈی مکلارنس کو دیکھا جو اپنے روایتی لباس میں ملبوس تھی۔ میں اس کے اشارے پر استقبالیے میں آکر بیٹھ گیا۔

"مجھے تمہاری ذہنی کیفیت کا اندازہ ہے میرے عزیز۔" لیڈی مکلارنس نے سنجیدگی سے کہا۔ "لیکن جو کچھ ہو رہا ہے وہ ٹھیک ہی ہو رہا ہے۔"

"میرے مستقبل کے بارے میں تم کیا پیشگوئی کرو گی؟" میں نے کسی تمہید کے بغیر سوال کیا۔

"کچھ بھی نہیں۔ جہاں دوسری ماورائی قوتیں موجود ہوں وہاں میں کھل کر بات نہیں کر سکتی لیکن اتنا ضرور کہوں گی کہ تمہارے ستارے اب آہستہ آہستہ گردش سے نکل رہے ہیں۔"

"کیا تم بلیک پین تھر اور کبیر داس کے بارے میں کچھ بتا سکو گی؟"

"بلیک پین تھر ایک ایسا خونی درندہ ہے جو آسانی سے انسان کی پکڑ میں نہیں آئے گا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی پراسرار طاقت کا شکار ہو جائے۔"

"تمہارا اشارہ کالکا کی طرف تو نہیں ہے؟"

"نہیں میرے عزیز۔ اول تو کالکا ہی بھوشن کے گروپ کو سپورٹ کر رہی ہے اس لیے وہ بلیک چین تھر کی بھی ہر ممکن مدد کرنے کی کوشش کرے گی لیکن اسے اب اپنے ارادے میں کامیابی نہیں ہوگی۔ اس کی طاقت کا سورج بھی اب گہنانے لگا ہے۔ کیا تم نے محسوس نہیں کیا کہ کسی خاص وجہ سے اب وہ تمہارے اوپر سے بھی اپنا تسلط کھوتی جا رہی ہے۔"

"اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟" میں سنجیدگی سے مسکرا دیا۔

لیڈی مکلارنس نے پر اعتماد انداز میں مسکرا کر جواب دیا۔ "میرے بچے، تم لیڈی مکلارنس کا امتحان لینے کی کوشش کر رہے ہو؟ کیا تمہیں ابھی تک بھی میری صلاحیتوں پر یقین نہیں آیا۔"

"تمہارا اشارہ کہیں حسنہ کی سمت تو نہیں ہے؟" میں نے عثمان غنی کا نام لیتے سے گریز کرتے ہوئے دریافت کیا۔

"اسے اب بھول جاؤ۔" لیڈی مکلارنس نے اداس لہجے میں جواب دیا۔ "اس کی بے چین روح اب اس دنیا سے واپس جا چکی ہے۔"

"بے چین روح؟" میں چونکا۔ "کون تھی وہ؟"

"تمہیں وہ مریض یاد ہے جو بھوشن کے شکنجوں میں پوری طرح پھنسنے کے بعد اس کے لیے اسمگلنگ کرنے پر مجبور ہو گیا تھا؟"

"تم شاید ہری رام یا کرشن وریا کی بات کر رہی ہو۔"

"ہاں۔ اسی کی بیوی گیتا تھی جسے بھوشن اور اس کے آدمیوں نے ہڈی کی طرح چچوڑ کر ختم کر دیا تھا لیکن اس کی بے چین روح اسی دنیا میں بھوشن سے اپنا انتقام لینے کی خاطر بھٹک رہی تھی۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ وہ روپ بدل بدل کر تمہارے سامنے آئے گی۔ میں نے غلط نہیں کہا تھا میرے عزیز۔ پہلے وہ سادھنا کے روپ میں تمہارے قریب آئی، پھر وہ حسنہ بن گئی۔ تم جانتے ہو کہ وہ بار بار تم سے صرف ایک ہی خواہش کا اظہار کرتی تھی۔ بھوشن کی موت کا۔ اس نے کہا بھی تھا کہ جس دن اس کی خواہش پوری ہو گئی وہ تم کو پھر کبھی نہیں مل سکے گی۔ اب بھوشن کی موت کے بعد اس کی آتما شانت ہو کر آکاش کی طرف واپس چلی گئی ہے۔"

"کیا بھوشن مر چکا ہے؟" میں نے تصدیق کرنی چاہی۔

"تم نے جس سے اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا اس کے ہاتھ بھی بہت لمبے ہیں۔ اسی کی وجہ سے کالکا بھی تم سے کترانے لگی تھی۔" لیڈی مکلارنس سانس لے کر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بولی۔ "وہ ہر طرح سے تمہارے لیے ایک اہم طاقت ثابت ہو رہا ہے لیکن۔۔۔"

"لیکن کیا۔۔۔"

"میں ابھی زبان کھولنے سے قاصر ہوں لیکن میں دیکھ رہی ہوں کہ ہواؤں کا رخ تبدیل ہو رہا ہے۔" وہ معنی خیز انداز میں بولی۔ "ابھی زمین سے تپش پھوٹ رہی ہے لیکن جب موسم ابر آلود ہوگا تو زمین کی تپش اور گرمی بھی ختم ہو جائے گی۔"

"کیا تم کھل کر مجھے آنے والے کل کے بارے میں نہیں بتا سکتیں؟" میں نے جھلا کر کہا۔

"تم۔ شاید اپنے ماضی کی طرف واپس لوٹ جاؤ۔" اس کا جملہ میرے لیے ناقابل فہم تھا۔ وہ غالباً کھل کر کچھ کہنے سے دریغ کر رہی تھی۔ اس کی اپنی کوئی مجبوری ہوگی۔

"جگت نارائن کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے دوسرا زاویہ اختیار کیا۔

"وہ کبیر داس ہی کا دوسرا رخ ہے لیکن کوئی اسے ثابت نہیں کر سکے گا البتہ کبیر داس کی موت کے بعد جگت نارائن کے ہنگامے بھی ہمیشہ کے لیے دفن ہو جائیں گے۔"

"کیا تم اپنی قوت کے ذریعے اسے بے نقاب نہیں کر سکتیں؟"

"بھنور میں پھنس کر بڑے بڑے تیراک بھی چکرا جاتے ہیں۔" وہ تھوڑے توقف سے بولی۔ "مجھے اپنی صلاحیتوں پر اعتماد ہے لیکن جو بادل طوفانی صورت اختیار کر کے اٹھنے والے ہیں میں ان کی لپیٹ میں نہیں آنا چاہتی۔ بڑی بڑی قوتیں اس سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائیں گی۔"

"بلیک چین تھر کے بارے میں تمہارا علم کیا کہتا ہے؟" میں نے جھلا کر پوچھا۔ "کیا وہ اسی طرح ہنگامے جاری رکھے گا؟"

"وقت کا انتظار کرو میرے عزیز۔" وہ اٹھتے ہوئے بولی۔ "میں اس وقت تمہارے پاس ایک درخواست لے کر آئی تھی۔"

"وہ کیا؟" میں نے تعجب سے دریافت کیا۔

"جب کھل کر بارش ہو جائے اور آسمان صاف ہو جائے تو ایک بار لندن آ کر مجھ سے ضرور ملنا۔ میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کالکا کی آتما کو اس کی مورتی میں قید کرنے کے بعد میں تمہیں ایک بار اس سے ہمکلام ہونے کا موقع ضرور دوں گی۔ مجھے اس وقت کا بڑی شدت سے انتظار ہے جو تیزی سے قریب آ رہا ہے۔ میری ایک نصیحت کا خیال رکھنا۔ اس وقت دلدل سے بچنے کی کوشش کرنا جب تیز بارش ہو رہی ہو ورنہ ہمیشہ کے لیے ڈوب جاؤ گے۔" لیڈی مکلارنس نے آخری جملہ بڑے معنی خیز انداز میں کہا پھر وہ یکلخت فضا میں تحلیل ہو کر نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔

کچھ دیر بعد نعیم کی واپسی ہوئی تو اس نے بھی بھوشن کی موت کی تصدیق کر دی۔ میں نے سکون کا سانس لیا۔ میرا ایک بدترین دشمن آخرکار عثمان غنی کے ہاتھوں موت کی سرحد کو

عبور کر چکا تھا۔ اسی شام ندیم ہی نے مجھے بتایا تھا کہ میجر فخرالدین کا آپریشن بھی بلیک چین تھر کے سلسلے میں بری طرح ناکام ہو گیا تھا۔

"کیا ٹکراؤ کی کوئی نوبت آئی تھی؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"نہیں۔ وہ میجر کے پہنچنے سے پیشتر ہی اس ہوٹل کو خیرباد کہہ چکا تھا جہاں سے اس نے کال کی تھی۔"

* ——— * ——— *

مجھے حسنہ کے بچھڑ جانے کا افسوس تھا۔ لیڈی مکلارنس کے بتانے کے بعد ہی مجھے اچانک یاد آ گیا تھا کہ میں متعدد بار اسے دیکھی بھالی شخصیت کی حیثیت سے شناخت کرنے کی کوشش کر چکا تھا لیکن کامیاب نہیں ہوا تھا۔ وہ ایک روح ہونے کے باوجود کس قدر حسین، خوبصورت اور وفاشعار تھی جو اپنے شوہر کی موت کا انتقام لینے کے لیے دنیا میں بھٹک رہی تھی پھر جن لوگوں نے اس کے شوہر کی جان لی تھی۔ جنہوں نے اس کے اجلے دامن کو داغ دار کیا تھا جب وہ بھی پرلوک سدھار گئے تو وہ خود بھی اپنی اصل منزل کی طرف واپس لوٹ گئی تھی۔

دفتر پہنچا تو نہ جانے کیوں مجھے حسنہ کی کمی کا احساس بڑی شدت سے ہوا۔ میں نے وارثی کو بلا کر یونہی اس کے بارے میں دریافت کیا تو وارثی نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ اب وہ واپس نہیں آئے گی۔"

"کیا مطلب؟" میں نے وارثی کو چونک کر دیکھا۔

"دو روز پہلے وہ میرے کمرے میں آئی تھی۔ یہ پہلا اتفاق تھا جب وہ مجھ سے بہت گھل مل کر باتیں کر رہی تھی، بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ اس نے مجھ سے آپ کے بارے میں دریافت بھی کیا تھا۔ وہ آپ سے ملنا چاہتی تھی لیکن شاید آپ کے گھر جانے سے گریز کر رہی تھی۔ میں نے اسے مشورہ دیا تھا لیکن وہ سنجیدگی سے ٹال گئی تھی پھر اس نے کہا تھا کہ کہیں سے اس کا بلاوا آ گیا ہے۔ وہ شاید دوبارہ ملازمت پر نہ آ سکے۔ میں نے اس کا حساب کتاب کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اس نے مجھے منع کر دیا۔ اس روز مجھے پہلی بار اس بات کا علم ہوا کہ وہ ہمارے دفتر میں محض کام سیکھ رہی تھی جس کے لیے آپ کے اور اس کے درمیان کوئی معاوضہ نہیں طے ہوا تھا۔ جاتے جاتے وہ آپ کا بہت بہت شکریہ ادا کر کے گئی ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔ وہ اب دوبارہ نہیں آئے گی۔" میں نے ایک سرد آہ بھر کر جواب دیا۔ "اس کا کام پورا ہو گیا ہے۔"

"کیا آپ اس کے پتے سے بھی ناواقف ہیں؟"

میں نے وارثی کے سوال پر اسے عجیب اداس نظروں سے دیکھا۔ ماحول پر کچھ دیر تک ایک مغموم سی خاموشی طاری رہی پھر وارثی کے جانے کے بعد میں نے دانش کو طلب کیا۔ اس کے آنے پر میں نے اپنے نئے آفس کے بارے میں دریافت کیا جس کی تلاش کی ذمے داری میں نے اس کو سونپ رکھی تھی۔

"میں برابر کوشش کر رہا ہوں جناب۔" دانش نے کہا۔ "قرب و جوار میں تو کوئی دفتر خالی نہیں ہے البتہ کچھ فاصلے پر ایک عمارت کا تھرڈ فلور خالی ہونے والا ہے۔ میں نے پورے فلور کی بات کی تھی اس لیے عمارت کا مالک ذرا پھیل رہا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"منہ کھول کر کرایہ اور ایڈوانس مانگ رہا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ وہ ہماری رینج میں آ جائے گا۔"

"اور کوئی خاص بات؟" میں نے یوں ہی پوچھ لیا۔

"میں نے کل ایک مجذوب قسم کے بوڑھے فقیر کو پورے دس روپے دیے تھے۔" دانش جذباتی لہجے میں بولا۔

"اس بات کا میری ذات سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟" میں نے قدرے ناخوشگوار لہجے میں پوچھا۔

"ہو بھی سکتا ہے سر۔" دانش نے آہستہ سے جواب دیا۔ "میں نے کل پہلی بار اسے اس علاقے میں منڈلاتے دیکھا تھا۔ اس سے پیشتر وہ کبھی نظر نہیں آیا تھا۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟" میں نے اس بار دانش کو بہت غور سے دیکھا۔

"مجھے اس پر بلیک چین تھر کا شبہ ہوا ہے۔"

"بلیک چین تھر؟" میرے پورے بدن میں ایک تیز لہر دوڑ گئی۔ "تمہاری نگاہوں نے کہیں دھوکا تو نہیں کھایا؟"

"اسی لیے میں نے اسے دس روپے دیے تھے۔" دانش نے معنی خیز انداز اختیار کیا۔ "دس روپے لے کر وہ تھوڑی دیر تک مجھے ہونقوں کی طرح گھورتا رہا پھر اس طرح سے نوٹ کو چبا کر کھا گیا جیسے بہت دنوں سے بھوکا ہو۔ میں نے اسے کھانے کی پیشکش بھی کی تھی لیکن وہ مجھے گھورتا ہوا چلا گیا۔"

"تم نے اس کا پیچھا نہیں کیا؟"

"نہیں۔ فی الحال میں اس پر یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا کہ میں اس کی اصلیت پر کسی قسم کا شبہ کر رہا ہوں۔"

"کیا وہ آج بھی نظر آیا تھا؟"

"جی نہیں۔ ابھی تک تو نظر نہیں آیا۔"

"گارڈز کو ہوشیار کر دو۔" میں نے حفظ ماتقدم کے طور پر ہدایت کی۔

"میں یہ کام پہلے ہی انجام دے چکا ہوں لیکن شاید اب اس کی نوبت نہ آنے پائے۔" دانش نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ "ابھی مجھے صرف اس پر شبہ ہے۔ جس لمحے بھی یقین آ گیا میں اسے ٹھکانے لگانے سے دریغ نہیں کروں گا۔ میں اس کی

آواز کو لاکھوں میں بھی شناخت کرسکتا ہوں شاید اسی لیے اس نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ یہی تاثر دے رہا تھا کہ گونگا واقع ہوا ہے۔"

"یہ غلط نہیں کہہ رہا ہے رفیقی۔" اچانک مجھے عثمان غنی کی آواز سنائی دی۔ وہ دانش سے دو قدم کے فاصلے پر کھڑا اسے تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "تمہارا یہ آدمی بھی عقابی نگاہوں کا مالک ہے ورنہ بلیک پین تھر جس بھیس میں تھا اسے قانون کے محافظ بھی نہیں پہچان سکتے تھے۔ وہ میک اپ کرنے میں بھی مہارت رکھتا ہے۔ شاید اسی لیے ابھی تک قانون کی نگاہوں کے سامنے ہونے کے باوجود اس کی گرفت میں نہیں آسکا۔"

"وہ۔ وہ میرے دفتر کے آس پاس کیوں منڈلا رہا ہے۔" میں نے نگاہوں نگاہوں میں عثمان غنی سے پوچھا۔

"میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں رفیقی کہ وہ تمہارا شدید دشمن بن گیا ہے تم اگر اس پر فائر نہ کرتے تو وہ پولیس کو جل دے کر نکل جاتا لیکن تم نے اس کا ریکارڈ توڑ دیا۔ اس نے پہلی بار حوالات کی سزا چکھی تو اس کے ذہن میں تمہارے لیے نفرت اور حقارت کا احساس دوچند ہوگیا۔ انتقام کی آگ پوری شدت سے اس کے اندر بھڑک رہی ہے۔ وہ تمہیں آسان موت نہیں بڑی اذیتناک اور کربناک موت مارنے کا پروگرام مرتب کر رہا ہے۔"

"کیا تم بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے؟" میں نے استہزائیہ انداز میں سوال کیا۔

"رفیقی۔ تم شاید میری قوت کا امتحان لینے کی کوشش کر رہے ہو؟" عثمان غنی کا لہجہ یکلخت بڑا تلخ ہوگیا۔ "بھوشن کی ارتھی سے جمع شدہ راکھ بھی ابھی سمندر کی تہ میں نہیں بیٹھی ہے۔ کیا تمہیں اس سے میری قوت کا اندازہ نہیں ہوا؟"

"بلیک پین تھر اس وقت کہاں ہے؟" میں نے دوسرا طریقہ اختیار کرنے کی کوشش کی۔

"وہ تم سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہے لیکن اب وہ تمہارے آدمی کو مجذوب کے بھیس میں نظر نہیں آئے گا۔"

"مجھے اس کا پتا بتا دو۔" میں سنجیدگی سے بولا۔ "میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ کتنے پانی میں ہے۔"

"میں اسے یہاں لا کر تمہارے قدموں میں بھی ڈال سکتا ہوں لیکن تم نے اگر اسے مارا تو پھر حالات کا مقابلہ کرنا تمہارے بس کی بات نہیں رہے گی۔"

"میں سمجھا نہیں؟"

"فی الحال بلیک پین تھر کا خیال ذہن سے نکال دو۔ میرے ہوتے ہوئے وہ تمہارے اوپر کوئی مہلک وار نہیں کرسکے گا۔" عثمان غنی نے فضا میں کچھ سونگھتے ہوئے کہا۔ "کوئی تم سے ملنے کو بہت بے چین ہے۔"

عثمان غنی نظروں سے اوجھل ہوگیا تو میں نے دانش کی جانب دیکھا۔

"آپ کیا سوچ رہے ہیں سر؟" وہ میری خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے بولا۔ "کیا آپ کو مجھ پر اعتماد نہیں ہے؟"

"بات اعتماد کی نہیں۔ دوراندیشی کی ہے۔"

"بلیک پین تھر میری لاش سے گزرنے کے بعد ہی آپ تک پہنچنے میں کامیاب ہوسکے گا۔" دانش جذباتی ہوگیا۔

"ٹھیک ہے۔ میں دفتر کے سیکورٹی کے مسئلے کو تو تمہارے اوپر چھوڑتا ہوں لیکن جو کچھ کرنا محتاط ہو کر کرنا۔ کچھ شیطانی قوتیں ابھی بھی ہمارے راستے میں حائل ہیں۔"

دانش کے کمرے سے جاتے ہی میں نے کالکا کو دیکھا جو میرے سامنے براجمان تھی۔ اس کی آنکھوں کی سرخی بتا رہی تھی کہ وہ سخت غصے کی حالت سے دوچار تھی۔ عثمان غنی نے شاید اسی کے لیے کہا تھا کہ کوئی مجھ سے ملنے کو بہت بے چین ہے۔ میں نے کالکا کو بہت سنجیدگی سے دیکھا وہ حسن کی تمام تر حشر سامانیوں سے پوری طرح لیس تھی۔ اس کے شریر کا ایک ایک انگ اپنی مثال آپ تھا لیکن آج اس کی آنکھوں میں جام و مینا نہیں ٹکرا رہے تھے، شراب کی وہ تلچھٹ موجود نہیں تھی جو انسان کو بے خود بنا کر اس کے قدم ڈگمگا دیتی ہے۔

"تم بہت زیادہ ناراض نظر آرہی ہو کالکا رانی؟" میں نے اسے چھیڑا۔ "کیا اپنے داس سے ناراض ہو؟"

"تم نے بھوشن کو ختم کر کے اچھا نہیں کیا۔"

"تمہاری اطلاع درست نہیں ہے۔" میں مسکرایا۔ "جس وقت بھوشن اسپتال میں خون کی الٹیاں کر رہا تھا اس وقت میں سراج کے ساتھ موجود تھا۔"

"جانتی ہوں۔" کالکا پیچ و تاب کھا کر بولی۔ "تم نے اسی طاقت کا استعمال کیا ہے جو کالکا کا راستہ کاٹنے کی کوشش کر رہی ہے لیکن۔۔۔"

"تمہاری شکتی اسے بھوشن کی شہ رگ تک پہنچنے سے نہیں روک سکی۔" میں نے اس کی قوت کا مذاق اڑانے کی خاطر سنجیدگی سے کہا۔ "حالانکہ میں تمہارے بہت سارے چمتکار دیکھ چکا ہوں۔ خاص طور پر جب تم نے ناگن کے روپ میں آکر شنکر کو کسی رسی کی طرح جکڑ کر بے بس کر دیا تھا۔"

"کئی بار میں نے تمہیں موت کے منہ سے بھی نکالا ہے۔" وہ پہلو بدل کر بولی۔ "کیا تم انکار کرسکو گے؟"

"نہیں۔ میں تمہارا احسان مند ہوں۔" میں نے اقرار کیا۔

"کیا بھوشن کے ختم ہوجانے کے بعد بھی ہمارے درمیان دوستی نہیں ہوسکتی؟" وہ پہلو بدل کر مسکرائی۔

"ابھی جگت نارائن اور اور بلیک پین تھر کا قصہ باقی ہے۔" میں دبی زبان میں بولا۔

"بلیک پین تھر کو میں تمہارے چرنوں میں لا کر ڈال سکتی ہوں لیکن جگت نارائن۔۔۔"

"کیا تم بھی اسے کبیر داس کے نام سے یاد نہیں کرتیں؟" میں نے اس کا جملہ کاٹ کر معنی خیز انداز اختیار کیا۔

"میرے مان لینے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" وہ دوبارہ گویا ہوئی۔ "دھرتی کا کوئی قانون بغیر کسی ثبوت کے ایک گٹر پر سونے والے مزدور کو بھی گرفتار نہیں کرسکتا۔ کبیر داس تو بہت دور کی بات ہے۔ اس کے نام کو اپنے دماغ سے نکال دو۔"

"حیرت ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "کیا تمہاری مہان شکتی بھی کبیر داس کے سلسلے میں میری کوئی سہائتا نہیں کرسکتی؟"

"نہیں۔" وہ تیزی سے بولی۔ "کبیر داس کو ان دیوی اور دیوتاؤں کا آشیرباد حاصل ہے میں جن کے چرنوں کی دھول بھی نہیں بن سکتی۔ اس کے دھرم آشرم پر دیوتاؤں کی قوت کا جال بچھا ہوا ہے اس لیے میں بھی اسے توڑ کر اندر نہیں جاسکتی۔"

"پھر ہماری دوستی سے کیا ہوگا؟" میں نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"میں تمہارے دوسرے دشمنوں کو کشٹ پہنچا سکتی ہوں۔" وہ تیزی سے بولی۔ "کبیر داس بغیر دیوتاؤں کی اجازت اور ان کا شرن (پناہ) حاصل کیے بنا دھرم آشرم سے باہر نہیں نکلتا۔ اپنے آدمیوں کو شطرنج کے مہروں کی طرح استعمال کرتا ہے۔ میں تمہیں ان مہروں کی خطرناک چال سے بچا سکتی ہوں۔"

"نغمہ کو حاصل کرنے کی خاطر اس نے کیا طریقہ کار اختیار کیا ہے؟"

"یہ کام اس کے لیے آصف انجام دے گا۔"

"میرا خیال ہے کہ آصف اتنا بے غیرت ثابت نہیں ہوگا۔" میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا پھر کسی خیال کے تحت بولا۔ "مجھے اپنے ذرائع سے پتا چلا ہے کہ تمہارے کبیر داس جی سندر ناریوں کے دیوانے بھی ہیں۔ کیا وہ دیوتاؤں سے کہہ کر آسمان کی اپسراؤں یا اندر کے اکھاڑے کی چھلکتی ہوئی دوشیزاؤں کو۔۔۔"

"شہباز خان۔" کالکا نے مجھے ٹوکا۔ "تم ہمارے دیوی دیوتاؤں کا اپمان کر رہے ہو۔"

"نغمہ نے اگر شکار ہونے کے بعد اپنی زبان کھول دی تو؟"

"کس دنیا کی بات کر رہے ہو۔" کالکا مسکرا دی۔ "کبیر داس اتنا مورکھ نہیں ہے کہ سندر ناریوں کے جال میں آجائے۔ اول تو یہ کہ دیوتا اس کی رکھشا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ کبیر داس جب کسی کنیا سے ملاپ کرتا ہے تو وہ اپنا روپ بدل لیتا ہے۔"

"کبھی اس نے تمہارے بارے میں غور نہیں کیا؟" میں نے اس کے سراپا پر بھرپور نظر ڈال کر دبی زبان میں پوچھا تو کالکا کا چہرہ تپ اٹھا۔ اس کی نگاہوں سے شعلے لپکنے لگے۔ بڑی دیر تک وہ کرسی پر پہلو بدلتی رہی، میرے سوال نے شاید جلتی پر تیل کا کام کیا تھا۔ خاصی دیر تک وہ پیچ و تاب کھاتی رہی غصے کی شدتوں نے اس کے جسم میں ایک تناؤ پیدا کر دیا اور اس کا حسن قابل دید بن گیا تھا۔

"کیا میں نے کوئی غلط بات کہہ دی؟" میں نے معصومیت کا اظہار کیا۔

"میں کوئی عام سندری نہیں ہوں۔" وہ بپھر کر بولی۔ "تم جانتے ہو کہ کالکا کا استھان (رتبہ) کیا ہے؟"

"اوہ، پھر تو مجھ سے بھول ہوگئی تھی کالکا رانی۔ مجھے شما کر دو۔"

"شہباز خان! میں محسوس کر رہی ہوں کہ اب تم کچھ زیادہ ہی خود سر ہوتے جا رہے ہو۔ حالات کی تبدیلی نے تمہیں اونچے سروں میں راگ الاپنا سکھا دیا ہے لیکن تم اب بھی کالکا کی مہان شکتی سے پوری طرح واقف نہیں ہو۔"

"تم مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

"دوستی۔" وہ ایک ادا سے مسکرا کر انگڑائی لیتے ہوئے بولی۔ "تمہارا پیار، تمہاری بانہوں کی گرمی۔"

"تمہیں بلیک پین تھر کو میرے حوالے کرنا ہوگا۔" میں نے شرط لگائی۔

"مجھے منظور ہے۔ وہ میرے لیے تم سے زیادہ انمول نہیں ہے۔"

"تمہیں نغمہ کو کبیر داس کی گندی خواہشات سے بچانا پڑے گا۔"

"میں کوشش کروں گی پرنتو وچن نہیں دے سکتی۔ ہاں اگر تم کہو تو میں نغمہ کو ختم کر دوں، نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔"

"بہت خوب۔" میں زہرخند سے بولا۔ "تم ایک راکھشس کو بچانے کی خاطر ایک بے گناہ کو موت کے گھاٹ اتارنا چاہتی ہو۔"

"تم شاید نغمہ کو پوری طرح نہیں جانتے بھولے ناتھ۔ اس نے بھی بڑے ناٹک رچا رکھے ہیں۔ کیا تم بھی اس کی زلفوں کا شکار نہیں ہوئے تھے؟" کالکا کے لہجے میں ہلکا سا طنز تھا۔

"بلیک پین تھر اس وقت کہاں مل سکے گا؟" میں نے موضوع بدلنا چاہا۔

"ایسی بھی کیا جلدی ہے۔" کالکا اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ اپنے

حسن کا جادو جگا کر بولی۔ "تم میرے اندر کی اگنی کو ٹھنڈا کردو' میں بلیک پین تھر کو تمہارے حوالے کردوں گی۔"

"پروفیسر ابرار کے بارے میں تم کہاں تک کامیاب ہو سکتی ہو۔" میں نے موقع غنیمت جان کر پوچھا۔ "کیا احمد غوری کے علاوہ بھی کچھ لوگ پروفیسر کے سائے سے چمٹے ہوئے ہیں؟"

"ایک بات کان کھول کر سن لو شہباز خان۔" کالکا پروفیسر کا ذکر سن کر دوبارہ سنجیدہ ہو گئی۔ "وہ جس فارمولے کو تیار کرنے میں کامیاب ہونے والا ہے وہ یا تو ہمارے قبضے میں ہوگا یا پھر کسی کے کام کا نہیں رہے گا۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔

"ضرور میرے مطلب کی بات کرو بھولے ناتھ۔" اس نے بل کھا کر میرے اور قریب آتے ہوئے کہا۔ "کالکا کا ابکار (احسان) ہے کہ اس نے کوشلیا کے سلسلے میں اپنی زبان بند رکھی ورنہ میں میجر کو تمہارے خلاف بہت سارے ثبوت فراہم کر سکتی تھی۔ ملیحہ بھی ابھی زندہ ہے۔ یاد ہے نا تمہیں' تم نے اس کے شریر سے بھی اپنے من کی پیاس بجھائی تھی۔ میں چاہوں تو وہ اب بھی سامنے آکر تمہارے خلاف بیان دے سکتی ہے۔ کہاں کہاں بھاگتے پھرو گے کالکا سے اور کب تک کسی اور شکتی کا سہارا لیتے رہو گے۔ کالکا کا کہا مان لو شہباز خان۔ اسی میں تمہاری مکتی ہے۔ ندا پولیس کی نگاہوں میں آگئی تو تم اس کے اغوا کا کیا جواز پیش کرو گے؟"

"رفیقی۔" عثمان غنی کی آواز کہیں دور سے ابھر کر میرے کانوں میں گونجی۔ "بہتی گنگا میں ہاتھ نہ دھونا کفران نعمت ہے۔ تم اس کی باتوں کے جال میں نہ آؤ جب تک میں تمہارے ساتھ ہوں کالکا کے بڑے بھی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

"کیا سوچ رہے ہو پران ناتھ؟" کالکا کی سانسیں اب میرے وجود سے ٹکرا رہی تھیں۔ ماحول سحر انگیز تھا اور کالکا کے جسم کی تپش مجھے موم کی طرح پگھلانے لگی تھی۔ میرے ذہن پر ایک عجیب سی غنودگی چھانے لگی۔ کالکا کسی ماہر کھلاڑی کی طرح مجھے اپنے سحر میں پوری طرح جکڑنے کی خاطر آہستہ آہستہ فاصلے گھٹا رہی تھی۔ میرے تن بدن پر جیسے بے شمار چیونٹیاں لپٹ گئی تھیں۔ میرے تنفس کی رفتار تیز ہونے لگی۔

"میرے علاوہ سب کو بھلا دو شہباز۔ ہر شے کو۔ صرف اپنی کالکا کو یاد کرتے رہو میں تمہیں وشواس دلاتی ہوں کہ اب تم کسی کٹھنائی کا شکار نہیں ہو گے۔ آؤ۔ میری بانہوں میں سمٹ کر آنکھیں بند کرلو۔ کالکا تمہیں سورگ کی سیر بھی کرا سکتی ہے۔ میری شکتی اپرم پار ہے میرے من مندر کے دیوتا۔ آؤ۔ اپنی کالکا کے من میں سما کر ہمیشہ کے لیے ایک ہو جاؤ۔"

میں کسی دریا کے دہانے پر کھڑا تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی موجیں میری روح کو سرشار کر رہی تھیں۔ وقت نے عثمان غنی کے ذریعے مجھے پیراکی سکھادی تھی۔ میں نے گہرائیوں میں [illegible] کر ابھرنے کا فن سیکھ لیا تھا۔ اب سرکش موجیں مجھ کو کترا کر گزر جاتی تھیں۔ میرے بازوؤں میں بڑی توانائی تھی۔ ایسی توانائی جس نے کالکا جیسی سرکش موج کو بھی سامنے سر اٹھانے کے بجائے سر جھکانے پر مجبور کر دیا۔ کا قرب مجھے دیوانہ کر رہا تھا۔ میں نے بپھری ہوئی موج میں چھلانگ لگانے کی کوشش کی لیکن اسی وقت کالکا میری گرفت سے کسی بام مچھلی کی طرح تڑپ کر نکل گئی۔ اس کی آنکھوں میں اب مستی کے بجائے خوف کے سائے منڈلا رہے تھے۔ میں بھی ہوش میں آگیا۔

ایک طویل مدت کے بعد لوبان اور صندل کی ملی جلی خوشبو کا معطر جھونکا میرے وجود کو لرزہ بر اندام کر رہا تھا۔ کالکا میری نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی۔

"میرے محترم۔" میرے ذہن میں اچانک کمبل پوش برگزیدہ بزرگ کا تصور ابھرا تو میری روح سرشار ہو گئی۔ مسرت کے ساتھ جرم کا احساس بھی شامل تھا مگر میں دیوانوں کی طرح اونچی آواز میں بولا۔ "میرا ہاتھ تھام لیجیے۔"

دوسری سمت سے کوئی آواز نہیں ابھری۔ میں نے دیوانوں کی طرح گھوم پھر کر دیکھا مگر وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ وہی مانوس خوشبو جو میرے وجود کے اندر رچی بسی تھی ایک بار پھر تازہ ہو گئی تھی۔ میں گہری نیند سے چونک کر بیدار ہوا تھا اس لیے آنکھیں چندھیا گئی تھیں' پرانی باتیں اور صندل کی خوشبو کے کرشمے ذہن میں ابھرے تو میں نے ایک بار پھر بڑی حسرت سے خلا میں گھورتے ہوئے کہا۔

"مجھے گرنے سے بچالیں میرے محترم! ورنہ میں برباد ہو جاؤں گا۔"

اس بار بھی کوئی جواب نہیں آیا' خوشبو کا جھونکا البتہ میرے گرد جیسے چکرا رہا تھا۔

"میری صندلی انگوٹھی مجھے واپس کردیں۔ میں ہاتھ جوڑتا ہوں۔" میں مجسم التجا بن گیا۔ "میری ماں کا سایہ بھی میرے سر سے اٹھ گیا۔ میں بالکل تنہا رہ گیا ہوں میرے محترم مجھے اپنے کرم سے نوازدیں۔"

میں گریہ وزاری کرتا رہا لیکن کمبل پوش کی صورت مجھے نظر نہیں آئی پھر خوشبو کا جھونکا بھی بتدریج کم ہوتے ہوتے ختم ہو گیا۔ میں سر تھام کر اپنی کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔ میری آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ گزرے ہوئے وقت کی ایک ایک بات میرے ذہن کو کچوکے لگا رہی تھی۔ یادوں کے نشتر مجھے زخمی کر رہے تھے' میں بڑی دیر تک دنیا و مافیہا سے بے خبر رہا پھر میں نے عثمان کی آواز سنی تو میرے خیالات کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ یوں جیسے میں کوئی سہانا خواب دیکھتے دیکھتے اچانک بیدار ہو گیا

گیا تھا۔

"دیکھو رفیقی۔ میں تمہارے لیے تمہارا پسندیدہ تحفہ لایا ہوں۔"

میں نے نظر اٹھا کر دیکھا۔ بلیک پین تھر میرے سامنے غضب ناک انداز میں کھڑا اپنا نچلا ہونٹ چبا رہا تھا۔ اس کے عقب میں' میں نے دانش کو دیکھا جس کی آنکھوں سے شعلے لپک رہے تھے۔ اس کے ہاتھ میں سب مشین گن موجود تھی جس کا ایک ہی برسٹ بلیک پین تھر کے وجود کو چھلنی کر سکتا تھا۔ عثمان غنی میرے سامنے صوفے پر آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا۔

"اب یہ تمہارے رحم و کرم پر ہے۔ اس کی زندگی کا انحصار تمہارے ایک اشارے پر ہے۔"

"لیکن تم نے تو کہا تھا۔"

"وہ وقت اب گزر چکا ہے رفیقی۔" عثمان غنی نے ایک لمحے کو بڑی سنجیدگی سے کہا پھر مسکرا کر بولا۔ "مجھے اس بات کا صدمہ ہے کہ کالکا تمہارے ہاتھ سے بچ کر نکل گئی۔"

"ہاں۔ آں۔" میں نے چونک کر کہا۔ "وہ ایک مانوس سی خوشبو کا جھونکا تھا جس نے میرے قدموں کی لغزش کو۔۔۔"

"یہ وقت سوچنے کا نہیں فیصلے کا ہے۔" عثمان غنی نے بلیک پین تھر کی طرف اشارہ کیا۔ "جنگل میں آزاد گھومنے والا درندہ اس وقت تمہارے سامنے موجود ہے۔ میں نے اسے اپنی بے پناہ قوت سے مفلوج کر رکھا ہے۔ اس کی آنکھوں کی سرخی اور چہرے کے غضب پر مت جانا' یہ درندوں کی خصوصیات ہوتی ہیں۔ یہ مرتے دم تک اپنی شکست کو تسلیم نہیں کرتے۔"

"نہیں عثمان غنی۔" میں نے دل ہی دل میں عثمان غنی سے کہا پھر اٹھتے ہوئے بولا۔ "اسے اپنے سحر سے آزاد کردو' تب یہ مجھ سے بچ کر نہیں جا سکے گا۔"

"سوچ لو رفیقی۔ کہیں یہ آدم خور درندہ تم سے زیادہ خونخوار ثابت نہ ہو۔"

"تم اسے میرے کہنے سے آزاد کردو۔" میں نے دوبارہ اصرار کیا۔

پھر اچانک ہی ایسا لگا جیسے ساکت چہرے یکلخت متحرک ہو گئے ہوں۔

"تم۔" بلیک پین تھر نے مجھے حیرت سے گھورتے ہوئے خطرناک انداز میں کہا پھر وہ اس طرح دائیں بائیں دیکھنے لگا جیسے اسے اپنی قوت بصارت پر یقین نہ آرہا ہو' دانش چونکہ اس کے عقب میں تھا اس لیے بلیک پین تھر کی نظروں سے محفوظ رہا۔ اس کی انگلی سب مشین گن کے ٹریگر پر تھی جسے اس نے بڑی مضبوطی سے تھام رکھا تھا۔ وہ پوری طرح محتاط نظر آرہا تھا۔

"ہاں بلیک پین تھر میں۔" میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سرد اور سفاک لہجے میں کہا۔ "تم جو کچھ دیکھ رہے ہو وہ کوئی خواب نہیں' حقیقت ہے۔ میں تمہیں کسی پالتو کتے ہی کی طرح گھسیٹتا ہوا یہاں تک لے آیا ہوں۔"

بلیک پین تھر کی نگاہوں میں ایک مخصوص چمک ابھری۔ ویسی ہی چمک جیسی کسی آدم خور درندے کی نگاہوں میں اس وقت پیدا ہوتی ہے جب وہ گھنے جنگل میں کسی شکاری کو تنہا اور غیر مسلح پاتا ہے۔

"برا کیا تم نے۔" وہ میری تضحیک کرتے ہوئے مسکرایا۔ "اس طرح کوئی اپنی موت کو خود آواز نہیں دیتا۔"

پھر بلیک پین تھر کے پھرتیلے جسم کو ایک معمولی سی جنبش ہوئی تو عقب سے دانش نے اسے للکارا۔

"خبردار اگر تم نے کوئی جنبش کی تو تمہارا وجود چھلنی ہو جائے گا۔"

"آخ تھو۔" بلیک پین تھر نے میری طرف دیکھتے ہوئے حقارت سے زمین پر تھوک دیا۔ "پشت سے وار کرتے ہو نامرد۔ کیا تمہاری ماں نے تمہیں دودھ نہیں پلایا۔"

"رک جاؤ۔" میں نے ماں کا نام سن کر دانش سے کہا۔ "اس حرام زادے نے میری ماں تک پہنچنے کی کوشش کی ہے میں اس ولد الحرام کے باپ' دادا کی ٹانگیں بھی پکڑ کر قبروں سے باہر کھینچ لاؤں گا۔"

"نہیں رفیقی۔ جذبات میں آنے کی حماقت مت کرو۔" عثمان غنی نے مجھے روکنے کی کوشش کی۔ "تم اس چٹان سے نہیں ٹکرا سکو گے۔"

میرے سر پر خون سوار تھا۔ میں نے دانش کو ایک بار پھر صبر سے کام لینے کی تلقین کی بلیک پین تھر کو شاید وہی ایک لمحہ درکار تھا۔ وہ بجلی کی سی پھرتی سے زمین پر ہتھیلیاں ٹیک کر اوندھے منہ گرا پھر اس نے حیرت انگیز طور پر کسی ربر کی گیند کی طرح اچھل کر سمرسالٹ کیا تو سب مشین گن دانش کے ہاتھ سے نکل گئی۔ بلیک پین تھر اسے اٹھانے کے لیے لپکا لیکن میرا داؤ چل گیا۔ بازی پلٹتی دیکھ کر میں نے پوری شدت سے کراٹے والے انداز میں حرکت کی۔ میری بھرپور ٹھوکر اس کے منہ پر پڑی تو وہ سب مشین گن تک نہیں پہنچ سکا لیکن جواب میں اس نے بھی جو وار کیا وہ بھی بھرپور تھا۔ دانش جو سب مشین گن اٹھانے کے لیے جھکا تھا کربناک انداز میں کراہتا ہوا فضا میں اچھل کر چاروں خانے چت گرا تو اس کی ریڑھ کی ہڈیاں تک کڑکڑا اٹھی ہوں گی۔ بلیک پین تھر نے ایک بار پھر فضا میں سمرسالٹ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اتنی دیر میں جو کچھ ہوا وہ میرے اور دانش دونوں کے لیے ناقابل یقین ہی تھا۔ عثمان غنی نے اپنی جگہ بیٹھے ہی بیٹھے ہاتھ لمبا کر کے اس کی گردن دبوچ کر فضا میں معلق کر دیا تھا۔ بلیک پین تھر کسی نادیدہ طاقت سے

چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے اس طرح ہاتھ پاؤں مار رہا تھا جیسے فضا میں تیرنے کی کوشش کر رہا ہو۔ میں عثمان غنی کے طاقت کے اس کرشمے کو دیکھ رہا تھا لیکن دانش کو ایک لمحے کے لیے جیسے سانپ سونگھ گیا ہو پھر اس نے زمین پر لیٹے ہی لیٹے قلابازی کھائی اور سب مشین گن کو دوبارہ اٹھالیا۔

"سر——" دانش ہذیانی انداز میں چیخا۔ "اس کے بدن میں شاید کوئی بد روح داخل ہو گئی ہے۔ میں برسٹ مار رہا ہوں۔"

میں اپنی جگہ گنگ کھڑا تھا۔ عثمان غنی بچوں کی طرح مسکرا رہا تھا۔ وہ بلیک پین تھر کی بے بسی سے لطف اندوز ہو رہا تھا لیکن پھر یہ کھیل زیادہ دیر جاری نہیں رہ سکا۔ دانش نے میرے جواب کا انتظار کیے بغیر ہی فائر کھول دیا۔ پہلے ہی برسٹ سے بلیک پین تھر کے جسم کے متعدد حصوں سے خون کا فوارہ ابل پڑا۔ عثمان غنی نے اسے چھوڑا تو وہ سجدے کے بل زمین پر گرا۔ اس کے جسم میں بلا کی طاقت تھی' متعدد گولیاں لگنے کے باوجود اس نے زمین پر گرتے ہی دوبارہ بڑی سرعت سے اٹھنے کی کوشش کی تھی' وہ اپنے قدموں پر کھڑا ہونے میں پوری طرح کامیاب بھی ہو گیا تھا۔ وہ منظر بڑا حیرت انگیز تھا۔ بلیک پین تھر پوری طرح خون میں لت پت ہونے کے بعد بھی دانش کو کھاجانے والی نظروں سے گھور رہا تھا پھر اس نے لپکنے کی کوشش کی تھی مگر دانش نے ایک اور برسٹ مارا۔ بلیک پین تھر کے جسم کو کئی جھٹکے لگے جیسے وہ بجلی کے ننگے تاروں کی لپیٹ میں آگیا ہو۔ اب وہ اپنی جگہ کھڑا آگے پیچھے جھول رہا تھا لیکن اس کی غضبناک نگاہیں بدستور دانش پر مرکوز تھیں وہ زیادہ دیر تک خود کو سنبھال نہ سکا۔ اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہو رہی تھیں پھر وہ فرش پر گر کر تھوڑی دیر تک کسی دم توڑتے پرندے کی طرح پھڑپھڑایا اس کے بعد ساکت ہو گیا۔ مجھے جھرجھری سی آگئی۔ بلیک پین تھر کے جسم میں جیسے واقعی کوئی شیطانی قوت موجود تھی اگر عثمان غنی نے بروقت اسے اپنے شکنجے میں نہ جکڑا ہوتا تو شاید وہ مجھ پر اور دانش دونوں پر غالب آسکتا تھا۔ مرنے کے بعد بھی وہ کسی آہنی چٹان کی طرح بکھرا پڑا تھا۔

ایک لمحے تک میں اور دانش اسے گھورتے رہے' جو کچھ ہوا تھا اسے دیکھ کر ہم دونوں ہی ششدر رہ گئے تھے پھر میں تیزی سے میز کے قریب آیا اور ریسیور اٹھا کر سراج کو فون کرنے لگا۔ دانش بدستور سب مشین گن کا رخ بلیک پین تھر کی طرف کیے کھڑا تھا۔ اس کی انگلی محتاط انداز میں ٹریگر پر جمی ہوئی تھی۔ دو برسٹ مارنے کے بعد اسے اب بھی یہ خطرہ لاحق تھا کہ کہیں بلیک پین تھر دوبارہ اچھل کر کوئی جوابی حملہ نہ کر دے۔ سراج کو بلیک پین تھر کی موت کی خوشخبری سنانے کے بعد میں نے ایک بار پھر اس کے مردہ جسم کو بغور دیکھا جو اکڑ جانے کے باوجود ناقابل تسخیر نظر آرہا تھا۔ وہ اتنی جلدی مار لیا جائے گا' مجھے اس کا یقین نہیں تھا۔ میں نے تشکرانہ نظروں سے عثمان غنی کی سمت دیکھنے کے لیے نگاہوں کا زاویہ بدلا لیکن وہ نگاہوں سے اوجھل ہو چکا تھا۔

سراج نے اپنے عملے کے ساتھ میرے آفس پہنچنے میں دیر نہیں لگائی۔ تفتیش کا عمل مکمل کرنے اور لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے روانہ کرنے میں تقریباً دو گھنٹے صرف ہو گئے پھر جب ضابطے کی کارروائی مکمل ہو گئی تو میں نے سراج سے علیحدگی میں کہا۔

"میرے آدمی کا نام درمیان میں نہیں آنا چاہیے۔"

"ایسی صورت میں اسے انعام کا مستحق قرار نہیں دیا جاسکتا۔" سراج نے مجھے سمجھانے کی کوشش کی۔ "جب حکومت کی جانب سے بلیک پین تھر کو زندہ یا مردہ گرفتار کرنے کے احکامات جاری کیے جا چکے ہیں تو پھر آپ کو خوف کس بات کا ہے؟"

"میں نہیں چاہتا کہ اسے بار بار عدالت میں گھسیٹا جائے۔"

"آپ مطمئن رہیں مسٹر شہباز۔" سراج نے بڑے خلوص سے کہا۔ "بلیک پین تھر کا قصہ پاک کر کے آپ نے میرے اوپر ہی نہیں بلکہ محکمہ پولیس پر بھی بڑا احسان کیا ہے' انعام کی رقم بہرحال آپ کے ڈرائیور ہی کو ملے گی۔ یہ میرا وعدہ ہے کہ اسے عدالت میں ایک دوبار سے زیادہ پیش ہونے کی زحمت نہیں دی جائے گی۔"

"لیکن اس کا نام اگر اخبار میں آیا تو اس کے ساتھ میرا اور میری کاروباری ساکھ کا ذکر بھی ضرور ہو گا اور ایسی صورت میں——"

"آپ یہ سب کچھ میرے اوپر چھوڑیں۔ آپ کا یا آپ کی فرم کا نام کسی اخبار میں نہیں آئے گا۔"

"آصف کے بارے میں کوئی نئی اطلاع؟"

"میرے آدمی اس کی نگرانی پر مامور ہیں لیکن ان کی رپورٹ کے مطابق ابھی تک کسی ایسے شخص نے آصف سے ملاقات کرنے کی کوشش نہیں کی جس پر شبہ کیا جاسکے۔"

"اس کی ماں اور بھائی کہاں ہیں؟"

"ابھی تک ان کی نگرانی کے فرائض میرے قابل اعتماد آدمی ہی انجام دے رہے ہیں۔ خود آصف نے بھی یہی کہا کہ فی الحال ان کو منظر عام پر نہ لایا جائے۔"

"اس سے کیا ہو گا؟"

"ہو سکتا ہے کہ آصف کو اب بھی دونوں کی جان کا خطرہ لاحق ہو۔"

سراج کے جانے کے بعد میں نے آفس کی مکمل صفا[ئی]

[کرا]ئی۔ اتنی دیر میں اس آفس میں جہاں کبھی عارفہ بیٹھا کرتی [تھی] اب میں نے اس کمرے کو ایک طرح سے ریٹائرنگ روم [بن]ا لیا۔ بلیک پین تھر کا مسئلہ ہرچند کہ خلاف توقع بہت آسانی [سے] طے ہو گیا تھا لیکن میرے اعصاب ابھی تک متاثر تھے۔ [میں] کچھ دیر آرام کرنا چاہتا تھا لیکن آنکھ بند کرتے ہی فون کی [گھنٹ]ی [بج]ی اور میں نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھالیا۔

"کہاں غائب ہو اتنے دنوں سے؟" دوسری جانب سے نغمہ [کی] نرم آواز سنائی دی۔

"کاروباری مصروفیات میں الجھا ہوا ہوں۔"

"کیا اتنی فرصت بھی نہیں ملتی کہ دو گھڑی ادھر بھی آجایا [کرو]" نغمہ نے شکوہ کیا پھر قدرے بے تکلفی سے بولی۔ "میں [ت]مہیں بہت مس کر رہی ہوں۔"

"میں تمہیں اپنی مصروفیات کی وجہ سے آصف کی ضمانت [کی م]بارکباد بھی نہیں دے سکا۔" میں نے جان بوجھ کر آصف [کا ذکر] چھیڑ دیا۔

"مت نام لو اس کا۔" نغمہ بڑے روکھے لہجے میں بولی۔ [ا]سے آنکھ بند کر کے سپورٹ کر رہے ہیں اس لیے میں [غصے] کا گھونٹ پی کر چپ ہوں ورنہ کل رات تو میں اسے شوٹ [کرنے] سے بھی دریغ نہ کرتی۔"

"کوئی خاص بات؟"

"وہ مجھے ایک نئی کہانی سنا رہا ہے۔" نغمہ نے وہی ساری [ب]ات دہرائیں جن کی بدولت آصف نے نہ صرف اپنی [ض]مانت کرالی تھی بلکہ سلمان قیصر کی موت کا الزام بھی اپنے [سر] لے لیا تھا۔ "جانتے ہو کل رات اس نے مجھ سے کیا کہا [تھا]"

"کیا؟"

"وہ بے غیرت مجھے کسی سے ملوانا چاہتا ہے۔" نغمہ نے دبی [آواز] میں کہا۔ "اس کا خیال ہے کہ اس طرح وہ اپنی مصیبتوں [سے چھٹ]کارا پالے گا۔ بے غیرتی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔"

"اس کی ماں اور بھائی کا کوئی پتا چلا؟" میں نے برسبیل [تذکرہ] دریافت کیا۔

"نہیں لیکن آصف کا خیال ہے کہ اگر میں اس کی بات [مان ل]وں تو اس کا مسئلہ حل ہو سکتا ہے لیکن مجھے اس کے مسئلے [سے کوئی د]لچسپی نہیں ہے۔" وہ بدستور انتہائی غصے کی حالت میں [تھی۔] "میں تو ابھی تک یہی سوچ رہی ہوں کہ اسے وہ بات [کہنے ک]ی جرات کس طرح ہوئی۔"

"اگر برا نہ مانو تو ایک درخواست کروں؟" میں نے کہا۔

"تم حکم دے کر دیکھو' میں انکار نہیں کروں گی۔" اس نے [گہر]ی سانس بھر کر جواب دیا۔

"اگر آصف کا کہا مان لو تو سلمان قیصر کے اصل قاتل بھی بے نقاب ہو سکتے ہیں۔ فی الحال مجھ سے کوئی تفصیل نہ پوچھنا۔"

"کیا مطلب؟ کیا تمہارے خیال میں آصف نے سلمان قیصر کو——"

"تم اس کی بات مان لو۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "تمہاری حفاظت کی ذمے داری میں قبول کرتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" وہ جذباتی لہجے میں بولی۔ "تمہاری خاطر میں تو اپنی زندگی بھی داؤ پر لگا سکتی ہوں۔"

نغمہ سے گفتگو ختم ہونے کے بعد میں نے تمام فون کے ریسیور اٹھا کر نیچے رکھ دیئے اور دوبارہ دیوان پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ دو گھنٹے بعد وارثی نے مجھے جگا کر اطلاع دی تھی کہ میرا آفس صاف ہو چکا ہے۔ دو گھنٹے کے آرام نے میرے اعصاب کو خاصا سکون پہنچایا تھا۔ میں نے ملازم سے شربت کا ایک گلاس منگا کر پیا تو طبیعت قدرے اور بحال ہو گئی۔ میں وارثی سے گفتگو کرتا آفس میں داخل ہوا۔ میرے کارندوں نے حیرت انگیز پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بلیک پین تھر سے ہونے والی خونخوار جنگ کے تمام نشانات صاف کر دیئے تھے۔ اپنی کرسی پر بیٹھنے کے بعد میں نے اطمینان کا سانس لیا۔

"سر——" وارثی نے دبی زبان میں کہا۔ "سنا ہے آپ ہم لوگوں کی حفاظت کی وجہ سے اپنا آفس کہیں اور شفٹ کر رہے ہیں؟"

"یہ بات آپ تک کس طرح پہنچی؟"

"دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں سر اور پھر ہم بھی ایسے علاقے میں اٹھتے بیٹھتے رہتے ہیں کہیں نہ کہیں سے تو خبر مل ہی جاتی ہے۔"

"ہاں—— میں نے یوں ہی ساجد (دانش) سے ذکر کیا تھا کہ وہ کسی جگہ کو نظر میں رکھے۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"لیکن ہم آپ کو تنہا کہیں اور نہیں بیٹھنے دیں گے۔" وارثی روانی میں کہہ گیا پھر جلدی سے بولا۔ "اگر مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہو تو میں معذرت خواہ ہوں لیکن ایک بات بہرحال طے ہے آپ جہاں بھی دفتر قائم کریں گے عملہ بھی آپ کے ساتھ ہی بیٹھے گا۔ یہ صرف میرا نہیں بلکہ پورے عملے کا متفقہ فیصلہ ہے۔"

"میں آپ سب کا شکرگزار ہوں مسٹر وارثی۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "میری جانب سے تمام عملے کی محبت کا شکریہ بھی ادا کر دیں لیکن——"

"میں درخواست کرتا ہوں سر' آپ ہماری بات کو رد نہ کیجیے گا۔" وارثی کے لہجے میں عاجزی تھی' خلوص تھا' محبت تھی' میں اس کی بات ٹال نہیں سکا۔

"اوکے مسٹر وارثی۔ میں آپ لوگوں کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گا، لیکن آپ بھی میری ایک بات مان لیں، عملے کی حفاظت کی خاطر کچھ گارڈز اپنی پسند کے رکھ لیں، وہ براہ راست آپ کے حکم کے پابند ہوں گے۔"

"تھینک یو ویری مچ سر۔"

وارثی کے جانے کے بعد میں ضروری فائلوں کو دیکھنے لگا۔ دفتر کے اوقات ختم ہونے میں کچھ وقت باقی تھا لیکن میری طبیعت اکتا رہی تھی اس لیے میں نے فائلیں بند کردیں۔ اٹھنے کا ارادہ کررہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی میں نے ایک لمحے کو سوچا کہ کال ریسیو نہ کروں پھر اس خیال سے ریسیور اٹھالیا کہ کہیں کوئی ضروری کال نہ ہو۔

"شہباز فرام نادر انٹرپرائز۔"

"تم نے جو مشورہ نغمہ کو دیا تھا وہ ہمیں منظور نہیں تھا۔" دوسری جانب سے کسی نے بھاری بھرکم آواز میں کہا مجھے یہ اندازہ لگانے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی کہ بولنے والا یا تو آواز بدل کر گفتگو کررہا تھا یا پھر اس نے ماؤتھ پیس پر کوئی دبیز کپڑا ڈال رکھا تھا۔

"کون ہو تم؟" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"ذہن پر تھوڑا سا زور دو تو شاید تم سمجھ لو کہ میں کون بول رہا ہوں۔" اس بار بھی ٹھہرے ہوئے لہجے میں بڑے اطمینان سے جواب ملا۔ "تم نے نغمہ کو جو مشورہ دیا تھا وہ خاصا معقول تھا لیکن تم ایک چیز کو فراموش کرگئے اگر نغمہ ہمارے لیے قیمتی تھی تو پھر اس فون کالز کو ٹیپ کرانا بھی ہمارے لیے خاصی اہمیت رکھتا تھا۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

"ہم نے فی الحال نغمہ اور آصف دونوں کو ٹھکانے لگادیا ہے۔" اس بار سرد لہجے میں کہا گیا۔ "آصف کی ماں اور بھائی اب ہمارے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتے، تم انہیں منظر عام پر لاسکتے ہو۔"

"جگت نارائن۔" میں نے تلخ لہجے میں سوال کیا۔

"یہ تمہاری اپنی سوچ ہے ورنہ جگت نارائن کے بارے میں شاید کوئی بھی نہیں جانتا کہ وہ کون ہے۔ بس اس کے نام کا سکہ چلتا ہے۔ ہمیں اس سے زیادہ جاننے کی غرض بھی نہیں ہوتی اس لیے کہ وہ ہمیں منہ مانگا ——"

"کیا تم میرا ایک پیغام بھی جگت نارائن تک پہنچا سکتے ہو۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "نفسیاتی طور پر میں اسے آزمانا چاہتا تھا۔

"ابھی طفل مکتب ہو میری جان۔" دوسری جانب سے گفتگو کرنے والے نے میرا مذاق اڑاتے ہوئے جواب دیا۔

"میں تمہیں بتاچکا ہوں کہ جگت نارائن کے نام ہمارے لیے حکم کا درجہ رکھتا ہے، یہ سکہ کہاں سے ہے؟ کون جاری کرتا ہے؟ ہمیں اس کا کوئی علم نہیں"

"مگر تمہیں احکامات کس طرح ——؟" میں مکمل نہیں کیا اس لیے کہ دوسری جانب سے رابطہ گیا تھا۔

میں ریسیور رکھ کر ٹہلنے لگا، مجھ سے واقعی ایک سرزد ہوگئی تھی، جگت نارائن اگر نغمہ کو اپنی بنانے کے خواب دیکھ رہا تھا تو وہ اس کی کال ٹیپ علاوہ بھی اس کی ایک ایک نقل و حرکت کی نگرانی کرا رہا ہوگا۔ لیکن اب ان باتوں پر غور کرنا بے کا لیے کہ تیر کمان سے نکل چکا تھا، نغمہ اور آصف تصدیق کرنا ضروری تھا لیکن میں ازخود سراج کو نہ چاہتا تھا مبادا کہ وہ میری طرف سے مشکوک ہو منٹ بعد دوبارہ فون کی کال بیل جاگ اٹھی، میں دھڑکتے ہوئے دل سے ریسیور اٹھالیا۔ دوسری جانب کی آواز ابھری۔ "تمہارے لیے ایک اہم خبر ہے آصف کو گولی ماردی گئی۔"

"قاتل کون تھا؟" میں نے تیزی سے سوال کیا

"ابھی تک کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آئی سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ابھی کچھ دیر پہلے میرے نے اطلاع دی ہے کہ نغمہ اپنی کوٹھی سے نکل کر ملنے گئی تھی۔ کچھ دیر تک وہ اندر رہی پھر جب گزر گیا تو میری ہدایت پر نگرانی کرنے والوں ہو کر صورت حال کا جائزہ لینے کی کوشش کی۔ وہاں بلکہ تین لاشیں برآمد ہوئی ہیں، ایک ملازم کی کمرے میں ہی گلا گھونٹ کر ختم کردیا گیا تھا۔ دو لاشیں خون میں لت پت ایک کمرے میں پڑی اطمینان اور سکون سے کیا گیا ہے اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ قاتل ایک سے زیادہ تھے جلدی نہیں تھی اس لیے انہوں نے اپنے ہونے کے بعد وہ تمام ثبوت بھی مٹادیے نشاندہی کرنے کی خاطر پولیس کے لیے معاون تھے۔"

"کہاں سے بول رہے ——؟"

"کیسینو سے۔" ندیم نے بدستور سنجیدگی نے اس واردات کی اطلاع اپنے ایک تمہارے سراج صاحب تک پہنچادی ہے کے ذریعہ معلوم ہوسکتی ہے۔"

ندیم کے فون سے نغمہ اور آصف کی

تھی اس لیے میں نے دفتر میں رکنا مناسب نہیں سمجھا سیدھا گھر چلا گیا۔

شام کو سراج آیا تو اس کے چہرے پر بھی الجھن اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات نمایاں تھے۔ اس نے نغمہ اور آصف کے قتل کی تفصیل بتائی۔ اس سے کچھ نئی باتوں کا بھی انکشاف ہوا۔ نغمہ کی لاش نیم برہنہ حالت میں ملی تھی جبکہ آصف اس سے چھ فٹ کے فاصلے پر مردہ پڑا تھا۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ کے مطابق آصف کی موت نغمہ سے تقریباً پندرہ منٹ پہلے واقع ہوئی تھی۔ پولیس سرجن کی رپورٹ کے مطابق نغمہ کو گولی مارنے سے قبل ہوس کا نشانہ بھی بنایا گیا تھا۔ گولی اعشاریہ آٹھ کے کسی آٹومیٹک سے چلائی گئی تھی۔ سراج ایک پل کو سانس لینے کی غرض سے رکا پھر سلسلہ جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "سیٹھ نعمان، نغمہ کی موت کے غم میں نیم پاگل ہوگیا ہے۔ اس نے دور دور تک رسائی کی ہے، اس کا مطالبہ ہے کہ اس کی بیٹی کے قاتلوں کو فی الفور گرفتار کرکے پھانسی کے پھندے پر لٹکادیا جائے۔" سراج نے الجھتے ہوئے کہا۔ "ہمارے پاس کوئی جادو کا چراغ تو نہیں ہے کہ اس کے قاتلوں اور جرائم پیشہ کو بے نقاب کرکے کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔"

"کیا آصف کی والدہ اور بھائی کو اس سانحے کی اطلاع مل گئی؟"

"ابھی نہیں —— لیکن بہرحال انہیں بھی بتانا تو پڑے گا۔"

"میرا خیال ہے کہ نغمہ اور آصف کی موت کے بعد ان کو کوئی خطرہ نہیں لاحق ہوگا اس لیے آپ اگر مناسب سمجھیں تو انہیں آصف کی موت کی خبر کردیں۔" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "کسی قریبی عزیز کی لاش سے لپٹ کر رو لینے سے دل کا کچھ غبار چھٹ جاتا ہے ورنہ ایک خلش اور حسرت زندگی کا ناسور بن کر رہ جاتی ہے۔"

"میرا ذاتی خیال بھی یہی ہے۔"

سراج کے جانے کے بعد میں اور ندیم آپس میں بڑی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ اسی رات ہمیں ایک اور اطلاع ملی، سلیمان شاہ ذہنی چوٹ کو برداشت نہیں کرسکا تھا اور اس نے دنیا کے ہنگاموں سے ہمیشہ کے لیے منہ موڑ لیا تھا، اہم بات یہ تھی کہ ماہ رخ سلیمان شاہ کی موت پر اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھی تھی۔ ڈاکٹروں نے اسے خطرناک ذہنی مریضہ قرار دے کر پاگل خانے میں داخل کرنے کی سفارش کی تھی۔ رپورٹ کے مطابق اس نے سلیمان شاہ کی موت کی خبر سن کر پہلے قہقہہ لگایا تھا پھر اچانک پاگلوں کی طرح اپنے بال نوچنے شروع کردیئے تھے۔ اپنا چہرہ لہولہان کرلیا۔ اس نے صرف ایک ہی رٹ لگا رکھی تھی۔ "سلیمان شاہ کو زندہ کردو اسے مرنا نہیں چاہیے ورنہ میں دو کوڑی کی عورت اس سے اپنا انتقام نہیں لے سکوں گی۔ اس —— نے مجھے آستین کا سانپ کہا تھا، میں اسے ڈس کر اپنے زہر سے ماروں گی۔ ایسی موت جسے دیکھ کر آسمان اور زمین دونوں لرز اٹھیں۔" اسے بڑی مشکل سے سلیمان شاہ کی لاش سے ڈاکٹروں اور نرسوں نے زبردستی کھینچ کر علیحدہ کیا تھا۔ اس وقت اس نے سلیمان شاہ کی لاش کے گریبان کو پوری شدت سے جکڑ رکھا تھا۔ چیخ چیخ کر ہذیانی انداز میں کہہ رہی تھی۔ "آنکھ کھولو سلیمان شاہ، میں تمہیں اتنی آسانی سے نہیں مرنے دوں گی، تم مرگئے تو میرے انتقام کی آگ میرے وجود کو جلا کر راکھ کردے گی۔ جاگو سلیمان شاہ، جاگو، میری طرف دیکھو، میں ماہ رخ ہوں، وہی ناگن جسے تم نے آستین میں پال رکھا تھا —— تم نے کہا تھا کہ تمہیں ناگن کا زہر نکالنے کا فن بھی آتا ہے۔ پھر میدان چھوڑ کر کیوں بھاگ رہے ہو۔ آنکھ کھولو سلیمان شاہ —— میں —— میں تمہیں اتنی آسانی سے موت کے حوالے نہیں کروں گی۔"

سلیمان شاہ کی موت اور ماہ رخ کی دیوانگی کی اطلاع ماسٹری نے دی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ اب ملیحہ کو حالات سے باخبر کرکے آزاد کردینا چاہیے۔" ندیم نے کہا پھر تھوڑے توقف سے بولا۔ "ندا کے بارے میں تم نے کیا سوچا ہے؟"

"احمد غوری اور ندا دونوں ہمارے لیے بے حد کارآمد ہیں۔" میں نے کچھ سوچ کر جواب دیا۔ "سراج بتارہا تھا کہ احمد غوری کو بھی ایک دو دن میں عدالت میں پیش کردیا جائے گا۔ اس سے پیشتر ہم کوئی آخری فیصلہ نہیں کرسکتے۔ ندا کو آزاد کردینے کی صورت میں اس کی موت کا خطرہ بھی لاحق ہوسکتا ہے۔"

"میرا خیال ہے اب تمہاری کالکارانی بھی اپنا دماغی توازن کھو بیٹھی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"حالات جس برق رفتاری سے سامنے آرہے ہیں اس سے یہی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔" ندیم نے دبی زبان میں کہا۔ "آخری بار وہ تم سے کب ملی تھی؟"

"ایک روز قبل لیکن اس وقت اس نے پیار و محبت کے علاوہ کوئی اور راگ نہیں الاپا تھا۔"

"جگت نارائن کے بارے میں اس کا کیا کہنا ہے؟"

"اس نے معذرت کا اظہار کیا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اس کا کہنا ہے کہ دھرم آشرم پر دیوی دیوتاؤں کا پہرہ ہے اس لیے وہ اندر کا حال معلوم کرنے سے قاصر ہے۔"

"گویا اس نے ایک طرح سے اقرار کرلیا ہے کہ کہیں وہ اس

ہی جگت نارائن کا رول پلے کر رہا ہے۔" ندیم نے تیزی سے سوال کیا۔

"ہاں، لیکن کالکا اس کے خلاف ہماری کوئی مدد نہیں کر سکتی۔"

"اب ہمیں اس کی مدد کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہوگی۔"

"کیا مطلب ــــ" میں نے وضاحت چاہی لیکن ندیم نے کوئی جواب نہیں دیا، وہ کسی گہرے خیال میں مستغرق تھا، شاید اپنے ذہن میں وہ جگت نارائن کو بے نقاب کرنے کی کوئی اسکیم کر رہا تھا۔

☆ ــــ ❖ ــــ ☆

دوسری صبح سراج نے فون پر مجھے ایک اور اہم اطلاع سنائی۔ احمد غوری نے اقرار کر لیا تھا کہ وہ بھی بلیک پین تھر کی وساطت سے جگت نارائن کے لیے کام کر رہا تھا۔ یہ بات حیرت انگیز ہی تھی، جب خود سراج کے کہنے کے مطابق عدم ثبوت کی بنا پر احمد غوری کو قانون سے سزا نہیں مل سکتی تھی تو پھر اس نے عدالت میں پیش ہونے سے صرف ایک دن پہلے اپنا سابقہ بیان تبدیل کرنے میں کیا مصلحت سمجھی تھی؟ کیا اسے کسی خاص وجہ سے یہ بیان دینے پر مجبور کیا تھا؟ لیکن کیوں؟ ڈراپ سین قریب آنے کے بعد ڈرامے کو بلاوجہ طول دینے کی کیا ضرورت تھی؟

"کیا احمد غوری نے یہ بیان اپنی مرضی سے دیا ہے یا پولیس کی ڈنڈا شاہی کو بھی دخل ہے؟" میں نے اپنی معلومات کی خاطر دریافت کیا۔

"جی نہیں۔ احمد غوری نے تازہ بیان ازخود ایک مجسٹریٹ کی موجودگی میں ریکارڈ کرایا ہے۔"

"پہلے بیان کے بارے میں اس کا کیا کہنا ہے؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"اس نے اپنا پہلا بیان ندا کی خاطر دیا تھا۔ وہ دراصل ندا کو بچانا چاہتا تھا جو پروفیسر ابرار کے سلسلے میں مرکزی کردار ادا کر رہی تھی۔" سراج نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "مارگریٹ کی موت کے بعد سے پروفیسر بہت تنہائی پسند اور آدم بیزار ہو گیا تھا۔ اس نے خود کو محض لیبارٹری تک محدود کر لیا اور دن رات اپنے کام میں مصروف رہتا تھا۔ لیکن احمد غوری کی سفارش پر اس نے خاصی جرح کے بعد ندا کو ملازمت دے دی تھی، پھر ندا نے اپنی کمسنی اور معصوم باتوں کی وجہ سے پروفیسر کے دل کو موہ لیا۔ نفسیاتی طور پر یہ ایک فطری بات تھی، جو لوگ تجرباتی کام یا دیگر ایسے ہی مشاغل میں دن رات مصروف رہتے ہیں اکثر انہیں بڑی شدت سے اپنی تنہائی کا احساس ہوتا ہے۔ وہ اپنے خول سے باہر نکل کر کچھ دیر آسمان تلے کھلی دھوپ میں لیٹ کر سستانا پسند کرتے ہیں لیکن احمد غوری نے یہ آسائش پروفیسر کو اس کی لیبارٹری ہی میں فراہم کر دی۔ پروفیسر جو مارگریٹ کے مرنے کے بعد بہت محتاط ہو گیا تھا اپنے سار[ے] کام خود ہی انجام دیتا تھا۔ اسے خدشہ تھا کہ اسے [؟] فارمولے کے سلسلے میں ٹریپ کرنے کی کوشش کی جا[ئے] لیکن ندا کو دیکھ کر وہ ساری احتیاطی تدابیر کو فراموش کر [گیا] تھا۔ ندا اپنی شوخ و چنچل باتوں کی باعث پروفیسر کے قریب [ہو] گئی پھر اس نے احمد غوری کے اشارے ہی پر پروفیسر [کے] مشروبات میں ایک ایسی دوا پلانی شروع کر دی جس کے [مسلسل] استعمال سے انسان خود اعتمادی کو کھو بیٹھتا ہے۔ چنانچہ پرو[فیسر] کے ساتھ بھی یہی ہوا لیکن پھر آپ کی وجہ سے ــــ"

"میری وجہ سے ــــ؟" میں چونکا۔

"اب پردہ پوشی سے کیا فائدہ مسٹر شہباز۔" سراج [نے] جواب دیا۔ "مجھے معلوم ہے کہ آپ نے قوم کے مفاد میں پروفیسر سے ملاقات کی ہوگی لیکن آپ نے یہ خبر اور بہت [سی] اہم باتیں ــــ"

"جان بوجھ کر چھپائی تھیں۔" میں نے کچھ سوچ کر [کہا۔] "فارمولے کا مسئلہ بہت زیادہ حساس تھا اور ہے اس لیے [میں] نے اس کا تذکرہ کسی اور سے کرنا مناسب نہیں سمجھا۔"

"میں اس مصلحت کی اہمیت کو سمجھ رہا ہوں بہرحال [ندا کی] گمشدگی کی وجہ سے اب احمد غوری نے زبان کھول دی [ہے۔ وہ] ندا کو بچانا چاہتا ہے اسی وجہ سے اس نے پولیس کو حالات [سے] آگاہ کیا ہے۔"

"ندا کی گمشدگی ــــ" میں نے انجان بن کر کہا۔ "[؟] کو ــــ"

"جی ہاں ــــ" سراج نے جواب دیا۔ "احمد غوری [کے] بیان کے مطابق جس روز آپ پروفیسر سے ملے تھے اس [کے] فوراً بعد ہی ندا کو اغوا کر لیا گیا تھا۔"

"آئی سی۔" میں نے ایک معقول جواز پیش کیا۔ "[شاید] پروفیسر کے فارمولے کے سلسلے میں اب بھی کچھ بیرونی [اور] ہمارے مقامی لوگوں کو پیسے کا لالچ دے کر اپنا مفاد حاصل [کرنے] کی کوشش کر رہی ہیں۔ اس خیال کے پیش نظر مجرموں [نے وہی] کیا جو انہیں کرنا چاہیے تھا۔ میرا مطلب ہے کہ احمد غ[وری پر] حملہ اور پھر اس کے حوالات جانے کے بعد ندا کو منظر عا[م سے] ہٹا دینا ہی ان کے حق میں بہتر تھا۔"

"ایک بات پھر بھی قابل غور رہ جاتی ہے۔" سراج [نے] سنجیدگی سے کہا۔ "اگر احمد غوری بلیک پین تھر کے ذریعے [جگت] نارائن یا کسی اور طاقت کے لیے کام کر رہا تھا تو پھر اس کی [حفاظت] بھی ان ہی لوگوں پر فرض تھی، ایسی صورت میں احمد غ[وری پر] حملہ ــــ"

"کبھی کبھی ایک معمولی سی غفلت ہی مجرم کو قانو[ن کے] آہنی شکنجوں تک لے آتی ہے، ہو سکتا ہے کہ احمد غور[ی کے] سلسلے میں بھی جگت نارائن، بلیک پین تھر یا کوئی اور کچھ زیادہ ہی بے پروا ہو گیا ہو اور ــــ"

"کسی دوسری پارٹی نے احمد غوری کے اپارٹمنٹ میں داخل ہو کر اس کو زدوکوب کیا لیکن صرف اسی پر اکتفا کیوں کی گئی، اگر احمد غوری ان کی نگاہوں میں آ چکا تھا تو اسے اغوا بھی کیا جا سکتا تھا۔ صرف زخمی کر کے چھوڑ دینے سے کیا حاصل؟" سراج نے تیزی سے میرا جملہ مکمل کرتے ہوئے تفتیشی انداز اختیار کی۔ "دوسری بات جو پریشان کن ہے وہ یہ ہے کہ میری تفتیش اور معلومات کے مطابق احمد غوری پر حملے کے بعد ہی ندا کو اغوا کیا گیا تھا۔ پھر احمد غوری کو اس بات کا علم کس طرح ہوا؟"

"آپ شاید بھول رہے ہیں کہ آصف بھی جگت نارائن کے اشارے پر چلنے پر مجبور تھا، ممکن ہے ندا کے بارے میں بھی اسی کو استعمال کیا گیا ہو۔"

"ہو سکتا ہے مگر حوالات میں ان دونوں کو الگ الگ رکھا گیا تھا۔"

"پھر ہم اسی کالی بھیڑ کو مورد الزام ٹھہرا سکتے ہیں جو آپ کا کارندہ ہونے کے باوجود ــــ"

"اور بھی بہت سارے ذرائع ہو سکتے ہیں مگر ایک سوال اب بھی تشنہ رہ جاتا ہے۔"

"وہ کیا؟"

"احمد غوری کے تازہ بیان کے بعد پولیس یقیناً ندا کو بازیاب کرنے کی کوشش بہرحال کرے گی۔ پروفیسر ابرار کے حوالے سے بھی ندا کی اہمیت بڑھ جاتی ہے مگر احمد غوری بھی اس سزا سے نہیں بچ سکے گا۔"

"کبھی کبھی محبت کی انتہا دیوانگی کی سرحدوں کو بھی چھونے لگتی ہے۔ ہو سکتا ہے احمد غوری اور ندا کے درمیان بھی ایسا ہی کوئی جذباتی رشتہ رہا ہو۔"

"مگر میرا خیال ہے کہ وہ رہا ہونے کے بعد اپنے ذرائع سے ندا کو زیادہ آسانی سے تلاش کر سکتا تھا۔"

"میں آپ کی بات سے اتفاق کرتا ہوں لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو لوگ فارمولے کی غرض سے احمد غوری کو استعمال کر رہے ہوں اب ان کی نگاہوں میں اس کی اہمیت باقی نہ رہی ہو اس لیے انہوں نے ایک تیر سے دو شکار کرنے کی کوشش کی ہے۔ مقصد یہ کہ اس طرح احمد غوری اپنی متوقع رہائی کے امکانات سے محروم ہو جائے گا، ندا کو وہ پہلے ہی منظر عام سے ہٹا چکے ہیں۔"

"آپ بھی درست کہہ رہے ہیں، بہرحال کیس اب اور الجھ کر رہ گیا ہے۔" سراج نے کہا۔ "احمد غوری کے بیان کے بعد اب نغمہ اور آصف کے قاتلوں کو گرفتار کرنے کا پریشر کچھ

اور زیادہ بڑھ گیا ہے۔ کیا آپ اس ضمن میں میرے ساتھ کوئی تعاون نہیں کریں گے۔"

"آپ حکم دیں۔"

"میری درخواست ہے کہ اگر آپ اپنی چھٹی حس ــــ"

"پلیز مسٹر سراج۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"آپ اس سلسلے میں پہلے بہت مشہور ہو چکے ہیں۔"

"کیا آپ کو اب تک میری باتوں کا یقین نہیں آسکا۔"

"من آنم کہ من دانم۔" میں سنجیدگی سے بولا۔ "علم نجوم یا پامسٹری سے میرا کبھی کوئی دور کا بھی تعلق نہیں رہا۔"

"لیکن آپ شاید بھول رہے ہیں کہ پہلے آپ کے خواب یا پھر چھٹی حس کی باتیں سو فیصد درست ثابت ہوتی رہی ہیں۔"

"میں انکار نہیں کروں گا۔" میں نے دوسرا پہلو اختیار کیا۔ "کبھی کبھی انسان جو کچھ سوچتا ہے، جو چاہتا ہے وہ حیرت انگیز طور پر پورا ہو جاتا ہے، ماہرین اسے ٹیلی پیتھی کا نام دیتے ہیں۔ کچھ لوگ بلیک میجک کی دکان چمکانے کی خاطر بھی افواہیں اڑاتے رہتے ہیں، فٹ پاتھ پر بڑے بڑے بورڈ لگا کر بیٹھنے والے یا کسی مختصر سے کیبن میں ایک دو بے ضرر سانپ گلے میں ڈالے ہوئے فقیر ٹائپ کے لوگ بھی اسی قسم کی بے پر کی اڑانے کے باعث اپنی روزی کما رہے ہیں جن لوگوں کے سلسلے میں ان کی کہی ہوئی انٹ شنٹ باتیں درست ہو جاتی ہیں وہ انہیں پیر و مرشد سمجھنے لگتے ہیں جن کو ناکامی ہوتی ہے انہیں یہ کہہ کر ٹال دیا جاتا ہے کہ ابھی تمہارے ستارے گردش میں ہیں۔"

"پھر بھی مجھے توقع ہے کہ آپ میری ہر ممکن مدد کریں گے۔"

"اگر ایسا ممکن ہوا تو مجھے خوشی ہوگی۔"

میں نے سراج سے گفتگو کرنے کے بعد ایک فائل اٹھائی تو اچانک میری نظر کالکا پر پڑی جو میرے سامنے بیٹھی بڑے معنی خیز انداز میں مسکرا رہی تھی۔ آج اس کے تیور کچھ اور ہی نظر آرہے تھے۔

"سراج سے بہت گھل مل کر باتیں ہو رہی تھیں۔"

"ہاں۔۔۔ وہ مجھے بتا رہا تھا کہ۔۔۔"

"کالکا کی نگاہیں دھرتی کے اندر بھی جھانک سکتی ہیں۔" وہ تیزی سے بولی۔ "احمد غوری کو وہ بیان دینے پر میں نے ہی مجبور کیا تھا۔"

"کوئی خاص سبب؟"

"ہاں۔" وہ مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے بولی۔ "جو چیز کام کی نہ رہے اس کی حفاظت نہیں کرتے۔ میری عادت بھی ایسی ہی ہے۔" اس کے لہجے میں تیکھاپن بھی شامل ہو گیا۔ "جو کھلونے مجھے پسند نہیں آتے میں انہیں توڑ دیتی ہوں۔"

"میرے بارے میں کیا خیال ہے۔" میں نے مسکرا کر پوچھا۔ "مجھ سے تمہارا دل ابھی بھرا یا نہیں؟"

"تم نے ندا کو کہاں رکھا ہے۔ یہ مجھے معلوم ہے' میں چاہوں تو تمہارے متر سراج کو بھی تمہارا دشمن بنا سکتی ہوں۔" کالکا نے دھمکی دی۔ "ذرا غور کرو اگر سراج کو فون پر تمہارے حوالے سے ندا کے اغوا کرنے کی اطلاع دے دی جائے اور وہ پولیس کے ہاتھ لگ جائے تو۔۔۔"

"تم یہ شوق بھی پورا کرلو' میں اب تمہیں روکوں گا نہیں۔" میں نے اس بار سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ مجھے قوی امید تھی کہ اگر ایسی صورت پیش آئی تو عثمان غنی میری مدد ضرور کرے گا۔

"سوچ لو شہباز خان' ابھی سمے ہے' میرا کہا مان لو' جو شکتی تمہاری سہائتا کر رہی ہے وہ بھی بہت جلد تم سے نظر پھیرنے پر مجبور ہونے والی ہے۔"

"اس کے بعد کیا ہوگا؟"

"اس کے بعد۔۔۔" میں مسکرایا۔ "اس کے بعد شاید تمہاری مہان شکتی مجھے نرکھ میں جھونکنے کی کوشش کرے گی۔"

"تم اب بھی میرا کہا مان لو تو آنے والے کل کو روکا جا سکتا ہے۔" وہ گہری سنجیدگی سے بولی۔ "میں نے تمہیں ہمیشہ اچھی اور گر کی باتیں سمجھائی ہیں' میری مانو تو سندر ناریوں کے شریر سے کھیلنا چھوڑ دو' اسی میں تمہاری مکتی ہے۔"

"صرف تمہارا بن کر رہ جاؤں۔"

"ہاں۔۔۔" کالکا [illegible] ہو کر بولی۔ "مجھے معلوم ہے کہ تم اس سمے میری باتوں کو ہنسی میں اڑانے کی کوشش کر رہے ہو پرنتو اتنا یاد رکھو کہ اگر اب بھی تم نے اپنی کالکا کا کہنا نہ مانا تو سب کچھ تباہ ہو جائے گا۔"

"کیا تم بھی۔۔۔؟" میں نے کالکا کو شوخ نظروں سے دیکھا۔

"میں پورے وشواس سے کہہ سکتی لیکن ہو سکتا ہے کہ جو کچھ کل ہونے والا ہے اس کے بعد کالکا کی شکتی بھی تمہارے کسی کام نہ آسکے۔" وہ بے حد سنجیدہ تھی۔

"تم اپنے سیوک سے کیا چاہتی ہو؟" میں نے اس کی آنکھوں میں دور تک جھانکنے کی کوشش کی۔

"سندر ناریوں کا دھیان من سے نکال دو' کالے بادل جو چھایا بن کر سر پر منڈلا رہے ہیں وہ چھٹ بھی سکتے ہیں۔" کالکا نے بدستور سنجیدگی سے کہا پھر کچھ توقف سے بولی۔ "پروفیسر والے فارمولے میں میری سہائتا کرو' میں وچن دیتی ہوں کہ تمہیں دھرتی سے اٹھا کر آکاش پر پہنچا دوں گی۔"

"جگت نارائن۔" میں یکلخت سنبھل کر بولا۔ "اس کا کریا کرم ہونے کے بعد ہی میں تمہاری بات پر غور کر سکتا ہوں۔"

"یہ میرے بس سے باہر کی بات ہے۔"

"یہی جملہ تم نے کبھی بھوشن کے لیے بھی کہا تھا کہ اس کے سر پر دیوی دیوتاؤں کی چھایا ہے' لیکن وہ چھایا بھی اس کی کایا پلٹتے وقت کسی کام نہ آسکی۔"

"کاش۔۔۔ میں کھل کر تم سے باتیں کر سکتی۔" وہ تلملا کر رہ گئی۔

"کھل کر باتیں کر ہی ڈالو کالکا رانی' اب ہمارے درمیان کیا پردہ رہ گیا ہے۔"

"تمہاری نگاہیں پردوں کے اس پار نہیں دیکھ سکتیں۔" وہ پہلو بدل کر رہ گئی اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ کچھ کہنا چاہتی ہے لیکن کھل کر نہیں کہہ سکتی۔ لیکن وہ چہرے کے تاثرات بدلنے پر بھی قادر تھی اس لیے میرے لیے کوئی آخری فیصلہ کرنا دشوار تھا پھر یکلخت مجھے لیڈی مکلارنس کی باتیں یاد آگئیں۔ اس نے بھی یہی کہا تھا میں دلدل سے بچنے کی کوشش کروں ورنہ تیز بارش مجھے ہمیشہ کے لیے ڈبو دے گی۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ بہت جلد کالکا کی آتما کو بھی اس کی مورتی میں دوبارہ قید کرنے میں کامیاب ہو جائے گی۔ لیکن اگر ایسا ممکن تھا تو پھر لیڈی مکلارنس کو انتظار کس بات کا تھا؟ کیا وہ کسی خاص وقت کی منتظر تھی؟

"کس وچار میں گم ہو گئے شہباز خان۔"

"لیڈی مکلارنس کے بارے میں سوچ رہا تھا۔"

"وہ۔۔۔ وہ بھی اونچے اونچے سپنے دیکھ رہی ہے۔ پرنتو کل کیا ہونے والا ہے یہ پوری طرح کوئی بھی نہیں جانتا۔" خلاف

[illegible] کالکا نے لیڈی مکلارنس کا نام سن کر اسے سفید فام کتیا کے [illegible] سے بھی نوازا' سنجیدگی سے بولی۔ "آکاش پر جو بادل لہر[illegible] کر آرہے ہیں اس کے بارے میں کوئی بھی وشواس سے کچھ [illegible] کہہ سکتا۔ مگر میرا من گواہی دیتا ہے کہ کوئی بڑا طوفان [illegible] والا ہے۔"

"کیا تم اس طوفان کے بارے میں کوئی اشارہ بھی نہیں [illegible] سکتیں؟"

کالکا نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا' اس کی آنکھوں سے [illegible]بی اور جھلاہٹ کے ملے جلے تاثرات نمایاں تھے پھر اس [illegible] کچھ کہنا چاہا تھا لیکن اس کا چہرہ خوف سے یکلخت زرد پڑ گیا' وہ [illegible] لمحے کے لیے سرتاپا لرز کر رہ گئی پھر اس نے "جے پربھو" کا [illegible]گایا اور نظروں سے غائب ہو گئی اس کا وہ انداز میرے لیے [illegible] معنی خیز اور قابل غور تھا۔ عثمان غنی کے درمیان میں [illegible]نے کے بعد میں اس کی طاغوتی قوتوں کے حصار سے نکل گیا [illegible] ایک دو بار عثمان غنی اور کالکا کے درمیان بھی پراسرار [illegible] کے کرشموں کی آنکھ مچولی ہو چکی تھی لیکن کالکا کی نگاہوں [illegible] خوف کے وہ تاثرات مجھے اس سے پہلے نظر نہیں آئے [illegible]۔ وہ مجھے اشارے کنایوں میں کچھ سمجھانا چاہتی تھی لیکن [illegible]یاب نہیں ہو پا رہی تھی۔ کوئی طاقت ایسی ضرور تھی جس [illegible] اس کی زبان پر تالے ڈال دیے تھے۔ اسے قوت گویائی سے [illegible]م کر دیا تھا۔ وہ طاقت کس کی تھی جس نے کالکا کی طاغوتی [illegible] پر قدغن لگا دی تھی؟ میں ان ہی گتھیوں کو سلجھانے میں [illegible] تھا کہ عثمان غنی کی آواز میرے کانوں میں گونجی' وہ [illegible] بائیں جانب پاکھے سے ٹیک لگائے کھڑا عجیب انداز میں [illegible] رہا تھا۔

"ماہ رخ کے بارے میں اتنے اداس مت ہو' وہ اب [illegible] کسی کام کی نہیں رہی۔"

"ابھی ایک لمحے پہلے کالکا یہاں موجود تھی۔" میں نے [illegible] غنی کو کالکا سے ہونے والی تمام گفتگو بڑی تفصیل سے [illegible] ہوئے کہا۔ "کیا تم بھی کسی اٹھنے والے ایسے طوفان کو [illegible] رہے ہو جس کے سامنے کوئی بند نہیں ٹھہر سکے گا' سارے [illegible] ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جائیں گے؟"

"کل کے بارے میں سوچنے سے صحت پر اچھا اثر نہیں [illegible]۔" وہ مسکرایا۔ "جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا پھر آج سے اپنی [illegible] کو روگ لگانے سے کیا حاصل۔"

"احمد غوری نے اپنا بیان بدل دیا ہے۔" میں نے پہلو بدل [illegible]۔

"مجھے معلوم ہے' اس کا برا وقت بھی نزدیک آگیا ہے [illegible] اس کے بیان سے زیادہ مجھے نغمہ کی موت کا افسوس ہے' [illegible] جان دار لڑکی تھی۔ تمہارا کیا خیال ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ ہمیں مرنے والوں کے بارے میں اس قسم کی گفتگو کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"پھر جو زندہ ہیں ان کے بارے میں سوچو۔" عثمان غنی کا لہجہ معنی خیز ہو گیا۔

"تمہارا اشارہ غالباً ندا کی طرف ہے۔"

"ہاں۔" وہ ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولا۔ "اس سے پہلے کہ۔۔۔ اے باغ زندگانی' مرجھا چلی جوانی کا شعر اپنی بدنما صورت میں سامنے آئے انسان کو دل بھر کر خوشہ چینی کر لینی چاہیے۔ ڈالی پر کھلتے ہوئے کسی پھول کو توڑ کر اس کی خوبصورتی' اس کے حسن اور مہک سے لطف اندوز ہونے کا نام ہی زندگی ہے۔ ورنہ دھوپ کی تپش سے پھول ڈالی پر ہی مرجھا کر سر ڈال دے تو اس کے کھلنے نہ کھلنے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ اس کی ساری مہک اسی کے ساتھ رخصت ہو جاتی ہے۔ میرا فلسفہ سمجھنے کی کوشش کرو رفیقی۔ جو کچھ آج ہاتھ لگے سمیٹ لو۔ کل کے بارے میں ذہن پر بوجھ نہ ڈالو۔"

"لیکن اب۔۔۔"

"نہیں رفیقی۔۔۔" عثمان غنی تیزی سے بولا۔ "میں نے تمہاری خوشنودی کی خاطر بھوشن کو مٹا دیا لیکن اسی شرط پر کہ تم ندا کو نہیں بخشو گے۔"

"میں انکار نہیں کروں گا مگر۔۔۔"

"تم بھول رہے ہو رفیقی کہ میں کون ہوں؟ کیا ہوں؟ تمہاری کالکا دیوی بھی کئی بار تمہاری نگاہوں کے سامنے مجھ سے گھبرا کر راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو [illegible] تمہاری

پہلی ملاقات کب' کہاں اور کن حالات میں ہوئی تھی۔" عثمان غنی نے مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "تمہارے دوست نے اس وقت میرے حلیے کا مذاق اڑانے کی جسارت کی تھی لیکن میں نے اسے معاف کردیا' جانتے ہو کیوں؟ میں تمہیں اپنی قوت کا کھیل دکھانا چاہتا تھا پھر یہ موقع بھی تمہارے دوست ہی نے فراہم کردیا۔ اس نے مشورہ دیا تھا کہ میں آہنی دروازے کے فریم کی کسی جھری سے ہوکر اس قید خانے سے نکل جاؤں جہاں تم دونوں کو مہمان بنا کر رکھا گیا تھا۔ میں نے لوہے کے اس مضبوط دروازے سے باہر نکلنے کی خاطر مضحکہ خیز حرکتیں کی تھیں۔ میں چاہتا تو ہوا بن کر باہر نکل جاتا لیکن پھر میں نے اس وزنی دروازے کو کسی کتاب کی طرح شاف سے نکال کر ایک طرف پھینک دیا تھا۔ میں وہاں آرام کرنے کی غرض سے موجود نہیں تھا' تمہیں بچانے کی خاطر پہلے سے پہنچ گیا تھا۔ صرف اس لیے کہ تم مجھے پسند آگئے تھے۔ میں تمہارے ذریعے زندگی کی رنگینیوں کو بہت قریب سے دیکھنا چاہتا تھا' کیا تم زرا کو دنیا کی رنگینیوں میں شمار نہیں کروگے؟"

"خفا مت ہو میرے دوست۔" میں نے عثمان غنی کی خفگی دور کرنے کی خاطر مسکرا کر کہا۔ "میں نے تو صرف ایک امکانی بات کہنی چاہی تھی۔"

"جہاں میں ہوں وہاں امکانات اور قیاس آرائی کو کوئی دخل نہیں ہوتا۔" وہ کسی ماہر فلسفی جیسے انداز میں بولا۔ "کسی بات کا عزم کرکے اسے ٹال دینے والے زیادہ کامیاب نہیں ہوتے۔ صرف علم بے معنی سی چیز ہے' عمل نہ ہو تو تمام صلاحیتوں کو زنگ لگ جاتا ہے۔"

"یہ تم نے فلسفہ کی ڈگری۔۔۔"

"وقت مت ضائع کرو رفیقی۔" اس نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔ "اول تو میں ضد نہیں کرسکتا دوسرے اس وقت میں ذرا جلدی میں بھی ہوں۔ ابھی مجھے بہت سارے کام نمٹانے ہیں۔ وقت کم ہو اور کام زیادہ تو پھر آرام کرنے سے بات نہیں بنتی۔ میرا خیال ہے کہ اب تمہیں اپنی کرسی چھوڑ کر اٹھ جانا چاہیے۔"

میرے پاس عثمان غنی کی بات پر عمل کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا' اس کو ناراض کردینے کی صورت میں مجھے کالا کالا کی دشمنی مول لینا پڑی جو مجھے کسی قیمت پر منظور نہیں تھی' عمارت کے پارکنگ شیڈ میں پہنچ کر میں نے دانش سے گاڑی کی چابی لی۔ اسے اپنی واپسی تک انتظار کرنے کی تاکید کی پھر انجن اسٹارٹ کرکے گاڑی کو کھلی سڑک پر لے آیا۔ ہمارا رخ ندیم کے فارم ہاؤس کی جانب تھا۔

عثمان غنی میرے برابر والی سیٹ پر آلتی پالتی مارے بیٹھا بھاگتے ہوئے مناظر اور ہنگاموں سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ میں نے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد پوچھا۔

"کیا تم براہ راست زرا پر عاشق نہیں ہوسکتے؟" میرا انداز دوستانہ ہی تھا۔

"ہوسکتا رفیقی تو تمہاری مدد کبھی نہ لیتا۔" اس نے اداس اور حسرت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"میں سمجھا نہیں؟" میں نے اسے چھیڑا۔ "کیا کوئی خاص مجبوری لاحق ہے؟"

"ہاں۔۔۔ مجھے میرے باپ کی بددعا لگ گئی ہے' وہ بھی تمہاری وجہ سے۔"

"میری وجہ سے؟" میں نے حیرت سے دریافت کیا۔

"میرے باپ نے مجھے تمہاری مدد کرنے سے روکا تھا لیکن میری سرکشی نے اس کی بات ماننے سے انکار کردیا۔"

"میں سمجھا نہیں' تمہارا باپ مجھے کیسے جانتا ہے؟" میں نے بے چینی سے سوال کیا۔

"تم بھی اسے جانتے ہو۔" اس نے تلملا کر جواب دیا۔ "اس نے میرے اوپر بندش لگانے کی کوشش کی تھی اور میں آزادی کا قائل ہوں' بس میں سرکشی پر اتر آیا۔"

"کیا تم مجھے اپنے والد کا نام بتانا پسند کروگے؟" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے سوال کیا۔

"کیوں۔۔۔؟" اس نے مجھے گھور کر دیکھا۔ "کیا تم میرے اس مہربان باپ کو اتنی جلدی بھول گئے جو میاں صاحب کے حکم پر تمہاری نگرانی کرتا تھا۔"

"اوہ۔۔۔" میرے دل کی دھڑکیں تیز ہوگئیں' ماضی کی یاد آئی تو میں تڑپ اٹھا۔ بہت سارے اچھے دن یاد آنے لگے میاں صاحب کی خفگی مجھے بہت مہنگی پڑی تھی' وہ مجھ سے ناراض نہ ہوتے تو شاید کالا کالا میرے اوپر ایک لمحے کو بھی قابو پانے کا تصور نہیں کرسکتی تھی۔ جب تک صندل کی کرامات والی انگوٹھی میری انگلی میں رہی میں پوری طرح محفوظ تھا لیکن اس کے بعد طاغوتی قوتیں مجھ سے اپنا حساب بے باق کرنے کے لیے الجھنے لگی تھیں' میرے اوپر سکون کا ایک ایک سانس لینا دوبھر ہوگیا تھا۔

"ماضی کو بھول کر حال میں واپس لوٹ آؤ رفیقی ورنہ مجھے کوئی دوسرا طریقہ اختیار کرنا پڑے گا۔" عثمان غنی کو شاید اس وقت میری خاموشی اور سنجیدگی گراں گزری تھی۔ اس کی تیوری پر آنے والے بل اس بات کی ترجمانی کررہے تھے کہ اس وقت وہ مجھے مضمحل یا اداس موڈ میں دیکھنے کو تیار نہیں تھا۔ اس کی آنکھیں شعلہ بار ہورہی تھیں۔

میں نہ چاہنے کے باوجود مسکرا دیا!!

میں نے ندیم کے فارم پہنچ کر اپنی گاڑی روک دی۔ نہ جانے وہ کون سا خوف تھا جس کی وجہ سے میرا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ اس سے پیشتر عثمان غنی نے اس طرح دھمکی دے کر بھی جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا پھر زرا کے بارے میں اس کو کس بات کی عجلت تھی؟

عثمان غنی نے گاڑی سے اترتے ہی میرا ہاتھ تھام لیا۔ اس کا ہاتھ روئی کے گالے کی مانند ملائم اور برف کی مانند سرد تھا لیکن اس کی نگاہوں میں اس وقت بھی خطرناک شعلوں کا رقص جاری تھا۔ اس نے اعتراف کیا تھا کہ وہ اس نیک اور رحم دل باپ کا بیٹا ہے جس نے میاں صاحب کے حکم پر قدم قدم پر میری نگرانی کی تھی۔ آنے والے خطروں سے آگاہ کیا تھا۔ میاں صاحب کے ناراض ہوجانے کے بعد وہ بھی اپنے فرض سے سبکدوش ہوگیا تھا لیکن اس نے عثمان غنی کو تاکید کی تھی کہ وہ کسی سلسلے میں بھی میرے ساتھ کوئی رابطہ قائم نہ کرے۔ اس تاکید نے عثمان غنی کو سرکشی پر آمادہ کردیا۔ اس میں کوئی تعجب یا حیرت کی بات بھی نہیں تھی۔ مثل مشہور ہے کہ شیطان کے گھر اولیا اور اولیا کے گھر شیطان بھی پیدا ہوتے رہے ہیں۔ اس قسم کے واقعات سے ہماری تاریخ کے اوراق بھی بھرے پڑے ہیں لیکن مجھے صرف اس بات سے سروکار تھا کہ عثمان غنی اپنے والد کی فطرت کے برعکس مجھے نیکی کے بجائے بدی کے راستے پر کیوں چلانے کی کوشش کررہا تھا۔ کیا یہ صرف سرکشی تھی یا اس کے پیچھے کوئی راز بھی مخفی تھا؟

مجھے اس وقت خدا کے اس برگزیدہ کمبل پوش بزرگ کا خیال رہ رہ کر آرہا تھا جن کی خفگی نے صندلی انگوٹھی کا تحفہ مجھ سے واپس لے لیا تھا اور پھر میں طاغوتی ہاتھوں میں کھلونا بن کر رہ گیا تھا۔ کالا کالا نے بزرگ کا سایہ ختم ہوجانے کے بعد میرا مذاق اڑایا تھا۔ مجھے ذلیل کیا تھا۔ وہ مجھ پر پوری طرح مسلط ہورہی تھی کہ اچانک ایک موڑ پر عثمان غنی سامنے آگیا پھر میں کالا کالا سے پیچھا چھڑا کر عثمان غنی کے ساتھ ہولیا جس کی صرف ایک خواہش تھی کہ میں حسن کی سرکشی کو زیر کرتا رہوں۔ اس کے عوض وہ ہر طرح سے میری مدد کرنے کو تیار تھا۔ دو قوتوں کے درمیان پھنس کر میں نے اپنی طاقت کو فراموش کردیا۔ میری خوداعتمادی کمزور پڑتی گئی پھر میرے قدموں میں لغزش آگئی۔ میں کئی مرحلوں پر عثمان غنی کے اشاروں پر ڈگمگا چکا تھا لیکن آج نہ جانے کیا بات تھی کہ میرا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

لیڈی مکلارنس کے کہے ہوئے جملے میرے ذہن میں صدائے بازگشت بن کر گونج رہے تھے۔ اس نے مجھے دلدل سے دور رہنے کا مشورہ دیا پھر کالا کالا نمودار ہوئی۔ اس نے بھی کسی ایسے طوفان کی طرف اشارہ کیا تھا جو سب کچھ تباہ کردینے کے

لیے اٹھ رہا تھا۔ کالکا نے کہا تھا کہ اگر میں سندر ناریوں کے شریر سے کھیلنا بند کردوں تو حالات تبدیل ہوسکتے ہیں لیکن میں نے اس کی بات بھی ایک کان سے سن کردوسرے سے اڑا دی تھی۔ کالکا اور بھوشن میں کچھ زیادہ فرق نہیں تھا۔ اس کا تجربہ مجھے حالات کی چکی میں پسنے کے بعد ہوا تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ بھوشن دوغلا ہونے کے باوجود کھل کروار کرنے سے بھی نہیں چوکتا تھا جب کہ کالکا بہت گہری چال چلنے کی عادی تھی۔ وہ بظاہر اچھائی اور برائی کے توازن کو برقرار رکھنے کی کوشش کرتی تھی اور ایسی طاغوتی قوتوں کو بروئے کار لاکر اپنا مطلب بھی نکال لیتی تھی۔ ہوسکتا ہے کہ اس نے مجھے کسی آنے والے طوفان سے خوفزدہ کرکے عثمان غنی کو درمیان سے ہٹانے کی کوئی چال چلی ہو۔ بہرحال میں کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر تھا کیا صحیح تھا اور کیا غلط یہ اوپر والے کو بہتر معلوم تھا؟

عثمان غنی میرا ہاتھ تھام کر فارم ہاؤس میں داخل ہوا۔ گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہی مجھے راجو اور اس کے دو ساتھی نظر آئے جو تاش کھیلنے میں مصروف تھے۔ انہیں ہماری آمد کی کوئی اطلاع نہیں ہوئی۔ عثمان غنی میرا ہاتھ تھام کر راجو کے عقب میں پہنچ گیا۔ اس کی یہ حرکت بھی میری سمجھ سے بالاتر تھی۔ وہ فارم ہاؤس میں میرے ذریعے ندا کے حسن کو پامال کرکے اپنے کسی جذبے کی تسکین کی خاطر آیا تھا پھر وہ راجو کے عقب میں جاکر رک کیوں گیا؟ راجو اس وقت اپنے پتے انتہائی آہستہ آہستہ دیکھ رہا تھا۔ میز پر داؤ پر لگائی ہوئی رقم خاصی تعداد میں موجود تھی۔

راجو کے ہونٹوں کے درمیان پھنسا ہوا سگریٹ دھواں دے رہا تھا۔ اس کی نگاہیں ان پتوں پر جمی ہوئی تھیں جنہیں وہ کسی ماہر پیشہ ور جواری کی طرح انگلی سے دباکر آہستہ آہستہ کھسکا رہا تھا۔ پہلا پتا بادشاہ تھا۔ دوسرا کارڈ جو سامنے آیا وہ اسی رنگ کی میم تھی۔ راجو کے دل کی دھڑکنیں اس وقت ضرور تیز ہورہی ہوں گی۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب اضطرابی کیفیت تھی پھر تیسرا پتا سامنے آیا وہ بھی اسی رنگ کا غلام ثابت ہوا۔ راجو کو اس خوشی میں اچھل پڑنا چاہیے تھا لیکن اس کے چہرے پر مردنی چھائی۔ یہ بھی اس کی پیشہ ورانہ مہارت کی دلیل تھی۔ اس نے حیرت انگیز طور پر اپنے دونوں ساتھیوں کو غلط فہمی کا شکار کرنے کی خاطر بجھے ہوئے انداز میں باری باری دیکھا' درمیان میں پڑی ہوئی رقم پر ایک نگاہ ڈالی پھر کچھ دیر ہچکچانے کے بعد اس نے ایک چال اور چل دی۔ پتوں کو اس نے اپنے سامنے میز پر رکھ دیا تھا۔

"کیا بات ہے استاد۔" راجو کے ایک ساتھی نے مسکراکر اسے ٹٹولنے کی کوشش کی۔ "ہمیں بلف کررہے ہو یا پکا کر کھانے کا ارادہ ہے۔"

"ایک چال میری بھی۔" دوسرے نے راجو کے کوئی جواب دینے سے پیشتر ہی ایک مخصوص رقم گن کر روپوں کے ڈھیر میں ملادی۔

"کیا تم' ایک دلچسپ کھیل کھیلنا پسند کروگے؟" عثمان غنی نے مسکراکر مجھ سے پوچھا۔

"وہ کیا؟"

"پتوں کے اعتبار سے جیت راجو کی ہونی چاہیے لیکن تم اگر کہو تو میں اس کی جیت کو ہار میں تبدیل کرسکتا ہوں۔"

"یہ کس طرح ممکن ہے۔" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"عثمان غنی کے لیے کسی ناممکن کو ممکن بنادینا بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔"

پھر اس نے ہاتھ بڑھاکر تینوں کھلاڑیوں کے پتے تبدیل کردیے لیکن تینوں میں سے شاید کسی نے پتوں کی اس واضح حرکت کو محسوس نہیں کیا۔ کھیل جاری رہا۔ درمیان میں پڑے نوٹوں میں بتدریج اضافہ ہوتا رہا۔ راجو اپنی جگہ پکا تھا چنانچہ اس کے باقی دونوں ساتھیوں نے قواعد کے مطابق مطلوبہ رقم میز پر ڈال کر ایک دوسرے کے پتے دیکھے' دونوں ہی کی حیرت اپنی اپنی جگہ بجا تھی لیکن پھر ان میں سے ایک نے اپنے کارڈ پھینک دیے۔ کھیل کا سلسلہ دوبارہ جاری ہوگیا۔ رقم میں اضافہ ہوگیا پھر راجو نے ڈاج دینے کی خاطر اپنے پتوں کو دوبارہ اٹھایا۔ اس طرح وہ اپنے مقابل کو مزید پکاکر ہڑپ کرنا چاہتا تھا لیکن اس کی آنکھیں بھی حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس کی انگلیاں پتوں پر لرز کر رہ گئیں جو حیرت انگیز طور پر تبدیل ہوچکے تھے۔ اس نے اپنی آنکھیں مل کر دوبارہ پتوں کو غور سے دیکھا۔ اپنی بینائی پر اسے یقیناً شبہ ہورہا تھا۔ اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اس کی بھی وہی کیفیت ہوتی۔ بادشاہ' بیگم اور غلام کے بجائے اب اس کے ہاتھوں میں تین' پانچ اور سات تھے۔ وہ بھی مختلف رنگوں کے۔ اس کا سٹپٹا جانا قدرتی امر تھا۔

"کس سوچ میں کھوگئے استاد۔" مرد مقابل نے معنی خیز انداز اختیار کیا۔ "میں جانتا ہوں کہ تم فلش کے ماہر ہو لیکن آج۔۔۔"

"شو کرو۔" راجو رقم میز پر ڈال کر تیزی سے بولا۔

مرد مقابل نے اپنے پتے میز پر کھول کر رکھ دیے۔ اس کے پاس چھکے' سات' آٹھ تھا۔ راجو نے جھپٹ کر گڈی پر رکھے ہوئے آخری تین پتوں کو دیکھا وہ بھی بدلے ہوئے تھے۔ مرد مقابل نے جیت کی رقم سمیٹ لی۔

"پسند آیا تمہیں یہ تماشا؟" عثمان غنی نے بائیں پلک جھپکاکر کہا۔ "ذرا سوچو' اس وقت راجو کے دل ودماغ پر کیا گزر رہی ہوگی۔"

"تم نے اس غریب کی جیت کو شکست میں تبدیل کردیا۔" میں نے راجو سے ہمدردی کا اظہار کیا۔

"تم واقف نہیں ہو ریفیقی۔" عثمان غنی نے جواب دیا۔ "راجو ایک بہترین شارپر ہے' مستقل جیتتا ہے۔ آج بھی یہ ہار نہیں ہے اس کے باوجود بھی خاموش بیٹھا انگارے چبا رہا ہے۔ چھوڑو اسے۔ ہم یہاں کسی اور مقصد کے لیے آئے ہیں۔"

عثمان غنی مجھے لے کر زمین دوز کمرے کی طرف چل دیا۔ اس نے بڑے نفسیاتی طور پر میری کیفیت کو تبدیل کردیا تھا۔ اب میرے دل کی دھڑکن ختم ہوچکی تھی۔ ہم نیچے کمرے میں پہنچے تو ندا مجھے دیکھ کر جلدی سے اٹھ گئی۔ وہ اپنے کسی خیال میں گم نیم دراز تھی۔ عثمان غنی نے اسے ایک نظر بھر کر دیکھا پھر میرا ہاتھ آہستہ سے دباکر بولا۔

"میں تمہیں پیشگی مبارکباد دیتا ہوں۔ تمہاری آج کی کامیابی دوسری تمام فتوحات سے زیادہ اور ہنگامہ خیز ثابت ہوگی۔ ایمان سے کہو کیا اس وقت ندا ٹہنی پر جھومتی ہوئی کسی ادھ کھلی کلی سے زیادہ حسین نہیں لگ رہی ہے؟"

عثمان غنی اپنا جملہ مکمل کرکے نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔ اس نے غلط نہیں کہا تھا۔ ندا کا حسن بے مثال تھا۔ اس کی کمسنی قابل دید تھی۔ وہ مجھے اپنائیت بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی اور میرے دل میں چھپا شیطان اس کی معصومیت پر مسکرا رہا تھا۔

"میں اس قید تنہائی سے تنگ آچکی ہوں۔" اس نے بیزاری کا اظہار کیا۔ "میں نے شاید تمہارے کہنے پر عمل کرکے غلطی کی تھی' میں بے قصور تھی' احمد غوری نے مجھے موت کی دھمکی دے کر پروفیسر ابرار کے ذہن کو مفلوج کرنے کی سازش میں زبردستی شریک کیا تھا یہی بیان میں پولیس کو اور عدالت کو بھی دے سکتی تھی۔"

"غلط سوچ رہی ہو۔" میں نے اس کی بات کی نفی کی۔ "وہ رقم جو تم بطور معاوضہ قبول کرچکی تھیں اس بات کی دلیل بن سکتی تھی کہ تمہارا بیان غلط ہے۔"

"میں رقم بھی واپس کردیتی۔"

"کوئی فرق نہ پڑتا۔" میں نے اس کے قریب بیٹھ کر کہا۔ "پروفیسر ابرار کی شخصیت اس وقت بین الاقوامی شہرت کی حامل ہے۔ وہ جس فارمولے پر کام کررہا ہے اس کی کامیابی کی صورت میں اگر اسے سونے میں اور جواہرات میں بھی تولا جائے تو بہت کم ہوگا۔ تمہیں پولیس یا عدالت کے روبرو یہ تسلیم کرلینے کے بعد کہ تم اسے کسی بھی وجہ سے ذہنی طور پر معذور کرنے کی خاطر دوچار ڈوز پلاچکی ہو۔ قابل معافی نہیں سمجھا جاسکتا تھا۔"

"میں اپنے کیے کی سزا بھی بھگتنے پر آمادہ ہوجاتی۔" اس نے جذباتی انداز میں کہا۔ "میں نے بہرحال اپنے وطن سے غداری کا جرم کیا تھا۔ اس کی سزا میرے لیے اس قید تنہائی سے زیادہ اذیتناک نہ ثابت ہوتی۔"

"یہ تمہاری بھول ہے۔" میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ "جو فرد ایک بار بھی جیل کی ہوا کھالیتا ہے پھر معاشرہ اس کی بے گناہی کو تسلیم نہیں کرتا۔ اسے اچھی نظروں سے بھی نہیں دیکھتا۔"

"اب اگر احمد غوری نے زبان کھول دی تو۔۔۔" اس نے مجھے سوالیہ نظروں سے گھورا۔

"وہ اپنی زبان کھول چکا ہے۔" میں نے دبی زبان میں کہا۔

"نہیں۔" ندا نے سہم کر کہا پھر کچھ توقف کے بعد بولی۔ "اب میری پوزیشن کیا ہوگی۔ کیا اب قانون مجھے معاف کردے گا۔"

"اسی وجہ سے فی الحال تمہارا سامنے آنا مناسب نہ ہوگا۔" میں نے کچھ سوچ کر جواب دیا۔ "احمد غوری تمہارا نام لینے کے بعد بھی سزا سے نہیں بچ سکے گا۔ اسے سزا ہو لینے دو۔ اس کے بعد تم سامنے آکر یہ بیان دے سکتی ہو کہ تم چونکہ احمد غوری کی سازش سے واقف ہوچکی تھیں اس لیے اس کی گرفتاری کے بعد انڈر گراؤنڈ ہونے پر مجبور ہوگئی تھیں اگر ایسا نہ کرتیں تو وہ ملک دشمن عناصر جو احمد غوری کے ذریعے پروفیسر کو ذہنی طور پر قلاش کرکے فارمولا حاصل کرنا چاہتے تھے وہ تمہیں کسی قیمت پر زندہ نہ چھوڑتے۔"

"ہوسکتا ہے کہ اس طرح قانون میرے حق میں زیادہ تلخ ثابت نہ ہو لیکن وہ لوگ جو احمد غوری کو استعمال کررہے تھے کیا میرے سامنے آنے کے بعد مجھے زندہ چھوڑدیں گے؟ نہیں' یہ ناممکن ہے۔" اس نے ایک معقول بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "تم مجھے جانے دو۔ شاید میں جیل میں زیادہ بہتر طور پر اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کرسکتی ہوں۔"

"گناہ کا صرف نام ہے یا کبھی اس کا تجربہ بھی کرچکی ہو۔" میں نے اس کی نگاہوں میں نگاہیں ڈال کر سرسراتی آواز میں کہا تو وہ مجھے حیرت سے گھورتے ہوئے دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔

"تت۔۔۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"احمد غوری نے بیان دیا ہے کہ تم اس کی داشتہ بن کر اس کی شریک کار تھیں۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ سراسر بہتان ہے۔" وہ مجسم احتجاج بن گئی۔ "میں نے کوئی گناہ نہیں کیا۔"

"جیل کے بارے میں کیا سمجھتی ہو؟" میں نے کسی شکاری کی طرح اسے اپنے جال میں پھانسنے کی خاطر ایک حربہ اور استعمال کیا۔ "وہاں وقت سے بہت پہلے کسی بھی عورت کو ان اذیتناک اور ناقابل بیان تجربوں سے دوچار کردیا جاتا ہے جس

کے بعد وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہ جاتیں۔ اخبارات میں آئے دن اس قسم کی خبریں شائع ہوتی ہیں لیکن گناہ کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ہوس انسان کو اندھا بنا دیتی ہے۔ کبھی دولت کی ہوس اور کبھی بوالہوسی کی۔"

میرا ذہن اس وقت اپنے اختیار میں نہیں تھا۔ شاید عثمان غنی کی شیطانی قوتوں نے مجھے اکسا دیا تھا یا پھر ندا کی سہمی سہمی معصوم نگاہوں میں مجھے تشنگی کا کوئی جذبہ نظر آرہا تھا جس نے میری نگاہوں پر پٹی باندھ دی تھی۔ میں اسے جن نظروں سے گھور رہا تھا شاید وہ ان کا مفہوم بھانپ گئی تھی۔

"تت۔۔۔ تم آج کچھ بدلے بدلے سے نظر آرہے ہو؟" اس نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"تم بھی بدل جاؤ۔ زندگی میں ہر تبدیلی ایک نئے باب کا اضافہ کرتی ہے۔" میں بہکنے لگا۔

"جلدی کرو رفیقی۔" میرے کانوں میں عثمان غنی کی آواز ابھری۔ "وقت گزر گیا تو پھر سونے کی یہ چڑیا ہاتھ سے نکل جائے گی۔"

"یہ کیسے ممکن ہے۔" میں نے ذہنی طور پر مسکرا کر عثمان غنی سے کہا۔ "تم ہر ناممکن کو ممکن بنانے کی طاقت رکھتے ہو پھر تمہیں جلدی کس بات کی ہے۔"

"تم۔ وقت کی رفتار کو نہیں محسوس کر سکتے۔" عثمان غنی کے لہجے میں اضطراب شامل ہو گیا۔ "ہمیں یہاں سے جلدی نکلنا ہے۔"

"کیوں۔ کیا تم کوئی خطرہ محسوس کر رہے ہو؟"

"رفیقی۔ اس سنہری چڑیا کو جلدی شکار کرو۔ اس کے بعد باتیں ہوں گی۔"

ندا مجھے بہت غور سے دیکھے جا رہی تھی۔ میں نے ایک دو قدم اور بڑھائے تو اس کے تنفس کی رفتار دوچند ہو گئی۔ میرے جسم میں اس کی کیفیت دیکھ کر برقی لہر دوڑ گئی میں کسی عقاب کی طرح اس کی سمت جھپٹا لیکن کوئی نادیدہ طاقت ہمارے درمیان حائل ہو گئی۔ میرے بڑھتے ہوئے قدموں میں جیسے کسی نے بیڑیاں ڈال دی تھیں۔ میرے جسم کی ساری قوت جیسے سلب ہو کر رہ گئی۔ میں شاید پتھر کا بن گیا تھا۔ میرے ذہن میں گرم آندھی کے تیز جھکڑ چلنے لگے۔ "عثمان غنی۔" میں نے دل ہی دل میں عثمان غنی کو آواز دی۔ "یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے؟"

عثمان غنی کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا پھر مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی پوری شدت سے میرا گلا گھونٹنے کی کوشش کر رہا ہے۔ مجھے اپنی سانس گھٹتی محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے سنبھلنے کی کوشش کی، شاید ندا کی کوئی دعا اس کے حق میں اثر کر گئی تھی۔ میں کچھ عجیب کیفیت سے دوچار تھا۔ میں ندا کا خیال دل سے نکال کر واپسی کے راستے پر پلٹا تو میرے جسم کی قوت بحال ہو گئی۔ میں دیوانوں کی طرح بھاگتا ہوا تہ خانے سے نکل کر اوپر آگیا۔ مجھے راجو یا اس کے ساتھی نظر نہیں آئے۔ مجھے ان کے بارے میں سوچنے کا ہوش بھی نہیں تھا۔ مجھے در و دیوار اس طرح لرزتے دکھائی دے رہے تھے جیسے زلزلے نے فارم ہاؤس کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہو۔

دفتر پہنچتے پہنچتے میری طبیعت غیر ہونے لگی۔ میں آفس میں جانے کے بجائے نیچے سے ہی گھر کے لیے روانہ ہو گیا۔ گاڑی اب دانش ڈرائیو کر رہا تھا میں نے آنکھیں بند کر کے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا لی۔ میرے ذہن پر شدید غنودگی طاری ہو رہی تھی۔ مجھے اپنا پورا جسم انتہائی گرم محسوس ہو رہا تھا شاید خوف کے کسی احساس نے مجھے بخار کی کیفیت سے دوچار کر دیا تھا۔ ندا کا چہرہ ابھی تک میرے تصورات کے پردے پر متحرک نظر آرہا تھا۔ میں حالات کے اس تغیر کے بارے میں سوچنے لگا۔ عثمان غنی اچانک کہاں غائب ہو گیا تھا؟ اس نے میری پکار کا کوئی جواب کیوں نہیں دیا؟ کیا کوئی دو طاقتیں اچانک ٹکرا گئی تھیں جس نے ہوا کا رخ یکلخت تبدیل کر دیا تھا؟ میں ندا کے چہرے کو دیکھتا رہا۔ تکتا رہا پھر اس کا تصور دھندلانے لگا۔ اس کے بعد مجھے کوئی ہوش نہیں رہا۔

❋

مجھے کب ہوش آیا مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا لیکن بہرحال کمرے میں گھپ اندھیرا ہونے کی وجہ سے میں نے اندازہ لگایا تھا کہ رات کا وقت ہو گا۔ میرے اندر اس وقت شدید نقاہت موجود تھی۔ میرا بدن بخار سے جل رہا تھا۔

"پانی۔" میں نے عارفہ کو۔ آواز دی۔ وہ میری ایک آواز پر اٹھ جانے کی عادی تھی لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ شاید وہ میری تیمارداری کی وجہ سے تھک گئی تھی، بہت زیادہ جاگتی رہی تھی جو گہری نیند سو رہی تھی۔ میں نے دوبارہ آواز دی۔ پیاس کی وجہ سے میرا حلق خشک ہو رہا تھا۔ دوسری بار بھی عارفہ نے کوئی جواب نہیں دیا تو میں نے ہاتھ بڑھا کر اسے ٹٹولا، وہ میرے قریب ہی لیٹی تھی۔ اس کا بازو تھام کر میں نے جگانے کی کوشش کی لیکن اب بھی وہ خاموش تھی۔ نہ جانے کیوں خوف کی ایک انجانی لہر میرے جسم میں دوڑ گئی۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر بیڈ سوئچ آن کیا تو خواب گاہ روشن ہو گئی لیکن اس کے ساتھ ہی میں چیخ مار کر اٹھ بیٹھا۔ عارفہ بستر پر موجود تھی مگر اس کی حالت دیکھ کر میں اپنی کربناک چیخ ضبط نہ کر سکا۔

کسی ظالم نے میری عارفہ کو مجھ سے غالباً ہمیشہ کے لیے چھین لیا تھا۔ اس کے ہونٹوں سے ابل کر بہنے والا خون اس کے چہرے اور بستر پر جذب ہو کر رہ گیا تھا، اس کی غزالی آنکھیں اپنے حلقوں کے اندر پتھرا کر رہ گئی تھیں یا شاید کوئی ایسا خوفناک اور بھیانک منظر تھا جس نے اسے پلک جھپکانے کی مہلت

نہیں دی تھی۔ میں نے بوکھلا کر اس کے سینے پر سر رکھ دیا۔ میں سمجھا تھا کہ میرا ساتھ چھوڑ چکی ہے لیکن اس کے دل کی دھڑکنیں ابھی جاگ رہی تھیں۔ زندگی کی رمق ابھی اس کے وجود میں باقی تھی۔ میں نے سر اٹھا کر دیوانہ وار اس کی نبض پر ہاتھ رکھ دیا جو آہستہ آہستہ سست رفتار سے چل رہی تھی۔ مجھے احساس ہوا کہ موت اور زندگی کا فاصلہ گھٹ رہا ہے۔

میں نے دیوانوں کی طرح اسے بازو تھام کر جھنجوڑا تو اس کی آنکھوں کی پتلیوں میں زندگی کی حرارت بیدار ہونے لگی۔

"عارفہ۔۔۔ تمہیں یہ کیا ہو گیا ہے؟" میں نے اسے پھر مخاطب کیا جواب میں اس نے بہت ہی سلو موشن میں گردن کو بمشکل جنبش دے کر مجھے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں ویرانیوں کا راج تھا، حسرتیں تڑپ رہی تھیں، بے بسی کا احساس جھلک رہا تھا۔ اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن قوت گویائی بحال نہ ہو سکی۔ اس کے مخروطی اور گداز ہونٹ سوکھے پتوں کی طرح کپکپا کر رہ گئے۔

"میں نے ڈاکٹر کو فون کرنے کی خاطر اٹھنا چاہا، میری حالت غیر ہو رہی تھی۔ میں ندیم کو بھی اس اندوہناک سانحے کی اطلاع کرنا چاہتا تھا لیکن عارفہ کے کمزور ہاتھوں نے میری کلائی تھام لی۔

"تت۔۔۔ تم ٹھیک ہو جاؤ گی عارفہ۔" میں نے پلٹ کر اس کو بڑے پیار سے مخاطب کیا۔ "میں تمہیں مرنے نہیں دوں گا۔ ہاں عارفہ۔ تم میرے لیے زندہ رہو گی۔ سب سے انمول شے ہو، ہم ایک ساتھ جئیں گے، ایک ساتھ مریں گے۔ تمہیں اپنا وعدہ یاد ہے نا؟"

جواب میں ایک اداس سے تبسم نے اس کے سوکھے ہونٹوں پر تڑپ کر دم توڑ دیا۔ میری وحشت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ عارفہ نے صرف آخری سنبھالا لیا ہے، زندگی کی لو چراغ آخر شب کی مانند ٹمٹماتی نظر آرہی تھی۔

"پریشان مت ہو میری روح۔" میں نے اپنے جذبات پر قابو پاتے ہوئے اسے تسلی دی۔ "میں ابھی ڈاکٹر کو فون کر کے بلاتا ہوں۔"

"نن۔۔۔ نہیں۔" وہ بڑی نحیف آواز میں بولی۔ "اب کچھ نہیں۔ ہو سکتا۔"

"مایوسی کی باتیں مت کرو عارفہ۔ پلیز۔"

"وقت بہت کم رہ گیا ہے۔" اس نے التجا کی مجھے ایک لمحے کے لیے بھی چھوڑ کر نہ جاؤ، کیا خبر کون سی سانس میری آخری۔۔۔"

"خدا کے لیے عارفہ۔" میں کرب سے بلبلا اٹھا۔ "ایسی باتیں مت کرو ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گا۔"

"ایک نہ ایک دن تو یہ ہونا ہی تھا۔" اس نے مدھم آواز میں جواب دیا۔

"میں سمجھا نہیں میری زندگی۔" میں نے اس کی پیشانی کو سہلاتے ہوئے پوچھا۔ "تم۔۔۔ کیا کہنا چاہ رہی ہو؟"

"مم۔۔۔ میں نے۔۔۔ زہر کھا لیا ہے۔" وہ آہستہ سے بولی۔ اس کے ساتھ ہی۔۔۔ کچھ آنسو اس کی پلکوں میں الجھ کر تھرتھرانے لگے۔

"زہر۔" میں تڑپ اٹھا۔

"ہاں۔" اس نے اثبات میں گردن کو برائے نام جنبش دی۔ "میرے پاس۔ اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔"

"خدا کے لیے عارفہ۔ مجھے بتاؤ کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟"

"عورت کی سب سے قیمتی اور انمول شے اس کی آبرو ہوتی ہے۔ جب وہ لٹ جائے تو۔۔۔"

"عارفہ۔" میں چیخ اٹھا۔ "تم شاید کوئی خواب دیکھ رہی ہو۔"

"نہیں۔ میں مرتے وقت غلط بیانی نہیں کروں گی۔" وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے بولی۔ "مجھے۔ معاف کر دینا شہباز۔ میرا خدا گواہ ہے کہ میرے اوپر جو کچھ گزری اس میں میرے ارادے کو کوئی دخل نہیں تھا لیکن وہ۔۔۔ وہ۔۔۔"

"کون تھا؟ نسیم اس وقت کہاں تھی؟ کیا گھر کے تمام ملازم مر گئے تھے؟" میں نے ایک ہی سانس میں کئی سوال کر ڈالے۔ میرے دماغ کی نسیں چٹخنے لگی تھیں۔

"وہ۔ بس اچانک ہی کسی ہوا کے جھونکے کی طرح میری خواب گاہ میں داخل ہوا تھا۔۔۔ ہاں۔ میں اسے دیکھ کر سہم گئی۔" عارفہ رک رک کر بتا رہی تھی۔ "اس کی آنکھوں میں بھیانک شعلے رقص کر رہے تھے۔ اس پر ہوس کا بھوت سوار تھا۔ میں نے اس کی بڑی منت کی۔ بہت ہاتھ پاؤں جوڑے لیکن۔۔۔"

"کیا تمہیں اس کا حلیہ یاد ہے؟" بھیانک شعلوں کے رقص کے حوالے سے میرے ذہن میں عثمان غنی کا تصور ابھرا پھر جب میرے بے حد اصرار پر عارفہ نے اس کا حلیہ بیان کیا تو میری سانسیں سینے میں گھٹنے لگیں۔ وہ جو تفصیل بتا رہی تھی وہ عثمان کے علاوہ کسی اور کی نہیں تھی۔

میرے ذہن میں تیز آندھی کے جھکڑ چلنے لگے۔ وہ جو میرے ذریعے چمن کے دوسرے پھولوں اور کلیوں کو پامال کرتا رہا تھا اس نے آخر مجھ سے کس بات کا انتقام لیا تھا؟ کیا ندا کے سلسلے میں وہ مجھ سے ناراض ہو گیا تھا؟ اس لیے کہ میں نے عجلت سے کام نہیں لیا تھا؟ میرا ذہن میرا ساتھ چھوڑ رہا تھا اگر وہ روئے زمین پر کسی نظر آنے والی مخلوق کی بات ہوتی تو میں دنیا کی آخری سرحدوں تک اس کا پیچھا کر کے اس سے عارفہ کا انتقام لے سکتا تھا لیکن عثمان غنی۔ وہ ایک معزز اور نیک دل

جنات کا خبیث اور نافرمان بیٹا تھا۔ اس کا سراغ لگانا انسان کے بس کی بات نہیں تھی اگر وہ کسی کی آبروریزی کا خواہشمند تھا تو پھر اس نے میرا سہارا کیوں لیا تھا؟ وہ ملیحہ کی مجبوری سے بھی فائدہ اٹھا سکتا تھا۔ سلمان قیصر کا حوالہ دے کر نغمہ کو بھی برباد کرسکتا تھا۔ ماہ رخ کی خلوتوں میں بھی مخل ہوسکتا تھا۔ اس کے علاوہ بھی کئی نام تھے جن کے ذریعے وہ اپنے اندر کی آگ سرد کرسکتا تھا۔ وہ مجھے رفیقی کہہ کر مخاطب کرتا تھا لیکن اس نے میرے اعتماد کو دھوکا دے کر میری عزت کو خاک میں ملا دیا تھا۔ شاید اسی لیے جب ندا کے قریب پہنچ کر میں نے ایک موقع پر اسے آواز دی تھی تو اس کی سمت سے کوئی جواب نہیں ملا تھا۔ وہ اگر مجھ سے خفا ہوگیا تھا تو از خود ندا کی کمسنی کو روند سکتا تھا؟ مگر اس نے عارفہ کا انتخاب کرلیا۔ آخر کیوں؟

"کیا سوچ رہے ہو شہباز؟" عارفہ کی درد بھری آواز پگھلے ہوئے سیسے کی طرح میرے وجود میں اترنے لگی۔ "مجھ سے باتیں کرو۔ پیاری پیاری۔ میٹھی میٹھی۔ میرے پاس وقت کم ہے۔ مجھے ہنستے ہوئے رخصت کرنا ورنہ میری روح۔۔۔"

وقت گزرنے کا احساس میری وحشتوں میں اضافہ کررہا تھا۔ عارفہ زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہی تھی۔ ایسے میں کوئی فوری طبی امداد اسے موت کی آخری سرحدوں سے زندگی کی طرف واپس بھی لاسکتی تھی۔ میں نے اسے پیار سے دیکھا پھر ہاتھ چھڑا کر باہر کی جانب لپکا۔ میرا ذہن مفلوج ہورہا تھا۔ حالات کی ستم ظریفی اور وقت کی نزاکت نے شاید مجھے پاگل کردیا تھا۔ مجھے جلدی میں یہ بھی یاد نہیں آیا کہ ایک فون میری خوابگاہ میں بھی موجود تھا۔ میں آندھی اور طوفان کی طرح دوڑتا ہوا خواب گاہ کے دروازے تک پہنچا۔ میں نے اسے کھولنے کی کوشش کی لیکن کسی نے غالباً اسے باہر سے مقفل کردیا تھا۔ یقیناً اس میں بھی عثمان غنی کی شرارت کو دخل رہا ہوگا۔ شاید اسے عارفہ کی زندگی منظور نہیں تھی۔

"عثمان غنی۔" میں نے اسے پوری شدت سے آواز دی۔ "میرے اوپر رحم کرو۔ عارفہ کو موت کے چنگل سے بچالو۔"

دوسری جانب سے کوئی آواز نہیں سنائی دی‘ میں نے کالکا کی لاغوتی قوت کو پکارا مگر شاید وہ بھی مجھ سے روٹھ چکی تھی۔ میری دیوانگی میں اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ میری کیفیت اس خطرناک دیوانے سے مختلف نہیں تھی جس کے ہاتھ پیر جکڑ دیے گئے ہوں۔ میرے ذہن میں لیڈی مکلارنس کا خیال ابھرا۔ امید کی ایک کرن روشن ہوئی۔ میں نے اسے بھی مدد کے لیے آواز دی مگر اس کی طرف سے بھی کوئی جواب نہیں آیا۔ میں پلٹ کر عارفہ کے قریب آگیا۔ بولنے کی وجہ سے اس کے منہ سے تازہ خون دوبارہ رسنے لگا تھا۔ موت کی دیوی اسے اپنی مکروہ بانہوں میں سمیٹ لینے کو مضطرب نظر آرہی تھی۔ عارفہ کی سانسیں اب رک رک کر چل رہی تھیں۔ اس کے پورے وجود کو آہستہ آہستہ جھٹکا لگ رہا تھا۔ غالباً روح قفس عنصری سے پرواز کرنے کی خاطر پر تول رہی تھی۔

"عارفہ۔" میں تڑپ اٹھا۔ "مجھے تنہا چھوڑ کر مت جاؤ ورنہ میں بھی نہ جی سکوں گا۔"

"ہمت سے کام لو شہباز۔ زندگی اس کی امانت ہے۔"

"اور تم نے اس امانت میں خیانت کرنے کی حماقت کی ہے۔" میں جھنجلا گیا۔

"میں ضمیر کے ہاتھوں مجبور ہوگئی تھی۔"

"لیکن تم بے قصور تھیں۔" میں نے پیار سے اس کے بازو تھام لیے۔ "میرا انتظار تو کیا ہوتا۔"

"اللہ سے دعا کرو شہباز۔" وہ مجسم التجا بن گئی۔ آنسو اس کی پلکوں سے ڈھلکنے لگے تھے پھر وہ ایک ہچکی لے کر بولی "آج تمہاری امی مجھے بڑی شدت سے یاد آرہی ہیں۔"

ماں کا نام سن کر میرے زخم تازہ ہوگئے۔ ان زخموں پر ایک اور نشتر لگنے والا تھا۔ عارفہ کی پلکیں جھپکنے لگیں۔ موت اپنی آغوش کشادہ کررہی تھی۔ یکلخت روشنی کی ایک آخری کرن میرے ذہن میں بجلی بن کر کوندی۔ کمبل پوش بزرگ‘ میں نے دونوں ہاتھ دعا کے انداز میں جوڑ لیے۔ انہیں بڑے خلوص سے آواز دی۔ "آپ اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں‘ مجھے آپ کی رحمانی قوتوں پر مکمل یقین ہے۔ میری مدد فرمائیں۔ خدا سے میری سفارش کردیں عارفہ کی زندگی کے لیے۔"

"خود کو سنبھالو میرے عزیز۔" میرے کانوں میں عثمان غنی کے نیک دل باپ کی آواز گونجی۔ "ہم گناہ کے مرتکب ہورہے ہو۔ وہ لاشریک ہے۔ اس سے اگر کچھ مانگنا ہے تو براہ راست مانگو۔"

"میرے محترم۔" میں نے شکوہ کیا۔ "آپ کی سرکش اور نافرمان اولاد نے۔۔۔"

"مجھے شرمندگی ہے لیکن مکافات عمل کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔ جاری رہتا ہے تاکہ انسان غفلت کا شکار نہ ہو۔ کبھی قدرت کی طرف سے سنبھلنے کا ایک اشارہ ہوتا ہے۔ جو اس اشارے کو پالیتے ہیں وہ سرخرو ہوتے ہیں جو اپنی روش پر قائم رہتے ہیں ان کی رسی اور دراز کردی جاتی ہے۔"

"میں اپنی غلطی تسلیم کرتا ہوں لیکن عارفہ۔۔۔"

"عارفہ بھی ایک عورت ہے میرے عزیز۔ اس کی عزت اور عصمت بھی دوسری خواتین کی طرح اس صاف و شفاف شیشے کی مانند ہے جس میں اگر کوئی بال پڑجائے تو وہ آخری دم تک قائم رہتا ہے مگر تم اس سچائی کو بھلا بیٹھے تھے۔ آگ جب اپنے دامن تک پہنچی تو جھلنے کا احساس ہورہا ہے۔"

"وقت تنگ ہورہا ہے میرے محترم۔" میں نے عارفہ کے چہرے پر موت کے سایوں کو منڈلاتے دیکھ کر عاجزی سے کہا۔ "مجھے کچھ سجھائی نہیں دے رہا۔"

"پیار و محبت میں بڑی طاقت ہوتی ہے۔ عارفہ کو اپنی آغوش میں سمیٹ لو۔ میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کر سکتا۔"

"کیا اس آڑے وقت میں کمبل پوش بزرگ کی دعائیں بھی میرے کسی کام نہیں آسکیں گی؟"

دوسری طرف خاموشی رہی۔ عارفہ کی نگاہیں اب پتھرانے لگی تھیں۔ میں کانٹوں پر تڑپ رہا تھا۔ وقت کی رفتار تیز ہوگئی تھی۔ عارفہ رہ رہ کر ہچکیاں لے رہی تھی۔ کوئی بھی آنے والی ہچکی موت کی آخری ہچکی بھی ثابت ہوسکتی تھی۔ میں کچھ اور نہ کرسکا تو میں نے اسے اپنی بانہوں میں پوری شدت سے سمیٹ لیا۔

"عارفہ۔۔۔ میری زندگی۔۔۔ میری روح۔۔۔ مجھے اکیلا چھوڑ کر مت جاؤ۔"

میں بار بار انہی الفاظ کو دہرا رہا تھا۔ میرے ہاتھوں کا حلقہ تنگ ہورہا تھا۔ شاید میں عارفہ کو اپنے دل کی آواز سنانا چاہتا تھا لیکن اچانک اس کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"میرا دم گھٹ رہا ہے۔ پلیز‘ یہ آپ کیا کررہے ہیں۔"

میں نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ عارفہ مجھے عجیب سی نظروں سے گھور رہی تھی۔ خواب گاہ میں روشن نائٹ بلب کی روشنی میں وہ اس وقت مجھے بالکل پہلے کی طرح تر و تازہ نظر آرہی تھی۔ میں نے اس کے چہرے پر نظر ڈالی۔ اس پر زندگی کا سورج پوری آب و تاب سے دمک رہا تھا۔ میں نے نگاہوں کا زاویہ تبدیل کیا۔ اس کے گداز ہونٹوں پر ایک شرمیلی سی مسکراہٹ مچل رہی تھی۔ خون کا دور دور تک کوئی نشان نہیں تھا۔ میں نے بوکھلا کر عارفہ کو اپنی بانہوں کے حصار سے آزاد کردیا۔ بیڈ سوئچ کو آن کیا تو ہر شے اپنی اصلی حالت میں موجود تھی۔ شاید میں نے کوئی بھیانک اور ڈراونا خواب دیکھا تھا جس کے اثرات ابھی تک میرے چہرے پر پسینے کی شکل میں موجود تھے۔ میں نے دل ہی دل میں رب کا شکر ادا کیا۔

"آپ کی طبیعت اب کیسی ہے؟" عارفہ نے اپنے نائٹ گاؤن کی بے ترتیبی کو درست کرتے ہوئے بڑے پیار سے پوچھا پھر خود ہی میری نبض پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ "خدا کا شکر ہے کہ بخار ٹوٹتا نظر آرہا ہے ورنہ دو دن سے تو آپ کو کوئی ہوش ہی نہیں تھا۔"

"کیا میں دو دن تک بے ہوش رہا ہوں؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"پریشان مت ہوں۔" وہ بڑی معصومیت سے بولی۔ "ڈاکٹر نے آج شام ہی یقین دلایا تھا کہ آپ بہت جلد ہوش میں آجائیں گے۔ نسیم اور ندیم بھائی بھی آپ کی حالت دیکھ کر پریشان ہوگئے تھے۔ نسیم دن رات آپ کی تیمارداری میں میرا ہاتھ بٹاتی ہے۔ ندیم بھائی بھی ہر وقت کھوئے کھوئے سے نظر آتے ہیں۔"

"یہ سب تم لوگوں کی محبت کا نتیجہ ہے ورنہ۔۔۔"

"آپ فی الحال زیادہ باتیں کرنے سے پرہیز کریں۔ آپ کو سکون اور آرام کی ضرورت ہے۔"

پھر وہ اٹھنے لگی تو میں نے پوچھا۔ کہاں جارہی ہو؟"

"لباس تبدیل کرکے شکرانے کی نماز ادا کروں گی۔" وہ مسکرا کر مسہری سے نیچے اترتے ہوئے بولی۔ "میں نے آپ کی صحت یابی کے لیے بارہ نفلوں کی منت مانی تھی۔"

میں عقیدت بھری نظروں سے عارفہ کو دیکھتا رہا لیکن خواب کی باتیں ابھی تک میرے اعصاب پر طاری تھیں۔

دو روز بعد میں شام کو لان پر بیٹھا سب کے ساتھ چائے پی رہا تھا کہ سراج آگیا۔ عارفہ اور نسیم اٹھ کر اندر چلی گئیں۔ میری طبیعت اب بالکل ٹھیک ہوچکی تھی۔ میں صبح دفتر جانے کے لیے تیار بھی ہوا تھا لیکن نسیم اور عارفہ نے مل کر ایک روز اور آرام کرلینے کا تقاضا اتنے اصرار سے کیا کہ میں ان کی بات رد نہ کرسکا۔ میری بیماری کے دوران میرے عملے کے افراد فون کے ذریعے روزانہ میری خیریت دریافت کیا کرتے تھے۔ ان دو دنوں میں حالات نے کیا صورت اختیار کی تھی مجھے اس کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا۔ ندیم نے بھی مجھ سے کسی بات کا ذکر نہیں کیا تھا۔ عارفہ اور نسیم ہر وقت میری دلجوئی اور دیکھ بھال کی خاطر مجھے اس طرح گھیرے رہتی تھیں کہ مجھے تنہائی میں ندیم سے گفتگو کرنے کا موقع نہیں مل سکا تھا۔

سراج نے آکر سب سے پہلے میری خیریت دریافت کی کچھ دیر تک ہمارے درمیان رسمی باتیں ہوتی رہیں پھر سراج نے کہا۔ "مسٹر شہباز۔ کیا اب آپ پوری طرح فٹ ہوچکے ہیں؟"

"کوئی اہم بات؟" میں نے سراج کے سوال کو محسوس کرتے ہوئے دریافت کیا۔

"بیان کی تبدیلی کے بعد اب حکومت جگت نارائن کی پراسرار اور خطرناک شخصیت کی بنا پر احمد غوری کا کیس جلد از جلد نپٹنا چاہتی ہے اور اسی غرض سے کل اسے باقاعدہ مقدمے چلانے کے سلسلے میں پہلی بار عدالت میں پیش کیا جائے گا۔ میں درخواست کروں گا کہ اس موقع پر آپ بھی موجود رہیں تو مجھے خوشی ہوگی۔"

"میرے موجود ہونے سے کیا فرق پڑے گا؟"

"آپ اسے بس میری خواہش سمجھ لیں۔" سراج نے اصرار کیا۔

"میرا خیال ہے کہ مسٹر سراج تمہاری مخفی صلاحیتوں سے

بہت زیادہ متاثر ہوئے ہیں۔" ندیم مسکرا کر بولا۔ "آصف کی گرفتاری کے سلسلے میں تمہارے علم نجوم اور اس کی ماں اور بھائی کے ضمن میں علم قیافہ سے مسٹر سراج کی بہت ساری مشکلیں آسان ہوگئی تھیں۔ ہوسکتا ہے کہ احمد غوری کا چہرہ نظر آنے کے بعد تمہاری چھٹی حس پھر کوئی ایسا شوشہ اگل دے جو جگت نارائن تک پہنچنے میں معاون ہوسکے۔"

"میں ابھی تک نہیں سمجھ سکا کہ یہ تمام باتیں میری ذات سے کیوں منسوب کی جارہی ہیں جبکہ خود مجھے اس کا کوئی علم نہیں ہے۔" میں نے انجان بن کر سنجیدگی کا اظہار کیا۔

"ایسا ہوتا ہے۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "بعض اوقات انسانی ذہن بھی بجلی کی طرح اسپارک کرتا ہے اور ایسی کیفیت میں انسان کی زبان سے جو بات نکلتی ہے وہ حیرت انگیز طور پر درست ثابت ہوتی ہے۔ تم بھی اگر مستقل مزاجی سے ذہنی طور پر ارتکاز اور مراقبہ کا عمل شروع کردو تو موجودہ بزنس سے ہونے والی آمدنی سے زیادہ کما سکتے ہو۔"

"آپ شاید میرا مذاق اڑانے کی کوشش کررہے ہیں؟" سراج نے ندیم سے کہا۔

"جی نہیں۔ آمنہ کے سلسلے میں خود آپ ہی نے مجھے شہباز کے علم نجوم یا دست شناسی کی کہانی سنائی تھی۔ اس کی ماں اور بھائی کی بازیابی بھی۔"

"آپ فکر نہ کریں مسٹر سراج۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "اگر آپ کا اصرار ہے تو میں کل عدالت میں آپ کے ساتھ ہی جاؤں گا۔"

"اگر ندا بازیاب ہوجاتی تو ہمارا کام زیادہ آسان ہوسکتا تھا۔" سراج دبی زبان میں بولا۔

"فرق کیا پڑے گا۔" ندیم نے کہا۔ "احمد غوری اپنی مذموم حرکت کا اعتراف کرچکا ہے۔ کیا اس کے باوجود وہ سزا سے بچ جائے گا؟"

"آپ میرا مطلب نہیں سمجھے۔" سراج نے وضاحت کی۔ "ندا کا بیان بہت سی اور سازشوں پر سے بھی پردہ اٹھا سکتا ہے۔"

ندیم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اپنی کرسی پر پہلو بدل کر رہ گیا۔ ندا کے تذکرے پر میں بھی الجھ گیا تھا۔ میرے ذہن میں وہ واقعات دوبارہ ابھر آئے جو ندیم کے فارم ہاؤس میں پیش آئے تھے۔ بہرحال بات بنانے کی خاطر سراج سے پوچھا۔

"کیا احمد غوری نے ندا کے بارے میں مزید کوئی معلومات فراہم نہیں کیں۔"

"اس نے محض شبہ ظاہر کیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس کے اغواء میں بھی وہی لوگ شامل ہوں جنھوں نے پروفیسر ابرار سے فارمولا حاصل کرنے کی خاطر اسے خریدا تھا۔"

"اس میں شک کی گنجائش ہے۔" ندیم نے جواب دیا۔ "احمد غوری کی گرفتاری کے بعد ندا کو منظر عام سے ہٹادینا ہی مجرموں کے لیے فائدہ مند تھا۔"

"میں نے ہر ممکن کوشش کی ہے لیکن ابھی تک کوئی کھوج نہیں ملا۔"

"اور کوئی اہم بات۔" میں نے ندا کا موضوع بدلنے کی خاطر کہا۔ "نغمہ اور آصف کی موت کے بعد اب سیٹھ نعمان کا کیا ردعمل ہے؟"

"وہ ابھی تک سرکاری حلقوں میں اپنا اثر ورسوخ استعمال کررہے ہیں۔" سراج بولا۔ "اوپر سے بار بار احکامات بھی یہی مل رہے ہیں کہ ان دونوں کے قاتلوں کو فوری طور پر گرفتار کیا جائے۔"

"پولیس کی ملازمت میں اس قسم کے مدوجزر تو آتے ہی رہتے ہیں۔ بات کچھ دنوں تک گرم رفتاری کی صورت اختیار کیے رہتی ہے پھر وقت کے ساتھ ساتھ ایسی فائلوں کو سردخانے میں ڈال دیا جاتا ہے۔"

"شاید یہ ہماری مجبوری ہے۔" سراج نے اس بار دبی زبان میں کہا۔ "ہمارے ملک میں جرائم کی رفتار جس تیزی سے بڑھ رہی ہے اس کے لیے پولیس کی موجودہ نفری کافی نہیں۔ اس کے علاوہ مختلف ایجنسیاں اپنا دامن بچانے کی خاطر واقعات کی ذمے داری دوسرے پر ڈالنے کی عادی ہوچکی ہیں۔ مزید برآں اوپر سے ملنے والے احکامات بھی جائز وناجائز کے بارے میں معلوم کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ ہر کوئی اپنی سیاست کی دکان چمکانے کی خاطر اپنے اپنے گاہکوں کی طرفداری ضرور کرتا ہے۔ ایسی صورت میں نئے جرائم کا گراف جس تیزی سے بڑھتا ہے اتنی تیزی سے ہم مشکل اور محنت طلب کیس فائلوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کی خاطر انہیں سردخانے میں ڈال دیتے ہیں۔"

"اور جب کوئی بے گناہ زبان کھولنے یا حقیقت کی آواز بلند کرنے کے جرم میں گرفتار ہوتا ہے تو بہت سارے ایسے فائل اس کے ناکردہ گناہ کی فہرست میں شامل کردیے جاتے ہیں جس کی وجہ سے ہماری پولیس کو انعام واکرام سے بھی نوازا جاتا ہے۔"

"میں مانتا ہوں۔" سراج نے کسمسا کر کہا۔ "مگر پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔ انسداد جرائم کی ایجنسیوں میں اب بھی بہت سارے ایسے فرض شناس افراد موجود ہیں جن کی وجہ سے ان ایجنسیوں کی آبرو برقرار ہے۔"

"ماہ رخ کا کیا حال ہے؟" میں نے اس بحث سے چھٹکارا حاصل کرنے کی خاطر کہا۔

"وہ ابھی تک مینٹل اسپتال کے اسی وارڈ میں ہے جہاں

[خط]رناک پاگلوں کو رکھا جاتا ہے۔ ڈاکٹروں نے اس کے بارے [میں] ابھی تک زیادہ امید افزاء بات نہیں کی۔"

"کیا آپ نے ماہ رخ سے ملاقات کی کوشش کی تھی؟"

"جی ہاں۔ ایک بار مل چکا ہوں۔ ان کے کچھ احسان بھی مجھ پر [ہیں] لیکن افسوس کہ وہ مجھے بھی نہیں پہچان سکیں۔" [س]راج نے افسردہ لہجے میں جواب دیا۔ "ابھی تک انہوں نے [س]لیمان شاہ کے سلسلے میں وہی انتقام والی رٹ لگا رکھی ہے۔"

"اندر کا سویا ہوا انسان جب جاگتا ہے تو نفسیاتی طور پر [ا]یسی ہی کوئی صورت حال سامنے آتی ہے۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں ماہ رخ کا ایک قریبی ملنے جلنے والا ہونے کے [ناطے] یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ سلیمان شاہ سے منسوب ہونے سے [پہ]لے بھی اچھے کردار کی مالک نہیں تھی۔ گناہ وثواب اچھے اور [برے] کی تمیز کا اس نے کبھی کوئی خیال نہیں رکھا۔ بذات خود [و]ہ معمولی معمولی غلطیوں پر دوسروں کو مغلظات سنانے سے [گ]ریز نہیں کرتی تھی لیکن جب سلیمان شان نے اسے بری بھلی [سن]ائی تو اس کے اندر کی عورت پوری عزت وآبرو کے ساتھ [بی]دار ہوگئی۔ اتنی شدت سے اسے اپنی توہین کا احساس ہوا کہ [و]ہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھی۔"

کچھ دیر تک ہمارے درمیان اسی قسم کی گفتگو کا سلسلہ [ج]اری رہا پھر ندیم نے مجھے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر ایک [عج]یب سا سوال کیا۔

"کیا تم بتا سکتے ہو کہ ندا اس وقت کہاں ہوگی؟"

"کیا مطلب؟" میں حیرت سے اچھل پڑا۔ "کیا وہ فارم [ہ]اؤس میں نہیں ہے؟"

"نہیں۔" ندیم بے حد سنجیدہ نظر آرہا تھا۔ "تین روز سے [وہ] پراسرار طور پر غائب ہے۔"

"راجو اور دوسرے افراد جو اس کی نگرانی پر مامور تھے ان [کا] کیا بیان ہے؟"

"ان کا بیان مجھے تمہاری کالکا دیوی کے بارے میں سوچنے [پر] مجبور کررہا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں؟" میں نے وضاحت کی۔

"راجو میرا قابل اعتماد آدمی ہے۔ اس کے علاوہ بھی فارم [ہاؤ]س پر صرف وہی افراد تعینات کیے جاتے ہیں جو نمک حلال [ہو]نے کے معیار پر پورے اترتے ہیں۔" ندیم نے بدستور [سن]جیدگی سے کہا۔ "راجو کا بیان ہے کہ تین روز قبل جب وہ [ک]ھانا لے کر نیچے گیا تو تمام دروازے مقفل ہی تھے۔ ندا والے [کم]رے کی چابی اس کی تحویل میں تھی۔ اس نے خود اپنے [ہاتھ]وں سے قفل کھولا تھا لیکن ندا پراسرار طور پر غائب تھی۔ [کم]رے میں کسی قسم کے افراتفری کے نشانات بھی نہیں ملے جس کی بنا پر اغواء کے خیال کو تقویت مل سکتی۔ ہر چیز اپنے مقام پر موجود تھی۔ راجو نے پورے تہ خانے کا کونا کونا چھان مارا لیکن ندا کے وجود کا سراغ نہیں ملا۔"

ندیم کی بات سن کر میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں۔ تین روز پہلے فارم ہاؤس کے تہ خانے میں میرے اور ندا کے درمیان جو گفتگو ہوئی تھی وہ میرے کانوں میں گونجنے لگی۔ عثمان غنی نے مجھے عجلت کا مظاہرہ کرنے کا حکم دیا تھا پھر شاید اسی نے میرے اور ندا کے درمیان ایک دیوار حائل کردی تھی۔ مجھے واپسی پر مجبور کرنے کے بعد عین ممکن تھا کہ وہ ندا کو اپنے مصرف کے لیے اٹھالے گیا ہو۔ اس کے لیے بند دروازوں سے ہوکر گزر جانا کوئی دشوار بھی نہیں تھا۔ میرے علاوہ دانش بھی اپنی آنکھوں سے اس کی ناقابل یقین طاقت کا مظاہرہ دیکھ چکا تھا۔

"کیا سوچ رہے ہو؟"

"ندا کی گمشدگی کی خبر ہمارے لیے پریشان کن بھی بن سکتی ہے۔" میں نے ندیم کے سوال پر چونک کر کہا۔ "اگر کالکا کی پراسرار طاغوتی قوت ہی نے اسے غائب کیا ہے تو اب وہ ہمارے خلاف یقیناً کوئی نئی سازش کا خطرناک جال بن رہی ہوگی۔"

"مجھے اس کی کوئی فکر نہیں ہے۔" ندیم نے بے پرواہی سے جواب دیا۔ "تمہاری کالکا رانی کم ازکم میرے سلسلے میں ہمیشہ بے بس ہی رہی ہیں۔"

"کوئی خاص وجہ؟" میں نے جلدی سے وہ سوال کرڈالا جو ایک عرصہ دراز سے میرے ذہن میں کلبلا رہا تھا۔ کالکا نے حقیقتاً ندیم سے ناراض ہونے کے باوجود کبھی اس پر وار کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ جہاں تک ندیم کے گھر کا معاملہ تھا تو اس نے مجھے ایک بار دبی زبان میں یہی بتایا تھا کہ کسی بزرگ کی قوت نے اس کے گرد ایسا حصار قائم کردیا ہے جس کے اندر طاغوتی قوتیں داخل نہیں ہوسکتی تھیں لیکن ندیم اپنے کیسینو میں بھی ہمیشہ محفوظ ہی رہا تھا۔ اس کے علاوہ بھی وہ آزادی سے گھومتا تھا مگر کالکا نے کبھی اس پر قوت آزمائی نہیں کی تھی۔ آخر کیوں؟

"بس یوں سمجھ لو کہ کسی مہربان بزرگ نے میری کسی بات سے خوش ہوکر مجھے ایک ایسا مجرب تعویز دیا تھا جسے میں نے ان کی ہدایت پر کہیں دفن کردیا تھا۔" ندیم نے بڑی عجلت سے کہا۔ "یہ سب کچھ اس تعویز کا کرشمہ ہے جس نے ابھی تک مجھے بلاؤں سے محفوظ رکھا ہے۔"

ندیم کی بات سن کر مجھے ایک بار پھر کمبل پوش بزرگ کی یاد بڑی شدت سے آئی۔ صندلی انگوٹھی بھی میرے لیے خدا کی ایک نعمت تھی جس نے ہر ہر قدم پر مجھے مصیبت اور آفات

سے محفوظ رکھا تھا لیکن کالکا نے مجھے گمراہ کرکے ایسے راستے پر لگادیا کہ وہ انگوٹھی بھی غائب ہوگئی اور خدا کے اس برگزیدہ بزرگ کا سایہ بھی میرے سر سے ہٹ گیا۔ یکلخت میرے ذہن میں عثمان غنی کے باپ کا تصور ابھرا۔ وہ نیک دل شخص مجھے دوبارہ صراط مستقیم پر چلنے کی تاکید کرنے کے لیے اچانک سامنے آگیا تھا۔ میرے ذہن میں اس کے ساتھ ہی یہ خیال بھی بڑی سرعت سے ابھرا کہ کمبل پوش بزرگ کے ناراض ہونے کے بعد وہ بھی مجھ سے کنارہ کش ہوگیا تھا جس کی وجہ سے عثمان غنی نے میری انگلی تھام کر غلط راہ پر لگادیا تھا لیکن اب اس شریف اور مہربان شخص نے مجھ سے دوبارہ رابطہ قائم کیا تھا۔

"تو کیا کمبل پوش نے میری خطائیں درگزر کردی تھیں؟ کیا ان کا سایہ ابر کی صورت میں پھر میرے اوپر قائم ہوگیا تھا؟ کیا میں صندلی انگوٹھی کا دوبارہ حقدار بن سکتا تھا؟"

"میرے اندر ایک ہلچل مچی ہوئی تھی۔ میں کمبل پوش بزرگ کے خیال میں ڈوبا ہوا تھا کہ ندیم کی آواز نے اس شیرازے کو بکھیر دیا۔

"کس بات پر اتنی سنجیدگی سے مستغرق ہو؟"

"وہ۔ میں ندا کے بارے میں سوچ رہا تھا؟" میں نے جلدی سے بات بنائی۔ "اگر اس کے فرار میں کالکا کی ناپاک قوت کا دخل ہے تو وہ ہمارے خلاف بیان بھی دے سکتی ہے۔"

"ثبوت کیا ہوگا؟"

"کالکا کی شیطانی قوتوں کے لیے ثبوت پیش کرنے کی کوئی کمی نہیں ہے۔"

"جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔" ندیم نے بے پرواہی سے جواب دیا۔

"ملیحہ کی کیا خبر ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ماہ رخ کا ذہنی توازن بگڑ جانے کے بعد اب اس کی زندگی کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے۔ سلیمان شاہ کی موت نے بھی اس کی راہ کی تمام پیچیدگیوں کو ختم کردیا ہے۔ تمہارا بھی یہی مشورہ تھا کہ اسے آزاد کردیا جائے۔ آج کل وہ بڑی سنجیدگی سے ملک سے کہیں دور جانے پر غور کررہی ہے۔"

ملازم نے آکر ندیم کی کسی کال کی اطلاع دی تو وہ کارڈلس کو آن کرنے کے بعد گفتگو کرنے لگا۔ فون پر ہونے والی گفتگو چونکہ ندیم کے کاروبار سے متعلق تھی اس لیے میں نے اس پر کوئی دھیان نہیں دیا۔ دوبارہ میاں صاحب کی سوچ میں غرق ہوگیا۔

* ——— * ——— *

میں نے جس وقت عدالت کے کمرے میں قدم رکھا اسی وقت اتفاق سے احمد غوری کو حاضر ہونے کی صدا بلند ہوئی تھی۔ سراج وہاں پہلے سے موجود تھا۔ اس نے نگاہوں نگاہوں میں میرا شکریہ ادا کیا۔ احمد غوری کچھ دیر بعد کٹہرے میں کھڑا وہی بیان دہرا رہا تھا جو اس نے بعد میں مجسٹریٹ کی موجودگی میں اپنی مرضی سے ریکارڈ کرایا تھا۔ اس سے پیشتر کورٹ انسپکٹر نے عدالت کو مختصر طور پر کیس کی نوعیت سے آگاہ کردیا تھا۔ احمد غوری کی طرف سے کوئی وکیل پیش نہیں ہوا۔ اس کا بیان ختم ہوا تو سرکاری وکیل نے جرح شروع کی۔

"مسٹر غوری۔ کیا آپ نے اس بات کو بلا کسی دباؤ اور تشدد کے تسلیم کیا ہے کہ آپ پروفیسر ابرار کے فارمولے کو چوری کرنے کے جرم میں شریک کار تھے؟"

"میں یہ بات ابھی اپنے بیان میں تسلیم کرچکا ہوں۔" احمد غوری نے سپاٹ آواز میں کہا۔ "میرا اقبالی بیان بھی پولیس کے ریکارڈ پر یقیناً موجود ہوگا۔"

"مگر یہ بیان اس بیان سے مختلف ہے جسے آپ نے پولیس حراست میں آنے کے بعد دیا تھا۔"

"جی ہاں۔"

"کیا آپ اس کا سبب بیان کریں گے؟" وکیل سرکار نے مسکرا کر کہا۔ "کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ اس کی ہدایت آپ کو کسی اور نے کی ہو؟"

"آپ کا اندازہ غلط نہیں ہے۔" احمد غوری نے گھبرائے بغیر بڑی خود اعتمادی سے جواب دیا۔ "مجھے جگت نارائن کی جانب سے یہی پیغام ملا تھا۔"

"لیکن یہ بہرحال طے ہے کہ آپ نے پروفیسر ابرار کے ذہن کو مفلوج کرنے کی سازش میں حصہ لیا تھا۔"

"میں اس کام میں تنہا نہیں تھا۔ مس ندا بھی میرے ساتھ برابر کی شریک تھی۔"

"جگت نارائن کا کردار کون ادا کررہا ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم؟"

"پھر آپ نے اس نام پر اپنے بیان میں خاص طور پر زور کیوں دیا ہے؟"

"مجھے بلیک پین تھرنے یہی بتایا تھا لیکن اب وہ اس دنیا میں میری بات کی تصدیق کرنے کو موجود نہیں ہے۔"

"ندا کے بارے میں آپ کا ذاتی خیال کیا ہے؟" وکیل سرکار نے اپنے جملے پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "اسے کن لوگوں نے اغوا کیا ہوگا؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا مگر ـــــ"

"مسٹر غوری۔" وکیل سرکار نے اس کا جملہ کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "کیا ممکن نہیں ہے کہ آپ نے عدالت سے کسی رعایت حاصل کرنے کی خاطر خود ہی ندا کو اغواء کرنے کا مشورہ اپنے ساتھیوں کو دیا ہو۔"

"جناب والا۔" احمد غوری نے مجسٹریٹ کی طرف دیکھا۔

وکیل سرکار اس بات کو نظر انداز کررہے ہیں کہ ندا کو میری بات کے بعد اغواء کیا گیا تھا۔"

"جناب والا۔" سرکاری وکیل نے عدالت سے مخاطب ہوکر کہا۔ "ملزم ابھی یہ تسلیم کرچکا ہے کہ پولیس حراست میں ہونے کے باوجود اسے باہر سے احکامات مل رہے تھے جس کے بعد اس نے اپنا بیان بھی تبدیل کردیا تھا۔"

"آپ وکیل سرکار کے سوالات کا جواب دیں۔" مجسٹریٹ نے احمد غوری کو حکم دیا۔

"مسٹر غوری۔" وکیل سرکار نے بڑی سادگی سے معنی خیز انداز اختیار کیا۔ "ہوسکتا ہے کہ آپ کا یہ بیان درست ہو کہ آپ جگت نارائن سے براہ راست واقف نہیں تھے پھر بھی آپ کو کسی پر جگت نارائن ہونے کا شبہ تھا یا ہے۔"

"سوری۔ میں اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔"

"دوسرے لفظوں میں آپ اس بات کا اقرار کررہے ہیں کہ آپ کو کسی پر شبہ ہے لیکن آپ اس کا نام لینے سے گریز کررہے ہیں۔"

"اس سے میرے اقبال جرم کی صحت یا عدالت کی جانب سے ملنے والی سزا پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔" احمد غوری نے بڑے توقف سے جواب دیا۔

"نہ سہی لیکن اس طرح اگر ایک مشتبہ شخصیت ہماری نظروں میں آجائے تو پولیس اس کی بیخ کنی کی خاطر موثر اقدام کرسکتی ہے اور آئندہ جنم لینے والی خطرناک سازشوں کا سدباب ہوسکتا ہے۔ کیا آپ نہیں چاہتے کہ ایک خطرناک مجرم قانون کی نظر میں آسکے۔"

"اس سوال کا جواب میں اس وقت دوں گا جب مس ندا عدالت میں موجود ہوگی۔" احمد غوری نے کہا۔ "جو کیس عدالت کے روبرو ہے اس میں مس ندا نے زیادہ خطرناک رول ادا کیا ہے۔ پروفیسر ابرار کو ذہنی طور پر مفلوج کرنے کی خاطر وہی اسے مشروب پیش کیا کرتی تھی۔"

"اگر آپ کو اس کا احساس تھا اور آپ محب وطن تھے تو آپ نے اس سازش کو بے نقاب کرنے کی خاطر کسی متعلقہ حکام سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی۔ شاید اس لیے کہ آپ بھی ملک دشمن عناصر کے ہاتھوں فروخت ہوچکے تھے۔"

"میں اس کی پاداش میں سزا بھگتنے کو تیار ہوں۔" احمد غوری نے بیزاری کا اظہار کیا۔ صاف ظاہر تھا کہ یا تو وہ جگت نارائن کی شخصیت سے واقف تھا یا شک کے طور پر بھی اس کا نام لینے سے خوفزدہ تھا۔

"جناب والا۔" وکیل سرکار نے مجسٹریٹ سے رجوع کیا۔ "اس بات کو بطور خاص نوٹ کیا جائے کہ ملزم ایک خطرناک مجرم کی نشاندہی کرنے سے پرہیز کررہا ہے۔ اسے سوال کا جواب دینے پر مجبور کیا جائے۔"

"مسٹر احمد غوری۔" مجسٹریٹ نے احمد غوری کو متنبہ نظروں سے دیکھا۔ "آپ کو وکیل سرکار کا جواب دینے کے لیے پابند کیا جاتا ہے۔"

احمد غوری نے فوری طور پر کوئی جواب نہیں دیا۔ وکیل سرکار کے ہونٹوں پر کامیابی کی مسکراہٹ ابھری لیکن پھر اچانک عدالت میں موجود لوگوں نے دیکھا کہ احمد غوری کی پیشانی سے خون کا فوارہ ابل پڑا۔ وہ کوئی آواز نکالے بغیر ہی کٹہرے میں گر کر ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگیا۔ فائر مجسٹریٹ چیمبرس والی راہداری کی سمت سے کیا گیا تھا۔ پولیس کے اہلکار تیزی سے اس طرف لپکے لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکے۔ فائر کرنے والے نے احمد غوری کو شوٹ کرنے کے بعد ریوالور کی نال اپنی کنپٹی پر رکھ کر لبلبی دبادی تھی۔

سراج نے فوری طور پر اس کی جامع تلاشی لی پھر ہونٹ کاٹ کر رہ گیا۔ قاتل کی جیب سے برآمد ہونے والا جگت نارائن کا مخصوص سکہ قانون اور عدلیہ دونوں کا مذاق اڑاتا نظر آرہا تھا۔ یکے بعد دو فائر ہونے کی آواز سن کر لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی تھی۔

* ——— * ——— *

فارم ہاؤس میں میری اور ندا کی ملاقات کے بعد سے حالات نے حیرت انگیز طور پر کروٹ لی تھی۔ طاغوتی قوتوں نے اچانک ہی خاموشی اختیار کرلی تھی۔ گزشتہ چار دنوں سے نہ تو عثمان غنی نے سامنے آنے کی کوشش کی تھی نہ ہی کالکا نے مجھ سے کوئی رابطہ قائم کیا تھا۔ یہ خاموشی کسی بڑے طوفان کا پیش خیمہ بھی ثابت ہوسکتی تھی۔ احمد غوری کی موت کے بعد جگت نارائن اور اس کے گرگوں کو میرے خلاف کئی محاذ کھول دینے چاہییے تھے۔ اس نے بھوشن کو زندگی کی ضمانت دے کر میرے خلاف دائر شدہ کیس واپس لینے پر مجبور کیا تھا لیکن وہ بھی اسے نہیں بچا سکا۔ عثمان غنی کی طاقت کے سامنے جگت نارائن کے تمام منصوبے دھرے کے دھرے رہ گئے تھے۔ کالکا نے بھی آخری وقت میں بھوشن کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔

میں پانی کی ٹھہری ہوئی سطح دیکھ کر مطمئن نہیں ہوا تھا۔ ابھی جگت نارائن باقی تھا۔ کالکا کی طاغوتی قوتوں نے دم نہیں توڑا تھا۔ عین ممکن تھا کہ وہ میرے خلاف مل جل کر کوئی آخری چال چلنے کے بارے میں سوچ رہے ہوں۔ جگت نارائن ابھی تک پولیس کے لیے ایک پراسرار معمہ بنا ہوا تھا ہرچند کہ مجھے یقین تھا کہ کبیر داس ہی جگت نارائن کا دوسرا روپ ہے۔ دھنہ یاگیتا نے بھی یہی کہا تھا لیکن اس رنگے سیار نے اپنی سماجی حیثیت اس قدر مضبوط کرلی تھی کہ ایک جھٹکے سے نہیں

اکھاڑا جاسکتا تھا۔ اس کے خلاف کوئی ثبوت بھی نہیں تھا۔ اس کی جڑیں اتنی دور دور تک اندر ہی اندر پھیلی ہوئی تھیں کہ قانون کے ہاتھ بھی اس کی طرف بڑھنے کے بجائے اپنی راہ بدل دیتے تھے۔ ہر شخص صرف یہ جانتا تھا کہ کبیرداس نے معاشرے پر احسان کیا ہے۔ اس کی وجہ سے ان گنت گھروں کے چولہے جل رہے تھے' ہزاروں خاندان پل رہے تھے۔ وہ امداد کرتے وقت کبھی ذات پات یا سفید سیاہ کے چکر میں نہیں پڑتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ہر شخص جو اس کے باطن سے ناواقف تھا اس کا گرویدہ تھا۔

اس وقت بھی میں دفتر میں بیٹھا آنے والے کل کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ندا کی پراسرار گمشدگی ناقابل یقین حد تک پریشان کن تھی۔ مقفل کمروں سے اس کا نکل جانا تعجب خیز ہی تھا۔ یہ کام صرف عثمان غنی کرسکتا تھا۔ میں نے کچھ سوچ کر اسے یاد کیا لیکن شاید باپ کے دوبارہ پیش منظر میں آجانے کے بعد پس منظر میں چلا گیا تھا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے کالکا کو پکارا لیکن اس نے بھی غالباً کسی مصلحت کی بنا پر دم سادھ لیا تھا۔ مجھے لیڈی مکلارنس کا خیال آیا۔ حالات نے اسے غیر جانبدار ثابت کردیا تھا مگر اس سے پیشتر کہ میں اسے آواز دیتا' فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اٹھالیا لیکن دوسرے ہی لمحے میرے وجود میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ دوسری جانب سے طویل فاصلہ کی کال تھی۔

"مجھے یقین تھا کہ تم ہر طرف سے ناامید ہو کر مجھے ضرور یاد کرو گے۔"

"وقت کی رفتار اچانک تھم گئی ہے لیڈی مکلارنس۔" میں نے اس کی آواز سن کر تیزی سے کہا۔ "ہنگامے ختم ہوگئے ہیں لیکن گھٹن کا احساس ابھی تک باقی ہے۔"

"پریشان مت ہو۔ یہ گھٹن کا احساس بھی بہت جلد ختم ہوجائے گا۔"

"جگت نارائن ابھی زندہ ہے۔ کالکا کی ناپاک کالی طاقتوں نے میرے گرد سازشوں کا جال بچھا رکھا ہے۔ بھوشن کے بعد اب وہ میری موت کی خواہاں ہے۔ عثمان غنی کی خاموشی بھی بڑی پراسرار ہے۔"

"کچھ درخت اور کچھ انسان ایسے ہوتے ہیں جو ٹوٹ کر گر تو سکتے ہیں لیکن جھکنے کے عادی نہیں ہوتے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت سے دریافت کیا۔

"میرا اشارہ جگت نارائن یا کبیرداس کی طرف تھا۔ وہ حیرت انگیز صلاحیتوں کا مالک ہے۔ اس نے اپنے آپ کو جس خول میں بند کر رکھا ہے وہ بہت مضبوط ہے۔ اس کو توڑنا آسان بات نہیں ہے۔ کاش! وہ اپنی صلاحیتوں کا صحیح استعمال کرتا تو بین الاقوامی طور پر بھی خود کو منوا سکتا ہے۔"

"لیڈی مکلارنس۔" میں نے شکوہ کیا۔ "تم میرے بدترین دشمن کی تعریف کررہی ہو۔"

"نہیں۔ میں تمہیں صرف یہ بتانا چاہ رہی تھی میرے ... کہ وہ بے پناہ صلاحیتوں کا مالک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمہاری پولیس اور انسداد جرائم کے محکموں کے بڑے بڑے دماغ بھی اس کی تہ تک نہیں پہنچ سکے۔"

"کیا اس کی تخریب کاریاں کبھی ختم نہ ہوں گی؟"

"وقت کا انتظار کرو۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "وہ جو اس کائنات کا خالق ہے۔ جو یہاں کے کاروبار کو چلا رہا ہے اس کے علاوہ ہر جاندار شے فانی ہے۔ ایک دن سب کو اپنے اپنے عقیدے کے مطابق اس کی طرف لوٹ جانا ہے۔ ہر بات کے لیے ایک وقت مقرر کردیا گیا ہے۔ جگت نارائن کبیرداس بھی ایک دن ختم ہوجائے گا۔ کالکا کی اسپرٹ (اللہ) کل میرے قبضے میں ہوگی۔ میرا علم یہی کہتا ہے کہ تمہاری خوبصورت ناگن بہت جلد میرے پٹارے میں بند ہو کر پھنکار چھوڑ دے گی۔ اس کے بعد شاید میں بھی رہوں اور ۔۔۔"

"میں تم سے موت اور زندگی کے فلسفے کے بارے میں نہیں دریافت کررہا ہوں۔" میں نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کیا میں نے تمہیں کسی آنے والی تبدیلی کے بارے میں قبل ازوقت مطلع نہیں کیا تھا؟ کیا میری پیش گوئی درست ثابت نہیں ہورہی ہے؟"

"ندا کی گمشدگی میں کس قوت کا ہاتھ ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"کچھ قوتیں مل کر تمہارے خلاف سمجھوتا کرچکی ہیں۔ ندا کی گمشدگی میں ان ہی کا ہاتھ ہے۔"

"کیا تمہارا اشارہ عثمان غنی اور کالکا کی کسی مشترکہ سازش کی طرف ہے؟"

"میں اپنی زبان نہیں کھول سکتی لیکن تم خود سمجھدار ہو۔" لیڈی مکلارنس نے جواب دیا۔ "لیکن ایک بات طے ہے۔ اب ڈرامے کے ڈراپ سین میں زیادہ وقت نہیں لگے گا۔ میں نے جن تباہیوں کا ذکر کیا تھا وہ اب سروں پر منڈلا رہی ہیں۔"

"ندا اس وقت کہاں ہے؟" میں نے پہلو بدل کر دریافت کیا۔ "ہوسکتا ہے کہ اس کا بیان ہمارے لیے قیمتی ثابت ہو۔"

"نہیں۔ وہ ایک معصوم بچی ہے جو راتوں رات امیر بننے کے سنہرے خوابوں کے جال میں پھنس گئی تھی۔ اس کا بیان تمہارے کسی کام نہیں آسکے گا۔ رہا یہ سوال کہ وہ کہاں ہے؟ میں جانتی ہوں لیکن اس کی کوئی مدد نہیں کرسکتی۔ جو کچھ ہوچکا ہے۔ جو ہو رہا ہے اسی میں اس کی بھلائی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں؟"

"فی الحال اتنا سمجھ لو میرے عزیز کہ اب تم اسے زندہ نہ پاسکو گے۔"

"کیا وہ جگت نارائن کے چنگل میں پھنس گئی ہے؟" میں نے ایک امکانی بات کہی۔ "کیا وہ اس کی معصومیت کو کچل دے گا۔ تباہ کردے گا۔"

"تم اتنے پریشان کیوں ہورہے ہو۔ کیا تم نے بھی اس کی معصومیت کو روندنے کی کوشش نہیں کی تھی۔" اس کے جواب میں نشتر پوشیدہ تھے۔

"مجھے کسی کی شیطانی قوت نے مجبور کردیا تھا۔" میں نے ایک مہمل جواز پیش کیا۔

"میں نہیں مانتی۔" لیڈی مکلارنس نے بڑی ترش روئی سے کہا۔ "انسان اگر ثابت قدم رہے' اپنی روایت سے انحراف نہ کرے اور مذہب کی رسی کو تھامے رہے تو کوئی قوت اس کے قدموں کو لڑکھڑانے پر مجبور نہیں کرسکتی۔"

"وہ کون سی قوت تھی جس نے مجھے ندا کے سلسلے میں گناہ کے ارتکاب سے روکا تھا۔" میں نے دریافت کیا۔

"اس کا اندازہ بھی تمہیں بہت جلد ہوجائے گا۔" وہ معنی خیز انداز میں بولی۔ "تمہیں یاد ہے کہ میں نے تم سے دو تین ملاقاتوں کے بعد کیا کہا تھا؟ میں نے کہا تھا کہ میں تمہارے دل کی گہرائیوں تک نہیں پہنچ سکتی اس لیے تمہاری ذات سے دلچسپی لے رہی ہوں۔ میں نے طے کرلیا تھا کہ تمہاری طاقت کے اس راز کو پالینے کے بعد تمہارے نام کو اپنی فہرست سے خارج کردوں گی لیکن شاید اب ایسا نہ ہوسکے۔"

"اس کی کوئی خاص وجہ۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

"آنے والی تبدیلیاں تمہیں اس کی وجہ سے بھی آگاہ کریں گی۔"

"کالکا اور عثمان غنی کی خاموشی میرے لیے پریشان کن ہے۔" میں دوبارہ اصل مقصد پر آگیا۔

"میں نے کہا نا کہ وقت کا انتظار کرو۔"

"کیا جگت نارائن میرے ہاتھوں سے نہیں مرسکتا۔" میں جھلا گیا۔ "کیا پروفیسر ابرار کا فارمولا شیطانی قوتوں کو مل جائے گا؟ کیا تم میری کوئی مدد نہیں کرسکتیں؟"

"گھبراؤ مت میرے بچے۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "تمہیں معلوم ہے کہ میرے ملک کے لوگ مجھے مکلارنس کا قاتل سمجھ رہے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ مکلارنس کسی سازش کا شکار ہوا تھا۔ لندن میں قیام کے دوران سیکرٹ سروس کا چیف انسپکٹر پاول بھی تم سے جان مینگو کے روپ میں مل چکا ہے۔ آج بھی وہ سائے کی طرح میرے تعاقب میں لگا ہوا ہے۔ میں اسے ہر رنگ ہر روپ میں پہچان لیتی ہوں لیکن میں نے اس سے کوئی انتقام نہیں لیا۔ میں جب چاہوں اسے بلیک میجک کے ذریعے پاگل کرسکتی ہوں لیکن میں نے ایسا بھی نہیں کیا۔ جانتے ہو کیوں؟ اس لیے کہ میں اس بات سے باخبر ہوں کہ وہ لوگ مجھ پر جس بات کا شبہ کررہے ہیں وہ محض ایک فرضی کہانی ہے اور فرضی کہانی طول تو پکڑ سکتی ہیں لیکن ان کا انجام بخیر نہیں ہوتا۔ تم دیکھنا۔ ایک دن وہی لوگ جو آج شکاری کتوں کی طرح میرے خلاف کوئی ثبوت تلاش کرتے پھر رہے ہیں کل وہی میرے آگے پیچھے دم ہلانے پر مجبور ہوجائیں گے۔ انہیں اپنی حماقت کا خود احساس ہوجائے گا۔"

"میں نے اس وقت تمہاری رام کہانی سننے کی فرمائش نہیں کی تھی۔" میں نے جھلا کر کہا۔

"تم کیا معلوم کرنا چاہتے ہو میں جانتی ہوں لیکن اس کا جواب دینے سے مجبور ہوں اگر میں نے ایسا کیا تو کچھ آسمانی قوتیں مجھ سے ناراض ہوجائیں گی پھر شاید میں اپنا مشن اپنی مرضی کے مطابق پورا نہ کرسکوں۔ بہرحال میں تم کو ایک بات کا یقین دلا سکتی ہوں کہ زمانہ بڑی تیزی سے اپنے مرکز کی طرف واپس لوٹ رہا ہے۔"

"تھینکس۔" میں نے تلملا کر فون بند کردیا۔

لیڈی مکلارنس نے جو کچھ کیا تھا اس سے مجھے تقویت ضرور ملی تھی لیکن میرا تجسس بھی دوچند ہوگیا تھا۔ خاص طور پر اس نے ندا کے بارے میں جو اشاروں کنایوں میں بتایا تھا وہ میرے لیے پریشان کن تھا۔ میرے ذہن میں صرف ایک ہی نام گونج رہا تھا۔ "جگت نارائن۔" ہوسکتا تھا کہ اس نے نغمہ کے سلسلے میں ناکامی کے بعد ندا کا انتخاب کرلیا ہو۔ ایسی صورت میں اگر لیڈی مکلارنس کا یہ اشارہ درست تھا کہ کچھ مخالف قوتیں مل کر میرے خلاف سمجھوتا کرچکی ہیں تو وہ عثمان غنی اور کالکا کے سوا کوئی اور نہیں ہوسکتی تھیں۔ ایسی صورت میں یہی قیاس کیا جاسکتا تھا کہ ندا کو انتقام کی آگ میں جھونکنے کی خاطر اسے جگت نارائن کی ہوس کی بھینٹ چڑھانے کے لیے پیش کردیا گیا ہوگا۔ یہ تصور میرے لیے بڑا اذیتناک تھا۔ میں نے کچھ سوچ کر فون کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ میں جگت نارائن یا کبیرداس کو فون کرکے یہ باور کرانا چاہتا تھا کہ اگر اس نے ندا کو برباد کرنے کی حماقت کی تو پھر میں ایسا طوفان بن کر اس پر ٹوٹوں گا جسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکے گی۔ میرا ہاتھ ابھی ریسیور تک نہیں پہنچا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور نہ جانے کیوں میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں۔ میں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگالیا۔

"شہباز خان۔ فرام نادر انٹرپرائز۔" میں نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"میرا خیال ہے کہ تمہیں ندا کی گمشدگی نے ضرور پریشان

کر رکھا ہوگا۔" دوسری جانب سے ایک غیرمانوس آواز سنائی دی۔

"کون ہو تم؟" میں چونک اٹھا۔

"جگت نارائن کا ایک سیوک۔"

"کیا چاہتے ہو؟"

"تمہیں ایک ضروری اطلاع دینی ہے۔" دوسری جانب سے بولنے والے نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ "ہم نے ندا کو تمہاری اس شاندار کوٹھی میں پہنچا دیا ہے جہاں سوائے تمہارے ایک مظلوم چوکیدار کے اور کوئی نہیں تھا۔"

"کیا تم نے اس غریب کو قتل کردیا؟"

"ہاں۔ وہ کچھ زیادہ ہی نمک حلال بننے کی کوشش کررہا تھا۔" اس بار میری تضحیک اڑاتے ہوئے پوچھا گیا۔ "کیا تم ندا کے بارے میں کچھ دریافت نہیں کروگے؟"

"بکواس جاری رکھو۔" میں گرج کر بولا۔

"جتنی جلد ممکن ہو اس کی لاش کو ویران کوٹھی سے اٹھوا کر کہیں اور پھینکوا دو ورنہ ہوسکتا ہے کہ تمہارے دوست مسٹر سراج تم سے پہلے وہاں پہنچ جائیں۔ ایسی صورت میں تمہارے لیے کچھ دشواریاں بھی پیدا ہوسکتی ہیں۔"

"کیا اس باسٹرڈ نے ندا کو بھی برباد کردیا جسے تم جگت نارائن کے نام سے جانتے ہو۔" میں غصے سے چیخ اٹھا۔

"تمہاری جگہ میں ہوتا تو شاید اس سے موٹی کوئی گالی دیتا۔" اس نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔ "سیوک وشواس سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کیول اتنا جانتا ہے کہ اگر پھول تازہ ہو تو اسے اتنی جلدی مسل کر نہیں پھینکا جاتا۔"

پھر دوسری جانب سے سلسلہ منقطع کردیا گیا۔ میری کنپٹیاں چٹخنے لگیں۔ ندا کی لاش کا میری کوٹھی میں پایا جانا بہرحال میرے لیے کچھ دشواریاں بھی پیدا کرسکتا تھا۔ میں نے تیزی سے سوچا پھر مجھے مجرموں کی حماقت کا احساس بھی ہوگیا۔ انہوں نے کوٹھی کے چوکیدار کو ٹھکانے لگانے کے بعد میرے لیے کچھ آسانیاں بھی فراہم کردی تھیں۔ سراج کا حوالہ اس لیے دیا گیا تھا کہ شاید مجھے فون کرنے والے کو یہ تاکید بھی کی گئی تھی کہ مجھے حالات سے مطلع کرنے کے بعد وہ سراج کو بھی صورت حال سے آگاہ کردے۔ میں نے فوری طور پر ریسیور اٹھا کر سراج کے نمبر ڈائل کرنے شروع کردیے۔ میری خوش قسمتی تھی جو کال خود سراج نے ریسیو کی۔

"شہباز بول رہا ہوں۔"

"کوئی نئی اطلاع؟" سراج نے جس انداز میں جواب دیا۔ اس سے مجھے یہ نتیجہ اخذ کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی کہ وہ ابھی تک ندا کے بارے میں تازہ صورت حال سے آگاہ نہیں ہوا ہے۔

"اسی غرض سے تو میں نے آپ کو فون کیا ہے۔"

"جس شخص نے احمد غوری کو عدالت میں گولی ماری تھی اس کی شناخت ہوگئی۔" سراج نے جواب دیا۔ "وہ پولیس کو مطلوب ایک مفرور مجرم تھا۔"

"اور ایک مجرم میں بھی ہوں جو اس وقت آپ کو براہ راست فون کررہا ہوں۔" میں نے حالات کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "کیا ندا کے بارے میں آپ کو اطلاع ملی؟"

"نہیں۔ کیوں؟" سراج نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا۔

"اس کی لاش اس وقت میری نئی کوٹھی میں کہیں پڑی ہے۔"

"کیا مطلب؟" سراج نے چونک کر دریافت کیا۔

جواب میں، میں نے سراج کو پوری تفصیل سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ "ان درندوں نے غالباً چوکیدار کی مداخلت پر اسے بھی ٹھکانے لگادیا۔"

"کیا آپ اس واردات کی تصدیق کرچکے ہیں۔"

"نہیں۔ میں نے فوری طور پر سب سے پہلے آپ کو اطلاع دینی ضروری سمجھی ہے اس لیے کہ احمد غوری والے کیس میں اور پروفیسر ابرار سے منسلک رہنے کی وجہ سے ندا کی اہمیت قانون کی نظروں میں بڑھ چکی ہے اگر اس کی لاش میری کوٹھی سے۔۔۔"

"میں سمجھ رہا ہوں مسٹر شہباز، آپ نے اچھا کیا جو مجھے اطلاع کردی۔ میں پندرہ منٹ کے اندر اندر اپنے قابل اعتماد عملے کو لے کر آپ کی نئی کوٹھی پر پہنچ رہا ہوں آپ بھی وہیں پہنچیے۔"

"میری درخواست ہے کہ اگر دونوں لاشوں کی برآمدگی کسی اور جگہ سے۔۔۔"

"یہ آپ مجھ پر چھوڑ دیں۔" سراج نے اس جملے کے ساتھ ہی لائن بند کردی۔

میں تیزی سے نیچے آیا۔ دانش کو ساتھ لے جانا مناسب نہیں تھا اس لیے میں نے اس سے گاڑی کی چابی لی اور آندھی اور طوفان کی طرح اپنی کوٹھی پر پہنچ گیا۔ جسے کچھ دنوں پہلے ہی کرائے داروں نے خالی کیا تھا۔ سراج وہاں اپنے تین سپاہیوں کے ساتھ موجود تھا۔ شاید اس نے کسی ماتحت افسر کو ساتھ لانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ چوکیدار اور ندا دونوں کی لاشیں ایک ہی کمرے میں پڑی تھیں۔ سراج نے ذاتی طور پر ممکنہ ثبوت تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن سوائے ندا کے پاس سے جگت نارائن کے مخصوص سکے کے کچھ اور برآمد نہیں کرسکا۔ کچھ دیر بعد اس نے سپاہیوں کے ذریعے لاش پولیس کی اسٹیشن ویگن میں رکھوا دی پھر میرے قریب آکر بڑی رازداری سے بولا۔

"جتنی جلدی ممکن ہوسکے آپ اپنی کوٹھی کی صفائی کرادیں۔"

"لیکن میرے چوکیدار کی لاش؟"

"پریشان مت ہوں، مجھے معلوم ہے کہ اگر یہ جرم آپ سے سرزد ہوا ہوتا تو اول یہ کہ آپ اپنی ہی کوٹھی کا انتخاب بھی نہ کرتے اور بذات خود مجھے اطلاع دینے سے بھی گریز ہی کرتے۔ ایسی صورت میں آپ کے چوکیدار کا قتل بھی نامکن تصور کیا جاتا۔"

"یہ صرف آپ کا ذاتی خیال ہے لیکن قانون۔۔۔"

"میں کوشش کروں گا کہ آپ کو قانونوں کی پیچیدگیوں سے محفوظ رکھوں ورنہ جگت نارائن اپنے مقصد میں کامیاب ہوجائے گا۔"

سراج کے جانے کے بعد میں نے وارثی کو فون کرکے دو صفائی کرنے والوں کے ساتھ کوٹھی پر پہنچنے کی ہدایت کی اور اس عرصے میں، میں نے بذات خود اس قالین کو لپیٹ دیا جس پر خون کے دھبے موجود تھے۔ قاتل یا قاتلوں نے چوکیدار کو بھی اسی کمرے میں قتل کرکے میرے لیے کچھ آسانیاں فراہم کردی تھیں۔ اس کام سے فارغ ہوکر میں نے ندیم کو بھی صورت حال سے آگاہ کردیا۔

ایک گھنٹے کے اندر اندر نہ صرف یہ کہ صفائی کا کام مکمل ہوگیا بلکہ ندیم اس قالین کو بھی اپنی پک اپ میں ڈال کر لے گیا جو میرے لیے پریشانی کا سبب بن سکتا تھا۔

"سر۔۔۔" ندیم اور صفائی کرنے والوں کے جانے کے بعد وارثی نے مجھ سے ایک متوقع سوال کیا۔ "کوٹھی کا چوکیدار نظر نہیں آرہا؟"

"میں نے اسے ملازمت سے برطرف کردیا تھا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "فی الحال آپ کوٹھی کو لاک کرادیں اور کسی دوسرے چوکیدار کا بندوبست کردیں۔"

اسی رات سراج مجھ سے ملاقات کرنے کی خاطر بنگلے پر آیا۔ ندیم بھی میرے ساتھ تھا۔ سراج کے چہرے پر اطمینان دیکھ کر مجھے احساس ہوا کہ اس نے لاشوں کے سلسلے میں جو کام بھی کیا ہے وہ تسلی بخش تھا۔

"دونوں لاشوں کا کیا بنا۔" میں نے سراج کے بیٹھتے ہی بے تابی کا مظاہرہ کیا۔

"ندا کی لاش ہمیں ساحلی علاقے کی ایک نیم منہدم ہٹ سے دستیاب ہوئی ہے اور آپ کا چوکیدار آپ کی کوٹھی سے دور واقع ایک ہوٹل کے عقبی حصے میں مردہ پایا گیا ہے۔ وہ کھانا کھانے کے ارادے سے ہوٹل گیا تھا جہاں کسی پرانی دشمنی کی بنا پر اسے ٹھکانے لگادیا گیا۔"

"میں آپ کا یہ احسان ہمیشہ یاد رکھوں گا۔" مجھ سے پہلے ندیم نے سراج سے کہا۔ "اگر آپ ساتھ نہ دیتے تو شہباز کی ٹانگ بھی کھینچی جاسکتی تھی۔"

"میں نے جو کچھ کیا ہے کچھ سوچ سمجھ کر ہی کیا ہے۔" سراج نے کچھ سوچ کر جواب دیا۔ "ملازم چائے کی ٹرالی لیے آگیا تو کچھ دیر کے لیے ہم نے گفتگو کا موضوع تبدیل کردیا لیکن اس کے جانے کے بعد سراج نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "یہاں آنے سے کوئی دو گھنٹے بعد جگت نارائن کے کسی سوک نے مجھے دھمکی دی ہے۔ اس نے فون پر کہا ہے کہ میں نے جو کچھ کیا ہے مجھے اس کی سزا بھی مل سکتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ چوبیس گھنٹے کے اندر اندر مجھے گولی ماردی جائے۔"

"اوہ۔" ندیم نے بڑی گہری سنجیدگی سے پر اعتماد لہجے میں کہا۔ "اب ایسا ممکن نہیں ہوگا مسٹر سراج۔ جگت نارائن کا کوئی آدمی آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔"

"مجھے معلوم ہے مسٹر ندیم۔" سراج نے لاپروائی کا مظاہرہ کیا۔ "جو گرجتے ہیں وہ برستے نہیں۔ اس کے علاوہ بھی میرا ایمان ہے کہ جتنی زندگی لکھ دی گئی ہے اسے دنیا کی کوئی طاقت کم یا زیادہ نہیں کرسکتی۔"

"خود اعتمادی سب سے بڑا اور موثر ہتھیار ہے لیکن احتیاط کرنے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔" ندیم نے چائے بناتے ہوئے کہا۔ "آپ نے شہباز کے ساتھ جو کچھ مہربانی کی ہے اس کا میں شکرگزار ہوں اور اب یہ فرض میرے اوپر عائد ہوتا ہے کہ آپ کی کوئی خدمت کروں۔"

"آپ میرے لیے کیا کرنا چاہتے ہیں؟" سراج نے مسکرا کر سوال کیا۔

"حفاظت کا خفیہ بندوبست۔" ندیم نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "آپ جس وقت یہاں سے اٹھ کر باہر جائیں گے تو میرے وفادار اور جاں نثار آدمی آپ کی نگرانی کا فرض شروع کردیں گے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر گرجنے والوں نے برسنے کی کوشش کی تو ان کے بہت سارے آدمی خرچ ہوجائیں گے۔"

"پلیز، مسٹر ندیم۔ میں اپنی حفاظت آپ کرنا۔۔۔"

لیکن ندیم نے جواب نہیں دیا۔ تیز تیز قدم اٹھاتا اندر چلا گیا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ اپنے خاص آدمیوں کو سراج کی نگرانی کا فرض سونپنے کی خاطر فون کرنے گیا تھا۔

"مسٹر شہباز! کیا آپ مسٹر ندیم کو منع نہیں کرسکتے کہ وہ۔۔۔"

"مشکل ہے۔ وہ جو کچھ سوچتا ہے اسے کر گزرنے کی عادت سے مجبور ہے۔" میں نے کہا پھر ندا کی پوسٹ مارٹم رپورٹ کے بارے میں پوچھا۔ "کیا مرنے سے پیشتر اس کے سفاک قاتلوں نے کوئی گھٹیا حرکت تو نہیں کی تھی؟"

"مجھے خود بھی اس بات پر حیرت ہے کہ ندا کے ساتھ جگت نارائن نے کسی کمینہ پن کا مظاہرہ کیوں نہیں کیا جبکہ نغمہ کے سلسلے میں اس کے کردار کا ایک گھناؤنا پہلو بھی ہمارے علم میں آچکا تھا۔"

"اچھا ہی ہوا ورنہ۔۔۔"

"پلیز مسٹر شہباز۔" سراج نے چائے کی پیالی اٹھاتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "آپ ذاتی طور پر خود کو کنٹرول کریں۔ جلدی میں اٹھایا ہوا کوئی قدم ہمارے بنے بنائے کھیل کو بگاڑ بھی سکتا ہے۔ جگت نارائن کے لیے یہی شاک بہت کافی ہے کہ وہ مس ندا کے سلسلے میں آپ کو حسب خواہش پھانسنے میں ناکام رہا۔"

پھر ندیم کے واپس آجانے کے بعد بھی ہم جگت نارائن کی پراسرار شخصیت کے بارے میں بہت دیر تک باتیں کرتے رہے۔

* ...... * ...... *

دوسری صبح میں دفتر جانے کے لیے گھر سے نکلنے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ریسیور اٹھالیا۔ دوسری جانب سے سراج کی کال تھی۔ "خیریت۔ اتنی صبح صبح؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"میں دراصل مسٹر ندیم کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔" سراج نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "کل رات کو اگر مسٹر ندیم کے آدمیوں نے بروقت میری مدد نہ کی ہوتی تو شاید میں کسی اسپتال میں ہوتا یا پھر۔۔۔"

"کیا جگت نارائن کے آدمیوں نے واقعی آپ پر بھی گولیاں چلانے سے دریغ نہیں کیا؟"

"جی ہاں۔ ان کمبخوں نے چوبیس گھنٹے پورے ہونے کا بھی انتظار نہیں کیا۔" سراج نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "آپ جانتے ہیں کہ میری قیام گاہ جس علاقے میں ہے وہاں لوگ نو بجے کے بعد سوجانے کے عادی ہیں۔ اکا دکا گھر والے جاگتے ملتے ہیں۔ بہرحال شام کو آپ کے مکان سے واپسی کے بعد میں دو چار ضروری کام نمٹانے کے لیے دفتر چلا گیا جہاں سے میری واپسی تقریباً ساڑھے گیارہ بجے رات کو ہوئی۔ ابھی میں اپنی کالونی کی حدود میں داخل ہی ہوا تھا کہ اچانک میرے دونوں اطراف سے فائرنگ کی آوازیں آنی شروع ہوگئیں۔ وہ شاید وہاں پہلے سے گھات لگائے بیٹھے تھے۔ اچانک حملے کے سبب میں بوکھلا گیا۔ موت اچانک سر پر منڈلاتی نظر آجائے تو بڑے بڑے جرائم پیشہ بھی بوکھلا جاتے ہیں۔ بہرحال، میں نے پل بھر میں محسوس کرلیا تھا کہ گاڑی سے باہر نکلنا میری موت کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ میں پچھلی سیٹ کے درمیان بیٹھ گیا۔ قسمت اچھی تھی۔ ایک پل کی بھی دیر ہوجاتی تو شیشہ توڑ کر اندر آنے والی گولی شاید میرے لیے موت کا پیغام ثابت ہوتی۔ میرا ڈرائیور جو ملٹری سے نکلا ہوا جوان ہے۔ اس نے کمال ہوشیاری سے گاڑی کی رفتار تیز کردی لیکن شاید کوئی گولی اس کے شانوں کو چیرتی ہوئی نکل گئی تھی۔ میں نے اس کے کراہنے کی آواز واضح طور پر سنی تھی۔ میں نے اندازہ لگالیا کہ وہ زخمی ہوچکا ہے۔ میں نے اسے فوری طور پر گاڑی روک کر جوابی حملے کا آرڈر دیا۔ ہمارے پاس صرف ایک رائفل اور ایک پستول تھا۔ دوسری جانب سے گولیوں کی بوچھار ہورہی تھی لیکن پھر اچانک یکے بعد دیگرے تین چار دھماکے سڑک کے دائیں بائیں ہوئے اور گولیوں کی آوازیں آنی بند ہوگئیں۔ میں نے گاڑی سے نکلنے میں کسی جلدبازی کا مظاہرہ نہیں کیا پھر ایک سفید رنگ کی ڈلیوری وین نما گاڑی ہماری کار کے پاس آکر رکی۔ میرا ڈرائیور اگلی سیٹ پر پڑا کراہ رہا تھا۔ میں نے رائفل کا رخ سفید گاڑی کی طرف کرلیا لیکن اچھا ہی ہوا جو گولی چلانے کی حماقت نہیں کی۔ بس میں اس بوکھلاہٹ کے عالم میں بھی یہ سوچنے پر مجبور ہوگیا تھا اگر وہ دھماکے دشمنوں نے کیے ہوتے تو میری کار کے چیتھڑے اڑ کر فضا میں بکھر چکے ہوتے۔ اس کے علاوہ بھی وہ اتنی جلد میرے قریب آنے کی حماقت بھی نہ کرتے۔ میں ان ہی باتوں پر غور کررہا تھا کہ ڈلیوری وین سے ایک دبلا پتلا نقاب پوش باہر آیا۔ وہ بلا کا پھرتیلا تھا۔ اس نے دروازے پر دستک دے کر میری خیریت دریافت کی تو میں سمجھ گیا کہ وہ مسٹر ندیم کے کارندے ہوں گے۔ میں نے گاڑی کا دروازہ کھول دیا۔ نقاب پوش کی آنکھیں رات کے اندھیرے کے باوجود چمک رہی تھیں۔

"آپ خیریت سے تو ہیں مسٹر سراج؟" اس نے مجھے دیکھ کر اطمینان کا سانس لیا۔

"ہاں لیکن وہ دھماکے؟"

"ہم نے ہی کیے تھے۔" وہ بلا تامل بولا۔ "ہمارے کچھ ساتھی دشمن کے بچے بچائے آدمیوں کو ٹھکانے لگانے کی خاطر پیچھے اتر چکے ہیں۔ بہرحال، آپ گھر تشریف لے جائیں۔ ہم مخالف پارٹی سے نمٹ لیں گے۔"

"میرا ڈرائیور زخمی ہے۔ اسے فوری طبی امداد کی ضرورت ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "کیا تم لوگ مسٹر ندیم کے آدمی ہو؟"

"آپ حکم دیں۔"

"مجھے اور ڈرائیور کو کسی بھی قریبی اسپتال تک پہنچادو۔" میں نے درخواست کی۔ "جواب میں نقاب پوش نے کچھ سوچا پھر ہمیں اپنے ساتھ بٹھا کر قریبی اسپتال پہنچا دیا۔ وین میں اس کے علاوہ دو آدمی اور بھی تھے جو جدید اور خودکار ہتھیاروں سے پوری طرح لیس تھے۔ اسپتال پہنچانے کے بعد وہ واپس چلے

گئے تھے۔

"آپ کے ڈرائیور کی حالت اب کیسی ہے؟"

"زخم زیادہ مہلک نہیں ہے۔ مکمل طور پر صحت یاب ہونے میں کچھ وقت ضرور لگے گا۔" میں نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "ڈرائیور کو اسپتال چھوڑ کر میں نے ایک موبائل کو طلب کیا۔ جائے واردات پر واپس گیا تو وہاں ہر طرف سکوت ہی تھا۔ مجھے پانچ لاشیں ملی ہیں۔ ہوسکتا ہے ان کی تعداد زیادہ ہو لیکن جو لاشیں ملی ہیں ان کے لباس سے بھی جگت نارائن کے مخصوص سکے برآمد ہوئے ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ پے در پے ناکامیوں نے جگت نارائن کو پاگل کردیا ہے۔" میں نے سراج کی باتیں سن کر کہا۔

"کیا مسٹر ندیم موجود ہیں؟"

"جی ہاں۔" میں نے جواب دیا پھر ندیم کو آواز دے کر بلایا اور ریسیور اس کے حوالے کردیا۔ گفتگو ختم ہونے کے بعد ندیم کے چہرے پر بڑی گہری سنجیدگی طاری ہوگئی۔

"کوئی نئی اطلاع؟"

"نہیں۔ میرا خیال ہے سراج نے مجھے بھی وہی کہانی سنائی ہے جو تم سن چکے ہوگے۔"

"پھر اس میں اس قدر سنجیدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔" میں نے جان بوجھ کر ندیم کو چھیڑنے کی خاطر کہا۔

"سراج نے جن لاشوں کو موقع واردات سے اٹھوایا ہے وہ سب مطلوبہ جرائم پیشہ تھے۔"

"پھر؟"

"بات اگر سراج تک پہنچ چکی ہے تو اب ہمیں سنجیدگی سے کچھ کرنا پڑے گا۔"

"مثلاً"

"تم دفتر جاؤ لیکن احتیاط شرط ہے۔" ندیم نے کہا پھر اپنے کمرے کی سمت لوٹ گیا۔

میں باہر نکل کر اپنی کار میں بیٹھا تو دانش نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا۔

"سر۔ کیا یہ خبر سچ ہے کہ کل رات جگت نارائن کے آدمیوں نے ڈی ایس پی صاحب پر بھی۔۔۔"

"تمہیں کس نے بتایا؟" میں نے چونک کر دریافت کیا۔

"راجو نے۔ وہ رات کے پچھلے پہر میرے پاس آیا تھا۔ بہت جلدی میں تھا۔ اس نے مجھے مختصراً حالات سے آگاہ کرنے کے بعد بہت محتاط رہنے کی ہدایت کی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ سراج پر حملہ کرنے کے بعد جگت نارائن اتنی جلدی میں کوئی دوسرا قدم اٹھانے کی حماقت نہیں کرے گا۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔"

گاڑی ایک چورستے پر سگنل بند ہونے کی وجہ سے رک گئی۔ میں سراج پر ہونے والے حملے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ شاید دانش کے ذہن میں بھی کوئی ایسا خیال گونج رہا تھا جو وہ ماحول سے بے خبر ہوگیا تھا پھر جو کچھ ہوا اتنی جلدی میں ہوا کہ ہمیں سنبھلنے کا موقع بھی نہ مل سکا۔ اچانک تین نوجوان جو لباس کے اعتبار سے کسی کھاتے پیتے گھرانے کے معلوم ہوتے تھے برق رفتاری سے گاڑی کا دروازہ کھول کر اندر آگئے۔ اندر آتے ہی انہوں نے اپنے اپنے پستول نکال لیے ایک نے اگلی سیٹ پر اور دو نے میرے برابر قبضہ جمالیا۔ اسی وقت سگنل بھی کھل گیا تھا۔

"خاموشی سے چلتے رہو۔" دانش کے برابر بیٹھے نوجوان نے سرد لہجے میں کہا۔ "اگر کوئی چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو کھوپڑی اڑا دوں گا۔"

دانش یا میرے پاس ان کی حکم کی تعمیل کے سوا کوئی دوسرا چارہ بھی نہیں تھا۔ وہ پوری طرح محتاط تھے۔ ان کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں اسے کر گزرنے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ صدر کے چورستے سے گاڑی اس طرف مڑوائی گئی جو راستہ ساحل کی سمت جاتا تھا۔ تینوں نے خاموشی اختیار کررکھی تھی البتہ ان کی قہرآلود نگاہیں ہمارے چہروں پر مرکوز تھیں۔

"تم کون ہو؟"

"بکو مت۔ خاموش بیٹھے رہو۔" میرے ساتھ والے نے نفرت کا اظہار کیا۔

"ہمیں کہاں لے جارہے ہو؟" میں نے تھوڑے توقف کے بعد سوال کیا۔

"اپنی خوش قسمتی ہی سمجھو کہ ہمیں تمہیں جہنم میں پہنچانے کے بجائے جنت میں لے جانے کا حکم ملا ہے۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکرا کر بولا۔

"پھر تو وہاں خوبصورت حوریں بھی ہوں گی؟"

"زیادہ اسمارٹ بننے کی کوشش مت کرو۔" تیسرے کا لہجہ سفاک تھا۔ "ہم خود کو بچانے کی خاطر کسی وقت بھی تم دونوں کو ختم کرسکتے ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ ہمارا تعاقب کیا جارہا ہے؟" اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے نوجوان نے بیک ویو مرر میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "صدر کے راؤنڈ اباؤٹ سے سیاہ رنگ کی یہ شیوی (شیورلٹ) برابر ہمارے پیچھے لگی ہے۔ حالانکہ وہ اس سنسان روڈ پر جہاں ٹریفک کا ہجوم نہیں ہے ہم سے آگے بھی نکل سکتے تھے۔"

"ساحل پر جانے والے راستے بھر تفریح کے موڈ میں ہوتے ہیں۔ انہیں جلدبازی نہیں ہوتی۔" دانش نے سنجیدگی سے کہا۔ "شاید اس کے ذہن میں بھی یہی خیال ابھرا تھا کہ سیاہ

رنگ کی شیوی میں ندیم کے جاں نثار ساتھی موجود ہوں گے۔ ایسی صورت میں وہ نوجوانوں کی توجہ ادھر سے ہٹانا چاہتا تھا۔

"گاڑی کی رفتار کم کرو۔" میرے ساتھ کونے پر بیٹھے ہوئے نوجوان نے جو بظاہر گروپ لیڈر معلوم ہو رہا تھا اپنے پستول کی نال دانش کی گردن پر رکھتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔ "ہم اپنے شبہ کی تصدیق کرنا چاہتے ہیں۔"

دانش کو بہرحال حکم کی تعمیل کرنا پڑی۔ میں نے گروپ لیڈر کے علاوہ اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے نوجوان کو بھی جیب میں ہاتھ ڈال کر کچھ نکالتے دیکھا۔ میں پوری طرح سے اس چیز کو نہیں دیکھ سکا لیکن ایک جھلک میں یہی اندازہ لگایا تھا کہ وہ سگار سے مشابہت رکھنے والی کوئی شے تھی۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔ وہ شے جو انہوں نے جیبوں سے برآمد کی تھی وہ یقیناً کوئی ایسا ہتھیار ہی ہوگی جسے وہ سیاہ گاڑی کے خلاف بصورت مقابلہ استعمال کرنا چاہتے تھے۔

ہماری گاڑی کی رفتار کم ہونے کے سبب شیوی سے ہمارا فاصلہ بتدریج گھٹنے لگا۔ شاید ندیم کے ساتھیوں نے رفتار کم کرنے کو ہماری طرف سے قریب آنے کا سگنل سمجھا تھا۔ کچھ دیر بعد شیوی ہمارے قریب سے ہو کر آگے نکل گئی لیکن اب اس کی رفتار وہ نہیں تھی جو پہلے تھی۔ شاید ان لوگوں نے ہماری گاڑی میں پانچ آدمیوں کو دیکھ کر خطرے کی بو سونگھ لی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ اب یہ حرامزادے ہمارا راستہ بلاک کرنے کی کوشش کریں گے۔" اگلی نشست والا نوجوان دانت پیس کر بولا۔

"تم پوری طرح تیار رہو۔" گروپ لیڈر نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "اگر موت ہی ان کی سروں پر منڈلا رہی ہے تو ہم بھی اپنے بچاؤ کے لیے مجبور ہیں۔"

"ایک طریقہ ہے جس سے ہم سب محفوظ رہ سکتے ہیں۔" میں نے حالات کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے آخری پتا پھینکا۔ "تمہیں جتنی رقم میرے دشمنوں نے دی ہے میں اس سے دوگنی دینے کو تیار ہوں۔ تم لوگ اپنی ناکامی کا کوئی بھی خوبصورت سا بہانہ کر سکتے ہو۔"

"جانتے ہو کہ ہم کس کے لیے کام کر رہے ہیں؟" گروپ لیڈر نے سپاٹ آواز میں پوچھا۔

"جگت نارائن۔"

"آدمی ذہین ہو پھر بھی حماقت کی باتیں کر رہے ہو۔" اس نے میری تضحیک اڑاتے ہوئے کہا۔ "جگت نارائن کے سیوک بکنے کی حماقت نہیں کرتے ورنہ ان کا انجام بڑا بھیانک ہوتا ہے۔"

"کیا تم کو علم ہے کہ وہ کون ہے؟" اس بار دانش نے سوال کیا۔

"بکومت۔ اپنے کام سے کام رکھو۔"

سیاہ رنگ کی گاڑی ہمارے آگے آگے تھی لیکن درمیانی فاصلہ گھٹ کر اب صرف بیس تیس فٹ رہ گیا۔ اس کے عقبی شیشے پر چونکہ سیاہ کاغذ چپیٹ تھا اس لیے ہم انہیں نہیں دیکھ سکتے تھے لیکن وہ ہمیں بہ آسانی دیکھ سکتے تھے۔ ابھی تک کوئی ایکشن شروع نہیں ہوا تھا۔ ممکن ہے ندیم کے ساتھیوں کو اس بات کا اندیشہ لاحق ہو کہ کسی حملے کی صورت میں ہمیں یرغمال بنانے والے ہماری زندگی کا خاتمہ بھی کر سکتے تھے۔

"ہمیں اپنا عمل کر گزرنا چاہیے۔" اگلی نشست والا بولا۔ "وہ یقیناً ہمارے دوست نہیں ہو سکتے۔ گاڑی آگے نکال لے جانے کے بعد ان کا ہمارے اتنے قریب آنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ خطرے کی بو سونگھ چکے ہیں اور اب ہمارے خلاف کوئی موثر منصوبہ بنانے پر غور کر رہے ہوں گے۔ دشمن کو سوچنے کا وقت دینا دانشمندی نہیں کہلاتا۔"

"سنو۔" گروپ لیڈر نے دانش کو سفاک لہجے میں مخاطب کیا۔ "کسی ہنگامے کی صورت میں تم اپنی گاڑی سیاہ کار سے بچانے کی خاطر پوری طرح تیار رہو۔ کچھ بھی ہو سکتا ہے لیکن ایک بات کا خیال رکھو۔ ہو سکتا ہے کہ اس ٹکراؤ میں ہم تینوں بھی کام آجائیں لیکن مرتے مرتے بھی ہم کم از کم تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"ہماری منزل قریب آرہی ہے۔ کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم ان سے یہیں معرکہ آرائی کرلیں۔" اگلی سیٹ والے نے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد کہا۔ اس کے لہجے میں اضطراب تھا۔

"ٹھیک ہے۔" گروپ لیڈر بولا۔ "تم شروعات کرو۔ میں بھی پوری طرح تیار ہوں۔"

اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے نوجوان نے ایک بار پھر جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اس بار اس نے جو ریوالور جیب سے نکالا وہ کچھ عجیب ساخت کا تھا لیکن جب اس نے سگار نما ٹھوس شے اس پر فٹ کی تو میرا دل ہوا میں اچھلنے لگا۔ وہ یقیناً پش فائر ٹائپ کا ہتھیار تھا جسے خاص طور پر اس سگار نما شے کے لیے تیار کیا گیا تھا۔

"ایک بار پھر سوچ لو۔" دانش نے تیزی سے کہا۔ "ہم میں سے کوئی بھی نہ بچ سکے گا۔"

"فکر مت کرو۔" گروپ لیڈر اپنے پستول کی نال کا دباؤ دانش کی گردن پر بڑھاتے ہوئے سرد لہجے میں بولا۔ "تم اپنے کام سے کام رکھو۔ ہماری زندگی کا انحصار تمہاری عقلمندی اور دوراندیشی پر ہوگا لیکن تم دونوں بہرحال ہم سے پہلے موت کو گلے لگاؤ گے۔"

پھر ایک بار جب سیاہ شیوی نے اپنا فاصلہ اور کم کرنے کے ساتھ ہی ہمارے بائیں جانب آنے کی کوشش کی تو اگلی سیٹ والے نے اپنا پش فائر کرنے والا ریوالور باہر نکال کر لبلبی دبادی۔ ایک زوردار دھماکہ ہوا پھر شیوی کسی کھلونے ہی کی طرح اچھل کر قلابازی کھاتی ہوئی داہنی جانب گری۔ دانش نے تیزی سے اسٹیئرنگ بائیں جانب کاٹا، پلک جھپکنے کی دیر ہو جاتی تو دونوں گاڑیاں آپس میں ٹکرا بھی سکتی تھیں۔

"گڈ۔" گروپ لیڈر نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "تم ایک ماہر ڈرائیور معلوم ہوتے ہو۔ مجھے قوی امید تھی تم اپنی جان پر کھیل کر بھی مسٹر شہباز کو بچانے کی کوشش کرو گے۔ اب گاڑی کی رفتار تیز کرلو۔ ہماری منزل زیادہ دور نہیں ہے۔"

میرے دل کی دھڑکنیں تیز سے تیز تر ہو رہی تھیں۔ سیاہ کار جس انداز میں قلابازیاں کھاتی ہوئی روڈ پر گری تھی اس سے یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا تھا کہ اس میں موجود افراد بری طرح زخمی ہوئے ہوں گے۔ یہ بھی ممکن تھا کہ ان میں سے ایک دو زندگی کی سرحدوں کو بھی پار کر گئے ہوں۔

دانش نے نوجوان کے حکم پر گاڑی کی رفتار دوبارہ تیز کردی۔ میری طرح شاید وہ بھی اسی بات کا منتظر تھا کہ کوئی ایک لمحہ ایسا میسر آجائے جو بازی کو پلٹ دے لیکن وہ تینوں ضرورت سے زیادہ ہی محتاط تھے۔ آدھے گھنٹے کی ڈرائیونگ کے بعد نوجوان کے حکم پر گاڑی کا رخ بائیں جانب ہو گیا۔ اس طرف سے ساحل کا علاقہ کچھ دور ضرور تھا لیکن وہاں صرف وہی لوگ جاتے تھے جن کی بنگلے نما ہٹس ہوتی تھیں۔ ان لوگوں میں بیشتر یا تو بڑے بڑے سیاسی لوگ تھے یا پھر وہ لوگ تھے جو کروڑوں میں کھیلتے تھے۔ ان کے علاوہ ملٹری کی دو چار ہٹس بھی اسی طرف واقع تھیں۔ ہٹ کی ملکیت نہ رکھنے والے غیر ملکی بھی سن باتھ کے لیے ادھر ہی کا رخ کرتے تھے۔ درمیان میں ایک چیک پوسٹ تھی جس سے صرف وہی گاڑیاں گزر سکتی تھی جن کی ونڈ اسکرین پر ایک مخصوص قسم کا اسٹیکر چسپاں ہوتا تھا چنانچہ چیک پوسٹ آنے سے پیشتر ہی اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے نوجوان نے وہ اسٹیکر بھی جیب سے نکال کر ونڈ اسکرین پر لگا دیا۔ دس منٹ بعد ہماری گاڑی چیک پوسٹ سے بہ آسانی گزر گئی۔ اسٹیکر کی موجودگی میں کسی چیکنگ یا تلاشی کی ضرورت نہیں محسوس کی جاتی تھی۔

چیک پوسٹ سے گزر کر ہمیں ساحل تک پہنچنے میں پندرہ بیس منٹ سے زیادہ نہیں لگے تھے۔ ساحل پر جو ہٹس بنی ہوئی تھیں ان کو اتنی دور دور اور فاصلے سے جگہ فراہم کی گئی تھی تاکہ ایک دوسرے کی پرائیویسی میں کوئی خلل نہ پیدا ہو سکے۔ اگلی نشست پر بیٹھے ہوئے نوجوان نے ایک ایسی ہی ہٹ کے سامنے گاڑی روکنے کو کہا۔ ہمارے اور دانش کے لیے گاڑی سے نیچے اترنے کی مہلت ہی کافی ثابت ہو سکتی تھی لیکن اس کا موقع نہیں مل سکا۔ گروپ لیڈر کچھ زیادہ ہی چالاک اور دوراندیش ثابت ہوا تھا۔ گاڑی رکتے ہی اس نے پستول کے دستے سے دانش کے سر پر پچھلی جانب سے بھرپور ضرب لگائی تھی اور دانش کی گردن ایک جانب ڈھلک گئی تھی۔ میرا ذاتی خیال تھا کہ اب دانش کم از کم دو تین گھنٹے سے پیشتر ہوش میں نہیں آسکے گا۔

مجھے نیچے اتارنے کے لیے بھی انہوں نے غیر معمولی دوراندیشی سے کام لیا تھا۔ پہلے اگلی نشست پر بیٹھا ہوا نوجوان نیچے اترا پھر اسی نے میری طرف کا دروازہ کھولا تھا۔ فی الحال میرے پاس کوئی ایسا موقع نہیں تھا کہ بساط کا رخ پلٹ سکتا۔ مجھے یہ بات نیچے اترنے سے پہلے ہی باور کرادی گئی تھی کہ ایک ذرا سی حماقت میری کھوپڑی میں کئی روشندان کھول دے گی۔

میں نے نیچے اتر کر ساحل کی طرف دیکھا۔ دور دور تک کوئی مقامی شخص نظر نہیں آیا۔ دو چار غیر ملکی البتہ چمکتی ریت پر چت اور اوندھے پڑے سورج کی شعاعوں سے توانائی حاصل کرنے کی خاطر آنکھ بند کیے سن باتھ لینے میں مصروف تھے۔ مجھے قریب ہی نظر آنے والی اسٹیل گرے والی ہٹ میں داخل ہونے کا حکم ملا، میں نے حکم کی تعمیل میں گریز نہیں کیا۔ مجھے معلوم تھا کہ ان کا مجھے جان سے مارنے کا ارادہ نہیں تھا ورنہ وہ اتنا کھڑاک کبھی مول نہ لیتے۔ مجھے ایک بات پر حیرت بھی تھی۔ ابھی تک انہوں نے میری جامہ تلاشی لینے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میرا آٹومیٹک ریوالور بغلی ہولسٹر میں موجود تھا جو انتہائی مایوسی کی حالت میں میرا آخری سہارا بن سکتا تھا مگر میری یہ خوش فہمی بھی زیادہ دیر قائم نہ رہ سکی۔ ہٹ میں داخل ہوتے ہی مجھے آٹومیٹک سے بھی محروم کردیا گیا۔ ہم جس کمرے میں داخل ہوئے اسے بطور ڈرائنگ روم کے نہایت قیمتی ساز و سامان سے آراستہ کیا گیا تھا۔

گروپ لیڈر کے حکم پر میں دوسرے کمرے میں داخل ہوا تو چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ یہ ایک پرتعیش بیڈ روم تھا۔ جہاں ایک کرسی سے ایک کمسن لڑکی کو رسیوں سے جکڑ کر رکھا گیا تھا۔ اس کے چہرے کے نقش و نگار بے حد حسین تھے۔ اس کی غزالی آنکھوں سے ہلکا ہلکا خمار چھلک رہا تھا۔ لباس اتنا باریک تھا کہ اگر اس کی ضرورت بھی نہ محسوس کی جاتی تو کوئی خاص فرق نہ پڑتا۔ عمر کے اعتبار سے وہ ندا سے بھی زیادہ کمسن اور بھولی بھالی تھی پھر اسے باندھ کر کیوں رکھا گیا تھا؟ اس کی آنکھوں میں خمار کی وہ کیفیت کیوں موجود تھی؟ اس کے گداز جسم کو نیم عریاں رکھ کر زیادہ سحر انگیز بنانے کی کوشش کس لیے کی گئی تھی؟ وہ کون تھی؟ کیا اسے اس ہٹ میں زبردستی لایا گیا تھا؟ میں ان ہی سوالات کے جواب سوچ رہا تھا کہ میرے کان

میں گروپ لیڈر کی سپاٹ آواز گونجی۔

"یہ خوبصورت اور حسین کلی جو ابھی کھلی نہیں ہے بطور خاص تمہارے لیے پیش کی گئی ہے۔ تمہیں اسے کلی سے پھول بنانے کی خاطر ایک گھنٹے کا موقع دیا جاتا ہے اگر تم نے ہمارے کہنے پر عمل کیا تو جگت نارائن تمہیں جان سے نہیں مارے گا۔ تم زندہ رہو گے لیکن ناکامی کی صورت میں ہمیں اختیار دیا گیا ہے کہ تمہیں اور اس حسین لڑکی کو لباس کی قید سے آزاد کر کے تمہاری کچھ تصاویر بنالیں اس کے بعد لڑکی کو گولی ماردی جائے گی۔ میرا خیال ہے کہ تم میری بات کا مطلب سمجھ گئے ہو گے؟" اس نے مسکرا کر اپنا جملہ مکمل کیا پھر باہر نکل گیا۔ باہر سے خودکار سسٹم کے ذریعے دروازہ لاک ہونے کی مدھم سی آواز بھی سنائی دی تھی۔

میں نے کمرے کا جائزہ لینے کے بعد لڑکی کی طرف دیکھا جو مجھے بڑی مخمور نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں متضاد کیفیات آپس میں گڈمڈ ہو رہی تھیں۔ میں آہستہ آہستہ اس کی جانب قدم بڑھانے لگا۔ جگت نارائن کی جانب سے اس صحت مند اور سحرانگیز تحفے کا مقصد میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ .....

* ـــــ * ـــــ *

جگت نارائن کا وہ حسین تحفہ میری سمجھ سے بالاتر تھا۔ فوری طور پر میرے ذہن میں یہی خیال آیا تھا کہ شاید اس طرح وہ میری غیر شائستہ تصاویر حاصل کرنے کا خواہشمند ہے جس کے بعد وہ آسانی سے مجھے بلیک میل کر سکتا تھا۔ پے در پے ناکامیوں کے بعد وہ اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آیا تھا۔ مجھے اتنے بڑے مجرم سے جو ویس بھگت بھی تھا اتنی چھوٹی اور گھٹیا حرکت کی امید نہیں تھی۔

لڑکی بدستور مجھے مخمور نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ میں اس کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا۔ وہ نشے کی کیفیت سے ضرور دوچار تھی لیکن وہ شراب نہیں ہو سکتی تھی جس نے اس کی آنکھوں میں لال ڈورے پیدا کر دیے تھے۔ شراب ہوتی تو اس کی مہک بھی ضرور ہوتی۔ لڑکی کو شاید اور کوئی تیز نشہ آور شے استعمال کرائی گئی تھی جس نے اس کے ذہن کو ماؤف کر دیا تھا۔ اس سے اچھے اور برے کے بارے میں سوچنے کی تمیز بھی چھین لی تھی۔ اسے اس وقت اس بات کا احساس بھی نہیں تھا کہ وہ کس لباس میں ہے اور اسے کرسی سے باندھ کر رکھا گیا ہے۔ مجھے قریب دیکھ کر اس نے اٹھنے کی کوشش کی تھی لیکن کامیاب نہ ہو سکی پھر اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سا احساس جاگ اٹھا۔

"کیا تم نے مجھے باندھ رکھا ہے؟" اس نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سوال کیا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"نام۔" اس نے مستی کے عالم میں مسکرا کر بڑے ہی معنی خیز انداز میں جواب دیا۔ "نام میں کیا رکھا ہے۔"

میں نے اس کو رسیوں کی بندشوں سے آزاد کر دیا۔ ایک لمحے تک وہ اپنی کلائی سہلاتی رہی پھر اٹھ کر کھڑی ہو گئی لیکن اگر میں نے اسے تھام نہ لیا ہوتا تو شاید لڑکھڑا کر گر گئی ہوتی۔ آہستہ سے سہارا دے کر میں نے اسے بستر پر لٹا دیا۔

"میں اس وقت کہاں ہوں؟" اس نے پہلی بار اطراف پر ایک طائرانہ نظر ڈالی پھر کہا۔ "یہ جگہ یقیناً حسین اور آرام دہ ہے۔"

"تمہیں یہاں کون لایا ہے؟" میں نے خشک لہجے میں سوال کیا۔

"تم۔ تم شاید بھول رہے ہو کہ ہمارے درمیان کیا رشتہ ہے۔" اس نے انگڑائی لے کر جواب دیا۔ "ہم نے والدین سے چھپ کر شادی کی ہے۔ تم مجھے اچھے لگے تھے اس لیے میں نے انکار نہیں کیا ورنہ۔۔۔"

"ورنہ کیا؟"

"اتنے دور کیوں کھڑے ہو۔ میرے قریب کیوں نہیں آتے۔" وہ قدرے لجا کر بولی۔ "آج ہماری سہاگ رات ہے۔"

"اس وقت رات نہیں۔ صبح کے دس بج رہے ہیں۔"

"حیرت ہے۔ ابھی ایک دو گھنٹے پہلے تو رات ہی تھی۔" اس نے حیرت کا اظہار کیا۔ وہ ابھی تک نشہ آور شے کے زیر اثر نظر آرہی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ میں تمہیں آج پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔" اس خیال سے کہ کہیں کسی خفیہ نظام کے تحت ہماری گفتگو نہ ریکارڈ ہو رہی ہو میں نے قدرے اونچی آواز میں کہا۔

"بہرحال۔ اب میں تمہاری ہوں، صرف تمہاری۔" اس نے دوبارہ اٹھنے کی کوشش کی اور لڑکھڑاتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔ "مجھ سے نفرت کا اظہار نہ کرنا ورنہ میں برباد ہو جاؤں گی۔"

"تم نے ابھی تک مجھے اپنا نام نہیں بتایا؟" میں نے سوال کیا۔

"میرا نام۔ افشاں ہے۔"

"کہاں رہتی ہو؟"

"بھول جاؤ ان باتوں کو۔" وہ میری جانب محتاط انداز میں قدم اٹھاتے ہوئے بولی۔ "جس دہلیز کو میں تمہاری خاطر ایک بار پار کر چکی اب اس سے میرا کوئی تعلق نہیں اب جہاں تم رکھو گے وہیں میں رہوں گی۔"

"تمہیں یہاں کون لایا تھا؟" میں نے بدستور اس کے تاثرات کو پڑھتے ہوئے خشک آواز میں دریافت کیا۔ مجھے وقت کا بھی احساس تھا جو آہستہ آہستہ گزر رہا تھا۔ مجھے وہاں لانے

والوں نے صرف ایک گھنٹے کی مہلت دی تھی۔

"اتنی دور سے نہیں۔" وہ مسکرائی۔ "میرے قریب آؤ، تمہیں سب کچھ بتا دوں گی۔"

میں "کیا تمہیں اندازہ ہے کہ تم اس وقت نشے میں ہو اور تمہارے جسم پر جو لباس ہے۔۔۔"

"سو واٹ۔" اس نے لاپروائی سے جواب دیا۔ "جب ہم ایک ہو چکے ہیں تو لباس کے ہونے نہ ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے۔"

وہ میرے قریب آکر مجھ سے لپٹ گئی۔ اس کے جسم کی حرارت میرے وجود کو گرمانے لگی لیکن میں نے تیزی سے اسے بازو تھام کر پیچھے کیا پھر میرا ایک ہاتھ گھوم گیا۔ وہ تیورا کر فرش پر گری تھی اس کا لباس اور بے ترتیب ہو گیا۔ اس نے حیرت انگیز پھرتی سے اپنا لباس درست کیا پھر مجھے رحم طلب نظروں سے دیکھنے لگی۔ اس کی کیفیت یکلخت ہی بدل گئی تھی۔ اس کا نشہ اب غائب ہو چکا تھا۔ شاید وہ ابھی تک جو کچھ کر رہی تھی وہ محض اداکاری تھی۔ میں چونکا۔ "کیا میری طرح اسے بھی زندہ رہنے کی خاطر صرف ایک گھنٹے کی مہلت دی گئی تھی؟ کیا اسے بھی میری طرح اغوا کر کے وہاں لایا گیا تھا؟ کیا اسے بھی وہی وارننگ دی گئی تھی جو مجھے دی گئی تھی؟"

"تم۔۔۔ تم ابھی تک اداکاری کر رہی تھیں۔" میں نے اسے غور سے دیکھا۔

"ہاں۔" وہ تیزی سے دوبارہ اپنے قدموں پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کے پھول جیسے نرم گلابی رخساروں پر میری انگلیوں کا نشان واضح ہو رہا تھا۔ "تمہیں ایک گھنٹے کے اندر اندر ہر قیمت پر مجھے برباد کرنا ہے۔" اس نے نظریں جھکا کر ہونٹ چباتے ہوئے خوفزدہ لہجے میں کہا۔ "اگر تم نے ایسا نہ کیا اور میں تمہیں مجبور نہ کر سکی تو ہم دونوں کو گولی ماردی جائے گی۔ وہ درندے میری بوٹیاں نوچ ڈالیں گے۔ ہاں، انہوں نے یہی کہا تھا۔"

"کون تھے وہ لوگ؟"

"میں نہیں جانتی۔" وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی۔ "میں کالج جانے کی خاطر گھر سے نکلی تھی، انہوں نے راستے سے مجھے اغوا کر لیا۔"

"کہاں رہتی ہو؟"

"جہنم میں۔" وہ جھلا گئی پھر سہمے ہوئے لہجے میں بولی۔ "میں ابھی مرنا نہیں چاہتی پلیز مجھے بچا لو ورنہ وہ لوگ۔۔۔"

"تمہارا لباس کہاں ہے؟"

"باتھ روم میں۔" وہ مدھم لہجے میں بولی۔

"جاؤ۔ پہلے جا کر اپنا لباس تبدیل کر لو پھر کچھ سوچتے ہیں۔"

وہ نظریں جھکائے خاموشی سے باتھ روم میں چلی گئی۔ میں ابھی تک جگت نارائن کی اس چال کو نہیں سمجھ سکا تھا، رہ رہ کر صرف یہی خیال آرہا تھا کہ وہ مجھے بلیک کرنے کی خاطر مواد جمع کرنے کا خواہش مند ہے۔ میں اپنی شرافت اور پاکیزگی کا کوئی دعویٰ نہیں کروں گا اگر مجھے وہ تین جوان وہاں اغوا کر کے نہ لائے ہوتے تو شاید میرے قدم لڑکھڑا جاتے لیکن میں نے طے کر لیا تھا کہ ان کے جال میں کسی قیمت پر نہیں پھنسوں گا خواہ مجھے زندگی سے ہاتھ ہی کیوں نہ دھونا پڑیں۔ مجھے جو مہلت دی گئی تھی اس کے پورا ہونے میں اب صرف پینتیس منٹ باقی رہ گئے تھے۔

لڑکی دوبارہ باتھ روم سے برآمد ہوئی تو ہلکے آسمانی رنگ کے شلوار سوٹ میں ملبوس تھی۔ وہ ابھی تک سہمی سہمی اور خوفزدہ سی نظر آرہی تھی۔ "کیا تمہارا نام افشاں ہی ہے؟" میں نے آزمانے کی خاطر دریافت کیا تھا۔

"نہیں۔" جواب مختصر تھا۔

"مجھے کھل کر بتاؤ۔ جو افراد تمہیں یہاں لائے تھے انہوں نے تم سے کیا کہا تھا؟ کیا سلوک کیا تھا؟"

"ان کا صرف ایک ہی حکم تھا کہ میں جس طرح بھی ہو تمہارے ہاتھوں برباد ہو جاؤں۔" وہ مدھم آواز میں بولی۔ "ان کا برتاؤ مجھ سے شریفانہ ہی رہا تھا لیکن انہوں نے مجھے دھمکی دی تھی کہ اگر میں ناکام رہی تو پھر وہ مجھے گولی مارنے سے پہلے۔۔۔" وہ اس کے آگے کچھ نہ کہہ سکی۔

"پھر۔۔۔ تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے اسے آخری بار آزمانے کی خاطر پوچھا۔ "باہر ہمارے دشمن پوری طرح مسلح موجود ہیں۔ ہم نے ان کے کہنے پہ عمل نہ کیا تو وہ اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنانے سے گریز نہیں کریں گے۔"

"ایک ہی صورت ممکن ہے۔" اس نے میری طرف مایوس انداز میں دیکھا۔ "تم مجھے گلا گھونٹ کر مار ڈالو لیکن ان درندوں کے گندے ہاتھوں سے بچا لو۔"

میں کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ گروپ لیڈر مع اپنے دیگر دو ساتھیوں کے اندر آگیا۔ ان تینوں کے تیور خطرناک نظر آرہے تھے۔

"میرا خیال ہے کہ میں نے تمہیں تنہائی میں منہ کالا کرنے کا موقع دے کر حماقت ہی کی تھی۔ اب تمہیں ہم تینوں کی موجودگی میں ہمارے کہنے پر عمل کرنا ہوگا۔"

"تم وعدے کی خلاف ورزی کر رہے ہو۔" میں نے دبی زبان میں احتجاج کیا۔ "تم نے جو مہلت دی تھی اس کے پورا ہونے میں ابھی اٹھائیس منٹ باقی ہیں۔"

"اب تمہیں کوئی مہلت نہیں دی جاسکتی۔" وہ خطرناک لہجے میں بولا۔ "تم جو اسکیم بنانے کی خاطر گفتگو کر رہے تھے ہم اسے پورا نہیں ہونے دیں گے۔"

"اوہ۔" میں مسکرا دیا۔ "گویا میرا اندازہ ٹھیک ہی تھا کہ تم باہر بیٹھے کسی خفیہ نظام کے تحت ہماری باتیں سن رہے تھے۔"

"ہاں۔ ہم تمہاری مووی بھی تیار کرنے کا بندوبست کر چکے تھے لیکن اب جو کچھ ہوگا کھلم کھلا ہوگا۔ تمہیں اب فوری طور پر ہمارے احکامات پر عمل کرنا ہوگا۔"

"میرے بچے۔" اچانک میرے کانوں میں لیڈی مکلارنس کی آواز گونجی۔ "تم اس وقت ایک کڑی آزمائش سے دوچار ہو۔ وقت کی نزاکت کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ امتحان کی یہ گھڑی گزر گئی تو پھر پچھتاوے کے سوا تمہارے پاس اور کچھ نہیں رہے گا۔"

"کیا تم میری مدد نہیں کر سکتیں؟" میں نے دل ہی دل میں اسے مخاطب کیا۔

"نہیں۔ میں مجبور ہوں لیکن تمہیں اتنا ضرور بتا سکتی ہوں کہ تمہاری کالکا رانی نے اپنے ترکش کا آخری تیر چلانے کی خاطر یہ منصوبہ بنایا ہے اگر تم نے اس دلدل سے بچنے کی کوشش نہ کی تو ہمیشہ کے لیے ڈوب جاؤ گے۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتی۔ گاڈبلس یومائی چائلڈ (YOU MY CHILD (GODBLESS"

لیڈی مکلارنس اپنا پیغام دے کر رخصت ہوگئی۔ اچانک میرے ذہن میں روشنی کا ایک جھماکا سا ہوا۔ عثمان غنی کے باپ کے سامنے آجانے کے بعد مجھے امید ہو چلی تھی کہ کمبل پوش بزرگ بھی مجھ پر مہربان ہوگئے ہیں لیکن کالکا اور عثمان غنی کی ملی بھگت ایک بار پھر میرے قدموں کی لغزش سے رحمانی قوتوں سے دور رکھنے کا منصوبہ بنا رہی تھی۔

لیڈی مکلارنس کے اشارے نے میری آنکھیں کھول دیں۔ دلدل سے اس کی مراد یقینی طور پر وہی گمراہی تھی جس نے مجھ سے گناہ سرزد کرائے تھے اور رحمانی قوتیں ایک ایک کرکے میرا ساتھ چھوڑ گئی تھیں۔ اب وہ ایک بار پھر وہی مذموم حرکت کر رہی تھیں۔ یقیناً میرے لیے یہ آزمائش کی گھڑی تھی۔ اس امتحان کی کامیابی یا ناکامی ہی اب میرے مقدر کا فیصلہ کر سکتی تھی۔ میں نے ثابت قدم رہنے کا عہد کرلیا۔ گناہ کی دلدل میں پھنس کر میں پہلے ہی سب کچھ کھو چکا تھا لیکن امید کی اس آخری کرن کو نہیں کھونا چاہتا تھا جو مجھے بڑے عرصے بعد اندھیروں سے پھوٹتی نظر آئی تھی۔

"لڑکی۔" گروپ لیڈر نے کرخت لہجہ اختیار کیا۔ "آگے بڑھو اور اسے اپنی حسین بانہوں کے حصار میں لے لو۔ انکار کی صورت میں ہم تمہارے جسم پر نظر آنے والے شرافت کے اس لباس کی دھجیاں اڑا دیں گے اور اس کے بعد کیا ہوگا۔ یہ تم بہتر سمجھ سکتی ہو۔"

"میرا خیال ہے کہ اب تم اپنی کمینگی میں کسی طرح بھی کامیاب نہ ہوسکو گے۔" میں نے گروپ لیڈر کو مخاطب کیا۔ "تمہارے گرو گھنٹال جگت نارائن نے جو کھیل کھیلنے کی کوشش کی ہے وہ کبھی پورا نہیں ہوگا۔"

"کیا یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے۔" اس نے پستول کا رخ میرے سینے کی جانب کرتے ہوئے سفاک لہجے میں پوچھا۔

"میں اپنا فیصلہ سنا چکا ہوں۔ تم اپنے دل کی حسرت بھی پوری کرلو۔" میں نے سہمی ہوئی لڑکی کو اپنے عقب میں لیے ہوئے سینہ تان کر کہا۔

"سوچ لو اچھی طرح۔" دوسرا جوان جلدی سے بولا۔ "ناکامی کی صورت میں وہ ہمیں بڑی اذیتناک موت سے ہمکنار کردے گا۔ اس نے یہی کہا تھا۔"

"مجھے معلوم ہے لیکن اب ہم ان کو زندہ چھوڑ دینے کا رسک بھی نہیں لے سکتے۔" گروپ لیڈر مجھے حقارت سے گھورتے ہوئے بولا۔

"جو کچھ کہا جا رہا ہے اسے مان لو شہباز خان۔" کالکا کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "اسی میں تمہاری مکتی ہے۔ ایک نظر گھما کر غور سے اس سندری کو دیکھو۔ اس کے انگ انگ میں جوالا مکھی ہے۔ تم اس کے شریر کو روند ڈالو۔ میں تمہیں جگت نارائن کا کھوج بتا دوں گی' یہ میرا وچن ہے۔"

"میں تمہاری بات پر غور کر سکتا ہوں کالکا رانی لیکن اب تمہارے پاس صرف ایک ہی راستہ ہے۔" میں نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ "جگت نارائن کا کٹا ہوا سر لا کر میرے قدموں میں ڈال دو۔"

"سوچ لو مورکھ۔ یہ سمے بھی بیت گیا تو پھر تم دونوں کی لاشوں کے ٹکڑوں کو سمندر کی مچھلیاں بھی سویکار نہیں کریں گی۔"

"سامنے آکر بات کرو کالکا دیوی۔" میں نے سرد لہجہ اختیار کیا۔ "تم کسی سندر روپ میں آجاؤ۔ شاید تمہارے کومل شریر کو دیکھ کر میرے قدم ڈگمگا جائیں۔"

"میں صرف پانچ تک گنوں گا اس کے بعد تمہارا جسم گولیوں سے چھلنی کردوں گا۔" گروپ لیڈر نے میری خاموشی کو میری کمزوری سمجھ کر بگڑے ہوئے تیور سے للکارا۔

"اس کی بھی زحمت کیوں کرو۔ میں تمہارے سامنے موجود ہوں۔ اپنے نشانے کو آزما کر دیکھ لو۔ میں میدان چھوڑ کر نہیں بھاگوں گا۔"

جواب میں اس نے فائر کردیا لیکن اس کا نشانہ خطا ہوگیا۔ میں تنہا ہوتا تو اس وقت زندگی اور موت کی جنگ لڑنے کی خاطر ہر قسم کا رسک لینے پر آمادہ ہو جاتا لیکن میں نے لڑکی کی وجہ سے اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی۔ گروپ لیڈر نے دوسرا فائر کرنے کی خاطر نشانہ لیا لیکن اس کا پستول ہاتھ سے چھوٹ کر اس طرح نکل کر دور جا گرا جیسے کسی نے اس کے ہاتھ پر بھرپور وار کیا ہو۔ فضا میں ایک ہلکی سی "چیٹ" کی آواز ابھری اور گروپ لیڈر کا سیدھا ہاتھ فضا میں جھول کر رہ گیا۔ اس کی کلائی کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی۔ وہ اچانک بلبلانے لگا۔ اس کے دوسرے ساتھیوں نے جلد بازی میں مجھے نشانہ بنانے کی کوشش کی لیکن اچانک ان کی آنکھیں بھی حلقوں سے ابلتی محسوس ہوئیں۔ پستول ان دونوں کی گرفت سے نکل چکا تھا وہ دونوں ہاتھوں سے کسی نادیدہ قوت سے اپنی گردن چھڑانے کی کشمکش کر رہے تھے لیکن کامیاب نہیں ہو پا رہے تھے۔ ان کے جسم بھی فضا میں معلق ہونے لگے۔ ان کی آنکھیں پھٹی جا رہی تھیں پھر ان کے سر ڈھلک گئے دوسرے ہی لمحے وہ "دھم" سے فرش پر گر کر ڈھیر ہوگئے۔

"میرے عزیز۔" عثمان غنی کے مہربان باپ کی آواز میرے کانوں میں ابھری۔ "جتنی جلدی ممکن ہو یہاں سے نکل جاؤ۔"

"لیکن یہ معصوم لڑکی۔"

"وقت مت ضائع کرو۔ یہاں سے نکل جاؤ' لڑکی کا بندوبست میں کردوں گا۔"

"مگر۔"

"فی الحال میں تمہیں ایک کڑی آزمائش میں پورا اترنے کی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔"

میں نے جواب میں لڑکی کی سمت دیکھا پھر دوڑتا ہوا ہٹ سے باہر نکل گیا۔ میرا دل مسرت کے احساس سے لبریز ہو رہا تھا۔ دانش ابھی تک بے ہوشی سے دوچار تھا۔ میں نے اسے کھینچ کر برابر والی سیٹ پر منتقل کیا پھر اسٹیئرنگ سنبھالتے ہی تیزی سے واپسی کے راستے پر برق رفتاری کا مظاہرہ کرنے لگا۔ میرے ذہن میں عثمان غنی کے والد کا کہا ہوا آخری جملہ بار بار ابھر رہا تھا۔

میرے دشمن مجھے غلط راہ پر ڈال کر رحمانی قوتوں کے سائے سے دور کر دینا چاہتے تھے۔ وہ ایک بار اپنی مذموم خواہش میں کامیاب بھی ہوگئے تھے جس کی وجہ سے میاں صاحب مجھ سے روٹھ گئے۔ میری کراماتی صندلی انگوٹھی مجھ سے واپس لے لی گئی۔ وہ مخلوق جو کمبل پوش بزرگ کے اشارے پر میری مدد کر رہی تھی اس نے بھی میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ میں گندگی اور غلاظتوں کے ڈھیر میں لتھڑتا چلا گیا۔ قدرت نے میری رسی دراز کردی۔ کالکا نے موقع کی نزاکت سے فائدہ اٹھا کر مجھے اپنے رنگ میں رنگنا چاہا لیکن پھر حسن اتفاق سے شاید کمبل پوش بزرگ کو میری حالت زار پر ترس آگیا۔

میں ندا کو پامال کرنے کی خاطر ندیم کے فارم پہنچ گیا۔ وہ ایک کمسن اور معصوم لڑکی تھی جسے دولت کی ہوس کی خاطر وطن دشمن عناصر کے ساتھ سازباز کرنی پڑی تھی لیکن یہ عین فطرت تھی۔ وہ تو صرف ایک معصوم اور کم عمر لڑکی تھی جبکہ دولت اور کرسی کے لالچ میں تو ہمارے بڑے بڑے کرو ڑپتی رہنما بھی ہوس کے دیوتا کے پجاری بن کر ملک اور ملت کا سودا کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ غمزدہ عوام کو اپنی دھواں دھار تقریروں سے' اپنی شرافت اور نیک چلنی کا یقین دلاتے ہیں پھر خود ہی عقب سے ان کی پیٹھ میں چھرا گھونپنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ ملک کی خوشحالی کی آڑ لے کر کروڑوں روپے کی خرد برد کر جاتے ہیں اور اس کی ذمے دار پچھلی حکومتوں کے کھاتے میں ڈال کر بڑی آسانی سے بری الذمہ ہو جاتے ہیں۔ ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو وطن کا سودا کرنے کی گھٹیا کوششوں سے بھی باز نہیں آتے لیکن ان کو کسی بات کی ذرہ برابر پروا نہیں ہوتی ہے اس لیے کہ ایک حمام میں تمام ننگے والی مثال ان پر صادق آتی ہے۔ ان کے درمیان اگر ایک دو دیانت دار اور محب وطن سیاسی لیڈر ہوتے بھی ہیں تو یہ ان کی کردار کشی سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ بھائی بن کر بھائی کا گلا کاٹتے ہیں۔ اپنی تجوریوں کا منہ بھرنے کی خاطر یہ وطن کی جڑوں کو اندر ہی اندر کھوکھلا کرنے میں شب و روز مصروف رہتے ہیں۔ اپنی کرسی بچانے کی خاطر دوسروں کے اشاروں پر ناچتے ہیں مگر کاغذ کی ناؤ بھنور میں آکر پھنس جاتی ہے تو پھر قدرت انہیں حرف غلط کی طرح مٹا دیتی ہے لیکن شیطانی چکر چلتا رہتا ہے' یہی دنیا کا دستور ہے۔

میری کیفیت بھی کچھ اس سے مختلف نہیں تھی۔ طاغوتی قوتیں مجھے بہکا بہکا کر اس مقام تک لے آئی تھیں جہاں بزرگوں کا سایہ میرے سر سے اٹھ گیا تھا۔ رحمانی قوتوں نے منہ موڑ لیا تھا۔ کالکا جو کل تک مجھ سے خوفزدہ رہتی تھی۔ میرے دل کا حال نہیں جان سکتی تھی۔ اب وہ بھی مجھے قدموں پر جھکانے کی بات کرنے لگی تھی لیکن عثمان غنی نے درمیان میں آکر مجھے سہارا دیا تھا۔ ہرچند کہ یہ سہارا بھی مجھے بربادی اور عیاشی کے تباہ کن راستوں پر لے جا رہا تھا لیکن ڈوبتے کو تنکے کا سہارا والی مثال صادق آرہی تھی۔ کالکا کا زور کم کرنے اور اس کے طاغوتی ہتھکنڈوں سے چھٹکارا پانے کی خاطر میں نے عثمان غنی کا ہاتھ تھام لیا تھا لیکن قدرت کی نظریں بدستور میری گمراہیوں کا جائزہ لے رہی تھیں۔

اگر میں نے ندا کی معصومیت کو روند ڈالا ہوتا' اس کی معصومیت کو اپنی گندگیوں میں بہا کر لے جاتا تو شاید پھر نجات کا کوئی راستہ نہ ملتا۔ اس سے پیشتر بھی میری فہرست پر عثمان غنی کے ملنے کے بعد سے کئی نام آچکے تھے لیکن ندا۔ نہ جانے کیا بات تھی کہ میں اس کی معصومیت کو داغدار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کی پاکیزگی پر بس اچانک ہی میرے دل میں رحم کے جذبوں نے طوفان بن کر سر ابھارا تھا پھر وہ اشارے اور کنائے میری

نگاہوں میں سی تھان کی مانند تہ در تہ کھلتے چلے گئے جن کی نشانی وقفے وقفے سے حسنہ اور پھر لیڈی مکلارنس نے کی تھی۔ خود کالکا نے بھی کسی آنے والے طوفان کی بات کی تھی لیکن کوئی وجہ نہیں بتائی تھی البتہ اس کا ذہنی سکون مجھے کسی دیے کی لو کی طرح ٹمٹماتا نظر آ رہا تھا۔

عثمان غنی بھی یقیناً حالات سے آگاہ تھا جس نے مجھے ندا کے سلسلے میں جلد بازی کی خاطر اکسانے کی کوشش کی تھی لیکن تقدیر میرے اوپر مہربان تھی۔ میں نے ندا کے سلسلے میں مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ اس کلی کو پھول بنانے کا گناہ اپنے سر مول نہ لوں گا۔ میری زندگی کا یہی فیصلہ تھا جو موڑ کر بن کر میرے سامنے آ گیا۔ قدرت کے نوازنے کے ڈھنگ بھی نرالے ہوتے ہیں۔ ندا میرے لیے امتحان تھی۔ ایک آزمائشی کڑی تھی' میں اس امتحان میں ثابت قدم رہا۔ میں نے اپنی موت کو داؤ پر لگا دیا تھا جس کا انعام مجھے زندگی کی صورت میں عطا ہوا۔ عثمان غنی کا باپ میری مدد کو آ پہنچا۔ اس کی آمد اس بات کا پیش خیمہ بھی ہو سکتی تھی کہ کمبل پوش بزرگ کے تلخ رویے میں بھی میری طرف لچک پیدا ہو گئی۔

بساط پلٹ جانے کا وقت آیا تو عثمان غنی اور کالکا کی شیطانی قوتوں نے مل کر مجھے دوبارہ اندھیرے غار میں دھکا دینے کی کوشش کی ساحل سمندر کے پرسکون ماحول میں واقع وہ پر آسائش ہٹ اور ہٹ میں ایک کم عمر حسینہ جو زندگی سے پوری طرح سرشار تھی۔ میری جگہ کوئی اور ہوتا تو شاید وہ بھی بھٹک جاتا۔ جگت نارائن نے جو اسکیم بنائی تھی اس میں اگر وہ خوبصورتی سے رنگ بھرتا تو شاید میرے قدم ڈگمگا جاتے لیکن کسی خون کے پیاسے دشمن کا وہ حسین تحفہ مجھے منظور نہیں تھا۔ میں نے اسے گندے ہاتھوں سے بچانے کا عہد کر لیا۔ یہ دوسرا موقع تھا جب رحمانی قوتوں نے میری مدد کی تھی۔ تینوں جوان جو مجھے اغوا کر کے لائے تھے ناقابل یقین صورت حال کا شکار ہو کر دنیا سے کوچ کر گئے تھے۔ میں نے وہاں سے فرار ہوتے وقت ایک سر دلاش کی تحویل سے اپنا آٹومیٹک واپس لے لیا تھا مجھے مکمل یقین تھا کہ جب جگت نارائن کو اپنی ناکامی کا علم ہو گا تو ماہی بے آب کی مانند تڑپ اٹھے گا۔

دانش ابھی تک بے ہوش تھا۔ میں نے تقریباً ایک گھنٹے بعد گاڑی کو ویران سڑک پر لگے ہوئے فون بوتھ کے قریب روکا۔ نیچے اتر کر میں بوتھ میں داخل ہوا۔ قرب و جوار میں کوئی دوسرا آدمی دور دور تک نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے سراج کے نمبر ڈائل کیے میری خوش قسمتی تھی کہ فون خود اسی نے ریسیو کیا تھا۔ "ساحل سمندر۔ ایسٹ کوسٹ۔ چیک پوسٹ سے تقریباً پندرہ بیس منٹ کے فاصلے پر تمہیں اسٹیل گرے کلر کی ایک ہٹ ملے گی۔" میں نے آواز بنا کر کہا۔

"کون بول رہے ہے۔۔۔"

"ابھی میرا جملہ مکمل نہیں ہوا ڈپٹی۔" میں نے سپاٹ لہجہ اختیار کیا۔ "مطلوبہ ہٹ کے اندر تمہیں تین نوجوانوں کی لاشیں ملیں گیں۔ باہر ایک گاڑی ہو گی۔ جلدی عمل کرنے کی کوشش کرو ورنہ چالاک اور عیار دشمن تمام ممکنہ ثبوت مٹانے میں کامیاب ہو جائے گا۔"

"لاشیں کن نوجوانوں کی ہیں؟"

"میں نے پوچھا تھا لیکن ان کی روحوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔" میں نے بدستور بدلی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

"ولیم پوکر۔" سراج نے مجھ پر ولیم پوکر کا شبہ ظاہر کرنے کی خاطر دبی زبان میں کہا۔ "شاید میرا بدلا ہوا لب و لہجہ ولیم پوکر سے ملتا جلتا تھا ورنہ سراج سے بلاوجہ اس سوال کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔

"وقت کم ہے ڈپٹی۔ ہٹ تک پہنچنے میں دیر نہ لگاؤ اور ہاں اگر ہو سکے تو جاتے وقت واپس آتی ہوئی ایسی گاڑیوں اور وین کو روک کر ضرور چیک کر لینا جو مشتبہ ہوں۔"

"تم اگر اپنا نام بتا دیتے تو میرے لیے کچھ آسانیاں۔۔۔"

"میں تمہیں پھر فون کروں گا۔" میں نے ریسیور واپس لٹکایا اور بوتھ سے باہر نکل آیا۔

دانش کی بے ہوشی کی حالت میں مجبوراً میں بلاوجہ سڑکوں کے چکر کاٹتا رہا۔ تقریباً دو گھنٹے بعد ہی دانش ہوش میں آیا تھا۔ کچھ دیر تک وہ سر کے اس عقبی حصے کو سہلاتا رہا جہاں پستول کی ضرب لگانے سے گومڑا بن گیا تھا پھر شاید اسے ایک ایک کر کے تمام باتیں یاد آ گئیں۔ وہ تیزی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"سر۔۔۔"

"پریشان مت ہو۔ ہم خطرے سے بہت دور نکل آئے ہیں۔" میں نے دانش کو تسلی دی۔

"وہ بہت ہوشیار اور شاطر قسم کے نوجوان تھے۔ میں ان سے آسانی سے ہار ماننے والا نہیں تھا لیکن آپ کی وجہ سے خون کے گھونٹ پیتا رہا۔"

"تم میری عدم موجودگی میں بھی اکیلے ان تین مسلح نوجوانوں کا کچھ نہیں کر سکتے تھے۔" میں نے کہا۔

"کم از کم ان تینوں کے جسم کے چیتھڑے ضرور اڑا سکتا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ مجھے خود بھی ان کے ساتھ ہی سفر آخرت اختیار کرنا پڑتا۔"

"کیا مطلب؟"

"میں نے گاڑی میں ایک ایسا بٹن لگا رکھا ہے جس کو دباتے ہی گاڑی کے ٹکڑے ٹکڑے ہو سکتے ہیں۔"

"تم نے یہ بات مجھے پہلے نہیں بتائی؟" میں نے قدرے تشویش ناک لہجے میں سوال کیا۔ "ڈرائیونگ کرتے وقت اگر

میرا ہی ہاتھ اس چور بٹن سے ٹکرا گیا ہوتا تو؟"

...نے ہر امکان پر غور کرنے کے بعد ہی وہ سوئچ ایک...ٹ کیا ہے جہاں تک پہنچنا کسی نئے آدمی کے لیے...کن ہی ہے۔"

...سوئچ کو ہمیشہ آخری وقت پر استعمال کرنا۔" میں نے...ے کہا۔ "گاڑی سے زیادہ مجھے تمہاری جان عزیز

...تینوں نوجوانوں کا کیا بنا؟" دانش نے تیزی سے سوال

...اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا ...ر بولا۔ "تمہیں یاد ہے کہ ایک بار ہم نے پانڈے جی ...ے ایک پروجیکٹ کو بلاسٹ کیا تھا؟"

...ے لیے کوئی خاص حکم؟" دانش نے دبی زبان میں

...مجھے دفتر ڈراپ کر دو۔ اس کے بعد تمہیں میرے لیے ...کام انجام دینا ہو گا۔" میں نے س سنجیدگی سے کہا۔ ...لیے سر کرو گے۔ ہو سکتا ہے کہ بعد میں ہم دوسری ...مہم پر ساتھ ہوں۔"

...ب حکم دیں سر۔"

...دشن کا مرکزی بینک اور اس کی رہائش گاہ۔" میں نے ...یں کہا۔ "لیکن اس طرح کہ دونوں میں ایک ساتھ ...ے شعلے بھڑک اٹھیں اور بہت کچھ جل کر راکھ ...کیا تمہارے پاس ایسے پلاسٹک بم موجود ہیں جو۔۔۔"

...پ دفتر چل کر آرام کریں سر۔ میں دو گھنٹے بعد ہی آپ ...ری سناؤں گا۔"

...دانش کی صلاحیتوں پر پورا اعتماد تھا۔ میں اسے پہلے ...ر آزما چکا تھا۔

...پہنچ کر میں نے سب سے پہلے ندیم کو فون کیا۔ سیاہ ...شیوی میں یقیناً اسی کے آدمی میری نگرانی پر معمور ہوں ...ن کا انجام معلوم کرنے کی فکر میں بے چین ہو رہا تھا۔ ...بلایئے۔" دوسری جانب سے ندیم کے بجائے اس کے ...ل ریسیو کی۔

...یم کہاں ہے؟"

...و آپ۔" اس نے میری آواز پہچان کر کہا۔ "کوئی دو ...انہیں فون پر کوئی بہت اہم اطلاع ملی تھی جس کے ...نک ہی اٹھ کر چلے گئے تھے۔ اب تک واپسی نہیں

...یا دفتر سے بول رہا ہوں۔" میں نے تیزی سے کہا۔ ...آتے ہی مجھ سے فون پر بات کرانا۔"

...ب ٹھیک تو ہے نا سر۔"

"ہاں۔" میں نے مختصر جواب دیا پھر ریسیور کریڈل پر رکھ کر آفس میں بچھے قالین پر ٹہلنے لگا۔ میرے ذہن میں گرم ہواؤں کے جھکڑ چل رہے تھے۔ بہت سارے سوال اور کئی ایک منصوبے آپس میں گڈمڈ ہو رہے تھے۔ کچھ دیر بعد مجھے ندیم کی کال موصول ہوئی اس کی گفتگو کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ اس وقت بہت زیادہ الجھا ہوا ہے۔

"تمہارے ساتھ کیا افتاد پیش آئی ہے؟" اس نے میری آواز سنتے ہی پہلا سوال کیا۔

"فی الحال زندہ ہوں۔"

"مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی لیکن تمہیں یہ سن کر شاید افسوس ہو گا کہ آج میرا ایک بازو کٹ کر الگ ہو گیا۔"

"کیا مطلب؟" میں بری طرح چونک اٹھا۔

"سیاہ رنگ کی ایک شیوی تمہارا تعاقب کر رہی تھی۔" ندیم بدستور رندھی ہوئی آواز میں بولا۔ "تمہیں شاید تین جوانوں نے اغوا کیا تھا اور ساحلی علاقے کی سمت لے جا رہے تھے۔ حسب معمول میرا سب سے اہم کارڈ ماسٹر کی اپنے آدمیوں کے ساتھ تمہارا دور دور رہ کر تعاقب کر رہا تھا لیکن پھر کوئی ایسی سچویشن پیش آئی کہ اس کی شیوی فضا میں قلابازیاں کھاتی ہوئی۔۔۔"

"میری گنہگار آنکھوں نے وہ اندوہناک منظر دیکھا تھا لیکن جو لوگ میری حفاظت کر رہے تھے ان کا کیا بنا؟" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے سوال کیا۔

"ماسٹر کی اب اس دنیا میں نہیں رہا۔ وہ گاڑی سے چھلانگ لگا کر دور ہونا چاہتا تھا لیکن اس کا پیر کسی چیز سے الجھ گیا اس لیے وہ پس کر ہلاک ہو گیا۔ تین آدمیوں کی حالت بھی کچھ زیادہ اچھی نہیں ہے۔ میں نے پولیس میں باقاعدہ رپورٹ درج کرا کے تمام قانونی کارروائی مکمل کر لی ہے۔ موقف یہی اختیار کیا ہے کہ کچھ ڈاکو شیوی کے افراد کو یرغمال بنانا چاہتے تھے لیکن ناکامی کی صورت میں انہوں نے بم پھینک کر اسے تباہ کرنے کا منصوبہ بنا لیا۔ یہ بیان شیوی کے ڈرائیور نے دیا ہے جس کی حالت دوسروں کے مقابلے میں قدرے بہتر ہے۔ تم سناؤ تمہارے اوپر کیا بیتی؟ میرا خیال ہے کہ ان نوجوان نے تمہیں آسانی سے۔۔۔"

"میرا خیال ہے کہ تم میرے دفتر آ جاؤ۔ یہیں بیٹھ کر آرام سے گفتگو ہو گی۔"

ندیم نے اس سے پندرہ منٹ کے اندر پہنچنے کا وعدہ کیا' ماسٹر کی موت پر مجھے بھی دکھ ہوا۔ بلاشبہ وہ ایک دور اندیش' ذہین' قابل اعتماد اور بلا کا پھرتیلا ہونے کے ساتھ ساتھ بے پناہ صلاحیتوں کا مالک بھی تھا۔ اس کے بارے میں یہی مشہور تھا کہ وہ اپنے جسم کے ہر حصے پر بے شمار آنکھیں رکھتا تھا۔ خطرے کی

بو سی درندے کی طرح دور سے بھانپ لیتا تھا لیکن قضا کے کھیل نرالے ہوتے ہیں۔ شاید ماسٹر کی کا وقت بھی پورا ہو چکا تھا۔ فون کی گھنٹی دوبارہ بجی تو میں نے جھپٹ کر ریسیور اٹھالیا۔ دوسری جانب سراج تھا۔

"مسٹر شہباز۔ کیا آپ کو حالات کا علم ہو چکا ہے؟"

"جی ہاں۔ ابھی کچھ دیر پیشتر میں ندیم ہی سے گفتگو کر رہا تھا۔ جو حادثہ پیش آیا ہے اور جو جانیں تلف ہوئی ہیں انہوں نے ندیم جیسے آہنی عزم ارادے کے مالک کو بھی ہلا کر رکھ دیا ہے۔"

"مجھے بھی اس کا افسوس ہے۔" سراج نے ایک رسمی سا جملہ کہا۔ "میں مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کروں گا۔"

"کیا ندیم سے آپ کی بات ہو چکی ہے؟"

"جی نہیں۔ وہ اس وقت موجود نہیں ہیں' میں نے اسپتال جا کر زخمیوں کی عیادت بھی کی ہے لیکن مسٹر ندیم سے وہاں بھی ملاقات نہیں ہو سکی' میرا خیال ہے کہ شاید وہ۔۔۔"

"اس نے آنے کا وعدہ کیا ہے۔ ہو سکتا ہے دس پندرہ منٹ تک آجائے۔" میں نے خود کو صرف سیاہ شیوی تک محدود رکھتے ہوئے کہا۔ "اس کے آتے ہی میں آپ کو فون کرادوں گا۔"

"میں آپ کو ایک اہم اطلاع اور دینا چاہتا ہوں۔" سراج نے کہا پھر وہی گفتگو جو میں فون بوتھ سے کر چکا تھا دہراتا ہوا بولا۔ "اس بار جو اطلاع ملی وہ درست ثابت نہیں ہوئی البتہ کبیر داس سے ملاقات ہو گئی' سلیم شاہ بھی اس کے ہمراہ ہی تھا۔"

"سلیم شاہ اور کبیر داس!" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"مجھے خود بھی حیرت ہوئی تھی لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ اسٹیل گرے کی وہ ہٹ سلیم شاہ کی ملکیت ہے جہاں کبیر داس اکثر فرصت کے کچھ اوقات گزارنے کا عادی ہے۔"

"چیک پوسٹ والوں نے کیا بیان دیا؟"

"یہی بات تو سب سے حیرت انگیز ہے' انھوں نے بڑے وثوق سے جس گاڑی میں تین نوجوانوں کی موجودگی کی تصدیق کی ہے اس گاڑی کا نمبر وہی بتایا ہے جو آپ کے استعمال میں رہتی ہے۔"

"یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔" میں نے سنبھل کر اپنا دفاع کیا۔ "میں نے تو آج ساحل کی طرف رخ بھی نہیں کیا۔"

"پریشان نہ ہو۔" سراج نے کہا۔ "ہو سکتا ہے آپ کے دشمنوں نے آپ کو محض ملوث کرنے کی خاطر آپ کے نمبروں والی پلیٹ استعمال کی ہو۔"

"گاڑی میں چیک پوسٹ پر کل کتنے افراد کو دیکھا تھا؟" میں نے دریافت کیا۔

"وہ صحیح تعداد نہیں بتا سکے لیکن تینوں نوجوان چونکہ پوسٹ کے عملے والی سائڈ پر بیٹھے تھے اس لیے وہ ... آرہے تھے۔ چیک پوسٹ کے ایک ذمے دار شخص ... کا اظہار بھی کیا ہے کہ گاڑی میں موجود افراد کی تعداد ... چار سے کم نہیں تھی اس لیے کہ ڈرائیونگ سیٹ پر ایک ... اور بھی موجود تھا جسے وہ خود پوری طرح نہیں دیکھ سکا ... سامنے شیشے میں انٹری اسٹیکر لگا ہونے کی صورت میں ... چھان بین نہیں کرتے اوپر سے بھی یہی احکام ہیں کہ ... گاڑیوں کے صرف نمبر نوٹ کر لیے جائیں لیکن انہیں ... پریشان نہ کیا جائے۔"

میں نے اطمینان کا سانس لیا پھر سرسری طور پر معلوم ...

"گاڑی کا رنگ کیا بتایا گیا ہے؟"

"ویسا ہی جیسا آپ کی کار کا ہے لیکن اس رنگ کی ... ہزاروں گاڑیاں شہر میں موجود ہیں۔ اصل مقصد تو ... نمبر پلیٹ لگا کر پولیس کو دھوکا دینے سے تھا جس میں ... ہو گئے۔"

"جن لاشوں کے بارے میں انفارمیشن ملی تھی ان ... بنا؟"

"میرا خیال ہے ہمیں محض پریشان کیا گیا ہے ... نے کہا۔ "میں نے ہٹ کے ایک ملازم اور چوکیدار ... کچھ معلومات حاصل کی تھیں لیکن ان دونوں کا ایک ... تھا کہ سلیم شاہ صبح سے ہی ہٹ میں موجود تھا تاکہ کبیر ... استقبال کر سکے۔"

"لیکن سلیم شاہ اور کبیر داس۔۔۔"

"میں بھی اسی اہم نکتے پر سوچ رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے ... بھی کبیر داس سے ملا ہوا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ... سیاسی وجہ سے اس کے ساتھ رہتا ہو۔"

"سلیم شاہ کے کردار کے بارے میں آپ کی کیا رائے ... ہے؟"

"وڈیروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ دوسروں کی طرح ... نچلے عملے کو بھی اذیت پہنچانے سے کبھی گریز نہیں کرتا ... آدمی ہے اس کے علاوہ اسے شکاری کتے پالنے کا بھی ... ہے۔"

"دو پاؤں والے یا۔۔۔"

"میرا اشارہ دو پاؤں والوں کی ہی طرف تھا ... مند ہے۔ ویسے اگر آپ کو ناگوار خاطر نہ گزرے تو ایک ... کہوں؟" سراج نے سلسلہ کلام جاری رکھا۔ "کسی زمانے ... ماہ رخ صاحبہ بھی اس کا دم بھرتی تھیں۔"

"آئی سی۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ ... وقت میں ماہ رخ سے بات کر رہا تھا اس وقت وہ بھی ... اس نے مجھے کینہ توز نظروں سے دیکھتے ہوئے ماہ رخ ... کہ سجان شاہ کے بعد وہ اسے قبول کرے گا۔ ہو سکتا ... نے مجھے اپنا رقیب سمجھ کر جعلی نمبر پلیٹ کے ذریعے ... کی حماقت کی ہو۔"

... سکتا ہے۔" سراج نے کہا پھر رابطہ منقطع کر دیا۔

... ذہن الجھنے لگا۔ مجھے پھانسنے کی خاطر جگت نارائن نے ... منصوبہ بندی کی تھی لیکن قدرت نے مجھے بروقت ... بہرحال مجھے کبیر داس کا اس ہٹ میں سلیم شاہ کے ... ہونا بری طرح کھٹک رہا تھا۔ تمام پلاننگ یقیناً پہلے ... ہو گی۔ جس میں کبیر داس کا ذہن بھی ضرور شامل ... یہ خیال بھی آرہا تھا کہ وہ ہٹ سلیم شاہ اور کبیر داس ... پر پردہ ڈالنے کی خاطر استعمال ہوتی ہو گی اگر میرا ... درست تھا تو پھر سلیم شاہ کبیر داس کی دہری شخصیت سے ... رہا ہو گا۔

... کے آجانے سے میرے خیالات کا شیرازہ بکھر گیا۔ ... استفسار پر میں نے اپنے اغوا سے لے کر واپسی تک ... سنائی۔ سراج سے ہونے والی باتیں بھی تفصیل سے ... نہ میں نے عثمان غنی کے والد کا ذکر مناسب نہیں ...

... تمہیں وہاں سے نکالنے میں کالکا کا ساتھ شامل ...

... لگتا ہے۔ اس لیے کہ تینوں نوجوانوں کی موت حیرت ... واقع ہوئی تھی اگر ایسا نہ ہوتا تو شاید جگت ...

... کا کیا بنا؟"

"... نہیں معلوم۔" میں نے جلدی سے جواب دیا۔ ... ہی کہا تھا کہ میں فرار ہونے کی کوشش کروں' وہ اپنا ... دور کرلے گی۔"

... نے غلطی کی۔ وہ لڑکی ہمارے لیے اہم ثابت ہو سکتی ...

"... ایسا تو نہیں ہے کہ تم مجھ سے کوئی بات چھپانے کی ... رہے ہو؟"

"..." میں نے بڑی صفائی سے اپنے جھوٹ کو نباہتے ... "اس وقت میں اتنا بوکھلا گیا تھا کہ مجھے کسی بات کا ... تھا۔"

"... نے اپنا نام کیا بتایا تھا؟"

"... مگر مجھے یقین ہے کہ وہ اس کا اصلی نام نہیں ...

"ماسٹر کی اگر حادثے کا شکار نہ ہوتا تو شاید میرے آدمی اصلیت کا کھوج لگا سکتے تھے۔" ندیم نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

فون کی گھنٹی بجنی شروع ہو گئی تھی اس لیے میں نے ندیم کی بات کا جواب دینے کے بجائے ریسیور اٹھالیا۔ "شہباز خان اسپیکنگ۔"

"سر۔۔۔" دوسری جانب سے دانش کی آواز ابھری۔ "میں نے ہر کام فٹ کر دیا ہے' صرف پندرہ منٹ بعد ہمارا خواب پورا ہو جائے گا۔"

"تم نے گاڑی کون سی استعمال کی تھی؟" میں نے کسی فوری خیال سے پوچھا۔

"آپ کی گاڑی پارکنگ لاٹ ہی میں موجود ہے۔" دانش نے تیزی سے جواب دیا۔ "میں نے اسی پارکنگ لاٹ سے ایک دوسری گاڑی اڑالی تھی لیکن کسی کو اس کے بارے میں کان و کان خبر نہیں ہو گی۔"

"اس وقت کہاں سے بول رہے ہو؟"

"دفتر سے تقریباً دو میل کے فاصلے سے۔" دانش نے کہا۔ "فون کرنے کے لیے بھی میں نے ایک بوتھ ہی کا استعمال کیا ہے۔"

"میری بات غور سے سنو۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "اس گاڑی پر سے فنگر پرنٹس وغیرہ مٹانے کے بعد وہیں چھوڑ کر پارکنگ لاٹ تک پہنچنے میں جلدبازی کرو۔ اٹ از ارجنٹ۔"

میں نے ریسیور رکھا تو ندیم نے مجھے معنی خیز نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "کس کا فون تھا۔"

"دانش کا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا پھر اس مشن کی تفصیل بھی بتادی جس پر دانش کو روانہ کیا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ تم نے اچھا ہی کیا۔ بہرحال محتاط رہنا۔" ندیم نے خلاف توقع میرے ایکشن کو سراہا پھر شام کو گھر پر تفصیلی باتیں کرنے کا ارادہ کرنے کے بعد واپس چلا گیا۔

اب میرے اندر انتشار کی کیفیت سر ابھار رہی تھی۔ دانش نے مجھے جو اطلاع دی تھی وہ میرے لیے باعث مسرت تھی لیکن اس کے ساتھ ہی میں سلیم شاہ کے بارے میں بھی سوچ رہا تھا۔ یہ پہلا اشارہ تھا جو مجھے جگت نارائن تک پہنچا سکتا تھا۔ ٹھیک پچیس منٹ بعد فون کی گھنٹی بجی' میں نے ریسیور اٹھالیا دوسری جانب حسب توقع سراج ہی تھا جو بری طرح بوکھلایا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

"مگر مسٹر شہباز۔ آپ کے لیے ایک نئی اطلاع ہے۔ کسی نے بھوشن کے مرکزی بینک اور اس کی رہائش گاہ کو بم سے اڑا دیا ہے۔"

"نہیں!" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"میں جائے واردات پر روانہ ہو رہا ہوں لیکن معلوم یہی ہوا ہے کہ بم ان دونوں مقامات پر ایک ساتھ ہی باری باری شدید دھماکے سے بلاسٹ ہوئے تھے۔"

"ہو سکتا ہے اس میں ولیم پوکر کا ہاتھ ہو۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "بھوشن کی موت کے بعد اب وہ اپنا حق آسانی سے نہیں لے سکتا تھا؟ ممکن ہے یہ دھماکے اسی کی تخریبی سوچ کا نتیجہ ہوں۔"

"اور بہت کچھ بھی سوچا جا سکتا ہے۔" سراج نے قدرے معنی خیز انداز میں جواب دیا پھر رابطہ منقطع کر دیا۔

ہر چند کہ اس دھماکے میں کچھ بے گناہ بھی کام آگئے ہوں گے۔ میرا یہ فعل بھی گناہ کے زمرے میں آتا تھا لیکن مجھے وہ خبر سن کر طمانیت کا احساس ہوا تھا۔ کبھی بھوشن نے میرے بارے میں ایسے ہی کچھ پلان مرتب کیے تھے لیکن وہ کامیابی حاصل نہیں کر سکا تھا۔ میں نے اس خوشی کے موقع پر کالکا کو یاد کیا اس نے میرے سامنے آنے میں دیر نہیں لگائی لیکن اس کے چہرے پر اب مجھے وہ پہلے جیسا کروفر نظر نہیں آرہا تھا۔

"کس وچار میں گم ہو کالکا رانی؟" میں نے بھرپور طنز کیا۔

"ابھی تو اصل کھیل شروع ہوا ہے۔ ابھی سے تم اتنی پریشان کیوں ہو؟"

"شہباز خان۔ تمہیں پچھتانا پڑے گا۔" کالکا نے مجھے گیدڑ بھبکی دی۔

"میرے قریب آؤ کالکا' میرے دل میں جھانکو لیکن شاید اب تم ایسا نہ کر سکو۔"

"مجھے کس لیے یاد کیا تھا؟" اس نے مجھے کینہ توز نظروں سے گھورا۔

"اب جگت نارائن کا نمبر بہت قریب آگیا ہے۔" میں نے حقارت سے کہا۔ "ہو سکے تو اسے بچانے کی خاطر اپنی شکتی کو ضرور استعمال کرنا۔ تمہیں تو دیوی دیوتاؤں کی آشیرواد حاصل ہے۔ تم مہان ہو۔ ہاں۔ تم نے شاید ان جملوں کو کثرت سے استعمال کیا تھا۔

"بہت زیادہ اونچی اڑان کی کوشش مت کرو۔ جو چھایا ایک بار پھر تم پر مہربان ہو گئی ہے اگر وہ دوبارہ چھٹ گئی تو تمہیں پھر کالکا کے چرنوں میں سر رکھ کر جیون کی بھکشا مانگنی پڑے گی۔"

"پریشان مت ہو میرے من مندر کی مہارانی۔" میں نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے جواب دیا۔ "میں تمہیں بھولوں گا نہیں اس لیے کہ میرا اور تمہارا ساتھ تو بہت پرانا ہے۔ میں تم سے ایک آخری بار اور ملوں گا۔ شاید لیڈی مکلارنس کی اس پراسرار اور نایاب لائبریری میں جہاں تمہاری مورتی اب تمہاری آتما کی راہ دیکھ رہی ہوگی۔"

کالکا غصے سے سرخ ہو گئی۔ اس کی نگاہوں [illegible] ہونے لگے۔ اچانک اس کے ہونٹوں کو جنبش ہو[illegible] نے اپنے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کر لیے۔ وہ ہلکے [illegible] میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالے یقیناً کسی خط[illegible] جاپ کر رہی تھی لیکن پھر یکلخت ایسا محسوس ہوا [illegible] سنہرا خواب دیکھتے دیکھتے چونک اٹھی ہو۔ اس نے نظریں ہٹا کر چاروں طرف دیکھا پھر یکلخت نگاہوں [illegible] ہو گئی۔ مجھے یقین تھا کہ وہ کسی رحمانی قوت کی بوکھلا گئی تھی۔ میں نے عثمان غنی کے والد کو آواز[illegible] بزرگ کو یاد کیا لیکن دوسری جانب سے کوئی جوا[illegible] شاید ابھی خدا کے اس برگزیدہ بزرگ نے مجھے معاف نہیں کیا تھا۔

میں نے طے کر لیا تھا کہ اپنے قدموں میں ا[illegible] نہیں آنے دوں گا۔ بہرحال مجھے ایک دو ضروری [illegible] تھے۔ جگت نارائن سے اب میرے داؤ پیچ آخر[illegible] داخل ہو چکے تھے۔ میں اس راؤنڈ میں کسی [illegible] نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اپنے جانی دشمنوں کو اتنی مہلت [illegible] کرنا چاہتا تھا کہ از سرنو خود کو منظم کر سکیں۔

اس روز میں نے شام کو روزمرہ کے معمول [illegible] اسٹاف کو چھٹی دی۔ صرف میرے دونوں گارڈز [illegible] میں نے عارفہ کو فون کر کے بتا دیا تھا کہ شاید میر[illegible] رات ہو جائے۔ آٹھ بجے تک میں اپنے دفتر میں [illegible] دانش کو اوپر بلایا اور اپنے چہرے میں تھوڑی بہت [illegible] پچھلے راستے سے نیچے آگیا۔

"سر۔" دانش نے سیڑھیاں طے کرتے ہو[illegible] میں پوچھا۔ "کہاں کا پروگرام ہے؟"

"سلیم شاہ۔" میں نے مختصراً کہا۔ "میرے [illegible] جگت نارائن کی حقیقت سے واقف ہے اس [illegible] مظاہرہ نہ کرتا۔"

نیچے پہنچ کر میں لمبے لمبے قدم اٹھاتا عمارت [illegible] گیا۔ پانچ منٹ بعد دانش گاڑی لے کر سڑک پر آ[illegible]

"تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے کچھ توقف سے پوچھا۔ "کیا ماسٹر کی کے بعد ندیم نے میر[illegible] خاطر۔۔۔"

"راجو کی ڈیوٹی لگا دی گئی ہے سر۔ وہ بھی ما[illegible] ہے۔"

"میں چاہتا ہوں کہ تم کسی طرح انہیں ڈا[illegible] طرح نکل چلو کہ انہیں ہمارا سراغ نہ مل سکے۔"

دانش نے اثبات میں سر کو جنبش سی دی

جاتے جاتے اس نے گاڑی کو اچانک ہی ایک پتلی سڑک پر موڑ لیا جو شیطان کی آنت کی طرح پیچ در پیچ دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ قدم قدم پر راستے گھومتے نظر آرہے تھے یہ تھوک بازار تھا اگر شام کا وقت ہوتا تو شاید اس پتلی سڑک پر پیدل چلنا بھی آسان نہ ہوتا لیکن مارکیٹ چونکہ ساڑھے سات بجے بند ہو جاتی تھی اس لیے اس وقت ہر طرف سکون ہی سکون تھا۔ دانش ان راستوں سے یقیناً پوری پوری واقفیت رکھتا تھا۔ بار بار وہ گاڑی کو کبھی دائیں اور کبھی بائیں موڑ رہا تھا۔ پیچھے کسی دوسری گاڑی کا وجود نظر نہیں آرہا تھا پھر بیس منٹ بعد ہم دوبارہ اپنے دفتر کے قریب کھلی سڑک پر آگئے۔ گویا اب راجو کا ہم لوگوں کو تلاش کرنا ناممکن ہو گیا تھا۔ اس کے بعد سلیم شاہ کی رہائش گاہ تک پہنچنے کے لیے بھی دانش نے دوسرا راستہ اختیار کیا۔ گاڑی کی نمبر پلیٹ دانش نے پارکنگ لاٹ ہی میں تبدیل کر دی تھی۔

"ہم جو معرکہ سر کرنے جا رہے ہیں اس میں موت کا خطرہ زیادہ ہے۔"

"میرا نام دانش ہے سر۔" وہ ٹھوس لہجے میں بولا۔ "موت بھی میری روح قبض کرنے کے بعد ہی آپ تک پہنچے گی۔"

بیس پچیس منٹ بعد ہی ہم سلیم شاہ کے ڈرائنگ روم میں موجود تھے۔ اس کی رہائش گاہ پر مسلح گارڈز کی اچھی خاصی تعداد موجود تھی لیکن میں نے ایک بند لفافہ محافظ ہی کے ذریعہ اندر بھیجا تھا جس کے بعد مجھے بڑی آؤ بھگت کے ساتھ ڈرائنگ روم تک پہنچا دیا گیا۔ لفافے کے اندر جگت نارائن کا وہی سکہ موجود تھا جو میں نے ایک دشمن کی لاش سے حاصل کیا تھا۔

ڈرائنگ روم میں ہمیں زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ سلیم شاہ نے ملاقات کرنے میں خاصی عجلت کا مظاہرہ کیا تھا۔ ڈرائنگ روم کے دروازے پر پہنچتے ہی اس نے اپنے آدمیوں کو گیٹ تک محدود رہنے کا حکم جاری کیا تھا۔

"فرمایئے؟" اس نے ہم دونوں کو باری باری دیکھا۔ "میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"مہاراج نے آپ کو فوری طور پر یاد کیا ہے۔" میں نے بدلی ہوئی آواز میں کہا۔ "انہوں نے فون نہیں کیا اس لیے کہ شبہ کی بنا پر اب حکومت ان کے رہائشی اور کاروباری فون نمبروں پر آنے جانے والی کالوں کو ٹیپ کرا رہی ہے۔ مہاراج کو پورا وشواس ہے کہ اس سازش میں بھی اس ڈپٹی کا ہاتھ ہوگا جو شہباز خان کا دوست بھی ہے۔"

"شہباز خان اور وہ معمولی ڈپٹی۔" سلیم شاہ نے مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے کہا۔ "کبیرداس جی نے روک رکھا ہے ورنہ اب تک میرے آدمی ان دونوں کا صفایا کر چکے ہوتے اور کسی کو کان و کان بھنک بھی نہ ملتی۔"

"ڈپٹی زیادہ خطرناک آدمی ہے۔" مجھے بروقت سوجھ گئی۔ "ہٹ پر آپ کو اور مہاراج کو ایک ساتھ دیکھنے کے بعد سے ہی مہاراج کی کالیں ٹیپ کرائی جا رہی ہیں۔"

"آپ لوگ چلیں۔" وہ اٹھتا ہوا بولا۔ "مہاراج سے کہیں کہ میں آرہا ہوں۔"

ہمارے پاس واپسی کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ سلیم شاہ کو اس وقت مار لینا بہت آسان تھا لیکن اس کی محل نما کوٹھی سے زندہ بچ نکلنا اتنا ہی دشوار تھا چنانچہ ہم نے ہاتھ باندھ کر اجازت چاہی اور عمارت سے باہر آگئے۔

"اب کیا ہوگا۔" میں نے کہا۔ "اگر سلیم شاہ نے کسی ذریعے سے کبیرداس سے ہمارے بارے میں تصدیق کر لی تو۔۔۔؟"

"اس کے فرشتے بھی ہمارا سراغ نہیں لگا سکیں گے۔" دانش نے کہا پھر تقریباً ایک فرلانگ دور آنے کے بعد اس نے گاڑی اس طرح ایک جانب موڑ کر دیوار سے لگا کر پارک کر دی کہ وہ کسی کی نظر میں نہیں آسکتی تھی۔ اس کے بعد میں گاڑی سے نیچے اترنے لگا تو اس نے تیزی سے پوچھا۔

"سر۔۔۔ یہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

"تم بھی آجاؤ لیکن کیل کانٹے سے لیس ہو کر۔" میں نے مدھم آواز میں کہا پھر سڑک پر جا کر فٹ پاتھ پر پہنچ کر رک گیا۔

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں سر۔ اس میں تو خطرہ ہی خطرہ ہے۔"

"اور خطرے کا دوسرا نام ہے موت۔" میں معنی خیز انداز میں مسکرایا۔ "کیا تم بھول رہے کہ مہاراج نے ہمیں کیا حکم دیا تھا۔ یا تو ہم سب ساتھ اپنی گاڑی میں وہاں پہنچیں یا پھر سلیم شاہ کی شاندار کار ہمارا بوجھ برداشت کرے۔"

"او۔ یہ گریٹ سر۔" دانش نے کہا۔ "یہ زیادہ مناسب طریقہ ہوگا۔"

پھر وہی ہوا جو میں نے سوچا تھا۔ داہنے جانب سے آنے والی سلیم شاہ کی کار ہمارے قریب پہنچ کر رک گئی۔

"تم لوگ؟" اس نے ہمیں گھورا۔ "یہاں کیوں کھڑے ہو اور تمہاری کار؟"

"مہاراج کا حکم تھا کہ ہم کسی ایک ہی گاڑی میں سفر کریں۔" میں نے نہایت ادب سے جواب دیا۔ "ویسے آپ چاہیں تو ہمیں چھوڑ کر بھی جا سکتے ہیں۔ کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ملاقات تو آپ کو مہاراج ہی سے کرنی ہے۔"

"اندر آجاؤ۔" سلیم شاہ میرے جواب سے مطمئن ہو گیا تھا۔ "دانش نے ڈرائیور کے برابر جگہ سنبھال لی اور میں سلیم شاہ کے ساتھ بیٹھ گیا۔

مجھے حیرت تھی کہ سلیم شاہ کے ساتھ اس وقت کوئی گارڈ

نہیں تھا پھر اس کی وجہ بھی میری سمجھ میں آگئی' وہ کبیرداس اور اپنے بارے میں شاید زیادہ تشہیر نہیں چاہتا تھا۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"مہاراج کو اس روز لڑکی اور شہباز خان والے معاملے پر سخت غصہ ہے۔ مرنے والے تینوں نوجوان مہاراج کے خاص سیوک شمار کیے جاتے تھے۔"

"تمہیں یہ بات کس نے بتائی۔" سلیم شاہ چونکا۔

"دراصل ہم دونوں بھی مہاراج کے نمک حلال سیوک ہیں۔ اس کے علاوہ گرودیو اس لڑکی کے گم ہوجانے پر بھی بہت لال پیلے ہورہے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" سلیم شاہ نے حیرت کا اظہار کیا۔ "کیا وہ لڑکی ابھی تک وہاں نہیں پہنچی؟"

"پہنچ گئی ہوتی تو مہاراج کو اس کے نام پر ایک سکہ نکال کر الگ نہ رکھنا پڑتا۔" میں نے دبی زبان میں کہا۔ میں نے شروع ہی سے اپنا لب ولہجہ بدل رکھا تھا۔

"کون ہو تم لوگ؟" سلیم شاہ سکے کے نام پر کسمسا کر رہ گیا۔

"تم نے اچھا کیا سلیم شاہ کے کبیرداس اور جگت نارائن کے فرق کو جلد ہی واضح کردیا۔" میں نے انتہائی پھرتی سے اپنا آٹومیٹک نکال کر اس کا رخ سلیم شاہ کی کھوپڑی کی جانب کرکے سرد لہجے میں کہا۔ "اب یہ بھی بتادو کہ کیا تم بھی جگت نارائن کے جرائم میں برابر کے شریک ہو؟"

"سر" دانش کی آواز ابھری۔ "میں نے ڈرائیور کو کنٹرول کرلیا ہے۔ یہ کوئی حماقت نہیں کرے گا۔" اس نے بھی حیرت انگیز طور پر اپنی آواز بدل لی تھی۔

"غلط خیال ہے تمہارا۔" سلیم شاہ نے الٹی ہوئی بساط کے رخ کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "میں جگت نارائن کے ساتھ صرف لڑکیوں کے معاملے میں۔"

"پھر سوچ لو سلیم شاہ۔" میرا لہجہ اور سفاک ہوگیا۔ "ہوسکتا ہے تمہیں کچھ اور بھی یاد آجائے۔"

"تم جو چاہے سمجھ لو۔" وہ تلملا کر بولا۔ "اگر میں چاہتا تو جگت نارائن کے سلسلے میں بھی زبان نہ کھولتا اور تم جو کوئی بھی ہو' تمام زندگی میری زبان نہیں کھلوا سکتے۔ ویسے میرا خیال ہے کہ تمہارا تعلق بھی سراج کے محکمے سے ہے لیکن یہ غلط فہمی دل سے نکال دو کہ تمہارا ڈپٹی یا پولیس کا محکمہ میرے اوپر ہاتھ ڈالنے کی حماقت کرے گا۔"

"بعض خیالات محض خواب بن کر رہ جاتے ہیں۔" میں نے اس پر گہرا طنز کیا۔

"ڈرائیور گاڑی روک دو۔" سلیم شاہ نے کرخت لہجے میں کہا اور اس کے حکم کے ساتھ ہی ڈرائیور نے اپنی جان کی پروا نہ کرتے ہوئے گاڑی روک دی۔ میں کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہتا تھا چنانچہ میرا پستول کا دستہ برق رفتاری سے سلیم شاہ کی کنپٹی پر پڑا اور اس کی گردن ایک جانب ڈھلک گئی۔ وہ خاصی دیر کے لیے بے ہوش ہوچکا تھا۔ دانش نے بھی جلدی میں میرے ایکشن کاری ایکشن دکھادیا۔ اب وہ دونوں بے ہوش ہوچکے تھے۔

"اب کیا حکم ہے؟" دانش نے سرسراتی آواز میں پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ انہیں اسی حالت میں چھوڑ دیا جائے۔" میں نے جواب دیا پھر تیزی سے نیچے اتر آیا۔ دانش نے بھی میری پیروی کی تھی لیکن گاڑی سے نکلنے سے پیشتر میں نے منی ٹیپ ریکارڈر پر ٹیپ شدہ وہ کیسٹ جس میں ہماری گفتگو ریکارڈ ہوچکی تھی رومال سے پکڑ کر نکالا اور سلیم شاہ کی جیب میں ڈال دیا۔

"تم گاڑی کے پاس پہنچو۔" میں نے دانش سے کہا۔ "اگر اس کے آدمی یا کوئی اور پارٹی گاڑی کو یہاں سے ہٹانے کی کوشش کرے تو تم ان دونوں کو گاڑی سمیت اڑا سکتے ہو۔"

"آپ کہاں جارہے ہیں؟"

"میری فکر مت کرو۔ میں جلد ہی تمہارے پاس واپس آنے کی کوشش کروں گا۔ میرا انتظار کرنا۔" میں دانش کو ضروری ہدایت دینے کے بعد تیزی سے پلٹ کر دوسرے مین روڈ پر گھوم گیا پھر کوئی دس منٹ بعد ہی میں ایک ٹیلی فون بوتھ سے سراج سے گفتگو کررہا تھا۔ اس وقت میں نے ویم پو کر کے لہجے میں سراج سے کہا تھا۔

"تمہارے لیے ایک اہم اطلاع ہے ڈپٹی۔ سلیم شاہ اور جگت نارائن ایک دوسرے سے بخوبی واقف ہیں جس کی تصدیق تم ساحلی علاقے میں اسٹیل گرے کلر کی ہٹ میں بھی کرچکے ہو۔ اس وقت میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ سلیم شاہ اور اس کا ڈرائیور بے ہوشی کی حالت میں اپنے گھر سے ایک فرلانگ کے فاصلے پر کار میں پڑے ہیں۔ سلیم شاہ کی جیب سے تمہیں ایک ٹیپ شدہ آڈیو کیسٹ بھی ملے گا جس میں ہماری گفتگو موجود ہے۔ گفتگو میں سلیم شاہ نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ اس کے اور جگت نارائن کے درمیان صرف عیاشی کا تعلق ہے۔ تم اس کیسٹ سے فائدہ اٹھا سکتے ہو لیکن جلدی کرو۔ ورنہ ہوسکتا ہے کہ وہ گاڑی وہاں سے ہٹادی جائے۔"

"تم یہ سب کیوں کررہے ہو؟" سراج نے سوال کیا۔

"بھوشن اور جگت نارائن ملے ہوئے تھے۔ شاید جگت نارائن ہی نے مجھے جائداد سے محروم کرنے کی خاطر بھوشن کے مرکزی بینک اور رہائش گاہ کو بم بلاسٹ کے ذریعے اڑادیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے اس کے آدمی دھماکا کرنے سے پہلے قیمتی اشیا اور نقدی پہلے ہی نکال چکے ہوں۔"

"تم اگر سلطانی گواہ بن جاؤ تو میں تمہیں قانون سے رہایت دلوانے کا وعدہ کرتا ہوں۔"

"سوری' ڈپٹی۔ میں اب تمہارے وطن میں ایک دو دن سے زیادہ قیام نہیں کروں گا۔ ویسے ہوسکتا ہے کہ جانے سے پہلے میں جگت نارائن یا کبیرداس سے بھی اس کی کمینگی کا حساب چکتا کرجاؤں۔"

میں نے کچھ سوچ کر کہا پھر بوتھ سے نکل کر تیز تیز قدم اٹھاتا اپنی گاڑی تک پہنچا جہاں دانش بڑی بے صبری سے میرا منتظر تھا۔ سلیم شاہ کی گاڑی ہماری نگاہوں سے دور نہیں تھی پھر میں وہاں اس وقت تک رکا رہا جب تک سراج اور اس کی ٹیم نے پہنچ کر مطلوبہ کار کے اطراف گھیرا انہیں ڈال دیا تھا۔"

حسب توقع اسی رات مجھے سراج کا فون ملا۔ بڑے الجھے ہوئے انداز میں سلیم شاہ کے سلسلے میں وہ مجھے تمام حالات تفصیل سے سناتا رہا پھر جب اس نے اپنا سلسلہ ختم کیا تو میں نے قدرے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"مسٹر سراج۔ آپ ایک ذمے دار' محنتی اور دیانت دار افسر ہیں۔ اکثر وبیشتر حکومت نے آپ کو کارہائے نمایاں انجام دینے پر انعام واکرام سے نوازا ہے۔ محکمہ جاتی طور پر بھی آپ کئی پولیس میڈل حاصل کرچکے ہیں پھر ہمیشہ مجھ سے ہی ہر کیس کیوں ڈسکس کرتے ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ شہر میں ہونے والی ہر چھوٹی بڑی واردات میں آپ کو میرا ہی ہاتھ نظر آتا ہو۔"

"پلیز مسٹر شہباز۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔ "میں اس وقت بری طرح الجھا ہوا ہوں۔ سلیم شاہ حراست میں ہونے کے باوجود کسی زخمی درندے کی طرح چیخ چلا رہا ہے۔ پولیس کے اعلیٰ افسروں کو بھی مغلظات بک رہا ہے۔ اس کے آدمی سیکڑوں کی تعداد میں باہر دھرنا جمائے بیٹھے پولیس کے خلاف نعرے لگا رہے ہیں۔ لا اینڈ آرڈر کی سچویشن بڑی نازک ہوگئی ہے۔"

"سلیم شاہ کا مطالبہ کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اس نے صرف ایک ہی رٹ لگا رکھی ہے کہ اسے کسی سازش کے تحت دھوکے سے پھانسا گیا ہے اس لیے غیر مشروط طور پر فوری رہا کیا جائے۔"

"اور وہ ٹیپ جو آپ کے بیان کے مطابق اس کی جیب سے برآمد ہوئی ہے؟" میں نے کچھ سوچ کر دریافت کیا۔ "اس کے بارے میں وہ کیا کہتا ہے؟"

"اس نے جو موقف اختیار کیا ہے وہ بھی وزن رکھتا ہے۔"

"وہ کیا؟"

"سلیم شاہ کا کہنا ہے کہ دو نقاب پوشوں نے اسے راستے میں گن پوائنٹ پر روکا تھا اسے وہ گفتگو ان کے حکم کے بموجب اور اپنی جان کے خطرے کی وجہ سے کرنی پڑی تھی۔ اس کا ارادہ تھا کہ خطرہ ٹل جانے کے بعد وہ ازخود پولیس کو حالات سے باخبر کرے گا لیکن نقاب پوشوں نے اسے اور اس کے ڈرائیور کو ریوالور یا پستول کے دستے مار کر بے ہوش کردیا تھا۔"

"آئی۔ سی۔" میں نے دل ہی دل میں سلیم شاہ کے خودساختہ بیان کو سراہتے ہوئے کہا۔ "آپ نے کہا ہے کہ ویم پو کر نے آپ کو فون کیا تھا۔"

"جی ہاں۔"

"ہوسکتا ہے کہ میرا اندازہ غلط ہو لیکن میرا خیال ہے کہ سلیم شاہ غلط بیانی سے کام لے رہا ہے۔ آپ ازخود ساحلی علاقے کی ہٹ پر سلیم شاہ اور کبیرداس کو ایک ساتھ دیکھ چکے ہیں جس سے ان دونوں کے درمیان عیاشی کا تعلق بہرحال ثابت ہوجاتا ہے۔" میں نے بڑی خوبصورتی سے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ "ویم پو کر کو بھوشن کا مرکزی بینک اور رہائش گاہ بم کے ذریعے اڑا دینے کے بعد یقیناً جگت نارائن کی تلاش ہوگی۔ ممکن ہے کسی طرح اسے بھی ساحلی علاقے پر سلیم شاہ اور اس کی ملاقاتوں کا علم ہوگیا ہو اور اس نے سلیم شاہ کی زبان سے سچ اگلوانے کے بعد اسے ڈرائیور سمیت بے ہوش کردیا ہو۔"

"آپ کا خیال بھی درست ہوسکتا ہے لیکن وہ ٹیپ مجھے بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔" سراج نے الجھتے ہوئے کہا۔ "وہ ٹیپ کبیرداس کو سنوانے کے بعد زیادہ آسانی سے بے نقاب کیا جاسکتا تھا۔"

"درست فرمایا آپ نے۔" میں نے جواب دینے میں دیر نہیں کی۔ "لیکن ہوسکتا ہے کہ یہ ذمے داری اس نے پولیس کو سونپنے کی کوشش کی ہو۔"

"لیکن میں فی الحال کیا کروں؟ اوپر سے یہی ہدایت مل رہی ہے کہ سلیم شاہ اور اس کے ڈرائیور کو رہا کردیا جائے۔" سراج نے یقیناً تلملا کر کہا تھا۔ "صرف زبانی گھوڑے دوڑ رہے ہیں۔ تحریری طور پر کوئی آرڈر نہیں دیا جارہا۔ میرا خیال ہے کہ آپ میری پوزیشن سمجھ رہے ہوں گے؟"

"جی ہاں۔ ویسے ایک صورت ممکن ہوسکتی ہے کہ آپ سلیم شاہ کو دو معزز گواہوں کی موجودگی میں ذاتی مچلکے پر رہا کردیں۔"

"ایسی صورت میں تو وہ حرامزادہ سب سے پہلے جگت نارائن کو صورت حال سے آگاہ کردے گا۔"

"آپ یہ بات سوچنے میں حق بجانب ہیں لیکن میری چھٹی حس یہ کہتی ہے کہ اب کبیرداس کی جان کو زیادہ خطرہ لاحق ہوچکا ہے۔" میں نے اپنے جملے پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "اگر

پ-س سے کوئی کارروائی نہ کی تو ہوسکتا ہے کہ خود ویم ہوکر اپنے حصے سے محروم ہوجانے کے بعد جگت نارائن یا کبیرداس کو بھی زندگی سے محروم کردے۔"

"بالکل یہی نکتہ میرے ذہن میں بھی کلبلا رہا ہے۔" سراج نے تیزی سے کہا۔ "اسی غرض سے میں سلیم شاہ کو ذاتی مچلکے پر بھی رہا کرنے سے ہچکچا رہا ہوں۔"

"کیا آپ نے آئی جی یا نئے ڈی آئی جی سے بات کی تھی؟"

"جی ہاں لیکن انہوں نے بڑی خوبصورتی سے یہ معاملہ میری صوابدید پر چھوڑ دیا ہے۔"

"کیا آپ سلیم شاہ کا بیان کسی مجسٹریٹ کی موجودگی میں۔۔۔"

"میں اس کی کوشش بھی کر چکا ہوں لیکن باہر لوگوں کا ہجوم بڑھتا جارہا ہے۔ وہ نہ کسی کو اندر آنے دے رہے ہیں نہ باہر نکلنے دیتے ہیں۔ مجھے تو اس بات پر بھی حیرت ہے کہ سلیم شاہ کے ان کمبخت مریدوں کو اس کے حراست میں لیے جانے کا علم کس طرح ہوگیا۔"

"ممکن ہے آپ کے سامنے کبیرداس سے اپنے تعلقات کے بے نقاب ہوجانے کے بعد خود سلیم شاہ نے یہ سارا ڈراما رچایا ہو۔"

"سب کچھ سوچا جاسکتا ہے لیکن اس وقت مجھے کوئی ایک فیصلہ فوری طور پر کرنا ہے۔ تصادم یا ذاتی مچلکہ۔ اسی کی خاطر میں نے آپ سے مشورہ لینا ضروری سمجھا ہے۔"

"صورت حال اگر زیادہ نازک ہوگئی ہے تو پھر ایک ہی طریقہ ممکن ہے۔" میں نے توقف سے جواب دیا۔ "آپ اسے ذاتی مچلکے پر رہا کردیں اور اپنے مخصوص اور قابل اعتماد آدمیوں کو اس کی نگرانی پر لگادیں۔"

"اس سے کیا فائدہ ہوگا؟"

"سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ آپ کو وقتی طور پر ہی سہی لیکن کسی متوقع تصادم کی صورت سے نجات مل جائے گی۔"

"ٹھیک ہے۔" سراج نے تھکے ہوئے لہجے میں جواب دیا پھر گفتگو کا سلسلہ منقطع کردیا۔

سلیم شاہ یقیناً خاصے مضبوط اعصاب کا مالک تھا جو اس نے اپنے بچاؤ کی خاطر ایک ایسا بیان دیا تھا جس کی صحت سے مکمل طور پر روگردانی بھی نہیں کی جاسکتی تھی۔ وہ خاصی دور تک اثر و رسوخ رکھنے کے علاوہ بذات خود بھی صاحب حیثیت شخص تھا۔ کسی ایسے شخص کو حوالات میں بند رکھنا کسی بھی پولیس افسر کے لیے ممکن نہیں تھا۔ بصورت دیگر اسے اپنی فرض شناسی کی پاداش میں ملازمت سے برطرف بھی کیا جاسکتا تھا۔

دوسری صبح میں ناشتے سے فارغ ہوکر دفتر جانے کے لیے باہر نکلا تو ندیم لان پر میرا منتظر تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بالکل سپاٹ ہی نظر آرہے تھے۔ میں اس کے قریب گیا تو اس نے بغیر تمہید کے کہا۔

"سلیم شاہ کی موت اب ایک فتنے کو جنم دے سکتی ہے۔"

"سلیم شاہ کی موت!" میں حیرت سے اچھل پڑا۔

"ہاں۔ ذاتی مچلکے پر رہا ہوکر وہ لوگوں کے ہجوم کے درمیان سے سینہ تانے گزر رہا تھا کہ اس کے مرید خوشی سے دیوانے ہوکر سڑک پر رقص کررہے تھے، پولیس کے خلاف ہائے ہائے کے نعرے لگا رہے تھے لیکن ان کی خوشیاں زیادہ دیر تک برقرار نہ رہ سکیں، ہجوم ہی سے ایک شخص نے سامنے آکر اپنے ریوالور کا پورا چیمبر سلیم شاہ کی چوڑی چھاتی پر خالی کردیا۔ کسی طبی امداد کی فراہمی سے پہلے ہی اس نے دم توڑ دیا تھا۔"

"اور قاتل؟"

"اپنا کام انجام دینے کے بعد اس نے بھی زہریلا کیپسول چبا کر خودکشی کرلی۔ اس کی جیب سے بھی جگت نارائن کا مخصوص نشان سکے کی صورت میں برآمد ہوا ہے۔"

"گویا اب جگت نارائن نے اپنے راستے کا آخری کانٹا بھی نکال پھینکا ہے۔"

"پروفیسر ابرار کے فارمولے کے سلسلے میں تمہاری کالکا دیوی کے کیا ارادے ہیں؟" ندیم نے رخ بدل کر سوال کیا۔ وہ اس وقت کچھ زیادہ ہی سنجیدہ نظر آرہا تھا۔

"ایک موقع پر اس نے مجھے چیلنج کیا تھا کہ پروفیسر جس فارمولے کی تیاری میں مصروف ہے یا تو وہ اسی کے ہاتھ لگے گا یا پھر کسی کے کام کا نہیں رہے گا۔"

"تم نے اس بات سے کیا نتیجہ اخذ کیا؟"

"یہی کہ پروفیسر کے سر پر خطرے کی جو تلوار منڈلا رہی ہے وہ کسی وقت اس کی شہ رگ تک بھی پہنچ سکتی ہے۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔ "کالکا اس فارمولے کو حاصل کرنے کی خاطر کوئی قدم بھی اٹھا سکتی ہے۔"

"پروفیسر ابرار کی شخصیت ہمارے ملک اور قوم کے لیے ایک قیمتی اور انمول اثاثہ ہے جس کی حفاظت کرنا ہماری ذمے داری ہے۔" ندیم نے جواب دیا۔ "میں نے اس کی حفاظت کی خاطر خاصے معقول اور موثر انتظام کردیے ہیں لیکن اس کے باوجود کالکا کی طاغوتی قوت کوئی بھی گل کھلا سکتی ہے۔"

ندیم سے گفتگو کرنے کے بعد میں دفتر پہنچا تو کالکا وہاں پہلے سے موجود تھی۔

"تم؟" میں اسے دیکھ کر چونکا۔ "میرا خیال تھا کہ پچھلی ملاقات کے بعد تم میری صورت دیکھنا بھی گوارہ نہیں کروگی۔"

"سمے اگر بیت جائے تو پھر کوئی شکتی اسے واپس نہیں لاسکتی۔"

"میں نے یہ فلسفہ کسی کتاب میں پڑھا تھا۔" میں نے استہزائیہ انداز میں کہا تو کالکا کے تیور بدل گئے۔

"سینے پر بم باندھ کر جب کوئی شخص اپنے کسی دشمن سے ٹکراتا ہے تو وہ اپنے انجام سے بھی بے خبر نہیں ہوتا۔"

"آج تم خاصی دلچسپ باتیں کررہی ہو۔"

"ہمارے درمیان دوستی کا سمبندھ پھر قائم ہوسکتا ہے۔" اس نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔

"اس کے لیے شاید مجھے تمہارے چرنوں میں جھکنا ہوگا۔" میں نے دوبارہ اس کا مذاق اڑایا۔

"منش کے جیون میں اس کی اپنی جان سے زیادہ کوئی چیز بھی سندر نہیں ہوتی۔" اس نے معنی خیز انداز میں جواب دیا۔ "جو لوگ جان بوجھ کر جلتی آگ میں چھلانگ لگادینے کی حماقت کرتے ہیں ان کے پاس پھر سوچنے کا سمے باقی نہیں رہتا۔ جل بھن کر کوئلہ بن جاتے ہیں۔"

"مطلب کی بات کرو کالکا رانی۔" میں مسکرایا۔ "دوستوں کے درمیان معموں میں لچھے دار باتیں کچھ اچھی نہیں لگتیں۔"

جواب میں اس نے مجھے غور سے دیکھا۔ کچھ دیر کسی خیال میں مستغرق رہی پھر سپاٹ لہجے میں بولی۔

"تم، پروفیسر اور میرے بیچ سے ہٹ جاؤ۔ میں جگت نارائن کو تمہارے حوالے کردوں گی۔"

"جگت نارائن۔ یا کبیرداس؟" میں نے تیکھے انداز میں دریافت کیا۔

"ایک ہی بات ہے۔" اس نے ٹھوس الفاظ استعمال کیے۔

"سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ میں تمہاری اس پیشکش پر خوشی کا اظہار کروں یا حیرت کا۔" میں نے کالکا کو سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے کہا پھر وضاحت کرتے ہوئے بولا۔ "جب جگت نارائن ہی جہنم رسید ہوجائے گا تو پھر تم اس فارمولے کا کیا کروگی؟"

"یہ سوچنا میرا کام ہے۔ تمہارا نہیں۔"

"اور اگر میں تم سے پروفیسر ابرار اور جگت نارائن کے تبادلے والی بات ماننے سے انکار کردوں تو؟"

"پھر ایسا طوفان آئے گا جسے کوئی نہیں روک سکے گا۔" وہ خطرناک لہجے میں بولی۔ "مجھے اپنا انجام معلوم ہے لیکن اس سے پہلے میں اپنا کام ختم کرکے دیوی دیوتاؤں کا آشیرباد ضرور حاصل کروں گی۔ مجھے کوئی شکتی بھی نہیں روک سکتی۔ تمہاری وہ سفید چمڑی والی پاگل بڑھیا بھی نہیں اور وہ بھی نہیں جو تمہاری سہائتا۔۔۔"

کالکا اپنا جملہ پورا نہیں کرسکی۔ وہ اس طرح چونکی تھی جیسے چھت اس کے سر پر گرنے والی ہو، اس نے مجھے خونخوار نظروں سے دیکھا پھر پلک جھپکتے میں نگاہوں سے اوجھل ہوگئی۔ میں نے چاروں طرف دیکھا۔ بظاہر کوئی اور موجود نہیں تھا لیکن میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ کوئی رحمانی قوت تھی جو کالکا کو باربار مجھ سے علیحدہ کررہی تھی۔ میرے دل کی دھڑکن تیز ہونے لگی۔

✺ ——— ✺ ——— ✺

میں دفتر سے اٹھ کر گھر جانے لگا تو میرے ذہن میں صرف ایک ہی خیال گونج رہا تھا۔ "جگت نارائن کا مکمل خاتمہ۔" کالکا نے پروفیسر کے حوالے سے فارمولے کی جو بات کی تھی اس کی پشت پر یقیناً جگت نارائن ہی کا ہاتھ شامل ہوسکتا تھا اگر کالکا کو ازخود اس فارمولے کو حاصل کرنا ہوتا تو شاید وہ اسے مارگریٹ کے درمیان میں آنے سے پہلے ہی اپنی مہان شکتی کے ذریعے حاصل کرلیتی۔

سلیم شاہ بھوشن کے بینک اور اس کی رہائش کی بات اور تھی۔ سراج بھی اتنا بچہ نہیں تھا اس نے یقیناً مجرم یا مجرموں کو گرفتار کرنے کی خاطر دھرم آشرم کے اطراف سادہ لباس والوں کا جال بچھا رکھا ہوگا لیکن میں نے طے کرلیا تھا کہ خواہ میرے ساتھ کچھ بھی ہو میں دھرم آشرم کو راکھ کا ڈھیر بنا کر ہی دم لوں گا۔ دانش میرے ہمراہ تھا۔ اس نے بھوشن کے مرکزی بینک اور رہائش گاہ کے علاوہ بھی میری جان بچانے کی خاطر کئی کامیاب دھماکے کیے تھے۔ میں اس کی صلاحیتوں کو ایک آخری موقع اور دینا چاہتا تھا۔ ابھی میرے اوپر ماسٹر کی موت کا قرض بھی باقی تھا۔ میں اپنے ذہن میں جگت نارائن کو ختم کرنے کی اسکیم مرتب کررہا تھا کہ دانش نے اچانک گاڑی سڑک کے کنارے کرکے روک لی۔

"کیا بات ہے؟" میں نے چونک کر دریافت کیا۔

"اگلا ٹائر تبدیل کرنا ہوگا۔" وہ نیچے اترتے ہوئے بولا۔ "شاید پنکچر ہوگیا ہے۔"

میں اپنی جگہ پوری طرح محتاط ہوگیا اگر میرے دشمن میرے تعاقب میں تھے تو وہ اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ میں نے سیٹ کے نیچے ہاتھ ڈال کر اس بٹن کو آن کیا جس کے ساتھ ایک پتلا سا قبر نما خانہ نکل کر باہر آگیا۔ اس میں وہ خودکار اور خطرناک ترین رائفل موجود تھی جو دشمنوں کے لیے موت کا پیغام اگلنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھی۔ میں اپنے اطراف اور عقب میں نظر گھمارہا تھا کہ اچانک میرے کان میں عثمان غنی کی آواز گونجی۔

"پریشان مت ہو میرے عزیز۔ جو کچھ ہوا ہے میرے اشارے پر ہوا ہے۔ دانش کو ٹائر تبدیل کرنے میں کچھ وقت تو لگے گا۔"

"لیکن آپ نے ایسا کیوں کیا؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"دھرم آشرم نہیں صرف جگت نارائن میرے عزیز۔" اس نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ "میں تمہاری مدد کرنے کو تیار ہوں۔"

"میں اسے اپنی خوش قسمتی تصور کروں گا لیکن گرو کے ساتھ اس کے چیلے بھی شیطان ہی کی صف میں شمار کیے جائیں گے۔"

"نہیں۔ جو ہم جانتے ہیں وہ تم نہیں جانتے اور ہم جانتے ہیں کہ جگت نارائن کو اس کے سیوک صرف اگلا بھگت کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ وہ صرف کبیرداس سے واقف ہیں۔ اس کی زندگی کا دوسرا رخ ابھی تک آٹھ دس آدمیوں کے سوا اور کسی کو نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اسلام بھی اجازت نہیں دیتا کہ کسی بھی مذہب کے لوگوں کو اس وقت سے پہلے چھیڑا جائے جب تک وہ اسلام دشمن سرگرمیاں نہ اختیار کر لیں۔ ایسی صورت میں جہاد کا حکم ہے مگر موجودہ صورت میں صرف کبیرداس کے بت کو ڈھا دینے سے ہی جب مسئلہ حل ہو سکتا ہے تو بلاوجہ دوسروں کا خون بہانے سے کیا حاصل ہوگا۔"

"لیکن دھرم آشرم کے چاروں طرف پولیس کا پہرہ ہوگا اور دھرم آشرم کے رکھوالے بھی اب کھلی آنکھ سے ہر ایک کا ایکسرے کر رہے ہوں گے۔"

"ہمیں یہ بھی علم ہے میرے عزیز! لیکن سوچو اگر عثمان غنی تمہیں دوسروں کی نظریں بچا کر گناہ کی دلدل تک لے جا سکتا ہے تو کیا میں تمہیں بت شکن بنانے کی سعادت بھی حاصل

نہیں کر سکتا۔" اس کی آواز میں بہت گہرا طنز تھا۔ "اس کام میں تمہیں تنہا میرے ساتھ چلنا ہوگا۔"

میں نے اس نیک دل انسان کے ساتھ بحث نہیں کی اور دانش کو وہیں رکنے کی تاکید کر کے دھرم آشرم کی سمت روانہ ہو گیا جہاں حسب توقع باوردی پولیس والوں کے علاوہ سادہ لباس والے بھی گھیرا تنگ کیے ہوئے تھے۔ میں ان میں سے کئی افراد سے واقف تھا۔ دھرم آشرم کے داخلی دروازے سے اندر داخل ہونے والوں کو پوری احتیاط سے چھان پھٹک کے بعد ہی اندر جانے کی اجازت دی جا رہی تھی لیکن اس نیک دل انسان نے میرا ہاتھ تھام رکھا تھا اس لیے مجھے اس کمرے تک پہنچنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی جہاں کبیرداس اتفاق سے اس وقت تنہا بیٹھا کسی سے فون پر بات کر رہا تھا۔ میں اس کی پشت پر پہنچ گیا تو میرا ہاتھ چھوڑ دیا گیا۔ میں نے اپنا پستول نکال لیا۔ کبیرداس فون ختم کر کے گاؤ تکیے کے سہارے کمر سیدھی کرنا چاہتا تھا لیکن میری آواز سن کر ہڑبڑا گیا۔

"تم۔" اس نے مجھے تیز نظروں سے دیکھا پھر خود پر قابو پاتے ہوئے بولا۔ "تمہیں اندر آنے کی اجازت کس نے دی، یہ سمے میرے آرام کا ہے۔"

"بہت آرام کر چکے کبیرداس اب تھوڑی سی تکلیف بھی برداشت کر لو۔" میں نے پستول تان کر سرد لہجے میں جواب دیا۔ "تمہارے دن پورے ہو چکے ہیں۔"

"پرنتو میں نے کیا پاپ کیا ہے۔" وہ بدستور سلجھے ہوئے لہجے میں بولا۔

"کیا اب بھی تم خود کو جگت نارائن ماننے کو تیار نہیں ہو گے۔" میں نے اسے حقارت سے گھورتے ہوئے کہا۔ "آخری وقت میں تو انسان خدا سے اپنے گناہوں کی توبہ کرتا ہے۔ کیا تم ابھی تک راکشس کے خول سے باہر نہیں نکلو گے۔"

"اس کھلونے کو ہاتھ سے پھینک دو بالک۔" وہ حقارت سے بولا۔ "یہ میرا دھرم آشرم ہے، یہاں کیول میرا حکم چلتا ہے۔"

"وہ سمے اب بیت گیا جگت نارائن۔ اب کوئی شکتی تمہارے اور نرکھ کے راستے میں نہیں آئے گی۔"

جگت نارائن، کبیرداس نے ہاتھ سے ایک مخصوص سگنل دیا۔ شاید اس کے خفیہ گارڈز اس وقت بھی کسی جگہ چھپے اس کی حفاظت پر مامور تھے لیکن میں جانتا تھا کہ عثمان غنی کے نیک دل باپ کی موجودگی میں کالکا کی مہان شکتی بھی مجھے بے نقاب نہیں کر سکتی تھی چنانچہ میں نے مسکرا کر کہا۔

"اب میری باری ہے مہاراج۔ آج صرف میرا حکم چلے گا۔ تمہارے شکاری کتے آج تمہاری ڈالی ہوئی بڈی پر نہیں لپک سکیں گے۔" میری پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ "تم نے ندا جیسی معصوم لڑکی کو موت کے گھاٹ اتار کر اچھا نہیں کیا۔"

"کیا چاہتے ہو؟" اس نے کچھ لو اور کچھ دو کا انداز اختیار کیا۔

"تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں گناہ کا مزا کتنا تلخ اور کربناک ہوتا ہے۔" میں نے پہلا فائر کیا۔ کبیرداس کا داہنا شانہ جھول گیا۔ اس کے ساتھ ہی خون ابلبلا کر اس کے اجلے کپڑے کو سرخ کرنے لگا۔

"مجھے مت مارو۔ بھگوان کے لیے مجھ پر دیا کرو۔ میں مانتا ہوں کہ میں ہی جگت نارائن ہوں لیکن تمہیں زبان بند رکھنے کی منہ مانگی قیمت دینے کو تیار ہوں۔"

"اچھا ہوا جو تم نے اپنے چہرے سے وہ گھناؤنا نقاب اتار پھینکا جس کی آڑ میں اب تک تم نہ جانے کتنے معصوم انسانوں کا خون بہا چکے ہو۔ کتنی سندر ناریوں کے شریر پر اپنے گندے پنجے گاڑ چکے ہو۔ تم تو وہ شیطان ہو جو خود اپنے پوجنے والوں کے خون کی ہولی کھیلتا رہا۔" میں نے دوسرا فائر کیا جس نے جگت نارائن کے بائیں پاؤں کے گھٹنے کی ہڈیوں کو کرچیوں میں تبدیل کر دیا۔ وہ بلبلاتا ہوا ڈھلک کر نیچے فرش پر اوندھا گرا پھر قلابازی کھاتا ہوا چت ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں خوف لرز رہا تھا۔ میں نے بدستور سفاک لہجے میں کہا تیسرا فائر اس کے دوسرے گھٹنے پر کرنے کے بعد کہا۔ "آج تمہیں کیسا محسوس ہو رہا ہے؟ کیا تمہیں کچھ کچھ اندازہ ہو رہا ہے کہ موت کتنی اذیتناک اور بھیانک شے کا نام ہے۔ آج جب پولیس تمہاری لاش گھسیٹنے کو یہاں آئے گی تو اسے تمہارے پاس بھی ایک J.N اور چیتے والا مخصوص سکہ ملے گا۔ وہ ہو سکتا ہے کہ یہی سمجھیں کہ جگت نارائن نے کبیرداس جیسے دیش بھگت کو بھی مار ڈالا لیکن تمہارا بھگوان دیکھ رہا ہے کہ تم ہی ایک تصویر کے دو رخ ہو۔ میں بھی تمہیں نہیں تمہارے دوسرے رخ سے انتقام لے رہا ہوں۔" میں نے اگلا فائر کیا تو جگت نارائن کی پلکیں جھپکنے لگیں۔ اب اس کے اندر چیخنے چلانے کی سکت بھی نہیں رہ گئی تھی۔ قیمتی قالین اس کے خون سے سرخ ہو رہا تھا۔

"جلدی کرو میرے عزیز۔" عثمان غنی کے باپ کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "ہم اب یہاں زیادہ دیر نہیں رک سکتے۔ تمہارے دوست سراج صاحب اپنے ایک اعلیٰ افسر کے ساتھ کسی لمحے بھی یہاں پہنچنے والے ہیں۔"

میں نے باقی گولیاں بھی جگت نارائن کے منحوس وجود میں اتار دیں پھر وہی روئی جیسا نرم اور سرد ہاتھ میری کلائی تھام چکا تھا۔ میں سب کی نظروں کے سامنے سے گزر کر باہر آ گیا۔ ٹیکسی پکڑ کر اپنی کار کے قریب پہنچا تو دانش کی کیفیت قابل دید تھی۔ میری محبت کی نشانی پسینے کے قطروں کی شکل میں اس کی پیشانی پر

جھلملا رہی تھی۔

"سر۔" اس نے میرے گاڑی میں بیٹھنے کے بعد سوال کیا۔ "آپ کہاں چلے گئے تھے؟ آپ کو تنہا نہیں جانا چاہیے تھا اگر آپ کو کچھ ہو جاتا تو میں ــــ"

"مجھے معلوم ہے کہ میری خاطر تم کسی قربانی سے دریغ نہیں کرو گے لیکن اس وقت مجھے ایک ضروری کام یاد آ گیا تھا۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "کام چونکہ اہم کاروباری نوعیت کا تھا اس لیے میں نے یہی مناسب سمجھا کہ جتنی دیر میں تم پیسہ بدلو میں اس کام کو نمٹا لوں۔"

"سر۔" دانش نے مشکوک لہجے میں کہا۔ "آپ شاید مجھ سے کچھ چھپا رہے ہیں؟"

"اب چھپانے کے لیے کچھ نہیں رہا دانش۔" میں نے اس کو مایوس دیکھ کر کہا۔ "جگت نارائن کا کھاتہ میں نے آج ہمیشہ کے لیے بند کر دیا ہے لیکن تم میرے معتبر آدمی ہو اس لیے اپنی زبان بند ہی رکھنا۔"

"آپ نے ــــ تنہا اس کے آشرم میں جا کر اسے ٹھکانے لگا دیا!" دانش نے حیرت کا اظہار کیا۔

"انسان سچے دل سے کوئی نیک کام کرنے کا عہد کر لے تو پھر اس کے راستے کی تمام دشواریاں خود بخود چھٹتی چلی جاتی ہیں۔" میں نے شفاف لہجے میں دل کی گہرائیوں سے جواب دیا تو لوبان اور صندل کی ملی جلی خوشبو کا جھونکا میرے وجود کے گرد ہالہ بن کر چکرانے لگا۔ میں نے مستی میں آنکھیں بند کر لیں۔ ایک عجیب کیف و سرور تھا جو میری رگ رگ میں سرایت کر رہا تھا۔ میرے تصور میں کمبل پوش بزرگ کا نورانی چہرہ پوری آب و تاب سے جلوہ گر تھا۔

گھر پہنچ کر میں نے دانش کی آواز پر آنکھیں کھولیں تو تمام کیف انگیز مناظر منتشر ہو کر رہ گئے۔ ندیم مجھے باہر ہی ٹہلتا ہوا ملا۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری تھی۔ میں گاڑی سے اتر کر لان پر اس کے قریب گیا تو اس نے ہونٹ چبا کر کہا۔

"وہی ہوا جس کا خطرہ تھا۔" وہ تشویشناک انداز میں بولا۔

"کیا ہوا؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"کسی نے حیرت انگیز اور پراسرار طور پر پروفیسر کی لیبارٹری کے اس بلاک کو جلا کر راکھ کر دیا ہے جہاں پروفیسر ابرار اپنے فارمولے پر ریسرچ کرتا تھا۔"

"کالکا۔" میرے ذہن میں اس کے کہے ہوئے الفاظ صدائے بازگشت بن کر گونجنے لگے۔ "پروفیسر ابرار کا کیا بنا؟" میں نے بڑی عجلت میں سوال کیا۔

"سرکاری ایجنسیاں مصروف عمل ہیں لیکن ابھی تک کوئی حتمی بات سامنے نہیں آئی۔ اس بلاک سے کئی ورکرز کے ڈھانچے بھی ملے ہیں جو کوئلے کے بنے لگتے ہیں۔" ندیم نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ کالکا تم سے پہلے حرکت میں آ کر اپنا کام کر گزری۔"

"پروفیسر کی موت ملک اور قوم کے لیے ناقابل تلافی نقصان ثابت ہوگی۔" میں ہاتھ مل کر بولا۔

"جو کچھ ہوا تمہاری غفلت کا نتیجہ ہے۔" ندیم نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "اگر تم کسی طرح پروفیسر کو خاموشی سے وہاں سے ہٹا دیتے تو شاید ــــ"

"میں نے سوچا تھا لیکن شاید قدرت کو یہی منظور تھا۔" میں ہونٹ چبانے لگا۔

"اب افسوس کرنے سے کیا حاصل۔ دعا کرو کہ پروفیسر محفوظ ہو۔"

"ندیم۔" میں نے اس کے لہجے کو محسوس کرتے ہوئے اسے غور سے گھورا۔ "سچ بتاؤ کیا پروفیسر واقعی ــــ"

"اتنی جلدی گھبرا گئے۔" ندیم مسکرایا۔ "میں نے تم سے کہا تھا کہ میرے خاص آدمی پروفیسر کی نگرانی پر مامور ہیں لیکن اس کے باوجود پروفیسر کی لاش دستیاب ہو چکی ہے۔"

"اور تم اس پر مسکرا رہے ہو۔"

"ہاں۔" اس نے کہا۔ "اس لیے کہ میں نے پروفیسر ابرار کو بڑی مشکلوں سے سمجھا بجھا کر اسے کچھ دن پہلے ہی اپنے فارم ہاؤس میں منتقل کر دیا تھا جہاں وہ فی الحال صرف آرام کر رہا ہے۔ پولیس کو جس لاش پر لباس اور چشمے وغیرہ کی بنیاد پر شک ہے وہ پروفیسر کے ڈپلی کیٹ کی لاش ہے۔" ندیم یکلخت دوبارہ سنجیدہ ہو گیا پھر ہاتھ پیشانی تک لے جا کر بولا۔ "میں سلام کرتا ہوں اس محب وطن پر جس نے اپنی زندگی داؤ پر لگا کر خوشی خوشی پروفیسر کا ڈپلی کیٹ کردار ادا کیا ہے۔"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجی اور ندیم نے قریب رکھے ہوئے فون کا ریسیور اٹھا لیا کچھ دیر تک وہ غور سے کچھ سنتا رہا پھر بولا۔ "معلوم کرو کے یہ افراتفری کیوں ہے۔ میں شدت سے انتظار کروں گا۔"

"کس کی کال تھی؟" میں نے پوچھا۔

"دھرم آشرم میں پولیس کی اچھی خاصی نفری جمع ہو رہی ہے۔"

"کوئی خاص وجہ معلوم ہوئی؟"

"نہیں۔ کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں مل رہی ہے۔ فون کرنے والے نے صرف اتنا بتایا کہ پولیس کے علاوہ اور بھی بڑے بڑے افسران وہاں اکٹھا ہو رہے ہیں۔"

پھر کوئی دس بجے رات کو سراج نے فون پر وہی کہانی دہرائی جو میں نے رقم کی تھی۔ ندیم کو حیرت تھی کہ یہ سب کچھ کیسے ہو گیا پھر اس نے خود ہی ایک نتیجہ اخذ کرتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ جگت نارائن کے کسی اپنے ہی آدمی نے اس کا

کام تمام کر دیا ہو۔"

میں نے بھی ہاں میں گردن ہلا دی۔ اسی رات لیڈی مکلارنس نے مجھ سے رابطہ قائم کیا۔

"میرے بچے، میں بڑی شدت سے تمہارا انتظار لندن میں کر رہی ہوں لیکن اس بار تم تنہا نہیں آؤ گے۔ عارفہ بھی تمہارے ساتھ ہوگی۔"

"لیکن ــــ"

"میں تمہاری مداح ہوں میرے عزیز، میں نے تم سے کہا تھا کہ میرے لیے فاصلے کوئی اہمیت نہیں رکھتے میری نگاہوں کی پہنچ کے راستے میں آج تک کوئی رکاوٹ نہیں پیدا ہو سکی سوائے اس کے کہ میں تمہارے دل کے اندر نہیں جھانک سکتی تھی لیکن اس کے علاوہ مجھے تمہاری ہر بات کا علم تھا۔"

"کالکا کا کیا بنا؟" میں نے تیزی سے کہا۔

"اس کا آخری نشانہ پروفیسر کی لیبارٹری تھی لیکن شاید وہ جگت نارائن کے انتقام میں اتنی اندھی ہو گئی تھی کہ پروفیسر کے اصل اور نقل کی تمیز بھی نہیں کر سکی۔ اپنے دوست کو میری جانب سے مبارکباد دینا۔ اس نے پروفیسر کو بچا کر ایک عظیم کارنامہ انجام دیا ہے۔" لیڈی مکلارنس نے ایک بار پھر مجھے جلد از جلد لندن آنے کی دعوت دیتے ہوئے کہا۔ "عارفہ کو ضرور ساتھ لانا۔ اس کی زندگی کی ذمے داری میں قبول کرتی ہوں۔" دوسری جانب سے جملے کے اختتام کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ میں نے کئی آوازیں دیں لیکن دوسری جانب سے کوئی جواب نہیں ملا۔

دوسرے دن میں نے وارثی کو عارفہ کا پاسپورٹ بنانے اور پہلی فلائٹ سے لندن کی دو نشستیں بک کرانے کی ذمے داری سونپ دی۔ ایک ہفتے بعد ہم لندن ائرپورٹ سے باہر نکلے تو لیڈی مکلارنس کے آدمیوں نے ہمارا شاندار استقبال کیا۔ عارفہ ایک طویل عرصے کے بعد گھر کی چار دیواری سے باہر نکلی تھی اس لیے بڑی ہشاش بشاش نظر آ رہی تھی۔ ہمیں ائرپورٹ سے سیدھا مکلارنس کیسل پہنچا دیا گیا جہاں لیڈی مکلارنس نے ہمارا والہانہ استقبال کیا۔ بہت دیر تک وہ عارفہ کو گلے لگائے دعائیں دیتی رہی۔ اس روز ہم نے اس پرتکلف کمرے میں آرام کیا جو خاص طور پر مشرقی انداز میں ہمارے لیے سجایا گیا تھا۔

دوسری صبح لیڈی مکلارنس ہم دونوں کو اپنی زمین دوز لائبریری میں لے گئی۔ میں ایک بار پہلے بھی اس کی سیر کر چکا تھا لیکن عارفہ خوفزدہ نظر آ رہی تھی۔ بڑی بڑی الماریوں کے ہر ایک میں خوبصورت شیشے کے بکس میں بند انسانی کھوپڑیاں اسے خوفزدہ کر رہی تھیں لیکن لیڈی مکلارنس نے جب اس کی پسندیدہ شخصیتوں سے اس کی بات زندہ انسانوں کی طرح کرائی تو وہ بھی دلچسپی لینے لگی۔ لیڈی مکلارنس نے اپنے ہاتھ میں وہی ریموٹ لے رکھا تھا جس کے بٹن کے ذریعے وہ کھوپڑیوں میں جان ڈالتی تھی پھر جس زبان میں چاہتی ان سے بات کرا سکتی تھی۔ رفتہ رفتہ عارفہ اس کھیل میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگی پھر لیڈی مکلارنس ایک مخصوص شیشے کے بکس کے سامنے پہنچ کر رک گئی جو اندر سے گہری تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا لیکن اس کے نیچے کالکا کے نام کی تختی لگی دیکھ کر میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔

"عارفہ۔ میری بچی، اب میں تمہاری ملاقات ایک ایسی دیوی سے کراؤں گی جس نے تمہاری زندگی کو بالکل اسی طرح ایک مکان میں قید ہو جانے پر مجبور کر دیا تھا جس طرح وہ آج خود ہے۔" پھر لیڈی مکلارنس نے بکس کو روشن کیا تو کالکا کی وہی مورتی اس میں موجود تھی جسے میں نے شنکر کے کہنے پر روپ نگر کی ایک پہاڑی گپھا کی دلدل سے برآمد کیا تھا۔ میرے علاوہ عارفہ بھی اسے حیرت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگی پھر جب لیڈی مکلارنس نے دوسرا بٹن دبایا تو اس کی پتلیاں اپنے حلقوں میں گردش کرتے ہوئے اچانک عارفہ پر جم کر رہ گئیں۔

"تم؟" کالکا کی آواز گونجی۔ "تم ابھی زندہ ہو۔"

"ہاں۔" عارفہ نے حقارت سے جواب دیا۔ "میں وہی عارفہ ہوں جس پر تم نے زندگی کی تمام خوشیاں حرام کر دی تھیں لیکن میں جانتی ہوں کہ مارنے والے سے بچانے والا زیادہ قوت کا مالک ہوتا ہے شاید اسی لیے تم اس وقت قید ہو اور میں آزاد ہوں۔"

"میرے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔" کالکا نے نگاہوں کا زاویہ بدل کر میری سمت دیکھا۔ "تم نے مجھ سے جھوٹ بولا تھا۔ کالکا سے، جو مہان شکتی کی مالک ہے، پرنتو اتنا یاد رکھو یہ جھوٹ تمہیں بہت مہنگا پڑے گا۔ میں تمہیں سکون سے زندہ نہیں رہنے دوں گی۔ میرا شراپ تمہیں تباہ کر دے گا۔ تم دونوں کو۔" کالکا کی نگاہوں میں شعلوں کا رقص شروع ہو گیا۔

"رسی جل گئی پر بل ابھی تک نہیں گیا۔" میں نے استہزائیہ انداز اختیار کیا۔ "اب تو لال پیلی مت ہو کالکا دیوی۔"

کالکا کوئی جواب دینے کے لیے لیڈی مکلارنس کی سمت گھومی تھی لیکن اسی لمحے لیڈی مکلارنس نے ہاتھ میں دبے ریموٹ کا سرخ اور پیلا بٹن ایک ساتھ دبا دیا۔ شیشے کے بکس کے اندر سرخ اور پیلے رنگ کی بجلیاں سی کوندنے لگیں۔ کالکا کی کربناک چیخیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ اس کے جسم میں کرنٹ دوڑنے لگا تھا لیکن اس کے چہرے اور آنکھوں کی خباثت کم نہیں ہوئی تھی۔ کرنٹ دوڑنے کا سلسلہ [illegible] ہوا تو کالکا

نے لیڈی مکلارنس سے بڑے ہی کربناک انداز میں کہا۔

"سفید فام بڑھیا۔ آج کالکا تیرے بس میں ہے لیکن میری آتما زیادہ دنوں پتھر کی مورتی میں قید نہیں رہے گی۔ میں آزاد ہو گئی تو تیرا جینا دوبھر کردوں گی۔ تجھے نالی کے کیڑوں کی طرح اپنے قدموں تلے مسل دوں گی۔"

"پنڈت بنسی دھر کی آتما نے بھی مجھے چیلنج کیا تھا۔" لیڈی مکلارنس نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "جانتی ہو میں نے اس کا کیا کیا؟ اس کی آتما کو میں نے ہمیشہ کے لیے منجمد کردیا ہے۔ اب خود میں بھی اسے واپس نہیں بلا سکتی۔"

"تم نے پروفیسر ابرار کو مار کر اچھا نہیں کیا کالکا دیوی۔" میں نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔

"شہباز خان۔" وہ اپنی غلیظ زبان ہونٹوں پر لپلپاتے ہوئے بولی۔ "میں نے تجھ سے کہا تھا کہ اگر وہ فارمولا میرے ہاتھ نہ لگا تو پھر کسی اور کے ہاتھ بھی نہیں لگے گا۔ سب کچھ تباہ ہو جائے گا۔ سب جل کر راکھ ہو جائے گا۔"

"تمہیں ایک دکھ کی بات اور سنانی ہے۔" میں نے زہر خند سے جواب دیا۔ "تم نے جس کو جلدبازی میں پروفیسر سمجھ لیا تھا وہ اس کا ڈپلی کیٹ تھا۔ پروفیسر ابرار زندہ ہے۔"

"نہیں۔" کالکا چونکی پھر ایک لمحے کی خاموشی کے بعد بولی۔ "یہ ناممکن ہے۔"

"یہ ممکن ہے یوڈرٹی ـــــ" لیڈی مکلارنس نے پہلی بار نفرت کا اظہار کیا۔ "بالکل اسی طرح ممکن ہے جس طرح تم اس وقت میرے رحم وکرم پر ہو اور اس وقت تک رہو گی جب تک یہ دنیا باقی ہے۔"

"تم اور کالکا کو قید رکھو گی۔" کالکا نے بڑی خود اعتمادی سے قہقہہ لگایا۔ "تین چندرماہ اور گزرنے دو۔ اس کے بعد میری آتما ٹھیک اس وقت تمہاری قید سے آزاد ہو جائے گی جب ہولی جلائی جائے گی۔ اس روز تم بے بس ہو گی۔"

"ہوسکتا ہے کہ میں اس سے پہلے تمہیں بھی منجمد کردوں۔" لیڈی مکلارنس کچھ سوچ کر بولی۔

"تم۔" کالکا نے عارفہ سے کہا۔ "کچھ مہینے اور رنگ رلیاں منالو اس کے بعد شہباز تمہارے بجائے میرے پہلو میں ہوگا۔ یہ میری پرتگیا (قسم) ہے جو اوش پوری ہوگی۔"

"میں کیا یہ سمجھوں کہ تم اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھی ہو۔" میں نے حقارت سے کہا۔

"جس طرح دن اور رات بدلتے رہتے ہیں اسی طرح منش کی اپنی چھایا بھی گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔ آج تم بول رہے ہو کل میں بولوں گی۔"

"آج کیا ہوا؟" میں نے اس کا مضحکہ اڑایا۔ "کیا آج تمہارے دیوتا تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتے۔"

"سے آنے دو پھر بتاؤں گی کہ کالکا کس شکتی کا نام ہے۔" وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے بولی۔

اچانک شیشے کے بکس میں دوبارہ گھپ اندھیرا ہو گیا۔ میں نے لیڈی مکلارنس کی طرف وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"روشنی زیادہ دیر قائم رہے تو ان مردہ کھوپڑیوں کو بھی توانائی ملتی رہتی ہے۔ اسی لیے میں نے لائٹ بند کردی۔"

"کیا کالکا نے ٹھیک کہا ہے کہ وہ تین چاندوں کے بعد آپ کی قید سے آزاد ہو جائے گی۔"

"ابھی میں پورے یقین سے نہیں کہہ سکتی۔ اس کے لیے مجھے ایک مخصوص دن اپنے میجک بال سے آنے والے حالات کے بارے میں معلوم کرنا ہوگا لیکن میری ایک پیش گوئی یاد رکھنا۔ اب کالکا کی خباثتیں تم دونوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ میں تمہارے سروں پر ایک بار پھر وہی سفید بادل کے ٹکڑوں کو منڈلاتا دیکھ رہی ہوں جس کا راز لاکھ جتن کے باوجود میری سمجھ میں نہیں آسکا۔"

لیڈی مکلارنس کی وہ پیش گوئی سچ ثابت ہوئی۔ دوسرے دن جب میں سو کر اٹھا تو بستر پر ہمارے سرہانے ایک کے بجائے دو صندلی انگوٹھیاں موجود تھیں۔ میرے دل کی دھڑکن یکلخت تیز ہو گئی۔ میں نے اوپر کی جانب سر اٹھا کر اس رب کریم کا شکر ادا کیا جس نے پھر مجھے سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا کردی تھی۔ میں نے ایک انگوٹھی خود پہنی' دوسری عارفہ کو پہنا دی اور تاکید کردی کہ وہ اس انگوٹھی کے بارے میں کبھی کسی سے کوئی ذکر نہیں کرے گی۔

عارفہ کچھ جواب دینا چاہتی تھی کہ صندل اور لوبان کی خوشبو کا مسحور کن جھونکا ہمارے گرد چکرانے لگا۔ ہم دونوں ہی اس کی کیفیت میں ڈوبتے جا رہے تھے۔ یہ ایک کیف و مستی کا عالم تھا جس نے ہمیں اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔

صندل اور لوبان کی وہ خوشگوار خوشبو ہمیں ایک نئی زندگی گزارنے کی تلقین کررہی تھی۔ اس صراط مستقیم کی روشن راہوں کی نشاندہی کررہی تھی جس پر چل کر انسان کندن بن جاتا ہے۔ جہاں ایمان کی مشعلیں روشن ہوتی ہیں اور کفر کے دیے اس کے سامنے ٹمٹماتے نظر آتے ہیں۔ خوشبو کا معطر جھونکا ہمیں ایک نئی روشن دنیا کی سیر کرا رہا تھا۔ اس دنیا کی سیر جو کبھی فنا نہیں ہوتی۔ وہی ہر انسان کی منزل ہے لیکن وہاں تک پہنچنے کے لیے انسان کو کئی امتحانوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ خاردار راہوں پر آبلہ پا چلنا پڑتا ہے پھر وہ ہمیشہ کے لیے امر ہو جاتا ہے۔

(ختم شد)

دیا گیا تھا اس کا اثر چار پانچ گھنٹے تک برقرار رہے گا لیکن میں نے اپنی حیرت کو چھپاتے ہوئے قاسم علی کے اوپر جھک کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بڑی اپنائیت سے کہا۔

"کہو قاسم علی۔۔۔ میں سن رہا ہوں۔"

"س س۔۔۔ سر۔۔۔ میری۔۔۔ آخری خواہش۔۔۔ ہے۔ کہ آپ۔۔۔ نرنجن لال سے۔۔۔ دوستی کرلیں ورنہ۔۔۔"

"ورنہ کیا۔" میں نے قاسم علی کی بات پر چونکتے ہوئے وضاحت چاہی لیکن شاید اس کی سانسیں پوری ہو چکی تھیں' اس کے ہونٹ آخری بار کپکپائے وہ جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اچانک اس کے منہ سے خون ابلا اور پھر دوسرے ہی لمحے اس کی گردن ایک سمت ڈھلک گئی اس کی آنکھیں اپنے حلقوں میں پتھرا جانے کے باوجود میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ نرس ڈاکٹر کو بلانے کی خاطر تیزی سے باہر کی جانب لپکی میں نے ہاتھ بڑھا کر قاسم علی کی آنکھوں کو بند کیا تو ماسٹر ٹونی اس کی لاش سے لپٹ گیا تھا اور بچوں کی طرح دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ ندیم بڑی شدت سے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبائے ہوئے تھا شاید اس طرح وہ اپنے جذبات اور غصے پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا۔

دو گھنٹے بعد جب ہم قاسم علی کی لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے روانہ کرنے کے بعد گھر واپس جا رہے تھے اس وقت بھی ندیم کسی گہری سوچ میں متفرق تھا اس کے چہرے کے تاثرات اس بات کی ترجمانی کر رہے تھے کہ وہ اپنے اندر اٹھنے والے طوفان کی شدتوں پر قابو پانے کی ناکام کوششوں میں مصروف ہے۔ میں نے اس کی نگاہوں میں بھڑکتے شعلوں کو ہوا نہیں دی۔ خاموشی سے ڈرائیونگ کرتا رہا۔ حالات کے پیش نظر اب مجھے بھی اس بات کا یقین آچکا تھا کہ قاسم علی کی موت محض ایک اتفاقیہ حادثہ نہیں تھی وہ طبعی موت نہیں مرا تھا' اسے مارا گیا تھا' اس کی موت کی پشت پر بھی طاغوتی قوتوں اور نرنجن لال کا ہاتھ تھا۔

میرے اپنے ذہن میں بھی گرم آندھی کے تیز جھکڑ چل رہے تھے لیکن میں نے اس کا اظہار نہیں ہونے دیا' مجھے اس بات کا علم تھا کہ ندیم موت اور زندگی کی جنگ کے سلسلے میں کچھ زیادہ ہی انتہا پسند واقع ہوا تھا میرے دل کا حال جان لینے کے بعد زیادہ خطرناک ہو سکتا تھا۔ وہ مجھے پہلے بھی عزیز تھا' نسیم سے شادی ہو جانے کے بعد کچھ اور عزیز ہو گیا تھا' میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ شیطانی قوتوں کے سامنے سینہ سپر ہو جائے' اس کی زندگی مجھے اپنی زندگی سے زیادہ پیاری تھی۔

میں قاسم علی کی موت کو آسانی سے فراموش بھی نہیں کر سکتا تھا شاید وہ میری ہی وجہ سے منظر عام پر آ کر حالات کا شکار ہوا تھا اس کے آخری جملے میرے کانوں میں بازگشت بن کر گونج رہے تھے۔ اس نے مرنے سے پیشتر مجھ سے عجیب بے بسی کی حالت میں اپنی آخری خواہش کا اظہار کیا تھا اس نے مجھ سے کہا تھا کہ میں نرنجن لال سے دوستی کرلوں ورنہ۔۔۔ اس کے آگے وہ جملہ مکمل نہیں کر سکا تھا لیکن میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ وہ جملہ اس کے اپنے دل کی آواز نہیں تھا۔ پھر۔۔۔ اس آخری خواہش کے اظہار پر اسے کس نے مجبور کیا تھا؟

میرے ہاتھ اسٹیئرنگ پر تھے ذہن کہیں اور تھا لیکن پھر اچانک ایک ویران سڑک پر موڑ کاٹتے ہی مجھے فل بریک لگا کر گاڑی کو روک دینا پڑا۔۔۔ میری آنکھیں مجھے دھوکا نہیں دے رہی تھیں۔ وہ سو فیصد شنکر ہی تھا جو اپنی تمام تر خباثتوں کے ساتھ سنسان سڑک کے بیچوں بیچ سینہ تانے کھڑا تھا۔ ہمارا درمیانی فاصلہ بمشکل تیس فٹ رہا ہو گا۔ میں نے ندیم کو بڑی پھرتی سے جیب سے مشینی پسٹل نکالتے دیکھا' وہ دروازہ کھول کر نیچے اترنا چاہ رہا تھا لیکن میں نے اس کا ہاتھ پوری قوت سے تھام لیا مجھے ڈر تھا کہ وہ شنکر کی ناپاک قوتوں کے مقابلے میں زیادہ دیر نہیں ٹک سکے گا پھر اس سے پیشتر کہ میں ندیم سے کچھ کہتا میری آنکھوں نے ایک عجیب منظر دیکھا شنکر اور ہماری گاڑی کے درمیان اچانک سیاہ رنگ کا ایک سانپ نمودار ہوا جو کنڈلی مارے فضا میں اپنے پھن لہرا رہا تھا۔

"کالکا۔" میرے ذہن میں چھناکا سا ہوا۔ وہ پہلا اتفاق تھا جب میں نے کالکا اور شنکر کو دوبدو دیکھا تھا' میں بڑی سنجیدگی سے اس بات پر غور کر رہا تھا کہ اگر ان دو شیطانی قوتوں کے درمیان ٹکراؤ ہو گیا تو جیت کس کی ہو گی۔۔۔؟

اس کے بعد
"حصہ دوئم"
کا مطالعہ کریں